آپ کی عمر پچیس^25 چالیس^40 یا ساٹھ^60 برس کی ہوگئی ہے

اور آپ مردانہ طاقت کی کمی محسوس کر رہے ہیں

تو "رِی جووِین" کورس استعمال کیجئے

"ری جووین" کی عجیب و حیرت انگیز ایجاد نے سائنس کی دنیا میں ہیجان پیدا کر دیا ہے کیونکہ جب انسان کی طاقتیں زیادہ دن تک بیکار طریقوں سے ضائع ہو جاتی ہیں تو بہت ہی کمزور ہو کر مایوس ہو جاتا ہے۔ پھر وہ برباد کی ہوئی طاقت کو حاصل کرنا چاہتا ہے۔ وہ جوانی کی امنگوں کو پھر یکبار دیکھنا چاہتا ہے وہ راتوں کی تنہائی میں اپنے کئے پر پچھتاتا ہے۔ ہزارہا دوائیں استعمال کرنے کے بعد بھی وہ زندگی کو ختم کر دینے کا ارادہ کر لیتا ہے کیونکہ اسکو ناکامی ہی ہوتی ہے۔ یہ تمام کمزوریاں اس کو بچپن کی خراب عادتوں کے باعث ہوتی ہیں۔

دُنیا کو حیران کر دیا مدت مدید سے یہ بات ہر شخص کے کان میں گونج رہی ہے کہ "ری جووین" کورس ہی اس صدی میں نامردی، سستی، کمزوری، کم خواہشی، ڈھیلاپن، پتلاپن، شرمندگی، خمی، کجی، قطرے کا گرنا، دل، دماغ، گردہ، مثانہ، دھات کا پتلاپن کا لاثانی علاج ہے اور آج تک اس علاج سے بیشمار نامرد تندرست ہو چکے ہیں۔ اور وہ اپنے گھروں کے لئے ایک نمونہ بنے ہوئے ہیں۔ یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کیونکہ جہاں سائنس کی مدد سے دنیا میں انقلاب برپا ہو رہا ہے وہ ہی سائنس کی ایجاد انسانی جسموں کے اندر بھی تہلکہ پیدا کر رہی ہے اور اس کورس کے استعمال سے انسان سات دن کے اندر کیا کچھ بن جاتا ہے اسکا اظہار تحریر میں نہیں کیا جا سکتا۔ یہ کورس مردہ جسم میں زندگی کی روح پھونک دیگا۔ پہلی خوراک کا اثر ہی آپ کو حیرت میں ڈال دیگا۔ آپ اپنے اندر ایک چمک اور برقی رو دوڑتے ہوئے دیکھنے لگیں گے، سوئی ہوئی رگوں میں ہلچل اور مردہ پٹھوں میں تناؤ اور سختی پیدا ہو جائے گی۔ اس برق اثر علاج سے سات دن کے اندر ایک وہ بڈھا جو جوانی سے بالکل کنارہ کش ہو چکا ہو، طاقت سے جھومنے لگتا ہے۔

"ری جووین" کورس کو آیور ویدک اور یونانی طب کے فلاسفروں نے بڑے غور و فکر کے بعد برسوں کی محنت سے ایجاد کیا ہے جس کا صلہ اس ... مل رہا ہے کہ ہزارہا مایوس انسان عبادت کے وقت موجدوں کو دعائیں دیتے ہیں۔

... ت سے آج کسی کو انکار نہیں کہ اگر قوت مردی میں کچھ بھی کمزوری محسوس ہونے لگے تو "ری جووین" کی مدد سے پوری طرح ... ہے اور ناکامی، شرمندگی ہمیشہ کیلئے دور ہو جاتی ہے اور ایک ہفتہ پرہیز کے ساتھ استعمال کرنے پر انسان برسوں تک ... ین دو دوائیں ہوتی ہیں ایک کھانے کی اور ایک لگانے کی، اور ان کا استعمال ایک ساتھ شروع ہوتا ہے۔

ڈاک خرچ آٹھ آنے علاوہ۔

کورس سے آرام نہ ہو تو قیمت واپس یا دوبارہ دوا مفت، اور مشورہ مفت دیا جاتا ہے۔
کا اقرار کریں کہ سات دن تک ضبط سے کام لیا جائے گا)

نمبر ۱۴۱ کلاں محل (ایم۔ ڈی) دہلی

شذرات

سر سکندر حیات خاں کا سانحہ انتقال پر ملال

ہر آنکہ زاد بنا چار بایدش نوشید ز جام دہر مے کل من علیہا فان

سر سکندر حیات خاں مر گئے اور اپنی موت سے مسلمانان ہند کے قلب کو ایک رستا ہوا ناسور بنا گئے مرنے کو سب ہی مرتے ہیں لیکن بعض افراد کی موتیں ان جیتی جاگتی دنیا میں قیامت صغریٰ سے کم نہیں ہوتیں یہ موت سر سکندر کی موت نہیں فرزندان توحید کی صد ہزار آرزوؤں کی موت ہے ایک حادثہ ہے جانگزا ایک سانحہ ہے ہوشربا ایک نقصان ہے ناقابل تلافی آہ سر سکندر نہیں مرے ملت پر جانکندنی و احتضار کا عالم طاری ہو گیا چمکتے ہوئے آفتاب کے یکایک ڈوب جانے ضیاپاش ماہتاب کے اچانک غروب ہو جانے روشن شمع کے دفعۃً گل ہو جانے سے جو اضطراب ناگہانی پیدا ہو سکتا ہے اسی میں بدنصیب مسلمان محصور ہو کر رہ گئے تنہا ایک سر سکندر کی ہستی دس لاکھ مسلمانوں کی جانوں کی برابر تھی خدا ہی جانتا ہے کہ ہماری شامت اعمال ہمیں کیا کیا دکھا کر رہیگی کب ہماری آنکھوں کے آنسو خشک اور دلوں کے زخم مندمل ہوں گے اول تو یونہی مسلمانوں میں قحط الرجال رہا ہے اور جو کوئی پیدا ہو جاتا ہے تو جلد موت اس کا گلا دبا دیتی ہے اور مسلمان تلملا کر رہ جاتے ہیں گذشتہ بارہ سال کے قلیل و تفہ مدت ہی میں تاج امت کے کیسے جواہر آبدار ٹوٹ کر گرے مولانا محمد علی حسن حکیم اجمل خاں مولانا محمد علی. ڈاکٹر انصاری میاں فضل حسین. سر شفیع مولانا عبد الماجد مولانا شوکت علی سیٹھ عبداللہ ہارون علامہ اقبال کس کس کو رو رہیں کس کس کا ماتم کریں کبتک جگر پر سینہ ان میں سے ہر ہستی ملت کے بہترین سرمایہ کی ہستی رکھتی تھی اب سر سکندر بھی چل بسے غالباً ارض عالم کی کسی قوم پر اتنے قلیل عرصہ میں اتنی بدبختیاں اور حرمان نصیبیاں مسلط نہ ہوئی ہونگی کب تک طوفان در بغل اور دہر بہ لب رہیں رحم خدا را رحم کہ تیرے رسول کی امت خمر دانذہ اور اضطراب و ناشکیبائی کے گرداب میں پھنسکر رہ گئی ہے ابھی ہمارے جگر تو اچھی کہاں ہونے پائے تھے ابھی ناسور قلب رس ہی رہے تھے ابھی تو آنکھوں کی نساکی تھی ہی تھی کہ ایک اور بڑی افتاد ایسی پڑی کہ قلب پاش پاش اور جگر پارہ پارہ ہو کر رہ گیا۔

سر سکندر ہشیار خورد بین کے انسان تھے کہنے کو پنجاب کے وزیر اعظم تھے مگر حقیقت میں آپ ملت اسلامیہ کی آنکھ کا تارا مسلم لیگ کی روح رواں اور ہندوستان میں مسلم شوکت و عظمت کے قصر کے زبردست ستون تھے سیاسیات ہند پر کامل عبور رکھتے تھے تدبر و کارفرمائی میں بے نظیر تھی یہ آپ ہی کی سیاست کا کرشمہ تھا کہ آپ نے پنجاب میں تینوں اقوام پر مشتمل ایک وزارت قائم کر کے اسے اتنا محکم اور زبردست بنا دیا جسے مخالفانہ آندھیوں کے طوفان کی شدت بھی اپنی جگہ سے ابتک ہلا نہ سکی اور نہ جس سے بہتر مضبوط وزارت پورے ملک میں کہیں قائم ہو سکی جہاں مسلمانوں کا درد آپ کی رگ رگ میں کوٹ کوٹ کر بھرا تھا وہاں ہندوؤں اور سکھوں کے بھی بہی خواہ تھے۔

"جام و سندان" کا کھیل کھیلنا ہر شخص اور ہر لیڈر کا کام نہیں لیکن ہمارے سر سکندر نے اسے کھیلا اور اس ہوشمندی و دانائی سے کھیلا کہ بیگانہ تک اس کی داد دیئے بغیر نہ رہے حکمران دوائر میں بیدار سوخ قائم رکھنا قومی تحریک میں پیش پیش رہنا لیگ اور قوم کے دل بھی ہاتھ میں رکھنا اور حکومت کی مشنری کو بھی آخری وقت تک کامیابی و رعنائی کے ساتھ چلاتے جانا سر سکندر ہی کا ایک یادگار زمانہ ہے پاکستان کے نصب العین کے لئے ہی ابتدا سے سرگرم کار رہے متعلقہ مواقع پر آپ کے تدبر و کمال کا آفتاب اور بلند ہوتا تھا کہ آپ کی خدمات گرامی سے ملت نفع اندوز و مستفید ہو اس موقع پر اور اس عبوری دور میں آپ کی بیحد ضرورت تھی ابھی آپکا دن ساٹھ کی عمر تھی کہ موت کے بیرحم ہاتھوں نے اس مایہ ناز رہنما کو ہم سے چھین لیا سر سکندر الوداع آپ تو بہشت کے مرغزاروں میں مصروف گلگشت ہیں مگر جو داغ آپ مسلمانوں کے قلب کو دے گئے وہ مٹائے نہ مٹیگا خدایا بار سر سکندر کو اپنی جوار رحمت میں جگہ دے بخشدے کہ آپ تیرے بندوں کی پوری خدمت انجام دے گئے اور آپ کے اعزا اور آپکی قوم کو صبر و تسکین اور عمل کی دولت عطا فرمائے کہ اب ان کے قلوب میں زخموں اور بہتے ہوئے ناسوروں کے سوا کچھ نہیں رہا ان کے گلشن و چمن کا وہ پھول ٹوٹا کہ گلشن بھر میں ویرانی چھا گئی۔

مسلم لیگ کی روز افزوں طاقت

ایک مدبر کا قول ہے کہ ہر تحریک کو بالعموم تین مراحل سے گذرنا پڑتا ہے پہلے مرحلہ پر اسکا مذاق اڑایا جاتا ہے اس کے بعد دوسرے مرحلہ پر شدت کے ساتھ مخالفت شروع ہو جاتی ہے تیسرے اور آخری مرحلہ پر عاشق ہونے لگتے ہیں اور تحریک کے مطالبات کی قبولیت کا اقدام شروع ہو جاتا ہے فی الحقیقت یہ قول صداقت و حقانیت پر مبنی ہے. ترکی کو مصر کو افغانستان اور خود امریکہ کو بھی انہی مراحل سے گذرنا پڑا ہے اور انہیں سے لیگ گذر رہی ہے پہلے مرحلہ پر لیگ کے مطالبہ پاکستان کا ہی خوب مذاق اڑایا گیا نہ صرف بیگانوں بلکہ یگانوں نے بھی خوب قہقہے لگائے یوم نجات منانے جمہوری پارلیمنٹری حکومت کی مخالفت کرنے اور مسلمانوں کو ایک مستقل و جداگانہ قوم قرار دیئے جانے اور پھر پاکستان کی تجویز منظور کئے جانے پر کیسے مذاق اڑائے گئے مسٹر جناح کو رجعت پسند اور حکومت کا آدمی اور اقتدار پرست بنایا گیا پھر مخالفت کا دور آیا تو ہندو اور سکھ تو اپنی کانگریس مہاسبھا لبرل لیگ اور سکھ لیگ کی پوری قوتیں لئے ہوئے میدان میں آ ہی گئے تھے لیکن بہت سے مسلمان بھی جمعیۃ علماء احرار مومنوں اور نیشنلسٹوں کی فوجیں لئے مقابلہ پر نکل آئے تھے. پنجاب میں سر سکندر اور ان کی پارٹی بنگال میں مولوی فضل الحق اور ان کے رفقاء سندھ میں مسٹر اللہ بخش اور ان کے رفقاء اور سرحد میں خان عبد الغفار خاں اور ان کے پیرو قدم قدم پر مخالفت کر رہے تھے پریس اور پلیٹ فارم سے بہ شدت مخالفت کا سلسلہ قائم تھا ہر طرف سے جناح پر تیر برس رہے تھے پھر ایسی مایوسانہ حالت میں مولانا شوکت علی اور سیٹھ عبداللہ ہارون جیسے با اقتدار اور ذی اثر حامیوں کی رحلت بڑی ہی دل شکن چیز تھی مگر خدا نے اپنا فضل کیا استقلال رنگ لایا پنجاب اور بنگال ہی نہیں آسام میں بھی لیگ کی وزارتیں قائم ہو گئیں گو خدا نخواستہ دونوں صوبوں کے پھر حالات خراب ہوئے مولوی فضل الحق خم ٹھونک کر مخالفت پر تل گئے اور آسام میں بھی سر سعد اللہ کی وزارت باقی نہ رہی لیکن یہ عارضی مشکلات تھیں مولوی فضل الحق کو بھی بالآخر لیگ کی قوت کا اعتراف کرنا پڑا آسام میں بھی پھر چوہدری عبد المتین وزارت عظمیٰ پر فائز ہو گئے اور اس سے بڑھکر یہ کہ سندھ میں لیگ کی خالص وزارت قائم ہو گئی اور تمام وزراء اور ارکان اسمبلی نے لیگ کی وزارت قائم ہو گئی اتنے ہی اور مسٹر اللہ بخش کبھی جو ابتدا سے لیگ کی مخالفت اور کانگریس کی ہمنوائی کرتے چلے آ رہے تھے لیگ کی حمایت میں بولنے لگے احرار تمام و کمال لیگ کے حامی بن گئے حکومت کی طرف سے بھی قومیت متحدہ ہونے کے بند پر ضربات پڑنے لگیں مسلمانوں کے جداگانہ قوم ہونے کا اعتراف کر لیا گیا کرپس اسکیم میں

صوبوں کی علیحدگی کا حق بھی دیدیا گیا مسٹر راجگوپال آچاریہ جیسے بااثر کانگریسی مسلم مطالبات کی حمایت پر کھڑے ہوگئے جن کے ساتھ ۹۰ فی صدی نیشنلسٹ بھی ٹوٹ گئے مسلم مطالبات کی حقانیت ہندوستان سے لیکر انگلستان اور امریکہ تک مسلم ہوگئی اس سے سراسیمہ ہوکر کانگریس کو اپنی طوفانی تحریک شروع کرنی پڑی تاکہ حکومت مجبور ہوکر اسکے مطالبات کے سامنے سر جھکا دے اور لیگ کی طرف متوجہ نہ ہو اور ہندو بھی اس طرف مشغول ہوکر مسٹر راجگوپال اچاریہ کی آواز سے غافل ہوجائیں سکھ اور اچھوتوں کا رجحان بھی شروع ہوگیا ہے اب صرف کانگریسی رہ گئے ہیں جو اپنی سلاخوں کے پیچھے بند ہیں یا باہر بھی ہیں لیکن وہ بھی پریشان ہیں: لاتعداد ان کے بھی معترف ہوچکے ہیں مگر باتیں خلاف ہیں یہ بھی عارضی بات ہے دو دن دو ہیں کہ انھیں بھی اپنی گردنیں جھکانی پڑیں گی اور پاکستان قائم ہوکر رہے گا۔

غیر کانگریسی رہنما اور پاکستان

مسٹر راجگوپال اچاریہ اور مسٹر ایم این رائے کے تائیدی بیانات تو اب کسی تبصرے کے محتاج نہیں رہے مسٹر پی سی جوشی مشہور کمیونسٹ لیڈر نے لاہور کے اندر اخباری نمائندوں کی کانفرنس میں جہاں یہ فرمایا کہ سول نافرمانی کی تحریک یا تو ناکام ہوچکی ہے یا ہونیوالی ہے اور ملک کے تحفظ کے لئے اس وقت قومی حکومت کا قیام اور باہمی اتحاد بیحد ضروری ہے وہاں یہ بھی ارشاد فرمایا کہ مسلمانوں کا حق انتخاب حکومت ابھی اور اسی وقت تسلیم کرلینا چاہیئے بالفاظ دیگر اگر وہ پاکستان پر اصرار کررہے ہیں تو ان کی مخالفت ہرگز نہ کرنی چاہیئے۔

مدراس میں میلاپور سوشل سروس لیگ کے زیر اہتمام منعقدہ جلسہ میں پی۔ ڈی۔ بالائن نے فرمایا کہ اتحاد کی حقیقی ضرورت آج ہے کبھی نہ تھی اور لیگ کانگریس کے اتحاد کے بغیر کامیابی کے ساتھ بیرونی دشمن کا مقابلہ کرنے کے لئے قومی حکومت نہ ہم بن سکتی کانگریس کی عدم موجودگی میں لیگ ہی پر یہ فرض عاید ہوتا ہے کہ وہ سیاسی ہنڈی کو ختم کرکے قومی حکومت قائم کرنے کی کوشش کرے آپ نے اپنی تقریر میں ان لوگوں کی کوشش پر بھی اظہار افسوس کیا جو مسلمانوں کو اپنے مستقبل کا آپ فیصلہ کرنیکا حق دینے پر غلامی کو ترجیح دیتے ہیں

سر راما سوامی مدلیار کی تائیدی تقریر پر پہلے تبصرہ کیا جا چکا ہے اب انھیں کے صاحبزادے ڈاکٹر کرشنا سوامی ڈائرکٹر تبر سپلائر نے اپنی ایک تقریر میں صاف صاف کہا کہ مسلمانوں کے زاویہ نگاہ کو سمجھنے کی کوشش کئے بغیر پریس نے پاکستان کے متعلق شدید معاندانہ رویہ اختیار کرلیا ہے افسوس اس نے اس پر غور ہی نہیں کیا کہ مسلمانوں کا یہ مطالبہ خلوص و دیانت پر مبنی ہے اور اقتصادی اور معاشری اصلاح کی مساعی کا نتیجہ ہے حقیقت یہی ہے کہ ہر شخص از راہ ہند مخالفت کرتا چلا جاتا ہے ڈاکٹر صاحب نے سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے یہ بھی فرمایا کہ "جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ مسلمانوں کو تبدیلی قلب کا ثبوت دینا چاہیئے انھیں پہلے خود تو سیاسی و اقتصادی مسائل کے متعلق اپنے رویہ میں معقولیت پیدا کرنی چاہیئے اور ان مسائل کو اس طرح حل کرنا چاہیئے کہ مسلمان مطمئن ہوجائیں" آگے چل کر ڈاکٹر صاحب نے کہنہ ہی نہیں بلکہ ایک حقیقت نفس الامری کا اظہار فرمایا کہ "مسٹر جناح کو نشانہ طعن و تشنیع بنانا بیکار ہے وہ فی نفسہ ایک عظیم الشان محب وطن ہیں اور آج ہی نہیں بلکہ ہمیشہ بے انصافیوں کے خلاف برسرپیکار رہے ہیں جس طرح آج ہیں وہ برابر یہی اور زور دیتے رہتے ہیں کہ حقوق و اختیارات برطانیہ سے ہندوستان کی طرف منتقل کردیئے جائیں" بہرکیف اب ہندوؤں کی طرف سے بھی پاکستان کے حق میں آوازیں بلند ہونا شروع ہوگئی ہیں

گولڈن جوبلی پر مشاہیر کی تقاریر

الہ آباد یونیورسٹی کے مسلم بورڈنگ ہاؤس کی گولڈن جوبلی کی تقریب ایک ہفتہ تک بڑے تزک و احتشام کے ساتھ منائی گئی سر شاہ محمد سلیمان مرحوم کی تصویر کی نقاب کشائی بھی سر اقبال احمد چیف جسٹس نے فرمائی سیرت نبوی کا جلسہ بھی منعقد ہوا ضیافتیں بھی کی گئیں عظیم الشان مشاعرہ بھی ہوا مناظرے بھی عمل میں آئے مشاہیر نے ان تقاریب میں شرکت کی جلسہ سیرت نبوی میں اور مقررین کے علاوہ ڈاکٹر بھاراتن مسٹر راجگوپال اچاریہ اور ڈاکٹر جعفری نے بھی تقاریر کیں۔ ڈاکٹر بینی پرشاد نے حضور رحمت کریم کی اجتماعی اور سیاسی پہلوؤں پر روشنی ڈالی ڈاکٹر جعفری نے فرمایا پیغمبر اسلام اہل عالم کے بہترین رہنما اور ہر اعتبار سے مکمل انسان تھے مسٹر راجگوپال اچاریہ نے طلبا کو الوداع کہتے ہوئے فرمایا کہ موجودہ وقت میں آپ لوگوں کو مایوس و پریشان نہیں ہونا چاہیئے بلکہ میری مثال کو سامنے رکھتے ہوئے ہر مصیبت کا مقابلہ بخندہ پیشانی کرنا چاہیے مجھے پورا وثوق ہے کہ نتائج خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہوں لوگوں کو میری پالیسی پر آنا پڑے گا اور بالآخر مجھے ہی فتح نصیب ہوگی۔

دوران تقریر میں مسٹر اچاریہ نے فرمایا کہ یاد رکھیئے ہندوستان کی مصیبت اور غم کا دور ختم ہونے والا ہے اور وہ وقت قریب ہے کہ ملک خوشی و شادمانی کی زندگی بسر کریگا۔"

یہانتک سیاسی تبصرہ ختم کرکے آپ نے تقریر کا رخ اسلام اور قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا آج دنیا جس ترقی کی بلندیوں پر نازاں ہے وہ ان مسلمانوں کی ان تھک مساعی ہی کا ثمرہ ہے اگر آپ سائنس اور حکمت کی تاریخ کا مطالعہ کریں تو اس حصہ پر جو اس میں اسلام نے لیا آپ فخر پر مجبور ہوجائینگے مسلمانوں نے خود یورپ پر بڑا احسان کیا ہے انہوں نے یورپ والوں کو تہذیب و تمدن اور علم و حکمت سے آشنا کیا بڑی بڑی ایجادات کا سہرہ بھی مسلمانوں ہی کے سر ہے اگر مسلمان یورپ تک نہ پہنچتے تو یورپ میں جہالت اور تاریکی کا اندھیرا چھایا ہوتا۔"

مسٹر اچاریہ نے کسی مبالغہ سے کام نہیں لیا مسٹر اسکاٹس سر ایڈورڈ گبن اور موسیو لیبان نے بھی اپنی محققانہ تحقیق کے بعد یہی لکھا ہے اور اسی نتیجہ پر پہنچے ہیں۔

آپ نے آخر میں یہ مشورہ دینے کے بعد کہ دیگر مذاہب کے مطالعہ کی بھی ضرورت ہے آپ نے فرمایا کہ اسلام صداقت و معقولیت کا علمبردار ہے اور پیغمبر اسلام سچائی اور دیانت کے پیکر تھے اور اگر وہ آج موجود ہوتے تو ہم سب کو متحد فرمادیتے۔ آپ کی تقریر بہت موثر تھی اس سے آپ کی فراخدلی جھلک رہی تھی اور اگر یہی خلوص و جذبہ دوسرے ہندو رہنماؤں میں بھی پیدا ہوجائے تو ہندوستان کے سارے مصائب کا خاتمہ آن کی آن میں ہوجائے۔

ماسٹر تارا سنگھ اور پاکستان

سکھوں کے ایک ذمہ دار لیڈر جو کانگریسی رہ چکے ہیں ایک بیان میں سکھوں کو مسلمانوں سے مناسب شرائط پر مفاہمت کرلینے کا مشورہ دیا اور ہندوؤں کے متصورہ سوراج کو کانگریس نہرو کمیٹی کا تیار کیا ہوا برہمن بنیا راج بتایا جو ان کے نزدیک نہ سکھوں کے لئے قابل قبول ہوسکتا ہے اور مسلمانوں کے لئے اکھنڈ ہندوستان کو ایک جنون کے نام سے تعبیر کیا ہے آگے چل کر فرمایا کہ سکھ صرف انصاف کا راج چاہتے ہیں اور وہ خوب سمجھتے ہیں کہ ایک مرکز کے ماتحت انھیں کبھی سیاسی اہمیت حاصل نہیں ہوسکتی اس لئے کہ وہاں ان کی حیثیت ایک صفر کی برابر ہوگی اور وہ حکومت کی پالیسی پر ہرگز اثر انداز نہیں ہوسکیں گے۔"

ہم بھی یہی باتیں سکھوں کو ایک سے زیادہ بار سمجھا چکے ہیں اور واضح کرچکے ہیں کہ جو اہمیت انھیں پاکستان میں نصیب ہوسکتی ہے نہ ہندو راج میں کسی طرح بھی ممکن نہیں ڈاکٹر

امید کر بھی کچھ عرصہ پیشتر بالکل اسی قسم کے خیالات کا اظہار کر کے اکھنڈ سوراج کے متعلق کہہ چکے ہیں کہ یہ اچھوتوں اور سکھوں کے لئے ہرگز پسندیدہ نہیں قرار پاسکتا اس کے بعد سکھوں کے ممتاز مشہور لیڈر ماسٹر تارا سنگھ نے ایک بیان شائع کر کے اس حقیقت کا اظہار کیا کہ سکھ ہندوؤں سے الگ ہیں اور وہ ایک مستقل حیثیت کے مالک ہیں ماسٹر صاحب نے غیر مبہم الفاظ میں فرمایا کہ ہندوؤں نے سکھ مسلم اتحاد میں ہمیشہ رخنہ اندازی کی ہے مگر اب اسے برداشت نہیں کیا جا سکتا۔

خدا کا شکر ہے کہ اب سکھ بھی حقائق کی طرف متوجہ ہو رہے ہیں اور وہ سوچنے لگے ہیں انہوں نے ایک پمفلٹ میں لکھا ہے کہ ہندوؤں نے ہمیشہ سکھوں کی سیاست پر اثر انداز ہونیکی سعی کی ہے اور یہی سکھ و مسلم اتحاد میں حائل رہے ہیں آج بہت سے مسلمان سکھوں کو ہندوؤں کی ایک شاخ سمجھتے ہیں اب یہ غلط فہمی دور ہو جانی چاہئیے۔" آپ نے صاف لکھا ہے کہ کانگریس میں ہندو ہی غیر ہندو شامل ہیں اور دوسری ہندو جماعت ہندو مہا سبھا صرف ہندوؤں پر ہی مشتمل ہے باطن دونوں کے مقاصد میں کوئی فرق نہیں جب گرو گوبند سنگھ سکھوں کو ایک الگ اور مستقل قوم قرار دے چکے ہیں تو انھیں برہمن مت میں شریک ہونیکی کیا ضرورت ہے، اسی سلسلہ میں آپ نے مسٹر جناح کو ہندوستان کا ہیرو بتانے کے بعد بالکل صحیح فرمایا ہے کہ اگر ایک گھر کی قربانی سے پورا گاؤں اور ایک گاؤں کی قربانی سے ایک ضلع اور ایک صوبہ کی قربانی سے ایک ملک بچ سکتا ہے تو اس قربانی میں ہرگز دریغ نہ ہونا چاہئیے۔ آخر میں آپ نے لکھا ہے کہ گذشتہ سالوں میں یونان اور ترکی کے مسائل حل کئے گئے تھے اور دو کروڑ انسانوں کا تبادلہ ہوا تھا اسلئے ہمیں بڑی سے بڑی قربانی کے لئے تیار رہنا چاہئیے ہندوستان سے برما اور سندھ الگ ہو گیا اسی طرح پاکستان بھی قائم ہو کر رہے گا اور اب اسکی مخالفت بے نتیجہ ہے۔ آپ دیکھتے ہیں احرار شامل ہو گئے غیر کانگریسی اور غیر مہا سبھائی تائید ہی کر رہے ہیں مسٹر اچاریہ کھڑے ہی ہیں سکھ چلے آ رہے ہیں اب وہ وقت دور نہیں کہ ہر طرف سے پاکستان کی تائید میں آوازیں بلند ہوں اور اس کا قیام وجود پذیر ہو جائے حق کا ہمیشہ بول بالا ہوا ہے۔

سپرو کانفرنس اور پاکستان

الہ آباد میں سپرو کانفرنس منعقد ہوئی جس میں ملک کے بہت سے ذمہ دار اصحاب شریک ہوئے۔ سر سپرو نے افتتاحی تقریر ہی میں فرما دیا تھا کہ مسائل ہند کو فراخ دلی، وسیع النظری اور دیانت کے ساتھ سلجھانے کی سعی کرنی چاہئیے ورنہ اس کا بھی وہی افسوسناک حشر ہو گا جو اب تک دوسری کانفرنسوں کا ہوتا رہا ہے۔ ہمیں اس کانفرنس سے کچھ زیادہ توقعات وابستہ نہ تھیں اور نہ ہیں یہ اور بات ہے کہ حالات کی روش سے کہیں بگاڑ ہو اور مجبوریاں پیدا ہو جائیں چنانچہ معلوم ہوا ہے کہ شروع شروع پاکستان کے مسئلہ پر فضا سخت ناگوار صورت اختیار کر گئی تھی لیکن سر سپرو اور مسٹر اچاریہ کے دلائل سے فضا میں خوشگواری پیدا ہو گئی یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ اکثریت پاکستان کے حق میں ہو گئی ہے کوئی پیشکش مسٹر جناح کی خدمت میں بھیجی جا رہی ہے اور گفت و شنید کا مسئلہ راجہ جی کے سپرد ہو گیا ہے بشکل یہ ہے کہ ابھی کچھ ہندو مخالف پروپگنڈے سے متاثر ہیں راجہ جی نے ہر موقع پر انھیں سمجھانے کی کوشش کی آپ نے فرمایا کہ پاکستان تقسیم ہند اور حق خود اختیاری وغیرہ جیسے کلمات سے چونکنا ہونیکی ضرورت نہیں عقل انسانوں کی طرح صفائی و معقولیت کے ساتھ ان کا جائزہ لینا چاہئیے یہ خیال دماغ سے نکال دینا چاہئیے کہ پنجاب کسی غیر طاقت کے حوالے کیا جا سکتا ہے مسلمانوں کا مطالبہ صرف اتنا ہے کہ جس علاقہ میں مسلمان اکثریت میں ہیں اسے مرکز کی ہندو اکثریت میں دغم نہ کر دیا جائے آپ نے فرمایا کہ یہ مطالبہ پنجاب یا بنگال کی تقسیم یا علیحدگی

کا مطالبہ نہیں بلکہ ان کے لئے جداگانہ آزادی و شہنشاہیت کی برقراری کا مطالبہ ہے جہاں مسلمان اکثریت میں ہیں اگر ہم مسلمانوں کو یہ حق عطا کر دیں کہ وہ اپنے مستقبل کے متعلق جو فیصلہ چاہیں کر سکتے ہیں تو ہم اختتام جنگ تک کے مفاہمت اور اتحاد کی صورت پیدا کر سکتے ہیں اگر جنگ کے بعد بھی مسلمان اس پر مصر ہیں اور انکی اکثریت کی خواہاں ہو تو کوئی بھی انھیں اس حق سے باز نہیں رکھ سکتا اس وقت اس مطالبہ کے برحق یا مفاد مند ہونیکا فیصلہ کرنے کا وقت ہے اور نہ ضرورت ہے جنگ کے بعد اس مطالبہ کی حقیقت کی جانچ پڑتال کر سکتے ہیں۔"

لیکن ہم یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ اگر اختتام جنگ ہی تک کے لئے حق خود اختیار دیا گیا تو نہ مسلمان اس پر راضی ہوں گے اور نہ اس سے مستقل اطمینان کی صورت پیدا ہو سکتی ہے پھر جھگڑا اٹھ کھڑا ہو گا ضرورت اس امر کی ہے کہ معاملہ کو اسی وقت صاف کر لیا جائے۔ جہاں تک ہم سمجھ سکے ہیں ہندوؤں پر مسلم مطالبات کی معقولیت تو واضح ہو چکی ہے مگر ان میں ابھی فراخدلی نہیں کہ وہ مسلمانوں کو جگہ دینے کیلئے تیار ہو جائیں پھر بھی یہ کوشش جس حد تک جاری ہے مفید ہے کچھ بھی ہو ہندوؤں کو مسلمانوں کے مطالبات تسلیم ہی کرنے پڑینگے اور پاکستان قائم ہو کر رہیگا اس کانفرنس سے اتنا تو ظاہر ہو گیا کہ ہندو بھی مسلم مطالبات کی حقانیت سے مضطرب ہو چکے ہیں

جے پور ہندو مہا سبھا اور اخراج اردو

انتہائی افسوسناک امر یہ ہے کہ مہا سبھائیوں نے اس نازک وقت میں بھی اپنی اشتعال انگیزیوں کو ترک نہیں کیا اور ہندو مسلمانوں کے مابین تفریق کی سعی و جہد میں برابر مصروف رہتے ہیں اور ہندو مہا سبھا کا ہر اجلاس ملک کے کسی نہ کسی گوشہ میں بھڑک اٹھنے والی بارود کا ایک نیا ذخیرہ ہے۔ اگر چاہتے تو مسلمانوں نے ہندوستان کو فتح کر کے اپنا وطن بنایا رشتہ داریاں قائم کیں اور ہندی زبان کو بھی خیر باد کہکر ہندو مسلم اتحاد کی بقائے دوام کے لئے ایک جدید اور مشترک زبان اردو رائج کی جو دنیا کی کسی قوم نے نہ کیا تھا وہ مسلمانوں نے کیا لیکن ملاحظہ ہو کہ آج اسی اردو کو مشترک زبان کے بجائے اسلامی زبان قرار دیکر ملک کے ہر گوشہ سے خارج کرنیکی زبردست مساعی عمل میں لائی جا رہی ہیں ابھی جے پور ہندو مہا سبھا کے اجلاس میں بھی اردو کے اخراج کی قرارداد پیش ہو کر بڑے جوش کے ساتھ منظور ہوئی اس سے بھی بڑھکر یہ کہ اردو کے اخراج کے سلسلہ میں پنڈت رامچند ر مسلمانوں کے مذہب تہذیب اور اخلاق پر بھی نہایت شرمناک حملہ کرتے ہوئے یہ بھی کہا گیا کہ اردو اور عربی داہنی طرف سے اس طرح لکھی جاتی ہے جیسے عرب کی کوئی اونٹنی بھاگی چلی جاتی ہو اور آخر میں یہ بھی کہدیا کہ اگر ۳۱ دسمبر تک اردو دفاتر سے خارج نہ کی گئی تو وہ یکم جنوری سے مرن برت رکھنا شروع کر دیگا۔

خاص سرکاری دفاتر سے خارج ہو چکی بہار سے اور بہت سی ہندو ریاستوں سے اردو کا جنازہ نکالا جا چکا یوپی میں ہندی اردو کے دوش بدوش آ چکی اب جے پور کی باری ہے ایک مدت سے یہ سعی جاری ہے کوئی ہندو اس پر معترض نہیں اس کے باوجود متعصب اور فرقہ پرست و تنگدل کہلاتے ہیں مسلمان؟

اب یہ اکرام ہونیکی سنئے آپ نے محض ہندو مسلم اتحاد کی سعی کی بنا پر مسٹر راجگوپال آچاریہ کی مذمت اس شدت کے ساتھ شروع کی کہ ان کی "برہمنیت" کو بھی مشتبہ قرار دیا گیا آپ کے نزدیک جو ہندو مسلم اتحاد کی سعی کرے وہ برہمن نہیں برہمن تو وہ ہے جو بھارت ورش کو مسلم وجود سے پاک کرنیکی سعی میں مصروف ہے چنانچہ تقریر میں کھل گئے اور فرمایا

کہ یہاں پاکستان کبھی قائم نہیں ہو سکتا مسلمان ہندوستان کو خالی کر کے ایران یا افغانستان چلے جائیں یا تو ہندوؤں کی ماتحتی قبول کریں یا نکل جائیں محض اسلئے کہ ہندوؤں کو کوئی تکلیف نہ ہو خدا یہ طنطنہ ملاحظہ فرمایئے کہ آپ اس قوم کے وہ گزر فرزندوں کے نکلنے کا حکم دے رہے ہیں جو آٹھ سو سال پورے شکوہ و سطوت کیساتھ یہاں فرمانروائی کر چکے ہیں اور اگر مسلمان اسی ذہنیت سے کام لیتے تو یا تو ہندوؤں کی حالت شودروں سے بھی بدتر ہوتی یا کم از کم نصف سے زیادہ یہاں مسلمان نظر آتے۔

یہ تو ہے تعصب اور تنگدلی کا عالم اور پھر مسلمانوں کو تلقین کی جاتی ہے کہ وہ ہندوؤں پر اعتماد کریں قومیت متحدہ کے جزو بنجائیں ان کے ساتھ مل کر پہلے سوراج حاصل کریں مخلوط انتخاب پر راضی ہو جائیں اگر یہ کہا جائے کہ یہ تو محض مہاسبھائی ہزلیات ہیں لیکن ہزلیات تو ہم جب سمجھتے کہ ان کی عام مذمت کی جاتی لیکن اس کے برخلاف ہم انھیں گاندھی جی سے نہرو جی سے کانگریسیوں سے سب ملتے اور عزت کراتے پاتے ہیں اس صورت میں کیونکر نیک گمان کیا جاسکتا ہے۔

مسلم پامالی کیلئے مہاسبھائی اسکیم

ڈاکٹر مونجے نے جے پور مہندو مہاسبھا کے بھرے اجلاس میں مسلمانوں کے خلاف اشتعال انگیزیوں کے بعد ہندوؤں پر فوجی تعلیم حاصل کرنے پر زور دیا اسلئے نہیں کہ اس سے صحت قوی رہے کسی بیرونی دشمن کے آ پڑنے پر کامیابی کے ساتھ اس کا مقابلہ کیا جا سکے نہیں اور ہرگز نہیں محض اس لئے کہ انگریزوں اور مسلمانوں سے ہندوستان کو خالی کرا لیا جائے اور جو مسلمان کسی نہ کسی صورت میں رہجائیں ان کی خبر پوری طرح لیجائے آپ نے ہندوؤں سے اپیل کی کہ ہر صوبہ سے ہندو طلبا فوجی تعلیم کے لئے بھونسلے کالج میں آتے ہیں رہنا اور بالخصوص جے پور سے بھی جانے ضروری ہیں جس کے چار بچے ہوں وہ کم از کم ایک بچہ کو تو ضرور ہی بھیجے۔

آپ نے اپنے مقاصد کی پردہ پوشی بھی ضروری نہیں کہی صاف اور غیر مبہم الفاظ میں فرمایا کہ فوجی تعلیم دو نوع پر تقسیم کرلینی چاہیئے سرکاری اور غیر سرکاری سرکاری سے مطلب یہ ہے کہ انگریزی فوج میں ۵۰ نیصدی ہندو داخل ہو جائیں کس مقصد سے؟ ڈاکٹر مونجے ہی کی زبان سے سنئے اسلئے کہ اگر انگریز فتح یاب ہو جائیں تو ان سے اپنا حق لیا جا سکے اور بزور لیا جا سکے ظاہر ہے کہ جب افواج اس قدر ہندوستانی مشتمل ہوگی تو انگریز اس کے سامنے بالکل بے بس ہوں گے خود ہی فرماتے ہیں کہ اس سرکاری ہندو فوج سے بیرونی دشمنوں اور اندرونی مسلمان دشمنوں سے ملک کو پاک کیا جا سکے گا اور ہندو راج قائم کر لیا جائیگا۔

دوسری نوع غیر سرکاری فوج کے قیام کا مقصد بھی صاف صاف ظاہر کر دیا کہ ہر محلہ اور ہر گھر میں بھونسلے ملٹری کالج کے نوجوان موجود ہوں اور وہ ہر قصبہ اور ہر قریہ کے ہندوؤں کو فوجی اعتبار سے اتنا ماہر بنا دیں کہ ضرورت کے وقت گرد و نواح کے مسلمانوں کو مزہ چکھا سکیں اور اگر مسلمانوں کی بھی کوئی فوج مرتب ہو جائے تو گوریلا طریقۂ جنگ سے اس فوج کو غارت کر دیں اسی طرح جس طرح کہ مرہٹوں کی فوج نے پہلے اسلامی لشکروں کو غارت کیا تھا۔"

یہ محض تصورات نہیں ان پر عمل شروع ہو چکا ہے مسٹر منشی خفیہ ہی خفیہ سینکڑوں اکھاڑے قائم کر ڈالتے ہیں گاندھی جی سے اشیرباد لیتے ہیں مونجے صاحب مدت سے ہندوؤں میں عسکری روح پھونک رہے ہیں انھیں محض مہاسبھائی کہکر نظر انداز نہیں کیا جاسکتا یہ بہت بڑے ہندو لیڈر ہیں اور ہندوؤں کی آنکھ کا تارا ہیں۔ ہندو دنیا میں سے کسی نے اس اشتعال انگیزی کی تردید نہیں کی اور نہ کر سکا آج کسی مسلمان کی زبان سے یہ الفاظ صادر ہو گئے ہوتے تو ایک شور محشر برپا ہو گیا ہوتا مگر ڈاکٹر صاحب کو ٹوکنے والا کوئی نہیں۔ اور ٹوکے بھی کون اتحاد کانگریس اور ہندو مہاسبھا متحد المقاصد جماعتیں ہیں اور دونوں میں نام کے سوا کوئی فرق نہیں ہندو اتنی تیاری کر چکا ہے اور اتنا بڑھ چکا ہے کہ اگر خدانخواستہ پاکستان قائم نہ ہو سکا تو مسلمان یہ نہیں کہ غلام بنکر رہنے پر مجبور ہوگا بلکہ اسپین اور سسلی کی طرح سے ہندوستان سے انھیں نیست و نابود کر کے رکھدینے کی سعی کی جائیگی۔

مسٹر جناح اور اچھوت وفد

پنجاب اسمبلی میں آٹھ معزز اچھوت نمائندے ہیں یہ ایک وفد کی صورت میں پہلے ڈاکٹر امبیدکر سے ملے جنہوں نے مشورہ دیا کہ آپ کو جب تک اس قوم سے حقوق نہ حاصل ہو جائیں جو آپ کو صدیوں سے تباہ کرتی چلی آرہی ہے آپ اپنی آئینی جنگ کا سلسلہ جاری رکھیں دو گھنٹے تک ملاقات جاری رہی یہاں سے ہدایات حاصل کر کے یہ وفد مسٹر جناح کی خدمت میں بار یاب ہوا اور ڈیڑھ گھنٹہ کامل مسٹر موصوف سے گفتگو کا سلسلہ جاری رکھا مسٹر جناح اس معزز وفد سے بڑی کشادہ پیشانی اور اخلاق کے ساتھ پیش آئے ان کی معروضات بڑی توجہ کے ساتھ سنیں وفد کو اپنی ہمدردی کا پورا یقین دلایا تمام ضروری موضوع پر گفتگو ہوئی مسٹر عثمان ہالی بھی اس وفد کے ساتھ تھے۔

اس ملاقات کے متعلق چودھری نغیر چند ایم ایل اے نے اپنے بیان میں لکھا ہے کہ مسٹر جناح نے بڑی محبت اور خلوص کے ساتھ ہمارا خیر مقدم کیا پاکستان کے موضوع پر تبادلۂ خیالات ہوتا رہا ہمارے اور ان کے درمیان جو تبادلۂ خیالات ہوا ہے اس سے ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ پنجاب کی اچھوت جاتی کے لئے وہ دن دور نہیں جبکہ راج دربار کے حقوق میں ہمیں پورا پورا حصہ ملیگا حالات بہت امید افزا ہیں اچھوتوں نے بھی اپنی طرف سے ہر ممکن امداد کا یقین دلایا اور ان خدمات کا شکریہ ادا کیا جو مسٹر جناح اچھوتوں کے متعلق انجام دیتے رہے ہیں اچھوت تو پہلے سے مؤید تھے ہی سکھ بھی اسی طرف مائل ہو رہے ہیں حقیقت یہ ہے کہ ہندو تنگدلی نے سب کو نالاں بنا رکھا ہے اور جو جناح پوری قوت سے کھڑے ہوئے ہیں تو سب کی توجہات کا مرکز بن گئے ہیں۔

مسٹر اللہ بخش اور پاکستان

مسٹر اللہ بخش سابق وزیر اعظم کانگریس کے زبردست حامی اور لیگ کے شدید دشمن تھے پاکستان کا نام ہی ان کے نائرہ غضب میں اشتعال پیدا کرنے کے لئے کافی تھا لیگ کو نقصان پہنچانے کے لئے انہوں نے ہر ممکن سعی سے کام لیا لیکن حالات کی رفتار نے انھیں بھی مجبور کر دیا اور لیگ کا اقتدار انھیں بھی تسلیم کرنا پڑا۔ ایک بیان میں آپ نے فرمایا کہ اگر پاکستان اکھنڈ ہندوستان والوں کی ذہنیت کے جواب میں قائم کیا جاتا ہے تو میں بھی پاکستان کا حامی ہوں اور یہ کانگریس کی مرمت کیلئے اچھا ڈنڈا ہے" اگر اتنے شدید اختلاف برپا کرانے کے بعد بھی مسٹر موصوف لیگ میں آجائیں اور پاکستان کی حمایت میں سرگرم کار ہو جائیں تو یہ بہت مبارک امر ہوگا ہم مسٹر موصوف سے استدعا کریں گے کہ اگر وہ پاکستان اور مقاصد لیگ کی حقانیت کے معترف ہو چکے ہیں تو غیر مبہم الفاظ

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَٰكِن لَّا تَشْعُرُونَ

شاہ است حسینؑ
بادشاہ است حسینؑ
دین است حسینؑ
دیں پناہ است حسینؑ

سر داد نہ داد
دست در دست یزید
حقا کہ بنائے
لا الہ ست حسینؑ

رسالہ مولوی دہلی کا شہید نمبر ۱۳۶۲ھ

جلد ۳۷ | بابت ماہ محرم الحرام سنہ ۱۳۶۲ھ | نمبر ۱

نسلی منافرت کے کرشمے

بغض و عناد کی پہلی چنگاری

بنو امیہ و بنو ہاشم کے جد اعلیٰ عبد مناف بڑے ذی اقتدار رئیس اور متولی بیت اللہ شریف تھے ان کے ہاں دو توام بچے پیدا ہوئے جن کی پیشانیاں باہم جڑی ہوئی تھیں جن کو عبد مناف نے اسی وقت تلوار سے جدا کر دیا بڑے گھرانے کا عجیب واقعہ تھا شہرت عام ہوگئی اور کاہنوں نے پیشن گوئی کر دی کہ تلوار سے جدا ہوئے ہیں ان کی اولاد میں تلوار ہی چلتی رہے گی یہی ہوا ایک کا نام ہاشم رکھا گیا اور دوسرے کا امیہ۔ باپ کے مرنے کے بعد پہلی مرتبہ دونوں میں تولیت کعبہ پر جھگڑا پیدا ہوا جس میں ہاشم کو کامیابی نصیب ہوئی اور امیہ کو سخت ناکامی ہوئی اور صدمہ پہنچا اور اس کے قلب میں گرہ پڑ گئی۔

ہاشم نے اپنی دانائی اور کارناموں سے عرب کے اندر ایک ہمہ گیر اثر پیدا کر لیا اور بڑے طنطنہ کے ساتھ زندگی بسر کی۔ ان کے بعد ہاشم کے بیٹے عبد المطلب اور امیہ کے بیٹے حرب میں پھر تولیت پر کشمکش ہوئی حرب بہت شجاع و جوانمرد تھا مگر وہ بھی کامیاب نہ ہو سکا اور بغض و حسد کا ایک خوفناک شعلہ اس کے قلب کے اندر بھڑک اٹھا دونوں کے دلوں میں عداوت و عناد کی آگ برابر سلگتی رہی اور ہاشمی اقتدار پوری صولت کے ساتھ قائم رہا اسی عہد اقتدار ہاشمی میں رسول کریم پیدا ہوئے اور یتیم ہو جانے پر دادا ہی نے چھ برس تک پرورش کی

اعلان رسالت اور بنو امیہ کی مخالفت

زمانہ اور دولت کبھی ہمیشہ کسی کے رفیق نہیں رہے۔ عبد المطلب کے بیٹے ابو طالب تولیت حاصل نہ کر سکے اس لئے کہ یہ دولت مند نہ تھے ان کے بھائی عباس دولتمند تو تھے مگر فیاض نہ تھے رہا ابولہب اس میں آوارگی زیادہ تھی تاہم ابو طالب کے زمانہ تک ہاشمی اقتدار پورے عروج پر رہا اور تولیت بنو امیہ کو نہ مل سکی بلکہ دوسرے خاندان میں پہنچ گئی عناد باہمی کا سلسلہ برابر جاری تھا۔ حرب بھی مر چکا تھا اور اس کا بیٹا ابوسفیان غرور و عناد اور دولت کے نشہ میں مخمور تھا کہ عین اسی وقت اعلان نبوت ہوا بنو امیہ کے قلب میں تو آتش انتقام بھڑک ہی رہی تھی انھیں ایک موقعہ ہاتھ آگیا اور تمام بنو امیہ ابوسفیان کی قیادت میں مخالفت کے لئے منظم ہو گئے اور قریش کو بھڑکانا شروع کر دیا وہ علانیہ کہتے تھے کہ بنو ہاشم اقتدار حاصل نہ کر سکے تو اب انھوں نے اثر و امارت پیدا کرنے کی یہ صورت پیدا کی خدا کی قسم ہم بنو ہاشم کے نبی کے سامنے کبھی سر تسلیم خم نہ کریں گے۔

حضرت رسالت مآب پر قریش کی طرف سے جتنے مظالم ہوئے ان میں بنو امیہ کا عناد برابر کارفرما رہا یہی لوگ پیش پیش رہے حضرت بی بی خدیجہؓ کی وفات پر قبرستان خاندانی میں ان کے دفن کی مخالفت ابوسفیان کی قیادت میں تمام قریش نے پوری شدت کے ساتھ کی حقیقت میں یہ پہلی کامیابی تھی جو بنو امیہ نے بنو ہاشم پر حاصل کی۔

رسول اللہ کے خلاف اموی غیظ و غضب

بنو امیہ میں ابوسفیان کے سوا اور کوئی آدمی نہ تھا جو بنو ہاشم کے مقابلہ میں امتیاز حاصل کر سکے لیکن چونکہ انہوں نے قائدانہ حیثیت حاصل کر لی تھی اور نہ صرف قریش بلکہ پورا عرب اپنے دین اور دیوتاؤں کی خدمت سے تعلق دلبستہ بنا ہوا تھا قریش کے ہر خاندان کو تولیت کعبہ کے کسی نہ کسی شعبہ میں عہدہ اور منصب حاصل تھا جسے یہ بہت بڑا شرف اور اپنی عزت کا ذریعہ سمجھتے تھے اس لئے سب ان کے ساتھ ہو گئے تھے ہر شخص سمجھتا تھا کہ اس کی عرب میں جو عزت و وقعت ہے وہ اسی

طلسمکدۂ اصنام کی بدولت سے ہزاروں لاکھوں عرب اس کی زیارت کے لئے آتے ہیں اور انھیں نذرانے اسد خدا کے بڑوہی سمجھتے تھے قریش سمجھتے تھے کہ یہ طلسم ٹوٹنے کے ساتھ ان کا سارا تقدس خاک میں مل جائیگا اور تعلیمات اسلام کی تمام تر ضرب اسی کے خلاف تھی اسلئے ان کی مخالفت برابر شدت پر شدت اختیار کرتی جاتی تھی اور اس جوش میں وہ بھول گئے تھے کہ بنو امیہ کا عناد بھی اسی مخالفت میں مصروف کار فرمائی ہے ان کا بس نہ چلتا تھا کہ وہ کس طرح بسیکر رکھدیں مگر وہ بنو ہاشم کی قبائلی مخالفت سے ڈرتے تھے جانتے تھے کہ اگرچہ مذہبی حیثیت سے بنو ہاشم ان کے ساتھ ہیں لیکن اگر کہیں حضرت رسالتمآب پر ہاتھ ڈال دیا تو دستور عرب کے مطابق بنو ہاشم اور بادھند قصاص کے لئے کھڑے ہوجائینگے یہ نہ دیکھیں گے قصور کس کا تھا بس نظر یہ ہوگا کہ اپنا ایک آدمی جاتا رہا اور ایک جنگ چھڑ جائیگی۔

قریش ایک جنگ بستر اور کر تباہ ہو چکے تھے اس لئے ایک اور خانگی جنگ میں پڑنے سے گھبراتے تھے انہوں نے ویسے ستانے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا ہولناک قید بھی کی بے آب و دانہ بھی رکھا اور سازشیں بھی کیں جب کامیابی نہ ہوئی تو متحدہ طور پر قتل کرنے اور قصاص سے بچنے کی بھی صورت نکال ہی لی قتل ہوگئے ہوتے خدا نے بچالیا اور حضور چھپکر عازم مدینہ ہوئے اگر یہ بات نہ ہوتی تو اسلام میں وہ کشش تھی کہ بہت پہلے سب اسلام لے آئے ہوتے مگر مالی نقصان اور اپنے اقتدار کی تباہی کسی سے نہ دیکھی جاتی تھی اور بنو امیہ برابر جوش بڑھاتے رہتے تھے عرب قریش ہی کے اقتدار میں تھا وہ انہی کا منظر کر رہا تھا۔

عناد اموی کا آخری مظاہرہ

مدینہ گئے تو بھی اندیشہ کہ بنوا یہود سے سازشیں کی گئیں منافقین کو بھڑکایا گیا جنگ بدر کے متعلق قیامت خیز جوش ابوسفیان کو بھڑکانا اور پیدا کیا ہوا تھا اس کے بعد تو پھر اسے قریش کی سرداری ملی ہی جہاں احد میں وہی فوج لیکر گیا، اسی کی ماں ہندہ نے اپنے غلام سے حضرت حمزہ کو شہید کرا کر اموی عناد کا یہ کردہ نظارہ دنیا کے سامنے پیش کیا کہ کلیجا نکال کر چبا گئی۔ اس کے بعد بھی ابوسفیان نے یہودیوں کو ملا کر عرب کے تمام بڑے بڑے قبائل کو ساتھ لیکر اور بیس ہزار لشکر جرار کو جلو میں لئے ہوئے اس جوش کے ساتھ بڑھا کہ زمین دہل اٹھی۔ یہ اموی عناد کی آخری مگر انتہائی لرزہ خیز اور خوفناک سعی تھی۔

ہاشمیوں کی حریف نوازی

اس کے بعد ہوا کا رخ پلٹا خیبر فتح ہوگیا اور حضور نبی کریم اتنے ہزار فرزندان توحید کا لشکر جرار لیکر فتح مکہ کو نکلے اموی عناد کے تنفر خیز مناظر تو دیکھ چکے اب ہاشمی مروت و سلوک پر بھی نظر ڈالئے سراغرسانی کی سعی میں ابوسفیان پکڑا جاتا ہے حضرت عمر اس کی تمام شیطنت کاریوں کی بنا پر قتل کردینا چاہتے ہیں مگر حضرت عباس اسے اپنی پناہ میں لے لیتے ہیں حضور نبی کریم محبت اور نرمی سے پیش آتے ہیں اور اذن عطا کرتے ہیں کہ ہتھیار رکھدیگا یا ابوسفیان کے گھر میں پناہ لیگا اسے امان عطا کی جائیگی یہ سلوک دیکھکر ابوسفیان کے قلب پر بھی اسلام کا نقش مرتسم ہو جاتا ہے اور اسلام قبول کر لیتا ہے اس کی کلیجہ چبانے والی ماں ہندہ اور اس کے غلام وحشی کو پروانہ آزادی ہوتا ہے اور ان کے ساتھ تمام وہ معاندین جنہوں نے تیرہ سال تک مسلمانوں کو ارض مکہ میں سکھ کی نیند نہ سونے دیا تھا اور جنہوں نے ابتک مدینہ میں بھی چین سے نہ بیٹھنے دیا تھا اور جو ہر حیثیت سے دستور عرب کے مطابق گردن زدنی تھے معاف کردیئے جاتے ہیں۔

اسلام عداوتیں بڑھانے نہیں سب کو اپنے آغوش رحمت میں لینے کے لئے آیا تھا اس کے نزدیک نسلی و مذہبی تعصبات کوئی چیز نہ تھے کینہ عناد حرام تھا بنو ہاشم اسلامی رنگ میں رنگ چکے تھے سب کچھ فراموش کردیا اور اقتدار پاکر ان پر نوازشوں اور احسانوں کی بارشیں شروع کردیں ہندہ کی بیٹی اور ابوسفیان کی بہن کا شانۂ نبوت میں جلوہ افروز ہوئیں اور خود حضور کی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے ایک اموی ہی بزرگ حضرت عثمان غنیؓ کے گھر کی زینت بنیں، ہر کوشش کی گئی کہ امویوں کے قلب سے جذبہ عناد دور ہوجائے جو دب تو ضرور گیا مگر جب موقع ملا تو پھر پوری قوت سے ابھر آیا۔

فخر دوعالمؐ کی وفات
حضرت صدیق اکبرؓ کا انتخاب

رسول کریمؐ کی علالت اور ابوبکرؓ کی امامت

سنہ ۱۰ھ کے اواخر میں حجۃ الوداع کے لئے حضرت رحمت عالم خود تشریف لے گئے یہ حج تاریخ عرب میں عدیم النظیر تھا کہ بیس ڈیڑھ لاکھ فرزندان توحید کے سامنے حضورؐ نے ایک نہایت معرکۃ الآرا تقریر ارشاد فرمائی اور ایک اجتماع عظیم کے سامنے آخری مرتبہ جو کچھ کہا جا سکتا تھا وہ سب کچھ کہہ دیا تھا یا عین اسی موقعہ پر آیت مبارک الیوم اکملت لکم نازل ہوئی یہ اشارہ تھا کہ فرائض نبوت ختم ہوچکے واپس ہوئے تو مدینہ میں ایک اور طویل خطبہ دیا جس کے دوران میں یہ بھی فرمایا کہ اللہ نے اپنے ایک بندہ کو اختیار دیا تھا کہ وہ عقبیٰ اور دنیا میں سے کسی ایک کو اختیار کرلے اس نے عقبیٰ کو ترجیح دی یہ سنتے ہی حضرت صدیق اکبر پر رقت طاری ہوئی کہ راز دار رسالت تھے اور کوئی نہ سمجھ سکا اس کے بعد ہی صاحب فراش ہوگئے حالت دگرگوں ہوتی چلی گئی مسجد میں جانے کے قابل ہی نہ رہے تو حکم دیا کہ ابوبکرؓ امامت کریں حضرت عائشہؓ نے محض اس بنا پر کہ وہ رقیق القلب ہیں روکنا چاہا حضورؐ کو غصہ آگیا اور فرمایا نہیں یہ خدمت حضرت ابوبکر ہی انجام دیں گے تم تو وہی ہو جس نے حضرت یوسفؑ کو فریب دیا تھا۔

اسی سے واضح ہو رہا ہے کہ یہ امامت اس امر کا اشارہ تھا کہ امت کی قیادت کے اہل وہی ہیں حضرت عمرؓ نے بھی کہہ دیا کہ مجھ سے زیادہ مستحق وہی ہیں چنانچہ وہی امامت فرماتے رہے ایک روز افاقہ پاکر حضورؐ بھی مسجد میں عین جماعت کے دوران میں آگئے انہوں نے ہٹنا چاہا مگر حضورؐ نے اشارہ سے منع کردیا اور خود بھی انہی کی امامت میں نماز پڑھی اس سے بھی یہی ظاہر کرنا مقصود تھا کہ اب رہنمائی امت کی عنان ابوبکرؓ کے سپرد ہو رہی ہے یہ حقائق ہیں جن سے شیعوں کو بھی اختلاف نہیں

حالانکہ اس وقت خود آپ کے چچا حضرت عباسؓ بھی موجود تھے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی ان میں سے کسی ایک کو بھی امامت کا حکم نہیں دیا اس وقت حالت بھی اچھی تھی

حدیث قرطاس کا تنازعہ

حدیث قرطاس میں اصلاً کوئی بھی ایسی چیز نہ تھی جو بعد کو ایک عظیم الشان اختلاف کا باعث بن گئی اس کا مضمون یہ ہے کہ ان دنوں علالت میں ایک روز حضورؐ نے فرمایا کہ کاغذ لے آؤ تاکہ میں ایک ایسی تحریر لکھدوں جس سے بعد کو تم گمراہ نہ ہوسکو اس پر حضرت عمرؓ نے کہا کہ اس وقت حضور پر مرض کا غلبہ ہے ہمارے لئے قرآن کافی ہے اور وہی ہمارے لئے کافی ہے اس پر دو فریق ہو گئے ایک کہتا تھا کہ قرآن کافی ہے اور دوسرا کہتا تھا کہ کاغذ منگا لینا چاہیئے۔ حضورؐ نے ناراض ہوکر فرمایا کہ میرے پاس سے چلے جاؤ۔ شیعہ کہتے ہیں کہ کاغذ حضرت علیؓ کو خلافت نامہ لکھنے کے لئے طلب کیا تھا حضرت عمرؓ نے اشارہ سمجھکر اس سے اختلاف کیا اور حضورؐ کی ناراضی کا باعث بنے گویا اتنے عظیم الشان اختلاف کی بنا محض ایک ذہنی وہم و گمان کی اساس پر قائم کرلی گئی ہے اور جوش ناکامی میں یہ بھلا دیا گیا ہے کہ حضورؐ کی حیثیت ایک عام اور مجبور انسان کی نہ تھی بلکہ خدا کے پیغمبر تھے اور خدا کی نصرتیں آپ کے ساتھ تھیں جب تمام قریش سارے یہود اور پورے عرب کی قومیں آپ کو تبلیغ حق سے نہ روک سکیں تو اس وقت کسی کا کیا زہرہ تھا جو حضور کو روک سکتا یا حضور خدا سے برداشت کر لیتے۔ کیوں نہ سمجھ لیا جائے کہ ہیجان مرض ہی میں کاغذ طلب فرمایا گیا تھا جانے دیجئے اسے بھی اس کے فوراً بعد ہی تو وصال نہیں ہوگیا بعد کو بھی پانچ روز زندہ رہے افاقہ بھی ہوا حضرت عمرؓ ہر وقت تو پاس نہ رہتے تھے خلوت و جلوت میں شبانہ روز پاس رہنے اور تیمارداری کرنے والے تو بنو ہاشم ہی تھے اس زمانہ میں انھیں کاغذ لکھا لینے میں کون امر مانع تھا کیا یہ خیال کیا جاسکتا ہے کہ حضور پر عمرؓ کا خوف طاری ہو گیا تھا یا خیر خود حضرت علیؓ کی ہمتیں جواب دے چکی تھیں پھر اس کا بھی کوئی ثبوت نہیں کہ حضرت عمرؓ کو حضرت علیؓ سے کوئی عناد تھا یا حضرت ابوبکرؓ سے کوئی خاص عزیزداری تھی پھر جب کوئی کچھ کرتا ہے تو اپنے اور اپنی اولاد کے لئے کرتا ہے دونوں صاحب اولاد تھے حضرت عمرؓ کو دنیوی اعتبار ہی سے غور کیا جائے تو کیا توقع ہوسکتی تھی کہ حضرت ابوبکرؓ اپنی اولاد کو محروم کرکے انھیں خلیفہ نامزد کردینگے پھر خلیفہ منتخب ہونے کے بعد ہی کس نے دولت کے انبار جمع کئے اپنے قبیلہ کو فائدہ پہنچایا یا اپنی اولاد کو نامزد کیا۔ اور ظاہر ہے کہ جب یہ سب کچھ نہ کیا تو اس حرکت کا مقصد کیا تھا کوئی انسان آج بھی کوئی ناواجب کام کرتا ہے تو اسی لئے کرتا ہے کہ وہ اور اس کی اولاد عیش اٹھائے واقعات اس کے قطعی خلاف ہیں اور اس قدر خلاف ہیں کہ ان دونوں بزرگوں کی زندگی میں اس کا شائبہ بھی نہیں پایا جاتا فقیرانہ زندگی گذارتے ہیں پھر لطف یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ جو اس حدیث کے راوی ہیں ان کی عمر بھی چودہ ہی سال کی تھی اور وہ وہاں موجود بھی نہ تھے پھر بخاری ہی میں دوسری حدیث یہ ہے کہ حضرت عباسؓ سمجھاتے ہیں کہ علیؓ مجھیں تو افاقہ نظر آرہا ہے اور مجھے کچھ اور نظر آرہا ہے چلو خلافت کے متعلق پوچھ لیں اگر خلافت ہم میں رہی تو خیر ورنہ ہم عرض کرینگے کہ ہمارے حق میں وصیت کر دیجئے حضرت علیؓ نے کہا کہ میں ہرگز نہ پوچھونگا کہ اگر انکار کر دیا تو پھر

لوگ ہمیں کبھی خلافت نہ دیں گے اس کے بعد حضور نبی کریم کا وصال ہوگیا۔

ادھر تو لوگوں پر بدحواسی طاری تھی ادھر انصار کرامؓ نے فوراً اپنے میں سے کسی خلیفہ کی نامزدگی اور انتخاب کے لئے ایک جلسہ منعقد کر لیا۔

منافقین کی آخری شرارت

حضرت ابوبکرؓ افاقہ دیکھ کر گھر چلے گئے تھے جو دو میل کے فاصلہ پر تھا واپس آئے تو آفتاب رسالت غروب ہو چکا تھا اندر گئے اور جبین مبارک کو بوسہ دیا باہر آئے تو ایک کہرام بپا تھا فرزندان توحید پر سیلاب غم گذر رہا تھا حضرت عمرؓ پر شدت غم سے دیوانگی طاری ہو چکی تھی قسمیں کھا کر لوگوں سے کہہ رہے تھے کہ انتقال نہیں ہوا جو ایسا کہیگا اس کا سر قلم کروں گا سمجھایا مگر اثر نہ ہوا علیحدہ ہٹکر تقریر شروع کردی کہ۔

" لوگو! اگر تم محمدؐ کو پوجتے تھے تو بیشک ان کا انتقال ہوگیا اور اگر خدا کی عبادت کرتے تھے تو وہ زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہے گا پھر ایک آیت پڑھی جس سے مجمع مطمئن ہوگیا منافقین نے موقعہ کو غنیمت سمجھکر انصار کو بھڑکایا کہ وہ انہی میں سے تھے اور کہا کہ عجلت سے کام لو اپنی خدمات کا صلہ حاصل کرو کہ تمھاری بدولت اسلام کو اتنی ترقی نصیب ہوئی اس زرین موقع کو ہاتھ سے نہ جانے دو مہاجرین ہیں ہی کتنے اسلام کے خادم ہوکر ان کی غلامی نبھانا مناسب نہیں۔

سقیفہ بنو ساعدہ کا جلسۂ انتخاب

خلافت بہت بڑا منصب ہی نہ تھا شرف و مجد بھی تھا انصار کی خدمات واقعی گرانمایہ تھیں۔ فوراً سقیفہ بنو ساعدہ میں جلسہ شروع کردیا بحث شروع ہوگئی قریب تھا کہ حضرت سعد بن عبادہؓ کا انتخاب ہو جائے کہ حضرت صدیق اکبرؓ کو مسجد نبوی میں اطلاع پہنچی آپ مہاجرین کے سردار تھے سنتے ہی سراسیمہ ہوگئے اور سمجھ گئے کہ منافقین نے یہ آگ لگائی ہے ورنہ الگ جلسہ کے کوئی معنے نہ تھے فتنہ کو دبانے کے لئے عین اس موقع پر پہنچے جبکہ انتخاب ہونے ہی والا تھا حضرت عمرؓ و ابوعبیدہؓ اور ایک اور بزرگ آپ کے ساتھ تھے دیکھتے ہی رنگ جلسہ کا بدلا اور انصار بولے ایک خلیفہ ہم میں سے ہو اور ایک آپ مہاجرین میں سے منتخب کرلیں۔

یوں تو کوئی بات نہیں تھی انصار کرام بھی مسلمان ہی تھے مگر مشکل یہ تھی کہ عرب اور بالخصوص قریش ان کے سامنے کبھی سر جھکانے پر آمادہ نہ ہوتے اور یہ ہو بھی جاتا تو خود ان کے دو بڑے قبائل اوس اور خزرج میں بڑی بڑی جنگیں ہو چکی تھیں دونوں کے اندر رقابت و عناد رہ چکا تھا ایک کے ہاتھ میں عنان اقتدار آنے سے اندیشہ قوی تھا کہ دوسرا قبیلہ مخالفت پر کھڑا ہو جاتا۔ یہی چیز آپ کو فوری بھگئی اور حالات کا اندازہ کرکے فرمایا مناسب یہ ہے کہ امراء ہماری جماعت سے ہوں اور وزراء آپ کی جماعت سے لئے جائیں جس پر حضرت حباب بن المنذر نے کہا کہ نہیں دونوں میں سے ایک ایک خلیفہ ہو۔ یہ رنگ دیکھکر آپ نے بڑی ہوشمندی کے ساتھ تقریر کی اور فرمایا کہ:۔

مجھے آپ کے فضائل سے انکار نہیں وہ آپ ہی ہیں جنھوں نے حضور نبی کریم اور مہاجرین کی شاندار مہمان نوازی کی اور بڑی مشکلات کے وقت

ہمارے پشت پناہ ہیں۔

ہم تو سب کچھ قبول کرنے کے لئے تیار ہیں لیکن غور کیجئے سوال ہمارا نہیں پورے عرب کا ہے وہ قریش کے سوا کسی کی سیادت بھی قبول نہ کریں گے ایک بات اور ہے مہاجرین کو سبقت علی الاسلام کا شرف حاصل ہے رسول اللہ سے خاندانی تعلقات بھی رکھتے ہیں حضور کی معیت میں گھر بار لٹا چکے ہیں جو دل چاہے فیصلہ کیجئے مگر ان امور کو پیش نظر رکھئے یہ دیکھو یہ عمر رضہ اور ابو عبیدہ موجود ہیں منظور ہو تو ان میں سے کسی ایک کے ہاتھ پر بیعت کر لیجئے اس کا کافی اثر ہوا انصار ہی میں سے کچھ موافق پیدا ہو گئے حضرت عمر رضہ نے یہ دیکھکر ہاتھ بڑھایا کہ ہم میں سب سے بزرگ آپ ہی ہیں حضور بھی آپ کو بہت عزیز رکھتے تھے آپ کی امامت میں حضور نے نماز بھی پڑھی لائیے ہاتھ بیعت کروں یہ کہنا تھا بیعت ہوتے ہی انصار ٹوٹ پڑے اور سارے جلسہ والوں نے وہیں بیعت کر لی۔

دوسرے روز مسجد نبوی میں بیعت عام ہوئی اور چوبیس ہزار مسلمانوں نے بیعت کر لی حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور چند دیگر بنو ہاشم نے چند ماہ بیعت نہ کی

حضرات علیؓ و فاطمہؓ کا ملال خاطر

یہ توقف اور زیادہ غلط فہمیوں کا باعث بنا اور اس میں باغ فدک اور مسئلہ خمس کے واقعات اور اس پر حضرت فاطمہ رضہ کے تکدر و ملال اور بعض ہاشمیوں کے رویہ نے اور زیادہ تقویت پہنچائی حضرت علی کرم اللہ وجہہ چھ ماہ تک خانہ نشین رہے حضرت ابوبکر رضہ نے پیغام بھیجا تو فرمایا کہ میں آپ کی امارت پر حرف نہیں کرتا لیکن میں نے قسم کھائی ہے کہ جب تک قرآن جمع نہ کروں گا نماز کے سوا اپنی چادر نہ اوڑھوں گا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ باغ فدک کے معاملہ سے حضرت فاطمہ رضہ کو جو ملال خاطر پیدا ہو گیا اس کی پاسداری کی خاطر آپ خاموش رہے ہوں لیکن آخری وقت میں جب حضرت ابوبکر رضہ نے حاضر ہو کر عذر فرمایا ہے کہ نبی کا مال مال وقف ہے انہی کی ہدایت و حکم کے مطابق اس میں وراثت قائم نہیں ہو سکتی ویسے میں ہر خدمت کے لئے تیار ہوں تو حضرت فاطمہ رضہ کا آئینہ دل صاف ہو گیا اور ان کے انتقال کے بعد حضرت علی رضہ خود حضرت صدیق اکبر کو تنہائی میں بلا کر ان کے فضل و شرف کا اعتراف کیا اور فرمایا کہ:-

"خدا نے آپ کو جو درجہ عطا کیا ہے اس پر ہم حسد نہیں کرتے لیکن خلافت کے معاملہ میں ہماری حق تلفی ہوئی کیونکہ قرابت رسول کی بنا پر ہم اس کا حق رکھتے تھے۔"

یہ الفاظ کچھ اس انداز اور لہجہ میں کہے گئے کہ حضرت ابوبکر رضہ آبدیدہ ہو گئے اور فرمایا کہ:-

"خدا کی قسم رسول اللہ کے رشتہ دار اپنے رشتہ داروں سے زیادہ مجھے عزیز ہیں۔ رہی حضور کی متروکہ جائداد کا جھگڑا تو اس میں بھی رسول اللہ کے طرز عمل سے سر مو انحراف نہیں کیا میرا عمل انہی کے عمل کے مطابق ہے۔"

اس دوستانہ گفتگو کے بعد آئینہ دل صاف ہو گیا۔ نماز ظہر کے بعد حضرت ابوبکر رضہ نے مجمع عام میں حضرت علی رضہ کے متعلق عذر خواہی کی اور اسکے جواب میں حضرت علی رضہ نے شاندار الفاظ میں حضرت ابوبکر رضہ کے فضل کا اعتراف کیا۔

بنو ہاشم اور آرزوئے خلافت

یہ ضرور ہے کہ بنو ہاشم خلافت کے آرزو مند تھے۔ دوران علالت ہی میں حضرت عباس اور حضرت علی کی گفتگو اور پھر حضرت ابوبکر رضہ سے حضرت علی کا یہ کہنا کہ خلافت کے معاملہ میں ہماری حق تلفی ہوئی اور حضرت فاطمہ کے گھر میں بنو ہاشم کے جلسے اور حضرت زبیر رضہ کا شمشیر بکف ہو جانا اس امر کے قطعی ثبوت ہیں۔ مگر یہ کہنا کہ اس کی بنا پر انہوں نے دل میں کینہ رکھا یا واقعی ان کی حق تلفی ہوئی قطعی غلط ہے۔ حضرات فاطمہ رضہ و علی و زبیر رضہ وہ نفوس ہیں جن کی روحانی و عرفانی عظمت کا ذرہ ذرہ ہے اُن کے بعد آنے والی نسلوں میں کوئی غوث اوتاد ابدال یا ولی ان کے رتبہ کو نہیں پہنچ سکتا لوگوں کو تعجب ہوگا کہ اس رتبہ و درجہ کی ہستیاں خلافت تو خیر پھر بڑی چیز ہے ایک باغ فدک اور خمس کے چند سو روپے کی خاطر اتنی برافروختہ ہو جائیں بالخصوص حضرات فاطمہؓ و علی رضہ جن کی پوری زندگیاں فقیرانہ صورت میں گزریں معمولی درجہ کے اولیاء تو دنیا کو ترک کر دیں اور اس کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھیں اور یہ بزرگ اتنی سی چیز کے لئے ملال خاطر سے کام لیں لیکن اسلامی تعلیم یہی ہے اسلام دین و دنیا دونوں کا حامل ہے اور اس نے حقوق طلبی پر بہت زیادہ زور دیا ہے اپنا حق چھوڑنا گویا حقوق عباد کو ترک کرنا ہے ایسا نہ ہوتا تو یہ بزرگ اس کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھتے۔

حضرت فاطمہ رضہ تو اولاد تھیں اور حضرت علی داماد و بھائی تھے بظاہر شرعی طور پر باغ فدک اور خلافت کے مستحق بھی تھے اور اسی لئے حضرت علی اور بنو ہاشم کو اس کا رنج تھا حق کے مقابلہ میں صلاحیت و اہلیت کوئی چیز نہیں یہی بنو ہاشم کا عذر و دعویٰ تھا حضرت عباس بھی زور دے رہے تھے ایک طرف تو باعتبار قرابت خلافت کی آرزو تھی کہ یہ سب سے بڑی نعمت تھی اور خدمت خلق کا بھی موقعہ ملتا تھا اور دوسری طرف حیات نبوی کے بھی تمام ادوار سامنے تھے۔ پیش نظر تھا کہ حضور مفاد مسلمین کے مقابلہ میں اکلوتی بیٹی کی جذبات کی بھی پرواہ نہ کرتے تھے اور ایک غیر تک کے مطالبہ کو مسترد کر دیا تھا یہ بھی سمجھتے تھے کہ حضور حضرت ابوبکر رضہ کو کس قدر عزیز رکھتے تھے امامت کی منصب بھی انہی کو عطا کیا گیا تھا امکان نظر آرہا تھا کہ حضور کہیں انھیں کی طرف راغب نہ ہو جائیں اسی سے حضرت عباس رضہ کے زور دینے پر بھی خلافت کے متعلق کچھ دریافت کرنے سے بھی انکار کر دیتے ہیں بہرکیف یقین تو ضرور نہ تھا مگر ایک امید ضرور تھی اور قرابتداری کی وجہ سے خود کو حقدار بھی جانتے تھے اسی لئے افسوس بھی ہوا اور افسوس تو ہونا ہی چاہیے تھا کہ ایسی شفقت پناہ ہستی بھی نہ رہی اور خلافت بھی نہ ملی۔

فضائل حضرت ابوبکرؓ

لیکن نبی کی خلافت کوئی جائداد نہ تھی اور جائداد بھی ہوتی تو بھی نبی اور عوام کی جائداد میں فرق تھا اسی لئے ہر چیز عوام کی ملکیت بن گئی کیونکہ اگر کبھی گیا تو مخاطب حضرت علی رضہ نہ تھے اور سب نے حضرت عمر رضہ کی رائے کو بہتر سمجھا سب کو تو خوش نہیں ہو سکتا تھا پھر کوئی کیسے یا سمجھے عرب میں سرداری کی عزت تھی اور جو کچھ کسی قبیلہ کو ملتا تھا وہ اس کے سردار کو دیدیا جاتا تھا آج بھی اگر کانگریس یا لیگ کو دعوت دیجائیگی تو گاندھی یا جناح کو وزارت

عطا ہوگی۔ مہاجرین کے مسلمہ سردار حضرت ابوبکرؓ تھے انصار میں خلافت جاتی تو حضرت سعد خلیفہ ہوتے اور مہاجرین میں آتی تو ان کے سردار کی حیثیت سے لازماً ابوبکرؓ ہی کا حق بنتا تھا۔ حضرت علیؓ کی عظمت سے کسے انکار ہو سکتا ہے ان کی فضیلت میں بہت سی احادیث ہیں لیکن حضرت ابوبکرؓ کے فضائل بھی بے شمار مذکور ہیں جن کی تفاصیل کا یہاں موقع نہیں یار غار تھے اولین مسلمان تھے مشیر رسالت تھے خسر تھے معمر تھے بڑی عزت کے حامل تھے [illegible] اور احادیث میں کہا ہے کہ حضرت علیؓ زبیرؓ خالد بن سعیدؓ اور سعد بن عبادہؓ چند بزرگوں کے سوا سب نے بیعت کرلی تھی اور ایک موخر الذکر بزرگ کے سوا چھ مہینے [illegible] نے بیعت کرلی خود حضور نبی کریم نے فرمایا ہے کہ میری امت کا اجماع کبھی غیر حق پر نہ ہوگا صحابہ بہترین مسلمان تھے ان کا اجماع غیر حق پر کیسے ہو سکتا تھا کیونکر باور ہو سکتا ہے کہ حضور کی آنکھیں بند ہوتے ہی تمام مسلمان ان کے ترا ابتدار کے مخالف ہو جائیں صورت حال اتنی نازک ہو چکی تھی کہ حضرت علیؓ زبیرؓ کو بلانے اور پوچھنے کا موقع ہی نہ تھا جو کچھ پیش آیا اچانک آیا۔

کارنامہ ہائے صدیقی

حضرت ابوبکرؓ کو دربار رسالت میں بڑا تقرب حاصل تھا صحابہ کرام عفو و درگذر کی درخواستیں آپ ہی کی وساطت سے پیش کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ عمرو بن العاص کے جواب میں فرمایا کہ مردوں میں مجھے سب سے زیادہ محبوب ابوبکرؓ ہیں تقریر، خطابت، شعر، سخن، علم الانساب، علم رویا، علم تفسیر و اجتہاد اور اخلاق و تواضع میں نظیر نہ رکھتے تھے عرب کے بڑے متمول تاجر تھے اپنی تمام دولت اشاعت اسلام اور خدمت رسول میں صرف کر دی مسند خلافت پر قدم رکھا تو یہ حالت تھی کہ تین تین وقت کے فاقے ہوتے تھے۔ آخر صحابہؓ نے آدھی بکری کا گوشت اور کچھ کپڑا آپ کے لیے بیت المال سے مقرر کر دیا یہ تھی معیار معاشرت ایک کروڑ پتی تاجر کی جسے فرمانروائی عرب کا بھی منصب حاصل تھا طرز معاشرت بہت سادہ تھی وقت وفات ایک کنیز و غلام، اور دو اونٹنیاں ترکہ میں چھوڑیں۔

حضور کی رحلت کے بعد پورا عرب بغاوت پر اٹھ کھڑا ہوا تھا ثقیف و قریش کے علاوہ سب اسلام سے باغی ہو گئے تھے مدعیان نبوت اپنی فوجیں لئے آگے بڑھے چلے آرہے تھے آپ نے صرف ڈھائی سال ہی کی مدت میں نہ صرف یہ کہ پورے عرب میں امن و امان قائم کر دیا بلکہ ایران و روم جیسی عظیم الشان فرمانروائیوں سے ٹکر لے لی۔ آپ کے عہد میں اسلام دوبارہ زندہ ہوا اور اس کی عظمت دوبالا ہوگئی ۶۲ سال کی عمر میں آپ مختصر سی علالت کے بعد راہی خلد بریں ہوئے

حضرت فاروق اعظم کی خلافت

انتخاب فاروقی

حضرت ابوبکرؓ کے متعدد لائق فرزند تھے مگر آپ کی نظر انتخاب حضرت عمرؓ ہی پر پڑی اور اپنے فرزندوں یا قبیلہ والوں میں سے کسی کو منتخب نہیں کیا جس خلافت کے متعلق اتنا شور مچایا جاتا ہے اس سے نہ خود کوئی فائدہ اٹھایا اور نہ رشتہ داروں کو کوئی فائدہ اٹھانے دیا کچھ بزرگوں نے اس انتخاب پر اعتراض کیا تو فرمایا کہ اپنے نزدیک میں نے جسے بہتر سمجھا نامزد کر دیا اہل الرائے بزرگ متفق ہو چکے تو عوام سے مسجد نبوی میں رائے لی گئی سب نے منظور کر لیا اور کسی ایک ہاشمی نے بھی مخالفت نہ کی کہ سب کو آپ کی فضیلت کا اعتراف تھا اور واقعی یہ انتخاب بہترین انتخاب ثابت ہوا۔

فاروقی کارنامے

حضرت فاروق اعظمؓ کا عہد خلافت اسلام میں ایک زریں عہد سمجھا جاتا ہے آپ کی خلافت بڑی پر شکوہ اور پر صولت خلافت تھی ایک طرف تو آپ نے عجمی و رومی فرمانرواؤں کے چھکے اڑا کر رکھ دیئے جو اس عہد کی متمدن اور طاقتور فرمانروائیاں تھیں اور ہر میدان میں انھیں شکست دی دوسری طرف سلطنت کی حدود کو بے حد وسیع کر دیا مصر و شام ایران وغیرہ آپ ہی کے عہد میں فتح ہوئے اور اسلامی سلطنت اس عہد کی سب سے زیادہ طاقتور اور وسیع سلطنت بن گئی یہی نہیں کہ آپ نے ان فتوحات اور وسعت حدود ہی پر اکتفا کی ہو ہر شعبہ حیات و حکومت کو آپ نے منظم کیا نہریں جاری کیں آبپاشی کے نظام کو ترقی دی آراضی کے بندوبست کئے کچہریاں عدالتیں اور مدارس قائم کئے جمہور ملک کی تعلیم کا بہت اہتمام کیا جرائم کے استیصال کی طرف توجہ کی اگرچہ معاشرت نہایت سادہ کیا بہت ہی معمولی تھی مگر رعب و جلال کا یہ عالم کہ آپ کے تمام عہدیدار کانپتے رہتے تھے اور کوئی غلط قدم اٹھانے کی جرأت نہ کر سکتے تھے بڑے بڑے فرمانرواؤں کے جسم پر آپ کا نام سنکر لرزہ طاری ہو جاتا تھا ہر اعتبار سے نہایت منتظم حکومت تھی خود بہ تبدیل ہیئت رعایا کی حالت کا پتہ لگاتے تھے فتوحات میں کروڑوں روپیہ سرف کتنے بیلا آرہا تھا جو آتا تھا اسی وقت تقسیم کر دیتے تھے۔

سیاسی و اخلاقی عظمت

تمام صحابیوں کے مشن قرار وظائف مقرر کردیئے تھے شیر خوار بچوں تک کے وظائف مقرر تھے پوری حکومت میں کوئی بھوکا نہ سو سکتا تھا غریبوں کے پاس دولت کے انبار اکٹھے ہو گئے تھے کوئی کسی پر دست درازی نہ کر سکتا تھا قرابتداران رسول کی بیحد عزت کرتے تھے اور ان کے وظائف بھی سب سے زیادہ مقرر کئے تھے پورے عہد خلافت میں ظلم و تعدی کے کسی ایک واقعہ کا بھی پتہ نہیں ملتا۔ اپنے عساکر کو ہدایت کر دی تھی کہ بچوں، بوڑھوں، عورتوں اور مذہبی پیشواؤں سے کوئی تعرض نہ کیا جائے قتل عام تو ایک طرف درختوں کے کاٹنے تک کی اجازت نہ تھی۔ غیر اقوام اس حکومت کو خدائی رحمت تصور کرتی تھیں نئے نئے مفید آئین بنائے انتظام سلطنت کے لیے مجلس شوریٰ قائم کر رکھی تھی جس میں مہاجرین و انصار کے منتخب اہل الرائے شامل ہوا کرتے تھے اس میں حضرت علیؓ بھی شریک تھے۔

طرز معاشرت

خود خلافت مآب کی یہ حالت تھی اس عظمت و شکوہ اور طنطنہ و جلال کے باوجود دستر خوان پر سادہ روٹی اور زیتون کا تیل ہوتا تھا کبھی سرکہ اور گوشت بھی آجاتا تھا لباس بھی نہایت معمولی تھا یعنی صرف ایک قمیص اور تہ بند پر اکتفا کرتے تھے سر پر ایک عمامہ ہوتا تھا اسی ہیئت سے سڑکوں پر پھرتے تھے احتیاط کا یہ عالم تھا کہ اپنے کسی عزیز کو کوئی معمولی عہدہ بھی عطا نہ کیا۔ یہی فیصلہ ہے کہ کوئی منصب ... زندگی زہد و اتقا کا ایک پیکر تھی غرض یہ کہ حضرت فاروق اعظمؓ علمی اجتہادی سیاسی اور اخلاقی اعتبار سے دنیا کے بہت بڑے انسان اور فرمانروا گذرے ہیں ہر شعبہ سیاست میں یگانۂ روزگار تھے عدل و انصاف میں ثانی نہ رکھتے تھے ساڑھے دس سال تک بڑے جلال و طنطنہ کے ساتھ فرمانروائی کر کے ایک مجوسی غلام کے ہاتھ سے شہید ہو گئے اور حضور نبی کریم کے پہلو میں دفن ہوئے فاروقی عظمت و لیاقت کی دھوم آج تک دنیا میں مچی ہوئی ہے اور قیامت تک مچی رہے گی۔

حضرت عثمان رضی کی خلافت

انتخاب عثمانی حضرت فاروق اعظم رضی نے مجروح ہوتے ہی فرائض امامت حضرت صہیب کو سپرد کئے اور حضرت مقداد کو حکم دیا کہ میں خلافت کے لئے حضرات عثمان رضی، علی رضی، زبیر رضی، طلحہ رضی اور عبدالرحمٰن بن عوف اور سعد بن وقاص کو نامزد کرتا ہوں انھیں ایک مکان میں جمع کر کے ہدایت کرنا کہ وہ اپنے میں سے کسی ایک شخص کو خلیفہ منتخب کرلیں۔ اتفاق آراء سے نہ ہو سکے تو کثرت رائے پر عمل کریں در صورت مساوات عبداللہ بن عمر رضی حکم قرار پائیں اور تین روز کے اندر فیصلہ ہو جائے چنانچہ جلسہ ہوا اور کوئی نتیجہ برآمد نہ ہونے کی صورت میں حضرت ابن عوف نے اعلان کیا کہ آپ میں سے کوئی اس امر کے لئے تیار ہے کہ وہ امیدواری خلافت سے دستبردار ہو جائے تو اسے اپنے رفقاء میں سے خود کسی ایک کو انتخاب کر لینے کا اختیار مل جائیگا کوئی راضی نہ ہوا تو ابن عوف رضی نے دست برداری کا اعلان کر کے خود یہ اختیار اپنے ہاتھ میں لے لیا اور سب نے اسے منظور کر لیا پہلے پہلے حضرت علی نے خاموشی اختیار کی پھر اصرار پر فرمایا کہ اس شرط پر میں بھی رضامند ہوں کہ آپ پہلے اس کا اقرار کرلیں کہ آپ کا فیصلہ بے رو رعایت ہوگا اور اقربا نوازی کو مداخلت کا موقعہ نہ دیں گے۔ ابن عوف نے فرمایا کہ آپ یہ بھی اقرار کرلیں کہ آپ ہر طرح ہمارا ساتھ دیں گے جو اختلاف کریگا اس سے معارضہ کرینگے اور جسے ہم خلافت کے لئے منتخب کرینگے اُسے آپ بھی پسند کرینگے۔

جب دو طرفہ اقرار ہو گئے تو ابن عوف نے حضرت علی رضی کو خلوت میں لیجا کر پوچھا کہ آپکی قرابت رسول اللہ اور دینی تبحر کی بنا پر آپ کا استحقاق مسلم ہے اور آپ ہی اس کے لے موزوں ہیں لیکن اتنا بتا دیجئے کہ آپ اپنے بعد کسے مستحق سمجھتے ہیں جواب تھا عثمان رضی۔ حضرت عثمان رضی سے اسی طرح پوچھا گیا تو انہوں نے حضرت علی رضی کا نام لیا اس کے بعد جس سے پوچھا گیا اس نے اپنے بعد ان دونوں میں سے کسی ایک کا نام لیا۔ اس کے بعد آپ نے شہر کے اہل الرائے اصحاب اور قبائل کے سرداروں سے مشورہ لیا ان کا رجحان بھی انہی کی طرف پایا گیا۔ کثرت رائے حضرت علی رضی کیطرف تھی جو تھے روز آپ نے حضرات زبیر رضی و سعد رضی کو بلا کر کہا کہ میں بحث و استصواب سے اس نتیجہ پر پہنچ رہا ہوں کہ رجحان عام علی رضی کی طرف ہے اب آپ کیا کہتے ہیں ان بزرگوں نے بھی کہہ دیا کہ آپ علی رضی ہی کو منتخب کردیں۔ حضرت طلحہ رضی تو شہر میں موجود ہی نہ تھے حضرت ابن عوف رضی دست بردار ہو چکے تھے دو حضرات کا سوال ہی تھا صرف زبیر رضی و سعد رضی باقی رہ گئے تھے انھوں نے بھی رائے دیدی اب انتخاب یقینی ہو چکا تھا اور سب کی رائے علی رضی پر اتفاق کر گئی تھی۔

مسجد نبوی میں انتخابی کارگزاری چونکہ اب ایک مدت کے بعد بنو ہاشم اور بنو امیہ میں تصادم کے امکانات پیدا ہو رہے تھے دونوں کو اقتدار پیدا کرنیکی خواہشات بیتاب کر رہی تھیں اور اس علم کے ساتھ کہ مقابلہ دونوں کے امیدواروں کے درمیان آپڑا ہے دو طرفہ تگ و دو شروع ہوگئی تھی ہر طرف سے اپنے اپنے نمائندے کو منتخب کرانیکی مساعی زور شور سے عمل میں آرہی تھیں اسی لئے حضرت علی رضی نے حضرت ابن عوف رضی سے اقرار لیا تھا اور اسی لئے اس انتخاب سے ایک عام بے چینی پیدا ہو گئی تھی مسجد نبوی میں جلسہ کا اعلان ہوا ہے تو ایک مخلوق ٹوٹ پڑی تھی حضرت ابن عوف کے سامنے مجمع میں سے بنو امیہ اور بنو ہاشم نے اپنے اپنے نمائندوں کے نام خلافت کے لئے پیش کئے جن کی تائید پر ایک ہنگامہ کی صورت پیدا ہوگئی۔ اکابر نے ابن عوف رضی سے کہا کہ جب آپ کو کامل اختیار دیا گیا ہے تو آپ کیوں ہیجان بڑھنے کا موقعہ دے رہے ہیں اس پر آپ نے فوراً حضرت علی رضی کو بلا کر کہا ہاتھ لائیے اور اقرار کرو کہ کتاب و سنت اور سنت شیخین کرام کے مطابق کام کروں گا سب کو انتخاب کا یقین ہو گیا مگر جب حضرت علی رضی نے کہا کہ میں کتاب و سنت اور اپنے علم و اجتہاد کے مطابق کام کروں گا تو ابن عوف نے ان کا ہاتھ چھوڑ کر حضرت عثمان رضی سے یہی اقرار کرنے کو کہا انھوں نے صاف صاف اقرار کر لیا جس پر ابن عوف رضی نے بیعت کرلی اور پھر سارا مجمع ٹوٹ پڑا۔ حضرت علی رضی کو کچھ تامل ہوا مگر ابن عوف رضی نے فرمایا کہ آپ پہلے ہی اقرار کر چکے ہیں اب تو بیعت کرنی ہی ہوگی چنانچہ انہوں نے بھی بیعت کرلی اس طرح حضرت عثمان رضی خلیفہ منتخب ہو گئے۔

بلاشبہ یہ ایک اتفاقی امر تھا حضرت علی رضی نے جو کچھ کہا تھا وہ اپنے نزدیک درست تھا مگر ابن عوف رضی کے نزدیک صحیح نہ تھا بلاشبہ اس سے حضرت علی رضی کو بھی گونہ مایوسی ہوئی اور بنو ہاشم کو بھی اس ناکامی کا بہت افسوس ہوا۔

یہ انتخاب بظاہر مفید ثابت نہیں ہوا اگر اس وقت علی کا انتخاب عمل میں آجاتا تو دنیائے اسلام اس شر و فتن سے محفوظ رہتی جس کا اسے آماجگاہ بننا پڑا۔ حضرت عثمان غنی رضی کی اہلیت و لیاقت میں نہ کسی کو نہ حضرت علی رضی کو شبہ تھا وہ بہت ہی بزرگ بھی تھے سبقت اسلام کا بھی انھیں شرف حاصل تھا ذی النورین بھی تھے یہ شرف حاصل تھا کہ دو نبی زادیاں یکے بعد دیگرے آپکی زوجیت میں آئیں بڑے متقی اور عبادتگذار بھی تھے۔

طرز معاشرت مگر کبیر السن تھے بہت ذی مروت تھے اور اپنے قربا کی طرف رجحان زیادہ رکھتے تھے صحت بھی اچھی رہتی تھی دولتمند بھی تھے اسی وجہ سے خورد و نوش اور پوشش بھی اچھی رکھتے تھے شیخین کرام جیسی سادگی اور فقیرانہ شان ان کے اندر موجود نہ تھی شیخین کرام کے بہترین جانشین حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہی ہو سکتے تھے کہ ان کے اندر یہ شان بدرجہ اتم موجود تھی لیکن ہم غلامان صحابہ اس کے سوا اور کیا کہہ سکتے ہیں کہ خدا کو یہی منظور تھا۔

کارنامہائے عثمانی اگر حضرت عثمان رضی بہت بوڑھے ہو چکے ہوتے اور طبیعت میں حد سے زیادہ نرمی نہ ہوتی تو بہت بہتر خلیفہ ہوتے اور آپکی زندگی کے ابتدائی چھ سال کا زمانہ انتہائی ترقی و عظمت کا زمانہ تھا دولت کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا مدینہ محلات اور کروڑ پتیوں کا شہر بن گیا عربوں کے تمول میں انتہائی ترقی ہوئی عہد فاروقی کی فتوحات کو سنبھالے رکھنا اور ملک کا بہترین انتظام کرنا اور حدود سلطنت میں مزید وسعت پیدا کرنا آپ کی زندگی کا بہترین کارنامہ ہے قرآن شریف کے جامع بھی آپ ہی ہیں اور جو صورت اسے آپ نے عطا کی اسی میں یہ آج موجود ہے۔

کاروبار خلافت پر امویوں کا قبضہ ایک تو قدرتاً ضعیف تھے اللہ بہادر بڑھ گیا بار خلافت اس نے صحت اور کمزور کر دی ضعف اور بڑھ گیا۔ بنو امیہ نہایت چالاک تھے آپ سے عزیزانہ تعلقات رکھتے تھے وہ آپ پر حاوی ہو گئے کاروبار خلافت پر چھا گئے مروان بن الحکم پرائیویٹ سکریٹری اور نائب الحکومت

تھا جو چاہتا تھا وہ کرا لیتا تھا۔ اس کی طبیعت میں غرور تھا بنو ہاشم سے عناد رکھتا تھا سب سے متکبرانہ پیش آتا تھا لوگوں کے سامنے حضرت شیخین کرام کا عہد اور اس کا نقشہ تھا جنہوں نے اپنے رشتہ دار کو تو کجا اپنے قبیلہ کے کسی شخص کو بھی کوئی عہدہ نہ دیا تھا ہر طرف سے سادگی ہی سادگی نظر آتی تھی۔

اب جو انہوں نے قریب قریب تمام بڑے بڑے عہدوں پر اموی حکام مامور دیکھے اور ان کے طرز عمل میں بھی تغیر رونما پایا تو عام بے چینی پیدا ہوئی جو مختلف جگہ شورشوں پر منتج ہوئی اموی عمال اس کا خاتمہ کر سکتے تھے مگر حضرت عثمان نرم طبیعت تھے کسی پر سختی کرنا نہ چاہتے تھے نہ خود کچھ کرتے تھے اور نہ کرنے دیتے تھے

دنیائے اسلام میں فتنہ کا آغاز

شر و فتن کے ہمہ گیر شعلے

یہودیوں کو سازش اور ریشہ دوانی میں کمال حاصل تھا اس نے حالات کی نزاکت سے سوء استفادہ کی سعی بڑی چالاکی اور ہوشیاری کے ساتھ بیاب نظر اندازہ لگا لیا کہ حضرت فاروق اعظم جیسے بارعب اور مضبوط خلیفہ اب دنیا میں نہیں رہے۔ حضرت عثمان بہت نرم اور بوڑھے ہیں، بیدہ مجرمین کی سزا میں عجلت سے کام نہیں لیتے جس کی وجہ سے عوام کے شر انگیز عناصر کے حوصلے بلند ہو رہے ہیں اور وہ اپنے عمال کو کوئی سختی نہیں کرنے دیتے یہی موقعہ کام لینے اور کام نکالنے کا ہے۔ اب مدینہ والے وہ مدینہ والے بھی نہ رہے تھے پہلی مقدس نسلیں ہی ختم ہو چکی تھیں دولت و عیش کی فراوانی نے باہم شکوک رقابت کے جذبات پیدا کر دیئے تھے شیخین کرام کے عہد کی سادگی رخصت ہو چکی تھی جمہور عوام دیکھ رہے تھے کہ جہاں شیخین کرام نے نہ خود خلافت سے کوئی فائدہ اٹھایا تھا نہ اپنے کسی رشتہ دار کو اٹھانے دیا تھا وہاں اب تمام کاروبار خلافت پر یہی قبیلہ چھایا ہوا ہے اور اس کا رویہ بھی معزز انہ ہے اس لئے بنو ہاشم اور ان کے ہمدردوں میں اضطراب پیدا ہو رہا تھا

مرکز کی کمزوری یا فرمانروا کی نرمی ہر طرف ہیجان برپا کر دیتی ہے۔ دوسری طرف مصریوں کو یہ خیال پیدا ہوا کہ ملک فتح ہوا ہماری تلواروں سے لیکن فائدہ اٹھا رہے ہیں اور حکومت کا عیش اڑا رہے ہیں قریش ہستیں بڑھتی چلی جا رہی تھیں حکومت کی طرف سے کوئی انسدادی کارروائی ہوتی نہ تھی نتیجہ یہ ہوا کہ کوفہ بصرہ اور مصر میں مستقل شورشی جماعتیں قائم ہو گئیں جو عمال عثمانی کو تنگ کرنے لگیں۔ مدینہ لکھا جاتا۔ رپورٹیں جاتیں تو حضرت عثمانؓ درگذر کی ہدایت فرما دیتے جس سے گورنر بھی مجبور تھے۔

ابن سودا کا سازشی پروپگنڈا

اگر ابتدا ہی میں سختی سے کام لیا جاتا شر انگیز عناصر کو مضبوط ہاتھوں سے دبا یا جاتا تو کسی کو سر اٹھانے اور زبان کھولنے کی جرات نہ ہوتی اس چھائی ہوئی فضا سے نو مسلم اور منافق یہودی ابن سودا نے پورا فائدہ اٹھایا اس نے نہایت مقدس صورت اختیار کی بزرگانہ لباس پہننے لگا بظاہر متقیانہ شکل بنائی اور بنو ہاشم کی حمایت پر بظاہر کمر بستہ ہو کر اپنے معتقدین سے یہ کہنا شروع کر دیا کہ حضرت علی کے ساتھ بڑی نا انصافی ہوئی قرابت رسالتمآب ہونے کی حیثیت سے خلافت کے حقیقی مستحق وہی تھے بنو امیہ نے اپنا دیرینہ عناد نکالنے کے لئے نہایت چالاکی سے حضرت علیؓ کو کامیاب نہ ہونے دیا اور اب تمام کاروبار خلافت پر چھائے ہوئے ہیں۔ حق کسی کا اور فائدہ اٹھائے کوئی حضور رسالتمآب کی محبت کا تقاضا یہی ہے کہ اس بے انصافی کے انسداد اور استیصال کی پوری سعی کی جائے اور حضرت علی کو خلافت دلائی جائے۔

اس کے لئے اس نے یہ صورت اختیار کی کہ کچھ نہایت معتمد ایجنٹ مقرر کئے جنہیں ہدایت کی کہ وہ نہایت متقیانہ صورت اختیار کریں حضرت عثمانؓ اور ان کے عمال کو بدنام کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھیں حضرت علی کی پوری حمایت کریں ہر جگہ ایجنٹ پھیل گئے اور یہ کام اس ہوشیاری سے کیا گیا کہ کسی کو اس کا احساس بھی نہ ہوا صورت تھی بزرگانہ کسی سے کچھ طلب کرتے نہ تھے بڑے بڑے لوگوں سے ملتے اور پروپگنڈا کرتے رہتے تھے چونکہ حضرت عثمانؓ اور ان کے عمال کے خلاف پہلے ہی سے اضطراب پھیلا ہوا تھا لوگ بہت متاثر ہوتے تھے اور جہاں جاتے تھے انھیں کامیابی ہوتی تھی اور ہیجان بڑھتا ہی چلا جاتا تھا اس کے بعد اس نے اور حرکت کی کہ اپنے ایجنٹوں کو ہدایت کی کہ وہ جہاں ہوں وہاں کے بڑے بڑے لوگوں کی طرف سے دوسری جگہ کے بڑے بڑے لوگوں کو جعلی خط لکھتے اور وہاں کے عمال کی زیادتیوں کی اطلاع دیتے رہیں ایسے خط کوفہ بصرہ۔ دمشق مصر مکہ اور مدینہ ہر جگہ پہنچے اور یا ہم ان کا تبادلہ ہوتا۔ یہ شکایات بالکل غلط ہوتی تھیں کہیں کوئی جھگڑا اصلاً نہ تھا مگر ہر جگہ کے لوگ یہ سمجھتے تھے کہ ہر جگہ ظلم ہو رہا ہے اور مصیبت پھیلی ہوئی ہے۔

[illegible] مذکور مقامات کو جو خطوط لکھے گئے ان میں نہایت بیباکی سے حضرات امہات المومنین اور حضرت علیؓ زبیرؓ طلحہؓ وغیرہ کے اسمائے گرامی استعمال کئے گئے اور ان کے نام دوسری جگہ کے اکابر کی طرف سے خطوط آنے لگے حضرت عثمان پر [illegible] آپ نے تحقیقات کی۔ تو ہر جگہ گیا مگر کسی عامل یا گورنر کی کوئی شکایت صحیح ثابت نہیں ہوئی۔

اس کے بعد اعلان کیا گیا کہ جس کو شکایت ہو وہ حج کے موقعہ پر حضرت خلافت مآب کے سامنے پیش کرے تمام عمال بھی وہاں موجود ہوں گے سب عمال حکماً بھیجے مگر کوئی شکایت پیش نہ ہوئی اس کے باوجود ہیجان برابر بڑھا۔

حضرت علیؓ اور بنو ہاشم پر اشتباہ

چونکہ پروپگنڈا حضرت علیؓ کی حمایت میں ہو رہا تھا بنو ہاشم کا اثر ہی تھا عمال عثمانی کو بدنام کیا جا رہا تھا اس لئے بنو امیہ میں شدید اشتعال پیدا ہو رہا تھا وہ سمجھ ہی نہیں رہے تھے علانیہ کہہ رہے تھے کہ یہ سب کچھ حضرت علیؓ کے اشارہ پر ہو رہا ہے اور انتخاب میں اپنی ناکامی کا انتقام اس صورت میں لیا جا رہا ہے وہ بنو ہاشم کو متہم کرتے ان کا دامن تھا اس دھبہ سے پاک اس لئے انھیں یہ سنکر اشتعال پیدا ہوتا بنو امیہ بھی برافروختہ ہوتے اور کشمکش برابر بڑھتی چلی جاتی انتہا یہ ہے کہ بڑے بڑے اکابر بھی دھوکہ میں پڑ گئے اور خیال ہو گیا کہ اس میں حضرت علیؓ کا ہاتھ ضرور ہے مگر زبان سے کوئی کچھ نہ کہتا اور فتنہ جتنا بڑھتا جاتا اتنی ہی اس کی طرف سے بے پروائی بڑھتی جاتی حضرت عثمانؓ یہی فرماتے رہتے کہ میں رعایا پر سختی نہ کروں گا۔

مولوی دہلی

جوش کے عالم میں حضرت عثمانؓ جیسی بزرگ ہستی کے خلاف ادبھی صد ہا الزام تراش لئے گئے۔ اور تو رہا ہی نہ تھا اور دیگر کا خوف اٹھ گیا تھا مروان نائب الحکومت اول تو تھا ہی نظر تا شریر اس پر [illegible] ہتھکنڈے سنے اور اتنا براؤ رخنہ کردیا کہ وہ حضرت علیؓ اور بنو ہاشم [illegible] ارار [illegible] اور ان کے عزو [illegible] کے [illegible] [illegible] اور اس کی [illegible] خلافت کو [illegible]

مختلف جماعات کے مقاصد اور ابن سبا

[illegible] اسلام [illegible] سے غرض نہ [illegible] اور نہ حضرت علیؓ سے محبت تھی وہ تو اس آڑ میں اسلام کے اندر تفرقہ پیدا کرنا چاہتا تھا اور کامیاب ہوا اور اس درجہ کامیاب ہوا کہ آج اسلام میں شیعہ سنی کی جو تفریق نظر آرہی ہے اس کا موسس اول یہی یہودی ہے جب یہ زمین تیار کرچکا اور اس کا بھی اندازہ لگالیا کہ حضرت عثمانؓ جلد کوئی قدم اٹھانے والے ہیں تو اس نے مصری بصری اور کوفی جماعتوں کو خفیہ ہدایتیں بھیجدیں کہ ایک معینہ تاریخ پر مدینہ کے ایک قریبی مقام پر پہنچ جائیں اور وہاں سے منفق ہو کر مدینہ پر حملہ آور ہوں مصری حضرت علیؓ کو خلیفہ بنانا چاہتے تھے اور بصری و کوفی حضرت زبیرؓ و طلحہؓ کی خلافت کے آرزو مند تھے ابن سبا نے نہایت ہوشیاری سے ان کے ارادوں میں کوئی مخالفت نہ کی تھی کیونکہ اسے کسی سے سروکار تھی اس کی تو غرض دوسری ہی تھی اس کے لئے یہی کافی تھا کہ سب عزل عثمانؓ پر متفق ہو گئے تھے اور یہ تفرقہ اسلام کے لئے کافی وجہ تھی۔

مدینہ پر بلوائیوں کی یورش

معینہ تاریخ پر ان جماعتوں نے ایک مقام پر مجتمع ہو کر صبح اندھیرے ہی مدینہ پر حملہ بولدیا اور گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز سے شہر گونج اٹھا لوگ گھبرا گئے بڑی دشواری سے حضرت علیؓ نے انھیں سمجھا بجھا کر واپس کیا لیکن تیسرے ہی روز انھوں نے پھر یکایک نمودار ہو کر شہر میں بڑا ہونگ مچادی حضرت علیؓ پھر دوڑتے ہوئے گئے اور وجہ پوچھی تو انہوں نے بیان کیا کہ راستہ میں ہمیں ایک ناقہ سوار عاجلانہ جاتا ہوا ملا شبہ پر اس کی تلاشی لی تو گورنر مصر کے نام ایک خط اس کے پاس سے نکلا جس پر حضرت عثمانؓ کی مہر لگی ہوئی تھی اور لکھا تھا کہ جب یہ لوگ مصر پہنچیں تو ان کے سر قلم کرلئے جائیں۔ ہمارے ساتھ اتنا بڑا دھوکہ کیا خط بھی پیش کیا۔

حضرت علیؓ نہایت سمجھدار ہوشمند تھے ان سے پوچھا کہ یہ سب کچھ درست سہی مگر یہ بتاؤ کہ تم لوگ دراصل تو مختلف سمتوں سے ہوئے تھے ناقہ سوار ملا ایک جماعت کو تینوں جماعتیں بیک وقت مدینہ کیسے پہنچیں اور وہ بھی اس عجلت سے اس سے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ خط کا قصہ مصنوعی ہے اور تم نے سب کچھ پہلے ہی سے طے کرلیا تھا۔ بلوائیوں کے پاس اس کا کوئی جواب نہ تھا بولے اب آپ کچھ کہیں ہم عثمانؓ کو معزول کئے بغیر یہاں سے ہرگز واپس نہ ہوں گے۔

قصر خلافت کا محاصرہ

بلوائیوں کی تعداد چار پانچ ہزار سے زیادہ نہ تھی لیکن یہ نہایت قسی القلب افراد پر مشتمل تھی اور کسی کی عزت عظمت کا کوئی پاس لحاظ نہ کرتی تھی شہر میں ایک طرح کا [illegible] [illegible] اپنے دروازے بند کرکے اندر بیٹھ گئے تھے کہ چند روز کے بعد انھوں نے قصر خلافت کا محاصرہ کرلیا تھا اور آب و نان پر بھی پابندی قائم کردی تھی۔ بڑا نازک زمانہ تھا۔ بڑی تشویش پھیلی ہوئی تھی بلوائی نہایت بدتہذیب اور کندہ ناتراش تھے مسجد نبوی میں نماز بند ہوگئی تھی۔

صحابہ کرام نے حاضر ہو کر عرض کی کہ اگرچہ فوج موجود نہیں ہے مگر بڑا شہر ہے ہم [illegible] [illegible] کے [illegible] تیار ہیں مقابلہ کی اجازت دیجئے مگر حضرت عثمانؓ نے صاف کہدیا کہ ہرگز نہیں میں اپنے لئے مسلمانوں کی خونریزی پسند نہیں کرتا بلوائیوں کے مطالبہ عزل پر [illegible] [illegible] کہ [illegible] نے مجھے جو جامہ پہنایا ہے اسے میں آپ اتاردوں اور خلافت [illegible] [illegible] حضرت ام المومنین ام حبیبہؓ خچر پر سوار [illegible] سامان [illegible] [illegible] بدبختوں نے ان کا بھی احترام ملحوظ نہ رکھا خچر کے منہ پر اس زور کی چپت ماری [illegible] کہ گرتے گرتے بچیں اور حضرت بی بی یہ حالت دیکھکر لوٹ آئیں حضرت علیؓ نے اپنے صاحبزادوں کو شمشیر بکف اس ہدایت کے ساتھ قصر کے دروازہ پر متعین کردیا کہ کسی کو اندر قدم نہ رکھنے دینا۔

اس دوران میں حضرت علیؓ بھی اندر ملنے گئے مگر مروان گستاخانہ پیش آیا اور صاف کہا کہ آپ سمجھاتے اور مشورہ کیا دیتے ہیں یہ ساری آگ آپ ہی کی تو لگائی ہوئی ہے۔ قصر کے محاصرے میں روز بروز شدت پیدا ہوتی چلی جارہی تھی

حضرت عثمانؓ کی مظلومانہ شہادت

محاصرہ کو ایک ماہ سے زیادہ گذر گیا تھا نہ بلوائیوں کے رویہ میں تغیر پیدا ہوتا تھا اور نہ حضرت عثمانؓ ترک خلافت پر راضی ہوتے تھے حضرت عثمانؓ نے پہلے تو کچھ خیال نہ کیا تھا مگر بعد کو خطرہ کا امکان قوی پاکر گورنروں کو فوجیں بھیجنے کے لئے لکھا بلوائیوں کو بھی اسکی بھنک مل گئی دوسرے انہوں نے حج کا زمانہ قریب دیکھا سمجھے کہ فوجیں آگئیں اور حج کے لئے زائرین کی آمد کا سلسلہ شروع ہوگیا تو مشکل پڑجائیگی اس لئے انہوں نے جلد عہدہ برآ ہونے کی کوشش کی اور پشت کی طرف سے مکان میں پھلانگ کر اندر پہنچے حضرت عثمانؓ بیٹھے تلاوت قرآن کررہے تھے اشقیا نے لوہے کے گرز کی ضرب کنپٹی پر اس زور سے ماری کہ خون کی فوارہ جاری ہوگیا۔ آپ کی اہلیہ حضرت نائلہؓ نے کو روکا تو ان کی انگلیاں کٹ گئیں۔ قرآن کریم پر چھینٹیں پڑیں لباس تر بتر ہوگیا اور وہیں تڑپ کر ٹھنڈے ہوگئے۔ اور تاج شہادت سر پر رکھکر عازم خلد بریں ہوئے قصر خلافت میں کہرام مچ گیا۔

ہمہ گیر کہرام و ماتم

حضرت علیؓ کو جو علم ہوا تو آپ جھپٹ کر پہنچے اور اپنے صاحبزادوں کے طمانچے مارے کہ کیوں غفلت کی شہر بھر میں دہشت پھیل گئی ایک ہو کا عالم طاری ہوگیا بلوائیوں کے قلب پتھر بن گئے انتہا یہ ہے کہ انھوں نے تجہیز و تکفین کی بھی مخالفت کی تین روز تک لاشہ بے گور و کفن پڑا رہا۔ آخر کچھ لوگوں نے جرأت کرکے جنازہ تیار کیا جس کے ساتھ بمشکل بیس آدمی تھے اشقیا اس پر بھی پتھر برساتے رہے۔ یہ احساس ہی مٹ گیا تھا کہ ان کی ذات کتنی مقدس ذات تھی ذی النورین تھے داماد رسول اللہ تھے۔

شہر میں ہر طرف ایک ہو کا عالم تھا بلوائیوں نے ایک قیامت برپا کررکھی تھی ہر طرف سناٹا چھایا ہوا تھا حضرت ابو حمید ساعدی نے قسم کھائی اب جب تک جیونگا ہنسی کی شکل نہ دیکھوں گا۔ حضرت عبداللہ بن سلام نے فرمایا آج عرب کی قوت کا خاتمہ ہوگیا۔ حضرت حذیفہؓ کے نزدیک اسلام میں اس قتل سے

رخنہ پڑ گیا جو اب قیامت تک بند نہ ہو گا۔

حضرت عثمانؓ ہر طرح بے قصور تھے ان کی عظمت مسلم تھی ان کا تقدس مسلم تھا بیحد نیک اور خلیق تھے اتنی بات تھی کہ طبیعت میں نرمی تھی اگر چاہتے تو آپ کا ایک اشارہ تمام فتنوں کو مٹا کر رکھ سکتا تھا اس کے متعلق یہی کہا جا سکتا ہے کہ مشیت ایزدی یہی تھی ورنہ باور نہیں آسکتا کہ ایک عظیم الشان شہر میں کیونکر ایک عظیم الشان فرمانروا کو صرف چار پانچ ہزار بلوائی اس بیدردی سے قتل کر سکیں۔

حضرت علیؓ کی خلافت

خانہ جنگی کے دلدوز مظاہر

حضرت علیؓ کا انتخاب

شہادت عثمانؓ کے بعد کامل پانچ روز غافقی بن حرب کی حکومت مدینہ منورہ میں قائم رہی اس کے بعد بلوائی حضرات طلحہؓ و زبیرؓ سعد بن وقاصؓ علیؓ اور ابن عمرؓ کے پاس گئے اور خلافت قبول کرنے پر اصرار کیا مگر سب نے انکار کر دیا۔ حضرت عثمانؓ کی طلبی پر شام و بصرہ وغیرہ سے جو فوجیں مدینہ منورہ کو روانہ ہوئی تھیں وہ قریب پہنچ کر شہادت کی خبر سنکر واپس چلی گئیں جن سے بلوائیوں کی ہمتیں اور بڑھ گئیں اور انہوں نے حکماً اہل مدینہ کو جمع کر کے کہا کہ تم اہل شوریٰ ہو امیر منتخب کر لو اگر دو روز کے اندر تم نے کسی کو امیر منتخب نہ کر لیا تو ہم کم از کم حضرت علیؓ طلحہؓ اور زبیرؓ کے سر تو یقیناً قلم کر لیں گے اس پر لوگوں نے حضرت علیؓ پر زور دیا جس کا جواب ملا کہ غور کر کے کل کچھ کہوں گا حضرت حسنؓ اور عبداللہ بن عباسؓ نے مشورہ دیا کہ آپ اس ہیجان کے زمانہ میں خلافت ہرگز قبول نہ کریں جو بھی ایسا کریگا قتل عثمانؓ کی ذمہ داری اسی پر ڈال کر اسی سے قصاص لیا جائیگا آپ اپنے گھر کا دروازہ بند کر کے بیٹھ جائیے لوگ کوہ و دشت چھان ماریں گے مگر آپ کے سوا کسی کو خلافت کا مستحق نہ پائیں گے مگر ابھی اس کا موقعہ نہیں ہے

حضرت علیؓ براہ راست کام کرنے والے تھے کسی سیاسی داؤ پیچ کے قائل نہ تھے لوگوں کے اصرار پر اسے قبول کر لیا اور حقیقت میں آپ اس کے مستحق بھی تھے مگر انتخاب سے پہلے یہ فرمایا کہ جب تک حضرات طلحہؓ و زبیرؓ بیعت نہ کریں گے میں خلافت قبول نہ کروں گا یہ گھروں میں بیٹھے ہوئے تھے کہ مالک اشتر انھیں جاکر بجبر پکڑ لائے جنہوں نے مدینہ میں امن قائم کرنے کی شرط پر بیعت کر لی اور مسجد نبوی میں انتخاب ہو گیا۔

بلوائیوں کی نافرمانی اور زبیرؓ و طلحہؓ کا فرار

بنو امیہ موقع پاکر شام کی طرف بھاگ گئے اور اپنے ساتھ حضرت نائلہؓ کی کٹی ہوئی انگلیاں اور خون آلود قمیص بھی لیتے گئے مروان مکہ معظمہ چلا گیا سب سے پہلے حضرت علیؓ نے قتل عثمانؓ کا مقدمہ لیا جو عدم ثبوت کی وجہ سے زمانۂ امن کے لئے ملتوی ہوا تیسرے روز آپ نے بلوائیوں کو مدینہ سے نکل جانیکا حکم دیا جسے ماننے سے انہوں نے قطعاً انکار کر دیا یہ پہلی خلاف ورزی تھی جو امیر المومنین کے حکم کی کی گئی۔ دوسری طرف حضرات طلحہؓ و زبیرؓ نے قیام امن اور بلوائیوں کے نکالنے پر زور دیا آپ نے سادگی کے ساتھ واقعات بتا کر اپنی مجبوری کا اظہار کر دیا انھوں نے جواب دیا کہ ہم نے تو اسی شرط پر بیعت کی تھی آپ کو شبہ ہوا اور حکم جاری کر دیا کہ دونوں مدینہ سے باہر نہ جائیں مگر وہ خفیہ طور پر بلا علم و اطلاع مدینہ منورہ سے نکل کر چلدیے اور مکہ معظمہ جا پہنچے۔

عمال عثمانی کی معزولی

اس کے بعد آپ نے عمال عثمانی کی معزولی کے فرمان لکھنے شروع کئے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ عین اسی وقت آگئے اور مشورہ دیا یوں تو آپ کو اختیار ہے مگر ابھی آپ کم از کم معاویہؓ کو معزول نہ کریں کہ ان کا اثر بہت بڑھا ہوا ہے جب اپنی خلافت مستحکم ہو جائے جب آپ جو جی چاہے کریں اگر اس وقت آپ نے انہیں معزول کیا تو وہ لوگوں کو دھوکہ دیں گے کہ ہم قصاص طلب کرتے ہیں آپ کا حکم نہ مانیں گے اس طرح ایک اور فتنہ پیدا ہو کر آپ کی خلافت کی بربادی کا سامان بنجائے گا۔

حضرت علیؓ نے فرمایا کہ اگر معاویہؓ تعمیل حکم نہ کرینگے تو میں انھیں بزور شمشیر سیدھا کر دوں گا حضرت عباسؓ نے کہا کہ آپ بہادر ضرور ہیں مگر جنگ کے معاملہ میں صائب الرائے نہیں اگر آپ مجھے اجازت دیں تو میں وہ تدبیر بتاؤں کہ معاویہؓ سوچتے اور غور کرتے ہی رہجائیں اور زمین ان کے پاؤں تلے سے نکل جائے فرمایا مجھ میں نہ تمہاری خصلتیں ہیں اور نہ معاویہؓ کی عادتیں ہیں عرض کی کہ اچھا اگر تم یہ نہیں کرتے تو یہ کیجئے کہ ینبوع جاکر اور دروازہ بند کر کے بیٹھ جائیے عرب ساری دنیا میں سرگرداں ہو کے اور آپ کے سوا کسی کو نہ پائینگے۔ اور اگر آپ نہ مانے اور انھیں لوگوں کے ساتھ اٹھے تو کل آپ ہی پر خون عثمانؓ کا الزام لگایا جائیگا۔ یہ رائے بہت ہی مناسب اور مدبرانہ تھی مگر حضرت علیؓ نے اسے درخور توجہ نہ سمجھا کسی مصلحت سے کام لینا ٹھیک نہ جانا اور ہر طرف اپنے گورنر روانہ کر دیئے۔ شام کی طرف جو گورنر گیا تھا امیر معاویہؓ کے سواروں نے اسے بجبر واپسی پر مجبور کر دیا کوفہ والوں نے بھی علوی گورنر کو منظور نہ کیا اور حضرت علیؓ کو محسوس ہو گیا کہ ان کی خلافت کی ضرور مخالفت کی جائے گی

اس پر آپ نے فوراً معاویہؓ کے خلاف جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں حضرت علیؓ بے مثل بہادر تھے اگر ایک اور فتنہ درمیان میں نہ اٹھ کھڑا ہوتا تو آپ ضرور کامیاب ہوتے۔

قصاص کیلئے حضرت عائشہؓ کا عزم

حضرت عائشہؓ مناسک حج ادا کر کے مقام سرف پہنچیں تھیں کہ انھیں حضرت عثمانؓ کے قتل کی اطلاع ملی واپس مکہ ہوئیں اور لوگوں سے کہا کہ افسوس شہروں اور جنگلوں اور مدینہ کے غلاموں نے ہجوم کر کے محض اس بنا پر حضرت عثمانؓ کو قتل کیا کہ انہوں نے نوعمروں کو عامل بنا دیا تھا حالانکہ یہ کوئی نئی بات نہ تھی بدعہدی کر کے خون بہایا لوٹا واللہ حضرت عثمانؓ کی ایک انگلی ان بلوائیوں جیسے تمام عالم سے افضل تھی میں اس کا انتقام لوں گی۔

عبداللہ بن عامر گورنر بصرہ معزول ہو کر مکہ معظمہ آچکا تھا اس نے بھی آمادگی ظاہر کی اسی اثنا میں کچھ بنو امیہ بھی بھاگ کر یہاں پہنچے جن میں ولید بن عقبہ

اور سعید بن عاص خاص گورنر کوفہ اور مروان بھی شامل تھا اس درمیان میں یعلیٰ گورنر یمن بھی معزول ہو کر یہاں آ گئے

ان کے پاس چھ لاکھ اشرفیاں اور چھ سو اونٹ بھی تھے دوسری طرف سے حضرات طلحہؓ اور زبیرؓ بھی آ گئے اور کہا کہ ہم بلوائیوں کے خوف کی وجہ سے بھاگ کر آئے ہیں شام چلنے کی رائے تو قرار نہ پائی یہ طے پایا جیسا کہ ابن عامر نے کہا تھا کہ بصرہ چلو وہاں ہمراہی کافی اثر ہے اور طلحہؓ کا وہاں قبضہ کر کے پھر قصاص کے لئے کھڑے ہوں گے یہ سب منتخب افراد تھے جن کے ساتھ نقدی تدبر اور دولت سب کچھ تھا ڈیڑھ ہزار کی جمعیت عازم بصرہ ہوئی جو کچھ دور پہنچ کر دوگنی ہو گئی۔

بنو امیہؓ کی دلی کدورت کا مظاہرہ

واضح رہے کہ ابھی تک بنو امیہ مصروف کار نہ ہوئے تھے صرف امیر معاویہؓ نے شام میں جوش پھیلانا شروع کر دیا تھا صرف حضرت عائشہؓ کھڑی ہوئی تھیں اور ان کے لفٹننٹوں کی حیثیت حضرات طلحہؓ و زبیرؓ کو حاصل تھی کچھ دور پہنچ کر اموی رگ پھڑکی اور سعید بن عاص نے پوچھا کہ کامیابی پر امیر کسے بنائیں گے حضرات زبیرؓ و طلحہؓ نے فرمایا ہم دونوں میں سے لوگ جسے منتخب کر لیں بولے حضرت عثمانؓ کے صاحبزادے موجود ہیں کیوں نہ انہیں امیر بنایا جائے فرمایا یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ اکابر شیوخ کو چھوڑ کر لڑکوں کو حاکم بنایا جائے دل کی بات زبان پر آ جاتی ہے اور جواب دیتے ہیں یہ بنی عبد مناف سے حکومت نکالنے کی سعی میں میں ساتھ نہیں دے سکتا۔ چنانچہ یہیں سے سعید بن عاص عبداللہ بن خالد مغیرہ بن شعبہ اور ثقیف کے لوگ جو ان کے ساتھ تھے یہیں سے عازم شام ہوئے صرف مروان اور اس کے کچھ رفقاء ساتھ رہے۔

حضرت علیؓ کی مشکلات

جب تک معاویہؓ کا معاملہ تھا لوگ حضرت علی کا ساتھ دینے کے لئے تیار تھے اب جو حضرت عائشہؓ زبیرؓ طلحہؓ کے کھڑے ہونے کی اطلاع پہنچی تو مدینہ میں ایک سناٹا چھا گیا یہ حالت تھی کہ حضرت علیؓ تین روز متواتر دو وقت تقریریں کرتے اور لوگوں کو آمادہ کرتے رہے مگر کوئی تیار نہ ہوتا تھا چند روز کچھ لوگ آمادہ ہوئے حضرت معاویہؓ اور حضرت عائشہؓ کی طرف انتقام کے لئے کھڑے ہونے کی خبر نے بلوائیوں کو بھی پریشان کر دیا تھا اب ان کے لئے حضرت علیؓ کے سوا کوئی ملجا و ماویٰ نہ رہا تھا۔

ادھر حضرت علی بھی مجبور تھے مجبوراً انہیں ساتھ لیا کچھ لوگوں کی معیت میں بصرہ کی طرف روانہ ہوئے کوفہ والے ساتھ دینے پر آمادہ نہ تھے مگر مالک اشتر کے تدبر اور زور سے یہ منزل بھی سر ہوئی اور نو ہزار آدمی مل گئے۔

جنگ جمل اور ابن سبا کی شرارت

ابھی معنوی لشکر میں کچھ بھی برابر اطمینان نہ ہونے پایا تھا آ گئے بڑھ کر خبر ملی کہ داعیان اصلاح بصرہ پر قبضہ اور وہاں کے گورنر کے سر و ریش کا ایک ایک بال نوچ لیا دونوں طرف جرار لشکر موجود تھے ایک طرف ساٹھ ہزار فوج تھی تو دوسری طرف بیس ہزار فوج تھی دونوں اپنے اپنے نزدیک سچائی پر تھے دونوں طرف اہل علم کی بہترین مقدس ہستیاں کارفرما تھیں دونوں باہم خانہ جنگی کو برا سمجھتے تھے اور مصالحت کے جویاں تھے باہمی گفتگو سے غلط فہمیاں رفع ہو گئیں صلح کی امید یقین کے درجہ تک پہنچ گئی حضرت علی نے حکم دیدیا کہ قاتلین عثمان لشکر سے الگ ہو جائیں یہ مدینہ تو تھا نہیں کہ نافرمانی کی جرأت کرتے ماننا پڑا بہت گھبرائے ڈھائی ہزار افراد نے الگ ہو کر جلسہ کیا کسی نے تینوں بزرگوں کو قتل کسی نے بھاگنے اور کسی نے خود کو تقدیر کے حوالے کرنے کی رائے دی ان میں ابن سودا خود موجود تھا بولا عقل و جوش کی باتیں نہ کرو عزت اسی میں ہے کہ باہم صلح نہ ہونے دو دونوں میں جنگ کرا دو ورنہ پھر کہیں دنیا میں پناہ نہ ملے گی اور ہر صورت میں سب کے سب قتل کر دیئے جاؤ گے چنانچہ اسی شیطنت کار یہودی کے مشورہ کے متعلق جس کی ایک انگشت تدبیر ہولناک تباہیوں اور بربادیوں کا باعث بنی تھی رات کے سناٹے میں بصری لشکر پر شبخون مارا جمعیت تھی ڈھائی ہزار اور لڑے بھی بھگڑی سے ایک شور برپا ہو گیا تاریکی میں کوئی کچھ نہ سمجھ سکا دونوں نے یہی سمجھا کہ دوسرے نے بدعہدی کی جنگ شروع ہو گئی اور ایک شرارت یہ کی کہ خود ہی حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگے کہ ان لوگوں کی بدعہدی اب ہمیں جاں نثاری کا موقعہ دیا جائے وقت نازک تھا مجبور تھے جنگ شروع ہو چکی تھی اجازت دی۔

حضرت علی کی فتح

حضرت علی جرأت و سپہ سالاری میں ثانی نہ رکھتے تھے انہوں نے فتح پائی حضرت علیؓ نے حکم دیدیا کہ بھاگنے والوں کا تعاقب نہ کیا جائے حضرت عائشہؓ سے مسلمانوں کی یہ خونریزی نہ دیکھی گئی حضرت کعبؓ کو قرآن صلح کے لئے بلند کرنے کا اشارہ کیا قاتلین عثمان کے لئے صلح خودکشی کے مترادف تھی انہوں نے تیروں سے چھلنی کر دیا انتہا یہ تھی کہ حضرت عائشہؓ کی عماری بھی تیروں کی بارش کر کے اسے چھلنی کر دیا پھر بھی ہزار مسلمان عماری کے گرد شہید ہو گئے آخر حضرت علیؓ نے یہ محسوس کر کے کہ جب تک یہ ناقہ سلامت ہے جوش فرو نہ ہو گا اس کی ٹانگیں کٹوا دیں ناقہ گر پڑا۔ حضرت عائشہؓ کو نہایت احترام کے ساتھ اتارا گیا اور جنگ کا خاتمہ ہو گیا۔

حضرات زبیرؓ و طلحہؓ کی شہادت

اس جنگ کا یہ واقعہ قابل عبرت ہے کہ عین شدت جنگ کے وقت حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضرت زبیرؓ کو آواز دیتے ہیں سامنے ہو کر کہتے ہیں کہ یاد ہے ایک روز ہم تم سقیفہ بنی ... میں بیٹھے ہوئے تھے کہ حضور نبی کریم نے تشریف لا کر فرمایا کہ زبیرؓ آج تم ان سے محبت کی باتیں کر رہے ہو لیکن ایک روز آئے گا کہ تم ان کے مقابلہ پر کھڑے ہو گے اور اس روز تم غلطی پر ہو گے۔ حضرت زبیرؓ کی آنکھوں کے سامنے سے گویا ایک پردہ سا ہٹ گیا یہ فرما کر کہ یاد آ گیا اپنی غلطی کا احساس ہو گیا فوراً گھوڑے کی باگیں موڑ دیں دنیا کا یہ عدیم النظیر سپاہی ایک لحظہ کو نہ رک سکا دور جا کر نماز کو کھڑے ہو گئے عین سجدہ میں ابن جرموز نے سر کاٹ لیا یہ بلوائیوں میں سے تھا حضرت علیؓ کے سامنے سر اور تلوار پیش کی تو افسوس ہوا اور دوزخ کی بشارت دی حضرت زبیرؓ کو جاتے دیکھ کر حضرت طلحہؓ نے بھی باگ موڑ دی۔

یہ دیکھ کر مروان نے جھلا کر ایسا تیر مارا کہ زانو میں پیوست ہو گیا خون بھی نہ رکا بصرہ پہنچ کر انہوں نے بھی اپنی جان جان آفریں کے سپرد کر دی جنگ جمل کا سب سے زیادہ گرانبار نقصان یہی تھا کہ فلک کمال کے یہ دو روشن ستارے غروب ہو گئے اور حق پرستی کا بے مثال نمونہ چھوڑ گئے۔

حضرت فاتحانہ بصرہ میں داخل ہوئے کسی سے باز پرس نہ کی حضرت عائشہؓ

حرام پیش آئے غلط فہمیاں رفع ہوئیں انھیں عزت و آرام کے ساتھ مدینہ بھجوا دیا جنگ جمل نہایت افسوسناک جنگ تھی جو کبھی نہ ہوتی اگر قاتلین عثمانؓ شرارت نہ کرتے اور دھوکہ نہ دیتے۔

مسلم خونکی ارزانی
جنگ صفین

حضرت علیؓ اور حضرت عائشہؓ کی اس جنگ کو امیر معاویہؓ بڑی دقت نظر سے دیکھتے رہے اور جوابی کی خبر سنکر پریشان ہوئے حضرت علیؓ نے بصرہ میں چند روز قیام کرکے لکھا کہ تم اور تمہارے تمام زیر اثر مسلمانوں پر میری بیعت لازم ہے کیونکہ مہاجرین والانصار نے خلیفہ منتخب کیا ہے تم نے شہادت عثمانؓ کو مقصد برآری کا ذریعہ بنالیا ہے اگر قصاص کا جوش ہے تو پہلے میری بیعت کرکے مقدمہ پیش کرو میں کتاب و سنت کے مطابق اس کا فیصلہ کردونگا ورنہ پھر جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ امیر معاویہؓ نے قاتلین عثمانؓ کو حوالہ کرنیکا مطالبہ کیا پھر کہا کہ ضد سے باز آؤ۔ نرملنے تو ۹۰ ہزار لشکر لیکر روانہ ہوئے۔ اس دوران میں بھی برابر مصالحت کی کوششیں ہوتی رہیں مگر بار آور نہ ہوئیں امیر معاویہ بھی ۹۰ ہزار لشکر لیکر آئے چھ ماہ تک لڑائیاں ہوتی رہیں آخر ایک رات کا نہایت دہشتناک جنگ ہوئی حضرت علیؓ بڑی شیرانہ صولت کے ساتھ لڑے اور شامیوں کے پرچے اڑاکر رکھدیئے۔

حضرت عمرو بن العاصؓ کی حربی چال

امیر معاویہ گھبرا گئے اور اپنے سپہ سالار عمرو بن العاص سے کہا کہ اب کیا ہماری قبریں اسی میدان میں بنیں گی بولے گھبرایئے نہیں میں اپنے ترکش سے وہ تیر نکالتا ہوں کہ علی رہ دیکھتے ہی رہ جائیں اور جیتی ہوئی جنگ شکست سے مبدل ہوکر رہجائے چنانچہ انہوں نے عین اس وقت کہ شامیوں کا خاتمہ ہونے والا تھا قرآن نیزوں پر بلند کرنیکا حکم دیا جانتے تھے کہ علوی لشکر نہایت نافرمان لشکر ہے یہ محض حضرت علی کی دلیری ہے جو فتح حاصل کرلی قرآن بلند ہوتے ہی ان میں اختلاف برپا ہوجائیگا یہی ہوا حضرت علیؓ برابر منع کرتے رہے مگر لشکریوں نے یہی کہا کہ یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ قرآن بلند کریں اور پھر ہم لڑیں مالک اشتر صفایا بولتے چلے جارہے تھے اصرار کیا کہ انکو بلوایئے ورنہ ہم آپ کو بھی قتل کردیں گے۔ حضرت علی رنہ افسوس کے ساتھ مجبور ہو گئے جنگ روکدی اور مالک اشتر کو بھی واپس بلا لیا۔

لڑائی ختم حکمین کا تقرر

اس کے بعد پوچھا گیا کیا چاہتے ہو بولے ہمارے تمہارے درمیان قرآن حکم قرار دیا جائے چھ ماہ کے بعد دومۃ الجندل میں دونوں طرف کے ثالث چھ چھ سو آدمیوں کے ساتھ مجتمع ہوں اور وہ جو فیصلہ کریں گے وہ فریقین کو منظور ہوگا اس موقع پر بھی سرکش کوفیوں نے دھوکہ کیا شامیوں نے متفقہ طور پر حضرت عمرو بن العاصؓ کو اپنا ثالث مقرر کر دیا۔ حضرت علیؓ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا نام پیش کیا تو یہی بحث کرنے لگے کہ وہ تو آپ کے عزیز ہیں ہم تو ابو موسیٰ اشعریؓ کو اپنا ثالث بنائیں گے وہ بزرگ تو ضرور تھے مگر سادہ لوح تھے اور کوفہ میں حضرت علی کی مخالفت کر چکے تھے حضرت علی نے مخالفت کی مگر نہ سنی۔

علوی لشکر کا انتشار

اب جبکہ جیتکر ہارا ہوا لشکر کوفہ واپس جارہا تو منارۂ بابل بنا ہوا تھا اور ان پر لعنت و عذاب افتراق طاری تھا جماعت جماعت کی بولیاں بولتے اور لڑتے جاتے تھے کچھ کہتے تھے فیصلہ اچھا ہوا کچھ برا بتاتے تھے کچھ کہتے تھے کہ خدا کے سوا کوئی حکم نہیں ہو سکتا تھا نوبت چلنے لگے تلواریں کھینچ جاتی تھیں نتیجہ یہ ہوا کہ بارہ ہزار کوفی لشکر سے الگ ہو گئے جن کا دعویٰ تھا کہ ہم نے غلطی کی پھر لڑائی چاہیئے حکم خدا کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتا حضرت علیؓ نے کہا کہ میں بدعہدی نہیں کرسکتا تم ہی نے اس فیصلہ پر مجبور کیا اور اب تم ہی مخالفت کر رہے ہو اب تو جو کچھ ہوگا وہ حکمین کے فیصلہ کے بعد ہوگا۔ غرض حضرت عمروؓ کی ایک چال سے ایک طوفان محشر بپا ہوگیا اور خارجیوں کا ایک نیا گروہ وجود میں آگیا

خارجیوں سے شدید جنگ

حضرت علی رضؓ ایک نئے فتنہ کے فرو کرنے میں مصروف ہو گئے جو اپنے ہی اندر سے پیدا ہوا تھا ان خارجیوں کی جماعت ترقی کرتی گئی اپنے سوا سب کو کافر سمجھتے اور مسلمانوں کا قتل کرنا ثواب جانتے اور انھیں اذیتیں دیتے جب یہ لوگ سمجھانے پر بھی باز نہ آئے تو حضرت علیؓ کو ان کے خلاف جنگ کرنی پڑی یہ انتہائی دلیری و جرأت کے ساتھ لڑے مگر حضرت علیؓ نے اس وقت ان سب کا خاتمہ کردیا بمشکل کچھ لوگ جان بچاکر نکل سکے

خانہ جنگی کے عبرتناک مظاہر
خارجیوں کا فتنہ خیز ظہور

فیصلہ ثالثی کا حشر

تاریخ مقررہ پر دومۃ الجندل میں بڑا اجتماع ہوا دور دور سے لوگ فیصلہ سننے کے لئے آئے مگر جیسا کہ خیال تھا یہاں بھی عمروؓ نے چال چلی ابو موسیٰ اشعری کو فریب میں لاکر پہلے یہ اعلان کرالیا کہ دونوں معزول کئے جاتے ہیں مسلمان کسی تیسرے کو خلیفہ منتخب کرلیں۔ عمروؓ نے تائید کا وعدہ کیا تھا مگر بعد کو کھڑے ہو کر اعلان کر دیا کہ علیؓ کے متعلق تو میں بھی متفق ہوں مگر ان کے بجائے معاویہؓ کو خلیفہ مقرر کرتا ہوں اس پر جھگڑا ہوا مگر عبث مطلب فیصلہ کرنا یا حق پر پہنچنا نہ تھا یہ تھا کہ جنگ ٹل جائے اور حضرت علیؓ کو مشکلات میں مبتلا کر دیا جائے وہ مطلب پورا ہو گیا امیر معاویہؓ نے خلافت کا اعلان کر دیا

شام پر دوسرے حملہ کی تیاری

حضرت علیؓ نے پھر تیاریاں کیں مگر یہ حالت تھی کہ صبح لوگ لشکر گاہ میں جمع ہوتے اور شام کو غائب ہو جاتے بڑی بڑی پرجوش تقریریں کیجاتیں مگر کچھ اثر نہ ہوتا اور امیر معاویہؓ اپنے تدبر سے قیس بن سعد گورنر مصر کو بھی حضرت علیؓ ہی کے ہاتھوں تنگ کراکر استعفےٰ دینے پر مجبور کرکے مصر پر بھی قبضہ کر چکے تھے مصر و شام جیسے زرخیز صوبے اُن کے پاس تھے خزانہ بھی بھرپور تھا سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ان کا لشکر نہایت فرمانبردار تھا حضرت علیؓ کو شام پر حملہ کرنیکا موقع نہ ملنے دینے کے لئے انہوں نے علوی حدود پر چھوٹے چھوٹے دستے بھیجکر دست برد کا سلسلہ بھی بڑے زور شور کے ساتھ شروع کر دیا تھا ادھر کوئی تیار نہ ہوتے تھے مخلصین

اور دنیائے اسلام میں خونریزی ہو کر رہے گی اس سے بچنے کی صورت یہی نظر آئی کہ یزید کی بیعت زندگی ہی میں لیلی جائے یزید وصیت پر عمل کرتا اور دانائی سے کام لیتا تو وہ بھی کامیاب ہوتا۔

سنگدلی و قساوت انسانی کے نمونے

طمع جاہ و حشم میں ایمان کی بربادی

بیعت یزید کیلئے یزید کی فرمان یزید ۶۰ھ میں مسند خلافت پر فائز ہوا اُس کے اموی مشیروں نے رائے دی کہ جس طرح ہو حضرات حسین اور عبداللہ بن زبیرؓ سے بیعت لے لیجئے کہ اس صورت میں انکی بزرگی انھیں نقض عہد پر آمادہ نہونے دیگی ایسی حالت میں ان کے کھڑے ہونیکا اندیشہ ہے یہ اٹھے تو سارا حجاز اٹھ کھڑا ہو گا اور عراق میں بھی شورش برپا ہو کر ابتداہی میں سلطنت کے اضطراب کا باعث بنجائیگی یزید تو گھبرا اٹھا اور ولید حاکم مدینہ کو تاکیدی حکم بھیجا کہ دونوں سے فوراً بیعت لیجائے اور مروان نائب حاکم تھا کہنے لگا ابھی بلوا کر بیعت لے لیجئے اور بصورت انکار سر قلم کرا لیجئے۔ ولید کا آدمی جو بوقت پہنچا تو آپ کھٹکے کہ معاویہ بیمار تو تھے ہی انتظام کے ساتھ گئے۔ بیعت کے جواب میں فرمایا کہ مجھ جیسا شخص چھپکر بیعت نہیں کر سکتا جب سب مسلمان بیعت کرینگے میں بھی کر لونگا ایک رات کی مہلت دیجئے ولید رضامند ہو گیا مروان بولا اب یہ قیامت تک نہیں آسکتے ابھی قید کیجئے آپ نے ولید کا کہنا نہ مانا۔ ولید اگرچہ اموی تھا مگر تھا متقی کہنے لگا بخت تو ابن فاطمہ کے خون سے تیرا ہاتھ رنگین کرانے جاتا ہے آپ بہت پریشان تھے بیعت نہ کر سکتے تھے اور بچنے کی کوئی صورت نہ تھی احباب و اعزہ سے مشورہ لیا۔

حضرت حسینؓ کا عزم بیت اللہ آخر آپ محمد بن حنفیہؓ کے مشورہ سے بیت اللہ شریف روانہ ہوئے حضرت زبیرؓ پہلے ہی نکل کر وہاں پہنچ گئے تھے سرکاری لوگ ڈھونڈھتے ہی رہے مگر پتہ نہ لگا یہاں مکہ میں ایک مخلوق ٹوٹ پڑی سب نے قیام و اعلان خلافت کی رائے دی مگر پریشان تھے دل مطمئن نہ ہوتا تھا اتنے میں کوفیوں کے خطوط کا بھی تانتا بندھ گیا وفود پر وفود آنے شروع ہوگئے جن میں خدا کا واسطہ دے دیکر بلایا گیا تھا اور لکھا گیا تھا کہ ہر جان نثاری کے لئے تیار ہیں خدا کے لئے آیئے اور ہمیں یزید کی بیعت سے بچائیے۔

کوفہ کو حضرت مسلمؓ کی روانگی کوئی جائے پناہ نظر نہ آتی تھی ہر جگہ اندیشہ تھا عمر عیش میں گذری تھی اہلبیت نبوی پڑی تھی نہ بیعت کر سکتے تھے اور نہ یزید کی وسیع حکومت میں بیعت کئے ہوئے قیام کی کوئی صورت تھی اب عراق کی طرف سے جو کچھ روشنی نظر آئی تو گو نہ اطمینان ہوا مگر ابھی عراقیوں کو سمجھتے تھے کہ ان میں زندگی بسر کر چکے تھے اسلئے پہلے اپنے بھائی مسلمؓ کو یہ ہدایت کرکے بھیجا کہ وہاں کے صحیح حالات لکھکر بھیجو اور صورت بالکل قابل اطمینان ہو تو مجھے بلالو چنانچہ حضرت مسلمؓ جو وہاں پہنچے تو ایک خلقت ٹوٹ پڑی دنیا ہی بدلی ہوئی نظر آئی۔ اموی گورنر کو کوئی پوچھتا ہی نہ تھا اسی روز اٹھارہ ہزار نے بیعت کر لی اور یہ سلسلہ زور و شور سے جاری رہا حضرت مسلمؓ نے تمام حالات ضبط تحریر میں لاکر لکھا کہ آپ فوراً تشریف لے آئیے۔

کوفہ میں ابن زیاد کا تقرر لوگوں کا یہ رجحان دیکھکر اموی جاسوسوں نے یزید کو فوری اطلاع دی رپورٹ پڑھتے ہی یزید کے حواس جاتے رہے اور خطرہ مجسم صورت میں سامنے آ گیا کھڑا ہونا، وہ بھی ابن رسول اللہ کا مقابلہ کرنا اور پھر لخت جگر فاطمہؓ سے مقابلہ کرنا کس کے قابو کی بات تھی کوئی موزوں شخص نظر نہ آتا تھا ایک ابن زیاد حاکم بصرہ تھا مگر اس کی طرف سے یزید کا دل صاف نہ تھا وہ خود اپنے عہدہ کو خطرہ میں پا رہا تھا اور بار بار درخواستیں کر رہا تھا کچھ بھی ہو بہر حال تو ابن زیاد ہی موزوں طریق پر انجام دے سکتا ہے کہ انتہائی سخت اور بے درد بیرحم آدمی ہے بنو ہاشم سے عناد بھی رکھتا ہے اس کے قلب میں حضرت حسینؓ کے احترام کا بھی کوئی جذبہ نہیں۔

اس کے سوا کوئی نہیں اس فتنہ کا استیصال کے لئے کھڑا نہ ہو گا اور کھڑا بھی کیا جا سکے تو اس پر اعتماد کیا جا سکتا ہے اور نہ کسی میں اتنی لیاقت ہے یزید مجبور ہو گیا اس نے ابن زیاد کے نام فرمان لکھدیا کہ تمہیں بصرہ اور کوفہ دونوں کی حکومت دیجاتی ہے تم فوراً کوفہ پہنچکر حکومت کا چارج لو اور اس فتنہ کا استیصال کرو مسلم کو خارج البلد کرو اگر وہ مزاحمت کریں تو قتل کرڈالو۔

ابن زیاد کی بدذاتی ملحوظ رہے کہ یزید کا اولین اور آخری حکم یہی تھا اس میں حضرت حسینؓ کے متعلق ایک لفظ بھی نہیں حضرت مسلمؓ کے متعلق بھی صرف خارج البلد کرنیکا حکم ہے اور مزاحمت کی صورت میں قتل کی اجازت دی گئی ہے اگر ابن زیاد ہوشمندی سے کام لیتا تو صورت حالات کو بنہایت آسانی کیساتھ سنبھال سکتا تھا یہ اسی کا عناد اور قساوت تھی جس نے نہ صرف اپنی آخرت کی دنیا کو آگ لگائی بلکہ ہزارہا انسانوں کی گمراہی کا باعث بنا اور خلافت کے صدمہ مشکلات اور ابدی مصائب کا سامان پیدا کر دیا [illegible] اسی کی شیطنت اور بدذاتی کا کرشمہ اور اندوہناک منظر ہو رہا۔

ان ذاتیات کے علاوہ یا شبہ ابن زیاد بہادر اور جری تھا یا تو وہ اپنے عہدہ کے خطرہ میں مبتلا تھا اور یزید کی تخت نشینی اس کے لئے باعث اضطراب بنی تھی یا ترقی کا حلہ پنجا خوش ہو گیا کچھ تو فطرتاً ہی ابلیس سیرت تھا اور کچھ یزید کی خوشنودی کے لئے وہ کیا کہ دنیا کے ساتھ اپنا دین بھی برباد کر لیا۔

کوفیوں کی بزدلی کا المناک مظاہرہ وہ فوراً بصرہ میں نائب مقرر کرکے تنہا عازم کوفہ ہوا۔ بڑی جرأت کا کام تھا ایک باغی شہر اس طرح داخل آنے کی سعی کی جا سکتا تھا کہ کوفی ہی تو ہیں ایک ذرا کے بھی حریف نہ ہوں گے حضرت امام کو اطلاع پہنچ ہی چکی تھی۔ صبح و شام ان کا انتظار ہو رہا تھا ابن زیاد جو نقاب ڈالے ہوئے شام کے وقت شہر میں داخل ہوا لوگ سمجھے کہ حضرت امام حسین تشریف لے آئے لبیک لبیک کی صدائیں بلند ہوئیں یہ خاموشی سے سب کچھ سنتا ہوا قصر امارت میں گیا۔ بشیر بن نعمان کو معزول کرکے گورنری کا چارج لیا اس کے فوراً بعد جامع مسجد میں ایک پرزور تقریر کی اور کہا کہ امیر المومنین نے مجھے تمہارا حاکم بنا کر بھیجا ہے تم لوگ میری خصلت سے واقف ہو میں مخالفوں کے حق میں شمشیر برہنہ ہوں فرمانبرداروں کو انعام سے مالا مال کر دونگا اس ایک ہی تقریر سے کوفیوں کے حواس جاتے رہے ورنہ تنہا ایک شخص کو اسی وقت قتل کر دینا کوئی بڑی بات نہ تھی سب دبک گئے سناٹا چھا گیا۔

ہانی پر ابن زیاد کا حملہ آن کی آن میں یہ حالت ہوگئی کہ حضرت مسلمؓ جو قیام گاہ سے نکلے ہیں تو کوئی پناہ دینے پر رضامند نہ ہوتا تھا بمشکل ایک رئیس ہانی کے یہاں تہ خانہ میں پناہ لی اب خفیہ بیعت کا سلسلہ شروع ہوا ابن زیاد نے گوشہ گوشہ میں جاسوس پھیلا دیئے سراغ نہ لگا آخر اس کے غلام نے نہایت

جا لاگی سے شامی غلام اور معتقد حسین بنکر پتہ لگا لیا دن بھر خدمت میں رہتا اور رات کو تمام حالات من وعن اکر ابن زیاد سے کہہ دیتا چند ہی روز کے بعد ابن زیاد نے ہانی کو طلب کیا اور پوچھا لاعلمی ظاہر کی تو معقل کو سامنے پیش کر دیا ہوش اڑ گئے اقرار کر لیا اور گھر سے نکالنے کا وعدہ کر لیا حکم دیا نہیں ابھی ہانی نے قتل کے لئے سپرد کرنے سے انکار کیا تو اس زور سے بید مارا کہ ناک کا بانسہ ٹوٹ گیا۔

حضرت مسلم کا قتل

ہانی بہت بڑے رئیس اور ایک طاقتور قبیلہ کے سردار تھے قتل کی جو افواہ مشہور ہوئی تو قبیلہ والے ٹوٹ پڑے اور قصر امارت کا محاصرہ کر لیا حالات نے انتہائی نزاکت اختیار کر لی تھی مگر کوفیوں کی ذہنیت سے واقف تھے جو اس بچاؤ کے اس وقت اس کے پاس صرف پچاس آدمی تھے تیس مسجد کے … میں … بند کروا کر رؤسا کو حکم دیا کہ اپنے اپنے قبیلہ کے لوگوں کو کسی طرح واپس کرو ورنہ تمہارے سر پہلے ہی قلم کرا دوں گا … انہیں لگ گئے … رؤسا نے جو اوپر چڑھ کر محاصرین کو غضب سلطانی سے ڈرایا تو بہر توکوں … ہی چھٹ گئی … صرف تیس آدمیوں کے ساتھ تنہا رہ گئے جو رہ گئے تھے وہ بھی … لشکر کے غائب ہو گئے اب مسلم ادھر ادھر چھپتے پھرے مگر گرفتاری کی منادی … مجبوراً ہر کچھ لوگوں کے ساتھ آڈٹے سخت … نہ مقابلہ کیا آخر زخموں سے چور ہو کر گرفتار ہو گئے حضرت مسلم نے قتل سے پہلے وصیت کی کہ حضرت حسین آتے ہوں گے انھیں اطلاع کر دیا جائے۔

ابن زیاد نے یہ سنکر کہا کہ حضرت واپس ہو جائیں گے تو خواہ مخواہ تعاقب نہ کروں گا اور آگئے تو زندہ نہ چھوڑوں گا اس کے بعد حضرت مسلم قتل کر دیئے گئے یہ قتل ہی یزید کی مرضی کے خلاف ہوا حضرت مسلم نے خود کوئی مزاحمت نہ کی تھی بلکہ انہیں مزاحمت پر مجبور کیا گیا اگر انھیں خارج البلد کر دیا جاتا تو معاملہ طول نہ کھینچتا مگر اس کے دل میں تو بنو ہاشم کی طرف سے عناد بھرا ہوا تھا اور قتل عثمان کا انتقام لینا چاہتا تھا۔

زیر دستی کا اندوہناک حشر

عیش کی بربادی کا پہلا تماشہ

حضرت حسینؓ کی خبر روانگی پر اضطراب عام

حضرت حسین بہت پریشان تھے حضرت مسلم کا … خط پہنچا کہ حالات سازگار ہیں اٹھارہ ہزار بیعت کر چکے ہیں اور ابھی یہ سلسلہ زور و شور کے ساتھ جاری ہے سب جاں نثاری کو تیار ہیں آپ فوراً تشریف لے آئیں تو آپ کو گونہ اطمینان ہوا ایک امن نظر آیا سفر کی تیاریاں شروع کر دیں لوگوں کو جو علم ہوا تو فکر و تشویش کی ایک برقی لہر دوڑ گئی ایک ایک نے آکر سمجھایا کہ کوفیوں کی خصلت آپ ناواقف نہیں انہوں نے کب کسی کے ساتھ وفا کی ہے جو آپ کے ساتھ کریں گے آپ کے پدر گرامی اور برادر بزرگوار کو برابر … رکھا ان سے کوئی توقع رکھنا دانائی نہیں۔ ابن عباسؓ، ابن زبیرؓ، ابو بکر بن حارث اور عبداللہ بن جعفر سب ہی نے سمجھایا انتہا یہ ہے کہ حاکم مکہ نے امان نامہ بھی لکھا دیا مگر قضائے الٰہی نہ ٹلنا تھی اور نہ ٹلی۔

خواب میں نبی کریم کا حکم

اثنائے راہ میں جو بھائی کا خط اور امان نامہ ملا کہ پہنچا ہے تو فرمایا اور لکھا کہ میں نے نانا جان کو خواب میں دیکھا ہے کہ وہ مجھے ایک حکم دے رہے ہیں جس کی تعمیل ضروری ہے معلوم ایسا ہے کشف سے سب کچھ معلوم کر لیتے ہیں آپ کے عرفانی رتبہ کی حد کوئی انتہا ہی نہ تھی یہ باور نہیں ہو سکتا کہ اتنا عقیل اور فرزانہ انسان دیدہ و دانستہ شیر کے منہ میں ہاتھ ڈالدے یقیناً آپ کو دربار رسالت سے حکم ہوا کہ جاؤ اور دین حق کی تبلیغ کر کے درجہ شہادت حاصل کرو۔ یہ نہ ہوتا تو آپ خود نہیں اعزہ و احباب کے سمجھانے سے تو ضرور ہی رک جاتے۔

ابن زیاد کی شرارت و شیطنت

یہ خلافت کی آرزو نہیں بلکہ اسی حکم نبوی کی تعمیل تھی جو آپ کو بڑھائے لئے چلی جا رہی تھی اور آپ کسی کے مشوروں پر کان نہ دھرتے تھے اگر آپ کے سامنے کوئی دنیوی مقصد ہوتا تو ذاتی تجربات کے بعد اعزہ و احباب کے مشورے آپ کے قدم … عزائم کو متزلزل کرنے کے لئے کافی تھے آپ جا رہے تھے اور عواقب امور پر نظر کرتے جا رہے تھے ابن زیاد تو خدا سے چاہتا تھا کہ جگر گوشۂ رسول کسی طرح کوفہ کی طرف آہی جائیں اور اسے اپنی ابلیسی خواہشات پورا کرنے کا موقعہ مل جائے وہ ولید حاکم مدینہ کی طرح اگر اپنے ہاتھ ابن فاطمہؓ کے خون سے رنگنے کی خود آرزو نہ رکھتا تو سیدھا ہی نکال سکتا تھا اس نے بیشمار فوج فراہم کر لی تھی وہ حضرت امام کو کوفہ میں قدم ہی نہ رکھنے دیتا اول تو ایسا ہو ہی نہ سکتا تھا اور اگر وہ نہ جانے ہی پر اصرار کرتے تو گرفتار کر کے دمشق بھیجنے میں تو اس کے لئے کوئی دشواری نہ تھی اس کے قلب میں تو شیطانی انتقام کے شعلے بھڑک رہے تھے۔

ابن زیاد کی فوجی تیاریاں

ابن زیاد نے بڑے پیمانہ پر فوجی تیاریاں کیں اور آمد کی خبر سنکر قادسیہ سے لیکر جبل لعلع تک سواروں کے پہرے بٹھا دیئے تاکہ آپ کی نقل و حرکت کی اطلاعیں برابر پہنچتی رہیں اور دوسری طرف کوفیوں کے ساتھ نامہ و پیام کا سلسلہ جاری نہ رہ سکے۔ حاجر پہنچکر آپ نے حضرت قیس کے ہاتھ ایک خط کوفیوں کو لکھا گرفتار ہو گئے۔ حکم دیا کہ قصر امارت پر چڑھ کے حضرت حسینؓ پر سب و شتم کریں یہ غیر ممکن تھا اس پر انھیں قتل کر دیا حالانکہ وہ انھیں گرفتار کر سکتا تھا یا نکال سکتا تھا۔ آگے بڑھے تو حضرت مسلمؓ کے قتل کی اطلاع ملی بیحد افسوس ہوا۔ اس پر آپ نے رفقاء سے کہا کہ مناسب یہی ہے کہ آپ یہیں سے واپس ہو جائیے اور مجھے تنہا چھوڑ دیجئے مگر سب نے انکار کر دیا ادھر ادھر کے لوگ چھٹ گئے صرف مدینہ والے رہ گئے۔

ہزار سواروں سے حُر کی آمد

جلد وہ آگے کی منازل میں ہی لوگ ملے اور کوفیوں کی حالت بتا کر آپ کو روکنا چاہا جس کے جواب میں آپ یہ فرما کر خاموش ہو گئے کہ اب میں خدا کے حکم کے خلاف نہیں جا سکتا۔ بطن عقبہ سے بڑھ کر ذی حسم میں پہنچے کہ محرم ۶۱ھ کا نیا سال شروع ہو گیا۔ یہیں ایک ہزار سواروں کو لئے ہوئے حر پہنچا آپ نے انہیں مخاطب کر کے ایک تقریر کی کہ:—

"لوگو! میں خود تو نہیں آیا تمہارا بلایا ہوا آیا ہوں اگر تمہیں میرا آنا ناگوار ہے تو میں

جہاں سے آیا ہوں وہیں واپس جانیکو تیار ہوں۔ حرؔ نے کہا کہ نہیں مجھے تو یہ حکم ہوا ہے کہ میں آپ کو محاصرہ میں لیکر کوفہ پہنچا دوں۔
لیکن میں کہتا ہوں کہ اب آپ ایسا راستہ اختیار کریں کہ جو نہ کوفہ جائے اور نہ مدینہ پہنچائے میں ابن زیاد کو لکھتا ہوں شاید کوئی صورت خدا پیدا کردے اور میں آپ کے معاملہ میں آزمائش سے بچ جاؤں چنانچہ آپ قادسیہ کے بائیں جانب ہو لئے اب جو آپ نے واپسی پر آمادگی ظاہر کی وہ محض اتمام حجت کے لئے تھی تاکہ ان مردودوں کی بھی شقاوت عالم آشکارا ہو جائے ورنہ ظاہر ہے کہ آپ کہاں جا رہے تھے۔

سواروں کے سامنے حضرت امام کی تقریر

مقام بیضہ میں پہنچکر آپ نے ایک پرجوش تقریر میں فرمایا کہ۔
لوگو! حضور نبی کریم نے فرمایا ہے جسنے ظالم محرمات الٰہی کو حلال کرنیوالے خدا کے عہد کو توڑنے والے کتاب و سنت کے خلاف حکمرانی کرنے والے بادشاہ کو دیکھا اور اسے قولاً اور عملاً غیرت نہ آئی تو خدا کو حق پہنچتا ہے کہ اس کے بجائے اسے دوزخ میں جھونک دے یاد رکھو کہ ان لوگوں نے شیطان کی اطاعت اختیار کرلی ہے۔ ملک میں فساد پھیلایا ہے حدود الٰہی کو معطل کردیا ہے خدا کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حلال کرلیا ہے اسلئے مجھے غیرت آنیکا زیادہ حق ہے میری شخصیت تم لوگوں کے لئے نمونہ ہے تم نے میری بیعت توڑ کر سخت گناہ کا ارتکاب کیا ہے۔ حر کے سواروں نے اس تقریر کو خاموشی سے سنا۔ اس کے بعد یہ قافلہ مقدس قصر بنی مقاتل کی منزل میں اترا حر برابر ساتھ لگا ہوا تھا۔

میدان کربلا میں حضرت امام کا نزول

یہاں ابن زیاد کا یہ حکم نہیں پہنچا کہ گرفتار کرلو یہ پہنچتا ہے کہ حسینؓ کو گھیر کر ایسے مقام پر اترنے کیلئے مجبور کرو جہاں کوئی قلعہ نہ ہو نہ پانی کا چشمہ ہو اور نہ سایہ ہو حضرت زہیرؓ نے عرض کی کہ جنگ کا حکم دیجئے کہ ابھی تو لڑنا آسان ہے فرمایا میں اپنی طرف سے کوئی ابتدا نہیں کرنی چاہتا دیکھی ابن زیاد کی شرارت کہ از خود کیا کیا ابلیسی ڈھنگ اختیار کر رہا ہے حالانکہ اگر وہ گرفتار کرکے یزید کے پاس بھیجدیتا تو تمام قصے طے ہو جاتے غرض یہ قافلہ میدان کربلا میں جمعرات کے روز فروکش ہوگیا اور جنگ کی تیاریاں شروع ہوگئیں۔

دنیا کے لئے آخرت کی فروخت

اس زمانہ میں عمرو بن سعد باغیوں کی سرکوبی کیلئے گیا ہوا تھا مردود ابن زیاد کو اپنی پوزیشن کی صفائی کے لئے ایک ایسے سپہ سالار کی ضرورت تھی جو شہرت و امتیاز رکھتا ہو اور کچھ نہ کچھ قرابت بھی۔ یہ باتیں اسی میں مجتمع تھیں رئیس تھا حضرت سعد بن وقاص فاتح ایران کا فرزند تھا حضرت امام سے قرابت بھی رکھتا تھا۔ اسے حکومت رے کی بڑی آرزو تھی اور ابن زیاد اس کا وعدہ بھی کرچکا تھا۔ فوراً بلوایا اور سپہ سالاری پیش کی۔ انکار پر کہا تو حکومت رے بھی نہیں ملیگی اس پر چپ ہوا غور کی مہلت مانگی تمام مشیروں اور عزیزوں نے روکا خود بھی دل نہ چاہتا تھا کہ حضرت امام کے خلاف جائے رسوائی بھی تھی گناہ عظیم بھی تھا مگر بہت کا یہی خیال تھا یہ دنیا بھی بہت بڑی چیز ہے حکومت رے کی آرزو نے ڈبو دیا اور اپنی عاقبت تباہ کرنے پر تیار ہوگیا۔

چار ہزار عراقی فوج کی آمد

تیسری محرم کو چار ہزار فوج اپنی ہمراہ لیکر کربلا میں پہنچا [illegible] حسینؓ کو مقصد ورود پوچھنے کے لئے مامور کرنا چاہا مشکل یہ تھی کہ کوئی راضی نہ ہوتا تھا سب خود خط لکھ چکے تھے سامنے کس منہ سے جائیں۔ آخر ایک شقی تیار ہوگیا حضرت امام نے فرمایا تمہیں نے تو بلایا ہے اور تمہیں مقصد پوچھتے ہو اگر میرا آنا ناگوار ہوا ہے تو میں واپس جانیکو تیار ہوں اس سے عمرو بن سعد کو کچھ امید پیدا ہوئی کہ شاید جنگ کے عذاب سے بچ جائے ابن زیاد کو رپورٹ کردی کہ وہ تو واپس جانے کو تیار ہیں۔ ابن زیاد اجازت دے سکتا تھا کہ ہنوز کوئی مزاحمت پیش نہ آئی تھی نہ اس کا ارادہ تھا اور نہ یزید کی طرف سے کوئی فرمان تھا مگر اس بدبخت کو اپنی عناد کی تکمیل مقصود تھی ایک موقعہ ہاتھ لگا تھا وہ کب چوکنے والا تھا اس نے بیعت کی شرط لگائی اور یہ سمجھکر لگائی کہ نہ اس پر راضی ہوں گے اور نہ اس کے ہاتھ سے بچکر جا سکیں گے خود ابن سعد اس کا جواب پڑھکر بیساختہ کہہ اٹھا کہ ابن زیاد خود ہی امن کا خواہاں نہیں۔

لخت جگر فاطمہؓ پر پانی کی بندش

شیطنت ملاحظہ کیجئے کہ اس کے فوراً بعد حکم بھیجتا ہے کہ حسینؓ پر اسی طرح پانی بند کردو جس طرح انہوں نے مظلوم عثمان پر بند کیا تھا۔ حضرت معاویہؓ بنی امیہ سے جنگیں لڑ چکے تھے مگر خدا سے ڈرتے اچھے صحابی تھے انتہائی اقتدار کے باوجود وہ ذرہ برابر تکلیف پہنچانے پر آمادہ نہ ہوئے بیعت کے انکار پر بھی کچھ نہ بولے اور ہر ضرورت کا خیال رکھتے رہے یزید نے نہ ولید کو تکلیف پہنچانے کے لئے لکھا اور نہ گرفتاری کی ہدایت کی نہ ابن زیاد کو بیعت کی خبر سنکر کوئی ایسا حکم دیا لیکن ایک مردود ہے کہ اپنے جوش عناد میں شیطان بنا ہوا ہے اور بھول گیا ہے کہ وہ کس کے خلاف کیا حرکت کر رہا ہے اس سنگدل [illegible] کے مزاولے کو فرات پر پانچ سو آدمی متعین کرنے پڑے اور پانی بند ہوگیا اس کے رفقاء میں بھی اسکی شقاوت حلول کرگئی تھی عبداللہ بن [illegible] طعنہ مارتا ہے کہ حسینؓ کچھ دیکھ رہے ہو کہ فرات کا پانی کس طرح آسمان کے جگر کی طرح جھلک رہا ہے مگر اس میں سے ایک قطرہ نہیں مل سکتا بے ساختہ زبان مبارک سے نکلا کہ خدایا اسے پیاسا ہی مار اور مغفرت نہ کر چنانچہ [illegible] مردود کو پیاسا ہی مرا۔

جان نثاران امام کا جوش جلادت

[illegible] آفتاب کی تمازت ریت کی گرمی [illegible] چٹیل میدان اس پر پانی نہ ملنا قیامت گذر گئی تشنگی کی تکلیف سے ہر متنفس بیقرار ہوگیا آپ نے اپنے بھائی حضرت عباسؓ کو حکم دیا کہ تیس سوار اور بیس پیدل لیکر فرات سے پانی لاؤ عمرو بن حجاج نے مزاحمت کی حضرت عباس اور سواروں نے روکے رکھا پیادوں نے مشکیں بھر لیں اور بیک چلے آئے سب دیکھتے ہی رہ گئے اور بدحواس ہوگئے۔

رات کے سناٹے میں ابن سعد سے گفتگو

اس کے بعد حضرت امام نے لکھا کہ ابن سعد میں آج شب کو تم سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں چنانچہ دونوں لشکروں کے مابین نصف شب کے وقت گفتگو ہوئی ساتھ کے رفقاء ہٹا دیئے گئے راز دارانہ گفتگو ہوئی مورخین نے لکھا ہے کہ حضرت امام نے تجویز پیش کی کہ ہم دونوں فوجیں چھوڑ کر یزید کے پاس چلیں ابن سعد کے جواب پر کہ

آفتاب امامت کا غروب

جسم سے بکثرت خون بہہ چکا تھا کمزوری برابر بڑھ رہی تھی زغہ میں آ گئے تھے آخر زخموں سے چور ہو کر گھوڑے سے گرے ؎

گیسوئے آلودہ خون لپٹے ہیں رخساروں سے — شانے لٹ کٹ کے لٹک آئے ہیں تلواروں سے
تیر پیوست ہیں خوں بہتا ہے سوفاروں سے — لاکھ آفت میں ہے اک جان دل آزاروں سے
فکر ہے سجدۂ معبود میں سر دینے کی
وار سے تیغوں کے فرصت نہیں دم لینے کی

گرتے ہوئے فرمایا آج تو تم میرے قتل پر جمع ہو گئے ہو یاد رکھو میرے بعد تمھیں دنیا بھر میں کوئی ایک متنفس بھی قتل کرنے کو تم کو ایسا نہ ملیگا جس کا قتل میرے قتل سے زیادہ ناراضی باعث رب قدیر ہو۔ اللہ مجھے تو عزت دیگا تم لازماً ذلیل ہو گے اور تم پر یقینی عذاب الٰہی نازل ہوں گے اور عیش و نیا نہ اٹھا سکو گے دم نذر ہا تھا مگر کسی میں آگے بڑھنے کی جرأت نہ تھی ایک شقی نے بھرپور نیزے کا وار کیا اور شمر نے اوندھا کر کے اور اوپر چڑھ کے سر کاٹ لیا اسی پر اکتفا نہ کی بلکہ لاش کو گھوڑوں کی ٹاپوں سے پامال اور ریاش پاش کر کے رکھدیا آہ زمین تھرا اٹھی آسمان لرزنے لگا فرشتوں میں تہلکہ برپا ہو گیا مگر ان بدبختوں پر اثر نہ تھا۔

نعش مبارک گھوڑوں کی ٹاپوں میں

اس کے بعد ان درندہ خو وحوش نے اہلبیتؑ کے خیموں کی بیدردانہ لوٹ شروع کی بیبیوں کے سروں سے چادریں تک کھینچ لیں کمان زوج لئے بیمار سجادؑ کے نیچے سے چمڑے کا گدا نکال لیا تخیر و تحیر سناٹے میں کھڑے ہوئے یہ تماشائے عبرت اپنی آنکھوں دیکھ رہے تھے دنیائے باطن پر ایک شور محشر برپا تھا مزید دل دکھانے کے لئے سروں کو نیزوں پر چڑھا کر اور خواتین دودمان رسالت کو اونٹوں پر سوار کرا کے اس طرف سے گزار جدھر بے گور و کفن لاشیں پڑی تھیں اسی ہیئت سے انھیں جلوس کی شکل میں کوفہ کے بازاروں سے گزارا گیا جہاں سڑکوں اور کوٹھوں پر زن و مرد تماشائیوں کے ٹھٹ کے ٹھٹ لگے ہوئے تھے یہ تماشائے عبرت دیکھ رہے تھے کہ کل کی شہزادیاں آج کی اسیر ہیں ان کی یہ زار حالت میں سامنے سے گذر رہی تھیں سب کی آنکھیں اشک آلود ہو گئیں بے ساختہ چیخیں نکل گئیں۔

خواتین حرم دربار ابن زیاد میں

تمام خواتین اہل بیت ناز و نعم میں پلی ہوئی شہزادیاں تھیں پوری زندگی عیش و تنعم میں گذری تھی کبھی رنج و تکلیف کی صورت نہ دیکھی تھی ناگہانی پڑی تھی اور ایسی پڑی تھی جو آج تک کسی پر نہ پڑی بھوک پیاس خوف ذلت بربادی اور تباہی اور حزن و کرب نے وہ صورتیں ہی باقی نہ رکھیں تھیں حالت زار تھی جو ابن زیاد حضرت زینبؑ کو نہ پہچان سکا ایک کنیز کے بتانے پر یہ سمجھکر فرزانۂ روزگار خاتون ہیں بنت فاطمہ ہے بولا۔

"خدا کا شکر ہے کہ اس نے تمھیں قتل و ذلیل کرا کر تمہاری شیخیوں کو تباہ کیا"

حیدر کرار کی دختر نے جواب میں فرمایا نہیں اس کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں نوازا پاک کیا جھلا کر بولا خدا نے تمہارے میں سے زیادہ سرکش شخص کے قتل نے میرا غصہ ٹھنڈا کر دیا ہے۔ آبلۂ دل پھوٹ گیا بولیں تم نے ہمارے نوجوانوں کو قتل کیا ہماری شاخیں کاٹیں ہماری جڑ اکھاڑا اگر تمہاری تسکین اسی پر منحصر تھی تو وہ ہو گئی۔

اللہ اللہ عبرت کی ایک دنیا سامنے آ جاتی ہے کہ ایک کنیز کا زادہ تخت حکومت پر بیٹھا ہوا سرکار دو عالم کی نواسی ایک پیغمبر کی خلیفہ کی بیٹی اور ایک فرمانروا کی بہن سے اس قسم کی گفتگو کر رہا ہے اور محض نسل رسالت کی تباہی پر خدا کا شکر بھیجتا ہے اور اسی پر اکتفا نہیں کرتا بلکہ حضرت زین العابدین کے قتل کا حکم دیکر نسل رسالت کے خاتمہ کی سعی کرتا ہے وہ تو حضرت زینبؑ کا بیباکانہ جواب بھیجئے یا بالفاظ صحیح تر مشیت ایزدی یہی تھی جو انھیں بچا لیگئی اور بولا اچھا اسے ان عورتوں کے ساتھ رہنے کے لئے زندہ رہنے دو۔

سرہائے شہداء سامنے پیش ہوتے ہیں تو یہ مردود ازل اپنے بید سے حضرت امام کے دندان مبارک چھیڑتا ہے جس پر ایک مسلمان اور وہ بھی صحابی کو غصہ آتا ہے باقی سینکڑوں امراء و روسا خاموش یہ اندوہناک اور جگر شکاف نظارہ کھڑے دیکھتے رہتے ہیں ہمارے گرے پڑے زمانے کے کمزور مسلم بھی ہوتے تو فوراً اسے قتل کر کے رکھدیتے ان لوگوں کے سینوں میں تو ایمان ہی نہ رہا تھا انھیں کیا غیرت آتی۔

قافلۂ مظلوم دربار یزید میں

اس کے بعد ابن زیاد نے اس قافلۂ مظلوم کو دمشق کی طرف روانہ کیا جس طرف سے گزرتا حشر برپا ہوتا چلا گیا ابن زیاد کو خوشنودی یزید۔ ابن سعد کو حکومت رے شمر کو جاگیر اور ملاعنہ کوفہ کو بڑے بڑے انعامات کی توقع تھی کہ بڑا کارنامہ عمل میں آیا تھا دنیا و عقبیٰ کے کاشانوں میں آگ لگائی تھی دمشق کے قریب پہنچکر زحر بن قیس جوش مسرت میں بڑھا اور بڑھکر دربار یزید میں پہنچکر اپنے نزدیک مژدہ سنایا اور انعام کی توقع میں مزے لے لیکر تفصیلات بیان کرنی شروع کر دیں۔ یزید پر فی الوقت رقت طاری ہو گئی اور غضبناک ہو کر بولا کہ تم حسینؑ کو قتل نہ کرتے تو میں زیادہ خوش ہوتا۔ ابن سمیہ پر خدا کی لعنت ہو کہ اس نے ایسا کیا خدا کی قسم اگر میں وہاں ہوتا تو ضرور حسینؑ کو معاف کر دیتا

یزید پر رقت دمشق میں کہرام

شہداء کے سر اور قافلۂ مظلوم کی حالت دیکھکر یزید پر بڑا اثر ہوا انھیں تسکین دی عزت و تکریم سے محل میں بھجوایا جہاں کہرام مچ گیا کہ آخر وہ ابتدا تھے یزید نے سب کو اعزاز و اکرام سے رکھا ہر قسم کے عیش مہیا کر دیئے پھر خاص انتظام کے ساتھ مدینہ بھیجدیا خواتین حرم اس سلوک کی بہت ممنون تھیں خود حضرت امام زین العابدینؑ تعریف کرتے تھے اور یہی وجہ تھی کہ بعد کے کسی فتنہ میں انہوں نے یزید کے خلاف حصہ نہیں لیا یزید ہی ان کی خدمت کرتا رہا حقیقت یہ ہے کہ ابن زیاد سے زیادہ کمینہ تو دنیا پیدا نہ کر سکی واقعی نہ یزید اس سانحہ کی ذمہ داری ہے اور نہ وہ خود یہ سلوک روا رکھ سکتا تھا وہ کیا اس کمینگی کی توقع تو خواہ اسے سے بھی نہ ہو سکتی تھی حالانکہ وہ مسلمہ مخالف تھے اگر وہ کہیں قصاص پر ٹھہر جاتا اور قاتلین کو قتل کر دیتا تو اس کا دامن بالکل صاف ہو جاتا مگر سلطنت کی بقا کے خیال نے اسے یہ نہ کرنے دیا۔

قاتلین حسینؓ کا حشر

انسان کسی طمع سے برائی میں ساتھ دیکر کبھی نفع نہیں اٹھا سکتا کہ ان کو انعام کے بجائے دین کی ذلت اور دنیا کی لعنتیں میسر ہوئیں بہت پچتائے مگر وقت نکل گیا تھا اور کہ میں ابن زبیر کھڑے ہو گئے ایک طوفان مچ گیا انقلاب آگیا ایک شخص مختار کو خدا نے انتقام کے لئے کھڑا کر دیا جس نے کوفہ پر قبضہ کر کے قاتلین حسینؑ کو چن چن کر ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر انتہائی عبرت سے انتہائی ذلت سے قتل کرایا ابھی پورے چھ برس بھی نہ گذرے تھے کہ اسی قصر امارت میں جہاں حضرت امام کا سر مبارک ابن زیاد کے سامنے پیش ہوا تھا ابن زیاد کا سر مختار کے سامنے پیش ہوا اور ان میں سے کوئی بلطف حیات نہ اٹھا سکا ڈیڑھ لاکھ لوگوں میں ابن زیاد قتل ہوئے نہ وہ برگسیدہ ہے نہ وہ سلطنت فاعتبروا یا اولی الابصار

عورت کے بدن میں زہر ہوتا ہے

یہ زہر بڑا خطرناک ہے بعض وقات اس کا اثر خود عورت پر ہو جاتا ہے یہ زہر عورت کے بدن میں بڑی تیزی سے بنتا رہتا ہے اور ہر مہینہ خارج ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر یہ زہر عورت کے اندرونی جسم میں سے خارج نہ ہو یعنی عورت کو ماہواری ایام پوری طرح بغیر تکلیف کے نہ ہوں تو سمجھ لیجئے کہ یہ زہر عورت کے بدن میں پھیل رہا ہے۔

جو عورتیں ماہواری کی بیمار ہیں

یعنی کسی عورت کو ماہواری خون کم جاتا ہو یا رک رک کر جاتا ہو یا درد سے جاتا ہو یا زیادہ جانے لگے یا ماہواری کے دنوں میں دورے پڑنے لگیں یا ماہواری کی اور کوئی خرابی ہو جائے تو سمجھ لیجئے کہ یہ زہر عورت کے تمام جسم میں پھیل رہا ہے اور کسی نہ کسی وقت نہایت خطرناک صورت پیدا کر دے گا۔

اپنی عورتوں کو بچاؤ

ماہواری کی کمی بیشی یا اس زمانہ کا درد یقیناً عورت کیلئے بڑی تباہ کن چیز ہے۔ اس کا نتیجہ بڑا خطرناک ہوتا ہے۔ عورت کو مختلف نسوانی امراض میں پھانس کر اس کی جوانی کو تباہ کر ڈالتا ہے۔ اسلئے ہر سمجھدار مرد کا پہلا فرض ہے کہ وہ اپنے گھر کی عورتوں کو اس خطرناک مرض سے بچائے۔

بہت آسان علاج

ماہواری کی ہر خرابی یعنی خون کم آنا زیادہ آنا یا رک رک کر آنا یا اس زمانہ میں سخت درد ہو کر خون آنا۔ ان سب تکلیفوں کو ٹھیک کرنیکے لئے بہت آسان علاج یہ ہے کہ ایسی عورت کو صرف ایک شیشی "دوا" کورس کھلا دینی چاہیئے۔ پھر ہر مہینہ بغیر تکلیف اور درد کے ٹھیک مقدار میں ماہواری آنے لگے گی۔

لیڈی ڈاکٹر زنانہ دواخانہ ۳۴ بی بی دہلی

کے پتہ پر خط لکھکر "دوا" کورس کی شیشی بذریعہ وی پی پارسل منگا لیجئے۔ ایک شیشی کورس کی قیمت دو روپے آٹھ آنے ہے۔ پارسل پر صرف سات آنے محصول لگیگا۔ اس طرح بہت معمولی خرچ میں عورت ماہواری کی تمام خرابیوں سے تندرست ہو کر ہر مہینے بغیر کسی تکلیف کے ماہواری سے فارغ ہو جایا کرے گی۔

ٹیلیفون نمبر ۶۲۶۸

عورت - ہر وقت سفید پانی
جب عورت سیلان الرحم کے مرض میں مبتلا ہو جاتی ہے تو اسکے خفیہ
جسم سے ہر وقت یا کبھی کبھی سفید پانی (لیسدار سفید رطوبت خارج ہونے لگتی ہے
یہ مرض عورت کی جوانی کیلئے زہر ہے۔ اور اس کا فوراً علاج کرانا ضروری ہے
ورنہ رفتہ رفتہ عورت کی جوانی ختم ہو جاتی ہے وہ سفید پانی دراصل جوانی
کا جوہر ہوتا ہے پس اگر کسی عورت کے خفیہ جسم سے سفید رطوبت وقت
بیوقت خارج ہوتی ہو اور وہ ہر وقت جسم میں ایک تکلیف اور بے چینی
محسوس کرتی ہو تو اسے چاہیئے کہ سب کام چھوڑ کر اس کا فوراً علاج کرے
اسکی ترکیب یہ ہے کہ
لیڈی ڈاکٹر زنانہ دواخانہ پی۔ بی ۳۴ دہلی
کے پتہ پر خط لکھکر ایک شیشی دوا "روک" منگالے۔ اس دوا کے استعمال شروع
کرنیکے تیسرے ہی دن اگر سفید رطوبت نکلنی بند نہ ہو جائے تو ہمارا ذمہ
پوری شیشی استعمال کرنیکے بعد عورت کا اندرونی جسم (رحم) بالکل تندرست
ہو جاتا ہے۔ سفید رطوبت کا اخراج بھی بند ہو جاتا ہے۔ اور عورت
اپنے اندر پھر جوانی اور جوانی کی اُمنگ محسوس کرتی ہے۔ آزمودہ مجرب
دوا ہے۔ اور ہزارہا عورتوں کو تندرست کر چکی ہے۔ ایک شیشی دوا
"روک" کی قیمت تین روپے ہے۔
پارسل پر سات آنے محصول ڈاک خرچ ہوگا
ٹیلیفون نمبر ۹۲۶۸

سفید داغ برص پھلبہری کا مجرب علاج

اگر اس فنتری مرہم کو تین یوم مالش کرنے سے بغیر ضرر و تکلیف کے سفید داغ جڑ سے نہ جانے رہیں تو قیمت واپس اعتبار نہ ہو تو اقرارنامہ لکھا لیں اپنی حالت اور عمر ضرور تحریر فرمائیں قیمت فی شیشی پانچ روپے

بواسیر کی شرطیہ دوا

صرف سات روز میں مکمل آرام۔ قیمت صرف دو روپے

بند حیض خون

خواہ کسی سبب اور کتنے ہی عرصہ سے ہو صرف تین روز میں خون جاری کرتی ہے قیمت صرف دو روپے آٹھ آنے (ع۲/۸) درجہ خاص جو ایک دن میں ہی اثر کرتی ہے۔ قیمت صرف چار روپے

سفید بالوں سے نجات ہتھیلی پر سرسوں

اب خضاب لگانے کی ضرورت نہیں ہمارے ایجاد کردہ "کیمیکل آئیل" کے استعمال سے بال ہمیشہ کے لئے قدرتی طور پر سیاہ ہو جاتے ہیں اور دوبارہ سفید نہیں ہوتے، ہر عمر اور ہر موسم میں استعمال کیا جا سکتا ہے جن کے بال تھوڑی دیر سفید ہو گئے ہوں یا کہیں کہیں سفید بال نکلنے لگ گئے ہوں ان کے لئے خاص طور پر ایک نعمت ہے قیمت فی شیشی پانچ روپیہ نمونہ دو روپیہ علاوہ محصولڈاک۔ یا آنے

خزانۂ لذت

طلائے لاجواب کے ہمراہ ان کا استعمال سونے پر سہاگہ کا کام کرتا ہے۔ ایک گولی اور دو تولہ طلاء بس غضب ہی کر دیتا ہے یہ گولیاں ہمارے یہاں دو قسم کی بنتی ہیں نمبر اوّل صرف امیروں کے لئے جن میں سونا موتی وغیرہ قیمتی کشتہ جات ڈالے جاتے ہیں۔ قیمت میں گولی دس روپیہ۔ نمونہ پانچ گولی اڑھائی روپیہ۔ یہی نمبر دوم بغیر کشتہ جات والی۔ قیمت بیس گولی دو روپیہ۔

طلائے لاجواب

جو درحقیقت عورت کیو کی محبت میں تڑپا دینے والا سچا جادو ہے اس کی صرف دو بوندیں غضب کر دیتی ہیں۔ پورے حالات تحریر کرنا تہذیب کے خلاف ہیں۔ صرف ایک بار کی آزمائش عورت کو ہمیشہ کیلئے اپنا بنا لے گی تجربہ کے مطابق نہ ہو تو قیمت واپس منگوا لیں۔ قیمت فی شیشی ایک تولہ صرف پانچ روپے۔ نمونہ کی شیشی دو روپے محصول نمونے علیحدہ

کوئی سی دوا بھی تسلی بخش ثابت نہ ہو تو پتہ: میکسو لیبارٹریز۔ پوسٹ بکس نمبر ۲۶۱ لاہور پوری قیمت واپس منگا لیجئے

تین صد روپیہ مفت انعام RS. 300/-

عمل محبت کے شائق۔ ہمارا اصلی جادو تعویذ منگا لیں اس کو اپنے پاس رکھ کر اپنے دل میں جس کسی کا نام لیں گے خواہ وہ کیسا ہی پتھر دل مغرور اور سخت کلام کیوں نہ ہو جہاں کہیں بھی ہوگا آپ کے ملنے کے لئے تڑپنے لگ جائیگا اور جب بھی آپ اس کے سامنے جائینگے وہ آپ سے اظہار محبت کریگا۔ ہر وقت آپ کے ساتھ رہنے کی خواہش کریگا۔ نیز گمشدہ کی تلاش کرنا کسی کے دل کا بھید معلوم کرنا مردہ روحوں سے بات چیت کرنا۔ محبوب کو بس میں کرنا حسب مرضی روزگار حاصل کرنا۔ غرضیکہ آپ کے ہر سوال کا جواب آپ کو مل جائے گا اور آپ کے دل میں کوئی ایسی خواہش ہو جو کہ باوجود ہزار کوششوں کے بھی پوری نہیں ہوتی تو وہ بھی ہمارے اصلی جادو تعویذ کے پاس رکھنے سے گنتی کے دنوں میں پوری ہو جائیگی۔ معاوضہ فی تعویذ دو روپیہ (ع۲) محصولڈاک معاف (نوٹ غلط ثابت کرنے والے کو تین صد روپیہ نقد انعام دیا جائے گا۔

تازہ سرٹیفکیٹ (۱) غلام حیدر صاحب ٹھیکیدار چنیوٹ۔ عامل صاحب کے عمل سے میری دوکان سب سے زیادہ چلتی ہے (۲) رحمت علی صاحب اور سیٹھ ... بہت مدت سے کئی جھگڑوں میں پھنسا ہوا تھا لیکن عامل صاحب کے عمل سے سب جھگڑے مٹ گئے (۳) مسٹر کے ایل عمانوئیل ہیڈ ماسٹر ظفر آباد میں عامل صاحب کے عمل سے فسٹ پاس ہوا (۴) بی۔ این صاحب فرید کوٹ۔ عامل صاحب کے عمل سے حسب منشاء شادی ہوگئی (۵) کمل کمار صاحب کیارسوئی لکھتے ہیں کہ عامل صاحب کی عنایت سے میرا تین ماہ سے گمشدہ لڑکا خود بخود واپس آگیا ایسے لاکھوں مصیبت زدہ انسانوں کو عامل صاحب نے مصیبتوں سے چھٹکارا دیا ان کی زندگی کو خوش و خرم اور بکھدتی بنا دیا جو صاحب بیرون ریاست تشریف لانا چاہیں وہ بازار میں گمراہ کرنے والے لوگوں سے بچیں اور پتہ یاد رکھا کریں جنم پتری نجومہ۔ برش پھل وغیرہ گھر بیٹھے بنوا سکتے ہیں سب کاموں میں کامیابی سے۔ سوا گیارہ روپے پیشگی بھیجکر عمل کرائیں۔

پتہ:۔ عامل شاہ صاحب پوسٹ بکس نمبر ۲۲۳ لاہور

گہری نیند کا لطف

سائنس کی حیرت انگیز ایجاد "ویسٹون" WESTONE کسی بیمار کو سوتے ہوئے سونگھا دیجئے وہ ایک گھنٹہ کے لئے گہری نیند سو جائیگا اور جگانے سے بھی نہ جاگے گا اگر ایک گھنٹہ سے پہلے جگانا ہو تو "ریکٹیون" RECTIONE سونگھا دیجئے قیمت فی شیشی ویسٹون صرف پانچ روپیہ نمونہ کی شیشی دو روپیہ قیمت فی شیشی ریکٹیون صرف دو روپیہ۔

نوٹ:۔ اس کے استعمال سے دل کو کسی قسم کا نقصان نہیں ہوتا۔ تجربہ کے لئے آج ہی منگوائیے۔

ویسٹرن میڈیکل اکاڈمی پوسٹ بکس ۲ راولپنڈی

مفت

ریڈیم نیو گولڈ اور اس کے تیار کردہ زیورات کے لئے ہر جگہ ایجنٹوں کی ضرورت ہے۔ چھ تولہ گولڈ ایک جوڑی چوڑی کنگنے اور دو عدد انگوٹھیاں بھی فیشن بطور نمونہ بھیجی جاتی ہیں۔ شرائط ایجنسی مفت طلب کریں

الائیڈ ٹریڈرز۔ پوسٹ بکس نمبر ۲۶۱ لاہور

فَاِلَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اُنْزِلَ

پھر اگر وہ مددگار تمہارا کہنا نہ کرسکیں تو جان لو کہ اللہ ہی کے حکم سے

بِعِلْمِ اللّٰهِ وَاَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ

قرآن نازل کیا گیا ہے اور اُس کے سوا کوئی معبود نہیں

فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ○

تو کیا اب بھی تم مسلمان ہوتے ہو

تفسیر رسولِ پاک ہمیشہ غیر اللہ کی پرستش سے منع فرماتے اور اللہ کے علاوہ دوسرے باطل معبودوں کی عبادت سے نہایت سختی کے ساتھ روکتے اور کافروں کے خود ساختہ بتوں کی تحقیر و توہین فرماتے تھے۔ اپنی تعلیم کو الہامی تعلیم اور اپنے قول کو خدا کا قول ظاہر کرتے تھے اور اس کے ثبوت میں قرآن کی صداقت حقانیت اعجازی بلاغت کو پیش کرتے تھے۔ عبد اللہ بن امیہ مخزومی وغیرہ کفار کے دلوں پر چونکہ کفر کی مہریں لگ چکی تھیں اور ان کی چشم عقل پر جہالت کے موٹے موٹے پردے پڑے تھے اس لئے وہ حضور کے مقابلے میں بطور استہزاء صرف رسالت و وحی کی توہین کے لئے کہا کرتے تھے کہ اگر تم اپنے قول و دعوے میں سچے ہو تو پھر اس قدر مفلس اور معمولی آدمیوں کی طرح ضرورتمند کیوں ہو؟ کیوں غیب کا خزانہ تمہارے پاس نہیں آ جاتا؟ کیوں تمہارے لئے پہاڑ کو سونے کا نہیں کر دیا جاتا تاکہ ہم کو بھی تمہاری رسالت کا یقین آ جائے یا یہ ہی صورت ہو جائے کہ کوئی فرشتہ اتر کر تمہاری تصدیق کرے اور ہمارے سامنے تمہاری حقانیت کی شہادت دے۔ جب ان مطلوبہ دلائل میں سے کوئی دلیل بھی تمہارے پاس نہیں تو پھر تم کو کیا حق ہے کہ اپنی تعلیم کو سچی تعلیم اور اپنے قول و عمل کو ہدایت کہو اور ہمارے خداؤں کی تحقیر کرو۔ کیونکہ تم بحث جاہل توہین وحی و رسالت پر ہی بس نہ کرتے بلکہ رسول پاک کو مفتری اور کلام الٰہی کو خود ساختہ کلام کہتے تھے۔ بظاہر اسباب ... دھوکہ میں پھنس جانے والے انسان دھوکہ میں آ سکتے تھے اور کیا نتائج رکھنے والے آدمی امید کر سکتے تھے کہ اب تو رسول اللہ بتوں کو برا بھلا نہیں کہیں گے اس کے علاوہ کفار کی تیرہ باطنی جب مذکورہ حالت تک پہنچ چکی تھی تو ان کو مزید پیام ہدایت پہنچانا بے سود تھا اس لئے خدا تعالیٰ نے بطور جواب محض اپنے رسول کو تسلی دینے کے لئے آیات مذکورہ نازل فرمائیں۔

حاصل ارشاد یہ ہے کہ کفار جو بطور استہزاء و تمسخر تم سے بار بار مہمل سوال کرتے ہیں اور بیہودہ سوالات کے جواب نہ ملنے پر بعض لوگوں کو یہ امید کرنے کا موقعہ ملتا ہے کہ اب تم وحی الٰہی کے کسی حصے کی تبلیغ ترک کر دو گے یعنی ان کے بتوں کی تحقیر سے اعراض کرنے لگو گے تو یہ خیال و امید غلط ہے تم کو تنگدل نہ ہونا چاہیئے تم پیام الٰہی پہنچائے جاؤ۔ تمہارا کام صرف اندیشہ ناک باتوں سے مطلع کرنا اور نتیجۂ بد کی خبر دینا ہے۔ کامیابی اور تاثیر کے تم ذمہ دار نہیں ہو۔ رہا کفار کا تم کو مفتری کہنا تو اس کا جواب علی الاعلان یہ ہے کہ کفار بھی اپنے تمام مددگار اور باطل معبودوں کو ملا کر سب کی اعانت سے قرآن کی طرح کچھ سورتیں بنا لائیں اور جب وہ ایسا نہیں کر سکتے اور قرآن کی طرح کوئی کلام نہیں پیش کر سکتے تو ان کو یقین کر لینا چاہیئے کہ قرآن کی وسعت دامنی کا احاطہ انسانی علم نہیں کر سکتا، اس کا تعلق محض علم الٰہی سے ہے اُسی نے اپنے علم بے پایاں سے اسکو نازل فرمایا ہے اور وہی اعتقادی عملی اور قولی توحید کا حکم دے رہا ہے۔

ضروری توضیح مفسر سراج نے ابن عباس کا قول نقل کیا ہے کہ آیت مذکورہ میں جن دس سورتوں کی مثل بنا کر لانے کا چیلنج دیا ہے وہ مندرجۂ ذیل سورتیں ہیں:-

بقرہ - ال عمران - نساء - مائدہ - انعام - اعراف - انفال - توبہ - یونس - ھود - لیکن بقول ابن کثیر اہل تحقیق کے نزدیک خصوصیت کی کوئی وجہ نہیں عمومی دعوت زیادہ مناسب ہے۔

ایک بات یہ بھی جان لینی ضروری ہے کہ اس جگہ دس سورتیں بنا لانے کا چیلنج دیا۔ اور سورۂ بقرہ وغیرہ میں صرف ایک چھوٹی سورت پیش کرنے کی دعوت دی تھی۔ دونوں میں توافق کی صورت نزول میں تقدم و تاخر کے اعتبار سے ہے۔ سورۂ بقرہ مدنی ہے اس کا نزول مؤخر ہے۔ سورۂ یونس اگرچہ مکی ہے مگر سورۂ ہود سے مؤخر ہے۔ گویا ترتیب اس طرح ہوئی کہ پہلے سورۂ ہود میں دس سورتیں پیش کرنے کی دعوت دی پھر سورۂ یونس میں ایک سورت بنا کر لانے کا چیلنج دیا پھر مدینہ میں پہنچنے کے بعد جب سورۂ بقرہ نازل ہوئی تو اس میں بھی ایک ہی سورت بنا [illegible] کا حکم نازل ہوا۔ (کذا قال الامام الرازی)

مقصود بیان:- رسول پاک کو تسلی اور کفار کی طرف سے رسالت و وحی کا جو مذاق اڑایا جاتا تھا اس سے تنگدل نہ ہونے اور پیام الٰہی کی تبلیغ سے باز نہ رہنے کا حکم۔ کفار کی تیرہ باطنی اور کور دماغی کی صراحت اور اس بات کی وضاحت کہ یہ لوگ مشاہدہ پرست واقع ہوتے ہیں۔ قرآنی صداقت جامعیتِ اصول، طرزِ ادا، بلاغتِ معانی، فصاحتِ الفاظ وغیرہ اگرچہ اہل بصیرت کو اقرار حقانیت پر مجبور کرتی ہے مگر یہ لوگ بہت زیادہ کوتاہ نظر ہیں ان کو نورانی کی روشنی نظر نہیں آتی۔ آیت سے یہ بات بھی مستنبط ہوتی ہے کہ اگرچہ دعوت و تبلیغ کی ناکامی کا یقین ہو پھر بھی اپنا فرض ادا کرنا لازم ہے وغیرہ۔

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا

جو لوگ دنیوی زندگانی اور اس کی رونق چاہتے ہیں

نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا

ہم اُن کے اعمال کا بدلہ دنیا ہی میں پورا پورا دیدیتے ہیں اور وہ یہاں

لَا يُبْخَسُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ

نقصان میں نہیں رہتے یہی لوگ ہیں کہ سوا ئے آگ کے اُن کیلئے

فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ ۖ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا

آخرت میں کچھ نہ ہوگا اور دنیا میں جو کچھ انہوں نے کیا کرایا ہوگا

فِيْهَا وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

وہ ملیا میٹ ہو جائیگا اور جو کچھ وہ کرتے تھے نابود ہوگا

تفسیر انس بن مالک اور حسن بصری کے نزدیک اس آیت کا نزول یہود و نصاریٰ کے حق میں ہوا۔ مجاہد کے نزدیک عام ریاکاروں کے حق میں۔ بعض کے نزدیک منافقوں کے بارہ میں آیت مذکور نازل ہوئی اور بقول مفسر سراج کے اکثر علماء کے نزدیک عام اہل کفر مراد ہیں۔ ابن عباسؓ نے فرمایا جس نے طلب دنیا کے لئے کوئی نیک کام کیا تو اللہ اسکو دنیا ہی میں اُس کا ثواب عطا فرما دیتا ہے لیکن آخرت میں اُسکو کوئی ثواب نہ ملیگا۔ ضحاک وغیرہ سے بھی یہی قول مروی ہے۔ آیت کو عموم پر محمول کرنا میرے نزدیک اولیٰ ہے کیونکہ عام طور پر کچھ سمجھدار اہل کفر حجت پیش کیا کرتے تھے کہ اتباع قرآن اور اسلام کی کیا ضرورت ہے مسافروں کو کھانا کھلانا، یتیموں کی پرورش کرنی، بھوکوں اور ناداروں کی خبرگیری کرنی، راستوں پر کنویں کھدوانے اور سایہ دار درخت لگانے بہت سے نیک کام ہم کرتے ہیں اور اُن کا مقبول ہونا بھی آثار سے ثابت ہے۔ ہم ایسے کاموں کی وجہ سے دنیا میں خوب پھلتے پھولتے ہیں۔ اولاد و مال میں برکت، امن و تندرستی نصیب ہوتی ہے۔ سو یہی بات کافی ہے اسکا جواب آیت میں دیا گیا ہے۔ (کذا قال العلامۃ المحقق عبد الحق)

یہ بھی جان لینا ضروری ہے کہ آیت میں صرف ارادہ کا ذکر ہے لیکن محض ارادہ مقصود نہیں بلکہ اصل غرض عمل بارادۂ دنیا ہے۔

قرطبی نے اکثر علماء کی طرف منسوب کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ آیت مطلق ہے جس طرح آیات وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا الخ اور وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا مطلق ہیں لیکن ان سب کی تقیید سورۂ سبحان الذی کی اس آیت میں کر دی گئی ہے۔ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ الخ۔ گویا ثواب دنیوی عطا کرنا بھی اللہ کی مشیت پر موقوف ہے۔ لازم نہیں اور آخرت میں تو بہرحال ایسے لوگوں کو کوئی اجر نہیں ملے گا۔

حاصل ارشاد یہ ہے کہ جو لوگ دنیا میں نیک کام کرتے ہیں لیکن اس نیکی سے اُن کا اصل مطمح نظر صرف زینتِ دنیا ہوتی ہے چاہتے ہیں کہ نیک مشہور ہو جائیں، لوگ اُن کی عزت کریں۔ چندہ دینے والوں کی فہرست میں سب سے پہلے اُن کا نام ہو یا مال و اولاد کی کثرت حاصل ہو یا اور کوئی دنیوی فائدہ حاصل ہو۔ اللہ چونکہ منصف ہے کسی کی نیکی ضائع نہیں فرماتا اسلئے فقط دنیا میں اُن کی نیکی کا پورا پورا اجر عطا فرما دیتا ہے۔ شہرت، عزت، اولاد و مال کی کثرت سب کچھ حاصل ہو جاتا ہے۔ لیکن چونکہ اُن کا منتہائے نظر آخرت نہیں ہوتی اور نہ آخرت کو وہ کوئی واقعی چیز جانتے ہیں اور نہ اُنکے اعمال آخرت کے لائق ہوتے ہیں، نہ ایمان و اخلاص کا کوئی شائبہ اُنکی نیکی میں شامل ہوتا ہے اس لئے اجر آخرت کا کوئی حصہ اُن کو نہیں ملے گا۔ دنیا میں جو کچھ نیکی کی کمائی ہے وہ یہیں رہ جائیگی آخرت میں کوئی چیز کام نہ آئے گی بس دوزخ ہی نصیب ہوگی۔

ایک صحیح حدیث میں ریاکاری کو چھوٹا شرک فرمایا ہے ایک اور حدیث میں ریاکار دنیا دار عالموں اور حافظوں کو بھی دوزخی ظاہر فرمایا ہے کیونکہ طلب علم سے ان لوگوں کا مقصود بھی شہرت و عزت و دولت کا حصول ہوتا ہے۔

مقصود بیان اُن اوامر سابقہ کی تردید جو محض نیکی ہی کو مدار سعادت جانتا ہے۔ ایمان اخلاص اور اسلام اُس کے نزدیک ضروری نہیں اور نہ آخرت پر اُس کا یقین ہے نہ اتباع نبی اُس کے نزدیک لازم ہے۔ اس امر کی صراحت کہ منتہائے خیر حصولِ دنیا کو قرار دینا آخرت میں مفید نہ ہوگا۔ ہاں نیکی فی نفسہ اچھی چیز ہے آخرت میں کوئی بدلہ نہ ملے گا تو دنیا میں ضرور بھرپور ثواب ملیگا اللہ کسی کی حق تلفی نہیں کرتا در پردہ مسلمانوں کو ریاکاری سے سخت باز داشت اور اس امر کی ضمنی تلقین کہ تم تو ہر عمل کی اصل غرض سعادتِ آخرت کو قرار دینا چاہیئے۔ اپنے ارادوں اور نیتوں کو دنیوی مفاد کے حصول میں محدود نہ رکھو۔ وغیرہ۔

اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَيَتْلُوْهُ

پس کیا جو شخص اپنے پروردگار کی طرف سے روشن دلیل پر ہو اور اُس کے ساتھ

شَاهِدٌ مِّنْهُ وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى

خدا کی طرف سے گواہ بھی ہو (وہ گمراہ کی طرح ہو سکتا ہے) اور قرآن سے پہلے موسیٰ کی

اِمَامًا وَّرَحْمَةً ۭ اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ

کتاب پیشوا اور رحمت تھی یہی لوگ اُس پر ایمان رکھتے ہیں

وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ

اور سب فرقوں میں سے جو کوئی اس کا منکر ہو تو دوزخ اس کا وعدہ گاہ ہے

فَلَا تَكُ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ

(اے مخاطب) اس قرآن کی طرف سے تو شبہہ میں نہ ہو بلاشبہہ یہ تیرے رب کی طرف سے برحق ہے

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ○

لیکن اکثر لوگ نہیں مانتے

تفسیر اس آیت کا مصداق بعض مفسرین نے حضرت حضور کی ذات گرامی کو قرار دیا ہے بعض نے مومنین اہل کتاب کی طرف اشارہ ظاہر کیا ہے۔ لیکن اکثر کے نزدیک حکم میں عموم ہے۔ ہر مومن مخلص اس کا مصداق ہے آیت میں انکار بصورت استفہام بیان کیا ہے۔ غرض اہل ایمان و اہل کفر کا موازنہ کر کے اہل ایمان کو سعادت و نجات کا حامل قرار دیا ہے کیونکہ ان کے ایمان کے ثبوت کے لئے تین باتیں موجود ہیں۔ بینہ۔ شاہد من اللہ۔ اور تورات بینہ سے مراد کیا ہے؟ اس میں مفسرین کا اختلاف ہے۔ قابل ترجیح قول یہ ہے کہ اس سے عقل اور نور فطرت مراد ہے جو دل کی آنکھ حق و باطل میں تمیز کرتی اور قرآن کے احکام و ضوابط کو حق کے موافق پاتی ہے کلیۃً الہیہ ہو یا نبوی جزئیہ اور کوئی عقیدہ اسکو خلاف عقل و خلاف واقع نظر نہیں آتا یہی نور فطرت اقرار توحید و رسالت اور صداقت اسلام و ایمان کی واضح دلیل ہے۔ ہاں جن لوگوں نے اس دل کی آنکھ پر مادیت پرستی اور شرک و ضلالت کے پردے ڈال دئے ان کو کچھ سوجھائی نہیں دیتا۔ قرآن پاک میں اسی بینہ کو دوسرے مقام پر فطرۃ اللہ سے تعبیر کیا ہے۔ صحیحین میں بروایت ابو ہریرہؓ مروی ہے کُلُّ مَوْلُوْدٍ يُّوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ الخ۔ صحیح مسلم میں بروایت عیاض بن حمار منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں نے اپنے بندوں کو حق کی طرف مائل پیدا کیا لیکن پھر شیاطین ان کے پاس آئے اور ان کے دین سے ان کو بہکا دیا۔ سنن و مسانید میں بکثرت مروی ہے کہ ہر بچہ اسی ملت پر پیدا ہوتا ہے یہاں تک کہ اس کی زبان کھلے اور وہ اپنا عقیدہ بیان کرے۔

شاهد من جانب اللہ۔ ابن عباس، مجاہد، عکرمہ، ابو العالیہ، ضحاک، ابراہیم نخعی اور سدی وغیرہم نے کہا کہ شاہد سے مراد جبرئیل ہیں۔ حضرت علیؓ اور حسن بصری کی روایت ہے کہ حضور کی ذات گرامی مراد ہے۔ دونوں قولوں کے معنی قریب ہیں۔ غرض رسالت دونوں نے ادا کی اور جانب اللہ دونوں نے شہادت دی۔ حضرت جبرئیلؑ نے حضور تک پیام الٰہی پہنچایا اور حضورؐ نے امت تک۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا قریش میں سے ہر ایک کے حق میں قرآن کا کوئی حصہ ضرور نازل ہوا ہے۔ کسی نے عرض کیا آپ کے حق میں کیا نازل ہوا؟ فرمایا کیا سورۂ ہود میں تو آیۃ اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ الخ نہیں پڑھتا۔ پس حضور تو بینہ ہیں اور میں شاہد ہوں۔ اخرجہ ابو نعیم و ابن ابی حاتم۔ ابن مردویہ کی روایت میں حضرت علیؓ کا شاہد ہونا مرفوع بھی وارد ہے۔ لیکن ابن کثیر نے ان دونوں روایتوں کی تضعیف کی ہے اور کہا ہے اس کا کوئی اصل ثابت نہیں۔ میرے نزدیک بینہ سے نور فطرت و عقل اور شاہد سے قرآن و وحی مراد ہے۔ اور یہی قول اہل تحقیق نے قابل ترجیح قرار دیا ہے۔

کتاب موسیٰ یعنی تورات۔ چونکہ تورات نے حضور اقدسؐ کی رسالت عامہ اور ختم نبوت کی شہادت دی ہے اور بقول زجاج کے حضورؐ کا حلیہ اور شمائل بھی اس میں مذکور ہیں۔ پھر اصول تورات و قرآن میں کوئی فرق بھی نہیں۔ حضور والا کی ذات اور قرآن و اسلام کے متعلق اس میں پیشین گوئیاں بھی موجود ہیں اس لئے حقانیت قرآن کی تصدیق اس سے بدرجہ اتم ہوتی ہے۔

حاصل ارشاد یہ ہے کہ دو فریق ہیں۔ ایک تو وہ جس کے پاس اپنے عقیدہ اور عمل کے ثبوت کے لئے تین دلیلیں موجود ہیں۔ اس کا عقیدہ و عمل فطرت کے بھی مطابق ہے اور قرآن کے بھی اور تورات کے بھی۔ عقل و نقل دونوں اس کے واسطے شاہد عادل ہیں۔ دوسرا وہ جس کے پاس کوئی دلیل نہیں۔ ظاہر ہے کہ ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔ پہلا حق و صداقت کا حامل ہے۔ دوسرا گمراہی و تباہی کے غار میں سرنگوں۔ پہلا گروہ اہل ایمان کا ہے اور دوسرا گروہ کفار کا۔ پہلا قرآن و رسول کو سچا جانتا ہے اور دوسرا غلط۔ غرض اس سے آگے ارشاد ہوتا ہے کہ دنیا کا کوئی گروہ یا کسی مذہب والا ہو اگر وہ رسول اللہؐ کی تصدیق نہ کرے گا بلکہ انکار کرے گا تو اس کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ صحیح مسلم میں بروایت ابو موسیٰ اشعری مرفوع حدیث وارد ہے کہ اس امت کا کوئی شخص ہو یہودی ہو یا عیسائی اگر اس کو میری رسالت کی اطلاع مل جائے اور وہ ایمان نہ لائے تو ضرور دوزخی ہوگا۔ سعید بن جبیر فرماتے ہیں میں جب کوئی حدیث سنتا تو اس کا مصداق قرآن پاک میں ضرور پاتا۔ چنانچہ جب مجھے ابو موسیٰ اشعریؓ کی روایت کردہ مذکورہ حدیث پہنچی تو میں نے قرآن میں اس کا مصداق تلاش کیا۔ تلاش کے بعد مجھے مذکورہ آیت سے حدیث مذکور کی تصدیق ہو گئی۔ اس سے آگے قرآن کی حقانیت میں شک کرنے کی ممانعت اور اہل باطل کے گروہ کی کثرت کا اظہار ہے۔ قرآن کی حقانیت میں رسول اللہؐ کو تو کوئی شک ہو سکتا ہی نہ تھا اس لئے اگرچہ خطاب بظاہر رسول پاکؐ کو ہے مگر روئے سخن امت کی طرف ہے۔

مقصود بیان:۔ اسلام کی حقانیت و صداقت کے اصول و دلائل کا بیان اس بات کا صاف اظہار کہ قواعد اسلامیہ اور ضوابط قرآن اور عقائد اہل اسلام خواہ ان کا تعلق مغیبات سے ہو یا امور دوزخ و جنت سے بہرحال اسلام کا کوئی حصہ خلاف عقل نہیں ہے۔ اس امر کی صراحت کہ بغیر تصدیق رسولؐ کے نجات ناممکن ہے خواہ بجائے خود کوئی توحید خالص کا دعویٰ کرے۔ وغیرہ

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ؕ
اُس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو اللہ پر دروغ بندی کرے

اُولٰٓئِكَ يُعْرَضُوْنَ عَلٰى رَبِّهِمْ وَيَقُوْلُ الْاَشْهَادُ
ان لوگوں کو ان کے رب کے سامنے پیش کیا جائیگا اور گواہ کہیں گے

هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ ۚ اَلَا
کہ یہی لوگوں نے اپنے رب پر دروغ بندی کی تھی سن لو

لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ۙ الَّذِيْنَ
خدا کی لعنت ہے اُن ظالموں پر جو

يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا
راہِ خدا سے روکتے ہیں اور اُس میں کجی

عِوَجًا ؕ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ۝
ڈھونڈھتے ہیں اور وہی آخرت کے منکر ہیں

اُولٰٓئِكَ لَمْ يَكُوْنُوْا مُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ
یہ لوگ زمین میں (امرِ الٰہی کو) کمزور نہیں کر سکتے

وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ ۘ
اور نہ اُن کے لئے اللہ کے سوا کوئی حمایتی ہے

يُضٰعَفُ لَهُمُ الْعَذَابُ ؕ مَا كَانُوْا
اُن کو سزا دوگنی دی جائے گی یہ

يَسْتَطِيْعُوْنَ السَّمْعَ وَمَا كَانُوْا يُبْصِرُوْنَ
نہ سن سکتے تھے نہ دیکھ سکتے تھے

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ
یہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنا نقصان خود کیا اور ان کی

عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۝ لَا جَرَمَ
گذشتہ افترا و بندی سب غائب ہو گئی لا محالہ

اَنَّهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ ۝
آخرت میں یہی لوگ زیادہ نقصان اٹھانیوالے ہونگے

تفسیر

ان آیات میں خدا تعالیٰ نے کافروں کی مذمتیں بیان فرمائیں جن میں سے بعض کا تعلق دنیوی حیات سے ہے اور بعض کا آخرت سے اور مقدم الذکر مؤخر الذکر کی علت ہے۔ ہم تفصیل وار تفسیر کرتے ہیں

(۱) کفارِ مکہ جھوٹے بھی تھے اور افترا پرداز بھی۔ اُن کا دروغ قولی بھی تھا اور عملی بھی اور اعتقادی بھی۔ بتوں کو اپنا شفیع سمجھتے اور اسی بنا پر اُن کی پرستش کرتے فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں کہتے۔ قرآن کو کلام بشر کہتے۔ اپنے مذہب کی بہت باتوں کو اللہ کی طرف منسوب کرتے اور دعویٰ کرتے کہ ان باتوں کو کرنے کا اللہ نے ہم کو حکم دیا ہے۔ قیامت کے منکر تھے۔ حشر نشر عذاب ثواب وغیرہ کو ڈھکوسلہ خیال کرتے تھے۔ صفاتِ الوہیت میں اللہ کے ساتھ مخلوق کو شریک کرتے تھے لہذا ارشاد ہوا کہ ایسے لوگوں سے زیادہ بیجا حرکت کرنیوالا حق ناشناس اور تباہ حال کون ہو سکتا ہے جو عقائد اعمال اور اقوال میں افترا پرداز اور کاذب ہوں

(۲) قیامت کے دن رسوائی اور ذلت کے ساتھ ایسے لوگوں کو بارگاہِ الٰہی میں پیش کیا جائیگا کیونکہ وہی ان کا رب ہے اسی نے پیدا کیا اور تدریجی ترقی دیکر حد کمال تک پہنچایا۔ لہذا اسی سب کا اسی کو حق ہے۔

(۳) ایسے ظالموں کی افترا پردازی اور دروغ تراشی کی شہادت بڑے بڑے گواہ دینگے۔ وہ گواہ کون ہونگے؟ مجاہد کے نزدیک نیکی اور بدی کو لکھنے والے فرشتے مراد ہیں۔ مقاتل کے نزدیک عام انسان بغیر تعیین و تخصیص کے۔ ابن عباس کے نزدیک انبیاء و مرسلین۔ قتادہ کے قول کے موافق عام خلائق خواہ انسان ہوں یا کوئی دوسری مخلوق۔ گویا علی الاعلان شہادت دی جائیگی میرے نزدیک اگر مجرم کے خود ہاتھ پاؤں اور دیگر اعضاء مراد لئے جائیں تو احادیث و قرآن کے مضامین کے موافق ہوگا۔

(۴) جب شہادت کی تکمیل ہو جائیگی اور جرم ثابت ہو جائیگا تو بارگاہِ الٰہی سے ندا ہوگی ان ظالموں کو ہماری رحمت سے دوری ہو یہ کسی طرح رحمتِ الٰہیہ سے مستفید ہونے کے سزاوار نہیں۔ لہذا ان پر پھٹکار ہو اور دھتکار کر ان کو رحمت سے دور کر دو۔ ایسا کیوں ہوگا؟ اسلئے کہ۔

(۵) یہ دوسروں کو راہِ حق سے روکتے تھے۔ رہنمائی تو بجائے خود رہی سیدھا راستہ چلنے والوں کو بہکاتے تھے جس طرح آج کل پادری، آریہ، قادیانی اور اسلام کے بہت سے علماء و مشائخ اور سرکار پرست کاسہ لیس کیا کرتے ہیں

(۶) پھر دوسروں کو گمراہ بنانے کے ساتھ خود بھی کجرو تھے۔ کجروی ہی کو پسند کرتے تھے اور راہِ راست چھوڑ کر گمراہی کی ہی تلاش میں رہتے تھے۔

(۷) یہ دنیوی زندگانی کو ہی اصل حیات سمجھتے تھے۔ آخرت کے منکر تھے

یعنی وجودِ قیامت کا ہی ان کو انکار تھا۔ جنت دوزخ، حشر نشر، حساب کتاب اور اجر و عتاب تو در کنار رہے۔

(۸) دنیا میں اگرچہ ان کو اپنی قوت، شوکت، عزت، حکومت، جتھے اور کثرتِ اولاد و مال پر غرّہ تھا مگر اللہ کی گرفت سے یہ کسی طرح باہر نہیں ہو سکتے تھے اگر اللہ ان کی گرفت کرتا تو کوئی کار ساز و حامی ان کو بچا نہیں سکتا تھا ان کے فرضی معبود بالکل عاجز تھے کسی میں ان کی حمایت کرنے کی قوت نہ تھی۔

(۹) ان کے گوش حق نیوش نہ تھے۔ صداقت و حقانیت کے سننے سے بہرے تھے نہ حق کی بات اُن کو سوجھائی دیتی تھی۔ گویا بہرے بھی تھے اور اندھے بھی۔

(۱۰) لامحالہ ان پر دو چند عذاب ہوگا ایک تو گمراہ ہونے کا۔ دوسرا گمراہ کرنے کا۔

(۱۱) چونکہ انہوں نے دنیا میں ایسے اعمال و اقوال کا ارتکاب کیا اور ایسی سیاہ راہ زندگی پر گامزن ہوئے جو خلافِ حق تھی۔ نقصان کو نفع سمجھکر اختیار کیا۔ زیان کو سود اور ہلاکت کو عافیت سمجھا۔ لہذا آخرت میں برباد ذلیل اور ہلاک ہونگے اور انکی جھوٹی اور افترا پردازیاں تھیں سب کو بھول جائینگے۔

مقصود بیان: اللہ پر دروغ تراشی اور افترا کرنا سب سے زیادہ بے جا حرکت ہے۔ جو حکم اللہ نے نہیں دیا اُس کو اللہ کی طرف منسوب کرنا بدترین ظلم ہے۔ لہذا مسلمانوں کو احکام شریعت کے بیان کرنے میں انتہائی احتیاط کرنی چاہئے۔ قیامت کے دن فرشتے یا انبیاء و مرسلین یا علماء یا عام مخلوق یا خود انسانی اعضاء انسان کی بدکرداری کی شہادت دینگے کوئی کافر مشرک رحمت الٰہی سے متمتع نہیں ہو سکتا۔ کجروی اور اغوا جو علیحدہ علیحدہ مستقل جرم ہیں لہذا ان میں سے ہر ایک کی مستقل سزا دی جائیگی گویا عذاب دو چند ہوگا اس طرف ہے کہ گمراہی اگرچہ بجائے خود بڑی چیز ہے مگر گمراہ کنی مزید تباہی پیدا کرنیوالی ہے۔ اللہ کی گرفت سے کوئی باہر نہیں ہو سکتا خواہ کتنا ہی عظیم الشان پر شکوہ بادشاہ ہو یا کثیر المال تاجر یا فولادی بازو رکھنے والا پیلتن پہلوان۔ قیامت کے دن جب مصائب کا سامنا ہوگا تو انسان اپنے تمام دماغ زائیدہ باطل خیالات کو بھول جائیگا۔ اُسوقت کوئی کچھ کام نہ آئیگا۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

ہاں جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے

وَاَخْبَتُوْٓا اِلٰی رَبِّهِمْ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ

اور اپنے رب کے سامنے عاجزی کی تو وہی جنتی

الْجَنَّةِ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ مَثَلُ

ہیں جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے ان دونوں

الْفَرِیْقَیْنِ كَالْاَعْمٰی وَالْاَصَمِّ وَالْبَصِیْرِ

گروہوں کی مثال ایسی ہے جیسے ایک اندھا اور بہرا ہو اور دوسرا بینا

وَالسَّمِیْعِ هَلْ یَسْتَوِیٰنِ مَثَلًا

اور شنوا کیا یہ دونوں حالت میں برابر ہو سکتے ہیں؟

اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝ ع

تم غور نہیں کرتے

تفسیر اوپر کی آیات میں کفار کے افعال شنیعہ اور نتائج کا بیان ذکر تھا ان آیات کے ابتدائی حصہ میں اہل ایمان کی مدحیہ حالت کا بیان اور عمدہ نتیجہ کا اظہار کیا ہے اور مؤخر الذکر حصہ میں کفار و مؤمنین کی حالت تمثیلی انداز میں بیان کی ہے تاکہ ایک ذہنی چیز محسوس کی شکل میں آجائے اور عقلی مفہوم کا حسی نقشہ کھنچ کر سامعین کے ذہنوں میں ثبت ہو جائے۔

حصۂ اول کا ماحصل یہ ہے کہ دوامی طور پر جنت کے مالک وہی لوگ ہیں جن میں [illegible] (۱) وہ مؤمن ہیں اللہ کی توحید [illegible] اور قیامت تو مع اُس کی تفصیلات کے ماننے ہوں فرائض [illegible] نماز روزہ اور قربانیوں [illegible] وغیرہ [illegible] جو امور جن کو اپنے عقل، شرع [illegible] جن کا ترک [illegible] صالح [illegible] پیدا ہوتا ہے [illegible] اللہ [illegible] خشوع خضوع کرتے ہوں عبادات [illegible] خدا [illegible] خلاصہ یہ کہ جو لوگ قولاً اور اعتقاداً نیکوکار اور حق پرست ہوں وہی اہل نجات اور حامل سعادت ہیں [illegible] دوامی راحت نصیب ہوگی۔

مؤخر الذکر ٹکڑے کا ماحصل یہ ہے کہ کافر اندھے اور بہرے کی طرح ہے جسکو نہ کچھ سنائی دیتا ہے نہ وہ کچھ دیکھ سکتا ہے اسکو نہیں معلوم کہ دنیا کے اندر صوتی کیفیت اور لونی و شکلی خوبی کیا ہوتی ہے۔ اچھی بری آواز خوبصورتی بدصورتی۔ خوش رنگی اور بدرنگی۔ دیدہ زیبی اور باصرہ سوزی کیا چیز ہوتی ہے۔ یہی حال کافر کا ہے اُسکو نہیں معلوم کہ حق و ناحق صادق و کاذب کیا چیزیں ہیں۔ اُس کے کان حق کی شنوائی سے بہرے ہیں اور اُس کی آنکھیں صداقت کو دیکھنے سے اندھی ہیں۔ رہا مسلمان تو وہ آنکھوں والا ہے اُس کے گوش ہوش کھلے ہوئے ہیں۔ وہ ہر چیز کو سنتا اور دیکھتا ہے۔ حق و ناحق کو پہچانتا اور صادق و کاذب میں تمیز کرتا ہے۔ نتیجہ یہ کہ کافر و مؤمن برابر نہیں ہو سکتے دونوں کے شرف و مرتبہ میں بڑا فرق ہے۔ بینا و نابینا اور سامع و غیر سامع

میں مساوات نہیں ہوسکتی۔

مقصود بیان: اہل سعادت کے صفات ثلثہ بیان ۔ اس امر کی طرف لطیف اشارہ کہ مسلمان کے لئے عمل صالح کے ساتھ ایمان اور فروتنی وخشوع بھی لازم ہے محسوس پیرایۂ بیان میں کفار ومؤمنین کی حالت کی تصویر کشی ۔ بلیغ طرز ادا میں تبلیغ اسلامی وغیرہ۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ

ہم نے نوح کو اُن کی قوم کے پاس (یہ کہنے کو) بھیجا

اِنِّیْ لَكُمْ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ۝ اَنْ لَّا تَعْبُدُوْٓا

کہ میں تم کو صاف صاف ڈرانے والا ہوں تم اللہ کے سوا کسی کی پرستش

اِلَّا اللّٰهَ اِنِّیْٓ اَخَافُ عَلَیْكُمْ عَذَابَ

نہ کرو مجھے تمہارے متعلق تکلیف دہ دن کے عذاب کا

یَوْمٍ اَلِیْمٍ ۝ فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا

اندیشہ ہے تو نوح کی قوم میں سے کافر سردار

مِنْ قَوْمِهٖ مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا

بولے ہم تو تم کو اپنی طرح آدمی جانتے ہیں

وَمَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِیْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا

اور ہمارے خیال میں تو تمہارے پیرو بجز اُن لوگوں کے جو ہم میں ذلیل ہیں

بَادِیَ الرَّاْیِ وَمَا نَرٰى لَكُمْ عَلَیْنَا مِنْ

اور کوئی ہوا نہیں اور وہ بھی سرسری نظر سے اور ہمیں اپنے اوپر تم لوگوں کی

فَضْلٍۭ بَلْ نَظُنُّكُمْ كٰذِبِیْنَ ۝

کوئی بڑائی بھی نظر نہیں آتی بلکہ ہم تم کو جھوٹا سمجھتے ہیں

تفسیر مذکورۂ بالا آیات میں ترغیب ترہیب ۔ کفار واہل ایمان کی تفصیل اور اسلام کی تبلیغ بلیغ ترین طرز ادا کے ساتھ کی گئی تھی ۔ چونکہ تبلیغ ودعایت کی تکمیل کے لئے ضروری ہے کہ نافرمانوں اور سرکشوں کا نتیجۂ بد ظاہر کیا جائے ۔ تاکہ اُن کے عبرت ناک حالات پڑھنے کے بعد حاضرین ومخاطبین کو نصیحت ہو اور وہ سرتابی چھوڑ دیں ۔ اسی مفاد کو ملحوظ رکھتے ہوئے قرآن پاک میں مختلف مقامات پر مختلف قصص بیان فرمائے ہیں بلکہ بعض قصوں کو تو چار چار پانچ پانچ مقام پر قدرے تطویل واختصار کے ساتھ بیان کیا ہے کہیں مفصل کہیں مختصر لیکن مقتضائے حال کو ملحوظ رکھا ہے ہر جگہ پر اُتنا ہی قصہ بیان کیا ہے جتنی ضرورت تھی ۔ یہی وجہ ہے کہ باوجود تکرار روایات کے جدید لذت اور نیا لطف حاصل ہوتا ہے ۔ حسب معمول قرآنی یہاں بھی چند قصوں کو مفصل ذکر کیا ہے اور ابتدا حضرت نوح ؑ کے قصہ سے کی ہے کیونکہ نوح آدم ثانی تھے آپ سے دوبارہ نسل انسانی پھیلی ۔ اس کے علاوہ آپ کا قصہ تھا بھی اپنی نوعیت اور عبرت انگیزی میں یکتا۔

حضرت نوح کا قصہ توراۃ میں بھی مفصل آیا ہے ۔ مگر بعض مقامات پر بیان قرآن سے کچھ مختلف ہے ۔ تفسیر آیات کے وقت ہم جا بجا اختلاف اور اُسکے مواقع کا تذکرہ کریں گے۔

حاصل ارشاد یہ ہے کہ جب حضرت نوح ؑ نے قوم میں شرک اور بداعمالی کو پھیلتے دیکھا تو شروع میں توحید ونیکی کی طرف راغب کیا اور اہل توحید کی نجات آخرت اور دوامی سعادت کا ذکر کیا ۔ جب کسی طرح کی ترغیب مفید نہ ہوئی تو عذاب الٰہی سے ڈرایا ۔ کیونکہ انسان فطرتاً حصول منفعت سے زیادہ دفع مضرت کا خواستگار ہوتا ہے ۔ خوف کا مرتبہ طمع سے بڑھ کر ہے ۔ طمع اختیاری ہوتی ہے اور خوف مجبور کن ۔ غرض تبشیر وترغیب جب بے سود ثابت ہوئی تو مجبوراً انذار وترہیب کی طرف آپ مائل ہوئے اور انذار بھی دو عذابوں سے ۔ عذاب دنیا یعنی طوفان سے اور عذاب آخرت یعنی دوزخ سے ۔ مگر قوم نے ایک نہ سنی ۔ سرچشمۂ کفر ہمیشہ غرور رہتا ہے ۔ غرور ہی انکار کا اصل مرکز ہے اور غرور کا سبب دولت ومال ہے ۔ اس لئے غریبوں نے تو کسی قدر آپ کی فہمائش کا اثر لیا ۔ مگر دولتمند طبقہ پر کوئی نصیحت کارگر نہ ہوئی ۔ بجائے فرماں پذیری کے سرداران قوم اور مالدار لوگ کھلم کھلا انکار کر گئے اور نہ صرف انکار بلکہ تین شبہے بھی حضرت نوح ؑ کی رسالت پر ظاہر کئے ۔ اوّل تو یہ کہ تم فرشتہ نہیں کوئی اور غیبی مخلوق نہیں ہماری طرح انسان ہو ۔ کوئی پس پردہ طاقت تمہارے ساتھ نہیں ۔ پھر کیا وجہ کہ تم رسالت کا دعویٰ کرتے ہو ۔ دوسرے یہ کہ تمہاری پیروی کرنیوالے اور تمہارا ساتھ دینے والے صرف نچلے طبقہ کے لوگ ہیں ۔ کوئی باوجاہت بھلا آدمی تمہارے گروہ میں داخل نہیں ۔ پھر ہم تمہارا ساتھ دیکر اور تمہارا قول مان کر کیوں ذلیل ہوں ۔ اس کے علاوہ نچلے طبقہ نے بھی بغیر سوچے سمجھے اور بلا تامل کیے تمہاری پیروی اختیار کی ہے ۔ اُن میں اول تو بصیرت ہی اتنی نہیں کہ اچھے بُرے اور صحیح غلط کی تمیز کرسکیں اور جو کچھ سمجھ ہے بھی تو اُس سے اُنہوں نے کام نہیں لیا ۔ تیسرے یہ کہ تم کو اور تمہاری جماعت کو ہم پر کیا فضیلت حاصل ہے ۔ تم ہماری طرح دولتمند نہیں ۔ تمہارے اندر ہماری ایسی تہذیب نہیں ۔ ہمارے ایسے آداب معاشرت نہیں ۔ پھر کس طرح اعلیٰ ادنیٰ کی پیروی کرسکتا ہے۔

مقصود بیان: عام طور پر جاہل طبقہ معیار فضیلت دولتمندی کو قرار دیتا

کفر کی اصل جڑ یہی دولتمندی ہے۔ کوتاہ فہم لوگ ہمیشہ سے یہ سمجھتے ہیں کہ مقتدا اور پیشوا کو کسی اور غیبی مخلوق کا فرد ہونا چاہیئے انسان ہے۔ اور اس کے ساتھ خفیہ طاقت کا ہونا بھی ضروری ہے۔ پھر اس کا مالدار ہونا بھی لازم ہے۔ غریب ملا کی اذان کو بھی غلط کہا جاتا ہے آیات میں اس طرف اشارہ ہے کہ حق کی طرف میلان کرنے والے زیادہ تر غریب ہی لوگ ہوتے ہیں اور معیار فضیلت دولت نہیں۔ بلکہ حق پرستی ہے

حضرت نوح نے کفار کے تینوں شبہات کا ازالہ انتہائی حسن کلام کے ساتھ کیا اور فرمایا۔

قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ

نوح نے کہا اے میری قوم دیکھو تو سہی اگر میں اپنے رب کی طرف سے دلیل پر

مِّنْ رَّبِّیْ وَاٰتٰىنِیْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِهٖ

قائم ہوں اور اُس نے اپنی طرف سے مجھکو رحمت عطا کردی

فَعُمِّيَتْ عَلَيْكُمْ اَنُلْزِمُكُمُوْهَا وَاَنْتُمْ

اور تم کو وہ نہ سوجھی تو کیا ہم اسکو ہم تمہارے سر منڈھ دیں حالانکہ تم

لَهَا كٰرِهُوْنَ ○ وَيٰقَوْمِ لَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ

اس سے بیزار ہو اے میری قوم میں اس پر تم سے مال کا بھی تو خواستگار

مَالًا ؕ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ وَمَاۤ اَنَا

نہیں ہوں میرا اجر تو اللہ ہی کے ذمے ہے اور جو

بِطَارِدِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ اِنَّهُمْ مُّلٰقُوْا

لوگ ایمان لے آئے میں اُن کو نکال بھی نہیں سکتا بلا شبہ وہ اپنے رب سے

رَبِّهِمْ وَلٰكِنِّیْۤ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ ○

ملنے والے ہیں مگر بات یہ ہے کہ میرے خیال میں تم نادان قوم ہو

وَيٰقَوْمِ مَنْ يَّنْصُرُنِیْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ طَرَدْتُّهُمْ ؕ

اے میری قوم اگر میں اُن کو نکال دوں تو اللہ کے مقابلہ میں میری کون مدد کریگا

اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ○ وَلَاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ

کیا تم غور نہیں کرتے میں تم سے یہ تو نہیں کہتا کہ میرے پاس

خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَاۤ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَاۤ اَقُوْلُ

اللہ کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب جانتا ہوں نہ میں اپنے آپ کو

اِنِّیْ مَلَكٌ وَّلَاۤ اَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ تَزْدَرِیْۤ

فرشتہ کہتا ہوں اور نہ یہ کہتا ہوں کہ جو لوگ تمہاری آنکھوں میں حقیر

اَعْيُنُكُمْ لَنْ يُّؤْتِيَهُمُ اللّٰهُ خَيْرًا ؕ اَللّٰهُ

ہیں اُن کو اللہ بھلائی عطا نہ کرے گا جو کچھ

اَعْلَمُ بِمَا فِیْۤ اَنْفُسِهِمْ ۚۖ اِنِّیْۤ اِذًا

اُن کے دلوں میں ہے اللہ ہی اُسکو خوب جانتا ہے اگر میں ایسا کہوں

لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ○

تو میں ظالم ہوں

تفسیر (۱) تم کہتے ہو کہ میں تمہاری طرح انسان ہوں پھر تم کو خدا نے کیوں رسول بنایا؟ تو بیشک یہ صحیح ہے کہ میں انسان ہوں مجھے نبوت کا کوئی ذاتی استحقاق نہیں۔ لیکن یہ اللہ کی عنایت اور رحمت ہے وہ جسے چاہے عطا فرمائے۔ اُس نے مجھے راہ راست دکھائی معجزات اور نبوت عطا کی تم کو کھلا ہوا سیدھا راستہ اور واضح معجزات بھی نہ سوجھیں تو میرا اس میں کیا قصور۔ میں زبردستی حقانیت و راستی کو تمہارے سر تو ڈال نہیں سکتا۔ رہی یہ بات کہ شاید تم خیال کرو نوح نبوت و ہدایت کا دعوی کر کے ہماری دولت چھین کر مالدار بننا چاہتا ہے۔ تو یاد رکھو کہ میں بالکل مال کا تم سے خواستگار نہیں ہوں تم سے کسی قسم کا معاوضہ نہیں چاہتا اللہ کے حکم کی تعمیل کرتا ہوں اُسی سے اجر کا طالب ہوں۔

(۲) تم کہتے ہو کہ غریب و کمزور طبقہ نے میرا ساتھ دیا اور وہی میرے ساتھ ہے اور تم اُن سے اختلاط گوارا نہیں کرتے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب یہ لوگ مؤمن ہو گئے۔ میری رسالت کا انہوں نے اقرار کر لیا اور اپنے پچھلے عقائد چھوڑ دیے اور میرے گروہ میں داخل ہو گئے اور یہ یقینی بات ہے کہ ان کو بھی ایک روز خدا کے سامنے جانا ہے ان کے لئے بھی عذاب و ثواب اور نجات و ہلاکت مقرر ہے تو پھر ان کو میں کس طرح اپنے پاس سے نکال سکتا ہوں۔ یہ تمہاری نادانی ہے کہ تم ان کو انسانیت سے خارج سمجھتے ہو۔ یہ بھی انسان ہیں اور انسانوں کی طرح مکلف ہیں۔ اگر میں ان کو اپنے پاس سے علیحدہ کر دونگا تو غضب الٰہی نازل ہوگا اور اللہ کی ناراضگی سے پھر مجھے کون بچائیگا تم ان کو ذلیل جانتے ہو اور تمہاری آنکھیں ان کو ذلیل

دیکھتی ہیں تو یہ تمہاری غلطی ہے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ اللہ ان کو کبھی دنیا و آخرت میں کوئی خیر عطا نہیں کریگا۔ مجھے کیا معلوم کہ ان کے دلوں کی کیا حالت ہے ان کے دلوں میں ایمان ہے یا نہیں۔ بظاہر تو یہ مؤمن ہیں اور مؤمن ہونا ان کے استحقاق خیر کی دلیل ہے پھر تمہاری طرح میں ان کو کس طرح رذیل کہکر اپنے پاس سے دور کر سکتا ہوں۔

(۳) رہی میری فضیلت تو ظاہر ہے کہ مجھے نہ فرشتہ ہونے کا دعویٰ ہے نہ غیب دانی کا نہ میں مدعی ہوں کہ میرے پاس اللہ کے علمی خزانے موجود ہیں یعنی تمہارا یہ خیال ہی غلط ہے کہ نبی کو فرشتہ یا عیب دان ہونا چاہیئے [illegible] یہ ضروری ہے کہ رسول کے پاس دولت کے انبار لگے ہوں [illegible] طبقہ میں پیدا ہو۔

مقصود بیان. کھلی ہوئی حقانیت بھی کو بصیرت [illegible] سوجھتی۔ ہدایت وضلالت اللہ کا کام ہے انسان کا [illegible] ارادہ ہونا ضروری ہے۔ نبی کا کام نہیں کہ زبردستی کسی کو [illegible] کھینچ لائے۔ نبوت وہبی چیز ہے اختیاری نہیں۔ جاہلوں کے جواب میں حلم اور بردباری سے کام لینا اخلاق نبی ہے۔ نبی کسی مال [illegible] حاجت کا [illegible] نہیں ہوتا غریب طبقہ اگر مؤمن ہو گیا ہو تو اُس مالدار طبقہ سے بہتر ہے جو کافر ہو۔ مؤمن غریب ہی انبیاء کی صحبت کا زیادہ مستحق ہے۔ دولت والوں کو معیار بلندی و پستی قرار دینا نادانی ہے۔ نبی نہ فرشتہ ہوتا ہے نہ غیب دان نہ خزائن قدرت کا مالک۔ معیار سعادت ایمان ہے جو دل کے اندر ہوتا ہے۔ اور دلوں کی حالت اللہ ہی خوب جانتا ہے۔ وغیرہ۔

قَالُوْا يٰنُوْحُ قَدْ جَادَلْتَنَا فَاَكْثَرْتَ

قوم والے بولے نوح تم نے ہم سے جھگڑا کیا اور بہت

جِدَالَنَا فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ

جھگڑا کیا اگر تم سچے ہو تو جس عذاب کی ہم سے [illegible]

الصّٰدِقِيْنَ ○ قَالَ اِنَّمَا يَاْتِيْكُمْ بِهِ

اُس کو لے آؤ نوح نے کہا اگر اللہ چاہیگا تو اُس کو

اللّٰهُ اِنْ شَآءَ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ○

لے آئے گا اور تمہارا قابو نہیں چل سکتا

وَلَا يَنْفَعُكُمْ نُصْحِيْٓ اِنْ اَرَدْتُّ اَنْ اَنْصَحَ

اگر اللہ تم کو بے راہ چلانا چاہے تو میں کتنی بھی تم کو نصیحت کرنا چاہوں

لَكُمْ اِنْ كَانَ اللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يُّغْوِيَكُمْ

مگر بے سود ہوگی

هُوَ رَبُّكُمْ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ○

وہی تمہارا رب ہے اور اسی کے پاس تم کو لوٹ کر جانا ہے

تفسیر آیت کا مطلب ظاہر ہے کہ جب کفار حضرت نوح کے پرشوکت جواب سے خاموش ہو گئے اور کچھ جواب دیتے نہ بن پڑی تو بات اور ضد پر اتر آئے۔ اور جاہلانہ طور سے کہنے لگے نوح تم بڑے جھگڑالو۔ ہم سے توحید نبوت اور معاد کے متعلق جھگڑے کو بڑا طول دیا اب مزید سوال جواب کی ضرورت نہیں جو کچھ تم سے ہو سکے کر دکھاؤ۔ تم ہم کو [illegible] آفت کے آنے سے ڈراتے ہو۔ اگر سچے ہو تو وہ موعودہ آفت ہمارے سر پر لے آؤ۔ حضرت نوح نے فرمایا لوگو عذاب اور آفت کا لانے والا تو اللہ ہی ہے جب خدا اپنا عذاب بھیجے گا تو تمہارا کوئی قابو اُس کے مقابلہ میں نہ چل سکیگا۔ میں نے تم کو نصیحت کرنے میں کوئی کوتاہی نہیں کی۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ تم ازلی گمراہ ہو۔ اگر اللہ ہی کو یہ منظور ہے کہ تم گمراہ رہو تو میں کتنی بھی خیرخواہی کرنی چاہوں کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ تمہاری ضلالت و ہدایت اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔ کیونکہ وہی تمہارا رب ہے مبدا و معاد کا مالک ہے۔

مقصود بیان. کفر و ایمان ارادۂ الٰہی ہے۔ اللہ کسی کے کفر کو گوارا نہیں کرتا لیکن اس کی مشیت کے بغیر بندہ مؤمن بھی نہیں بن سکتا مؤمن بنانا اور کفر کے دائرہ سے نکالنا نبی کی قدرت سے بھی خارج ہے جب [illegible] دلائل کے مقابلہ میں لاجواب ہو جاتا ہے تو جاہلانہ ہٹ پر اُتر آتا ہے۔ نبی اُمت کا خیرخواہ ہوتا ہے اگرچہ لوگ اُسکو خیرخواہ نہیں سمجھتے

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ اِنِ افْتَرَيْتُهٗ

[illegible] یہ لوگ کہتے ہیں [illegible] نے قرآن کو خود بنا لیا ہے تم کہدو کہ اگر میں نے خود بنا کر

فَعَلَيَّ اِجْرَامِيْ وَاَنَا بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُجْرِمُوْنَ ○

[illegible] کہ تمہارے جرم سے میں بری الذمہ ہوں

تفسیر [illegible] یہ کلام حضرت نوح کے قصہ میں بطور جملہ [illegible] آگیا ہے۔ کفار مکہ کے حق میں نازل ہوا ہے اور روئے خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب ہے۔ ابن کثیر نے اسی قول کو پسند کیا ہے۔ (امام رازی کے نزدیک حضرت نوح کے قول کا تکملہ ہے کیونکہ دوران قصہ نوح میں کفار مکہ کی حالت

بچہ ہونے کی دوا
دوا کے ذریعہ عورت کو اولاد ہوسکتی ہے
جب کسی عورت مرد کی شادی کو کئی برس گذر جائیں اور پھر بھی ان کے ہاں اولاد نہ ہوتی ہو یا کسی اندرونی
نامعلوم خرابی کے باعث عورت کو امید نہ ہوتی ہو یا وہ لوگ جو بچہ کیلئے ترستے ہوں اور ان کے ہاں
بچہ پیدا نہ ہوتا ہو تو ایسی حالت میں صرف ایک ہی ترکیب ہے جس کے بعد عورت کو بچہ ہوجائیگا۔ برسوں
کی تمنا پوری ہوجائیگی یعنی اس ترکیب پر عمل کرنے کے بعد اولاد پیدا ہونے لگے گی۔
عورت کو بچہ ہونے کی ترکیب
موجودہ زمانے کی تحقیقات اور کئی سال کی مسلسل کوشش کے بعد ایک ایسی عجیب و غریب
دوا تیار ہوئی ہے جسے اگر روزانہ سات دن تک مسلسل ایک ایک خوراک عورت کو کھلائی جائے اور ان سات
دن میں وہ خاص پرہیز کرے۔ اور ٹھیک آٹھویں رات .... تو اسی رات عورت کو "امید" ہوجاتی ہے
اس دوا کا نام "محافظ اولاد" ہے۔ ایک شیشی "محافظ اولاد" میں ایک عورت کیلئے پوری سات
خوراک دوا ہوتی ہے۔ اس کی قیمت دو روپے آٹھ آنے ہے۔
لیڈی ڈاکٹر زنانہ دواخانہ پی بی ۳۴ دہلی
کے پتہ پر خط لکھکر دوا بذریعہ وی پی پارسل منگائیں۔ محصول پارسل
سات آنے لگے گا۔
pregnol
زنانہ دواخانہ دہلی
اس دوا کی بدولت آج سینکڑوں عورتوں کی
گود میں بچے کھیل رہے ہیں

ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا او اخطانا
رسول نمبر حصہ اول
صفر ۱۳۶۲
مولوی
مدیر مسئول عبدالحمید خاں
سالانہ
فی پرچہ
2 ANNAS
ONE RUPEE INDIA 1916
اپنا اشتہار
منیجر رسالہ مولوی عبدالحمید خان کوچہ چیلان دہلی

پرنٹر و پبلشر عبدالحی فاروقی نے مرزا محبوب بیگ صاحب کے محبوب المطابع دہلی اردو بازار میں چھپوا کر دفتر رسالہ مولوی کوچہ چیلان سے شایع کیا

لَقَدْ جَاۤءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ

رسالہ مولوی دہلی کا

رسول صلی اللہ علیہ وسلم نمبر ۱۳۶۲ھ

حصہ اول

جلد ۳۷ | بابت ماہ صفر المظفر سنہ ۱۳۶۲ ہجری | نمبر ۲

اے خاصۂ خاصان رسل وقت دعا ہے

امت پہ تری آکے عجب وقت پڑا ہے

اے مکین گنبد خضری سن لے اے رحمت عالم فریاد رسی کر اے شفیع المذنبین شفاعت کا اور کونسا وقت ہوگا آپ کی پیاری امت آج بیکسی اور کس مپرسی کی زندگی بسر کر رہی ہے زمانہ اپنی ٹھوکروں میں اسے ڈالے ہوئے ہے آسیائے فلک اسے پیسکر رکھدینے کی قسم کھائے ہوئے معلوم ہوتی ہے مسلمانوں کے گھر خانۂ انوری بنے ہوئے ہیں آسمان سے جو بلا اترتی ہے وہ فرزندان توحید کے کاشانے ہی تلاش کرتی ہوئی اترتی ہے کیا قیامت ہے کہ ہماری ٹھکرائی ہوئی قومیں آج ہمیں ٹھکرا رہی ہیں جن کیساتھ ہم اپنے پورے عہد میں حسن سلوک روا رکھتے رہے جن کے ساتھ ہم نے حکومت وسطوت کے ہوتے ہوئے رشتہ داریاں تک کیں عزیزانہ تعلقات رکھے آج وہی ہماری پامالی پر کمربستہ ہیں ہم نے دنیا میں سب کچھ کیا سب کچھ کیا سب رنگ دیکھے مگر کسی کیساتھ بدسلوکی نہیں کی کسی کے نقصان کے درپے نہ ہوئے کسی سے تعصب نہیں برتا ہمارا حجاج بھی اگرچہ ظالم تھا ستمگر تھا سوا لاکھ مسلمانوں کا خون اپنی گردن پر رکھتا تھا اور جس کے متعلق حضرت عمر بن العزیز نے فرمایا تھا کہ اگر دنیا کی تمام قومیں اپنے بدکاروں کو پیش کریں اور ہم صرف ایک، حجاج کو تو ہمارا ہی پلہ بھاری رہیگا وہ حجاج بھی غیر مسلموں اور ہندوؤں کے ساتھ وہ فقید المثال سلوک کر گیا جس کی کوئی مثال کسی قوم کا کوئی نوشیروان بھی پیش نہ کر سکا ہم نے ہمیشہ برائی کے بدلہ بھی نیکی کی اور برائی کے ساتھ بھی بھلائی خدا کی مخلوق کو ہمیشہ نوازتے رہے۔ لیکن جب دوسروں کی باری آئی تو انہوں نے ایک ایک وقت میں ایک ایک موقعہ پر ہمارے ستر ستر ہزار افراد کا خون پانی کی طرح بہایا جن کے ملکوں اور گھروں میں ہم نے پہنچکر دودھ اور شہد کی نہریں بہا دیں جن کے بنجروں کو شاداب اور جن کے بیابانوں کو گلزار بنا دیا جنھیں عزت و کامرانی سے سعادت اندوز کیا جنھیں صدیوں عیش و آسائش سے شادکام رکھا جب انھیں موقع ملا تو ہمیں اپنے ملک سے ذلت و خواری کے ساتھ نکالنے اور اپنی آبادیوں سے ہمارا نام و نشان مٹانے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا ہمارے بھائیوں کی لاشیں اکھاڑ کر ان کے کباب لگائے گئے جنھیں اقتدار حاصل ہوا وہ اپنا رنگ دکھا چکے اور دکھا رہے ہیں اور جو اس سے قریب تر پہنچ چکے ہیں وہ اس کا ارمان لئے بیٹھے ہیں۔

فریاد ہے اے ختم رسل فریاد ہے کہ یا تو وہ عالم تھا کہ دنیا ساری کی ساری اس کے چپہ چپہ پر ہمارے ہی تخت بچھے ہوئے تھے ہر طرف ہمارا ہی سکہ چل رہا تھا ہر حصہ پر ہمارے ہی مظفر و منصور پرچم لہرا رہے تھے۔ ہر جگہ ہماری ہی بانگ اٹھائے ہوئے متمدنانہ وجود نظر آتی تھیں سمندروں میں ہمارے ہی مال و اسباب سے لدے ہوئے جہاز گشت لگاتے تھے ایک طرف شمال میں ناروے اور مغرب میں جنوبی افریقہ اور مشرق میں چین تک ہماری تجارت پھیلی ہوئی تھی دوسری طرف یورپ اور افریقہ کی تمام تر تجارت پر ہمارا ہی قبضہ تھا ہمارے ہی بحری بیڑے سمندروں میں آسمان گرجتے رہتے تھے دنیا اور دنیا کی عزت و عیش ہمارے تھے اور ہم اسکے خیر و تعمیر کا مالک اگر دنیا میں کوئی تھا تو ہم ہی تھے افق پر ہمارا ہی آفتاب اقبال درخشاں تھا۔ یا اب یہ عالم ہے کہ دنیا اور اس کی خواریاں ہماری ہی قسمت بنکر رہ گئی ہیں اس نیلگوں آسمان کے سایہ میں اور اس بھری پری دنیا میں ہم سے زیادہ مفلس ہم سے زیادہ محتاج ہم سے زیادہ عسرت زدہ آج کوئی قوم بھی نہیں اسی ہندوستان میں جسے اب بھارت ورش کہا جاتا ہے ہندو بھی آباد ہیں سکھ بھی بستے ہیں پارسی بھی رہتے ہیں یہودی اور بدھ بھی پائے جاتے ہیں اور ہم بدنصیب بھی ہیں سب اپنی اپنی جگہ عیش کر رہے ہیں لطف حیات اٹھا رہے ہیں اقتدار حاصل کئے ہوئے ہیں لیکن ہم جو کل تک یہاں کی زمین و آسمان کے مالک تھے جن کا یہاں طوطی بول رہا تھا ہر گھر کاشانے زر و جواہر سے لبریز تھے ذلیل ہیں خوار ہیں پست ہیں ہمارے ناعاقبت اندیشوں نے ہمارا گھر بدل دیا ہے ہماری ہوا اکھاڑ کر رکھدی ہے آج کہیں ہم ہیں نہ ہمارا ٹھکانا ہوتے ہیں ہم کہ

دوسروں کی عیش و آزادی کے داعی تھے ایسے ہو گئے ہیں کہ ہماری زبان پر پاکستان کا نام آتے ہی دوسروں کی پیشانی پر بل پڑ جاتے ہیں۔

اے صاحب تاج و معراج! ہماری خبر لیجیے کہ ہماری کشتیٔ حیات ڈگمگا رہی ہے سلطنت جاتی رہی اس کا غم نہیں حکومت نہ رہی نہ رہے اقتدار جاتا رہا جائے غم ہے تو اس کا ہے کہ ہم سے ہمارے ایمان ہی رخصت ہو رہے ہیں ہمارے روزمرہ سے اسلام خارج ہو چکا ہے ہماری مساجد ویران ہو رہی ہیں نہ طاعت میں کچھ مزہ ملتا ہے نہ عبادت میں کوئی لذت باقی ہے نہ صدق مقال کے خوگر رہے نہ اکل حلال کے ہماری غلغلہ افروز عالم اخوت ختم ہو چکی ہمارے داعیات مساوات ختم ہو چکے ایک خدا کے آگے سر جھکانے والے اب ایک ایک چوکھٹ پر جبین نیاز رگڑتے پھرتے ہیں ایک خدا سے ڈرنے والے اب ہر بندے سے ڈرتے ہیں خدا سے نہ ڈرنے والے کا جو نتیجہ ہوا کرتا ہے وہ ہم بھگت رہے ہیں ایک خدا ایک رسول اور ایک قرآن کے معتقد ہو کر اب ہم صدہا فرقوں میں منقسم ہو گئے ہیں۔

اے سید العرب والعجم! آپ نے ہمیں صرف مسلمان بنایا تھا مگر آج ہم شیخ بھی ہیں سید بھی ہیں جلاہے بھی ہیں قصائی بھی ہیں تیلی بھی ہیں دھنیے بھی ہیں ہماری پستی انتہا کو پہنچی ہوئی ہیں ہم اپنے ہاتھوں خوار ہو رہے ہیں آپ نے ہمیں دولت کی قدر اور مصرف بتایا تھا اسراف و تبذیر سے روکا تھا مگر آج دنیا میں ہم سے زیادہ مسرف و مبذر کوئی قوم نہیں تجارت و دیانت کے پڑھائے ہوئے سبق بھی بھول گئے سعی و محنت سے بھی بیگانہ ہو گئے خلوص و ایثار کی جگہ ریا و نمود نے لے لی قوم و ملت کا اتحاد تو بڑی چیز ہے فرقوں خاندانوں عزیزوں اور گھروں میں تو کیا بھائیوں بھائیوں اور میاں بیوی میں بھی اتفاق نہیں رہا ہمارا بندھا ہوا شیرازہ پراگندہ ہو کر رہ گیا۔

اسلامی آئین بھولے اسلامی آئین فراموش کئے اسلامی طرز و اوضاع کو چھوڑا نہ اسلامی زبان رہی نہ اسلامی عمل رہا۔ ایک نام کے سوا کوئی بھی تو اسلامی رنگ ہمارے اندر باقی نہیں شیطان کا ہم پر پورا تسلط ہو چکا نفس کے بندے نکلے نہ ہم میں اسلامی غیرت ہے اور نہ حمیت دینی باقی ہے قرآن پڑھتے ہیں مگر اس طرح کہ دل کو خبر نہیں ہوتی۔ دنیا کی سب سے زیادہ بامعنی کتاب جسے پڑھ پڑھ کر غیر اپنے اور سیاہ قلب پیکر نور بن گئے بے معنی پڑھی جاتی ہے جس کی آیات از بر اور نوک زبان ہونی ضروری تھیں کسی کے ذہن میں بھی نہیں رہتیں۔

اے شمس الضحیٰ بدر الدجیٰ! ہمارے توکل کی کل ہی بگڑ گئی ہر پرزہ اپنی جگہ خراب ہو چکا نہ ہماری نمازیں رہیں اور نہ ہمارے روزے رہے زبانیں ہماری خراب ہو گئیں شرافت گفتار ہماری جاتی رہی بات کے دھنی ہم نہ رہے اعتقادات ہمارے متزلزل ہیں پختگی ایمان ہم میں نہیں "اشداء علی الکفار رحماء بینھم" کی شان ہماری گئی باہمی ہمدردیاں ہمارے اندر نہ رہیں دوسروں کو دیکھتے ہیں کہ ترقی کی منزلیں پر فائز پا لئے ہیں تو جگر جلتا ہے سینہ میں ایک آگ لگ اٹھتی ہے عرب ہوں یا ایران میں ہندوستان میں کہیں ہماری عزت باقی نہیں رہی ہم مریض ہیں مرض بھی معلوم ہے اور مرض کا علاج بھی معلوم ہے لیکن کچھ ایسی بن گئی ہے کچھ ایسی پڑ گئی ہے کہ نہ کچھ کئے ہوتا ہے اور نہ کچھ بنائے بنتی ہے ہمارے کئے کچھ نہیں ہوتا اور نہ ہمارے بنائے کچھ بنتی ہے بالکل درماندہ ہو کر رہ گئے ہیں شرم آتی ہے یہ کہتے ہوئے کہ اگرچہ ہم مسلمان ہیں مگر حقیقت میں نامسلمانوں سے بدتر ہو کر رہ گئے ہیں کہنا نہیں چاہئیے زبان نہیں کھلتی مگر رحمت عالم کا دربار ہے۔

خلق مجسم کے سامنے ہیں۔ آپ ہی سے دل کی نہ کہیں تو کس سے کہیں آپ ہی کو نہ سنائیں تو کس کو سنائیں باعتبارات مختلف ہماری حالت اعراب جاہلیت سے بھی یک گونہ ابتر ہے وہ بہادر تھے ہماری ہماری ہمتیں پست ہیں وہ غیور تھے ہمارے اندر غیرت نہیں رہی وہ بات کے دھنی تھے ہم میں یہ رنگ بھی نہیں رہا ان میں کم از کم قبائلی ہمدردی و محبت تو موجود تھی اور اپنے آدمی کی حمایت میں کٹ مرنا اپنا فرض سمجھتے تھے اور پھر جس کی خاطر مرتے تھے اس پر احسان بھی نہ رکھتے تھے ہم میں یہ بات بھی نہیں وہ کافر ہوتے ہوئے بھی موت سے نہیں ڈرتے تھے اور ہم خدا رکھتے ہوئے اس کے نام سے لرزتے ہیں۔

اے مصباح الظلم و سبیل نسیم! واقعی ہم خاطی ہیں بداعمال ہیں اسلام کا نام بدنام کر رہے ہیں ننگ اسلاف بنے ہوئے ہیں اور اسی کی پاداش بھگت رہے ہیں سب کچھ ہیں سب کچھ ہے مگر آخر تو آپ کے ہیں آپ کے کہلاتے ہیں آپ کے کہنے پر عمل نہیں کرتے آپ کا حکم نہیں مانتے مگر آپ کے نام کے تو عاشق ہیں آپ کی محبت پر تو کٹ مرنے والے ہیں ہجوم مصائب میں کس کی طرف نظر اٹھائیں۔

کس سے امید کریں کچھ ہیں آپ ہی کا منہ تکنے والے اور آپ ہی سے چشم امید رکھنے والے ہیں ہماری چارہ سازی ہو سکتی ہے تو آپ ہی کے دربار سے ہو سکتی ہے ہماری حالت میں انقلاب پیدا کر سکتے ہیں تو آپ ہی کر سکتے ہیں ہمارا درد دور ہو سکتا ہے تو آپ ہی کو ہو سکتا ہے آپ بیگانوں ہی کے ساتھ نہیں دشمنوں کے ساتھ بھی عنایات روا رکھیں معاندین کو بھی نوازا اشقیا کو بزرگ اور کفار کو اصفیا بنایا دنیا کے نزدیک آپ دنیا میں نہ رہے ہوں ہمارے نزدیک تو آپ زندہ ہیں با اختیار ہیں آپ سب کچھ کر سکتے ہیں آپ کا ایک اشارہ ہماری چارہ سازی و اصلاح کے لئے کافی ہے عربوں کی حالت بھی تو ہم سے اچھی نہ تھی آپ نے انھیں سرآمد روزگار بنا دیا حبشی تاتاریوں کی بربریت و خونریزی کس انتہا کو پہنچی ہوئی تھی آپ نے انھیں اپنی امت میں داخل کر لیا۔

اے صاحب الجود والکرم! ہماری مایوسیوں کی انتہا نہیں رہتی جب ہم یہ خیال کرتے ہیں کہ اور قوم کی اصلاح و ہدایت کیلئے انبیا معوث ہوتے رہتے تھے بنی اسرائیل میں یہ سلسلہ یوں جاری رہا اب ایک طرف تو یہ سلسلہ ہی ختم ہو چکا اور دوسری طرف ہماری زار و ستم حالت کسی ہادی کی ہدایت کی محتاج بنکر رہ گئی ہے اس حالت یاس میں ہمارا کیا حشر ہوتا ہے آج ہماری حالت اگلے زمانہ کے گمراہوں سے کسی طرح بھی بہتر نہیں ہے پھر اس ظلمتکدہ یاس میں ایک شعاع امید جھلکتی ہے کہ آپ کی رسالت و نبوت کا فرمانروائی قیامت تک جاری رہے گی اور آپ کی امت میں ایسے علما پیدا ہوتے رہیں گے جو انبیا بنی اسرائیل سے مماثلت رکھتے ہوں گے۔ گذشتہ زمانوں میں کہیں غوثیت کا رتبہ نظر آتی تھی کہیں خواجہ غریب نواز کی کرشمہ کاریاں معروف کار نظر آتی تھیں کہیں فریدا بھی فریدیت کے جلوے دکھاتے تھے اور کہیں جلال الدین تبریزی اپنی تبریزی سطوت کے ساتھ اپنی اصلاح کی جھنڈی لئے پہنچ جاتے تھے۔ آج ہماری بدبختی کا یہ عالم ہے کہ کہیں اس شان کے اولیا و اصفیا بھی نظر نہیں آتے۔ رحم اے رحمۃ للعالمین رحم اب تو جان مضطر لبوں پر آ گئی ہے خدا کے لئے کروٹ لیجئے گرتے کو سنبھال لیجئے سوگوار حالت کو دیکھئے بہت پامال ہو چکے مٹ چکے خاک میں مل چکے اب کرم کیجئے دستگیری فرمائیے ورنہ آپ کی بدنصیب امت بدبختیوں کا شکار ہو کر رہ جائیگی برباد ہو جائیگی کوئی آنسو بہانے والا بھی نہ رہیگا۔

وہ دین جو بڑی شان سے نکلا تھا وطن سے

پردیس میں وہ آج غریب الغربا ہے

افقِ عرب پہ نیرِ اسلام کا طلوع حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کتم عدم سے منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوئے تو فضائے بسیط میں ایک نور پھیل گیا وہ صبح جانفزا شروع ہوئی جس کے شوق و ترصد میں سیارگان فلک چشم براہ تھے رشد و ہدایت کا چشمہ ابلا چمنستان سعادت میں بہاریں کھیلنے لگیں پرتو تقدس سے اخلاق انسانی کا آئینہ چمک اٹھا یعنی وہ تاریخ آگئی جس کے انتظار میں چرخ کہن سال نے مدتہائے دراز تک لیل و نہار کی کروٹیں بدلیں تھیں ربیع الاول کی بارہ اور ۵۷۱ء کے اپریل کی بیس تاریخ تھی کہ ولادت نبوی کا نور پردۂ ضیا بنکر تمام عالم امکان پر چھا گیا صلی اللہ علی حبیبی محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین باپ پہلے ہی انتقال فرما چکے تھے اور ابھی چھ برس کے بھی نہ ہوئے تھے کہ آپ کی والدہ آمنہ بی بی بھی رحلت فرما گئیں آپ کے دادا عبد المطلب بڑی شفقت کے ساتھ پرورش کر رہے تھے کہ اگلے سال وہ بھی اپنے بیٹے ابو طالب کے ہاتھ میں ہاتھ دیکر چل بسے حقیقت یہ ہے کہ چچا نے آپ کو اس محبت و شفقت کے ساتھ پرورش کیا جس کی نظیر انسانی تاریخ میں شاذ ہی مل سکتی ہے جب تک زندہ رہے سرد و گرم زمانہ میں پشت پناہ بنے رہے اور کبھی منہ میلا نہ ہونے دیا اپنے ساتھ ہی رکھتے سفر شام میں بحیرہ راہب سے ملاقات ہوئی ہے تو عمر شریف صرف بارہ برس کی تھی یہ راہب اپنے وقت کا ولی کامل تھا جب اس نے آپ کو دیکھ کر کہا ہے کہ آپ کا یہ صبیح پیغمبر آخر الزماں ہوگا جس پہاڑ سے اترتے وقت خود شجر و حجر کو انکے احترام میں سربسجود دیکھا ہے تو ابو طالب کی مسرت کا کوئی ٹھکانا نہ تھا۔

مجلس قیام امن کی تاسیس نہایت حسین و خوش جمال تھے لیکن شباب و جوانی کا طوفان اور لیل و نہار نہایت پاکبازی و عفت کے ساتھ بسر کیا و سفید شاغل میں زندگی گذاری یہ دیکھکر کہ عرب جولان کدۂ فساد و عناد بنا ہوا ہے اور فطرت انسانی نوامیس الٰہیہ سے سرکشی پر پوری شدت کے ساتھ آمادہ ہے قبیلہ قبیلہ کا دشمن بنا ہوا ہے اور مکہ اور اطراف مکہ میں سب سے زیادہ مختلف قبائل آباد ہیں جن کے مابین آتش عناد برابر مشتعل رہتی ہے اس کے علاوہ جھگڑے لڑائیاں چوریاں اور بدمعاشیاں جاری رہتی ہیں ہر طرف ایک خاک اڑ رہی ہے آپ بیحد متاثر ہوئے اور سب کو جمع کر کے آپ نے مکہ میں مجلس قیام امن کی تاسیس کی جس میں ہر قبیلے کے نمائندے شامل کئے اور جس کے مقاصد یہ تھے اولاً ملک کی بدامنی کے ارتفاع کے لئے ہر ممکن سعی و جہد سے کام لینا ثانیاً غربا و ضعفاء کی اعانت و دستگیری کے لئے ہمہ وقت تیار و آمادہ رہنا ثالثاً زیردستوں پر زبردستوں کے مظالم و جبر کے سیلاب عظیم کو روکنے اور دبانے کے لئے حسب استطاعت ہر جائز و متحد سعی سے کام لینا۔ اس کے روح رواں آپ ہی تھے اور اس قسم کی انجمن کا قیام تاریخ عرب میں بالکل نئی بات تھی اس نے بڑا کام کیا اور بہت بڑی حد تک امن قائم ہوگیا۔

تعمیر بیت اللہ کے قضیہ کا فیصلہ کچھ عرصہ کے بعد ایک اور اہم صورت پیدا ہوگئی جس کی وجہ سے قبائل کے مابین آتش جنگ مشتعل ہو جانے کا شدید خطرہ پیدا ہوگیا کعبہ شریف کی عمارت کچھ نشیب میں واقع ہو جانے کی وجہ سے سیلاب کا پانی صحن حرم میں بھر جاتا تھا بند ٹوٹ جاتے تھے قدآدم عمارت تھی نیز دیواروں پر چھت بھی نہ تھی اسے نقصان سے بچانے کے لئے قریش نے از سر نو تعمیر کا انتظام کیا جب عمارت بنکر تیار ہوگئی تو سنگ اسود کے نصب کئے جانے پر باہم ایک شدید مناقشہ پیدا ہر شخص کی سعی یہ تھی کہ اس کے نصب کرنے کا شرف اسی کو حاصل ہو ایک دوسرے کو یہ حق دینے پر تیار نہ تھا قریب تھا کہ تلواریں میان سے نکل آئیں چند بوڑھوں نے یہ فیصلہ کر دیا کہ کل صبح جو شخص سب سے پہلے صحن حرم میں سب سے پہلے قدم رکھے اسی کو ثالث تسلیم کر لیا جائے آپ اپنی راستبازی کی بنا پر قوم سے "الامین" کا معزز خطاب حاصل کر ہی چکے تھے بڑی عزت و وقعت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔ دوسری صبح کو سب سے پہلے جو صحن حرم میں پہنچے وہ حضور ہی کے قدم تھے سب پکار اٹھے وہ آگیا "الامین" سب کو اطمینان ہو گیا آپ نے فیصلہ بھی وہ کیا جس سے بہتر فیصلہ ممکن ہی نہ تھا۔ آپ نے ایک چادر میں حجر اسود رکھوایا ہر قبیلہ کے نمائندے سے فرمایا کہ سب چادر کے گوشے پکڑ کر بلند کرو اس طرح جب چادر مقام مقصود تک پہنچ گئی آپ نے خود پتھر اٹھا کر اسکی جگہ نصب کر دیا سب اس شرف میں بھی شریک ہو گئے کسی کو ارمان بھی نہ رہا اور پتھر بھی نصب ہوگیا اور آپکی ہوشمندی سے مصیبت ٹل گئی

کاروباری ترقی باپ سے بھی زیادہ شفیق چچا کی مالی حالت اچھی نہ تھی اسلئے بچپن میں آپ کو بکریاں چرانی پڑیں اور جب اچھی طرح ہوش سنبھال لیا تو منافع میں نصف کی شرکت پر دوسروں کی تجارت کرنے اور ان کا مال لیجانے لگے پاس روپیہ تو ضرور نہ تھا البتہ ساکھ تھی صداقت بھی تھی دیانت و امانت کی شہرت تھی اس لئے لوگ بخوشی آپ کو مال تجارت دینے پر راضی ہو گئے تجارت کی کامیابی کے لئے جتنے اوصاف ضروری ہیں وہ سب آپ میں موجود تھے مستعد بھی تھے جز رس بھی تھے اسی کا نتیجہ تھا کہ ارادہ کی خبر پاتے ہی سب کی توجہ آپ نے اپنی طرف مبذول کر لی نصف منافع کی شرط پر لوگوں کا مال لیکر خرید و فروخت کے لئے دور دور جانے لگے بصرہ شام یمن بحرین تک جاتے اور اپنی خداداد قابلیت اور مستعدی اور کاروباری لیاقت سے خوب منافع ہوا آپ کے اندر تمام کاروباری جوہر موجود تھے اسلئے جس سے ایک دفعہ بھی آپ کا معاملہ پڑتا تھا وہ ہمیشہ کیلئے آپکا گاہک بنجاتا تھا

حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح اس عہد میں حضرت بی بی خدیجہ رضی عرب کی ایک مشہور اور دولتمند تاجرہ تھیں لاکھوں روپے کا کاروبار تھا یہ حالت تھی کہ جب مکہ سے تجارتی قافلہ روانہ ہوتا تو تنہا ایک ان کا مال تجارت قریش کے مال تجارت کے برابر ہوتا تھا انہوں نے آپ کی کاروباری شہرت سنکر آپ کو بلوایا اور کہا کہ اگر آپ میرا مال مال تجارت فروخت کے لئے لیجائیں تو آپ کو زیادہ منافع دونگی ایک یتیم تاجر کی یہ پیشکش بہت بڑی سعادت تھی آپ رضامند ہوگئے اور پہلے ہی تجربہ نے حضرت خدیجہ رضی کو آپ کی لیاقت تجارتی کا معترف بنا دیا ساتھ ہی اپنے غلام کے ذریعہ سے حضرت خدیجہ رضی کو آپ کی پاکیزگی اخلاق اور کمالات روحانی کے ایسے حالات معلوم ہوئے کہ آپ بیحد متاثر ہوئیں اور نکاح کا پیغام دیا اور ابو طالب نے نہایت مسرت کے ساتھ نکاح پڑھا دیا اس نکاح کے بعد حضرت خدیجہ رضی نے تمام کاروبار حضور کے حوالہ کر کے خود کو آپکی خدمت کے لئے وقف کر دیا آپ کی عمر شریف پچیس سال کی اور حضرت خدیجہ

غزوۂ بدر اور غزوۂ احد قریش یہاں بھی چین سے بیٹھنے دینا نہ چاہتے تھے انہوں نے مدینہ پر حملہ کی تیاریاں شروع کر دیں آپ یہ سنکر ۳۱۳ بے سروسامان صحابہ کی ایک جماعت لیکر روانہ ہو گئے ادھر قریش پورے طمطراق اور ساز و سامان اور پوری جمعیت کیساتھ مقابلہ پر آئے مگر اس کفر و اسلام کے اولین معرکہ ہی میں انکی قوت کو ناقابل تلافی نقصان پہنچ گیا اور قریب قریب تمام نامور ان قریش کھیت رہے یہ حالت تھی کہ مکہ کے ہر گھر میں کہرام مچ گیا قریش نے اگلے سال انتقامی حملہ کیا احد میں جنگ ہوئی مسلمانوں کو کامل فتح ہو چکی تھی مگر کچھ مسلمانوں کے خلاف ہدایت عقب پہاڑ سے ہٹ جانیکی وجہ سے کفار اپنی منتشر قوت سمیٹ کر پھر حملہ آور ہو گئے جس سے مسلمانوں کو کافی نقصان پہنچا خود حضور رسالتمآب مجروح ہوئے مگر مسلمانوں کے سنبھلنے پر کفار واپس ہو گئے۔

غزوۂ احزاب کا سیلاب عظیم اسلام برابر ترقی کر رہا تھا اس کا دائرہ بھی بڑھ رہا تھا قبائل سے معاہدے بھی ہو رہے تھے فتنہ انگیز یہود قبائل کو جلا وطن اور قتل بھی کیا جا رہا تھا چھوٹی چھوٹی مہمات کا سلسلہ بھی جاری تھا قریش کی تو پھر ہمت نہ ہوتی تھی مگر وہ اور یہود اور بڑے بڑے قبائل عرب متفق ہو گئے اور ابو سفیان چوبیس ہزار جرار اور متحدہ لشکر لیکر اس زور و شور سے مدینہ پر حملہ آور ہوا کہ مدینہ کی زمین دہل اٹھی اس وقت یہ معلوم ہوتا کہ اسلام اور اہل اسلام کا خاتمہ ہے ۲۴ روز تک مدینہ محصور رہا اور صرف ساتسو مسلمان انتہائی بے سرو سامانی سے مقابلہ کرتے رہے دشمنوں کے حوصلے پست ہو گئے اور خدا نے آندھیاں مسلط کر دیں اور یہ سیلاب عظیم پلٹ گیا۔

غزوۂ خیبر اور اراضی کی تقسیم اس کے بعد اسلام کی ہیبت طاری ہو گئی اور حقیقی ترقی شروع ہوئی حضور یہ سنکر کہ یہود خیبر جنگ کی تیاریاں کر رہے ہیں آپ پندرہ سو غازیوں کا لشکر لیکر ان کے سروں پر جا پہنچے اور انھیں سخت شکست دیکر یہود کی قوت کو پاش پاش کر دیا فتح خیبر اسلام کی سلطنت کے قیام کا پہلا زینہ تھا یہاں کی اراضی مجاہدین میں تقسیم کر دی گئی۔

مکہ مکرمہ کی فتح صلح حدیبیہ میں پندرہ سو مجاہدین واپس ہو گئے تھے جس کے بعد خدا نے خیبر کی فتح نصیب کی سنہ ۸ھ میں آپ نے آٹھ ہزار مجاہدین سے مکہ بھی فتح کر لیا اس طرح کہ یہاں خون کا ایک قطرہ بھی نہ گرنے پایا یہ شہر وہی شہر تھا جہاں متواتر تیرہ سال خود ذات رسالتمآب اور مہاجرین کرام کو صد ہزار گونہ مصائب کا شکار ہونا پڑا تھا اگر آپ قتل عام کا بھی حکم دیدیتے اور شہر کی اینٹ سے اینٹ بجا کر رکھدیتے تو بھی زیبا تھا لیکن آپ نے سب کو معاف کر دیا کعبہ شریف کی تطہیر کی اسے بتوں سے صاف کیا اور پہلی مرتبہ یہاں نعرۂ تکبیر بلند ہوا۔

طائف کی تسخیر اس کے بعد آپ طائف پر جا چڑھے اسے فتح کیا یہ وہی مقام ہے جہاں حضور پر سنگباری ہوئی تھی پتھر برسائے گئے تھے لہولہان ہو گئے تھے مگر آپ نے یہ سلوک روا رکھا کہ چھ ہزار قیدی جو گرفتار ہوئے تھے آن کی آن میں چھوڑ دیے اور اسلامی رواداری کا شاندار مظاہرہ کیا۔

وفود عرب اور اسلام کا فروغ عربوں پر اسلامی صداقت کا سکہ بیٹھ چکا تھا مگر چونکہ قریش کی سیادت مسلم تھی اور یہ کعبہ کے متولی ہونیکی وجہ سے جیران بیت اللہ کے پڑوسی کہلاتے تھے سب انہی کی راہ دیکھ رہے تھے قریش کے سر جھکاتے ہی میدان صاف تھا اب تو یہ حالت تھی کہ ہر طرف سے عربوں کے انبوہ کے انبوہ اور وفود پر وفود مدینہ آتے اور اسلام قبول کرنے لگے دیکھتے دیکھتے اسلام تمام عرب پر حاوی ہو گیا ہر طرف اللہ اکبر کے نعرے بلند ہونے لگے فتح مکہ کے بعد ایک سال کے اندر اسلام نے جتنا فروغ پایا اس کا عشر عشیر بھی گذشتہ بیس اکیس سال میں نہ پھیلا تھا جہاں بتوں کی صدائیں بلند ہوتی تھیں وہاں اذان کی صداؤں سے فضا گونجنے لگی۔

حضور کے انتظامی مشاغل دوسری طرف خود حضور نبی کریم نے بھی جا بجا تبلیغی وفود بھیجنے شروع کر دیے عمال حکومت اور قاضیوں کا تقرر فرمایا بیت المال قائم کیا تعلیم کو عام کیا جا بجا مساجد و معلم مقرر کئے عربوں کو انکی تاریخ میں پہلی مرتبہ منظم کیا حکومت الٰہیہ قائم کی جس کا قانون قانون الٰہی تھا اور جس پر قانون کی حکومت تھی الٰہی حکومت جس سے بہتر حکومت کبھی دنیا میں قائم نہ ہوئی حضور بعد مصروفیت کے ساتھ کام میں مشغول رہتے تھے خود ہی فرمانروا تھے اور خود ہی مقنن تھے خود ہی جج تھے خود ہی امام تھے خود ہی سپہ سالار تھے خود ہی معلم تھے سب کچھ خود ہی تھے تمام بار آپ ہی کے دوش مبارک پر آپڑا تھا۔

حجۃ الوداع حج کا زمانہ آیا کسی کو خبر نہ تھی کہ یہ آخری حج ہے پہلے سے آپ نے عرب بھر میں اعلان کر دیا تھا کہ زیادہ سے زیادہ افراد اور فرزندان توحید حج میں شرکت کریں یہ سنکر کہ خود ذات رسالتمآب حج کو تشریف لیجا رہے ہیں پورے عرب میں ایک ہما ہمی پیدا ہو گئی تھی دور دراز سے قبائل حج کے لئے چل کھڑے ہوئے تھے جس وقت حضور مدینہ منورہ سے نکلے ہیں تو اس جلوس مقدس کی ہیبت کے پرتو سے تمام دشت و جبل جگمگا اٹھے تھے ہر منزل پر ادھر ادھر کے قبائل آتے اور جلوس کی تعداد و شان میں اضافہ کرتے چلے جاتے تھے بڑے جوش و عقیدت کے ساتھ لوگوں نے حضور کیساتھ مناسک حج انجام دیئے میدان عرفات میں ناقہ پر سوار ہو کر آپ نے خطبہ جو شروع کیا ہے تو ایک لاکھ چوالیس ہزار فرزندان توحید کے لبریز عقیدت اور دھڑکتے ہوئے دلوں کی ایک دنیا آپ کے سامنے تھی اسی موقع پر اور اسی اجتماع عظیم میں آپ کو جو کچھ کہنا تھا اور جو کچھ بتانا تھا وہ سب کچھ بتا دیا آپ نے جوش کے ساتھ فرمایا کہ آج کے دن میں مسلمانوں کی جان و مال اور آبرو ایک دوسرے پر حرام کرتا ہوں تمام بنی نوع انسان حضرت آدم سے مخلوق ہوئے ہیں اور وہ مٹی سے بنے ہوئے تھے۔

سب مسلمان بھائی بھائی ہیں۔ مراسم جاہلیت آج میرے پاؤں کے تلے ہیں دوران خطبہ ہی میں آپ نے فرمایا کہ کل خدا تم سے قیامت کے دن پوچھیگا کہ تمہارے رسول نے کیسی تبلیغ کی تو کیا جواب دوگے سب نے بیک زبان عرض کی کہیں گے کہ آپ نے اپنا حق ادا کر دیا۔ اس کے بعد آپ نے تین بار آسمان کی طرف انگلی اٹھا کر عرض کی خدا تو شاہد رہنا۔ اسی موقع پر سورہ فتح نازل ہوئی۔ یہ حج تاریخ میں حج الوداع کے نام سے مشہور ہے۔

حضور نبی کریم کی وفات اس حج سے واپسی پر کچھ ہی روز بعد حضور علیل ہو گئے معمولی بخار اور درد سر کی شکایت تھی مگر بڑھتے بڑھتے اس نے نازک صورت اختیار کر لی اور بارہ روز علیل رہ کر حضور عازم خلد بریں ہوئے فرزندان توحید کے خرمن صبر و سکون کے لئے یہ خبر برق خاطف سے کم نہ تھی بہت سے مسلمانوں کے تو ہوش بجا نہ رہے جس نے سنا سناٹے میں آگیا خود کو یتیم محسوس کرنے لگا۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے حجرہ میں دفن ہوئے۔

سلسلہ حاشیہ صفحہ ۶) اکثر اخبارات اور رسائل اب بھی مولوی سے زیادہ ضخیم ہیں۔ اور اپنی سابقہ روایات پر قائم ہیں چند بڑے اخبارات کو چھوڑ دیجئے جو کسی خاص شخص کی ملکیت نہیں۔ بلکہ انکی حکومت یا بڑی بڑی انجمنیں اور سرمایہ لیتے ہیں جن کے پاس آج ہی سے ۵ تک کا کاغذ موجود ہے انفرادی ملکیت کے اخبار کیوں ابھی

وہ دین ہوئی بزم جہاں جس سے چراغاں

اب اس کی مجالس میں نہ بتی نہ دیا ہے

حکومت الٰہیہ کا قیام اسلام سے پیشتر عرب نہیں ایک عالم مزبلۂ اخلاق اور جولانگاہ فساد و عناد بنا ہوا تھا جہالت و بربریت کی گھٹا ٹوپ اندھیاری پھیلی ہوئی تھی عرب کے اندر صدیوں سے امن و انتظام کا نام بھی نہ تھا بدترین دور سے گذر رہا تھا بزم عالم سونی پڑی تھی اسلام نے آکر اسمیں کچھ نئی پیدا کی قشر ربانی اپنی ابدی و سرمدی صدا کے ساتھ صادر ہو چکا تھا کہ وہ اپنی نیابت و حکومت انہیں کو عطا فرماتا رہا ہے اور عطا کریگا اور انہیں کے دین و مذہب کو اقتدار دیگا جو ایمان و عمل کی دولت سے بہرہ مند ہوں گے سورہ نور میں بصورت وعدہ تین امور واضح کئے گئے تھے، عطائے حکومت و سلطنت اسلام کے اقتدار کا ظہور اور امن و امان کا قیام حقیقت میں یہ تینوں نعمتیں بہت بڑی ربانی نعمتیں ہیں جس کے پاس حکومت نہیں وہ غلام ہے مذہبی اقتدار نہیں تو مذہبی اذیتوں سے دوچار ہونا لازمی ہے جن کا نمونہ رہبانیت المقدس اور مکہ میں دیکھا جا چکا تھا امن و امان نہیں تو فتنہ و فساد کی آندھیاں ہیں خوف و دہشت کی بجلیاں ہیں چوریاں ہیں۔

شہنشاہ حقیقی صرف خدا ہے سلاطین عالم صرف اسی کے نائب کی حیثیت سے مصروف کار ہیں اسی لئے قرآنی اصطلاح میں حکومت و سلطنت "خلافت" کے نام سے موسوم ہے نائب کا کام یہی ہے کہ وہ اللہ کے قانون کو نافذ کرے اپنا نہ رہے صالحین سے حکومت کے جو مواعید کئے گئے ہیں اور انہیں جو اس کا اہل بنایا گیا ہے وہ محض اسی لئے کہ یہ اس کے بندوں کو اللہ تعالےٰ کے قانون کے مطابق چلنے پر مجبور کرینگے اور ان سے اوامر و نواہی کی تعمیل کرائیں گے اور پھر مشرکین راہ میں موانع و عواقب ہی پیدا نہ کر سکیں گے

انتظام ملکی کی اولین صورت جب مسلمان پورے طور پر آزمالئے گئے اور امتحان میں پورے اتر گئے تو خدا نے اپنا وعدہ پورا کیا عرب کی حکومت عطا کر دی حضور نبی کریم نے دعاۃ اسلام کا تقرر تو پہلے ہی شروع کر دیا تھا فتح مکہ کے بعد محصلین زکوٰۃ کا تقرر بھی فرما دیا اور مقبوضہ علاقوں میں گورنروں اور حاکموں کو بھی مامور کرنا شروع کر دیا حضرات ابوموسیٰ اشعری عمرو بن حزم زیاد بن لبید معاذ بن جبل یزید بن ابی سفیان عتاب بن اسید عمرو بن العاص شہر بن باذان علا ابن حضرمی علی اور باذان بالترتیب عدن جند حضرموت زبید نجران تیما احا رصنعا بحرین وعمان اور مکہ اور یمن کے گورنر مقرر کئے گئے تھے یمن کی دولتمندی اور وسعت کی وجہ سے اس صوبہ کو پانچ برابر کے حصوں میں تقسیم کر دیا تاکہ انتظام میں سہولت پیدا ہو جائے اسی طرح نواح شام اور نجد وغیرہ کے علاقوں کے متعدد حصے کر کے ان پر بھی گورنر اور والی مقرر فرما دیئے۔

یہ تقرر بھی بڑی ہوشمندی کے ساتھ کئے گئے تھے جو شخص جس صوبہ کے انتظام کے لئے موزوں نظر آیا وہیں اس کا تقرر کر دیا ان تقرریوں میں پاکیزگی اخلاق و عمل خوش خلقی و فضیلت علمی اور ملکداری کی اہلیت کو پیش نظر رکھا باذان عجمی تھے عہد کسریٰ میں یمن کی گورنری کر چکے تھے یزید بنو امیہ میں سب سے لائق اور ہوشمند۔ عمرو بن العاص انہی کی طرح رئیس زادہ بھی تھے اور تدبر و سیاست میں بے نظیر سمجھے جاتے تھے حضرت علیؓ کے تبحر علمی کا بھی جواب نہ تھا یہی وجہ ہے کہ ان میں سے ایک بھی ایسا نہ نکلا جس نے اپنی لیاقت انتظامی کا پورا ثبوت نہ دیا ہو اور آگے چلکر ملک سیاست کا مہر و ماہ نہ بنا ہو اور جس سے رعایا خوش نہ ہو۔

گورنروں کے اوصاف و ہدایات انتظام مملکت کے علاوہ متعدد مناقشات فیصلہ مسلمانوں کو فرائض و سنن کی تعلیم اور اشاعت اسلام بھی ان کے فرائض میں شامل تھی وہ بیک وقت حاکم بھی تھے مجسٹریٹ بھی تھے معلم بھی تھے اور واعظ بھی رخصت ہوتے کے وقت انھیں ہدایات کر دیجاتی تھیں۔

"لوگوں کو بشارت دینا وحشت زدہ نہ کر دینا، دشواری پیدا نہ کرنا، اتفاق قائم رکھنا اختلافات پیدا نہ ہونے دینا ہر شخص کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آنا سختی نہ کرنا"

یہ ہدایات اللہ کے قانون کے مطابق خدا کے رسول اور نائب کی طرف سے دیجاتی تھیں جب ہی تو اپنی نوعیت میں غرابت انگیز تھیں آجکل بھی حکام کا تقرر ہوتا ہے اور ہوتا چلا آیا ہے مگر خدائی قانون کے خلاف انہیں افتراق انگیزی اور دلان برسخت گیری کی ہدایتیں دیجاتی ہیں لیکن خدائے مہربان یہ کب گوارا کر سکتا ہے کہ اس کے بندے حاکم بنکر اس کے بندوں کو ستائیں اور ان کے لئے باعث اذیت بنیں آج خوش اخلاقی سے پیش آنے کے بجائے حکام رعایا سے مغرورانہ پیش آتے ہیں نرمی کے بجائے سختیاں کیجاتی ہیں اور تو اور ہمارے علمائے ملک کی یہ حالت ہے کہ وہ بجائے امید کرنے اور اس کی رحمت و بخشش اور شفقت و محبت کے تذکار کرنے کے بجائے الٹا ڈراتے اور بات بات پر وحشت پیدا کرتے ہیں

کلکٹروں کے تقرر و اوصاف محصلین زکوٰۃ کو عہد حاضر کی اصطلاح میں کلکٹر کہا جا سکتا ہے ان کے تقرر میں یہ خیال ملحوظ رکھا جاتا تھا کہ ان کا اتقا مسلم ہو۔ ابتدائی عہد تھا خدمت کا معاوضہ صرف اس قدر ملتا تھا جو میاں بیوی اور ایک نوکر اور گھر کے معمولی خرچ کے لئے کافی ہو انھیں ہدایت ہوتی تھی کہ لوگوں سے چھانٹ کر چیزیں نہ لیں۔ محاصل کے ذرائع زکوٰۃ عشر جزیہ اور خراج تھے جو زیادہ تر نقدی کی صورت میں وصول ہوتا تھا عشر میں میوہ غلہ اور پھل ملتے تھے حضرت عبداللہ بن رواحہ خیبر کے کلکٹر مقرر ہوئے کچھ افراد نے انھیں رشوت دینی چاہی تو غضبناک ہو کر فرمایا دشمنان خدا کیا تم مجھے حرام کھلانا چاہتے ہو کتنا مقدس زمانہ تھا حضور نبی کریم نے کتنی خدا ترسی پیدا کر دی تھی کہ مسلمان گناہوں کے تصور پر لرزہ براندام ہو جاتے تھے ایک یہ زمانہ ہے کہ برائی اور بھلائی اور معصیت اور ثواب کا احساس ہی اٹھ گیا ہے حقیقت میں بزم جہاں کی رونق یہی بزرگ تھے اتنے اتقا پر بھی یہ عالم تھا کہ گورنروں کے تبادلے بھی ہوتے رہتے تھے اور کلکٹروں کا تقرر بھی عارضی ہوتا تھا۔

صیغہ ہائے پولیس و عدالت کا قیام عرب کی اصل صدیوں سے اجڑی پڑی تھی صدیوں سے یہاں کسی نظم و ضبط کا نام بھی نہ تھا چند ساحلی اور زرخیز صوبوں کے علاوہ عرب میں قرن ہا قرن سے کوئی منظم حکومت قائم نہ ہوئی تھی اور اسکے بیشتر حصے تہذیب و تمدن سے قطعی عاری تھے صورت یہ تھی کہ ہر قبیلہ اپنا انتظام اپنے سردار کے ذریعہ آپ کرتا تھا پہلی مرتبہ یہاں شکوہ حکمرانی کا خاکہ تیار ہو رہا تھا ہر چیز میں سادگی کا رنگ تھا پولیس کی ضرورت کس زمانہ میں محسوس نہیں ہوئی اس وقت بھی ضرورت تھی جس کی تکمیل جا کر عہد فاروقی میں ہوئی البتہ عہد رسالت میں اس کا بھی ایک نمونہ پیش کر دیا گیا اگرچہ طلوع اسلام کے ساتھ ہی ایک حد تک نہیں تو بڑی حد تک جرائم کا خاتمہ ہی ہو گیا تھا پھر بھی فرزندان توحید کے سامنے ایک نمونہ پیش کرنا لابدی امر تھا چنانچہ مدینہ منورہ میں شہر کی کوتوالی پر حضرت قیس بن سعد کا تقرر ہوا عدالتی صیغہ کی یہ صورت تھی کہ خود حضور نبی کریم جج اور چیف جسٹس کی حیثیت اختیار کر گئے تھے۔

مدینہ اور حوالی مدینہ کے تمام مقدمات کا فیصلہ خود ہی فرماتے فریقین آکر آواز دیتے باہر نکل کر شہادتیں سنتے اور اسی وقت قطعی فیصلہ کر دیتے چھوٹے چھوٹے نزاعات حضرت عمرؓ علی مقداد اور عاصم رضی اللہ عنہم کی عدالتوں میں ہوتا تھا اسی طرح نصف قضایا کے لئے تمام عرب میں قاضی مامور کر کے صیغۂ عدالت کو منظم کر دیا تھا۔

عرب میں اشاعت تعلیم پورے عرب پر جہالت طاری تھی جس کی انتہا یہ تھی کہ مکہ جیسے مرکزی شہر میں معمولی حرف شناسوں کی تعداد ۱۷ سے زیادہ نہ تھی اور عرب ہی کیا اس وقت پوری دنیا کی یہی حالت تھی عوام کی تعلیم کا کسی کو احساس تک نہ تھا لیکن اسلام سراپا تعلیم تھا دنیا نے پہلی مرتبہ زن و مرد پر علمی فرضیت کا فرمان سنا سب سے پہلے معلم حضرت مصعبؓ تھے ۲ھ میں اسیران بدر سے مسلمانوں کو لکھنے کی تعلیم دلوائی اور پھر صفہ یونیورسٹی قائم کی جہاں معارف قرآن تفسیر اور حدیث اور تحریر و انشا کی تعلیم ہوتی اور غیر زبانوں عبرانی وغیرہ کی بھی تعلیم ہوتی تھی اسی طرح تمام عرب میں معلمین کا تقرر کر دیا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عہد رسالت کی مختصر مدت ہی میں عرب کے اندر بڑی حد تک تعلیم پھیل گئی۔

صیغہ فرامین وکتابت اس صیغہ کے ماتحت ہر قسم کی کتابت و مراسلہ کا کام ہوتا تھا سپاہیوں کے اسمائے گرامی کے رجسٹر بھی اسی میں رہتے تھے عمال کے نام فرامین بھی یہیں سے لکھ کر صادر کرائے جاتے تھے آیات قرآنی کی تسوید اور سلاطین عالم کے نام تبلیغی دعوت نامے اور معاہدات کے مسودات بھی اسی محکمہ میں لکھے جاتے تھے اس کام میں برابر وسعت پیدا ہوتی جاتی تھی خود حضور نبی کریم مضامین لکھاتے پھر یہ ثبت کرتے اور اپنے سامنے لفافوں میں بند کرتے پہلے اس محکمہ کی سیادت حضرت زید اور پھر حضرت معاویہؓ کے سپرد ہوئی۔

محکمہ احتساب کا قیام یہ محکمہ تاریخ میں حکومت اسلامیہ ہی کے ساتھ مخصوص رہا اور ہر دور میں اسے اہمیت حاصل رہی معاملات حلال و حرام بیع و شرا اور مسلمانوں کے عادات و اخلاق تک کی نگرانی اسی کو سپرد تھی حضور خود اس کی نگرانی فرماتے اور ہر شخص کے جزئیات اخلاق اور تجارتی اور معاشرتی معاملات تک کی نگرانی فرماتے تھے غلہ کا سٹہ لگانے والوں کو شدید سزائیں دیتے ایک جگہ غلہ کا انبار نظر آیا اندر ہاتھ ڈالا تو نمی محسوس ہوئی تو دوکاندار سے اس کی وجہ پوچھی عرض کی کہ بارش سے بھیگ گیا ہے فرمایا پھر اسے اس طرح کیوں نہیں رکھتا کہ لوگ بیک نظر دیکھ لیں جو لوگ دھوکہ اور فریب سے کام لیتے ہیں وہ ہم میں سے نہیں ہیں خود بازار میں جاتے اور نگرانی کرتے۔

اسی طرح محصلین زکوٰۃ گورنروں اور عاملوں کی نگرانی بھی سختی کے ساتھ فرماتے جہاں کہیں جھگڑے اور فساد کی اطلاع پاتے فوراً پہنچ جاتے قبیلہ بنی عمرو بن عوف کے لوگوں کا جھگڑا چکانے کے لئے خود بنفس نفیس گئے تھے عقوق والدین کا کہنا نہ ماننے شرکت جماعت میں سستی کرے آمیزش شدہ اشیا فروخت کرے بیوی سے بری طرح پیش آئے غلام پر سختی کرے غرض جو بھی غیر مشروع اور ناروا حرکت دیکھتے فوراً روکتے اور ٹوکتے تھے اسلام میں یہ محکمہ انتہائی فوائد و برکات کا باعث بنا رہا مجال نہ تھی جو کوئی غیر مشروع حرکات کا ارتکاب کرتا اب تو ایک شور الحاد برپا ہے کوئی کسی کو گناہ و فسق سے روکنے والا نہیں۔

ملک کی زرخیزی و فارغ البالی کی سعی کس کس شعبہ کا اور کس کس شعبہ کا ذکر کیا جائے ملک کی آبادی و زرخیزی کی طرف بھی پوری توجہ کی عرب ایک کوہستانی اور ریگستانی ملک تھا اس میں مدینہ طائف خیبر وادی القری اور فدک وغیرہ چند ہی شاداب مقامات تھے البتہ ساحلی اور نواح شام کے علاقے فی الحقیقت بہت زرخیز تھے۔ یمن بحرین مسقط حضر موت الحسار کہتے نجران کے علاقے بہت دولتمند اور زرخیز تھے ان میں نجران کے سوا سب زیر تسلط ایران تھے صعید شام رغسانی حکمران تھے عربوں کا گذارا لوٹ مار اور تجارت پر تھا وسط عرب کی زندگی بالکل خانہ بدوشانہ تھی ہر طرف ویرانی ہی ویرانی تھی حضور نبی کریم کی تبلیغ و فتوح کا یہ اثر ہوا کہ یہودی عیسائی رومی اور ایرانی وغیرہ اپنے باغات اور اپنی آراضی خالی کر گئے ایرانی اقتدار ہی معدوم ہو گیا بہت سی افتادہ زمینوں کی طرف اب تک کسی کی توجہ نہ ہوئی حضورؐ نے ان کی درستی و آبادی کی طرف توجہ کی بنجروں کو قابل کاشت بنایا جاگیریں تقسیم کیں ہر طرف سے لوگ زمینوں کے لئے آنے لگے عرب کے بنجر گلزار بن گئے۔ مہاجرین کو تجارت میں لگایا تمام مسلمان ان کے خریدار بنے محنت و سعی سے کام لیا مدینہ میں بڑے بڑے کارخانے کھل گئے تجارت چمک گئی وہی عرب جہاں پہلے خاک اڑتی تھی جہالت کی تاریکی پھیلی ہوئی تھی افلاس عام تھا فارغ البالی عام ہو گئی۔

مداخل و مصارف خلافت آلٰہیہ عہد رسالت ہی میں خلافت الٰہیہ اور سلطنت اسلامیہ کا ایک دلکش خاکہ تیار ہو گیا تھا بزم عرب میں نئی شمعیں روشن ہو گئی تھیں وہ بھی عرب جیسے غیر متمدن اور بے آب و گیاہ ملک میں مداخل کی متعدد صورتیں پیدا ہو گئیں زکوٰۃ جزیہ خراج عشر مال غنیمت اور فے بارانی پیداوار پر دسواں حصہ اور آبپاشی کی زمینوں پر بیسواں حصہ لیا جاتا تھا زر و سیم پر ڈھائی فیصدی زکوٰۃ بھی بیس مثقال سونے اور دو سو درہم چاندی اور چالیس بکریوں پر۔

زکوٰۃ کے مصارف آٹھ تھے فقراء مساکین نو مسلم مسافر و مقروضین اور دیگر کار ہائے خیر وغیرہ۔ جزیہ میں ایلا سے ۳۰۰ سو اور اذرح سے ۱۰۰ دینار وصول ہوتے تھے بحرین سے جزیہ کی سب سے بڑی مقدار وصول ہو کر آتی تھی تیما فدک اور خیبر کے غیر مسلم کاشتکاروں سے جو حق مالکانہ لیا جاتا تھا خراج کہلاتا تھا احتیاط کا یہ عالم تھا کہ محض رفع اشتباہ کے لئے تخمینہ میں سے ایک ثلث کم کر دیا جاتا تھا۔

مال غنیمت میں سے خمس نکال کر باقی مجاہدین میں تقسیم کر دیا جاتا تھا تمام مداخل و مصارف کا باقاعدہ اندراج ہوتا تھا عمال کو بر وقت تنخواہیں ملتی تھیں لاکھوں لاکھ ہر طرف سے مدینہ میں کھنچا چلا آ رہا تھا۔

سپاہ اسلامیہ کا قیام جزیہ اور خراج کی رقوم مصارف جنگ اور سپاہ کی تنخواہ کے لئے وقف رہتی تھیں عہد رسالت میں تمام صحابہ کرام افواج آلٰہیہ کی سپاہ کی حیثیت سے رہتے تھے جب مرابط تنخواہیں ملتی تھیں مجردین سے عیالداروں کو دوگنا معاوضہ ملتا تھا اسلحہ جنگ باقاعدہ طور پر رسول کریم عطا فرمایا کرتے تھے کہنے کو یہ سپاہ کچھ ایسی مرتب اور تواعد داں فوج نہ تھی لیکن اس کی دھاک ہر طرف بیٹھی ہوئی تھی جدھر رخ کرتی تھی فتوحات اس کے قدموں کے ساتھ چلتی تھیں۔

اسلام کی زندگی پر غور کیا جائے تو عہد رسالت کے ۲۳ سالہ زمانہ میں ۱۳ سال کا زمانہ تو ایسا تھا کہ کسی کو دم لینے کی مہلت نہ تھی باقی دس سال میں پانچ سال ہی ایسے گذرے کہ اسلام کی موت و زیست کا سوال رہا اس کے بعد کچھ فرصت ملی ۶ھ اور ۸ھ میں جب خیبر اور مکہ فتح ہوا ہے تو آزادانہ قدم اٹھے ہیں اور حقیقت میں ۸ھ میں ہی اصلی کام ہوا ہے یہ مدت کتنی قلیل ہے مگر اسی میسر شدہ فرصت میں سرکار دو عالم نے عرب کی کایا پلٹ کر رکھ دی ہر شعبہ کو منظم کر دیا کہ بزم میں رونق پیدا کی اور تہذیب و تمدن کی تمام ابتدائی اور اساسی ضروریات سے عرب اور ارض عرب کو مالا مال کر دیا جو کوئی دنیا میں نہ کر سکا وہ حضورؐ نے کیا۔ اللھم صل علیٰ محمد کلما ذکرہ الذاکرون وکلما غفل عن ذکرہ الغافلون۔

یہودی نصرانیوں کو ہندو جینیوں کو اور جینی ہندوؤں کو مٹانا اور پامال کرنا اپنا فرض ہی نہیں سمجھتی تھیں ان سے وعدے کرکے توڑ دینا انھیں دھوکہ دینا ان کے معابد و آثار مذاہب مٹانا خدا کی خوشنودی کا باعث سمجھا جاتا تھا جس کی وجہ سے باہمی مناقشات ترقی پذیر ہوتے چلے جاتے تھے رومی عجمی نصرانی اور یہودی جینی اور ہندو منگول ہر ایک کھیل کھیلے جا رہے تھے جو اپنے دشمنوں اور دیگر مذاہب والوں کو جتنی شقاوت و بیدردی کے ساتھ قتل و غارت کرتا تھا اتنا ہی مجاہد سمجھا جاتا تھا۔ تھیوڈوسس نے صرف ستائیس سال کے اندر اندر اپنی وسیع قلمرو سے بت پرستی کا نام و نشان بجبر مٹا دیا۔ خسرو پرویز زرتشتی نے جب ہرقل رومی کو دبایا ہے تو علانیہ کہا کہ میں تو اس وقت تک اس پر رحم کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں جب تک وہ اپنے مصلوب خدا کی پرستش کو چھوڑ کر آفتاب کے سامنے سر نہ جھکائے پھر جب ہرقل کی باری آئی ہے اور ایران پر چڑھ دوڑا ہے تو اس نے بھی یہی کام کیا تمام آتشکدے بجھا دیئے آتش بہرام فرو کر دی گئی مولد زرتشت کی اینٹ سے اینٹ بجا دی گئی برہمنوں نے بدھوں اور ہندوؤں نے جینیوں کو پامال اور تباہ کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا لیکن اسلام دنیا میں ایک برکت بنکر آیا اس نے تمام گذشتہ انبیا اور کتب سماوی کی تصدیق کی بلکہ سب کی صداقت کی شہادت دی صاف فرمایا کہ ہم نے ہر قوم میں ہادی اور ڈرانے والے بھیجے بتوں کو بھی برا نہ کہو دیگر مذاہب کے پیشواؤں اور ان کی کتابوں کا ادب کرو تمام مخلوق کو عیال اللہ سمجھو حضور نبی کریم نے ارشاد فرمایا کہ دین نصیحت اور خیر خواہی کا نام ہے مذہبی امور میں کسی پر جبر و اکراہ روا نہیں سب آزاد ہیں جس کا دل چاہے ایمان لائے اور جس کا دل چاہے وہ کفر پر قائم رہے اس سے بھی بڑھکر یہ کہ جنگ دیکھا رہیں کل یا آج کس کی رعایت کی ہے لیکن حضور نے رعایت کردی تھی کہ جب لڑو کھیتوں کو نہ جلاؤ سرسبز درختوں کو نہ کاٹو دیگر مذاہب کے معابد کو ہاتھ نہ لگاؤ دشمن کے صرف لڑنے والے سے واسطہ رکھو۔ غیر حربیوں پر ہاتھ نہ ڈالو عورتوں بچوں اور بوڑھوں اور مذہبی خادموں سے کوئی باز پرس نہ کرو دشمن جھک جائے تو فوراً صلح کر لو ان سے جو وعدہ کرو ہر حالت میں پورا کرو جوش انتقام میں قتل عام نہ کرو زیادتی نہ کرو اور جب یہ مغلوب ہو کر معاہد و ذمی بنجائیں تو ان کی آبرو کو اپنی آبرو اور ان کی جان کو اپنی جان سمجھو انتہا یہ ہے کہ رعایا اور ذمی کو کان دینا تک منع بنایا ہے کوئی دنیا کا مذہب ہے جو اس فراخدلی اور اس بے تعصبی کا حریف ثابت ہو سکے۔

قرآن کریم کی یکتائی جدید ترین تحقیقات سے ثابت ہو گیا ہے کہ بائبل توراۃ انجیل وغیرہ سب محرف ہیں کوئی آسمانی کتاب آج اپنی اصلی حیثیت میں دنیا کے اندر موجود نہیں نہ کسی اور مذہب کی کتاب اور اس کی جامعیت کے متعلق کوئی ایسا دعویٰ کیا جا سکتا ہے نہ کسی مذہب کا کوئی مستند تفصیلی لٹریچر کہیں موجود ہے نہ کسی پیشوا کے سچے حالات دستیاب ہوتے ہیں بخلاف اس کے قرآن ابتک اپنی اصلی زبان اور اصل حالت میں موجود ہے اور ایک شوشہ کی کمی بیشی اس میں آجتک نہیں ہوئی پیشوائے اعظم اسلام کی سیرت اور ارشادات کا ایک ایک حرف ضبط تحریر میں آچکا ہے دنیا میں کوئی مذہب ایسا نہیں جس کا کلام اور نام ہر وقت زبان زد عام رہے لیکن حضور نبی کریم پر ہر وقت ہر جگہ درود شریف پڑھا جاتا ہے اذانوں میں نمازوں میں جلسوں میں صحبتوں میں فاتحہ میں خطبوں میں حضور کا نام و کلام ضروری ہو دنیا میں کوئی مذہبی کتاب اس عمومیت کے ساتھ نہیں پڑھی جاتی جس وسعت و عمومیت کے ساتھ قرآن پڑھا جاتا ہے۔

علم و عرفان کی عمومیت تنہا اسلام ہی وہ مذہب ہے جس نے تعلیم کو عام اور فرض کیا اس سے پیشتر ہر قوم و مذہب میں علوم کا کلید بردار ایک محدود مذہبی طبقہ رہا یا پھر امراء و رؤساء ان کی دسترس کہیں علمی خزانوں تک نہیں ہوئی جو چیز جدید تہذیب کی خصوصیات میں سے سمجھی جاتی ہے اسلام مذہبی حیثیت سے اسے ابتدا ہی میں فرض کر چکا تھا اگر اسلام منصۂ شہود پر نمودار نہ ہوا ہوتا تو یورپین محققین کو اس امر کا اعتراف ہے کہ یونانی مصری اور ہندی علوم و فلسفہ دنیا سے ناپید ہو چکا ہوتا اس لئے کہ آج کا مہذب یورپ اپنے فلاسفروں کو قتل کر رہا تھا اور اسے عیسائی علما حرام قرار دے چکے تھے سقراط کو زہر دیا گیا کوپرنیکس مارا گیا اور ہائی پیشیا جیسی یگانۂ روزگار خاتون مصر کے بازار میں قتل کر دی گئی۔

نسوانی مراتب کی بلندی وہی عورت جسے آج یورپ "نصف بہتر" بتانے کے باوجود بھی سیاسی حقوق عطا نہیں کر سکا اس کا اور منوشاستر کا قانون اسے قابل نفرت ہی نہیں بلکہ طوفان اور سانپ سے بدتر بتا رہا تھا اور حیوانوں سے بدتر سمجھ رہا تھا عیسائی علما اس میں روح کی موجودگی ہی کے قائل نہ تھے ہندو قانون مرد و شوہر کی چتا پر جلا رہا تھا اور جس کو طاقت اور کسی مذہب نے طلاق و علیحدگی کا حق نہ دیا تھا اسے اسلام نے علیحدگی کا بھی حق دیا ترکہ و میراث میں بھی شریک کر دیا مرد پر اس کے حقوق قائم کئے مردوں کی طرح علم و عبادت بھی اس پر فرض کر دی اسے مرد کے لئے لباس کا درجہ دیا اور وہ دیا جو کوئی نہ دے سکا۔

ادیان عالم کی مغلوبیت فواحش و زنا کی سزائیں اور عزت آبرو کے معاملات تھے قتل سے بھی زیادہ شدید قرار دیں اخلاق و معاملات کی نگرانی کے لئے احتساب کو ضروری قرار دیا دشمنوں کے ساتھ وہ سلوک کیا جو کوئی اپنوں کے ساتھ بھی نہ کر سکا جدھر مسلمان رخ کرتے تھے ادھر کی قومیں مسلمانوں کی شیدائی ہو جاتی تھیں شام فلسطین اور ہسپانیہ ہی نہیں ارض ہند تک کے باشندے مسلم سلوک سے مسحور ہو کر رہ گئے تھے مالوہ کے لوگ مسلم تاجروں کی بڑی عزت کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ ان کے قدوم کی برکات سے ہمارے راجاؤں اور امیروں کی عمریں بڑی ہونے لگی ہیں حمص سے جب مسلمان جزیہ واپس دیکر ہٹنے لگے ہیں تو اگرچہ وہ غیر مسلم تھے مگر روتے تھے یہ اسلام کی محبت ہی تھی کہ عرب مصر و شام و ایران وغیرہ سے غیر مذاہب کا خاتمہ ہو کر رہ گیا اور تمام ادیان دین اسلام سے مرعوب و مغلوب ہو کر رہ گئے لیکن افسوس کہ اسلام تو وہی ہے لیکن اسلام والے وہ نہ رہے آج جس کا دل چاہے اس چاند پر خاک ڈال کر اپنا دل خوش کر لے۔

بسلسلہ حاشیہ صفحہ (نمبر ۱۰) تھا۔ اس کو ضرورت ہی نہ تھی کہ ایک کے آٹھ بتائے دو سال تک اشتہارات کو گوارا نہ کیا۔ کہ یہ ایمانداری کا زمانہ نہیں تھا لیکن عشق اور مشک چھپا نہیں رہتا۔ جب وہ ۲۲ ہزار چھپنے لگا تو ہزاروں مشتہرین چل پڑے لیکن مولوی تو ہر ماہ ٹھیک اشاعت سے آپ کو خبردار کرتا رہتا تھا مشتہرین سے کیونکر غلط بیانی کرتا۔ اور قیمت کا معاملہ تو الگ رہا۔ لالسنس کے وقت کیونکر بتاتا کہ اسکی اشاعت اصلی سے آٹھ گنا ہے جبکہ اسی پرچہ میں چھپا ہوا ہے کہ یہ پرچہ آنا چاہیے۔ لہذا مجھے لالسنس ہی ضرورت کے لائق ملا۔ اور میں ابتک ضمانت

جو دین کہ ہمدردِ بنی نوعِ بشر تھا

اب جنگ و جدل چار طرف اس میں بپا ہے

حضرت ابراہیمؑ اور ایک دہریہ مذاہبِ عالم میں اگر کوئی مذہب ہمدردِ بنی نوعِ بشر کی محک پر پورا اتر سکتا ہے تو وہ اسلام اور صرف اسلام ہے بالفاظ صحیح تر روئے زمین عالم کا کوئی ایک مذہب بھی اس خصوص میں اسلام کا حریف و ہمسر نہیں بن سکتا اسلام نے بتایا ہے کہ خدا صرف مسلمانوں ہی کا نہیں نہ عیسائی موسائی اور کافر و ملحد سب کا خدا ہے سب کا پرورش کرنے والا ہے سب کو روزی دینا ہے رب العالمین ہے تمام مخلوق اسکی عیال کی حیثیت رکھتی ہے اور بہترین انسان وہی ہے جو اسکی عیال اور اسکی مخلوق سے محبت رکھتا ہے حضرت صدیق اکبرؓ نے بھی فرمایا ہے کہ بہترین تقویٰ خیر خواہیٔ خلائق ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام مہمان کے بغیر کھانا تناول نہیں فرمایا کرتے تھے ایک روز کوئی مہمان نہیں ملا بڑی تلاش سے ایک ہنفتاد سالہ دہریہ مل گیا آپ اسے ساتھ بلا کر لے گئے جب فرمایا کہ بسم اللہ کہئے تو بولا میں یہ اللہ واللہ نہیں جانتا حضرت کو خدا کے نام کی اس بے احترامی پر غصہ آگیا اور اسے ٹھوکریں مار کر نکال دیا اسی وقت وحی نازل ہوئی کہ ابراہیمؑ ستر برس کی عمر ہوگئی کبھی اس نے ہمارا نام نہیں لیا اسکے باوجود بھی ایک وقت کی بھی ہم نے اس کا رزق بند نہیں کیا اسلئے کہ ہمارا بندہ ہے اور ہمیں بھی اس کا درد ہے لیکن تمہیں کیوں خیال ہونے لگا تھا تم نے اسے کھانے پر سے اٹھا دیا حضرت ابراہیمؑ گھبرا گئے پھر اس کی تلاش میں نکلے بلا لائے اس نے پھر کہا کہ میں اللہ واللہ کو نہیں جانتا اس کا نام نہ لونگا فرمایا تجھے اختیار ہے کھانا کھانے کے بعد اسے پوچھنے پر وجہ جو معلوم ہوئی تو بیقرار ہوگیا بولا افسوس ہے کہ اس خدا سے میں بے بہرہ ہوں جو میری اس غفلت پر بھی مجھے نہیں بھولا اور جسے مجھ جیسے بدبخت کا ستانا ناگوار گذرا یہ کہا اور نعرے لگاتا ہوا جنگل کو نکل گیا اور درجہ کمال کو پہنچا۔

اسلام۔ کنظالموں کی مخلوق پروری اس نے مسلمانوں کو تمام مخلوق کے ساتھ محبت کرنے کا حکم دیا ہے اور اس میں کفر و اسلام کی کوئی قید نہیں رکھی ارشاد ہوتا ہے وافعلوا الخیر لعلکم تفلحون عام طور سے نیکی کرو کہ ایسا کروگے تو کامیاب ہوگے اور فلاح پاؤگے انسان کو دو ہی باتیں حق گوئی اور انصاف سے روکتی ہیں ایک محبت اور دوسری عداوت سب سے زیادہ محبت قرابتداروں سے ہی ہوتی ہے ارشاد فرمایا اور تو اور اگر تمہارے قرابتداروں کا معاملہ بھی ہو تو بھی حق بات کہنے میں تامل نہ کرو واذا قلتم فاعدلوا ولو کان ذا قربیٰ عداوت کی صورت میں ہدایت فرمائی کہ دیکھو ایسا نہ ہو کہ کسی قوم کی عداوت تمہیں اس کے ساتھ منصفانہ سلوک کرنے سے روک دے تم ہر حالت میں عدل و رواداری سے کام لو۔

ان احکام و اوامر کی موجودگی میں کوئی سچا مسلمان کسی ہندو سکھ یہودی پارسی وغیرہ کے ساتھ تعصب اور ناانصافی کا تصور بھی نہیں کر سکتا اور اگر شاذ حالات میں کسی مسلمان سے اسکے خلاف کوئی عمل صادر بھی ہو تو اسلام اس سے بری الذمہ ہے اور اسکا یہ اقدام خدا و رسول کی راہ میں نہیں شیطان کی راہ میں ہی ہے یہی وجہ ہے کہ مسلمان کسی عہد اور کسی زمانہ میں کسی قوم کے ساتھ تعصب نہیں برتا انتہا یہ ہے کہ حجاج جو عہدِ اموی میں تمام ممالک شرقیہ کا ایک جابر گورنر جنرل تھا اور جس کے متعلق خلیفہ عبداللہ نے بجا طور پر یہ فرمایا تھا کہ اگر تمام قومیں اپنے اپنے بدکاروں کو پیش کریں اور ہم صرف ایک حجاج کو سامنے لے آئیں تو یقیناً ہمارا پلہ ہی بھاری رہے گا اور جسے حضرت ابن عبد العزیز نے فرعونِ دولتِ امویہ لکھا ہے اس کی بھی یہ حالت تھی کہ وہ غیر مسلموں کیساتھ بالعموم رواداریانہ سلوک روا رکھتا تھا۔

بیگانوں کا خون اپنا خون ہے اب ہمیں بتانا اور دکھانا یہ مقصود ہے کہ مسلمانوں نے حضور نبی کریمؐ کی تعلیم پر کس حد تک اور کس طرح عمل کیا اور ما خذ احادیث ہی کی بنا پر جو قانون بنا وہ کس درجہ رواداریانہ قانون تھا عہد فاروقی و علوی میں ایسے واقعات پیش آئے جو اپنی نوعیت میں نادر الوقوع و نادر المثل تھے یعنی فاتح کے ہاتھ سے غیر مسلمین قتل ہوئے اور ان کے مسلم قاتلین کو قصاص میں قتل کیا گیا علی کرم اللہ وجہہ نے تو علانیہ فرما دیا تھا کہ جو لوگ مسلمانوں کی رعایا بن چکے ہیں وہ کسی مذہب و قوم سے تعلق رکھتے ہوں ان کا خون ہمارا خون ہے گو کہ یہ ایک معمولی بات ہے مگر اس بھری دنیا میں کوئی ایک مثال بھی تو ایسی نہیں مل سکتی کہ کسی فاتح اقبال مند قوم نے مفتوح کے حقوق کو بھی مساوی درجہ پر رکھنے کا تصور بھی کیا ہو آج بھی موجود ہیں لیکن ہندوستان ہی نہیں اور کسی ملک میں بھی مفتوحین کیساتھ مساویانہ سلوک کا ایک واقعہ بھی پیش نہیں کیا جا سکتا۔

دنیائے اسلام کے فرمانروائے اعظم بزرگ جلیل اور حضور نبی کریمؐ کے خسر ایک مجوسی کے ہاتھ سے قتل ہوتے ہیں اور کوئی نہیں انہیں کے صاحبزادے جوش میں کوٹھکانے لگا دیتے ہیں لیکن فوراً ہی گرفتار کر لئے جاتے ہیں اور اس سے بھی بڑھکر یہ کہ اور خود حضرت علی کرم اللہ وجہہ قتل کا فتویٰ صادر کر دیتے ہیں بمشکل تمام حضرت عثمان غنیؓ اسے خون بہا ادا کر کے ان کی جان چھڑاتے ہیں ایک شہزادہ اور ایک مجوسی غلام میں زمین آسمان کا فرق تھا لیکن اسلام کی میزان عدل نے ان کے مابین کوئی تمیز روا نہ رکھی۔

فرزندانِ توحید اور اقوامِ غیر دور جانے کی ضرورت نہیں ہندوستان ہی کے حالات پر نظر ڈال لیجئے کہ معابد کا وہی احترام قائم ہے جو عہد اسلامیہ میں تھا ہر ایک مسجد ایک سا معاملہ بھی آپڑتا ہے تو بیشتر اوقات مسجد ہی کو مسمار ہونا پڑتا ہے خود بمبئی کے معاملہ میں کے جذبات ہمیشہ پامال کئے جاتے ہیں ہندوؤں کو کبھی مسلم احساسات کی پرواہ نہیں ہندو ریاستوں میں گئو کشی قانوناً ممنوع ہے اگر کوئی موقع آپڑتا ہے اور کہیں گائے ذبح ہو جاتی ہے تو سات سات سال تک کی سزائیں بے تکلف دیدی جاتی ہیں قربانی بند اور اب تو یہ حالت ہے کہ ہندو ریاستوں میں اردو تک پر قہر ڈھایا جا رہا ہے جب مسلمان اقتدار کے مالک تھے تو انہوں نے اپنی زبان اور اپنی معاشرت تک محض ہندوؤں اور مفتوحوں کے جذبات کی پاسداری کے لئے ایک جدید زبان اختیار کر کے مسلمان عربی اور فارسی کو بھول بیٹھے۔

یہ ممکن ہو چکا ہے کہ مسلمان پر امن طریقہ پر قربانی کر سکیں اکثر کیا بالعموم یہ معاملہ میں تشدد کا مظاہرہ ہوتا ہے اور عین نماز کے وقت بھی چند منٹ کا توقف میں گوارا نہیں کیا جاتا یہودیوں کے ساتھ بھی یورپ کے ہر ملک میں جو سلوک ہے مسلمانوں نے انہیں امن و اطمینان کے ساتھ رکھا ہندوؤں اور دھرموں کی پامالی میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا ایسے ہی مسلمان جب بیدردی

نیست و نابود کئے گئے کہ نسل سے جس طرح ان کا نام و نشان مٹا یا گیا وہ مشہور خاص و عام ہے اس مہذب زمانہ میں بھی امریکہ کے اندر زنگیوں کے ساتھ اور جنوبی افریقہ میں ہندوستانیوں کے ساتھ جو سلوک ہوتا رہا ہے وہ کوئی راز نہیں مسلمانوں نے ہمیشہ دنیا والوں کیساتھ ہمدردی کی حضورؐ نے فرمادیا تھا کہ جب کسی ملک پر یورش کی جائے تو سر سبز درختوں کھڑی ہوئی کھیتیوں عورتوں بچوں اور بوڑھوں سے کوئی تعرض نہ کیا جائے اور مذہبی خادموں اور معابد سے بھی کوئی زیادتی نہ کیجائے سب سے زیادہ مصیبت خیز چیز جنگ ہی ہے جنگ ہی پر قبائے رحم و ہمدردی کے دامن تار تار ہوتے ہیں ہو سوی جہادوں میں آدمیوں سے چرداتے کلماڑیوں سے پھڑوانے حاملہ عورتوں کے شکم چاک کرانے اور قتل و آتش زدگی کے واقعات عام رہے عام جنگوں میں بھی ہر جگہ یہی ہوتا ہے مہابھارت ہندوستان کی اور حروب صلیبیہ عیسائیوں کی مقدس جنگیں تھیں لیکن ان میں کائنات انسانی پر جو اور جتنی تباہیاں مسلط ہوئیں تاریخ شاہد ہے جدھر سے فاتحین گذرتے تھے آگ اور دھوئیں کے علاوہ ادھر کچھ نظر نہ آتا تھا لیکن اسلامی جہادوں میں یہی نہیں ہوا حضور نبی کریمؐ کو دس برس ایسی جنگیں لڑنی پڑیں جن میں بڑی بڑی خونناک جنگیں بھی شامل تھیں۔

لیکن ان میں مقتولین و مجروحین کی تعداد ہزار سے کچھ زیادہ نہ بڑھنے پائی مکہ والوں نے مسلسل تیرہ برس تک مسلمانوں پر جو قہر توڑے تھے ان کی بنا پر اگر مکہ کی اینٹ سے اینٹ بھی بجا کر رکھدی جاتی ایک متنفس کو بھی زندہ نہ چھوڑا جاتا تو بھی دنیا اسے حق بجانب ہی سمجھتی اور اس زمانہ کا تو دستور ہی یہی تھا مگر نہیں حضورؐ نے ایک قطرہ خون بھی نہیں گرنے دیا اور ان تشنہ خون دشمنوں کو بھی بخش دیا یہی حالت خیبر والوں کی تھی یہود خیبر نے اسلام کی بربادی کی سعی میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا تھا انھیں بھی قتل نہ کیا اور فتح کے بعد ان کی اراضی کاشت کے لئے انھیں حوالے کر دی طائف اور وہ طائف جہاں حضور رسالت مآب پر بیدردانہ سنگباری کی گئی تھی لیکن ان کے قصور معاف ہوئے تو ایک طرف ان کے چھ ہزار قیدی چھوڑ دیئے وہ بیت المقدس جسے بخت نصر ٹیٹس اور خسرو پرویز نے جب اس پر حملے کئے ہیں تو ایک تباہی مچادی تھی پھر جب صلیبیوں نے اسے فتح کر کے قتل عام شروع کیا ہے تو یہ حالت تھی کہ عیسائی سپہ سالار کے گھوڑے کے سینے تک انسانی خون ابل کر پہنچ چکا تھا یہ تو ہے دیگر اقوام کے کارنامہائے عمل لیکن اب مسلمانوں کی باری آئی تو اسی بیت المقدس میں خون انسانی کا ایک قطرہ نہ گرا۔ اور اسلئے نہیں گرا کہ حضور نبی کریمؐ کی ہدایات یہی تھیں دین اسلام ہمدردی نوع بشر کا ایک پیکر تھا اس کے نزدیک ہر انسانی خون کی قیمت بہت زیادہ تھی۔

مسلم رواداری کے فیاضانہ مظاہر نجرانی عیسائیوں کے وفد کو مسجد نبوی میں نماز کی اجازت دی ان سے معاہدہ کیا گیا کہ انھیں ہر قسم کی آزادی ہوگی اور ان کے مذہب سے کوئی تعرض نہ کیا جائیگا۔ حیرہ کے فتح کے بعد وہاں کے عیسائیوں سے معاہدہ ہوا کہ ان کے گرجے برباد نہ کئے جائینگے اور اوقات نماز کے سوا دن رات میں جس وقت بھی وہ چاہیں ناقوس بجاسکتے ہیں اور اپنے تمام تیوہاروں پر صلیب کے جلوس نکال سکتے ہیں محمد بن قاسم نے بھی ہندو سندھ سے ایسا ہی معاہدہ کیا تھا علی بن سلیمان گورنر مصر نے کہیں عیسائیوں کی شرارت سے برافروختہ ہو کر ان کے چند گرجے منہدم کرا دیئے جس کی مخالفت میں علامہ وقت امام لیث بن سعد ہی نے سب سے پہلے صدائے احتجاج بلند کی خود مسلمانوں کی طرف سے شدید مخالفت ہوئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ گورنر علی معزول ہوا اور خزانہ شاہی سے تمام منہدم شدہ گرجے تعمیر کرا دیئے گئے اور ناقوس بجنے اور صلیب کے جلوس نکلنے شروع ہو گئے اسی طرح دمشق کے ایک گرجا کو حضرت عمر و بن عبد العزیز نے بزور دبا لیا تھا حالانکہ یہ سلم ہے کہ مسلمانوں کو ناقوس اور صلیب سے انتہائی نفرت ہے اور وہ اسے شرک کا مظاہر تصور کرتے ہیں اور شرک بہ معصیت ہے جس سے ہولناک اور کوئی معصیت نہیں سکے باوجود چونکہ مسلمان سمجھتے تھے کہ یہ چیزیں عیسائیوں کی عبادات اور ان کے فرائض پر مشتمل ہیں اس لئے ان کا دل دکھانا گوارا نہ ہوا۔

سمجھئے یہ مذہبی ذبیحہ گاؤ اور تبلیغ کو ایسا ہی سمجھتے ہیں یہ بھی جانتے ہیں کہ اوقات نماز میں باجہ بجانے سے سخت اذیت ہوتی ہے مگر ہندوؤں کو اس کی پرواہ نہیں ہوتی اس کے علاوہ غیر مسلموں کے دل رکھنے کے لئے مسلم فرمانرواؤں نے گرجوں اور مندروں کو بڑی بڑی جاگیریں اور نہ مداد یں عطا کیں غازی محمد بن قاسم سلطان زین العابدین شہنشاہ اورنگ زیب اور سلطان ٹیپو وغیرہ نے بہت سی جائدادیں عطا کیں سلطان محمد فاتح فتح قسطنطنیہ کے بعد یونانی کلیسا کا نقشہ خود بنایا اور پادریوں کو ہر قسم کی پابندیوں سے بری کر دیا۔

ہمدردی نوع بشر کا اسلامی طنطنہ ہمدردی کی اس سے زیادہ شاندار مثالیں اور کہاں مل سکتی ہیں کہ عیسائی مسلمانوں پر قہر ڈھا رہے ہیں۔ سلطان صلاح الدین اور اس کی قوم کے پیاسے بنے ہوئے ہیں اس پر بھی اس کا دربار عیسائیوں سے بھرا پڑا ہے ایک درباری ابن المطران کا اعزاز تو مسلم امراء سے بھی بڑھا ہوا ہے مسلمان ہمیشہ غیر مسلموں کو بھی انسان ہی سمجھتے رہے ان کے درد کو بھی اپنا ہی درد سمجھتے رہے کبھی ان کا دل نہ دکھایا کبھی انھیں اذیت نہ پہنچائی اور پہنچاتے کیونکر حضور نبی کریمؐ تو پہلے ہی فرما گئے تھے کہ جو کوئی کسی ذمی پر ظلم کریگا یا اس کی طاقت سے زیادہ کام لیگا یا اس سے بجبر کوئی چیز چھینے گا یا اسے ذلیل کریگا تو قیامت کے روز میں اس کا دشمن بنوں گا پھر کس کی مجال تھی جو کسی غیر مسلم پر دست درازی کرتا کسی مذہب میں بھی غیر مذہب کے افراد کیساتھ سلوک کے متعلق اس قسم کی ہدایت مل سکتی ہے نہیں اور قیامت نہیں یہ حدیث کتنی معنی خیز ہے اس میں انسانی ہمدردی کس حد تک بھری ہوئی ہے وصول مالیہ میں بھی اگر سختی کی اطلاع ملتی تھی تو گورنر اس کا رروں کو فوراً تنبیہ کر دیتا تھا حضرت فاروق اعظمؓ نے ایک بوڑھے یہودی کو دیکھا تو بہت متاثر ہوئے اسے ایک رقم دی اور فرمایا خدا کی قسم یہ انصاف نہیں کہ اس کی جوانی میں اس کی کمائی سے ہم نے فائدہ اٹھایا اور اب بوڑھا ہونے پر ہم اسے نکالدیں مساکین سے مراد غیر اقوام کے محتاج ہیں۔

سائپرس والوں کو ان کی پیہم شرارتوں اور دشمن رومیوں سے میل جول رکھنے کی وجہ سے جب ولید بن یزید نے ایک جماعت کو جلا وطنی کی سزا دی ہے تو ان عیسائیوں کی تو ہمت ہی کیا تھی خود علماء اور فقہا بہت برہم ہوئے اور جب تک وہ واپس نہ بلا لئے گئے ان کی برہمی کم نہ ہوئی لیکن یہ اشرار پھر باغی ہو گئے عبد الملک گورنر نے استفتا کیا تو عام رائے یہی ہوئی کہ انھیں سال بھر کی مہلت دی جائے اگر پھر بھی باز نہ آئیں تو انھیں رومیوں کے ملک میں چلے جانے کی اجازت دیجائے۔

آنکھیں کھول کر دیکھئے کہ غیر تو غیر ہی ہیں اپنوں کے ساتھ بھی بصورت بغاوت نے اتنی رعایت روا رکھی ہے ایک وہ زمانہ تھا کہ مسلمانوں کے دل غیروں کی مدد سے بیتاب ہو جاتے تھے یہ اسلام سے دور پڑ کر یہ حالت ہو گئی ہے کہ اب مسلمان مسلمان سے بیگانہ نظر آتا ہے!

مولوی دہلی

جو تفرقے اقوام کے آیا تھا مٹانے

اس دین میں خود تفرقہ اب آکے پڑا ہے

رومیوں اور ایرانیوں کی جنگ اسلام سے پیشتر اقوام عالم میں جو نفرتیں پڑی ہوئی تھیں تمام مذاہب موجود تھے بہت سی اقوام زندہ تھیں لیکن ان میں باہمی اختلافات کا ایک طوفان برپا تھا ایک دوسرے کو مٹانے کو ثواب سمجھتا تھا عیسائی یہودیوں کے یہودی عیسائیوں کے ہندو جینیوں کے جینی بدھوں کے بدھ ہندوؤں کے زرتشتی رومیوں کے رومی حبشیوں کے خون کے پیاسے بنے ہوئے تھے قومیں قوموں اور قبیلے قبیلوں پر دانت پیس رہے تھے خود عرب کی یہ حالت تھی کہ باہمی جنگوں اور لڑائیوں کا ایک سلسلہ لامتناہی برپا تھا قصاص کے دستور نے ایک حشر برپا کر رکھا تھا طلوع اسلام کچھ ہی پیشتر عرب میں متعدد شدید ترین جنگیں وقوع پذیر ہو چکی تھیں جن میں سخت سخت نقصان پہنچ چکا تھا انصار کی تو ساری قوت ایسی ہی جنگ توڑ چکی تھی اسلام کے منصۂ شہود پر جلوہ گر ہونے کے چند سال بعد رومیوں اور ایرانیوں میں خوفناک جنگ کا سلسلہ چھڑ گیا پہلے خسرو پرویز ایرانی نے رومیوں کی پامالی میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا بیت المقدس میں آگ لگا دی صلیب مقدس اکھاڑ کر مداین لے گیا ہرقل کو خراج دینے پر مجبور کیا جس سے کفار بہت خوش تھے اور طعناً کہتے تھے کہ دیکھو اہل کتاب ستارہ پرست ایرانیوں کے ہاتھ کس بری طرح تباہ ہو رہے ہیں اسی طرح اسلام ہمارے ہاتھوں تباہ ہو کر رہے گا اس پر سورہ روم نازل ہوئی جس میں پیشنگوئی کی گئی تھی کہ عنقریب ایرانیوں پر کامیابی و فتحمندی نصیب ہوگی۔

اس وقت رومیوں کی حالت ایسی پتلی ہو رہی تھی اور ہرقل کو خسرو پرویز کے ہاتھ اس تواتر کے ساتھ شکستیں ہو رہی تھیں کہ دنیا میں کوئی متنفس بھی یہ تصور نہ کر سکتا تھا کہ اس کی حالت سنبھلے گی اور یہ خسرو پرویز سے انتقام لینے کے قابل ہوں گے اسلئے کفار قریش نے اس کا بہت مذاق اڑایا لیکن قرآن جو فیصلہ کر چکا تھا وہ اپنی جگہ اٹل تھا ابھی پورے سات سال کی مدت بھی نہ گذرنے پائی تھی کہ ہوا کا رخ پلٹا خدا نے قیصر کو ہمت و طاقت عطا فرمائی اور وہ ایران پر چڑھ دوڑا اب ایرانیوں کے لئے کوئی جائے پناہ نہ تھی ہرقل برابر قتل عام کرتا ہوا سلطنت ایران میں گھسا چلا جا رہا تھا اور رومی سیلاب کسی طرح رکے نہ رکتا تھا کئی صوبے نکل گئے غرض ہر طرف جنگ و پیکار کے دریا امڈے ہوئے تھے انسان انسان کو کھائے چلا جا رہا تھا قومیں قوموں کو پامال کرنے کے لئے تیار بیٹھی رہتی تھیں۔

تعصب اقوام کا خاتمہ سب سے پہلے اسلام نے تعصب اقوام کی وبا کا خاتمہ کیا ابتک ایک قوم دوسری قوم کے معابد و آثار کو تباہ کرنا ثواب سمجھتے تھے پیشوایان مذہب کی تحقیر عالمگیر صورت اختیار کر چکی تھی ایک قوم کی مقدس کتابوں کو دوسری قوم دنیا سے مٹا کر رکھ دینا کار خیر خیال کرتی تھی ہر قوم کچھ فطری طور پر دوسری قوم کی دشمن بنا ہوئی تھی اتحاد اقوام کا تصور ہی کسی کے ذہن میں پیدا نہ ہوا تھا ہر طرف آگ لگ رہی تھی ہر طرف ہی عناد پھیلا ہوا تھا کسی انفرادی اقوام کا تفرقہ مٹانے کی طرف کوئی قدم نہ اٹھایا گیا جو کھڑا ہوتا تھا وہ اس آگ کو بھڑکاتا ہی تھا اس تعصبی تفرقہ پرداز ذہنیت کا کسی قدر اندازہ رومی فاضل ولیئیسے مذہبی جو میں کی اس ہدایت و نصیحت سے ہو سکتا ہے جو اس نے شہنشاہ روم آگسٹس کو اس کی تخت نشینی کے وقت کی تھی اور جو یہ ہے کہ:۔

"میں آپ کو ابتدا ہی میں ایک پیشوائے مذہب کی حیثیت سے نصیحت کرتا ہوں کہ ہمیشہ اور ہر جگہ اپنے ملک کے دستور کے مطابق اپنے دیوتاؤں کی پرستش کریں اور ساتھ ہی دوسری قوموں کو ان کی پوجا پر بجبر مجبور کرنا جو لوگ نئے دیوتاؤں یا اپنے مذہب کی تبلیغ و اشاعت میں ساعی ہوں انھیں سخت سے سخت سزائیں اور عقوبتیں دینا اپنے سچے خداؤں کے منکروں اور دین میں اختلاف پیدا کرنے والوں کے ساتھ ہرگز کوئی رواداری نہ برتنا۔"

وسیع سلطنت روما میں اس نصیحت پر شدت و وسعت کے ساتھ عمل کیا گیا جب تک رومیوں پر بت پرستی مسلط رہی عیسائیوں کے لئے کوئی جائے پناہ نہ تھی صرف اختلاف مذہب اور تبلیغ کے جرم پر قتل ہوتے شکنجوں میں کسے گئے لوہے کی کنگھیوں سے گوشت چھیلے گئے اور جب رومیوں نے عیسائیت اختیار کی تو پھر بت پرستوں کے لئے ٹھکانا نہ تھا ستائیس سال کے اندر اندر وسیع سلطنت سے بجبر بت پرستی ختم کر دی گئی اور بت پرستوں کو شدید سزائیں دی گئیں ہندوؤں نے ہندوستان کے اصلی باشندوں کو شودر اور اچھوت بنا کر تباہ کیا مصیبت یہ تھی کہ بجبر مذہب میں لے آنے کے لئے لڑائیاں چھڑی رہتے تھے ہر ملک اور ہر خطہ میں کائنات انسانی کو یہ مصائب گھیرے ہوئے تھے دبی ہوئی آگ رہتی تھی انسان انسان کا دشمن اور قبیلہ قبیلہ کا دشمن تھا عرب میں ہزاروں قبائل آباد تھے اور سب میں باہم معاندت تھی یہ عام تھا کسی قبیلہ کا ایک شخص دوسرے قبیلہ کے کسی آدمی نے قتل کر دیا تو مقتول کے قبیلہ والوں پر اس کا بدلہ لینا فرض ہو گیا اور جب بدلہ لیا گیا تو پھر دوسروں پر بھی فرض عاید ہو گیا یہ سلسلہ کبھی ختم ہونے پر ہی نہ آتا تھا پھر عرب کا گہوارہ تھا یہودی عیسائی صابی اور ملت پرست اور قوم پرست اور ... بھی موجود تھے ان میں بھی برابر کی ٹھنی رہتی تھی یمن کے فرمانروا ذونواس نے نجران کے عیسائیوں پر اپنا مذہب پیش کیا اور جب انہوں نے انکار کیا تو انھیں زندہ آگ میں جھونک دیا۔ عیسائی گورنر یمن کعبہ شریف کو ڈھانے کے لئے ہاتھیوں کا لشکر لیکر چڑھ آیا اور اس نے اس کی عظمت کو مٹا کر رکھ دینے کی ناکام کوشش کی۔

اختلاف مذاہب اور اسلام حضور نبی کریم نے جب دنیا کے لئے سب سے بڑا سبب اختلاف مذہب بنا ہوا تھا ایک مذہب والے دوسرے مذہب والوں پر جبراً ان کی پامالی کو ثواب سمجھ کر چڑھ دوڑتے تھے اور آگ و خون کے کھیل بڑے شوق اور بڑے جوش کے ساتھ کھیلتے تھے اور اپنے نزدیک اس اقدام میں انتہائی بیرحمی کو بھی ثواب سمجھتے تھے یہ حالت ہے کہ حریف کے شیر خوار بچوں کو پکڑ پکڑ کر ان پر پانی ڈال کر مارنا مقتولین کی لاشوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے رکھ دیئے جاتے گرفتار شدہ عورتوں کو زندہ آگ میں جھونک دیا جاتا ہے ...

کے لالچ میں لے بدل دیئے جاتے تھے خود مسلمانوں پر محض امید مذہبی ہی کی بنا پر مکہ میں عرصہ تک ہولناک مظالم کا سلسلہ جاری رہا تھا اور دنیا کی کوئی ایسی اذیت نہ تھی جو حضور رسالت مآب اعلان کے رفقاء کو مکہ میں نہ پہنچائی گئی ہو اسی بنا پر حضورؐ نے مذہب میں جبر کو حرام قرار دیا اور لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر دین اسلام میں کسی جبر و زبردستی کی گنجائش نہیں ہے سیدھی اور الٹی راہیں پیش کر دی گئی ہیں اب کسی زیادتی کی ضرورت نہیں ہے اختیار ہے جس کا دل چاہے ایمان لائے اور جس کا دل چاہے کافر رہے لوگ خدا کی خوشنودی ہی سمجھ کر دوسروں کو بجبر مذہب میں لانیکی سعی کرتے تھے۔

جب انھیں صریح طور پر بتا دیا گیا کہ جبر مذہبی خوشنودی رب قدیر نہیں بلکہ اسکی ناراضگی کا باعث ہے تو پھر کسے غرض پڑی تھی کہ مفت میں عذاب مول لے اور دوسروں پر جبر کرے ساتھ ہی یہ بھی ذہن نشین کر دیا تھا کہ انسانی حیثیت سے تمام انسان برابر ہیں سب ایک ہی انسان کی اولاد ہیں اور قبائلی و قومی تقسیم جو نظر آ رہی ہے یہ محض شناخت کے لئے ہے نہ کسی فخر و تفاخر کے لئے دولت و رنگ بلکہ فضیلت کی علامت نہیں خدا کے نزدیک تو بڑا اور بزرگ وہی ہے جو خدا سے زیادہ ڈرتا ہے اور جسکے عمل اچھے ہیں کسی عجمی کو کسی عربی پر اور کسی عربی کو کسی عجمی پر قومی حیثیت سے کوئی بڑائی حاصل نہیں اس طرح دوسروں کی تحقیر اور رنگ و نسل و دولت کی تفاریق کا ہی خاتمہ کیا تھا اور کہ بلا وجہ کسی سے نہ لڑو اور کسی پر زیادتی نہ کرو کسی کو ستاؤ نہیں کہ خدا زیادتی کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

اقوام غیر کی تحقیر و مذمت عام تھی اب تحقیر و مذمت تو کجا حضورؐ نے بتوں تک کو اسلام جن کا ابدی دشمن تھا برا کہنا ممنوع قرار دیا اسی لئے کہ اگر انھیں برا کہا جائیگا تو یہ خدا کو برا کہیں گے اور جواب در جواب کا سلسلہ ہو کر دلوں کی کدورت کا باعث ہوگا اور ظاہر ہے کہ جب دلوں میں کدورت ہوتی ہے تو وہ حق کے قبول پر آمادہ نہیں ہوتے غرض آپ نے اسلام کو ایک بے ضرر دلکش اور سراسر محبت بنا کر دنیا کے سامنے پیش کیا جسمیں غیر شریفانہ اطوار و اخلاق اور اعمال کے لئے کوئی گنجائش نہ تھی جب اقوام غیر انھیں متحد و منظم دیانتدار نیک سیرت خوش اخلاق و بے تعصب ہمدرد و متقی پاتی تھیں تو خود مسحور ہو جاتی تھیں کفار نے بھی آپ کو عداوت کے بدلے نیکی کرتے پایا۔

دشمنوں پر نظر کرم دشمن اسلام ابوسفیان آکر عرض کرتا ہے کہ محمد دیکھتے نہیں آسمان تانبہ کا ہو گیا زمین سوکھ کر کانٹا ہو گئی بارش کی ایک بوند نہیں برستی حضور نبی کریم کو فوراً ترس آ جاتا ہے دعا کرتے ہیں بارش ہوتی ہے اور جل تھل ایک ہو کر رہ جاتے ہیں پیشوائے اسلام اور پیروان اسلام کے اخلاق سب کو مسحور کر لیتے تھے کی زندگی میں تو سانس لینے تک کا موقعہ نہ تھا مدینہ پہنچکر آپ نے پہلی فرصت میں تنظیم مسلمین کا کام شروع کر دیا مہاجرین چونکہ لٹے اور ابتر حالت میں تھے اور اسی حالت میں مدینہ آئے تھے کچھ ساتھ لانیکا موقعہ ہی نہ ملا تھا جس کی وجہ سے انصار کے گھر مہمانی و عام کی صورت اختیار کر گئے تھے آپ نے بہت جلد اس افراتفری کی زندگی کا خاتمہ کر دیا آپ نے بیک نظر دیکھ لیا تھا کہ مہاجرین خود غیور و شریف ہیں اور وہ اس نوع فقیرانہ کی زندگی بسر نہ کرتے تھے اور اپنے دست و بازو کو حرکت میں لانے کے آرزو مند تھے مگر بیچارے کرنہ ہی رکھتا نہ گھر اور نہ پاس کوڑی ہی۔

ان کے لئے وسائل معاش کی راہیں سوچنے کے لئے کچھ وقت درکار تھا اور میلان خاطر کو آپ سمجھتے تھے ظاہر ہے کہ اس دور میں وقتی طور پر ہی انتظام کی ضرورت تھی اور مسائلانہ اور بیکار زندگی اخلاقی حیثیت سے بھی نقصان رساں اور جذبات غیرت کو ٹھیس لگانے والی تھی اس لئے آپ نے وہ تدبیر سوچی وہ انتظام کیا جو اپنی نوعیت و ندرت میں اس وقت بھی نئی چیز تھی اور عملی دنیا میں قیامت تک نئی چیز رہے گی آپ نے اپنی حیرت انگیز قوت تنظیم اور فقید المثال دماغ کام لیکر مہاجرین و انصار میں باہم رشتہ مواخات قائم کر دیا آپ نے ایک طرف ایک جلسہ میں مہاجرین کو بٹھایا اور دوسری طرف انصار کو بٹھایا اور انصار سے مخاطب ہو کر کہا کہ یہ مہاجرین تمہارے بھائی ہیں اس کے بعد آپ نے ایک ایک انصار و مہاجر کو یکے بعد دیگرے سامنے بلایا اور دونوں سے کہا آج سے تم دونوں بھائی بھائی ہو ایسے بھائی جنھیں آج کے بعد سے دنیا کی کوئی قوت جدا نہیں کر سکتی مہاجرین کی تعداد پینتالیس تھی دونوں اصلاً اور نسلاً جدا تھے قریش نے کبھی انصار کو اپنی برابر نہ سمجھا تھا لیکن اس رشتہ اخوت کے قیام کے بعد وہ حقیقتاً بھائی بھائی بن گئے ایسے بھائی جن کے سامنے حقیقی رشتہ کوئی چیز ہی نہ رہا۔

دنیا میں پہلا مظاہرہ اخوت انصار مہاجرین کو لیکر اٹھے اور اپنے ساتھ لیجا کر گھر کی ایک ایک چیز دکھائی اور شمار کرائی اور کہا اس میں سے نصف آپ کا ہے اور نصف ہمارا یہ اس ملکوتی و روحانی جذبہ کی انتہا تھی کہ حضرت سعد بن الربیع نے اپنے مواخاتی بھائی حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے کہا کہ بھائی میں آپ کو اپنے گھر کی ہر چیز دکھا چکا اور نصف نصف کر دیں صرف بیویاں باقی ہیں دو بیویاں ہیں ایک کو طلاق دیئے دیتا ہوں اس سے آپ اپنا عقد کر لیں تاکہ میں یہ محسوس نہ کر سکوں کہ میرے بھائی کو ذرہ برابر بھی تکلیف ہے۔ بتایئے اس بھری دنیا میں اس قوت ایمانی اور اس ایثار محبت کی کوئی نظیر کہیں مل سکتی ہے۔ اب غیرت مہاجرین کا بھی ایک رخ دیکھ لیجئے حضرت ابن عوف جواب میں فرماتے ہیں کہ برادر عزیز کا شکریہ اس محبت و ایثار پر جتنا بھی ناز کروں کم ہے خدا آپ کو اس سے زیادہ عطا کرے آپکا مال آپ کو مبارک کرے مجھے تو اس میں سے کسی چیز کی ضرورت نہیں مجھے تو ازراہ عنایت بازار کا راستہ بتا دیجئے میں اپنی دنیا آپ بنالوں گا چنانچہ ایسا ہی ہوا بازار پہنچکر کچھ ہی اور کچھ پنیر خرید پھیری کی تجارت شروع کر دی اور محنت و کفایت کی بدولت کرو رپتی بن گئے۔

انصار کا جوش ایثار اپنی یکتائی میں کسی جزیرہ کی حقیر گدا کرنے پر تیار نہ تھا وہ باغبانی میں ماہر تھے اور غیور مہاجرین تجارت میں کمال رکھتے تھے انصار نے کچھ روز بعد عرض کی کہ آپ ہمارے باغات بھی نصف نصف تقسیم کر دیجئے حضورؐ نے مہاجرین کی ناواقفیت کی بنا پر انکار کیا تو بولے کہ حضور کسی امر کا خیال نہ کریں ہم سب کام خود ہی کریں گے پیداوار میں نصف نصف کر دیجئے کچھ عرصہ کے لئے یہ انتظام بھی کر دیا گیا کچھ مدت میں تجارت سے مہاجرین کی حالت بھی ترقی پذیر ہو گئی اور فتوحات کی وسعت نے انھیں بھی دولتمند بنا دیا خود انصار کے دو قبیلوں اوس اور خزرج میں سخت جنگ تھی اسے بھی دور کیا۔

ایک قریش و ثقیف اور اوس و خزرج کیا ہزار ہا قبائل عرب حضورؐ کی تعلیم سے بھول گئے کہ وہ کوئی جداگانہ ہستی رکھتے ہیں مسلمانوں میں یہودی رومی عجمی حبشی اور مجوسی سب مل کر اپنی قومیت بھول گئے سب میں باہم رشتہ ازدواج بھی قائم ہو گیا سب ایک ہو گئے نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز کوئی تفرقہ ہی باقی نہ رہا اسلام نے برابر کر دیا مگر آج وہی دین جو اقوام کے تمام فرقے مٹانے کے لئے آیا تھا خود اپنے پیروں کے ہاتھوں تفرقہ کا گہوارہ بن کر رہ گیا ایک دین اور ایک خدا کے ماننے والے صدہا فرقوں میں منقسم ہو کر رہ گئے خدا مسلمانوں کی حالت پر رحم کرے اور ہمارے گلستاں میں پھر وہی نسیم اتحاد چلا دے۔

جس دین کے مدعو تھے کبھی قیصر و کسریٰ

خود آج وہ مہمان سرائے فقرا ہے

شہنشاہ ایران کو دعوت نامہ اسلام حضور نبی کریمؐ کی حیات طیبہ اگرچہ جامع کمالات مشاغل تھی پھر بھی پیغمبر خدا اور آپ کا سب سے پہلا اور اولین فریضہ اشاعت دین الٰہی اور دعوت اسلام تھا جس سے آپ ایک لمحہ کیلئے بھی بے پرواہ نہ ہوتے تھے سیزدہ سالہ مکی زندگی اگرچہ مصیبت و اذیت کی زندگی تھی مگر اسکے باوجود اس کا ہر لمحہ تبلیغ کے لیے وقف رہا ہجرت کرکے مدینہ منورہ آئے تو یہاں نئی تکالیف و صد ہزار گونہ مصروفیات پیدا ہو گئیں اور پانچ سال کا زمانہ انتہائی انہماک میں گزرا پھر بھی جو وقت ملا جو لمحات میسر آگئے تبلیغ کے لئے وقف رہے کہ اس دور میں کچھ کرنے اور سوچنے کی فرصت ہی نہ تھی منافقین کی سازشیں یہود کی سازشیں اور قریش کی ریشہ دوانیاں دم ہی نہ لینے دیتی تھیں تاہیں صلح حدیبیہ کے بعد جا کر اطمینان و سکون کی صورت نظر آئی اور اسی دن کے بعد اسلام کی ترقی کی راہیں کھل گئے فرصت پاتے ہی آپ نے پہلا کام یہ کیا کہ مسجد نبوی میں تمام صحابہ کرام کو جمع کرکے ایک بصیرت افروز تقریر کے دوران میں فرمایا "مجھے خدا نے تمام عالم کیلئے پیغمبر بنا کر رحمت عالم بنا کر بھیجا ہے ایسا نہ ہو کہ تم بھی عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کی طرح اختلافات باہمی کے جھگڑے میں آجاؤ۔" اس کے فوراً بعد آپ نے کاتب بلوا کر سلاطین عالم کے نام دعوت نامہ ہائے اسلام تحریر کرائے حالانکہ یہ وقت تھا کہ ابھی نہ خیبر فتح ہوا تھا نہ مکہ اسلام کا شہنشاہی کا دور شروع ہونے میں ابھی کچھ دیر تھی اسلام لے فرمانروایانہ طاقت ہی ابھی حاصل کی تھی ہرقل قیصر روم خسرو پرویز شہنشاہ ایران نجاشی فرمانروائے حبش شہنشاہ چین سلطان حیرہ حارث غسانی فرمانروائے ارض شام رؤسائے یمامہ وغیرہ کو آپ نے دعوت نامہ اسلام بھیجا۔ اس وقت پوری دنیا میں تین فرمانروا ایسے ہی پرشکوہ تھیں ہرقل خسرو پرویز۔ اور فغفور چین۔ خسرو پرویز کجکلاہ ایران کے دربار کی سطوت و عظمت اس عہد میں یکتائی کی شان رکھتی تھی بڑے جاہ و جلال کا فرمانروا تھا وہ تو دعوت نامے میں اپنے نام سے پہلے آپ کا نام پڑھکر ہی برافروختہ ہو گیا چاک کر دیا اور اپنے گورنر یمن بازان کے نام فرمان لکھا کہ اس مدعی نبوت کو گرفتار کرکے فوراً ہمارے دربار میں حاضر کرو چنانچہ گورنر یمن نے دو سرکاری مدینہ بھیجے جنہوں نے مدینہ حاضر ہو کر عرض کی کہ شہنشاہ ایران نے آپ کو اپنے دربار میں طلب کیا ہے اگر آپ نے اس کے حکم کی پرواہ نہ کی تو نہ آپ کیا در آپکے ملک کو تباہ کرکے رکھدیگا آپ نے سادگی و سنجیدگی کے ساتھ فرمایا کہ خسرو پرویز کو تو اس کے بیٹے شیرویہ نے قتل کر دیا اور کہدینا کہ اسلام کی حکومت کسریٰ کے پایہ تخت مدائن تک پہنچ جائیگی یہ اسی گستاخی کا نتیجہ تھا کہ اتنا عظیم الشان فرمانروا بیٹے کے ہاتھوں انتہائی ذلتیں برداشت کرکے تڑپ تڑپ کر مرا۔ گورنر باذان نے چند روز خبر کا انتظار کیا اور جب خبر کی تصدیق ہو گئی تو اسلام لے آیا۔ شاہ غسانی نے دعوت نامہ لیکر اسے ہرقل کے پاس بھیجدیا اور غضبناک ہو کر اسی وقت مدینہ پر حملہ کی تیاریاں شروع کر دیں چنانچہ مدینہ میں کچھ عرصہ تک اس حملہ کا بڑا اندیشہ رہا مسلمان ہر وقت منتظر رہتے تھے اس کی سلطنت بھی تباہ ہو گئی۔

شاہان مصر و چین کو دعوت نامے رئیس یمامہ نے لکھا کہ آپ کی باتیں تو بہت اچھی ہیں اگر آپ مجھے اپنی حکومت میں شریک کرکے کچھ حصہ دینے پر آمادہ ہوں تو میں اسلام قبول کر لوں گا۔ شاہ غسانی کے ایک گورنر نے اسلام قبول کر لیا اس لئے اسے دار پر لٹکا دیا گیا۔ شہنشاہ چین نے دعوت نامہ مسرت کے ساتھ پڑھا اور عقیدت کے ساتھ قاصد سے حالات پوچھے اس کی بڑی عزت کی اپنے یہاں جو مسلمان اس وقت بسلسلہ تجارت پہنچے ہوئے تھے ان کی عزت کرنے لگا مگر علانیہ اسلام قبول نہیں کیا۔ شاہ مصر مقوقس نے بھی اپنی شوکت و سطوت کے باوجود عقیدت کے ساتھ نامۂ مبارک پڑھا اور جواب میں لکھا کہ مجھے یہ تو خیال تھا کہ ایک پیغمبر مبعوث ہونے والے ہیں مگر سمجھتا یہ تھا کہ ظہور شام میں ہوگا میں بہت متاثر ہوا ہوں اور دو لڑکیاں خدمت میں بھیجتا ہوں جو اہل مصر کے نزدیک بڑی معزز ہیں اور ساتھ ہی سواری کیلئے ایک عمدہ خچر اور بطور تحفہ کچھ کپڑا بھی بھیج رہا ہوں۔

شہنشاہ روم ہرقل کے تاثرات تمدن و تہذیب اور اقتدار شکوہ میں سلطنت ایران اور سلطنت روم سے بڑھکر دنیا میں اور کوئی حکومت نہ تھی ساری دنیا پر انہی کا تمدن غلبہ پائے ہوئے تھا خسرو پرویز شہنشاہ ایران تو گستاخی کی پاداش میں تباہ ہو گیا رہ گیا رومی فرمانروا ہرقل تو اس نے نامۂ مبارک پڑھکر حکم دیا کہ قسطنطنیہ میں کوئی عرب موجود ہو تو پیش کرو چنانچہ ابو سفیان پیش کئے گئے ہرقل بڑے کروفر کے ساتھ دربار میں بیٹھا ہوا تھا پوچھا تم لوگوں میں سے اس مدعی نبوت کا کوئی رشتہ دار ہے جواب میں یہ معلوم کرکے کہ یہ عزیز ہیں دریافت کیا اس کا خاندان کیسا ہے اور اس میں کسی اور نے بھی دعوت نبوت کیا ہے ابو سفیان نے کہا کہ خاندان شریف ہے اور پہلے کوئی مدعی پیدا نہیں ہوا۔ پھر سوالات کے جواب میں بتایا کہ جو مذہب قبول کر رہے ہیں زیادہ تر ادنیٰ درجہ کے کمزور لوگ ہیں اور پیروؤں کی تعداد بڑھ رہی ہے کبھی جھوٹ بولتے نہیں دیکھا اور نہ کبھی وعدہ خلافی کی اب ہم سے جدید معاہدہ ہوا ہے دیکھئے اس پر قائم رہتا ہے یا نہیں جو لڑائیاں ہم سے ہوئیں ان میں کبھی غالب رہا اور کبھی ہم پوچھا اس کی تعلیم کیا ہے بولا یہی کہ ایک خدا کی عبادت کرو کسی کو اس کا شریک قرار نہ دو۔ نماز پڑھو پاکدامنی اختیار کرو سچ بولو صلہ رحمی کرو یہ سنکر قیصر روم چند لمحہ تک خاموش رہا اور اس کے بعد کہا:۔

تم نے اسے شریف بتایا ہے پیغمبر ہمیشہ اونچے اور اچھے خاندانوں میں پیدا ہوا کرتے ہیں تم نے یہ بھی کہا کہ پیشتر اس سے خاندان میں کسی نے ایسا نہ کیا اور نہ کوئی ہوا ورنہ میں سمجھتا کہ خاندانی اثر ہے یا بادشاہ تھا کوئی ہوس ہے۔ تم کہتے ہو کہ کبھی جھوٹ نہیں بولا پھر وہ خدا کے متعلق کیونکر جھوٹ بول سکتا ہے انبیاء کے پیرو بھی ابتدا میں کمزور اور ادنیٰ درجہ کے لوگ ہوتے ہیں تمہیں یہ بھی تسلیم ہے کہ اس کے پیرو کی تعداد بڑھ رہی ہے اور وہ نماز و تقویٰ اور عفاف کی تعلیم دیتا ہے اگر یہ کچھ صحیح ہے تو یاد رکھو کہ اس جگہ سے جہاں میں بیٹھا ہوں اس کا قبضہ ہو جائے" خیال تو تھا کہ عنقریب پیغمبر آخر الزماں پیدا ہونے والے ہیں مگر اس کا تصور بھی نہ تھا کہ وہ عرب کے ملک میں جلوہ افروز ہوں گے اگر میں کسی طرح وہاں تک پہنچ سکتا ان کے پاؤں کی خاک کو سرچشمہ بناتا اس کے قلب میں کچھ لمحوں کیلئے شعلہ روشن ہوا تھا مگر اقتدار شاہی کی بقا کی آرزو کے جھکڑوں نے اسے بجھا دیا کیونکہ دیکھا کہ دربار میں پادریوں اور بطریقوں کی جماعت اسکے اس خیال پر برہم ہو گئی

فرمانروائے حبش و ملوک مناذرہ کا اسلام فرمانروائے حبش نجاشی نے نامہ مبارک پڑھکر لکھا کہ میں گواہی دیتا ہوں اور تصدیق کرتا ہوں کہ آپ خدا کے پیغمبر ہیں اس کے فوراً بعد اس نے حضرت جعفر طیارؓ کے ہاتھ پر اسلام قبول کرلیا اور تحائف بھیجے اسی طرح ملک مناذرہ حیرہ نے بھی نامہ پڑھتے ہی اسلام قبول کیا اور گورنر یمن نے بھی سر جھکا دیا اور سعادت دارین حاصل کرلی۔

سلاطین عالم کے نام دعوت نامے قیصر و کسریٰ کو جو نامہ ہائے مبارک بھیجے گئے اس کا مضمون یہ تھا "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ محمد رسول اللہ کی طرف سے جو اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہو یہ خط ہرقل کے نام ہے جو رومی سلطنت کا رئیس اعظم ہے اسے سلامتی ہے جو ہدایت کا پیرو ہے۔ اسکے بعد میں تجھے اسلام کی دعوت دیتا ہوں اسلام لے آیا تو سلامت رہے گا اور خدا تجھے دگنا اجر عطا فرمائیگا اور اگر تو نے نہ مانا اور اسلام قبول نہ کیا تو پورے ملک والوں کے گناہ تیرے سر پر اور تیرے ہی ذمہ ہوں گے اے اہل کتاب ایک ایسی بات کی طرف آؤ جو ہم میں اور تم میں مشترک ہے اور وہ یہ کہ ہم خدا کے سوا کسی کی پرستش نہ کریں گے اور ہم میں سے کوئی خدا کے سوا اور کسی کو خدا نہ بنائے اور اگر تم نہیں مانتے تو تم گواہ رہو کہ ہم مانتے ہیں" "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم محمد پیغمبر خدا کی طرف سے کسریٰ رئیس اعظم فارس کے نام سلام ہے اس پر جو ہدایت کا پیرو ہے اور خدا اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور یہ گواہی دے کہ خدا ایک ہے اور یہ کہ خدا نے مجھے تمام دنیا کا پیغمبر بنا کر بھیجا ہے تاکہ وہ ہر زندہ شخص کو خدا سے ڈرائے دیکھ اسلام قبول کر تو تو سلامت رہیگا ورنہ تمام مجوسیوں کا وبال تیرے ہی سر پر ہوگا" واضح رہے کہ آپکو تبلیغی خطوط کی ترسیل میں اتنی کامیابی ہوئی جتنی اس سے پیشتر اور کسی پیغمبر کو نہ ہوئی تھی

یمن آغوش اسلام میں صلح حدیبیہ ہی کے زمانہ میں مشہور قریش کے دو سرتاج حضرت خالد بن ولیدؓ اور عمرو بن العاص نے بھی اسلام قبول کرلیا اور جنہوں نے تاریخ اسلام میں آگے چل کر بڑی شہرت پائی۔ یوں تو اسلام تدریجی طور پر ابتدا ہی سے ترقی کر رہا تھا مگر اسے حقیقی ترقی صلح حدیبیہ اور پھر فتح مکہ کے بعد ہی حاصل ہوئی اور حقیقت میں یہ کہنا بالکل صحیح ہوگا کہ نبوت کے ۲۰ سال میں حجاز کے باہر اسلام کو اصلاً کوئی فروغ حاصل نہ ہو سکا تھا اسلئے کہ قریش اور یہود کی خوفناک طاقتیں اسلام کے راستے میں سد راہ بنی ہوئی تھیں لیکن جب خیبر میں یہود اور مکہ میں قریش کی مخالفت کے دو سنگین بت پاش پاش ہو کر رہ گئے تو صرف تین سال ہی کے اندر ۱۰ھ تک تو اسلام عرب کے ہر گوشہ میں پہنچ گیا۔ اسلام میں سب سے پہلے حافظ قرآن وہب اور عطا بن مرثد ہی تھے حضور نبی کریم نے حضرت ابو موسیٰ اشعری کو یمن میں فریضہ تبلیغ پر مامور کرتے ہوئے رخصت کے وقت نصیحت فرمائی "سختی ہرگز نہ کرنا لوگوں کو نفرت نہ دلانا بلکہ خوشخبری سنانا جو لوگ کسی مذہب کے پیرو ہوں پہلے انہیں توحید و رسالت کی تعلیم دینا جب وہ اسے تسلیم کرلیں تو کہنا کہ خدا نے تم پر دن رات میں پانچ وقت کی نمازیں بھی فرض کی ہیں اور جب اسے بھی تسلیم کرلیں تو کہنا خدا نے تم پر زکوٰۃ بھی فرض کی ہے جو امراء سے لیکر غرباء کو دیجائیگی اور جب اسے بھی تسلیم کرلیں تو اچھی اچھی چیزیں نہ لینا مظلوموں کی بددعا سے ڈرتے رہنا کہ اس کے خدا کے درمیان کوئی پردہ حائل نہیں"

نجران و عمان و حضر موت میں اسلام نجران و عمان اور حضر موت میں بھی دعاۃ اسلام کی سعی سے اسی طرح اسلام پھیلا اور تمام بڑے بڑے قبائل عرب بھی ایمان لے آئے ان حالات سے واضح ہوتا ہے کہ عربوں کی فطرت انکی جہالت کے باوجود کتنی صاف اور سادہ تھی اور کتنی دلیرانہ بھی ہر قبیلہ تجتر اور غرور میں ڈوبا ہوا تھا اور بات کا جواب زبان سے نہیں تلوار سے دینے کا خوگر تھا بت پرستی کو عرب بہت بڑا عیب خیال کرتے تھے یہ صرف اسلام ہی تھا کہ جس نے ان کی طبائع کو اپنی سچائی اور سادگی سے اپنی طرف کھینچ لیا

اور تمام عرب بر مستولی ہو گیا مغربی فاضل روڈویل نے بجا طور پر لکھا ہے کہ:۔

"عرب حضرت محمدؐ کی تعلیم سے ایسے بدل گئے جیسے کسی نے ان پر سحر کردیا ہو وہ سلطنتیں کے قائم کرنے والے شہروں کے بسانے والے اور علمی ذخیروں کے جامع بن گئے ان کی قوت عظمت اور سطوت و جبروت قسطنطنیہ قرطبہ سسلی اور اٹلی سے ایسی ظاہر ہوئی کہ عیسائی یورپ کو اپنی ہیبت و شوکت سے لرزا دیا اور اس میں ایک تہلکہ ڈالدیا۔"

مسٹر موتی لال ماتھر ایم اے نے بھی بالکل درست لکھا ہے کہ "حضرت محمدؐ نے توحید کی ایسی تعلیم دی جس سے ہر قسم کی بت پرستی کی جڑیں کھوکھلی ہوگئیں اور خدائے واحد کی وہ عظمت پیدا ہوئی کہ دنیا کی تمام عظمتیں ہیچ نظر آنے لگیں ہر قسم کے باطل عقائد کی بنیادیں ہل گئیں اور خدا کے سوا ہر قسم کا خوف دل سے نکل گیا۔" افسوس ہے کہ آج مسلمانوں کے قلب سے یہی دین قیم بھاگکر غائب ہو گیا ہے اور اس کی دولت خود اپنوں کے ہاتھوں باقی نہیں رہی۔

(بقیہ سلسلہ صفحہ ۳۰) وقف رہتے ہیں اپنا ذرہ برابر بھی کوتاہ کئے اور نیکی کی ترغیب میں صرف کرتے رہے

ولید اور خدمت معذورین ولید عبدالملک عظیم الشان خلیفہ تھے اسکے باوجود غرباء و ضعفاء کا اتنا خیال ہے کہ تمام اندھوں لنگڑوں اپاہجوں اور بوڑھوں کیلئے مکانات تعمیر کرائے ان کے وظائف مقرر کر رکھے ہیں ان کی خدمت کے لئے ملازمین مقرر کرتا ہے حضرت عمر بن عبدالعزیز تخت خلافت پر متمکن ہوتے ہی فقیرانہ عنوان اختیار کر لیتے ہیں۔

سلطان ملک شاہ اور ایک بڑھیا سلطان ملک شاہ سلجوقی عظیم الشان مدرسہ نظامیہ بغداد میں قائم کرکے طلباء کی راحت رسانی کا پر شکوہ نظام قائم کرتا ہے غرباء اور ضعفاء کا اتنا خیال ہے کہ ایک بوڑھی اور بیوہ عورت کی گائے پکڑ کر جب لشکری کباب لگا لیتے ہیں اور وہ پل پر سے روز سوار ہو کر سلطان کے گھوڑے کی باگ پکڑ کر روتی ہے اور کہتی ہے کہ بول میرا انصاف اس پل پر کریگا یا پل صراط پر تو سلطان بہت متاثر ہو کر گر پڑتا ہے اور روتے ہوئے کہتا ہے کہ مجھ میں پل صراط کی طاقت نہیں اسی پل پر کرونگا چنانچہ مجرمین کو سزا دیتا ہے اور بوڑھی کو چار ہزار گائیں دلاتا ہے۔

مسلم امراء اور برہمنوں کے وظائف گورنر علی مصر میں پورے شہر کی دعوت ہر ہفتہ کرتا ہے سلطان محمود غزنوی شام کے وقت محل پر چڑھ جاتا ہے برہمنوں کے محلہ سے دہواں اٹھتا دیکھکر کہتا ہے کہ یہ غریب ہیں حکم صادر کردیتا ہے کہ آج سے یہ سب برہمن ہمارے مہمان ہیں چنانچہ تمام برہمن اور ان کے فرزند کے وظائف خزانہ شاہی سے مقرر ہو جاتے ہیں اور عیش کی زندگی بسر کرتے ہیں۔

فخر الدین کوتوال اور خان خاناں کی گہر باریاں فخر الدین کوتوال عبدالرحیم خان خاناں اور ابوالفضل وغیرہ عارض ہند کے سیاسیات تھے مگر ان کے دربار و نہیں بن برستا رہتا تھا ان کے لنگر خانے کھلے ہوئے تھے ضرورتمندوں اور بیواؤں کے وظائف مقرر تھے۔

شاہان اسلام اور عرفانی کمالات مسلمانوں نے انتہائی بلندیوں پر فائز ہو کر بھی غرباء کو کبھی نظر انداز نہ کیا خدا کو نہ بھولے سلطان نور الدین زنگی سلطان صلاح الدین شہنشاہ اورنگ زیب سلطان التمش سلطان ناصر الدین سلطان ٹیپو رضی اللہ عنہم اگرچہ فرمانروائے وقت تھے بڑے بڑے اقتدار کے مالک تھے مگر اپنا روزینہ اپنے دست و بازو سے پیدا کرتے تھے اور خزانے خدمت خلق کے لئے وقف رہتے تھے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرما چکے ہیں کہ الخلق عیال اللہ ہے اور بہترین نقوی حاجت مند اور مظلوم کی مدد ہے اس لئے اپنی زندگی خدمت خلق کے لئے وقف رکھتے تھے حقیقت میں مسلم امراء مخلوق پروری میں پورا رنگ کے حامل تھے کبھی کسی کو بھوکا نہ سونے دیتے تھے واقعی اسلام کا غنا اور فقر دونوں اکسیر تھے۔ مگر اب نہ وہ زمین ہے نہ وہ آسمان ہے دنیا کا رنگ ہی بدل گیا ہے۔

لیکن ان کے اسلاف کا یہ حشر ہوا کہ انھیں ممالک سے ہاتسانی ان کی صدیوں کی قائم شدہ فرمانیاں تباہ کر کے رکھدی گئیں۔ ہسپانیہ جہاں دیندار تھے تو سات ہزار لاکھوں پر بھاری پڑتے تھے اور دیندار نہ رہے تو تیس لاکھ سے اسپین میں اور پانچ کروڑ سے ہندوستان میں کچھ نہ ہو سکا اور جو کچھ لیا تھا وہ سب کچھ چھن گیا۔

انتباہ قرآنی اور مسلمان کیا اسلام نے یہ نہ بتایا تھا وہ آج بھی قرآن کا یہ حکم موجود نہیں اقیموا الدین ولا تتفرقوا دین و مذہب پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہو اور ایسی صورتیں نہ قائم ہونے دو کہ باہم افتراق اور انتشار ہو کیا قرآن نے یہ حکم نہ دیا تھا واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا سب مل کر اسلام کی رسی مضبوطی کے ساتھ تھامے رہو اور باہم افتراق نہ ہو نے دو کیا پہلے ہی متنبہ نہ کر دیا گیا تھا ولا تنازعوا فتفشلوا وتذہب ریحکم باہم جھگڑے پیدا نہ کرو لیکن اگر ایسا کیا تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا تم کمزور و بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائیگی کہا گیا تھا اور یقینا کہا گیا تھا قرآن آج بھی موجود ہے لاکھوں اس کے پڑھنے والے موجود ہیں کروڑ مسلمان روزانہ ان کا مطالعہ کرتے ہیں اور پھر بھی متنبہ نہیں ہوتے اسلاف کی یہ حالت تھی کہ جو پڑھتے تھے اور جتنا پڑھتے تھے اس پر عمل کرتے تھے آج قرآن عمل کے لئے نہیں بلکہ برکت و ثواب کے لئے پڑھا جاتا آج عمل سے کسی کو تعلق نہیں یہی وجہ ہے کہ ان زندہ احکام کے باوجود مسلمانوں میں افتراق و تنازعات کا ایک حشر برپا ہے کیا یہ غلط ہے کہ انہی تنازعات و افتراق نے مسلمانوں کو کمزور بھی کر دیا ہے اور ان کی ہوا بھی اکھڑ کر رہ گئی ہے پہلے ہی روز مسلمانوں کو متنبہ کر دیا گیا تھا کہ مسلمانو! تم بھی کہیں ان قوموں کی طرح نہ ہو جانا جنہوں نے ہماری ہدایات کے باوجود باہم تفرقے اور جھگڑے پیدا کئے انھیں قیامت میں شدید عذاب دیا جائے گا اس سے واضح ہو رہا ہے کہ یہی نہیں کہ دنیا میں مسلمان کمزور ہو جائینگے ان کی ہوا اکھڑ جائیگی مصیبت غلامی کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہوں گے بلکہ قیامت میں انھیں سخت عذاب دیا جائیگا۔

ہدایات پیغمبری اور مسلمان حضور نبی کریم نے مسلمانوں پر زور دیا تھا اور فرمایا تھا کہ تا وقتیکہ تم مومن نہ ہو گے ہرگز جنت میں داخل نہ ہو گے اور مومن اس وقت تک ہرگز نہ ہو سکو گے جبتک تم باہم محبت نہ کرو ایک اور موقعہ پر فرمایا تھا تم میں سے کوئی اس وقت تک کامل مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لئے بھی وہی چیز پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ ایک مرتبہ اور فرمایا کہ اللہ اسی بندے کی مدد کریگا جو اپنے بھائی مسلمان کی مدد کرتا ہے اور کامل مسلمان وہی ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں غور کیجیے سوچیے اور اپنے سینے پر ہاتھ رکھکر کہیئے کہ ان احادیث کے متعلق آج دنیا میں کتنے مسلمان موجود ہیں کتنے ایسے ہیں جو دوسرے مسلمانوں کے مفاد کو بھی اپنا ہی مفاد سمجھتے ہوں دوسروں کی امداد و اعانت کے لیے ہمہ تن تیار و آمادہ رہتے ہوں اور جن کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ ہوں ہاتھ کا معاملہ تو جانے دیجیے اگر ہم اتنا ہی جب موقع آتا ہے تو کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا جاتا اور بلا مبالغہ زبان کا خنجر مسلمانوں میں جس آزادی بے تکلفی اور وسعت کیساتھ چلتا رہتا ہے اس کی نظیر اور جگہ کم مل سکتی ہے یہ تو حالت ہے اور پھر تقدیر کے گلے ہیں اور شکوے ہیں۔

قدوسیان اسلام کے اخلاق حسنہ ایکدوسرے کی پگڑیاں اچھالنے اور تحقیر کرنے کے لئے ہمہ تن تیار رہتا ہے اسلاف کی شان اشداء علی الکفار رحماء بینہم تھی اس کے برعکس معاملہ ہے تمسخر استہزا طعن تشنیع عیب جوئی اور غیبت و بدگوئی عام ہے حالانکہ قرآن ان چیزوں سے سختی کے ساتھ ممانعت کر رہا ہے غیبت کو اپنے بھائی کی لاش کے گوشت کھانے کے مترادف بتا رہا ہے اور رسول کریم نے اسے اشد من الزنا بتایا ہے اور فرمایا ہے غیبت سے بچنا دس ہزار رکعت سے افضل ہے۔

اسلاف عیب پوشی کے عادی تھے ہم عیب جوئی کے خوگر ہیں حضرت عقبہ کا غلام آکر اطلاع کرتا ہے کہ ہمارے مکان کے قریب لوگ جمع ہو کر شراب پیتے ہیں فرماتے ہیں خاموش رہ کہتا ہے کہ میں تو محتسب کو اطلاع کئے دیتا ہوں فرماتے ہیں کہ جانے دے کہ میں نے حضور سے سنا ہے کہ جس نے کسی کا عیب چھپایا گویا اس نے مردہ کو زندہ کیا ایک یہودی کے معاندانہ سلام کے جواب میں حضرت عائشہ رض ذرا سا تیز جواب دیتی ہیں حضور فرماتے ہیں کہ عائشہ تیز زبان نہ ہو خدا کو وہ بد جواب پسند نہیں وہ نرمی سے اس قدر دیتا ہے جتنا سختی سے ہرگز نہیں دیتا۔ حضرت صفیہ رض کے قد کو ہاتھ سے بتاتی ہیں کہ وہ اتنی ہیں حضور فرماتے ہیں کہ عائشہ رض یہ بھی غیبت ہے کہ اس میں تحقیری رنگ نمایاں ہے۔ مسلمانوں کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ کسی سے نہ الجھیں نہ بد سوال و جواب کریں واذا خاطبہم الجاہلون قالوا سلاما واعرض عن الجاہلین جاہلوں نادانوں بد زبانوں سے کبھی نہ الجھو اور کبھی ایسا موقع پڑ جائے تو سلام کہکر گذر جاؤ ان سے اعراض کرو۔

اسلاف اسی کے عامل تھے اشرار گالیاں بھی دیتے تھے تو خاموشی اختیار کرتے تھے حضرت حسن کو ہر زبان دراز بدو گالیاں دیتا مگر آپ کبھی جواب نہ دیتے۔

معاش وتجارت کی اسلامی راہیں مسلمانوں کو حکم دیا گیا تھا کہ روپیہ اور دولت چونکہ زینت حیات ہیں فضل خدا وندی ہیں تقویم معاشرت کا ذریعہ ہے اس لئے اس کے خرچ میں محتاط رہو میانہ روی سے کام لو ضرورت سے زیادہ ایک پائی خرچ نہ کرو کہ جو ایسا کرتے ہیں خدا ان سے محبت نہیں کرتا

كلوا واشربوا ولا تسرفوا ان الله لا يحب المسرفين

پھر وہ لوگ بھی ہیں جن کے نزدیک روپیہ پیسے کی کوئی حقیقت ہی نہیں جو کمایا اڑا دیا بیجا صرف کرتے ہیں بے ضرورت لٹاتے ہیں ایسے لوگوں کو شیطان کا بھائی بتایا حکم ہے لا تبذر ان المبذرين كانوا اخوان الشياطين۔

خود خدا نے سچے مسلمانوں کی یہ شناخت بتلائی ہے کہ جب وہ خرچ کرتے ہیں تو نہ اسراف سے کام لیتے ہیں اور نہ بخل کرتے ہیں۔ اسلام نے سب کچھ بتا دیا تھا اقتصادیات کی تعلیم جیسی اسلام نے دی کوئی نہ دے سکا اور نہ دیکھا کسی مذہب میں اس کے متعلق اشارات تک بھی موجود نہیں لیکن بدبختی ملاحظہ کیجئے کہ دنیا میں جو کوئی مذہب نہ کر سکا نہ بتا سکا وہ اسلام نے کیا اور بتایا لیکن آج اسلام ہی کے پیرو سب سے زیادہ مسرف نظر آتے ہیں اور اسی نے انھیں تباہ کر دیا۔ تجارت کے متعلق مسلمانوں کو بتایا گیا تھا کہ رزق کے دس حصوں میں سے نو حصے رزق صرف ایک تجارت ہی میں ہے۔

لیکن مسلمانوں نے تجارت سے بیگانگی اختیار کی یہ اصول آج بھی موجود ہیں اگر مسلمان ان پر کاربند ہوں تو خدا کی رحمتیں ان کی کار فرمائی کو آج بھی موجود ہو سکتی اور ترقیاں ان کے قدم لیں گی اسلام کا چشمہ صافی تو دہی ہے لیکن اس کے پیروان میں نہ وہ آب ہے اور نہ وہ صفا نہ وہ جوش ہے اور نہ وہ صداقت باقی ہے۔

مسدس حالی جس کے بعض اشعار اس پرچہ کے عنوان ہیں ۲۸ صفحہ کی کتاب ہے جو مردہ دلوں میں جان ڈالدیتی ہے مجالس میلاد میں تقسیم کر دیجیے یہ سب سے بہتر شیرنی ہے۔ قیمت فی جلد پانچ آنے۔ بارہ جلدیں تین روپے میں منگالیجے اور تقسیم کر دیجئے۔ دفتر رسالہ مولوی دہلی

فریاد ہے اے کشتی عالم کے نگہباں

بیڑا یہ تباہی کے قریب آن لگا ہے

حضور رسالتمآب کی سیاست یا تو فرزندان توحید کا یہ عالم تھا کہ وہ دنیا کی کسی بڑی سے بڑی قوت کو خاطر میں نہ لاتے تھے کوئی انسانی صولت و شوکت انہیں مرعوب نہ کر سکتی تھی اسلام نے انہیں تعلیم ہی یہ دی تھی کہ خدا کے سوا کسی سے نہ ڈرو ان کے سامنے ہر وقت امر ربی کا خشوع و خضوع رہتا تھا وہ سمجھتے تھے جب خدا ساتھ ہے تو پھر کسی قوت و طاقت سے ڈرنے کی ضرورت نہیں حضور نبی کریم کا اسوہ حسنہ ان کے سامنے تھا کہ کمزوری کے باوجود یہ حالت تھی کہ جہاں تک ممکن ہوتا تھا کسی کو اتنا موقعہ نہ دیتے تھے کہ کوئی مسلمانوں پر چڑھائی کر کے خود اس کے سر پر پہنچ جاتے تھے قریش کی تیاری جنگ کی بھنک پڑی پہلا موقعہ تھا بے سروسامانی کا عالم تھا پورے اسلحہ بھی پاس موجود نہ تھے منزل بہ منزل طے کرتے ہوئے قریش کے سر پر پہنچ گئے اور بدر کے میدان میں ان کی فوج کو شکست دی۔

خیبر میں یہود کی تیاری جنگ کا علم ہوا تو دو سو میل کی مسافت طے کر کے عجلت کے ساتھ ان پر جا پڑے یہی تیز رفتاری مکہ میں ہوا اس کے بعد ثقیف و بنو ہوازن کے متعلق پتہ چلا تو مکہ سے نکل کر انہیں بھی جا دبایا اور غسانیوں کی طاقت کتنی منظم عظیم الشان تھی اسے بھی حملہ آوری کا موقع نہ دیا اور تیس ہزار کا جرار لشکر لیکر ان کے مقابلے کے لیے نکل کھڑے ہوئے۔

بغاوت عرب اور تدبر صدیقی پھر غروب آفتاب رسالت کے بعد عرب میں کتنی خوفناک صورت حالات قائم ہوگئی تھی قریش و ثقیف کے سوا تمام قبائل عرب اسلام سے باغی ہو گئے تھے اور غدار افواج مدینہ منورہ پر حملہ کی غرض سے قریب پہنچ چکی تھیں نہایت نازک وقت تھا مگر اسی حالت میں حضرت صدیق اکبرؓ نے لشکر اسامہؓ ہی روانہ کیا اور اس کے بعد چھوٹے چھوٹے گیارہ دستے نہایت مدبرانہ طریق پر اطراف عرب میں بھیجکر ایک سال کے اندر اندر پورے عرب میں امن قائم کر دیا اس عہد کی دو زبردست اور متمدن فرمانروا روم و عرب عجم کی اس بغاوت کو سکون و اطمینان کی نظر سے دیکھ رہی تھیں اور خود عرب پر یلغار کی تیاریاں کر رہی تھیں آپ نے بغاوت عرب سے فارغ ہوتے ہی عجم سے جنگ چھیڑ دی یہ جنگ شروع ہوئی تھی کہ رومی میدان میں آگئے اور بیک وقت ادھر بھی توجہ منعطف کرنی پڑی یہ دنیا کی اتنی عظیم الشان طاقتیں تھیں کہ اسلامی طاقت کو ان سے کوئی نسبت ہی نہ تھی یہ طاقتیں ایک ایک وقت میں دو دو چار چار لاکھ فوجیں میدان میں لائیں لیکن مسلمانوں نے ہر میدان میں انہیں شکستیں دیں۔

تہور اسلام پر قیصر روم کی حیرت قیصر روم نے تنگ آکر اپنے تمام جرنیلوں سے پوچھا کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ عرب تم سے تعداد میں تنظیم میں قوت میں تجربہ میں کوئی نسبت ہی نہیں رکھتے پھر بھی تم کامیاب نہیں ہوتے سب کی گردنیں خم ہوگئیں آخر ایک بڑے جنرل نے اٹھکر کہا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ عربوں کے اخلاق ہمارے اخلاق سے اچھے ہیں ہمارے سپاہی شرابیں پیتے ہیں زنا کرتے ہیں آوارگی میں مبتلا ہیں غرور میں ڈوبے ہوئے ہیں عربوں کی یہ حالت ہے کہ رات میں راہب ہیں اور دن کے شیر ہیں پاکبازانہ زندگی بسر کرتے ہیں راتیں عبادت میں گذار دیتے ہیں خدا سے ڈرتے ہیں قیصر نے کہا بالکل ٹھیک ہے یہی وجہ ہے۔

شکوہ ایران اور کجکلاہ ایران۔ کجکلاہ ایران یزدجرد نے بھی قیصر کی طرح ہر میدان میں عربوں سے شکست کھا کر کہا تھا اور بڑی حسرت کیساتھ کہا تھا ؎

عرب را بجائے رسیدست کار | ز شیر شتر خوردن و سوسمار
کہ تاج کیاں را کنند آرزو | تفو بر تو اے چرخ گرداں تفو

دنیا کی یہ دونوں زبردست فرمانروائیاں اسلام کی چٹان سے ٹکرا کر پاش پاش ہوگئیں اور خدا شناس مسلمانوں نے ان کے پرخچے اڑا کر پھینک دیئے۔

طارق و موسیٰ کا جوش جہادت ایک طارق سات ہزار فوج کے ساتھ ساحل اسپین پر قدم رکھتا ہے اور جن جہازوں سے اترا ہے ان میں آگ لگا کر کہتا ہے کہ اب فتح یا موت کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں راڈرک کی ایک لاکھ جرار فوج کو شکست دیتا ہے اس کا آقا موسیٰ بن نصیر کوہ پرنیز پر کھڑے ہو کر فرانس اٹلی آسٹریا ہنگری یوگوسلاویہ چیکوسلواکیہ بلغاریہ رومانیہ یونان اور قسطنطنیہ کو فتح کرتے ہوئے براہ یورپ دمشق پہنچنے کا ارادہ کرتا ہے اجازت نہیں ملتی ورنہ وہ کامیاب ہو گیا ہوتا۔

حضرت عقبہؓ کا شیرانہ اقدام حضرت عقبہؓ بن نافع فہری اپنے جوش جہاد میں بڑھتے چلے جاتے ہیں افریقہ فتح کرتے ہوئے اور طرابلس تیونس الجزائر اور مراکش سے گذرتے ہوئے ساحل بحر پر پہنچے اور اسے اپنے جوش کی راہ میں سد راہ پایا تو سمندر میں گھوڑا ڈال دیا اور حسرت سے کہا خداوندا کیا کروں بحر بے پایاں سد راہ بن گیا ورنہ میں تیری راہ میں جہاد کرتا ہوا زمین کی وسعتوں کو عبور کرتا ہوا اور توحید کے ڈنکے بجاتا ہوا چلا جاتا۔

خشکی پر اسلامی جہازوں کی حرکت جب قسطنطنیہ کا محاصرہ ہوا ہے اور وہ کسی طرح فتح ہونے میں نہیں آیا تو سلطان محمد فاتح نے راتوں میں دس میل تک تختے بچھا کر ان پر گریس ڈلوا کر چکنے کرا کر اس پر سے جہاز گذار کر سمندر میں ڈلوا دیا جس سے عیسائی بوکھلا گئے اور قسطنطنیہ فتح ہو گیا یہ مسلمان ہی تھے جنہوں نے خشکی پر جہاز چلائے اور سمندر میں گھوڑے ڈالدیئے اور دنیا میں اپنی سطوت کا نقش جلالت قائم کر گئے۔

غزنوی جہادوں کا طمطراق سلطان محمود غزنوی کو دیکھیے کہ ایک دو دفعہ نہیں سترہ دفعہ ہندوستان کے انسانی جنگل میں گھس گیا اور ہر بار یہاں کے ہندو راجاؤں کو شکست دی پورے ملک کے تمام راجے مہاراجے اس کا مقابلہ نہ کر سکے کسی کا زہرہ نہ تھا کہ اس کے مقابلہ پر آسکتا ہندوستان کے بھرے جنگل بلند و بالا پہاڑ اور طغیانی خیز دریا کوئی اس کا راستہ نہ روک سکے اور وہ ہر جہاد میں کامیاب رہا۔

حیرت انگیز علائی تہور سلطان علاء الدین خلجی کڑہ الہ آباد سے صرف سات ہزار لشکر لیکر تن تنہا دکن پر چڑھ دوڑتا ہے راستے میں سینکڑوں مخالف راجہ ملتے ہیں دکن میں خود بیشمار فوج جمع ہو رہی ہے مگر حوصلہ علائی راہ کے موانع کی قطعاً پرواہ نہیں کرتا بڑے بڑے لشکروں کی پرواہ نہیں کرتا اور بیشمار مال غنیمت لیکر واپس آجاتا ہے۔

بختیار خلجی کا فقید المثال جوش بختیار خلجی اٹھتا ہے اور صرف سترہ مجاہد لیکر پورے بنگال کو فتح کر لیتا ہے لاکھوں ہندو دیکھتے کے دیکھتے رہ جاتے ہیں اور ملک فتح ہو جاتا ہے پھر اسلام کو لیتا ہوا آسام کو روندتا ہوا چین کی فتح کو جاتا ہے۔

اسلامی کنیزوں کی شجاعت ایک دفعہ سلطان علاء الدین خلجی کے دربار میں ہندو راجاؤں کے سامنے کچھ ذکر ہوتا ہے ایک راجہ کہہ اٹھتا ہے کہ حضور میرے اندر اتنی طاقت ہے کہ میں آپ کے ہر جرنل کا تنہا مقابلہ کر سکتا ہوں سلطان

صرف اپنی ایک لونڈی کی ہجت کو کچھ فوج بھیج دیتا ہے جو مست دہانی کی طرح اسکے سر پر جا پہنچتی ہے اور آنا دہاتی ہے کہ راجہ ڈنی بہادری کی رہی سہی بھی جاتی ہے اور راجہ کو محصور ہونا پڑتا ہے۔

سولہویں صدی اور عروج اسلام اسلامی جرنیل جدھر کا رخ کرتے تھے فتح و کامرانی ان کے قدم چومتی تھی ایک صدی گذرنے سے پہلے پہلے انہوں نے پورے کاشغر اور افریقہ پر اپنا تسلط جما لیا اور سولہویں صدی عیسوی میں ان کا آفتاب اقبال و عروج خط استوا پر چمک رہا تھا ادھر ترکی میں سلطان سلیمان قانونی داد فرمانروائی دے رہا تھا جس کی حدود حکومت یورپ میں ویانا اور پولینڈ تک اور افریقہ میں مراکش تک وسعت پذیر تھیں اور ہندوستان میں اکبر اعظم کی دارائی کا [illegible] کہا جاتا ہے معلوم دنیا کی تین چوتھائی آبادی انہی کے زیر تسلط تھی اور انھیں کی تمدن دنیا میں چھایا ہوا تھا۔

اسلام کے جلوہ گاہ تمدن قرطبہ غرناطہ بغداد دمشق اور قاہرہ اسلامی تمدن و تہذیب کے وہ مراکز تھے جن کی روشنی ساری دنیا کو منور کر رہی تھی یہ شہر جلوہ گاہ تمدن بنے ہوئے تھے یورپ نے جو کچھ سیکھا تھا وہ اسلامی یونیورسٹیوں ہی سے سیکھا تھا دنیا کو اعتراف ہے کہ اگر مسلمان میدان عمل میں گرم جولاں نہ ہوتے تو صفحہ ہستی سے ذخائر علوم معدوم ہو جاتے۔

تجارت اسلام کی ہمہ گیریاں صنعت و تجارت میں مسلمانوں نے وہ ترقی کی تھی کہ دنیا حیرت کے ساتھ پوچھا کرتی [illegible] تجارت نہیں کرتا دنیا کے ہر حصہ پر مسلم تاجر ہی چھائے ہوئے تھے [illegible] کے تجارتی جہاز [illegible] بھرتے تھے [illegible] عبدالغفور تھا جس کی اکیلے تنہا تجارت پوری ایسٹ انڈیا کمپنی کے برابر تھی اس کے مال تجارت سے لدے ہوئے جہاز سمندروں میں گھومتے پھرتے تھے کسی قوم کے تاجر مسلم تاجروں کی حوصلہ مندی اور دولت کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے دولت انہی کی کنیز بنی ہوئی تھی۔

فرزندان توحید اور پابندی مذہب پابندی مذہب کا یہ عالم تھا کہ مسجدیں آباد رہتی تھیں ادھر اذان کی آواز سنی اور ادھر مسلمان گھروں سے نکل کھڑے ہوتے عورتیں گھر کے گوشوں میں مشغول ہو گئیں جماعت کی قضا ہو جاتا تو تمام محلہ [illegible] ہاتھ سے نکل جاتا تھا لوگ اس کی تعزیت کو آتے تھے چھوٹے بچے [illegible] نیاز بارگاہ ایزدی میں گزرتے تھے امیر و غریب [illegible] میں اکٹھے ہوتے تھے رمضان کی ہمیشہ بہار کی [illegible] افطار و روزے کھولتے تھے راتیں [illegible] تھے زکوٰۃ [illegible] ہوتے تھے عیدیں [illegible] بہار [illegible]

اخوت اسلامی کے شاندار مظاہر مسلمانوں میں [illegible] ہمدردی [illegible] مثال چشم زمانہ نے کبھی نہ دیکھی تھی [illegible] مسلمان کی تکلیف سنکر بڑے بڑے مسلمان بیقرار ہو جاتے خلیفہ منصور [illegible] کو بغداد پہنچتا ہے کہ ایک مسلم خاتون عیسائیوں کی قید میں [illegible] کہ تمہاری خلافت ہوتے ہوئے تمہاری ایک بہن یوں قید فرنگ میں گرفتار رہے کل خدا کو کیا جواب دو گے منصور بیقرار ہو جاتا ہے اور ایک لمحہ کی تاخیر کے بغیر جرار لشکر لیکر [illegible] عیسائی فرمانروا [illegible] منصور اس خاتون کے پاس [illegible] معذرت کرتا ہے اور اس کے ساتھ اور قیدیوں کو بھی رہا کراتا ہے۔ خلیفہ معتصم کو عین [illegible] اطلاع ملتی ہے کہ رومی وادی عموریہ پہونچکر مصروف قتل و غارت ہیں عیسائی جرنیل ایک خاتون کو مار رہا ہے اور وہ وامعتصماہ پکار رہی ہے وہ پھر طمانچہ مار کر کہتا ہے وہ چلا آ رہا ہے معتصم ابلق گھوڑے پر سوار [illegible] سنتے ہی معتصم کھانا چھوڑ دیتا ہے اور اسی وقت تیاری کا حکم دیکر اور بارہ ہزار ابلق گھوڑے لیکر سوار ہو جاتا ہے اور آندھی کی طرح اس کے سر پر جا پڑتا ہے عیسائیوں کو شکست دیکر گرفتار کر لیتا ہے اور اس خاتون کو تلاش کرا کر کہتا ہے بہن لبیک لبیک تو نے مجھے آواز دی میں نے سنی اور تیری امداد کو آ پہنچا اور عیسائی جرنیل سے کہتا ہے مردود کیا تو اسلامی اخوت کے اثر سے ناواقف تھا جو اس خاتون کو طعنہ دیتا تھا دیکھ اس طرح مسلمان اپنی بہنوں کی امداد کیا کرتے ہیں۔

کشتی اسلام اور طوفان حوادث اے کشتی عالم کے نگہبان اے امت کے والی اور اے بیکسوں کے یاور فریاد ہے اور تجھی سے فریاد ہے۔ دیکھ تو جس امت کو تم نے خیر امت بنایا منتخب روزگار بنا کر رحمت ہوئے اور جو صدیوں عالم کی آقائی کرتی رہی آج وہ اپنی شامت اعمال اپنی ناکردنیوں اور اپنی معصیتوں سے کس قدر پستی کے گرداب میں پھنس چکی ہے کس ذلت و خواری کس آوارگی و انتشار اور کس افلاس کی زندگی بسر کر رہی ہے نہ ہم میں وہ تہور و جلادت ہے نہ ہمارا وہ طنطنہ اور طمطراق باقی رہا اور نہ وہ آسمان ہے اور نہ وہ زمین ہے ہم سے اخوت و ہمدردی رخصت ہو چکی ہمارے دل درد و احساس سے خالی ہو چکے ہم "علی شفا حفرة" کی منزل پر پہنچے ہوئے ہیں نہ ہمارے پاس حکومت ہے نہ اقتدار نہ دنیا میں اسکندری و دارائی کرنے والے آج جنہوں کی آگ سلگا رہے ہیں [illegible] ٹھوکریاں [illegible] تیز نگاہوں سے دیکھ رہا ہے ہر قوم ہماری پامالی کا تہیہ کئے بیٹھی ہے ہم سے حکومت ہی نہیں گئی ہمارے بخت و اقتدار نے ہمیں جواب نہیں دیا ہماری دولت و ثروت ہی نہیں چھینی ہمارا ایمان ہمارا ایقان ہمارا جوش ہماری ہمتیں بھی ہم سے رخصت ہو چکیں نہ ہمارے اندر اتفاق باقی ہے اور نہ ایک دوسرے کی ہمدردی رہ گئی ہے نہ دینداری رہ گئی ہے نہ پاس کوڑی ہے فاقوں پر نوبت ہے کارخانے اور کاروبار استخوان کی معاملہ ہے ہمارے گھر خانہ ویرانی بنے ہوئے ہیں آسمان سے جو بلا اترتی ہے وہ ہمارے ہی گھر تلاش کرتی ہوئی اترتی ہے محاربہ عظیم کی آگ بھڑکائی اور سلگائی کسی نے لیکن ہر جگہ اس کی شعلوں کی لپیٹ میں آئے مسلمان کریمیا میں یوکرائن میں ملایا میں ساٹرا میں جاوا میں [illegible] طرابلس میں تیونس میں مراکش میں عراق میں ایران میں جہاں دیکھو مسلمانوں ہی کے گھر جلے مسلمانوں ہی پر ستم ہوئے۔

فریاد ہے فریاد ہے اے کشتی عالم کے نگہبان برے ہیں گنہگار ہیں خاطی ہیں مگر کہلاتے آپ کے ہیں امت تو آپ ہی کی مشہور ہیں بیڑہ تباہی کے قریب آن لگا ہے ناخدائی کیجئے بچایئے مدد فرمایئے آپ کے سوا ہمارا درد رس کون ہے ہماری تباہیوں پر کڑھنے والا کون ہے وہ حالت ہے کہ مسلمان ہر طرف سے ہجوم مصائب میں محصور ہیں [illegible] آقا جب آپ نے جاہل عربوں کو سنبھال دیا تو ہمارا سنبھالنا بھی کوئی مشکل ہے اب آپ کی امداد کے بغیر ہمارا سنبھلنا مشکل ہے خدا کے لئے اٹھیے اور ہمیں اٹھائیے اور پھر سچا مسلمان بنائیے۔ اللہم صل علیٰ محمد الف الف مرة۔

بیان اور رسول پاکؐ کو خطاب فرمانا اصول بیان کے خلاف ہے مطلب ظاہر ہے کہ حضرت نوحؑ نے بطور اتمام حجت فرمایا لوگو! اگر میں سچا ہوں اور تم میری تکذیب کررہے ہو تو لا محالہ تم کو اسکی سزا بھگتنی ہوگی اور اگر میں نے افترا بندی اور دروغ تراشی کی ہے تو اس کا وبال مجھپر پڑیگا تم پر اُس کا وبال نہ آئیگا۔ پھر خواہ مخواہ میری تکذیب کرتے ہو۔

وَاُوْحِیَ اِلٰی نُوْحٍ اَنَّهٗ لَنْ یُّؤْمِنَ مِنْ

اور نوحؑ کے پاس وحی بھیجی گئی تھی کہ تمہاری قوم میں سے سوا اُن لوگوں

قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا

کے جو ایمان لا چکے ہیں اور لوگ ہرگز ایمان نہ لائینگے لہذا تم اُنکی حرکات

كَانُوْا یَفْعَلُوْنَ ۚۖ وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْیُنِنَا

کا غم نہ کرو اور ہمارے سامنے ہمارے حکم کے مطابق

وَوَحْیِنَا وَلَا تُخَاطِبْنِیْ فِی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا

کشتی بناؤ اور ظالموں کے بارہ میں مجھ سے بات نہ کرو

اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ ۝ وَیَصْنَعُ الْفُلْكَ

کیونکہ اُن کو ضرور غرق کیا جائیگا نوحؑ کشتی بنا رہے تھے

وَكُلَّمَا مَرَّ عَلَیْهِ مَلَاٌ مِّنْ قَوْمِهٖ سَخِرُوْا

اور جب کبھی اُن کی طرف سے اُن کی قوم کے کچھ سردار گذرتے تھے تو اُن کا

مِنْهُ ؕ قَالَ اِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا فَاِنَّا نَسْخَرُ

مذاق اُڑاتے تھے نوحؑ کہتے تھے اگر تم اب ہم پر ہنستے ہو تو جس طرح تم ہمارا

مِنْكُمْ كَمَا تَسْخَرُوْنَ ۝ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ

مذاق اُڑا رہے ہو ہم بھی ضرور تمہارا مذاق اُڑائینگے آگے تم کو معلوم ہو جائیگا

مَنْ یَّاْتِیْهِ عَذَابٌ یُّخْزِیْهِ وَیَحِلُّ عَلَیْهِ

کہ کس پر رسوا کرنے والا عذاب آئے گا اور دوامی

عَذَابٌ مُّقِیْمٌ ۝

عذاب نازل ہوگا

تفسیر جب اتمام حجت ہوچکا اور کوئی نصیحت سودمند نہ ہوئی تو حضرت نوح کی قوم کی تباہی کا بڑا غم ہوا وحی آئی نوح ان لوگوں کے کرتوت کا کچھ غم نہ کرو۔ جو لوگ ایمان لے آنے لے آئے۔ آئندہ کوئی ایمان نہیں لائیگا تبلیغ ختم کردو اور ہماری وحی وعلم کے مطابق کشتی بنانا شروع کرو جب حضرت نوحؑ نے اپنے بیٹے کنعان کے متعلق عرض کیا تو ارشاد ہوا نوح کسی ظالم حق ناشناس کے متعلق کچھ نہ کہو۔ ہر ظالم کے ڈوبنے کا قطعی مبرم حکم ہوچکا۔ غرض حضرت نوحؑ نے کشتی بنانی شروع کی اندبروایت ابن عباسؓ دو سال تک بناتے رہے کشتی کتنی لمبی چوڑی اور کتنی اونچی تھی؟ اور کس لکڑی کی تھی؟ اسکی تفصیل اسرائیلی لٹریچر میں مختلف طور پر آئی ہے اور چونکہ کوئی قول یقینی نہیں اسلئے ہم کو اس کے ذکر کرنے کی بھی ضرورت نہیں بہر حال حضرت نوح جس وقت کشتی بناتے تھے تو کور باطن کافر آپ کا مذاق اڑاتے تھے اور کہتے تھے نوح ابتک تم پیغمبر تھے اب بڑھئی ہوگئے کیسے دیوانے ہو پانی کہاں ہے۔ دریا سے دور خشکی میں ناؤ کیسے چلیگی۔ حضرت نے جواب دیا اب تو تم ہمسے مذاق کررہے ہو کیونکہ حقیقت تمہاری نظروں سے اوجھل ہے عنقریب ہم تمہارا مذاق اڑائیں گے تم کو کچھ ہی زمانے کے بعد معلوم ہوجائیگا کہ دوامی اور لازوال عذاب کس پر نازل ہوتا ہے۔ محمد بن اسحاق نے بروایت عبید بن عمیر لیثی بیان کیا ہے کہ حضرت نوح کی قوم آپ کو بہت زیادہ تکلیفیں دیتی۔ لیکن آپ معاف فرما دیتے۔ اور بارگاہِ الٰہی میں عرض کرتے پروردگار یہ لوگ نادان ہیں ان کو معاف فرمادے۔ جب قوم کی سرکشی حد سے بڑھ گئی اور حضرت پر سختیاں بہت زیادہ ہونے لگیں تو بارگاہ خداوندی میں شکایت کی اور قوم کے حق میں بددعا کی اس وقت عذاب کا حکم ہوا اور حضرت نوحؑ کے پاس مذکورۂ بالا وحی نازل ہوئی۔

مقصود بیان: ظالموں اور حق ناشناسوں پر رحم کھانا اور ان کی تباہی کا غم کرنا نہ چاہیے۔ حضرت نوح کو بذریعۂ وحی معلوم ہوگیا کہ آئندہ کوئی ایمان لانے والا نہیں۔ نوحؑ نے بعض کافروں کی نجات کی خواستگاری کی تھی لیکن منظور نہ ہوئی۔ اور اہل ظلم کے لئے دعا کرنے کی ممانعت کردی گئی۔ ظاہر پرست کور باطن اور حقیقت ناشناس ہوتے ہیں اس لئے اہل حق ومعرفت کا مذاق اڑاتے ہیں۔ وغیرہ

حَتّٰۤی اِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ ۙ قُلْنَا

یہانتک کہ جب ہمارا حکم آپہنچا اور تنور جوش مارنے لگا تو ہم نے کہا

احْمِلْ فِیْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَیْنِ اثْنَیْنِ

کہ سوائے اُن لوگوں کے جن کو غرق ہونے کا پہلے حکم ہوچکا ہے

وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ

ہر قسم میں سے دو دو نر و مادہ اور اپنے گھر والے اور مسلمان

وَمَنْ اٰمَنَ وَمَآ اٰمَنَ مَعَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلٌ

سوار کر لو نوح کی معیت میں سوا چند آدمیوں کے کوئی ایمان لایا تھا

وَقَالَ ارْكَبُوْا فِيْهَا بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَ

نوح نے کہا کشتی میں سوار ہو جاؤ اللہ کے نام سے اُس کا چلنا اور

مُرْسٰىهَا اِنَّ رَبِّيْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ وَ

ٹھیرنا میرا رب بلاشبہ غفور رحیم ہے

هِيَ تَجْرِيْ بِهِمْ فِيْ مَوْجٍ كَالْجِبَالِ وَ

کشتی اُن کو پہاڑوں کی طرح لہروں میں لیئے جا رہی تھی اور

نَادٰى نُوْحُ ابْنَهٗ وَكَانَ فِيْ مَعْزِلٍ

نوح کا بیٹا ایک کنارے پر تھا نوح نے اُس کو آواز دیکر کہا

يّٰبُنَيَّ ارْكَبْ مَّعَنَا وَلَا تَكُنْ مَّعَ الْكٰفِرِيْنَ

بیٹے ہمارے ساتھ سوار ہو جا کافروں کے ساتھ نہ رہ

قَالَ سَاٰوِيْٓ اِلٰى جَبَلٍ يَّعْصِمُنِيْ مِنَ

وہ بولا میں پہاڑ کی پناہ لے لونگا وہ مجھے پانی سے

الْمَآءِ قَالَ لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ اَمْرِ

بچائے گا نوح نے کہا آج خدا کے قہر سے کوئی بچانے والا

اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ وَحَالَ بَيْنَهُمَا

نہیں ہاں جسپر خدا خود رحم کرے (وہی بچ سکتا ہے) اتنے میں دونوں کے درمیان

الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِيْنَ وَقِيْلَ

موج حائل ہوگئی اور وہ ڈوبنے والوں میں پہنچ گیا اور حکم دیا گیا

يٰٓاَرْضُ ابْلَعِيْ مَآءَكِ وَيٰسَمَآءُ اَقْلِعِيْ وَ

اے زمین اپنا پانی جذب کرلے اور اے آسمان تھم جا پھر

غِيْضَ الْمَآءُ وَقُضِيَ الْاَمْرُ وَاسْتَوَتْ

پانی سکھا دیا گیا اور کام تمام کردیا گیا جودی پر کشتی

عَلَى الْجُوْدِيِّ وَقِيْلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ

جا ٹھیری اور کہدیا گیا کہ ظالم لوگ دور ہوں

تفسیر

آیات کا مطلب واضح ہے۔ ہم تحقیق اجزا کے لئے چند امور ذکر کرتے ہیں:-

(۱) تَنُّوْر کے معنی میں اہل تفسیر کا اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک تنور کے معنی ہیں روئے زمین۔ توراۃ میں بھی کل سطح زمین سے پانی کے ابلنے کا ذکر ہے۔ امام رازی نے اسی قول کو پسند کیا ہے۔ ابن عباس، عکرمہ، زہری اور ابن عیینہ کی یہ ہی روایت ہے۔ تَنُّوْر کشتی کے اُس بطن النشیبی حصہ کو کہتے ہیں جہاں پانی جمع ہو جاتا ہے۔ یہ قول حسن بصری کا ہے۔ تَنُّوْر کے معنی ہیں طلوع فجر یعنی جب نور کا تڑکا ہوگیا۔ یہ قول حضرت علی کا ہے۔ تَنُّوْر سے مراد کوفہ کی مسجد ہے یعنی جہاں اب مسجد کوفہ ہے وہ مقام مراد ہے۔ یہ قول مجاہد کا ہے۔ مجاہد سے یہ بھی روایت ہے کہ تنور کا مقام کوفہ کے اندر داخل ہونے والے کے دائیں جانب باب کندہ کے متصل واقع ہے شعبی قسم کھا کر کہتے تھے کہ ناحیۂ کوفہ ہی سے تنور ابلا تھا۔ تَنُّوْر اونچی زمین یا مرتفع مقام کو کہتے ہیں یہ قول قتادہ کا ہے۔ تَنُّوْر اُس چشمہ کا نام ہے جسکو عین الوردہ کہا جاتا ہے اور جو ملک شام کے ایک جزیرہ میں واقع ہے۔ ہکذا روی عن عکرمہ ومقاتل۔ تَنُّوْر سے یہی روٹی پکانے کا تنور مراد ہے۔ قالہ عطیہ و حسن واکثر المفسرین۔ نحاس نے فرمایا مذکورہ اقوال میں باہم اختلاف نہیں کیونکہ پانی ضرور روٹی پکانے کے تنور سے نکلنا شروع ہوا۔ آگ کے مقام سے پانی کا نکلنا کرشمۂ قدرت اور معجزۂ نوحؑ تھا۔ اس کے بعد تمام روئے زمین سے پانی ابلنا شروع ہوا اور آسمان سے بھی جھما جھم برسنے لگا۔ قرآن میں آیا ہے فَفَتَحْنَآ اَبْوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍ وَّفَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُيُوْنًا ہوسکتا ہے کہ فجر کے وقت ابلنا شروع ہوا ہو اور سب سے زیادہ طوفان عین الوردہ سے پیدا ہوا ہو۔ میرے نزدیک بھی تنور کے حقیقی معنی مراد لینا اولیٰ ہے۔

(۲) نوحؑ نے اپنے بیٹے کو آواز دیکر کشتی میں سوار ہونے کو کہا مگر وہ سوار نہ ہوا۔ اور ڈوب گیا۔ اس کا نام مفسرین اہل اسلام نے کنعان بتلایا ہے اور کنعان کی ماں کا نام راعلہ لکھا ہے اور تصریح کی ہے کہ راعلہ بھی اپنے بیٹے کے ساتھ غرق ہوگئی کیونکہ وہ بھی کافرہ تھی۔ لیکن توراۃ کے سفر پیدائش میں لکھا ہے کہ نوح کے صرف تین بیٹے تھے۔ حام۔ سام۔ یافث اور ان تینوں نے کشتی میں سوار ہو کر طوفان سے نجات پائی۔ البتہ کنعان حام کا بیٹا اور نوح کا پوتا

تھا جو غرق ہوا۔ میرے نزدیک تورات کی تصریح صرف اختراعی ہے اور قرآن کا بیان صحیح ہے کیونکہ تورات کی صراحتیں خود باہم مختلف ہیں۔ تورات کے ۹ باب میں ہے کہ حام نے اپنے باپ نوح کو بحالت مخموری خیمہ کے اندر برہنہ پایا جس پر سام اور یافث نے اُس پر کپڑا ڈھانک دیا۔ ۱۸ تا ۲۳۔ پھر ۲۴ میں ہے کہ جب نوح شراب کے نشہ سے ہوش میں آیا تو جو اُس کے چھوٹے بیٹے نے اُسکے ساتھ کیا تھا اُسے معلوم کیا تب وہ بولا کہ کنعان ملعون ہو وہ اپنے بھائیوں کے غلام کا غلام ہوگا۔ ۲۶۔ پھر بولا سام کا خدا مبارک اور کنعان اُس کا غلام ہوگا ۲۷۔ خدا یافث کو پھیلائے اور وہ سام کے ڈیروں میں رہے اور کنعان اُس کا غلام ہو۔ اب سوچنا چاہئے کہ چھوٹے بیٹے سے کون مراد ہے۔ حام یا کنعان؟ اگر حام نے برہنگی دیکھی تو کنعان غریب کا کیا قصور ہے جو اُس پر لعنت کی گئی اور سام کو حام کا غلام کیوں بنایا گیا۔ اگر کنعان کو حام کا بیٹا قرار دیا جائے اور حام کے لئے نوح نے بددعا کی اس لئے کنعان بھی ملعون قرار پایا تو یہ بھی غلط ہے کیونکہ کنعان کے تین بھائی اور بھی تھے۔ مصر، فوط اور کوش پھر فقط کنعان ہی کیوں ملعون قرار پایا۔ اس تقریر سے ظاہر ہوتا ہے کہ چھوٹے بیٹے سے کنعان ہی مراد ہے اور یہی تصریح تفسیر اہل اسلام کے مطابق ہے۔

(۳) قرآن پاک نے جودی پہاڑ پر کشتی کا ٹھیرنا ظاہر کیا ہے۔ مگر تورات کے سفر پیدائش باب ۷، درس ۴ میں صراحت ہے کہ اراراط پر کشتی ٹھیری اس کی تحقیق پادری میتھر نے لغات بائبل کے صفحہ ۷۰ و ۷۱ پر کی ہے۔ کہتے ہیں اراراط سرزمین آرمینیہ کا ایک صوبہ ہے۔ رہی یہ بات کہ آرمینیا کے کس پہاڑ پر کشتی ٹھیری؟ تو سکندر کے زمانے میں بروسس نے صراحت کردی ہے کہ کوہستان کردستان میں جودی نام ایک پہاڑ ہے جو آرمینیہ کے جنوبی جانب ہے۔ اسی پہاڑ پر کشتی ٹھیری۔ یہاں ایک خانقاہ بھی تعمیر ہوئی تھی جو کشتی کی خانقاہ کہلاتی تھی۔ ۷۶۶ھ میں بجلی نے اسکو نابود کردیا لیکن شمال کی جانب ایک اور پہاڑ ہے جس کو یورپین اراراط اور آرمینی مسیس اور ترک اگری داغ کہتے ہیں اور اہل فارس کوہ نوح کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ ولیم ینگ اپنے جغرافیہ میں لکھتے ہیں کہ شہر اردن جو کبھی آرمینیہ کا پایۂ تخت تھا اور اب ایک قصبہ کی حیثیت رکھتا ہے اُس کے پاس کوہ اراراط واقع ہے جس پر کشتی ٹھیری تھی۔ صاحب مراصد نے جودی کا محل وقوع علاقہ موصل دجلہ کے مشرقی جانب قرار دیا ہے۔ مذکورۂ بالا صراحات سے ثابت ہوتا ہے کہ کوہ اراراط اور کوہ جودی کا سلسلہ ملتا ہے اور اراراط آرمینیہ کا ایک حصہ ہے کوہستان اراراط کا سلسلہ کردستان کے پہاڑوں سے ملتا ہے اراراط اور کوہستان جارجیہ کو ملانے والا جودی ہے۔ جودی پر قیام کے بعد جب پانی خشک ہوگیا تو حضرت نوح اہل وعیال کو لے کر علاقۂ آرمینیہ کے ایک گاؤں میں آکر رہے۔ اس گاؤں کا نام ارگری مشہور ہے ۱۸۴۰ء میں آتش فشانی اور زلزلہ کی وجہ سے یہ گاؤں تباہ ہوگیا۔

۴؎ طوفان تمام سطح زمین پر آیا تھا یا کسی خاص ملک میں اس کے متعلق اہل تاریخ کا اختلاف ہے۔ ابن خلدون وغیرہ نے لکھا ہے کہ لوگوں کا اس امر پر اتفاق ہے کہ طوفان نوح کل روئے زمین پر آیا تھا اور کشتی میں بیٹھنے والوں کے علاوہ تمام دنیا کی آبادی تباہ ہوگئی تھی۔ پھر کشتی والوں میں سے سوائے نسل نوح کے اور لوگ لاولد مرگئے۔ تمام زمین پر نوح کی ہی نسل پھیلی۔ اسی لئے آپ کو آدم ثانی کہا جاتا ہے ابن اثیر نے کامل میں لکھا ہے کہ مجوسی عموماً طوفان نوح سے انکار کرتے ہیں ہاں بعض مجوسی اقرار کرتے ہیں تو وہ بھی فقط ملک بابل میں طوفان آنے کے قائل ہیں۔ کیومرث کی اولاد مشرق میں رہا کرتی تھی وہاں تک طوفان نہیں پہونچا اسی طرح اہل ہند، ایرانی اور چینی اس طوفان کا اقرار نہیں کرتے۔ بعض اہل فارس کہتے ہیں کہ طوفان ضرور آیا تھا مگر عام نہ تھا عقبہ حلوان سے آگے نہیں بڑھا۔ مقریزی نے خطط میں لکھا ہے کہ تمام اہل کتاب خواہ یہودی ہوں یا عیسائی یا مسلمان اس امر پر متفق ہیں کہ اولاد آدم کا بقا صرف حضرت نوح کی نسل سے ہوا۔ مگر مصری، ایرانی، ہندی اور چینی طوفان کے قطعاً منکر ہیں۔ ہاں بعض قائل ہیں تو وہ بھی اتنے کہ ملک بابل اور اس سے غربی حصوں میں طوفان آیا تھا۔ اہل فارس کے نزدیک کیومرث آدم اول تھا جو مشرقی ملکوں میں رہتا تھا۔ اس کی اولاد طوفان سے غرق نہیں ہوئی۔

مقصود بیان:۔ امر الٰہی کے مقابلہ میں کل دنیا کی کوئی حقیقت نہیں۔ آگ سے پانی نکال کر خدا تعالیٰ اپنے امر سے کل دنیا کو تباہ کرسکتا ہے۔ سرکشی اور کفر کا نتیجہ سوائے تباہی اور کچھ نہیں۔ نبی کی نافرمانی موجب بربادی ہے۔ نبی مستجاب الدعوات ہوتا ہے۔ حضرت نوح کو حکم تھا کہ پرندوں درندوں اور چرندوں کی ہر نوع کا ایک ایک جوڑا کشتی میں سوار کرلو۔ نجات پانے والے صرف اہل کشتی ہی تھے۔ اللہ کا نام لیکر کام کرنا برکت سعادت اور نجات کا باعث ہے۔ محسوس پرست انسان مخلوق کو اپنا پشت پناہ خیال کرتا ہے جس طرح کنعان نے پہاڑ پر بھروسہ کیا۔ پیمبرزادگی بغیر توحید و فرماں برداری کے بے سود ہے۔ نسب موجب نجات نہیں بلکہ عمل باعث عافیت ہے۔ آسمان و زمین سب حکم الٰہی کے تابع ہیں۔ اس قصہ میں اُن مسلمانوں کے لئے درس بصیرت ہے جو ایک اللہ کو چھوڑ کر نام نہاد فقیروں سے مدد چاہتے اور دربدر جبیں سائی کرتے پھرتے ہیں۔ باوجودیکہ امر الٰہی سے کوئی بچانے والا نہیں۔ ہاں اسی سے رحم کی التجا کی جائے تو امید ہے کہ نجات ہوجائے۔ وغیرہ۔

وَنَادٰى نُوْحٌ رَّبَّهٗ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ

نوح نے اپنے رب کو پکارا اور کہا اے میرے رب! میرا

ابْنِيْ مِنْ اَهْلِيْ وَاِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ

بیٹا بھی میری اہل میں سے ہے اور تیرا وعدہ سچا ہے

وَاَنْتَ اَحْكَمُ الْحٰكِمِيْنَ ۝ قَالَ يٰنُوْحُ

تو سب سے بڑا حاکم ہے اللہ نے فرمایا نوح

اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ ۚ اِنَّهٗ عَمَلٌ

وہ تیری اہل میں سے نہیں ہے اُس کے عمل

غَيْرُ صَالِحٍ ۖ فَلَا تَسْـَٔلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ

اچھے نہیں ہیں جس بات کا تجھے علم نہیں اُسکے متعلق

بِهٖ عِلْمٌ ۭ اِنِّيْٓ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ

سوال نہ کر میں تجھے نصیحت کرتا ہوں کہ نادانوں میں

مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ۝ قَالَ رَبِّ اِنِّيْٓ اَعُوْذُ

شامل نہ ہو نوح نے عرض کیا پروردگارا جس بات

بِكَ اَنْ اَسْـَٔلَكَ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ ۭ

سے میں ناواقف ہوں اُسکے متعلق سوال کرنے سے میں تیری پناہ چاہتا ہوں

وَاِلَّا تَغْفِرْ لِيْ وَتَرْحَمْنِيْٓ اَكُنْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ

اگر تو مجھے نہ بخشیگا اور مجھپر رحم نہ کریگا تو میں خسارہ میں پڑ جاؤنگا

تفسیر اللہ نے حضرت نوحؑ سے وعدہ فرمایا تھا کہ میں تیری اہل کو غرق نہیں کروں گا۔ کنعان باپ کے حکم کے باوجود کشتی میں نہ بیٹھا حضرت نے ہرچند فہمائش کی مگر اس نے ایک نہ مانی نتیجہ یہ ہوا کہ ایک موج آئی حضرت نوح کے اور کنعان کے درمیان حائل ہوگئی۔ اور وہ ڈوبنے لگا۔ باپ کا دل بیتاب ہوگیا اللہ کا وعدہ یاد آیا پکار اُٹھے پروردگار تیرا وعدہ سچا ہے۔ تونے میرے اہل کو بچانے کا وعدہ کیا تھا میرا بیٹا میرے اہل میں داخل ہے۔ اس کو بچا دے حکم ہوا نوح بیوقوف نہ بنو تمہارے اہل میں وہ لوگ داخل ہیں جو تمہارے پیرو ہوں جن کے کردار اچھے ہوں۔ یہ تمہارے اہل میں داخل بھی نہیں جس چیز کا تم کو علم نہیں اس کے متعلق آئیندہ درخواست بھی نہ کرنا حضرت نے یہ عتاب آمیز حکم سنتے ہی توبہ کی۔ معافی چاہی۔ اپنے قصور کا اعتراف کیا کنعان غرق ہوگیا۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ کنعان حضرت نوح کا بیٹا نہ تھا بلکہ حرامی تھا اسی لئے اس کو نوح کی اہل میں سے نہیں قرار دیا گیا۔ مگر یہ غلط ہے نوح کے اہل میں سے نہ قرار دینے کی وجہ صرف خرابی عمل ہے۔ خرابی عمل سے نسبی رشتہ منقطع نہیں ہوتا۔ حضرت نوح کی نظر نسبی رشتہ پر تھی مگر مدار نجات چونکہ اعمال تھے اس لئے خدا تعالیٰ نے کنعان کو اہل نوح میں شمار نہیں کیا۔ رہا حرامی ہونا تو اس کے ثبوت کی ضرورت ہے۔ حضرت ابن عباس نے تو صراحت کردی ہے کہ کسی نبی کی بیوی نے زنا نہیں کیا پھر کیونکر کنعان کو حرامی قرار دیا جاسکتا ہے۔

مقصود بیان:- مدار سعادت عمل ہے نسبی رشتہ کوئی چیز نہیں۔ قربت نسب سے نہیں بلکہ عمل سے پیدا ہوتی ہے۔ وعدۂ الٰہی میں دروغ ناممکن ہے نسبی محبت اضطراری چیز ہے جس سے انبیاء بھی خالی نہیں۔ اگر بیٹے کے اعمال بھی مذہب و شرع کے خلاف ہوں تو اس سے قطع تعلق کرلینا چاہئے۔ خلاف شرع دنیوی تذکرہ نہ چاہئے۔ اولاد سے محبت وعداوت بھی محض اللہ کے لئے ہونی چاہئے جہالت بُری بلا ہے۔ خدا تعالیٰ نے اپنے انبیاء کو مقام جاہلین سے دور فرما دیا ہے۔ حضرت نوحؑ سے اجتہادی غلطی ہوئی اور اجتہادی غلطی بھی علم کے بعد موجب توبہ ہے۔ چنانچہ حضرت نوح نے بھی اپنی غلطی کا اعتراف کرکے توبہ کی اور خدا تعالیٰ نے اُن پر برکتیں نازل فرمائیں۔

قِيْلَ يٰنُوْحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَبَرَكٰتٍ

حکم ہوا نوح ہماری طرف سے سلامتی کے ساتھ اترو تم پر اور اُن

عَلَيْكَ وَعَلٰٓي اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ ۭ وَاُمَمٌ

جماعتوں پر جو تمہارے ساتھ ہیں برکتیں شامل ہیں اور دوسرے گروہ

سَنُمَتِّعُهُمْ ثُمَّ يَمَسُّهُمْ مِّنَّا عَذَابٌ

فرقوں کو کچھ مدت تک ہم مزے اڑانے دینگے پھر ہماری طرف سے اُن کو درد ناک

اَلِيْمٌ ۝ تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَاۗءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ

عذاب پہنچیگا (اے محمد) یہ غیب کی چند خبریں ہم تم کو بھیج رہے

اِلَيْكَ ۚ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَآ اَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ

ہیں اس سے پہلے تم اور تمہاری قوم ان سے واقف

جوان عورتوں کو لیکوریا سے بچاؤ
اگر کسی جوان عورت کو پانی جانے کی بیماری ہو جائے تو
سمجھ لو اسکی جوانی کو دیمک لگ گئی اور وہ بہت جلد اپنے چہرہ کی دلکشی اور
خوبصورتی کھو بیٹھے گی۔ یہ بیماری عورت کی جوانی ختم کر دیتی ہے۔ اسلئے
پانی کی بیماری سے جوان عورتوں کو بچاؤ۔ اس بیماری کا نام لیکوریا ہے اور اسے
پردر کی بیماری بھی کہتے ہیں۔
پانی بند کرنے کا طریقہ
جس عورت کے خفیہ جسم سے پانی گرتا ہو
اسکے تمام بدن میں کمر میں پیٹ میں
درد ہونے لگتا ہے۔ ماہواری تکلیف سے آنے لگتی ہے۔ اگر اسے ایک شیشی دوا
"روک" استعمال کرا دیجائے تو استعمال شروع کرنیکے تیسرے دن پانی گرنا بند ہو جائیگا
اور پوری شیشی ختم ہونے تک لیکوریا کی بیماری بالکل ختم ہو جائیگی۔ پندرہ سال سے
ہندوستانی ڈاکٹر دوا "روک" کا تجربہ کر رہے ہیں۔ لیکوریا کے مرض کو دور
کرنیکی سب سے بہتر دوا ثابت ہوئی ہے۔ ایک شیشی دوا روک کی
قیمت تین روپے ہے۔ حسب ذیل پتہ پر خط لکھکر بذریعہ وی پی
پارسل منگا لیجئے۔ محصول سات آنے لگے گا۔
لیڈی ڈاکٹر زنانہ دواخانہ ۳۴ پی بی دہلی

ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا او اخطانا
رسول نمبر حصہ ۲
ماہوار جریدہ
ربیع الاول سنہ ۱۳۶۲
مولوی
مدیر مسئول عبدالحمید خاں
فی پرچہ
دو آنہ
2
چندہ سالانہ
ONE RUPEE INDIA 1916
کاغذ کے بعد
قیمت اخبار پر بھی پابندی ہوگئی یعنی سرکاری مقررہ قیمت سے کم پر اخبار فروخت کرنا بھی جرم
ہوگا. سرکاری حساب سے ۸۰ صفحہ مولوی سائز اخبار کی قیمت ۲ر ہونی چاہیے یعنی پونے دو روپے
سالانہ اس لیے آیندہ آپ دو روپے سالانہ چندہ بھیجیے یہ تو ہوگئی حکم حاکم کی پابندی اور
میری طرف سے یہ نذرانہ ہے کہ دو روپے بھیجنے والوں کو اورنگ زیبی حائل یا کارڈ سائز مترجم
حائل مفت دونگا. محصول ڈاک بذمہ خریدار ہوگا. بلا رجسٹری منگائیں تو ۴ر اور رجسٹری
کے ذریعہ منگائیں تو ۶ر اور بھیجدیں یعنی ۲/۴ یا ۲/۶ کا منی آرڈر بھیجکر مولوی خریدیں
مینیجر رسالہ مولوی عبدالحمید خان کوچہ چیلان دہلی

اس اعلان کو پڑھکر آپکی تمنّا پوری ہو جائیگی

مردانہ کمزوریوں کا خاتمہ

طلاء مخصوص رجسٹرڈ دنیا کے تمام طلوں سے افضل ہے جس کے استعمال سے کجی۔ خمی۔ لاغری سستی۔ نامردی رگوں کا ابھرآنا پتلاپن۔ اور ٹیڑھاپن بغیر آبلہ اور چھالے دور ہوکر نامرد کو مرد بنا کر رگوں اور پٹھوں میں بجلی کی مانند قوت اور فولاد کے مانند سختی پیدا کرتا ہے۔
قیمت فی شیشی پانچ روپے نمونہ سوا روپیہ جنکو معمولی شکایت ہوان کے لئے یہ نمونہ دس بار کے لئے کافی ہے۔

راحت کا سمندر

فوری طلاء رجسٹرڈ جن کو وقت پر سستی کے باعث شرمندگی اٹھانی پڑتی ہو ایسے مایوسوں کو وقتی ضرورت کے لئے سرخرو کر دیتا ہے۔ فوری طور پر اس کا استعمال اعصاب میں برقی رو دوڑا دیتا ہے۔ اور اس بلا کی گرمی، استادگی، خیزی پیدا کرتا ہے کہ [illegible] ہو یا جوان دنگ رہ جاتا ہے۔ ناکارہ سے ناکارہ آدمی وقت پر کام کے ہو جاتے ہیں۔ قیمت چالیس بار کے لئے پانچ روپیہ نمونہ دس بار کے لئے سوا [illegible]

اِمساکی رجسٹرڈ رکاوٹ کے لئے عجیب تحفہ ہے عورت کو مطیع کر دینے کے لئے زندہ جادو ہے۔ بعد ممسک و ملذذ جب تک ترشی نہ کھاؤ فراغت نا ممکن ہے۔ قیمت تین درجن دو روپیہ پندرہ آنے (عـہ) نمونہ کے لئے ایک درجن ایک روپیہ چار آنے (عـہ)

تحفہ عجیب رجسٹرڈ زبردست ملذذ دوا ہے خلوت میں عمر بھر ایسی لذت افزا دوا نہ استعمال کی ہوگی۔ اس کے استعمال سے مغرور محبوبہ بیخود ہو کر وارفتہ اور بیدام غلام بن جاتی ہے اس کی آنکھوں میں ڈورے پڑ جاتے ہیں اس دوا کو لوگ لذت کا بادشاہ کہتے ہیں۔ قیمت فی شیشی پانچ روپے (صہ) نمونہ ایک درجن ایک روپیہ چار آنے (عـہ) عیش کا پورا لطف ان میں ہے۔

سدا بہار رجسٹرڈ فراغت کے بعد ذراسی معجون کھا لینے سے طاقت کم نہ ہوگی اور ہر بار نصف گھنٹہ کے بعد سابقہ جوش اور پہلی سی طاقت ہوگی۔ اس کے استعمال سے لوگ چار چار بار تک فائدہ اٹھا لیتے ہیں۔ قیمت چالیس بار کے لئے پانچ روپے (صہ) دس بار کے لئے ایک روپیہ چار آنہ (عـہ) دنیا میں دوا اپنی قسم کی سرتاج ایجاد ہے جو نہ طاقت کم ہونے دیتی ہے۔ اور نہ جوانی ختم کرتی ہے۔

خدا گواہ ہے

نمونے بالکل اصل لاگت پر بھیجے جا رہے ہیں تاکہ زیادہ سے زیادہ آدمی نمونہ منگا کر ہماری اس حقیر پیش کش سے فائدہ اٹھائیں اور ہمارے لئے زندہ اشتہار بن جائیں ۵ نمونے چار روپے۔ ۴ نمونے تین روپے آٹھ آنے۔ تین نمونے تین روپیہ۔ دو نمونے دو روپے چار آنے۔ دو سے کم ہرگز نہ بھیجے جائیں گے۔ محصولڈاک ہر حالت میں بذمہ خریدار ہوگا جن لوگوں کو معمولی شکایت ہو ان کیلئے نمونہ کافی ہے۔ زائد دوا منگانیکی ضرورت نہیں۔

ملنے کا پتہ

کارخانہ نیو ایجنسی جڑی بوٹی سپلائی کمپنی پشت جامع مسجد دہلی

عبدالحمید خاں پرنٹر و پبلشر نے مرزا محبوب بیگ صاحب کے محبوب المطابع اردو بازار میں چھپوا کر دفتر رسالہ مولوی کوچہ چیلان دہلی سے [illegible]

ان اللہ وملٰئکتہ یصلون علی النبی یاایھا الذین اٰمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما۔ القرآن

رسالہ مولوی دہلی کا

رسول نمبر صلی اللہ علیہ وسلم ۱۳۶۲ھ حصہ دوم

جلد ۲۷ بابت ماہ ربیع الاول ۱۳۶۲ھ نمبر ۳

جو دین کہ ہر شر و فتن کا تھا نگہبا

اب اس کا نگہبان اگر ہے تو خدا ہے

شر و فتن لسانی اور اسلام اسلام نے یہی نہیں کیا کہ اساس توحید و رسالت پر ایک صف قیم بنا کر کھڑی کر دی جو رنگ و نسل اور وطن کے امتیازات سے بیگانہ تھی تمام مسلمانوں میں بھائی چارہ کا رشتہ قائم کیا اور یہ ذہن نشین کر دیا کہ کوئی مسلمان اس وقت تک مسلمان کہلانے کا مستحق نہیں جب تک وہ اپنے مسلم بھائی کے لئے بھی وہی پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے اور تمام ان امور کو بھی سختی کے ساتھ رد کر دیا جو دلوں میں کدورت اور رنجش کے فرشتہ کو گذرگاہ کرنیوالے تھے اس سلسلہ میں جو پہلی چیز سامنے آتی ہے وہ زبان ہے۔ زبان کی معمولی بے احتیاطی ہی بڑے بڑے فتنوں اور عداوتوں کا باعث بنجاتی ہے اخلاقیات پر اس کا نہایت ناگوار اثر پڑتا ہے لیکن کچھ بھی نہیں اور جن بہت کچھ سمجھا جاتا ہے کسی کا مذاق اڑا دیا کسی سے استہزا کیا کسی پر آوازہ کسی یا کسی کے متعلق غلط خیالات قائم کر لئے دوسروں کے رازوں اور ٹوہ میں لگ گئے کسی کی باتیں کان لگا کر سننی شروع کر دیں دوسروں کو کسی کی برائی کرتے سنا آپ بھی اس کی تائید کرنے لگے کسی میں اپنے نزدیک کوئی برائی نظر آئی اس کی تائید میں ادھر ادھر کہتے پھرے کسی کی طرف سے دل میں کوئی بال پڑا اس کی برائی اور غیبت شروع کر دی یہ عام باتیں اس قدر کثرت سے مسلمانوں میں پھیلی ہوئی ہیں کہ ان کی معصیت کا کسی کو احساس ہی نہیں رہا باقی بظاہر یہ چیزیں بہت عام اور بہت معمولی نظر آتی ہیں لیکن حقیقت میں کسی کا سر اور سینہ پھاڑ کر رکھدینے سے کہیں زیادہ شر انگیز ہیں اسی لئے خدا نے حکم دیا ہے۔

اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم ولا تجسسوا ولا یغتب بعضکم بعضا ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ میتا فکرھتموہ واتقوا اللہ ان اللہ تواب الرحیم ۔

مسلمانو بہت سی بدگمانیوں اور بدظنی سے بچتے رہو اور دوسروں کے متعلق محض قیاس کی بنا پر برا خیال قائم کرنے سے اجتناب کرتے رہو اور خوب سمجھ لو کہ بعض بدگمانیاں بھی معصیت کی حیثیت رکھتی ہیں کسی کے حالات و عیوب کے متعلق تجسس بھی نہ کرو اس ٹوہ میں نہ رہو کہ کون کیا کرتا ہے کسی کی برائی اور غیبت بھی نہ کرو کہ غیبت کرنا ایسا ہے کہ گویا اپنے مرے ہوئے بھائی کی لاش کا گوشت کھانا جس کو یقینا تمہیں تنفر ہوگا اس معاملہ میں خدا سے ڈرتے رہو۔

تہذیب گفتار و اسلام دوسری جگہ زور دیتا ہے اور کس قدر زوردار حکم دیتا ہے۔

یاایھا الذین اٰمنوا لایسخر قوم من قوم عسیٰ ان یکونوا خیرا منہم ولانساء من نساء عسیٰ ان یکن خیرا منہن ولا تلمزوا انفسکم ولا تنابزوا بالالقاب بئس الاسم الفسوق بعد الایمان ومن لم یتب فاولئک ہم الظالمون

مسلمانو! تم سے کوئی کسی کا مذاق نہ اڑائے ممکن ہے وہ تم سے بہتر ہو نہ کوئی عورت کسی عورت سے تمسخر کرے ممکن ہے کہ وہ عورت مذاق اڑانے والی عورت سے بہتر ہو تم میں سے کوئی کسی کو طعن تشنیع بھی کرے اور نہ کسی کو چڑانے کیلئے نام دھرے کہ ایمان لے آنے کے بعد یہ باتیں بہت بری اور معیوب ہیں جو کوئی ان سے توبہ کریگا یاد رکھو اس کا شمار ظالموں میں ہوگا "ظالموں کے متعلق قرآن میں سخت وعیدیں موجود ہیں جن میں کم سے کم یہ ہے کہ وہ خدا کی محبت سے محروم ہو جاتے ہیں اور یہ کتنی بڑی بدبختی ہو۔

اندازِ بیان حکم بتا رہا ہے کہ مذاق اڑانا طعنے دینا اور نام دھرنا وغیرہ شعار کفر ہیں ایمان کو ان سے کوئی تعلق نہیں آیت میں عورتوں کا ذکر بھی ساتھ ساتھ اسی لئے کیا گیا ہے کہ عورتیں اس بداخلاقی میں مردوں سے پیچھے نہیں رہتیں آج یہ تمام باتیں مسلم گھرانوں میں کثرت سے پھیلی ہوئی ہیں جس کی وجہ اور صرف یہ ہے کہ ان میں مذہبی تعلیم کا فقدان ہے مسلمانوں میں جو آج نفاق پھیلا ہوا ہے اور عداوتیں بڑھتی چلی جا رہی ہیں ان کا باعث محض بداخلاقیاں ہیں پروپیگنڈا اب سیاست سے گذر کر ہماری زندگی کے ہر حصہ پر حاوی ہوگیا ہے اور حصول مقصد کے لئے اس سے آزادی سے کام لیا جاتا ہے اور اس میں یہ تمام چیزیں پیدا ہیں۔

زبانی لغزشیں اور مسلمان سمجھنے کو کوئی خواہ ان باتوں کو کتنی ہی معمولی باتیں سمجھے اور جب کوئی عیب عام ہو جاتا ہے تو معمولی سمجھا جاتا ہے ورنہ کتنی خوفناک چیز ہے لیکن بعض اقوام میں یہ ایک عامۃ الورود چیز سمجھا جاتا ہے اور ایک تفریح سے زیادہ اس کی کوئی حقیقت نہیں رہی یہی لسانی لغزشوں کے متعلق بھی کہا جاسکتا ہے پھبتیاں آوازے تمسخر مطاعن عیب جوئی کے متعلق یہی کہدیا جاتا ہے کوئی ان باتوں کو اہمیت نہیں دیتا لیکن خدا خوب سمجھتا تھا کہ یہ چیزیں کتنی اور کس درجہ فتنہ خیز ہیں اس لئے ان سب کو حرام قرار دیا تمدنی اور معاشی زندگی میں لسانی تہذیب بہت اثر رکھتی ہے اتنا کہ مشہور ہوگیا ہے کہ شریف وہ ہے جس کی زبان شریف ہو لیکن ہمارے عوام کی شرافت زبان تو ختم ہو چکی ہے زبان دل کی ترجمان ہے دل برا ہے تو زبان بھی بری ہے اور زبان بری ہے تو دل کی شرافت بھی ختم ہے انسان کو دنیا میں مختلف درجوں کے لوگوں سے گفتگو کرنی پڑتی ہے درجہ بدرجہ انداز گفتگو

مولوی دہلی

سکھائے قولوا للناس حسنا عام لوگوں سے گفتگو کرو تو شیریں زبانی سے کرو بزرگ
سے بات کا موقع آئے تو ادب سے بات کرو قولوا قولا کریما بھری بات کرنے میں تیار دستانت
کا بھی خیال کرو قولوا قولا معروفا عام طرز گفتگو سیدھی سادی ہو قولوا قولا سدیدا
اس میں ایسے استعمال کلمہ کا حکم ہے معنی خیز ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ صفائی سے گفتگو کرو گے
تو دل بھی اس سے متاثر ہوگا اور دل کا تاثر اعمال کی اصلاح کا باعث ہوگا۔

تہذیب و شرافت کے آئین

وہ جو گفتگو اور برتاؤ والوں اور جاہلوں سے الجھ
پڑنے سے بھی فتنے پیدا ہوتے ہیں بات بڑھتی ہے اور عداوتیں پیدا ہو جاتی ہیں جگہ
ہوتا ہے کہ جب تمہیں جاہل اور بُرے لوگوں سے بات کرنے کا اتفاق ہو تو ان سے بحث
و نزاع کی صورت میں الجھنا نہیں چاہیئے بہترین صورت یہ ہے کہ ایسی صورت میں سلام
کرکے آگے بڑھ جاؤ۔ واذا خاطبهم الجاهلون قالوا سلاما نادانوں بدخلق لوگو
اور آوارہ مزاج لوگوں سے منہ لگنے کی ہرگز ضرورت نہیں کہ ان کا شیوہ ہی سب وشتم
ہوتا ہے ایسی صورت بھی پیش آجاتی ہے کہ چلے جارہے ہیں اور کہیں غنڈہ پن ہو رہا ہے
دھما چوکڑی مچی ہوئی ہے ہر حق کا شور بلند ہے فضولیات و لغویات کا طوفان برپا
ہے ایسی حالت میں حکم ہے واذا مروا باللغو مروا کراما شریفوں کا وطیرہ یہی ہونا چاہیئے
کہ جب ان کا گذر لغویات پر سے ہو تو وقار کے ساتھ گذر جائیں نیک اور شریف بندوں
کی یہی پہچان بتائی ہے جو متکبرانہ رفتار سے چلتے ہیں غرور سے اکڑتے ہیں وعباد
الرحمن یمشی فی الارض هونا۔
تاریخ دنیا کا اور بھی کوئی مذہب ہے جس نے نشست و برخاست بول چال اور رفتار
گفتار میل جول اور اوضاع و اطوار کے متعلق اتنی شاندار رہنمائی و رہبری کی ہو۔

ننگ و ناموس کے فتنے

ننگ و ناموس کے متعلق بھی ذرہ برابر بے احتیاطیاں
بڑے بڑے فتنے اور خسائر کا باعث بنجاتی ہیں کسی کی عورت کو گھورنے لگے تاک جھانک
شروع کی چھیڑ دیا مذاق کرنا یا عیب لگا دیا بہتان دھر دیا تو ایک آفت برپا ہو جاتی
ہے سر پھٹول ہو جاتی ہے اور اخوت کے آبگینہ احساسات کو سخت ٹھیس لگتی ہے
اس لئے سب سے اس کا دروازہ ہی بند کر دیا چنانچہ ایک طرف مرد و عورت دونوں
کو نیچی نگاہیں رکھنے کا حکم دیا اور دوسری طرف ستر و پردہ کی قیود عائد کیں عورتوں
کا بے ستری بنکر نکلنا حرام قرار دیا اور صاف حکم دیا کہ کسی پر بہتان نہ لگاؤ اور فواحش
کے قریب بھی نہ پھٹکو زنا کو انتہائی جرم قرار دیا اور ذہن نشین کرایا کہ سب سے زیادہ
نقصان رساں گناہ مسلمان کے لئے یہ ہے کہ وہ اپنے کسی مسلمان بھائی کی
تذلیل کرے یہ بھی فرمایا کہ جو لوگ پاکدامن عورتوں کو تہمت لگائیں انھیں اسی
کوڑوں کی سزا دی جائے فواحش کا پھیلانا اور گالی دینا بھی جرم قرار دیا۔

جذبۂ غضبانی اور عفو

انسان کے اندر غضبانی جذبہ بھی موجود ہے اور یہ بھی
بڑے بڑے شر و فتن کا باعث بنتا رہتا ہے اسی جذبہ کے ماتحت گالیاں دیجاتی
ہیں مار پیٹ اور بلوے ہوتے ہیں سر پھٹول اور قتل تک نوبت پہنچتی ہے یہ
حقیقت ہے کہ انسانوں کے مابین کتنی ہی محبت ہو کتنے ہی خوشگوار تعلقات
قائم ہوں پھر انسان ہے انسان سے غلطیاں اور لغزشیں ہو ہی جاتی ہیں اور عفو
درگذر کی ضرورت ہی پڑتی ہے کہنے کو عفو و درگذر معمولی بات ہے مگر اس پر عمل
بہت مشکل ہے اور اس کے لئے بڑی فیاضی اور فراخدلی کی ضرورت ہوتی ہے کینہ و انتقام
میں انسان کو اپنی ذات کے سوا کچھ سوجھتا ہی نہیں معاف وہی کر سکتے ہیں جو خدا
ترس ہیں بیگانوں کو معاف کرنیوالے تو موجود ہیں ہاں ہی جلتے ہیں مگر دشمنوں پر رحم

اگر دنیا پر کسی کو آیا ہے تو وہ مسلمان صرف مسلمان ہی ہیں پھر بھی قرآن ایک حکیمانہ
کتاب ہے اگر محض عفو کا حکم دیا جاتا تو عدل کی مقتضیات کو ٹھیس پہنچتی ایک شخص کا کوئی
ہاتھ توڑ دے اس کی اولاد کو قتل کر دے یا سر بازار اسے ذلیل و رسوا کرے تو بڑی زیادتی
ہے کہ اسے معافی پر مجبور کر دیا قرآن کا حکم ہے

جزاء سيئة سيئة مثلها فمن عفى واصلح فاجره على الله انه لا يحب الظالمين	برائی کا بدلا اتنی ہی برائی ہے جتنا کہ نقصان پہنچایا گیا ہے اور اتنا ہی نقصان پہنچا لینے کا تمہیں بھی حق ہے لیکن اگر کوئی اپنی طرف سے

معاف کر دے اور صلح کرے تو اس کا ثواب اسے بارگاہ ربانی سے ملیگا"
کتنی حکیمانہ ترغیب ہے جس کا جھگڑا بنی چوٹ یا اپنے نقصان پر جل رہا ہو اور مشتعل
اور برافروختگی کے عالم میں بیٹھا اس سے یہ کہنا کہ معاف کر دے ہرگز دانائی اور عقلمندی
نہ ہوتی اور نہ اس کا کوئی اثر مترتب ہوتا ہی فطرت انسانی کے پیش نظر کہا گیا ہے
کہ ویسے تو تمہیں بدلہ لینے کا پورا اختیار حاصل ہے لیکن تم نے اپنے نفس و طبیعت پر
جبر کرکے صلح کر لی معاف کر دیا تو اس کا بہت بڑا اجر تمہیں بارگاہ ربانی سے حاصل ہوگا

فاعف عنهم واصفح ان الله يحب المحسنين۔	خطاکاروں کو معاف کر دیکرو اور ان کے معاملہ میں درگذر سے کام لو اللہ تعالیٰ ایسی

کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے"

وان تعفوا اقرب للتقوى	اگر تم معاف کر دو تو یہ امر تقویٰ سے اقرب ہے

بہت بڑی نیکی و سعادت ہے تصور والوں کی نوعیت بھی مختلف ہوتی ہے ایک وہ
ہیں جن سے اتفاقاً یا نادانستہ کوئی قصور سرزد ہو جاتا ہے اور وہ اس پر دل سے نادم
ہوتے ہیں ایسے ہی مواقع پیدا ہو جاتے ہیں کہ معاف کر دینے سے قصور معاف کی اصلاح
کے امکانات پیدا ہو جاتے ہیں محبتیں بڑھ جاتی ہیں دلوں میں جگہ پیدا ہو جاتی
یا یہ کہ قصوروار غریب و عیالدار ہوتا ہے اور سزا کی صورت میں اسے بہت کچھ نقصان
پہنچ جانے کا امکان پیدا ہوتا ہے ایسی صورت میں تو شرافت یہی ہے کہ معاف کر دے
اور اسے ممنون احسان بنا لیا جائے ساتھ ہی ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو فطرتاً
شر انگیز ہوتے ہیں اور انھیں معاف چھوڑ دینا ان کی حوصلہ افزائی کے مترادف ہے
اسی لئے خدا نے عفو و درگذر کو انسان کے اختیار تمیزی پر چھوڑ دیا ہے اگر عمومی
طریق پر عفو کا حکم دیدیا جاتا تو یہ عدل و انصاف کی مقتضیات سے ٹکرا جاتا اور
فطرت انسانی کے بھی خلاف ہوتا۔
انصاف یہی ہے کہ نقصان کے بدلے میں اتنا ہی نقصان پہنچا لیا جائے لیکن
کوئی اپنی طرف سے معاف کر دے تو چونکہ اس نے دوسرے پر بہت کرم کیا ہے اور اپنا
دبایا ہے اس لئے اسے اس ایثار و شرافت کا ثواب ملتا ہے اور بنا ہی مزید
معافی سے دوسرے ممنون ہو جاتے ہیں اور بعض صورتوں میں منت و خوشامد
کے باوجود معاف نہ کرنا ظلم کی حد تک ہی پہنچتا ہے دلوں میں کدورت پیدا ہو جاتی
عداوت بڑھ جاتی ہے غرضکہ اسلام تمام شر و فتن کے دروازے بند کرتا چلا

تباہی مسلمین کے المناک مظاہر

افسوس ہے کہ جو دین فی الحقیقت
ہر شر و فتن کا نگہبان تھا جس نے فتنہ کا ہر دروازہ بند کر دیا ہر تفرقہ و تشتت
کے امکانات ختم کئے ہر کجروی سے بچایا ہر نشیب و فراز سے روشناس کیا ہر
بد کا ہر بری سے بچایا راہ کی ہر منزل کے حالات کھول کر بیان کئے سیدھا
دین کو آسان شکل میں پیش کیا سادگی اور یکجائی کی ہر چیز واضح کی آج اس کی

عالم ہے سو بے عقل ہے جاہل ہے سو وحشی
منعم ہے سو مغرور ہے مفلس سو گدا ہے

علمائے باعمل کی عظمت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون۔ انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء۔ عالم اور جاہل برابر نہیں ہو سکتے اور اللہ سے اس کے عالم بندے ہی ڈرتے ہیں۔ ابن عینیہ کے مطابق نبوت کے بعد اللہ نے علم سے بڑھکر کسی کو اور کوئی بزرگ اور افضل چیز عنایت نہیں فرمائی حضرت انس کے بیان کے مطابق جس نے عالم کی زیارت کی اس نے انبیا کی زیارت کی اور جسے انبیاء کی زیارت نصیب ہوئی اسے خدا کی زیارت نصیب ہوئی اور جسے خدا کی زیارت نصیب ہوئی اس کے لئے جنت ہے۔ اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے کہ جس نے عالم کی زیارت کی اس نے میری زیارت کی اور جس نے عالم سے مصافحہ کیا گویا اس نے مجھ سے مصافحہ کیا اور جو عالم کی مجلس میں بیٹھا وہ گویا میری مجلس میں بیٹھا اور جو دنیا میں میری مجلس میں بیٹھا وہ قیامت کے ہولناک دن میں جنت میں بٹھایا جائے گا حضور نبی کریم کا ارشاد ہے کہ تھوڑا سا علم بہت سی عبادت سے بہتر ہے اور اس کی جستجو و تلاش کرنی عبادت کا درجہ رکھتی ہے علم ہی ایسی چیز ہے جو انسان کی وحشت میں انس پیدا کرتا ہے اور غربت میں دوست بنتا ہے دشمنوں پر ہوشیار اور دوستوں کے نزدیک زینت ہے جس کی بحث و تحقیق جہاد کے ثواب کی حامل ہے اور جس کا سکھانا اور پڑھانا صدقہ ہے۔

کتنی بڑی منزلت ہے کہ علمی فکر روزے کی برابر اور اس کا درس دینا قیام لیل کی مانند ہے کہ اسی سے حرام و حلال کی شناخت ہوتی ہے اور اسی سے قرابتداروں کے ساتھ سلوک کیا جاتا ہے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ کسی مجلس علم میں حاضر ہونا ہزار رکعت پڑھنے ہزار بیماروں کی عیادت کرنے اور ہزار جنازوں پر حاضر ہونے سے بہتر ہے جس کا ہاتھ پکڑ کر عالم چلیگا اس کے ہر ہر قدم پر ایک ایک غلام آزاد کرنیکا ثواب عطا کیا جائیگا عالم کا سر چومنے کے عوض میں تمام بالوں کے شمار کی برابر نیکیاں ملیں گی ہر شب و روز میں خدا کی طرف سے ہزار رحمتیں نازل ہوتی ہیں جس میں نو سو ننانوے تو صرف علماء اور اس کے طالبعلموں کے لئے ہیں اور باقی ایک عام لوگوں کے لئے وقف رہتی ہے فرشتے طالبعلموں کی راہ میں اپنے پر بچھاتے ہیں لیکن شریعت کے نزدیک پورا عالم وہی ہے جو اسرار و معارف قرآنی پر پورا عبور رکھتا ہو اس اعتبار سے سب سے بڑا رتبہ صوفیاء اور اولیاء کا ہے کہ انھیں علم لدنی حاصل ہوتا ہے۔

علم اور عمل پھر سب سے بڑی چیز علم پڑھکر علم پر عمل ہے جو علم رکھتے ہوئے علم پر عمل نہیں رکھتا وہ کسی توقیر و تعظیم کا مستحق نہیں ہو صحابہ کرام کی یہ حالت تھی کہ وہ جتنی آیات پڑھ لیتے تھے جب تک انپر پوری طرح کاربند نہ ہو لیتے تھے آگے نہ بڑھتے اور اسلاف میں سب سے بڑا عالم سب سے زیادہ صالح اور متقی ہوتا تھا اخلاف میں یہ صورت نہیں عقل و علم کا اقتضا یہی ہے کہ جو پڑھ لیا جائے اس پر عمل بھی کیا جائے کہ یہ دنیا دار العمل ہے اس کا ایک سانس عقبی کے ہزار سال سے بہتر ہے اس لئے کہ یہ دنیا سرائے خدمت ہے اور عقبی سرائے عزت ہے اور عزت خدمت ہی سے حاصل ہوتی ہے جو شخص اس دار فانی کے بستر لوٹ میں عمل و ثواب کا زیادہ سے زیادہ اندوختہ فراہم نہیں کر لیتا واقعی وہ بدنصیب ہے اور اسلئے زیادہ سزا کا بھی مستحق ہے کہ اس نے ثواب و عذاب کا علم رکھتے ہوئے اس طرف توجہ نہ کی اور علمی عطایا کا ناشکری کا باعث ہوا اسی لئے حدیث میں بے عمل علماء کے لئے شدید تنبیہات کی گئی ہیں۔

حضرت ابراہیم کا قول ہے کہ جب کفار کے مردوں کی بدبو سے لوگوں نے جناب الٰہی میں شکایت کی تو خدا نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ بدکار علماء کو اس سے زیادہ بدبودار جگہ میں ٹھکانہ ملیگا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جو شخص علم پڑھکر اس پر عمل نہ کرے اس کی مثال بالکل اس عورت جیسی ہے جس نے خفیہ زنا کرایا اور پیٹ رہ گیا پھر اس کا حمل سب پر ظاہر ہوا اور ہر طرف رسوائی ہونے لگی اسی طرح اللہ تعالیٰ قیامت کے دن عالم بے عمل کو رسوا کریگا حضرت مالک بن دینار نے جو یہ فرمایا ہے کہ جب کوئی عالم اپنے علم کے مطابق عمل نہیں کرتا تو خود اس کے قدم ڈگمگا جاتے ہیں لوگوں کے دلوں پر اس کی نصیحتوں کا اثر نہیں ہوتا یہ آج کے حالات پر بالکل صادق آتا ہے۔ آخر حضور غوث پاک حضور معین الدین چشتی حضور بابا فرید گنج شکر حضور قطب الاقطاب صاحب اور حضور نظام الدین اولیاء وغیرہ بھی عالم تھے کیا باعث تھا کہ ان کے مواعظ میں غضب کا اثر تھا لوگ جان بحق ہو جاتے تھے مشرکین اور گبر و ترسا اسلام لے آتے تھے جین میں ساٹرا میں جاوا میں ملایا میں اسلام کے کبھی فاتحانہ قدم نہیں پہنچے مگر وہاں کروڑوں مسلمان موجود ہیں ایران ترکستان افریقہ اور عرب میں بھی اسلام لانے کے لئے کبھی کسی کے گلے پر تلوار نہیں رکھی گئی مگر اسلام کثرت سے پھیل گیا جانے دیجئے اسے بھی تاتاری تو خود فاتح تھے اور مسلمانوں کو تمام ایشیا میں کی طرح مغلوب و پامال و مرعوب کر چکے تھے۔

ان میں جو اسلام پھیلا اس کی وجہ محض صداقت اسلام نہ تھی یہ تھی کہ اس کی صداقت کو پیش کرنیوالے صادق العمل علماء موجود تھے

دو علماء دربار ہلاکو میں دو علمائے وقت جو ولایت کے منصب پر فائز تھے ہلاکو کے سامنے دربار میں پیش ہوئے انھیں بھڑکتی آگ میں سے گذارا گیا اور ان کے سلامت نکل آنے پر ہلاکو نے جل کر سیسہ پگھلایا اور ان کے حلق میں ڈلوا دیا آخر ہلاکو کو ان کی عظمت کا اعتراف کرنا پڑا اور ان کی تبلیغ سے بہت سے تاتاری شہزادے مسلمان ہو گئے۔

تاتاری فرمانروا کے سامنے اعلان حق ایک اور بزرگ عالم پہنچے اور انہوں نے سر دربار ہلاکو کو للکارا اور اس کے ظلم و ستم پر ایک دیوان وار تقریر کی ہلاکو جیسا فرمانروا جس کے رعب سے سارا ایشیا لرز رہا تھا ان کا کچھ نہ بگاڑ سکا وہ متاثر ہو کر رہ گیا کیوں اسلئے کہ عالم کتاب و سنت کے عامل تھے اور یہ حدیث ان کے سامنے تھی کہ سب سے بڑا جہاد بادشاہ ظالم کے سامنے کلمہ حق کہنا ہے۔

علامہ وقت امام حنبلؒ کا نعرہ حق عہد مامون میں فتنہ خلق قرآن کس درجہ طوفان خیز تھا بڑے بڑے علماء کے قدم کو لغزش پیدا ہو گئی تھی اور اقرار کر آئے تھے لیکن حضرت امام حنبل کسی طرح اپنے مرکز سے نہ ہٹے انتہائی مصیبتیں پڑیں آہنی تھمیں کوڑوں پر کوڑے پڑتے تھے لیکن آپ کے قدم کو لغزش پیدا نہ ہوتی تھی یہ آپ کی اسی استقامت کا نتیجہ تھا کہ مسلمان ایک بڑے فتنہ سے محفوظ رہ گئے اور آپ اعلان حق میں مامون کی شہنشاہی سے بھی مرعوب نہ ہوئے۔

حضرت ابن مسیب کی شان علم حضرت سید ابن مسیب کو پوری اموی سطوت و شوکت بھی مرعوب نہ کر سکی اموی خلفاء کے خلاف آپ برملا صدائے احتجاج بلند کرتے اور برملا کہتے رہے جسے حق سمجھتے تھے اس کے خلاف کہنا تو ایک طرف اس کے خلاف

خاموشی بھی اختیار نہ کی۔ شدت سے رہا میں آپ کے جسم مبارک پر ٹھنڈا پانی ڈالا جاتا اگر زبان مبارک کا تجربہ برابر کام میں مصروف رہتا لوگ سمجھاتے کہ امویٰ شہنشاہیت آپ کو کچل کر رکھ دیگی اور ایک قیمتی جان ہمارے ہاتھ سے جاتی رہے گی آپ فرماتے تم اس کا فکر نہ کرو جیسا حق پر ہوں اور جو حق پر ہوتا ہے خدا اسے ضایع نہیں ہونے دیتا۔

امام ابو حنیفہ کی حق پرستی حضرت امام ابو حنیفہ کی حق گوئی کا یہی عالم تھا کوڑے بھی لگے قید بھی ہوئے مگر نہ خلفا کی قربت گوارا کی اور نہ کوئی عہدہ قبول کیا اور نہ حق گوئی سے باز رہے۔

امام شافعی اور خلیفہ منصور حضرت امام شافعی کی بھی یہی حالت تھی اسی بنا پر قید و بند کے مصائب بھی جھیلے ایک دفعہ خلیفہ منصور کی ناک پر مکھی بیٹھ گئی خلیفہ نے حضرت امام کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ سمجھ میں نہیں آتا کہ خدا نے ان مکھیوں کو کیوں پیدا کیا برجستہ فرمایا اس لئے کہ ظالموں کا غرور توڑنے کے لیے خدا نے انھیں پیدا کیا ہے منصور یہ سنکر دم بخود رہ گیا سچے اور باعمل علما ہر زمانہ میں اعلان حق کرتے رہے اور سختیاں جھیلتے رہے

تعلیمات اسلام کے زندہ پیکر مسلمان آج بھی ہیں اور کروڑوں کی تعداد میں ہیں جن میں عالم جاہل امیر و مفلس ہر قسم کے افراد شامل ہیں اور پہلے زمانوں میں بھی تھے مگر سمجھیے یہ کیا بات تھی کہ اسلاف جدھر رخ کرتے تھے اسلام پھیلتا چلا جاتا تھا۔ ہمارا بیڑا ملیبار ہمارا سرنا الہند اور چین وغیرہ میں مسلمان تاجرانہ حیثیت ہی سے گئے مگر جہاں گئے ان کے عالم اور جاہل دونوں وہاں کے لوگوں کے لئے ایک مشن بن گئے اور انھیں دیکھ دیکھ کر لوگ اس درجہ متاثر ہوئے کہ عوام تو عوام امیر اور راجہ تک مسلمان ہو گئے اور ہر جگہ اپنی عزت کرائی حالانکہ وہ زمانہ اس زمانہ سے بھی کہیں زیادہ تعصب کا زمانہ تھا راز صرف یہ تھا کہ وہ تعلیم اسلام کا خود ایک زندہ نمونہ تھے اور سب عالموں اور جاہلوں سب کی زندگیاں اسلامی سانچے میں ڈھلی ہوئی تھیں ان کا جو قدم بھی اٹھتا تھا وہ اسلامی روشنی میں اٹھتا تھا ان کے اخلاق اسلامی اخلاق تھے ان کی معاشرت اسلامی معاشرت تھی ان کی ہر ادا اسلامی رنگ میں ڈوبی ہوئی تھی دنیا تعلیم سے زیادہ نمونہ کی دیکھتی ہے اسلام کے ایک جذبہ ہر کام میں تھا یہی وجہ تھی کہ ان کی زبان سے نکلے ہوئے دو جملے وہ اثر رکھتے تھے جو آج کے علماء کے بڑے بڑے خطبے اور مواعظ نہیں کر سکتے۔

ایک بڑھیا بارگاہ رسالت میں ہر تعلیم کے لئے ایک نمونہ اور ہر علم کے لئے عمل کی ضرورت ہے بلا استاد کے گھاس بھی کھودی نہیں آتی اسی لئے خدا نے قدیم سے بندوں کی ہدایت کیلئے انہی میں سے ایک نبی مبعوث کرتا رہا حضور نبی کریم چونکہ پوری دنیا کے لئے مبعوث ہوئے تھے اور آپ کی تعلیم قیامت تک کے لئے تھی اس لئے آپ کی زندگی ہر زمانہ اور ہر درجہ کے انسانوں کے لئے ایک نمونہ بنائی گئی آپ نے فرمانروائی بھی کی تبلیغ بھی کی مبلغ بھی رہے غریبی کا دور بھی گزارا دولتمندی کے گہوارے میں بھی جھولے مزدوری بھی کی بکریاں بھی چرائیں باپ بھی تھے شوہر بھی تھے حاکمانہ شان بھی رکھتے تھے اور عمل کا یہ عالم تھا کہ ایک بڑھیا بارگاہ رسالت میں آکر عرض کرتی ہے کہ حضور میرا لڑکا گڑ بہت کھاتا ہے آپ اسے نصیحت کیجئے فرمایا کہ کل نصیحت کروں گا چنانچہ بلاکر نصیحت کر دی اور ارشاد فرمایا کہ مجھے خود بہت گڑ کھانے کی عادت تھی میں اس حالت میں نصیحت کرتا تو مناسب نہ تھا جب میں نے خود اسے ترک کر دیا تو تجھے نصیحت کی اور حقیقت بھی یہی ہے کہ آج بے اثری کا باعث مسلمانوں کی بے عملی ہے ورنہ کیا وجہ ہے کہ پہلے مسلمانوں کے قدموں کے ساتھ ساتھ اسلام پھیلتا چلا جاتا تھا اور آج کروڑوں مسلمان بھی نہیں کر سکتے اس کی وجہ یہی ہے کہ آج مسلمان اسلام پر کاربند نہیں رہے اور اپنے مذہب سے دور جا پڑے۔

جہلائے اسلام کی حالت زار جاہل پہلے بھی تھے اور اب بھی ہیں۔ پہلے جہلا کی یہ حالت تھی کہ جہالت کے باوجود اپنے دل میں خوف خدا رکھتے تھے ہر زمانہ کے امراء و علماء قوم کے قدرتی رہنما رہے ہیں عوام انہیں جو کرتے دیکھتے ہیں خود بھی وہی کرتے ہیں۔ اس عہد میں دینیات کا چرچا تھا مواعظ کا تسلسل قائم رہتا تھا علماء و امراء مذہب کے پابند تھے ایک دوسرے کو برا کرتے دیکھتے تو روک دیتے تھے محکمہ احتساب قائم تھا اس وجہ سے اس عہد کے جہلاء میں بھی مذہبیت کا رنگ اور دین سنت باقی تھی آج بے عملی کی وجہ سے علماء میں جہالت پیدا ہو چکی ہے نفس جذبات پر قابو نہیں رہا بہت جلد مشتعل ہو جاتے ہیں خلق پیغمبری بھی ناپید ہے ذرا سی بات پر غصہ آجاتا ہے اور جہلاء تعلیم یافتہ صحبتوں اور امراء اور علماء سے الگ ہو کر اور محکمہ احتساب کے نہ ہونے سے بالکل وحشی بن گئے ہیں خدا کو بھول گئے ہیں قماربازی شراب خواری تہذیب ناشناسی گالی گلوچ ہر عیب ان میں پیدا ہو چکا ہے اور کوئی ان کی رہنمائی کرنے والا نہیں ہزاروں دیہاتی کلمہ شریف تک سے ناواقف ہیں اسلامی آئین کی ہوا تک نہیں لگی۔ وحشیانہ زندگی بسر کر رہے ہیں۔

امرائے اسلام کا اخلاقی نوحہ رسول کریم کی تعلیم نے منعم اور دولتمند کو بیکراں اخلاق بنا دیا تھا حضرات ابن عوف زبیر طلحہ عثمان وغیرہ کروڑوں روپے کے مالک ہونے کے باوجود نہایت متواضع تھے کوئی سائل آجاتا تھا تو ادب سے جھک جاتے تھے غلاموں اور غاسیوں کے ساتھ بیٹھ کر کھا لیتے تھے سلام میں تقدیم کرتے تھے مساجد میں عام مسلمانوں کے دوش بدوش کھڑے ہو جاتے تھے دولتمندوں کی یہ حالت ہے کہ وہ غریبوں اور مفلسوں کے ساتھ بات کرنا ان کے دوش بدوش کھڑے ہو کر نماز پڑھنا اور انھیں اپنی صحبتوں میں شریک کرنا کسر شان سمجھتے ہیں وہ غرور میں ڈوب کر عام مسلمانوں سے جدا گانہ مخلوق بن گئے ہیں اسلامی اخلاق ان میں باقی نہیں رہے اور مفلسوں کی بھی وہ حالت نہیں رہی مفلس پہلے بھی تھے مگر وہ اپنی مصیبت چھپاتے تھے کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانا عار سمجھتے تھے اور کبھی حالت کھل بھی جاتی تھی تو شرم سے پانی پانی ہو جاتے تھے اور ہر حالت میں صبر و شکر کی زندگی بسر کرتے تھے۔

آج مفلسوں کی حالت قابل رحم ہو چکی ہے افلاس و عسرت نے ایمانوں میں وہ پختگی باقی نہیں رہنے دی اخلاقی دنیا تباہ ہو گئی مذہب کی طرف رجحان باقی نہیں رہا صوم و صلوٰۃ ہی نہیں زبان کی پابندی بھی باقی نہیں رہی افلاس نے عزت نفس کا بھی خاتمہ کر دیا ہر شخص کے سامنے ہاتھ پھیلانے اور اپنی ضروریات پیش کرنے میں اب انھیں کوئی باک نہیں ان تمام خرابیوں کا علاج یہی ہے کہ مسلمان اسلامی تعلیم پر کاربند ہوں اسلام کی روشنی میں قدم اٹھائیں جب تک یہ نہ ہوگا مسلمانوں کی حالت میں انقلاب محال ہے۔

بقیہ سلسلہ صفحہ ۱۰۱ برس میں جا کر منڈیوں کا فرق پڑتا تھا یہ سال اتنک ایران اور دکن میں رائج ہے مسٹر اسکاٹ کی تاریخ مورش اسپانیہ مطالعہ کیجئے کہ اسپینی مسلمانوں کی ہنرمندیاں کس کمال کو پہنچی ہوئی تھیں اور انہوں نے اس ملک کو اپنی محنت اور ہنرمندی سے کس طرح رشک جنان بنا رکھا تھا یہ کمال تھا کہ گرم ممالک کے میوے وہ اپنے ملک میں پیدا کر لیتے تھے مٹی کے برتنوں پر کچھ ایسا روغن چڑھاتے جو مضبوط ہو جاتے اور نہ مٹی کے معلوم ہوتے تو پ بھی انہوں ہی نے ایجاد کی اس مختصر فہرست میں ان کی ہنرمندیوں پر تبصرہ کرنا بہت مشکل ہے اپنے عہد میں وہ یگانۂ روزگار تھے لیکن آج نہ وہ ہنرمندیاں ہیں اور نہ ان کے قدردان جب مسلمان کتاب و سنت کو چھوڑ کر دنیا کے رہے نہ دین کے اب بھی وہ اسلام ہی کا دامن پکڑ کر ترقیاں کر سکتے ہیں

چھوٹوں میں اطاعت ہے نہ شفقت ہے بڑوں میں

پیاسوں میں محبت ہے نہ یاروں میں وفا ہے

بڑھاپے کی عظمت حضور نبی کریم کا ارشاد ہے من لم یوقر کبیرنا ولم یشفق صغیرنا فلیس منا جس نے بڑوں کی عزت و تکریم نہ کی اور چھوٹوں کے ساتھ شفقت و محبت کے ساتھ پیش نہ آیا وہ ہم میں سے نہیں ہے با لفاظ دیگر اسلام نے مسلمانوں کی یہ خصوصیت بیان کی ہے کہ وہ بڑوں کے مطیع اور چھوٹوں پر مہربان رہتے ہیں افسوس ہے کہ آج مسلمانوں سے یہ صفت تربیب ترہیب معدوم ہوتی چلی جاتی ہے مسن مسلمانوں کی توقیر و تعظیم کرنا جلال الٰہی سے ہے معراج کی شب میں تمام انبیائے کرام حضور نبی کریم کے استقبال کو آئے لیکن حضرت ابراہیمؑ کے متعلق حکم دیا گیا کہ آپ خود ان سے ملنے کے لئے جائیں یہ اسلئے کہ وہ کبیر السن تھے اور خدا کو ان کی عمر کی حرمت رکھنی مقصود تھی اسلام میں بڑے بوڑھوں کا ہمیشہ احترام ہوتا رہا ہے اسلئے کہ یہ خدا کے نزدیک موقر و محترم ہیں اور جو خدا کے نزدیک موقر و محترم ہو نہ بندوں کے نزدیک بھی محترم ہونا چاہیئے حدیث کے مطابق جو اسلام کی حالت میں بوڑھا ہوتا ہے بارگاہ الٰہی سے اسے بشارت و مبارکباد ملتی ہے اور اس کے دفتر اعمال سے سیاہی مٹا ڈالی جاتی ہے حدیث میں ہے کہ تم میں بہتر لوگ وہ ہیں جن کی عمریں طویل اور عمل اچھے ہیں ایماندار کا راس المال اور اصلی پونجی اور اس کا نفع اسکے شائستہ اعمال ہیں جب کوئی شخص اسی برس کی عمر کو پہنچ جاتا ہے تو نہ اس سے مرنے پر حساب لیا جاتا ہے اور نہ کوئی باز پرس ہوتی ہے وہ سیدھا جنت میں داخل ہوتا ہے۔

حضور نبی کریم نے عمر کے ہر حصہ کے متعلق ہدایات فرمائی ہیں اور بتایا ہے کہ جب چالیس سال کی عمر ہو جاتی ہے تو خدائے مقدس جذام جنون اور برص کو اس سے ہٹا لیتا ہے پچاس کی عمر کو پہنچ جاتا ہے تو اللہ اس سے گناہوں کا بوجھ ہلکا کر دیتا ہے ساٹھ برس کی عمر میں خدا اسے رجوع کی دولت نصیب کرتا ہے ستر برس کی عمر میں خود ذات باری تعالےٰ اور تمام ساکنان فلک اسے محبوب اور پیارا بنا لیتے ہیں اور جب اسی سال کی عمر کو پہنچتا ہے تو خدا اس کی نیکیاں قبول کرتا ہے اور برائیاں دور کر دیتا ہے قیامت کے روز اسے اپنے اہل خاندان کی سفارش کا حق دیا جائیگا اور اس کی سفارشیں قبول کی جائینگی یہ ہیں بڑی اور لمبی عمر والوں کی سعادتیں اس سے واضح ہو گیا کہ جس کی عمر جتنی بڑی ہوتی ہے اتنی ہی سعادت اسی نسبت سے اس میں پیدا ہوتی چلی جاتی ہے اور ہر بڑا اپنے چھوٹے پر اسی نسبت سے فضیلت و بزرگی کا حامل ہوتا ہے۔

نیز دنیوی اعتبار سے بھی اس کا تجربہ زیادہ ہوتا ہے اسی لئے حضور نبی کریم نے چھوٹوں کو بڑوں کی اطاعت اور تعظیم و توقیر کا حکم دیا ہے جو خدا کے نزدیک موقر ہے اس کی توقیر بہرکیف ہونی چاہیئے اور جو ان کا ادب نہیں کرتے خدا ان سے ناراض ہوتا ہے اور وہ اس کی توفیق سے محروم ہو جاتے ہیں جو حقیقت میں بہت بڑی محرومی ہے حدیث کے مطابق بوڑھے بڑوں کی تعظیم کرنے والوں کو خود بھی بڑی عمر ملتی ہے اور عنایات خداوندی کے مستحق بنتے ہیں حضور نبی کریم کا ارشاد کے مطابق اپنی قوم میں بڑی عمر کے آدمی کا وہی درجہ ہوتا ہے جو کسی نبی کو اپنی امت میں حاصل ہوتا ہے

بڑوں کی اطاعت کا فلسفہ ہر بڑے کی فطرتاً یہ خصوصیت ہوتی ہے کہ وہ اپنے چھوٹوں کو جب غلط راہ پڑتے یا غلطی کرتے دیکھتے ہیں تو ٹوکتے ہیں اور صحیح راہ پر ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں اچھی نصیحت بھی کرتے ہیں تجربہ کی باتیں بھی بتاتے ہیں اس فطری خصوصیت کو کسی مذہب نے اتنی اہمیت نہیں دی جتنی اسلام نے امر بالمعروف اور نہی منکر کو فرض کفایہ قرار دیا اور ہر مسلمان کو ہدایت دی ہے کہ جب وہ کسی کو برائی کرتے دیکھے تو بجبر روک دے اس کی طاقت نہ ہو تو زبان ہی سے روک دے ورنہ کم از کم اتنا تو ضرور کرے کہ اس برائی کو دل سے برا سمجھے کہ اگر یہ بات بھی اس میں نہیں تو ایمان کا کوئی ذرہ بھی اس کے اندر باقی نہیں اور یہ ایمان کا سب سے زیادہ کمزور درجہ ہے مسلمان صدیوں اسی پر کاربند رہے فطری جذبہ یہ اس تعلیم نے جلا کر دی پرانی باتیں تو پرانے زمانہ کے ساتھ گئیں آج چالیس بیالیس سال قبل تک یہ حالت تھی کہ محلہ کا آدمی ہر محلہ والے کا آدمی اور ایک شخص کا بچہ سب کا بچہ سمجھا جاتا تھا کسی کے بچہ کو کوئی شرارت کرتے دیکھتا بے جگہ پاتا تو فوراً ڈانٹ دیتا بچہ کے والدین اس پر ناراض ہونے کے بجائے اس شخص کے ممنون ہوتے اور کہتے کہ آپ نے اور سزا دی ہوتی بچہ آپ ہی کا بچہ ہے جب کبھی آپ اسے شرارت کرتے دیکھیں تو خوب گوشمالی کریں اس کا یہ اثر تھا کہ بچہ ادھر ادھر گھومتے اور شرارت کرتے ہوئے ڈرتے تھے والدین تو ہر جگہ ہوتے نہیں لیکن محلہ کے کسی نہ کسی شخص یا کسی بڑے کے مل جانے کا تو ہر وقت امکان ہوتا ہے اسی وجہ سے چھوٹے بھی بڑوں سے ڈرتے اور ان کا ادب کرتے تھے اور خواہ وہ مالی اور معاشری اعتبار سے کتنے ہی پسماندہ ہوں اپنے گھر کے ملازم ہوں ان کا ادب اور ان کی اطاعت لازمی سمجھی جاتی تھی اور اس ادب و اطاعت کا یہ نتیجہ تھا کہ بڑے بھی چھوٹوں سے شفقت رکھتے تھے اور اصلاح کا ایک وسیع نظام قائم تھا۔

انحراف کے بڑے چھوٹے اب ہمارے دیکھتے دیکھتے زمین و آسمان ہی بدل گئے نہ وہ چھوٹے رہے نہ وہ بڑے رہے نہ بڑوں میں وہ شفقت باقی رہی اور نہ چھوٹوں میں وہ اطاعت جدید تعلیم اور نئی تہذیب نے ہماری معاشرت کی دنیا ہی بدل دی پہلے دینی تعلیم ہماری تعلیم کا ایک جز لاینفک تھی جس سے خدا کا خوف دلوں میں جاگزیں ہو جاتا تھا مکاتب کے اساتذہ کا احترام بھی باپ کی برابر کیا جاتا تھا مکتب میں بٹھلاتے وقت استاد سے کہدیا جاتا تھا کہ ہڈیاں ہماری ہیں گوشت تمہارا گھر میں بھی بچے ان کے خوف سے لرزہ براندام رہتے تھے۔

بڑوں سے ڈرنے اور ان کا ادب کرنے کا جو سلسلہ عہد رسالت میں قائم ہوا تھا اس کا سلسلہ کسی نہ کسی صورت میں قائم تھا اب جدید نظام میں دینیات کے فقدان کیساتھ خدا سے بے خوفی اور مذہبیت سے بیگانگی پیدا ہوئی مدارس میں ماسٹروں کے ادب کے بجائے ان سے شوخیاں اور گستاخیاں شروع ہو گئی ہیں دونوں قسم کی تعلیم کا تجربہ ہے جہاں مکاتب میں ہم اور ہمارے ساتھی طلبا استادوں کا انتہائی ادب کرتے عزت سے نام لیتے اور ان سے ڈرتے رہتے تھے وہاں اسکولوں اور کالجوں میں طلبا ماسٹروں اور پروفیسروں کی پرواہ بھی نہیں کرتے تھے ہر ماسٹر کے تحقیری نام رکھ لئے جاتے تھے ان کا مذاق بالعموم اڑایا جاتا تھا بے خوفی اور بے تعظیمی کی یہ عادت گھروں میں رنگ لائی والدین اور ان کیساتھ عزیزوں اور بڑوں کا ڈر اٹھنے لگا۔

اور ظاہر ہے کہ جب والدین اقارب اور اساتذہ ہی کا ادب و خوف باقی نہ رہے تو پھر غیروں کو کون پوچھتا ہے چنانچہ اب عمومیت کے ساتھ یہ حالت ہے کہ کسی بچہ پر کسی بڑے کا کوئی اثر اور کوئی رعب باقی نہیں رہا کسی کی کوئی نہیں سنتا والدین ہی یہ حالت ہے کہ اگر وہ

یہ سن لیں کہ ان کے بچہ کی کسی نے گوشمالی کی ہے تو وہ پہلے لوگوں کی طرح ممنون ہونے کے بجائے الٹے برہم ہوکر لڑائی پر آمادہ ہو جاتے ہیں اس لئے اب کوئی کسی کے بچہ کو ٹوکنے اور شرارت پر سزا دینے کی جرأت نہیں کرسکتا جس سے ان کی شوخیاں اور گستاخیاں بھی بڑھتی چلی جاتی ہیں اور انتہا یہ پہنچی ہے کہ بڑے بوڑھوں کے مذاق اڑائے جاتے ہیں اور ان کے تحقیری نام دھرے جاتے ہیں چھوٹوں کی اسی ذہنیت نے بڑوں کے قلوب سے بھی شفقت اڑا دی ہے اور عیوب عام ہو کر تاریکی پھیل گئی ہے۔

امراء اور غرباء کی تبدیل ذہنیت یہ تو ذکر تھا عمر و سن کے اعتبار سے چھوٹے بڑوں کی حالت کا مالی اعتبار سے بڑے چھوٹوں کی بھی سن لیجئے امراء اور رؤسا قوم کے مستقل رہنما ہوتے ہیں تمول کی وجہ سے ان کی تمدنی و معاشرتی حیثیت بھی فائق ہوتی ہے اور علم و ہنر کی تحصیل میں بھی آسانیاں حاصل ہوتی ہیں غرباء اپنی روزی کے افکار و ہجوم میں بلند نہیں ہوسکتے وہ ہر امر میں انہی کا تتبع کرتے ہیں پہلے امراء اور بڑے لوگوں میں وضعداری قائم تھی وہ چھوٹے درجہ کے لوگوں پر حد سے زیادہ مہربان رہتے تھے ان کے دکھ سکھ میں کام آتے تھے ان کی ضروریات کا خیال رکھتے تھے انہیں فاقے نہ کرنے دیتے تھے جس کی وجہ سے غرباء بھی ممنون ہو کر ان کے زیر آجاتے تھے جو وہ کہتے تھے کرتے تھے اور جس راہ وہ چلاتے تھے چلتے تھے ڈرتے بھی رہتے تھے ادب بھی کرتے تھے یہ عالم دیکھا ہے اور ہم نے خود دیکھا ہے کہ کوئی چھوٹا آدمی حیثیت سے بلند لباس پہن کر نکلا ہے کسی نے انگریزی بال رکھ لئے ہیں اچکن نکال لی ہے تو ہمت نہیں پڑتی کہ سامنے سے گذر جائے دیکھ پاتے تو فوراً ڈانٹ بتاتے۔

کسی کی قماربازی آوارگی شرابخواری یا کسی سے لڑنے جھگڑنے یا گستاخی کرنے کی شکایت سنی کوئی گاتا ہوا سامنے سے گذر گیا تو آفت آگئی محلہ کے رؤسا نے ڈانٹ بتادی گوشمالی کردی اور متنبہ کردیا محلہ یا قصبہ کے غرباء کی مجال نہ تھی جو بے راہ روی اختیار کرسکیں اور ایسے کسی بے ادب اور گستاخ کی گوشمالی پر اس کے رشتہ دار اور برادری کے لوگ ممنون ہوتے تھے احسان مانتے تھے اور خود ہی اصلاح کے لئے ایسے لوگوں کی شکایت کرتے رہتے تھے اس طرح غرباء اپنی حد سے باہر نہ ہونے پاتے تھے اور اپنی میانہ روی قائم رکھتے تھے محلہ قصبہ شہر کے رؤسا کا بڑا اثر تھا ان کی اطاعت کی جاتی تھی۔ اب حالت یہ ہے کہ جدید تہذیب نے ہمارے امیروں اور بڑے لوگوں کو مذہبیت سے بیگانہ کردیا مغرور ہو گئے غرباء پروری اور ضعفاء نوازی کا جذبہ ان کے اندر باقی نہیں رہا کسی غریب کی عیادت یا ادنیٰ درجے کے مسلمان کے جنازہ پر جانا کسر شان سمجھا جانے لگا ان کے دکھ درد میں شرکت کرنے کا طریقہ مسدود ہوا ان کی ضروریات کی طرف سے بیگانہ ہو گئے ان کی کوئی ہمدردی اور کسی قسم کا جذبۂ اعانت باقی نہیں انتہا یہ ہے کہ مساجد میں غرباء اور ادنیٰ درجہ کے مسلم بھائیوں کے دوش بدوش نماز پڑھنے میں بھی عار محسوس کرنے لگے۔

اطاعت عوام کی برکات انسان بندۂ احسان ہے جب تک وہ احسان سے پیش آتے تھے غرباء بھی ان سے ڈرتے تھے اور ان کا ادب کرتے رہتے تھے اور جو وہ کہتے تھے وہی کرتے تھے مجال نہ تھی کہ کوئی چھوٹا کسی بڑے آدمی کے حلقۂ اطاعت سے باہر ہوسکے لیکن بڑوں کی حالت کے انقلاب نے چھوٹوں کو بھی متاثر کیا انہوں نے دیکھا کہ مفت کی دہونس رہ گئی ہے نہ وہ شفقت ہے نہ وہ ہمدردی تو انہوں نے بھی آنکھیں پھیر لیں ان کی اطاعت چھوڑ دی اور ان کے ضبط و اثر سے نکل گئے خدا نے زکوٰۃ و صدقات کا جو نظام قائم کیا تھا اس کی ایک غرض یہ بھی تھی کہ امراء اور غرباء میں بڑوں اور چھوٹوں میں تعلقات قائم رہیں بڑوں سے چھوٹوں کو ملتا رہے اور وہ ان کے دعاگو اور ممنون رہیں جیسے زکوٰۃ و صدقات کا نظام بگڑا اور بڑوں نے اپنی مذہبی بیگانگی اور بے احساسی کی وجہ سے انفاق و ہمدردی کا سلسلہ بند کیا چھوٹوں

نظر تحقیر سے دیکھنے لگے ان کا اثر اور رعب بھی جاتا رہا۔

یہ تعلقات بہت بابرکت تھے چھوٹوں کی تربیت ہوتی رہتی تھی بڑوں کو اس ہمدردی کا پاس تھی قوم کا شیرازہ بندھا ہوا تھا عیوب عام نہ ہوئے تھے ان کا اثر کچھ اس لئے نہ تھا کہ وہ بڑے تھے بلکہ اس لئے تھا کہ وہ بڑے ہونے کے ساتھ خدمت عوام کا جذبہ بھی اپنے اندر رکھتے تھے اور لوگوں میں باہم بیگانگی سے عیب عام ہو گئے نہ کوئی کسی کو روکنے والا رہا اور نہ کوئی کسی کو ٹوکنے والا اب خواہ کوئی کھلے بندوں شراب پیئے قماربازی کرے آوارگی میں مبتلا ہو فتنے پیدا کرے گالیاں بکے فحش گیت گاتا نکلے کوئی کسی کو نہیں ٹوک سکتا اور نہ وہ اور نہ ان کی دیکھا دیکھی دوسرے وغیرہ بھی کسی کا اثر قبول نہیں کرتے حالانکہ پہلے ہر خدمت کو حاضر رہتے تھے اور کریں کیوں نہیں جو پہلے رؤسا سے مفاد تھے جو ہمدردیاں وہ ان کے ساتھ کرتے رہتے تھے وہ مفقود ہو گئیں البتہ اجرت رہ گئی اور سرمایہ اور اجرت کے مابین جو عناد مغرب میں نظر آرہا ہے وہی یہاں ہے۔

پیاروں میں محبت کا فقدان پیاروں میں محبت اب محض ایک اصطلاح رہ گئی ہے اور قوموں کے اندر محبت ہو تو مسلمانوں میں تو سب سے زیادہ عناد و اختلاف پیاروں ہی کے اندر ہے ہمارے زوال میں غیروں سے تو مسابقت و مقابلہ کی ہمت باقی نہیں رہی اپنے دار اپنوں ہی پر ہوتے ہیں اپنے غصے اپنوں ہی پر نکلتے ہیں غصہ اور اشتعال اور رنجیدگی بھی ایک قسم کی عادات ہیں جنہیں جتنی بڑھا دیا جائے بڑھتی ہیں اور جتنا گھٹا یا جائے گھٹتی ہیں مذہبی بے احساسی ان کی افزونی کا باعث بنتی چلی جارہی ہے اور نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ بھائیوں بھائیوں اور میاں بیوی تک میں محبت کا نام نہیں! اور عناد و اختلاف برابر پھیلتے چلے جارہے ہیں حالانکہ حضور پیاروں کی محبت پر انتہائی زور دے چکے ہیں اور صاف فرما چکے ہیں کہ اقرباء سے تعلق توڑنے والا کافر ہے دوزخی ہے زکوٰۃ و صدقات کے متعلق ہدایت ہے کہ جب کچھ دینے لگو تو اپنے پیاروں اور رشتہ داروں کو مقدم رکھو اور وہ صدقہ یا زکوٰۃ ہرگز قبول نہ ہوگی جو اپنے محتاج اعزہ کو چھوڑ کر دوسروں کو دیا جائے پھر یہ بھی کہ لینے والوں پر احسان رکھا جائے پھر انہیں دینے اور ان کے ساتھ سلوک کا احسان کا اجر بھی دگنا بتایا گیا ہے اور ان کے ساتھ نیکی و احسان کی بڑی زور دار تاکید کی گئی ہے ان کے ساتھ احسان و سلوک کو ترقی عمر و دولت کا باعث بتایا گیا ہے خود حضور نبی کریم صلعم نے اپنے عمل سے اقرباء نوازی پیاروں سے محبت اور اپنوں کو ہر امر میں مقدم رکھنے کا شاندار نمونہ پیش کیا عرب جاہلیت میں بھی پیاروں کی محبت اور برادر نوازی اور خویش پروری کو بڑی اہمیت دی جاتی تھی لیکن اس معاملہ میں آج مسلمان ان سے بھی گئے گذرے ہوئے ہیں۔

دوستی کی اہمیت واقعی آج نہ پیاروں میں محبت ہے اور نہ یاروں میں یاری ہم پہلے زمانہ کی اخوت اور دوستی اور یاروں کی یاری کے تذکرے پڑھتے ہیں اور سنتے ہیں اور اس کا مقابلہ اس عہد کے دوستوں سے کرتے ہیں تو حیرت و افسوس کی ایک دنیا آنکھوں کے سامنے آکھڑی ہوتی ہے غیر سے غیر شخص ہے مگر جب یار بنالیا دوست کہدیا اپنا سمجھ لیا تو گویا اپنا جان و مال اور اپنا سب کچھ اس کے لئے وقف ہو گیا پوری کی پوری زندگیاں ایک دوسرے کی حمایت و ہمدردی کے لئے وقف ہو گئیں وہ رشتہ داروں کی برابر ہو گیا حضور نبی کریم نے دوستی کے بھی شاندار نمونے پیش کئے۔

حضرت صدیق اکبر اور آپ کی یاری مشہور ہے پھر جن بزرگوں سے آپ کے دوستانہ تعلقات رہے اور جنھوں نے مکی عہد کے پرشور زمانہ میں آپ کا ساتھ دیا بعد کے اسلام والوں سے وہ ہر اعتبار سے مقدم رہے حضرت زبیرؓ و طلحہؓ کی دوستی بھی مشہور ہے اب نہ وہ وضعداریاں ہیں نہ وہ دوستی دیکھنے میں آتی ہے غرض کی محبت ہے اور غرض کی یاری آج دوستی ہوئی اور کل دشمنی ہو گئی کسی بات میں استقلال باقی نہیں رہا خدا مسلمانوں پر رحم کرے۔

دولت ہی نہ عزت ہے فضیلت نہ ہنر ہے

ایک دین ہے باقی سو وہ بے برگ و نوا ہے

دولت اور مذاہب غیر چونکہ انسانی حیات کا راحت و آرام بہت بڑی حد تک انسان کی مالی فارغ البالی پر منحصر ہے اسلئے اسلام نے ایک فطری مذہب کی حیثیت سے مال و دولت کو نہایت اہمیت دی اور اقتصادیات کے تمام اصول مسلمانوں کو نہایت خوبی و عمدگی کے ساتھ سمجھائے دیگر اقوام کے افراد کو اپنے مذاہب کی کتب مقدسہ میں اقتصادی رہنمائی کے متعلق ایک لفظ بھی ملنا تو کجا یہ دیکھکر انہیں الٹی مایوسی ہوتی ہے کہ جابجا مال و دولت اور عیش و آسائش کی زندگی بسر کرنیکی برائیاں ہی نظر آتی ہیں ہر عیسائی یہودی اور ہندو نوجوان کی فطرتاً یہ خواہش ہے کہ وہ ترقی کرے مگر اس کا مذہب اس سلسلہ میں اسے مایوس کر دیتا ہے عیسائیت کا حکم ہے کہ دولتمند آسمانی بادشاہت میں داخل نہیں ہو سکتے اور بدھ مذہب کہ وہ بھی بیشتر ابنائے کو سائل بننے کی ترغیب کرتا ہے۔

ہندو مت میں جوگ اور سنیاس کو بڑا تقدس حاصل ہے اور ہر ہندو کے لئے لازمی ہے کہ وہ اپنی عمر کے آخری حصہ میں سنیاس دھارن کرے اور سات آٹھ گھر مانگ کر کھائے۔

دولت اور اسلام یہ کیوں اسلئے کہ یہ مذاہب ہنگامی اور وقتی تھے اسلام کی یہ صورت نہیں وہ فطری اور ہمہ گیر مذہب ہے جو قیامت تک کی ہر قسم کی رہنمائی کے لئے ہے اسلئے اس میں کوئی حکم خلاف فطرت و زمانہ نظر نہیں آتا یہی وجہ ہے کہ اسلام نے دولت کو سراہا اسے انسانی معیشت کی تقویم و تکمیل کا باعث اور ترک دنیا کو حرام قرار دیا قرآن کریم میں مال و دولت کو ۲۵ جگہ فضل ۱۲ جگہ خیر اور بارہ جگہ حسنہ و رحمہ کے لفظ سے یاد کیا ہے غور فرمائیے کہ فطرت انسانی کی تشنگی اسلام سے دور ہوتی ہے یا دیگر مذاہب سے

ضیاع مال اور اسلام قرآن میں صاف حکم ہے لا تؤتوا السفهاء اموالکم التی جعل الله لکم قیاما اس میں مال کو زندگی کا قیام کہا گیا ہے جس کے پاس مال نہیں وہ بالکل مجبور ہے وہ کھڑا ہی نہیں ہو سکتا اسی کے بل پر زندگی بسر کرتا ہے یہ زر بے پر شمول ہے اسی اہمیت کے اعتبار سے حکم دیئے گئے کلوا واشربوا ولا تسرفوا ان الله لا یحب المسرفین کھاؤ پیو مگر اسراف نہ کرو اللہ فضول خرچ کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا ولا تبذر تبذیرا ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین ایک پیسہ بلا ضرورت اور بیجا خرچ نہ کرو کہ ایسے لوگ تو یوں سمجھو کہ شیطان کے بھائی ہیں۔ چار آنے گز کا کپڑا پہننے کی حیثیت ہے اور لے لیا آٹھ آنے گز کا تو اسراف ہو گیا اور خدا کی محبت سے محروم ہو گئے اور اگر کہیں نمود و نمائش اور ناچ رنگ میں روپیہ خرچ کیا تو خدا کی محبت ہی سے محروم نہیں ہوئے بلکہ اس کی خفگی اور اس کے قہر کو مول لے لیا اس کا حکم اس لئے دیا کہ مسرفین اور مبذرین یہی نہ سمجھیں کہ ان احکام کی خلاف ورزی دنیوی پریشانی ہی پر ختم ہو کر رہ جائیگی نہیں بلکہ عاقبت میں بھی پوری پوری سزا ملیگی۔

دولت اور مال اندیشی پھر اس نے بتا دیا تاریکی میں نہیں رہنے دیا کہ خرچ کرو اس طرح کہ نہ تو اتنا بخل کرو کہ کسی کو کچھ دو ہی نہیں اپنی ضروریات پر بھی نہ اٹھاؤ اور نہ اتنا ہاتھ کھولو کہ جیب کی استطاعت ملحوظ رکھے بغیر خرچ کرتے چلے جاؤ۔ متقیوں اور سچے مسلمانوں کی یہ صفت بتائی ہے کہ وہ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ بخل سے کام لیتے ہیں بلکہ اعتدال کی راہ اختیار کرتے ہیں۔ حضور نبی کریم کے پاس ایک شخص آتا ہے جسے کسی جہاد میں کبوتر کے انڈے کی برابر سونا ہاتھ لگ گیا تھا اسے حضور کے سامنے پیش کر کے کہتا ہے کہ اسے راہ خدا میں خرچ کر دیجئے آپ منہ پھیر لیتے ہیں تین مرتبہ یہی ہوتا ہے چوتھی مرتبہ آپ اسے اٹھا کر اس زور سے مارتے ہیں کہ اگر وہ اس کے منہ پر لگ جاتا تو دانت ٹوٹ جاتے اور فرماتے ہیں کہ تم لوگ بھی عجیب ہو کہ جب تمہیں کچھ مل جاتا ہے اسے رکھتے نہیں اور لٹا دیتے ہو اور نہیں رہتا تو دوسروں کے سامنے دست سوال دراز کرتے ہو اور پریشان ہوتے ہو۔

اندوختہ زر اور اسلام یہ تعلیم ایسی ہے کہ اگر آج بھی اس پر عمل کیا جائے تو مسلمانوں کی حالت میں انقلاب برپا ہو سکتا ہے کتنا افسوس ہوتا ہے کہ جس قوم کے پاس ایسی اعلیٰ اور شاندار تعلیم ہو وہی افلاس اور عسرت کی زندگی بسر کرے خود اس پر عمل نہیں کرتے حالانکہ دوسری قومیں اسی پر عمل کر کے عیش حیات اٹھا رہی ہیں جب تک مسلمانوں نے اس پر عمل کیا دنیا کی آقائی کے ہی حامل رہے۔ حضور نبی کریم کی زبان مبارک سے جو نکلا تھا مسلمان اس پر عمل کرنا اپنا فرض سمجھتے تھے آپ نے انہیں بتایا تھا کہ جو شخص اپنی جائز اور حلال کمائی سے اپنے روپے کو پس انداز کرنا پسند نہ کرے تاکہ وہ اس سے اپنی آبرو قائم رکھ سکے اور اپنا فرض ادا کر سکے اور اپنے رشتہ داروں کے حقوق ادا کر سکے اس کے اندر کوئی بھلائی نہیں۔ بھلائی ہو بھی کیونکر سکتی ہے پس انداز نہ کریگا تو فاضل روپیہ خواہ مخواہ فضول خرچیوں میں اڑیگا اسراف و تبذیر میں مبتلا ہو کر ایک روز مفلس و نادار بھی ہو جائیگا گنہگار بھی ہوگا رسوائی و ذلت سے بھی دوچار ہونا پڑیگا خدا کے اور بندوں کے حقوق بھی ادا نہ کر سکیگا ظاہر ہے کہ بقائے عزت کے لئے مال و دولت کا ہونا اساسی چیز ہے غربا کو کون پوچھتا ہے۔

کسب زر کا اسلامی طریقہ حضور نبی کریم نے کسب زر اور انفاق دولت کے بھی تمام ذرائع اور طریقے بتا دیئے تھے فرما دیا تھا کہ محنت و کفایت اس باب میں نہایت اہمیت رکھتی ہیں اور تجارت دولتمند بننے کا خاص ذریعہ ہے جس کے اندر نہایت رزق کے دس حصے میں نو حصے رزق ہے اور دلیر تاجر کما لیتا ہے اور بزدل سب کچھ کھو بیٹھتا ہے محنت کی جائے اور حیثیت سے زیادہ خرچ نہ کیا جائے تو لامحالہ روپیہ بچیگا دیگر صحابہ کرام کو جانے دیجئے انہیں پر ایک نظر ڈال لیجئے جن کا شمار عشرہ مبشرہ میں ہے اور جنہیں دنیا ہی میں جنت کی بشارت مل چکی تھی حضرت صدیق اکبر بڑے اور لکھپتی تاجر تھے ابن اثیر کی روایت کے مطابق ہزارہا روپیہ خرچ کرتے اور راہ خدا میں لٹاتے تھے ایک دفعہ یک بیک چالیس ہزار روپیہ راہ خدا میں لٹا دیا۔

حضرت ابن عوف کا تمول حضرت ابن عوف گو وہ بھی بزرگ تھے ادنیٰ درجہ کی پھیری کی تجارت سے اسلامی اصول کے مطابق بڑھے اور عہد رسالت ہی میں بے شمار دولت کے مالک بن گئے اس کے باوجود بہت متواضع تھے عام غربا تو ایک طرف اپنے غلاموں اور خادموں تک کو بھائی سمجھتے رہے کروڑوں روپیہ راہ خدا میں لٹا یا طبقات ابن سعد کی ایک روایت کے مطابق اپنی اراضی کا صرف ایک ٹکڑا حضرت عثمانؓ کے ہاتھ چالیس ہزار اشرفیوں میں فروخت کیا اور اتنی بیش قرار رقم بیک وقت خیرات کر دی انتقال پر ترکہ میں دیگر اشیاء کے علاوہ بڑے بڑے سونے کے ٹکڑے بھی چھوڑے جنہیں کلہاڑیوں سے کاٹ کر تقسیم کیا گیا چار بیویاں تھیں جن میں سے ہر ایک کو بتیسواں حصہ ملا اور ہر ایک کے حصہ میں ایک ایک لاکھ اشرفیاں آئیں اشاعت اسلام کی غرض سے ڈیڑھ ہزار اونٹ پانسو گھوڑے اور چالیس ہزار نقد خرچ کئے۔

حضرات زبیرؓ و طلحہؓ کی مالی خدمات حضرت زبیرؓ نے بھی ادنیٰ حالت سے بلند ہو کر ترقی کی عشرہ مبشرہ میں تھے اسلامی تعلیم پر کاربند رہے زندگی بھر غربا و ضعفا کی امداد کرتے اور راہ خدا میں روپیہ لٹاتے رہے کروڑوں خرچ کیا پھر بھی ترکہ میں تین کروڑ باون لاکھ

روپے کی جائداد چھوڑ گئے اسی طرح حضرت طلحہ نے دو لاکھ اشرفیاں اور بائیس لاکھ درہم نقد کے علاوہ تین کروڑ روپے کی جائداد بھی چھوڑی جوش سخاوت کا یہ عالم تھا کہ ایک زمین سات لاکھ درہم میں فروخت کرتے ہیں اور رات ہی رات میں سات لاکھ کے سات لاکھ مسلمانوں میں تقسیم کر ڈالتے ہیں یہ فیاضیاں اس بے شمار روپے کے علاوہ ہیں جو ہر سال زکوٰۃ کی صورت میں نکالتے اور غرباء اور مستحقین کو تقسیم کیا کرتے تھے حضرت طلحہ کو عراق کی کاشت سے پانچ لاکھ اور سراۃ کی کاشت سے دس ہزار دینار وصول ہوتے تھے یہ حاصل تو آپ نے بالکل کار خیر کے لئے وقف کر رکھے تھے اپنے قبیلہ بنو تیم کے ہر ضرورتمند گھرانے برابر کافی خرچ دیا کرتے تھے کنواری اور جوان لڑکیوں کی شادیاں اپنے خرچ سے کرا دیتے تھے قرضداروں کا قرضہ خود ادا کر دیا کرتے یہ حالت تھی کہ تیس تیس ہزار درہم کا قرضہ آپ نے اپنی جیب سے ادا کیا ہے اس تمول پر خدا پرستی کا یہ عالم تھا کہ بعض اوقات پوری پوری راتیں عبادت میں گذار دیا کرتے تھے یہ سب کچھ رسول اللہ کے اتباع میں تھا اب جو دولتمند ہیں ان کا روپیہ زیادہ تر شہرت اور نمود پر خرچ ہوتا ہے پڑوس میں کوئی یتیم پڑا تڑپ رہا ہو محلہ میں بیوائیں فاقے کر رہی ہوں اقربا محتاجی و افلاس کے شکنجے میں گرفتار ہوں دروازہ پر کھڑا کوئی ضرورتمند کھڑا گڑ گڑا رہا ہے مگر اس کی طرف نگاہ اٹھا کر بھی نہ دیکھیں گے اسکولوں یتیم خانوں اور مختلف اداروں کو لاکھوں دیدیں گے کہ اس میں شہرت ہے رسول کریم اور صحابہ کے اتباع کے بجائے یورپ کا اتباع کیا جاتا ہے۔

عزت اسلاف کے مظاہر مسلمان عزت اور فضیلت میں ہی فائق تھے شہنشاہوں تک سے عزت کرا لیتے تھے چنانچہ مغفور چین اور راجگان سندھ سراندیب و ملیبار وغیرہ جہاں بھی مسلمان جاتے ان کی عزت کرتے اس لئے کہ ان کی اخلاقی حالت بہت بلند تھی اسلام کہتا ہے کہ سچا مومن کبھی بے عزت ہو کر نہیں رہ سکتا۔

اسلاف کرام کے فضائل عربوں میں جہالت عام اور ہمہ گیر تھی یہ حالت تھی کہ جیسے مدینہ اور بڑے بڑے شہر میں بعثت رسالت کے وقت صرف حرف شناسوں کی تعداد سترہ تھی اور شعر و سخن اور علم الانساب کے علاوہ یہ کچھ نہ جانتے تھے لیکن عہد رسالت ہی میں ان کے اندر وہ فضلا پیدا ہوگئے کہ دنیا انگشت بدندان رہ گئی یہی بادیہ نشینان عرب ارض عالم کے بہترین انسان بہترین سپہ سالار اور بہترین تاجر ثابت ہوئے جنہیں کبھی کسی منظم و با قاعدہ افواج سے مقابلہ میں کا اتفاق نہ پڑا تھا اس کے باوجود قیصر و کسریٰ کی افواج کے انہوں نے پرخچے اڑا کر رکھ دیئے انہیں کبھی حکومت کا اتفاق نہ ہوا تھا لیکن جب انہیں عرب، شام، مصر اور ایران کی حکومتیں ملیں تو اس لیاقت و تدبر کے ساتھ حکومت کی کہ چشم فلک کھلی کی کھلی رہ گئی اسلام نے ہر شعبہ علم میں ایسے فضلاء پیدا کئے جن کا ثانی آج تک مادر گیتی پیدا نہ کر سکی وہ جنہوں نے یورپ والوں کی استادی کا شرف حاصل کیا علامہ بیرونی جیسا محقق یورپ کب پیدا کر سکا ابن رشد ابن طفیل اور ابن ماجہ جیسے یگانۂ عصر فلاسفر حکما پر دنیا ناز کر رہی ہے شیخ بو علی سینا جیسا حاذق طبیب و مدبر کائنات انسانی کے لئے باعث فخر ہے فارابی جیسا موسیقی کا ماہر کا نمونہ تھا حضرت امام ابوحنیفہ امام شافعی امام غزالی اور امام رازی جیسے علامہ کس قوم میں پیدا ہوئے مولانا روم، محی الدین عبدالقادر جیلانی، معین الدین چشتی، حضرت بابا فرید جیسے ائمہ عرفان و طریقت کیسی قوم پیدا کر سکی۔

عہد اسلام اور ہنر ہنرمندی میں بھی کوئی قوم مسلمانوں کی مقابلہ نہیں کر سکتی تھی انہوں نے ہر شعبۂ حیات میں گوناگوں اختراعات و ایجادات کیں ایسی ایجادات جن پر آج بھی دنیا محو حیرت ہے قلعہ دہلی کے حمام میں ہر وقت پانی گرم رہتا تھا اس کا راز کسی طرح سمجھ میں نہ آتا تھا بڑے بڑے ماہرین فن آئے مگر کچھ سمجھ میں نہ آیا کھدائی پر ایک چراغ نکلا جس کی صرف جو تھائی بتی ڈھائی سو برس میں جلنے پائی تھی اور چوتھائی تیل خرچ ہوا تھا اندازہ لگایا گیا کہ اگر وہ چراغ اسی طرح جلتا رہتا تو ایک ہزار سال تک ہمہ وقت پانی گرم رہنے کو کافی تھا مزید حیرت افزا حیرت انگیز امر یہ تھا کہ اس چراغ کو جو کھدائی پر گل ہو گیا تھا ہر چند جلانے کی کوشش کی گئی مگر وہ کسی طرح روشن نہ ہو سکا اور نہ یہ معلوم کیا جا سکا کہ چراغ کی بتی اور روغن کن اجزا سے مرکب تھا۔

عہد اکبری میں ایک حوض کے اندر تہ آب ایک کمرہ ایک ایرانی حکیم نے تیار کیا تھا یہ کمرہ ایک عجیبہ روزگار چیز تھا اس عہد میں بھی اور آج بھی سامان حیرت ہے پانی میں غوطہ لگا کر اس کے اندر پہنچتے تھے اس کے اندر بکثرت پانی بہتا رہتا تھا مگر کمرہ کے اندر پانی کا ایک قطرہ بھی نہ پہنچتا تھا پھر کمرہ ہوادار بھی تھا روشن بھی تھا اس میں کافی گنجائش بھی تھی فرش فروش سے آراستہ تھا دس آدمی بیک وقت اس کے اندر بیٹھ اور لیٹ بھی سکتے تھے خود اکبر اس کے اندر گیا اور دیر تک بیٹھا اور باتیں کرتا رہا آج یہ باتیں افسانہ معلوم ہوتی ہیں اور اسے جادو کا کمرہ کہا جا سکتا ہے لیکن اس کے مفصل حالات علامہ ابوالفضل نے لکھے ہیں اور یہ افسانہ ہرگز نہیں ایک حقیقت ہے اور اس کے کھنڈرات اس وقت تک موجود ہیں۔

مانڈو میں شاہان مالوہ نے بڑی نازک اور شاندار عمارت تیار کرائی تھی ان میں ایک عمارت تھی جو اجڑی ہوئی حالت میں آج بھی عبرت روزگار بنی ہوئی کھڑی ہے اسے چاروں طرف سے گھوم کر جس طرف سے بھی دیکھ جائے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عمارت اسی طرف جھکی ہوئی ہے اور گرا ہی چاہتی ہے پھر اتنی مستحکم ہے کہ صدیاں گزر گئیں مگر حوادث روزگار اسے تباہ نہ کر سکے اور یہ اسی انداز عجیب میں کھڑی ہے گلبرگہ میں شاہان اسلام کے وقت کا ایک گنبد ہے جس میں اسلامی فن انجنیری کا یہ کمال نظر آتا ہے کہ ایک شخص بھی اس کے سامنے کے برآمدے میں قدم رکھ کر اندر آنے کا ارادہ کرے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک پوری کی پوری فوج قدم ملاتی ہوئی چلی آ رہی ہے بادی النظر میں یہ معمولی بات ہے مگر حقیقت میں کمالات علمی و فنی کا ایک زندہ نمونہ ہے موجد نے جس جگہ کچھ ایسا طریقہ اختیار کیا ہے کہ ایک آواز کروڑگنی آواز کی صورت اختیار کر لیتی ہے جیا افراد لاؤڈ اسپیکر کی ایجاد ہی کو تعجب کی نظر سے دیکھتے ہیں وہ اس پر غور کریں حقیقت یہ ہے کہ اسلامی عہد ختم ہو گیا ورنہ وہ ایک انقلاب عظیم پیدا کر جاتے۔

علامہ فارابی شاہی دربار میں پہنچتا ہے اور اپنے تھیلے سے چند لکڑی کے ٹکڑے جدا جدا نکال کر جوڑتا ہے اور پھر اسے بجاتا ہے تو اس کے اندر سے ایسی پر کیف آوازیں نکلتی ہیں کہ تمام دربار ایک دیوار قہقہہ بنجاتا ہے پھر ایک لمحہ کے اندر اس کے سب اجزا جدا کر کے دوسرے طریقہ پر جوڑتا اور بجاتا ہے تو اس کے اندر سے ایسی دردناک صدائیں نکلتی ہیں کہ تمام اہل دربار کی آنکھیں پرنم ہو جاتی ہیں اور سب رونے لگتے ہیں تیسری مرتبہ جدا کر کے جوڑ کرتا ہے اور بجاتا ہے تو اس کے نغمے سب پر وہ حالت طاری کر دیتے ہیں کہ سب کی آنکھیں بند ہو جاتی ہیں سب سو جاتے ہیں اور علامہ فارابی چپکے سے کھسک جاتے ہیں گراموفون کی ایجاد کے لئے پھر مشنری کی ضرورت ہے لیکن یہ کچھ بھی نہیں خود تیار کردہ تھی بہت مختصر اور بہت معمولی تھی بہ آسانی کھل بھی سکتی تھی اور جڑ بھی سکتی تھی سب کچھ بیک وقت وہیں ہو جاتا تھا اور موجد جس ڈھنگ سے جوڑتا تھا اسی قسم کی آوازیں پیدا ہو جاتی تھیں اور جس قسم کا اثر سامعین پر ڈالنا چاہتا تھا اسی قسم کا اثر مرتب ہوتا تھا۔

عہد ہارون رشید میں گھڑی بھی ایجاد ہو چکی تھی اور اس کا ایک نسخہ شارلمین شاہ فرانس کو بھی بھیجا گیا تھا یہ گھڑی بھی بڑی حیرت انگیز تھی اپنی سوئیوں سے وقت بتاتے گیا تھ اس میں گھنٹہ بھی بجتا تھا اور بالکل صحیح وقت دیتی تھی۔

پہلے انگریزی کا سسٹم رائج تھا اور اب بھی اسی کا رواج ہے اس میں چوتھے برس ایک دن کا اضافہ کرنا پڑتا تھا علامہ خیام نے اپنے کمال علم فلکی سے ایسا سال ایجاد کیا جس میں کہیں

مولوی ... ی

تاہم اگر ان بے چون وچرا اس کا کہنا مانیں تو بہت کچھ ہوسکتا ہے دہلی یا بمبئی کے زیادہ
پچیس ہزار گھروں کو لے لیا جائے اور ان پر ایک ایک آنہ روزانہ کی قومی ٹیکس لگا دیا جائے اور پھر
تمام شہروں میں مسلم گھروں پر صرف ایک دو سال کے لئے قومی ٹیکس عائد کر دیا جائے تو
بلا مبالغہ کہا جاسکتا ہے کہ لاکھوں روپیہ ماہوار بیت المال میں فراہم ہوسکتا ہے اور اس سے
لاکھوں اسلامی دوکانیں اور کارخانے قائم کئے جاسکتے ہیں ضرورت انصار کے جذبہ ایثار
اور مہاجرین کی قربانی کی ہے وہی نقشہ سامنے رکھا جائے اور ان تدابیر احتیاط کی پابندی
اور اطاعت سے کام لیا جائے تو چند سال کے اندر ہی اور مسلمانوں کا افلاس تمول سے
مبدل ہوسکتا ہے زکوٰۃ صدقات اوقاف اور عطیات بہت سے صیغے ایسے ہیں جن کو کثرت
سے روپیہ فراہم ہوسکتا ہے اور پھر مستقل آمدنی کی صورتیں پیدا ہوسکتی ہیں مگر مصیبت تو یہ ہے کہ
مسلمانوں کی نگاہیں یورپ کی طرف اٹھی ہوئی ہیں اتباع سنت کا جوش ان میں باقی نہیں رہا
ان کی نظریں جب اٹھتی ہیں یورپ و امریکہ کی طرف اٹھتی ہیں۔

عہد صدیقی و فاروقی کے عشرتکدے غرض یہ ہے کہ پیغمبرانہ تدابیر سے جو
روپیہ فراہم ہوتا رہا وہ غرباء کی پرورش ضرورتمندوں کی امداد معاش اسلامی تجارت کی ترقی
روزانہ کے مصارف میں لگتا رہا اور تمام مسلمان اس طرح اپنے قدموں پر کھڑے ہوگئے زمانہ ابتلا
کا منہ مسلمانوں کو عہد رسالت ہی میں حاصل ہوچکا تھا عہد صدیقی عہد فاروقی میں مسلمانو
وا اقبال کا آفتاب خط استوا پر چمکنے لگا اور مسلمانوں کو غنیمت بھی ... روم و ایران
کے خزانے وفائن کھنچکر مدینہ میں آگئے دنیا ان کی ٹھوکروں ... سے اٹھنے لگی اسلامی عشرت
کدے سادگی کے ساتھ آباد ہونے شروع ہوگئے یا تو افلاس کا وہ عالم تھا کہ مسلمانوں کو تین
تین دن کے فاقے ہوتے تھے یہ حالت رونما ہوئی کہ ہر شیر خوار عرب تک کے وظائف مقرر ہوگئے
ہر مسلمان عیش و فارغ البالی کی زندگی بسر کرنے لگا۔

عہد عثمانی کے عشرتکدے عہد عثمانی درحقیقت مسلم عیش و تمول کے انتہائی عروج
کا عہد تھا اس زمانہ میں عہد فاروقی کی سادگی بھی باقی نہ رہی مدینہ محلات کا شہر بن گیا ہر طرف
پرشکوہ اور خوبصورت عمارتیں ... محلات آسمانی فضاؤں میں اپنا سر اٹھائے نظر آنے لگے زرد
جواہرات کے انبار گھر گھر ہر شخص کے پاس نظر آنے لگے حضور کی پیشنگوئی ہر اعتبار سے پوری
ہوئی یہ حقیقت تھی کہ پورے شہر میں کوئی زکوٰۃ لینے والا ڈھونڈے نہیں ملتا تھا ایک شخص مٹھیوں
میں جواہرات لئے مستحق کو تلاش کرتا پھرتا تھا مگر کوئی پیدا نہ ہوتا تھا ایک عورت تنہا حیرہ سے
سفر کرکے مدینہ پہنچ جاتی تھی اور راہ میں خدا کے سوا کسی کا خوف نہ ہوتا تھا رہنے کے لئے محلات
چار چار حسین بیویاں زر و جواہر کی بھرمار کوئی عیش ایسا نہ تھا جو انھیں حاصل نہ ہو خدا نے اپنی
نعمتیں ان پر تمام کردی تھیں دین اور دنیا کی کوئی نعمت ایسی نہ تھی جو ان کو حاصل نہ ہو۔

ایک خدا ایک کتاب ایک کلمہ ایک نبی ایک امیر ایک قوم سب مسلمان نہ کوئی فرقہ نہ
کوئی ذات سب ایک خدا کے پرستار دن عیش میں گذرتا اور راتیں عبادات میں بسر ہوتیں
دن بھر کاروبار میں لگے ہوتے ہیں اہل و عیال دوست و احباب میں لطف اٹھا رہے ہیں
لاکھوں گھر میں بکھرے ہوئے ہیں پھر نماز کے لئے جو کھڑے ہوتے ہیں صبح کرکے اٹھتے ہیں
نہ دنیا کی کوئی فکر اور نہ عقبیٰ کا کوئی کھٹکا تعلیم کے لئے کوئی مدارس نہیں ایک قرآن ہے اسی
کو پڑھتے ہیں اسی پر عمل کرتے ہیں تمام فضا اور تمام اسلامی دنیا ایک قرآن ہی کی آواز سے
گونج رہی ہے

عہد اموی کے عشرتکدے عہد اموی خالص عربی عہد تھا اور اس دور کے عہد میں
خالص قرآنی تہذیب و تعلیم پوری اسلامی دنیا پر حاوی تھی اسلامی سادگی پوری شان کیساتھ
جلوہ گر تھی اس عہد تک پوری اسلامی دنیا ایک ہی امیر کے زیر اثر تھی جس کا مقابل پوری دنیا
میں کوئی نہ تھا ظاہر تور ... اور ہر ... ت اور ہر مذہب پر اسلام اور اہل اسلام غالب آچکے تھے
ہشام بن عبدالملک نے جس ... قت اتنے بڑے رقبہ ممالک پر حکمرانی کی کہ آجتک کسی کو
نصیب نہ ہوئی فرانس کے دریائے لائر سے لیکر ایک طرف ہندوستان کے دریائے ستلج اور
دوسری طرف حدود چین تک تنہا ایک ہشام کا طوطی بول رہا تھا اور سکہ چل رہا تھا فرانس اسپین
پرتگال مراکش ... اور تیونس طرابلس الغرب حبش مصر شام عراق عرب ایران ترکستان
خوارزم اور سندھ و پنجاب وغیرہ سب ہشام کے زیر علم تھے چین اور افریقہ پر سیادت قائم
تھی یورپ مسلمانوں کے نام سے تھرا رہا تھا اور جو ممالک باقی بھی رہ گئے تھے وہ صرف مسلمانوں
کے رحم پر زندہ تھے دمشق عروس البلاد بنا ہوا تھا اس کی جامع مسجد اس کے محلات اور عظمت
دمشق کی رعنائی و خوبصورتی اور تزئین و آرائش کی نظیر پوری دنیا میں نظر نہ آتی تھی مسلمانوں کے
قدم فاتحانہ اٹھ رہے تھے اور معمولی سے معمولی مسلمان کا گھر بھی عشرتکدہ بنا ہوا تھا

بغداد و اسپین کے عشرتکدے دوسری صدی ہجری میں اس عظیم الشان سلطنت
کے دو ٹکڑے ہوگئے اسپین الگ ہوگیا بغداد کے عباسی اور اسپین کے اموی جو شان دکھا
گئے وہ بس کرگئے جو عمارات تعمیر کیں کوئی قوم آجتک نہ کرسکی قرطبہ اور غرناطہ میں جو قصر مسلمانوں
نے تعمیر کئے جو عشرتکدے بنائے یورپ کا تمدن آجتک اسے رشک کی نظر سے دیکھ رہا ہے
مدینۃ الزہرا اور جامع قرطبہ جیسی فقید المثال حسین اور شاہانہ عمارتیں دنیا میں کوئی بھی نہ بنا
سکا قرطبہ و بغداد و غرناطہ کو دیکھکر جنت کے ٹکڑوں کا شبہ ہوتا تھا حقیقت بھی یہ ہے کہ دنیا
کبھی کوئی جنت تیار کرسکتی تھی یا تیار ہوسکتی تھی تو وہاں سے بہتر تیار نہیں ہوسکتی تھی لقرئی
منقش ستون زرد وزیدار سنگ جواہر پچی کاریاں طلائی کام خوبصورت محراب سنگ
مرمر کی تعمیر و نقاشی میں ثانی ہی نہ رکھتے تھے پورے قرطبہ و بغداد میں کوئی ایک گھر ایسا
نہ تھا جس کے ساتھ ایک پائیں باغ نہ ہو پورا کا پورا اسپین ایک پارہ فردوس بنا ہوا
اور ہر جگہ اسلامی عشرتکدہ بنا ہوا تھا۔

ترکی و غزنوی عشرتکدے تلک الایام نداولہا بین الناس اس کے
بعد بہت سی اسلامی فرمانروائیاں بنتی اور بگڑتی رہیں جن میں سے ہر ایک اپنی جگہ بہتر
اور بہترین حیثیت رکھتی تھی خوارزمی غزنوی غوری سامانی دیلمی فاطمی مملوکی قاچاری یہی نہیں بلکہ
سب اپنے اپنے عہد کے جمشید تھے خوارزمی اقبال بھی بہت درخشاں تھا پٹھانوں کی فرمانروائی
بھی بحیثیت ... رکھتی تھی پھر بھی بعد کے مسلمانوں میں جو اقتدار ترکوں اور مغلوں کو نصیب ہوا
نوعیت میں اپنی نظیر آپ تھا ترک سلطان اعظم کے عہد میں عراق اور یمن سے لیکر ...
میں مراکش اور یورپ میں یونان بلغاریہ رومانیہ یوگوسلاویا ہنگری پولینڈ یوکر...
اور کریمیا وغیرہ سب کے مالک تھے یورپ ان کے نام سے تھرا رہا تھا ہر جگہ انہی کے لئے
تھے اور انہیں کے عشرتکدے آباد نظر آتے تھے۔

مغل عشرتکدے مغلوں کی سطوت و جلاوت کے ساتھ ان کی نفاست و رعنائی
ہے کابل و قندھار سے لیکر ایک طرف آسام و چاٹگام اور دوسری طرف گجرات اور
تک انہوں نے فرمانروائی کی ان کا مذاق نہایت پاکیزہ تھا یہ سبزہ و آب کے بغیر زندگی بسر
کرسکتے تھے ان کے عہد میں ہندوستان میں جن برستا تھا عرب سے غریب آج
بہتر زندگی بسر کرتا تھا جو قصر قلعے روضے اور باغات تیار کرگئے وہ فردوس کا ایک تجلی
دہلی اور آگرہ کے لال قلعے شاہی مسجدیں مقبروں کی شان رعنائی آج بھی سیاحوں کی
ڈال رہی ہے حقیقت یہ ہے کہ جب تک مسلمان خدا و رسول کو نہ بھولے عیش و سرور کی زندگی
کرتے رہے جتنا عیش کیا تھا اس سے کہیں بڑھ کر آج انکی حالت ہے افلاس و عسرت نے ہر
ہر شخص سوگوار ہے ہر گھر ماتم بنا ہوا ہے یہ تمام انہی بداعمالیوں کے نتیجے ہیں۔

بیڑا تھا نہ جو بادِ مخالف سے خبردار

جو چلتی ہے اب چلتی خلاف اس کے ہوا ہے

مسلمانوں پر صلیبی یلغار حضور نبی کریم نے اسلام کی بنائیں خداپرستی و خداترسی کی ایسی پختہ اور محکم بنا پر اٹھائی تھیں اور عظیم و اخوت کے ایسے اصول مقرر کئے تھے کہ اگر مسلمان ان پر قائم رہتے تو قیامت تک ان کا بیڑا باد مخالف سے خبردار نہ ہوتا اور کم و بیش بارہ سال تک یہی حالت رہی اور دنیا کی الٹتی ہوئی آندھیاں مسلم بیڑے کو اپنی جگہ سے نہ ہلا سکیں صلیبی یلغاریں اتنی خوفناک تھیں کہ ایشیا و یورپ کی زمین دہل اٹھی تھی ایک سیلاب تھا جو یورپ سے برابر امنڈا چلا آتا تھا اپنی رو میں ہر چیز کو بہاتا ہوا ایشیا کی طرف چلا آرہا تھا! زمانہ انتہائی مذہبی تعصب کا زمانہ تھا عیسائی انتشار و پراگندگی کی زندگی بسر کر رہے تھے اور ان کے پیشوا و لیڈر مسلمانوں کے خلاف ازراہ تعصب و حسد برابر غلط فہمیاں پیدا کرتے رہتے تھے اگرچہ اسلامی ممالک میں انھیں ہر قسم کا عیش و آرام میسر تھا پھر بھی رگ تعصب پھڑکے بغیر نہ رہتی تھی اور وہ یہ دیکھ نہ سکتے تھے کہ بیت المقدس مسلمانوں کے قبضہ میں رہے۔

ایک سنکی راہب نے بیت المقدس کی زیارت سے یورپ واپس ہو کر غلط بیانیوں کا ایک طوفان کھڑا کر دیا کہ وہاں عیسائیوں پر زیادتیاں ہوتی ہیں غلامانہ و مظلومانہ زندگی بسر کر رہے ہیں کوئی عیسائی آزادی کے ساتھ زیارت نہیں کر سکتا مولد مسیح اور صلیب کی توہین کی جاتی ہے۔ تقریریں کچھ اس جوش و حمیت کے ساتھ کی گئیں کہ عیسائی دنیا میں جوش جہاد کی آندھیاں چلنے لگیں اس عہد میں اسلامی سلطنت تو قائم تھی لیکن وہ بیسیوں ٹکڑوں میں منقسم تھی اور کہیں کوئی مقتدر حکومت قائم نہ تھی اس سے عیسائیوں کا حوصلہ اور بڑھا عوام تو عوام بڑے بڑے امراء ڈیوک اور عیسائی فرمانروا تک کھڑے ہو گئے جن میں جرمنی فرانس انگلستان کے فرمانروا قابل ذکر ہیں پہلی یورش میں بیت المقدس فتح کر لیا گیا جس راستے سے عیسائی آئے آگ اور دھوئیں کے سوا کچھ نظر نہ آتا تھا تنہا ایک بیت المقدس کی مسجد میں ستر ہزار مسلمان قتل کئے گئے اور شہر میں وہ قتل عام ہوا کہ مسلمانوں کے خون کا دریا امنڈ کر عیسائی سپہ سالار کے گھوڑے کے سینے تک پہنچا۔

سلطان صلاح الدین کے کامیاب معرکے عیسائیوں کے منہ کو خون لگ چکا تھا وہ بیت المقدس پر قابض تھے مگر ان کی حرص ملک برابر بڑھتی جاتی تھی آخر سلطان صلاح الدین ایوبی نے ایک صدی بعد انکو اس سے فتح کر لیا عیسائیوں میں پھر ایک طوفان مخالفت شروع ہوا اس وقت سلطان مصر و شام کا فرمانروا تھا اگرچہ اس عہد کے اسلامی فرمانروا کچھ اثر و اقتدار رکھتے تھے مگر وہ دور تھے دوسرے انہوں نے چنداں پرواہ بھی نہ کی میدان میں تنہا ایک سلطان رہ گیا ادھر یورپ کے تین زبردست فرمانروا اور سینکڑوں ڈیوک ہزاروں امراء اور لاکھوں صلیبی مجاہدین جہاد کے لئے رخت کو تیار ہوئے اور یہ سیلاب اس قیامت خیزی کے ساتھ امنڈتا ہوا ایشیا کی طرف بڑھا کہ تھوڑی دیر کیلئے یہ معلوم ہونے لگا کہ کم از کم مغربی ایشیا اور شمالی افریقہ سے اسلام کا خاتمہ ہے چھ لاکھ صلیبیوں کی یلغار بڑی ہی قیامت آفریں تھی ادھر فلپ اور رچرڈ شیر دل تھے جن کی امداد کے لئے گویا یورپ کھڑا ہوا تھا اور جہاز پر جہاز صلیبیوں کے لدے چلے آرہے تھے ادھر تنہا سلطان جسے لاکھ صلیبی مجاہدین کے مقابلہ کے لئے کھڑا ہوا تھا اور کوئی ایک مسلم فرمانروا بھی اس کی پشتیبانی کو موجود نہ تھا دو برس کامل جنگ بڑی شدت کیساتھ ہوتی رہی

اور اسلام کے ایک فرزند جلیل نے جس کی حیثیت بلحاظ فرمانروا بہت معمولی تھی یورپ کے دانت کھٹے کر دیئے اور یورپ اور یورپ کے تمام بڑے بڑے فرمانرواؤں کو منہ کی کھانی پڑی یہ حالت تھی کہ آخر رچرڈ شیر دل بیت المقدس کی طرف رخ کر کے اور منہ پر رومال ڈال کر رو پڑا اور کہنے لگا کہ اے ارض قدس میں نے مجھے واپس لینے کی انتہائی کوشش کی لیکن میری قسمت میں یہ سعادت نہ تھی اب میں اس قابل بھی نہیں ہوں کہ تیری طرف نظر اٹھا کر بھی دیکھ سکوں یورپ کو آجتک یہ جنگ یاد ہے اور قیامت تک یاد رہے گی حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں میں جب کوئی مجاہد و خادم اسلام کھڑا ہو گیا ہے تو دنیا کی کوئی قوت مسلمانوں کے مقابلہ میں کھڑے ہونے کی جرأت نہ کر سکی ہے۔

یہ صلیبی سیلاب اتنا خوفناک اور لرزہ خیز تھا کہ سلطان صلاح الدین سد سکندری بنکر اس کے سامنے نہ کھڑا ہو جاتا تو مسلم اقتدار اور جان و مال کی خیر نہ تھی تمام ایشیا اور افریقہ کے مسلمان اپنے ہی خون کے دریا میں بہتے نظر آتے مگر خدا نے اسلامی بیڑے کو یورپ کی طرف سے اٹھی ہوئی باد مخالف سے بچا لیا۔

سلطنت خوارزم شاہی کا زوال اس کے بعد پھر مشرق کی طرف سے تاتاری آندھی اٹھی اس عہد میں بھی ہر طرف مسلم اقتدار چھایا ہوا تھا ایشیا میں ہر طرف مسلم حکمراں پھیلے ہوئے تھے افریقہ میں بھی اسلامی آفتاب جگمگا رہا تھا خوارزم شاہی خاندان کی سلطنت و عظمت کا ستارہ پوری تابانی کے ساتھ چمک رہا تھا سب کچھ تھا مگر مسلمانوں میں اخلاقی ابتذال شروع ہو چکا تھا نوبت تا اینجا رسید کہ اس نے خلیفہ اسلام سے معاندت مول لی شیخ الشیوخ حضرت شیخ الاسلام شیخ شہاب الدین سہروردی سمجھانے گئے تو ان کی بھی نہ سنی حضرت نجم الدین کبریٰ کے فرزند اکبر کو شہید کر دیا مردان خدا کی دعا کب خالی جا سکتی تھی خدا کو اپنے ایک ولی کی خاطر لاکھوں مسلمانوں کی بھی پرواہ نہیں ہوتی رنگ بدل گیا چھوٹے چھوٹے صغیر خاں سے لیکر بڑا چنگیز خاں کی طاقت اس وقت کوئی حقیقت نہ رکھتی تھی مگر مردان خدا کی دعائیں خالی جانے والی نہ تھیں غیر متوقع طور پر ہر میدان میں شکست کھا کر عظیم الشان سلطنت پارہ پارہ ہو گئی

سلطان جلال الدین کی شجاعت و ابتذال تاتاری پوری وحشت و بربریت کے ساتھ جلاتے کاٹتے مارتے آگے بڑھتے چلے گئے اور مسلمانوں پر مصائب و آلام کی بجلیاں تڑپنے لگیں محمد خوارزم شاہ کا بڑا لڑکا جلال الدین بڑا بہادر اور جانباز تھا وہ خوارزم سے بھاگا اور ایران پہنچکر اپنی منتشر قوت کو سنبھال کر جو مقابلے شروع کئے ہر میدان میں تاتاریوں کو شکست دی ایک وسیع سلطنت قائم کر لی وقت آگیا تھا کہ چنگیزیوں کو آخری شکست دیکر ان کے ملک میں یلغار کی جائے کہ اس کے دو جرنیلوں میں رقابت اس حد کو پہنچ گئی کہ عین وقت پر ایک جرنیل اپنی تیس ہزار فوج لیکر الگ ہو گیا اور اسلام کا بیڑا ڈوب گیا جلال الدین اس کی منت کرتا رہا مگر اس نے ایک نہ سنی چنگیز خاں کو پتہ لگ گیا حملہ کر دیا جس پر اسے بھاگ کر ہندوستان آنا پڑا اس کے بعد اس نے پھر اقتدار پیدا کر لیا مگر باپ کی طرح اس کا بھی دماغ بگڑ گیا حضرت ایک طلائیہ پر عاشق ہوئے جو وقت اسے ساتھ رکھتے وہ مر گیا تو بڑا اسراف ساتا عورتوں کی طرح رو دیا اس کی قبر پر خیمے لگوا دیئے وہیں نماز واقعا امراء کو سوگ اور ماتم کا حکم دیا آخر امراء بگڑ گئے اور اس کا خاتمہ کر دیا۔

تاتاری بربریت کے ہولناک مظاہر کچھ تاہم جلال الدین بہادر تھا اس کی بڑی ہیبت تھی اس کے بعد راہ صاف تھی تاتاریوں نے ہر طرف ایک قیامت برپا کردی مرو بخارا ہرات نیشاپور غزنین تہران اور رطبان وغیرہ میں لاکھوں مسلمان قتل کر ڈالے بڑے بڑے خاندانوں کے چراغ گل ہو گئے جدھر سے گذر گئے آگ اور دھوئیں کے سوا کچھ نہ چھوڑتے ہلاکو کی ہیبت سے سارا ایشیا لرز نے لگا سب کچھ تھا پھر بھی بغداد کی بڑی عظمت تھی ہمت نہ پڑتی تھی یہاں بغداد کا شیعہ وزیر ابن علقمی مل گیا اس نے خود دعوت دی خوف دور کیا خلیفہ سے فوج علیحدہ کرادی اور اسے بغداد پر چڑھائی کے لئے مجبور کر دیا دس لاکھ افراد یہاں بھی قتل ہوئے دجلہ کا پانی سرخ ہو گیا خلیفہ معتصم کو شہید کر دیا خلافت عباسیہ کا چراغ گل ہو گیا اس کے بعد تاتاریوں کی دہشت نہ صرف ایشیا بلکہ یورپ اور افریقہ تک برطاری ہو گئی اور مشرق میں ہندوستان شمال میں سائبیریا اور مغرب میں عراق و شام اور مصر تک اور یورپ میں ملغاریہ اور پولینڈ تک دھاوے مارنے لگے۔

کوئی ان کا مقابلہ کرنے والا نہ تھا آخر مصر کے ملک اور ہندوستان کے غلام خاندان ہمت کرکے ان کے مقابلہ پر کھڑے ہو گئے اور انہوں نے تاتاریوں کو ایسی تباہ کن شکستیں دیں کہ وہ پھر ادھر رخ نہ کر سکے اور اس سے مصر اور ہندوستان تباہی سے بچ گئے تاہم ایشیا میں ان کا طوطی بول رہا تھا ہر طرف دہشت پھیلی ہوئی تھی وحشت و بربریت میں کوئی ان کا ثانی نہ تھا چین سے لیکر شام تک اور پولینڈ سے لیکر بحر اسود تک انہوں نے بڑے بڑے آباد شہروں کو کھنڈروں میں تبدیل کرکے رکھ دیا تمام اسلامی سلطنتوں کے چراغ گل کر دیئے ایک کروڑ سے زیادہ مسلمان قتل ہوئے ان وحشیوں کو قتل و غارت کے سوا اور کوئی کام ہی نہ تھا کسی پر رحم کرنا جانتے ہی نہ تھے پورے ایشیا پر اقتدار قائم ہو چکا تھا مسلمانوں کو یہ اندیشہ تھا کہ خدا جانے کس وقت ان کی طرف سے تبدیل مذہب کا مطالبہ ہو لیکن خدا نے ایک نیا ذریعہ نکال دیا اور خود ان کے اندر اسلام پھیلنا شروع ہو گیا

ان کے بڑے بڑے سرکردہ فرمانروا اسلام لے آئے اور ایشیا میں پھر اسلام کا ڈنکا بجنے لگا اور انہوں نے بڑے بڑے خادم اسلام حکمران اور فرمانروا پیدا کئے صلیبی حملہ آور جس بات کو نہ کر سکے وہ تاتاری آندھیاں انھیں مٹا سکیں۔

سماجی سیلاب حوادث اٹھارہویں صدی میں کچھ ہندو رہنماؤں کی طرف سے مسلمانوں کی پامالی کی سعی شروع ہوئی انہوں نے سماجی تحریک اسی مقصد سے شروع کی تھی اس تحریک سے پیشتر ہندوستان میں ہندو اور مسلمان پورے اتحاد و اتفاق کی زندگی بسر کر رہے تھے ان میں تعصب کا نام بھی نہ تھا باہمی تعلقات نہایت خوشگوار تھے صدیوں کی تاریخ میں ان کے اندر کبھی قومی و فرقہ وارانہ فساد کا کوئی پتہ نہ لگتا تھا لیکن جب سوامی دیانند جی مہاراج نے نمودار ہو کر سماجی تحریک پورے زور و شور کے ساتھ شروع کی جس کی بنیاد ہی مذہبی تعصبات پر رکھی گئی تھی تقریریں کی گئیں گر دکل قائم کئے گئے سماجی اخبارات نے اسلام اور اسلامی آئین پر زور شور کے ساتھ مخالفانہ خامہ فرسائی کی اور اندرونی طور پر ہندو اکثریت سے فائدہ اٹھانے کیلئے مسلمانوں کی اراضی پر قبضہ کر لے انھیں عہدوں اور ملازمتوں سے بیدخل کرنے اور اپنے میں جذب کر لینے کی ساعی شد و مد کے ساتھ شروع ہوئیں جوں جوں گرو کلوں اور اسکولوں سے طلباء نکل کر میدان میں آتے گئے تعصب بڑھتا چلا گیا ہندو تبلیغی مذہب نہ تھا اسی مقصد سے تبلیغ شروع کی گئی شدھی شروع ہوئی۔

دوسری طرف ہندو ریاستوں میں اسلامی تبلیغ اور ذبیحہ بقر ممنوع کرائی گئی قربانی باجہ نوازی پر فسادات کا سلسلہ شروع تھا مسجد و مندر کے جھگڑے میں مسلم آراضی جائداد اور مکانوں کا خاتمہ کیا گیا انگریزوں سے مل کر اعلیٰ دفاتر قبضہ کرکے عہدوں سے مسلمانوں کو علیحدہ رکھا گیا ملکی حکومت میں اجارہ داری قائم کی گئی لکھنؤ میں مسلمانوں کو دھوکہ دیکر تمام صوبجاتی کونسلوں میں مسلمانوں کو ثلث میں رکھا گیا انتخاب مخلوط میں مسلمانوں کو کہیں منتخب ہونے کا موقع نہ دیا گیا۔ ۱۹۲۱ء میں اتفاق سے ہندو مسلم یکجہتی کی صورتیں پیدا ہو گئی تھیں اسے ساہوکار اور مہاسبھائیوں نے نہایت حکمت سے ناکام بنا کر ہندوؤں کی توجہ دوسری طرف مبذول کرنے کے لئے شدھی اور سنگھٹن کی شرانگیز تحریکیں شروع کر دیں اور ملک بھر میں فسادات برپا کرائے گئے اور یہ کوشش کی گئی کہ مسلمانوں کی دلیری کا رعب ہندوؤں کے دلوں سے دور کیا جائے اور دوسری طرف مسلمانوں کو اپنی تنظیم و دولت سے سزائیں دلوا کر دہشت زدہ اور مرعوب کیا جائے۔

اب ملک بھر میں اکھاڑے قائم کئے گئے اور مسلمانوں کو اپنے اندر جذب کرنے کے لئے "قومیت متحدہ ہند" کا ڈھونگ کھڑا کر دیا گیا مقصد یہ تھا کہ اس طرح ہندو اکثریت تمام اختیارات حاصل کرکے ملک کی حکمران بن جائے ایک طرف اردو کو مسخ کرایا جا رہا تھا تاکہ بیت وغیرہ کے عذر پر مسلمانوں کو دفاتر سے الگ کرایا جا رہا تھا ہندوؤں کو لڑنے کے فن سکھائے جا رہے تھے اور دوسری طرف ان ساعی کا سلسلہ جاری تھا کانگریسی وزارتوں کے زمانہ میں مقاصد خود عیاں ہو گئے اور آخر میں ہندو مسلم اتحاد کی ضرورت ہی سے انکار کر دیا گیا اگر یہ حالات قائم رہتے اور مسٹر محمد علی جناح میدان میں نہ اترتے اور مسلم لیگ قیادت میں ہوشیار ہو کر پاکستان پر نہ اترتے تو فی الحقیقت ہندوستان سے مسلمانوں کا خاتمہ تھا ہندو حکومت میں جینا مشکل ہو جاتا مگر خدا نے اپنا فضل کیا اور مسلمانوں میں ایک عالمگیر بیداری پیدا ہو گئی۔

کمال آتاترک کی ناخدائی ترکی کو بھی "مرد بیمار" بنا کر یورپ نے ختم ہی کر کے رکھ کا تہیہ کر لیا تھا اور صدیوں کی مساعی کے بارآور ہونے کا وقت آگیا تھا کہ خدا نے عین وقت پر کمال آتاترک کو کھڑا کر دیا اور ترکی دوبارہ زندہ ہو گیا۔

اہالی اسپین و سسلی کی سزا اسپین و سسلی ضرور مستثنیٰ رہے اس لئے کہ یہاں مسلمان آخر وقت تک باہمی جنگ و پیکار میں مصروف رہے اور انہوں نے اپنی حالت بدلنے اور متنبہ ہونے کی کوئی سعی نہ کی اس لئے انہیں سزا ملنی ضروری تھی۔

مسلم خواب کی کروٹیں اس وقت مسلمانوں پر جو ہمہ گیر جمود طاری ہے وہ خود اپنی غفلتوں کا ثمرہ ہے جہاں جہاں مسلمان بیدار ہو گئے ہیں وہاں انکی حالت سنبھلتی جا رہی ہے اور جہاں وہ خواب خرگوش میں مبتلا رہے وہاں تباہ ہیں۔

مسلم بیڑے کے کارنامے کسی زمانہ میں مسلم بیڑے نے بھی وہ ترقی کی تھی کہ دنیا انگشت بدندان رہ گئی تھی امیر معاویہ نے عہد عثمانی میں اسلامی بیڑہ تیار کیا اور بہت جلد اسے ترقی حاصل ہو گئی کہ رومی بیڑے کو اس نے تباہ کن شکست دیکر بحر روم سے خارج کر دیا اموی عہد میں ہر جگہ اسلامی بیڑہ ہی نظر آتا تھا اور دنیا کے سمندروں میں اسلامی جھنڈے گشت لگاتے آتے تھے ایک طرف جزائر شرق الہند جاپان اور چین تک اور دوسری طرف انگلستان اور ہالینڈ تک جہاز پہنچتے سلیمان اعظم کے وقت میں ترکی بیڑے کی وہ اک بیٹھی ہوئی تھی اس کے امیر البحر نے تمام یورپ کا ناک میں دم کر رکھا تھا اورنگ زیب کے زمانہ میں ہندوستانی بیڑہ بھی بہت مضبوط تھا اسلامی ہندوستان کا مال لیکر افریقہ کے گرد گھومتے ہوئے فرانس اور انگلستان تک پہنچتے تھے تجارت بحری مسلمانوں ہی کے عہد میں تھی کوئی قوم اس سلسلہ میں مسلمانوں کا مقابلہ نہ کر سکتی بلا مخالفت جنبش نہ دیکھی تھی مگر افسوس گذشتہ دو صدیوں میں مسلمانوں کی حالت ابتر ہو گئی پرتگیزی فرانسیسی اور انگریزی بیڑوں نے مسلم جہاز رانی کا خاتمہ کر دیا غرق کر دیا گیا آج جو ہو رہی ہے وہ خدا ہی کو معلوم ہے

کام لے رہے ہیں اور عیش ہے تو شکر کر رہے ہیں اجازت ہے کہ خوب محنت کرو خوب کماؤ کھاؤ پیو اور عیش کرو مگر کوئی ناروا اور ظالمانہ قدم نہ اٹھاؤ خدا سے ڈرتے رہو اور اُسے نہ بھولو۔

جب تک مسلمان علم و عمل پر کاربند رہے اور ایمان مضبوط رہا خدا کی رحمتیں ان کے ساتھ رہیں اور اُس نے انہیں نہایت پاکیزہ اعلیٰ اور سربلند زندگی بسر کرنے کے قابل بنائے رکھا دنیا میں بھی ہر قسم کی راحتیں انھیں میسر رہیں عیش و عزت سے گذاری اور یہ آیندہ زندگی میں بھی وہ یقیناً انشاء کامیاب ہوں گے لیکن جب وہ خدا کے بتائے ہوئے راستے سے اعراض کر کے دنیا میں مشغول ہو گئے اور خدا کو بھول گئے تو اس نے ان پر دنیا تنگ کر دی وہ ذلت، افلاس میں مبتلا ہو گئے اور غلامی کا طوق ان کے گلے میں پڑ گیا جہاں اسلاف اپنے ایمان و عمل کی بدولت دنیا میں عیش کے ساتھ آقائی کر گئے وہاں ہم ننگ، اسلاف خدا کو بھول کر ہر قسم کی رسوائیوں میں مبتلا ہوں اور مصیبتوں کا شکار ہو گئے اس نے ہم پر دنیا تنگ کر دی۔ سزا تو آج دنیا میں مل رہی ہے آیندہ زندگی میں جو ہونے والا ہے وہ ظاہر ہے خدا مسلمانوں پر رحم کرے۔

مسلم بے احساسی کے المناک منظاہر اس زمانہ میں مسلمانوں کے اندر اپنی تہذیب باقی نہیں رہی ان کے روزمرہ سے اسلام نکل گیا ان کے اخلاق ان کے اطوار ان کے آئین ان کے رسم و رواج ان کی معاشرت اور ان کی تقاریب کسی بات میں بھی خاص اسلامی رنگ باقی نہیں رہا ہندوستان پہنچ کر اپنی زبان بھی بھول بیٹھے نہ بڑوں میں شفقت ہے نہ چھوٹوں میں اطاعت ہے اور عبادات کی طرف سے بھی علم غفلت ہے مساجد ویران پڑی ہوئی ہیں قرآن زینت طاق بنے ہوئے ہیں زبانیں صاف نہیں رہیں وہ دل رہا نہ وہ نیتیں باقی ہیں حرام و حلال کی بھی تمیز باقی نہیں پراگندہ اور منتشر زندگی بسر کرتے ہیں کبھی تو یہ اتفاق و باہمی ہمدردی میں مسلمان مشہور تھے اشداء علی الکفار رحماء بینہم ان کی شان تھی خود پیاسے مر جاتے تھے مگر دوسروں کی تشنگی دور کرتے تھے دشمنوں کے ساتھ لطف و کرم سے پیش آتے تھے بدی کے بدلے میں نیکی کرتے تھے۔

مگر اب سب سے زیادہ پراگندہ اور منتشر سب سے زیادہ باہمی عناد، مخاصمت میں منہمک اور سب سے زیادہ بے پرواہ قوم یہی ہے نہ اس کے پاس بیدار حس در تیز منشی ہے کہ گھوڑے کے منہ طمانچہ مار دیا ہے تو ہنہنا اٹھا ہے دم پکڑ لی ہے تو اپنی جگہ سے جنبش نہیں کر سکتا۔ کوئی قوم صحت وری میں اس کے ہم سر نہ تھی مگر اب اس صحت و توانائی کا نام نہیں دل کمزور جسم کمزور دست و بازو کمزور علوم و فنون میں یکتائے روزگار تھے مگر آج ان میں نہ وہ شوق ہے اور نہ وہ دماغ ہے امتحانوں میں فیل ہونے والوں میں زیادہ تعداد انہی کی ہوتی ہے اب رازی خیام ابن سینا ابن رشد اور فارابی کی پیدا ہونا ان میں بند ہو گیا ہنر مندی میں اپنی نظیر نہ رکھتے تھے لیکن اب سب سے زیادہ بے ہنر انہیں میں ملتے ہیں کبھی بحر و بر میں انہی کی تجارت پھیلی ہوئی تھی مسلمان حیرت سے کہا کرتے تھے مسلم کو یتیم وہ مسلمان ہے اور تجارت نہیں کرتا اس لئے کہ حضور نبی کریم نے مسلمانوں کو تجارت کی ترغیب بڑی شد و مد کے ساتھ دی تھی لیکن آج مسلمانوں کو تجارت سے تنفر اور بیگانگی ہے کہیں خال خال مسلمان تاجر نظر آتے ہیں جس کی وجہ سے ان کی قومی ساکھ بگڑ گئی ہے دیانت و امانت میں مسلمانوں کا جواب نہ تھا مگر اب یہ جوہر بھی ان میں باقی نہیں رہا کبھی مسلمان شرافت گفتار و عمل میں یگانۂ روزگار تھے اور جہاں پہنچتے تھے اپنی عزت کرالیتے تھے۔

مسلم نام کی بڑائی غرض مسلمانوں کے اندر کوئی بڑائی اور کوئی خوبی اور کوئی دلکشی باقی نہیں رہی پھر بھی نام ضرور بڑا ہے اور کوئی قوم افلاس صحت و عمل اور بے مائگی علم میں اتنی ممتاز ہوتی تو اس کا نام کبھی کا صفحۂ دہر سے مٹ گیا ہوتا اور آثار عالم سے چیر پھاڑ کر رکھ دیتے دیکھئے زردشتیوں کے اندر کیانی اور ساسانی سطوت کا کیا عالم تھا مگر آج دنیا میں کتنے پارسی نظر آتے ہیں قبطی وہ قوم تھے جن کے اندر فراعنہ پیدا ہوئے اور دنیا میں کوس لمن الملک بجا گئے مگر آج ان کا شمار انگلیوں پر کیا جاتا ہے یہودیوں کی عمر سلطنت ہزار سال سے کم نہ تھی مگر اس کے باوجود آج وہ اس فلک نیلگوں کے زیر سایہ ایک کر ذرہ تو نہیں یونانیوں بلغاریوں اور رومیوں کا بھی حال رہا ہے اگر اس کلیہ میں کوئی استثناء ہے تو مسلمانوں کا ہے۔ ان کی سلطنت نے بھی عمر زیادہ پائی اور زوال حکومت ہی نہیں ہر قسم کی مالی اور اقتصادی پستیوں کے باوجود کوئی انہیں مٹا نہیں سکا صلیبی یہ ایک ارمان لئے ہوئے دنیا سے رخصت ہو گئے یورپ کے دل کی دل ہی میں رہ گئی ہندو بھی تنادل کے گوشوں میں لے مسلمانوں کی بیداری اور پاکستان کی مقبولیت کو حسرت وانذوہ کی نظر سے دیکھ رہے ہیں تاتاری آئے تباہ کرنے اٹھے تھے مگر انھیں میں جذب ہو کر رہ گئے اتنے عروج وہ اقتدار کے باوجود یورپ یان اسلامزم کے تصور سے برابر لرزہ براندام چلا آتا ہے ہندو اپنی کثرت تعداد و علمی مالی اقتصادی اور تنظیمی برتری و عظمت کے باوجود اتحاد مسلمین سے خوفزدہ ہیں ذرا انس لے اور بیتا لے روس نے سب مسلمانوں کو ترچھی نظر سے دیکھا مگر کوئی ان کا کچھ نہ بگاڑ سکا ترکی کو شے افغانستان کو نگل جانے اور قبائے ایران کو پارہ پارہ کر کے رکھ دینے کی صد ہا کوششیں ہوئیں مگر دلی ان کا بال بیکا نہ کر سکا کیوں؟ محض اسلئے کہ اس قوم کا نام بڑا ہے اس کی سنت بہت بڑی ہے اس کا رسول بڑا ہے اسکی کتاب بڑی ہے اس کی تعلیم بڑی ہے دنیا جانتی ہے کہ مسلمان ابھی کے بے خبر ہیں جب بھی انہوں نے مڑ کر دیکھا اپنی کتاب پر عمل شروع کیا خدا کے بندے میدان میں اتر آئے کھڑے ہو گئے تو پھر کوئی ان کا مقابلہ نہ کر سکیگا آقائی انہیں کی رہیگی ہاں ایسا ہو چکا ہے اور پھر یہ اٹھے اور مرکز زندہ ہوئے ہیں۔

(بقیہ سلسلہ صفحہ ۴) بدتر ہو چکی ہے اور اسلئے ہو چکی ہے کہ مسلمانوں نے اپنی راہ چھوڑ دی اسلام کے چشمہ صافی کو گدلا کر دیا ہر مذہب و قوم کی رسوم اس میں شامل ہوتی چلی گئیں اور سادہ داستان دین تکلفات کا ایک گورکھ دھندا بنکر رہ گیا اور یہ نوبت پہنچ گئی کہ اس کی سادگی بشش کا آئینہ زنگ آلود ہو کر رہ گیا اسلام کا قانون ازدواج نہایت مکمل و شاندار قانون تھا جو سادگیوں کا ایک دلفریب پیکر تھا مگر اس میں ایسی ترامیم و حواشی اضافہ کر دیئے گئے کہ اس کی تمام دلکشی غارت ہو کر رہ گئی اور زن و شو کے اختلافات شر و فتن کی صورت اختیار کر گئے۔ صلہ رحمی کا اصول مسلمان بھول بیٹھے کاروباری مشاغل ترک کر دیئے جس کی وجہ سے خاندانی نفاق کی بنائیں استوار ہو گئیں اب تو دنیا ہی بدل گئی قوم میں جنگ خاندان میں جنگ گھر میں جنگ بھائیوں میں جنگ میاں بیوی میں جنگ ایک دوسرے کی تحقیر پہ تیار ایک دوسرے کی عزت کا دشمن دلوں میں کدورتیں سینوں میں عناد کی آگ کے شعلے بلند زبانیں گندہ نیتیں بگڑی ہوئی تمام نے عمل سست بات بات پر جھگڑے طبائع میں اشتعال جذبات بے قابو پوری قوم کی حالت خراب ہے غیروں میں دشمنی کے اندر بھی محبت کا رنگ غالب رہتا ہے اور یہاں دوستی بھی خطرات سے خالی نہیں رہی ایسی حالت ہو چکی ہے کہ فی الحقیقت اب اس دین کی نگہبان اگر ہے تو خدا ہے اگر خدا کی مشیت کارفرما نہ ہوتی تو یہ دین جس کے دشمن زمین آسمان میں ہیں کبھی کا تباہ ہو کر رہ گیا ہوتا۔

ڈر ہے کہیں یہ نام بھی مٹ جائے نہ آخر

مدت سے اسے دورِ زماں میٹ رہا ہے

غازیانِ ترکی کی بیداری صد ہزار بستیوں رسوائیوں بربادیوں اور مالی تباہیوں کے باوجود بھی اگرچہ مسلمانوں کی دھاک بیٹھی ہوئی ہے یورپ ان کے اتحاد سے ہراسیمہ اور ہندو ان کے اتحاد سے خائف ہوتے ہیں ابھی ان کی سعادات ان کی شکوہ حکمرانی ان کی صولت دیرینہ ان کی خدا پرستی اور ان کے جوش مذہبی کا سکہ دلوں پر قائم ہے ابھی لوگوں کو ان کے سنبھل جانے اور اٹھ کھڑے ہونے کا اندیشہ ہے وہ دیکھ چکے ہیں کہ ترکی جس کی حدود حکومت یورپ کے جگر میں پیوست تھیں دوسری طرف وہ افریقہ کی روح پر تابض تھے تیسری طرف سمندروں میں ان کا اسلامی بیڑہ جنوا وینس اور پرتگیزی بیڑوں کو تباہ کرتا پھرتا تھا وہ بار ہا یورپ کی مجموعی طاقتوں کو خاک میں ملا چکا ہے اس عظمت و جبروت کے باوجود یورپ والوں نے ان کے جسم حکومت کا یکے بعد دیگرے ایک ایک عضو کاٹ کر بے دست و پا کیا اور ہر بار پوری یورپین اجتماعی قوت سے کام لیا گیا یہاں تک کہ ترکی یورپ کا مرد بیمار بن گیا اور سیاسی محفلوں میں اس کی موت کا انتظار ہونے لگا۔ آخر قسطنطنیہ پر قبضہ کر کے اس کا گلا بھی دبا لیا ہر طرف مسرت کی برقی لہریں دوڑنے لگیں کہ اب ترکی چند لمحے کا مہمان ہے۔

لیکن عین وقت پر گیارھویں گھنٹہ میں رسول کریم کا فدائی خدا کا سچا بندہ اور اسلام کا مجاہد کمال آتاترک سر پر کفن باندھ کر اپنے چار سو رفقاء کو لئے ہوئے نکلا اور راتوں رات ساحل ایشیا پر اتر گیا یورپ تلملا اٹھا اسے ترکی کی جان لینی مقصود تھی اس کی ساری مشنری حرکت میں آگئی ہر طرف ہلچل مچ گئی اسے ڈاکو قرار دیا گیا اس کے لئے سزائے موت کا فرمان صادر کرایا گیا جب کوئی تدبیر کام نہ آئی کوئی پیش نہ گئی اور اس کی قوت بڑھتی دیکھی انقرہ میں باقاعدہ ایک نئی حکومت قائم ہوگئی تو یونان کو میدان میں لا کھڑا کیا یورپ کی طرف سے آسے ہر قسم کی مالی و مادی امداد بڑے جوش اور بڑی شدت کے ساتھ دی گئی لیکن جب ترکوں کی قلیل فوج نے اسکاریہ کے میدان میں تین لاکھ یونانی فوج کو خاک و خون میں تڑپا دیا تو آنکھیں کھلیں اور ہمتیں پست ہو کر رہ گئیں پھر بھی اپنی ریشہ دوانیوں سے باز نہ آئے لیکن ترک برابر ترقی ہی کرتے چلے گئے اور یورپ کا مرد بیمار غیر متوقع طور پر توانا ہو کر نہ صرف یورپ بلکہ دنیا والوں کے لئے ایک سوالیہ حیرت بنکر رہ گیا۔

غازیانِ افغانستان کی بیداری افغانستان کی حالت بھی بہت خراب تھی وہ بہت پسماندہ تھا مگر افغانوں کی جرأت و جلادت کا یہ عالم تھا کہ ہندوستان سے جو فوج مقابلہ کے لئے گئی ہے اس میں سے صرف ایک شخص کابل کی تباہی کا پتہ دینے کے لئے باقی بچکر ہندوستان پہنچ سکا تھا مدت تک اس کے تاجر انگریزوں کے پنشن خوار بنے رہے اور کوئی قابل ذکر ترقی نہ کر سکے آخر وہ آزاد ہوئے اور ترقی کے میدان میں انہوں نے گرم جولانیاں شروع کر دیں امیر امان اللہ خاں کا وہ اعزاز یورپ میں ہوا جو شہنشاہوں کا ہوتا ہے مگر یورپ برابر اس ترقی افغانستان کو برابر تشویش کی نظر سے دیکھ رہا تھا اور موقعہ کا منتظر تھا آخر موقع ہاتھ لگ گیا اور دوسرے ہی سال امیر امان اللہ خاں کو بھاگ کر اٹلی میں پناہ لینی پڑی یورپ خوش تھا کہ افغانستان کا قصہ ختم ہوا مگر اللہ نے غازی نادر خاں کو کھڑا کر دیا جس نے بغاوت کے دوران میں اجڑے ہوئے کھنڈروں پر ترقی افغانستان کی بنائیں استوار کیں تن تنہا ایک تلوار لیکر دشمنوں میں گھسے اور کامیاب ہوئے ان کی اچانک شہادت سے دشمنوں کو کچھ امید ہوئی تھی لیکن ملت افغانیہ کو اس سے کوئی ضرر نہ پہنچا اور محکوم و منتشر افغانستان آج پوری صولت کے ساتھ میدان میں کھڑا ہے اور برابر ترقی کر رہا ہے۔

غازیانِ ایران کی بیداری ایران کا آفتاب اقبال بھی کبھی نصف النہار پر چمک رہا تھا سامانی سلجوقی غزنوی اور قاچاری فرمانروائیاں بڑے دبدبہ کے ساتھ یہاں قائم ہو چکی تھیں مگر یورپ اپنے جوش ترقی میں ایران کو اپنی جگہ کھڑا نہ دیکھ سکتا تھا اس کے خلاف برابر سازشوں کا سلسلہ جاری تھا بڑے بڑے مظالم روس کی طرف سے ہوتے رہے مشہد مقدس پر گولہ باری ہوئی مسلم علماء کو عین عاشورہ کے دن پھانسیاں دی گئیں اسے زیر سایہ لے لیا گیا آخر روس و برطانیہ میں اس کی تقسیم عمل میں آگئی لیکن خدا نے رضا شاہ کو کھڑا کر دیا جس نے ایرانی حالت سے بلند ہو کر نہ صرف یہ کہ ایران کو آزاد کرا لیا بلکہ اپنی بے مثال تنظیمی قوت سے کام لیکر تمام ایرانیوں کو متحد بنا کر ترقی کی راہ پر لگا دیا اور ایک قلیل و مختصر مدت ہی میں ایران ہر اعتبار سے اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کے قابل بن گیا اور اس کے اندر عظیم طاقت پیدا ہو گئی موجودہ جنگ میں ایران کو نقصان پہنچ گیا رضا شاہ کو جلاوطن ہونا پڑا لیکن ایرانی بیدار ہو چکے ہیں اور جو خلفشار برپا ہوا ہے وہ عارضی ہے جنگ کے بعد ایران پھر ایران بنکر کھڑا ہوگا اور اس وقت دنیا کی کوئی قوت اسے نقصان پہنچانے کی جرأت نہ کر سکیگی۔

قومی زندگی اور یورپ اہل دنیا کے سامنے یہ مثالیں بھی موجود ہیں وہ مسلمانوں کی نشاۃ ثانیہ کے مظاہر دیکھ چکی ہے مگر ہر یہ بات ہے کہ اس بھری دنیا میں قومی ترقی کے معنے یہی ہیں کہ پوری قوم بحیثیت مجموعی ترقی کرے یہ ترقی ترقی نہیں کہ ایک گوشہ روشن ہے اور دس گوشوں میں تاریکی پھیلی ہوئی ہے اس سے قوم کی سبکی ہوتی ہے اور اس طرح بڑوں کا رعب بھی زائل ہو کر رہتا ہے یورپ اسی راز کو سمجھکر ایک چھوٹی سی چھوٹی قوت کی حمایت میں سرگرم رہا اس نے کبھی ترکی کو روس پر حاوی ہونے دیا اور نہ یونان کو دولت کے بعد بلغاریہ سرویہ اور رومانیہ پر اس کی فتحمندی کو برا آور ہونے دیا یورپ سمجھتا تھا کہ کسی غیر قوم کے ہاتھ سے ایک یورپین طاقت کا شکست کھانا پورے یورپ کے لئے ذلت خیز ہے اسی لئے ایک یورپین طاقت ہی نہیں بلکہ ایک یورپین فرد کو دنیا کے کسی حصہ میں کوئی نقصان یا ضرر پہنچتا تھا تو پورا یورپ تلملا اٹھتا تھا چین میں صرف چند انگریزوں پر حملہ ہوا تو تمام یورپین طاقتیں اپنے جہاز لیکر چین کو سزا دینے کے لئے پہنچ گئیں ایران میں ایک یورپین ہلاک ہوا ہیجان برپا ہوگیا اور لنڈن ٹائمز نے لکھا کہ یورپین خون کے ایک قطرہ کی قیمت بھی کل ایران نہیں بہ اعتبار قوموں کا یہی عالم ہوا کرتا ہے۔

آرمینیا کے مفروضہ مظالم پر پورا یورپین سمندر جس طرح جوش مارتا رہا ہے وہ بھی ہماری یاد ہی کا قصہ ہے یہ یورپین ہمدردی زبان زد عالم رہی ہے۔

ہندوؤں کی قومی ہمدردی ہندو ہماری طرح محکوم ہیں لیکن ان کی بھی یہی حالت ہے وہ سنتے ہیں کہ کہیں کسی ہندو کسی دور دراز گوشہ ہند میں بھی

نقصان پہنچتا ہے تو پوری ہندو قوم بے قرار ہو جاتی ہے جنوبی افریقہ کے ہندوؤں پر زیادتی کی خبر نے تمام ہندوستان میں ایک ہیجان عظیم پیدا کر دیا تھا افغانستان میں چند ہندوؤں پر مفروضہ مظالم کی خبر پر بھی یہی صورت دیکھی گئی سرحد کا کبھی ایک ہندو کبھی محض ڈاکہ زنی کے سلسلہ میں پکڑ لیجاتے ہیں تو قیامت بپا ہو جاتی ہے ہندوستان کے کسی ایک دور دراز گوشہ میں فساد ہو جاتا ہے اور اتفاق سے چند ہندو مسلمانوں کے ہاتھ سے قتل ہو جاتے ہیں اور چند دکانیں لٹ جاتی ہیں تو طول و عرض ہند کے ہندوؤں میں ایک شور محشر برپا ہو جاتا ہے اور تمام مسلمانوں کے خلاف غیظ و غضب کا اظہار شروع کر دیا جاتا ہے کوہاٹ کے فساد میں سراسر ہندوؤں کا قصور تھا اور انہی کی شرارت سے فساد برپا ہوا تھا مگر خود گاندھی جی کی یہ حالت تھی کہ وہ مسلمانوں کی زیادتی بتاتے تھے انتہا یہ ہے کہ انہوں نے اس معاملہ میں اپنے رفیق قدیم مولانا شوکت علی مرحوم سے بھی اختلاف کر کے علیحدگی اختیار کی کسی ایک مسلم افسر کے قلم سے کہیں جائز طور پر بھی کوئی ہندو برخاست ہو جائے تو واویلا مچ جاتا ہے۔

اپنی قوم کی حمایت اندھا دھند کی جاتی ہے پاکستان کا مطالبہ نہایت مبنی بر انصاف اور دیانتدارانہ مطالبہ ہے اور اس کی مخالفت انصاف سوزی اور شر انگیزی سے زیادہ کوئی حقیقت نہیں رکھتی مگر شاذ مستثنیات کے سوا ہر ہندو اس کی مخالفت میں سرگرم ہے ہندوؤں کے نزدیک خالص ہندو مقاصد کی حمایت بھی خالص قوم پرستی ہے ان میں سے اگر مسٹر منشی جیسے لیڈر بھی اکھاڑوں کی تنظیم کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو خود گاندھی جی سے اشیرباد لیتے ہیں بھائی پرمانند اور گاندھی جی کی ملاقاتیں باہم اختلاف کے باوجود نہایت دوستانہ طریق پر ہوتی ہیں یہی حالت سکھوں کی ہے وہ بھی اسی پالیسی پر کاربند ہیں ان کی باہمی ہمدردی کا یہی حال ہے۔

مسلمانوں کی قومی ہمدردی لیکن اب بڑے نام والے مسلمانوں کی حالت بھی ملاحظہ فرمائیے اور ماتم کیجئے ان کے رسول کریم نے انھیں پہلا سبق اخوت کا پڑھایا تھا اور واضح کر دیا تھا کہ تم اس وقت تک پورے ایماندار ہو سکتے ہو اور نہ جنت کے مستحق بن سکتے ہو جب تک تم اپنے مسلمان بھائی کے لئے وہی پسند نہ کرو جو اپنے لئے پسند کرتے ہو تمام مسلمان ایک جسم کے مانند ہیں جس کے ایک عضو میں تکلیف محسوس ہو تو تمام جسم اور تمام اعضا بے چین ہو جائیں رحماء بینہم ان کی شان بتائی گئی تھی حضور نبی کریم نے اپنے عمل سے بھی اس کا شاندار مظاہرہ پیش کیا تھا۔ ایک مسلمان شام میں قتل ہو گیا تھا تو اس کے انتقام کے لئے عظیم الشان لشکر لیکر خود شام پہنچے تھے ہندوستان پر مسلمانوں کے حملے کا حقیقی باعث یہی ہوا تھا کہ راجہ داہر نے اسلامی جہاز لوٹ کر بچہ مسلم عورتوں کو قید کر لیا تھا اپنے اقبال کے زمانہ میں مسلمانوں کی یہی شان تھی لیکن ان کی ہمدردی و حمایت میں بھی اسلامی رنگ نمایاں رہتا تھا۔ وہ حق و انصاف کے دامن کو کسی حالت میں نہ چھوڑتے تھے اور ان کا انتقام کبھی ظلم و زیادتی کی حد تک نہ پہنچتا تھا وہ تمام انسانوں کو خدا کی مخلوق سمجھتے تھے اور محبت و ہمدردی سے کام لیتے تھے جب تک ان میں جوش اخوت قائم رہا وہ بھی حکومت و عزت کے گہواروں میں جھولتے رہے مگر آج ان کی بےحسی حد سے زیادہ بڑھ چکی ہے اور ہمیں معاف کیا جائے اگر ہم یہ کہدیں کہ مسلمانوں میں اخوت اور باہمی ہمدردی کا جذبہ اگر مردہ نہیں تو افسردہ اور خوابیدہ ہو کر رہ گیا ہے اس قوم کے جتنے افراد ہیں اب اپنے رسول کریم کی تعلیم کے علی رغم الف اتنے ہی ٹکڑوں میں منقسم ہو کر رہ گئے ہیں ان پر شیطان نے پورا قبضہ کر لیا ہے ان کا ہر قدم کتاب و سنت ہی کے خلاف اٹھتا ہے جو اختلاف مسلمانوں میں کبھی باعث رحمت تھا وہ اب موجب مصیبت و تباہی بن گیا ہے مسلمانوں میں اختلاف آرا کے معنے کھلی ہوئی دشمنی اور معاندت کے ہو گئے ہیں نوبت یہانتک پہنچ چکی ہے کہ قومی اختلاف تو بڑی چیز ہے سیاسی اختلاف اور بات ہے اگر دو بھائیوں باپ بیٹوں اور میاں بیوی میں بھی کسی امر میں اختلاف ہوا تو سمجھ لیجئے کہ یہ دونوں اسی وقت سے دشمن ہو گئے ہمارے برابر ہی ہندو رہتے ہیں۔

چار بھائی مشترکہ کاروبار کر رہے ہیں دو کے بچے ہیں اور دو بے اولاد ہیں تو آخر الذکر کو مشترکہ خرچ پر ہرگز اعتراض نہ ہوگا اور نہ ان کی بیویاں یہ کہہ سکیں گی کہ ہمارے ذمہ دوسرے کے بچوں کا خرچ کیوں پڑ رہا ہے عورتیں اور مرد ایک گھر میں پورے اتفاق سے رہیں گے لیکن مسلمانوں میں یہ غیر ممکن ہو چلا ہے نہ دو بھائیوں میں نبھتی ہے اور نہ ساس بہو ایک دوسرے کو دیکھ سکتی ہے۔

مسلمانوں کے لئے سرمۂ بصیرت ہندوؤں میں آریہ سماج برہمو سماج دیو سماج مہاسبھائی کانگریسی لبرل خطاب یافتہ اختلاف مسالک کے باوجود بھی یکدل اور یک جہت ہیں دونوں ملتے ہیں تو دوستوں کی طرح ملتے ہیں اور ان کا کوئی اخبار کبھی ایک دوسرے کی تحقیر نہیں کرتا لیکن مسلمانوں میں یہ امر محالات کیا غیر ممکنات سے ہے کہ مختلف جماعتوں کے لیڈر یگانوں ہی کی طرح ملاقات کر سکیں نیشنلسٹ لیگی احراری جمعیتی اور خلافتی ہونے کے معنے مسلمانوں میں باہم شدید دشمن ہونے کے ہیں یہ کبھی باہم نہیں ملتے ان میں باہمی تحقیر و تذلیل کا بازار گرم رہتا ہے مولانا آزاد مسٹر جناح مولانا کفایت اللہ اور مسٹر ظہیر میں دوستانہ ملاقات محالات سے ہے۔ مسٹر منشی نے عزت نار کا کام کا تہیہ کیا اشیرباد لی اور یہاں مولانا محمد علی جیسے چوٹی کے لیڈر نہرو رپورٹ کی مخالفت اور ڈاکٹر کچلو جیسے رہنما تنظیم کا کام شروع کرنے پر غیر ہردلعزیز ہو گئے اور مطعون کئے جانے لگے۔

ہر ہندو سکھ انگریز رئیس و تاجر قومی مقاصد کا حامی ہے اپنی دولت خرچ کرتا ہے اخبار دیکھتا ہے لیکن مسلم ہر ساکہ پارٹی بندیوں ہی سے فرصت نہیں وہ قومی خدمت سے گویا مستثنیٰ ہیں کوئی منہ دھیل کر بھی ڈان اور انقلاب کو نہ خریدیگا لیکن مسلمانوں میں ہزاروں میں جو تیج پرتاب ملاپ ہیون اور ہندوستان ٹائمز خریدار ہے ہیں ہر غیر مسلم افسر اپنے عملہ میں اپنے ہم قوم ماتحتوں کی محافظت اور حمایت کے لئے آمادہ مگر مسلم افسروں کا اگر رحجان بھی ہوگا تو غیر مسلموں کی طرف مسلمانوں کو ان سے کسی فائدہ کی توقع نہ ہوگی۔ ملیبار کے مسلمان تباہ ہو گئے مگر کسی مسلمان کے کان پر جوں بھی نہ رینگی سینکڑوں حرچھانسی پا گئے خبر بھی نہ ہوئی فسادات میں مسلمان گرفتار ہوتے ہیں کوئی ان کی ہمدردی کرنے والا نہیں ہوتا حالانکہ ہندو وکلا ہندو ملزمین کی حمایت کے لئے فوراً کھڑے ہو جاتے ہیں اگر یہی بے احساسی اگر چندے اور رہی اور مسلمان نہ سنبھلے تو تاقیامت ان کے نام میں جو جھلک رہ گئی ہے وہ بھی مٹ جائیگی دو صدیوں سے دور زماں انھیں میٹ رہا ہے مگر ابھی تک نہیں میٹ سکا لیکن اندیشہ ہے کہ ان کے اعمال خود انہیں میٹ کر رکھدیں گے۔

ہم نیک ہیں یا بد ہیں پھر آخر ہیں تمہارے

نسبت بہت اچھی ہے اگر حال برا ہے

خیر و شر اور فطرت انسانی دنیا میں کوئی قوم ایسی نہیں گزری جسکی ہدایت و رہبری کے لئے انبیا مبعوث نہ کئے گئے ہوں صبح ازل سے یہی دستور چلا آیا ہے کہا جاتا ہے کہ کم و بیش سوا لاکھ انبیا باوقات مختلف مبعوث ہوئے قرآن ایک مختصر اور اصولی کتاب ہے اس میں تمام انبیا کے اسم گرامی نہ دیئے جا سکتے تھے اور نہ اسکی ضرورت تھی اسلئے کہ اس عہد میں وسائل رسل و رسائل کی یہ آسانیاں نہ تھیں عربوں کے پاس چین جاپان امریکہ یورپ کے واقعات معلوم کرنے کا کوئی ذریعہ نہ تھا صرف انھیں انبیا کے اسما شمار کرا دیئے گئے جو عرب و شام میں مبعوث ہوئے اور جو زیادہ مشہور تھے انھیں کے تذکار اور انھیں کی مثالیں عربوں کے لئے سبق آموز ہو سکتی تھیں

خدا منصف ہے اور وہ کسی پر ظلم و زیادتی کا روادار نہیں اور نہ وہ اس وقت تک کسی قوم کو سزا دینے پر آمادہ ہوتا ہے جب تک وہ حجت تمام نہ کر لے حقیقت یہ ہے کہ انسان اس کی بہترین مخلوق ہے اس کے اندر اس نے خیر و شر کی دونوں قوتیں پیدا کی ہیں ضمیر خیر کی طرف ترغیب دیتا ہے اور نفس برائیوں کی طرف مائل کرتا ہے ضمیر کی رہبری اور حمایت کے لئے انبیاء اور ان کی تعلیمات رکھی گئیں اور نفس کی تائید و تقویت کے لئے شیطان پیدا کیا گیا یہ نظام نہایت مکمل ہے اتنا مکمل کہ زبان سے بیساختہ فتبارک اللہ احسن الخالقین نکل جاتا ہے اگر انسان خیر محض ہوتا تو پھر نیکیوں کی کوئی اہمیت باقی نہیں رہتی کہ وہ از خود اس سے صادر ہوتی رہتیں اور ایسی صورت میں جزا بھی کچھ دلکش معلوم نہ ہوتی اور اگر وہ شر محض ہوتا تو صرف گناہوں کا ہی مرجع بنکر رہ جاتا اور اس صورت میں اس پر قانون سزا کا عمل یقیناً انصاف سوزی کے مترادف ہوتا۔

یقیناً انسان بندہ بنکر دنیا میں آتا ہے اور ایک بندہ کی حیثیت سے اس کا سر اپنے پیدا کرنے والے اور پالنے والے ہی کے سامنے جھکنا چاہیئے یہی مطلب ہے حدیث قدسی کل مولود یولد علی فطرت الاسلام حضور کا صاف ارشاد ہے کہ تمام بچے فطرت اسلام پر پیدا ہوتے ہیں بعد کو ان کے والدین انھیں یہود و نصرانی یا مشرک بنا لیتے ہیں انسان جب کوئی کام کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو ان دونوں قوتوں میں فوراً کشمکش شروع ہو جاتی ہے قوت خیر نیکی کی طرف مائل کرتی ہے اور قوت شر بدی کی طرف مائل کرتی ضمیر نیکی پر اخروی اجر اور بدی پر اخروی عذاب کا یقین دلاتا اور خدا سے ڈراتا ہے تعلیمات نبوت اس کی تائید میں ہوتی ہیں اور نفس کہتا ہے کیا خدا اور کیسی آخرت جو کچھ ہے یہی دنیا ہے جنت دوزخ محض ڈھکوسلے ہیں جو عیش اڑا سکے اڑا لو اپنا مطلب جس طرح نکال سکے نکال لو اور اگر یہ ہیں بھی تو بات ہی کیا ہے توبہ کر لینا ابھی موت تو نہیں آئی جاتی شیطان اس کی حمایت میں ہوتا ہے کبھی وہ خفیہ تحریک کرتا ہے اور کبھی انسانی شکل میں نمودار ہو کر بھڑکاتا ہے۔

ضمیر و نفس کی کشاکش اب اگر انسان ضمیر کی مانتا رہا اور شریعت پر چلتا رہا تو یہ برابر قوی ہوتا چلا جاتا ہے اور کچھ عرصہ کے بعد اتنا قوی ہو جاتا ہے کہ اس کے مقابلہ میں نفس کی کوئی پیش نہیں جاتی اور انسان برابر نیک سے نیک تر ہوتا چلا جاتا ہے یہ مومنوں کا درجہ ہے اور اگر نفس کے کہنے پر چلا تو اسی نسبت سے یہ قوی ہوتا چلا جاتا ہے اور نوبت یہاں تک پہنچتی ہے کہ ضمیر کی آواز اسکے مقابلہ میں بے اثر ہو کر رہ جاتی ہے اور انتہا یہ ہوتی ہے کہ وہ شر محض ہو کر رہ جاتا ہے کبھی نہ خدا کو یاد کرتا ہے نہ خدا سے ڈرتا ہے فرعون ظالموں ناکوں چوروں غنڈوں کا نفس اتنا ہی قوی ہوتا ہے ضمیر کی آواز اتنی مدھم اور ہلکی ہو جاتی ہے گویا وہ مردہ ہے شیطان ایسے لوگوں پر حاوی ہو جاتا ہے استحوذ علیہم الشیطان کا یہی مفہوم ہے ابوجہل ابولہب اور شقی القلب کفار مکہ اسی قبیل سے تھے کہ وہ حضور رسول کریم کو سچا اور امین سمجھتے تھے صداقت رسالت کے مظاہر دیکھتے تھے قرآنی آیات سے متاثر ہوتے تھے مگر شر انگیزیوں سے باز نہ آتے تھے ایمان نہ لاتے تھے اور کبھی نفس کمزور بھی پڑتا تھا تو شیطان اس کی حمایت کو اکھڑا ہوتا تھا اور وہ کہہ اٹھتے تھے ءاذا متنا و کنا ترابا و عظاما ءانا لمبعوثون او آباءنا کیا جب ہم مر گئے اور مٹی اور ہڈیوں کی شکل میں منتقل ہو گئے تو ہم پھر کس طرح زندہ ہو کر باز پرس محشر کے مورد بن سکیں گے اور ہم ہی نہیں ہمارے آباد اجداد بھی اٹھ سکیں گے جنکی ہڈیاں تک بھی سرمہ ہو کر رہ گئیں یہ انہیں شیطان یقین ہی نہ لانے دیتا تھا۔

ضمیر کا اس درجہ مردہ ہو جانا اور نفس کا اتنا قوی ہو جانا اور شیطان کا اتنا حاوی ہو جانا ہی کفر کا درجہ ہے انھیں کے متعلق ارشاد ہوتا ہے:-

قل ان الاولین والاخرین لمجموعون الی میقات یوم معلوم ثم انکم ایھا الضالون المکذبون لاکلون من شجرۃ من زقوم فمالئون منھا البطون فشاربون علیہ من حمیم فشاربون شرب الھیم ھذا نزلھم یوم الدین ان سے کہدیجئے کہ اولین و آخرین سب ایک وقت مقررہ پر خدا کے سامنے زندہ کر کے کھڑے کئے جائینگے اور اس وقت تم سے کہا جائیگا کہ گمراہ اور تعلیمات الٰہیہ کو جھٹلانے والے جو تم یقین ہی نہ کرتے تھے پھر تمہیں یقیناً سیندھ کھانے کو دیجائیگی اسی سے پیٹ بھرنا پڑیگا اس پر غضب یہ کہ گرم گرم پانی پلایا جائے گا جسے تم اس طرح سے پیو گے جس طرح کہ تونسے ہوئے اونٹ پیتے ہیں یہی تمہارا حشر ہوگا۔

صرف دو راہیں نفس کی قوت اور کمزوری کے یہی درجے ہوتے ہیں اسی طرح ضمیر کی قوت و کمزوری کے یہی درجات ہیں اولیاء کا نفس بالکل مردہ ہو کر رہجاتا ہے یاد رکھیئے شیطان انسان کا ابدی دشمن ہے وہ کبھی انسانوں کو پھولتا اور پھلتا نہیں دیکھ سکتا ہر وقت انسان کے ساتھ رہتا ہے اور موقعہ ملتے ہی اسے تباہ کر ڈالتا ہے راہیں دو ہی ہیں قد تبین الرشد من الغی فمن شاء فلیؤمن و من شاء فلیکفر ہم نے انسان کے سامنے رشد اور گمراہی کی دونوں راہیں کھولدی ہیں اب اسے اختیار ہے جس کا دل چاہے ایمان لائے اور جس کا دل چاہے کفر اختیار کرے ایک راہ شریعت نبوی ہے جو جنت کی طرف لیجاتی ہے اور دوسری راہ شیطانی راہ ہے جو انسان کو تباہ کر کے دوزخ کا ایندھن بنوا دیتی ہے۔

جو شخص شریعت سے ہٹتا ہے اسے شیطان اچک لیتا ہے جو کچھ شریعت سے الگ ہے وہ شیطنت ہے خدا سیدھی راہ دکھاتا ہے اور شیطان بھٹکاتا ہے خدا کو بندوں سے محبت ہے اور شیطان کو دشمنی ہے شیطان بناتا ہے اور دکھاتا ہے

ہی سے انسان سمجھتا ہے کہ یہی لذتیں بہت پرکیف ہیں اور بادی النظر میں یہی نظر آتا ہے کہ عیاشی میخوار کی رقص و سرود و نازنینوں کی صحبت بلند و بالا مکانات وسعت کاروبار زر و جواہر کے انبار اور عزت و حکومت بہت بڑی نعمت لہٰذا ان بہت پرکیف ہیں مذاہب فطری و عیاشی کے سوا تمام چیزوں کو ابدی نعمت قرار دیتا ہے مگر یہ اسی وقت تک نعمت ہیں جب تک یہ خدا کی یاد سے غافل نہ کریں اور اعتدال کے ساتھ اور شریعت کی روشنی میں ان سے استفادہ کیا جائے یہ بھی بتا دیا ہے کہ یہ چیزیں دل لگانے کی نہیں ہیں فانی ہیں مستقل اور دائمی نعمت وہ ہیں جو جنت میں حاصل ہونگی۔

اسلامی زندگی کے اسلامی نمونے حضور نبی کریم کی کیا حالت تھی۔ فرمانروا تھے زر و جواہر کے مالک تھے گھر میں گیارہ بیویاں تھیں حسین و حسین تھیں محبت بھی تھی عزت و حکومت بھی حاصل تھی مگر کبھی ان چیزوں میں دل نہ لگا یا اور ان کی محبت میں انہیں مدہوش نہ ہونے دیا حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ حضور نبی کریم ہمارے پاس بیٹھے ہوتے تھے لطف و محبت کی باتیں ہوتی ہوتی تھیں کہ اذان کی آواز کانوں میں پہنچی تھی جس سے آپ کی آنکھیں بدل جاتی تھیں اور ہم سے دور ہو جاتے تھے یہ معلوم ہوتا تھا کہ ہمیں پہچانتے ہی نہیں۔

انسان کو سب سے زیادہ محبت منعم حقیقی ہی سے ہونی چاہیے ظاہر ہے کہ آپ کے کوئی آپ کا مربی کوئی غلام یا کنیز عطا کرے آپ مربی کو بھول کر اسی کے ہو جائیں اور مربی کی طرف توجہ ہی نہ کریں اور اس کے عطیہ ہی کی طرف مشغول و متوجہ رہیں تو سے ناگوار گذریگا یا نہیں ایک دولتمند اور شفیق باپ اپنے لاڈلے بیٹے کیلئے حسین ہو لاکرے اور اسی کے ساتھ اس کا عقد کرے اور بیٹا اسی کا ہو کر رہجائے اور باپ کی طرف متوجہ نہ ہو تو اسے کیسا کچھ معلوم نہ ہوگا۔

یہی صورت خدا کی ہے اس نے پیدا کیا۔ پوری دی صحت دی عقل و فہم عطا کی نعمتیں عطا کیں اب انسان ان نعمتوں ہی کا ہو کر رہجائے اور خدا کو بھول جائے تو یقیناً اسے غصہ آئیگا اور آنا چاہیے اور یہی دنیا ہے اور یہی غیر اسلامی زندگی ہے اور اگر خدا کو مقدم رکھا جائے اور اسے نہ بھولا جائے اور اس کی ہدایت کے مطابق ان سے استفادہ کیا جائے تو وہ یقیناً خوش ہوگا اور مزید نعمتیں عطا کریگا وہ خود فرماتا ہے قیامت کے روز تین گروہ ہو جائینگے ایک سابقون یا مقربین کا جانے دیجئے کہ انہیں کیا کیا دیگا لیجئے دو گروہوں میں سے ایک مومنین کا گروہ ہوگا اور ایک مشرکین کا اول الذکر کے متعلق فرمایا ہے۔

واصحب الیمین ما اصحب الیمین فی سدر مخضود وطلح منضود وظل ممدود وماء مسکوب وفاکھۃ کثیرۃ لا مقطوعۃ ولا ممنوعۃ وفرش مرفوعۃ انا انشأنٰھن انشاء فجعلنٰھن ابکارا عربا اترابا لاصحب الیمین

قیامت کے روز مومنوں کو بڑی بڑی نعمتیں حاصل ہونگی بے کانٹوں والی بیریوں کا سایہ ہوگا قطار در قطار کیلے کے درخت ہونگے دور دور تک ان کا خنک سایہ پھیلا ہوگا ان کے نیچے پانی کی نہریں رعنائی کے ساتھ بہتی ہونگی بکثرت شیریں میوہ دار درخت ہونگے جن سے نہ خود بخود ٹوٹ کر پھل گرتے ہونگے کہ گر کر گل سڑ جائیں اور نہ ان کے توڑنے کی ممانعت ہوگی عام اجازت ہوگی جس کا جی چاہے اور جتنا جی چاہے اور جیسا چاہیں توڑیں اور کھائیں اس کے علاوہ نہایت خوبصورت اونچے اونچے بچھونے بچھے ہونگے ان پر لاثانی حسن کی خواتین ان کے ساتھ بیٹھی ہونگی۔

وہ کنواریاں اور اچھوتی ہونگی ہم عمر ہونگی اور اس قدر دلکش اور دلفریب ہونگی جن کی طرف بیاختہ دل کھنچیگا۔ دیکھکر پیار آئیگا یہ نعمتیں مستقل اور دائمی ہونگی

قیامت میں انسانی گروہ دوسرا گروہ کفار اور مشرکین کا ہوگا ان کے متعلق بتایا گیا ہے فی سموم وحمیم وظل من یحموم لا بارد ولا کریم انھم کانوا قبل ذالک مترفین وکانوا یصرون علی الحنث العظیم۔ نیسرا گروہ کثافت میں مبتلا ہوگا گرم ہوا اور بھاپ و دھوئیں کا سایہ نہ ٹھنڈک اور نہ عزت یہ وہ لوگ تھے جو بڑے بڑے گناہوں کے ارتکاب پسند کرتے تھے اور دنیا میں عزت و آسائش کی زندگی بسر کرتے تھے گویا خدا نے اپنے انبیاء اور مرسلین کے ذریعہ سے آخرت کی تمام کیفیت بندوں پر ظاہر کر دی اس کے سوا اور کوئی ذریعہ ہی نہ تھا ہر زمانہ میں انبیاء لوگوں کو ڈراتے اور آئندہ زندگی کا یقین دلاتے رہے۔

حیات بعد الممات اور قرآن بظاہر یہ باور آور ہونے والی بات نہ تھی کہ مرنے کے بعد بھی انسان کو زندہ ہونا پڑے گا لوگ خدا پرستی چھوڑتے تو بت پرستی اور نفس پرستی میں مشغول ہو جاتے کہ بندے ہونے کی وجہ سے پرستش ان کی فطرت کا ایک جزو تھا اور غلامی انہیں کرنا ہی تھا خواہ وہ خدا کی کریں یا بتوں کی اور خواہ اپنی خواہش کو بہ جیسا شروع کریں باطن کا مشاہدہ تو انبیاء اور اولیاء ہی کا کام تھا ہر آنکھ تو اس کی اہلیت ہی نہ رکھتی تھی مگر خدا کو تو بتانا اور سمجھانا تھا اور اس نے قرآن میں بتایا اور ایسی عام فہم مثالوں سے بتایا جسے ایک عامی سے عامی بھی بخوبی سمجھ سکتا تھا مگر ضد کا تو کوئی علاج ہی نہیں ارشاد ہوتا ہے:۔

نحن خلقنٰکم فلولا تصدقون افرءیتم ما تمنون ء انتم تخلقونہ ام نحن الخالقون نحن قدرنا بینکم الموت وما نحن بمسبوقین علی ان نبدل امثالکم وننشئکم فی ما لا تعلمون ولقد علمتم النشاۃ الاولی فلولا تذکرون افرءیتم ما تحرثون الخ

ہم نے تمہیں پیدا کیا ہے پھر تم ہمیں کیوں نہیں مانتے جو قطرہ تم ٹپکاتے ہو اسے تم نے پیدا کیا ہے یا ہم نے ہم نے موت کا طریقہ مقرر کر دیا ہے اور ہم ہارے نہیں گئے کہ تم جیسے اور پیدا کر دیں یا تمہیں ہی ایک جگہ سے اٹھا کر کھڑا کر دیں جس کا تمہیں کوئی علم و تصور نہیں اور تمہیں اس میں کوئی تعجب نہ ہونا چاہیے اس لئے کہ اور کچھ نہیں تو تمہیں اپنی پہلی تخلیق کا تو علم ہے ہی کہ پہلے بھی تمہاری حقیقت کیا تھی مگر دیکھ لو کہ ایک قطرے سے چلتے پھرتے انسان بن گئے اسی طرح بعد مرنے کے بھی تمہارے ذروں سے تمہیں بنا کر کھڑا کر دیں گے دیکھو تم جو کھیتی کرتے ہو اس کے پیدا کرنے والے ہم ہیں یا تم نے اسے پیدا کیا ہے اگر ہم چاہیں تو اسے بھس کرکے رکھدیں اور تم باتیں ہی بناتے رہجاؤ بھلا دیکھو تو یہ پانی جو تم پیتے ہو کیا تم بادلوں سے برساتے ہو یا اسکے برسانے والے ہم ہیں۔ اگر ہم چاہیں تو اسے کھاری کر دیں۔ اچھا یہ آگ جو تم سلگاتے ہو تو اس کے درخت تم نے پیدا کئے یا ہم نے مطلب یہ ہے اگر تم پیدا کرنے والے نہیں ہو تو ہمارا دعوی صحیح ہے تو پھر تمہیں ہماری ہستی کے انکار کی کوئی گنجائش باقی رہتی ہے۔ نہیں رہجاتی تو پھر ہمارے قرآن کو بھی تسلیم کرو اور اسی پر چلو۔

یہ کتنی قاطع دلائل تھیں مگر شیطان انہیں تسلیم کرنے نہ دیتا تھا جنہوں نے تسلیم کیا دنیوی عیش اٹھا گئے اور جنہوں نے نہ مانا وہ تباہ ہو کر رہ گئے۔

فریاد بدربار رسالت اے گنبد خضرا کے مکین اے سرور کائنات۔ والی دو عالم یہ صحیح ہے کہ ہم نے آپ کی بتائی ہوئی تعلیم پر عمل کیا اور قرآن کو سمجھ کر پڑھا

عزت کی بہت دیکھ لیں دنیا میں بہاریں

اب دیکھ لیں یہ بھی کہ جو ذلت میں مزہ ہے

مفاخر فرزندان توحید۔ ہم مسلمان تھے توحید پرست تھے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی امت کہلاتے تھے ایمان و عمل میں ہمارا نمونہ تھا اخلاق و اطوار میں ہم اپنا ثانی نہ رکھتے تھے اور روحانی کمالات اور عرفانی کمالات میں کسی کو اپنا ہمسر نہ پاتے تھے ہم نے حکمرانی اور کشورکشائی کے بھی پورے لطف اٹھائے دنیا کا وہ کونسا خطہ ہے جہاں ہمارے تخت نہ بچھے چپہ چپہ پر ہم نے حکمرانی کی ایسی حکمرانی اس سے پیشتر دنیا میں جس کی کوئی مثال نہ تھی ہمارے شرف و مجد اور ہمارے عز و افتخار اور تمکنت کے اتنے سامان ہمارے پاس موجود ہیں جو کسی قوم کو دنیا میں کبھی نصیب نہ ہوئے ہوں گے ہمیں رسول وہ ملے جو سردار انبیاء ہیں جنھیں دنیا میں سب سے زیادہ کامیابی ہوئی اور جو سب سے زیادہ خلیق و شفیق تھے اور جن کی زندگی کا ہر حصہ اور جن کے تمام اقوال ہمارے سامنے ہیں ہمیں شریعت بھی وہ ملی جو قیامت تک رہنے والی ہے۔ کتاب وہ نصیب ہوئی جو ہر اعتبار سے جامع، کامل ہی نہیں بلکہ دنیا کی لاثانی کتاب ہے دنیا میں کوئی ایسی کتاب موجود نہیں جو ہر شعبہ حیات میں انسان کی پوری رہنمائی کرے اور جو علمی عملی تاریخی تمدنی تہذیبی معاشرتی لحاظ سے ایک تجربہ روزگار کتاب ہے ایسی کتاب جس کی موجودگی میں دنیا کو کسی کتاب کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہجاتی ڈیڑھ صدی تک مسلمانوں کے پاس اس کتاب کے سوا اور کوئی کتاب نہ تھی۔

تاریخ شاہد ہے کہ اسی ایک کتاب کو لیکر وہ دنیا کے بڑے سے بڑے حصہ پر حکمرانی کرتے رہے اور انھیں کسی بات میں کوئی کمی محسوس نہیں ہوئی اس وقت بہت سی مقدس کتابیں موجود ہیں مگر ان میں سے ایک قرآن کے سوا کوئی ایک قوم بھی یہ دعویٰ نہیں کرسکتی کہ وہ محرف نہیں اپنی اصلی زبان میں ہیں اپنی اصلی حالت میں موجود ہیں ایک قرآن ہی ایسی کتاب ہے جس میں ایک شوشہ کا بھی ردوبدل نہیں ہوسکا اور جس کا محافظ خود خدا ہے اور جو اوراق کے علاوہ سینوں میں محفوظ ہے دنیا میں اس تواتر اور کثرت کے ساتھ نہ اور کوئی کتاب پڑھی گئی اور نہ پڑھی جاتی ہے۔

ہماری عبادت کی صورت بھی نہایت مقدس اور جاذب نظر ہے اور اجتماعی رنگ کی حامل ہے جس پر کار بند اور عامل ہو کر انسان کبھی خدا کو نہیں بھول سکتا ہمارا مذہب نہایت سہل اور سادہ ہے اس کے احکام سب عین عقل اور فطرت انسانی کے مطابق ہیں اس کے اندر انسان کے لئے ہر ممکن آسانی موجود ہے اور تمام مشکلات کا علاج موجود ہے دلوں کی گہرائیوں میں اترتا چلا جاتا ہے

وسعت حدود حکومت اور مسلمان ہمیں ایک وقت اور ایک ہی فرمانروا کے زیر سایہ اتنی بڑی سلطنت نصیب ہوئی جتنی کلدانی ایرانی اور رومی بھی نہ کر سکے وسط فرانس سے لیکر ستلج تک ہماری سلطنت پھیلی ہوئی تھی ہمنے صرف چند جزائر اور چند غیر معروف حصص کے استثنار کے ساتھ پوری ایشیا پوری افریقہ اور نصف یورپ پر حکمرانی کی اس وقت امریکہ اور آسٹریلیا تو ناپید تھے دنیا کو صرف ایشیا افریقہ اور یورپ ہی کا علم تھا اور یہ سب مسلمانوں کے زیر سیادت و حکومت آچکے تھے۔

یورپ کو اقتدار نصیب ہوا تو اس زمانہ میں جبکہ ذرائع حمل و نقل اور رسل و رسائل کی سہولتوں نے دنیا کے تمام حصوں کو ملا دیا ہے لیکن مسلمانوں نے یہ کیا اور اس وقت کیا جب سفر صورت سقر بنا ہوا تھا۔

مسلم عہد اور لنگر خانوں کا نظام مسلمانوں نے اپنے عہد میں کسی کو بھوکا نہ سونے دیا انہوں نے جابجا لنگر خانے کھول رکھے تھے جہاں سے ہر قوم کے افراد کو شکم سیر ہو کر کھانا ملتا تھا اور جو شخص جب چاہتا یہاں سے کھانا حاصل کر لیتا جس سے کسی کے بھوکے رہنے اور سونے کا گمان ہی نہ ہو سکتا تھا۔

مسلمانوں کی دریا نوالیاں فیاضی اور دریا نوالی میں مسلمان کوئی اپنا ثانی نہ رکھتے تھے وہ اپنے عہد اقبال میں مینہ برساتے اور کروڑوں روپیہ نچھاور کرتے رہے آج بھی دنیا میں بہت سی فرمانروائیاں قائم ہیں بہت سے امرا موجود ہیں کسی سے بہت خوش ہوئے خطاب دیدیا لیکن مسلم فرمانروا تھے کہ جب کسی سے خوش ہوتے تھے سونے اور چاندی سے تلوا دیتے تھے جاگیریں اور گاؤں بخش دیتے تھے خلعت اور اسپ عطا کرتے تھے سات پشتوں کو مالا مال کر دیتے تھے اور یہ سلسلہ ایسا تھا جو برابر باؤ جیتے برابر جاری رہتا تھا بخشش کے بہانے ڈھونڈتے تھے ہمارے نبی کریم ہمارے صحابہ کو ہمارے بادشاہ اور ہمارے امراء کروڑوں روپے زندگی میں لٹا گئے ہمارے برامکہ ہمارے خان خاناں اور ہمارے آصف ان کی برابری کوئی راک فیلر کر سکا۔

اسلامی قصر و ایوان کی رعنائیاں جس قسطنطنیہ شان و شکوہ اور رعب و سطوت کے ساتھ مسلمانوں نے حکومت کی کب کوئی کرسکا اسلامی درباروں میں جو شان و ہیبت چھائی رہتی تھی آج اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا جیسے قلعے محلات جنت باغات اور قصر و ایوان مسلمان تیار کر گئے اور بنا گئے وہ دنیا کو ہمیشہ حیرت میں ڈالتے رہے ہیں اور ڈالتے رہیں گے۔

اسلامی عہد میں رعایا کی خوشحالی ہم جس ملک میں پہنچے وہاں غیر بنکر نہیں رہے اپنا وطن بناکر رہے اور ہم نے اسے چمن بنا دیا اور ہر قسم کی ترقیات و تمدن سے روشناس کیا اسپین اور ہندوستان کو جو ترقی و شان اسلامی عہد میں نصیب ہوئی مصر و شام میں جو رونق اسلامی عہد میں دیکھی گئی وہ انہوں نے کیا چشم فلک نے بھی کبھی نہ دیکھی تھی۔ ملک جنت کے نمونے بنے ہوئے تھے رعایا مالا مال تھی اور ہر طرف دودھ اور شہد کی نہریں بہہ رہی تھیں اور رعایا بھی مالا مال تھی۔

اسلامی عہد اور ارزانی جو ارزانی اور اشیاء کی فراوانی عہد اسلام میں ہر جگہ اور ہر ملک کے اندر دیکھی گئی قدیم و جدید تاریخ میں اس کی کوئی مثال نہیں ان زمانوں میں جو غربا کھا گئے وہ آج امراء کو بھی نصیب نہیں۔

اسلامی مروت و مخلوق پروری اور فرمانرواؤں کی حکمرانی جسم تک محدود نہ رہی مگر مسلمانوں نے دلوں پر حکمرانی کی دوست تو دوست دشمن بھی ہماری رعایا پروری شرفا نوازی حاجت روائی مخلوق، پابند عہد شجاعت و تہور حسن سلوک اور عفو و درگذر کے معترف تھے اس درجہ ذی مروت تھے کہ دشمن بھی ان کے منہ

اٹھا ہوتا تھا تو مسلم فرمانرواؤں کی آنکھ جھپک جاتی تھی بڑے بڑے قصوروں کو آن کی آن میں معاف کر دیتے تھے جو عزتیں مسلمان کرا گئے وہ کسی قوم کو بھی نصیب نہیں ہوئیں۔

اسلامی انصاف اور ضعفا نوازی عہد اسلامی میں پہلا فریضہ رعایا پروری انصاف سمجھا جاتا تھا اور ہر فرمانروا پہلا خیال اس امر کا کرتا تھا کہ اسکی رعایا میں کسی عامی سے عامی پر کوئی ظلم نہ ہونے پائے کوئی تکلیف نہ اٹھائے کوئی فاقہ کشی میں مبتلا نہ ہو سکے ہر شخص کو ضروریات زندگی فراغت کے ساتھ نصیب ہو سکیں آج تعلیم اور علاج نہایت گرانبار ہو چکے ہیں اور ضروریات زندگی کی گرانی انتہا کو پہنچی ہوئی ہے اسلامی عہد میں یہ چیزیں مفت تھیں اس لئے ہر شخص ان کی عزت کرتا اور انھیں دعائیں دیتا تھا۔

عزت و دولت کے دور غرض ہمنے دنیا میں ہزار بارہ سو سال تک عیش کر لئے ہم خدا کے رہے اور خدا ہمارا رہا عزت کی لبرتی بہاریں دیکھیں دنیا میں جنت کے مزے اٹھائے خود بھی آرام و سرور کی زندگی بسر کی اور دوسروں کو بھی عیش کرائے اب کچھ دنیا کو یہ دکھانا اور باقی تھا کہ ذلت و خواری میں کیا مزہ ہوتا ہے تو اسے دیکھ رہے ہیں اور آج سے نہیں ڈیڑھ سو سال سے دیکھ رہے ہیں جب عیش ہم نے اٹھائے تھے اور خدا کو اپنا بنا کر دنیا کی بہاریں لوٹی تھیں تو اب خدا کو چھوڑ کر بجز مصیبت اور ذلت کون دیکھیگا خدا پرستی ہم میں نہیں رہی نمازیں پڑھنا اور قرآن کی تلاوت کرنا ہمنے چھوڑا۔

اپنی زبان چھوڑی اپنی تعلیم چھوڑی اپنا تمدن چھوڑا اسلامی آئین و اطوار سے روگرداں ہوئے نہ ہماری اپنی رسوم رہیں اور نہ اپنے دستور باقی رہیں اب تک ہماری عورتوں میں مذہب اور مذہبی تعلیم باقی تھی وہ بھی معدوم ہو رہی ہے اتفاق ہم میں نہ رہا ہمدردی ہم میں نہ رہی تجارت ہمنے چھوڑی اسلاف کی نیند میں ہم پڑ گئے اخلاق ہم میں نہ رہے حضور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ہو کر غلامی کو ہم بھولے پھر ہماری عزت ہو تو کیونکر ہو اور کوئی ہماری عزت کرے تو کیوں کرے۔

ہماری اپنی حرکتوں اور بداعمالیوں سے اب یہ نوبت پہنچ چکی ہے کہ ہماری حکمرانی پر قومیں بھی ہم پر ہنس رہی ہیں جن کی پیشانیوں پر ہماری غلامی کے داغ موجود ہیں وہی ہم پر طعنہ زن ہیں جب نہ وہ صحت ہے نہ وہ علم ہے اور نہ وہ اخلاق ہے نہ پاس روپیہ ہے نہ طاقت و تنظیم ذلت ہمیں چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہے رحم خدایا رحم! اب ہمیں بخشدے معاف کر دے اور پھر وہی زمین و آسمان پیدا کر کہ تجھ میں سب قدرت ہے۔

(بقیہ سلسلہ صفحہ ۲۰) اب کر دیا گناہوں میں مبتلا ہو کر اور شیطان کے پنجہ میں پھنسکر برباد ہوئے لیکن ہم نیک ہیں یا بد اچھے ہیں یا برے کچھ بھی ہیں مگر ہیں تو آپ ہی کے کہلاتے تو محمدی ہیں تمہارے لئے جاں نثار تو ہیں تمہارے نام پر کٹ مرنے کو تیار تو رہتے ہیں خدا کو ایک مانتے ہیں تمہاری رسالت و عظمت کے تو معترف ہیں تمہارے قرآن کو تو مانتے ہیں تمہاری طرف امید و آرزو کی نظروں سے تو دیکھتے ہیں ہمارا سند نہیں نہ ہوگا تو کسے ہوگا تمہیں سے نہ کہیں گے تو کس سے کہیں گے ہم تو خاک آلود ہیں ہیچ میرز ہیں تاہم نسبت تو بڑی ہے نام تو بڑا ہے دامن تو تمہارا ہاتھ میں تھامے ہوئے ہیں کہاں جائیں اور کس سے اپنی خواریوں کی اور بربادیوں کی روداد بیان بیان کریں ہمیں اپنی رسوائیوں اور بربادیوں اور بدحالیوں میں سب سے بڑا سہارا آپ ہی کی امداد کا ہے اور اتنی چیز ہی ہماری تسکین کے لئے بہت کافی ہے اگرچہ ادبار حالی کا ہم پر تسلط ہے مگر آپ کے کہلاتے تو ہیں آپ کی شفاعت کے تو امیدوار ہیں اگرچہ ہم بھول گئے مگر آپ تو نہ بھولیں گے۔

مِنْ قَبْلِ هٰذَا ۛ فَاصْبِرْ ۛ اِنَّ الْعَاقِبَةَ

نہ تھی صبر کرو انجام بخیر

لِلْمُتَّقِيْنَ ○ ع

پرہیزگاروں کا ہی ہوتا ہے

تفسیر طوفان کم ہوا کشتی ٹھیری - زمین خشک ہوئی - حضرت نوحؑ کو اُترنے کا حکم ہوا - حضرت نوحؑ کو اندیشہ ہوا کہ پانی کی وجہ سے ہر طرف عفونت پھیل گئی ہے اُتر کر کہیں قیام کیا جائے تو بیمار ہونے کا اندیشہ ہے - پھر کھانے پینے کو کہاں سے آئیگا - زمین کی کل پیداوار فنا ہوگئی - ارشاد ہوا نوح اس کا اندیشہ نہ کرو - ہماری طرف سے سلامتی، جسمانی عافیت اور رزق کی برکت تم کو اور تمہارے ساتھیوں کو حاصل ہوگی اور فقط رزق کی برکت ہی نہیں بلکہ مختلف برکتیں نصیب ہونگی - افعال و اعمال میں برکت عمر میں برکت، زندگی میں برکت، روحانی برکت، آخرت کی برکت اور بالآخر دائمی نجات - البتہ کچھ قومیں ایسی بھی ہونگی جن کو دنیا میں عیش و آرام اور راحت و چین ملیگا - کچھ زمانہ تک وہ مزہ اُڑائیں گے اور بالآخر انجام بُرا ہوگا اُخروی سعادت نصیب نہ ہوگی -

اس کے بعد رسولِ پاکؐ کو خطاب کرتے ہوئے اور تسلی دیتے ہوئے فرماتا ہے :- اے نبی یہ واقعات جو ہم نے بیان کئے ان سے نہ تم واقف تھے نہ تمہاری قوم والے - ہم نے تم کو اطلاع دی جس طرح نوحؑ نے کافروں کی اذیت پر صبر کیا اور آخر میں اُن کو غلبہ حاصل ہوا اسی طرح تم بھی کفار کی ایذا رسانی پر صبر کرو انجام کار تم ہی کامیاب ہوگے - اہلِ تقویٰ کا نتیجہ ہی اچھا رہتا ہے

مقصود بیان :- قانونِ قدرت ہے کہ پھول کے ساتھ کانٹا، خیر کے ساتھ شر اور اچھے کے ساتھ بُرا لگا رہتا ہے - اللہ نے پہلے ہی حضرت نوحؑ کو بتا دیا تھا کہ اگرچہ اس وقت تمام کفار تباہ ہوگئے - لیکن آئندہ قانونِ قدرت کے مطابق کچھ قومیں شریر اور بدکار بھی ضرور ہونگی جن کو دنیوی زندگانی میں عیش و راحت عطا کی جائیگی مگر انجام کار عذاب میں مبتلا ہوں گے - قرآن پاک کے اندر گذشتہ واقعات کی صحیح تفصیل اعجازی ہے - اہل شرک کی ایذا اور رسانی پر صبر کرنا انبیاء کا شیوہ ہے - انجام کار کامیابی اہلِ تقویٰ کو حاصل ہوتی ہے - آیت میں مسلمانوں کے لئے ایک پیام نصیحت ہے کہ اہلِ باطل کے ظاہری غلبہ سے خوف زدہ ہوکر حق کے دامن کو نہ چھوڑنا چاہئے - آخر میں فتح اہل حق کی ہی ہوگی - وغیرہ -

وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ؕ قَالَ يٰقَوْمِ

اور ہم نے عاد کی طرف اُن کے قومی بھائی ہود کو بھیجا ہود نے کہا اے میری قوم

اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ

اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں

اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُفْتَرُوْنَ ○ يٰقَوْمِ لَآ اَسْئَلُكُمْ

تم سب دروغ بافی کرتے ہو اے میری قوم میں تم سے اسکی

عَلَيْهِ اَجْرًا ؕ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى الَّذِيْ

کوئی اجرت نہیں مانگتا میرا اجر تو اُس خدا کے ذمہ ہے جس نے

فَطَرَنِيْ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ○ وَيٰقَوْمِ

مجھے پیدا کیا ہے کیا تم سمجھتے نہیں ہو اے میری قوم

اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ

اپنے رب سے توبہ استغفار کرو

يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا وَّ

وہ ابر باراں تم پر بھیجدے گا اور

يَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا

قوت پر قوت تمہاری بڑھا دے گا تم مجرم بن کر

مُجْرِمِيْنَ ○ قَالُوْا يٰهُوْدُ مَا جِئْتَنَا بِبَيِّنَةٍ

رخ نہ پھیرو قوم والے بولے ہود تم ہمارے پاس کوئی دلیل لیکر

وَّمَا نَحْنُ بِتَارِكِيْٓ اٰلِهَتِنَا عَنْ قَوْلِكَ

نہیں آئے تمہارے کہنے سے ہم اپنے معبودوں کو چھوڑنے والے نہیں

وَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ ○ اِنْ نَّقُوْلُ

اور نہ ہم تمہارا یقین کرنے والے ہیں ہماری رائے میں

اِلَّا اعْتَرٰىكَ بَعْضُ اٰلِهَتِنَا بِسُوْٓءٍ ؕ

تو تم کو ہمارے کسی معبود نے بری طرح جھپٹ لیا ہے

قَالَ اِنِّيْٓ اُشْهِدُ اللّٰهَ وَاشْهَدُوْٓا اَنِّيْ

ہود نے کہا میں خدا کو گواہ کرتا ہوں اور تم بھی گواہ رہو کہ میں

بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِکُوْنَ ○ مِنْ دُوْنِهٖ فَکِیْدُوْنِیْ

کہ میں اُن سے بیزار ہوں جن کو تم خدا کو چھوڑ کر شریک ٹھیراتے ہو اب تم سب مل کر

جَمِیْعًا ثُمَّ لَا تُنْظِرُوْنِ ○ اِنِّیْ تَوَکَّلْتُ

تدبیریں کر ڈالو اور مجھے مہلت نہ دو میرا بھروسہ

عَلَی اللّٰهِ رَبِّیْ وَرَبِّکُمْ ؕ مَا مِنْ دَآبَّةٍ

اُسی اللہ پر ہے جو میرا اور تمہارا رب ہے ہر جاندار کی چوٹی

اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِیَتِهَا ؕ اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی

اُسی کے دست قدرت میں ہے میرا رب

صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ○ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقَدْ

سیدھے راستہ پر ہے اس پر بھی اگر تم رُخ پھیرے رہو

اَبْلَغْتُکُمْ مَّآ اُرْسِلْتُ بِهٖٓ اِلَیْکُمْ ؕ وَ

تو جو پیام دے کر مجھے بھیجا گیا ہے وہ میں تم کو پہنچا چکا میرا

یَسْتَخْلِفُ رَبِّیْ قَوْمًا غَیْرَکُمْ ۚ وَلَا تَضُرُّوْنَهٗ

رب تمہاری بجائے کسی دوسری قوم کو قائم کر دیگا اور تم اس کا کچھ

شَیْئًا ؕ اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ حَفِیْظٌ ○

نہ بگاڑ سکوگے میرا رب ہر چیز کا نگہبان ہے

تفسیر یہ واقعہ قوم عاد کا ہے۔ عاد دو قوموں کا نام ہے۔ عادِ اوّل اور عادِ ثانی۔ عادِ اوّل سام بن نوح کی اولاد میں سے تھے اور حضرت نوحؑ سے آٹھ سو برس بعد ان کا دور تھا۔ ان کا مسکن ملک یمن تھا۔ یمن کے دارالسلطنت صنعاء میں انہوں نے ایک قصر تعمیر کیا تھا جس کا نام غمدان تھا۔ بقول صاحب قاموس قصر غمدان ہفت منزلہ تھا اور ہر منزل کی بلندی چالیس گز تھی۔ یہ قصر حضرت عثمانؓ کی خلافت تک کچھ باقی تھا۔ حضرت ہود عادِ اوّل ہی کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے تھے۔ عادِ ثانی کا بادشاہ شدّاد مشہور تھا۔ لقمان بھی اسی میں سے تھے۔ حضرت صالح کو اسی کی ہدایت کیلئے مقرر کیا گیا تھا۔ علامہ ابن سعید نے لکھا ہے کہ شداد بن مداد یعنی شدّاد بن عاد نے حدودِ ملک کو بہت وسیع کر لیا تھا۔ یہاں تک کہ قبط بن مصر کے ہاتھ سے جنوبی مصر کو بھی چھین کر ممالک یمن میں شامل کر کے قبط کو

اپنا باجگذار بنا لیا۔

آیت کا حاصل مطلب یہ ہے کہ جب (جنوبی عرب میں) قوم عاد نے سرکشی شروع کر دی اور اُن کی شرک سازی حد سے بڑھ گئی تو اُنہی کی قوم میں سے ہود کو خدا تعالیٰ نے اپنی رسالت کے لئے انتخاب کیا۔ حضرت ہودؑ نے توحید کی تبلیغ پُر زور دلائل کے ساتھ کی شرک کی تردید بلیغ طرز میں کی۔ اور کافروں کا جو عموماً خیال ہوتا ہے کہ نبی کا مقصود نبوّت کے دعویٰ سے شاید حکومت و دولت کا حصول ہے اس خیال کا بھی ازالہ کیا۔ اور چونکہ قوم عاد کاشتکار تھی باغ اور کھیتی عموماً اُن کے ذرائع معاش تھے۔ اور بقول ضحاک تین سال سے بارش نہ ہوئی تھی۔ اس لئے حضرت ہود نے خشک سالی کو نتیجہ نافرمانی قرار دیتے ہوئے استغفار و اطاعت کی ترغیب دیکر قحط سالی دور ہونے کا لالچ بھی دیا۔ پھر بقول عکرمہ قوم عاد کی نسل میں بھی کمی ہو گئی تھی۔ تیس سال سے پیدائش کی بہت قلت تھی پیغمبر نے بشرط فرماں پذیری کثرت اولاد کا بھی وعدہ کیا لیکن سرکش قوم نہ ماننے والی تھی نہ مانی۔ بجائے اطاعت کے پیغمبر کو مجنون اور مخبوط الحواس قرار دیا اور بولے ہمارے کسی دیوتا نے ناراض ہو کر تجھے پاگل بنا دیا ہے۔ ہم تیرے کہنے سے اپنے دیوتاؤں کو نہیں چھوڑ سکتے۔ حضرت ہودؑ نے کافروں کے کفر سے اظہار برأت کرتے ہوئے انتہائی جرأت کے ساتھ اعلان کر دیا کہ تم کیا اور تمہارے دیوتا کیا تم میں جتنی طاقت ہے سب صرف کر ڈالو اور بغیر کسی رعایت و مہلت کے میرے ضرر پہنچانے کی کوشش کرو۔ میرا بھروسہ محض اللہ پر ہے اسی کے دست قدرت میں کل دنیا اور اہل دنیا کے تصرفات ہیں۔ اس کے بعد دھمکی بھی دی کہ اگر تم میرا کہنا نہ مانوگے تو برباد کر دیئے جاؤ گے سطح زمین کو تمہارے ناپاک وجود سے اللہ خالی کر دیگا۔ کافروں سے اللہ کا کوئی تعلق نہیں۔ تمہاری بجائے وہ دوسری قوموں کو اسی زمین پر آباد کر دیگا۔ اس کی زد سے تم باہر نہیں ہو الخ۔

مقصود بیان: لفظ اَخَاهُمْ کہنے سے اس طرف ایما ہے کہ ہود کوئی غیر نہ تھے جن کا چال چلن عاد کو معلوم نہ ہو بلکہ اُنہی میں سے تھے۔ نبی کا کام تبلیغ توحید ہے۔ توحید کے ساتھ صلاح اعمال کا بھی وہ حکم دیتا ہے۔ حضرت ہود نے بھی دونوں باتوں کی نصیحت کی۔ در پردہ اس امر کا بھی اظہار ہے کہ مال و دولت کی کمی خشک سالی اور اولاد کی قلت کو بظاہر کسی سبب کے تحت معلوم ہو لیکن اسکی حقیقی وجہ اللہ کی نافرمانی ہے۔ جب اللہ کسی کو مردود کرتا ہے تو وہ اپنی رائے اور گمان کو تمام حکمت الٰہیہ پر محیط خیال کرنے لگتا ہے۔ خدا رسیدہ انسان دنیا کی کسی طاقت و شوکت سے نہیں ڈرتا اُس کا بھروسہ فقط ذات الٰہی پر ہوتا ہے اس میں ضمناً مسلمانوں کو نصیحت ہے کہ اظہار حق میں کسی کی طاقت و جبروت سے نہ ڈرو۔ بلکہ اللہ پر اعتماد اور بھروسہ رکھو۔ تم کو کسی کی

مخالفت اور مخالفانہ طاقت نقصان نہیں پہنچا سکتی - وغیرہ -

وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا هُوْدًا وَّالَّذِيْنَ

جب اُن پر ہمارا عذاب آ پہنچا تو ہود کو اور ہود کے ساتھی مسلمانوں کو

اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا ۚ وَنَجَّيْنٰهُمْ

اپنی رحمت سے ہم نے اُس سے بچا لیا اور بڑے

مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ ۝ وَتِلْكَ عَادٌ

سخت عذاب سے نجات دی یہی قوم عاد تھی

جَحَدُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَعَصَوْا رُسُلَهٗ

جس نے اپنے پروردگار کی آیتوں کا انکار کیا اور اُس کے پیغمبروں کی نافرمانی کی

وَاتَّبَعُوْٓا اَمْرَ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ ۝ وَ

اور ہر سرکش مخالف کے کہنے پر چلے نتیجہ یہ ہوا

اُتْبِعُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً وَّيَوْمَ

کہ اس دنیا میں بھی اور قیامت کے دن بھی اُن کے پیچھے لعنت

الْقِيٰمَةِ ۭ اَلَآ اِنَّ عَادًا كَفَرُوْا رَبَّهُمْ

لگا دی گئی خوب سن لو عاد نے اپنے رب کا انکار کیا

اَلَا بُعْدًا لِّعَادٍ قَوْمِ هُوْدٍ ۝

آگاہ ہو کہ ہود کی قوم عاد پر لعنت

تفسیر سرکشوں کی سرکشی حد سے بڑھ گئی تو قہر الٰہی جوش میں آیا آندھی کا ایک زبردست طوفان اٹھا جس نے کل آبادی کو تہ و بالا کر دیا - ہزاروں لاکھوں لاشوں کے انبار گلی کوچوں میں لگ گئے مکانوں کے اندر دب گئے - ہوا سے اڑ کر پہاڑوں اور درختوں سے ٹکرا کر ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے - رسول پاکؐ کے زمانہ تک اُن کے کھنڈر اور آثار موجود تھے سر راہ سے گذرنے والے عرب اُن کو دیکھتے اور جانتے تھے حضرت ہود کو اُن کی جماعت سمیت خدا نے بچا لیا -

ایک شبہ کا ازالہ ہود کی قوم میں سوائے حضرت ہود کے اور کوئی پیغمبر نہ ہوا پھر اُن کی تباہی کو رسولوں کی نافرمانی کا نتیجہ کیوں قرار دیا - اور عَصَوْا رُسُلَهٗ کیوں فرمایا یہ ایک شبہ ہے جس کا جواب دو طرح دیا گیا ہے - اول یہ کہ پیغمبر وقت پر ایمان لانا اس شرط پر موقوف ہے کہ اس سے پہلے کے تمام پیغمبروں کو ماننا چاہئے - قوم ہود نہ فقط حضرت ہودؑ کی تکذیب کرتی تھی بلکہ آپ سے پہلے کے کسی پیغمبر کو نہیں مانتی تھی - نہ نوح کو نہ ادریس و شیثؑ وغیرہم کو دوسرا جواب یہ ہے کہ تمام پیغمبر فرض رسالت اور اصول پیغمبری میں یکساں ہیں - اس لئے اگر ایک پیغمبر کا بھی انکار کر دیا جائے تو باوجود دوسرے پیغمبروں کی تصدیق کے ایسے شخص کو عموماً پیغمبروں کا منکر قرار دیا جائیگا - قوم ہود نے حضرت ہودؑ کا انکار کیا تو گویا کل پیغمبروں کا انکار کیا - کیونکہ دوسرے پیغمبروں نے ہودؑ کی رسالت کی تصدیق کی - اور جب پیغمبروں کی رسالت کی تصدیق کو نہ مانا تو گویا اُن کی بھی تکذیب کی -

مقصود بیان: نجات محض رحمت الٰہی ہے کسی استحقاق پر مبنی نہیں ہے حضرت ہودؑ کو اُن کی جماعت سمیت خدا نے نجات دی مگر محض اپنے رحم و کرم سے لفظ بِرَحْمَةٍ میں اس طرف اشارہ ہے کہ کسی کو اپنے اعمال و افعال پر خواہ کیسے ہی نیک ہوں کچھ گھمنڈ نہ کرنا چاہئے کیونکہ یہ دنیوی نجات افعال پر مبنی ہے نہ اخروی سعادت یہ تو فضل الٰہی ہے - وہ اپنی رحمت سے جس کو چاہے نجات عطا فرمائے ظالم مغرور سرکش اور سربلند کافروں اور فاسقوں کی بات نہ ماننی چاہئے - وغیرہ

وَاِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۘ قَالَ يٰقَوْمِ

اور ثمود کی قومی بھائی صالح کو ہم نے اُن کے پاس بھیجا صالح نے کہا اے میری قوم

اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۭ

اللہ کی عبادت کرو جس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں

هُوَ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ

اُسی نے تم کو زمین سے پیدا کیا اور زمین پر آباد

فِيْهَا فَاسْتَغْفِرُوْهُ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ ۭ اِنَّ

کیا تم اُس سے توبہ استغفار کرو میرا

رَبِّيْ قَرِيْبٌ مُّجِيْبٌ ۝ قَالُوْا يٰصٰلِحُ قَدْ

رب قریب اور دعا قبول کرنیوالا ہے قوم والے بولے صالح

كُنْتَ فِيْنَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هٰذَآ اَتَنْهٰىنَآ

اس سے پہلے تو ہم کو تم سے امیدیں تھیں کیا جس چیز کی

اَنْ نَّعْبُدَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا وَاِنَّنَا لَفِيْ شَكٍّ

ہمارے باپ دادا پرستش کرتے رہے اُنکی پرستش سے تم ہم کو منع کرتے ہو جس چیز کی

مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ مُرِيْبٍ ○

عبادت کی طرف تم ہم کو بلا رہے ہو ہم کو اسمیں ایسا شک ہے کہ دل نہیں ٹھیرتا

تفسیر عاد ثانیہ جس کا نام ثمود ہے بڑی پر جبروت قوم تھی۔ جنوبی مصر تک اس کا تسلط ہوگیا تھا۔ تمدن بھی اس کا اچھا تھا۔ شداد ایسا بادشاہ اسی قوم میں ہوا۔ لقمان ایسے دانشمند بھی اسی میں تھے حضرت صالحؑ کو خلعت رسالت سے آراستہ فرما کر اس جابر قوم کی ہدایت کے لئے مقرر فرمایا صالحؑ اور ہودؑ میں دو سو سال کا فرق تھا حضرت صالحؑ کی عمر دو سو اسی سال کی ہوئی۔ قوم ثمود مقام حجر کی رہنے والی تھی۔ حجر ایک علاقہ تھا جسکا محل وقوع شام و مدینہ کے درمیان پہاڑی حصہ تھا۔ حاصل ارشاد یہ ہے کہ قوم ثمود شرک اور بداعمالی میں مبتلا ہوگئی توحید الوہیت و ربوبیت کو چھوڑ بیٹھی تو اللہ نے اس کی ہدایت کے لئے انہی میں سے ایک مخصوص فرد کو منتخب فرمایا جس کا نام صالح تھا حضرت صالحؑ نے خدائے واحد و یکتا اللہ کی عبادت کی ترغیب دی۔ اور فرمایا اللہ نے تم کو مٹی سے پیدا کیا پھر اس سرزمین میں تم کو آباد کیا اور بقول ضحاک تمہاری عمریں دراز کیں۔ الغرض تمہاری ایجاد اور بقا اسی کے دست قدرت میں ہے لہٰذا اسی کی طرف رجوع کرو۔ نافرمان قوم نے جواب دیا صالح ہم کو تو تم سے اس سے قبل بڑی بڑی امیدیں لگی ہوئی تھیں خیال تھا کہ تم قوم کی اصلاح کرو گے دنیا میں ہمارے کام آؤ گے۔ ہمارے مندروں کا تحفظ کرو گے اور تم الٹے ہماری تباہی کے درپے ہوگئے بھلا تمہارے کہنے سے ہم آباؤ اجداد کے دین کو کیسے چھوڑ دیں اور کسطرح اپنے اسلاف کے معبودوں سے منہ موڑ لیں تمہاری دعوت کی حقانیت کا ہم کو یقین نہیں۔

قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ

صالح نے کہا اے میری قوم دیکھو تو میں اپنے رب کی طرف سے دلیل پر

مِّنْ رَّبِّيْ وَاٰتٰىنِيْ مِنْهُ رَحْمَةً فَمَنْ

قائم ہوں اور اُس نے اپنی رحمت مجھکو عطا کی ہے اب اگر

يَّنْصُرُنِيْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ عَصَيْتُهٗ فَمَا

میں اُس کی نافرمانی کروں تو اللہ کے مقابلہ میں میری کون مدد کرے گا

تَزِيْدُوْنَنِيْ غَيْرَ تَخْسِيْرٍ ○ وَيٰقَوْمِ هٰذِهٖ

تم تو میری نقصان رسانی میں اضافہ ہی کر رہے ہو اے میری قوم یہ

نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْٓ

اللہ کی اونٹنی تمہارے لئے نشان قدرت ہے اللہ کی زمین پر اسکو کھانے

اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ

پھرنے دو کوئی تکلیف نہ پہنچاؤ ورنہ تم پر

عَذَابٌ قَرِيْبٌ ○ فَعَقَرُوْهَا فَقَالَ

قریبی عذاب آ پہونچے گا الغرض قوم والوں نے اونٹنی کے پاؤں کاٹ ڈالے

تَمَتَّعُوْا فِيْ دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ ذٰلِكَ

صالح نے کہا اب تین دن تک اپنے گھر میں مزے کر لو یہ

وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوْبٍ ○ فَلَمَّا جَآءَ

وعدہ جھوٹا نہیں ہے بالآخر جب ہمارا عذاب

اَمْرُنَا نَجَّيْنَا صٰلِحًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

آپہنچا تو اپنی مہربانی سے ہم نے صالح کو اور اُس کے ساتھی

مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَمِنْ خِزْيِ يَوْمِئِذٍ

مسلمانوں کو بچالیا اور اُس دن کی رسوائی سے (محفوظ رکھا)

اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ ○ وَاَخَذَ

بیشک تمہارا رب قوی اور غالب ہے اور اُن

الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ

ظالموں کو ایک چیخ نے پکڑ لیا جس کی وجہ سے وہ اپنے گھروں میں

جٰثِمِيْنَ ○ كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ؕ اَلَآ اِنَّ

اوندھے منہ گر کر (مر گئے) معلوم ہوتا تھا کہ ان گھروں میں وہ رہتے ہی نہ تھے آگاہ ہو

ثَمُوْدَا۟ كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ؕ اَلَا بُعْدًا لِّثَمُوْدَ ○ ع

کہ ثمود نے اپنے رب کا انکار کیا سن لو ثمود پر لعنت ہو

تفسیر حضرت صالحؑ نے فرمایا بھائیو! اللہ نے مجھے معجزات اور نبوت محض اپنے کرم سے بغیر کسی استحقاق کے عطا کی ہے

مولوی دہلی رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۸۶۶
۲۸
ربیع الاول
4773
عورت کو سفید پانی آنا خطرناک ہے
جو عورتیں سفید پانی کی بیماری میں مبتلا ہیں یعنی وقت بے وقت زردی مائل یا سفید رطوبت اُن کے خفیہ جسم سے نکلتی رہتی ہے وہ اپنی ہری بھری جوانی کو چند روز میں خاک کر دیتی ہیں۔ کیونکہ سفید پانی کی بیماری سے غفلت برتنا اور اس کا علاج نہ کرنا بیحد خطرناک ہوتا ہے۔ یہی سفید رطوبت دراصل جوانی اور شباب کا جوہر ہوتا ہے جو رفتہ رفتہ بدن سے خارج ہو جاتا ہے اور عورت کو بیکار کر دیتا ہے اس بیماری کے شروع میں عورت کے تمام بدن میں بیکلی اور پنڈلیوں، کمر اور ناف کے نیچے میٹھا میٹھا درد ہوتا ہے۔ پھر سر چکرانے لگتا ہے۔ کام کی زیادتی یا چلنے پھرنے سے بیحد تکان اور کمزوری محسوس ہونے لگتی ہے۔ اُسکے ماہواری ایام میں کچھ ایسی گڑبڑ پڑ جاتی ہے جو بعض اوقات عورت کی صحت کا بالکل ہی خاتمہ کر ڈالتی ہے پس ایسی حالت میں اس سفید بیماری (یعنی سیلان الرحم) سے عورت کو غفلت نہ کرنی چاہیے
سفید پانی کو روکنے کی ترکیب
اگر کوئی عورت سیلان الرحم کی مریض ہے اور اس کے خفیہ جسم سے پانی یا رطوبت نکلتی رہتی ہے تو اس کو روکنے اور اس کا علاج کرنیکی سب سے آسان اور سب سے سستی ترکیب یہ ہے کہ وہ ایک شیشی دوا "روک" استعمال کرے۔ یہ دوا تقریباً بارہ سال سے تجربہ میں آرہی ہے اور سیلان الرحم کی بیماری کو تیسرے دن ختم کر دیتی ہے۔ ہزارہا عورتوں نے اس دوا کے ذریعہ اس بیماری سے نجات حاصل کی ہے۔ دوا شروع کرنیکے تیسرے دن ہی مریضہ بول اٹھتی ہے کہ دوا "روک" نے کتنی جلدی اُسے صحت کا یقین دِلا دیا۔ کیونکہ استعمال شروع کرنیکے تیسرے روز سفید رطوبت کا خارج ہونا بند ہو جاتا ہے اور پھر پوری شیشی ختم ہونے تک مرض کی بنیاد ختم ہو جاتی ہے۔ پس جن عورتوں کو سفید پانی کی بیماری ہو انہیں چاہیے کہ اپنی جوانی کی حفاظت کریں۔ اور
لیڈی ڈاکٹر زنانہ دوا خانہ پی۔بی دہلی کے پتہ پر خط لکھکر دوا "روک" کی ایک شیشی بذریعہ وی پی پارسل منگا کر استعمال کریں۔ سفید رطوبت سے نجات مل جائیگی۔ ایک شیشی دوا "روک" کی قیمت تین روپے ہے محصول آٹھ آنے لگے گا۔
ٹیلیفون نمبر

ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا او اخطانا
ماہوار جریدہ
مولوی
مدیر مسئول عبدالحمید خان
فی پرچہ
دو آنہ
2
چندہ سالانہ
ONE RUPEE INDIA 1916
دس حدیث کی کتابیں
پڑھنے کے لیے آپ کے پاس وقت نہ ہو۔ تو صرف ایک ہی کتاب پڑھ لیجیے جو سب کا خلاصہ ہے
یہ مشکوٰۃ شریف ہے، جو بخاری، مسلم، ترمذی، ابو داود، ابن ماجہ، نسائی، سنن امام شافعی، امام احمد بن حنبل، امام مالک اور بیہقی کا وہ عطر ہے جو مصر کے
سب سے بڑے عالم نے کھینچا ہے دو جلدوں میں ہے پہلی جلد ۰۰ صفحات اور ۲۶۰۷
حدیثیں دوسری جلد ۰۰ ۵ صفحات ۲۳۸۰ حدیثیں اور ایک ہزار راویوں کے حالات
اردو ترجمہ ہے رسمی کاغذ مجلد چار روپے اعلیٰ کاغذ مجلد چرمی پانچ روپے محصول ۱۲/
مینیجر رسالہ مولوی عبدالحمید خان کوچہ چیلان دہلی

اس اعلان کو پڑھکر آپکی تمنا پوری ہوجائیگی

مردانہ کمزوریوں کا خاتمہ

طلاء مخصوص رجسٹرڈ دنیا کے تمام طلاؤں سے افضل ہے جس کے استعمال سے کجی۔ خمی۔ لاغری سستی۔ نامردی رگوں کا ابھرآنا پتلاپن۔ اور ٹیڑھاپن بغیر آبلہ اور چھالے دور ہوکر نامرد کو مرد بناکر رگوں اور پٹھوں میں بجلی کی مانند قوت اور فولاد کے مانند سختی پیدا کرتا ہے قیمت فی شیشی پانچروپے نمونہ سوا روپیہ جنکو معمولی شکایت ہو ان کے لئے یہ نمونہ دس بار کے لئے کافی ہے۔

راحت کا سمندر

فوری طلاء رجسٹرڈ جن کو وقت پرستی کے باعث شرمندگی اٹھا ایسے مایوسوں کو وقتی ضرورت کے لئے سم ہے۔ فوری طور پر اس کا استعمال اعصاب میں برقی لہریں دوڑ اور اس بلا کی گرمی، استادگی خیزی پیدا کرتا ہے کہ بوڑھا ہو یا ر رہ جاتا ہے۔ ناکارہ سے ناکارہ آدمی وقت پر کامیاب ہوجا قیمت چالیس بار کے لئے پانچروپیہ نمونہ دس بار کے لئے سوا رو

امساکی رجسٹرڈ رکاوٹ کے لئے عجیب تحفہ ہے عورت کو مطیع کردینے کے لئے زندہ جادو ہے۔ بجد ممسک ولذذ جب تک ترشی نہ کھاؤ فراغت ہے۔ قیمت تین درجن دو روپیہ پندرہ آنے (عہ) نمونہ کے لئے ایک درجن ایک روپیہ چار آنے (عہ)

تحفہ عجیب رجسٹرڈ زبردست [illegible] لذت افزا دوا نہ استعمال کی ہو اگر یہ ن محمد بتعال سے معزور محبوبہ بیخود چور ہوکر دارفتہ اور بیدام غلام بن جاتی ہے اس کی آنکھوں میں ڈورے پڑجاتے ہیں اس دوا کو لوگ لذت کا بادشاہ قیمت فی شیشی پانچ روپے (صہ) نمونہ ایک درجن ایک روپیہ چار آنے (عہ) عیش کا پورا لطف ان میں ہے۔

سدابہار رجسٹرڈ فراغت کے بعد ذرا سی معجون کھا لینے سے طاقت کم نہ ہوگی اور ہر بار نصف گھنٹہ کے بعد سابقہ جوش اور پہلی سی طاقت اس کے استعمال سے لوگ چار چار بار تک فائدہ اٹھاتے ہیں۔ قیمت چالیس بار کے لئے پانچ روپے (صہ) نمونہ لئے ایک روپیہ چار آنہ (عہ) دنیا میں یہ دوا اپنی قسم کی سرتاج ایجاد ہے جو نہ طاقت کم ہونے دیتی ہے اور نہ جوانی ختم کرتی ہے۔

(نوٹ) محصول ڈاک (۹) ہر حالت میں آپ کے ذمہ ہے)

خداگواہ ہے

نمونے بالکل اصل لاگت پر بھیجے جارہے ہیں تاکہ زیادہ سے زیادہ آدمی نمونہ منگاکر ہماری اس حقیر پیش کش سے فائدہ اٹھائیں کے لئے زندہ اشتہار بن جائیں ۵ نمونے چار روپے۔ ۴ نمونے تین روپے آٹھ آنے۔ تین نمونے تین روپیہ۔ دو نمونے دو روپے چار آنے سے کم ہرگز نہ بھیجے جائیں گے۔ محصولڈاک ہر حالت میں بذمہ خریدار ہوگا جن لوگوں کو معمولی شکایت ہو ان کے لئے نمونہ کافی ہے۔ نداندر دوا منگانے کی ضر

ملنے کا پتہ

کارخانہ نیو ایجنسی جڑی بوٹی سپلائی کمپنی پشت جامع مسجد دہلی

چندہ مولوی سالانہ ایک روپیہ

مولوی کے ... صفحات پر ایک روپیہ سالانہ اخبارات کے قانون کے مطابق ہو سکتا ہے۔ لیکن ایک اور دشواری اور ہو گئی۔ کہ کاغذ جو بازار سے خریدا جرم ہو گیا ... سرکار دولت مدار جتنا کاغذ دینا چاہتے ہیں۔ گزارہ کرنا پڑے گا جن کے پاس ... کا ذخیرہ ہے ان کے لئے تو آسانی ہے کہ وہ قانون کے ماتحت رہ کر بھی اپنی مرضی ... کر لیں۔ لیکن ہم جیسے تہی دستوں کے لئے بڑی دشواری ہے اس دفعہ ۲۴ صفحے ... ہیں یہ ضخامت اسی وقت ساتھ دے سکتی ہے جب تک تھوڑا بہت ذخیرہ ... یا گورنمنٹ بیا کر نہرت کو شرعاوے۔ بہرحال اب بمجبوری آپ ... سکتے ہیں۔ بہرحال یہ زمانہ تو ایسا ہے کہ

ایک روپیہ میں بیس صفحہ ماہوار

اگر ملتی ہوئی چیزوں کا وجود ہی باقی رہ جائے ... غنیمت ہے دعا کریئے۔ کہ خدا اس جنگ کو ختم کر دے

پچھلے مہینوں میں دس دس بارہ بارہ گنی قیمت پر جو بازار سے کاغذ خرید کر رسالہ بہرحال شائع کیا ہے۔ اور اس کا اثر مولوی کی مالی حالت پر جیسا پڑا وہ ظاہر ہے بس کتابیں منگا کر اس کی تلافی کر دیجئے

تراجم احادیث

(۱) بخاری شریف تین جلدیں آٹھ روپے (۲) مسلم شریف ۲ جلدیں پانچ روپے (۳) ترمذی شریف ۲ جلدیں ساڑھے پانچ (۴) ابوداؤد ۲ جلد پانچ روپے (۵) ابن ماجہ ایک جلد تین روپے۔ سب مجلد چرمی۔ محصول علاوہ

کتاب الاسلام

فقہ حنفی کی سب سے بڑی کتاب ... صفحات اسلامی معلومات کی اتنی بڑی کتاب اردو زبان میں نہیں اس میں اسلام کی عقلی و نقلی پوری معلومات ہیں پانچویں بار چھپی ہے کاغذ بہت اعلیٰ مجلد چرمی قیمت پانچ روپے محصول ...

اسلامی معاشرت

دو سو صفحہ کی کتاب ہے۔ کاغذ اعلیٰ از مولوی شریف احمد صاحب مراد مسلمان بحیثیت انسان اور متمدن انسان کیسا ہونا چاہئے اور اسلام کیا انسان بنانا چاہتا ہے ہدایات قرآن و حدیث سے۔ قیمت بارہ آنے

ہفت اولیا

۲۴ صفحات از حضرت شاہ مراد سہروردی اس میں ہندوستان اور بیرون ہند کے سات اکابر اولیاء کرام کے حالات و کرامات ریاضات اور عوام کے ان سے تعلقات بڑی وضاحت و استناد کے ساتھ درج ہیں۔ قیمت ۱۲

تین ولی

۱۲ صفحات از حضرت شاہ مراد سہروردی اس میں تصوف اور صوفیائے کرام کی زندگی پر ایک زبردست مقالہ بعدہ حضرت خواجہ معین الدین رحمۃ اللہ، حضرت خواجہ گنج شکر اور حضرت صابر کلیری کے حالات قیمت دس آنے

ملفوظات غریب نواز

از مولانا نام جلالی۔ حضرت قطب صاحب کا مرتبہ روزنامچہ جو انہوں نے مجالس حضرت غریب نواز کی صورت میں مرتب کیا۔ یہ گویا حضرت خواجہ کی سیرت کا پر معارف خاکہ ہے۔ قیمت آٹھ آنے

شاہ جیلان

۸ صفحات از مولانا نذیر الحق قادری شاہ جیلان پیران پیر دستگیر کی مختصر سوانح حیات لیکن بڑی بہتر دل آویز اور مستند اس میں حضور کی اخلاقیات اور کرامات بہت وضاحت سے ہیں آخر میں ضمیمہ غوث شریعی ...

مواعظ غوثیہ

حضور غوث پاک کے نو بے مقالات ارشاد فرمان میں یہ فتوح الغیب کا اردو ترجمہ ہے۔ حضور کے مواعظ جس قدر دل آویز پر وعظ اور پر معارف ہو سکتے ہیں۔ اس کا اندازہ کتاب پڑھ کر ہی ہو سکتا ہے

تین مقدس شاعر

(۱) حضرت شیخ سعدی (۲) حضرت حافظ شیرازی (۳) حضرت امیر خسرو۔ یہ تینوں روشن ضمیر شاعر ہیں ان کی لاف امدان کی تصانیف کا اقتباس اور تصوف کے شاہکار نکتوں ... کئے گئے ہیں۔ الگ الگ ۴ تینوں ساتھ دس آنے ۱۰

الغزالی

۱۱۲ صفحات از علامہ شبلی نعمانی محبوب العارفین اور اکرم الاصفیا حضرت امام محمد غزالی کے حالات تصوف کے کرشمے طریقت کی راہیں اور اوراد و اذکار اس کتاب میں ہیں تصوف کے شائق دل سے پڑھتے ہیں۔ قیمت آٹھ آنے

سوانح مولانا روم

۹۶ صفحات از علامہ شبلی نعمانی مولانا روم تصوف کے بادشاہ مولوی معنوی کے حالات اور انکی مشہور و معروف مثنوی کے اقتباسات و اثر اور مولانا کی پر معارف حکایات وغیرہ قیمت چھ آنے

اوراد و وظائف

۲۰ صفحات از حضرت عرشی شاہ مخدوم جہانیاں جہاں گشت اوراد و وظائف کا بیش بہا گنجینہ سو فیصدی کامیاب ثبوت یہ ہے کہ سات مرتبہ چھپ چکی ہے تعویذ بیچنے والے اسی کے تعویذ بیچا کرتے ہیں ...

تسخیر القلوب

۴ صفحات ہر آدمی کو مسخر کرنے کی تدبیریں اور تسخیر کے اوراد و اوفاق نقش ہیں۔ جب کے عمل تو لاجواب ہیں اس کتاب کا عمل جب تو لوگ صدہا روپے کے ہدیہ کر چکے ہیں۔ لاجواب موثر کتاب۔ قیمت آٹھ آنے

تفسیر بست سورہ

۱۱۲ صفحات از مولانا عبدالحق صاحب محدث دہلوی نمازوں میں جو عام طور سے پارہ عم کی سورتیں پڑھی جاتی ہیں ان میں سے بیس سورتوں کی تفسیر و ترجمہ تاکہ نماز پر کیف ہو جائے قیمت چھ آنے

تفسیر سورہ اخلاص

سورہ قل ہو اللہ کی بڑی مبسوط تفسیر از حضرت مولانا احمد سعید صاحب ۲۴۰ صفحہ کی کتاب ہے توحید باری تعالیٰ کا سب سے بہتر اور بڑا وعظ اور صدہا حکایات دلچسپ۔ قیمت بارہ آنے

تفسیر آیۃ الکرسی

۹۶ صفحات از مولانا نام جلالی اس کا نام صحیفہ قدسی ہے۔ آیۃ الکرسی کی تفسیر اس کی خاصیت اولیائے کرام کے تجربات اور ان کے عملیات اسم اعظم کا عمل بڑا کامیاب ہے۔ قیمت دس آنے ۱۰

اللہ والوں کے وعظ

یا اخلاق سلف قدوۃ الاصفیا حضرت امام شعرانی کے دو وعظوں کا اردو ترجمہ جو دل کے زنگ دور کرنے کا روحانی تیزاب ہے۔ تصوف اخلاق، ریاضات مجاہدات سب کچھ ہیں۔ مجلد قیمت ڈیڑھ روپیہ

قاعدہ اسہل القرآن

۵۶ صفحات بالتصویر از پروفیسر علم الدین یہ عربی کا مشہور قاعدہ ہے اس کے پڑھنے کے بعد قرآن شریف اور اردو کے پڑھنے میں آسانی ہو جاتی ہے۔ اور چھوٹی سی عربی کی عبارات ہو جاتی ہیں ۴

بچوں کی عقل کی کتاب

۸ صفحات از ایمائے فاروقی اردو قاعدہ کے بعد بچوں کو یہ کتاب پڑھائیے اس سے عقل تیز اور ذہن رسا ہو جاتا ہے کیونکہ ۴۸ بالتصویر سبق ہیں اور سب باتیں ہیں جن سے بچہ ہوشیار ہوتا ہے ۴

سلسلہ تعلیم الاسلام

۲۰۰ صفحات مجلد ۴ حصے از علامہ مفتی محمد کفایت اللہ صاحب صدر جمعیۃ علمائے ہند جو بچے ہیں ہر حصہ میں دو سو سے زیادہ عقائد عبادات بچوں کی ذہنیت اور سمجھ کے موافق چاروں یکجا مجلد ...

شرح کریما

حضرت سعدی کی مشہور کتاب کریما۔ جو فلسفہ اخلاق اور ترجمانی زندگی کا بڑا اچھا خاکہ ہے اس کا ترجمہ اور شرح گویا احادیث خلق نبوی کی تفسیر اور اچھی خاصی وعظ کی کتاب ہے مع صد پند لقمان۔ ۱۲۰ صفحات قیمت دس آنے

استاد عربی

۲۲۲ صفحات از حضرت مولانا عبدالسلام صاحب پروفیسر السنہ شرقیہ عربی سیکھنے کی بڑی آسان کتاب جس میں بڑے آسان طریقہ پر بغیر رٹنے کے عربی زبان بڑی حد تک آ جاتی ہے۔ قیمت ایک روپیہ

استاد تقریر

جادو کرنے والی تقریر آپ بھی کر سکتے ہیں کتاب جادو بیانی منگا کر اور اس کے بتلائے ہوئے طریقہ پر عمل کیجئے۔ بڑی نادر کتاب قیمت ۸

... مولوی عبدالحمید خان نے مرزا محمد بیگ صاحب کے محبوب المطابع اردو بازار میں چھپا کر دفتر رسالہ مولوی کوچہ چیلان سے شائع کیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

چاند کی چودہ تاریخ تک بھی اگر اتفاق سے کوئی پرچہ آپ کو نہ ملے تو دوسرا پرچہ خط بھیجکر منگالیں یہ نہ ہو کہ کئی ماہ تک خاموش رہنے کے بعد طلب کریں دو ماہ کے بعد مولوی کا کوئی پرچہ باقی نہیں رہتا

(ربنا لا تواخذنا ان نسینا او اخطانا)

مولوی دہلی

جو ہر اسلامی مہینے کی بارہ تاریخ کو حمیدیہ پریس دہلی سے شائع ہوتا ہے

نمبر خریداری ہر خط میں ضرور لکھئے کہ بار بار آپکے پتہ کی جانچ ہوتی رہے اور تبدیل پتہ کے وقت تو نمبر خریداری لکھ دیا کیجئے ورنہ سمجھ لیجئے کہ آپکے ارشاد کی تعمیل نہیں ہوئی اور آپ کا پرچہ آپ کے سابقہ پتہ پر ہی جارہا ہے

جلد ۳۷ | بابت ماہ ربیع الثانی ۱۳۶۲ ہجری | نمبر ۴

شذرات

پاکستان اور تقسیم ہند

دار الحکومت دہلی میں جو عیسائی کانفرنس حال ہی میں منعقد ہوئی اگرچہ وہ پورے ملک کے عیسائیوں کا ایک مشترکہ اور عظیم الشان اجتماع تھا اور اس میں کچھ ہندوستانی اکابر بھی شریک تھے تاہم ہمیں اس سے کوئی دلچسپی لینے کی چنداں ضرورت نہ تھی اس لئے کہ ہمارے اپنے نظریہ کے متعلق ہر قوم کو اپنے نجی اور خانگی امور کے متعلق اپنے قومی نقطۂ نظر سے بحث و غور کرنیکا پورا حق حاصل ہے اور وہ اپنے مفاد اور اپنے معاملات کو جس حسن و خوبی کے ساتھ سمجھ سکتی ہے دوسرے ہرگز نہیں سمجھ سکتے اقوام بھی نوع افراد ہی کا مجموعہ ہیں جب ہمارا اپنا آئے دنکا مشاہدہ یہ ہے کہ ذاتی امور اور ذاتی معاملات میں دو بھائی دو بہنیں اور دو بچے بھی مختلف نظریات اور خیالات کے حامل ہوتے ہیں ایک کا رجحان کسی پیشہ کی طرف ہوتا ہے اور دوسرے کا کسی حرفت کے متعلق میلان ہوتا ہے کسی کو تجارت پسند ہو کوئی ملازمت کو ترجیح دیتا ہے ایک بہن سادگی لباس کی دلدادہ ہے دوسری فیشن اور وضع داری پر مٹی ہوئی ہے ایک بھائی کوٹ سوٹ کو پسند کرتا ہے دوسرا شیروانی اور ترکی ٹوپی کو مرجح سمجھتا ہے ایک بھائی اپنے بچوں کے لئے صنعت و حرفت کو پسند کرتا ہے اور انھیں سلوتری و جزرسی کا خوگر بنانا چاہتا ہے دوسرا چاہتا ہے کہ اسکے بچے ابھی سے شان و صفائی کے ساتھ اوقات زندگی بسر کرنے کے عادی بنیں اور بڑھکر منصب یا مجسٹریٹ بنیں۔

ایک بھائی کو ہرگز حق نہیں کہ وہ دوسرے کے نجی معاملات و آئین میں خلل انداز ہو اسلئے کہ ہر شخص اپنے نظریہ کے مطابق اپنے مستقبل کو شاندار بنانا چاہتا ہے نہ وہ تجارت کے ذریعہ اپنے مستقبل کو شاندار بنانے کی فکر میں ہے دوسرے بھائی کے عہدے پسندانہ طریق پر معترض ہونیکا حق رکھتا ہے اور نہ دوسرے کو مقدم الذکر کے نصب العین کی مذمت کا حق رکھتا اگر ایک بھائی اپنی سلامتی اور ترقی کا راز اسی میں سمجھتا ہے کہ وہ اپنے کاروبار اور جائداد کو علیحدہ کر کے اپنے طریق پر ترقی کرے اور آگے بڑھے اور اپنی نسل کو خوشحال بنانے کی فکر کرے تو دوسرے کو کب یہ حق حاصل ہو کہ وہ خواہ مخواہ اس کی راہ میں سنگ گراں بنکر حائل ہو جائے ایک بھائی کی حیثیت سے اگر وہ دوسرے بھائی کے طریقہ ہائے کار کو اقرب الی الصحت و صواب نہیں سمجھتا تو اسے سمجھانے اور مشورہ دینے کا ضرور حق حاصل ہو اور اگر وہ نہ مانے تو زبردستی منوانے کی سعی کا نتیجہ اس کے سوا کیا ہوگا کہ دوسرا اس پر غضبناک ہو کشیدہ کرے باہم تلخیاں پیدا ہوں اور مشترک معاملات میں تعاون بھی ندر حراحت ہو کر ایک خاندانی نزاع کا بے پناہ سلسلہ شروع ہو جائے یہ دقائق نہیں حقائق ہیں جو علیحدہ

نہیں جسے عقل عامہ سمجھ نہ سکیں ایک عامی سے عامی بھی اسے سمجھ سکتا ہے اسلئے کہ یہ چیزیں ہمارے روزمرہ سے متعلق ہیں اسی اصول افراد سے گذر کر قوموں پر بھی منطبق کیا جا سکتا ہے اگر مسلمانوں کو جداگانہ انتخاب و نیابت پسند ہے تو ہندو بھائیوں کا اس پر رضامند رہنا از بس ضروری ہے تاکہ مسلمان ان کے محبوب و پسندیدہ نظریہ انتخاب مخلوط کو اختیار کرلیں معقول ہو شدت اصرار سے غرضمندی کی بد بھوٹ بھوٹ کر نکلی اور بالآخر اس نے ایک مستقل اور یقینی شبہ کی صورت اختیار کرلی یہی صورت پاکستان کی ہے مسلمان کروڑ بیس دس کروڑ افراد کی قوم کی حیثیت سے وہ ہر وقت اسے الگ ہی کر سکتے ہیں اگر مسلمان اپنا فائدہ اسی میں سمجھتے ہیں کہ وہ الگ ہوکر اپنے نظریات عقائد اور روایات کے مطابق اپنا آئین خود بنائیں اور اپنے مستقبل کو خود اپنے ہاتھ میں لیں تو ہندو بھائیوں کو اس پر معترض ہونیکا کوئی حق نہیں یقینا جب تک ایک گاؤں غیر منقسم حالت میں رہتا ہے بھرم قائم رہتا ہے چار بھائیوں کی مشترکہ قوت بڑی قوت ہوتی ہے یہ ٹھیک ہے بالکل ٹھیک ہے مگر انسان فرشتہ نہیں ہے انسان کے اندر نیکی کے ساتھ شر کا مادہ بھی ہے شیطان پیچھے لگا ہوا ہے جو کام بگاڑ دیتا ہے اگر انسانوں کی یہ ساخت نہ ہوتیں تو سلطنتیں کبھی منقسم نہ ہوتیں۔ نہ ہندوستان میں کوروں اور پانڈوں کی جنگ ہوتی اور نہ عرب میں بنی امیہ و بنی عباسیہ دست و گریباں ہوتے اگر اختلافات کے بڑھنے کی صورتیں رونما ہوں تو پھر گاؤں کی تقسیم ہی بہترین راہ عمل ہوتی ہے اور تقسیم کے بعد بھی چاروں بھائی متحد و مجتمع رہکر بڑی قوت ثابت ہو سکتے ہیں اگر انسان محض خیر ہوتا تو پوری دنیا میں کہیں اور کبھی تقسیم کی ضرورت داعی نہ ہوتی مصیبت تو یہی ہے کہ ایک کی زیادہ ستانی کی حرص دوسرے کو اسی طرح مشتبہ کر دیتی ہے جس طرح ہندوؤں نے مسلمانوں کو کر دیا جب شبہات کی بنائیں استوار ہو چکیں ایک طرف سے اصرار دوسری طرف سے ضد کے نظارے ہوں نمایاں ہیں تو بہترین علاج یہی ہے کہ ہندوستان منقسم ہو جائے اور شبہات کی عمارتیں منہدم ہو کر رہ جائیں اگر اتفاق کے ساتھ رہنا چاہیں تو تقسیم کے بعد بھی دونوں پورے اتفاق کیساتھ رہ سکتے ہیں اور نہ رہنا چاہیں تو غیر منقسم حالت میں بھی لڑ سکتے ہیں جس طرح کہ اب تک لڑتے رہے ہیں۔ ان حالات میں راجہ سر مہاراج سنگھ پریذیڈنٹ عیسائی کانفرنس کا یہ فرمانا کہاں تک حق بجانب ہو کہ "ہمیں مسلمانوں کے حقوق کے مکمل تحفظ کی خواہش میں تو پوری ہمدردی ہے لیکن ساتھ ہی دو ہندوستان قائم کرنے کے منصوبہ کے ہم حامی نہیں۔ کیوں نہیں انہی کے الفاظ میں اسلئے نہیں کہ جب دونوں کے رواج ٹیکس رکھیں اور فوجیں الگ الگ ہو گئیں تو یورپ کی طرح لامحالہ ان میں بھی منازعات کا سلسلہ قائم رہے گا اور انھیں تقویت

پہنچتی کیا ہمیں سر موصوف سے یہ پوچھنے کا حق حاصل ہے کہ تو پھر کیا آپ اپنے اس اصول کے مطابق یورپ میں بھی جو بالکل ہندوستان کے بمابر ہے ایک حکومت قائم کرنے کے حامی ہیں اور ہیں تو ذرا بتائیے کہ آپ کس قوم کی حکومت قائم کرنے کی حمایت کریں گے اور وہاں کی دوسری اقوام کو اس ایک قوم کی حکومت یا مشترکہ حکومت پر کس طرح راضی کریں گے۔ اگر یورپ جیسے ملک میں کوئی مشترکہ حکومت قائم نہیں ہو سکی اور وہاں کیا کبھی دنیا کے کسی حصہ میں بھی قائم نہ ہو سکی تو ہندوستان کے لئے یہ دوسری دنیا کیوں بنائی جا رہی ہے اس لئے ملک کے لئے وہ اصول کیوں قرار دیئے جا رہے ہیں جو اب تک نہ کہیں قائم ہوئے نہ ہو سکتے ہیں رہا کچھ بڑے پہلو پیدا کر لینے کا سوال تو اس سے تو دنیا کی کوئی بہتر سے بہتر چیز بھی خالی نہیں ہر چیز میں خوبیاں اور برائیاں دونوں ہوتی ہیں کیا شراب اور جوئے کی حمایت اسلئے کی جا سکتی ہے کہ اس میں کچھ خوبیاں اور نفع کا بھی کچھ امکان ہے اور پاکستان کی مخالفت اس بنا پر صحیح قرار دی جا سکتی ہے کہ اس میں کچھ برائیاں بھی ہیں عقلاء کو تو دیکھنا یہ ہوتا ہے کہ خوبیوں کا پہلو بڑھا ہوا ہے یا برائیوں کا تلوار کو اس خوف سے دنیا سے ناپید کر دینا کہ اس سے ظلم و خونریزی کا امکان ہے کوئی دانائی نہیں اسلئے کہ پھر اس کے بعد مظلوموں کی حمایت اور بدی و شر کے دبانے کا کیا اہتمام کیا جائیگا۔

مذہب اور قوم پرستی

سر مہاراج سنگھ موصوف نے اپنے خطبۂ صدارت میں یہ بھی فرمایا کہ ہم لوگ بھی اتنے ہی قوم پرست ہیں جتنا کوئی دوسرا فرقہ ہو سکتا ہے مذہب اور سچی وطن پرستی کے درمیان کوئی تضاد نہیں ایک سچے عیسائی کو ایک سچا دیش بھگت ہونا چاہئے یہاں تک تو ہمیں سر موصوف کے ایک ایک لفظ کے ایک ایک حرف سے اتفاق ہے مسلمانوں کی قوم پروری کا بھی یہی عالم ہے وہ بھی یہی خیال رکھتے ہیں اس سے بھی آگے بڑھکر ہم تو یہاں تک کہنے کو تیار ہیں کہ اس خصوص میں مسلمان دنیا کی ہر قوم سے جو سلوک بلکہ دشمنوں کے ساتھ روا رکھتے چلے آئے ہیں نہ دوسرے دوست کے ساتھ روا رکھ سکے یہ مسلمان ہی ہیں جن کے یہاں ہر قوم کے پیشواؤں کے احترام ان کے جذبات کی پاسداری اور دشمنوں کے مقابلہ میں بھی حق کا دامن نہ چھوڑنے کی تاکید ہے مخلوق پروری کا بہترین تقویٰ قرار دیا گیا ہے ہر عہد کو جو کسی سے بھی کیا جائے پورا کرنیکا حکم ہے یہاں ایک فرمانروائے اعظم کے قاتل کو بھی اشتعال میں اگر فوری قتل کر دے والے شہزادے کے متعلق قصاص کا فتویٰ جاری کر دینے کی مثالیں موجود ہیں دوسری اقوام میں عنقا ہیں لیکن جس طرح عیسائی قوم پرستی پر ملک کو ترجیح دینے کے لئے تیار ہیں مسلمان ہرگز تیار نہیں۔

قوموں کے لئے ملک ہے نہ کہ قومیں ملک کے لئے ہیں اشرف المخلوقات انسان ہیں اور ہر چیز انسانوں ہی کے مفاد کے لئے ہے مسلمان کبھی ملک کو بت بنا کر پوجنے اور بھارت ماتا کو سجدہ کرنے کے لئے نہیں ہیں یہ چیز مبارک ہو عیسائیوں کو ہندوؤں کو پھر ہم تو صرف اس چیز ہی کو ایک فریب تصور کرتے ہیں ایک بہترین زمین جال سمجھتے ہیں جانتے ہیں کہ مفاد ملک کے نام پر حقوق غصب کر لینے کے لئے یہ الفاظ تراشے گئے ہیں اکثریت ملک کے مفاد کے نام پر آئین بنائیگی اور خود اس سے فائدہ اٹھائیگی دیکھ لیجئے کہ جہاں ہندو اقلیت میں ہیں وہاں یہ اصول مسخ ہو کر رہ جاتا ہے ملک کی آزادی کا نعرہ دیش بھگتی کہلاتا ہے مگر مدتوں سرحد کی آزادی ہی نہیں آئے آئین دینے کی بھی مخالفت شدت کے ساتھ کی جاتی رہی ہندو بیانات ہی کے مطابق سندھ کی آزادی سندھ کے لئے نہایت ضروری ہے مگر اس کی مخالفت پر برابر شدت کیجاتی رہی ہے اور پھر سندھ ہوستان کی تحریک شروع ہو رہی ہے جو جنگ کے نہیں کے متعلق ہنوز مخالفت موجود ہے۔

کیا اسی کا نام دیش بھگتی ہے اور سچے دیش بھگتوں کے وطیرے یہی ہوتے ہیں ہم پھر یہی کہیں گے کہ مذہب اور سچی وطن پرستی میں باہم کوئی تضاد نہیں لیکن ہندوستان میں وطن پرستی کا جو مفہوم لیا جا رہا ہے وہ سراسر فریب ہے۔

پہلے ہندوستانی اور بعد میں کچھ اور

ہندوستان میں ہندوستانی عیسائیوں کی تعداد صرف ستر لاکھ ہے یہ تعداد اتنی قلیل ہے جو چالیس کروڑ آبادی کے بحر ذخار میں ایک قطرہ کی حیثیت بھی نہیں رکھتی سکھوں کی آبادی بھی قلیل ہے مگر انہیں پنجاب کم از کم چند اضلاع میں تو اکثریت حاصل ہے اور وہ ملک کی ایک جنگی حیثیت سے تو مشہور ہیں عیسائیوں کو یہ بات بھی نصیب نہیں کسی صوبہ اور کسی ضلع میں انہیں اکثریت حاصل نہیں اور نہ انہیں نسلی امتیاز کی بنا پر اپنے ہم مذہب یورپینوں سے کسی قومی حمایت کی توقع ہے وہ ملک میں کہیں کسی جگہ کسی وقت اپنی حکومت قائم کرنیکا تصور کر سکتے ہیں ان کی اکثریت نسلی اعتبار سے ہندو اور ہندویت کی طرف راجع ہے۔

سر مہاراج سنگھ موصوف کا نام ہی خود اس صداقت کی ایک بین دلیل ہے خود جبکہ مسلمانوں کی یہ حالت ہے کہ وہ ہندو اکثریت کے خوف سے ہندو پیشوائی پر تیار ہو جاتے ہیں تو عیسائیوں کی تو بساط ہی کیا ہے ہندو خوشنودی پر ان کے رنج و راحت ہی نہیں مرگ و زیست کا انحصار ہے پھر ان سے کسی حق گوئی کی توقع رکھنا اور ہندو مقاصد کے خلاف کوئی بات سننے کی امید رکھنا عبث ہے وہ اگر یہ کہیں کہ پہلے ہندوستانی اور بعد کو کچھ اور ہیں تو بجا ہی ہے وہ یہ اعتقاد بھی نہ رکھیں تو بھی عملاً یہی ہوگا لیکن مسلمانوں کو اس کی درس دینا بالکل ایک ان مل بے جوڑ بات ہے اور اس کا منشا ہندوؤں کو خوش کرنے کے سوا اور کچھ نہیں یہی وجہ ہے کہ پنڈت ہردے ناتھ کنزرو نے بھرے اجلاس میں عیسائیوں کو مبارکباد پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ ہندوستانی عیسائیوں نے ہمیشہ اور ہر کام میں خود کو ہندوستانی اور بعد کو عیسائی سمجھا ہے اور مجھے امید ظاہر کی کہ راجہ سر مہاراج سنگھ کی رہنمائی میں ہندوستانی عیسائی اپنے ذاتی اور فرقہ وارانہ مفاد پر ملک کے مفاد کو ہمیشہ تقویت دیں گے" کیوں مبارکباد نہ دیں کہ یہ ان کے اصول مخترعہ کی تائید اور ان کے مقاصد کی تقویت کا ذریعہ ہے۔

اس کے باوجود طلب حقوق کا جو جذبہ اقوام ہند میں پیدا ہو چکا ہے وہ دبائے نہیں دب سکتا سر مہاراج سنگھ موصوف سب کچھ کہنے اور تمام ہندو اصول و نظریات کی تائید اور فرقہ پرستی کی مذمت کے باوجود یہ فرمانے پر مجبور ہوئے بغیر نہ رہ سکے کہ عیسائی اپنی قلت تعداد کے باوجود اپنے حقوق و مراعات پر اصرار کرنے اور اپنے عقیدہ و مذہب پر بے روک ٹوک عمل کرنے کی ضمانت طلب کر رہے ہیں آخر یہ کیا ہے ایک طرف طلب حقوق کا دعویٰ اور دوسری طرف فرقہ پرستی کی مذمت دونوں میں کوئی مطابقت بھی ہے اسی چیز کا ہندو دشمن ہے قوم پرستی سب کچھ گوارا کر سکتی ہے یہی اسے گوارا نہیں اسی پر مسلمانوں کو فرقہ پرستی کے طعنے ملتے رہے ہیں پہلے ہندوستانی بننے کے معنی یہی ہیں کہ فرقہ وارانہ حقوق کی طرف سے زبانیں بند کر لی جائیں مذہب اور عقیدے پر بے روک ٹوک عمل کرنیکی ضمانت اور وہ بھی خود مختار ہندوستان

میں وہ اکثریت کب عطا کرسکتی ہے جو آج غلام ہندوستان میں مسلمانوں کے سیکڑوں سے فریضہ نماز ادا کرنے کی روادار رہے اور نہ ذبیحہ گاؤ کی متحمل ہوتی ہے اور جس کی سیاست تبلیغ کو ممنوع قرار دیتے ہیں کہا "پہلے ہندوستانی ہو لے" کے معنی یہ نہیں کہ اگر ایک مندر یا مسجد یا گرجا اور مشرک کا معاملہ ہو تو معابد منہدم کر دیئے جائیں۔ ہندوؤں کے مندر تو انکی اکثریت کی وجہ سے محفوظ رہیں گے اور نہ ہندوؤں کی اکثریت کا فیصلہ بہرکیف ایک ہندو فیصلہ ہوگا ان میں اکثریت ہندو کی ہوگی اور وہ اپنے مندر کا انہدام کبھی گوارا نہ کرینگے مگر مسلم اور عیسائی معابد کا اس وقت خدا حافظ ہوگا ہم تو ہر حالت میں پہلے مسلمان رہیں گے اور بعد کو کچھ اور ہماری قومیت مقدم اسلام ہوگا اس کے بعد ملک کا نمبر آئیگا۔

مسٹر ستیندر مورتی کا انتقال

مسٹر ستیندر مورتی کی شمار ارض ہند کے مایہ ناز اور لائق ترین فرزندوں میں تھا بلاشبہ آپ ملک کے چوٹی کے رہنماؤں میں شامل تھے ہمیں آپ کی سیاسیات اور آرا کے ساتھ بیشتر اوقات اختلاف کے مواقع پیدا ہوتے ان کے نظریات کے خلاف خامہ فرسائی بھی کرنی پڑی بالخصوص پاکستان کے معاملہ میں ہمیں آپ سے شدید اختلاف رہا ہم آپ کے رویہ کو مسلم مفاصد کے خلاف سمجھتے ہیں لیکن اسکے باوجود ہم آپ کی ذہنی اور دماغی قابلیتوں کے ہمیشہ معترف رہے آپ کی پوری زندگی ملک کے لئے ایک پیغام عمل تھی خدا کو آپ نے وطن و قوم کی حمایت کے لئے ابتدا سے وقف کر رکھا تھا آپ بہت بڑے اور مشہور قانون داں تھے۔ اگر جم کر اور استقلال کے ساتھ کام کرتے تو کروڑوں کے مالک ہوتے مگر آپ نے ملک کے مفاد کے لئے اپنی ترقیات کو بھی قربان کر دیا ہندوستان کے ایک حصہ سے دوسرے حصہ تک گھومتے اور عوام میں سیاسی بیداری پیدا کرتے رہے ہر ملکی تحریک میں پیش پیش رہے۔ کئی مرتبہ آپکو قید و بند کے مصائب بھی جھیلنے پڑے کانگرسی حلقوں میں آپ کو بہت بڑا رسوخ حاصل تھا اور اسکے سرگرم کارکن سمجھے جاتے تھے مبارک ہے وہ قوم جس کا تاج ایسے ایثار پسند دل سے مرصع ہو ضرور آپ پر جذبات کا غلبہ زیادہ تھا تغیر مسلک کے بھی قائل تھے موقعہ اور وقت کے اعتبار سے پالیسی کا تبدیل کر لینا ایک ضروری امر تھا پھر بھی جو کچھ فرماتے اور کہتے اس میں معقولیت کا عنصر زیادہ ہوتا اس کونسل کے ممبر عرصہ تک رہے اس کے بعد مرکزی اسمبلی میں پہنچ گئے جہاں رہے خدمات نمایاں رہیں بہت پرجوش اور سرگرم کارکن تھے آپ سے اختلافات کے باوجود ہم یہ باور کرنے پر مجبور ہیں کہ آپ بہت مخلص انسان تھے اور ملک کی آزادی کی سچی تڑپ اپنے دل میں رکھتے تھے ابھی آپ کی کچھ ایسی بہت زیادہ عمر بھی نہ تھی عمر کی وہ منزلیں طے کی تھیں کہ پیام اجل آ پہنچا ایک بیوی اور ایک لڑکی آپ کے پسماندوں میں شامل ہے کئی ماہ دل کی بیماری میں مبتلا رہ کر انتقال کیا ہم ایک ملکی بھائی کی حیثیت سے آپ کی موت پر دلی رنج و افسوس کا اظہار کرتے ہیں اور اس موت کو ملک کے لئے ایک ناقابل تلافی نقصان تصور کرتے ہیں

مولوی فضل حق کا استعفےٰ

ابھی ابھی اطلاع موصول ہوتی ہے کہ وزارت بنگال کا آبگینہ شکست ہو گیا مولوی فضل الحق نے استعفےٰ دیدیا وزارت بنگال کا قضیہ جدید نہیں بہت پرانا ہے اس مختصر مدت میں آپ تین جدید النوع وزارتوں کے صدر اعظم رہ چکے ہیں موجودہ وزارت ۱۹۴۲ء میں معرض وجود میں آئی تھی ابھی تک شکست وزارت کی وجوہ و اسباب پردہ خفا میں ہیں اور ان پر ہنوز کوئی صاف روشنی نہیں پڑی خود وزارت مآب مولوی فضل حق نے تا دم تحریر ان پر روشنی ڈالنے سے انکار کر دیا ہے ایک بیان میں صرف اتنا فرمایا ہے کہ میں نے ایک قومی وزارت کی تشکیل کے متعلق صاحب گورنر سے ملاقات کی اور دیر تک گفتگو کا سلسلہ جاری رہا ان کی طرف سے متعدد تجاویز پیش کی گئیں جن میں سے چند تجاویز کو میں نے اپنی خودداری کے خلاف سمجھ کر قبول نہیں کیا اس پر گورنر نے استعفےٰ طلب کر لیا ہمیں نہایت افسوس و رنج کے ساتھ لکھنا پڑتا ہے کہ وزارت بنگال ایکٹ کے لئے بھی خدشات و خطرات کے گرداب سے محفوظ و مامون نہ رہ سکی۔ جدید آئین نے صورت ہی ایسی پیدا کر دی ہے کہ بنگال میں کسی وزارت کا مضبوطی و استحکام کے ساتھ قائم رہنا محال ہے وہاں متعدد پارٹیاں ہیں خود مسلمانوں میں بھی شدید اختلافات ہیں ہر کیف جب تک مولوی صاحب موصوف لیگ کے ساتھ رہے ان کی پوزیشن گونہ مستحکم رہی مگر جب سے آپ نے لیگ کو چھوڑ کر ڈاکٹر مسٹر شیاما پرشاد مکرجی سے رشتہ موافقت استوار کیا مسلمانوں کی ہمدردیاں بھی آپ کے ساتھ ختم ہو گئیں اور مشکلات کے پہاڑ سامنے آکھڑے ہوئے ایک مسلم صوبہ کی مسلم وزارت کا اس زبوں حالت میں گرفتار ہونا واقعی مسلمانوں کے لئے بہت افسوسناک امر ہے خدا مسلمانوں کی حالت پر رحم کرے۔

پیر پگارو کو پھانسی کی سزا

پیر صاحب پگارو کو پھانسی کی سزا دیدی گئی اور وہ اپنی نظربندی کے کنج سے نکال کر دار پر لٹکا دیئے گئے ان کی تمام جائداد اور کئی لاکھ کے جواہرات بھی ضبط ہو گئے حروں پر جو بربادی مسلط ہوئی ان کے جرائم کی ہولناکی کے اعتراف کے باوجود وہ بھی مسلمان کے لئے ایک ہولناک حادثہ سے کم نہیں کم و بیش دو لاکھ افراد جو حر کہلاتے تھے بری طرح تباہ کر کے رکھ دیئے گئے کہا جاتا ہے کہ یہ مسلمان ہر قسم کی ذلتوں کا نشانہ بنے ان کے گھر بار اور مال و اسباب سب تباہ ہو گئے۔ ہم پھر کہتے ہیں کہ ان کی طرف سے واقعی تشدد ہوا اور یہ لازماً سزا کے مستحق تھے مگر کیا ہمیں بتایا جا سکتا ہے کہ اس قسم کے جرائم میں اس درجہ ہولناک سزائیں کیا صرف مسلمانوں ہی کا نصیب بنکر رہگئی ہیں۔ کیا پنجاب کے اندر رولٹ ایکٹ کے زمانہ میں کوئی کسر اٹھا رکھی تھی ریلیں بھی گرائی گئیں قتل بھی ہوئے غارتگری بھی کی گئی بغاوت جیسی صورت رونما ہو گئی مگر کیا ان کے مرتکبین کا بھی یہی انجام ہوا۔ حال میں کانگریسیوں کی طرف سے وہ کونسی حرکت تھی جو وقوع میں نہیں آئی حروں کا وہ کونسا جرم تھا جو ان سے زیادہ خوفناک نوعیت کا حامل تھا کیا انھوں نے ریلیں نہ توڑیں ڈاک گاڑیوں کو نہ گرایا اور لوٹا اسٹیشنوں اور ڈاکخانوں کو آگ نہ لگائی سرکاری افسروں کو قتل نہیں کیا لیکن کیا ہم پوچھ سکتے ہیں کہ انھیں بھی اس تشدد کے جرم میں اسی سزا کا مستحق سمجھا گیا جو ۱۹۲۱ء میں ملیبار کے موپلاؤں اور سندھ کے حروں کے ساتھ روا رکھی گئیں ابھی اگر یہی حر کہیں ہندو ہوتے تو ایک شور محشر بلند ہو گیا ہوتا اور زمین کی دھول آسمان کو پہنچ گئی ہوتی اور حکومت نرمی پر مجبور ہوتی۔

مسلمانوں کی بے تنظیمی اور بے احساسی نے انھیں لاوارث بنا رکھا ہے جب بجلی گرتی ہے انہی کے خرمن پر گرتی ہے موپلاؤں اور حروں پر قیامتیں گذر گئیں مگر مسلمانوں کے کان پر جوں نہ رینگی ایسی بے احساسی و تمرد کے ساتھ جو بھی ہو تھوڑا ہے کسی نے یہ بھی نہ سوچا کہ کون تباہ ہو رہا ہے اور کس کے خرمنوں میں آگ لگی ہوئی ہے کاش مسلمان سوچیں اور عبرت حاصل کریں اور دیکھیں کہ بے احساسی اور بے تنظیمی کے نتائج کیا ہوتے ہیں اور قوموں کے بننے اور بگڑنے کا راز کیا ہے۔

صحیح بخاری شریف اردو

(بسلسلہ گذشتہ)

۱۸۵۸۔ حضرت ابوسلمہؓ کہتے ہیں میں نے حضرت ابوسعید خدری سے پوچھا اور وہ میرے دوست تھے تو انہوں نے کہا کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ رمضان کے درمیانی عشرہ میں اعتکاف کیا پھر آپ بیسویں تاریخ کی صبح کو باہر تشریف لائے اور ہم سب سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ مجھے لیلۃ القدر خواب میں دکھائی گئی تھی مگر میں اسے بھول گیا یا یہ فرمایا کہ بھلا دیا گیا پس اب تم اسی عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو اور میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ لیلۃ القدر جس دن ہوگی اس دن میں کیچڑ میں سجدہ کروں گا لہٰذا جس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ اعتکاف کیا ہے وہ (اس اخیر عشرہ میں) پھر اعتکاف کرے چنانچہ ہم سب نے پھر اعتکاف کیا اور اس وقت ہم آسمان پر ابر کا نشان دیکھتے تھے بکایک ایک ابر آیا اور وہ برسنے لگا یہاں تک کہ مسجد کی چھت ٹپکنے لگی اور وہ کھجور کی شاخوں سے پٹی ہوئی تھی پھر نماز قائم کی گئی تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیچڑ میں سجدہ کرتے ہوئے دیکھا یہاں تک کہ آپ کی پیشانی میں مٹی کا دھبہ میں نے بعد نماز کے بھی دیکھا۔

۱۸۵۹۔ حضرت ابوسعید خدری کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے درمیانی عشرہ میں اعتکاف کیا کرتے تھے اور جب بیسویں تاریخ کی شام ہوتی یعنی بیسویں تاریخ گذرنے لگتی اور اکیسویں تاریخ آنے لگتی تو آپ اپنے گھر تشریف لیجاتے اور جو لوگ آپ کے ہمراہ اعتکاف کرتے تھے وہ بھی اپنے اپنے گھروں کو واپس جاتے اور (ایک مرتبہ) آپ اس مہینہ میں جس میں آپ نے اعتکاف کیا تھا اس رات کو جس رات میں آپ لوٹ جاتے تھے ٹھیر گئے اور لوگوں سے مخاطب ہوئے اور انھیں جو کچھ اللہ نے چاہا حکم دیا پھر فرمایا کہ میں اس عشرہ میں اعتکاف کیا کرتا تھا مگر اب مجھے یہ معلوم ہوا کہ میں اس اخیر عشرہ میں بھی اعتکاف کروں لہٰذا جس نے میرے ساتھ اعتکاف کیا ہو اسے چاہئیے کہ اپنے معتکف میں ٹھیرا رہے اور مجھے آج شب میں لیلۃ القدر دکھائی گئی ہو مگر میں اسے بھول گیا لہٰذا تم اسے اخیر عشرہ میں اور اخیر عشرہ کی ہر طاق تاریخ میں تلاش کرو میں نے اپنے کو دیکھا ہے کہ (جس دن شب قدر ہوگی اس دن) میں کیچڑ میں سجدہ کرونگا چنانچہ اکیسویں تاریخ کو آسمان سے پانی برسا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کی جگہ میں مسجد کی چھت ٹپکی تو میں نے اپنی آنکھ سے دیکھا کہ جب آپ صبح کی نماز پڑھ کے لوٹے تو آپ کا چہرہ کیچڑ سے بھرا ہوا تھا۔

۱۸۶۰۔ حضرت عائشہؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آپ رمضان کے آخر عشرہ میں اعتکاف کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ لیلۃ القدر کو رمضان کے اخیر عشرہ میں تلاش کرو۔

۱۸۶۱۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لیلۃ القدر کو رمضان کے آخیر عشرہ میں تلاش کرو انتیسویں تاریخ میں پچیسویں تاریخ میں عبدالوہاب نے ایوب سے روایت کر کے وہیب کی متابعت کی ہے اور خالد سے مروی ہے وہ عکرمہ سے وہ حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا چوبیسویں تاریخ میں بھی لیلۃ القدر کو تلاش کرو۔

۱۸۶۲۔ حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لیلۃ القدر آخیر عشرہ میں ہوتی ہے انتیسویں تاریخ میں یا ستائیسویں تاریخ میں۔

باب۔ لوگوں کے جھگڑا کرنے کے سبب سے لیلۃ القدر کی پہچان کا (دنیا سے) اٹھا لیا جانا (ثابت ہے)

۱۸۶۳۔ حضرت عبادہ بن صامتؓ کہتے ہیں کہ (ایک دن) رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہم لوگوں کو لیلۃ القدر کا نشان بتانے کے لئے تشریف لائے مگر دو مسلمان اس وقت باہم جھگڑ رہے تھے تو آپ نے فرمایا کہ میں تم کو لیلۃ القدر کی خبر دینے کے لئے آیا تھا مگر فلاں فلاں شخص باہم جھگڑ رہے تھے لہٰذا اس کی پہچان اٹھالی گئی اور امید ہے کہ یہ تمہارے لئے مفید ہو پس اب اس کو انتیسویں اور ستائیسویں اور پچیسویں تاریخ میں تلاش کرو۔

باب۔ رمضان کے آخر عشرہ میں عبادت کرنا (مقبول ہے)

۱۸۶۴۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ جب رمضان کا آخیر عشرہ آتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنا ازار بند مضبوط باندھ لیتے اور شب بیداری کرتے اور اپنے گھر والوں کو بھی جگاتے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اعتکاف کے ابواب

باب۔ رمضان کے آخر عشرہ میں اعتکاف کرنا مسنون ہے اور اعتکاف سب مسجدوں میں ہوسکتا ہے بدلیل قول اللہ تعالےٰ کے ولا تباشروھن وانتم عاکفون فی المساجد تلک حدود اللہ فلا تقربوھا۔

۱۸۶۴۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخیر عشرہ میں اعتکاف کیا کرتے تھے۔

۱۸۶۵۔ حضرت عائشہؓ زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخر عشرہ میں برابر اعتکاف کیا کئے یہاں تک کہ اللہ تعالےٰ نے آپکو وفات دی پھر آپ کی ازواج نے آپ کے بعد اعتکاف کیا۔

۱۸۶۶۔ حضرت ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم (پہلے) رمضان کے درمیانی عشرہ میں اعتکاف کیا کرتے تھے چنانچہ ایک سال آپ نے (اسی دستور کے موافق درمیانی عشرہ میں) اعتکاف کیا یہاں تک کہ جب اکیسویں تاریخ کی شب آئی یعنی وہ رات جس کی صبح کو آپ اعتکاف سے باہر آجاتے تھے تو آپ نے فرمایا کہ جس شخص نے میرے ہمراہ اعتکاف کیا ہو وہ آخیر عشرہ میں بھی اعتکاف کرے کیونکہ مجھے شب قدر (اخیر عشرہ میں) دکھائی گئی تھی مگر میں اس کی تاریخ بھول گیا اور بیشک میں نے اپنے آپ کو دیکھا ہے کہ جس دن (لیلۃ القدر ہوگی) اسکی صبح کو میں کیچڑ میں سجدہ کرونگا لہٰذا تم اس کو اخیر عشرہ اور طاق راتوں میں تلاش کرو پھر اسی رات میں پانی برسا اور

زندہ مذہب اسلام اور کفایت شعاری

برادران ملت! ارض عالم کے جملہ مذاہب میں صرف اسلام ہی کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ وہ قیامت تک کی تمام انسانی ضروریات کی کفیل ہے اور ہر شعبۂ حیات میں انسان کی پوری پوری رہنمائی کرتا ہے پھر اس کا کوئی حکم بھی ایسا نہیں جو طبائع پر گراں گزرے اور جس میں فطرت انسانی کی رعایت ملحوظ نہ رکھی گئی ہو ایک سچے اور آسمانی مذہب کی یہی خصوصیت ہونی چاہئیے اسلئے کہ فطرت انسانی کو فطرت ساز حقیقی ہی خوب سمجھ سکتا ہے مالیات و اقتصادیات کے شعبۂ اول تو کسی نے چھوا ہی نہیں اور جس نے چھوا بھی وہ اس کی اہمیت و عظمت کو نہ سمجھ سکے حالانکہ یہ حقیقت ہے کہ زندگی میں جتنی ضروری چیز یہ ہے اتنی کوئی نہیں مہد سے لیکر لحد تک کوئی قدم بھی نہیں اٹھتا جس پر اس کی ضرورت داعی نہ ہوتی ہو۔ ہر ضرورت کے لئے اس کی ضرورت ہے اور اس کے بغیر زندگی اجیرن ہوتی ہے ویران ہے بے کیف ہے یہ وہ حقیقت ہے جس سے کوئی عامی سے عامی بھی انکار نہیں کر سکتا یہی قرآن کہتا اور اسلام بتاتا ہے المال والبنون زینة الحیوة الدنیا میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

ضرور زر فتنوں کا باعث ہے قرآن نے یہ بھی بتا دیا ہے اموالکم و اولادکم فتنہ لیکن کسی چیز کے مضرات اس کی سود مندی کو مٹا نہیں سکتے دنیا جانتی ہے کہ مال اور اولاد دنیا کی بہترین نعمتیں ہیں اور ہر شخص انہیں محبت کی نظر سے دیکھتا ہے اب یہ ہمارے طریق استعمال پر منحصر ہے کہ ہم انہیں اپنے لئے مضر بنا لیں یا سود مند اولاد کو اچھی تربیت دیں گے اچھی اور لائق ثابت ہوگی اور ان کی طرف سے غفلت برتیں گے تو وہ زخم جگر بنجائے گی یہی صورت زر و مال کی ہے یہ اپنا اختیار ہے خواہ اسے غربا و مستحقین کی امداد پر خرچ کیجئے حج کو جائیے مساجد اور کنوئیں تعمیر کیجئے قومی و ملی ضروریات میں لگا کر ثواب لیجئے اور خواہ اسے شراب و کباب اور ناچ رنگ میں برباد کر کے خسران و عذاب کے مورد بنئے حکیم کا کام مریض کو ہدایات کرنا اور بد پرہیز نوں سے بچانا ہے حکیم مطلق نے بندوں پر واضح کر دیا ہے کہ ہمارے بتائے ہوئے طریق پر چلوگے تو یہی زر و مال تمہاری آسائش دارین کی وجہ بنجائیگا اور اگر شیطانی طریقہ اختیار کیا تو زندگی میں بھی خائب و خاسر رہوگے اور اخروی عذاب کے بھی مستحق بنو گے چنانچہ روپے کی اہمیت واضح کر کے اسکے صرف کے طریقے بھی بتائے اور اصولاً جو چیزیں تفہیم مقصد کے لئے ضروری ہوسکتی تھیں وہ سب پیش کر دیں۔

آج کوئی بھی سلیم الطبع انسان دولت کی مذمت بہ ثبات ہوش و حواس نہیں کر سکتا لیکن جبکہ آج مذہب ثانوی حیثیت اختیار کر چکا ہے اور مادیت و الحاد کی آندھیاں پوری شدت کے ساتھ چل رہی ہیں روپے کی ظاہری اور باطنی اہمیت ہر شخص کے پیش نظر ہے لیکن نزول قرآن کے وقت عجیب حالت تھی مذہب کا تسلط انسانی قلوب پر متصرف تھا۔ ہر امر پر مذہبی عینک لگا کر نظر کیجاتی تھی جو مذاہب موجود تھے وہ دولت کی تنقیص کر رہے تھے اس زمانہ میں سب سے بڑے اور پھیلے ہوئے مذاہب عیسائیت اور بدھ مت تھے۔

عیسائیت بتا رہی تھی کہ دولت مند آسمانی بادشاہت میں داخل نہیں ہو سکتے جس کا یہ اثر تھا کہ جنت کی طرف سے بے پرواہی برتی جا رہی تھی دولت مند ابھی نظر سے نہ دیکھے جانے کے باعث اخروی نجات سے مایوس ہو رہے تھے اور مذہب سے دور ہوتے چلے جا رہے تھے فطرت انہیں دولت پیدا اور جمع کرنے کی طرف رغبت دلا رہی تھی لیکن مذہب انہیں مایوس کر رہا تھا جن پر مذہب کا غلبہ تھا وہ انتہا کو پہنچے تو سب کچھ چھوڑ کر راہب بن گئے یا پھر نجات کے لئے پادریوں اور پوپ کی خوشامد میں لگ گئے ہزاروں لاکھوں مرد و عورت رہبانیت کی زندگی بسر کر رہے تھے اور دنیا کو چھوڑ کر پہاڑوں اور غاروں میں جا بیٹھے تھے۔ یہی حالت بدھ مت کی تھی اس میں بھی جب تک کوئی بھیک کا پیالہ ہاتھ میں نہ لے نجات کی صورت نہ تھی۔ لاکھوں انسان بھکشو اور بدھ سادہو بنکر بیکاری اور مفت خوری کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ ہندو دھرم میں بھی ترک دنیا اور ترک ماسوا کو بہت بلند تقدس حاصل تھا۔ دنیا اور اسباب دنیا ترک کر دینے والے بڑے تقدس کی نظر سے دیکھے جاتے تھے ہر ہندو کے لئے آخر میں یعنی اپنی عمر کے آخری حصہ میں سنیاس لے لینا اور پانچ سات گھر مانگ کر کھانا ضروری سمجھا جاتا تھا ان میں بھی سادہوؤں کی بھرمار تھی دولت نے ضرور دولت کو کچھ اہمیت دی تھی لیکن رہبانیت کو اس کے اندر بھی بڑا درجہ حاصل تھا پھر ان کی خیرات بھی انہی کی قوم تک محدود تھی۔

عزیزان قوم! غرض دولت جیسی ضروری چیز کی مذمت عام تھی تنہا ایک اسلام ہی وہ مذہب تھا جس نے نازل ہو کر دولت کو رحمت حسنہ فضل اور خیر کے نام سے موسوم کیا بتایا کہ مادی زندگی میں مادی دولت بہت بڑی نعمت ہے اسے بیوقوفوں کے ہاتھ میں نہ دیا کرو کہ خدا نے اسے تمہاری تقویم تحکیم معیشت کا ذریعہ بنایا یہی وہ چیز ہے جس سے تم اپنی جگہ کھڑے ہو سکتے ہو سنبھل سکتے ہو۔

ولا تؤتوا السفهاء اموالكم التي جعل الله لكم قياما بالفاظ دیگر یہ زر بے پر ہے ایک ایسا انسان ہے جسکے کھڑے ہونے اور چلنے کے لئے پاؤں نہوں اور ایک ایسا پرندہ ہے جسکے اڑنے کے لئے پر نہوں۔ بتا دیا کہ اسے فضول نہ اڑاؤ کہ خدا فضول خرچ لوگوں سے محبت نہیں کیا کرتا ولا تسرفوا ان الله لا يحب المسرفين اسے بیجا اور لغویات میں بھی خرچ نہ کیا کرو کہ دولت کے بیجا خرچ کرنے والے تو شیطان کے بھائی ہیں۔ ولا تبذر تبذیرا ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین یہ بھی واضح کر دیا کہ صرف زر کے معاملہ میں میانہ روی کو شعار بنالینا متقیانہ طریقہ ہے والذین اذا انفقوا لم یسرفوا

ایک اور آیت میں ذہن نشین کیا کہ خرچ میں نہ تو اتنے بخل سے کام لو کہ ضروریات پر بھی خرچ نہ کرو اور نہ اللے تللوں پر اتنا دو جس کا نتیجہ یہ ہو کہ تمام کمائی برباد ہو جائے اور تم افسردہ اور پریشان ہو کر بیٹھ رہو۔

کتنی بہتر اور نتیجہ خیز تعلیم ہے دنیا کے کسی مذہب میں بھی یہ تعلیم موجود ہے اور موجود ہو بھی کہاں سکتی ہے جب سرے سے دولت ہی کی تنقیص اور مذمت کی جا رہی ہے تو پھر اس کے خرچ کے طریقے اور آئین بتانے کی ضرورت ہی نہ تھی، مو اس لئے اول تو تمام آسمانی کتابیں آج نہ اپنی اصلی زبان میں موجود ہیں اور نہ اصلی حالت میں پائی جاتی ہیں دست برد زمانہ نے انہیں باقی نہ رکھا معاندانہ اقوام کی تباہ کن اور یورشوں میں یہ تباہ کر کے رکھ دی گئیں اور بعد کو مرتب بھی ہوئیں تو زبانی روایات پر محض حافظہ کی قیمت سے ہوئیں پھر متعلقہ اقوام کے علما ان میں ترمیم و تنسیخ اور

حذف و اضافے کرتے رہے۔ اس زمانہ کے لئے خود خدائے قدوس ہی نے اسے ضروری نہ سمجھا ہو کہ یہ جتنے مذاہب تھے سب وقتی اور ہنگامی مذاہب تھے اور قدرت کو ایک وقت موعود کے بعد انہیں منسوخ کر دینا تھا۔

ہمارا ایمان کرام! قیامت تک رہنے اور اپنی دارانی قیامت تک قائم رکھنے والا تھا تو اسلام تھا جس میں خدائے قدوس نے تمام مذاہب کی صداقتیں جمع کر کے پوری دنیا کے لئے اسے مکمل کر دیا اور قرآن کو ایسی جامع کتاب بنا کر نازل کیا جو ہر زمانہ ہر عہد اور ہر قوم و ملک کے انسانوں کی ہدایت اور رہبری کے لئے کافی ہو۔

یہی وجہ ہے کہ قرآن کے اندر اصولی طور پر ہر شعبہ حیات انسانی کے پوری رہنمائی موجود ہے ایسی رہنمائی جس کی نظیر کوئی مذہب اور کوئی تہذیب و تعلیم نہ ابتک پیدا کر سکی اور نہ قیامت تک پیدا کر سکیگی۔ دنیا اور اس دنیا کا کوئی بڑے سے بڑا ماہر اقتصادیات بھی قرآن سے بہتر رہنمائی نہیں کر سکتا قرآن کی ایک مختصر اور بہت مختصر آیت میں جو کچھ فرما دیا گیا ہے دنیا گیا وہ سوا کوئی صفحات میں بھی نہیں کہہ سکتا کلوا واشربوا ولا تسرفوا کھاؤ پیو آرام سے عیش سے زندگی بسر کرو اس سے تمہیں کوئی نہیں روکتا کہ یہ فطری رجحانات ہیں صرف خیال رکھو تو اتنا کہ نظام عالم کے لئے انسانوں کے جو دائرے مقرر کئے گئے ہیں انہیں ملحوظ رکھو ہر شخص کھانے پینے اور خرچ کرنے میں اپنی حیثیت کو پیش نظر رکھے ہزار روپے کی آمدنی والا ہزار روپے کے مطابق اور سو اور دس روپے کی آمدنی والا اپنی حیثیت کے مطابق کھائے پیئے جو اس کا خیال نہ رکھیگا وہ سمجھ لے کہ خدا کی محبت سے محروم ہو جائے گا اور یہ ہی سب سے بڑی چیز ہے خدا ماں باپ سے ستر درجہ زیادہ مہربان ہے۔

جس بچہ سے ماں باپ کو محبت ہوتی ہے وہ ہر طرح سے اس کی دلداری کرتے اور اسے آرام پہنچاتے ہیں جو آقا اپنے کسی ملازم سے محبت کرتا ہے وہ اس کی غلطیوں کو نظر انداز کرتا رہتا ہے اس کے آرام کا خیال رکھتا ہے اور اسے برابر ترقی دیتا رہتا ہے اور جس سے محبت نہیں ہوتی اس کی پرواہ ہی نہیں کی جاتی کوئی سچا مسلمان کبھی یہ گوارا نہیں کر سکتا کہ وہ خود کو خدا کی محبت سے محروم بنالے آج مسلمان جو انتہائی پستیوں اور خواریوں میں مبتلا ہیں کون کہہ سکتا ہے کہ یہ اسی کا نتیجہ نہیں کہ ان سے خدا کو محبت نہیں رہی اس سے زیادہ بدبختی اور نافرمانی اور کیا ہو سکتی ہے کہ جس مذہب میں انسانی رہنمائی کا اتنا بہترین سامان فراہم ہو وہ سب سے زیادہ فضول خرچ زندگی بسر کر رہی ہو اور خدائے قدوس کے عذاب سے نہ ڈرتی ہو۔

عزیزو! اسلام کے علاوہ دنیا میں اور مذاہب بھی ہیں۔ اور اقوام بھی بستی ہیں ان کے مذہب نے اقتصادی زندگی کے متعلق کوئی ہدایت نہیں کی لیکن وہ شاد و خرم ہیں اور آرام و عیش کی زندگی بسر کر رہے ہیں مسلمان کہنے کو تو گستاخانہ کہہ اٹھتے ہیں کہ جو خدا کے منکر ہیں باغی ہیں خوش و مسرور ہیں اور خود قسمی کی زندگی بسر کر رہے ہیں اور مسلمان ہیں کہ وہ خدا کے ہو کر بھی ہلاکت و حوادث بنے ہوئے ہیں لیکن وہ یہ نہیں سوچتے کہ خدا نے قرآن کی صورت میں ایک دستور حیات دنیا کے سامنے پیش کر دیا ہے اور اس میں وہ اصول قائم کر دئیے ہیں کہ جو ان پر چلیگا وہ ترقی کی بلندیوں پر پہنچے بغیر نہ رہے گا اور قومیں جو ترقی کر رہی ہیں یہ ان کے مذاہب کی صداقت کا مظاہرہ نہیں کہ ان کے مذاہب میں تو سرے سے اس کے متعلق کوئی رہنمائی موجود ہی نہیں۔

یہ کرشمہ ہے تعلیمات اسلامی سے غیر محسوس تاثرات اور ان پر نادانستہ عمل کا اگر کوئی شک نہ ہو تو دیکھیے کہ مساوات کی طرف اقدام کا جذبہ ہندوؤں میں کیوں پیدا ہوا بیواؤں کی شادی کا طریقہ انہوں نے کہاں سے لیا۔ میراث اور ترکہ میں عورتوں کی شرکت کے جو مسودات آئین انگریزوں اور ہندوؤں کی طرف سے پارلیمنٹوں اور اسمبلیوں میں پیش اور شائع ہوئے ان کی اساس انہیں کہاں سے ملی یہ سب کچھ اسلام سے لیا اور سیکھا گیا جو آگ میں ہاتھ ڈالیگا ضرور جل جائیگا بھڑکتے شعلوں پر جو پانی ڈالیگا وہ ضرور بجھ جائینگے۔ سنکھیا اپنا قاتلانہ اثر کئے بغیر نہ رہے گا۔ شراب اور جوا انسانوں کو ہلاکت کی طرف لیجا کر رہے گا۔ یہ فطری قوانین ہیں جو کبھی تبدیل نہیں ہو سکتے لن تجد لسنة الله تبدیلا۔ اور انھیں سے فائدہ اٹھا کر اور انھیں کو سمجھ کر دنیا نے ترقی کی اور کر رہی ہے۔ عین اسی طرح یہ بھی ایک مسلمہ قانون ہے کہ جو افراد و اقوام فضول خرچی کریں گی وہ تباہ ہونگی۔

مسلمان خدائی فرمان کو بھول گئے اسراف و تبذیر میں پڑ گئے برباد و خوار ہوئے مسلمانوں نے تمام منہیات اختیار کر لیں اور تمام اوامر سے بے پرواہ ہو گئے اس کا جو نتیجہ ہونا چاہیئے تھا وہ ہوا۔ ہم نے بہت سے مسلمانوں کو ماہرین اقتصادیات کے نتائج و افکار اور ہندوؤں اور انگریزوں کے مالی اصول کی تعریف میں رطب اللسان دیکھا ہے لیکن انھیں کون بتائے کہ ان اصول کے معرض وجود میں آنے سے پہلے اسلام ان سے کہیں زیادہ بہترین اصول مذہبی اوامر کی صورت میں لوگوں کے سامنے پیش کر چکا ہے ایسے اصول اگر ان پر عمل کیا جائے تو افراد کا ذکر ہی کیا تمام پوری قوم کی قوم بھی کبھی افلاس کے گرداب میں نہیں آسکتی ایک طرف زیادہ سے زیادہ سعی و محنت اور روپیہ پیدا ہی کرنے نہیں بلکہ پس انداز کرنے اور اسے بڑھانے کی تعلیم بھی موجود ہے اور دوسری طرف حیثیت سے زیادہ نہ خرچ کرنے اور اسراف و تبذیر سے بچنے کا حکم بھی زور کے ساتھ دیا گیا ہے زکوٰۃ کا شمار عبادتوں میں ہے۔

جانے دیجئے عہد سابق کی حالتوں کے تذکار کو آج بھی اگر خاندان اور ہر گھر کا ہر فرد اور ہر رکن زیادہ سے زیادہ سعی و محنت سے کام لے کچھ نہ کچھ کمائے اس سے پیدا کرے اور پس انداز کرتا رہے کفایت سے خرچ کرے تو ایک روز ضرور فارغ البال ہو جائے گا اور روپے کی جو زکوٰۃ نکلے گی وہ دوسرے حزمان کے لئے سہارا بنے گی اور قوم کی قوم دس سال کے اندر کہیں سے کہیں پہنچ جائے گی مگر مسلمانوں نے محنت چھوڑی تجارت چھوڑی کفایت چھوڑی نظام زکوٰۃ کو بگاڑا پھر اگر وہ مفلس ہیں اور پسماندہ ہیں تو یہ تقدیر کا نہیں زمانہ کا نہیں اپنا قصور ہے اپنی بدبختی ہے کاش مسلمان اب بھی سوچیں اور سمجھیں۔

زندہ تمدن

اسلام اور امتیاز
نسلی امتیازات کی قہرباریاں

تمدن انسانی کی حقیقی ترقی اور بود و باش کے لئے باہمی امتیازات ہر زمانہ اور ہر قرن میں جس درجہ ضرر رساں ثابت ہوتے رہے ہیں ان پر خامہ فرسائی تحصیل حاصل ہے نسل و رنگ اور دولت کے امتیازات نے افق انسانیت کو ہمیشہ تیرہ و تار رکھا ہے اور کراہ اور آہ کی دردناک صدائیں اس فضا میں بلند ہو کر پایۂ عرش کو جنبش میں لاتی رہی ہیں جو مذہب بھی دنیا میں پیدا ہوا وہ اس تفریق و امتیاز کی آگ کو ہوا ہی دیتا اور تیز سے تیز تر بناتا رہا۔ نتیجہ ہے سراسر انسان کے جذبۂ غصبانی کا جس سے انسان دوسروں پر ظلم توڑتا ہے اور اپنے نشۂ غرور میں دوسروں کو حقیر اور ناچیز سمجھنے لگتا ہے اور ان پر خود کو تفوق دیتا ہے۔

عیسائیت ایک بہت بڑا مذہب ہے اور کم و بیش دو ہزار برس سے دنیا میں موجود رہا ہے کوئی زمانہ بھی اس پر ایسا نہیں گذرا جس میں اسے کسی نہ کسی حد تک فرمانروایانہ حیثیت حاصل نہ رہی ہو لیکن توبیخ امتیازات کے لئے اس پورے دو ہزار سال میں یہ کچھ بھی نہ کر سکا اور تو اور راہبوں کو بھی اس نے اپنا نہ سمجھا۔ جانے دیجئے اس امر کو گذشتہ صدیوں میں کیا ہوتا رہا اسے بھی چھوڑیئے کہ فرانس و برطانیہ میں ہم مذہبی کے باوجود محض نسلی اختلافات پر تیس تیس اور سو سو برس کا مل نائرہ حرب اشتعال میں رہا دس کیتھولک اور پروٹسٹنٹ دو عیسائی فرقوں کے مابین صدیوں تلوار چلتی رہی۔ یورپ کو جب اپنی وحشت یا دآتی تھی اپنی بربریت پر نظر جاتی تھی کہ اس کی صدہا سالہ افتخار حکومت رد مذہبی امتیاز کی بنا پر بت پرستوں پر قیامتیں توڑتی اور یہودیوں پر ان کا عیش حرام کرتی اور مسلمانوں کے ستر ستر ہزار افراد کا بیک وقت ایک ایک شہر میں خون زرہا کی صورت میں بہاتی اور ان کی لاشوں کو قبر سے اکھاڑ کر ان کے کباب لگاتی رہی۔ انتہا یہ ہے کہ مصر کے یعقوبی فرقہ کے عیسائی بھی ان کے خون آشام خنجر سے محفوظ نہ رہ سکے تو اس کے فرزند جھٹ یہ کہکر اس الزام سے خود کو عہدہ برآ کرنے کی سعی کرتے تھے کہ یہ سب مذہبی جنون کی کرشمہ کاریاں تھیں اب یورپ اس کے چنگل سے نکل گیا ہے۔

ضرور یورپ والوں میں مذہبی جنون افسردہ ہو کر رہ گیا ہے لیکن معدوم نہیں ہوا اور نہ وہ اسے معدوم کرنا چاہتے ہیں اور نہ کر سکتے ہیں۔ ہر عیسائی فرمانروائی میں باستثنا روس چرچ کی اہمیت و عظمت باقی ہے۔ عیسائیت کے سرکاری مذہب ہونے کے اعلان ہوتے ہیں۔ یورپ کا وہ اقتدار نہیں مگر یہی ہستیاں تاجپوشی کی رسم میں حصہ لیتی ہیں ان کے عہدے بھی سرکاری ہوتے ہیں بادشاہ اور وزراء اور لارڈ تک اتوار کو گرجا میں دیکھے جاتے ہیں۔ ترکی کے ساتھ یورپ والوں کی مذہبی معاندت کے کرشمے آج سے بیس پچیس سال پیشتر تک دنیا دیکھ چکی ہے۔ بیت المقدس کی فتح کے وقت لارڈ النبی کا جذبۂ صلیبی جس طرح یکا یک چمک اٹھا تھا وہ بھی کوئی قصہ و داستان نہیں۔ یہودیوں کے ساتھ بھی جو ہوتا رہا اس سے بھی کون ناواقف ہے۔ لیکن جبکہ یورپ پر مذہبی گرفت ڈھیلی ہو چکی ہے نسلی امتیازات اس سے بھی زیادہ شدت کے ساتھ نمایاں ہو گئے ہیں برطانیہ جرمنی فرانس اٹلی روس اور امریکہ وغیرہ اگرچہ ہم مذہب ہیں مگر ان میں باہم معاندت اور نسلی عداوت

اس انتہا کو پہنچ گئی ہے کہ ایک دوسرے کے خون کا پیاسا ہے۔ ایک دوسرے کی نسل کو تباہ کر کے رکھ دینے کی سعی میں سرگرم ہے۔ فرانس اور جرمنی کی دیرینہ نسلی عداوت ایک دیرینہ تاریخی حقیقت ہے۔ عیسائی مذہب اس جذبہ کو نکال سکا اور نہ تہذیب جدید اسے معدوم کر سکی۔ ہندویت میں بھی یہی صورت ہے اس میں ذاتوں کی تقسیم و تقسیم کا ایک جال پھیلا ہوا ہے اور اعلیٰ و ادنیٰ کی ہولناک تمیز موجود ہے اتنی کہ باہم روٹی بیٹی کا تعلق بھی قائم نہیں اچھوت کو انسانیت کے درجہ سے بھی گرا رکھا ہے جن کی ہوا بھی ناپاک سمجھی جاتی ہے عیسائیت میں اگر امراء و غرباء کے گرجے الگ الگ ہیں تو ہندوؤں میں اس سے بھی صدگونہ منافرت کے نظارے رونما ہیں انسانوں کو حیوانیت کے درجہ سے بھی فروتر بنانے کی جو قبیح مثالیں اس قوم میں ملتی ہیں ان کی مثال تو دنیا میں کہیں بھی نہیں۔ ہوئی ہے بھی نہیں مل سکتی امریکہ تہذیب و تمدن میں انتہائی ترقی کر چکا ہے مگر اس بیسویں صدی میں بھی عدم مساوات کا یہ عالم ہے کہ وہ کسی کو اپنا ہمسر اور اپنی برابر نہیں سمجھتے۔

حبشی اگرچہ صدیوں سے وہاں آباد ہو چکے ہیں شہری بن چکے ہیں مگر اس تہذیب و تمدن کے گہوارہ میں یہ حالت ہے کہ کوئی امریکن کسی حبشی کو قتل کر دے تو کوئی بات نہیں اور اگر کہیں اتفاق سے کوئی امریکن کسی حبشی کے ہاتھ سے قتل ہو جائے تو پھر قیامت برپا ہو جاتی ہے۔

قانونی نتائج کا انتظار نہیں کرتے جیلخانہ پر دھاوا بول دیتے ہیں اور دروازے توڑ کر زبردستی اسے کھینچ لاتے ہیں اور کسی درخت پر الٹا لٹکا کر اور نیچے آگ جلا کر شعلوں پر اسے بھونتے ہیں اور اس عذاب سے مار ڈالنے کے بعد اس کا قیمہ کر کے آگ میں جلا کر اس سے اپنا کلیجہ ٹھنڈا کرتے ہیں۔ ایسے واقعات آئے دن پیش آتے رہتے ہیں۔ آج بھی جرمنی سے بیدردی کے ساتھ یہودیوں کا استیصال کیا جا رہا ہے غرض ہر قوم میں ایسے واقعات دیکھنے میں آتے ہیں گورے کالوں کو اور اعلیٰ ادنیٰ افراد کو اور دولتمند غرباء کو حقیر سمجھتے ہیں نہ انھیں اپنے کلبوں اور صحبتوں میں بار پانے دیتے ہیں نہ ان سے کوئی تعلق رکھتے ہیں اور نہ یہ ان کے عبادتخانوں میں قدم رکھ سکتے ہیں۔

اسلامی شان مساوات

یہ صورت اقوام عالم میں اور بلا انتہا زیادہ سے رونما چلی آ رہی ہے فاتح اور مفتوح میں امتیاز و تنفر عام رہا ہے انگلستان کے اچھے یورپین ہوٹلوں اور کلبوں میں لڑے سے بڑے ہندوستانیوں کو جگہ نہیں ملتی جنوبی افریقہ میں یورپین ہندوستانی علاقوں میں رہنا بھی پسند نہیں کرتے اچھی آراضی خریدنے اور اچھے قطعات میں رہنے کی بھی انھیں ممانعت ہے ان اقوام کی صحبت سے اگرچہ مسلمانوں میں بھی خرابیاں اور رگڑتیں پیدا ہو گئی ہیں پھر ان کی حالت اس زوال و انحطاط پر سب سے بہتر اور اتنی بہتر ہے کہ دوسری قومیں انھیں رشک و حسد سے دیکھتی ہیں آج حقیقی مساوات اگر کسی قوم میں پائی جاتی ہے تو وہ مسلمان اور صرف مسلمان ہیں دنیا میں تنہا ایک یہی قوم ہے جس میں اب تک حقیقی مساوات کا رنگ جلوہ گر ہے یہ چیز صرف مسلمانوں ہی میں جلوہ گر نظر آئیگی کہ ان میں ہر نسل اور ہر ذات کے مسلمانوں میں باہم شادیاں ہو سکتی ہیں سب ایک دسترخوان پر بیٹھکر کھانا کھا سکتے ہیں سب ایک صف میں کھڑے ہو جاتے ہیں ایک مسجد میں نماز پڑھ لیتے ہیں سب کا ایک قبلہ ایک قرآن ایک رسول اور ایک خدا ہے۔

ضرور مسلمانوں میں شیعہ سنی وہابی اسماعیلی اور اہل حدیث نظر آ گئے ہیں مگر فرق ہیں جو

جو اختلافات بھی ہیں وہ فروعات میں ہیں اصول میں کوئی اختلاف نہیں اور ان میں باہم اتنا بُعد بھی ہے کہ وہ ساتھ کھا سکیں اور شادیاں ہو سکیں سب کا خدا بھی ایک ہے اور قبلہ بھی ایک ہے انتہا یہ ہے کہ ایک شاہ اور ایک گدا اور ایک امیر اور ایک خاک نشین تک دونوں ایک مسجد کے اندر ایک صف میں دوش بدوش کھڑے ہو جاتے ہیں اور کوئی رکاوٹ ڈال سکتا ہے اور نہ کوئی کسی غریب کو مسجد سے باہر کر سکتا ہے اسلام میں یہ چیز نہیں ہے کہ امراء کی مساجد میں غرباء داخل نہ ہو سکیں۔

شاہ و گدا کے حقوق کا یکساں احترام

اس سلسلہ میں اسلام نے مساوات کی وہ شاندار اور فقید المثال نظائر دنیا کے سامنے پیش کیں جو آج تک سکان عالم کے لئے وجہ حیرت بنی ہوئی ہیں۔ شاہ غسان اسلام لایا ہے مدینہ میں عام مسرت کا اظہار کیا جاتا ہے بڑی عزت ہوتی ہے قدر کے ہاتھوں لیا جاتا ہے حج کا موقع آتا ہے حج میں مساوات کا ایک حیرت افروز عالم مساوات کی شان جلوہ گر ہوتی ہے لاکھوں انسان جن میں ہر درجہ کے اور ہر رتبہ کے انسان ہوتے ہیں شاہ و گدا سب نظر آتے ہیں یکساں لباس میں کعبہ شریف کے گرد ایک جذبہ و جوش کے عالم میں طواف کناں نظر آتے ہیں ہر شخص احرام باندھے ہوئے ہوتا ہے یا بالفاظ دیگر ہر گلے میں ایک ہی طرح کے سفید کپڑے کی کفنی ہوتی ہے اور سب برہنہ سر و پا کعبہ مقدسہ کے گرد گھومتے ہیں ایک ہی قسم کے الفاظ زبان پر ہوتے ہیں اس وقت کوئی تمیز نہیں کر سکتا کہ ان لاکھوں مسلمانوں میں کون محکوم ہے کون شاہ ہے اور کون گدا ہے

شاہ غسان بھی اسی عالم اور اسی حالت میں مصروف طواف تھا کہ اچانک اس کے احرام کے دامن پر ایک غریب مزدور کا پاؤں پڑ جاتا ہے عام الورود بات تھی مگر شاہ غسان کے دماغ میں نشہ حکومت و غرور سمایا ہوا تھا وہ عیسائیت کی راہ سے اسلام میں آیا تھا وہ اسے برداشت نہ کر سکا اور ایک تھپڑ کھینچ مارا زمانہ تھا حضرت فاروق اعظم کا مسلمان ادنیٰ و اعلیٰ کی تمیز سے بیگانہ تھے ان کے اندر ان کے بادشاہ کے اندر بھی کوئی امتیازی صورت رونما نہ تھی مزدور نے اسے اپنی توہین سمجھا اور دربار فاروقی میں استغاثہ دائر کر دیا وہاں سے قصاص کا حکم ہوا فیصلہ کیا گیا کہ مزدور بھی اسی طرح شاہ غسان کے منہ پر تھپڑ مارے اور اپنا انتقام لے۔

شاہ غسان یہ حکم سنکر سناٹے میں آگیا کہ اس کے تصور میں بھی یہ چیز نہ تھی اور نہ آسکتی تھی اس نے حضرت فاروق اعظم سے کہا کہ ہمارے یہاں تو اس ذلت کا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا فرمایا اسلام میں مساوات کامل ہے حقوق میں امیر و غریب اور شاہ و گدا سب برابر ہیں اس کی تعمیل تو آپ کو کرنی پڑے گی یہ بات اور ہے کہ مزدور آپ کو معاف کر دے ایک بادشاہ اور مزدور سے معافی یہ اس کے لئے نئی بات تھی شاہ غسان نے کچھ مہلت طلب کی اور ایک شب کے سناٹے میں وہ مدینہ منورہ سے بھاگ کر قسطنطنیہ پہنچ گیا مسلمانوں نے اسے بخوشی گوارا کر لیا مگر کسی امتیاز کے روادار نہ ہوئے کیا دنیا ایسی کوئی دوسری مثال پیش کر سکتی ہے۔

حضرت فاروق اعظم ایک پارسی غلام فیروز کے ہاتھ سے مسجد کے اندر شہید کر دیئے جاتے ہیں حضرت عبیداللہ بن عمر جوش میں آکر اسے قتل کر دیتے ہیں حضرت [illegible]

محض شبہ پر کافی ثبوت کے بغیر خود انتقام کا کوئی حق نہ تھا کوئی اس کی برداشت نہیں کرتا کہ کتنے بڑے درجہ کا جلیل القدر مسلمان شہید ہوتا ہے اور اب اس کے بعد اس کے فرزند گرامی سے قصاص لیا جا رہا ہے بڑی دشواری کے ساتھ حضرت عثمان غنی خود اپنے پاس سے فیروز کے ورثاء کو خون بہا ادا کرتے ہیں جب کہیں جاکر ان کی جان چھوٹتی ہے۔

اور کسی قوم میں کوئی ایسا واقعہ پیش آتا بالخصوص اس زمانہ میں تو قاتل کے ورثاء تو ایک طرف اس کی پوری کی پوری قوم پر ایک آفت نازل ہو جاتی دیکھ لیجئے کہ اس بیسویں صدی میں مصر کے اندر جنرل اسٹیک قتل ہو جاتے ہیں پورے بھر میں ایک تہلکہ پڑ جاتا ہے مصر کی سرزمین لرز اٹھتی ہے بہت سے شبہ میں پھانسی پاتے ہیں حکومت سے باز پرس ہوتی ہے اور بس کروڑ روپیہ ان حکومت سے وصول کیا جاتا ہے۔

ایک مس ایلس گرفتار ہوتی ہے سرحدیوں کے گاؤں کے گاؤں ہوائیوں کر اڑا دیئے جاتے ہیں۔

یہ فرق کیوں ہے اسلئے کہ اسلام میں امتیازات کی کوئی جگہ نہیں ہے کامل مساوات ہونے کے علاوہ انسانی حقوق کو بڑی وقعت دی گئی ہے مسلمانوں کے نزدیک ذمی کافر اور مسلم کا خون ایک ہے اسلام فیروز کے ورثاء کو معاوضہ دلاتا ہے اور تہذیب ایک شور محشر برپا کر دیتی ہے اس کے نزدیک فاتح کے خون کے مقابلہ میں مفتوح کے خون کی کوئی حقیقت ہی نہیں اسلام اس قسم کے امتیازات کو بھی روا نہیں رکھتا عہد نبوی عہدیں ایسے بہت سے واقعات ملیں گے کہ مسلم قاتلین غیر مسلم مقتولین کے ورثاء کے سپرد قتل کے لئے کر دیئے گئے حضرت علی خود فرمایا کرتے تھے کہ ذمیوں کا خون ہمارا خون ہے۔

حقیقی امتیاز اور اسلام

اسلام کی یہ انتہائی سعادت ہے کہ یہ رنگ نسل اور دولت کے امتیازات سے بے نیاز ہے اس میں اگر کوئی بزرگی ہے تو محض عمل کی بزرگی ہے جو جتنا خدا سے ڈرتا ہے اور جس قدر زیادہ قرآن پر عمل کرتا ہے اتنا ہی شریف اور ممتاز ہے ان اکرمکم عند الله اتقاکم۔ اس لئے کہ کسی میں یہ طاقت نہیں ہے کہ وہ اپنے رنگ نسل اور خاندان کو تبدیل کر سکے یا یک بیک بلند ہو کر دولت و تمول کے درجہ پر فائز ہو سکے البتہ یہ ہر شخص کر سکتا ہے کہ عمل و اتقا کے ذریعہ خود کو ممتاز بنا سکے قرآن تمام تر شریفانہ تعلیمات سے لبریز ہے اور شریف وہی ہے جس کے عمل شریفانہ ہیں امتیاز کی آرزو سے کوئی قلب خالی نہیں اسلئے خدا نے اس کی بھی رعایت کر دی اور اس کے بعد کسی کی کوئی مجبوری نہ رہی اب اگر کوئی امتیازی عمل نہ کر سکا تو یہ اپنا قصور ہے حضرات بلال، صہیب اور سلمان کی اجتماعی حیثیت صفر کے برابر تھی غلام ہی تھے مگر محض اپنے عمل و اتقا کی بنا پر مسلمانوں میں اپنے لئے امتیازی جگہ پیدا کر لی اور وہ عزت پائی جو بڑے بڑے رؤساء قریش کو بھی نصیب نہ ہوئی اسلام نے صاف طور پر فرما دیا کہ دنیا میں خاندانوں گوتوں اور قبیلوں اور خاندانوں کی جو تقسیم نظر آرہی ہے یہ خدا نے صرف شناخت اور پہچان کے لئے بنائی ہے اسکو وجہ امتیاز بنا لینا مشرکانہ طریقہ ہے افسوس ہے کہ مسلمان ہندوستان میں آکر بہت کچھ مسخ ہو گئے ورنہ مسلمان وہ تھے جنہوں نے غلاموں کو داماد بنایا اور ان کی لیاقت کی بنا پر انھیں تاج و تخت بھی حاصل ہوا اسلام کو یہ شرف حاصل ہے کہ اسکے غلام تک فرمانروائی کے منصب تک پہنچ کر رہتی دنیا تک [illegible]

زندہ قوم سکھ اور اوقاف

سکھ ارض ہند کی ایک قلیل التعداد قوم ہے اتنی قلیل التعداد کہ ملک کے کسی صوبے میں اور کسی حصے میں بھی انہیں اکثریت تو کیا مساوات کا درجہ بھی حاصل نہیں اگر تناسب آبادی کو پیش نظر رکھا جائے تو ہندوستان میں وہ ایک فیصدی سے زیادہ نہیں ان کی آبادی پچاس لاکھ بھی نہیں صرف چالیس لاکھ ہے جس میں تیس لاکھ پنجاب میں آباد ہیں اور دس لاکھ تمام طول و عرض ہند میں پھیلے ہوئے ہیں جس قوم کی آبادی اس صوبہ میں جہاں کا مولود وطن ہو تیرہ فیصدی سے زیادہ نہ ہو اور کسی دوسرے صوبہ میں بھی ان کی ہمت و تقویت کے لئے ان کی اکثریت نہ ہو اس کا اپنی آبادی کی نسبت سے زیادہ نشستیں حاصل کر لینا اور وزارت میں بھی اپنے ایک نمایندے کو شامل کر لینا اور اس سے بھی اہم تر یہ کہ عزت و وقار کی زندگی بسر کر لینا بہت بڑی بات ہے یہ سب کچھ ان کی زندگی اور تنظیم قومی کا کرشمہ ہے صوبہ یو۔ پی میں بھی مسلمانوں کی بھی کم و بیش اتنی ہی آبادی ہے اور اسمبلی میں انہیں تیس فیصدی نشستیں حاصل ہیں۔

لیکن یہ نشستیں انھیں اپنی تنظیم و قوت کی بدولت نہیں بلکہ اکثریت کے صوبوں میں اپنا وقار کھو کر حاصل ہوئیں مسلمانوں کی پشت پر ہندوستان میں ہشت صد سالہ فرمانروائی کی روایات بھی تھیں اور پنجاب میں سکھوں کی تیس لاکھ آبادی کے مقابلہ میں یوپی کے اندر وہ ستر لاکھ تھے ان کی تاریخی اور تعدادی قوت بہت بڑی ہوئی تھی اس کے باوجود ان کی بےحسی اور بےتنظیمی ہر جگہ نمایاں رہی اور وہ کوئی فائدہ نہ اٹھا سکے اس فرصت میں ہمیں سکھ بھائیوں کی تنظیم اور قوت کے صرف ایک شعبہ پر نظر ڈالنا ہے اور مسلمانوں کو دکھانا ہے کہ زندہ قومیں اپنی ترقی کے لئے کیا کر رہی ہیں سکھوں نے دیکھا کہ وہ ایک چھوٹی قوم ہیں اور قومی ضروریات کی تکمیل کے لئے روپیہ حاصل کرنے میں انھیں دشواریاں ہوتی ہیں اور صدہا کام محض قلت زر کی بنا پر پڑے رہجاتے ہیں۔

یہ احساس ہوا اور اس حالت کے باوجود ہوا کہ تنظیم و دولت میں وہ اپنے صوبہ کی اکثریت سے بھی بڑھے ہوئے ہیں [illegible] ایسا میں بھی احساس تھا لیکن زندہ قوم کی نظریں ہمیشہ بلند رہتی ہیں اور ان کی نگاہ جب پڑتی ہے بلندی پر پڑتی ہے ان کے اندر زندگی کی امنگ اور ترقی کا جوش تھا اس لئے وہ اپنے موجودہ وسائل کو بھی اپنے حوصلوں سے کم اور کمتر سمجھتے تھے اور ھل من مزید کے نعرے لگانے تھے۔

سکھوں کا جوش عمل

مسلمان تو اوقاف کے متعلق سوچتے ہی رہے سرسید نے ابتدا ہی میں یہ مسئلہ ان کے سامنے پیش کیا تھا اس وقت سے لیکر ۱۹۲۳ء ہی تک نہیں ۱۹۴۳ء تک بھی ان سے کچھ نہ ہو سکا حالانکہ ان کی راہ سکھوں کی راہ سے آسان تر تھی سکھوں سے کہیں زیادہ انہیں روپے کی ضرورت تھی اور اتنی ضرورت تھی جو غالباً حروف و الفاظ میں بھی ضبط نہیں کی جا سکتی لیکن جو یہ بے احساس قوم ایک قرن کی سعی و غور میں بھی نہ کر سکی سکھوں نے اسے چند سال میں ہی نہیں بلکہ گنتی کے دنوں میں اور مہینوں میں کر لیا ایک دفعہ انہوں نے غور کیا اور جب وہ ایک فیصلہ اور نتیجہ پر پہنچ گئے تو پھر کوئی چیز ان کی راہ میں حائل ہو سکی جو موانع بھی راہ میں آئے وہ ان سے متصادم ہونے اور انھیں ٹھکرا تے ہوئے بڑھے چلے گئے قابل تعریف و تقلید امر یہ ہے کہ فیصلہ کے ایک اعلان کے ساتھ اس زندہ قوم کا ہر فرد اور ہر متنفس اپنی اپنی جگہ سے کھڑا ہوا اور جنبش میں آگیا اور اپنی بساط کے مطابق کام میں مصروف ہو گیا تاکہ جلد از جلد تکمیل مقصد کا سامان فراہم ہو کر کامیابی کی نوبت آجائیں۔

کسی نے پروپیگنڈے کا کام سنبھالا تو کسی نے روپیہ فراہم کرنے کی ذمہ داری لی کسی نے امداد دی کسی نے والنٹیر بھرتی کرنے شروع کئے کسی نے خود کو ہر ممکن قربانی کے لئے پیش کیا اخبارات نے تحریری جہاد شروع کر دیا کونسل کے ممبروں نے مسودات قانون مرتب کر کے پیش کئے کسی نے حکام پر زور ڈالا الغرض پوری کی پوری قوم حرکت میں آگئی اور پوری مشنری پوری قوت کے ساتھ گردش کرنے لگی کام بہت مشکل تھا اس لئے کہ سکھوں کے بکثرت اوقاف مہنتوں کے قبضہ میں تھے اور ان مہنتوں کو بیدخل کرنے میں یہی دشواری نہ تھی کہ اس میں پوری ہندو قوم سے تصادم پیدا ہو جانے کے قوی امکانات تھے بلکہ دولتمند مہنتوں سے مقدمہ بازی ہونا بھی لازمی تھا اور کامضمون تھا جس کے پاس روپیہ بھی ہو اور آدمی بھی ہوں اس سے تصادم انتہائی دشوار ہوتا ہے مقدمات کا ایک سلسلہ لامتناہی چھڑ جانے کا خطرہ تھا اور مقدمات چھڑ جاتے تو معاملہ برسوں پر جا پڑتا اور پھر انھیں سنبھالنا مشکل ہو جاتا یہ ایک عملی اور مسلمہ حقیقت ہے کہ اگر کوئی قوم اپنی پوری قوت کے ساتھ کسی ناروا امر پر بھی ضد کر جائے اور الجھ جائے تو وہ ناروا بھی روا ہو جاتا ہے۔

پوری کی پوری قوم حصول اوقاف کی سعی پر متفق ہو چکی تھی اس کا کوئی قوی اندیشہ نہ رہا تھا پہلے سکھ جتھے قائم ہوئے سکھ چندے سے ان کی خورد و نوش کا سامان فراہم کیا گیا پھر انہوں نے مختلف اطراف میں مختلف سکھ اوقاف کی طرف بڑھنا شروع کیا اور جس عجلت کے ساتھ وہ اندر داخل ہوئے ان پر مسلط ہو سکے ہو گئے وہ کہتے تھے اور علانیہ کہتے تھے کہ گوردوارے ہمارے ہیں اوقاف ہمارے ہیں یہ چیز ہماری ہے اور مقدس ہے ہم یہ نہیں گوارا کر سکتے کہ جو چیز قومی حیثیت رکھتی ہو قومی امور کی انجام دہی کے لئے وقف کی گئی ہو اس پر افراد کا قبضہ ہو کر اور ان کی ذاتی جاگیر میں منتقل ہو جائے اور مقدس اوقاف کی رقوم عیاشیوں اور بے نوخیوں کی نذر ہوتی رہیں یہ ہماری اپنی چیز ہے اور ہم اس پر قبضہ کر لینے کا پورا پورا حق رکھتے ہیں چنانچہ ایک یورش عام کر دی گئی اور بکثرت گوردوارے اور اوقاف پر سکھ جتھے قابض ہو گئے اور مہنتوں کو اکالیوں سے اپنی جان و آبرو بچا کر بھاگنا پڑا۔

فی الواقع یہ حرکت ایک غیر آئینی اور غیر قانونی حرکت تھی ایک ڈاکہ کی حیثیت رکھتی تھی اور اگر سکھ قوم اس معاملہ میں معمولی اختلافات سے بھی کام لیتی تو پوری قوم مبتلائے مصیبت ہو کر رہجاتی اور مہنت اپنے روپے کے زور سے شدید سے شدید نقصانات پہنچا دیتے اور حکومت ان سے قید خانے بھر دیتی لیکن اول تو یہ کام انفرادی حیثیت نہ رکھتا تھا دوسرے اکالی قبضہ شدہ اعمال کو لوٹتے یا اس سے کوئی ذاتی اور انفرادی فائدہ نہ اٹھاتے تھے دوسرے سب کچھ ایک مرکزی کمیٹی کے زیر اثر و ہدایت ہو رہا تھا جو تمام صوبے میں

اس قسم کے واقعات عام ہو چکے تھے اسلئے روک ہی کی جاتی تو کہانتک کیجاتی اور مقابلے بھی ہوتے تو کہاں کہاں ہوتے پھر بھی پورے صوبے میں ایک شور برپا ہوگیا ہندوؤں کی طرف سے بھی اظہار نارضگی کیا گیا بڑے بڑے اوقاف کے مہنت بھی ہوشیار ہو گئے اور جو رسوخ انھیں حکومت میں حاصل تھا اس سے کام لینا شروع کیا پولیس کی امداد حاصل کرلی اور حکومت کو بھی اس کے انسداد پر مجبور و آمادہ ہونا پڑا۔

سکھ اوقاف پر سکھوں کا تصرف

صورت حالات نازک سے نازک تر ہو چکی تھی اور وقت آگیا تھا کہ وہ اب سکھوں کے حقیقی جوش اور جذبۂ قربانی کا امتحان لیا جائے حالت یہ تھی کہ گرو کے باغ میں جو امرتسر سے چند میل کے فاصلہ پر ہے محاذ قائم ہوگیا یہ وقف لاکھوں کا وقف تھا مہنت بھی بہت دولتمند اور با رسوخ تھا ایک طرف تو اس کی امداد پر تمام معزول شدہ مہنت اپنی تمام دولت اور رسوخ کے ساتھ مجتمع ہو گئے اور دوسری طرف حکومت اپنی پوری قانونی طاقتوں کے ساتھ مقابلہ پر آگئی اور اس نے بجبر اس طوفان کو روکنے اور اس شورش کو دبانے کی سعی شروع کردی اور حکم دیدیا کہ باغ میں قدم رکھنے والے ہر جتھے کی تواضع لاٹھیوں سے کی جائے اور پوری قوت سے کی جائے

چنانچہ یہ حالت ہوئی کہ دنیا نے بھی دیکھا اور ہم نے بھی دیکھا کہ ہر اقدام کرنیوالے جتھے پر پولیس نے پوری قوت اور بیدردی کے ساتھ لاٹھیاں برسانا شروع کیں تاک تاک کر نازک جگہوں پر ضربات لگائیں مار مار کر دیوانہ بنا دیا ایک طرف اس بیدردی اور دہشت کا مظاہرہ ہو رہا تھا پولیس لاٹھیاں مار مار کر بیہوش کر دیتی تھی خون میں نہلا دیتی تھی اور دوسری طرف سکھ جتھے ہر خطرے سے بے نیاز ہوکر اور بے پرواہ ہوکر یہ سمجھتے ہوئے کہ مجروح ہونا پڑیگا لاٹھیاں برسیں گی خون میں نہانا پڑیگا یکے بعد دیگرے بڑھتے چلے جاتے تھے انھیں جتنا نقصان پہنچتا تھا اور حکومت جتنے زیادہ تشدد سے کام لیتی تھی سکھوں کا جذبۂ قربانی اتنا ہی بڑھتا جاتا تھا جتھے گئے اور اتنے اتنے بڑے جتھے گئے کہ امرتسر کے بازاروں میں ان کے نکلنے کے وقت تل رکھنے کو جگہ نہ رہتی تھی قابل تعریف و حیرت یہ امر تھا کہ انھیں بے انتہائی بیدردی کے ساتھ پیٹا جاتا تھا اشتعال دلایا جاتا تھا مگر یہ جنگی قوم اپنا ہاتھ نہ اٹھاتی تھی حقیقت میں یہ ستیاگرہ بہت شاندار اور فقید المثال تھی جسکی نظیر ہندوؤں میں بھی ناپید تھی آخر یہ قربانیاں رنگ لائیں مہنت گھبرا گئے سکھوں میں جوش کا سمندر ٹھاٹھیں مارنے لگا حکومت تھک گئی اور گوردوارہ ایکٹ کے نام سے خود ایک قانون وضع کرنے پر مجبور ہوئی جس کی رو سے سکھ قوم اپنے تمام گوردواروں اور اوقاف کی مالک قرار دیگئی امرتسر میں ایک مرکزی کمیٹی قائم ہوگئی جو زیادہ تر سکھ قوم کے نمائندوں پر مشتمل تھی اور سکھوں کے تمام اوقاف اسی کے ہاتھ میں آگئے اور وہی ان کی منتظم اور نگران بن گئی یہ اوقاف کروڑوں کے اوقاف تھے اس طرح سکھوں کے ہاتھ میں کروڑ روپیہ آگیا اور ان کا ایک قومی فنڈ قائم ہوگیا انھیں کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانے اور چندہ مانگنے کی ضرورت نہیں۔

یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ اس سے سکھ قوم کو کتنا فائدہ پہنچا اور پہنچ رہا ہے ان کا قومی فنڈ مال سے لبریز رہتا ہے مختلف اسکولوں کالجوں اور اداروں کو زر

دیتے ہیں ہر تحریک کو کامیاب بنا لیتے ہیں غرباء کی امداد کرتے ہیں ضرورتمندوں کی اعانت کرتے ہیں اسی فنڈ سے امرتسر وغیرہ میں ان کے لنگرخانے قائم ہیں جہاں سے ہر سکھ کھانا حاصل کرسکتا ہے اس قحط کے زمانہ میں ہزاروں سکھ اس سے فائدہ اٹھا رہے ہیں کوئی بھوکا نہیں مرنے پاتا اپنی قوم کی تمام ضروریات کی تکمیل کے لئے ان کے پاس تمام سامان فراہم ہیں۔

مسلم اوقاف کی المناک حالت

یہ ایک مختصر اور زندہ قوم کی روداد حیات ہے اب فرزندان توحید کی زندگی پر ایک نظر ڈالئے قدرت نے خود ان کی زندگی اور انکی قومی ضروریات کی تکمیل کے لئے زکوٰۃ کا ایک فقید المثال نظام قائم کیا تھا ان کا قومی فنڈ اس سے کسی صورت میں خالی رہ سکتا تھا اور نہ کبھی خالی ہوتا چونکہ اس قوم پر ایک افسردگی طاری ہے اور اس کی خواب پر اس کی موت کا شبہ ہوتا ہے اس لئے یہ قومیات کی طرف سے یکسر غافل ہو چکی ہے اس کے افلاس و غربت کے باوجود اس کے سامنے اس کے مذہب ہی نے ترقی کی سو راہیں کھول رکھی تھیں مگر نہ یہ اب جمعہ و عیدین کے مذہبی اجتماعوں سے کوئی فائدہ اٹھاتی ہے اور نہ محافل میلاد اور عرس کی مجالس اس کے لئے سود مند ثابت ہوتی ہیں نہ اس نے زکوٰۃ جیسی اہم مالی عبادت کی اہمیت کو سمجھا اور نہ اپنے اوقاف کی تنظیم کی طرف کوئی توجہ کی یہ ابھی غفلت و خوض ہی کی منزل میں خوابیدہ ہے اور میدان عمل میں جولانیاں دکھانے والے میدان میں اترتے ہی بازی لے گئے۔

مسلمانوں نے ہندوستان میں آٹھ سو برس حکومت کی ہے اور جو حکومتیں یہاں قائم ہوئیں وہ اپنے عہد کی مقتدر اور نہایت دولتمند فرمانروائیاں تھیں جس کے نہال نفیس کے برگ و بار ہمارے اوقاف ہیں جو ملک کے چپہ چپہ پر قائم ہیں نہ سہی کوئی اور کوئی سعی اگر سکھوں کی طرح مسلمان اور کچھ نہ کریں اور وہ صرف اپنے انھیں اوقاف کی تنظیم کرلیں تو ہم بلا مبالغہ کہہ سکتے ہیں کہ صرف انہی اوقاف کی آمدنی ان کی جملہ ضروریات قومی کی تکمیل کا سامان بن سکتی ہے ان کے کروڑوں روپیہ مالیت کی آمدنی کے اوقاف نہیں کتنے افسوس اور بدبختی کا مقام ہے کہ یہ کروڑوں روپے کی آمدنی خرافات و لغویات کی نذر ہوکر رہجاتی ہے قطرہ قطرہ بہم ہوکر دریا بنجاتا ہے یہ اوقاف سلک تنظیم میں منسلک ہوکر ہندوستان کی بڑی سے بڑی ریاست سے زیادہ آمدنی کا باعث بن سکتے ہیں اور پھر اس آمدنی سے ہم اپنے تمام اسکولوں کالجوں اور اداروں کو ترقی دے سکتے ہیں۔ قومی ضروریات کے مطابق جدید اسکول قائم کرسکتے ہیں اپنی تمام تحریکوں کا انتظام کرسکتے ہیں بڑے بڑے اخبار چلا سکتے ہیں چھوٹی چھوٹی دوکانیں کھلوا سکتے ہیں اور بڑے بڑے کارخانے قائم کرکے اپنے بیکاروں کی روزگار کی سبیل نکال سکتے ہیں اور قومی دولت میں اضافہ بھی کرسکتے ہیں اپنے غریبوں اپاہجوں اور معذوروں کی راحت کا سامان بھی کرسکتے ہیں لنگر خانے کھلوا سکتے ہیں مسلمانوں کا ہر ادارہ اور ہر تحریک قلت زر کی شکوہ گذار ہے مسلمان انتہائی پستیوں میں پڑے ہوئے ہیں انھیں تو روپے کی شدید ضرورت ہے پھر اس طرف کسی کو توجہ نہیں حالانکہ سب سے پہلے کرنے کا کام یہی تھا اور اس میں کسی مخالفت کا اندیشہ بھی نہ تھا اوقاف کے سلسلہ میں کچھ کام ہوا ہے لیکن نہ ہونے کے برابر ہے مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ سکھوں سے اس خصوص میں سبق حاصل کریں اور جلد از جلد اپنے اوقاف کو قبضہ قومی میں لانیکی سعی فرمائیں کہ ان کی بہتری کا راز اسی میں مضمر ہے۔

زندہ سیاست برادران وطن کی بصیرت سیاسی

برادران وطن کے طریقہ ہائے کار سے اصولی اور ملی حیثیت سے خواہ ہمیں کتنا ہی اختلاف کیوں نہ ہو مگر یہ حقیقت ہے کہ ان کی سیاست میں ایک زندگی اور رعنائی پائی جاتی ہے اور وہ اس قابل ہے کہ مسلمان اس سے سبق حاصل کریں انہی صفحات پر ہزار مرتبہ یہ حقیقت بیان کی جا چکی ہے کہ ہندو چالوں کا توڑنا تو ایک طرف ہر شخص کے لئے ان کا سمجھنا ہی دشوار ہے جب یہ بات منہ سے نکالتے ہیں تو اس کمال کے ساتھ سوچ سمجھ کر نکالتے ہیں کہ مسلمان تو مسلمان بڑے بڑے انگریز بھی دھوکے میں پڑ جاتے ہیں اور بہت وقت نہیں سمجھ سکتے ہیں کہ جو وہ کہہ رہے ہیں اس کا حقیقی مقصد کیا ہے اور سیاسیات پر اس کا کیا اثر پڑنے والا ہے۔

مملکت فرانس کے سابق وزیر موسیو بریان کے اس کمال سیاسی کا علم ایک دنیا کو تھا کہ وہ بڑے بڑے ماہرین سیاست اور مدبرین عالم کے مشترکہ بین الاقوامی جلسوں میں شریک ہوتا اور تقریریں کرتا تھا اور اگرچہ ہر شخص ان کی طبیعت کی افتاد سے واقف ہوتا تھا ان کی طرف سے ہوشیار اور چوکنا رہتا تھا اس کے باوجود وہ ان سب کو دھوکہ دیجاتے اور اپنا مطلب حاصل کیجاتے تھے ان کی تقریر اور بحث پر سب کی نظر ہوتی تھی ہوشیار اور تیز دست لکھنے والے ان کی زبان سے نکلے ہوئے ایک ایک لفظ کو ضبط تحریر میں لاتے رہتے تھے لکھا ہوا الفاظ نہایت بے ضرر نظر آتے تھے غور و توجہ کے باوجود ان میں کوئی اور پیچیدگی نظر نہ آتی تھی لیکن بعد کو معلوم ہوتا تھا کہ انہوں نے دھوکہ کھایا اور وہ فریب سیاست کی نذر ہو گئے۔

ایک دفعہ نہیں ہزار بار یہی ہوا۔ لوگ بڑے طنطنہ اور تیاری کے ساتھ مکر اور فریب کا سامنے بغیر نہیں رہے تقاریر کے فقروں کے فقروں کا مفہوم مقصد کچھ اس کمال کے ساتھ بدل کر رکھ دیتا تھا کہ لوگ نہ صرف یہ کہ متحیر رہ جاتے تھے بلکہ انھیں اس کے قبول کے سوا چارہ بھی نہ رہتا تھا جب تک وہ فرانس کی وزارت پر فائز رہے تمام بین الاقوامی معاملات میں فرانس کی جیت رہی اور بالخصوص جرمنی کو اس سے بہت نقصان اٹھانا پڑا اسی فرانس کے ایک قدیم اور مشہور لیڈر والٹیئر نے اپنی محبوبہ کو ایک خط میں جو فقرے لکھے تھے وہ بعد کو یورپین سیاست کی روح سمجھے گئے اور انہوں نے بڑی شہرت اختیار کی اس نے لکھا تھا کہ اپنے والدہ کے غیظ و غضب کا نشانہ نہ بنو تم جانتی ہو کہ وہ کیا کچھ کر سکتی ہے منافقت اختیار کرتا اس پر واضح کر دو کہ تم مجھ سے ہی نہیں کہ عداوت رکھتی ہو بلکہ نفرت کی نظر سے دیکھتی ہو اور یہ امر اس پر بخوبی ذہن نشین کرنے کے بعد مجھ سے پیش از پیش محبت کرو یہی کامیابی کا گر ہے۔

منافقانہ سیاست

یہی اصول تہذیب جدید پر حاوی ہو کر رہ گیا ہے اور سیاست اصلاً منافقت بن گئی ہے جو شخص نہایت خوبی و رعنائی کے ساتھ اپنے مقصد کو پیش نظر رکھ کر جھوٹ بول سکتا ہے اور دوسروں کو مغالطہ و فریب کر سکتا ہے وہی کامل سیاست داں سمجھا جاتا ہے عالمگیر اور ہمہ گیر اصول سیاست یہ ہے کہ زہر کی گولی کھلانی ہو تو جائے مگر اتنے شکر کے غلافوں میں لپیٹ کر کھلائی جائے کہ کھانے والا اسے شکر ہی سمجھے اور کھلانے والے سے کینہ ہونے کے اور خوش ہو اپنا مطلب نکالا جائے اور ہمدرد بنکر نکالا جائے نقصان پہنچایا جائے مگر دشمن بنکر نہیں ظاہر نہایت آراستہ ہو باطن میں خواہ کتنی ہی غلاظتیں بھری ہوں اگر یہ ثابت ہی ہو جائے کہ زہر دیا جا رہا ہے تو آخر وقت تک کہا ہی جائے اور زور اسی پر دیا جائے کہ یہ زہر نہیں شکر ہے اسلئے کہ نفسیاتی طور پر تسلیم کر لیا گیا ہے کہ جھوٹ بار بار بولا جائے بڑے شد و مد اور بڑے وثوق سے بولا جائے وہ اگر مستقلاً صداقت نہیں سمجھا جائے تو بھی انسانوں کی کسی نہ کسی جماعت کو ایک مدت تک فریب میں ضرور مبتلا رکھے گا بہرکیف دنیائے جدید اور تہذیب فرنگ نے یہ سکھا دیا ہے بلکہ کرا دیا ہے کہ کامیابی کا گر اگر ہے تو منافقت ہے اب جو جتنی دلکشی کے ساتھ منافقت کر سکتا ہے وہ اتنا ہی کامیاب مدبر کہلاتا ہے۔

ہمیں افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ برادران کی سیاست بھی انہوں یورپ میں سراپا منافقت ہے بن گئی ہے وہ کہتے کچھ ہیں اور کرتے کچھ ہیں۔

تاہم اس میں چند امور ایسے ہیں جو فرزندان توحید کے لئے درس بصیرت بن سکتے ہیں ان کے اندر تنظیم اور باہمی ہمدردی انتہا کو پہنچی ہوئی ہے جو لفظ ایک کی زبان سے نکلتا ہے خواہ وہ غلط ہو یا صحیح سب اس کی تائید میں متفق ہو جاتے ہیں جو چیز بھی قومی مقصد کی تقویت کے لئے ایک رہنما کی زبان سے نکلتی ہے سب اس کی تائید میں یک زبان ہو جاتے ہیں۔

یہ ضرور ہے کہ مسلمان مذہبی حیثیت سے کتنے ہی گئے گذرے کیوں نہ ہوں پھر بھی ان کے اندر توحید کا اثر باقی ہے اور وہ منافقت کو انتہائی رذالت سمجھتے ہیں اور کسی کو دھوکہ دینا معیوب خیال کرتے ہیں دوسری اقوام کی یہ حالت نہیں ان کے یہاں دھوکہ دیکر کامیابی حاصل کر لینا بڑا تدبر ہے بڑی دانائی ہے اور دھوکہ کھانا حماقت ہے مسلمانوں کی پوری تاریخ اس امر کی شاہد ہے کہ انہوں نے کبھی کسی کو دھوکہ نہیں دیا اور جو زبان سے کہا وہی کیا آج بھی وہ اسی مسلک پر بدستور قائم ہیں انہوں نے کبھی دھوکہ دیکر کام نکالنا پسند نہیں کیا ترکوں کے صلوق الوعد ہونے کا آج بھی پوری دنیا کو اعتراف ہے اس کے مقابلہ میں یورپ کا طریقہ دیکھئے کہ جب بلجیم کی حمایت میں معاہدہ کے عین مطابق برطانیہ گذشتہ جنگ میں کود پڑا تو جرمن چانسلر نے برعم خود برطانیہ پر یہ بڑا الزام عاید کیا تھا کہ اس نے محض ایک پرزۂ کاغذ کی خاطر جنگ شروع کی ہے روسی مدبرین بھی کہتے رہتے ہیں کہ وعدے تو کئے ہی توڑنے کے لئے جاتے ہیں نہ کہ پورا کرنے کے لئے کئے جاتے ہیں۔

یہی رنگ تمام سلسلہ سیاست پر چھایا ہوا ہے گاندھی جی نے مسلمانوں سے وعدے کئے کتنی دفعہ وہ چیک پیش کئے مگر بعد کو معلوم ہوا کہ ان کی حقیقت سراب امید سے بڑھکر نہ تھی بعد کو ان کا الفاظ مختلف تاویلات و عذرات کی موج لہروں میں گم ہو کر رہ گیا۔

فرقہ پرستی اور قوم پرستی کی حقیقت

برادران وطن نے پہلوان انگریزی اور یورپین سیاست کے مطالعہ کے بعد سمجھ لیا تھا کہ برطانوی طرز کی جمہوریت اگر

پارلیمنٹری حکومت ان کے مقاصد قومی کی تکمیل کے لئے ہر لحاظ سے مفید ہے اس لئے انہوں نے ابتدا ہی سے وہ طریقے اختیار کئے کہ کسی طرح مسلمانوں کی نمائندگی کسی شعبۂ حکومت میں نہ پہنچنے پائے اور وہ سرکاری دفاتر کے علاوہ انتخابی اداروں میں یا تو بار نہ پانے پائیں یا اثر حاصل نہ کر سکیں اور یا یہ کہ کم از کم ان کی اکثریت کہیں قائم نہ ہو سکے سیاست کے بحر مواج میں غوطہ زنی سے انہوں نے یہ راز سمجھ لیا تھا کہ اب بازوؤں کی قوت اور تلوار کے زور کا زمانہ گیا ہندو کسی حیثیت سے میدان میں کھڑے ہو کر نہ انگریزوں کا مقابلہ کر سکتے ہیں اور نہ مسلمانوں کے حریف بن سکتے ہیں اور نہ موجودہ غلامی اور بے سر و سامانی میں اس کی کوئی توقع کی جا سکتی ہے سوراج حاصل کرنے کی آسان تدبیر یہی ہے کہ اپنی اکثر بیدا کرنے کی صورتیں پیدا کی جائیں کہ اس کے دوسرے معنے راج اور حکومت کے ہیں۔ یہ فیصلہ ہوتے ہی پوری کی پوری قوم اس مقصد کی تکمیل کے لئے وقف ہو گئی اور مسلمانوں کی ہر احتجاجی صدا کو خوبصورت لفظوں لمبا چوڑے سفر رجلوں اور مستقبل کے متعلق آئین اور وعدوں سے کمزور اور بے اثر بنا تی رہی اور ہر تو ہندوؤں کی تنظیم و ہوشمندی کا یہ عالم تھا کہ ہر ہندو کے حلق سے ایک ہی آواز نکلتی تھی، اور کوئی ایک ہندو بھی مسلمانوں کی تائید کے لئے نہ ملتا تھا اور ہر یہ حالت تھی کہ مسلمانوں ہی میں سے کچھ لوگ نکل نکل کر ہندوؤں کی ہمنوائی کے لئے تیار ہو جاتے تھے اور یورپین سیاست کی اتباع میں انہوں نے جو منافقت اختیار کی تھی اسے وہ صداقت و حقانیت سے تعبیر کرتے تھے اور اہل دہر کا "قیاس" اپنے اوپر کرتے تھے انہوں نے فرقہ پرستی کی مذمت اس لئے شروع کی تھی کہ مسلمان اپنے لئے کوئی جداگانہ حق حاصل کر کے قوت نہ حاصل کر سکیں لیکن مسلمانوں نے جوش قوم پروری میں اس کی تائید کر کے خود اپنے گلے پر آپ چھری چلانی شروع کر دی اور آج حیرت کے ساتھ دیکھا جا سکتا ہے کہ وہ کیوں اتنا بھی سمجھ نہ سکے کہ وہ خود ایک قوم ہیں اور کسی دوسری قوم کا کوئی حصہ نہیں ہیں جو ان کے مطالبات فرقہ پرستی کے مظہر بن جائیں۔

ہر شخص اپنی قوم کے مفاد کے لئے ہر ممکن سعی کا حق رکھتا ہے اور اپنی قوم کی خدمت کرنا اور اس کے لئے حقوق حاصل کرنا ایک حسن ہے نہ کہ کوئی عیب ہے بہترین جرمنی وہی ہے جو کہ خود کو جرمنی اور بہترین فرانسیسی وہی ہے جو کہ خود کو فرانسیسی حقوق منوانے کے لئے وقف کر دے آج مسٹر چرچل کی تعریف اسی لئے کی جا رہی ہے کہ برطانوی حمایت میں سرگرم ہیں مسیولینی کا نام اسی لئے زندہ ہے کہ اس نے اپنی خدمات اپنی قوم کے لئے وقف کئے رکھیں، روسو کی خوبی یہی تھی کہ فرانسیسیوں کے حقوق کے لئے وہ سرگرم۔ اسٹالن کو بھی اسی لئے سراہا جا رہا ہے۔ اگرچہ انگریز جرمن فرانسیسی روسی اطالوی ایک ہی ملک کے فرزند ہیں اس ملک کے فرزند جو کسی اعتبار سے بھی ہندوستان سے چھوٹا نہیں اور جس کی آبادی بھی اتنی ہی ہے پھر یہ تمام قومیں یکساں تمدن کی حامل ہیں اور ایک ہی مذہب کی پیرو ہیں انہیں ایک ہی شجر عیسائیت کی مختلف شاخیں یا فرقے کہا بھی جا سکتا ہے۔

لیکن مسلمانوں کی حالت تو ان سے بالکل ہی مختلف تھی ہندوؤں سے ان کا مذہب جدا تہذیب جدا ہے کیونکر ہندو قوم کا کوئی فرقہ بن سکتے تھے مذکورہ یورپین اقوام کا تو ایک مذہب ایک پیشوا ایک تمدن ایک تہذیب ایک کتاب ایک قبلہ ایک غذا ایک ملک۔ لیکن ہندوستان میں ہندو مسلمانوں کا نہ ایک مذہب نہ ایک پیشوا نہ ایک تمدن نہ ایک تہذیب نہ ایک کتاب نہ ایک قبلہ اور نہ ایک غذا پھر بھی پیچیدگی پیدا ہوئی اور محض اس لئے پیدا ہوئی کہ ہندو مسلمانوں کو ابھرنے دینا نہ چاہتے تھے ہندو بھی اسے سمجھتے تھے اس لئے انہوں نے اپنے دماغ سے ایک نئی قوم اپنے مقصد کی تکمیل کے لئے گھڑ لی جس کا نام رکھا متحدہ قومیت ہند جس میں آگ اور پھوس، موحد اور مشرک اور بھیڑ و بکری سب یکجا جمع کر دیئے

ہندوؤں کی طرف سے اس متحدہ قومیت کی حمایت اور فرقہ پرستی کی مذمت میں اس شدت کے ساتھ پروپیگنڈا ہوتا رہا کہ مسلمان اپنی قوم کے لئے کوئی مطالبہ کرتے شرماتے اور گھبرانے لگے جہاں مسلمانوں کی طرف سے کوئی مطالبہ شروع ہو اور تمام ہندوؤں نے فرقہ پرستی کے طعنے دینے شروع کر دیئے اور حکومت کی طرف سے بھی فرقہ پرستی ہی کی بنا پر مسلمانوں کے اکثر مطالبات رد ہونے لگے۔ ہندوؤں کا یہ پروپیگنڈا کبھی کامیاب نہ ہوتا اگر خود مسلمانوں کی جماعت سے صاحب اقتدار تائید کرنے والے ہندوؤں کو نہ مل جاتے مسلمانوں کی ناکامی اور ہندوؤں کی فائز المرامی کی سب سے بڑی وجہ یہی تھی کہ انہیں خود مسلمانوں میں اپنی ہمنوائی کرنے والے ملتے رہے مسلمانوں نے یہ نقصان ہندوؤں کے نہیں اپنے ہی لوگوں کے ہاتھوں اٹھایا تاریخ شاہد ہے کہ مسلمانوں کو کوئی قوم کبھی نقصان نہ پہنچا سکی تا وقتیکہ اسے کچھ مسلمان حامی نہ مل گئے بنگال میں نواب سراج الدولہ اور میسور میں سلطان ٹیپو کو اسی لئے شکست ہوئی کہ انگریزوں کو میر جعفر اور میر صادق ہاتھ لگ گئے بغداد پر حملہ کے تصور سے ہلاکو لرز رہا تھا مگر جب اسے ابن علقمی مل گیا تو اس نے اس عظمت کدۂ اسلام کو تباہ کر کے رکھ دیا۔

اسپین میں سے مسلمان کبھی نہ نکلتے۔ نکلے تو اس وجہ سے نکلے کہ آخر وقت تک ان کا کوئی نہ کوئی فریق فرڈی نینڈ اور ملکہ ازبلا کے ساتھ رہا۔

ترکوں کے زوال کی تاریخ بھی یہی بتا رہی ہے مسلمانوں کو قرآن نے پہلے ہی روز یہ بتا دیا تھا کہ اغیار سے میل جول مگر درست نہ بناؤ مسلمان جب اس سبق کو بھولے بے وقوف بنے آج بھی مسلمانوں میں چند افراد ایسے موجود ہیں حق گوئی اور چیز ہے اور دوسروں کی نظریات پر ایمان لا کر ان کی موافقت اور اپنی قوم کی مخالفت اور چیز ہے۔ ہندوؤں کی شکایت نہیں کہ وہ جو کچھ کرتے ہیں خواہ وہ جواز یا عدم جواز کی پرواہ کریں یا نہ کریں اپنی قوم کے مفاد کے لئے کرتے ہیں ان کی سیاست کا راز ان کی منافقت ہے وہ ایک کانٹے سے دوسرے کانٹے کو نکالتے ہیں اور پھر دونوں کو پھینک دیتے ہیں مسلمان اپنی سادہ لوحی سے اس کی پرواہ نہیں کرتے آج وہی مسلمان ہیں اور وہی انگریز و ہندو ہیں جو فرقہ پرستی سالہا سال تک زہر سمجھی جاتی رہی وہی بہترین شکل اور حقوق طلبی پاکستان کی صورت اختیار کر چکی ہے اور فرقہ پرستی قوم پرستی شمار ہوتی ہے آج مسٹر جناح کو مسلمانوں میں وہ وقار حاصل ہے جو کسی ایک مسلمان کو بھی حاصل نہیں حالانکہ یہی وہ جناح ہیں جنہیں چودہ نکات والے جناح کہا جاتا رہا ہے اور جنہیں آج گاندھی جی قومی حکومت مرتب کرنے کے لئے دعوت دے رہے ہیں کاش مسلمان اب بھی سمجھیں اور اغیار کے آلہ کار نہ بنیں۔

زندہ ماضی
اخوت اسلامی کا شاندار مظاہرہ
معتصم باللہ کا مجاہدانہ جوش عمل

عہد عباسی فرزندان توحید کی ترقیوں اور عظمتوں کا ایک زندہ پیکر تھا فنون، ثروت، رعب و سیاست اور طمطنہ و دارائی میں ارض عالم کی کوئی قوم مسلمانوں کا مقابلہ نہ کر سکتی تھی بغداد تمدن و تہذیب کا ایک تماشا گاہ بنا ہوا تھا چار دانگ عالم میں اس کی سطوت و جبروت کے ڈنکے بج رہے تھے ایشیا اور افریقہ پر اسی کا تمدن چھایا ہوا تھا شاہان عالم کی زبان پر بغداد کا نام سنتے ہی لرزہ طاری ہو جاتا تھا اس وقت دنیا میں اگر کوئی شہر دنیا میں عظمت و جلال کا سرمایہ دار تھا تو وہ صرف بغداد تھا پورے کا پورا شہر دلھن بنا ہوا تھا دنیا بھر کے جہاز اس تک پہنچتے اور نعائم بری و بحری کے انبار لا کر اس کے قدموں میں ڈال دیتے۔ قصور و ایوان چمن و باغات آثار و مقابر تعمیرات و مساجد اور نزہت گاہوں اور پارکوں کی رعنائی دیکھنے کے قابل تھی۔

دنیا کی دولت سمٹ کر بغداد ہی میں اکٹھی ہو گئی تھی دنیا کے بڑے بڑے تاجروں کی کوٹھیاں یہیں تھیں دنیا کے وسیع اور پر رونق بازار یہیں نظر آتے تھے غریب سے غریب مسلمان کی حالت بھی بغداد میں آجکل کے دولتمند امراء سے بہتر تھی ہر طرف عیش و سرور اور انبساط و خرمی کے سامان فراہم تھے یہیں سے ایک طرف ہندوستان میں سندھ تک دوسری طرف ترکستان میں حدود چین تک اور تیسری طرف افغانستان میں الجزائر تک بلکہ ٹیونس تک یہیں سے فرمانروائی ہوتی تھی جو شہر منصور، ہارون اور مامون کے قدم چوم چکا ہو اور ان کی دارائیوں کے تماشے دیکھ چکا ہو اس کی رعنائی و شان کے متعلق کچھ کہنا اور خامہ فرسائی کرنا عبث ہے اس عظمت و دارائی اور یکتائی و رعنائی کا باعث صرف یہ تھا کہ فرزندان توحید میں اخوت و ہمدردی قائم تھی اور شاہ و گدا ایک ہی رنگ میں رنگے ہوئے تھے ایک مسلمان کے قلب کی بے چینی تمام مسلمانوں کو بے چین کر دیتی تھی ہندوستان کے انتہائی جنوب میں بھی اگر کسی مسلمان کے پاؤں میں کانٹا چبھتا تھا تو بغداد تک تمام مسلمان بے قرار ہو جاتے تھے۔

خلیفہ معتصم باللہ تخت بغداد پر متمکن ہے ہر طرف اس کی عظمت و سطوت کا ایک شور برپا ہے اس کی ہیبت و رعب کا اثر قسطنطنیہ تک کی دیواروں میں ارتعاش پیدا کر رہا ہے وہ اپنے ایوان میں اپنے مصاحبین کے ساتھ بیٹھا ہوا خاصہ تناول کر رہا ہے کہ ایک سوار منزلہ دو منزلہ طے کرتا ہوا بارگاہ معتصمی پر حاضر ہوتا ہے اور دربان سے جا کر کہتا ہے کہ امیر المومنین سے جا کر کہو کہ ایک سوار بہت دور سے مسلمانوں کی ایک فریاد لیکر حاضر ہوا اور اسی وقت باریاب ہو کر عرض معروض کرنا چاہتا ہے معتصم سنتے ہی فوراً باریابی کی اجازت دیتا ہے سوار حاضر ہو کر عرض کرتا ہے کہ حضور تو یہاں اپنے ایوان میں بیٹھے خاصہ تناول فرما رہے ہیں لیکن آپ سے دور شام میں مسلمانوں پر قیامت گذر رہی ہے رومیوں نے وادی آرمینیہ میں اچانک قتل عام شروع کر دیا اور بہت سے زن و مرد گرفتار کر لئے۔ میں نے دیکھا کہ جنرل نے ایک خاتون کو گرفتار کیا اور اسے گھسیٹا تو اس کے منہ سے نکلا "وامعتصماہ" رومی جنرل نے اس کے منہ پر طمانچہ مار کر کہا وہ آ رہا ہے معتصم ابلق گھوڑے پر سوار تیری امداد کو اور مجھے میرے چنگل سے بچانے کے لئے اس نے پھر "وامعتصماہ" کا نعرہ لگایا اور رومی جنرل نے پھر طمانچہ مار کر یہی الفاظ کہے میں پوری سرعت کے ساتھ حضور کو اطلاع دینے اور اس کی فریاد سنانے آیا ہوں۔

سوار سے یہ الفاظ سنکر معتصم کا چہرہ فرط غضب سے سرخ پڑ گیا کھانا چھوڑ کر لبیک یا اختی کہتا ہوا کھڑا ہو گیا حکم دیا فوراً بارہ ہزار ابلق گھوڑے حاضر کئے جائیں حکم اور پھر معتصم کا حکم آن کی آن میں اس کی تعمیل ہوتی اور معتصم خود ابلق گھوڑے پر سوار ہو کر اور بارہ ہزار سوار لیکر برقی سرعت کے ساتھ عازم آرمینیہ ہوا پیچھے سے مزید فوج روانہ ہوئی انتہائی عجلت سے وہاں پہنچکر رومیوں کو اچانک جا لیا رومی جنرل کو تصور بھی نہ تھا کہ اس عجلت و سرعت سے خبر بھی پہنچ سکتی ہے اور کوئی فوج روانہ ہو بھی سکتی ہے نہ کہ اس نے خود معتصم کو دیکھا ہو اس جا کے رہے بھاگنے کا موقع بھی نہ ملا برق و باد کی طرح سر پر پہنچکر معتصم نے سب کو تلوار دوں پر رکھ لیا رومی جنرل گرفتار ہو گیا جسے سامنے بلا کر معتصم نے اس خاتون کو بھی تلاش کرایا اور کہا بہن تو نے مجھے پکارا تھا تیری آواز بہت جلد مجھ تک پہنچ گئی اور میں بعجلت تمام تیری امداد کو پہنچ گیا پھر رومی جنرل کو مخاطب کر کے فرمایا۔

"مردود! تجھ میری اس بہن کو طعنہ دے رہا تھا اب تو نے خود دیکھ لیا کہ اس کی پکار بے معنی نہ تھی میں ابلق گھوڑے ہی پر سوار اس کی امداد اور تیری سزا دہی کے لئے پہنچ گیا اب تو نے سمجھ لیا ہو گا کہ مسلمانوں کی اخوت بے معنی چیز نہیں اور نہ انھیں شاہ و گدا کی کوئی تمیز ہے اس بہن کی فریاد سنکر میں بے قرار ہو گیا اور کھانا چھوڑ کر ایک لمحہ کی تاخیر کئے بغیر اس کی امداد کے لئے روانہ ہو گیا اب میں تجھے پوری سزا دوں گا اور تم پر واضح کر دوں گا کہ تمام مسلمان جسم واحد کی طرح جسم کے مختلف اعضاء کی حیثیت رکھتے ہیں اور ایک مسلمان کی تکلیف تمام مسلمانوں کو بے چین کر دیتی ہے۔"

معتصم کے ان الفاظ میں کتنی زبردست اسلامی روح کارفرما ہے جب تک مسلمانوں میں یہ اخوت یہ جذبہ یہ جوش اور یہ ایثار جلوہ گر رہا وہ دنیا پر آقائی کرتے رہے حقیقت میں یہی چیز کسی قوم کی زندگی کی دلیل ہی ہے۔

عباسیوں کی بے احساسی کے نتائج

جب عباسیوں میں یہ مجاہدانہ جوش باقی نہ رہا وہ عیش پرستی اور نفس پرستی میں ڈوب کر اسلامی تعلیمات کو بھولنے لگے اخوت و ایثار کی خوبیاں ان میں باقی نہ رہیں تو ان کا اقتدار بھی آفتاب لب بام بننے لگا ان کی سلطنت کے اعضاء کی قطع برید شروع ہو گئی اور ان پر ان کی ٹھکرائی ہوئی قومیں اٹھ اٹھ کر غالب ہونے لگیں ادنیٰ سے ادنیٰ امیر انھیں آنکھیں دکھانے لگے کبھی دیلمی ان پر چڑھ دوڑے کبھی سلجوقیوں نے دبایا کبھی خوارزمیوں نے یورش کی اور کبھی صفاریوں نے آنکھیں دکھائیں اور انھیں مغلوب کر کے ان کے بدلے میں خود حکومت کرنے لگے وہی تخت تھا وہی تاج وہی عباسی تھے اور وہی مسلمان فرق صرف اتنا تھا کہ وہ اسلامی روح ان کے اندر سے نکل چکی تھی ان میں خود غرضی کا مادہ پیدا ہو چکا تھا یہ ذاتی مفاد و آرام کو دوسرے مسلمانوں کے مفاد و آرام پر مقدم رکھنے کے خوگر ہو چکے تھے۔ لہذا اس کی سزا ملنی ضرور تھی

ان کے ساتھ وہ مسلمان بھی برابر کے قصوروار تھے جو ان کے رنگ میں خود کو رنگتے چلے جاتے تھے اور جو ایسے خلفاء کو برداشت کئے ہوئے تھے شیعہ سنی جھگڑے بھی شروع ہو گئے رومیوں کے حوصلے بھی بڑھے اور انھوں نے بھی سرحدوں پر غارتگری شروع کر دی آخر ایک عام انتشار شروع ہو گیا اسلامی قوت سو قوتوں اور ایک سلطنت بیس سلطنتوں میں منتقل عیسائیوں نے بڑھکر بیت المقدس پر بھی قبضہ کر لیا اور تنہا ایک مسجد اقصیٰ کے اندر ستر ہزار مسلمانوں کو قتل کر کے انسانی خون کا وہ دریا بہایا جو ابن اثیر کے بیان کے مطابق عیسائی جرنیل کے گھوڑے کے سینے تک پہنچ گیا خلیفہ بغداد سے فریاد کی گئی لیکن وہ خود بے بس تھا مسلمانوں کی قسمت پر آنسو بہانے کے سوا اور کچھ نہ کر سکا بغداد میں اس خبر شوم سے ایک شور محشر برپا ہو گیا لیکن یہ سب کچھ بے سود تھا کسی مسلم طاقت میں اسلامی قوتوں کے انتشار کے باعث یہ قوت باقی نہ رہی تھی کہ عیسائیوں کو سزا دے سکے یا بیت المقدس سے انھیں نکال سکے ہر طرف ایک اختلال برپا تھا خلفاء عیش پرست بھی تھے اور مغلوب بھی کسی میں حرکت عمل کی قوت نہ تھی۔

آفتاب غوثیت کا طلوع

آخر خدا ہی کو فرزندان توحید کی اس بےبسی اور بیکسی انتشار اور اس ابتری پر رحم آیا اور ان کی اصلاح اور رہنمائی کے لئے اس نے حضور غوث صمدانی محبوب ربانی شیخ عبدالقادر جیلانی کو افق بغداد پر رونما کیا جنہوں نے منصۂ شہود پر جلوہ ہو کر رشد و ہدایت کا کام پورے طنطنہ و سرگرمی کے ساتھ شروع کر دیا مسلمانوں میں ایک نئی روح کارفرما نظر آنے لگی وہ پھر مذہب کی طرف مڑے پھر ان میں جوش ملی پیدا ہوا اور ان کے ساتھ خلفاء کی حالت میں بھی ایک انقلاب پیدا ہو گیا یا تو وہ عیش و غفلت کے پیکر بنے ہوئے تھے یا ان میں نئی زندگی پیدا ہو گئی اپنا ٹوٹا ہوا رشتہ خدا سے جوڑ لے لگے عبادات و طاعات میں بھی انہماک بڑھا اور تزکیہ باطن اور تصفیہ قلب کی طرف بھی ان کی توجہ ہوئی امراء کی حالتوں میں بھی تغیر رونما ہوا غرض حضور غوث اعظم کے مواعظ و تعلیمات نے بغداد کی کایا پلٹ کر رکھ دی اور ان کے صاحب باطن خلفاء تمام ایشیا اور افریقہ میں پھیل کر اصلاح مسلمین کے کام میں مصروف ہو گئے اور گرمی عمل پیدا کر دی۔

دربار غوثیت کی آن بان

دربار غوثیت میں ہر مرتبہ اور ہر حیثیت کے لوگ آتے اور سب سے یکساں سلوک ہوتا آپ کبھی امراء کی تعظیم کے لئے کھڑے نہ ہوتے اور نہ ان کی آرزو کے مطابق ان کے محلات میں قدم رکھتے دربار خلافت سے آپ کے لئے ہر سال جو خلعت آیا کرتا تھا اسے بھی دوسروں کو دلوا دیتے تھے حضور کا بڑا دربار تھا بڑی عظمت تھی بڑے بڑے ذی اقتدار وزراء اور امراء جن کے ایک اشارۂ ابرو پر ہزارہا زندگیوں کی موت و زیست کا سوال پیدا ہوتا تھا اور جن کے نام سے سلطنت میں لوگ لرز اٹھتے تھے آپ کے دربار میں برابر حاضر ہو کر بیٹھے رہتے تھے خلفاء بھی حاضری دیتے تھے اس کے باوجود آپ کسی کی تعظیم کے لئے نہ کھڑے ہوتے جب کبھی آمد کا شور ہوتا تو آپ اٹھکر اندر چلے جاتے اور پھر اندر سے تشریف لاتے تو خود انہی کو تعظیم کے لئے کھڑا ہونا پڑتا اس کی وجہ یہی تھا کہ آپ تعظیم سے لوگوں کو روکتے بھی نہ تھے کہ ان کا رعب رعایا کے قلوب سے اٹھ جانا بھی اچھا نہ سمجھتے تھے تمام امراء ہی نہیں خلفاء اور وزراء تک آپ کی مجلس میں مؤدب بیٹھے رہتے آپ کے دست مبارک کو بوسہ دیتے آپ انھیں برابر نصائح کرتے سختی کے ساتھ بھی سمجھاتے مگر سب خاموش رہتے۔

جو شان اس دربار غوثیت میں نظر آتی وہ دربار خلافت میں بھی ناپید تھی خلیفۃ المقتفی لامر اللہ نے کچھ لغزش کی آپ نے اپنے صحن کے شجر خرما کی طرف اشارہ کر کے برابر کہنا شروع کیا کہ میں تیرا سر اڑا دوں گا اس نے اپنے وزیر ابن ہبیرہ سے کہلا کر بھیجا کہ آپ خلیفہ وقت سے تعرض نہ کریں حقوق خلافت کو ملحوظ رکھیں وزیر دربار غوثیت میں حاضر ہوا تو پھر آپ نے خود بخود وہی الفاظ کہے وزیر خاموشی کے ساتھ کچھ کہے بغیر واپس آیا اور عرض کی کہ مجھے تو شیخ کی نیک نیتی اور بے غرضی میں کوئی شبہ نہیں آخر المقتفی خود حاضر ہو کر دربار غوثیت میں مؤدب بیٹھ گیا آپ نے نہایت شدت کیساتھ نصیحت شروع کی یہاں تک کہ خلیفہ کی آنکھ سے آنسوؤں کا ایک دریا رواں ہو گیا حضور کو کہاں تاب تھی کہ کسی کے آنسو دیکھ سکیں لب و لہجہ بدل دیا نہایت شفقت اور محبت سے سمجھانے لگے۔ اب وہ خلیفہ جس کے سامنے لاکھوں گردنیں ادب سے خم رہتی تھیں بندۂ بے دام بن گیا جب اس کے پاس حضور کا خط پہنچتا تو آنکھوں سے لگاتا اور کہتا کہ شیخ صحیح فرماتے ہیں آپ کے ارشادات پر چلتا زہد و عبادت کا پیکر بن گیا حاضری دینے لگا اور باطنی حیثیت سے بھی ترقی کی۔

خلفائے بغداد کی عقیدت کیشی

اسی خلیفہ کا بیٹا المستنجد باللہ سریر آرائے خلافت ہوا تو نصیحت پذیری کے لئے حاضر ہوا اور دس تھیلیاں اشرفیوں کی پیش کیں آپ نے انکار کیا تو اس کے اصرار پر انھیں ہاتھ میں لیکر نچوڑا ان سے خون کے قطرے ٹپکنے لگے فرمایا تمہیں شرم نہیں آتی خدا سے نہیں ڈرتے کہ تم جبر و ظلم سے یہ روپیہ حاصل کر کے میرے پاس لائے ہو اگر تمہارا نسب کے حضور نبی کریم سے متصل ہونے کا پاس مجھے نہ ہوتا تو میں اسے تمہارے محلوں تک دریا بنا کر پہنچا دیتا خلیفہ بے ہوش ہو گیا اور بہت متاثر ہوا آپ کی عظمت و تعلیم ہی کا یہ ثمرہ تھا کہ آپ کے عہد میں جتنے خلفاء ہوئے وہ آپ کا ادب ہی ملحوظ نہیں رکھتے تھے بلکہ عبادات و طاعات میں بھی ممتاز رہے اور انھیں حقیقی اقتدار بھی حاصل ہوا اور ان کا رعب بھی بڑھ گیا اور خلافت میں پھر وہی پرانی شان پیدا ہو گئی۔

سلطان نورالدین اور حضرت غوث اعظم

زمانہ نہایت ہی مبارک زمانہ تھا اسلام میں پھر ترقی کے آثار رونما ہوئے مسلمانوں میں پھر بیداری پیدا ہوئی خلافت میں بھی قوت پیدا ہوئی اور طاقتور اور صاحب دل فرمانروا پیدا ہونے بھی شروع ہو گئے سلطان نورالدین زنگی بھی اسی عہد میں منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوا جس نے عیسائیوں اور رومیوں کی دشمنوں کے سیلاب کو روک دیا اور انھیں شکستوں پر شکستیں دیکر بدحواس کر دیا اور رومیوں نے سمجھ لیا کہ اب واقعی اسلام کے اندر ایک مرد مجاہد پیدا ہو گیا ہے سلطان نے بیت المقدس سے رومیوں کو نکالنے کا بھی پورا بندوبست کر لیا تھا اور مہم کی اس کا حوصلہ اور عزم دیکھکر تھرا اٹھے تھے گو وہ اپنی زندگی میں جو کام نہ کر سکا تھا وہ اس کے بعد سلطان صلاح الدین کے ہاتھوں تکمیل کو پہنچا ان دونوں فرمانرواؤں کے برسر اقتدار آنے سے اسلام کی شان بڑھ گئی یہ دونوں ولایت کے درجہ پر فائز تھے دونوں کو دربار خلافت سے خلعت بھی عطا ہوئے یہ تمام تر فیض حضور غوث الاعظم کے تصرفات کا تھا ورنہ آپ سے پہلے مسلمانوں کی حالت بہت خراب ہو چکی تھی حضور کے میدان میں قدم رکھتے ہی دنیائے اسلام میں ایک نیا جوش پیدا ہو گیا گو افسوس کہ آج نہ وہ مسلمان ہیں اور نہ وہ پیشوا چمن کا چمن اجڑا پڑا ہے۔

پاکستان

ارض ہند کی لاثانی تحریک

تحریک پاکستان اگرچہ کوئی بالکل نئی تحریک نہیں پھر بھی وقت کی سب سے

اہم اور مبارک اور انقلاب انگیز تحریک ہے ارض ہند میں گذشتہ صدی کے اندر بہت سی تحریکیں معرض وجود میں آئیں لیکن ان میں دو تحریکیں سب سے زیادہ نمایاں اور انقلاب آفریں تحریکیں تھیں اول وہ تحریک جو ۱۹۲۱ء میں سوراج کی تحریک کے نام سے شروع کی گئی تھی اور ثانیاً وہ تحریک جو آج دنیا میں پاکستان کے نام سے مشہور ہے جتنی شہرت ان دونوں تحریکوں نے حاصل کی وہ نہ تقسیم بنگال کی مخالفت تحریک کو نصیب ہوئی نہ ہوم رول تحریک وہ درجہ حاصل کر سکی اور نہ شدھی اور سنگٹھن کی تحریکوں نے وہ رتبہ حاصل کیا کانگریس اور لیگ اور ہندو مہاسبھا برسوں سے مصروف کار رہی تھیں لیکن انہوں نے اس وقت تک کوئی زبردست شہرت بھی نہ پائی جب تک یہ دونوں تحریکیں معرض وجود میں نہ آئیں۔ ہندو تنظیم و دولت میں مسلمانوں سے ضرور بڑھے ہوئے ہیں اور ان میں بیداری و احساس اور سیاسی بصیرت بھی بہت زیادہ ہے۔

لیکن اس حقیقت سے کسی کو بھی جرأت انکار نہیں ہو سکتی کہ جس تحریک میں مسلم جوش عمل نے رفاقت نہ کی وہ بے کیف اور پھیکی رہی اور جس میں مسلمان شامل ہو گئے وہ ایک سیلاب و طوفان بنکر رہ گئی اس کی وجہ یہی ہے کہ مسلمانوں کا جوش بے پناہ ہے وہ جب کھڑے ہو جاتے ہیں تو راہ کے موانع کی کوئی پرواہ نہیں کرتے اور ہر پہاڑ کو عبور کرتے ہوئے سمندر کا سینہ چیرتے اور ہر خطرے کو لبیک کہتے ہوئے آگے بڑھتے ہیں ان کی پشت پر کوئی زخم نظر نہیں آتا وہ جو زخم کھاتے ہیں سینہ پر کھاتے ہیں وہ یہود کی طرح خفیہ سازشوں در پردہ اسکیموں اندرونی ریشہ دوانیوں اور منافقانہ کارفرمائیوں کے خوگر نہیں وہ جو کچھ کرتے ہیں ڈنکہ کی چوٹ کرتے ہیں دیانتدارانہ کرتے ہیں سچائی اور جرأت و جلاوت کے ساتھ کرتے ہیں خلافت کی تحریک نے سوراج کی تحریک کا روپ دھارن کیا مسلمان ہندوؤں کے ساتھ تھے چھ ماہ کے اندر اندر فضائے ہند کڑک گرج چمک اور طوفانوں سے لبریز ہو گئی ارباب حل و عقد گھبرا گئے منزل کے قریب اٹھتے ہوئے قدم پہنچ چکے تھے کہ محض ایک چورا چوری کے معاملہ کو سامنے رکھکر گاندھی جی نے ان اٹھتے ہوئے قدم کو روک دیا اور فائدہ اٹھانے والے محترم علی برادران کی میدان سے علیحدگی سے فائدہ اٹھائے تحریک کو جاری رکھنے کی قوت اپنے اندر نہ پا سکے یا در نہ ہو تو مولانا محمد علی کا عبرت انگیز مضمون "روداد چمن" دیکھ لیجئے۔ مسلم قربانیوں اور جوش عمل کی سیلاب آفرینیوں کا کسی قدر اندازہ صرف اس امر سے ہو سکتا ہے کہ کونسل میں نواب ذوالفقار علی خاں مرحوم کے بیان کے مطابق جیلخانہ جانے والے مسلمانوں کی تعداد ہندوؤں کی بہ نسبت چوگنی تھی یعنی ۸۰ فیصدی تھی اگر یہ تحریک جاری رہ جاتی تو ضرور آزادی ہند پر منتج ہوتی کہ ہندو مسلمان دونوں شیر و شکر ہو چکے تھے کہنے کو کچھ کہ لیا جائے لیکن مسلمانوں کو برادران وطن کی طرف سے مایوسی کا پہلا دن وہی تھا جب انہوں نے دیکھا کہ اتنی یکجہتی کے بعد فوراً ہی شدھی و سنگھٹن کی تحریکیں پیش کر کے اور طول و عرض ہند میں فسادات برپا کرا کے فرزند توحید کو انگاروں پر لٹا دیا گیا اور گاندھی جی ایک کوہاٹ کے معاملہ میں اپنے اس قدیم رفیق کار سے چھٹے جس نے ان کی ذات کو ہمہ گیر شہرت کا حامل بنایا تھا مسلمانوں کے قلوب میں حریت و استقلال کی چنگاری روشن ہو چکی تھی۔

اس کے بعد ہی انہوں نے جداگانہ کام شروع کر دیا مسلم کانفرنس بنی پھر لیگ میں جان پڑی پاکستان کا تخیل قائم ہوا اور آخر ۱۹۴۰ء میں یہی تخیل مسلمانوں کا نصب العین ہو گیا۔ پاکستان کی حقیقت اس سے زیادہ کچھ نہیں کہ برّاعظم ہند کے اندر ان کی ایک جداگانہ حکومت قائم ہو جائے اور جن صوبوں کے اندر قدرت نے انھیں اکثریت عطا کر رکھی ہے وہاں وہ اپنی قسمت کے مالک آپ ہوں اپنے لئے مفید آئین خود وضع کر سکیں اپنی تجارت کو ترقی دے سکیں اپنی تعلیم کا انتظام آپ کر سکیں اور اپنی قوتوں کے پراگندہ شیرازہ کو یکجا کرنے کا انھیں اختیار حاصل ہو وہ قوم جو کم و بیش دس کروڑ افراد پر مشتمل ہو اسے اس کا پورا حق حاصل ہے اور کوئی اسے غیر حق بجانب مطالبہ قرار نہیں دے سکتا اگر ہندوستان ہی کی برابر ملک یورپ میں سات کروڑ انگریز چار کروڑ فرانسیسی تین کروڑ اطالوی اور تقریباً ایک کروڑ ہنگری اپنی جداگانہ فرمانروائی قائم کر سکتے ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ دس کروڑ مسلمان اس حق سے محروم رہیں۔

ہندو اپنی مصنوعی اکثریت کے زعم میں آدھی نہیں تین چوتھائی چھوڑ کر سارے پر قبضہ جمانے کی فکر میں اس کے خلاف اٹھ کھڑا ہوا ہے اور اس تقسیم کے خلاف نئے نئے مخالفانہ عذرات پیش کرتا رہتا ہے۔

کبھی کہتا ہے کہ ہندوستان ہمیشہ ناقابل تقسیم رہا ہے حالانکہ یہ تاریخی حقیقت ہے کہ پورا ہندوستان شاذ ہی کبھی کسی ایک ہندو طاقت کے قبضہ میں نہیں رہا البتہ مسلم عہد میں ساٹھ ستر سال یہ صورت ضرور رہی ورنہ یہاں گجرات سندھ دکن پنجاب کشمیر بنگال اور مالوہ میں صدیوں جداگانہ فرمانروائیاں قائم رہیں یہ ہندو کے زمانہ میں بھی ہندوؤں کے عہد میں بھی اور مسلمانوں کے عہد اقبال میں بھی ان کا مقصد یہ ہے کہ پورے ملک پر ان کی حکمرانی قائم ہو جائے اور دس کروڑ مسلمان بھی ایک ایسی قوم کی ماتحتی میں آ جائیں جو یہی نہیں کہ مذہب و تمدن و روایات میں اس سے مختلف ہے بلکہ حریفانہ نظریات کی حامل ہے وہ اتنا نہیں سمجھتے کہ جو قوم جو اسی ہندوستان پر ہشت صد سالہ فرمانروایانہ روایات کی حامل رہی ہو اور آج بھی جبکی متعدد آزاد حکومتیں دنیا میں قائم ہوں۔ دس کروڑ افراد کی طاقت کی حامل ہو وہ کب اس غلامی کو گوارا کر سکتی ہے۔ بلکہ یہ تو ہر روز "چاند کے لئے" کسی بچہ کے رونے سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتی۔

مسلمانوں کا مطالبہ کتنا معقول ہے وہ ارض ہند کی اتنی بڑی اور تاریخی قوم ہو کر برابر کا نہیں نصف کا نہیں صرف چوتھائی ملک کا مطالبہ کر رہے ہیں۔

مگر ہندو نہیں سنتا بہرکیف پاکستان کی تحریک آج ایک انتہائی منظم و قومی تحریک بن چکی ہے جس کی عظمت و معقولیت کا اعتراف کسی نہ کسی صورت میں ہندوستان سے لیکر وہائٹ ہال اور نیویارک تک کیا جا رہا ہے انشاء اللہ تعالےٰ تحریک ضرور کامیاب ہو کر رہے گی کہ اس کی عظمت کے شور سے فضائے ہند گونج رہی ہے۔

نمبر خریداری اپنے خط میں ضرور لکھدیا کیجئے اگر ایسا آپ کے نہ کرنے کی جانچ ہوجایا اس طرح آپ کے پرچہ میں کوئی رکاوٹ نہ ہوگی

پاس اپنی نبوت کے ثبوت کی واضح نشانی موجود ہے۔ کیا اس پر بھی تم کو شک ہی رہیگا۔ ایسی صورت میں اگر میں تمہارا قول مان لوں اور تبلیغ کو ترک کردوں تو ایک تو تم تباہ ہو۔ پھر میں بھی تباہ ہوجاؤں گا۔ نقصان پر نقصان ہوگا۔ دیکھو اللہ کی بھیجی ہوئی مخصوص طور پر یہ اونٹنی بطور معجزہ تمہارے سامنے ہے۔ (اونٹنی کی مفصل حالت کا بیان سورۂ اعراف میں گذر چکا ہے) چونکہ اونٹنی سے ڈر کر قوم ثمود کے مویشی بھاگتے تھے پھر اونٹنی سب جانوروں کا چارہ بھی کھاجاتی تھی۔ اس لئے لوگوں نے اس کو روکنا چاہا حضرت صالح نے فرمایا دیکھو ایسا نہ کرنا۔ کوئی تکلیف اس کو نہ پہنچاؤ۔ ورنہ عنقریب عذاب الٰہی آجائیگا۔ لوگوں نے پیغمبر کی نصیحت نہ مانی کمینگاہ میں چھپ کر ایک کمبخت نے اونٹنی کے تیر مارا۔ دوسرے نے کونچیں کاٹ ڈالیں اور ملکر تکا بوٹی کرلی۔ حضرت صالح ؑ کو علم ہوا دوڑے آئے اونٹنی کی پارہ پارہ ہئیت دیکھکر رونے لگے۔ قوم نے مذاق اڑایا۔ بولے اب وہ موعودہ عذاب کہاں گیا؟ صالح ؑ نے فرمایا اچھا اب اس دارِ دنیا میں تین روز سے زیادہ تمہاری زندگی نہیں۔ (تمہارے چہرے اول روز زرد۔ دوسرے روز سرخ اور تیسرے روز سیاہ ہوجائیں گے۔ چوتھے روز عذاب آجائیگا) یہی ہوا۔ چوتھا روز شروع ہونے پر آسمان وزمین سے گونج پیدا ہوئی تھوڑی دیر میں شیر دلوں کے بھی دل پھٹ گئے۔ گھروں کے اندر مرے کے مرے رہ گئے۔ صالح اور ان کے ساتھیوں کو صرف نجات ملی اور وہ بھی بغیر استحقاق کے محض اللہ کے فضل وکرم سے۔

مقصود بیان:۔ حضرت صالح صرف اپنی قوم کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے تھے۔ اللہ کی الوہیت کی دلیل اس کی ربوبیت ہے۔ قوم کے مقابلہ میں بھی حضرت صالح ؑ نے فرمایا۔ چونکہ اللہ رب ہے اس لئے توبہ بھی قبول فرمالیتا ہے۔ سب آدمی مٹی کے بنے ہوئے ہیں یعنی غالب عنصر مٹی ہے۔ آیت دلالت کررہی ہے کہ حضرت صالح ؑ نبوت سے پہلے بھی نیک قوم کے ہمدرد اور غریب پرور تھے۔ جب ہی تو قوم کے نزدیک امیدگاہ اور مرجع آرزو بنے ہوئے تھے۔ تقلید پرستی انسان کی آنکھوں کو اندھا کردیتی ہے آباؤ اجداد کے رسم ورواج کے مقابلہ میں آدمی اُس شفیق ناصح کی خیرخواہی سے بھی سرتابی کرتا ہے جس کی نیکی اور بہی خواہی مسلم الثبوت ہوتی ہے غیر محسوس خدا کی پرستش میں محسوس پرستوں کو ہمیشہ شکوک ہوتے ہیں۔ نبوت رحمت الٰہی ہے کسبی نہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ قوم ثمود بہت زیادہ ظاہر پرست قوم تھی اسی وجہ سے اونٹنی کی شکل میں معجزہ ان کے لئے پیش کیا گیا۔ آیات کے اندر اہل ایمان کے لئے خزانۂ نصیحت موجود ہے کہ اہل حق کا اتباع لازم ہے سرکشی اور طغیان سے عذاب الٰہی آتا ہے۔ بدکرداروں کو جہاں تک ممکن ہو نصیحت کی جائے۔ ایمان او نیکوکاری دنیوی اور اخروی نجات کا سبب ہے مگر محض اللہ کے فضل وکرم سے بغیر کسی ایجاب واستحقاق کے وغیرہ۔

وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى

اور ہمارے فرشتے ابراہیم ؑ کے پاس خوش خبری لے کر بھیجے

قَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ

اور بولے سلام ابراہیم نے کہا سلام پھر تھوڑی دیر میں ابراہیم

بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ ○ فَلَمَّا رَاٰۤ اَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ

ایک بھنا ہوا بچھڑا لے آئے لیکن جب دیکھا کہ اُن فرشتوں کے ہاتھ کھانے

اِلَيْهِ نَكِرَهُمْ وَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ؕ قَالُوْا

کی طرف نہیں بڑھتے تو متوحش ہوگئے اور دل میں کچھ ڈرے۔ فرشتوں نے کہا

لَا تَخَفْ اِنَّاۤ اُرْسِلْنَاۤ اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ ○ وَ

آپ اندیشہ نہ کریں ہم کو قوم لوط کی جانب بھیجا گیا ہے اُس وقت

امْرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ

ابراہیم کی بیوی کھڑی تھی وہ ہنس پڑی ہم نے اُس کو اسحاق کی

وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ ○ قَالَتْ يٰوَيْلَتٰۤى

اور اسحاق کے بعد یعقوب کے پیدا ہونے کی بشارت دی۔ وہ بولی ہائیں

ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا بَعْلِيْ شَيْخًا ؕ اِنَّ هٰذَا

میرے بچہ ہوگا؟ حالانکہ میں بڑھیا ہوں اور یہ میرے شوہر بوڑھے ہیں۔ واقعی یہ

لَشَيْءٌ عَجِيْبٌ ○ قَالُوْۤا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ

عجیب بات ہے فرشتے بولے کیا تم اللہ کے حکم پر تعجب کرتی ہو

رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ؕ

گھر والو تم پر اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہیں

اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ○

بلاشبہ وہ سزاوارِ حمد اور بزرگی والا ہے

تفسیر اس مقام پر حضرت ابراہیم ؑ کا قصہ مستقل طور پر نہیں بلکہ حضرت لوط ؑ کے قصہ کے ذیل میں بیان فرمایا ہے۔ اسی لئے طرز بیان

مستقل نہیں اختیار فرمایا۔ حضرت نوح کے ۲۲۴۰ برس بعد حضرت ابراہیم ملک بابل میں مبعوث ہوئے۔ اُس زمانہ میں کلدانیوں کا بہت زور تھا شاہ حمورابی کو زیادہ عرصہ نہ گذرا تھا۔ مفصل قصہ پہلے گذر چکا۔ اعادہ فضول ہے۔ آپ نے کفار کے مقابلہ کے بعد فلسطین اور اطراف شام میں سکونت اختیار کی۔ ۱۷۵ برس دنیا میں رہے۔ آپ کے صاحبزادے اسحاق کی عمر ۱۸۰ سال کی ہوئی اور حضرت اسحاق کے بیٹے یعقوب کی عمر ۱۴۷ سال کی۔ حضرت لوط حضرت ابراہیم کے بھتیجے یا بھانجے تھے۔ اور بابل سے آپ کے ساتھ آئے تھے۔ لوط بھی پیغمبر تھے۔ مگر حضرت ابراہیم کے تابع۔ حضرت لوط کی قوم لواطت کے مرض میں مبتلا تھی۔ آپ نے نصیحت کی نہ مانی۔ تو عذاب کے فرشتے انسانی شکل میں نازل ہوئے۔ لیکن قوم لوط کو تباہ کرنے سے پہلے حضرت ابراہیم کی طرف آئے۔ آپ اس وقت باہر کھڑے تھے۔ سرشت میں مہمان نوازی تھی۔ اسلئے گھر میں لائے کھانا سامنے رکھا۔ مگر آدمی نما فرشتوں نے ہاتھ نہ بڑھایا۔ آپ نے اس وقت تک نہ پہچانا تھا۔ بمقتضاء بشریت ملکی دستور کے مطابق دل میں اندیشہ پیدا ہوا۔ کہ شاید یہ لوگ دشمن ہیں کسی بدی کے ارادہ سے آئے ہیں۔ اسی وجہ سے میرا کھانا نہیں چاہتے۔ اس وقت فرشتوں نے واقعہ کا اظہار کیا۔ حضرت سارہ بھی موجود تھیں۔ حضرت لوط اور اُن کے ساتھیوں کی نجات کی خبر سنکر ہنس پڑیں۔ فرشتوں نے ان کو ایک سعادتمند ذیشان لڑکا ہونے کی بشارت دی۔ اور نہ فقط لڑکا ہونے کی بلکہ پوتا ہونے کی بھی۔ حضرت سارہ کو تعجب ہوا پیرانہ سالی میں اولاد کا ہونا بھی واقعی عجیب ہے فرشتوں نے قدرت الٰہی کا حوالہ دیتے ہوئے تعجب رفع کر دیا۔ فرشتوں کی تعداد کتنی تھی؟ اس میں اہل تفسیر کا اختلاف ہے۔ عطاء کے قول پر صرف جبرئیل میکائیل اور اسرافیل تھے۔ ضحاک نے نو کی تعداد ظاہر کی ہے، سدی نے گیارہ اور مقاتل نے بارہ۔ محمد بن کعب کے نزدیک آٹھ تھے، بہرحال بالاتفاق جبرئیل ضرور تھے۔

مسئلے آداب سلام میں مذکور ہے کہ چھوٹا بڑے کو، کھڑا بیٹھے کو اور آنے والا کھڑے کو سلام کرے۔ چنانچہ فرشتوں نے حضرت ابراہیم کو سلام کیا۔ لیکن جملۂ فعلیہ استعمال کیا۔ حضرت ابراہیم نے سلام کا جواب دیا۔ مگر جملۂ اسمیہ استعمال کیا۔ اور ظاہر ہے جملۂ اسمیہ کسی زمانے کا محتاج نہیں۔ اور فعل کے لئے اقتران زمانہ ضروری ہے لہٰذا حضرت ابراہیم کا سلام فرشتوں کے سلام سے احسن ہوا۔ یہی قرآن کا حکم ہے۔

مقصود بیان: ہر آدمی کو سلام کرنا چاہئے خواہ جان پہچان ہو یا نہ ہو۔ فرشتے آدمی کی شکل اختیار کر سکتے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ نبی اور ولی بعض غیبی مخلوق کو نہ پہچان سکیں، مہمان نوازی انبیاء کا شیوہ ہے۔ انسان فطرۃً خواہ کتنا ہی عظیم (المرتبہ ہو) خلاف معمولی چیز کے ظہور پر تعجب کیا کرتا ہے۔ چنانچہ حضرت سارہ کو بڑھاپے میں اولاد کی بشارت سنکر تعجب ہوا اللہ ہر طرح قادر ہے۔ ظاہری اسباب نہ ہونے کی حالت میں بھی اپنی رحمت سے نواز سکتا ہے۔ نیک اولاد بھی اللہ کی رحمت ہے۔ حضرت ابراہیم کا سارا گھر بابرکت تھا۔ آیات میں در پردہ ایماء ہے کہ اللہ کی رحمت سے کسی وقت مایوس نہ ہونا چاہئے۔ نیکی کی کوشش کرنی چاہئے اور خدا سے ہر وقت دعا کرتے رہنا لازم ہے۔ وہ قادر برتر ہے دعا قبول فرماتا ہے۔ وغیرہ۔

فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ إِبْرٰهِيمَ الرَّوْعُ وَجَاءَتْهُ

غرض جب ابراہیم کا ڈر جاتا رہا اور خوشخبری

الْبُشْرٰى يُجَادِلُنَا فِي قَوْمِ لُوطٍ ۝ إِنَّ إِبْرٰهِيمَ

پہونچ گئی تو وہ قوم لوط کے بارہ میں جھگڑنے لگے بلاشبہ ابراہیم

لَحَلِيمٌ أَوَّاهٌ مُّنِيبٌ ۝ يٰٓإِبْرٰهِيمُ أَعْرِضْ

بردبار نرم دل (ہماری طرف) رجوع کرنے والے تھے (ہم نے کہا) ابراہیم یہ بات

عَنْ هٰذَا ۚ إِنَّهُ قَدْ جَاءَ أَمْرُ رَبِّكَ ۚ وَ

چھوڑ دو تمہارے رب کا حکم آپہونچا اُن پر

إِنَّهُمْ اٰتِيهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُودٍ ۝

اٹل عذاب آنے والا ہے

تفسیر فرشتوں کے اظہار سے حضرت ابراہیم کی جھجک دُور ہوئی۔ اور قوم لوط پر عذاب نازل ہونے کی وعید سنی تو چونکہ آپ فطرۃً نرم خو واقع ہوئے تھے کسی خطاکار کو فوری سزا دینا پسند نہیں کرتے تھے۔ اور ہر معاملہ میں خلوص کے ساتھ اللہ کی طرف رجوع کرتے تھے اس لئے امید ہوئی کہ شاید میری سفارش سے اللہ اس عذاب کو ٹالدے اور قوم لوط کو ہدایت یاب ہونیکا موقعہ مل جائے۔ اس امید کو پیش نظر رکھتے ہوئے فرشتوں سے جھگڑا کرنے لگے اور سفارش پر اڑ گئے۔ فرشتوں نے کہا ہم اس بستی کے رہنے والوں کو ضرور برباد کرکے چھوڑیں گے۔ حضرت ابراہیم نے فرمایا وہاں اگر پچاس مسلمان ہوں تب بھی کیا تم ان کو تباہ کر دوگے؟ فرشتوں نے کہا نہیں۔ فرمایا اگر چالیس ہوں؟ فرشتوں نے کہا نہیں۔ فرمایا اگر بیس ہوں؟ فرشتوں نے کہا تب بھی نہیں۔ دس اور پانچ کے جواب میں بھی فرشتوں نے عذاب نازل کرنے سے انکار کیا تو آپ نے یقین کرتے ہوئے کہ لوط تو ضرور مومن کامل ہے۔ فرمایا اگر ایک مومن ہو تب کیا کروگے؟ فرشتوں نے کہا جب بھی ہلاک نہ کریں گے۔ فرمایا تو وہاں لوط

موجود ہے۔ فرشتوں نے کہا ہم کو معلوم ہے کہ وہاں کون کون اہل ایمان ہے ہم سب مؤمنوں کو بچا لینگے صرف کافروں کو تباہ کردینگے۔ آپ اب اس معاملہ میں کچھ نہ فرمائیے جو عذاب آنا تھا آچکا اب لوٹایا نہیں جا سکتا۔

مقصود بیان: پیغمبروں کو بھی کبھی باقتضاء بشری دشمنوں کی جھجک ہوتی ہے اگرچہ اُن کا کامل یقین ہوتا ہے کہ سوائے خدا کے کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتا۔ حضرت ابراہیمؑ فطرۃً رحیم مہربان نرم دل بردبار اور مخلص واقع ہوئے تھے۔ پیغمبروں کی سفارش گنہ گاروں کے حق میں جائز ہے حضرت ابراہیمؑ کا مجادلہ جہالت کی وجہ سے نہ تھا بلکہ مقام انبساط پر پہنچنے کی وجہ سے تھا۔ اسی لئے آپ نے گنہ گاروں کے حال پر شفقت فرماتے ہوئے سفارش فرمائی۔ جلیل الشان پیغمبر کی درخواست بھی کبھی قبول نہیں کی جاتی۔ قضائے مبرم کسی طرح نہیں پلٹ سکتی۔

وَلَمَّا جَاءَتْ رُسُلُنَا لُوطًا سِيءَ بِهِمْ

اور جب ہمارے فرشتے لوطؑ کے پاس پہنچے تو اُن کی وجہ سے لوطؑ

وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّقَالَ هٰذَا يَوْمٌ

غمگین اور تنگ دل ہوئے — اور بولے — یہ بڑا

عَصِيبٌ ○ وَجَاءَهٗ قَوْمُهٗ يُهْرَعُوْنَ اِلَيْهِ

سخت دن ہے — اور لوطؑ کے پاس اُن کی قوم دوڑتی ہوئی آئی

وَمِنْ قَبْلُ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ قَالَ

اس سے پہلے یہ لوگ — بدکاریاں کیا کرتے تھے — لوطؑ نے کہا

يٰقَوْمِ هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِيْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ

اے میری قوم یہ میری بیٹیاں ہیں نہایت پاک دامن ہیں تمہارے لئے

فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ فِيْ ضَيْفِيْ اَلَيْسَ

موجود ہیں تم اللہ سے ڈرو مہمانوں کے حق میں مجھے رسوا نہ کرو کیا تم میں سے

مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِيْدٌ ○ قَالُوْا لَقَدْ عَلِمْتَ

کوئی بھی بھلا مانس نہیں ہے — قوم والے بولے تم خوب واقف ہو

مَا لَنَا فِيْ بَنٰتِكَ مِنْ حَقٍّ ۚ وَاِنَّكَ

کہ ہم کو تمہاری بیٹیوں کی کوئی حاجت نہیں — اور جو ہماری

لَتَعْلَمُ مَا نُرِيْدُ ○

غرض ہے اُس کو بھی خوب جانتے ہو

تفسیر حضرت ابراہیمؑ سے گفتگو کرنے کے بعد فرشتے سدوم کی آبادی کی طرف چلے۔ چار فرسنگ کا فصل تھا۔ نہر سدوم پر پہنچے حضرت لوطؑ کی بیٹی پانی بھر رہی تھی۔ لڑکی سے دریافت کیا کہ مسافروں کے ٹھیرنے کا کوئی ٹھکانا بھی یہاں ہے؟ لڑکی نے حضرت لوطؑ سے آکر واقعہ بیان کیا۔ حضرت لوطؑ جاکر پوشیدہ طور پر اُن کو گھر لائے مگر بہت دل تنگ تھے۔ اندیشہ تھا کہ اگر قوم والوں کو خبر ہوگئی تو سخت رسوائی اٹھانی پڑیگی وہ کمبخت اپنی خصلت سے باز نہ آئینگے۔ ایسا ہی ہوا۔ لوطؑ کی بیوی نے اپنے مہمانوں کے حسن کی تعریف قوم والوں سے کی اور اُن کو بلوایا۔ لوگ آکر حضرت لوطؑ کے مکان پر جمع ہوگئے۔ اس کے آگے مطلب ظاہر ہے۔ دو باتیں بیان کرنا ضروری ہیں:-

(۱) حضرت لوطؑ کی اپنی لڑکیاں تھیں جن کو قوم والوں کے نکاح میں دینا چاہتے تھے۔ یا قوم کی لڑکیاں تھیں؟ اول قول عام مفسرین کا ہے ظاہر آیات سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ لیکن اس صورت میں ایک شبہہ ہوتا ہے کہ قوم کافر تھی پھر کس طرح حضرت لوطؑ نے اپنی بیٹیوں کا نکاح اُن سے کرنا گوارا کیا۔ اس کا جواب ظاہر ہے کہ آپ کو قوم کی ہدایت مقصود تھی نجاست کفر و لواطت سے پاک کرنا غرض تھا۔ ہو سکتا ہے بلکہ اغلب ہے کہ آپ نے فرمایا ہو لوگو! کفر چھوڑ دو مسلمان ہو جاؤ اور لواطت سے توبہ کرو۔ میری لڑکیوں سے نکاح کرلو۔ یہ فعل واقعی تمہارے لئے کامل ترین طہارت کا ہے اور ہو سکتا ہے کہ اُس وقت کی شریعت میں مسلمان عورت کا نکاح کافر مرد سے جائز ہو

لیکن قوی ترین قول مجاہد کا ہے کہ لوطؑ کی کوئی بیٹی نہ تھی۔ چونکہ ہر نبی اپنی امت کا باپ ہوتا ہے اسلئے حضرت لوطؑ نے قوم کی بیٹیوں کو اپنی بیٹیاں قرار دیا۔ ابن کثیر نے قتادہ کا بھی یہی قول نقل کیا ہے۔ اس قول کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ اگر حضرت لوطؑ کی بیٹیاں تسلیم بھی کرلی جائیں تو وہ چند ہونگی اور قوم والوں کی تعداد بہت تھی۔ چند لڑکیوں کا سینکڑوں کے ساتھ نکاح کیسے ہو سکتا تھا۔ معلوم ہوا کہ آپ نے شفقت پیغمبری سے قوم کی عورتوں کو اپنی بیٹیاں قرار دیا تھا۔

(۲) حضرت لوطؑ نے فرمایا هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ یعنی یہ لڑکیاں تمہارے لئے بہت پاک ہیں۔ شبہ ہوتا ہے کہ کیا فعل لواطت بھی پاک تھا کہ حضرت لوطؑ نے سلسلۂ ازدواجی کو اس کے مقابلہ میں پاکیزہ تر فرمایا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ لوطؑ کی قوم والے لواطت کو پاک فعل سمجھتے تھے۔ حضرت لوطؑ اُن کو سمجھانا چاہتے تھے کہ کم بختو! اپنی جہالت اور بیہودگی سے کچھ تو سمجھو لڑکوں سے فعل بد کو پاک جانو یا ناپاک۔ بہرحال اتنا ضرور ہے

کہ لواطت سے جماع زیادہ پاک فعل ہے۔ پھر صحیح بات کیوں نہیں مانتے۔
مقصود بیان:۔ کسی کے مہمانوں کی رسوائی درحقیقت میزبان کی رسوائی ہے۔ مہمان نوازی پیغمبرانہ شیوہ ہے۔ امردنما فرشتوں کو مہمان رکھنے سے حضرت لوط پریشان اور تنگدل ضرور ہوئے تھے۔ حضرت لوطؑ نے شروع میں فرشتوں کو نہیں پہچانا تھا۔ لواطت نجس فعل ہے۔ بیغیرت کا باپ ہوتا ہے ازلی بدبختوں کو دانشمندی کی بات بھی سمجھ میں نہیں آتی۔ وغیرہ۔

قَالَ لَوْ اَنَّ لِیْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِیْۤ اِلٰی
لوطؑ نے کہا کاش مجھ میں تمہارے مقابلہ کی طاقت ہوتی یا کسی زبردست

رُكْنٍ شَدِیْدٍ۝ قَالُوْا یٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ
سہارے کی پناہ مل جاتی مہمانوں نے کہا لوط! ہم تمہارے رب کے فرشتے

رَبِّكَ لَنْ یَّصِلُوْۤا اِلَیْكَ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ
ہیں ان لوگوں کی رسائی تم تک نہ ہو سکے گی تم کچھ رات رہے سے

بِقِطْعٍ مِّنَ الَّیْلِ وَ لَا یَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ
اپنے گھروالوں کو لے جاؤ اور تم میں سے کوئی مڑ کر نہ دیکھے

اِلَّا امْرَاَتَكَ اِنَّهٗ مُصِیْبُهَا مَاۤ اَصَابَهُمْ
ہاں تمہاری بیوی (ضرور مڑ کر دیکھے گی) اس پر بھی وہی عذاب آئیگا جو ان پر آئیگا

اِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ اَلَیْسَ الصُّبْحُ
ان کا وقت مقرر صبح ہے کیا صبح قریب نہیں

بِقَرِیْبٍ۝ فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِیَهَا
ہے۔ غرض جب ہمارا عذاب آ پہنچا تو ہم نے اس بستی کو

سَافِلَهَا وَ اَمْطَرْنَا عَلَیْهَا حِجَارَةً مِّنْ
زیروزبر کر دیا کنکریلے پتھر ان پر ۔۔ تہ بتہ

سِجِّیْلٍ مَّنْضُوْدٍ۝ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ
برسائے جن پر خدا کی طرف سے نشان کر دیے گئے

رَبِّكَ وَ مَا هِیَ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ بِبَعِیْدٍ۝
تھے اور وہ بستی ان ظالموں سے کچھ دور بھی نہیں ہے

تفسیر جب لوطؑ کی بیوی نے چھت پر چڑھ کر یا باہر نکل کر خوبصورت مہمانوں کے آنے کی اطلاع قوم کو پہنچا دی اور قوم والے دوڑتے آئے تو حضرت لوطؑ نے دروازہ بند کر لیا اور خود دروازہ کے باہر لوگوں کو سمجھانے اور روکنے لگے۔ لوگوں نے ایک نہ مانی۔ دروازہ نہ کھلا تو دیواروں پر سے چڑھنے لگے۔ حضرت لوطؑ مضطرب ہو کر کہنے لگے کاش مجھ میں بذات خود تمہاری مدافعت کی قوت ہوتی یا میرا خاندان یہاں موجود ہوتا کہ تم کو دور کر سکتا۔ وجہ یہ تھی کہ سدوم کے باشندے اگرچہ تعداد میں چار لاکھ تھے مگر حضرت لوطؑ کا رشتہ دار کوئی نہ تھا۔

امام نووی نے رکن شدید سے ذاتِ الٰہی مراد لی ہے۔ مگر یہ تفسیر غلط ہے۔ سیاق آیات کے بھی خلاف ہے اور حدیث کے بھی۔ ابوہریرہؓ کی روایت سے ثابت ہے کہ حضور اقدس نے حضرت لوطؑ کے اس قول کو قابل استغفار قرار دیا تھا اور فرمایا تھا رَحِمَ اللّٰهُ لُوْطًا اِنْ كَانَ یَاْوِیْ اِلٰی رُكْنٍ شَدِیْدٍ۔ اگر ذاتِ الٰہی مراد لی جائے تو پھر قابل استغفار اس قول کو کس طرح قرار دیا جا سکتا ہے۔

عذاب کا وقت آیا تو فرشتوں نے کل بستی کی زمین بالکل الٹ دی ہر ٹکڑے کو زیروزبر کر دیا۔ یہ پانچ بستیاں تھیں سب سے بڑی آبادی سدوم کی تھی۔ کل بستیوں کو مؤتفکات کہا جاتا ہے۔ زیروزبر کرنے کے بعد اس شہر پر پتھر یا کنکر یا اینٹوں کی بارش ہوئی۔ حسن بصری اور سدی کا قول ہے کہ ہر پتھر پر مہر سی لگی تھی۔ قتادہ عکرمہ اور فراء کا قول ہے کہ ہر پتھر پر سرخ و سیاہ لکیریں تھیں۔ ابن جریج کہتے ہیں کہ پتھروں پر ایک خاص نشانی تھی۔ جس سے واضح طور پر شناخت ہو سکتی تھی کہ یہ زمین کے پتھر نہیں ہیں۔ آیات کا مطلب واضح ہے۔

مقصود بیان:۔ جسمانی طاقت بھی عجیب چیز ہے۔ حضرت لوطؑ کے مکاشفات کا سلسلہ اس وقت بند تھا اسی لئے فرشتوں کو نہ پہچان سکے اور ظاہری اسباب کی طرف نظر دوڑائی۔ جسمانی قوت اور خاندانی طاقت کی تمنا کی۔ آیت سے دریدہ یہ امر مستنبط ہوتا ہے کہ نزول عذاب کا وقت صبح کا تھا۔ گویا رحمت اور عذاب دونوں عموماً صبح کے قریب نازل ہوتے ہیں۔ بدکاروں کی تباہی کو منہ موڑ کر بھی نہ دیکھنا چاہئے۔ جہاں تک ممکن ہو مقام عذاب سے جلد از جلد بھاگنا لازم ہے۔ لواطت سخت ترین جرم ہے۔ جس کی سزا بھی بہت اہم ہے۔ کم از کم پتھروں سے مارنا اور ہلاک کرنا چاہئے۔ موجودہ مسلمانوں کے لئے قصۂ لوط میں درس عبرت پوشیدہ ہے۔ قوم لوطؑ کی بستیوں کو الٹ دینے سے اس طرف اشارہ ہے کہ وہ بھی وضع فطرت کے خلاف عمل کرتے تھے۔ لواطت عکس فطرت ہے۔ لہٰذا خدا نے بھی دنیا ہی میں ان کی آبادیوں کو الٹ دیا۔ وغیرہ

وَ اِلٰی مَدْیَنَ اَخَاهُمْ شُعَیْبًا ؕ قَالَ یٰقَوْمِ

اور اہل مدین کی جانب ہم نے اُن کے بھائی شعیب کو بھیجا شعیب نے کہا اے میری قوم

اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ

اللہ کی عبادت کرو جس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں

وَ لَا تَنْقُصُوا الْمِكْیَالَ وَ الْمِیْزَانَ اِنِّیْۤ

اور ناپ تول میں کمی نہ کیا کرو میں تم کو (اس وقت)

اَرٰىكُمْ بِخَیْرٍ وَّ اِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَیْكُمْ عَذَابَ

آسودہ دیکھ رہا ہوں مگر ایک احاطہ کُن دن کے عذاب سے

یَوْمٍ مُّحِیْطٍ ۝ وَ یٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِكْیَالَ وَ

اندیشہ کر رہا ہوں — اے میری قوم انصاف سے پوری

الْمِیْزَانَ بِالْقِسْطِ وَ لَا تَبْخَسُوا النَّاسَ

ناپ تول کیا کرو اور لوگوں کی چیزیں کم

اَشْیَآءَهُمْ وَ لَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ

نہ دیا کرو اور زمین میں فساد پھیلاتے مت پھرو

بَقِیَّتُ اللّٰهِ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ

اگر تم ایماندار ہو (تو سمجھ لو) اللہ کا حلال نفع تمہارے لئے بہتر ہے

وَ مَاۤ اَنَا عَلَیْكُمْ بِحَفِیْظٍ ۝

اور میں تم پر نگہبان نہیں ہوں

تفسیر یہ پانچواں واقعہ قوم مدین کا ہے۔ مدین قوم کا بھی نام ہے اور شہر کا بھی۔ اور حضرت ابراہیم کے صاحبزادہ کا بھی — مقریزی نے خطط میں لکھا ہے کہ قوم مدین مدیان بن ابراہیمؑ کی اولاد ہیں۔ مدیان کی بیوی قنطورا بنت یقطان کنعانیہ تھی۔ بحر قلزم کے کنارے تبوک کے محاذی چھ منزل کے فاصلہ پر قوم مدین آباد ہوئی تھی۔ اس بستی کو مدین کہا جاتا تھا۔ ابن کثیر نے بیان کیا کہ مدین عرب کا ایک قبیلہ تھا جو حجاز و شام کے درمیان آباد تھا۔ انہی کے مسکن کو مدین کہا جاتا تھا۔ ابن کثیر نے بیان کیا کہ مدین عرب کا ایک قبیلہ تھا جو حجاز و شام کے درمیان آباد تھا۔ انہی کے مسکن کو مدین کہا جاتا تھا۔ بہرحال جب اس قوم کی بدکاری حد سے بڑھ گئی شرک اور فسق فجور رہزنی اور ناپ تول میں کمی کرنے کی یہ قوم خوگر ہوئی۔ اور اللہ کی آباد زمین تباہی و فساد سے بھر گئی تو انہی میں سے خدا نے حضرت شعیبؑ کو نبی بنا کر اصلاح پر مامور فرمایا حضرت شعیبؑ نے توحید کا اعلان کیا۔ شرک سے منع کیا۔ ناپ تول پورا پورا کرنے کی ہدایت کی۔ رہزنی اور تباہ کاری کی مخالفت کی۔ یہ بھی فرمایا کہ اس وقت تم لوگ خوش حال اور آسودہ ہو۔ تم کو اس بے ایمانی کی ضرورت نہیں۔ مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں عذاب الٰہی نہ نازل ہو جائے۔ لیکن قوم پر کوئی اثر نہ ہوا۔

قَالُوْا یٰشُعَیْبُ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ

قوم والوں نے کہا شعیب! کیا تمہاری نماز تم کو یہ بات سکھاتی ہے

نَّتْرُكَ مَا یَعْبُدُ اٰبَآؤُنَاۤ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ

کہ ہم اُن چیزوں کی عبادت چھوڑ بیٹھیں جن کی پرستش ہمارے باپ دادا کرتے رہے ہیں

فِیْۤ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا ؕ اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِیْمُ

یا اپنے مال میں حسب منشا تصرف نہ کر سکیں تم ہی تو بڑے بردبار

الرَّشِیْدُ ۝

نیک چلن ہو

تفسیر توحید اور اصلاح عمل کی ہدایت سے سرتابی کی۔ توحید کے مقابلہ میں تدیمی رسم و رواج کو ترجیح دی۔ اور آبائی دستور العمل کو ترک کرنے پر رضامند نہ ہوئے۔ ناپ تول میں کمی کرنے کو جائز تصرف مالی سمجھے۔ اور اس کی بندش کو حقوق تجارت کی بندش خیال کیا۔ اور (بقول ابن عباس مزاحیہ لہجہ میں) بولے کیا تمہاری نماز ہم کو یہ بات سکھاتی ہے کہ ہم ان چیزوں کی عبادت چھوڑ بیٹھیں جن کی پرستش ہمارے باپ دادا کرتے رہے ہیں۔ یا اپنے مال میں حسب منشا تصرف نہ کر سکیں۔ تم تو بڑے نیک اور سیدھے سادے آدمی ہو۔ تجارتی رنگ سے واقف نہیں۔

مقصود بیان: حضرت شعیبؑ نے اصلاح عمل سے پہلے توحید کی تبلیغ کی اور درستگی عمل کو ایمان پر مشروط کیا۔ اس سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ شرعی طور پر کوئی نیکی بغیر ایمان و توحید کے قابل قبول نہیں۔ جن لوگوں کے دماغ مسخ ہو جاتے ہیں اور دلوں پر زنگ آجاتا ہے وہ اصلاحی عادات کو اپنی آزادی کی بندش سمجھتے ہیں۔ قوم شعیب

نے کسی صحیح وزن (۲) وپیمائش کی ہدایت کو تجارتی آزادی کے لئے روک سمجھا۔ رسم ورواج اور باپ دادا کا دستور العمل انسان کو عقل وبصیرت کی بات سے روکتا ہو۔ قانون عدل کے خلاف کام کرنا۔ زمین پر تباہی پھیلانے کا سبب ہو آیت ... سے یہی معلوم ہوتا ہے۔ آیت سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ قوم شعیب مرفہ الحال تھی پورے قصہ سے یہ امر بھی مستفاد ہوتا ہے کہ نبی کا کام صرف عقائد اور عبادات کی ہی اصلاح نہیں۔ بلکہ سوشل اور کرشل اصول کے قوانین قائم کرنا۔ اور ان پر کاربند ہونے کی ہدایت کرنا بھی اس کے فرائض منصبی میں سے ہے۔ وغیرہ۔

قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ

شعیب نے کہا اے میری قوم میں اپنے رب کی طرف سے دلیل پر

مِّنْ رَّبِّيْ وَرَزَقَنِيْ مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا ؕ

ہوں ... نے مجھکو اپنی جانب سے اچھی روزی عطا کی ہے

وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَآ اَنْهٰىكُمْ

اور میں نہیں چاہتا کہ تمہارے برخلاف خود وہ کام کروں جس سے تم کو منع کرتا

عَنْهُ ؕ اِنْ اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ ؕ

ہوں میں تو بقدرِ امکان درستگی حالت ہی چاہتا ہوں

وَمَا تَوْفِيْقِيْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَ

اور مجھے توفیق صرف اللہ ہی کے فضل سے ہے۔ اسی پر میرا بھروسہ اور

اِلَيْهِ اُنِيْبُ ○ وَيٰقَوْمِ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ

اسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں اے میری قوم میری مخالفت کہیں تمہارے لئے

شِقَاقِيْٓ اَنْ يُّصِيْبَكُمْ مِّثْلُ مَآ اَصَابَ

اس بات کی باعث ... ہو جائے کہ جیسے قوم نوح یا قوم صالح پر

قَوْمَ نُوْحٍ اَوْ قَوْمَ هُوْدٍ اَوْ قَوْمَ صٰلِحٍ ؕ

عذاب آپڑا تھا تم پر بھی ویسی ہی آپڑے

وَمَا قَوْمُ لُوْطٍ مِّنْكُمْ بِبَعِيْدٍ ○ وَ

اور لوط کی قوم بھی تم سے دور نہیں ہے تم

اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ ؕ اِنَّ

اپنے رب سے توبہ استغفار کرو بیشک

رَبِّيْ رَحِيْمٌ وَّدُوْدٌ ○

میرا رب مہربان اور بڑی محبت کرنیوالا ہے

تفسیر کسی ریفارمر اور مصلح کے پیام ہدایت کے متعلق بد باطن کور بصیرت طبقہ کو چار قسم کے شبہات ہوا کرتے ہیں اول تو یہ کہ یہ شخص ہماری طرح ہے۔ اس میں کونسا سرخاب کا پر لگا ہوا ہے کہ ہم کو ہدایت کرتا ہے۔ بلاوجہ ہمارے آباء واجداد کے دستور العمل کو ترک کراتا اور سب کے مقابلہ میں اپنی صداقت کا اعلان کراتا ہے۔ دوم یہ کہ اس نے رہبری اور لیڈری کا جامہ صرف کھانے پینے کے لئے پہنا ہے۔ ہم سے نذرانے اور تحائف وصول کرنا چاہتا ہے۔ اور بغیر محنت کے ہماری گاڑھی کمائی پر ہاتھ صاف کرنے کا خواستگار ہے۔ سوم یہ کہ اس کی عملی زندگی خود ہی قول کے مطابق نہیں۔ ممبر اور اسٹیج پر کھڑے ہو کر جن باتوں سے ہم کو روکتا ہے خلوت خانۂ خاص میں ان ہی کا ارتکاب کرتا ہے پھر ہم اس قول کو کیوں مانیں ہم کو نمونۂ عمل کی ضرورت ہے۔ نہ کہ منافق رہنما کی۔ چہارم یہ کہ اگر دو چار دس بیس آدمیوں نے اسکی اصلاحی تحریک کو مان بھی لیا تب بھی کیا ہوگا۔ کوئی نتیجہ نہ نکلیگا۔ لاکھوں کروڑوں آدمیوں کو یہ کیسے راہ راست پر لا سکتا ہے۔ نقار خانہ میں طوطی کی آواز کون سنتا ہے۔ حضرت شعیبؑ کے قول پر بھی کفار کی طرف سے یہی شبہات ہوتے تھے۔ اس لئے آپ نے تفصیل وار سب کے جوابات دیدیے۔ پہلے شبہہ کے جواب میں فرمایا برادران قوم تم میری ظاہری حالت دیکھکر اور قومی نسبی تعلقات کو پیش نظر رکھ کر میرے قول کی صداقت میں شک نہ کرو۔ پروردگار نے مجھے صحیح واضح روشن دلیل اور برہان نمایاں عطا فرمائی ہے۔ میرے پاس غیب سے وحی آتی ہے۔ تم مجھے بیوقوف اور سیدھا سادھا آدمی سمجھتے ہو۔ تمہاری غلطی ہے۔ جو بصیرت وبینائی مجھے حاصل ہے وہ تم کو حاصل نہیں۔ حق تعالیٰ کی طرف سے مجھے نور یقین اور علم وہبی میسر ہے۔ اس لئے میں اپنی صداقت کا اعلان کر رہا ہوں دوسرے شبہ کے جواب میں فرمایا مجھے پروردگار نے خزانۂ غیب سے رزق نیک عطا فرمایا ہے۔ فراخ دست اور مرفہ الحال بنایا ہے مجھے تمہارے مال کی کوئی ضرورت نہیں۔ نہ تم سے مجھے کوئی لالچ ہے۔ تیسرے شبہہ کے جواب میں فرمایا میرا چال چلن تمہارے سامنے ہے۔ اگر میں تم کو ٹیڑھا راستہ دکھاتا تو خود اس پر نہ چلتا۔ میں ایسا نہیں ہوں کہ خود چھپکر یا علانیہ ایک کام کروں اور تم کو اس سے منع کروں میرا ظاہر وباطن ایک ہے

جس چیز کے باطل ہونے کا اعلان کرتا ہوں اس سے خود بھی پرہیز کرتا ہوں۔ اور اپنی زندگی کو تمہارے لئے نمونۂ عمل بناتا ہوں۔ چوتھے شبہ کا ازالہ اس طرح فرمایا کہ میرا اعتماد تو محض ذاتِ الٰہی پر ہے۔ مبدا اور معاد پر مجھے کامل یقین ہے۔ جہاں تک میرے امکان میں ہو اصلاح کی کوشش کرنا میرا فرض ہے۔ اور کوشش کی کامیابی اور ناکامیابی بھی اللہ کے دستِ قدرت میں ہے۔ کثرت و قلت کا یہاں کوئی سوال ہی نہیں۔ نہ کثرت سے مجھے خوف ہے نہ قلت کی طرف خاص میلان۔ اپنا فرض ادا کرنا مقصود ہے اور چونکہ محض ذاتِ الٰہی پر بھروسہ ہے اگرچہ کوشش محدود ہے اسلئے عام اصلاح کی یقینی امید ہے۔ نہ کسی کی موافقت پر تکیہ ہے نہ مخالفت کا خوف۔ مطمح امید صرف ذاتِ واحد ہو اس سے آگے صرف ترہیبی اور ترغیبی کلام ہے۔

مقصود بیان: کسی کی ظاہری مساوات دیکھ کر اس کے باطن کو حقیر نہ سمجھنا چاہیئے۔ اہلِ باطن اپنی بیرونی حالت دوسرے معمولی آدمیوں کی طرح رکھتے ہیں لیکن اُن کے دل نورِ ازلی سے روشن اور اُن کے دماغ علومِ یقینیہ کے مسکن ہوتے ہیں۔ جو حقائق اور اصلاحی امور پیغمبر کو دیکھتے ہیں وہ دوسروں کو دکھائی نہیں دیتے۔ رہنما کو لالچ اور خوف سے آزاد ہونا چاہیئے۔ پیٹ پال لیڈر اور تن پرور رہبر ہدایت نہیں کر سکتے۔ ان کو قوم کا رہنما بننے کا کوئی حق نہیں ہے۔ رہبری کا کوئی معاوضہ جائز نہیں۔ رہنما رہبر کی عملی زندگی بھی قول کے مطابق ہونی چاہیئے۔ خود بیکر عمل ہو اور دوسروں کے لئے رہنما۔ راہ یاب نہ ہو تو رہبر نہیں ہو سکتا۔ منہ سے کہنا اور رہا تھ سے اس کے خلاف کرنا کسی طرح جائز نہیں۔ بقدرِ امکان اصلاح کی کوشش کرنی چاہیئے۔ مگر مرکزِ امید ذاتِ باری تعالیٰ کو ہی سمجھنا چاہیئے۔ بغیر توفیقِ الٰہی کے کوئی کوشش نتیجہ خیز نہیں ہو سکتی۔ اگر کوشش محدود بھی ہو مگر بھروسہ اللہ کی ذات پر ہو تو کامیابی کا یقین رکھنا چاہیئے در پردہ آیت میں ایماء اس طرف بھی ہے کہ اندھا دھند توکل درست نہیں۔ ہاتھ پاؤں توڑ کر اور زبان کاٹ کر گوشہ نشین ہو جانا۔ اور پھر اللہ پر بھروسہ رکھنا کسی طرح روا نہیں۔ کوشش شرط ہے جہاں تک ممکن ہو کوشش کی جائے لیکن آغاز و انجام کا مالک اللہ ہی کو جاننا چاہیئے۔ دنیوی طاقت پر بھروسہ یا اس سے خوف حق بین نظر والے کے لئے جائز نہیں۔

قَالُوْا يٰشُعَيْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ

قوم والے بولے اے شعیب! ہم تمہاری باتوں کا بہتیرا حصہ نہیں سمجھتے

وَاِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْنَا ضَعِيْفًا ۚ وَلَوْلَا رَهْطُكَ

اور ہم اپنے اندر تم کو کمزور جانتے ہیں اگر تمہاری برادری نہ ہوتی

لَرَجَمْنٰكَ ۡ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْنَا بِعَزِيْزٍ ۝ قَالَ

تو ہم تم کو سنگسار کر دیتے اور تم ہمارے نزدیک باعزت نہیں ہو۔ شعیب نے کہا

يٰقَوْمِ اَرَهْطِيْٓ اَعَزُّ عَلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ ۭ وَ

اے میری قوم کیا میری برادری تمہاری نزدیک اللہ سے زیادہ قابلِ لحاظ ہے اور

اتَّخَذْتُمُوْهُ وَرَاۗءَكُمْ ظِهْرِيًّا ۭ اِنَّ رَبِّيْ

اللہ کو تم نے پسِ پشت ڈال دیا جو کچھ تم کر رہے ہو

بِمَا تَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ۝

میرا رب اُس کو گھیرے ہوئے ہے

تفسیر باطل پرست کور دانش طبقہ کو جب کوئی دانش و عقل کا جواب بن نہیں پڑتا تو وہ جہالت پر اتر آتا ہے اور نشہ بیرت آمیز ناخو سے بھاگ کر مجادلہ پر پہونچ جاتا ہے۔ قوم شعیب نے بھی ایسا ہی کیا۔ پیغمبر کے پُرحکمت بلیغ کلام کا مقابلہ جب دلائل سے نہ کر سکے تو جاہلانہ طرزِ گفتگو اختیار کیا۔ بولے شعیب! تیری بکواس کا بیشتر حصہ لایعنی ہے۔ تیری یہ بیہودہ گوئی ہماری سمجھ میں نہیں آتی۔ تیرے خاندان والے ہمارے ساتھ ہیں۔ تو تن تنہا بے یار و مددگار ہے۔ تیرے خاندان کا خیال ہے۔ کیونکہ وہ ہمارا دوست اور ہمارا ساتھی ہے۔ ورنہ اب تک ہم نے پتھروں کی مار سے تیرا ڈھیر کر دیا ہوتا۔ ہم تیری طاقت سے مرعوب نہیں۔ صرف تیرے کنبہ والوں کا پاس لحاظ ہے۔ حضرت شعیبؑ نے فرمایا برادران قوم تم بھی عجیب کوتاہ فہم ہو تمہارے نزدیک میرے کنبہ والے اللہ سے زیادہ باعزت اور طاقتور ہیں۔ تم نے کنبہ والوں کا تو پاس لحاظ کیا اور اللہ کی کل قدرت و طاقت اور عزت و اکرام کو پسِ پشت ڈال دیا۔ یاد رکھو اللہ کی گرفت سے چھوٹ نہیں سکتے۔ تمہارے کرتوت کا خدا کو پورا علم ہے۔

حضرت علیؓ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا۔ قسم ہے اس خدائے برتر کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ قومِ شعیبؑ نے جلالِ الٰہی سے تو خوف نہیں کیا۔ بلکہ پیغمبر کے کنبہ والوں سے ڈرے۔

نحاس اور زجاج کے قول کے مطابق ضعیف کے معنی نابینا کے ہیں۔ کیونکہ حضرت شعیب کثرتِ گریہ سے نابینا ہو گئے تھے۔ سعید بن جبیر اور شداد بن اوس کی روایت کردہ احادیث سے یہی ثابت ہوتا ہے۔ (اخرجہ ابن عساکر والواحدی) لیکن عام مفسرین نے اس معنی کو غلط قرار دیا ہے۔ علی بن عیسیٰ۔ بیضاوی۔ سیوطی۔ ابن کثیر۔ رازی اور دیگر محققین کے نزدیک ضعیف کے وہی معنی مراد ہیں جو عام متبادر ہیں۔

مقصود بیان:- کور دانش طبقہ دلائل سے عاجز ہوکر جاہلانہ حرکات اور مفسدانہ دستور کو اختیار کرنے لگتا ہے۔ حضرت شعیبؑ کا طرز خطابت نہایت بلیغ اور پُرحکمت تھا۔ پوری قوم کو کوئی جواب بن نہیں پڑتا تھا۔ کوتاہ فہم لوگوں کی نظر ظاہری تعلقات اور بیرونی اسباب پر ہوتی ہے۔ اُن کی روحانی بینائی زائل ہوچکتی ہے اس لئے باطنی حقائق سے واقف نہیں ہوتے۔ چند افراد کی طاقت خدا کی طاقت سے بڑھ کر سمجھتے ہیں بلکہ خدا کا نام اور اس کی جلالی صفات کا نشان اُن کے دلوں سے محو ہوجاتا ہے۔ خالق کے رشتہ سے زیادہ مخلوق کے رشتے کا اُن کو پاس لحاظ ہوتا ہے۔ آیت سے ضمنی طور پر یہ بات بھی مترشح ہوتی ہے کہ اللہ کے حقوق کے مقابلہ میں مخلوق کے کسی تعلق کی پرواہ نہ کرنی چاہیئے اور نہ خدا کی طاقت کے مقابلہ میں مخلوق کی طاقت کو سمجھنا چاہیئے۔ وغیرہ۔

وَيٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّىْ عَامِلٌ ؕ

اے میری قوم تم بھی اپنی جگہ عمل کئے جاؤ میں بھی کر رہا ہوں

سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ

عنقریب جان لوگے کہ کس پر رسوا کرنے والا عذاب آئے گا

وَمَنْ هُوَ كَاذِبٌ ؕ وَارْتَقِبُوْۤا اِنِّىْ مَعَكُمْ

اور کون جھوٹا ہے تم منتظر رہو میں بھی تمہارے ساتھ

رَقِيْبٌ ۝ وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا شُعَيْبًا

منتظر ہوں غرض جب ہمارا عذاب آپہنچا تو ہم نے اپنے فضل سے

وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا ۚ وَاَخَذَتِ

شعیب کو اور اس کے ہمراہی مسلمانوں کو بچالیا اور ان ظالموں کو

الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِىْ

ایک چیخ نے پکڑ لیا جس کی وجہ سے وہ اپنے گھروں میں

دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ۝ ۙ كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ؕ

اوندھے ہوکر گر پڑے معلوم ہوتا تھا کہ وہ کبھی وہاں رہتے ہی نہ تھے

اَلَا بُعْدًا لِّمَدْيَنَ كَمَا بَعِدَتْ ثَمُوْدُ ۝ ع ۱۲

خوب سنو جس طرح ثمود پر پھٹکار پڑی ویسے ہی مدین والوں پر لعنت

تفسیر جب حضرت شعیبؑ کو یقین ہوگیا کہ یہ قوم اپنی بداعمالیوں پر قائم رہیگی اور آباؤ اجداد کے مسلک سے نہ ہٹیگی تو اظہار برارت اور تنبیہ و وعید کے طور پر فرمایا لوگو جب نہیں مانتے تو جو کچھ تمہارا دل چاہے کئے جاؤ۔ میں جو کچھ کر رہا ہوں اُس پر قائم رہونگا۔ چونکہ قوم نے یہ بھی کہا تھا کہ ہم تمہاری بہت سی باتوں کو نہیں سمجھتے۔ اور یہ بھی کہا تھا کہ تمہارے خاندان کا پاس لحاظ ہے ورنہ تمھاری کیا حقیقت تھی۔ اب تک سنگسار کر بھی دیا ہوتا۔ اس لئے آپ نے فرمایا میری طاقت اور کمزوری کا علم اور اپنے افعال کا نتیجہ بد ابھی چند روز میں تم پر ظاہر ہوجائے گا۔ اس سے آگے مطلب صاف ہے۔

خاص نوٹ سورۂ اعراف و عنکبوت میں مذکور ہے فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ یعنی قوم شعیب پر زلزلہ آیا اور اس جگہ مذکور ہے کہ سخت چیخ کی وجہ سے وہ ہلاک ہوئے۔ ان دونوں میں بظاہر تعارض معلوم ہوتا ہے لیکن واقع میں توافق ہے۔ کیونکہ زلزلہ ضرور آیا تھا اور زلزلہ کے ساتھ ایک غیبی کرخت گرجدار آواز بھی تھی جسکی وجہ سے جو جس جگہ تھا وہیں مرا رہ گیا۔ ہل بھی نہ سکا۔

ایک امر یہ بھی جان لینا ضروری ہے کہ قوم شعیب اور اصحاب الایکہ دونوں ایک ہی قوم تھے۔ اصحاب الایکہ پر آسمان سے آگ برسی تھی جسکو عذاب ظلہ کہا جاتا ہے۔ اور قوم شعیب زلزلہ اور رجفہ کے عذاب میں مبتلا ہوئی۔ اس بناء پر اصحاب الایکہ قوم شعیب نہیں قرار پاسکتے لیکن یہ بھی کسی قدر کوتاہ فہمی ہے۔ کیونکہ خاص شہر مدین کے رہنے والے تو زلزلہ اور رجفہ سے ہلاک ہوئے تھے اور شہر کے چاروں طرف رہنے والے اصحاب الایکہ کہلاتے تھے اُن پر عَذَابُ الظُّلَّةِ آیا تھا۔ لیکن تھے دونوں گروہ حضرت شعیبؑ کی امت کے۔

مقصود بیان:- آیت میں درپردہ ہدایت ہے کہ بدکاروں کی بدکاریاں دیکھ کر اُن کو انتہائی ممانعت کی جائے۔ اگر وہ کسی طرح نہ مانیں تو اُن سے اظہار برارت کر دیا جائے۔ ناپ تول میں کمی کرنی سخت ترین عذاب کا سبب ہے۔ اس سے بڑی بڑی قومیں ہلاک ہوگئی ہیں۔ عذاب صرف ظالموں پر ہوتا ہے۔ اہل عدل کو خدا تعالیٰ اپنی رحمت و کرم کی وجہ سے عذاب سے محفوظ رکھتا ہے۔ وغیرہ۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ

ہم نے موسیٰ کو اپنے معجزات اور واضح دلیلیں دے کر فرعون

مُّبِيْنٍ ۝ ۙ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَاتَّبَعُوْۤا

اور اس کے حکام کے پاس بھیجا تھا مگر فرعون کے کہنے پر

اپریل سنہ ۱۹۴۳ء
بچہ ہونے کی دوا
جس عورت کو بچہ نہ ہوتا ہو اور وہ بچہ پیدا کرنا چاہتی ہو تو
اسکی آسان ترکیب یہ ہے کہ سات رات مسلسل ایک ایک خوراک دوا
محافظ اولاد کھائے۔ ان سات دن کے بعد ماہواری ہے ٹھیک
آٹھویں رات ...... نویں رات عورت کو امید ہو جائیگی۔
محافظ اولاد کی ایک شیشی میں ایک عورت کیلئے پوری سات خوراک دوا
ہوتی ہے اسکی قیمت ڈیڑھ روپے آٹھ آنے ہے۔
لیڈی ڈاکٹر زنانہ دواخانہ پی بی ۳۲ دہلی کو خط
لکھکر بذریعہ وی پی پارسل منگالیں۔ محصول ڈاک آنے لگے گا۔
عورت کو مہینہ کا درد
اگر کسی جوان عورت کو ماہواری حیض تکلیف اور درد کے
ساتھ ہوتا ہو یا ماہواری کی تعداد کوئی خرابی ہو تو اس فوراً علاج
کرنا ضروری ہے۔ ماہواری کی ان تمام خرابیوں کو ٹھیک کرنے
کے لئے دوا "کورس" استعمال کرنی چاہیئے۔ اس دوا
کے استعمال کے بعد عورت کو ہر مہینہ بغیر کسی درد اور
تکلیف کے ماہواری ایام ہو جایا کریں گے۔ ایک شیشی
کورس کی قیمت ڈیڑھ روپے آٹھ آنے ہے۔
لیڈی ڈاکٹر زنانہ دواخانہ پی بی دہلی
کے پتہ پر خط لکھکر دوا کورس کی شیشی
وی پی پارسل منگالیں۔ محصول ڈاک آنے لگے گا۔
جوان عورتوں کو بچاؤ
جوان عورت کو سفید پانی کا آنا خطرناک
ہے۔ جس عورت کے خفیہ جسم سے وقت
بے وقت یا ماہواری کے دنوں میں
سفید رطوبت نکلتی ہو اس کا سب
سے آسان علاج یہ ہے کہ وہ ایک شیشی
دوا "روک" استعمال کرے۔
روک
تیسرے دن سفید رطوبت کا آنا بند ہو جائیگا۔ اور پوری شیشی استعمال کرنے
کے بعد مرض مکمل طور پر دور ہو جائیگا۔ ایک شیشی دوا روک کی قیمت
تین روپے ہے۔
پتہ۔ لیڈی ڈاکٹر

ربنا لا تؤاخذنا ان نسينا او اخطانا
ماہوار جریدہ
مولوی
مدیر مسئول عبدالحمید خاں
پاکستان کے بانی
ONE RUPEE INDIA 1910
وہ اللہ کے پاک بندے تھے جنہوں نے تبلیغ اسلام کے ذریعہ ہندوستان میں پاکستان
کی بنا ڈالی، یہ سب اولیائے کرام اور صوفیائے عظام تھے جنہوں نے حکومت پر نہیں بلکہ
محبت پر اسلام کی بنیاد رکھی اور جن کی وجہ سے آج دس کروڑ مسلمان اس کفرستان میں موجود
یہ حضرات کون تھے۔ ان کا حال مولوی شریف احمد صاحب کی لکھی ہوئی مستند کتاب
تحفۂ اولیا میں پڑھیے یہ دنیائے اسلام کے ستر اولیائے کرام کی تبلیغی سوانح
حیات ہے۔ ۰۰ صفحات مجلد پونے دو روپے محصول ۱/۲
مینیجر رسالہ مولوی عبدالحمید خان کوچہ چیلان دہلی

ہر وقت جوانی

بچپن کی بری عادتیں ہوں یا جوانی کی بدچلنی ہو۔ ان سے انسان کا تمام ڈھانچہ بگڑ جاتا ہے جسم میں قدرت نے ہر پرزہ کو اپنی جگہ پر ٹھیک کام کرنے کیلئے بنایا ہے۔ اس وجہ سے کوئی بداندیش انسان ضائع کر دیتا ہے تو وہ طرح طرح کی بیماریوں میں مبتلا ہو جاتا ہے، اور قوت مردانہ کی کمزوری سستی، وقت سے پہلے بڑھاپا، کام کرنے کے بعد تھکان کا محسوس ہونا جیسی بیماریاں آ دباتی ہیں۔ پھر ایسے مرد اولاد پیدا کرنے کے قابل نہیں رہتے کیونکہ انکی ۔۔۔ جواب دے دیتی ہے۔ اور شادی کے نام سے گھبرانے لگتے ہیں۔

کمزور جسم میں قیمتی اجزا کو سائنٹفک طریقے سے دوبارہ داخل کر کے بہت جلد گئی ہوئی جوانی کو واپس لانے کا راز معلوم ہو گیا۔

جوانی کس طرح مل سکتی ہے

بڑی حیرت کی بات یہ ہے کہ جوانی کو لوٹانے کا علاج صرف سات دن میں ہو جاتا ہے مگر ان سات دنوں کے اندر پورن برہمچاری رہنا ضروری ہے۔ کیونکہ اس طریقہ سے یہ علاج کامیاب ہو سکتا ہے۔ اس لئے صرف انہی لوگوں کو یہ کورس استعمال کرنا چاہئے جو سات دن برہمچاری رہنے کا اقرار کریں۔ اس علاج میں دو دوائیں ہوتی ہیں۔ ایک کھانے کی، اور ایک لگانے کی، دونوں دوائیوں کے کورس کا نام "رتی جووین" ہے۔ کھانے کی دوا کی پہلی خوراک حلق سے اتری اور اس نے تمام اعصاب کو ہوشیار کرنا شروع کر دیا۔ اور کمزوری کو اس طرح بدن سے نکالنا شروع کر دیا جیسے گند دور کر دی۔ لگانے کی دوا بھی اپنے ایک قطرے کا کمال دکھاتی ہے۔ مریض خود حیرت زدہ ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اس میں بجلی کی طرح لہریں دوڑنے لگتی ہیں اور طاقت کا سمندر ابل پڑتا ہے۔ اس کورس میں عجیب و غریب صفات بند ہیں۔ اگر کوئی تندرست انسان بھی ایک دفعہ استعمال کرے تو جوانی کا پورا سماں دیکھ لے۔

(یہ کورس صرف ان ہی لوگوں کو بھیجا جائے گا جو سات دن تک صبر سے کام لینے کا اقرار کریں گے)

اکسیری دواخانہ پوسٹ بکس نمبر ۱۲۱ کلاں محل (ایم، ڈی) دہلی

مولوی کا ذاتی خرچ

کسی جگہ بھی پورا نہیں ہوتا ضخامت کم ہوئی تو اسی وجہ سے کہ کاغذ نایاب ہو بیحد گراں ہو گیا پہلے جو صفحہ پر لاگت آتی تھی وہ اب تین صفحہ پر خرچ ہوتا ہے غرضکہ ایک روپیہ بھی کافی نہیں ہوتا کتابوں کی مدد کے ۔ اسی لئے ہمیشہ کتابوں کے خریدنے کے لئے کہا جاتا رہا اب بھی یہی درخواست ہے کہ کتابوں کی فروخت سے ہی خرچ پورا کرا دیجئے

آسان وید قرآن کمزور نگاہ والوں کے لئے بہت جلی قلم نمبر والا مترجم قرآن شریف متن کا قلم اتنا جتنا اس صفحہ کی سرخی ہے مولوی سے دگنی تقطیع کاغذ مولوی جیسا خاشدہ متن مجلد چرمی پشتہ سات روپے کامل چرمی آٹھ روپے

بے شمار خوبیوں والا مولوی کے برابر تقطیع ۵ا سطریں ترجمہ مولوی اشرف علی صاحب کاغذ مولوی جیسا خاشدہ متن ابتدا میں ۴۴ صفحہ علامات قرآنی کے لئے مخصوص ہدیہ مجلد پارچہ ڈھائی روپے مجلد چرمی تین روپے ہر پارہ مجلد چار روپے

آسان ترجمہ والا مولوی سے ۲ انچ بڑی تقطیع ۷ا سطریں ترجمہ مولانا شاہ عبدالقادر صاحب خاشدہ متن مجلد پارچہ ابتدا میں ۴۲ صفحہ کا ایک مقدمہ جس میں پوری معلومات قرآنی ہے ہدیہ مجلد پارچہ ڈیڑھ روپیہ

بچوں کا قرآن ...صفحات مولوی سے نصف تقطیع ۔ حروف الگ الگ بڑھا اس میں کتابت کی بڑی خوبی یہ ہے کہ اس کے لکھے ہوئے حروف الگ کر لئے جائیں تو بالکل حروف تہجی ہو جائیں اس لئے بچہ بڑی آسانی سے پڑھ لیتا ہے

کارڈ سائز مترجم ترجمہ حضرت شاہ عبدالقادر صاحب خاشدہ متن ۔ قلم خاصہ موٹا صاف اردو ترجمہ ۰۵ صفحات کاغذ اعلیٰ قسم گلیزڈ اور مضبوط ۔ کاغذ کی قیمت سے بھی کم ہدیہ مجلد پارچہ اعلیٰ قسم صرف ایک روپیہ

اورنگ زیبی قرآن ۲۷۰ صفحات تقطیع مولوی سے نصف کے قریب غازی اورنگ زیب کے دست خاص کا لکھا ہوا حائل کا فوٹو بلاک کے ذریعہ چھاپا گیا ۔ ایک تاریخی یادگار کاغذ مولوی جیسا ہدیہ مجلد صرف ایک روپیہ

اللہ والوں کے وعظ یا اخلاق سلف غدوۃ الاصفیا حضرت امام شعرانی کے دو سو وعظوں کا مجموعہ اردو زبان میں جو دل کے زنگ کو دور کرنے کا روحانی تیزاب ہے تصوف اخلاق ریاضات مجاہدات سب کچھ ہیں مجلد ڈیڑھ روپیہ

مجالس غریب نواز از مولانا ناصر جلالی حضرت قطب صاحب کا مرتبہ روزنامچہ جو انہوں نے مجالس حسنہ غریب نواز کی صورت میں مرتب کیا یہ گویا حضرت خواجہ کی سیرت کا پر معارف خاکہ ہے ۔ قیمت آٹھ آنے

تین مقدس شاعر (۱) حضرت شیخ سعدی (۲) حافظ شیرازی (۳) امیر خسرو یہ منزل روشن ضمیر شاعر ہیں ان کی پوری لائف اور خاص مضامین کا اقتباس تصوف کا بہترین شاہکار ہے علیحدہ فی ۴ تینوں ساتھ دس آنے

حضرت مولانا روم ۹۰ صفحات از علامہ شبلی نعمانی ۔ مولانا روم تصوف کے ملو مولوی معنوی کے حالات اور انکی مشہور و معروف مثنوی کے اقتباسات اور اثر اور مولانا کی پر معارف حکایات وغیرہ قیمت چھ آنے

سیرۃ امام غزالی ۱۲۰ صفحات از علامہ شبلی نعمانی محبوب العارفین اکرم الاصفیا حضرت امام محمد غزالی کے حالات تصوف کے کرشمے طریقت کی راہیں اور روحانی کے لوکار ہیں یہ کتاب تصوف کے شائق دل سے پڑھتے ہیں ۔ قیمت چھ آنے

ہشتاد اولیا ۲۴۰ صفحات از حضرت شاہ مراد سہروردی اس میں ہند اور بیرون ہند کے اسی اکابر اولیا کرام کے حالات و کرامات و ریاضات اور علوم ہیں ان سے تعلقات بڑی وضاحت سے لکھے ہیں ۔ اور بتلایا ہے کہ انہی سلسلش کی کوششوں کی وجہ سے آج دس کروڑ مسلمان ہندوستان میں ہیں ۔ قیمت آٹھ آنے

تراجم احادیث (۱) بخاری شریف ۳ جلدوں میں آٹھ روپے (۲) مسلم دو جلدوں میں پانچ روپے (۳) ترمذی دو جلدوں میں ساڑھے پانچ روپے (۴) ابو داؤد ۲ جلدوں میں پانچ روپے (۵) ابن ماجہ ایک جلد تین روپے سب مجلد چرمی کاغذ عمدہ

بڑی مشکوٰۃ احادیث کی دس صحیح کتابوں کا عطر دو جلدوں میں پہلی جلد پانسو صفحات ۲۷۶۰ حدیثیں ۔ دوسری جلد ۳۲۴۳ احادیث اور ایک ہزار راویوں کے حالات دونوں کے ایک ہزار صفحات مجلد چرمی پانچ روپے ۔ ہدیہ مکمل

تجرید بخاری بخاری شریف کا خلاصہ ۴۰۰ صفحات کاغذ مولوی سے اچھا ۲۱۱۲ حدیثیں ابتدا میں امام بخاری کے حالات اور حدیث پڑھنے اور یاد رکھنے کا اجر و ثواب ظاہر ہے مجلد پارچہ دو روپے

اسلامی مسائل ...۳ صفحات امام الفقہا امام محمد بن یوسف کی تالیف اسلامی مسائل کی پوری کتاب جس میں عبادات معاملات اعمال غرضکہ زندگی کے ہر شعبہ کے متعلق اسلامی حکم اس کتاب میں ہے مجلد ایک روپیہ

اسلامی معاشرت دو سو صفحہ کی کتاب ہے کاغذ اعلیٰ مولوی شریف احمد صاحب مراد اسلامی حیثیت انسان اور متمدن انسان کیسا ہونا چاہئے یہ اس کتاب سے معلوم ہوگا ہر بات قرآن سے ہے یا حدیث سے قیمت ایک روپیہ

تاریخ القرآن قرآن پاک پڑھنے سے پہلے یہ کتاب پڑھئے اس سے معلوم ہوگا کہ قرآن کیا ہے ۔ کب نازل ہوا کس لئے نازل ہوا قرآن کے اثرات کیا تھے اب مسلمان قرآن سے متاثر کیوں نہیں ہوتے ۔ بڑی بہتر کتاب ۔ قیمت بارہ آنے

اسلامی میاں بیوی ...۲ صفحات از مولانا مراد مارہروی میاں بیوی کے تعلقات کی سب سے بڑی تاریخ اور خوش اسلوب زندگی کا بہترین پروگرام اسلامی طریقہ پر میاں بیوی کے ...راج کا بہترین خاکہ قیمت ایک روپیہ

قاعدہ یسرنا القرآن ۳۲ صفحات از مولانا منظور احمد صاحب بچوں کو قرآن شریف پڑھانے کا علمی قاعدہ ایک بار یہ قاعدہ بچوں کو سمجھا کر پڑھا دیجئے پھر قرآن شریف وہ خود پڑھ لیں گے بلکہ بچوں کا قرآن پڑھایا جائے فی جلد ۵

سلسلہ تعلیم الاسلام از حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب صدر جمعیۃ علمائے ہند چار حصے یکجا مجلد بچوں کو اسلامی عقائد اور عبادات کی تفصیل ذہن نشین کرنے میں لاجواب کتاب ہے ہر بچہ کو یہ کتاب ضرور پڑھانی چاہئے مجلد ۱۲

بچوں کی عقل کی کتاب ۸۰ صفحات از ایم اے فاروقی اردو قاعدے کے بعد بچوں کو یہ کتاب پڑھایئے اس سے عقل تیز اور ذہن رسا ہو جاتا ہے کیونکہ اس میں ۷۴ با تصویر سبق ہیں جن میں سیکڑوں میں جو بچے دو چار ہو جاتے ہیں قیمت ۲

شرح کیمیا حضرت سعدی کی مشہور کتاب کریما جو فلسفہ اخلاق اور ترجمات زندگی کا بڑا اچھا خاکہ ہے اس کا ترجمہ اور شرح گویا احادیث خلق نبوی کی تفسیر اور خاص دعوت کی کتاب ہے مصنف ... لقمان ۱۲۰ صفحات اعلیٰ کاغذ قیمت دس آنے

استاد تحریر ۹۰ صفحات از مولانا مراد مارہروی لکھنے کو تو ہر آدمی بول سکتا ہے وہ لکھ بھی سکتا ہے ۔ لیکن تحریر ایسی ہونی چاہئے جو دوسرے کو اپنی منشا کے موافق متاثر کر سکے استاد تحریر پڑھ کر آپ بہت اچھا لکھنے لگیں گے ۔ قیمت ۸ آنے

استاد تقریر ۲۰۰ صفحات از جناب مولوی شریف احمد صاحب مراد اس کتاب کا نام جادو بیانی ہے واقعی اس کتاب کو پڑھنے اور اس کو عملی طریق پر کام لانے کے بعد آپ کی ہر تقریر جادو بن جائیگی ۔ قیمت آٹھ آنے

استاد بہی کھاتہ بحری نقش لگ گیا اکم ٹیکس ایک ہزار پر ہو گیا اپنے کاروبار کا حساب باقاعدہ رکھئے یہ کتاب آپ کو بڑی مدد دیگی مجلد بارہ آنے

پرنٹر اور پبلشر محمد عبدالحمید خاں نے میرزا محبوب بیگ صاحب کے محبوب المطابع اردو بازار دہلی میں چھپوا کر دفتر رسالہ مولوی کوچہ چیلان دہلی سے شائع کیا۔

ربنا لا تواخذنا ان نسینا او اخطانا

مولوی دہلی

جو ہر اسلامی مہینے کی بارہ تاریخ کو حمیدیہ پریس دہلی سے شایع ہوتا ہے

جلد ۳۷ | بابت ماہ جمادی الاول سنہ ۱۳۶۲ھ | نمبر ۵

شذرات

ہندوستان اور جمہوریت | قاعدہ ہے کہ اپنے مسائل کو انسان آپ ہی خوب سمجھ سکتا ہے اپنے اصول کو سب ہی بہترین اصول سمجھتے ہیں اس وقت دنیا میں جتنی حکومتیں ہیں اتنے ہی آئین بھی ہر حکومت کا طرز عمل علاگانہ ہے ہر حکومت اپنے طریق کار کو بہتر سمجھتی ہو فرانس برطانیہ کے اتباع سے گریز کرتا رہا جرمنی نے فرانس کے طریق کار کو بہتر نہ سمجھا کہیں جمہوریت جلوہ گر ہے کہیں ڈکٹیٹری پسند کی جاتی ہو کہیں سرمایہ کا راج ہے اور کہیں مزدوروں کی حکومت ہو ہر ملک نے اپنی ضروریات کے مطابق اپنا نظام وضع کر رکھا ہو ہندوستان برطانیہ کا ایک حصہ تھا اس لئے قدرتاً یہاں بھی جمہوری نظام قائم کیا گیا اور اسی کے اصول کے ماتحت تدریجی ترقی شروع ہوئی جمہوری نظام کی خوبی و دلکشی سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اس میں تمام عناصر رعایا کو نمایندگی حاصل ہو جاتی ہو اسلام نے بھی جمہوریت ہی کی حمایت کی مگر جہاں اسلامی جمہوریت میں عقل و دانش کا رنگ نمایاں تھا وہاں عہد جدید کی جمہوریتیں ایک گونہ حماقت کا آئینہ بن گئی ہیں عہد جدید کی جمہوریت میں صرف رائیں دیکھی جاتی ہیں صاحب رائے کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے جس قانون کی تائید میں زیادہ رائیں ہو گئیں وہ منظور ہو گیا اس سے مطلب نہیں کہ ان رائے دینے والوں کی عقل و خرد کا مرتبہ کیا ہے اسلامی جمہوریت میں ہر کس و ناکس کو یہ اختیار و استحقاق نہ تھا ظاہر ہے کہ گاندھی جی پنڈت نہرو اور راجہ جی کی ایک ایک رائے کے مقابلہ میں عام پرشادوں اور لالاؤں کی دس ہزار آرا بھی وقیع نہیں ہو سکتیں پھر ہر قوم اور ہر نسل کی ضروریات روایات اور مفاد جداگانہ ہوتے ہیں جمہوریت اسی ملک میں کامیاب ہو سکتی ہو جہاں ایک ہی نسل و قوم کی آبادی ہو فرانس برطانیہ امریکہ اور ترکی میں یہی صورت ہو برطانیہ ہمارے گھر کا واقف تھا اس نے اپنے اصول ہم پر ٹھونسنے کی سعی کی ہندوؤں نے اپنی بھاری اکثریت کی بنا پر اسے خوشی کے ہاتھوں لیا ما نتے تھے سوراج میں ستر ہماری ہی رہیں گی اور ہم جو چاہیں گے وہ کر سکیں گے۔ جب لیگ کی طرف سے اس جمہوریت کے خلاف آواز بلند کی گئی تو ہندوؤں کی طرف سے ایک شور محشر برپا کر دیا گیا کچھ عاقبت نا اندیش مسلمان بھی انکی ہمنوائی پر تیار ہو گئے انگریز نے بھی اسے وقعت نہ دی مگر حق کا بول بالا ہو کر رہتا ہے مسلم پروپگنڈے نے انگریزوں کی بھی آنکھیں کھولدیں انہیں مسلمانوں کے مطالبے میں قوت نظر آئی انہوں نے تسلیم کر لیا کہ برطانوی پارلیمنٹری نظام حکومت ہندوستان کے لئے مناسب نہیں حال ہی میں مسٹر ایمری نے پارلیمنٹ میں علانیہ کہا کہ ہندوستانیوں کو چاہیے کہ وہ برطانوی طرز کی جمہوریت کے گرویدہ نہ رہیں اپنے لئے خاص جدید آئین تلاش کریں ایسا جو ان کی ضروریات کے مطابق ہو وزیر ہند نے یہ بھی فرمایا کہ برطانیہ اور ہندوستان کے حالات جداگانہ ہیں اسلئے برطانیہ کا پارلیمنٹری نظام ہندوستان کے مسئلہ کو تسلی بخش طریقہ سے حل نہیں کر سکتا۔

مگر برطانیہ جو اب سمجھا ہے اور اب ہی اس خیال پر آ گئے ہیں ہم ابتدا سے یہی کہتے اور اسی پر زور دیتے چلے آئے ہیں سابق وزیر ہند و وزیر ہند دونوں کے یہی خیالات ہیں اور یہ بالکل صحیح ہیں۔

مسٹر ریڈ اور مسئلہ ہند | سر اسٹانلی ریڈ پارلیمنٹ کے ایک لائق ممبر ہیں انہوں نے بھی غیر مبہم الفاظ میں فرمایا کہ جو شخص ہندوستان کو جانتا ہو وہ یقین و وثوق کیساتھ کہہ سکتا ہے کہ ہندوستان میں ہماری پارلیمنٹری حکومت کا وہ سسٹم جو روایات و رواج اور ڈسپلن پر مبنی ہو کامیاب نہیں ہوگا۔ ان صاف اور سچی باتوں پر ہندوؤں میں ایک اضطراب عام واقع ہے اور برہمی پھیلی جاتی ہے انہیں کوئی معقول جواب تو سوجھتا نہیں کبھی برطانیہ کی نیت پر حملہ کرتے ہیں کبھی کہتے ہیں کہ ہندوستان اس وقت نئے آئین کی تلاش میں نہیں پڑ سکتا سامنے کے اچھے نہیں بھاگ سکتا خود ہندوستان کے اندر عہد قدیم میں کامیاب قسم کی مکمل جمہوریت چلانے زمانہ میں موجود تھی کبھی فرمایا جاتا ہے کہ ہندوستان برطانوی طرز کی جمہوریت کا عاشق ہی نہیں وہ اتنی قابلیت رکھتا ہے کہ اپنا آئین خود مرتب کرلے غرض کا بندیہی ہوتا ہے کہ اگر حکومت اپنے اختیارات ہندوؤں کے ہاتھ میں منتقل کرنیکا فیصلہ کرلے تو آج ہی ایک جمہوریت قائم ہو سکتی ہے یہ باتیں عام لوگوں کی طرف سے نہیں بڑے بڑے عقلائے وقت اور نامور جو ہندوؤں کی طرف سے کہی اور لکھی جا رہی ہیں کوئی پوچھے کہ اگر ہندوستان قدیم میں اگر یہاں جمہوریت تھی ہی تو اس وقت یہاں سب ہندو ہی ہندو تھے اور اگر اب بہترین آئین بنا لینے کا داعیہ ہے تو حکومت کی بیکار کے بغیر کیوں ابتک نہیں بنا لیا گیا مطلب یہی ہو کہ جس طرح بن پڑے اپنی قوت سے مرعوب کر کے پورے ہندوستان کی عنان حکومت سنبھال لی جائے اور پارلیمنٹری نظام کے پردے میں جمہوریت کے نام پر سب کو غلام بنا لیا جائے یہ خطرہ نہیں آتا کیا اسی ملک میں دس کروڑ مسلمان بھی ہیں اتنی بڑی قوم کس طرح اپنی غلامی پر راضی ہو سکتی ہو حقیقت یہ ہے کہ برادران وطن کی غرضمند یوں ہی نے ہندوستان کی فضا کو مکدر بنا دیا ہے ورنہ ہندوستان اب تک ترقی و امن کی بہت سی مراحل طے کر چکا ہوتا۔

بنگال میں لیگ کی وزارت | آخر بنگال میں بھی لیگ کی وزارت قائم ہو گئی لیگ کی بے اثری کے ثبوت میں ہندو پریس کی طرف سے متواتر برابر یہی کہا جاتا تھا کہ جماعت اب تک پاکستانی اور خالص اسلامی صوبوں میں بھی اپنی وزارتیں قائم نہیں کر سکا وہ کیونکر اپنی ہمہ گیری کا دعوی کر سکتا ہو اور حکومت کیوں اسے مسلمانوں کا نمایندہ ادارہ تسلیم کرتا ہے اب کہ پنجاب کے علاوہ سندھ و بنگال میں بھی لیگ کی وزارتیں قائم ہو گئیں اور ایک ہندو صوبہ آسام کا وزیر اعظم بھی لیگ ہی کا رکن نظر آ رہا ہے تو اب کیا وہ کھلے دل سے یہ اعتراف کرنے پر مجبور ہوں گے کہ صرف لیگ ہی مسلمانوں کی نمایندہ جماعت ہے اور اس کے مطالبات اہمیت کے سرمایہ دار ہیں۔ انشاء اللہ مستقبل قریب ہی میں صوبہ سرحد میں بھی لیگی وزارت قائم ہو جائے گی۔

(بقیہ مضمون بسلسلہ صفحہ ۴) (۳) گاندھی جی تحریک سیوا سنگھ ہندوؤں کو مسلمان ہونے سے روکنے کی حمایت (۴) گاندھی جی ہندی پرچارنی سبھا اردو کو مٹانے اور ہندی کو قومی زبان بنانے والی (۵) اردو رسم الخط مٹانے والی جماعت (۶) گاندھی جی دیہات سدھار دیہاتیوں میں پرچار کرنے والی (۷) گاندھی جی واردھا کالج گاندھی تعلیم پھیلانے والا (۸) دوسرے مذاہب میں گاندھی ازم پھیلانے والے (۹) گاندھی گئو رکھشا سبھا (۱۰) گاندھی سیوا سنگھ جو ان سب کی دادی اماں ہے جسے لامحدود کارروائیاں کرنے کے اختیار دیئے گئے۔

کانگریسی گاندھی جی کا نظام ہٹلری

گاندھی جی نے ہندوستان کو تین حصوں میں تقسیم کیا نازیوں کی طرح ملک کے ایک حصہ کا ڈکٹیٹر مقرر کیا گیا اور ان ڈکٹیٹروں کے متعلق مختلف کام کئے گئے جن سے ایک ڈکٹیٹر سرحدی گاندھی کے سپرد علیحدہ ان سرحد کو ہندو بنانے کا کام بھی تھا۔ اور ایک کے سپرد اردو کو مٹانے کا کانگریسی و گاندھی جی کے اس ہٹلری نظام کے متعلق زیادہ پوری ... کانگریس کے صدر مجلس استقبالیہ سیٹھ گووند داس کی تقریر کا حوالہ دیتے ہوئے قائداعظم نے فرمایا سیٹھ جی نے کہا ہے، کانگریس کا اٹلی کی فاسسٹ پارٹی جرمنی کی نازی پارٹی سے تشبیہ دیتے ہوئے کہا کہ گو تمام ہندوستانی کانگریس کے ممبر نہیں لیکن وہ سب کے سب کانگریس کی پشت پر ہیں ہندوستان میں گاندھی جی کو وہی پوزیشن حاصل ہے جو ہٹلر کو جرمنی میں اور مسولینی کو اٹلی میں اور اسٹالن کو روس میں حاصل ہے

فرقہ پرست کون ہے؟

ان تمام حقائق و حالات کی روشنی میں ذرا اس الزام پر نظر ڈالئے جو یہ لوگ مسلم لیگ پر عائد کرتے ہیں کہ لیگ فرقہ پرستوں کی جماعت ہے حالانکہ یہ ہندو لیڈر ہی فرقہ پرستی کا سوال پیدا کرنے والے ہیں میں پوچھتا ہوں کہ کیا یہی نیشنلزم اور ڈیموکریسی ہے ان لوگوں کا مطلب ڈیموکریسی صرف یہ ہے کہ وہ مسلمانوں پر ہندوؤں کی راج قائم کریں۔

حضرات جس کو جمہوریت کہا جا سکتا ہے وہ ہم نے آج سے تیرہ سو برس پہلے پیش کرکے دکھائی ہماری رگ رگ میں اور نس نس میں جمہوریت کا خون دوڑ رہا ہے۔ یہ ہم ہی ہیں جس نے انسانی مساوات کا دنیا کو سبق سکھایا اور امتیاز رنگ و نسل مٹایا۔

ہم ایسی ڈیموکریسی چاہتے ہیں تمہاری ڈیموکریسی نہیں جو ہندوستان کو گاندھی آشرم بنا دینا چاہتی ہے اپنی ہندو قوم پرستی اگر آپ حاصل کر سکتے ہیں ضرور حاصل کریں لیکن جب تک ایک مسلمان بھی زندہ ہے اسے ہندو غلامی کے حوالہ نہیں کیا جا سکتا۔ اگر آپ اپنے اور ہمارے درمیان انصاف کے ساتھ ملک کی تقسیم کر لیں تو پھر ہمارے اور آپ کے درمیان اختلاف کا کوئی حصہ بھی موجود نہیں۔

مسلمان اور جنگ آزادی

ہندو لیڈروں سے بھی اور ہندو عوام سے بھی اپیل کرتا ہوں کہ آپ اس مکروہ اور غلط پروپیگنڈہ کا خاتمہ کر دیں خود ہی نہیں بلکہ تمام مسلم لیگ آزادی کی راہ میں آپ کے متحدہ ایجنٹ کی حیثیت سے جنگ کرنے کو تیار ہے مگر آپ اپنے مقاصد اور طریقہ کو تبدیل کریں جو قومیں آج بدترین دشمن ہیں وہ ہی کل دوست ہو سکتی ہیں یہ سیاست کے پیچ ہوتے ہیں عارضی صلح کا اعلان کر دو مساوی حیثیت سے سامنے آؤ اور ہمیں فیصلہ کر لیں برطانوی حکومت کی حمایت نہیں کرتا مگر یہ کہنے کا ہی تو کوئی فائدہ نہیں کہ برطانیہ

سمجھوتہ نہیں ہونے دیتی انگریز تو ہمارے اختلافات سے فائدہ اٹھاتے ہیں لیکن ہم کیوں متحد نہیں ہوتے دوسری حکومتوں سے اپیل کرنے کا کوئی فائدہ نہیں

برطانیہ کو لیگ سے محبت نہیں

کرپس تجاویز کے متعلق حوالہ دیتے ہوئے قائداعظم نے فرمایا گاندھی جی نے ہندو مسلم سمجھوتہ کا وعدہ کرنے کے باوجود تحریک نافرمانی شروع کر دی برطانیہ کہتی ہے کہ کانگریس کا مقابلہ کرنے سے ہم لیگ کا تحفظ کر رہے ہیں مگر ہم یہ یقین نہیں کر سکتے کہ واقعی جناب برطانیہ کو ہم سے اتنی شدید محبت ہے کہ وہ ہمارے لئے کانگریس کو دبا رہی ہے بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ برطانیہ ہماری ناچاقی سے فائدہ اٹھا رہی ہے

اگر ہندو مسلم سمجھوتہ ہو جائے

اگر ہندو مسلمانوں میں سمجھوتہ ہو جائے تو یقین مانئے کہ استقلال اختیارات لازمی شئے ہے لیکن جب ہم متحد ہو کر اختیارات حاصل نہیں کر سکتے تو ہمیں منقسم ہو کر اختیارات حاصل کرنے چاہئیں آؤ ہمیں ہندوستان دیدو اور خود ہندوستان کا بڑا حصہ لیلو

برطانوی پالیسی

سو برس سے برطانیہ کی پالیسی یہ رہی ہے کہ ہندو مسلمانوں میں سمجھوتہ نہیں ہو سکتا چنانچہ اس نے ہمارے اتحاد کے عدم امکان کے پیش نظر ایک پالیسی اختیار کی ہے وہ ہمیں متحد ہندوستان کا جھانسہ دیتے ہوتے ہیں کیونکہ ہم اس بارے میں کامیاب نہ ہوں گے اور ہندو ہاتھ سے فائدہ اٹھا لیا جائے گا مسٹر ایمری اور لارڈ لنلتھگو ابھی تک گاندھی کے گن گا رہے ہیں جن کی فکر یہ ہے ایک تو ہندوستان کے جغرافیائی طور پر متحد ہونے کی گڑی لایعنی مسئلے پر دریافت کیا کہ اکبر کے زمانہ میں ہندوستان متحدہ ہندوستان تھا آپ نے ہندوؤں سے اپیل کی کہ وہ حسب منت چاہیں حالات کا جائزہ لیں اور اپنے آپ کو کاٹھ کا الو نہ بنائیں۔

تقسیم ہند ہی آزادی کا راستہ ہے

ہندوستانی ہندو اور مسلمانوں کی فوری آزادی کا راستہ صرف تقسیم ہند ہے لہذا ہندوستان کی آزادی کی راہ میں صرف ہندو لیڈرشپ حائل ہے میں ہندوؤں سے کہوں گا کہ وہ اپنی پالیسی تبدیل کریں گاندھی جی کی اس پیشکش کے متعلق کہ وائسرائے مسٹر جناح کو طلب کرکے وزارت بنانے کی دعوت دیں جناح صاحب نے کہا کہ یہ تجویز پاکستان کے التواء اور ہندو راج کے قیام کی دلچسپ تجویز ہے کہا گیا ہے کہ گاندھی جی لیگ سے فیصلے کے خواہاں ہیں اگر یہ حقیقت ہے تو پھر اور گاندھی جی کی زندگی میں وہ دن سب سے زیادہ روشن ہوگا مگر وائسرائے کو خطوط لکھنے کے بجائے کیوں گاندھی جی براہ راست مجھے فیصلہ کے لئے خط نہیں لکھتے؟ انہیں کون خط لکھنے سے روک سکتا ہے؟ کہ حکومت اپنی قوت کے باوجود بھی کسی ایسے خط کو جو مجھے لکھا جائے روک سکتی ہے؟ مگر حقیقت تو یہ ہے کہ ابتک گاندھی جی کی طرف سے کسی قسم کی تبدیلی قلب کا اظہار مجھ سے نہیں کیا جاتا کہ میں کچھ کر دوں مگر جب توقع ہی نہ ہو تو ہم کیا کر سکتے ہیں۔

اختلافات نظر

سیاسی تدبیر اپنی تجاویز منظور کرانے سے زیادہ بہتر پوزیشن صلح جو ہونے کی حیثیت سے کر سکتے ہیں اگر مجھے یقین ہو جائے کہ گاندھی جی کے دل میں تبدیلی پیدا ہو گئی تو وہ مجھے مختصر خط لکھ سکتے ہیں میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ سابقہ اختلافات کو نظرانداز کرتے ہوئے مسلم لیگ سمجھوتہ میں پیچھے نہ ہٹے گی۔

بخاری شریف اُردو

(بسلسلۂ گذشتہ)

باب۔ کیا جائز ہے کہ حائضہ عورت معتکف کے کنگھی کرے۔

۱۸۶۷۔ حضرت عائشہؓ زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کہتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سر میری طرف جھکا دیتے تھے حالانکہ آپ مسجد میں معتکف ہوتے تھے پس میں بحالت حیض آپ کے کنگھی کر دیتی تھی۔

باب۔ معتکف کو چاہیئے کہ بغیر ضرورت اپنے گھر نہ جائے۔

۱۸۶۸۔ حضرت عائشہؓ زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کہتی ہیں کہ بیشک رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سر میری طرف جھکا دیتے تھے جبکہ آپ مسجد میں معتکف ہوتے تھے پس میں آپ کے کنگھی کر دیتی تھی اور جب آپ معتکف ہوتے تھے تو بغیر ضرورت کے تشریف نہ لاتے تھے۔

باب۔ معتکف کو نہانا (جائز ہے)

۱۸۶۹۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے مباشرت[۱] فرماتے تھے حالانکہ میں حائضہ ہوتی تھی اور اپنا سر آپ مسجد سے نکال دیتے تھے جب آپ معتکف ہوتے تھے اور میں آپ کا سر دھو دیتی تھی۔ حالانکہ میں حائضہ ہوتی تھی۔

باب (صرف) رات میں بھی اعتکاف کرنا درست ہے۔

۱۸۷۰۔ حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) حضرت عمرؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ میں نے زمانہ جاہلیت میں یہ نذر کی تھی کہ ایک رات کعبہ میں اعتکاف کروں گا (تو آیا اب اس نذر کو پورا کروں یا نہیں) آپ نے فرمایا تم اپنی نذر کو پورا کرو۔

باب۔ عورتوں کا اعتکاف کرنا بھی درست ہے

۱۸۷۱۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخر عشرہ میں اعتکاف کیا کرتے تھے پس میں آپ کے لئے ایک خیمہ نصب کر دیا کرتی تھی آپ صبح کی نماز پڑھ کے اس خیمہ میں چلے جاتے تھے ایک مرتبہ حضرت حفصہ نے حضرت عائشہ سے (اپنے لئے) خیمہ نصب کرنے کی اجازت طلب کی تو حضرت عائشہ نے انہیں اجازت دے دی چنانچہ انہوں نے خیمہ نصب کر لیا پھر جب اسے حضرت زینب بنت جحش نے دیکھا تو انہوں نے بھی ایک خیمہ نصب کیا جب صبح ہوئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان خیموں کو دیکھا فرمایا یہ کیا ہے آپ سے سب کیفیت بیان کی گئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم اس میں نیکی سمجھتی ہو پھر آپ نے اس مہینہ میں اعتکاف ترک کر دیا اور (اس کے بدلے) شوال میں دس دن اعتکاف کیا

باب۔ مسجد میں خیمے (نصب کرنا درست ہے)

۱۸۷۲۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اعتکاف کا ارادہ کیا پھر جب آپ اس مقام پر پہنچے جہاں آپ اعتکاف کرنے کا ارادہ رکھتے تھے تو آپ نے چند خیمے دیکھے حضرت عائشہ کا خیمہ اور حضرت حفصہ کا خیمہ اور حضرت زینب کا خیمہ تو آپ نے فرمایا تم اس میں نیکی سمجھتی ہو بعد اس کے آپ لوٹ گئے اور آپ نے اعتکاف نہ کیا اور اس کے بدلے شوال میں دس دن کا اعتکاف کیا۔

باب مسجد میں خیمے (نصب کرنا درست ہے)۔

۱۸۷۲۔ حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اعتکاف کا ارادہ کیا پھر جب آپ اس مقام پر پہنچے جہاں آپ اعتکاف کرنے کا ارادہ رکھتے تھے تو آپ نے چند خیمے دیکھے حضرت عائشہ کا خیمہ اور حضرت حفصہ کا خیمہ اور حضرت زینب کا خیمہ تو آپ نے فرمایا کہ کیا تم اس میں نیکی سمجھتی ہو بعد اس کے آپ لوٹ گئے اور آپ نے اعتکاف نہ کیا اور اس کے بدلے شوال میں دس دن اعتکاف کیا۔

باب کیا (جائز ہے کہ) معتکف اپنی ضرورتوں کے پورا کرنے کے، لئے مسجد کے دروازہ تک نکل آئے۔

۱۸۷۳۔ حضرت صفیہ زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان ہے کہ وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آپ کے اعتکاف میں آپ کی زیارت کے لئے مسجد میں آئیں رمضان کے آخر عشرہ میں اور تھوڑی دیر آپ کے پاس بیٹھ کے انہوں نے باتیں کیں بعد اس کے اٹھ کے چلنے لگیں تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پہنچانے کے لئے ان کے ساتھ اٹھے یہاں تک کہ جب وہ مسجد کے دروازہ پر حضرت ام سلمہ کے دروازہ کے پاس پہونچیں تو انصار کے دو آدمی جا رہے تھے انہوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا ان دونوں سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم دونوں ٹھہر جاؤ یہ صفیہ بنت حیی ہیں ان دونوں نے کہا کہ سبحان اللہ یا رسول اللہ (ہم کیا آپ کی طرف بدگمانی کر سکتے تھے) اور ان دونوں پر یہ بات شاق ہوئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان خون کے ساتھ ساتھ انسان کے بدن میں رہتا ہے اور مجھے خوف ہوا کہ شاید وہ تمہارے دلوں میں وسوسہ ڈالے۔

باب اعتکاف کرنا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بیسویں تاریخ کی صبح کو (اعتکاف) سے باہر آ جانا ثابت ہے۔

۱۸۷۴۔ ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن کہتے ہیں میں نے حضرت ابو سعید خدری سے پوچھا کہ کیا آپ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو لیلۃ القدر کا ذکر کرتے ہوئے سنا ہے انہوں نے کہا کہ ہاں ہم نے (ایک مرتبہ) رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ رمضان کے درمیانی عشرہ میں اعتکاف کیا حضرت ابو سعید کہتے ہیں پھر ہم بیسویں تاریخ کو نکلے تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا کہ میں نے لیلۃ القدر کو خواب میں دیکھا تھا مگر میں اسے بھول گیا لہٰذا تم اسے آخیر عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو بیشک میں نے اپنے کو دیکھا ہے کہ جس دن شب قدر ہوگی اس دن میں سجدہ کروں گا لہٰذا جس شخص نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اعتکاف کیا ہو وہ پھر اپنے معتکف میں لوٹ جائے تو لوگ مسجد کی طرف پھر لوٹ گئے اور اس وقت ہم آسمان میں ابر کا کوئی ٹکڑا بھی نہ دیکھتے تھے ابو سعید خدری کہتے ہیں یکایک ابر آیا اور وہ برسنے لگا اور نماز قائم کی گئی تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کیچڑ میں سجدہ کیا یہاں تک کہ میں نے آپ کی ناک اور آپ کی پیشانی پر مٹی لگی ہوئی دیکھی

[۱] مباشرت بمعنی بوس و کنار وغیرہ

زندہ مذہب اور اسلام
شجاعت

برادران اسلام! شجاعت ایک جوہر اعلیٰ ہے جسے اسلام نے نہایت اہمیت دی ہے مگر اسلام کے نزدیک شجاعت کا مفہوم دوسری اقوام کے مفاہیم شجاعت سے جداگانہ ہے بلکہ بالکل مغائر ہے۔ دوسری اقوام نے شجاعت کا مفہوم زیادہ سے زیادہ یہ لیا ہے کہ موت سے کسی حالت میں خوف نہ کیا جائے اور اس سعی میں جواز اور عدم جواز کی کوئی پرواہ نہ کی جائے ان کے نزدیک دشمن کے مقابلہ میں کسی اخلاق کے برتنے کی ضرورت نہیں زبان کی پابندی اور وعدہ کا پاس بھی ضروری نہیں دشمنوں کے ساتھ فریب دغا دھوکہ اور مکاری سب روا ہے انھیں انتہائی اور امکانی حد تک پامال کر دینا انتہائی ثواب اور مستحسن امر ہے جو جتنی زیادہ خونریزی کرتا ہے اتنی ہی زیادہ تعریف کا مستحق ہے دشمنوں کو قتل کرنا لوٹنا آگ لگانا مکانات کا منہدم کرنا شہروں کو غارت کر ڈالنا گھر اجاڑ کر رکھ دینا کھیتوں اور باغوں کو نذر آتش کرنا زن و فرزند کو تلوار کے گھاٹ اتارنا معابد کو ڈھانا اور انھیں کسی قابل نہ چھوڑنا جری دلیرانہ اقدام سمجھے جاتے تھے یہی ان کی شجاعت تھی اور یہی ان کی بہادری کے مظاہر تھے۔ ہنی بال بہت شجاع و بہادر تھا کہ وہ موت سے نہ ڈرا اٹلی میں سے گھسا چلا گیا اور اس کے شہروں کو غارت کیا۔

ٹیٹس بہت دلیر تھا کہ اس نے بیت المقدس میں قتل عام کیا خسرو پرویز کی جلادت مشہور ہے کہ وہ ایک بے پناہ لشکر لیکر آگ لگاتا اور دھوئیں اٹھاتا ہوا بڑھا اور قسطنطنیہ پر چڑھائی کر کے پیغام صلح کے جواب میں کہلا بھیجا کہ میں تو اس وقت قیصر پر رحم کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں جب تک وہ اپنے مصلوب خدا کو چھوڑ کر آفتاب کو سجدہ نہ کرے آخر سونے اور چاندی اور بے شمار اموال کے علاوہ بیرمعاوضہ کرکے واپس ہوا کہ وہ اور اشیا کے علاوہ ہزار ماہ پیکر لڑکیاں بھی سالانہ اسے خراج کے طور پر دیا کرے۔ رچرڈ بھی شیر دل تھے جس کا صلیبی لشکر جس طرف سے گذرا انسانوں پر حشر برپا کرتا ہوا گذرا۔

عزیزان ملت! شیواجی کی جرات و جلادت پر پوری ہندو قوم کو ناز ہے اسلئے کہ اس نے مسلمانوں کو لوٹنے اور غارت کرنے میں امکان بھر کوشش کی افضل خاں پر دھوکہ سے اچانک حملہ کیا شہروں کو لوٹ لیا حاجیوں کے قافلے تک پر ہاتھ صاف کرتا رہا۔ بندہ بیراگی کی دلیری کی گھر گھر تعریف ہے کہ وہ جدھر سے گذرتا اور نکلتا مسلمانوں کا صفایا کر دیتا سرہند کو محصور کرکے اعلان کیا کہ جو لوگ جامع مسجد میں جمع ہو جائینگے امان پائینگے اس کے بعد وہ کہ سے بھری مسجد میں آگ لگا دی حاملہ عورتوں کے پیٹ چاک کرکے بچے نکلوا دیئے قتل عام کئے قبریں تک اکھڑوا کر لاشیں نکلوائیں۔ فرڈی نینڈ کی شجاعت شہرہ آفاق ہے کہ اس نے اسپین سے مسلمانوں کا نام و نشان مٹا دیا نہ مسجدیں باقی رکھیں اور نہ خانقاہیں مسلمانوں کو بجبر داخل عیسائیت کیا لاکھوں زندہ جلائے اور قتل کئے اور کسی عہد و معاہدہ کا پاس نہ کیا۔

یہ لوگ مجبور تھے کہ ان کے مذاہب کی تعلیم اور ان کے پیشواؤں کی تلقین اور تاکید ہی یہ تھی کہ دشمنوں پر کوئی رحم نہ کیا جائے ان کی ہر چیز تباہ کر دی جائے ان سے کئے ہوئے وعدوں کا لحاظ نہ کیا جائے انھیں زندگی کا حق نہ دیا جائے۔

انہوں نے جو کچھ کیا اپنے نزدیک ثواب سمجھکر کیا آج بھی یہی ہو رہا ہے بڑا بہادر وہی ہے جو مخلوق خدا پر سب سے زیادہ تباہی لائے۔ جاپانیوں کی بہادری کی تعریف ہے کہ وہ ہوائی جہازوں سے بم ہاتھ میں لئے ہوئے گرتے ہیں اور خود اپنی جان دیکر ہزاروں کی تباہی کا باعث بنتے ہیں بم لیکر تیرتے ہوئے جہاز کے نیچے پہنچتے ہیں بم مارتے ہیں جہاز کو تباہ کرتے ہیں اور خود بھی معدوم ہو جاتے ہیں۔ جرمن بڑے بہادر ہیں کہ لندن جیسے انسانوں سے بھرے پرے شہر پر ہٹ جھپٹ کر بم برساتے ہیں اور ہزاروں بے گناہوں کو فنا کے گھاٹ اتار دیتے ہیں بڑا ناز ہے کہ یورپ فتح کر لیا یہ کوئی نہیں کہتا کہ یورپ کو کھنڈر بنا دیا غارت کر دیا بنجر بنا دیا نہ گرجا باقی رکھا نہ اسکول خون انسانی کے دریا بہا دیئے اور ایک قیامت صغرا برپا کر دی رات کے سناٹے میں آئے گولے برسائے اور ہزاروں خون کرکے چلدیئے ایسی اور اس قسم کی دلیریاں جو انسانیت کے لئے صد ہزار لعنت ہوں اور جن سے کائنات انسان کو فائدہ کے بجائے تباہی سے دو چار ہونا پڑے یہ دلیریاں نہیں ڈکیتیاں ہیں بزدلی ہے غیر معلوم مدت سے یہی ہوتا چلا آیا ہے بنی اسرائیل کے جہادوں اور جنگوں میں کلہاڑیوں سے پھڑوانا آروں سے چروانا شکنجوں میں کسوانا حاملہ عورتوں کے پیٹ چاک کرانا عام تھا اور وہ واقعات تھے عیسائی جہادوں میں آتشزنی لوٹ عصمت دری قتل عام اکھاڑی ہوئی لاشوں کے کباب لگانا اور انھیں چٹ کر جانا اور راہ کی ہر چیز کو جلا ڈالنا اور کسی پر رحم نہ کرنا معمولی بات تھی یہی کھیل ہندو سکھ اور بدھ اپنی جنگوں اور جہادوں میں کھیلتے رہے ان سے دنیا کو تباہی اور بربادی کے سوا اور کچھ حاصل نہ ہوا

برادران ملت! اب اسلامی جنگوں کو دیکھئے کہ یہ بربنائے تعصب ملک گیری اور دشمنوں کی نقصان رسانی کے لئے کبھی نہ لڑی گئیں ان کا مقصد ہمیشہ حتی لا تکون فتنۃ رہا یعنی یہ رہا کہ شر و فتن کا استیصال ہو جائے اور مخلوق خدا راحت اور آرام کی نیند سوئے اسلام نے پہلے روز ذہن نشین کر دیا تھا کہ اسلام کا رب رب العالمین ہے وہ صرف مسلمانوں ہی کی پرورش کرنے والا نہیں ہر قوم کو پالنے والا ہے ہر قوم کا خالق ہے تمام مخلوق اس کی پیدا کی ہوئی ہے وہ سب کی سنتا ہے سب کو رزق دیتا ہے اسلام کے نزدیک مسلمان ہی نہیں تمام مخلوق عیال اللہ کا درجہ رکھتی ہے وہ رؤف بالعباد بندوں کی تکلیف دیکھکر بے چین ہو جاتا ہے ہر انسان سے اس کے والدین کی بہ نسبت ستر گنا زیادہ محبت ہے اور سب سے اچھا انسان وہی ہے جو اس کی مخلوق سے سب سے زیادہ محبت رکھتا ہے اور مسلمان اور سچا مسلمان وہی ہے جو دوسروں کے لئے بھی وہی پسند کرتا ہے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے جو زمین والوں پر رحم کرتا ہے آسمان والا اس پر رحم روا رکھتا ہے۔

حاجت روائی مخلوق سب سے افضل عبادت اور سب سے بڑا ثواب ہے کسی کو مسلمان کو فائدہ پہنچانا تو ایک طرف کسی کو محض خوش کر دینا یا اس کا پیٹ بھر دینا بھی سب سے بڑا ثواب ہے حکومت اصل میں خدا ہی کی حکومت ہے بادشاہ حقیقی وہی ہے ہر ملک اسی کا ہے جسے چاہتا ہے دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے زمینی بادشاہ محض اس کے نائب کی حیثیت رکھتے ہیں جو اپنی طرف سے قانون بنانے کا کوئی مجاز نہیں رکھتے اس کے قانون پر عمل کرانے اور اس پر بندوں کو چلانے کے لئے ہیں دلآزاری اور ظلم بہت بڑے اور خوفناک گناہ ہیں جس قوم کو

یہ تعلیم دی گئی ہو وہ کب کسی قوم کو ستانے اور اس کے بندوں پر ظلم کرنے کی خوگر ہو سکتی ہے ہر سچے مسلمان کے پیش نظر خدا کی خوشنودی اور رضا ہوتی ہے اور یہ اس کی منشا پر چلے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی اور مذاہب کی جو تعلیم تھی اس کے حاملین نے اس کے مطابق کیا ان کے یہاں دشمنوں کی پامالی اور اقوام غیر کی بربادی ثواب کے لئے ایسا کیا مسلمانوں کے یہاں یہ عذاب و گناہ تھا اس سے محترز رہے مسلمانوں کو یہ بھی بتا دیا گیا تھا اور صاف ہدایت کر دی گئی تھی کہ وہ بلا وجہ جنگ نہ کریں کسی پر ظلم و زیادتی نہ کریں سرسبز کھیتیاں نہ جلائیں باغات نہ کاٹیں لڑنے والوں کے سوا غیر لڑنے والوں سے نہ بولیں عورتوں بچوں اور بوڑھوں اور نہ ہی خدمتگاروں پر ہاتھ نہ اٹھائیں عبادت خانوں کو منہدم نہ کریں آگ نہ لگائیں قتل عام نہ کریں اگر دشمن صلح پر آمادہ ہو تو فوراً صلح کر لیں ان سے جو عہد کیا جائے اسے پورا کریں اور ہر حالت میں ایسا کریں اس لئے وہ ایسا کرنے پر مجبور تھے۔

انہیں ایک دستور حیات دستور العمل اور دستور اخلاق قرآن کی صورت میں دیکر یہ وعدہ فرما دیا گیا تھا کہ اس پر کاربند ہو گے تو دنیا میں تمہاری ہی آقائی رہے گی ولا تھنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مومنین فرما دیا تھا مجھی سے ڈرو اور کسی سے نہ ڈرو گویا مسلمانوں کی شجاعت اور اقوام کے خلاف یہ تھی کہ وہ خدا اور صرف خدا کے سوا اور کسی سے نہ ڈرتے تھے موت ان کے نزدیک ایک راحت تھی فوز مرام تھی پل تھا جس سے گزر کر وہ آقائے حقیقی کے حضور میں پہنچنے کی سعادت حاصل کر لیتے تھے وہ سمجھتے تھے کہ جنت الفردوس زیر سایہ شمشیر ہے تلواروں کے سایہ ہی میں جنت ملتی ہے وہ خدا کے تمام احکام و اوامر کا پاس رکھتے تھے بالفاظ دیگر ان کی شجاعت کا راز خدا کی فرمانبرداری میں مضمر تھا اور اس سے مخلوق خدا کو سراسر فائدہ پہنچتا تھا وہ کمزوروں پر نہ کبھی ہاتھ اٹھاتے تھے اور نہ کسی پر ظلم کرتے تھے ان کی تلوار جب کبھی اٹھتی تھی مظلوم کی حمایت اور انصاف کی خاطر اٹھتی تھی۔

عزیزو! حضور نبی کریم سے زیادہ شجاع کون ہوا ہے اور ہو سکتا ہے عرب کے شجاعوں میں کوئی مدمقابل لڑتا تنہا کھڑے ہو کر عرب جیسے ملک میں ایک عظیم الشان سلطنت کی بنائیں استوار کیں کم و بیش بہت سی لڑائیاں بھی لڑیں مگر اس خوبی سے کہ کسی طرف زیادہ نقصان نہ ہونے دیا اور صرف تقریباً ایک ہزار نفوس کی قربانی سے عرب کو گہوارہ راحت بنا دیا۔ حضرت صدیق اکبر سے زیادہ جری ان کے بعد اور کون ہوگا جنہوں نے نہ صرف یہ کہ ایک قلیل ترین لشکر سے نہ صرف یہ کہ عرب کو دوبارہ فتح کر کے مرتدین اور باغیوں کو قتل کرنے کے بجائے دوسری طرف مشغول کر کے اس عہد کی دو متمدن اور زبردست سلطنتوں سے ٹکرا گئے ایران اور شام تک لشکر گئے مگر اس طرح گئے کہ کسی کھیتی کسی باغ اور کسی شہر میں آگ لگی اور نہ کسی کو کوئی ذرہ برابر نقصان پہنچا کیونکہ وہ دیکھ چکے تھے کہ حضور نبی کریم نے دشمنوں سے لبریز شہر مکہ کو اس طرح فتح کیا کہ نہ وہاں خون کا ایک قطرہ گرا اور نہ کسی دشمن تشنہ خون سے اس کے گزشتہ اعمال کے متعلق کوئی بازپرس کی اور حنین میں آن کی آن میں چھ ہزار قیدی چھوڑ دیئے۔

شجاع تھے حضرت خالد بن ولید اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ دلیر تھے صحابہ کرام جو تنہا بست بست گنی افواج سے متصادم ہو گئے اور شہروں نہیں سلطنتیں

کے تختے الٹ دیئے لیکن عرب میں شام میں عراق میں ایران میں مصر میں افریقہ میں نہ کہیں قتل عام کیا اور نہ کہیں آگ لگائی فتح کے بعد غیر قوموں کو رہنا تو ایک طرف ان سے وہ سلوک روا رکھا کہ وہ انہوں کا دور بھول گئے اور اپنے گن گانے لگے صحابہ اور تابعین کے ایفائے عہد اور پختگی زبان کا یہ عالم رہا جو زبان سے نکل گیا وہ کیا جس میں خطرہ بڑھا چھوڑنے لگے تو آج کی طرح سب کچھ تباہ کر کے اسے نہ چھوڑا بلکہ باشندوں سے وصول کئے ہوئے لاکھوں روپے بھی واپس کر دیئے اور کہا کہ یہ ٹیکس تو حفاظت کے وعدہ پر لیا تھا جب تمہاری حفاظت نہیں کر سکتے تو ہمیں اس کا بھی حق حاصل نہیں۔ موسیٰ طارق اور محمد بن قاسم عرب سے ہزار ہا کوس کٹھن حملے طے کر کے ایک طرف اسپین اور دوسری طرف ہندوستان پہنچے لاکھوں سے مقابلے ہوئے پوری تاریخ میں ایک مثال نہیں ملتی کہ ان غیر ملکوں اور غیر قوموں میں انہوں نے کوئی غیر شریفانہ قدم اٹھایا ہو کہیں آگ لگائی ہو کہیں قتل عام کیا ہو کسی سے کوئی وعدہ کر کے پورا نہ کیا ہو۔

شجاع تھا سلطان صلاح الدین! صلیبیوں نے کیا کچھ قیامتیں برپا نہ کی تھیں تنہا بیت المقدس ہی میں ستر ہزار مسلمانوں کا خون بہایا تھا ہر طرف قتل و غارت سے عام تباہیاں برپا کر رکھی تھیں سب کچھ کیا تھا انتقام لینا چاہتا تو کسی ایک عیسائی کو بھی زندہ نہ چھوڑتا مگر اس نے خون کا ایک قطرہ بھی نہ بہایا کیوں؟ محض اسلئے کہ اس کے نزدیک عیسائی بھی خدا ہی کے بندے تھے بہادری یہ نہیں کہ اسپین اور سسلی سے مسلمانوں کا نام و نشان مٹا دیا ہندوستان بدھوں سے بالکل خالی کرا لیا گیا بہادری یہ تھی کہ مشرقی یورپ پر پانچ برس اور ہندوستان پر آٹھ سو برس حکومت کی گر وہاں آج تک مسلمانوں کی اکثریت قائم نہ ہو سکی۔

بھائیو! جب تمہارے اندر اسلام کی وہ شان رہی اور تم میں پابندی اسلام کا وہ جوش ہے پھر بتاؤ تو کہ تمہیں اپنی شجاعت اور بہادری پر غرہ کیوں ہے کہا تم چار ہاتھ اور چار پاؤں کے مالک ہو تم نے یہ کیوں سمجھ لیا ہے کہ تم کو کوئی ہندوستان سے نہیں نکال سکتا کوئی تمہیں شکست نہیں دے سکتا مٹا نہیں سکتا آخر انسان کی حیثیت سے تم میں اور ان ہندوؤں میں کیا فرق ہے یا تمہارے اندر انسانیت سے زیادہ کوئی قوت موجود ہے بھولجاؤ اپنی عہد ترقی کی داستانیں۔ مانا کہ تم نے دنیا پر حکمرانی کی مگر اس سے کیا ہوتا ہے تم اسپین میں گئے تو چھ ہزار چھ لاکھ پر بھاری تھے یہ تو تمہیں یاد رہ گیا مگر یہ بھول گئے کہ جب اسپین سے نکلے ہو تو تیس لاکھ تھے اور پہلے کی بہ نسبت یہ پانچ ہزار گنی تعداد بھی عیسائیوں کا کچھ نہ بنا سکی۔

وہاں شکستیں ہی کھائیں ذلیل ہی ہوتے ہندوستان میں بھی گئے تو چھ ہزار ہی تھے لاکھوں کروڑوں پر حاوی ہو گئے یہ تمہیں یاد ہے اور اس پر ناز بھی ہے مگر اسے کیوں بھول جاتے ہو کہ چند ہزار انگریزوں نے بہت سے تمہارے حکمرانوں کو ختم کر دیا شجاع الدولہ کو جھکایا ٹیپو کو شہید کیا بنگال کو نگلا اور مغل شاہ کو قید کر لیا اور تم کروڑوں ہو کر بھی کچھ نہ کر سکے یہ بھی بھول گئے کہ نیم مرہٹہ سردار لوگوجی بھونسلے اور سیاجی بڑے دہلی اور آگرہ پر خان کو بھگا کر لیا وہ آگرہ چھینا اور مرکز کے خلفشار سے مجبور بھی ہوئے تو شجاع الدولہ اور حافظ رحمت خاں

زندہ تمدن اور عورت

حق وراثت

اسمبلی میں جدید مسودۂ قانون

آجکل مرکزی اسمبلی میں ہندو عورتوں کے حقوق وراثت کے متعلق ایک مسودۂ قانون درپیش ہے اس پر شد و مد کے ساتھ بحث ہورہی ہے قدامت پسند ہندو ان کی مخالفت میں آواز بلند کررہے ہیں لیکن ان کی آواز اتنی مدہم ہے کہ وہ کسی مرحلہ پر بھی کارگر نہیں ہوتی اور جو ترمیم بھی ان کی طرف سے کیجاتی ہے وہ مسترد ہوکر رہجاتی ہے عام ہندوؤں میں اس کے متعلق بہت جوش ہے اور بڑی شد و مد کے ساتھ اس کی تائید کی جارہی ہے یقین ہے کہ یہ بل جلد قانون کی شکل اختیار کریگا ہمیں اس کی تفاصیل سے یہاں غرض نہیں بتانا یہ ہے کہ کس طرح دوسری قومیں اس ترقی تمدن و تہذیب کے زمانہ میں اپنے مذہب کے متعلق خامیاں محسوس کررہے ہیں اور کس طرح انھیں قانون کی شرن لینے پر مجبور ہونا پڑتا ہے اس مسودۂ قانون کا پیش ہونا ہی اس امر کی دلیل ہے کہ ہندو مذہب مکمل نہیں ہے۔

جو زمانہ کا ساتھ نہیں دے سکتا اس میں ضروریات کا لحاظ نہیں۔ کہا گیا اور اسے انسان کے فطری مقتضیات سے کوئی تعلق نہیں انسان عورت مرد ہی پر منفرع ہے مرد بھی انسان ہے اور جس طرح وہ ایک انسان ہونے کی حیثیت سے اپنی ضروریات بھی رکھتا ہے اور حقوق کا بھی حامل ہے اسی طرح عورت بھی انسان ہے اور اس امر کی حقدار ہے کہ وہ بھی حقوق انسانی سے بہرہ اندوز ہو اسلام نے اس کا لحاظ کیا اور دوسرے مذاہب کی نگاہ اس نکتہ تک نہ پہنچ سکی

سلسلہ نسل کے جاری اور قائم رکھنے کے لئے جس طرح حیوانات و نباتات نر و مادہ کا وجود پایا جاتا ہے اسی طرح انسانوں میں بھی اس کی ضرورت تھی پرندوں اور حیوانوں کی ضروریات تو بلا تعب پوری ہونے کا انتظام قدرت کی طرف سے کردیا گیا ہے مگر انسان چونکہ اشرف المخلوقات ہے اس لئے اسے اپنی ضروریات کی تکمیل کے لئے محنت و تعب ناگزیر ہے اور اس کے ناگزیر ہونے ہی کی بنا پر یہ رونق کار اور ہنگامۂ عمل رونما ہے اگر انسان کی ضروریات بھی جانوروں کی طرح بے تعب پوری ہوجاتیں اور جانوروں کی طرح انہیں پوشش و مکان اور علاج و تداوی کی ضرورت نہ ہوتی رزق بھی اسی طرح مل جاتا تو دنیا سونی ہوتی اور تمدن کبھی اتنی ترقی نہ کرتا۔ انسان بھی غاروں میں پڑا غاروں میں پڑا سوتا رہتا۔

جنسی تفریق اور اسلام

مرد اپنے نشۂ اقتدار میں اس کا تو احساس نہ کرسکا کہ عورت کا نسبتاً کمزور ہونا اور نرم و نازک اعضاء رکھنا ایک بہت بڑی حکمت ربانی پر منحصر ہے دن کے بعد رات اور رات کے بعد دن خوشگوار محسوس ہوتا ہے تضاد و تباین آنکھوں کو بھی لطف انگیز معلوم ہوتا ہے اور دونوں کے سرور کا بھی باعث بنتا ہے سب امیر ہی ہوتے تو اس کی قدر باقی نہ رہتی افلاس نے اس کی قدر بڑھادی سب تندرست ہی نظر آتے تو صحت کی قدر کون کرتا مرد کے ذمہ چونکہ مشقت کے کام تھے دن بھر سختیوں سے کام رہتا تھا اور اس سے دل اکتا جاتا تھا ضرورت تھی کہ وہ دن بھر تھک کر باہر سے گھر میں آئے تو اسے نرم و نازک چیزوں سے واسطہ پڑے کہ اس کی فرحت اور دلچسپی میں اضافہ کا باعث ہو گھر میں داخل ہوتا ہے تو رفیق حیات نرم و نازک بستر نرم و نازک اس سے اسے قدرتاً فرحت ہوتی ہے اسی طرح جس طرح ایک بنجر یا پتھریلی زمین طے کرنے کے بعد کسی کو سبزہ زار میں پہنچکر فرحت ہوتی ہے یا دریا کی روانی اسے محظوظ کرتی ہے۔

یکسانیت اور یکرنگی میں کوئی لطف نہیں رہتا بابر کو ہندوستان اسلئے پسند نہیں آیا تھا کہ یہاں میدان ہی میدان تھے اور نشیب و فراز ارضی کے افغانستانی اور ترکستانی مناظر دکھائی نہ دیتے تھے یہاں کوئی تنوع نہ تھا یہی صورت عورت کے لئے ہے وہ گھر کے لئے بنائی گئی ہے خود نازک بچے نازک اسباب و بستر نازک خدمات نازک کھانا پکانا گھر صاف کرنا خانگی انتظام میں مصروف رہنا سنگار کرنا اسے اپنے رفیق حیات کی سختی اور اس کے اعضاء و جوارح کی کرختگی آواز کی کڑک اور بہادری تضاد کی بنا پر مرغوب ہے اور یہ چیزیں رفاقت دائمی کے بندھن کی مضبوطی کے لئے ضروری ہیں اور رسم ان سے کسی کی عظمت متصور نہیں جس کے لئے جو چیز ضروری تھی ودیعت کی گئی مرد سخت تھا سخت کام اسے سپرد کئے گئے عورت نرم تھی نرم کام سپرد ہوئے۔

جداگانہ جنسی فرائض کی تقسیم

اگر بالعموم عورت پہاڑ نہیں کھود سکتی تلوار و تفنگ کے کھیل نہیں کھیل سکتی بڑے بڑے دماغی جسمانی کام انجام نہیں دیسکتی تو یہ اس کی فروتری پر دلیل نہیں لائی جاسکتی کہ اس کے سپرد بھی جو کام ہیں وہ اپنی نزاکتوں اور نزاکتوں کے باوجود ایسے ہیں کہ مرد کی قوت سے باہر ہیں مرد قیامت تک بھی یہ نہیں کرسکتا کہ وہ رات رات بھر بچے کو لئے کھڑا رہے آپ گیلے میں لیٹ کر اسے سوکھے میں سلائے انہیں پالے پیٹ میں رکھے جنے ان پر ہر وقت نگاہ رکھے گھر کا کاروبار حسن و خوبی سے انجام دے دونوں کی خدمات اپنی اپنی جگہ ضروری ہیں کون کہہ سکتا ہے کہ ڈاکٹری اور انجنیری میں کونسا پیشہ بہتر ہے اور کون زیادہ معزز ہے اپنی اپنی جگہ دونوں ضروری ہیں ضرور مرد میں زور اور عقل زیادہ ہے مگر اسی لئے کہ اس میں ان کا ہونا ضروری تھا نہ وہ گھر سے باہر کی دنیا میں کامیاب نہ ہوسکتا اس کے خلاف عورت کو لبنا ان کی زیادہ ضرورت نہ تھی اسلام نے انہیں فطری خصوصیات کے باعث دونوں کو بہت سے امور میں یکساں مکلف بنایا جزوی و رعایتی استثنار کے ساتھ روزہ نماز حج زکوٰۃ سب دونوں پر یکساں فرض کئے جہاد سخت کام تھا فرض نہ کیا حج میں بھی دشواری کی رعایت روا رکھی جان و مال ناموس کے حقوق میں دونوں کو برابر کیا کہ آخر دونوں انسان ہی تھے۔

تمام اوامر قرآنی دونوں کے لئے واجب التعمیل قرار دیئے گئے یہی اس سے پہلے کسی قوم اور مذہب نے نہ کیا تھا کسی کے یہاں عورت کے لئے عبادت ضروری نہ تھی کرلے تو ثواب ہے اور نہ کرے تو ضروری نہیں اسلام نے عبادت کو فرض قرار دیا کہا جائے کہ مرد کو عورتوں پر فوقیت تو دی گئی قوام تو بنایا گیا سرداری کا شرف تو ملا لیکن یہ کوئی تحقیری صورت نہیں انتظامی صورت ہے خود مردوں کے مابین حاکم و محکوم کا ایک سلسلہ لامتناہی قائم ہے ہر سینہ میں یہی صورت نظر آتی ہے گھر عورتوں لڑکوں لڑکیوں بچوں اور ملازموں پر مشتمل ہوتا ہے اب سرداری دیجاتی تو کسے دیجاتی گھر کے معاملات کا تعلق باہر سے بھی ہوتا ہے

اول تو عورت گویا ہر کے معاملات سے تعلق نہیں ہوتا اور ہو بھی تو بردگیان عفت انہیں سمجھ نہیں سکتیں پھر سرداری کے لئے زور و زر اور عقل کو بھی دیکھا جاتا ہے خدمات بھی پیش نظر رکھنی پڑتی ہیں سب سے زیادہ خدمات مرد کی تھیں اور عقلاً وہی سرداری کا اہل ہو سکتا تھا اس لئے کہ سرداری اسی کو تفویض کی گئی اگر معاملہ ویسے ہی چھوڑ دیا جاتا ہے تو انتظام درہم برہم ہو جاتا۔

آجکل مذہب کی گرفت ڈھیلی ہو جانے سے ہر جگہ یہی صورت نمایاں ہے عورت اپنی چلانا چاہتی ہے کشمکش ہوتی ہے نا اتفاقیاں ہونے سے نظام بگڑتا ہے گھر بھی ایک چھوٹی سی سلطنت ہے حکم تو ایک ہی کا چل سکتا ہے سردار تو ہر صیغہ اور ہر ادارہ میں ایک ہی ہوتا ہے جہاں دو برابر اختیار کے سردار ہو گئے وہاں ضرور فساد مچے گا ساتھ ہی مرد کو عورتوں کے ساتھ بہترین سلوک روا رکھنے کا بھی تو حکم ہے عیسائیوں اور ہندوؤں کی طرح وہ مجبور محض ہی نہیں ناگوار صورت میں وہ خلع بھی لے سکتی ہے پھر اگر ایک طرف بیوی بنکر وہ صرف ایک مرد کی محکوم ہے تو دوسری طرف ماں بنکر متعدد مردوں پر وہ حکومت بھی کرتی ہے اور اس کے حکم سے یہ مرد کسی وقت بھی اپنی عاقبت خراب کئے بغیر باہر نہیں ہو سکتے

حقوق کی بہتری تعین

یہ حکمت مرد کی قوامیت و سرداری سے صد ہزار درجہ محکم و بے پناہ ہے یہی کہا جاتا ہے کہ اسلام نے وراثت کا حق تو دیا مگر مرد کی بہ نسبت کم یعنی نصف رکھا لیکن اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو یہ بھی عین حکمت ہے مرد کے ذمہ گھر کے تمام مصارف کا بار ہوتا ہے اہل و عیال کے نفقہ کا وہی ذمہ دار ہوتا ہے اس لئے اسے زیادہ کی ضرورت تھی اور اس کا لحاظ ضروری تھا پھر عورت نصف حصہ باپ سے لیتی ہے تو بہر کی بھی حقدار ہے اور برہے شوہر دو حصے اپنے گھر سے لیکر آیا ایک حصہ بیوی کا دوسری طرف بھی یہی صورت ہے گھر برابر ہو جاتا ہے۔

اسلام نے سب سے پہلی مرتبہ دنیا میں عورت کا حصہ قائم کیا اور میراث میں اُسے حصہ دار ٹھیرایا۔ عرب میں ہی ان کا کوئی حصہ نہ تھا وہ کہا کرتے تھے میراث میں اسی کا حق ہے جو تلوار چلاتا ہے عیسائی تو عورت میں روح کے قائل ہی نہ تھے ہندوؤں میں عورت کو باپ کی میراث سے خاک نہیں ملتا شوہر کی جائداد میں بھی صرف حین حیات حق ہے پھر پھر بھی نہیں خلع ہی نہیں بچپن میں والدین کی جوانی میں شوہر کی اور بڑھاپے میں اولاد کی محکوم رہنے پر مجبور رہے۔ اسلام میراث میں تمام بیٹیوں کا حصہ قرار دیتا ہے پھر اسلام میں باپ ہی سے نہیں شوہر سے اور اولاد سے بھی حصہ ملتا ہے نصف باپ سے لیا آٹھواں حصہ شوہر سے پایا چھٹے حصہ کی مالک اولاد کی میراث سے بھی ٹھیری پھر اس کے علاوہ مہر۔

عیسائیوں میں بھی عورت کا کوئی مذہبی مالی حق نہیں انھیں انسانی قانون سے کام لینا پڑ رہا ہے ہندو عورتوں میں مسلمانوں کی مثال نے بے چینی پیدا کی مذکورۂ بالا مسودۂ قانون پیش ہوا اس مسودہ قانون کا قانون بننا نا ممکن نہیں بلکہ پیش ہونا ہی اس امر کا مظہر ہے کہ ہندو دھرم زمانہ کا ساتھ نہیں دے سکتا اور یہ دھرم اگر آسمانی دھرم بھی تھا تو وقتی اور ہنگامی نوعیت کے ساتھ تھا قیامت تک رہنے والا مذہب وہی ہے جو قیامت تک پیدا ہونے والی ہر انسانی ضرورت کی تکمیل کا سامان اپنے پاس رکھتا ہو۔

دیکھ لیجئے کہ ہندو سکھوں یہودیوں اور عیسائیوں کو اپنی ضروریات اور اپنی اصلاح کے لئے آئے دن نئے نئے قوانین مرتب و وضع کرانے کی ضرورتیں پیدا ہوتی رہتی ہیں اور ان پر ان کے مذہب کی عدم کاملیت کا راز ظاہر ہوتا چلا جا رہا ہے۔ بحمد اللہ مسلمانوں کا مذہب ہر اعتبار سے کامل ہے انہیں نہ کبھی ایسی ضرورت داعی ہوئی اور نہ انشاء اللہ تعالیٰ قیامت تک ہوگی مسلمانوں کو کبھی کسی سے کچھ لینے کی ضرورت نہیں ہوئی اور اسلام کے قانون پر چلنے کے لئے سب مجبور ہیں۔

(بقیہ سلسلہ صفحہ ۸) ایک کرور لیکر بھی اور دولاکھ رد بہلہ افغان بھی ان مرہٹوں کا کچھ نہ بنا سکے اور نہ شجاع الدولہ کا اسلامی لشکر کچھ کر سکا۔ ہندو بیراگی پنجاب میں کھڑا ہوا ہے تو لاکھوں مسلمان بڑی بربادیوں کے بعد بمشکل اسے گرفتار کر سکے

عزیزان گرامی! انسانی حیثیت سے سب برابر ہیں عہد اقبال اور جوانی میں بالعموم ہر قوم کی یہی حالت ہوتی ہے سب کی ہوئی اور تم پر بھی یہی دور گزرا البتہ تم میں ایک امتیاز تھا کہ تم مسلمان تھے اور مسلمان موت کو شہادت سمجھتے تھے خدا سے ڈرتے تھے اشداء علی الکفار رحماء بینہم تمہاری شان تھی تم میں غضب کا اتفاق تھا۔

قرآن پر عامل تھے خدا کے حکم پر چلتے تھے اسلئے کوئی تمہارے مقابلہ پر نہ ٹھیر سکتا تم خدا سے ڈرتے تھے اسلئے سب پر تمہاری دہشت قائم تھی تلواروں کی جھنکاروں میں اور گولیوں کی بوچھاڑوں میں بھی نماز نہ چھوڑتے تھے خدائی مدد تمہارے ساتھ ہی شتاب ہوتے تھے اب اسلام کا رنگ تم میں باقی نہیں رہا اتفاق تمہارے اندر نہیں، مساوات تم چھوڑ بیٹھے نماز کے پابند تم نہ رہے اخلاق تمہارے بگڑے معاملات میں تم سچے نہیں رہے قرآن کی تلاوت تم نے چھوڑی تجارت سے تم دستبردار ہوئے اسراف و تبذیر کے تم خوگر بنے جسمانی ورزشوں کے تم عادی نہ رہے۔ تمہارے اندر نہ جوش اسلام ہے اور نہ وہ آن بان ہے خدا سے تم نہیں ڈرتے اتفاق تمہارے اندر نہیں شیرازہ تمہارا پراگندہ ہے تنظیم تمہارے اندر نہیں شیرازہ تمہارا پراگندہ ہے تنظیم تمہارے اندر نہیں تجارت تم نے ترک کی تو سوچو کہ تم ہندو اور سکھ جیسی زندہ و منظم قوموں کے خلاف کیونکر کھڑے ہو سکتے ہو۔

جانتے ہو کہ عرب فطری طور پر بہادر تھے مگر ایک عجمی دس عربوں کو بھگا دیتا تھا اسلام لانے کے بعد معاملہ برعکس ہو گیا ایک ایک عرب دس دس عجمیوں کو آگے رکھ لیتا تھا۔

اگر تم چاہتے ہو کہ اسلام اور اسلاف کی شجاعت تمہارے اندر قائم رہے تو اسلاف کے اخلاق و عادات بھی اپنے اندر پیدا کرو انہی کی طرح اسلام کے پابند بنو تو تمہارے اندر بھی وہی شان بے ہمتائی پیدا ہو جائے گی ورنہ تم لازماً اپنی غفلت کا نتیجہ دیکھ کر رہو گے یہ غرہ کوئی کام نہ دیگا خدا کے لئے سنبھلو اور فرصت کو غنیمت سمجھو۔

زندہ قوم ہندو اور اُنکی قوتِ عمل

زندگی اور اسکے آئین

ہندو بھائیوں سے ہمیں کتنے ہی اختلافات ہوں اور بعض امور میں ہمیں ان کیساتھ کتنی ہی مخالفت پیدا ہو لیکن پھر وہ ایک زندہ قوم ہیں وہ صدیوں کی نیند کے بعد بیدار ہوئے ہیں خواب نوشیں سے چوکے ہیں بستر غفلت سے اٹھے ہیں مگر اس شان کے ساتھ اٹھے ہیں کہ منہ سے بیاختہ آفرین نکلتی ہے ان کا اٹھان فی الحقیقت ایسا اٹھان ہے کہ اگر اس وقت مسلمان بیدار نہ ہو گئے اور انہوں نے اپنی اجتماعی قوت اور پورے ملی اتفاق سے کام نہ لیا تو وہ تو وہ ان کی عافیت اور ان کی ہستی اس ملک کے اندر ایسے خطرات و حوادث کے تھپیڑوں سے بچ ہی گئی تو ان کی ترقی اور پیشرفت تو ضرور رک جائیگی اور محکومی و غلامی ہنود کا داغ ان کی جبین پر ان کے آفتاب اقبال کی روشنی میں چمک اُٹھیگا۔

دنیا میں سب سے مقدم اور سب سے اہم و اولیں اور ابتدائی چیز قوت عمل ہے اور وہ ان میں بدرجہ اتم پیدا ہو چکی ہے ہر ہندو زن و فرزند ان کے اندر پیکر عمل بنا ہوا ہے اور یہ روح ان کے جسم قومی میں اس شدت و سرعت کے ساتھ پھیلی ہوئی ہے کہ دور دست اور دور افتادہ دیہات و قریات میں بھی اس کے بصیرت افروز نظاہر نمایاں ہیں سب کو آگے بڑھنے اور ترقی کرنے کی دھن ہے سب اپنی اپنی جگہ کما رہے ہیں روپیہ پیدا کر رہے ہیں پس انداز کر رہے ہیں قومی دولت بڑھا رہے ہیں گھر کے جتنے افراد ہیں سب کام کرتے ہیں سب محنت و مشقت میں مصروف رہتے ہیں۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ قوم کی قوم مالدار ہوتی چلی جاتی ہے قومی سرمایہ اور قومی دولت روز افزوں ہے۔

حیرت ہوتی ہے کہ ایک ہی گاؤں میں دونوں قومیں دوش بدوش آباد ہیں دونوں کے پاس زمینیں ہیں دونوں کاشتکار ہیں دونوں کھیتی کرتے ہیں کھاتے پہنتے ہیں ایک ہی آسمان کے نیچے رہتے ہیں ایک ہی زمین سے رزق حاصل کرتے ہیں پھر بھی دونوں کی حالت میں زمین و آسمان کا فرق نمایاں ہے۔ ایک نہیں ایسی صدہا مثالیں موجود ہیں ایسی صورتیں بھی بیشتر دیکھنے میں آرہی ہیں کہ بعض دیہات میں ہندوؤں کی بانسبت مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہے ان کے پاس اراضی بھی بہت ہے پھر بھی یہ تھوڑی سی زمین کے مالک اور تھوڑی سی تعداد رکھنے والے ہندو آرام سے زندگی بسر کرتے ہیں ان کے گھروں میں ناج بھی بھرا ہوا ہے دروازوں پر بھینسیں بھی بندھی ہوئی ہیں اور گھر میں چار پیسے بھی ہیں لیکن بہت سی اراضی کے مالک اور بہت اراضی رکھنے والے مسلمانوں کی حالت زار ہے محتاج ہیں قرضدار ہیں اور پریشان ہیں محنت بھی کرتے ہیں پیداوار بھی ہوتی ہے لیکن فارغ البالی نصیب نہیں سرسبز نہیں ہوتے۔

اس کی وجہ بدقسمتی نہیں اس لئے کہ بدقسمتی کی بھی کوئی نہ کوئی وجہ ہوتی ہے وجہ یہ ہے کہ ہندوؤں میں جہاں قوت عمل ہے وہاں مسلمانوں میں عمل کی روح ناپید ہے ان میں دور اندیشی نہیں یہ اپنے خرچ کو تابو میں نہیں کرتے چادر دیکھکر پاؤں نہیں پھیلاتے روپیہ کی قدر و قیمت نہیں سمجھتے۔

جہاں ہندوؤں کے زن و بچے سب کام میں لگے رہتے ہیں عورتیں جھوٹ کھانا پکا کر اپلیں تھوپتی اور پھر دن بھر چرخہ کاتتی رہتی ہیں اور بچے ڈنگر چراتے اور گھاس کھودتے رہتے ہیں وہاں مسلم گنواریوں کا کام زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ روٹی پکائی اور بہت کیا تو اپلے تھوپ لئے ورنہ بیکار بیٹھی رہیں جیسے بچانے کی طرف نہ مرد کا خیال نہ عورت کا۔ جہاں وہاں سب کچھ نہ کچھ پیدا کر رہے ہیں اپنا خرچ نکال رہے ہیں اور خرچ کے ساتھ کچھ نہ کچھ بچانا بھی ضروری سمجھتے ہیں وہاں مسلمانوں میں ایک کما رہا ہے اور دس کھا رہے ہیں عورتیں اور بچے بیکار پھر رہے ہیں کل کے لئے کچھ بچا کر رکھنا حرام ہے۔

شہروں اور قصبوں کے غربا

جو کماتا ہے اس کی جلیبیں خریدتے ہیں مٹھائی کھاتے ہیں تر کاری کا خرچ بچ جاتا ہے گھی بیچتے ہیں گھی اور بیلوں کی قیمت نفع میں بچ رہتی ہے زیادہ رقم بچنے لگتی ہے گاڑی بنا لیتے ہیں کرائے پر چلاتے ہیں گویا آمدنی میں اضافہ ہی ہوتا ہے اور روپیہ بڑھتا ہی چلا جاتا ہے اس سے مہاجنی شروع کر دیتے ہیں اراضی خرید لیتے ہیں کاشتکار سے زمیندار بنجاتے ہیں آج ہندوستان میں سینکڑوں گاؤں ایسے ہیں جہاں کے کاشتکار ترقی کر کے زمیندار اور مہاجن بن چکے ہیں گاؤں میں امیرانہ زندگی بسر کرتے ہیں یہی حالت قصبوں اور شہروں کی ہے اور وہاں کے ہندو غرباء کی ہے تیلی کنجڑے وغیرہ جو چھوٹی قومیں ہیں ان کا بچہ بچہ کام میں مصروف ہے چھوٹے چھوٹے بچے اور کچھ نہیں ابلے ہوئے چنے سنگھاڑے اور مونگ پھلی وغیرہ لیکر نکل جاتے ہیں اور شام تک چار پانچ آنے لے آتے ہیں عورتیں بہو اور بیٹیاں چرخہ کاتتی ہیں روئی اوٹتے تیل پیلتے اپلے تھاپتے اور مویشیوں کی خدمت کرنے میں مصروف رہتی ہیں۔

گھر کا ہر رکن کام میں لگا رہتا ہے ایک طرف آمدنی زیادہ دوسری طرف خرچ میں کفایت اس پر کچھ نہ کچھ بچانے کا اہتمام لگاتار کام روپیہ بڑھتا ہی چلا جاتا ہے ہندو بڑھئی تیلی لوہار حلوائی سبزی فروش سب ترقی کر رہے ہیں سب کماتے ہیں سب بچاتے ہیں سب بڑھتے ہیں سب مصروف ترقی ہیں اور تو اور ہندو چپڑاسیوں کو دیکھئے بھینسیں بندھی ہوئی ہیں بیوپار ہو رہے ہیں عیش کر رہے ہیں یہی حالت ہندو اہل کاروں کی ہے مسلمان اہلکار رئیس بنے ہوئے ہیں دروازہ پر خدمتگار گھر پر روٹی پکانے کو ملازمہ ہے اوپر کے کام کے لئے ایک لڑکا ہے۔

ہندو اہل کاروں کو ان چیزوں سے کوئی واسطہ نہیں سادہ کھانا اور سادہ پہننا غریبوں چپڑاسیوں پیشہ وروں ہی کی یہ حالت نہیں ہندو دولتمند سوداگروں مجسٹریٹوں منصفوں سپرنٹنڈنٹوں تھانیداروں تحصیلداروں اور ججوں تک کی یہ حالت ہے کہ باہر کا کام خود کر لیا بہت بڑے ہیں تو چپڑاسی سے اور ساردیسوں سے کرا لیا گھر کا سب کام عورتوں نے کر لیا خود ہی پکاتی اور خود ہی سب کام کرتی ہیں بچوں کو بھی کسی کام میں عذر نہیں کئی کئی گھروں میں ایک کہار یا کہاری لگی ہوتی ہے جو تھوڑے تھوڑے روپیہ ہر گھر سے لیکر پانی بھر دیتی ہے اور برتن مانجھ دیتی ہے اور بس مرد باہر نکلے تو سوٹ بوٹ

تک ہیں عورتیں کہیں گئیں تو زیورات اور قیمتی کپڑے پہنکر گئیں گھر میں پہنچیں تو وہی ان کے جسم پر ہیں اور معمولی ساریاں ہیں اور گھر کا کام ہے بڑی بڑی تنخواہوں کے بڑے حصے بنکوں میں جاتے ہیں جائدادیں خریدی جاتی ہیں کوٹھیاں بنتی ہیں مسلم اہلکاروں زمینداروں رئیسوں تاجروں اور حاکموں کے گھر ریاست کے گھر بنے ہوئے ہیں۔ نوکروں کی بھرمار ہے اللے تللے سے خرچ ہوتا ہے پان اور سگرٹ ہی کے خرچ کا ٹھکانا نہیں عورتیں ہیں کہ اٹھکر پانی پینا کسر شان ہے جو ملتا ہے سب برباد ہوجاتا ہے پاس کوڑی نہیں بچتی۔

ہندو قوم کی ترقی کا راز

ہندو قوم کی ترقی کا راز یہ ہے کہ ادنیٰ سے لیکر اعلیٰ گھرانوں تک گھر کا ہر فرد اور ہر رکن مرد ہو عورت ہو بچہ ہو کام میں مصروف رہتا ہے کچھ نہ کچھ کماتا ہے محنت کرتا ہے اپنا کام خود کرتا ہے اپنا بار آپ اٹھاتا ہے سادہ زندگی بسر کرتا ہے کفایت سے پیسہ اٹھاتا ہے ہر ماہ کچھ نہ کچھ بچانا اور اپنی دولت کو بڑھانا فرض سمجھتا ہے حیثیت بنانے اور مالدار ہونے کی فکر میں رہتا ہے جو چیزیں ہیں انہیں ہی حفاظت سے رکھتا ہے اور مسلمانوں کی بربادی کی ذمہ دار اور ان کی راہ ترقی کی روک اور سنگ گراں ان کی عیش پسندی ہے جن کے لئے کام کرنا تو عار ہے اور اچھا کھانا پینا فرض ہے ہمارے ایک عزیز کی سو روپے ماہوار کی آمدنی تھی ایک ہندو زمیندار آکر بیٹھے دروازہ پر خدمتگار تھا ہی ایک نوکرانی تھی اندر جاتے تو کبھی ایک لڑکا یا بچی کو کھلاتا ہوا نظر آیا حیرت سے دیکھا کئے پھر بولے منشی جی آپ کے گھر میں کل کتنے افراد ہیں بولے ایک میں ہوں اور ایک بیوی اور ایک لڑکی ہے۔

وہ بارہ اور پندرہ سال کے لڑکے ہیں ان کے علاوہ سالی اور ساس بھی رہتی ہیں اور ایک سالا بھی اکثر رہتا ہے ایک اور دوست کی لڑکی اکثر رہتی ہے جو پڑھنے آتی ہے اور میرے یہاں کھانا رہتی ہے بیاختہ کہا کہ اتنی بہتر کی بھیڑ بھری ہوئی ہے اور کسی سے اتنا نہیں ہوتا کہ گھر کا کھانا پکا لے اور بازار سے سودا لادے میرے گھر میں ذمیں افراد ہیں بیوی سے ہر چند کہا کہ ایک کہاری رکھ لے نہیں مانتی خود پکاتی ہے میری زمینداری اور مہاجنی کی آمدنی ہزار روپے ماہوار سے زیادہ ہے مگر کوئی ایک نوکر بھی نہیں جب اپنا کام خود کرسکتے ہیں تو نوکروں پر کیوں بار ڈالیں جبھی تو آپ کی قوم برباد ہو رہی ہے۔

واقعی یہ بالکل ٹھیک ہے ہندو جب مسلمانوں سے کم ہی نہیں خرچ کرتے گھر ہر شخص کچھ نہ کچھ کرتا اور جس سے چلتا ہے پوری قوم کی یہی حالت ہے بڑے بڑے کارخانہ داروں اور تاجروں کا ذکر ہم نے عمداً نہیں کیا کہ ان کی دولت تو بیشمار ہے ہم نے صرف کاشتکاروں پیشہ وروں چپراسیوں اور اہلکاروں اور ملازموں کا ذکر کیا ہے ان کا ہر طبقہ مالدار ہوتا چلا جا رہا ہے صبح و شام دولت بڑھ رہی ہے اور دولت کے ساتھ حوصلے بڑھ رہے ہیں مکانوں محلوں جائدادوں کوٹھیوں بنگلوں کارخانوں دکانوں اور گاؤں اور ہر چیز کے مالک وہی ہوتے چلے جا رہے ہیں مسلمان گھٹ رہے ہیں اور وہ بڑھ رہے ہیں مسلمان پریشان ہیں اور وہ مطمئن ہیں انھیں دولت شیر بنا رہی ہے اور محتاجی مسلمانوں کو لومڑی بناتی چلی جاتی ہے ہر صبح ہندوؤں کے لئے ترقی کا نیا پیام لاتی ہے اور ہر شام مسلمانوں کو افسردہ بناتی چلی جاتی ہے اس مادی دنیا میں مادی دولت کے بغیر نہ کبھی کچھ ہوسکا ہے اور نہ ہوسکتا ہے مسلمان ہر روز غریب سے غریب تر ہوتے چلے جا رہے ہیں۔

اور ایک دولت کیا، ہر شعبۂ حیات میں ان کی ترقی اور قوت عمل کا یہی عالم ہے پوری کی پوری قوم اسی رنگ میں رنگی ہوئی ہے ہر ہندو جوش ترقی سے سرشار ہے اگر یہی حالت رہی اور مسلمانوں کی آنکھیں نہ کھلیں تو آئندہ چوتھائی صدی کا مختصر زمانہ ہی ان کی قسمت پر مہر لگانے کے لئے کافی ہے یہ سب نتیجہ ہے مذہبی تعلیم سے غفلت کا۔

ہندو نادانستہ طور پر اسلامی تعلیم پر کاربند ہوکر ترقی کر رہے ہیں اور مسلمان اسے چھوڑ کر برباد ہوتے چلے جا رہے ہیں

(بقیہ سلسلہ صفحہ ۱۸) ریاستیں قائم کرنا چاہتے ہیں دوسرے لفظوں میں یوں کہئے ہم ایسا کوئی سٹلمنٹ قبول نہیں کرینگے جو ان علاقوں کو ہندو اکثریت والے علاقوں کے رحم و کرم پر چھوڑ دے

ہندو مسلم اتحاد کے لئے میری مساعی

خواتین حضرات! مسلمانوں نے ۱۹۰۶ء سے لیکر ۱۹۳۶ء تک دسمبر ۱۹۳۲ء تک تلخ تجربات اٹھائے ہیں اب وہ مخلوط نیابت کے حامی نہیں رہے مسٹر گوکھلے جو بڑے ہندو لیڈر تھے ان کے زمانہ میں بالکل نوجوان ہی تھا میں نے قدرتی طور پر ان سے کچھ سوالات دسبق اخذ کئے تھے اس زمانہ میں مسٹر گوکھلے ہی مسلمانوں کے کاز کے ہیرو اور معین تھے۔

چنانچہ ۱۹۱۲ء میں انہوں نے وسیع الخیالی سے کام لیتے ہوئے کہا کہ جن صوبوں میں مسلمان اقلیت میں ہیں وہاں قدرتی طور پر وہ خوفزدہ ہیں کہ کہیں انگریزوں سے نجات ملتے ہی ہندو اکثریت ان پر حکمران نہ ہو جائے۔

چنانچہ ہمیں وہ روش اختیار کرنا چاہئے جو انہیں اعتماد اور بھروسہ دلادے چنانچہ ۱۹۱۲ء میں مسٹر گوکھلے نے وہ پالیسی اختیار کرنا پسند کی جو ہم آج کر رہے ہیں واضح رہے کہ اس وقت بھی ایک حصہ ایسا ضرور تھا جو ہندو راج کے خواب دیکھ رہا تھا ہمیں ۱۹۲۳ء کے ایک واقعہ کی بابت آپ نے ایک ہندو لیڈر کا اقتباس پڑھو کر سنایا از مسٹر بپن چندرپال، جنہیں کہا گیا ہے کہ ہمارا کلچر اور تمدن ہی قوم پرستی ہے اس سے ہماری ترقی کی صورت رونما ہوسکتی ہے قوم پرستی کی تحریک قطعی ہندو تحریک ہے کیونکہ یہ ہندو نیشنلزم کی منبع دھارمی ہے۔ یہ ہمارے ہندو دوستوں کا نظریہ اب میں بیحزنی کے ساتھ کہتا ہوں کہ ہم نے مسٹر گوکھلے کے الفاظ کی قدر نہ کی

۱۹۲۳ء میں کراچی کی کانگریس کے اجلاس میں میں نے کوشش کی اور میں اس میں کامیاب ہوا کہ ان دونوں کو یعنی لیگ اور کانگریس کو ایک پلیٹ فارم پر مشترکہ اجلاس میں شامل کر دوں میں کہتا ہوں ہمارے دوستوں نے اس قسم کی بات بھی پسند نہیں کیا اور [illegible] وہ پسند نہیں کرتے کہ یہ دونوں جماعتیں ایک جلسے میں دوش بدوش شریک ہوسکیں چنانچہ پولیس وغیرہ کی امداد سے اس جلسہ میں انتشار پیدا کیا گیا میں مزید تفصیلات اس موقع پر نہیں پیش کرنا چاہتا۔

دسمبر ۱۹۱۶ء اور جنوری ۱۹۱۷ء میں ہم لیگ اور کانگریس کا لکھنؤ میں جلسہ ہوا اور لکھنؤ پیکٹ مرتب ہوا اس کے بعد مانٹیگو چیمسفورڈ ریفارم کا دور آیا

گاندھی جی اتحاد شکن کے روپ میں

پھر ۱۹۲۰ء میں ایک دوسرے کے قریب تر ہوئے اس وقت مطلع پر مسٹر گاندھی نمودار ہوئے مسٹر گاندھی نے ۲ مئی ۱۹۲۴ء میں ینگ انڈیا میں لکھا کہ میرے نزدیک سیاسیات کوئی حیثیت اور درجہ نہیں رکھتی

(باقی)

زندہ سیاست

ہندو اور پروپگنڈا

مسلمان تو ہنوز گنبد بے اسد میں پڑے سو رہے ہیں اور زمانہ کی ضرورت کا انہیں پورا احساس نہیں ہوا ایک مدت سے وہ غفلت کی زندگی بسر کرتے چلے آ رہے ہیں انہیں کچھ ہوش نہیں کہ دنیا کا رجحان کیا ہے اور زمانہ کس تیزی کیساتھ کروٹیں بدل رہا ہے ہندوؤں نے پہلے ہی اپنی ہوشمندی سے زمانہ کی رفتار کو بھانپ لیا تھا اور سمجھ گئے تھے کہ یورپین اصول کیا ہیں اور انگریزی سیاست کس رفتار سے چل رہی ہے انھوں نے یورپین سیاست کا مطالعہ غائر نظر سے کیا انگریزی لٹریچر کو دیکھا انگریزی جرائد کو بغور پڑھنا شروع کیا پارلیمنٹوں کی تقریریں توجہ کے ساتھ دیکھنے لگے اور خود گواہی ماہ پر ڈالنے کی سعی کی انھوں نے خوب سمجھ لیا اور دیکھ لیا کہ موجودہ تہذیب میں صداقت اور سچائی کی کوئی چیز نہیں جو کچھ ہے وہ پروپگنڈا ہے اور جو جس قابلیت کے ساتھ جھوٹ بول سکتا ہے اور جتنی صفائی کے ساتھ بول سکتا ہے اس کی کامیابی کے لئے اتنے ہی مواقع موجود ہیں وہ اتنا ہی بڑھ سکتا ہے اور ترقی کر سکتا ہے یورپین سیاست تمام تر اسی اصول پر مبنی ہے اور بیسویں صدی نے یہی بتایا سکھایا اور ترقی کا راز بتایا ہے انفرادی حیثیت سے جھوٹ بولنا عیب ہو تو ہو قومی حیثیت سے جھوٹ بولنا اور دھوکہ دینا اور صداقت کو مختلف تاویلات کی الجھنوں میں پھنسا دینا ایک ہنر ہے۔

وہ اسی پر کاربند ہو گئے اسی ہندوستان کے اندر انگریزوں کے صدصد کے وقت ایک انگریز جرنیل کے بیان کے مطابق یہ حالت تھی جیسا کہ خود اس نے اپنے مشاہدہ کی بنا پر لکھا ہے کہ بڑے سے بڑے ہی ہوتے ہیں معمولی ڈاکوؤں تک کی یہ حالت تھی کہ وہ جھوٹ بولنے سے جانتے تھے کہ بچ سکتے ہیں اور جان محفوظ رہ سکتی ہے مگر اس کے باوجود جھوٹ نہ بولتے تھے یا اب یہ عالم ہے کہ جھوٹ بولنا ایک معمولی بات ہی نہیں ایک اعلیٰ ہنر کی صورت اختیار کر گیا ہے۔

جھوٹ اور فریب کتنے بڑے اخلاقی عیوب تھے اور ہر زمانہ میں عیب سمجھے جاتے تھے مگر وہ ہنر ہیں کمال ہیں ایک فن کی صورت اختیار کر رہے ہیں وہ زمانہ آگیا ہے کہ ایمان سنبھالنا مشکل ہو رہا ہے مذہبی اوامر کی تحقیر کیلئے بندوں ہو رہی ہے جھوٹ فریب کو جانے دیجئے منافقت کتنا ہولناک گناہ تھا جن کی سزا کے متعلق پہلے سے یہ واضح کر دیا گیا تھا کہ منافق لوگ جہنم کے خوفناک ترین نچلے حصہ میں رکھے جائیں گے اور مسلمان نہیں ہندوؤں میں بھی اخلاص اور خلوص کو بڑی اہمیت حاصل تھی منافقت کو برا سمجھا جاتا تھا مگر آج سب سے کامیاب سیاست داں وہ ہے جو اعلیٰ درجہ کا منافق ہے سیاست منافقت کا مترادف بنکر رہ گئی ہے دل میں کچھ ہے اور زبان پر کچھ ہے دل میں یہ ہے کہ کسی طرح کلیجہ ہاتھ ڈال کر نکال لیا جائے برباد کر کے رکھ دیا جائے مگر زبان شیریں ہے منہ پر چکنی چپڑی باتیں ہیں زبان سے محبت کا اظہار ہو رہا ہے اور ہمدردی کی جا رہی ہے آجکل ہر ہندو اسی پالیسی پر کاربند ہے وہ اس سلسلہ میں مجبور بھی ہے اس لئے کہ زمانہ کا یہ تقاضا ہو کر رہ گیا ہے یورپین سیاست نے سبق ہی یہ پڑھایا ہے اور تہذیب جدید کا آئین ہی یہ ہے جس میں یہ چیز نہیں وہ کامیاب نہیں۔

کانگریسیوں کو جانے دیجئے آپ کسی کٹر سے کٹر ہندو مہاسبھائی سے بھی ملیں گے تو بظاہر بہت اخلاق سے پیش آئیگا اور اس کی گفتگو سے یہی معلوم ہوگا کہ اس سے زیادہ مسلمانوں اور اس کی قوم کا دوست اور کوئی نہیں وہ جو کچھ کر رہا ہے مسلمانوں کی ہمدردی کے لئے کر رہا ہے مسلمانوں ہی کا اس میں فائدہ ہے اور اس کا اور اس کی قوم کا اس میں کوئی فائدہ نہیں مہاسبھائی اخبارات کا مطالعہ کیجئے ان کی تحریروں اور ان کے مقالات سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ ہندو پالیسی سراسر مسلمانوں کی حمایت میں ہے اس کی تائید میں ہے۔

قابلیت اور انتخاب مخلوط

ہندوؤں نے پہلے دن دیکھ لیا تھا کہ برطانوی حکومت جس آئین پر قائم ہے اور جس نہج پر چل رہی ہے وہ ان کے لئے مفید ہے اور اس سے فائدہ اٹھانے کی واحد صورت یہ ہے کہ اسے ہندوستان میں کامیاب بنایا جائے اور اس میں اشتراک عمل کیا جائے ان کی اس راہ میں حائل تھے تو صرف مسلمان تھے اس لئے کہ اس وقت مسلمانوں کو ہی اقتدار حاصل تھا بڑی بڑی جائدادیں اور جاگیریں انہیں کے ہاتھ میں تھیں ملک کی قریب قریب تمام آراضی پر ان کا قبضہ تھا ملازمتوں اور عہدوں پر یہی نظر آ رہے تھے انہوں نے نہایت ہوشیاری سے حالات کا اندازہ لگایا اور دیکھ لیا کہ آئندہ زمانہ میں انگریز ہی کا طوطی بولیگا وہ فوراً ان کے ساتھ ہو گئے ان کی تہذیب اختیار کرنی شروع کر دی ہر عمل میں ان سے اشتراک عمل کیا ان کی زبان سیکھنے لگے مسلمانوں نے تو زمانہ کی رفتار کو نہ سمجھا خود حکومت میں انگریزوں کے اشتراک سے بھی الگ رہے اور ان کی زبان سے بھی اجتناب برتا نئے نئے اسکول قائم ہو رہے تھے ان سے جو طلبا فارغ التحصیل ہو کر نکلے وہ ملازمتوں پر مامور ہو گئے اس سے ہندوؤں کا حوصلہ اور بڑھا اور ہر قوم اس جانب تعلیم کی طرف متوجہ ہو گئی ہندوؤں نے فوری ہوشیاری یہ کی کہ اپنے اسکول قائم کرنے شروع کر دیئے آریہ سماجی میدان میں آ گئے اور انہوں نے جابجا اپنے اسکول قائم کئے اسلئے قائم کئے کہ وہ ہندو طلباء میں جارحانہ اور مزاحمانہ روح پیدا کر سکیں اپنی ترقی کی فکر کوئی بری نہیں لیکن انہوں نے چاہا یہ کہ دوسروں کے نقصان پر اپنی ترقی کی بنیاد رکھیں اور مسلمانوں کے خلاف ان کے اندر ایک روح اور ایک جذبہ پیدا کر دیں حقیقت یہ ہے کہ اس وقت تک ہندو اور مسلمانوں کے مابین تعلقات بہت خوشگوار تھے تعصب انہی اسکولوں نے پیدا کیا اور اس کی تمام تر ذمہ دار آریہ سماجیوں کی تحریک تھی وہ مسلمانوں کی غفلت اور مدہوشی کا اندازہ کر چکے تھے جب تک وہ نئی نسلوں میں تعصب کی روح نہ پھونکتے کامیابی دشوار تھی مسلمانوں کے اقتدار کو ختم نہیں کیا جا سکتا تھا ان کے ضائع کی کوئی صورت نہ تھی ملازمت ملنا یقینی امر تھا یہ حالت تھی کہ جس نے انٹرنیس پاس کر لیا اور مڈل بھی پاس کر لیا وہ بڑی سے بڑی ملازمت کا مستحق ہو گیا ان ملازمتوں میں نفع بھی بیشمار تھا عزت بھی تھی اور آسانی بھی ہر طرف سے طلبا اسکولوں کی طرف جانے لگے سب کو ملازمتیں ملنے لگیں ہندو اور مسلمان جس نسبت سے جا رہے تھے اور اسکولوں سے نکل رہے تھے اسی نسبت سے انہیں ملازمتیں مل جاتی تھیں۔

نتیجہ یہ ہوا کہ دفتروں میں ہندو بکثرت بھر گئے اور مسلمان نکلتے چلے گئے جو دفتروں میں پہنچے انہوں نے از راہ تعصب مسلمانوں کو نکالنے اور دفتروں سے

زندہ ماضی

اسلامی عدل و انصاف کے مظاہر

آج مذہب و سیاست الگ الگ ہیں اور یورپ اسے اپنا شاہکار سمجھتا ہے اس کا دعویٰ یہ ہے کہ جب تک مذہب و سیاست ایک رہے دنیا پر مصائب و آفات کی قہر بار بجلیاں تواتر کے ساتھ گرتی رہیں مذہبی اختلافات کی بنا پر ایک دوسرے پر چڑھ دوڑتا تھا اور خون کے دریا بہا دیتا تھا اور اس کی وجہ سے دنیا وارا آماجگاہ مصائب بنی رہتی تھی ہم تسلیم کرتے ہیں کہ خود عیسائیوں کے دو فرقے یعنی پروٹسٹنٹ اور رومن کیتھولک کے خلاف محض مذہبی اختلافات کی بنا پر صدیوں برس تلوار چلتی رہی یہ بھی تسلیم ہے کہ حروب صلیبیہ کے اندر مذہبی تعصب پوری شدت کے ساتھ کار فرما تھا خود مسلمانوں کے اندر شیعہ و سنی جنگ اختلاف مذہبی کا کرشمہ تھا اس کی اور بھی بہت سی مثالیں موجود ہیں لیکن کوئی سچا مذہب جنگ و پیکار کا حامی نہیں بن سکتا مذہب امن و صلح کا پشت و پناہ ہے نہ کہ جنگ و پیکار کی طرف لیجاتا ہے بات یہ ہے کہ انسان کی فطرت حریصانہ واقع ہوتی ہے جب اس کی نیت خراب ہوتی ہے تو وہ کوئی نہ کوئی بہانہ اپنے لئے ڈھونڈھ لیتا ہے اس وقت لوگ مذہب کو اپنے مقصد کی تکمیل کے لئے آڑ بنا لیتے ہیں لڑائیاں مذہب کے لئے نہ ہوتی تھیں مذہب کو اپنے بیجا نہ جذبات کی تکمیل کا آلہ ضرور بنا لیا جاتا تھا ہندو بھی یورپین سیاست و آئین تتبع میں لہٰذا ہر یہی کہتے ہیں اور سیاسیات میں مذہب کی مداخلت کو مذموم و معیوب سمجھتے ہیں اسی بنا پر انہوں نے ہندوستانی پہلے اور بعد کو کچھ ان کا اصول ایجاد کر لیا ہے اور وہ مسلمانوں سے بھی اسی کے آرزومند ہیں۔ لیکن اس سے ان کا مقصد دوسرا ہے وہ چاہتے ہیں کہ مسلمان مسلمان کی حیثیت سے کچھ حاصل نہ کر سکیں اور وہ ہندو مذہب میں جذب ہو کر اپنی جداگانہ ہستی اور قومیت کو کھو بیٹھیں۔

یہ راہ درحقیقت شیطانی راہ تھی اس نے الٹی سجھائی اور خدا کی طرف سے غافل کر کے دہریت پر ڈال دیا لیکن ہم پوچھتے ہیں کہ کیا مذہب اور سیاست کے الگ کر دینے سے کیا انسانی فطرتیں بدل گئیں کیا دنیا سے جنگوں کا استیصال ہو گیا اور یورپ میں امن و امان قائم ہو گیا اگر ایسا ہو جاتا تو ہم بھی سمجھتے کہ یورپ کا نظریہ اقرب الی الصحت تھا لیکن ہم تو یہ دیکھ رہے ہیں کہ مذہب و سیاست کی علیحدگی نے سیاست کو سراسر فریب اور کیا دی بنا دیا اس کے علاوہ عوام کو مذہب سے دور کر کے انہیں حیوانیت سے قریب تر کر دیا مذہب قائم تھا تو انسانیت بھی قائم تھی مذہب کیا گیا تمام خصوصیات و اوصاف انسانی کو اپنے ساتھ لے گیا۔

یورپ نے تعلیم کو مذہبیات سے خالی کر کے خدا کا خوف دلوں سے بالکل ہی دور کر دیا اور عوام کی اخلاقی حالت بھی خراب ہو گئی یہ صرف مذہب ہی ہے جو انسان کو عدل و مساوات انصاف ہمدردی ایثار و اخلاص کی صفات سے متصف کر کے ..... کی مخلوق کی خدمت کے لئے مستعد بنا تا تھا

اس صدی میں یورپین تہذیب کے دنیا پر چھا جانے سے انصاف بھی ایک قابل فروخت چیز بن گیا ہے اور خود غرضی و سرد مہری عام ہو کر رہ گئی ہے لڑائیاں آج بھی ہو رہی ہیں پہلے مذہب کی آڑ میں ہوتی تھیں اب نسل و مذہب کے عذرات کی آڑ میں ہو رہی ہیں پہلے جہاں پروٹسٹنٹ اور رومن کیتھولک شیعہ و سنی اور ہندو و مسلم بگڑ کر لڑتے تھے اب جرمنی و فرانسیسی انگریز و اطالوی بگڑ کر لڑتے ہیں جاپانی اور چینی ہو کر دست و گریبان ہوتے ہیں پہلے سے زیادہ شدت کے ساتھ لڑتے ہیں اور ہولناک طریقے پر لڑتے ہیں پہلے تو کچھ خدا کا خوف بھی پیدا ہو جاتا تھا اب بالکل نہیں رہا اور گھروں اور دلوں کا چین تک اٹھ گیا ہے ادب و آداب اٹھ گئے خورد و کلاں کی تمیز اٹھ گئی اور جنگ قوموں سے گزر کر گھروں کے اندر تک پہنچ گئی اور حقیقی راحت اور حقیقی چین اٹھ گیا مصائب عام ہو گئے حقیقی ہمدردی اور حقیقی خلوص و ایثار کا محض نام رہ گیا جرائم کی وہ کثرت ہے کہ الاماں حیا باقی نہ رہی شرم نہ رہی۔

مذہب کے حیات بخش تاثرات

پہلے عوام تو عوام فرمانروا تک پر مذہبیت چھائی رہتی تھی دشمنوں پر بھی رحم آجاتا تھا اب دوستوں تک کو کوئی پوچھنے والا نہیں گناہ ہوتے تھے مگر گناہ کو گناہ اور جرم کو جرم سمجھا جاتا تھا اب تو مادی دنیا میں صرف مادی دولت کی خدائی قائم ہو گئی ہے نفسی نفسی کا عالم ہے کوئی کسی کی نہیں پوچھتا کوئی کسی کی امداد نہیں کرتا انصاف صرف ایک رائے کا معاملہ رہ گیا ہے دغا و فریب عام ہے جب خدا ہی کا خوف باقی نہ رہے یا نہ پرسش عقبیٰ کا ڈر نہ ہو پھر مقتدر اور صاحب اختیار کیوں کسی کی سنیں اپنا مفاد جس سے وابستہ ہے اس کے دوست ہیں غربا پروری کے وہ قدیم طریقے کہیں دیکھنے میں نہیں آتے بڑوں کے ساتھ رعایت اور چھوٹوں کے ساتھ لاپروائی عام ہے اپنا عیش قائم رہے ہزار مرتے ہیں تو مر جائیں۔

ہم مسلمانوں کو یہ شرف حاصل ہے کہ ان کا کوئی بدتر سے بدتر فرمانروا بھی مذہب کی گرفت سے آزاد نہ تھا اور برے سے برے شخص سے بھی نیکیاں سرزد ہوتی تھیں اور انھیں بھی خدا سے ڈرنا پڑتا تھا اور اصلاح کی امید قائم رہتی تھی۔

ملک شاہ سلجوقی دنیائے اسلام کا ایک نہایت عظیم الشان فرمانروا گزرا ہے جس کی سلطنت کی حد دو نہر سویز اور بحر باسفورس سے لیکر ترکستان تک پھیلی ہوئی تھیں اس عہد میں دنیا کا کوئی فرمانروا اس کا مد مقابل نہ تھا شام ایشیائے کوچک عرب حجاز یمن، الجزائر عراق پورا ایران افغانستان خراسان ماوراء النہر اور ترکستان تک سب اسی کی حکومت میں شامل تھے رومی سر نہ اٹھا سکتے تھے اور خائف تھے۔

اس اقتدار و عظمت اور جلال و جبروت کے باوجود مذہب کا پورا پابند تھا اس کی ایک وقت کی نماز بھی قضا نہ ہوتی تھی قرآن کی تلاوت روزانہ کرتا تھا نہایت غربا پرور اور ضعفا نواز واقع ہوا تھا فرمان توحید میں جو جتنا مذہب دوست اور دیندار ہوا ہے اتنا ہی وہ نیک دل نیک نفس مخلوق پرور اور عادل گزرا ہے اور جو مذہب سے جتنا دور رہا ہے اس کے اندر اتنی ہی خامیاں پائی گئی ہیں اس عہد میں آج جیسی حالت نہیں تھی کہ جو جتنا دیندار ہو اتنا ہی جنون

سمجھا جائے اور سلطان کا مورد بنے بلکہ وہ ہر طرح قابل تعریف اور توصیف ہوتا تھا اور عوام میں اس کی اتنی ہی منزلت کی جاتی تھی کہ جو خدا کے نزدیک محترم ہو وہ بندوں کے نزدیک ضرور محترم و معزز ہوگا۔ ایک روز دنیا کے اسی عظیم الشان اور پر شکوہ فرمانروا کا لشکر کسی جگہ خیمہ زن تھا لشکر والوں کو کب کسی کا پاس ہوتا ہے وہ تو نوجی اور عسکری جوش میں سرشار رہتے ہیں۔

ایک روز کباب کھانے کو جو ان کا دل چاہا تو انہوں نے ایک بڑھیا کی تر و تازہ گائے کو پکڑ کر اسے ذبح کر ڈالا بڑھیا نے ہر چند فریاد و منت کیں پاؤں پڑی مگر فوجیوں نے ایک بھی نہ سنی ہزارہا افراد پر مشتمل لشکر تھا دور دور تک خیمے پھیلے ہوئے تھے ان کی ڈانٹ ڈپٹ پر خاموش اور دم بخود ہو کر چلی گئی اور لشکریوں نے اس کے کباب لگا کر خوب مزے سے کھائے۔

بڑھیا اور اس کے بچوں کی گذر اوقات کا سہارا تنہا ایک یہی گائے تھی نہایت رنجیدہ ہوئی بے بس تھی کچھ قابو نہ تھا صبر کر کے بیٹھ گئی۔

ملک شاہ سلجوقی کی خدا ترسی

اتنے میں اسے یہ پتہ چلا کہ آج شاہی لشکر کا کوچ ہے گا قریب گاؤں ہی تو رہتی ہی تھی لوگوں سے پوچھا کہ لشکر کدھر جائیگا کس نشان کے ساتھ گذرے گا کونسی راہ اختیار کریگا سب کچھ دریافت کر کے وہ گھر سے چلی اور ایک پل کے قریب مخفی ہو کر بیٹھ گئی اور لشکر کے گذرنے کا انتظار کرنے لگی جونہی بادشاہ کی سواری دور سے نظر آئی اور قریب آگئی ادھر بادشاہ گھوڑا پل پر آیا بڑھیا نے لپک کر اس کے گھوڑے کی باگ پکڑ لی اور فریاد فریاد کا شور مچایا لوگ روکنے کو دوڑے بادشاہ نے انہیں روکدیا اور پوچھا مائی کیا بات ہے کیا کہتی ہو اب سپاہیوں کا معاملہ نہ تھا سامنے بادشاہ سلامت تھے بولی کچھ نہیں صرف اتنا کہتی ہوں کہ آج اتنا بتادے کہ میرا انصاف تو اس پل پر کریگا یا پل صراط پر۔

پلصراط کے نام کا سننا تھا کہ بادشاہ کے سارے جسم پر ایک لرزہ طاری ہو گیا گھوڑے پر نہ سنبھل سکا گرا لوگوں نے سنبھالا ہوش میں آیا تو کہا مائی پلصراط کی طاقت کس کے اندر ہے میں تیرا انصاف کروں گا اور اسی پل پر کروں گا سارے لشکر میں ایک سنسنی پھیل گئی۔

سب وہیں روکدیئے گئے ملک شاہ سلجوقی وہیں ٹھیر گیا بڑھیا سے پوچھا اس نے کہا کہ میرے پاس صرف ایک گائے تھی اسی پر میرا اور میرے بچوں کا گذارا تھا تیرے لشکریوں نے اسے مجھ سے چھین کر زبردستی پکڑ لیا اور میری آنکھوں کے سامنے زبردستی ذبح کر ڈالا اور اسے بھون کر اور اسے کباب بنا کر کھا گئے اب میں کہاں جاؤں اور کس کی جان کو روؤں پوچھا تو انہیں شناخت بھی کر سکتی ہے بڑھیا نے کہا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ تو مجھے ٹالنا چاہتا ہے بھلا اتنے بڑے لشکر میں میں کس طرح شناخت کر سکتی ہوں خدا نے تجھے ہمارا بادشاہ بنایا ہے خدا تجھ سے حساب لیگا انصاف کرنا ہو کر مجھے ورنہ میں اپنی راہ لیتی ہوں

آج جیسے لوگ اور حاکم ہوتے تو ہزار لشکر میں مجرمین کا پتہ لگا لینا واقعی مشکل کیا غیر ممکن ہوتا مگر وہ وقت اور تھے بادشاہ نے اسی وقت احکام صادر کئے اور تحقیقات وہیں شروع کر دی نہایت دقیقہ رسی سے کام لیا گیا اور جب خدا کرنے پر آئے تو کیا کچھ نہیں کر سکتا مجرمین کا پتہ لگ گیا انہیں عبرت انگیز سزائیں دیں تاکہ پھر کسی کو غریبوں کے ستانے کی جرأت نہ ہو۔ بڑھیا کو ایک کے بدلے چار ہزار گائیں مہیا کر دینے کا حکم دیا جب گائیں خروج شاہی سے مل گئیں تو فرمایا مائی مجھے معاف کر دے کہ میری رعایا ہوتے ہوئے تجھے اتنی تکلیف پہنچی تاکہ خدا کے یہاں میں بری الذمہ ہو جاؤں اور مجھ سے کوئی بازپرس نہ ہو۔

دیکھا آپ نے یہ ہیں خدا کے خوف اور دینداری کے مظاہر، خدا ترس حاکم ہی صاحب انصاف ہوتے ہیں اور اس اضطراب اور جوش کا اظہار کر سکتے ہیں کہ انہیں بازپرس محشر کا خیال ہوتا ہے اور جسے خدا کا ڈر ہی نہ ہو اسے کیا غرض پڑی ہے دنیا میں کون اس سے پوچھنے والا ہے۔

اس قسم کی عادلانہ داستانوں سے اوراق تاریخ مزین ہیں جنہیں ہم انشاء اللہ انہیں صفحات پر پیش کرتے رہیں گے۔

انصاف کے ساتھ مظلومین کو معاوضہ بھی دیا جاتا تھا اور اتنا دیا جاتا تھا کہ وہ مالا مال ہو جاتے تھے۔ اس الحاد کے زمانہ میں کہاں ایسے خدا ترس ہیں اور کہاں ایسے فرمانروا ہیں۔

(بسلسلہ مضمون صفحہ ۴) خلقت خدا کی ملک انگریز کا اور حکم مہاسبھا بہادر کا" قرار دیا گیا۔ قائد اعظم نے فرمایا یہ میرا کہنا نہیں ہے بلکہ مولانا محمد علی کا ہے جنہوں نے قربانیاں دی ہیں اور کانگریس کی رگوں میں خون تازہ دوڑایا ہے۔ انہی مولانا محمد علی مرحوم نے ۱۹۳۰ء میں بمبئی کے ایک جلسہ عام میں تقریر صدارت کے دوران میں فرمایا تھا۔

"گاندھی جی ہندو ازم کے لئے جنگ کر رہے ہیں انہوں نے تحریک سول نافرمانی کے بارے میں مسلمانوں سے استصواب کیا نہ کیا وہ مسلمانوں کی قبروں پر اپنا محل تعمیر کرنا چاہتے ہیں دس برس سے مسلمان ہندوؤں کا ظلم برداشت کرتے چلے آتے ہیں مگر انہوں نے شدھی سنگھٹن کے لئے ایک حرف ملامت تک استعمال نہ کیا انہوں نے مدراس کے معاہدہ کو توڑا قرآن مجید کا حکم ہے کہ اللہ تعالیٰ معاہدہ شکنوں کے ساتھ نہیں۔ مگر جو معاہدہ شکنی کریں ان کا معاہدہ ان کے منہ پر مار دیا جائے۔ لہٰذا اب ہمیں قرآنی تعلیم پر عمل کرنے کے سوا چارہ نہیں۔

قائد اعظم نے فرمایا اب ذرا گول میز کانفرنس میں گاندھی جی کے طریقہ کار پر نظر ڈالئے جبکہ وہ تمام ہندوستان کے نمائندہ بنکر گئے تھے انہوں نے وہاں جو کچھ کیا وہ ڈاکٹر امبیدکر کی کتاب میں دیکھئے وہ لکھتے ہیں:۔

"گاندھی جی نے مسلمانوں سے کہا کہ میں مسلمانوں کے مطالبات تسلیم کر لوں گا بشرطیکہ اچھوتوں کے مطالبہ جداگانہ انتخاب اور اچھوتوں کے ساتھ خاص مراعات و سلوک کے مطالبہ کی مسلمان مخالفت کریں"

قائد اعظم نے فرمایا کہ کیا یہ شرمناک سودا نہ تھا؟ میں پوچھتا ہوں کہ کس طرح ۷ کروڑ افراد کو ۶ کروڑ اچھوت اور ۱۰ کروڑ مسلمانوں کو اس قسم کے لوگوں کے حوالے کیا جا سکتا ہے جن کی دیانت کا یہ عالم ہو۔ مسلمانوں سے آپ نے کہا۔ اگر مسلمان ہندوؤں کے ساتھ آزادی کے مسئلہ میں اشتراک عمل کریں تو ان سے بات چیت ہو سکتی ہے کیا آزادی صرف گاندھی جی کی اجارہ داری ہے کیا حب الوطنی ان ہی کے حصہ میں آئی ہے۔ قائد اعظم نے فرمایا مسلمان اس ملک کی آزادی کا اتنا خواہاں ہے کہ شاید کوئی دوسرا اتنا خواہاں نہ ہوگا۔

ناظمیتوں کی کمیٹی کے اجلاس میں جس کے صدر ...

پاکستان آزادی کا داعیہ

پاکستان کے متعلق اتنا اور اس قدر کہا اور لکھا جا چکا ہے کہ اس کے بعد کسی پہلو کے عریاں کرنے کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہی یہ معاملہ کچھ ایسا دقیق اور پیچیدہ بھی نہ تھا کہ جس کے فہم میں دشواری ہو سیدھی سی بات ہے کہ دس کروڑ مسلمانوں کے حوالے صرف تہائی ہندوستان کر دیا جائے تاکہ وہاں مسلمان اپنی منشار کے مطابق اپنا آئین خود بنا سکیں ان کی حکومت انہی کی حکومت ہو اور وہ اپنا مستقبل آپ بنا سکیں اپنی قسمت کے مالک آپ ہوں ظاہر ہے. مسلم امر ہے کہ اپنی حکومت کا بدل دنیا کی کوئی بہترین سے بہترین حکومت بھی نہیں ہو سکتی

جس طرح ہندوؤں کو سوراج طلب کرنے کا حق ہے اسی طرح مسلمانوں کو بھی پاکستان کے مطالبہ کا پورا حق ہے جس طرح انہیں اپنی آزادی عزیز ہے مسلمان بھی اپنی آزادی کو عزیز رکھتے ہیں لیکن ہندو ہیں کہ وہ ان کی آزادی کو ایک آنکھ نہیں دیکھ سکتے پاکستان کی مخالفت میں سرگرم ہیں اس کی مخالفت کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے چنانچہ ہندو سبھا کانفرنس کے سالانہ اجتماع عظیم میں جہاں ہندوستان کی آزادی کا ذکر پر جوش الفاظ میں کرتے ہوئے یہ فرمایا کہ چین اور ہندوستان کی آبادی مل کر اسی کروڑ ہوتی ہے جو دنیا کی نصف آبادی کے برابر ہے اس لئے کوئی وجہ نہیں کہ جنگ کے بعد ہندوستان کو آزادی حاصل نہ ہو وہاں پاکستان کے قیام کی بہ شدت مخالفت کی لیکن کیا ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ چین اور ہندوستان دونوں جگہ مسلمان کروڑوں کی تعداد میں آباد ہیں اور یہیں نہیں ترکستان افغانستان ایران عراق عرب شام ترکی مصر طرابلس الجزائر ٹیونس مراکش سماٹرا جاوا بورنیو وغیرہ میں مسلمان کروڑوں کی تعداد میں پھیلے ہوئے ہیں ملک کے لئے وہ قربانیوں میں بھی کسی سے پیچھے نہیں رہے چین کی جنگ آزادی میں بھی وہ پیش پیش رہے ہیں حکومت و فرمانروائی کی بھی شاندار روایات ان کی پشت پر ہیں ان حالات میں کسی دلیل و عذر پر بھی جنگ کے بعد وہ غلام نہیں رکھے جا سکتے اور انہیں پاکستان کے حصول سے دنیا کی کوئی طاقت نہیں روک سکتی

سیٹھ جگل کشور برلا صدر کانفرنس نے مسلم لیگ کے مطالبات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ جب تک تیس کروڑ ہندو اور پچاس کروڑ بدھ زندہ ہیں اس وقت تک بعض لوگوں کی یہ دھمکی کارگر نہیں ہو سکتی کہ ہم تلوار کے زور سے پاکستان لیں گے ہندو کسی پر ظلم نہیں کرتا وہ اب تک ظلم سہتا ہی رہا ہے مگر آئندہ وہ برداشت نہیں کریگا۔

آج مسلمانوں کو ہندوؤں اور بدھوں کی مشترکہ قوت سے ڈرایا جا رہا ہے لیکن پوری تاریخ میں بدھوں سے مسلمانوں کی کسی جنگ کا کوئی پتہ نہیں چلتا اور نہ ان دونوں کے مابین کسی وقت باہمی تلخی پیدا کرنے کے لئے کوئی روایات موجود ہیں لیکن بدھوں اور ہندوؤں کی باہمی جنگوں اور باہمی تلخیوں کی داستانوں سے تاریخ کے صفحات لبریز ہیں کیا بدھ اسے بھول سکتے ہیں کہ جب ہندوؤں نے اقتدار حاصل کیا ہے تو پہلا کام یہ کیا کہ ہندوستان سے ان کا نام و نشان مٹا دیا اور پندرہ سو سال کی حکومت کے بعد انہیں اپنے وطن سے جو ان کا مادری ملک تھا بیک بینی و دو گوش نکلنا پڑا اور کوئی ظلم ایسا باقی نہیں رہ گیا جو ہندوؤں نے ان پر روا نہ رکھا ہو۔

صدیوں انھیں ان کے مقام گیا میں بھی زیارت کے لئے نہ پھٹکنے دیا گیا حالانکہ چین میں کروڑوں مسلمان تیرہ سو سال سے ان کے ساتھ رہتے ہیں مگر باہم کبھی کوئی تلخی پیدا نہ ہوئی۔

سیٹھ صاحب بعض لوگوں کے متعلق تلوار کے زور سے پاکستان لینے کا تو ذکر کرتے ہیں مگر یہ بھول جاتے ہیں کہ خود ان کی تلوار نے بدھوں کے ساتھ اور بدھوں کے معاملہ میں کیا کیا اور جینیوں کے کتنے گلے کاٹے نیز یہ کہ وہ خود آج تک اور اس وقت تک دھمکیوں سے باز نہیں آتے آخر انھیں کیا حق ہے کہ وہ مسلمانوں کو ان کے ایک حق سے روکیں۔

جہاں تک ہماری یاد کام کرتی ہے ہم کہہ سکتے ہیں کہ کبھی کسی مسلمان نے اس سلسلہ میں تلوار کا ذکر نہیں کیا یہ لفظ انہوں نے خود مسلمانوں کو بھڑکانے کے لئے استعمال کیا ہے ہندوؤں پر حرص تسلط غالب ہے اور وہ پورے ہندوستان پر بلا شرکت غیرے حکومت کرنے اور مسلمانوں کو غلام بنا کر رکھنے کا تہیہ کئے معلوم ہوتے ہیں اور نہیں چاہتے کہ وہ اپنے سوا کسی کو سر سبز دیکھیں جس حق کے لئے خود انگریزوں سے لڑ رہے ہیں اسی کو دوسروں کو دینے سے منکر ہیں اگر وہ واقعی سنگ راہ بنکر کھڑے رہے اور مسلمانوں کی آزادی کا راستہ روکتے رہے تو ضرور مسلمان ہندو کی طرح خاموش نہ بیٹھیں گے بلکہ اپنا حق لیکر رہیں گے ہندو کسی پر ظلم کرتا ہو یا نہ کرتا ہو اور اب تک ظلم سہتا رہا ہو یا نہ سہتا رہا ہو اس کا جواب تو سہلا کلم نہیں تاریخ کے اوراق دیں گے لیکن ضرور ہے کہ جو مسلمان آٹھ سو برس تک ہندوؤں کے ساتھ پدرانہ سلوک روا رکھتے رہے انہیں نے اپنے جزوی و عارضی اقتدار کی طلوع کے ساتھ ہی مسلمانوں پر قیامتیں برپا کرنی شروع کر دیں اور وہ پاکستان کے مطالبہ پر مجبور ہوئے جب ہی مسلمان کسی کا حق چھیننا یا کسی کو غلام بنانا نہیں چاہتے وہ صرف اپنے فطری حق پاکستان کے داعی ہیں اور وہ اسے لینے کا تہیہ کر چکے ہیں۔

(بقیہ صفحہ ۱۲) تھے گاندھی جی نے کہا تھا:۔

"یہ وقت اقلیتوں کے مطالبات کے سوال اٹھانے کا نہیں ہے فرقہ وارانہ مسئلہ کا حل سوراج کے بعد طے ہو جائیگا جبکہ اقلیتوں اور فرقوں کے اختلافات کا برفانی پہاڑ آزادی کے سورج کے طلوع ہوتے ہی پگھل کر غائب ہو جائیگا۔ اس پر وزیر اعظم برطانیہ نے کہا دیانداری کو ملحوظ رکھیے ایمانداری سے کام لیجئے اگر ہندوستان میں فرقہ وارانہ مسئلہ ایک واقعہ اور حقیقت ہے تو اسے کس طرح نظر انداز کیا جا سکتا ہے" اس پر بحث کرنی ہوگی اور اسے طے کرنا ہوگا۔

گاندھی جی کی سیاست کاریاں

گاندھی جی نے عوام میں مسلمانوں کی تخریب اور گاندھی ازم کے پرچار کے لئے کیا کیا ڈھنگ اختیار کئے ان کی کیفیات سنئے انھوں نے حسب ذیل جماعتیں بنائیں: (۱) گاندھی آشرم سیوا گرام۔ گاندھیوں کی اشاعت (۲) گاندھی سیوا سنگھ جو گاندھی ازم کے علمبردار ہیں۔ باقی صفحہ

قائد اعظم کا خطبہ صدارت

دہلی ۲۵ اپریل۔ کل ۱۰ بجے صبح اللہ اکبر کے نعروں کے بعد زندہ باد کے نعرے اور کلمات میں مسٹر حسین ملک بیرسٹرایٹ لا کے خطبہ استقبالیہ کے بعد قائد اعظم محمد علی جناح حسب دستور کرسی صدارت پر جلوہ افروز ہوئے اس وقت مسٹر حسین ملک مجلس استقبالیہ اور مسٹر وحید الدین جنرل سکرٹری استقبالیہ کمیٹی نے آپ کے گلے میں سنہری ہار ڈالے اللہ اکبر قائد اعظم زندہ باد مسلم لیگ زندہ باد کے مسلسل پر جوش نعروں کے بعد آپ نے اپنا خطبہ صدارت زبانی ارشاد فرمایا جس کا اہم خلاصہ درج ذیل ہے تقریر ڈیڑھ گھنٹہ تک جاری رہی سب سے پہلے آپ نے قوم کا شکریہ ادا کیا کہ اس نے ایک مرتبہ پھر عزت بخشی اور کہا کہ آپ ہی کی ہمدردی تعاون اور امداد سے قوم کی خدمت کر سکا پھر آپ نے فرمایا کہ اگر اسی طرح آپ حضرات کا تعاون امداد شامل حال رہی تو میں آئندہ بھی ملت کے مفاد کے لئے پالیسیوں اور پروگرام کی تشکیل کر سکوں گا اور ان کی خدمات تا حد مقدور انجام دیتے ہیں میری مزید ہمت افزائی ہو گی۔

مسلم لیگ کا اندرونی نظام

قائد اعظم نے تقریر اور بات پیش کرنے سے قبل سب سے پہلے مجھے لیگ کے اندرونی نظام کے متعلق کچھ تبصرہ کرنا ہے آپ حضرات کو معلوم ہے کہ گذشتہ سات سال میں مسلم لیگ نے جو طاقت حاصل کی ہے اس کا دور اجلاس الہ آباد کے بعد مزید بڑھی اور مسلم لیگ تمام ہندوستان میں وہ مقبولیت عامہ حاصل کر چکی ہے کہ دس کروڑ مسلمانوں کی نمائندگی کے حق سے کوئی انکار نہیں کر سکتا مگر حضرات بنگال میں گذشتہ ۱۶ ماہ کے اندر ہمیں جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا وہ ایک تلخ حقیقت ہے ہمیں وہاں غداروں اور مسلم انڈیا کو فریب دینے والوں سے سابقہ پڑا جن کے سامنے ملت کا وقار نہ تھا بلکہ ذات ہی انہوں نے لیگ کی صفوں میں رخنہ اندازی کی لیکن گذشتہ ۱۶ ماہ کے اندر ہی اندر مسلمانان بنگال نے اپنے آپ کو محیر العقول طریقہ سے منظم کر لیا اس کی مثال بنگال کی تاریخ میں نہیں ملتی انہیں چیف منسٹر نے دھوکا دیا وہ مسلمان نہ تھا فضل الحق کی وزارت نے درحقیقت الم کاتی کی کہ جسے کوئی شریف انسان برداشت نہیں کر سکتا تھا مسلمانوں کو کچلنے کے لئے انہوں نے مسلم لیگرز کو دبانے کے لئے جیل بھیجنے سے دریغ نہ کیا مگر میں مسلمانان بنگال کو مبارکباد دیتا ہوں کہ انہوں نے حالات کو سنبھال لیا اور اس سلسلہ میں نوجوانان بنگال قابل مبارکباد ہیں جنہوں نے مسلمانوں کو قلیل عرصہ میں منظم کر لیا یہاں تک کہ ضمنی انتخابات میں مسلم لیگ کے مقابلہ میں مخالف امیدوار کو ضمانت ضبط کرانی پڑتی ہر ضمنی انتخاب میں ہم نے مخالف کو شکست دی یہاں تک کہ آخری انتخاب میں ہم نے سو فیصدی کامیابی حاصل کی۔ فضل الحق کی حکومت نے ان انتخابات میں وہ وہ مکروہ چالیں چلیں جس نے انصاف اور حکومت کی غیر جانبدارانہ روش کو داغدار بنا دیا مگر اب اس نقطہ سے آزاد ہیں فضل الحق کے لئے کوئی جگہ باقی نہیں رہی اور وہ ختم ہو گئے اور شاید آئندہ زندگی میں بھی وہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائیں۔

بنگال سے دوسرے مسلمان سبق لیں

میں تمام ذمہ داریوں کے ساتھ علانیہ کہتا ہوں کہ دوسرے مسلمانوں کی راہ میں سنگ گراں ہی نہیں بلکہ ایک بدنما داغ تھے کہ انہوں نے مسلمانوں کے ساتھ غداری کی وہ مسلمانوں ہی کے لئے نہیں بلکہ ہندوؤں کے لئے بھی ایک نحوست تھے اسلئے کہ اس نے ان کے ہاتھ میں ایک کٹھ پتلی بنکر کام کیا مگر ہم خدا سے دعا کرتے ہیں کہ خداوند کریم ان کی غلطیوں کو معاف فرمائیں بنگال کے مسلمانوں نے یہ ثابت کر کے کہ اب کسی غلط پالیسی کی گنجائش نہیں ایسی مثال قائم کی ہے کہ تقلید میں دوسرے مسلمان بھی سبق حاصل کر سکتے ہیں۔

مسلم اکثریت کے صوبوں کا حال

اب سب کو مسلمان قوم و ملت کی آواز پہچاننا ہو گا مجلس استقبالیہ کے چیرمین نے بالکل سچ کہا ہے کہ مسلم لیگ نے آسام و بنگال میں وزارتیں قائم کر لی ہیں اسی طرح سندھ و پنجاب میں مسلم لیگ کی وزارتیں ہیں لیکن بحالات موجودہ جہاں ہم انہیں پسند کرتے ہیں یہ بتا دینا چاہتے ہیں یہ سب کچھ محض منزل کا آغاز ہے اصل مقصد نہیں ہم وزارتوں کے لئے قربانیاں کرنے کو تیار نہیں بلکہ وزارتوں کو ہمارے لئے قربانیاں کرنی ہوں گی جب تک کہ یہ وزارتیں مسلم لیگ کے پروگرام و پالیسی پر چلیں گی تو ہماری دلی تعاون و امداد کی حامل رہیں گی لیکن میں اب میں صاف الفاظ میں بتا دینا چاہتا ہوں کہ وہ جس وقت اس پالیسی سے پیچھے ہٹیں ہم انہیں بھی ختم کر دیں گے سندھ میں ۹۵ فیصدی مسلمان لیگ کے ساتھ ہیں وہاں لیگ کی تنظیم قابل تعریف و قابل یقین انداز میں عمل میں آ رہی ہے۔

سرحد مستند طور پر مجھے جو اطلاعات ملی ہیں وہ یہ ہیں کہ گذشتہ ۱۲ یا ۱۸ ماہ میں صوبہ سرحد بھی عملی طور پر مسلم لیگ کے ساتھ ہو چکا ہے یہ اطلاعات ہماری ہی نہیں بلکہ ان غیر ملکی نامہ نگاروں کی پہنچائی ہوئی ہیں جو وہاں موجود ہیں اور سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں

پنجاب رہا پنجاب افسوس ہے کہ ابھی تک اس نے تمام فرائض ادا نہیں کیا جو اسے ادا کرنا چاہئے کیونکہ وہ تو پاکستان کا سنگ بنیاد ہے میں پنجاب کے ذیلی لیگیوں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ اسلام اور اپنی قوم کے لئے محبت سے کام لیں اور خود غرضی حسد رشک و عداوت کو ختم کر دیں محبت و خلوص سے کام لیں جو تمام برائیاں دور کرنے کے لئے اکسیر ہے آپ جن برائیوں کے شکار ہیں انہیں ختم کر دیجئے گذشتہ دو سو سال سے مسلمان جن خرابیوں میں مبتلا ہیں انہیں دور کر دیں میں پنجاب گیا تھا اور یہ دیکھکر خوش ہوا کہ وہ عوام نہایت کھرے اور اچھے ہیں لہذا میں لیڈروں سے اپیل کرتا ہوں وہاں بڑے قابل اور دانشمند لیڈر موجود ہیں جنھیں میدان عمل میں آکر قوم کا کام کرنا چاہئے میں پیشین گوئی کرتا ہوں کہ آئندہ چھ ماہ میں پنجاب کی صورت بالکل بدل جائے گی

ہماری منزل مقصود کیا ہے

اب میں مسلم اقلیت کے صوبوں کا ذکر کرتا ہوں یہ اقلیت والے صوبے وہ ہیں جن میں اس وقت بھی روشنی اور تہذیب تھی جبکہ اکثریت والے صوبوں میں تاریکی تھی یہی وہ صوبے ہیں جو تم سب کی خاطر مصائب برداشت کرتے رہے ہمیشہ اقلیت مصائب برداشت کرتی ہے ہم اقلیت کے صوبوں نے مصائب برداشت کئے ہیں اور شمال مغربی اور شمال مشرقی علاقوں والے اپنے پورے آٹھ کروڑ مسلمانوں کے لئے ہم باقی مسلمان مصیبت اٹھانے کے لئے تیار ہیں ہماری منزل مقصود واضح ہے ہم اپنے علاقوں میں آزاد خود مختار

اس کو نہ پڑھیے اگر پڑھیں تو فائدہ اٹھائیے

مالک روزنامہ "وحدت" دہلی کیا کہتے ہیں؟

آج کل اشتہار بازی نے ایک ذریعہ معاش کی صورت اختیار کرلی ہے اور پبلک کو ایسے تلخ تجربے ہوئے ہیں کہ اشتہار خواہ کتنا ہی سچا ہو مگر مشکل سے یقین ہوتا ہے لیکن مجھے مسرت ہے کہ اس بے اعتمادی کے زمانہ میں مشہور و نامور کارخانہ انڈو جینوئن کیمیکل ورکس رجسٹرڈ دہلی نے اپنی دیانتدارانہ خدمات بہترین صحیح اور خالص ادویات عوام کے سامنے پیش کرکے عام مقبولیت اور ہردلعزیزی حاصل کرلی ہے اور میری ذاتی معلومات ہیں کہ ان کا تمام کاروبار راستبازی دیانتداری اور نہایت محنت اور قابل ترین کارکنان اور بالکل اشتہار کے مطابق ادویہ پیش کرنے میں بے مثل کارخانہ ہے یہی وجہ ہے کہ روزافزوں ترقی کررہا ہے اور ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں اور بیرون ہند ساؤتھ افریقہ یوگنڈا، عدن، سیلون، وغیرہ مقامات تک اس کارخانہ کی دواؤں کو استعمال کرنے والے اور ان کے اثرات کے معترف موجود ہیں جن کی تائید میں میں نے ہزاروں مریضوں کے خطوط دیکھے۔ ہذا میں ان حضرات کی جو ضرورتمند ہوں رہنمائی کروں گا کہ وہ اس کارخانہ کی سریع التاثیر و مفید ادویہ استعمال کرکے فائدہ حاصل کریں جو ہر موسم میں قابل استعمال ہیں۔

ہمیں امید ہے کہ آپ مذکورہ بالا رائے کو پڑھنے کے بعد ہمارے اشتہار کو صحیح تصور فرمائیں گے۔ اگر آپ ضرورتمند ہوں تو ضرور دوا طلب فرمائیں انشاء اللہ فائدہ ہوگا اگر فائدہ نہ ہو تو دس روپے انعام اور قیمت واپس ہمارا یہ اعلان ڈنکے کی چوٹ ہے، اس میں ذرہ برابر مبالغہ یا دھوکہ نہیں اگر ہم آپ سے دھوکہ کریں تو خدا اور رسول صلعم سے دھوکہ کریں۔

سائنٹفک آئل رجسٹرڈ

اس صدی کا انمول جوہر اور اس موسم کا خاص تحفہ ہے اس حیرت انگیز تیل کی تاثیر سے فائدہ اٹھایئے نہ پان باندھنے کی ضرورت نہ کپڑا لپیٹنے کی حاجت نہ آبلہ کا ڈر لگاتے ہی جذب ہوکر بیتاب کردیتا اور خوابیدہ جذبات میں طوفان عظیم پیدا ہوجاتا ہے ایک شیشی کا استعمال تمام نقائص خواہ وہ کسی سبب سے کیوں نہ پیدا ہوگئے ہوں۔ مثلاً کجی، خمی، لاغری، نامردی، کم خواہشی، رگوں کے پھول جانے کو دور کرکے کندن و فولاد بنا دیتا ہے۔ یقین مانئے اس سے بہتر تیل آپ کو دنیا کے پردے پر نہ ملے گا اس کے استعمال سے رگوں پٹھوں میں نئی زندگی غضب کی سختی ناقابل برداشت تیزی پیدا ہوجاتی ہے جس کے اظہار سے تہذیب مانع ہے سب باتوں کے لئے اعجاز کا کام دیتا ہے ہر عمر (اور ہر موسم میں) استعمال ہوسکتا ہے تمام نقائص دور کرکے ناکارہ آدمی کو قابل فخر مرد بنا دیتا ہے، قیمت دو روپے (۲/) محصول ڈاک بذمہ خریدار۔

اس کے استعمال کے بعد ہمیشہ کے لئے مردانہ شکایات دور ہوجاتی ہیں نہایت بے ضرر اور قطعی خوشگن ذرہ برابر تکلیف کے بغیر عضو میں نئی روح اور نئی جوانی پیدا کرتا ہے یہ دوا دہلی مارکیٹ میں اول نمبر پر ہے۔

دافع جریان و احتلام

یہ جادو اثر قرص ہر قسم کے شدید جریان اور کثرت احتلام کو بفضلہ تعالیٰ دعوے کے ساتھ دور کرتے ہیں۔ پیشاب سے پہلے یا بعد سفید رطوبت کا آنا مادہ کا پتلا پڑجانے کو دور کرکے قوت مردمی کا معاون ہوتا ہے جسم میں تروتازگی و فربہی لاتا، چہرہ کو مثل لعل بدخشاں کرتا ہے اس کے چند روز کے استعمال سے جسم میں مادہ کافی مغلظ اور مضبوط ہوکر کافی تعداد میں پیدا ہوتا ہے۔ قیمت فی شیشی اسی قرص دو روپے (۲/) علاوہ محصول ڈاک۔

ہماری یہ دوا جواہرات سے تولنے کے قابل ہے جس نے ہزاروں نامرادوں کو بامراد بنا دیا غیر ملکوں تک اس دوا کی دھوم مچی ہے۔

جریان کا قلع قمع کرنے کے لئے ہم ہندوستان کے ہر دواخانہ کو چیلنج کرتے ہیں جس کا دل چاہے آزمالے۔

اس کے استعمال کے بعد بدن میں توانائی طبیعت میں چستی دل میں جوانی کی امنگ اور نطفہ میں اولاد پیدا کرنے کی صلاحیت آجاتی ہے۔

محبوب عشرت رجسٹرڈ

یہ گولیاں انتہائی ممسک ہیں خاص وقت کی پشیمانی سے بچا لیتی ہیں سرعت انزال کی شکایت بالکل نہیں ہوگی، مغرور محبوبہ دارفتہ ہوجاتی ہے اور بے دام غلام بن جاتی ہے قیمت فی شیشی دو روپے (۲/) ہزاروں آدمیوں کی آزمودہ گولیاں ہیں۔ یہ گولیاں نشی ادویات سے پاک ہیں اور مستقل امساک پیدا کرتی ہیں۔ محصول ڈاک بذمہ خریدار۔ تین دوائیں یکجا منگانے پر محصول ڈاک معاف۔

دہلی کا نامور گورنمنٹ سے رجسٹرڈ دواخانہ

انڈو جینوئن کیمیکل ورکس نزد ڈاکخانہ جامع مسجد دہلی نمبر ۲ ٹیلیفون

أَمْرَ فِرْعَوْنَ وَمَا أَمْرُ فِرْعَوْنَ بِرَشِيدٍ ۝

چلے حالانکہ فرعون کی بات ٹھیک نہ تھی

يَقْدُمُ قَوْمَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَأَوْرَدَهُمُ النَّارَ

قیامت کے دن وہ قوم کے آگے آگے ہوگا اور سب کو دوزخ میں اُتار دیگا

وَبِئْسَ الْوِرْدُ الْمَوْرُودُ ۝ وَأُتْبِعُوا فِي

اور وہ بُری جگہ ہے جس پر اُن کو اُتارا جائے گا اس دنیا میں بھی

هَٰذِهِ لَعْنَةً وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ بِئْسَ

اور قیامت کے دن بھی اُن کے پیچھے لعنت لگا دی گئی یہ بُرا

الرِّفْدُ الْمَرْفُودُ ۝

انعام ہے جو اُن کو دیا گیا

تفسیر آیات کا تفسیری مطلب بیان کرنے سے پہلے چند الفاظ کے مرادی معانی کی تحقیق ضروری ہے:-

(۱) آیات اور سلطان مبین سے کیا مراد ہے؟ مفسر فتح البیان اور بیضاوی کے ایک قول پر آیات سے مراد توریت ہے لیکن یہ قول غلط ہے کیونکہ آیت میں فرمایا ہے کہ ہم نے فرعون اور اُس کے گروہ کے پاس موسیٰ کو آیات لیکر بھیجا۔ اب اگر آیات سے توریت مراد لی جائے تو لازم آتا ہے کہ حضرت موسیٰ جس وقت رسول بنا کر فرعون کے پاس بھیجے گئے تھے اُس وقت آپ کے پاس توریت موجود ہوتی، حالانکہ ایسا نہ تھا۔ توریت تو بہت بعد طور پر آکر ملی تھی۔

مفسر سراج نے آیات سے معجزات مراد لئے ہیں۔ ابن کثیر کے نزدیک کھلی نشانیاں مراد ہیں۔ رہی یہ بات کہ سُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ سے کیا مراد ہے؟ سلطان غلبہ کو کہتے ہیں۔ غلبہ سے کس قسم کا غلبہ مراد ہے؟ اکثر اہلِ تفسیر نے غلبہ سے حجت اور واضح دلیل برہان قطعی ناقابل مغلوبیت ثبوت مراد لیا ہے۔ اس صورت میں ایک شبہہ پیدا ہو سکتا ہے وہ یہ کہ پھر آیات اور سلطان مبین میں کیا فرق ہوگا؟ اس کا ازالہ یہ ہے کہ معجزات دو طرح کے ہو سکتے ہیں ایک وہ جس کو دیکھ کر معمولی سمجھ رکھنے والے کو غلطی کا شبہہ ہو سکتا ہے۔ دوسری قسم وہ جسکو معمولی آدمی بھی شک کی نظر سے نہ دیکھ سکے۔ روشن دماغ اور کوتاہ بصیرت ہر دو فرقوں کے نزدیک اُس معجزہ کی صداقت ناقابلِ شبہہ ہو۔ آیات سے معجزات کی اول قسم مراد ہے اور سلطان مبین سے دوسری قسم۔

میرے نزدیک بہتر جواب یہ ہے کہ آیات اور سلطان مبین دونوں سے معجزات ہی مراد ہیں لیکن مختلف اعتبارات اور جدا جدا حیثیات کے پیش نظر لفظ اٰیٰتِنَا سے اس طرف اشارہ ہے کہ معجزاتِ موسیٰ ہماری قدرت عظمت ربوبیت والوہیت کی واضح نشانیاں تھیں۔ اور سلطان مبین سے اس جانب ایماء ہے کہ معجزاتِ موسیٰ نہ فقط توحید و الوہیت کی نشانیاں تھیں بلکہ موسیٰ کی نبوت پر بھی قطعی دلیل اور ناقابلِ شک برہان تھی۔ بعض مفسرین نے آیات سے معجزات اور سلطان مبین سے ملکی اور قومی فتح مراد لی ہے۔ واللہ اعلم

(۲) رِفْدٌ مَّرْفُوْدٌ۔ بقول کلبی رفد کے معنی زیادتی کے ہیں یعنی لعنت در لعنت بہت بری چیز ہے۔ ابن کثیر نے اسی معنی کو پسند کیا ہے۔ مجاہد نے فرمایا کہ قیامت کے روز اُن کے واسطے ایک لعنت کا اضافہ کیا گیا تو دو لعنتیں ہو گئیں۔ علی بن طلحہ نے ابن عباسؓ کا قول نقل کیا ہے کہ اس سے مراد دنیا و آخرت کی لعنت ہے۔ ضحاک و قتادہ کا بھی یہی قول ہے

(۳) وِرْدٌ کہتے ہیں گھاٹ کو۔ اَوْرَدَ کے معنی ہیں گھاٹ یا پانی پر اُتارنے کے۔ اس لفظ سے اس طرف اشارہ ہے کہ اگرچہ بظاہر فرعون نے اپنے ساتھ والوں کو بحر قلزم میں اتارا تھا لیکن درحقیقت پانی میں نہ اتارا تھا آگ میں داخل کیا تھا۔ پانی میں غرق کرکے آگ میں پہونچا دیا۔

اب ہم تفسیری مطلب کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ جب خدا تعالیٰ نے افرادِ انسانی کی ہدایت کے لئے مختلف زمانوں میں نوح، ہود، صالح ابراہیم، لوط اور شعیب علیہم السلام کو مبعوث فرمایا اور ہر پیغمبر کو نبوت کے ثبوت کے لئے کوئی نہ کوئی معجزہ بھی عطا فرمایا تو لوگوں نے سب کی تکذیب کی۔ محسوس پرستی کی طرف مائل رہے۔ غیر محسوس خدا اور غیبی عقائد سے گریز کیا۔ بالآخر خدا نے اُن کو ہلاک کیا۔ چونکہ ہر نبی کو مخصوص اور قلیل معجزات عطا کئے گئے تھے اس لئے خیال ہو سکتا تھا کہ اُن معجزات کو نہ ماننے والے ممکن ہے بے قصور ہوں۔ یہ کیا ضرور ہے کہ ہر شخص کا دماغ صرف ایک معجزہ دیکھ کر پیغمبر کی صداقت کا یقین کرلے۔ خدا نے تمام حجت کیوں نہ کیا اور کیوں ہر ایک پیغمبر کو متواتر بکثرت معجزات عطا نہ فرمائے جس سے کم فہم طبقہ کو بھی ہدایت ہو سکتی۔ اس شبہہ کے ازالہ کے لئے خدا تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کا قصہ شروع فرمایا اور ان الفاظ میں بیان کیا جن سے کوئی شبہہ باقی نہ رہ سکے۔

حاصل ارشاد یہ ہے کہ فقط یہی نہیں کہ ہم نے نوح، ہود، صالح وغیرہم کو ایک ایک معجزہ دیکر اقوام کی ہدایت کے لئے بھیجا بلکہ ایسا بھی ہوا کہ ایک پیغمبر کو بکثرت دلائل نبوت اور براہین توحید عطا فرما کر مبعوث کیا مگر سرکش باغیوں نے پھر بھی نہ مانا۔ دیکھو موسیٰ کو مختلف نشانیاں

دلائل توحید اور براہین نبوت دے کر ہم نے مبعوث کیا تاکہ وہ فرعون اور اُس کے گروہ کو ہدایت کریں مگر کسی نے موسیٰ کی نہ سُنی - فرعون کے نقش قدم پر چلے - نتیجہ یہ ہوا کہ جہاں فرعون ہلاک ہوا وہاں اُس کے طریقہ پر چلنے والے بھی غارت ہو گئے کیونکہ فرعون کا مسلک غلط تھا دنیا میں بھی وہ سب قوم کا پیشوا تھا اور قیامت کے دن بھی اپنی قیادت میں سب کو جہنم میں لے جائے گا - حدیث صحیح میں آیا ہے کہ دنیا میں جو شخص کسی گمراہی کا پیشوا بنا ہے قیامت کے دن وہ تمام قوم کا پیشوا ہوگا - رسوائی کا جھنڈا اُس کے ہاتھ میں ہوگا اور کل پیروی کرنے والے اُس کے ساتھ دوزخ میں جائیں گے - حضرت ابو ہریرہ رضؓ کی مرفوع حدیث ہے کہ جاہلیت کے شاعروں کا علم بردار امرء القیس ہوگا (رواہ احمد)

مقصود بیان :- مذکورۂ بالا ساتوں قصوں کے بیان میں اصل اشارہ اس طرف ہے کہ سننے والوں کو عبرت حاصل ہو - اہل عقل اپنے خالق کی الوہیت ربوبیت اور قدرت کاملہ کو پہچانیں - اہل حال مقامات اسرار سے واقف ہوں - سرکشوں کو نتیجۂ بد نظروں کے سامنے آجائے اور فرماں برداروں پر جو کچھ فیضانِ انعام ہوا ہو اُس کو سُن کر ایمان و نیکی کی طرف رغبت ہو - حضرت موسیٰؑ کے واقعات کے بیان سے خصوصیت کے ساتھ مندرجۂ ذیل امور پر روشنی پڑتی ہے :- موسیٰؑ کو بکثرت معجزات عطا کئے گئے تھے - ایسی قطعی برہان بھی دی گئی تھی جس کے مقابلہ میں فرعون اور اُس کا تمام شکوہ و جلال مغلوب تھا - اللہ کی طاقت جس کے ساتھ ہو اگرچہ وہ تنہا بے یار و مددگار ہو مگر اپنے حریف پر غالب آتا ہے خواہ اُس کا حریف شہنشاہ اعظم ہو - صداقت اور حقانیت مغلوب نہیں ہو سکتی - فرعون یقیناً گمراہ تھا اور گمراہی پر اُس کا انتقال ہوا - مرتے وقت بھی اُس نے توبہ نہیں کی - گمراہی کے نتیجۂ بد میں مبتلا ہونے والا نہ صرف پیشوا ہی ہوتا ہے بلکہ اُس کے تمام پیرو اور مقلد بھی ماخوذ ہوتے ہیں - اظہار حق علی الاعلان شیوۂ انبیاء ہے اہل حق حق کو ظاہر کرنے میں کسی طاقت سے مرعوب نہیں ہوتے - اس میں مسلمانوں کے لئے بھی درس بصیرت ہے کہ دولت مال عزت حکومت اور ہر قسم کی طاقت کی پرواہ نہ کرتے ہوئے تم کو اظہار حق اور اعلاء کلمۃ اللہ کی کوشش کرنی چاہیئے - باطل پرست مقابل کی طاقت اور شوکت ظاہری سے نہ ڈرو - سنت موسیٰؑ پر عمل کرو - بالآخر تم ہی کامیاب ہو گے - وغیرہ -

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْقُرٰى نَقُصُّهٗ عَلَيْكَ مِنْهَا

یہ بستیوں کی چند خبریں ہم تم کو سنا رہے ہیں اِن میں بعض بستیاں

قَآئِمٌ وَّحَصِيْدٌ ۝ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ

تو موجود ہیں اور کوئی جڑ سے کٹ گئی ہے ہم نے اُن پر ظلم نہیں کیا بلکہ

ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَمَآ اَغْنَتْ عَنْهُمْ اٰلِهَتُهُمُ

اُنہوں نے خود اپنے اوپر ظلم کیا جب اللہ کا عذاب آپہنچا تو اُن کے وہ معبود کچھ کام نہ آئے

الَّتِيْ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ

جن کی عبادت وہ خدا کو چھوڑ کر

لَّمَّا جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ۭ وَمَا زَادُوْهُمْ غَيْرَ

کرتے تھے اور وہ معبود اُن کی تباہی میں مزید

تَتْبِيْبٍ ۝ وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ

اضافہ کا سبب بنے تمہارے رب کی پکڑ ایسی ہی سخت ہے جبکہ وہ بستیوں کی

الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ ۭ اِنَّ اَخْذَهٗٓ اَلِيْمٌ

گرفت کرتا ہے بشرطیکہ وہ ظالم ہوں اُس کی گرفت واقعی

شَدِيْدٌ ۝ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّمَنْ خَافَ

دردناک ہے اس میں اُن لوگوں کے لئے نشان قدرت ہے جو آخرت

عَذَابَ الْاٰخِرَةِ ۭ ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ ۙ لَّهُ

کے عذاب سے ڈرتا ہو وہ ایسا دن ہوگا جس میں لوگوں کو جمع

النَّاسُ وَذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ ۝

کیا جائے گا اور وہی دن ہوگا جس میں لوگوں کو حاضر کیا جائے گا

تفسیر ان آیات میں گذشتہ کل قصص و واقعات کا نچوڑ ظاہر فرمایا ہے - ہم چند فقروں کی توضیح کرتے ہوئے خلاصہ مطلب بیان کرتے ہیں :-

(۱) ابن کثیر کے نزدیک قَآئِمٌ سے معمور آبادیاں اور حَصِيْدٌ سے مراد تباہ و ویرانے ہیں - بعض لوگوں نے ابن عباسؓ کا بھی یہی قول نقل کیا ہے - قتادہ فرماتے ہیں قَآئِمٌ سے وہ بستیاں مراد ہیں جن کے کچھ آثار باقی ہیں اور اُن کی شناخت ہو سکتی ہے اور حَصِيْدٌ سے مراد وہ ویرانے ہیں جن کی آبادی کا نام نشان بھی مٹ گیا اور وہ خود بھی

فرسودہ ہو کر مٹ گئے۔

(۲) اللہ کی گرفت سخت ہے حضرت ابو موسیٰ کی روایت ہے حضور اقدس نے ارشاد فرمایا ظالم بندہ کو اللہ ڈھیل دیتا رہتا ہے یہاں تک کہ جب اسکی گرفت کرلیتا ہے تو پھر اسکو رہائی نہیں دیتا۔ حضور والا نے مذکورہ ارشاد کے بعد آیت اِنَّ اَخْذَهٗ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ تلاوت فرمائی (رواہ البخاری ومسلم)

حاصل ارشاد یہ ہے کہ جن بستیوں کے واقعات کا تذکرہ کیا گیا اُن میں سے کچھ بستیاں تو صفحۂ زمین پر اپنا نام نشان رکھتی ہیں کچھ آثار اُن کے دکھائی دیتے ہیں (مثلاً مدینہ سے تبوک کو جانے وقت راستہ میں قوم ثمود کا کنواں روشنی کی آمد و رفت کا راستہ وغیرہ حضور والا نے لشکر والوں کو دکھایا تھا بلکہ اب بھی بہت سے نشانات باقی ہیں)، اور کچھ بستیوں کی نمود بھی مٹ گئی اللہ نے اُن کو تباہ کر دیا اُن کے جھوٹے دیوتا اور ناطاقت فرضی معبود کچھ اُن کی مدد نہ کر سکے بلکہ باطل معبودوں کی پرستش خود پرستاروں کے حق میں تباہی کا سبب ہوئی۔ اس سے آگے فرماتا ہے کہ گذشتہ اقوام پر ہی کیا حصر ہے ضابطہ الٰہی اور قانون قدرت ہی یہی ہے کہ جب کوئی قوم حق سے سرکشی کرتی اور قانون عدل کی خلاف ورزی کرتی ہے تو خدا اُسکی گرفت کرتا ہے اور ایسی گرفت کرتا ہے کہ پھر رہائی ناممکن ہو جاتی ہے۔ وغیرہ

مقصود بیان:۔ گذشتہ اقوام کے بیان واقعات کا نچوڑ مسلمانوں کے لیئے درس عبرت۔ قانون الٰہی کا اظہار۔ اس امر کی صراحت کہ خدا ظالم نہیں وہ کسی پر ظلم نہیں کرتا بلکہ انسان کی زیاں کاری اور بداعمالی خود اُس کی تباہی کا سبب بن جاتی ہے اگرچہ مسبب خدا ہے۔ اللہ کی گرفت سخت ہے اُس سے رہائی ناممکن ہے۔ قیامت میں سب کا جمع ہونا اور حاضر ہونا ضروری ہے۔ وغیرہ۔

وَمَا نُؤَخِّرُهٗۤ اِلَّا لِاَجَلٍ مَّعْدُوْدٍ ۝ يَوْمَ

ہم اُس کو چند روزہ مدت ہی کے لئے ملتوی کئے ہوئے ہیں جب وہ دن

يَاْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ

آئیگا تو کوئی شخص بغیر اذن خدا کے بول نہ سکے گا پھر لوگوں میں سے

شَقِيٌّ وَّسَعِيْدٌ ۝ فَاَمَّا الَّذِيْنَ شَقُوْا

کوئی بدبخت ہوگا کوئی نیک بخت جو لوگ بد بخت ہیں

فَفِي النَّارِ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّشَهِيْقٌ ۝

وہ آگ میں ہوں گے اور آگ کے اندر اُن کی پکار دہاڑ ہوگی

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ

اُس میں ہمیشہ رہیں گے جب تک آسمان و زمین قائم رہیں گے

اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ۚ اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا

ہاں جو تمہارا رب چاہے گا تمہارا رب جو چاہتا ہے کر ڈالتا

يُرِيْدُ ۝ وَاَمَّا الَّذِيْنَ سُعِدُوْا فَفِي

ہے جو لوگ نیک بخت ہوں گے وہ

الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ

جنت میں رہینگے جس میں وہ ہمیشہ رہینگے جب تک آسمان و زمین

وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ۭ عَطَآءً

قائم رہیں گے ہاں جو تمہارا رب چاہے یہ بخشش

غَيْرَ مَجْذُوْذٍ ۝

غیر منقطع ہوگی

تفسیر تفصیل و تحقیقی مباحث سے قبل ہم آیات کا مختصر تفسیری مطلب بیان کرتے ہیں۔ گذشتہ آیات میں بیان فرمایا تھا کہ قیامت کا ایک دن مقرر ہے جس میں تمام آدمیوں کو سمیٹ کر جمع کیا جائیگا اور رسول کی شہادت لی جائیگی۔ سوال پیدا ہو سکتا تھا کہ قیامت کا وہ مقررہ دن کب ہوگا۔ اس میں تاخیر کی کیا وجہ ہے۔ اس روز کی مفصل کیفیات کیا ہوں گی۔ قیامت کا دن کسی کام کے لئے مقرر کیا گیا ہے۔ ان سب باتوں کا جواب ان آیات میں دیا گیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے چونکہ اس عالم کی زندگی کی ایک میعاد مقرر ہے جب تک وہ میعاد ختم نہ ہو جائے قیامت نہیں آسکتی۔ جب دنیوی زندگی کے ایام پورے ہو جائیں گے تو فوراً قیامت آجائیگی۔ وہ دن ایسا ہول انگیز اور وحشتناک ہوگا کہ بغیر اجازت کے کوئی شخص بھی بات نہ کرسکیگا منہ سے کوئی لفظ بھی نہ نکال سکیگا۔ رہی یہ بات کہ اس روز کیا ہوگا کس کام کے لئے قیامت کا دن مقرر کیا گیا ہے۔ اس کے متعلق فرماتا ہے کہ نیکوں اور بدوں کا فیصلہ قیامت کے دن ہوگا کچھ لوگ ازلی بدبخت ہوں گے وہ دوامی طور پر دوزخ میں رہیں گے۔ اور کچھ لوگ ازلی خوش نصیب ہوں گے۔ وہ ہمیشہ جنت میں رہیں گے نہ دوزخ کے عذاب کو کبھی انقطاع ہے نہ جنت کے ثواب کو کبھی فنا خصوصاً جنت کے اندر انعامات الٰہی تو لازوال اور بے انتہا ہیں۔ اب ہم آیات پر تفصیلی تبصرہ کرنا چاہتے ہیں۔

ملہ قیامت کا دن ایک دن مقرر ہے۔ اس کے آنے کی مدت محدود ہے ایک قلیل مدت تک دنیا باقی ہے۔ جب تک وہ مدت ختم ہو جائے گی قیامت آجائے گی۔ دنیوی بقا کتنی ہی طویل ہو مگر پھر محدود ہے اور ہر محدود چیز غیر محدود کے مقابلہ میں قلیل ہے۔ قیامت کا تعینی علم سوائے اللہ کے کسی کو نہیں صرف چند آثار احادیث میں بیان کئے گئے ہیں۔ مثلاً دنیا کی مردم شماری میں عیسائیوں کی تعداد بڑھ جائیگی۔ دولت وقوت میں بھی عیسائی بڑھ کر ہونگے عرب کے چند محدود قطعات مسلمانوں کے قبضہ میں رہجائیں گے۔ باقی دنیا پر کافروں کا تسلط ہوجائیگا۔ خروج دجال اور ظہور مہدی ہوگا۔ یہ تو آثار کبریٰ ہیں رہے آثار صغریٰ تو وہ بکثرت ہیں جن کو عام طور پر علماء اسلام جانتے ہیں۔

ملہ قیامت کے دن بغیر اذن الٰہی کے کوئی کسی سے کچھ بات نہ کریگا نہ کرسکیگا یعنی واقعات قیامت کی ہولناکی اور جلال الٰہی کے ظہور کے سبب کوئی بات نہ کرسکیگا۔ زبان سے کوئی لفظ نہ نکلے گا۔ ہاں جس کو اللہ کی طرف سے اذن ہوگا وہی بولیگا۔ صحیحین کی حدیث شفاعت میں مذکور ہے کہ سوائے پیغمبروں کے اور کوئی شخص اس دن بات نہ کرسکیگا۔ اور پیغمبر بھی اگر کچھ کہینگے تو یہی کہینگے کہ بارب سلّم سلّم پروردگار بچالے۔ ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ دوسری آیات میں بصراحت مذکور ہے کہ قیامت کے دن کفار غلط بیانی اور دروغگوئی کرینگے۔ دنیا میں جو کچھ شرک اور کفر کرتے ہیں اس سے مکرجائینگے مثلاً کہینگے رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ۔ دوسری جگہ آیا ہے يَوْمَ تَأْتِيْ كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ نَّفْسِهَا۔ ابن عباس رضؓ نے اس شبہہ کا ازالہ اس طرح فرمایا ہے کہ روز قیامت کے تین حصے ہونگے۔ ابتدائی حصہ میں انتہائی حیرت وہیبت کی وجہ سے کوئی کچھ نہ بول سکیگا۔ دوسرے حصے میں کفار بات تو نہ کرسکینگے مگر اُن کے اعضاء اُن کی بداعمالیوں کی شہادت دینگے پھر تیسرے حصہ میں انبیاء، اولیاء وغیرہم سفارش کرکے گناہگار اہل ایمان کو رہا کرائینگے اور کفار پر عذاب کی مار ہوگی تو اُس وقت کفار اپنی بداعمالیوں سے مکرجائینگے اور اپنے کرتوت سے انکار کریں گے۔

ملہ قیامت کے دن صرف دو فرقے ہونگے بدبخت اور خوش نصیب یعنی ایک گروہ تو وہ ہوگا جو فیصلۂ ازلی کے مطابق سعادتمند ہوگا۔ دوسرا گروہ وہ ہوگا جو ازلی تجویز کے بموجب شقی اور بدبخت ہوگا۔ اول گروہ نجات یافتہ اور دوسرا گروہ مبتلائے عذاب ہوگا۔ اہل سنت کے قول پر ان دو گروہوں کے درمیان کوئی تیسرا گروہ نہوگا۔ مخلص اہل ایمان خواہ باعمل ہوں یا بےعمل پاک صاف ہوں یا مرتکب کبائر۔ بہرحال اول گروہ میں داخل ہیں کیونکہ سعادتمند کے یہاں یہ معنی ہیں کہ کبھی نہ کبھی اُس کو جنت مل جائے۔ ظاہر ہے کہ اگر ذرا سی برابر ایمان دل میں ہوگا تو کسی وقت دوزخ سے رہائی ضرور ہوگی خواہ اعمال کیسے ہی خراب ہوں۔ رہے کفار تو وہ شقی گروہ میں داخل ہونگے اُن کی رہائی کبھی نہ ہوگی۔ فرقۂ معتزلہ کے نزدیک وہ مؤمن بھی جو مرتکب کبائر ہیں ہمیشہ دوزخ میں رہینگے۔ معتزلہ کا علمبردار زمخشری اہل سنت پر طعن کرتا ہوا آیت اَمَّا الَّذِيْنَ شَقُوْا سے کفار اور مرتکب کبائر اہل ایمان مراد لیتا ہے۔ مگر شوکانی نے مختلف صحیح احادیث کی روشنی میں اس کی کافی تردید کردی ہے۔

ملہ کفار کے دوامی دوزخی ہونے اور اہل ایمان کے دوامی جنتی ہونے میں علماء کا اختلاف ہے۔ اس آیت میں صراحتہً بیان کیا گیا ہے کہ کفار دوزخ میں رہینگے۔ ہاں اگر اللہ چاہیگا تو اُن کو کبھی نکال لیگا۔ بعض علماء کا یہی مسلک ہے۔ علماء کا یہ گروہ اپنے مقصد کے ثبوت میں مندرجۂ ذیل حدیث پیش کرتا ہے۔ عبد اللہ بن عمرؓ کی روایت سے ثابت ہے کہ ایک زمانہ ایسا بھی آئیگا جبکہ جہنم میں کوئی نہوگا اور دوزخ کے دروازے بند کردیے جائینگے لیکن یہ بات مدتوں جہنم میں پڑے رہنے کے بعد ہوگی۔ معلوم ہوا کہ کفار کو بھی آخر میں رہائی مل جائیگی (رواہ احمد فی سندہ) ابن تیمیہ نے یہی قول فاروق اعظمؓ ابن عباسؓ ابن مسعودؓ ابوہریرہؓ انس بن مالکؓ کا بیان کیا ہے۔

آیت سے استدلال کی نفی تو ہم بعد کو کرینگے اول حدیث کا مطلب بطریق اہل سنت بیان کرتے ہیں۔ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ایک زمانہ ایسا بھی آئیگا جبکہ دوزخ کے دروازے بند کر دیے جائینگے اور اُس کے اندر کوئی کمزور ایمان والا بھی نہوگا۔ اس مطلب کی تائید حدیث شفاعت مرویۂ صحیحین سے بھی ہوتی ہے۔ رہا آیت سے استدلال کا رد تو اُس کے متعلق ابوسعید خدریؓ کا تفسیری قول کافی ہے کہ قرآن پاک میں جس جگہ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا آیا ہے وہاں دوام غیر منقطع مراد ہے اور اگر تسلیم بھی کرلیا جائے کہ آیت مذکورہ انقطاع عذاب پر دلالت کرتی ہے تو بقول ابن عباسؓ آیت اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَظَلَمُوْا لَمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ الخ اس کی ناسخ ہے۔ ہاں اسی آیت سے دوام عذاب پر ایک شبہہ اور ہوسکتا ہے وہ یہ کہ عذاب کی مدت کو بقاء آسمان وزمین کی مدت پر معلق کیا ہے یعنی جب تک آسمان وزمین باقی ہونگے کفار دوزخ میں رہینگے اور آسمان وزمین کا وجود تو دوامی نہیں لہٰذا عذاب کفار بھی دوامی نہیں ہوسکتا۔ اس شبہہ کا ازالہ اس طور پر کیا جاسکتا ہے کہ آسمان وزمین سے یہ دنیوی آسمان وزمین مراد نہیں بلکہ آخرت کے آسمان وزمین مراد ہیں جس کی صراحت آیت يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ الخ میں کردی گئی ہے کیونکہ اس آسمان وزمین کی بربادی تو وجود قیامت سے ہوجائیگی اور دوزخ کا عذاب اس کے بعد ہوگا پھر عذاب کو اُن کے بقاء پر معلق کرنا کسی طرح صحیح نہیں۔ اس کے علاوہ یہی قید اہل جنت کے لئے بھی آیت میں مذکور ہے اگر اس سے انقطاع عذاب ہوسکتا ہے تو انقطاع ثواب بھی ہونا چاہئے حالانکہ جنت کا عدم انقطاع بالاجماع ہے

مقصود بیان :- بقاء دنیا کی میعاد معین ہے میعاد معین گزرجانے کے بعد قیامت آئے گی۔ قیامت کا دن نہایت ہولناک ہوگا بغیر اذن

الٰہی کوئی کسی سے بات نہ کر سکے گا۔ انسانوں کی دو ہی قسمیں ہیں سعید اور شقی۔ درمیان میں کوئی تیسری صنف نہیں دوزخی دوزخ میں اور جنتی جنت میں ہمیشہ رہینگے۔ آخرت کے آسمان و زمین دنیوی آسمان و زمین سے علیحدہ ہوں گے۔ وغیرہ۔

فَلَا تَكُ فِي مِرْيَةٍ مِّمَّا يَعْبُدُ هٰٓؤُلَآءِ مَا

تو (اے مخاطب) تو اُن چیزوں سے شک میں نہ ہو جسکی یہ لوگ پرستش کرتے ہیں

يَعْبُدُوْنَ اِلَّا كَمَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُهُمْ مِّنْ

یہ ایسی ہی پوجا کرتے ہیں جیسے پہلے ان کے باپ دادا پوجا

قَبْلُ وَاِنَّا لَمُوَفُّوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ

کرتے تھے ہم بغیر کمی کے ان کا حصہ

غَيْرَ مَنْقُوْصٍ ۝

پورا پورا دیں گے

تفسیر انبیاء اور اُن کی اقوام کے قصص اور مومنین و کافرین کے نتائج بیان کرنے کے بعد رسول اللہ صلعم کی قوم کی حالت ظاہر فرما کر مسلمانوں کے تشکک کو (اگر کافروں کی حالت دیکھ کر پیدا ہوئے ہوں) زائل فرماتا ہے۔ کفار اور باطل پرستوں کا عام عقیدہ ہوتا ہے کہ ہمارے دیوتا اور معبود پیر فقیر ہمارے مددگار ہیں۔ انہی کے طفیل سے ہم کو رزق، دولت اور ترقی حاصل ہوتی ہے۔ اگر ہم اس کے خلاف کرینگے تو چٹ ہو جائیں گے۔ ہماری دولت اور رفاہیت زائل ہو جائیگی۔ اگر ان کی پرستش اور اُن سے عقیدت حق ہوتی تو ہم اس قدر دولتمند کیوں ہوتے ہم ضرور تباہ کر دیئے جاتے۔ وغیرہ کافروں کی حالت چونکہ عموماً دولتمندی میں مسلمانوں سے اچھی ہوتی ہے۔ اس لئے اہل اسلام کے دلوں میں بھی اس شیطانی تقریر کا اثر ہو سکتا تھا اور بنا بریں خداوند تعالیٰ رسول پاکؐ کو خطاب فرماتا ہے۔ خطاب اگرچہ رسولؐ کو ہے۔ مگر روئے سخن مسلمانوں کی طرف ہے۔ حاصل ارشاد یہ ہے کہ مسلمانو تم کافروں کی رفاہیت اور دنیوی تمول کو دیکھ کر یہ نہ خیال کر لینا کہ یہ جو دیوتاؤں اور باطل معبودوں کی پرستش کرتے ہیں ان کی دولتمندی اسی کا ثمرہ ہے جھوٹے دیوتا ان کو دولتمند بنا دیتے ہیں۔ ان کے دیوتاؤں کے ہاتھوں میں تو کچھ بھی نہیں ہے۔ سب کچھ ہمارے ہی ہاتھ میں ہے اچھائی ہو یا برائی نیکی ہو بدی۔ آرام ہو یا تکلیف ہم ہی ہر ایک کا مقررہ حصہ پورا پورا دیتے ہیں۔ بت اور دیوتا کچھ نہیں دیتے۔ بات یہ ہے کہ باطل پرستی کی جب کوئی وجہ نہیں ملتی اور کوئی دلیل نہیں پیش کر سکتے تو مجبوراً ایسی توجیہ کرتے ہیں۔ ورنہ واقع میں یہ محض مقلد ہیں۔ جس چیز کی ان کے اسلاف پرستش کرتے چلے آئے ہیں اسی کی پوجا یہ کرتے ہیں حق ناحق سے کوئی بحث نہیں۔

مقصود بیان:۔ کورانہ تقلید اسلاف کی درپردہ ممانعت خوشی رنج دولت افلاس سب مقدر ہے۔ کفر و اسلام سے دنیوی رزق میں کمی بیشی نہیں ہوتی۔ جو مقدر ہے وہ ضرور پورا پورا ملیگا۔ وغیرہ۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ

اور ہم نے موسیٰ کو کتاب دی تھی لیکن اُس میں اختلاف

فِيْهِ ۭ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ

کیا گیا اگر ایک بات تمہارے رب کی طرف سے پہلے نہ ٹھہر چکی ہوتی تو ان کا

بَيْنَهُمْ ۭ وَاِنَّهُمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ۝

باہمی فیصلہ کر دیا گیا ہوتا یہ لوگ اسکی طرف سے بے چینی انگیز شک میں ہیں

وَاِنَّ كُلًّا لَّمَّا لَيُوَفِّيَنَّهُمْ رَبُّكَ اَعْمَالَهُمْ ۭ

ان سب کو ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ تمہارا رب ضرور دے گا

اِنَّهٗ بِمَا يَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝ فَاسْتَقِمْ

وہ ان کے سب اعمال سے باخبر ہے جیسا تم کو حکم دیا ہے

كَمَآ اُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا ۭ

اُس پر تم اور وہ لوگ جنہوں نے تمہارے ساتھ توبہ کی ہے سیدھے چلتے رہو اور تم حد سے

اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝

آگے نہ بڑھو اللہ تمہارے اعمال کو دیکھ رہا ہے

تفسیر کفار عرب جس طرح توحید کے منکر تھے اسی طرح حضور اقدسؐ کی نبوت کو نہ مانتے تھے۔ اس سے رسول پاکؐ کو صدمہ تھا حضورؐ کی تسلی کے لئے حضرت موسیٰؑ کا حوالہ دیتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے کہ رسالت کا انکار اور احکام الٰہی سے سرتابی کوئی نئی بات نہیں بلکہ پیشتر سے ایسا ہی ہوتا چلا آیا ہے۔ عرصہ ہوا ہم نے موسیٰ پر توارت نازل کی تھی اُسکو بعض لوگوں نے مانا بعض نے نہ مانا۔ بعض آدمیوں نے کچھ احکام مانے کچھ نہ مانے۔ کسی نے الفاظ میں تحریف کر دی۔ کسی نے معنی بگاڑ دیے۔ بعض نے توارت کو اپنی مقصد برآری کا ذریعہ بنا لیا۔ جو حکم چاہا دیا اور جس سے چاہا منع کیا اور جب چاہا منع کیا اور جب چاہا جائز کیا۔ اس پھوٹ اور اختلاف کو خدا

دور کرسکتا تھا خواہ اس صورت سے کہ پھوٹ ڈالنے والوں کو تباہ کردیتا خواہ اس طرح کہ اختلاف پیدا کرنے والوں کو اختلاف کی طاقت ہی نہ دیتا لیکن یہ تو قانون قدرت ہے فیصلۂ ازلی ہے کہ مؤمن و منکر شقی و سعید اور نیک و بد سے دنیا آباد ہے۔ اسی ازلی فیصلہ کا لحاظ کرتے ہوئے خدا نے منکروں اور پھوٹ ڈالنے والوں کو برباد نہیں کیا۔ چنانچہ اب تک وہ اضطراب انگیز شک اور توہم پرستی میں بدستور مبتلا ہیں اور خدا نے اُن کو چھوڑ رکھا ہے۔ ہاں آخرت میں ہر ایک کے ہر عمل کا پورا پورا بدلہ دیگا وہاں پھوٹ نہ ہوگی۔ لہٰذا تم کو بھی کفار کے انکار اور ان کی سرتابی سے کچھ صدمہ نہ کرنا چاہئے۔ اللہ سب کی حالت جانتا ہے جو جیسا کرے گا ویسا بھرے گا۔ البتہ تم اپنے کام میں درست رہو۔ تم اور تمہارے ساتھی اور ہر وہ شخص جو مؤمن ہو اُسکو راہ اسلام پر قائم رہنا چاہئے۔ مگر اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ حد سے بڑھ جاؤ اور اعتدال سے بھی تجاوز کرجاؤ۔ نوافل میں اتنا غلو کرو کہ صحت تباہ ہوجائے اور بالآخر اُن کا التزام نہ کرسکو۔)

آب فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ کے معنی کی توضیح مختلف علماء نے مختلف طور پر کی ہے حضرت عمرؓ نے فرمایا استقامت درحقیقت یہ ہے کہ اوامر و نواہی کی پابندی کرو لومڑی کی طرح حیلے بہانے نہ ڈھونڈو۔ ابوالسعود نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ لفظ استقامت تمام اصولی و فروعی احکام اور علمی و عملی کمالات کو جامع ہے اور اسکو پورا کرنا بہت دشوار ہے۔ بیضاوی نے لکھا ہے کہ استقامت عقائد و اعمال دونوں کو شامل ہے۔ حضرت سفیان بن عبداللہ ثقفی کی روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ مجھے اسلام کے متعلق ایسی بات بتادیجئے کہ حضور کے بعد مجھے اور کسی سے پوچھنے کی ضرورت نہ رہے۔ فرمایا اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ کہو اور پھر استقامت اختیار کرو (مسلم)

ابن عباسؓ فرماتے ہیں اس آیت سے زیادہ سخت اور شاق حضورؐ کے حق میں اور کوئی آیت نہیں اتری۔ صحاح و سنن میں مذکور ہے کہ حضورؐ نے فرمایا: مجھے سورۂ ہود نے بوڑھا کردیا یعنی سورۂ ہود کی اسی آیت نے جسمیں استقامت کا حکم ہے۔ حسن بصری کی روایت ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد حضورؐ نے فرمایا شَمِّرُوْا شَمِّرُوْا یعنی دامن سمیٹ کر کمر باندھ کر مضبوطی کے ساتھ تعمیل احکام کے لئے آمادہ ہوجاؤ۔ پھر اس کے بعد کسی نے کبھی آپ کو ہنستے نہیں دیکھا۔

مقصود بیان:۔ اسلام میں تفرقہ اور کتب آسمانیہ کا انکار اور اُن میں اختلاف پیدا کرنا قانون ازلی کے مطابق ہے۔ ضابطۂ قدرت ہی یوں ہے کہ کچھ مؤمن اور کچھ منکر کچھ موحد اور کچھ پھوٹ پیدا کرنے والے ہوں تاکہ حق و باطل کا امتیاز ہوتا رہے اور اس زمین کی آبادی قائم ہے۔ حضرت موسیٰ کی توراۃ میں اختلاف پیدا ہونے کی خبر دینے سے اس طرف اشارہ ہے کہ آئندہ مسلمان بھی قرآن میں اختلاف کرینگے۔ اگر الفاظ میں نہیں تو معانی میں تحریف [illegible]

ضرور کرینگے اور پھر آخرت میں حق و باطل اور صادق و کاذب کا نتیجہ سامنے آجائیگا۔ لفظ فَاسْتَقِمْ سے صراحۃً یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اسلام نام اعتدال اور میانہ روی کا ہے۔ افراط اور تفریط دونوں اسلام سے خارج ہیں۔ گمراہی کا تو کفر ہونا ظاہر ہی ہے۔ مگر کج راہی بھی کفر ہے۔ نوافل و اعمال خیر میں ناقابل برداشت زیادتی کی بھی اسلام اجازت نہیں دیتا جس طرح نواہی و اوامر سے سرتابی کو گمراہی خیال کرتا ہے۔ لفظ كَمَآ اُمِرْتَ سے صاف واضح ہے کہ قانون اسلام قانونِ الٰہی ہے۔ عقلاء کی تصنیف اجماع اور وضع کو اس میں دخل نہیں۔ شریعت کے تمام عقائد اور فرائض و واجبات نیز سنن مؤکدہ الہامی چیزیں ہیں عقل سے ان میں تغیر تبدل نہیں کیا جاسکتا اگرچہ ان میں سے کوئی حکم خلاف عقل و بصیرت بھی نہیں ہے۔ وَلَا تَطْغَوْا کا لفظ بتا رہا ہے کہ شریعت قانون عدل ہے اور عدالت کا ہی نام شریعت ہے اس سے ہٹنا خواہ کمی کی جانب ہو یا زیادتی کی طرف بہرحال طغیان ہے گویا عدالت الٰہیہ کا مظہر قانون شرع ہے جو دنیا میں انصاف قائم کرنے امن پھیلانے اور عمرانیت میں اضافہ کرنے کے لئے آیا ہے۔ جور و طغیان ظلم و زیادتی وغیرہ کی جڑیں اس سے اکھڑ جاتی ہیں۔ وغیرہ

وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ

اور ظالموں کی طرف نہ جھکو ورنہ تم کو بھی آگ

النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ

لگے گی اور اللہ کے سوا تمہارا کوئی مددگار نہ ہوگا

ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ○

نہ تمہاری مدد کی جائے گی

تفسیر یہ آیت گذشتہ آیت سے وابستہ ہے۔ پہلی آیت میں استقامت کا حکم دیا تھا۔ اس جگہ فرمایا کہ دنیا کی ثروت دیکھکر یا عزت عروج حکومت اور دولت وغیرہ کے حصول کے لئے ظالموں کی طرف مائل نہ ہو اپنی استقامت کو کسی خوف یا کسی لالچ کے سبب نہ چھوڑو ظالموں کی طرف میلان کرنے کا نتیجہ دوزخ ہے۔ توضیح معنی سے قبل ہم آیت کے دونوں اجزاء کی تشریح کرنی چاہتے ہیں۔

لا رکون کی ممانعت ہے۔ قرطبی نے رکون کے معنی بھروسہ کرنا ٹیک لگانا۔ اعتماد کرنا اور پسند کرنا لکھے ہیں۔ ابن جریر نے بروایت ابن عباس رض بیان کیا ہے کہ رکون کے معنی جھکنا مائل ہونا ہیں۔ ابن عباسؓ سے دوسری روایت میں ہے کہ لاترکنوا کے معنی ہیں کہ ظالموں سے آشتی مداہنت اور مصالحت نہ کرو۔ ایسا نہ ہو کہ ان کے گفتار و کردار کو دیکھ کر

چپ ہو کر بیٹھ رہو۔ فتح البیان میں بروایت عکرمہ رضؓ وقتادہ منقول ہے۔ کہ ظالموں سے دلی دوستی اور ان کی اطاعت نہ کرو۔ کشاف میں لکھا ہے کہ رکون سے مراد خفیف میلان ہے۔

۱۲۔ ظالموں سے کون لوگ مراد ہیں؟ ظاہر ہے کہ اس میں ہر ظالم داخل ہے۔ خواہ مشرک عادل ہو جس نے اپنے نفس پر فقط ظلم کیا ہو مخلوق پر ظلم نہیں کیا۔ یا مشرک ظالم ہو جو دونوں طرح سے ظلم کرتا ہے۔ اپنے نفس پر بھی اور مخلوق پر بھی یا مسلم ظالم ہو جو مخلوق پر ظلم کرتے ہیں۔ حاصل ارشاد یہ ہے کہ اہل عدل کو چھوڑ کر ستم گاروں اور نافرمانوں سے دلی انس دینی ربط ضبط اور باطنی اختلاط نہ کرو۔ ظالموں کی ظلم کی حمایت کسی طرح نہ کرو۔ نہ رفتار و کردار سے نہ اعلان و اخفا سے نہ سکوت و خاموشی سے بلکہ اس کے خلاف جہاں تک ممکن ہو کوشش کرو۔ نرمی اور شفقت سے اس کو سمجھاؤ۔ پھر سختی کا موقع ہو تو درشت لہجہ سے فہمائش کرو۔ یوں بھی نتیجہ نہ نکلے تو ظالم کے خلاف عملی اقدام کرو۔ اور کسی طرح مقابلہ نہ ہو تو ترک تعلقات کر لو۔ ورنہ ظالم کے ساتھ تم بھی دوزخ میں جاؤ گے۔ ظالم آگ کا مجسمہ ہے تم کو بھی جلا کر خاکستر کر دیگا۔

نیشاپوری نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ جس میلان سے آیت میں ممانعت کی ہے اس سے مراد یہ ہے کہ ظالموں کی وضع اور حالت کو دل سے پسند کیا جائے۔ ان کے طور طریق کو اچھا سمجھا جائے۔ دوسروں کو ظالم کے قول و فعل کی خوبی سمجھائی جائے۔ اور اس کے ساتھ کسی ظلم میں شرکت کی جائے۔ رہے دنیوی معاملات تو کسی جائز فائدہ کے حصول یا مضرت کو دور کرنے کے لئے ظالموں سے ملنے جلنے میں کچھ مضائقہ نہیں۔ قرطبی کے قول کا بھی یہی مفاد ہے۔ اہل تحقیق کی بھی یہی رائے ہے۔

مقصود بیان: ظالموں کی حمایت کرنے بلکہ اُن سے اندرونی دوستی رکھنے اور ان کی طرف قلبی میلان کرنے کی ممانعت آیت سے صاف واضح ہے کہ اسلام آشتی اور امن کا علمبردار ہے ظلم اور دراز دستی کی قطعاً بیخ کنی کرنی چاہتا ہے۔ بلکہ اپنے پیروؤں کو ستم گاروں کی طرف مائل ہونے سے بھی روکتا ہے۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ جس نے ظالم کے لئے درازئ عمر کی دعا کی اس نے پسند کیا کہ دنیا میں اللہ کی نافرمانی زیادہ پھیلے (کذا فی السراج) آیت میں درپردہ تبلیغ ہے اس بات کی کہ ظالم سے نہ خوف کرو۔ نہ طمع رکھو۔ بلکہ اس کے خلاف علم جہاد بلند کرو۔ اس کی طاقت کی افزونی اور دولت کی فراوانی تم کو اعلان حق سے نہ روکے کیونکہ کارساز درحقیقت خدا ہے اسکی امداد و نصرت تمکو کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتی نہ اسکی دشمنی تمہارا کچھ بگاڑ سکتی ہے وغیرہ

وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا

اور دن کے دونوں سروں پر اور رات کے کچھ حصہ میں

مِّنَ الَّيْلِ ؕ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ؕ

نماز باقاعدہ پڑھتے رہو کیونکہ نیکیاں قطعی طور پر بدیوں کو دور کر دیتی ہیں

ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ ۞ وَاصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ

یہ نصیحت ماننے والوں کے لئے نصیحت ہے اور صبر رکھو اللہ

لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ۞

نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا

تفسیر اس آیت کی شان نزول میں مختلف روایات کے لحاظ سے کمی بیشی ہے۔ ترمذی، بخاری، مسلم، مسند احمد اور ابن جریر کی روایات کم و بیش ہیں۔ سب کا خلاصہ یہ ہے کہ کسی مجاہد کی بیوی سے ایک شخص نے معانقہ اور ملامسہ کیا اور فوراً خوف خدا دل میں پیدا ہوا تو بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر قصہ عرض کر دیا۔ حضورؐ نے جواب دینے میں تامل فرمایا کچھ دیر سرنگوں رہے تو یہ آیت نازل ہوئی۔ ابن جریر نے ابوامامہ کی روایت سے اتنا مزید بیان کیا کہ وہ شخص بے قراری کے ساتھ جواب کا منتظر کھڑا رہا۔ نماز کا وقت آیا تو اس نے جماعت کے ساتھ نماز پڑھی۔ نماز کے بعد حضورؐ نے اُس سے فرمایا کیا تو نے پورا وضو کیا تھا اور ہمارے ساتھ نماز پڑھی تھی؟ اُس نے عرض کیا جی ہاں۔ فرمایا تو گناہ سے ایسا پاک ہو گیا جیسا پیدا ہونے کے بعد تھا۔ لیکن اب ایسا نہ کرنا اس پر آیت مذکورہ نازل ہوئی۔ حضرت معاذؓ نے عرض کیا حضور یہ حکم کیا فقط اسی کے لئے ہے؟ فرمایا نہیں بلکہ سب امت کے لئے۔

اب ہم توضیح مطلب سے پہلے آیت کا تجزیہ کرتے ہیں:۔ الصلوٰۃ سے مراد ابن مسعودؓ کے نزدیک پنجگانہ فرائض ہیں۔ ابن عباسؓ نے نوافل کو بھی داخل سمجھا ہے۔ اکثر محدثین نے اسی قول کو ترجیح ہے۔ قرطبی نے ابن مسیب وضحاک وغیرہ کا بھی یہی قول بتایا ہے۔

دن کے دونوں کناروں کی نماز سے مراد کیا ہے؟ اس میں اختلاف ہے ابن زید وغیرہ کا قول ہے کہ طرف اول سے فجر کی نماز اور طرف دوئم سے مراد مغرب کی نماز اور زُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ سے مراد عشاء کی نماز ہے۔ ابن جریر نے اس قول کو پسند کیا ہے۔ حسن، قتادہ ضحاک وغیرہ کے قول پر طرف اول فجر ہے اور طرف دوئم ظہر اور عصر اور زُلَفًا سے مراد مغرب و عشاء ہے فخر الدین رازی نے اسی قول کو ترجیح دی ہے۔

آیت میں تین امور کی ہدایت کی ہے۔ پنجگانہ نماز ادا کرنا۔ نیکی کرنا۔ صبر کرنا ظاہر ہے کہ دین و دنیا انہی تینوں کے مجموعے کا نام ہے حق الٰہی ادا کرنا یعنی ایسی عبادت کرنی جو مخصوص ذات الٰہی کے ساتھ ہے۔ مخلوق کا کوئی نفع نقصان اس سے وابستہ نہیں۔ یوں تو عام طور پر اللہ کی یاد دل میں رکھنے کا قطعی حکم ہے

لیکن خصوصی یاد کے لئے بھی پانچ وقت مقرر فرما دیے ہیں تاکہ جو لوگ عمومی حکم بجا نہ لا سکیں وہ کم از کم پنجگانہ مقررہ اوقات میں تو خدا کی یاد کر ہی لیا کریں۔ دوسرا حکم ہے نیکی کرنے کا۔ اس میں ہر نیک عمل داخل ہے۔ زکوٰۃ دینا۔ غریبوں مسکینوں کی امداد کرنا، اہل استحقاق کی پرورش کرنا، اعزہ اقارب احباب و اجانب سے اچھا سلوک کرنا، دنیا میں امن پھیلانا، فساد کی بیخ کنی کرنا وغیرہ۔ تمام اعمال خیر کو یہ حکم شامل ہے۔ تیسرا حکم صبر کرنے کا ہے۔ صبر کے معنی ہیں نفس کو روکنا مراد یہ ہے کہ کل ممنوعات سے نفس کو روکا جائے ہر وہ چیز جو دنیا کی تکلیف کا باعث ہو۔ اور اس سے اصلاحِ عالم تباہ ہوتی ہو خواہ اس کا تعلق اخلاق و وجدانیات سے ہو یا معاشرت اقتصاد اور ریاست سے بہرحال ہر ضرر رساں قول و فعل اور ایذا رسانی سے ہاتھ زبان اور تحریر و تقریر کو روکا جائے۔

حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمانوں کو ضرر نہ پہونچے یہ بھی فرمایا تھا کہ بہترین آدمی وہ ہے جس سے لوگوں کو فائدہ پہونچے۔ اب رہی یہ بات کہ نیکیوں سے برائیاں کیسے دور ہو جاتی ہیں تو اس کے متعلق حضرت معاذ رض کی روایت ہے حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر کوئی خطا صادر ہو جائے تو اس کے بعد نیکی کر جس سے وہ محو ہو جائیگی۔ اور لوگوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کر (احمد) ظاہر ہے کہ نیکی وہی شخص کریگا جو بدی سے لوٹ کر نیکی کی طرف متوجہ ہو تو گویا دواعیٔ بدی جذبۂ توبہ سے معدوم ہو جائیں گے۔ رہا گذشتہ بدی کا عذاب تو وہ نیکی کی طرف میلان کرنے سے زائل ہو جائیگا اور اگر کسی پر کچھ ظلم کیا ہے تو اس کا بدل اس طرح ہو جائیگا کہ علاوہ توبہ کرنے کے اس کے ساتھ حسن سلوک کیا جائے جس کے متعلق حضور ﷺ نے فرما دیا کہ لوگوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو۔

مقصود بیان:۔ دنیا میں قانونِ عدالت جاری کرنے کے لئے تین امور کی ہدایت عبادت انادۂ خیر۔ ممانعت شر۔ اس امر کا اظہار کہ برائی کرنے کے بعد اسی طرح کی نیکی کرنے سے دواعیٔ شر اور عذاب گناہ کا زوال ہو جاتا ہے۔ وغیرہ۔

فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُونِ مِن قَبْلِكُمْ
تم سے پہلی صدیوں میں ایسے سمجھدار لوگ

أُولُو بَقِيَّةٍ يَنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِي الْأَرْضِ
کیوں نہ ہوئے جو ملک میں فساد کرنے سے منع کرتے

إِلَّا قَلِيلًا مِّمَّنْ أَنجَيْنَا مِنْهُمْ ۗ وَاتَّبَعَ
ہاں اُن میں سے تھوڑے آدمی ایسے تھے جن کو ہم نے بچا لیا تھا اور

الَّذِينَ ظَلَمُوا مَا أُتْرِفُوا فِيهِ وَكَانُوا
ظالم لوگ اُسی راہ پر چلے جس میں اُن کو عیش ملا اور وہ

مُجْرِمِينَ ۝ وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرَىٰ
مجرم تھے اور تیرا رب ایسا نہیں کہ کسی بستی والے کو ظلماً ہلاک

بِظُلْمٍ وَأَهْلُهَا مُصْلِحُونَ ۝ وَلَوْ شَاءَ
کردے باوجودیکہ وہاں کے باشندے اصلاح میں لگے ہوئے ہوں اگر تمہارا رب

رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ أُمَّةً وَاحِدَةً
چاہتا تو سب لوگوں کو ایک ہی طریقہ کا کر دیتا

وَلَا يَزَالُونَ مُخْتَلِفِينَ ۝ إِلَّا مَن رَّحِمَ
مگر یہ ہمیشہ مختلف رہیں گے ہاں وہ جس پر تیرا پروردگار

رَبُّكَ ۚ وَلِذَٰلِكَ خَلَقَهُمْ ۗ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ
رحم کرے اسی کے لئے اُن کو پیدا کیا ہے اور تمہارے رب کی یہ بات پوری

رَبِّكَ لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَ
ہوگئی کہ میں دوزخ کو جن و انس

النَّاسِ أَجْمَعِينَ ۝
سب سے بھر دوں گا

تفسیر گذشتہ آیات میں کچھ قوموں کی ستمگاری اور بدکاری بیان کرکے اُس کا عذاب اور نتیجۂ بد ظاہر فرمایا تھا پھر ظلم سے انحراف کرکے قانون عدل پر قائم رہنے کا حکم تھا۔ پھر ظالموں سے ترک تعلقات کی ہدایت تھی۔ آخر میں عدالت عامہ کو پھیلانے اور فساد و تباہی کی جڑیں کھودنے کے اصول ثلاثہ ذکر فرمائے تھے۔ اب ایک عام ریمارک کرتا ہے کہ ہمیشہ سے دستور ہی چلا آیا ہے کہ جہاں آدمی عیش میں پڑا تو خدا کو بھول جاتا ہے۔ لوگوں کو ہدایت کرنی چھوڑ دیتا ہے ظلم سے باز داشت نہیں کرتا۔ اور سب کا رید اطوار طبقہ اسی طریقہ کی پیروی کرتا ہے جس میں بظاہر نظر اس کو جسمانی راحت اور بدنی عیش حاصل ہوتا دکھائی دیتا ہے لیکن درحقیقت یہ اس کی مجرمانہ حرکت ہوتی ہے۔ اس سے دنیا میں تباہی پھیلتی ہے اللہ کی مخلوق خستہ و پریشان ہو جاتی ہے۔ بالآخر خدا ایسے لوگوں کو نابود کر دیتا

مولوی
2
ONE RUPEE INDIA

نوجوان تھا جس نے اپنے جسم کے دو ٹکڑے کر دیے
کیوں؟ صرف اسلیے کہ اس نے
اپنی جوانی ختم کر دی تھی
جوانی کس طرح مل سکتی ہے

کتابوں کی فروخت

۔۔۔ مولوی کا خرچ پورا ہوتا ہے ۔۔۔ آج کل کا ایک روپیہ جو مشکل سے ۵ کا رہ گیا ہے ۔۔۔ مولوی کے سالانہ ہر کے لئے پورا نہیں ہو سکتا ہے جس ماہ میں آپ کتابیں خریدتے ہیں۔ اسی مہینے خدا جانے کیا کیا جتن کرنے پڑتے ہیں۔

تراجم احادیث (۱) بخاری شریف ۳ جلدوں میں آٹھ روپے (۲) مسلم شریف ۲ جلدوں میں پانچ روپے (۳) ترمذی شریف ۲ جلدوں میں ساڑھے پانچ روپے (۴) ابوداؤد ۲ جلدوں میں پانچ روپے (۵) ابن ماجہ ایک جلد میں تین روپے

مشکوٰۃ نصف حدیث کی دس صحیح کتابوں کا عطر دو جلدوں میں پہلی جلد پانسو صفحات ۲۶۰۰ حدیث دوسری جلد ۔۔۔ صفحات ۔۔۔ احادیث اور ایک ہزار راویوں کے حالات قیمت کاغذ اعلیٰ مجلد چرمی پانچ روپے ریشمی مجلد پارچہ چار روپے

تجرید بخاری بخاری شریف کا خلاصہ ۔۔۔ صفحات کاغذ معمولی سے اچھا ۲۱×۱۲ مع ابتدا میں امام بخاری کے حالات، کم فرصت والوں کے لئے یہ بہت مفید کتاب ہے کہ تھوڑے سے وقت میں بڑی معلومات حاصل کرلیں دو روپے

کتاب الاسلام فقہ حنفیہ کی سب سے بڑی کتاب اردو زبان میں اور کوئی نہیں اس میں اسلام کی سب سے بڑی معلومات عقلی اور نقلی دونوں طریق پر بارہ سو صفحات جس میں عقائد، عبادات، معاملات، اعمال، ریاضات سب ہیں مجلد پانچ روپے

اسلامی معاشرت یہ دو سو صفحہ کی کتاب ہے کاغذ اعلیٰ از مولوی شریف احمد صاحب مراد مسلمان بحیثیت انسان اور متمدن انسان کیا ہونا چاہئے اس کتاب سے معلوم ہوگا۔ کل عبارات قرآن و حدیث ہے۔ قیمت ایک روپیہ

اللہ والوں کے وعظ یا اخلاق سلف قدوۃ الاصفیا حضرت امام شعرانی نے دو سو وعظوں کا اردو ترجمہ جو دل کے زنگ کو دور کرنے کا روحانی تیزاب ہے تصوف اخلاق ریاضات و مجاہدات سب کچھ ہیں مجلد عمر

تاریخ القرآن قرآن پاک پڑھنے سے پہلے یہ کتاب پڑھئے اس سے معلوم ہوگا کہ قرآن کیا ہے، کب نازل ہوا، کس لئے نازل ہوا قرآن کے اثرات کیا تھے اب مسلمان قرآن سے کیوں متاثر نہیں ہوتے۔ بڑی بہتر کتاب قیمت بارہ آنے

اوراد و وظائف از حضرت مخدوم جہانیاں جہان گشت۔ اعمال۔ اوراد و وظائف اور تعویذات کی ۔۔۔ مؤثر کتاب، بار چھپ چکی ہے جب آپ بالکل مایوس ہوچکے ہوں، تب اس کتاب سے فائدہ اٹھایئے۔ قیمت بارہ آنے

تسخیر القلوب حب کا عملیات العزیز۔ کیا کوئی دل ہے جس پر آپ قابو پانا چاہتے ہیں اگر ہے تو یہ کتاب منگائیے۔ اس کے دو حصے ہیں اول میں تمام پراور دوسرے میں عملیات و تعویذات مجرب بتر بہدف قیمت آٹھ آنے

رنگین ہفت سورہ نہایت اعلیٰ کاغذ۔ سہ رنگی طباعت آج کل چھپے تو ایک روپیہ سے زیادہ لاگت آئے۔ سورہ یاسین، سورہ فتح، سورہ رحمٰن، سورۃ الواقعہ، سورۃ الملک، سورہ المزمل، سورہ النبا۔ نہ دو ذرا ۔۔۔ ۸

کتاب توبہ اسلام کا سب سے بڑا امتیاز توبہ ہے جو کسی مذہب میں نہیں ہے، توبہ کی حقیقت اس کتاب میں ہے یہ انسان کی بد عملی کی سب سے بہتر تدبیر ہے ہر مسلمان کے پاس ہونی چاہئے تاکہ وہ گناہوں سے دور رہے۔ قیمت بارہ آنے

مساوات المسلمین ذات پات کا جھگڑا اسلام میں نہیں۔ یہ ہندوؤں کی رسم مسلمانوں میں بھی پھیل گئی۔ اس کتاب میں اسلامی مساوات اور اس کی خوبیوں کا بڑا ذکر ہے بتلایا ہے کہ ہر پیشہ ہنر وں کے ذریعہ بتلایا گیا ہے ۸

تین مقدس شاعر حضرت سعدی۔ حضرت حافظ۔ حضرت خسرو کے حالات اور ان کی شاعری پر تبصرہ از علامہ شبلی نعمانی قیمت دس آنے

اسلامی میاں بیوی ۔۔۔ صفحات از مولانا مراد مارہروی میاں بیوی کے تعلقات کی سب سے بڑی تاریخ اور خوش اسلوب زندگی کا بہترین پروگرام اسلامی طریقہ پر میاں بیوی کے مدارج کا بہترین خاکہ قیمت ایک روپیہ

پانچ تعلیم نسواں از مولانا شوق امرتسری پانچ کتابیں یکجا مجلد ہیں اس میں مذہب کی ابتدائی ساری باتیں متفرقات کے علاوہ اخلاق و تمدن معلومات سائنس، جغرافیہ، تاریخ اور حفظان صحت سب آسان ہیں۔ مجلد عہ

ساجن موہنی ۲۰ صفحات از حضرت خاموش ایرانی خاوند کو قبضہ میں کرنے کے لئے عورت کے لئے سلیقہ شعاری ہے اور دوسرے حسن صورت اس کتاب سے یہ دونوں خوبیاں بدرجہ اتم ہو جاتی ہیں اور گھر جنت بن جاتا ہے۔ قیمت آٹھ آنے

خوبانِ جہاں ۴۶ صفحات از مولانا شریف احمد صاحب مراد مارہروی دنیا بھر کی چیدہ چیدہ اور حسین خواتین کے حالات جن کی وجہ سے حکومتوں میں انقلاب آگئے ہر عورت صنف نازک جن سے مالامال ہے بڑی دلچسپ کتاب مجلد ڈیڑھ روپیہ

شاہان مغلیہ کی بیویاں ۲۴ صفحات از جناب مولوی شریف احمد صاحب مراد مارہروی بیگمات خاندان تیموریہ کے حالات جن میں ۴۶ بیگمات کے علاوہ ۴۰ دایاؤں کے حالات بڑے دلچسپ ہیں۔ قیمت بارہ آنے

بیگمات اودھ ۹۰ صفحات از حضرت عشرت لکھنوی شاہان اودھ کی چند خاص محبوب بیگموں کے حالات جنہوں نے اپنے خاص اوصاف کی بنا پر معمولی درجہ سے ترقی کر کے آغوش سلطانی میں جگہ پائی۔ قیمت آٹھ آنے

شب عروسی ۱۴۰ صفحات بالتصویر از سردار علی صاحب صابری نئی شادی شدہ لڑکوں اور لڑکیوں کی ہر اس کتاب کو پڑھنے سے شادی کے ابتدائی ایام زندگی کا مستقل پروگرام بن جاتے ہیں۔ قیمت ایک روپیہ

عورت ۲۰۰ صفحات باغ عالم کے سب سے خوبصورت پھول عورت کی داستان جب وہ بیوی ہوتی ہے یا بنا چاہتی ہے احساس کے تاثرات زمین کے مختلف حصوں میں جداگانہ ہوتے ہیں نیز ایک اچھی بیوی کیونکر بنا رہتی ہے۔ قیمت ایک روپیہ

شب نامچہ عروسی ۷۰ صفحات نسیمہ بیگم کا شب نامچہ جس میں سہاگ کی چند راتوں کا ذکر ہے اور بتلایا ہے کہ ان عورتوں نے ابتدائی راتوں میں کیونکر خاوند کو شیشہ میں اتار کر مستقلاً اس کو رام کر لیا ہے۔ قیمت بارہ آنے

طلوع شباب عورت جب جوانی کے باغ میں پہلا قدم رکھتی ہے اس وقت سے اس کے بدن میں جو نت نئی بہاریں آتی ہیں۔ ان کا کیا اثر ہوتا ہے اور اگر مرد ان باتوں سے واقف ہو تو کیونکر بیوی کو ساری عمر کے لئے گرویدہ کرنے

بہارِ شباب شباب کی بہار تو جب تک ہے جب تک جسم میں جان ہے اور آدمی اس کا نگہبان ہی ہے اس کتاب میں بتلایا ہے کہ آدمی کیونکر اپنی جوانی کو مدت تک برقرار رکھ سکتا ہے بہ بہدف کتاب قیمت ایک روپیہ

بڑا باورچی خانہ ۵۶ صفحات از رضیہ سلطانہ کھانا پکانے کی سب سے بڑی اور سستی کتاب جس کا ہر کھانا بہت آسانی سے اچھا اور لذیذ پک جاتا ہے، روٹی۔ دال سالن پلاؤ انگریزی کھانے مٹھائی سب کچھ مجلد ایک روپیہ

استادی کھاتہ بحری ٹکس لگ گیا۔ انکم ٹکس ڈیڑھ ہزار پر ہو گیا اپنے کاروبار کا حساب باقاعدہ رکھئے اور یہ کتاب منگایئے جس سے آپ کو دکان کا حساب کتاب بنانے میں بڑی آسانی ہو جائے گی بقول عام کتاب مجلد ۱۲

شعبدہ بازی ۵۶ صفحات دیہات میں روزی کمانے کی بہترین کتاب ہزاروں روپے کمانے کے ذریعے اس کتاب میں ہیں مجلد ایک روپیہ

پرنٹر و پبلشر عبدالحمید خاں نے مرزا محبوب بیگ صاحب کے محبوب المطابع اردو بازار دہلی میں چھپوا کر دفتر رسالہ مولوی دہلی کوچہ چیلان سے شائع کیا

ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا او اخطانا

مولوی دہلی

جو ہر اسلامی مہینے کی بارہ تاریخ کو حمیدیہ پریس کوچہ چیلان دہلی سے شائع ہوتا ہے

جلد ۳۷ | بابت ماہ جمادی الثانی ۱۳۶۲ھ | نمبر ۶

شذرات

مہاسبھائی کانفرنس کے مہاسبھائی مظاہر ہمیں افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ برادران وطن اپنی دولت تنظیم کے غرور میں اپنی معقولیت کو بھی کھو بیٹھے ہیں چند مستثنیات کے سوا سب ملک پر جس طرح بھی ہو بندو قوت ہند وراج قائم کر دینے کا ایک جنون سوار ہے نہ وہ عقل کی کہتے ہیں اور نہ عقل کی سنتے ہیں انہوں نے سمجھ لیا ہے کہ ان کے پاس دولت کے انبار ہیں علم ہے دماغ ہے ایک تلوار کی کمی تھی اس کی تلافی ان کی خفیہ حربی مشق و تنظیم و تعلیم کر دیگی دوسرے وہ سمجھتے ہیں کہ جنگ کے آئین جب سے ان بدل چکے ہیں تلوار کی جگہ ٹینکوں ہوائی جہازوں اور زرہ پوش موٹروں نے لے لی ہے اور یہ چیزیں روپے سے فراہم کی جاسکتی ہیں ہمت بڑھانے کے سامان بھی ہو رہے ہیں مدت سے اکھاڑوں میں جنگی مشق کرائی جا رہی ہے جانتے ہیں کہ افلاس و عسرت نے مسلمانوں کا کچومر نکال دیا ہے ان میں وہ مذہبی جوش باقی نہیں رہا اور جو بھی تو کچا دس کروڑ اور کچا تیس کروڑ پھر افغانستان میں اب طاقت نہیں رہی ایران صفر کی برابر ہے ترکی کچھ ہے تو دور ہے اور چھوٹی طاقت ہے ہماری امداد کے لئے جاپان موجود ہے اول تو مسلمانوں میں کھڑے ہونے اور مقابلہ کرنے کی طاقت ہی نہ ہوگی ایسے ہی گردن جھکا دیں گے اور بگڑے بھی تو ان کے پاس رکھا ہی کیا ہے کچھ دنوں کی آویزش کے بعد خود ہی مغلوب ہو جائیں گے گاندھی جی نے فرمایا تھا کہ تھوڑی سی خونریزی ناگزیر ہے ملک کی آزادی و تقویت کے لئے کچھ قربانیاں کرنی پڑیں گی غرض موقع سے فائدہ اٹھانے کا پورا تہیہ کئے ہوئے ہیں۔

گاندھی جی نے یہ انکشاف بھی کیا تھا کہ مسٹر منشی گذشتہ تین سال سے سینکڑوں اکھاڑوں کو منظم کر چکے ہیں بات اتنی ہے کہ ہندو خاموشی اور استقلال کیساتھ کام کرتے ہیں کانگریسی متحمل مزاج ہیں دل کی بات زبان پر نہیں آنے دیتے مہاسبھائی اپنے عزائم کو چھپاتے نہیں صاف صاف کہتے ہیں مقصد سب کا ایک ہے لائلپور کی مہاسبھا کے اجلاس نے ہندو عزائم کو بالکل عریاں کر دیا ہے اس اجلاس میں مسلمانوں کو زور شور کے ساتھ دھمکیاں دی گئی ہیں جائے بھائی پرمانند نے پاکستان کی مخالفت کرتے ہوئے فرمایا کہ میں مسٹر جناح کو صاف الفاظ میں بتا دینا چاہتا ہوں کہ ہم سیواجی مہاراج اور مہارانا پرتاب کی اولاد ہیں ہاتھوں میں چوڑیاں نہیں پہن رکھیں ہمارے گورو گوبند

اور راجپوت اگر بار عمل رونمل کے دانت کھٹے کر سکتے ہیں تو اپنے مادر وطن کی بھی حفاظت کر سکتے ہیں۔ ڈاکٹر گوکل چند نارنگ نے فرمایا کہ:-

مسلمانوں کو معلوم ہونا چاہئیے کہ وہ وقت گیا جب مسلمانوں نے ہندوستان کو تلوار سے فتح کیا تھا آجکل جنگ میں طاقت کے علاوہ روپیہ اور دماغ کی بھی ضرورت ہے اور مسلمان ان دونوں چیزوں سے عاری ہیں۔ ہندوؤں کے پاس آج طاقت بھی ہے روپیہ بھی ہے دماغ بھی ہے ہندو آئندہ بہت جلد اتنا مضبوط ہو جائیگا کہ افغانستان اور عرب پر حملہ کر سکے۔

رائے صاحب تو آخر میں کچھ زبان دبا گئے تھے مگر نارنگ صاحب نے وضاحت بھی کر دی مطلب یہی ہے کہ تم تو ہندوستان بٹانے کی فکر میں ہو اور ہم افغانستان اور عرب تک پر حملہ آور ہونے کا ارادہ رکھتے ہیں گویا اب ہندو مسلمانوں کو کچھ دینے کے سوا اور چھین لینے کی فکر میں ہے ان کے دماغوں میں مسلمانوں کو مغلوب بنا کر رکھنے اور بزور دبا رکھنے کی ہوا ابھری ہوئی ہے ہم یہ نہیں کہنا چاہتے کہ یہ باتیں ہمارے آزمائے ہوئے ہیں جن مہاراج اور مہارانا کی اولاد خود کو بتایا گیا ہے نہ خود ہمارے اکبر و عالمگیر کے سامنے جنگلوں میں بھاگتے پھرے یہ بھی نہیں کہتے کہ ہمارے ایک اٹھارہ سال کے لڑکے نے صرف بارہ ہزار عربوں کو لیکر راجہ داہر کو جس کے ساتھ ایک لاکھ فوج تھی عین میدان جنگ میں چاروں شانے چت کیا۔ ہمارے ایک ابدالی نے دو لاکھ مرہٹوں کو جو مہاراج کے ہمقوم تھے پانی پت میں ابدی نیند سلا دیا دولت دماغ اور طاقت تو اس وقت بھی تھی اس وقت بھی ہندوستان انسانوں کا ایک جنگل تھا اس عہد کی برابر دولت آج ہندوؤں کے پاس ہرگز نہیں یہ عادی فضول و عبث ہیں احمقانہ ہیں زبانیں اور بلند فضا نے سب کو دیئے ہیں۔

شجاع قومیں ڈینگیں نہیں مارا کرتیں کہا نہیں کرتیں کیا کرتی ہیں یہ بہادری نہیں بزدلی ہے کہ نہیں کر دیکھا قوم دس کروڑ کی اقلیت کے سامنے ایسی ڈینگیں مارے اگر مسلمان بھی ایسی ہی جوش و تعصب سے کام لیتے تو ہندوستان اسپین اور ترکی میں ایک غیر مسلم بھی آج نظر نہ آتا لیکن نہیں مسلمانوں نے کبھی اس کا تصور بھی نہ کیا انہیں ہر قسم کے حقوق دیئے نوازا۔

افسوس اس امر کا ہے کہ صاحب دماغ ہونے کا تو دعویٰ ہے لیکن عقل کی کوئی بات نہیں کہتے۔ کونسی دانائی ہے کہ ایک جائز آواز کو دبانے اور ملک کے ایک حصہ کو غصب کرنے کے لئے یہ شور و شر برپا کیا جائے مسلمان ہیں تو آخر کہیں نہیں اگرچہ تمام ہندوستان میں پاکستان قائم بھی ہو گیا تو کونسی قیامت آجائی

ہے شجاع ونگ تو بہت سیر چشم ہوتے ہیں یہ کونسی بہادری ہو کہ ایک حصہ کے لئے بھائیوں سے جنگ کا تہیہ کر لیا جائے ہم اور تو کچھ نہیں کہتے لیکن اتنا ضرور کہیں گے کہ مسلمان بھی پاکستان کے قیام کا تہیہ کئے ہوئے ہیں اور اس کیلئے ہر قسم کی قربانیوں کے لئے تیار ہیں مسلمان اپنا حق مانگتے ہیں اور وہ اسے اپنا حق سمجھتے ہیں، وہ کسی کا کچھ دبا لینا نہیں چاہتے مسلمان کسی سے لڑنا نہیں چاہتے لیکن ان پر کسی نے حملہ ہی کیا تو انہیں ضرور اپنے تحفظ پر مجبور ہونا پڑیگا۔

ہندو رہنما اور مذہبی محبت یہ ایک معلوم عوام حقیقت ہے کہ ہندوؤں کی طرف سے مسلمانوں کو مذہبی مجنونوں کا خطاب شد و مد کے ساتھ دیا جاتا رہا ہے طعنے دیئے جاتے رہے ہیں کہ مسلمان ہر معاملہ میں مذہب کو گھسیٹ لاتے ہیں اور سیاسیات میں بھی مذہب کو لا کھڑا کرتے ہیں یہ مذہبی دیوانے ہیں مسلمانوں کو پہلے ہندوستانی اور بعد کو کچھ اور سمجھنا چاہیئے پنڈت نہرو نے تو عوام فریبی کے لئے لاہور ہائی کورٹ میں خدا کے نام کے حلف اٹھانے سے بھی انکار کر دیا تھا اور اپنی کتاب میں مذہب پر شدید سے شدید حملے کئے تھے مگر حقیقت مدت چھپائی نہیں جاتی لاہور میں مذبح بننے کی سرکاری تجویز کے خلاف مخالفت کا پہلا تار جو پہنچا وہ اپنی لامذہب نہرو صاحب کا تار تھا۔

گاندھی جی نے ینگ انڈیا مورخہ ۱۲ مئی ۱۹۲۰ء میں صاف لکھا تھا کہ میرے نزدیک سیاسیات کوئی حیثیت نہیں رکھتی جو کچھ ہے وہ مذہب ہی ہر معاملہ میں مذہب کو ترجیح دیتا ہوں اور مذہب میں سیاسیات کو داخل کرنیکی ضرورت پر زور دیتا رہا ہے اگلے سال لکھا کہ "میں کٹر سناتنی ہوں چھوت چھات میرا ایمان ہے"۔ ان دعاوی کے باوجود وہ اپنے دعاوی سے مصلحتاً برگشتہ ہوتے رہے حال ہی میں مشہور انگریزی مصنف مسٹر بریسفورڈ نے لکھا ہے کہ مسٹر گاندھی انتہائی قدامت پرست ہیں بہت کم پڑھتے ہیں سائنس سے انہیں کوئی لگاؤ نہیں وہ ہمیشہ ہندو مذہب کی کتابوں کے غور و فکر میں مصروف رہتے ہیں" یہ ان لوگوں کی حالت ہے جو مسلمانوں کو مذہب پرستی کے طعنے دیتے رہتے ہیں اور برابر کہتے رہتے ہیں کہ لیگ والے مذہب کے نام پر مسلمانوں کو لیگ میں داخل کرتے ہیں اور مذہبی بنا پر حقوق طلب کرتے ہیں ہندوؤں کی طرف سے جو مذہب کے خلاف کہا جا رہا ہے وہ گمراہ کرنے کے لئے کہا جا رہا ہے ورنہ حقیقت میں ہندو مسلمانوں سے کہیں زیادہ مذہب پرست واقع ہوئے ہیں۔

ترکی کی مالی اور تجارتی ترقی ہوشمند اقوام حالات سے فائدہ اٹھایا کرتی ہیں چنانچہ ترکی نے جنگ سے بیش بہا مالی فائدے اٹھائے اپنی تجارت کو عروج پر پہنچایا اور اپنی پوزیشن بیحد مضبوط کرلی برطانیہ و ترکی میں ۱۹۳۸ء میں تجارتی معاہدہ ہوا تھا اسی سال ترکی برآمد کا تیس فیصدی حصہ برطانیہ نے خریدا حالانکہ دو سال پیشتر یہ تناسب ۳ فیصدی سے زیادہ نہ تھا۔ اسی سال ترکی نے بھی ۴۱ لاکھ پونڈ کا سامان مشنری وغیرہ برطانیہ سے خرید کر اپنے کارخانوں کو وسعت دی ۱۹۳۹ء میں برطانیہ نے ایک کروڑ پونڈ کا سامان ترکی بھیجا جو بھاری مشنری ریلوے کے ساز و سامان کان کنی کی مشنری وغیرہ ضروری سامان پر مشتمل تھا اسی معاہدہ کے ماتحت جنوبی افریقہ ہندوستان اور آسٹریلیا وغیرہ سے بھی بکثرت سامان ترکی گیا ترکی تمباکو انڈے اور کروم وغیرہ لاکھوں روپے کے بھیجے گئے اسی قسم کا معاہدہ جرمنی سے بھی بعد کو ہوا اور اس تجارت سے بھی ترکی مالا مال ہو گیا جرمنی اور برطانیہ کے ساتھ گذشتہ چند سال کی تجارت نے کروڑوں پونڈ ترکی کے خزانوں میں داخل کرا دیئے۔

ہر قسم کی مشنری اور صنعتی سامان ترکی کو ان ملکوں سے مل گیا جو عام حالات میں سالہا سال میں بھی نہ مل سکتا تھا۔ مال گیا اور پھر گراں قیمت پر گیا جنگی سامان جو امریکہ برطانیہ اور روس سے ملا اس کا تو کوئی شمار ہی نہیں یہ واقعہ ہے کہ اس جنگ میں مالی اور تجارتی حیثیت سے بیش از بیش فائدہ اٹھایا اب وہ اس قدر قوی اور مضبوط ہو گیا ہے کہ اس کا اپنی جگہ سے جنبش کھانا بھی مشکل ہے۔

ہندو مسلم تہذیب اور وزیر سندھ مسٹر گزدر وزیر سندھ نے کہیں ایک بیان میں ہندو ذہنیت کے متعلق چند حقائق واضح کئے اس پر ہندو حلقوں میں ایک شور برپا ہو گیا اور انہیں گالیوں کے نام سے تعبیر کیا گیا ایک ہندو اخبار لکھتا ہے کہ انہوں نے پنڈت نہرو پر الزام لگایا کہ وہ لوٹا اور اس کی ٹونٹی کو مسلم کلچر سمجھتے ہیں لیکن ہم نے خود ان کی کتاب میں یہ الفاظ پڑھے ہیں کہ "بھائیو ذرا دیکھئے کہ ہندو مسلمانوں میں اگر کوئی چیز مابہ الامتیاز ہے تو یہ ہے کہ ہندو سادہ لٹیا استعمال کرتے ہیں اور مسلمانوں کے پاس ٹونٹی دار لوٹے ہوتے ہیں" انہیں مسلمانوں کی نماز مسجدیں روزے توحید پرستی عشق رسول وغیرہ کچھ نظر آیا کیا اسے دیانت کہا جا سکتا ہے اس کے جواب میں مسٹر موصوف نے یہ کہہ دیا کہ ہندو کلچر کیا ہے؟ پیپل کا پتہ کوئی توڑے تو خون بہانے کو تیار ہو جائیں ان کا کلچر ایک جانور گائے ہے ان کے کئی خدا ہیں مسلمانوں کا خدا صرف ایک ہے اس میں کونسی بات غلط ہے اور یہ گالی ہے آخر میں لکھا ہے کہ اس سے واضح ہو گیا کہ سندھ میں سیاست اولیٰ کی نہیں بلکہ جنونی ملانوں کی حکومت ہے پرماتما سندھ کے ہندوؤں پر رحم کریں۔ گاندھی جی خود کو کٹر ہندو بتائیں مذہبیات کے لئے وقف ہو جائیں اسے سیاست سے رہی بڑھ کر ہیں نور وہ محض سیاست داں ہیں مسلمانوں کے مقتدا بننے کے قابل ہیں لیکن سندھ کا کوئی وزیر اسلامی سیاست کی حمایت میں بھی کوئی بات کہہ دے تو وہ جنونی ملا بنجاتا ہے سیاست کی زبان پر مذہبی بات آنا تو قہر گند ہے۔

دولت و دماغ کے غرور پنجاب ہندو کانفرنس میں پاکستان کی مخالفت کرتے ہوئے مسٹر ٹکمنہ نے کہا کہ پاکستان ملک کے لئے تباہ کن ہے ہم ہرگز ملک کے ٹکڑے نہ ہونے دینگے ہم مسلمانوں کو ایک الگ مستقل قوم ہی نہیں سمجھتے اس لئے جداگانہ حقوق کا کوئی سوال ہی نہیں اگر مسٹر جناح مصر کی تقسیم پر راضی نہیں ہو سکتے کہ یہ یورپین اور مسلم مصر میں تقسیم ہو جائے تو ہم ہندوستان کی تقسیم پر کیونکر راضی ہو سکتے ہیں۔ ڈاکٹر نارنگ نے بھی فرمایا کہ ہم جبکہ مسلمانوں کو الگ قوم ہی نہیں سمجھتے تو مرکز میں پچاس فیصدی حقوق کیونکر تسلیم کر سکتے ہیں یہ صاحب دماغ قوم کے صاحب دماغ افراد کی منطق ہے۔ مصر کے کسی حصہ میں خواہ یورپینوں کی اکثریت ہو یا نہ ہو مگر اس کے ٹکڑے ضرور منظور کر لئے جائیں مسلمانوں نے کب ملیبار یا بمبئی کے کسی حصہ کی تقسیم کا مطالبہ کیا نہ تو اپنی اکثریت کے علاقوں کو علیحدہ کرانے کیلئے ساعی ہیں ہندوستان اور مصر کے حالات میں کون تطابق ہے پھر یہ ستم ظریفی دیکھئے کہ مسلمانوں کی دس کروڑ کی قوم کو یہ نہ الگ قوم سمجھتے ہیں اور نہ مستقل قوم تسلیم کرتے ہیں ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ اگر مذہب تمدن تہذیب اور روایات و نسل بھی اقوام میں تفریق کی علامت نہیں بن سکتی تو پھر کہہ دیجئے کہ انگریز اور عیسائی و یہود کیا وشیا جی ہندو ہو ہندوستان ہی کی برابر یورپ اور امریکہ تو دو جنوں ٹکڑوں میں تقسیم ہو سکتا ہو لیکن یہ شاید بھگوان کا حکم ہے کہ صرف ہندوستان منقسم نہ ہو تا کہ ہندوؤں کو یہاں ہندو راج قائم کرنیکا موقع مل جائیگا اور مسلمانوں کو غلام [illegible]

مولوی دہلی

صحیح بخاری شریف اردو

(بسلسلہ گذشتہ)

باب۔ استحاضہ والی عورت کو اعتکاف کرنا درست ہے۔

۱۸۷۵۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ آپ کی ازواج میں سے ایک بی بی نے بحالت استحاضہ اعتکاف کیا تو وہ کبھی سرخی دیکھتی تھیں اور کبھی زردی اور اکثر جب وہ نماز پڑھنے لگتی تھیں ہم ان کے نیچے طشت رکھ دیتے تھے۔

باب۔ عورت کا اپنے شوہر کے دیکھنے کے لئے اس کے اعتکاف میں جانا درست ہے۔

۱۸۷۶۔ حضرت علی بن حسین (امام زین العابدین) کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں معتکف تھے اور آپ کے پاس آپ کی بی بی بیان رہی جاتی تھیں پس ایک دن جب وہ چلنے لگیں تو آپ نے حضرت صفیہ بنت حی سے فرمایا کہ جلدی نہ کرو میں تمہارے ہمراہ چلوں گا اور ان کا مکان اسامہ کے گھر میں تھا پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ہمراہ تشریف لے چلے اتنے میں انصار کے دو آدمی آپ کو ملے اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھا پھر وہ چلدئے تو ان سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ادھر آؤ سنو یہ صفیہ بنت حی میری بی بی ہیں (کوئی غیر عورت نہیں) ان دونوں نے کہا سبحان اللہ یا رسول اللہ (کیا ممکن تھا کہ ہم آپ کی طرف بدگمانی کرتے) آپ نے فرمایا کہ شیطان خون کی طرح انسان کے بدن میں دوڑا رہتا ہے اور مجھ کو خوف ہوا کہ کہیں وہ تمہارے دل میں کچھ وسوسہ نہ ڈالے۔

باب کیا معتکف کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنے اوپر سے بدگمانی وغیرہ کو دفع کرے

۱۸۷۷۔ حضرت علی بن حسین (یعنی امام زین العابدین سے) روایت ہے کہ حضرت صفیہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم معتکف تھے پھر جب وہ لوٹنے لگیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ (پہنچانے کے لئے) چلے تو آپ کو انصار میں سے کسی شخص نے دیکھ لیا تو جب اس نے آپ کو دیکھا تو آپ نے اسے بلایا اور فرمایا ادھر آؤ (اور کچھ گمان نہ کرنا) یہ صفیہ بنت حی ہیں اور سفیان کبھی یوں روایت کرتے تھے کہ یہ صفیہ ہیں اور یہ میں نے اس لئے کہا کہ شیطان ابن آدم کے جسم میں خون کی طرح دوڑتا ہے علی بن عبداللہ راوی کہتے ہیں کہ میں نے سفیان سے کہا کہ کیا حضرت صفیہ رات کے وقت آپ کے پاس آئی تھیں سفیان نے کہا کہ وہ رات ہی کا وقت تو تھا۔

باب۔ جو شخص اپنے اعتکاف سے صبح کے وقت باہر آیا اور اس نے موافق سنت کیا۔

۱۸۷۸۔ حضرت ابو سعید خدری کہتے ہیں کہ ہم نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک مرتبہ رمضان کے درمیانی عشرہ میں اعتکاف کیا پھر جب بیسویں تاریخ کی صبح ہوئی تو ہم نے اپنا سامان (مسجد سے) اٹھانا شروع کر دیا اتنے میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور آپ نے فرمایا جس نے میرے ہمراہ اعتکاف کیا ہے وہ پھر اپنے معتکف میں لوٹ جائے اسلئے کہ میں نے آج کی شب خواب میں دیکھا ہے کہ لیلۃ القدر آخیر عشرہ میں ہوگی اور میں نے اپنے کو دیکھا ہے کہ جس دن لیلۃ القدر ہوگی اس دن میں کیچڑ میں سجدہ کروں گا چنانچہ جیسے ہی آپ اپنے معتکف میں گئے آسمان پر ابر آگیا قسم ہے اس کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا تھا کہ اس دن دن بھر پانی برستا رہا اور مسجد چھپر کی تھی تو بیشک میں نے آپ کی ناک پر کیچڑ لگی ہوئی دیکھی۔

باب۔ شوال میں اعتکاف کرنا درست ہے۔

۱۸۷۹۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہر رمضان میں اعتکاف کیا کرتے تھے صبح کی نماز پڑھ کے اس مقام میں چلے جاتے تھے جس میں آپ اعتکاف کرتے تھے حضرت عائشہ نے بھی آپ سے اعتکاف کرنے کی اجازت طلب کی آپ نے انہیں اجازت دیدی تو انہوں نے ایک خیمہ نصب کیا پھر جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم صبح کے وقت تشریف لے چلے تو آپ نے چار خیمے دیکھے فرمایا یہ کیا ہے آپ سے سب کیفیت اس کی بیان کی گئی تو آپ نے فرمایا کہ انہیں اس پر کس نے آمادہ کیا کیا یہ کوئی عبادت ہے ان خیموں کو اکھیڑ ڈالو میں ان کو اب نہ دیکھوں چنانچہ وہ خیمے اکھیڑوا لئے گئے پھر آپ نے اس دفعہ رمضان میں اعتکاف نہیں کیا یہاں تک کہ شوال کے اخیر عشرہ میں آپ نے اس کے بدلے اعتکاف کیا

باب بعض لوگوں نے معتکف پر روزہ ضروری نہیں سمجھا۔

۱۸۸۰۔ حضرت عمر بن خطاب سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا یا رسول اللہ میں نے زمانہ جاہلیت میں نذر کی تھی کہ میں ایک شب کعبہ میں اعتکاف کروں گا تو ان سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنی نذر کو پورا کرو چنانچہ انہوں نے ایک رات اعتکاف کر لیا۔

باب۔ جب کوئی شخص زمانہ جاہلیت میں اعتکاف کرنے کی نذر کرے بعد اس کے وہ مسلمان ہو جائے (تو کیا اس پر اس نذر کا پورا کرنا ضروری ہے)

۱۸۸۱۔ حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے زمانہ جاہلیت میں کعبہ کے اندر اعتکاف کرنے کی نذر کی تھی حضرت ابن عمر کہتے ہیں مجھے خیال ہوتا ہے کہ رات کے وقت اعتکاف کرنے کی نذر کی تھی تو ان سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنی نذر پوری کرو۔

باب۔ رمضان کے درمیانی عشرہ میں اعتکاف کرنا (بھی منقول ہے)

۱۸۸۲۔ حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر رمضان میں دس دن اعتکاف کیا کرتے تھے پھر جب وہ سال آیا جس میں آپ کی وفات ہوئی ہے تو آپ نے بیس دن اعتکاف کیا۔

باب کیا جائز ہے کہ معتکف ہونے کے لئے اپنا سر گھر کے اندر داخل کرے۔

۱۸۸۳۔ حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سر میں کنگھی کر دیتی تھیں حالانکہ وہ حائضہ ہوتی تھیں اور آپ مسجد میں معتکف ہوتے تھے وہ اپنے گھر ہی میں رہتی تھیں آپ اپنا سر مبارک ان کی طرف بڑھا دیتے تھے

زندہ مذہب اسلام اور انسانیت

عزیزانِ ملت! جانتے ہو گے اور اگر نہیں جانتے تو سن لو کہ اسلام دنیا میں اس لئے آیا تھا قرآن اس لئے نازل ہوا تھا حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اس لئے مبعوث ہوئے تھے کہ انسانوں کو صحیح معنوں میں انسان بنا دیا جائے صالح بنا لیا جائے نیک بنا دیا جائے اس وقت پوری دنیا سفالت و دنائت کا شکار تھی انسانیت کو بھول چکی تھی خدا کو بھول چکی تھی اپنے آپ کو بھول چکی تھی شیاطین کی پیروی شروع کر دی تھی عربوں کی حالت بھی بدترین تھی خدا نے آزادی دی تھی زور دیا تھا عقل دی تھی تجارت کی وجہ سے روپیہ کی بھی فراوانی تھی مگر شیطان سے رشتہ جوڑے بیٹھے تھے حماقت کا یہ عالم کہ خدا کو چھوڑ کر خود تراشیدہ بتوں کے سامنے سجدے کرتے تھے بیحیائی کا یہ حال کہ طواف کعبہ میں زن و مرد برہنگی کی حالت میں شریک ہوتے تھے اشتعال کا یہ جوش کہ بات بات پر تلواریں میان سے نکل آتی تھیں آسمان کا ہر ستارہ اور ریگزار عالم کا ہر ذرہ اس امر کا شاہد عادل ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی تربیت اور قرآن کی تعلیم نے ایک قلیل و مختصر مدت میں انہیں دنیا کی شریف ترین قوم بنا دیا۔

آپ کو علم ہے اور ایک آپ کیا ساری دنیا جانتی ہے کہ ان عربوں میں نہ کوئی تعلیم تھی نہ ان کے پاس کوئی لٹریچر تھا نہ لائبریریاں تھیں نہ اخبار تھے نہ کتابیں تھیں نہ ارسطو و افلاطون کا فلسفہ پڑھنے کا انہیں موقعہ ملا تھا نہ مصر کی ہیئت سے آشنا تھے اور نہ ہندوستان کی ریاضی ان تک پہنچی تھی تنظیم و استحکام کا کوئی سلیقہ نہ تھا ان کے ملک میں صدیوں سے کبھی کوئی منظم و غیر منظم حکومت بھی قائم نہ ہوئی تھی صرف قرب و جوار میں قیصر و کسریٰ کی متمدن فرمانروائیاں منصۂ شہود پر جلوہ گر تھیں مگر نہ انہیں آئین سے کوئی سروکار رہا تھا اور نہ اس پر کبھی غور کیا تھا نہ اس کی ضرورت تھی اور نہ اتنی اہلیت تھی نہ کوئی علمی تجربہ تھا نہ کسی عرب کو روم و عجم کی فرمانروائیوں میں کبھی کوئی عہدہ ملا تھا گویا ہر اعتبار سے بالکل کورے تھے۔

لیکن ابھی چوتھائی صدی بھی نہ گذرنے پائی تھی کہ اسی نیلگوں آسمان کے نیچے جاہل اور گنوار ناتراش عربوں کو پوری اور شایاں قابلیت کے ساتھ فوج کی سپہ سالاریاں صوبوں کی گورنریاں اور ملکوں کی جہانبانیاں کرتے دیکھا ہر شعبۂ حیات میں کامل ہو گئے جس دائرہ میں قدم رکھا نمایاں رہے دنیا کے ان معلمین کے معلم حضور نبی کریم تھے اور ان کا نصاب ایک مختصر اور اعجاز آفرین کتاب قرآن تھی ایک قرآن ہاتھ میں لیکر وسط فرانس کنارۂ بیاس تک انہوں نے حکومت کی وہ حکومت جو اس سے پہلے اور بعد کسی کو نصیب نہ ہوئی تھی یہی عرب کے معلم تھے۔

برادران! شاید آپ کو علم ہو ابھی بہت عرصہ منقضی نہیں ہوا ہے حضرت فاروق اعظم کا عہد ہے ارض عالم کی پرشکوہ اور متمدن ترین سلطنت روم سے بے سروسامان عربوں کو بھڑنے کا اتفاق ہوتا ہے اول تو یہ عرب چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں میں اٹھے ہوئے تھے۔

دوسرے ان کے پاس نہ روپیہ تھا نہ ساز و سامان تھے اور نہ اتنی فوج تھی قیصر روم نے سمجھا کہ انہیں پیس کر رکھدیں گے لیکن جب اس کی کار آمد اور کیل کانٹے سے لیس فوجوں نے متواتر شکستیں کھائیں تو وہ جل کر خود آیا آپ کو معلوم ہی ہے کہ اب بھی وہی زمین تھی وہی آسمان فوجوں کے سیلاب امنڈتے ہیں مگر شکست جب ہوتی ہے رومیوں ہی کو ہوتی ہے آخر قیصر روم ایک عظیم الشان دربار منعقد کرتا ہے بڑے بڑے امراء اور سرداران لشکر اور سپہ سالار اعظم شریک ہوتے ہیں قیصر ان سے پوچھتا ہے کہ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ہر میدان میں تمہیں شکست ہی سے کیوں دوچار ہونا پڑتا ہے۔

تمہارے سامنے عربوں کی حقیقت ہی کیا ہے کیا ان کے پاس روپیہ زیادہ ہے یا آدمی زیادہ ہیں فوجیں زیادہ ہیں ہرگز نہیں ان کی لیاقت جنگ بھی زیادہ نہیں تم نے بڑے بڑے میدان دیکھے ہیں تمہارے تجربہ کے مقابلہ میں وہ شیرخوار بچے ہیں ساز و سامان بھی بیشمار ہے پھر بولو بتاؤ کہ آخر یہ کیا ہے تم کیوں ہارتے ہو پھر ایک میدان میں نہیں ہر میدان میں ہر جنگ میں یہی عالم ہے تو پھر کیا ہرگز دنیا تمہیں کیا کہیگی تم بزدل بھی نہیں کمزور بھی نہیں سمجھ میں نہیں آتا عربوں کا سیلاب ہے کہ بڑھتا ہی چلا آتا ہے سب کی گردنیں خم تھیں سب کے سر شرم سے جھکے ہوئے تھے کوئی جواب ہی بن نہ پڑتا تھا کوئی بات سمجھ ہی میں نہ آتی تھی جواب دیں تو کیا دیں تھوڑی دیر بعد ایک عقلمند اور بڈھے سپہ سالار نے کھڑے ہو کر کہا کہ جہاں پناہ! ہماری فوقیت جنگی عظمت اور فراوانی وسائل مسلم ہے جرأت و جلادت میں برابری ہو گی ہاں فرق ہے تو صرف یہ کہ عربوں کے اخلاق ہم سے اچھے ہیں ہمارے سپاہی شرابیں پیتے ہیں زنا کرتے ہیں جھوٹ بولتے ہیں غرور میں ڈوبے ہوئے ہیں نیکی و شرافت سے مس نہیں رکھتے رات کو مدہوش و بدمست ہو کر سو جاتے ہیں عرب غریب ہیں کمزور ہیں بے سروسامان ہیں مگر ان کی دنیا ہی عجیب ہے ان کے سپہ سالار اور سپاہی میں کوئی امتیاز ہی نہیں سب ایک صف میں کھڑے ہو جاتے ہیں ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں کینہ غرور اور حسد کا الزام نہیں حق کہتے ہیں حق سنتے ہیں بادشاہ بھی چوری کرے تو ہاتھ کاٹ ڈالتے ہیں شراب و زنا کے قریب بھی کوئی نہیں پھٹکتا زبانیں شریف ہیں دل شریف ہیں یہاں رات کو خراٹے لیکر سوتے ہیں وہ اپنی راتیں عبادت میں گذارتے ہیں وہ تو دن کے شیر ہیں اور رات کے راہب ہیں۔

قیصر بولا ٹھیک ہے ان کی فتح اور ہماری شکست کا راز یہی ہے اس قوم سے مقابلہ دشوار ہے چنانچہ وہ قسطنطنیہ واپس چلا گیا دیکھا آپ نے اخلاق کا مرتبہ جس کی دنیا آج اجڑ چکی ہے ہر طرف منافقت فریب مکاری اور غرور و حسد کا دور دورہ ہے آج اسے کوئی اہمیت دے یا نہ دے مگر خود حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے بھی اپنی بعثت کا مقصد مختصر اور جامع الفاظ میں یہی بتایا ہے کہ میری بعثت کا مقصد تمہارے اخلاق کی تکمیل ہے خدا کے نزدیک بھی لیاقت انسانی کا معیار ہے کہ اخلاق ہوں اعلیٰ اخلاق کے افراد کو [illegible] قرآن میں صالحین اور متقی کہا گیا ہے متقی وہ ہے جو خدا سے ڈرتا ہے جو ڈر گیا وہ قرآنی نواہی کے قریب بھی نہ پھٹکیگا اور اس کے تمام اوامر پر کاربند رہے گا۔

برادران اسلام! نالائقوں کی کہیں بھی پرسش نہیں نہ دنیا کے کسی دفتر اور کسی محکمہ میں اس کا گذر ہے اور نہ خدا کی سرکار میں کوئی بات پوچھتا ہے نالائق اور نااہل

دنیا میں بھی پریشان اور لکھ کوب حوادث رہتے ہیں اور آخرت میں بھی ان کا حشر اچھا ہونے کی کوئی توقع نہیں اب دنیا میں لیاقت کا معیار تو یہ ہے کہ پڑھا لکھا ہو گریجویٹ ہو اپنی زبان کے علاوہ دو ایک زبانیں جانتا ہو یا کسی فن میں کمال رکھتا ہو یعنی دماغ آراستہ ہو دل کو کوئی نہیں دیکھتا نہ اس کی ضرورت محسوس کی ہے خدا محض دل دیکھتا ہے جس کا دل آراستہ ہے وہ کل آراستہ ہے جسم کا بادشاہ دل ہے قاعدہ ہے کہ جس مملکت کا بادشاہ لائق ہے وہاں سردار بھی لائق ہوں گے سلطنت کا انتظام بھی درست رہیگا سب کو لائق بنا لیگا بادشاہ ہی نالائق ہے تو سلطنت ہی برباد ہے تمام سرداروں میں نالائقی کے جراثیم پھیل جاتے ہیں یہ کوئی بعید از فہم امر نہیں دنیا کی جتنی سلطنتیں تباہ ہوئیں وہ بادشاہوں کی نالائقی ہی سے تباہ ہوئیں۔

ترکی میں گیا رہ گیا تھا کمال اتاترک کی صورت میں اسے لائق رہنما مل گیا پھر سلطنت میں روح پڑ گئی جو سلطنت مغلیہ شاہجہاں اور عالمگیر کے وقت میں تھی وہی بہادر شاہ اور محمد شاہ کے وقت میں تھی اول الذکر لائق تھے سلطنت مضبوط تھی مؤخر الذکر نالائق تھے سلطنت میں وہ روح باقی نہ رہی اور تباہ ہو گئی قرآن میں الی اللہ بقلب سلیم سے یہی مراد ہے جس کے پاس قلب سلیم ہے سب کچھ ہے جس طرح نالائق فرمانرواؤں میں میخواری راگ رنگ سہل انگاری عیاشی بے غوری بے پرواہی وغیرہ عیوب پیدا ہو کر ان کی اور ان کی سلطنت کی تباہی کا باعث بنتے ہیں اسی طرح نالائق اور غیر سلیم قلب کو حرص و ہوا رشک و حسد کینہ و بغض اور شر و شرارت کھا جاتے ہیں سیاہ کر دیتے ہیں قلب سلیم ان عیوب سے پاک ہوتے ہیں وہ نیکی و سعادت مروت و زہد و اتقا اور جود و سخا کے منبع ہوتے ہیں ان کا اثر تمام اعضاء پر پڑتا ہے۔

دل منبع نور بنتا چلا جاتا ہے اور انسان روحانی طور پر بہت بلند ہو جاتا ہے دماغ دل کا ماتحت ہے دل سلیم ہوتا ہے تو دماغ برے تصورات سے پاک رہتا ہے دل کے بغیر دماغ محض ایک آلۂ شر رہ جاتا ہے تعلیم کے ساتھ تربیت کی جو ضرورت رکھی گئی ہے وہ اسی لئے ہے کہ تربیت سے دل بنتا تھا اور تعلیم دماغ کو متاثر کرتی تھی۔

عزیزو! اسلام نے سب سے بڑا زور دل کی صفائی پر دیا ہے یعنی جو چیزیں دل کو ماؤف کرنے والی تھیں ان سب سے یکسر روک دیا۔ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے وہ فضا پیدا کر دی تھی کہ دل برائی کی طرف رجوع ہی نہ ہو سکتے تھے حضرت عبد اللہ بن رواحہ کو یہود نے رشوت دینی چاہی تو چیخ اٹھے کہ خدا کے دشمنو! تم مجھے حرام کھلانا چاہتے ہو ایک عورت سے زنا جیسا گناہ سرزد ہو جاتا ہے خفیہ طور پر ہوا تھا۔ حاملہ تھی بچہ کی رضاعت تک ٹالا گیا مگر قرار ہی نہ پڑتا تھا بار بار آکر حد شرعی کا مطالبہ کرتی تھی آخر سنگسار ہو گئی جب دل سنبھل گیا انسان سنبھل گیا دماغ سنبھل گیا حقیقی معنوں میں انسان ہو گیا برائی کے صدمہ سے بچ گیا سراپا خیر ہو گیا اسلام کے معیار لیاقت کے مطابق لائق ہو گیا متقی ہو گیا صالح ہو گیا دل زبان دماغ سب اسلام کے قابو میں آ گیا اس قابل ہو گیا اس امر کا مستحق بن گیا کہ وہ نوازا جائے چنانچہ نوازا گیا دارین کی دولت مل گئی اور ہر قسم کی اچھائیں پیدا ہو گئیں لائق کبھی محروم نہیں رہتے دولت بھی ملی حکومت بھی ملی اہل عرب جو حکومت کے نام سے ناآشنا تھے آقائی کرنے لگے بادشاہی مل گئی اور دارائے جہاں بن گئے سب کچھ مل گیا۔ مسلمان لائق بن گئے تو سب کچھ حاصل ہو گیا سب کچھ بن گئے لیاقت نہ رہی تو سب کچھ چھن گیا آپ کے دل میں بے ساختہ سوال پیدا ہو گا آپ کہہ اٹھیں گے عرب مسلمان ہوئے تربیت پائی قلب سلیم کے حامل ہوئے سب کچھ لیا انگریزوں کے امریکنوں کے اور جاپانیوں کے پاس کیا ہے جرمنوں کی کونسی تربیت ہے جو وہ آقائی اور فرمانروائی کر رہے ہیں سکھوں ہندوؤں اور پارسیوں کو دیکھئے وہ کون سے خدا پرست ہیں جو عیش حیات اٹھا رہے ہیں۔

یہود کی جیسی پیشکاری ہو رہی قوم کی رائیں ہی دن بنی ہوئی ہیں یہ سب تو اسلام کے نزدیک کافر ہیں بہت سے خدا کو مانتا کیا اس سے باغی ہیں مسلمان جو ہے آج توحید و رسالت کو تو مانتے ہیں پھر کافروں کو تو حور و قصور ملے ہوئے ہیں اور مسلمان فقط وعدۂ حور پر ٹرکائے جا رہے ہیں مسلمانوں میں یہ تخیل اور یہ شکوہ عام ہے وہ اپنے نزدیک اسے بہت بڑا دعویٰ سمجھتے ہیں بڑی دلیل خیال کرتے ہیں لیکن عزیزان ملت! یہ سوال خود بہت بڑی گستاخی پر مبنی ہے

محض کہنے اور زبان سے بک دینے سے کوئی مسلمان نہیں ہو جایا کرتا آپ کہیں گے کہ ہمیں دل سے بھی اقرار ہے لیکن یہ برائے نام ہے جو کچھ ہے صرف دعویٰ ہی دعویٰ ہے اگر آپ کو یہ یقین ہے کہ خدا حاضر ناظر ہے ہمارا نگران حال ہے بد اعمالی کا نتیجہ دوزخ ہے ایک روز ضرور خدا کے سامنے پیش ہونا ہے موت سر پر کھڑی ہے تو آپ کبھی کسی قرآنی حکم کی خلاف ورزی پر آمادہ نہ ہوتے کیا آپ کسی مجسٹریٹ کے سامنے کوئی جرم کر سکتے ہیں کسی سپاہی کے سامنے کسی کا مال چھین سکتے ہیں سر جنول کر سکتے ہیں آگ میں ہاتھ ڈال سکتے ہیں ہرگز نہیں اسی لئے نہیں کہ آپ کو یقین ہے کہ آپ پکڑ لئے جائیں گے سزا ہو گی آگ میں ہاتھ ڈالیں گے ضرور جل جائیگا۔

خدا اور دوزخ کا بھی یقین ہوتا تو جرم کر ہی نہ سکتے تھے صحابہ کرام کو یقین تھا اسلئے کسی کی ایک نماز بھی قضا ہو جاتی تھی تو سوگ پڑ جاتا تھا لوگ تعزیت کو آتے تھے کسی سے کوئی گناہ سرزد ہو جاتا تھا تو لرزا اٹھتے تھے خود آکر سزا کا مطالبہ کرتے تھے کہ باز پرس محشر سے بچ جائیں ایک فقیر تھا بادشاہ نے اس کی بہت خدمت کی وہ دیکھتا تھا کہ وہ روز رتیوں کشتہ سیماب کھاتا ہے ایک روز چند چاول بادشاہ کو بھی دیئے رات بھر بیگمات اور کنیزوں کے بغیر چین نہ پڑا سمجھا یہ فقیر اتنا کشتہ کھاتا کیونکر ضبط کر سکتا ہوگا ضرور در پردہ کچھ کرتا ہوگا۔ ایک درجن حسین کنیزیں امتحان کے لئے بھیجدیں شبانہ روز رہیں فقیر نے پرواہ بھی نہ کی اسی دوران میں بادشاہ جو آیا پہلے کی بہ نسبت چوگنی خوراک خود کھلا دی پھر کہا تو نے ہماری بہت خدمت کی ہے اس کے صلہ میں تجھے پہلے سے بتائے دیتے ہیں کہ تیری زندگی میں صرف چار روز باقی ہیں جو کرنا ہے کر لے بادشاہ جو گھبرایا تو سب کچھ بھول گیا۔

انتظام میں مصروف ہو گیا رات بھر گڑگڑاتا اور نمازیں پڑھتا رہا نیند ہی بھول گیا ہر وقت خدا اور موت ہی کا خیال تھا وقت گذر جانے پر آکر کہا کہ ابھی تو قضا نہیں آئی فرمایا پہلے یہ بتاؤ کہ اس مدت میں کتنی عورتوں کے پاس رہے بولا حضرت ایک کے پاس بھی نہیں اس کی وجہ اس ہی کے لئے فرمایا دیکھ لیا چار دن کیلئے موت کا کامل یقین ہو گیا تھا چوگنی خوراک کھا کر بھی سب کچھ بھول گیا پھر تو نے میرے متعلق بدگمانی کیوں کی کہ میں تو ہر وقت موت کو سر پر کھڑا دیکھتا ہوں فرق صرف یہی ہے کہ تجھے یقین نہیں اور مجھے یقین ہے

بھائیو! ایسے اقرار سے کیا ہوتا ہے ایمان تو یقین کا نام ہے عملی اعتبار سے تو آپ میں اسلام کی کوئی بات نہیں رہی تم نے اسلامی باتوں کو چھوڑا تم نے کفر کی رسوم اختیار کیں کفر والوں نے افسوس کہ تمہارے آئین اپنالئے۔ تم نے تجارت یکسر ترک کی یہودیوں پارسیوں اور ہندوؤں وغیرہ نے اسے لے لیا تم نے اتفاق ترک کیا صلہ رحمی چھوڑی انہوں نے اسے اپنا لیا وہ صد ہزار ٹکڑوں میں بھی منقسم ہو کر ایک ہو رہے ہیں اور تم ایک ہو کر بھی ان کے آئین کے مطابق ذاتوں اور فرقوں میں برابر منقسم ہوتے چلے جاتے ہو وہ چپڑاسی سے لیکر مجسٹریٹ تک ایک ہیں تم میں دو بھائیوں کے اندر بھی اتفاق نہیں

ولا تفرقوا اور لا تنازعوا فتفشلوا۔ اور تعاونوا وغیرہ کے تمہارے احکام پر عمل وہ کر رہے ہیں تمہاری طرح ان کی تقریبات میں سادگی پیدا ہو رہی ہے اور ان کی طرح تمہارے یہاں سینکڑوں رسمیں چلی آ رہی ہیں بیاہوں کے عقدوں کے یہاں ہونے لگے تو وراثت کا ڈھونڈ پیش کر رہے ہیں۔ تعلیم و دولت کی قدر انہیں

اپنے طریق پر عبادت کا ذوق ان میں بڑھ رہا ہے چھوت چھات وہ ترک کر رہے ہیں قومی ہمدردی ان میں ہے کیا نک بتایا جائے کہاں تک روتا رویا جائے ہر قوم آگے بڑھ رہی ہے مسلمان نیچے گر رہا ہے اخلاق تمہارے تباہ ہو گئے معاملات تمہارے بگڑ گئے زبانیں تمہاری بگڑ گئیں ہمتیں تمہاری خراب ہو گئیں اور مسجدیں تمہاری ویران ہوتی چلی جا رہی ہیں۔ پیسہ تمہارے پاس نہیں اس پر تمہیں اپنی پستی کا شکوہ بھی ہے سوچو ارزنا لائق کیسے کہتے ہیں۔

ہر شخص اپنی لیاقت و حیثیت ہی کے مطابق خدمت حاصل کرنے کی توقع کیا کرتا ہے۔ لیاقت چپراس گیری کی بھی نہ ہو اور آرزو کیجائے مجسٹریٹی کی۔ کام تو لیاقت دیکھکر ملتا ہے پہلے مستحق بنو پھر اس خدمت کی آرزو کرو تم استحقاق سے پہلا ہی خدمت کے متمنی ہو نہیں لا تہنوا ولا تحزنوا کی بشارت ان کنتم مومنین کی شرط پر دیگئی تھی تم نے سب کچھ چھوڑ دیا تم میں نہ کوئی صالح نظر آتا ہے اور نہ متقی نہ دنیا کے رہے نہ دین کے پھر تمہیں کون پوچھے۔

(بقیہ سلسلہ صفحہ ۱۰) مسلمانوں کے ہاتھوں میں تھا یہ دست کار دو روپے روز سے کم کا کام نہ کرتے تھے تو یورپ کا مقابلہ مشنری کی ترقی اور سرمایہ داری کے نظام نے ان پر بھی عرصۂ حیات تنگ کر دیا مئی صنعتیں پیدا ہو گئیں لاریاں چل گئیں صد ہزار کام تھے سب مسلمان کرتے تھے اور یہ سب خوش حال تھے اب یہ صناع بھی اگرچہ ابھی تک زیادہ نہیں مگر بہت سی صنعتیں دم توڑ رہی ہیں بہت سی ایسی ہیں جو محض مزدوری بن گئی ہیں کچھ صنعتیں ترقی پر بھی ہیں مگر مسلمانوں کی عادت اسراف تبذیر انہیں نہیں پنپنے دیتی پھر ہندو اس طرف بھی بڑھ رہے ہیں جو کام صرف مسلمانوں سے مخصوص تھے ان میں بھی ہندو بڑھتے چلے آ رہے ہیں سبزہ فروشی پارچہ بافی جیسے اور بڑیوں کا کام تک ہندو سنبھال رہے ہیں برابر مسلمانوں پر معاش کی تمام راہیں بند ہو رہی ہیں۔

ہندو تمدنی و مالی ترقی کے مظاہر ہندو تجارت ایجنسی مہاجنی اور کاشتکاری پر قابض تھے یہ ذرائع معاش تو ان کے پاس تھے ہی مسلم ذرائع معاش پر بھی وہ قابض ہو گئے مسلمانوں سے زمینداریاں بھی گئیں صنعت و حرفت بھی گئی اس پر حالت وہی ہے جو سو سال پہلے تھی جو کمایا وہ اڑا دیا رکھا ایک پیسہ نہیں جس حکومت کے پاس خزانہ نہ ہو وہ کتنے روز چل سکتی ہے جس دوکاندار کے پاس سرمایہ نہ ہو کیا نفع اٹھا سکتا ہے کہ یہ فقیہ ارزاں مال خریدنے کے لئے اس کے پاس روپیہ ہی نہ ہوگا اسی طرح جس قوم کے پاس روپیہ نہ ہو وہ اس تنازع للبقا کے میدان میں کیا جولانیاں دکھا سکتی ہے کیا عزت پا سکتی ہے کیا زندہ رہ سکتی ہے؟

سب کچھ ہو رہا ہے مسلمانوں کی آنکھوں کے سامنے ہو رہا ہے مگر کچھ ہوش نہیں مفلسی و عسرت صدہا گناہوں اور جرائم کا سرچشمہ ہے بددیانتی خیانت تعصب دغا فریب چوری ڈکیتی جیب تراشی یہی کراتی ہے حدیث ہے کاد الفقر ان یکون کفراً مفلسی کفر کے قریب تر پہنچانے والی ہے۔ نیت اس سے خراب ہوتی ہے ایمان اس سے کمزور ہوتے ہیں بیسر کر ریشری یہ بنا دیتی ہے عبادت میں اس سے مزا نہیں آتا آبرو اس سے قائم نہیں رہتی ساکھ اس سے جاتی ہے غیرت و حمیت اس سے جاتی ہے بے زر بے پر ہے بالخصوص اس زمانہ میں مفلس و غریب کو کون پوچھتا ہے تعلیم وہ حاصل نہیں کر سکتی اچھی جگہ اسے نہیں مل سکتی کوئی اس پر دیانت تبذیر کرنے لگتے ہیں یہ حقائق سب کے سامنے ہیں ہر شخص

جانتا ہے کہ ہر قوم کا ہر فرد ترقی کر رہا ہے مگر مسلمانوں کا ہر طبقہ روبزوال ہے وہ بھی تیزی کے ساتھ مگر کسی کی آنکھ نہیں کھلتی ہر شخص اندھا ہو کر خرچ کر رہا ہے۔

ہر مسلمان کی لگام شیطان کے ہاتھ میں ہے ایک چپڑاسی سے لیکر جج تک ہر مسلمان جو کماتا ہے خرچ کر دیتا ہے اسی لئے پریشان رہتا ہے حیرت ہے کہ دس کروڑ کی قوم کے پاس اپنا کوئی ایک بنک بھی نہیں پھر ہندو کے پاس کچھ نہ کچھ ضرور ہے اور ہر مسلمان کی تھیلی خالی ہے اگر چندے یہی حالت رہی تو آئندہ نسل کا پنپنا کیا زندہ رہنا بھی مشکل ہو جائے گا۔

پوری دنیا میں مسلمانوں سے زیادہ پریشان حال اور غریب قوم کوئی نہیں غریب بھی ایسی جو روز بروز غریب سے غریب تر ہوتی چلی جا رہی ہے مسلمانوں کے سامنے غربت سے امارت تک پہنچنے کی راہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے قائم کی مدینہ آئے تو مفلس ترین قوم تھے دس برس کے اندر اندر یہ دولتمند بن گئے۔

قرآن کریم میں مسلمانوں کو اسراف و تبذیر سے اسی لئے روکا گیا تھا اور ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین فرمایا گیا تھا بتا دیا گیا تھا کہ خرچ کا طریقہ لم یسرفوا ولم یقتروا ہے یہی کان بین ذالک قواما ہے کہ نہ بخل ہو اور نہ اسراف زکوٰۃ کے بار بار نماز کے ساتھ ذکر کرنے کا مقصد ایک یہ بھی تھا کہ مسلمان ضرور کچھ پس انداز بھی کریں۔ تجارت کی ترغیب اسی لئے دی گئی تھی اور اسی لئے اس میں نوے فیصدی رزق بتایا گیا تھا مگر مسلمان سب کچھ بھول کر شیطان کے ہو گئے اسی کا نتیجہ بھگت رہے ہیں۔

(بقیہ سلسلہ صفحہ ۵) یہی بات مسٹر گو سوامی گنیش نے کی جو اپنے جوش میں فرما گئے کہ پاکستان ایک تباہ کن اسکیم ہے اس سے ہماری پنجاہ سالہ اسکیم تباہ ہو جائیگی ہم نہ مسلمانوں کو ایک جداگانہ قوم سمجھتے ہیں اور نہ ہندوستان کے ٹکڑے ہونے دیں گے گویا جس ہندو راج کے قیام کے لئے پچاس سال سے کوشاں ہیں اس میں اس طرح خامی رہجائیگی اور مسلمان ہندو رہتا ہیں دونوں کا ایک خدا ایک رسول ایک کلمہ ایک کعبہ ہے باہم شادیاں ہوتی ہیں خدا معلوم ان لوگوں کو کب عقل آئیگی اور یہ ملک میں امن و امان قائم ہونے دیں گے یا نہیں۔

اسلام اور زندہ تمدن اور افلاس

ضرورت ہے اور بار بار کہنے اور واضح کرنے کی ضرورت ہے کہ مسلمان مالی حیثیت سے تباہ ہو چکا اور برابر تباہ ہوتا چلا جا رہا ہے کم وبیش چالیس سال سے تو ہم دیکھ رہے ہیں کہ مسلمانوں کے خاندان کے خاندان تباہ ہوتے چلے جا رہے ہیں جو شخص ہوتا ہے کوئی اس کا جانشین پیدا نہیں ہوتا سب کی توجہ سیاسیات کی طرف لگی ہوئی ہے اقتصادیات کی طرف کسی کی نظر نہیں جاتی مسلم قوم مالی حیثیت سے اس سرعت کے ساتھ زوال کی طرف جا رہی ہے اور اغیار اس تیزی کے ساتھ ترقی کر رہے ہیں کہ بعض اوقات تو آنکھوں کے سامنے اندھیرا آجاتا ہے اس پر غضب یہ ہے کہ زوال کی اس سرعت رفتار کے باوجود اب تک کسی کو اس کا احساس نہیں ہوا۔ ہمارے دیکھتے دیکھتے مسلمان عرش سے فرش پر آ رہے ہے اور اب فرش کو خاک پر مار رہے ہیں سب مزدوروں میں منتقل ہوتے چلے جا رہے ہیں اقوام غیر کے مزدوروں میں بھی ترقی کا جوش ہے چار کماتے ہیں تو ایک نہیں دو بچتے جاتے ہیں جب معتد بہ رقم ہو جاتی ہے تو اسے دوسرے کام میں لگا دیتے ہیں اور اپنی حیثیت بڑھانے کی فکر میں رہتے ہیں مسلمان مزدور بھی مدہوش ہے اول تو کام ہی محنت سے نہیں کرتا اور جو کماتا ہے سب اڑا دیتا ہے کفن کو بھی پیسہ نہیں اکہتاان کے مزدور بھی بنیوں اور بڑے آدمیوں میں منتقل ہو رہے ہیں چپراسیوں کے لڑکے بھی گریجویٹ بن رہے ہیں مسلمانوں کی معاش کا سب سے بڑا ذریعہ زمینداری اور اس کے بعد ملازمت ہی ان میں عموماً تین طبقہ تھے زمیندار ملازمت پیشہ اور اہل حرفت یہ تینوں ایک چوتھائی صدی تک عزت وآرام کی زندگی بسر کر رہے تھے زمیندار بڑا طبقہ تھا امرا پر مشتمل تھا بندوبست سنہ ۱۸۵۷ء کی رپورٹوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یو پی اور بہار میں ملک کی تقریباً تمام کی تمام زمینیں انہی کے قبضہ میں تھیں امروہہ بدایوں سہارن پور بجنور رامپور اور بریلی وغیرہ کے متعلق ہمیں ذاتی علم ہے تمام ملکی جائدادوں کے مالک یہی تھے بیسوی صدی کے اوائل تک بھی بکثرت مسلم زمیندار ہے تھے جن کے علاقے بیس بیس تیس تیس میل تک پھیلے ہوئے تھے ہزار ہزار اور دو دو ہزار ماہوار کی جائدادیں تھیں یہ سب شرفاء کا طبقہ تھا اہل خیر تھے سب کو ان کی ذات سے فائدہ پہنچتا انہیں بقول اکبر جنگ وشمشیر دلوالف ترض کا مرض پیدا ہوا اس عہد کا شاذ ہی کوئی ایسا رئیس ملیگا جس کے گھر میں ایک دو رنڈیاں نہ ہوں باہم زنا بتیں تھیں آباء واجداد سے بھی زیادہ دولتمند تھے ان کی آنکھیں دیکھے ہوئے تھے زمانہ شناسی نہ تھی نہیں کرنے کو کوئی کام نہ تھا بیکاری اور فرصت میں رنڈیاں عیاشیاں اور رقابتیں سر چڑھتی تھیں ایسے مشغلوں سے خرچ ہوتا تھا مارات ومقدمات لڑتے تھے سود پر سے پابندیاں اللہ ہی اٹھ گئی تھیں نہایت آسانی کے ساتھ روپیہ مل جاتا تھا ایک رقعہ لکھا ہزار دو ہزار مل گئے۔

پہلی چوٹ یہ پڑی کہ جرمنی رنگ کے بازار میں آنے سے نیل کی کوٹھیاں بند ہو گئیں جو زمینداروں کا ایک کاروبار تھا لاکھوں روپے کا نیل فروخت ہوتا تھا اور دوسری چوٹ روپے ملنے میں آسانی تھی مثل مشہور ہے کہ زمیندار کی تیسری نسل فقیر ہو جاتی ہے اوپر سے تقسیم در تقسیم کا عمل جلا آ رہا تھا کچھ تو قدرتی طور پر یہ تقسیم ہی زمینداریوں اور ریاستوں کو پارہ پارہ کر دیتی ہے کچھ مسوم اور رقابتوں نے ان زمینداریوں کو عدالتیں اور ساہوکار کھا گئے اب تک یہ حالت ہے کہ جیسے جتنی جائداد ملی مرتے وقت تک گھٹ تو گئی مگر اس میں اضافہ ایک پیسہ کا نہ ہوا ابتدا سے یہی ہوتا چلا آ رہا تھا جو مرا اور قرض چھوڑ گیا ایک اور بات تھی کہ یہ زمیندار عیاش تھے یا مدہوش تھے کچھ تھے لیکن ایک ان کی ذات سے سینکڑوں کی پرورش ہوتی تھی اس کے علاوہ ہر زمیندار کے کئی کئی کارندے ہوتے تھے ان کی آمدنیاں اس زمانے کے اہل کاروں سے کم نہ ہوتی تھیں۔

کارندگری بھی بہت معزز پیشہ سمجھا جاتا تھا شرفاء کے لئے روزگار کا معقول ذریعہ تھا ہزارہا انسان اس کے ذریعہ عزت وآرام سے بسر کرتے تھے زمینداریوں کے ساتھ ملازمتوں کا یہ ایک معقول سرچشمہ بھی بند ہو گیا اب جو کچھ رہ گئی ہیں وہ سب معرض زوال میں ہیں اور چند روز کی مہمان ہیں انہیں تو اب ختم ہی سمجھئے۔

اسلام کا متوسط طبقہ ملازمتیں متوسط درجہ کے مسلمانوں کا مخصوص ذریعہ معاش تھیں سرکاری ملازمت سے کہیں زیادہ مسلمان کارندگری میں لگے ہوئے تھے مسلم زمینداریوں کی بربادی وزوال کے ساتھ ہزارہا کارندے بھی بیکار ہو گئے

سرکاری ملازمتیں مسلمانوں ہی کے ساتھ صدیوں سے مخصوص چلی آ رہی تھیں شاہی عہد تک یہ ملازمتیں موروثی تھیں باپ کی جگہ بیٹے کو ملتی تھی کارندگری بھی موروثی حیثیت رکھتی تھی انگریزی عہد میں ملازمتیں موروثی تو نہ رہیں مگر مسلمانوں کے پاس رہیں ہندو تجارت مہاجنی اور کاشتکاری میں مصروف تھے انھوں نے اس طرف توجہ نہ کی اور نہ انھیں اس کی ضرورت تھی ملازمت پیشہ طبقہ الگ تھا صرف متوسط درجہ کے شرفاء کے لئے مخصوص تھی زمینداریوں کی تباہی اور کارندگیریوں کی قلت کی وجہ سے مسلمانوں کی طرف سے بھی اس پر دباؤ پڑا زمینداروں کے بیٹے بھی ادھر ہی متوجہ ہوئے تعلیم نے ملازمتوں کے دروازے سب کے لئے عام کر دیئے انہیں نفع خیز سمجھکر ہر طبقہ اسی کی طرف متوجہ ہو گیا ایک غریب سے لیکر امیر تک ہر شخص ملازمتوں کی طرف دوڑنے لگا سب سے آخری حملہ ہندوؤں کی طرف سے ہوا آج سے بیس برس پیشتر تک بھی سرکاری دفاتر میں مسلمانوں کی اکثریت بھی تھی اور اقتدار بھی تھا اب مسلمان ہر جگہ خال خال نظر آتے ہیں اور جس مسلمان کی جگہ خالی ہوتی ہے اس کے بجائے تقرر ہندو کا ہوتا ہے۔

حکومت کو اس طرف برابر توجہ دلائی جا رہی ہے مگر حالت روز بروز بد سے بدتر ہوتی جاتی ہے گویا ملازمتیں اور زمینداریاں دونوں ہاتھوں سے نکل گئیں اور جو ہیں وہ نکل رہی ہیں۔

اسلام اور صنعت وحرفت رہ گئے اہل حرفت ان میں پارچہ باف تھے زردوزی کا کام کرنے دریاں اور قالین بننے لکڑی اور ہاتھی دانت کی کھدائی کا کام کرنے والے بڑھئی لوہار وغیرہ تھے بنارسی کپڑا بہترین ہوتا تھا اسکو میں مٹی کے اور مرادآباد میں برت کا کام اتنا بے نظیر ہوتا تھا کہ دھوم مچی ہوتی تھی پورے ہاتھی دانت کے کھلونے نگینہ میں آبنوس اور شیشوں کا کام مارہرہ اور فیروزآباد میں چوڑیوں کا کام غرض صدہا کام تھے زمین بنتی تھیں ٹکائیں تیار ہوتی تھیں پیتل اور لکڑی کا کام جاری رہتا تھا جوتوں اور چمڑے کا کام بھی

سلسلہ مضمون کے لئے دیکھا صفحہ ۹ زیرا...

زندہ قوم

یہود کی تنظیم و فارغ البالی

یہود کی ترقی اور عہد عتیق

یہود وہ قوم ہے جو کم و بیش ایک ہزار سال تک دنیا میں دارائی و آقائی کر چکی ہے اپنے وقت میں دنیا کی یہ ایک منتخب روزگار قوم تھی صدیوں تک اس کا آفتاب اقبال نصف النہار پر چمکتا رہا حضرت سلیمان علیہ السلام جیسے جلیل القدر پیغمبر اور عدیم المثال فرمانروا اس قوم میں پیدا ہوئے جن کی فرمانروائی جنوں اور پرندوں اور ہوا تک تھی دنیا کی کوئی قوم اس کی حریف نہ تھی دنیا میں اسی کا تمدن چھایا ہوا تھا دنیا کی دولت اسی کے خزانوں میں کھنچی چلی آ رہی تھی فراعنہ مصر کی پوری سلطنت انہی کے قبضہ میں آئی دنیا پر انہی کی حکمرانی قائم ہوئی سب سے بڑا کرم یہ تھا کہ ان کی ہدایت کے لئے ہر زمانہ میں ایک نبی مبعوث ہوتا رہا عیش و عزت سے زندگی بسر کر رہے تھے۔

مگر انہوں نے پیہم نافرمانیاں کیں خدا کی ان نعماء کی قدر نہ کی انتہا یہ ہے کہ نشہ غرور میں یہ انبیاء کو بھی قتل کرنے پر اتر آئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی اپنے نزدیک سولی دیدی، حضرت یحییٰ علیہ السلام کو قتل کیا حالانکہ ان کے ہاں بشارت موجود تھی مگر حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی بھی انہوں نے قدر نہ کی انہیں بھی تنگ کرتے اور ان کے قتل کی تدابیر سوچتے رہے اس کا انہیں بدلا ملا اور قیامت تک کے لئے انہیں ذلت و مسکنت کا مورد بنا دیا گیا یعنی انہیں کبھی دنیا میں سلطنت عطا نہ کی جائیگی ضربت علیہم الذلۃ والمسکنۃ و باؤ بغضب من اللہ کا یہی مطلب ہے اتنی شاندار روایات کی حامل قوم کا دنیا میں نہ کوئی گھر ہے اور نہ وطن ہے ہمیشہ انہیں ذلتوں اور بربادیوں کا سامنا رہا ہے ہر ملک سے یہ جلاوطن ہوتے رہے ازمنہ سابقہ میں انگلستان فرانس اسپین واٹلی وغیرہ سب انہیں جلاوطنی کی سزا دے چکے ہیں حروب صلیبیہ میں بھی ان پر قیامتیں گذرتی رہیں

اسلامی اصول پر عمل کے کرشمے عیسائی ان کی جان کے دشمن رہے انہوں نے ان سے ایسا خوفناک انتقام لیا جس کے تصور سے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں ایک ترکی کے سوا انہیں کبھی کسی ملک میں چین کے ساتھ رہنا نصیب نہیں ہوا ہمیشہ لٹتے رہے۔

طلوع اسلام کے وقت یہ لوگ عرب کے اندر خیبر مدینہ وادی القریٰ میں عزت و آبرو کے ساتھ بسر کر رہے تھے باغبانی زراعت اور لین دین ان کا پیشہ تھا اتنی سازشیں اور شرارتیں کیں کہ انہیں یہاں سے بھی جلاوطن ہونا پڑا سب کچھ ہوا دشمنی بھی تھی عناد بھی تھا مانتے نہ تھے مگر یہ سمجھتے تھے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سچے پیغمبر ہیں ان کی اس نصیحت کو کبھی نہ بھولے کہ رزق کے دس حصوں میں سے نو حصے رزق تجارت میں ہیں اور بے اتفاقی سے کمزوری اور ضعف پیدا ہوتا ہے بھرم کھل جاتا ہے ہوا اکھڑ جاتی ہے جہاں گئے انہوں نے قومی اتفاق اور تجارت کو ہاتھ سے نہ دیا اسلئے نہ دیا جانتے تھے کہ یہ چیز قرآنی ہے قیامت تک اس میں سچائی کی روح قائم رہے گی قرآن ہی یہ بھی بتا چکا ہے کہ خدا کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ قوم خود اپنی حالت نہ بدلے سمجھ گئے کہ خدا نے تھوڑا اختیار بندوں کو بھی دیا ہے اسی رو سے تجارت کو اپنا لیا اور آج تک اپنائے ہوئے ہیں ہزار و صد ہزار آفات نازل ہوئیں اور ہوتی رہیں مگر انہوں نے کبھی حوصلہ نہ ہارا۔

ہزار ہا بار کٹے لٹے مٹے مگر تجارت و اتفاق کی چٹان پر قائم رہے ہزاروں مرتبہ بگڑے مگر پھر تجارت شروع کر دی پھر کاروبار کا آغاز کر دیا اور پھر مالدار ہو گئے پھر عیش کرنے لگے۔

یہود کی قلت آبادی اور فراوانی دولت اس لگدکوب حوادث قوم کی یہ حالت ہے کہ آج دنیا بھر میں ان کی آبادی ایک کرور سے زیادہ نہیں اور وہ بھی نہایت منتشر حالت میں ہے انتشار بھی ایسا کہ ہزاروں لاکھوں میل کی وسعتوں میں پھیلے ہوئے ہیں کچھ انگلستان میں ہیں کچھ فرانس میں ہیں کچھ امریکہ میں ہیں کچھ ترکی میں ہیں اور کچھ جرمنی میں روس پولینڈ اسپین اٹلی مصر ترکی جاپان اور ہندوستان میں پھیلے ہوئے ہیں اتنے عظیم بعد و ہجر کے باوجود بھی یہ قوم اب تک کسی قوم میں جذب نہ ہوئی کسی متحدہ قومیت کا جزو نہ بنی ازدواجی تعلقات بھی اپنی ہی قوم تک محدود رکھے۔

اگرچہ اول درجہ کے ابن الوقت اور زمانہ شناس ہیں جس ملک میں رہتے ہیں وہاں کے لوگوں سے گھل مل جاتے ہیں مگر اپنی قومیت کبھی ترک نہیں کرتے اپنی قومی روایات و آئین پر قائم رہتے ہیں اپنا مذہب کبھی نہیں بدلتے غیر ممالک کے یہود سے برابر تعلقات قائم رکھتے ہیں قومی اتفاق پر قائم رہتے ہیں تجارت کا دامن کبھی ہاتھ سے نہیں چھوڑتے ہر قسم کے کاروبار کرتے ہیں اپنے بنک قائم کرتے اور اپنے اخبار نکالتے ہیں۔ اور اپنے روپے کے بل پر وہاں کے بازاروں پر چھا جاتے ہیں اور سیاسیات میں بھی دخیل ہو جاتے ہیں۔

یہود نے اس راز کو سمجھ لیا ہے کہ اس مادی دنیا میں سب سے بڑی قوت دولت کی ہے دولت ہے تو عیش اور ہر چیز اس سے میسر ہو سکتی ہے فوج بھی اس سے رکھی جا سکتی ہے اور سیاسیات پر بھی پورا قابو حاصل کیا جا سکتا ہے دولت نہیں تو فوج قائم ہی نہیں رہ سکتی کسی پر اثر قائم ہی نہیں کیا جا سکتا اور دولت ہو تو اس سے سب کچھ ہو سکتا ہے یہ قرآنی نظریہ ہے جسے جا بجا سے فضل رحمۃ اور حسنہ کے الفاظ سے یاد کیا ہے جس کے متعلق ہدایت کی ہے لا تؤتوا السفہاء اموالکم التی جعل اللہ لکم قیاما اپنا مال بیوقوفوں کو نہ دو کہ خدا نے اسے تمہاری تقویم اور تقویت اور تحکیم کا باعث بنایا ہے جس سبق کو مسلمان بھول گئے اسے یہود نے ازبر کیا اور ہمیشہ یاد رکھا دولت پیدا ہوتی ہے تجارت سے اسے انہوں نے اپنا پیشہ بنایا اور اسی کی بدولت ہر زمانہ میں راحت و آرام کی زندگی بسر کی عیش حیات اٹھایا اور کسی کے دست نگر بنکر نہ رہے۔

وہ ایک زندہ قوم ہیں زندہ قوم کی طرح رہتے ہیں اور جیتے ہیں انہیں دولت سے کام لینے کا صحیح طریقہ آتا ہے اور وہ اس کے استعمال سے واقف ہیں صحیح استعمال جانتے ہیں ایک طرف تو دولت پیدا کی اور دوسری طرف اس سے صحیح کام لئے اب ان کی یہ حالت ہے کہ کہنے کو وہ تمام دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں مگر حقیقت میں ایک ہیں ایک ملک میں کسی یہودی کو نقصان پہنچتا ہے تو دنیا بھر کے یہودی تڑپ اٹھتے ہیں اس نقصان کو اپنا نقصان سمجھتے ہیں جلسے کرتے پروپیگنڈا اور شور کرتے ہیں روپیہ پانی کی طرح بہانا شروع کرتے ہیں اور اپنے اپنے ملک کی حکومتوں پر اثر ڈالتے ہیں کہ وہ حکومتیں اس مسئلہ کو اپنا بنالیتی ہیں اور بین الاقوامی طور پر زور

ڈبوا کر اس کی تلافی کراتی ہیں۔

اتفاق وتنظیم قومی کے ثمرات اس کی وجہ صرف اس چھوٹی سی قوم کی زندگی اور رد انگائی ہے یہ اپنے اتفاق وتنظیم اور دولت کے بے دریغ خرچ سے جس ملک میں رہتے ہیں اس کے ہر فرد پر اثر ڈالتے ہیں وہاں کی تجارت اسٹاک ایکسچینج بنکنگ پریس وغیرہ پر چھائے ہوئے ہوتے ہیں اور ان میں کافی اور بیشتر حصے ہوتے ہیں انجینیر ڈبہ بار احسان ہوتے ہیں اہل قلم اڈیٹر ممنون کرم ہوتے پارلیمنٹ کے ممبر زیر اثر ہوتے ہیں حکومتیں قرضدار ہوتی ہیں اس کے علاوہ وقت پر روپیہ خرچ کرنا اور اس کے ذریعہ انہیں کام نکالنا خوب آتا ہے آجکل مادیت کا زور ہے اس ترقی وتہذیب کے باوجود مغرب کا ہر شخص لالچ کا پتلا ہے یہود اس راز کو خوب سمجھتے ہیں بڑے سے بڑے ممبر پارلیمنٹ روپے سے خرید لئے جاتے ہیں اور جس کی کھاتے ہیں اس کی گاتے ہیں ان کی جنبہ داری پر مجبور ہوتے ہیں اس قسم کے مقاصد کے لئے ان کا ایک قومی فنڈ ہے جس میں اربوں روپیہ موجود رہتا ہے اس کی شاخ کے طور پر ہر ملک میں ایسے قومی فنڈ موجود ہیں ہر یہودی کا فرض ہے کہ وہ اس میں روپیہ دے اور اسے بڑھائے

ان میں کوئی غریب ہو جاتا ہے تو سب یہودی مل کر اس کی مدد ہی نہیں کرتے بلکہ بڑھاتے ہیں گذشتہ جنگ عظیم میں اربوں سے انہوں نے برطانیہ کی مدد کی جس کی وجہ سے وزراء تک ان کے زیر ہو گئے انہوں نے اس کے عوض میں اقرار کرا لیا کہ فلسطین ان کا قومی وطن بنا دیا جائے گا چنانچہ اعلان بالفور ہوا جنگ کے بعد تحریک یہود جلد وگرہ ہوئی فلسطین میں ہر ملک کے یہودی آکر آباد ہونے شروع ہوگئے اور ابھی پورے دو سال بھی نہ گذرے تھے کہ وہاں تل ابیب نامی ایک عظیم الشان شہر آباد ہو گیا بڑی بڑی کشادہ سڑکیں بنگئیں فلک فرسا عمارتیں قائم ہوگئیں ہزارہا کارخانے دھواں اڑانے لگے تل ابیب دنیا کا ایک نہایت آراستہ اور خوبصورت شہر ہے جو عین ساحل پر واقع ہے۔

ساتھ ہی یہودیوں نے زمینیں خریدنی شروع کردیں دولت پاس تھی چوگنی دس گنی اور بیس گنی تک قیمتیں دیکر عربوں کی بکثرت آراضی پر قابض ہو گئے عربوں پر ایک مصیبت آگئی انہوں نے ہر چند کوشش کی طوفانی تحریک شروع کی اور فلسطین کے عربوں نے انتہائی قربانی کی مگر یہود کا روپیہ کام کر رہا تھا برطانیہ کی ہمت نہ پڑتی تھی کہ وہ یہود کو ناراض کرے اور نہ کیا۔

غور کیجئے یہ سب تجارت تنظیم زندگی اور اتفاق کے کرشمے ہیں اور یہ وہ چیزیں ہیں جنھیں سب سے زیادہ اہمیت اسلام نے دی وہ اہمیت دی وہ تعلیم دی جس کا وجود کسی قوم و مذہب میں نہیں پایا جاتا کتنے افسوس اور حیرت کا مقام ہے کہ جن کی تعلیم ہے وہ محروم ہیں خستہ و درماندہ ہیں اور جنہوں نے سب کچھ دوسروں سے لیا ہے وہ عیش اڑا رہے ہیں مسلمانوں ہی کے یہاں تنظیمی اور اقتصادی تعلیم موجود ہے اور مسلمانوں ہی کے کاشانوں میں خاک اڑ رہی ہے تجارت کو انہوں نے یکسر ترک کر دیا باہمی محبت واخوت کا سبق بھول گئے ان کے پاس نہ کوئی فنڈ ہے نہ کوئی بنک ہے نہ طاقتور پریس ہے نہ ان میں کوئی تنظیم ہے دنیا میں ان سے زیادہ کوئی مفلس قوم نہیں کیا مسلمان یہودیوں سے کوئی سبق لیں گے جرمنی نے یہود کو نکال کر تھوڑے سے یہود اس تہذیب وترقی کے زمانہ میں جرمنی کی تمام اقتصادیات پر چھا گئے ہیں اس لئے اس نے نیز یہ حکومت ان کا استیصال شروع کر دیا یہ تو ان کی قسمت ہے کہ مغضوب ہیں مگر اپنی طرف سے ترقی میں انہوں نے کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا اور مادی دنیا میں مادیات سے بہترین کام لیا۔

بقیہ سلسلہ صفحہ ۱۸ روس کے مشرق بعید کے مقبوضات بحر الکاہل میں ولادی واسٹک کی بندرگاہ سے مجمع الجزائر بیرنگ تک پھیلے ہوتے ہیں بہت سا شہتیر پایا جاتا ہے مچھلیاں پکڑنے کے بہت عمدہ مقامات ہیں کارآمد معدنیات نکلتی ہیں اور کوئیلا کے مشہور ہونے کی کانیں بھی ہیں یہ علاقہ روس کا ۱۳ فی صدی حصہ سمجھا جاتا ہے تاہم اس کی آبادی مشکل سے ۲۰ لاکھ ہوگی حکومت روس نے بہت کوشش کی مگر ان زرخیز مگر کنواری زمینوں سے فائدہ اٹھانے کیلئے لوگ یہاں آکر آباد ہوں انہیں مفت زمینیں دی ہیں ٹیکس معاف کئے ہیں زر نقد سے امداد کی ہے اور طرح طرح کی مراعات منظور کی ہیں مگر ابھی تک ان علاقوں کی آبادی خاطر خواہ نہیں بڑھی ہے یہاں کی بڑھتی ہوئی آبادی اور مستقل طور پر یہاں تعین کردہ مشرق بعید کی افواج روس کے لئے مناسب اور معقول مقدار میں غذا بھی یہاں نہیں پائی جاتی۔

مشرق سے تیل مشرق بعید میں اگر کہیں سے تیل ملتا ہے تو وہ سخالین کا جزیرہ ہے روس اور جاپان مل کر باری باری سے ان چشموں کا انتظام کرتے ہیں جاپان کو سنہ ۱۹۲۵ء میں کچھ رعایتیں دیدی گئی تھیں مشترکہ مقدار ۸۰۰۰۰۰ ٹن سالانہ ہے روسی تیل خبروسک نکولیوسک وغیرہ میں صاف کیا جاتا ہے جاپانی پیداوار براہ راست جاپانی محکمہ بحر کو روانہ کر دیجاتی ہے روسی مشرق بعید میں مچھلیاں پکڑنے کی صنعت میں روس اور جاپان دونوں میں بڑا سخت مقابلہ رہتا ہے۔

روس کا مشرق بعید کی حصہ اور سائبیریا اپنی مشینی اور میکانی ضرورتوں کے لئے یورپی روس کے محتاج تھے اور حال تک رہے مگر کموسومولسک کے مقام پر ایک عظیم الشان کارخانہ آہنگری قائم کر کے لوہے اور فولاد کی چیزیں تیار کرنے کی سعی بہت کامیاب ثابت ہوئی ہے

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ایشیائی روس میں قدرتی وسائل کی کوئی کمی نہیں ہے اور بڑے ذخیرے یہاں پائے جاتے ہیں مگر ان قدرتی خزانوں کے بارے میں کوئی مبالغہ آمیز تصور قائم کرنا نہیں چاہئے یہاں کے قدرتی وسائل کو ترقی دینے کا کام صرف انقلاب کے بعد سے شروع ہوا ہے اور ان علاقوں میں صنعتی کارگاہوں کے قیام اور دیگر انتظامی وفنی مشکلات سے بارہا صبر آزما مقابلہ پڑا ہے اس میں شبہ نہیں کہ ایشیائی روس میں قدرتی وسائل اب بھی بہت سے ہیں مگر پورے طریق پر انھیں حاصل نہیں کیا جا سکا ہے نیز وہ اس وقت اتنے کافی ہی نہیں ہیں کہ آجکل کے دنوں میں روس کی کمل ضروریات کو کفایت کر سکیں روس کے پاس سے اس جنگ میں کئی اہم علاقے چلے گئے نیز خود جنگ چھڑ جانے کے باعث ایشیائی روس کی اہمیت بہت بڑھ گئی ہے روس کے پروگرام میں ہمیشہ شامل رہی ہے کہ ایشیائی روس کی زرعی پیداوار کو بڑھایا جائے مگر امن کے زمانہ میں بھی سائبیریا کے اناج روس کی نصف ضروریات سے زیادہ کو کافی نہ تھے کیا ایشیا میں غذا کی پیداوار کو بڑھانے کے لئے انتھک کوششیں شروع کر دی گئی ہیں مشرق بعید

زندہ سیاست

نہر سویز اور یورپین سیاست نہر سویز کے جاری ہونے سے بیشتر ہر عہد اور ہر زمانہ میں تجارتی اعتبار سے مصر کو انتہائی اہمیت حاصل رہی ہے ایشیاء افریقہ اور یورپ کی باہمی تجارت کی اتصالی کڑی مصر ہی تھا اس ملک کی وساطت کے بغیر کسی ملک کی تجارت سرسبز نہیں ہوتی جو مال آتا پہلے مصری تاجروں کے ہاتھ میں جاتا پھر آگے بڑھتا عہد اسلامی میں جنوا وینس اور فرانس کی تجارتیں بھی رہیں مسلمانوں کے زوال اور یورپ کے آغاز کے وقت بھی مصر ہی مرکز تجارت بنا رہا عہد اسلام میں بھی اسی کا ڈنکہ بجتا رہا کولمبس اور واسکوڈی گاما کے کارناموں اور ان کے کشتیوں کے طور پر بحر اوقیانوس کی راہ کھل جانے کے بعد بھی مصر کی اہمیت پر کوئی بہت زیادہ اثر نہ پڑا انیسویں صدی کے اواخر تک انگلستان کے جہاز افریقہ کا چکر کاٹ کر ہندوستان پہنچتے رہے تاہم کچھ اثر ضرور پڑا کہ یورپین طاقتوں کو ایک جدید راستہ مل گیا اور مصر کو ان سے فائدہ اٹھانے کا موقع نہ رہا۔

پہلے تو کوئی دوسرا راستہ معلوم ہی نہ تھا ملک مجبور تھے کہ وہ مال کی خرید و فروخت اور سامان تجارت بھیجنے اور منگوانے کے لئے بحر روم کے راستہ سے گذریں اور مصر کا منہ تکیں کم و بیش دو صدیوں تک بحر روم پر بحر اوقیانوس سبقت اور عظمت حاصل کئے رہا چندرھویں صدی عیسوی تک اس پر مسلمانوں کا کامل اقتدار قائم رہا اس کے بعد ان کا اثر کم ہونا شروع ہو گیا۔

نپولین کے اولوالعزمانہ حوصلے نپولین نے برسر اقتدار آتے ہی یہ سعی و کوشش شروع کر دی کہ برطانی اقتدار کو توڑا جائے جو ایک ہمہ گیر اقتدار کا حامل بنتا چلا جا رہا تھا یہاں سے زندہ قوموں کے کھیل شروع ہوتے ہیں وہ مصر پہنچا ترکی کو توڑنا چاہا سلطان ٹیپو سے مل گیا وہ ذرا اس نے میدان ماہی لیا تھا مگر ترکی اس کے ہاتھ نہ آیا اگر ترکی اس کے ہاتھ آ جاتا تو ماسکو کے قریب بھی اسے شکست نہ ہوتی وہ ترکی کی منت کرتا رہا کہ روس تیرا ازلی دشمن ہے اسے ادھر الجھائے رکھ مگر اس وقت ترکی برطانیہ کی طرف جھکا ہوا تھا اس نے روس سے صلح کر کے روسیوں کو نپولین سے نبرد آزمائی کے لئے آزاد کر دیا۔

نپولین کے ساتھ بحر روم و مصر کی اہمیت ختم ہو جانی چاہئے تھی کہ انگریز لوگ راس امید کی طرف ہو کر ہندوستان کا سفر کر رہے تھے بحر روم سے انہیں کوئی غرض نہ تھی اور نہ اس کے ساحل پر اور کوئی قابل ذکر حوصلہ مند طاقت موجود تھی تاہم نپولین کے یکایک کھڑے ہو جانے سے برطانیہ کو اس کے متعلق بھی ایک فکر پیدا ہو گئی تھی۔

جبرالٹر اور مالٹا پر تصرف ۱۷۰۴ء میں جبرالٹر پر تو انگریزوں کا قبضہ ہو ہی چکا تھا بحر اوقیانوس کے سفر میں جہاز یہاں ٹھہرتے تھے اب اس نے مالٹا پر بھی قبضہ کر کے جو بحر روم کا دل تھا اسے اپنی چھاؤنی بنا لیا ۱۸۵۳ء میں جب روس نے ترکی پر حملہ کیا ہے اور جنگ کریمیا شروع ہوئی ہے تو برطانیہ نے ترکی کی حمایت اسی لئے شروع کی کہ اس سے بحر روم میں روس کا اقتدار بڑھنے کا اندیشہ پیدا ہو گیا تھا اب اطمینان تھا بحر روم کا کوئی ساحلی ملک اسپین فرانس اور اٹلی وغیرہ اس قابل نہ تھے کہ برطانیہ کے مشرقی مقبوضات کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھ سکیں جبرالٹر اور مالٹا کی مورچہ بندی ہو چکی تھی نپولین اور روس کی شکست کے بعد کوئی کھٹکا ہی باقی نہ رہا تھا لیکن ۱۸۶۹ء میں نہر سویز کا کھلنا تھا کہ برطانیہ کو پھر اندیشہ پیدا ہوا اور یہ اندیشہ بہت قوی اندیشہ تھا۔

نہر سویز کے تجارتی و سیاسی فوائد ۱۸۵۹ء میں فرانس کی ایک کمپنی نے نہر سویز کی کھدائی شروع ہوئی مصری فرمانروا پر بار زور ڈالا جا رہا تھا کہ وہ اس کمپنی سے کام چھین لے کامیابی نہ ہوئی تو مسٹر گلیڈاسٹون نے یہ کہکر اپنے دل کی تسکین کا سامان کر لیا کہ اس پر قبضہ خواہ کسی کا ہو اس سے فائدہ ہم ہی اٹھائیں گے برطانی سیاست ایک زندہ سیاست تھی اسلئے مسٹر موصوف کے الفاظ بے نتیجہ نہ رہ سکتے تھے تاہم ۱۸۶۹ء میں نہر مذکور کے افتتاح کے ساتھ برطانی اندیشے بیحد قوی ہو گئے اندیشے بھی ہر قسم کے تھے سیاسی بھی اور تجارتی بھی بحر روم کی اہمیت بھی بہت بڑھ گئی سیاسی خطرہ یہ تھا کہ کہیں فرانس اور روس اقتدار حاصل کر کے اور نہر سویز کی راہ سے بڑھ کر ہندوستان پر دھاوا نہ بول دیں اور تجارتی خطرہ یہ تھا کہ ہندوستان چین جاپان اور جزائر شرق الہند کو جانے اور سامان تجارت لے جانے والے تمام جہاز اب اسی راہ سے گذرنے پر مجبور تھے کہ چار ماہ کا راستہ پندرہ دن کی مسافت کی صورت اختیار کر چکا تھا۔

خدیو مصر کی تبذیر کے دوررس نتائج کروڑوں روپے کا فائدہ صرف فرانس اور مصر کو پہنچ رہا تھا اور برطانیہ ٹک ٹک دیکھ رہا تھا فضول خرچی بلا ہے کہ جس نے سارے مسلم اقتدار کو کھا لیا ایک عامی سے لیکر ایک فرمانروا تک اسی مرض میں مبتلا ہو کر قرضدار و تباہ ہو گئے ترکی ایران اور مصر کے اقتدار اسی لئے معرض زوال میں آ گئے مصر کی آمدنی کافی تھی نہر سویز کے کھلنے سے اس میں بیحد توفیر ہو گئی تھی لیکن فرمانروائے مصر کے مصارف اور اللے تللوں کی بھی کوئی انتہا نہ تھی آخر اس نے سویز کمپنی کے اپنے چالیس لاکھ پونڈ کے حصے اونے پونے بیچ ڈالے برطانی وزیر اعظم ڈزریلی نے فوراً خرید لئے یہی فروخت مصر کی تباہی اور برطانیہ کے اقتدار کا باعث بن گئی تجارتی مفاد کے بہانہ ہی سے اب برطانیہ قریبی علاقوں میں فوجیں بھی رکھ سکتا تھا اور آس پاس کے ملکوں کے قبضہ کو بھی حق بجانب ثابت کر سکتا تھا۔

اب وہ زمانہ تھا کہ ہر یورپین حکومت نے اپنے اپنے اقتدار کے لئے فطرتی چالیں چلنی شروع کر دی تھیں اور نئے نئے بہانوں سے اپنا کام نکالتی تھی اور رقابتیں شروع تھیں۔

روس مسیحیت کا محافظ بن گیا۔ بلقانی عیسائیوں کو بھڑکا یا نہ عیسائیوں کا دوست تھا اور نہ مسیحیت کا محافظ تھا مطلب یہ تھا کہ کسی طرح بلقان پر اثر قائم کر کے بحر روم میں اترے چنانچہ بلقان والوں نے بغاوت کی ترکی اسے کچلنے پر کھڑا ہوا تو روس نے حملہ کر دیا برطانیہ سمجھ گیا کہ بلقان پر روس کا اثر قائم ہونے دینے کے معنے نہر سویز کو خطرات کے حوالہ کر دینے کے ہیں ساتھ ہی وہ ترکی کی قوت بڑھنے نہیں دے سکتا تھا کہ وہ ترکی و مصر دونوں کا مشترکہ بیڑا اسی خیال سے جنگ یونان میں غرق آب کر چکا تھا وہ بھی کھڑا ہو گیا ۱۸۷۸ء میں برلن میں صلحنامہ ہوا تو

برطانیہ قبرص لے بیٹھا جو اپنے محل اعتبار کے وقوع سے ترکی کے سینہ پر پستول کی حیثیت رکھتا تھا مشرقی بحر روم میں دشمنوں کے گھسنے کا خوف بھی نہ رہا یا تو ترکی کی حمایت کے اعلان تھے یا خود قبرص پر قبضہ جما لیا کس کی حمایت کیسی دوستی کس کا مذہب سب کے پیش نظر اپنا مطلب تھا روسی اندیشہ سے نجات حاصل کرنی تھی کر لی۔

فرانس برطانیہ کی سیاسی چالیں

فرانس برابر کی چوٹ پر تھا ہالینڈ بلجیم اور جرمنی پرتگال کا بھی اقتدار بڑھ رہا تھا ہر قوم کو اپنی تجارت اور نو آبادی کے لئے علاقوں کی ضرورت تھی باہمی کشمکش بڑھتی جا رہی تھی ۱۸۸۳ء ہی میں سب قوموں میں ایک سمجھوتہ ہوا جو لاوارث افریقہ کی تقسیم کے متعلق تھا روس کو ایشیا میں بڑھنے کی اجازت دی گئی کہ وہ افریقہ سے دور تھا باقی سب نے افریقہ بانٹا مگر ہوس کا پیٹ نہ کبھی بھرا ہے اور نہ بھرے خود فرانس و برطانیہ میں کشمکش پیدا ہو گئی دونوں کے حصے سویز کمپنی میں تھے اور دونوں مصر پر قبضہ کے آرزو مند تھے برطانیہ ترکی کا الجزائر لیکر مصر اس کے لئے چھوڑ دے فرانس نے مجبور ہو کر برطانیہ کے دشمن روس سے یارانہ گانٹھا اور ۱۸۹۳ء میں معاہدہ کر لیا برطانیہ نے یہ چال چلی کہ مصر کی مالیات پر قبضہ کر لیا کہ یہاں کا فرمانروا اسراف و تبذیر میں ڈوبا ہوا تھا اپنے حصے فروخت کرنے کے بعد قرض لیتا رہا۔

شکایت کرنے کو آپ کسی کی شکایت کر لیں مگر حقیقت یہ ہے کہ نہ کسی کو کوئی تباہ کرتا ہے نہ قصہ بڑھاتی ہے اور خدا تو بندوں کے ساتھ بھلائی ہی بھلائی کرتا ہے انسان اور قومیں خود کو خود تباہ کرتی ہیں ترکی میں ینگچری فوج حائل نہ ہوتی مصر و ترکی نہ لڑتے انتظام ٹھیک رکھتے تو کبھی برباد نہ ہوتے۔ خدیو مصر اپنے حصے فروخت نہ کرتا قرض نہ لیتا تو مصر کبھی ہاتھ سے نہ جاتا۔ میر جعفر غداری نہ کرتا تو انگریزوں کا قبضہ کبھی بنگال پر نہ ہوتا ابن علقمی ہلاکو سے نہ مل جاتا تو بغداد کی کبھی اینٹ سے اینٹ نہ بجتی۔ حادثہ فشودا ۱۸۹۸ء کے بعد فرانس مصر کے قبضہ سے دست بردار ہو کر برطانیہ کا دوست بن گیا برطانیہ بھی اس سے خوش ہوا کہ دو برابر اس کے لئے ساتھی تو تھا ہی معاہدہ برلن کی بابت میں جب برطانیہ کو قبرص ملا تھا تو فرانس کو ٹیونس دلایا ہی گیا تھا الجزائر پر بھی خود قبضہ کرا دیا تھا اٹلی کو یہ شکوہ تھا کہ مجھے کچھ بھی نہ ملا تو ۱۹۱۱ء میں اسے طرابلس پر قبضہ کر لینے کی اجازت دی گئی تھی اس لئے کہ ترکی اور کمزور ہو جائے اور اٹلی کی جدید طاقت بھی جو ۱۸۶۰ء میں چھوٹی چھوٹی ریاستیں مل کر ایک فرمانروائی بنی تھی خوش رہے اسے ۱۹۱۱ء میں طرابلس پر بھی قبضہ کر لینے دیا گیا تھا کیونکہ بحر روم پر بری حکومت قائم کر لی تھی یہ جوش تھا فرانس کی طرف سے اطمینان کر کے اس سے بھی بگاڑ پیدا کر لیا تھا

اٹلی و جرمنی کا ظہور اور نیا انقلاب ۱۸۷۰ء سے پہلے جرمنی و اٹلی

دونوں چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں منقسم تھیں میدان میں صرف برطانیہ روس اور فرانس ہی تھے اٹلی و جرمنی کو بھی ضروریات پیدا ہوئیں تو انہیں بھی کچھ دینا ہی تھا ورنہ نیا جھگڑا کھڑا ہو جاتا جرمنی کو بھی افریقہ میں نو آبادیات دیگئیں رقابت تو سب میں تھی برطانیہ کا اسنا بڑا اقتدار اور بالخصوص ہندوستان پر قبضہ سب کو گراں گذر رہا تھا۔

حسد کرتے تھے فرانس و روس کی کوشش یہی رہی کہ مصر کو ہاتھ میں لیکر اس پر ضرب لگائی جائے جرمنی اٹھا تو اسی پر نظر رکھتا تھا ایک جرمن نے لکھا کہ برطانیہ پر صرف ایک ہی مقام پر ہلاک زخم لگایا جا سکتا ہے اور وہ مصر ہے ترکی قریب ہے مگر اس وقت تک اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا جب تک وہاں ریلوے کے جال نہ بچھ جائیں، روس محافظ مسیحیت بنا تھا یہ حضرت محافظ اسلام بن گئے محافظ کوئی بھی نہ تھا دونوں کے سامنے اپنا مطلب تھا جرمنی ترکی کی حمایت و امداد کے پردے میں مصر پر قبضہ کرنا چاہتا تھا بغداد ریلوے کی اسکیم بھی اس نے اسی لئے بنائی اسی لئے جنگ عظیم میں اس نے ترکی کو ساتھ لیا محرک کوئی چیز بنی ہو ۱۹۱۴ء کی جنگ بھی اسی لئے ہوئی اس سے برطانیہ نے اور سبق لیا وہ یہ کہ سویز کے مشرق و شمال مشرق کے ساحلی علاقوں کو آزاد رہنے دینا ہی برطانی اقتدار کے لئے خطرناک ہے چنانچہ جنگ کے فوراً بعد عراق و فلسطین و مصر تینوں پر انتداب کی صورت میں قبضہ کر لیا گیا و شرق اردن پر قبضہ ہوا شام فرانس کے زیر انتداب کیا گیا فلسطین کو وطن یہود بنانے میں ایک یہ مصلحت بھی تھی اسی لئے فلسطینی عربوں کی طوفان خیز شورش کا خوفناک مقابلہ کیا گیا اسی لئے جرمنی ان مظالم کے لئے برطانیہ کو مطعون کرتا رہا قسطنطنیہ بھی برطانی قبضہ میں پہنچ ہی چکا تھا وہ تو کمال اتاترک کھڑا ہو گیا اسی لئے آج برطانیہ ترکی کو بچائے ہوئے ہے اسی لئے جرمنی بھی اس پر حملہ نہیں کرتا اسی لئے برطانیہ نے مصری محاذ کو اتنی اہمیت دی کہ سنگاپور اور برما کے نکل جانے کی بھی پرواہ نہ کی اور اسی لئے افریقہ کی جنگ اس جنگ میں سب سے زیادہ اہمیت حاصل کئے ہوئے ہے آج کی زندہ قوموں کی سیاسی چالیں اتنی گہری ہوتی ہیں کہ ان کا توڑ تو ایک طرف ان کا سمجھنا ہی مشکل ہوتا ہے سب سے خطرناک امر یہ ہے کہ اب دشمن نہیں دوست بن کر اور نہ ہو کہ نیکر شیریں وعدے کر کے اور سبز باغ دکھا کر مارا جاتا ہے جبھی تو ہم برابر زور دیتے رہے ہیں کہ کسی کے وعدوں کی پرواہ نہ کرو کسی کو دوست نہ سمجھو صرف اپنے بازو پر بھروسہ کرو۔

(بقیہ سلسلہ صفحہ ۱۲) میں صنعتی ترقی بھی غیر معمولی رہی ہے مگر اس موقع پر بھی یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیئے کہ ایشیائی علاقوں کی یہ صنعتیں بالکل نوزائیدہ ہیں اور یہاں کے مزدوران صنعتوں کے لئے ابھی کافی نئے ہیں روسی ایشیا کے وسائل کے بارہ میں مس وائیلیٹ کونولی نے ان تمام علاقوں میں گھوم پھر کر ایک خاص مطالعہ اس مضمون کا کیا ہے ان کی رائے اس موقعہ پر سننی چاہیئے وہ فرماتی ہیں :-

صنعت کے اکثر شعبوں میں ایک مکمل دائرہ ابھی تک نہیں بنا ہے یہاں کی اکثر مصنوعات کی تکمیل کا کام یورپی روس ہی میں سرانجام پاتا ہے یوں سائبیریا کے ادھر بجلی کے سامانوں سیمنٹ اور پارچہ بافی کی صنعتیں ابھی تک خاص ترقی یافتہ حالت میں نہیں ہیں ایشیائی روس کے مالدار علاقے اس میں شک نہیں کہ کافی چیزیں مہیا کرتے ہیں مگر یہ بات بھی نہیں بھولنی چاہیئے کہ سب سے زیادہ اہم معدنیات شورہ کی کانیں یورپ اور کوہ قاف میں ہیں نوڑ ملنے والی دریائیں زیادہ تر کیا بئیں اندر جو ہیں وہ امن کے زمانہ میں روس کی پوری ضروریات مہیا نہیں کر سکتی تھیں اور بعض نہایت اہم کانیں جن میں تانبہ اور نکل کی اعلیٰ اول میں آتی ہیں پھر منجمد شمالی کے نہایت ہی ٹھنڈے برف پوش علاقوں یا صحرائی ماحول میں پائی جاتی ہیں جہاں کی مشکلات پر تھوڑے وقت پر عبور حاصل کرنا از حد دشوار ہے اور ان وجوہات کی بنا پر یہاں کے وسائل سے جس قدر فائدہ حاصل ہونا چاہیئے اس کا بہت کم حصہ ابھی تک حاصل ہو سکا ہے۔

زندہ ماضی
مسلم فرمان روا اور رعایا پروری

حکومتیں آج بھی کی جا رہی ہیں پہلے بھی کی گئیں ابتدا سے یہ دستور چلا آرہا ہے فراعنہ خاندان کیانیوں ساسانیوں صابئیوں رومیوں یونانیوں یہودیوں اور ہندوؤں نے بھی فرمانروائیاں کیں مگر جیسی اور جس شان کی فرمانروائی دنیا میں مسلمان کر گئے وہ دنیا میں کسی کو نصیب نہ ہوئی مسلمان فرمانرواؤں کا طغرۂ امتیاز یہ رہا کہ انہوں نے حقیقی باپ بنکر حکومت کی ہمارا بڑے سے بڑا فرمانروا نیکی کے جوہر سے ہی بہت نہ تھا جس پر نظر کرم پڑ گئی مالا مال کر دیا اور کوشش یہی رہی کہ رعایا کو زیادہ سے زیادہ آرام پہنچے آج تہذیب جدید کی لغت میں فرد کی کوئی ہستی ہی نہیں ایک کیا دس ہزار بھی افلاس کے پنجہ میں مبتلا رہیں بھوک کے مر جائیں پرواہ بھی نہ ہوگی محلہ میں چلدنا فاقہ کش موجود ہوں عزیزوں میں دس بھوک کے مر رہے ہوں ایک شخص دروازہ پر کھڑا بھوک سے بلبلا رہا ہو کوئی پرواہ بھی نہ کرے گا البتہ کسی انجمن کو اسکول کو ادارہ کو یتیم خانہ کو ہزاروں یکشت دیدیگا اس لئے کہ تہذیب جدید نے یہی سبق پڑھایا ہے۔

اس کے سامنے قوم اور صرف قوم ہے اس میں ایک شہرت ہے نام ہے دنیا دیکھتی ہے فرد کی امداد کو خدا دیکھتا ہے مسلم امراء بھی اسی رنگ میں رنگے جا رہے ہیں دیگر اقوام پر بھی یہی رنگ چڑھ گیا ہے نواب وقار الملک اکبر الہ آبادی داغ مرحومین اسلاف کی باقیات صالحات سے تھے ان کی طرف سے بیواؤں یتیموں اور مستحق اعزا کو ان کی زندگی میں برابر ماہانے جاتے رہے ہزاروں روپیہ خرچ کرتے رہے عام لوگوں کو اس کا علم بھی نہ تھا کچھ عزیز دوست جانتے تھے یا خدا کو علم تھا یہی بڑے آدمیوں کا شعار بھی تھا اب یہ دستور نیک ختم ہو گیا البتہ عبد الحلیم صاحب جج کو ضرور دیکھا کہ وہ بھی دوران ملازمت میں یہی کرتے رہے۔

مسلم امراء و فرمانرواؤں کا یہی طریقہ تھا سب مخلوق نوازی میں منہمک رہتے تھے اور اپنی وسعت کے مطابق مخلوق پروری کرتے تھے سلطان شیر شاہ سوری ہندوستان کا ایک نامور فرمانروا گذرا ہے اسے فرمانروائی کے لئے صرف پانچ برس ہی کا بہت مختصر زمانہ ملا جدید ملک تھا اور جدید سلطنت اتنا زمانہ تو سلطنت کے مضبوط کرنے ہی میں لگ جاتا ہے لیکن قلیل و قصیر مدت ہی میں اس نے عدل و انصاف اور مخلوق پروری کے شاندار مظاہرہ دنیا کے سامنے پیش کئے اس نے چار عظیم الشان سڑکیں بنوائیں جن کا طول دس ہزار میل سے .. ..

ہرگز کم نہ تھا جانے دیجئے اسے کہ وقت گذر گئے کہ سڑکیں سب ہی بنواتے ہیں اور آج بھی عمدہ سے عمدہ سڑکیں موجود ہیں لیکن شیر شاہی سڑکوں میں مخلوق پروری کا رنگ تیزی کے ساتھ جھلک رہا تھا سڑکوں کے دونوں جانب گنجان درخت سایہ کے لئے لگوائے درخت بھی وہ جن کا سایہ دھوپ اور گرمی سے پناہ دے اور جن کا میوہ کھایا جا سکے ہر تین کوس کے فصل پر ایک ایک عظیم الشان اور نہایت وسیع سرائے بھی تعمیر کرائی ہر سرائے میں ایک ایک بڑا کنواں اور ایک مسجد بھی تھی اس کے اندر مسافروں کے آرام کا پورا سامان تھا

بستر پلنگ اور گرم سرد پانی بھی ملتا تھا مسلمانوں کو پکا پکایا اور ہندوؤں کو کچا کھانا مفت ملتا تھا اس کے ماسوا مویشی اور گھوڑوں کے لئے دانہ اور چارہ کا

گویا ان پندرہ سو سراؤں میں تمام مسافروں کے لئے ہر قسم کے آرام مفت کر دیئے گئے تھے خدام نوکر تھے آس پاس کے دیہات ... جو ان کے مصارف کے لئے وقف تھے اس وقت ایک آدمی نہیں پورے کے پورے خاندان پوری براتیں اور پورے قافلے سینکڑوں میل کا سفر پورے آرام کے ساتھ اس طرح کر لیتے تھے کہ ایک پائی بھی خرچ نہ کرنی پڑتی تھی۔

آج تہذیب و ترقی کا آفتاب نصف النہار پر چمک رہا ہے وہی ہندوستان ہے اور وہی زمین و آسمان ہے ترقی کا یہ عالم ہے کہ دنوں کا سفر گھنٹوں اور گھنٹوں کا سفر منٹوں میں طے ہونے لگا ہے ٹرینیں دوڑ رہی ہیں ریلوے کے جال بچھے ہوئے ہیں بسیں ہیں کاریں ہیں لاریاں ہیں مگر کسی کو وہ آرام نصیب نہیں ہے جو اس زمانہ میں نصیب تھا ممکن ہے فرسٹ کلاس کے مسافروں کو ہزاروں روپیہ خرچ کر کے وہ آرام میسر آسکتا ہو مگر عوام اور تھرڈ کلاس کے مسافروں کا سفر تو نمونۂ سقر ہے قدم قدم پر روپیہ کا خرچ اور روپے کی طلب ہے ویسے امراء اس عہد میں بھی پالکیوں میں سفر کرتے تھے بہر رتھ بہلیاں سست رفتار ہیں مگر سب جانتے ہیں کہ لاریوں سے کہیں زیادہ ان میں آرام ہے اور خطرہ بھی نہیں ہوتا۔

شیر شاہ سوری کہا کرتا تھا کہ یہ سب مسافر ہمارے مہمان ہیں اس لئے ان کے آرام اور خورد و نوش کا اہتمام ہمارے ہی ذمہ ہونا چاہیئے اسے مذہبی شغف تھا جانتا تھا کہ مسافر نوازی اور مخلوق پروری بہترین تقویٰ ہے جس وقت کھانا کھانے بیٹھتا نقارہ پر چوب پڑتی اس کی آواز کے ساتھ ہی یکے بعد دیگرے تمام سراؤں کے نقارے بجنے شروع ہو جاتے اور چند منٹ میں سب نقاروں پر چوب پڑ جاتی اور سب کھانا کھانا شروع کر دیتے

اس کے بیٹے سلیم شاہ نے جوش مخلوق نوازی میں ان سراؤں کے درمیان ایک ایک سرائے اسی وسعت اہتمام کے ساتھ اور بنوا دی جب سلطان کی مخلوق پروری کا یہ عالم ہو تو امراء اور رؤسا پر بھی ضرور اس کا اثر مترتب ہوگا رعایا میں بھی یہی رنگ آ گیا تھا تمام مخلوق آرام سے رہتی تھی عامی سے عامی کو بھی وہ عیش حاصل تھا جو آج بڑے بڑوں کو نصیب نہیں ہر شخص راحت و سکون کے ساتھ زندگی بسر کرتا تھا جو آج بڑے بڑوں کو نصیب نہیں ہر شخص راحت و سکون کے ساتھ زندگی بسر کرتا تھا آج ظاہری طمطراق اور شان و شکوہ تو ہر جگہ جلوہ گر نظر آتی ہے مگر حقیقی سکون و آرام کسی کو میسر نہیں مسلمانوں کا فیض عام تھا ملک کا ہر فرد ان کے خوان کرم کا رہین منت تھا ہندو عیسائی بدھ اور ہنوز ملک فائدے اٹھاتے تھے آج ہر طرف پریشانیاں ہیں اور مخلوق کی مخلوق تکلیف اٹھا رہی ہے۔

مولوی ملی

پاکستان
چمن پاکستان کا پاکستانی منظر
حیات ملی کا عظیم و عدیم المثال مظاہرہ

پاکستان کی تحریک نے مسلمانان ہند میں جو حیرت افروز روح عمل اور جوش ملی پیدا اور رونما کر دیا ہے اس کا ایک نمونہ مسلم لیگ کا اجلاس اور فرزندان توحید کا بے پناہ ہجوم تھا ہندوستان میں کانگریس اور لیگ کے جلسے سالہا سال سے ہو رہے ہیں اور اسی جوش ملی خام نے بڑے بڑے پنڈال اور بڑے بڑے اجتماع دیکھے خود لیگ کے ہر اجلاس اور ہر جلوس میں ایک ہما ہمی اور ایک شان رونما رہی ہے لیکن ہم بلا خوف و تردید کہہ سکتے ہیں کہ زمانہ کی نزاکت اور عام پریشانی کے باوجود اس سال کا اجلاس و اجتماع تمام گذشتہ اجلاسوں پر فوقیت لے گیا۔

نہایت وسیع و شاندار پنڈال تیار کیا تھا جس کی آراستگی و تزئین ایک ریکارڈ قائم کر رہی تھی پنڈال کا نام ہی چمن پاکستان رکھا گیا تھا اس میں کم و بیش ستر ہزار انسانوں کا اجتماع تھا اور سب کے اندر نئی روح حیات رقص کناں نظر آ رہی تھی اس مرتبہ ہر حصہ ہند کے نیشنل گارڈ آئے ہوئے تھے جو اپنی وردیوں اور سرگرمیوں میں ممتاز نظر آ رہے تھے جب شام کے وقت نیشنل گارڈ اور رضاکاروں کی طرف سے چمن پاکستان کے وسیع میدان میں مسٹر جناح کو سلامی دی گئی تو ایک عجیب جوش رونما تھا ہزارہا فرزندان توحید مختلف رنگ کی وردیوں میں فوجی ضبط و نظم کے ساتھ صف بستہ ایستادہ تھے سندھ نیشنل گارڈ کراچی کا بینڈ انتہائی خوش آیند اور سامعہ نواز انداز میں مصروف ترنم تھا اور دلوں میں ایک عجیب اثر پیدا کر رہا تھا دوسرے بینڈ بھی اپنے اپنے رنگ میں اور اپنے انداز میں ایک نیا جوش پیدا کر رہے تھے۔

مسٹر جناح جس وقت باڈی گارڈ کی عریاں تلواروں کے سایہ میں پنڈال کے اندر تشریف لاتے ہیں تو پوری فضا پاکستان زندہ باد کے غلغلہ انگیز نعروں سے گونج رہی تھی۔ پنڈال کی یہی خصوصیت نہ تھی کہ اس کا گوشہ گوشہ خوشنما دلآویز کتبوں دل آویز جھنڈیوں اور برقی قمقموں سے دل آویز بنا ہوا تھا حاضرین کی کثرت سے کہیں تل دھرنے کو جگہ نہ تھی بلکہ ڈائس پر باستثنائے بنگال تمام پاکستان کے صوبوں کے وزرائے اعظم اور دیگر وزرا بھی رونق افروز تھے سال گذشتہ کے اجلاس تک صرف ایک پنجاب کے وزرا شریک ہوتے تھے بنگال باغی تھا سندھ کانگریس سے ملا ہوا تھا اس مرتبہ تمام پاکستانی صوبے لیگ کی سیادت میں آ گئے ہیں بنگال کے وزرا صرف ترتیب وزارت کے کام کی الجھنوں کی وجہ سے شریک نہ ہو سکے ورنہ وہاں کے وزیر اعظم سر نظام الدین قدیم پاکستانی ہیں ممتاز شرکا میں سر غلام حسین ہدایت اللہ وزیر اعظم سندھ نواب خضر حیات خاں وزیر اعظم پنجاب سر سعد اللہ خاں وزیر اعظم آسام کپتان عبد الحئی کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں ویسے دیگر وزرا و اکابر بھی شریک تھے خواتین نے بھی بہت دلچسپی لی زنانہ بلاک بھی کھچا کھچ بھرا ہوا تھا بیرون ہند کے نمایندے بھی شریک تھے۔

مسٹر جناح کا اظہار حقائق

مسٹر جناح کی تقریر بہت جوشیلی اور ضروری معلومات و مطالب سے لبریز تھی اور سب کی سب چونکہ پاکستان کے متعلق تھی اور ناظرین کو پاکستان سے گونہ دلچسپی رہی ہے اس لئے اس کے ضروری اقتباسات کو پیش کرنا ضروری ہے۔ مسٹر جناح نے فرمایا کہ گذشتہ ۱۶ ماہ سے ہم گونہ مصائب کا شکار رہیں اور ہمارے چند لوگوں کی غداری سے ہمیں رنج بھی پہنچا اور تکلیف بھی پہنچائی خصوصاً بنگال میں بڑی تکلیف اٹھانی پڑی مگر اب یہ حقیقت الم نشرح ہو چکی ہے کہ مسلمانان بنگال نے خود کو پوری طرح منظم کر لیا ہے اور انہوں نے اپنے وزیر اعظم کو جو مسلمانوں ہی [illegible] ہے اور اب مسٹر فضل حق کی وزارت کا خاتمہ ہو گیا ہے۔

مسٹر جناح نے مسلمانوں کو ان کی اس جرأت و جلادت پر مبارکباد دی اور عام مسلمانوں کو ہمدردی کا یقین دلایا اور بتایا کہ بنگال کے ایوان بالائی کے ضمنی انتخابات میں لیگ کو سو فیصدی کامیابی ہوئی اب فضل حق باقی نہیں ہے اور یقین رکھتا ہوں کہ آیندہ زندگی میں وہ اور بھی باقی نہ رہیں گے وہ مسلمانوں کے لئے ایک لعنت و نحوست تھے۔

آپ نے فرمایا ہم وزارتوں کے لئے قربانیاں کرنے کو تیار نہیں بلکہ وزارتوں کو ہمارے لئے قربانیاں کرنی ہونگی جس وقت وہ لیگ کی پالیسی سے ہٹیں انہیں ختم کر دیا جائے گا آپ نے یہ انکشاف کیا کہ ۱۹۰۶ء میں مسٹر گوکھلے نے کہا تھا کہ اقلیت کے صوبوں کے مسلمانوں کو خوف ہے کہ کہیں انگریزوں کے بعد ہندو اکثریت ان پر حکمران نہ ہو جائے اس کے مقابلہ میں مئی [illegible] میں مسٹر [illegible] چندر بوس نے کہا تھا کہ ہمارا کلچر اور تمدن ہی قوم پرستی ہے اسی سے ہم ترقی کر سکتے ہیں قوم پرستی کی تحریک قطعی ہندو تحریک ہے کیونکہ یہ ہندو نیشنلزم کی مبلغ و حامی ہے۔"

واقعی بہت سے مسلمانوں نے اسے ایک مشترکہ تحریک سمجھ کر دھوکہ کھایا حالانکہ مولوی برابر اس تحریک کو ہندو تحریک بتا رہا ہے۔ آپ نے گاندھی جی کے ایک مضمون کا اقتباس پیش کیا جس میں لکھا تھا کہ میرے نزدیک بے مذہب سیاست کوئی حیثیت اور درجہ نہیں رکھتی میں تو ہر معاملہ میں مذہب کو ترجیح دیتا ہوں میرے دل و دماغ پر سیاسیات کے بجائے تمام تر مذہب کا دخل ہے میں اپنے دوستوں سے محض اسی وجہ سے لڑ رہا ہوں کہ میں سیاسیات میں مذہب کو داخل کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔

دوبارہ لکھا کہ میں کٹر ہندو ہوں سناتنی ہوں تمام ہندو کتابوں پر ایمان رکھتا ہوں چھوت چھات میرا ایمان ہے۔"

مسٹر جناح نے ٹھیک فرمایا ہے کہ گاندھی جی ہندو مسلم اتحاد سے نہیں بلکہ اس سے بھی برگشتہ ہو گئے ہم ہزار بار انہی صفحات پر لکھ چکے ہیں کہ اس زمانہ میں کسی کے الفاظ اور وعدوں پر بھروسہ فضول ہے کہنے کے الفاظ اور ہوتے ہیں اور کرنے کے اور ہوتے ہیں مسلمانوں سے ہمیشہ ہی کہا گیا کہ مذہب کو سیاسیات میں گھسیٹنا ٹھیک نہیں ہے قوم پرست وہی ہے جو پہلے ہندوستانی اور بعد کو کچھ اور ہے مگر گاندھی جی کو کون ٹوک سکتا انہوں نے تو دل کی بات کی اور جیسا موقعہ دیکھا ویسی بات کی جب گاندھی جی نے گول میز کانفرنس میں کہا ہے کہ فرقوں اور اقلیتوں کے اختلافات کا سوال اٹھانے کا یہ وقت نہیں نہیں آفتاب آزادی

کے طلوع کے ساتھ یہ برفانی پہاڑ تو گھل کر فوراً غائب ہو جائیگا تو وزیر اعظم برطانیہ نے پالیسی میں یہ جن کے شاگرد ہیں صاف طور پر کہا۔ ایا غداری کو ملحوظ رکھیے ہندوستان میں فرقہ وار مسئلہ ایک واقعہ ہے اسے کس طرح نظرانداز کیا جا سکتا ہو۔

گاندھی جی پاکستان کو گناہ سمجھتے ہیں پنڈت جواہر لال نہرو اس کے مقابلہ میں اعلان جنگ کر چکے ہیں مسٹر جناح کا یہ سوال غلط نہیں ہے کہ مسلمانوں کو مرکز طور پر گمراہ کیا جا رہا ہے ان کا یہ سوال بھی صحیح ہے کہ آزادی تقریر کے نام پر جو ستیہ گرہ شروع کی گئی تھی کیا واقعی وہ آزادی تقریر کے لئے تھی یا اس لئے تھی کہ ہمیں دبا یا جائے اور حکومت کو پریشان کر کے ہمیں دبانے کے مزید اختیارات حاصل کر لئے جائیں۔

مسٹر جناح کے قول کے مطابق یہ بالکل صحیح ہے کہ اب اگر ہندوستان میں سکون و اطمینان ہو سکتا ہے تو اس کی واحد صورت پاکستان ہو اور یہ صرف ہندو لیڈروں میں جو سنگ راہ آزادی بنے ہوئے ہیں آپ نے فرمایا اب بھی کانگریس لیگ کے ساتھ مفاہمت کے لئے تیار ہو تو مجھ سے زیادہ کسی کو اس سے خوشی حاصل نہیں ہو سکتی غرض آپ نے خطبۂ صدارت میں ہر پہلو کو واضح کیا اور پاکستان کے متعلق کوئی پہلو تشنہ نہ رہنے دیا سب نے اسے نہایت توجہ کے ساتھ سنا

پاکستانی رہنما کی تقریر پر ہندو پریس کے تبصرے

مسٹر جناح نے تو اپنی طرف سے مفاہمت کی بھی پیشکش کر دی اور لیگ کی حیثیت اور پاکستان کے متعلق بھی جو کچھ اور جتنا کچھ فرما سکتے تھے فرما دیا ضرورت اس امر کی تھی کہ اس آواز پر لبیک کہا جاتا لیکن کہا تو جب جاتا کہ جب مفاہمت کسی کو منظور ہوتی۔ ہندو پریس نے مسٹر جناح کی تقریر اور پیشکش پر نہایت سوقیانہ الفاظ میں تبصرے کئے ہیں انہوں نے ینگ انڈیا سے گاندھی جی کے مضامین کے جو اقتباسات پیش کئے ہیں قوم پرستی کے دعاوی کا دُ گوکل چند کانفرنس کی روداد کے متعلق جو کہا ہے اگرچہ ہندوؤں کی خوشامد اور گاندھی جی کو گالیاں دینے سے تعبیر کیا ہے صرف اسلئے کہ ان کی طرف سے پاکستان کے تسلیم کو مفاہمت کی اساسی اور بنیادی شرط کیوں فرمایا جا رہا ہے۔

ویر بھارت کہتا ہے کہ جناح نے سمجھوتہ کی طرف ہاتھ ضرور بڑھایا ہے مگر اس طرح بڑھایا ہے جیسے ہٹلر انگریزوں کی طرف دست تعاون دراز کرتا ہو اس نے کہا ہے کہ ہندوؤں تمہارے لیڈر سمجھوتہ نہیں ہونے دیتے انہیں مجبور کرو کہ وہ سمجھوتہ کریں لیکن غریب جناح کو کیا معلوم کہ رائے عامہ کا دباؤ پاکستان کی مخالفت کے لئے ایک بڑی حد تک ذمہ دار ہے ورنہ سیاسی جماعتوں میں ایسے لیڈر بھی موجود ہیں جو اگر یہ دباؤ نہ ہوتا تو جناح کو خوش کرنے کے لئے پاکستان بھی منظور کر لیتے گویا مسلمان اپنی آزادی کی شرط پر بھی مفاہمت کریں تو وہ ہٹلری پیش کش کہی جائے اور ہندو ان کی غلامی کی اساس پر بھی مفاہمت کے لئے آگے بڑھیں تو یہ عین دوستی ہو پھر ان کی تہذیب ملاحظہ فرمایئے کہ ویر بھارت کا اخبار مسٹر جناح کو لیگ کا مداری ان کے دلائل کو کرتب دکھانے اور پاکستان کی تحریک کے نہ ہونے عامہ حاصل کرنے کو تھیلے کی پاکستانی بلی کے نام سے موسوم کر رہا ہے جب ذمہ دار جماعت کی ذہنیت کا یہ عالم ہو تو کیا توقع ہو۔

مفاہمت کی پیشکش اور پرتاب کے تصورات

اب دوسرے اخبار پرتاب کی نغمہ سرائی بھی سن لیجئے لکھتا ہے کہ پنجاب، سندھ، آسام اور بنگال میں لیگ کی وزارتیں بنجانے اور ان کے وزرائے اعظم کا ان کے ہاتھ پر بیعت کرنے سے مسٹر جناح کا دماغ بگڑ رہا ہے لیکن کوئی بتائے کہ جو وزراء گورنر کے رحم پر ہوں ان کی قدر و قیمت کیا ہے وہ تو انگریز کے غلام ہیں۔

یہ بھی عجیب لوگ ہیں جب تک ان صوبوں میں لیگ کی وزارتیں قائم نہ ہوئی تھیں سندھ و سرحد کی وزارتیں کانگریس سے رشتہ جوڑے بیٹھی تھیں مولوی فضل حق ہندو مہاسبھا کے صدر سے رشتہ گانٹھے بیٹھے تھے اس وقت یہ وزارتیں اچھی تھیں اور ریاست کو چلنے دیئے جا رہے تھے کہ اپنی ہمہ گیری کا دعویٰ ہے لیکن ایک پنجاب کے سوا آج تک کہیں اپنی وزارت بھی قائم نہ کر سکی اس کی لیگ کی بے بسی کو پاکستان کے نظریہ کی عدم مقبولیت کے ثبوت کے طور پر پیش کیا جا رہا تھا۔

اب جو وزارتیں قائم ہو گئیں تو جھٹ وہ سیار رنگ اختیار کر لیا قانون تو وہی ۱۹۳۵ء کا ہے جس کے ماتحت کانگریسی وزارتیں قائم ہوئی تھیں اور شد و مد کے ساتھ اس کی برائی قائم کرنے کے بعد قائم ہوئی تھیں ملک خضر حیات خاں کا یہ کہہ بیٹھنا تو حکومت کی کاسہ لیسی کا ثبوت بن گیا کہ پولیس جسے چاہے بنا عدم ثبوت کے لئے حراست میں لے سکتی ہے اور خود کانگریسی عہد میں کانگریسی وزارتوں کی طرف سے بالخصوص مزدوروں پر جو گولیاں چلتی رہیں وہ غالباً بہت بڑی شاہی کا ثبوت تھا لیگ کی وزارتوں کے لئے تو یہ ہے کہ حکومت پہلے بھی انگریز کی تھی اور اب بھی انگریز کی ہے لیکن کانگریسی وزارتیں گویا کسی ہندو راجہ کے عہد میں بنی تھیں۔

بڑے دبدبے کے ساتھ فرمایا جا رہا ہے کہ مسٹر جناح اپنی حیثیت دیکھنا چاہتے ہیں تو حکومت کو الٹی میٹم دیں کہ وہ ایک ماہ کے اندر ملک کی حکومت لیگ کے حوالہ کر دے ورنہ یہ وسیع پیمانہ پر تحریک شروع کر دی جائے گی لیکن ہم پوچھتے ہیں کہ خود گاندھی جی نے اس قسم کا الٹی میٹم دیکر اور برت رکھکر اپنی پوزیشن کو کون سمجھ لیا اور کیا دیکھ لیا۔ اگرچہ ملاپ کی تحریر ہے مسٹر جناح نے صاف طور پر کہدیا ہے کہ اگر ہندو و مسلمانوں کے مابین ہندو مسلم سمجھوتہ ہو جائے تو مسلم لیگ کانگریس کے ساتھ مل کر آزادی کی جد و جہد میں حصہ لینے کو تیار ہے

اور یہ مسلم امر ہے کہ دس کروڑ افراد کا ساتھ مل جانا بہت بڑی قوت کا ثبوت ہو سکتا ہے لیکن ہندوؤں کی طرف سے کوئی سمجھوتہ کرنے کو تیار نہیں پر دس کروڑ کی تعداد بھی بہت بڑی تعداد ہے جو ہندوستان میں موجود ہے ویسے دنیا بھر میں مسلم آبادی ساٹھ ستر کروڑ سے کم نہیں سمجھ میں نہیں آتا کہ ہندوؤں جیسی عاقل قوم کیوں اس سمجھوتہ کے مفاد پر نظر نہیں کرتی اور کیونکر یہ توقع کئے بیٹھی ہے کہ وہ سوراج کے پردہ میں اسے غلام بنا لینے میں کامیاب ہو جائیگی اور پاکستان قائم نہ ہو سکے گا کاش برادران وطن سمجھیں۔

روسی ایشیا کے قدرتی وسائل

سوویٹ یونین کا رقبہ ۸٫۱۷۶٫۰۰۰ مربع میل ہے اس کا ۲/۳ سے بھی زیادہ ایشیا میں واقع ہے روس کا ایشیائی طبقہ یورال کی پہاڑیوں اور بحر کیسپین سے لیکر بحر منجمد شمالی کے ایشیائی کنارے تک اور سمندر کی طرف مجمع الجزائر بیرنگ تک وسیع ہے جنوب کی طرف یہ علاقہ ایران افغانستان اور چین کی سرحدوں تک محیط ہے اور ہندوستان کو بھی دور سے جھانک کر دیکھتا ہے یورشین میدان جو کوہستان یورال سے لیکر کوہستان الطائی تک پھیلا ہوا ہے روس کو منگولیا سے جدا کرنے کے لئے ایک قدرتی سطح مرتفع حائل ہے۔

تین بڑے طبقے سوویٹ ایشیا کے تین بڑے جغرافیائی طبقے ہیں جن کی علیحدہ علیحدہ آب و ہوا ہے قدرتی وسائل ہیں اور خصوصیات ہیں وہ علاقے یہ ہیں سائبیریا، مشرق بعید کے روسی صوبے اور روسی وسطی ایشیائی جمہوری ریاستیں جنہیں پہلے مجموعی طور پر روسی ترکستان کہا جاتا تھا سوویٹ روس کا ۲/۳ حصہ ایشیا میں واقع ہے روس کی ۱۷۰ ملین آبادی میں سے ۳۵ ملین آبادی ایشیا میں پائی جاتی ہے یہ قلیل آبادی بھی سائبیریا سے لیکر وسط ایشیا تک محیط ہے۔

ایشیائی روس روس کی قدیم مملکت اور ملکیت نہ تھا خود روس سولہویں صدی عیسوی تک کوئی مربوط خطہ حکمران نہ تھا روس کی ایشیائی فتوحات کا سلسلہ سولہویں صدی میں سائبیریا کی یورش کے بعد سے شروع ہوا یورال کے ملک التجار اور یورال کے بسنے والے جفاکش کازکوں کی تاخت نے روس کا جھنڈا سائبیریا کے میدانوں میں جگہ جگہ گاڑ دیا سترہویں صدی کے نصف تک روس ایشیا میں کافی بڑھ آیا تھا اور مجمع الجزائر بیرنگ تک اس کی حدود وسیع ہوگئی تھیں یہ مقام امریکہ کو ایشیا سے صرف ۶۰ میل کے حد فاصل سے الگ رکھتا ہے اپنی تاخت کے دوران میں روس کو چینیوں سے واسطہ پڑا اور نرچنسک کے معاہدہ کی رو سے جو روس اور چین کی منچو حکومت کے مابین ۱۶۸۹ء میں ہوا اپنی تاخت و تاراج بند کرنی پڑی اور دو سو سال تک روسی یورش بند رہی مگر روسی مملکت کی سرحد مستحکم و متعین ضرور ہوگئی۔

انیسویں صدی کی آخری دہائیوں میں روس نے پھر ایشیائی یورش کی مہم شروع کی، روس آمور کے شمال میں واقع تمام علاقوں پر بالادستی حاصل ہوگئی یہ بالادستی بحر منجمد شمالی تک محیط تھی اور وہاں سے لیکر چین تک ۱۸۷۵ء میں جاپان سے اس کا معاہدہ ہوا جس کے رو سے اسے سخالین مل گیا اور اس کے بدلے اس نے کیورائل جزیرے دے دیئے۔

روس کے حکمرانوں نے اپنے ایشیائی مقبوضات کی ترقی کا کبھی خیال نہیں کیا یہ خیال عملی طور پر صرف روس کے بیسویں دور میں پھیلا زاروں کے زمانہ تک سائبیریا اور مشرقی علاقہ جات کو مجرموں کی بستیوں کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا اور بس۔

نئے صنعتی میدان روس کے ۱۹۱۷ء کے انقلاب سے ایک نئی دنیا یہاں بیدار ہوگئی سوویٹ کے اصول کے مطابق سائبیریا اور وسط ایشیا کی جملہ حکومتوں کا نظام ازسرنو ترتیب دیا گیا تمام روسی مملکت کو ایک وفاق کی طرح بنایا گیا اور ہر وحدت کو خود مختاری دی گئی اور تمام ارکان سوویٹ کو ایک قومی ربط میں منسلک کرنے کی روح پھونکی گئی۔

کوہستان یورال کے مشرق میں سوویٹ روس نے صنعتی ترقی پر خاص زور دیا اور نئی نئی صنعتی کارگذاریوں سے وہاں چار چاند لگا دیئے ایشیائی روس میں جس وقت نظر سے کام لیکر صنعتی ترقی پر زور دیا گیا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ روس کی ۱/۲ صنعتی طاقت کھنچکر یہاں آگئی جس میں کافی حصہ گولہ بارود بنانے اور کیمیاوی صنعتوں کا بھی شامل ہے یہ صنعتی میدان کہاں کہاں پھیلے ہوئے ہیں اور کوہستانوں میں کہاں کہاں واقع ہیں ایک ایسا راز ہے جس کی روس نے بڑی حفاظت کی ہے تاکہ دشمن کی نظر بد سے محفوظ رہ سکیں۔

صنعتوں سے مالا مال ہونے کے علاوہ ایشیائی روس قدرتی وسائل کے اعتبار سے بہت جاندار ہے ایشیائی روس میں قدرتی ذرائع جو حاصل ہیں ان کی تفصیل یہ ہے:۔

کروم ۱۰۰ فی صدی تمام روس کی ۱۹۳۹ء کی پیداوار کے اعتبار سے تانبہ ۹۰ فی صدی بجلی ۷۰ فیصدی فولاد ۳۵ فی صدی الومنیم ۳۵ فی صدی خاص لوہا ۳۰ فی صدی تیل ۱۵ فی صدی تیل کے معاملہ میں یورال اور ولگا کے علاقہ میں اب حال میں اور ترقی ہوئی ہے مگر اعداد و شمار حاصل نہیں ہو سکے ہیں۔

سوویٹ روس کے عہد میں سائبیریا نے بھی بہت ترقی کی یورال میں دھات کی صنعت کے کارخانے بہت قدیم زمانہ سے چلے آرہے ہیں مغربی سائبیریا بھی اسی وجہ سے مشہور ہے یہاں بھاری مشینوں کی انجینیری ترقی پر ہے اور کوزنیٹسک کے کوئلہ کے معدنوں کے پاس بہت سے کارخانے بنے ہوئے ہیں وسط سائبیریا کا سب سے بڑا بھاری مصنوعات کا مرکز سٹالنسک ہے کاراگنڈا کے معدنی علاقے یوکرین کے بعد سب سے اہم درجہ پر مانے سمجھے جاتے تھے اور کوئلہ تو یہاں بہت کثرت سے نکلتا ہے۔ روس کے کوئلہ کا ۱۰ فی صدی ذخیرہ یہیں سے دستیاب ہوتا ہے مشرقی کازستان میں آجکل ایک نیا مرکز صنعتی کاراگنڈا کے کوئلہ کے پاس ترقی کر رہا ہے یورال و سائبیرین صوبہ کی صنعتی ترقی کے ساتھ یہاں کے شہروں کی آبادی بھی بہت بڑھ رہی ہے شہری آبادی زیادہ بڑھی ہے مگر دیہاتی آبادی میں اس قدر تیزی کے ساتھ اضافہ نہیں ہوا ہے مشکلات یہ ہیں کہ مغربی سائبیریا اور مشرق بعید کے روسی حصوں میں ابھی تک بہت سے مقامات گندی حالت میں افتادہ پڑے ہوئے ہیں انہیں صاف کرنے اور نئی بستیاں بسانے کے لئے مزدور نہیں ملتے اور بیشتر یہ مقامات ریل سے بھی دور ہیں۔

رسل و رسائل کا جال رسل و رسائل کا جال یورپی روس اور ایشیائی روس کے درمیان پھیلا ہوا ہے اس کو ٹرانس سائبیرین ٹرنک لائن کہتے ہیں ۱۹۳۵ء میں چینی مشرقی ریلوے روس کے تصرف میں آگئی اور اب اس وقت سے یہ ریل دوگنی ہوگئی ہے اس ریل کی وجہ سے بھی ایشیائی روس نے بڑی ترقی کی ہے۔

([illegible])

رات کے بارہ بجے

(از رازی)

میرے پڑوس میں ... میاں بیوی رہتے تھے۔ گھر میں اور کوئی نہیں تھا جب مرد اپنی نوکری پر چلا جاتا تو بیچاری عورت یا تو پلنگ پر پڑی رہتی یا کبھی کبھی ہمارے ہاں آجاتی اور میری بیوی کے پاس اپنا وقت گذار لیا کرتی میری بیوی کی گود میں کوئی ڈیڑھ سال عمر کی ایک لڑکی تھی۔ وہ عورت دن بھر اسے کھلایا کرتی۔ بچی بھی اس سے بہت مانوس ہوگئی تھی۔ دفعتاً لڑکی بیمار ہوئی اور چند گھنٹوں میں ختم ہوگئی۔ ڈاکٹروں نے کہا بیماری ہی ایسی تھی۔ لڑکی کا بچنا مشکل تھا۔ بہرحال معاملہ رفع دفع ہوگیا۔ مگر میری بیوی کے لئے ایک مستقل روگ لگ گیا۔ وہ دن بھر روتی رہتی۔ کھانا پینا بھی برائے نام رہ گیا تھا رفتہ رفتہ اسی غم میں وہ بھی ماتا کا شکار ہوگئی۔ اور اس طرح میری دنیا اندھیری ہوگئی۔ پڑوسی عورت کا آنا جانا بھی اب بند ہو چکا تھا۔

ایک دن رات کے بارہ بجے میرے پڑوس میں رونے چلانے کی آواز آئی غور کرنے پر معلوم ہوا کہ پڑوس کی اسی عورت کو جو میری بیوی کے پاس آیا جایا کرتی تھی۔ اس کا خاوند بری طرح مار رہا ہے۔ مجھ سے ضبط نہ ہوسکا اور میں اپنے پڑوسی دوست کو سمجھانے کے لئے اپنے مکان کی چھت پر گیا جہاں سے برابر والے مکان کا سامنا ہوتا تھا۔ میں اپنے پڑوسی دوست سے کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ آواز آئی۔

بے حیا عورت! تو نے اپنے ساتھ دوسرے کا گھر بھی برباد کیا۔ رازی میرا دوست ہے۔ مجھے اس کا خیال تو کرنا تھا۔ اس فقرے میں چونکہ میرا نام آیا میرے متعلق گفتگو ہو رہی تھی۔ عورت بولی!

جب وہ بچی کو گود میں لیکر کھڑی ہوتی تھی۔ تو میرے دل میں چھریاں چلتی تھیں۔

تو پھر تیرے باپ کا کیا تھا۔ اس کی بچی تھی۔

میں برداشت نہیں کرسکتی۔

تو کسی کنوئیں میں ڈوب مرنا تھا۔ بے غیرت کہیں کی۔

اب ڈوب مروں گی۔

[illegible]

بچی کی جان لی اور پھر اسکی گھر والی کی موت کا سبب بھی تو ہے۔

عورت بولی میرا کیا قصور ہے۔ مجھ سے تو کسی نے یہ کہا تھا کہ اگر تو کسی اکلوتی بچی کے بال کاٹ لائے تو تیرے ہاں اولاد ہونے لگے گی۔ اس معصوم بچی کا کیا بگڑ گیا۔

اُف! اب میں سب کچھ سمجھ گیا تھا۔ میری پیاری بچی کی موت اور میری وفادار بیوی کی موت اسی ظالم عورت کے ہاتھ ہوئی ہے۔ جی میں آیا قتل کر دوں اس عورت کو۔ لیکن کیا فائدہ ہوتا۔ میرا گھر تو اجڑ ہی گیا تھا۔ پھر سوچا اس عورت نے اولاد حاصل کرنے کے لئے کتنا بڑا خوفناک جرم کیا۔ اگر یہ کسی ڈاکٹر سے پوچھ لیتی اور اپنا علاج کرا لیتی تو کیا بچہ نہ ہوتا میں صبح اپنے پڑوسی دوست سے ملا۔ اور اس سے کہا مجھے سب کچھ معلوم ہو گیا ہے۔ مگر میں معاف کرتا ہوں اور اس پر یہ احسان کرتا ہوں کہ جو مقصد وہ میری بچی کی موت سے حاصل نہ کر سکی وہ صرف چند پیسوں میں حاصل ہونے کی ترکیب بتائے دیتا ہوں۔ آپ آج ہی ایک خط

محبوب آپ کے قدموں میں

اس کو نہ پڑھئے اگر پڑھئے تو اس سے فائدہ اٹھایئے

مالک روزنامہ وحدت دہلی کیا کہتے ہیں

آج کل اشتہار بازی نے ایک ذریعہ معاش کی صورت اختیار کرلی ہے اور پبلک کو ایسے تلخ تجربے ہوئے ہیں کہ اشتہار خواہ کتنا ہی سچا ہو مگر مشکل سے یقین ہوتا ہے لیکن مجھے مسرت ہے کہ اس بے اعتمادی کے زمانہ میں مشہور و نامور کارخانہ "انڈو جینوئن کیمیکل ورکس رجسٹرڈ دہلی" نے اپنی دیانتدارانہ خدمات بہترین صحیح اور خالص ادویات عوام کے سامنے پیش کرکے عام مقبولیت اور ہر دلعزیزی حاصل کرلی ہے اور میری ذاتی معلومات ہیں کہ ان کا تمام کاروبار باعتبار دیانتداری اور نہایت محبت اور قابل ترین کارکنان اور بالکل اشتہار کے مطابق ادویہ پیش کرنے میں بےمثل کارخانہ ہے یہی وجہ ہے کہ روز افزوں ترقی کررہا ہے اور ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں اور بیرون ہند وساؤتھ افریقہ، یوگنڈا، عدن، سیلون، ملایا، انگلینڈ تک اس کارخانہ کی دواؤں کو استعمال کرنیوالے اور ان کے اثرات کے معترف موجود ہیں جن کی تائید میں میں نے ہزاروں مریضوں کے خطوط دیکھے ہیں لہذا میں ان حضرات کی جو ضرورتمند ہوں رہنمائی کروں گا۔ کہ وہ اس کارخانہ کی سریع التاثیر و مفید ادویہ استعمال کرکے فائدہ حاصل کریں جو ہر موسم میں قابل استعمال ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ آپ مذکورہ بالا رائے کو پڑھنے کے بعد ہمارے اشتہار کو صحیح تصور فرمائیں گے۔ اگر آپ ضرورتمند ہوں تو ضرور دوا طلب فرمائیں انشاءاللہ فائدہ ہوگا۔ اگر فائدہ نہ ہو تو دس روپے انعام اور قیمت واپس ہمارا یہ اعلان ڈنکے کی چوٹ ہے اس میں ذرہ برابر مبالغہ یا دھوکہ نہیں اگر ہم آپ سے دھوکہ کریں تو خدا اور رسول صلعم سے دھوکہ کریں۔

سائنٹفک آئل رجسٹرڈ اس صدی کا انمول جوہر اور اس موسم کا خاص تحفہ ہے اس حیرت انگیز تیل کی تاثیر سے فائدہ اٹھایئے۔ نہ پان باندھنے کی ضرورت نہ کپڑا پیٹنے کی حاجت نہ آبلہ کا ڈر۔ لگاتے ہی جذب ہوکر بیتاب کردیتا اور خوابیدہ جذبات میں طوفان عظیم پیدا ہو جاتا ہے۔ ایک شیشی کا استعمال تمام نقائص خواہ وہ کسی سبب سے کیوں نہ پیدا ہوگئے ہوں مثلاً کجی، خمی، لاغری، نامردی۔ کم خواہشی رگوں کے پھول جانیکو دور کرکے کندن و فولاد بنادیتا ہے یقین مانئے اس سے بہتر آئل آپکو دنیا کے پردے پر نہ ملے گا۔ اس کے استعمال سے رگوں پٹھوں میں نئی زندگی غضب کی سختی ناقابل برداشت تیزی پیدا ہو جاتی ہے جس کے اظہار سے تہذیب مانع ہے سب باتوں کے لئے اعجاز کا کام دیتا ہے۔ ہر عمر اور ہر موسم میں استعمال ہوسکتا ہے۔ تمام نقائص دور کرکے ناکارہ سے ناکارہ آدمی کو قابل فخر مرد بنادیتا ہے۔ قیمت دو روپے (۲ع) محصولڈاک بذمہ خریدار۔ اس کے استعمال کے بعد ہمیشہ کے لئے مردانہ شکایات دور ہو جاتی ہیں نہایت بیضرر اور قطعی خوش کن ذرہ برابر تکلیف کے بغیر عضو میں نئی روح اور نئی جوانی پیدا کرتا ہے یہ دوا دہلی مارکیٹ میں اول نمبر پر ہے۔

دافع جریان واحتلام رجسٹرڈ یہ جادو اثر قرص ہر قسم کے شدید جریان اور کثرت احتلام کو بفضلہ تعالیٰ دعوی کے ساتھ دور کرتے ہیں۔ پیشاب سے پہلے یا بعد سفید رطوبت کا آنا مادہ کا پتلا پڑ جانے کو دور کرکے قوت مردمی کا معاون بنتا ہے جسم میں تر و تازگی و فربہی لاتا اور چہرہ کو مثل لعل بدخشاں کرتا ہے اس کے چند روز کے استعمال سے جسم میں مادہ کافی مغلظ اور مضبوط ہوکر کافی تعداد میں پیدا ہوتا ہے۔

قیمت فی شیشی ۸۰ قرص دو روپے (۲ع) علاوہ محصول ڈاک

ہماری یہ دوا جواہرات سے تولنے کے قابل ہے جس نے ہزاروں نامرادوں کو بامراد بنادیا۔ غیر ملکوں تک اس دوا کی دھوم مچی ہے جریان کا قلع قمع کرنے کے لئے ہم ہندوستان کے ہر دواخانہ کو چیلنج کرتے ہیں جس کا دل چاہے آزمالے۔ اس کے استعمال کے بعد بدن میں توانائی طبیعت میں چستی دل میں جوانی کی امنگ اور نطفہ میں اولاد پیدا کرنے کی صلاحیت آجاتی ہے۔

حبوب عشرت رجسٹرڈ یہ گولیاں انتہائی ممسک ہیں خاص وقت کی پشیمانی سے بچالیتی ہیں سرعت انزال کی شکایت بالکل نہیں ہوگی۔ معشوقہ وارفتہ ہو جاتی ہے اور بے دام غلام بن جاتی ہے۔ قیمت فی شیشی دو روپے (۲ع) ہزاروں آدمیوں کی آزمودہ گولیاں ہیں۔ یہ گولیاں مشتی ادویات سے پاک ہیں اور مستقل امساک پیدا کرتی ہیں۔ محصول ڈاک بذمہ خریدار۔ ۳ دوائیں یکجا منگانے پر محصول ڈاک معاف۔

ہر شہر اور قصبہ میں ایجنٹوں کی ضرورت ہے

ملنے کا پتہ: انڈو جینوئن کیمیکل ورکس نزد ڈاکخانہ جامع مسجد دہلی

چنانچہ گذشتہ اقوام کو انہی اسباب کی بناء پر اللہ نے تباہ کردیا۔ ہاں وہ تھوڑے افراد جو صلاح و اصلاح پر قائم رہے تھے اللہ نے اُن کو بچا لیا۔ مثلاً لوطؑ ابراہیمؑ موسیٰؑ ہارونؑ شعیبؑ صالحؑ اور نوحؑ وغیرہم کو بچا لیا۔ اور ان کی تباہ کار قوموں کو برباد کردیا۔ جب تک لوگ قانون اصلاح کے پابند رہتے ہیں دنیا میں امن قائم رکھتے ہیں۔ تباہی نہیں پھیلاتے خدا ان کو برباد نہیں کرتا جب وہ سرکشی اور فتنہ و فساد کرنے لگتے ہیں خدا ان کو ملیا میٹ کر دیتا ہے۔

اب شبہ ہو سکتا تھا کہ پھر گناہ گار بدا طوار اور ستم شعار طبقہ کو خدا نے پیدا ہی کیوں کیا۔ اور پیدا کیا تھا تو ان کی کایا کیوں نہ پلٹ دی کیوں سب کو ہدایت و اصلاح کے ایک نقطہ پر جمع نہ کردیا۔ حق و باطل اور خیر و شر کا تفرقہ آپس میں جاری ہی کیوں کیا۔ اور جاری کیا تھا تو باقی کیوں رکھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ خدا کی مشیت ہی یوں ہو۔ ورنہ نہ گمراہ ہوتے نہ یہ پھوٹ پڑتی۔ اس شبہ کے ازالہ کے لئے تہدیدی لہجہ میں فرماتا ہے کہ ہاں اگر خدا چاہتا ایسا سب کچھ کر سکتا تھا۔ سب لوگ مرکز حق پر آجاتے اور اختلاف مٹ جاتا۔ لیکن اس کی مشیت ایسی نہ ہوئی دوزخ بھی اسی نے پیدا کی اور ازلی فیصلہ کہ کچھ لوگ جنتی ہیں اور کچھ دوزخی ہمیشہ سے یہی دستور چلا آیا ہے کہ کچھ لوگ دین حق سے الگ ہو گئے۔ راہ راست چھوڑ بیٹھے۔ طریق انبیاء سے اختلاف کرنے لگے۔ فرقے فرقے بن گئے۔ اور جن لوگوں پر خدا کا فضل تھا جس گروہ پر اس نے رحم کرنا چاہا وہ طریق انبیاء پر قائم رہا اس نے تعلیم رسول سے سرمو اختلاف نہ کیا۔ پہلا گروہ دوزخی اور دوسرا جنتی ہے۔ در حقیقت تخلیق کا تو مقصود ہی یہ تھا کہ لوگ دائرہ رحم میں آجائیں جماعت سے الگ نہ ہوں اور طریق انبیاء کو نہ چھوڑیں۔ مگر لوگوں نے ایسا نہ کیا۔ اور قبل از تخلیق جو ازلی فیصلہ ہو چکا تھا وہ پورا ہو کر رہا۔

ایک تائیدی حدیث

یہاں فتح البیان سے ایک حدیث کو نقل کرتا ہوں جس کو ابو داؤد اور ترمذی نے بروایت ابوہریرہؓ بیان کیا ہے کہ حضور اقدسؐ نے فرمایا یہود یوں کا تفرقہ اکہتر یا بہتر فرقوں میں ہو گیا۔ اور نصاریٰ کا بہتر فرقوں میں۔ مگر عنقریب میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائیگی۔

امیر معاویہؓ کی روایت ہے حضورؐ نے فرمایا آگاہ رہو کہ تم سے پہلے اہل کتاب تو بہتر فرقوں تک تقسیم ہوئے تھے۔ مگر اس امت کے فرقے تہتر ہو جائیں گے جن میں سے بہتر دوزخ میں اور ایک جنت میں ہوگا۔ اور وہ فرقہ جماعت کا ہے شیخ حافظ نے مستدرک سے جو روایت نقل کی ہے اس میں اتنا زائد ہے کہ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ وہ ایک فرقہ کس حالت پر ہوگا۔ فرمایا جس حالت پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔

ایک شبہ آیت وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ صاف بتا رہی ہے کہ اللہ نے لوگوں کو اختلاف اور تفرقہ کے لئے ہی پیدا کیا۔ حالانکہ دوسری آیت میں مذکور ہے کہ اللہ نے اپنی معرفت کے لئے سب کو پیدا کیا اس سے معلوم ہوا کہ حق پرستی اور سنت انبیاء پر چلنے کے لئے سب لوگ پیدا کئے گئے ہیں نہ کہ تفرقہ اور اختلاف کے لئے۔

شبہ کا ازالہ

ذٰلک کا اشارہ الیہ اختلاف نہیں بلکہ رحمت ہے مطلب یہ ہے کہ مقصود تخلیق تو صرف یہ تھا کہ سنت انبیاء پر چل کر لوگ دائرہ رحمت میں داخل ہو جائیں مگر بجائے جماعتی نقطہ پر جمع ہونے کے وہ مرکز کو چھوڑ بیٹھے۔ اور لگے آپس میں لڑنے جھگڑنے عکرمہ نے جو روایت بیان کی ہے اس میں یہی مطلب مذکور ہے۔ مجاہد ضحاک۔ قتادہ اور عطاء وغیرہ کا بھی یہی قول ہے چنانچہ عطاء کے پاس دو آدمی کچھ مذہبی جھگڑا کرتے آئے۔ آپ نے فرمایا تم نے بہت جھگڑا پھیلایا ہے۔ ایک شخص بولا ہم کو اسی واسطے پیدا کیا گیا ہے۔ عطاء نے فرمایا تم جھوٹ کہتے ہو وہ شخص کہنے لگا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ عطاء نے کہا اس کا یہ مطلب نہیں کہ جھگڑے اور اختلاف کے لئے اللہ نے پیدا کیا ہے۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ جماعت اور رحمت کے لئے ان کو پیدا کیا گیا ہے۔ (رواہ ابن وہب باسنادہ)

مقصود بیان:۔ اگر لوگ فسق و فجور اور بداعمالی میں مبتلا ہوں تو اہل حق کا فرض ہے کہ ہر ممکن صورت سے ان کو منع کریں۔ ورنہ جو عذاب ان پر نازل ہوگا وہی اس خاموش گروہ پر بھی ہوگا۔ زمین پر تباہی اور فساد پھیلانا حکم الٰہی کے خلاف ہے۔ گویا اس سے اس طرف اشارہ ہے کہ عدالت الٰہیہ کو دنیا میں پھیلانے کی انتہائی کوشش کرنی چاہئے اور قوانین ظلم کی بیخ کنی کرنی لازم ہے۔ عیش پرستی اور بادۂ راحت سے سرشاری انسان کو باطل پرست بنا دیتی ہے۔ ظالم گروہ اسی راہ پر چلتا ہے جس سے اس کی عیش پرستی میں فرق نہ آئے جب تک اہل ملک قوانین اصلاح اور ضوابط عدل کے پابند رہتے ہیں اللہ ان کو برباد نہیں کرتا جب حق و انصاف کو چھوڑ کر فساد و تباہی کی اشاعت کرنے لگتے ہیں۔ تو خدا ان کو غارت کر دیتا ہے اس میں موجودہ مسلمانوں کے لئے درس بصیرت ہے، ان کی موجودہ ذلت و نکبت کا اصل سبب ہی یہ ہے کہ قوانین اصلاح اور ضوابط عدل کو انہوں نے پس پشت ڈالدیا ہے۔ جب تک شریعت کے بتائے ہوئے اصول کی پیروی نہیں کریں گے یونہی پستی اور تباہی کے غار میں پڑے رہیں گے۔ اگر اللہ کی مشیت ہوتی تو سب لوگ دین حق اور راہ مستقیم پر آجاتے۔ مگر پھر حق و باطل کا امتیاز جاتا رہتا۔ ہمیشہ سے عالم کا یہی دستور رہا ہے کہ کچھ لوگ اہل حق اور باطل پرست ہوتے ہیں یہ دستور ہمیشہ جاری رہیگا۔ گویا یہی تفرقہ اور اختلاف قانون ازلی کے مطابق ہے تخلیق کی اصل غرض صرف یہ تھی کہ لوگ جماعت کی طرف آئیں

اور اختلاف نہ کریں۔ وغیرہ

وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ

(اے محمدؐ) ہم انبیاء کے یہ سارے قصے تم سے بیان کرتے ہیں تاکہ اس سے

بِهٖ فُؤَادَكَ وَجَآءَكَ فِیْ هٰذِهِ الْحَقُّ وَمَوْعِظَةٌ

تمہارے دل کو تقویت دیں اور تمہارے پاس ان قصوں میں حق بات اور

وَّذِكْرٰی لِلْمُؤْمِنِیْنَ ○ وَقُلْ لِّلَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ

مسلمانوں کے لئے وعظ و نصیحت کی چیز پہنچی جو لوگ ایمان نہیں لاتے تم اُن سے

اعْمَلُوْا عَلٰی مَكَانَتِكُمْ اِنَّا عٰمِلُوْنَ ○ وَ

کہدو کہ تم اپنی جگہ اپنے عمل کرو ہم بھی عمل کر رہے ہیں اور

انْتَظِرُوْا اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ○ وَلِلّٰهِ غَیْبُ

منتظر رہو ہم بھی منتظر ہیں اور آسمان و زمین کا

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِلَیْهِ یُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ

علم غیب اللہ ہی کو ہے اُسی کی طرف سارا کام لوٹایا جاتا ہے

فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَیْهِ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ

لہذا تم اُس کی عبادت کرو اور اُس پر بھروسہ رکھو۔ تمہارا رب تمہارے

عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ○ ع

اعمال سے بے خبر نہیں ہے

تفسیر یہ آیات پوری سورت کا نچوڑ ہیں۔ حاصل ارشاد یہ ہے کہ کفار و مشرکین قرآن کے مبینہ قصوں کو اور اقی پارینہ کی داستانیں کہتے ہیں۔ ان کا یہ خیال غلط ہو۔ ہم نے بیان قصص میں دو فائدے ملحوظ رکھے ہیں۔ اول تو یہ کہ کفار کی سرکشی نافرمانی اور استہزاء کو دیکھ کر تمہارے دل میں جو کبیدگی طبیعت میں انحلال اور دماغ میں مایوسی پیدا ہوتی ہے گذشتہ انبیاء کے حالات ان کی تبلیغی کوششیں اور ان کی قوموں کی سرکشی و نازیبا کا مطالعہ کرنے کے بعد وہ کبیدگی زائل ہو جائے طبیعت میں سکون دماغ میں اطمینان اور دل میں ثبات پیدا ہو جائے۔ اور کفار کی ہر سرتابی و نافرمانی پر صبر کرو۔ دوسرے یہ کہ چونکہ ان تمام قصص حق و باطل کا امتیاز اور صدق و کذب کا تفرقہ کر دیا گیا ہے۔ اس لئے اصل حقانیت واضح ہو جاتی ہے۔ اور اصل حقانیت کے سمجھ میں آنے کے بعد اہل ایمان کو عملی اصلاح کا موقعہ ملتا ہے۔ اور ان کو حیات عاملہ کی درستگی کے لئے ایک درس حاصل ہو جاتا ہے۔ لہذا تم اہل کفر کی تشنیع سے کشیدہ نہ ہو۔ بلکہ ان سے کہدو کہ تم اپنے مرکز پر قائم رہو۔ ہم اپنا کام کئے جائیں گے۔ تم بھی اپنے مرکز پر قائم رہو۔ ہم اپنا کام کئے جائیں گے۔ تم بھی اپنے ثمرات عمل کے منتظر رہو۔ ہم بھی اپنے حاصل کوشش کے منتظر ہیں۔ نتیجہ خود سامنے آجائے گا۔

اس سے آگے خدا تعالیٰ نے نہایت مختصر جامع الفاظ میں تعلیم الٰہی کا خلاصہ اور اسلام کا نچوڑ اپنے رسول کو خطاب کرتے ہوئے عام مسلمانوں کے لئے پیش فرمایا ہے جس کے تین ٹکڑے ہیں۔ اول کا تعلق اصلاح عقائد سے ہے دوسرے کا تعلق تقویٰ اور طہارت سے اور تیسرے کا تعلق معرفت و حقیقت سے۔ اوّل نمبر کے متعلق ارشاد ہوتا ہے کہ تمام جہان میں جو چیز مخلوق کی نظر سے غائب ہے اس کا باطنی اور حقیقی علم محض اللہ کو ہی ہے اس کے سوا اور کوئی غیب کا علم نہیں رکھتا۔ یہ اللہ کی مخصوص صفت کمالیہ ہے۔ پھر مرکز کل بھی وہی ہے تمام قطرات اسی بحر ناپیدا کنار کی طرف لوٹتے ہیں۔ وہی مرجع کل ہے۔ یہ اس کی قدرت کاملہ ہے۔ جب یہ دونوں کمال اسی کو حاصل ہیں۔ لہٰذا اس کے ہی سامنے سر تسلیم خم کیا جائے اور اسی کی عبادت کی جائے مال سے بھی اعضاء بدنیہ سے بھی اور دل و جان سے بھی یہ دوسرا درجہ تقویٰ طہارت اور بدنی درستگی ہے۔ اس کے بعد تیسرے درجے کے متعلق فرماتا ہے کہ اس کی عبادت کرنے کے یہ معنی نہیں کہ پھر غیر کی طرف رجوع کیا جائے۔ یا مرکز بیم و رجا کسی اور کو قرار دیا جائے نہیں بلکہ اسی پر کامل بھروسہ رکھا جائے۔ اسباب کو اسباب جانتے ہوئے تمام اسباب کی باگ اللہ ہی کے ہاتھ میں سمجھی جائے۔ اور اسی کو مرکز تمنا بنایا جائے۔ یہ آخری درجہ ہے اس درجہ میں آدمی کو پہنچ کر حق الیقین حاصل ہوتا ہے۔ اس سے آگے نوع انسان کے لئے کوئی اور مقام نہیں۔

مقصود بیان :- قصص انبیاء کے بیان سے جو اصل غرض ہے اس کا اظہار۔ آیت سے یہ بات در پردہ واضح ہوتی ہے کہ عبرت اندوزی کے لئے صحیح قصص بیان کرنا ناجائز نہیں بلکہ سنت انبیاء اور طریقۂ قرآنی ہے۔ اس سے اصل مدعا کی تبلیغ میں کافی مدد ملتی ہے۔ لیکن غلط قصص بیان کرنا کسی طرح جائز نہیں۔ علم غیب صرف اللہ ہی کو ہے۔ یعنی علم مخلوق کی وہاں تک رسائی نہیں ہے۔ خواہ کوئی ولی ہو یا نبی یہاں تک کہ سرور انبیاء کو اللہ کے مخصوص خزانہ غیب کا پتہ نہیں۔ جتنا خدا نے بتا دیا بن گیا۔ باقی کا علم کچھ نہیں جس طرح مرکز کل ہونا اللہ کی مخصوص شان ہے۔ اسی طرح عالم الغیب ہونا بھی خاص صفت کمالیہ ہے مرکز بیم و رجا اللہ ہی ہے۔ اسی پر توکل رکھنا لازم ہے۔ لیکن اسباب کو چھوڑ دینا بھی

حماقت ہے۔ ہاں اسباب کو سبب اور آثار کو مؤثر سمجھنا خلاف توکل بلکہ خلاف اسلام ہے۔ اس سے آدمی کافر ہو جاتا ہے۔ وغیرہ

سورۃ یوسف مکیۃ وھی مائۃ واحد عشرۃ اٰیۃ واثنا عشر رکوعًا

سورۃ یوسف مکہ میں نازل ہوئی اس میں ایک سو گیارہ آیتیں ہیں اور بارہ رکوع ہیں

اس سورت میں کل ایک سو گیارہ آیات ایک ہزار نو سو چھیانوے کلمات اور سات ہزار ایک سو چھیتر حروف ہیں۔ بعض اہل روایت کا خیال ہے کہ ہجرت کے وقت مکہ اور مدینہ کے درمیان اس کا نزول ہوا۔ ابن عباس اور قتادہ رض کے قول کے بموجب چار آیات کے علاوہ باقی سورت مکی ہے لیکن اکثر محققین کی رائے ہے کہ کل سورت مکی ہے۔ حافظ اور قرطبی نے اسی پر جزم کیا ہے۔ مفسر سراج نے بھی اسی کو پسند کیا ہے۔ سبب نزول میں اختلاف ہے۔ ابن عباس رض کی روایت ہے کہ حضور م سے یہودیوں نے سوال کیا۔ آپ ہم سے یعقوب اور اُن کی اولاد کا حال بیان کریں اس وقت یہ سورت نازل ہوئی۔ سورت چونکہ بالاجماع مکی ہے۔ اس لئے یہودیوں کے سوال کرنے پر نزول سورت کی کوئی وجہ نہیں۔ اسی بنا پر دیگر مفسرین نے بیان کیا ہے کہ یہودیوں نے مکہ کے کافروں سے کہلا بھیجا کہ محمد م جو عاد وثمود کے حالات بیان کرتا ہے یہ کچھ مشکل بات نہیں۔ عرب کے مشہور روایات ہیں ہاں اس سے یہ پوچھو کہ یعقوب کی اولاد مصر میں کیوں گئی تھی۔ اور یوسف م اور اس کے بھائیوں میں کیا معاملہ گذرا۔ اور یوسف م مصر کیوں پہونچا۔ یہ باتیں بجز مورخین اہل کتاب کے اَن پڑھ آدمی خصوصاً مکہ کا رہنے والا کہ جہاں ان باتوں سے کان بھی آشنا نہیں ہرگز نہ بتلا سکیگا چنانچہ اہل مکہ نے حضرت م سے حسب ہدایت یہود سوال کیا۔ اس پر یہ سورت نازل ہوئی۔

ابن جریر و حاکم نے بروایت سعد ابن ابی وقاص اور صرف ابن جریر نے بروایت ابن عباس بیان کیا ہے کہ حضور م پر قرآن نازل ہوا تو ایک مدت تک آپ لوگوں کو سناتے رہے صحابہ نے عرض کیا حضور م ہم امیدوار ہیں کہ گذشتہ اقوام کے کچھ حالات آپ بیان فرما دیتے تو آیات الٓر تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الخ نازل ہوئیں۔ پھر صحابہ نے حدیث کی آرزو کی تو آیت اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا الخ نازل ہوئی عون بن عبداللہ کی مرسل روایت کے آخر میں ہے کہ صحابہ نے حدیث چاہی تو اللہ نے ان کو احسن الحدیث کی راہ بتلائی اور قصہ کی خواستگاری کی تو احسن القصص کا راستہ بتا دیا۔ سعید بن جبیر کی روایت کے آخر میں ہے کہ صحابہ نے خدمت گرامی میں عرض کیا حضور م گذشتہ لوگوں کے حالات بیان فرمایئے۔ اس پر یہ سورت نازل ہوئی۔

حافظ ابن عساکر مختلف روایت کی باہمی تائید سے اس روایت کی فضیلت میں حضور اقدس م کا یہ فرمان نقل کیا ہے کہ اپنے باندی غلاموں کو یہ سورت سکھاؤ کیونکہ جو مسلمان اسکو پڑھیگا یا سکھلائیگا تو اللہ تعالیٰ اس کی سکرات موت کو آسان کر دیگا اور اس کو ایسی قوت عطا فرما دیگا کہ وہ پھر کسی مسلمان پر حسد نہ کریگا (یعنی اسکی حالت قابل رشک ہوجائیگی)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان بڑا رحم والا ہے

الٓرٰ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ○ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ

یہ واضح کتاب کی آیتیں ہیں ہم نے اسکو عربی زبان

قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ○ نَحْنُ نَقُصُّ

کا قرآن اُتارا ہے تاکہ تم سمجھ سکو ہم وحی کے ذریعے

عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَآ اَوْحَيْنَآ

قرآن تمہارے پاس بھیجکر ایک عمدہ قصہ تم سے

اِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ ۖ وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ

بیان کرتے ہیں اگرچہ تم اس سے بالکل

لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ ○

بے خبر تھے

تفسیر تفسیر آیات سے قبل ہم پورا قصہ حقانی سے اخذ کر کے لکھتے ہیں اس میں کچھ اقتباس اسلامی کتب کا ہے۔ اور کچھ اہل کتاب کی کتابوں کا اور کچھ موجودہ زمانے کی تحقیقات کا۔ اختلافی نوٹ ہر آیت کی تفسیر کے موقعہ پر لکھا جائیگا۔

حاران سے کوچ کر کے حضرت ابراہیم ملک کنعان میں حبرون کے پاس مقیم ہوئے۔ آپ کی رہائش خیموں میں تھی۔ اسحاق بھی اسی جگہ سکونت پذیر تھے۔ آپ کے بڑے صاحبزادہ عیص کو شعیر میں جا بسے اور یعقوب اپنے باپ کی وصیت کے موجب حاران سے چلکر اپنے حقیقی ماموں بتوئیل کے بیٹے لابن کے ہاں گئے۔ بتوئیل کی دو بیٹیاں تھیں لیاہ جس کی آنکھیں چوندھی تھیں اور چھوٹی راحیل یا راخیل جو بہت خوبصورت تھی یعقوب کو راحیل پسند آئی سات برس تک لابن کی بکریاں چرائیں آخر راحیل سے نکاح ٹھیر گیا لیکن نکاح کی صبح کو اپنے پاس بجائے راحیل

مولوی دلی

کے لیاہ کو پایا۔ اموں سے شکایت کی تو ایک ہفتہ کے بعد ماموں نے راحیل سے بھی نکاح کر دیا۔ لیاہ کے جہیز میں ایک لونڈی زلفہ بھی آئی تھی۔ حضرت یعقوبؑ کی اولاد بترتیب ذیل ہوئی۔ لیاہ کے بطن سے روبن پھر سفون۔ پھر لاوی پھر یہوادہ۔ پھر اشکار پھر زبلون پیدا ہوئے زلفہ کے بطن سے جد اور آشر پیدا ہوئے۔ اور راحیل کے شکم سے یوسفؑ اور بنیامین ہوئے۔ راحیل کے جہیز میں جویلہ نامی جو لونڈی آئی تھی اس کے بطن سے دان اور نفتالی ہوئے یہ کل بارہ بیٹے ہوئے بیس برس کے بعد یعقوبؑ اپنے اہل وعیال کو لے کر کنعان میں آگئے اور سیلون نامی گاؤں میں سکونت پذیر ہو گئے سیلون سنجل اور نابلس کے وسط میں واقع تھا۔ نابلس کا قدیم نام سکم تھا یہ بیت المقدس سے تیس میل اور سرنا سے سات میل پر واقع ہے۔ اسی کے قریب وہ ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر وہ کنواں ہے جس میں بھائیوں نے یوسف کو ڈالا تھا۔ اسی کے قریب ایک احاطہ کے اندر یوسفؑ اور یعقوب کی قبریں ہیں۔ یوسف کی عمر سترہ برس کی تھی اور آپ راحیل متوفیہ کی یادگار تھے اور حسن میں بھی سب سے ممتاز تھے۔ والد کو آپ سے سب اولاد سے زیادہ محبت تھی۔ ایک روز آپ نے خواب دیکھا کہ چاند سورج اور گیارہ ستارے مجھے سجدہ کر رہے ہیں۔ صبح کو باپ سے خواب کہا باپ علم نبوت سے واقف تھے فوراً یوسف کو منع کر دیا کہ اپنے بھائیوں سے اس کا تذکرہ نہ کرنا۔ بمقتضائے کمسنی یوسف نے باوجود ممانعت کے خواب کا تذکرہ کر دیا۔ بھائیوں کو رشک پیدا ہوا۔ یعقوب کی تمام اولاد نابلس کی وادی میں بھیڑ بکریاں چرایا کرتی تھی۔ ایک روز وہاں پہنچکر سب نے یوسف کے قتل کر ڈالنے کا ارادہ کیا۔ مگر سب سے بڑے بھائی روبن نے مخالفت کی۔ اور کہا خونریزی نہ کرو۔ اس کو ایک کنوئیں میں ڈالدو چنانچہ یوسف کو ایک اندھے کنوئیں میں ڈالدیا۔ اور خود جاکر کھانا کھانے بیٹھ گئے۔ اتنے میں اسماعیلیوں کا ایک قافلہ آتا دکھائی دیا جو جلعاد سے گرم مصالحہ مراد اور روغن بلسان لاد کر مصر لیجانا چاہتا تھا قافلہ نے آکر ڈیرا کیا اور کنوئیں پر پانی لینے کے لئے کسی کو بھیجا۔ جونہی اس شخص نے کنوئیں میں ڈول ڈالا یوسف نے ڈول پکڑ لیا۔ رسی اوپر کھینچی تو آپ اوپر نکل آئے۔ قافلہ کو خبر کی تو اہل قافلہ نے یوسف کو چھپا لیا بھائیوں کو بھی برآمدگی کی اطلاع مل گئی تھی۔ ان کا بھی خفیہ آدمی لگا ہوا تھا۔ روبن فوراً کنوئیں پر پہونچا لیکن یوسف کو نہ پایا۔ پھر یہوداہ کی صلاح سے سب نے بالاتفاق یوسف کو قافلہ والوں کے ہاتھ بیس درم کو بیچ ڈالا۔ اور جو کرتہ یوسف کا اتار لیا تھا اس کو بکری کے بچہ کے خون سے رنگین کر کے باپ کے پاس شام کو لے آئے۔ اور کہدیا کہ بھیڑئیے نے یوسف کو پھاڑ ڈالا۔ اور اپنے قول کے ثبوت میں خون آلود کرتہ

پیش کیا۔ حضرت یعقوب نے فرمایا اس میں کچھ سازش ہے دیکھا بھیڑیا تھا کہ یوسف کو تو پھاڑ کر کھا گیا اور پیراہن کسی جگہ سے نہ پھٹا۔ خیر اللہ مالک ہے اب مجھے رونے کے سوا کچھ کام نہیں۔ قبر تک روتا جاؤں گا۔ اُدھر قافلہ والوں نے مصر پہونچکر فوطیفار یا پوتیفار کے ہاتھ یوسف کو فروخت کر دیا۔ اور گراں ترین قیمت وصول کی۔ پوتیفار امیر کبیر اور مصر کی حکومت کا وزیر اعظم تھا۔ اسی کا لقب عزیز تھا عزیز نے یوسف کو لے جاکر اپنے گھر بار اور تمام کارخانوں کا مختار کر دیا۔ اور اپنی بیوی کو ان کی عزت و توقیر کی تاکید کی۔ یوسف پیکر نور اور مجسمہ جمال تھے۔ عزیز کی بیوی زلیخا ان پر ریجھ گئی۔ اور ایسی فریفتہ ہوئی کہ عزت و ناموس کی بھی پرواہ نہ کی۔ اور طرح طرح سے یوسف کو فریب دیا۔ ترغیب دی اور وصل کی خواستگار ہوئی پیغمبر ہونے والا انسان پہلے سے ہی معصوم ہوتا ہے۔ یوسف نہ مانے مجبوراً زلیخا ایک روز تخلیہ پاکر پیراہن پکڑ کر سر ہو گئی۔ یوسف پیراہن کا ٹکڑا اس کے ہاتھ میں چھوڑ کر بھاگے پیچھے یہ بھی بھاگی۔ دروازہ پر عزیز آتا ہوا ملا عورت تتال مکر ہے۔ فوراً زلیخا نے یہ بات بنائی اور الٹا یوسف پر الزام رکھا کہ یہ مجھ سے برا ارادہ رکھتا تھا۔ میں نے شور مچایا تو پیراہن میرے ہاتھ میں چھوڑ کر بھاگا۔ عزیز نے یوسف کو ملامت کی۔ یوسف نے انکار کیا۔ زلیخا کے گھر والوں میں سے ایک شیرخوار بچہ نے بقدرت الٰہی شہادت دی کہ اگر کرتہ آگے سے پھٹا ہوا ہو تو یہ سچی ہے۔ اور اگر پیچھے کا دامن پھٹا ہوا ہے تو یوسف سچا ہے۔ کرتہ پیچھے سے پھٹا ہوا تھا۔ عزیز کو یوسف کی صداقت ظاہر ہو گئی زلیخا کو ملامت کی یوسف کو تسلی دی اور اخفاء معاملہ کی ہدایت کر دی عشق اور مشک چھپائے سے نہیں چھپتا۔ رفتہ رفتہ مصر کی امیرزادیوں اور شہزادیوں کو خبر ہو گئی۔ سب نے زلیخا کو آڑے ہاتھوں لیا کہ اپنے غلام سے منہ کالا کرنا چاہتی ہے۔ زلیخا نے اپنی مجبوری اور برائت کے اظہار کے لئے ایک روز سب عورتوں کو دعوت دی۔ کھانے کے بعد پھل سامنے آئے زلیخا نے سب عورتوں کے ہاتھ میں ایک ایک پھل اور اس کے کاٹنے کے لئے ایک ایک چھری دیدی۔ اُدھر یوسفؑ کو بنا سنوار کر ایک جگہ چھپا رکھا تھا اور کہدیا تھا کہ جب میں اشارہ کروں تو تم فوراً ان عورتوں کے سامنے سے گذر جانا جونہی عورتوں نے ترنج اور چھریاں ہاتھوں میں لیں زلیخا نے یوسف کو اشارہ کیا وہ برآمد ہوئے عورتیں دیکھکر ششدر رہ گئیں۔ ہوش حواس گم ہو گئے۔ اور بجائے ترنج کے چھریوں سے ہاتھ کاٹ لئے اس وقت زلیخا نے طعن کے طور پر کہا کیوں وہ اب تمہاری ملامت و سرزنش کہاں گئی یہی تو وہ شخص ہے جس کے عشق پر مجھے ملامت کرتی تھیں۔ اس سے بولی اگر اب بھی یہ میرا کہنا نہ مانے گا تو سخت ذلیل ہوگا۔ میں اسے

بھوا دوں گی وہاں اس کو یہ عیش و آرام یاد ہوگا۔ یوسف بولے مجھے اس نعمت سے قید پسند ہے۔ زلیخا کا دل تو نہ چاہتا تھا مگر تمام لالچ کے ذرائع ختم ہو چکے تھے۔ خیال کیا کہ شاید تکلیف اٹھا کر یہ راہ راست پر آجائے۔ یہ سوچکر عزیز سے کہا کہ تمام مصر کی عورتیں مجھے بدنام کرتی ہیں اس کو دفع کرنے کی صرف ایک شکل ہے۔ کہ یوسف کو قید کر دیجئے نہ یہ ہوگا نہ میری بدنامی ہوگی۔ اور گذشتہ بدنامی بھی دھل جائیگی۔ عزیز کو یوسف کی صداقت تو ظاہر ہو چکی تھی مگر بدنامی کو دفع کرنے کے لئے اس نے یوسف کو جیل بھجوا دیا۔ اسی دوران میں دو اور شخص جیل میں پہونچے ایک شاہی ساقی دوسرا خاص خانساماں۔ ان دونوں پر بادشاہ کو زہر دینے کی سازش کرنے کا الزام تھا۔ ایک روز ان دونوں نے خواب دیکھا اور چونکہ یوسف جیلخانہ میں نیک اور پاکدامن مشہور ہو گئے تھے۔ اس لئے ہر ایک نے اپنا اپنا خواب آپ سے بیان کیا۔ ساقی نے کہا میں نے ایک انگور کا درخت دیکھا۔ اس کی تین شاخیں نکلیں۔ ہر شاخ میں پھل پھول آئے اور اس کے گچھوں میں انگور آئے۔ فرعون کا خاص پیالہ میرے ہاتھ میں تھا۔ میں نے اس میں انگوروں کو نچوڑا۔ اور فرعون کے ہاتھ میں دیا۔ دوسرے نے کہا میں نے دیکھا کہ میرے سر پر تین خوان روٹیوں کے ہیں۔ اوپر کے خوان میں سے پرندے جھپٹے مار کر روٹیاں لئے جا رہے ہیں۔ یوسف نے تعبیر دینے سے پہلے اعلان توحید کیا۔ دین حق کی ہدایت کی اور چند نصیحتوں کے بعد فرمایا تین خوشوں سے مراد تین دن ہیں۔ تین روز کے بعد ساقی اپنے سابقہ عہدہ پر بحال ہو جائیگا۔ اور دوسرے سے فرمایا تین خوانوں سے بھی مراد تین روز ہیں۔ تین روز کے بعد تجھے سولی دیدی جائیگی۔ اور پرندے تیرے سر کا بھیجا کھائیں گے۔ چنانچہ تین روز کے بعد ساقی کو پہلے عہدہ پر مامور کیا گیا۔ اور خانساماں کو پھانسی دیدی گئی۔ یوسف نے ساقی سے کہدیا تھا کہ جب تو فرعون کے دربار میں پہونچے تو میرا حال کہدینا کہ ایک غریب پردیسی جس کو بھائیوں نے غلام بنا کر بیچا۔ پھر مصر میں آکر وہ تیرے عزیز کے ہاتھ فروخت ہوا۔ اس کو عزیز کی بیوی نے تہمت لگا کر قید کرا دیا ہے وہ بےقصور ہے اس کو چھوڑ دیا جائے۔ جس کا مرتبہ زیادہ ہوتا ہے اس کو مشکل بھی زیادہ ہوتی ہے۔ ذرا سی بات پر گرفت کر لی جاتی ہے۔ خدا تعالیٰ کو یہ بات پسند نہ آئی کہ اس کا خاص بندہ دوسروں سے التجا کرے حکم ہوا کہ دوسروں سے درخواست کرنے کی پاداش میں ابھی اتنی ہی اور قید بھگتو گے۔ چنانچہ ساقی جب بحال ہو کر سابقہ خدمت پر پہونچا تو اس کو یوسف ؑ کی یاد بھی نہ رہی۔ چند سال کے بعد فرعون نے ایک خواب دیکھا کہ وہ لب دریا کھڑا ہے دریا کے اندر سے سات موٹی خوبصورت گائیں نکلیں اور میدان میں چرنے لگیں۔ اس کے بعد اور سات گائیں دبلی بدنما دریا سے برآمد ہوئیں اور گھاٹ پر آکر کھڑی ہوئیں۔ اور ان موٹی گاؤں کو کھا گئیں۔ یہ ہیبتناک خواب دیکھ کر فرعون کی آنکھ کھل گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر سو گیا دوبارہ خواب میں دیکھا کہ ایک ٹہنی میں سات بالیاں سرسبز دانوں سے بھری ہوئی نکلیں۔ اور ان کے بعد سات بالیاں اور نمودار ہوئیں۔ جو خشک اور پتلی تھیں۔ خشک بالیاں سبز بالیوں کو لپٹ گئیں۔ اور ان کو کھا گئیں۔ غرض صبح کو فرعون جاگا۔ اور مصر کے تمام کاہنوں اور نجومیوں اور دانشمندوں کو جمع کرکے خواب کی تعبیر دریافت کی۔ سب نے بالاتفاق کہا یہ یونہی واہی خیالات ہیں۔ ہم ان کی تعبیر نہیں دیسکتے اس وقت بحکم الٰہی ساقی کو حضرت یوسف ؑ کی یاد ہوئی۔ فرعون سے فوراً عرض کیا جب میں اور خانساماں قید خانہ میں تھے تو ہم نے وہاں ایک خواب دیکھا تھا۔ وہاں یوسف نامی ایک عبرانی جوان بھی قید تھا۔ اس نے ہماری خوابوں کی تعبیر دی تھی۔ اور جیسی تعبیر دی تھی ویسا ہی ہوا اگر حکم ہو تو قید خانہ جاکر اس سے پوچھ کر آؤں۔ حسب الحکم ساقی یوسف کے پاس آیا اور بادشاہ کا خواب بیان کیا۔ آپ نے فرمایا یہ ایک ہی خواب ہے خدا تعالیٰ نے اس کو دوبار یوں دکھایا ہے کہ یہ واقعہ ضرور ہونے والا ہے فیصلہ الٰہی ہو چکا ہے۔ وہ موٹی سات گائیں اور سات سبز بالیاں ارزانی کے سات سال ہیں۔ ان سالوں میں خوب بارش، خوب پیداوار اور خوب ارزانی ہوگی۔ اور وہ سات دبلی گائیں اور سات خشک بالیاں قحط کے سات سال ہیں۔ ارزانی کی ہفت سالہ مدت کے بعد ہفت سالہ قحط پڑیگا جو گذشتہ ارزانی کے زمانہ کے تمام اندوختہ کو کھا جائیگا۔ فرعون کو چاہئے کہ وہ ایک ہوشیار آدمی دیہات کے بند و بست کے واسطے مقرر کردے تاکہ تحصیلداروں کے ذریعہ سے ارزانی کے زمانہ میں کم سے کم ضروری خوراک کے علاوہ تمام غلہ جمع کر لیا جائے اور پھر قحط کے زمانہ میں اس اندوختہ کو صرف کیا جائے۔ اور چونکہ سات سال تک غلہ کی بقا مشکل ہے گھن کے کھا جانے اور گل جانے کا اندیشہ ہے اس لئے بالیوں میں ہی دانے محفوظ رکھے جائیں۔ جب ہفت سالہ قحط گذر جائیگا تو بارش ہوگی اور خوب پیداوار ہوگی۔ ساقی نے واپس آکر فرعون سے بیان کیا اس نے سن کر بہت پسند کیا اور تمام اشراف نے تائید و تحسین کی۔ فرعون ملاقات کا مشتاق ہوا اور خاص ہرکارہ کو یوسف ؑ کے بلانے کے لئے بھیجا۔ آپنے فرمایا رہائی سے قبل میرے اس جرم کی تحقیق کرلو جسکی پاداش میں مجھے قید کیا گیا ہے۔ مصر کی امیر زادیوں سے دریافت کر لیا جائے کہ ان کے سامنے عزیز کی بیوی نے مجھے بلایا تھا اور ان کے ہاتھ چھری سے کٹ گئے تھے ان سے دریافت کرنے پر حقیقت ظاہر ہو جائیگی۔

چنانچہ بادشاہ نے مصر کی امیر زادیوں کو بلایا اور سب سے دریافت کیا

سبے اور خود عزیز کی بیوی نے یوسف کی پاکدامنی کا اقرار کیا۔ آپ نے تواضع کے طور پر فرمایا میں اس بات سے کچھ اپنا تفاخر نہیں چاہتا۔ میں بھی انسان ہوں۔ میرے ساتھ بھی نفس ہے۔ لیکن اللہ جسکو چاہتا ہے شر سے محفوظ رکھتا ہے۔ غرض آپ فرعون کے پاس گئے۔ فرعون نے آپ کے حسن صورت اور خداداد لیاقت سے سلیقۂ انتظام کا اندازہ کرلیا اور فریفتہ ہوگیا اور کہنے لگا میں نے تجھے اپنی کل رعایا کا مختار کیا۔ بجز تخت نشینی کے اور کوئی مرتبہ تجھ سے باقی نہیں رکھا۔ اب تو میرا نائب اور مختار کل ہے جو چاہے کر۔ اس کے بعد اپنی انگشتری آپ کو پہنا دی۔ آپ نے ملک کا پورا انتظام اور قحط سے مقابلہ کرنے کا بندوبست کیا۔ حضرت یوسفؑ نے سات برس تک خوب کاشت کرائی اور جتنی پیداوار ہوئی سوائے ضروری مصارف کے سب کو خرید کر جمع کرادیا۔ آٹھویں سال قحط شروع ہوا۔ بارش نہ ہوئی۔ مصر اور شام اور کنعان وغیرہ کے لوگ چیخ اٹھے تو یوسفؑ نے مناسب نرخ مقرر کرکے دیسی اور پردیسی سب کو ایک ہی بھاؤ غلہ دینا شروع کردیا۔ البتہ پردیسی کو ایک اونٹ سے زیادہ دینے کا حکم نہ تھا۔ پہلے ہی سال قحط زدہ مخلوق کی کل نقدی خرچ ہوگئی۔ دوسرے سال زیور اور جواہر کے عوض غلہ خرید کر کھایا۔ تیسرے سال چوپائے اور مویشی فروخت کئے۔ چوتھے سال باندی غلام بیچے پانچویں سال تمام جائداد مکانات فروخت کئے۔ چھٹے سال اولاد کو بیچا اور ساتویں سال تمام اہل مصر اپنے آپ کو فروخت کرکے یوسف کے غلام ہوگئے۔ جس ملک میں یوسف غلام ہوکر آئے تھے اُسی ملک کے باشندے یوسفؑ کے غلام ہوگئے۔ اس ہفت سالہ قحط کا اثر چونکہ دور دور تک پہنچ گیا تھا اس لئے کنعان بھی اس سے نہ بچ سکا نیز یہ شہرت بھی چاروں طرف پھیل گئی کہ مصر میں سلطنت کی طرف سے سستی قیمت پر غلہ فروخت ہوتا ہے۔ چنانچہ یوسفؑ کے دسوں بھائی بنیامین کو باپ کے پاس چھوڑ کر غلہ لینے مصر آئے۔ مدت دراز گذر چکی تھی اور کسی کو یوسفؑ کی حالت کے انقلاب کا واہمہ بھی نہ تھا اسلئے کسی نے یوسفؑ کو نہ پہچانا مگر آپ نے پہچان لیا۔ مگر ناواقف بن کر پوچھا تم کون ہو؟ کہاں سے آئے ہو؟ شاید جاسوس ہو۔ اس ملک کی خراب حالت دریافت کرنے آئے ہو؟ بھائیوں نے کہا نہیں ہم جاسوس نہیں بلکہ آپ کے غلام ہیں۔ ایک ہی باپ کے بارہ بیٹے تھے۔ ایک کھو گیا۔ ایک کو باپ کی تسلی کے لئے چھوڑ آئے ہیں اور دس حاضر ہیں۔ کنعان کے رہنے والے ہیں غلہ لینے آئے ہیں۔ آپ نے دس اونٹ غلہ سے بھروا دیئے۔ بھائیوں نے کہا ہمارا گیارھواں بھائی بھی ہے جو باپ کے پاس گھر رہ گیا ہے اُس کا بھی حصہ دیدیجئے۔ یوسف نے کہا یہ بات تو خلاف ضابطہ ہے۔ ہاں اگر سچے ہو تو یہ بات ہوسکتی ہے کہ تم اپنے ایک بھائی کو یہیں میرے پاس چھوڑ جاؤ باقی غلہ لے کر چلے جاؤ اور پھر اپنے چھوٹے بھائی کو لیکر آؤ۔ یوسف چونکہ خود اپنے بھائی سے ملنا چاہتے تھے اس لئے اس کی تدبیریں کیں۔ اول تو اپنی مہمان نوازی ظاہر کرکے وعدہ کیا کہ اگر اب کی مرتبہ بھائی کو لیکر آئے تو ایسی ہی خاطر پھر کی جائے گی۔ دوسرے دھمکی بھی دی کہ اگر نہ لائے تو میں سمجھونگا جھوٹے ہو اور تمہارا حصہ بھی آئندہ سوخت ہوجائیگا تیسرے جو کچھ غلہ کی قیمت (کچھ درہم یا چمڑہ کا سامان وغیرہ) بھائیوں نے پیش کی تھی وہ بھی اُن کے اسباب میں چھپا کر غلہ کے ساتھ اونٹوں پر لدوا دی تاکہ گھر پہونچکر جب اُن کو غلہ کے اندر اپنا سامان ملے تو نبی زادگی کے اقتضا اور دیانت و ایمانداری کے زیر اثر واپس لانے پر مجبور ہوں۔ غرض شمعون کو یوسف کے پاس چھوڑ گیا۔ باقی بھائی لوٹ کر باپ کے پاس آئے۔ کل سرگذشت بیان کی اور بنیامین کو ساتھ بھیجنے کی درخواست بھی کی۔ حضرت یعقوبؑ کیفیت سُن کر رنج ہوا۔ بولے میرا بیٹا تمہارے ساتھ نہ جائیگا اُس کا بھائی مرگیا، وہ اکیلا رہ گیا۔ اگر راستہ میں اسپر کچھ آفت آئی تو تم میرے بڑھاپے کے بالوں کو غم کے ساتھ گور میں اتاروگے۔ کچھ زمانہ اسی میں گذر گیا لایا ہوا غلہ ختم ہوگیا تو یعقوبؑ سے پھر باصرار استدعا کی۔ آپ نے فرمایا اچھا تو پختہ قول قسم کرو اللہ کو ضامن بناؤ کہ جب تک تم خود نہ گھر جاؤ اسکو چھوڑ کر نہ آؤ گے۔ یہودا نے کہا میں ضامن ہوتا ہوں۔ آپ مجھ سے لینا اگر واپس لاکر اُس کو آپ کے پاس نہ بٹھادوں تو ابد تک اس کا گنہگار رہوں۔ حضرت نے قول قرار لے کر بنیامین کو ساتھ کردیا جو نقدی اور سامان غلہ کے بوروں میں ملا تھا اُس کو بھی واپس لے جانے کا حکم دیا۔ کچھ میوے گرم مصالحہ شہد اور روغن بلسان بطور ہدیہ ساتھ کیا اور چونکہ سب بھائی تندرست، حسین اور قوی تھے اس لئے نظر بد کے خوف سے صرف شفقت پدری کے تحت فرمایا کہ ایک دروازے سے سب ملکر ساتھ نہ داخل ہونا۔ اگرچہ یعقوبؑ خوب جانتے تھے کہ تقدیر الٰہی کو کوئی تدبیر پلٹ نہیں سکتی پھر بھی عالم اسباب کا لحاظ کرتے ہوئے شفقت پدری کا اظہار فرمایا۔ جب سب بھائی مصر پہونچے گذشتہ قیمت اور ہدایا تحائف جو کچھ ساتھ لائے تھے شاہی ملاحظہ میں پیش کی۔ بنیامین کو دیکھ کر کہا کیا تمہارا چھوٹا بھائی یہی ہے؟ اس کے بعد فرمایا اے میرے فرزند! خدا تجھ پر مہربان ہے۔ کہنے کو یہ لفظ کہدیا مگر دل بھر آیا ضبط نہ ہوسکا۔ خلوت خانے میں تشریف لے گئے اور خوب روئے۔ کھانا کھلانے کا وقت آیا دسترخوان چنا گیا اور دو دو بھائیوں کو ساتھ بٹھایا گیا۔ بنیامین اکیلا رہ گیا اور یوسف کو یاد کرکے رونے لگا۔ یوسف نے کہا بنیامین کیوں روتا ہے۔ اپنے بھائی یوسف کی بجائے مجھے سمجھ لے کیا یہ بات تجھے پسند نہیں؟ بنیامین نے کہا آپ کو بھائی کہنا میرا فخر ہے۔ مگر آپ میرے باپ یعقوب اور ماں راحیل سے پیدا نہیں ہوئے حقیقی بھائی یوسف کی جگہ کیونکر سمجھے؟ یوسف سے یہ سُن کر ضبط نہ ہوسکا رو دیئے اور بے تاب ہوکر چہرہ سے حجاب ہٹادیا اور بولے تیرا بھائی یوسف میں ہی ہوں بنیامین لپٹ گیا۔ یوسف نے اخفاء راز کی تاکید کردی اور بنیامین کو روکنے کے لئے یہ تدبیر کی کہ ایک شاہی چاندی کا پیالہ بنیامین کے بورے

کے اندر رکھوا دیا۔ جب وہ سب غلہ لیکر روانہ ہوگئے تو پیچھے سے آدمی دوڑایا کہ تم ہمارا پیالہ لے گئے ہو۔ انہوں نے انکار کیا۔ یوسف نے کہا اگر کسی کے سامان میں پیالہ نکل آئے تو اُس کی کیا سزا ہوگی؟ بھائیوں نے جواب دیا ہم چور نہیں دیکھئے ہم نے اپنے اونٹوں کے مُنہ پر جالی لگا رکھی ہے تاکہ کسی کے باغ یا کھیت کا نقصان نہ کریں۔ ہمارا خاندان نبوت کا خاندان ہے اگر ہم میں سے کسی کے سامان میں شاہی پیالہ نکل آئے تو اُس چور کی سزا بس یہی ہے کہ اُسکو غلام بنا لیا جائے۔ حضرت یوسفؑ نے سامان کی تلاشی شروع کرائی۔ ہوتے ہوتے بنیامین کے اسباب میں پیالہ ملا۔ بھائیوں نے بنیامین کو سرزنش شروع کی اور بولے اسی پر منحصر نہیں۔ اس کا بھائی اس سے پہلے چوری کر چکا تھا۔ یہودا چونکہ باپ سے اپنی ضمانت دیکر لایا تھا اس لئے یوسفؑ سے کہنے لگے ہمارا باپ بوڑھا ہے وہ سن کر مرجائیگا اسکی عوض ہم میں سے کسی ایک کو آپ رکھ لیجئے۔ یوسفؑ نے جواب دیا ایسا نہیں ہوسکتا کہ چوری کوئی کرے اور سزا بھگتے کوئی دوسرا۔ پھر سب بھائیوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ اب کیا کرنا چاہئے۔ روبین نے کہا میں تو یہاں سے نہیں جا سکتا تاوقتیکہ براہِ راست اللہ کا حکم میرے پاس نہ آجائے یا باپ کی اجازت نہو۔ تم جاکر والد سے ماجرا بیان کردو اور کہدو کہ ہم نے اپنے علم کے مطابق ضمانت کی تھی۔ غیب کا علم ہم کو نہ تھا۔ آپ کے بیٹے نے چوری کی اور پکڑا گیا ہمارا اس میں کچھ قصور نہیں۔ یہ لوگ کنعان گئے۔ خبر سنائی حضرت یعقوبؑ کو انتہائی صدمہ ہوا۔ روتے روتے آنکھیں سفید اور بے نور ہوگئیں۔ مگر صبر کے سوا چارہ کیا تھا۔ بیٹوں پوتوں نے کہا اب تک آپ اپنی جان دے دینگے۔ یوسف کی یاد آپ کے دل سے جاتی ہی نہیں۔ ہمیں ڈر ہے کہ یہ یاد آپ کی جان لیوا نہ بن جائے۔ حضرت نے فرمایا میں تم کو تو کچھ تکلیف نہیں دیتا اللہ ہی کے سامنے اپنے رنج و حزن کا اظہار کرتا ہوں اور چونکہ حضرت کو بفراست یا بنورِ نبوت یقین تھا کہ یوسف کی گذشتہ خواب کا پورا ہونا لازم ہے بھائیوں سمیت اُس کا زندہ رہنا ضرور ہے اسلئے فرمایا اللہ نے جو علم مجھے عطا فرمایا ہے وہ تم کو نہیں دیا۔ تم کو نہیں معلوم کہ آئندہ کیا ہونے والا ہے۔ اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔ ناامیدی کافر دل کا شیوہ ہے۔ پھر مصر جاؤ اور دونوں بھائیوں کی تلاش کرو۔ حسب الحکم اولادِ یعقوب پھر مصر پہنچی۔ عزیز کے دربار میں حاضری دی۔ باپ کا سلام کہا جو کچھ کھوٹے سکے ساتھ لائے تھے وہ بھی پیش کئے اور چشم پوشی کا احسان کے طالب ہوئے اپنی گرسنگی اور نسل یعقوب کی شکستہ حالی بھی ظاہر کی اور آخر میں باپ کا پیام بھی پہنچایا کہ اے عزیز! میرا ایک بیٹا تو پہلے گم ہوچکا اُس کا چھوٹا بھائی رہ گیا تھا اُس کو آپ نے روک لیا رحم فرما کر اُس کو چھوڑ دیجئے تاکہ میری تسلی ہو۔ اختتام عرضداشت کے وقت یہ بھی کہا کہ ہمارے باپ نے کہدیا ہے کہ اگر بنیامین کو نہ چھوڑیں تو

تو ایسی بددعا کرونگا جس کا اثر تمہاری سات نسلوں تک باقی رہیگا۔ یوسف پیام یعقوب سُن کر ڈر گئے اور اپنے کنبہ کی خستہ حالی دیکھ کر کچھ نہ کر سکے۔ بولے کیا تم کو یاد ہے کہ تم نے اپنے بھائی یوسف کے ساتھ کیا کیا تھا؟ یوسف کا نام سن کر یہ چکرائے کہ عزیز مصر کو یوسف سے کیا واسطہ۔ اس کو اسکی حالت کا کیا علم؟ پھر غور کیا تو کچھ پہچانا ابھی اس لئے بول پڑے کیا سچ مچ تم ہی یوسف ہو؟ حضرت یوسفؑ نے جواب دیا ہاں میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے۔ سب نے اپنے قصور کا اعتراف کیا۔ یوسفؑ نے خطا معاف کی۔ یہ خبر مصر میں مشہور ہوگئی۔ فرعون کو پہونچی۔ اُس نے یوسف سے اُن کے تمام خاندان کو بلانے کی درخواست کی۔ یوسفؑ نے اپنا کرتہ بھائیوں کو دیا۔ بڑا ساز و سامان درست کرکے روانہ کرنا چاہا اور کہدیا کہ میرے باپ کے مُنہ پر یہ کُرتہ جاکر ڈال دینا وہ بینا ہوجائینگے اور یہ بھی کہا کہ اپنے تمام خاندان کو میرے پاس لے آؤ۔ قافلہ مصر سے چل دیا۔ جب کنعان تین روز کی مسافت پر رہ گیا تو حضرت یعقوبؑ کو پیراہن یوسف کی بو محسوس ہوئی پوتوں سے تذکرہ کیا۔ اُنہوں نے دیوانہ بنایا۔ تین روز کے بعد یہودا کرتہ لیکر پہنچ گیا اور جاتے ہی باپ کے چہرہ پر ڈالا فوراً آنکھیں روشن ہوگئیں۔ یہودا نے یوسف اور بنیامین کی خیریت اور مصر میں یوسف کا جاہ و جلال بیان کیا۔ سب بیٹے باپ کے قدموں پر گر پڑے اور عرض کیا ہمارا قصور اللہ سے معاف کرا دیجئے۔ ہم خطاوار ہیں۔ یعقوب نے کہا عنقریب اللہ سے تمہارے لئے دعائے مغفرت کرونگا اور وہ ضرور بخشدیگا۔ اس کے بعد حضرت یعقوبؑ اپنے بیٹوں پوتوں وغیرہ کی ستر اشخاص کی جماعت لیکر مصر کو چل دئے چند منزل پہلے سے یہودا کو یوسف کے پاس بھیجدیا۔ یوسف شاہانہ ٹھاٹ کے ساتھ استقبال کو آئے اور باپ کو لیجا کر اپنے محل میں فروکش کیا اور اپنے تخت پر اپنے باپ اور سوتیلی ماں کو بٹھایا سامنے گیارہ بھائی بیٹھے سب نے آداب وزارت ادا کئے اور تعظیماً جھک گئے۔ یوسف نے کہا آج میرے اُس خواب کی تعبیر پوری ہوئی جو بچپن میں دیکھا تھا۔ پھر حضرت یعقوبؑ کو فرعون سے ملوایا۔ اُس نے ایک قطعۂ اراضی حوالی شہر میں اولادِ اسرائیل کے ساتھ مخصوص کردیا۔ جس کا نام رعمسیس تھا۔ مصر میں تشریف لاتے کے وقت حضرت یعقوبؑ کی عمر ۱۳۰ سال کی تھی۔ بقول اہل کتاب سترہ سال یہاں قیام رہا اور ۱۴۷ سال کی عمر میں وفات پائی۔ انتقال کے وقت یوسفؑ کو وصیت کی کہ مجھے مصر میں دفن نہ کرنا۔ میں اپنے باپ دادا کے گورستان میں سوؤنگا۔ مرنے سے کچھ دیر پہلے اپنی اولاد کو بلاکر توحید اور ملت ابراہیمیہ پر قائم رہنے کی نصیحت کی اور ہر بیٹے کو اُسکے مناسب دعاءِ برکت دی۔ پھر ہمیشہ کے لئے روپوش ہوگئے۔ حضرت یوسفؑ نے کیمیاوی ترکیب سے میت کو محفوظ رکھا۔ مصر کے بڑے لوگوں کا دستور

ہی یہ تھا۔ فرعون کا اشاف اور عمائد شہر اور خاندان یعقوبؑ جنازہ کو لیکر کنعان آئے۔ یہاں پہنچکر خاندانی قبرستان میں دفن کیا۔ حضرت یوسفؑ وزارت پر قائم رہے۔ آپ کے دو صاحبزادے تھے افرائیم اور منشی یا منشیا جب ایک سو بیس برس کا سن ہوگیا تو ایک رات خواب دیکھا کہ ایک نہایت پرفضا مقام ہے وہاں چند کرسیاں رکھی ہیں۔ ابراہیمؑ، اسحاقؑ، یعقوبؑ اور راحیل مختلف کرسیوں پر بیٹھے ہیں۔ یعقوب اور راحیل روکر یوسف سے لپٹ گئے اور بولے فرزند کب تک اپنی راہ دکھائیگا ہم تیرے مشتاق ہیں اب آجا۔ آنکھ کھلی تو روح پر ایک کیفیت طاری تھا۔ عالم قدس میں اپنے بزرگوں سے ملنے کی بیقراری تھی۔ تمام دنیا کے لذائذ فانیہ سے یکلخت دل سرد ہوگیا۔ بیدار ہوتے ہی بارگاہ الٰہی میں دعا کی کہ پروردگار! مجھے سلف صالحین سے ملادے۔ دعا قبول ہوئی۔ وقت وفات بھائیوں سے وصیت کی کہ ایک بار پھر تم کو ملک شام جانا ہے۔ یہاں تم اور تمہاری اولاد کچھ زمانہ کے بعد سنبھلیگی۔ تمہاری زندگی میں ہجرت کرنی پڑے اور یا تمہاری اولاد کی زندگی میں یا نسل اسرائیل میں کسی کی موجودگی میں۔ ایسا واقعہ پیش آئے تو میری میت بھی ساتھ لیجانا۔ وصیت کے بعد وفات ہوگئی۔ مصر میں ماتم بپا ہوگیا۔ لاش کو کیمیاوی ترکیب سے خوشبودار کرکے سنگ مرمر کے تابوت میں بند کرکے سپرد خاک کردیا گیا۔ آپ کی وفات کے بعد مدتوں بنی اسرائیل مصر میں رہتے رہے مصریوں میں ویسے ہی جذبہ وطنی زندہ رہتا ہے۔ مزید برآں کئی سو برس کے بعد جب فرعون موسیٰ کا زمانہ آیا تو جذبہ وطنی کے ساتھ اختلافات دینی بھی ہوگیا۔ بنی اسرائیل حقوق شہریت سے محروم کردیے گئے۔ طرح طرح کے مصائب ان پر ٹوٹ پڑے۔ بادشاہ سے لیکر ادنیٰ مزدور تک سب ان کے مخالف بن گئے۔ یہ ترک وطن پر مجبور ہوئے مگر فرعون کو کھٹکا لگا ہوا تھا کہ اگر یہ ہجرت کرکے شام کو چلے گئے تو وہاں کی حکومت (جو مصر کی سرلیف تھی اور مدت سے مصر پر اس کا دانت تھا) سے ملکر کہیں مصر پر حملہ نہ کریں اسلئے ہر ممکن دباؤ سے روکتا رہا۔ بالآخر خدا نے موسیٰؑ کو مبعوث فرمایا اور فرعون پر غالب کیا آپ بنی اسرائیل کو ساتھ لیکر مصر سے شام کو چلے اُس وقت حضرت یوسفؑ کی ہڈیاں بھی ساتھ لے لیں۔ موسیٰ راستہ ہی میں فوت ہوگئے۔ بنی اسرائیل ہڈیوں کو لے کر کنعان پہنچے اور نابلس کے قریب دفن کیا۔

زلیخا کے متعلق آسمانی کتب خاموش ہیں مگر اہل سیرت نے لکھا ہے کہ یوسفؑ کی زلیخا سے شادی ہوئی تھی۔ دو بیٹے اور ایک بیٹی بھی پیدا ہوئی تھی۔

بیان قصہ کے دوران میں پرنصیحت انگیز عبرت خیز واقعات ہیں تفسیری مطالب بیان کرنے کے وقت ہم اُن کو بیان کرینگے۔

اب ہم آیات کی تفسیر کرتے ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے کہ یہ سورۂ یوسف قرآن مبین کی آیات ہیں۔ ان سے قرآن کی حقانیت، صداقت اور منزل من اللہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔ ایسے واقعات جو جزیرۂ عرب کے نہیں بلکہ بیرون عرب کے ہیں اور حال کے نہیں بلکہ ہزاروں برس کے ہیں اور جن کا علم بجز علماء اہل کتاب اور خاص خاص مورخین کے عام نہ تھا ایک امی ان پڑھ مکہ کا باشندہ کس خوبی سلاست اور صداقت کے ساتھ بیان کر رہا ہے۔ اگر یہ غیبی الہام نہیں تو اور کیا ہے۔ ان آیات اور نشانیوں کی صداقت دیکھ کر پورے قرآن کی حقانیت کا یقین کرلینا چاہئے اور خود سمجھ لینا چاہئے کہ قرآن اللہ کی واضح اور روشن کتاب ہے۔ حق و باطل اور حرام حلال میں امتیاز کرنے والی اور اچھے برے راستہ کو بتلانے والی ہے خواہ نہیں۔ رہی یہ بات کہ جب یہ آسمانی کتاب ہے تو عربی زبان میں کیوں نازل کی گئی۔ دوسری زبانوں پر عربی کو کیوں ترجیح دی گئی تو اس کی وجہ ظاہر ہے۔ ایک تو صاحب کتاب عرب ہے پھر جس ملک میں پیدا ہوا اُسکے باشندوں کی زبان عربی ہے اور پھر عربی زبان بھی الفاظ مبادی اور مشتقات کے اعتبار سے طویل الذیل ہے۔ اگر کسی اور زبان میں نازل کی جاتی تو کافی طور پر سمجھ میں کیسے آتی۔ کھلے طور پر فہمایش تو عربی زبان میں ہی ہوسکتی تھی۔ لہٰذا سوچنے سمجھنے اور غور کرنے کے لئے قرآن کو عربی زبان میں نازل کیا گیا۔

اس کے بعد فرماتا ہے کہ چونکہ ہم نے یہ قرآن بذریعۂ وحی تم پر نازل کیا۔ قرآن تمام آسمانی کتابوں میں اکمل (افضل اور اعلیٰ ہے) اس لئے قصہ وہ بیان کرتے ہیں جو تمام قصوں سے مور تفسیر اور نتیجہ کے اعتبار سے اچھا ہے۔ ظاہر ہے کہ دنیا میں افضل گروہ انبیاء کا ہے۔ پھر کسی نبی کی ابتداء سے اور آغاز عمر سے آخری حصہ عمر تک ایسے واقعات اور انقلابات سے واسطہ نہیں پڑا جیسا حضرت یوسفؑ کو پڑا لہٰذا بہترین قصہ اگر کوئی ہوسکتا ہے تو یوسفؑ کا ہے۔ اس کے اندر تقریر حسن و عشق کی کرشمہ سازیوں کا تذکرہ بھی ہے۔ تصویر انقلاب بھی ہے۔ عصمت اور عظمت کا اظہار بھی ہے۔ قدرت الٰہی کی ہمہ گیری کا بیان بھی اور مسلمانوں کے لئے درس بصیرت بھی ہے۔ بادشاہوں سے لیکر غلاموں تک کے واقعات و معاملات، عورتوں کی مکاری، دشمنوں کی ایذا پر صبر، قدرت ہوتے ہوئے درگذر، حبیب و محب کے اشارات وغیرہ سب کچھ مفصل طور پر بیان کیا گیا ہے۔

اس کے بعد فرماتا ہے اے نبی تم وحی اور نزول قرآن سے پہلے قصہ سے واقف بھی نہ تھے۔ یعنی یہ قرآن قطعی طور پر الہامی اور آسمانی ہے۔ تمہارا ساختہ نہیں۔ تم کو کسی نے یہ قصہ نہیں بتایا کسی کو شک نہ چاہئے کہ رسول خود اپنی طرف سے بیان کررہے ہیں یا کسی کتابی سے پوچھ کر ظاہر کرتے ہیں۔

ماہوار جریدہ
مولوی
مدیر مسئول عبد الحمید خاں
سالانہ
فی پرچہ
دو آنہ
2
ONE RUPEE INDIA 1916
شعبان کا پرچہ
شاید دیر سے نکلے۔ یا کم صفحات کا نکلے۔ کیونکہ کاغذ نہیں ملا۔ گورنمنٹ نے پرمٹ
تو دیا مولوی کے ۳۲ صفحات کا لیکن کاغذ کی کمپنی کے پاس جو اس ماہ میں کاغذ ملا ہے وہ آدھا
کم ہے کہ ہم سب کو ½ ملیگا یعنی ۱۶ صفحہ کا۔ شاید کاغذ اور آ جائے تو پرچہ بر وقت شائع ہو جائے
دشواری یہ ہے کہ ہم چور بازار سے بھی تو کاغذ نہیں خرید سکتے کہ یہ بھی جرم ہے۔ امکانی
صورتیں جو کچھ ممکن تھا کر چکا۔ اب تو فقط دعا کا کام رہ گیا ہے دعا فرمایئے کہ اللہ
اس جنگ کی مصیبت کو ختم فرما دے کہ دنیا کو سکون میسر ہو۔
مینیجر رسالہ مولوی عبد الحمید خان کوچہ چیلان دہلی

کمزوری ختم ۔ جوانی آگئی

رِی جووین استعمال کرو۔ اس عجیب اور حیرت انگیز ایجاد نے سائنس کی دنیا میں ہیجان پیدا کر دیا ہے۔ کیونکہ جب انسان طاقتیں زیادہ دن تک بُرے طریقوں سے ضائع ہو جاتی ہے تو بہت ہی کمزور ہو کر مایوس ہو جاتا ہے۔ پھر دوبارہ برباد کی ہوئی کو حاصل کرنا چاہتا ہے۔ وہ جوانی کی امنگوں کو پھر ایک بار دیکھنا چاہتا ہے۔ وہ راتوں کی تنہائی میں اپنے کئے پر پچھتاتا ہے۔ ہزار استعمال کرنے کے بعد بھی وہ زندگی کو ختم کر دینے کا ارادہ کر لیتا ہے۔ کیونکہ اس کو ناکامی ہوتی رہتی ہے۔ یہ تمام کمزوریاں بچپن کی خراب عادتوں کے باعث ہوتی ہیں۔

دُنیا کو حیران کر دیا مدت مدید سے یہ بات ہر شخص کے کان میں گونج رہی ہے کہ ری جووین کورس ہی صدی میں نامردی۔ سستی۔ کم خواہشی۔ ڈھیلا پن۔ پتلا پن۔ شرمندگی۔ جمی۔ کجی۔ قطرہ کا دل و دماغ۔ گردہ۔ مثانہ۔ دھات کا پتلا پن کا لاثانی علاج ہے۔ اور آج تک اس علاج سے بے شمار نامرد تندرست ہو ہیں۔ اور وہ اپنے گھروں کے لئے جوانی کا ایک نمونہ بنے ہوتے ہیں۔

یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کیونکہ جہاں سائنس کی مدد سے دنیا میں انقلاب برپا ہو رہا ہے وہ ہی سائنس کی ایجا انسانی جسموں کے اندر بھی تہلکہ پیدا کر رہی ہے اور اس کورس کے استعمال سے انسان سات کے اندر کیا کچھ بنجاتا ہو اس کا تحریر میں نہیں کیا جا سکتا۔ یہ کورس مردہ جسم میں زندگی کی روح پھونک دیگا۔ پہلی خوراک کا اثر ہی آپ کو حیرت میں ڈال دیگا اپنے اندر ایک چمک اور برقی رَو دوڑتے ہوئے دیکھنے لگیں گے۔ سوئی ہوئی رگوں میں ہلچل اور مردہ پٹھوں میں تناؤ اور سختی پیدا اس برقی اثر علاج سے سات دن کے اندر ایک وہ بڈھا بھی جو اپنی جوانی سے بالکل کنارہ کش ہو چکا ہو طاقت سے جھومنے لگے

رِی جووین کورس کو آیورویدک اور یونانی طب کے فلاسفروں نے بڑے غور و فکر کے بعد برسوں کی محنت سے ایجاد جس کا صلہ اس ایجاد کی بدولت یہ مل رہا ہے کہ ہزار ہا مایوس انسان عبادت کے وقت موجدوں کو دعائیں دیتے ہیں۔

اس حقیقت سے آج کسی کو انکار نہیں کہ اگر قوت مردمی میں کچھ بھی کمزوری محسوس ہونے لگے تو ری جووین کی پوری طرح قبضہ میں کیا جا سکتا ہے اور ناکامی شرمندگی ہمیشہ کے لئے دور ہو جاتی ہے۔ اور ایک ہفتہ پرہیز کے ساتھ استعمال کرنے پر انسان برسوں تک "مرد" بنا رہتا ہے۔ اس کورس میں دو دوائیں ہوتی ہیں ایک کھانے کی اور ایک لگانے کی اور استعمال ایک ساتھ شروع ہوتا ہے۔ پورے کورس کی قیمت پانچ روپے ۵/- ہے۔ ڈاک خرچ گیارہ آنے علاوہ آرڈر کے ساتھ مرض کی کیفیت ضرور لکھیں اور اس بات کا اقرار کریں کہ سات دن تک ضبط سے کام لیا جائیگا۔

اکسیری دواخانہ کلاں محل ۔ پوسٹ بکس ۱۱۲ ایم ڈی (دہلی)

رجب شعبان رمضان

علی العموم یہ تین ماہ زکوٰۃ و خیرات کے لیے مخصوص ہیں۔ حالات اور گرانی نے بہت پریشان کر رکھا ہے ان چار برسوں میں سب کچھ بیچ کر کھا چکا اور مولوی پر لگا چکا۔ اب صرف

اورنگ زیبی حمائل رہ گئی ہے یہ جس قدر آپ ہر ماہ زیادہ خرید لیتے ہیں اتنا ہی میرا ذاتی گزارہ آسان ہو جاتا ہے۔ ایک روپیہ ہدیہ ہے ۲۰۰ صفحات ہیں ہر جلد کے نکال کر ۱۰ مجھے ملتے ہیں جو کاغذ کے دام بھی نہیں۔ اس لیے اپنی دینے والی زکوٰۃ میں سے یہ مجھے سمجھ کر یہ حمائل منگا لیجیے اور کسی کو بطور تحفہ کے دیدیجیے میری ضروریات ذاتی کی کفالت بھی آپ کے ذمہ ہے مفت تو ایک پیسہ بھی نہیں لونگا یہی مدد بہت ہے کہ آپ بلا ضرورت یہ سمجھ کر اورنگ زیبی حمائل منگا لیجیے اور کچھ نہیں تو ایک تاریخی یادگار کے طور پر اپنے پاس ضرور رکھیے

بہت بڑا قرآن کمزور نگاہ والوں کے لیے بہت جلی قلم تفسیر والا قرآن ترجمہ تفسیر اسی کا جن کی تفسیر مولوی میں ہر ماہ چھپ رہی ہے قلم اتنا جلی جیسے اس صفحہ کی سرخی مولوی سے دوگنی تقطیع مجلد چرمی پشتہ سات روپے مجلد چرمی ۸ روپے

مولوی اشرف علی کے ترجمہ والا قرآن حاشیہ پر شان نزول مولوی کے برابر تقطیع کاغذ مولوی جیسا خانشدہ متن ابتدا میں ۴ صفحہ معلومات قرآنی کے لیے مخصوص ہدیہ مجلد پارچہ ڈھائی روپے مجلد چرمی تین روپے ہر پارہ مجلد پانچ روپے

مترجمہ عبد القادر مولوی سے ذرا بڑی تقطیع ۱۷ سطرین ترجمہ مولانا شاہ عبد القادر صاحب خانشدہ متن مجلد پارچہ ابتدا میں ۴۴ صفحہ کا ایک مقدمہ جس میں پوری معلومات قرآنی ہے ہدیہ مجلد پارچہ ڈیڑھ روپیہ

بچوں کا قرآن ... صفحات مولوی سے نصف تقطیع حروف الگ الگ مرجانا نقاط اس میں کتابت کی بڑی خوبی یہ ہے کہ اس کے لکھے ہوئے حروف الگ کتر لیے جائیں تو بالکل حروف تہجی ہو جائیں اس لیے بچہ آسانی سے پڑھ لیتا ہے ہدیہ مجلد ...

مترجم حمائل کاروسانز ترجمہ حضرت شاہ عبد القادر صاحب خانشدہ متن، قلم خاصہ موٹا صاف اردو ترجمہ۔ ۷۵۰ صفحات کاغذ اعلیٰ قسم گلیزڈ اور بسوط کاغذ کی قیمت سے بھی کم ہدیہ یعنی مجلد پارچہ اعلیٰ قسم صرف ایک روپیہ

رنگین پنجسورہ نہایت اعلیٰ کاغذ سہ رنگی طباعت آج کل چھپے تو ایک روپیہ سے زائد لاگت آئے، سورہ یاسین، سورہ فتح، سورہ رحمٰن، سورہ واقعہ سورۃ الملک، سورہ المزمل، سورۃ النبا نو دو نام باری تعالیٰ دعا گنج العرش مجلد ۸

بڑی دلائل الخیرات ... صفحات جیبی تقطیع ترجمہ و حاشیہ از مولانا محمود حسن مترجم بڑے پایہ کی کتاب درود شریف کے اوراد اس کتاب میں ہیں جسکا مدام پڑھنے والا زیارت رسول سے مشرف ہوتا ہے خانشدہ مجلد ایک روپیہ

نماز کی سب سے بڑی کتاب ۴۶۰ صفحات از جناب مولوی نذیر الحق صاحب میرٹھی معلومات نماز کے لیے اس سے بڑی اور مستند کتاب کسی زبان میں آجتک نہیں چھپی ایک سال میں دو ہزار فروخت ہوئی ہے۔ مجلد دو روپے

اسلامی مسائل ... صفحات امام الفقہ امام محمد بن یوسف کی تالیف اسلامی مسائل کی پوری کتاب جس میں عبادات معاملات اعمال غرضکہ زندگی کے ہر شعبہ کے متعلق اسلامی حکم اس کتاب میں ہے قیمت مجلد ایک روپیہ

اسلامی معاشرت یہ دو سو صفحہ کی کتاب ہے کاغذ اعلیٰ مولوی شریف احمد صاحب مراد کی تالیف مسلمان بحیثیت انسان اور متمدن انسان کیسا ہونا چاہیئے یہ اس کتاب سے معلوم ہوگا ہر بات قرآن سے ہی یا حدیث سے قیمت بارہ آنے

بیان القرآن از جناب مولوی عبد الباری صاحب فرنگی محلی جس میں قرآن مجید کی عظمت کے فضائل پوری معلومات اور سو فیصدی مجربات اعمال ...

تراجم احادیث (۱) بخاری شریف ۳ جلدین ۸ روپے (۲) مسلم شریف ۲ جلدیں پانچ روپے ترمذی شریف ۲ جلدیں ساڑھے پانچ روپے ابو داؤد ۲ جلدیں پانچ ابن ماجہ ایک جلد تین روپے صرف اردو ترجمہ ہے کاغذ اچھا مجلد چرمی سب کتابیں متن

بڑی مشکوٰۃ حدیث کی دس صحیح کتابوں کا عطر دو جلدوں میں پہلی جلد پانسو صفحات ۲۲۰۰ حدیثیں دوسری جلد ۲۳ سو احادیث اور ایک ہزار راویوں کے حالات کاغذ اعلیٰ مجلد چرمی پانچ روپے کاغذ رسمی مجلد پارچہ چار روپے

تجرید بخاری بخاری شریف کا خلاصہ ۸۰۰ صفحات کاغذ مولوی سے ادنیٰ ۱۲۰۰ حدیثیں ابتدا میں امام بخاری کے حالات اور حدیث پڑھنے اور یاد رکھنے کا اجر ظاہر ہے اس لیے یہ مختصر کتاب ضرور منگا لیجیے۔ مجلد دو روپے

کتاب الاسلام فقہ حنفی کی سب سے بڑی کتاب بارہ سو صفحات اسلامی معلومات کی اتنی بڑی کتاب اردو زبان میں نہیں اس میں اسلام کی عقلی اور نقلی پوری معلومات ہیں پانچویں دفعہ چھپی۔ ۱۲۰۰ صفحات کاغذ اعلیٰ مجلد چرمی پانچ روپے

اسلامی میاں بیوی ... صفحات از مولانا مراد مارہروی میاں بیوی کے تعلقات کی سب سے بڑی تاریخ اور خوش اسلوب زندگی کا بہترین پروگرام اسلامی میاں بیوی کا مذہبی درجہ اور بہترین راہ نما کتاب ہے قیمت ایک روپیہ

ساجن موہنی ۲۰۰ صفحات از حضرت خاموش ایرانی، خاوند کو قبضہ میں کرنے کے لیے عصمت کے بعد سلیقہ شعاری ہے اور دوسرے حسن صورت اس کتاب سے یہ دو خوبیاں بدرجہ اتم ہو جاتی ہیں اور گھر جنت بن جاتا ہے قیمت آٹھ آنے

قاعدہ یسرنا القرآن ۲۴ صفحات از ملک منظور احمد صاحب بچوں کو قرآن شریف پڑھانے کا طلسمی قاعدہ ایک بار یہ قاعدہ بچوں کو سمجھا کر پڑھا دیجیے پھر قرآن شریف وہ خود پڑھ لیں گے بشرطیکہ بچوں کا قرآن دیا جائے قیمت ۵

بچوں کی عقل کی کتاب ۸۰ صفحات از ایم اے فاروقی اردو قاعدے کے بعد یہ کتاب بچوں کو پڑھایئے اس سے عقل تیز اور ذہن رسا ہو جاتا ہے کیونکہ اس میں ۷۴ باتصویر سبق ہیں اور وہ سب باتیں ہیں جن سے بچہ دو چار ہوتا ہے ۴

سلسلہ تعلیم الاسلام از حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب صدر جمعیۃ علمائے ہند چار حصے یکجا مجلد بچوں کو اسلامی عقائد اور عبادات کی تفصیل ذہن نشین کرنے میں لاجواب کتاب ہے ہر بچہ کو یہ کتاب ضرور پڑھائی جائے مجلد یکجا قیمت ۱۲

خوبان جہان ۲۴۶ صفحات از مولانا شریف احمد صاحب مراد مارہروی دنیا بھر کی چیدہ چیدہ اور ممتاز خواتین کے حالات جن کی وجہ سے حکومتوں میں انقلاب آگئے ہر عورت ہر صنف کے حسن سے مالا مال ہے بڑی دلچسپ کتاب مجلد ڈیڑھ روپیہ

شب عروسی ۲۴۰ صفحات باتصویر از سردار علی صاحب صابری نئی شادی لڑکوں لڑکیوں کو یہ کتاب ضرور پڑھنی چاہیے تاکہ ابتدا ہی سے زندگی کا پروگرام دلکش اور دلاویز بن جائے بڑی پرلطف اور سبق آموز کتاب ہے۔ قیمت ایک روپیہ

عورت ۲۲۴ صفحات باغ عالم کے سب سے خوبصورت پھول عورت کی داستان جب وہ بیوی ہوتی ہے یا ہونا چاہتی ہے اور اس کے تاثرات ذہن کے مختلف مراحل میں جداگانہ ہوتے ہیں۔ نیز ایک اچھی بیوی کیونکر بنا کرتی ہے۔ یہ ہر گھر میں ہونی چاہیے قیمت ۱۲

شب نامچہ عروسی ۱۷۰ صفحات نسیم بیگم کا شب نامچہ جس میں سہاگ کی چند راتوں کا ذکر ہے اور بتلایا ہے کہ ان عورتوں نے ابتدائی راتوں میں کیونکر خاوند کو شیشہ میں اتار کر مستقلاً اس کو رام کر لیا قیمت بارہ آنے

طلوع شباب عورت جب جوانی کے باغ میں پہلا قدم رکھتی ہے اس وقت سے اس کے باغ حسن میں نت نئی بہار آتی ہے اس کا حال قیمت ایک روپیہ

پرنٹر و پبلشر عبد الحمید خان نے میرزا محبوب بیگ صاحب کے محبوب المطابع اردو بازار جامع مسجد میں چھپوا کر دفتر رسالہ مولوی کوچہ چیلان دہلی سے شائع کیا

ربنا لاتؤاخذنا ان نسینا او اخطانا

مولوی دہلی

جو ہر اسلامی مہینے کی بارہ تاریخ کو حمیدیہ پریس کوچہ چیلان دہلی سے شایع ہوتا ہے

جلد ۲۶ | بابت ماہ رجب المرجب سنہ ۱۳۶۲ھ | نمبر ۱

شذرات

مسٹر جناح کے خلاف ہندو پروپیگنڈا

مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس میں مسٹر جناح نے فرمایا تھا۔ "کہا جاتا ہے کہ گاندھی جی مسلم لیگ سے مفاہمت پر آمادہ ہیں اگر یہ صحیح ہے تو مجھ سے زیادہ کون اس کا خیر مقدم کریگا اگر ابھی ان کا دل تبدیل ہو چکا ہے تو وہ اس کا مظاہرہ کریں وہ براہ راست مجھے کیوں نہیں لکھتے اگر وہ مجھے لکھیں تو اس حکومت میں اتنی جرأت نہیں کہ وہ میرے نام ان کے خط کو روک سکے"۔ اس پر گاندھی جی نے مسٹر جناح کو خط لکھا اور حکومت نے اسے روک لیا اتنی بات تھی کہ اس پر ہر طرف سے لے دے شروع ہو گئی اور ہندو حلقوں اور ہندو پریس کی طرف سے نہ صرف یہ کہ مسٹر جناح پر شدومد کے ساتھ اعتراض کئے جانے لگے بلکہ طعن بھی دیئے گئے مذاق بھی اڑائے گئے اور پھبتیاں بھی کہی گئیں کہ بڑا طنطنہ تھا اور بڑے زعم میں یہ الفاظ کہے گئے تھے اب کیوں خاموش ہیں اس ذلت کو کیوں گوارا کئے بیٹھے ہیں حکومت نے ان کا چیلنج قبول کر لیا اب کچھ ہمت ہو تو میدان میں آئیں اور حکومت نے اپنی اس حرکت سے انہیں اور ان کی لیگ کے وقار کو ٹھکرایا ہے اس کا جواب دیں لیکن مسٹر جناح میں اتنی ہمت کہاں وہ تو شیر قالین ہیں وہ کب کسی قربانی اور شکر پر آمادہ ہو سکتے ہیں جس ہندو اخبار کو دیکھئے اسی قسم کے پروپیگنڈے سے بھرا ہے ہندو صحافت کو ہم بخوبی سمجھتے ہیں ان کا مطلب ہی اس سے یہ ہے کہ لیگ بھی اتنی سی بات پر حکومت سے ٹکرا کر پاش پاش ہو جائے اس کے لیڈر جیلخانوں میں بند کر دیئے جائیں پاکستان کیلئے کوئی کوشش نہ ہو سکے اور اس کا خواب پریشان ہو کر رہ جائے جو کام پالیسی فریب اور طاقت سے نہ نکل سکا اسے طعنوں سے نکال لیا جائے لیکن اگر غیر جانبدارانہ نظر سے دیکھا جائے تو الزام حکومت پر ہے یا گاندھی جی پر گاندھی جی کو نظربند کر دیا اور بزعم خود چالیس کروڑ افراد کے لیڈر اور ایک منظم اور دولتمند اور ہندوستان کی سب سے بڑی اور کارفرما قوم کے لائق معتمد اور نامور فرزند ہیں انہوں نے حکومت سے ایک بار نہیں بار بار ٹکرا کر کونسا فائدہ اٹھا لیا مسٹر جناح نے تو جو کچھ کہا وہ سب کے سامنے ہے لیکن خود گاندھی جی اور ان کے معتقدین پر تو دور کی اور پہلے کی باتیں تو چھوڑ دیجئے ابھی نظربندی سے چند ماہ پیشتر ہی اپنی اپنی تقریروں اور تحریروں میں حکومت کو کیا کچھ نہ کہہ ڈالا تھا کونسی دھمکی تھی جو اٹھا رکھی گئی تھی علانیہ کہا جا رہا تھا کہ انگریز ہندوستان سے بوریا بستر باندھ کر چلدیں ملک سے نکل جائیں بغاوت ہمارا پیشہ ہے جلسے بھی کئے قرار دادیں بھی منظور کریں مگر اس کا کیا نتیجہ حاصل ہوا تو کیا پایا ریلوے سے پٹریاں اکھاڑنے لیٹر بکس جلانے تار تیلیفون کو آگ لگانے اور شور و شر برپا کرنے کا معاملہ تو اول تو یہ کوئی دلیرانہ اور مفید حرکت نہ تھی مفت میں سینکڑوں نوجوانوں کی زندگیاں برباد کیں اور اگر کہا جائے کہ حکومت سے ٹکر کے بھی نتائج سودمند ہوتے ہیں تو استقلال بھی دکھایا ہوتا مٹا نہ سکتے تھے تو مقصد کے عشق میں مٹ ہی جاتے جانے دیجئے اسے بھی ان کے خلاف ریزولیوشن میں حکومت نے کیا کیا نہ لکھا کسے خبر تھی کہ اتنی بڑی منظم اور سوراج کی مدعی قوم نے کیا کر کے دکھایا جو مسٹر جناح پر آوازے کسے جا رہے ہیں حکومت تو نہ ہندوؤں کی دوست ہے اور نہ مسلمانوں کی اس کے سامنے تو صرف اس کے فرمانروایانہ مقاصد ہیں اس کے پاس پوری قوت ہے جو چاہتی ہے کرتی ہے فی الواقع گاندھی جی کی چٹھی کو روک لینا ایک جابرانہ اور نازیبا حرکت تھی خود ہم نے اسی وقت اس پر اپنی ناخوشی کا اظہار کیا تھا اگر دونوں کو ملاقات کا بھی موقع دیدیتی تو اس میں اس کا کچھ نہ بگڑتا اس کے بعد اصل بیان کا تجزیہ کیجئے مسٹر جناح نے فرمایا تھا کہ اگر مفاہمت پر آمادہ ہیں دل تبدیل ہو چکا ہے تو مجھے لکھیں گاندھی جی پبلک لیڈر ہیں پبلک معاملہ تھا کوئی رازدارانہ امر تھا جو ظاہر نہ کیا جا سکتا تھا وہ اپنی چٹھی میں تصدیق کرتے کہ جو آپ نے سنا ہے یا کہا جاتا ہے وہ صحیح ہے مفاہمت پر آمادہ ہوں تبدیل قلب کا مقصد اس کے سوا اور کیا تھا اور کیا سمجھا جا سکتا ہے کہ وہ اب پاکستان کی بنیاد پر سمجھوتہ کا تہیہ کئے ہوئے ہیں جتنے فتنے اٹھے اور شورشیں ہوئیں وہ آخر پاکستان یا تقسیم ہند کے اصول کو مسترد کرانے کے لئے ہوئیں بڑے لوگوں کی بڑائی یہی ہوتی ہے کہ وہ اپنی انسانی لغزشوں کی پردہ پوشی پر مصر نہیں ہوا کرتے کھلے دل سے اس کا اعتراف کیا کرتے ہیں یا اعتراف کر لیتے اور پاکستان کی بنا پر مفاہمت پر آمادگی کا اظہار فرماتے تو حکومت خود اعلان کر چکی ہے کہ کسی مقبول فریقین اسکیم کے منظور کرنے میں اسے تامل نہ ہوگا تو حکومت غالباً چٹھی کو نہ روکتی بہر کیف یہ باتیں جذباتی باتیں ہیں ان سے کوئی نتیجہ مترتب ہونے والا نہیں اصل چیز ملک کے جمود کو دور کرنا ہے اور ہندو مسلمانوں کو متفق کرنا کسی اچھی خدمت کے لئے یہ ضروری نہیں کہ اسے کوئی اچھا ہی آدمی انجام دے اگر وہ نظربندی کی وجہ سے مجبور ہیں تو اور بکثرت ہندو لیڈر تو موجود ہیں وہی آگے بڑھیں پاکستان کی بنیاد پر مفاہمت کر لیں یہ اتنا بڑا معاملہ ہے کہ تنہا کانگریس کچھ نہیں کر سکتی اس کی کارفرمائی جہاں سمجھا موجود ہے سر سپرو ہیں مسٹر راجا جی ہیں سب مل کر مفاہمت کر لیں آج جمود دور ہو تو سب گاندھی جی بھی رہا ہو گئے ہیں اور سارا جھگڑا ختم ہو جاتا ہے ہو گا یہی جو ہم لکھ رہے ہیں لیکن بہت سی رسوائیوں کے بعد ہو گا اسلئے کہ وہ حکومت ہند میں آزاد جو تھائی حصہ کے لئے کوشاں ہیں یہی ان کی آبادی کا تناسب ہے کم و بیش کا سوال ہی نہیں افسوس ہے کہ فضول مباحث میں وقت ضایع کیا جا رہا ہے کام کی بات نہیں کی جاتی۔

اکھنڈ ہندوستان اور مسلم نظریہ

پراونشل مسلم کونسل کے اجلاس کراچی میں تقریر کرتے ہوئے مسٹر جناح نے ہندوؤں کی طرف سے پاکستان کی بہ شدت مخالفت کا جواب دیا اور فرمایا کہ اکھنڈ ہندوستان کی ہندو تحریک کامیاب ہی ہو جائے اور حکومت اقتدار و اختیار کی عنان ان اکھنڈ دیوتاؤں کی خواہشات اور شرائط کے عین مطابق ان کے حوالے کر دی جائے تو کیا صورت ہوگی؟ یہ ہوگی کہ اکھنڈ ہندوستان کی مرکزی اسمبلی یا پارلیمنٹ میں قطعی طور پر ہندوؤں کا غلبہ ہو جائیگا اور صوبجاتی خودمختاری جہاں تک مسلم صوبوں کا تعلق ہے ایک فریب محض رہ جائیگی اور انہیں ہندو مرکز کے ہر حکم کے

سامنے سر جھکانا پڑے گا۔ ظاہر ہے کہ اگر مرکز کی پارلیمنٹ میں چھ سو ممبر ہونے ہیں تو ان میں مسلمانوں کی تعداد ڈیڑھ سو اور زیادہ سے زیادہ دو سو تک ہو سکتی ہے اگر یہ تمام بھی ہیں جداگانہ طریق ہی پر منتخب ہوئے سچے نمایندے بھی ہوئے تو ظاہر ہے کہ چار سو کے مقابلہ میں ان کی کیا چلیگی ہندو جو قانون چاہیں گے اپنی کثرت آراء سے منظور کر لیں گے بنگال پنجاب سندھ اور سرحد کے جس قانون کو چاہیں گے مسترد کر کے رکھدیں گے اور مسلمان بالکل ان کے رحم پر ہوں گے اسی تصور کے پیش نظر مسٹر جناح نے فرمایا کہ "میں آج اس پلیٹ فارم سے غیر مشتبہ الفاظ میں اعلان کرتا ہوں کہ ہم اس امر کے لئے ہرگز تیار نہیں کہ برطانی آقاؤں کے بدلے ہندو آقاؤں کو قبول کر لیں ہم اس ذلت پر موت کو ترجیح دیں گے اسلئے کہ ہمیں ہندو ذہنیت کا پورا تجربہ ہے اور ہم جوش آزادی میں کسی طرح ہندوؤں سے پیچھے نہیں اور مسلمانوں نے ہی اسکے لئے بڑی قربانیاں کی ہیں۔ مسٹر جناح نے بجا طور پر فرمایا کہ مسلمان حقیقی آزادی چاہتے ہیں اور وہ اپنے معاملات میں غیر جانب کی مداخلت ہرگز گوارا نہیں کر سکتے یہ چیز صرف پاکستان ہی میں ممکن ہو کہ اس طرح جو تہائی ہندو مسلمانوں کے ماتحت آ جائیگا۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ مسلمانوں کی نجات کا راز صرف پاکستان ہی میں مضمر ہے حالات نے وہ صورت اختیار کر لی ہو کہ اگر خدانخواستہ پاکستان حاصل نہ ہو سکا تو پھر مسلمانوں کے پنپنے کی کوئی صورت نہ رہیگی مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اپنی تمام تر کوششیں پاکستان کے حصول کی سعی کے لئے وقف کر دیں کہ انکی ترقی کا راز اسی میں مضمر ہے

مشرقی تہذیب کی برتری

مس ہیکڑ ایم اے ایک ہوشمند اور نکتہ رس یورپین خاتون ہیں جو کچھ عرصہ ترکی مصر اور ایران میں رہنے کے علاوہ بارہ سال سے بمبئی میں مقیم ہیں ہر جگہ کے تمدن و معاشرت کا مطالعہ گہری نظر سے کیا ہے اس کے بعد لکھا ہے کہ میں صفائی کے ساتھ کہنا چاہتی ہوں کہ مشرقی تہذیب مشرقی تمدن اور مشرقی وضع اپنے محاسن کے اعتبار سے یورپ سے ہزار درجہ بہتر ہے یورپ کی عورتوں میں لحاظ مروت قربانی مہمان نوازی اور ایثار کی خوبیاں بہت ہی کم ہیں یورپین عورت زیادہ تر اپنے ذاتی مفاد اور ذاتی عیش و آرام کو پیش نظر رکھتی ہے اور وہ اس معاملہ میں کسی کی رعایت و مروت پسند نہیں کرتیں انتہا یہ ہے کہ شوہر یا والدین کے ساتھ بھی ان کے تعلقات تقریبًا تجارتی قسم کے ہوتے ہیں لطف یہ ہے کہ یورپین خواتین ان برائیوں کو سرے سے محسوس ہی نہیں کرتیں اور اس کے خلاف ہر مشورہ کو وہ ایک احمقانہ مشورہ سمجھتی ہیں یہ ضرور ہے کہ وہ نہایت ہوشیار اور محنتی ہیں گھر کا انتظام خوب کرتی ہیں ظاہری صفائی کا وہ بہت خیال رکھتی ہیں۔

اس کے خلاف مشرقی عورتوں اور بالخصوص مسلم عورتوں میں شرم و حیا عفت و عصمت ایثار قربانی مہمان نوازی دعزیا پروری لحاظ و مروت وضعداری شوہر پرستی اور خاندانی ہمدردی و اطاعت مذہب کی تمام تر خوبیاں بدرجہ اتم موجود ہیں عربی ترکی اور ایرانی عورتوں میں جرأت و شجاعت اور جانبازی و سرفروشی کے جذبات بھی بہت زیادہ ہیں یہ حالات ہیں اس کے بعد مسلمانوں کا عہد زوال کہا جا سکتا ہے جبکہ مسلمانوں سے مذہبی گرفت ڈھیلی ہو چکی ہے اور یورپین تمدن دنیا بھر کو متاثر کر رہا ہے ورنہ آج پچاس برس پیشتر تک یہ حالت تھی کہ مس صاحبہ اس کی جھلک بھی دیکھ لیتیں تو مسحور ہو کر رہ جاتیں جس ملک میں مذہبی گرفت ڈھیلی ہوتی جاتی ہے یہ خوبیاں بھی معدوم ہوتی چلی جاتی ہیں اسلئے کہ حقیقی معنوں میں انسان بنانے والا تو مذہب ہی ہے۔

پاکستانی صوبوں کی وزارتیں

جب تک پاکستانی صوبوں میں لیگ کی وزارتیں قائم نہ ہوئی تھیں اور جب زمانہ میں مولوی اللہ بخش مرحوم سندھ میں اور خان عبدالغفار خان سرحد میں کانگریس کا ڈنکا بجا رہے تھے بنگال میں مولوی فضل الحق لیگ سے بگڑے ہوئے تھے تمام ہندو پریس یہ پروپگنڈا کر رہا تھا کہ مسلم لیگ کی عظمت کے اتنے ڈھول پیٹے جا رہے ہیں اس کے اثر کا یہ عالم ہے کہ خالص اسلامی صوبوں میں بھی اسے کوئی نہیں پوچھتا جب اپنے ہی صوبوں میں اس کی ناقدری کا یہ عالم ہے تو پھر حکومت کیوں اسے مسلمانوں کی نمایندہ جماعت تسلیم کر رہی ہو اب کہ تمام پاکستانی صوبوں میں لیگ کی وزارتیں قائم ہو چکی ہیں تو دیانتداری کا اقتضا تو یہ تھا کہ وہ خود کھلے الفاظ میں اس کی نمایندہ حیثیت و عظمت کو تسلیم کرتے مگر کریں کیونکر ایسا کرتے ہی کانگریس کے ادعائے نمایندگی ہند کا طلسم ٹوٹ کر رہ جاتا ہے اس اعتراف کے بجائے ہندو پریس نے ان کے حق میں طوفان عظیم پروپگنڈا کا شروع کر رکھا ہے۔

غور کیجئے کہ کانگریس و لیگ میں مصالحت کے تذکار بھی ہیں مسٹر جناح پر جمود کو توڑنے کے لئے زور بھی دیا جا رہا ہے ہندو مسلم اتحاد کی ضرورت کا احساس بھی ہے اور پھر لیگ کے وزیروں کے خلاف یہ طوفان خیزیاں بھی ہیں معترضین میں وہ احباب بھی نظر آ رہے ہیں جو کہا کرتے تھے کہ اگر لیگ کی حکومت بھی قائم ہو جائے تو ہمیں اعتراض نہ ہو گا وہ بھی ہیں جو صوبوں میں گورنری راج پر سینہ کوبی کرنے میں پیش پیش تھے اور کہا کرتے تھے کہ اس سے مشترکہ وزارتیں ہی ہزار درجہ بہتر ہیں لیکن افسوس کے ساتھ کہا جاتا ہے کہ ہندو ذہنیت مسلم ترقی کو ایک آنکھ نہیں دیکھ سکتی ان کے حق میں کلمۂ خیر نکالنا ان کے نزدیک گناہ ہے بتائیے ایسی قوم کے ہاتھ میں کوئی کس طرح اپنی باگ دینے پر تیار ہو سکتا ہے اور اس طوفان معاندت میں فلاح کی کیا امید ہو سکتی ہے۔

ہندو صوبے اور وزارتیں

پاکستانی صوبوں میں لیگی وزارتیں کیا قائم ہوئیں کہ ہندو حلقوں میں ایک آگ سی لگ اٹھی وہ کب ٹھنڈے دل سے یہ گوارا کر سکتے ہیں کہ کسی حصہ میں مسلم راج قائم ہو جائے تو ان وزارتوں کی تشکیل میں روڑے اٹکائے گئے کامیابی نہ ہوئی تو اب اپنے صوبوں میں بھی وزارتیں بنانے کا جوش عام پیدا ہو گیا ہے اور ہر صوبہ میں ہندوؤں کی طرف سے سعی و جہد کا ایک طوفانی سلسلہ شروع ہو گیا ہے اس جنون و دیوانگی کے ساتھ کہ لیگ سے اشتراک بھی جائز قرار دے دیا گیا ہے کہ ہر حال ان میں وزیر اعظم تو ہندو ہی ہو گا یکسوئی سے دیکھیں کہ مسلمان تو راج کریں اور یہ خاموش بیٹھے دیکھتے رہیں اس کی بھی پرواہ نہیں کہ اس سے کانگریسی وقار کو صدمہ پہنچیگا اور حکومت کو اس کی بے اثری کا پروپگنڈے کا موقع مل جائیگا ہندو مہاسبھا اس میں پیش پیش ہے اس کے صدر مسٹر ساورکر نے اعلان کر دیا ہے کہ ہندوؤں کو لیگ کی وزارتوں سے تعاون کی بھی اجازت ہے اور ہندو صوبوں میں بھی وہ لیگ کو تعاون و اشتراک کی دعوت دے سکتے ہیں کہ ہندوؤں کی حفاظت اسی طرح ہو سکتی ہے بظاہر تو ساورکر پر بھی اعتراض ہو رہے ہیں لیکن یہ محض نمائشی مظاہرے ہیں اس لئے کہ ہر صوبہ میں ان کی کوششیں شروع ہو چکی ہیں کچھ بھی ہو ہم ایسی مشترکہ وزارتوں کا خیر مقدم کرینگے کہ کانگریس سے ہمیں سب سے بڑی شکایت یہی تھی کہ اس نے لیگ کے تعاون کو ٹھکرا دیا تھا

ہندوستان کے جدید وائسرائے

ہندوستان کے کمانڈر انچیف جنرل ویول وائسرائے مقرر کر دیئے گئے کسی فوجی افسر کے اتنے بڑے عہدہ پر تقرر کی یہ پہلی مثال ہے یہ انتخاب بھی غیر متوقع ہے تاہم جنرل موصوف تدبر و سیاست میں کمال رکھتے ہیں جس سے امید ہے کہ وہ اچھے وائسرائے ثابت ہوں گے ایک فوجی کا سخت گیر ہونا لازمی ہو حکومت نے موجودہ حالات میں اسکی ضرورت ہی سمجھی ہو گی بہرکیف اب ہندوستان میں امن قائم رہ سکیگا اور کسی کی جرأت نہ ہو گی کہ دوران جنگ میں حکومت کے خلاف کوئی اقدام کر سکے ان کی حکومت

صحیح بخاری شریف اردو

(بسلسلہ گذشتہ)

باب - جس شخص نے اعتکاف کرنیکا ارادہ کیا مگر پھر اسے یہ مناسب معلوم ہوا کہ وہ اعتکاف سے باہر ہو جائے (تو کیا یہ درست ہے)

۱۸۸۵۔ حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر فرمایا کہ (ایک مرتبہ) رمضان کے آخر عشرہ میں اعتکاف کرینگے تو حضرت عائشہ نے بھی آپ سے اجازت مانگی آپ نے انہیں اجازت دیدی اور حضرت حفصہ نے حضرت عائشہ سے کہا کہ تم میرے لئے بھی اجازت لیلو چنانچہ انہوں نے یہ بھی کر دیا جب اس کو زینب بنت جحش نے دیکھا تو انہوں نے بھی ایک خیمہ نصب کرنیکا حکم دیا چنانچہ ان کے لئے بھی خیمہ نصب کر دیا گیا حضرت عائشہ کہتی ہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت تھی کہ جب صبح کی نماز پڑھ چکتے تھے تو اپنے خیمہ میں چلے جاتے تھے تو (اس دفعہ) آپ نے کئی خیمے دیکھے فرمایا یہ کیا ہے لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ اور حضرت زینب کا خیمہ ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا انہوں نے اس میں ثواب سمجھا ہے میں اب اعتکاف نہ کروں گا چنانچہ آپ لوٹ آئے بعد اس کے جب عید ہو گئی تو آپ نے شوال میں دس دن اعتکاف کیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب البیوع

اور اللہ تعالیٰ کا فرمانا واحل اللہ البیع وحرم الربوا[1] اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد الا ان تکون تجارۃ حاضرۃ تدیرونھا بینکم (خرید و فروخت اور تجارت کی ترغیب دیتا ہے)

باب - اللہ تعالیٰ کے اس قول کی تفسیر میں کیا وارد ہوا ہے فاذا قضیت الصلوٰۃ فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللہ واذکروا اللہ کثیرا لعلکم تفلحون واذا راوا تجارۃ او لھوا انفضوا الیھا وترکوک قائما قل ما عند اللہ خیر من اللھو ومن التجارۃ واللہ خیر الرازقین۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم۔

[1] ترجمہ اللہ نے بیع کو جائز کیا ہے اور ربا کو حرام کیا ہے۔ بیع خرید و فروخت کو کہتے ہیں بیوع اس کی جمع ہے ربوا سود کو کہتے ہیں [2] مگر یہ کہ کوئی موجود تجارت ہو جس کو تم دست بدست کر لو۔ اس آیت کے پہلے یہ مضمون ہے کہ جب تم معاملہ کیا کرو تو لکھ لیا کرو اس کے بعد یہ آیت ہے مطلب یہ ہوا کہ دست بدست معاملہ کے لئے لکھنا ضروری نہیں [3] پھر جب نماز ختم ہو جائے تو زمین میں منتشر ہو جاؤ اور اللہ کا فضل (یعنی رزق) تلاش کرو اور اللہ کو بہت یاد کرو تاکہ تم کامیاب رہو اور (اے نبی) یہ لوگ جب کسی تجارت یا مشغلہ کو دیکھتے ہیں تو اس کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں اور تمہیں (خطبہ میں) کھڑا چھوڑ دیتے ہیں (ان سے) کہدو کہ جو (ثواب) اللہ کے ہاں ہے وہ ہر مشغلہ اور تجارت سے بہتر ہے اور اللہ اچھا رزق دینے

۱۸۸۶۔ سعید بن مسیب اور ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن سے روایت ہے کہ حضرت ابوہریرہ نے ایک دن کہا کہ تم لوگ کہتے ہو کہ ابوہریرہ تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت حدیث روایت کرتا ہے اور تم کہتے ہو کہ کیا سبب ہے کہ اور مہاجرین و انصار ابوہریرہ کی طرح رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی (بکثرت) حدیث روایت نہیں کرتے حالانکہ (اصل وجہ اس کی یہ ہے کہ) میرے مہاجرین بھائیوں کو بازاروں میں خرید و فروخت کرنا فرصت نہ دیتا تھا اور میں اپنا جی بھر کے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہا کرتا تھا پس میں حاضر ہوتا تھا جب وہ غائب ہوتے تھے اور میں یاد رکھتا تھا جب وہ بھول جاتے تھے اور میرے انصار بھائیوں کو ان کے مالی کام فرصت نہ دیتے تھے اور میں فقرائے صفہ میں سے ایک فقیر تھا میں (احادیث) یاد رکھتا تھا جب وہ بھول جاتے تھے اور بیشک رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ایک حدیث میں فرمایا تھا کہ جو شخص میری طرف اپنا کپڑا پھیلا دے یہاں تک کہ میں ایک دعا اس میں پڑھ دوں پھر وہ اس کپڑے کو اپنے بدن میں لپیٹ لے اس شخص کو جو کچھ میں ارشاد کرتا ہوں یاد رہے گا چنانچہ میں نے ایک کملی جو میرے جسم پر تھی پھیلا دی یہاں تک کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم دعا پڑھ چکے تو اس کملی کو میں نے اپنے سینے پر لپیٹ لیا لہٰذا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ان احادیث میں سے کوئی حدیث میں نہیں بھولا۔

۱۸۸۷۔ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف کہتے ہیں کہ جب ہم (مسلمان لوگ ہجرت کر کے) مدینہ میں آئے تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین اور انصار کے درمیان بھائی چارہ کرا دیا چنانچہ (میرے اور سعد بن ربیع کے درمیان آپ نے بھائی چارہ کرایا لہٰذا سعد بن ربیع نے (مجھ سے) کہا کہ میں تمام انصار کے اعتبار سے زیادہ مالدار ہوں میں تمہیں اپنا نصف مال دیدونگا اور تم میری دونوں بی بیوں میں سے جس کو پسند کرو میں اسے تمہارے لئے طلاق دیدوں پھر جب وہ عدت پوری کر چکے تو تم اس سے نکاح کر لینا عبد الرحمٰن (کہتے ہیں) نے کہا مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے (تم یہ بتاؤ) یہاں کوئی بازار بھی ہے جسمیں تجارت ہوتی ہو انہوں نے کہا ہاں قینقاع نامی ایک بازار ہے راوی کہتا ہے صبح کو عبد الرحمٰن اس بازار میں گئے اور وہاں سے کچھ پنیر اور گھی لے آئے راوی کہتا ہے پھر تو انہوں نے روزانہ جانا شروع کیا تھوڑا ہی دنوں میں عبد الرحمٰن جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے تو ان کے لباس پر زردی کا نشان تھا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ کیا تم نے نکاح کیا ہے انہوں نے کہا کہ ہاں آپ نے فرمایا کہ کس سے انہوں نے کہا کہ ایک انصاری خاتون سے آپ نے فرمایا تم نے اسے کس قدر مہر دیا انہوں نے عرض کیا ایک گٹھلی برابر سونا یا یہ کہا کہ ایک سونے کی گٹھلی پس ان سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ولیمہ کرو اگرچہ ایک بکری ہی سہی۔

زندہ مذہب اسلام اور نماز

عزیزانِ ملت! انسان کے کمال کا راز یہ ہے کہ اس میں خیر و شر اور نیکی بدی کی دونوں قوتیں ودیعت کی گئی ہیں اگر انسان خیر محض ہوتا تو اس سے نیکیوں کا صادر کوئی کمال کی بات نہ ہوتی اور اگر وہ شر محض مخلوق کیا جاتا تو اس کی طرف سے پیہم گناہوں کا ارتکاب اسے جہنم کا مستوجب نہیں بنا سکتا تھا کہ اس میں اس کی مرضی اور اس کے اختیار کا کوئی دخل نہیں ہوتا یوں تو خدا خدا ہے اور بندہ بندہ ہے وہ جو چاہے وہ کر سکتا ہے نیک کو بد اور بد کو نیک بنا سکتا ہے ہزار سالہ عابد کو بھی ذرہ برابر اور خاک میں ملا کر رکھ سکتا ہے اور زندگی بھر کے زندیق و کافر کو ایک نکتہ پر خوش ہو کر بخش سکتا ہے لیکن اپنی حکمت کاملہ سے اس نے انتظام یہی کیا ہے کہ انسان کے اندر دونوں قوتیں پیدا کر کے دونوں راہیں اس کے سامنے کھول دیں اور بتا دیا کہ یہ راہ خیر ہے اور وہ راہ شر ہے اس پر چلوگے تو کامیاب ہوگے اس پر قدم رکھو گے تو خوار اور تباہ ہو جاؤ گے۔

خود انسان کے اندر بھی خیر و شر کے فطری رجحانات کی حمایت میں ضمیر و نفس کی دو طاقتیں قائم کر دیں اور بتا دیا کہ اگر ضمیر کی آواز سنتے رہو گے تو اسے برابر تقویت حاصل ہوتی رہے گی آتی کہ پھر نفس کمزور اور مردہ ہو کر رہ جائیگا سراپا خیر بنجاؤ گے کوئی برائی اور کوئی گناہ سرزد ہی نہ ہو سکے گا اور اگر نفس کی پیروی کرتے رہے تو انتہا یہ ہوگی کہ وہ نفس کو دبا لیگا اور سراپا شر بنجاؤ گے اور جب سراپا شر بنجاؤ گے تو پھر تمہارے دلوں پر مہریں لگا دی جائیں گی تاکہ نیکی کی طرف مائل ہی نہ ہو سکو اور اپنی غفلت کی سزا ضرور بھگتو اور توبہ نصیب نہ ہو دین کی تمام تر تعلیم اسی پر مبنی ہے قد تبین الرشد من الغی فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر۔

شیطان انسان کا دشمن ہے اس کی ترغیبات اور چالیں بڑی غضب کی ہیں اسی لئے خدا نے معاملہ محض ضمیر پر نہیں چھوڑا بلکہ انسانوں کی رہنمائی کے لئے انبیا علیہم السلام مبعوث کئے آسمانی کتابیں نازل فرمائیں جن میں صراحت کر دی گئی کہ انسان کے لئے کونسی راہ بہتر ہے اور اسے کیسی زندگی بسر کرنی چاہیے مذہبی عبادت کی ایسی صورتیں مقرر کی گئیں کہ انسان خدا کی طرف سے غافل نہ ہو سکے اور شیطان کے جال میں نہ پھنس سکے۔ برادران اسلام خوب سمجھ لیجئے کہ قرآن کے علاوہ جو کچھ ہے سب شیطانی راہ ہے جو کچھ خدا نے مقرر کر دیا وہی صحیح ہے باقی سب غلط ہے۔

جتنی عبادتیں ہیں جتنے اوامر ہیں جتنے احکام ہیں وہ سب اسی لئے ہیں کہ بندوں پر غفلت مسلط نہ ہو بندے خدا کو نہ بھولیں اور یہ سمجھتے رہیں کہ ان سے ان کے اندر نیکی کی استعداد پیدا ہوتی ہے اور نیکیاں کرینگے تو انہیں دارین کی سعادتیں حاصل ہوں گی اور گناہ کریں گے غفلت میں پڑیں گے تو کسی کا کچھ نہ بگڑے گا خود کو تباہ کر لیں گے دنیا ہی میں دیکھ لیجئے کہ جنھیں حاکموں کی باز پرس کا ڈر ہوتا ہے وہ ہوشیاری سے کام کرتے ہیں اچھا کام کرتے ہیں حالانکہ اس اچھا کام کرنے پر انھیں تقرب بھی حاصل ہوتا ہے انعام بھی ملتا ہے مگر اس میں فائدہ سراسر انھیں کا ہوتا ہے لیاقت کی لیاقت بڑھتی ہے انعام کا انعام ملتا ہے کہ یہی صورت مذہب کی ہوتی ہے جو توجہ سے خدا کی عبادت کرتے ہیں ان میں نیکی کی قوت بھی بڑھتی ہے خدا بھی خوش ہوتا ہے اور انجام میں جنت ملتی ہے سراسر اپنا ہی فائدہ ہے۔

جو غفلت کرتے ہیں کسی کا کچھ نہیں بگاڑتے خدا کا کچھ نہیں بگڑتا بلکہ خود کو تباہ کرتے ہیں غفلت چوری ڈکیتی شراب خواری عیاشی غرور کینہ حسد بغض و غیبت اور گستاخی سے کس نے کبھی فائدہ اٹھایا ہے جو سرکشی کرتا ہے سر کٹاتا ہے باغیوں کو کسی نے نہیں بخشا اطاعت شعاروں اور منکسر المزاج افراد پر ہمیشہ کرم ہوا ہے اطاعت تو انسان کی فطرت میں داخل ہے وہ تو کرنی ہی پڑتی ہے جو خدا کی اطاعت کے منکر ہیں انھیں بھی کسی نہ کسی کے سامنے سر جھکانا پڑتا ہے۔ کوئی سپاہی کرنیل کی کوئی کانسٹبل تھانیدار کی کوئی اہلکار حاکم کی اور کوئی شخص فرمانروا کی اطاعت سے انکار نہیں کر سکتا کام کرنا ہوتا ہے اور پھر انہیں کی منشا کے مطابق کام کرنا ہوتا ہے جب مجاز میں یہ حالت ہے تو حقیقت میں تو بدرجہ اولیٰ ہونا ضروری ہے۔

نافرمان اولاد بیوی ملازم اہلکار یا رعایا کوئی ہو سب نالائق سمجھے جاتے ہیں اور سب خود کو اور اپنے مستقبل کو تباہ کرنیکا باعث بنتے ہیں اسی طرح جو خدا کے نافرمان ہیں وہ بھی برباد ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے اطاعت کا یہ نظام تو ڈاکوؤں اور چوروں تک میں پایا جاتا ہے حیف ہے کہ ان شواہد و حقائق کے پیش نظر بھی انسان خدا کی طرف سے غافل رہے ادنیٰ ادنیٰ آقاؤں اور حاکموں کی اطاعت میں تو پوری سرگرمی دکھائی جائے اور آقائے حقیقی کی اطاعت کی طرف سے بے توجہی برتی جائے جانے دیجئے منکرین خدا کفاروں اور دہریوں کی حالت پر غور کیجئے کوئی بتوں کے سامنے جھک رہا ہے کوئی آفتاب کو سجدہ کر رہا ہے کوئی آگ کو پوج رہا ہے کسی نے قانون ملک کو بت بنا رکھا ہے اور لاکھوں ہیں کہ اور کچھ نہیں تو انہوں نے اپنے نفس اور اپنی خواہشوں ہی کو خدا بنا رکھا ہے جانتے ہیں کہ شراب خواری برا ہے جوا تباہ کن ہے جنگ آگ ہے عیاشی صحت تباہ کر دیتی ہے مگر ہر خواہش کے آگے سر جھکاتے ہیں کیا بہتر یہی نہیں کہ ان تمام بتوں کو چھوڑ کر خدا کے سامنے سر جھکایا جائے۔

بھائیو! یوں تو خدا کے ہر امر اور ہر حکم کی اطاعت عبادت ہے مگر انسانی علو اور روحانی بلندی کے لئے نماز سے بڑھکر اور کوئی عبادت نہیں یہ عبادت کی بہترین اور موثر صورت ہے عبودیت اور تذلل کے اظہار کی صرف چار ظاہری صورتیں ہیں اولاً سامنے ہاتھ باندھکر مؤدب کھڑا ہونا۔ ثانیاً جھک جانا۔ ثالثاً پیشانی خاک پر رکھ دینا اور رابعاً سر جھکا کر سامنے دو زانو بیٹھ جانا اسلامی عبادت میں یہ چاروں چیزیں اور چاروں صورتیں بیک وقت موجود ہیں کسی قوم اور مذہب میں عبادت کی یہ صورت نظر نہیں آتی۔ معنوی شان یہ ہے کہ نماز حقیقت قرآنی حقیقت کعبہ اور حقیقت صلوٰۃ کی حامل ہے جب انسان لزوم اور تواتر کے ساتھ روز و شب بذریعہ نماز اس عبودیت اور عجز و تذلل کا اظہار کرتا رہے گا تو ظاہر ہے کہ نفس کی کمر ٹوٹ جائیگی اور غرور و نخوت کے جراثیم فنا ہو کر رہ جائینگے معنوی حقائق میں قرآن پڑھنا اور بھی اس تصور کے ساتھ کہ خدا کے سامنے تلاوت ہو رہی کتنی موثر چیز ہے گویا خدا کے سامنے کھڑے ہی ہی نہیں خدا سے باتیں کر رہے ہیں کہ قرآن کی تلاوت آقائے حقیقی سے بات کرنے ہی کے مترادف ہے پھر کھڑے ہونا اور ایک مخصوص سمت میں مخصوص مکان کی

طرف جسے خدا کا گھر بتایا گیا ہے کھڑا ہونا کتنی موثر شے ہے۔

حدیث کے مطابق سب سے زیادہ تقرب کی چیز نماز ہے تقرب اور پھر خدا کا تقرب محبوب حقیقی کا تقرب شہنشاہ دو عالم کا تقرب بہر ضرورت اور کس چیز کی رہجاتی ہے۔ نماز کو اسی لئے معراج المومنین بتایا گیا ہے اور حج اکبر کہا گیا ہے نمازیں نمازوں کی طرح پڑھی ہی نہیں جاتیں اس لئے نہ اس کے اسرار کسی پر کھلتے ہیں اور نہ ان کی لذات سے کوئی آشنا ہونے پاتا ہے اصل نئے نماز پڑھنا نہیں نماز میں لطف حاصل کرنا ہے یہ درجہ جسے مل گیا اسے سب کچھ مل گیا جب اس کی ظاہری صورت ہی اس درجہ دلکش ہے کہ غیر اقوام کے افراد اس کے نظارہ سے مسحور ہو کر رہ جاتے ہیں تو باطنی لذات کے مطابق تو کچھ کہنا ہی عبث ہے ہر نسل و قوم ہر درجہ و رتبہ کے انسان اور ہر سن و سال یا ہزاروں انسانوں کا قبلہ رخ صف بہ صف اور دوش بدوش ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا ایک امام کی قیادت میں کھڑا ہونا ایک ساتھ جھکنا ایک ساتھ سجدہ کرنا اور اس میں خدا کی حمد و ثنا کرنا اس سے استمداد کرنا اور اسی سے فلاح و کامرانی کی دعا کرنا کتنی بے پناہ اور دلوں کو سینوں سے کھینچ لانے والی چیزیں ہیں۔

اور اگر آنکھ کھل جائے اور اگر کہیں گوشہ نقاب اٹھ جائے ایک جھلک نظر آ جائے تو پھر کسے سر و پا کا ہوش رہتا ہے حسن اور پھر خدا کا حسن حضرت عبداللہ بن مبارک مغرب کی نماز کو گھر سے نکلے غرفہ میں نہیں محبوبہ جاں نواز جھلک نظر آ گئی محویت کا پھر تو یہ عالم تھا کہ پوری شب گذر گئی صبح کی اذان جب ہوئی تو پھر چونکے کہ مغرب کی نماز پڑھ آؤں تھا کہ یہ ادا بھاگئی ہاتف غیبی کی آواز سنی کہ ایک مجازی محبوبہ کے لئے یہ محویت کہ پوری شب گذار دی اور صبح کی اذان کو مغرب کی اذان سمجھا ہمارے لئے کبھی چند لمحے وقف نہ کئے۔ آواز اور پھر محبوب حقیقی کی آواز دل کی دنیا پلٹ گئی

برادران اسلام! کبھی تم نے سوچا ہے کہ وہ کونسی چیز تھی جو مجنوں کو قافلہ کے ساتھ منزلوں کی مسافت قطع کرا کے نجد تک لے گئی اور اس کی داستان نہ ختم ہونا تھی اور نہ ہوئی اس بعد مسافت کا احساس تک نہ ہوا۔ وہ کونسی چیز تھی جس نے حضرت ابن مبارک کو سرما کی پوری کی پوری رات اور سرد رات کی طوالت کا احساس تک نہ ہونے دیا۔ وہ کیا چیز تھی جس نے حضرت علی کو نماز میں کھڑے ہوتے ہی سب کچھ بھلا دیا تیر پہلو سے کھینچ گیا اور معلوم بھی نہ ہوا یہ تو سب جانتے ہیں کہ "عیش کے دن" کیا سال بھی گھڑیاں بنجاتے ہیں اور مصیبت کے لمحے بھی دن اور ماہ بنجاتے ہیں "ہجر کی رات" کاٹے نہیں کٹتی اور "وصل کی شب" کے مختصر ہونے کا سب ہی کو شکوہ ہے یہ سب حسن و عشق کے کرشمے ہیں اور بس! آخر کوئی تو راحت ہے ہی جو صوفیا اور مردان خدا لمبی لمبی پوری راتیں نماز میں کھڑے کھڑے گذار دیتے ہیں ایک وہ ہیں جنھیں پانچ وقت کی نماز بھی گراں گزرتی ہے اسلئے کہ انہیں نہ قربت نصیب ہوتی ہے اور نہ لذت ملتی ہے اور ایک وہ ہیں کہ کھڑے جو ہوئے ہیں تو صبح کر کے ہٹتے ہیں اس لئے کہ انھیں معشوق حقیقی کی قربت کا شرف نصیب ہوتا ہے لذت ملتی ہے سامنا ہوتا ہے کس کا دل چاہتا ہے کہ محبوب کے سامنے سے ہٹے۔

عزیزان کرام! نماز کے متعلق فرمان ربی ہے ان الصلوٰۃ تنھیٰ عن الفحشاء والمنکر نماز فواحش اور گناہوں سے روکتی ہے۔ ایک طرف ہدایت فرما رہا ہے۔

اور دوسری طرف مشاہدہ یہ ہے کہ نمازی بھی اگر ظاہری نہیں تو باطنی گناہوں میں بکثرت مبتلا نظر آتے ہیں اس کی وجہ یہ اور صرف یہ ہے کہ ان کی نمازیں نماز کی شرائط کی پابندی کے ساتھ نہیں پڑھی جاتیں ان کی نماز دل کی نہیں اعضاء و جوارح کی نمازیں ہوتی ہیں پھر بھی ہم ان کے بغیر نہ رہیں گے کہ اس کا علاج یہ نہیں کہ یہ رسمی نمازیں یکسر چھوڑ ہی دی جائیں یہ ہے کہ ان کی اصلاح کی جائے حضور قلب اور توجہ کے ساتھ پڑھی جائیں جماعت سے پڑھی جائیں محض اتنی سی اصلاح سے نمازیں موثر بنجائینگی اور ان کا اثر قلب پر مترتب ہونے لگے گا۔ حقیقت میں نمازیں تو وہی ہیں جن میں لذت محسوس ہو یہ نہ بھی ہو تو کم از کم سکون و خشوع کے ساتھ تو ضرور ہی پڑھی جائیں۔

صرف اتنی سی اصلاح ملت کے اندر ایک انقلاب پیدا کر سکتی ہے اور دل کی دنیا بدل کر رکھ سکتی ہے چالیس روز تو سکون و خشوع کیساتھ بلکہ تکبیر تحریمہ کے ساتھ باجماعت نماز پڑھ لیجئے پھر دیکھئے کیا نتیجہ مترتب ہوتا ہے۔

آجکل تو نہ وقت کی پابندی ہے نہ جماعت کی نہ یکسوئی ہوتی ہے اور نہ سمجھکر پڑھی جاتی ہیں زبان سے جو نکلتا ہے دل کو اس کی خبر بھی نہیں ہوتی یہ تصور بھی نہیں ہوتا کہ ہم جناب باری میں حاضر ہیں اور خدا کے سامنے کھڑے ہیں ایسی نمازیں قیامت کے روز منہ پر ماردی جائیں گی ایک خاص امر اور ہے دربار الٰہی میں پاک و مطہر ہو کر جانا چاہیئے ظاہری صفائی کا تو سب کو خیال ہوتا ہے مگر باطنی غلاظتوں کی طرف کسی کی توجہ نہیں ہوتی سب سے زیادہ دل ہی کی صفائی کی ضرورت ہے۔

جو دل کینہ، حسد، بغض، طمع، شر اور برے جذبات سے ایک مزبلہ اور گندخانہ بنا ہوا ہے اس سے نمازیں پڑھنا کیا اثر پیدا کر سکتا ہے یہ امر کوئی مشکل بھی نہیں تھوڑی سی سعی سے بتدریج اس کی صفائی ہوسکتی ہے اور جہاں یہ صاف ہوا لذت عبادت کا درجہ ملا جو بہت بڑا درجہ ہے یاد رکھیئے دل صاف ہے تو نماز حقیقت میں معراج ہے ورنہ کچھ نہیں چونکہ نماز دینی و دنیوی فوائد و برکات پر مشتمل ہے ستون دین کی حیثیت رکھتی ہے اس لئے کسی صورت اور کسی حالت میں اس کا ترک جائز نہیں تلوار کے سایہ میں بھی پڑھنی لازمی ہے جب سے مسلمانوں نے نماز یا جماعت کا التزام چھوڑا نمازیں بے اثر بار اور کم ہو گئیں اور جب سے نمازیں کم اور غیر موثر ہوگیا مسلمانوں سے تمام اسلامی خوبیاں جاتی رہیں اور وہ رسوا ہو کر رہ گئے۔

معراج کی عظمت

برادران ملت! ماہ رجب ہی کا وہ مبارک مہینہ ہے جس کی ستائیسویں شب میں حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو معراج کی سعادت نصیب ہوئی اسی معراج کی بدولت یہ پورے کا پورا مہینہ برکات وحسنات کا مہینہ بن گیا خدائے ذوالجلال کے حکم سے جبرائیل علیہ السلام نے حاضر ہو کر حضور نبی کریم کو براق فردوسی پر سوار کرایا مکہ معظمہ سے روانہ ہو کر بیت المقدس میں پہنچے مسجد اقصےٰ میں تمام انبیاء علیہم السلام کو صف بستہ کھڑا پایا حضور نے امامت کی اور دو رکعت نماز پڑھی اس موقعہ پر فرشتوں کے ہجوم کا بھی کوئی شمار اور اندازہ نہ تھا نماز کے بعد ہر نبی نے خدا کی حمد وثنا کی اس کے بعد وہیں سے آپ آسمان کی بلندیوں میں عازم سفر ہوئے ہر آسمان پر ایک ایک نبی سے ملاقات ہوتی چلی گئی ہر جگہ بکثرت فرشتے مصروف تسبیح وتہلیل ملے ہر آسمان پر آپ کا پرجوش استقبال ہوا ساتویں آسمان کے بعد سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے۔

یہاں حضرت جبرئیل نے ساتھ چھوڑ دیا براق بھی رہ گیا اور آپ رفرف پر بیٹھکر قاب قوسین تک پہنچے کسی فرشتے میں ہمت نہ تھی کہ ایک قدم بھی آگے بڑھ سکے آپ خود بخود بلند ہونے چلے گئے خدا ہی جانتا ہے کہ فضائے نور کی کتنی بلندیاں آپ نے طے کیں اور حضوری میں پہنچ گئے سامنے بیٹھ گئے بات چیت شروع ہوئی آپ فرماتے ہیں کہ میرے رب نے جو کچھ مجھ سے چاہا کہا اور جو گفتگو مناسب سمجھی کی اسی صحبت میں امت پر نمازیں فرض ہوئیں اور انھیں مسلمانوں کی معراج قرار دیا گیا۔

برادران ملت! معراج سے مقصد یہ تھا کہ خدائے قدوس سب کچھ آپ کو مشاہدہ کرائے آپ کا رتبہ بڑھائے اور عالم اخروی کے ہر جز یئے سے آپ کو آگاہ کردے چنانچہ آپ کو جنت و دوزخ کی بھی سیر کرائی گئی برزخ بھی دکھایا گیا فرشتوں اور انبیاء علیہم السلام سے بھی ملاقاتیں کرائی گئیں اور انہوں نے آپ کے تمام استفسارات کے تشفی بخش جوابات دیئے بتایا کہ موت کس طرح آتی ہے موت کیونکر آتی ہے موت کس طرح طاری ہوتی ہے آخری اوقات میں مومن اور کافر پر کیا گزرتی ہے روح کس طرح نکالی جاتی ہے قبر میں کیا صورتیں پیش آتی ہیں قیامت تک کافر ومومن کی روحیں کہاں اور کس صورت میں رہیں گی دنیا والوں سے اگر کچھ تعلق بھی قائم رہے گا تو کتنا اور کس طرح جنت کیسی ہے کتنے درجے ہیں طول وعرض کتنا ہوگا اس کے محلات اور اس کی آسائش کا کیا عالم ہے وہاں کے زمین وآسمان اور صبح شام کیسے ہیں اس کی آرائش کا کیا عالم ہے کن اعمال پر کس درجے کے افراد کو کیا نعمتیں حاصل ہونگی۔

وہاں کی حوریں غلمان نہریں درخت اور میوے کس قسم کے ہیں اور انعامات کی صورت کیا ہے اسی طرح دوزخیوں فاسقوں فاجروں اور کافروں کی اخروی اذیتوں اور عذابوں کے مشاہدے برائے العین کردیئے گئے عذاب کی نوعیت واضح کرائی گئی دکھلایا گیا کہ کن گناہوں اور کن گردن زدنیوں پر کیا عذاب دیا جارہا ہے اور آیندہ اس کی صورتیں کیا ہوں گی۔

حضور سرور انبیاء تھے حضور تمام دنیا کی رہبری ورہنمائی کے لئے مبعوث ہوئے تھے حضور کی تعلیم قیامت تک رہنے والی تھی تمام دین منسوخ ہو کر ایک ہی دین رہنے والا تھا اس لئے آپ کو بلوا کر خود ہر چیز اور ہر عالم کا مشاہدہ کرا دیا گیا خدا جانتا تھا کہ سنی ہوئی بات تو اور ہے دیکھے ہوئے کا ذکر کچھ اور حضور کی سچائی اور صداقت کے معترف ہیں سب مانتے ہیں سب کو تسلیم ہے کہ آپ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا علم اور مشاہدے میں بڑا فرق ہے آنکھ سے دیکھ لیں گے تو صفائی کے ساتھ قوم کے سامنے عالم معاد کی تصویر کھینچ کر رکھ سکیں گے۔

چنانچہ یہی ہوا کہ دنیا کے کسی مذہب اور کسی مذہبی پیشوا کے مذہب اور دین میں عالم معاد کے متعلق نہ اتنا کیا اس کا معتد بہ حصہ مواد موجود ہے اور نہ کسی نے اخروی عالم کے متعلق اس خوبصورتی اور وضاحت کے ساتھ لوگوں کی توجہ کرائی ہے اور نہ کوئی اتنا بتا سکا ہے معراج کی شب میں آپ نے جو کچھ دیکھا وہ سب کا سب لوگوں کو بتا دیا اور آج وہ سب منضبط تحریریں ہیں معراج نہ ہوتی تو یہ سب چیزیں واضح نہ ہوتیں۔

جب حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم یہ مسافت آسمانی جو ابو حیان کے بیان کے مطابق پچاس ہزار برس کی مسافت کے برابر تھی طے کر کے واپس تشریف لائے ہیں تو یہ معلوم ہوا کہ دو تین سکنڈ بھی نہیں گذرنے پائے ہیں بستر مبارک میں ہنوز گرمی موجود تھی دروازے کی کنڈی ابھی تک جنبش میں تھی راہ کے درختوں کی جو جو شاخیں عمامہ مبارک کے مس ہونے سے حرکت میں آگئی تھیں وہ ہنوز حرکت میں تھیں۔

صبح کو آپ نے قریش سے معراج کے حالات بیان کئے تو سب نے قہقہے لگائے لیکن انہیں جلد ہی اس کی تصدیق ہوگئی کہ آپ نے قریش کے مسافر قافلہ کا حال بھی بتلایا کہ اس وقت فلاں مقام پر تھا اس کا ایک اونٹ گم ہوگیا تھا میں نے اس کا پتہ بتا دیا اور اس کے کجاوہ کے کٹورہ کا پانی پی لیا اس کے آنے کا وقت بھی بتا دیا تو قافلہ عین اسی وقت پر آگیا اور اس نے واقعات کی تصدیق کردی بیت المقدس کے تمام حالات بھی ہو بہو بتا دیئے یہ سنکر دوں سے تو انہیں یقین ہوگیا مگر چند ے انکار کرتے رہے۔

البتہ حضرت صدیق اکبر نے فوراً تصدیق کردی معراج کے متعلق آجتک علماء میں اختلافات چلے آرہے ہیں کچھ علماء کہتے ہیں کہ معراج روحانی ہوئی اور کچھ اسے جسمانی بتاتے ہیں بہت سے ایسے ہیں جنھیں یہ سب قصہ بعید العقول ہونے کی وجہ سے ایک خواب نظر آتا ہے حقیقت یہ ہے کہ عوام کے لئے تو اس کا تسلیم کرنا ہی کافی ہے روحانی وجسمانی معراج کی بحث فضول ہے جب تک روحانیات میں قدم نہ رکھا جائے اس کی حقیقت سمجھ ہی میں نہیں آسکتی اس کی حقیقت تو متصوفین ہی سمجھ سکتے ہیں معراج ہوئی یقینی ہوئی یہ نہ محض جسمانی تھی اور نہ محض روحانی بلکہ دونوں قسم کی تھی یہ بھی حقیقت ہے کہ معراج میں سب کچھ ہوا تمام سیریں ہوئیں ملاقاتیں اور گفتگوئیں بھی ہوئیں اور یہ سب کچھ چند سکنڈ اور چند لمحوں میں ہوگیا اتنی دیر میں ہوگیا کہ کنڈی ہلتی رہی اور بستر گرم رہا یہ چیزیں عقل کی ترازو میں تولنے کی نہیں ان کا تعلق اعتقادیات سے ہے اسی مبارک ماہ میں شب قدر ہے جو ہزار راتوں سے بہتر ہے اس رات کی عبادت کا ثواب بھی ہزار راتوں کی عبادت سے زیادہ ہے۔

قرض
زندہ تمدن اور اسلام

قرض اور قرضداری کی صورتیں
ضروریات ہر انسان کے ساتھ لگی ہوئی ہیں

حوادث سے کسی کو چارہ نہیں قرض دام کی ضرورت پڑ ہی جاتی ہے غربا تو غربا ہی ہیں ان کے متعلق تو کچھ کہنا ہی عبث ہے بڑے بڑے لوگوں کو بھی ضروریات قرض پر مجبور کر دیتی ہیں بادشاہوں اور سلطنتوں کو بھی اس پر مجبور ہونا پڑتا ہے ہر عہد میں لین دین تمدن کا ایک اہم جزو رہا ہے اور ہر قوم و مذہب میں اس کی ضرورت و اہمیت کو تسلیم کیا گیا ہے اور اس کے متعلق کچھ نہ کچھ احکام ہر مذہب نے دیئے ہیں قرض عموماً تو ضروریات ہی کے وقت ضروریات ہی کی تکمیل کے لئے لیا جاتا رہا ہے انسان جب پریشان ہو جاتا ہے اور کہیں سے پیسہ ملنے کی صورت نظر نہیں آتی تو وہ قرض لینے پر مجبور ہوتا ہے یہ صورت تو جائز ہے عام ہے دوسری صورت یہ ہے کہ کسی کو مکان بنانا ہے اولاد کی شادی کرنا ہے کوئی سفر درپیش آگیا کوئی افتاد پڑ گئی بیماری نے طول کھینچا قرض پر مجبور ہوا یہ صورتیں متوسط طبقہ کو اکثر پیش آتی رہتی ہیں انہیں بھی جائز کہا جا سکتا ہے ایسے افراد کی حاجت روائی بھی جائز ہے۔

تیسری صورت یہ ہوتی ہے کہ دکان تجارت یا زراعت کو ترقی دینی ہے پاس پیسہ نہیں آمد و خرچ برابر ہے اگر مزید روپیہ لگانے کو ہو تو دو کاروبار میں رونق ہو کر آمدنی میں توفیر ہو جائے قرض بھی ادا ہو سکے اور اطمینان و راحت کے دروازے بھی کھل جائیں یہ صورت بھی جائز کہی جا سکتی ہے

خلاصہ بیان یہ ہے کہ ایک قرض تو اس وقت ذرائع آمدنی کے مسدود ہونیکی بنا پر پریشانی کے عالم میں شکم پری یا بقائے عزت کے لئے لیا جاتا ہے کہ جسم و جان کی یکجائی کا ہی سامان ہو جائے یا علاج کیا جا سکے یا کسی پڑی ہوئی افتادہ بلا کا مقابلہ کیا جا سکے یا سادگی کے ساتھ بیٹا یا بیٹی کے فرض سے سبکدوش ہو لیا جائے۔ دوسرا قرض اپنی ترقی کے لئے لیا جاتا ہے کہ مزید اطمینان و راحت کے سامان بہم پہنچ جائیں تجارت کو ترقی ہو جائے اپنا مکان بنکر کرایہ سے نجات مل جائے یہ حقیقی ضروریات ہیں اور انسان کا فرض ہے کہ وہ اپنی دولتمندی کے شکریہ کے طور پر غیر مستطیع افراد کی امداد کرے جسے کسی کی شکم پری ہوگی یا کسی کے سامان راحت میں اضافہ ہوگا تو خود اسے اس سے خوشی بھی ہوگی اور ثواب بھی ملیگا۔ اب کچھ صورتیں تباہ کن اور ناجائز ہیں مثلاً سادگی کے ساتھ گذر کرنے یا تقاریب شادی کو سرانجام پہنچانے کے لئے روپیہ ہے لیکن فضول خرچیوں کے لئے نہیں، دھوم دھام اور نمود و نمائش کے لئے نہیں ایسا قرض لینا اور دینا دونوں ناجائز ہیں افراد یا اقوام کے لئے ایسے قرض ہمیشہ تباہی کا باعث ثابت ہوئے ہیں غیر شرعی ضروریات کے لئے قرض کر لینا اور دینا اسی لئے اسلام کے نزدیک روا نہیں کہ اس سے تباہی پھیلتی ہے اور بننے کے بجائے انسان بگڑ جاتا ہے۔

قرض دینے کے ثواب و برکات قرض لیتے اور دیتے وقت دونوں کو دیکھ لینا چاہیئے کہ آیا ضروریات حقیقی ہیں اور اس کی احتیاج واقعی بھی ہے یا کہ محض اسراف و تبذیر نمود و نمائش اور عیاشی و قماربازی کے لئے تو قرض نہیں لیا جا رہا، انبیاء بھی انسان ہی ہیں ضرورتیں انہیں بھی لاحق ہوتی رہی ہیں حضور نبی کریم اور صحابۂ کرام نے بھی ضرورت پر قرض لئے ہیں حضرت ابراہیمؑ نے ایک ضرورت پر کسی دوست سے قرض مانگا انکار ہوا تو وحی نازل ہوئی کہ ہم سے مانگتے تو ہرگز انکار نہ ہوتا عرض کی جس دنیا کو تو پسند نہیں کرتا اسے تجھ سے طلب کرنا مناسب نہ سمجھا۔ فرمایا حاجت کی چیز تو دنیا میں داخل نہیں گویا انتہائی ضرورت پر قرض سے لینا نواکے درجہ سے بھی بڑھا ہوا ہے انسانی ضروریات و مشکلات سے فائدہ اٹھانے کی سعی کرنا انسانیت کے مغائر ہے۔ ایک شخص کے اہل و عیال بھوکے ہیں یا مسافرت میں ہے یا روپیہ نہ ہونیکی وجہ سے کہیں رکا پڑا ہے یا علاج سے قاصر ہے یا قرض کی علت میں گرفتار ہے ایسی حالتمیں انسان ہوتے ہوئے اس کی مدد نہ کرنا یا اس سے اس مجبورانہ قرض پر فائدہ اٹھانا کتنی معیوب بات ہے۔

ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں حاجت روائی کرنا انتہائی ثواب ہو سکتا ہے لیکن اس ثواب کو چند روپے کی طمع میں کھو دینا انسانیت نہیں درندگی ہے اسلام نے اسے درندگی ہی سمجھا لیکن اور مذاہب نے اس کی پرواہ نہ کی ہر قوم نے سود کو جائز رکھا ہندوؤں میں دام دوپٹ کا قانون موجود ہے حکم لگایا جاتا ہے اکثریت پر اکثریت قرض لیتی ہے ضرورت ہی پر پریشانی کے عالم میں اس لئے اسلام نے قرض حسنہ کو بہت بڑا ثواب قرار دیا اور سود کو سرے سے حرام ہی کر دیا کہ یہ بہیمیت تھی کہ ضرورتمندوں کی پریشانی سے فائدہ اٹھایا جائے قرض دینے کو صدقہ کی برابر بتایا ساتھ ہی اس کی بھی صراحت کر دی کہ اگر قرض لینے والا قرض لیتے وقت یہ سمجھے کہ اس کی ادائیگی کی کوئی صورت ممکن نہیں یا دینے کی نیت نہ ہو تو قرض لینا حرام ہے۔

حضور نبی کریم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ قرضخواہ جب قرضدار کی طرف چلتا ہے تو روئے زمین کے تمام چوپائے اور ربع مسکون کے تمام دریاؤں کی تمام مچھلیاں اس کے لئے دعا کرتی ہیں اور اس کے لئے ہر قدم پر جنت میں ایک درخت اگتا ہے۔

بدنصیب ہیں وہ لوگ جو سود کے تھوڑے سے نفع کے لئے اتنے بڑے ثواب کو ضایع کرتے ہیں ثواب کی اس ترغیب کا یہ اثر تھا کہ مسلمان لوگوں کو قرض دینے کے لئے ہمہ تن تیار رہتے تھے لوگ کسی کو چار پیسے قرض دیتے ہیں تو سو کا احسان رکھتے ہیں اور نہیں سمجھتے کہ قرض دینا کتنا بڑا ثواب ہے۔

تنگدست کو مہلت دینے کا ثواب قرضداروں کی اکثریت چونکہ غریب ہوتی ہے اس لئے انہیں ادائیگی کی مہلت دینا ثواب ہے ترمذی میں ہے کہ جو شخص تنگدست کو مہلت دیتا ہے یا معاف کر دیتا ہے قیامت کے روز اسے زیر سایہ عرش جگہ ملیگی اور دوزخ کی تپش سے اسے نجات مل جائیگی ایک روز حضور نبی کریم کہیں تشریف لئے جا رہے تھے دیکھا کہ حضرت ابی بن کعب اپنے ایک قرضدار پر تین ہزار درہم قرضہ کا تقاضہ کر رہے ہیں رحم آگیا فرمایا ابی! انہیں اپنے قیدی پر احسان کرنا چاہیئے حضرت ابی یہ دیکھکر گھبرا گئے اور بولے کہ ہزار درہم خدا کے واسطے ہزار رسول کے واسطے اور ہزار تیرے لئے تجھے ہبہ کئے پھر بولے کہ یہ تو میں نے کچھ بھی نہیں کیا اسی ترتیب سے تین ہزار درہم اور دیئے اس پر حضور اتنے خوش ہوئے کہ تین مرتبہ حضرت ابی کی مغفرت کے لئے دعا کی۔

قرضداروں کے فرائض اسلام نہایت منضبط مذہب ہے قرضدار کے لئے بھی شدید پابندیاں ہیں نہ ادا کرنے کی نیت سے یا قرض کی ادائگی کی کوئی صورت نہ ہونیکی حالت میں قرض لینا حرام ہے اس پر فرض ہے کہ وہ اپنے قرضخواہ کو ناراض نہ کرے اور جو اپنے قرض خواہ کو خوش واپس کریگا روئے زمین کا ہر جانور اس کے لئے دعا کریگا۔

قرض اور اخروی باز پرس کسی کا قرض لیکر استطاعت کے باوجود ادا نہ کرنا بڑے سخت عذاب کا باعث ہے یہ حق العباد ہے جس کا ضایع کرنا اخروی عذاب شدید پر منتج ہوگا اور اس وقت تک معاف نہ ہوگا جب تک وہ ہولناک عذاب جہنم سے دوچار نہ ہو لیگا۔ انتہا یہ ہے کہ حضور نبی کریم قرضدار کے جنازہ کی نماز نہ پڑھاتے تھے ایسے اشخاص کے جنازے بھی بھاری ہوتے ہیں عہد رسالت میں ایک شخص کا انتقال ہوا لوگوں نے جنازہ اٹھانا چاہا نہ اٹھا حضور نے فرمایا یہ میت شاید قرضدار کی ہے تحقیق پر معلوم ہوا کہ اس پر اپنی بیوی کے مہر میں سے چار درم باقی رہ گئے ہیں حضور نے فرمایا کہ یہ چار درم تو معاف کردے اور اس کے عوض میں جنت میں تجھے چار محل ملیں گے مگر اس نے معاف نہ کیا چونکہ واقعی تنگدست اور مجبور تھی حضور نے اپنی چادر فروخت کراکے مہر ادا کردیا اور وہ عورت اپنے قلب کی سختی کے باعث کافر ہوکر مری۔

ایک شخص عرض کرتا ہے کہ اگر میں راہ خدا میں مارا جاؤں تو کیا میرے تمام گناہ بخشد یئے جائینگے ارشاد فرمایا بیشک اگر تو ثواب کی امید رکھے اور صبر واستقلال کا خوگر ہو لیکن اگر تجھپر کسی کا قرضہ ہوگا تو ضرور بخشش نہ ہوگی ایک موقعہ پر حضور نے فرمایا ایک دفعہ نہیں تین دفعہ فرمایا کہ خدا کی قسم اگر کوئی شخص راہ خدا میں مارا جائے زندہ ہو اور پھر مار دیا جائے پھر زندہ ہو اور پھر مارا جائے اور قرضدار ہو ہرگز جنت میں داخل نہ ہوگا لیکن یہ اسی صورت میں ہے کہ قرض ادا کرنیکی قدرت نہ رکھتا ہو البتہ اگر کوئی شخص ادا کرنے کے قابل ہی نہ ہو اور تنگدستی کی حالت میں مرجائے تو خدا رحیم ہے وہ خود اس کا قرض ادا کردیگا لوگ نہیں سمجھتے کہ مجبوری کی بات تو اور ہے ورنہ قرض حقیقت میں ایک ذلت ہے ایک رسوائی ہے اور اس کے ادا نہ ہونیکی صورت میں تمام نیکیاں سبھی ضایع ہوکر رہجاتی ہے جیسا کہ امام قشیری نے فرمایا ہے کہ ایک پیسہ میں قیامت کے روز سات سو نمازیں قرضدار سے لی جائیں گی۔

حضور نبی کریم نے فرمایا کہ قیامت کے روز خدا قرضدار کو اپنے سامنے بلاکر استفسار کریگا کہ اے فلاں تو نے لوگوں کے حقوق کیوں تلف کئے اور ان کے مال لیکر کس کام میں گنوائے۔

یہ ندامت کے ساتھ گردن جھکا کر ادب کے ساتھ عرض کریگا کہ میں نے قرض ضرور لیا لیکن فضولخرچی میں اڑانے کے لئے نہ لیا نہ فضولخرچی میں اڑایا مجھپر حوادث کا غلبہ ہوا اور ایسے واقعات الیمہ پیش آگئے کہ مجبور ہوگیا ورنہ ضرور ادا کرتا اس پر خدا کو رحم آجائیگا اور فرمائیگا تو میں تیری طرف سے قرض ادا کرنیکا زیادہ استحقاق رکھتا ہوں اور اسے جنت میں بھیجدیگا مطلب یہ ہے کہ جس نے وسعت اور قدرت کے باوجود کوشش سے قرض ادا نہ کیا وہ نہ بخشا جائیگا اور جس کی نیت تو ادا کرنیکی ہو مگر تنگدستی کے باعث ادائگی ممکن ہی نہ ہو اس پر رحم کیا جائیگا۔

معاملات اور مسلمان آجکل حالات بہت ہی ابتر ہیں خدا اور مذہب کو مسلمان بھولے ہوئے ہیں۔ قرض لیکر ادا کرنیکی طرف کسی کی نظر نہیں ہوتی ہمارا خود تجربہ ہے کہ سو آدمیوں میں بمشکل پانچ آدمی ایسے ملیں گے جو بروقت تمام کسی کا قرض ادا کردیں ورنہ عموماً تو قرض کا روپیہ ضایع ہی ہوتا ہے اور نہ بھی ہو تو کم از کم وصول تو بڑی مشکل سے ہوتا ہے اور اکثر دل گیرائی ہوکر رہتی ہے۔

وقت اور وعدہ پر دینے والا تو شاید سو میں ایک شخص نکل آئے قرض کی ادائیگی کو تو کوئی مذہبی چیز سمجھتا ہی نہیں حالانکہ حضرت ابراہیم بن ادہم نے فرمایا کہ ایک درہم قرض ادا کرنا ہزار درہم خیرات کرنے سے بہتر ہے مسلمانوں کے معاملات حد درجہ خراب ہوچکے ہیں وہ نہیں سمجھتے کہ یہ حقوق العباد ہیں اور کسی کا لیکر ادا کرنا نیات سے نیک انسان کو بھی جہنمی بنادیتا ہے یہ تمام خرابیاں مذہبی نقدان کا نتیجہ ہیں ضرورت ہے کہ مسلمان معاملات کو سمجھیں اور اس خصوص میں خدا سے ڈریں جہانتک ممکن ہو قرض اور قرضداری سے بچیں اور اگر ضرورت مجبور ہی کردے تو وقت پر ادا کریں کہ اس سے عزت بڑھتی ہے ساکھ قائم ہوتی ہے۔

قرض اور ذلت حقیقت یہ ہے کہ قرض وہ بلا ہے جسے انتہائی مجبوری ہی کی حالت میں گوارا کیا جاسکتا ہے کوئی غیرتمند انسان بھی عام حالات میں قرضداری کو گوارا نہیں کرسکتا کہ حدیث کے مطابق یہ ایک پھندا ہے جو خدا کی طرف سے گلے میں ڈالا جاتا ہے جس کی رسوائی بدستور ہوتی ہے قرضدار ہونے کے ساتھ ہی انسان کا بھرم کھل جاتا ہے اور وہ ادائگی میں جتنی دیر کرتا ہے اتنی ہی ساکھ برباد ہوتی چلی جاتی ہے واقعی انتہائی مجبوری ہی ہو اسے گوارا کیا جاسکتا ہے لیکن ہمیں افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ قرض کا چسکہ بھی شراب اور جوئے نشے سے کم نہیں لوگ مانگے کو بڑی بے تکلفی کے ساتھ کل کے وعدے پر مانگ لیتے ہیں لیکن پھر کل کبھی نہیں آتی اور آتی ہی ہے تو ہزاروں تلخیاں ساتھ لاتی ہے۔

مسلمانوں کو انیسویں صدی کے اواخر سے جو قرض کی لت لگی تو اب تک ختم نہیں ہوئی ان کی تمام جائدادیں اور سلطنتیں قرض کھاگئیں خدیو مصر نے محض اپنی تبذیری عادتوں کی بدولت سویز کے چالیس لاکھ پونڈ کے حصے فروخت کرڈالے پھر بھی پیاس نہ بجھی آخر یہی قرض مصر کیلئے ڈوبا بھی ایران اور ترکی پر آفت لایا اسی نے ہندوستانی مسلمانوں کی ریاستیں اور جائدادیں ہضم کرلیں چھوٹے آدمی تو ضرورت کے لئے قرض لیتے ہیں لیکن ان بڑے لوگوں کے قرض کے متعلق کیا کہا جاسکتا ہے جنہوں نے ہزارہا روپے ماہوار کی آمدنی کے باوجود قرض لئے اور سود میں تباہ ہوگئے۔

اب تو حالات یہ ہیں کہ غریبوں اور حقیقی ضرورتمندوں کو نہ تو کوئی دیتا ہے اور نہ قرض ملتا ہے قرض وہی لیتے ہیں جن کی کوئی حیثیت ہوتی ہے اور قرض اس حیثیت کو بھی تباہ کرکے رکھدیتا ہے ہندوستان میں مسلمانوں نے جتنے قرض لئے وہ سب کے سب نمود و نمائش اسراف و تبذیر عیاشی و میخواری یا رسم و رواج اور مقدمہ بازی کے لئے لئے اگر صحیح اسلام پر گامزن رہتے اسلامی روشنی میں قدم اٹھاتے تو نہ انہیں قرض کی ضرورت ہوتی اور

زندہ قوم آریہ سماجیوں کا جوش عمل

وید پرچار کے لئے روپے کی فراہمی آریہ سماجی ہندوؤں کا بھی ایک فرقہ ہے ہندوؤں ہی میں شامل ہیں زندہ قوم کا ایک زندہ فرقہ ہے اس کی تخلیق کو ابھی کم و بیش پچاس برس ہی گذرے ہیں لیکن اس قلیل مدت میں اس نے زندگی اور زندہ دلی کے حیرت انگیز نمونہ پیش کئے اور پوری ہندو قوم میں بیداری کی روح پیدا کر دی ایثار و قربانی کا ایک شاندار ریکارڈ قائم کیا لالہ ہنسراج نے پچاس سال پیشتر لاہور میں آریہ پرادیشک پرتی ندھی سبھا پنجاب قائم کی تھی جس کی اب جوبلی منائی جانے والی ہے اس مدت میں آریہ سماج کے لیڈروں نے بڑی گرانمایہ خدمات انجام دیں اور ویدک آواز کو دنیا کے گوشہ گوشہ میں پہنچا دیا چند ماہ پیشتر سبھا کے صدر لالہ خوشحال چند نے اپیل کی تھی کہ وید پرچار کے لئے دو لاکھ روپیہ دو ماہ کے اندر فراہم کر دینا چاہئے اس پر باوا گوردکھ سنگھ نے آگے قدم بڑھا کر اعلان کیا کہ اگر ۱۲ اپریل تک تمام آریہ سماجی ایک لاکھ روپیہ فراہم کر دیں تو [illegible] ایک لاکھ روپیہ میں ادا کر دوں گا سماجی زندہ قوم تھے ابھی ۱۲ اپریل کا آفتاب نصف النہار پر بھی نہ پہنچا تھا کہ ایک لاکھ پانچ ہزار روپیہ دفتر میں جمع ہو گیا۔

یہ اس قوم کی حالت ہے جسے مسلمان بخل کے طعنے دیا کرتے تھے اور اب بھی یہ کہنے سے نہیں چوکتے کہ یہ لوگ کھانا کھا جانیں لیکن آج ان کا بخل مسلمانوں کی فیاضیوں پر قہقہے لگا رہا ہے اعلان کے ساتھ ہی پوری قوم میں ایک جوش عمل پیدا ہو گیا ہر طرف ایک ہماہمی پیدا ہو گئی ہر شہر اور قصبہ سے چیکوں اور منی آرڈروں کا تانتا بندھ گیا یہ سلسلہ شدت کے ساتھ جاری ہی تھا کہ روپے کے پورے ہونے کا اعلان ہو گیا باوا گوردکھ سنگھ نے بھی ایک لاکھ روپیہ یکمشت دے دیا دو لاکھ مانگا تھا لیکن ایک ماہ کے اندر ہی اندر ڈھائی لاکھ فراہم ہو گیا اس فراہمی میں ہندوؤں کے صرف ایک فرقہ آریہ سماجی نے حصہ لیا اور ایک ہی صوبہ سے اتنا روپیہ فراہم ہو گیا قوم کتنی ہی متمول اور حساس ہو لیکن جب تک ایثار پیشہ کارکن نصیب نہ ہوں وہ کامیاب نہیں ہو سکتی۔

مہاشہ خورسند کے طوفانی دورے یہ ضرور ہے کہ زندہ قوموں میں زندہ دل اور ایثار پیشہ کارکن بھی بکثرت پیدا ہو جاتے ہیں جو بے غرضی و بے لوثی کے ساتھ قومی خدمات انجام دیتے ہیں عوام کا حافظہ تو کمزور ہوتا ہے وہ بہت جلد بھول جاتے ہیں ٹھنڈے ہو جاتے ہیں انہیں گرمی عمل پیدا کرنے والے یہ لیڈر اور قومی کارکن ہی ہوتے ہیں

مہاشہ خوشحال چند صاحب خورسند لاہور کے روزنامہ ملاپ کے مالک اور ایڈیٹر ہیں انہوں نے اپنی ذاتی جد و جہد سے اپنے اخبار کو وقت کا ایک مقتدر اور کثیر الاشاعت اخبار بنا دیا اور لاکھوں روپیہ اس سے پیدا کیا اب بڑے آدمی ہو گئے لیڈر بن گئے [illegible] آرام اور عیش کے ساتھ زندگی بسر کرنے لگے ایک زندہ قوم کے فرد تھے انہوں نے ابھر کر اور بلند ہو کر خود کو عیش و سرور کے لئے وقف نہیں کر دیا بلکہ دولت کے بڑھنے کے ساتھ ان کا جذبہ عمل بھی بڑھتا گیا اخباری مشاغل [illegible] دیانت کے ساتھ آپ جو خود بھی بہت گرانبار اور فرصت سوز ہوتی ہیں انہوں نے قوم کو نہ بھلایا اپنی زندگی کا ہر لمحہ قوم کی خدمت کے لئے وقف کر دیا سیاسیات اور تبلیغ کے میدان میں بھی اترے کہ ہر طرف سے ان کی خدمات کا اعتراف ہونے لگا کام کی ہر جگہ قدر ہوتی ہے۔ کام کیا قدر ہوئی آخر سبھا مذکور کے صدر ہو گئے آپ نے صدر ہوتے [illegible] کسی آرام کی پرواہ نہ کی [illegible] پر چندہ کے لئے ایک اعلان نکال کر خاموش نہیں ہو گئے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنے اعلان اور اپنی تحریک کو کامیاب بنانے کے لئے طوفانی دورے شروع کر دیئے اپنے آرام اور اپنے کام کی بھی پرواہ نہ کی زمین کے گز بن گئے لاہور سے پشاور اور پشاور سے لکھنؤ تک گئے شب و روز ریل کے ڈبوں میں بسر کرنے لگے جہاں اور جس شہر اور جس قصبہ میں پہنچے وہاں تقریریں کیں سماجی مقاصد پر روشنی ڈالی چندہ کی ضرورت جتائی اور روپیہ فراہم کیا اور بہت جلد قومی خزانے میں اپنی تھیلی لا کر الٹ دی۔

باوا گوردکھ سنگھ کا مالی ایثار مہاشہ خوشحال چند صاحب خورسند کی سرگرمیاں طوفانی دورے اور جوش عمل جہاں قابل مبارکباد ہے وہاں باوا گوردکھ سنگھ کی فیاضی بھی قابل داد ہے کوئی کتنا ہی دولتمند ہو پھر بھی بیک وقت ایک لاکھ روپیہ دے دینا اور وہ بھی یکمشت حقیقتاً بہت بڑا ایثار ہے بہت بڑے حوصلہ کا کام ہے اگرچہ ہندوؤں جیسی زندہ قوم میں ایسے ایثار پیشہ اور مخلص و فیاض امراء کی کمی نہیں اور نہ یہ اپنی نوعیت کی کوئی پہلی مثال ہے پھر بھی بہت بڑی چیز ہے روپیہ ایسی چیز ہے کہ کوئی غریب ہو یا امیر سب کو اس سے محبت ہوتی ہے یہ سب کو پیارا ہے اتنی بڑی رقم کا نام لے دینا اور تصور کرنا تو معمولی بات ہے لیکن اسے بیک وقت نکال کر دے دینا اور قوم کے حوالہ کر دینا بہت بڑی بات ہے قوم ایسے افراد پر جتنا فخر کرے بہت کم ہے اور جس قوم میں اس حوصلہ و جگر کے لوگ پیدا ہو جائیں اس کی زندگی و ترقی میں کیا شبہ ہو سکتا ہے ایک ہمسایہ قوم کے فرد کی حیثیت سے ہم بھی باوا صاحب کو اس عطیہ پر مبارکباد دیتے ہیں ہم ایک بار نہیں ہزار بار کہہ چکے ہیں کہ قوم کی ترقی کسی قوم کے امراء کے احساس عمل پر موقوف و مبنی ہوا کرتی ہے۔

جس قوم کے امراء میں بیداری پیدا ہو جاتی ہے پھر اس کی ترقی میں شبہ باقی نہیں رہتا اس لئے کہ روپیہ اقتدار اثر اور عظمت کے مالک یہی ہوتے ہیں ہر قوم کے امراء اس قوم کے قدرتی اور فطری لیڈر ہوتے ہیں اور اس قوم کا ہر فرد دانستہ یا نادانستہ ان کی تقلید اور ان کی پیروی پر لازماً مجبور ہوتا ہے قوم کے افراد اپنے امراء کو جو کرتے دیکھتے ہیں وہی کرنے لگتے ہیں ان کے عیوب ان کے ہنر لوگوں کے لئے قابل تقلید ہوتے ہیں۔ پرانی فارسی ضرب المثل ہے "ہر عیب کہ سلطان بہ پسندد ہنر است" کے مطابق ہر زمانہ میں لوگ امراء کے حالات بدلتے رہتے ہیں ولید بن عبد الملک کو عمارات کا شوق پیدا ہوا تو رعایا کے ہر فرد کی یہی حالت ہو گئی ہر شخص نئی نئی اور شاندار عمارتیں بنانے لگا۔ حضرت عمر بن عبد العزیز کا عہد شروع ہوا تو ان کے اتباع میں ہر طرف مذہبی تقدس عظمت کا معیار بن گیا اکبر نے ہندو رسوم اختیار کرنی شروع کیں ہندو رانیوں کو بیاہ کر لایا تو امراء اور عوام میں بھی یہی رنگ

پیدا ہو گیا۔

عالمگیر کے زمانہ میں مذہبی روح جلوہ گر ہوئی لیکن محمد شاہ رنگیلے کے زمانہ میں دنیا ہی دوسری نظر آ رہی تھی ہر شخص راگ و رنگ کا شیدائی ہو چکا تھا آج بھی دیکھ لیجئے کہ انگریزی تہذیب اور انگریزی معاشرت کس طرح ہمارے گھروں کے تاریک ترین گوشوں تک مسلط ہوتی چلی جا رہی ہے یہی حال امراء کا ہوتا ہے لوگ تعلیم کو نہ دیکھتے ہیں اور نہ سمجھتے ہیں وہ تو نمونہ کو دیکھتے ہیں۔

ہندو اور مسلم امراء کی ذہنیت ہندو امرا اچھا نمونہ پیش کر رہے ہیں ایثار و قربانی سے کام لیتے ہیں قوم کے لئے۔ لاکھوں کر خرچ کرتے ہیں ہندو عوام پر بھی یہی رنگ چڑھتا چلا جاتا ہے ان کے سامنے جب لالہ ہنسراج مہاشہ جی اور باوا جی کے ایثار اور جوش عمل کے مظاہرے ہوتے ہیں تو ان کے اندر بھی جوش پیدا ہوتا ہے حقیقت میں ہر ہندو لیڈر اپنی جگہ قومی جوش سے لبریز ہے قومی خدمت کو اپنا فریضہ سمجھتا ہے اس لئے ہر ہندو میں یہی روح سرایت کرتی چلی جاتی ہے مسلمان عوام کی حالت تو بہت اچھی ہے ایسی اچھی کہ دوسری قوم والے اس پر رشک کر سکتے ہیں لیکن مسلمانوں میں قیادت و امارت کا نظام بگڑا ہوا ہے۔ ان میں اختلافات کے طوفان برپا رہتے ہیں مسلم امراء کی زندگی مدہوشانہ زندگی ہے انھیں قوم کے حال و مستقبل کا کوئی احساس نہیں وہ بالکل غافلانہ زندگی بسر کر رہے ہیں ان کے اندر نہ کوئی زندگی ہے اور نہ جوش عمل ہے ان کی اس غفلت و مدہوشی نے قوم کی قوم کا رنگ بگاڑ رکھا ہے اگر آج تمام امراء پانچوں وقت مساجد میں آکر با جماعت نماز ادا کرنے لگیں تو ہم وثوق کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ پھر ایک قلیل و قصیر مدت ہی میں قوم کی قوم نمازی یا بند ہو جاتی ہے حضور نے امارت کا فریضہ نماز ولیوں گورنروں اور سپہ سالاروں کے جو سپرد کیا تھا اس میں یہی مصلحت تھی۔ اب امام کون ہیں وہ پردیسی طلباء جو محلہ کی روٹیوں پر زندگی بسر کرتے ہیں ان کا جو اثر مرتب ہو سکتا ہے وہ ہو رہا ہے اور سب لے دیکھ رہے ہیں۔

مسلم بے احساسی کے عبرتناک نظاہر ہندو تبلیغی مذہب نہیں ضروریات زمانہ کا وہ ساتھ نہیں دیکھتا ہندوؤں کو اس کی ضرورت محسوس ہوئی ان میں سے ایک جماعت نے علیحدہ ہو کر تبلیغ کا رشتہ سنبھالا تمام ہندوؤں نے اس کا خیر مقدم کیا کسی نے مخالفت نہ کی کہ یہ کام بہرکیف قدیم سے نا روا کام تھا۔ یہ بھی بہت قدیم کتاب ہے جس کے مطالب نہ عام ہیں نہ عقول عامہ اسے سمجھ سکتی ہیں اس کے باوجود ہندو پورے جوش کے ساتھ تبلیغی خدمات انجام دے رہے ہیں اور لاکھوں روپیہ اس مقصد کے لئے فراہم کر دیتے ہیں ان کے یہاں تبلیغ کوئی مذہبی فریضہ بھی نہیں اور نہ اس پر کوئی ثواب ملنے کی توقع ہے۔

برعکس ازیں اسلام ایک تبلیغی مذہب ہے اس کی کتاب بہت مختصر بھی ہے اور اتنی آسان بھی جسے ایک عامی سے عامی بخوبی سمجھ سکتا ہے قرانی تبلیغ فرض بھی ہے ایسا فرض جو ہر مسلمان پر عائد ہوتا ہے اس کے ثواب بھی بیش بہا رکھے گئے ہیں یہاں تک بتایا گیا ہے کہ کسی ایک شخص کو مسلمان بنا لینا دین و دنیا کی نعمتوں سے افضل ہے کسی کو راہ راست پر لے آنا انتہائی ثواب کا باعث ہے اس کے باوجود مسلمانوں میں تبلیغ قرآن و اسلام کے متعلق کوئی جوش نہیں جو سماجی کر رہے ہیں مسلمان اس کا ہزارواں حصہ بھی نہیں کرتے ہندوستان میں کہنے کو ایک نہیں سینکڑوں تبلیغی انجمنیں موجود ہیں ہم نے کبھی نہیں دیکھا کہ ان کے کارکنوں کی طرف سے اس جوش و ولولہ کا اظہار کیا گیا ہو یا کسی انجمن کے پاس بیک وقت دس بیس ہزار روپیہ بھی اکٹھا ہوا ہو۔ تبلیغ اور پھر قرآنی تبلیغ مذہب اور پھر اسلام جیسا سادہ اور فطری مذہب اگر اس کی تبلیغ کی جائے تو آج بھی دنیا کا بہت بڑا حصہ لوائے اسلام کے سایہ میں آ سکتا ہے۔ آج پوری دنیا مساوات کی بھوکی ہے اور سرمایہ و مزدوری کی کشمکش میں مبتلا ہے پوری مہذب دنیا اس سے تنگ آئی ہوئی ہے اس نے اس کے گوناگون علاج سوچے مختلف قسم کی اسکیمیں مرتب کی گئیں سوشلزم کمیونزم وغیرہ بروئے کار لائے گئے مگر نتیجہ صفر ہی رہا اس کا علاج اگر کوئی ہے اور یقینی ہے تو وہ اسلام کی زکوٰۃ میں مضمر ہے اور اس کشمکش کا خاتمہ اگر ہو سکتا ہے تو زکوٰۃ ہی کا طریقہ اختیار کرنے سے ہو سکتا ہے مساوات کا دنیا میں نام ہی نام رہ گیا ہے۔

ہر جگہ رنگ و نسل اور دولت کے امتیازات موجود ہیں ایک دوسرے کو حقارت کی نظر سے دیکھ رہا ہے انسان انسان کو کھائے جا رہے ہیں اگر آج باہمی ازدواج اور ساتھ کھانے اور ساتھ کھڑے ہو کر ایک صف میں نماز پڑھنے کے اسلامی طریقے رائج کر لئے جائیں تو ان تمام تکلیف دہ امتیازات کا خاتمہ ہو سکتا ہے مذہب دنیا کو اپنی انتہائی ترقیوں کے باوجود بالآخر اسلامی اصول ہی اختیار کرنے پر مجبور ہونا پڑا سماجیوں نے بیواؤں کے عقد ثانی کا اصول کس سے لیا کس سے سیکھا دیانت کا بل کن لائنوں پر بنا عیسائیوں کے یہاں طلاق کہاں سے آئی بت پرست اور مشرک ہندوؤں میں پیدا ہو کر آریہ سماجیوں نے توحید کا سبق کہاں سے سیکھا اور بت پرستی سے تنفر کی روح ان کے اندر کہاں سے پیدا ہوئی۔

جانے دیجئے اسے بھی یورا یورپ تثلیث پرستی میں ڈوبا ہوا تھا گرجے بتوں کے گہوارہ بنے ہوئے تھے لوتھر جرمن کی سرزمین سے اٹھا قرطبہ پہنچا وہاں کی یونیورسٹی میں تعلیم پائی قرآن کی تعلیم توحید سے متاثر ہوا اس کا ترجمہ کیا اور عیسائیت میں ایک موحد فرقہ پروٹسٹنٹ کی بنیاد ڈال کر رکھی۔ اگرچہ بعد کو یہ فرقہ بھی تثلیث کا شکار ہوا مگر بت پرستی سے نفرت تھی یہ سب کچھ اسلام ہی کا نتیجہ تھا۔ اور اسلام کا اثر تھا۔

زندہ سیاست

سیاسیات حاضرہ اور منافقت

منافقت - فرانسیسی مدبر کا اصول اساسی ہندو سیاست کا یہ اصول ہے کہ وہ پوری منافقت سے کام لیتے ہیں منافقت کی کہتے ہیں منافقت کی کرنے والے ہیں ان کی زبان پر کبھی حق جاری نہیں ہوتا ہمیشہ حق سے دور رہتے ہیں یہ چیز انہوں نے یورپین سیاست سے لی تھی کہ جب کسی کو مارو تو دوست بنکر سامنے آؤ دشمن بنکر نہیں جیجا کماؤ تو سر توڑ کر نہیں بلکہ سر سہلا کر کماؤ۔ فرانس کا ایک مشہور اور گرانمایہ لیڈر اور مدبر تھا روسیو اس کا مقولہ ہم بار بار انہی صفحات پر ضبط تحریر میں لا چکے ہیں اس لئے لا چکے ہیں کہ وہ اس عہد کی زندہ اور سرگرم عمل قوموں کی زندگی کا اصل الاصول بنا ہوا ہے اور تہذیب جدید کی پالیسی کا قصہ تمام تر اسی مقولہ کے ستونوں پر کھڑا ہوا ہے وہ حرف بحرف اس پر عمل کرتے ہیں اور کرتے رہے ہیں۔

روسیو ایک دوشیزہ پر عاشق ہو گیا وہ زمانہ پھر اور زمانہ تھا عورتوں میں آزادی اور خود سری پیدا ہوئی تھی جس کے مظاہر آج یورپ کے ہر گوشہ برزن میں نمایاں ہیں اور نہ اولادیں والدین سے سرکشی اور بے حیائی کی روح پیدا ہوئی تھی جو آج ہر طرف جلوہ گر ہے لڑکیاں باپ تو باپ ماؤں سے بھی ڈرتی نہیں اور پھر اس معشوقہ جان نواز کی ماں اتفاق سے بہت سخت واقع ہوئی تھی بڑی ضدی اور سخت مزاج تھی لڑکی پر بھی عشق کا جن پوری صورت کے ساتھ سوار ہو چکا تھا اسے اصرار تھا کہ وہ اپنی ماں سے سب کچھ کہدے روسو تھا بڑا مفکر اور دانا۔ اس نے اسے لکھا کہ

"تم اس کے غیظ و غضب کا نشانہ نہ بنو۔ تم جانتی ہو کہ وہ کیا کچھ کر سکتی ہے تمہیں اس نے مجھ سے ملنے سے منع کیا ہے تو پرواہ نہیں استقلال و دانائی سے کام لو۔ اسے جتادو اس پر واضح کر دو کہ نہ صرف یہ کہ تم نے مجھ سے ملنا ترک کر دیا ہے بلکہ مجھ سے سخت تنفر رکھتی ہو میری طرف سے دل پھٹ گیا ہے اس کے بعد مجھ سے بیش از بیش محبت کرو پوری منافقت سے کام لو کہ کامیابی کا گر یہی ہے۔"

یورپ نے روز اول سے اپنی سیاست کا محور عمل بنا لیا ہے جس طاقت کو تباہ کرنا اور نگلنا ہوتا ہے یورپ کی طاقتیں اس کی دوست بنجاتی ہیں اس کی پوری دلدہی کرتی ہیں پوری منافقت سے کام لیتی ہیں اور اس محبت و دوستی کے پردے میں بیش از بیش نقصان پہنچاتی ہیں کسی کا گلا ہی گھونٹتی ہیں تو یہ ہرگز نہیں کہتیں کہ ایسا عمل اپنے کسی مفاد کے لئے کیا جا رہا ہے یا یہ سزا کسی قصور کے پاداش میں دیجا رہی ہے کہتی ہیں تو یہی کہتی ہیں کہ اس طرح گلا گھٹ کر مرنے میں تمہارا ہی فائدہ ہے۔

لیکن منافقت کرنا بھی ہر شخص کا کام نہیں اس کے لئے بڑے حوصلہ بڑے ضبط اور بڑے تحمل کی ضرورت ہوتی ہے اپنے جذبات پر بڑے قابو اور بڑی قدرت کی ضرورت ہوتی ہے غیظ و تنفر کے جذبہ کو سینے کی گہرائیوں میں دفن کرنا پڑتا ہے جو لوگ اپنے جذبات پر قابو نہیں رکھتے غصہ کے آتش کے گھونٹ نہیں نگل سکتے انگاروں کو مٹھی میں نہیں بند کر سکتے یا اپنے اقتدار و عظمت کے نشہ میں مست و بیخود ہو جاتے ہیں ان کی زبانوں پر دل کی بات آجاتی ہے اسرار کھل جاتے ہیں دل کی بات زبان پر لے آتے ہیں اور دوسرے ہوشیار ہو جاتے ہیں ہمارے نزدیک مونجے ساورکر اور ناگس وغیرہ مہاسبھائی وغیرہ اسی لئے بہتر ہیں کہ وہ منافقت سے کام نہیں لیتے اور جو دل میں ہوتا ہے بے تکلف زبان پر لے آتے ہیں البتہ نہرو جی گاندھی جی اور پٹیل جی بہت پختہ کار منافق ہیں ان کے منہ سے شاذ ہی کوئی سخت بات نکلتی ہے دل کی دل ہی میں رکھتے ہیں مسلمانوں سے سخت عناد رکھتے ہیں مگر کبھی اس کا اظہار زبان سے نہیں ہونے دیتے جب سامنے آتے ہیں دوست بنکر آتے ہیں ڈاکٹر مونجے اور مسٹر ساورکر کو ابھی یہ رتبہ اور ضبط کا یہ درجہ حاصل نہیں ہوا اور نہ ابھی ہو سکتا ہے۔

گاندھی جی کا آئین سیاست لیکن گاندھی جی کی بھی عجیب بات ہے یہاں قدر بھی منافقوں ہی کی ہوتی ہے اور صفائی کے ساتھ اپنا مافی الضمیر بیان کر دینے والوں سے سب کو کد رہتی ہے مسلمانوں کی ہر جماعت جمعیۃ علماء احرار نیشنلسٹ اور مسلم لیگ کے لوگ سب کے سب مہاسبھائیوں کے خلاف ہیں ان کے خلاف اپنے قلم و زبان کو برابر حرکت میں لاتے رہتے ہیں سب انہیں اپنا دشمن سمجھتے ہیں۔

لیکن ہماری متعدد جماعتیں ایسی موجود ہیں جو گاندھی جی اور نہرو جی کی نہ صرف مداح ہیں بلکہ ان کے اشاروں پر چلتی رہتی ہیں ایک صرف مسلم لیگ ایسی ہے جو ان کی پالیسی کو مہاسبھائی مسلک سے کہیں زیادہ خوفناک تصور کرتی ہے ذرا اس منافقت کو دیکھئے کہ گاندھی جی ایک سے زیادہ بار مسلمانوں کو سادہ چیک پیش کر چکے ہیں اور ہمیشہ مسلمانوں ہی کو متہم کر کے الگ ہو گئے ہیں گاندھی جی نے مسلمانوں سے صاف طور پر کہا کہ تمہارے تمام مطالبات کو میں منظور کروں گا تم اپنے مطالبات لکھ کر پیش کرو تم کوئی غیر نہیں اپنے ہی ہو لیکن جب مسلمان خوش ہو کر دہلی میں جمع ہوئے تو کچھ لوگوں کو جو کانگریسی ہی تھے مخالفت پر کھڑا کر دیا اور پھر یہ کہکر الگ ہو گئے کہ بھائی میں کیا کروں تم خود اپنے مطالبات پر متفق نہیں ہو پہلے تم سب اپنے اندر اتحاد پیدا کر کے مشترکہ طور پر اپنے مطالبات پیش کر دیں انہیں منظور کر لونگا۔

معاملہ الجھ کر رہ گیا اخبارات میں موافق اور مخالف بحثیں چھڑ گئیں اور یہ جھک آج تک نہ مانا تھا اور نہ ملا دوست بنکر ایک اور نئی آگ لگادی اور الگ ہو گئے بات کی بات بنی رہی اور اچھے کے اچھے رہے اور کام کا کام ہو گیا۔ یہ بات تو پھر بارہ برس پیشتر کی بات ہے حال میں انہوں نے وائسرائے کو لکھا کہ مسٹر جناح بھی ہندوستانی ہیں مجھے ان کے ساتھ بھی ایک ہموطن کی حیثیت سے محبت ہے اگر وائسرائے قومی حکومت بنانے کے لئے مدعو کریں تو مجھے اس میں کوئی عذر نہ ہوگا مطلب یہ تھا کہ اگر ایسا ہوا بھی تو مرکزی حکومت قائم ہو جائے گی جسمیں بہ نوع ہندو ممبروں کی اکثریت ہوگی اور مسٹر جناح اپنی اقلیت کی وجہ سے کوئی کام نہ کر سکیں گے۔ اور کیا بھی تو ہندو ممبروں کی اکثریت ان کی وزارت کے پرخچے اڑا کر رکھدے گی جب ایک دفعہ قومی حکومت قائم ہو گئی پھر اس کا ٹوٹنا کار سے دارد ہندو جب اور جس دن چاہیں گے اپنی وزارت بنا کر کھڑی کر لیں گے پھر وزارت کے بنتے ہی تمام کانگریسی صوبجاتی وزارتیں بھی قائم ہو جائینگی۔

پورے ہندوستان پر تسلط قائم ہو جائیگا اثر ہو جائیگا وزارتوں کے ہاتھ سے نکل جانے سے جو بے اثری و بے کیفی پیدا ہو گئی ہے وہ دور ہو جائیگی مسلم لیگ کی وزارتیں بھی مرکز سے مغلوب اور مرعوب ہو کر رہ جائیں گی مسلمان بے بس ہو رہے تھے ہندو جو چاہیں گے وہ کر سکیں گے جنگ کے اختتام سے پیشتر ہی کافی اثر و قوت پیدا کر لیں گے اور پھر یہی حکومت آزاد حکومت اور سوراج میں منتقل ہو کر رہ جائیگی پاکستان کا قیام اور مسلم تناسب کا معاملہ کھٹائی میں پڑ جائے گا۔

غور کیجئے کہ جو پیشکش اس جوش کے ساتھ کی گئی تھی اور جس پر ہندوستان سے لیکر لندن تک بحث کی گئی پارلیمنٹ میں سوال ہوئے اور جس سے سراسر دوستی کی بو آ رہی تھی وہ مسلمانوں کے لئے کس درجہ خوفناک اور تباہ کن تھی یہ حالت تھی کہ بہت سے مسلمان بھی گاندھی جی کی اس پیشکش سے مسحور ہو کر رہ گئے تھے اور گاندھی جی کو پیکر خلوص سمجھنے لگے تھے۔

بظاہر محسوس یہی ہو رہا تھا کہ منافقت کی شان یہی ہے کہ اس سے انتہائی دوستی مترشح ہو لیکن اگر یہی خلوص و ایثار کی پیشکش جو سراسر منافقانہ تھی منظور کر لی جاتی تو مسلمان ہمیشہ کے لئے غلام بنکر رہ جاتے اور پھر ان کے سر اٹھانے اور پنپنے کی کوئی صورت نہ رہتی۔

سادہ چیک کی پیشکش کے بعد جو کچھ گاندھی جی نے مسلمانوں سے کہا تھا وہی جب مسٹر ایمری وزیر ہند نے ہندوؤں سے انھیں کے الفاظ میں کہا تو چیخ اٹھے جب تک گاندھی جی کی طرف سے مشترکہ و متحدہ مطالبات کا مطالبہ ہو رہا تھا تمام ہندو پریس اس کی تائید کر رہا تھا اور جب ان سے مسٹر ایمری کی طرف سے اسی متحدہ مطالبات کا مطالبہ ہوا تو یہی چیز تفرقہ اندازی اور بدنیتی میں تبدیل ہو گئی۔

پنڈت نہرو کی سیاسی رعنائیاں اب نہرو جی کی سنئے آپ بھی ٹی کے لیڈر ہیں اور گاندھی جی کے بعد آپ جیسی عظمت و شہرت کے مالک ہیں کسی کو نصیب نہیں ہے واقعی آپ کی لیاقت و دانائی اور ایثار قابل صد توصیف ہے لیکن منافقانہ پالیسی میں ان کا جواب ہی پیدا نہیں ہوا رابطۂ عوام کی تحریک کے موجد آپ ہی ہیں بڑی ہمدردی کے ساتھ فرماتے رہے کہ مسلم عوام تو بہت اچھے ہیں لیڈر برے ہیں عوام نہایت اتفاق سے دیہات میں رہتے ہیں ان میں ہندو مسلمان کی تفریق ہی نظر نہیں آتی لوٹے اور لٹیا کے سوا ان میں کوئی فرق ہی نہیں حالانکہ خوب جانتے تھے کہ یہ تفرقہ اندازی کا ایک گر تھا اور کوئی قوم اپنے لیڈروں کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی۔

پھر نہرو کو ہمیشہ ایک نئی چیز بتاتے رہے اور تلقین کرتے رہے کہ پہلے ہندوستانی اور اس کے بعد کچھ اور بنو۔ سب سے بڑا مظاہرہ منافقت کا جو لائے وہ تھا جو لاہور ہائیکورٹ میں کیا اور ججوں کے سامنے کہا کہ مجھے وہ حلف دیا جائے جس میں خدا کا نام نہ ہو۔ ہندو جانتے تھے کہ یہ دل کی آواز نہیں ہے اس لئے سب خاموش رہے لیکن یہی نہرو صاحب جو حلف میں خدا کا نام آنے کے بھی روادار نہیں تھے ایک دھرمی کی شکل میں نمودار ہوئے تھے اس وقت جبکہ لاہور میں حکومت کی طرف سے لاہور میں سرکاری مذبح خانہ بننے کی تجویز ہوئی ہے ہندوؤں میں جوش پھیلا ہے تو اس کی مخالفت میں سب سے پہلا تار گورنر پنجاب

کی خدمت میں پہنچا ہے وہ انہی کا تار تھا کل کے دہریئے تھے آج صحیح العقیدہ ہندو بن گئے جب تک مسلمانوں کا معاملہ اور انہیں گمراہ کرنے کا سوال تھا نہرو جی دہریئے تھے اور جب نہ بچیگا تو اور خالص ہندو معاملہ سامنے آگیا تو کٹر ہندو بن گئے پاکستان کا مسئلہ سامنے آیا تو ایڑی سے چوٹی تک زور لگاتے رہے کہ اس سے ملک کے ٹکڑے ہو جائینگے مسلمان برباد ہو جائینگے مسلمانوں کو ہندوؤں کی مشفقانہ ہمدردیوں سے محروم ہونا پڑیگا اقلیت کے مسلمان بیکسی کی حالت میں رہ جائینگے تین چوتھائی ہندوستان ان کا مخالف ہو جائیگا وہ چین کے ساتھ زندگی بسر نہ کر سکیں گے ان کی عافیت اسی میں ہے کہ وہ پاکستان کی گردش میں نہ پڑیں ان کے لیڈر خود غرض ہیں وہ اپنی بڑائی قائم رکھنے کے لئے انہیں گمراہ کر رہے ہیں گویا مسلمانوں کا دنیا میں اگر کوئی ہمدرد ہے تو وہ نہرو ہیں مسلمان دس کروڑ نظر آئے بہت بڑی قوم نظر آئی ان کے مطالبات کے رد کرنے کی کوئی صورت نظر نہ آئی تو متحدہ قومیت کا ایک ڈھونگ کھڑا کر دیا ہندو قوم کا کوئی فرد مسلمان نہ بن سکے تو اس مزعومہ متحدہ قومیت کا فرقہ بنا لیا مطلب یہی تھا کہ کسی طرح مسلمانوں کو غلام بنا لینے کا موقعہ مل جائے۔

جیسا کہ ہم بار ہا عرض کر چکے ہیں کہ ہندوؤں کی چالوں کا توڑ کرنا تو ایک طرف ان کا سمجھنا بھی دشوار ہے مسلمانوں کو سمجھ لینا چاہئے کہ زندگی بسر کرنا اور دنیا میں رہنا آسان نہیں بہت مشکل ہو بہت جدوجہد کرنے کی ضرورت ہے کہ دنیا میں ہمیشہ تنازع للبقا کا بازار گرم رہا اور اس کی کشمکش انتہا کو پہنچ چکی ہے دنیا یہ دیکھ چکی ہے کہ ترکی کے ٹکڑے کس طرح کئے گئے اسپین مراکش مصر عراق اور فلسطین کا خاتمہ کس طرح ہوا اور ان کی سطوت کس طرح مٹی عرب اور ترک کس طرح منافقت کا شکار ہوئے۔

غازی مدحت پاشا نے جو ترکوں کو وصیت کی تھی مسلمانوں کو بھی اسے آویزۂ گوش بنا لینا چاہیئے۔ انہوں نے فرمایا تھا کہ ترکوں کا سامراج اقتدار محض دوسروں پر اعتبار کرنے کی وجہ سے تباہ ہو کر رہ گیا اب اگر ترکوں کو زندہ رہنا ہو تو انہیں چاہیئے کہ وہ کبھی دوسروں پر اعتبار نہ کریں اپنے پاؤں پر کھڑے ہوں آجکل جتنے دعوے کئے جاتے ہیں سب منافقانہ دعوے ہوتے ہیں دوسروں کو بے وقوف بنانے کے لئے کئے جاتے ہیں مسلمانوں کا دوست اگر کوئی ہو سکتا ہے تو وہ خود مسلمان ہی ہیں اب سخت سے سخت دشمن بھی دوست کے لباس میں آتا ہے اور اپنا کام کر جاتا ہے مسلمانوں کو اس منافقت کی ضرورت نہیں کسی پر اعتماد نہ رکھنے اور ان کی طرح جوش عمل سے کام لینے کی ضرورت ہے کہ اسی میں راز ترقی ہے۔

زندہ ماضی

امام ابوحنیفہ کی سیرت کا ایک ورق

علم و فضل حضرت امام ابوحنیفہ عجم کے ایک معزز اور مشہور خاندان کے چشم و چراغ تھے آپ کے پردادا نعمان عہد علوی میں ایمان لائے کوفہ میں تجارت شروع کردی حضرت علی کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے ۸۰ھ میں پیدا ہوئے آپ کو متعدد صحابہ کرام کو دیکھنے کا بھی شرف حاصل ہوا، آپ کا شمار تابعین کرام میں ہے پندرہ برس تک تو آپ نے نہ کچھ پڑھا اور نہ لکھا اور آبائی کاروبار ہی میں مصروف رہے کسے خبر تھی کہ یہ بے علم لڑکا آگے چل کر امام وقت اور یگانہ روزگار ہوگا تعلیمی زمانہ گذر گیا تھا اس پر بھی پڑھنا جو شروع کیا ہے خدا نے ذہن رسا عطا کیا تھا عجلت سے منازل ارتقا طے کرنی شروع کردیں اور ایک فقیہ المثال علامہ کی حیثیت سے منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوئے بکثرت اساتذہ سے استفادہ کیا کچھ کوفہ ہی پر منحصر نہیں ہے بصرہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ پہنچکر یہاں کے علمی سرچشموں سے بھی علمی تشنگی فرو کی حرم نبوی کی علمی مجلسوں میں شریک ہونے لگے آخر وہ وقت بھی آگیا کہ آپ آسمان شہرت کے آفتاب بن گئے علم و فضل میں شرف یکتائی حاصل کرلیا۔

کوفہ سے نکل کر آپ کے تبحر علمی کی شہرت پوری دنیائے اسلام میں پھیل گئی ادب انساب حدیث فقہ قرأت و تفسیر میں آپ کو تبحر و کمال حاصل ہوگیا ہر طرف ہجوم مچ گئی سرآمد روزگار بن گئے۔ آج دنیا حیرت کے ساتھ سنے گی کہ آپ کے کمال و تبحر کا یہ عالم تھا کہ شاگرد تو شاگرد آپ کے اساتذہ تک آپ کا ادب و احترام کرتے تھے حضرت امام مالک کی عظمت علمی اور تقدس خاندانی ایک مسلمہ امر ہے بڑے بزرگ فقیہ محدث اور امام وقت تھے وہ بھی آپ کا بہت ادب کرتے تھے علمی حلقوں میں آپ کی بڑی عزت تھی تکمیل علوم کے بعد آپ نے درس دینا شروع کردیا ایک مدرسہ قائم کیا جسے بہت جلد عالمگیر شہرت حاصل ہوگئی آپ کی استادی و معلمی کے حدود خلیفہ وقت اور فرمانروائے اسلام کے حدود مملکت کے برابر تھے چپہ چپہ پر آپ کے شاگرد موجود تھے اور ہر قسم عالم کے طلبا آپ کے درس میں شامل تھے اس بابرکت زمانہ میں اساتذہ کی عزت بادشاہوں کی طرح کی جاتی تھی

حضرت امام اور سیاست وہ زمانہ اسلامی سیاست کا زمانہ تھا اور استادوں کا ادب باپ کی برابر کیا جاتا تھا اور اس میں وہ شان ہوتی تھی کہ جس پر فرمانرواؤں کو رشک ہوتا تھا آپ کی شہرت اور ہردلعزیزی کے ساتھ قدرتاً آپ کا اثر پھیلا ہوا تھا مگر بالخصوص عراق میں تو یہ حالت پیدا ہوگئی تھی کہ عراق آپ کے ایک اشارہ انگشت اور ایک جنبش نگاہ کیلئے مرنے اور جان دینے تک کو تیار رہتے تھے ہر شخص آپ کے ہر حکم کی تعمیل کے لئے ہمہ تن تیار رہتا تھا۔

حکمران طبقہ نے بااثر لوگوں کی زندگی کو ہر عہد میں حکومت کے لئے خطرناک سمجھا ہے آپ کے اثر کو بھی وہ تشویش کی نظر سے دیکھ رہے تھے اس عہد میں جتنے بھی اختلاف رونما ہوئے ان میں کسی نہ کسی طریق پر آپ کی شرکت کا گمان بھی ضرور کیا گیا اور اسی گمان پر آپ کو مصائب کا بھی شکار ہونا پڑا۔

۱۲۱ھ میں جب ہشام بن عبدالملک جو خاندان بنو امیہ کا کل سر سبد اور سب سے زیادہ اقبال مند فرمانروا گذرا ہے، زید بن علی نے حکومت کے خلاف جو خروج کیا ہے اس میں بھی آپ کی شرکت کا گمان کیا گیا حالانکہ اس خروج میں آپ کا کوئی ہاتھ نہ تھا اتنا ضرور تھا کہ آپ حضرت زید کو حق پر سمجھتے تھے جسکی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ آپ کو اہل بیت کے ساتھ ہمیشہ سے ایک خاص ارادت تھی۔ ہشام ۱۲۵ھ میں مرگیا اس کے بعد جو چار اموی خلیفہ ہوئے ان کے عہد میں بھی سادات کی طرف سے تحریک برابر جاری رہی یہ ضرور ہے کہ امویوں نے انقلاب کی تحریک کو دبانے کی کوشش کی اور نہایت شد و مد کے ساتھ کی مگر سزائیں بالعموم انہی کو دی گئیں جو خروج میں شریک پائے گئے۔

بنو امیہ کی خلافت خلافت راشدہ کے بعد قائم ہوئی تھی اس میں سلطنت کا رنگ جھلک رہا تھا اس لئے یہ اچھی نظر سے نہ دیکھی جاتی تھی لوگ بھی انقلاب کے خواہاں تھے تحریک جاری ہوئی سادات کی طرف سے اور اس سے فائدہ اٹھا گئے بنو عباس تاہم اس انقلاب کو بھی خوش آمدید کہا گیا مگر بہت جلد لوگوں پر واضح ہوگیا کہ بنو عباس بنو امیہ سے بھی زیادہ سخت نکلے اور لوگوں کو ان سے کہیں زیادہ مایوس ہونا پڑا۔

حضرت امام کو کوڑوں کی سزا انقلابی تحریک کا مرکزی نقطہ عراق ہی تھا یہاں سادات کا اثر ہر زمانہ میں زیادہ رہا آخری فرمانروائے بنو امیہ مروان الحمار نے اسی لئے یہاں ایک زبردست قوی دست اور لائق گورنر یزید بن عمر بن ہبیرہ کو متعین کردیا تھا ابن ہبیرہ شجاعت کے ساتھ فیاض اور دور اندیش بھی تھا اس نے حکومت میں مذہبی عنصر کو بھی داخل کیا مشہور اور نامور علماء کو بڑے بڑے مناصب عطا کئے وہ چاہتا یہ تھا کہ اس طرح حکومت کو استحکام حاصل ہوکر انقلابی تحریک پر اثر انداز نہ ہوگا۔

حضرت امام تو سرآمد روزگار اور بااثر علماء میں تھے آپ کو حکومت میں شامل کئے بغیر مقصد کی تکمیل نہ ہوسکتی تھی ابن ہبیرہ نے آپ کو بلوا کر میر منشی اور افسر خزانہ مقرر کرنا چاہا جب آپ نے صاف انکار کردیا تو اس نے امارت کے زعم میں قسم کھائی اور کہا کہ آپ سے منظور و قبول کراکر رہوں گا۔

لوگوں نے سمجھایا تو فرمایا کہ میر منشی کے فرائض مجھے معلوم ہیں اس کے احکام پر مہریں مجھے ہی ثبت کرنی پڑیں گی اور مجھ سے قیامت تک یہ نہ ہوسکے گا جب آپ راضی ہی نہ ہوئے تو غضبناک ہوکر اس نے حکم دیدیا کہ جب تک آپ یہ عہدہ قبول کرلینے پر راضی نہ ہوں دس کوڑے روز لگائے جائیں چنانچہ چند روز تک برابر کوڑے لگتے رہے مگر آپ نے رضامندی کا اظہار نہ کرنا تھا نہ کیا آپ کا اثر تھا ہمہ گیر عوام میں اضطراب پھیلا اور شورش کا اندیشہ پیدا ہوا تو ابن ہبیرہ نے اپنا حکم واپس لے لیا کچھ دنوں کے بعد یہ تماشائے عبرت دیکھنے میں آیا کہ نہ وہ حکومت رہی اور نہ وہ خود ہی رہا۔ دور ہی الٹ گیا اور بنو امیہ کی جگہ بنو عباس کروفر کے ساتھ سریر آرائے خلافت ہوئے انہوں نے ظلم کی انتہا کردی۔

منصور ایک لائق خلیفہ گذرا ہے مگر اس نے فتنوں کو دبانے کے سلسلہ میں وہ ہولناک مظالم برپا کئے کہ مسلمانوں کے سواد اعظم کی تمام توقعات جو انقلاب کے ساتھ وابستہ تھیں تمام تر مجروح ہوکر رہ گئیں۔ سادات کرام کے ممتاز بزرگوں کے ساتھ انتہائی بیرحمانہ سلوک روا رکھا۔

حضرت محمد ابراہیم فضل و کمال اور حسن و جمال میں لاثانی تھے انہیں زندہ

دیوار میں چنوا دیا مجبور ہو کر ایک بزرگ سید محمد نفس ذکیہ نے مدینہ منورہ میں ایک بڑی جمعیت کے ساتھ خروج کیا بڑے بڑے پیشوایان مذہب اور علماء وفضلاء ساتھ ہو گئے حضرت امام مالک تک نے ان کے حق میں فتوٰی دیدیا بہت باثر اور شجاع تھے مگر قسمت نے ساتھ نہ دیا اور میدان جنگ میں شہید ہو گئے کچھ دنوں کے بعد ان کے بھائی سید ابراہیم کھڑے ہو گئے جو اولوالعزم وشجاع ہونے کے علاوہ بہت بڑے عالم اور مقتدائے وقت تھے دور دراز تک مریدان کا سلسلہ پھیلا ہوا تھا کم وبیش ایک لاکھ کی جمعیت ساتھ ہو گئی منصور یہ سنتے ہی بدحواس ہو گیا اس کا آفتاب امید سیاہ ہو گیا حضرت امام نے بھی سید ابراہیم کی تائید علانیہ نہیں کی بلکہ جنگ میں شریک ہو کر لڑنے کا بھی تہیہ کر لیا مالی امداد بھی کی مگر عین وقت پر کسی مجبوری کی وجہ سے شریک نہ ہو سکے۔ ان کی فتح وکامیابی کے تمام قرائن موجود تھے مگر عین وقت پر اپنی بے تدبیری وغفلت سے غیر متوقع طور پر شکست کھائی اور لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔

منصور نے فتح کے بعد سید ابراہیم کے حامیوں کی طرف توجہ کی حضرت امام بھی طلب ہوئے منصور کے پر رعب دربار میں آپ نے بڑی دلیرانہ گفتگو کی لوگ متحیر ہو گئے منصور ظالم تھا مگر علمی قدر دان تھا اس نے آپ کو دنیا کا سب سے بڑا عالم سمجھکر آپ کو اپنا موید بنانا چاہا اور عہدہ قضا سپرد کرنا چاہا منظور نہ کیا تو آپ کو جیلخانہ میں نظر بند کر دیا قدر دانی کا یہ ایک شاندار مظاہرہ تھا کہ ہر شخص کو ملنے کی اجازت تھی درس کا سلسلہ بھی جاری تھا خود بھی ملاقات کرتا اور دربار میں بلا کر علمی بحثیں کیا کرتا آپ کی عزت وتکریم بھی کرتا رہا۔ آخر جب یہ نظر بندی شورش کا باعث بنتی نظر آئی تو خفیہ طور پر زہر دلوا دیا۔

ذوق عبادت اور بزرگانہ تقدس آپ کی شہادت کی خبر سے ایک عام ہیجان پیدا ہو گیا اور پوری دنیائے اسلام میں آپ کا ماتم کیا گیا حقیقت میں حضرت امام کی ذات گرامی مجموعۂ اوصاف تھی زندگی منظم وپاکیزہ تھی۔ ذوق عبادت کا یہ عالم تھا کہ اکثر رات بھر ذکر ونماز میں مشغول رہتے تلاوت قرآن کے دوران میں آنسو جاری رہتے خشوع والحاح کے ساتھ نمازیں پڑھتے بہت رقیق القلب تھے بہت خدا ترس تھے کبھی کسی نے کچھ برہنہ سر نہ دیکھا کبھی استراحت کے لئے پاؤں دراز نہ کئے فرماتے تھے کہ خلوت میں بھی خدا کے ساتھ مؤدب رہنا اچھا ہے حضرت فضیل بن عیاض ابراہیم بن ادہم بشر حافی رحمہ اور داؤد طائی جیسے مشہور عارف اور بلند پایہ اولیا آپ ہی کے شاگرد تھے۔

کاروباری دیانت تجارت آبائی پیشہ تھا بچپن سے اسی کام میں پڑنے کی وجہ سے کاروبار میں بہت ہوشیار ہو گئے تھے گو زیادہ علمی مصروفیات تھیں درس وتدریس کا سلسلہ برابر جاری تھا اس کے باوجود کاروبار کا سلسلہ جاری رہا اور اپنی خداداد ذہانت سے اسے پورے عروج پر پہنچا دیا آپ کا شمار کوفہ کے چوٹی کے دولتمندوں میں تھا لاکھوں روپے روپے کی خرید وفروخت ہوتی تھی بڑے بڑے شہروں میں آپ کی ایجنسیاں قائم تھیں لاکھوں روپے کا مال کوٹھیوں میں بھرا رہتا تھا کاروبار کی اس وسعت وعظمت کے باوجود دیانت اور تقوٰی کا یہ عالم تھا کہ مجال نہ تھی کہ ایک پیسہ بھی ناجائز طور پر آپ کے خزانہ میں داخل ہو سکے ایک دفعہ خز کے قیمتی تھان بھیجے اور اپنے ایجنٹ سے کہلا بھیجا کہ فلاں نمبر کے تھان میں فلاں عیب ہے خریدار پر ظاہر کر دینا وہ بھول گیا تمام تھان فروخت کر ڈالے آپ کو جو علم ہوا تو آپ نے ان تھانوں کی پوری قیمت جو کم وبیش تیس ہزار درہم تھی اسی وقت خیرات کر دی اور ایک پیسہ رکھنا پسند نہ کیا۔ کیا اس دیانت وتقوٰی کی کوئی مثال آج مل سکتی ہے

ایک عورت آپ کی دکان پر خز کا ایک تھان فروخت کرنے کو لائی قیمت پوچھی تو اس نے سو درہم بتائے فرمایا کم ہیں بولی دو سو دیدیجئے فرمایا یہ تھان تو پانسو درہم سے کم کا نہیں عورت سمجھی مذاق کر رہے ہیں مگر آپ نے اسی وقت پانچسو گن دیئے۔

آج بھی اس بھری دنیا میں کوئی ایسا تاجر مل سکتا ہے جو پوری قیمت دیدے اور غریبوں کی حاجتمندی سے فائدہ نہ اٹھائے بیچنے والا سو مانگے اور لینے والا پانسو دے اسی اتقاء ودیانت کا نتیجہ تھا کہ روپیہ کھنچا چلا آ رہا تھا۔ اور ملک التجار بنے ہوئے تھے۔

فیاضی وسیرچشمی ایک حضرت امام ابو یوسف ہی نہیں بکثرت ایسے شاگرد تھے جنہیں آپ نے پڑھایا بھی اور ان کے گھر کے خرچ کی بھی کفالت کی ایک دفعہ کچھ لوگ آپ سے ملنے آئے ایک شخص شکستہ حالت اور پریشان خاطر نظر آیا رخصت کے وقت اسے روک کر ایک ہزار دینے لگے بولا خدا کا شکر ہے کہ میں خوش حال ہوں فرمایا کہ پھر صورت کیوں ایسی بنائی ہے جس پر مفلسی کا شبہ ہو۔ اسی طرح ایک دفعہ راستے میں ایک آپ کا قرضدار آپ کو دیکھکر کترا اور ایک طرف کو چلدیا۔ بلا کر پوچھا تو کہا کیا عرض کروں آپ کے دس ہزار درہم قرض ہیں جنھیں مالی مشکلات کی وجہ سے ابتک ادا نہیں کر سکا ہوں یہ سنکر بہت افسوس ہوا اور وہ سب رقم معاف کر دی۔ بہت متواضع اور حلیم بھی تھے۔

امامت وعظمت آپ کو امامت کا لاثانی مرتبہ حاصل ہوا آپ نے مسائل شرعی کو مرتب کیا آپ کی فقہ بہت مقبول ہوئی فقہ کے چار امام تسلیم کئے گئے ہیں جن میں ایک آپ ہیں اور تین کے اسماء گرامی حضرت امام شافعی رحمہ امام مالک رحمہ اور امام احمد حنبل رحمہ ہیں اس وقت دنیا کے مسلمانوں میں سب سے زیادہ تعداد آپ ہی کی فقہ ماننے والوں کی ہے ہندوستان میں بھی حنفی فقہ ہی رائج ہے اور یہ آپ کی مقبولیت کی ہمہ گیر علامت ہے ہم سب لوگ حنفی طریق ہی پر نماز پڑھتے ہیں آپ کی سیرت مسلمانوں کے لئے قابل اتباع ہے۔

پاکستان اکھنڈ ہندوستان کی منطق

پاکستان کے متعلق اب تک اتنا کچھ لکھا اور کہا جا چکا ہے [illegible] سب کو یکجا جمع کیا جائے تو دفتر کے دفتر تیار ہو سکتے ہیں اور صحیم سے ضخیم [illegible] مرتب ہو سکتی ہیں لیکن چونکہ ہندوؤں کو اس کے نام سے چڑ ہے ان پر حرص تسلط غالب ہے اس لئے وہ اس کی مخالفت میں اپنے قلم و زبان کو برابر حرکت دیتے چلے جا رہے ہیں اگر مخالفت بھی کسی نقصان کے بیان پر مشتمل ہو تو سمجھ میں بھی آ سکتی ہے بلا وجہ اور بلا جرم مخالفت کی جائے [illegible] علاج ہے ان یہ چیز کہ جب چوتھائی ہندوستان ہاتھ سے نکل رہا ہے ملک کے ٹکڑے ہو رہے ہیں وطن تقسیم ہو رہا ہے تو ہندوؤں کے نزدیک یہ اسکیم کیونکر گوارا ہو سکتی ہے۔ پورے ہندوستان کی یکجائی دیکھیے اور پورے ملک کی حکومت یقیناً منقسم ملک اور منقسم حکومت سے شاندار اور پرعظمت ہو سکتی ہے۔

یہ صحیح ہے اور بالکل صحیح ہے واقعی متحدہ اور غیر منقسم ہندوستان ایک اتنی بڑی طاقت ہو سکتا ہے جو دنیا اور دنیا کی ہر قوت کو لرزا دینے کے لئے کافی ہو، عالمگیری میں یہی حالت تھی لیکن تخیلی جنت اور حقیقی جنت میں بڑا فرق ہے دہلی والوں کے پاس جتنا روپیہ ہے اگر وہ ایک رائے بہادر لال کے خزانہ میں اکٹھا ہو جائے تو یہ قطرے ایک دریا [illegible] ذخار کی صورت اختیار کر سکتے ہیں نالوں کو سب عبور کر سکتے ہیں پاٹ سکتے ہیں لیکن بہ ہمہ وجوہ کون پل بنا سکتا ہے اور سمندر کو کون پاٹ سکتا ہے۔ ایک دولتمند کا اثر ہزار مفلسوں سے کہیں زیادہ ہوتا ہے اور رائے صاحب کے خزانہ میں مجتمع ہو کر یہ دولت جتنی بڑی قوت بن سکتی ہے اتنی منتشر حالت میں نہیں بن سکتی لیکن کیا اس تصور سے دہلی والوں کی تمام دولت رائے صاحب کے سپرد کر دینے کو کوئی ذی ہوش بھی قرین صواب و دانائی بتا سکتا ہے۔

یورپ اگر ایک چرچل یا ہٹلر کے ہاتھ میں دیدیا جائے اور اس کے سب اجزا مل کر ایک متحد اور ٹھوس طاقت بن جائیں تو پھر دنیا میں کون اس کی طاقت کا مقابلہ کر سکتا ہے مگر کیا اس نظریہ کی صحت تسلیم کرنے کے بعد بھی کوئی یورپین قوم اسے گوارا کر سکتی ہے ہندوستان اور یورپ دونوں قریب قریب ہر اعتبار سے برابر اور مساوی ممالک ہیں سارے ہندوستان میں نو دس کروڑ مسلمانوں کا مذہب و تمدن اور تہذیب جدا ہے اور یہ اتنی بڑی قومیت ہے کہ ایک روس کے سوا کوئی جرمنی انگریزی فرانسیسی اطالوی اور اسپینی اس کی برابری کا دعویٰ نہیں کر سکتی پھر چھ سات کروڑ اچھوت اور سکھ ہیں ان کے بعد سکھ ہیں پارسی ہیں بدھ ہیں عیسائی ہیں سب جداگانہ مذاہب و مسالک و روایات کے قائل ہیں انہیں سب کو ملا جلا کر ہندو نرمند [illegible] ایک متحدہ قومیت کا ڈھونگ کھڑا کرنے کی فکر میں دن رات گھلے جا رہے ہیں۔ اور اس مقصود وحدت قوم کے ہر فرقے کو ایک قوم بنا کر ان کا گلا گھونٹ دینا اور ان کی آواز بند کر دینا چاہتے ہیں اور پھر غضب یہ ہے کہ جو اس عنقا کی مخالفت کرتے ہیں اس کا مذاق اڑاتے اور اسے وطن دشمن قرار دیتے ہیں لیکن ہمیں قومیت متحدہ کے ان مزعومہ حامیوں سے یہ پوچھنے کا حق حاصل ہے کہ جو جینا امریکہ اور یورپ جیسے مہذب اور آزاد ممالک میں کامیاب و متصور نہیں ہو سکی وہ یہاں کیونکر ہو سکتی ہے یورپ میں تو ایک مذہب ہے ایک تمدن ہے ایک تہذیب ہے اس کے باوجود وہ سوئٹزرلینڈ پرتگال اور ڈنمارک جیسی چھوٹی چھوٹی حکومتیں موجود ہیں جو ہمارے یہاں کی معمولی ریاستوں سے بھی چھوٹی ہیں۔

کیا جرمنی فرانس اٹلی روس انگلستان وغیرہ ایک متحدہ قومیت کے تسلیم کرنے پر راضی ہو سکتے ہیں اور یورپ کے ٹکڑوں کا متحد ہونا گوارا کر سکتے ہیں اگر یورپ والوں سے مذہب اور تمدن کی یکسانیت کے باوجود بھی یورپ کے ٹکڑے جوڑے نہیں جڑ سکتے اور انکی بصیرت سیاسی کے باوجود بھی ایک متحدہ قومیت میں منسلک نہ ہو سکے تو پھر ہندوستان کے متعلق یہ توقع کیوں کی جا رہی ہے کیا اسلئے تو نہیں کہ ڈاکٹر مارنگ کے قول کے مطابق ہندو "دولت و دماغ" کے مالک ہوتے ہیں. جیسے دیکھو گاندھی جی ہوں یا نہرو صاحب مونجے بہادر ہوں یا جناب ساورکر سب کے سب ملک کے ٹکڑے ہونے کا رونا رو رہے ہیں ٹکڑے بھی نہیں مسلمان تین چوتھائی ہندوستان ان کے لئے چھوڑ رہے ہیں اور صرف ایک چوتھائی اپنے لئے چاہتے ہیں۔ انہوں نے پاکستان کو بے اثر بنانے کے لئے طرح طرح کی تحریکیں بھی کھڑی کر دی ہیں مگر دنیا میں اصول بھی کوئی چیز ہے اقلیتوں کی قوت و تعداد کا بھی کوئی معیار ہے تلوار کا اور اتفاقات کا تو معاملہ ہی اور ہے مگر ذہنی علیحدگی کے لئے کوئی اساس تو ہونی چاہئے کوئی تناسب تو ہو تیس فیصدی تناسب تو ہو غرضکہ یہ تمام تحریکیں شرانگیزی پر مبنی ہیں جب یورپ و امریکہ ٹکڑے ہونے سے نہ بچ سکے تو ہندوستان کیونکر بچ سکتا ہے یہی ہوا چل گئی تو پھر خاتمہ ہے گاؤں اور مکانات کی تقسیم ختم ہو جائیگی جب مسلمان اس ملک میں پیدا ہوئے ہیں تو وہ اپنا حصہ لیکر رہیں گے اسمیں "دماغ و دولت" کا سوال نہیں اس کا ذکر نہیں۔

مسلمانوں کے پاس یہ چیزیں کم سہی مگر دل تو ہے بازو تو ہے یوں گفت و شنید سے فیصلہ نہ ہو گا تو جھگڑے ہوں گے بازو جنبش میں آئیں گے بڑے ملک اور بڑی حکومتیں اتفاق سے قائم ہو کر ہمیشہ منقسم ہوتی آئی ہیں روما کے عہد کا اکھنڈ یورپ بیسیوں ٹکڑوں میں منقسم ہوا۔ ولید و ہشام کے عہد میں اموی سلطنت وسط فرانس سے ایک طرف دیوار چین اور دوسری طرف دیوار چین تک پھیلی ہوئی تھی پھر عباسی سلطنت کتنی وسیع تھی آخر تقسیم ہوئیں عہد علائی کا ہندوستان علاء الدین کی زندگی اور عہد عالمگیری کا ہندوستان عالمگیر کی حیات یا چند اور سال ہی تک قائم رہا کشمیر میں جونپور میں گجرات میں بنگال اور بہار میں ملکنڈہ میں اور دکن میں شاندار اور آزاد حکومتیں قائم ہو کر صدیوں زندہ رہیں۔ ہندو عہد میں بھی کوروں اور پانڈوں میں کیوں جنگ ہوئی۔

پرتھی راج اور جے چند کی حکومتیں ایک تو نہ تھیں۔ ہندو تاریخ شاہد ہے کہ جداگانہ ہندو فرمانروائیاں بھی دکن بنگال بہار اور راجپوتانہ وغیرہ میں برابر قائم رہیں پھر یہ اکھنڈ ہندوستان کی تحریک اور پاکستان کی مخالفت ایک لغو اور لایعنی فعل نہیں تو کیا ہے پاکستان ایک حق ہے اور اس حق کا بول بالا ہو کر رہے گا۔

جب میں کنواری تھی

ایک نوجوان لڑکی کے قلم سے

بے شک وہ دلفریب زمانہ تھا. جب میری شادی بھی نہیں ہوئی تھی، مجھے کوئی غم نہ تھا اور میرے دل میں وہ تمام باتیں تھیں جو ایک نوجوان لڑکی میں ہوتی ہیں وہ خوبصورت تمنائیں وہ حسین اور پرلطف خواہشیں. میری سہیلیاں کہا کرتی تھیں. "تو کتنی حسین ہے" یہ سُن کر میرے دل میں نہ جانے کیا ہونے لگتا تھا اور جب میں آئینہ دیکھتی تھی تو دل میں گدگدیاں سی ہوتی تھیں. وہ گورا گورا رنگ وہ چہرہ کی ملاحت چکنی جلد، مجھے خود شبہ ہونے لگتا تھا کہ میری آنکھیں بہت خوبصورت ہیں اور میرے رخساروں پر سُرخی بھی ہے قدرتی سُرخی جو تقدیر سے ہی کسی کو میسر آتی ہے. کبھی کبھی میرا چنچل دِل کہتا تھا. تو بڑی سُندر ہے. تجھے .... ایسا ہی مِلنا چاہیئے جیسی تو ہے.

تقدیر نے یہاں بھی میرا ساتھ دیا. وہ بھی بے شک حسین ہیں. بڑی موہنی صورت والے. کون ہوگی جو انہیں دیکھکر آپے میں رہ جائے سچ مچ میں بڑی تقدیر والی تھی. لوگ کہا کرتے تھے اچھی جوڑی ہے.

مگر واہ رے تقدیر زمانہ بدلتے دیر نہیں لگتی. میرا شباب میری جوانی. میرے چہرہ کی جاذبیت اور دلکشی سب کچھ ایسے ڈھلنے لگی. جیسے دھوپ کی تیزی سے گلاب کے پھول کی نازک پتیاں مرجھانے لگتی ہیں وہ حُسن جسے میری سہیلیاں بھی رشک سے دیکھا کرتی تھیں. کچھ ایسے مدھم پڑنے لگا. جیسے چاند کو گرہن لگنا شروع ہوجائے. اور پتہ نہیں ایسا کیوں ہونے لگا. میری عمر پورے اٹھارہ سال کی بھی نہ ہوئی تھی کہ میرا سب کچھ چھن گیا. آئینہ میں صورت دیکھتی تو ایسا معلوم ہوتا جیسے کوئی ۳۵ برس کی عورت. اسی حال میں سال بیت گئے. وہ بھی کچھ روٹھے روٹھے سے رہنے لگے. میری دُنیا میں اندھیرا سا چھانے لگا. اور مجھے ایسا محسوس ہونے لگا. جیسے میرا کوئی ہے ہی نہیں. سارا عالم مجھ سے منہ پھیر بیٹھا ہے.

انہی دنوں میری ایک رشتہ دار عورت نے کچھ محسوس کیا میری حالت کو سمجھا. مجھ سے کچھ پوچھا. اور میں نے سب کچھ صاف صاف بتا دیا. وہ سب باتیں سُن کر بولیں. ٹھیک تو ہے. تمہارا اس سے بھی بدتر حال ہوجانا چاہیئے. دراصل بات یہ تھی کہ مجھے لیکوریا کی بیماری ہوگئی تھی. اور وقت بے وقت خفیہ بدن سے پانی گرنے لگا تھا. جس کی وجہ سے میری کمر اور پنڈلیوں میں اور پیٹ میں درد ہونے لگتا تھا. اور یہ تکلیف مہینہ آنے پر اور زیادہ ہوجاتی تھی. مگر میں نے اس کو بیماری ہی نہ سمجھا علاج کیا خاک کرتی. خود اُن سے بھی اس کا تذکرہ نہ کیا. میری یہ رشتہ دار عورت بڑی تجربہ کار اور جہاں دیدہ ہیں. انہوں نے فوراً ہی

لیڈی ڈاکٹر زنانہ دواخانہ پی. بی ۳۴ دہلی

کے پتہ پر خط لکھکر دوا "روک" کی ایک شیشی منگا کر مجھے دی. میں نے یہ دوا استعمال کی. میں نے دیکھا کہ وہ پانی جو روز جایا کرتا تھا تیسرے دن آنا بند ہوگیا اور پوری شیشی دوا "روک" استعمال کرنے سے میری صحت پھر ویسی ہی ہوگئی اور رفتہ رفتہ میرے چہرہ پر پھر وہی جوانی چھا گئی. جس کے لئے میری سہیلیاں رشک کرتی تھیں. اب مجھے پتہ چلا کہ لیکوریا یعنی سیلان الرحم کی بیماری عورت کے حُسن کیلئے کتنی تباہ کن ہے. میری رشتہ دار عورت کہتی ہیں کہ لیکوریا کی بیماری کا بہترین علاج یہ ہے کہ ایسی بیمار عورت ایک شیشی دوا "روک" استعمال کرلے. اس کے بعد پانی گرنا بند ہوجاتا ہے اور عورت تندرست ہوجاتی ہے. ہزاروں جگہ اس دوا کا تجربہ ہوا ہے اور ہر جگہ مریضہ کو اس دوا نے تندرست کردیا. اس لئے جو عورتیں سفید پانی کی بیماری میں مبتلا ہوں. انہیں پتہ بالا سے دوا "روک" منگا کر استعمال کرنی چاہیئے ایک شیشی دوا "روک" کی قیمت تین روپے ہے. بذریعہ وی. پی پارسل منگا لینی چاہیئے.

پارسل پر صرف نو آنے محصول لگتا ہے ہر عمر کی لڑکی یا عورت کے لئے یہ دوا یکساں مفید ہوتی ہے.

مقصود بیان: - صداقت قرآنی اور حقانیت رسالت کے روز روشن کا اظہار۔ اس امر کی صراحت کہ قرآن مبین ہے یعنی حق و باطل کا فیصلہ کرنے والا اور حرام و حلال میں تفریق کرنے والا ہے۔ اس کے احکام میں کوئی خفا و شک اور شبہ نہیں۔ اس کے اندر افراط ہے نہ تفریط بلکہ شاہراہ مستقیم ہے جو بالکل کھلی ہوئی ہے جس کا دل چاہے آنکھیں بند کرکے چلدے۔ قرآن کے عربی میں نازل کرنے کی اصل علت و حکمت کا بیان۔ قصہ یوسف کے احسن القصص ہونے کی تصریح۔ اس بات کی وضاحت کہ قرآن کے لئے زیبا نہیں کہ اس کے اندر چھوٹے بڑے تر و خشک ہر قسم کے قصے بیان کئے جائیں بلکہ نتیجہ خیز افضل ترین قصہ کو بیان کرتا ہی ایسی عظیم الشان کتاب میں مناسب ہے۔ اس بات کی صراحت کہ اس سورت کے نزول سے پہلے حضرت یوسفؑ کا مفصل قصہ رسول پاک صلعم کو معلوم نہ تھا۔ وغیرہ۔

إِذْ قَالَ يُوسُفُ لِأَبِيهِ يَا أَبَتِ إِنِّي رَأَيْتُ

(یاد کرو کہ) جب یوسف نے اپنے باپ سے کہا ابا میں نے خواب میں

أَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَأَيْتُهُمْ

گیارہ ستارے اور سورج و چاند دیکھے میں نے دیکھا کہ یہ

لِي سَاجِدِينَ ۝ قَالَ يَا بُنَيَّ لَا تَقْصُصْ رُؤْيَاكَ

مجھے سجدہ کر رہے ہیں باپ نے کہا بیٹا اپنا خواب اپنے بھائیوں سے

عَلَىٰ إِخْوَتِكَ فَيَكِيدُوا لَكَ كَيْدًا ۖ إِنَّ

نہ بیان کرنا ورنہ تمہارے حق میں وہ کوئی مکاری کرنے لگیں گے کیونکہ

الشَّيْطَانَ لِلْإِنسَانِ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ۝ وَكَذَٰلِكَ

شیطان انسان کا کھلا ہوا دشمن ہے تمہارا رب

يَجْتَبِيكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِن تَأْوِيلِ

تم کو اسی طرح برگزیدہ کریگا اور تم کو خوابوں کی تعبیر کا علم

الْأَحَادِيثِ وَيُتِمُّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَعَلَىٰ

سکھائیگا اور تم پر اور اولاد یعقوب پر اپنا احسان

آلِ يَعْقُوبَ كَمَا أَتَمَّهَا عَلَىٰ أَبَوَيْكَ مِن قَبْلُ

پورا کرے گا جیسے اس سے پہلے تمہارے دونوں دادا ابراہیم و اسحاق

إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ ۚ إِنَّ رَبَّكَ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝

پر پورا کیا تمہارا رب دانا با حکمت ہے

تفسیر ان آیات کے ہم تین حصے کرتے ہیں:- (۱) ارشاد ہوتا ہے کہ یوسفؑ نے اپنے باپ سے کہا کہ میں نے خواب میں گیارہ ستارے اور سورج اور چاند کو دیکھا کہ مجھکو سجدہ کر رہے ہیں (یعقوبؑ نے کچھ توجہ اور غور سے دریافت کیا تو یوسف نے کہا ہاں) میں نے ان سب کو سجدہ کرتے دیکھا۔ صحیح خواب کی دو قسمیں ہیں۔ قابل تاویل اور واضح۔ قابل تاویل وہ خواب جس کا مطلب کچھ اور ہو اور کسی دوسرے پیرایہ میں ظاہر کیا گیا ہو۔ اور واضح وہ خواب ہے کہ اصل واقعہ دکھا دیا جائے جس طرح حضرت ابراہیمؑ کو دکھایا گیا تھا کہ آپ حضرت اسمٰعیلؑ کو ذبح کر رہے ہیں۔ صحیح دونوں خواب ہوتے ہیں۔ بصراحت حدیث ہر صحیح خواب نبوت کے ۴۶ یا ۴۲ - اجزاء میں سے ایک جزء ہے۔ مگر اول کی صحت کی وضاحت محتاج تعبیر ہے اور دوسرا تعبیر سے مستغنی ہے۔ حضرت یوسفؑ کا خواب قابل تاویل تھا یا واضح؟ اس کے متعلق علماء کا اختلاف ہے۔ حافظ ابن عساکر نے اس کو صریح اور واضح قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ یوسفؑ نے گیارہ ستارے اور سورج چاند نہیں دیکھے تھے۔ بلکہ گیارہ بھائیوں اور ماں باپ کو سجدہ کرتے دیکھا تھا۔ آپ کی مراد ستاروں اور آفتاب و ماہتاب سے برادران اور والدین ہی کی شخصیتیں تھیں جس کا ظہور چالیس برس اور بقول حسن بصری اسی برس بعد کو ہوا۔ ابن عساکر نے اس قول کو ابن عباس، قتادہ، ضحاک سفیان ثوری اور عبدالرحمٰن بن زید کی طرف منسوب کیا ہے۔ باقی مفسرین کے نزدیک خواب قابل تاویل تھا۔ واقع میں یوسفؑ نے گیارہ ستارے اور چاند و سورج ہی خواب میں دیکھے تھے جن کی تعبیر تفسیر اور تشریح سے حضرت یعقوب بھی واقف تھے اور حضرت یوسف علیہ السلام کتب یہود میں مؤخر الذکر قول کو بیان کیا گیا ہے۔ بلکہ ابن جریر نے بروایت عبدالرحمٰن بن سابط تو یہاں تک بیان کیا ہے کہ حضورؐ کی خدمت میں بستانہ یہودی حاضر ہوا اور عرض کیا جن کو آپ کو یوسفؑ نے خواب میں دیکھا تھا بتایئے اُن کے کیا نام تھے؟ حضور کچھ دیر خاموش رہے۔ یہودی چلا گیا۔ حضرت جبرئیل آئے۔ آپ نے یہودی کو طلب کیا جب وہ آگیا تو فرمایا اگر میں تجھے ان کے نام بتادونگا تو کیا تو مسلمان ہوجائیگا؟ اس نے اقرار کیا۔ فرمایا اُن کے نام یہ جریان، طارق، ذیال، قابس، ذوالکتفین، وثاب، عمودان، فلیق، مصبح، ضروح، قرح، بیہقی نے دلائل النبوۃ میں اور ابو یعلی موصلی اور ابو بکر بزار اور ابن ابی حاتم نے بھی اس روایت کو نقل کیا ہے۔ عصیمیہ کے نزدیک یہ روایت غلط اور موضوع ہے۔ تمام ناقلین

کا مرجع سُدّی ہیں اور سدی سے اُن کے شاگرد حکم بن ظہیر نے روایت کی ہے اور حکم بن ظہیر بقول جرجانی ساقط الاعتبار ہے۔ اس لئے یہ روایت غلط ہے کتب حدیث میں کسی اور راوی کی تائید سے یہ روایت منقول نہیں ہے ہم اتنا حق ہے کہ کتب یہود کی صراحت قرآن کی ظاہری آیات کے مطابق ہے اور اہل کتاب کے نزدیک یہ خواب صریح نہیں بلکہ مؤوّل تھی۔

سجدہ سے کیا مراد ہے؟ اس میں بھی دو قول ہیں۔ جو لوگ قائل ہیں کہ اسلام میں ہی نہیں بلکہ ہر گذشتہ شریعت میں سوائے خدا کے اور کے حقیقی سجدہ کرنا یعنی کسی کے سامنے بارادۂ تعظیم پیشانی زمین پر رکھنا ناجائز اور حرام تھی اُن کے نزدیک سجدہ سے مجازی سجدہ یعنی جھکنا اور گردن جھکانا مراد ہے۔ اور جو لوگ اسلام کے علاوہ دوسری آسمانی شریعتوں میں غیراللہ کے لئے حقیقی سجدہ کے جواز کے قائل ہیں اُن کے نزدیک یہاں بھی حقیقی مفہوم ہی مراد ہے۔ رہی ہماری شریعت میں غیراللہ کو حقیقی سجدہ کرنا تو یہ بالاتفاق حرام ہے۔ احادیث اس کے متعلق وارد ہیں جن کا تذکرہ اس جگہ خارج از بحث ہے۔

(۲) حضرت یعقوبؑ نے خواب کو سن کر بنور فراست اور بعقل نبوّت سمجھ لیا کہ یوسف کا خواب اس کے عالی مرتبہ ہونے کی نشانی ہے اور ممکن ہے کہ صاف طور پر جان لیا ہو کہ اسکی تعبیر ان باپ اور بھائیوں کا سجدہ کرنا ہے۔ بہرحال حضرت یوسف کو ہدایت کی کہ اس کا تذکرہ اپنے بھائیوں سے نہ کرنا وہ اگرچہ بھائی ہیں لیکن شیطان کی شیطان ہی ہے۔ کسی انسان کا تقرب بارگاہ الٰہی میں اُسے گوارا نہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ بھائیوں کو تباہ کرنے اور تجھے نتیجۂ خواب کے ظاہر ہونے سے پہلے مصیبت میں مبتلا کرانے کے لئے بھائیوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالے اور وہ تیرے خلاف کوئی اسکیم بنائیں۔ اور پھر تجھے تکالیف اٹھانی پڑیں۔

حضرت یوسفؑ نے یہ خواب سات برس یا بارہ برس یا سترہ برس کی عمر میں جمعہ کو شب قدر میں دیکھا تھا۔ (ابن اثیر)

(۳) حضرت یعقوب نے خواب سن کر جواب کے ذیل میں نور فطری سے یا بوحی ربانی چند باتیں آئندہ کے متعلق اور بھی یوسف کو بتائیں۔ (۱) اللہ نے جسطرح تجھکو یہ خواب دکھایا جو تیری عظمت و مرتبت کی دلیل ہے ایسا ہی اور مدارج و مراتب سے تجھے سرفراز فرمائیگا (نبوت دیگا عصمت برقرار رکھیگا۔ ہزاروں کو تیرے ہاتھ پر مسلمان کریگا وغیرہ) (۲) (بقول مجاہد) وہ خوابوں کی صحیح تعبیر دینے کا علم تجھے عطا کریگا (۳) اور اپنی پوری نعمت (جو تیرے لائق ہوگی) تجھے عطا کریگا یعنی نبوت، ثروت، اعزاز و جلال عنایت کریگا۔ چنانچہ آپ کی مفصل کیفیت ہم اوپر لکھ آتے ہیں۔ مصر میں آپ اور آپکی نسل بڑے جاہ و جلال کے ساتھ رہی۔ حضرت یعقوب نے یہ سمجھ لیا تھا کہ فقط تجھے ہی خدا تعالیٰ اپنے انعام سے سرفراز نہیں فرمائیگا بلکہ تیری

دوسری نسل کو گوناگوں نعمتیں مرحمت کریگا جس طرح تیرے اسلاف ابراہیم و اسحاق کو نوازا تھا ویسے ہی میری نسل کو نوازیگا۔ حضرت یعقوبؑ نے اپنا تذکرہ بطور انکسار نہیں کیا۔

اکثر مفسرین نے اتمام نعمت سے مراد نبوت مع سلطنت لی ہے لیکن مفسر سراج نے بروایت ابن عباس صرف نبوت سے تفسیر کی ہے بعض علماء نے یہیں سے استخراج کیا ہے کہ یوسفؑ کے دوسرے بھائی بھی نبی تھے۔ کیونکہ حضرت یعقوبؑ کی دعا اور پیشین گوئی کے موافق اُن کو بھی کامل نعمت سے سرفراز ہونا چاہئے اور کمال نعمت نبوت ہے۔ دوسری وجہ یہ کہ ابراہیم و اسحاق پر جس نعمت کا فیضان ہوا تھا اُس سے تشبیہ دینا اور حضرت یوسفؑ پر جو انعام ہوا تھا اُسی کے ذیل میں دیگر اولاد یعقوب کا تذکرہ کرنا بتا رہا ہے کہ نوعیت نعمت ایک ہی سی ہے یعنی نبوت لیکن میرے نزدیک یہ دلیل بہت کمزور ہے۔ دانشمند اس قول کو تسلیم نہیں کرسکتا۔ ہوسکتا ہے کہ دنیوی نعمت کا کمال، عروج، عزت جلال دولت، حکومت وغیرہ مراد ہو۔ اور اگر روحانی نعمت ہی مراد ہو تب بھی کیا ضرور ہے کہ سب کے سب نبی ہوں۔ ولایت، کرامت، کمال جان، قرب الٰہی یہ تمام درجات تکمیل ہیں۔ واللہ اعلم

مقصود بیان: ۔ انبیاء کا خواب صحیح ہوتا ہے۔ خواب اور پیش آنے والے واقعہ میں مناسبت ضرور ہوتی ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ خواب کے مفہوم کا ظہور فوراً ہو جائے۔ ہوسکتا ہے کہ بیسیوں برس کے بعد ہو۔ شیطان انسان کا دشمن ہے۔ نبی زادے بھی اس کے خطرات سے محفوظ نہیں وغیرہ

لَقَدْ كَانَ فِي يُوسُفَ وَإِخْوَتِهِ آيَاتٌ

بلاشبہ اُس کے اور اُس کے بھائیوں کے قصہ میں سوال کرنے والوں

لِلسَّائِلِينَ ○ إِذْ قَالُوا لَيُوسُفُ وَأَخُوهُ

کے لئے کچھ نشانیاں ہیں جبکہ بھائیوں نے کہا کہ یوسف اور اُس کا بھائی

أَحَبُّ إِلَىٰ أَبِينَا مِنَّا وَنَحْنُ عُصْبَةٌ إِنَّ

ہمارے باپ کو ہم سے زیادہ پیارا ہے حالانکہ ہم طاقتور ہیں واقعی

أَبَانَا لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ ○ اقْتُلُوا يُوسُفَ

ہمارے باپ صریح غلطی میں ہیں یوسف کو مار ڈالو

أَوِ اطْرَحُوهُ أَرْضًا يَخْلُ لَكُمْ وَجْهُ أَبِيكُمْ

یا کسی ملک میں ڈال آؤ تاکہ تمہارے باپ کی توجہ خالص تمہاری طرف ہو جائے

وَتَكُوْنُوْا مِنْ بَعْدِهٖ قَوْمًا صٰلِحِيْنَ ۝ قَالَ

اور اس کے بعد تم اچھے لوگ ہو جانا اُن میں سے ایک کہنے

قَآئِلٌ مِّنْهُمْ لَا تَقْتُلُوْا يُوْسُفَ وَاَلْقُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ

والے نے کہا یوسفؑ کو قتل نہ کرو بلکہ ایک اندھے کنوئیں میں ڈال دو

الْجُبِّ يَلْتَقِطْهُ بَعْضُ السَّيَّارَةِ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ۝

تاکہ کوئی راہ چلتا اُس کو اٹھا لے جائے اگر تم کو کرنا ہے

تفسیر | ہر آیت کی تشریح جدا جدا کرنی ضروری ہے:- (۱) یوسف کے بھائی کتنے تھے اور کون کون تھے؟ اہل کتاب اور بعض مورخین اسلام سے جو تعداد اور اسماء کی تفصیل منقول تھی وہ ہم اوپر لکھ چکے ہیں۔ معالم، بیضاوی اور سراج میں مذکور ہے کہ حضرت یعقوبؑ کی پہلی بیوی آپ کے ماموں لیان کی دختر لیا نامی تھی۔ اس کے بطن سے روبیل، شمعون، لاوی، (دال کے ساتھ) ذیلون (اور بقول قرطبی زبلون) یشجر۔ یہ کل چھ بیٹے تھے۔ سراج اور فتح میں ہے کہ سب سے بڑا روبیل تھا۔ پھر بقول صاحب معالم دو لونڈیاں بھی تھیں جن کے نام زلفی اور بلقم تھے۔ رازی اور قرطبی نے بلقم کی بجائے بلہہ لکھا ہے۔ ان دونوں سے چار بیٹے تھے:- دان، نفتالی، جاد، اشر۔ قرطبی نے نفتالی کی بجائے نفتونا اور اشر کی جگہ اوشیر لکھا ہے۔ پھر راحیل ہمشیرہ لیا کے بطن سے دو لڑکے یوسف اور بنیامین ہوئے۔ سہیلی نے لکھا ہے کہ راحیل سے فقط بنیامین تھا اور راحیل کے بعد حضرت یعقوبؑ نے وفا سے نکاح کیا تھا اُس سے یوسف پیدا ہوئے۔ مگر یہ قول ضعیف ہے۔ عام اہل خبر نے لکھا ہے کہ لیا کے انتقال کے بعد حضرت [illegible] نے راحیل سے نکاح کیا تھا۔ مگر صحیح یہ ہے کہ لیا کی موجودگی ہی میں راحیل سے نکاح ہوا تھا اور اُس وقت کی شریعت میں دو بہنوں سے اجتماعی نکاح صحیح تھا۔ راحیل کا انتقال تو یوسفؑ کے یا بنیامین کی پیدائش کے وقت ہو گیا تھا۔ لیا باقی تھی جو حضرت یعقوبؑ کے ساتھ مصر گئی تھی۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ لیا کا بھی انتقال ہو چکا تھا۔

(۲) [illegible] سے کونسی نشانیاں مراد ہیں؟ اسکی کوئی تعیین نہیں کی گئی۔ جمع کا صیغہ اور اُس پر تنوین ہونا یہ بتا رہا ہے کہ کثیر اور عظیم الشان نشانیاں مراد ہیں۔ مفسرین نے قیاس آرائی کی ہے۔ میرے نزدیک صحیح مطلب یہ ہے کہ اللہ کی وحدانیت رسول پاکؐ کے صدق رسالت، انسان کی آغاز و انجام انقلابات زمانہ وغیرہ غرض اکثر عبرت انگیز نصیحت خیز نشانیاں تذکرہ یوسفؑ کے ذیل میں اہل بصیرت اور دانشمند طبقہ کے لئے موجود ہیں جسکی تفصیل ہر موقعہ پر کی گئی۔

(۳) سائلین کی ہدایت کے لئے آیات ہونے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ جو لوگ یوسفؑ کا قصہ دریافت نہیں کرتے اُن کے لئے یہ بیان موجب نصیحت نہیں بلکہ یہ اظہار واقعہ ہے۔ چونکہ بعض لوگوں نے حضور اقدسؐ سے بطور امتحان حضرت یوسفؑ کا واقعہ دریافت کیا تھا اس لئے فرمایا کہ اس قصہ کا نزول محض تفریح خاطر کے لئے نہیں بلکہ اس کے اندر عبرت و نصیحت کے خزانے پوشیدہ ہیں۔ سوال کرنے والے اگر غور کرینگے اور نصیحت حاصل کرنی چاہینگے تو یہ قصہ اُن کے لئے سرچشمۂ ہدایت ثابت ہوگا۔

حاصل ارشاد یہ ہے کہ یوسفؑ کے دس بھائیوں نے آپس میں کہا کہ باپ کی نظر میں یوسفؑ اور اُس کا حقیقی بھائی بنیامین بہت چڑھا ہوا ہے ہم میں سے کسی کے ساتھ باپ کو اتنی محبت نہیں جتنی ان دونوں سے ہے باوجودیکہ کشش محبت کے اسباب ہم لوگوں کے اندر زیادہ ہیں ہم طاقتور ہیں ہمارا جتھا ہے۔ کل کام کاج ہم کرتے ہیں اور یہ دونوں حقیر ضعیف لڑکے ہیں۔ دنیا کے کسی مطلب کے نہیں نہ باپ کی خدمت کر سکتے ہیں نہ بُرے وقت میں آڑے آ سکتے ہیں۔ اس معاملہ میں ہمارے باپ یقیناً غلط راستہ پر ہیں۔ کوئی تدبیر ایسی کرو کہ ہمیشہ کے لئے یہ قصہ ختم ہو جائے۔ بہتر ہے کہ یوسفؑ کو قتل کر ڈالو یا کسی دور دراز ملک میں پھینک آؤ نہ یہ ہوگا نہ باپ کی تمہاری طرف سے کشیدگی ہوگی۔ کل توجہ تمہاری ہی جانب ہو جائیگی۔ روبیل (بقول محمد بن اسحاق) یا یہود (بقول سدی) نے کہا بھائیو حسد کو اتنا مت بڑھاؤ قتل کرنا زیبا نہیں۔ مقصود تو یہ ہے کہ باپ کی نظر سے یوسف اوجھل ہو جائے اس کی اچھی ترکیب یہ ہے کہ یوسف کو لے جا کر کسی اندھے خشک کنوئیں میں ڈال دو کوئی آتا جاتا مسافر آ دھمکے گا نکال کر لے جائیگا۔

چند شبہات اور اُن کا ازالہ

تفسیر سراج و کبیر میں اس موقعہ پر چند شبہات کا تذکرہ کیا ہے اور پھر اُن کا ازالہ کیا ہے۔ ہم بھی قدرے ترمیم کے ساتھ نقل کرتے ہیں:-

(۱) اگر اولاد میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی جائے اور کسی کے ساتھ امتیازی سلوک کیا جائے تو اس سے دوسروں کے دلوں میں حسد پیدا ہوتا ہے۔ پھر نبی نے ایسا کام کیوں کیا جو منشاء حسد تھا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت یعقوبؑ نے کسی سلوک میں امتیاز نہیں رکھا تھا البتہ قلبی محبت میں کمی بیشی ضرور تھی اور دلی محبت غیر اختیاری چیز ہے۔ اختیار سے خارج ہے۔ نہ محبت کی برابری پر انسان [illegible] ہے۔

(۲) حضرت یعقوبؑ کے بیٹے نبی ہوں یا نہ ہوں تاہم باپ کی نبوت پر یقین رکھنے والے اور کامل مومن ضرور تھے پھر کیوں نبی پر اعتراض کیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ لڑکوں کی رائے کی غلطی تھی اُن کو یعقوبؑ کی نبوت

پر ایمان ضرور تھا۔ مگر وہ باپ کے اس فعل کو اُن کی رائے پر محمول کرتے تھے دینی بات نہیں سمجھتے تھے اور واقعی مذہبی امر تھا بھی نہیں۔ اور جب اپنے اندر کشش محبت کے اسباب اپنی سمجھ کے موافق زیادہ پائے تو باپ کی رائے کی تضعیط کو خلاف اصول نہ سمجھا۔

(۳) باپ کو گمراہ کہا حالانکہ ان کی نبوت کو مانتے تھے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مذہب کے اعتبار سے اُن کو گمراہ نہیں کہا بلکہ معاملات دنیوی میں اُن کو غلط رو کہا۔ گویا یوسفؑ کو ترجیح دینا چونکہ کوئی الہامی فعل نہ تھا اس لئے اُنہوں نے اس حرکت کو مصالح دنیوی کے خلاف سمجھتے ہوئے ضرر انگیز ثابت کرنا چاہا۔

مقصود بیان۔ صاف طور پر آیت دلالت کر رہی ہے کہ قرآن کے اندر جو قصص مذکور ہیں وہ تفریح خاطر کے لئے نہیں بلکہ عبرت حاصل کرنے اور نصیحت پکڑنے کے لئے ہیں۔ شروع آیت میں زلیخا کا کوئی تذکرہ نہیں کیا۔ فقط یوسف اور اُن کے بھائیوں کا قصہ قرار دیا۔ اس سے اشارہ اس طرف ہے کہ زلیخا کا تذکرہ اصل مقصود نہیں ہے ضمنی طور پر ذکر کیا گیا ہے یعنی جہاں تک ممکن ہو کر تمہارے عشق کی چھیڑ چھاڑ سے مرد مومن کو گریز کرنا چاہیئے لیکن اگر بالتبع بغیر اصل غرض بنائے ہوئے حسن و عشق کا تذکرہ آجائے تو استفراغ بھی نہ کر دینا چاہیئے۔ انسان کتنا ہی ایماندار ہو مگر بتقضائے بشریت اس کی ظاہری نظر بیرونی اسباب پر جاتی ہے جس طرح یوسف کے بھائیوں نے یوسف کو ناکارہ اور اپنے کو مستحق ظاہر کرنے کے لئے اپنی جماعت اور طاقت کا تذکرہ کیا۔ حسد سے بہت کم لوگ پاک ہیں نبی زادے بھی باوجود کامل الایمان ہونے کے اس سے نہ بچ سکے۔ یوسفؑ کے بھائی یوسف کے قتل یا جلا وطنی کو فعل بد سمجھتے تھے مگر [illegible] کر چکے تھے۔

قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مَا لَكَ لَا تَاْمَنَّا عَلٰى يُوْسُفَ

غرض باپ سے [illegible] یوسف [illegible] اعتبار

وَاِنَّا لَهٗ لَنٰصِحُوْنَ ۝ اَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا

نہیں کرتے ہم تو اس کے خیر خواہ ہیں کل اسکو ہمارے ساتھ بھیج دیجئے

يَّرْتَعْ وَيَلْعَبْ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝ قَالَ اِنِّيْ

تاکہ خوب کھائے کھیلے ہم اسکو قطعی حفاظت کرینگے باپ نے کہا مجھے

لَيَحْزُنُنِيْٓ اَنْ تَذْهَبُوْا بِهٖ وَاَخَافُ اَنْ

اس کا غم ہے کہ تم اُس کو لیجاؤ گے اور اندیشہ ہے کہ

يَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ وَاَنْتُمْ عَنْهُ غٰفِلُوْنَ ۝

اور کوئی بھیڑیا اُس کو کھا جائے تم کو خبر بھی نہ ہو

قَالُوْا لَئِنْ اَكَلَهُ الذِّئْبُ وَنَحْنُ عُصْبَةٌ

بولے اگر اُس کو بھیڑیا کھا جائے حالانکہ ہم جماعت کی جماعت ہیں

اِنَّآ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ۝

تو یہ ہمارے لئے بڑے خسارہ کی بات ہے،

تفسیر غرض جب برادران یوسف کا عزم پختہ ہو گیا تو باپ سے سب نے بالاتفاق کہا کل صبح ہم جنگل کو تفریح کرنے جائینگے بہتر ہے کہ آپ یوسفؑ کو بھی ہمارے ساتھ بھیج دیجئے۔ گھر میں بیٹھے بیٹھے وہ بھی تنگ آ گیا ہے وہ بھی کچھ سیر سپاٹا کر لیگا اور آزادی سے کچھ جنگل کے پھل کھا پی لیگا۔ ہم اُس کی انتہائی نگہداشت بھی رکھینگے، کسی قسم کا خطرہ بھی نہیں ہے۔ کیا آپ کو یوسف کے متعلق ہمارا اعتبار نہیں ہے۔ ہم تو اُس کے بلاشک خیر خواہ ہیں۔ حفاظت کی ہر ممکن تدبیر کرینگے۔

تحقیق کیا لعب اور کھیل کود جائز ہے؟ جو نبی زادوں نے اس کی درخواست کی اور نبی نے اجازت دیدی۔ اس کا جواب اہل علم نے اس طرح دیا ہے کہ کھیل دو قسم کا ہوتا ہے ایک تو وہ جو ذکر الٰہی سے غافل کرے۔ دوسرا وہ جو دینی امور سے مانع نہ ہو۔ مؤخر الذکر صورت اگرچہ بظاہر لعب نظر آتی ہے مگر واقع میں وہ لعب نہیں ہوتی۔ مثلاً باغوں کی سیر گھوڑے کی سواری کے کرتب، تیر اندازی اور نشانہ بازی کا مظاہرہ، باہم مقابلہ پر دوڑنا وغیرہ یہ تمام کھیل جائز ہیں۔ ان سے بدن میں قوت، اعضاء میں چستی اور دل کو تفریح حاصل ہوتی ہے۔ اولاد اسرائیل کا کھیل بھی اسی قسم کا تھا۔ آیت اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ [illegible] پر دلالت کر رہی ہے۔ اول قسم ناجائز ہے اور درحقیقت یہی لعب ہے۔ ثانی قسم تو صورۃً لعب کے مشابہ ہے۔ اس پر لعب کا اطلاق مجازی ہے۔

چونکہ برادران یوسفؑ کو پہلے سے ہی خطرہ تھا کہ باپ کا گمان ہماری دوستی کے متعلق ٹھیک نہیں ہے اس لئے ہر جملہ میں اپنی خیر خواہی اور وعدہ تحفظ کو انتہائی پر زور لہجہ میں ظاہر کیا۔ جس سے یعقوب مزید حرج گئے۔ لیکن تقدیر کا [illegible] ٹالی نہیں جاتا۔ حضرت یعقوبؑ نے بیٹوں کے حسد کا تو اظہار نہیں کیا بلکہ یوسفؑ کو روکنے کے لئے کلام کا رخ بدل کر دو وجہیں ظاہر کیں۔ بولے اگر تم یوسف کو لیجاؤ گے تو اُس کی جدائی کا غم دن بھر مجھے رہیگا۔ پھر یہ بھی اندیشہ ہے کہ تم لوگ تو کھیل کود میں مشغول ہوگے یوسف چھوٹا ہے کہیں اُسکو بھیڑیا نہ کھا جائے۔ یعقوبؑ کی مراد بھیڑیے سے یا تو

یہی جنگلی درندہ تھا۔ کنعان کے جنگل میں بھیڑیے تھے بھی بہت۔ یا آپنے برادرانِ یوسفؑ کے حسد کو بھیڑیا قرار دیا اور درپردہ اُن کو اُن کی تیرہ باطنی پر تنبیہ کی۔ تفسیر سراج میں مذکور ہے کہ حضرت یعقوبؑ نے خواب دیکھا تھا کہ یوسفؑ پر بھیڑیے نے حملہ کیا اور انبیاء کے خواب جھوٹے نہیں ہوتے اسلئے اگر بھیڑیے سے حسد مراد لیا جائے تو ممکن ہے حضرت کی معذرت آمیز وجہ ممانعت سُن کر بیٹوں کے دلوں میں اور حسد کی آگ بھڑکی کہ باپ کو یوسفؑ کی جدائی ایک دن کی بھی گوارا نہیں اور ہم روز اِدھر اُدھر مارے مارے پھرتے ہیں تو کچھ پرواہ نہیں مگر مصلحت وقت کے پیش نظر حسد کو چھپایا اور بولے ہمارا پورا جتھا ہے۔ ہم طاقتور بھی ہیں۔ اس پر بھی اگر زبردستی بھیڑیا کھا گیا تو یہ ہماری انتہائی کمزوری ہوگی۔ ہمارا عدم وجود برابر ہے۔ حضرت یعقوبؑ کے اندیشہ کا جواب پھر بھی نہ دیا۔ اپنی جماعت اور قوت کا تو اظہار کیا مگر عدم غفلت کی کوئی صراحت نہیں کی۔

مقصود بیان:۔ انبیاء و اولیاء پر اسرارِ غیب ہر وقت منکشف نہیں ہوتے، روشنی کا ایک خاص وقت ہوتا ہے۔ اولادِ یعقوبؑ نے یعقوبؑ کے سامنے پُر فریب الفاظ کہے اور آپ دھوکا کھا گئے۔ اس سے ثابت ہوا کہ انبیاء کا دنیوی فریب کھانا عدم وحی کی حالت میں جائز اور صحیح ہے۔ شیخ نے لکھا ہے کہ اللہ کی شان قہاری بھی عجیب ہے۔ جب اُس نے تجلی قہر فرمائی تو وہ لوگ جن کے نام نبوت و رسالت کی فہرست میں درج تھے اُن کی فطرتیں کیسی بدل ڈالیں۔ حزن اور خوف خدا رسیدہ بندوں کو بھی ہوتا ہے لیکن وہ عالم اسباب میں سے کسی کو مؤثر حقیقی اور مسبب نہیں سمجھتے بلکہ قانون فطرت اور ضابطہ الٰہی کے موافق ہر چیز کو اُس کے سبب سے وابستہ سمجھتے ہیں۔ حضرت یعقوبؑ کو یوسفؑ کی جدائی کا غم اور بھیڑیے کے کھا جانے کا اندیشہ ہوا لیکن یہ سب سلسلۂ اسباب کے تحت تھا وغیرہ

فَلَمَّا ذَهَبُوا بِهِ وَأَجْمَعُوا أَنْ يَجْعَلُوهُ فِي

آخرکار جب یوسف کو لیگئے اور باہم اتفاق کرلیا کہ کسی اندھے کنوئیں

غَيَابَتِ الْجُبِّ وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ

میں اُس کو ڈال دیں اور ہم نے اُسکے پاس وحی بھیجی کہ تو ضرور اُن کو اُنکی

بِأَمْرِهِمْ هَٰذَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ○ وَجَاءُوا

یہ حرکت جتائیگا اور وہ پہچانتے بھی نہیں (غرض کنوئیں میں ڈالدیا) اور

أَبَاهُمْ عِشَاءً يَبْكُونَ ○ قَالُوا يَا أَبَانَا

رات کو روتے ہوئے باپ کے پاس آئے کہنے لگے ابا ہم

إِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَتَرَكْنَا يُوسُفَ عِنْدَ

باہم دوڑنے گئے تھے اور یوسف کو اپنے سامان کے پاس

مَتَاعِنَا فَأَكَلَهُ الذِّئْبُ ۖ وَمَا أَنْتَ بِمُؤْمِنٍ

چھوڑ دیا تھا بھیڑیا اُس کو کھا گیا مگر آپ کو ہمارا یقین

لَنَا وَلَوْ كُنَّا صَادِقِينَ ○ وَجَاءُوا عَلَىٰ قَمِيصِهِ

نہ آئیگا گو کہ ہم سچے ہوں اور یوسف کے کرتے پر جھوٹ موٹ

بِدَمٍ كَذِبٍ ۚ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ

کا خون لگا لائے باپ نے کہا یہ بات نہیں ہے بلکہ تم نے خود دل

أَنْفُسُكُمْ أَمْرًا ۖ فَصَبْرٌ جَمِيلٌ ۖ وَاللَّهُ

سے یہ بات بنائی ہے خیر اب تو صبر ہی اچھا ہے اور تمہارے

الْمُسْتَعَانُ عَلَىٰ مَا تَصِفُونَ ○

بیان پر اللہ ہی سے مدد مانگی جاتی ہے

تفسیر وہب بن منبہ اور دیگر اہل اخبار نے بیان کیا ہے کہ بھائیوں نے یوسف کو بہکایا اور دریافت کیا کیا تمہارا دل ہمارے ساتھ جنگل کو چلنے کو چاہتا ہے؟ یوسفؑ نے اثبات میں جواب دیا بھائیوں نے کہا چلو چل کر باپ سے کہدو۔ یوسفؑ باپ کے پاس پہونچے اور خواہش کا اظہار کیا۔ یوسفؑ کی خواہش سے باپ مجبور ہوگئے اور جانے کی اجازت دیدی۔ سب بھائی چل دیے۔ راستہ میں زد و کوب اور دوسری طرح کی تکلیفیں نہایت بے رحمی کے ساتھ بھائیوں نے یوسفؑ کو دیں۔ جب کوئی پشت پناہ نہ ملا تو یوسفؑ نے باپ کو یاد کیا۔ بعض نے پچھاڑ کر قتل کر دینا چاہا۔ مگر روبیل یا یہودا نے روکا اور بالاتفاق ایک اندھے کنوئیں میں لٹکا کر درمیان سے رسّی کاٹ دی۔ آپ تہ میں گرے۔ گرنا تو ضرور سے چاہئے تھا لیکن بحکم الٰہی حضرت جبرئیل نے کنوئیں میں پہونچکر بازو تھام کر آہستہ سے ایک پتھر پر بٹھا دیا اور حضرت ابراہیم کا وہ کرتہ جو حضرت یعقوب تک بطور وراثت پہونچا تھا اور یوسفؑ کے گلے میں بطور تعویذ بندھا تھا کھول کر پہنا دیا اور اللہ کی طرف سے پیام پہونچایا کہ گھبرانا نہیں عنقریب تم کو رہائی ملے گی اور درجات عالیہ پر فائز ہوگے تمام بھائی تمہارے سامنے ندامت کے ساتھ سر جھکائے ہوئے ہونگے اور ان تمام واقعات کی تم اُن کو اطلاع دوگے۔ ابن جریر

نے ابن عباس کا قول نقل کیا ہے کہ ایام قحط میں جب برادران یوسف مصر غلہ لینے پہنچے تو حضرت یوسف ؑ نے اُن کو پہچان لیا مگر وہ نہ پہچان سکے آپ نے غلہ ناپنے کا پیمانہ طلب کیا اور ہاتھ میں لیکر اُسکو انگلی سے کھنکھنا کر فرمایا یہ پیمانہ مجھے بتا رہا ہے کہ تمہارا ایک علاتی بھائی یوسف تھا۔ باپ کو اُس سے زیادہ محبت تھی تم نے اُس کو بیچا کر اندھے کنوئیں میں ڈال دیا پھر دوبارہ پیمانہ کو جھنکار کر فرمایا یہ پیالہ بتا رہا ہے کہ پھر تم نے باپ کے پاس جا کر کہا کہ یوسف کو بھیڑیا کھا گیا اور اپنے قول کے ثبوت میں خون آلود کرتہ پیش کیا۔ بھائیوں کو یہ باتیں سُن کر تعجب ہوا۔ ابن عباس نے فرمایا آیت لَتُنَبِّئَنَّهُم بِأَمْرِهِمْ هَٰذَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ اسی کے متعلق ہے۔

ایک شبہہ | حضرت یوسف ؑ کنوئیں میں ڈالے جانے کے وقت کم سن تھے نبی نہ تھے پھر وحی کس طرح آئی اور کیونکر بار نبوت کو آپ نے برداشت کیا۔

ازالہ | (۱) ہر قسم کی وحی اُس وقت نہیں آئی تھی بلکہ وحی کی ایک خاص قسم تھی یعنی یوسف ؑ کے پاس جبرئیل ایک پیر مرد شفیق کی شکل میں پہنچے اور پیام الٰہی پہونچا کر تسکین دی اس قسم کی وحی نبوت کی محتاج نہیں ہے۔

(۲) جس طرح حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ ؑ کے پاس زمانہ طفولیت میں وحی بھیجی گئی تھی ایسی ہی حضرت یوسف ؑ کے پاس وحی بھیجی گئی (یہ قول اُس گروہ کا ہے جو صغیر بچہ کو بھی نبوت سے سرفراز ہونا جائز سمجھتا ہے)

(۳) وحی سے مراد الہام اور القاء ہے۔ اللہ نے حضرت یوسف ؑ کو الہام کیا تھا۔ فرشتہ کو نہیں بھیجا تھا اور الہام کے واسطے نبوت کی ضرورت نہ تھی۔

(۴) معتزلہ کا خیال ہے کہ اُس وقت یوسف ؑ کی عمر ۱۷ سال تھی۔ گویا آپ بالغ ہو چکے تھے بچہ نہ تھے۔ مگر یہ قول خلاف عقل معلوم ہوتا ہے سترہ سالہ نوجوان کو بھیڑیا اٹھا کر لے جائے یا کھائے عُرفاً اس کا اندیشہ اُن ممالک میں نہیں کیا جاتا جو دن رات بھیڑیوں کے خوگر ہیں۔

نوٹ | بے رحمی اور مار پیٹ کرنے کا تذکرہ کتاب الٰہی اور احادیث رسول اللہ میں نہیں۔ ہم نے تفسیر سراج وغیرہ سے نقل کیا ہے لیکن اس سب کا ماخذ صیہونی اقوال و روایات ہیں جنکی نہ تصدیق کی جا سکتی ہے نہ تکذیب۔

اس سے آگے آیات کا مطلب صاف ہے۔ آخر میں ارشاد ہوتا ہے کہ یعقوب ؑ نے بیٹوں کے قول کی تصدیق نہ کی اور فرمایا تم لوگ اپنے نفس کے پھندے میں ہو تم نے خود یہ جھوٹا قصہ گھڑا ہے (ابن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر بھیڑیا کھاتا تو کرتا بھی پھاڑتا) شعبی، حسن، اور قتادہ وغیرہم سے بھی یہ قول مروی ہے)۔ اب کار رہ جا رسوا صبر جمیل کے

اور کچھ نہیں۔ میں تمہاری دروغ بافی کے خلاف اللہ ہی سے مدد کا خواستگار ہوں۔ وہی میرا مددگار ہے۔

علمائے تفسیر نے لکھا ہے کہ صبر دو طرح کا ہوتا ہے۔ جمیل اور غیر جمیل جمیل کے یہ معنی ہیں کہ تقدیر الٰہی پر راضی ہو۔ اس رضا بقضا سے ایک نور مشاہدہ پیدا ہوتا ہے۔ اس نور میں آدمی غرق ہو جاتا ہے۔ پھر سوائے خدا کے کسی اور سے اپنے غم کی شکایت نہیں کرتا۔ حضرت یعقوب ؑ کا صبر بھی ایسا ہی تھا۔ آپ نے بھی فرمایا إِنَّمَا أَشْكُو بَثِّي وَحُزْنِي إِلَى اللَّهِ اور صبر غیر جمیل میں رضاءِ الٰہی پیش نظر نہیں ہوتی۔ یہ درجہ مجبوری کا ہوتا ہے۔

مجاہد نے صبر جمیل کے معنی عدم جزع کے لئے ہیں۔ ثوری کا قول ہے کہ صبر جمیل کے یہ معنی ہیں کہ اپنے درد و مصیبت کو کسی سے بیان نہ کرے اور پھر مزید یہ کہ اس میں اپنے نفس کی خوبی بھی نہ سمجھے۔ حبان بن ابی جبلہ کی مرسل روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جس صبر میں مُنہ سے شکایت نہ نکلے وہ صبر جمیل ہے۔ بعض اہل تفسیر نے اتنا اور زیادہ کیا کہ جس نے بیان کیا اُس نے صبر نہ کیا۔

خاص نکتہ | شعبی نے یہاں ایک خاص نکتہ بیان کیا ہے کہ یوسف کا قمیص بھی ایک عجیب چیز تھی۔ بھائیوں نے قمیص اتار کر خون آلود کر کے باپ کے سامنے حاضر کیا تو قمیص نے اُن کے قول کی تکذیب کی کیونکہ کہیں سے نہ پھٹا تھا۔ زلیخا کے دروازہ میں عزیز کے ملنے کے وقت ننھے بچہ نے شہادت دی کہ قمیص کو دیکھ لیا جائے اگر آگے سے پھٹا ہے تو زلیخا سچی اور پیچھے سے پھٹا ہے تو یوسف سچا ہے۔ بالآخر قمیص نے زلیخا کا مکر چلنے نہ دیا اور یوسف ؑ کو پاکدامن ثابت کیا۔ پھر قمیص یوسف حضرت یعقوب ؑ کی آنکھوں پر پڑا تو اُن کو روشن کر دیا۔ گویا قمیص کیا تھا ایک نور تھا جو کسی قسم کی نجاست اور عیب سے میلا نہ ہوتا تھا۔

مقصود بیان :- بچہ کے پاس بھی وحی آ سکتی ہے خواہ وحی عرفی یا الہام خاص۔ اللہ نے کنوئیں کے اندر کم سنی میں ہی یوسف کے پاس وحی بھیجی تھی اور آئندہ مراتب عالیہ کے حصول کی خبر دیدی تھی۔ مجرم اگرچہ بناوٹی گریہ کر سکتا ہے مگر جن کو خدا نے بصیرت دی ہے وہ نقل و اصل میں فرق کر لیتے ہیں۔ گویا کسی مدعی یا مدعا علیہ کا رونا اُس کی صداقت کی دلیل نہیں ہے یوسف ؑ کو بھیڑیے نے نہیں بلکہ بھائیوں نے کسی جانور کے خون سے آلودہ کر کے اُس کو پیش کیا تھا۔ حضرت یعقوب ؑ بیٹوں کی مکاری کو پہچان گئے تھے آیت میں مسلمانوں کے لئے ایک خاص درس ہے کہ مصائب کے وقت صبر جمیل اختیار کریں کسی سے اپنے اندوہ و غم کی شکایت نہ کریں۔ اور مصائب دور کرنے کی اللہ ہی سے دعا کریں۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ جائیں کوشش نہ کریں بلکہ مقصد یہ ہے کہ درد و مصیبت کا نوحہ کرتے نہ پھریں اللہ سے دعا کریں اور مصیبت دور ہونے

کی جائز کوشش کریں جسطرح حضرت یعقوبؑ نے کیا۔ وغیرہ

وَجَآءَتْ سَيَّارَةٌ فَأَرْسَلُوا وَارِدَهُمْ فَأَدْلٰى

اور ایک قافلہ آنکلا اُنہوں نے اپنے سقہ کو بھیجا سقہ نے کنوئیں

دَلْوَهٗ ؕ قَالَ يٰبُشْرٰى هٰذَا غُلٰمٌ ؕ وَ

میں ڈول ڈالا اور بول اٹھا آہا بڑی خوشی کی بات ہے یہ تو لڑکا ہے اور

اَسَرُّوْهُ بِضَاعَةً ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِمَا

قافلہ والوں نے یوسفؑ کو مال سمجھ کر چھپا لیا اور جو کچھ وہ کر رہے تھے اللہ

يَعْمَلُوْنَ ۝ وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ دَرَاهِمَ

اُس سے خوب واقف ہے۔ بھائی یوسفؑ کو چند کھوٹے درہموں کی قیمت

مَعْدُوْدَةٍ ۚ وَكَانُوْا فِيْهِ مِنَ الزّٰهِدِيْنَ ۝ ع

پر بیچ آئے کیونکہ اُس سے وہ بیزار تھے

تفسیر حضرت یوسفؑ کنوئیں کے اندر ایک روز یا تین روز رہے۔ یہودا کھانا لاکر پہنچا دیتا تھا۔ اتفاقاً اُدھر سے بنی خزاعہ کا ایک قافلہ گذرا جو مصر جا رہا تھا۔ کنوئیں کے قریب اُس نے قیام کیا (یعنی یہ کنواں عام گذرگاہ کے قریب تھا جہاں مسافر اُترا کرتے تھے۔ اسی بنا پر بعض لوگوں نے اسکو بیت المقدس کا کنواں قرار دیا ہے۔ بعض مفسرین کا خیال ہے کہ یہ قافلہ شام یا مدین سے آرہا تھا راستہ بھول کر ادھر آنکلا۔ اُسکو کنواں معلوم نہ تھا کیونکہ یہ آبادی سے دور تھا اور سوا چرواہوں کے عام قافلہ والے اس سے پانی نہ لیا کرتے تھے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ کنواں خشک تھا۔ بعض کے نزدیک پانی تھا مگر کھاری یوسفؑ کی برکت سے میٹھا ہوگیا) اور مالک بن ذعر خزاعی کو پانی لینے کنوئیں پر بھیجا۔ مالک نے جاکر کنوئیں میں ڈول ڈالا۔ یوسفؑ ڈول میں بیٹھ گئے۔ مالک نے کھینچا تو خوبصورت لڑکا ملا۔ انتہائی خوشی سے چلا اٹھا۔ اہاہا یہ تو عجیب لڑکا ہے۔

آیت وَاَسَرُّوْهُ بِضَاعَةً کے مفسرین نے دو معنی بیان کئے ہیں۔ ابن جریر مجاہد اور سدی نے تو یہ مطلب بیان کیا ہے کہ مالک کے ساتھ جو قافلہ والے کنوئیں پر آئے تھے اُنہوں نے یوسف کو پایا اور اس بات کو قافلہ کے دوسرے آدمیوں سے چھپا لیا تاکہ یوسف کو بطور سرمایہ تجارت کے خاص اپنے لئے محفوظ کرلیں دوسروں کو شریک ہونے کا موقعہ نہ دیں۔ ابن عباس وضحاک وغیرہ کا قول ہے کہ بھائیوں نے یوسف کی حالت کو چھپا لیا۔ یعنی یہودا جو یوسفؑ کی خبر رکھتا تھا جب کنوئیں پر آیا اور اسکو معلوم ہوا کہ قافلہ والے نکال کرلے گئے تو اُس نے دوسرے بھائیوں کو اطلاع کی۔ سب بھائی جمع ہوکر قافلہ سے ملے۔ یوسفؑ کی اصلی حالت ظاہر نہ کی بلکہ اُس کو مفرور غلام قرار دیا اور یہ بھی کہدیا کہ ہم اسکو لینا نہیں چاہتے کچھ اس کے لینے کی ہم کو خواہش اور رغبت نہیں۔ تھوڑے داموں کو فروخت کردینگے۔ الغرض قافلہ والوں نے برادران یوسف سے یوسف کو چند کھوٹے درموں میں خرید لیا۔ ابن مسعودؓ نے دراہم کی تعداد ۲۰۔ اور مجاہد نے ۲۲ بتائی ہے۔ ابن عباس، بکالی، سدی، قتادہ اور عطیہ نے اتنا اور اضافہ کیا کہ ۲۰ درہم کو فروخت کیا اور ہر بھائی نے دو دو درہم لے لئے۔ محمد بن اسحاق اور عکرمہ نے چالیس درہم لکھے ہیں۔

مقصود بیان: ۔ نیک بختی اور بدنصیبی ازلی چیز ہے۔ یوسفؑ کے بھائی بدنصیب تھے۔ ایسے گنج گراں مایہ کو چند کھوٹے سکوں میں انتہائی بے رغبتی کے ساتھ فروخت کرڈالا۔ اور اہل قافلہ کیسے خوش قسمت تھے کہ دُرِ بے بہا کو مفت پایا۔ جو بن کا تماشا آنکھوں والوں کو دکھائی دیتا ہے یوسف کی شان اور اُن کے روحانی آفتاب کی کرنیں نہ بھائیوں کو نظر آئیں نہ قافلہ والوں کو۔ اس سے اس طرف اشارہ ہے کہ روحانی روشنی کو دیکھنے کے لئے روحانی آنکھوں کی ضرورت ہے۔ اولیاء اللہ کو مادی آنکھیں رکھنے والے نہیں پہچانتے۔ آیات اس مفہوم پر بھی دلالت کرتی ہیں کہ آدمی کو کسی قسم کی مصیبت سے تنگ آکر مایوس نہ ہونا چاہئے ممکن ہے کہ یہ مصیبت آئندہ کامرانی کا پیش خیمہ ہو۔ جس طرح یوسفؑ کے مصائب حصول سلطنت کا باعث ہوئے۔ اور خدا تعالیٰ نے کل معبودان کو دنیا کا علام بنا

وَقَالَ الَّذِى اشْتَرٰىهُ مِنْ مِّصْرَ لِامْرَاَتِهٖٓ

اور اُس مصری شخص نے جس نے یوسفؑ کو خریدا تھا اپنی بیوی سے کہا

اَكْرِمِىْ مَثْوٰىهُ عَسٰٓى اَنْ يَّنْفَعَنَآ اَوْ نَتَّخِذَهٗ

اس کی خوب تواضع کرنا شاید یہ ہمارے کام آئے یا ہم اُس کو بیٹا

وَلَدًا ؕ وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِى الْاَرْضِ ۡ

بنا لیں اسی صورت سے ہم نے یوسفؑ کو اس ملک میں قوت عطا کی

وَلِنُعَلِّمَهٗ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ؕ وَاللّٰهُ

اور تاکہ ہم اُس کو خوابوں کی تعبیر سکھا دیں (یہ تدبیر کی) اللہ

غَالِبٌ عَلٰٓى اَمْرِهٖ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ

اپنے کام پر قادر ہے مگر اکثر آدمی

لَا يَعْلَمُونَ ○ وَلَمَّا بَلَغَ أَشُدَّهُ آتَيْنَاهُ

نا واقف ہیں جب یوسف اپنی جوانی کو پہنچا تو ہم نے اُسکو

حُكْمًا وَّعِلْمًا ۚ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ○

حکمت وعلم عطا کیا ہم اسی طرح نیکی کرنے والوں کو بدلہ دیتے ہیں

تفسیر جب حضرت یوسف ؑ کو مسافروں کے ہاتھ فروخت کرکے اُن کی حراست میں دیدیا تو بے فکر ہوگئے اور سمجھ لیا کہ اب باپ کی پوری توجہ ہماری ہی طرف ہوگئی لیکن خدا کو منظور کچھ اور تھا۔ کنعان مقام سلطنت نہ تھا۔ یوسفؑ کو نبوت کے ساتھ سلطنت بھی دینی مقصود تھی۔ بھائیوں کی دشمنی اور یہ ناشائستہ حرکات انکے عروج کے لئے اکسیر ثابت ہوئیں۔ اگر اس طرح فروخت نہ کئے جاتے تو مصر کیسے پہونچتے اور مملکت مصر کیسے حاصل ہوتی۔ غرض قافلہ مصر پہنچا۔ اُس زمانہ میں مصر کا بادشاہ خاندان عمالقہ میں سے تھا جس کا نام ریّان اور لقب فرعون تھا۔ ابن جریر کے نزدیک حضرت موسیٰؑ کے زمانہ کا فرعون ریان کا پرپوتا تھا۔ کیونکہ ریّان کے بعد قابوس اور قابوس کے بعد ولید پھر مصعب حکمراں ہوئے۔ یہی مصعب، فرعون موسیٰ تھا۔ فرعون مصر کا ایک وزیر خزانہ یا وزیر اعظم تھا جس کا نام بقول اہل کتاب بوتیمار یا نوطیفار اور بروایت عوفی از ابن عباس، نطفیر اور بقول محمد بن اسحاق اطفیر بن روحیب یا روحب تھا اور لقب عزیز تھا۔ ملکی نظم ونسق عزیز کے ہی قبضہ میں تھا۔ عزیز مصر لاولد تھا اسکی بیوی بقول محمد بن اسحاق راعیل بنت، عایبل تھی۔ اور راعیل ریان بن ولید شاہِ مصر کی بھانجی تھی۔ دیگر اصحاب سیر نے راعیل کی بجائے زلیخا نام لکھا ہے۔ بعض نے لکھا ہے کہ راعیل نام تھا اور زلیخا لقب۔ بہرحال مالک بن ذعر یوسفؑ کو مصر کے بازار میں لے گیا اور فروخت کرنا چاہا۔ قیمت بیش از بیش ہوتی گئی۔ یہاں تک کہ آخری بولی عزیز مصر کے نام چھوٹی۔ عزیز حضرت یوسفؑ کو لیکر اپنے گھر آیا اور چونکہ لاولد تھا اس لئے اپنی بیوی سے کہا اس کو اچھی طرح رکھنا کچھ دکھ نہ پہونچنے پائے اس کے بشرہ سے آثار بلندی نمایاں ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ یہ ہمارے کارخانہ کے انتظام کے لئے بہترین کارندہ ثابت ہو اور شاید ہم اسکو بیٹا ہی بنالیں برادرانِ یوسفؑ نے سمجھا تھا کہ نبوت شاید میراث ہے اور چونکہ باپ کی محبت یوسفؑ سے بہت ہے اس لئے یقیناً وہ اسی کو اس وراثت کا مالک کرینگے۔ اور اُن کا خیال یہ بھی غالب ہوا کہ نبوت وولایت تدبیر سے حاصل ہوسکتی ہے۔ مگر یہ دونوں خیال غلط تھے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ کا حکم کوئی روک نہیں سکتا۔ ہم کو مقصود تھا کہ یوسف کو ظاہری اور باطنی ترقی دیں۔ ملک میں بھی اُس کا اثر اور تسلط پھیلائیں اور خواب کی تعبیر بھی اُسکو سکھائیں یعنی تعبیر خواب کا علم دیگر اسرار الٰہیہ اور علوم غیبیہ اُس کے ذریعہ سے کھولیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جب یوسف پختہ عمر کو پہونچ گئے اور عمر وقوت کے لحاظ سے حکومت ومعرفت کے قابل ہوگئے تو اللہ نے اُن کو حکومت مصر بھی عطا کی اور نبوت بھی۔ یوسف کو کتنی عمر میں پہونچکر حکومت اور علم حقیقی ملا؟ اس میں اختلاف ہے۔ ابن عباس، مجاہد اور قتادہ نے ۳۳ سال۔ ضحاک نے ۲۰ سال۔ عکرمہ نے ۲۵ سال۔ حسن بصری نے ۴۰ سال۔ سدی نے ۳۰ سال مختلف صراحتیں کی ہیں۔

مقصود بیان:۔ یوسف کے مصائب کا خاتمہ انتہائی عروج پر ہوا۔ اس میں ایما اس جانب ہے کہ مسلمانوں کو بھی تکالیف سے ڈرنا اور مایوس ہونا چاہئے۔ نیکوکاروں کو خدا ایسا ہی انعام دیا کرتا ہے تم کروگے تم پاؤگے۔ یوسف نے راہ استقامت سے لغزش نہ کھائی اُن کو ملا۔ آیت میں اسکی بھی فی الجملہ صراحت ہے کہ عام آدمی ظاہری تدبیروں کو مؤثر جانتے ہیں حالانکہ یہ غلط ہے۔ ہوتا وہی ہے جو خدا چاہتا ہے۔ خدا تعالیٰ دشمن سے دوست کا کام نکالتا اور منشارِ قدرت کو پورا کرتا ہے۔

وَرَاوَدَتْهُ الَّتِي هُوَ فِي بَيْتِهَا عَن نَّفْسِهِ

یوسف جس عورت کے گھر میں تھا اُس عورت نے یوسف کو پھسلایا

وَغَلَّقَتِ الْأَبْوَابَ وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ ۚ

اور دروازے بند کرکے کہنے لگی لو آؤ

قَالَ مَعَاذَ اللَّهِ ۖ إِنَّهُ رَبِّي أَحْسَنَ مَثْوَايَ ۖ

یوسف نے کہا خدا بچائے بیشک عزیز میرا آقا ہے اُس نے مجھے اچھی طرح ر

إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ ○ وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهِ ۖ وَ

حق تلفی کرنے والوں کا بھلا نہیں ہوتا ہے اُس عورت نے یوسف کی طرف ارا

هَمَّ بِهَا لَوْلَا أَن رَّأَىٰ بُرْهَانَ رَبِّهِ ۚ

کیا اور اگر یوسفؑ نے اپنے رب کے برہان کو نہ دیکھ لیا ہوتا تو وہ بھی عورت کی طرف

كَذَٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوءَ وَالْفَحْشَاءَ ۚ

کرہی چکا ہوتا اس بات کی وجہ یہ تھی کہ ہم یوسف سے بُرائی اور بےحیائی کو دور رکھ

إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِينَ ○

چاہتے تھے بلاشبہ وہ ہمارے نیک بندوں میں سے تھا

گھر کی جنگ ختم ہو گئی

راحت سے زندگی بسر کیجئے

مردانہ کمزوریوں کا خاتمہ

طلاء مخصوص رجسٹرڈ دنیا کے تمام طلوں سے افضل ہے جس کے استعمال سے کجی خمی لاغری، نامردی، سستی، رگوں کا ابھر آنا، پتلاپن، ٹیڑھاپن بغیر آبلہ یا چھالہ دور ہو کر نامرد کو مرد بنا کر رگوں اور پٹھوں میں بجلی کی مانند قوت اور فولاد کے مانند سختی پیدا کرتا ہے قیمت فی شیشی پانچ روپے (نمونہ ۱عہ) علاوہ محصول جن کو معمولی شکایت ہو ان کے لئے نمونہ کافی ہے

راحت کا سمندر

فوری طلاء رجسٹرڈ جن کو وقت پرستی کے باعث شرمندگی اٹھانی پڑتی ہو ایسے مایوسوں کو وقتی ضرورت کیلئے سرخرو کر دیتا ہے اور اس طلا کی گرمی ایسا تاؤ اور خیزی پیدا کرتا ہے کہ بوڑھا ہو یا جوان دنگ رہ جاتا ہے۔ ناکارہ سے ناکارہ آدمی وقت پر کامیاب ہو جاتے ہیں۔ قیمت ۲۰ بار کے لئے پانچ روپے نمونہ دس بار کیلئے ایک روپیہ چار آنہ (۱عہ) علاوہ محصول

امساکی رجسٹرڈ رکاوٹ کیلئے عجیب تحفہ عورت کو مسخر کرنے کیلئے زندہ جادو بجد مسکٹ ملذذ جب تک ترشی نہ کھاؤ فراغت ناممکن قیمت تین درجن ۶عہ نمونہ کیلئے ایک درجن ۲عہ علاوہ محصول

تحفہ عجیب رجسٹرڈ زبردست ملذذ دوائے خلوت عمر بھر ایسی لذت افزا دوا استعمال نہ کی ہوگی اس کے استعمال سے منکوحہ محبوبہ بیخودی میں چور ہو کر دارفتہ اور بیدام غلام بنجاتی ہے، اس کی آنکھوں میں ڈورے پڑ جاتے ہیں دوا کو لوگ لذت کا بادشاہ کہتے ہیں قیمت فی شیشی (۵عہ) نمونہ ایک درجن ۲عہ عیش کا پورا لطف ان میں موجود ہے۔

سدا بہار رجسٹرڈ فراغت کے بعد ذرا سی معجون کھا لینے سے طاقت کم نہ ہوگی اور ہر بار نصف گھنٹے کے بعد سابقہ جوش اور پہلی سی طاقت واپس ہوگی اس کے استعمال سے لوگ چار چار بار تک فائدہ اٹھا لیتے ہیں۔ یہ بات کہ دس بار کے لئے ۵عہ دنیا میں اپنی قسم کی سراج ایجاد ہے جو نہ طاقت کم ہونے دیتی ہے اور نہ جوانی ختم کرتی ہے پانچ روپے نمونہ

خدا گواہ ہے نمونے بالکل اصل لاگت پر بھیجے جا رہے ہیں تاکہ زیادہ سے زیادہ آدمی منگا کر ہماری اس حقیر پیشکش سے فائدہ اٹھائیں اور ہمیشہ کے لئے زندہ اشتہار بن جائیں۔

۵ نمونے چار روپیہ چار نمونے تین روپے آٹھ آنے تین نمونے تین روپے، دو نمونے دو روپے چار آنے دو نمونوں سے کم ہرگز نہ بھیجے جائیں گے محصول ہر حالت میں بذمہ خریدار ہوگا جن لوگوں کو معمولی شکایت ہو ان کیلئے نمونہ کافی ہے

کارخانہ نیو ایجنسی جڑی بوٹی سپلائی کمپنی پشت جامع مسجد دہلی نمبر ۲

جس کو چاہو

اپنا تابعدار بنا لو

کہاں ہیں وہ دیدار سوختہ قسمت حرماں نصیب لوگ جو سب کچھ برباد کرکے رہ گزر ہستی میں بے یار و مددگار پڑے ہیں آئیں اور اپنا دامن امید تسخیر محبوب عرف گوہر مراد سے بھر لیں۔ ہزاروں نامراد عاشق اور سینکڑوں گرفتاران محبت اس تعویذ سے بامراد اور کامیاب ہو گئے۔ محبت کو دشمنی اور دشمنی کو محبت سے بدل دینا راہ چلتے آدمی کو مسخر مطیع اور ہمخیال بنا لینا، سات پردوں میں چھپے ہوئے محبوب کو کھینچ بلانا تجارتی نفع، امتحان میں کامیابی، مقدمہ دشمنی نفع نقصان، لاٹری ملازمت غرضکہ دنیا کے ہر کام کیلئے معجز نما اثر رکھتا ہے غیر ملکوں تک دھوم ہے۔ ہدیہ بغرض رفاہ عام تین روپے علاوہ محصول

ہاشمی نجوم رمل اکسپرٹ دہلی

اگر تم چاہو کہ تمہاری عورتیں
مہینے کے پورے تیس دن آرام سے اور ہنسی خوشی گذاریں اور انہیں ماہواری
کے دنوں میں بھی کوئی تکلیف، درد، بےچینی نہ ہو تو اسکی آسان ترکیب یہ ہے کہ اگر کسی
عورت کو ماہواری ایام (یعنی حیض) کے زمانہ میں درد ہوتی ہو یا تکلیف دیکر ماہواری
آتی ہو کم یا زیادہ یا بےوقت یا رک رک کر آتی ہو تو اسے صرف ایک شیشی دوا کورس
منگا کر کھلا دو۔ اس دوا کے استعمال کے بعد عورت کو ماہواری بغیر درد کے بالکل قدرتی
حالت میں ہر مہینہ صحیح وقت پر آنے لگتی ہے اور عورت ماہواری کے دنوں میں
بھی ہنسی کھیلتی رہتی ہے۔ ایک شیشی دوا کورس کی قیمت دو روپے آٹھ آنے ہے۔
تمام بڑے دوا فروش بیچتے ہیں۔ اگر کسی جگہ نہ ملتی ہو تو
لیڈی ڈاکٹر زنانہ دواخانہ پی۔ بی ۳۴ دہلی
کے پتہ پر خط لکھکر یہ دوا بذریعہ وی۔ پی پارسل منگالیں۔ محصول نو آنے لگے گا
ٹیلیفون نمبر ۶۲۶۸
Shahi 43

ربنا لا تواخذنا ان نسینا او اخطانا
38-(2)
ماہوار جریدہ
مولوی
مدیر مسئول عبد الحمید خان
چندہ سالانہ
فی پرچہ
دو آنہ
2
ONE RUPEE INDIA 1916
آریہ تبلیغ صوبہ سندھ
میں جس زور شور سے ہو رہی ہے اس کا اندازہ اس سے کیجیے کہ صرف دہلی سے دس ہزار ستیارتھ پرکاش
جیسی کتاب بھیجی جا رہی ہے تاکہ وہاں کے مسلمانوں کو ورغلا کر ہندو اقلیت کو سہارا دیا جائے اس لیے
ہے بیگانہ مسلمانوں کو پکا مسلمان بنانے کیلئے کتاب الاسلام ہر مسجد اور ہر لائبریری میں
پہنچا دیجیے لیکن پہلے آپ خود پڑھ لیں تاکہ خوب مطمئن ہو جائیں یہ کتاب ایک انسان کو پختہ
اور کامل مسلمان بنانے کیلئے کافی ہے اس میں ۴۰۰ صفحات تو صرف یہ بتلانے کے لیے ہیں کہ
اسلام ہی عقلی اعتبار سے دین کامل ہو سکتا ہے ... صفحات میں مسائل ہیں مجلد جرمی پانچ روپے محصول
مینیجر رسالہ مولوی عبد الحمید خان کوچہ چیلان دہلی

جوانی حاصل کرنے کیلئے اب آپ پریشان نہ ہوں
سستی، کمزوری، احتلام، جریان اور کثرت عیاشی سے پیدا ہونیوالی بیماریوں کا علاج سات دن میں ہونے لگا۔ زبردست طاقت اور لازوال جسمانی مضبوطی آپ کے اندر پیدا ہو جائے گی۔

ڈاکٹر اور حکیم بھی "ری جووین" استعمال کرنیکا مشورہ دے رہے ہیں

ہندوستان کے مشہور ڈاکٹر اور حکیم بھی اپنے مریضوں کو "ری جووین" کا مشورہ دے رہے ہیں۔ آپ بھی اپنی کمزوری کو دور کرنے کیلئے "ری جووین" کورس کا استعمال شروع کر دیں۔

جوانی کس طرح مل سکتی ہے

بڑی حیرت کی بات یہ ہے کہ جوانی کو لوٹانے کا علاج ہو جاتا ہے، مگر ان دنوں کے اندر صبر سے رہنا ضروری ہے کیونکہ اس طریقہ سے یہ علاج کامیاب ہو سکتا ہے۔ اس لئے صرف انہی لوگوں کو یہ کورس استعمال کرنا چاہئے جو صبر سے کام لینے کا اقرار کریں۔ اس علاج میں دو دوائیں ہوتی ہیں ایک کھانے کی اور ایک لگانیکی۔ دونوں دوائیوں کے کورس کا نام ری جووین ہے۔ کھانے کی دوا کی پہلی خوراک حلق سے اتری اور اس نے تمام اعصاب کو ہوشیار کرنا شروع کر دیا اور کمزوری کو بدن سے اس طرح نکالنا شروع کر دیا جیسے گند دور کر دی۔ لگانیکی دوا بھی اپنے ایک قطرے کا کمال دکھاتی ہے۔ مریض خود حیرت زدہ ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اس میں بجلی کی طرح لہریں دوڑنے لگتی ہیں اور طاقت کا سمندر ابل پڑتا ہے۔ اس کورس میں عجیب و غریب صفات بند ہیں۔ اگر کوئی تندرست انسان بھی ایک دفعہ استعمال کرلے تو جوانی کا پورا سماں دیکھ لے۔ قیمت پانچ روپے ہے، محصول ڈاک (۱۲)

(یہ کورس صرف انہی لوگوں کو بھیجا جائے گا جو سات دن تک صبر سے کام لینے کا اقرار کریں گے)

اکسیری دواخانہ کلاں محل پوسٹ بکس نمبر ۴۱ (ایم، ڈی) **دہلی**

رمضان کا سامان

آپ کے لئے تو ہمیشہ زاد آخرت ہوا کرتا ہے۔ کیونکہ آپ قرآن شریف خریدتے ہیں پڑھتے ہیں اور تقسیم کرتے ہیں۔ اور یہ دنیاوی آسایش کا سہارا رمضان ہوتا تھا کہ زیادہ فروخت کی وجہ سے زیادہ روپیہ آتا تھا۔ اور خوب فراغت سے روزہ داری ہوتی تھی۔ اب کے ایک تو گرانی دوسرے پیچر ہا ہیں قرآن شریف گذشتہ تنگی چار سال میں ختم ہو گئے۔ اب بازار سے خریدتا ہوں اور تا جرانہ چند پیسے نفع سے ہی کام کرتا ہوں۔ آپ تو اب بھی اپنا زاد راہ مہیا کر سکتے ہیں۔ کہ خرید سکتے ہیں۔ خواہ یہاں سے خریدیں یا کہیں اور سے لیکن میری آسایش روزہ داری اس میں محدود ہے کہ آپ بجائے قرآن پاک کے حائل خریدیں۔ یعنی اور نگ زیبی حائل یہ ہی میرا رمضان اور رمضان کا سامان ہے

بخاری شریف اردو حدیث شریف کی سب سے برتر کتاب تین جلدوں میں مجلد چرمی پہلی جلد ۶۲۴ صفحات ۳۰۵۳ حدیثیں دوسری جلد ۶۴۸ صفحات ۲۲۱۴ حدیثیں تیسری جلد ۵۶۸ صفحات ۲۵۱۰ حدیثیں قیمت آٹھ روپے

مسلم شریف اردو حدیث شریف کی دوسری مستند کتاب جو گو طویل نہیں ہے لیکن بڑی جامع ہے دو جلدوں میں مجلد چرمی ہے ایک ہزار سے زیادہ صفحات ۴ ہزار کے قریب احادیث۔ قیمت مجلد پانچ روپے

اردو ترمذی ابو داود و ابن ماجہ صحاح ستہ کی بقیہ تین کتابیں۔ ترمذی مجلد چرمی ۱۲۰۳ صفحات ۲ جلدیں قیمت پانچ روپے۔ ابو داود۔ دو جلدوں میں مجلد چرمی۔ ایک ہزار صفحات ۴۸۰۰ احادیث مجلد پانچ روپے ابن ماجہ ایک جلد ۶۰۰ صفحات مجلد چرمی تین روپے۔ کل ساٹھ تیرہ روپے

مشکوٰۃ شریف اردو حدیث شریف کی دس صحیح کتابوں کا عطر ۲ جلدوں میں پہلی جلد پانسو صفحات ۲۶۰۷ حدیثیں دوسری جلد پانسو صفحات ۲۳۰۰ احادیث اور ایک ہزار راویوں کے حالات مجلد پارچہ قیمت چار روپے

تجرید بخاری بخاری شریف کا خلاصہ ۸۰۰ صفحات کاغذ مولوی سے اچھا ۲۱۱۲ حدیثیں ابتدا میں امام بخاری کے حالات۔ کم فرصت بھائی یہ کتاب ضرور منگالیں اور ایک بار یہ احادیث ضرور پڑھ لیں قیمت دو روپے

کتاب الاسلام فقہ حنفی کی سب سے بڑی کتاب بارہ سو صفحات اسلامی معلومات کی اتنی بڑی کتاب اردو زبان میں نہیں اس میں اسلامی عقلی اور نقلی پوری معلومات ہیں پانچویں دفعہ چھپی ۱۲۰۰ صفحات کاغذ اعلیٰ مجلد چرمی پانچ روپے

اسلامی معاشرت نماز روزہ کے علاوہ انسانی زندگی کا ہر کام اگر وہ اسلامی طریق پر کیا جائے تو عبادت ہے اس کتاب میں بتایا ہے کہ انسان کی دنیا اسلامی طریقہ پر کیسی ہونی چاہئے۔ بہت ضروری کتاب قیمت ۱۲

اسلامی مسائل ۵۰۰ صفحات امام المفسرین امام محمد بن یوسف کی تالیف اسلامی مسائل کی پوری کتاب جس میں عبادات معاملات اعمال غرضیکہ زندگی کے ہر شعبہ کے متعلق اسلامی حکم اس کتاب میں ہے قیمت مجلد ایک روپیہ

خطبات حیات ۴۹۴ صفحات از مولوی نذیر الحق صاحب جمعہ کے بہترین مجموعہ پر اردو میں ۸۴ خطبات دو عیدین کے خطبے ایک خطبہ نکاح جو ہر جمعہ کو پڑھا جاتا ہے اب تک دو ہزار مساجد میں پہنچ چکا ہے مجلد ڈیڑھ روپیہ

بیان القرآن از مولوی عبد الباری صاحب فرنگی محلی جس میں قرآن مجید کی تلاوت کے آداب و معلومات اور قرآن کے عملیات ہیں۔ قیمت ۶

کتاب توبہ ہر وقت موت سامنے ہو تو ہر روز گناہوں سے توبہ ہی ہو۔ توبہ کیا ہے اور اس کا کیا اثر ہوتا ہے یہ اس کتاب سے آپ کو معلوم ہو گا قیمت ۱۲

بڑا قرآن اتنے ہی موٹے بڑے بڑے حروف۔ بہت کشادہ صاف ترجمہ حاشیہ پر تفسیر یہ سب انکی جگلی تفسیر بیان السبحان آپ مولوی میں پڑھ رہے ہیں ضعیف اور کمزور نگاہ والوں کے لئے سرمایہ بصیرت، مولوی سے دوگنی تقطیع ۸۴۸ صفحات پونے چار سیر وزن اب ایک روپیہ اور بڑھ گیا ہے مجلد چرمی پشتہ آٹھ روپے محصول دو روپے

سب سے بڑی تفسیر الله تفسیر اور ترجمہ الٰہی کا جو مولوی میں تفسیر سمجھ رہے ہیں اس سے بڑی تفسیر کسی قرآن شریف میں نہیں ہے فروری کا تقطیع مولوی سے ڈیوڑھی، بڑی دقت سے فراہم ہوا ہے ایک مجلد چرمی پشتہ سات روپے

بے شمار خوبیوں والا قرآن مولوی کے برابر تقطیع ۱۵ سطری ترجمہ مولوی اشرف علی کا غذ بھی مولوی جیسا خانہ دار متن ابتدا میں ۴۴ صفحہ کی معلومات قرآنی مجلد پارچہ ڈھائی روپے مجلد چرمی تین روپے۔ محصول ۱۲

آسان ترجمہ والا مولوی سے ایک انچ بڑی تقطیع ، ۷ اسطری ترجمہ حضرت شاہ عبد القادر صاحب خانہ دار متن مجلد پارچہ ابتدا میں ۲۲ صفحات کا مقدمہ حاشیہ پر مختصر تفسیر ہدیہ مجلد پارچہ ڈیڑھ روپیہ محصول ۱۲

بچوں کا قرآن ... صفحات مولوی سے نصف تقطیع حروف الگ الگ بڑھا تعالیٰ اس میں کتابت کی بڑی خوبی یہ ہے کہ اگر بچے ہجے کر کے حروف الگ الگ کر لئے جائیں تو بالکل حروف بھی ہو جائیں اسلئے بچہ بڑی آسانی سے پڑھ لیتا ہے مجلد ڈیڑھ روپیہ

کارڈ سائز مترجم ترجمہ حضرت شاہ عبد القادر صاحب خانہ دار متن قلم خاصہ موٹا صاف اردو ترجمہ۔ ۵۰۰ صفحات کاغذ اعلیٰ قسم مطبوعہ ہدیہ مجلد پارچہ اعلیٰ قسم صرف ایک روپیہ ایسے رمضان میں یہ مفت تقسیم کیجے۔

اورنگ زیبی حائل مجلد ۶۰۰ صفحات مولوی سے نصف تقطیع شہنشاہ ہند حضرت عالمگیر اورنگ زیب کے ہاتھ کے لکھے ہوئے قرآن پاک کا فوٹو جو بلاک کے ذریعہ چھاپا گیا ہے پڑھنے میں صحیح۔ دیکھئے تو دیدہ زیب رنگین تاریخی یادگار قیمت ایک روپیہ

دلائل الخیرات ۲۰۰ صفحات مولوی سے نصف تقطیع از علامہ محمد الحسن قبلہ جو پایہ کی درود شریف کی سب سے موثر اوراد اس کتاب میں ہیں جس کا نام پڑھنے والا رسول کریم کی زیارت سے مشرف ہو جاتا ہے ترجمہ زیر متن مجلد ایک روپیہ

رنگین پنجسورہ نہایت اعلیٰ کاغذ سنہری لباس رنگ کل چھپی تو ایک روپیہ سے زائد لاگت آئے، سورہ یاسین۔ سورہ فتح، سورہ رحمان، سورہ واقعہ سورہ الملک، سورہ مزمل، سورہ الیسا نو دو نام باری تعالیٰ۔ دعائے گنج العرش مجلد ۸ آنے

تاریخ القرآن معلومات قرآنی کی سب سے بڑی اور بہتر کتاب از مولوی نذیر الحق۔ بڑی مستند اس میں نزول قرآن۔ آداب و فضائل تلاوت اللہ والوں کا قرآن پڑھنا۔ قرآن کے برکات لفظی اور ہزاروں باتیں ہیں۔ قیمت بارہ آنے

تفسیر ست سورہ ہر نماز پڑھنے والے مسلمان کو یہ کتاب ضرور پڑھنی چاہئے اس کتاب میں ان سورتوں کی تفسیر شان نزول اور عملیات ہیں جو عام طور سے نماز میں پڑھی جاتی ہیں۔ اس کتاب کے ذہن نشین ہونے پر نماز پر کیف ہو جاتی ہے قیمت

تفسیر اعوذ شیطان کی تخلیق اسکی سوانح عمری۔ اللہ والوں کا شیطان سے دلچسپ واسطہ۔ شیطان کے دھوکے، اعوذ کی بدولت انسان کا شیطانی حربے سے محفوظ رہنا۔ اور انبیا کی حکایات۔ مجلد قیمت بارہ آنے

تفسیر ام الکتاب سورہ فاتحہ کا وعظ۔ سورہ فاتحہ ام الکتاب کہلاتی ہے اس کی تفسیر بڑی عجیب و غریب ہے۔ اور اللہ کے نیک بندوں کی عجیب و غریب حکایات ہیں۔ بڑی ہی دلچسپ کتاب دو سو صفحات مجلد ایک روپیہ

عبد المجید خان پرنٹر و پبلشر نے میرزا محبوب بیگ صاحب کے محبوب المطابع اردو بازار میں چھپوا کر دفتر رسالہ مولوی کوچہ چیلان دہلی سے شایع کیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ چاند کی بیسویں تاریخ تک
بھی آپ کو اگر اتفاق سے کوئی پرچہ نہ ملے تو دوسرا
پرچہ دفتر سے خط بھیجکر منگا لیجئے

ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا او اخطانا

مولوی دہلی

نمبر خریداری آپ کا اسی جگہ لکھا ہوا ہے جہاں آپ کا
پتہ تھا اگر پہلے سے نوٹ نہیں ہو تو اب لکھ لیجئے
اس کے حوالہ کے بغیر آپ کی کسی شکایت کی تعمیل نا ممکن ہے

جو ہر اسلامی مہینے کی بارہ تاریخ کو حمیدیہ پریس دہلی سے شائع ہوتا ہے

جلد ۳۸ | بابت ماہ شعبان المعظم سنہ ۱۳۶۲ھ | نمبر ۲

شذرات

گاندھی جی کی رہائی کی کوششیں

کانگریسی ہندوؤں یا مسلمان سیاسی رہنماؤں سے اور ان سے شدید اختلاف کے باوجود بھی اگر ان کی رہائی کا اعلان ہو جائے تو یہ امر ہمارے لئے باعث مسرت ہوگا مگر اس رہائی کے لئے جو طریقے اختیار کئے جا رہے ہیں وہ ہمارے نزدیک پسندیدہ اور نتیجہ خیز نہیں ہندو سوچتے ہیں کہ اس وقت حالات نازک ہیں اول تو حکومت کانگریسی مطالبات کے آگے سر تسلیم خم کرنے پر تیار ہو جائیگی اور کچھ بھی ہو تو گاندھی جی کی منشا کے مطابق مرکز میں قومی حکومت قائم ہو جائیگی یہ نہ ہوا تو پہلا ہے وہ جو کہ وہ اسکیم کے مطابق طول و عرض ہند میں ایک ہمہ گیر طوفانی تحریک شروع کر دی جائیگی حکومت حالات کی نزاکت کے پیش نظر اس کی متحمل نہ ہوسکیگی اور رہائی کے اعلان کے ساتھ مطالبات کی منظوری پر بھی تیار ہو جائیگی اسکیم کے مطابق واقعی طول و عرض ہند میں ایک طوفانی تحریک شروع ہو گئی یہ تحریک اپنی نوعیت میں کتنی ہی دہشت خیز سہی مگر ۱۹۲۱ء کی تحریک خلافت و ترک موالات کے مقابلہ کی نہ تھی کہ اس نے وہائٹ ہال تک ایک زلزلہ کی کیفیت پیدا کر دی تھی کیونکہ اول تو وہ تشدد سے پاک تھی دوسرے اس کو مسلمان بھی اپنی تمام دکمال شرکت سے ... اس مرتبہ تحریک متشددانہ صورت بھی اختیار کر گئی اور مسلمان من حیث القوم اس سے علیحدہ رہے ہندوؤں کو یہ زعم تھا کہ وہ تنہا میدان مار سکتے ہیں اور یہی زعم انہیں لے بیٹھا ان کی آواز پورے ہندوستان کی آواز نہ بن سکی نتیجہ کچھ بھی نہ ہوا اور تمام کے تمام لیڈر نظر بند ہو گئے کانگریسیوں نے تصویر کا صرف ایک رخ سامنے رکھا اور یہ نہ سوچا کہ ملک کی ایک بہت بڑی قوم علیحدہ ہے اور حکومت اگر جھک بھی جائے پھر بھی اس کے لئے وہی لیل و نہار موجود ہیں ایسا کرنے کو تو کر گئے مگر سب کو غلطی کا احساس ہو رہا ہے اور یہ حضرت کی قیدیں گراں گذر رہی ہیں مسٹر جناح نے تجویز کی تھی کہ گاندھی جی اپنی غلطی صاف طور پر تسلیم کریں اور خط میں لکھ دیں کہ میں پاکستان کا مطالبہ تسلیم کرتا ہوں اگر وہ سب کچھ لکھ دیتے تو معاملہ صاف تھا مسلمان بھی حمایت میں کھڑے ہو جاتے اور انکی رہائی کا مطالبہ پورے ملک کی آواز بنجاتا۔

اب ہندوؤں میں یہ جذبہ عام ہو رہا ہے اور کوشش کی جا رہی ہے کہ ۸ اگست والی قرارداد کو واپس لیکر کانگریسیوں کو رہا کرا لیا جائے اسلئے بھی کہ لیگ کا اقتدار بڑھتا چلا جا رہا ہے اور اس لئے بھی کہ ہندوؤں کو اس وقت ان کی ضرورت ہے اور وزارتوں کے قیام کا معاملہ پھر سلسلہ میں آگیا ہے برادران وطن حصول مطلب کے لئے کسی طریقہ کو بھی ناجائز نہیں سمجھتے کانگریسی جرائد میں یہ خبر گشت لگا رہی ہے کہ گاندھی جی نے وائسرائے اور اس کے بعد وزیر ہند کو خطوط لکھے ہیں جن میں وعدہ کیا ہے کہ وہ انگریزوں کے خلاف کوئی انتہائی کارروائی نہ کریں گے ... شرائط نہ طے ہو سکیں تو ... معاملہ ... حکومت سے کرنا چاہتے ہیں ... سلسلہ ... ہے کہ مرا ر دھن کی رجعت پسندی حکومت دوستی اور خوشامد ہی عین قوم پرستی سمجھی جاتی ہے ان کے یہاں پالیسی رنگ رخ اور زبان بدل لینا کوئی معیوب امر نہیں پہلے بھی انگریزوں سے بیسیوں بڑائی جا چکی ہیں شریفانہ معاہدے ہو چکے ہیں کھدروں کے سوٹ گورنروں کو پیش کئے جا چکے ہیں اور دوسرے وقت انہیں ہندوستان سے نکل جانے کے الٹی میٹم دیئے گئے ہیں بہرکیف ہم کو نہ اس رہائی سے اختلاف ہے اور نہ اس سعی و کوشش سے تعرض کی کوئی ضرورت ہے ہمیں صرف اتنا واضح کر دینا ہے کہ اب مسلمان بھی منظم و متحد ہو چکے ہیں ان کے یا پاکستان کے خلاف کوئی شریفانہ معاہدہ نہ مؤثر ہوگا اور نہ نتیجہ خیز ہوگا بہتر صورت یہی ہے کہ مطالبہ پاکستان کی بنا پر کوئی قدم اٹھایا جائے اور مسلمانوں کو ساتھ رکھا جائے وہ زمانہ گذر گیا جب مسلمان مختلف پالیسیوں اور ڈپلومیسیوں کا شکار رہ جاتے تھے اور بکھرے ہوئے تھے اب وہ اپنے قدموں پر کھڑے ہو چکے ہیں اور اپنے نفع و نقصان کو خوب سمجھتے ہیں

کانگریسی شورش اور مسٹر رائے

مسٹر ایم۔ این رائے بڑے معقولیت پسند اور عالی دماغ ہندو لیڈر ہیں وہ ایک سے زیادہ بار کہہ چکے ہیں کہ ملک کی نجات کی واحد صورت یہی ہے کہ پاکستان کے مطالبہ کو مان لیا جائے وہ کانگریس کی تشدد اور شورش انگیزی کو پسند نہیں کرتے ان کی وسائل معلومات بھی وسیع ہیں ان کے اخبار نے حال ہی میں ایک انکشاف کیا ہے کہ احمد آباد میں کانگریس کا خفیہ دفتر قائم ہے اس نے ۸ اگست والی کانگریسی قرارداد کی یادگار بڑے جوش اور سرگرمی کے ساتھ منا کر ایک دفعہ اور یہ واضح کر دیا کہ تحریک ابھی مردہ نہیں ہوئی ابھی قوم پرست مزید شر انگیزی کے مواقع کی تلاش میں ہیں سورت کے مختلف مقامات پر جو بم برآمد ہوئے ہیں اس سے ظاہر ہو رہا ہے کہ وسیع پیمانہ پر شورش برپا کرنے کی اسکیم بنائی گئی ہے چھپی رسالوں کو بھی شورش کا آلہ بنایا جا رہا ہے۔ اخبار مذکور نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس سیاسی شورش کی ساکھ گجرات میں وسیع پیمانہ پر بنائی جائیگی یہ بھی افواہ ہے کہ اس کا اشارہ کانگریس کے ڈکٹیٹر کی طرف سے ہوگا اگر اس بار بھی رہا نہ کیا گیا تو گاندھی جی مرن برت رکھ لیں گے روزانہ کثیر تعداد میں پمفلٹ شائع کئے جا رہے ہیں اور لوگوں کو سالگرہ منانے کی زبردست ترغیب دی جا رہی ہے آخر میں اس اخبار نے حکومت پر زور دیا ہے کہ تمام حقیقی ترقی پسند حلقوں کی خواہش یہ ہے کہ وہ کانگریس سے صلح نہ کرے کیونکہ چھوٹے ملازموں پر اس کا برا اثر پڑتا ہے۔

اتنا تو مسلم ہے کہ ابھی تک شورش کا قطعی استیصال نہیں ہوا جہاں بم برآمد ہوئے ہیں وہاں کانگریس زدگی کے واقعات بھی ظہور میں آ رہے ہیں باقی امور کے متعلق حتمی طور پر کچھ نہیں کہا جا سکتا لیکن اگر یہ سب کچھ ہے تو بہت افسوسناک امر ہے اس سے ملک کی ترقی پر نہایت مضر اثر پڑیگا کانگریسیوں اور گاندھی جی کو رہا کرانے کی یہ صورت ہرگز نتیجہ خیز نہیں اگر ایک طرف سالگرہ بھی منائی جائیگی دوسری طرف قرارداد کو واپس کرانے کی کوششوں کا بھی سلسلہ جاری رہے گا تو کوئی راہ بھی پیدا نہ ہوگی۔

ہندو پریس سے گیانی کرتار سنگھ کا شکوہ اکالی سکھ لیڈر

سردار گیانی کرتار سنگھ نے لاہور کے مسلم اخبارات کے ایڈیٹروں کو مدعو کیا تھا اس پر ہندو حلقوں میں ایک ہلچل مچ گئی اور حسب عادت حاشیہ آرائیاں شروع ہو گئیں کہ یہ سب کچھ مسلم سکھ مفاہمت کیلئے ہو رہا ہے اور سردار ماسٹر تارا سنگھ کو نیچا دکھانا مقصود ہے اسکے جواب میں سردار صاحب نے لکھا ہے کہ میرے اشارہ پر ایک سکھ نے چار مسلم روزناموں کے ایڈیٹروں کو دعوت دی میں نے کہا کہ ایک کے سوا لاہور کے تمام ہندو اخبارات سکھ کارکنوں پر برابر اشتعال انگیز حملے کرتے رہتے ہیں ان کا رویہ بہت غیر معقول ہے ہمارا اپنا پریس کمزور ہے مسلم اخبار حق ہمسائیگی کے طور پر ہماری اتنی مدد کریں کہ ہمارے بیانات شائع کر دیا کریں ان میں کوئی لیگ والا بھی نہ تھا اتنی سی بات تھی جسے افسانہ کر دیا اس کے بعد سردار صاحب نے لکھا ہے کہ ہندو جرائد پہلے ساورکر صاحب اور ہندو مہاسبھائیوں کی طرف اپنے قلم کا رخ پھیریں جو سالہا سال سے زیر بنے ہوئے ہیں پہلے انہیں ہندویت سے خارج کرا کے پھر سکھ پنتھ کو مشورے دینے کی تکلیف گوارا کریں پھر کیا ہے کہ پاکستان کے متعلق ہی ذرا غور کریں مسٹر رائے کی پارٹی مدراس کی جسٹس پارٹی مسٹر امبیدکر کی اچھوت پارٹی اور ہندوستان کے سارے کمیونسٹ پاکستان کو قبول کر چکے ہیں مسٹر راجگوپال اچاریہ اور نان پارٹی لیڈر بھی پاکستان کے حامی ہیں۔ سردار صاحب نے بجا طور پر لکھا ہے کہ آجتک درجنوں دفعہ ہندو اخبارات کے دفتروں میں جا چکا ہوں وہاں مسلم مطالبات کی مخالفانہ تجویزوں پر بھی غور کرتا رہا ہوں لیکن کسی ایک مسلم اخبار نے بھی اس تنگدلی کا ثبوت نہیں دیا جس کا ثبوت ہندو پریس دے رہا ہے۔ سردار صاحب کو تو اس ذہنیت کا تجربہ آج ہوا ہے مسلمان تو مدت سے پریشان ہیں رائی کا پہاڑ بنا دینا اور بے بنیاد باتوں پر چیخ پڑنا ہندو رہنمائی و بیان کا خاص شیوہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ان کی دہشت سب پر قائم رہے ہندو لیڈر جو چاہے کرتے پھریں مگر اور کسی کی جنبش بھی انہیں ناگوار گذرتی ہے ہندو ذہنیت اسی ہندو پریس کی خراب کی ہوئی ہے۔

لندن میں مصری فاضل کی تقریر

ایک مصری فاضل صبری، عالم مانچسٹر یونیورسٹی کے پروفیسر ہیں مشرقی لندن کی مسجد کے کارپردازوں نے اسلامیات پر تقریروں کا ایک سلسلہ شروع کیا ہے اسی سلسلہ میں فاضل موصوف نے اپنی تقریر میں تہذیب جدید اور اس کے آئین و قوانین کی وضاحت کی اور عہد حاضر کی بین الاقوامی دشواریوں اور مصیبتوں پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ ان مشکلات اور مصائب کیلئے جو علاج آج تجویز کیا جا رہا ہے وہ صدیوں پہلے اسلام نے تجویز کر دیا تھا مغربی دنیا تو انقلاب فرانس کے بعد حقوق انسانی سے آشنا ہوئی لیکن مشرق میں چھٹی صدی عیسوی ہی سے اسلام نے ان حقوق اور مساوات و اخوت کا اعلان کر دیا تھا اور عمل شروع ہو گیا تھا آگے چل کر انہوں نے بتایا کہ انیسویں صدی کے اواخر میں ہر شخص کے لئے علم حاصل کرنیکا حق تسلیم کیا لیکن اسلام نے صدیوں پیشتر اس حق کو ہی نہیں کہ تسلیم کر لیا تھا بلکہ ہر عورت و مرد کے لئے تحصیل علم لازمی فرض قرار دیا تھا اسلام نے اس زمانہ میں لازمی تعلیم کا سلسلہ شروع کیا جبکہ مغرب میں اعلیٰ طبقہ کے صرف معدودے چند افراد کو علم حاصل کرنیکی اجازت تھی۔

پروفیسر موصوف نے فرمایا کہ مسلمانوں نے جنگ میں کبھی ابتدا نہیں کی جب وہ لڑے دفاع کے لئے لڑے یہ سلسلہ جاری رہا تو بہت نتیجہ خیز ہوگا مشکل تو یہ ہے کہ مسلمان صدیوں سے عملاً تبلیغ کو بھولے ہوئے ہیں ورنہ اسلام کی سادگی اور معقولیت ایک دنیا کو اپنی طرف کھینچ لیتی اسلام کی تبلیغ کا انداز بھی بہت سادہ ہے اس میں کسی مذہب کی تنقیص کی ضرورت ہی نہیں اس کے آئین و اوامر صرف ایک دفعہ پیش کرنے اور انکی خوبیاں ذہن نشین کر دینی کافی ہیں ہمارے مواعظ میں بھی سادگی کی شان پیدا ہونی چاہیئے ہم چاہتے تو محافل میلاد بزرگوں کے عرسوں اور دوسرے اجتماعوں جمعہ کے خطبوں سے بھی اصلاح مسلمین کی بہت بڑی خدمت انجام دے سکتے تھے مگر افسوس تو یہ ہے کہ جتنا غیر قومیں کر رہی ہیں مسلمان اتنا بھی نہیں کرتے۔

مسلم تجارت کی تقویت کی مساعی

سندھ میں مسٹر جناح کے دورے اور لیگ کی وزارت کے قیام سے ایک نئی روح عمل پیدا ہو گئی ہے اور سندھ پراونشل مسلم لیگ نے لیگ کے پروگرام کو کامیاب بنانے کے لئے کام شروع کر دیا ہے سب سے زیادہ پرمسرت امر یہ ہے کہ سندھ لیگ نے مسلم تجارت کے فروغ کے لئے ایک قرارداد منظور کی ہے اور اس کے متعلق فوری کام بھی شروع کر دیا کہ مسلمان بھائی خرید و فروخت میں مسلم تاجروں کو مقدم رکھیں۔ ہندو پریس اسے ایک متعصبانہ تحریک بتا کر اس کی شدت کے ساتھ مخالفت کر رہا ہے اور اسے لیگ کی وطن سوز پالیسی کا پہلا شاہکار بتا کر بار بار کرنے میں مصروف ہے انتہائی افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ ہمیں اس وقت ایک ایسی قوم سے سابقہ پڑا ہے جس کے لیڈر مہاسبھائی نشہ سے مدہوش ہو کر رہ گئے ہیں اور کسی شعبہ حیات میں بھی مسلمانوں کا ابھرنا گوارا نہیں کرتے لطف یہ ہے کہ پوری کی پوری ہندو قوم مسلمانوں کا بائیکاٹ کئے ہوئے ہے کہ ایک طرف تو وہ دیدہ و دانستہ مسلمانوں کا مال نہیں خریدتی دوسری طرف خالص مسلم تجارتوں چمڑے جوتوں اور ہڈیوں پر بھی قبضہ جماتی چلی جاتی ہے روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ مسلم مزدوروں تک سے حتی الامکان کام نہیں لیا جاتا مسلمان مٹھائیاں پھل سبزیاں بے تکلفانہ ہندوؤں سے خریدتے ہیں مگر ہندو کسی مسلم دوکان کی طرف دیکھتا بھی نہیں۔ ضرورت ہے کہ یہ تحریک تمام طول و عرض میں شروع کی جائے ہندوستان بھر میں مسلمانوں کی اقتصادی حالت بہت خراب ہے اور اسکی اصلاح ضروری ہے۔

پاکستان کی اہمیت

سر سکندر حیات خاں کے صاحبزادے کپتان شوکت حیات جو مصر میں جنگی خدمات انجام دے چکے ہیں اب حکومت پنجاب کے ایک سیکرٹری ہیں انہوں نے ایک سپاسنامہ کے جواب میں یقین دلایا کہ وہ اپنے اس نئے دور زندگی میں بھی اپنی سپاہیانہ شان برقرار رکھیں گے اور مسٹر جناح اور لیگ کے حکم پر ہر قربانی پر آمادہ رہیں گے انہوں نے فرمایا کہ مسلمانوں کا یہ نصب العین ہے کہ وہ اپنے لئے اپنی مرضی اور منشا کے مطابق حکومت کے انتخاب کا حق حاصل کریں مسلمانوں سے استدعا کی کہ وہ پاکستان کو ایک نمائشی نہیں حقیقی چیز سمجھیں فرمایا کہ ہندوستان میں ہماری اقلیت ہے اور میرے غیر مسلم دوستوں کا یہ کہنا بالکل بے سود ہے کہ مسلمان اکثریت پر اعتماد کریں جب تک وہ خود ہندوستان کے بعض صوبوں میں مسلم اکثریت پر اعتماد کرنے کے لئے تیار نہ ہوں گے ہم سے اسکی کیونکر توقع رکھ سکتے ہیں کہ ہم ان کی اکثریت پر اعتماد کریں۔ کپتان صاحب نے صحیح فرمایا کہ اس کی بہترین صورت تو یہی ہو کہ جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے وہاں غیر مسلم ان پر اعتماد کریں اور جن صوبوں میں ہندو اکثریت ہے وہاں مسلمان ان پر بھروسہ کریں کپتان صاحب نے یہ نصیحت کی کہ مسلمان شریعت کے مطابق غیر مسلموں کے ساتھ انصاف کریں اور فیاضی کے ساتھ پیش آئیں۔

لیکن غیر مسلموں میں ہمیں کوئی ایک بھی گاندھی یا نہرو نظر نہ آیا جو مسلمانوں کیساتھ انصاف اور فیاضی پر تیار ہو یا کم از کم ہندوؤں کو ایسی نصیحت ہی کر سکتا انکی تو ساری سیاست کا محور ہی یہ ہے کہ مسلمانوں کو ابھرنے نہ دیا جائے اور غلام بنا لیا جائے۔

بخاری شریف اُردو

۱۸۸۷۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف جب مدینہ میں آئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اور سعد بن الربیع انصاری کے درمیان بھائی چارہ کرا دیا اور سعد مالدار تھے تو انہوں نے عبدالرحمٰن بن عوف سے کہا کہ میں تمہیں اپنا آدھا مال دیدوں گا اور اپنی بی بی سے تمہارا نکاح کر دوں گا عبدالرحمٰن نے کہا اللہ تمہیں تمہارے مال میں اور تمہاری بی بیوں میں برکت دے مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے، مجھے تم کوئی بازار بتا دو چنانچہ وہ بازار گئے اور وہاں سے کچھ پنیر اور گھی فائدہ میں لائے اور اپنے گھر کے رہنے والوں کے پاس لے آئے بس تھوڑے ہی دن کے بعد جو وہ حضرت کے پاس آئے تو ان کے لباس پر زردی کا نشان نمایاں تھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ یہ کیا ہے انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں نے ایک انصاری خاتون سے نکاح کیا ہے آپ نے فرمایا تم نے اسے کس قدر مہر دیا انہوں نے کہا ایک گٹھلی سونے کی یا گٹھلی برابر سونا آپ نے فرمایا ولیمہ کرو اگرچہ ایک ہی بکری ہو۔

۱۸۸۸۔ حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ عکاظ اور مجنہ اور ذوالمجاز جاہلیت کے بازار تھے پھر اسلام کا زمانہ آیا تو مسلمانوں نے ان بازاروں میں خرید و فروخت کرنا گناہ سمجھا اس پر یہ آیت نازل ہوئی: لیس علیکم جناح ان تبتغوا فضلا من ربکم فی مواسم الحج ابن عباس نے اس کی تلاوت کی ہے۔

باب۔ حلال ظاہر ہے اور حرام ظاہر ہے اور ان دونوں کے درمیان شبہ کی چیزیں ہیں۔

۱۸۸۹۔ حضرت نعمان بن بشیر کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حلال ظاہر ہے اور حرام ظاہر ہے اور دونوں کے درمیان شبہ کی چیزیں ہیں تو جس شخص نے اس چیز کو ترک کر دیا جس میں اس کو گناہ کا شبہ ہو وہ اس چیز کو بدرجہ اولیٰ چھوڑ دیگا جس کا گناہ ہونا ظاہر ہو اور جو شخص اس بات پر جرأت کریگا جس کے گناہ ہونے میں شک ہو تو عنقریب وہ ایسی بات میں مبتلا ہو جائیگا جس کا گناہ ہونا ظاہر ہوگا اور معاصی اللہ کی چراگاہ ہیں جو جانور چراگاہ کے گرد چریگا وہ عنقریب اس چراگاہ تک بھی پہنچ جائیگا۔

باب شبہات کی تفسیر اور حسان بن ابی سنان کا قول ہے کہ میں نے ورع سے زیادہ آسان کوئی چیز نہیں دیکھی جس چیز میں تمہیں شک ہو اس کو چھوڑ کے وہ چیز اختیار کرو جس میں تمہیں شک نہ ہو (بس یہی ورع ہے)۔

۱۸۹۰۔ حضرت عقبہ بن حارث سے روایت ہے کہ (ایک دن) ایک سیاہ فام عورت آئی اور اس نے کہا کہ (اے عقبہ) میں نے تجھے اور تیری بی بی دونوں کو دودھ پلایا ہے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف سے منہ پھیر کر تبسم کیا اور فرمایا کہ (اب تم) کیونکر اس عورت کو اپنے نکاح میں رکھ سکتے ہو، حالانکہ بیان کیا گیا (کہ وہ تمہاری دودھ شریکی بہن ہے) اور عقبہ کے نکاح میں ابواہاب تمیمی کی بیٹی تھیں۔

۱۸۹۱۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ عتبہ بن ابی وقاص نے اپنے بھائی سعد ابن ابی وقاص سے یہ وصیت کی تھی کہ زمعہ کی لونڈی کا لڑکا میرا ہی ہے لہٰذا تم اس کو اپنے قبضہ میں لے لینا حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ جب فتح مکہ کا سال آیا تو حضرت سعد بن ابی وقاص نے اسے لے لیا اور یہ کہا کہ میرا بھتیجا ہے مجھے میرے بھائی نے اس کے بارہ میں وصیت کی تھی تو عبد بن زمعہ کھڑے ہو گئے اور انہوں نے کہا کہ یہ میرا بھائی ہے اور میرے باپ کی لونڈی کا بیٹا ہے پھر وہ دونوں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے تو سعد نے کہا کہ یا رسول اللہ یہ میرا بھتیجا ہے مجھے میرے بھائی نے اس کے متعلق وصیت کی تھی، عبد بن زمعہ نے کہا کہ میرا بھائی ہے میرے باپ کی لونڈی کا بیٹا ہے ان کے تحت میں پیدا ہوا ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عبد بن زمعہ وہ لڑکا تمہیں کو ملیگا بعد اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لڑکا عورت کو ملتا ہے اور زنا کرنے والے کو پتھر ملیں گے بعد اس کے آپ نے سودہ بنت زمعہ (زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم) سے فرمایا کہ تم اس سے پردہ کرو کیونکہ آپ نے (اس بچہ میں) کچھ شباہت عتبہ کی بھی دیکھی چنانچہ حضرت سودہ کو اس لڑکے نے نہیں دیکھا یہانتک کہ وہ اللہ عزوجل سے مل گئیں۔

۱۸۹۲۔ حضرت عدی بن حاتم کہتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے تیر کے شکار کی بابت پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ جب وہ اپنی باڑھ کی طرف سے لگے تو اس شکار کو کھاؤ اور جب وہ اپنی عرض کی طرف سے لگے تو تم اس شکار کو نہ کھاؤ کہ وہ چوٹ سے مرا ہے میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں اپنے کتے کو بسم اللہ کہکر (شکار پر) چھوڑتا ہوں پھر اس کے ہمراہ ایک دوسرے کتے کو پاتا ہوں جس پر میں نے بسم اللہ نہیں کہی اور میں نہیں جانتا کہ (شکار کو) ان دونوں میں سے کس نے پکڑا ہے آپ نے فرمایا کہ تم اس شکار کو نہ کھاؤ کیونکہ تم نے بسم اللہ صرف اپنے کتے پر پڑھی ہے دوسرے پر نہیں۔

باب مشتبہ کی چیزوں سے بچنا ضروری ہے۔

۱۸۹۳۔ حضرت انس کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر ایک گرے ہوئے چھوہارے پر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ اگر یہ (شبہ نہ ہوتا کہ) صدقہ کا ہوگا تو میں اسے کھا لیتا۔

باب بعض لوگوں نے وسوسوں کو شبہ میں شمار نہیں کیا۔

۱۸۹۴۔ عباد بن تمیم اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص کی کیفیت بیان کی گئی کہ اسے نماز میں کچھ شک پیدا ہوتا ہے کیا وہ نماز توڑ دے آپ نے فرمایا نہیں جب تک آواز نہ سن لے یا بو نہ معلوم ہو اور ابن ابی حفصہ نے زہری سے نقل کیا ہے کہ وضو اسی وقت ٹوٹتا ہے جب بو معلوم ہو یا آواز سنی جائے۔

لے تم پر کچھ حرج نہیں کہ حج کے زمانہ میں تم اپنے پروردگار کا فضل (یعنی روزی) تلاش کرو (جاہلیت کے بازار ہوں یا اسلام کے اس کی کچھ پرواہ نہ کرو) مواسم حج کا لفظ جو اس آیت میں ہے قرآن مجید میں نہیں ہے یہ لفظ منسوخ التلاوت ہے یا مثل حدیث مدرج کے بطور تفسیر کے حضرت ابن عباس نے بیان کیا ہوگا راوی سمجھا کہ یہ لفظ داخل آیت ہے۔

زکوٰۃ
زندہ مذہب و اسلام

برادران ملت! دولت کی قیمت ہر عہد اور ہر زمانہ میں تسلیم کی گئی ہے یہی وہ چیز ہے جو انسان کی آسائشوں اور راحتوں کی کفیل ہے تمام تر انسانی ضروریات کی تکمیل کا انحصار اسی پر ہے غذا و لباس و مکان کا انتظام اسی کے ذریعہ سے ہوتا ہے یہی انسان کو بڑا یا چھوٹا بناتی ہے یہ ہے تو انسان رئیس ہے امیر ہے یہ نہیں تو انسان مفلس ہے محتاج ہے مسکین ہے بے پر ہے دنیا بے رونق ہے زندگی بے کیف ہے یہی وجہ ہے کہ خدا نے اسے اپنے فضل کہیں حسنہ اور کہیں اپنی رحمت کے نام سے موسوم کیا ہے اور زینت حیات بتایا ہے۔

اسلام سے پیشتر دنیا میں یہ حالت تھی کہ جو مالدار تھے وہ اور زیادہ دولتمند ہوتے چلے جاتے تھے اور جو مفلس تھے ان کے افلاس میں ترقی ہوتی چلی جا رہی تھی اتنا ہی ہوتا تو غنیمت تھا جو دولتمند تھے وہ ان کے ساتھ سنگدلانہ سلوک روا رکھتے تھے انہیں انسان ہو کر ان انسانوں کے ساتھ محبت و شفقت تو کجا ہر وقت ان پر غصہ آتا رہتا تھا انہیں تیز نگاہوں سے دیکھتے اور کمین سمجھتے تھے لاکھوں انسان تو غلاموں اور کنیزوں کی صورت میں ڈھور ڈنگروں کی طرح گھروں میں بھرے ہوئے جن کا کام روکھی سوکھی کھا کر اور پھٹا پرانا پہنکر صرف ان دولتمندوں کی خدمت رہ گیا تھا جو مزدور اور کسان تھے ان کی حالت بھی کچھ ان سے بہتر نہ تھی۔ دور نہ جائیے ہندوستان ہی کی حالت پر غور کیجئے کہ کروڑوں افراد کی قدیم قوموں کو ہنود نے بیک قلم شودر بنا کر اپنی خدمات کے لئے آئینا وقف کر لیا اور وہ بھی اس بیرحمی کے ساتھ کہ خدمت کے سوا ان پر ہر پیشہ کے دروازے بند کر دیئے نہ پڑھنے کی اجازت اور نہ خدا کا نام لینے کا حکم ان پر واضح کر دیا گیا کہ تم پیدا ہی خدمت کے لئے ہوئے ہو اس سے ملتے جلتے حالات ہر جگہ موجود تھے غربا کے لئے ترقی کے کوئی مواقع نہ تھے ان کے دل و دماغ پر بھی قفل لگا دیئے گئے تھے اسباب عزت برباد ہو گیا تھا کہ ان کی غیرت کا نام بھی نہ تھا یہ عہد عتیق و قدیم کی داستان الم ہے۔

عہد حاضر کے حالات بھی کچھ زیادہ بہتر نہیں آئینی غلامی نہیں رہی مگر عملی غلامی موجود ہے جن قوموں کو منصب فرمانروائی یا کوئی اقتدار حاصل نہیں ان کی مفلسی پہنچی تو حد انتہا کو پہنچی ہوئی ہے خود ہندوستان میں ہر جگہ کروڑوں انسان نیم برہنگی اور نیم فاقہ کشی کی حالت میں ملتے ہیں یورپ و امریکہ میں صرف تعلیم کی عمومیت اور جمہوریت کی وجہ سے کچھ حالت ضرور سنبھلی مگر اتنی ہی کہ مزدوری کا کچھ معیار بڑھ گیا ساتھ ہی صنعت کی ترقی نے بہت سے محنت سے روٹی کمانے کے پیشے اور ذریعہ بھی انسانوں سے چھین لئے مزدور سرمایہ داروں کے غلام بنکر رہ گئے وہ دیکھ رہے ہیں کہ ایک کارخانہ دار تو کروڑوں پیدا کر رہا ہے اور لاکھوں مزدوروں کے پاس کچھ بھی نہیں وہ کوئی ترقی نہیں کر سکتے۔

آئے دن ہڑتالیں ہوتی رہتی ہیں سوشلزم کمیونزم ترقی پر ہے گویا چلتی ہیں سرمایہ و مزدوری کی کشمکش انتہائی صورت اختیار کر چکی ہے مگر نتیجہ صفر سے آگے نہیں بڑھا سرمایہ دار بڑھتے اور دولتمند ہوتے چلے گئے اور چلے جاتے ہیں اور مزدور جہاں پہلے کھڑا تھا وہیں کھڑا ہے جو حالت پہلے تھی وہی آج ہے۔

عزیزان اسلام! انسان کو انسان کا درد نہ ہو تو نہ ہو خدا کو تو اپنے بندوں کا درد تھا اس نے اسی لئے زکوٰۃ کا ایک لاثانی آئین وضع کر کے غربا اور مزدوروں کی ترقی اور امداد کے دروازے بھی کھول دیئے اور دولتمندوں کے لئے حکم صادر کیا گیا کہ وہ ہر سال اپنے بس انداز روپے سے کچھ روپیہ سالانہ زکوٰۃ کے طور پر غربا کی امداد کے لئے بھی نکالا کریں ورنہ سخت عذاب کے مستحق ہوں گے۔

والذین یکنزون الذھب والفضۃ ولا ینفقونھا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم۔ یوم یحمی علیھا فی نار جہنم فتکوی بھا جباھم وجنوبھم وظھورھم ھذا ما کنزتم	جو لوگ سونا اور چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اللہ کے نام پر خرچ نہیں کرتے انہیں آخرت میں دردناک عذاب دیا جائیگا اسے دوزخ کی آگ میں گرم کر کے اس سے ان کی پیشانیاں پہلو اور پشت داغے جائینگے۔

اس آیت کے نازل ہوتے ہی دولتمند طبقے میں اضطراب پیدا ہو گیا اور حیران تھے کیا کریں کسی میں جرأت نہ تھی کہ نبی کریم سے کچھ عرض کریں آخر حضرت فاروق اعظم جرأت کر کے بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کی حضور اس آیت پر عمل پیرا ہونا تو آپ کے صحابہ کے لئے بہت مشکل ہے یہ چیز تو ناقابل عمل ہے کہ کوئی کچھ جمع نہ کرے اور جو کمائے لٹا دے۔

حضورؐ نے ارشاد فرمایا عمرؓ! گھبراؤ نہیں سال بھر میں کھانے پینے کے بعد جو کچھ تمہارے پاس بچ رہے اس میں سے ایک قلیل سی رقم اللہ کے نام پر دیدو گے تو اس سے تمہیں یہی فائدہ پہنچے گا کہ تمہارا مال پاک و مزکی ہو جائیگا نقصان و حوادث سے محفوظ رہے گا۔ ورثاء کا حق اس چیز پر ہے جو زکوٰۃ دینے کے بعد بچ رہے پھر سونے چاندی کے خزانے جمع کر کے کیا کرو گے بہترین خزانہ جو ایک انسان جمع کر سکتا ہے یہ ہے کہ اسے ایک ایسی صالح بیوی حاصل ہو کہ جب اس کی طرف دیکھے دل خوش ہو جائے جب اسے کسی امر کا حکم دے اس کی تعمیل کرے اور خاوند کی غیبت میں اس کی ناموس اور اس کے گھر کی حفاظت کرے یہ سنکر حضرت فاروق اعظم مطمئن ہو گئے اور مسلمانوں نے بھی اطمینان کا سانس لیا۔ یہ پہلا دن تھا کہ امیروں اور غریبوں میں تعلق کی ایک صورت پیدا ہوئی اور ان کی امداد و ترقی کی ایک صورت پیدا ہوئی زکوٰۃ کے فرض کرنے میں جو حکمت تھی اور یہی اس کی فرضیت کا راز تھا کہ محتاجوں اور مسکینوں لولوں لنگڑوں کو بہ اطمینان روٹی مل سکے جو لوگ محتاج ہیں رات کو کھا کر صبح کی اور صبح کی کھا کر شام کی فکر میں گھلے جاتے ہیں اور لوگوں سے سوال پر مجبور ہوتے ہیں یہ لوگ بھوکے نہ مر سکیں اور اپنی روزی کمانے کے قابل ہو سکیں جو لوگ خورد و نوش سے تو بے فکر ہیں مگر ترقی نہیں کر سکتے ان کی ترقی کی صورتیں پیدا ہو سکیں اور سرمایہ و مزدوری کی کشمکش کا خاتمہ ہو جائے لوگوں میں خدمت عوام اور خدمت مخلوق کا ایک جوش پیدا ہو جائے

انما الصدقات للفقراء و المساکین والعاملین علیھا والمؤلفۃ قلوبھم وفی الرقاب والغارمین وفی سبیل اللہ وابن السبیل فریضۃ من اللہ	زکوٰۃ فقیروں مسکینوں اس کے وصول کرنیوالوں کا حق ہے غلام کو آزاد کرانے قرضداروں کو قرض سے نجات دلانے کے اور نو مسلموں کی تالیف قلوب کرنے روزی کی تلاش میں سفر کرنے والوں اور جہاد

کرنے والوں کے لئے بھی ہے اور یہ تم پر فرض کر دی گئی ہے۔

برادران اسلام! اس سے واضح ہو رہا ہے کہ زکوٰۃ سراپا خیر و برکت اور سراپا مخلوق نوازی ہے مقصد یہ ہے کہ یہ نہ ہو کہ دس آدمی دس کروڑ لئے بیٹھے ہیں اور دس لاکھ پریشان حال ہیں دولت ضروریات انسانی کے پورا کرنے کے لئے ہے نہ کہ خزانے لبریز کرنے کے لئے زمین میں دفن کرنے اور بیکار پڑی رہنے کے لئے خدا نے یہ بھی واضح کر دیا تھا کہ ویسے تو ظاہر ہے کہ دنیا کے خزانے دنیا ہی میں رہ جائیں گے لیکن جو خدا کی راہ میں دیدو گے وہ ضرور ساتھ ہوگا خدا نہ چاہتا تھا کہ ایک بھائی کے پاس لاکھوں ہوں اور چار بھائی اطمینان سے بھی نہ کھا سکیں یہ کمال دیکھئے کہ اسلام آمدنی میں سے سب نہیں مانگتا نصف نہیں مانگتا پھر تہائی نہیں مانگتا صرف چالیسواں حصہ مانگتا ہے اور اس میں بھی دینے والوں کے عزیزوں کا حق مقدم رکھا ہے اور اس پر حفظ دولت کا یقین دلایا ہے۔

جب آیت بالا نازل ہو کر فرضیت زکوٰۃ کا باعث ہوئی تو حضور نبی کریم نے اس کی تشریح کے طور پر فرمایا کہ زکوٰۃ امیروں سے لیکر غریبوں کو دی جائیگی ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ لوگو! مظلوموں کی آہ سے ڈرو کہ ان کے دل سے جو دعا نکلتی ہے وہ فوراً قبول ہوتی ہے۔ اس کا مطلب یہی ہو سکتا ہے اور یہی تھا کہ مظلوموں کی مظلومیت اور غربا کی مصیبت و حسرت کا ہر شخص خیال رکھے ان کے دل کو رنج پہنچنے اور خوش رکھنے میں سعی رہے یہ نہ ہو کہ ایک ... مالی اولاد اور دس بھوک سے بلکتے ... اور مصائب اور حسرت و مظلومی کے ... وہ معدوم ہو کر رہ جائیں اللہ کی تمام مخلوق ... نیند سو سکیں یہ نہ ہو کہ ایک کے پاس تو ضروریات پر خرچ کرنے کے بعد دولت کے انبار ہوں اور دوسرے کو پیٹ بھرنے کے لئے روٹی اور پہننے کے لئے ... بھی نہ ہو۔

عزیزان اسلام! اسلام کی رو سے جو لوگ زکوٰۃ کے مستحق ہیں وہ فقیر ہیں جو اپنی گذر تو بخوبی کر رہے ہوں ... کوئی تکلیف نہ ہو مگر ضروریات کی تکمیل کے بعد ان کے پاس اتنی رقم نہ بچ سکتی ہو کہ وہ زکوٰۃ ادا کر سکیں اور ملت و مذہب کی خدمت کر سکیں ان لوگوں کو زکوٰۃ کا مستحق اس لئے قرار دیا گیا ہے کہ یہ لوگ اپنے سوا مخلوق خدا کی کوئی خدمت ادا نہیں کر سکتے اور اس طرح اپنی مجبوریوں کی بنا پر سب سے بڑے ثواب سے محروم ہیں حالانکہ یہ بہترین توقع ہے پھر یہ طبقہ معمولی امداد سے آگے قدم بڑھا سکتا ہے کوئی کام کر کے اپنی آمدنی میں اضافہ کر سکتا ہے اور چند سال ہی میں صاحب نصاب بنکر خدا کے بندوں کی خدمت کے قابل ہو سکتا ہے غور کیجئے کہ اس تشریح کی روشنی میں مسلمانوں کی کیا حالت ہے متوسط طبقہ جتنے کا جتنا ہے وہ سب فقیروں کا طبقہ بنا ہوا ہے جو ملتا ہے وہ سب کا سب خرچ کر ڈالتا ہے کہنے کو شریف ہیں کھاتے کماتے ہیں مگر حقیقت میں فقیر ہیں وہ سمجھتے ہی نہیں کہ اسلام مسلمانوں کو مخلوق کا خادم دیکھنا چاہتا ہے خدا کو وہی مسلمان عزیز ہے جس سے مخلوق خدا کو زیادہ سے زیادہ نفع پہنچتا ہو اس اسلام کا یہ مقصد یہی ہے کہ ہر مسلمان میں ترقی کی امنگ پیدا ہو خود بھی عیش سے زندگی بسر کرے اور دوسروں کو بھی آرام پہنچائے مسلمانوں کی اور بہائم کی حالت ایک جیسی ہو کر رہ گئی ہے کہ جس حال میں ہیں اسی میں مگن ہیں آگے بڑھنے اور ترقی کرنے کا کوئی جذبہ ان کے اندر نہیں فقرا میں بھی ہر قسم کے لوگ ہیں۔

بعض وہ لوگ ہیں جنھیں چین سے روٹی مل جاتی ہے بعض کو سخت محنت کرنی پڑتی ہے بعض ایسے ہیں کہ گھر کے سب افراد کو مل کر کام کرنا پڑتا ہے روٹی دونوں وقت ملتی تو ہے مگر تنگی کے ساتھ ملتی ہے فکرمندانہ زندگی ہوتی ہے فقرا کے متعلق یہ بتادیا گیا ہے کہ یہ لوگ نہ کسی سے سوال کرتے ہیں اور نہ اپنی تنگدستی کسی پر ظاہر ہونے دیتے ہیں حکم ہے کہ ان کے مانگنے کا انتظار نہ کیا جائے بلکہ ان کو خود تلاش کر کے چپکے سے روپیہ دیدیا جائے تاکہ ان کی غیرت کو ٹھیس نہ لگے ان کی تلاش کے حکم میں مصلحت یہی ہے کہ یہ طبقہ جلد اپنے پاؤں پر کھڑا ہو کر خود دوسروں کی خدمت کے قابل ہو سکتا ہے

للفقراء الذین احصروا فی سبیل اللہ لا یستطیعون ضربا فی الارض یحسبھم الجاھل اغنیاء من التعفف تعرفھم بسیماھم لا یسئلون الناس الحافا	یعنی فقیروں کو دو کہ ان میں جو تنگدست ہیں وہ تلاش روزگار میں سفر نہیں کر سکتے ناواقف لوگ انہیں مالدار سمجھتے ہیں اے پیغمبر آپ انہیں پہچان لیتے ہیں وہ کسی سے سوال نہیں کرتے۔

برادران اسلام! دوسرے مساکین ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جو سخت مصیبت میں مبتلا ہوں صبح مل گئی تو شام کی فکر رہتی ہے فاقے بھی ہو جاتے ہیں یہ اکثر بے بس ہوتے ہیں ان کی تعداد بڑھتی گئی تو ملت کے لئے ایک بار بن جائیں گے انہیں سوال کی بھی اجازت ہے انہیں دینے میں جہاں یہ خیال ہے کہ یہ بھوکے نہ مریں وہاں یہ بھی ہے کہ ان میں جو تندرست ہیں وہ اپنی روزی آپ کمانے کے قابل ہو جائیں اور جو معذور و اپاہج ہیں وہ مصیبت نہ اٹھائیں ان کے بعد مقروض یتیم اور مسافر ہیں ان کی امداد ضروری ہے۔

خوب سمجھ لینا چاہیئے کہ زکوٰۃ میں سب سے مقدم اپنے رشتہ دار ہیں انہیں دینے میں دوہرا ثواب ہے ایک تو زکوٰۃ دینے کا ثواب اور دوسرے صلہ رحمی کا ثواب جو شخص اپنے غریب رشتہ داروں کو نظر انداز کر دیتا ہے اسے زکوٰۃ کا کوئی ثواب نہیں ملتا زکوٰۃ کے فرض کرنے میں یہ حکمت ہے کہ دولتمندوں کی دولت وامداد سے ناداروں کو دامداد پہنچے وہ اپنے پاؤں پر کھڑے ہو جائیں اور دولتمند اپنے غریب بھائیوں کو شرمناک اور ذلیل و تکلیف دہ زندگی کے بھنور سے نکال کر باوقار زندگی کے قابل بنا دیں سامان حرب فراہم کیا جائے مدرسے کھولے جائیں مخلوق خدا کو تنگی اور تکلیف سے بچانے اور آرام پہنچانے کی انتہائی کوشش کی جائے۔ اگر مسلمان اس فریضہ سے غافل نہ ہوتے تو انہیں غیروں کی غلامی کرنی پڑتی اور نہ وہ یوں مفلسی اور کس مپرسی کا شکار ہوتے۔

سوچئے کہ اگر قوم کے سو کروڑ پتی ڈھائی ڈھائی لاکھ روپیہ بھی سالانہ زکوٰۃ نکالتے رہیں تو صرف یہی ڈھائی کروڑ سالانہ کی مستقل آمدنی کتنے بیکاروں کی بیکاری کتنے بے روزگاروں کی روزی اور کتنے غربا کی امداد کا سامان بن سکتی ہے اور سرمایہ و محنت میں جو ہولناک کشمکش قائم ہو چکی ہے وہ کس قدر کم ہو سکتی ہے دنیا میں امن و راحت سے زندگی بسر کرنے اور محبت و اخلاص کے ساتھ رہنے کا اگر راز مضمر ہے تو زکوٰۃ ہی میں مضمر ہے مسلمان جب تک اس کی اہمیت سمجھتے رہے عیش حیات اٹھاتے رہے آج بھی اگر دنیا اسلام کے صرف اسی ایک اصول پر کاربند ہو جائے تو اس کے نصف سے زیادہ مصائب کا خاتمہ ہو سکتا ہے خدا نے اپنے بندوں کو رہنمائی کی تمام راہیں کھول دیں لیکن بندوں نے انھیں چھوڑ کر خود ہی مصیبت مول لے رکھی ہے

فضائل شعبان المعظم

برادران اسلام! شعبان کا مہینہ ایک رمضان کے مہینے کے بعد سب سے مبارک اور مقدس مہینہ ہے جسے حضور نبی کریم اپنا مہینہ فرمایا کرتے تھے اور جس میں تواتر و کثرت کے ساتھ روزے رکھا کرتے تھے کہا کرتے تھے کہ یہی وہ مہینہ ہے جس میں بندوں کے اعمال حاکم حقیقی کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں بالخصوص اس کی پندرھویں شب تو برکتوں اور سعادتوں کی جلوہ گاہ ہوتی ہے خدائے برتر و توانا صرف ایک اسی رات کو سب سے پہلے آسمان پر جسے سماء الدنیا کہا جاتا ہے نزول اجلال فرماتے ہیں اس کے سامنے بندوں کے اعمال پیش ہوتے ہیں اور یہیں سے وہ بندوں کو خطاب کرتا ہے کہ ہے کوئی استغفار کرنے والا بندہ کہ میں اس کے گناہ بخش دوں؟ ہے کوئی روزی طلب کرنے والا بندہ کہ میں اسے روزی عطا کروں؟ ہے کوئی مصیبت زدہ کہ میں اسے صحت و آرام عطا کروں؟ وہاں بندہ نوازی ملاحظہ فرمایئے کہ سپیدۂ سحری نمودار ہونے تک اس خطاب کا سلسلہ بدستور قائم رہتا ہے یہ سب کچھ حقیقت ہے یہ الفاظ بتلا رہے ہیں کہ اسی رات میں مغفرت و روزی ملتی ہے اور مصائب دور ہوتے ہیں دینی و اخروی مرادیں ملتی ہیں دریائے رحمت جوش پر ہوتا ہے ظاہر ہے کہ خدا سے زیادہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا کوئی نہیں بالخصوص جب وہ خود بلائے اور نوازنے کا تہیہ کئے ہوئے ہو اس کی پکار پر حاضر ہو تو پھر اس دربار سے کیونکر محروم لوٹ سکتا ہے حضرت صدیق اکبر فرماتے ہیں کہ بخشش ایزدی کے جوش کا یہ عالم ہوتا ہے کہ مشرک اور کینہ ور کے علاوہ سب ہی اس رات میں بخش دیئے جاتے ہیں اس طرح نہیں کہ لوگ پڑے خراٹے لے رہے ہوں اور وہاں بخش دیئے جائیں بخشش الہی کی ہوتی ہے ملتا انہی کو ہے جو مصروف عبادت ہوں اور بیدار رہوں اور اس سے کچھ طلب کریں اور اس کے سامنے گڑگڑائیں دست بدعا ہوں۔

شرک جلی سے تو مسلمان بچے ہوئے ہیں لیکن کینہ وہ بلا ہے جو تمام مسلمانوں پر مسلط ہے اس گئی گزری کے زمانہ میں تو شاذ ہی ایسے مسلمان دیکھنے میں آئینگے جن کے قلوب گندگی سے پاک ہوں کینہ کیا ہے؟ دوسروں کی طرف سے دل میں بغض و عناد پیدا ہو جانا اور انکی بدخواہی کے درپے رہنا غور کیجئے کہ جس سے آپ کو محبت ہو اس کا کوئی برا چاہے یا آپ کی اولاد کی طرف سے کوئی عناد رکھے اور اس کی نقصان رسانی کے درپے ہو تو آپ اسے ہرگز اچھی نظر سے نہیں دیکھیں گے خدا کو تو اپنے بندوں کے ساتھ ماں باپ کی بہ نسبت بھی ستر گنی زیادہ محبت ہے اور اس کے نزدیک بندوں کی اچھائی کا معیار ہی یہ ہے کہ وہ اس کے دوسرے بندوں سے کتنی محبت رکھتے ہیں پھر وہ کب ایسے بندوں کو محبت کی نظر سے دیکھ سکتا ہے جو اس کے بندوں کی طرف سے کینہ و عناد رکھتے ہوں کسی کی طرف سے کینہ رکھنا شدید ترین گناہ ہے اتنا شدید کہ کینہ ور کی مغفرت ہی نہیں ہوتی پھر مسلمانوں میں کینہ عام ہے جس سے ذرا نقصان پہنچا کوئی کوتاہی ظہور میں آئی کوئی قصور یا گستاخی ہو گئی اور کینہ بیٹھ گیا اب مرتے دم تک اس کا نکلنا ممکن نہیں جب موقع لگیگا چوٹ ماریں گے جب کہیں گے اس کی مخالفت کریں گے اس کی طرف سے دل صاف نہ ہوگا اس کی بہتری کبھی نہ سوچی جائیگی یہ صورتیں اور تو اور بھائی بھائی باپ بیٹے بہن بھائی تک میں موجود ہیں اور پوری شدت کیساتھ موجود ہیں جہاں کوئی بات ہوئی سامنا ہوا وہ قصور یاد آگیا نفرت بڑھ گئی طعنہ مار دیا دل میں بیٹھی ہوئی نکلتی ہی نہیں۔

عزیزان ملت! اقوام غیر کے ساتھ بود و ماند کی وجہ سے مسلمانوں میں صدہا مشرکانہ رسوم و توہمات پھیل گئے ہیں کینہ کو بھی معمولی بات سمجھ لیا گیا ہے جس قدر یہ چیزیں بے حقیقت سمجھی جاتی ہیں اتنے ہی یہ گناہ سخت و خوفناک ہیں اتنے خوفناک کہ ان کے مرتکبین کی مغفرت ہوتی ہے اور نہ ان کی کوئی دعا قبول ہوتی ہے مسلمانوں کو اگر خدا کا کچھ ڈر باقی ہے تو ان گناہوں سے توبہ کر کے شب برات میں توبہ کر لی جائے اور خوب سمجھ لینا چاہیئے کہ یہ دونوں وہ انتہائی غلاظتیں ہیں جو دلوں کو گندہ کر دیتی ہیں جس طرح گندگی سے لتھڑے ہوئے لباس سے نماز نہیں ادا ہو سکتی اسی طرح کینہ والے قلب کی نہ دعا قبول ہوتی ہے اور نہ نماز صحیح ہوتی ہے ہماری نمازوں کی بے اثری کا سبب بھی ہے کہ ہماری نمازیں پاکی و صفائی کے ساتھ نہیں ہوتیں ظاہری صفائی کا تو بہت خیال رکھا جاتا ہے مگر باطنی صفائی کی طرف کسی کی توجہ منتقل نہیں ہوتی حالانکہ حدیث شریف ہے کہ خدا کی نظر دل ہی پر رہتی ہے دل گندہ ہے تو نماز کیسی حضرت ابو موسیٰ نے صحیح فرمایا ہے کہ شب قدر کے بعد شب برات تمام راتوں سے افضل و مبارک ہے رب قدیر کی یہ بندہ نوازی ہے کہ اس نے ایسی راتیں رکھی ہیں جن سے ایک ایک رات کی عبادت ایک طرف تو ہزار ہزار راتوں کی عبادت کی برابر ہے اور دوسری طرف ان میں گناہ بھی معاف ہوتے ہیں اور دعائیں بھی قبول ہوتی ہیں۔

مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ شب برات کا ایک لمحہ بھی ضائع نہ کریں اور اس رات کو عبادت و نوافل میں گذاریں لیکن ہم پھر یہی کہیں گے کہ جب تک مسلمان باطنی گندگیوں اور کثافتوں سے اپنے دلوں کو صاف نہ کریں گے ان کی عبادتوں کا قبول ہونا غیر ممکن ہے یہ جو نمازیں بے اثر ہو گئی ہیں اور بار معلوم ہوتی ہیں اس کی وجہ اور صرف یہ ہے کہ دل پاک نہیں رہے حسد، کینہ، بغض، ریا سینکڑوں گندگیوں میں دل لتھڑے ہوئے ہیں غذائیں بھی پاک نہیں رہیں ورنہ نماز تو وہ سرشار چیز ہے جو انسان کو بیخود اور وارفتہ بنا دیتی ہے ان کا بار معلوم ہونا بلاوجہ تو نہیں ہو سکتا ہے کون ہے جسے معشوق مجازی کے گھر تو گھر کوچہ میں جانیکی آرزو بیقرار نہ رکھتی ہو پھر معشوق حقیقی کے سامنے جانے میں بے کیفی کے کیا معنی ہیں اس کے سامنے جانے میں بے کیفی کے کیا معنی ہیں اس کے سامنے سے ہٹنا ہی گوارا نہیں ہو سکتا دل جتنا صاف ہوتا ہے عبادت میں اتنی ہی لذت پیدا ہوتی ہے اتنا ہی لطف آتا ہے ہماری یہ حالتیں ہیں کہ ہماری طبائع ہی عبادت کی طرف شیطنت و خرافات کی طرف مائل رہتی ہیں شب برات جیسی متبرک رات میں آتشبازیاں چھوڑی جاتی ہیں آگ پھینکی جاتی ہے حلوے بنائے جاتے ہیں وہ بھی اس انہماک اور اس کثرت سے کہ نہ کوئی گھر خالی رہتا ہے اور نہ کسی کو نوافل تو ایک طرف نمازوں کی جانب توجہ ہوتی ہے۔ فرائض کے علاوہ جو چیز بھی طبیعت پر گراں گزرنے لگے اور رسم کی صورت اختیار کرے وہ ناجائز ہو جاتی ہے حلوے کی رسم کو دیکھئے کہنے کو اس پر مردوں کی فاتحہ ہوتی ہے مگر یہ سب کا سب اعزا و احباب کی تقسیم ہی میں خرچ ہوتا ہے ہر گھر میں نماز روزہ ضروری ہو یا نہ ہو مگر حلوے کا پکنا لازمی ہے ہر ایک گھر کا اور دس گھروں میں بھجا دیا گیا ان دس گھروں سے بدلے میں اس گھر میں آگیا سوچیئے کہ اس میں کیا ثواب۔ ملا غریب اور بھوکوں کے لئے کچھ نہ پڑا قرض کیا دام کیا حلوہ بنایا اور پاس پڑوسیوں کو بانٹ دیا جو اسراف نہیں تو تبذیر ہے مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ ان خرافات سے بچکر یہ سب نوافل اور عبادت میں صرف کریں۔

زندہ تمدن رشتہ داری اور اسلام

اسلامی تمدن میں جو اہمیت رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کو دی گئی ہے اس کی نظیر دنیا کے اور کسی مذہب اور کسی قوم میں نظر نہیں آتی رشتہ داروں میں سب سے مقدم ماں باپ ہیں ہر مذہب میں ان کی خدمت و اطاعات کی بھی ہدایات موجود ہیں لیکن جو بات اسلام میں ہے اس کا نمونہ بھی کہیں کہائی نہیں دیتا۔ ہندو دھرم میں بیٹوں کو یہ حق حاصل ہے کہ اگر وہ یہ محسوس کریں کہ باپ جائداد کو ضایع کر رہا ہے یا اس کا انتظام ٹھیک نہیں رکھتا تو وہ اسے قانوناً مجبور کر کے جائداد تقسیم کرا سکتے ہیں اور باپ کوئی چون و چرا نہیں کر سکتا۔ ماں کتنی محترم چیز ہے لیکن اس کے متعلق حکم ہے کہ بڑھاپے میں وہ بیٹوں کے زیر نگرانی رہے بہن کتنی محبت کی چیز ہے مگر آبائی جائداد میں اس کا کوئی حق نہیں عیسائیوں میں دیکھ لیجئے کہ اگر کوئی باپ اولاد کی طرف سے غفلت برتے تو وہ قانوناً اس کی پرورش اور تعلیم کے خرچ پر مجبور کیا جا سکتا ہے اور اگر بیٹے کتنے ہی غنی ہوں اور باپ غریب ہو تو بیٹوں کا یہ اخلاقی فرض تو ضرور ہے کہ وہ اس کی امداد کریں لیکن وہ قانوناً اس کے پابند نہیں کئے جا سکتے ماں باپ بھوکے ہی مرجائیں اور اولاد کچھ نہ دے کوئی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ ظاہر ہے کہ جب ماں باپ کے متعلق ہی یہ بے کسی باقی جائے تو ان کے رشتہ دار کس شمار میں ہیں چنانچہ یورپ میں رشتہ داروں کا حلقہ ہی محدود ہے۔ ننھیالی رشتہ کی تو سرے سے کوئی اہمیت ہی نہیں نہ ان کے لئے انگریزی زبان میں کوئی لفظ موجود ہے راہبوں کو تو ماں کے ساتھ گونہ نفرت رہی وہ اسے چھونا تک گوارا نہ کر سکتے تھے حالانکہ یہ طبقہ بہت مقدس طبقہ سمجھا جاتا تھا۔

اسلام اور ماں باپ تمام اقوام و مذاہب میں یہی حالت ہے عام رشتہ داروں سے حسن سلوک کوئی ضروری نہیں یہ اور بات ہے کہ کوئی اپنے طور پر خیرات سمجھ کر کسی کی کوئی مدد کر دے لیکن اسلام میں ماں باپ کے عزیزوں اور رشتہ داروں ہی کے ساتھ نہیں ان کے دوست احباب ملنے والوں اور اپنے قبیلہ والوں کے ساتھ بھی حسن سلوک کو بیحد اہمیت دی گئی ہے اور ان کے لئے "صلہ رحمی" کی ایک شرعی اصطلاح جداگانہ قائم ہو گئی ہے۔

ماں باپ کے ساتھ سلوک کی اہمیت و عظمت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ جب اس نے بندوں کو اپنا شکریہ ادا کرنے کا حکم دیا تو ہیں اپنے بعد ماں کی شکر گذاری کا حکم صادر فرمایا واشکر ولی ولوالدیک یعنی میرا بھی شکریہ ادا کرو اور ماں باپ کے بھی شکر گذار رہو ایسے احکام قرآن مجید میں جا بجا مختلف انداز میں موجود ہیں ایک اور جگہ جہاں خدا نے بندوں کو اپنی عبادت کرنے اور شرک وغیرہ سے بچنے کا حکم فرمایا وہیں ماں باپ اور ان کے بعد ان کے رشتہ داروں سے بھی سلوک کا حکم دیا:

واعبدوا اللہ ولا تشرکوا بہ شیئاً وبالوالدین احساناً وبذی القربیٰ

اللہ ہی کی عبادت کرو اور اسکے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھیراؤ اور اپنے ماں باپ اور ان کے رشتہ داروں کے ساتھ بھی احسان کرتے رہو

مختلف انبیاء علیہم السلام کے قصوں اور تذکروں کے سلسلہ میں مثالاً فرمایا:

وبراً بوالدیہ ولم یکن جباراً عصیا

وہ اپنے ماں باپ کے ساتھ سلوک و محبت سے ہی پیش آتے تھے اور سخت گیر اور خود سر نہ تھے

واوصنی بالصلوٰۃ والزکوٰۃ ما دمت حیا وبراً بوالدتی ولم یجعلنی جباراً شقیا

مجھکو خدا نے حکم دیا ہے کہ میں جب تک زندہ رہوں نمازیں پڑھتا اور زکوٰۃ دیتا رہوں نیز اس نے مجھے اپنے ماں باپ کا بھی خدمت گذار بنایا اور مجھے سخت گیر اور بدراہ نہیں بنایا"

خدائے برتر و توانا کی ذات گرامی سب سے افضل ہے کہ وہ خالق حقیقی بھی اور اصلی پالنے اور پرورش کرنے والا بھی وہی ہے اس لئے ان کے حکم پر صرف ایک خدا کا حکم بالا رکھا گیا ہے صرف ایسے امور میں ان کی اطاعت جائز نہیں جو اس کے حکم سے ٹکرائیں۔

ووصینا الانسان بوالدیہ حسناً وان جاھدک لتشرک بی ما لیس لک بہ علم فلا تطعھما

ہم نے انسان کو حکم دیا کہ وہ ماں باپ کیساتھ اچھا سلوک رکھے ساتھ ہی یہ بھی سمجھایا کہ اگر وہ شرک کا حکم دیں تو ان کا کہنا نہ مان۔

ماں باپ کے ساتھ صرف احسان و سلوک ہی کے احکام نہیں دیئے گئے ان کی تعظیم ان کے ادب اور ان کے ساتھ نرمی سے بات کا بھی حکم دیا گیا:-

وقضیٰ ربک الا تعبدوا الا ایاہ وبالوالدین احساناً اما یبلغن عندک الکبر احدھما او کلاھما فلا تقل لھما اف ولا تنھرھما وقل لھما قولاً کریما

پروردگار نے یہ حکم دیا ہے اور حکم بھی قطعی کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرتے رہو اور اگر ان میں سے کوئی ایک یا دونوں تمہارے سامنے بوڑھے ہو جائیں تو ان کے سامنے اف بھی نہ کرو نہ انھیں ڈانٹو جو کچھ کہنا ہو نرمی و ادب کے ساتھ کہو"

پھر حسن سلوک تعظیم ادب اور نرمی سے بات کرنے کے حکم پر ہی اکتفا نہیں کیگئی بلکہ ان کے ساتھ انتہائی عاجزی اور خاکساری کے ساتھ پیش آنے اور ان کیلئے دعائے مغفرت و نزول رحمت مانگتے رہنے کی بھی تاکید کی گئی۔

واخفض لھما جناح الذل من الرحمۃ وقل رب ارحمھما کما ربیٰنی صغیرا

ان کے سامنے جب جاؤ عاجزانہ جاؤ خاکساری و محبت کا پہلو پیش نظر رکھو ان کے حق میں دعا کرتے رہو کہ اے پروردگار جس طرح انہوں نے مجھے بچپن سے پالا اور پرورش کیا محبت کرتے رہے اسی طرح تو بھی ان پر کرم کی نظر رکھ اور ان پر رحم فرما۔

یہ طمطراق اور یہ شان اسلام فخر اسلام ہی میں نظر آتی ہے حکم اور وہ بھی اس دلکش لہجہ و انداز میں ایسی مثالیں اور کہاں مل سکتی ہیں کسی مذہب نے ہدایت کی ہو تو سادگی کے ساتھ کی ہے حقیقت یہ ہے کہ دنیا میں زیر فلک انسان کا محسن ماں باپ سے زیادہ اور کوئی نہیں وہ کتنے ہی سخت اور فاسق ہوں مگر اولاد کی بہتری ہمیشہ ان کے پیش نظر رہتی ہے وہ اولاد کے فطری ہی خواہ ہوتے ہیں آپ بھوکے پڑے رہتے ہیں مگر ان کا پیٹ بھرتے ہیں محنت و مشقت سے غرض یہی ہوتی ہے کہ کسی طرح بچوں کو پالیں اور انہیں آرام پہنچائیں ایسے حقیقی محسنوں کے ساتھ احسان کی تعلیم کوئی فطری مذہب ہی دے سکتا تھا۔ خدا کے بعد انسان کے حقیقی محسن ماں باپ ہی ہیں اس لئے خدا کے بعد دنیا میں سب سے بڑی عزت و تعظیم کا مستحق انہی کو قرار دیا گیا اس پرورش میں ماں کا حصہ زیادہ ہوتا ہے وہ نو مہینے پیٹ میں رکھتی ہے

تفسیر آیات کا تفسیری مطلب بیان کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ چند امور کی تحقیق کر دی جائے

(۱) عزیز کی بیوی نے یوسفؑ کو پھسلایا اور وصل کی طرف مائل کیا۔ جب یہ حربہ کارگر نہ ہوا تو دروازے مضبوطی کے ساتھ بند کر دیے اور زبردستی کرنی چاہی۔ لفظ ھَیْتَ بقول حسن بصری سریانی ہے اور سدی کے نزدیک قبطی ہے۔ اور بخاری نے بروایت عکرمہ بیان کیا کہ حورانی ہے لیکن دیگر بڑے تابعین و صحابہ نے تصریح کی ہے کہ یہ لفظ عربی ہے۔

(۲) یوسفؑ نے زبردستی کا بھی کوئی اثر نہ لیا اور خدا کی پناہ مانگی اور فرمایا میں ایسی بے جا حرکت سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں۔ وہی میرا پروردگار ہے۔ اسی نے میری عزت و آرام میں اضافہ فرمایا اور قید سے نکال کر اس مرتبہ پر پہنچایا۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ یوسفؑ نے عزیز مصر کو اپنا رب قرار دیا اور عزیز ہی کے متعلق فرمایا اَحْسَنَ مَثْوَایَ۔ لیکن اگرچہ یہ قول شرعًا درست ہے کیونکہ رب سے رب حقیقی مراد نہیں بلکہ مربی اور سرپرست مراد ہے مگر یوسفؑ کی شان کو دیکھتے ہوئے سوء ادب پر مبنی ہے، یوسف نبی تھے اور نبی سوا خدا کے کسی دوسرے کو اپنا مجازی رب نہیں کہہ سکتا۔

(۳) زلیخا نے یوسفؑ کا ارادہ کیا اور یوسفؑ نے زلیخا کا ارادہ کیا کس چیز کا ارادہ کیا؟ کیا مقصد تھا؟ ارادہ کا کیا مطلب ہے؟ اس کے متعلق چند قول ہیں:- ۱ زلیخا نے وصل یوسفؑ کا ارادہ کیا اور یوسفؑ نے بھی زلیخا کے وصل کا پختہ ارادہ کر لیا۔ مبادی سے درجۂ اوسط پر پہنچے اور قریب قریب پہنچنے کو تھے کہ برہان الٰہی کو دیکھا اور زنا سے باز رہے اس قول کی تائید میں مختلف تابعین و صحابہ کے اقوال پیش کئے جاتے ہیں لیکن اصول روایت کے لحاظ سے سب غلط یا کمزور ہیں۔ ابن کثیر نے اسی بنا پر کسی قول کو نقل نہیں کیا۔ ہم بھی نہیں بیان کرتے۔ رازی نے بھی ان روایات کے ثبوت سے انکار کیا ہے۔ اور چونکہ اس قول پر نبی کی تنقیص لازم آتی ہے اور آیت کی صراحت کے بھی خلاف ہے اسلئے ہمارے نزدیک یہ مطلب صحیح نہیں ۲ ارادہ کرنے کے یہ معنی کہ دل میں عزم کر لیا سوچا غور کیا، خواہش غالب آئی، ابھی ابتدائی حرکت کا صدور بھی نہ ہوا تھا کہ برہان رب دیکھنے کے بعد عزم فسخ کر دیا۔ اس قول پر بھی قلبی زنا ثابت ہوتا ہے جس سے انبیاء کی شان پاک ہے۔ ۳ زلیخا نے یوسفؑ سے وصال چاہا اور یوسفؑ نے بھاگنے کا قصد کیا یہ قول معنی کے اعتبار سے اگرچہ صحیح ہے مگر کلام عربی میں تحریف اور عرب کے محاورہ کے خلاف ہے۔ اسلئے ضعیف ہے۔ ۴ آیت وَهَمَّ بِهَا جزا مقدم ہے۔ لَوْلَا اَنْ رَّاٰى بُرْهَانَ رَبِّهٖ شرط متاخر ہے مطلب یہ ہے کہ اگر یوسف اپنے رب کی برہان کو نہ دیکھ لیتا تو قصد کر ہی چکا تھا۔ حاصل یہ کہ چونکہ اس نے برہان الٰہی کو دیکھ لیا۔ اس لئے قصد ہی نہ کیا۔ یہ قول ابوعبید کا ہے جسکو ابوحاتم نے روایت کیا ہے۔ اس مطلب میں اگرچہ تنقیص انبیاء لازم نہیں آتی مگر عربی محاورہ کے خلاف ہے۔ ابن کثیر نے اس کو محل تامل قرار دیا ہے۔ ۵ یوسفؑ نے زلیخا کا قصد ضرور کیا۔ ھَمَّ کے لغوی معنی قصد ہی کرنے کے ہیں لیکن قصد سے وہ مراد نہیں ہے جو کوتاہ اندیش راویوں نے یہودیوں کی اختراع دماغی پر اعتبار کر کے بیان کی ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ یوسفؑ نے باقتضاء بشری اس عورت کی اضطراری خواہش کی بات یہ ہے کہ قصد اور خواہش کی دو قسمیں ہیں۔ ایک اختیاری دوسری غیر اختیاری۔ اختیاری خواہش کا مطلب بالکل ظاہر ہے جس طرح عام طور پر بالارادہ کام کئے جاتے ہیں اور اختیار کو ان میں دخل ہوتا ہے غیر اختیاری خواہش وہ ہوتی ہے کہ خود بخود بمقتضاء خلقت کسی طرف طبعی میلان ہو جائے اور دل جھک جائے۔ مثلاً خوبصورت چیز دیکھ کر اس کو پسند کرنا، بدصورت سے نفرت کرنا ترشی کھاتے دیکھ کر منہ سے پانی جاری ہو جانا حضرت یوسفؑ کا قصہ اسی طرح کا تھا۔ امام بغوی نے معالم التنزیل میں بعض محققین کا قول نقل کیا ہے کہ قصد یوسفؑ سے مراد خطرات نفس ہیں۔ اس سے مراد بھی وہی غیر اختیاری رغبت ہے۔ امام رازیؒ نے لکھا ہے کہ جس طرح سخت گرمی میں روزہ دار سرد پانی دیکھتا ہے اور خود بخود اسکی طبیعت پانی کی طرف مائل ہو جاتی ہے لیکن پھر وہ اپنے اختیار سے روزہ میں پانی پینے کو خلاف شریعت جان کر طبیعت کو روکتا ہے یا کوئی نوجوان تندرست آدمی کسی حسین دلکش عورت کو دیکھتا ہے تو اس کو اسکی طرف طبعی رغبت ہوتی ہے مگر وہ اپنی عقل کو کام میں لا کر نتائج دنیوی و اخروی پر غور کر کے نفس سے جہاد کرتا اور طبیعت کو روکتا ہے۔ اسی طرح یوسفؑ بھی آدمی تھے طبعی غیر اختیاری میلان ان کو ہوا لیکن عقل و نبوت کی روشنی میں وہ اس تاریک راستہ پر چلنے سے بچ گئے۔ بیضاوی نے بھی یہی مطلب بیان کیا ہے کہ یہاں قصد سے مراد ہے طبیعت کا میلان کرنا، شہوت و عقل میں مقابلہ کرنا۔ ثعلب نے بیان کیا ہے کہ یوسفؑ نے جو قصد کیا وہ بغیر عزم تھا۔ یہ قصد محض نفس کے خطرات تھے۔ آپ قوت سے فعل میں لانا ان کو نہ چاہتے تھے۔ یہی مطلب میرے نزدیک حق ہے اور افسوس ہے اردو اور فارسی کے ان مفسرین پر جنہوں نے بیہودہ روایات کو صحیح جان کر اس آیت کے مطلب میں دھوکا کھایا۔ خدا ان کو معاف فرمائے۔ دیکھو اس آگے خدا تعالیٰ نے خود فرما دیا لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ۔ شیخ ابوالسعود نے اس آیت کا صاف مطلب اس خوبی سے بیان کیا کہ ہمارا مدعا بغیر کسی شبہ کے ثابت ہو جاتا ہے۔ فرماتے ہیں اگر یوسفؑ نے بدی کا ارادہ کیا ہوتا اور برہان الٰہی اس بدی سے یوسف کو بچایا جاتا تو اس طرح کلام ہونا چاہئے کہ یوسف نے ارادہ کر لیا تھا اگر وہ برہان رب کو نہ دیکھتا تو مرتکب ہو جاتا۔ ہم نے اسکو اپنی طرف سے برہان دکھائی تاکہ اسکو بدی سے بچا لیں۔ خدا تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا۔ بلکہ یوں فرمایا کہ ہم نے یوسفؑ کو برہان دکھائی تاکہ اس کو

طرف سے بدی کو پھیر دیں۔ اس کا صاف مطلب یہی ہے کہ بدی نے اسکی طرف بڑھنے کا ارادہ کیا مگر اس کی اختیاری خواہش اس کے خلاف تھی ہم نے اسکو برہان دکھا دی تاکہ اس کے پاس آنے کو بھی جگہ ہی نہ دیں۔

(۴) برہان رب میں بھی علماء کا اختلاف ہے۔ جن لوگوں نے علمائے سلف پر اتہام لگایا اور ان سے صحیح و غلط روایات نقل کی ہیں اُنہوں نے برھان کے معنی کی توضیح اس طرح کی ہے کہ حضرت یوسف نے فعل قبیح کا ارادہ کر لیا اور قریب تھا کہ واقع ہو جائے مگر غیب سے ممانعت کی آواز سنی اس پر بھی باز نہ آئے تو دوبارہ وہی آواز سنی پھر تیسری بار سنی۔ آخر میں حضرت یعقوبؑ کی صورت دیکھی کہ آپ دانتوں میں اُنگلی دبائے کھڑے ہیں۔ یہ دیکھ کر یوسفؑ ہٹ گئے۔ بعض نے لکھا ہے کہ یوسف کو مکان کی چھت یا دیوار پر ممانعت کے کچھ جملے نظر آئے۔ بعض کا قول ہے کہ بحکم الٰہی جبرئیل نازل ہوئے اور انہوں نے آکر یوسفؑ کو منع کیا۔ ہمارے نزدیک برھان سے وہی روحانی روشنی اور عقلی بازداشت مراد ہے جو قوت شہوانی پر غالب آجایا کرتی ہے۔ خطرۂ نفس پیدا ہوتا ہے مگر خدا تعالیٰ اپنی رحمت سے الہام عقلی کے ذریعہ اپنے خاص بندہ کو اس فعل کے نتیجہ بد سے آگاہ فرما دیتا ہے اور پھر وہ بندہ فعل بد سے رک جاتا ہے یوسف کے لئے اگرچہ غیر اختیاری تحریک کا سرمایہ کافی موجود تھا ہر چیز اشتہا انگیز تھی لیکن نبوت اور عقلی معرفت ارتکاب قبیح سے مانع آئی آیات کا واضح مطلب یہ ہے کہ زلیخا نے ہر چند بہکایا دروازہ مقفل کر دیے لیکن یوسفؑ نہ مانے۔ یوسف نے ماننے کے زلیخا کو بھی اس خواہش سے روکا اور فرمایا خدا کا یا عزیز کا میرے اوپر احسان ہے اور میں ایسی کھلی خیانت کروں مجھ سے یہ بے جا حرکت نہیں ہو سکتی۔ بیجا حرکت کرنے والوں کا نتیجہ اچھا نہیں ہوتا۔ زلیخا نے تو ارادہ وصل کا پختہ ارادہ کر لیا تھی اور با اقتضائے بشری یوسفؑ کو بھی غیر اختیاری خواہش ہوگئی تھی۔ مگر فطری برہان الٰہی اور عقلی نور سامنے آیا۔ یوسفؑ نے اسکو دیکھا اور فعل بد سے محفوظ رہا۔ یہ صرف اللہ کا فضل تھا کہ اس برائی کے حملہ کو یوسف کی طرف سے خدا نے دفع کر دیا کیونکہ تقدیر ازلی میں یوسف خدا کا مخلص اور برگزیدہ بندہ تھا پھر نوشتہ تقدیر کے خلاف کس طرح ہونا ممکن تھا۔

مقصود بیان:۔ امیر ہو یا غریب بادشاہ ہو یا فقیر نفسانی جال سے سوا اللہ کے خاص بندوں کے بہت کم لوگ محفوظ رہتے ہیں۔ زلیخا نے یوسفؑ کو بہکایا دروازوں کو کامل طور پر بند کر دیا تھا تا ایسا اندر رہ سے کوئی کمی نہیں چھوڑی تھی مگر یوسفؑ نے زنا کا ارادہ نہیں کیا۔ آیت میں در پردہ اس بات کی تعلیم مسلمانوں کو دی گئی ہے کہ محسن کشی اچھی نہیں ہوتی۔ محسن کوئی ہو اس کا احسان ماننا لازمی ہے۔ امانت میں خیانت خصوصاً محسن کی آبروریزی بہت برا فعل ہے۔ اللہ کے جو نیک بندے ہوتے ہیں مصیبت کے وقت

اللہ ہی کی کارسازی کرتا ہے۔ باوجود تمام اسباب شیطنت کے جمع ہونے کے پھر بھی شیطان اپنے مسلط نہیں ہو سکتا۔ سعید ہونا ازلی حکم ہے جو بدل نہیں سکتا ... وغیرہ۔

وَاسْتَبَقَا الْبَابَ وَقَدَّتْ قَمِيصَهُ مِنْ دُبُرٍ

اور دونوں دروازہ کی طرف دوڑے عورت نے یوسف کا کرتہ پیچھے سے پھاڑ ڈالا

وَأَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَى الْبَابِ ۚ قَالَتْ مَا

اور عورت کا شوہر دروازہ کے پاس دونوں کو ملا۔ عورت بولی جو شخص تیری بیوی

جَزَاءُ مَنْ أَرَادَ بِأَهْلِكَ سُوءًا إِلَّا أَنْ يُسْجَنَ

سے بدکاری کا ارادہ کرے اُسکی سزا سوائے اس کے کیا ہو سکتی ہے کہ اُسکو قید کر دیا جائے

أَوْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ قَالَ هِيَ رَاوَدَتْنِي عَنْ

یا کوئی اور دردناک سزا ہو — یوسف نے کہا اسی نے مجھے بہکایا تھا

نَفْسِي ۚ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِنْ أَهْلِهَا إِنْ كَانَ

اور عورت کے خاندان میں سے ایک شخص نے گواہی بھی دی کہ اگر

قَمِيصُهُ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ

یوسف کا کرتہ سامنے سے پھٹا ہے تو عورت سچی ہے — اور یوسف

مِنَ الْكَاذِبِينَ ۝ وَإِنْ كَانَ قَمِيصُهُ قُدَّ

جھوٹا ہے — اور اگر اس کا کرتہ پیچھے سے پھٹا

مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصَّادِقِينَ

ہے تو عورت جھوٹی ہے — اور یوسف سچا ہے

فَلَمَّا رَأَى قَمِيصَهُ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ قَالَ إِنَّهُ

لیکن جب دیکھا تو کرتہ پیچھے سے پھٹا نظر آیا عزیز بولا یہ تم عورتوں کے

مِنْ كَيْدِكُنَّ ۖ إِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيمٌ ۝

فریب ہے — بلاشبہ تمہارا فریب — بڑا ہے

يُوسُفُ أَعْرِضْ عَنْ هَٰذَا ۚ وَاسْتَغْفِرِي

یوسف تم اس بات کو جانے دو — اور اے عورت تو اپنے قصور کی

لِذَنۡۢبِكِ ۖ إِنَّكِ كُنتِ مِنَ ٱلۡخَاطِـِٔينَ ۝ ع ۹/۱۳

معافی مانگ تو واقعی مجرم تھی

تفسیر خلاصہ مطلب یہ ہے کہ جب یوسفؑ نے زلیخا کا کہنا نہ مانا اور فتنہ سے بچنے کے لئے بھاگے تو زلیخا اُن کے پیچھے پکڑنے کو دوڑی

کعب احبار نے بعنوان خیار یہود سے نقل کیا ہے کہ سات دروازے تھے اور سب مقفل تھے۔ یوسف [illegible] حکم الٰہی وہ کھل جاتے۔ غرض آخری دروازہ [illegible] زلیخا نے کرتہ کا دامن پکڑ [illegible] کپڑے کا ٹکڑا ہاتھ میں آگیا۔ یوسفؑ [illegible] دروازہ پر عزیز مصر شاہی اشارہ [illegible] عورت کو اپنی رسوائی کا اندیشہ ہوا فوراً بات بنا [illegible] یہ بھی خیال [illegible] حضرت میں آکر عزیز قتل یوسفؑ کا حکم دیدے اسلئے بولی جس نے تیری بیوی پر بری نیت ڈالی ہو اس کی سزا سوا اس کے اور کیا ہوسکتی ہے کہ کچھ مدت اُس کو قید میں رکھا جائے یا کوئی سخت جسمانی سزا دی جائے۔ گویا یوسفؑ کو قتل سے بچانے کے لئے سزا بھی خود تجویز کردی۔ حضرت یوسفؑ نے اپنی برأت کا اظہار کیا۔ زلیخا کو اس جرم کا مرتکب قرار دیا مگر انتہائی شرم کے مارے زلیخا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے نہیں فرمایا بلکہ غائبانہ ضمیر کے ساتھ فرمایا اُسی نے مجھے اغوا کیا تھا میرا اس میں کیا قصور ہے۔ عزیز کشمکش و پیچ میں ہوا کہ کیا فیصلہ کرے زلیخا مدمقابل ہے اور شکل بتائے ہوئے ہے۔ یوسفؑ کے کرتہ کا دامن ہاتھ میں ہے پھر کس طرح یوسفؑ کو جھوٹا کہے۔ پھر یہ بھی جانتا ہے کہ حرم شاہی کے اندر سیکڑوں نوکروں اور ماماؤں کی موجودگی میں ایک غلام کی یہ ہمت ہوسکتی نہیں کہ حرم شاہی پر نظر بد ڈالے۔ اُدھر زلیخا بیوی ہے غلام کے مقابلہ میں بیوی کی تکذیب کس طرح ممکن ہے۔ غرض تحقیقات شروع کی۔ زلیخا کے گھر کے ہی ایک شخص نے یوسف کی برأت اور زلیخا کے جرم کی شہادت دی۔ [illegible] کون تھا؟ اس میں اختلاف ہے۔ ابن عباس حسن بصری ضحاک سعید بن جبیر ہلال بن یساف اور ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ وہ گہوارہ کا بچہ تھا۔ بلکہ ایک حدیث صحیح اس کے متعلق ابن جریرؒ نقل کی ہے جس میں چار [illegible] کے جنہوں نے شیر خوارگی کی حالت میں کلام کیا ہے شاہد یوسف کو بھی [illegible] کیا ہے۔ لیکن مجاہد کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کوئی داڑھی والا مرد تھا۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ ہرنی نے شہادت دی تھی یا کوئی غیبی آواز آئی تھی۔ لیکن موخر الذکر تمام روایات کمزور ہیں۔ صحیح اول ہی قول ہے۔ مِنۡ أَهۡلِهَآ کا لفظ اسی پر دلالت کر رہا ہے اور ایک مرفوع حدیث بھی اسی کی مؤید ہے۔ ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ عزیز کے ساتھ شاہی اشراف کا جو آدمی تھا پہلے اُس نے شہادت دی ہو اور ممکن ہو کہ غیبی آواز بھی آئی ہو یا ہرنی بولی ہو مگر عزیز کے نزدیک قابل اعتبار جو شہادت تھی وہ شیر خوار بچہ کی تھی۔

مقصود بیان: آیات بتا رہی ہیں کہ عورتوں کا فتنہ اور اُن کی مکاری زبردست بلا ہے۔ زلیخا نے فوری طور پر ایسی بات گھڑی جس کو سوچنے کیلئے کافی دیر کی ضرورت تھی۔ نیک بندہ اگر اپنی نیکی پر قائم رہے تو غیب سے اُس کی مدد کے سامان ہو جاتے ہیں۔ شیر خوار بچہ کا گویا کر دینا خدا کے نزدیک کوئی بڑا کام نہیں۔ اُس نے یوسف کی صداقت ظاہر کرنے کے لئے بچہ کو گویا کر دیا۔ گویا اس میں مسلمانوں کو ہدایت ہے کہ صداقت وحقانیت پر قائم رہو۔ کسی لالچ یا [illegible] سچائی کو ہاتھ سے نہ جانے دو۔ اللہ غیب سے تمہاری مدد کریگا۔

وَقَالَ نِسۡوَةٞ فِي ٱلۡمَدِينَةِ ٱمۡرَأَتُ ٱلۡعَزِيزِ

شہر میں کچھ عورتیں کہنے لگیں کہ عزیز کی بیوی اپنے غلام کو پھسلا کر

تُرَٰوِدُ فَتَىٰهَا عَن نَّفۡسِهِۦۖ قَدۡ شَغَفَهَا حُبًّاۖ

کار برآری چاہتی ہے اُس کے دل میں وہ غلام جگہ پکڑ گیا ہے

إِنَّا لَنَرَىٰهَا فِي ضَلَٰلٖ مُّبِينٖ ۝ فَلَمَّا سَمِعَتۡ

ہم خیال کرتے ہیں کہ عورت کھلی ہوئی غلطی میں ہے عزیز کی عورت نے جب

بِمَكۡرِهِنَّ أَرۡسَلَتۡ إِلَيۡهِنَّ وَأَعۡتَدَتۡ لَهُنَّ

اُن کی غلطی سنی تو اُن کو بلوا بھیجا اور اُن کے لئے ایک مجلس

مُتَّكَـٔٗا وَءَاتَتۡ كُلَّ وَٰحِدَةٖ مِّنۡهُنَّ سِكِّينٗا وَ

آراستہ کی اور اُن میں سے ہر ایک کو ایک ایک چھری دی اور

قَالَتِ ٱخۡرُجۡ عَلَيۡهِنَّۖ فَلَمَّا رَأَيۡنَهُۥٓ أَكۡبَرۡنَهُۥ

بولی یوسف! اِن کے سامنے نکل کر آجاؤ عورتوں نے جب یوسف کو دیکھا تو حسن

وَقَطَّعۡنَ أَيۡدِيَهُنَّ وَقُلۡنَ حَٰشَ لِلَّهِ مَا

بشری سے) بڑھ کر پایا اور اپنے ہاتھ کاٹ لئے اور کہنے لگیں حاشا للہ! یہ

هَٰذَا بَشَرًا إِنۡ هَٰذَآ إِلَّا مَلَكٞ كَرِيمٞ ۝

آدمی نہیں ہے یہ تو کوئی بزرگ فرشتہ ہے

قَالَتۡ فَذَٰلِكُنَّ ٱلَّذِي لُمۡتُنَّنِي فِيهِۖ وَ

عزیز کی عورت بولی تو یہی وہ شخص ہے جس کے بارہ میں تم نے مجھے طعنے دیے

لَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ ؕ وَلَئِنْ

میں نے واقعی اس کو پھسلایا تھا مگر یہ بچا رہا اگر

لَّمْ يَفْعَلْ مَآ اٰمُرُهٗ لَيُسْجَنَنَّ وَلَيَكُوْنًا مِّنَ

میرے حکم کے مطابق یہ نہ کریگا تو ضرور اسکو قید کردیا جائیگا اور ضرور

الصّٰغِرِيْنَ ۝ قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ

بے عزت ہوگا یوسف نے کہا پروردگار یہ عورتیں

اِلَيَّ مِمَّا يَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ ۚ وَاِلَّا تَصْرِفْ

جس چیز کی مجھے دعوت دے رہی ہیں اُس سے تو مجھے قید خانہ زیادہ پسند ہے اگر تو

عَنِّيْ كَيْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَيْهِنَّ وَاَكُنْ مِّنَ

مجھے اُن کا فریب رفع نہ کریگا تو میں اُنکی طرف مائل ہو جاؤنگا اور جاہل

الْجٰهِلِيْنَ ۝ فَاسْتَجَابَ لَهٗ رَبُّهٗ فَصَرَفَ

بن جاؤنگا یوسف کی دعا اُس کے رب نے قبول کی اُن عورتوں کے

عَنْهُ كَيْدَهُنَّ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝

فریب کو یوسف سے رفع کردیا کیونکہ وہ سننے والا جاننے والا ہے

تفسیر یوسفؑ نے اگرچہ اس واقعہ کا اظہار کسی سے نہیں کیا لیکن حقیقت کو چھپایا نہیں جاسکتا۔ مصر کی عورتوں کو اطلاع مل گئی کہ زلیخا کو یوسف سے عشق ہے۔ کچھ امیر زادیاں جن کی سرگروہ ساقی طباخ، منصرم اصطبل، جیلر اور شاہی حاجب کی بیویاں تھیں باہم کہنے لگیں سنا ہے کہ زلیخا اپنے غلام پر دل وجان سے عاشق ہے اور ہر طرح اسکو ترغیب دیتی ہے مگر وہ قابو میں نہیں آتا۔ ہمارے نزدیک تو زلیخا کی یہ انتہائی غلطی ہے، عشق کا بھوت اُس پر بُری طرح سوار ہے وہ تو دیوانی ہوگئی ہے۔ ان عورتوں کا مقصود اس قول سے یہ تھا کہ انکشافِ حالت ہو جائے اور وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں کہ آخر وہ کیسا آدمی ہے کہ زلیخا باوجود بے مثل حسین ہونے کے اُس کے عشق میں دیوانی ہوئی جاتی ہے۔ زلیخا کو اس بات کی اطلاع مل گئی تو اُس نے ایک زنانہ مجلس آراستہ کی۔ یوسفؑ کو ایک جگہ چھپادیا۔ سب عورتوں کی دعوت کی۔ ہر ایک کے ہاتھ میں پھل کاٹنے کے لئے ایک چھری دیدی اُدھر زلیخا کا اشارہ پاکر یوسف خلوت خانہ سے برآمد ہوئے اِدھر عورتوں کے ہوش پراگندہ ہوگئے اور بولیں حاشا کلا یہ آدمی نہیں فرشتہ ہے تو مجسم ہے۔ چونکہ عام طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ فرشتہ نہایت نورانی مخلوق ہے۔ ممکن ہے اُس زمانہ میں بھی یہ خیال عام ہو اس لئے عورتوں نے حضرت یوسفؑ کے آدمی ہونے سے انکار کیا اور فرشتہ کہا۔ بعض مفسرین نے یہ مطلب بھی لکھا ہے کہ عورتوں نے کہا حاشا یہ شخص غلام نہیں۔ غلام ایسی دلفریب شکل کے مالک نہیں ہوتے۔ یہ تو کوئی معزز بادشاہ ہے۔ گویا اس صورت میں مَلَکٌ کا ترجمہ بادشاہ ہوگا۔ عورتوں نے مذکورہ الفاظ زبان سے بے ساختہ کہے اُدھر چھری ترنج پر چھوڑ چکی تھیں لیکن ترنج کٹنے کی بجائے ہاتھ کٹ گئے۔ ایسا ہوتا بھی ہے کہ جب انسان کسی وجہ سے انتہائی جوش یا مدہوشی میں ہوتا ہے تو جسمانی تکلیف کا اس کو احساس بھی نہیں رہتا۔ زلیخا کو موقعہ مل گیا اُس نے فوراً کہا ہاں یہ وہی شخص ہے جسکی چاہت میں میں گرفتار ہوں۔ اسی کے متعلق تم مجھ پر طعن کرتے تھے۔ حسن صورت کے معائنہ میں جب سب عورتوں کو زلیخا نے شریک کرلیا اور سب نے اعتراف کرلیا اور زلیخا کو معذور سمجھا تو اس کے بعد یوسف کے حسن سیرت کو بیان کیا۔ کہنے لگی ہاں میں نے ہی اس کو اغوا کیا تھا لیکن اس نے نہ مانا مجھسے بچا رہا۔ لیکن اب میں صاف صاف کہے دیتی ہوں کہ اگر اس نے میرا کہنا نہ مانا تو ذلیل ہوگا، اور جیل میں بھیج دیا جائیگا۔ زلیخا نے جب ہر قسم کی ترغیب اور لالچ کی انتہا کردی تو اب دھمکی اور ترہیب پر اُتر آئی کہ شاید اسی طرح کار برآری ہو جائے۔ لیکن جس کو خدا بچاتا ہے اور جو ازلی معصوم ہوتا ہے اُس پر کوئی داؤ نہیں چل سکتا۔ حضرت یوسفؑ اپنے نفس کو بچاتے بچاتے تنگ آگئے تھے اور عورتیں بھی زلیخا کی طرفداری میں یک زبان ہوگئی تھیں۔ مجبوراً آپ نے تمام عیش وعشرت میں لات ماری۔ خون نبوت جوش میں آیا اور بارگاہِ الٰہی میں دعا کی پروردگار یہ عورتیں مکار ہیں۔ زلیخا اصل طلب گار ہے اور دوسری عورتیں سفارشی ہیں۔ گویا بواعث جرم سب ہیں مجھے ان کے پنجہ سے نجات دے۔ میں جیل کو اس فعل شنیع پر ترجیح دیتا ہوں اور قید کو جانا پسند کرتا ہوں۔ اگر ایسے وقت میں تو میری مدد نہ کریگا اور ان کی مکاری کو دفع نہ کریگا تو شاید میں بھی نادانوں کا ایسا کام کر بیٹھوں اور اُنہی کے زمرہ میں میرا بھی شمار ہو جائے۔ خدا نے حضرت یوسفؑ کی دُعا قبول فرمائی۔ علماء نے لکھا ہے کہ امتحانِ مصائب پر آدمی کو دلیر ہونا چاہئے۔ اگر یوسف قید خانہ کی التجانہ کرتے تو بلا جیل کے عورتوں کے مکر سے رہائی مل جاتی لیکن طول مدت سے گھبرا کر آپ نے قید ہو جانے کو ہی پسند کیا۔

مقصود بیان:- مصر کی عورتوں نے زلیخا پر طعن وتشنیع مکاری کے تحت کی تھی وہ خود یوسفؑ کو دیکھنے کی خواہشمند تھیں حسن صورت اور شکل کی نظر فریبی انسان کے حواس کو مختل اور ہوش کو پراگندہ کر دیتی ہے اُس کو اپنے تن من کا ہوش نہیں رہتا۔ زلیخا نے حضرت یوسف کی پاکدامنی کی شہادت دی تھی۔ اللہ کے خالص بندے اُن اسباب عیش و

ذرائع راحت کو جو دائمی تباہی کا باعث اور معصیت الٰہی کا سبب ہوتے ہیں ٹھکرا کر مصائب و تکالیف کو پسند کرتے ہیں اُن کے نزدیک لذائذ گناہ سے آلام فرماں پذیری قابل ترجیح ہوتے ہیں۔ اس میں مسلمانوں کو دیدہ نصیحت ہے کہ وہ دنیوی شوکت وجاہ اور لذت و نعمت جو اخروی تباہی کا سبب ہو ہرگز اختیار نہ کریں بلکہ ایمان اور عمل صالح کے ساتھ فاقہ مرنے قید ہونے اور گوناگوں تکالیف برداشت کرنے کو قابل ترجیح سمجھیں کسی عیش و عشرت کے پُرفریب جال میں نہ پھنسیں۔ آخری آیات بتا رہی ہیں کہ بُرائی کو دور رکھنے والا اور انسان کی عصمت کو بچانے والا بس اللہ ہی ہے۔ کافر ہو یا مؤمن سب کے دل اسی کے دست قدرت میں ہیں۔ [illegible] کا کام ہے [illegible] میں وہ کتنا ہی [illegible] مشہور ہو مگر اس کا ارمان حاصل نہ ہوتا

ثُمَّ بَدَا لَهُمْ مِّنْ بَعْدِ مَا رَاَوُا الْاٰيٰتِ

پھر نشانیاں دیکھ چکنے کے بعد بھی اُن لوگوں کی رائے ہوئی کہ یوسف کو

لَيَسْجُنُنَّهٗ حَتّٰى حِيْنٍ ۞ ع

ایک مدت کے لئے قید کر دیں۔

وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيٰنِ ۭ قَالَ اَحَدُهُمَآ

یوسف کے ساتھ دو جوان اور بھی قید خانے میں داخل ہوئے (ایک روز) ایک شخص نے

اِنِّىْٓ اَرٰىنِيْٓ اَعْصِرُ خَمْرًا ۚ وَقَالَ الْاٰخَرُ

کہا میں نے خواب میں دیکھا کہ شراب نچوڑ رہا ہوں دوسرے نے کہا

اِنِّىْٓ اَرٰىنِيْٓ اَحْمِلُ فَوْقَ رَاْسِيْ خُبْزًا

میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ سر پر روٹی اٹھائے ہوئے ہوں

تَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْهُ ۭ نَبِّئْنَا بِتَاْوِيْلِهٖ ۚ اِنَّا

اور اس میں سے پرندے کھا رہے ہیں ہماری نظر میں تم نیک آدمی ہو

نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۞ قَالَ لَا يَاْتِيْكُمَا

ہمیں اس کی تعبیر بتا دو یوسف نے کہا جو کھانا تم کو ملتا ہے

طَعَامٌ تُرْزَقٰنِهٖٓ اِلَّا نَبَّاْتُكُمَا بِتَاْوِيْلِهٖ

اس کے آنے سے پہلے پہلے میں تم کو اس کی تعبیر بتا دوں گا

قَبْلَ اَنْ يَّاْتِيَكُمَا ۭ ذٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِيْ رَبِّيْ

یہ منجملہ اُن باتوں کے ہے جو مجھے میرے پروردگار نے سکھائی ہیں

اِنِّىْ تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ

کیونکہ میں نے ایسی قوم کا دین چھوڑ رکھا ہے جن کا اللہ پر ایمان نہیں ہے

وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ۞ وَاتَّبَعْتُ

اور وہ آخرت کو [illegible] وہ مانتے تھیا اور اپنے

مِلَّةَ اٰبَآءِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ۭ

باپ دادا ابراہیم اسحاق اور یعقوب کے دین پر میں چلتا ہوں

مَا كَانَ لَنَآ اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ۭ

ہم کو کسی طرح شایاں نہیں کہ کسی چیز کو اللہ کا شریک قرار دیں

ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَيْنَا وَعَلَي النَّاسِ

ہم پر اور سب لوگوں پر یہ اللہ کا فضل ہے

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ۞

مگر اکثر لوگ احسان نہیں مانتے

تفسیر زلیخا نے عزیز سے کہا یہ عبرانی مجھے پبلک میں رسوا کرتا پھرتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ زلیخا نے مجھے لبھایا تھا اور خود پاکدامن بنتا ہے۔ بہتر ہے کہ اس کو اُس وقت تک جیل خانے میں رکھا جائے کہ یہ تذکرہ مٹ جائے۔ عزیز کو یوسف کی پاکدامنی شہادت کے ذریعے معلوم ہو چکی تھی لیکن غیرت اور آبرو کے تحفظ کے لئے اُس نے انصاف کو قربان کرنے کا ارادہ کر لیا۔ مشیران کار سے پوچھا تو انھوں نے بھی قید کر دینے کا مشورہ دیا۔ بالآخر قید کو تجویز کیا۔ جس زمانے میں یوسف جیلخانہ گئے اُسی دوران میں اور دو آدمی اور بھی شاہی معتوب ہو کر قید ہوئے تھے۔ بقول قتادہ ایک ساقی تھا دوسرا باورچی یا منصرم مطبخ۔ محمد بن اسحاق نے ساقی کا نام بندا اور باورچی کا نام بجلت لکھا ہے۔ شیخ سدی نے بیان کیا ہے کہ ان دونوں پر بادشاہ کو زہر دینے کی سازش کرنے کا الزام تھا چونکہ حضرت یوسف جیل خانہ میں مشہور ہو گئے تھے عبادت زہد پرہیزگاری خوش خلقی مروت وغیرہ صفات حسنہ میں جیل خانہ کے اندر آپ کا نظیر نہ تھا۔ اس لئے ان دونوں قیدیوں کو آپ سے خاص تعلق ہو گیا تھا۔ ہر دم آپ ہی کا دم

بھرتے تھے۔ حضرت نے فرمایا اللہ تم کو برکت دے مگر جو کوئی مجھ سے محبت رکھتا ہے میرے لئے اُس کی محبت مزید تکلیف کا باعث ہوتی ہے۔ پھوپھی نے مجھے پیار کیا تو مجھے ضرر پہنچا۔ باپ نے محبت کی تو مجھے تکلیف اٹھانی پڑی زلیخا نے محبت کی تو جیل خانہ نصیب ہوا۔ دونوں قیدیوں نے کہا حضرت ہماری محبت اختیاری نہیں ہم مجبور ہیں۔ الغرض ایک شب دونوں نے خواب دیکھا یا جھوٹا خواب بنا کر لائے تاکہ یوسف کی صداقت کی آزمائش کریں آپ نے تعبیر خواب سے پہلے اُس احسان کا اظہار فرمایا جو اللہ نے آپ کے حال پر فرمایا اپنی قوت قدسیہ اور روحانیت کو بھی بیان کیا۔ پھر انتہائی خوش اسلوبی سے دین حق کی تبلیغ اور توحید الٰہی کی تعلیم بھی دی اور ضمناً اس بات پر روشنی ڈالی کہ یہ علم خدا داد مجھے اسلئے عطا ہوا ہے کہ میں خالص موحد اور دین حق کا پیرو ہوں۔

مقصود بیان:۔ عزیز اور اُس کے اشاف والوں نے مشورہ کرنے کے بعد بمصلحت حضرت یوسفؑ کو قید کیا تھا۔ یوسفؑ جیل خانہ کے اندر بھی نیکوکار ہی رہے نہ شاہی محلات کا عیش اُن کو بدکار بنا سکا نہ جیل خانہ کے مصائب و شدائد۔ مسلمانوں کے لئے اس کے اندر سرمایۂ عبرت پوشیدہ ہے کہ توحید عصمت اور صلاح عمل ایسی چیز ہے کہ نہ دنیا کی کوئی عشرت و رفاہیت اس کا مقابلہ کر سکتی ہے نہ شدید ترین تکلیف۔ لہٰذا نیکی کی طرف میلان اور بدی سے ہر حالت میں گریز مسلمان کا شعار ہونا چاہیئے۔ مقولۂ اِنَّا نَرٰكَ نقل کرنے سے اس طرف بھی اشارہ ہے کہ نیکوکاری عجیب چیز ہے۔ موافق مخالف اور دشمن و دوست سب نیک آدمی کے گرویدہ ہوتے ہیں۔ آغاز میں چاہے دشمنی کریں مذہبی مخالف ہوں مگر انجام کار حقانیت کا اقرار کرنا ہی پڑتا ہے۔ اپنے واقعی کمال کو بمصلحت وقت بغیر کسی فخر کے ظاہر کرنا جائز ہے جس طرح حضرت یوسفؑ نے کیا۔ مسلمان کا فرض ہے کہ انتہائی مصیبت میں گرفتار ہونے کے باوجود دین حق اور توحید الٰہی کی تبلیغ سے غافل نہ ہو جس طرح حضرت یوسفؑ جیلخانہ کے اندر بھی اعلانِ حقانیت سے غافل نہ رہے لیکن طریقۂ تبلیغ عاقلانہ ہو۔ دانشمندی کے ساتھ غیر محسوس طور پر مخاطب کے ذہن کو آہستہ آہستہ حق کی طرف کھینچے جیسے حضرت یوسفؑ نے کیا۔ اپنی صداقت اسرار الٰہیہ سے واقفیت اور دین حق پر استقامت کو فخریہ لہجہ میں نہ بیان کرے۔ بلکہ اگر کہیں بطور اظہار واقعہ کے بیان کرنا ہی ہو تو کہے کہ یہ محض اللہ کا فضل ہے ورنہ میں کیا اور میری طاقت کیا۔ حضرت یوسف نے بھی اپنے فضائل دینی اور کمالات روحانی کا اظہار کرنے کے بعد فرما دیا کہ یہ محض اللہ کی مہربانی ہے۔ وغیرہ

يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ

اے میرے رفیقانِ جیل کیا متفرق معبود

خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝ مَا تَعْبُدُوْنَ

بہتر ہیں یا اکیلا باجبروت اللہ تم اللہ کے سوا

مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَ

صرف ناموں کی پرستش کرتے ہو جو تمہارے اور تمہارے باپ داداکے

اٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ

خود ساختہ ہیں اللہ نے اُن کی دلیل نہیں نازل فرمائی

اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ

حالانکہ حکومت سوائے اللہ کے کسی کی نہیں اسی نے حکم دیا ہے اسکے سوا کسی کی پرستش

ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ

نہ کرو یہی سیدھا مذہب ہے لیکن اکثر لوگ

لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

ناواقف ہیں

تفسیر حضرت یوسفؑ تبلیغ کے طریقے کے ماہر تھے اور کیوں نہ ہوتے نبی تھے۔ نبی کے بیٹے اور نبی کے پوتے پر پوتے تھے۔ آپ نے ایسا نہیں کیا کہ دونوں قیدیوں کے باطل دیوتاؤں کو گالیاں دینے لگتے یا اُن کے اعتقادات کی توہین کرتے بلکہ پہلے اپنے کمالات کا اظہار کیا پھر کمالات کا اصل سبب عقیدۂ توحید اور دین حق کی پابندی کو قرار دیا اور دربردہ دین کفر اور عقیدۂ شرک کا بطلان ہوا۔ پھر فرمایا فرض کر لو کہ معبود سینکڑوں ہیں کوئی چیچک کو دفع کرنے والا ہے کوئی پانی برسانے والا کوئی ہوا چلانے والا کوئی دھوپ اور روشنی دینے والا۔ لیکن ان کے باوجود ایک معبود ایسا ہے جس کے قبضہ میں عالم کی ہر چیز یہاں تک کہ تمہاری ہستی بھی ہے تو پھر) خود ہی غور کرو کہ دربدر ٹھوکریں کھانی اور ہر دیوتا کے سامنے جھکنا بہتر ہے یا اس یگانہ بے ہمتا خدا کے سامنے جو سب پر غالب اور سب سے زبردست ہے۔ اس کے بعد آپ صاف مطلب پر اُتر آئے اور فرمایا یہ جتنے دیوتا تم نے بنا رکھے ہیں یہ سب بے حقیقت ہیں ان میں کسی قسم کی کوئی طاقت نہیں۔ تم نے اور تمہارے اسلاف نے بس نام گھڑ لیئے ہیں جن کا مسمّٰی معدوم ہے۔ ان کی الوہیت و ربوبیت کی عقلی دلیل تو ہو ہی نہیں سکتی۔ رہی نقل مذہبی تو وہ بھی مفقود ہے۔ اللہ نے ان کی خدائی کی کوئی دلیل و حجت نازل نہیں فرمائی۔ حقانیت و بطلان یا صدق و کذب کا فیصلہ کرنے والا سوا خدا

يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ اَمَّآ اَحَدُكُمَا فَيَسْقِيْ رَبَّهٗ

اے میرے رفیقانِ جیل　تم میں سے ایک تو اپنے آقا کو شراب

خَمْرًا ۚ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَيُصْلَبُ فَتَاْكُلُ الطَّيْرُ

پلائے گا　اور دوسرے کو سولی دی جائیگی اور پرندے اسکے سر کو

مِنْ رَّاْسِهٖ ۭ قُضِيَ الْاَمْرُ الَّذِيْ فِيْهِ تَسْتَفْتِيٰنِ ۝

نوچ کر کھائینگے　جس بات کی تم تحقیق چاہتے تھے اُس کا فیصلہ ہو چکا

وَقَالَ لِلَّذِيْ ظَنَّ اَنَّهٗ نَاجٍ مِّنْهُمَا

یوسف نے اُس شخص سے کہا جو اُس کے خیال میں رہا ہونے والا تھا

اذْكُرْنِيْ عِنْدَ رَبِّكَ ۡ فَاَنْسٰىهُ الشَّيْطٰنُ

کہ اپنے آقا کے سامنے میرا بھی تذکرہ کر دینا لیکن شیطان نے آقا سے ذکر کرنا

ذِكْرَ رَبِّهٖ فَلَبِثَ فِي السِّجْنِ بِضْعَ سِنِيْنَ ۝ۧ ۱۵

اُس کو فراموش کر دیا اس وجہ سے یوسف قید خانہ میں کئی سال رہا

تفسیر ہو سکتا تھا کہ حضرت یوسفؑ خواب کی تعبیر سوال کے اختتام کے وقت بیان کرنی شروع کر دیتے لیکن آپنے ایسا نہ کیا۔ بلکہ پہلے تبلیغ توحید کی۔ پھر خواب کی تعبیر شروع کی۔ وجہ یہ تھی کہ طباخ کا خواب ہلاکت آفرین تھا۔ تین روز کے بعد اُس کی موت مقدر تھی اگر پہلے سے تعبیر دیدیتے تو وہ پھر توحید اور دین حق کی کوئی بات نہ سُنتا۔ موت کا غم اُس پر مسلط ہو جاتا اور بالآخر بے ایمان مرتا۔ حضرت کو یہ منظور نہ تھا اسلئے پہلے احکام حق پہنچائے پھر تعبیر دینی شروع کی۔ تعبیر سُننے کے بعد (بروایت ابن کثیر بحوالہ قول ابن مسعود ومجاہد وعبدالرحمن بن زید) دونوں قیدیوں نے کہا کہ ہم نے تو یونہی جھوٹی بات بنائی تھی کوئی خواب نہیں دیکھا۔ آپ نے فرمایا خواب دیکھا ہو یا نہ دیکھا ہو (تمہارا مقصود رہائی کے متعلق دریافت کرنا تھا تو) اللہ کا فیصلہ کبھی کا ہو چکا (خواب دیکھنے نہ دیکھنے کو اس میں کوئی دخل نہیں) میرے نزدیک ابن کثیر کی روایت نہایت ضعیف ہے۔ اکثر اہل تحقیق نے اسکی تضعیف کی ہے۔ لہذا صحیح یہی ہے کہ قیدیوں نے واقعی خواب دیکھا تھا۔ غرض تعبیر خواب کے بعد حضرت یوسفؑ نے ساقی سے کہا کہ تو جب فرعون کے پاس پہونچے تو میرا بھی تذکرہ کرنا اور بے قصور ہونا ظاہر کرنا۔ حضرت یوسفؑ نے خود ہی جیل کی درخواست کی تھی اور قید ہونے کی بارگاہ الٰہی میں دعا کی تھی مگر قید کی مصیبت سے اتنے تنگ آ گئے تھے کہ خدا سے دعا کرنے کی بجائے ساقی

کے اور کوئی نہیں اور خدا نے ان کی حقانیت کی شہادت نہیں دی تو پھر ان کی کیوں پرستش کرتے ہو۔ محض اللہ کی پرستش کرو۔ ہمیں کا یہی حکم ہے۔

خاص نکتہ آیت اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ سے خوارج نے فقہ کے مسئلہ تحکیم اور پنچ بنانے کی ممانعت پر استدلال کیا ہے اور روافض نے بھی خلافت کو منصوص قرار دینے اور اجماع کے ممنوع ہونے پر اسی آیت سے ایڑی چوٹی کا زور لگایا مگر یہ ہر دو فریق کی غلط فہمی ہے۔ تحکیم اور پنچ بنانا ممنوع ہے اور ضرور ممنوع ہے مگر اُس وقت جبکہ پنچایت خلاف قانون الٰہی ہو اور احکام شرعیہ کو پس پشت ڈال کر فیصلہ کرے بالکل تحکیم کی ممانعت پر تو آیت سے استدلال نہیں کیا جا سکتا۔ اسی طرح حرمت اجماع اور تخصیص خلافت پر بھی اس سے استدلال ممنوع ہے۔ اگر اجماع آیات قرآنیہ کے خلاف ہو تو ضرور واجب الترک ہے لیکن اگر کسی مختلف فیہ حکم میں جسکی حرمت وحلت ظاہری آیات احادیث سے نہ کھلتی ہو یا احادیث میں تعارض و تناقض نظر آتا ہو یا بظاہر نظر آیات میں باہم اختلاف محسوس ہوتا ہو اجماع اہل علم ہو جائے تو کونسی قباحت لازم آتی ہے۔ یہ تو خود حکم الٰہی کی اشاعت ہے۔ حاکم اور شارع تو بہرحال خدا ہے لیکن اُس کے حکم کو سمجھنے والے تو انسان ہیں۔ اگر عقلمند انسانوں کا اس کے کسی خاص حکم پر انتہائی غور و خوض کے بعد اجماع ہو جائے تو کیا بُرائی ہے۔ حدیث میں تو صاف طور پر آیا ہے لَا تَجْتَمِعُ اُمَّتِيْ عَلَى الضَّلَالَةِ۔ جب کسی زمانہ کے اہل الرائے اور اصحاب بصیرت نے باہم تبادلہ خیالات کے بعد کسی حکم الٰہی کا کوئی خاص مطلب سمجھ لیا اور سب نے اتفاق کر لیا کہ کلام الٰہی کا یہی مطلب ہے یا احادیث رسول میں فلاں مقدم فلاں مؤخر فلاں ناسخ اور فلاں منسوخ ہے تو ظاہر ہے کہ ایسے اجماع کی مخالفت شرعاً کس طرح جائز ہے۔ اکثر ارباب فہم کی مخالفت تو سوائے کوتاہ فہم کے اور کوئی نہیں کر سکتا۔ یہ سائنس کی تحقیقات اور آثار قدیمہ کے انکشافات تو نہیں کہ ہر شخص اپنی بدا تحقیق کرے۔ یہ تو مسائل شرعیہ اور احکام نقلیہ ہیں۔ دین الٰہی کلام عربی میں ہے۔ عربی کلام واضح ہے۔ ایسی حالت میں کل علماء حق کی مخالفت اور قرن اول کے کل جلیل القدر صحابہ کی کمیٹی کی تردید احمقانہ فعل نہیں تو اور کیا ہے۔

مقصود بیان:۔ حضرت یوسفؑ کے طریقۂ تبلیغ کو ظاہر فرما کر اہل اسلام کو درپردہ تلقین کہ عقائد حقہ اور دین حق کی تبلیغ احمقانہ طور پر نہ کرو بلکہ دلائل اور براہین کے ساتھ کرو اور دلائل کو بھی اس طرح بیان کرو کہ مخاطب کے ذہن میں جم جائیں اور اپنے عقائد کے خلاف سُن کر بھی اُس کو ناگوار ہی نہ ہو۔ آیت اِنِ الْحُكْمُ بتا رہی ہے کہ شارع اور حاکم بس اللہ ہی ہے۔ عالم کا نظم درست رکھنے کے لئے قانون عدل کو نازل کرنا اُسی کا کام ہے۔ یہ آیت آج کل کے مسلمان مجسٹریٹوں، ججوں اور پلیڈروں کے لئے تازیانۂ عبرت ہے جو ہر بات میں انگریزی ضابطۂ فوجداری یا ضابطۂ دیوانی کی تلاش کرتے ہیں اور احکام الٰہیہ کو ادنیٰ التفات نظر کا بھی مستحق نہیں سمجھتے۔ وغیرہ

سے سفارش کے خواستگار ہوئے۔ یہ بات مرتبۂ نبوت کے خلاف تھی کہ اللہ کو یہ امر پسند نہ آیا کہ اُس کا خاص بندہ دوسروں سے التجا کرے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ساقی کو مدت تک یوسفؑ کی یاد ہی نہ آئی۔

امام رازی نے فَاَنْسٰهُ الشَّيْطٰنُ کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ یوسفؑ نے ساقی سے درخواست سفارش کی۔ شیطان نے اُس وقت اللہ کی یاد سے اُن کو غافل کردیا جس کا پھل یہ ملا کہ چند سال مزید جیل میں رہنا پڑا۔ ساقی کی رہائی تک پانچ سال گذرے تھے۔ اس کے بعد تین یا پانچ یا سات سال اور گذارنے پڑے۔ کل میعاد قید آٹھ یا دس یا بارہ سال کی ہوئی۔ وہب بن منبہ کے قول کے بموجب سات سال اور ضحاک (از ابن عباس) کی روایت بارہ سال قید میں رہے۔ واللہ اعلم

مقصود بیان:۔ آیت قُضِيَ الْاَمْرُ الخ بتا رہی ہے کہ خواب صرف ذریعۂ علم ہے خود مؤثر نہیں۔ جو کچھ ہونا ہوتا ہے اُس کا فیصلہ پہلے سے اللہ کی طرف سے ہو جاتا ہے جس کا علم خواب کے ذریعہ سے آدمی کو ہوتا ہے اور خدا کے خاص بندوں کو دوسرے انکشافی ذرائع سے بھی معلوم ہو جاتا ہے جس طرح حضرت یوسفؑ کو معلوم ہوگیا۔ خاص بندوں کی معمولی لغزش بھی قابل گرفت ہوتی ہے۔ جن کا مرتبہ زیادہ ہوتا ہے اُن کی لغزش بھی زیادہ ہوتی ہے۔ محض ساقی سے سفارش کرانے پر حضرت یوسفؑ کو مزید قید میں رہنا پڑا۔

وَقَالَ الْمَلِكُ اِنِّىْۤ اَرٰى سَبْعَ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ

(بالآخر) بادشاہ نے کہا میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ سات موٹی گائیں ہیں

يَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّسَبْعَ سُنْۢبُلٰتٍ

جن کو سات دبلی گائیں کھا جاتی ہیں اور سات سبز بالیاں

خُضْرٍ وَّاُخَرَ يٰبِسٰتٍ ؕ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَاُ اَفْتُوْنِىْ

ہیں اور دوسری (سات) خشک بالیاں ہیں اے اہل دربار اگر تم خواب کی

فِىْ رُءْيَاىَ اِنْ كُنْتُمْ لِلرُّءْيَا تَعْبُرُوْنَ ۝

تعبیر دیا کرتے ہو تو میری خواب کی تعبیر دو

قَالُوْۤا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ ۚ وَمَا نَحْنُ بِتَاْوِيْلِ

درباروالے بولے یہ تو پریشان خیالات ہیں اور ہم خیالات کی

الْاَحْلَامِ بِعٰلِمِيْنَ ۝

تعبیر نہیں جانتے

تفسیر بیضاوی نے ان آیات کا تفسیری مطلب اس طرح بیان کیا ہے کہ شاہ مصر نے خواب میں دیکھا کہ ایک خشک نہر سے موٹی تازی سات گائیں نکلیں اور اسی نہر سے سات دبلی گائیں برآمد ہوئیں دبلی گائیں موٹی گائیوں کو کھا گئیں۔ اسی طرح سات سبز اور سات خشک بالیاں دیکھیں یہ خواب دیکھ کر بادشاہ خوف زدہ ہوگیا۔ اشراف والوں سے تعبیر دریافت کی۔ انہوں نے اس خواب کو خواب پریشان بتایا اور تعبیر دینے سے انکار کردیا۔ انتہیٰ۔ عام طور پر خواب کی حالت میں بھی دماغ اپنا کام کرتا رہتا ہے خواہ صحیح یا غلط۔ بیداری کی حالت میں جو صورتیں آدمی کے خیال میں جمع ہو جاتی ہیں اُنہی کو خواب کی حالت میں وہ الٹ پلٹ کیا کرتا ہے۔ اگر دماغ یا معدہ میں کوئی فاسد مادہ ہوتا ہے تو اس کی کیفیت عجیب طرح سے آتی ہے۔ مثلاً کسی کو نزلہ زکام ہے یا دماغ میں بلغم بڑھ گیا ہے تو خواب میں دیکھتا ہے کہ دریا میں تیر رہا ہوں یا بارش ہو رہی ہے یا طوفان آرہا ہے یا کوئی شراب پی کر یا کوئی تیز چیز کھا کر سویا اور صفرا میں حرکت پیدا ہوئی تو خواب میں دیکھتا ہے کہ آگ جل رہی ہے یا ہوا میں اُڑا جا رہا ہوں لیکن کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جب معدہ اور دماغ اصلی حالت پر ہے۔ قوت نفس ناطقہ کے افعال میں دخل بھی نہیں دے رہی ہے۔ قوت متصرفہ کار گذاری بھی درست ہے تو انسانی دماغ یا دوسرے الفاظ میں یوں کہو کہ نفس ناطقہ کی توجہ عالم قدس کی طرف ہوتی ہے۔ آئندہ پیش ہونے والے واقعات کی جو کیفیت وہاں نقش ہوتی ہے نفس اُسکو دیکھتا اور سمجھتا ہے پھر کبھی تو بالکل اصل کیفیت مفصل طور پر دماغی حواس کو بتا دیتا ہے جیسے صریح خواب میں ہوتا ہے اور کبھی عالم قدس کے معلومات کے مناسب اشیاء کو تلاش کرکے اور موزون مادی لباس پہنا کے دماغ کے سامنے پیش کرتا ہے یہ خواب قابل تاویل اور محتاج تعبیر ہوتا ہے۔ جس وقت بیدار ہوتا ہے تو اُس کے دماغ میں اصل واقعات تو ہوتے نہیں لہٰذا واقعات کے مناسب صورتیں اور مادی جامے ہوتے ہیں جن کا تعبیری علم ہر ایک کو نہیں ہو سکتا خاص خاص علم رکھنے والے واقف ہوتے ہیں مثلاً زبیدہ نے خواب دیکھا کہ بے انتہا آدمی مجھ سے قربت کر رہے ہیں بظاہر خواب مکروہ ہے مگر اہل تعبیر نے تفسیر کی کہ تم کوئی ایسا کار خیر کروگے جس سے بے حد لوگ فیض یاب ہونگے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ زبیدہ نے ایک نہر کھدوائی اور آج تک عرب کے مختلف اطراف کے رہنے والے اُس سے سیراب ہیں اور اب تک یہ خیر جاری باقی ہے۔ فرعون کے خواب کو کاہنوں نے خواب پریشان کہا کیونکہ اصل حقیقت سے وہ آگاہ نہ تھے لیکن بادشاہوں کے خواب لطافت معدہ اور لطافت دماغ کی وجہ سے اکثر صحیح ہوتے ہیں چنانچہ یہ خواب بھی صحیح تھا۔

دودھ پلاتی ہے تکلیف سے جنتی ہے تکلیف سے پالتی ہے آپ گیلے میں پڑ رہتی ہے اور اسے سوکھے میں سلاتی ہے راتیں بیداری میں گذار دیتی ہے قرآن شریف میں اس طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے اس کی تکلیف محبت اور قربانی کے پیش نظر سلوک میں بھی اسے مقدم رکھا گیا ہے چنانچہ حضرت ابو ہریرہ نے استفسار کیا تو نبی کریم نے تین بار فرمایا کہ تیرے سلوک کی سب سے پہلی مستحق تیری ماں ہے اور اس کے بعد باپ ہے پھر جو تجھ سے زیادہ قریب ہو۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ باپ اس کے مقابلہ میں نظر انداز کرنے کے قابل ہے ہرگز نہیں اس کی خدمات بھی بے نیاز ہیں۔

خدا نے جہاں کوئی حکم دیا ہے دونوں کے متعلق دیا ہے ان کے اختیارات بے پناہ ہیں اولاد اور اولاد کا سب کچھ ماں باپ کا ہے اگر وہ بیٹے کو حکم دیں کہ بیوی کو طلاق دیدے تو حکم ہے کہ اس کی تعمیل کیجئے عمرو بن شعیب کی روایت کے مطابق جب ایک شخص نے رسول کریم سے پوچھا کہ میرے پاس مال ہے اور میرا باپ ضرورتمند ہے تو فرمایا کہ تو اور تیرا مال دونوں تیرے باپ کی ملکیت ہیں پھر حاضرین کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ تمہاری اولاد تمہاری پاک اور حلال کمائی ہے تم اولاد کی کمائی میں سے بے دھڑک کھاؤ حقیقت یہ ہے کہ جب والدین اپنی کمائی اور دولت اپنی اولاد پر بے دھڑک خرچ کرتے ہیں تو انہیں بھی اولاد کی کمائی پر ایسا ہی حق ہونا چاہئے یاد رکھئے کہ ماں باپ کی اطاعت و خدمت بے حد ضروری اور فرض ہے ماں باپ کی نافرمان اولاد کی نہ عبادت قبول ہوتی ہے اور نہ مغفرت ہو سکتی ہے۔

حقوق ذوی القربیٰ قرآن کریم میں خدا نے ماں باپ کے بعد رشتہ داروں کا حق رکھا ہے قرآن کریم میں جہاں جہاں خیرات و صدقات و انفاق مال و حسن سلوک کا حکم دیا گیا ہے وہاں مقدم رشتہ دار کو رکھا گیا ہے اتنا مقدم کہ یتیموں اور محتاجوں پر بھی انہیں فوقیت دیگئی ہے اپنے غریب اور مستحق عزیز کو چھوڑ کر اگر دوسروں کو کچھ دیا جائے گا تو اس کا ثواب نہ ملیگا۔ ماں باپ کے بعد احسان و سلوک کے سب سے زیادہ مستحق رشتہ دار ہیں حدیث شریف کے مطابق جو رشتہ دار جتنا زیادہ قریب ہے اتنے ہی حسن و سلوک کا وہ مستحق ہے حضرت ابن عمر کی روایت کے مطابق ایک شخص نے حاضر ہو کر جب عرض کی کہ مجھ سے ایک بہت بڑا گناہ سرزد ہوا ہے کیا اس کے متعلق میری توبہ قبول ہو سکتی ہے فرمایا تیری ماں زندہ ہے عرض کی نہیں پوچھا خالہ زندہ ہے عرض کی ہاں وہ زندہ ہے ارشاد فرمایا تو اس کے ساتھ سلوک کر اس سے جہاں ماں کے رشتہ داروں سے سلوک کی اہمیت جتائی گئی ہے وہاں یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ ان کی خدمت بڑے سے بڑے گناہوں سے بھی معافی کا باعث بنجاتی ہے خالائیں پھوپھیاں ماموں چچا ماں باپ کے بعد سب سے زیادہ عزت و سلوک کے مستحق ہیں ان کے بعد ان کی اولاد ان کے بعد والدین کے چچازاد ماموں زاد خالہ زاد اور پھوپی زاد بھائی اور ان کی اولاد پھر دور کے رشتہ دار پھر قبیلہ اور برادری کے لوگ پھر وطنی مسلمان پھر عام مسلمان پھر تمام انسان۔

ابتدائے اسلام میں جب آیۂ پاک لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون نازل ہوئی اس وقت اہل اسلام مسلمانوں میں ایک جوش پیدا ہو گیا کہ وہ اپنی کوئی محبوب ترین چیز خدا کی راہ میں خرچ کرکے خدا کی خوشنودی حاصل کریں چنانچہ ایک صحابی نے حاضر ہو کر عرض کی کہ مجھے اپنا فلاں باغ حبیب ہے میں اسے خدا کی راہ میں دیتا ہوں آپ اسے جس صرف میں چاہیں لے آئیں حضور نبی کریم باغ میں گئے دیکھا بہت تعریف کی پھر فرمایا اچھا تم اسے اپنے چچازاد بھائیوں میں تقسیم کردو یہ وہ زمانہ تھا کہ مسلمانوں پر انتہائی افلاس مسلط تھا مہاجرین کرام بھی بے سبب میں تھے حضرات اصحاب صفہ کی صورت میں فاقہ کش مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت آپ کے پاس تھی خود مسجد نبوی کی توسیع کے لئے بھی زمین کی ضرورت تھی لیکن حضور نے ان تمام ضروریات اور عام لوگوں کی محتاجی پر ان کے رشتہ داروں کی محتاجی کو مقدم رکھا آج یہ حالت ہے کہ ایک مسلمان کھڑا ہوتا ہے اور وہ لاکھوں روپے کی جائداد کسی مسجد کی تعمیر خانہ یا کسی اسکول کے لئے وقف کر دیتا ہے اس صورت میں کہ خود اس کے رشتہ داروں میں بہت سے غریب و مستحق موجود ہوتے ہیں مقدم ان کی امداد ہوتی ہے ایسی خیرات اسلام کے نزدیک مستحسن نہیں افسوس یہ ہے کہ مسلمانوں کی تمام خوبیاں ایک ایک کرکے رخصت ہو رہی ہیں اور ان کے بجائے خرابیاں پیدا ہوتی چلی جارہی ہیں۔

اسلام میں جس امر پر زیادہ زور دیا گیا ہے سمجھ لیجئے کہ وہ چیز انسانوں کے لئے اتنی ہی مفید ہے۔ آج اسلامی گھرانے میاں بیوی کے اختلاف بھائی بھائی کی لڑائی اولاد کی نافرمانی اور خاندانی جھگڑوں کی وجہ سے جہنم کدے بنے ہوئے ہیں اور گھریلو خوشی معدوم ہو کر رہ گئی ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ بڑے اور چھوٹوں کا لحاظ اٹھ گیا ہے صلہ رحمی کی روح فنا ہو گئی ہے جھگڑوں اور مصیبتوں میں زندگی بسر ہوتی ہو باہم خانہ جنگیوں مصیبتوں بدگوئیوں اور سب و شتم کا طوفان برپا رہتا ہے جس خاندان اور گھر میں یہ آگ لگی ہو وہاں اطمینان اور چین سے پوچھو جسے دیکھو وہ عزیزوں کا شاکی اور نہیں کہو بنا تا ہوا نظر آئیگا جب صورت یہ ہو تو صلہ رحمی کہاں رہ سکتی ہے اور رشتہ داروں کا کون خیال رکھ سکتا ہے اپنے دشمن ہیں اور غیر دوست ہیں دشمنوں کو کون پوچھتا ہے خدا اور رسول کی کسی کو فکر نہیں رہی حالانکہ صاف حدیث ہے کہ رشتہ داروں سے تعلقات منقطع کرنے والا دوزخی ہے ایک شخص عرض کرتا ہے کہ حضور میرے رشتہ داروں کی تو عجیب حالت ہے میں ان سے نیکی کرتا ہوں وہ بدی سے پیش آتے ہیں۔ میں ان سے ملتا ہوں وہ مجھے چھوڑتے ہیں میں انہیں دیتا ہوں وہ دشمنی کرتے ہیں۔ فرمایا جب تک تم ان سے ملتے اور سلوک کرتے رہو گے خدا کی رحمت کے مستحق رہو گے۔ ایک دفعہ فرمایا کہ لوگو صلہ رحمی کرو کہ اس سے عمر و رزق میں برکت ہوتی ہے اسلاف برابر اس پر کاربند رہے چنانچہ مشہور سپہ سالار اسلام حضرت مہلب نے مرتے وقت بیٹوں کو یہی نصیحت کی تھی حضرت سعید بن العاص ہر ہفتہ اپنے خاندان والوں کی دعوت کیا کرتے تھے حضرت طلحہ رشتہ دار تو رشتہ دار قبیلہ والوں کے ساتھ ہزاروں کا سلوک کرتے رہے ...... جب سے ہٹے ویسے ہی اختلافات بڑھے۔

زندہ قوم — آریہ سماجی جوش و ایثار

مسلمانوں کو آریہ سماجیوں سے کتنا ہی اختلاف ہو ان کے تعصبات کے متعلق جو کچھ بھی کہا جائے کہہ لیجئے مگر ان کی زندگی اور زندہ دلی کا اعتراف کئے بغیر کوئی بھی نہیں رہ سکتا حقیقت یہ ہے کہ اس ہندو فرقہ کی کوششیں پوری ہندو قوم کی زندگی و ترقی کا باعث بنیں۔ ہمیں تسلیم ہے کہ آج ہندو مسلمانوں میں جو تفریق و عناد نظر آرہا ہے اس کے بانی بھی آریہ سماجی ہیں ہندو مسلمانوں میں انتہائی تلخی پیدا کرنے کے موجب بھی یہی ہیں ہندو مسلمان صدیوں سے دوش بدوش رہتے اور محبت و رواداری کے ساتھ ملتے چلے آرہے تھے ہندو بڑے شوق سے مکتبوں میں آتے اور فارسی پڑھتے تھے ایک دوسرے کے رنج و راحت میں شریک ہوتے تھے نہ کہیں ہندو مسلم فسادوں کا پتہ تھا اور نہ کہیں مذہبی مناظرے اور تعصب کے کرشمے دکھائی دیتے تھے۔

سب سے پہلے سوامی دیانند جی مہاراج نے اپنی مشہور کتاب ستیارتھ پرکاش لکھ کر ہندوؤں میں تعصب کی بنائیں استوار کیں انہوں نے بیٹھے بٹھائے ایک فتنہ پیدا کر دیا ہر مذہب کو جھوٹا ثابت کرنے کی کوشش کی ہر مذہب کے اصول و مسائل پر سخت سے سخت اعتراض وارد کئے ستیارتھ پرکاش کا چودھواں باب اسلام کی تردید کے لئے وقف کر دیا یہاں تک بھی کوئی بات نہ تھی کہ ہر شخص کو حق حاصل ہے کہ وہ اپنے مذہب کو سچا ثابت کرے سچا مانے اور سچا سمجھے لیکن جو صورت اور جو طریقہ انہوں نے اختیار کیا وہ اچھا طریقہ نہ تھا اگر وہ مختلف مذاہب کے اصول پیش کر کے ان کے مقابلہ میں ہندو مذہب کے اصول کو رکھتے اور معقولیت و سنجیدگی کے ساتھ یہ کہہ دیتے کہ دیگر مذاہب کے اصول زمانہ کی رفتار کا ساتھ نہیں دے سکتے۔ ان کے مقابلہ میں ہندو مذہب کے اصول فطری بھی ہیں معقول بھی اور دنیا کے لئے مفید بھی تو کسی کو شکوہ کا کوئی موقعہ نہ ہوتا اور نہ اسے کوئی برا سمجھتا لیکن انہوں نے اس تردید اور اس کے الفاظ میں کھنڈن کا وہ طریقہ اختیار کیا جو نہایت سخت اور دل آزارانہ طریقہ تھا نیز انہوں نے صرف تردید یا کھنڈن ہی پر اکتفا نہ کی بلکہ وہ اپنی لاعلمی کے باعث اپنے جوش میں جابجا اسلام پر شدید سے شدید حملے کرتے چلے گئے انتہا یہ ہے کہ آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کو بھی اس قسم کے حملوں سے پاک نہ رکھا شاید اس لئے کہ ان کے سامنے مقصد ہی یہ تھا کہ ہندو مسلم دونوں میں باہم تنفر پیدا ہو جائے دونوں میں مناظرانہ اسپرٹ ہو کر دونوں میں مزید تفریق کا باعث ہو بہرکیف انہوں نے تردید کی حد سے تجاوز کر کے اپنے نزدیک یہ ثابت کیا کہ اسلام ہر دوسری قوم کا دشمن ہے ہر دوسری قوم کا قتل ثواب سمجھتا ہے اور کسی کے وجود کو گوارا نہیں کر سکتا اس کے علاوہ اسلامی تاریخ سے اس عمل کے نمونے بھی پیش کئے اور تحریر و تقریر میں برابر اس پر زور دیتے رہے کہ مسلمان ہندوؤں کے ابتدا سے دشمن رہے ہیں ہندوستان پر ان کے حملے اور ہندوستان میں ان کی حکومت ہندوؤں کے لئے ایک بہت بڑی لعنت بہت بڑی مصیبت اور بہت بڑا عذاب تھی انہوں نے اپنے پورے دور اقتدار میں ہندوؤں کو لوٹنے مارنے تباہ کرنے اور بجبر مسلمان بنانے کے سوا اور کچھ نہیں کیا یہ اسپرٹ اور یہ تعصب ان کی مذہبی تعلیم کا نتیجہ ہے اور جب تک یہ تعلیم اور اس پر عمل کرنے والے موجود ہیں امن قائم ہی نہیں ہو سکتا۔

سمجھنے کو شاید خود سوامی جی بھی حقیقت سمجھتے ہوں لیکن ان کے سامنے جو مقصد تھا اس کی تکمیل کا بہترین طریقہ ان کے نزدیک یہی تھا اور وہ اس میں پوری طرح کامیاب بھی ہوئے ورنہ جب اسلام پر انہوں نے اس شدت کے ساتھ حملے کئے اپنا نیا ہندو فرقہ قائم کرنے کے لئے انہیں اسی کے اصول بامر مجبوری اختیار کرنے پڑے اور یہ بھی اس شان کے ساتھ اختیار کئے کہ ہندویت اصلی ہندویت نہ رہی بلکہ ایک نئی چیز بن گئی سناتنی ہندوؤں میں اس پر بے پناہ جوش بھی پیدا ہوا اور انہوں نے علانیہ کہنا اور لکھنا شروع کیا کہ سوامی جی ہندو دھرم کی کوئی خدمت نہیں کر رہے بلکہ اس قصر کی اینٹ سے اینٹ بجا رہے ہیں اور اس کے دشمن ہیں یہ تو یوں کہئے کہ ہندوؤں نے اپنی مادی ترقی کے جوش میں مذہبی اصول کے تغیر و تبدل کی کوئی پرواہ نہ کی اور جس نے خود کو ہندو بتا دیا اسے ہندو سمجھنے پر تیار ہو گئے ورنہ در اصل آریہ سماجیوں نے اصلی ہندو دھرم کی صورت بنیادی طور پر بدل کر کچھ سے کچھ کر دی۔

یہ ہندویت تھی جو اتنے بڑے حملے و انقلاب کو جھیل گئی اسلام تو ایک شوشہ کی بھی کسی بنیادی تبدیلی کا متحمل نہیں ہو سکتا ہندو دھرم اور ایک بت پرست دھرم ہے اس کے مندر بتوں سے لبریز ہیں بیواؤں کی شادی حرام ہے تبلیغ حرام ہے مساوات کوئی چیز ہی نہیں۔ سوامی جی نے اسلام سے توحید پرستی اخذ کر کے بت پرستی کی مذمت کی بیواؤں کے عقد کی اجازت دی تبلیغ کو شدھی کے نام سے اخذ کیا مساوات کو لیا اسلام ہی کے رہین منت بنے اور اسلام ہی کو برا کہا ان کا مقصد یہ تھا کہ ہندو قوم ایک زندہ قوم بن کر ترقی کرے انہوں نے دیکھا کہ ان کے زمانہ میں بھی سلطنت نکلنے کے باوجود مسلمان ہی دولت و علم اور جوش میں ممتاز ہیں ملک کی تمام سرکاریں انہی کے قبضہ میں ہے دفتروں میں چھائے ہوئے بھی یہی ہیں بڑے بڑے عہدے انہی کے پاس ہیں اقتدار انہی کا ہے ہندوؤں پر ان کی عظمت ان کی تہذیب اور ان کی شجاعت کا سکہ بیٹھا ہوا ہے۔ ہندو ان کا رعب بھی مانتے ہیں ان کی زبان فارسی شوق سے پڑھتے ہیں ان سے گھلے ملے ہوئے بھی ہیں ان سے روادارانہ تعلقات بھی رکھتے ہیں محرم بھی مناتے ہیں ان کے اولیا کے مزارات پر بھی جاتے ہیں اور ان سے دبتے اور جھکتے بھی ہیں رؤسا بھی بڑی حد تک مسلمانوں ہی میں ہیں ان کی سیاست کا بھی اثر پڑتا ہے انہوں نے سوچا کہ اگر یہ خلا ملا قائم رہا تو قیامت تک ہندو ترقی نہ کر سکیں گے اسلئے سوامی جی نے نہایت ہوشیاری کے ساتھ دونوں کے دل پھاڑنے اور دونوں میں شدید مخالفت و رقابت پیدا کرنے کے لئے سرگرم کوشش شروع کر دی اسلئے کہ جانتے تھے ہندوستان میں ہندوؤں کی اکثریت ہے مسلمانوں کی سلطنت جا چکی ہے اور مسلم رؤسا کی زندگی مضمحلانہ ہے اگر ہندو مسلمانوں سے الگ کر کے رقیب بنا دیئے گئے تو وہ یقیناً بازی لے جائیں گے۔

مسلم غفلت کے نتائج

طریقہ کے متعلق آج کوئی خواہ کچھ ہی کیوں نہ کہہ لے ورنہ اس انقلاب اور اس تحریک سے ان کا مقصد ہندو ترقی کے سوا اور کچھ نہ تھا حقیقت یہ ہے کہ ہندوؤں کی ترقی اور زندگی میں سب سے بڑا اور نمایاں حصہ انہی کا حصہ ہے آج مسلمان ان کے خلاف جتنی باتیں چاہیں کر لیں مگر ہم ان

کی کبھی برائی نہ کرینگے انہوں نے جو کچھ کیا اپنی قوم کے فائدہ کے لئے کیا انہوں نے انتہائی سرگرمی کے ساتھ کام کیا انتہائی جفاکشی اور محنت سے کام کیا اپنی قوم کے فائدہ کے لئے بڑی بڑی قربانیاں کیں دن رات کام میں لگے رہے ملک کے دورے کئے تقریریں کیں اپنے پرائے کے طعنے سنے اپنا عیش و آرام کیا اپنی پوری زندگی خدمت قوم کے لئے وقف کردی جان تک نثار کی خود کوئی فائدہ نہ اٹھایا ان کے ہر کام میں ایک جوش تھا خلوص تھا اس لئے وہ قابل قدر ہیں نہ کہ قابل مذمت ایک اپنی پرکیا منحصر ہے حصول مقصد کے جوش میں ہر کس قوم کے رہنماؤں نے جائز و ناجائز کی پرواہ کی ہے انہیں کا ذکر نا تمادہ کیا۔ اور بات ہے کہ ان کی کوششیں ہندو مسلم فسادات پر منتج ہوئیں ملک کی یہ دونوں قومیں صدیوں کے میل و محبت کے بعد دو مخالف قوموں کی صورت میں منتقل ہوگئیں کچھ ہو ہندوؤں میں تو ایک بے پناہ بیداری پیدا ہوگئی زندہ ہو گئے رہا یہ امر کہ مسلمان تباہ ہو گئے تو اس میں ان کا کیا قصور بے غافل قوموں کی کمزوریوں اور خامیوں سے ہمیشہ ہوشمند اور دانا قومیں فائدہ اٹھاتی رہی ہیں اور اب بھی اٹھا رہی ہیں۔

کیا سوامی جی نے مسلم رؤسا سے کہدیا تھا کہ وہ عیاشی و قرض اپنے اوپر فرض عین اور وہ بھی اس شدت و عمومیت کے ساتھ کہ وہ رئیس رئیس ہی نہ سمجھا جائے جسکے گھر دو تین رنڈیاں نہ ہوں کیا سوامی جی کے کہنے سے مسلم رؤسا نے عمومیت کے ساتھ قرض لینا شروع کئے اور علاقے کے علاقے نکال دیئے کیا ان کے کہنے سے مسلمانوں نے جہالت چھوڑی انگریزی تعلیم میں پیچھے رہے زمانہ شناسی سے کام نہ لیا سود رہنے کو حلال سمجھ لیا فضول خرچی اختیار کی اپنی اولاد کو روپیہ ہونے کے باوجود زعم ریاست میں اعلیٰ انگریزی تعلیم نہ دلائی اور سرسید مرحوم نے اس کا رشتہ سنبھالا بھی تو ان کی شدت سے مخالفت کی گئی نہیں اور ہرگز نہیں انہوں نے صرف مسلمانوں کی کمزوریاں دیکھیں ان سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی مسلمانوں کی پامالی میں تمام تر قصور سوامی جی کا نہیں خود مسلمانوں کا ہے۔

اگر وہ عیاشی اور غفلت میں نہ پڑتے اسراف نہ کرتے قرض نہ لیتے فضولخرچی کو گناہ سمجھتے تو ملک کی تمام زمینیں ان کے ہاتھ سے کبھی نہ نکلتیں اگر وہ ابتدا ہی میں انگریزی تعلیم کی طرف متوجہ ہوتے زمانہ کی رفتار کو پہچانتے تو عہدے اور ملازمتیں بھی ان کے ہاتھ سے نہ نکلتیں اگر تجارت کا دامن تھامے رہتے تو ان پر کسی افلاس طاری نہ ہوتا تبلیغ میں ابتدا سے سرگرمی سے کام لیتے تو ملک میں ہندوؤں کی یہ اکثریت ہی نہ ہوتی اب بھی مسلمانوں میں جو تجارتی قومیں ہیں مثلاً بوہرے میمن خوجے اور پنجابی شیخ وغیرہ وہ مالدار ہیں اور عیش حیات اٹھا رہی ہیں اور زندگی چین سے بسر کر رہی ہیں۔

قومی جوش پیدا کرنے کے لئے سماجی تدابیر

یہ ضرور ہے کہ اگر سوامی جی میدان میں نہ آتے اور سرگرم عمل نہ ہوتے تو ہندو ترقی کی رفتار اتنی تیز نہ ہوتی اور نہ مسلمان اتنی جلدی پامال ہوتے لیکن اپنی قوم کی ترقی کے لئے کوشش کرنا کوئی امر مذموم نہیں سوامی جی نے ان کی رفتار میں برقی سرعت پیدا کردی ظاہر ہے کہ جب کوئی کام مخصوص توجہ کے ساتھ ہوتا ہے اور پھر اس میں رقابت اور ضد کا رنگ بھی پیدا ہو جاتا ہے تو ترقی کو پر لگ جاتے ہیں اور انسان اس کام کو [illegible]

جوش کا عنصر نہ ہوتا انہیں کوئی کہہ نہ سکتا وہ اپنی تمام تر کوششیں اسی طرف مرکوز کردیتے یہ بھی ممکن تھا کہ وہ مسلمانوں سے آگے نہ نکلتے لیکن جب سوامی جی نے انہیں بتایا اور تواتر کے ساتھ بتایا کہ مسلمانوں سے ہوشیار رہو یہ ہمیشہ سے تمہارے دشمن رہے ہیں ان کا مذہب ہی انہیں دشمنی سکھا رہا ہے یہ تمہارے بزرگوں کو ستاتے اور تمہارے مذہب کو مٹانے اور تمہیں لوٹتے کھسوٹتے چلے آئے ہیں اب بھی تمہارے ساتھ کمی کرنے والے نہیں تو ان میں قدرتاً ان کے خلاف ایک جوش پیدا ہوا انہوں نے ہر شعبہ حیات میں مسلمانوں کو دبانا اور خود بڑھنا شروع کردیا مسلمانوں کی طرف سے انہیں سخت تعصب پیدا ہوگیا۔ اور یہی تعصب ان کی ترقی کا باعث بنا انہوں نے انہیں تجارت ملازمت اور دیاست ہر جگہ سے نکالنا شروع کیا ان میں مقصد کے مشترک ہونے کی وجہ سے بلا کا اتفاق پیدا ہوگیا تعصب پیدا کرنے اور مسلمانوں سے ہندوؤں کو توڑنے کے لئے بھی سوامی جی اور ان کے پیرؤوں نے بڑی بڑی سرگرم کوششیں اور تدابیر کیں۔

اخبار جاری کئے مذہبی مناظروں کی بنیاد قائم کی مناظرے کے لئے رسالے نکالے سماجی مندروں میں ماہانہ جلسوں اور تقریروں کا سلسلہ جاری کیا شدھی کا سلسلہ شروع کیا ہندو رؤسا کو سمجھا کر آریہ سماجی بنایا گیا سماجی لٹریچر کثرت سے تقسیم کیا جانے لگا بڑے بڑے مقامات مردانہ و زنانہ سماجی اسکول اور کالج قائم کئے گئے سماجی لائبریریاں قائم ہوئیں طول و عرض ملک میں دورے کئے اسلامی تاریخ کو مسخ صورت میں پیش کیا گیا شہروں اور بستیوں سے دور گورو کل کھولے گئے جہاں ہندو طلباء کو سادگی سادہ روی اور سادہ زندگی بسر کرنے کی تربیت کے ساتھ کسی پیشہ کی تعلیم بھی دیجاتی تھی اور مذہبی و انگریزی علوم بھی سکھائے جاتے تھے رسم الخط بھی ہندی رکھا گیا ان گوروکلوں میں استاد بھی سادگی کا بہترین نمونہ پیش کرتے تھے سب کو اپنا کام آپ کرنے کی ہدایت تھی ہندی اردو کا سوال بھی انہوں ہی نے پیدا کیا۔

سیوا سمتیاں قائم کیں آریہ سماج کی شاخیں ہر جگہ قائم کی جانے لگیں کام چونکہ خلوص و جوش اور سرگرمی کے ساتھ کیا گیا اس لئے انہیں نمایاں کامیابی ہوتی رہی انتہا یہ ہے کہ ان کے مبلغوں میں نہایت ذہین گریجویٹ اور ایم اے شامل ہو گئے قومی ترقی کی دھن میں انہوں نے سنیاس لیا زندگی اس تحریک کی تقویت کے لئے وقف کردی اور انگلستان و یورپ کا ذکر کیا ہے امریکہ تک یہ لوگ گئے اب دریا رتیب پہ بیٹھ گئے اور وہاں ہندو دھرم کا پرچار شروع کردیئے پنجاب سے نکل کر دوسرے شہروں میں بھی ان کی بات شائع ہوئی اور یہ لوگ کام کرنے لگے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب عام ہندوؤں نے ان کی یہ مفید سرگرمیاں دیکھیں تو وہ بھی جوق جوق اس میں شامل ہونے لگے آج ہندوؤں میں سب سے زیادہ ترقی یافتہ اگر کوئی فرقہ ہے تو یہی ہے جو اب ہندوؤں میں بالکل گھل مل گیا ہے اور ہر طرف اس کا طوطی بول رہا ہے۔

ہندو سیاست زندہ سیاست ذندبہ کی

کرشمہ کاریاں ہندوؤں کی سیاست اگر سچ پوچھئے تو آتنی گہری ہو کہ اس کا سمجھنا اور اس کی تہ کو پہنچنا ہر شخص کا کام نہیں مسلمانوں کی تو ہستی کیا ہے انہوں نے انگریزوں تک کو فریب میں مبتلا کر دیا اور ایک مدت تک وہ ان کی ہر بات کو خلوص حب وطن کا پیکر سمجھکر وقعت دیتے اور سانتھ رہے یورپین مدبر جالینی کے پیلڈروں کو سب کچھ سمجھتے اور ہندوستانی قیادت کا سہرا انہی کے سر رکھتے رہے اس سے زیادہ ان کی سیاست کی رعنائی اور ان کے سیاسی پروپگنڈے کا کمال اور کیا ہو سکتا ہے کہ خود بیرونی اسلامی ممالک تک دھوکہ کھا گئے اور مصر کی وفد پارٹی بھی کچھ عرصہ کے لئے کانگریس کی ہنوائی پر تیار ہو گئی ان کے نمائندے کانگریس میں شرکت کے لئے اس کے سالانہ اجلاس پر آئے اور انہوں نے مسلمانوں ہی کو نصیحت کے درس دینا شروع کر دیئے۔ وہ تو اگر خود ہی ٹھوکر نہ کھاتے اور اپنی ہندویت اور اپنے مقاصد کو کچھ مدت پردہ خفا میں رکھتے تو مسلمان چاروں شانے چت جا ہی رہے ہوتے اور ہندو راج قائم ہو ہی گیا ہوتا بڑی ہی خیریت گذری۔

یہ کچھ کمال سیاست نہ تھا کہ لکھنؤ میں کہنے کو ہندو مسلم مفاہمت ہوئی مگر حقیقت میں ہندو راج کے نمونہ کی ایک حکومت کا نقشہ قائم کر لیا گیا لطف یہ ہے کہ لیگ کے تمام نامور اور قابل ذکر لیڈروں نے اس میثاق کو منظور کر لیا اور سب مطمئن ہو گئے حالانکہ یہ ہندو سیاست کی سب سے بڑی قومی جیت تھی اس کے ذریعہ سے ہندوؤں نے اپنی اکثریت کے صوبوں میں مسلمانوں کو کچھ نشستیں زیادہ دیکر مسلم اکثریت کے صوبوں میں ان کی اکثریت ختم کر دی اور وہ ہر جگہ اقلیت میں ہو گئے ہندو خاموشی کے ساتھ تجارت صنعت اور دفاتر پر قبضہ کرتے چلے جاتے تھے مسلمانوں میں بے چینی پیدا ہوئی اور حکومت سے مطالبہ کیا تو ہندوؤں نے بڑی سنجیدگی کے ساتھ کہہ دیا کہ یہ پبلک ملازمتیں ہیں ان میں مذہب اور مذہبی تناسب کو دخل انداز کرنا ان کی وقعت کھونا اور ان کی اہمیت و سود مندی کو مٹانا ہے۔

لیاقت کا معیار بار بار مسلمانوں کی طرف سے مطالبات ہوتے اور حکومت ہندوؤں کے الفاظ میں جواب دیدیتی کہ ملازمتیں مذہبی بنا پر نہیں قابلیت کے مطابق دیجا سکتی ہیں کہنے کو ہندو مقل کی طرف سے برابر یہی کہا اور یہی پروپگنڈا کیا جا رہا تھا کہ معیار قابلیت ہی ہونا چاہیئے ہمیں اعتراض نہیں خواہ سب جگہ مسلمان ہی مقرر ہو جائیں۔

بظاہر یہ بات کتنی معقول تھی اور کمال سیاست یہی ہے کہ جو بات کہی جائے وہ بظاہر نہایت معقول اور مدلل ہو لیکن نااہل کون ہے جسے افسر قابل بتائے کسی کو نااہل و ناقابل بتانے والے ہندو تھے جو دفتروں میں بھرتے چلے جاتے تھے نالائق سے نالائق ہندو قابل بنے ہوئے تھے اور قابل سے قابل مسلمان نااہل تھے اس وقت مسلمانوں میں نسبتاً تعلیم کم تھی اس لئے ہندوؤں کو موقع مل گیا تھا ایک مدت تک ہندو اسی قابلیت کے پردے میں بخشش اڑاتے اور ... [illegible]

فرقہ پرستی و مذہب جب مسلمان تعلیمی تناسب میں برابر ہو گئے اور ان میں گریجویٹوں کی کمی نہ رہی اور "قابلیت" کا عذر پیش کرنے کی گنجائش نہ رہی تو مقصد تو یہ تھا ہی کہ کسی طرح مسلمانوں کو دور رکھا جائے ایک نیا سیاسی حیلہ "فرقہ پرستی" کا تراش لیا گیا جہاں پہلے قابلیت کی بنا پر مسلمانوں کے مطالبات مسترد کئے جا رہے تھے وہاں اب فرقہ پرستی کی بنا پر مسترد کرنیکی کوشش کی جانے لگی کہا جانے لگا کہ فرقہ پرستی کا زہر دفتروں اور کونسلوں میں داخل ہونے دیا جائے اگر فرقہ اور مذہب کی بنا پر تقسیم شروع ہوئی تو تعصب بڑھ جائیگا ملک کو نقصان پہنچے گا دوسری طرف مسلمانوں کو شدومد کے ساتھ یہ طعنے بھی دیئے جانے لگے کہ یہ عجیب لوگ ہیں کہ ملازمتوں اور ممبریوں کے ٹکڑوں کے لئے مرے جا رہے ہیں اور ہر معاملہ میں فرقہ پرستی اور مذہب کو لے آتے ہیں سیاست کو ان چیزوں سے کیا تعلق ہے یہ تو بہت بڑی لعنت ہے۔

مسلمانوں کا ہر مطالبہ فرقہ پرستی پر مبنی بتا کر مسترد کرا دیا جاتا تھا اور ہندوؤں کا ہر مطالبہ قومی مطالبہ قرار دیا جا کر ان کی اکثریت کی بنا پر منظور ہو جاتا تھا بظاہر یہ چیز بھی نگلی ہوئی تھی لیکن کسی قوم کا کوئی جائز مطالبہ محض اس وجہ سے مسترد نہیں کیا جا سکتا کہ اس سے تنہا اسی قوم کو فائدہ پہنچتا ہے دہڑلے سے کہا جا رہا تھا کہ ہندو مسلمان ایک ہی ملک کے تو باشندے ہیں ہندو کو ملا یا مسلمان کو ملا تو ہندوستانی ہی کو ملا کوئی غیر آکر تو نہ لے گیا لیکن در پردہ انتہائی فرقہ پرستی پھیلی ہوئی تھی تعلیم کے تمام عملیات میں پنجاب جیسے صوبہ کے اندر بھی ستائیس فیصدی تناسب رکھنے والی قوم ستر اسی فیصدی روپیہ لیجاتی تھی عہدے انہی کے میراث تھے وظائف بھی نوے فیصدی انہیں کو ملتے تھے نصاب میں انہی کی کتابیں لیجاتی تھیں طباعت کا کام ہندو پریس ہی کو ملتا تھا تمام تر مفاد ہندو ہی حاصل کرتے رہتے تھے یہ تو نہ فرقہ پرستی تھی نہ مذہبی تعصب کا کوئی مظاہرہ تھا مگر مسلمان نصف کیا بائیس فیصدی کا ہی مطالبہ کرتے تھے تو وہ فرقہ پرستی بنجاتا تھا خود ایک ایک ممبری اور ایک ایک ملازمت کے لئے دم نکلتا تھا اور مسلمانوں کو طعنے دیئے جاتے تھے اور آج سے چند سال پیشتر تک برابر دیئے جاتے تھے۔

مخلوط انتخاب کی کارفرمائی مسلمان بیس سال کامل یہ دیکھتے رہے کہ مخلوط انتخاب کی بدولت انہیں کونسلوں میں بار نہیں ملتا ایک فیصدی بھی کامیابی دشوار ہے جو پہنچتے ہیں وہ نامزدگی ہی سے پہنچتے ہیں یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے جو حکومت کے سامنے تھی آخر سنہ ... میں حکومت نے مسلمانوں کا مطالبہ جداگانہ انتخاب منظور کر لیا ہندو چونکہ خوب سمجھتے تھے کہ مسلمان ہندوستان کے اندر اقلیت میں ہیں ہندوؤں کی اکثریت ہے اس صورت میں مسلمانوں کا انتخاب ہی مشکل ہے اور جو منتخب ہی ہونگے وہ ہندوؤں کی امداد کے بغیر ہرگز منتخب نہ ہو سکیں گے اور اس بار کی وجہ سے وہ اپنی قوم کی حمایت میں کوئی آواز بلند نہ کر سکیں گے۔ اور عملاً وہی ہوگا جو وہ چاہیں گے انتخاب، اور پھر مخلوط انتخاب چونکہ خاص ولایتی چیز تھی انگریزوں کے عین مزاج کے موافق تھی اس لئے ہندوؤں نے اس کی حمایت میں اور جداگانہ انتخاب کی مخالفت میں بہ اصرار شدت و تواتر کے ساتھ ... [illegible]

کہتے رہے کہ جداگانہ انتخاب سے فرقہ پرستی کو تقویت پہنچتی ہے تعصب بڑھتا ہے بیگانگی پیدا ہوتی ہے کشمکش۔ جو مسلمان منتخب ہو کر آتے ہیں کوئی سچا محب وطن منتخب ہی نہیں ہو سکتا اس کے برعکس مخلوط انتخاب میں ہر امیدوار کو ہندو اور مسلم ووٹروں دونوں کے سامنے جانا پڑتا ہے اسلئے کسی متعصب ہندو یا مسلمان کا منتخب ہونا ہی مشکل ہے اس طرح اچھے اور عالم لیڈر منتخب ہو کر آئیں گے دونوں کے منتخب کردہ ہوں گے دونوں کے نمایندہ ہوں گے اسلئے دونوں کے جذبات کا پورا لحاظ رکھیں گے اور ملک میں کوئی اختلاف پیدا نہ ہونے پائیگا۔

یہ دلائل اور اسی قسم کی باتوں نے بڑے بڑے لائق مسلم لیڈروں تک کو مسحور کر لیا ہندو پروپگنڈے اور ہندو سیاست کی کار فرمائی کا یہ کرشمہ تھا اور نتیجہ تھا کہ ایک وقت میں بہ شرائط مختلف مولانا محمد علی مرحوم اور مسٹر جناح تک اسے تسلیم کرنے پر آمادہ ہو گئے ہر قوم اس کے حسن رجحان کی معترف تھی مسلمانوں کا بھی ایک سنجیدہ اور معقول طبقہ اس کا حامی بنا ہوا تھا اور اس نے انتہائی مقبولیت حاصل کر لی تھی ہندو اپنے مقصد میں کامیاب ہی ہوا چاہتے تھے کہ ہوا پلٹ گئی اتنی معقول چیز کے متعلق وثوق سے کہا جا سکتا ہے کہ مسلمانوں کے لئے سب سے زیادہ نقصان رساں اور تباہ کن چیز یہی تھی اگر مخلوط انتخاب منظور ہو جاتا تو مسلمان چاروں شانے چت ہو جاتے کہنے کو سب کچھ کہا جا سکتا ہے مگر اس ایک دلیل کا کیا جواب ہو سکتا ہے کہ کسی قوم کی نمایندگی اسی قوم کے نمایندہ سے بہتر اور کوئی قوم نہیں کر سکتی کیا انگریز گوارا کر سکتے ہیں کہ ان کی نمایندگی کوئی عرب کرے؟

کیا ترک اپنی نمایندگی کے لئے کسی روسی کو اور ہندو اپنی طرف سے کسی افغان کو اپنی نمایندگی کا حق دے سکتے ہیں اور دے بھی دیں تو کیا فی الواقع یہ نمایندگی بہترین نمایندگی کہی جا سکتی ہے نظریات اور عملیات میں بہت بڑا فرق ہے پھر سیاست اتنی نازک چیز ہے کہ اس میں بعض اوقات اپنے آدمیوں پر بھی اعتبار نہیں کیا جا سکتا اگر مخلوط انتخاب رہتا تو مسلمانوں کے حقیقی مطالبات کی منظوری کی کوئی صورت نہ رہتی ہندوؤں کا مقصد یہ تھا کہ مخلوط انتخاب منظور کرا کر مسلمانوں کی تمام سیاست کو درہم برہم کر دیں کونسلوں کے بعد یہ اصول بورڈوں میونسپل کمیٹیوں اور دفتروں سب پر حاوی ہو جائے ہندو من مانی کارروائیاں کر سکیں اور ہر شعبہ پر قابض ہو جائیں ہر جگہ انہی کا طوطی بولنے لگے جو قانون چاہیں بنائیں اور اپنی اکثریت کی بنا پر مسلمانوں کے تمام راستے بند کر دیں۔

قومیت متحدہ کا طلسم ہندوؤں کو اندیشہ تھا کہ آگے چل کر قومیت کا سوال پیدا نہ ہو کہ اس زمانہ میں ہر قوم ترقی کر رہی ہے اس لئے ان کی زندہ سیاست نے متحدہ قومیت کا ایک نیا ڈھونگ بنا کر کھڑا کر دیا جس کا کہیں کوئی وجود نہ تھا ہندو مسلمانوں سکھوں پارسیوں وغیرہ کو اس کے فرقے یا شاخیں قرار دیا مطلب اس کا یہی تھا کہ مسلمان علیحدہ کوئی مطالبہ نہ کر سکیں ان کی علیحدہ قوم قرار نہ پا سکے تمام معاملات مشترک حیثیت سے سامنے آئیں ہندوؤں کو تو اطمینان تھا کہ ہر انجام میں کوئی صورت بھی ہو ان کی اکثریت ہوگی اور وہ اس اکثریت کے بل پر اپنا مطالبہ منظور کرا سکیں گے دوسرے تمام فرقے ان کے رحم پر رہیں گے۔

[illegible]

نظام حکومت جمہوری یا پارلیمنٹری تھا اس نظام کو ہندوؤں نے اپنے مفید مطلب سمجھ کر پسند کیا اور جب جدید اسمبلیاں قائم ہوئیں انہیں بھی برطانوی نظام کا نمونہ قرار دیکر بہت سراہا گیا لیکن یہ تو کل کی بات ہے سب کی دیکھی بھالی ہوئی ہے کہ یو پی۔ سی پی۔ بمبئی۔ بہار اڑیسہ اور مدراس کی کانگریسی ہیلیون کو جمہوری ادارے بتانا انتہائی جسارت تھی اس لئے کہ یہ ہندو راج کا آئینہ اور نمونہ تھیں ان میں ہندوؤں نے جو چاہا وہ کیا اور کسی مسلمان کی آواز کو کوئی وقعت نہ دی جو قانون چاہا اپنی اکثریت کے بل پر منظور کر لیا یہ جمہوریت تھی جمہوریت کا نمونہ تھا ہندو مسلمان عیسائی اور اچھوت سب اس میں موجود تھے اپنے تناسب کے ساتھ موجود تھے مگر کثرت ہندوؤں کی تھی اس لئے کسی کی نہ چلتی تھی چونکہ اب ایک نمونہ مسلمانوں کے سامنے آچکا تھا وہ ہندو راج کی جھلک دیکھ چکے تھے اس لئے پھر انہوں نے ایک نہ سنی اور وہ مسلم لیگ کے جھنڈے تلے برابر مجتمع ہوتے چلے گئے اور کانگریس کو ہر انتخاب میں شکست دی پھر بھی ہندو سیاست اور پروپگنڈے کی یہ شان تھی کہ جب مسلمانوں نے ان کے ٹوٹنے پر یوم نجات منایا ہے اور ہر جگہ جلسوں میں یہ قرار دادیں منظور ہوئی ہیں کہ ہندوستان کے لئے جمہوری پارلیمنٹری حکومت موزوں نہیں ہے تو مسلمانوں کا بڑا مذاق اڑایا گیا کہ یہ لوگ عجیب رجعت پسند ہیں کہ قومی حکومت کی شکستگی پر خوشی منا رہے ہیں اور جمہوریت سے اختلاف کر رہے ہیں۔ بادی النظر میں قومی حکومت اور جمہوریت سے اختلاف واقعی ایک مذموم حرکت تھی آج بھی کوئی اسے کراہت کے بغیر نہیں سن سکتا۔

اس لئے بہت سے مسلمانوں نے اسے برا سمجھا اور اسی لئے زندہ سیاستیں اپنے مقصد کو مخملی غلافوں میں چھپائے رکھتی ہیں زہر کی گولی بھی شکر لپیٹ کر دیتے ہیں۔ الفاظ عوام فریب استعمال کرتے ہیں ہندو راج کو قومی حکومت کے نام سے موسوم کرتے ہیں ہمدرد بنکر سامنے آتے ہیں سر سہلا کر بھجا کھا لیتے ہیں۔

تقسیم ہند اور ہندو سیاست ہندو سیاست نے چونکہ کانگریسی عہد میں کیا کیا وہ ان کے مقاصد حقیقی کی بربادی اور مسلمانوں کی بیداری کا باعث بن گئی ان کی منتشر طاقتیں ایک مرکز پر جمع ہو گئیں پہلی مرتبہ منظم طریق پر انہوں نے یہ اعلان کر دیا کہ وہ کوئی فرقہ نہیں ایک قوم ہیں اور انہیں اپنی اکثریت کے علاقوں میں اپنی جداگانہ حکومت کی ضرورت ہے لیگ کی قوت بے پناہ ہو چکی ہے ہندو بھی مایوس ہو چکے ہیں مگر وہ اپنے کام سے غافل نہیں وہ قومی حکومت کے پردہ میں ہندو راج کے قیام پر مصر ہیں اور برابر یہی کہہ رہے ہیں کہ تقسیم ہند وحدت ملک کے لئے نقصان رساں ہے دس کروڑ افراد کی قوم کے لئے بد ہے بنے یا بگڑے غلام بنے یا اجڑے مگر وحدت قائم رہے۔ مسلمانوں کے لئے یہ ایک بہت بڑا درس بصیرت ہے کہ کس طرح ایک قوم کی قوم پورے جوش و پورے استقلال کے ساتھ ایک مقصد پر متحد ہو چکی ہے کس جوش کے ساتھ کام کر رہی ہے اگر مسلمان بھی قومی امور میں اسی ثبات جوش اور ایثار و اتفاق سے کام لیں تو کیا کچھ نہیں ہو سکتا۔

زندہ ماضی حضرت خواجہ غریب نواز

حضرت خواجہ معین الدین چشتی حقیقت میں سلطان الہند ہیں بہت بڑے بزرگ گذرے ہیں کفرستان ہند میں انہوں ہی نے اسلام کی روشنی پھیلائی اشاعت دین قیم کے لئے انہوں نے جو سعی و جہد کی وہ رہتی دنیا تک یادگار رہے گی وہ ایک ولی اللہ بزرگ ہی نہ تھے ہندوستان میں مسلمانوں کے سب سے بڑے اور سب سے پہلے رہنما بھی تھے جن کی کوشش سے یہی نہیں کہ ارض ہند کے تاریک اور کفر پرور گوشے جگمگا اٹھے بلکہ یہاں سلطنت اسلام کی بنا بھی انہوں ہی نے قائم کی ۵۳۶ھ میں بمقام سنجر پیدا ہوئے ابھی چودہ برس ہی کے تھے کہ ان کے باپ سید غیاث الدین حسن سنجری جنت کو سدھارے اللہ کا دیا ہوا گھر میں سب کچھ تھا بڑے ناز و نعم میں پرورش پائی تھی دو بھائی تھے ترکہ بٹا تو ان کے حصہ میں ایک قیمتی و وسیع باغ اور پن چکی آئی تھی۔

اس سے کافی آمدنی تھی عیش و آرام سے گذر کر سکتے تھے ایک روز باغ کے اندر اپنے کام میں مصروف تھے کہ ابراہیم قلندر کا گذر ہوا کامل بزرگ تھے خواجہ صاحب نے انگور کے چند خوشے ان کی خدمت میں پیش کئے ان میں سے ایک انگور چبا کر جو ان کو دیا ہے تو دل کی دنیا ہی بدل گئی سینہ مطلع انوار بن گیا اور دنیا اور امور دنیا کی طرف سے بے رغبتی اور سرد مہری سی پیدا ہوگئی سب کچھ اللہ کی راہ میں لٹا کر گھر سے دامان کل کرتے ہوئے گھومتے گھامتے سمرقند جا نکلے وہاں علوم ظاہری کی تکمیل کی کئی سال گذر گئے وہاں سے چلے تھے حج کے ارادہ سے نیشاپور کے قصبہ ہارون میں جا نکلے وہاں حضرت عثمان ہارونی کے آوازۂ عظمت سے زمین و آسمان گونج رہے تھے ان کے مرید ہو گئے اور یہیں ڈیرہ ڈال دیا۔

پانچ سات برس نہیں کم و بیش بیس سال کی طویل مدت یہیں ختم کر دی پیر کی خدمت بھی اور یہ تھے جہاں وہ جاتے یہ ساتھ ہوتے اپنے کندھے پر ان کا اسباب اٹھائے پھرتے انہیں کے ساتھ کئی حج بھی کئے وہیں مجاہدات میں مصروف رہے خرقۂ خلافت ڈھائی سال کے اندر ہی مل گیا تھا مگر قدم چھوڑنے کو دل ہی نہ چاہتا تھا یہاں سے نکلے ہیں تو طرۂ افتخار عرش کے کنگروں سے سرگوشیاں کر رہا تھا کامل ہو چکے تھے حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ کی خدمت میں ڈھائی ماہ رہکر فیض حاصل کیا اس کے بعد بغداد شریف پہنچکر کچھ عرصہ تک حضور غوث اعظم کی خدمت میں رہے شیخ الشیوخ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کے پاس رہے ہمدان پہنچکر حضرت احد الدین اور حضرت یوسف ہمدانی کی صحبت اٹھائی۔ تبریز میں حضرت ابو سعید سے استفادہ کیا اصفہان میں خواجہ محمود مہند میں خواجہ ابو سعید مہندی استرآباد میں خواجہ ناصر الدین سے ملاقات کیا کہیں غزنی میں شمس العارفین عبد الواحد سے ملے وہ زمانہ بڑا مبارک زمانہ تھا ہر شہر اور قصبہ اولیاء و عارفین سے مزین تھا قدم قدم پر کاملین ملتے تھے یہ حالت نہ تھی جو آج ہے کہ کاملین کا پتہ ڈھونڈے سے بھی نہیں سالکوں کا وجود بھی آنکھوں سے اوجھل ہو گیا کوئی ایسا آستانہ نظر نہیں آتا جہاں حاجتمند اپنی جبیں رگڑیں ان کے آستانے حاجت روائے خلق تھے۔

عارفانہ عظمت و کمال غرض آپ ہر جگہ بزرگوں اور عارفوں سے ملے اور ملاقاتیں کرتے ہوئے ہندوستان پہنچے جس کی ولایت دربار نبوت سے انہیں عطا ہوئی تھی لکھا ہے کہ حضرت خواجہ عثمان ہارونی رح نے کعبہ شریف کے سامنے کھڑے ہوکر ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیکر اور آسمان کی طرف منہ اٹھا کر عرض کی تھی کہ خداوندا معین الدین کو تیرے حوالہ کرتا ہوں اسی وقت ندا آئی تھی کہ ہم نے قبول کیا اس کے بعد جب روضۂ اطہر نبوی پر جا کر سلام عرض کیا ہے تو یہ مژدہ سنایا گیا ہے کہ ملک ہندوستان کی ولایت ہم تمہیں عطا کرتے ہیں اسی حکم کی بنا پر آپکو خواجہ عثمان ہارونی نے آپ کو ہندوستان روانہ کیا تھا اور آنکھیں بند کرا کر ہندوستان کا پورا نقشہ بھی دکھا دیا تھا خواجہ ہارونی بڑے کامل وقت بزرگ تھے ایک دفعہ اپنی دونوں انگلیاں آسمان کی طرف اٹھا کر فرمایا ان کے درمیان نظر کر دیکھا تو پوری فضائے ملکوت و جبروت آنکھوں کے سامنے تھی اس پایہ کے بلند رتبہ خلیفہ کے مرتبہ کی عظمت کا تصور بھی تو قائم نہیں ہو سکتا۔ خواجہ غریب نواز کی بزرگی و فضیلت کے متعلق صرف اتنا بتا دینا کافی ہے کہ باون برس کی عمر میں خلافت ملی اور چوتھائی صدی سے زیادہ عرصہ مجاہدات و ریاضات میں ختم ہوا ہمہ وقت قرآن پڑھتے رہتے ایک ایک روز میں دو دو قرآن ختم کئے۔

ایک روز مکہ معظمہ میں ندا سنی مانگ کیا مانگتا ہے عرض کی میرے جو مرید ہوں ان کی مغفرت کر دیجئے جواب ملا یہی ہوگا اس پایہ کے بزرگ کو دنیا و دنیاداری کا ہوش کہاں رہ سکتا ہے وہ تو حکم نبوی سے مجبور تھے پھر بھی استغراق و محویت کا یہ عالم تھا کہ نماز کا وقت ہوتا تو حضرت قطب الاقطاب صاحب بآواز بلند گوش مبارک میں اذان دیتے اور دوش مبارک پکڑ کر جنبش دیتے جب کہیں جاکر آنکھیں کھلتیں اور فرماتے کیا کروں شریعت نبوی کا معاملہ ہے ورنہ کسے تمہا کا ہوش رہتا ہے۔

ہندوستان میں خواجہ کا ورود خواجہ غریب نواز بلخ بخارا اور ہرات ہوتے ہوئے ہندوستان پہنچے حضور نبی کریم کا حکم تھا اس کی تعمیل میں بڑھے چلے آ رہے تھے دو مہینے تک ۵۶۱ھ میں حضرت مخدوم علی ہجویری داتا گنج بخش کے مزار پر معتکف رہے اس کے بعد دہلی روانہ ہوگئے یہ وقت تھا کہ ہندوستان کی زمین پر کفر چھایا ہوا تھا غازی محمد بن قاسم کی فتح کی ہوئی سلطنت ہند گرد روزگار بن چکی تھی اس کے کھنڈروں پر جو دو اسلامی ریاستیں ملتان وغیرہ میں قائم ہوئی تھیں وہ بھی دم توڑ چکی تھیں ہندوستان کی پوری فضا ناقوسوں کی صداؤں سے پڑی گونج رہی تھی مسلمانوں کا کوئی نام و نشان باقی نہ رہا تھا اور ہندو ان کے نام سے نفرت کرتے تھے ان کے خلاف انتہائی تعصب پھیلا ہوا تھا طول عرض ہند میں ہندو راجا ہی داد حکومت دے رہے تھے جن میں پرتھی راج کی حکومت بہت بڑی اور نہایت قوی حکومت تھی دہلی اور اجمیر اس کے پورے کفار سے لبریز تھے۔

آپ کے ساتھ چالیس افراد تھے دہلی جو پہنچے تو کفار میں ایک جوش تعصب پیدا ہو گیا کفار نے ہر چند نقصان پہنچانے اور ستانے کی کوششیں کیں مگر کوئی قابو نہ چلا آپ پنجوقتہ اذانیں دلا کر نمازیں پڑھتے رہے ایک ہندو چھری چھپائے ہوئے قتل کے ارادہ سے آیا مگر سامنے پہنچتے ہی راز افشا ہو گیا [illegible]

کوئی پیش نہ گئی۔

کہتے ہیں کہ راجہ پرتھی راج کی ماں نجوم و کہانت میں کمال رکھتی تھی اس نے بارہ سال پیشتر ہی بیٹے سے کہہ دیا تھا کہ فلاں حلیہ کے ایک بزرگ تیرے راج میں داخل ہوکر تیری بربادی کے باعث بنیں گے اس نے جابجا احکام بھیج دیئے تھے کہ جب تمہیں اس حلیہ کا کوئی شخص ملے فوراً گرفتار کرکے حاضر کرو اسی لئے دہلی والوں نے بہت سعی کی مگر ناکام رہے سامانہ میں جب پہنچے تو وہاں کے پولیس افسر نے نئی چال چلی عزت و ادب سے پیش آیا اور کہنے لگا کہ میں آپ کے ٹھیرنے کا پرتکلف انتظام کئے دیتا ہوں لیکن اسی وقت مراقبہ جو کیا تو دیکھا کہ حضور نبی کریم فرما رہے ہیں کہ ان لوگوں کے فریب میں نہ آنا ان کی نیت بخیر نہیں ہے

رام دیو مہنت کا اسلام آج تو اجمیر شریف ایک معمولی شہر ہے لیکن اس زمانہ میں ہندوستان کا کوئی شہر اس کے مقابلہ کا نہ تھا بڑی رونق اور بڑی شان تھی راجدھانی تھی دس محرم سنہ ۵۶۱ھ میں خواجہ غریب نواز نے اجمیر میں قدم رکھا اور دور شہر کنارہ ایک درخت کے نیچے زمین خاک پر بیٹھ گئے ایک شخص نے آکر کہا کہ آٹھ جایئے یہاں سے کہ یہاں ہمارا راجہ کے اونٹ آکر بیٹھتے ہیں۔ اٹھے تو تالاب انا ساگر پر آکر بیٹھ گئے جہاں سینکڑوں بتخانے تھے درخت کے نیچے اونٹ آکر بیٹھے تو گئے مگر پھر اٹھائے نہ اٹھے جب تک آکر اس افسر نے معافی نہ مانگی نئی بات تھی فوراً راجہ کو خبر پہنچ گئی ساتھ ہی کچھ برہمنوں نے آکر عرض کی کہ غیر مذہب کے لوگ ہماری پرستش گاہ کے قریب آکر بیٹھ گئے ہیں حکم دیا فوراً ایک جمعیت لیکر جاؤ اور زبردستی اٹھا دو یہ جمعیت جو پہنچی خواجہ غریب نواز نے خاک کی ایک چٹکی اٹھائی اور آیت الکرسی پڑھکر پھونک کر ان کی طرف پھینکدی جس پر پڑی وہ وہیں کا وہیں رہ گیا کسی ہمت آگے بڑھنے کی نہ پڑی تیسرے روز راجہ اور تمام شہر کے لوگ اس تالاب پر عام پوجا کے لئے آنے والے تھے شہر کے لوگ اس تالاب پر عام پوجا کے لئے آنے والے تھے شہر کے لوگ جوق جوق اس جگہ جمع ہونے لگے رام دیو مہنت ایک بہت بڑی جمعیت لیکر ہٹانے کو پہنچ گئے آپ نے نظر جو اٹھائی کانپنے لگے پاؤں پر گرے اسی وقت اسلام قبول کرلیا اور خواجہ غریب نواز کے کرم سے ولایت کے مرتبہ کو پہنچے۔

اجمیر میں جادوگروں سے خوفناک مقابلہ ہجوم بہت تھا معمولات میں فرق پڑنے کا بھی اندیشہ تھا۔ مگر تالاب سے ایک لوٹا بھر لے گئے جس سے تالاب کا پانی خشک ہوگیا یہ دیکھکر راجہ گھبرا اٹھا ہندوستان کے نامور جوگی جے پال کو مقابلہ کے لئے بلا بھیجا وہ ڈیڑھ دو ہزار چیلوں کے ساتھ جادو کی پوری پوری قوتوں کے ساتھ لئے ہوئے اس طنطنہ کے ساتھ بڑھا کہ زمین دہل اٹھی ارواح خبیثہ شیروں اور اژدہوں کی شکل میں ساتھ ساتھ تھیں مخلوق پیچھے تھی وہ اور اس کے چیلے جادو کی آگ کے چکر پھینکتے اور انگارے برساتے سیلاب کی طرح بڑھے چلے آرہے تھے خواجہ کے ساتھی بھی گھبرا اٹھے کہ ایک بڑا دہشتناک سماں تھا خواجہ سب کے گرد حصار کھینچکر نماز کو کھڑے ہو گئے شیر چیتے اژدہے حصار تک پہنچ رہے تھے ان کی گرج اور پھنکاروں سے قیامت کا عالم نظر آتا تھا

مگر نماز سے فارغ ہوکر اور کچھ پڑھکر ایک مٹھی خاک جو پھینکی ہے تو سارا طلسم ٹوٹ کر رہ گیا۔ نہ آگ تھی نہ شیر تھے نہ اژدہے۔ جیپال خود کامل تھا مگر یہ کمال دیکھکر اسی وقت مسلمان ہوگیا عبداللہ نام رکھا گیا۔ ولایت کا درجہ پایا۔ غور کیجئے کہ وارث نبی کے حامل اولیائے کرام ہیں یا علمائے ظاہر یہ صورتیں اور مقابلے انبیاء اور ان کے بعد اولیاء ہی کو پیش آتے رہتے ہیں اگر ان کی جگہ علمائے ظاہر میں سے کوئی ہوتا تو وہ کیا کر سکتا تھا وہ کہاں سے یہ روحانی قدرتیں لاتا اور کیونکر چیپالوں کا مقابلہ کرتا یہی صورتیں حضرت جلال الدین تبریزی اور حضرت بابا صاحب کو بنگال اور اجودھن میں پیش آئیں انبیاء کی طرح نہ انھیں کسی سامان کی ضرورت تھی اور نہ زاد راہ کی تن تنہا نکل کھڑے ہوتے تھے درختوں کے پتے ان کی غذا کا کام دیتے تھے نہ مناکحت کی ضرورت تھی اور نہ روپیہ کی۔

اسی بے سروسامانی کے عالم میں بیک بینی و دوگوش ہزارہا میل کے سفر کر ڈالے ان کے پاس انبیاء کی میراث تھی کفر کدوں اور بتخانوں میں کسی درخت کے نیچے جا بیٹھے تبلیغ شروع کر دی کچھ عرصہ بعد وہاں مساجد خانقاہیں مدرسے اور لنگر خانے بن گئے اور اسلام کی روشنی پھیل گئی اسلام تلوار سے نہیں انہیں کی کوشش سے پھیلا۔

سلطان غوری کو بشارت فتح اب راجہ پرتھی مجبور تھا مگر اس کے قلب میں عداوت کا ایک جہنم سلگ رہا تھا اس کی ماں نے بہت سمجھایا کہ دیکھ پھر کہتی ہوں کہ اس فقیر کا مقابلہ نہ کر عداوت دل سے نکال دے عزت و ادب سے پیش آ ورنہ تو رہے گا اور نہ تیرا راج مگر راجہ نے نہ مانا یہ سلطان غوری کے مقابلہ پر اپنی اتفاقیہ فتح پر مغرور تھا کہا کرتا تھا کرامت اور چیز ہے اور قوت اور چیز ہے میدان جنگ میں مسلمان کبھی میرے حریف نہیں بن سکتے خواجہ سے ڈرتا ضرور تھا مگر مسلمانوں سے برابر دشمنی رکھتا اور ان کو تنگ کرتا رہتا تھا جو ہندو مسلمان ہو گئے تھے ان کو پریشان اور تنگ کرتا تھا شرارت سے باز نہ آتا تھا ایک روز کسی مسلمان پر ظلم جو کیا غصہ آگیا اسی وقت راجہ کو ایک پرچہ پر یہ الفاظ لکھکر بھیج دیئے "ماترا زندہ بہ لشکر اسلام سپردیم" اور اسی رات کو سلطان شہاب الدین غوری کو رات میں بشارت دی کہ ہندوستان پر فوراً حملہ کرو ضرور کامیاب ہوگے راجہ تو پرچہ پڑھکر ہنس دیا مگر ہوا وہی جو لکھا تھا سلطان نے حملہ کرکے پرتھی راج کو زندہ گرفتار کرلیا فوج کو سخت شکست ہوئی فتح کے بعد سلطان اجمیر آئے اور خواجہ کے قدموں کو بوسہ دیا اسی دن سے ہندوستان میں اسلامی سلطنت قائم ہوگئی۔

تبلیغی نظام اور تعلیمات اس فتح کے بعد خواجہ نے اجمیر شریف کو تبلیغی مرکز قرار دیا اور بڑے بڑے شہروں میں اپنے خلفاء کی زیر نگرانی اس کی شاخیں کھولیں اجمیر میں مسجد خانقاہ اور لنگر خانہ و مدرسہ قائم کرکے ظاہری و باطنی تعلیم کا سلسلہ شروع ہوا خانقاہوں میں روحانی تعلیم دی جاتی تھی اور مبلغ اسلام تیار کرکے اطراف ہند میں بھیجے جاتے تھے جو روحانی کمالات کے حامل ہوتے حضور کی زندگی ہی میں دہلی اجودھن اور بدایوں وغیرہ جیسے کفر کدوں میں حضور کے خلفا پہنچ گئے اور یہاں بھی مسجدیں خانقاہیں مدرسے اور لنگر خانے جاری ہوکر تبلیغ کا سلسلہ شروع ہوا اور بڑھتے بڑھتے تمام طول و عرض ہند میں پھیل گیا ہزارہا روپیہ لنگر خانہ کا خرچ تھا مگر کسی سے ایک پیسہ نہ لیتے تھے کوئی آمدنی نہ تھی جب خادم آکر عرض کرتا کہ خرچ ختم ہوگیا تو آپ مصلی کا گوشہ اٹھاکر حسب ضرورت اسے دیدیتے سیر الاقطاب میں لکھا ہے کہ خواجہ کے لنگرخانہ سے کئی ہزار اشخاص روزانہ کھاتے تھے۔

پاکستان مسلمان اور آزادی

دنیا میں کوئی سلیم الحواس و ہوشمند انسان بھی ایسا نہیں ہے کہ جو آزادی کی مذمت میں سرگرم ہو۔ انسان تو انسان جانوروں میں بھی آزادی کا عشق بدرجہ اتم موجود ہے جو آزادی کا حامی نہیں وہ انسانیت سے خارج ہے آزادی اگر اتنی محبوب شئے نہ ہوتی تو انسانوں کے ایک بہت بڑے گروہ کے لئے قید خانے کوئی مصیبت نہ ہوتے اور نہ قید ہونا کوئی بڑا عذاب سمجھا جاتا۔ گاندھی جی اس وقت قصر آغا خاں میں قید ہیں جو ہندوستان کے نہایت شاندار اور پرتکلف محلوں میں بھی امتیازی شان رکھتا ہے اور ان کے سیواآشرم سے لاکھ درجے بہتر ہے لیکن آج کوئی ایک ہندو بھی ایسے اچھا کہہ سکتا ہے کہ گاندھی جی وہیں محبوس رہیں۔ لیڈروں کو قید و نظربندی میں وہ کونسا آرام ہے جو میسر نہیں ہوتا پھر بھی اسے ایک سزا اور مصیبت ہی سمجھا جاتا ہے گاندھی جی تو پھر گاندھی جی اور لیڈر تو پھر لیڈر رہیں عام آدمی کو بھی اگر قصر آغا خاں میں قید کرنا چاہیں تو وہ کبھی خوشی کے ساتھ محض اس لئے کہ اسے رہنے کے لئے ایک قصر مل رہا ہے اپنی آزادی کھونے کے لئے تیار نہ ہوگا قفس خواہ آہنی ہو یا طلائی پھر قفس ہے۔

آزادی بہرکیف آزادی ہے جسکے لئے انسان تو انسان جانور تک ابتدا سے سعی کرتے چلے آئے ہیں سب سے پیاری چیز جان ہے لیکن انسانوں نے آزادی کی خاطر کبھی اپنی جانوں کی پرواہ نہ کی اور اس کے لئے برابر اپنا خون بہاتے رہے ہیں جبر و مجبوری کی بات اور ہے ورنہ کوئی قوم بھی اپنی آزادی کھونے اور غلامی اختیار کرنے پر تیار نہیں ہو سکتی قدیم عہد میں اہل حبشہ کا بچہ بچہ تباہ ہو گیا مگر انہوں نے دشمنوں کی غلامی گوارا نہ کی روسی آزادی ہی کی خاطر کس بری طرح برباد ہو رہے ہیں فلسطین کے عربوں کے بیس ہزار مکانات توڑ دئے اور ہیں ہی سے اڑا دیئے گئے اور ہزاروں مجروح و قتل ہوئے مگر جذبۂ آزادی دل سے نہ نکلنا تھا نہ نکلا دوسرا جانے خود ہندوؤں کو دیکھ لیجئے کہ اپنی آزادی کے لئے یہ کیا کچھ نہیں کر رہے قیدیں نہیں کاٹیں بم نہ چلائے پھانسیاں نہیں پائیں گولیاں نہیں کھائیں یہ سب کچھ ہے تو پھر مسلمانوں سے کیونکر توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ اپنی آزادی پر غلامی کو ترجیح دینے کے لئے تیار ہو جائیں گے انگریزی ضرب المثل ہے "جنت کی محکومی سے دوزخ کی حکمرانی بہتر ہے" اپنی بری سے بری حکومت بھی دوسروں کی اچھی سے اچھی حکومت سے بہتر ہوا کرتی ہے ہوم رول کی تحریک کیا تھی سوراج کیا ہے پاکستان کے کیا معنے ہیں نام کوئی رکھ لیجئے مگر مقصد سب کا آزادی اور صرف آزادی ہے۔

ہوم رول یہی تھا کہ ہندوستان کی حکومت خود ہندوستانیوں کے ہاتھ میں ہو سوراج بھی یہی ہے کہ ملک کی حکومت ملک والوں کے ہاتھ میں ہو پاکستان بھی اس کے سوا کچھ نہیں کہ اپنی اکثریت کے صوبوں میں مسلمانوں کو حکومت کا پورا حق حاصل ہو وہ بلا مداخلت غیرے اپنے لئے جو قانون چاہیں وہ بنا سکیں ان کے معاملات خود ان کے ہاتھ میں ہوں انہیں اپنی راہ آپ چلنے میں کوئی رکاوٹ نہ ہو وہ نہ کسی کو غلام بنانا چاہتے ہیں اور نہ کسی کے غلام بنکر رہنا چاہتے ہیں

دامی اس طرح سرحد کے ساتھ فیصدی سندھ و پنجاب کے ستائیس فیصدی ہندو چالیس فیصدی اور بنگال کے ۴۵ فیصدی ہندو ان کے محکوم بننے پر مجبور ہونگے لیکن عین اسی طرح ان کی تسکین خاطر کے لئے مختلف ہندو صوبوں میں تین کروڑ مسلمان بھی ہندوؤں کے محکوم رہیں گے اس وقت تک کسی ہندو اکثریت کے صوبے کے مسلمانوں کی طرف سے یہ آواز بلند نہیں ہوئی کہ ہمیں ہندو حکومت میں رہنا منظور نہیں در انحالیکہ وہاں ان کی اقلیت بہت کمزور ہے لیکن ہندوؤں کی طرف سے برابر جو پنجاب، سرحد، بلوچستان، خانستان اور راجستان کی آوازیں بلند ہوتی رہتی ہیں اور مسلم راج کے خلاف ناگواری کا اظہار کیا جاتا ہے۔

اگر آج کوئی مسلمان سوراج کی مخالفت میں زبان کھولے تو سب اس کے پیچھے پڑ جائیں ایسے رجعت پسند اور خوشامدی کے طعنوں سے نیم جان کر دیں لیکن اپنی یہ حالت ہے کہ پاکستان کی مخالفت علانیہ کی جا رہی ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ ہندو تو تمام ہندوستان کے لئے آزادی چاہتے ہیں جس سے تمام ہندوستان کے باشندوں کو یکساں فائدہ پہنچے گا تو ہم کہیں گے کہ اس طرح مسلمانوں کی غلامی کا انسداد کس طرح ہوگا مرکزی اسمبلی کے پانچسو ہندو ممبروں کے مقابلہ میں دو سو مسلم ممبروں کی کیا چلیگی ہندو بیک گردش قلم جب چاہیں گے پورے ملک کی زبان سنسکرت بنا دیں گے رسم الخط ہندی قرار دیں گے بندے ماترم کا مشرکانہ گیت ہر اسکول میں پڑھنا لازمی ہوگا۔ ودیا مندر اسکیم جاری ہو جائیگی تبلیغ اور ذبیحہ گاؤ ممنوع قرار پائے گا بڑے بڑے عہدے ہندوؤں کے سپرد کر دیئے جائیں گے یہ تو وہ چیزیں ہیں جن کی کوشش مختلف کانگریسی عہد میں کی جا چکی ہیں اس سے بھی وہ آگے بڑھے تو وہ اردو فارسی اور عربی کی تعلیم کو ممنوع قرار دے سکتے ہیں تمام اکثریت کے صوبوں سے منظور ہونیوالی قراردادوں کو منسوخ کر سکتے ہیں اس کا ہندوؤں کے پاس کیا جواب ہے سوال اس کا نہیں ہے کہ وہ ایسا نہیں کریں گے یا کریں گے سوال اس کا ہے کہ وہ ایسا کر سکتے ہیں یا نہیں۔ اور اگر کریں تو اس وقت مسلمانوں کے لئے چارہ کار کیا ہوگا گویا ہندوؤں کا مزعومہ سوراج مسلمانوں کے لئے قومی موت کا باعث ہے۔

رہا مسلمانوں کا پاکستان اس سے ہندوؤں کے لئے کوئی حقیقی اندیشہ و نقصان نہیں اول تو دونوں بڑے صوبوں میں ان کی اقلیت بھی طاقتور ہے پھر ان کی امداد کے لئے ہندو صوبے موجود ہوں گے اگر پاکستان میں کچھ ہندو ہوں گے تو بقیہ ہندوستان میں مسلمان بھی ہوں گے یہ بالکل ہی صورت ہے کہ نہ لٹس اس خوف سے روسیوں پر دست درازی نہ کر سکتا تھا کہ روس کی طرف سے فوراً صدائے احتجاج بلند ہوگی جو ہرگز بے اثر نہ ہوگی اور ہوئی تو لڑائی تک نوبت پہنچ سکتی ہے۔ ہندوؤں کے سوراج یا قومی حکومت میں دس کروڑ مسلم قوم پوری طرح غلام بنجاتی ہے کوئی کچھ کہے حکومت چھ سو ووٹ والی حکومت ہی کی ہوگی لیکن مسلمانوں کے پاکستان کی صورت میں دونوں قومیں اپنی اپنی جگہ آزاد ہوتی ہیں دونوں چھوٹی بڑی قوموں کو اپنے اپنے حق کے مطابق آزادی ملتی ہے اگر ایک چوتھائی ہندوستان پر مسلم حکومت قائم ہوتی ہے تو تین چوتھائی ہندوستان ہندوؤں کے قبضہ میں آتا ہے ہر ایک اپنی اپنی مرضی کے مطابق قانون بنانے کا حق رہے گا جسے گوارا نہ ہو وہ نقل مکانی کرکے دوسری حکومت میں رہ سکتا ہے بتایئے یہ صورت بہتر ہے یا وہ جو ہندو اسے نہیں مانتے کہ ان پر پورے ہندوستان کی حکومت کا نشہ سوار ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
چاند کی بیس تاریخ تک بھی آپ کو اگر اتفاق سے کوئی پرچہ نہ ملے تو دوسرا پرچہ دفتر سے خط بھیجکر منگا لیجئے۔

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ

مولوی دہلی قرآن نمبر

جو ہر اسلامی مہینے کی بارہ تاریخ کو جمعیۃ پریس کوچہ چیلان دہلی سے شائع ہوتا ہے

نمبر خریداری آپ کا اسی جگہ درج ہے جہاں آپ کا پتہ تھا اگر پہلے سے نوٹ نہیں ہے تو اب لکھ لیجئے اس کے حوالہ کے بغیر آپ کی کسی شکایت خصوصاً تبدیل پتہ نا ممکن ہے

جلد ۲۸ | بابت ماہ رمضان المبارک ۱۳۶۲ھ | نمبر ۲

قرآن اور پاکستان

مذاہب غیر اور قرآن نزول قرآن کے وقت بھی دنیا میں بہت سے مذاہب تھے خود عرب میں یہودی بھی تھے آتش پرست بھی تھے ستارہ پرست بھی تھے اور مشرکین بھی تھے آج بھی یہودیت عیسائیت ہندویت پارسیت اور بدھ دھرم وغیرہ زندہ ہیں یہ ضرور ہے کہ اس بیسویں صدی میں مذہبی گرفت کمزور ہو گئی ہے اور دلوں پر اس کا پہلا سا اثر باقی نہیں رہا۔ جدید تہذیب و تمدن نے مادیت اور نفسانیت کا غلبہ کر دیا ہے پھر یہ کیا قوی الاثر چیز ہے کہ ہزار کمزور ہونے اور مٹنے پر بھی اس کا اثر نہیں مٹ سکتا اس کے دائرے سے انسان باہر نہیں نکل سکتے اور اب بھی اس کے اندر بلا کی کشش باقی ہے اور قیامت تک باقی رہے گی۔

سب کو اپنی صداقت و سچائی کا دعویٰ ہے جس سے تعرض کی ہمیں چنداں ضرورت نہیں تاہم اتنا بتا دینا ضروری ہے کہ مذکورہ بالا مذاہب میں سے ہمیں کوئی ایک مذہب بھی ایسا نظر نہیں آتا جس میں دوسرے مذاہب کے پیروان کے ساتھ رواداری کی تعلیم موجود ہو اور ان کے ساتھ کسی انصاف و رعایت کی ضرورت بھی ہو تم اس کے ثبوت کو بھی نظر انداز کر کے صرف یہ بتانے پر اکتفا کرتے ہیں کہ اس بارے میں قرآن نے مسلمانوں کو کیا تعلیم دی ہے اور جو تعلیم دی ہے اس کی نوعیت کیا ہے تفہیم مطالب کے لئے یہاں ہم بعض وہ اصول بیان کرتے ہیں جو غیر مذاہب کے لوگوں سے معاملہ کرنے کے لئے قرآن نے قائم کئے ہیں اور جن پر ایک سرسری نظر ہی قرآن کی شاندار اور فقید المثال رواداری کو نمایاں کر دیتا ہے اولاً یہ کہ قرآن صرف مسلمانوں ہی کے لئے نہیں بلکہ ہر انسان کے لئے خواہ وہ کسی مذہب و ملت سے تعلق رکھتا ہو آزادی ضمیر کا پورا پورا حق روا رکھا ہے اور نہ صرف یہ کہ روا رکھا ہے بلکہ اس پر خصوصیت کے ساتھ زور بھی دیا ہے یہ وہ چیز ہے جس پر کہا تو بہت کچھ جاتا ہے لیکن یہ ہے وہ چیز کہ اس تہذیب و ترقی کے زمانہ میں بھی کسی مذہب میں نظر نہیں آتی قرآن نے صاف طور پر حکم دیا ہے کہ مذہب کے معاملہ میں کسی پر جبر نہ کرو لا اکراہ فی الدین بتا دیا کہ ہم نے اسلام و کفر نیکی و برائی یا سپید و سیاہ دنیا کے سامنے کھول دی ہیں اب ہر شخص کو اختیار ہے کہ اگر وہ چاہے تو اسے لے لے یا کفر پر وہ قائم رہے قد تبین الرشد من الغی فمن شاء فلیومن ومن شاء فلیکفر یہی وجہ ہے کہ جہاں اور مذاہب کی ترقی تلوار کی رہین منت ہے وہاں اسلام کو کبھی اس سے کوئی تعلق نہیں رہا۔

قرآن کا حکم تھا ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ کہ اللہ کی طرف جسے بلاؤ جس کے سامنے اسلام پیش کرو دانائی نرمی اور دلیل کے ساتھ پیش کرو ایک طرف تو یہ بتا دیا گیا ہے کہ کسی ایک شخص کو بھی اسلام میں لے آنا دین و دنیا کی نعمتوں سے برتر و بہتر ہے اور دوسری طرف جبر سے قطعی روک دیا ہے جب جبریہ تبلیغ ثواب کے بجائے عذاب بن رہی ہو تو پھر کس کی طاقت ہے کہ دنیا کی بدنامی بھی مول لے اور آخرت کے عذاب کا بھی مستحق بنے۔

پھر قرآن نے بتا دیا ہے کہ مسلمانوں کا خدا صرف مسلمانوں ہی کا خدا نہیں وہ تو رب العالمین ہے تمام مخلوق کو پرورش کرنے والا ہے سب کو رزق پہنچاتا ہے سب کی سنتا ہے حضور نبی کریم نے اس کی تشریح میں فرمایا ہے الخلق عیال اللہ جتنے انسان ہیں وہ اس کے نزدیک بچوں کی حیثیت رکھتے ہیں ظاہر ہے کہ ہر شخص کو اپنے بچوں سے سب سے زیادہ محبت ہوتی ہے خدا تو پھر خدا ہے اسے کیوں نہ اپنی مخلوق سے محبت ہوگی حدیث کے مطابق خدا کو اپنے بندوں سے ماں باپ کی بہ نسبت ستر درجہ زیادہ محبت ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ عادت تھی کہ وہ مہمان کے بغیر لقمہ نہ اٹھاتے تھے اتفاق سے ایک روز کوئی مہمان نہ ملا بڑی تلاش سے ایک بڈھا ملا لیکر آئے ہاتھ دھلائے فرمایا کہ بسم اللہ کرو بڈھا تھا پکا دہریہ کہنے لگا کہ یہ اللہ و اللہ میں کچھ نہیں جانتا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو غصہ آگیا ڈانٹ ڈپٹ کر باہر نکال دیا۔

اب اس دہریہ سے خدا کی محبت کا مظاہرہ دیکھئے اسی وقت وحی نازل ہوتی ہے کہ ابراہیم خدا اور بندوں کا ہی رزق ہے سو برس ہو گئے اس پوری مدت میں کبھی اس نے میرا نام نہیں لیا اس کے باوجود اس کے لئے برابر رزق پہنچاتا رہا کبھی ایک روز کے لئے اس کا رزق بند نہیں کیا ایک تم ہو کہ ایک وقت بھی روٹی نہ کھلائی گئی یہ سنتے ہی حضرت ابراہیم گھبرا اٹھے تلاش کر کے لائے کہنے لگا چلتا تو ہوں گھر میں تمہارے اللہ کا نام نہ دوں گا فرمایا جو دل چاہے کرنا کھانے سے فراغت کے بعد اس نے اس انقلاب کی وجہ پوچھی اور حقیقت جو معلوم ہوئی تو اس کے دل میں ایک آگ لگ اٹھی اور والہانہ نعرے لگاتا ہوا جنگل

کی طرف نکل گیا۔ فرعون پر غور کیجئے کہ انسانی بغاوت کی انتہا کر دی خدا بن بیٹھا بندے کب بندوں کا اتنا خیال کر سکتے ہیں۔ معجزے دکھانے کے بعد جو حضرت موسیٰ نے نیز گفتگو شروع کی ہے تو فرعون کی حالت دگرگوں ہونے لگی اور خوف سے سہا جانے لگا فوراً ترس آیا کہ اتنا بڑا انسان خدائی کا دعوی کرنے والا اور اس وقت اتنا مغلوب ہو جائے اسی وقت وحی آئی کہ موسیٰ نرمی سے گفتگو کر ہمارے بندے کو ڈراؤ نہیں قرآن میں یہ قصہ موجود ہے اس کی موجودگی میں کس کی جرات ہے جو کوئی مسلمان کسی غیر مسلم کو ستا سکے۔ خدا نے آزادی ضمیر کا حق تمام انسانوں کے لئے نہ صرف روا رکھا بلکہ اس پر زور دیا ہر شخص کو اختیار دیا کہ وہ جو مذہب بہتر سمجھے اسے اختیار کئے رہے اور اپنی مذہبی رسوم پر آزادانہ عمل کرے۔

البتہ مسلمانوں پر ضرور یہ پابندی رکھی کہ انھیں ارتداد اور دوسرا مذہب اختیار کرنے کی اجازت نہ دی اسلئے کہ یہ اپنے تھے اور اپنوں کی گمراہی کوئی بھی گوارا نہیں کر سکتا یہ آزادی اور کسی مذہب میں نظر نہیں آتی جان و مال کے اور آبرو کے سوا نہ بنیادی حقوق میں بھی مسلم و غیر مسلم کی تمیز اڑا دی اگر مسلمان کسی غیر مسلم کو قتل کر دے یا اس کا مال اڑا لے یا اس کی آبرو پر حملہ آور ہو تو شریعت اس کے ساتھ کوئی رعایت روا نہ رکھے گی دنیا کے اور کسی مذہب میں یہ بات نظر نہ آئیگی مسلمانوں کو ہر قسم کے غدر و فساد سے باز رکھا گیا حکم دیا گیا ہے کہ غیر مسلم حکمران و آقا کی بھی پوری اطاعت کی جائے اس کے خلاف غدر و بغاوت بھی حرام قرار دیگئی غیر مسلم رعایا سے سلوک کے متعلق فرمایا کہ ان کے خلاف کوئی قدم اٹھانا خدا و رسول کے خلاف قدم اٹھانا ہے۔

تعصب جو دیگر مذاہب میں ہمیشہ عام رہا ہے اسلام اسے حرام قرار دیتا ہے اس نے بتا دیا ہے کہ غیر مسلم و مسلم بندے ہونیکی حیثیت سے برابر ہیں ان کا پیدا کرنے والا بھی خدا ہے ہر قوم میں خدا نے اپنے ہادی بھیجے ہیں تمام انبیائے سابقین کی رسالت پر ایمان مسلمانوں کے لئے ایمان لانا لازمی ہے یہود اور عیسائی حضور نبی کریم کو رسول نہیں مانتے تمام غیر مسلم ان کی شان کیا کیا گستاخی کرتے ہیں مگر مسلمان حضرات موسیٰ و عیسیٰ کو خدا کا سچا رسول مانتے ہیں اور جب رسول مانتے ہیں تو ان کی جناب میں ان کی طرف سے گستاخی کا کوئی بعید ترین امکان بھی نہیں ہو سکتا انتہا یہ ہے کہ قرآن نے بتوں کی برائی کرنیکی بھی ممانعت کر دی ہے قرآن ایک مخصوص قوم کے لئے نہیں بلکہ پوری دنیا کے لئے سرچشمہ ہدایت ہے

قرآن اور جنگ و جبر اسلام صلح و امن کا مذہب ہے کائنات انسانی کے لئے سب سے بڑا عذاب ہے سب سے بڑی لعنت اور سب سے بڑی مصیبت جنگ رہی ہے اور اس کا سلسلہ ابتدا سے برابر قائم ہے ان کی بنا ہمیشہ تعصب و غیریت رہی ہے یا جذبہ ملک گیری اس کا محرک رہا ہے اسلام نے مذہب نسل اور رنگ کے اختلافات یا ملک گیری کے لئے کسی سے لڑنا قطعاً حرام و ناجائز قرار دیا ہے جنگ کی اجازت بھی دی ہے تو نیک مقاصد کے لئے اور وہ بھی نہایت محتاط طریق پر اسلام کو بھی بڑی جنگیں لڑنی پڑی ہیں لیکن ان کا مقصد آزادی ضمیر کے سوا یا قیام امن رفع فساد و دفاع کے سوا اور کچھ نہیں رہا جب مسلمانوں کے سامنے کان الناس امة واحدة اور الخلق عيال الله کی تعلیم موجود تھی انھیں بتا دیا گیا تھا کہ بندوں کی حیثیت سے تمام انسان برابر ہیں اور

سب کی تکلیف اور آزار رسانی خدا کے غضب و ناگواری کا باعث ہے تو کوئی سچا مسلمان بھی اتنی بڑی مصیبت بلاوجہ برداشت کرنے کے لئے نہ تیار ہو سکتا تھا اور نہ ہوا۔

اسلام کے متعلق تو ہم سے نہیں یورپ کے لیبان اور ہندوستان کے لاجپت رائے کی تصانیف سے پوچھ لیجئے وہ تسلیم کر چکے ہیں کہ اسلام کی اشاعت میں جبر اور تلوار کو کبھی دخل نہیں رہا ہاں جس طرح یورپ کے تھیوڈوسس اعظم نے انگلستان سے لیکر شمال افریقہ اور دریائے فرات تک پھیلی ہوئی وسیع سلطنت روما سے ستائیس سال کے اندر اندر بت پرستی کو نیست و نابود کر کے رکھدیا اور یورپ و افریقہ اور مغربی ایشیا سے اسے ملیامیٹ کر کے رکھدیا حالانکہ اس سے پہلے یہ شاہی مذہب تھا اسی طرح ہمارے ولید و ہشام بھی سب کو بجبر مسلمان بنا سکتے تھے ان کی حدود حکومت تو تھیوڈوسس سے بھی وسیع تھیں، یہودیوں کے فرمانروائے مصر نے بھی یہی کیا اور جب نجران کے عیسائیوں نے انکار کیا تو انہیں زندہ آگ میں جھونک دیا اور راجہ کوتا۔ نہ ہندوستان میں شیومت اختیار کرتے ہی تلوار ہاتھ میں سنبھال لی اور جینیوں نے انکار کیا تو بیک وقت آٹھ ہزار افراد کی کھالیں کھنچوا لیں۔

ڈیڑھ ہزار سال کے قائم شدہ بدھ دھرم کا نام ہندوستان سے مٹا کر رکھ دیا۔ اب بدھوں کو دیکھئے کہ ان کے اشوک اعظم نے ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں بدھ مت کو اپنی فرمانروایانہ قوت سے پھیلایا اور تنہا ایک اڑیسہ میں تین لاکھ قتل کئے۔

قدیم ہند دو دھرم صرف متھرا بنارس اور پونا میں محدود ہو کر رہ گیا ہے آتش پرست زردشتی نوشیرواں عادل نے صرف چوبیس گھنٹہ کے اندر اندر ڈیڑھ لاکھ مزدکیوں کو خاک و خون میں سلا دیا۔

دور نہ جائیے فلسطین ہی کو دیکھ لیجئے ستارہ پرست بخت نصر عیسائی ٹیٹس اور ہرقل نے یہاں کے یہودیوں کو تباہ کرنے تورات کا پڑھنا جرم قرار دیکر اس کے نسخے ڈھونڈھ ڈھونڈ کر مٹانے اور قتل عام کرنے میں کوئی کسر اٹھا رکھی اینٹ سے اینٹ بجا دی آگ لگا دی۔ مسلمانوں پر صلیبی جو حملہ کئے ہیں تو تنہا ایک مسجد اقصیٰ میں ستر ہزار فرزندان توحید قتل کئے شہر کے مسلمانوں کا مقدس خون اہل کر عیسائی فاتح کے گھوڑے کے سینہ تک پہنچ گیا تھا۔

ہندوؤں کے بندہ بیراگی نے اپنے چند روزہ اقتدار میں سرہند کے اندر مسلمانوں کو امان کے وعدہ پر جامع مسجد کے اندر جمع ہونیکی دعوت دی جب بھر گئی تو سب کو قتل کر دیا حاملہ عورتوں کے پیٹ چاک کر اکر بچے نکلوا دیے اس نے اور اس کے بعد مرہٹوں نے مسلمانوں کی قبریں اکھڑوا کر پھینک دیں۔

حضرت موسیٰ کے جہاد کتنے ہولناک تھے یہودیوں نے عورتوں کے پیٹ چاک کر کے بچے نکلوائے کلہاڑیوں سے پھڑوا دئے دوسروں سے چروانا معمولی بات تھی۔ مہاتما کرشن جی کو مذہبی مقصد ہی کے لئے مہابھارت کی جنگ لڑوانی پڑی تھی اشوک اعظم بھی اشاعت مذہب ہی کے سلسلہ میں بڑھے غرض کہاں تک صراحت کی جائے جو مذہب بھی میدان میں آیا اور جس فرمانروا نے بھی مذہب تبدیل کیا وہ دوسرے مذاہب والوں کے حق میں ایک مصیبت کبریٰ بن گیا آج دو صدی پیشتر جو جنگیں مذہب کے نام سے لڑی جا رہی تھیں مذہب سے تنفر و بیگانگی نے ان کا رخ پلٹ کر رکھدیا اب مذہب کا اثر اتنا ہی رہ گیا ہے کہ غیروں کے خلاف جنگ ہے تو مذہبی تعصب اپنی پوری خونخواریوں کے ساتھ رونما ہوتا جاتا ہے

فلسطین فتح ہوا ہے تو صلیبی الفاظ زبان پر آتے ہی ترکوں کے مٹانے میں تمام عیسائی یورپ اور مسلمانوں کو غلام بنا کر رکھنے میں تمام ہند و ہندوستان متفق ہیں انہوں سے لڑتے ہیں تو قومی و نسلی تعصب کا دیو سامنے آکھڑا ہوتا ہے گذشتہ جنگ عظیم بھی اسی قسم کی جنگ تھی اور موجودہ عالمگیر جنگ میں بھی یہی جذبہ کام کر رہا ہے۔

قرآن جنگ کے معاملہ میں احتیاط برتنے کی تعلیم دے رہا ہے اور یہ عیسائیت کے پیرو جو مہذب تہذیب و تمدن اور انسانیت کے مٹانے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھتے مذہب کو انہی مدعیان تہذیب نے یہ کہہ کر چھوڑا اور اس سے نفرت کا اظہار کیا تھا کہ یہ تعصب ہے وحشت پیدا کرتا ہے اور دنیا کے امن کا دشمن ہے لیکن ہم دیکھ رہے ہیں کہ مذہب کو چھوڑ کر دنیا اور دیوانی ہو گئی اور انسانیت کے بجائے اس میں درندگی آگئی اپنے انہوں ہی کا گلا کاٹنے لگے ہر سچے مذہب کا مقصد انسان کی خدمت اور راحت رسانی ہوتی ہے جو کچھ دنیا میں ہو رہا ہے وہ مذہب کا کرشمہ نہ تھا گمراہی تھی۔

یہودیت اور عیسائیت سچے مذاہب تھے ان کی تعلیم میں مفسدہ پردازیوں اور خانماں سوزیوں کا کہیں ذکر نہیں یہ تمام مختلف مذاہب منسوخ ہو کر ان کی جگہ اسلام نے لی اور یہ پوری دنیا کا مذہب بنا آج کوئی آسمانی کتاب اپنی اصلی صورت میں قائم نہ رہی قائم ہے تو قرآن مذہب کی حیثیت دیکھنا ہے تو قرآن میں کوئی دیکھے اور اس سے سبق حاصل کرے۔

قرآن اور مقاصد جنگ دنیا میں آج مذہبی یا آسمانی کتب کے اعتبار سے ژند، اوستا، بائبل، گیتا، رامائن، توراۃ، انجیل، ستیارتھ پرکاش اور قرآن موجود ہیں یہی کتابیں مختلف مذاہب کا سرچشمہ سمجھی جاسکتی ہیں اور سمجھی جاتی ہیں ان میں ایک قرآن کے سوا اور کونسی کتاب ہے جس کے متعلق اصلی ہونے کا دعویٰ کیا جاسکے مخالفین قرآن کے متعلق زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ آسمانی کتاب نہیں حضور نبی کریم کی مرتب کردہ ہے مگر یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ یہ اپنی اصلی حالت میں موجود نہیں یا اس میں اور کتابوں کی طرح ایک شوشہ کا بھی فرق پڑا ہے نشان لینے کے بعد بھی اگر اسے غور سے پڑھا جائے تو قرآن خود بتادیگا کہ یہ آسمانی کتاب ہے قرآنی دعویٰ کے مطابق اب پوری دنیا کے مذہب کا سرچشمہ اگر کوئی کتاب ہے تو یہی ہے مذہب کی حقیقت اور مذہب کا صحیح اندازہ لگایا جاسکتا ہے اور مذہب سے متنفر رہنے والے بھی جن امور کی بنا پر اس سے متنفر ہوئے ہیں دیکھنا چاہئے کہ وہ موجود بھی ہیں یا نہیں سب سے بڑا الزام مدعیان تہذیب نے مذہب پر جو عاید کیا ہے وہ یہ ہے کہ یہ انسان کو تنگدل بناتا ہے امن کا دشمن ہے انہوں نے یہ رائے ہندویت عیسائیت اور دیگر مذاہب کے پیروؤں کے کارنامے دیکھکر قائم کی قرآن اور اس کی تعلیمات پر کبھی نظر نہ کی

قرآن اور اسلام جب کان الناس امۃ واحدۃ، الخلق عیال اللہ فرما رہا ہے مسلمانوں کے خدا کو تمام دنیا والوں کا خالق و پروردگار بتا رہا ہے تمام مذاہب کے پیشواؤں کا احترام اور تمام انبیاء سابقین کے ماننے کا حکم دے رہا ہو حقیقی نیکی انسانیت کی خدمت قرار دے رہا ہے تو پھر اسے کیونکر مذموم قرار دیا جاسکتا ہے یہ تو اشا تنگدلی تعصب فساد اور جنگ کا دشمن ہے حضور نبی کریم پیشوائے اسلام کا نمونہ عمل دیکھئے کہ تیرہ برس کامل خود انتہائی مظلومی کی زندگی خاموشانہ زندگی بسر کرتے رہے مدینہ منورہ چلے آئے اور پھر بھی غیر مسلموں نے چین سے نہ بیٹھنے دیا اللہ کو ایک کہنے کی اجازت نہ دی تو دفاع کے لئے تلوار اٹھائی کم و بیش اسی جنگیں لڑنی پڑیں یہ تمام جنگیں بڑی مجبوری کے عالم میں لڑیں اور اس احتیاط و ہوشمندی کے ساتھ لڑیں کہ دونوں طرف ایک ہزار سے زیادہ افراد مقتول نہ ہوسکے اور صرف انہی ہزار افراد کی قربانی سے پورے کے پورے ملک کو منظم و مزکی کرکے رکھدیا جنگ بدر اور جنگ موتہ میں وہ لوگ سامنے تھے جو خون کے پیاسے تھے اور جنہوں نے تیرہ برس تک مکہ میں ظلم و عدوان کی آندھیاں برپا کر رکھی تھیں ہر دنیوی قانون کے مطابق انہیں ملیامیٹ کرکے رکھدینا جائز تھا لیکن ہوتا کیا تھا کہ مسلمان خود کھجور کے بزار رہتے ہیں اور ان خون آشام قیدیوں کو پیٹ بھر کر کھلاتے ہیں مکہ والوں کو بالکل معاف کردیتے ہیں خیبر والوں سے بھی صلح کر لیتے ہیں۔ طائف اور وہی طائف جہاں حضور پر پتھروں کی بے پناہ بارش ہوئی تھی جب وہیں کے چھ ہزار قیدی گرفتار ہوتے ہیں تو حضور سب کو چھوڑ دیتے ہیں کسی سے کوئی انتقام نہیں لیتے اس لئے کہ مقصد انتقام نہیں اصلاح ہے سارے بندوں کو خدا کی راہ پر لانا ہے۔ حضرت عمر بیت المقدس کو فتح کرتے ہیں تو شاہانہ نہیں فقیرانہ شان سے اس میں داخل ہوتے ہیں جہاں جھوٹے مذاہب کے بخت نصر ٹیٹس اور ہرقل قتل عام کرتے اور آگ لگاتے ہوئے داخل ہوتے تھے وہاں حضرت فاروق اعظم سب کو پیغام امن و عافیت دیتے ہوئے داخل ہوتے ہیں اس کے بعد پھر صلیبی حملہ کرتے اور فلسطین کے مسلمانوں کے خون کے دریا بہا دیتے ہیں سلطان صلاح الدین ایوبی پھر اسے قبضہ میں لاتے ہیں اب تک یہ ہوتا ہی آیا تھا سلطان بھی اگر انتقام میں تمام عیسائیوں کو قتل کرڈالتے تو کوئی انوکھی چیز نہ تھی مگر وہ اسلام کے سچے پیرو تھے اس لئے انہوں نے ایک عیسائی کو بھی قتل کیا اور نہ لوٹا اجازت دیدی کہ وہ اپنا تمام مال لیکر اور بہت معمولی فدیہ دیکر شہر خالی کردیں اس قسم کی مثالوں سے تاریخ اسلام لبریز ہے جب قرآن مخلوق پروری کی تعلیم دے رہا ہے تو کس مسلمان کا زہرہ تھا جو ان غیر مسلموں کو قتل کرکے اس کا غضب مول لے سکتا یہ عیسائیوں اور ہندوؤں کا خدا نہ تھا جو دوسروں کے قتل سے خوش ہوتا مسلمانوں کا خدا تو رب العالمین ہے۔ حکم ہے۔

وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا	مسلمانو! دیکھو تمہیں صرف انہی کے خلاف جنگ کی اجازت ہے جو تمہارے خلاف جنگ

کی تیاریوں میں مصروف ہوں یا تم سے لڑیں تم ان سے لڑو ضرور مگر اس لڑائی میں دو باتیں محفوظ رکھو اول تو تمہاری طرف سے کوئی ظلم و زیادتی نہ ہونے پائے اور دوسرے جنگ خدا کے لئے خدا کی راہ میں لڑی جائے کوئی نفسانی جذبہ اس میں شامل نہ ہو کہ انسان کی عادت ہے کہ جب کوئی اس پر چڑھ کر آتا ہے بلاوجہ حملہ کرتا ہے تو غضبناک ہو جاتا ہے اور جوش انتقام میں فتحیاب ہونے کے بعد ان پر ایک حشر برپا کردیتا ہے اور دنیا میں ابتدا سے یہی ہوتا چلا آیا ہے

وقاتلوا حتی لا تکون فتنۃ ویکون الدین کلہ للہ	لڑو لیکن جب فتنہ و فساد رفع ہو جائے اور دوبارہ شرانگیزی کا اندیشہ باقی نہ

رہے تو اپنے ہاتھ روک لو۔ لڑنے والوں کی بربادی نہیں بلکہ امن مقصود ہو پیش نظر یہ امر ہو کہ لوگوں کو آزادی ضمیر حاصل ہو جائے کوئی کسی پر جبر نہ کرسکے۔

کوئی ہمیں بتائے کہ اس وقت تک دنیا کے ساسانیوں کیانیوں داراؤں اور قیصروں صلیبیوں مہاتماؤں اور پاپاؤں نے جو جنگیں لڑی ہیں کیا ان میں یہی مقصد پیش نظر رکھا ہے کہنے کو تو گذشتہ جنگ بھی قیام امن کے لئے کی گئی تھی لیکن اس کا جو نتیجہ ہوا وہ دنیا کے سامنے ہے مفتوحین پر رحم کرنے والا مسلمانوں کے سوا کوئی نہ نکلا خود فرانسیسی محقق موسیو لیبان نے لکھا ہے کہ دنیا کو مسلمانوں جیسے رحمدل فاتح کبھی نصیب نہ ہوئے جس طرح مسلمانوں نے مکہ طائف خیبر بیت المقدس اور دمشق وغیرہ کو فتح کرکے ایسے ہی چھوڑ دیا کہ ان کے باشندے مسلمانوں کے خون کے پیاسے چلے آرہے تھے صلیبی جنگیں ساہی آخر مذہبی جنگیں ہی تھیں مگر ان میں وہ کونسا بدترین سے بدترین ظلم تھا جو مسلمانوں پر روا نہ رکھا گیا لیکن پھر جب مسلمان فتحیاب ہوئے تو انہوں نے کسی عیسائی کو نہ ستایا۔ اسپین کے اندر اسلامی عملداری میں عیسائی عیش کرتے رہے یہی سسلی میں ہوا۔ جب اسپین و سسلی میں عیسائی حکومت قائم ہوئی تو مسلمانوں کے لئے کوئی جائے پناہ نہ رہی

اذن للذین یقاتلون بانھم ظلموا وان اللہ علیٰ نصرھم لقدیر — تمہیں ان لوگوں سے لڑنے کی اجازت دیجاتی ہے جو تم کو ستاتے اور تمہارے اوپر حملے کرتے رہے ہیں اس لئے کہ تم مظلوم ہو اور اللہ تمہاری مدد کریگا۔

ولولا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض لھدمت صوامع الخ — اس لئے اجازت دی جاتی ہے کہ اگر ایسی اجازت نہ ملے تو لوگ محض تعصب کی وجہ سے مسجدیں معابد کلیسے اور غیر اقوام کے عبادتخانے جن میں خدا ہی کا ذکر کیا جاتا ہے منہدم ہوکر رکھدی جائیں۔

گویا قرآن نے صاف صاف بتادیا کہ کن مقاصد کے لئے لڑائیاں ضروری ہیں اور کب اور کن حالات میں ان کی اجازت ہے اس حالت میں کہ جب دشمن شرارت اور فساد سے باز ہی نہ آئیں بلاوجہ شرارتیں کرتے اور اذیتیں پہنچاتے رہیں جوش تعصب میں چڑھ چڑھ کر ٹھے ہوں اس اجازت اور جنگ کا مقصد بھی بتادیا ہے کہ امن قائم ہوجائے لوگوں کے لئے شرارت کا موقعہ نہ رہے وہ محض جوش تعصب میں دوسری قوموں کے عبادتخانے منہدم نہ کرسکیں ہر قوم کو اپنے طریق پر عبادت کی پوری آزادی حاصل ہو۔ تاریخ شاہد ہے کہ اسلامی لڑائیوں کا نتیجہ ہوا بھی یہی قبائلی لڑائیوں کا سلسلہ یکقلم بند ہوگیا اور اسلامی حکومت قائم ہوجانے کے بعد ہر قوم ذمی بنکر آزادی کے ساتھ زندگی بسر کرنے لگی حالانکہ اسلام سے پیشتر یہ آزادیاں کسی کو حاصل تھیں ہر قوم اسی کوشش میں رہتی تھی کہ محکوم اس کا مذہب اختیار کرلیں۔ بتایا جاچکا ہے کہ اسلام سے پیشتر جبر و ظلم کا کیا عالم تھا یہود نے اختیار پایا تو عیسائیوں کو دم نہ لینے دیا عیسائیوں نے صاحب اختیار ہوکر بت پرستوں اور یہودیوں پر حشر برپا کرلیئے۔ خسرو پرویز فتح کا بڑھا ہے تو یہ لفظ اس کی زبان پر تھے کہ ہرقل جب تک اپنے مصلوب خدا کو چھوڑ کر آفتاب کے سامنے سر جھکانے پر رضامند نہ ہوگا میں اس پر رحم کے لئے تیار نہیں ہوں۔

قرآن اور پیغام امن یہ اسلام اور بعض اسلام صاحب نے جنگ کو بھی عبادت بنادیا اور یہ کہ وہ چیز بھی مقدس چیز بن گئی اس کی غرض و غایت بہبود خلائق قیام امن حمایت مظلوم اور خوشنودی خدا کے سوا اور کچھ نہ رہی۔ اللہ کا نام لیتے ہوئے بڑھتے تھے اللہ کا نام لیتے ہوئے لوٹتے اور دوران جنگ بھی میں کثرت سے ذکر الٰہی کرتے رہنے کا حکم صادر ہوا مال غنیمت کی طرف بھی کسی کی توجہ نہ رہی جنگ خیبر ہی میں رسول کریم نے اعلان کردیا کہ جو کوئی مال غنیمت حاصل کرنے کے لئے جہاد کریگا اسے کوئی ثواب نہ ملیگا ظاہر ہے کہ جب مال غنیمت ہی کی کوئی اہمیت نہ رہے جنگ عبادت بنجائے تو کون اس میں بے احتیاطیاں کرسکیگا۔ جوش انتقام غیض و غضب اور ظلم و زیادتی سے کام لے سکیگا ابن اثیر نے لکھا ہے اور بالکل ٹھیک لکھا ہے کہ قرآن کی تعلیمات کی روشنی میں جنگ کے ایسے اعلےٰ اصول وضع و مرتب کئے گئے جس کی کوئی مثال اس بھری دنیا میں نہ تھی۔

حکم قطعی صادر فرمایا گیا کہ بوڑھوں بچوں عورتوں پادریوں اور پجاریوں پر جنگ کے دوران میں کوئی دست برد نہ کی جائے غیر مسلموں کے معابد کو جنہیں جنگ سے کوئی تعلق نہ ہو ہرگز نقصان نہ پہنچایا جائے شہروں اور بستیوں میں آگ نہ لگائی جائے شاداب اور پھل دینے والے درخت نہ کاٹے جائیں کھیتوں اور مزروعات کو پامال نہ کیا جائے پر امن باشندوں اور رعایا کو کوئی تکلیف نہ پہنچائی جائے عام راستے بند نہ کئے جائیں غیر مسلم محکوموں اور ذمیوں کی حفاظت فرض سمجھی جائے قید و بند یا لوٹ مار صرف لڑنے والوں تک محدود رہے اس سے پہلے جن رحمتوں کا اظہار عام تھا وہ سب ممنوع قرار پائیں غیر مسلموں پر ایک برائے نام ٹیکس جزیہ کے نام سے عاید کرکے انہیں ایک طرف تو فوجی خدمات سے معاف کردیا اور دوسری طرف مسلمانوں کو ان کے جان و مال کا محافظ بنادیا۔

قرآن اور جزیہ۔ مخالفین اسلام کی طرف سے اسی جزیہ پر صدیوں سے شدت کے ساتھ اعتراض ہوتے چلے آئے ہیں جو ان کی جہالت اور تعصب کی کھلی دلیل ہے حالانکہ ایک بہت معمولی ٹیکس دیکر خوفناک فوجی خدمات سے محفوظ ہی رہنا اور محاذ جنگ پر نہ جانا ہی کتنی بڑی بات تھی نہ کہ مسلمان اس کے علاوہ خود ان کے محافظ بھی بنجاتے تھے غیر مسلم خواہ یہودی ہوں یا عیسائی پارسی ہندو ہوں آرام سے اپنے گھروں میں بیٹھے رہتے تھے اور مسلمان اپنے گھروں بیویوں اور بچوں کو چھوڑ کر محاذ جنگ پر جاتے اور لڑتے کٹتے مرتے اور مجروح ہوتے تھے۔

مثلاً یوں سمجھئے کہ ہندوستان میں انگریزوں کی نہیں مسلمانوں کی حکومت ہے جو دور دور تک پھیلی ہوئی ہے مشرق و مغرب میں جنگ کے شعلے بھڑکتے ہیں سنگاپور ملایا مصر اور عراق میں محاذ قائم ہوتے ہیں اب اسلامی اصولوں پر ان محاذوں پر لڑنے کے لئے مسلمان ہی جائیں گے کسی سکھ ہندو اور پارسی کو مجبور نہ کیا جائے گا اور دوران جنگ میں بھی مسلمان ان کے جان و مال اور آبرو کے محافظ اور ذمہ دار ہوں گے۔ فرض کیجئے کہ انھیں جنگی مصلحت کی بنا پر رنگون و سنگاپور خالی کرنے پڑتے ہیں تو شرعی اصول کے مطابق مسلمان یہ نہ کریں گے کہ انھیں آگ لگادیں یا سب کچھ تباہ کردیں بلکہ وہ پہلے سے نہ صرف یہ کہ انہیں آگاہ کریں گے بلکہ ان کو اس سال کا جزیہ و ٹیکس بھی معاف کردیا گیا اور کہدیں گے کہ جب ہم آپ کی حفاظت کے قابل نہیں تو اس ٹیکس کے بھی حقدار نہیں اسے واپس کرتے ہیں۔

اب وہ کوئی شہر فتح کرتے ہیں تو وہاں کی پر امن رعایا عورتوں بچوں بوڑھوں اور بیماروں سے کوئی بازپرس نہ کریں گے نہ شہر کو آگ لگائیں گے صرف لڑنے والوں کو قید کریں گے اور لوٹیں گے ہاں اگر ہندو یا سکھ خود محاذ جنگ پر جانے کی خواہش کریں گے تو جزیہ اور ٹیکس ان پر معاف ہو جائے گا۔ اسلام ان کو یعنی مسلمانوں کو مجبور کریگا کہ وہ بم برسائیں تو صرف فوجی کارخانوں اڈوں اور مورچوں پر برسائیں اگر شہر کے پر امن باشندوں کو کوئی نقصان پہنچائیں گے تو وہ خدا کے نزدیک گناہگار ہوں گے لیکن یہ باتیں ان کی ہیں جو سچے مذہب کے حامل ہیں خدا کو خدا سمجھتے اور اس سے ڈرتے ہیں اور جن کے نزدیک خدا کی تمام مخلوق خدا کی عیال کا درجہ رکھتی ہے اور مخلوق آزاری بہت بڑی معصیت ہے جو خدا کو خدا ہی نہ سمجھتے ہوں اس سے ڈرتے ہی نہ ہوں وہ جو کچھ بھی کریں دیکھ لیجئے کہ اس تہذیب و روشنی کے زمانہ میں انسانوں کے ہاتھوں انسانوں پر کیا تباہیاں نازل کی جا رہی ہیں لڑنے والے اور نہ لڑنے والے سب ہی ایک لاٹھی سے ہانکے جا رہے ہیں جرمنی تو حربی اور غیر حربی میں تمیز ہی نہیں کرتے ان کے نزدیک تو یہ سمجھ لینا کافی ہے کہ یہ روسی ہیں اور یہ فرانسیسی ان کے نزدیک تمام امریکن اور تمام روسی خواہ وہ عورت ہوں یا مرد بچے ہوں یا بوڑھے لڑائی سے تعلق رکھتے ہوں یا نہ رکھتے ہوں سب گردن زدنی اور کشتنی ہیں ایسے ہی ظالموں کے متعلق ہے سیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون

صلح و جنگ اور قرآن

قرآن نے مسلمانوں کو ہدایت کی تھی کہ حربیوں اور لڑنے والوں کے ساتھ بھی اسی وقت تک معاندانہ سلوک روا رکھا جائے جب تک کہ وہ لڑتے رہیں اور جنگ جاری رہے۔

وان احد من المشرکین استجارک فاجرہ | مسلمانو! اگر مشرکوں اور لڑنے والوں میں سے کوئی تمہارے پاس آئے تاکہ وہ

اپنی معروضات پیش کرے تو اسے آنے دو دشمن سمجھ کر اس سے بازپرس نہ کرو بلکہ سب کچھ اسے سنا کر اسے اپنی حفاظت میں اسے پھر امن کی جگہ پہنچا دو یہ تو تنہا حکم دشمنوں سے انفرادی سلوک کا، اب دوسری صورت سامنے رکھیئے کہ دشمنوں سے لڑائی ہو رہی ہے اور وہ اپنا پہلو کمزور پا کر صلح کی درخواست کرتے ہیں یا پھر کسی اور وقت جنگ چھیڑنے کے لئے فریب کارانہ صلح پر تیار ہوتے ہیں اور مسلمان اسے سمجھتے ہیں پھر بھی حکم ہے۔

وان جنحوا للسلم فاجنح لہا وتوکل علی اللہ | مسلمانو! اگر دوران جنگ میں دشمن تم سے مصالحت کے لئے تیار ہو جائیں

تو یہ خیال نہ کرو کہ انہیں اس وقت چھوڑ دیا تو پھر یہ طاقت اور زور پیدا کر کے جنگ پر تیار ہو جائیں گے ان کی درخواست رد نہ کرو آئندہ کا معاملہ خدا پر چھوڑ دو اور صلح کر لو گویا اسلام میں خونخوار سے خونخوار دشمن کی درخواست رد نہ کرنے اور ہر حالت میں مصالحت کر لینے کا حکم ہے صلح میں یہ نہیں کہ انتہائی مفاد پیش نظر رکھو اسلامی دنیا میں برابر اس پر عمل ہوتا رہا بیت المقدس کے عیسائیوں نے مسلمانوں کی بربادی اور نقصان رسانی میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا تھا اور یہ ہر اعتبار سے گردن زدنی تھے مگر جب انہوں نے صلح کی درخواست کی فوراً ہی منظور کر لی گئی، دمشق اور اسکندریہ میں بھی یہی ہوا۔ ہندوستان میں بھی یہی ہوتا رہا۔

قرآن اور مخلوق نوازی

دیگر مذاہب کی تعلیمات کے اوراق آج بھی دنیا کے سامنے کھلے ہوئے ہیں یہودیوں عیسائیوں ہندؤں اور سکھوں کا شعار عمل ہمیشہ یہی رہا ہے کہ انہوں نے اقوام غیر سے کبھی مساویانہ و ہمدردانہ سلوک روا رکھنا مناسب نہ سمجھا اور اس لئے نہیں سمجھا کہ ان کے نزدیک غیر قومیں ہمیشہ غیر ہی رہی ہیں ان کی طرف سے ان کے دلوں کے اندر قائم شدہ کینہ کبھی نہ گیا ان کی پامالی نقصان رسانی اور ان کی کمزوری سے سوء استفادہ جائز ہی نہیں بلکہ ثواب ہے کسی قوم کے ایک فرقہ سے صدیوں پہلے بھی اگر اتفاق سے کوئی تصادم ہوا تھا یا کوئی نقصان پہنچا تھا اسے کبھی نہ بھولے اور ایک کے قصور اور ایک کے جرم پر پوری قوم سے بدلہ لینے پر تیار ہو گئے دیکھ لیجئے یہودیوں سے صدیوں پیشتر جو سختیاں ظہور میں آئی تھیں عیسائی آج تک انہیں نہیں بھولے اور جس کا بس چلا انہیں کچلتا رہا یورپ کے ہر ملک سے یہ خارج کئے اور لوٹے جاتے رہے ہیں۔

صلیبی جنگیں شروع ہوئیں اور صلیبی مجاہد فلسطین کی طرف بڑھے تو نکلے تھے مسلمانوں کے خلاف مگر راستے میں جہاں یہودی ملے انہیں بھی قتل و غارت کا نشانہ بنائے بغیر نہ رہے آج بھی جرمنوں نے انہیں لوٹ کر نکال باہر کیا یہی صورت مسلمانوں کے ساتھ رہی لڑنے چلے تھے سلطان صلاح الدین کے خلاف مگر راہ میں جتنی بستیاں ملیں انہیں مسلمان بستیاں سمجھ کر لوٹتے اور جلانے میں کسر اٹھا نہ رکھی بیت المقدس کے مسلمانوں کا قتل عام کیا عیسائی یہی کھیل کھیلتے رہے اور انہوں نے یہودیوں اور مسلمانوں کے ساتھ جوش عناد میں نیکی اور انصاف کو کبھی ملحوظ نہ رکھا۔

یہی حالت ہندؤں کی رہی مرہٹوں نے اقتدار پاکر تعصبات کے جو مظاہرے کئے وہ تو کئے ہی اس سے پہلے بھی جب کبھی راجپوتوں وغیرہ کو موقع ملا انہوں نے مسلمانوں کو ستایا ذلیل کیا اور مارا، اب تک سلطان محمود غزنوی اور شہنشاہ اورنگزیب کے مفروضہ مظالم کا بدلہ عام مسلمانوں سے لینے کے ارادے ہیں کوئی نہیں سوچتا کہ اگر انہوں نے کچھ کیا بھی تو اس کی سزا کے مستحق یہ مسلمان کب ہیں سکھوں کو بھی فرخ سیر کا نام ازبر ہے۔ امریکن کتنے متمدن ہیں حبشی امریکہ کے شہری بن چکے ہیں مگر معمولی سے معمولی معاملات اجتماعی ہنگاموں کا باعث بنجاتے ہیں اور کسی حبشی کے ہاتھ سے کوئی امریکن قتل ہو جاتا ہے تو امریکن پوری حبشی قوم کے خلاف بھڑک اٹھتے ہیں اور اپنے دل کا بخار نکالتے ہیں۔ گویا دنیا میں ہمیشہ سے مختلف قومیں باہم معاند چلی آئی ہیں کوئی ایک قوم دوسری قوم کے ساتھ نیکی اور انصاف کرنے پر تیار نہیں ہوتی ہے ایک قوم نے دوسری قوم کو غیر اور دشمن سمجھ کر کبھی اس کے ساتھ انصاف اور نیکی کی کوشش نہیں کی۔

لطف یہ ہے کہ انسانی درندگی اس قدر بڑھی کہ ایک مذہب کی مختلف قوموں میں بھی یہ جذبہ ترقی پذیر ہو گیا دیکھ لیجئے کہ جرمنی اور فرانس دونوں ایک ہی مذہب کی دو قومیں ہیں مگر ان کی باہمی معاندت یورپ میں برابر آگ لگائے رہی ایک نے دوسری کو نقصان پہنچانا اور پامال کرنا ہمیشہ اپنا پہلا فرض سمجھا اسلام سے پیشتر یہی حالت قبائل عرب کی تھی جن مذاہب سے یہ قومیں متعلق تھیں انہوں نے ان کی صحیح رہنمائی کی ضرورت نہ سمجھی تھی انہیں یہ بتا کر خاموش ہو گئے تھے کہ دشمنوں کو پامال کرنا عین ثواب ہے اور کسی نیکی و انصاف اور احسان کے

مستحق نہیں اللہ کی مخلوق کا درد تو اللہ ہی کو ہو سکتا ہے قرآن اللہ کا کلام ہے اس لئے اس میں اس لعنت کے خلاف بڑی شد و مد کے ساتھ احکام صادر کئے گئے اس لئے صادر کئے گئے دوست و دشمن بندے تو اسی کے تھے - ارشاد ہوا۔

ولا یجرمنکم شنآن قوم ان لا تعدلوا - اعدلوا ھو اقرب للتقوی

مسلمانو! دیکھو ایسا نہ ہو کہ کسی قوم سے تمہاری معاندت و دشمنی ہو اور اس جوش عناد میں تم اس کے ساتھ عدل اور انصاف کو روا نہ رکھو خوب سمجھ لو کہ عدل و انصاف دوست اور دشمن دونوں کا حق ہے اور عدل تقویٰ سے بہت ہی قریب ہے اور تم جانتے ہو کہ تقویٰ کرنا کتنی بڑی سعادت ہے۔

عدل اور قرآن دشمنوں سے انصاف کیا ہر زمانہ اور ہر دور میں ہر قوم دشمنوں کو مٹا کر رکھ دینا ہی ثواب سمجھتی رہی دوسری قوم تو دوسری ہی قوم ہے اپنی ہی قوم کے دشمنوں کے ساتھ کوئی انصاف برتا جاتا دہ نہیں ہوتا ہی کوشش رہتی ہے کہ کوئی موقع ملے اور کانٹا مار اجائے اس نیلگوں آسمان کے نیچے ایک قرآن اور صرف قرآن ہی ہے جس نے دشمنوں کے ساتھ بھی انصاف کا حکم دیا اور پھر زور دیکر کہا کہ اگرچہ دنیا میں ہوتا تو یہی رہا ہے کہ دشمن کسی رعایت کے کبھی مستحق نہیں سمجھے گئے مگر تمہیں اس سے کیا تم تو پیدا ہی اس لئے کئے گئے ہو کہ انسانیت نوازی کرو تم سے حق کا بول بالا ہو اور دنیا میں عدل و انصاف کے داعی رہو کونوا قوامین شھداء بالقسط۔

حکم ہے اور حکم بھی عام ہے جس میں کسی استثنا کی گنجائش نہیں۔

ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربی وینھی عن الفحشاء والمنکر والبغی۔

دیکھو تمہارا خدا تمہیں پورے زور کے ساتھ حکم دیتا ہے کہ انصاف کرو نیکی سے کام لیتے رہو اپنے رشتہ داروں کے ساتھ سلوک روا رکھو اور وہ بے حیائی و بے شرمی کے کاموں بری اور مذموم باتوں اور غرور و سرکشی کی ممانعت کرتا ہے اس حکم میں خویش و بیگانہ اور مسلم اور غیر مسلم کی کوئی تمیز و تفریق نہیں۔ گالیاں میں اپنا ہو یا پرایا کسی کے لئے جائز نہیں غرور بد اخلاقی ہے وہ بھی کسی انسان سے روا نہیں نیکی ہر انسان کا حق ہے عدل سب کے ساتھ کرنا چاہیئے یہ قرآنی تعلیم ہے ربانی ارشادات ہیں انسانیت اور تہذیب کا حقیقی سبق یہی ہو یہی سچی نیکی ہے جو شخص ایک کے ساتھ نیکی اور دوسرے کے ساتھ بدی کرتا ہو وہ نیک نہیں نیک بھی ہے اور بد بھی خدا کی تعلیم کی یہی شان ہونی چاہیئے۔

غیر مسلموں سے حسن سلوک اور قرآن غیر مذاہب کے لوگوں سے عام سلوک کے متعلق قرآن کریم نے مسلمانوں کو ہدایت فرمائی

لا ینھاکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبروھم وتقسطوا الیھم ان اللہ یحب المقسطین

مسلمانو! خدا تمہیں اس سے منع نہیں کرتا کہ تم ان غیر مسلموں سے حسن سلوک سے پیش آؤ جنہوں نے تعصب کے جوش میں تم سے برائی نہیں کی تمہیں تمہارے گھروں سے نہیں نکالا ان کے ساتھ نیکی اور انصاف کر سکتے ہو اس لئے کہ اللہ تعالے انصاف کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے۔

قرآن کریم کا پیرایہ بیان ہی انتہائی دلکش ہو کوئی نصیحت بھی کی جاتی ہے تو اس انداز اور اس رنگ میں کی جاتی ہے کہ وہ طبائع پر گراں نہیں گزرتی جذبات کی رعایت بھی ملحوظ رکھی جاتی ہے اور بات بھی کہدی جاتی ہو اس وقت صورت یہ تھی کہ مسلمانوں پر ہر جگہ مشرکین کی طرف سے صرف اللہ کا نام لینے پر مظالم برپا کئے گئے تھے۔

قریش، بنو ہوازن اور یہود تو دشمن تھے ہی اور مشرک قبائل بھی ان کے ساتھ مو الکفر ملة واحدة کا ثبوت پیش کر چکے تھے چونکہ مسلمان ہی عرب ہی تھے ان کے ساتھ بے وجہ زیادتیاں ہونے کی وجہ سے ان کے قلوب میں بھی غیظ و غضب کے شعلے بھڑک رہے تھے انہیں سخت میں پریشان کیا گیا تھا ان کے جذبات کی رعایت بھی ضروری تھی اس لئے ان کے ساتھ نیکی و انصاف کو ان کی مرضی پر چھوڑ دیا گیا اور آخر میں ایک ایسا جملہ رکھدیا جس کے بعد کوئی سچا مسلمان بھی ان کے ساتھ نیکی اور انصاف سے اعراض نہ کریگا مسلمان اور سچے مسلمان یہ سنکر کہ خدا انصاف کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے ان کے ساتھ کبھی نیکی کئے بغیر نہیں رہ سکتے گویا جن غیر مسلموں نے مسلمانوں کو نہیں ستایا ان کے ساتھ محض غیر مسلم ہونے کی وجہ سے بد سلوکی قرآن نے روا نہیں رکھی تعصب کو برا سمجھا اور نیکی اور انصاف کی ترغیب دی۔

قرآن نے اسے ہرگز روا نہ رکھا کہ ایک غزنوی اور اسٹیک کے قتل کے جرم کا بدلہ پوری کی پوری قوم سے لیا جائے۔ ایک مس ایلس کے انفرادی جرم اغوا پر اغوا کرنے والوں کے ملک کے ملک پر بم برسا دیئے جائیں چند لٹیروں کی بغاوت کا انتقام پورے کے پورے قبیلہ سے لیا جائے ایک حبشی یا ایک یہودی کے جرم کی سزا پوری کی پوری قوم کو دیجائے ایک ہندوستانی ہو کے پیٹ میں کوئی چھرا گھونپ دے تو قاتل کی قوم کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ جائے، کوئی ایک شخص کسی آدمی کو قتل کرے تو قاتل کے پورے قبیلہ سے انتقام لیا جائے یہی عرب میں ہوتا تھا اور یہی آج دنیا میں ہو رہا ہے لیکن قرآن نے اس کی سختی کے ساتھ ممانعت کی عظیم الشان فرمانروائے اسلام حضرت فاروق اعظم رضی کو ایک پارسی غلام فیروز قتل کر دیتا ہے اگر اور کسی قوم میں ایسا واقعہ ظہور میں آتا تو ایک حشر برپا ہو جاتا

اس تہذیب و روشنی کے زمانہ میں چین اور ایران کے اندر ایک ایک انگریز قتل ہو گیا تھا انگریزوں کی قوم کی قوم بھڑک اٹھی تو ٹائمز آف لندن نے لکھا تھا کہ انگریز کے خون کا ایک قطرہ پورے ایران کے خون سے بھی زیادہ قیمتی ہو مگر اسلام میں اتنے بڑے قتل کا انتقام پوری پارسی قوم سے لینا تو ایک طرف جب خلیفہ شہید کے لڑکے جوش انتقام میں صرف قاتل کو قتل کر ڈالتے ہیں تو مسلمان خود انہی سے قصاص لینے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں مقدمہ چلایا جاتا ہے اور حضرت عثمان غنی بمشکل خون بہا ادا کر کے انہیں نجات دلاتے ہیں اور پارسیوں سے کچھ بھی باز پرس نہیں ہوتی۔ ابن ملجم خارجی حضرت علی کو قتل کر ڈالتے ہیں جو پوری دنیائے اسلام کے فرمانروائے اعظم ہیں صرف ابن ملجم ہی کی سزا پر اکتفا کی جاتی ہے اور خارجیوں سے کوئی باز پرس نہیں ہوتی نور جہاں کے پستول سے ایک راہگیر قتل ہوتا ہے معمولی بات تھی نہ ملکہ اور کہا ایک غریب راہگیر فوراً گرفتار ہوتی ہے اور ایک لاکھ روپیہ خونبہا دیکر

چھٹکارا نصیب ہوتا ہے

ایک بنیے کو ننگا نہاتا ہوا دیکھ کر سلطان شیرشاہ سوری کا ولیعہد پان کا ایک بیڑا اس کی طرف پھینکدیتا ہے ہندو بنیئے کی شکایت پر سلطان فوراً انتقام کا حکم دیتا ہے۔ رچرڈ شیر دل بیمار پڑجاتا ہے جو مسلمانوں کے خون کا پیاسا ہے اور برسر جنگ ہے سلطان صلاح الدین یہ سنکر خود اس کے لئے دوائیں اور برف بھیجتے ہیں کیوں؟ اس لئے کہ خدا نیکی انصاف کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے۔

متعصب غیر مسلموں سے قطع تعلق کا حکم

قرآن کی رو سے غیر مسلموں کی تین قسمیں ہیں۔ ایک وہ جن سے مسلمانوں کا معاہدہ و مصالحت ہے دوسرے وہ ہیں جو ذمی یا مسلمانوں کی رعایا ہیں تیسرے میں جن سے نہ جنگ ہے اور نہ صلح ہے۔ چوتھے وہ ہیں جو مسلمانوں سے خدا واسطے کا بیر رکھتے ہیں اور محض اختلاف مذہب و نسل و قوم کی وجہ سے مسلمانوں کی آزار رسانی کے درپے رہتے ہیں مسلمانوں کو ستانے نقصان پہنچانے ذلیل و پامال کرنے کی تدابیر سوچتے اور لڑتے رہتے ہیں۔ اس آخری گروہ سے اگر مسلمانوں کو ہوشیار اور چوکنا رہنے کی ہدایت نہ کی جاتی تو ایک بہت بڑی خامی رہ جاتی انہوں نے مسلمانوں کے ساتھ کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا اس گروہ اور ایسے غیر مسلموں کے متعلق قرآن نے حکم دیا

إِنَّمَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ قَاتَلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَأَخْرَجُوكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ وَظَاهَرُوا عَلَىٰ إِخْرَاجِكُمْ أَنْ تَوَلَّوْهُمْ ۚ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ (ممتحنہ)	اللہ تعالٰے ان غیر مسلموں سے تمہیں تعلقات رکھنے سے منع کرتا ہے روکتا ہے جو تم سے لڑتے ہیں تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا ہے تمہارے اخراج اور نقصان رسانی کے درپے رہے ہیں ان سے دوستی نہ رکھو جس نے ایسے لوگوں سے دوستی کی ان کا شمار ظالموں میں ہوگا۔

قرآن بتا رہا ہے کہ ایسے لوگوں کی باتوں میں آنا ان سے تعلقات رکھنا اور ان پر اعتماد کرنا گناہ ہے کیونکہ یہ لوگ اپنی عادت اور اپنی نیش زنی سے کبھی باز نہ آئیں گے اور کچھ نہیں تو نفرت ہی ڈالیں گے نقصان ہی پہنچائیں گے ان قسم کے غیر مسلموں سے تعلقات کے نقصانات تاریخ کے اوراق سے لبریز ہیں ترکی کو تباہی میں زیادہ حصہ اسی قسم کے لوگوں پر اعتبار کا ہے ہندوستان میں بھی مسلمان اس حکم خداوندی و قرآن کی مخالفت کے المناک نتائج کا شکار بن چکے ہیں جن غیر مسلموں سے کوئی معاہدہ نہیں اور جن کا تعصب بدیہی امر ہے ان پر اعتبار ہر گونہ نقصان کا باعث ہے۔

دشمن اقوام سے ترک موالات کے وجوہ

جو غیر مسلم سخت متعصب ہیں تمہارے اور تمہارے مذہب کے دشمن ہیں وہ خدا کے دشمن ہیں ان سے کسی مسلمان کو دوستی کرنے اور دوست سمجھنے کی ممانعت ہے صاف حکم ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ تُلْقُونَ إِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوا بِمَا جَاءَكُمْ مِنَ الْحَقِّ	اے ایمان والو! تمہیں متنبہ کیا جاتا ہے کہ اپنے اور اللہ کے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ اپنے دلوں میں ان کی محبت پختہ نہ ہونے دو کہ یہ مخالف دین ہیں۔

ظاہر ہے کہ عام اور رسمی تعلقات جو لین دین کے معاملات سے تو ایک ملک اور ایک فضا میں رہتے ہوئے مدینہ اور حجاز میں بھی ممکن نہ تھی اور نہ ہندوستان میں ممکن ہے کہ اعراض کیا جائے روکا اس سے جا رہا ہے کہ انہیں دوست نہ بناؤ اپنا نہ سمجھو ان کی محبت کو دل میں جگہ نہ دو۔ عام قاعدہ ہے کہ دوست کی ہر چیز اچھی معلوم ہونے لگتی ہے اور محبت و دوستی اعتبار بھی بڑھا دیتی ہے۔ اور کچھ بھی نہ ہوا اپنی قوت کی وجہ سے آگے چل کر مسلمان ان سے کوئی جنگی اور سیاسی نقصان نہ اٹھا سکے تو یہ تو ہوا کہ ان کے اندر اس میل جول سے صدہا مشرکانہ رسوم ہی پھیل گئیں خدا کے حلال و حرام اور حرام حلال بن گئے اللہ نے بیواؤں کے عقد عورتوں کے ورثہ اور ان کے لئے خلع کو جائز و حلال ہی نہ کر رکھا تھا بلکہ اس کے لئے حکم دیا تھا رہبانیت کو حرام کیا تھا مگر مشرکوں کی محبت و دوستی نے معاملہ پلٹ دیا مسلمان مشرکانہ رسوم کو لے بیٹھے مغربی الحاد پھیلا تو ادھر بہہ گئے شادیوں میں ہندو لباس کا رواج عام ہو گیا۔ عام وضع پر بھی جتھہ اثر کی گئی نوبت یہ پہنچی کہ ستر پوشی کا بھی کسی کو خیال نہ رہا نیم برہنگی کی غیر شرعی صورت قائم ہو گئی بہت سے ممالک میں مسلمانوں کی نہ کوئی اپنی وضع رہی اور نہ اپنا لباس رہا اکثر اوقات تو ہندو مسلمانوں میں تمیز کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا بِطَانَةً مِنْ دُونِكُمْ لَا يَأْلُونَكُمْ خَبَالًا وَدُّوا مَا عَنِتُّمْ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاءُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِي صُدُورُهُمْ أَكْبَرُ ۚ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْآيَاتِ ۖ إِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُونَ	اے ایمان والو! اپنوں کے سوا غیروں کو اپنا راز دار نہ بناؤ کیونکہ وہ تمہاری تباہی میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھیں گے وہ دل سے چاہتے ہیں کہ تم تکلیف اٹھاؤ مصیبت میں پڑو ان کی دشمنی ان کی زبان سے ظاہر ہو چکی

ہے خوب سمجھ لو کہ یہ زبانوں سے ظاہر کی ہوئی دشمنی سے وہ دشمن کہیں زیادہ ہے جو دلوں میں لئے بیٹھے ہیں اللہ تعالٰے تمہیں پتہ کی بات بتا رہا ہے بشرطیکہ تم عقل و فہم سے کام لو۔

یہ آیت قریش کے متعلق نازل ہوئی تھی اللہ نے بذریعہ وحی مسلمانوں کو متنبہ کیا کہ دیکھو یہ لوگ تمہارے شدید ترین دشمن ہیں ان کے دلوں میں تمہاری طرف سے زہر بھرا ہے کہیں ان کی چکنی چپڑی باتوں میں نہ آجانا اپنے راز کی ان سے نہ کہہ بیٹھنا ظاہر ہے کہ ہر قوم دوسری قوم کے اندرونی حالات معلوم کرنے کی تاک میں رہتی ہے اور کسی قوم کی حقیقی کمزوریاں معلوم کر کے ہی پچھاڑا جا سکتا ہے سلطان ٹیپو اور نواب سراج الدولہ اور خلیفہ معتصم باللہ کبھی تباہ نہ ہو سکتے تھے اگر میر صادق میر جعفر اور ابن علقمی دوسروں کے آلہ کار نہ بنجاتے آج ہندوستان میں مسلمانوں کی کمزوری کا راز یہی ہے کہ ان کی قوم کے کچھ لوگ ہمیشہ دوسروں کے ہاتھ میں کھیلتے رہے اگر غور سے دیکھا جائے تو صاف معلوم ہو گا کہ مسلمانوں کی دشمنی میں اطالوی روسی اور بہاسبھائی آج ہرگز قریش سے کم نہیں اور قابو ملنے پر یہ انتہائی نقصان پہنچائے بغیر ہرگز چھوڑنے والے نہیں

ملت سے کٹ کر اغیار سے دوستی پر وعید

قرآن میں مسلمانوں کی پوری رہنمائی کی گئی ہے مسلمانوں کو ہدایت کی جاتی ہے کہ:-

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ	وہ مسلمانوں کو چھوڑ کر کفار کو اپنا دوست

اولیاء من دون المومنین ومن یفعل ذالک فلیس من اللہ فی شئی الا ان تتقوا منھم تقٰہ	بنائیں جو ایسا کریگا وہ اللہ کے ساتھ دوستی رکھنے والوں میں شمار ہوگا۔ لیکن اگر ایسی ہی کوئی مجبوری پیدا ہوجائے اور دوستی نہ کرتے میں مخالفت اندیشے

ہوں تو اجازت ہے۔

یہ آیت مسلمانوں کی کمتریں اقلیت کے متعلق ہے مثلاً ان ہندو یا عیسائی یا سکھ گاؤں کی ہزار اور سہزار کی آبادی میں تیس چالیس مسلمان ہوں یا جیسی کہ حالت آجکل یوریبین ممالک جرمنی روس برطانیہ روما نیہ امریکہ میں مسلمانوں کی ہے کہ لاکھوں کروڑوں کی آبادی میں ان کی تعداد کہیں سیکڑوں اور ہزاروں سے زیادہ نہیں اور وہ سب متحد ہوکر بھی ایک طاقت نہیں بن سکتے ایسی جگہ انھیں اجازت دیدی گئی ہے کہ وہ دوسری قوم سے دوستی کرسکتے ہیں لیکن ہندوستان جیسے ملک میں جہاں مسلمانوں کی تعداد کروڑوں تک پہنچی ہوئی ہے انھیں ہرگز یہ اجازت نہیں کہ وہ مسلمانوں کو چھوڑ کر اور نظرانداز کرکے اغیار کو اپنا دوست بنائے پھریں ایسے لوگوں کے لئے صاف حکم ہے کہ وہ اگر ایسا کرینگے تو ان کا شمار گنہگاروں اور ظالموں میں ہوگا مطلب یہ ہے کہ وہ ملیں جلیں مگر اپنے قومی اغراض اور قومی مقصد کے خلاف کوئی قدم نہ اٹھائیں ہر حالت میں متحد رہیں۔

قرآن اور اعتماد علی النفس و علی اللہ قرآن نے جس حقیقت کو آج سے ساڑھے تیرہ سو برس پیشتر کیا تھا اس کی صداقت آج عالم میں تاریخ شاہد ہے کہ دنیا کی کوئی قوم اس پوری طویل مدت میں مسلمانوں کی دوست نہیں رہی اور جس قوم کا بھی جب موقعہ لگا اس نے مسلمانوں کو پیسنے اور پامال کرنے کی پوری سعی کی یہودی ہوں یا عیسائی ہندو ہوں یا سکھ تاتاری ہوں یا کوئی اور ہر کسی نے بھی مسلمانوں کے ساتھ کمی نہیں کی اور یہ واضح ہوگیا کہ ان کا دنیا میں اگر کوئی دوست ہے تو صرف خدا ہے قرآن میں ہے۔

یا ایھا الذین امنوا لا تتخذوا الکافرین اولیاء من دون المومنین اتریدون ان تجعلوا للہ علیکم سلطانا مبینا۔	مسلمانو اپنی قوم کے لوگوں کو چھوڑ کر تم کافروں کو اپنا دوست نہ بناؤ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ خدا تم پر صریح الزام قائم کردے۔
یا ایھا الذین امنوا ان تطیعوا الذین کفروا یردوکم علی اعقابکم فتنقلبوا خاسرین بل اللہ مولٰکم وھو خیر الناصرین	اگر تم ان کا کہنا ماننے لگو گے ان کی سنو گے جو وہ کہیں گے وہی کروگے تو وہ پھر کفر کی طرف لوٹا لیں گے حقیقت میں خدا کے سوا تمہارا کوئی سچا دوست

اور خیرخواہ نہیں ہے۔"

مسلمانوں کو بار بار اور برابر تاکید کی جا رہی ہے کہ اپنی قوم کا ساتھ نہ چھوڑو اپنی قوم سے نہ کٹو اور اسے چھوڑ کر دوسروں کو دوست نہ بناؤ یہ امر غضب الٰہی کا باعث ہے نتیجہ بھی بتادیا گیا ہے کہ اگر تم ان کا کہنا ماننے لگے تو یہ تمہارا ایمان خراب کرکے رکھدیں گے کون نہیں جانتا کس کی خواہش نہیں ہوتی کہ وہ دوسروں کو توڑ کے اپنا ہم جنس بنالے عیسائی اسی فکر میں رہتے ہیں کہ عیسائی بنالیں ہندوؤں کو شدھ کرنے کی دھن ہوتی ہے جو مسلمان ان سے ملتے ہیں اور کچھ بھی نہیں ہوتا تو اتنا ضرور ہوتا ہے کہ ایمان میں خلل پڑ جاتا ہے دینی جذبات دب جاتے ہیں۔ تنزل پیدا ہوجاتا ہے مسلمان نے جب بھی ترقی کی ہے جب ابھرے ہیں خود متوکل علی اللہ ابھرے ہیں اپنے قوت بازو پر بھروسہ کرکے بڑھے ہیں۔

ترکی جب تک دوسروں کا منہ تکتا رہا زوال پذیر ہوتا چلا گیا اور جب اپنی قوت سے اٹھا اور ترقی کی افغانستان بھی آزاد ہوا تو خدا کی امداد ہی سے ہوا۔ طرابلس فلسطین اور مراکش و مصر میں مسلمان آزادی کی جنگ زور شور کے ساتھ لڑتے رہے اور برابر لڑتے رہے کوئی ان کی مدد کو نہ بڑھا۔ کمال اتاترک بھی کھڑے ہوئے تو تنہا تھے اور یورپ مخالفت پر تلا ہوا تھا تاتاری سیلاب کیسا طوفان بنا ہوا تھا لیکن مسلمان بری طرح پس گئے تھے اس کے جو جو کچھ اکا دکا سے بچا بچایا مال کیا اور قوموں کو دوسری قوموں کی طرف سے برابر امداد ملتی رہیں۔ زردشتی یزدجرد کی امداد پر سندھ کا قومی دست راجہ داہر سرجو دیوتا بنگی دیوتا۔ روس اطالیہ کا ہار اور پھر برطانیہ اور امریکہ بھی کھڑے ہوگئے۔

مسلمانوں کو اپنی عمر میں جتنی بھی لڑائیاں لڑنی پڑیں تنہا ہی لڑنی پڑیں سلطان صلاح الدین ایوبی کے مقابلہ میں پورا یورپ متحد تھا اتنا یہ ہے کہ کوئی مسلمان فرمانروا بھی ساتھ نہ تھا خدا نے مدد کی اور تنہا ایک سلطان نے سب کی گردنیں جھکا کر رکھدیں قرآن کریم میں جو جابجا من دون المومنین کا جملہ استعمال ہوا ہے اس کا مطلب ہی یہ ہے کہ مسلمان جو کام بھی کریں اپنے بھروسہ پر کریں بحیثیت القوم کریں چند افراد بھی الگ نہ ہوں یوں سمجھئے کہ اگر آج تمام احرار تمام مومن تمام نیشنلسٹ سب مل کر پاکستان کے حق میں فیصلہ کردیں اور کوئی کیلو اور ایک آزاد بھی ہندوؤں کی ہمنوائی کے لئے نہ ملے تو حکومت تو حکومت خود ہندو بھی آن کی آن میں سر جھکا دیں۔

غیر مسلم ذہنیت پر قرآنی روشنی خداوند قدوس دلوں کی گہرائیوں کا پورا علم رکھتا ہے انسان تو دھوکے میں پڑ سکتے ہیں مگر خدا تو علام الغیوب ہے اس سے تو کوئی چیز ڈھکی چھپی نہیں رہ سکتی اس نے مسلمانوں کو متنبہ کرنے کے لئے جابجا غیر مسلموں اور کافروں کی ذہنیت کو آشکارا کیا ہے اور مسلمانوں کو کھول کھول کر بتایا ہے کہ تمہارے متعلق ان کے دعادی کیا ہیں ارادے کیا ہیں؟

ان تمسسکم حسنۃ تسوھم وان تصبکم سیئۃ یفرحوا بھا	اگر تمہیں کوئی فائدہ پہنچتا ہے تو انھیں برا معلوم ہوتا ہے اور تمہاری مصیبت سے خوش ہوتے ہیں۔
ان یثقفوکم یکونوا لکم اعداء ویبسطوا الیکم ایدیھم والسنتھم بالسوء وودوا لو تکفرون	ان کی یہ حالت ہے کہ اگر تم پر انھیں قابو حاصل ہوجائے تو وہ تمہارے دشمن ہوجائیں بری نیت سے تم پر ہاتھ اٹھائیں بدگوئی سے کام
وان اطعتموھم انکم لمشرکون	

لیں اور اس کی خواہش کریں کہ تم بھی کفر اختیار کرلو اگر تم ان کا کہنا ماننے لگو گے تو نتیجہ یہ ہوگا کہ تم بھی مشرک ہوجاؤگے غیر مسلم ذہنیت خدا کی بتائی ہوئی ہے جس کی صداقت کے صدہا ہزار ثبوت موجود ہیں اور مسلمان دیکھ چکے ہیں جب طرابلس اور بلقان پر زوال نکلے تو یورپ کے کلبوں اور عشرتکدوں کے در و دیوار قہقہوں سے گونج رہے تھے ترکی سلطنت پارہ پارہ ہوئی ہے قسطنطنیہ پر اتحادیوں کا قبضہ

ہوا ہے تو لندن سے لیکر لیبا درتک غیر مسلم حلقوں میں سکون و مسرت کا اظہار کیا جا رہا تھا مسلمانوں کا سامان تباہ ہوتے رہے حروں کو بھا نسیاں لگتی رہیں اور یہ اس خونی تماشے کو بیٹھے اطمینان سے دیکھتے رہے دا ررکی میں مسلمانوں کی مسلم الثبوت اور ہمہ گیر غارت و بربادی پر پوری اسمبلی میں بحث شروع ہوئی ہر تو مسلمان تو یہ داستان درد بیان کر رہے تھے مخالف بنچوں سے ہنسی اڑ رہی تھی اور کیوں نہ ازلی قرانی صداقت قیامت تک کسی زمانہ میں بھی پھیکی اور مدہم نہیں پڑ سکتی فرانس جاپان وہ دشمند تھے وہ بھی خوش ہوتے تھے جرمنی فرانس مسی امریکی روس اطالوی اور عام سیاسی متمدن وشائستہ ہیں ان کی بھی یہی حالت ہے اس کے خلاف ترکی نے شاہراہ ترقی پر قدم رکھا افغانستان آزاد ہوا جداگانہ انتخاب تسلیم کیا گیا کیمونل اوارڈ کا اعلان ہوا پاکستان کے نصب العین نے مقبولیت حاصل کی تو سوگواری کے آثار کس چہرہ پر نہ دیکھے گئے جو سامی مالک میں ہی کسی کو مسلمانوں کے لئے آزادی کا سانس لینا گوارا نہیں سرحد سندھ بنگال پنجاب اور آسام میں لیگ کی وزارتوں کا قیام جگر کا کانٹا بنا ہوا ہے

اس پر کسی تکدر پرخاش کی ضرورت نہیں کفر کی فطرت یہی ہے یہ سب کچھ بتایا گیا ہے کہ مسلمان غیر مسلموں سے ملیں جلیں تو ضرور خود ان کے ساتھ نیکی اور انصاف کا سلوک بھی کریں لیکن ان سے اپنے متعلق کوئی توقع نہ رکھیں اپنا دوست خدا کے سوا کسی کو نہ سمجھیں کسی کو نہ ہی ہمدرد و مددگار جتلیں چرچل، ایمری ہٹلر اور مسولینی سے کوئی توقع نہ رکھیں خود اپنی اجتماعی طاقت و تعاون سے کام لیں۔

دوسری آیت کے بھی صدہا ہزار ثبوت مل چکے ہیں سسلی اور اسپین پر غلبہ پا کر کیا عیسائی اپنے محسن مسلمانوں کے دشمن نہ بن گئے اور گوناگوں مظالم کے بعد کیا انہیں عیسائی نہ بنایا کیا ہندوستان کے اندر گذشتہ کانگریسی دور میں یہی صورت نمایاں نہیں ہوئی اور اب ہندو تہذیب و تمدن مسلمانوں کی دشمن نہیں بنی ہوئی مسلمانوں کو صدیوں پیشتر جو حیثیت بتائی گئی تھی آج بھی رہی ہے لیکن مسلمان اب بھی متنبہ نہیں ہوتے اور بہت سے ایسے ہیں جو اپنوں کو چھوڑ کر غیروں سے رشتہ جوڑے ہوئے ہیں اپنوں کو چھوڑ کر دوسروں پر اعتبار کرتے ہیں اور جب تک مسلمان یہ شعار عمل ترک نہ کریں گے برباد ہی رہیں گے اور گناہگار بھی ہوں گے۔

غیر مسلم تمدن اور قرآن ان تمام آیات قرانی کو سامنے رکھو جا بجا غیر مسلموں کو رفیق نہ بناؤ ان پر بھروسہ نہ کرو ان کے مطیع نہ بنو کی تعلیم بصورت حکم موجود ہے گہرا دوست بنانے اور ان پر اعتبار کرنے کی شدید ممانعت ہے اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ یہ غیر مسلموں سے قطع تعلق اور علیحدگی کی تعلیم ہے ناواقف لوگ انہیں پڑھکر یہی کہہ سکتے ہیں اور لفظاً ہر یہی مفہوم لے بھی سکتے ہیں لیکن جن کی نظر تمام قرآن پر ہے وہ جانتے اور سمجھتے ہیں کہ ایسا نہیں ہے ورنہ صفائی کیساتھ کہدیا جاتا کہ غیر مسلموں سے ہر قسم کے تمدنی و معاشرتی تعلقات منقطع کر لو پھر یہ سب کچھ غیر مسلموں کے اس طبقہ کے لئے کہا گیا ہے جو نہ معاہد ہے اور نہ ذمی ہے اور نہ صلح و معاہدہ پر تیار ہے۔ در پے آزار رہتا ہے متعصب ہے۔

خدا کی منشا یہ ہے کہ کفر و اسلام اور سیاہ و سفید میں تمیز نمایاں رہے

اور قرآنی معاشرت کفر و شرک کی گندگیوں سے آلودہ نہ ہونے پائے مشرکانہ رسوم جو لہو و لعب کا درجہ رکھتی ہیں مسلمانوں میں سرایت نہ کرنے پائیں غیر مسلم لباس مسلمان نہ اختیار کر سکیں کہ اس میں ستر کا خیال ملحوظ نہیں رہتا اسلامی سادگی ہر حالت میں قائم رہے مسلم سیاست پر غیر مسلم غلبہ نہ ہونے پائے مسلمان صرف اپنی قوم اور اپنے خدا پر بھروسہ رکھیں اور اغیار کی کوئی چیز کوئی رواج کوئی رسم کوئی عقیدہ اور کوئی لباس مسلمانوں میں داخل نہ ہونے پائے ان کا چشمہ صافی ہر گندگی سے پاک رہے۔

دور نہ جائیے دیکھ لیجئے کہ اس طرف سے بے پروائی نے اسلام اور حلقہ بگوشان اسلام کو کتنا نقصان پہنچایا اور ان کی کوئی اپنی چیز نہ رہی انہی احکام قرآنی کے مطابق حضرت فاروق اعظم مسلمانوں کو عجمی و رومی تمدن و معاشرت سے سختی کے ساتھ روکتے رہے اور جب انہوں نے اور جب انہوں نے سفر فلسطین کے دوران میں جابیہ میں مسلم سرداروں کو قیمتی رومی لباس پہنے دیکھا تو بہت برافروختہ ہوئے اور ان کے کنکریاں اٹھاکر ماریں۔

بنو امیہ کے عہد تک مسلم تہذیب خالص اسلامی تہذیب رہی وہ پوری دنیا میں پھیل گئے مگر ان کی سادگی ان کی تہذیب ان کی رسوم اور ان کی معاشرت اور ان کی زبان ساتھ رہی وہ نصف صدی ہی اور رہجاتے تو دنیا کی تہذیب عربی و حجازی تہذیب ہو جاتی اور اسے مستقل صورت نصیب ہو جاتی مگر عباسیوں نے عجمی رنگ اختیار کیا اس بیدردی کے ساتھ ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر عربی بولنے والے قتل کئے گئے رفتہ رفتہ عجمی زبان نے بڑھکر درباروں پر قبضہ کر لیا اور یہ نوبت پہنچی کہ آج تک مسلمانوں میں عجمی صفات ہی مدنما ہیں عدل مشہور ہوا تو نوشیرواں کا جرأت و جلادت میں نام لئے گئے تو رستم و اسفندیار کے شان کی مثال کے طور پر نام پیش کئے جاتے ہیں تو جمشید و کیخسرو کے۔

اغیار کی صحبت اور قرآن کسی کو عدل فاروقی جلادت خالد اور شکوہ ہشامی و ناصری کا تصور ہی نہ رہا۔ عربی بولتے ہوئے عجم میں آئے فارسی بولنے لگے فارسی بولتے ہوئے ہندوستان آئے تو اردو بولنے لگے عجم گئے عجمی تمدن و معاشرت اختیار کئے ہندوستان آئے تو ہندو تمدن سیکھ لیا جس طرح مامون کا دربار عجمی دربار معلوم ہوتا تھا اسی طرح اکبر کا دربار ہندو دربار معلوم ہوتا تھا خلط ملط اور یہ گہری دوستیاں عہد اقبال میں تو گراں نہ معلوم ہوئیں مگر عہد زوال میں مذہب کے زوال کا باعث بن گئیں اب یہ حالت ہے کہ مسلمانوں کے روزمرہ سے اسلام بالکل خارج ہو چکا ہے برادرانہ عناد و عداوت کا سبق مسلمانوں نے ہندوستان میں سیکھا کہ یہاں کی روایات میں یہ بات شامل تھی۔

مہابھارت کی جنگ ہو چکی تھی عرب میں سوتیلاپن کوئی چیز تھا بھائی کے معاملہ میں اولاد کی بھی کوئی حقیقت نہ تھی بیواؤں کی شادی یہیں مذموم ٹھہری شادی غمی کی تمام رسوم ہندوانہ ہو گئیں اب مغربی تمدن میں ترکی عرب اور عراقی لڑھکتے چلے جا رہے ہیں پردہ اٹھ رہا ہے نیم عریاں لباس عام ہو رہا ہے اندوہناک امر یہ ہے کہ غیر مسلموں میں ہندو سکھ اور یہود اپنے قومی شعار اور قومی لباس پر سختی کے ساتھ قائم ہیں مگر مسلمانوں کی کوئی وضع ہی نہ رہی اگر مسلمان قرآنی احکام پر قائم رہتے تو یہ صورت کبھی نمودار نہ

جا و لیم باحق

اس لئے سب سے زیادہ تباہ حال یہی ہیں۔

انگریز ہندو اور یہودی کسی ملک میں جاکر اپنے شعار کو نہیں بدلتا مگر مسلمان ہر رنگ میں رنگ جاتا ہے۔ انگریز کو جب تک انگریز کا مال ملیگا دوسرے کا مال نہ لیگا جہانتک ممکن ہوگا انگریز ہی کی دوکان سے خریدیگا ہندوؤں کا بھی یہی طریقہ ہے چھوت چھات کے پردے میں انہوں نے اپنی قومی تجارت محفوظ کر رکھی ہے مگر مسلمانوں کی بدبختی کا یہ عالم ہے کہ وہ سب کچھ دیکھتے ہوئے بھی بے حس بنکر مسلمان کی دوکان کو چھوڑ دیگا اور ہندو اور انگریز کی دوکان سے مال دیگا اتنی مدت ہوچکی مگر مسلمان کو یہ غیرت نہ آئی کہ ہندو تو اسے ناپاک سمجھکر نہ اس کی دوکان کا مال لیں نہ اس کے ہاتھ کا کھائیں مگر مسلمان بے تکلف ان کے ہاتھ کا پکا ہوا کھاتے ہیں اس طرح گویا عملاً انہوں نے خود کو محتر ورنا پاک بنالیا ہے

جرمن، فرانسیسی انگریزی روسی تہذیبیں علیحدہ علیحدہ ہیں مگر ایک مذہب ہوتے ہوئے بھی وہ دوسروں کی تہذیب میں جذب ہونے سے بچتے رہتے ہیں ان کے جھنڈے اور ان کی ٹوپیاں علیحدہ ہیں جنوبی افریقہ میں یورپینوں کی بستیاں اور آبادیاں ہی دیسیوں سے الگ ہیں یہودی جن ممالک میں جاتے ہیں وہاں کے لوگوں سے الگ تھلگ رہتے ہیں کبھی آپ نے کسی انگریز کو یا ہندو کو ترکی ٹوپی اور شیروانی پہنے نہ دیکھا ہوگا کوئی میم ساڑی میں نظر نہ آئیگی مسلم عورتیں سایہ بھی پہنتی ہیں کوٹ بھی اور ساڑیاں بھی حالانکہ یہ سب خلاف شریعت ہیں غرض ایک مسلمان کے سوا ہر قوم اپنی قومی خصوصیات پر سختی کے ساتھ قائم ہے اور اس پر زور دیتی رہتی ہے بہ الفاظ دیگر عملاً تمام اقوام اس قرآنی تعلیم ہی پر عمل پیرا ہوکر پھل پھول رہی ہیں۔

یہ جو جابجا من دون المومنین کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں اس لئے کئے گئے ہیں کہ مسلمان جو قدم بھی اٹھائیں جو پروگرام بھی بنائیں جو صورت بھی اختیار کریں وہ بحیثیت قوم اختیار کریں یہ نہو کہ کچھ مسلمان کٹ کر دوسروں کے آغوش میں پہنچ جائیں ظاہر ہے کہ جو جانور گلے سے الگ ہوجاتا ہے بھیڑیوں کی نذر ہوجاتا ہے جو ملت سے کٹیں گے وہ دوسروں کے آلۂ کار بنیں گے کیا کوئی انگریز گوارا کرسکتا ہے کہ کچھ انگریز جرمن کی حمایت کے لئے کھڑے ہوجائیں حق پرستی کا معاملہ اور ہے لیکن یہ تو حق پرستی نہیں کہ بجائے مسلمان پاکستان کی تجویز منظور کریں اور پانچ مسلمان مہاسبھائیوں کی ہمنوائی کے لئے تیار ہوجائیں راج گوپال آچاریہ نے چند الفاظ ہی زبان سے نکالے تھے اور صرف اتنا کہا تھا کہ مسلمانوں سے معاملہ کرلینا بہتر ہے کہ ہندوؤں نے ان کی سینی مستعفی ہونا پڑا اگر مسلمانوں کی تنظیم اور جماعتی نظام بگڑا ہوا ہے اس لئے وہ پاکستان کے مخالفوں کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔

غیر مسلموں کی تقسیم اور عہد کی پابندی دیگر اقوام کی تو یہ حالت رہی کہ ان کی مذہبی علیحدگی ان کی مذہبی متعصبانہ تعلیم سے ملکر دوسری قوموں کے لئے عذاب بن گئی ہندوستان کی اصل قومیں اچھوت بنادی گئیں یورپینوں نے دوسروں کو انسانی حقوق ہی کا مستحق نہ سمجھا یہودیوں کے ساتھ ہر جگہ اور ہر ملک میں بے انصافی کیا سختی ہوتی رہی مسلمان مختلف ممالک سے نکالے جاتے رہے ان کے یہاں دوسرے اقوام غیر کسی نیکی و انصاف کی حقدار ہی نہ سمجھی گئیں ترک تعلق ہی مناسب سمجھا گیا اور تو اور انہوں نے اپنے نچلے طبقوں سے بھی گو علیحدگی برتی ان کے گرجے ان کے کلب اور ان کے مدرسے بھی الگ رکھے گئے مگر قرآن نے یہ روا نہیں رکھا اور گہرا دوست رفیق راز دار نہ بنانے اور ان کا کہنا نہ ماننے کا جو حکم دیا ہے وہ عام غیر مسلموں کے متعلق نہیں بلکہ متعصب اور ان غیر مسلموں کے متعلق ہے جن کا نہ مسلمانوں سے معاہدہ ہے اور نہ صلح ہے اور نہ وہ مسلمانوں کی رعایا میں جن سے معاہدہ و صلح ہے اور جو دشمنی پر آمادہ مخالفت پر تیار اور درپے آزار نہیں رہتے وہ مسلمانوں کی طرف سے ہر نیکی اور پورے پورے انصاف کے مستحق ہیں ان کے مقابلہ میں صرف قومی خصوصیات ہی کے قیام کے لئے زور دینے پر اکتفا کی گئی ہے۔

حضور نبی کریم نے مدینہ پہنچتے ہی قبائل یہود بنو نضیر بنو قینقاع اور بنو قریظہ اور گرد و نواح کے قبائل عرب بنو مدلج بنو جہنی بنو خزاعہ اور بنو ضمرہ سے اولین فرصت میں معاہدہ کرکے یہ امر واضح کردیا کہ غیر مسلموں سے معاہدہ کے بغیر کوئی تعلق نہ رکھا جائے اور نہ ان کی دوستی اور بات پر اعتبار کیا جائے گو اس کے باوجود بھی آپ نے اپنی طرف سے کچھ نہ ہونے دیا۔ یہودی دشمن اسلام تھے معاہدات نے بھی ان کی معاندت کو کم نہ ہونے دیا انہوں نے نازک اوقات پر دغا کی دشمنوں سے بھی مل گئے تجدید معاہدہ پر بھی باز نہ آئے سمجھانے پر بھی نہ سمجھے تو انہیں مدینے سے نکالا گیا اور سزا دیگئی۔

بنو خزاعہ پر بنو بکر قریش نے جو اچانک حملہ کیا تھا تو معاہدہ کے بموجب حضور نبی کریم ان کی حمایت فوراً انتقام کے لئے فوج لیکر گئے وعدہ کی پابندی غیر اقوام کے مقابلہ میں کسی نے ضروری نہ سمجھی عیسائیوں نے مسلمانوں سے کئے ہوئے وعدوں کی تکمیل کبھی ضروری نہ سمجھی وعدہ کو کرکے توڑتے رہے۔ گاندھی جی بھی یہی کررہے ہیں جھٹ زبان بدل جاتے ہیں لیکن مسلمان تکمیل وعدہ پر مذہباً مجبور ہیں۔

یا ایھا الذین امنوا عاھدوا اذا عاھدتم اوفوا بالعقود	مسلمانو جب تم کسی سے معاہدہ کرلو کوئی وعدہ کرو تو ضرور پورا کرو

ایفائے وعدہ کو اسلام میں تقوی کا قریب ترین جز بتایا گیا ہے اور صاف کہدیا گیا ہے کہ قیامت کے روز اس کے متعلق بھی سوال ہوگا یہ جرمن چانسلر نہیں ہے جس نے آوازہ کسا تھا کہ برطانیہ نے ایک پرزہ کاغذ کے لئے جرمنی سے جنگ چھیڑی، پرزۂ کاغذ سے مراد برطانیہ اور بلجیم کا معاہدہ تھا۔

یہ روس نہیں ہے جو کہدے کہ وعدے توڑنے ہی کے لئے کئے جاتے ہیں یہ عیسائی علما نہیں ہیں جو فتوی دیدیں کہ کافروں سے کئے ہوئے وعدوں کی تکمیل مذہباً ضروری نہیں یہ اسلام ہے جس میں کٹر سے کٹر دشمن سے بھی کئے ہوئے معاہدہ کی تکمیل ایک مذہبی فریضہ ہے مسلمانوں نے اپنی عمر میں ایرانیوں عیسائیوں یہودیوں اور سندھ کے راجاؤں سے بکثرت معاہدات کئے اور ہر معاہدہ کو پورا کیا جو معاہدہ کیا اس کی پوری پوری پابندی کرتے رہے اور معاہد غیر مسلموں سے ہر قسم کا برادرانہ سلوک روا رکھتے چلے آرہے ہیں کہ جو قرآن میں ترک مودت و موالات کے متعلق جو شدت ہے وہ غیر معاہد غیر مسلموں کے لئے ہے قرآن کی تعلیمات سے ثابت ہو رہا ہے کہ اسلام سے روتے جو غیر مسلم معاہد نہیں یا اس سے گریز کرتے ہیں۔

نہ وہ دوست ہیں نہ ان کی نیتیں صاف ہیں نہ وہ قابل اعتبار ہیں خطرناک ہیں

ان سے ملنا یا ان سے بات کرنا اندیشہ سے خالی نہیں جو معاہد ہیں معاہدہ شکنی پر ان سے باز پرس تو ہو سکتی ہے مفاد بھی مشترک ہو جاتے ہیں ترک تعلقات یا جنگ کا فیصلہ ہو سکتا ہے حتی الامکان معاہدہ کی پاسداری کا ہی خیال رہتا ہے تعصب تو مسلمانوں میں جائز نہیں رکھا گیا اس لئے کہ خدا کو رب العلمین بتایا گیا ہے تمام مخلوق اس کے عیال کی حیثیت رکھتی ہے ہر بندہ سے اس کی محبت ماں کی محبت سے ستر درجہ زیادہ بتائی گئی ہے ظلم و ناانصافی سخت عذاب کا باعث قرار دیئے گئے ہیں معاہدات کی خلاف ورزی حرام ہے مذہبی امور میں جبر حرام ہے پھر مسلمان تعصب برت ہی کیونکر سکتے ہیں تعصب ہوگا تو عدل کہاں رہیگا یہاں حکم ہے اور صاف حکم ہے کہ کسی کی دشمنی سے بھی اس کے ساتھ بے انصافی پر آمادہ نہ ہو ان احکام کی موجودگی میں کوئی سچا مسلمان متعصب ہو ہی نہیں سکتا۔

تعصب اور منافقت کی ممانعت تعصب تو بڑی چیز ہے مسلمان تو کسی سے منافقانہ بھی نہیں مل سکتا پالیسی بھی نہیں برت سکتا تعصب کیا ہے دوسروں کا حق مار کر اپنوں کو دینا اپنوں کو نوازنا اور دوسروں کو ستانا یہ سب چیزیں انصاف کے خلاف ہیں انصاف کے متعلق پہلے بتا دیا گیا ہے کہ ایک لمحہ کا انصاف ساٹھ برس کی عبادت کے برابر ہے کون مسلمان تعصب برت کر اتنا بڑا ثواب کھو سکتا ہے ہر قوم تعصب کو مفید ہی سمجھ کر برتتی ہے مسلمانوں کے یہاں یہ انتہائی مضر مانا جاتا ہے پھر مضر چیز کو کوئی کیوں اختیار کرے۔

پیشوائے اسلام حضور نبی کریم نے غیر مسلموں کے ساتھ حسن سلوک کے وہ شاندار مظاہر پیش کئے جن کی روشنی اور موجودگی میں کسی مسلمان کی جرأت ہی نہیں ہو سکتی کہ وہ کسی کے ساتھ بدسلوکی کرے یہ تو حالت تھی کہ یہودی سخت دشمن تھے گمان میں سے جب کسی کا جنازہ سامنے سے گزرتا تو حضور فوراً تعظیماً کھڑے ہو جاتے حضرت عبداللہ بن ابی رئیس منافقین سخت دشمن اسلام تھا مرا ہے تو حضور نے اپنی قمیص اسے پہنانے کے لئے بھیجا قبر پر گئے اور مغفرت کی دعا مانگی۔ ابو سفیان جیسا دشمن اسلام بارش کی دعا کرانے کے لئے آتا ہے اور کہتا ہے آپ کی قوم بھوکوں مری جارہی ہے یہ قوم وہی ہے جو خود حضور کو خاندان سمیت بھوکوں مارنے کی بہیمانہ کوشش کر چکی ہے خون کی پیاسی ہے لیکن حضور اس کی کچھ پرواہ نہیں فرماتے دعا کرتے ہیں اور بارش ہوتی ہے فتح مکہ پر تمام دشمنوں سے یہ اخلاق پیش آتے ہیں اور سب کو معاف کر دیتے ہیں نہ خود برا کہتے اور بدسلوکی کرتے تھے اور نہ دوسروں کو برا کہنے اور بدسلوکی کرنے دیتے تھے یہودیوں کی معاندت اور شرارت کی انتہا یہ تھی کہ جب حاضر ہوتے یا سامنے سے گذرتے تو السلام علیکم کے بجائے السام علیکم کہتے یعنی موت پڑے تم پر پرواہ بھی نہ کرتے۔

ایک دفعہ حضرت عائشہؓ نے بھی سن لیا دامن ضبط ہاتھ سے چھوٹ گیا ترکی بہ ترکی جواب دیا وہی الفاظ لوٹا کر کہہ دیئے حضورؐ نے فوراً ٹوکا اور فرمایا! عائشہ نہ بدزبان نہ بنو نرمی اختیار کرو کیونکہ خدا ہر امر میں نرمی پسند کرتا ہے اور نرمی سے وہ دیتا ہے جو سختی سے نہیں دیتا۔ طائف میں کفار نے حضورؐ پر پتھر برسائے مکہ والے ہر طرح ستاتے رہے مگر حضور بد دعا کے بجائے ہمیشہ اغفر قومی فانھم لا یعلمون ہی کہتے رہے۔

حضرت خبابؓ کو کفار نے پکڑ کر برہنہ پشت دہکتے ہوئے کوئلوں پر لٹا دیا اور سینے پر ایک تنومند آدمی سینہ پر پاؤں رکھے کھڑا رہا کہ جنبش نہ کر سکیں ہولناک کا فرانہ ظلم تھے ایسے مظالم عام تھے حضرت خبابؓ نے حاضر ہو کر عرض کی کہ ان کے حق میں بد دعا کیجئے یہ سنتے ہی چہرہ مبارک غصہ سے سرخ ہو جاتا ہے فرماتے ہیں میں دنیا کے لئے رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں میں اس کے بندوں کے لئے بد دعا نہیں کر سکتا یہودیوں اور عیسائیوں سے جو معاہدے کئے ان میں یہ دفعات موجود تھیں کہ دونوں میں دوستانہ برتاؤ رہے گا ان کے مذہبی امور سے کوئی تعرض نہ کیا جائے گا مذہبی آزادی حاصل رہیگی ان کے گرجے منہدم نہ کئے جائینگے نجرانی عیسائیوں کا وفد مدینہ آیا ہے تو انھیں اپنے طریقہ پر مسجد نبوی میں عبادت کی اجازت دیدی اس وقت اور بھی مذاہب دنیا میں موجود ہیں۔

لیکن ان سب میں کسی مذہب کی سچائی کے متعلق ایک لفظ نہ ملیگا سب نے دوسروں کو ملچھ گردن زدنی قرار دیا ہے اور کسی رعایت کا مستحق نہیں سمجھا صرف ایک اسلام ہے جو بتا رہا ہے کہ ہر قوم میں خدا کے ہادی آتے میں انبیا مبعوث ہوتے رہے سب سچے مگر وقتی تھے اب آخری مذہب اسلام ہے جو تمام مذاہب کی خوبیوں کا حامل ہے تمام دنیا کے لئے ہے اس میں تمام بانیوں اور انبیا کے احترام ہی کا نہیں بلکہ ان کی صداقت پر ایمان لانے کا حکم بھی ہے بتوں اور دیوتاؤں تک کو برا کہنے سے روک دیا گیا ہے۔ بعض مذاہب تو ایسے ہیں جن میں ہر مذہب کا کھنڈن یا تنقیص کی گئی ہے قرآن کہتا ہے کہ مذہب اسلام کوئی نیا مذہب نہیں ابتدا سے یہی چلا آرہا ہے جب لوگوں نے اسے خراب کر لیا وہ سرا بادی بھیجدیا گیا اب ساری دنیا کے لئے قیامت تک کو اسے مکمل کر کے نافذ کیا گیا دوسرے مذاہب منسوخ ہوئے اب بھی کوئی اس کی قدر نہ کرے تو یہ اس کا قصور ہے ایسا مذہب دنیا کے لئے برکت سعادت کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا۔

مسلمانوں کی زندگی

قرآن کی روشنی میں

حق بات کہو اب قرآن پاک کی معجزانہ تعلیم کو پڑھیے جس نے دنیا کو سچی روشنی دکھلائی ہے۔

واذا قلتم فاعدلوا	جب بات کہو تو حق کہو۔
یا ایھا الذین امنوا کونوا قوامین للہ شھداء بالقسط ولا یجرمنکم شنان قوم علی الا تعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقوی	اے ایمان والو خدا کے واسطے انصاف کی گواہی دینے کے لئے کھڑے ہو جایا کرو ایسا نہ ہو کہ لوگوں کی عداوت سے تم انصاف نہ کرو ضرور انصاف کرو کہ وہ پرہیزگاری کے قریب تر ہے۔

عہد پورا کرو۔ واوفوا بعھد اللہ اذا عاھدتم | اللہ کا جب عہد کرو تو پورا کرو۔

نیک کام کا حکم کرو۔ وامر بالمعروف | نیک کام کا حکم کرو ۔۔۔

اعرض عن الجاهلین | اور جاہلوں سے کنارہ کرو۔

نیک کام میں مدد کرو وتعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان | نیکی و پرہیزگاری میں ایک دوسرے کی مدد کرو گناہ و سرکشی میں مدد نہ کرو۔

ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک۔ وبالوالدین احسانا اما یبلغن عندک الکبر احدهما او کلاهما فلا تقل لهما اف ولا تنهرهما وقل لهما قولا کریما واخفض لهما جناح الذل من الرحمة۔ ماں باپ کے ساتھ سلوک کرو اگر وہ دونوں یا ان میں سے ایک ہی بڑھاپے کو پہنچ جائے تو ان کو ہوں بھی نہ کہو اور نہ جھڑکنا ان سے ادب کی بات کہو اور ان کے سامنے جھکا دے شفقت سے عاجزی سے بازو۔

قرابتداروں کے حقوق ادا کرو۔ وآت ذا القربی حقه وبذی القربی والیتمی والمسکین والجار ذی القربی والجار الجنب والصاحب بالجنب وابن السبیل وما ملکت ایمانکم۔ اہل قرابت کے حقوق ادا کرو۔ احسان کرو رشتہ داروں پڑوسیوں اور دور والے پڑوسیوں ہمنشین رفیقوں اور مسافروں غلاموں کے ساتھ۔

عورتوں کے ساتھ حسن سلوک اور بعض اہم ارشادات:۔ ولهن مثل الذی علیهن بالمعروف۔ ولا تمسکوهن ضرارا لتعتدوا ومن یفعل ذلک فقد ظلم نفسه۔ ومتعوهن علی الموسع قدره وعلی المقتر قدره متاعا بالمعروف حقا علی المحسنین۔ ولا تنسوا الفضل بینکم۔ وعاشروهن بالمعروف فان کرهتموهن فعسی ان تکرهوا شیئا ویجعل الله فیه خیرا کثیرا هن لباس لکم وانتم لباس لهن۔ عورتوں کا حق بھی مردوں پر اسی طرح ہے جیسا کہ مردوں کا عورتوں پر دستور کے مطابق۔ ان عورتوں کو ستانے کے لئے نہ روکو اور نہ زیادتی کرنے لگو ان پر جس نے ایسا کیا اس نے اپنے نفس پر ظلم کیا۔ ان کے ساتھ سلوک کرو مقدور والے پر اس کے مطابق اور بے مقدور پر اس کے مطابق سلوک کرنا دستور کے مطابق یہ لازم ہے نیک لوگوں پر آپس میں احسان کرنا نہ بھولو عورتوں کے ساتھ خوبی سے رہو اگر وہ تم کو ناپسند بھی ہوں تو کیا عجب ہے کہ تم کو ایک ہی چیز ناپسند ہو اور خدا اس میں بہت سی خوبیاں پیدا کر دے۔ عورتیں تمہارا لباس ہیں اور تم ان کا لباس ہو۔

مرد و عورت کا درجہ وللرجال علیهن درجة والله عزیز حکیم الرجال قوامون علی النساء۔ مردوں کو عورت پر فوقیت ہے اور اللہ زبردست حکمت والا ہے۔ مرد حاکم ہیں عورتوں پر۔

تعدد ازدواج اور عدل و انصاف فانکحوا ما طاب لکم مثنی وثلث وربع فان خفتم الا تعدلوا فواحدة جو عورتیں پسند آئیں ان سے اپنی مرضی کے نکاح کرلو دو دو اور تین تین اور چار چار۔ اگر تم کو اندیشہ ہو کہ عدل نہ کر سکو گے تو ایک ہی پر اکتفا کرو۔

وان خفتم شقاق بینهما فابعثوا حکما من اهله وحکما من اهلها اگر تم کو میاں بیوی کی [illegible] کا اندیشہ ہو تو مقرر کرو ایک منصف مرد کے [illegible]

کنبہ سے اور ایک منصف عورت کے خاندان سے۔

نکاح بیوگان۔ وانکحوا الایامی منکم۔ اپنی قوم کی بیوہ عورتوں کا نکاح کر دیا کرو۔

عورت کی عفت و قرآن حکیم۔ وقل للمؤمنات یغضضن من ابصارهن ویحفظن فروجهن ولا یبدین زینتهن الا ما ظهر منها ولیضربن بخمرهن علی جیوبهن ولا یبدین زینتهن۔ مسلمان عورتوں سے کہہ دو کہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنا سنگار ظاہر نہ کریں مگر جو کھلا رہتا ہو اور ان کو چاہیے کہ اپنے گریبانوں پر اپنی اوڑھنیاں ڈال لیں اور ظاہر نہ کریں اپنا سنگھار۔

عورت اور عمل صالح۔ ومن یقنت منکن لله ورسوله وتعمل صالحا نؤتها اجرها مرتین واعتدنا لها رزقا کریما۔ تم میں سے جو بھی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کریگی اور نیک عمل کریگی تو ہم اس کو عطا کریں گے اجر دوبار اور ہم نے مہیا کر رکھی ہے اس کے لئے عزت کی روزی۔

عورتوں کو معقول بات کرنیکا حکم۔ وقلن قولا معروفا معقول بات کہا کرو۔

گھروں میں رہنے کا حکم اور بے پردگی کی ممانعت وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاهلیة الاولی اپنے گھروں میں جمی بیٹھی رہو زمانہ جاہلیت کی طرح سنگھار دکھاتی ہوئی نہ پھرو (متعلق بازواج مطہرات)۔

عورتوں کو عمل تاکید واقمن الصلوة وآتین الزکوة واطعن الله ورسوله نماز پڑھو زکوٰۃ ادا کرو خدا اور رسول کی اطاعت کرو (متعلق ازواج)

خدا کا ذکر کرنے والی عورتوں سے اجر عظیم کا وعدہ ان المسلمین والمسلمات والمؤمنین والمؤمنت والقانتین والقانتات والصدقین والصدقات والصابرین والصبرات والخشعین والخشعت والمتصدقین والمتصدقات والصائمین والصائمت والحافظین فروجهم والحفظت والذاکرین الله کثیرا والذاکرات اعد الله لهم مغفرة واجرا عظیما۔ بیشک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور ایماندار مرد اور ایماندار عورتیں اور سچے مرد اور سچی عورتیں اور صابر مرد اور صابر عورتیں اور عاجزی کرنے والے مرد اور عاجزی کرنے والی عورتیں اور خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی عورتیں اور روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں اور شرمگاہ کی حفاظت کرنے والے مرد اور شرمگاہ کی حفاظت کرنے والی عورتیں اور بکثرت اللہ کا ذکر کرنے والے مرد اور ذکر کرنے والی عورتیں اللہ نے ان کے لئے تیار کر رکھی ہے مغفرت اور بڑا اجر۔

تو بہ [illegible]

احکام رمضان المبارک

(از حضرت مولانا مفتی قاری حافظ عتیق الرحمن صاحب عثمانی)

روزہ کی عظمت و فضیلت روزہ انقیاد و اطاعت اور رضا و تسلیم کی ایک مکمل تصویر ہے تمام عبادتوں میں روزوں کے لئے ایک مخصوص نوعیت کا اجر اور خاص انداز کی فضیلت رکھی گئی ہے حدیث شریف میں وارد ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل عمل ابن آدم یضاعف الحسنة الی عشرة امثالہا الی سبعمائة ضعف قال اللہ عز وجل الا الصوم فانہ لی وانا اجزی بہ یدع شہوتہ وطعامہ من اجلی للصائم فرحتان فرحة عند فطرہ وفرحة عند لقاء ربہ ولخلوف فم الصائم اطیب عند اللہ من ریح المسک یعنی انسان کے عمل صالح کا اجر و ثواب اس طرح بڑھتا ہے کہ ایک نیکی کی جگہ دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں پھر اسی تعداد کے مطابق ثواب ملتا ہے یہاں تک کہ بعض نیکیوں کی قوت مراتب اخلاص کے اعتبار سے اس قدر ہوتی ہے کہ ایک نیکی کے بدلے سات سو نیکیوں کا اجر ملتا ہے لیکن روزے کی عظمت پاکی اور برگزیدگی کا یہ حال ہے کہ رب العزت کی طرف سے اعلان عام ہے روزہ خاص میرے لئے ہے میں ہی اس کی جزا دوں گا روزہ دار اپنی خواہشات و شہوات کو محض میرے لئے ترک کرتا ہے روزہ رکھنے والے کیلئے دو وقتوں میں خاص قسم کی فرحت و سرور ہے افطار کے وقت اور ملاقات پروردگار کے وقت اور روزہ دار کے منہ کی بدلی ہوئی خوشبو بارگاہ خداوندی میں مشک کی خوشبو سے بھی زیادہ پاکیزہ ہے ایک حدیث میں ہے کہ روزہ دار کے سامنے جب دوسرے لوگ کھاتے پیتے ہیں تو روزہ دار پر اللہ کے فرشتے درود و سلام بھیجتے ہیں اور اس کے لئے استغفار کرتے ہیں اور اس کا جوڑ جوڑ ہڈی ہڈی تسبیح و تقدیس الٰہی میں مشغول ہو جاتا ہے۔

روزے میں نیت کی ضرورت کا بیان روزے میں نیت شرط ہے (نیت کے معنے دل کے ارادہ کے ہیں) اگر روزہ کا ارادہ نہ کیا اور تمام دن بغیر کچھ کھائے پئے گذار دیا تو روزہ نہ ہوگا رمضان کے روزے کی نیت آدھے دن شرعی تک کر سکتا ہے یعنی تقریباً ساڑھے گیارہ بجے تک اس کے بعد کی نیت معتبر نہیں زبان سے نیت کرنی فرض نہیں ہے تاہم بہتر اور مستحب ہے کہ سحری کھا کر اس طرح نیت کر لیا کرے بِصَوْمِ غَدٍ نَوَیْتُ مِنْ شَہْرِ رَمَضَانَ بعض لوگوں کا یہ خیال کہ نیت کے بعد کھانا پینا درست نہیں بالکل غلط ہے صبح صادق ہونے سے پہلے کھانا پینا وغیرہ بے شبہ درست ہے نیت کی ہو یا نہ کی ہو۔

ان باتوں کا بیان جن سے روزہ نہیں جاتا بھولے سے کھانا پینا روزہ کو نہیں توڑتا بلا اختیار حلق میں گرد و غبار یا مکھی مچھر چلے جانے سے روزہ نہیں جاتا۔ آٹا پیسنے والے اور تمباکو کوٹنے والے کے حلق میں جو آٹا وغیرہ اڑ کر چلا جاتا ہے اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا کان میں پانی چلا جائے یا قے بخود آ جائے یا خواب میں غسل کی ضرورت ہو جائے یا قے آ کر خود لوٹ جائے ان سب باتوں سے روزہ میں کوئی خرابی نہیں آتی آنکھ میں دوا ڈالنے سے خوشبو وغیرہ سونگھنے سے روزہ میں کچھ خلل نہیں آتا بلغم نگل جانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا اگر کوئی روزہ میں بھول کر کچھ کھا پی رہا ہے اور قوی تندرست ہے تو اس کو یاد دلانا ضروری ہے اگر ضعیف و ناتوان ہے تو نہ یاد دلانا بہتر ہے اگر قصداً قے کی مگر تھوڑی سی (منہ بھر سے کم) تو روزہ نہیں جاتا۔ تھوڑی سی قے آئی اور قصداً لوٹا کر نگل گیا تو اس میں اختلاف ہے صحیح یہی ہے کہ اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا اگر مسواک وغیرہ کرنے سے دانتوں سے خون نکلا لیکن حلق میں نہ جائے تو روزہ میں فرق نہیں آتا اگر دانتوں میں غذا کا کوئی حصہ لگا رہ گیا ہے اور وہ چنے کی مقدار سے کم ہے روزہ دار نے اس کو چبا لیا تو اس سے روزہ میں کوئی خرابی نہیں آئیگی اگر خواب میں یا شب میں صحبت کرنے سے غسل کی ضرورت ہوئی اور صبح صادق ہونے سے پہلے غسل نہیں کیا تو روزہ میں خلل نہیں آتا۔

جن باتوں سے قضا واجب ہوتی ہے کان میں تیل ڈالنا، دوا ڈالنا قصداً منہ بھر کر قے کرنا، منہ بھر کر قے آئی تھی اس کو نگل جانا۔ کلی کرتے ہوئے حلق میں پانی چلا جانا یہ سب چیزیں روزہ توڑنے والی ہیں اور صرف قضا واجب ہوگی رات کے خیال سے صبح صادق کے بعد سحری کھا لی تو اس روزہ کی قضا واجب ہوگی۔ دن باقی تھا اور غلطی سے یہ سمجھ کر کہ آفتاب غروب ہو گیا اور روزہ افطار کر لیا تو صرف قضا واجب ہوگی کفارہ نہیں جان بوجھ کر صحبت کرنے سے روزہ جاتا رہتا ہے قضا بھی آتی ہے اور کفارہ بھی۔ کفارہ یہ ہے کہ ایک غلام آزاد کیا جائے اس کی طاقت نہ ہو تو متواتر ساٹھ روزے رکھنا اس کی بھی مقدرت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو دونوں وقت کھانا کھلانا (مفصل مسائل کسی معتمد مفتی سے دریافت کرو۔

جن چیزوں سے روزہ مکروہ ہوتا ہے اور جن چیزوں سے مکروہ نہیں ہوتا بلا ضرورت کسی شئے کو چبانا یا نمک وغیرہ کا ذائقہ دیکھ کر تھوک دینا مکروہ ہے قصداً منہ میں تھوک اکٹھا کر کے نگل جانا مکروہ ہے تمام دن ناپاک رہنا سخت گناہ ہے اور اس سے روزہ مکروہ ہو جاتا ہے فصد کرانا پچھنے لگوانا روزہ میں مکروہ ہے غیبت بدگوئی لڑائی جھگڑا روزہ کو مکروہ کر دیتے ہیں ارشاد نبوی ہے کہ روزہ دوزخ کی سپر (ڈھال) ہے جب تک خود ہی روزہ دار اس کے ٹکڑے نہ کرے صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روزے کے ٹکڑے کس چیز سے ہو جاتے ہیں ارشاد ہوا جھوٹ غیبت فحش گوئی اور جھگڑے دوسری حدیث ہے کہ جس نے روزہ میں بدگوئی غیبت جھوٹ سے اجتناب نہ کیا اللہ تعالیٰ کو اس کے بھوکے پیاسے رہنے کی ضرورت نہیں مسواک کرنا سر یا مونچھوں پر تیل لگانا مکروہ نہیں آنکھ میں دوا ڈالنا مکروہ نہیں سرمہ لگانے سے یا سرمہ لگا کر سو جانے سے روزہ میں خلل نہیں آتا۔ نا واقف لوگوں کا ان چیزوں کو مکروہ سمجھنا غلط اور بے اصل ہے خوشبو سونگھنا مکروہ اور بیوی کو اپنے خاوند نوکر کو اپنے آقا کے غصہ کا اندیشہ ہو تو کھانے کا چکھ کر تھوک دینا بھی مکروہ نہیں۔

روزہ نہ رکھنے کی اجازت کا بیان اگر مرض کی وجہ سے

رکھنے کی طاقت نہ ہو تو رمضان میں روزہ نہ رکھے تندرستی کے بعد قضا کرے اگر روزہ رکھنے کی وجہ سے مرض کے زیادہ ہو جانیکا خوف ہے تب بھی روزہ چھوڑ دینا جائز ہے پھر قضا کرے حاملہ کو اگر بچہ یا اپنی جان کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو تو روزہ چھوڑ دینا اور پھر قضا کر لینا درست ہے اپنے یا غیر کے بچہ کو دودھ پلاتی ہو اور روزہ رکھنے کی وجہ سے ضرر ہو تو قضا کر لینا درست ہے چار جوار کے چھتیس کوس یعنی انگریزی اڑتالیس میل کا سفر ہو یا اس سے زیادہ ہو وہ شرعی سفر کہلاتا ہے یعنی ایسے سفر میں مسافر کو اجازت ہے کہ روزہ نہ رکھے واپس آنے کے بعد قضا کرے اگر کوئی مسافر دوپہر سے پہلے اپنے وطن میں پہنچ گیا اور اب تک کچھ کھایا پیا نہیں تو اس پر واجب ہے کہ روزہ پورا کرے کیونکہ اب سفر کا عذر باقی نہیں رہا۔ اگر کوئی شخص کسی تیز سواری یا ریل میں دو تین گھنٹے میں اڑتالیس میل پہنچ جائیگا اس کے لئے بھی سفر کی رخصت یعنی نماز کا قصر اور افطار کی اجازت حاصل ہو جائیگی بہت بوڑھا ضعیف جس کو روزہ میں نہایت شدید تکلیف ہوتی ہے روزہ نہ رکھے اور ہر روزہ کے بدلے پونے دو سیر گندم (بوزن انگریزی) مسکین کو دے لیکن اگر پھر کبھی طاقت آ جائیگی تو قضا رکھنی ضروری ہوگی۔ عورت کو اپنے معمولی عذر (حیض) کے ایام میں روزہ رکھنا درست نہیں اسی طرح پیدائش کے بعد جتنے دنوں خون آئے ان دنوں کے روزوں کی قضا بعد میں کرنی چاہیئے جن لوگوں کو روزہ چھوڑنے کی اجازت ہے ان کو بلا تکلف سب کے سامنے کھانا پینا نہ چاہیئے بلکہ تعظیم رمضان المبارک لازم ہے اس کا بہت زیادہ لحاظ رکھئے

روزہ توڑنے اور قضا رکھنے کا بیان

فرض روزہ کو بلا کسی شدید اور قوی عذر کے توڑنا جائز نہیں پس اگر ایسا سخت بیمار پڑ گیا کہ روزہ نہ توڑے تو جان کا اندیشہ ہے یا بیماری بڑھ جانے کا احتمال قوی ہے یا ایسی شدید پیاس لگی ہے کہ پانی نہ پیا تو مر جائے گا ایسی حالت میں روزہ توڑ ڈالنا جائز بلکہ واجب ہے اگر کسی عذر سے روزے قضا ہو گئے ہوں تو جب عذر جاتا رہے جلد ادا کر لینا چاہیئے زندگی کا بھروسہ نہیں کیا خبر موت آ جائے اور فرض گردن پر رہے مثلاً بیمار کو مرض سے صحت پانے کے بعد اور مسافر کو سفر سے آنے کے بعد جلد ادا کر لینا چاہیئے قضا رکھنے میں اختیار ہے کہ متواتر یعنی برابر لگاتار رکھے یا جدا جدا متفرق۔ اگر قضا رکھنے کا وقت پایا لیکن بغیر ادا کئے مر گیا تو مناسب ہے کہ وارث ہر روزہ کے بدلے پونے دو سیر گندم صدقہ کریں اور اگر مال چھوڑ گیا ہے اور روزہ کے صدقہ کی وصیت کر گیا ہے تو ادا کرنا لازم اور واجب ہے۔

سحر کھانے کا بیان اور فضیلت

روزہ کے لئے سحر کھانا مسنون ہے اور باعث ثواب ہے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ سحری کھایا کرو کہ اس میں بڑی برکت ہوتی ہے یہ ضرور نہیں کہ خوب پیٹ بھر کر کھائے بلکہ ایک یا دو لقمہ یا چھوارے کا ٹکڑا یا دو چار چنے چبا لیگا تب بھی سنت کا ثواب حاصل ہو جائیگا افضل و بہتر یہ ہے کہ رات کے آخری حصہ میں صبح صادق ہونے سے پہلے کھائے اگر دیر ہو گئی اور گمان غالب یہ ہے کہ صبح صادق ہو گئی تو سحر نہ کھانا چاہیئے اور اگر گمان غالب رات کا ہو تو کھا لے پھر اگر کسی طرح معلوم ہوا

لے یا مؤذن نے صبح صادق سے پہلے اذان دیدی تو سحر کھانے کی ممانعت نہیں جب تک صبح صادق نہ ہو جائے بلا تکلف کھاؤ پیو۔

روزہ افطار کرنے کا بیان

آفتاب غروب ہو جانے کے بعد افطار میں دیر نہ کرنی چاہیئے البتہ جس روز ابر ہو احتیاط کے لئے ذرا دیر کرنا بہتر ہے خرما یا کھجور سے افطار کرنا مسنون اور باعث ثواب ہے اور اگر یہ نہ ہوں تو پھر پانی بہتر ہے آگ کی پکی ہوئی چیز مثلاً روٹی چاول شیرینی وغیرہ سے افطار کرنے سے ہرگز کراہت اور نقصان روزہ میں نہیں آتا البتہ بہتر یہ ہے کہ کوئی پھل وغیرہ دوسری چیز ہو اور خرما کھجور سب سے افضل ہے اگر دوسرے کی دی ہوئی چیز سے روزہ افطار کرو گے تو تمہارا ثواب ہرگز کم نہ ہوگا اس کو اللہ تعالیٰ اپنے پاس سے ثواب عطا فرمائیگا پھر تم اس کو واپس کر کے کیوں بخیل کہلاتے ہو البتہ یہ کہ مال حرام یا مشتبہ ہو تو ہرگز قبول نہ کرو اگر روزہ افطار کرنے اور کھانے پینے کی وجہ سے مغرب کی نماز جماعت میں دس بارہ منٹ کی دیر کر دی جائے تو کچھ مضائقہ نہیں اور افطار کرنے سے پہلے مختصر دعا کافی ہے۔ اَللّٰهُمَّ لَكَ صُمْتُ وَعَلٰى رِزْقِكَ اَفْطَرْتُ اور افطار کرنے کے بعد یہ دعا ذَهَبَ الظَّمَاُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَثَبَتَ الْاَجْرُ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى۔

تراویح اور وتر کا بیان

عشا کے فرض اور سنتوں کے بعد بیس رکعت تراویح جماعت کے ساتھ مسنون ہے اگر تمام اہل محلہ تراویح باجماعت ترک کر دیں تو سب گنہگار ہوں گے اگر بمعاوضہ پڑھنے والا حافظ مل جائے تو تمام رمضان میں ایک قرآن مجید ختم کر دینا چاہیئے۔ اس قدر زیادہ پڑھنا مناسب نہیں جس سے اکثر مقتدیوں کو تکلیف ہو اور تین دن سے کم میں ختم کرنا بہتر نہیں اگر تراویح میں دو رکعت پر بیٹھنا بھول گیا اور پوری چار پڑھ کر سلام پھیرا تو ان چاروں کو دو کی جگہ شمار کرنا چاہیئے جس شخص کی دو چار رکعت تراویح کی رہ گئیں وہ امام کے ہمراہ باجماعت وتر پڑھ لے اور پھر باقی اپنی تراویح ادا کرے جس شخص کو عشا کے فرض باجماعت نہیں ملے وہ وتر کو امام کے ساتھ پڑھ سکتا ہے۔ جو حافظ روپے کی طمع میں قرآن مجید سناتا ہو اس سے وہ امام بہتر ہے جو الم ترکیف سے پڑھائے اجرت مقرر کر کے قرآن مجید سننا اس سے نہ امام کو ثواب ہوگا نہ مقتدیوں کو اس قدر جلد پڑھنا کہ حروف کٹ جائیں سخت گناہ ہے اور اسی لئے شبینوں کا رواج اچھا نہیں نابالغ کو تراویح میں امام بنانا جائز نہیں اسی پر فتویٰ ہے لوگوں کو اس کا خیال رکھنا چاہیئے۔ جو اوباش لڑکے تمام سال پھرتے ہیں اور نماز نہیں پڑھتے رمضان شریف میں ان کی امامت سے جہاں تک ہو سکے پرہیز رکھنا چاہیئے

اعتکاف اور شب قدر کا بیان

عشرۂ اخیر میں اعتکاف سنت ہے اگر تمام بستی میں کوئی شخص بھی نہ کرے تو سب کے ذمہ ترک سنت کا وبال رہتا ہے اعتکاف اس کو کہتے ہیں کہ اعتکاف کی نیت کر کے مسجد میں رہنا اور سوائے حاجت ضروری اور غسل و وضو کے باہر نہ آنا خاموش رہنا اعتکاف میں قطعاً ضروری نہیں البتہ نیک کام کرنا چاہیئے اور بدکلامی اور لڑائی جھگڑے سے بچنا چاہیئے اعتکاف اس مسجد میں ہو سکتا ہے جس میں پنجگانہ نماز جماعت سے ہوتی ہو۔ اگر پورے اخیر عشرہ کا اعتکاف کرنا ہو تو بیس تاریخ کو آفتاب غروب ہونے سے

اور باعث ثواب ہے کہ ایک دو روز یا ایک دو گھنٹہ کے لیے اعتکاف کی نیت سے مسجد میں رہے شب قدر کا رمضان کے آخری عشرہ یعنی ۲۱، ۲۳، ۲۵، ۲۷، ۲۹ کو ہونا احادیث میں وارد ہے لہذا ان مخصوص راتوں میں اہتمام سے عبادات میں مشغول رہنا چاہیئے۔

صدقۃ الفطر کا بیان صدقۃ الفطر عید کی صبح صادق کے طلوع ہوتے ہی واجب ہو جاتا ہے صدقۃ الفطر اس شخص پر واجب ہے جو حوائج اصلیہ کے علاوہ ساڑھے باون تولہ چاندی کا یا اتنے سامان کا مالک ہو جس کی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی کے برابر ہو جس طرح زکوٰۃ میں نصاب پر سال گزرنا اور مال کا نامی ہونا شرط ہے صدقۃ الفطر کے لئے یہ شرط نہیں ضروریات اصلیہ کے سوا کسی قسم کا مال ہو اس پر سال گزرا ہو یا نہ گزرا ہو) اگر نصاب کی مقدار رکھتا ہے تو صدقۃ الفطر کا ادا کرنا واجب ہے صدقۃ الفطر اپنی طرف سے اور اپنے غریب چھوٹے بچوں کی طرف سے ادا کرنا ضروری ہے بیوی اور جوان اولاد کو اپنا صدقۃ الفطر خود ادا کرنا چاہئے شوہر اور باپ کے ذمہ اس کی ادائیگی ضروری نہیں ادا کر دے تو ادا ہو جائے گا صدقۃ الفطر کی مقدار انگریزی وزن سے پونے دو سیر گیہوں ہے جو وغیرہ دے تو ساڑھے تین سیر ہے اس کا اختیار ہے کہ غلہ دے یا قیمت۔ قیمت دینا بہتر و افضل ہے۔ بہتر یہ ہے کہ عیدگاہ جانے سے پہلے صدقۃ الفطر ادا کرے حدیث شریف میں وارد ہے کہ روزہ دار کا روزہ زمین و آسمان میں معلق رہتا ہے جب تک وہ صدقۃ الفطر ادا نہیں کرتا عید کی نماز سے پہلے نہ دیا گیا ہو تو نماز کے بعد ادا کر دے کسی شخص نے عید سے پہلے رمضان ہی میں یا رمضان سے قبل صدقہ ادا کر دیا تب بھی درست ہے اور فطرہ ادا ہو جاتا ہے۔ ایک صدقہ فطر کئی آدمیوں کو اور کئی صدقات ایک آدمی کو دیئے جا سکتے ہیں صدقہ فطر دونوں صورتوں میں ادا ہو جاتا ہے۔

صلوۃ عید الفطر و مسنونات روز عید عید الفطر کے روز مستحب ہے کہ عیدگاہ جانے سے پہلے کوئی میٹھی چیز کھا لے خرما یا کھجور کھانا مسنون اور باعث ثواب ہے غسل کرنا اور مسواک کرنا خوشبو لگانا اور جو کپڑے میسر ہوں ان سب میں سے اچھے کپڑے پہننا اور صدقہ فطر ادا کرنا عیدگاہ جاتے ہوئے راستہ میں آہستہ آہستہ تکبیر پڑھنا ایک راستہ سے جانا اور دوسرے سے واپس آنا یہ سب چیزیں مسنون ہیں تکبیر کے الفاظ یہ ہیں اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد

عید کی نماز کا وقت آفتاب کے ایک نیزہ یا دو نیزہ اونچا ہونے سے شروع ہوتا ہے اور زوال سے پہلے ختم ہو جاتا ہے عید کی نماز دو رکعت واجب ہے اس کا طریق یہ ہے کہ پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ کے بعد ہاتھ باندھ لے اور سبحانک اللھم پڑھ کر قرأت سے پہلے تین تکبیریں کہے ان تکبیروں میں ہاتھ کانوں تک اٹھا کر چھوڑ دے تیسری تکبیر کے بعد ہاتھ باندھ لے اور قرأت و رکوع و سجود ادا کرکے دوسری رکعت میں قرأت کے بعد رکوع سے پہلے تین تکبیر کہے ان تکبیروں میں بھی کانوں تک ہاتھ اٹھا کر چھوڑتا رہے چوتھی تکبیر رکوع کے لئے کہہ کر رکوع ادا کرے۔

ان تکبیروں کا نام شریعت میں تکبیرات زوائد ہے یعنی نماز کی اصل تکبیروں کے علاوہ زائد تکبیریں۔

مسبوق جو ابتدا سے نماز میں شریک نہ ہو سکا ہو مثلاً کوئی شخص پہلی رکعت کے رکوع میں امام کے ساتھ ملے تو اسے چاہیے کہ بغیر ہاتھ اٹھائے رکوع ہی میں تینوں تکبیریں کہے اور اگر کوئی دوسری رکعت میں شریک ہوا ہو تو ایک رکعت کی تکبیریں امام کے ساتھ ہو ہی جائیں گی بعد کو اسے اپنی ایک رکعت اس طرح ادا کرنی چاہیئے کہ سبحانک اللھم اور قرأت سے فارغ ہو کر رکوع میں جانے سے پہلے تین تکبیریں کہے۔

اگر کسی کی دونوں رکعتیں رہ جائیں تو پھر تکبیرات زوائد اسی ترتیب سے ادا کرے جس طرح امام کے ساتھ ادا کرتا۔ نماز کے بعد امام دو خطبے پڑھے جن میں صدقہ فطر کے احکام بیان کرے ان خطبوں کا سننا بھی مسنون و مستحب ہے

(سلسلہ مضمون صفحہ ۱۵) لعلکم تفلحون۔ اے مسلمانو تم سب مل کر خدا کی بارگاہ میں توبہ کرو تاکہ فلاح پاؤ۔

بھلائی کرنے سے کامیابی ہوگی۔ وافعلوا الخیر لعلکم تفلحون
بھلائی کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

درگذر کی تعلیم واعف عنہم واصفح ان اللہ یحب المحسنین
معاف کر دو اور درگذر کرو خدا احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

تقویٰ کے ساتھ سیدھی بات کہو۔ یاایھا الذین امنوا اتقوا اللہ وقولوا قولا سدیدا اے ایمان والو خدا سے ڈرو اور سیدھی سادی بات کیا کرو۔

تقویٰ ہی سے تمہارا امتیاز ہے۔ یاایھا الذین امنوا ان تتقوا اللہ یجعل لکم فرقانا ویکفر عنکم سیئاتکم ویغفر لکم واللہ ذوالفضل العظیم۔ اے ایمان والو اگر خدا سے ڈرتے رہو تو وہ تمہارا امتیاز پیدا کر دیگا اور تم سے گناہ دور کر دیگا اور تمہیں بخش دیگا اور وہ بڑے فضل والا ہے۔

خدا خبیر ہے اور تقویٰ چاہتا ہے۔ واتقوا اللہ ان اللہ خبیر بما تعملون۔ خدا سے ڈرتے رہو تم جو کچھ بھی کرتے ہو اس سے خدا باخبر ہے

امانتیں حوالہ کر دیا کرو۔ ان اللہ یامرکم ان تؤدوا الامانات الی اھلھا خدا تم کو حکم کرتا ہے کہ امانت داروں کی امانتیں دیدیا کرو۔

اخوت واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا واذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذ کنتم اعداء فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا۔ دین کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور متفرق نہ ہو اور یاد کرو اللہ کا احسان جو تم پر ہے جبکہ تم ایک دوسرے کے دشمن تھے بس اس نے تمہارے دلوں میں الفت پیدا کر دی تو ہو گئے تم بھائی بھائی۔

انما المومنون اخوۃ۔ مسلمان بھائی بھائی ہیں۔

آپس کی پھوٹ کا نتیجہ۔ ولا تنازعوا فتفشلوا وتذھب ریحکم
آپس میں جھگڑا نہ کرو کیونکہ اس طرح ہمت پست ہو جائیگی اور تمہاری ہوا خیزی ہوگی۔

صلح فاصلحوا بین اخویکم واتقوا اللہ لعلکم ترحمون اپنے دو بھائیوں کے درمیان صلح کرا دیا کرو اور خدا سے ڈرتے رہو۔

واصلحوا ذات بینکم۔ آپس میں صلح کرو۔

وَقَالَ الَّذِيْ نَجَا مِنْهُمَا وَادَّكَرَ بَعْدَ اُمَّةٍ

لیکن اُن دونوں قیدیوں میں سے وہی رہائی پانے والا بول اٹھا اور مدت

اَنَا اُنَبِّئُكُمْ بِتَاْوِيْلِهٖ فَاَرْسِلُوْنِ ۝ يُوْسُفُ

کے بعد اُسکو یاد آئی کہ میں تم کو اسکی تعبیر بتادونگا تم مجھے بھیجدو چنانچہ اُسنے یوسف سے جاکر کہا

اَيُّهَا الصِّدِّيْقُ اَفْتِنَا فِيْ سَبْعِ بَقَرٰتٍ

یوسف اے راست گو شخص ہم کو اس خواب کا جواب دو کہ سات موٹی گائیں

سِمَانٍ يَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّسَبْعِ

ہیں جن کو سات دُبلی گائیں کھائے جاتی ہیں اور سات

سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّاُخَرَ يٰبِسٰتٍ لَّعَلِّيْٓ

سبز بالیاں ہیں اور دوسری (سات) خشک بالیاں ہیں تاکہ میں

اَرْجِعُ اِلَى النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝

لوگوں کے پاس لوٹ کر جاؤں شاید اُن کو بھی علم ہو جائے

قَالَ تَزْرَعُوْنَ سَبْعَ سِنِيْنَ دَاَبًا

یوسف نے کہا تم سات برس لگ کر کھیتی کرو گے

فَمَا حَصَدْتُّمْ فَذَرُوْهُ فِيْ سُنْۢبُلِهٖٓ اِلَّا

تو جو کچھ کاٹو اُس کو بالوں سمیت رکھ چھوڑو ہاں

قَلِيْلًا مِّمَّا تَاْكُلُوْنَ ۝ ثُمَّ يَاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِ

تھوڑا سا نکال لو جو تمہارے کھانے میں آئے اس کے بعد سات برس

ذٰلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ يَّاْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ

ایسے سخت آئیں گے کہ جو کچھ تم نے پہلے جمع کر رکھا ہوگا اُس کو

لَهُنَّ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ ۝ ثُمَّ

کھا جائینگے ہاں تھوڑا سا رہ جائے گا جو تم روک رکھوگے اس کے بعد

يَاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَامٌ فِيْهِ يُغَاثُ

ایک سال ایسا آئے گا کہ بارش ہوگی

النَّاسُ وَفِيْهِ يَعْصِرُوْنَ ۝ ع ۱۶

اور لوگ شیرہ نچوڑیں گے

تفسیر جب نجومی اور کاہن بادشاہ کے خواب کی تعبیر دینے سے عاجز ہو گئے تو اُس وقت ساقی کو یوسف کی یاد آئی اور اجازت لیکر وہ یوسف کے پاس قیدخانہ میں گیا اور خواب بیان کیا۔ یوسف نے صحیح تعبیر دی۔ صِدِّیق وہ شخص ہے جو بالکل سچا ہو۔ اگر کمال یقین کمال ایمان اور بکمال تصدیق احکامِ الٰہی رکھتا ہو، معاملات میں سچا قول و فعل و نیت میں سچا اور ظاہر باطن میں سچا ہو تو وہ اصطلاحاً صدیق ہے۔ جس طرح حضرت ابو بکر صدیق رضی تھے۔ اور اگر خاص خاص امور میں اُس کے اندر سچائی پائی جائے تو اُنہی امور کے لحاظ سے اُسکو صدیق کہا جائیگا۔ حدیث صحیح میں آتا ہے کہ آدمی سچ بولتا رہتا ہے اور سچ ہی بولنے کا ارادہ کرتا ہے یہانتک کہ وہ اللہ کے ہاں صدیق لکھا جاتا ہے اور آدمی جھوٹ بولتا اور جھوٹ بولنے کا ہی قصد رکھتا ہے بالآخر خدا کے ہاں اُسکو کذّاب لکھا جاتا ہے۔

ساقی نے یوسف کو صدیق اس وجہ سے کہا کہ آپ غیب کے حالات پورے پورے کامل سچائی کے ساتھ بوحی یا بالہام بیان فرماتے تھے اور سچے مکاشفہ کے ذریعہ گذشتہ اور آئندہ واقعات صحیح صحیح ظاہر فرما دیتے تھے۔ چنانچہ ساقی کو اس کا تجربہ بھی ہوگیا تھا۔

مقصود بیان: گائے اور بالی کو چونکہ خشک سالی اور ارزانی سے مناسبت تھی۔ گائے کا موٹا ہونا اور بالی کا سبز ہونا کثرت پیداوار پر دلالت کرتا ہے۔ اسی طرح گائے کا دُبلا ہونا اور بالیوں کا سوکھ جانا قحط سالی کی طرف ایما کرتا ہے۔ پھر لاغر اور خشک کا فربہ اور سبز کو کھا جانا بتاتا ہے کہ قحط کے زمانہ میں لوگ ارزانی اور پیداوار کے زمانہ کے اندوختہ کو کھا جائینگے اور بالآخر خشک سالی فراخ حالی کو تباہ کردیگی انہی مناسبات کو دیکھ کر حضرت نے تعلیم صدری خواب کی تعبیر دی۔ ساقی کا یوسف کو صدیق کہہ کے خطاب کرنا بتا رہا ہے کہ سچائی آخر میں غالب آجاتی ہے اور دشمنوں سے بھی اپنا اعتراف کرالیتی ہے۔ کہاں بادشاہ کا خاص مصاحب ساقی اور کہاں ایک غریب الوطن عبرانی غلام پھر زبان جدا مذہب و ملت جدا، تمدن جدا، خاندان جدا، اتنے تغایر و اختلاف کے باوجود ساقی یوسف کی سچائی کے اقرار پر مجبور ہوتا ہے اور اُس کی زبان سے بجائے یوسف کے صدیق کا لفظ نکلتا ہے اس سے صداقت و حقانیت کے غالب آنے کی طرف اشارہ ہے۔ لفظ تَزْرَعُوْنَ بتا رہا ہے کہ اگرچہ مسبب کل خدا تعالیٰ ہے اور عالم کا کوئی سکون و عمل بغیر اُس کی مشاء کے نہیں ہوتا مگر پھر بھی یہ عالم اسباب ہے آدمی پر لازم ہے کہ اسباب کی فراہمی کی کوشش کرے۔ فَذَرُوْهُ

الخ سے اس طرف اشارہ ہے کہ تدبیر کی درستی اور صحیح طریقہ پر کوشش کرنا مقتضائے فطرت ہے۔ انگوٹھا اور غافل کوشش درحقیقت کوشش ہی نہیں بلکہ شکست کوشش ہے۔ جو لوگ محض توکل کو ذریعہ معرفت سمجھ بیٹھے ہیں یا دوسروں کے دست نگر ہونے کو اپنی انتہائی کوشش سمجھتے ہیں ان کو اس سے نصیحت حاصل کرنی چاہئے۔ مفظ الآن فانی کہ بتا رہا ہے کہ کسی کو رنجیدہ کے غم میں اتنا پریشان بھی نہ ہونا چاہئے کہ ضروری اور لازمی مدارج کو بھی ترک کر کے مرنے سے پہلے مرجائے (عند الحاجۃ احتیاط بہتر ہے) تیز ہے۔ نہ پیٹ پر باندھنا اور کوڑی کوڑی جوڑنا جائز فعل ہے نہ بندۂ شکم ہونا اور حرص و اسراف کے ہاتھوں تباہ ہونا قابل ستائش حرکت ہے۔

وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُونِي بِهِ ۖ فَلَمَّا جَاءَهُ

بادشاہ نے کہا میرے پاس یوسف کو لے آؤ۔ قاصد جب یوسف کے پاس

الرَّسُولُ قَالَ ارْجِعْ إِلَىٰ رَبِّكَ فَاسْأَلْهُ

پہونچا تو یوسفؑ نے کہا اپنے آقا کے پاس لوٹ کر جا اور اس سے دریافت کر

مَا بَالُ النِّسْوَةِ اللَّاتِي قَطَّعْنَ أَيْدِيَهُنَّ ۚ

کہ ان عورتوں کا کیا حال ہے جنھوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لئے تھے

إِنَّ رَبِّي بِكَيْدِهِنَّ عَلِيمٌ ۝ قَالَ مَا خَطْبُكُنَّ

میرا رب ان کے فریب سے خوب واقف ہے بادشاہ نے کہا عورتو!

إِذْ رَاوَدتُّنَّ يُوسُفَ عَن نَّفْسِهِ ۚ قُلْنَ

جب تم نے یوسف کو پھسلایا تھا تو اس وقت حقیقت حال کیا تھی؟ عورتوں نے کہا

حَاشَ لِلَّهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِن سُوءٍ ۚ

حاش للہ ہم نے اس کی ذرا بھی برائی نہیں دیکھی

قَالَتِ امْرَأَتُ الْعَزِيزِ الْآنَ حَصْحَصَ

عزیز کی بیوی بولی اب تو حق بات ظاہر

الْحَقُّ أَنَا رَاوَدتُّهُ عَن نَّفْسِهِ وَإِنَّهُ لَمِنَ الصَّادِقِينَ ۝

ہوگئی میں نے ہی اس کو پھسلایا تھا بلاشبہ وہ سچا ہے

تفسیر آیات کا مطلب ظاہر ہے۔ حضرت یوسفؑ کے پاس جب قاصد بلانے آیا تو آپ اس کے ساتھ نہ گئے۔ اس کی دو

سبب تھے ایک تو مخلوق پر بھروسہ کرنے پر آپ کو پہلے عتاب ہوچکا تھا اسلئے گذشتہ قصور کی تلافی کرنی چاہتے تھے اور رہائی کے کچھ زیادہ مشتاق نہ رہے تھے۔ دوسرے گذشتہ الزام و تہمت سے اپنی پاکدامنی ظاہر کرنی چاہتے تھے جسکی بہترین ترکیب یہی تھی کہ گذشتہ مجلس والی عورتیں اور زلیخا خود آپ کی عفت کی شہادت دیں۔

امام احمد نے مسند میں بروایت حضرت ابوہریرہؓ بیان کیا ہے کہ حضور اقدس صلعم نے (بطور تواضع و انکسار) ارشاد فرمایا کہ اگر یوسفؑ کی بجائے میں ہوتا تو (رہائی کی) دعوت کو جلد قبول کر لیتا اور اپنی برءت کا عذر نہ ڈھونڈھتا۔ صحیحین میں بھی یہ روایت مذکور ہے مگر قدرے تغیر کے ساتھ حضرت عکرمہؓ کی مرسل روایت ہے حضورؐ نے فرمایا مجھے یوسف کا صبر و کرم بہت اچھا معلوم ہوتا ہے خدا اُن کو بخشے۔ جب اُن سے بادشاہ کے خواب کی تعبیر پوچھی گئی تو ذاتی کرم کو کام میں لا کر (فوراً) بتادی اگر میں اُن کی بجائے ہوتا تو اُس وقت تک نہ بتاتا جب تک رہا ہونے کی شرط نہ لگا لیتا۔ . . . . جب اُن کے پاس بادشاہ کا قاصد بلانے آیا (تو انھوں نے حجت کی) اگر میں اُن کی بجائے ہوتا تو دروازہ کی طرف سب سے آگے ہوتا مگر یوسفؑ نے تہمت سے چھٹکارا کرنا چاہا تھا۔

مقصود بیان: تہمت سے بچنا اور مواقع تہمت سے گریز کرنا انسان پر لازم ہے۔ اگر مدعی خود مدعا علیہ کی صداقت کی شہادت دے تو زیادہ قابل وثوق ہے مظلوم اگر انفصال و تحقیق مقدمہ پر مصیبت برداشت کرتا رہے اور صبر کرے اور تحقیقات پر اصرار کرے تو جائز ہے۔ حاکم وقت یا کسی اور کو اگر بطریق مجاز رب یعنی غریب پرور یا اَن داتا کہا جائے تو جائز ہے مگر بطریق حقیقت اگر غیر اللہ کے واسطے استعمال کیا تو قطعاً حرام بالکل شرک ہے۔

ذَٰلِكَ لِيَعْلَمَ أَنِّي لَمْ أَخُنْهُ بِالْغَيْبِ وَ

یہ بات اس لئے ہوئی تاکہ عزیز جان لے کہ میں نے چھپ کر اسکی خیانت نہیں

أَنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي كَيْدَ الْخَائِنِينَ ۝

اور اللہ خیانت کرنے والوں کے فریب کو چلنے نہیں دیتا

تفسیر اوپر کا مقولہ زلیخا کا تھا یہ مقولہ حضرت یوسفؑ کا ہے گویا یوسفؑ کے قول کے بیچ میں خدا تعالیٰ نے زلیخا اور دوسری عورتوں کا قول ذکر فرمایا۔ سراج، معالم اور بیضاوی وغیرہ تفسیروں میں یہی مذکور ہے اور اکثر مفسر اسی کے قائل ہیں لیکن ابن تیمیہ نے آخر تک زلیخا کا مقولہ قرار دیا ہے اور اس کے متعلق ایک رسالہ لکھا ہے اور بیان کیا ہے کہ یہ تمام مواعظ بلیغہ زلیخا نے ہی کہے تھے

میرے نزدیک بن تیمیہ کا قول بعید از قیاس ہے۔ زلیخا اُس وقت تک کافرہ تھی۔ یوسفؑ کی نبوت اور اللہ کی توحید کی قائل نہ تھی جیسا کہ اکثر کتب سیر سے واضح ہے پھر ایک منکر توحید کی زبان سے ایسے تبلیغی اور توحیدی الفاظ شاہی دربار میں نکلنا کس قدر بعید ہے۔ واللہ اعلم

فائدہ آیت وانّہ لمن الصّٰدقین زلیخا کا مقولہ ہے۔ زلیخا چاہتی تھی کہ یوسف کو زنا اور ارادہ زنا اور اغواء وغیرہ کی ہر تہمت سے پاک ظاہر کردے۔ جب عورتوں نے شہادت دی کہ معاذ اللہ حاشا کلا ہم نے یوسف کی کوئی بدچلنی نہیں دیکھی اور زلیخا نے مجبوراً اقرار کیا کہ میں نے ہی اسکو اغواء کیا تھا اس کا کوئی قصور نہ تھا تو حاضرین کے دلوں میں شبہہ ہو سکتا تھا کہ شاید یوسف سے کوئی ناشائستہ حرکت سرزد ہو گئی ہو۔ اگرچہ زلیخا کے بہکانے سے ہی ہو بہرحال زنا کا احتمال باقی رہتا تھا اگرچہ اغواء کا شبہہ زائل ہو گیا تھا اس لئے زلیخا نے حضرت یوسف کے عدم خیانت اور پاکدامنی کی تصدیق کر دی۔

وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِيْ ۚ اِنَّ النَّفْسَ

اور میں اپنے آپ کو پاک نہیں کہتا بے شک نفس

لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّيْ ۭ

بُری بات سکھاتا ہے ہاں اگر میرا رب رحم کرے

اِنَّ رَبِّيْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○

بلاشبہ میرا رب غفور رحیم ہے

تفسیر یہ بھی حضرت یوسف کے قول کا تتمہ ہے۔ آپ نے اپنی عفت و عصمت ظاہر کی مگر آخر میں یہ بھی فرما دیا کہ میں اپنے نفس کو معصوم نہیں کہتا بندہ بشر ہے نفس سرکش ساتھ لگا ہوا ہے جو ہر وقت گناہ کا خیال دل میں ڈالتا رہتا ہے مگر پروردگار کی رحمت میرے شامل حال تھی اُس نے بچا لیا۔

ابن کثیر نے بحوالہ ابن جریر ابن عباسؓ کی طرف منسوب کرتے ہوئے ایک روایت نقل کی ہے جس کا آخری حصہ یہ ہے کہ جب یوسفؑ نے ذٰلِكَ لِيَعْلَمَ اَنِّيْ لَمْ اَخُنْهُ بِالْغَيْبِ کہا تو جبرئیل نے کہا کیا اُس روز بھی تم نے خیانت نہیں کی تھی جبکہ زلیخا کی طرف ارادہ کیا تھا؟ اسپر حضرت یوسفؑ نے کہا وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِيْ اِنَّ النَّفْسَ الخ۔ مجاہد عکرمہ، سعید بن جبیر، ابن ابی الہذیل، ضحاک، حسن، قتادہ اور سدی سے یہ روایت مروی ہے۔ لیکن اہل تحقیق نے بیان کیا ہے کہ موخر الذکر تمام تابعین و علماء کا مقصود یہ ہے کہ ذٰلِكَ لِيَعْلَمَ الخ یوسفؑ کا مقولہ ہے۔ زلیخا کا قول نہیں۔ آخری قول کی سند کی ضرورت ہے یہ روایت فرقہ حشویہ کی ممنون ایجاد ہے جو یوسف کو بلکہ ہر نبی کو کسی نہ کسی طرح ناعذار کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور انبیاء کو معصوم نہیں جانتے۔ محققین کی نظر میں ایسی روایات کسی طرح قابل اعتبار نہیں۔

ایک ضروری نکتہ نفس کیا چیز ہے؟ ظاہر ہے کہ وہ شیطان نہیں قلب نہیں فرشتہ نہیں عقل نہیں کوئی خارجی چیز نہیں۔ تو پھر کیا ہے؟ میرے نزدیک جب تک طبیعت بشری نا جائز شہوت و غضب کی طرف مائل رہتی ہے اسکو نفس امارہ کہا جاتا ہے۔ جب اس سے آگے بڑھتی ہے خیر و شر طاعت و گناہ اور نیکی بدی میں کشمکش جاری رکھتی ہے۔ بُرے فعل پر اپنے کو ملامت کرتی ہے اور گناہ سے روکتی ہے تو اسکو نفس لوامہ کہا جاتا ہے۔ پھر اس سے آگے بڑھ کر جب سکون روح اور اطمینان ایمانی حاصل ہو جاتا ہے تو نفس مطمئنہ کا درجہ آجاتا ہے۔ حضرت یوسفؑ آخری درجہ پر فائز تھے۔ اسی اطمینان ایمانی اور کمال یقین کی وجہ سے معصیت سے محفوظ رہے تو آپ نے اپنی پاکدامنی اور عدم خیانت کا اظہار کیا۔ لیکن اس سے شبہہ ہوتا تھا کہ کیا یوسف کی طبیعت بشریت کے دائرہ سے الگ تھی؟ اس شبہہ کو زائل کرنے کے لئے آپ نے فرما دیا کہ میرا ابتدائی اور انسانی طبیعت کے ابتدائی درجہ کے لحاظ سے اپنے کو پاکدامن نہیں کہتا نفس امارہ اور طبیعت شہوانیہ تو میرے پاس بھی ہے۔ مگر خدا رحیم ہے۔ اُسکی رحمت نے مجھے نفس امارہ کے وسوسہ سے بچا لیا اور میں پاک دامن رہا۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ نفس نام ہے قہر قدیم کا یعنی عالم صفات سے جب اللہ کی صفت قہر اس عالم فعل میں آتی ہے تو اُس کو نفس کہا جاتا ہے اسی وجہ سے ہر نفس انسان کو قہریات یعنی اُن امور کے قبول کرنے اور اُن اعمال و افعال کے ارتکاب کرنے پر آمادہ کرتا ہے جن کا انجام غضب الٰہی ہوتا ہے۔ گویا حضرت یوسفؑ نے فرمایا کہ ضرور قہر قدیم اور جذبۂ فطری مجھے بھی اُن ہی امور کی طرف لے جانا چاہتا ہے جو غضب الٰہی کا موجب حجاب طاری کرنے والے ہیں لیکن اللہ کی صفت رحمت نے مجھے قہر و امتحان سے بچا لیا یعنی میرے اندر دونوں صفات موجود ہیں۔ قہر قدیم اور رحمت قدیم مگر رحمت قہر پر غالب آئی۔

شیخ ابو حفص کا قول ہے کہ نفس بالکل تاریکی ہے اور اُس کا چراغ سِر باطن ہے اور اس چراغ کا نور توفیق الٰہی ہے۔ پس توفیق الٰہی جسکی مددگار نہ ہو وہ بالکل تاریکی میں رہیگا بلکہ بالکل تاریک ہوگا۔ گویا رحمت نام ہے توفیق کا اور نفس نام ہے تاریکی کا اور سِر باطن نام ہے چراغ کا۔ تاریکی کو دور کرنے والی چیز چراغ ہے مگر اللہ کی توفیق و رحمت کے سبب سے۔

وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِيْ بِهٖٓ اَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِيْ ۚ

بادشاہ نے کہا یوسف کو میرے پاس لاؤ میں خالص طور پر اسکو اپنے لئے رکھونگا

فَلَمَّا كَلَّمَهُ قَالَ إِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِينٌ

پس جب بادشاہ نے یوسفؑ سے کلام کیا تو کہا بلاشبہ آج تم ہمارے ہاں باعزت

أَمِينٌ ۝ قَالَ اجْعَلْنِي عَلَىٰ خَزَائِنِ الْأَرْضِ

اور معتبر ہو یوسفؑ نے کہا آپ مجھے ملک کے خزانوں پر مقرر کر دیں

إِنِّي حَفِيظٌ عَلِيمٌ ۝ وَكَذَٰلِكَ مَكَّنَّا

میں ان کا محافظ اور دانا ہوں اسی طرح ہم نے یوسف کو

لِيُوسُفَ فِي الْأَرْضِ يَتَبَوَّأُ مِنْهَا حَيْثُ

اس ملک پر قابض کر دیا جہاں چاہتا تھا

يَشَاءُ ۚ نُصِيبُ بِرَحْمَتِنَا مَن نَّشَاءُ

رہتا تھا جسے چاہتے ہیں ہم اپنی رحمت پہنچاتے ہیں

وَلَا نُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ۝ وَلَأَجْرُ الْآخِرَةِ

اور نیکی کرنے والوں کا اجر نہیں کھوتے اور آخرت کا اجر تو ان

خَيْرٌ لِّلَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ ۝

لوگوں کے لئے بہت ہی اچھا ہے جو مومن ہیں اور پرہیزگار رہتے ہیں

تفسیر تفسیر سراج میں بروایت ابن عباسؓ بیان کیا ہے کہ دوبارہ ایلچی قیدخانہ میں حضرت یوسفؑ کے پاس گیا، لباس فاخرہ پیش کیا، آپ نے قبول کیا، غسل کرکے شاہی خلعت پہن لیا۔ چلتے وقت نہایت حسرت سے جیل والوں کو رخصت کیا اور رخصت وداع فرمایا پروردگار! ان پر نیکوں کے دل مہربان فرما۔ باہر نکل کر جیل کے دروازہ پر لکھا یہ مکان امتحان گھر ہے، زندوں کا مقبرہ ہے، غم و الم کی کوٹھری ہے، دوستوں کے تجربہ کا اور دشمنوں کے مضحکہ کا مقام ہے۔ اس کے بعد شاہی دربار میں پہنچے، عبرانی زبان میں سلام کیا۔ بادشاہ نے بڑی مہربانی سے بٹھایا اور تعجب کے ساتھ کہنے لگا بڑے بڑے ساحر و کاہن میرے خواب کی تعبیر سے عاجز ہیں اور یہ نوجوان واقف ہے۔ اس کے بعد زبانی تعبیر دینے کی خواہش کی۔ آپ نے بالمشافہ بھی وہی تعبیر دی جو پہلے دے چکے تھے۔ کچھ دیر گفتگو کے بعد فرعون نے بفراست جان لیا کہ اس کے اندر قابلیت وکاروائی کے جوہر پوشیدہ ہیں۔ بولا آج سے تم ہمارے قابلِ اعتبار مقرب ہو۔ ہم تم کو مانتدار جانتے ہیں۔ پھر قحط سے محفوظ ہونے کی تدبیر پوچھی آپ نے مذکورہ بالا رائے دی۔ فرعون نے کہا تو ایسے زبردست کام کا ذمہ دار کون ہوگا؟ حضرت یوسفؑ نے فرمایا آپ مجھے فنانس اور ریونیو کا حاکم بنا دیجئے۔ میں آمد و خرچ کے حساب کتاب سے خوب واقف ہوں۔ ابن کثیر نے بروایت شیبہ بن نعامہ یہ مطلب بیان کیا ہے کہ حضرت یوسفؑ نے فرمایا جو کچھ آپ مجھے بطور ودیعت دینگے۔ میں اسکی خوب حفاظت کرونگا اور ایامِ قحط کا علم بھی مجھے خوب ہے (رواہ ابن ابی حاتم) گویا ابن کثیر کے نزدیک خزائن سے مراد غلہ ہے۔ لیکن صاحب معالم نے خزائن سے مراد خراج و محاصل ملکی کو قرار دیا ہے۔ ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ اگر یوسف خود امارت کی درخواست نہ کرتے تو اسی وقت حاکم بنا دیے جاتے لیکن درخواست کرنے پر ایک سال تاخیر کے بعد مقرر کئے گئے۔

امام رازیؒ فرماتے ہیں اللہ کی عجیب قدرت دیکھو کر جب یوسف نے قیدخانہ سے نکلنے میں ڈھیل ڈالی تو اصرار کے ساتھ بلوائے گئے اور جب خود درخواست امارت میں عجلت کی تو اللہ نے خواہش پوری کرنے میں ایک سال کی تاخیر کر دی۔ اس میں اشارہ ہے کہ انسان کو تمام امور اللہ کے سپرد کر دینے چاہئیں۔ اس سے آگے خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ جس طرح (یعنی جس امانت پرہیزگاری اور خدا پرستی کے صلہ میں ہم نے یوسف کو قیدخانہ سے نکال کر شاہی دربار میں پہنچایا اور بادشاہ کا معتمد بنایا اسی طرح ملک مصر میں ہم نے اسکی جڑوں کو مضبوط کر دیا اسکو حکومت دیدی (بقول سدی و عبدالرحمن بن زید) یوسف جس طرح چاہتا ملک مصر میں تصرف کرتا تھا۔ کوئی روک ٹوک کرنے والا نہ تھا تفسیر سراج میں بروایت ابن عباسؓ بیان کیا ہے کہ یوم درخواست سے جب ایک سال کی میعاد گذر گئی تو فرعون نے یوسف کو اپنی انگشتری اور تاج اور تلوار اور تخت سپرد کر دیا اور تمام امور مملکت تفویض کر دیے۔ یوسف نے کہا تخت پر بیٹھ کر تو آپ کی سلطنت کو مستحکم کرونگا اور مہر سے سلطنت کا انتظام درست رکھونگا۔ رہا تاج تو یہ میرے باپ دادا کا لباس نہیں ہے۔ بادشاہ نے اعلان کر دیا کہ آج سے یوسف نائب سلطنت ہے۔

ابن کثیر نے بروایت محمد بن اسحاق بیان کیا کہ اطفیر کا انتقال اسی زمانہ میں ہوگیا۔ ابن کثیر نے بروایت فضیل بن عیاض یہ بھی لکھا ہے کہ عزیز مصر کی بیوی یعنی زلیخا حضرت یوسفؑ کے راستہ میں (ایک روز) جاکر کھڑی ہوئی اور آواز کے ساتھ کہنے لگی لائق ستائش ہے وہ اللہ جو وحدہٗ لاشریک ہے جس نے طاعت کے سبب غلاموں کو بادشاہ کر دیا اور نافرمانی کی وجہ سے بادشاہوں کو غلام بنا دیا۔ معالم و سراج میں بروایت ابن زید یہ بھی بیان کیا ہے کہ ملک مصر میں حضرت یوسف کی ذات سے عدل قائم ہوا۔ آپ کے ہاتھ پر بادشاہ بھی مسلمان ہوگیا اور رعایا میں سے بھی بہت سے لوگ۔

اس سے آگے خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم جسکو چاہتے ہیں اپنی رحمت سے نوازتے ہیں (لیکن یاد رکھو کہ یوں تو اللہ کی رحمت اُسی کی مشیت کے تابع ہے وہ جسکو چاہے دے مگر) نیکوکار لوگوں کو ہم ثواب ضرور دیتے ہیں (دنیا میں بھی دیتے ہیں اور آخرت میں بھی۔ لیکن یہ کوئی ضروری نہیں کہ دنیا میں ہر شخص کو اُسکی نیکی کا پھل مل جائے ہاں) آخرت کا ثواب ضرور ملیگا اور وہ پرہیزگار اہلِ ایمان کے لئے دنیا کے ثواب سے کہیں بڑا اور بہتر ہے۔

مقصود بیان:۔ حضرت یوسفؑ نہایت دانا اور سلیقہ مند تھے۔ شاہ مصر اُن کی گفتگو اور دانائی کو دیکھ کر ریجھ گیا۔ اس میں اشارہ اس طرف ہے کہ مسلمان کو ہر موقعہ کے مناسب گفتگو کرنی چاہئے غریب سے اُس کے لائق اور بادشاہوں سے اُس کے مناسب۔ حضرت یوسف کی استعداد حکومت کو ظاہر کرنے میں اس طرف اشارہ ہے کہ اگر مخلوق الٰہی تکلیف میں ہو ظلم قحط اور فلاکت کی شکار بنی ہوئی ہو اور کوئی شخص اس قابل ہو کہ حکومت کرکے اُن کے مصائب کو دور کر سکے تو ایسی صورت میں امارت و حکومت کی درخواست کرنی بے جا نہیں بلکہ ضروری ہے۔ حضرت یوسف نے حَفِيظٌ عَلِيمٌ اپنے لئے کہا۔ اس سے اس مقصود کی جانب اشارہ کرنا مقصود ہے کہ اگر خلق خدا کے فائدہ کے لئے آدمی اپنی حسن قابلیت استعداد علمی تجربہ اور تمام ذاتی خصوصیات کو ظاہر کرے تو ناجائز نہیں بلکہ مناسب ہے۔ لفظ مَكَّنَّا بتا رہا ہے کہ خدا تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی جڑیں حضرت یوسف کی وجہ سے مصر میں مستحکم کردی تھیں۔ يَتَبَوَّأُ کے لفظ سے معلوم ہوتا ہے کہ یوسفؑ اگرچہ لقب کے لحاظ سے وزیر تھے مگر کل اختیاراتِ شاہی کے مالک تھے مصر میں جو کچھ چاہتے کرگذرتے کوئی روکنے والا نہ تھا آیت نُصِيبُ سے اس طرف اشارہ ہے کہ اللہ کے جس قدر انعامات و عطیات ہیں وہ کسی استحقاق کی بنا پر نہیں نہ بطور ایجاب یا وجوب کے ہیں بلکہ محض اُسکی رحمت و کرم پر مبنی ہیں۔ پھر وَلَا نُضِيعُ سے اس طرف اشارہ ہے کہ مسلمانوں کو بھی نیکوکاری کی کوشش کرنی چاہئے کسی کی نیکی ضائع نہیں جاتی لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہر شخص اپنی نیکی کے صلہ کا یہیں خواستگار بن جائے اور یوسف کی طرح بادشاہ بننے کا امیدوار ہو جائے۔ بلکہ مناسب یہ ہے کہ ثمرۂ نیکی آخرت میں تلاش کرے اور عاقبت کے ثواب کا امیدوار ہو وہ ثواب دنیوی اجر سے بڑا ہے مگر ایمان و اعمال بد سے احتراز لازم ہے۔

وَجَاءَ إِخْوَةُ يُوسُفَ فَدَخَلُوا عَلَيْهِ

پھر یوسفؑ کے بھائی آکر اُس کے پاس پہنچے یوسفؑ نے اُن کو

فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهُ مُنكِرُونَ ۝ وَلَمَّا جَهَّزَهُم

پہچان لیا مگر وہ یوسف کو نہ پہچان سکے جب یوسف نے اُن کا سامان

بِجَهَازِهِمْ قَالَ ائْتُونِي بِأَخٍ لَّكُم مِّنْ أَبِيكُمْ

تیار کر دیا تو کہا (اب کی بار) اپنے علاتی بھائی کو بھی میرے پاس لانا

أَلَا تَرَوْنَ أَنِّي أُوفِي الْكَيْلَ وَأَنَا خَيْرُ

دیکھو میں پورا پورا پیمانہ دیتا ہوں اور بہت بہتر

الْمُنزِلِينَ ۝ فَإِن لَّمْ تَأْتُونِي بِهِ فَلَا كَيْلَ

مہمان نواز ہوں اگر تم اُس کو میرے پاس نہ لاؤ گے تو پھر تم کو

لَكُمْ عِندِي وَلَا تَقْرَبُونِ ۝ قَالُوا سَنُرَاوِدُ

میرے پاس بھرتی نہ ملے گی میرے پاس بھی نہ پھٹکنا ان لوگوں نے کہا ہم اسکی

عَنْهُ أَبَاهُ وَإِنَّا لَفَاعِلُونَ ۝ وَقَالَ لِفِتْيَانِهِ

طرف سے باپ کو پھسلا لینگے اور ہم ضرور ایسا کرینگے یوسف نے اپنے خدمتگاروں سے کہہ دیا

اجْعَلُوا بِضَاعَتَهُمْ فِي رِحَالِهِمْ لَعَلَّهُمْ

کہ ان لوگوں کا سامان بھی ان کی بوریوں میں رکھدو تاکہ جب

يَعْرِفُونَهَا إِذَا انقَلَبُوا إِلَىٰ أَهْلِهِمْ

یہ واپس ہو کر اپنے گھروں کے پاس پہنچیں تو سامان کو پہچان کر

لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ۝

ممکن ہے لوٹ آئیں

تفسیر آیات کا مطلب صاف ہے۔ بھائیوں نے یوسف کو نہ پہچانا۔ صغرسنی میں چھوڑا تھا اور اب یوسف میانہ عمر کو پہنچ گئے تھے۔ پھر غلام بنا کر فروخت کیا تھا۔ تخت شاہی پر پہنچنے کا اُنکو گمان بھی نہ تھا۔ پھر بقول عطا حضرت یوسف شاہی لباس پہنے ہوئے اور بقول مفسر سراج حاجبوں کو حکم دیدیا تھا کہ بھائیوں کو دور کھڑا کرو۔ اس کے علاوہ یہ بھی روایت ہے کہ مصر کی عورتوں سے چہرہ چھپانے کے لئے آپ چہرہ پر حجاب ڈالے رہتے تھے۔

مقصود بیان:۔ حضرت یوسفؑ نے بذاتِ خود عبرانی مہمانوں سے گفتگو کی۔ اس میں لطیف اشارہ اس طرف ہے کہ پردیسی کی خاطر کرنی چاہئے اور بادشاہ کو بذاتِ خود تفقدِ احوال لازم ہے۔ جَاءَ إِخْوَةُ يُوسُفَ الخ کہنے میں اس طرف ایماء ہے کہ علاتی بھائیوں کو بھی شرعاً

بھائی کہا جاتا ہے اور کوئی بھائی اپنے بھائی پر کتنا ہی ظلم کرے یہاں تک کہ اسکو قتل کرنے کا بھی ارادہ کرے تب بھی رشتۂ اخوت منقطع نہیں ہو سکتا گویا صلۂ رحم کا انقطاع ناممکن ہے۔ اَنَا خَیۡرُ الۡمُنۡزِلِیۡنَ کہنے میں حضرت یوسف کے اغلاق کریمانہ کی طرف ایما رہے کہ باوجودیکہ بھائیوں نے اُن کے ساتھ زیادتی کی تھی مگر انہوں نے اپنے ذاتی کرم کے بنا پر کوئی مواخذہ نہیں کیا۔ بلکہ اُن کی انتہائی خاطر مدارات کی۔ یوسفؑ کے بھائیوں نے آپ کو نہ پہچانا۔ اہلِ حقیقت نے اس کا مغز یہ نکالا ہے کہ انسان کا معصیت حجاب بن جاتی ہے۔ گنہ گار نہ فرمان انسان نہ خطاب الٰہی کو سنتا ہے نہ جلوۂ حق دیکھتا ہے نہ آثار قدرت مشاہدہ کرتا ہے بلکہ دل کے اندر ہی اندر محبوس اور نفس کی تاریکی میں مضمحل رہتا ہے بلکہ خاصان خدا کی شناخت بھی اسکو نہیں ہوتی۔ اس کو امتیاز نہیں ہوتا کہ کس کے اندر نورِ حق پر تو فگن ہے اور کون تاریکی میں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عام لوگ اولیاء کو نہیں پہچانتے۔ حضرت یوسفؑ نے بھائیوں سے کہا تھا کہ اگر تم اپنے علاتی بھائی کو نہ لائے تو پھر میں تم کو غلہ نہ دونگا اور نہ میرے پاس آنا۔ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یوسفؑ اپنی میزبانی کے معاوضہ کے طالب تھے جو بزرگوں کا قاعدہ نہیں ہے مگر حقیقت کچھ اور تھی۔ آپ کے کلام سے درپردہ اس طرف اشارہ مستنبط ہوتا ہے کہ جو شخص محبت الٰہی کے راستہ میں عہدِ معرفت کو پورا نہ کرے اُس پر وصال کی راہیں تنگ کردی جاتی ہیں۔ جو شخص احکامِ عبودیت کی خلاف ورزی کرے وہ مقامِ قرب سے محروم رہتا ہے۔ حضرت یوسفؑ نے معاوضہ کی طلب نہ کی تھی۔ بلکہ بظاہر فرمایا تھا کہ اگر تم اپنے عہد پر قائم نہ رہے اور وعدہ کو پورا نہ کیا تو مجھے بھی حق ہے کہ تم سے ترک تعلق کرلوں اور اپنے پاس نہ آنے دوں۔ حضرت یعقوبؑ یوسفؑ سے محبت رکھتے تھے۔ یہ محبت وہ تو نہ تھی جو خالقِ کل سے تھی تاہم مجازی محبت انتہائی ترقی پر پہنچ چکی تھی شاید اور آگے بڑھ کر محبتِ حق سے مانع ہوتی اسلئے غیرتِ حق کو گوارا نہ ہوا کہ یوسفؑ یعقوب کے پاس رہے۔ پھر یعقوب کو بنیامین سے محبت ہوئی اور انہوں نے یوسف کا بدل اُن کے بھائی کو سمجھا۔ یہ بھی حق تعالیٰ کو گوارا نہ ہوا۔ اس میں بھی شرکت محبت کی بُو آنے کا احتمال تھا اور اس سے بھی خدا کے خاص بندہ کا مرتبہ کم ہوجانے کا اندیشہ تھا۔ اسلئے یوسفؑ کی زبان سے بنیامین کو طلب کرایا اور پھر تدبیر سے مصر میں رکھ کر یعقوبؑ کو خاص اپنے لئے بنالیا۔ حضرت یوسفؑ آغاز ہی میں کل کیفیت کا اظہار کرسکتے تھے اور بھائیوں سے تمام گذشتہ واقعات کہہ سکتے تھے۔ مگر آپ نے ہر بات اُس کے [illegible] ظاہر کی تاکہ بھائیوں کو اپنے کرتوت پر ندامت ہوا اور وہ سمجھ لیں [illegible] کو کوئی تدبیر پلٹ نہیں سکتی اور فضیلت صرف تقویٰ کی ہے [illegible] بھائی ہونا باعث امتیاز نہیں۔ تدبیر یوسف سے مسلمانوں کو [illegible] ہے کہ ہر کام کو اُس کے وقت اور موقع پر کریں اندھا دُھند کرنا

خلاف دانش اور خلاف شرع ہے۔ حضرت یوسفؑ نے بھائیوں کا کل سامان [illegible] غلہ کی بوریوں میں پوشیدہ رکھوا دیا۔ آپ نے خیال کیا کہ گھر پہنچنے کے بعد جب وہ سامان کو غلہ کے اندر دیکھیں گے تو پرایا مال ہضم کرنا گوارا نہ کرینگے اور سمجھینگے کہ غلطی سے یہ سامان رکھ دیا گیا ہے۔ لامحالہ لوٹ کر آئینگے۔ اس میں دو باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ حضرت یوسفؑ کے بھائی اگرچہ ایک غلطی کے مرتکب ہوگئے تھے مگر واقع میں وہ نیک خدا پرست اور امانتدار تھے۔ پرایا مال کھانا اُن کو گوارا نہ تھا۔ اُن کی فطرت صالح تھی۔ دوسرے یہ احتمال بھی تھا کہ شاید ان کے پاس اور مال نہ ہو اور وہ کمترین سرمایہ غلہ کے عوض آئندہ پیش کرنے سے قاصر ہوں اور اس بنا پر نہ آئیں۔ آپ نے اُن کا سامان واپس کردیا تاکہ اسی کو لیکر پھر آجائیں۔ اس زمانہ کے مسلمانوں کے لئے اس بیان سے اتنی نصیحت نکلتی ہے کہ عہد کی پابندی لازم ہے۔ امانت داری شیوۂ انبیاء ہے۔ پرایا مال ہضم کرنا ناجائز اور حرام ہے۔ کسی کی غلطی سے ناجائز فائدہ اٹھانا نہ چاہیئے۔ وغیرہ

فَلَمَّا رَجَعُوۡۤا اِلٰۤی اَبِیۡہِمۡ قَالُوۡا یٰۤاَبَانَا مُ[illegible]

غرض جب یہ باپ کے پاس لوٹ کر پہنچے تو بولے ابا ہم سے بھرتی

مِنَّا الۡکَیۡلُ فَاَرۡسِلۡ مَعَنَاۤ اَخَانَا نَکۡ[illegible]

روک دی گئی آپ ہمارے بھائی کو ہمارے ساتھ بھیجدیجئے تاکہ ہم بھ[illegible]

وَ اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ ○ قَالَ ہَلۡ اٰمَنُ[illegible]

لے آئیں ہم اسکی ضرور حفاظت کرینگے باپ نے کہا میں اسپر تمہارا ا[illegible]

عَلَیۡہِ اِلَّا کَمَاۤ اَمِنۡتُکُمۡ عَلٰۤی اَخِیۡہِ مِنۡ قَ[illegible]

اعتبار کرتا ہوں جیسا اس سے پہلے اس کے بھائی کے متعلق کیا [illegible]

فَاللّٰہُ خَیۡرٌ حٰفِظًا ص وَّ ہُوَ اَرۡحَمُ الرّٰحِ[illegible]

خیر خدا بہترین نگہبان ہے وہی سب سے بہتر مہربان [illegible]

وَ لَمَّا فَتَحُوۡا مَتَاعَہُمۡ وَجَدُوۡا بِضَاعَ[illegible]

جب ان لوگوں نے اپنا سامان کھولا تو اُس میں اپنا سرمایہ

رُدَّتۡ اِلَیۡہِمۡ ؕ قَالُوۡا یٰۤاَبَانَا مَا نَبۡ[illegible]

اُن کو واپس کردیا گیا تھا کہنے لگے ابا ہمیں اور کیا چاہئے

هٰذِهٖ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ اِلَيْنَا وَنَمِيْرُ اَهْلَنَا

یہ ہمارا سرمایہ بھی واپس کر دیا گیا اب ہم اپنے گھر والوں کیلئے اناج لائینگے

وَنَحْفَظُ اَخَانَا وَنَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيْرٍ ذٰلِكَ

اور اپنے بھائی کی نگہداشت رکھینگے اور ایک اونٹ کی بھرتی زیادہ لینگے یہ

كَيْلٌ يَّسِيْرٌ ○ قَالَ لَنْ اُرْسِلَهٗ مَعَكُمْ

بھرتی تو سہل ہے باپ نے کہا میں اسکو تمہارے ساتھ ہرگز نہ بھیجونگا

حَتّٰى تُؤْتُوْنِ مَوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ لَتَاْتُنَّنِيْ

تاوقتیکہ تم خدا کو گواہ کرکے مجھ سے پختہ عہد نہ کرو کہ جب تک تمہارا گھراؤ

بِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ يُّحَاطَ بِكُمْ فَلَمَّاۤ اٰتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ

نہ ہو جائے تم ضرور اسکو میرے پاس لے آؤ گے غرض جب باپ کو انہوں نے پختہ قول

قَالَ اللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ○ وَقَالَ

قرار دے دیا تو باپ نے کہا ہمارے قول پر اللہ ذمہ دار ہے پھر کہا

يٰبَنِيَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْۢ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّ

میرے بیٹو ایک دروازہ سے سب داخل نہ ہونا بلکہ

ادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ وَمَاۤ اُغْنِيْ

علیحدہ علیحدہ دروازوں سے داخل ہونا مگر میں اللہ کے حکم

عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا

سے تم کو بالکل نہیں بچا سکتا حکم تو بس اللہ ہی کا

لِلّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ○

ہے اسی پر میرا بھروسہ ہے اور بھروسہ کرنے والوں کو اسی پر بھروسہ کرنا چاہیے

تفسیر حضرت یوسفؑ کے بھائی جب لوٹ کر گھر پہنچے تو باپ سے عزیز مصر کی بہت تعریف کی کہ اس نے ہماری بڑی خاطر تواضع کی اور غلہ کے دونوں بھی بھر کر دیئے۔ (ایک روایت میں ہے کہ) حضرت یعقوبؑ نے بیٹوں سے فرمایا اب کی مرتبہ تم جاؤ تو میرا اس سے سلام کہنا اور کہدینا کہ ہمارا باپ پیغمبر ہے۔ آپ کے اس احسان کے عوض وہ بارگاہ الٰہی میں دعا کرتا ہے کہ خدا کبھی آپ کو پریشان نہ رکھے۔ اس وقت بیٹوں نے کہا باپ آیندہ کے لئے بادشاہ نے کہدیا ہے کہ اگر اپنے علاتی بھائی کو نہ لاؤ گے تو میرے پاس نہ آنا میں غلہ نہ دونگا۔ لہذا آپ ہمارے ساتھ ہمارے بھائی کو بھیجدیں تاکہ ہم کو غلہ مل جائے اور ہم وعدہ کرتے ہیں کہ اسکی حفاظت رکھینگے۔ اولاد اسرائیل نے بنیامین کا علاتی بھائی ہونے کی وجہ سے کہا کہ حضرت یعقوب پر گفتگو کا اثر ہو جائے گا اور وہ سمجھ لیں کہ بنیامین ان کا بھائی ہے اور بھائی ہمیشہ بھائی کا شفیق اور مہربان ہوتا ہے۔ پھر یہ حفاظت کا پختہ وعدہ بھی کر رہے ہیں اسلئے اب دغا نہ کرینگے لیکن بیٹوں کی گفتگو کا باپ پر کوئی اثر نہ ہوا۔ فرمایا میں تمہارا اعتماد نہیں کر سکتا تم کیا اور تمہاری حفاظت کیا۔ تم نے پہلے یوسف کی حفاظت کی تھی کہ اب مجھے تمہارا اعتبار ہو۔ محافظ تو اللہ ہے۔ اسی کی حفاظت سے نگہداشت ہو سکتی ہے۔ رہی یہ بات کہ تم اسکو بھائی کہکر اپنی رحمت و شفقت کا اظہار کر رہے ہو تو یہ بھی غلط ہے۔ ارحم الراحمین تو خدا ہے۔ تمہارے رحم و کرم کی حقیقت تو معلوم ہو چکی اللہ کی رحمت کی ضرورت ہے۔ جب بیٹے لاجواب ہو گئے اور سامان کھولا اور غلہ کے اندر اپنا سرمایہ پایا تو اب بات بن گئی۔ کہنے لگے باپ دیکھئے ہم نے عزیز کی مہمان نوازی کا تذکرہ غلط نہیں کیا تھا۔ اس نے ہمارا سامان بھی واپس کر دیا۔ اب تو ہمارے ساتھ بھائی کو کر دیجئے ہم اس کی برادرانہ حفاظت کرینگے۔ ہمارے بال بچوں کو بھی اناج مل جائیگا اور اس کے حصہ کا اونٹ بھر غلہ اور بھی ملیگا۔ حضرت یعقوبؑ جب بیٹوں کے اصرار سے مجبور ہو گئے تو فرمایا میں تمہاری پناہ میں تو دے نہیں سکتا نہ تمہارے زبانی وعدہ کا اعتبار ہے۔ ہاں اگر اس بات کا عہد کرو اور خدا کو ضامن دو کہ جب تک تم سب مغلوب نہ ہو جاؤ اور کوئی دشمن تمہارا محاصرہ نہ کر لے اس وقت تک تم اسکی حفاظت کروگے اور صحیح سلامت میرے پاس لانے کی کوشش کروگے۔ بیٹوں نے اللہ کو گواہ کر کے عہد کیا۔ حضرت یعقوبؑ نے فرمایا دیکھو اللہ حاضر ناظر ہے ہمارے معاہدہ کا ضامن ہے۔ دغا نہ کرنا۔

اس کے بعد باقتضاء شفقت پدری بیٹوں کو نصیحت کی (اور جمہور صحابہ و تابعین کی صراحت کے بموجب) آپ کو اپنی اولاد کے متعلق نظر لگنے کا اندیشہ تھا اس لئے اجتماعی صورت سے شہر میں داخل ہونے کی ممانعت فرما دی۔ اول تو ان میں سے ہر ایک کا حسن خود لفظ فریب اور دلکش تھا پھر سب بھائی بھی باہم مشابہ تھے ناک نقشہ اور رنگ ایک تھا۔ ان کا اجتماع مزید باعث نوازی کا سامان پیدا کرتا تھا۔ اسلئے آپ نے جدا جدا داخل ہونے کی ہدایت کی تاکہ نظر بد سے کسی قدر حفاظت ہو جائے۔ لیکن آپ نبی تھے حقائق عالم سے واقف تھے۔ جانتے تھے کہ نظر میں بھی تاثیر خدا نے پیدا کی ہے میری

تدبیر تقدیر کو بدل نہیں سکتی مسبب محض خدا ہے اس لئے فرمایا کہ یہ تو صرف ظاہری تدبیر ہے ورنہ کارساز تو اللہ ہی ہے میں اللہ کی مقرر کردہ تکلیف کو کسی طرح دفع نہیں کرسکتا۔ کل عالم کا فیصلہ راحت مصیبت اچھائی برائی اور نفع نقصان تو اسی کے ہاتھ میں ہے۔ لہذا میرا بھروسہ بھی اُسی پر ہے اور بھروسہ کرنے کے قابل بھی وہی ہے۔

نظر کی تحقیق

علمائے اہل سنت متفق ہیں کہ نظر لگنا حق ہے فرقۂ معتزلہ نظر کو ایک لغو چیز سمجھتا ہے۔ ہم نظر بد کی تاثیر کے ثبوت میں دو دلیلیں بیان کرتے ہیں نقلی اور عقلی۔

(۱) صحیح مسلم میں وارد ہے کہ ایک خوبصورت گورے رنگ کے صحابی کو دوسرے شخص نے دیکھ کر کہا کیسا خوبصورت ہے۔ حضورؐ کو یہ الفاظ ناگوار ہوئے اور فرمایا تجھے ماشاء اللہ کہنا نہ آتا تھا۔ چنانچہ وہ خوبصورت صحابی جب واپس گئے تو راستہ میں ہی اُن کو بخار آگیا اور چہرہ زرد پڑگیا حضورؐ کو اطلاع ملی تو آپ نے نظر لگانے والے کو بلا کر بیمار کے پیچھے کھڑا کیا اور ایک برتن میں پانی لیکر اُس کے بیسوں ناخون و دیگر مخصوص اعضا اُس پانی میں ڈبو کر صحابی کے سر پر سے اُس برتن کو اتار کر نظر لگانے والے پر پانی ڈالا اور پھر اُس کو نظر پھیرے ہوئے واپس چلا جانے کا حکم دیا۔ اس سے صحابی کو صحت ہوگئی۔

صحیحین میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے حضورؐ نے فرمایا نظر حق ہے۔ امام احمد کی روایت میں اس کے ساتھ اتنا زیادہ ہے کہ نظر کے ساتھ آدمی کا حسد اور شیطان ملا ہوا ہوتا ہے۔

امام مسلم کی روایت میں ہے نظر حق ہے۔ اگر کوئی چیز تقدیر سے سبقت لے جانے والی ہوتی تو نظر ہوتی۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ نظر بد اونٹ کو ہانڈی میں اور آدمی کو قبر میں داخل کردیتی ہے۔ صحاح و سنن کی روایت ہے کہ حضورؐ والا حسنینؓ کے لئے بطور تعویذ یہ دعا پڑھتے تھے اُعِيذُكُمَا بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَّهَامَّةٍ وَّعَيْنٍ لَامَّةٍ۔

عبادہ بن صامت کہتے ہیں دن چڑھے میں حضورؐ کی خدمت میں مزاج پرسی کے لئے حاضر ہوا میں نے دیکھا کہ آپ پر بیماری کی تکلیف سخت ہے۔ پھر واپس آکر پچھلے دن میں گیا تو میں نے بیماری میں افاقہ دیکھا۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا میرے پاس جبرئیل آئے تھے اور یہ افسون پڑھا تھا بِسْمِ اللهِ أَرْقِيكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يُؤْذِيكَ مِنْ كُلِّ عَيْنٍ وَحَاسِدٍ اللهُ يَشْفِيكَ۔

حضرت جعفر بن ابی طالبؓ کے بچے گورے گورے خوبصورت تھے۔ آپ جہاں کام میں شریک ہوگئے۔ ایک روز حضرت اسماءؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ان کو بہت جلد نظر لگتی ہے۔ کیا نظر بد دور کرنے کے لئے میں ان پر رقیہ (افسون) پڑھوں؟ فرمایا ہاں۔

ایک روز حضور والا ام المومنین ام سلمہؓ کے پاس تشریف لے گئے وہاں ایک بچہ بیمار تھا۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس کو نظر لگ گئی ہے۔ فرمایا تم اس کے لئے رقیہ کیوں نہیں کرتے ہو یعنی جھاڑ پھونک سے نظر اتار دو۔

حضرت عائشہ رضؓ کی روایت ہے کہ حضور اقدسؐ نظر لگانے والے کو وضو کرنے کا حکم دیتے پھر اسی پانی سے اُس شخص کو غسل دینے دیتے جس کو نظر لگی ہوتی۔

ان قوی اور باوثوق روایات کے ہوتے ہوئے نظر بد کی تاثیر سے انکار کرنا کس قدر جہالت ہے۔

(۲) یہ بالکل مشاہدہ ہے اور ہیش پا افتادہ حقیقت ہے اور کا تجربہ ہے کہ بعض کی نظر سے ہیبت، بعض کی نظر سے خفت بعض کی نظر سے دلیری، بعض کی نظر سے محبت اور بعض کی نظر سے عداوت پیدا ہوتی ہے پھر کشش اور انقلاب حقیقت مسمریزم کی نظر رکھنے والے دن رات کر رہتے ہیں تخیل کو یکسو کرنے کے بعد کسی پر نظر جمانا ایک خاص کیفیت پیدا کردیتا ہے۔ مریض کو کھینچ لینا، معمول کو مسخر کرلینا ماہرین مسمریزم کے نزدیک معمولی کام ہیں۔ ایسے مشاہدات اور تجربات کے باوجود انکار کرنا کمزوری فہم کی دلیل ہے۔ بات یہ ہے کہ لوگ نظر کو موثر سمجھتے ہیں درحقیقت نظر موثر نہیں ہوتی نہ زبان سے نکلے ہوئے الفاظ ہوتے ہیں بلکہ دماغی تخیل کی یکسوئی جس کا اظہار زبان یا نظر سے ہوتا ہے اثر یہی ہے۔ اب جس طرح کا تخیل ہوگا ویسا ہی اثر ہوگا۔ نظر لگانے والے کا تخیل عموماً حاسدانہ ہوتا ہے اور اگر مشفقانہ بھی ہو تب بھی اُس میں چونکہ حسد کا ملکہ اور شیطنت کی راسخ قوت ہوتی ہے اسلئے یہ شفقت اُس کے اصلی ملکہ سے مغلوب ہوجاتی ہے اور قوت راسخہ کا اثر نظر یا زبان کا کام کرجاتی ہے۔

مقصود بیان :- آیت وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ بتا رہی ہے کہ اپنے اہل و عیال کے متعلق آدمی اپنے کو نگہبان اور محافظ کہے تو رزق کا ذمہ دار اگرچہ خدا تعالیٰ ہے مگر اسی عالم اسباب میں تدبیر باختیار اور ہے یوسف کے بھائیوں نے جو اہتمام رزق کی اسی تدبیریں کیں اور حضرت یعقوبؑ نے بھی اُن کی موافقت کی اس سے قدرت کے انتظام اور ضابطۂ قدرت کے عموم اور حکم کسب کی کی طرف اشارہ ہے۔ یعقوبؑ اگرچہ مقرب الٰہی تھے مگر انتظام اور ضابطۂ فطرت سے وہ بھی مجبور تھے اُن کو بھی فراہمی معاش کے لئے دنیوی انتظام کرنا پڑتا تھا۔

آیت فَاللهُ خَيْرٌ حَافِظًا الخ سے یہ بات واضح ہے کہ

بیس برس کا جوان آدمی بڈھا ہو گیا

اپنے ہاتھوں جوانی فروخت کرنے کا خطرناک انجام

یہ ٹھیک ہے کہ وہ بیس برس کا نوجوان آدمی تھا لیکن بچپن کی بُری عادتوں نے اور شادی کے بعد کی بے احتیاطیوں نے اور بُرے بُرے خیالات نے اسکی نوجوانی کی خاص طاقت ختم کردی۔ وہ جریان کا مریض ہوگیا اور ایک وقت ایسا آگیا کہ جب وہ پیشاب کرتا تو اُسے ایسا محسوس ہوتا کہ پیشاب کے ساتھ ساتھ یا پیشاب سے پہلے یا پیشاب کے بعد اُس کی طاقت ...... پانی کی طرح بہہ ہی رہی ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ کچھ عرصہ بعد ازدواجی زندگی کے ناقابل ہوگیا۔ بیکار ہوگیا۔ حالانکہ دیکھنے میں جوان تھا۔ لیکن چہرہ پر زردی چھاگئی۔ آنکھوں کے نیچے حلقے پڑگئے اور وقت بےوقت سر چکرانے لگا۔ یہ تکلیف دیکھکر اُس کے کسی دوست نے اُسے سچا مشورہ دیا۔ اور ایک روز اس نے دوا "جوہر اعظم" کا استعمال شروع کردیا۔

جریان کا مرض ختم ہوگیا دوا جوہر اعظم کے چند روز استعمال سے ہی اس کا مرض دُور ہوگیا۔ اور اس نے پھر اپنے بدن میں قوتِ مردانگی کا تماشہ دیکھ لیا یعنی پھر مرد ہوگیا۔ اور...... اپنی گھریلو زندگی ایک نوجوان مرد کی طرح گذارنے لگا یہ حقیقت ہے کہ جریان کے لئے ڈاکٹروں کی رائے میں اس وقت صرف ایک ہی دوا ایسی ہے جو بلاشبہ ہر موسم میں ہر مریض کو صحیح معنوں میں تندرست کردیتی ہے۔ اس دوا کا نام "جوہر اعظم" ہے۔ اور پیشاب کے بعد یا پہلے جو مادہ خارج ہونے لگتا ہے اُسے بند کردیتی ہے اسے جریان کا مرض کہتے ہیں اگر آپ میں سے کوئی صاحب جریان کے مرض میں مبتلا ہوں تو اس خطرناک اور قوتِ مردانگی کے لئے تباہ کن مرض سے غفلت نہ کیجئے بلکہ

منیجر زنانہ دواخانہ پی-بی دہلی ۳۴۴ کے پتہ پر خط لکھکر دوا "جوہر اعظم" کی ایک شیشی بذریعہ وی۔ پی پارسل منگالیں ایک ہی شیشی جریان کے مریض کو تندرست کردیگی اور مرد بنا دیگی۔ ایک شیشی "جوہر اعظم" کی قیمت تین روپے آٹھ آنے ہے۔ پارسل کا محصول ہندوستانی خریداروں سے نہیں لیا جاتا۔ ملک کے مختلف حصوں میں ہزارہا مریض اس دوا سے پوری صحت حاصل کرچکے ہیں۔ جن کے بھیجے ہوئے سرٹیفکٹ ہمارے ہاں ہر وقت دفتر میں دیکھے جاسکتے ہیں۔ اور جن سے ثابت ہوتا ہے کہ جریان کے مرض کا سب سے بہتر علاج صرف "جوہر اعظم" ہے۔ ٹیلیفون نمبر ۶۲۹۹

ان نسینا او اخطانا
جریدہ
مولوی
چندہ سالانہ
فی پرچہ
مدیر مسئول عبدالحمید خاں
دو آنہ
2
ANNAS
ONE
RUPEE
INDIA
1916
حدیث صحیحہ کی دس کتابیں
پڑھنے کے لئے آپ کے پاس وقت نہ ہو تو صرف ایک ہی کتاب پڑھ لیجیے جو سب کا خلاصہ
مشکوٰۃ شریف ہے جو بخاری، مسلم، ترمذی۔ ابوداود و ابن ماجہ، نسائی، سنن
یعنی امام شافعی۔ امام احمد بن حنبل امام مالک، بیہقی کا وہ عطر ہے جو مصر کے
سب سے بڑے عالم نے کھینچا ہے دو جلدوں میں ہے پہلی جلد ۵۰۰ صفحات اور ۲۶۰۷
حدیثیں دوسری جلد ۵۰۰ صفحات ۲۳۸۰ حدیثیں اور ایک ہزار راویوں کے حالات
اردو ترجمہ ہے۔ کاغذ مولوی جیسا دو جلدوں میں مجلد قیمت چار روپے
منیجر رسالہ مولوی عبدالحمید خان کوچہ چیلان دہلی

جوانی دوبارہ واپس

جوانی کو واپس لانے کا علاج جب سے معلوم ہوا ہے ہندوستان میں لاکھوں مرد دوبارہ جوانمرد بن گئے ہیں مگر اس علاج کی ترکیب یہ ہے کہ سات دن تک عورت سے دور رہنا پڑتا ہے۔ اگر آپ میں سے کسی کو مردانہ طاقت کی کمزوری کی شکایت کسی وجہ سے ہوگئی تو اس اقرار کے ساتھ کہ سات دن تک پرہیز کریں گے ہم سے "ری جووین" کورس منگا لیجئے اور اس دوا کے استعمال کرتے ہی آپ دیکھ لیجئے کہ کس طرح طاقت آنی شروع ہوتی ہے کہ حیرت ہوتی ہے۔ یہ دوا نہیں جادو ہے بلکہ منہ بولتا جادو، پورے پندرہ دن میں ناکارہ سے ناکارہ مرد بھی جوانی کو اپنے بس میں کر لیتا ہے اس کورس میں دو دوائیں ہوتی ہیں ایک کھانے کی اور ایک لگانے کی، دونوں دوائیں اپنا اثر پہلے دن سے شروع کر دیتی ہیں اور پندرہ دن میں تو ان لوگوں کو جو شادی سے انکار کر دینے کے عادی ہوگئے تھے، طاقت کا بادشاہ بنا دیتی ہے"

اگر آپ تندرست بھی ہیں تو اس کورس کو استعمال کر کے جوانی کا پورا سامان دیکھ لیجئے۔ پورے کورس کی قیمت پانچ روپے، محصول ڈاک گیارہ آنے علاوہ

(یہ کورس صرف ان ہی لوگوں کو بھیجا جائیگا جو عورت سے سات دن کا پرہیز کرنیکا اقرار کریں گے)

اکسیری دواخانہ کلاں محل پوسٹ بکس نمبر ۴۱ (ایم، ڈی) دہلی

ری جوونیٹنگ آئیل

ہندوستان کے حکیموں نے اگر کوئی نامرد ہو جائے تو اسکا علاج اپنے طریقہ کے مطابق نکالا ہے مگر ڈاکٹر رابنس نے ایک عجیب تیل ایجاد کر کے نامرد مریضوں کو یہ بتا دیا ہے کہ نہ تو دوا کھاؤ اور نہ مالش کرو، صرف ایک بوند ری جووینیٹنگ آئل کی لگاؤ اور دو منٹ میں مرد بن جاؤ۔ اس طریقہ علاج سے ہندوستان کے ہزاروں لوگوں کو فائدہ ہو رہا ہے۔ باندھنے، کھولنے، مالش کرنیکا جھگڑا ہی ختم اگر آپ بھی اس حیرت انگیز دوا سے فائدہ حاصل کرنا چاہیں تو ایک شیشی منگا لیں اور ضرورت کے وقت ایک بوند لگا کر مرد بن جایا کریں۔ کسی قسم کا آبلہ اور چھالہ نہیں پڑتا۔ رگوں میں بجلی کی طرح سے خون کا دوران ہو کر طاقت آجاتی ہے اور پھر نوجوانی ابھر آتی ہے

ایک شیشی کی قیمت دو روپے سات آنے مقرر ہے محصول ڈاک گیارہ آنے (۱۱)

اکسیری دواخانہ کلاں محل پوسٹ بکس ۴۱ (ایم، ڈی) دہلی

اکسیری دواخانہ کی جو دوا بھی میدان میں آئی اس نے شہرت کا ڈنکہ بجا دیا چنانچہ جریانین دوا بھی ایک معرکتہ الآرا دوا ثابت ہوئی ہے اور جریان کے مریضوں کو جن کی دھات پانی بن گئی تھی، قطرہ گرتا تھا، کمر میں درد، آنکھوں کے نیچے اندھیرا آنا، سر چکرانا، دن بدن کمزوری کا بڑھنا، سستی اور کاہلی ہر وقت رہنا، جسم کا سوکھنا وغیرہ شکایتوں کو پندرہ دن میں اس دوا نے دور کر دیا۔ اس دوا کے سامنے ہندوستان میں آج کوئی دوا پیش نہیں کی جا سکتی جن لوگوں کو جریان کی بیماری پرانی ہو یا نئی، ان کو چاہیے کہ ایک شیشی "جریانین" دوا کی منگا کر تندرستی حاصل کریں سستا اور بہت ہی زود اثر علاج ہے۔ اس سے بہتر دوا آپ کو نہیں مل سکتی۔

ایک شیشی کی قیمت دو روپے ہے (عـ) محصول ڈاک گیارہ آنے (۱۱) علاوہ

اکسیری دواخانہ کلاں محل پوسٹ بکس ۴۱ (ایم، ڈی) دہلی

کاغذ کے مول کتابیں

نبیوں کے قصے ۱۵۲ صفحات از حضرت شاہ مراد ماہروی حضرت آدمؑ سے لے کر رسول کریم تک جن انبیا کا تذکرہ قرآن شریف میں ہے ان کے مفصل حالات اور بالکل صحیح قصے یہ سب قرآن و حدیث سے لئے گئے ہیں۔ قیمت بارہ آنے

آفتاب رسالت ۳۳۴ صفحات دو حصوں میں از جناب آغا رفیق بلند شہری رسول کریم کی سب سے بڑی اور سب سے سستی دلچسپ جیات جس میں حضور کی زندگی کا پورا پورا تذکرہ ہے بلکہ عرب کی پوری تاریخ ہے ہر دو حصہ سوا روپیہ

صد صحابہ ۵۶ صفحات از مولوی شریف احمد صاحب مراد ماہروی رسول کریم کے سو صحابہ کے حالات ہر صحابی کی زندگی مسلمانوں کے لئے شمع ہدایت ہے صحابہ کا درجہ سب جانتے ہیں کہ رسول کریم کے بعد ہر انسان سے بالا ہے مجلد دو روپے

ہمعصر اولیا ۶۴ صفحات از حضرت شاہ مراد سہروردی اس میں ہندو اور بیرون ہند کے ستر اکابر اولیا کرام کے حالات کرامات ریاضات اور عوام کے ان سے تعلقات بڑی وضاحت و استناد کے ساتھ درج ہیں۔ قیمت عمہ ۱۲

اللہ والوں کے وعظ یا اخلاق سلف قدوۃ الاصفیا حضرت امام قشیری کے دو سو وعظوں کا اردو ترجمہ جو دل کے زنگ دور کرنے کا روحانی تیزاب ہے تصوف اخلاق ریاضت مجاہدات سب کچھ مجلد عمہ ڈیڑھ روپیہ

شاہ جیلان ۸۰ صفحات از مولانا نذیر الحق صاحب قادری شاہ جیلان پیران پیر دستگیر کی مختصر سوانح حیات لیکن بڑی بہتر اور دل آویز کتاب ہے اس میں سوانح تعلیمات کے علاوہ قصیدہ غوثیہ بھی ہے جو حل مشکلات ہو قیمت آٹھ آنے

تین ولی ۱۱۲ صفحات از حضرت شاہ مراد ماہروی ابتدا میں تصوف اور صوفیائے کرام کی پر ایک زبردست مقالہ بعدہ حضرت خواجہ معین الدین، خواجہ فرید الدین گنج شکر اور خواجہ علاء الدین صابر کلیری کے حالات قیمت دس آنے

سوانح مولانا روم ۹۶ صفحات از علامہ شبلی نعمانی مثنوی مولانا روم کے مصنف تصوف کے بادشاہ مولوی معنوی کے حالات اور انکی مشہور و معروف مثنوی کے اقتباسات اور پر معارف حکایات قیمت چھ آنے

حضرت امام غزالی ۱۱۲ صفحات از علامہ شبلی محبوب العارفین اور اکرم الاولیا حضرت امام محمد غزالی کے حالات تصوف کے کرشمے طریقت کی راہیں اور روحانیت کے اذکار اس کتاب کا امتیاز ہے تصوف کے شیدائی پڑھیں ۸

امام ابو حنیفہ ۱۲۰ صفحات مجلد از علامہ شبلی نعمانی امام اعظم کا جو رتبہ فقہ میں ہے اس کو ہر سنی حنفی مسلمان جانتا ہے اور جو نہیں جانتا ہے اس کو جاننا چاہئے۔ آپ تو حنفی مسلمان ہیں تو اپنے امام کے حالات ہی پڑھئے مجلد بارہ آنے

ابو ذر غفاری محبوب رسول صحابی کے حالات جو عاشق رسول حضرت مناظر احسن نے لکھے آپ نے جس والہانہ انداز میں یہ کتاب لکھی ہے پڑھ کر وجد آجاتا ہے یہ تاریخ اسلام کا ایک سنہری صفحہ ہی ہے۔ قیمت آٹھ آنے

صلاح الدین اعظم دنیائے اسلام کا وہ پرجوش مجاہد جس نے یورپ کی متفقہ یورش کو روک کر ارض عرب کو بچایا۔ اور پھر مٹھی بھر فوج سے عیسائیوں کے چھکے چھڑوا دیئے۔ بڑی پرجوش کتاب قیمت دو روپے

طارق بن زیاد جن کے نام سے جبل الطارق اب تک موجود ہے اسلام کا وہ جرنیل جس نے پہاڑوں پر کشتیاں چلائیں اور سمندر میں گھوڑے دوڑا کر اندلس کے ساحل پر قبضہ کر لیا۔ مجلد قیمت دس آنے

ہر ہٹلر دنیائے عالم کا سب سے بیباک خونی دنیا کا کھیلنے والا ہیرو جو کبھی اخبار بیچنے والا تھا اب جرمنی کا ڈکٹیٹر اعظم ہے۔ قیمت چھ آنے

اسلام اور عبادت ۸۰ صفحات از ڈاکٹر سید احمد صاحب عب۔ و معبود کے تعلقات کا آئینہ اسلام کی عبادات کی تفصیل اور اس کی تشریح کہ اس کی پابندی سے خدا کو نہیں بندوں کا ہی فائدہ ہے بڑی دلکش کتاب قیمت ۸

اسلام اور مدنیت انسان انسان کے تعلقات اسلام کی نظر میں یہ وہ بے نظیر کتاب ہے کہ اگر مسلمان ہی اس پر پورا عمل کرنے لگیں تو دنیا سے جنگ کا وجود ہی مٹ جائے بڑی مدلل اور دلکش کتاب۔ ۹۶ صفحات قیمت عمہ

اسلام اور عورت بکس و مظلوم عورت کے حقوق کی حفاظت کا بیڑا کسی نے اٹھایا ہے تو وہ صرف اسلام ہے اور یہ زبانی دعوے نہیں بلکہ بین اور واضح حقیقت ہے جو کلام الٰہی اور ارشادات رسالت پناہی کے ذریعہ معلوم کیا جا سکتا ہے ۸

اسلامی میاں بیوی ۳۰۰ صفحات از مولانا مراد ماہروی میاں بیوی کے تعلقات کی سب سے بڑی تاریخ اور خوش اسلوب زندگی کا بہترین پروگرام اسلامی طریقہ پر میاں بیوی کے مدارج کا بہترین خاکہ قیمت سوا روپیہ

ساجن موہنی ۱۲۰ صفحات از حضرت خاموش ایرانی۔ خاوند کو قبضہ میں کرنے کے لئے عورت کے بعد سلیقہ شعاری اور دوسری حسن صورت ہے اس کتاب کے ذریعہ یہ دو خوبیاں ایک عورت میں کامل ہو جاتی ہیں اور گھر جنت بن جاتا ہے قیمت ۸

خوبان جہاں ۲۲۶ صفحات از مولانا شریف احمد صاحب مراد دنیا بھر کی چیدہ چیدہ اور ممتاز خواتین کے حالات جن کی وجہ سے حکومتیں تک گئیں ہر عورت کسی نہ کسی خصوصی حسن اتم سے مالا مال ہے بڑی دلکش کتاب مجلد ڈیڑھ روپیہ

مبلغ اسلام عورتیں (۱) خالدہ خانم۔ (۲) ساوتری دو تو تبلیغی کتابیں دو نو خواتین نے اسلام کے مبلغین کے فرائض انجام دئے اور ہر مناظرہ میں اسلام کا بول بالا رکھا۔ ہر دو کی ساتھ قیمت ایک روپیہ

یوسف زلیخا ۱۶۰ صفحات از جناب مولانا ندیم صہبائی حضرت یوسفؑ اور جناب زلیخا کی مکمل تاریخ حالات نظم و نثر دونوں میں بڑے دل آویز پیرا یہ میں لکھے ہیں۔ اسی لئے یہ کتاب بہت مقبول ہوئی۔ قیمت دس آنے

شاہان مغلیہ کی بیویاں ۲۰۴ صفحات از مولوی شریف احمد صاحب مراد بیگمات خاندان تیموریہ کے حالات جس میں ۶۳ بیگمات کے علاوہ ۱۳ ہندو رانیوں کے حالات بھی بڑے دلچسپ ہیں۔ قیمت بارہ آنے

بیگمات اودھ ۲۰۰ صفحات از جناب عشرت لکھنوی اودھ کی چند خاص محبوب بیگموں کے حالات جنہوں نے اپنے خاص خاص اوصاف کی بنا پر معمولی درجے سے ترقی کر کے آغوش سلطانی میں جگہ پائی بڑی سرشار کتاب قیمت آٹھ آنے

دل کی رانی ۲۴۴ صفحات باغ عالم کے سب سے خوبصورت پھول عورت کی داستان جب وہ بیوی ہوتی ہے یا ہونا چاہتی ہے اس کے تاثرات زمین کے مختلف حصوں میں جداگانہ ہوتے ہیں نیز ایک اچھی بیوی کیونکر پیدا کی جاتی ہو قیمت عمہ

شبستان طرب ۱۶۰ صفحات نسیمہ بیگم کاتب ناچہ جوڑی میں میں سہاگ کی چند راتوں کا ذکر ہے اور بتایا ہے کہ انہوں نے ان ابتدائی راتوں میں کس طرح خاوند کو شیشہ میں اتار کر اپنی زندگی مستقل اور خوشگوار بنا لی ہے قیمت ۱۲

دلہنوں کی کانفرنس ۱۲۰ دلہنوں نے ایک کانفرنس میں اپنی شب عروسی کی داستان اپنے الفاظ و زبان سے بیان کی بڑی لذیذ کتاب دیکھنا یہ ہے کہ ایک ہی مسئلہ کی جستجو کے مختلف نظریات دلچسپ و دلکش قیمت ۱۰

باورچی خانہ موجودہ زمانہ کے کھانوں کی سب سے بڑی اور سب سے سستی کتاب ۲۵۰ صفحات مجلد اور کوئی کھانا ایسا نہیں جو اس میں نہ ہو قیمت عہ

عبد الحمید خاں پرنٹر و پبلشر نے مرزا محبوب بیگ صاحب کے محبوب المطابع اردو بازار دہلی میں چھپوا کر دفتر رسالہ مولوی دہلی کوچہ چیلان سے

بسم اللہ الرحمن الرحیم
چاند کی بیس تاریخ تک بھی اگر اتفاق
سے کوئی پرچہ نہ ملے تو دوسرا پرچہ دفتر
سے خط بھیج کر منگا لیجئے

ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا او اخطانا

مولوی دہلی

نمبر خریداری آپ کا اسی جگہ لکھا ہوا ہے جہاں
آپ کا پتہ لکھا ہے اگر پہلے سے نوٹ نہیں ہے
تو اب نمبر لکھ لیجئے اسکے حوالہ کے بغیر آپ کی کسی شکایت
خصوصاً تبدیل پتہ کی تعمیل ناممکن ہے۔

"یہ ہر اسلامی مہینے کی بارہ تاریخ کو حمیدیہ پریس دہلی سے شائع ہوتا ہے"

جلد ۳۸ | بابت ماہ شوال سنہ ۱۳۶۲ ہجری | نمبر ۴

شذرات

جنگ یا کشمکش موت و حیات

ماہ رواں یعنی ستمبر ۱۹۴۳ء ہی وہ مہینہ ہے جس میں دنیائے انسانیت کی ہر چیز کو موت آشنا ہونے کا پیام دیا گیا تھا پیام دینے والا اگرچہ کوئی موت کا فرشتہ نہ تھا ایک انسان ہی تھا یا انسان کے لباس میں طاغوتی طاقتوں ہلاکت آفریں خونخواریوں کا مجسمہ تھا جس کو عرف عام میں ہٹلر کہا جاتا ہے۔ دنیا نے دیکھا کہ وہ یکم ستمبر ۱۹۳۹ء کو آشیانہ برلن سے شہباز کی طرح برق بار و آتش افشاں پنجے لگا کر یورپ پر بے تحاشا جھپٹا اور آس پاس کے طائران خوش رنگ کو پر تولنے کی مہلت ہی نہ دی کہ نوچ کھسوٹ کر رکھ دیا آندھی کی طرح اٹھا طوفان و سیلاب کی طرح پھیلا اور چھوٹی بڑی سلطنتوں کو اپنی تلاطم خیز موجوں کے دھارے میں بہا لے گیا دو سال تک دنیا نے اس کی فتح و نصرت کے راگ کبھی ریڈیو کی زبانی اور کبھی اخبارات کی زبانی سنے اور اہل دنیا نے بے کیفی کے ساتھ سر دھنے اطراف عالم کے مدبر و مفکر محو حیرت تھے کہ انجام کیا ہوگا۔ ہٹلر کے شریک جنگ اٹلی نے افریقہ میں پیش قدمیاں کیں۔ جاپان نے چین کے بعض حصص دبا رکھے تھے ملایا مقبوضات آسٹریلیا، امریکہ اور برما پر تغلب و تصرف حاصل کیا سارے یورپ پر بالاستثناء چند۔ نیز روس کے زرخیز علاقوں پر ہٹلر نے قبضہ کیا مادی طاقتوں نے برقی آلات جنگ کی نت نئی ایجادوں سے خدا کی بنائی ہوئی مخلوق کو خاک و خون میں لتھیڑا۔ زمین کو کھنڈر اور سمندروں دریاؤں کو سرخ خون انسانی بنایا۔ قضا و قدر کے فرشتے بھی انسانوں کی بہیمانہ کارروائیاں دیکھ دیکھ کر اتجعل فیہا من یفسد فیہا ویسفک الدماء پڑھتے رہے آخر نقشہ جنگ بدلا۔ ہٹلر کے جوش جہانبانی اور جذبہ خون انسانی میں زوال پیدا ہوا تیسرے سال میں محوریوں نے روس کی فوجوں سے شکستیں کھائیں۔ افریقہ میں برطانیہ کی اتحادی فوجوں کے سامنے سے راہ فرار اختیار کی۔ چوتھے سال میں سال میں قریب قریب تمام محاذات جنگ پر جرمن، اٹلی جاپان کو پے درپے شکستیں ہوئیں۔ یہانتک افریقہ جہاں بہترین مقبوضات اٹلی کے تھے کلیۃً اٹلی کے قبضے سے خارج ہو کر اتحادیوں کے قبضے میں آگیا مسولینی جس کی ڈکٹیٹری کا دنیا میں ڈنکا بج رہا تھا ایک طرف مسلسل شکستوں سے اور دوسری طرف درماندہ رعیت کی بغاوت سے مایوس ہو کر دستکش ہو گیا مگر اس کو بپھرے ہوئے ارباب ملک سے جان بچانا دشوار ہو گیا۔ مارشل بڈوگلیو نے ڈکٹیٹری کا عہدہ سنبھالا اور مسولینی کو مع تمام افراد خاندان اور رفقاء کار کے گرفتار کر لیا۔ بڈوگلیو جس کے سر پر حبشہ کے ہزاروں بیگناہوں کا خون تھا اتحادیوں کی بڑھتی ہوئی یلغار اور روزافزوں فتوحات سے خوفزدہ ہو گیا ادھر جنگ عظیم نے پانچویں سال میں قدم رکھا ادھر اٹلی کی بزدل مگر رانہ ستانی حکومت نے اتحادیوں کے سامنے بلاشرط ہتھیار ڈال دیئے۔ اس طرح یک ساعت و یک لمحہ یک دم "دگرگوں" "شود احوال عالم" اٹلی کی حکومت کا وجود دنیا سے نابود ہو گیا جنوبی حصہ ملک پر اتحادیوں اور وسطی و شمالی حصہ پر جرمن نے قبضہ کر لیا۔ ہٹلر جس کے بیانات تعلی اور خود ستائی سے لبریز ہوتے تھے جس کے الفاظ میں فتوحات کے عزائم کا اظہار ہوتا تھا اب لٹے ہوئے دل سے بولتا ہے اس کے لبوں پر تقریر کے وقت خشکی اور زبان پہ کانٹے سے پیدا ہو جاتے ہیں اس کی حالیہ تقریر جو ستمبر کے دوسرے ہفتہ میں براڈکاسٹ ہوئی ہے تقریر میں اگرچہ انتہائی حزم و احتیاط کو ملحوظ رکھا گیا ہے مگر پھر بھی اس کے احساسات میں افسردگی نمایاں ہے۔ نہ اس کو آیندہ فتوحات کا جذبہ ہے نہ اقدام حملہ آوری کا حوصلہ وہ قوم کے سامنے آیندہ کی مشکلات کا خاکہ کھینچ کر ان کو صبر و ضبط کی تلقین اور جاں سپاری کی تعلیم دیتا ہے بہرحال جنگ کا رخ بدلا ہوا ہے اور جرمن شکست کے اسباب روز بروز پیدا ہوتے جاتے ہیں جہاں تک اٹلی میں فوجیں پہنچانے اور اٹلی پر قبضہ کرنے کا سوال ہے ہٹلر کی فوجوں نے ہر چند تیز رفتاری، کارروائی اور برق خاص کے ساتھ اٹلی کے بیشتر حصہ پر قبضہ کر لیا۔ کہا جاتا ہے کہ جنرل رومل کو اٹلی میں موجودہ سپاہ جرمنی کا فیلڈ مارشل مقرر کیا گیا ہے مگر اب رومیل کی شخصیت جاذب توجہ نہیں اور اتحادی کمانڈر آفیسر جنرل منٹگمری کی فتوحات نے محوریوں کے چھکے چھڑا دیئے ہیں روزانہ خبروں سے جو نتیجہ برآمد ہو سکتا ہے وہ یہی ہے کہ ہر جگہ ہر محاذ پر جاپان اور جرمن کی شکست ہو رہی ہے۔ اور برطانوی اور امریکی سپاہ برابر دشمنوں کو شکست دے رہی ہے جس طرح جرمن روس کے محاذ پر پیچھے ہٹتے جاتے ہیں اسی طرح اٹلی کے محاذات پر بھی وہ پسپائی اختیار کر رہے ہیں۔ جزیرہ سارڈینیا کو بغیر لڑے جرمنی کا خالی کر دینا اس کی بےبسی کی دلیل ہے۔ اتحادی فضائی اور بحری قوت میں دن دونا اضافہ ہو رہا ہے اندرون یورپ میں جرمنی کے بیشتر شہر اور قلعہ جات اتحادی ہوائی تاخت سے برباد ہو چکے امریکن اور [illegible]

مبصرین جنگ کا یہ خیال کہ ۱۹۴۴ء میں جرمنی کو شکست ہو جائیگی کیا تعجب ہے کہ مستقبل قریب میں صحیح ثابت ہو۔

قحط بنگال

دوران جنگ میں باشندگان ہند کو جن ہلاکت خیز مصائب کا سامنا کرنا پڑا ہے اس میں غلہ کی گرانی اور کمیابی نے سب سے زیادہ متوسط طبقہ کو جان دو کھوں میں ڈال دیا ہے مزدوری پیشہ طبقہ قدرے مطمئن ہے کہ اس کو مزدوری کافی ملتی ہے اہل حرفہ گونہ پرسکون ہیں کہ کام جاری ہے اجرت بقدر حاجت مل جاتی ہے۔ کسان سب سے زیادہ خوش حال ہے کہ وہ اجناس کو گراں سے گراں نرخ پر بیچکر چوگنا پچگنا منافع حاصل کر رہا ہے اگرچہ یہ کیفیت سارے ہندوستان پر طاری و ساری ہے مگر صوبہ بنگال میں قحط محض کال نہیں بلکہ عذاب ذو الجلال ہے۔ صدہا افراد روزانہ کلکتہ کی سڑکوں پر مردہ پائے جاتے ہیں۔ بکثرت لنگر خانے کھولے گئے ہیں جہاں سے فاقہ زدہ لوگوں کو مفت کھانا تقسیم ہوتا ہے۔ موجودہ حکومت بنگال اور اسکی وزارت تمام ممکن ذرائع بہم رسانی اجناس کے استعمال کر رہی ہے ملک کے دردمند اہل ثروت اور سرمایہ دار طبقے بھی انسانی ہمدردی سے دریغ نہیں کرتے جہاں امداد و اعانت دیجا سکتی ہو دیجا رہی ہے یہ سب کچھ ہو رہا ہے مگر اس کو انسانی ہمدردی کا فقدان کہئے یا سیاسی اغراض کا عنوان کہ ملک کی سیاسی جماعتیں اور انکے اخبارات معدودے کسی کا گھر جلے کوئی تاپے، کو اپنے لئے مشعل راہ بنائے ہوئے ہیں اس وقت بنگال کی وزارت حسن اتفاق یا سوئے اتفاق سے مسلم لیگی وزارت کہی جاتی ہے اسلئے ایک طرف کانگریسی پارٹی دوسری طرف معزول فضل حقی وزارت کانگریسی اخبارات اور کانگریسی کا سیس مسلم جرائد زمین و آسمان سر پر اٹھائے ہوئے ہیں کہ یہ سیلاب کی تباہی یہ قحط کا عذاب عالم بالا سے مسلم لیگ اٹھالائی اور بنگالیوں کے سر تھپیلدیا۔ قدرت کی عنان محض ید قدرت میں ہو روس یورپ افریقہ میں لاکھوں جانیں جنگ کی نذر ہو رہی ہیں کونسی قوت ہے جو اس مرگ ناگہاں کو روک سکے۔ طاعون آیا لاکھوں موتیں ہندوستان میں ہوئیں کون مداوا کرنے کو برآیا۔ بارش کے طوفانوں نے صوبہ سندھ گجرات اور میرٹھ نیز بنگال میں لاکھوں ہزاروں انسانوں کو خانماں برباد کر دیا کون تھا جو سیلابوں کو روکتا اسی طرح آج کونسا صوبہ ہے جس میں غلہ کا کپڑے کا قحط نہیں کونسا شہر ہے جسمیں کنٹرول ہوتے ہوئے بھی لوگ کپڑے کو ترس ترس نہیں گئے۔ تو پھر بنگال کے قحط کو انسانی کمزوریوں کا ہدف کیوں بنایا جاتا ہے۔ وہ اہل قلم جو اخبار خانوں میں بیٹھے ہوئے مسلم لیگ پر تیر و نشتر چلا رہے ہیں ذرا اپنے گریبانوں میں سر ڈالکر خود ہی تو سوچیں کہ انہوں نے قحط زدگان کی کیا خدمت کی ہے۔ مسلم لیگ کی وزارت تو جمعہ جمعہ آٹھ دن ہوئے جب سے بنگال میں قائم ہوئی ہے۔ لاکھوں من چاول ایران جنوبی افریقہ اور سیلون کو گورنر بنگال نے روانہ کیا تو وزارت سابقہ کے اشتراک عمل سے کیا اس وقت مسٹر فضل حق اور ان کی وزارت نے کیوں غریب بنگالیوں کے پیٹ کاٹنے میں اپنے حق وزارت کو محفوظ رکھنے کے لئے رغبت نہ کی اور بھوکوں کا خیال دل سے بھلا دیا کہا جاتا ہے کہ مسلم لیگ صوبہ کے بنگالیوں کے لئے کچھ نہیں کر رہی ہے۔ آخر مسلم لیگ کی قوت عمل امدادی کاموں میں کارفرما نہیں ہے تو ہمیں بتائیے پھر کونسی منظم جماعت ہے جو عاقلانہ طور پر امداد کا بندوبست کر رہی ہے۔ وزارت عظمیٰ بنگال کیا مسلم لیگی نہیں ہے۔ کیا مسٹر سہروردی وزیر سپلائی بنگال جمیع نظام بنگال سے دہلی اور لاہور محض غلہ فراہم کرنے کے لئے بھاگے بھاگے نہیں پھر رہے ہیں۔ کیا سر ناظم الدین وزیر اعظم کا کوئی لمحہ اپنے صوبہ سے اس مصیبت کے دور کرنے کی فکر میں صرف نہیں ہوتا۔ یقیناً وزارت کے ہی ایما پر امدادی جماعتیں کلکتہ میں مختلف ناموں کے ساتھ لنگر خانوں وغیرہ میں لاکھوں روپیہ صرف و فراہم کر رہی ہیں۔ کیا قائد اعظم مسٹر جناح نے باوجود اس کے کہ قاتلانہ زخموں میں چور چور ہیں مگر قوم و ملک سے بنگال کے لئے اپیل نہیں کی برابر روپیہ اپنا اور مسلم لیگی افراد کا روانہ نہیں کر رہے ہیں اس پر یہ غوغائے بے ہنگام بجز ذاتی عناد اور سیاسی پروپگنڈا کے کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ قضا کے لئے بہانہ ہوتا ہے۔ مرنے والے خواہ بھوکوں مریں یا ہیضہ اور ملیریا سے مریں احکام قضا و قدر کے ماتحت مر رہے ہیں اللہ پاک اپنے بندوں پر رحم فرمائے۔ ہر انسان ہر مسلمان ہر سرمایہ دار ہر دو ہر اہل درد کا فرض ہے کہ وہ ایسے موقعہ پر جو کچھ امداد و اعانت فاقہ زدوں کی کر سکتا ہو کرے۔ وما علینا الا البلاغ۔

خاکسار اور مسلم لیگ

مسلمان ہمیشہ سے حریت کا دلدادہ اور عسکریت کا متوالا رہا ہے اس نے ہندوستان میں ایک ہزار سال تک حکومت کی اس کا طرہ امتیاز عمومی زندگی میں محض سپاہیانہ زندگی تھی۔ وہ قوائے جسمانی کو مضبوط و محفوظ رکھنے کا انتہائی شائق تھا صبناً اپنی جان و آبرو کے تحفظ کا۔ انقلاب حکومت اسلامی کے بعد صنعت و حرفت زراعت تجارت سے اس کا ذہن قطعی خالی تھا حکومت اسلامیہ نے یا اس کو جاگیرات وغیرہ دیکر طرز حکمرانی سکھایا یا سپاہی بناکر قصر حکومت کی بنیادیں استوار کیں، دوسری غیر حکومت اور ہمسایہ ملت نے جہاں ہر طرح مسلمانوں کو تباہ و برباد کیا اس کے عسکری جذبات کو بھی فنا کرنا شروع کر دیا یہاں تک کہ اب مسلمان یا تو بیکار تعیش یا مجسمہ جمود بنکر رہ گیا اس کے قوی ذہنی و دماغی بھی معطل ہو گئے اس کی جسمانی طاقت بھی جواب دے گئی۔ مسلمانوں میں عسکریت کی کمی کا مطالعہ غائر نظر سے علامہ عنایت اللہ صاحب مشرقی نے کیا اور خاکسار تحریک کی بنیاد ڈالی۔ ان کے دماغ میں ترفع اور ارتفاع کے نقوش تھے اور اپنے لئے ایک بلندتر مقام کی تلاش تھی اس لئے انہوں نے اس تحریک کو خالص اسلامی رکھنا پسند نہ کیا اور دوسرے مذاہب کو شامل کر کے معجون مرکب بنا دیا اس تحریک میں جس قدر اسلامی عسکریت کا احترام تھا اس کو بہت جلد مسلمانوں نے قبول کر لیا ابھی تحریک شباب کے ابتدائی دور میں تھی کہ علامہ نے خود کو اور جماعت کو ابتلا میں ڈالدیا۔ لکھنؤ۔ لاہور۔ بلند شہر۔ دہلی میں علامہ کے غیر صحیح اقدام سے بکثرت مسلمان خاکساروں کی جانیں بھی ضائع ہوئیں اور جیلخانہ کی مصیبت بھی اٹھانا پڑی ہر موقع پر علامہ جادۂ حق اور شاہراہ صواب سے ڈگمگا گئے لیکن ہر موقعہ پر مسلم لیگ نے علامہ کی دستگیری کی۔ مدراس کی نظربندی سے رہائی اگرچہ محض مسلم لیگ کی جد و جہد کا نتیجہ تھی مگر رہا ہونیکے بعد علامہ نے مسلم لیگ کو ہر قدم پر ٹھکرایا علامہ نے رہائی کے بعد تقریباً لاہور ریلوے پلیٹ فارم اور شاہی مسجد لاہور میں کی اور اپنی جماعت کو اسلامی جماعت ہونے کا اعلان کیا اگرچہ عام بددلی و بیزاری تو اسی وقت سے پیدا ہو گئی تھی مگر انہوں نے جو بیان جناب قائد اعظم جناح پر قاتلانہ حملہ کئے جانیکے متصل ہی اور پھر بار بار بیانات پیش کئے اس سے علامہ کی شخصیت نہ صرف مشتبہ اور مشکوک ہو گئی بلکہ خود ان کی جماعت خاکساران میں ان کے خلاف برہمی پیدا ہو گئی اور ان پر قاتلانہ

صحیح بخاری شریف اردو

(بسلسلہ گذشتہ)

۱۸۹۵- حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ کچھ لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہمارے پاس کچھ آدمی گوشت وغیرہ لاتے ہیں ہم نہیں جانتے کہ انھوں نے بسم اللہ اس پر پڑھی یا نہیں آپ نے فرمایا تم اس پر بسم اللہ کہہ لو اور کھالو۔

باب- اللہ تعالے کا فرمانا واذا راوا تجارۃ او لھوا انفضوا الیھا۔

۱۸۹۶- حضرت جابر کہتے ہیں اس حال میں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک قافلہ کچھ غلہ لیکر شام سے آیا تو لوگ اس طرف متوجہ ہو گئے یہانتک کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ صرف بارہ آدمی رہ گئے اس پر یہ آیت نازل ہوئی واذا راوا تجارۃ او لھوا انفضوا الیھا۔

باب- جس نے کچھ پرواہ نہ کی جہاں سے (چاہا) مال کما لیا۔

۱۸۹۷- حضرت ابو ہریرہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئیگا کہ آدمی کو کچھ اس بات کی پرواہ نہ ہوگی کہ حلال طریقہ سے مال حاصل کیا یا حرام طریقہ سے

باب- کپڑے وغیرہ کی تجارت کرنا (کیسا ہے) اور اللہ تعالےٰ کا فرمانا رجال لا تلھیھم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ (یعنی وہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کو نہ کوئی تجارت خدا کی یاد سے روکتی ہے اور نہ کوئی خرید و فروخت) اور قتادہ کہتے ہیں کہ وہ لوگ خرید فروخت کرتے تھے اور تجارت کرتے تھے مگر جب اللہ کے حقوق میں سے کوئی حق پیش آتا تو نہ انھیں کوئی تجارت خدا کی یاد سے روکتی تھی اور نہ کوئی بیع یہاں تک کہ وہ اس کو ادا کر دیتے۔

۱۸۹۸- حضرت براء بن عازب اور زید بن ارقم کہتے ہیں کہ ہم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تجارت کیا کرتے تھے تو ہم نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف[1] کی بابت پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ اگر دست بدست ہو تو کچھ حرج نہیں اور اگر ادھار ہو تو جائز نہیں۔

باب- تجارت کے لئے سفر کرنا (کیسا ہے) اور اللہ تعالیٰ کا فرمانا فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللہ (سفر کی اجازت دیتا ہے)

۱۸۹۹- حضرت ابو موسیٰ اشعری نے (ایک مرتبہ) حضرت عمرؓ سے (ملاقات کرنے کے لئے) اجازت طلب کی مگر ان کو اجازت نہ ملی (اس وقت) حضرت عمر (کسی کام میں) مشغول تھے پس (بغیر اجازت) ابو موسیٰ لوٹ گئے پھر جب حضرت عمر فارغ ہوئے تو کہا کہ میں نے عبداللہ بن قیس (یعنی ابو موسیٰ اشعری) کی آواز سنی تھی ان کو اجازت دیدو لوگوں نے کہا کہ وہ تو لوٹ گئے تو حضرت عمرؓ نے انھیں پھر بلوایا (اور پوچھا کہ کیوں لوٹ گئے تھے) انھوں نے کہا ہمیں اس بات کا حکم دیا جاتا تھا حضرت عمرؓ نے کہا تم اس پر کوئی گواہ پیش کرو پس وہ انصار کی مجلس میں گئے اور ان سے پوچھا انصار نے کہا کہ اس بات کی گواہی تو ابو سعید خدری جو ہم سب میں چھوٹے ہیں دیدیں گے چنانچہ وہ ابو سعید خدری کو حضرت عمرؓ کے پاس لے گئے (اور انھوں نے شہادت دی کہ ہاں یہ رسول خدا کا حکم تھا) تو حضرت عمرؓ نے کہا کہ مجھ پر رسول خدا کا حکم پوشیدہ رہ گیا مجھے بازاروں میں پھرنے یعنی تجارت کے لئے سفر کرنے نے مشغول کر دیا

باب- دریا میں تجارت (کے لئے سفر) کرنا (کیسا ہے) اور مطر کا قول ہے کہ اس میں کچھ حرج نہیں اور اللہ نے قرآن میں اس کا ذکر صداقت ہی سے فرمایا ہے پھر انھوں نے اس آیت کی تلاوت کی وتری الفلک فیه مواخر لتبتغوا من فضله[2] فلک کے معنے کشتیاں واحد اور جمع دونوں کے لئے یہی ایک لفظ ہے اور مجاہد کہتے ہیں کہ کشتیاں ہوا کے زور سے پھٹ جاتی ہیں اور ہوا کشتیوں کے زور سے نہیں پھٹتی مگر جو کشتیاں بڑی ہوں (ان میں اس قدر قوت ہوتی ہے کہ وہ ہوا کو پھاڑ دیتی ہیں) اور لیث کہتے ہیں مجھ سے جعفر بن ربیعہ نے بواسطے حضرت ابو ہریرہ سے انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ آپ نے بنی اسرائیل کے کسی آدمی کا ذکر فرمایا کہ اس نے سفر دریا کیا اور اس نے اپنی حاجت پوری کی، اور پھر انھوں نے پوری حدیث بیان کی۔

باب- اللہ کا فرمانا واذا راوا تجارۃ او لھوا انفضوا الیھا وترکوک قائما اور قول اللہ تعالےٰ رجال لا تلھیھم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ (تجارت وغیرہ کی اجازت دیتا ہے) اور قتادہ کہتے ہیں کہ صحابہ تجارت کیا کرتے تھے مگر جب خدا کے حقوق میں سے کوئی حق ان کو درپیش ہوتا تو پھر یاد خدا سے نہ ان کو تجارت روکتی تھی اور نہ خرید و فروخت یہاں تک کہ وہ اللہ کے حق کو ادا کر دیتے

۱۹۰۰- حضرت جابر کہتے ہیں کہ ایک قافلہ (غلے کا شام سے) آیا اور ہم لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ نماز جمعہ پڑھ رہے تھے پس سب لوگ ہٹ گئے سوا بارہ آدمیوں کے اس پر یہ آیت نازل ہوئی واذا راوا تجارۃ او لھوا انفضوا الیھا وترکوک قائما۔

باب- اللہ تعالےٰ کا فرمانا انفقوا من طیبات ما کسبتم پاک کمائی کی ترغیب دیتا ہے

۱۹۰۱- حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی عورت اپنے گھر کے کھانے میں خرچ کرتی ہے اور اس کی نیت بگاڑنے کی نہ ہو تو اس کو خرچ کرنے کا ثواب ملیگا اور اس کے شوہر کو کمانے کا اور خزانچی کو بھی اسی قدر اور ان میں سے ایک دوسرے کے ثواب کو کم نہیں کرتا۔

۱۹۰۲- حضرت ابو ہریرہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ جب عورت اپنے شوہر کی کمائی سے بغیر اس کے حکم کے خرچ کرے تو اسے شوہر کے ثواب کا آدھا ملیگا۔

---

[1] صرف اس کو کہتے ہیں کہ نقد کی عوض میں نقد بیچا جائے مثلاً اشرفی روپیہ کے عوض میں یا روپیہ چونیوں کی عوض میں بیچا جائے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری کا دوسرا نام عبداللہ بن قیس ہے ۱۲

[2] اور تو کشتیوں کو دریا میں دیکھتا ہے کہ ہوا کو پھاڑتی ہوئی چلتی ہیں تاکہ تم لوگ اللہ کا فضل یعنی روزی تلاش کرو ۱۲

زندہ کتاب - دیگر کتب آسمانی

دنیا کے مذاہب مروجہ کی اساس ان کے اقوال کے مطابق یہی سمجھی جاتی اور مانی جاتی ہے کہ وہ اپنے قدیم اصول کے مطابق خدا ساز مذہب ہیں اور اپنے اپنے مذاہب کو تمام اہل مذاہب خدائی مذہب بتاتے ہیں۔ اگرچہ دنیا کے مختلف حصوں میں مختلف ادیان و مذاہب موجود ہیں جن کا حصر و شمار لنظا ہر دشوار ہے تاہم وہ قدیم اور عظیم الشان مذاہب جن کے پرستاروں کی تعداد کروڑوں تک ہے چند ہی ہیں جن کی تقسیم یہ ہے۔ یہود۔ نصاریٰ۔ آتش پرست۔ بودھ ہنود۔ مسلمان۔ ان کے علاوہ اور بھی چھوٹے چھوٹے گروہ ہیں جن کو مذہب کی فہرست میں شامل کیا جا سکتا ہے۔ ہر مذہب اپنی بقاء حیات کا دعویدار ہے اور اپنی زندگی کو سرمدی زیست بنانے کے لئے اپنے ساتھ خدائی کلام اور آسمانی کتاب ساتھ رکھتا ہے اور اپنی مذہبی کتاب کو زندہ کتاب کہنے کا مدعی ہے۔ دنیا کا آخر اور مکمل مذہب اسلام ہے۔ اسلام کو اگرچہ اپنے اصول و ضوابط کے اعتبار سے اولیت مطلقہ حاصل ہو۔ اور ابتدائے آفرینش سے تمام انبیا تمام بانیان مذاہب نے اسلام ہی کو دنیا کے سامنے پیش کیا لیکن چونکہ اسلام نے تکمیل نبی آخر زماں حضور ختم الدنیا سید الرسل احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود باجود سے حاصل کی اس لئے صرف افہام تفہیم کے لئے اسلام کو آخر مذہب کہا جاتا ہے۔ اسلام نے قرآن عظیم کو کلام ربانی اور کتاب یزدانی کہکر عالم موجودات کو توحید و نبوت کی دعوت دی دنیا ئے انسانیت نے قرآن عظیم کے خلاف مختلف زمانوں میں اپنی اپنی قوت فکر و تدبر کے ساتھ ہمہ اقسام کی دماغی کاوشیں عقلی و ادراکی زور آزمائیاں صرف کیں لیکن ہر دور میں اس کے جہاد لسانی و تحریری کو شکست یاب ہونا پڑا اور قرآن پاک کی عظمت ہر ماضی و حال کے بعد آنے والے مستقبل میں بیش از بیش مقبولیت و ترقی حاصل کرتی رہی اور عہد رواں میں بھی کہ فلسفہ و حکمت کے شباب کا زمانہ ہے قرآن پاک منازل ارتقائے بلند ترین مقام پر دنیا کو درس حیات دے رہا ہے۔ قرآن کی دوامی و سرمدی خصوصیات میں جہاں بیحد و بیشمار اسرار و رموز پنہاں و مستور یا ظاہر و ظہور ہیں وہاں یہ صداقت بھی عالم آشکار ہے کہ قرآن پاک نے اگلی کتب سماوی کی تصدیق واضح آیات میں فرمائی ہے۔ کہیں صحف ابراہیمی کا ذکر ہے کہیں توریت کا تذکرہ ہے کہیں زبور کا بیان ہے کہیں انجیل کا حوالہ ہے مسلمان قرآن عظیم کی مصدقہ کتب سابقہ کی قدر و عظمت کا اتنا ہی دلدادہ ہے جتنا وہ اپنے مسلمات مذہب کا ہے۔ وہ اہل مذاہب جو ان کتب آسمانی کے زیر اثر اپنے مذہب کی حقانیت کی تبلیغ کرتے ہیں اور موجودہ توراۃ و انجیل کو زندہ کتاب کہتے ہیں دیکھنا یہ ہے کہ ایک نقاد مذہب کے سامنے یہ کتب واقعی کس عظمت کی مستحق ہیں اس لئے بیشتر ارباب بصیرت کی توجہ ہر مذہب کی کتاب پر مبذول ہوتی ہے اور وہ یہ معلوم کرنا چاہتا ہے کہ یہ کتابیں ان آیات الٰہیہ ان حکمات ربانیہ کی محفوظ طریقہ سے کہاں تک امین ہیں اسلئے ہمیں ہمارا ذوق جستجو قرآن پاک کی مصدقہ کتابوں کی طرف لے جاتا ہے۔ قرآن پاک میں صحف ابراہیمؑ کا تذکرہ ہے مگر تاریخ عالم شاہد ہے کہ دنیا کے کسی حصہ میں مذاہب موجودہ کے کسی کتب خانہ میں صحف ابراہیمؑ یعنی وہ بیس صحائف الٰہیہ جو حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام پر نازل فرمائے گئے تھے موجود نہیں ہیں۔ یہ ایک جداگانہ چیز ہے کہ قرآن مجید میں تعلیمات حضرت خلیل اللہ کا ذکر آیا ہے اس لئے ان صحف شریفہ کو زندہ کتاب نہیں کہا جا سکتا۔

توراۃ مقدس۔ قرآن مجید میں توراۃ کا ذکر ان الفاظ میں کیا گیا ہے

وکتبنا له فی الالواح من کل شئ موعظة وتفصیلا لکل شئ۔

(ترجمہ) اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو تختیوں پر ہر قسم کی نصیحت اور ہر چیز کی تفصیل لکھدی۔ موسیٰ علیہ السلام کی حیات مقدسہ پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جب آپ امن و سلامتی کے ساتھ اپنی قوم بنی اسرائیل نے کچھ لوگوں کو پتھر کے تراشے ہوئے بتوں کی پرستش میں مبتلا دیکھا تو ان کے دلوں میں پرستاری اصنام کا داعیہ پیدا ہوا اور انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے التجا کی کہ یہ طریقہ عبادت پسندیدہ ہے آپ ہمیں بھی ایک بت بنا دیں تاکہ ہم اس کی پوجا کریں۔ حضرت موسیٰؑ نے قوم پر نفریں فرمائی اور ارشاد کیا کہ تم کس قدر جہالت میں مبتلا ہو کہ بت پرستی کرنا چاہتے ہو جو تمہیں ہلاکت میں ڈالدیگی تمہارا معبود تو محض اللہ ہے جس کے سوا کوئی دوسرا معبود نہیں قوم نے اصرار کیا کہ پھر ہمیں دوسرا طریقہ عبادت تعلیم کیجئے آپ قوم کی خواہش پر کوہ طور پر تشریف لے گئے وہاں چالیس روز تک با مر الٰہی قیام کیا آپ کو احکام و مواعظ الٰہیہ سنگین تختیوں پر لکھے ہوئے مرحمت فرمائے گئے انہیں الواح مقدسہ کا نام توراۃ ہے۔ حضرت کلیم اللہ شاداں و مسرور کلام الٰہی کی تختیاں لئے ہوئے کوہ طور سے نیچے تشریف لے آئے یہاں تمام قوم کو گئو سالہ پرستی میں مصروف پایا آپ جب طور پر تشریف لے گئے تھے تو حضرت ہارون علیہ السلام اپنے بھائی کو قوم کی ہدایت کے لئے چھوڑ گئے تھے۔ مگر قوم پر سامری کا جادو چل گیا تھا اور وہ ہارون کی ہدایت سے بے پرواہ ہو چکی تھی حضرت موسیٰ نے ہیبت و جلال کی حالت میں قوم کو زجر و توبیخ کی اور غصہ میں تختیوں کو زمین پر پٹکدیا۔ ہارونؑ کے سر کے بال پکڑ کر اپنی طرف کھینچا اور ان پر بھی ناراض ہوئے۔ حضرت ہارون نے الحاح و زاری سے مجبوری کا اظہار اور مؤدبانہ معذرت کی اور بارگاہ الٰہی میں مغفرت کی مناجات کی بھائی کی صداقت آمیز اشکباری سے آپ کا غصہ فرو ہو گیا اور اپنے الواح مقدسہ (توراۃ) کو زمین سے اٹھا لیا اور ان کے احکام کی تبلیغ میں مصروف رہے۔

تاریخی معلومات رکھنے والے جانتے ہیں کہ یہ احکام عشرہ جو الواح پر منقوش یا مکتوب تھے نیز دوسرے احکام شرعیہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک صندوق میں جسکو قرآن پاک میں تابوت سکینہ کے الفاظ سے یاد دلایا گیا ہے رکھدیا تھا کہ اس صندوق کو (استثنا، باب ۲۵) میں صندوق عہد کہا گیا ہے آپکے بعد حضرت یوشع بن نون آپ کے جانشین ہوئے اور صندوق عہد ان کی حفاظت میں رہا اور حضرت داؤد علیہ السلام تک بگمان غالب خیمہ عبادت میں یہ صندوق محفوظ رہا۔ اس سے قبل جالوت بادشاہ فلسطین نے بنی اسرائیل سے صندوق عہد کو چھین لیا تھا۔ طالوت بادشاہ بنی اسرائیل نے اپنی قوت کو استوار

کرکے جالوت بادشاہ نے فلسطین پر چڑھائی کر دی نصرت الٰہی طالوت کے ہمراہ تھی اس شکر کی قیادت حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاتھ میں تھی جو اس وقت بالکل نوجوان اور قوت الٰہی کے حامل تھے مقابلہ میں حضرت داؤد نے جالوت اور اس کی فوج کو بالکل تباہ کر دیا۔ طالوت کو فلسطین کی سلطنت بھی حاصل ہوگئی اور تابوت سکینہ بھی مل گیا۔ قرآن عظیم میں اس واقعہ پر ان آیات میں صاف الفاظ میں روشنی ڈالی گئی ہے وقال لھم نبیھم ان اٰیۃ ملکہٖ

ان یاتیکم التابوت فیہ سکینۃ من ربکم وبقیۃ مما ترک اٰل موسٰی واٰل ہارون (ترجمہ) پھر (بنی اسرائیل کے نبی نے) کہا (طالوت) کی بادشاہت کی علامت یہ ہے کہ اس کے پاس ایک صندوق ہے جس میں تمہارے لئے تسلی (توراۃ) ہے اور آل موسیٰ و آل ہارون کی متروکہ چیزیں ہیں (استثنا کے سلاطین اول باب ۸) سے ظاہر ہے کہ طالوت کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام جانشین ہوئے اور آپ کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام صاحب اختیار ہوئے۔ صندوق عہد خیمۂ عبادت سے جب ہیکل سلیمانی میں لایا گیا اور حضرت سلیمانؑ نے صندوق کھولا تو اس کے اندر پتھر کی صرف دو شکستہ لوحیں جن پر احکام عشرہ منقول تھے برآمد ہوئے تھے اور کوئی چیز نہ تھی۔ توراۃ کی حفاظت کا جہانتک تعلق ہے یہ قیاس بعید از عقل نہیں معلوم ہوتا کہ جالوت جیسے جابر حکمران نے یا دوسرے دشمنان بنی اسرائیل نے ضرور توراۃ کو تلف و برباد کرنیکی سعی کی تھی صرف یہی دو لوحیں قدرت کے ہاتھوں محفوظ رہیں جن کو حضرت سلیمان علیہ السلام نے بیت المقدس میں رکھوا دیا۔ اب تاریخ کا دوسرا انقلابی دور شروع ہوتا ہے۔ بابل کا بادشاہ بخت نصر بیت المقدس پر لشکرکشی کرتا ہے اور کشت و خون کا عام بازار گرم ہوتا ہے یہودی بہ و قتل و گرفتار ہوتے ہیں مسجد اقصیٰ کو منہدم اور ہیکل سلیمانی کو جلا ڈالا جاتا ہے یہ واقعہ ۶۰۰ سال قبل مسیح کا ہے (کتاب عزرا) سے ثابت ہوتا ہے کہ ایران کے مشہور بادشاہ دارا کے عہد میں زرتوبابل وغیرہ نے جو بنی اسرائیل کے نامور سرداران میں تھے ہیکل کو از سرنو تعمیر کیا کتاب توراۃ و الواح مقدسہ کی ہرامکانی تلاش کی مگر کتاب نہ ملی یہ وہ زمانہ ہے کہ یہود کے پاس نہ توراۃ ہے اور نہ کوئی دوسری کتاب ہے۔ حضرت عزیرؑ نے اپنی یادداشت و زکریا کی مدد سے پھر ایک کتاب مرتب کی جسکو یہودی توراۃ کہتے ہیں یہی وہ کتاب ہے جس کا ترجمہ یونانی زبان میں تین سو برس پیشتر حضرت مسیح ابن توکس کے حکم سے ہوا۔ لیکن زمانہ کی دست برد نے اس کتاب کو بھی باقی نہ رکھا یعنی ابن توکس چہارم کے عہد میں جب مصر پر چڑھائی کیگئی تو اس بادشاہ کے سپہ سالار لشکر نے ہیکل اور اس کتاب کو جلا ڈالا اسی پر جبر و استبداد کا خاتمہ نہ ہوا بلکہ یہودیوں کی عام تلاش کا حکم دیا گیا اور ان کے یہاں جس قدر کتب برآمد ہوئیں سب کو یکجا جمع کر کے جلا دیا گیا اور یہودیوں کے ملت و مذہب کی بربادی میں کوئی دقیقہ باقی نہیں چھوڑا گیا یہانتک کہ یہودیوں کو بت پرستی کا حکم دیا گیا یہ واقعہ ۱۶۰ قبل مسیح کا ہے۔ اس آپا دھاپی اور رستہ خیز میں ایک معمر کاہن یہودی اپنے تین بیٹوں کے ساتھ جان بچا کر اپنے شہر مودن کو بھاگ گیا جب نماسکون اس انقلاب خیز فضا میں پیدا ہوا تو یہودی کاہن کے ایک لڑکے نے جس کا نام قصائیس تھا دو جلدوں میں ایک کتاب تصنیف کی اور اپنے نام ہی سے کتاب کو بھی موسوم کیا بس یہ یہودی جو متاع ملت سے بالکل تہی داماں ہو چکے تھے اور کوئی مذہبی کتاب اپنے پاس نہ رکھتے تھے اب اس نو تصنیف کتاب ہی کو توراۃ اور آسمانی کتاب کہنے لگے۔ مذہبی میلان کے عقل سلیم رکھنے والے سر جوڑ کر بیٹھیں اور غور کریں کہ آیا ان تاریخی شواہد کے ہوتے ہوئے کوئی کہہ سکتا ہے کہ دنیا میں اس توریت کا کہیں وجود ہو سکتا ہے جو کوہ طور پر حضرت موسیٰ نبینا و علیہ السلام کو مرحمت ہوئی تھی۔ یقیناً اور بلا شبہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ الواح مقدسہ دنیا میں کہیں موجود نہیں ہیں اور موجودہ نام نہاد توراۃ نہ آسمانی کتاب ہے نہ وہ زندہ مذہب کی زندہ کتاب کہی جاسکتی ہے اور نہ کبھی جانیکی مستحق ہے۔

زبور مبارک۔ قرآن عظیم میں ارشاد ہوتا ہے (واٰتینا داؤد زبورا) ہم نے داؤد کو زبور عطا فرمائی تھی۔ حضرت داؤد علیہ السلام کو خدائے پاک نے خوش الحانی بطور معجزہ عطا فرمائی تھی آپ کے نغمات کا اثر شجر حجر وحوش و طیور انسان و جن پر یکساں پڑتا تھا۔ آپ پر جو مبارک کتاب (زبور) نازل ہوئی کہا جاتا ہے کہ وہ منظوم مناجاتیں یا دعائیں تھیں جن کو عبادت کے وقت آپ اپنے خاص انداز میں گنگنایا کرتے تھے یہ مبارک ارشادات الٰہیہ جن کے مجموعہ کا نام زبور تھا۔ اسی طرح برباد و تلف ہوئے جس طرح توراۃ مقدس حضرت سلیمان علیہ السلام نے خیمۂ عبادت سے جب تبرکات تابوت سکینہ کو ہیکل سلیمان میں منتقل کیا تو اپنے والد بزرگوار حضرت داؤد علیہ السلام کے نسخہ زبور کو بھی ہیکل میں محفوظ فرمایا۔ مندرجہ بالا میں ہیکل کی تباہی کا ذکر مفصل آچکا ہے اہل نظر اس رائے کے قائم کرنے میں حق بجانب ہیں کہ کتاب مبارک زبور کا بھی وجود مذہبی دنیا میں نہیں ہے جو چیز ناپید ہو اس کو زندہ کون کہہ سکتا ہے۔

انجیل مقدس۔ عیسائی دنیا میں چار آسمانی کتابیں انجیل مقدس کے نام سے قابل عظمت سمجھی جاتی ہیں جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں انجیل متی، انجیل مرقس، انجیل لوقا، انجیل یوحنا۔ متی کی انجیل سب سے قدیم بتائی جاتی ہے کہا جاتا ہے کہ ۶۲ء میں عبرانی زبان میں یہ کتاب لکھی گئی جس کا مصنف حضرت مسیح کا حواری متی تھا۔ یہ کتاب شہر یروشلم واقعہ ملک شام میں لکھی گئی۔ اصل نسخہ عبرانی زبان کا کہیں موجود نہیں ہے البتہ ایک نسخہ جو یونانی زبان میں ترجمہ ہوا ہے موجود بتایا جاتا ہے مگر عیسائی محققین و مصنفین ترجمہ کے متعلق بالکل خاموش ہیں کوئی نہیں بتا سکتا کہ یہ ترجمہ کس شخص کا کیا ہوا ہے اور کس زمانہ اور کس سنہ میں ہوا ہے۔ کتاب الاسناد مطبوعہ ۱۸۴۶ء صفحہ ۳۰ پر شارح انجیل نورٹن صاحب کا بیان ہے کہ انجیل متی کا باب اول و دوم بمقابلہ لوقا صحیح نہیں ہے بلکہ تسلیم کیا گیا ہے کہ یہ دونوں باب اصل مصنف کے تحریر کردہ نہیں ہیں۔

انجیل مرقس اس کتاب کو حضرت مسیح کے ۳۰ سال بعد مرقس نے جو شمعون پطرس کا شاگرد یا برنابا س حواری مسیح کا بھانجہ ہے یونانی زبان میں انطاکیہ میں تحریر کیا ہے لیکن اس نے کسی حواری کو یہ کتاب نہیں دکھائی نہ اصل کتاب کا کہیں وجود ہے ترجمے ضرور موجود ہیں۔ مرقس اور لوقا کے مضامین باہمد گر زیادہ تر مختلف ہیں۔

(سلسلۂ مضمون صفحہ ۵) مجرم و ملزم کی غلط طرفداری کا الزام اخبارات میں عائد کیا جانے لگا ہمیں اندیشہ ہے کہ علامہ کے ہاتھوں ہی کہیں جماعت خاکسار ان کا وجود فنا نہ ہو جائے اگرچہ عملاً علامہ ابھی رہائی کے لئے جماعت کا نام و نشان باقی نہ رکھنے کے مستقل عہد و بیان کر رہے ہیں۔ آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا۔

زندہ مذہب

مسلمان ہونے کیلئے علم کی ضرورت

(از سیدنا حضرت مولانا ابوالاعلیٰ صاحب مودودی مدظلہ العالی)

ہر مسلمان سچے دل سے یہ سمجھتا ہے کہ دنیا میں خدا کی سب سے بڑی نعمت اسلام ہے ہر مسلمان اس بات پر خدا کا شکر ادا کرتا ہے کہ اس نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں اس کو شامل کیا اور اسلام کی نعمت اس کو عطا کی خود اللہ تعالیٰ بھی اس کو اپنے بندوں پر اپنا سب سے بڑا انعام قرار دیتا ہے جیسا کہ قرآن میں ارشاد ہوا الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا (آج میں نے تمہارا دین تمہارے لئے کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کیا) یہ احسان جو اللہ نے آپ پر فرمایا ہے اس کا حق ادا کرنا آپ پر فرض ہے کیونکہ جو شخص کسی کے احسان کا حق ادا نہیں کرتا وہ احسان فراموش ہوتا ہے۔ اور سب سے بدتر احسان فراموشی یہ ہے کہ انسان اپنے خدا کے احسان کا حق بھول جائے۔ اب آپ مجھ سے یہ پوچھئے کہ خدا کے احسان کا حق کس طرح ادا کیا جائے، میں اس کے جواب میں کہوں گا کہ جب آپ کو خدا نے امت محمدیہ میں شامل کیا ہے تو اس کے اس احسان کا صحیح شکر یہ ہے کہ آپ پورے محمدی بنیں جب خدا نے آپ کو مسلمانوں کی ملت میں شامل کیا ہے تو اس کی اس مہربانی کا حق آپ اسی طرح ادا کر سکتے ہیں کہ آپ پورے مسلمان بنیں اس کے سوا خدا کے اس احسان عظیم کا حق آپ اور کسی طرح ادا نہیں کر سکتے اور یہ حق اگر آپ نے ادا نہ کیا تو جتنا بڑا خدا کا احسان ہے اتنا ہی بڑا اس کی احسان فراموشی کا وبال بھی ہوگا خدا ہم سب کو اس وبال سے بچائے۔ آمین۔

اس کے بعد آپ مجھ سے سوال کیجئے کہ آدمی پورا مسلمان کس طرح بن سکتا ہے اس کا جواب بہت تفصیل طلب ہے اور آئندہ میں اسی کا ایک ایک جزو آپ کے سامنے پوری تشریح کے ساتھ بیان کرتا رہوں گا۔ لیکن آج میں آپ کے سامنے وہ چیز بیان کرتا ہوں جو مسلمان بننے کے لئے سب سے مقدم ہے جس کو اس راستہ کا سب سے پہلا قدم سمجھنا چاہیے۔

ذرا آپ دماغ پر زور ڈال کر سوچئے کہ آپ "مسلمان" کا لفظ جو بولتے ہیں اس کا مطلب کیا ہے؟ کیا انسان ماں کے پیٹ سے "اسلام" ساتھ لیکر آتا ہے؟ کیا ایک شخص صرف اس بنا پر مسلمان ہوتا ہے کہ وہ مسلمان کا بیٹا اور مسلمان کا پوتا ہے؟ کیا مسلمان بھی اسی طرح مسلمان پیدا ہوتا ہے جس طرح ایک برہمن کا بچہ برہمن پیدا ہوتا ہے، ایک راجپوت کا بیٹا راجپوت پیدا ہوتا ہے اور ایک شودر کا لڑکا شودر پیدا ہوتا ہے۔ کیا مسلمان کسی نسل ذات برادری کا نام ہے کہ جس طرح ایک انگریز، انگریزی قوم میں پیدا ہونے کی وجہ سے انگریز ہوتا ہے اور ایک جاٹ جاٹ قوم میں پیدا ہونے کی وجہ سے جاٹ ہوتا ہے اسی طرح ایک مسلمان صرف اس وجہ سے مسلمان ہو کہ وہ مسلمان نامی قوم میں پیدا ہوا ہے؟ یہ سوالات جو میں آپ سے پوچھ رہا ہوں ان کا آپ کیا جواب دیں گے؟ آپ یہی کہیں گے نا کہ نہیں صاحب! مسلمان اس کو نہیں کہتے مسلمان تو پیدا نہیں ہوتا بلکہ اسلام لانے سے مسلمان بنتا ہے اور اسلام کو چھوڑتے ہی آدمی مسلمان نہیں رہتا ایک شخص خواہ برہمن ہو یا راجپوت انگریز ہو یا جاٹ پنجابی ہو یا حبشی جب اس نے اسلام قبول کیا تو مسلمانوں میں شامل ہو جائیگا۔ اور ایک دوسرا شخص جو مسلمان کے گھر میں پیدا ہوا ہے اگر وہ اسلام کی پیروی چھوڑ دے تو وہ مسلمانوں کی جماعت سے خارج ہو جائیگا چاہے وہ سید کا بیٹا ہو یا پٹھان کا۔

کیوں حضرات آپ میرے سوالات کا یہی جواب دیں گے نا؟ اچھا تو آپ خود آپ ہی کے جواب سے یہ بات معلوم ہو گئی کہ خدا کی یہ سب سے بڑی نعمت یعنی مسلمان ہونے کی نعمت جو آپ کو حاصل ہے کوئی پیدائشی چیز نہیں ہے کہ ماں کے پیٹ سے نکلتے ہی خود بخود آپ کو حاصل ہو جائے اور خود بخود تمام عمر آپ کے ساتھ لگی رہے خواہ آپ اس کی پرواہ کریں یا نہ کریں۔ بلکہ یہ ایسی نعمت کہ اس کو حاصل کرنے کے لئے خود آپ کی کوشش شرط ہے اگر آپ کوشش کر کے اسے حاصل کریں تو یہ آپ کو مل سکتی ہے اور اگر آپ اس کی پرواہ نہ کریں تو آپ سے چھن بھی سکتی ہے، معاذ اللہ۔

اب آگے بڑھیئے۔ آپ کہتے ہیں کہ اسلام لانے سے آدمی مسلمان بنتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ اسلام لانے کا مطلب کیا ہے؟ کیا اسلام لانے کا یہ مطلب ہے کہ جو آدمی بس زبان سے کہدے کہ میں مسلمان ہوں یا مسلمان بن گیا ہوں، وہ مسلمان ہے؟ یا اسلام لانے کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح ایک برہمن پجاری بغیر سمجھے بوجھے سنسکرت کے چند منتر پڑھتا ہے اسی طرح ایک شخص عربی کے چند فقرے بغیر سمجھے بوجھے زبان سے ادا کر دے اور بس وہ مسلمان ہو گیا آپ بتائیے اس سوال کا آپ کیا جواب دیں گے؟ آپ یہی کہیں گے نا کہ اسلام لانے کا یہ مطلب نہیں ہے بلکہ اسلام لانے کا مطلب یہ ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جو تعلیم دی ہے اس کو آدمی جان بوجھ کر سمجھ کر دل سے قبول کرے اور اس کے مطابق عمل کرے جو ایسا کرے وہ مسلمان ہے اور جو ایسا نہ کرے وہ مسلمان نہیں ہے۔

یہ جواب جو آپ دیں گے اس سے خود بخود یہ بات نکل گئی کہ اسلام علم کا نام ہے اور علم کے بعد عمل کا نام ہے۔ ایک شخص علم کے بغیر برہمن ہو سکتا ہے کیونکہ وہ برہمن پیدا ہوا ہے اور برہمن ہی رہے گا۔ ایک شخص علم کے بغیر جاٹ ہو سکتا ہے کیونکہ وہ جاٹ پیدا ہوا ہے اور جاٹ ہی رہے گا مگر ایک شخص علم کے بغیر مسلمان نہیں ہو سکتا، کیونکہ مسلمان پیدائش سے مسلمان نہیں ہو سکتا بلکہ علم سے مسلمان ہوتا ہے جب تک اس کو یہ علم نہ ہو کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کیا ہے، وہ اس پر ایمان کیسے لا سکتا ہے اور اس کے مطابق عمل کیسے کر سکتا ہے؟ اور جب نہ جان کر اور سمجھ کر ایمان ہی نہ لایا تو مسلمان کیسے ہو سکتا ہے؟ پس معلوم ہوا کہ جہالت کے ساتھ مسلمان ہونا اور مسلمان رہنا غیر ممکن ہے۔ ہر شخص جو مسلمان کے گھر پیدا ہوا ہے جس کا نام مسلمانوں جیسا ہے جو مسلمانوں کے سے کپڑے پہنتا ہے اور جو اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے حقیقت میں وہ مسلمان نہیں ہو بلکہ مسلمان درحقیقت صرف وہ شخص ہے جو اسلام کا علم رکھتا ہو اور جان بوجھ کر اس پر ایمان لائے ایک کافر اور ایک مسلمان میں اصلی فرق نام کا نہیں ہے کہ وہ رام پرشاد ہے اور یہ عبداللہ ہے اس لئے وہ کافر ہے اور یہ مسلمان۔ اسی طرح ایک کافر اور ایک مسلمان میں اصلی فرق لباس کا بھی نہیں ہے کہ وہ دھوتی باندھتا ہے اور یہ پائجامہ پہنتا ہے اس لئے وہ کافر ہے اور یہ مسلمان بلکہ اصلی فرق ان دونوں کے درمیان علم کا ہے۔ وہ کافر اس لئے ہے

کہ وہ نہیں جانتا کہ خداوند عالم کا اس سے اور اس کا خداوند عالم سے کیا تعلق ہے اور اپنے خالق کی مرضی کے مطابق دنیا میں زندگی بسر کرنے کا سیدھا راستہ کیا ہے۔ اگر یہی حال ایک مسلمان کے بچے کا بھی ہو تو بتاؤ کہ اس میں اور ایک کافر میں کس چیز کی بنا پر تم فرق کرتے ہو؛ اور کیوں یہ کہتے ہو کہ وہ تو کافر ہے اور یہ مسلمان ہے؟

حضرات! یہ بات جو میں کہہ رہا ہوں اس کو کان لگا کر سنئے اور ٹھنڈے دل سے اس پر غور کیجئے۔ آپ کو خوب اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے کہ خدا کی یہ سب سے بڑی نعمت جس پر آپ شکر اور احسانمندی کا اظہار کرتے ہیں، اس کا حاصل ہونا اور حاصل رہنا دونوں باتیں علم پر موقوف ہیں اگر علم نہ ہو تو یہ نعمت آدمی کو حاصل ہی نہیں ہو سکتی۔ اور اگر تھوڑی بہت حاصل ہو بھی جائے تو جہالت کی بنا پر ہر وقت یہ خطرہ ہے کہ یہ عظیم الشان نعمت اس کے ہاتھ سے چلی جائے گی محض نادانی کی بنا پر وہ اپنے نزدیک یہ سمجھتا رہے گا کہ میں ابھی تک مسلمان ہوں، حالانکہ درحقیقت وہ مسلمان نہ ہوگا جو شخص یہ جانتا ہی نہ ہو کہ اسلام اور کفر میں کیا فرق ہے اور اسلام اور شرک میں کیا امتیاز ہے اس کی مثال تو بالکل ایسی ہے جیسے کوئی شخص اندھیرے میں ایک پگ ڈنڈی پر چل رہا ہو۔ ہو سکتا ہے کہ سیدھی لکیر پر چلتے چلتے خود بخود اس کے قدم کسی دوسرے راستے کی طرف مڑ جائیں اور اس کو یہ خبر بھی نہ ہو کہ میں سیدھی راہ سے ہٹ گیا ہوں۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ راستے میں کوئی دجال کھڑا ہوا مل جائے اور اس سے کہے کہ ارے میاں تم اندھیرے میں راستہ بھول گئے، آؤ میں تمہیں منزل تک پہنچا دوں بیچارہ اندھیرے کا مسافر چونکہ خود اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتا کہ سیدھا راستہ کونسا ہے اسلئے نادانی کے ساتھ اپنا ہاتھ اس دجال کے ہاتھ میں دیدیگا اور وہ اس کو بھٹکا کر کہیں سے کہیں لے جائیگا یہ خطرات اس شخص کو اسی لئے تو پیش آتے ہیں کہ اس کے پاس خود کوئی لالٹین نہیں ہے اور وہ خود اپنے راستے کے نشانات کو نہیں دیکھ سکتا۔ اگر اس کے پاس لالٹین موجود ہو تو ظاہر ہے کہ نہ وہ خود راستہ بھولیگا اور نہ کوئی دوسرا اس کو بھٹکا سکیگا بس اسی پر قیاس کر لیجئے کہ مسلمان کے لئے سب سے بڑا خطرہ اگر کوئی ہے تو یہی کہ وہ خود اسلام کی تعلیم سے ناواقف ہو خود یہ نہ جانتا ہو کہ قرآن کیا سکھاتا ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہدایات دے گئے ہیں اس جہالت کی وجہ سے وہ خود بھی بھٹک سکتا ہے اور دوسرے دجال بھی اس کو بھٹکا سکتے ہیں۔ لیکن اگر اس کے پاس علم کی روشنی ہو تو وہ زندگی کے ہر قدم پر اسلام کے سیدھے راستے کو دیکھ سکیگا ہر قدم پر کفر اور شرک اور گمراہی اور فسق و فجور کے جو ٹیڑھے راستے بیچ میں آئیں گے ان کو پہچان کر ان سے بچ سکیگا اور جو کوئی راستے میں اس کو بہکانے والا ملیگا تو اس کی دو چار باتیں ہی سنکر وہ خود سمجھ جائیگا کہ یہ بہکانے والا آدمی ہے، اس کی پیروی نہ کرنی چاہیئے۔

بھائیو! یہ علم جس کی ضرورت میں آپ سے بیان کر رہا ہوں اس پر تمہارے اور تمہاری اولاد کے مسلمان ہونے اور مسلمان رہنے کا انحصار ہے یہ کوئی معمولی چیز نہیں ہے کہ اس سے بے پروائی کی جائے تم اپنی کھیتی باڑی کے کام میں غفلت نہیں کرتے، اپنی زراعت کو پانی دینے اور اپنی فصلوں کی حفاظت کرنے میں غفلت نہیں کرتے اپنے مویشیوں کو چارہ دینے میں غفلت نہیں کرتے، اپنے پیشے کے کاموں میں غفلت نہیں کرتے، محض اس لئے کہ اگر غفلت کرو گے تو بھوکے مر جاؤ گے اور جان جیسی عزیز چیز ضایع ہو جائیگی۔ پھر مجھے بتاؤ کہ اس علم کے حاصل کرنے میں کیوں غفلت کرتے ہو جس پر تمہارے مسلمان بننے اور مسلمان رہنے کا دارومدار ہے؟ کیا اس میں یہ خطرہ نہیں کہ ایمان جیسی عزیز چیز ضایع ہو جائیگی؟ کیا ایمان جان سے زیادہ عزیز نہیں ہے؟ تم جان کی حفاظت کرنے والی چیزوں کے لئے جتنا وقت اور جتنی محنت صرف کرتے ہو کیا اس وقت اور محنت کا دسواں حصہ بھی ایمان کی حفاظت کرنے والی چیز کے لئے صرف نہیں کر سکتے؟

میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ تم میں سے ہر شخص مولوی بنے، بڑی بڑی کتابیں پڑھے اور اپنی عمر کے دس بارہ سال پڑھنے میں صرف کرے۔ مسلمان بننے کے لئے اتنے پڑھنے کی ضرورت نہیں میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ تم میں سے ہر شخص رات دن کے چوبیس گھنٹوں میں سے صرف ایک گھنٹہ علم دین سیکھنے میں صرف کرے۔ کم از کم اتنا علم ہر مسلمان بچے اور بوڑھے اور جوان کو حاصل ہونا چاہیئے کہ قرآن جس مقصد کے لئے اور جو تعلیم لیکر آیا ہے اس کا لب لباب جان لے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم جس چیز کو مٹانے کیلئے اور اس کی جگہ جو چیز قائم کرنے کے لئے تشریف لائے تھے اس کو خوب پہچان لے، اور اس خاص طریق زندگی سے واقف ہو جائے جو اللہ نے مسلمان کے لئے مقرر کیا ہے۔ اتنے علم کے لئے کچھ بہت زیادہ وقت کی ضرورت نہیں ہے، اور ایمان عزیز ہو تو اس کے لئے ایک گھنٹہ نکالنا کچھ مشکل نہیں۔

(بقیہ سلسلہ مضمون صفحہ ۱۷) خود غرض اور بلند مقاصد سے تہی مغز سرداروں اور بادشاہوں نے ان میں حیوانی جذبات پیدا کئے اور انھیں برانگیختہ کیا یورپ کے فلسفہ سیاست میں قومیت کے جتنے نظریئے ہیں وہ سب سرداروں بادشاہوں اور بالآخر لیڈروں کی اغراض پوری کرنے کے لئے وضع کئے گئے ہیں ورنہ حقیقت میں انسانوں کے درمیان یہ مصنوعی تفریق تقسیم اور امتیاز مجموعی طور پر انسان انسانیت اور اس کے مفاد کے لئے نہایت درجہ مضر ہے اس کی وجہ سے انسان کی فکر اس درجہ مسموم ہوئی ہے کہ اپنے جانے ہوئے جتھے اور گروہ کے علاوہ سب سے بدمعاملگی اور ناانصافی کو جائز سمجھنے لگا ہے ان پر زیادتیاں اور مظالم کر کے نازاں ہوتا ہے ہلاکو، چنگیز اور اٹیلا کی خونریزیوں قتل و غارت اور لوٹ کھسوٹ پر یورپ اور امریکہ کے اہل قلم، خطیبوں اور مورخوں نے ہمیشہ نفریں کی۔ لیکن اس وقت دیکھیے متحارب فریقوں میں وہ کون ہے جو اپنی فوج کو اس پر نہیں ابھار رہا ہے کہ قتل کر ڈالو تباہ کر دو۔ جنگ کی ایک قسم ہی پیدا ہو گئی ہے جس کا نام ہی آل آؤٹ ایکشن رکھا گیا ہے دنیا کے پچھلے خونخواروں نے جو زیادہ سے زیادہ کیا تھا وہ بھی سوائے تباہی اور قتل و غارت کے اور کیا تھا عبث چنگیز بدنام ہے اور بلا وجہ اٹیلا ملعون ہے۔ ان کا قصور زیادہ سے زیادہ اتنا تھا کہ وہ اپنے بد ارادوں اور برے اعمال کو چھپانے اور خوشنما مقاصد کے پردوں میں چھپا سکتے تھے اور نہ چھپانے کی کوشش کرتے تھے، پھر اب وہ بدنام ہی کہاں ہیں جنرل میک آرتھر امریکہ کے سپہ سالار اعظم نے کہ چنگیز کے طریقہ تنظیم اور طریقہ جنگ اور طریقہ جنگ کا مطالعہ کیا جائے اور اتباع کیا جائے یہ سب کیوں؟ اس نسلی، وطنی اور لسانی منافرت کی بنا پر جو قوم

زندہ معاشرت — فطری تمدن

مٹی کا کھلونا لاکھ کوشش کرے اور ہزار سر پٹکے کہ کسی طرح اس کے تعلقات کمہار کے ساتھ برابری کے ہو جائیں یا کم از کم یہ حقیقت ہی کسی طرح بدل جائے کہ کمہار نے اسے بنایا تھا لیکن اسے کامیابی نہیں ہو سکتی اور کھلونا کمہار کی ہستی کا اقرار کرے یا انکار بہر صورت و بہر کیف اس کا بنانے والا کمہار ہی رہتا ہے کسی ملک کی رعایا کا کوئی فرد خواہ کتنا ہی گلا پھاڑ پھاڑ کے کیوں نہ چلائے کہ وہ اس ملک کے بادشاہ کی حکومت تسلیم نہیں کرتا پھر بھی یہ ناممکن ہے کہ جب تک وہ اس ملک میں موجود رہے اس وقت تک اس واقعیت میں کوئی تبدیلی ہو سکے کہ وہ اس بادشاہ کی رعیت ہے ہمارے ملک میں انگریزوں کی حکومت ہے ہم اسے تسلیم کریں یا نہ کریں لیکن یہ حقیقت بہر صورت حقیقت ہی رہے گی کہ وہ حکمران ہیں اور ہم محکوم اور انگریزوں کے قوانین کو ہم اچھا سمجھیں یا برا، بہرحال ان کا اثر و نفوذ ہم پر اسی طرح ہوتا رہے گا۔

اگر خدا فی الحقیقت خدا ہے۔ اور اگر یہ واقعہ ہے کہ اس نے ہمیں اور ہمارے ساتھ تمام دنیا کو پیدا کیا ہے تو خواہ تمام دنیا انکار کرنے پر آمادہ ہو جائے پھر بھی یہ حقیقت اپنی جگہ پر بدستور قائم رہے گی کہ وہ خالق ہے اور ہم مخلوق اور ہم عبد ہیں اور معبود وہ دعوائے خدائی نمرود کرے یا شداد اور خدا کے وجود سے مشرقی ملحد انکار کرے یا مغربی فلاسفر بہرحال اگر خدا ہے تو اس کی حکومت اور بادشاہت پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑ سکتا اور اس کا قانون نمرود اور شداد کے دعووں کی حقیقت بھی آشکارا کر دیتا ہے اور مادہ پرستوں اور ملحدوں کو بھی اپنی اطاعت پر مجبور کر لیتا ہے ہمیں پیدا کرنے والا اور اپنی قدرت کاملہ سے ہمارے لئے اس دنیا میں کچھ قانون بنا دینے والا خدا اس بات کا محتاج نہیں ہے کہ ہم اس کی خدائی کا اعلان دنیا بھر میں کرتے پھریں یا یہ کہ ہماری گردن اس کے قوانین کے سامنے جھک جایا کرے۔ اس کی بادشاہت اور حکومت ایک حقیقت اور ایک واقعیت ہے جس میں ہم اپنی انتہائی کوشش کے باوجود بھی کوئی فرق نہیں ڈال سکتے اور اس کے قوانین ہمارے انکار کے علی الرغم ہم پر اس طرح حاوی ہیں کہ ہم کسی طرح بھی ان میں سے کسی ایک کے اثر کو نہیں ٹال سکتے۔ سو درجہ سنٹی گریڈ کی حرارت پیدا ہو جانے پر دنیا کی کوئی طاقت پانی کو ابلنے سے باز نہیں رکھ سکتی آکسیجن گیس کی عدم موجودگی میں دنیا کا کوئی اعلیٰ سے اعلیٰ سائنس داں آگ کو روشن نہیں رکھ سکتا اور موت کے اسباب مہیا ہو چکنے کے بعد کوئی حکیم اور کوئی ڈاکٹر کسی مریض کو ایک لمحہ کے لئے بھی مرجانے سے نہیں روک سکتا۔ انسان کا خدا کی خدائی سے انکار یا اس کی قدرت اور طاقت کا اقرار کسی حالت میں بھی خدا کی حکومت پر کوئی اچھا یا برا اثر نہیں ڈال سکتا اس لئے یہ خیال کرنا کہ مذہب کے احکام کے ماتحت ہم خدا کی جو عبادت کرتے ہیں یا اس کے بنائے ہوئے راستوں پر چلتے ہیں تو اس سے خدا کو کوئی فائدہ پہنچتا ہے انتہائی حماقت اور بے وقوفی ہے۔ جس بزرگ اور بالاتر ہستی کی قوت اور طاقت ہماری طاقت اور ہمارے اختیار کے دائرہ سے بالکل باہر ہو اور صرف باہر ہی نہیں بلکہ ہماری طاقت پر حاوی ہو اس کی قدرت کا اگر ہم یکسر انکار کر دیں تب کیا اور اگر رات دن اس کی مدح و ثنا کریں تب کیا ہمارا کفر اور انکار خدا کی قدرت میں ایک ذرہ کے برابر بھی کمی نہیں پیدا کر سکتا اور ہمارا ذوق و شوق کی طاعت اور عبادت اس کے اقتدار و اختیارات ایک درجہ کے بقدر اضافہ نہیں کر سکتی۔

خدا نہ ہمارے کفر سے خائف ہے اور نہ ہماری عبادتوں کا محتاج اس لئے یہ اندیشہ تردید کیا جا سکتا ہے کہ اگر اس نے ہمیں کچھ حکم دیئے ہیں تو لازمی طور پر ان کی اچھائی اور برائی سے ہم ہی اثر پذیر ہو سکتے ہیں، مذہب اگر وہ خدا کی طرف سے آیا ہے تو ضروری ہے کہ اس کا ہر حکم ایسا ہو کہ ہمارے لئے مفید ہو اور اس دنیا میں ہماری زندگیوں کو کامیاب اور آسان بنائے۔ انسان چونکہ طبعاً ایک مدنی الطبع حیوان ہے اور چونکہ اس کے لئے لازمی ہے کہ اپنے ہی نوع کے ساتھ مل جل کر رہے اسی سے اس سے ظاہر ہے کہ ہماری زندگی کی کامیابی اور آسانی کا راز صرف اس بات میں پنہاں ہے کہ ہمارے تعلقات اپنے ابنائے جنس کے ساتھ کس قسم کے ہیں اگر ہم دوسروں کے ساتھ مل جل کر رہنا جانتے ہیں، اگر ہمیں وہ اصول معلوم ہیں کہ جن کی بدولت ہم ہزاروں اور لاکھوں انسانوں کے ساتھ رہ کر بھی کبھی فتنہ اور فساد کا موقعہ نہ آنے دیں اور اگر ہم ایک ایماندار شہری کی زندگی کے طریقوں سے واقف ہیں تو یقیناً ہماری زندگی کامیاب اور پر امن ہو سکتی ہے۔ اس کے برخلاف اگر ہم اس قسم کے اصولوں سے ناواقف ہیں تو ہماری زندگیاں ناکام اور غیر اطمینان بخش رہیں گی۔

ایک گھڑی کی زندگی کو ہم صرف اسی حالت میں کامیاب کہہ سکتے ہیں کہ وہ ہمیشہ نہایت صحیح وقت دیا کرے ایک گھوڑے کی زندگی کی کامیابی کے یہ معنی ہیں کہ وہ مدت العمر منہ زوری اور بدرکابی نہ کرے اسی طرح ایک انسان کی زندگی صرف اسی حالت میں کامیاب کہلا سکتی ہے کہ اس کا ظاہر و باطن انسانی صفات حسنہ سے آراستہ ہو اور اس میں انسانیت بدرجہ کمال پائی جائے انسانیت درحقیقت ہمارے اچھے اور پسندیدہ اخلاق کا نام ہے اور اخلاق تمدن کے اصولوں کے سوا اور کسی کو نہیں کہا جاتا اس لئے مجبوراً ماننا پڑے گا کہ اچھا شہری ہونا یا اچھا انسان ہونا بالکل ہم معنے جملے ہیں اور ہماری زندگی کی کامیابی یا ہماری انسانیت کی معراج صرف اس بات پر منحصر ہے کہ تمدن اور معاشرت کے جن اصولوں کی پابندی ہم نے اختیار کی ہے وہ کیسے ہیں۔ دنیا میں یوں زندگی بسر کرنے کو تو انسان کیا معنی چھوٹے سے چھوٹے اور حقیر سے کیڑے مکوڑے بھی کسی نہ کسی طرح اپنی زندگی کے دن گذارا ہی کرتے ہیں اگر انسان بھی انہی کیڑے مکوڑوں کی طرح لڑتا اور مرتا پھرے اور یوں مر گر کر اپنی زیست کے دن پورے کر لیا کرے تو کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ اسے ساری مخلوقات سے اشرف ہونے کا تمغہ کیوں دیا جائے اور کس بنا پر اسے خدائے حکیم و قدیر کا نائب یا خلیفہ کہا جائے اگر محض چند اتفاقات سے یا تھوڑی سی بے پناہ طاقت ہی ہمیں زندگی کی کشمکش میں کامیاب بنایا کرے اور ہم اکثر مخلوقات ارضی پر حکمران نہیں بلکہ ان کے محکوم اور ان سے مغلوب ہو کر زندگی بسر کرنے پر مجبور ہوں تو ہمیں یہ کہنے کا کیا حق رہتا ہے کہ ہم نوع آفرینش میں ان سے بہتر اور برتر قسم کی مخلوق ہیں ہمیں عام جانوروں سے خود کو افضل اور اشرف ثابت کرنے کے لئے اپنے اندر کچھ ایسی صفات اچھی

پیدا اگر نہ پڑیں گی۔ باقی تمام مخلوقات میں نہ پائی جاتی ہوں اور ایسی صفت عالیہ بھی ہو سکتی ہے کہ ہم اپنی زندگی صرف اتفاقات اور بہیمانہ قوت کے رحم پر منحصر نہ رکھیں بلکہ اپنے دماغ سے کام لیکر ان قوتوں پر بھی حکومت کر سکیں کہ جس کی بدولت اتفاقات ہوتے ہیں اور اپنی زندگی کو یہاں تک ممکن ہو سکے آپس کی کشمکش اور ہر قوت کے باہمی تصادم سے محفوظ رکھیں یہ حالت اور یہ صورت اسی وقت پیدا ہو سکتی ہے کہ جب تمام دنیا کے انسان آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ برتاؤ کرنے کے متعلق کچھ اچھے قاعدے اور قانون مقرر کرلیں کہ جن کی رو سے حضرت آدم کے اس کنبہ کا کوئی فرد اپنے کسی دوسرے بھائی کا مخل اور اس کے لئے باعث تکلیف و مضرت نہ ہو۔ اس قسم کے قانون ہر قوم کو [illegible] کی باہمی آویزشوں سے تنگ آکر بنانے پڑے ہیں اور تمام ایسی انسانی جماعتیں جو باہمی محبت اور [illegible] ترتیب اور ترقی اختیار کرچکی ہیں چند ایسے قواعد و ضوابط کی ضرور پابند ہیں جن کی بدولت اب ان کے افراد میں بھیڑیوں اور کتوں کی طرح ہر وقت خونریزی اور جنگ نہیں ہونے پاتی اور سب امن و اطمینان کے ساتھ اپنی زندگی گذار سکنے کے قابل ہو جاتے ہیں۔ ان قانونوں میں سے بعض کو ہم اخلاقی قانون کہتے ہیں اور بعض کو ملکی یا شہری قانون کے نام سے نامزد کیا جاتا ہے۔ لیکن ان کا نام خواہ اخلاقی قوانین رکھا جائے یا ملکی قوانین بہرصورت و بہرحالت ان کا مقصد اس کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا کہ کوئی ایک شخص کسی دوسرے کی تکلیف کا باعث نہ بن سکے اور اس طرح تمام جماعت یا تمام قوم اطمینان و آرام کے ساتھ اپنے علم و فضل میں برابر ترقی کرتی رہے اور ہر آنے والی نسل اپنے پیشروؤں سے بہتر انسانوں کی جماعت بن سکے۔

سب سے بڑے ملحد اور لامذہب بھی خدا کی ہستی اور خدائی حکومت سے قطعی انکار کرنے کے باوجود اس بات پر ضرور مجبور ہیں کہ خدا کے بنائے ہوئے قانون کے نام سے نہیں تو خود انسان کے اپنے ہی بنائے ہوئے قواعد کے نام سے ان تمام باتوں کی پابندی اپنے لئے ضروری سمجھیں جن کی بدولت ملک میں امن قائم [illegible] اور انسان حیوانوں کی طرح آپس میں دست و گریبان نہیں ہونے پاتے مختلف قوموں نے اپنے اپنے طور پر اس قسم کے قوانین مرتب کئے ہیں ان میں سے بعض کا یہ دعویٰ ہے کہ جن قوانین کی وہ پابندی کررہے ہیں وہ الہامی ہیں اور خدا نے اپنے کسی خاص بندے کی معرفت انہیں بتائے ہیں اور بعض جنہیں مذہب اور الہام [illegible] سے چونکہ کچھ تعلق و عناد ہے لہذا اسے اپنی توہین خیال کرتے ہیں کہ وہ مذہب کی بتائی ہوئی کسی بات پر عمل کریں اس لئے وہ چند لفظوں کے ہیر پھیر سے وہ اپنی قاعدوں اور قانونوں کو اپنے ملک میں رائج کرلیتے ہیں اور اس طرح اپنے دل کو سمجھا لیتے ہیں کہ مذہبیت کے جو ضابطے انہوں نے رائج کئے ہیں وہ ان کے اپنے بنائے ہوئے ہیں۔ دنیا اب لاکھوں برس کی پرانی ہو چکی ہے اور ہزاروں برس سے انسانوں کے تجربے اب تحریری صورت میں محفوظ چلے آرہے ہیں اس لئے اس موجودہ زمانہ میں تو یہ بات کچھ زیادہ مشکل نہیں معلوم ہوتی کہ کوئی عقلمند شخص انسانی دنیا کے ہزاروں برس کے تجربوں سے فائدہ اٹھا کر اس قسم کے چند قانون بنادے کہ جن کی بدولت لوگ برابر زندگی بسر کرسکیں لیکن پانچ ہزار برس پہلے کسی انسان کے لئے یہ بات بالکل ناممکن تھی کہ وہ تنہا کسی دوسرے کی مدد کے تمام ایسی باتوں کو سوچ لے کہ جن کی وجہ سے انسانوں میں باہم تصادم ہوا کرتا ہے اور ان کو رد کرنے کے لئے ضروری قانون بنادے۔ پرانے زمانہ میں جن حکیموں اور فلاسفروں نے اس قسم کی کوششیں کی تھیں اور تمدن یا اخلاق کے قوانین بنائے تھے ان میں سے اکثر کے متعلق یقین کیا جا سکتا ہے کہ وہ خدا کی طرف سے اس کام پر مامور تھے اور جو کچھ ان کی زبان سے نکلتا تھا وہ درحقیقت الہامی تعلیم ہوتی تھی یہی وجہ ہے کہ تقریباً تمام مذہبوں میں جن باتوں کو اچھا بتایا گیا ہے یا جن باتوں کو جرم اور گناہ قرار دیا گیا ہے وہ یکساں ہیں۔

آج جن قوموں کو اپنی تہذیب اور اپنے تمدن پر بڑا ناز ہے اور جو بزعم خود یہ خیال کرتی ہیں کہ اچھی شہری زندگی بسر کرنے کے لئے انہوں نے اپنے ملک میں اپنے بنائے ہوئے قوانین کو رائج کیا ہے وہ درحقیقت سخت غلط فہمی میں مبتلا ہیں ان کے ان قانونوں میں ان کی اپنی کوئی چیز بھی نہیں ہے اور انھوں نے اپنی قوم یا اپنی جماعت کے لئے جو قاعدے اور قانون بنائے ہیں وہ تمام تر وہی ہیں جو اس سے بہت پہلے مختلف مذہبی پیشواؤں یا پیغمبروں کی زبان سے سنے جاچکے ہیں اور فرق صرف اس قدر ہے کہ مذہب کے نام سے چلنے والی قوموں نے اب ان کا نام مذہبی احکام کی بجائے ملکی یا اخلاقی قوانین رکھدیا ہے۔ تمام وہ باتیں کہ جنہیں مذہب گناہ قرار دیتا ہے آج ہمیں لامذہبوں کے قانون میں بھی جرموں کی فہرست میں داخل نظر آرہی ہیں، اور ہر وہ کام جسے مذہبوں نے نیکی اور عمل خیر بتایا ہے آج ملکی اور اخلاقی قانون کی رو سے بھی ایک اچھا اور قابل ستائش فعل ہے۔ اور ان تمام باتوں کے باوجود یہ دیکھنا کس قدر حیرت انگیز ہے کہ مذہبی قانون کی اس قدر اچھی پیروی اور تقلید کرنے والے مذہب کے نام سے چڑتے ہیں اور ہمیشہ اپنے آپ کو لامذہب کہنا پسند کرتے ہیں حالانکہ فی الحقیقت "لامذہب" ایک بالکل بے معنی اور مہمل لفظ ہے کیونکہ دنیا میں کوئی انسان ایسا نہیں ہوسکتا کہ جس کا کوئی نہ کوئی مذہب نہ ہو۔ اگر کوئی شخص خدا کو نہیں مانتا اور اس کے رسول کا منکر ہے تو اس کا یہی مذہب ہے۔ مذہب کے معنے راستہ کے ہیں اور اس دنیا میں رہنے کے لئے ہم جو راستہ بھی اختیار کریں وہی ہمارا مذہب ہوگا۔ مذہب کے نام سے اس طرح چڑنے اور نفرت کرنے کی ابتدا حقیقتاً یورپ کی تاریخ کے زمانہ متوسط سے ہوئی ہے کہ جب وہاں پادریوں کا راج تھا اور وہ مذہب کے نام سے ہر قسم کے ناشائستہ اور ناکردنی کاموں کے مرتکب ہوا کرتے تھے۔ متبرک اور مقدس راہب جو بظاہر دنیا سے اس درجہ متنفر تھے کہ شادی تک نہیں کرتے تھے اور کنواری مریم کے نام پر عمر بھر کنواری رہنے والی راہبات خاص گرجاؤں کے اندر ایسی ایسی گندہ حرکات کے مرتکب ہوتے تھے کہ جن کے صرف خیال سے ایک بڑے سے بڑے گناہگار اور بدکار انسان کو بھی شرم آجائیگی۔ گرجاؤں کے صحن کی زمینوں میں ایسی لاتعداد معصوم ہستیاں مدفون اور روپوش پڑی ہیں جو ان مقدس لوگوں کی سیاہ کاریوں کا نتیجہ اعمال تھیں اور لاکھوں بے گناہ اور بے قصور روحیں آج تک عالم بالا میں فریاد کناں پھر رہی ہیں جنھیں خدا اور مذہب کے نام پر ان "خدا" کے پرستاروں نے زندہ آگ میں جلوا دیا تھا جبکہ ایسے ایسے دل لرزا دینے والے ظلم اور ایسی ایسی قابل نفرت بدکاریاں مذہب کی آڑ میں اور خدا کے نام پر ہونے لگیں تو ناممکن تھا کہ عوام کو مذہب کے نام سے انتہائی نفرت نہ ہو جاتی وہی نفرت آج بھی نسلاً بعد نسل چلی آرہی ہے اور اب سرزمین مغرب پر مذہب کا وجود صرف

نمود و نمائش کے لئے رہ گیا ہے۔

مغرب کے انسان بھی تمام دنیا کے انسانوں کی طرح اپنی فطرت سے مجبور تھے کہ مل جل کر رہیں، اور مل جل کر رہنا اس کے بغیر ناممکن تھا کہ کچھ تھوڑے سے قاعدے اور ضابطے ایسے بنا لئے جائیں جن کی پابندی ہر شخص پر فرض ہو۔ اس لئے مذہب سے قطع تعلق کرنے کے بعد مغرب کے باشندوں کے لئے اس کے سوا اور کوئی چارۂ کار نہ تھا کہ وہ مذہب کے تمام ایسے قانون جن کا تعلق تمدن اور اخلاق سے تھا لیکر اپنے ملک میں ملکی قانون کے نام سے رائج کریں اسی ندبیر پر عمل کیا گیا، اور کچھ ایسے جوش کے ساتھ کیا گیا کہ خود مذہب بھی کبھی اپنے قوانین کی پابندی ایسی سرگرمی کے ساتھ نہ کرا سکا تھا۔ اس طرح ان قوانین کا نام جو خدا کے بنائے ہوئے اور اس کے پیغمبروں کے بتائے ہوئے تھے انسانی قوانین ہو گیا حالانکہ فی الاصل ان اخلاقی اور ملکی قانون میں ایک چیز بھی ایسی نہیں ہے جو بنی نوع انسان کے لئے مفید ہو اور اس کی تعلیم کسی نہ کسی مذہب میں نہ پائی جاتی ہو۔

اگر ہم یہ مانتے ہیں کہ خدا ہے، اور اگر ہم یہ بھی مانتے ہیں کہ وہ مادہ کی طرح کوئی بے شعور اور مجبور چیز نہیں ہے بلکہ صاحب ارادہ، صاحب قدرت اور ذی شعور ہستی ہے تو ہمیں ماننا پڑیگا کہ وہ اپنی بہترین مخلوق یعنی نسل انسانی کو جسے اس نے عقل و ارادہ کی قوتیں دی تھیں اسی طرح بے علمی اور جہالت کی حالت میں نہ چھوڑ سکتا تھا کہ جانوروں کی طرح اپنی زندگی کے دن دنیا میں پورے کر لیا کریں ابتدائے آفرینش سے برابر وقتاً فوقتاً اس نے ایسی ہستیوں کو اس دنیا میں پیدا کیا جن کے دل اس کی صداقت اور حقانیت سے معمور ہوتے تھے اور جو اپنی تعلیم کے ذریعہ سے ہزاروں اور لاکھوں بندگان خدا کو سیدھا اور سچا راستہ بتاتے رہتے تھے اس قسم کی بہت سی تعلیمیں تو انسان کی غفلت شعاری کی بھینٹ چڑھ کر فنا ہو گئیں اور بہت سی جو اب تک باقی نظر آتی ہیں ان کا بھی بڑی حد تک صرف ایک نام ہی نام رہ گیا ہے اور ان میں انسانی تصرفات نے کچھ ایسی عجیب و غریب تبدیلیاں کر دی ہیں کہ اب انھیں قبول کرنے پر انسانی دل راغب نہیں ہوتا یہ خیال کہ ان تعلیموں میں یا مذہبوں میں باہم بہت کچھ فرق اور اختلاف ہے بالکل غلط ہے۔ اس ذات باری کی درگاہ سے ہمیشہ اور ہر زمانہ میں ایک ہی تعلیم بھیجی گئی تھی اور اگر کچھ فرق تھا تو صرف اس قدر کہ انسان کی عقل کی ترقی کے ساتھ ساتھ اس تعلیم میں بھی کسی قدر ترمیم اور ترقی ہوتی چلی گئی آج جو کچھ اختلافات ہمیں نظر آرہے ہیں یہ سب مذہبی پیشواؤں کے اپنے پیدا کئے ہوئے ہیں۔ انجیل، توریت اور ژند سب انسانی تصرفات کا شکار ہو چکے ہیں اور ان میں آج جو تعلیم موجود ہے ان کے متعلق یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ بالکل وہی ہے جو خدا کی طرف سے نازل ہوئی تھی۔ اسلام کے متعلق یہ خیال کہ وہ کوئی نیا مذہب ہے بالکل غلط ہے وہ اسی خدائی یا الہامی مذہب کی آخری کڑی ہے جو حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ سے آج تک چلا آرہا ہے اور اسی طرح ابد الآباد تک چلتا رہے گا۔ اسلام چونکہ خدا کی طرف سے آیا ہوا آخری مذہب ہے اس لئے اس میں وہ تعلیم جو خدا کی طرف سے بندوں کو ملتی رہتی تھی تکمیل کو پہنچ چکی اور چونکہ انسانی عقل اب اپنی طرح ترقی کر چکی ہے اس لئے اب اس کی ضرورت نہیں رہی ہے کہ خدا کی طرف سے آئندہ کوئی معلم امور کیا جائے ان تمام باتوں کا قدرتی طور پر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ مدنیت کے متعلق جو قواعد اسلام میں ہیں وہ اس قدر جامع اور مانع ہیں کہ آئندہ ان میں ترقی کی کوئی گنجائش نہ ہو اور انسانی عقل کوئی قانون اس مطلب کے لئے ان سے بہتر نہ بنا سکے۔

ایک بہت بڑی غلطی جس میں عوام ہی نہیں، بلکہ خواص بھی اکثر مبتلا ہیں یہ ہے کہ مذہب کو تمدن اور اخلاق سے الگ کوئی چیز تصور کیا جاتا ہے اور مذہب سے عام طور پر وہ حالت مراد لی جاتی ہے کہ جب انسان اس دنیا سے قطع تعلق کر کے کسی گوشہ یا پہاڑ کے دامن میں جا بیٹھے و دنیا اور دنیا کی تمام آلودگیوں کو مذہب کے دامن پر ایک بد نما داغ سمجھا جاتا ہے جسے جس قدر جلد دھو کر صاف کر دیا جائے اتنا ہی اچھا ہے۔ لیکن خوش قسمتی سے واقعہ اور حقیقت اس کے بالکل خلاف ہے دنیا اور دنیا کی تمام آزمائشوں کے اندر رہکر ہم جو راستہ اپنی منزل زندگی طے کرنے کا اختیار کریں وہ ہمارا مذہب ہے اس لئے ظاہر ہے کہ جب تک ہم زندہ ہیں اس وقت تک ہم بغیر دین کے دنیا دار ہوتے ہوئے ہرگز ہرگز مذہبی آدمی نہیں ہو سکتے مذہب اور تمدن ہرگز دو الگ الگ چیزیں نہیں ہیں اور مذہب کا مقصد اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے کہ وہ ہمیں بہتر سے بہتر تمدن سکھاوے اور اچھے سے اچھا شہری بنا دے اگر ہم تن تنہا کسی غار میں جا بیٹھیں اور دنیا اور اہل دنیا سے کوئی واسطہ ہی نہ رکھیں تو مذہب کا اصلی مقصد تو حقیقتاً فوت ہو جائیگا کیونکہ وہ تو ہمیں صرف یہی چیز سکھانے کے لئے آیا ہے کہ گروہ اور جماعت بنکر کس طرح رہا جاتا ہے۔ میں اوپر ذکر کر چکا ہوں کہ خدا ہماری عبادت کا محتاج ہے اور نہ ہمارے کفر و انکار سے خائف اسے اس کی مطلقاً ضرورت نہیں ہے کہ ہم ہر وقت ہاتھ باندھے اس کے سامنے کھڑے رہیں یا آنکھیں بند کئے اس کے تصور میں غرق بیٹھے رہیں اگر اسے کروڑوں آدمیوں سے صرف اپنی تسبیح اور تقدیس ہی کرانی منظور ہوتی تو وہ ہمارے بجائے اتنے ہی فرشتے پیدا کر سکتا تھا۔ اس نے ہمیں اس لئے پیدا کیا ہے کہ ہر وقت اس کی عبادت کریں اور اس کی عبادت کے معنے یہ ہیں کہ دنیا میں رہکر جو کام بھی کریں، وہ اس کی مرضی اور اس کے حکم کے مطابق ہو۔ اس نے خود ہی فرمادیا ہے کہ وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون یعنی جن و انس کو اس کے سوا اور کسی کام کے لئے نہیں پیدا کیا گیا ہے کہ وہ بندگی کریں۔ اس لئے ہمارا ہر کام خدا کی بندگی ہونا چاہیئے اور بندگی کا مطلب صرف یہی ہے کہ آقا اور مالک کے حکم کو ماننا ہمارا کھانا پینا، پہننا اوڑھنا، سونا لیٹنا غرض ہر کام خدا کی عبادت ہے بشرطیکہ وہ خدا کی مرضی اور حکم کے خلاف نہ ہو۔ اکثر لوگوں کا یہ خیال ہے کہ عبادت صرف نماز پڑھنے روزہ رکھنے اور حج کے لئے سفر کرنے کا نام ہے لیکن یہ غلط ہے ہمیں جس وقت نماز پڑھنے کا حکم ملا ہے اسے ادا کرنا یقیناً عبادت لیکن اگر کوئی شخص نشہ کی حالت میں نماز پڑھنے کھڑا ہو جائے تو کیا وہ بھی عبادت میں داخل ہوگی؟ ہرگز نہیں کیونکہ ہمیں حکم مل چکا ہے کہ لا تقربوا الصلوٰة وانتم سکارٰی یعنی جب تم مخمور ہو تو نماز کے قریب نہ جاؤ۔ اسی طرح جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق روایت ہے کہ ایک مرتبہ آپ گرمی کے موسم میں بہت سے مسلمانوں کے ساتھ حج کے لئے تشریف لے جارہے تھے سب لوگ روزہ سے تھے دوپہر کے وقت جب آپ پڑاؤ یا منزل پر پہنچے تو گرمی کی تکلیف بہت زیادہ تھی آپ نے ایک پیالہ منگا کر اس میں پانی بھرا اور سب لوگوں

کہہ دیا کہ اس نوبی دوا کو پانی سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ بہت سے مسلمانوں نے آپکی
تقلید کی لیکن بعض لوگوں نے روزہ توڑنے کو اچھا نہ سمجھا اور نہ توڑا۔ ان
لوگوں کے متعلق جب آپ سے کہا گیا کہ وہ اب بھی روزہ رکھتے ہیں تو آپ نے
فرمایا کہ وہ نافرمان ہیں۔ نماز اور روزہ جیسی چیزیں جنہیں ہر شخص یہ سمجھتا ہے
کہ عبادت ہیں اگر خدا کی مرضی کے خلاف ادا کی جائیں تو نیکی نہیں گناہ
بن جاتی ہیں لیکن قتل جیسا گناہ کبیرہ بھی اگر خدا کی مرضی اور خدا کے حکم کے
مطابق عمل میں لایا جائے یعنی ہم کسی ایسے شخص کی گردن مار دیں جو قتل
کا مرتکب ہو چکا ہے تو وہ بھی داخل عبادت اور داخل ثواب ہو جائے گا۔
ان باتوں سے اچھی طرح ثابت ہو گیا کہ صرف نماز اور روزہ ہی عبادت نہیں
ہیں بلکہ مرضی الٰہی کے مطابق ہماری زندگی کا ہر فعل عبادت میں داخل
ہے۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر میاں بیوی عشاء
کی نماز پڑھکر رات کو ہمبستر ہوں اور صبح کو وقت سے پہلے اٹھکر اور غسل سے
فارغ ہو کر فجر کی نماز پڑھ لیں تو ان کی تمام رات عبادت الٰہی میں شمار
ہوتی ہے۔

اس تمام تحریر سے میرا مقصد صرف یہ بتانا ہے کہ خدا کی طرف سے ہمیں
جو کچھ حکم ملے ہیں وہ سب کے سب ہمارے ہی فائدہ کے، دین اور دنیا میں
ہماری زندگیوں کو کامیاب بنانے کے لئے ہیں اور ان سب کو اپنا عبادت
میں داخل ہے۔ خدا کے جو حکم ہمیں بظاہر ایسے نظر آتے ہیں کہ ان میں
گویا بندہ اور خدا کے تعلقات ہیں، وہ بھی درحقیقت ہمارے ہی فائدہ
کے لئے ہیں اور ان کے ذریعہ سے بھی ہمیں تمدن کے بعض زریں اصول
کی تعلیم دی گئی ہے۔ نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ ان سب کا مقصد یہی اس کے
سوا اور کچھ نہیں ہے کہ ہم میں اخوت باہمی ہمدردی، مساوات، ایثار نفس
اپنے فائدہ پر قوم کے فائدہ کو ترجیح دینا اور اسی قسم کی اور بہت
سی صفات حسنہ پیدا ہو جائیں جو تمدن کی جان ہیں اور جن کے بغیر اجتماعی
اور قومی زندگی کوئی معنی نہیں رکھتی۔ اسلام میں احکام خداوندی کی حق اللہ اور
حق العباد کے ناموں سے دو قسمیں کر دی گئی ہیں اور صرف ایمان میں اقرار توحید
و رسالت، نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کے متعلق تو یہ خیال کیا جاتا ہے کہ یہ ہم پر
اللہ کے حقوق ہیں اور باقی جو کچھ ہمیں تعلیم دی گئی ہے اسے ہم بندوں
کے حقوق سے تعبیر کرتے ہیں لیکن اگر ذرا غائر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہو گا
کہ حقوق اللہ میں بھی صرف اقرار توحید و رسالت ہی ایسی چیز ہے جسے صحیح معنوں
میں حق اللہ کہا جا سکتا ہے۔ باقی جتنی چیزیں ہیں وہ بھی درحقیقت حق العباد
ہی ہیں اور ان سب کا بھی مقصد یہی ہے کہ خدا کے بندوں کی خدمت کی جا سکے
اور انہیں فائدہ پہنچایا جا سکے۔

نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کا مقصد ہی اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے کہ ہم
ان کے ذریعہ سے بہتر انسان بن جائیں۔ ان تمام باتوں کو پیش نظر رکھکر لازمی
طور پر یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ مذہب کی تمام تعلیم کا خلاصہ صرف دو باتیں ہیں۔
ایک یہ کہ ہم خدا پر اور اس کے پیغمبروں پر سچے دل سے ایمان لے آئیں
اور دنیا میں خدا کی حکومت کو قائم کریں اور دوسری یہ کہ ہم تمدن کے اصول
سیکھ کر ایماندار اور اچھے شہری بن جائیں تاکہ دنیا میں ہماری زندگیاں کامیاب
ہو سکیں۔ مذہب کی تعلیم کا مقصد نہ کبھی پہلے اس کے سوا کچھ اور تھا اور نہ اب
اس کے سوا کچھ اور ہے کہ وہ ایک طرف تو ہمیں خدائے واحد کا پرستار بنائے
اور دوسری طرف ہمیں ایسے اصول سکھائے کہ جن پر عمل کر کے ہم اپنی زندگی اطمینان
و آرام سے گذاریں اور دوسروں کے لئے بھی باعث آزار و تکلیف نہ بنیں اور اس کے
یہ معنی ہیں کہ اگر ہم اپنے مذہب کے سچے دل سے پابند ہیں اور اس کے تمام احکام
کی تعمیل اپنا فرض خیال کرتے ہیں تو ہمیں کسی شہری اور ملکی اور اخلاقی قانون کے
جاننے کی اور اسے ماننے کی قطعاً ضرورت نہیں ہو بشرطیکہ ہم کسی ایسے مذہب کے پیرو
ہوں کہ جس کی ہدایات بالکل صحیح اور بالکل مکمل ہوں۔ اسلام ایک ایسا مذہب
ہے کہ جس کی ہدایات صحیح بھی ہیں اور بالکل مکمل بھی اور اس کتاب کا موضوع یہی ہے
کہ اسلام نے ہمیں اچھا دیندار یا ایک ایماندار شہری بنانے کے لئے جو احکام
صادر کئے ہیں ان کا ذکر کیا جائے اور مختلف متمدن اقوام کے قوانین سے ان کا
مقابلہ کر کے دیکھا جائے کہ آیا وہ تمام مروجہ قوانین سے بہتر ہیں یا نہیں۔ شرم
اور ندامت کے ساتھ میں اس سے پہلے بھی اس حقیقت کا اعتراف کر چکا ہوں
اور اب بھی کرتا ہوں کہ آج بدقسمتی سے وہ مسلمان بھی جو اپنے آپ کو مذہب کا سچا
پیرو خیال کرتے ہیں، اصلی اور حقیقی مذہب سے اور مذہب کے مقصد سے بالکل بیگانہ
ہیں یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کی اخلاقی پستی اس درجہ رونما ہو گئی ہے لیکن اس کے
لئے اسلام کسی طرح ذمہ دار نہیں ہو سکتا۔ اسلام تو صرف ان لوگوں کا ذمہ لے
سکتا ہے جنہوں نے اسلام کی تعلیمات کو اچھی طرح سمجھا ہے اور ان کی پابندی
کر کے خود کو انسان کامل بنانے کی کوشش کی۔ جو لوگ اپنے آپ کو صرف اسلئے
مسلمان کہتے ہیں یا سمجھتے ہیں کہ وہ کسی مسلمان کے گھر پیدا ہو گئے ہیں اور جنہیں اسلام
کی تعلیم سے کوئی دور کا واسطہ بھی نہیں ہے ان کی غلط روی کی ذمہ داری کسی حالت
میں بھی اسلام کے سر عائد نہیں ہو سکتی۔ اس کے لکھنے کا حقیقی مقصد ہی صرف یہ ہے
کہ اس کے ذریعہ سے صرف غیر مسلموں کو نہیں بلکہ خود مسلمانوں کو یہ بتایا جائے کہ
اسلام انھیں کیا بنانا چاہتا ہے اور ایک مسلمان کو دنیا میں کس قسم کی زندگی
بسر کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

ہمارے علمائے کرام کا طرز عمل اکثر حالتوں میں یہی ہے کہ وہ خود تو سب کچھ
جانتے اور سمجھتے ہیں لیکن شاید عامۃ المسلمین کو اس قابل نہیں سمجھتے کہ انھیں ان
قوانین سے مطلع کر دیا جائے جو اسلام کے خدا نے ان کے لئے بنائے ہیں اس
لئے ان کے وعظوں میں عام طور پر یہ غلط تعلیم ملا کرتی ہے کہ "اچھے دیندار بنو"
حالانکہ اسلام ہمیں "اچھے دنیادار" ہی بنانے کے لئے آیا ہے۔ رات دن
یہ سنتے سنتے کہ ہمیں اچھے دیندار بننا چاہیے لوگ یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ "دین"
کوئی علیحدہ چیز ہے جسے "دنیا" سے کوئی علاقہ نہیں اور یہی وہ مہلک غلطی ہے
جس نے ہمیں دین اور دنیا دونوں سے کھو دیا ہے کوئی شخص بغیر "اچھا دنیادار"
بنے ہوئے "اچھا دیندار" بن ہی نہیں سکتا کیونکہ دین تو اسی راستہ کا نام
ہے جو اس دنیا میں رہنے کے لئے ہم اختیار کریں۔ کوئی شخص جو ایماندار شہری نہیں
ہے ہرگز ہرگز اچھا اور سچا مسلمان نہیں ہو سکتا اس لئے اگر ہم عوام کو یہ اصول
سکھا دیں کہ "اپنی دنیا کو سنبھال لو تو دین خود ہی سنبھل جائیگا" تو یہ زیادہ صحیح
طریق کار ہو گا۔ لیکن دیکھا یہ جاتا ہے کہ علمائے کرام جب کسی کو وعظ و نصیحت کرتے
ہیں تو وہ یہی ہوتی ہے کہ اپنے دین کو سنبھالو تو دنیا خود سنبھل جائے گی عوام جن

کی عقلیں محدود اور معلومات تنگ ہوتی ہیں صرف زبانی اور جسمانی عبادتوں کو دین سمجھکر ان کے تو پابند ہو جاتے ہیں اور ان کے علاوہ جو کچھ اسلامی تعلیم ہے اور جو حقیقتاً اسلامی تعلیم کی روح ہے اس سے کامل بے پروائی برتنے لگتے ہیں اور اس صورت حال کا لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے جو آج نکلا ہے کہ مسلمان پستی اور ذلت کے عمیق ترین غار میں جا پڑے ہیں اور اب اُن کا دین درست ہے نہ دنیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ العلم علمان علم الابدان وعلم الادیان یعنی علم دو ہی ہیں ایک بدنوں کا علم اور دوسرا دینوں کا علم لیکن خدا ہی جانے کیوں ہمارے علماء نے عام طور پر یہ یقین کر رکھا ہے کہ علم صرف ایک ہے اور وہ دینوں کا علم ہے اور اب ہر عالم دو علم ابدان کی طرف توجہ کرنا اپنی شان تقدس کے خلاف خیال کرتا ہے۔ اگر یہ خرابی یہیں تک محدود ہوتی تب بھی صبر کر لیا جاتا۔ لیکن بد نصیبی تو یہ ہے کہ انہی پیشوایان دین نے علم دین کو بھی صرف چند فقہی مسائل کے علم تک محدود کر دیا ہے اور ان میں اب ایسے لوگ بہت ہی کم ہیں جنہیں اس کا خیال بھی آتا ہو کہ نماز روزہ اور حج و زکوٰۃ کے علاوہ اسلام نے تمدن اور تہذیب کے متعلق بھی کچھ حکم دیئے ہیں اور ان چار ارکان اسلام کے بالمقابل کہ جنھیں حقوق اللہ کا نام دیا گیا ہے سینکڑوں احکام حقوق العباد کے متعلق بھی ہمیں ملے ہیں اور نہایت صاف اور واضح الفاظ میں ہمیں بتایا گیا ہے لیس البران تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب ولکن البر الخ یعنی یہ نیکی نہیں ہے کہ تم پورب کی طرف یا پچھم کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو جاؤ بلکہ نیکی تو یہ ہے کہ تم خدا پر قیامت کے دن پر فرشتوں پر اللہ کی کتاب پر اور اللہ کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور اللہ کی محبت میں اپنا مال اپنے رشتہ داروں کو یتیموں کو مسکینوں کو مسافروں کو اور محتاجوں کو دو اور لوگوں کی گردنیں غلامی سے آزاد کراؤ اور نماز پڑھو اور زکوٰۃ دو اور جب کوئی عہد کرو تو اسے پورا کرو اور سختی اور تکلیف کے موقعوں پر صبر کرو جو لوگ ایسا کرتے ہیں وہ ہی سچے مسلمان اور وہی پرہیزگار ہیں یہی نہیں بلکہ دوسری جگہ قربانیوں کے ذکر میں خدائے پاک نے فرمایا ہے لن ینال اللہ لحومھا ولا دماءھا ولکن ینالہ التقوی منکم یعنی اللہ تعالےٰ کے پاس ان کے گوشت پہنچتے ہیں اور نہ خون لیکن اللہ کے پاس تمہاری پرہیزگاری پہنچتی ہے۔ ذات باری کے ان ارشادات سے یہ بات اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ اصل چیز ہماری جسمانی اور ظاہری عبادتیں نہیں ہیں بلکہ اصل چیز مخلوق خدا کی خدمت کرنا اور جن چیزوں سے منع کیا گیا ہے ان سے پرہیز کرنا ہے۔

(بقیہ سالار صفحہ ۱۸) اور جگا اندر مسلمان واپس آنے پر مجبور ہوئے لیکن چار مسلمان جن میں خود حضرت عمرو بن العاص اور مسلمہ بن مخلد بھی تھے باہر نہ نکل سکے یہ لوگ حمام میں چھپ گئے رومیوں نے انھیں گھیر لیا اور کہا کہ ہمارے کچھ لوگ تمہارے ہاں قید ہیں ہم ان سے تبادلہ کرنا چاہتے ہیں۔ ان لوگوں نے انکار کیا تو دوسری شرط یہ پیش کی کہ ایک آدمی تمہارا اور ایک ہمارا مقابلہ کرے اگر تمہارا آدمی غالب ہو تو تم جا سکتے ہو۔ چنانچہ حضرت مسلمہ اور ایک قوی رومی سے مقابلہ ہوا۔ حضرت مسلمہ نے رومی کو مار لیا اور رومیوں نے ان چاروں کو راستہ دیدیا۔ بعد میں رومیوں کو جب اس کا علم ہوا کہ مسلمانوں کے سردار ہی ان میں تھے تو بہت افسوس ہوا۔ مسلمانوں نے دیکھا کہ جنگ طول ہو رہا ہے اسلئے ایک دن زبردست تیاری کے ساتھ قلعہ پر حملہ کر کے قبضہ کر لیا اور مصر کا دارالسلطنت بھی پرچم اسلام کے زیر سایہ آگیا۔

اسکندریہ کی فتح کے بعد حضرت عمرو بن العاص نے امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضؓ کو نامہ فتح لکھا کہ اس شہر میں چار ہزار حمام۔ چار سو شاہی سیر گاہیں بارہ ہزار باغ ہیں۔ معاویہ بن خدیج کو یہ خط دیا گیا اور ہدایت کی گئی کہ جلد سے جلد دربار خلافت میں فتح کی خوشخبری پہنچائے چونکہ دوپہر کا وقت تھا معاویہ مسجد نبوی گئے اتفاق سے حضرت عمرؓ کی لونڈی نے دیکھا فوراً امیر المومنین کی خدمت میں جا کر اطلاع دی امیر المومنین چادر سنبھالتے ہوئے خود ہی باہر نکل آئے اور فتح کی خبر سنکر سجدہ میں گر پڑے اس کے بعد اہل مدینہ کو بلا کر انھیں مسجد نبوی میں خوشخبری سنائی۔ جب حضرت عمرؓ گھر واپس آئے تو معاویہؓ سے پوچھا کہ تم سیدھے یہاں فوراً کیوں نہیں چلے آئے معاویہؓ نے کہا دوپہر کا وقت تھا خیال ہوا کہ آپ آرام فرما رہے ہونگے یہ سنکر امیر المومنین نے فرمایا کہ افسوس تمہارا میرے متعلق یہ خیال ہو میں دن کو آرام کروں تو خلافت کا بار کون سنبھالیگا۔ مصر کے اکثر مقامات پہلے ہی فتح ہو چکے تھے۔ باقی اسکندریہ کی فتح کے بعد مفتوح ہوگئے ان میں ایک مقام دمیاط تھا۔ دمیاط کا حاکم مقوقس کا ماموں الہاموک تھا حضرت مقداد اس کی فتح کے لئے بھیجے گئے الہاموک نے شہر سے نکل کر مسلمانوں کا مقابلہ کیا لیکن شکست کھا کر واپس گیا اور اپنے مشیروں کو بلا کر ان سے رائے طلب کی ان میں ایک حکیم تھا اس نے صلح کی رائے دی الہاموک کو اس کی رائے پسند نہیں آئی اور اسے قتل کر دیا الہاموک کا ایک بیٹا شطا نہایت دور اندیش تھا وہ مسلمان ہو گیا اس نے مسلمانوں کو قلعہ کا پوشیدہ راستہ بتا دیا مسلمان اس راستے سے شہر میں داخل ہو گئے اس طرح یہ شہر بھی مسلمانوں کے قبضہ میں آگیا۔ ان جنگوں میں بڑی تعداد قبطی گرفتار ہوئے تھے حضرت عمرو بن العاص نے امیر المومنین حضرت عمر فاروق سے دریافت کیا کہ ان قیدیوں کیساتھ کیا سلوک کیا جائے دربار خلافت سے ہدایت آئی کہ ان قیدیوں سے کہدو کہ اسلام قبول کرینگے تو ان کو وہ تمام حقوق حاصل ہوں گے جو مسلمانوں کو حاصل ہیں ورنہ جزیہ دینا ہوگا۔ حضرت عمرو بن العاص نے تمام قیدیوں اور عیسائی سرداروں کو جمع کیا ایک جانب عیسائی بیٹھے اور دوسری جانب مسلمان درمیان میں قیدی رکھے گئے حضرت عمرو بن العاص نے حضرت امیر المومنین کا فرمان پڑھکر سنایا بہت سے عیسائیوں نے اسلام قبول کیا۔ قبطیوں کا پیشوائے اعظم بطریق بنیامین روپوش تھا حضرت عمرو بن العاص نے اس کو اپنے منصب پر مامور کیا اور گرجاؤں کے متعلق جو کچھ رعائتیں طلب کیں دیں۔ مذہبی آزادی ملنے پر عیسائیوں نے بڑی خوشیاں منائیں گرجوں میں تقریریں ہوئیں اسقف باسلی نے اپنی تقریر کے دوران میں کہا "رومیوں کے دیرینہ مظالم کے بعد آج میں اسکندریہ میں نجات و طمانیت کا دور دیکھ رہا ہوں" مصر کی فتح کے بعد بامیون میں حضرت عمرو بن العاص نے دار الخلافہ تعمیر کرایا اور اسے شہر فسطاط کے نام سے مشہور کیا عربی میں فسطاط خیمہ کو کہتے ہیں شروع جنگ میں اسلامی فوج یہاں خیمہ زن ہوئی تھی تو حضرت عمرو بن العاص جس خیمہ میں مقیم تھے اس میں کبوتر نے گھونسلا بنا دیا تھا جب خیمہ اکھاڑا جانے لگا تو گھونسلا دکھائی پڑا حضرت عمرو بن العاص کے حکم سے یہ خیمہ اسی طرح چھوڑ دیا گیا اور ۲۱ھ میں دار الامارت کے قریب ایک مسجد تعمیر کیگئی یہ مسجد اب تک موجود ہے۔ قلعہ کے بالمقابل نیل کے ساحل پر ایک اور قلعہ اور ساحل تعمیر کرایا ایک نہر کھدوائی جو نہر امیر المومنین کے نام سے موسوم ہوئی اہل ملک کو مذہبی آزادی دیگئی اور انکی اقتصادی خوشحالی کے سامان

کے ماتحت بسنے والوں کو ایک قوم قرار دینے کی کوشش ترک کر دی گئی ہو۔

آئرلینڈ اسکاٹ لینڈ اور انگلینڈ تینوں ملک صدیوں ایک نظام حکومت کے ماتحت رہے ایک زبان بولتے رہے تینوں کے رسم و رواج طور طریق نظام معاشرت ایک ہو گیا۔ اجتماعی حیثیت میں سب کو برٹش نیشن کہا گیا مگر تینوں ملکوں کے باشندے برابر اس کے دعویدار رہے کہ ہم الگ الگ قومیں ہیں، بالآخر آئرلینڈ تو برطانوی یونین سے الگ ہونے میں کامیاب ہو ہی گیا۔ تن اسکاٹ لینڈ کی ہی ہے مگر ابھی تک اس میں وہ زور پیدا نہیں ہوا کہ علیحدگی کا دعوے کرے اور واقعی الگ ہو جائے خود انگلستان کے موجودہ باشندے فرانسیسی فاتحین اور انگلستان کے قدیم باشندوں کی نسل سے ہیں۔ دوسرے یورپین ممالک کی قدیم تاریخ پر نظر ڈالی جائے تو ان میں بھی ان فاتحین کا خون ملیگا جن کی فتوحات تسلط اور قیام کی تفصیلات دنیا نے فراموش کر دی ہیں۔

جرمنی کو دیکھئے پہلے جرمنی کے تمام باشندے ایک قوم سمجھے جاتے تھے اب ہٹلر کے نزدیک صرف وہ جرمن ہیں جو نسلاً آریہ ہیں تمام یہودی اور مخلوط النسل جرمن قوم کے دائرے سے خارج کر دیئے گئے ہیں۔ یہاں وطن اور زبان کا اشتراک کسی شمار میں نہیں۔ محض ایک نسل کے لوگوں کو ایک قوم قرار دیا جا رہا ہے نسل بھی محض کہنے کے لئے یہودی اور آریہ نسل کے جرمنوں کے درمیان حقیقی اختلاف مذہب کا ہے۔ آریہ نسل کے جرمن سب عیسائی ہیں اور سامی نسل کے لوگ یہودی ہیں۔

اقوام کی ترکیب و تشکیل میں اسی اختلاف اختلال اور پراگندگی کی وجہ سے یہ ہوا کہ کسی نے ہم نسل ہم وطن اور ہم زبان گروہ کو قوم کہہ دیا کسی نے ایک نظام حکومت یا بادشاہ کے ماتحت بسنے والی پوری مخلوق کو قوم کہدیا اور کسی نے محض ایک زبان بولنے والوں یا ایک نسل کے لوگوں کو۔

اس وقت یورپ میں جن گروہوں کو قوم کہا جاتا ہے وہ قومیت کی کسی معین تعریف کو ملحوظ رکھکر نہیں بنی ہیں بس یہ ہوا ہے کہ جن اتفاقی وجوہ کی بنا پر اکثر گروہ مجتمع ہو گئے۔ انہی وجوہ کو قومیت کی ضروری شرائط مان لیا گیا غالبًا یہ اتفاقی وجہ ایک ہی تھی کہ یہ گروہ ایک عظیم حکومت کے ماتحت ایک عرصہ تک مجتمع رہا یا انھیں اس طرح جمع رکھنا آسان تھا۔ نسل، زبان اور وطن کا اشتراک جہاں موجود تھا وہاں واقعہ کے طور پر اور جہاں موجود نہ تھا وہاں فرضی طور پر باہمی اتحاد و یکجہتی کو ترقی دینے کے لئے ایک حیلہ بن گیا لیکن یہ اشتراک بھی یورپین ممالک کے باشندوں کو یکجا اور متحد رکھنے کے لئے کافی ثابت نہیں ہوا۔ یورپ میں مسیحیت کی اشاعت کے بعد اور پھر مسیحیت میں پروٹسٹنٹ فرقہ کے پیدا ہونے کے بعد اکثر ممالک میں مذہب کی بنا پر گروہ بندیاں ہو گئیں اور عقیدے کے اختلاف کی بنا پر خانہ جنگیاں ہوئیں فرمانرواؤں نے اس اعتقادی بیماری کو شدت سے روکا۔ جو مذہب خود اختیار کر لیا اسی کی پیروی پر انہوں نے اپنی تمام رعایا کو مجبور کیا اور انتہائی جبر سے۔ یورپین ممالک اور اقوام میں جو یگانگت یکجہتی اور اتحاد اس وقت نظر آ رہا ہے یہ لاکھوں انسانوں کے خون کے بدلے خریدا گیا ہے۔ بالکل مصنوعی ہے اور سیاسی ضروریات کے لئے۔

قومی تفریق کی ضرورت اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس کی ضرورت کیوں پیش آئی کہ انسانوں کے کسی گروہ کو ہر جگہ ایک قوم کہا جائے اور ان کے باہمی تعلقات کو اس بنیاد پر بڑھایا جائے مستحکم کیا جائے اور سب کے جذبات میں اس کے لئے ایک حمیت اور گرمی پیدا کی جائے وہ ایسی حمیت اور گرمی کہ اس کے لئے لوگ جان اور مال قربان کریں۔

تمام اجتماعی کاموں میں لوگوں کا یہی معمول ہے کہ وہ ان کو قائم کرنے ترقی دینے اور کامیاب کرنے کے لئے سب سے پہلے کچھ اغراض و مقاصد معین کرتے ہیں پھر ان لوگوں کو تلاش کرتے ہیں جو ان مقاصد سے متفق ہوں۔ جب چند ایسے لوگ مجتمع ہو جاتے ہیں جو ان مقاصد کو اپنے مقاصد بنا لیں اور جوش کے ساتھ ان کی کامیابی کے لئے جد و جہد کریں فورًا ایک جماعت پیدا ہو جاتی ہے اور ان مقاصد کی ترقی اور تحفظ کی ذمہ دار بن جاتی ہے اسی طرح انجمنیں بنتی ہیں ایسوسی ایشنیں قائم ہوتی ہیں تجارتی کمپنیاں بنتی ہیں سیاسی پارٹیاں قائم ہوتی ہیں یہ سب مبنی ہوتی ہیں مقاصد اور مفاد کے اتحاد ہی پر۔

نسل کی بنا پر ہمدردی انسان کا بہت ہی قدیم اور ابتدائی جذبہ ہے اور اسی طرح وطنیت کا، کنبے اور گھربار کی حفاظت کے جذبہ کو زیادہ سے زیادہ بڑھا دیجئے وہ قوم اور وطن کے لئے جذبۂ محبت کی صورت اختیار کر لیگا۔ زبان تبادلۂ خیالات کا ذریعہ ہے ظاہر ہے ان ہی لوگوں میں آسانی سے محبت و مودت قائم ہو سکتی ہے جو باہم تبادلۂ خیالات کر سکیں اس جذبے کو ابھارنے کے لئے دلائل کی ضرورت نہیں جب دو خاندانوں میں اختلاف پیدا ہوتا ہے تو خاندانی یگانگت کی بنا پر خاندانی مفاد اور ناموس کے تحفظ کے لئے اپیل کی جاتی ہے اور قبیلے یا قبائل کے مجموعے کے درمیان مخاصمت واقع ہوتی ہے تو قبیلے یا قبیلوں کے مجموعوں کے مفاد اور ناموس کی بنا پر۔ اسی طرح جب دو ملکوں کے باشندوں میں ملکی مفاد، عظمت، اقتدار یا تجارت کے معاملے میں اختلاف پیدا ہوتا ہے اور جنگ کی نوبت آتی ہے تو ان دونوں ملکوں میں سے ہر ملک کے باشندے اپنی جمعیتوں کو مضبوط کرنے اور انھیں جان دینے اور جان لینے پر ابھارنے کے لئے اس کے سوا اور کیا کریں کہ وطن اور نسل کے نام سے وہی جذبہ اور تعصب پیدا کریں جو کتوں اور بھیڑیوں اور حیوانوں کے غولوں اور گلوں میں ہوتا ہے اور اسے برانگیختہ کریں۔ یہ مدافعت کی صورت میں لیکن جب اقدام اور ہجوم کی طاقت ہو تو وطنی مفاد کو ترقی دینے قومی وقار کو بڑھانے اور نسلی برتری ثابت کرنے کا جذبہ پیدا کیا جاتا ہے اور اس کو ابھارا جاتا ہے گویا قومی جتھے قائم کرنے کی ضرورت پیش آئی اجتماعی مفاد کو ترقی دینے کے لئے صاف الفاظ میں دوسروں کی حرص و آز سے بچنے کے لئے اور اپنی حرص و آز کو پورا کرنے کے لئے۔

قومی تفریق کے نتائج یہ سب وحشیانہ جذبات ہیں۔ ان ہی کی وجہ سے ملکی وطنی اور لسانی اقوام کے درمیان نفرتیں عداوتیں اور تعصبات قائم ہوئے اور دلنشین ہو گئے۔ انہی عداوتوں نفرتوں اور تعصبات کی وجہ سے دنیا کی اور بالخصوص یورپ کی تاریخ قتل و غارت اور لوٹ کی ایک نہایت ہیبتناک داستان بن گئی۔ درندے بھی اپنی نوع کے اتنے دشمن نہیں ہیں جتنا یہ اشرف مخلوقات انسان ہے۔ ایسا کیوں ہے؟ اسلئے کہ اتحاد کے لئے اور جنگ کے لئے

زندہ ماضی

مصر میں آفتاب اسلام کی پہلی کرن

مصر دنیا کا قدیم ملک ہے اسلامی حملہ کے وقت مصر کے باشندوں کا مذہب عیسائی تھا اور بادشاہ کا نام مقوقس جو قیصر روم کا ماتحت تھا۔ ۶ھ میں حضور صلعم نے جب شاہان عالم کے نام دعوت اسلام کے مکتوبات بھیجے تو مقوقس کے پاس بھی خط بھیجا مقوقس نے اسلام تو قبول نہیں کیا مگر نامہ نبوی کی بڑی قدر کی۔ حاطب بن ابی بلتعہ کو جو مکتوب لیکر گئے تھے نہایت احترام سے ایک سو مثقال سونا بکر اور حضور کیلئے متعدد تحفے جن میں دو عورتیں جن میں ماریہ اور سیرین بہنیں تھیں اور ایک دلدل وغیرہ رخصت کیا۔ ۱۸ھ میں حضرت عمر فاروقؓ بیت المقدس تشریف لے گئے تو عمرو بن العاص نے مصر پر فوج کشی کی اجازت حاصل کی اور چار ہزار مجاہدین کیساتھ مصر کی طرف روانہ ہوئے حضرت عمر فاروق کو اطمینان نہیں تھا اس لئے روانگی کے بعد دست دعا کے بعد حضرت عمرو بن العاص کو تحریر فرمایا کہ تمہارے پاس میرا خط پہنچیگا اگر یہ خط حدود مصر میں داخل ہونے سے پہلے تمہیں ملے تو واپس چلے آنا اور اگر مصر میں داخل ہونے کے بعد ملے تو آگے بڑھنا لیکن حضرت فاروق کا خط عمرو بن العاص کو اس وقت ملا جبکہ وہ مصر میں داخل ہو چکے تھے، اور اس میں واپسی کی ہدایت تھی چنانچہ حضرت فاروق کی ہدایت کے مطابق کہ اگر خط مصر کی سرحد میں داخل ہونے کے بعد ملے تو آگے بڑھ جانا آپ نے اللہ تعالے سے برکت و نصرت کی دعا مانگی اور فوج کو آگے بڑھایا حضرت عمرو بن العاص عریش پہنچے جو مصر اور شام کی سرحد پر تھا اور اس کو فتح کرکے فرما کی طرف جو بحر روم کو خلیج عرب سے جدا کرتا اور مصر کو شام و عرب سے ملاتا ہے بڑھے ایک مہینے کے محاصرے کے بعد شہر فتح ہوگیا۔ فرما کی فتح کے بعد بلبیس پر حملہ کیا یہاں ایک مہینے تک رومیوں اور مسلمانوں میں جنگ ہوتی رہی۔ رومیوں نے ایک رات مسلمانوں پر شب خون مارا ان کا خیال تھا کہ مسلمان غافل ہوں گے۔ مسلمان ہوشیار تھے ایک زبردست جنگ ہوئی مسلمانوں کو فتح ہوئی اس جنگ میں ایک ہزار رومی مارے گئے اور تین ہزار گرفتار ہوئے قیدیوں میں مقوقس کی بیٹی ارمانوسہ بھی تھی حضرت عمرو بن العاص نے شہزادی کو احترام کے ساتھ مقوقس کے پاس بھیجدیا۔ اس فتح کے بعد مسلمان ام دنین کی طرف بڑھے یہ شہر دریا کے ساحل پر تھا یہاں کئی ہفتے تک جنگ ہوتی رہی چونکہ مسلمانوں کی تعداد کم تھی اس لئے ایکبار مجاہدین نے بڑے جوش کیساتھ دھاوا کرکے شہر کو فتح کر لیا مال غنیمت میں کشتیاں بھی ہاتھ آئیں۔

دریائے نیل کے ساحل پر ایک زبردست قلعہ قصر الشمع یا بابلیون تھا یہ شہر مصر کے پایہ تخت اسکندریہ سے دوسرے درجہ پر سمجھا جاتا تھا رومیوں کا نامور سپہ سالار تھیوڈور بیس ہزار فوج کے ساتھ مقیم تھا مسلمانوں کو کشتیاں مل چکی تھیں ان پر چڑھ کر ساحلی مقامات پر حملے شروع کردیئے فیوم کا محاصرہ کیا پھر محاصرہ اٹھا کر عین الشمس کی طرف بڑھے۔ حضرت عمرو بن العاص نے خارجہ بن حذافہ کو تھوڑی سی فوج کیساتھ جبل احمر کی گھاٹی میں متعین کردیا اور تھوڑی سی فوج دریائے نیل کی وادی میں چھپادی اور خود تھوڑے سے معرکہ آرا ہوئے جس وقت شدت سے معرکہ کارزار گرم تھا ابن حذافہ نے گھاٹی سے نکل کر حملہ کردیا رومی گھبرا کر بھاگ کھڑے ہوئے دوسری طرف سے وادی میں چھپے ہوئے مسلمان ٹوٹ پڑے۔ اس طرح تین طرف سے گھیر کر مسلمانوں نے رومیوں کا قتل عام شروع کیا بہت سے رومی بدحواسی میں نیل میں کود پڑے مورخین کا بیان ہے کہ اس جنگ میں بیس ہزار رومیوں میں سے صرف تین ہزار زندہ بچ سکے عین الشمس مسلمانوں کے قبضہ میں آگیا۔ عین الشمس کی فتح کے بعد ستمبر ۶۴۰ء مطابق ۱۹ھ میں حضرت عمرو بن العاص نے قصر الشمع کا محاصرہ کیا دریائے نیل بڑھا ہوا تھا قلعہ کے گرد خندقیں پانی سے لبریز تھیں رومی قلعہ بند ہوکر لڑتے تھے مسلمانوں کے پاس قلعہ شکن آلات نہ تھے اسلئے جنگ نے طول کھینچا جب ایک مہینہ گذر گیا تو حضرت عمرو بن العاص نے دربار خلافت سے مدد طلب کی حضرت فاروق نے ایک فوج روانہ کی جسمیں حضرت زبیرؓ حضرت عبادہؓ حضرت مقدادؓ اور حضرت مسلمہؓ جیسے اکابر صحابہ شریک تھے۔ مقوقس بھی قلعہ میں موجود تھا اسے محسوس ہوا کہ مسلمان قلعہ فتح کرلیں گے اسلئے اس نے قاصد کے ذریعہ ایک پیغام بھیجا جسمیں رومیوں کے حملے کا خوف دلا کر خواہش ظاہر کی گئی تھی کہ چند مسلمان بھیجدیئے جائیں تاکہ ان سے مصالحت کی گفتگو کیجائے حضرت عمرو بن العاص نے جواب میں تحریر فرمایا کہ اسلام قبول کرو اگر اس سے انکار ہے تو جزیہ دینا قبول کرو اگر یہ دونوں باتیں منظور نہیں تو ہم جبر و استقلال کیساتھ لڑیں گے۔ قاصد جواب لیکر واپس گئے تو ان سے مقوقس نے مسلمانوں کی حالت دریافت کی قاصد نے مسلمانوں کی سادگی، ان کی اخوت و مساوات، نماز کی پابندی کا حال سنایا تو مقوقس کی ہمت پست ہوگئی حضرت عمرو بن العاص کی خدمت میں پیغام بھیجا جسمیں نمائندہ بھیجنے کی خواہش ظاہر کی حضرت عمرو بن العاص نے حضرت عبادہ بن الصامت کی سرداری میں دس آدمی بھیجدیئے حضرت عبادہ سیاہ فام تھے مقوقس کو آپ سے گفتگو کرنے میں تامل ہوا اور خواہش ظاہر کی کہ کوئی دوسرا گفتگو کرے مسلمانوں نے کہا عبادہ ہم سب میں بزرگ اور بہتر ہیں اور ہمارے سردار ہیں ہم سب ان کی رائے کے پابند ہیں مقوقس نے مجبور ہوکر حضرت عبادہ سے گفتگو کی دیر تک گفتگو ہوتی رہی حضرت عبادہ نے وہی سابقہ تین چیزیں پیش کیں مقوقس نے کوشش کی کہ مسلمان کسی اور بات پر رضامند ہوجائیں حضرت عبادہ راضی نہیں ہوئے مقوقس نے مجلس شوریٰ میں تمام حالات پیش کئے اور اپنا خیال ظاہر کیا کہ جزیہ دیکر مسلمانوں سے صلح کرلینی چاہیے۔ لوگوں نے اس کی رائے کی مخالفت کی جنگ دوبارہ شروع ہوگئی اور رومیوں کے لوگ بڑی تعداد میں مارے گئے تو انہوں نے مسلمانوں سے صلح کرلی۔ صلح کی خبر قیصر روم کو پہنچی تو وہ بہت خفا ہوا۔ رومی افسروں کو سلسلہ جنگ جاری رکھنے کا حکم دیا جنگ پھر شروع ہوئی جنگ طول پکڑتی جارہی تھی ایک روز حضرت زبیر بن العوام سیڑھی لگا کر قلعہ کی فصیل پر چڑھ گئے اور کچھ اور مسلمان بھی حضرت زبیرؓ اور دیگر مسلمانوں نے نعرۂ تکبیر بلند کیا رومی گھبرا گئے اور سمجھے کہ مسلمان قلعہ میں داخل ہوگئے حضرت زبیرؓ نے فصیل سے اترکر رومیوں کا مقابلہ کرتے ہوئے قلعہ کا پھاٹک کھول دیا اور مسلمان قلعہ میں داخل ہوگئے رومی سپہ سالار نے اسی وقت صلح کی درخواست کی جو قبول کرلیگئی۔ قلعہ بابلیون کا محاصرہ سات مہینے تک جاری رہا اور اپریل ۶۴۱ء مطابق ۲۰ھ میں مصر کا یہ زبردست شہر فتح ہوا۔ بابلیون کی فتح کے بعد حضرت عمرو بن العاص اسکندریہ کیطرف بڑھے مقوقس سے جو معاہدہ ہوا اسے ہرقل قیصر روم نے ماننے سے انکار کیا اور اپنے افسروں کو جنگ جاری رکھنے کا حکم دیا مقوقس نے حضرت عمرو بن العاص کو کہلا بھیجا کہ میری قوم یعنی قبطی معاہدہ پر قائم ہے اسلئے میری قوم کو کوئی نقصان نہ پہنچایا جائے۔ حضرت عمرو بن العاص نے جواب میں کہا کہ تمہاری قوم معاہدہ صلح پر قائم ہے تو اس معاہدہ کے مطابق اسلامی فوج کے لئے رسد کا سامان کرے اور جہاں ضرورت ہو سڑکیں اور پل تعمیر کرے مقوقس اس پر راضی ہوگیا اور قبطی مسلمانوں کی مدد کرتے رہے۔

قیصر نے قسطنطنیہ سے زبردست رومی فوج بھیجی۔ مسلمان جابجا رومیوں کو شکست دیتے ہوئے قصر الشمع سے بائیس دن میں اسکندریہ پہنچے مسلمانوں کی تعداد بارہ ہزار سے کچھ زیادہ تھی اور رومیوں کی پچاس ہزار سے زیادہ جنگ شروع ہوئی مسلمان برابر شہر کی فصیلوں اور برجوں پر بڑھ بڑھ کے حملے کر رہے تھے حضرت عمرو بن العاص ایک ہاتھ میں تلوار اور دوسرے ہاتھ میں علم لئے ہمیشہ فوج کے آگے رہتے ایکبار مجاہدین جوش جہاد میں قلعہ کے اندر گھس گئے لیکن رومیوں نے قدم جما کر مسلمانوں

رحیم در محافظ تو اللہ ہی ہے آدمی کی رحمت و شفقت اور نگہداشت حفاظت ظاہری ہے حتّٰی تُؤْتُوْنِ مَوْثِقًا الخ سے ثابت ہوتا ہے کہ کسی شخص سے اس کی صداقت پر پختہ قسم اور اللہ کی ضمانت لینی صحیح ہے۔ اَللّٰہُ عَلٰی مَا نَقُوْلُ وَکِیْلٌ کا مضمون دلالت کرتا ہے کہ سچ بات پر اللہ کو گواہ کرنا صحیح ہے اور عظمت کبریائی کی نگہداشت سب سے اعلیٰ ہے۔ حضرت یعقوبؑ نے بیٹوں کو نظر بد سے بچنے کی جو تدبیر بتائی اس سے مسلمانوں کو نصیحت حاصل کرنی چاہئے اور علم و عقل کے امکانی اسباب پر کاربند ہونا لازم ہے۔ لیکن اسی کے ساتھ یہ بھی یقین رکھنا چاہئے کہ مدبر و مؤثر و فاعل حقیقی محض ذاتِ الٰہی ہے اسی کے تصرفات عالم میں جاری ہیں کوئی تدبیر اس کے حکم کو بدل نہیں سکتی مگر تو تہ توکل اور اسباب کو بالکل ترک کرنا بھی خلاف عقل و شرع ہے۔ وغیرہ۔

وَلَمَّا دَخَلُوْا مِنْ حَيْثُ اَمَرَهُمْ اَبُوْهُمْ

الحاصل وہ باپ کی ہدایت کے موافق داخل ہوئے

مَا كَانَ يُغْنِيْ عَنْهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا

مگر یہ فعل اللہ کے حکم سے بالکل نہیں بچا سکتا تھا صرف

حَاجَةً فِيْ نَفْسِ يَعْقُوْبَ قَضٰىهَا ۚ وَاِنَّهٗ

یعقوب کے دل میں ایک خطرہ تھا جسکو انہوں نے پورا کر لیا مگر وہ بلاشبہ

لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ

صاحب علم تھے کیونکہ ہم نے ان کو تعلیم دی تھی اور اکثر

النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ ع

لوگ • ناواقف ہیں

تفسیر آیات کا مطلب صاف ہے۔ حضرت یوسفؑ کے بھائی حسب ہدایت والد مصر میں گئے لیکن والد نے شفقت پدری کے اقتضاء کو پورا کیا تھا و۔ نہ واقع میں ان کو حقیقت معلوم تھی۔ امام نخعی نے بیان کیا ہے کہ حضرت یعقوبؑ کو معلوم تھا کہ عزیز مصر میرا بیٹا یوسف ہے لیکن آپ کو اجازت نہ تھی کہ اس راز کو ظاہر کریں۔ اس روایت سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ انبیاء و اولیاء کو کچھ باتیں ایسی معلوم ہوتی ہیں جن کو ظاہر کرنے کی ان کو اجازت نہیں ہوتی خواہ قطعاً چھپانے کی تاکید ہوتی ہے یا صریح بیان کی اجازت نہیں ہوتی لیکن اس کے باوجود ان کا ظاہری برتاؤ ایسا ہوتا ہے کہ گویا بالکل واقف نہیں ہیں۔

آیت وَاِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰهُ کی تفسیر میں بعض واقفانِ اسرار نے بیان کیا ہے کہ علوم پانچ طرح کے ہوتے ہیں:- (۱) دنیا حاصل کرنے کے لئے تجارت صنعت و حرفت وغیرہ (۲) انتظام دنیوی کے لئے کل قوانین سیاست اور ضوابط انتظام اس میں داخل ہیں (۳) وہ علم جو موجب زینت ہے طبیعت میں جولانی اور تحقیقات عالم کی استعداد پیدا کرتا ہے۔ تمام علوم طبعیہ و الٰہیہ اسی میں داخل ہیں۔ (۴) وہ علم جس سے زہد عبادت مجاہدہ خطرات نفس سے بچاؤ اور اوامر و نواہی کی وہ تنفیذ ہو جائے۔ یہ ظاہری شرائع کا علم ہے (۵) وہ علم جو آزادی و انقطاع کے لائق ہو اور شاہد مقصود سے ہم کنار کر دے۔ یہ شریعت کا مغز ہے لیکن اس میں دھوکہ اور غلطی بہت ہو جاتی ہے صحت و غلطی کو جانچنے کا معیار ظاہر شریعت کی مطابقت و عدم مطابقت ہے۔ حضرت یعقوبؑ کے جس علم کی صراحت خدا تعالیٰ نے فرمائی اس سے علم کا یہ آخری مرتبہ مراد ہے جو محض عطیہ ربانی ہے۔

مقصود بیان:- آیات بتا رہی ہیں کہ صرف ظاہری اطمینان کے لئے تدبیر کرنی اگرچہ ناجائز نہیں مگر حقیقت پر نظر رکھنی لازم ہے۔ اکثر لوگ اپنی اسکیموں اور تدبیروں پر مغرور ہو جاتے ہیں اور کارخانۂ قدرت کے اندرونی حقیقی کارساز سے غافل ہوتے ہیں۔ اہل معصیت کو ایسا نہ ہونا چاہئے۔ وغیرہ۔

وَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰٓى اِلَيْهِ اَخَاهُ

جب یہ لوگ یوسف کے پاس پہنچے تو یوسف نے اپنے بھائی کو اپنے پاس جگہ دی

قَالَ اِنِّيْٓ اَنَا اَخُوْكَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا

اور کہا میں بلاشبہ تیرا بھائی ہوں جو حرکات یہ کرتے رہے ہیں

كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

تو ان سے رنجیدہ نہ ہو

تفسیر درمیانی قصہ کلام پاک میں نہیں بیان کیا۔ کھانے پر دو دو کو بھائیوں کو ساتھ بٹھانا اور بن یامین کا تنہا رہ جانا اور یوسف کا اس کو اپنے ساتھ یہ کہکر بٹھانا کہ تم مجھے اپنے بھائیوں کی بجائے سمجھو اور پھر بنیامین کا یوسف سے اپنے بھائیوں کی سرد مہری کی شکایت کرنا اور حقیقی بھائی کو پر حسرت لہجہ میں یاد کرنا کچھ نہیں بیان کیا گیا۔ سراج و معالم میں تفسیرات کے ذیل میں مفصل واقعہ موجود ہے۔ ہم بھی ابتداء میں لکھ آئے ہیں دوبارہ لکھنا موجب طوالت ہے۔ یہاں یہ ظاہر کرنا ضروری ہے کہ اگر یوسفؑ بنیامین کو اچانک اطلاع دیتے تو شادی مرگ ہو جانے کا اندیشہ تھا۔ اس لئے بتدریج آگاہ کیا۔ پھر یہ آزمائش بھی مقصود تھی کہ بھائیوں کا برتاؤ بن یامین کیساتھ کیسا ہے۔ واقعی وہ اس کو اپنا چھوٹا بھائی جانتے ہیں یا وہی سوتیلے کا برتاؤ کرتے ہیں جب سب بھائی دو دو ہو کر بیٹھ گئے اور بن یامین کو تنہا چھوڑ دیا۔ تو ان کی محبت کی حقیقت بھی آشکارا ہو گئی۔

مقصود بیان: آیات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ سب سے پہلے حضرت یوسف نے واقعہ کی اطلاع بن یامین ہی کو دی۔ بن یامین کو کچھ شک ہوا تو موکد طور پر فرمایا میں درحقیقت تیرا بھائی ہوں۔ اس میں کچھ شک نہیں ہے۔ یوسف کے اس برتاؤ سے یہ حقیقت بھی واضح ہو جاتی ہے کہ آدمی فطرتاً حقیقی بھائی سے جتنی محبت رکھتا ہے اتنی غیر حقیقی سے نہیں رکھتا۔ گویا نسب کا تغیر و بعد محبت کی زیادتی و کمی کا سبب ہے۔ وغیرہ۔

فَلَمَّا جَهَّزَهُم بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ السِّقَايَةَ

پھر جب اُن کا سامان تیار کر دیا تو ایک کٹورا اپنے بھائی کی خورجین

فِي رَحْلِ أَخِيهِ ثُمَّ أَذَّنَ مُؤَذِّنٌ أَيَّتُهَا

میں رکھوا دیا اور منادی نے ندا دی کہ

الْعِيرُ إِنَّكُمْ لَسَارِقُونَ ○ قَالُوا وَأَقْبَلُوا

قافلہ والو تم ضرور چور ہو وہ اُن کی طرف منہ کر کے

عَلَيْهِم مَّاذَا تَفْقِدُونَ ○ قَالُوا نَفْقِدُ

بولے تمہاری کیا چیز گم ہو گئی ہے انہوں نے کہا شاہی پیمانہ

صُوَاعَ الْمَلِكِ وَلِمَن جَاءَ بِهِ حِمْلُ بَعِيرٍ

ہم کو نہیں ملتا جو شخص اُس کو لائیگا اُسکو ایک بار شتر کا ملیگا

وَأَنَا بِهِ زَعِيمٌ ○ قَالُوا تَاللَّهِ لَقَدْ عَلِمْتُم

اور میں اُس کا ضامن ہوں وہ بولے خدا کی قسم تم جانتے ہو کہ

مَّا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِي الْأَرْضِ وَمَا كُنَّا سَارِقِينَ ○

ہم اس ملک میں فساد پھیلانے نہیں آئے اور نہ ہم کبھی چور رہے

تفسیر: مفصل قصہ ہم اوپر لکھ چکے ہیں۔ ان آیات میں بھی کچھ اختصار کے ساتھ اسی کا بیان ہے۔ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ وہ برتن جو بنیامین کے کجاوہ میں چھپا دیا گیا تھا۔ ابن اسحاق اور اکثر علماء کے قول کے بموجب چاندی کا تھا۔ بعض نے سونے کا ہونا ظاہر کیا ہے۔ عکرمہ کہتے ہیں چاندی کا تھا اور اُس کو غلہ ناپنے کا پیمانہ بنا دیا گیا تھا اور وہ جوا ہر تھا۔ ابن زید کا قول ہے کہ وہ پانی پینے کا کٹورا تھا۔ مگر اُس وقت اُس سے غلہ ناپا جاتا تھا۔ ابن عباس، مجاہد، قتادہ اور ضحاک کا بھی یہی قول ہے۔ سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ صُوَاعَ الْمَلِكِ چاندی کا تھا اُس سے پانی پیتے تھے اور ایسا تھا جیسا عرب میں مکوک ہوتا ہے۔ اور حضرت عباس کے پاس اسلام سے پہلے ایسا ہی پیالہ تھا۔ ان تمام روایات کا نتیجہ یہ نکلا کہ سقایہ اور صواع ایک ہی چیز تھی۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

منادی نے قافلہ والوں کو ندا دی کہ تم چور ہو۔ کیا محض شبہ کی بنا پر کسی کو چور کہنا جائز ہے؟ اور پھر حضرت یوسف کو تو معلوم تھا کہ بنیامین کے کجاوہ میں پیالہ میں نے خود پوشیدہ کرایا ہے۔ ایسی صورت میں تو کسی پر چوری کا شبہ بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ رازی نے اس کا جواب دیا ہے کہ جب پیالہ گم ہو گیا تو حضرت یوسف نے خود آدمی بھیج کر کہلوایا کہ پیالہ قافلہ والوں میں سے کسی کے پاس ہوگا۔ یا خود شاہی خادموں کا ادھر خیال گیا۔ بہرحال آدمی دوڑا اور اُس نے بغیر اجازت یوسف کے یہ الفاظ کہہ کر قافلہ والوں کو پکارا۔ آپ نے نہ اجازت دی اور نہ رضامندی ظاہر کی۔ قرآن میں صرف اتنا مذکور ہے کہ یوسف نے پیمانہ پوشیدہ کرا دیا یہ نہیں ہے کہ آواز بھی خود دلوائی۔

مقصود بیان: بادشاہ کا فرض ہے کہ رعایا کے فقر و فاقہ کی خبرگیری کرے اور نہ فقط اپنی رعایا کی بلکہ اُس کی سلطنت میں آنے والا کوئی مسافر بھی بھوکا نہ مرے۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ مسافروں کے اہل و عیال کے لئے کچھ سرمایۂ معاش اُن کے ساتھ کر دے جس طرح حضرت یوسف نے اپنے بھائیوں کو دیا۔ اگر کسی تدبیر سے کوئی لطیف حیلہ کیا جائے جس سے کسی کو نقصان پہنچانا مقصود نہ ہو بلکہ فائدہ پہنچانا ہو تو جائز ہے۔ جیسا حضرت یوسف نے بنیامین کے کجاوہ میں پیمانہ پوشیدہ کرا دیا تھا۔ چور کو دریافت کرنے کے لئے مشتبہ لوگوں کی تلاشی جائز ہے اور تلاش کے لئے کسی خاص شخص کو مامور کرنا بھی درست ہے۔ اگر کوئی شخص واقعی مجرم ہو اور اُس کے اس جرم کا انکشاف نہ ہو سکے تو اغلب ہے کہ اسی قسم کے کسی اور جرم میں وہ مستحق قرار دیا جائے اگرچہ اُس نے یہ دوسرا جرم نہ کیا ہو۔ جس طرح برادران یوسف نے یوسف کو بطور سرقہ فروخت کر دیا اور اُن کا جرم ابتدا میں نہ کھلا لیکن شاہی پیمانہ چوری ہونے پر اُن کو سارق کہا گیا باوجودیکہ سارق نہ تھے۔ یہ جرم اول کی فطرتی سزا تھی۔ حصول وصال اور نیل سعادت کے بعد دنیا کی ہر ملامت و سرزنش اور بہترین خطاب آدمی کو ہیچ معلوم ہوتا ہے اُس پر کسی طعن و تشنیع اور سزا الفاظ کا اثر نہیں پڑتا۔ چنانچہ بنیامین کو جب بھائی کا وصال حاصل ہو گیا تو دوسرے بھائیوں کی سرزنش و نکوہش اور شاہی آدمیوں کا اُن کو سارق کہنا کوئی چیز اُن کی ناگواری کا باعث نہ تھی۔ اس میں ایما ہے اس بات کی طرف کہ جو لوگ قرب الٰہی میں پہنچ جاتے ہیں اور اُن کو لذتِ وصال حاصل ہو جاتی ہے اُن کو دنیا کے نابینا اور بدباطن لوگ کچھ بھی کہیں مکار یا ہوس پرست یا مجنون و دیوانہ کے لقب سے یاد کریں مگر اُن کو اس سے کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔ وغیرہ

قَالُوا فَمَا جَزَاؤُهُ إِن كُنتُمْ كَاذِبِينَ

شاہی آدمیوں نے کہا اگر تم جھوٹے ہو تو چور کی کیا سزا ہے؟

قَالُوْا جَزَآؤُهٗ مَنْ وُّجِدَ فِیْ رَحْلِهٖ فَهُوَ

انہوں نے کہا سزا یہ ہے کہ جس کی خورجین میں پیمانہ پایا جائے وہی شخص

جَزَآؤُهٗ ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِی الظّٰلِمِیْنَ ۝

اُس کا عوض ہے ہم ظالموں کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں

فَبَدَاَ بِاَوْعِیَتِهِمْ قَبْلَ وِعَآءِ اَخِیْهِ ثُمَّ

پھر یوسف نے اپنے بھائی کی خورجین سے پہلے اُن کی خورجینوں کی تلاشی شروع کی

اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِّعَآءِ اَخِیْهِ ؕ كَذٰلِكَ

اور بعد کو وہ پیمانہ اپنے بھائی کی خورجین سے نکال لیا ہم نے

كِدْنَا لِیُوْسُفَ ؕ مَا كَانَ لِیَاْخُذَ اَخَاهُ

یوسف کو یہ تدبیر بتائی تھی کیونکہ شاہی قانون میں وہ اپنے بھائی

فِیْ دِیْنِ الْمَلِكِ اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ

کو نہ پکڑ سکتا تھا ہاں اگر مشیت خدا ہوتی تو خیر

نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ وَفَوْقَ كُلِّ

ہم جس کے چاہتے ہیں درجے بلند کرتے ہیں اور ہر

ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٌ ۝

جاننے والے سے بڑھ کر جاننے والا ہے

تفسیر جب منادی کی نداسن کر بھائیوں نے اپنی برئیت ظاہر کی اور بولے ہم اہل تقویٰ ہیں مفسد نہیں ہیں چوری ہمارا شیوہ نہیں ہے تو شاہی چوبداروں نے کہا اگر تمہاری چوری ثابت ہو جائے تو تم کیا سزا تجویز کرتے ہو؟ اہل قافلہ نے کہا جس کے سامان میں پیمانہ برآمد ہو جائے اُس کو غلام بنا لیا جائے۔ چور کو سزا دینے کا ہمارے ہاں یہی دستور ہے۔ قانون مصر میں اگرچہ چور کو غلام بنانے کی سزا نہ تھی مگر برادران یوسف نے اپنی شریعت کے مطابق یہ سزا تجویز کی گویا چوری سے اپنا بری ہونا نہایت بے باکی سے ظاہر کیا۔ غرض تفتیش شروع کی گئی۔ سب سے پہلے دوسرے بھائیوں کے سامان کی تلاشی لی۔ آخر میں بنیامین کا سامان کھولا اُس میں پیمانہ برآمد ہوا نتیجہ میں وہ سزا تجویز کی گئی جو اہل قافلہ نے خود بیان کی تھی اور بنیامین کو روک لیا گیا آیت كَذٰلِكَ كِدْنَا لِیُوْسُفَ کے ذیل میں ابن اعرابی نے کہا کہ کید کے معنی ہیں تدبیر کرنا خواہ کسی حق مقصد کے لئے ہو یا باطل کے لئے۔ یوسف نے جو تدبیر کی وہ حق مقصد کے لئے تھی۔ تفسیر سراج میں ہے کہ مخلوق کا کید تو حیلہ اور مکر ہوتا ہے اور اللہ کا کید تدبیر حق کا نام ہے۔

مقصود بیان:- آیات سے ثابت ہے کہ کسی کا حق ضائع کرنے کے بغیر حیلہ اور تدبیر کرنا جائز ہے۔ قانون مصر میں چور کی سزا غلامی نہ تھی بنیامین کو روکنے کی تدبیر حضرت یوسف کو الہام سے معلوم ہوئی۔ حضرت یوسف کو اپنے بھائیوں پر بہت زیادہ فضیلت حاصل تھی۔ معیار فضیلت علم ہے اور بھائی بھی عالم تھے مگر یوسف سب سے زیادہ عالم تھے۔ دنیا میں کسی کو کمال علمی حاصل نہیں ہر عالم سے بڑھ کر عالم ہوتا ہے۔

قَالُوْۤا اِنْ یَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ

یہ لوگ کہنے لگے اگر اس نے چوری کی تو اس سے پہلے اس کا بھائی بھی

مِنْ قَبْلُ ۚ فَاَسَرَّهَا یُوْسُفُ فِیْ نَفْسِهٖ

چوری کر چکا ہے یوسف نے اپنے دل میں اس بات کو چھپا رکھا

وَلَمْ یُبْدِهَا لَهُمْ ۚ قَالَ اَنْتُمْ شَرٌّ

اُن پر ظاہر نہ کیا اور بولے تم بُرے درجے کے

مَّكَانًا ۚ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَصِفُوْنَ ۝

آدمی ہو اور جو کچھ تم بیان کر رہے ہو اُس کو اللہ خوب جانتا ہے

قَالُوْا یٰۤاَیُّهَا الْعَزِیْزُ اِنَّ لَهٗۤ اَبًا

یہ بولے اے عزیز! اس کا ایک

شَیْخًا كَبِیْرًا فَخُذْ اَحَدَنَا مَكَانَهٗ ۚ اِنَّا

بوڑھا باپ ہے اس لئے اسکی بجائے ہم میں سے کسی کو پکڑ لیجئے ہم

نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِیْنَ ۝ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ

جانتے ہیں آپ بھلائی کرنے والے ہیں یوسف نے کہا خدا بچائے

اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗۤ ۙ

کہ ہم سوا اُس کے جس کے پاس ہم کو اپنا سامان ملا ہے اور کسی کو پکڑیں

اِنَّاۤ اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ ۝ ع

اگر ایسا کریں گے تو ہم ظالم ہوں گے

تفسیر پہلے تو برادران یوسف نے نہایت بے باکی سے کہا تھا کہ جس کے پاس پیمانہ برآمد ہو اُس کو گرفتار کرکے غلام بنا لیں لیکن جب بنیامین کے سامان میں برآمد ہوا اور شرمندہ ہوئے تو بنیامین کو طعن و سرزنش کرنے لگے بیان کرتے ہیں بے قصوری اور بنیامین کا سوتیلاپن ظاہر کرنے کے لئے غصہ میں یوسف اگر یہ شخص اب چوری کرتا ہے کچھ تعجب کی بات نہیں اس سے پہلے اس کا ماں جایا بھائی بھی چوری کر چکا تھا۔ سعید بن جبیر نے بروایت قتادہ بیان کیا ہے کہ یوسف نے اپنے نانا کا بت چرا کر توڑ ڈالا تھا محمد بن اسحاق نے بروایت مجاہد بیان کیا ہے کہ حضرت یعقوب کی ایک بڑی بہن تھی اور اولاد ابراہیم کا دستور تھا کہ حضرت ابراہیم کی کمر کا پٹکا جو بہت متبرک سمجھا جاتا تھا بڑی اولاد کو ملا کرتا تھا خواہ لڑکا ہو یا لڑکی چنانچہ یہ پٹکا حضرت اسحاق کے توسط سے حضرت یعقوب کی بڑی بہن کو ملا تھا پھوپھی نے یوسف کو گود لے لیا تھا یعقوب کو یوسف کی جدائی کی تکلیف ہوئی تو وہ بہن کے پاس یوسف کو لینے گئے۔ بہن کو یہ بات منظور نہ تھی انہوں نے یوسف کو روکنے کی ایک تدبیر کی۔ حضرت اسحاق کا پٹکا چھپا کر یوسف کی کمر میں باندھ دیا۔ جب حضرت یعقوب یوسف کو لیجانے لگے تو بہن نے وہی پٹکا تلاش کیا۔ ڈھونڈتے ڈھونڈتے یوسف کے پاس برآمد ہوا۔ یعقوب مجبور ہو گئے۔ کیونکہ شریعت کا دستور ہی یہ تھا کہ جس کے پاس چوری کا مال برآمد ہو اُس کو صاحب مال روک سکتا تھا۔ بہن نے یوسف کو روک لیا۔ برادران یوسف نے اسی قصہ کی طرف اشارہ کیا۔ مجاہد نے یہ قصہ اسرائیلیوں کی کتابوں سے اخذ کرکے بیان کیا ہے واللہ اعلم صحیح ہے یا غلط۔ تفسیر سراج میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت یوسف نے گھر کی ایک مرغی پکڑ کر فقیر کو دیدی تھی۔ وہب کا قول ہے کہ دسترخوان کا کھانا چھپا کر آپ فقیروں کو دیدیتے تھے۔ ابن انباری کہتے ہیں کہ مذکورہ واقعات میں سے کوئی فعل بھی سرقہ نہیں تھا مگر بھائیوں نے غصہ میں عار دلانے کے لئے اُس کو سرقہ قرار دیا۔ بہرحال یوسف کو بھائیوں کی زبان سے حسد آفریں تہمت آمیز کلام سن کر بھی غصہ نہ آیا۔ آپ نے دل ہی دل میں کہا تم نے تو اس سے بھی بڑھ کر شرارت کی تھی یعنی اس نے پیمانہ چرایا۔ یا اس کے بھائی نے پٹکا چرایا تھا تو تم نے زندہ آدمی کو چرا کر غلام بنا کر فروخت کر دیا۔ جب سب بھائی مجبور ہو گئے اور دیکھا کہ یہاں کسی طرح دال گلتی نظر نہیں آتی تو عاجزانہ طرز میں کہنے لگے جناب والا اس کا باپ بہت بوڑھا ہے اُس کی اس سے اُنس ہے مہربانی فرما کر اس کو چھوڑ دیجئے اور اس کی بجائے ہم میں سے کسی ایک کو روک لیجئے۔ یوسف نے جواب دیا یہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ ہم تو اُسی کو پکڑیں گے جس کے پاس ہمارا مال برآمد ہوا ہے دوسرے کو پکڑنا تو قطعاً ظلم ہے۔

زمخشری اور بیضاوی نے کہا ہے کہ یوسف کی اصل مراد یہ تھی کہ اللہ نے بذریعۂ وحی مجھے حکم دیا ہے کہ جس کے پاس پیمانہ برآمد ہوا اس کو گرفتار کر لوں۔ اس حکم کی خلاف ورزی کرنا ظلم ہے۔ ابن عادل نے لباب میں بیان کیا ہے کہ شاید اللہ نے یوسف کو اس بات کا حکم دیا تھا اور کسی مراعات کرنے سے جو بنیامین کی رہائی کے متعلق ہو منع کر دیا تھا۔

مقصود بیان:۔ امام رازی نے بیان کیا ہے۔ یہ قصہ دلالت کرتا ہے کہ جب حاسد اپنے حسد سے کوئی فعل کرتا ہے تو باوجود تکمیل فعل کے پھر بھی اس کے دل پر محسود کی طرف سے آگ جلتی رہتی ہے۔ دیکھو بھائیوں نے یوسف کو صرف حسد کی بنا پر کنوئیں میں ڈالا پھر غلام بنا کر فروخت کیا مگر حسد کی آگ نہ بجھی۔ مدت دراز کے بعد بھی طعن آمیز جملہ کہہ گذرے۔ پھر حضرت یوسف کی عالی ہمت اور عاقلانہ حکومت بھی دیکھنی چاہئے کہ اپنے منہ پر جھوٹی تہمت سنتے ہیں اور زبان سے کچھ نہیں کہتے۔ سچ ہے ہر شخص کا حوصلہ جدا ہے۔ فکر ہر کس بقدر ہمت اوست۔ اس کے اندر مسلمانوں کو درس دیا گیا ہے کہ حاسدوں کی حسد کی پرواہ نہ کرو اور اُن کی دریدہ دہنی کا مقابلہ بیہودہ گوئی سے نہ کرو۔ خواص شامی نے اپنے وعظ میں اس قصہ کے ذیل میں فرمایا تھا کہ اس واقعہ میں تنبیہ ہے اس بات پر کہ نصیحت کرنے والا لوگوں کی زبان درازی برداشت کرے جو شخص جہالت اور تہمت ہو گی خود زبانی بھی

فَلَمَّا اسْتَيْأَسُوا مِنْهُ خَلَصُوا نَجِيًّا ۖ قَالَ

غرض جب یہ ناامید ہو گئے تو مشورہ کرنے کیلئے الگ ہو بیٹھے بڑا

كَبِيرُهُمْ أَلَمْ تَعْلَمُوا أَنَّ أَبَاكُمْ قَدْ أَخَذَ

بولا کیا تم کو معلوم نہیں کہ تمہارے باپ نے تم سے

عَلَيْكُم مَّوْثِقًا مِّنَ اللَّهِ وَمِن قَبْلُ مَا

خدا کا پختہ قول قرار لے لیا تھا اور اس سے پہلے تم

فَرَّطتُمْ فِي يُوسُفَ ۖ فَلَنْ أَبْرَحَ الْأَرْضَ

یوسف کے بارہ میں قصور کر چکے ہو میں تو ہرگز اس ملک سے نہیں ٹلونگا

حَتَّىٰ يَأْذَنَ لِي أَبِي أَوْ يَحْكُمَ اللَّهُ لِي ۖ

تاوقتیکہ میرے باپ مجھکو اجازت نہ دیں یا خدا حکم نہ دیدے

وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِينَ ۝ ارْجِعُوا إِلَىٰ أَبِيكُمْ

وہی بہترین حکم دینے والا ہے تم لوگ اپنے باپ کے پاس لوٹ کر جاؤ

فَقُولُوا يَا أَبَانَا إِنَّ ابْنَكَ سَرَقَ ۖ وَمَا

اور ان سے کہو کہ ابا تمہارے بیٹے نے چوری کی اور ہم نے

شَهِدْنَآ اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا وَمَا كُنَّا لِلْغَيْبِ حٰفِظِيْنَ ○

وہی کہا تھا جس کی ہم کو خبر تھی - غیب کی باتوں کے ہم نگراں نہ تھے

وَسْئَلِ الْقَرْيَةَ الَّتِيْ كُنَّا فِيْهَا وَالْعِيْرَ الَّتِيْٓ

جس بستی میں ہم تھے اس سے اور جس قافلہ میں ہم آئے ہیں اُس سے

اَقْبَلْنَا فِيْهَا ۭ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ○

پوچھ لو — اور ہم بلاشبہ سچے ہیں

تفسیر آیات کا مطلب صاف ہے - چند امور تشریح طلب ہیں :-

(۱) بڑے بھائی سے کونسا بھائی مراد ہے؟ بیضاوی معالم اور اکثر تفسیر والوں نے روبیل مراد لیا ہے - مفسر سراج نے کہا کہ شاید عقل میں بڑا مقصود ہو جو شمعون تھا - ابن کثیر کے نزدیک یہودا مراد ہے - اسی نے قتل یوسفؑ سے بھائیوں کو روکا تھا -

(۲) بڑے بھائی نے کہا میں تو یہاں سے ہٹ نہیں سکتا جب تک باپ اجازت نہ دیں یا اللہ مجھے حکم نہ دے - اہل ظاہر نے اس سے استخراج کیا کہ یوسف کے بھائی بھی پیغمبر تھے ورنہ براہِ راست اللہ کے حکم دینے کے کیا معنی - میرے نزدیک یہ غلط فہمی ہے - مطلب یہ ہے کہ بڑے بھائی نے کہا یا تو باپ اپنی طرف سے بغیر وحی کے مجھے اجازت دیں اور مجھے معذور سمجھیں یا اللہ اُن پر وحی نازل فرمائے جس سے ہماری بے قصوری ثابت ہو - ان دو باتوں کے بغیر میں یہاں سے نہیں جا سکتا -

(۳) بیضاوی نے اس موقع پر ایک روایت نقل کی ہے کہ برادرانِ یوسفؑ نے جب بنیامین کی رہائی کے لئے اصرار کیا اور عزیزِ مصر نے کسی طرح نہ چھوڑا تو سب کو غصہ آیا - غصہ کے مارے روبیل کے رونگٹے کھڑے ہوگئے اور بولا اے عزیز قسم ہے خدا کی یا تو ہمارے بھائی کو چھوڑ دے یا میں ایسی چیخ ماروں گا کہ حاملہ عورتوں کے حمل گر جائینگے - یوسفؑ نے اپنے چھوٹے بچہ کو حکم دیا کہ چپکے سے جا کر روبیل کو ہاتھ سے چھو دے - بچے نے حکم کی تعمیل کی - روبیل کا غصہ فوراً فرو ہوگیا کیونکہ اولادِ اسرائیل کا دستور ہی یہ تھا کہ جب کسی کو غصہ آتا اور نسلِ یعقوب کا کوئی فرد اُن کو ہاتھ لگا دیتا تو غصہ زائل ہو جاتا - روبیل بولا یہاں تخمِ یعقوبؑ سے کوئی شخص ضرور ہے - تفسیر سراج وغیرہ میں یہ روایت مفصل مذکور ہے - مگر محض غلط اور اسرائیلیوں کی تصنیف کردہ ہے - حضرت عبداللہ بن سلام نے صاف فرما دیا تھا کہ یہودی بہتان تراش قوم ہے - بات یہ تھی کہ بنی ہاشم میں پیدائشی اثر یہ چلا آتا تھا کہ غصہ کے وقت اگر اُن کے خاندان کا کوئی آدمی ان کی پشت پر ہاتھ لگا دیتا تو غصہ دور ہو جاتا تھا - حضرت عباس کا یہ حال تو مشہور ہی ہے یہودیوں نے بنی ہاشم کی یہ حالت سُن کر اپنے اسلاف کی طرف اسکو منسوب کر دیا جس طرح عیسائیوں نے جب مسیح کو ابن اللہ کہا تو اُن کی ریس میں یہودیوں نے بھی عزیر کو خدا کا بیٹا قرار دے لیا - واللہ اعلم وعلمہ اتم -

مقصودِ بیان :- عقلمند اور ذی شعور مجرم کو تنہائی کے وقت اپنے قصور کا اعتراف ہوتا ہے جس طرح برادران یوسف نے تخلیہ کے وقت حضرت یوسفؑ کے متعلق اپنے قصور کا اعتراف کیا - آیت وما شہدنا الخ بتا رہی ہے کہ شہادت کی بنا علم پر ہے واقع کے مطابق یا غیر مطابق ہونے کا شہادت سے تعلق نہیں کیونکہ غیب کا علم خدا کو ہے - مگر شہادت کے وقت اپنے علم کا اظہار کر دینا چاہئے - کفالت کو شہادت کہنا صحیح ہے - اولاد یعقوب نے بنیامین کی ذمہ داری کی تھی اسی کو شہادت سے تعبیر کیا - کسی بدیہی واقعہ کے متعلق اہل کفر کو بھی شاہد بنانا صحیح ہے - وغیرہ

قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ۭ

یعقوبؑ نے کہا - نہیں - تمہارے دلوں نے یہ بات بنائی ہے

فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ۭ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَنِيْ

خیر اب تو صبر ہی اچھا ہے — امید ہے کہ اُن سب کو اللہ میرے پاس

بِهِمْ جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ○

لے آئے گا — وہی بلاشبہ واقف اور مصلحت بین ہے

وَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰٓاَسَفٰى عَلٰي يُوْسُفَ

یعقوب نے اُن کی طرف سے منہ پھیر لیا اور کہا یوسف پر افسوس ہے

وَابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيْمٌ ○

اور رنج کے مارے (روتے روتے) انکی آنکھیں سفید پڑ گئیں اور دل گھٹنے لگا

قَالُوْا تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ يُوْسُفَ حَتّٰى

بیٹے بولے بخدا تم سدا یوسف کی یاد کرتے رہو گے یہاں تک

تَكُوْنَ حَرَضًا اَوْ تَكُوْنَ مِنَ الْهٰلِكِيْنَ ○

کہ بیمار پڑ جاؤ گے — یا مر جاؤ گے

قَالَ اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ

یعقوبؑ نے کہا میں اپنے رنج و غم کا شکوہ اللہ ہی سے کرتا ہوں

وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَالَا تَعْلَمُوْنَ ۝

اور وہ باتیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے

تفسیر بڑے بھائی کو چھوڑ کر باقی نو بھائی کنعان کو گئے اور حضرت یعقوب کو واقعہ کی اطلاع دی۔ باپ نے (بہ تفسیر بیضاوی) جواب دیا تم غلط کہتے ہو۔ بات صرف یہ ہے کہ یہ تمہاری کارستانی ہے کہ قانون مصر کے خلاف شریعت ابراہیمی کا فتویٰ دیکر بنیامین کو گرفتار کرایا اگر تم ایسی بات نہ کہتے تو ہرگز بنیامین گرفتار نہ ہوتا۔ خیر اب تو صبر کرنا ہی مناسب ہے اور صبر جمیل ہی میرے لئے بہتر ہے۔ امید ہے کہ عنقریب اُن (تینوں) کو اللہ مجھے ملائیگا یہ الفاظ آپ نے بنور الٰہی مکاشفہ کے ذریعہ سے فرمائے تھے۔ پھر فرمایا اللہ ہی کو پورا علم ہے کہ واقعہ کیا ہوا۔ اور وہی اپنی مصلحتوں سے واقف ہے یعنی وہی واقف ہے کہ اس سرگذشت میں کیا اسرار ہیں۔ اس کے بعد لڑکوں کی طرف زیادہ التفات نہ کی اور خلق سے مُنہ موڑ کر خالق کی طرف توجہ کرکے کہا آہ یوسف۔ بس آہ کے سوا کوئی اور لفظ زبان سے نہ نکالا۔ دم گھونٹتے رہے۔ مخلوق سے کوئی شکایت نہ کی۔ رنج کو اندر ہی اندر پی جاتے (قتادہ و ضحاک) ہاں اتنی بات ضرور ہوگئی کہ (روتے روتے) غم کے مارے آنکھیں سفید پڑ گئیں۔ بروایت مقاتل چھ سال تک نابینا رہے۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ آنکھوں کا نور کم ہوگیا تھا۔ شاید طبقہ عنبیہ یا تتہ النور میں پانی اتر آیا ہو۔

باپ کی آہ و بکا کی کثرت دیکھ کر فقط بیٹوں نے یا بیٹوں اور پوتوں نے کہا آپ تو یوسف کو اتنا یاد کرتے ہیں کہ کسی وقت یوسف کی یاد جاتی ہی نہیں۔ اگر یہی حال رہا تو آپ یا دم مرے ہو جائینگے یا مر ہی جائیں تو بعید نہیں۔ حضرت یعقوبؑ نے فرمایا لڑکو! میں تم سے کچھ نہیں کہتا۔ اپنی پریشانی اور رنج کا اپنے اللہ سے شکوہ کرتا ہوں۔ مجھے بعلم نبوت معاملات الٰہی کا جو علم ہے اُس سے تم ناواقف ہو۔ یعنی تم اپنے فعل پر میرے فعل کو قیاس مت کرو۔ میں اللہ کی رحمت و حکمت سے جتنا واقف ہوں اُتنے تم واقف نہیں۔ میرا رونا بھی حکمت پر مبنی ہے۔

مقصود بیان:۔ نبی کے دل میں جو نورِ فراست چمکتا ہے وہ عام مومنوں کے قلبی نور سے زیادہ روشن ہوتا ہے۔ مصیبت کے وقت مسلمان پر لازم ہے کہ دنیا سے مُنہ موڑ کر اللہ کی طرف متوجہ ہو جائے۔ جس طرح حضرت یعقوب نے کیا۔ زیادہ ہائے ہوا اور واویلا کرنا آدابِ ایمان کے خلاف ہے۔ اگر اضطراری آہ نکل جائے تو کچھ حرج نہیں۔ اپنی مصیبت اور کوفت کو دربدر بیان کرتے پھرنا اہل تقویٰ کا کام نہیں بلکہ مومن پر لازم ہے کہ جو کچھ شکوہ شکایت کرنا ہو وہ اپنے رب سے کرے نبی کو جو علم الٰہی ہوتا ہے وہ عام لوگوں کو نہیں ہوتا۔ درد اور دکھ کے وقت اضطراری رونا جائز ہے۔ وغیرہ

مسئلہ گریہ کی تحقیق کم فہم حضرات اعتراض کرتے ہیں کہ حضرت یعقوب باوجود نبی ہونے کے بیٹے کے فراق میں روئے اور ایسے روئے کہ آنکھیں بے نور ہوگئیں۔ یہ امر خلاف شان نبوت ہے اور شریعت اسلامیہ میں بھی ناجائز ہے۔ میں اس مسئلہ کو ذرا تحقیق سے بیان کرتا ہوں۔ آیات احادیث اور اقوال صحابہ و علماء سے ثابت ہے کہ کفار چونکہ آخرت کے قائل نہیں اس لئے مصیبت پڑنے پر وہ بدحواس ہو جاتے ہیں۔ قلب میں صبر کی صلاحیت زائل ہو جاتی ہے۔ انتہائی اضطراب اور بے چینی سے واویلا اور جزع فزع کرتے ہیں۔ چونکہ ایسی بدحواسی دلالت کرتی ہے کہ یہ شخص ارادۂ الٰہی پر قائم نہیں بلکہ مرضی مولا کا منکر ہے اس لئے اس قسم کا جزع فزع کرنا قطعاً حرام ہے خواہ کوئی روئے یا نہ روئے۔ آنکھوں سے آنسو نکلیں یا نہ نکلیں۔ اسی کے متعلق فرمایا ہے کہ نوحہ کرنا جاہلیت کی رسم ہے۔ جاہلیت کے زمانہ میں عورتیں باہم مل کر یا تنہا تنہا گریبان پھاڑتیں منہ اور بال نوچتیں پچھاڑیں کھاتیں اور مجالس نوحہ منعقد کرتیں بین کرنے والی کچھ پیشہ ور عورتیں مقرر تھیں۔ جو لوگ دولتمند تھے وہ اپنی میت پر زور دار نوحہ کرانے کے لئے اُن عورتوں کو مدعو کرلیتے اور جتنی رقم اُن کو ملتی اُسی کے موافق وہ بین کرتی تھیں۔ ایسا نوحہ بالکل حرام ہے مگر بار رقت قلب کے تحت آنسو بہنا، سکون کے ساتھ رونا تو یہ جائز ہے۔ حضورؐ کے صاحبزادہ ابراہیم کا انتقال ہوا تو سرکار کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ . . . فرمایا ابن عوف یہ نرم دلی ہے دل غمگین ہوتا ہے اور آنکھوں میں آنسو بھر آتے ہیں اور ہم صرف وہی بات کہتے ہیں جس سے ہمارا رب خوش ہو۔ اے ابراہیم! ہم تیری جدائی سے بیشک غمگین ہیں۔ (مسلم و بخاری) جب حضرت زینب کی صاحبزادی کا وقت وفات آیا تو انھوں نے حضورؐ کو بلایا۔ دو مرتبہ کے بلانے پر آپ تشریف لیگئے۔ صاحبزادی اُس وقت دم توڑ رہی تھیں۔ حضور رونے لگے ایک صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ روتے ہیں؟ فرمایا میرا رونا شفقت کا ہے (بخاری) حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ کاشانۂ نبوت میں کسی کا انتقال ہوا۔ عورتوں نے رونا شروع کیا۔ حضرت عمرؓ نے ان کو جھڑکا اور منع کیا۔ حضورؐ نے فرمایا عمر ان کو رہنے دو۔ دل کو صدمہ پہنچا ہے۔ آنکھ آنسو بھر لاتی ہے اور زمانہ قریب ہے (نسائی) حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ عثمان بن مظعون کی میت کو حضورؐ نے بوسہ دیا اس وقت آپ کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا رہے تھے (ترمذی و ابو داؤد) حضور گرامی کا وقت وفات آیا تو سیدہ زہراؓ نے کہا وَاکَرْبُ اَبَتَاهُ ہائے میرے باپ کی تکلیف۔ حضورؐ نے فرمایا لخت جگر آج کے بعد تیرے باپ پر کبھی کرب نہ ہوگا۔ جب حضورؐ پردہ پوش ہوگئے تو جناب سیدہ روئیں اور فرمایا یَا اَبَتَاهُ اَجَابَ رَبًّا دَعَاهُ یَا اَبَتَاهُ مَنْ جَنَّةُ الْفِرْدَوْسِ مَاْوَاهُ یَا اَبَتَاهُ اِلٰی جِبْرِیْلَ نَنْعَاهُ۔ جب حضورؐ کو سپرد خاک کردیا گیا تو سیدہ پاک نے فرمایا انس تم لوگوں کے دل نے کیسے گوارا کیا۔ تم نے حضورؐ پر مٹی ڈالدی

یہ تو جواز گریہ کی احادیث ذکر کی گئیں۔ اب ذرا اُس نوحہ کے متعلق بھی ارشادات نبوی دیکھئے جسکو ممنوع قرار دیا ہے۔ ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کے شوہر ابو سلمہ کا انتقال ہوا تو آپ نے ارادہ کیا کہ ایسا پیٹنا ڈالونگی جو یادگار رہے۔ ایک اور عورت بھی آپ کی شریک ہونے کو آئی۔ اتنے میں حضور والا تشریف فرما ہوئے اور فرمایا اری تو چاہتی ہے کہ جس گھر سے اللہ نے شیطان کو نکالا ہے (یعنی اسلام آنے سے کفر بھاگ گیا ہے) پھر اُسی گھر میں شیطان کو داخل کرے۔ ام المومنین یہ سُن کر باز رہیں (مسلم) حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ جب حضرت جعفر بن ابی طالب اور زید بن حارثہ اور ابن رواحہ کی شہادت کی خبر آئی تو حضور مسجد میں بیٹھے تھے اور آپ پر حزن و ملال ظاہر تھا۔ اتنے میں کسی شخص نے جعفر کی عورتوں کا رونا بیان کیا۔ حضورؐ نے منع کرایا۔ اُس نے دوبارہ آکر بیان کیا۔ آپ نے پھر منع کرایا۔ تیسری بار اُس نے پھر کہا کہ وہ نہیں مانتیں۔ فرمایا تو اُن کے منہ میں خاک بھردے (رواہ اصحاب الصحاح) حضرت عمرؓ کی وفات کے قریب صہیبؓ روتے آئے اور کہنے لگے میرے بھائی میرے سوہنے بھائی۔ حضرت عمرؓ نے اسی حالت میں فرمایا صہیب مجھپر روتے ہو؟ حضورؐ نے تو فرمایا تھا کہ پسماندوں کے رونے سے میت پر عذاب ہوتا ہے اسی طرح دوسری احادیث میں بھی میت پر رونے کی ممانعت وارد ہے۔ مگر اس سے مراد وہی نوحہ ہے جسکی رسم جاہلیت میں تھی یعنی جزع فزع کرنا کپڑے پھاڑنا منہ پیٹنا، بال نوچنا، پچھاڑیں کھانا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کا گریہ محض رقت قلب اور اندرونی حزن کے ماتحت تھا نوحہ نہ تھا۔ آیت وَهُوَ كَظِيمٌ صاف بتا رہی ہے کہ آپ رنج کو گھونٹتے رہتے۔ تاسف کے علاوہ کوئی حرف بھی مُنہ سے نہ نکالتے فقط آنکھوں سے آنسو بہاتے اور اپنی مصیبت دفع ہونے کی اللہ سے دعا کرتے۔ دل میں ناامیدی کو آنے نہ دیتے۔ کافروں کی طرح رحمت الٰہی سے مایوس نہ ہوتے بلکہ بیٹوں سے بھی آپ نے فرمایا تھا مجھے اللہ کی طرف سے وہ علم عطا ہوا ہے جس سے تم واقف نہیں ہو۔

يٰبَنِيَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ يُّوْسُفَ وَ

بیٹو! جاؤ یوسف کی اور اُس کے بھائی کی

اَخِيْهِ وَلَا تَايْـَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ

تلاش کرو اور اللہ کی رحمت سے نا امید نہ ہو اللہ کی

لَا يَايْـَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ

رحمت سے وہی لوگ نا امید ہوتے ہیں جو کافر ہیں

تفسیر میرے بیٹو! جاؤ یوسف اور اُس کے بھائی کی تلاش ذرا ہوشیاری اور بیداری احساس سے کرو۔ اللہ کی رحمت سے نا امید نہو

نا امیدی اہل ایمان کا شیوہ نہیں محض کافروں کی خصلت ہے۔ ان آیات میں سابقہ آیت کا بیان ہے پہلے مجمل طور پر اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ فرمایا تھا۔ یہاں اُس کی کسی قدر تفصیل کردی مگر راز سے مکمل آگاہ پھر بھی نہ کیا۔ کیونکہ یہ علم الٰہی میں خیانت تھی۔ اسرار قدرت کی پردہ دری تھی۔ اللہ کے کارخانہ میں دخل تھا۔ در پردہ حکم دیدیا کہ اب تک تمہارے حواس پر پردہ پڑا تھا۔ تو اس پردہ کو ہٹاؤ اور یوسف کو پہچانو۔ اُس کے ساتھ بنیامین بھی ہے۔ گویا فی الجملہ آپ نے تعیین کردی کہ کہیں اور جگہ جانے کی ضرورت نہیں ہے مصر ہی کو جاؤ اور بنیامین کے پاس جاؤ جہاں بنیامین ملیگا وہیں یوسف بھی ملیگا۔ بڑے بیٹے کو تلاش کرنے کا حکم نہ دیا کیونکہ وہ اپنی مرضی سے مصر میں ٹھیرا تھا اور معمولی اذن پانے کے بعد آسکتا تھا۔ اللہ اکبر قدرت الٰہی کی عجیب اُس کے مربستہ رازوں کو کون سمجھ سکتا ہے۔ اگر کسی کو کچھ اطلاع ہو بھی جاتی ہے تو مجال نہیں کہ دم مار سکے اور کسی طرح اُسکو ظاہر کرسکے۔ حضرت یعقوب نے چاہ کنعان میں یوسف کی تلاش نہ کرائی۔ زلیخا کے محل میں نہ کرائی۔ مصر کے جیل خانہ میں نہ کرائی۔ کیونکہ اُس وقت تک اجازت نہ تھی۔ اب وقت آیا حکمت الٰہیہ کا اقتضاء ہوا تو تخت شاہی پر یوسف کو ڈھونڈا جاتا ہے اور اور کسی تدبیر سے تلاش کی جاتی ہے کہ جنہوں نے یوسف کو کھویا تھا مشیت الٰہی کے خلاف اپنی برتری اور بہتری کی تدبیر کی تھی اُنہی سے یوسف کی تلاش کرائی جاتی ہے اور گم کرنے والوں کو ڈھونڈنے پر مامور کیا جاتا ہے۔

مقصود بیان:- آیات دلالت کر رہی ہیں کہ حضرت یعقوبؑ کو یوسفؑ کی زندگی کا اور مصر میں موجود ہونے کا پورا علم تھا۔ مگر آپ صراحۃً ظاہر نہیں فرماتے تھے۔ بلکہ درپردہ ایماء کے طور پر ارشاد فرمایا تھا کہ اللہ کی رحمت سے نا امید نہ ہو۔ یوسف کی جستجو کرو۔ امید ہے کہ خدا سب کو ملا دیگا۔ گویا ان آیات سے اس طرف اشارہ ہے کہ واقفان اسرار اظہار کے مجاز نہیں جب اور جس قدر اذن الٰہی ہوتا ہے اُسی وقت اور اُسی قدر اظہار کرتے ہیں حکمت الٰہی کا پردہ فاش نہیں کرتے۔ دیگر امت مسلمہ کو ہدایت ہے کہ تم میں سے جو کوئی صفات غیبیہ سے واقف ہوجائے تو بدون اجازت اُن کا اظہار نہ کرے۔ یہ آداب عرفان کے خلاف ہے۔ آیت میں صاف حکم دیا گیا ہے کہ رحمت الٰہی سے کسی وقت مایوس نہ ہونا چاہئے۔ اگرچہ کامیابی کا ظاہری سبب کوئی بھی نہو مگر مسبب الاسباب پر نظر رکھنی لازم ہے۔ وہ اسباب پیدا کرسکتا ہے۔ آخر میں اسکی بھی صراحت ہے کہ کافر ہی رحمت الٰہیہ سے مایوس ہوتے ہیں یعنی اُن کا اعتقاد چونکہ اللہ کی غیبی طاقت پر نہیں ہوتا اُن کی نظر ظاہری اسباب پر منحصر ہوتی ہے اس لئے جہاں ظاہری اسباب کا فقدان ہوا اور اُن پر مایوسی چھائی وغیرہ آیتیں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ تمام کارخانۂ قدرت اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ ظاہری ذرائع مؤثر نہیں۔ مؤثر فقط قدرت باری ہے۔ اُسی کی رحمت پر سب کچھ موقوف ہے۔ اس سے اُن فرقوں کے عقیدے کی بھی تردید ہوتی ہے جو انسان کو مختار مطلق

ہیں اور خلاق اسباب آدمی کو قرار دیتے ہیں۔ گویا اُن کو رحمتِ الٰہیہ کا یقین نہیں اور نہ قدرتِ خداوندی پر اُن کا ایمان ہے۔ وغیرہ۔

فَلَمَّا دَخَلُوا عَلَيْهِ قَالُوا يَا أَيُّهَا الْعَزِيزُ

غرض جب یہ سب یوسف کے پاس پہنچے تو کہنے لگے اے عزیز

مَسَّنَا وَأَهْلَنَا الضُّرُّ وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ

ہم پر اور ہمارے گھر والوں پر بڑی سختی ہے ہم ناقص پونجی

مُّزْجَاةٍ فَأَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ وَتَصَدَّقْ

لائے ہیں آپ ہم کو پوری بھرتی دیدیجئے اور ہم پر خیرات

عَلَيْنَا ۖ إِنَّ اللَّهَ يَجْزِي الْمُتَصَدِّقِينَ ○

کیجئے اللہ خیرات کرنے والوں کو جزا دیتا ہے

قَالَ هَلْ عَلِمْتُم مَّا فَعَلْتُم بِيُوسُفَ

یوسف نے کہا کیا تم واقف ہو کہ تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ

وَأَخِيهِ إِذْ أَنتُمْ جَاهِلُونَ ○ قَالُوا

کیا کیا جب تم نادان تھے بھائی بولے

أَإِنَّكَ لَأَنتَ يُوسُفُ ۖ قَالَ أَنَا يُوسُفُ

کیا واقع میں آپ ہی یوسف ہیں؟ یوسف نے کہا میں یوسف ہوں

وَهَٰذَا أَخِي ۖ قَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَيْنَا ۖ إِنَّهُ

اور یہ میرا بھائی ہے اللہ نے ہم پر احسان کیا جو شخص

مَن يَتَّقِ وَيَصْبِرْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ

ڈرتا اور صبر کرتا ہے تو اللہ نیکوں کا اجر

أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ○ قَالُوا تَاللَّهِ لَقَدْ آثَرَكَ

برباد نہیں کرتا بھائیوں نے کہا خدا کی قسم بلاشبہ اللہ نے تم کو

اللَّهُ عَلَيْنَا وَإِن كُنَّا لَخَاطِئِينَ ○ قَالَ

ہمارے اوپر برتری عطا کی ہے اور بلاشبہ ہم ہی خطاوار تھے یوسف نے کہا

لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ۖ يَغْفِرُ اللَّهُ لَكُمْ

آج تم پر کوئی الزام نہیں خدا تم کو معاف کرے

وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ ○ اذْهَبُوا بِقَمِيصِي

وہی بہترین مہربان ہے میرے اس کرتہ کو لے کر جاؤ

هَٰذَا فَأَلْقُوهُ عَلَىٰ وَجْهِ أَبِي يَأْتِ

اور میرے باپ کے چہرہ پر جا کر ڈال دو تاکہ وہ بینا

بَصِيرًا وَأْتُونِي بِأَهْلِكُمْ أَجْمَعِينَ ○ ع ۱۰

ہو جائیں اور میرے پاس اپنے سب گھر والوں کو لے آؤ

تفسیر باپ کے حکم کے مطابق بیٹے مصر کو گئے۔ اس مرتبہ غلہ لانا مقصد نہ تھا بلکہ یوسف کی تلاش اصل غرض تھی۔ مادۂ حسد زائل ہو چکا تھا۔ کارخانۂ قدرت کے سربستہ راز کے انکشاف کا وقت قریب آ گیا تھا مگر پھر بھی عالمِ اسباب پر نظر کرتے ہوئے تحصیل معاش کا بہانہ کیا اور اپنے حقیر سرمایہ کو لے کر عزیزِ مصر کے دربار میں پہنچے اور انتہائی عاجزی کے ساتھ اپنے اہل و عیال کے فقر و فاقہ کا اظہار کیا (بقول ابن اسحاق) یوسف کے آنسو بھر آئے ضبط نہ ہو سکا۔ اذنِ الٰہی بھی ہو چکا تھا۔ آپ نے حقیقت ظاہر کر دی اور فرمایا یاد کرو تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ کیسا سلوک کیا تھا۔ لیکن اُس وقت تم لوگ نادان تھے تم نے نادانی سے ایسی ناشائستہ حرکات کا ارتکاب کیا۔ آخری فقرہ فرما کر حضرت یوسف نے بھائیوں کو زیادہ شرمندہ کرنا نہ چاہا بلکہ اُن کے زمانۂ جہالت کا ذکر کر کے ایک عذر بیان کر دیا کہ تم نے جو کچھ کیا نادانی سے کیا۔ پھر بھائیوں کے استفسار کا ایجاب میں جواب دیتے ہوئے اپنی حکومت عزت اور برتری کی اصل وجہ یعنی الہامِ الٰہی کو بھی ظاہر کر دیا اور یہ انعام جس بنا پر ہوا اُس کو بھی بیان کر دیا کہ جو شخص ممنوعاتِ الٰہیہ سے پرہیز رکھتا ہے اور اوامرِ خداوندی پر کاربند رہتا ہے اللہ اُس کو خالص نیکو کاروں کے زمرہ میں داخل فرما لیتا ہے اور نیکو کاروں کی کوشش رائگاں نہیں جاتی یہی قانونِ قدرت ہے۔ برادرانِ یوسف اپنی خطا پر نادم تو پہلے ہی تھے مگر کھلم کھلا اقرار کا موقعہ نہیں آیا تھا۔ یوسف کی تقریر سن کر اور اُن کی عظمت دیکھ کر اب یوسف کی فضیلت اور اپنے قصور کا اعتراف کیا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ اعترافِ قصور کے بعد بلند حوصلہ ہستیاں انتقامی کارروائی نہیں کرتی ہیں۔ حضرت یوسف نے بھی فطری اور وہبی علوِّ ہمت سے کام لیکر سب کو معاف کر دیا۔ لیکن آدابِ نبوت کا لحاظ کرتے ہوئے اپنی طرف سے مغفرت کا اظہار نہیں کیا بلکہ مغفرتِ الٰہی کی دعا کی۔ بات یہ تھی کہ بھائیوں کے قصور

مولوی دہلی رجسٹرڈ نمبر ۱۸۹۶ اپنا نمبر خریدار شوال المکرم ۱۳۶۲ھ

عورتوں کو سفید پانی کی بیماری

عورتوں کو سفید پانی کی بیماری بہت خطرناک ہوتی ہے۔ اس بیماری کو سیلان الرحم اور لیکوریا بھی کہتے ہیں اس مرض میں مبتلا ہونے والی عورت کے خفیہ بدن سے وقت بیوقت سفید بدبودار پانی یا رطوبت نکلتی رہتی ہے اور دھیرے دھیرے اس عورت کی جوانی کا خاتمہ کر ڈالتی ہے۔ اسکی کمر، ناف، نلوں پیٹ بلکہ تمام بدن میں درد ہونے لگتا ہے (یعنی ایام بھی خراب ہو جاتے ہیں) یہ مرض بہت خطرناک ہے عورتوں کو اس سے غفلت نہ کرنی چاہیے

سفید پانی کو روکنے کی ترکیب

نئے زمانے کی تحقیقات سے اب پوری طرح ثابت ہو چکا ہے کہ اس سفید پانی کی بیماری کو ختم کرنے کی سب سے بہتر ترکیب یہ ہے کہ ایسی بیمار عورت کو صرف ایک شیشی دوا "روک" استعمال کرا دی جائے اس دوا کے استعمال سے ٹھیک تیسرے روز رطوبت کا نکلنا بند ہو جاتا ہے اور پوری شیشی استعمال کرنے سے سفید پانی کی بیماری بالکل نیست و نابود ہو جاتی ہے۔ ہزاروں حکیم ڈاکٹر اب اس دوا کو اپنے مریضوں پر استعمال کر کے نیکنامی حاصل کر رہے ہیں جس کو ضرورت ہو وہ

لیڈی ڈاکٹر زنانہ دواخانہ پی.بی ۳۴ دہلی

کے پتہ پر خط لکھکر "روک" کی ایک شیشی بذریعہ وی.پی پارسل منگالیں۔ ایک شیشی روک کی قیمت تین روپے ہے۔ محصول ڈاک نو آنے لگے گا۔

نیا ٹیلیفون نمبر ۶۲۶۹

اضافہ قیمت کی مجبوری

کتابوں کی سب سے بڑی منڈی لاہور ہے۔ اور لاہور کی ارزاں کتب فروشی بھی
ضرب المثل ہے۔ اس زمانہ میں تمام تاجران نے لاہور کو ہی ہادی بنا رکھا ہے سو سال
میں لاہور کا نیا نرخ نامہ تبدیل ہوا جو رمضان شریف کی وجہ سے شائع نہیں کی
اب بھی اس لئے کہ مولوی کا خرچ پورا نہیں ہوتا۔ اتنا اضافہ کرتا ہوں جو لاہور میں تاجر
کے لئے ہوا ہے۔ لاہور میں دو نرخ ہوتے ہیں۔ ایک تاجروں کا دوسرا عام۔ عام نرخ تاجروں
سے ۴ فی روپیہ زیادہ ہوتا ہے۔ یہی عام قیمت دہ رکھی ہے جو لاہور میں تاجروں
کی جاتی ہے اس لئے اب بھی ۴ فی روپیہ کا آپ کو فائدہ ہے۔ جن کتابوں کا ابھی
مرتبہ اشتہار نہیں ہے۔ ان کا نرخ بھی اسی نسبت سے زیادہ ہو گیا ہے کتاب منگاتے
وقت نئی قیمت مد نظر رکھیں۔ ہم تو یہاں سے نئی قیمت پر ہی روانہ کریں گے

بڑا قرآن شریف صفحہ کی سرخی کے برابر موٹے حروف بہت کشادہ اور صاف
ترجمہ حاشیہ پر تفسیر بیان السبحان کا اقتباس یہ ترجمہ اور
اور تفسیر انہی صاحب کی ہے جو مولوی میں تفسیر لکھ رہے مجلد پارچہ نو روپے مجلد چرمی ۱۰

بے شمار خوبیوں والا قرآن مولوی کے برابر تقطیع ۱۵ سطری ترجمہ مولوی اشرف علی
مرحوم کا غذ مولوی جیسا خانشدہ متن ابتدا میں ۴۴ صفحہ کی
مخصوص معلومات قرآنی ہدیہ مجلد پارچہ تین روپے مجلد چرمی ساڑھے تین روپے

آسان ترجمہ والا مولوی سے بڑی تقطیع ۱۰ سطری ترجمہ مولانا شاہ عبد القادر
صاحب خانشدہ متن مجلد پارچہ ابتدا میں ۳۲ صفحہ کا ایک
مقدمہ جس میں پوری معلومات قرآنی ہدیہ مجلد پارچہ منقش خانشدہ دو روپے

بچوں کا قرآن ... صفحات مولوی سے نصف تقطیع حروف الگ الگ جلی
نقاط اس میں کتابت کی بڑی خوبی یہ ہے کہ اس کے لکھے ہوئے
حروف الگ کر لئے جائیں تو حروف تہجی بن جائیں اب اعلیٰ کاغذ کا رہ گیا ہے مجلد ڈھائی روپے

کارڈ سائز مترجم ترجمہ شاہ عبد القادر صاحب متانت سے قلم خاصہ موٹا صاف
اردو ترجمہ ۵۰۰ صفحات کاغذ اعلیٰ قسم گلیز ڈ اور مضبوط
کاغذ کی قیمت ہدیہ کے برابر خوبصورت ہی کی جلد ہدیہ سوا روپیہ محصول ۸ کل عمر

اورنگ زیبی قرآن ۷۶۲ صفحات مولوی سے نصف تقطیع غازی اعظم اورنگزیب
کے دست خاص کی لکھی ہوئی حمائل کا فوٹو جو بلاک کے ذریعہ چھاپا
ہے اور بادشاہ کی مہری ثبت ہے ہدیہ مجلد پارچہ سوا روپیہ۔ چرمی جلد چھ روپے

کتاب الاسلام فقہ حنفیہ کی اتنی بڑی کتاب اردو زبان میں اور کوئی نہیں اس میں
اسلام کی سب سے بڑی معلومات عقلی و نقلی دونوں طرح پر ہے بارہ سو
صفحات جس میں عقائد عبادات معاملات اعمال ریاضات سب ہیں۔ مجلد چرمی چھ روپے

بخاری شریف حدیث شریف کی سب سے بڑی کتاب کا اردو ترجمہ تین جلدوں میں مجلد
چرمی پہلی جلد ۸۹۴ صفحات ۳۰۵۴ حدیثیں دوسری جلد ۶۴۸
صفحات ۲۲۱۲ حدیثیں تیسری جلد ۸۶۵ صفحات ۲۵۱۰ حدیثیں مجلد چرمی کامل نو روپے

مسلم شریف حدیث شریف کی دوسری مستند کتاب کا اردو ترجمہ دو جلدوں میں
دونوں مجلد چرمی کاغذ گلیز ڈ ولایتی جلد اول کے ۷۹۴ صفحات ۳۵۷۱ حدیثیں
دوسری جلد ۸۴۸ صفحات ۳۹۴۹ حدیثیں مع حالات امام مسلم قیمت چھ روپے

ترمذی شریف حدیث شریف کی تیسری مستند کتاب کا اردو ترجمہ کاغذ نہایت اعلیٰ
دونوں جلدیں مجلد چرمی اس میں جامع ترمذی کے حالات کے علاوہ
جلد اول ۶۰۰ صفحات اور ۱۵۰۵ حدیثیں دوسری جلد ۵۹۰ صفحات اور ۲۱۰۷ حدیثیں چھ روپے

ابوداؤد شریف حدیث شریف کی چوتھی مستند کتاب کا اردو ترجمہ کاغذ اعلیٰ
دو جلدیں جلد اول ۵۵۲ صفحات ۲۴۶۶ حدیثیں جلد دوم
۵۹۳ صفحات اور ۲۴۱۹ حدیثیں، دونوں چرمی مجلد ہدیہ چھ روپے

ابن ماجہ حدیث شریف کی پانچویں مستند کتاب ایک جلد میں ۷۲۰ صفحات جن میں
۴۳۳۸ حدیثیں ہیں۔ مجلد چرمی ہے۔ کاغذ بہت اعلیٰ قسم کا ہے
ان سب کتابوں میں فہرست احادیث بھی ہے

مشکوٰۃ شریف حدیث شریف کی دس کتابوں کا انتخاب بڑی سچی اور مستند احادیث
دو جلدوں میں جلد اول ۵۰۰ صفحات ۲۶۰۷ حدیثیں دوسری
جلد ۵۰۰ صفحات ۳۴۰۰ حدیثیں اور ایک ہزار راویوں کے حالات مجلد پارچہ پانچ روپے

تجرید بخاری جامعہ ازہر کے ایک مستند عالم نے حدیث کی سب سے بڑی کتاب بخاری
کا خلاصہ عربی زبان میں کیا ہم نے اس کا ترجمہ چھاپ لیا۔ کاغذ اعلیٰ
چار سو اسی صفحات اور دو ہزار ایک سو بارہ حدیثیں مجلد پارچہ ڈھائی روپے

اسلامی معاشرت نماز روزہ کے علاوہ انسانی زندگی کا ہر کام اگر وہ اسلامی
طریق پر کیا جائے تو عبادت ہے اس کتاب میں بتلایا ہے کہ
انسان کی دنیا اسلامی طریقہ پر کیسی بن جاتی ہے، بہت ضروری کتاب قیمت بارہ آنے

نماز کی بڑی کتاب ۴۰۴ صفحات از جناب مولوی نذیر الحق صاحب میرٹھی علاوہ
نماز کے بارے میں اس سے بڑی اور مستند کتاب کسی زبان میں
آج تک نہیں چھپی اس سال میں دو ہزار فروخت ہوئی ہے مجلد ہاف قیمت ڈھائی روپے

اللہ والوں کے وعظ یا اخلاق سلف قدوۃ الاصفیا حضرت امام شعرانی نے دو
وعظوں کا مجموعہ اردو ترجمہ جو دل کا زنگ دور کرنے کا
روحانی تیزاب ہے تصوف اخلاق ریاضات مجاہدات سب کچھ مجلد قیمت ڈیڑھ روپیہ

بارہ مجالس وعظ کی بے نظیر کتاب اس میں یہ ۱۲ وعظ ہیں ہستی باری تعالیٰ توحید کے
پروانے، توحید الٰہی، نبوت و رسالت ختم نبوت فضائل رسول فضائل
اخلاق۔ حسن معاشرت اسلامی و حدت اسلام اور عورت اور واقعات کربلا مجلد سوا روپیہ

اسلامی میاں بیوی ۳۰۰ صفحات از مولانا مراد احمد میاں بیوی کے تعلقات
کی سب سے بڑی تاریخ اور خوش اسلوب زندگی کا بہترین
پروگرام۔ اسلامی طریقہ پر میاں کے مدارج کا بہترین خاکہ بہت بہتر کتاب قیمت سوا روپیہ

ساجن موہنی ۱۲۰ صفحات از حضرت خاموش ابراہیمی، خاوند کو قبضہ میں کرنے کے
لئے عصمت کے بعد سلیقہ شعاری اور دوسرے حسن صورت ہیں اس کتاب
کے ذریعہ یہ دونوں خوبیاں ایک عورت میں کامل ہو جاتی ہیں اور گھر جنت۔ قیمت ۸ آنے

خوبان جہاں ۲۶۴ صفحات از مولانا شریف احمد صاحب مراد دنیا بھر کی چیدہ
چیدہ اور ممتاز خواتین کے حالات جن کی وجہ سے عام تیس مل
گئیں ہر عورت کسی نہ کسی مخصوص خوبی سے ممتاز ہے بڑی دلکش کتاب مجلد ڈیڑھ روپیہ

بیگمات اودھ ۹۶ صفحات از جناب عشرت لکھنوی اودھ کی چند خاص شاہی محبوب
عورتوں کے حالات جنہوں نے اپنے خاص خاص اوصاف کی
بنا پر معمولی درجہ سے ترقی کرکے آغوش سلطانی میں جگہ پائی۔ قیمت آٹھ آنے

شاہان مغلیہ کی بیویاں۔ ۲۴۰ صفحات از مولوی شریف احمد صاحب مراد بیگمات
خاندان تیموریہ کے حالات جن میں ۴۶ بیگمات کے علاوہ ۱۴
ہندو رانیوں کے حالات بھی بڑے دلچسپ ہیں تاریخی مستند کتاب ہے۔ قیمت ایک روپیہ

بچوں کی عقل کی کتاب ۔ ۔ صفحات از ایم لے فاروقی اردو قاعدے کے بعد
بچوں کو یہ کتاب پڑھائیے اس سے عقل تیز اور ذہن
رسا ہو جاتا ہے اس میں ۷۴ با تصویر سبق ہیں جن میں بچوں کی سمجھ کی ہیں قیمت ۵

بیان القرآن از جناب مولوی عبد الباری صاحب فرنگی محلی جس میں قرآن
کی تلاوت آداب و معلومات اور قرآن کے عملیات ہیں ۲

پرنٹر و پبلشر عبد الحمید خاں نے مرزا محبوب بیگ صاحب کے محبوب المطابع اردو بازار میں چھپوا کر دفتر رسالہ مولوی کوچہ چیلان دہلی سے شائع کیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

چاند کی بیس تاریخ تک بھی اگر آپ کو اتفاق سے کوئی پرچہ نہ ملے تو دوسرا پرچہ دفتر سے فوراً بھیجکر منگا لیجئے

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا

مولوی دہلی

نمبر خریداری آپ کا اسی جگہ درج ہے جہاں آپ کا پتہ لکھا ہو اگر پہلے سے نوٹ نہیں ہے تو اب لکھ بھیجئے اسکے حوالہ کے بغیر آپکی کسی شکایت کی خصوصاً تبدیل پتہ کی تعمیل ممکن نہیں

جو ہر اسلامی مہینے کی بارہ تاریخ کو حمیدیہ پریس کوچہ چیلاں دہلی سے شائع ہوتا ہے

جلد ۳۸ | بابت ماہ ذی قعدہ ۱۳۶۲ھ | نمبر ۵

شذرات

مسلم مطالبات سے بے نیازی

اگرچہ دوران جنگ میں ہندوستان کے متفقہ مطالبہ آزادی کی طرف حکومت برطانیہ کی نگاہ التفات کو کوئی جنبش نہوگی اس حقیقت کا اعلان وزراء حکومت کی تقریروں میں بار بار کیا جا چکا ہے مگر پھر بھی ہندوستانیوں کے حقوق پر باختیار ارباب دولت کچھ نہ کچھ نمک افشانی اپنے تبسم ریز بیانات سے کرتے رہتے ہیں۔ دور حاضرہ کا کانگریسی زاویہ نگاہ ہندوستان میں حکومت خود اختیاری کے متعلق یہ ہے کہ اکثریت کے ہاتھ میں عنان حکومت دیکر اس کو ہندوستان کے سیاہ و سپید کا مالک بنا دیا جائے اور ہندوستان کی مرکزی مجلس قانون ساز کے اراکین قومی و مجلسی اکثریت کے اصول پر مقرر کئے جائیں اور اس طرح تمام صوبوں کی حکومتیں ان کے پنجۂ اقتدار میں آجائیں۔ مسلم لیگ نے تمام مساعی مفاہمت سے مایوس ہوکر اپنا نصب العین حصول پاکستان پر مرکوز کر دیا ہے وہ اس اصول کو تسلیم کرتے ہوئے کہ صوبجات میں اکثریت کے ہاتھ میں اختیارات حکومت ہوں مرکز کو بے ضرورت سمجھتی ہے ہر صوبہ اپنے اختیارات میں مطلق آزاد ہو اور اس کو اپنی منشاء کے مطابق تمام قوانین کی تعمیر و تخریب کا اختیار ہو یعنی جن صوبوں میں ہندو اکثریت ہو وہاں وہ آزاد حکومت قائم کرے اور جن صوبوں میں مسلم اکثریت ہے وہاں وہ اپنی حکومت قائم کرے مرکزی حکومت میں اگر اکثریت و اقلیت کے لحاظ سے وفاق قائم کیا گیا تو پھر ہندو راج ہندوستان میں قائم ہو جائیگا۔ اس نصب العین کا اعلان مسلم لیگ کے ہر پلیٹ فارم سے مسلسل ہو رہا ہے اور گورنمنٹ برطانیہ کے دونوں ایوانوں ہی میں نہیں بلکہ امریکن مدبرین کے مختلف اداروں میں مسلم لیگ کے جائز مطالبہ کا تذکرہ ہوتا رہا ہے کس قدر حیرت آفریں مقام ہے کہ جناب وائسرائے بہادر لارڈ لنلتھگو نے ایوان والیان ریاست میں تقریر فرماتے ہوئے پھر مسلم مطالبات کو نظر انداز کر دیا اور مرکزی وفاق کے قیام کی ضرورت کا اظہار فرمایا اور ہندوستان سے رخصت ہوتے ہوتے حکومت کی رجعت پسندانہ پالیسی پر مہر تصدیق ثبت کر دی۔ وائسرائے بہادر کی اس تقریر نے پھر مسلمانوں میں ناراضگی و اضطراب کا جذبہ پیدا کر دیا اور ہر گوشہ سے تقریر کے خلاف صدائیں اٹھنا شروع ہوگئیں سب سے پہلے پراونشل مسلم لیگ دہلی نے وائسرائے بہادر کی تقریر پر محاکمہ شروع کر دیا اور جامع مسجد دہلی میں مسلمانان ہند کا مرکزی عظیم الشان جلسہ ۱۵ اکتوبر ۱۹۴۳ء کو منعقد ہوا جس میں علاوہ دہلی کے ذمہ دار اراکین کے صوبہ سرحد اور صوبہ بنگال کے مسلم وزراء نے فیڈریشن کے خلاف سخت نکتہ چینی کی اور اپنی پرجوش تقاریر سے تمام مسلمانان ہند کے جذبات کو بے نقاب کر دیا۔ جلسہ میں پنجاب مسلم لیگ کے وزراء نے جو تجویز باتفاق منظور ہوئی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ جلسہ اس حقیقت کو واضح کر دینا چاہتا ہے کہ اسلامیان ہند کا سیاسی نصب العین پاکستان ہے اور صرف پاکستان ہی ہندوستان کی سیاسی الجھنوں کا صحیح حل ہے اور مسلمانان ہند کسی نوعیت کے وفاقی دستور حکومت کو برداشت نہ کرینگے یہ حقیقت اس جلسہ نے پھر ایکبار اور ظاہر کر دی کہ مسلمانان ہند پاکستان کے حصول کے لئے عملاً ہر قسم کی قربانیاں کرنے کو آمادہ ہیں اور اب مسلمانوں کے جذبات کو ٹھکرانا کسی طرح صحیح نہیں ہے۔

کال اور بنگال

جنگ کے ہلاکت خیز آثار دنیا پر کن کن بلاؤں کو لیکر آئے ہر ذی فہم اس سے باخبر ہے جہاں لڑائیاں ہو رہی ہیں وہاں تو ہر صبح صبح محشر اور ہر شام شام لحد ہے کروڑوں انسان موت کے آغوش میں بے گور و کفن سو چکے ہزاروں روزانہ نذر اجل ہو رہے ہیں۔ ہر طرف خون کی ندیاں رواں ہیں انسانی جان کی کوئی قدر و قیمت نہیں شہر کے شہر اپنی حسین و خوشنما عمارتوں کو بمباری کی نذر کر کے کھنڈر بن چکے آبادیاں برباد بستیاں تباہ، زراعتیں نذار، صنعتیں معدوم غرض نہ انسان رہے نہ انسانی ضروریات۔ جہاں لڑائی نہیں وہاں مخلوق پریشان خدائی مفلوک الحال ہوائی جہاز آسمان سے گزرتے گزرتے دس بیس گولے برسا گئے پر سکون آباد یوں میں قیامت آگئی یہ میدان جنگ کے گرد و پیش کا احوال ہے ہندوستان پر اس تین سال کے اندر کیا کیا تباہیاں آئیں ان کا اظہار تحصیل حاصل ہے باوجودیکہ ہنوز ہندوستان میں لڑائی نہیں ہو رہی ہے مگر غریب ہندوستانیوں کی زندگیاں موت سے بدتر ہیں نہ پیٹ کو روٹی نہ تن کو لنگوٹی ایک طرف سونے چاندی تانبے کے سکے ناپید ہوئے کاغذ کے نوٹوں نے ان کی قائم مقامی کی دوسری طرف غلہ نادار ہونا شروع ہوا ہندوستان کی عظیم المقدار پیداوار جو ہمیشہ اپنی ضرورت سے کہیں زیادہ ہوتی تھی اور دیگر ممالک کو بھی خوراک بہم پہنچاتی تھی اب ہندوستان سے سشتانہ روز اپر فوجی ضرورت یا دیگر ممالک

کی امداد کے لئے جانے لگی اور عام طور پر وہ غریب ہندوستانی جو نہ تاجر
ہیں نہ مزدور نہ ملازم ہیں نہ کاریگر بھوکے مرنے لگے شریف خاندان کے خاندان
تباہ اور مٹے جا رہے ہیں زندگی کی ہر ضروری شئے گھٹنے ہو گئے نرخ پر ملتی
تھی اجناس اعلیٰ مہنگرانی کے زمانہ میں بھی آٹھ ثار کے نرخ سے فروخت ہوتے
تھے اب بعض صوبوں میں ایک روپیہ سیر اور بعض صوبوں میں ۸ر سیر
ملتے ہیں ترکاری جو پیسہ دو پیسہ میں ایک خاندان کے لئے کافی ہوتی تھی
اب روپیہ آٹھ آنہ میں کافی نہیں ہوتی مٹھائی جو ایک روپیہ کی دو تین سیر
فروخت ہوتی تھی اب دو تین روپے کی ایک سیر ملتی ہے گھی جو ایک روپیہ
کا ایک سیر ملتا تھا اب تین چھٹانک اور چار چھٹانک ملتا ہے۔ لکڑیاں
اور کوئلہ چوگنی پچگنی قیمت پر دستیاب ہوتی ہے۔ غرض ایک مصیبت
ہے جو بیان سے باہر ہے اور غریبوں کی سب سے زیادہ مصیبت ہے
یہ حالت سارے ہندوستان کی ہے۔ سب سے زیادہ اس قحط عظیم کا
اثر بنگال میں رونما ہے جہاں بھوک کی وجہ سے ہزاروں عورت مرد بچے
لقمہ اجل ہو گئے بنگال سے متصل برہما کا ملک تھا جہاں سے لاکھوں من
چاول آتا تھا بنگال کے عام باشندگان کی عام خوراک اور برہما کے
لوگوں کی محض چاول ہے۔ برہما حکومت ہند کے قبضہ سے نکل گیا تمام
ذرائع درآمد و برآمد بند ہو گئے اس کے سوا بنگال کے چاول دوسرے
علاقوں کو وہاں کی سابق حکومت نے بغیر نتائج پر غور کئے ہوئے روانہ کر دیئے
جب کسی جگہ عذاب الٰہی نازل ہوتا ہے تو ہر قسم کی تباہی وہاں چھا جاتی ہے
برسات نے وہاں طوفان نوح کا منظر پیش کیا دریاؤں میں طغیانیاں
آئیں جو ایسا سیلاب لے قیامت برپا کی۔ لاکھوں آدمی خانماں برباد جانیں
بچا بچا کر بڑے شہروں میں بھاگ پڑے یہ مصیبت زدہ کس مپرسی کے
عالم میں جہاں گئے وہاں بجز وبائی امراض کے کوئی ان کا پرسان حال نہ
ہوا موت نے ان کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ خوراک نے ان سے منہ چھپایا
دیکھتے دیکھتے تھلکہ عظیم برپا ہو گیا۔ قدرت کا مقابلہ انسانی طاقتوں کے
بس کا روگ نہیں خوف الٰہی قلوب انسانی سے محو ہو چکا ہے ایک زمانہ
تھا کہ ذرا سی تکلیف سے آدمی بیقرار ہو کر بارگاہ الٰہی میں اپنے اپنے
مسلک و مشرب کے مطابق مصروف تضرع و زاری ہو جاتا تھا مگر اب
ہزاروں مصائب سر پر منڈلا رہے ہیں لیکن طالب رحمت کہیں نظر
نہیں آتے مادی قوتوں کا سہارا ہر شخص تلاش کرتا ہے بہرحال بنگال سے
جو فریاد و فغاں کا شور اٹھا اس نے ہر صوبہ کو چونکا دیا۔ سر ناظم الدین
کی وزارت نے اپنی تمام طاقت ذہن و دماغ اس طرف لگا دی۔ شہید
سہروردی وزیر سپلائی نے اپنے راحت و آرام کو تج دیا۔ لاہور دہلی وغیرہ
کے سفر کئے اور حکومتوں کو بنگال کی امداد پر ابھارا۔ گورنمنٹ ہند نے بھی
عام آثار قحط سے متاثر ہو کر خود کمیشن مامور کیا جس نے غذا کے متعلق کنٹرول
اسکیم مرتب کر کے گورنمنٹ میں پیش کر دی مسلم لیگ کی قوت عمل ہر طرف
متحرک ہوئی اور امدادی رقوم سے باشندگان بنگال کی مصیبت میں
شرکت کی۔ نواب زادہ لیاقت علی خاں صاحب جنرل سکریٹری آل
انڈیا مسلم لیگ اور نواب محمد اسمٰعیل خاں صاحب پریزیڈنٹ یو۔ پی
مسلم لیگ وغیرہ مصیبت زدگان کے مصائب کو دیکھنے اور مناسب موقع
تدابیر امتناع عمل میں لانے کے لئے بنگال کا دورہ کر رہے ہیں جا بجا
لنگر خانے جن کی تعداد ہزاروں سے متجاوز ہے مفت خوراک تقسیم کرنے
کے لئے سارے صوبہ میں جاری ہیں مسلم چیمبر آف کامرس کلکتہ نے جس
خلوص کے ساتھ اس مصیبت کی طرف توجہ کی ہے وہ قابل مبارکباد ہے
اس کی تازہ رپورٹ سے جو ۳ اکتوبر کو کلکتہ سے شائع ہوئی ہے معلوم
ہوتا ہے کہ امدادی فنڈ میں اس وقت تک اس کو دو لاکھ بارہ ہزار
چار سو چوالیس روپے وصول ہوئے ہیں۔ اس میں قائد اعظم مسٹر محمد علی
جناح کی جو رقم اکتالیس ہزار پانچسو نوے روپے آٹھ آنہ کی وصول ہوئی
ہے وہ بھی شامل ہے۔ تفصیلات رقوم جو مسلم چیمبر آف کامرس کلکتہ نے
پیش کی ہیں ان میں مسلم لیگ پر طعن و تشنیع کرنے والی دیگر مسلم جماعتوں
کی رقوم کا تذکرہ اس وقت تک نہیں ہے۔ ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اس
قحط عظیم اور اس عذاب الیم سے حفاظت کی شبانہ روز دعا مانگے اور
اپنے رب کی بارگاہ میں ہر لمحہ خشوع و خضوع کے ساتھ مصروف مناجات
رہے۔

دعوت اتحاد یا امتناع شر و فساد

مسلمان جس کی فطرت میں اخوت و محبت کوٹ کوٹ کر بھری گئی ہے۔ جس نے ہمیشہ اطاعت خدا و رسول کو
عین ایمان جانا ہے جو اسلام کے مکمل قوانین قرآن کے واضح احکام کے
سامنے ہمیشہ گردن جھکانا سعادت سمجھتا ہے آج بھی الحمد للہ کہ مسلمان ہے
اور وہی مسلمان ہے جو قرن اولیٰ میں تھا وہ اپنی اصلاح کی طرف ہر عہد
اور ہر زمانہ میں مائل رہا اور ہمیشہ شر و فتن کا مقابلہ حقائق اسلامی کے تحت
اس نے کیا ہے مگر اس کو کیا کہئے کہ اسلامی حکومت کے بعد سے اس
کی زبوں حالی کو ہندوستان میں غیر قوموں نے خفیہ حکمت سے انتہائی
مدارج تک پہنچا دیا مسلم اہل غرض ارباب اقتدار کے مرغ دست پر در
بنکر آپس میں ہی ٹکراتے رہے اور تفریق و عناد ان کی طبیعت ثانیہ بن
گئی انہوں نے ایک مرکز پر جمع ہونا اپنی شخصیت کے وقار کی خاطر کبھی
پسند نہ کیا۔ جمہوریت اسلامیہ ہند کو انہوں نے چھوٹی چھوٹی جماعتوں میں
تقسیم کر کے اپنی اپنی ڈفلی اپنا اپنا راگ الاپنا شروع کر دیا ہر ٹولی نے
اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد جداگانہ بنائی۔ جس کا نتیجہ ظاہر ہے کہ آج بھی وہ
غیروں کی تحریکات کے حامی اور مسلم جمہوریت کی قطع و برید میں ساعی ہیں موجودہ
سیاسی کشمکش با آواز بلند پکار رہی ہے کہ ہندوستان میں مسلمان اگر ہندو
اکثریت میں خود کو فنا نہ کریگا اس کی بقا دشوار ہے اس کو اسلامی حقوق
اس وقت تک حقوق ہی نہیں ہیں جب تک وہ ہندو کانگریس کے آستانہ
سے بھیک نہ مانگے اس حقیقت مسلمہ سے کونسی جماعت مسلمانوں کی خبر نہیں
ہے مسلم لیگ نے جماعتی تنظیم جس تیزی اور ترقی یافتہ انداز میں کی اور تمام
امت اسلامیہ کو ایک اسلامی جھنڈے کے سایہ میں آنے کی دعوت دی اس
سے انکار نہیں کیا جا سکتا گورنمنٹ جس کو ہندوستان میں تفریق و تشتت کی
تخم پاشی اپنے نخل آرزو کی آبیاری کے لئے اول ہی سے زیادہ پسند ہے اس نے

صحیح بخاری شریف اردو

(بسلسلہ گذشتہ)

باب جس نے رزق میں وسعت کی خواہش کی (وہ کیا کرے)

۱۹۰۳- حضرت انس بن مالکؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے کہ جس کو یہ اچھا معلوم ہو کہ اس کے رزق میں وسعت ہو جائے یا اس کی عمر بڑھ جائے اسے چاہیے کہ اپنے قرابت والوں کے ساتھ سلوک کرے

باب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ادھار خریدنا (کرنا ثابت ہے)

۱۹۰۴- حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ غلہ ایک یہودی سے ایک مدت کے وعدہ پر مول لیا اور اپنی زرہ لوہے کی اس کے پاس گرو کر دی۔

۱۹۰۵- حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ وہ جو کی روٹی اور بودار چربی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لیکر گئے اور (اس زمانہ میں) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ایک زرہ مدینہ میں ایک یہودی کے پاس گرو کر دی تھی اور اپنے گھر والوں کے لئے اس سے کچھ جو خرید کئے تھے (حضرت انسؓ کہتے ہیں) اور بیشک میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ آل محمدؐ کے پاس شام کو گیہوں کا ایک صاع یا کسی اور غلہ کا ایک صاع بھی نہیں رہتا حالانکہ ان کے پاس نو بیبیاں ہیں۔

باب- آدمی کا (خود) کمانا اور اپنے ہاتھ سے کام کرنا (افضل ہے)

۱۹۰۶- حضرت عائشہؓ کہتی ہیں جب ابوبکر صدیقؓ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے کہا کہ بیشک میری قوم کے لوگ جانتے ہیں کہ میرا پیشہ میرے گھر والوں کی کفالت سے عاجز نہ تھا مگر اب میں مسلمانوں کے کام میں مشغول ہو گیا لہذا اب ابوبکرؓ کے گھر والے اس (بیت المال کے) مال سے کھائیں گے اور ابوبکر اس میں مسلمانوں کا کام کریگے

۱۹۰۷- حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب چونکہ خود محنت و مزدوری کیا کرتے تھے لہذا ان کے پسینوں (میں) بو آتی تھی اس وجہ سے ان سے کہا گیا کہ کاش تم (جمعہ کے دن) غسل کر لیا کرتے

۱۹۰۸- حضرت مقدامؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کسی شخص نے اپنے ہاتھ کی کمائی سے زیادہ پاک کھانا نہیں کھایا اور اللہ کے نبی داؤد اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھایا کرتے تھے۔

۱۹۰۹- حضرت ابو ہریرہؓ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا داؤد نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہی ہاتھ کی کمائی کھاتے تھے۔

۱۹۱۰- حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک یہ بات کہ کوئی شخص تم میں سے لکڑی کا گٹھا اپنی پیٹھ پر لاد کر مزدوری کر لیا کرے اس کے لئے اس سے بہتر ہے کہ وہ کسی سے سوال کرے خواہ وہ اس کو دے یا نہ دے

۱۹۱۱- حضرت زبیر بن عوامؓ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک یہ بات کہ تم میں سے اپنی رسیاں لیکر پہاڑ پر جائے اور وہاں سے لکڑی توڑ کر اس کے گٹھے باندھ کر بیچے، اس کے لئے اس بات سے بہتر ہے کہ وہ لوگوں سے سوال کرے

باب جس شخص نے مالدار کو بھی (اپنے قرض ادا کرنے کے لئے) مہلت دی (اس کو بہت ثواب ملیگا)۔

۱۹۱۲- حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ اس شخص پر رحم کرے جو بیچتے اور خریدتے وقت اور تقاضا کرتے وقت نرمی کرے۔

باب خرید و فروخت میں نرمی اور آسانی کرنا (بہتر ہے) اور جو شخص اپنے حق کا تقاضا کرے تو اسے چاہیے کہ (سختی سے) بچکر تقاضا کرے۔

۱۹۱۳- حضرت حذیفہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم سے پہلے زمانہ میں فرشتوں نے ایک شخص کی روح سے ملاقات کی اور کہا کہ کیا تو نے کچھ نیکی کی ہے اس نے کہا کہ میں اپنے ملازموں کو یہ حکم دیتا تھا کہ وہ تنگدست کو (ادائے قرض کے لیے) مہلت دیدیں اور مالدار سے (تقاضا میں) نرمی کریں حضرت حذیفہ کہتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ فرشتوں نے بھی اس کے ساتھ نرمی کی۔

اور ابو مالک ربعی بن خراش سے یوں روایت کرتے ہیں کہ میں مالدار سے نرمی کیا کرتا تھا اور تنگدست کو مہلت دیا کرتا تھا۔ اور ابو عوانہ عبدالملک سے وہ ربعی سے یوں روایت کرتے ہیں کہ میں مالدار کو مہلت دیا کرتا تھا اور تنگدست کو معاف کر دیتا تھا۔ اور نعیم بن ابی ہند ربعی سے یوں روایت کرتے ہیں کہ اس شخص نے کہا میں مالدار سے (جو کچھ وہ دیتا) لے لیتا تھا اور تنگدست کو معاف کر دیتا تھا۔

باب جس شخص نے تنگدست کو (ادائے قرض کے لئے) مہلت دیدی (اس کو بھی بہت ثواب ملیگا)۔

۱۹۱۴- حضرت ابو ہریرہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ایک تاجر تھا وہ لوگوں کو قرض دیا کرتا تھا پھر جب وہ کسی تنگدست کو دیکھتا تو اپنے ملازموں سے کہتا کہ اس کو معاف کر دو شاید اللہ ہمارے گناہ بھی معاف کر دے۔ چنانچہ اللہ نے اس کے گناہ معاف کر دیئے۔

باب جب بائع و مشتری دونوں (اپنی اپنی چیز کے) عیب و ہنر بیان کر دیں اور صاف معاملہ کریں (تو ان کے معاملہ میں برکت ہوتی ہے) اور حضرت عداء بن خالد کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک تحریر لکھدی تھی (جس کی عبارت یہ تھی) هٰذَا مَا اشْتَرَى مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ مِنَ الْعَدَّاءِ بْنِ خَالِدٍ بَيْعَ الْمُسْلِمِ الْمُسْلِمَ لَا دَاءَ وَلَا خِبْثَةَ وَلَا غَائِلَةَ [1] قتادہ کہتے ہیں کہ غائلہ کے معنی زنا، چوری، بھاگ جانا۔ اور ابراہیم نخعی سے پوچھا گیا کہ بعض دلال (گھوڑا بیچتے وقت) کہتے ہیں کہ یہ خراسان کے اور سجستان کے اصطبل کا ہے اور کہتے ہیں کل خراسان سے آیا ہے (حالانکہ وہ گھوڑا خراسان اور سجستان کا نہیں ہوتا) تو ابراہیم نخعی نے اس کو بہت برا سمجھا۔ اور عقبہ بن عامر کہتے ہیں کہ کسی شخص کو یہ جائز نہیں کہ جس چیز میں وہ عیب جانتا ہو اس کو بغیر عیب ظاہر کئے بیچ ڈالے۔

---

[1] ترجمہ، یہ دستاویز ہے اس کی کہ محمد رسول اللہ نے عداء بن خالد سے (فلاں چیز) خریدی ہے جس طرح مسلمان مسلمان سے خرید کرتا ہے نہ اس میں کوئی عیب ہے نہ کوئی برائی نہ چوری

زندہ کتاب دیگر کتب سماوی

انجیل لوقا لوقا پولوس کا شاگرد ہے. اس نے حضرت مسیح کو نہیں دیکھا تھا اس کے استاد پولوس نے حضرت مسیح کی زندگی میں اکثر مخالفت ہی کی. اس کتاب کو لوقا نے انطاکیہ میں یونانی زبان میں تحریر کیا کتاب کے آغاز میں دعویٰ کیا کہ اس میں واقعات کو صحت کے ساتھ درج کیا گیا ہے. مگر اس دعویٰ میں صداقت نہیں پائی جاتی کیونکہ نورٹن صاحب شارح انجیل نے لوقا پر جو تبصرہ کیا ہے وہ یہ ہے کہ جن اعجازی باتوں کو لوقا نے لکھا ہے ان میں جھوٹی روایتیں شامل ہوگئی ہیں. اور اس کے لکھنے والے نے شاعرانہ مبالغہ سے کام لیا ہے. اور اس زمانہ میں سچ کو جھوٹ سے تمیز کرنا مشکل ہے (کتاب الاسناد صفحہ ۱۶) جس کتاب کے متعلق خود عیسائی محقق سچ اور جھوٹ کے امتیاز میں قاصر ہو اس کی صحت و حفاظت کا کیا اعتبار کیا جا سکتا ہے

انجیل یوحنا یہ کتاب سنہ ۹۶ء میں یونانی زبان میں لکھی گئی ہے. یوحنا حضرت مسیح کا سب سے کمسن حواری تھا. بعض مسیحی مورخین کا خیال ہے کہ یوحنا نے کوئی کتاب نہیں لکھی کسی دوسرے شخص نے اس انجیل کو لکھ کر یوحنا کے نام سے موسوم کر دیا ہے. اس کتاب میں یونانی قدیم اعتقادیات کی جھلک پائی جاتی ہے.

جمہور عیسائیوں کا عقیدہ یہ ہے کہ ان چاروں انجیلوں میں سے کوئی بھی منجانب خدا حضرت مسیح پر نازل نہیں ہوئی. بلکہ جو انجیل جس کے نام سے موسوم ہے وہ اسی کی تصنیف ہے کتابوں کا شرف و تقدیس قائم رکھنے کے لئے یہ کہا جاتا ہے کہ مصنفین انجیل اربع کو روح القدس کی امداد و اعانت ضرور حاصل تھی صرف اتنی سی خوش اعتقادی اول تو ان تصانیف کو آسمانی کتب ہونے کا منصب نہیں دے سکتی اگر یہ بھی مان لیا جائے کہ فیض روح القدس نے مصنفین کی یاوری فرمائی تو پھر خود شارح اناجیل. ادم ذلارک. نورٹن. پارن وغیرہ کی یہ تنقید کہ ان میں اسقدر تناقض باہم موجود ہے نہ کوئی صورت تطبیق کی موجود نہیں ہے پادری فرنچ کی رائے چاروں انجیلوں کے متعلق یہ ہے کہ ان انجیلوں میں چار پانچ آیتوں میں تحریف ہی ہوئی ہے اس نے یہی اقرار کیا ہے ان انجیلوں میں چھوٹی موٹی تیس ہزار غلطیاں بھی موجود ہیں. اگر اناجیل اربعہ کی ضخامت کو غور کیا جائے تو زیادہ سے زیادہ سو صفحہ ہوں گے ان سو صفحوں میں تحریف بھی ہے اور تیس ہزار غلطیاں بھی ہیں یعنی فی صفحہ تین سو غلطیاں اب اگر ایک صفحہ میں ۲۰ سطریں ہیں تو اوسطاً فی سطر ۱۵ غلطی کا ہوتا ہے ارباب نقد و نظر ان مقدس کتابوں کی عظمت کو عیسائی شارحین کے پرواز فکر پر چھوڑ دیں خود اس خیال سے باز آئیں کہ یہ مفروضہ مقدس آسمانی کتابیں کہاں تک زندہ کتابیں کہی جا سکتی ہیں. ان کتب سماوی کے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے صرف ان کے پرستاران مذہب کے اہل قلم کی تحقیقات سے لکھا گیا ہے ورنہ مسلمانوں کے ایمان کا جزو اعظم یہ چیز بھی ہے کہ ہر مسلمان اللہ اور اس کے رسول کے علاوہ فرشتوں اور کتب سماوی جن کا ذکر قرآن میں ہے اور رسولوں پر بھی یقین و اعتقاد رکھتے ہیں. آج اگر یہ مقدس کتابیں اصل حالت میں موجود ہوتیں تو مسلمان ان کو اسی طرح سر آنکھوں پر رکھتے جس طرح قرآن پاک کو رکھتے ہیں. یہ تفصیلی بحث صرف اس لئے کی گئی کہ صحف ابراہیم

توراۃ. زبور. انجیل کا کلام الٰہی ہونا مسلمانوں کا مسلمہ عقیدہ ہے. اب دیگر مذاہب نے جن کتب کو الہامی اور آسمانی کتب کے نام سے اپنے پرستاروں کے سامنے پیش کیا ہے ان کے متعلق بھی اجمال و اشارات میں ناظرین کی معلومات میں کچھ نہ کچھ اضافہ کرانا اس عنوان کے تحت میں ضروری معلوم ہوتا ہے.

کتاب ژند ایشیا کا قدیم مذہب آتش پرست اور اس براعظم کی سب سے قدیم قوم پارسی کی مشہور و معروف کتاب ژند پر ایک سرسری نظر ڈالئے پہلوی زبان میں ژند و پاژند کے الفاظ بکثرت بولے جاتے ہیں. چقماق پتھر جس سے آگ کی چنگاریاں نکلتی ہیں ژند کہلاتا ہے. پاژند اس لوہے کی سلاخ کو کہتے ہیں جو چقماق پتھر پر آگ نکالنے کے لئے ماری جاتی ہے چونکہ پارسیوں کے عقیدہ کے مطابق ژند میں روشنی و ہدایت موجود ہے اس لئے ان کی کتاب کا نام ژند قرار دیا گیا اور پاژند اس کی شرح کا نام رکھا گیا پاژند کی شرح کا نام اوستا رکھا گیا. کتاب ژند زرتشت کے زمانہ حیات سے ہی پہلے مفقود ہو چکی تھی اس کے متعلق اہل تحقیق کا خیال ہے کہ اس میں ۲۵ ابواب تھے جو دنیا سے محو ہو چکے اب ان کا انیسواں باب وندیداد پایا جاتا ہے. ژند کی شرح پاژند اپنی اصل کی طرح عرصہ تک مقبول مذہب رہی لیکن سکندر نے جب ایران کو فتح کیا ہے تو پاژند بھی ختم ہو گئی اس جنگ کے بعد کچھ دنوں امن و امان رہا مگر سکندر کے بعد تین سو سال تک تمام ارض فارس میں نظام سلطنت درہم برہم رہا اور ہر جگہ طوائف الملوکی ترقی پذیر رہی. مذہبی دلچسپیاں بتدریج کم ہوتی گئیں. یہانتک کہ ایران کی عنان سلطنت اردشیر بابکان کے مضبوط ہاتھوں میں آئی اور پھر مذہب مجوس میں نئی لہریں پیدا ہوئیں ژند و پاژند کا وجود تو مٹ ہی چکا تھا مجوس ارباب قلم نے دساتیر کو مرتب کیا اور اسی کتاب کو آسمانی کتاب قرار دیا گیا. یہ زمانہ بھی کچھ زیادہ طویل نہ ہوا مانی نے ایک جدید مذہب کی بنیاد ڈالی اور دساتیر کو تلف اور اس کی تعلیم کو باطل قرار دیا. اختراع مذہب میں سرزمین ایران بھی مصریوں یونانیوں کے قدم بقدم سرگرم خرام رہی. مزدک نے مانی کے مذہب کو نیست و نابود اور پارسیوں کی آسمانی کتب کو تلاش کر کے نذر آتش کرنا شروع کر دیا یہ سب کچھ اسلام کے پہلے کی روئداد ہے. معلوم نہیں اس میں پارسیوں کے کون سے خدا. اہرمن و یزداں کا ہاتھ کام کر رہا تھا کتاب دساتیر کے متعلق محققین کا خیال ہے کہ اس کتاب میں صرف صبح و شام پڑھنے کی دعائیں جمع تھیں. اوستا کے متعلق ارباب تدبر کی تحقیقات یہ ہے کہ جب بعثت و نبوت حضور سرور کائنات سید الانبیا ختم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کا شہرہ اطراف عالم میں ہوا اور قرآن پاک کی تعلیم نے قلوب میں توحید باری کی تجلیاں پیدا کرنا شروع کر دیں آیات قرآنیہ دیار و امصار حجاز سے فارس تک پہنچیں. اہل فارس جو عرب کے ہمسایہ تھے اور ہمیشہ اہل عرب کو تحقیر سے دیکھتے تھے سمجھ گئے کہ ایک دن اسلام سے ضرور ہم کو معرکہ آرا ہونا پڑے گا اور ہمارے ہاتھ میں کوئی کتاب موجود نہیں جس کو ہم قرآن کے مقابل میں خدائی کلام بتا کر پیش کر سکیں اس لئے انہوں نے اوستا کی ترتیب و تدوین پر توجہ صرف کی اور قرآنی آیات کے ترجمے پہلوی و دری زبان میں درج کئے چنانچہ اوستا کے آغاز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کا لفظی ترجمہ بنام ایزد بخشایندہ بخشائش گر مہربان دادگر کو دری زبان میں مندرج کر دیا تاکہ کتاب کی قدامت دنیا پر ثابت ہو جائے اور بجائے بسم اللہ الرحمن الرحیم کے «خورشید نمائے ہر شندہ

ہر شنگہ زبان زد بیدار، لکھا۔

ان مختصر تاریخی اشارات کے بعد صاف طور پر اہل انصاف سمجھ سکتے ہیں کہ سکندر اعظم کی فتوحات کے بعد ایرانی آتش پرست مذہبی طور پر اس درجہ فرد مایہ ہو چکے تھے کہ ان کے پاس کوئی کتاب ایسی موجود نہ تھی جس کو وہ آسمانی یا یزدانی کتاب کہہ سکیں اس لئے مجوسی مذہب کے متعلق ایک منصف مزاج بجا طور پر کہہ سکتا ہے کہ پارسیوں کے پاس کوئی کتاب نہیں ہے جس کو زندہ کتاب کہا جائے۔

وید۔ قدیم اقوام کی فہرست میں ہنود ہی وہ قوم ہے جس کے تہذیب تمدن جس کے ملت و مذہب کی بنا بہت پرانی روایات کی حامل ہے اور ہندوستان اپنی شان قدامت اور روایات تاریخی کے لحاظ سے کائنات عالم کا ایک زرین خطہ ہے تاریخ عالم میں ہندوستان کی مذہبیت کے عنوانات خاص جاذبیت رکھتے ہیں ہندوستان ایک عظیم الشان براعظم ہونے کے لحاظ سے ہزارہا اقوام اور بیشمار مذاہب کا گہوارہ رہا ہے۔ سیاحان عالم نے ہندوستان کے نامدار اقوام کے متعلق اپنے اپنے نظریات کا گوناگون الفاظ میں تذکرہ کیا ہے جس کا خلاصہ یہی ہو سکتا ہے کہ یہ ملک ملک دیوتاؤں کی سرزمین بنا یہاں ہر شہر ہر قصبہ ہر آبادی میں ہزاروں دیوتاؤں کی پرستش ہوتی تھی یہاں کے خداوندگان باختیار کی تعداد یہاں کی آبادی کے پہلو بہ پہلو تھی ابتدا ہی سے یہاں کے باشندے سریع العقیدہ فطری طور پر واقع ہوئے تھے۔ اسلام کی ہزار سالہ سلطنت نے یا اسلامی تعلیمات کے تاثرات نے باوجود اس کے کہ کبھی کسی زمانہ میں اہل ہنود کے مذہب و اعتقاد میں دخل نہیں دیا تاہم ہندی ارباب بصیرت میں مذہبی اصلاح کا تصور قائم ہو گیا اور دیوتاؤں کی پرستاری میں والہانہ عقیدت آہستہ آہستہ کم ہونے لگی۔ عہد سلاطین مغلیہ میں حضرت بابا نانک صاحب نے اسلامی تصوف کا فیضان بدرجہ اتم حاصل کیا اور ہندوؤں میں بت پرستی کا جو دیرپا جذبہ موجود تھا اس کو مٹانے کے لئے سکھ مذہب کی بنیاد ڈالی پنجاب کے بیشمار ہندو اس جدید مذہب میں جوق جوق شامل ہوئے اور قدیم مذہب سے کنارہ کش ہوئے عہد حکومت اسلامی میں ہندو معاشرت ظاہری مسلمانوں سے ملتی جلتی تھی جس طرح مسلمان عمامہ باندھتے انگرکھا زیب بدن کرتے جبہ پہنتے بالکل اسی طرح ہندو شرفا بھی اسی لباس میں نظر آتے تھے جس طرح مسلمانوں کی رواجی اور عوامی ترکی زبان تھی بعینہ اہل ہند و فارسی انشا پردازی خطاطی اور خوشنویسی میں مسلمانوں سے آگے نظر آتے تھے۔ آج وہ کتابی نقوش و لسانی یادگاریں موجود ہیں جن کو دیکھکر سمجھدار انسان محو حیرت رہجاتا ہے کہ یہ بہار عجم یہ انشائے مادھورام اسی قوم کی مایہ ناز کتابیں ہیں جو آج زبان پرستان گفت رسم خط بر خنجر آزما ہیں محبت و مودت یگانگت و اتحاد جو روزانہ زندگی کے مظاہرات تھے اب عداوت و عناد نفرت و اجنبیت سے تبدیل ہو گئے۔ یہ چند جملے دل کی ٹیس تھی جو زبان قلم سے ضبط نہ ہو سکی۔ انگریزی حکومت نے جب ہندوستان کی باگ اپنے ہاتھ میں لی۔ ہندو مذہبیت میں پھر تبدیلی کا طوفان اٹھا۔ سوامی دیانند جی سرستی مہاراج نے قدیم ہندو مذہب کا خاکہ بھی بدلنے کی بنیاد ڈالی۔ انھوں نے ویدوں کی عدیم الوجود خاکستر کو سرزمین ہند سے گم شدہ ذرات سے کسی نہ کسی طرح تلاش کر لیا اس کی تجہیز میں اپنی شعلہ زبانی سے ایک آتش پر کتار روح پھونکی۔ ویدتا پرست دنیا جو ہزاروں سال سے موروثی پوجا کی دلدادہ تھی اس نے خواب فراموش کی طرح محسوس کیا کہ ارے یہ وید مقدس اور اس کی یہ توحید آموز تعلیم صدیوں سے کہاں روپوش تھی کیا منوسمرتی اور شاستر دھوکے کی ٹٹی ہی تھے سوامی جی نے اصلاح مذہب کا جو برق تمثال انداز اختیار کیا اس کا آغاز ۱۸۷۵ء سے ہوا جبکہ ان کی کتاب ستیارتھ پرکاش کا پہلا ایڈیشن ہندی میں اسٹار پریس بنارس سے راجہ جے کرشن داس بہادر سی ایس آئی نے شایع کیا۔ سوامی دیانند جی مہاراج نے کتاب ستیارتھ پرکاش میں جو سب سے اول ان کی زندگی میں شایع ہوئی بارہ سمولاس (ابواب) سناتن دھرمی افراد اور دیگر ہنود کے سامنے پیش کئے ان میں دس سمولاس ابتدائی کی غرض و غایت محض اس قدر تھی کہ وید اور اس کی تعلیمات سے ہندو دنیا روشناس ہو جائے اور اپنے منطقی انداز نگارش سے ویدوں کے منتروں کا ایسا ترجمہ پیش کیا جس سے کفریات بت پرستی کا یک لخت خاتمہ ہو گیا اور اسلامی توحید آئینہ بر کف نظر آنے لگی اس کتاب کے آخر کے دو سمولاس گیارہوں بارہواں فرق ہنود اور جین مت کے کھنڈن کے متعلق تھے، سوامی جی کی زندگی میں ستیارتھ پرکاش کے پہلے اور دوسرے ایڈیشن میں تیرہواں اور چودہواں سمولاس شامل نہیں تھے جس میں عیسائی مذہب اور اسلام کے خلاف زہر افشانی کیگئی ہے ہمیں سوامی جی کے جدید مذہب آریہ سماج کے متعلق کچھ نہیں سوامی جی کے جدید مذہب آریہ سماج کے متعلق کچھ کہنا نہیں ہے اس وقت تو اختصار کے ساتھ ہمیں وید کے متعلق اظہار خیال کرنا ہے وید کو آریہ اور سناتنی دونوں حضرات قابل احترام سمجھتے ہیں مگر دونوں فریقوں کی رائے کتاب کے متعلق جداگانہ ہے آریہ اصولاً اس کے قائل ہیں کہ وید صرف منتر بھاگ کا نام ہے اور سناتن دھرم والے کہتے ہیں کہ برہمن بھاگ ہی اصل وید ہے اگر سناتنی اہل علم کا قول صحیح سمجھا جائے تو وید کی ضخامت بمقابلہ منتر بھاگ کے دو چند سے زیادہ ہو جاتی ہے اور اگر آریہ حضرات کی تحقیق کو درست کہا جائے تو منتر بھاگ والے وید کی ضخامت بہت کم رہ جائیگی اس بحث کا نتیجہ ہر سمجھدار کو یہ ماننا پڑے گا کہ آریہ سماج کا دعویٰ صحیح ہونے کی صورت میں وید کا ⅔ حصہ تقریباً کم ہو جاتا ہے اور سناتن دھرم کا عقیدہ صحیح ہونے کی صورت میں وید میں ⅔ حصہ تقریباً زیادہ ہو جاتا ہے اسی طرح عام اہل ہنود کا اعتقاد ہے کہ وید چار ہیں یعنی رگ وید، یجر وید، سام وید، اتھر وید لیکن منوسمرتی میں منوجی مہاراج نے صرف رگ، یجر، سام تین ویدوں کا تذکرہ کیا ہے دوسری قدیم سنسکرت کی کتابوں میں بھی یہی تین نام لکھے ہیں علاوہ ازیں بعض قدیم کتابیں اہل ہنود کی ایسی بھی ہیں جن میں ۳۲ کتابوں کو وید کے نام سے موسوم کیا گیا ہے سوامی دیانند جی نے وید کو ایشور کا کلام بتایا ہے اور یہی عقیدہ عام ہندوؤں کا بھی ہے سناتن دھرم اور آریہ سماج چھ شاستروں کو متفقہ تسلیم کرتے ہیں، انھیں چھ شاستروں کا ایک مصنف گوتم ہے جس نے اپنی کتاب نیاو درشن میں وید کو کلام انسانی بتایا ہے گوتم وید کو ایشور کا کلام تسلیم نہیں کرتا۔

جین مذہب بھی اپنی قدامت کا ہندوستان میں مدعی ہے وہ تو ویدکو بالکل حرف غلط سمجھتے ہیں اور کسی وقت بھی وید کو آسمانی کتاب نہیں سمجھتے اور تسلیم نہیں کرتے جینی فرقہ اپنی مذہبی کتابوں کو وید سے قدیم کی نازل شدہ سمجھتا ہے اور اپنے مت کو وید کے زمانہ سے پہلے کا بتاتا ہے جینی فرقہ ہی نے سب سے پہلے ستیارتھ پرکاش

زندہ مذہب
مسلم اور کافر کا اصلی فرق

(سیدنا حضرت مولانا ابو الاعلیٰ مودودی)

ہر مسلمان اپنے نزدیک یہ سمجھتا ہے اور آپ بھی ضرور ایسا ہی سمجھتے ہوں گے کہ مسلمان کا درجہ کافر سے اونچا ہے مسلمان کو خدا پسند کرتا ہے اور کافر کو ناپسند کرتا ہے مسلمان خدا کے یہاں بخشا جائیگا اور کافر کی بخشش نہ ہوگی مسلمان جنت میں جائیگا اور کافر دوزخ میں جائیگا۔ آج میں چاہتا ہوں کہ آپ اس بات پر غور کریں کہ مسلمان اور کافر میں اتنا بڑا فرق کیوں ہوتا ہے؟ کافر بھی آدم کی اولاد ہے اور تم بھی کافر بھی ویسا ہی انسان ہے جیسے تم ہو وہ بھی تمہارے ہی جیسے ہاتھ پاؤں آنکھ ناک کان رکھتا ہے وہ بھی اسی ہوا میں سانس لیتا ہے یہی پانی پیتا ہے اسی زمین پر بستا ہے یہی پیداوار کھاتا ہے اسی طرح پیدا ہوتا ہے اور اسی طرح مرتا ہے اسی خدا نے اس کو بھی پیدا کیا ہے جس نے تم کو پیدا کیا ہے پھر آخر کیوں اس کا درجہ نیچا ہے اور تمہارا اونچا، تمہیں جنت کیوں ملیگی اور وہ دوزخ میں کیوں ڈالا جائیگا؟ یہ بات ذرا سوچنے کی ہے۔ آدمی اور آدمی میں اتنا بڑا فرق صرف اتنی سی بات سے تو نہیں ہو سکتا کہ تم عبد اللہ اور عبد الرحمٰن اور ایسے ہی دوسرے ناموں سے پکارے جاتے ہو اور وہ دین دیال اور گینڈا سنگھ اور رابرٹسن جیسے ناموں سے پکارا جاتا ہے یا تم ختنہ کراتے ہو اور وہ نہیں کراتا۔ یا تم گوشت کھاتے ہو اور وہ نہیں کھاتا اللہ تعالیٰ نے جس نے سب انسانوں کو پیدا کیا ہے اور جو سب کا پروردگار ہے ایسا ظلم تو کبھی نہیں کر سکتا کہ ایسی چھوٹی چھوٹی باتوں پر اپنی مخلوقات میں فرق کرے اور ایک بندے کو جنت میں اور دوسرے کو دوزخ میں پہنچا دے۔

جب یہ بات نہیں ہے تو پھر غور کرو کہ دونوں میں اصلی فرق کیا ہے؟ اس کا جواب صرف ایک ہے اور وہ یہ ہے کہ دونوں میں اصلی فرق اسلام اور کفر کی وجہ سے ہوتا ہے اسلام کے معنے خدا کی فرمانبرداری کے ہیں اور کفر کے معنے خدا کی نافرمانی کے مسلمان اور کافر دونوں انسان ہیں دونوں خدا کے بندے ہیں مگر ایک انسان اس لئے افضل ہو جاتا ہے کہ یہ اپنے مالک کو پہچانتا ہے اس کے حکم کی اطاعت کرتا ہے اور دوسرا انسان اسلئے اونچے درجے سے گر جاتا ہے کہ وہ اپنے مالک کو نہیں پہچانتا اسی وجہ سے خدا مسلمان سے خوش ہوتا ہے اور کافر سے ناراض۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسلمان کو کافر سے جدا کرنیوالی دو چیزیں ہیں: ایک علم دوسرے عمل یعنی پہلے تو اسے یہ جاننا چاہیے کہ اس کا مالک کون ہے! اس کے احکام کیا ہیں؟ اس کی مرضی پر چلنے کا طریقہ کیا ہے۔ پھر جب یہ باتیں معلوم ہو جائیں تو دوسری بات یہ ہے کہ آدمی اپنے آپ کو مالک کا غلام بنا دے جو مالک کی مرضی ہو اس پر چلے اگر اس کا دل ایک کام کو چاہے اور مالک کا حکم اس کے خلاف ہو تو اپنے دل کی بات نہ مانے اور مالک کی بات مان لے۔ یہ علم اور یہ عمل ہے جس کی وجہ سے مسلمان خدا کا پیارا بندہ ہوتا ہے اور اس پر خدا کی رحمت نازل ہوتی ہے اور خدا اس کو عزت عطا کرتا ہے کافر یہ علم نہیں رکھتا اور علم نہ ہونے کی وجہ سے اس کا عمل بھی ایسا نہیں ہوتا اسلئے وہ خدا کا جاہل اور نافرمان بندہ ہوتا ہے اور خدا اپنی رحمت سے اس کو محروم کر دیتا ہے۔

اب خود ہی انصاف سے کام لیکر سوچو کہ جو شخص اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہو، مگر ویسا ہی جاہل ہو جیسا ایک کافر ہوتا ہے اور ویسا ہی نافرمان ہو جیسا ایک کافر ہوتا ہے تو محض لباس اور کھانے پینے کے فرق کی وجہ سے وہ کافر کے مقابلہ میں کس طرح افضل ہو سکتا ہے اور کس بنا پر دنیا اور آخرت میں خدا کی رحمت کا حقدار ہو سکتا ہے؟ اسلام کسی نسل یا خاندان یا برادری کا نام نہیں ہے کہ باپ سے بیٹے کو اور بیٹے سے پوتے کو آپ ہی آپ مل جائے۔ یہاں یہ بات نہیں ہے کہ برہمن کا لڑکا چاہے کیسا ہی جاہل ہو اور کیسے ہی برے کام کرے مگر وہ اونچا ہی ہوگا کیونکہ برہمن کے گھر پیدا ہوا ہے اور اونچی ذات کا ہے اور چمار کا لڑکا چاہے علم اور عمل کے لحاظ سے ہر طرح اس سے بڑھکر ہو مگر وہ نیچا ہی رہیگا کیونکہ چمار کے گھر پیدا ہوا ہے اور کمین ہے یہاں تو خدا نے اپنی کتاب پاک میں صاف فرما دیا ہے کہ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ یعنی جو خدا کو زیادہ پہچانتا ہے اور اس کی زیادہ فرمانبرداری کرتا ہے وہی خدا کے نزدیک زیادہ عزت والا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ ایک بت پرست کے گھر پیدا ہوئے مگر انہوں نے خدا کو پہچانا اور اس کی فرمانبرداری کی اس لئے خدا نے ان کو ساری دنیا کا امام بنا دیا۔ حضرت نوحؑ کا لڑکا ایک پیغمبر کے گھر پیدا ہوا مگر اس نے خدا کو نہ پہچانا اور اس کی نافرمانی کی اس لئے خدا نے اس کے خاندان کی کچھ بھی پرواہ نہ کی اور اسے ایسا عذاب دیا جس پر دنیا عبرت کرتی ہے پس خوب اچھی طرح سمجھ لو کہ خدا کے نزدیک انسان اور انسان میں جو کچھ بھی فرق ہے وہ علم و عمل کے لحاظ سے ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اس کی رحمت صرف انہی کے لئے ہے جو اس کو پہچانتے ہیں اور اس کے بتائے ہوئے سیدھے رستے کو جانتے ہیں اور اس کی فرمانبرداری کرتے ہیں۔ جن لوگوں میں یہ صفت نہیں ہے ان کے نام خواہ عبد اللہ یا عبد الرحمٰن ہوں یا دین دیال اور گینڈا سنگھ خدا کے نزدیک ان دونوں میں کوئی فرق نہیں اور ان کو اس کی رحمت سے کوئی حق نہیں پہنچتا۔

بھائیو! تم اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہو اور تمہارا ایمان ہے کہ مسلمان پر خدا کی رحمت ہوتی ہے مگر ذرا آنکھیں کھول کر دیکھو کیا خدا کی رحمت تم پر نازل ہو رہی ہے؟ آخرت میں جو کچھ ہوگا وہ تو تم بعد میں دیکھو گے۔ مگر اس دنیا میں تمہارا جو حال ہے اس پر نظر ڈالو۔ اس دنیا میں تم دس کروڑ نہیں صرف ہندوستان میں دس کروڑ ہو، تمہاری اتنی بڑی تعداد ہے کہ اگر ایک ایک شخص ایک ایک کنکری پھینکے تو پہاڑ بن جائے لیکن جہاں اتنے مسلمان موجود ہیں وہاں کفار حکومت کر رہے ہیں تمہاری گردنیں ان کی مٹھی میں ہیں کہ جدھر چاہیں تمہیں موڑ دیں تمہارا سر جو خدا کے سوا کسی کے آگے نہ جھکتا تھا اب انسانوں کے آگے جھک رہا ہے تمہاری عزت جس پر ہاتھ ڈالنے کی کوئی ہمت نہ کر سکتا تھا آج خاک میں مل رہی ہے تمہارا ہاتھ جو ہمیشہ اونچا ہی رہتا تھا اب وہ نیچا ہوتا ہے اور کافروں کے آگے پھیلتا ہے۔ جہالت اور افلاس اور قرضداری نے ہر جگہ تم کو ذلیل و خوار کر رکھا ہے کیا یہ خدا کی رحمت ہے؟ اگر یہ رحمت نہیں ہے بلکہ کھلا ہوا غضب ہے تو یہ کیسی عجیب بات ہے کہ مسلمان اور اس پر خدا کا غضب نازل ہو! مسلمان اور ذلیل ہو! مسلمان اور غلام ہو! یہ تو ایسی ناممکن بات ہے جیسے کوئی چیز سفید بھی ہو اور سیاہ بھی۔ جب مسلمان خدا کا محبوب ہوتا ہے تو خدا کا محبوب دنیا میں ذلیل و خوار کیسے ہو سکتا ہے؟ کیا نعوذ باللہ تمہارا خدا ظالم ہے کہ تم اس کا حق پہچانو اور اس کی فرمانبرداری کرو اور وہ نافرمانوں کو تم پر حاکم بنا دے اور تم کو فرمانبرداری کے معاوضے میں سزا دے؟ اگر تمہارا ایمان ہے کہ خدا ظالم نہیں ہے اور اگر تم یقین رکھتے ہو کہ خدا کی فرمانبرداری کا بدلہ ذلت سے نہیں مل سکتا تو پھر تمہیں ماننا پڑیگا کہ مسلمان ہونے کا دعویٰ جو تم کرتے ہو اسی میں کوئی غلطی ہے تمہارا نام سرکاری کاغذات میں تو ضرور مسلمان لکھا جاتا ہے مگر خدا کے ہاں انگریزی سرکار کے دفتر کی سند پر فیصلہ نہیں ہوتا خدا اپنا دفتر الگ رکھتا ہے۔ وہاں تلاش کرو کہ تمہارا نام فرمانبرداروں میں لکھا ہوا ہے یا نافرمانوں میں؟ خدا نے تمہارے پاس کتاب بھیجی تا کہ تم اس کو پڑھ کر اپنے مالک

کو بھیجا تو ہم اس کی فرمانبرداری کا طریقہ معلوم کریں۔ کیا تم نے کبھی یہ معلوم کرنیکی کوشش کی کہ اس کتاب میں کیا لکھا ہے۔ خدا نے اپنے نبی کو تمہارے پاس بھیجا تاکہ وہ تمہیں مسلمان بننے کا طریقہ سکھائے کیا تم نے کبھی یہ معلوم کرنیکی کوشش کی کہ اس نبی نے کیا سکھایا ہے؟ خدا نے تم کو دنیا اور آخرت میں عزت حاصل کرنیکا طریقہ بتایا کیا تم اس طریقے پر چلتے ہو۔ خدا نے کھول کھول کر بتایا کہ کون سے کام ہیں جن سے انسان دنیا اور آخرت میں ذلیل ہوتا ہے کیا تم ایسے کاموں سے بچتے ہو؟ بتاؤ تمہارے پاس اس کا کیا جواب ہے؟ اگر تم مانتے ہو کہ نہ تو تم نے خدا کی کتاب اور اس کے نبی کی زندگی سے علم حاصل کیا اور نہ اس کے بتائے ہوئے طریقہ کی پیروی کی تو تم مسلمان ہوئے کب کہ تمہیں اس کا اجر ملے! جیسے مسلمان تم ہو ویسا ہی اجر تمہیں دنیا میں مل رہا ہے اور ویسا ہی اجر آخرت میں بھی دیکھ لوگے

میں پہلے ہی بیان کرچکا ہوں کہ مسلمان اور کافر میں علم اور عمل کے سوا کوئی فرق نہیں ہے اگر کسی شخص کا علم اور عمل ویسا ہی ہے جیسا کافر کا ہے اور وہ اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے تو بالکل جھوٹ کہتا ہے کافر قرآن کو نہیں پڑھتا اور نہیں جانتا کہ اس میں کیا لکھا ہے۔ یہی حال اگر مسلمان کا بھی ہو تو وہ مسلمان کیوں کہلائے؟ کافر نہیں جانتا کہ رسول اللہ کی کیا تعلیم ہے اور آپ نے خدا تک پہنچنے کا سیدھا راستہ کیا بتایا ہے اگر مسلمان بھی اسی طرح ناواقف ہو تو وہ مسلمان کیسے ہوا! کافر خدا کی مرضی پر چلنے کے بجائے اپنی مرضی پر چلتا ہے۔ مسلمان بھی اگر اسی کی طرح خودسر اور آزاد ہو اسی کی طرح اپنے ذاتی خیالات اور اپنی رائے پر چلنے والا ہو، اسی کی طرح خدا سے بے پرواہ اور اپنی خواہش کا بندہ ہو تو اسے اپنے آپ کو "مسلمان" (یعنی خدا کا فرمانبردار) کہنے کا کیا حق ہے؟ کافر حرام و حلال کی تمیز نہیں کرتا اور جس کام میں اپنے نزدیک فائدہ یا لذت دیکھتا ہے اس کو اختیار کرلیتا ہے چاہے خدا کے نزدیک وہ حلال ہو یا حرام۔ یہی رویہ اگر مسلمان کا ہو تو اس میں اور کافر میں کیا فرق ہوا؟ غرض یہ ہے کہ جب مسلمان بھی اسلام کے علم سے اتنا ہی کورا ہو جتنا کافر ہوتا ہے اور جب مسلمان بھی وہی سب کچھ کرے جو کافر کرتا ہے تو اس کو کافر کے مقابلہ میں کیوں فضیلت حاصل ہو؟ اور اس کا حشر بھی کافر جیسا کیوں نہ ہو؟ یہ ایسی بات ہے جس پر ہم سب کو ٹھنڈے دل سے غور کرنا چاہیئے۔

میرے عزیز بھائیو! کہیں یہ نہ سمجھ لینا کہ میں مسلمانوں کو کافر بنانے چلا ہوں نہیں میرا یہ مقصد ہرگز نہیں ہے۔ میں خود بھی سوچتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ ہم میں سے ہر شخص اپنی اپنی جگہ سوچے کہ ہم آخر خدا کی رحمت سے کیوں محروم ہوگئے ہیں؟ ہم پر ہر طرف سے کیوں مصیبتیں نازل ہورہی ہیں؟ جن کو ہم کافر یعنی خدا کے نافرمان بندے کہتے ہیں وہ ہم پر ہر جگہ غالب کیوں ہیں؟ اور ہم جو فرمانبردار ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں ہم ہر جگہ مغلوب کیوں ہورہے ہیں؟ اس کی وجہ پر میں نے جتنا غور کیا اتنا ہی مجھے یقین ہوتا چلا گیا کہ ہم میں اور کفار میں بس نام کا فرق رہ گیا ہے ورنہ ہم بھی خدا سے غفلت اور اس سے بےخوفی اور اس کی نافرمانی میں کچھ ان سے کم نہیں ہیں تھوڑا سا فرق ہم میں اور ان میں ضرور ہے مگر اس کی وجہ سے ہم کسی اجر کے مستحق نہیں ہیں بلکہ سزا کے مستحق ہیں کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ قرآن خدا کی کتاب ہے اور پھر اس کے ساتھ وہ برتاؤ کرتے ہیں جو کافر کرتا ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے نبی ہیں اور پھر آپ کی پیروی سے اس طرح بھاگتے ہیں جس طرح کافر بھاگتا ہے ہم کو معلوم ہے کہ جھوٹے پر خدا نے لعنت کی ہے، رشوت کھانے اور کھلانے والے کو جہنم کا یقین دلایا ہے، سود کھانے اور کھلانے والے کو بدترین مجرم قرار دیا ہے غیبت کرنے (اپنے بھائی کا گوشت کھانے) کے برابر بتایا ہے فحش اور بےحیائی اور بدکاری پر سخت عذاب کی دھمکی دی ہے مگر یہ جاننے کے بعد بھی ہم کفار کی طرح یہ سب کام آزادی کے ساتھ کرتے ہیں گویا ہمیں خدا کا کوئی خوف ہی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہم جو کفار کے مقابلہ میں تھوڑے بہت مسلمان بنے ہوئے نظر آتے ہیں اس پر ہمیں انعام نہیں ملتا بلکہ سزا دی جاتی ہے۔ کفار کا ہم پر حکمران ہونا، ہر جگہ ہمارا ذلیل و پست ہونا اسی جرم کی سزا ہے کہ ہمیں اسلام کی نعمت دی گئی تھی پھر ہم نے اس کی قدر نہ کی۔

عزیزو! آج جو کچھ میں نے کہا ہے یہ اسلئے نہیں ہے کہ تم کو ملامت کروں میں ملامت کرنے نہیں اٹھا ہوں۔ میرا مقصد یہ ہے کہ جو کچھ کھویا گیا ہے اس کو پھر سے حاصل کرنیکی فکر کی جائے۔ کھوئے ہوئے کو پانے کی فکر اسی وقت ہوتی ہے جب انسان کو معلوم ہو کہ اس کے پاس سے کیا چیز کھوئی گئی ہے اور وہ کیسی قیمتی چیز ہے۔ اسی لئے میں تم کو چوکانے کی کوشش کرتا ہوں۔ اگر تم کو ہوش آجائے، اور تم سمجھ لو کہ حقیقت میں بہت قیمتی چیز تمہارے پاس تھی تو پھر تم خود اس کو حاصل کرنیکی فکر کروگے

میں نے پہلے تم سے کہا تھا کہ مسلمان کو مسلمان ہونے کے لئے سب سے پہلے جس چیز کی ضرورت ہے وہ اسلام کا علم ہے ہر مسلمان کو یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ قرآن کی تعلیم کیا ہے، رسول پاک کا طریقہ کیا ہے، اسلام کس کو کہتے ہیں اور کفر و اسلام میں اصلی فرق کن باتوں کی وجہ سے ہے۔ اس علم کے بغیر کوئی شخص مسلمان نہیں ہوسکتا مگر افسوس ہے کہ تم اسی علم کو حاصل کرنیکی فکر نہیں کرتے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابھی تک تم کو احساس نہیں ہوا کہ تم کتنی بڑی نعمت سے محروم ہو۔ میرے بھائیو! ماں اپنے بچے کو دودھ بھی اس وقت تک نہیں دیتی جب تک کہ وہ رو کر مانگتا نہیں۔ پیاسے کو جب پیاس لگتی ہے تو وہ خود پانی ڈھونڈتا ہے اور خدا اس کے لئے پانی بھی پیدا کردیتا ہے جب تم کو خود ہی پیاس نہ ہو تو پانی سے بھرا ہوا کنواں بھی تمہارے پاس آجائے تو بیکار ہے پہلے تم کو خود سمجھنا چاہیئے کہ دین سے ناواقف رہنے میں تمہارا کتنا بڑا نقصان ہے خدا کی کتاب تمہارے پاس موجود ہے مگر تم نہیں جانتے کہ اس میں کیا لکھا ہے، اس سے زیادہ نقصان کی بات اور کیا ہوسکتی ہے؟ نماز تم پڑھتے ہو مگر تمہیں نہیں معلوم کہ اس نماز میں تم اپنے خدا کے سامنے کیا عرض کرتے ہو، اس سے بڑھکر اور کیا نقصان ہوسکتا ہے؟ کلمہ جس کے ذریعہ سے تم اسلام میں داخل ہوتے ہو اس کے معنے تک تم کو معلوم نہیں اور تم نہیں جانتے کہ اس کلمہ کو پڑھنے کے ساتھ ہی تم پر کیا ذمہ داریاں عاید ہوتی ہیں ایک مسلمان کے لئے کیا اس سے بھی بڑھکر کوئی نقصان ہوسکتا ہے! کھیتی کے جل جانے کا نقصان تم کو معلوم ہے۔ روزگار نہ ملنے کا نقصان تم کو معلوم ہے اپنے مال کے ضایع ہوجانے کا نقصان تم کو معلوم ہے مگر اسلام سے ناواقف ہونے کا نقصان تمہیں معلوم نہیں جب تم کو اس نقصان کا احساس ہوگا تو تم خود اٹھ کھڑے ہوگے کہ ہمیں اس نقصان سے بچاؤ، اور جب تم خود دیکھو گے تو انشاء اللہ تمہیں اس نقصان سے بچانے کا بھی انتظام ہوجائیگا۔

میں تین ہستیوں کا تعلق تھا ساتھ حضرت یوسف کا ساتھ اسرکی نافرمانی کا تھا باپ کو دھوکا دینے کا۔ حضرت یوسف نے اپنا حق تو لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ کہکر معاف کردیا اور اللہ کے حق کی معافی کی دعا مانگی لیکن بصیغۂ مضارع تاکہ والد کا ادب باقی رہے اور وہ کامل طور پر دعا مغفرت کریں۔ اس کے بعد آپ نے اپنا قمیص لیکر باپ کے پاس جانے اور ان کے چہرہ پر ڈالنے اور پھر سب متعلقین کو ساتھ لانے کی بھائیوں کو ہدایت کی اور یہ بھی فرما دیا کہ والد کے چہرہ پر قمیص ڈالدینگے تو اُن کی آنکھیں روشن ہو جائینگی۔

مقصود بیان: آیت وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا دلالت کررہی ہے کہ حضرت یعقوبؑ کے بیٹوں پر مال صدقہ حرام نہ تھا بلکہ سفیان بن عیینہ نے تو اسی آیت سے یہ مسئلہ استخراج کیا ہے کہ سوائے ہمارے آقائے محترم کے کسی نبی پر صدقہ حرام نہ تھا۔ برادران یوسف نے اپنی عاجزی تنگدستی اور محتاجی کو ظاہر کرکے عزیز مصر کے دل میں جذبۂ رحم کو ابھارنا چاہا تھا اسی تدبیر سے وہ اپنی غرض کی جستجو کرنی چاہتے تھے کہ اگر عزیز کو رحم آگیا تو باپ کی ہدایت کے بموجب اپنا مدعا ظاہر کرینگے ورنہ چپ رہینگے۔ اس بات سے اس طرف اشارہ ہے کہ اپنی حاجت کے لئے جائز طور پر حیلہ کرنا شرعاً جائز ہے۔

قَدْ مَنَّ اللّٰهُ سبق دے رہی ہے کہ مسلمان کو خدا تعالیٰ جو برتری فضیلت اور نعمت عطا فرمائے اُس کو محض انعام الٰہی سمجھے۔ اپنی کوشش اور قابلیت کا نتیجہ نہ جانے۔ آیت اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ الخ بتا رہی ہے کہ انعام الٰہی کے مستحق فرمانبردار بندے ہوتے ہیں جو لوگ نیکوکار ہوتے ہیں اللہ اُن کو ضرور نوازتا ہے۔ حضرت یوسفؑ کا قول لَا تَثْرِيبَ الخ دلالت کررہا ہے کہ بلند ہمت شخص کو اقتدار حاصل ہونے پر انتقام نہ لینا چاہئے بلکہ درگذر کرنی چاہئے اور معاف کردینا چاہئے۔ کمزور سے بدلہ لینا علو ہمت کے منافی ہے۔ وغیرہ

وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيْرُ قَالَ اَبُوْهُمْ اِنِّيْ

اور جب قافلہ جدا ہوا تو اُن کے باپ نے (لوگوں سے) کہا اگر

لَاَجِدُ رِيْحَ يُوْسُفَ لَوْلَآ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ ۝

تم مجھے سٹھیا ہوا بڈھا نہ کہو تو بتاؤں کہ مجھے یوسف کی بو آرہی ہے

قَالُوْا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِيْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ ۝

لوگوں نے کہا خدا کی قسم آپ تو اپنی پرانی غلطی میں ہیں

فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِيْرُ اَلْقٰىهُ عَلٰى وَجْهِهٖ

پھر جب خوشخبری دینے والا آگیا تو اس نے باپ کے چہرہ پر کرتہ ڈال دیا

فَارْتَدَّ بَصِيْرًا ۚ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّيْٓ

اور وہ بینا ہوگئے اور باپ نے کہا کیوں میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ

اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ قَالُوْا

اللہ کی طرف سے وہ علم ہے جو تم کو نہیں ہے بیٹوں نے کہا

يٰٓاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَآ اِنَّا كُنَّا

ابا ہمارے گناہوں کی معافی مانگئے بلاشبہ ہم

خٰطِئِيْنَ ۝ قَالَ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ

قصوروار تھے یعقوبؑ نے کہا میں تمہارے لئے اپنے رب سے دعا مغفرت

رَبِّيْ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝

کروں گا وہی غفور رحیم ہے

تفسیر غرض جب برادران یوسفؑ کا قافلہ پیراہن یوسف لیکر مصر سے چلا تو کچھ ہی دور نکلنے پایا تھا کہ حضرت یعقوبؑ کو یوسفؑ کی خوشبو محسوس ہوئی۔ ابن کثیر نے بقول ابن عباس بیان کیا ہے کہ جب قافلہ شہر سے چلا تو ہوا چلی اور اُس نے قمیص یوسفؑ کی خوشبو حضرت یعقوبؑ کو پہونچائی یعنی آپ نے آٹھ روز کی مسافت سے خوشبو کا احساس کرلیا۔ حسن اور ابن جریج کا قول ہے کہ درمیان میں اسّی فرسنگ کا فاصلہ تھا۔ حضرت یعقوبؑ نے پوتوں سے فرمایا مجھے پیراہن یوسف کی خوشبو آرہی ہے مگر تم اسکو اس کی خرابی بیوقوفی اور سٹھیا جانے سے تعبیر کروگے۔ پوتوں نے جواب دیا آپ تو اپنی پرانی غلطی پر ہیں تم میں یوسف کہاں اور اُس کی خوشبو کہاں۔ ابن عباس نے اس جگہ ضلال کا ترجمہ خطا اور غلطی کیا ہے اور یہی درست ہے۔ کچھ مدت کے بعد جب خوشخبری دینے والا (بقول مجاہد یہ یہودا تھا) آیا اور باپ کے چہرہ پر پیراہن ڈالا تو معجزۂ یوسفی سے باپ کی آنکھیں صحیح حالت میں ہوگئیں۔ بیضاوی نے زمخشری کے اتباع میں حضرت یعقوبؑ کی آنکھیں روشن ہونے کی یہ تاویل تحریر کی ہے کہ فرط خوشی سے بدنی توانائی میں جوش پیدا ہوگیا جس سے بینائی درست ہوگئی۔ مگر یہ تاویل بعید از عقل ہے فرقہ معتزلہ جس کا امام زمخشری ہے حضرت یعقوبؑ کی بینائی زائل ہونے کا قائل ہی نہیں ہے اور آنکھوں کے سفید ہو جانے کے معنی کثرت گریہ کو قرار دیا ہے۔ اس لئے بینا ہونے کی بھی اُس نے ایسی تاویل کی جو طب اور شرع دونوں کے خلاف ہے بیضاوی نے اُس کا اتباع کیا صحیح صرف یہ بات ہے کہ یہ یوسفؑ کا معجزہ تھا جسکی اطلاع آپ نے قبل از روانگی دیدی تھی۔

عرض آنکھیں روشن ہونے کے بعد حضرت یعقوبؑ نے فرمایا کیوں میں نہیں کہتا تھا کہ اللہ کی طرف سے جو علم مجھے عطا ہوا ہے اُس سے تم واقف نہیں۔ سچ ہے خاصان خدا کا الہام اور کشف غلط نہیں ہوتا۔ شیخ سعدی نے لکھا ہے کہ کسی نے حضرت یعقوبؑ سے پوچھا آپ نے مصر سے تو بوئے پیراہن سونگھ لی کنعان کے کنوئیں میں کیوں نہ دیکھ لیا؟ فرمایا ہم لوگوں کا حال بجلی کی چمک کی طرح ہے۔ جب چمکی دیکھ لیا۔ نہ چمکی نہ دکھا۔ جب سب بیٹے باپ کے پاس پہونچ گئے تو اپنے قصور کی معافی کے طالب ہوئے اور یہ بھی عرض کیا کہ آپ ہمارے لئے خدا تعالیٰ سے دعاء مغفرت کردیجئے۔ آپ نے فرمایا میں عنقریب تمہارے لئے دعائے مغفرت کروں گا۔ شعبی کہتے ہیں کہ حضرت یعقوب نے اُس وقت دعاء مغفرت اس لئے نہ کی کیونکہ اُن کو معلوم نہ تھا کہ یوسف نے اُن کو معاف کردیا ہے یا نہیں اور حق یوسف کا تھا بلکہ دعا کا وعدہ کرلیا۔ بیضاوی نے بھی اسی کی تائید کی ہے اور لکھا ہے کہ اس امر کی تائید ایک روایت سے ہوتی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مصر پہنچنے کے بعد حضرت یعقوب نے قبلہ رو کھڑے ہوکر دعاء مغفرت کی اور اُن کے پیچھے یوسفؑ نے آمین کہی اور یوسف کے بھائی دسوں بھائی نہایت عاجزی کے ساتھ لرزتے کپکپاتے کھڑے رہے اور بالآخر جبرئیل نے قبولِ دعا کی بشارت دی۔ ابن مسعود، ابراہیم تیمی، عمرو بن قیس اور ابن جریج وغیرہم کا قول ہے کہ حضرت یعقوب نے سحر کے وقت دعائے مغفرت کرنے کا وعدہ کیا لیکن معالم و سراج میں ابن عباس کا قول مروی ہے کہ حضرت یعقوبؑ نے دعا کرنے میں شب جمعہ تک تاخیر کی۔ ممکن ہے یہ واقعہ پنج شنبہ کا ہو۔ دوسرے روز صبح کے وقت حضرت یعقوبؑ نے دعائے مغفرت کی ہو۔

مقصود بیان:۔ جن کے باطنی حواس تیز ہوتے ہیں اُن کو محبوب کی خوشبو کا احساس دور سے ہو جاتا ہے۔ حضرت یعقوبؑ نے پیراہن یوسف کی بو دور سے پالی تھی۔ حقیقت شناس آدمی کو ظاہر پرست طبقہ مجنون اور بیوقوف سمجھتا ہے اُس کے قول کو دیوانہ کی بڑ سمجھتا ہے مگر آخر میں وہ خود پاگل ہوتا ہے حقیقت اُس کی نظروں کے سامنے نہیں ہوتی۔ پیراہن یوسف سے حضرت یعقوبؑ کی آنکھیں روشن ہوگئی تھیں۔ جو لوگ آداب قرب سے واقف ہیں وہ کسی کے لئے دعائے مغفرت بھی بغیر حصول اجازت کے اور بدون موقعہ ملے نہیں کرتے انبیاء کا علم اپنے زمانہ کے لوگوں سے زائد ہوتا ہے لیکن کل علم ہوتا ہے خدا داد۔ وغیرہ۔

فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰۤى اِلَيْهِ

غرض جب یوسفؑ کے پاس پہنچے تو یوسفؑ نے اپنے ماں باپ کو اپنے پاس

اَبَوَيْهِ وَقَالَ ادْخُلُوْا مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ

جگہ دی اور کہا مصر میں داخل ہو امن کے ساتھ

اٰمِنِيْنَ ۝ وَرَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ

اگر اللہ کی مشیت ہو یوسفؑ نے اپنے ماں باپ کو اٹھا کر تخت پر بٹھالیا

وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا ۚ وَقَالَ يٰۤاَبَتِ هٰذَا

اور سب اُس کے سامنے سجدہ میں گر گئے یوسفؑ نے کہا ابا یہ

تَاْوِيْلُ رُءْيَايَ مِنْ قَبْلُ ۫ قَدْ جَعَلَهَا

میرے پہلے خواب کی تعبیر ہے میرے رب نے اُس کو

رَبِّيْ حَقًّا ؕ وَقَدْ اَحْسَنَ بِيْۤ اِذْ اَخْرَجَنِيْ

سچ کر دکھایا اُس نے میرے ساتھ احسان کیا کہ مجھے قید سے

مِنَ السِّجْنِ وَجَآءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ

نکالا اور تم سب کو گانوؤں سے لے آیا

مِنْۢ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الشَّيْطٰنُ بَيْنِيْ

بعد اس کے کہ شیطان نے میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان

وَبَيْنَ اِخْوَتِيْ ؕ اِنَّ رَبِّيْ لَطِيْفٌ لِّمَا

جھگڑا ڈال دیا تھا میرا رب جو کچھ چاہتا ہے تدبیر سے

يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ۝

کرتا ہے وہی خبردار مصلحت بین ہے

تفسیر معالم، سراج اور بیضاوی میں لکھا ہے کہ حضرت یوسفؑ نے اپنے کل خاندان کی سواری اور اُن کا سامان اٹھانے کیلئے سواونٹنیاں مع ساز و سامان کے روانہ کی تھیں۔ انہی اونٹنیوں پر سوار ہوکر حضرت یعقوبؑ تمام خاندان سمیت مصر پہنچے۔ شہر کے باہر حضرت یوسفؑ نے استقبال اور قیام کا بندوبست کردیا تھا۔ بقول ابن کثیر بادشاہ بھی کثیر جماعت امراء کے ساتھ استقبال کو آیا تھا۔ سیوطی نے تحبیر میں اور قرطبی وغیرہ نے لکھا ہے کہ حضرت یعقوبؑ کی عمر اُس وقت ۱۳۰ سال کی تھی شہر کے باہر حضرت یوسفؑ والدین سے ملے اور سب کو شہر میں داخل ہونے کی دعوت دی۔ اُس وقت حضرت یعقوبؑ کے ساتھ یوسفؑ کی حقیقی والدہ نہیں تھیں خالہ تھیں جن کو محاورۂ عرب کے موافق والدہ کہا گیا معالم و سراج میں ابن عباس کا قول اور تفسیر ابن کثیر میں سدی اور عبدالرحمن بن زید کا قول نقل

کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یوسف کی خالہ لیا تھیں۔ خنادی نے اس قول کی تضعیف کی ہے اور لکھا ہے کہ لیا کا انتقال توراحیل کے نکاح سے پہلے ہوچکا تھا۔ ابن کثیر نے بقول ابن اسحاق وابن جریر لکھا ہے کہ اُس وقت یوسف کے ماں باپ دونوں زندہ تھے۔ ابن جریر کا قول ہے کہ کوئی قابل اعتماد دلیل نہیں پائی جاتی اس بات کی کہ یوسف کی والدہ مرچکی تھیں۔

حضرت یعقوبؑ جس وقت مصر پہنچے تو اپ کے کنبہ کی تعداد ستر یا بہتر اور بقول مسروق تہتر تھی اور عاشورہ کے دن داخل ہوئے تھے۔

سجدہ سے حقیقی سجدہ مراد ہے یا صرف جھکنا اس کی تفصیل ہم پہلے لکھ آئے ہیں۔ اگر حقیقی سجدہ ہی مراد ہو تب یہ معنی ہوں گے کہ یوسف کے والدین اور بھائی یوسف کی عزت وعظمت کو دیکھ کر خدا تعالیٰ کے سامنے سربسجود ہو گئے اور بارگاہ الہی میں نسل اسرائیلی کے اعزاز کا شکریہ ادا کیا گویا مسجود خدا تھا اور یوسف کا اعزاز سبب سجدہ۔ اس کے بعد یوسف نے اللہ کے احسانوں کا تذکرہ کیا اور خدا تعالیٰ کی حمد وثنا کی۔

مقصود بیان:۔ والدین کی تعظیم لازم ہے۔ حضرت یوسفؑ نے بھی باوجود اس قدر عظمت شان کے والدین کی تعظیم کی۔ آیت اُدْخُلُوْا مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ بتا رہی ہے کہ کامیابی عزت عافیت وغیرہ کا کتنا ہی یقین ہو مگر ان شاء اللہ کہنا اور پیش آنے والے ہر واقعہ کو مشیت الہی کے سپرد کرنا لازم ہے۔ ونچا بٹھانا بھی اعزاز کی ایک قسم ہے وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ خاندان کے کسی فرد کی عزت وحکومت سے پورے خاندان کی عزت بڑھتی ہے جس کا شکریہ واجب ہے اور شکر کی انتہائی اظہاری شکل سجدہ ہے۔ آیت وَقَدْ اَحْسَنَ بِيْٓ الخ تعلیم دے رہی ہے کہ آدمی کتنا ہی عالی قدر اور خود مختار حکمران ہو جائے اور حصول عزت میں اُس نے کیسی ہی قابلیت اور کوشش صرف کی ہو مگر اسکو انعام الہی سمجھے اور اپنی کوشش کا نتیجہ نہ جانے۔ دیہات سے نکلکر کسی متمدن شہر میں عزت کے ساتھ رہنا بھی انعام الہی ہے خصوصاً کنعان سے نکل کر مصر پہنچنا اور وہاں حکومت پر فائز ہونا تو نعمت غیر مترقبہ تھی کیونکہ اہل بابل کی عظمت تباہ ہوچکی تھی مصر بابل سے ٹوٹ کر خود مختار سلطنت ہوگئی تھی۔ ایسی سلطنت کا حصول تو بعید از امید تھا۔ آیت مِنْ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الخ دلالت کر رہی ہے کہ بھائیوں کو خواہ وہ علاتی ہوں محبت والفت سے رہنا چاہئے۔ بھائیوں کی باہمی عداوت شیطانی حرکت ہے آخری آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ جو کچھ کرنا چاہتا ہے کرتا ہے اور ایسی باریک دور رس تدبیر سے کرتا ہے جس کا اندازہ کسی کو بھی نہیں ہوتا۔ وغیرہ۔

رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِيْ مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِيْ

اے میرے رب تو نے مجھے بادشاہت عطا کی اور خوابوں کی

مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ

تعبیر دینی سکھائی اے آسمان وزمین کے پیدا

وَالْاَرْضِ اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ

کرنے والے تو دنیا و دین میں میرا کارساز ہے

تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ۝

مجھے اسلام کی حالت میں ہی موت دیجو اور نیک لوگوں کے ساتھ ملا دیجو

تفسیر جب خدا تعالیٰ نے یوسف کو پوری نعمتوں سے سرفراز فرمایا تو ایک روز تخلیہ کے وقت ماں باپ اور بھائیوں سے انعامات الہی کا تذکرہ کیا اور آخر میں روئے سخن مخلوق سے ہٹا کر خالق کی طرف کر کے دعا کی جس میں اول اُن مادی اور روحانی نعمتوں کو بیان کیا جو اللہ نے اُن کو دی تھیں پھر خدا کی صفت عالیہ کو ظاہر کر کے اپنے نیک انجام کی خواہش کی۔

لفظ مِنَ الْمُلْكِ بعض مفسرین نے یہ سمجھا ہے کہ شاید یوسف خود مختار بادشاہ ہو گئے تھے مگر یہ غلط ہے۔ ملک سے مراد ہے حکومت اور چونکہ وزیر اعظم تھے اسلئے حکومت حاصل تھی

اَحَادِيْث سے مراد یا تو خوابیں ہیں جیسا کہ اکثر مفسرین کا خیال ہے یا کلام الہی ہے جو اُس وقت تک صحیفوں کی شکل میں حضرت ابراہیم وغیرہ پر نازل ہو چکا تھا۔

تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا کے تفسیری معنی میں علما کا بڑا اختلاف ہے بعض لوگ اس کو دعاء موت قرار دیتے ہیں اور اپنے قول کے ثبوت میں اقوال وآثار پیش کرتے ہیں جس کا تذکرہ ہم ابتداء سورت میں کر آئے ہیں مگر ہمارے نزدیک حق یہ ہے کہ حضرت یوسفؑ نے مرنے کی دعا نہ کی تھی بلکہ اس دعا سے آپ کا مقصود محض وقت وفات کا اسلام تھا۔ گویا تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا کے معنی ہوئے پروردگار! تو مرنے کے وقت مجھے مسلمان رکھنا۔

مقصود بیان:۔ حضرت یوسفؑ کی یہ دعا بتا رہی ہے کہ دنیا کی نعمتیں کتنی ہی عظیم الشان ہوں یہاں تک کہ سلطنت مل جائے مگر آخرت کی نعمت کے بغیر ناکارہ اور ہیچ ہیں۔ اسی لئے اہل عرفان دنیا ودین دونوں کی بہتری کی دعا کرتے ہیں اور آخرت کو دنیا پر ترجیح دیتے ہیں۔ اس دعا کے آخری الفاظ دلالت کر رہے ہیں کہ زمرۂ صالحین میں داخل ہونا سب سے بڑی نعمت ہے آیات کی ترتیب سے ہم کو یہ سبق ملتا ہے کہ دعا کرتے وقت مسلمان پر لازم ہے کہ سب سے پہلے اُن احسانوں کا تذکرہ کرے جو اللہ نے اُس پر کیے ہوں خواہ ہیں۔ پھر اللہ کے عمومی صفات کمال کو ذکر کرے پھر اللہ کو اپنا کارساز بنائے

وَكَأَيِّنْ مِّنْ آيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ

زمین و آسمان میں بہتیرے نشانہائے قدرت ہیں جن پر

يَمُرُّونَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُونَ ۝

یہ گذرتے ہیں مگر اُن کی طرف سے مُنہ پھیرے گذرتے ہیں

وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُم بِاللَّهِ إِلَّا وَهُم

ان میں سے اکثر اللہ کو نہیں مانتے اور مانتے بھی ہیں تو

مُّشْرِكُونَ ۝ أَفَأَمِنُوا أَن تَأْتِيَهُمْ غَاشِيَةٌ

شریک قرار دیتے ہوئے کیا یہ لوگ اس بات سے بے خوف ہیں کہ اللہ

مِّنْ عَذَابِ اللَّهِ أَوْ تَأْتِيَهُمُ السَّاعَةُ

کے عذاب کی ان پر ایک آفت آ پڑیگی یا اچانک ان پر قیامت

بَغْتَةً وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ۝

آجائیگی [illegible]

تفسیر اوپر کی آیات میں [illegible] کی دو دلیلیں بیان کی گئیں [illegible] واقعات کی اطلاع، بنا بغیر کسی کے سکھائے پڑھائے ہوئے۔ اور بغیر طلب معاوضہ کے تبلیغ و ہدایت کرنا۔ اب یہاں تیسری دلیل بیان کرتا ہے جس سے توحید رسالت اور پیام رسولؐ کی صداقت ظاہر ہوتی ہے۔ ماحصل ارشاد یہ ہے کہ عام لوگ عجیب کور بصیرت واقع ہوئے ہیں مضمون قرآن پر وہ غور نہیں کرتے، رسول کے طریقہ تبلیغ اور غرض ہدایت پر وہ توجہ نہیں کرتے اور آیات قدرت کا مطالعہ وہ نہیں کرتے آسمانوں اور زمینوں میں قدرت کی بے شمار نشانیاں ہیں۔ آسمان کے ہر ستارہ سے سمندر کے ہر قطرہ سے ریگستان کے ہر ذرہ سے پہاڑوں کے ہر پتھر سے اور درختوں کے ہر پتہ سے اللہ کی ربوبیت و الوہیت کا اعلان ہو رہا ہے مگر یہ غفلت کی حالت میں ہر چیز کی طرف سے گذر جاتے ہیں اور خاموش آواز قدرت کو کان دھر کے نہیں سنتے۔ اگر کچھ لوگ اللہ کو مانتے بھی ہیں تو اس طریقہ سے جو شرک آمیز ہے۔ دعویٰ کرتے ہیں ایمان کا اور عقیدہ رکھتے ہیں شرک کا۔ ابن کثیرؒ نے ابن عباسؓ کا قول نقل کیا ہے جسکو بخاری نے صحیح میں تعلیقاً اور دوسروں نے مسنداً روایت کیا ہے کہ جب کافروں سے پوچھا جاتا ہے کہ تم کو کس نے پیدا کیا اور آسمان و زمین کا کون خالق ہے ؟ تو جواب دیتے ہیں سب کا خالق اللہ ہے۔ پس یہ تو اُن کا ایمان ہے۔ لیکن وہ پرستش کرتے ہیں اللہ کے علاوہ اوروں کی۔ پس یہ اُن کا شرک ہے۔ مجاہد، عکرمہ، عطاء، شعبی، قتادہ، ضحاک اور عبد الرحمن بن زید کا یہی قول ہے۔ لیکن ابن عباسؓ کے مذکورہ قول سے یہ نہ سمجھ لینا چاہیئے کہ آیت وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُم بِاللَّهِ إِلَّا وَهُم مُّشْرِكُونَ کا نزول فقط قریش کے حق میں ہوا تھا۔ تخصیص کی کوئی وجہ نہیں بلکہ اُس زمانہ میں جو لوگ بھی ایسے تھے کہ اللہ کو خالق جاننے کے باوجود غیر اللہ کو مؤثر سمجھتے تھے سب آیت کے ذیل میں آتے ہیں خواہ وہ مشرکین عرب ہوں جو بت پرستی کرتے تھے یا صابی ہوں جو ستارہ پرست تھے یا مجوسی ہوں جو آتش پرست تھے یا یہودی ہوں جو عزیر کو ابن اللہ اور اپنے علماء و مشائخ کو حاکم مطلق یقین کرتے تھے یا عیسائی ہوں جو مسیح کو خدا کا بیٹا جانتے تھے آیت کا مورد کوئی خاص نہیں۔ اور خاص بھی ہو تب بھی حکم عام ہے۔ ہر شرک آمیز ایمان رکھنے والا آیت کے ذیل میں داخل ہے۔ یہاں تک کہ رسولِ پاکؐ کے زمانہ سے قیامت تک جو شخص بھی صفات الٰہیہ کا وجود کسی غیر میں ثابت کریگا یا کرتا ہے اور تصرفات خداوندی کا مالک دوسروں کو جانتا ہے وہ مؤمن مشرک یا مشرک مؤمن ہے اور ایمان آمیز شرک یا شرک آمیز ایمان کسی طور پر قابل قبول نہیں اور نہ لائق اعتبار ہے۔ ایمان کے ساتھ شرک جمع نہیں ہو سکتا۔ صحیحین میں ایک اور روایت آئی ہے کہ مشرکین عرب خانہ کعبہ کا جس وقت طواف کرتے تو وقت طواف یہ الفاظ کہتے۔ لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ إِلَّا شَرِيكًا هُوَ لَكَ تَمْلِكُهُ وَمَا مَلَكَ۔ یعنی ہم حاضر ہیں ہم تیری عبادت میں حاضر ہیں تیرا کوئی شریک نہیں۔ ہاں صرف وہی تیرا شریک ہے جو خود تیرا ہے تو اس کا بھی [illegible] وہ تیرا مالک نہیں۔ صحیح مسلم میں ہے کہ جب لبیک لا شریک لک کہتے تو حضور ان کو اس سے اگلے الفاظ ادا کرنے سے روکتے اور فرماتے بس بس یعنی اس سے آگے کچھ نہ کہو۔ یہ قصہ بھی موردِ نزول نہیں۔ مگر حکم آیت اسکو بھی شامل ہے بعض علماء اس کے بھی قائل ہیں کہ یہ آیت منافقوں کے حق میں نازل ہوئی۔ مگر صحیح یہی ہے جو ہم نے اوپر لکھدیا کہ مورد خاص نہیں۔ اور اگر کوئی مخصوص واقعہ سبب نزول ہو گا تب بھی حکم عام ہے۔

ترتیبی: اُس توحید و براہین صدق رسول بیان کرنے کے بعد آگے وعید و ترہیب کے طور پر فرمایا کہ کیا ان مشرکوں کو اس بات کا خوف نہیں کہ دنیا ہی میں اللہ کی طرف سے کوئی عذاب آسکتا ہے (اور پھر ان کے جھوٹے معبود اسکو دفع نہیں کر سکتے) یا موت کا وقت آجائے اور اُن کو اس کی کسی علامت کا پیشتر سے احساس بھی نہ ہو اُس وقت یہ کیا کر سکتے ہیں وکس طرح عذاب الٰہی سے بچ سکتے ہیں۔

مقصود بیان :- آیات قدرت پر گہری نظر ڈالنے اور اُن سے معرفت الٰہی حاصل کرنے کی لطیف تعلیم۔ شرک آمیز توحید کے ناقابل اعتبار ہونے کی فراحمد صراحت۔ موجودہ زمانہ کے اُن مسلمانوں کے لئے خصوصیت کے ساتھ درس عبرت جو پیروں فقیروں کی نذر نیاز کرتے۔ مزارات اولیاء سے مرادیں مانگتے گنڈے تعویذ کرتے اور مختلف اقسام کے شگون کے قائل ہیں اور اس کے واسطے

سینکڑوں طرح کے حیلے تراشتے ہیں۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ اگر کسی فعل یا عقیدہ میں شرک خفی کی بو بھی آتی ہو تو اُس سے گریز کریں تاکہ کہیں اُن کی توحید شرک آمیز نہ ہو جائے اور پھر تمام کیا کرایا برباد ہو جائے اور وہ اپنے خیال میں اپنے کو مومن دیندار سمجھے بیٹھے رہیں۔ آخری آیات میں اشارہ ہے کہ عذاب الٰہی آنے کا کوئی خاص وقت مقرر نہیں۔ نہ موت کا کوئی مخصوص زمانہ ہے۔ ہو سکتا ہے کہ بغیر ظہور علامات کے عذاب الٰہی یا موت آجائے۔ پھر کوئی پیر فقیر، ولی، نبی، ہیو تا، معبود، مزار، شیطان، بھوت، ستارہ وغیرہ اُس کو دفع نہ کر سکے اور انجام میں سوا بربادی کے کچھ ہاتھ نہ آئے۔

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۣ

تم کہدو کہ یہ میرا راستہ ہے میں اور جو میرے تابع ہیں اللہ کی طرف

عَلٰي بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ۭ وَ

سمجھ بوجھ کر بلاتے ہیں اور

سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝

اللہ پاک ہے اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا

(اے محمد) تم سے پہلے ہم نے آدمی ہی بھیجے تھے

نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى ۭ

ہم اُن کے پاس وحی بھیجتے تھے اور وہ بستیوں کے رہنے والے تھے

اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا

کیا یہ ملک میں چل پھر کر نہیں دیکھتے

كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ

کہ ان سے پہلے لوگوں کا انجام کیا ہوا

وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اتَّقَوْا ۭ

اور بیشک دارِ آخرت پرہیزگاروں کے لئے بہتر ہے

اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝

کیا یہ لوگ سمجھتے نہیں

تفسیر

جب ایمان کی مدلل ترغیب اور وعید آمیز دعوت کا بیان ہو چکا تو اب واضح الفاظ میں تبلیغ کا حکم دیا

حاصل ارشاد یہ ہے کہ اے نبی تم صاف طور پر کہدو کہ خالص توحید کا اقرار اور شرک سے بیزاری یہی میری راہِ زندگی ہے۔ یہی میری سنت ہے۔ اللہ کی ذات و صفات پر ایمان لانے کی ہی میں دعوت دیتا ہوں۔ میں بھی اسی عقیدہ و عمل پر قائم ہوں اور میرے پیرو بھی اسی طریقہ پر قائم ہیں۔ پھر ہماری یہ راہِ زندگی اور دعوت توحید و ایمان بلا سوچے اندھا دھند نہیں بلکہ خوب سوچ سمجھ کر دلائل و براہین کی روشنی میں ہم نے اسکو اختیار کیا اور دانش و بصیرت کے ساتھ ہی دوسروں کو اس راہ پر چلنے کو بلاتے ہیں۔ ہم اللہ کو تمام عیوب و نقائص سے پاک اور ہر قسم کے جلی و خفی شرک سے مبرّا جانتے ہیں اور کسی طرح ہم مشرکوں کے گروہ میں سے ہونا بھی پسند نہیں کرتے۔

یہاں تک توحید کی تبلیغ تھی اس سے آگے کافروں کے وہمی شبہات کا جواب ہے۔ حضور اقدس کی رسالت پر کافروں کو شبہہ تھا بلکہ عمومی نبوت کو وہ مشتبہ نظروں سے دیکھتے تھے اور کہتے تھے کہ اللہ کا پیغامبر آدمی ہو یہ کسی طرح ہو نہیں سکتا۔ خدا کا پیام انسان کے پاس کس طرح آسکتا ہے آدمی آدمی ہے خدا خدا ہے دونوں میں بون بعید ہے۔ خدا تعالیٰ اس کا جواب دیتا ہے کہ ذرا چل پھر کر دیکھو اس سے پہلے بھی ہم نے آدمیوں کو ہی پیغامبر بنا یا تھا یعنی فرشتہ اور جن کو آدمیوں کی ہدایت کے لئے پیغمبر بنا کر نہیں بھیجا تھا۔ آدمیوں ہی کے پاس ہم وحی بھیجتے چلے آئے ہیں وہ آدمی بھی انہی بستیوں کے رہنے والے تھے کسی اجنبی نوع کے افراد نہ تھے نہ انسانیت عامہ سے کوئی جداگانہ شکل رکھتے تھے۔ پھر ان کے مخالف بھی ہوئے اور موافق بھی۔ کچھ لوگوں نے اُن کی ہدایت کے موافق عمل کیا شرک اور معاصی کو ترک کیا اور ممنوعات سے گریز کیا۔ کچھ لوگوں نے سرکشی کی۔ نافرمانوں کا انجام کیا ہوا؟ اس کو ذرا چل پھر کر (علاقہ شام و عراق میں) دیکھو خود ان کا نتیجہ نظروں کے سامنے آجائیگا۔ مرنے میں تو اچھے بُرے فرماں بردار اور نافرمان سب شریک تھے مگر انجام اچھا نہ ہوا ڈکوں کا ہوا جو نیکوکار تھے۔ بعض علما نے اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ سے یہ مسئلہ استنباط کیا ہے کہ جنات میں کوئی نبی نہیں لہذا میرے نزدیک یہ استنباط غلط ہے۔ آیت کا سباق و سیاق نیز مفہوم بتا رہا ہے کہ آدمیوں کی ہدایت کے لئے خدا تعالیٰ نے آدمیوں ہی کو پیغامبر بنا کر بھیجا یعنی جن وغیرہ کو نہیں بھیجا۔ لیکن اس سے یہ نتیجہ نہیں نکالا جا سکتا کہ جنات کی ہدایت کے لئے بھی کسی جن کو نبی یا نذیر نہیں بھیجا گیا۔ جنات بھی عذاب ثواب کے اسی طرح مکلف ہیں جیسے انسان تخلیق جن و انس دونوں کی غرض عرفان و عبادت ہے اور یہ متفق علیہ ہے کہ علاوہ ہمارے آقا کریم کے کسی اور آدمی کو خدا نے جنات کی ہدایت کا حکم نہیں دیا۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جنات میں بھی انبیاء گذرے ہیں ورنہ اُن کے مقابلہ میں

اللہ کی طرف سے اتمام حجت نہ ہوگا۔ ہاں لفظ **رجال** سے اس بات پر استدلال کیا جاسکتا ہے کہ کسی عورت کو شرعی نبی بنا کر خدا نے نہیں بھیجا۔

مقصود بیان:۔ لفظ بصیرت دلالت کر رہا ہے کہ اسلام کے تمام اصول اور شریعت کے تمام منصوص ضوابط عقل انسانی کے مطابق ہیں قرآن کا کوئی جزئیہ خلاف بصیرت نہیں گویا عقل سلیم کا استخراج اور قرآنی منصوصات ایک ہی ہیں لیکن عقل کا وہم سے پاک ہونا مشکل ہے اور سلامت فکر کا کوئی معیار نہیں اس لئے یہ کسی طرح جائز نہیں کہ جو حکم اپنی سمجھ میں نہ آئے اس کو خلاف عقل قرار دیکر ترک کر دیا جائے۔ آیت میں علماء اسلام کیلئے ایک خاص سبق ہے کہ تبلیغ اسلام دلائل کی روشنی میں کرو۔ راہ حق کی طرف براہین کے ساتھ دعوت دو۔ پھر اسی آیت سے یہ بات بھی مترشح ہوتی ہے کہ اسلام کی اشاعت قوت اور تلوار سے نہیں ہوئی نہ اسکی اجازت ہے بلکہ بصیرت اور اصول کی روشنی میں ہوئی۔ ہاں بے وقوفوں کی دست برد سے تحفظ تلوار کے ذریعہ سے ہوا۔ اس پر یہ بھی آیت سے روشنی پڑتی ہے کہ عالمان دین کے لئے تبلیغ اسلام لازم ہے آیت وَمَآ اَرْسَلْنَا الخ بتا رہی ہے کہ آدمیوں کی ہدایت کے لئے خدا نے آدمیوں کو ہی پیغامبر بنا کر بھیجا نہ فرشتہ کو پیغام رسانی پر مامور کیا نہ جن کو نہ کسی اور غیبی مخلوق کو۔ کوئی عورت بھی نبی نہیں ہوئی۔ پھر بادیہ نشین بدو اور سنگ دل خانہ بدوش صحرائی بھی پیغمبر نہیں ہوئے بلکہ بستیوں کے رہنے والے مہذب اور شائستہ انسان نبی ہوئے۔

نوٹ:۔ قریہ کا لفظ جب مدینہ کے مقابل استعمال کیا جاتا ہے تو اس سے مراد گاؤں ہوتا۔ اور جب اسی لفظ کو بادیہ کے مقابل استعمال کرتے ہیں تو اس سے مراد عام بستی ہوتی ہے خواہ بڑی ہو یا چھوٹی۔ گویا صحرا نشین خانہ بدوش اقوام کے خلاف قریہ کے ساکن شمار کئے جاتے ہیں۔ اس آیت میں مؤخر الذکر صورت سے استعمال کیا گیا ہے۔ اول الذکر استعمال قرآن میں نہیں ہے۔ وغیرہ

حَتّٰٓى اِذَا اسْتَايْـَٔسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْٓا

یہاں تک کہ جب پیغمبر نا امید ہو گئے اور لوگوں نے گمان کیا

اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا جَآءَهُمْ نَصْرُنَا فَنُجِّيَ

کہ ہم سے جھوٹا وعدہ کیا گیا تھا تو اُن کو ہماری مدد آپہنچی اور جس شخص کو ہم نے

مَنْ نَّشَآءُ ۭ وَلَا يُرَدُّ بَاْسُنَا عَنِ

چاہا بچا دیا گیا اور ہمارا عذاب مجرموں سے

الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ ۝

نہیں پھیرا جاتا

تفسیر | یہ آیات سابقہ آیت سے مربوط ہیں۔ بلاغت کا لحاظ کرتے ہوئے کچھ عبارت محذوف ہے۔ پورا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ ہدایت انبیاء پر چلے اور ایمان کے ساتھ تقوٰی اختیار کیا اُن کو تو دنیوی و اخروی فلاح حاصل ہوئی اور جو سرکش ایمان نہ لائے اور فوری عذاب بھی اُن پر نازل نہ ہوا اور برابر کفر پر جمے رہے اُن کی حالت یہ ہوئی کہ انبیاء نے انتہائی تبلیغ کی۔ خدا کے احکام پہونچاتے۔ نافرمانی و فرمان پذیری کے نتائج دکھائے مگر سرکش طبقہ سرکشی سے باز نہ آیا اور نوبت یہاں تک پہونچ گئی کہ پیغمبروں کو اُن کے ایمان کی طرف سے ناامیدی ہو گئی اور پیغمبروں نے یقین کر لیا کہ یہ ہماری رسالت کی تصدیق نہ کرینگے اُس وقت اللہ کی مدد اور غضب کا دریا جوش میں آیا۔ غیب سے انبیاء کی مدد کی گئی۔ جن لوگوں کو بچانا مقصود تھا اُن کو بچا لیا گیا اور باقی گروہ کو غضب کے عذاب سے تباہ کر دیا گیا۔

بیضاوی اور بعض دیگر مفسرین نے بعض تابعین کی روایات کی بنا پر آیات کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ کافروں کو عذاب الٰہی سے بچے رہنے پر غرہ نہ ہونا چاہیئے ذرا غور و عبرت کی نظر سے دیکھیں کہ گذشتہ اقوام کو بھی مہلت دی گئی تھی یہاں تک کہ رسول ناامید ہو گئے کہ شاید ان کافروں پر ہم کو کامیابی عطا نہ کی جائیگی کیونکہ باوجود شدت کفر اور ایذاء انبیاء کے وہ لوگ اسی طرح ناز و نعمت و ثروت میں تھے بلکہ دولتمندی کا مزید دروازہ اُن پر کھول دیا گیا تھا الخ۔

میرے نزدیک جن روایات کی بنا پر یہ مطلب بیان کیا گیا ہے اُن کی صحت میں ہی اہل تحقیق کو تامل ہے دیکھو تفسیر ابن کثیر۔ پھر سمجھدار آدمی ویسے بھی اس مطلب کو صحیح نہیں مان سکتا کیونکہ اس سے انبیاء کے ایمان کی کمزوری ثابت ہوتی ہے معمولی مؤمن کے لئے یاس و ناامیدی کفر ہے۔ پھر طبقہ انبیاء کس طرح مایوس ہو سکتا تھا۔ ذات الٰہی سے ناامیدی تو شیوۂ اہل ایمان نہیں۔ وعدۂ الٰہی جھوٹ نہیں ہو سکتا۔ ہاں کفار کی طرف سے مایوسی ہو سکتی ہے۔ جب حالات انتہا کو پہونچ جائیں اور کافروں کی ظاہری حالت دیکھ کر کسی طرح اُن کے ایمان لانے کا وہم بھی نہ ہو سکے تو ایسے وقت ہر شخص کو اُن کی حالت کے سدھرنے سے مایوسی ہوگی۔ انبیاء کی مایوسی بھی اسی طرح تھی سینکڑوں ہزاروں برس تبلیغ کے بعد بھی جب قوم کی حالت اصلاح پذیر نہ ہوئی تو لامحالہ قوم کی طرف سے اُن کو مایوسی ہونی چاہیئے تھی۔

مقصود بیان:۔ کافروں کو عذاب کی دھمکی۔ رسول پاک ﷺ کو امداد و نصرت کا ضمنی وعدہ۔ قانون قدرت کا بیان کہ ایماندار طبقہ نجات پاتا ہے اور مشرک و منافق سے عذاب الٰہی کو کوئی روک نہیں سکتا۔ مسلمانوں کو دربردہ تسلی کہ مصائب و تکالیف سے گھبرا کر تم کو مایوس نہ ہونا چاہیئے۔ ابھی وقت نہیں آیا۔ گذشتہ اہل ایمان نے اس سے زیادہ تکالیف برداشت کی ہیں جب وقت آئیگا تو نصرت الٰہی تمہارے ہی شامل حال ہوگی اور کافروں کو برباد کر دیا جائے گا۔ وغیرہ۔

لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّأُولِي

عقل والوں کے لئے بلاشبہ ان کے حالات میں عبرت

الْأَلْبَابِ ۗ مَا كَانَ حَدِيثًا يُفْتَرَىٰ وَلَٰكِن

ہے (یہ قرآن) بنائی بات تو ہے نہیں بلکہ

تَصْدِيقَ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيلَ

اُن کتابوں کی تصدیق ہے جو اس سے پہلے تھیں اور ہر چیز کی

كُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ۝ ع

تفصیل ہے اور ایمان دار لوگوں کے لئے ہدایت و رحمت ہے۔

تفسیر گذشتہ انبیاء نے جب اپنی قوموں کو توحید و اصلاح عمل کی تعلیم دی تو جن لوگوں نے اُن کی ہدایت کو نہ مانا۔ ان کی دولت ثروت اور خوش حالی میں چند روز کے لئے اگرچہ اضافہ کر دیا گیا اور کچھ مدت مزید ڈھیل دیدی گئی۔ مگر انجام کار اُن کو کل سرمایہ تباہ ہو گیا بستیاں برباد ہو گئیں نہایت حسرت کے ساتھ اُن کا خاتمہ ہوا اور دوامی عذاب میں وہ مبتلا ہو گئے اور جن لوگوں نے انبیاء کی تعلیم کو مانا خالص توحید کا اقرار کیا اور اصلاح عمل کی کوشش کی شروع ابتداء چند روز کے لئے تکلیف میں رہے کافروں نے طرح طرح کی اذیتیں اُن کو پہنچائیں یہاں تک کہ بالکل مقاطعہ کر کے رزق کا دروازہ اُن پر بند کر دیا تاکہ مجبور ہو کر وہ کفر کی طرف لوٹ آئیں مگر انہوں نے صبر کیا۔ آخر کار کافروں کی کوئی تدبیر پیش نہ گئی اور چند روز تکلیف کے بعد اُن کو دنیوی و اخروی عیش حاصل ہو گیا۔ یہ واقعات عبرت ہیں نصیحت اندوز اور بصیرت فروش دماغ والوں کے لئے ان کا نتیجہ تھا۔ شرک کفر و بداعمالی کا نتیجہ برا اور ایمان و اصلاح عمل کا انجام اچھا ہے۔ مگر اہل شقاوت کے لئے ان واقعات کے اندر مزید گمراہی کا فتنہ پوشیدہ ہے شیطان اُن کے دل میں وسوسہ پیدا کرتا ہے کہ یہ تمام واقعات ہم کو ایمان کی ترغیب دینے کے لئے بیان کئے جاتے ہیں ورنہ سب فرضی ہیں حقیقت میں ایک قصہ بھی صحیح نہیں ہے۔ خدا تعالیٰ اس وہم کو دفع کرنے کے لئے فرماتا ہے یہ فرضی اور مصنوعی واقعات نہیں۔ بیانات قرآن دروغ نہیں افترا نہیں۔ ذرا توریت اٹھا کر دیکھو اس میں تمام واقعات مفصل مذکور ہیں۔ قرآن مجید نے تو اس کی تصدیق کی ہے۔ انجیل بھی پڑھو تو معلوم ہو جائیگا کہ قرآن نے اُسی کے مطابق بیان کیا ہے عبرانی اور سریانی زبان کی کتابوں میں جن واقعات کو پہلے بیان کیا جا چکا ہے اُنہی کو قرآن میں اب بیان کیا ہے۔ لیکن اس سے یہ شبہہ ہرگز نہ کرنا چاہئے کہ قرآن نے جب گذشتہ آسمانی کتب کے واقعات کی تصدیق کی تو اسکی ضرورت ہی کیا تھی وہی کتابیں کافی تھیں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ قرآن فقط تصدیق کنندہ ہی نہیں۔ بلکہ ضروریات زمانہ کے لحاظ سے جن احکام کی ضرورت تھی اُن کا بیان بھی قرآن میں مفصل ہے۔ حلال حرام مکروہ فرائض واجبات مستحبات غرض جن قواعد و ضوابط کی عملی زندگی میں ضرورت پڑتی ہے سب کو قرآن نے بیان کیا ہے۔ لیکن نرد خشک اور اچھے برے کو مخلوط نہیں کیا۔ بلکہ حق و باطل اور خیر و شر کا امتیاز کر دیا۔ سیدھا راستہ بتا دیا۔ کج راہوں سے بچنے کا حکم اور مفید و مضر میں فرق کر دیا۔ اب جو لوگ اس کو سچا مان کر اس کے اصول پر چلینگے ان کے لئے قرآن رحمت مجسم ہے اُن کے ظاہری باطنی اخلاق کا تزکیہ ہو جائے گا کامیابی و کامرانی کی راہیں اُن کے سامنے کھل جائینگی اور دین و دنیا کی نعمتیں اُن کو حاصل ہونگی۔ الغرض قرآن کے اندر چار خصوصی اوصاف ہیں: (۱) گذشتہ آسمانی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے یہ اس کے آسمانی کتاب ہونے کی دلیل ہے ایک بے پڑھا لکھا آدمی عربی میں صحیح صحیح واقعات وہ واقعات جو عبرانی و سریانی زبانوں کی کتابوں میں مذکور ہیں بیان کرتا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ وحی کے ذریعہ سے بیان کرتا ہے ورنہ عرب کے ایک ایسے امی کو جس کا اختلاط اہل کتاب سے بھی نہیں ہوا کیا علم کہ توریت و انجیل میں واقعات کی تفصیل کیا ہے (۲) قرآن کے اندر اصلاح عقائد کے اصول اور عملی زندگی کو شائستہ بنانے کے کل قوانین و قواعد مفصل موجود ہیں۔ کافر و مومن ہر شخص اُن سے فائدہ اٹھا سکتا ہے (۳) قرآن لوگوں کو ہدایت کی تعلیم دیتا ہے۔ سچائی کی تلقین کرتا ہے اور نیک بننے کی ترغیب دیتا ہے (۴) جو لوگ اس کو سچا جانتے ہیں اُن کی دونوں جہان کی زندگیاں سدھر جاتی ہیں۔ قرآن اُن کے لئے رحمت مجسم ہے۔

آغاز سورت میں فرمایا تھا کہ یہ قرآن مبین کی آیات ہیں اختتام پر مبین ہونے کی تفصیل فرما کر سورت کو ختم کیا ہے۔

مقصود بیان: قرآن کے الہامی ہونے کی صراحت۔ قرآن کے اوصاف اربعہ کا بیان۔ اس بات کی وضاحت کہ ضوابط قرآن سراسر ہدایت اور رحمت ہیں لیکن بصیرت رکھنے والے قلب کی ضرورت ہے۔ چشمۂ نور سے اسی کو فائدہ پہنچتا ہے جس میں روشنی سے نفع اٹھانے کی قابلیت ہو۔ قرآن سے بھی وہی لوگ فائدہ حاصل کر سکتے ہیں جن کے دلوں میں نور فطری ہو۔

سُورَةُ الرَّعْدِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ ثَلٰثٌ وَّاَرْبَعُوْنَ اٰيَةً وَّسِتُّ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ رعد مکی ہے اس میں ۴۳ آیتیں ہیں اور چھ رکوع ہیں

سعید بن جبیر، حسن بصری، عکرمہ، عطاء، جابر تابعی اور عبد الرحمٰن بن زید کے قول پر یہ سورت مکی ہے۔ حضرت عبد اللہ بن زبیر اور کلبی اور مقاتل کے نزدیک مدنی ہے۔ مفسر سیوطی نے لکھا ہے کہ اگر یہ سورت مکی ہو تو آیات وَلَا يَزَالُ

زندہ معاشرت
شخصی اعمال

(۱) **گفتگو**۔ قل لعبادی یقولوا التی ھی احسن ۵۳/۱۷ (بنی اسرائیل ع ۶) میرے بندوں سے کہدو کہ وہ بات کیا کریں جو بہت عمدہ اور بہترین ہو جسے اچھی ہو کیونکہ ان الشیطان ینزغ بینھم (ایضاً) شیطان لوگوں میں فساد ڈلوا دیتا ہے گویا سوسائٹی میں فتنہ و فساد روکنے کے لئے ہر شخص تہیہ کرلے کہ وہ ہمیشہ ایسی بات منہ سے نکالیگا جو بہترین ہوگی۔

قولوا قولا سدیدا ۷۰/۳۳ (احزاب ع ۹) (ہمیشہ) محکم، متین، سنجیدہ، سیدھی بات کیا کرو۔

واجتنبوا قول الزور ۳۰/۲۲ (الحج ع ۴) جھوٹی، بناوٹی، فریب کی بات سے بچتے رہو۔

واذا قلتم فاعدلوا ولو کان ذا قربیٰ ۱۵۲/۶ (الانعام ع ۱۹) اور جب بات کرو تو کسی کی لاگ لپیٹ نہ رکھو۔ عدل و انصاف سے بات کرو۔ خواہ اس کی زد تمہارے رشتہ دار ہی پر کیوں نہ پڑتی ہو (تفصیل کے لئے دیکھئے "شہادت")۔

لا تلبسوا الحق بالباطل وتکتموا الحق ۴۲/۲ (البقرہ ع ۶) جھوٹ اور سچ حق اور باطل کو آپس میں مت ملاؤ اور سچی بات کو چھپاؤ نہیں۔

واغضض من صوتک ۱۹/۳۱ (لقمان ع ۲) اپنی آواز کو نرم رکھو۔ چلاؤ مت بحث و مباحثہ میں غصہ کے ساتھ ساتھ آواز اونچی ہونے لگتی ہے اور اگر دونوں فریق کی آواز بلند ہوگئی تو انجام اکثر فساد ہوتا ہے لیکن اگر ایک فریق اپنی آواز قابو میں رکھے تو بسا اوقات معاملات نرمی و آشتی سے طے پا جاتے ہیں۔

(۲) **چال**۔ ولا تمش فی الارض مرحا ۱۸/۳۱ (لقمان ع ۲) اور دنیا میں اترا کر تکبر اور رعونت سے اکڑ کر مت چلو۔

(۳) **لوگوں سے برتاؤ**۔ ولا تصعر خدک للناس (ایضاً) اور لوگوں سے بے رخی نہ برتو بے اعتنائی سے منہ نہ موڑو بلکہ خلیق اور متواضع رہو۔

(۴) **خرچ**۔ لا تسرفوا ۱۴۲/۶ (الانعام ع ۱۷) فضول خرچی، اسراف مت کرو۔ لا تجعل یدک مغلولۃ الیٰ عنقک ولا تبسطھا کل البسط فتقعد ملوما محسورا ۲۹/۱۷ (بنی اسرائیل ع ۳) اور اپنا ہاتھ گردن سے ہی نہ باندھ لو اور نہ ہی اسے انتہائی حد تک کھول دو کہ آخر میں الزام خوردہ خالی ہاتھ ہوکر بیٹھ جاؤ جسے نقصان مایہ اور شماتت ہمسایہ کہتے ہیں۔

فضول خرچی کے لئے قرآن میں اسراف اور تبذیر دو لفظ آئے ہیں اسراف کا مطلب ہے ضرورت سے زیادہ صرف کرنا اور تبذیر کے معنے ہیں بلا ضرورت خرچ کرنا۔ مثلاً نیلام جہاں بلا ضرورت چیز خریدنے کو جی چاہتا ہے یا وہ بیاہ جہاں ناک کی خاطر آدمی سب کچھ کرتا ہے۔ یا جلسے کے اجتماع اور دعوتیں۔ اسراف و تبذیر کی لم اور وجہ یہ ہے کہ آدمی اصل سے بڑا ہو نظر آنے کی کوشش کرتا ہے۔

(۵) **لغویات و فواحش**۔ سورۂ مومنون (ع ۱۳) کے شروع میں ان صفات کا ذکر ہے جن سے مومن یقیناً کامیاب ہوں گے ان میں یہ بھی ہے: والذین ھم عن اللغو معرضون ۳/۲۳ اور وہ لوگ جو لغویات سے پرہیز کرتے ہیں۔ دوسری جگہ ان کی تعریف یہ ہے: واذا مروا باللغو مروا کراما ۷۲/۲۵ (فرقان ع ۶)

[illegible] کا اتفاق [illegible] کا سامنا ہو جائے تو شریفوں کی طرح نظر بچا کے نکل جاتے ہیں۔ مطلب یہ کہ اس غلاظت کے چھینٹے کے پاس سے دامن بچانے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔

ولا تقربوا الفواحش ما ظھر منھا وما بطن ۱۵۲/۶ (الانعام ع ۱۹) اور بیحیائی کی جتنی باتیں ہیں ان کے پاس بھی نہ پھٹکو خواہ علانیہ ہوں خواہ پوشیدہ ظاہرا بیحیائی ہو یا چھپی ہوئی۔

(۶) **نظر**۔ اسلام حفظ ماتقدم اور احتیاط سکھاتا ہے۔ وہ جرم کے ارتکاب کا انتظار نہیں کرتا۔ وہ چوری کے انسداد کے لئے چور دروازوں کو بند کرتا ہے۔ یوں سمجھئے کہ وہ چور کو مارنے کے بجائے چور کی ماں کو مارتا ہے نواحش کی ابتدا آنکھوں کی خیانت اور فریب کاری سے ہوتی ہے۔ جذبات بھڑکنے والے آتشیں مادے قلب کی گہرائیوں میں آنکھ کی کھڑکی ہی سے اترتے ہیں قرآن ان کھڑکیوں کو بند کرنا چاہتا ہے فرمایا قل للمؤمنین یغضوا من ابصارھم ۳۰/۲۴ (النور ع ۴) مومنین سے کہدیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی کرکے چلا کریں۔

اسی طرح مسلمان عورتوں سے بھی کہا کہ نگاہیں نیچی رکھ کے چلا کریں کیونکہ آنکھوں میں آنکھیں ڈالنے سے شریر لوگوں کی جرأتیں بیباک ہوتی ہیں۔

فرمایا۔ یعلم خائنۃ الاعین وما تخفی الصدور ۱۹/۴۰ (مومن) خدا نگاہوں کی خیانت اور دل کی چوری سے بھی واقف ہے۔

پردہ کا بحث الگ ہے۔ لیکن اس کے بنیادی اصول کا پتہ یہیں سے چل جاتا ہے اور یہ واضح ہو جاتا ہے کہ جہاں سوسائٹی کی عام حالت یہ ہے کہ ہر متعدن پردہ دار شریف عورت کی طرف بھی للچائی ہوئی نگاہیں بے کھٹکے نہیں رہتیں کہاں تک اندازہ کریں [illegible] وہاں قرآن کا تقاضا کیا ہے۔

(۷) **تقدس**۔ فلا تزکوا انفسکم ھو اعلم بمن اتقیٰ ۳۲/۵۳ (النجم) اور آپ اپنے آپ کو مقدس مت بتاتے رہو نہ خود سمجھتے رہو۔ اللہ خوب جانتا ہے کہ پرہیزگار کون ہے۔

البتہ خدا کی نعمتوں کے ذکر کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ اس کے لئے تو حضور سے ارشاد ہے کہ:-

واما بنعمۃ ربک فحدث ۱۱/۹۳ (الضحیٰ ع ۱) اور اپنے رب کی نعمتوں کا ذکر کیا کرو اسے تحدیث نعمت کہتے ہیں۔

(۸) **شراب، جوا وغیرہ**۔ یا ایھا الذین امنوا انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ لعلکم تفلحون ۹۰/۵ (المائدہ ع ۱۲) اے ایمان والو نشہ آور چیزیں اور جوا اور بتوں کے استھانوں پر چڑھاوے (جانوروں کی قربانی) اور قرعہ اندازی یہ سب ناپاک فعل اور نکمے شیطانی کام ہیں ان سے پرہیز کرو تاکہ تم کامیابی حاصل کرو۔

خمر کے لغوی معنے ہیں ڈھک دینا، پردہ ڈال دینا چونکہ نشہ آور چیزیں عقل پر پردہ ڈال دیتی ہیں۔ اس لئے ان کو خمر کہتے ہیں کیا بلحاظ لفظی معنے اور کیا بلحاظ استعمال کے خمر کا مطلب صرف شراب ہی نہیں ہے بلکہ خمر کا اطلاق

ہر نشہ آور چیز پر ہوگا۔ اسی طرح میسر سے مراد محض وہ جوا نہیں عام طور پر کوڑیوں وغیرہ سے کھیلا جاتا ہے بلکہ ہر اس کھیل پر جس میں روپیہ پیسے کی ہار جیت ہوتی ہو اس کا اطلاق ہوتا ہے تمام بازیاں دغا بردہ جو دور حاضر کی پیداوار ہیں سب اس میں داخل ہیں۔

انصاب یوں سمجھیے جیسے کسی پرستش گاہ یا درگاہ پر رکھا ہوا چڑھاوا چڑھایا جائے جاہلیت کے زمانہ میں کعبہ کے گرد جو پتھر نصب تھے ان پر بتوں کے نام پر قربانی کی جاتی تھی آیت سے اس رسم کا خاتمہ مقصود تھا لیکن انسان کے ذہن کی توہم پرستیاں ہر زمانہ میں مختلف شکلیں اختیار کرتی رہی ہیں۔ پیدا کرتی ہیں ان سب پر اس کا اطلاق ہوگا اور ہر وہ چیز جو غیر اللہ کی طرف منسوب ہوگی وہ حرام ہو جائے گی و ما اھل بہ لغیر اللہ

ازلام۔ اس کے لفظی معنے ہیں ایسے تیر جن کی انی نہ ہو۔ عرب زمانہ جاہلیت میں ایسے تیروں سے قرعہ اور رمال کا کام لیا کرتے تھے آج اگر قرعہ اور فال کے طریقے بدل گئے ہیں تو وہ بھی ازلام ہی میں شامل ہوں گے۔ قرآن کریم چیزوں کی روح سے واسطہ رکھتا ہے۔ آلات و طریق کے بدل جانے سے روح پر اثر نہیں پڑتا۔ اسلام عقل و شعور قوت فیصلہ اور قوت ارادہ سے کام لینا اور توفیق الٰہی پر بھروسہ کرنا سکھاتا ہے وہ ایسی چیزوں پر بھروسہ کرنا نہیں سکھاتا جو عام طور پر آپ کے امکان سے باہر ہوں کہا جا سکتا ہے کہ تجارت میں بھی بعض اوقات ایسے حالات پیش آ جاتے ہیں جن پر انسان کو کوئی اختیار نہیں ہوتا۔ لیکن اصول ہمیشہ عام حالات ہی کے تحت بنائے جاتے ہیں مستثنیات یا اتفاقی حادثات پر نہیں بنائے جاتے۔ جوا قرعہ اندازی رمل وغیرہ عام حالات کے ماتحت انسان کی سعی و کاوش اور توفیق الٰہی کے ماتحت ہیں اور ان میں اتفاقیہ امور کا آ جانا مستثنیات میں ہے۔

(۹) ایفائے عہد۔ یا ایھا الذین امنوا اوفوا بالعقود۔

عقود کا لفظ عہد معاہدہ وعدہ معاملات ہر ایک پر حاوی ہے لہٰذا اس جملہ کے معنے ہوئے کہ اے ایمان والو عہد کے پابند وعدہ کے سچے اور معاہدے کے پکے رہو اور جب معاملہ طے پا جائے تو اسے نبھایا کرو۔ یونان کے مشہور قانون ساز سولن کا قول ہے کہ "معاہدہ مکڑی کا جالا ہے کمزور کو یہ پھانس لیتا ہے لیکن طاقتور کے سامنے فوراً ٹوٹ جاتا ہے" لیکن قرآن کریم کے حکم میں کمزور اور طاقتور کی کوئی تخصیص نہیں ہے بلکہ معاہدہ خواہ کسی سے ہو ہمیشہ پورا کیا جائیگا۔

(۱۰) استقامت صبر۔ جب ناکامیوں سے انسان کا دل ٹوٹ جاتا ہے تو وہ ہمت ہار بیٹھتا ہے اور کوشش کرنا چھوڑ دیتا ہے قرآن کریم ایسے وقت میں مستقل مزاجی یعنی مضبوط اور قوی ارادوں کا مالک بننے کا حکم دیتا ہے یہی صبر کے معنے ہیں وہ معنی نہیں جو بدقسمتی سے ہمارے ہاں رائج ہو گئے ہیں یعنے مایوس ہو کر ہاتھ پر ہاتھ دھرکے بیٹھ جانا۔ فرمایا۔

واصبر علی ما اصابک ان ذالک من عزم الامور (لقمان)

جب تم پر کوئی مصیبت آ جائے اور حالات ناموافق ہوں تو ہمت مت ہارو بلکہ استقامت اور مستقل مزاجی سے کوشش کئے جایا کرو کیونکہ یہ چیز بلند ارادوں اور پختہ ہمتوں والے انسان کے شایان شان ہے۔ اور بہت بڑی بات ہے

(۱۱) خوف و حزن۔ مومن کا دل خوف اور رنج و غم کا نشیمن اور آشنا نہیں ہو سکتا خوف اس سے ہوتا ہے جسے انسان اپنے سے بڑا سمجھے یا جس سے کسی نقصان کا اندیشہ یا فائدہ کا لالچ ہو۔ قرآن کریم نے تمام بزدل بنانے والے اور انسان کے سامنے جھکنے والے بیہودہ خیالات کی جڑ کاٹ دی ہے اس نے ایمان کے ذریعہ مومن کے دل میں یہ بات نقش کر دی ہے کہ نفع و نقصان خدا کے قبضہ قدرت میں ہے کسی اور کو اس پر کوئی اختیار نہیں۔

قل فمن یملک لکم من اللہ شیئا ان اراد بکم نفعا۔ کہئے کہ اگر اللہ تمہیں نفع یا نقصان پہنچانا چاہے تو کون ہے جو اس کے سامنے تمہارے لئے کسی بات کا اختیار رکھتا ہے۔

وہ دونوں گوشے جہاں سے خوف اور رنج و غم کے پیدا ہونے کا احتمال تھا بند کر دیئے گئے۔ مومن خدا سے ڈر کر ساری دنیا سے بے خوف ہو گیا تو تمام سربلندیاں اور سرفرازیاں اسی کے لئے ہو گئیں۔

ولا تھنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مومنین۔ (آل عمران)

مت گھبراؤ مت خوف کھاؤ۔ حزن و ملال کو بالکل نہ آنے دو۔ اس لئے کہ تم تو دنیا میں سب سے بڑے ہو بشرطیکہ تم ایمان والے ہو۔ کہ ایمان کا لازمی نتیجہ بے خوف و خطر ہو جانا ہے۔

ایمان کا وہ نقشہ آنکھوں کے سامنے رکھو جبکہ اللہ کے دو بندے بے یار و مددگار بے کس و بے بس۔ نہتے کمزور چھپ چھپا کر بیابان جنگل میں ایک غار کے اندر بیٹھے ہیں دشمن جو ان کی جان لینے کا تہیہ کر چکے ہیں تعاقب میں ہیں ان کے گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز برابر غار میں آ رہی ہے وہ قریب سے قریب تر ہوتے جاتے ہیں ذرا وقت کی نزاکت کا احساس کیجئے ایک کے چہرے پر کچھ تشویش کے آثار نمایاں ہوتے ہیں اپنی وجہ سے نہیں بلکہ دوست کی خاطر وہ اتنا عزیز دوست ہے کہ اس کی ذرا سی تکلیف کا تصور بھی دل کو ہلا دیتا ہے۔ دوسرے نے مسکراتی ہوئی نگاہوں سے پہلے کی طرف دیکھا اور غار کی تنہائی میں دشمنوں کی باہمی گفتگو سنتے ہوئے نہایت سکون و اطمینان سے فرمایا۔

لا تحزن ان اللہ معنا۔ مت گھبراؤ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

یہ ہے وہ ایمان اور اللہ پر کامل اعتماد جس کے سامنے خوف و حزن اور ملال ایک لمحہ کے لئے نہیں ٹھیر سکتے۔

(۱۲) یاس و ناامیدی۔ جب ایسے زندہ خدا پر ایسا پائدار ایمان ہو تو مایوسی کیوں پیدا ہونے لگی۔ مایوس تو وہ ہوتے ہیں جن کے تمام سہارے ٹوٹ جاتے ہیں اور جن کا کوئی آسرا نہیں رہتا لیکن جو خدائے حی و قیوم پر ایمان رکھتا ہے وہ کبھی ناامید نہیں ہوتا۔ اسلام زندہ آرزوؤں اور روشن امیدوں کا مذہب ہے اس کے نزدیک خدا کی رحمت سے ناامیدی اور مایوسی کفر ہے۔ کیونکہ انسان مایوس اسی وقت ہوتا ہے جب وہ اپنے خدا کو زندہ نہیں سمجھتا فرمایا:۔

لا تقنطوا من رحمۃ اللہ۔ اللہ کی رحمت سے کبھی ناامید نہ ہو۔

مسلم استی سینہ را از آرزو آباد دار
ہر زماں پیش نظر لا یخلف المیعاد دار

زندہ قوم — مسلمان ایک علیحدہ قوم ہیں

(قسط ۲)

از جناب مولانا سید حسن ریاض صاحب

یورپ کے فلاسفۂ سیاست نے جس قومیت پر اپنی تمام سیاست کی بنیاد رکھی ہے اس کی اصولی حیثیت یہ ہے کہ اس کی کوئی معین تعریف نہیں ہے اور نہیں دو قوموں کی ایک طرح پر تشکیل نہیں ہوئی اور پھر جن خصوصیات کی بنا پر یہ جتھ بندی کی گئی ہے وہ انسانیت کے لئے اس قدر مضر ہیں لیکن ان غلط بنیادوں پر بھی اس وقت تک کوئی قوم بنی نہیں جب تک اس کے اغراض و مقاصد اور مفاد کامل طور پر مشترک نہ ہو گئے۔ امریکہ اور یورپ کی اقوام کی مثال سے یہ ظاہر ہو چکا ہے کہ یہ تمام شرائط کہ نسل ایک ہو، زبان ایک ہو، وطن ایک ہو، فاضل یا اضافی ہیں اصل چیز مفاد یا مقاصد کا اتحاد ہے جس سے انسانوں کے درمیان اشتراک و اتحاد پیدا ہو سکتا ہے۔ یورپ میں یہ اکثر ہوا ہے کہ جب کسی ملک کے بادشاہوں کی نسل ختم ہو گئی یا کوئی ملک کسی دوسرے کے تسلط سے رہا ہوا تو کسی دوسرے ملک کا شاہزادہ وہاں بادشاہت کرنے کیلئے بلا لیا گیا۔ انگلستان کا موجودہ خاندان نسلاً جرمن ہے۔ یونان کا شاہی خاندان بھی یونانی نہیں۔ جب خاندان ہیپسبرگ کا ستارہ عروج پر تھا تو یورپ کے جس ملک میں تخت خالی ہوتا ہیپسبرگ خاندان کا شہزادہ بھیجا جاتا، اور جہاں کہیں شہزادی وارث تخت ہوتی ہیپسبرگ کا شہزادہ اس کا زوج بننے کے لئے منتخب کیا جاتا۔ تاریخ شاہد ہے کہ ایسے شاہی خاندان اس ملک کے مفاد میں جس کی بادشاہت انھیں ملتی تھی خود اپنی نسل اور قوم کے لوگوں سے لڑتے تھے۔ اس وقت بھی یہی ہو رہا ہے

وہ مفاد کیا ہیں جن کو میں نے انسانوں کے درمیان بنائے اتحاد قرار دیا اور جن کی حفاظت اور ترقی کے لئے نسل اور وطن کے جذبے کو برافروختہ کیا جاتا ہے اور برافروختہ رکھا جاتا ہے؟ وسائل معاش و معیشت۔ ایک جائز چیز لیکن انسان صرف ضروریات پر کب قناعت کرتا ہے پھر وہ عیش و نشاط چاہتا ہے اور عیش و نشاط دیوانگی کی حد تک حکومت چاہتا ہے اور حکومت میں فرعونیت کا اندازہ، وہ عالمگیر غلبہ چاہتا ہے اور غلبے کے مظاہرے کے لئے مغلوبین کو ذلت اور بے بسی کی حالت میں مبتلا رکھنا۔ اس بات پر لڑائی کب ہوئی اور کہاں ہوتی ہے کہ افراد اور کسی ملک کی پوری آبادی جن وسائل معاش کی مستحق ہے ان سے بہرہ اندوز ہوں یا نہ ہوں۔

افراد کا وسیلۂ معاش ان کی محنت اور لیاقت کا صحیح بدل ہے اس پوری جماعت کے وسائل معاش جو کسی ملک میں بستی ہے اس ملک کی پیداوار یا اس پیداوار کا صحیح بدل ہے جو وہ دوسرے ملکوں سے حاصل کریں انسانوں کے ملکی گروہ انصاف پر قائم ہو جائیں اور تمام ممالک کے باشندے اپنے لئے اور دوسروں کے لئے اس حق کو تسلیم کر لیں اسی طرح باہم افراد بھی اس سے تجاوز نہ کریں تو کبھی جنگ کی نوبت نہ آئے۔ مگر جنگ ہے کہ روز بروز ترقی پر ہے پھر وسعت میں بربادی میں اور خونریزی میں انسان اس پر قناعت نہیں کرتا کہ جو اس کا حق ہے وہی اسے ملے۔ افراد افراد کے وسائل اور حقوق پر دست درازیاں کر رہے ہیں اور ملکی گروہوں کو اپنے ان نظامات کے ماتحت جنھیں وہ حکومتیں کہتے ہیں میرے خیال میں یہ زیادتی ہے کہ موجودہ حکومتوں کے اعمال کا پورے ملکی گروہوں کو ذمہ دار قرار دیا جائے کسی ملک کی دس فیصدی آبادی بھی ان جنگوں کے حقیقی مقاصد سے واقف نہیں ہوتی ان مقاصد سے انھیں کوئی ہمدردی بھی نہیں ہوتی۔ حکومتیں ان جنگوں کے ذریعہ سے جو کچھ حاصل کرتی ہیں اس میں سے انھیں کوئی معقول حصہ بھی نہیں ملتا البتہ جان، مال اور اولاد کی قربانیاں یہ عام لوگ ان سے زیادہ کرتے ہیں جن کے مقاصد پورے کرنے کے لئے یہ جنگیں کی جاتی ہیں اور محض دھوکے میں اور بے خبری میں۔ وہ کون ہیں جن کے مقاصد پورے کرنے کے لئے یہ جنگیں کی جاتی ہیں اور جن کے مفاد کے اشتراک سے یہ فتنے اٹھتے ہیں؟ بڑے تاجروں کا ایک چھوٹا سا گروہ جس کی زرپرستی کی حرص کسی طرح ختم نہیں ہوتی اور ماہرین سیاست کی پارٹیاں جن کا ان تاجروں سے ساز رہتا ہے۔

اپنے سیاسی عروج کے زمانے سے یورپ کے باشندے عملاً جن مقاصد کی بنا پر قومی جتھوں کی صورت میں منقسم ہوئے ہیں وہ یہ ہیں کہ غیر ممالک کی مخلوق کے وسائل پر قبضہ کیا جائے ان کو اپنا مستقل گاہک بنایا جائے۔ ان سے ایسی اجرت پر مزدوری کرائی جائے جس سے بمشکل وہ اپنی روح اور تن میں اتحاد قائم رکھ سکیں۔ اپنی زائد آبادی کے لئے ایسے ملکوں میں جن کی آب و ہوا اچھی ہے اور جو زرخیز نو آبادیاں قائم کی جائیں۔ کبھی تجارت کے ذریعہ سے حکومت حاصل کی جاتی ہے اور کبھی حکومت کے ذریعہ سے تجارتی منڈیاں قائم کی جاتی ہیں۔ ان اقدامات میں کبھی فوجیں آگے رہتی ہیں اور کبھی پیچھے رہتی ہیں جب تک یہ دست درازیاں کمزور ممالک کے مقابلے میں ہوتی ہیں ان کا ذکر کوئی نہیں سنتا لیکن جب تجارتی منڈیوں، مقبوضات اور نو آبادیات کے لئے یورپ کی قوموں میں باہم رقابت پیدا ہو جاتی ہے اور ان کے فرضی حقوق کی طرف کوئی ہاتھ بڑھاتا ہے تو پھر ایسی جنگیں ہوتی ہیں جیسی اس وقت ہو رہی ہے۔ مگر یہ کہنا کہ وہ انسانی گروہ جو اب مسلمہ طور پر قومیں ہیں انھی ہولناک مقاصد اور اغراض کی بنا پر مجتمع اور متحد ہوئے صحیح نہیں ہے۔ وہ مجتمع تو ہوئے ان ہی ابتدائی مفاد کی حفاظت کے لئے جو بنی آدم کی زندگی کے لوازم ہیں یعنی جان و مال کی حفاظت اور معیشت کا اطمینان۔ مگر چونکہ بنیاد ہی مادی اغراض و مقاصد تھے اس لئے ترقی اسی راہ پر ہوئی۔ اگر مادیت کو اخلاقیات کا پابند نہ کر دیا جائے تو وہ بڑھ کر حرص و ہوس ہی کی راہ اختیار کر لیتی ہے۔ یورپ کی قومیت اس کے اغراض و مقاصد اور وہ سیاست جو اس سے پیدا ہوئی ہے کسی معین اور مربوط اخلاقی قانون کی پابند نہیں ہے اس لئے اس کی وجہ سے دنیا میں اختلال اور بد امنی پھیلی ہوئی اور روز بروز ترقی پر ہے۔ ڈاکوؤں اور لٹیروں کے درمیان بھی مفاد و اشتراک کی بنا پر اتحاد قائم ہوتا ہے مگر اس کے نتائج انتہائی فتنہ و فساد کے سوا اور کچھ نہیں ہوتے اور اسی وجہ سے کہ وہ مفاد اخلاقیات کے تحت میں نہیں ہوتے۔ یورپ کی قومیت اپنے عناصر تشکیل کے اعتبار سے ڈاکوؤں اور لٹیروں کے اتحاد سے کسی طرح مختلف نہیں۔ یہ کیا قومیت ہے جو اس سے پیدا ہوئی؟ یہ کیونکر ایسا معیار ہے

زندہ ماضی

شیر شاہ سوری کے کارنامے

قوموں کے عروج وزوال کا پتہ یا ان کی شاندار زندگی کے کارناموں سے یا ان کے گذشتہ عہد پر نظر ڈالنے سے پتہ چلتا ہے. ہر قوم کے وہ افراد جنکی خدمات قومی و ملکی لے لازوال شہرت حاصل کی یقیناً زندہ کہے جانے کے مستحق ہیں تاریخ عالم میں ایسے ہزاروں باکمال انسان ہیں گے جو اپنی صفات جلیلہ کے باعث آجتک یاد کئے جاتے ہیں اور ان کی عظمت ہمیشہ ان کی یاد کو تازہ رکھتی ہے یہی وہ لوگ ہیں جو زندہ جاوید کہے جاتے ہیں ؎

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

تقریباً پچیس سال کے اندر دنیا میں ایک جدید انقلاب آیا اور حکومتوں کے نظام ترکیبی کی کایا پلٹ ہوگئی. شخصی حکومتوں کی استبداد آفرین شان تحکم فنا کے گھاٹ اتار دی گئی. جمہوریت و اشتراکیت کے جذبات عام نے ڈکٹیٹری (سرداری و قیادت) کو حقیقی حکمرانی قرار دیا. لینن. اسٹالن ہٹلر مسولینی وغیرہ ڈکٹیٹر باعتبار شہرت ہمہ گیر جاذبیت کا مرکز بنے ہر ایک نے اپنے ملک اپنی قوم کی جدید تنظیم میں اپنی زندگیوں کو صرف کیا اور بہت کامیابی حاصل کی مستقبل قریب کی تاریخ میں یہ لوگ دنیا کی حیات ثانیہ کے مجدد و موجد کہے جائیں گے یہ غیر اقوام کے لیڈروں کا تذکرہ تھا اس دور کا زندہ جاوید انسان جس نے اسلامی گہوارہ میں پرورش پائی اور جس نے اسلامی جمہوریت و حکمرانی کا پھریرا فضائے عالم میں لہرایا مصطفےٰ کمال تھا جس کی زندگی کے کارنامے ابھی زندہ ہیں اور صدیوں آئینہ بر کیف رہیں گے. زمانہ حال کے حریت پسند اور آزادی خواہ قائدین کا تذکرہ صرف ماحول کو پیش نظر رکھنے کے لئے آگیا. ہمیں عہد ماضی کی تاریخ دہرانا ہے اور ناظرین کو یہ دکھانا ہے کہ حقیقی قیادت و سرداری کی تڑپ اسلامی تعلیم نے دنیا میں پیدا کی اسلامی قیادت خود نمائی و خودستائی کے عیوب سے پاک تھی اس میں اسلامی اخوت و مساوات کا درس قائد کی عملی زندگی کی بنیاد تھا اسلام نے روئے زمین کے بیشتر حصوں پر حکومت کی ہر ملک و اقلیم کی تنظیم کی اس کے دامن میں ہزاروں زندہ جاوید وجود زینت اوراق تاریخ ہیں ہمارا جریدہ مولوی اپنے صفحات پر بارہا ایسے نام آور و نامی افراد کے واقعات زندگی ناظرین کے سامنے پیش کرتا رہا ہے جس سے عہد ماضی کی زندہ رہنے والی تصویر فردوس نظر ہو جاتی ہے. ہمیں اس صحبت میں ہندوستان کے ایک ایسے عظیم المرتبت مسلمان کا تذکرہ کرنا ہے جو اپنی خصوصیات کے باعث دور رفتہ کی زندہ یادگار کہا جاتا ہے آجکل عام طور پر یہ بات زبان زد عام ہے کہ یورپ کے موجودہ ڈکٹیٹر اپنی قوت بازو اور اصابت رائے یا سیاسی تدبر کے باعث باوجود چھوٹے اور کم مرتبہ ہونے کے معراج کمال تک پہنچے. کوئی وجہ نہیں کہ ہم اس کی تکذیب کریں ہمیں یہ دکھانا ہے کہ اسلام کے فرزندان میں یہ چیز تو خصوصیت کے ساتھ پائی جاتی ہے کہ وہ محض اپنی ہی دست و بازو کی پیدا کی ہوئی قوت کے باعث ادنیٰ درجہ سے اعلیٰ منزلت تک پہنچے۔

شیر شاہ سوری)۔ بادشاہ ہندوستان کا ذکر ہمیں اوراق میں خاص طور سے کرنا ہے اور یہ دکھانا ہے کہ یہ بطل جلالت یہ پیکر عدالت کس مقام سے کس مقام پر پہنچا ارباب نظر سے امید ہے کہ اس کی زندگی کا نمونہ ملاحظہ کریں گے. وہ قدم قدم پر کس طرح دشوار گذار خارزاروں کو طے کرتا ہوا منزل ارتقا تک پہنچا ہے. شیر شاہ اور اس کی سکونت ور وطن افغانستان میں جو سلسلہ پہاڑوں کا ہندوستان سے افغانستان کو جدا کرتا ہے انہیں پہاڑوں کے دامن میں خطہ بکر واقع تھا جس کے ایک حصہ کو روہ کہتے تھے جو نواح بجور کے قصبہ سوئی تک اور حسن ابدال سے کابل تک پھیلا ہوا تھا روہ میں افغانوں کا ایک معزز قبیلہ آباد تھا جس کی قومیت سور کے نام سے مشہور تھی. سور اپنے آپکو سلاطین غوری کی اولاد کہتے تھے اس قبیلہ کا جد اعلیٰ محمد سور نامی روہ میں آکر آباد ہوا. افغانان نے جو قدیم باشندگان اس سرزمین کے تھے محمد سور کی اولاد سور کے لقب سے ملقب ہوئی. قبیلہ سور کا ایک فرد ابراہیم نامی زمانہ سلطان بہلول لودھی میں بارادہ ملازمت ہندوستان آیا اور کسی شاہی جاگیردار کے ہاں ملازم ہو گیا ابراہیم مذکور کا بیٹا حسن سور زمانہ سلطان سکندر لودی میں جمال خان حاکم جونپور کا معتمد خاص تھا. جمال خان نے حسن کے کارنمایاں سے خوش ہوکر علاقہ رہتاس میں سہسرام. خواص پور اور ٹانڈہ کی جاگیر عطا کی اور پانچ سو سواروں کی سالاری کا منصب بھی عطا کیا۔

شیر شاہ اور اس کی تربیت۔ شیر شاہ کا اصلی نام فرید دن تھا ایک اس کا حقیقی بھائی نظام تھا یہ دونوں حسن کی بی بی افغان نسل سے ہوئے ان دو کے علاوہ اور چھ لڑکے حسن کے تھے جو کنیزوں اور خواصوں کی اولاد سے تھے حسن سور کو فرید دن اور نظام کی زیادہ الفت نہ تھی بلکہ دوسری جدید حرم کے دو بیٹوں سلیمان کو وہ زیادہ چاہتا تھا باپ کے بے التفاتی غیور پسر کو پسند نہ آئی اور فرید دن باپ سے علیحدہ ہوکر جونپور رہنے لگا اور خود اپنی تعلیم کی طرف متوجہ ہوا. گلستاں بوستاں سکندر نامہ وغیرہ جو اس زمانہ میں ہندوستان کے علمی گھرانوں میں داخل نصاب فارسی تھیں فرید دن نے جونپور میں پڑھیں جمال خان حاکم جونپور جو حسن سور کا بھی مربی تھا فرید دن کی تعلیم و تربیت اور کفالت خاطر خواہ کرتا رہا. فرید دن نے عربی میں کافیہ اور اس کے حواشی اور دیگر کتب عربیہ کی بھی تحصیل کی نظم و نثر اور تاریخ کی بھی [illegible] حالات [illegible] و مشائخ کی صحبت سے بھی فیضیاب ہوتا رہا. جمال [illegible] کچھ دنوں بعد باپ سے مصالحت ہو گئی۔

شیر شاہ کی انتظامی قابلیت۔ باپ نے اپنی جاگیر کا انتظام اس مصالحت کے بعد فرید خاں یعنی شیر شاہ کے سپرد کیا فرید نے چند شرائط کے ساتھ جو اس کو جاگیر کے انتظامی امور میں معاون ہو سکتے تھے اپنی آبائی جاگیر کے انتظام کو قبول کر لیا اور چند دنوں میں اس قدر بہترین انتظام علاقہ کا کیا کہ رعیت کے تمام لوگ اس کا دم بھرنے لگے یہ پہلا موقعہ تھا کہ شیر شاہ نے اپنی ریاست و سیاست ذہانت و فطانت شجاعت و بسالت. سخاوت عدالت کے جوہر دکھائے. غریب کاشتکاروں پر اور اہل حاجت پر بذل کرم کی بارشیں کیں، مالیات کو نرمی و ملاطفت سے وصول کیا غاصب خائن افراد سے کمال تدبر کے ساتھ بقایا وصول کی. سرکش و متمرد گروہوں کو جو

گردو نواح سے اکثر دیہاتیوں پر چھاپہ مار جاتے تھے اس شان کے ساتھ زیر کیا دیہات کے سرداروں کو حکم دیا کہ ایک ایک زین اسب اور دیہات میں جو لوگ سپاہی پیشہ ہیں ان کو فراہم کریں ہفتہ عشرہ میں خاصی جماعت سپاہیوں کی اور کافی تعداد گھوڑوں کی جمع کر دی سپاہیوں کی خود ترتیب کی سپاہیوں کی بیس بیس کی ٹولی پر ایک افسر مقرر کیا۔ سامان رسد فراہم کیا سپاہیوں کی وردیاں تیار کرائیں زر نقد سے سب کی حوصلہ افزائی کی تقریریں کر کے ذوق جانبازی و سرفروشی اور جذبہ دلاوری پیدا کیا اس طرح ایک چھوٹا سا لشکر مرتب کر لیا اور تمام سرکشوں کو شکستیں دیکر اپنا لوہا منوالیا اب تمام علاقہ میں اس کی بہادری اور سیاست کا سکہ بیٹھ گیا اور اسکی حکمرانی اور حریت کی لسم اللہ تھی اور اس کے حوصلے اور عزائم ہندوستان کی حکومت کو اپنے زیر نگین دیکھ رہے تھے۔

وجہ تسمیہ شیر خاں شہنشاہ بابر اور سلطان ابراہیم لودہی کی آخری جنگ عظیم الشان رجب ۹۳۲ھ میں ہوئی جو پانی پت کے میدان میں ہوئی تھی اور ۸ رجب ۹۳۱ھ کو سلطان ابراہیم لودی میدان جنگ میں شہید ہوا ہندوستان کی حکومت مغلوں کے ہاتھ آئی فرید (شیر شاہ) نے جو بنگال و بہار کی طرف اس زمانہ میں اپنی خداداد بہادری کے جوہر دکھا رہا تھا جب اس انقلاب عظیم کی خبر سنی متوحش ہو کر بہادر خاں لد دریا خاں کی ملازمت اختیار کر لی جو صوبہ بہار کا تاجدار تھا اور سلطان محمد خاں کے لقب سے بادشاہی کر رہا تھا یہی سلطان محمد خاں والئے بہار ایک دن شیر کے شکار میں مصروف تھا اتفاق سے ایک شیر کا مقابلہ فرید سے ہو گیا فرید نے اپنی تلوار سے شیر کو چشم زدن میں ہلاک کر دیا سلطان محمد خاں نے اس بہادری کے صلہ میں فرید کو شیر خاں کا خطاب عطا فرمایا اور نوازش بیکراں سے سرفراز اپنے پسر جلال خاں کا اتالیق مقرر کیا۔

شیر خاں سوری کے جنگی کارنامے شیر خاں فنون حرب میں فطری طور پر اس قدر مہارت رکھتا تھا جو کسی لشکر جرار کے سپہ سالار اعظم میں ہونا چاہیئے وہ جس قدر جری اور بہادر تھا اتنا ہی مکاید جنگ کی ایجاد و اختراع میں جان رچو بند تھا اس کا دماغ ایسی برمحل تدابیر ایجاد کرتا تھا کہ غنیم اس سے پناہ مانگتے تھے اس کے مخالف حکام اس کو مکار و فریب کار کہتے تھے۔ جنگ اور اسکی تفصیلات تاریخ کا غلبہ جاذب نظر موضوع ہے اگر اس کے جنگی کارناموں کی جستجو کی جائے اور پھر اس کی تفصیلات بیان کی جائیں تو ہمارا یہ مضمون کتابی صورت اختیار کر لے یہاں فریب جنگ کے عنوان میں صرف دو واقعہ ناظرین کے تفنن طبع کے لئے تحریر کئے جاتے ہیں ۹۴۳ھ ہجری میں جب ایک طرف شیر خاں حاکم بنگال سلطان محمود سے برسرپیکار تھا اور اس کو شکستیں دے چکا تھا دوسری طرف شہنشاہ ہمایوں قلعہ چنار کو فتح کر کے ۱۴ صفر ۹۴۴ھ کو بیرون قلعہ اعظام لشکر شیر خاں کے خلاف کر رہا تھا تو محمود سلطان شکست خوردہ حاضر بارگاہ ہمایونی ہوا اور امداد کی درخواست کی لشکر ہمایونی کو خود شہنشاہ ہمایوں لیکر چنار سے گڈہی کی طرف روانہ ہوا گڈہی ایک نہایت مضبوط قلعہ بہار اور بنگال کی سرحدی گھاٹی میں تھا جس کی محافظت قطب خاں پسر شیر خاں کر رہا تھا کافی فوج قلعہ میں موجود تھی مگر شہنشاہ ہمایوں کا لشکر باعتبار تعداد

اور سامان بہت زیادہ تھا شیر شاہ کو اپنے لشکر کی درستی اور تنظیم کے لئے بیشمار مال و دولت کی ضرورت تھی اور اپنے لئے محفوظ جائے امن کی بھی تلاش تھی اس لئے اس نے فوراً ایک خط راجہ ہرکشن والی قلعہ رہتاس کو لکھا کہ آپ میرے قدیم مخلص دوست ہیں میں شہنشاہ ہمایوں کے مقابلہ کے لئے اپنی افواج کو لیکر بنگالہ کی طرف جا رہا ہوں چاہتا ہوں کہ اپنی خواتین و مستورات کو معہ ان کے خزائن و زیورات کے آپ کی محافظت میں دیدوں اگر میں جنگ میں کامیاب ہوا تو آپ کو اس صلہ خدمت میں نوازشات بیحد سے سرفراز کروں گا اور اگر مارا گیا تو آپ سے امید رکھتا ہوں کہ محرمات شاہی کے ساتھ آپ مراعات بدرجہ غایت ملحوظ رکھیں گے۔ یہ خط مع تحائف و ہدایا اپنی مخصوص جماعت سفرا کے ساتھ راجہ کے پاس روانہ کر دیا اور سفرا کو سمجھا دیا کہ راجہ کو یقین دلادیں کہ بجز عورات اور خزانہ کوئی دوسری چیز نہیں بھیجی جا رہی ہے شیر خاں کا یہ التماس نامہ جب راجہ ہرکشن کو پہنچا اس کو طمع دامنگیر ہوئی کہ شیر خاں کا خزانہ اور حرم سرا مفت گھر بیٹھے ہاتھ آرہا ہے شہنشاہ ہمایوں کے مقابلہ میں شیر شاہ یقیناً مارا جائے گا اس تخیل پر اس نے فوراً اظہار رضامندی سفرا سے کر دیا ادھر شیر شاہ نے ایک ہزار ڈولیوں کا انتظام کیا اور ایک ہزار جوان جرار مسلح آزمودہ کار برق وش منتخب کئے ہر ڈولی کیساتھ دو دو فوجی جوان بصورت کہار ڈولی بردار اور پانچسو مزدور بنا کر جو بدار مائل بیکار سروں پر آلات جنگ کا انبار بہائے اشیائے خوراک و پوشاک کے بارگٹے اور قلعہ رہتاس کو روانہ کر دیئے کچھ ڈولیاں جو سب سے آگے تھیں ایسی بھی تھیں جن میں بوڑھی عورتیں اور خواجہ سرا اسے بیٹھی تھیں راجہ اس فریب جنگ سے بالکل غافل تھا وہ تو یہ سمجھے ہوئے تھا کہ یہ تمام عورتیں اور خزانہ سب میری ملک ہوگا اس نے فوراً شاہی حویلیاں قیام کے لئے خالی کرادیں چنانچہ جب ڈولیاں قلعہ کے اندر مع تمام ملازمین کے ٹھیرنے کے مکانات تک پہنچ گئیں ادھر شیر خاں بھی اپنی فوج کے ساتھ ڈولیوں کی روانگی کے بعد ہی رہتاس کی طرف روانہ ہو گیا۔ ڈولی نشینوں نے ڈولی سے باہر آتے ہی قیامت ڈھا دی چاروں طرف قتل و غارت کا بازار گرم ہو گیا تھوڑی دیر نہ گذری تھی کہ شیر شاہ بھی آندھی کی طرح قلعہ پر پہنچ گیا دروازے قلعہ کے کھل چکے تھے راجہ ہرکشن جان بچا کر قلعہ کے چور دروازے سے بھاگا آناً فاناً قلعہ رہتاس جو اپنی مضبوطی کے لئے سارے ہندوستان میں مشہور تھا مع تمام خزائن و دفائن شیر شاہ کے قبضہ میں آگیا۔

دوسرا واقعہ اس سے بھی زیادہ پر لطف ہے ۹۴۷ھ میں شیر شاہ ہندوستان کا بادشاہ ہو چکا ہے ہمایوں شکست کھا کر طہماسپ شہنشاہ ایران کے پاس پہنچ چکا ہے اور دوبارہ ہندوستان پر لشکر کشی کے منصوبے باندھ رہا ہے شیر شاہ آگرہ میں تخت سلطنت پر جلوہ افروز ہے ولایت ناگور و جودھپور پر لشکر کشی کے لئے فوجیں مرتب کر رہا ہے۔ راجہ مالدیو حکمران علاقہ جس نے اپنی قوت بلند اور شجاعت ذاتی سے ناگور و جودھپور کی حکومت حاصل کی ہے شیر شاہ کے عزم سے غافل نہیں ہے پچاس ہزار راجپوت دلاور ہر وقت اس کے اشارہ کے لئے کٹنے مرنے پر تیار ہیں دونوں لشکر میدان میں صف آرا ہو چکے ہیں روزانہ لڑائی ہو رہی ہے شیر شاہ کو فتحیابی دشوار معلوم ہوتی ہے تقدیر کی یاوری

کہئے یا شیر شاہ کا اقبال اصل راجگان ناگور و جودھپور جن سے راجہ مالدیو نے بزور شمشیر راجدھانی خالی کی تھی شیر شاہ کی بارگاہ میں حاضر ہو جاتے ہیں اور راجہ مالدیو کی مخالفت کا عہد و پیمان کرتے ہیں۔ شیر شاہ نے ان سے ہندی زبان رائج الوقت میں حسب مراد خطوط لکھوا تا ہے جن سے یہ مفہوم ادا ہوتا ہے کہ فلاں فلاں سرداران فوج جو مالدیو کے لشکر میں شریک جنگ ہیں ہمارے خاص طرفدار اور مالدیو کے دشمن جاں ہیں اور منتج کے منتظر ہیں عنقریب مالدیو کو ہلاک کر کے اطاعت شاہی قبول کریں گے۔ لڑائی برابر طول کھینچ رہی ہے راجہ مالدیو بھی لڑتے لڑتے جی چھوڑ چکا ہے جب رات کو آرام گاہ میں پہنچتا ہے گھنٹوں اس کو نیند نہیں آتی شیر شاہ نے یہ خطوط اپنے جاسوسوں کے ذریعہ سے جو راجہ کے خواصوں اور مصاحبوں کے لباس میں تھے راجہ تک پہنچا دیئے راجہ کے سالاران لشکر میں ایک معزز سردار کوبھیا نامی تھا جو نہایت جنگجو اور لڑنے میں پیشقدمی کرنے والا تھا اور بکثرت سپاہ اپنی قیادت میں رکھتا تھا راجہ کو بھی عزیز تھا ایک خط اس کی راجہ دشمنی پر بھی ان تحریرات میں تھا راجہ مالدیو نے جب یہ خطوط ملاحظہ کئے اس کے ہوش و حواس معطل ہو گئے اور اپنے سرداران لشکر میں سے کسی پر اس کو اعتماد نہ رہا۔ دوسرے روز معرکہ بھی ذرا سخت رہا اور راجہ کے افسران فوج بھی کچھ مضمحل نظر آئے راجہ کو یقین واثق ہو گیا کہ امرائے فوج میرے خلاف ہیں اس نے میدان سے راہ فرار اختیار کی افسران فوج جس قدر راجہ کو تسکین دیتے تھے اتنی ہی اس کے شک و شبہ میں ترقی ہوتی تھی آخر کار راجہ مالدیو بھاگ گیا۔ کوبھیا اور دیگر راجپوت سرداروں نے سر دھڑ کی بازی لگادی بلا کا رن پڑا ہزاروں آدمی فریقین کے کام آئے شیر شاہ کی فوج کے قدم بھی ڈگمگا چکے تھے مگر تازہ کمک جلال خاں جلوانی کی قیادت میں وقت کے وقت پہنچ گئی کوبھیا وغیرہ میدان جنگ میں مارے گئے اور شیر شاہ فتحیاب ہوا۔

آج جنگ عظیم یورپ میں جو نقشہ جات جنگ بنائے جاتے ہیں اس میں بمباری اور برق پاشی سے ہلاکت دشمن کے سینکڑوں حیلے ڈھونڈے جاتے ہیں شیر شاہ کی دماغی قوت کو تحسین آفرین کہیئے کہ جو میدان جنگ میں خود ہی فوج کو لڑا رہا ہے اور خود ہی لڑتے لڑتے جب ذرا فرصت پاتا ہے تو دماغ سے عجیب و غریب نقشہ جات جنگ تیار کرتا ہے اور کامیاب و فیروزمند ہوتا ہے۔ راجپوتانہ کے اس معرکے کے بعد شیر شاہ نے قلعہ چتوڑ اور رنتھنبور پر بغیر جنگ قبضہ کیا اس کے بعد قلعہ کالنجر کی تسخیر کو روانہ ہوا۔ یہ قلعہ ہندوستان کے مضبوط اور مشہور قلعہ جات میں شمار ہوتا تھا۔ قلعہ کا محاصرہ کر لیا گیا بادشاہ کے حکم سے سرنگیں کھودی گئیں اور قلعہ کے اندر تک پہنچ گئیں فوج سرنگوں کی راہ سے قلعہ میں داخل ہو گئی اور دست بدست کی لڑائی شروع ہو گئی۔ شیر شاہ نے دیوار قلعہ سے کچھ فاصلہ پر اپنا مستقر قائم کیا اور قریب ہی میگزین آتشیں بنوایا اور قلعہ پر آتشباری کا حکم دیا قضائے الٰہی سے ایک گولہ قلعہ کی دیوار سے ٹکرایا اور پلٹ کر میگزین پر پھٹا دفعتہً اس میں آگ کے شعلے بلند ہو گئے بادشاہ اور شاہ خلیل قدسرہ اور مولانا نظام الدین دانشمندی اور بہت سے امراء و مصاحب جو وہاں موجود تھے آگ کے شعلوں میں گھر گئے سب کے بدن جھلس گئے بادشاہ اپنے خیمے میں بدقت پہنچا یہ کمال استقامت اور علو استقلال ہے کہ سارا بدن جل چکا ہے بار بار غشی آجاتی ہے مگر جب ذرا ہوش آتا ہے چلا چلا کر تکبیر کہتا ہے اور قلعہ کو فتح کرنے کی ترغیب فوج کو دیتا ہے۔ امراء و سرداران فوج میں سے داخل ہوتا جاتا ہے وہ ان سوختہ سامانوں کی عیادت کو آتا ہے مگر شیر شاہ ہر ایک کو تسکین دیتا ہے اور کہتا ہے کہ اے بہادر جانبازو اے مجاہد افغانو بڑھو اور جلد قلعہ فتح کر لو۔

سرفروشان شاہی اپنے بادشاہ ظل الٰہی کے یہ آخری ارشادات سنکر جھوم جاتے ہیں اور جانبازانہ جوش جہاد میں غنیم پر ٹوٹ پڑتے ہیں نصرت غیبی سیاہ پوشوں کی صورت میں ان مجاہدین کی امداد پر تھی ادھر قلعہ سے تکبیر فتح و نصرت بلند ہوتی ہے ادھر شیر شاہ سوری کی روح اعلےٰ علیین کی طرف پرواز کرتی ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

شیر شاہ سوری کی شہادت ۱۲ ربیع الاول شریف ۹۵۲ھ ہجری کو ہوئی۔ میت سہسرام میں جاکر آبائی قبرستان میں دفن کی گئی۔ اس نے پندرہ سال مختلف ممالک ہند میں حکومت کی اور پانچ سال ہندوستان کی سلطنت کی۔ یہ بادشاہ نہایت عادل تھا۔ مورخ بدایونی ملا عبدالقادر قادری علیہ الرحمت نے اپنی پیدائش پر فخر کیا ہے کہ میں شیر شاہ جیسے عادل بادشاہ کے عہد میں پیدا ہوا۔ اس کی یادگاریں نہ صرف عہد ماضی کو زندہ ثابت کرتی ہیں بلکہ اب بھی اس کو زندہ جاوید کہکر پکارتی ہیں۔ اس نے بنگال سے دریائے سندھ تک آگرہ سے منڈو تک پختہ شاہراہیں تعمیر کرائیں۔ سڑک کے دونوں جانب کھرنی جامن وغیرہ کے درخت لگوائے ہر کوس پر مساجد پختہ جس میں مؤذن و امام مقرر کئے چاہات پختہ اور سرائیں پختہ تعمیر کرائیں سراؤں میں ایک لنگر خانہ پختہ برائے مسلمانوں کے لئے اور ایک رسوئی خانہ پختہ و خام اہل ہنود کے لئے بنوائے ڈاک کی چوکیاں بنوائیں جس میں دو دو اسپ تازی اور سوار و ملازم مقرر کئے جو بنگالہ و سرحد کی خبریں راجپوتانہ کی خبریں اس کو ہر وقت پہنچاتے تھے تمام مصارف خزانہ شاہی سے مقرر تھے یہ سڑک ابتک موجود ہے اگرچہ دوسرے آثار ختم ہو گئے غرضکہ شیر شاہ وہ ممتاز بادشاہ ہے جو ایک سپاہی زادہ کی حیثیت سے ترقی کرکے شہنشاہی کے درجہ تک پہنچا اور بقائے دوام حاصل کی۔

(بقیہ سالسلہ صفحہ ۱۴ بقیہ حصہ شذرات) بعض الزام عائد کئے ہیں جس کا جواب عنقریب مسٹر چرچل وزیر اعظم برطانیہ کی طرف سے دیا جائے گا ترکی اخبارات ماسکو کانفرنس کا تذکرہ اپنے مقالات میں دلچسپی کے ساتھ کر رہے ہیں امید ہے کہ یہ کانفرنس بخیر و خوبی ختم ہو جائیگی۔

جرمن جس قدر بھی اس کانفرنس کی مذمت کر رہے ہیں اتنے ہی اس کے کامیاب ہونے کے آثار متیقن ہوتے جاتے ہیں اور امید ہے کہ نہ صرف جنگ بلکہ بعد از جنگ بھی روس سے ایسا مکمل سمجھوتہ ہو جائے گا جس سے لڑائی برسوں دور ہو جائے گی۔

———— (۱۲) ————

وہ دونوں آپس میں ایک دوسرے کی بہن تھیں
ایک لڑکی کا چہرہ گلاب کے پھول کی طرح خوشرنگ تھا
دوسری لڑکی کا چہرہ زرد اور گال پچکے ہوئے تھے

دور سے ایک ہوشیار ڈاکٹر نے ان دونوں کو دیکھا اور کہا۔

زرد چہرہ والی لڑکی لیکوریا کی بیمار ہے

ورنہ یہ بھی اپنی بہن کیطرح خوبصورت اور دلکش نظر آتی۔ اگلے دن اس بیمار لڑکی نے ایک مشہور لیڈی ڈاکٹر کی زبانی سُنا کہ لیکوریا (سیلان الرحم) کا سب سے کامیاب علاج دوا "روک" کا استعمال ہے چنانچہ اس نے اسی وقت بازار سے دوا روک کی شیشی منگوائی۔ استعمال شروع کر دیا۔ تیسرے دن خفیہ جسم سے سفید رطوبت خارج ہونی بند ہوگئی اور پوری شیشی ختم ہونے تک اس کے چہرہ پر بھی جوانی کی سُرخی آگئی اور وہ بھی

اپنی بہن کی طرح خوبصورت بن گئی

سب لوگ جانتے ہیں کہ دوا روک لیکوریا کیلئے کتنی کامیاب دوا ہے۔ تین روپئے میں سب بڑے دوا فروش بیچتے ہیں۔ اگر کسی شہر میں نہ ملتی ہو تو براہ راست

لیڈی ڈاکٹر زنانہ دواخانہ پی۔ بی ۳۴ دہلی کے پتہ پر خط لکھکر بذریعہ وی۔ پی پارسل منگا لینی چاہیئے۔ پارسل پر نو آنے محصول لگتا ہے۔ اور اس طرح اپنے گھر بیٹھے دوا پہونچ جاتی ہے۔ ٹیلیفون نمبر ۶۲۶

اگر آپ اولاد سے محروم ہیں

اور آپ کی بیوی کی گود خالی ہے

تو

نو مہینے کے بعد آپ کے ہاں بچہ پیدا ہو سکتا ہے

جب سی عورت مرد کی شادی کو کئی برس گذر جائیں اور پھر بھی اُن کے ہاں اولاد نہ ہوتی ہو یا کسی اندرونی اور نامعلوم خرابی کے باعث عورت کو "اُمید" نہ ہوتی ہو یا وہ لوگ جو بچہ کے لئے ترستے ہوں اور اُن کے ہاں بچہ پیدا نہ ہوتا ہو تو ایسی حالت میں صرف ایک ہی ترکیب ہے۔ جس کے بعد عورت کو بچہ ہو جائیگا۔ برسوں کی تمنا پوری ہو جائیگی یعنی اس ترکیب پر عمل کرنے کے بعد اولاد پیدا ہونے لگے گی۔

عورت کو بچے ہونے کی ترکیب } موجودہ زمانے کی تحقیقات اور کئی سال کی مسلسل کوشش کے بعد ایک ایسی عجیب غریب دوا تیار ہوئی ہے جسے اگر روزانہ سات دن تک مسلسل ایک ایک خوراک عورت کو کھلائی جائے اور ان سات دن میں وہ خاص پرہیز کرے اور علیحدہ رہے اور ٹھیک آٹھویں رات یہ پرہیز توڑ دیا جائے تو اُسی آٹھویں رات عورت کو "اُمید" ہو جائیگی۔ اس دوا کا نام "محافظ اولاد" ہے۔ اور تجربہ سے یہ ثابت ہوا ہے کہ مسلسل سات دن تک اس دوا کے استعمال سے عورت کا اندرونی جسم .... بالکل قدرتی اور نیچرل حالت میں آجاتا ہے اور جب آٹھویں رات .... تو اس کو اسی رات "اُمید" ہو جاتی ہے اور پھر نو مہینے بعد وہ اپنی گود میں بچہ دیکھ لیتی ہے۔ ایک شیشی دوا "محافظ اولاد" میں ایک عورت کیلئے پوری سات خوراک دوا ہوتی ہے۔ اور اس کی قیمت دو روپے آٹھ آنہ ہے۔ جس کو ضرورت ہو

لیڈی ڈاکٹر زنانہ دواخانہ ۳۴ پی بی دہلی

کے پتہ پر خط لکھکر دوا بذریعہ دی۔پی پارسل منگالیں۔ پارسل پر صرف نو آنے محصول ڈاک خرچ ہوگا

ٹیلیفون نمبر ۶۲۶۸

جوانی کا علاج سات دن مین

بچپن، نوجوانی اور جوانی کی بری عادتون مین مبتلا ہوکر جوانی کو ختم کر دینے والے انسانون کو دوبارہ جوانی حاصل کرنے کے لئے رِی جُووِین کورس استعمال کرنا چاہئے۔ یہ دوا جادو کی طرح بہت جلد اپنا اثر دکھاتی ہے۔"

رِی جُووِین (کورس) استعمال کرنے سے سات دن مین آرام اور پندرہ دن مین پوری طرح جوانی اور طاقت آجاتی ہے۔ تمام ڈاکٹر اور حکیم اس علاج کا مشورہ دے رہے ہین۔ آپ بھی اپنے شہر کے بڑے انگریزی دوا فروش سے یہ دوا خریدین۔ قیمت مکمل کورس کی پانچ روپے ہے، محصول ڈاک گیارہ آنے (۱۱) علاوہ

اگر کسی شہر مین یہ دوا نہ ملتی ہو تو براہ راست

اکسیری دواخانہ کلان محل پوسٹ بکس نمبر ۴۱ (ایم، ڈی) دہلی

ان چوڑیون کو آپ مفت حاصل کر سکتے ہین۔ یہ اس سونے کی بنی ہوئی ہین جس کو سنار اور صراف بھی آج تک نہیں پہچان سکے کہ یہ اصلی سونے کی ہیں یا نقلی۔ چمک دمک، رنگ و روپ مین اصلی سونے کے برابر ہین۔ عرصہ تک استعمال کے بعد بھی خراب نہیں ہوتیں۔ بیاہ شادی اور تحفون مین دینے کے لئے ان چوڑیون کو منگا کر دیکھئے۔ اس وقت شہرت کی غرض سے ان چوڑیون کو بہت ہی کم قیمت مین دیا جا رہا ہے یعنی چار تولہ وزن کی آٹھ چوڑیون کی قیمت تین روپے ہے دو سیٹ کی قیمت چھ روپے ہے، محصول ڈاک فری۔ تین سیٹ منگانے والون کو ایک سیٹ بالکل مفت دیا جاتا ہے اور محصول ڈاک بھی معاف ہوگا۔"

سول ایجنٹ:- **گڈ لک ٹریڈ ایجنسی دریا گنج بازار (م، د) دہلی**

جوان لڑکی کی زندگی برباد

اگر کسی جوان لڑکی کو دورے پڑنے کی بیماری لگ جائے جس کو ہسٹیریا، باؤگولہ اور اختناق الرحم کہتے ہین تو اسکی زندگی سارے خاندان کیلئے عذاب بن جاتی ہے۔ دورے کے وقت مریضہ کے پیٹ مین ایک گولہ سا اٹھ کر دماغ تک پہنچتا ہے اور اسکے ہاتھ پاؤن مین اینٹھن ہونے لگتی ہے وہ چیخنے چلانے اور کپڑے پھاڑنے لگتی ہے۔ ننگی ہوکر بھاگنے لگتی ہے۔ اسکو ہسٹیریا کا مرض کہتے ہین۔ اس مرض کو دور کرنے کی دوا کا نام **ہسٹرین** ہے۔ اس دوا سے بیشمار جوان لڑکیان اور عورتین تندرست ہو چکی ہین۔ قیمت ایک شیشی کی چار روپے ہے، محصول ڈاک گیارہ آنے (۱۱) الگ ہے۔"

اکسیری دواخانہ کلان محل پوسٹ بکس نمبر ۴۱ (ایم، ڈی) دہلی

ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا او اخطانا
ماہوار جریدہ
مولوی
مدیر مسئول عبدالحمید خاں
فی پرچہ
دو آنہ
2
ANNAS
چندہ سالانہ
ONE RUPEE INDIA 1916
سچا شہادت نامہ
سید الشہدا حضرت امام حسین کے حالات شہادت کی سب سے بہتر کتاب جو ہر سال
دو ہزار محبان اہلبیت کے گھروں میں پہنچ جاتی ہے اتنی مقبولیت کی وجہ یہ ہے
کہ کوئی واقعہ غیر مستند یا جذباتی نہیں ہے طرز بیان اتنا دردناک ہے کہ ایک
ورق بھی دل تھامے بغیر نہیں پڑھا جاتا۔ ایک ہزار اشعار تو میرانیس کے ہر جگہ
کے موقعہ بموقعہ چھپاں ہیں فقط شہادت نامہ ہی نہیں ہے بلکہ بڑی مستند اور
مکمل سیرۃ امام حسین ہی ہے ۸۰۰ صفحات مجلد ڈیڑھ روپیہ محصول ۸ آنہ
منیجر رسالہ مولوی عبدالحمید خاں کوچہ چیلان دہلی

آپ کے بدن میں سانپ

اگر آپ اپنے بدن میں کوئی بیماری محسوس کر رہے ہیں اور یہ سمجھ رہے ہیں کہ جوانی کو گھن لگ رہا ہے، دل، دماغ، جگر، پھیپھڑے، گردے، مثانہ جیسے اعضائے رئیسہ کا فعل سست ہو رہا ہے تو یقیناً آپ کے جسم کے اندر ایک زہریلا سانپ بیٹھا ہوا ہے جو آپ کی جوانی اور زندگی کا دشمن ہے۔ اور وہ آپ کو وقت سے پہلے موت کی نیند سلا دینا چاہتا ہے۔ آپ اس موذی دشمن کو زہر پھیلنے سے پہلے ہی فنا کر دیجئے۔

امریکن سائنٹفک ایجاد

امریکہ کے سائنسدان بھی بڑے غضب کے بنے ہوئے ہیں۔ لوگوں کو جوانی دینے کے لئے افریقہ کے بھیانک جنگلوں میں ڈاکٹر شیلے ایم، ڈی، ایف۔ آر، سی، ایس نے "بلڈ ون" نام کی ایک بوٹی کی تحقیقات کر ڈالی ہے۔

بوٹی کا کرشمہ، ۲۰ پونڈ دودھ جم گیا

کتنی حیرت کی بات ہے کہ ڈاکٹر مذکور نے اپنی لیبارٹری میں اس بوٹی کا جوہر تیار کر کے ایک رتی کا ۱/۴ حصہ ۲۰ پونڈ دودھ میں ڈال دیا۔ اور اس کے اثر سے دودھ فوراً ہی دہی کی مانند جم گیا۔

بندر اور خرگوش دوبارہ زندہ

ایک جنگلی بندر اور خرگوش تقریباً مردہ حاصل کر کے ان پر "بلڈ ون" بوٹی کے جوہر کا تجربہ کیا گیا۔ ۴۸ گھنٹے کے اندر یہ دونوں جانور تندرست ہو گئے۔ اور ان کا وزن آٹھ آٹھ اونس بڑھا ہوا پایا گیا۔

بیس سالہ نوجوان مرد

جو اپنی دھات کو ناسمجھی کی وجہ سے ضائع کر چکا تھا اور جو سوکھ کر کانٹا ہوا جا رہا تھا، ہر وقت پیشاب کے ساتھ دھات گرا کرتی تھی اور اس میں جوانی کے آثار ہی ختم ہو چکے تھے ایک خوراک دینے سے ۴۸ گھنٹے کے اندر اس کی دھات کا گرنا بند ہو گیا۔ اور پورے ۴۸ گھنٹے کے اندر اس کے جسم کا وزن ۴ پونڈ ۲ اونس بڑھ گیا۔"

ایسے مریضوں کے جسم میں جو وقت سے پہلے عیش پرستی میں پڑ کر جوہر حیات کو برباد کر کے جوانی کی تمام علامات ختم کر چکے ہیں پندرہ دن میں دوبارہ جوانی کے آثار پیدا کر دیتی ہے اور ۶۰ سالہ بوڑھوں کے چہروں پر بھی سرخ خون جھلکنے لگتا ہے۔ اگر آپ بھی اس جادو بھری دوا بلڈ ون کے کرشمے دیکھنا چاہتے ہیں تو اس بوٹی سے تیار کردہ دوا "**بلڈ ٹانک پلز**" منگا کر تجربہ کر لیجئے۔ ۲۵ دن میں بیمار جسم کی کایا پلٹ جائے گی۔ زیادہ تعریف کا کرنا فضول ہے۔ ایک پیکٹ کا دام تین روپے ہے جس میں ۲۵ دن کی دوا ہوتی ہے محصول ڈاک گیارہ آنے (۱۱/) الگ ہے۔"

اکسیری دواخانہ کلاں محل، پوسٹ بکس نمبر ۱۴۱ (ایم، ڈی) **دہلی**

بسم اللہ الرحمن الرحیم
چاند کی بیس تاریخ تک بھی اگر اتفاق سے کوئی پرچہ نہ ملے تو دوسرا پرچہ دفتر سے خط بھیج کر منگا لیجئے

ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا او اخطانا

مولوی دہلی

ہر اسلامی مہینے کی بارہ تاریخ کو حمیدیہ پریس دہلی سے شائع ہوتا ہے

نمبر خریداری آپ کا اسی جگہ لکھا ہوا ہے جہاں آپ کا چندہ درج ہے اگر پہلے سے نوٹ نہیں ہو تو اب لکھ لیجئے اسکے حوالہ کے بغیر آپ کی کسی شکایت خصوصاً تبدیل پتہ کی تعمیل ممکن نہیں

جلد ۳۰　بابت ماہ ذی الحجہ ۱۳۶۲ھ　نمبر ۶

شذرات

مسلم لیگ اور پاکستان

ہندوستان میں کانگریس کی آفرینش کا منشاء یہ تھا کہ وہ ہر سال اپنے عظیم الشان جلسوں میں برٹش حکومت کے احسانات کا سکہ ہندوستانیوں کے قلب پر بٹھائے اور تاج برطانیہ کی خیر منائے مدتوں تک کانگریس کا یہی اصول اس طرح امتیاز رہا۔ دنیا کا دستور ہے کہ کسی چیز کی مداومت انسان کی طبیعت ثانیہ بن جاتی ہے کانگریس نے تقریباً نصف صدی تک حکومت کی خیر خواہی کے ساتھ ساتھ اپنی ساکھ ہندوستان میں قائم کر لی اور ہر موقعہ پر مسلمان کو پیچھے دھکیلنے کی کوشش اب جبکہ کانگریس نے اپنا مطمح نظر تبدیل کیا اور آزادی کا نعرہ بلند کیا تو مسلمانوں کو بالکل فنا کر دینے یا ہندو قومیت میں جذب کر لینے کی سعی بلیغ شروع کر دی اور اقوام عالم اور حکمران جماعتوں کو یہ باور کرایا کہ ہندوستان میں صرف دو طاقتیں ایک حکومت برطانیہ اور دوسری کانگریس ہے تیسری کوئی طاقت نہیں ہے آزادی چاہی تو اس بنیاد پر کہ سولہ آنے حکومت کانگریس کے ہاتھ آجائے مسلم لیگ نے برسوں اپنے حقوق تسلیم کرانے میں کانگریس سے گفت و شنید کی مگر آج تک کانگریس نے لیگ کی بات نہ مانی جب تمام تدابیر مصالحت ناکام ثابت ہوئیں تو مسلم لیگ نے کانگریس کے آئین و قوانین کے متوازی پاکستان کی تجویز پاس کی جس کا بہت صاف کھلا ہوا منشا یہ ہے کہ جہاں جس قوم کی اکثریت ہے وہاں اس قوم کو حکومت کرنے دو یہ مکمل اور ٹھوس ضابطہ طلب آزادی اور حکومت خود اختیاری کی اساس ہے کوئی قانون کوئی حکومت انصاف کے پیش نظر اس کو رد نہیں کر سکتی۔ امریکہ اور یورپ کے سیاسی حلقوں میں اس اصول کو تسلیم کر لیا گیا ہے حتی کہ کانگریسی منصف مزاج لیڈر بھی پاکستان کے اصول کو جائز مانتے ہیں مگر کانگریس نے ابھی تک اپنے نظریے میں ترمیم نہیں کی وہ ہندو راج کے خواب دیکھ رہی ہے۔ اس مرتبہ دہلی میں مسلم لیگ کی آل انڈیا کونسل کا اجلاس ہوا اور اس میں پھر تاجدار ملت اسلامیہ مسٹر محمد علی جناح نے ایک بار واضح کر دیا کہ کانگریس کا یہ خیال کہ وہ اپنی تنظیمی قوتوں کی نمائش کر کے ایک ایسا فارمولا اور اصول انگریزوں سے منظور کرانے میں کامیاب ہو جائینگے جس کی رو سے ہندو راج سارے ملک میں قائم ہو سکے ہرگز شرمندہ عمل نہ ہوگا قائد اعظم نے بالکل بجا فرمایا کہ ہندو لیڈروں کے اس منصوبہ کا نتیجہ اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ ہندو مسلمان دونوں غلامی میں مبتلا رہیں اور انگریزوں کی حکومت کا استمرار ہندوستان پر بدستور قائم رہے کانگریس نے پاکستان کے نصب العین کو غلط قرار دینے کے لئے دلائل و براہین کا کوئی ذخیرہ پیش نہیں کیا بلکہ مخالفت کا شور بے ہنگام شروع کر دیا اگرچہ ہندوستان کی آواز اٹھائی اور کوئی دقیقہ تمسخر و استہزا کا پاکستان کی مخالفت و عداوت میں اٹھا نہیں رکھا ہندوستان کے مشہور کمیونسٹ لیڈر ایم این رائے نے قائد اعظم کی تقریر کے بعض اجزا بالخصوص اس پر کہ ہم ہندو کو آزاد دیکھنا چاہتے ہیں اور مسلمان کو بھی۔ تحریک پاکستان تمام ہندوستان کی آزادی کی پیش خیمہ ہے جس کے حاصل ہو لینے کے بعد ہندو اور مسلمان سب آزاد ہو جائینگے۔ رائے ظاہر کی ہے کہ اگرچہ ہندوستان بذات خود کوئی اچھا نصب العین نہیں ہے جب تک اس ملک میں ایک قوم نہ ہو۔ اس وقت تک ہندوستان میں مختلف اقوام ہیں اور جب وہ ایک مرکز کے ماتحت نہیں رہنا چاہتیں تو انصاف کے کسی قاعدہ کی رو سے انہیں اس پر مجبور نہیں کیا جا سکتا اس لئے پاکستان کے اصول کو تسلیم کرتا ہوں۔ ان الفاظ میں جس طرح ایک منصف مزاج سیاسی ہندو لیڈر نے اصول پاکستان کو تسلیم کیا ہے حقیقت میں وہ غور و فکر کا کانگریس کے لئے صحیح عنوان ہے ہمیں امید ہے کہ کانگریس اس نازک وقت میں اپنی بیجا ضد کو ترک کر کے ہندوستان کی حقیقی آزادی کی راہ میں روڑے نہ اٹکائے گی۔ اور اپنے سابقہ کردار غلط پر دوبارہ نظر کریگی۔

مسلم لیگ اور اسکی تجاویز

ان چند دنوں میں ایک مرتبہ یورپی اقوام نے پھر اس حقیقت کو بے نقاب کر دیا کہ وہ مسلمانوں کو ان کے ممالک میں کسی طرح آزاد نہیں دیکھنا چاہتی ہیں فرانس پر ہٹلر کا اقتدار کے بعد جو آزادی خواہ جماعت فرانس میں پیدا ہوئی اس نے شام کی آزادی کو تسلیم کر لیا تھا اور برطانیہ نے اس پر مہر تصدیق ثبت کی تھی مگر لبنان کی سر آزاد حکومت نے انتخاب جدید کے بعد جب پہلا اجلاس کیا اور ممبران اجلاس نے تجویز آزادی کی تجدید کی تو آزاد فرانسیسی فوج نے وزراء اور اراکین کو گرفتار کر کے قید کر دیا اور پبلک پر چند روز تک بے پناہ گولیاں چلا کر تمام دنیا میں تہلکہ ڈال دیا مصر، عراق، یمن نے صدائے احتجاج بلند کی مسلم لیگ نے بھی ہندوستان کے مسلمانوں کی متفقہ آواز کو منظور شدہ تجویز کی صورت میں برٹش حکومت کے گوش گذار کیا جس کا فوری اثر یہ ہوا کہ آزاد فرانسیسیوں نے اپنی غلطی کو محسوس کرتے ہوئے تمام گرفتار شدگان کو رہا کر دیا ایک اور تجویز مسلم لیگ نے فلسطین میں یہود آبادی کے قیام کے خلاف منظور کی اس میں حکومت برطانیہ کو تنبیہ کی گئی اور اس کو سابقہ وعدوں کی یاد دہانی کرائی گئی۔ ان تجاویز سے ظاہر ہے کہ بیرون کے مسلمانان عالم کے ساتھ مسلم لیگ کا ہمدردانہ رویہ کس قدر مضبوط ہے کشمیر کے واقعات کے متعلق بھی مسلم لیگ نے مہاراجہ کشمیر سے اپیل کی کہ وہاں اسی فیصدی مسلمانوں کے حقوق سخت خطرہ میں ہیں اور صورت نازک سے نازک تر ہوتی جا رہی ہے حکومت کشمیر جلد سے جلد اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کرے۔ ایک تجویز میں خاکساروں کے خلاف ان کے سیاسی رویہ کا مختلف تقریروں میں اظہار کیا گیا۔ یہ تجویز جو دہلی مسلم [illegible] لیگ کی طرف سے پیش ہوئی اور خالد گیلانی لاہوری نے علامہ مشرقی کے غلط نظریات کی تفصیلات بیان کیں تجویز ان الفاظ میں پاس ہوئی کہ کوئی مسلم لیگ کا ممبر کسی قسم کا کوئی تعلق خاکسار جماعت سے نہ رکھے ایک اور تجویز پاس ہوئی جو قائد اعظم مسٹر محمد علی جناح کی حفاظت جان [illegible] کے متعلق تھی جس میں خاکسار مجرم پر اظہار ملامت و نفرت اور دربار الٰہی میں شکریہ یہاں ہوتا [illegible] مبارکباد ی غرض اس ماہ کی مسلم لیگ کی یہ مجلس عاملہ ہر طرح کامیاب تھی جس میں تمام زعمائے اعظم مسلم لیگ اور [illegible] کے اراکین کونسل تعداد کثیر شریک ہوئے اور [illegible] دکھا دیا کہ مسلم لیگ ہی مسلمانوں کی [illegible]

صحیح بخاری شریف اردو

(سلسلہ گذشتہ)

۱۹۱۵۔ حضرت حکیم بن حزام کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بائع اور مشتری دونوں کو اختیار رہے جب تک کہ جدا نہ ہوں یا یہ فرمایا یہاں تک کہ علیحدہ ہو جائیں پس اگر وہ دونوں سچ بولیں اور (عیب وغیرہ اس کا) ظاہر کر دیں تو انھیں ان کی اس بیع میں برکت دی جائے گی اور اگر جھوٹ بولیں گے اور عیب پوشی کریں گے تو ان کے بیع کی برکت مٹا دی جائیگی۔

باب۔ چھواروں کی مختلف قسموں کا آپس میں ملا کر بیچنا (کیسا ہے)

۱۹۱۶۔ حضرت ابو سعید خدری کہتے ہیں کہ ہمیں (مال فے سے) تمر جمع یعنی مختلف اقسام کے چھوارے ایک میں ملے ہوئے ملتے تھے اور ہم ان کے دو صاع عمدہ چھواروں کے ایک صاع کے عوض میں بیچا کرتے تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو صاع ایک صاع کے عوض میں نہ بیچے جائیں اور نہ دو درہم ایک درہم کے عوض میں (کیونکہ یہ سود ہے)

باب۔ گوشت بیچنے والے اور قصاب (کے پیشہ) کے بارے میں کیا کہا گیا ہے (آیا یہ پیشہ درست ہے یا نہیں)

۱۹۱۷۔ حضرت ابو مسعود کہتے ہیں کہ انصار میں سے ایک شخص جن کی کنیت ابو شعیب تھی آئے اور انھوں نے اپنے غلام سے جو قصاب تھا کہا کہ میرے لئے اس قدر گوشت بنا دے جو پانچ آدمیوں کے لئے کافی ہو جائے اسلئے کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مع چار اور آدمیوں کی دعوت کرنا چاہتا ہوں کیونکہ میں نے آپ کے چہرہ میں بھوک کی کیفیت دیکھی ہے پس ابو شعیب نے ان سب لوگوں کو بلایا اور ان کے ہمراہ ایک اور شخص آگیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ شخص ہمارے پیچھے چلا آیا ہے پس اگر تم چاہو تو اسے بھی اجازت دیدو اور اگر تم اسے واپس کرنا چاہو تو یہ واپس چلا جائے ابو شعیب نے کہا نہیں بلکہ میں اسے بھی اجازت دیتا ہوں۔

باب۔ بیع میں جھوٹ بولنا اور عیب پوشی کرنا برکت کو مٹا دیتا ہے

۱۹۱۸۔ حضرت حکیم بن حزام نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ بائع اور مشتری کو اختیار ہے جب تک کہ وہ علیحدہ نہ ہوں یا یہ فرمایا کہ یہانتک کہ وہ علیحدہ ہو جائیں پس اگر وہ دونوں سچ بولیں گے اور عیب ظاہر کر دیں گے تو انھیں ان کی بیع میں برکت دیجائیگی اور اگر وہ عیب پوشی کرینگے اور جھوٹ بولیں گے تو ان کی بیع کی برکت مٹا دیجائے گی

باب۔ اللہ تعالےٰ کا فرمانا یاایھا الذین امنوا لا تاکلوا الربوا اضعافا مضاعفۃ (سود کی حرمت پر دلالت کرتا ہے)

۱۹۱۹۔ حضرت ابوہریرہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئیگا کہ آدمی مال حاصل کرنے میں کچھ پرواہ نہ کریگا کہ حلال سے حاصل کیا یا حرام سے۔

باب۔ سود خوار اور سود کا گواہ اور سود کی دستاویز کا کاتب (سب ایک حکم میں ہیں) اور اللہ تعالےٰ کا فرمانا الذین یاکلون الربوا لا یقومون الا کما یقوم الذی یتخبطہ الشیطان من المس ذلک بانھم قالوا انما البیع مثل الربوا الی قولہ اصحاب النار ھم فیھا خالدون (سود کی حرمت پر صاف دلالت کرتا ہے)

۱۹۲۰۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ جب سورہ بقر کی آخری آیتیں نازل ہوئیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں انھیں پڑھا بعد اس کے شراب کی تجارت (بھی) آپ نے حرام کر دی۔

۱۹۲۱۔ حضرت سمرہ بن جندب کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک دن) فرمایا کہ آج شب دو آدمیوں کو میں نے خواب میں دیکھا کہ وہ میرے پاس آئے اور وہ مجھے ایک پاکیزہ سرزمین میں لے گئے پھر وہاں سے ہم چلے یہانتک کہ ایک خون کی نہر پر پہنچے کہ اس میں ایک شخص کھڑا ہوا تھا اور وسط نہر میں ایک اور آدمی تھا جس کے ہاتھ میں کچھ پتھر تھے اور یہ شخص اس آدمی کے سامنے تھا جو نہر میں تھا پس جب وہ نکلنا چاہتا تو یہ شخص اس کے منہ پر ایک پتھر مار کر اسے وہیں لوٹا دیتا تھا جہاں وہ تھا تو میں نے پوچھا کہ یہ کون شخص ہے ایک آدمی نے کہا جس شخص کو آپ نے نہر میں دیکھا ہے وہ سود خوار ہے۔

باب۔ سود دینے والا بھی گناہگار ہے بدلیل قول اللہ تعالےٰ کے۔ یاایھا الذین امنوا اتقوا اللہ وذروا ما بقی من الربوا الی ما کسبت وھم لا یظلمون۔ حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ یہ آخری آیت ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی۔

۱۹۲۲۔ عون بن جحیفہ کہتے ہیں میں نے اپنے باپ کو دیکھا کہ انھوں نے ایک غلام مول لیا (جو پچھنے لگاتا) تھا پھر اس کے پچھنے لگانے کے اوزار کو انھوں نے توڑ ڈالا تو میں نے ان سے اس کا سبب پوچھا انھوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کتہ کی قیمت اور خون کی قیمت (کے لینے) سے منع فرمایا ہے اور آپ نے داغ لگانے والی اور داغ لگوانے والی اور سود لینے والے اور سود دینے والے (کے فعل) سے بھی منع فرمایا ہے اور مصور پر آپ نے لعنت کی ہے۔

باب یمحق اللہ الربوا ویربی الصدقات واللہ لا یحب کل کفار اثیم (کا کیا مطلب ہے)

۱۹۲۳۔ حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں میں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جھوٹی قسم مال کو کھوٹا کر دیتی ہے اور برکت کو مٹا دیتی ہے

باب۔ بیع میں (مبیع کی عمدگی پر جھوٹی) قسم کھانے کی کراہت (کا بیان)

ف جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ (قیامت میں) اس طرح کھڑے ہونگے جیسے وہ شخص کھڑا ہو جس کو شیطان نے لپٹ کر مخبوط کر دیا ہو یہ اس سبب سے کہ وہ کہتے ہیں کہ بیع بھی سود کے مثل ہے اس قول ... سود خور دوزخی ہیں وہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے ... اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سود سے جو کچھ باقی رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو ... اللہ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے اور اللہ کسی ناشکر گنہگار کو دوست نہیں رکھتا۔

ف اس کا ترجمہ دوسرے کالم میں دیکھئے

مطالبہ ہندو دنیا مطمئن نہیں ہو سکی ہندوستان کے وہ فاضل سنسکرت دان جو منوسمرتی کو بمنزلہ وید سمجھتے تھے اور جن کے ذہن و دماغ میں منوجی مہاراج کا یہ مقولہ منقوش تھا کہ جو شخص عقلی دلائل سے وید اور شاستر کو غلط سمجھکر ان کی توہین کرتا ہے وہ دہریہ ہے اس کو سادھو لوگ اپنی مجلس سے باہر کردیں۔ (منوسمرتی ۱۱/۲)

سوامی جی نے جب وید کے بوسیدہ لباس کو ادھیڑ کر نیا چولہ پہنایا اور اپنے من گھڑت ترجمہ کی فرضی عبدیت دیکھی تو پنجاب کی تعلیمی حکومت میں درخواست پیش کی کہ پنجاب کورس میں ان کا ستیارتھ ترجمہ داخل تعلیم کر لیا جائے پنجاب گورنمنٹ نے اس درخواست پرسینٹ کی رائے طلب کی ترجمہ سینٹ میں پیش ہوا ارکان کمیٹی میں اس وقت کے فاضل سنسکرت دان مثلاً پنڈت گورہر شادجی ہیڈ پنڈت اورینٹل کالج لاہور۔ پنڈت رکھی کشن سکنڈ ٹیچر اورینٹل کالج لاہور۔ مسٹر ایف گرفتھ ایم اے مترجم ہر چہار وید پرنسپل ہندو کالج بنارس۔ مسٹر ٹانی ایم اے پرنسپل پریذیڈنسی کالج کلکتہ شامل تھے سب نے سوامی جی کے ترجمہ وید کے متعلق یہ رائے دی کہ دیانند کا من گھڑت ترجمہ وید کا ترجمہ نہیں ہے بلکہ دیانند نے نئے وید بنائے ہیں اس رائے کے اظہار کے بعد سوامی جی کی درخواست پنجاب گورنمنٹ نے نامنظور کردی۔ اور پنجاب میں ترجمہ بے وقعت ہو گیا۔

اسی طرح وید کے اس جدید ترجمہ پر سوامی جی کے معاصرین تمام وا پادھیا پنڈت مہیش چندر رتنا سی۔ آئی۔ ای پرنسپل سنسکرت کالج کلکتہ پنڈت نرین چندر رائے فاضل سنسکرت ہندو پنجاب یونیورسٹی، پرنسپل کالج لاہور پنڈت شنکر یا پنڈت پیرنگ ایم اے مشہور نامور فاضل سنسکرت بمبئی پریذیڈنسی سابق اورینٹل پرانسپکٹر گورنمنٹ بمبئی مترجم رگ وید وغیرہ نے یہ خیال ظاہر کیا کہ ترجمہ کنندہ ابن الوقت شخص ہے اس نے ویدکا من گھڑت اور انٹ سنٹ ترجمہ کیا ہے۔ (منقول از سرگذشت وید صفحہ ۷)

سوامی جی کے ہمعصر مل دنجات یافتہ) اور مسلمہ فاضل سنسکرت پروفیسر میکسمولر صاحب جو جرمنی کا نامور سنسکرت دان تھا اس کی رائے اس ترجمہ کے متعلق یہ ہے کہ اگرچہ ممکن ہے کہ دیانند جی کی بے بنیاد کوشش جو وید وں کے اصولوں کے متعلق وہ کر رہے ہیں کچھ عرصہ کے لئے کامیاب ہو جائے مگر یہ کہنا بھی غلط نہیں کہ مغربی تعلیم و تہذیب کی تیز دستند ہوا دیانند جی کی ان کوششوں کا چراغ گل کر دے گی (ابطال ستیارتھ پرکاش مصنفہ میکسمولر صاحب)

خود آریہ سماج کے مایہ ناز فرزند پنجاب کے مسلمہ نام آور لیڈر لالہ لاجپت رائے صاحب ایم اے انجہانی تحریر فرماتے ہیں:۔

ہم کو خوب اچھی طرح معلوم ہے کہ سوامی دیانند سرسوتی نے اپنی جیون یعنی زندگی میں کئی مرتبہ اپنی رائیں تبدیل کی ہیں ایک وقت تھا کہ وہ شردھ کریتی بائبل دتا مجاری کرتے تھے اور دوا لشن منطق مالار کہتے تھے پھر ایک وقت آیا کہ انھوں نے اپنی رائے تبدیل کردی وہ اس کا کھنڈن کرنے لگے۔ ایک وقت تھا کہ وہ نجات کو میعادی نہیں مانتے تھے (دیکھو مباحثہ چاندپور) پھر ایک وقت آیا کہ انھوں نے اپنی رائے تبدیل کردی وغیرہ وغیرہ۔

کس کو معلوم ہے کہ اگر وہ زندہ رہتے تو اپنی زندگی میں اور کیا کیا رائیں تبدیل کرتے جتنی جتنی عمر بڑھتی تھی اتنا ہی علم و فضل بھی بڑھتا جاتا تھا۔
دیکھو مہاپرشوں کا جیون ہندی حصہ ۲ صفحہ ۱۳۶

اس مختصر تحریر کے مطالعہ سے ہر ذی فہم بآسانی یہ نتیجہ نکال سکتا ہے کہ آریہ سماج کا پیش کردہ وید نہ قدیم وید ہے نہ اس کا خلاصہ واقتباس نہ اس کا ترجمہ بلکہ سوامی دیانند جی کی خود ساختہ کتاب ہے جس کو پیروان مذہب کے سامنے قانون فریب مذہب بنا کر پیش کیا گیا ہے۔ اگر وید میں کچھ ہوتا تو عہد ماضی کے برہمن مہاراج اس کو مختلف رنگین شرائط کے غلافوں میں باندھکر غیر برہمن اقوام سے نہ چھپاتے اور ماضی قریب میں راجہ رام موہن رائے انجہانی بانی برہمو سماج ویدوں کو نامعقول ٹھیرا کر اپنشدوں کو ان کی صحت کا معیار قرار نہ دیتے راجہ صاحب کے ترجمہ انگریزی اپنشد صفحہ ۶ پر ہے اس غیب اور برتر ہستی کی عبادت بلا شرکت غیرے کی ہدایت اپنشدوں میں کی گئی ہے اگر دوسرے مصنفین وید اپنشدوں کے اس عقائد کے خلاف معلوم ہوں تو ان کو غیر مستند ٹھیرانا ٹھیک نہیں ہے بلکہ ان کو غیر موزوں سمجھنا چاہیئے۔ راجہ صاحب کی سوانح عمری سے ان کے ضمیر کی صفائی معلوم ہوتی ہے انہوں نے اپنشدوں کو برائے گفت ہی پردہ بنایا ہے درحقیقت توحید کی روشنی ان کے دست اسلامی تعلیم سے اخذ کی ہے وید ہوں یا اپنشد ان کی تعلیمات اسلام کے صحیفہ نورانی کے سامنے وہی نسبت رکھتی ہے جو نجوم شب تار کو ماہ نیم یا مہر نیمروز سے ہے ناظرین خود اپنے ذہن میں فیصلہ فرمائیں کہ اب کس کتاب کی تعلیم کو قرآن مبین کے بالمقابل لایا جائے۔ انسانی علوم اگر ترقی کرتے کرتے بحر ذخار بھی بنجائیں تو وہ محدود ہوں گے علوم الٰہیہ کے بحور ذخار کا ہر قطرہ لاکھوں سمندروں کو اپنے آغوش میں لئے ہوئے ہے اس کے حصر کا ادراک انسانی نہ متحمل ہوا نہ ہو سکتا ہے قرآن مبین علوم الٰہیہ کا منبع و مخزن ہے اس کے اندر ہر شئے عالم انسانیت کو احتیاج ہے یا آئندہ ہو موجود ہے قرآنی احکام ہر نسل و قوم کے لئے یکساں واجب العمل ہر دور ہر زمانہ کی ساخت کے مطابق جس طرح عہد رفتہ کے لوگ قرآنی تعلیم سے فیضیاب ہوئے اسی طرح زمانہ حال اور دور مستقبل کے آنے والے اس سے سیراب ہوں گے قرآن عظیم کی مواعظ حسنہ نے کہاں کہاں اور کن کن ظلمت کدوں کو اپنی تابانیوں سے منور و ممعور کیا آئندہ تحریر میں ہم جستہ جستہ اس پر روشنی ڈالیں گے اور ایک اجمالی خاکہ آپ کے سامنے رکھیں گے۔

قرآن مبین اور اس کی تعلیمات۔ مذاہب موجودہ کی کتب موجودہ باوجود اپنی فرسودگی اور قدامت کے بجز مخصوص و محدود علوم و فنون کے کوئی ایسی تعلیم پیش نہ کرسکیں جو ہمہ گیر ہو سکتی۔ اگر توراۃ کی تعلیم کی وسعت پر نگاہ ڈالی جائے تو اس کی ہدایت کا احاطہ بنی اسرائیل کی آبادیوں تک سایہ فگن معلوم ہوتا ہے حضرت مسیح علیہ السلام نے بقول انجیل متی اپنی بشارت دانجیل کو روٹی اور بنی اسرائیل کو اولاد دیگر اقوام کو کتے سے تعبیر کیا ارشاد ہوتا ہے مناسب نہیں کہ لڑکوں کی روٹی لیکر کتوں کو پھینک دیں (متی ۱۵ باب ۲۱ تا ۲۷ درس) مفہوم یہ ہے کہ انجیل کی مقدس تعلیم کو بنی اسرائیل کے قبائل سے جدا کر کے دوسرے ابنائے آدم کو جو کتے کی مثال ہیں حرف آشنا نہ کرایا جائے

زندہ مذہب — سوچنے کی باتیں

(از سیدنا حضرت مولانا ابوالاعلیٰ صاحب مودودی)

برادرانِ اسلام! دنیا میں اس وقت مسلمان ہی وہ خوش قسمت لوگ ہیں جن کے پاس اللہ کا کلام بالکل محفوظ، تمام تحریفات سے پاک، ٹھیک ٹھیک انہی الفاظ میں موجود ہے جن الفاظ میں وہ اللہ کے رسول برحق پر اترا تھا اور دنیا میں اس وقت مسلمان ہی وہ بدقسمت لوگ ہیں جو اپنے پاس اللہ کا کلام رکھتے ہیں اور پھر بھی اس کی برکتوں اور بے حد و حساب نعمتوں سے محروم ہیں قرآن ان کے پاس اس لئے بھیجا گیا تھا کہ اس کو پڑھیں سمجھیں، اس کے مطابق عمل کریں اور اس کو لیکر خدا کی زمین پر خدا کے قانون کی حکومت قائم کردیں وہ ان کو عزت اور طاقت بخشنے آیا تھا وہ انھیں زمین پر خدا کا اصلی خلیفہ بنانے آیا تھا اور تاریخ گواہ ہے کہ جب انھوں نے اس کی ہدایت کے مطابق عمل کیا تو اس نے ان کو دنیا کا امام اور پیشوا بنا کر بھی دکھا دیا مگر اب ان کے ہاں اس کا مصرف اس کے سوا کچھ نہیں رہا کہ گھر میں اس کو رکھکر جن بھوت بھگائیں اس کی آیتوں کو لکھکر گلے میں باندھیں اور گھول کر پئیں اور محض ثواب کے لئے بے سمجھے بوجھے پڑھ لیا کریں اب یہ اس سے اپنی زندگی کے معاملات میں ہدایت نہیں مانگتے یہ اس سے نہیں پوچھتے کہ ہمارے عقائد کیا ہونے چاہئیں؟ ہمارے اعمال کیسے ہونے چاہئیں؟ ہمارے اخلاق کیسے ہونے چاہئیں؟ ہم زندگی کیونکر بسر کریں؟ لین دین کس طرح کریں؟ دوستی اور دشمنی میں کس قانون کی پابندی کریں؟ خدا کے بندوں کے اور خود اپنے نفس کے حقوق ہم پر کیا ہیں اور انھیں ہم کس طرح ادا کریں؟ ہمارے لئے حق کیا ہے اور باطل کیا؟ اطاعت ہمیں کس کی کرنی چاہئے اور نافرمانی کس کی؟ تعلق کس سے رکھنا چاہئے اور کس سے نہ رکھنا چاہئے؟ ہمارا دوست کون ہے اور دشمن کون؟ ہمارے لئے عزت اور فلاح اور نفع کس چیز میں ہے اور ذلت اور نامرادی اور نقصان کس چیز میں؟ یہ ساری باتیں اب مسلمانوں نے قرآن سے پوچھنی چھوڑ دی ہیں اب یہ کافروں اور مشرکوں سے، گمراہ اور خود غرض لوگوں سے اور خود اپنے نفس کے شیطان سے ان باتوں کو پوچھتے ہیں اور انہی کے کہے پر چلتے ہیں اس لئے خدا کو چھوڑ کر دوسروں کے حکم پر چلنے کا جو انجام ہونا چاہئے وہی ان کا ہوا اور اسی کو یہ آج ہندوستان میں چین اور جاوا میں فلسطین اور شام میں الجزائر اور مراکش میں ہر جگہ بری طرح بھگت رہے ہیں قرآن تو خیر کا سرچشمہ ہے جتنی اور جیسی خیر تم اس سے مانگو گے یہ تمہیں دیگا تم اس سے محض جن بھوت بھگانا اور کھانسی بخار کا علاج اور مقدمہ کی کامیابی اور نوکری کا حصول اور ایسی ہی چھوٹی چھوٹی ذلیل اور بے حقیقت چیزیں مانگتے ہو تو یہی تمہیں ملیں گی اور اگر عرش الٰہی کے قریب پہنچنا چاہو گے تو یہ تمہیں وہاں بھی پہنچا دے گا یہ تمہارے اپنے ظرف کی بات ہے کہ سمندر سے پانی کی دو بوندیں مانگتے ہو ورنہ سمندر تو دریا بخشنے کے لئے بھی تیار ہے۔

حضرات! جو ستم ظریفیاں ہمارے بھائی مسلمان اللہ کی اس کتاب پاک کے ساتھ کر رہے ہیں وہ اس قدر مضحکہ انگیز ہیں کہ اگر یہ خود کسی دوسرے معاملہ میں کسی شخص کو ایسی حرکتیں کرتے دیکھیں تو اس کی ہنسی اڑائیں بلکہ اس کو پاگل قرار دیں۔ بتائیے اگر کوئی شخص حکیم سے نسخہ لکھوا کر لائے اور اسے کپڑے میں لپیٹ کر گلے میں باندھ لے یا اسے پانی میں گھول کر پی جائے تو آپ اسے کیا کہیں گے! کیا آپ کو اس پر ہنسی نہ آئیگی اور آپ اسے بے وقوف نہ سمجھیں گے؟ مگر سب سے بڑے حکیم نے آپ کے امراض کے لئے شفا اور رحمت کا جو بے نظیر نسخہ لکھکر دیا ہے اس کے ساتھ آپ کی آنکھوں کے سامنے رات دن یہی سلوک ہو رہا ہے اور کسی کو اس پر ہنسی نہیں آتی کوئی نہیں سمجھتا کہ نسخہ گلے میں لٹکانے اور گھول کر پینے کی چیز نہیں ہے بلکہ اس لئے ہوتا ہے کہ اس کی ہدایت کے مطابق دوا استعمال کی جائے۔

بتائیے اگر کوئی شخص بیمار ہو اور وہ علم طب کی کوئی کتاب لیکر پڑھنے بیٹھ جائے اور یہ خیال کرے کہ محض اس کتاب کو پڑھ لینے سے بیماری دور ہو جائیگی تو آپ اسے کیا کہینگے؟ کیا آپ نہ کہیں گے کہ بھیجو اس کو پاگل خانے میں، اس کا دماغ خراب ہو گیا ہے؟ مگر شافی مطلق نے جو کتاب آپ کے امراض کا علاج کرنے کے لئے بھیجی ہے اس کے ساتھ آپ کا یہی برتاؤ ہے۔ آپ اس کو پڑھتے ہیں اور یہ خیال کرتے ہیں کہ بس اس کے پڑھ لینے سے ہی تمام امراض دور ہو جائیں گے اس کی ہدایات پر عمل کرنے کی ضرورت نہیں نہ ان چیزوں سے پرہیز کی ضرورت ہے جن کو یہ مضر بتا رہی ہے پھر آپ خود اپنے اوپر بھی وہی حکم کیوں نہیں لگاتے جو اس بیمار پر لگاتے ہیں جو بیماری دور کرنے کیلئے صرف علم الطب کی کتاب پڑھ لینے کو کافی سمجھتا ہے!

آپ کے پاس اگر کوئی خط کسی ایسی زبان میں آتا ہے جسے آپ نہ جانتے ہوں تو آپ دوڑے ہوئے جاتے ہیں کہ اس زبان کے جاننے والے سے اس کا مطلب پوچھیں جب تک آپ اس کا مطلب نہیں جان لیتے آپ کو چین نہیں آتا۔ یہ معمولی کاروبار کے خطوط کے ساتھ آپ کا برتاؤ ہے جن میں زیادہ سے زیادہ چار پیسوں کا فائدہ ہو جاتا ہے۔ مگر خداوند عالم کا جو خط آپ کے پاس آیا ہوا ہے اور جس میں آپ کے لئے دین و دنیا کے تمام فائدے ہیں اسے آپ اپنے پاس یونہی رکھے چھوڑتے ہیں اس کا مطلب سمجھنے کے لئے کوئی بے چینی آپ میں پیدا نہیں ہوتی۔ کیا یہ حیرت اور تعجب کا مقام نہیں؟

یہ باتیں میں ہنسی اور دل لگی کے لئے نہیں کر رہا ہوں۔ آپ ان باتوں پر غور کریں گے تو آپ کا دل گواہی دیگا کہ دنیا کا سب سے بڑھ کر ظلم اللہ کی اس کتاب پاک کے ساتھ ہو رہا ہے اور یہ ظلم کرنے والے وہی لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اس کتاب پر ایمان رکھتے ہیں اور اس پر جان قربان کرنے کے لئے تیار ہیں بے شک وہ ایمان رکھتے ہیں اور اسے جان سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں مگر افسوس یہ ہے کہ وہی اس پر سب سے زیادہ ظلم کرتے ہیں اور اللہ کی کتاب پر ظلم کرنے کا جو انجام ہے وہ ظاہر ہے خوب سمجھ لیجئے اللہ کا کلام انسان کے پاس اس لئے نہیں آتا کہ وہ بدبختی اور نکبت و مصیبت میں مبتلا ہو طٰهٰ مَا أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لِتَشْقَىٰ یہ سعادت اور خوش بختی کا سرچشمہ ہے شقاوت اور بدبختی کا ذریعہ نہیں ہے یہ قطعی ناممکن ہے کہ کوئی قوم خدا کے کلام کی حامل ہو اور پھر دنیا میں ذلیل و خوار ہو دوسروں کی محکوم ہو پاؤں میں روندی اور جوتیوں سے ٹھکرائی جائے اس کے گلے میں غلامی کا پھندا ہو اور غیروں کے ہاتھ میں اس کی باگیں ہوں اور وہ اس کو اس طرح ہانکیں جیسے جانور ہانکے جاتے ہیں یہ انجام اس کا صرف اسی وقت ہوتا ہے

جب وہ اللہ کے کلام پر ظلم کرتی ہے۔ بنی اسرائیل کا انجام آپ کے سامنے ہے۔ ان کے پاس توراۃ اور انجیل بھیجی گئی تھی اور کہا گیا تھا کہ:-

ولو انھم اقاموا التوراۃ والانجیل وما انزل الیھم من ربھم لاکلوا من فوقھم ومن تحت ارجلھم

اگر وہ توراۃ اور انجیل اور ان کتابوں کی پیروی پر قائم رہتے جو ان کے پاس بھیجی گئی تھیں تو ان پر آسمان سے رزق برستا اور زمین سے رزق ابلتا۔

مگر انھوں نے اللہ کی ان کتابوں پر ظلم کیا اور اس کا نتیجہ یہ دیکھا کہ:-

ضربت علیھم الذلۃ والمسکنۃ وباؤ بغضب من اللہ۔ ذلک بانھم کانوا یکفرون بایٰت اللہ ویقتلون النبیین بغیر الحق۔ ذلک بما عصوا وکانوا یعتدون

ان پر ذلت اور محتاجی مسلط کر دی گئی اور وہ خدا کے غضب میں گھر گئے یہ اسلئے کہ وہ اللہ کی آیات سے کفر کرنے لگے تھے اور پیغمبروں کو ناحق قتل کرنے تھے اور اس لئے کہ وہ اللہ کے نافرمان ہو گئے تھے اور حد سے گزر گئے تھے۔

پس جو قوم خدا کی کتاب رکھتی ہو اور پھر بھی ذلیل و خوار اور محکوم و مغلوب ہو تو سمجھ لیجئے کہ وہ ضرور کتاب الٰہی پر ظلم کر رہی ہے اور اس پر یہ سارا وبال اسی ظلم کا ہے خدا کے اس غضب سے نجات پانے کی اس کے سوا کوئی صورت نہیں کہ اسکی کتاب کے ساتھ ظلم کرنا چھوڑ دیا جائے اور اس کا حق ادا کرنے کی کوشش کیجائے اگر آپ اس گناہ عظیم سے باز نہ آئیں گے تو آپ کی حالت ہرگز نہ بدلیگی خواہ آپ گاؤں گاؤں کالج کھول دیں اور آپ کا بچہ بچہ گریجویٹ ہو جائے اور آپ یہودیوں کی طرح سود خواری کر کے کروڑپتی ہی کیوں نہ بن جائیں۔

حضرات! ہر مسلمان کو سب سے پہلے جو چیز جاننی چاہیے وہ یہ ہے کہ "مسلمان" کہتے کس کو ہیں اور مسلم کے معنے کیا ہیں۔ اگر انسان یہ نہ جانتا ہو کہ "انسانیت" کیا چیز ہے اور انسان اور حیوان میں فرق کیا ہے تو وہ حیوانوں کی سی حرکات کریگا اور اپنے آدمی ہونے کی قدر نہ کر سکیگا۔ اسی طرح اگر کسی شخص کو یہ معلوم ہو کہ مسلمان ہونے کے معنی کیا ہیں اور مسلم اور غیر مسلم میں امتیاز کس طرح ہوتا ہے تو وہ غیر مسلموں کی سی حرکات کریگا اور اپنے مسلمان ہونیکی قدر نہ کر سکیگا لہذا مسلمان کو اور مسلمان کے ہر بچہ کو اس بات سے واقف ہونا چاہیے کہ وہ جو اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے تو اس کے معنے کیا ہیں مسلمان ہونے کے ساتھ ہی آدمی کی حیثیت میں کیا فرق ہو جاتا ہے، اس پر کیا ذمہ داری عائد ہو جاتی ہے اور اسلام کی حدود کیا ہیں جن کے اندر رہنے سے آدمی مسلمان رہتا ہے اور جن کے باہر قدم رکھتے ہی وہ مسلمانیت سے خارج ہو جاتا ہے چاہے وہ زبان سے اپنے آپ کو مسلمان ہی کہتا جائے۔

"اسلام" کے معنے ہیں خدا کی اطاعت اور فرمانبرداری کے اپنے آپ کو خدا کے سپرد کر دینا اسلام ہے خدا کے مقابلہ میں اپنی آزادی و خود مختاری سے دست بردار ہو جانا اسلام ہے خدا کی پادشاہی و فرمانروائی کے آگے سر تسلیم خم کر دینا اسلام ہے جو شخص اپنے سارے معاملات کو خدا کے حوالے کر دے وہ مسلمان ہے اور جو اپنے معاملات کو خود اپنے ہاتھ میں رکھے یا خدا کے سوا کسی اور کے سپرد کرے وہ مسلمان نہیں ہے۔ خدا کے حوالے کرنے یا خدا کے سپرد کرنے کا مطلب یہ ہے کہ خدا نے اپنی کتاب اور اپنے رسول کے ذریعہ سے جو ہدایت بھیجی ہے اس کو قبول کیا جائے اس میں چون و چرا نہ کی جائے اور زندگی میں جو معاملہ بھی پیش آئے اس میں صرف قرآن اور سنت رسول کی پیروی کیجائے جو شخص اپنی عقل اور دنیا کے دستور اور خدا کے سوا ہر ایک کی بات کو پیچھے رکھتا ہے اور ہر معاملہ میں خدا کی کتاب اور اس کے رسول سے یہ پوچھتا ہے کہ مجھے کیا کرنا چاہیے اور کیا نہ کرنا چاہیے اور جو ہدایت وہاں سے ملے اس کو بے چون و چرا مان لیتا ہے اور اس کے خلاف ہر چیز کو رد کر دیتا ہے وہ اور صرف وہی "مسلمان" ہے اس لئے کہ اس نے اپنے آپ کو بالکل خدا کے سپرد کر دیا اور اپنے کو خدا کے سپرد کرنا ہی مسلمان ہونا ہے۔ اس کے برخلاف جو شخص قرآن اور سنت رسول پر انحصار نہیں کرتا بلکہ اپنے دل کا کہا کرتا ہے یا باپ دادا سے جو کچھ ہوتا چلا آرہا ہو اس کی پیروی کرتا ہے یا دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے اس کے مطابق چلتا ہے اور اپنے معاملات میں قرآن اور سنت سے یہ دریافت کرنے کی ضرورت ہی نہیں سمجھتا کہ اسے کیا کرنا چاہیے اور کیا نہ کرنا چاہیے، یا اگر اسے معلوم ہو جائے کہ قرآن و سنت کی ہدایت یہ ہے اور پھر وہ اس کے جواب میں کہتا ہے کہ میری عقل اسے قبول نہیں کرتی اس لئے میں اس بات کو نہیں مانتا یا باپ دادا سے تو اس کے خلاف عمل ہو رہا ہے لہذا میں اس کی پیروی نہ کروں گا یا دنیا کا طریقہ اس کے خلاف ہے لہذا میں اسی پر چلوں گا، تو ایسا شخص ہرگز مسلمان نہیں ہے، وہ جھوٹ کہتا ہے اگر اپنے کو مسلمان کہتا ہے

آپ جس وقت کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتے ہیں اور مسلمان ہونے کا اقرار کرتے ہیں اسی وقت گویا آپ اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ آپ کے لئے قانون صرف خدا کا قانون ہے۔ آپ کا حاکم صرف خدا ہے۔ آپ کو اطاعت صرف خدا کی کرنی ہے اور آپ کے نزدیک حق صرف وہ ہے جو خدا کی کتاب اور اس کے رسول کے ذریعہ سے معلوم ہو۔ اس کے معنے یہ ہیں کہ آپ مسلمان ہوتے ہی خدا کے حق میں اپنی آزادی سے دست بردار ہو گئے اب آپ کو یہ کہنے کا حق ہی نہ رہا کہ میری رائے یہ ہے یا دنیا کا دستور یہ ہے یا خاندان کا رواج یہ ہے یا فلاں حضرت اور فلاں بزرگ یہ فرماتے ہیں۔ خدا کے کلام اور اسکے رسول کی سنت کے مقابلہ میں اب کوئی چیز آپ پیش نہیں کر سکتے۔ اب آپکا کام یہ ہے کہ ہر چیز کو قرآن اور سنت کے سامنے پیش کریں جو کچھ اس کے مطابق ہو اسے قبول کریں اور جو اس کے خلاف ہو اسے اٹھا کر پھینک دیں خواہ وہ کسی کی بات اور کسی کا طریقہ ہو اپنے آپکو مسلمان بھی کہنا اور پھر قرآن و سنت کے مقابلہ میں اپنے خیال یا دنیا کے دستور یا کسی انسان کے قول یا عمل کو ترجیح دینا یہ دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں جس طرح کوئی اندھا اپنے آپ کو آنکھوں والا نہیں کہہ سکتا اور کوئی لنگڑا اپنے آپ کو ناک والا نہیں کہہ سکتا اسی طرح کوئی ایسا شخص اپنے آپ کو مسلمان بھی نہیں کہہ سکتا جو اپنی زندگی کے سارے معاملات کو قرآن اور سنت کا تابعدار بنانے سے انکار کرے اور خدا اور رسول کے مقابلہ میں اپنی عقل یا دنیا کے دستور یا کسی انسان کے قول و عمل کو پیش کرے۔

جو شخص مسلمان نہ رہنا چاہتا ہو اسے کوئی مسلمان رہنے پر مجبور نہیں کر سکتا اسے اختیار ہے جو مذہب چاہے اختیار کرے اور اپنا جو نام چاہے رکھ لے مگر جب وہ اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے تو اس کو خوب سمجھ لینا چاہیے کہ وہ مسلمان اسی وقت تک رہ سکتا ہے جب تک وہ اسلام کی سرحد میں رہے اس سے باہر قدم رکھتے ہی آدمی اسلام سے خارج ہو جاتا ہے اگر اس کے بعد بھی وہ اپنے آپ کو مسلمان سمجھتا ہے تو وہ اپنے نفس کو بھی دھوکہ دیتا ہے اور دنیا کو بھی۔

زندہ معاشرہ فریضۂ زندگی

وأمر بالمعروف وانہ عن المنکر ۳۱ (لقمان ۲) اور نیکی کا حکم کرو اور برائی سے روکتے رہو۔

یہ حکم تمام اسلامی تعلیم کی روح ہے۔ مسلمانوں کی قوم کے متعلق فرمایا کہ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنہون عن المنکر تم بہترین امت ہو جو نوع انسان کے لئے پیدا کی گئی ہو تمہارا فریضۂ زندگی یہ ہے کہ تم نیکیوں کا حکم کرو اور برائیوں سے روکو۔

یہ فریضہ صرف مسلمانوں تک محدود نہیں بلکہ تمام نوع انسانی کو گھیرے ہوئے ہے حکم ہے کہ دنیا کے جس حصہ جس قوم جس ملک جس مذہب و ملت میں برائی دیکھو اسے روکو اور اس کی جگہ بھلائی کا حکم کرو مظلوم اور ظالم کے درمیان تمہارا سینہ ہمیشہ ڈھال بنا رہے ظالم کا تیر تمہارے سینے پر آ کر رکے اور مظلوم محفوظ رہے۔ تمیز ہرگز نہیں کرنی چاہیئے کہ مظلوم ہندو ہے یا عیسائی برہمن ہے یا اچھوت کیونکہ یہ سب خدا کے بندے ہیں جس نے تمہیں ظلم کو روکنے کا حکم دیا ہے۔

اعلائے کلمۃ الحق بھی اسی ضمن میں ہے سچی بات کہنے سے کسی کا خوف یا کوئی لالچ تمہاری زبان بند نہ کرے برائی کا نتیجہ خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو اسے روکو اور اس کے لئے جان کی بھی پرواہ نہ کرو یہ محض اٹکل نہیں بلکہ مسلمانوں کی تاریخ میں آپ کو ہزاروں واقعات ایسے ملیں گے جہاں حق کہنے والا اور برائی کو روکنے والا اگرچہ جانتا تھا کہ اس کا انجام موت ہو گا لیکن اس نے خوف کو دل میں جگہ نہ دی اور سولی پر لٹک کر بھی حق کہا۔ یہ تھا مسلمان کا فریضہ اس کے مقابلے میں آج عقل کی فریب کاریوں کا تماشہ دیکھو جن کا نام اس نے مصلحت کوشیاں اور عاقبت اندیشیاں رکھا ہے۔

اپنی اصلاح دوسروں کو بھلائی کا حکم دینے سے پیشتر خود اپنی اصلاح ضروری ہے اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم کیا تم لوگوں کو بھلائی کا حکم کرتے ہو اور خود اپنے آپ (کی اصلاح) کو بھولے ہوئے ہو۔

تاکیداً فرمایا کہ انسان کو اپنے قول و فعل میں ہمیشہ یکسانیت رکھنی چاہیئے۔ یا ایہا الذین امنوا لم تقولون ما لا تفعلون کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون اے ایمان والو جو کچھ کر کے نہیں دکھاتے اسے کہتے کیوں ہو۔ اللہ کے نزدیک یہ چیز بڑی قابل نفرت ہے کہ وہ کچھ کہو جو کرتے نہیں ہو۔ یعنی تمہارے قول و فعل میں ہمیشہ ہم آہنگی اور یکسانیت ہونی چاہیئے۔

یہاں ایک غلط فہمی کو دور کر دینا ضروری ہے۔ اگر کوئی شخص آپ سے کسی اچھی بات کے کرنے کے لئے کہے یا بری بات سے روکے تو اسے یہ جواب نہیں دینا چاہیئے کہ میاں ایسا کہنے کا تمہیں کیا حق حاصل ہے پہلے اپنی حالت تو درست کرو۔ اس میں شبہ نہیں کہ کہنے والے کو پہلے خود عمل پیرا ہونا چاہیئے لیکن اس کا بے عمل ہونا آپ کے جواب کے لئے کوئی دلیل نہیں ہے۔ آپ تو یہ دیکھئے کہ جس بات کی وہ نصیحت کر رہا ہے وہ درست ہے یا نہیں اگر درست ہے تو اس پر عمل کرنا چاہیئے۔ اور اس کو بھی سمجھانا چاہیئے کہ وہ بھی اس پر عمل کرے۔ اس کا بے عمل ہونا اس کے لئے نقصان کا باعث ہو آپ کا مان لینا اور عمل کرنا آپ کے لئے نفع بخش ہو گا۔ آپ یہ کہہ کر نہیں چھوٹ سکتے کہ چونکہ وہ بے عمل تھا اس لئے آپ پر اس کی بات ماننا فرض نہ تھی۔ اگر آپ سو رہے ہوں اور کوئی بے نمازی آپ کو یہ کہہ کر جگائے کہ بھائی اذان ہو رہی ہے اٹھو۔ تو کیا آپ یہ کہہ کر جگانے کا حق نہیں۔ کہ بھائی اذان ہو رہی ہے۔ اٹھو تو کیا آپ یہ کہہ کر پھر سو جائیں گے کہ بے نمازوں کو جگانے کا حق نہیں۔

معاشرتی قوانین

(۱) **بات کی تحقیق** آجکل یہ مرض عام ہے کہ کسی نے آ کر کوئی بات کہی۔ اور سننے والے نے فوراً اس پر اعتبار کر کے اس کا چرچا اس طرح شروع کر دیا گویا وہ بات اس کی چشم دید ہے۔ اس سے بڑا فتنہ پھیلتا ہے اور یہ اتنا بڑا جرم ہے کہ اس کی تلافی ناممکن ہو جاتی ہے فرمایا

لا تقف ما لیس لک بہ علم ان السمع والبصر والفؤاد کل اولئک کان عنہ مسؤلا جس بات کا تمہیں (یقینی طور پر) علم نہ ہو اس کے پیچھے مت لگ جایا کرو۔ یاد رکھو تمہارے کان آنکھ اور دل سے الگ الگ جواب طلب ہو گا کہ تم نے ان سے کام لیکر (جو ذرائع علم ہیں) اس بات کی تحقیق کیوں نہ کر لی۔

سورۂ حجرات ۲۶ کے پہلے رکوع (آیت ۶) میں ہے کہ جب کوئی فتنہ پرداز تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو اس کی اچھی طرح چھان بین کر لیا کرو تا نہ ہو کہ تم کسی جماعت گروہ کو جہالت کی وجہ سے نقصان پہنچا بیٹھو اور بعد میں ندامت ہو۔

اگر آج ہم قرآن کریم کے اس ایک حکم پر عمل پیرا ہو جائیں تو ہماری سوسائٹی کی بہت سی مصیبتیں ٹل سکتی ہیں۔

(۲) **حسد**۔ غور کیجئے۔ کیا نوے فیصدی فتنے محض اس سے پیدا ہوتے ہیں۔ کہ ایک شخص یا جماعت دوسرے شخص یا جماعت کو بڑھتا ہوا نہیں دیکھ سکتے خود میں تو اتنی ہمت اور قابلیت نہیں کہ آگے بڑھ جائیں۔ لہذا ساری قوت دوسرے کو برباد کرنے میں صرف کی جاتی ہے یہ دل کا تپ دق ہے اس کا ایک مریض ساری جماعت میں دق پیدا کر دیتا ہے قرآن کریم نے فرمایا۔

ام یحسدون الناس علی ما اتاہم اللہ من فضلہ۔ کیا یہ لوگوں پر اس لئے حسد کرتے ہیں کہ اللہ نے ان کو اپنے فضل سے کیوں دے رکھا ہے۔

حسد گویا عطیہ خداوندی کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنا ہے اللہ اکبر کہاں کی بات کہاں جا پہنچی البتہ رشک کرو۔ جد و جہد کرو۔ آگے بڑھنے کی کوشش کرو لیس للانسان الا ما سعی انسان کے لئے وہی کچھ ہے جس کے لئے وہ کوشش کرتا ہے۔

(۳) **غیبت**۔ یعنی کسی کی عدم موجودگی میں وہ بات کہنا جو تم اس کے سامنے نہ کہہ سکتے ہو اسلام جو اخلاقی جرأت سکھانے والا قانون ہے سکھاتا ہے کہ اگر تمہیں

الَّذِیْنَ کَفَرُوْا الخ اور یَقُوْلُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا الخ ضرور مدنی ہونگی - اور اگر سورت کو مدنی کہا جائے تو آیاتِ ذیل کی ہونگی:- وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُیِّرَتْ بِہِ الْجِبَالُ دو آیت تک - اور بقول بعض آیت ھُوَ الَّذِیْ یُرِیْکُمُ الْبَرْقَ - لَہٗ دَعْوَۃُ الْحَقِّ بھی مدنی ہے۔

عام اہل تفسیر کے نزدیک پوری سورت میں ۴۳ آیات ہیں اور بیضاوی میں ایک قول کے بموجب ۴۵ کی بھی صراحت کی ہے - تفسیر سراج میں ہے کہ اس کے کلمات ۸۵۵ - اور حروف ۳۵۰۰ ہیں۔

جابر بن زید کہتے تھے کہ مرنے کے وقت سورۂ رعد پڑھنی بہتر ہے اس سے نزع کی سختی میں کمی اور موت کی تکلیف میں آسانی ہو جاتی ہے اور دنیا سے کوچ کرنے کا زیادہ افسوس نہیں ہوتا۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

میں اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان بڑا رحم کرنے والا ہے

الٓمّٓرٰ تِلْکَ اٰیٰتُ الْکِتٰبِ وَالَّذِیْٓ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ

یہ کتاب کی آیتیں ہیں اور جو تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے

رَّبِّکَ الْحَقُّ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یُؤْمِنُوْنَ

وہ حق ہے مگر اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے

تفسیر | مشرکین مکہ اور عام کفار کا خیال تھا کہ قرآن کلام الٰہی نہیں بلکہ حضور اقدسؐ کا تراشیدہ دماغ تھا - اس خیال کو قرآن پاک میں جا بجا خدا تعالیٰ نے دور فرمایا - یہاں بھی اسی کا ازالہ کیا گیا - مقاتل نے ان آیات کے نزول کا سبب یہی بیان کیا ہے۔

کِتَاب سے مراد کیا ہے ؟ اس میں اختلاف ہے - اور اسی وجہ سے مطلب میں بھی اختلاف ہو گیا ہے - جمہور مفسرینؒ کا قول ہے کہ کتاب سے مراد قرآن مجید ہے - اور وَالَّذِیْ سے جملہ مستقل علیحدہ ہے - یہ قول سیوطی کا بھی ہے اور اسی کو ابن عباسؓ کا قول بیان کیا جاتا ہے - مطلب یہ ہے کہ سورۂ رعد میں جو آیات مذکور ہیں وہ قرآن مجید کی آیات ہیں - یہ انسانی ساخت کی ممنون نہیں نہ جدید تراشیدہ ہیں - اس کے بعد فرمایا [illegible] کی طرف سے جو کچھ بھی تم پر اتارا گیا وہ سب حق ہے - دماغ [illegible] اس میں دخل نہیں۔

مجاہد و قتادہ کا قول ہے کہ کتاب سے مراد کتب سابقہ ہیں - ابن کثیر نے اسی کو پسند کیا ہے اور مظاہر بغوی کا بھی یہی مختار ہے - مطلب یہ ہے کہ یہ آیات بلاشبہ تورات و انجیل و قرآن تینوں آسمانی کتابیں بیان [illegible] اور سب باہم موافق ہیں مضمون [illegible] اختلاف نہیں۔

میرے نزدیک جمہور کا قول بہتر ہے - چونکہ اس سورت میں عموماً کفار کے عقائد کی تردید کی گئی ہے اور آثار ربوبیت دکھا کر الوہیت و توحید کو ثابت کیا ہے اور قطعی طور پر ماورائے ادراک اور بالائے طبیعت اشیاء کے متعلق فیصلہ کر دیا ہے - پھر دوران بیان میں اصلاح عمل کی تبلیغ اور ضوابطِ قدرت کا بیان بھی کیا ہے اسلئے کفار کو جو اپنے ہزاروں برس کے فرسودہ عقائد کی بیخ کنی دیکھتے ہوئے شبہ ہو سکتا تھا کہ محمدؐ کو ہمارے قدیمی مسلمات کے ابطال کا کیا حق ہے ؟ بنا بریں شروع ہی میں خدا تعالیٰ نے فرما دیا کہ سورۂ رعد کی آیات قرآن مجید کی آیات ہیں - اسکے بعد پھر بھی شبہ ہو سکتا تھا کہ اگر قرآن کی آیات ہیں تو کیا کمال ہے - قرآن کو ہمارے بزرگوں کی تحقیقات اور اعتقادیات کے مقابلہ میں اپنی حقانیت کے اعلان کا کس طرح حق پیدا ہوا ؟ تو فرمایا قرآن پورا قرآن اللہ کی نازل کردہ کتاب ہے اور اللہ کی بھیجی ہوئی کتاب ضرور حق ہے - لہذا قرآن اور قرآن کی جملہ آیات حق ہیں سچی ہیں واقعی ہیں (تمہارے بزرگوں کے خود تراشیدہ عقائد غلط اور اختراعی مسلمات باطل ہیں) لیکن اس کے باوجود بہت سے آدمی قرآن کو حق نہیں مانتے اس کو کتاب الٰہی نہیں جانتے (اور اپنے موروثی بیہودہ عقائد پر قائم ہیں) اہل ایمان کا گروہ بہت کم ہے۔

مقصود بیان:- ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ الٓمّٓرٰ میں الف سے انا اور لام سے اللہ اور میم سے اَعْلَمُ اور رٰ سے اَرٰی کی طرف اشارہ ہے یعنی یہ ہوئے کہ میں اللہ ہوں جانتا ہوں اور دیکھتا ہوں - یا یوں کہو الف سے الوہیت، لام سے اللہ، میم سے محمدؐ اور را سے رسالت کی طرف اشارہ ہے یعنی الوہیت اللہ ہی کے لئے ہے اور محمدؐ اس کے رسول ہیں - اہل عقل نے حروف مقطعہ سے دوسرے مضامین کی طرف بھی اشارہ مراد لیا ہے - مگر یہ سب علمی موشگافیاں ہیں - واللہ اعلم - ان مقطعات سے اصل مراد کیا ہے؟ آیات مذکورہ میں قرآن کی حقانیت اور تصریحات قرآن کی صداقت ظاہر فرمائی ہے اور کفار کے عقائد کا برہان ازالہ فرمایا ہے - اور دونوں کی دلائل بیان فرمائی ہیں۔

اَللّٰہُ الَّذِیْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ

اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں کو بغیر ستونوں کے اونچے بنائے

تَرَوْنَھَا ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ وَسَخَّرَ

تم دیکھتے ہی ہو پھر وہ عرش پر جلوہ فرما ہوا اور

الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ کُلٌّ یَّجْرِیْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّی

سورج و چاند کو کام میں لگا لیا ہر ایک وقت مقررہ تک چل رہا ہے

يُدَبِّرُ الْاَمْرَ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ بِلِقَاۗءِ

وہی ہر امر کی تدبیر کرتا ہے اور نشانہائے قدرت مفصل بیان کرتا ہے تاکہ تم اپنے

رَبِّكُمْ تُوْقِنُوْنَ ۝ وَهُوَ الَّذِيْ مَدَّ الْاَرْضَ

رب سے ملنے کا یقین کرو — اُسی نے زمین کو بچھایا

وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْهٰرًا ۭ وَمِنْ

اور اُس میں پہاڑ اور نہریں بنائیں اور

كُلِّ الثَّمَرٰتِ جَعَلَ فِيْهَا زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ

ہر میوہ کی دو دو قسمیں نر و مادہ زمین میں پیدا کیں

يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ

وہی رات کو دن سے چھپا دیتا ہے — غور کرنے والی قوم کے لئے

لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝ وَفِي الْاَرْضِ قِطَعٌ

اس میں نشانہائے قدرت ہیں — اور زمین میں کچھ ٹکڑے

مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّجَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّزَرْعٌ وَّنَخِيْلٌ

باہم پاس پاس ہیں اور انگوروں کے باغ ہیں اور کھیتی ہے اور کھجوروں کے درخت

صِنْوَانٌ وَّغَيْرُ صِنْوَانٍ يُّسْقٰى بِمَاۗءٍ وَّاحِدٍ

کچھ جڑ ملے ہوئے اور کچھ بغیر ملے ہوئے اور سب ایک ہی پانی سے سینچے جاتے ہیں

وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰي بَعْضٍ فِي الْاُكُلِ

اور ہم مزے میں ایک کو دوسرے پر فضیلت دیتے ہیں

اِنَّ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝

اس میں سمجھدار قوم کے لئے نشانہائے قدرت ہیں

تفسیر اوپر کی آیات میں قرآن کو الہامی کتاب فرما کر اُسکی حقانیت کی صراحت کی تھی - ان آیات میں صاف ربوبیت و الوہیت کو مفصل بیان فرما کر اللہ کی توحید، عظمت اور قدرت کو ثابت فرماتا ہے کیونکہ نزول قرآن کے مقصد کی ایک شاخ اصلاح عقیدہ بھی ہے اور عقیدہ کی اصلاح اُس وقت تک ناممکن ہے جب تک طبعیات اور ماوراء طبعیات کا متصرف حقیقی اور مالک مختار خدا کو نہ ثابت کیا جائے اور نہ مانا جائے۔ ہم خلاصہ مطلب سے قبل آیات کا تجزیہ کر کے ہر ٹکڑے کی ضروری تحقیق کرتے ہیں -

(۱) اللہ نے آسمانوں کو بغیر مرئی اور محسوس ستونوں کے بلند کیا - اہل کتاب کی بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آسمان ستون پر قائم ہے لیکن ستون ہماری نظروں کے سامنے نہیں - ابن کثیر نے اس مہمل قول کو ابن عباس مجاہد قتادہ اور حسن بصری وغیرہ کی طرف منسوب کر کے دونوں کو باہم ضم کر دیا مفسر معالم نے بھی فی الجملہ اسکی تائید کی - لیکن واقع میں اہل کتاب کا یہ قول غلط کیا، قابل توجہ بھی نہیں، انتہائی مضحکہ انگیز ہے - رہی مجاہد وغیرہ کی روایت تو اگر وہ صحیح بھی ہو تب بھی آسمانوں کا ستونوں پر قائم ہونا اُس سے ثابت نہیں - کیونکہ ان جلیل القدر علماء کے قول کا مطلب یہ ہے کہ آسمان کے قیام کے لئے کوئی مادی ستون نہیں یا تو قانون جذب کے تحت قائم ہیں یا اللہ کی غیبی طاقت نے کوئی اور مخفی سبب ان کی بقاء کا بنا دیا ہے جو ہم کو آنکھوں سے نہیں دکھ سکتا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ کوہ قاف پر آسمان کا ستون کھڑا ہے اور اُسپر قیام سموات ہے

(۲) اللہ عرش پر مستوی ہے، اس کی تحقیق ہم سورۂ بقر میں کر چکے ہیں - خلاصہ یہ کہ معتزلہ کے نزدیک استواء کے معنی غلبۂ قدرت اور تسلط تدبر کے ہیں یا متوجہ ہونے کے ہیں - اور اہل سنت کے نزدیک استواء اپنے حقیقی معنی پر ہے اور اللہ کی پوشیدہ ناقابل فہم صفات میں سے ایک صفت یہ بھی ہے نہ تو وہ استواء مراد ہے جو عوارض جسم میں سے ہے اور جس کا فرقۂ مجسمہ قائل ہے اور جس سے اللہ کا جسم ہونا لازم آتا ہے - نہ غلبہ و تسلط مراد ہے بلکہ استواء الٰہی کی کیفیت ہی جدا ہے جو ادراک مخلوق سے خارج ہے جس طرح دیگر صفات الٰہیہ کا کما حقہٗ علم ناممکن ہے -

(۳) چاند اور سورج سب فرمان الٰہی کے تابع ہیں اور سب کی رفتار مقدار مقرر پر ہے - یعنی مقررہ رفتار سے نہ کوئی آگے بڑھتا ہے نہ پیچھے ہٹتا ہے سورج چاند سے یا چاند سورج سے پہلے نہیں ہو سکتا - ہر ایک کی چال کے منازل اور درجات مقرر ہیں قیامت تک اسی چال سے دونوں چلینگے -

(۴) اللہ امر کی تدبیر کرتا ہے یعنی امر عالم کی تدبیر فرماتا ہے - انتظام عالم کو عرش سے فرش تک درست رکھتا ہے یا اپنے امر کی تدبیر کرتا ہے جس حکمت پر نظام قائم ہے اُسی کے مطابق عالم کو چلاتا ہے - یا یہ مطلب کہ عالم امر یعنی عالم ارواح کی تدبیر کرتا ہے - اوپر کی آیات میں عظیم الشان مادی کائنات کی تخلیق کا ذکر تھا اور عالم اجسام کا وجود دست قدرت میں ظاہر کیا تھا - اس آیت میں عالم ارواح کی تخلیق و تدبیر کا کامل اختیار اپنے واسطے بیان فرمایا۔

(۵) اللہ صاف صاف نشانیاں بیان فرماتا ہے تاکہ اُن کو دیکھ کر آدمیوں کو اللہ کے پاس جانے کا یقین ہو جائے یعنی عالم اجسام و عالم ارواح کی تخلیق اور پھر ان کا انتظام اور ایک قانون کے ماتحت سب کی رفتار بتارہی ہے کہ ان

سب کا موجد، قادر، مختار، منتظم ایک ہی اللہ ہے جس کے دستِ قدرت میں تمام جہان کی عنان تصرف ہے۔ وہ ہر چیز کو مقررہ زندگی دیتا اور پھر اُس سے یہ عارضی لباس حیات لے لیتا ہے اور پھر دوبارہ زندگی عطا کرتا ہے۔ ایسی صورت میں انسان کو دوبارہ زندہ کرنا اور اپنے سامنے بلانا کیا مشکل کام ہے۔

(۶) اللہ نے زمین بچھائی اُس پر پہاڑوں کی میخیں قائم کیں اور دریا، ندی نالے جاری کئے۔ مطلب یہ کہ اللہ نے زمین کو بچھایا۔ خواہ سطحی شکل میں۔ یا کروی شکل میں۔ اگر زمین کی شکل سطحی مانی جائے تب توجہات کشش میں یگانگت، برابری اور یکسانی نہ ہوگی کسی جانب کشش زائد ہوگی کسی جانب کم۔ اور اگر زمین کی اصل شکل گول مانی جائے تو ضرور ہر طرف یکساں کشش ہوگی اور قوت کشش کے ماتحت زمین اپنی جگہ قائم رہیگی (خواہ ساکن ہو یا حرکت وضعی کرتی رہے) بہرحال اپنی جگہ قائم رہیگی لیکن کرۂ زمین کی ذاتی حالت یکساں نہیں ہے کہیں خشکی زیادہ ہے کہیں پانی زیادہ ہے کسی جانب پانی اوپر چڑھ آیا ہے۔ کہیں مٹی اُبھر آئی ہے۔ پانی کی وجہ سے سکونہ زمین کی اصل شکل بدل گئی ہے۔ لامحالہ قوت وضعف کے لحاظ سے کشش کی طاقت میں بھی اختلاف ہو جانا لازم ہے۔ پھر زمین کا اپنی جگہ یہ بقاء کس طرح ممکن ہے۔ خدا تعالیٰ نے زمین کو پیدا کرنے اور بچھانے پھیلانے کے بعد جذب کی حالت کو درست رکھنے اور زمین کو اپنی جگہ برقرار رکھنے کے لئے مختلف اطراف میں اپنی حکمت بالغہ کے ماتحت پہاڑوں کی میخیں قائم کیں تاکہ زمین میں اضطرابی حرکت نہ پیدا ہو اور زمین پر رہنے والی مخلوق زندہ رہ سکے۔

(۷) اللہ نے طرح طرح کے پھل پیدا کئے اور ہر قسم کے پھل کو دو طرح کا بنایا یعنی کسی کو شیریں اور کسی کو ترش۔ کسی کو سیاہ اور کسی کو سفید۔ کسی کو چھوٹا اور کسی کو بڑا بنایا۔ پھر ہر نوع کے پھل کی دو صنفیں پیدا کیں نر اور مادہ۔ کھجور، پپیتہ، یوکلپٹس وغیرہ میں نر و مادہ ہونا تو ہر جاہل بھی جانتا ہے لیکن تحقیقات طبعیات کے علمبردار خصوصیت سے واقف ہیں کہ عالم میں کوئی پھول اور کوئی پھل ایسا نہیں جس میں دونوں صنفیں نر و مادہ نہ پائی جاتی ہوں۔ موجودہ سائنس بھی اس کی تائید کرتی ہے۔ عالم میں کسی سبزہ اور کسی پھل کی پیداوار بغیر تلقیح کے نہیں ہو سکتی اور تلقیح کے واسطے نر و مادہ دونوں کی ضرورت ہے۔

(۸) اللہ نے شب و روز کا سلسلہ قائم کیا۔ دن کی روشنی کو رات کی تاریکی سے وہی چھپاتا ہے۔ یعنی تاریکی نام ہے روشنی نہ ہونے کا۔ آفتاب غروب ہوا روشنی معدوم ہوئی، اندھیرا پھیلا، حرکت کی بجائے عالم پر سکون چھا گیا۔ وجود پر عدم طاری ہوا ہستی کی جگہ نیستی نے لے لی اور بیدار کائنات خواب میں چلی گئی۔

(۹) یہ تمام تصرفات اور انتظامات اسلئے کئے تاکہ اہل بصیرت غور سے ان کا مطالعہ کریں۔ آیات قدرت سے اللہ کی توحید، الوہیت اور ربوبیت کا یقین کریں عالم کے قانون توارث، قانون تغیر، قانون بقاء اور قانون وجود و عدم کو دیکھیں گہری نظر سے دیکھنے کے بعد غور کریں۔ غور کر کے ان تمام انتظامات کو اتفاقی اتصال و انفصال کا نتیجہ نہ قرار دیں۔ بلکہ اس سے اللہ کی قدرت، صنعت، اختیار، علم، ارادہ، حکمت اور ہمہ گیری کو سمجھیں۔ اُس کو خالق، موجد، علیم و بصیر اور وحدہٗ لاشریک جانیں۔

(۱۰) زمین ایک ہے لیکن اُس کے ٹکڑے مختلف ہیں۔ باوجودیکہ باہم متصل ہیں۔ مگر خاصیت، کیفیت، مزاج اور قابلیت میں جدا جدا ہیں کوئی ٹکڑا شور ہے، کوئی قابلِ زراعت، کوئی سخت، کوئی نرم، کوئی سیاہ، کوئی سرخ، کوئی زرد، کوئی سفید۔ ایک ٹکڑا پتھریلا ہے تو دوسرا ریتیلا۔ اور تیسرا چکنی مٹی کا۔ کسی ٹکڑے کا آدھا حصہ خراب ہے اور آدھا اچھا۔ (ابن عباس، مجاہد، سعید اور ضحاک وغیرہ سے یہی تفسیر مروی ہے) غرض باوجود مادہ کی یکسانی کے خواص جدا جدا ہیں۔ ایسا کیوں ہے؟ صرف اللہ کی قدرت، علم، حکمت اور اختیار و ارادہ کے سبب سے۔

(۱۱) زمین پر مختلف اقسام کے درخت ہیں۔ باغ ہیں، طرح طرح کی کھیتیاں ہیں۔ ایک جڑ سے دو شاخہ نکلتا ہے۔ کبھی تنہ ایک ہوتا ہے اور اوپر چل کر دو شاخیں ہو جاتی ہیں ہر شاخ کی شکل جدا، رنگ علیحدہ اور ضخامت مختلف ہے۔ پھلوں کی مقدار، نوعیت اور کیفیت میں بھی فرق ہے کوئی خوشبودار اور لذیذ ہے کوئی بدبودار اور بدمزہ۔ لذیذ ہونے میں بھی درجات کا اختلاف ہے۔ باوجودیکہ غذا سب کی ایک ہے، ایک ہی پانی سے سب کو سیراب کیا جاتا ہے۔ زمین بھی ایک ہی ہے۔ پھر اتنی کھلی ہوئی بیگانگی کیوں ہے؟ محض اللہ کی مشیت اور اُسکی ہمہ گیر طاقت کی وجہ سے۔

(۱۲) یہ سب براہین قدرت ہیں، دلائلِ ربوبیت ہیں، شواہد صنعت ہیں آثارِ الوہیت ہیں۔ لیکن کوتاہ فہم، کور بصیرت اور کند ذہن رکھنے والوں کے لئے نہیں۔ بلکہ ہوش حواس بصیرت و دانش رکھنے والوں کے لئے ان لوگوں کے لئے جو عقل سے کام لیتے ہیں سمجھتے ہیں سوچتے ہیں غور کرتے ہیں، مصنوعات سے صانع پر استدلال کرتے اور آثار سے مؤثر تک پہنچتے ہیں۔

کل آیات کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ عظیم الشان عرش اور اونچے آسمانوں کو بغیر ستونوں کے پیدا کرنے والا، آفتاب و ماہتاب، مقررہ رفتار اور معین وقت تک چلانے والا، عالم کا انتظام کرنے والا۔ زمین کو پھیلا کر اُس پر پہاڑوں کی میخیں قائم کرنے والا اور دریاؤں کو بہانے والا۔ ہر قسم کے پھل پھول، کھیتی باڑی پیدا کرنے والا، رات کی تاریکی سے دن کی روشنی کو ڈھانکنے والا۔ ایک مادہ اور ایک قوام کی زمین کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے ہر ٹکڑے کو دوسرے سے مختلف بنانے والا اور ایک ہی پانی سے قسم قسم کے درخت اور جدا جدا مزہ کے پھل پیدا کرنے والا محض اللہ ہی ہے۔ لہذا وہی لائق پرستش و الوہیت ہے۔

اہل باطن کے لئے چند اشارات

تفسیری مطلب تو ہم نے بیان کر دیا اب کچھ اہل باطن کے لئے کچھ رموز و اشارات بھی ظاہر کرتے ہیں جن سے اہل ذوق و اہل معرفت [illegible] ہو سکتے ہیں۔ پاک باطن والے کہتے ہیں کہ انسانی ارواح آسمان ہیں بشری

یہ کہتے ہیں کہ جب ہم مر کر مٹی ہو گئے تو از سر نو تخلیق ہماری کس طرح ممکن ہے (یعنی وحدانیت ذات تو پھر کسی قدر خفی چیز ہے۔ خدا کی خلاقی صفت تو بالکل واضح ترین بدیہیات میں سے ہے۔ کل عالم اجسام و عالم ارواح کا خالق جب وہی ہے تو مٹی سے دوبارہ انسان کو پیدا کرنا کیا مشکل کام ہے) اس کے بعد فرماتا ہے یہی لوگ کافر اور اللہ کے منکر ہیں (خدا کو عاجز سمجھتے ہیں گویا خدا کو ہی نہیں مانتے) ان کی سزا دوامی جہنم ہے۔

مسئلہ حدیث صحیح میں آیا ہے کہ بعض گناہگار مومن بھی دوزخ میں جائینگے لیکن بقدر مشیت الٰہی کے عذاب اٹھا کر جہنم سے رہا کر دیئے جائینگے اور نہر حیات میں غوطہ دیکر جنت میں داخل کر دیے جائیں گے۔ بعض مومن گنہگاروں کی دوزخ سے رہائی انبیاء و صلحاء اور ملائکہ کی شفاعت سے ہوگی۔ بہرحال ہمیشہ کے لئے دوزخ میں کوئی گنہگار مومن نہ رہیگا۔ غیر منقطع عذاب صرف کافروں پر ہوگا

مقصود بیان:۔ انکار ذات کی بہ نسبت انکار صفات زیادہ عجیب ہے خصوصا معاد جسمانی کا انکار تو اللہ میں عجز پیدا کرتا ہے۔ ذات و صفات کے انکار سے آدمی کافر ہو جاتا ہے۔ ذات الٰہی میں ایسی صفات ماننا جس سے اس کی تنقیص لازم آئے یا کسی کمالی صفت کا انکار کرنا دونوں موجب کفر ہیں۔ حشر جسمانی کا انکار کفر ہے۔ کافر ہمیشہ دوزخ میں رہینگے یعنی جو کافر نہ ہوگا وہ ہمیشہ دوزخ میں نہ رہیگا ہو سکتا ہے کہ کچھ مدت کے لئے دوزخ میں بھیج دیا جائے اور پھر سزا اٹھا کر یا دوران میعاد میں کسی سبب سے رہائی پا جائے۔ وغیرہ۔

وَيَسْتَعْجِلُونَكَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ

(اے نبی) یہ لوگ بھلائی سے پہلے تم سے برائی طلب کرتے ہیں

وَقَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمُ الْمَثُلٰتُ ؕ وَاِنَّ رَبَّكَ

حالانکہ ان سے پہلے بہت سے واقعات گذر چکے ہیں اور تمہارا رب

لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰى ظُلْمِهِمْ ۚ وَاِنَّ

لوگوں کو باوجود ان کے ستمگار ہونے کے معاف کرتا ہے اور

رَبَّكَ لَشَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝

تمہارا رب سخت عذاب والا بھی ہے

تفسیر قرآن پاک کا طرز تبلیغ بھی عجیب ہے۔ انکار قیامت کو گذشتہ آیت میں تعجب انگیز پیرایۂ بیان میں ظاہر فرما کر تنبیہ کی تھی کہ وجود قیامت اس قدر بدیہی اور کھلا ہوا ہے کہ اس کا انکار ناممکن ہے۔ اب یہ نضر بن حارث وغیرہ کہا کرتے تھے کہ اگر تمہارا دین حق ہے اور قیامت ضرور آنی ہے اور عذاب ثواب لازم ہے تو پھر تاخیر کیوں ہے؟ جو کل ہونا ہے وہ آج ہی ہو جائے تاکہ ہم کو بھی یقین ہو جائے۔ اس قول کی تردید میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ یقین آنے اور عبرت حاصل کرنے کے لئے تو گذشتہ اقوام کی مثالیں کافی ہیں۔ غیر معدود نظیریں گذر چکی ہیں۔ سابق انبیاء کی منکر قوموں پر دنیا ہی میں عذاب نازل ہو چکا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا عذاب اب بھی نازل کر سکتا ہے لیکن خود نہیں کرتا۔ باوجود شرک و کفر اور معصیت کے اپنی رحمت عامہ کی وجہ سے اب مواخذہ نہیں کرتا اس نے ڈھیل دے رکھی ہے۔ موت تک مہلت ہے۔ لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ کبھی گرفت نہ کریگا۔ مواخذہ ضرور کریگا اس کا اخروی عذاب بہت سخت ہے۔

مَثُلٰت کے معنی میں اہل تفسیر کا اختلاف ہے۔ ابن انباری کا قول ہے مثلات وہ عذاب ہیں جن کا اثر سزا یافتہ اشخاص یا اقوام میں بعد کو بھی بطور عیب باقی رہے۔ قتادہ اور ابن عباس نے اس کا ترجمہ عقوبات کیا ہے۔ یعنے گذشتہ امتوں پر جو عذاب نازل ہو چکے ہیں وہ سب مثلات ہیں۔ میری نظر میں وہ نصیحت انگیز عبرت خیز انواع عذاب جو دوسروں کو شرک و معصیت سے روک دینے کا باعث ہوں مثلات کے ذیل میں داخل ہیں۔

ایک شبہہ آیت اِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ الخ دلالت کر رہی ہے کہ مشرکین بھی قابل مغفرت ہیں اور وہ بھی غفران الٰہی سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

ازالہ ابن عباس رضؓ نے اس شبہہ کا جواب یہ دیا ہے کہ اللہ مشرکین کے لئے بھی مغفرت کرنے والا ہے بشرطیکہ وہ مرتے وقت توبہ کر لیں۔ لیکن یہ جواب ضعیف معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ توبہ کرنے کے بعد مشرک مشرک ہی نہیں رہتا۔ مقاتل کا جواب اس سے بہتر ہے کہ۔ مغفرت کی دو صورتیں ہیں ایک عمومی دوسری خصوصی۔ دنیا میں آدمی کیسا ہی گناہ کرے۔ فسق فجور، کفر و شرک وغیرہ۔ مگر خدا تعالیٰ فی الفور اس کی گرفت نہیں کرتا۔ موت تک ڈھیل دیتا رہتا ہے اور آخر وقت تک درگذر فرماتا ہے۔ یہ عمومی مغفرت ہے جس سے فائدہ اندوز مومن بھی ہیں اور کافر بھی۔ اگر خدا تعالیٰ کی یہ عمومی مغفرت نہ ہوتی تو سطح زمین پر کوئی جاندار زندہ نہ بچتا۔ دوسری آیت میں ہے لَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوْا مَا تَرَكَ عَلٰى ظَهْرِهَا مِنْ دَآبَّةٍ۔ یہی خصوصیت مغفرت وہ آخرت میں ہوگی اور اہل ایمان کے ساتھ مخصوص ہے۔ میرے نزدیک سادہ جواب یہ ہے کہ اس آیت سے مغفرت الٰہی کا عموم معلوم ہوتا ہے۔ مومن ہو مشرک ہو کوئی بھی ہو اگر بغیر توبہ کے مر جائے تو اس کی مغفرت ہو سکتی ہے۔ لیکن دوسری آیات (جن کا نزول اس آیت کے بعد ہے) بتا رہی ہیں کہ مشرک کی مغفرت کبھی نہ ہوگی۔ لہٰذا آیت کا عموم مخصوص البعض ہو گیا۔ اور اس کے ذیل میں صرف اہل ایمان ہی داخل رہے۔ یہ جواب اس صورت میں ہوگا جب مغفرت سے اخروی مغفرت مراد لی جائے۔ اور اگر دنیوی مغفرت مراد لی جائے جیسا کہ سیاق آیات سے معلوم ہوتا ہے تو

مقاتل کا جواب بہترین ہے۔

مقصود بیان:۔ آیت میں در پردہ ہدایت ہے کہ زندگی کو غنیمت سمجھنا چاہئے قلیل بھی مہلت ہے اُس میں نیکی کی بیش از بیش کوشش کرنی لازم ہے۔ گذشتہ تاریخ سے سبق لینا ضروری ہے۔ اللہ کی رحمت عام ہے۔ باوجود سرکشی اور نافرمانی کے اُس کی دنیوی رحمت میں کمی نہیں ہوتی۔ آخری آیات میں بیم ورجا کا مظاہرہ ہے اور فی الجملہ ضمناً اشارہ ہے کہ بیم ورجا کے درمیان ہی ایمان کا مرتبہ ہے۔ وغیرہ۔

وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا أُنزِلَ

کافر کہتے ہیں کہ اس پر اس کے رب کی طرف سے

عَلَيْهِ آيَةٌ مِّن رَّبِّهِ ۗ إِنَّمَا أَنتَ مُنذِرٌ ۖ

کوئی کھلا ہوا معجزہ کیوں نہیں اتارا گیا (اے محمدؐ) تم تو صرف ڈرانے والے ہو

وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ۝ ع

اور ہر قوم کا ایک ہادی ہوا ہے

اللَّهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ أُنثَىٰ وَمَا تَغِيضُ

اللہ جانتا ہے اُس چیز کو جو ہر مادہ اپنے پیٹ میں لئے ہوتی ہے اور پیٹ کے

الْأَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ ۖ وَكُلُّ شَيْءٍ عِندَهُ

گھٹنے بڑھنے سے بھی واقف ہے اور ہر چیز اُسکے نزدیک اندازہ

بِمِقْدَارٍ ۝ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ

سے ہے وہ ظاہر باطن کو جاننے والا

الْكَبِيرُ الْمُتَعَالِ ۝

سب سے بڑا اور عالی شان ہے

تفسیر خداتعالیٰ نے اپنے رسول پاکؐ پر اس قدر کثیر آیات و معجزات کا نزول فرمایا کہ اُن کے بیان کے لئے ضخیم مجلدات کی ضرورت ہے۔ آنکھوں والوں کو معجزات دکھائی دیئے۔ آیات باہرات نظر آئیں۔ ایمان میں ترقی اور یقین میں اضافہ ہوتا گیا۔ لیکن کوتاہ نظر محسوس پرست طبقہ کو شرک کی تاریکی ڈھانکے ہوئے تھی۔ اُس کو حق کی روشنی کیسے سوجھتی۔ معجزات کی کثیر مقدار بھی اُس کی ہدایت کے لئے کافی نہ ہوئی۔ بعض عناد سے روزانہ نئے نئے معجزات کی فرمائش اس کا شیوہ ہوگیا۔ یہ معاندگروہ کبھی معاندانہ طرز میں کہتا کوہ صفا کو سونے کا کردو۔ مکہ کو گلستان کردو۔ یہاں سے پہاڑ ہٹ جائیں۔ سبزہ زار اور نہریں ہوجائیں۔ کبھی کہتا غیبی خزانے ہم پر کیوں نہیں اترتے۔ فرشتہ نازل ہوکر تمہاری صداقت کی شہادت کیوں نہیں دیتا۔ حضورؐ اللہ نے ان کور باطن کافروں کے وعدوں پر نظر فرماکر چاہا کہ اُن کی تکمیل عرضداشت کے لئے دعا کریں۔ مگر بذریعۂ وحی حکم ہوگیا کہ ہدایت وایمان مقدر ہے اسباب پر منحصر نہیں ہے۔ اگلی قوموں نے اسی طرح اصرار کے ساتھ معجزات مانگے لیکن پھر ایمان نہ لائے۔ تقدیر غالب ہوئی۔ آخرکار عذاب میں تاخیر نہ ہوئی یہی قانون الٰہی ہے حضورؐ یہ فرمان سن کر دعا کرنے سے باز رہے اور التجا کی کہ ان کو ہلاک نہ کیا جائے۔ میں ہدایت کرنے کی کوشش کرونگا۔ جب اس تیرہ باطن طبقہ کے لئے عقل وبصیرت کی کوئی نشانی کافی نہ ہوئی تو قدیمی معاندانہ رنگ میں بولے آخر کیا بات ہے کہ تمہارے اوپر کوئی نشانی (یعنی ایسی محسوس نشانی جو ہماری ہدایت کے لئے کافی ہو) نہیں اُتاری جاتی۔ خداتعالیٰ اس کے جواب میں فرماتا ہے کہ محمدؐ تمہارا کام محض عذاب الٰہی سے ڈرانے کا ہے۔ ہر قوم کا ایک راہنما ہوتا ہے۔ ہر امت کے لئے ایک پیغمبر ہوا ہے تم بھی رہنما ہو۔ عذاب سے ڈرانے والے یعنی ایمان کی طرف بلانے والے ہو (سینہ چیر کر ایمان داخل کردینا اور منزل مقصود پر پہنچا دینا تمہارا کام نہیں یہ کام اللہ کا ہے) بیضاوی نے آیات مذکورہ کی تفسیر میں کہا کہ خداتعالیٰ نے خاص وحی کے ذریعے سے جن آیات کو رسول اللہؐ پر نازل فرمایا اہل کفر اُن کو شمار میں نہ لائے اور ایسے معجزات کے طالب ہوئے جیسے موسٰی وعیسٰی کو دیئے گئے تھے۔ اس پر حکم ہوا کہ تم کو صرف انذار وترہیب کے لئے بھیجا گیا ہے۔ تم سے پہلے اور پیغمبر بھی بھیجے گئے۔ تمہارا کام صرف اتنا ہے کہ مناسب حال کوئی ایسا معجزہ دکھاؤ جس سے صحت نبوت کا ثبوت ہوجائے۔ یہ لازم نہیں کہ جو کچھ کفار ہٹ کریں اُس کو پیش کرو۔ امام رازی نے اس تفسیر کو پسند کیا ہے

آیت لِکُلِّ قَوۡمٍ ھَادٍ کے مطلب میں اختلاف ہے۔ ابن عباسؓ کے نزدیک ہادی سے مراد ہے راہ راست کی طرف بلانے والا۔ مجاہد کے نزدیک ہادی سے نبی مراد ہے۔ سعید بن جبیرؓ ضحاک ومجاہد وغیرہ نے آیت کا ترجمہ اس طرح کیا ہے کہ تم فقط منذر ہو اور اللہ ہر قوم کا ہادی ہے یعنی تم ہادی نہیں ہو۔

میرے نزدیک آیت کا صحیح مطلب یہ ہے کہ اے رسول تم فقط منذر ہو عذاب الٰہی سے ڈرانا تمہارا کام ہے اور تم ہی ہر قوم کے ہادی ہو۔ ہر گروہ کو راہ راست دکھانا اور اللہ کی طرف بلانا بھی تمہارا کام ہے۔ گویا منذر اور ہادی دونوں صفتیں رسول کی بیان کی گئیں۔ عکرمہ اور ابوالضحیٰ کا بھی یہی قول ہے۔

جب آیت مذکورہ میں بیان کردیا کہ نبی کا کام صرف رہنمائی ہے۔ منزل پر پہنچانا اللہ کا کام ہے تو اس سے آگے خداتعالیٰ کے وہ خصوصی اوصاف بیان کئے جن سے اُس کے علم کی ہمہ گیری عمومی تسلط اور جلالت شان ظاہر ہوتی ہے۔ ان آیات کے تین حصے ہیں (۱) ہر مادہ کے رحم کے اندر جو حمل ہوتا ہے اللہ اُس سے خوب واقف ہے اور قطعی طور پر اُسی کو علم ہے کہ وہ حمل نر ہے یا مادہ بیوٹی

خوبصورت ہے یا بدصورت، جنتی ہے یا دوزخی اُسکی عمر زیادہ ہے یا کم (ابن کثیر) صحیحین میں ابن مسعود کی مرفوع روایت منقول ہے جس کا آخری حصہ یہ ہے کہ حالت حمل میں جب آدمی گوشت کے لوتھڑے کی شکل میں ہوتا ہے اُس وقت ایک فرشتہ مقرر کیا جاتا ہے اُس کا رزق، اُسکی عمر، اُس کے اعمال یعنی جنتی یا دوزخی ہونا اور اُس کا نر یا مادہ ہونا لکھ لیتا ہے (۲) رحم کی کمی بیشی کو بھی اللہ ہی جانتا ہے یعنی مدت حمل کی صحیح مقدار سے اللہ ہی واقف ہوتا ہے کہ بچہ کتنے زمانہ میں پیدا ہوگا پورے نو مہینے میں یا اس سے کم یا اس سے زیادہ۔ (بعض علماء نے اس سے خون حیض کی کمی بیشی مراد لی ہے) اس کے بعد ارشاد ہوتا ہے کہ (۳) اللہ کے نزدیک ہر چیز کا اندازہ مقرر ہے جس سے بڑھاؤ گھٹاؤ نہیں ہو سکتا۔ ہر چیز کی مقدار، عمر، حجم، خوبصورتی، بدصورتی، اچھائی برائی، غرض ہر حالت، ہر کیفیت اور ہر نوعیت مقدر ہے۔ اُس کو ظاہر باطن اور غیب و حضور کا علم ہے۔ کوئی چیز اُس کے علمی احاطہ سے خارج نہیں۔ لہذا اُس نے اپنے علم کے بموجب کل چیز کا مخصوص اندازہ کر لیا اور وہی مخصوص اندازہ اُس کے لئے مقرر فرما دیا۔ صحیح حدیث میں تقدیر خیر و شر پر یقین کرنے کو مدار ایمان قرار دیا ہے حضرت عبداللہ بن عمر کے سامنے جب معبد جہنی کا یہ قول نقل کیا گیا کہ تقدیر کوئی چیز نہیں ہے بلکہ بندہ کے افعال کے نتیجہ کا نام تقدیر ہے۔ تو آپ نے فرمایا تم اُن لوگوں سے بوقت ملاقات کہدینا کہ میرا اُن سے اور اُن کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ قسم ہے اللہ کی اگر اُن میں سے کسی کے پاس کوہ احد کی برابر سونا ہو اور وہ اُس کو خیرات کرے تو اللہ اُس کو قبول نہ فرمائیگا جب تک وہ تقدیر پر ایمان نہ لائیگا (رواہ اصحاب الصحاح)

مقصود بیان:- ازلی بدبختوں کو کوئی نشان عبرت مفید نہیں ہوتا وہ ہمیشہ مزید نشانیاں طلب کرتے رہتے ہیں۔ محسوس پرست دماغ رکھنے والے عقل و بصیرت سے کورے رہتے ہیں۔ وہ محسوس جاہلانہ معجزہ چاہتے رہتے ہیں اور ایسے ہی معجزہ کو معیار نبوت جانتے ہیں۔ رسول اللہؐ کے قبضہ میں نہ تھا کہ کسی کو مؤمن بنا سکتے۔ آپ کا کام صرف تبلیغ تھا۔ مقصود تک پہنچانا اللہ کے بس میں ہے۔ یہ آیت اُن عالم نما جاہلوں کے لئے تازیانۂ عبرت ہے جو غیر اللہ سے مرادیں مانگتے اور بیڑا پار کرنے والے جانتے ہیں شکم مادر کے اندر بچہ کے کل حوال کا قطعی علم اللہ ہی کو ہوتا ہے۔ اگرچہ ظنی اور تخمینی علم ڈاکٹروں، حکیموں اور دیگر تجربہ کاروں کو بھی قرائن سے ہو جاتا ہے۔ مگر ان کا یہ علم یقینی اور قطعی نہیں ہوتا صرف فنی مہارت کے تحت ہوتا ہے۔ ہر چیز کی ہر حالت ہر کیفیت اور ہر مدت مقرر ہے۔ تقدیر ازلی ہر چیز کو محیط ہے نتیجۂ عمل کا نام تقدیر نہیں بلکہ باعث عمل کا نام تقدیر ہے۔ وغیرہ۔

سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ

برابر ہے تم میں سے جو چپکے سے بات کہے اور جو چلاکر کہے

بِهٖ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍۢ بِالَّيْلِ وَسَارِبٌۢ

اور جو رات میں چھپا رہے اور جو دن میں

بِالنَّهَارِ ۝ لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ

چلنے والا ہو انسان کے آگے پیچھے نگہبان

وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ

فرشتے ہوتے ہیں جو بحکم خدا اُس کی حفاظت کرتے ہیں

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا

اللہ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا تاوقتیکہ وہ اپنی اندرونی حالت

مَا بِاَنْفُسِهِمْ ؕ وَاِذَاۤ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا

نہ بدلیں اگر اللہ کسی قوم پر مصیبت ڈالنی چاہتا ہے

فَلَا مَرَدَّ لَهٗ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ ۝

تو وہ ٹل نہیں سکتی اور سوائے خدا کے اُن کا کوئی مددگار نہیں ہوتا

تفسیر ایک روز جناب رسول پاکؐ مع صحابہ کے مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے۔ عامر بن طفیل شاعر اور اربد بن ربیعہ حاضر خدمت ہوئے عامر حسین بہت تھا مگر کانا تھا۔ لوگ اُسکی طرف تکنے لگے۔ عامر نے سامنے آکر کھڑے ہوکر عرض کیا محمد! اگر میں تم کو مان لوں تو مجھکو کیا ملے گا؟ حضورؐ نے فرمایا جو دوسرے مسلمانوں کو ملتا ہے ملیگا وہی تم کو ملیگا۔ عامر بولا اگر اپنے بعد جانشینی کی دستاویز لکھدو تو مسلمان ہوجاؤں۔ حضورؐ نے فرمایا یہ میرے اختیار میں نہیں ہے حق تعالیٰ جس سے چاہے کام لے۔ عامر نے کہا اچھا یہ نہیں تو ملک کی تقسیم کردو صحرائی حصہ میرا اور سکنائی آپ کا۔ حضورؐ نے فرمایا یہ بھی نہیں ہو سکتا۔ عامر نے کہا پھر کیا۔ حضورؐ نے فرمایا گھوڑے دے سکتا ہوں اس شرط پر کہ جہاد کیا کرو۔ عامر نے کہا اچھا خلوت میں چل کر کچھ بات سن لیجئے۔ حضورؐ اٹھ کھڑے ہوئے اور باتیں ہونے لگیں۔ عامر نے اپنے رفیق اربد کو پہلے سمجھا دیا تھا کہ جس وقت میں باتوں میں مشغول کروں تو پیچھے سے تلوار چلا دینا۔ چنانچہ اربد پیچھے سے آیا اور تلوار سونتی مگر وہ بالشت بھر نکل کر نیام میں پھنس گئی۔ حضورؐ نے پیچھے رخ کیا تو اربد کو تلوار نکالنے کی کوشش میں پایا۔ اُس وقت بارگاہ الٰہی میں دعا کی الٰہی یہ دونوں تیرے حوالے جس طرح چاہے میرا بدلہ لے۔ چنانچہ اربد پر تو بجلی گری اور وہ جل کر سوختہ ہوگیا باوجودیکہ ابر تھا نہ غبار۔ کھلا آسمان تھا اور عامر یہ کہکر بھاگ گیا کہ محمدؐ! اپنے رب سے بددعا کر کے میرے دوست کو

تو ہلاک کرا دیا۔ دیکھو میں بھی کیسا جرار لشکر لے کر آتا ہوں۔ یہ کہکر قبیلہ بنی سلول کی ایک عورت کے ہاں جاکر ٹھیرا۔ صبح ہوتی تو روانگی کی تیاری کی۔ دفعۃً کان کی جڑ میں درد اور سوزش ہوئی اور طاعون کی گلٹی برآمد ہوئی۔ زندگی سے مایوس ہوگیا۔ غصہ میں بھرا ہوا جنگل کی طرف بھاگا اور کہتا جاتا تھا اے موت جلد آ۔ اگر محمدؐ کو اور تجھے دیکھ پاؤں تو سزا مارے بغیر نہ رہوں۔ یہ کہکر گستاخانہ نعرے لگائے دفعۃً غیبی طمانچہ ایسا لگا کہ زمین پر گر گیا۔ آخر بدقت اٹھا اور گھوڑے پر چڑھا اسی حالت میں دم نکل گیا۔ اس واقعہ کے متعلق ان آیات کا نزول ہوا۔ اس شان نزول کو پیش نظر رکھتے ہوئے لَہٗ کی ضمیر رسول پاکؐ کی طرف راجع ہوگی۔ ابن عباسؓ کا یہی قول ہے۔ معالم میں آیت کی شان نزول بھی یہی مذکور ہے لیکن حکم کو عمومی قرار دیا ہے۔ عام مفسرین نے ان آیات کو عام آدمیوں کے حالات کے متعلق قرار دیا ہے۔

حاصل ارشاد یہ ہے کہ چھپا کر کوئی بات کرے یا آواز سے چلا کر۔ خدا کے نزدیک سب برابر ہے اُس سے کوئی چیز مخفی نہیں۔ رات کی تاریکی میں چھپ کر کام کرنے والا اور دن میں علی الاعلان کرانے والا دونوں برابر ہیں۔ غرض یہ کہ اللہ سمیع و بصیر ہے۔ اس کی سماعت میں اخفا اور بجا ہر سے فرق نہیں پڑتا چپکے چپکے باتیں کرنا اور چلا کر کرنا دونوں اُس کے نزدیک برابر ہیں۔ اسی طرح اُس کی بصارت و نظر میں یکسانی ہے۔ دن کی روشنی میں کوئی کام کیا جائے یا رات کی تاریکی میں تنہائی کے اندر چھپکر۔ بہرحال وہ دیکھتا ہے۔ اُس کے دیکھنے کیلئے رخ جہت مقابلہ اور روشنی کی ضرورت نہیں۔ اس سے آگے فرماتا ہے کہ ہر انسان کی حفاظت کے لئے بحکم خدا کچھ فرشتے مقرر ہیں جو انسان کے آگے پیچھے ہر وقت لگے رہتے ہیں اور اُن کا باہم تبادلہ ہوتا رہتا ہے۔

معقبات سے کون سے فرشتے مراد ہیں؟ اس کے متعلق علماء کا اختلاف ہے۔ شیخ حافظ کا قول ہے کہ ان سے مراد چار فرشتے ہیں ایک آگے رہتا ہے ایک پیچھے۔ ایک دائیں طرف دوسرا بائیں طرف۔ آگے پیچھے والے فرشتے انسان کو مکروہات و مصائب سے بچاتے ہیں اور دائیں بائیں والے اچھے بُرے اعمال لکھتے ہیں۔ ان چاروں کا تبادلہ ہوتا رہتا ہے۔ دن کے فرشتے اور ہیں رات کے اور۔

مجاہد کا قول ہے کہ ہر آدمی کی حفاظت کے لئے ایک فرشتہ مقرر ہے جو خواب و بیداری میں جن و انس، سانپ بچھو اور دوسرے کیڑوں مکوڑوں کے ضرر سے آدمی کو بچاتا رہتا ہے الا ماشاء اللہ۔ سعید بن جبیر نے ابن عباسؓ کا قول نقل کیا ہے کہ آدمی کی حفاظت فرشتے اسی طرح آگے پیچھے سے کرتے رہتے ہیں جس طرح بادشاہ کا باڈی گارڈ حفاظت کرتا ہے۔

بعض احادیث میں نگہبان فرشتوں کی تعداد ستر ہزار فی آدمی بیان کی گئی ہے۔ بعض میں دس فرشتے بیان کئے گئے ہیں۔ بہرحال معقبات سے اعمال لکھنے والے اور حفاظت کرنے والے دونوں طرح کے فرشتے مراد ہیں جن کا صبح شام تبادلہ ہوتا رہتا ہے تعداد کتنی ہی ہو۔

اس کے بعد خدا تعالیٰ نے ایک عام ضابطۂ قدرت بیان فرمایا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے انسان کے ظاہری باطنی احوال کو درست رکھنے اور اُس کی حفاظت کرنے کے لئے غیب سے اسباب فراہم کر دیے ہیں کفر و ایمان اور معصیت و طاعت سے اس عمومی انعام میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔ مگر انسان جب خود اپنی حالت بدل ڈالتا ہے اور اُس نعمتِ الٰہی کو بگاڑ دیتا ہے جو خدا تعالیٰ نے اُسکو عطا کی ہوتی ہے تو پھر اللہ بھی اُس کی حالت کو خراب کر دیتا ہے اور اُس سے اپنی نعمت چھین لیتا ہے۔ اُس وقت فرشتے اُس کے پاس سے ہٹ جاتے ہیں کوئی اُس کا محافظ، نگہبان اور حامی نہیں رہتا اور بارادۂ الٰہی اُس کی حالت تباہ ہو جاتی ہے

مقصود بیان یہ۔ اللہ کے احاطہ علمی سے کوئی چیز خارج نہیں اُس کے سننے میں آواز کی شدت و ضعف سے فرق نہیں آتا۔ نہ اُس کا دیکھنا روشنی جہت اور مقابلہ کا محتاج ہے۔ گویا آیات میں اس طرف اشارہ ہے کہ اللہ سمیع و بصیر، مادہ اور عوارض مادہ سے پاک ہے۔ اُس کے دیکھنے سننے کی کیفیت ہی کچھ اور ہے۔ انسان کی حفاظت کے لئے کچھ غیبی فرشتے ہر وقت مقرر رہتے ہیں اور اُن کا تبادلہ ہوتا رہتا ہے۔ جب تک انسان خود اپنی حالت نہ بگاڑے اللہ اُس کو برباد نہیں کرتا۔ جب وہ خود اسباب ہلاکت فراہم کرتا ہے تو اللہ بھی اپنی نعمت اُس سے چھین لیتا ہے۔ اس آیت میں موجودہ دور کے مسلمانوں کے لئے خزائن عبرت پوشیدہ ہیں۔ مسلمانوں کی موجودہ بربادی خود آوردہ ہے۔ ان کے اندر ظلم کوشی اور حق فراموشی کے وہ عیوب موجود ہیں کہ اگر اُن کو دور کرنے کی کوشش نہ کی گئی تو اللہ اپنی نعمت ان سے بالکل چھین لیگا۔ اب تک ان کی حکومت عزت دولت اور قوت فنا ہوئی ہے آئندہ ان کا وجود صفحۂ ہستی سے مٹا دیا جائیگا۔ کاش ہمارے علماء و مشائخ اور لیڈر اس آیت سے سبق لیں اور قوم کی ہر تباہی کو تقدیر الٰہی پر محول کرنے کی بجائے اپنے اعمال کو اس کا کفیل قرار دیں۔ شہرت مال اور نام آوری کی ہوس کو ترک کر کے خلوص کے ساتھ قوم کے افعال و اعمال کی اصلاح کی کوشش کریں۔ وغیرہ

هُوَ الَّذِىْ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّ

وہی تم کو ڈرانے اور امید دلانے کو بجلی دکھاتا ہے اور وہی

يُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ ۝ وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ

بھاری بادلوں کو پیدا کرتا ہے اور رعد اُسکی تعریف کے ساتھ

بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ ۚ وَ

اُسکی پاکی بیان کرتا ہے اور فرشتے اُس کے خوف سے (اُسکی حمد کرتے ہیں) اور

کسی کے خلاف کچھ کہنا ہے تو اس کے سامنے کہنے کی جرأت پیدا کرو۔ بیٹھ پیچھے برائیاں کرنا مردوں کا کام نہیں۔ فرمایا:۔

ولا یغتب بعضکم بعضا ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ میتا فکرھتموہ — ایک دوسرے کی غیبت مت کرو۔ کیا تم پسند کرتے ہو کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھاؤ اس سے تو تم کو یقیناً نفرت ہوگی تو پھر غیبت میں کیوں نفرت نہیں کرتے۔"

(۴) عیب جوئی

یعنی ہمیشہ ٹوہ میں رہنا کہ کسی کی کوئی خامی۔ کوتاہی کوئی لغزش کوئی کمزوری مل جائے ایسے شخص کو عیب جوئی کا مرض ہوتا ہے۔ اسے کسی میں کوئی خوبی نظر نہیں آتی۔ اس کی نگاہ مکھی کی طرح ہمیشہ غلاظت اور گندگی پر پڑتی ہے پھول پر کبھی نہیں پڑتی فرمایا ولا تجسسوا ٹوہ میں مت لگے رہو۔

اس سے یہ بھی مراد ہو سکتی ہے کہ جن باتوں سے تمہیں مطلب نہیں ان کے متعلق کرید کرنا ٹھیک نہیں۔

(۵) پھبتی اڑانا

ولا تنابزوا بالالقاب۔ آوازے کسنے کے لئے کسی کے برے نام مت رکھو۔"

کسی کا برا نام رکھنا دراصل کمینگی کا ثبوت دینا ہے۔ بچے عاجز آکر سنہ چڑا دیتے ہیں بڑے آدمی آوازے کس کر اپنے دل کا بخار نکال لیتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ حقارت آمیز نام تنقید کا زہر میں بجھا ہوا ایسا تیر نشتر ہوتا ہے جس کا بچاؤ کچھ نہیں۔ اسلام فراخ دلی اور کشادہ ظرفی سکھاتا ہے اور صاف گوئی کا حامی ہے۔

(۶) عیب لگانا طعن وتشنیع

لا تلمزوا انفسکم ایک دوسرے کو عیب نہ لگاؤ آپس میں طعن آمیز گفتگو اور بہتان تراشی لمز میں آ جاتی ہے۔

لمز کے معنے ہیں کسی کی تذلیل کے لئے آنکھ سے اشارہ کرنا اور ان معنوں میں مندرجہ بالا تمام باتیں آجاتی ہیں۔

(۷) تمسخر پھبتیاں

لا یسخر قوم من قوم۔ ایک جماعت دوسری جماعت کا تمسخر نہ کرے پھبتیاں نہ اڑائے۔ بے ادبی۔ کرے مذاق نہ اڑائے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ وہ جماعت تم سے بہتر ہی ہو۔

(۸) بدظنی

اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم بدظنی بدگمانی سے بہت بچتے رہو بعض بدظنی تو گناہ ہو جاتی ہے۔

جب کوئی شخص کسی کے متعلق کچھ کہے تو اس کی تحقیق کرو اور جب تک تحقیق نہ کر لو کسی کے متعلق کوئی بری رائے قائم نہ کرو بدظنی اور بدگمانی کو پاس نہ آنے دو اور دل کے آبگینے کو زہر سے آلودہ مت ہونے دو۔ دل صاف ہوگا تو سب معاملہ صاف ہو جائیگا۔

(۹) تہمت تراشنا

جوش انتقام میں آدمی اندھا ہو جاتا ہے اور خبیث ترین حملے کے استعمال سے بھی نہیں جھجکتا مثلاً پاکدامن عورتوں کے خلاف اتہام باندھنا۔ ان کی عزت و شرافت پر بٹہ لگانا یہ بڑا سنگین جرم ہے فرمایا ان الذین یرمون المحصنات الغافلات المؤمنات لعنوا فی الدنیا والاخرۃ ولھم عذاب عظیم۔

ایسے لوگوں پر دنیا و آخرت ہر دو جہان میں لعنت ہے جو پاکدامن عورتوں پر جو بےحیائی کی باتوں سے قطعا بے خبر ہوتی ہیں اور ان لوگوں کے لئے دردناک عذاب ہے۔"

بےحیائی کی باتوں کا چرچا کرنے والوں اور اس میں لطف لینے والوں کے متعلق فرمایا ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشۃ فی الذین امنوا عذاب الیم فی الدنیا والاخرۃ (النور ۲۴) جو لوگ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ مسلمانوں میں بےحیائی کی باتوں کا چرچا ہو ان کے لئے دنیا و آخرت میں دردناک عذاب ہے۔

(۱۰) اسلام

قرآن چاہتا ہے کہ اسلامی برادری کے افراد آپس میں نہایت عمدہ تعلقات رکھیں اور ایک دوسرے کے متعلق خیرخواہی امن و سلامتی کی آرزو دل میں کریں نیک ارادوں کے اس باہمی اظہار کا نام سلام ہے فرمایا واذا حییتم بتحیۃ فحیوا باحسن منہا او ردوھا اور جب کوئی تمہیں سلام کرے (دعا دے) تو تم سلام کا جواب اس سے بہتر یا (کم از کم) انہی الفاظ میں دو۔

سلام دو دعاؤں سے ہونی چاہیئے آجکل کی علیک سلیک کی طرح نہیں کہ دل سے تو لعنتیں بھیجی جا رہی ہیں مگر بظاہر بشاش اور مسکراتے چہرے سے السلام علیکم۔ وعلیکم السلام مزاج بخیر شکریہ کے ہدیے پیش کئے جا رہے ہیں یہ منافقت آجکل بہت عام ہو رہی ہے

(۱۱) چھوٹی چھوٹی چیزیں عاریتاً دینا

اچھے تعلقات کے لئے ضروری ہے کہ برتنے کی چھوٹی چھوٹی چیزیں مانگنے سے دیدی جائیں بظاہر یہ چھوٹی سی بات ہے لیکن تعلقات کی خوشگواری کے لئے بڑی اہم ہے جو ایسا نہیں کرتے ان کے لئے تنبیہ ہے سورہ ماعون (۱۰۷) میں پچھلی عبارت کے ساتھ ویمنعون الماعون لوگ جو برتنے کی چیزوں سے بھی منع کر دیتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے۔

(۱۲) معاونت وعدم تعاون

انسانوں کے لئے باہمی امداد کے بغیر زندگی گذارنی مشکل ہے صرف حیوانات علیحدگی کی زندگی بسر کر سکتے ہیں۔ زخمی بیل کے ساتھ بندھا ہوا دوسرا بیل اطمینان کے ساتھ جگالی کر سکتا ہے۔ مگر درد اور تکلیف دیکھ کر انسان آرام سے نہیں بیٹھ سکتا باہمی امداد کے لئے سنہرا اصول یہ بتایا کہ تعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی امداد کرو اور گناہ اور سرکشی کے کاموں میں کبھی امداد نہ کرو۔"

نیک کام ہو تو فوراً مدد کرو بغیر یہ دیکھے ہوئے کہ اس کا شروع کرنیوالا کون ہے اگر سوسائٹی کا مشترکہ کام سمجھو۔ شروع کرنے والے سے اگر آپ کو ذاتی طور پر اختلاف ہو تو اسے الگ رہنے دو کیونکہ یہ امداد و معاونت آپ اس شخص کی نہیں کرتے بلکہ اس مشترک مقصد کی کرتے ہیں جو سب کے لئے مفید ہو برائی اور سرکشی کا کام ہو تو فوراً علیحدہ ہو جاؤ اور یہ سمجھکر ہرگز امداد نہ کرو کہ کرنیوالا تمہاری جماعت کا آدمی ہے یا کوئی عزیز رشتہ دار یا کوئی دوست ہے اس میں قطعاً امداد نہ کرو بلکہ برائی سے روکنے کے فریضہ کے ماتحت اس کی مخالفت کرو

زندہ قوم

اسلامی اور غیر اسلامی تہذیبوں میں فرق

(از مولانا سید حسن ریاض)

حاکم مطلق اللہ ہے سب بندے اس کی رعایا ہیں اور اس کے سامنے جوابدہ ہیں حشر ونشر ہوگا انسان کے اعمال جانچے جائینگے اچھے اعمال کی جزا ملیگی۔ برے اعمال کی سزا ملیگی۔ اسلام کا حقیقی مقصد انسانی اخلاق و اطوار کی تہذیب ہے اخلاق و اطوار کی تہذیب کا لائحہ عمل قرآن ہے اور معیار پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا عمل ہے یہی وہ تعلیم ہے جس سے اسلامی تہذیب پیدا ہوئی۔

وطن کے لئے جان دو اور جان لو، قومی مفاد کو ترقی دینا انسان کا مقصد حیات ہے یہ وہ تصورات ہیں جن سے یورپ کی تہذیب پیدا ہوئی۔

اسلامی تہذیب کے مظاہر کی صرف ابتدائی منازل عہد رسالت اور خلفائے راشدین میں نظر آئے یہ قدرت و اختیار کے اعتبار سے بادشاہوں سے زیادہ طاقتور تھے لیکن اس قدرت و اختیار کو صرف مخلوق کی خدمت میں صرف کرتے تھے۔ ان میں سے کسی نے اپنے لئے قصر نہیں بنایا کوئی تخت پر نہیں بیٹھا بیت المال سے ایک حبہ اپنے اختیار سے کسی نے اپنے اوپر صرف نہیں کیا اپنے اعزہ اور عیال میں سے کسی کو انھوں نے نفع رسانی کے معاملے میں یا کسی معاملے میں عام مسلمانوں پر ترجیح نہیں دی مرتبے کے اعتبار سے عام مسلمانوں پر نہ ان میں سے کسی نے فوقیت جتائی اور نہ اپنے ماتحت عاملوں اور حاکموں کو ایسا کرنے دیا۔ عام مسلمانوں کے راحت و آرام اور فلاح و خوشحالی کے وہ بنفس نفیس نگران تھے انصاف اور دادرسی کیلئے ان کے ہاں کوئی کورٹ فیس نہ تھی انھوں نے اس کا بھی اہتمام کیا کہ خود ان تک اور ان کے ماتحت حکام و عمال تک پہنچنے میں سائل کو کوئی زحمت اور رکاوٹ نہ ہو تا سنتر ی نہ حاجب اور نہ دربان تھے عمال کو ایسا مکان بنوانے کی اجازت نہ تھی کہ سائل کی آواز دشوار ہو۔ پہنچے حکموں پر اور خلیفہ پر نکتہ چینی کرنے میں عام مسلمان ایسے بیباک تھے کہ سر منبر خلیفہ کو بار ہا ٹوکا گیا اور خلیفہ کو صفائی پیش کرنی پڑی امور حکومت میں مشورہ کو ضروری قرار دیا گیا۔ مساوات اور اخوت قائم کیگئی

حالت جنگ میں مسلمانوں کو یہ صاف ہدایات ہیں کہ ہرے درخت نہ کاٹیں کھیتیاں نہ اجاڑیں دشمنوں کے معبدوں کو منہدم نہ کریں بوڑھوں عورتوں اور بچوں کو گزند نہ پہنچائیں۔ دیر نشینوں سے تعرض نہ کریں صرف ان کے مقابلہ ہتھیار اٹھائیں جو ہتھیار باندھکر مقابل آئیں جنگ کی اجازت صرف انکے مقابلے میں دیگئی ہے جو حملہ آور ہوں یا اشاعت حق میں مانع آئیں۔ اشاعت حق کی مخالفت کے خلاف جنگ تقریر کی آزادی تحریر کی آزادی اظہار رائے کی آزادی اور عقیدہ کی آزادی کو قائم کرنے کے لئے ہوئی ہے جو بنی نوع انسان کا جائز حق ہے

قرن اول کے مسلمانوں کے محاسن اخلاق کے متعلق ایک رومی جاسوس نے جو کچھ بچشم خود دیکھا تھا اسے اس طرح بیان کیا ہے

"یہ لوگ عبادت میں عابد شب زندہ دار ہیں، دن میں معرکۂ جنگ کے سپاہی اور

شہسوار ہیں انصاف ایسا بے رو رعایت کرتے ہیں کہ ان کے بادشاہ کا بیٹا بھی اگر چوری کرے تو ہاتھ کٹوا دیں اور زنا کرے تو سنگسار کرا دیں۔

اس نظام حکومت کا مقصد جو اسلام نے پیدا کیا یہ ہے کہ اس کی حدود کے اندر سوائے خدا کے کسی کو کسی کا ڈر نہو اور کوئی محتاج اور ضرورت مند نہ ہو چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عدی بن حاتم سے پیشین گوئی فرمائی جو عدی نے اس طرح نقل کی۔

"کیوں، عدی تم نے حیرہ دیکھا ہے۔ عدی نے کہا دیکھا نہیں سنا ہے۔ فرمایا کہ اگر تم کچھ اور دن زندہ رہے تو دیکھو گے کہ ایک پردہ نشین عورت حیرہ سے سفر کر کے آئیگی اور خانہ کعبہ کا طواف کریگی اور خدا کے سوا کسی کا ڈر نہ ہوگا۔

اگر تم کچھ اور دن زندہ رہے تو دیکھو گے کہ کسریٰ کے خزانے مفتوح ہو گئے۔ اگر تم کچھ اور دن زندہ رہے تو دیکھو گے کہ ایک شخص مٹھی بھر سونا یا چاندی لیکر نکلے گا اور ایسے شخص کو تلاش کریگا جو اسے قبول کرے لیکن اس کو قبول کرنے والا کوئی نہ ملیگا"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیشین گوئی آپ کے خلفاء کے زمانہ میں حرف بحرف پوری ہوئی ظالم منصف ہو گئے محتاج غنی ہو گئے۔ رشوت ستانی غصب چوری، زنا، زبردستی جبر، قزاقی اور ڈاکہ کی اسلامی حکومت نے ان سب جرائم کا انسداد کر دیا اور انسداد کیا اصلاح اخلاق کے ذریعہ سے لوگ طہارت باطن کے خیال سے ان جرائم کا ارتکاب خود ہی نہ کرتے تھے اس طرح اسلامی تہذیب نے انسان کو انسانیت کے مرتبۂ شرف پر پہنچایا۔

یورپ کی اس تہذیب کے مظاہر کیا ہیں: وطن پرستی اور قومیت کے عشق کی پیدا ہوئی ہے: چالاکی اور فریب سے بین الاقوامی امور میں قومی اور ملکی مفاد کے حصول اور ترقی کے لئے ڈپلومیسی کے فن کی ایجاد جبر سے قومی مفاد کے حصول اور ترقی کے لئے توپ ٹینک آرمرڈ کار، بم طیارے بحری جنگی جہاز تحت البحر اور مہلک گیسوں کی ایجاد اور ان کا استعمال پوری جنگی سائنس، سیاسی اقتدار کے دباؤ سے منڈیوں میں اشیا کے نرخ اور مبادلے کے بازار میں سکوں کی قیمت پر اس طرح قابو حاصل کرنے کی تدابیر کہ اپنی قوم اور اپنا ملک نفع میں رہے اور دوسرے فلس، تجارت میں سٹے کا رواج اتنی بڑی شہنشاہیتیں جن میں سورج غروب نہ ہو محکوم اقوام کے وسائل اور کمائی سے حاکم قوم کے لئے عیش و نشاط کا جواز، کمزور ممالک میں اجارہ داری، حکم برداری اور علاقۂ زیر اثر کے بہانے سے تسلط، انسانوں کے درمیان رنگ و نسل کا امتیاز سوسائٹی کا اس درجہ ابتذال کہ برج اور گھوڑ دوڑ میں جوا فیشن ہے، زنا، شراب خواری رشوت ستانی گوارا ہیں سیاست کو اخلاق سے محروم کرنے کے لئے مذہب اور سیاست کی تفریق، مدا ہل کا لائسنس لینے اور نکتہ چینوں کی زبان بند کرنے کے لئے انسان کی مربوط زندگی کو ٹکڑوں میں تقسیم کرنا اور ان کی حد بندیاں پبلک حیثیت پرائیویٹ یعنی حیثیت کاروباری حیثیت۔ ذاتی اور نجی حیثیت میں کوئی سخت ترین سیاہ کاریوں کا مرتکب ہو پبلک میں کی حیثیت میں اس کو ساری عزتیں مل سکتی ہیں یہ انسانی فطرت کے خلاف ہے کہ ایک ہی شخص بیک وقت تین قسم کے عمل کر سکے۔ پرائیویٹ زندگی میں انصافی بد دیانتی اور بیرحمی کاروباری زندگی میں خوش معاملگی اور دیانت پبلک زندگی

میں انصاف ہمدردی اور نیک نیتی اس کا نتیجہ ہے کہ یورپین تہذیب میں انسانی کردار کی کوئی اہمیت نہیں ہے وہ اس کی اصلاح کی طرف متوجہ بھی نہیں ہے لہذا یورپین تہذیب انسانیت کے تنزل کا باعث ہے۔

اس ایک ہی نسل کے اندر دنیا نے دو عظیم جنگیں دیکھی ہیں ایک ۱۹۱۴ء سے شروع ہوئی اور ۱۹۱۸ء میں ختم ہوئی، دوسری ۱۹۳۹ء میں شروع ہوئی معلوم نہیں کب ختم ہو جب دنیا کے تخریبی تحریک کے بدترین نتائج کے انبار لگ جاتے ہیں جسے یوروپین تہذیب کہکر تہذیب کو بدنام کیا جا رہا ہو تو اس سے ایسے عظیم فتنے پیدا ہوتے ہیں جب تک مغربی تہذیب کی اصلاح نہ ہوگی یہ فتنے پیدا ہوتے ہی رہیں گے بہرحال یہ جنگیں یوروپین تہذیب کا سب سے زیادہ عبرتناک مظہر ہیں۔

قوم کی صحیح تعریف

اپنے بنیادی اصولوں نظریوں اور تصورات کے اعتبار سے یوروپین قومیت اور اسلامی قومیت بالکل مختلف ہیں ان کے درمیان سمجھوتے اور ساز کا کوئی امکان نہیں، وطنی لسانی اور نسلی اشتراک کی بنا پر قومیت کا تعین یورپ نے کیا اور سیاسی معنے اور مقاصد بھی دیئے اب دنیا میں جہاں کہیں اس تصور کے مطابق قومیں بن رہی ہیں یا قومیت کا احساس پیدا ہو رہا ہے وہ یورپ کی تقلید میں ہو رہا ہے۔ ہندوؤں میں طبقوں کی تفریق اور نسلی امتیاز ہمیشہ سے تھا مگر وہ بڑی حد تک معاشرتی ہیں۔ ہندوستان کوئی ایک ملک ہے؟ انگریزوں سے پہلے جغرافیے کا ہندوؤں کو اتنا شعور نہ تھا کہ وہ اس مسئلہ پر غور کرتے اور انکی کوئی رائے ہوتی ہندوؤں کے عہد میں ہندوستان چھوٹی بڑی سینکڑوں خودمختار حکومتوں میں تقسیم تھا۔ ہندو ایک قوم ہیں اس ایک قوم کا تصور نہ کبھی ان کے ذہن میں آیا اور نہ نام ان کی زبان پر رہا زبان کا اشتراک تو وہ ہندوستان میں آج تک ہوا نہیں ہے ہندوستان میں جتنے صوبے ہیں ان سے کئی گنا زیادہ زبانیں اگر ہندوستان میں کوئی مشترکہ زبان ہے تو وہ اردو ہے یا انگریزی ہے اردو اور انگریزی دونوں سے ہندوؤں کو تعصب ہے سیاسی تصورات اور نظریوں میں ہندو انگریزوں کے شاگرد ہیں مسلمانوں کے نزدیک وہ نظریۂ قومیت نہ صرف لغو اور وحشتناک ہے جس کے مطابق ہندوؤں نے اپنی قومی تعمیر و تنظیم شروع کی ہے وہ اس کو ایک طبعی فطری حقیقت بیان کر کے اس قومیت کی تشکیل میں کیسے شریک ہو سکتے ہیں۔

مسلمان دنیا میں کسی حصے میں کسی ایسی قوم کا جزو نہیں ہو سکتے ہیں جو وطنی نسلی اور لسانی نظریۂ قومیت کے مطابق بنی ہو اور اس کی قائل ہو مسلمان دنیا میں ایسے انسانوں کا ایک الگ مجموعہ ہیں جو ہر ملک میں بستے ہیں ہر ملک میں اس کی زبان بولتے ہیں ہر نسل سے تعلق رکھتے مگر دین اور دنیا کے متعلق ان کے الگ عقائد اور تصورات ہیں اس نسلی لسانی اور وطنی قومیت کو مٹا کر بنی نوع انسان کے درمیان بجائے یگانگت عقائد اتحاد قائم کرنا ان کا نصب العین ہے مسلمان ایک بہتر نظریۂ قومیت کی بنا پر ایک قوم ہیں میرے خیال میں قومیت کی صحیح تعریف یہ ہو سکتی ہے "ذی شعور انسانوں کا وہ مجموعہ جس کے دین اور دنیا کے متعلق تصورات ایک ہوں سیاسی اقتصادی اور معاشی نظریے اور مفاد اور مضار ایک ہوں، طرز فکر ایک ہو طور و طریق ایک ہوں رغبتیں اور نفرتیں ایک ہوں سب کے اجتماعی جذبات میں ایک قسم کی حرارت اور امنگ ہو ایک قوم ہیں۔"

ہم دیکھتے ہیں کہ خود یورپ کے مفکرین بھی اپنے قومیت کے پہلے نظریے سے مطمئن نہیں ہیں اب وہ مذہبی یگانگت کو ضروری سمجھ رہے ہیں۔ موسیو رینان مشہور فرانسیسی مفکر اور مصنف سمجھتا ہے یقیناً مفاد کا اشتراک انسانوں کے درمیان بہت ہی طاقتور رشتہ اتحاد ہے لیکن کیا محض مفاد کے اشتراک سے قوم بن سکتی ہے؟ میں اس کا قائل نہیں اتحاد مفاد سے تجارتی معاہدات ہوتے ہیں قومیت کا ایک جذباتی پہلو بھی ہے وہ بیک وقت جسم و جان ہے نہ کہ وہ تجارتی یا کروڑگیری کا اتحاد جو جرمنی میں جنگ سے پہلے قائم تھا، اور وطن نہیں ہے۔ رینان نے دوسری جگہ کہا ہے کہ قوم لازمی طور پر روحانی ہے جیمس برائس بھی جو انگریز ہے انسانوں کے درمیان مستحکم ترین رشتہ اتحاد مذہب ہی کو سمجھتا ہے اس نے لکھا ہے "کسی نظام کا استقلال صرف ان مالی مفادوں پر منحصر نہیں ہوتا جو اس کی پرورش کرتے ہیں بلکہ جن لوگوں کے لئے وہ بنا ہو ان کے دلنشیں جذبات کیساتھ ہمرنگی اور یکسانیت پر ہوتا ہے" جیمس برائس نے مسیحیت کے اثرات کے ذکر میں لکھا ہے "قوم کی اندرونی اور عمیق ترین زندگی مذہب پر قائم ہے مسیحیت کا پہلا سبق محبت تھا وہ محبت جو انہیں ایک جماعت کی صورت میں ملانے والی تھی جنہیں بدگمانیوں نے تعصب اور قومی تفاخر نے اب تک الگ رکھا تھا اس طرح اس نئے مذہب کے عقیدتمندوں کی ایک جماعت بن گئی ایک مقدس سلطنت جس کا کام یہ تھا کہ سب انسانوں کو اپنے سینے سے لگائے"

ہرچند کہ مسیحیت اسلام سے پہلا مذہب ہے اور یہودیت اس سے بھی پہلا اور جتنے کتابی مذاہب ہیں بنیادی تعلیم ان سب کی ایک ہی ہے مسیحیت کے پیروؤں نے مادی حرص و آز سے مغلوب ہو کر مذہب کو زندگی کا ایک اہم شعبہ بنا کر اس کو سیاست کا تابع کر دیا۔ مذہب کے اس قدر ناقص تصور کے باوجود یورپ میں مفکر مذہب کی قوت کو محسوس کئے بغیر نہ رہ سکے اور اب بالآخر قومیت کی تعمیر کا لازمی جزو مذہب ہی کو سمجھ رہے ہیں اب اگر ہندوؤں کے لئے یورپین فلاسفۂ سیاست ہی کے اقوال سند ہیں تو ان کے اقوال کی موجودگی میں ان کے اس دعوے کی کیا حقیقت رہ جاتی ہے کہ ہندوستان کے ہندو مسلمان عیسائی پارسی ڈریوڈنیس سب ایک قوم ہیں یہ دعویٰ ہر طرح پر باطل ہے اور قومیت کے ہر نظریے کی رو سے۔

تمام یورپ مسیحیت کا پیرو ہے اور مسیحیت کتابی مذہب ہے۔ یورپ نے مسیحیت کو کتنا ہی مسخ کر دیا ہو مگر تمام کتابی مذاہب کے درمیان حقائق میں یکسانیت اور یگانگت ہے اس سب کے باوجود جب اسلام کے نظریۂ قومیت اور اس کے مظاہر میں اور یورپ کے نظریۂ قومیت اور اس کے مظاہر میں اتنا بعید فرق ہے تو ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان تو از ابتدا تا انتہا کوئی موافقت اور یگانگت ہے ہی نہیں البتہ تضاد بحت ہے۔

مسلم ممالک میں یورپ کا اتباع

بیشک اس زمانہ میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ ٹرکی عراق مصر ایران سب اسلامی ممالک ہیں اور ان میں سے ہر ایک کے باشندے یوروپین نظریۂ قومیت کے موافق نسلی وطنی اور لسانی بنیاد پر اپنی قومی تعمیر کر رہے ہیں ترک زیادہ اصرار اور زیادہ تکمیل کے ساتھ۔ اگر یہ اسلامیت کے خلاف ہے اور مسلمانوں کے لئے سازگار نہیں تو یہ مسلمان ہونے کے باوجود ایسا کیوں کر رہے ہیں اس کی وجوہ ساڑھے تیرہ سو سال کی طویل تاریخ میں بکھری ہوئی ہیں انہیں اگر کسی طرح یکجا کیا جا سکے تو مسلمان متحیر ہو جائیں کہ انھوں نے کیسی کیسی سخت غلطیاں کی ہیں۔

حقیقی معنے میں امت کی تعمیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کیساتھ شروع ہوئی شیخین کے زمانہ تک بڑی سرگرمی اور استحکام کے ساتھ جاری رہی حضرت عثمان کے آخری دور میں ملت اور افراد کے مفاد میں تصادم کا آغاز ہوا حضرت علی کا پورا زمانہ اس تصادم کو دفع کرنے کی کوشش میں [illegible] خلیفہ چہارم

زندہ سیاست

انسان کی فطرت میں ذوقِ آزادی اور مذاقِ حریت پسندی داخل ہے۔ دنیا میں خواہ اجتماعی زندگی پر نظر ڈالئے خواہ انفرادی زندگی کا خاکہ سامنے رکھئے یہ حقیقت ہے کہ جس طرح ایک شخص دائرۂ ہر بندھن سے اپنے آپ کو آزاد کرسکتا ہے اور اپنی چہار دیواری کے اندر آرام و راحت سے بسر کرنا چاہتا ہے اسی طرح ہر قوم خود کو دوسری قوم کا پابند بنانا نہیں چاہتی یورپ و امریکہ کی چھوٹی چھوٹی ریاستوں اور حکومتوں کو دیکھئے وجود و جنگِ عظیم سے پیشتر معمولی سی معمولی سلطنت بھی اپنی خود مختاری اور آزادی پر نازاں تھی آج بھی امریکہ میں چھوٹی چھوٹی حکومتیں قائم ہیں لیکن وہ اندرونی اختیار میں بالکل آزاد ہیں یہ تمام نقشے یہ تمام مناظر ہمارے سامنے ہیں مگر ہم ہندوستان جیسے برِاعظم میں حسبِ منشا اس اطمینان سے زندگی بسر کرسکتے ہیں اور نہ آزادانہ و خود مختاری کی فضاؤں میں سانس لے سکتے ہیں سلطنتِ مغلیہ کے ختم کے بعد ہندوستان برطانیہ کے زیرِ نگین آیا اور اب تک بدستور ہے درمیان میں ایک وقت وہ بھی آیا کہ یہاں کی قوموں نے متحدہ طور پر برطانیہ کے خلاف اپنی آزادی کی جد و جہد یا سمندر پار والی قوم سے رستگاری حاصل کرنے کی سعی کی مگر یہ مساعی آزادی بغاوت اور غدر سمجھے گئے چنانچہ تاریخ میں اس دورِ انقلاب کو غدر ۱۸۵۷ء سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ غدر کے بعد برٹش گورنمنٹ کو ہندوستان میں ایک مضبوط بساطِ سیاست بچھانی پڑی اور یہاں کی مختلف اقوام کو ایک دوسرے سے نفرت کرنے کی طرح ڈالی گئی مسلمانانِ ہند جن کی حکومت صدیوں سے ارضِ ہند میں تھی جذباتِ حکمرانی و امارت سے سرشار تھے ان کے وقار کو ہر امکانی تدبیرے مٹایا گیا ان کے مقابل اہلِ ہنود کو جو محکوم تھے ابھارا گیا اور سطح ارتفاع پر لانے کی کوشش کی گئی۔ ہندوستان میں جا بجا ہندو حکومتیں ریاستوں کی صورت میں قائم کی گئیں آگے میں نمک کی مثال ہیں کہیں مسلمانوں کو بھی ریاستیں بخشی گئیں مسلمان روز بروز تجارت امارت تعلیم ملازمت غرض ہر شعبہ میں پسماندہ ہوگیا ادھر ابنائے وطن کی دیرینہ مسلم دشمنی میدانِ عمل میں ہر طرف گامزن نظر آنے لگی حکومت کی پشت پناہی و امداد یا ہیوم صاحب کی سعی سے ۱۸۸۵ء کے لگ بھگ برادرانِ وطن نے کانگریس کا سنگِ بنیاد رکھا۔ اپنی منتشرہ قوتوں کو ایک مرکز پر لانا شروع کردیا برائے گفت مسلمانوں کو بھی دعوتِ شرکت دی مگر مسلم ایک سوگوار اسیرِ ستم رسیدہ وجود ہوکر رہ گیا تھا اس کی زندگی تعطل و جمود کا مجسمہ بن کر رہ گئی انڈین نیشنل کانگریس تاجِ برطانیہ کی خیر منانے اور اظہارِ وفاداری کا سکہ جمانے کے لئے بڑے دن کی تعطیل میں مرکزی مقامات پر سالانہ جلسے کرکرکے تقریباً چالیس سال تک اپنی ہندو قوم کے لئے ہر قسم کی مراعات حاصل کرتی رہی مگر مسلمانوں پر خوف و ہراس طاری رہا جب انگریزی تعلیم کا دور شروع ہوا تو مسلمان اور بھی پیچھے ہٹ گئے۔

اس تعلیمی پستی سے متاثر ہوکر سرسید علیہ الرحمۃ نے مدرسۃ العلوم علیگڑھ کی بنیاد ڈالی اور مسلمانوں کو ایک تعلیمی مرکز پر لانے کی سعی بلیغ کی جتنی جتنی تعلیمی بصیرت بڑھتی گئی اتنی اتنی سیاسی بیداری بھی مسلمانوں میں پیدا ہوئی۔ نواب محسن الملک اور نواب وقار الملک وغیرہ مسلم عمائد نے سیاسی تنظیم پر توجہ کی اور مسلم لیگ کا وجود ڈھاکہ میں ۳۰ دسمبر ۱۹۰۶ء کو عالمِ شہود میں آیا۔ محسن الملک مرحوم کی ان تھک کوششوں سے مسلم لیگ کے اجلاس بھی سالانہ کراچی۔ امرتسر۔ دہلی۔ ناگپور میں ۱۹۰۷ء اور ۱۹۰۸ء و ۱۹۰۹ء و ۱۹۱۰ء میں ہوئے۔ مسلم لیگ نے عالمِ وجود میں آتے ہی ہندوؤں کی نظروں میں کانٹا بن گئی اور اس کی خفیہ و علانیہ تخریب کی جانے لگی۔

۱۹۰۷ء میں مسٹر گوکھلے آنجہانی نے ہندو مسلم اتحاد کے لئے دورہ کیا۔ ان کی یہ تحریک کسی قدر سکون پیدا کرنے میں کامیاب ضرور ہوئی مگر برادرانِ وطن مسلمانوں کی ترقی کی راہ میں ہر جگہ سنگِ مرحلہ ثابت ہوئے رئیس الاحرار مولانا محمد علی علیہ الرحمۃ نے مسلمانوں کی سیاسی قیادت ۱۹۱۰ء سے شروع کی اور اپنی سرفروشانہ جد و جہد سے مسلمانوں میں روحِ بیداری پھونک دی۔ ۱۹۱۳ء میں بمقام آگرہ زیرِ صدارت سر ابراہیم رحمت اللہ مسلم لیگ کا عظیم الشان اجلاس مولانا کی کوشش سے ہوا جس میں مسلم زعماء مولانا ابو الکلام آزاد۔ مسٹر محمد علی جناح۔ مسٹر فضل حق وغیرہ بہ تعداد کثیر شریک ہوئے۔ اسی زمانہ میں مچھلی بازار کانپور کے سلسلہ میں مسلمانوں پر بے پناہ مظالم کئے گئے۔ اب مسلم لیگ میں علماء کی جماعت نے بھی عملاً شرکت کی۔ مولانا عبد الباری صاحب فرنگی محلی مولانا عبد الماجد صاحب قادری بدایونی مولانا آزاد سبحانی صاحب کانپوری مولانا محمد فاخر صاحب الہ آبادی وغیرہ نے سیاستِ ملکی کا رنگ ہی پلٹ دیا۔ ۱۹۱۵ء مسٹر مظہر الحق صاحب بیرسٹر پٹنہ کی صدارت میں مسلم لیگ کا نہایت شاندار و کامیاب اجلاس ہوا جس میں ہندو مایہ مسٹر گاندھی مسٹر سریندر ناتھ بنرجی مسز اینی بسنٹ وغیرہ لیڈرانِ ہند نے بھی شرکت کی اور ہندو مسلم مفاہمت کی تدابیر پر غور ہوا میثاقِ لکھنؤ دسمبر ۱۹۱۶ء میں بعد ارشد مسٹر محمد علی جناح لکھنؤ میں مسلم لیگ کا اجلاس ہوا۔ کانگریس کا اجلاس بھی انہیں ایام میں لکھنؤ میں ہو رہا تھا چنانچہ قائدِ اعظم مسٹر محمد علی جناح ہی کی شخصیت تھی جس نے مسلم حقوق کو آل انڈیا نیشنل کانگریس کے لیڈروں سے تسلیم کرایا اور ہر دو قوموں کے زعماء کے دستخط میثاقِ حقوق پر ہوگئے یہ معاہدہ ہندو مسلم کا میثاقِ لکھنؤ کے نام سے موسوم ہوا۔

خلافت کانفرنس

یورپ میں ۱۹۱۴ء سے پہلی جنگ کا آغاز ہوا جنگ میں سلطنتِ اسلامیہ ٹرکی نے حکومت جرمنی کا ساتھ دیا اور برطانیہ کے خلاف جنگ شروع کردی مسلمانانِ ہند کو مذہبًا ترکی کی اعانت کا بے پناہ جذبہ پیدا ہوا مولانا شوکت علی مولانا محمد علی اول خدامِ کعبہ اور اس کے بعد خلافت کی بنیاد ڈالی۔ ہندوستان کی تاریخ میں تحریکِ خلافت میں جتنا جوشِ عظیم مسلمانوں میں دیکھا گیا کبھی اس سے قبل نہیں دیکھا گیا تھا ہندوستان کا کوئی صوبہ کوئی شہر کوئی قصبہ کوئی موضع ایسا نہیں تھا جہاں خلافت کا تانتا نہ لگایا جاتا ہو مسلم زعماء کو حکومتِ ہند نے قید کردیا ان پر مقدمے چلائے گئے ان کو نظر بند کیا گیا

خلافت کی مقبول عام تحریک نے جہاں خلافت کی آواز کو ہر قریہ تک پہنچا دیا وہاں کانگریس کے نام سے بھی ہر ایک کو روشناس کرا دیا۔ مگر وہ عناصر جو تفریق ڈالو اور حکومت کرو پر کاربند تھے انہوں نے اس اتحاد کو بہترین حسن تدبیر سے توڑ دیا اور مسلمانوں کے دیکھتے دیکھتے شدھی و سنگھٹن کی تحریک ایک دم پنجاب میں اور صوبہ متحدہ یو پی میں پھیل گئی۔ وہی پنڈت شردھانند جن کو زمانۂ اتحاد میں مسلمانوں نے دہلی کی جامع مسجد میں منبر پر لا بٹھایا تھا شدھی کی گدی پر براجمان نظر آئے اور رفتہ رفتہ یہ حقیقت نمایاں نظر آنے لگی کہ آل انڈیا کانگریس کے بڑے بڑے اراکین شدھی اور سنگھٹن کی تحریک میں پیش پیش ہیں اور اب تعصب کی آگ روز بروز شعلہ زن ہونے لگی کانگریس کے اجلاس ہندو قومیت کا مظاہرہ کرنے لگے نہرو رپورٹ میں مسلمانوں کے حقوق پامال کئے گئے۔ راؤنڈ ٹیبل کانفرنس میں کانگریس زعماء اور گاندھی جی نے مسلمانوں کے مطالبات قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اسی راؤنڈ ٹیبل کانفرنس میں رئیس الاحرار مولانا محمد علی نے جو قسم کھا کر گئے تھے کہ اگر واپس آؤں گا تو آزاد ہندوستان میں واپس آؤں گا ورنہ وہیں جان دے دوں گا چنانچہ یہی ہوا اس جاں نثار اسلام نے راؤنڈ ٹیبل کانفرنس لندن میں اپنا قابل یادگار بیان جس میں آزادی ہند کا پرجوش مطالبہ تھا دیکر اپنی متاع حیات نذر جان آفریں کر دیا اور ہمیشہ کے لئے مدفن انبیاء بیت المقدس کو اپنا آرام گاہ بنا لیا۔

ایکٹ ۱۹۳۵ء راؤنڈ ٹیبل کے شکست ہونے پر حکومت نے ۱۹۳۵ء میں ہندوستان کے لئے ایک جدید آئین حکومت بنایا جو اگرچہ کسی جماعت کے لئے قابل قبول نہ تھا تاہم کانگریس اور مسلم لیگ نے اس سے استفادہ حاصل کیا جونکہ کانگریس کی ہندو پرستی عریاں ہو چلی تھی اور دفتری اقتدار بالکل برادران وطن کے ہاتھ میں تھا جس میں مسلم حقوق آئے دن مٹایا جا رہا تھا اس لئے وہ مسلمان لیڈر جو کانگریس میں شریک تھے اس سے بیزار ہو کر علیحدہ ہو گئے

اسی سال قائد ملت مسٹر محمد علی جناح نے لکھنؤ میں مسلم لیگ کی حیات ثانیہ کی طرح ڈالی اور ہزم خواب و غافل افراد ملت اسلامیہ کو پرجوش دعوت اتحاد دی اور نہایت بلند آہنگی کے ساتھ واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا کا نعرہ بلند کیا منتشر شیرازہ ملت کو منظم کرنے کے لئے ہر قائد ہر ذی علم ہر لیڈر کو سیاسی میدان عمل کی طرف کھینچا آئین جدید کے مطابق تمام ہندوستان میں انتخابات ہوئے کانگریس نے تمام صوبجات میں وزارتیں سنبھالیں کانگریس کا یہ ڈھائی سالہ دور مسلمانوں کی تباہی و بربادی کا دور تھا۔ تمام صوبوں میں مسلمانوں پر بے پناہ مظالم ہوئے اور جا بجا ظلم توڑے جانے لگے جن صوبوں میں مسلمانوں کی اکثریت تھی وہاں بھی کانگریس نے بڑی کافی کوشش سے وزارتوں پر قبضہ کیا ایک طرف عام مسلمانوں پر جور و استبداد کے مظاہرے ہو رہے تھے ایک طرف مسلم لیگ کے بالمقابل نئی نئی اسکیمیں تیار کی جا رہی تھیں۔

پنڈت جواہر لال نہرو اور گاندھی جی اعلان پر اعلان کر رہے تھے کہ ہندوستان میں صرف دو طاقتیں ہیں ایک حکومت برطانیہ دوسری کانگریس۔ تیسری قوت ہے ہی نہیں مسلم لیگ کے نرم سے نرم شرائط مفاہمت اس بنیاد پر ٹھکرا دیئے جاتے تھے کہ ہندوستان میں صرف اکثریت کی حکومت ہونا چاہئے اقلیت کا وجود بالکل حرف غلط ہے ہم اکثریت میں ہیں تمام اقلیتوں کو غلام بنکر ہم میں جذب ہو کر اپنی قومیت کو فنا کر کے رہنا ہوگا۔ جب پانی سر سے اونچا ہو گیا اور اکثریت اکثریت کی صدائیں سنتے سنتے مسلمانوں کے کان تھک گئے تو مسلم لیگ نے آخری تدبیر امن و امان سے رہنے اور اکثریت ہی کے نظریئے کے مطابق حکومت قائم کرنے آزادی حاصل کرنے کی اسکیم مرتب کر لی اور پاکستان کی تجویز اپریل ۱۹۴۰ء میں لاہور کے سالانہ اجلاس میں لاکھوں افراد و عمائد مسلم ہند کی موجودگی بالاتفاق کامل منظور کی گئی تاکہ مسلمان اپنی مذہبی تمدنی لسانی اور معاشرتی سیاسی حقوق کی صحیح حفاظت کر سکیں جہاں ہندو اکثریت ہے وہاں ہندو اپنے صوبے کے لئے قانون بنائے جہاں مسلم اکثریت ہے وہاں مسلمان اپنے حسب منشا قانون حکومت مدون کرے تمام صوبجات اپنے اندرونی معاملات میں بالکل آزاد و خود مختار ہوں اور مرکزی اقتدار کی گرفت سے بے قید ہوں اقلیتوں کے لئے تحفظات مستقل خود صوبجات کی حکومتیں بنائیں جو حقوق ہندو اکثریت والے صوبہ اپنے یہاں مسلم اقلیتوں کو دیں وہی بلکہ اس سے کچھ زیادہ مسلم اکثریت والے صوبہ غیر مسلم اقلیتوں کو عطا کریں یہ تجویز تھی جو مسلم لیگ کے پنڈال سے بلند ہوتے ہی فضائے روئے زمین میں گونج گئی اور کانگریسی دنیا میں برق تپاں کی طرح کینہ و لغفاق کے خرمنوں پر گری ہندو اکثریت کو یہ گوارا نہ ہوا کہ سندھ سرحد۔ پنجاب۔ بلوچستان۔ بنگال وغیرہ کے صوبے جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے آزاد ہو جائیں اور وہاں مسلمان حکومت کریں۔ تمام ہندوستان میں آگ لگ گئی ایک تہلکۂ عظیم برپا ہو گیا کہ مسلم لیگ متحدہ ہندوستان کے حصہ بخرے کر رہی ہے عام غوغا آرائی ہے کہ بھارت ورت کے ٹکڑے کئے جا رہے ہیں۔ ہندوستان ایک ملک ہے اس کے بسنے والے ایک قوم ہیں۔ ہندوستان کی تقسیم گویا ایک بچے کے دو ٹکڑے کر دینا ہے۔

ان جیسے دلائل کے ساتھ اکھنڈ ہندوستان کا پاکھنڈ جاری رکھنے کی قسمیں کھائی جا رہی ہیں۔ مگر پاکستان اب مستقل نصب العین بن چکا ہے مسلمان ہر صورت میں اس کو حاصل کر کے رہے گا۔ ہندوستان نہ کبھی ایک ملک تھا نہ اب ہے نہ آئندہ رہ سکتا ہے مسلم و غیر مسلم یہاں دو مستقل قومیں ہیں دونوں کا مذہب جدا دونوں کی معاشرت جدا۔ دونوں کا کلچر جدا۔ دونوں کو ایک قوم کہنا ہرگز صحیح نہیں کوئی جدید آئین مسلمان کبھی قبول نہیں کر سکتا جب تک مسلم لیگ کے نصب العین کو ملحوظ رکھکر مرتب نہ کیا جائے دس کروڑ مسلم آبادی جو دنیا کی اکثر سلطنتوں کی مجموعی آبادی سے زیادہ ہے کسی طرح اقلیت قرار نہیں دی جا سکتی اگر حکومت نے ناعاقبت اندیشی کی اور اکثریت سے مرعوب ہو کر مسلمانوں کو اکثریت کے ماتحت کر دیا تو اس قسم کا قانون ملک میں کبھی امن و سکون پیدا نہیں کر سکتا ہمیشہ گذشتہ کی طرح فتنے جاری رہیں گے اسلئے قوموں کی بقائے امن و استراحت کیلئے پاکستان ہی زندہ سیاست ہے ہندوستان میں پاکستان ہی اس خود اختیاری حکومت کی زندگی کا زندہ ثبوت ہو سکتا ہے جس میں ہندوستان کی دو مختلف العقائد قومیں

زندہ ماضی حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام

عالم انسانیت میں سب سے مکرم و معظم طبقہ دنیا کے عام انسانوں کے نزدیک بھی انبیاء کرام کا طبقہ ہے یہی وہ گروہ ہے جسکو خدائے پاک نے معصوم بنا کر دنیا میں مبعوث فرمایا انبیاء و رسل ہی میں بنی آدم کے ہادی و رہبر ہر زمانہ میں ہوئے جو نبی جس قدر زیادہ مرتبہ والا تھا اسی قدر زیادہ سے زیادہ تعداد عالم انسانیت نے ان سے ہدایت پائی منجملہ انبیائے جلیل القدر کے حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام بھی بڑے مرتبہ والے ہیں، سلسلہ نسب آپکا حضرت نوح علیہ السلام تک اس طرح ہے ابراہیم بن آذر (تارح) بن ناحور بن سروج بن رعو بن فالج بن عابر بن شالح بن ارفکشاد بن سام بن نوح علیہ السلام آپ کا زمانہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے ۲۵۰۰ سال پیشتر کا ہے۔

پیدائش ۔ آپ نمرود کے زمانہ میں پیدا ہوئے۔ نمرود دنیا کے ان مشہور بادشاہوں میں سے ہے جنہوں نے کہا جاتا ہے کہ ساری دنیا پر حکومت کی نمرود نے خدا ہونے کا دعویٰ کیا۔

نمرود کا خواب نمرود بابل میں تھا ایک شب اس نے خواب دیکھا کہ افق آسمان سے ایک ستارہ طلوع ہوا اور اس کی روشنی نے یہاں تک ترقی کی کہ چاند اور سورج کی روشنی گم ہو گئی۔ اس خواب کی نمرود پر ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ یکایک گھبرا کر بیدار ہو گیا اور صبح تک کروٹیں بدلتا رہا۔ جب دن نکل آیا اس نے بہترین کاہن اور نجومی طلب کئے اور سر دربار ان سے اپنے خواب کی تعبیر چاہی کاملین فن نے متفقہ طور پر یہ تعبیر بتائی کہ اس سرزمین بابل میں اسی سال کے اندر ایک ایسا لڑکا پیدا ہونے والا ہے جس کے علم و فضل سے دنیا ہدایت پائے گی یہ لڑکا تجھکو اور تیری رعایا کو ہلاک کریگا یہ امر اگرچہ طے شدہ ہے کہ لڑکا اسی سال میں پیدا ہوگا۔ لیکن ابھی تک نجوم و ہیئت کی رو سے معلوم ہوتا ہے کہ لڑکا صلب پدر سے رحم مادر میں نہیں آیا ہے۔ جس وقت نمرود نے اپنے خواب کی یہ تعبیر سنی اس کے چہرہ کا رنگ متغیر ہو گیا اور دربار میں تمام عمائد کو جمع کیا اور اس تجویز پر کہ آیا لڑکا پیدا ہی نہ ہو رائیں طلب کیں متفقہ قرار داد منظور ہوئی کہ ایک جماعت نگراں مقرر کی جائے جو نہایت سختی کے ساتھ تمام مردوں کو عورتوں سے علیحدہ رکھے اور تا صدور حکم ثانی مجامعت و مباشرت کی ممانعت کر دی گئی اور جو عورتیں تاریخ صدور حکم تک حاملہ تھیں ان کو حکم دیا گیا کہ جس وقت وضع حمل ہو تو لڑکی کو زندہ رہنے دیا جائے اور لڑکے کو مار ڈالا جائے اس سفاکانہ حکم کے تحت میں ہزار ہا لڑکے جو اس سال پیدا ہوئے قتل کر دیئے گئے۔ نمرود کے اضطراب کا یہ عالم تھا کہ روزانہ کاہنوں سے دریافت کرتا تھا کہ بتاؤ کس دن وہ لڑکا رحم مادر میں قرار گزیں ہوگا چنانچہ جب اس کو بتایا گیا کہ فلاں روز یہ متوقع استقرار حمل ظہور پذیر ہوگا تو نمرود نے دوسرا حکم صادر کیا کہ تمام آبادی مذکور شہر سے جدا ہو کر جنگلوں میں چلی جائے اور روز متوقع تک کسی طرح کسی کو شبانہ روز گھروں پر آنے اور عورتوں سے ملنے کی اجازت نہیں ہے تمام آبادی کی ناکہ بندی کر دی گئی ہر ناکہ پر خاص معتقدین کو مقرر کیا گیا یہ تمام تدابیر ایک کاذب اور نقلی خدا کی کچھ کام نہ آئیں مشیت الٰہی پوری ہو کر رہی آذر نے اس شب اپنی اہلیہ سے خلوت کی اور حمل قرار پا گیا صبح کو حسب معمول پھر نجومی اور کاہن بلائے گئے اور ان سے دریافت کیا گیا کہ بتاؤ اس قدر سخت انتظامات کے بعد آیا تو بچہ شکم مادر میں جاگزیں نہیں ہوا کاہنوں نے عرض کیا کہ شب کو نطفہ قرار پا گیا نمرود کی برہمی کا عالم ناقابل بیان تھا اس نے حکم عام جاری کر دیا کہ آج سے جو لڑکا جہاں پیدا ہو فوراً مار ڈالا جائے تعمیل حکم ہونے لگی۔

زمانہ ولادت حضرت خلیل اللہ علیہ السلام اہلیہ آذر نے ابتدا میں اپنے حمل کو آذر سے پوشیدہ رکھا مگر بعد کو اس راز سے آذر کو بھی آگاہ کر دیا جب زمانہ وضع حمل کا قریب آیا تو والدہ ماجدہ حضرت خلیل شہر سے باہر تشریف لے گئیں کوہستان میں ایک درہ کے اندر جو دو پہاڑوں کے درمیان تھا قیام کیا وہاں حضرت ابراہیم پیدا ہوئے ماں نے بچہ کو کپڑے میں لپیٹ کر وہیں چھوڑ دیا اور درہ کا منہ ایک پتھر سے بند کر دیا گھر واپس آکر آذر سے کہا کہ میرے لڑکا پیدا ہوا تھا مگر ہوتے ہی مر گیا میں نے اس کو شہر سے باہر دفن کر دیا۔ آذر بی بی کے بیان سے مطمئن ہو گئے۔

ایام رضاعت قدرت خود حضرت ابراہیم کی محافظ تھی۔ ان کی انگلیوں اور انگوٹھوں کو خدائے قادر نے چوسنے کو شیر بنا دیا بچہ کو جب بھوک لگتی انگوٹھا چوسنا شروع کر دیتا اور اس میں سے دودھ نکلنا شروع ہو جاتا آذر جب گھر سے باہر چلے جاتے بچہ کی ماں محبت کے جوش میں فوراً نظر بچا کر درہ میں پہنچ جاتیں دیکھتیں کہ بچہ ایک ایک روز میں ایک ایک روز میں ایک ایک ہفتہ اور ایک ایک ماہ کی برابر بڑھتا ہے دودھ کی دھاریں انگلیوں سے رواں ہیں کسی دن دیکھتیں کہ ایک انگلی سے پانی ایک سے دودھ ایک سے شہد ایک سے شراب ایک سے روغن نکلتا ہے۔ غرض آغوش قدرت میں آپ پروان چڑھتے رہے اب ماں کو پتھر کے اٹھانے اور ڈھکنے کی زحمت بھی گوارا نہیں کرنی پڑتی تھی جس وقت یہ وہاں پہنچتیں پتھر خود بخود سرک جاتا جب غار سے واپس آتیں خود بخود پتھر غار پر ڈھک جاتا یہ سلسلہ بعض روایات میں ہے نو ماہ تک جاری رہا بعض روایات میں ہے کہ پندرہ یا سولہ یا سترہ سال تک آپ نے غار کے اندر پرورش پائی۔

حضرت خلیل اور معرفت الٰہی ۔ سب سے پہلی بار جب آپ غار سے باہر برآمد ہوئے آپ کی نگاہ آسمان کی طرف اٹھی ایک ستارہ کو دیکھا بولے یہی میرا رب ہے مگر جب ستارا غروب ہو گیا بولے یہ میرا رب نہیں ہو سکتا۔ پھر جب چاند کو جگمگاتے دیکھا تو کہنے لگے یہی میرا پروردگار ہے پھر جب وہ بھی غروب ہو گیا تو بولے کہ اگر میرا رب مجھے راہ راست نہیں دکھائیگا تو میں گمراہ لوگوں میں ہو جاؤں گا رات گذری صبح ہوئی دیکھا کہ سورج زیادہ روشن ہو بولے یہ سب سے بڑا ہے یہی میرا پروردگار ہے جب سورج غروب ہوا تو فرمانے لگے کہ یہ بھی میرا رب نہیں ہو سکتا۔ میں ان چیزوں سے بے تعلق ہوں۔ قرآن پاک میں سورہ انعام کے آٹھویں رکوع میں یہ تذکرہ موجود ہے۔

حضرت خلیل اللہ کی جوانی آپ کی کم سنی کا زمانہ اسی درہ میں تربیت الٰہی میں گزر گیا ایک دن آپ کی ماں نے آذر آپ کے والد سے کہا کہ تمہارا وہ فرزند میں نے جس کے فوت ہو جانیکی تم کو اطلاع دی تھی زندہ ہے اور اب وہ جوان ہے حسین و خوبصورت ہے نہایت نیک خو ہے۔ آذر شوق دیدار میں بیتاب

اپنی زوجہ کے ہمراہ فرزند کے مستقر پر گیا فرزند کو دیکھا جوش مسرت میں باغ باغ ہو گیا اور آپ کو شہر میں لے آیا ایک دن آپ نے والدہ سے دریافت کیا میرا رب کون ہے بولیں میں ہوں دریافت کیا تمہارا رب کون ہے بولیں نمرود دریافت کیا نمرود کا رب کون ہے ماں بیٹے کی اس فراست پر حیران تھی برہمی بھی ہوئی مگر پھر کہا کہ بیٹا ایسی باتیں نہ کرو لیکن جب ماں کے پاس ہر وقت آپ کا رہنا سہنا ہونے لگا تو مختلف قسم کے سوالات جن سے معبودان باطل کی تکذیب اور نمرود کی خدائی کی اہانت نکلتی تھی ماں سے کرتے رہتے تھے یہ تمام سوال و جواب آذر کے گوش گزار بھی کئے اور خود آذر کو بھی بیٹے کے سوالات کا جواب دینا پڑا آذر اور آپ کی ماں آپ کو نمرود کے دربار میں لے گئے نمرود کے تخت کے گرد بیٹھا غلاموں اور کنیزوں کا مجمع تھا جو سب کے سب حسین و جمیل تھے سیاہ و سفید تھے حضرت خلیل نے ماں سے دریافت کیا کہ تخت پر یہ کون انسان ہے بولیں یہی ہمارا خدا نمرود ہے فرمایا یہ جو اس کے چاروں طرف کھڑے ہیں یہ کون ہیں کہا یہ اس کے بنائے ہوئے بندے ہیں فرمایا تعجب ہے خدا اتنا بے شکل اور بندے بہ صورت یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی غرض آپ سمجھانے کی خدمت کے باوجود بتوں کی برائیاں بچارنے سے اور نمرود کی خدائی کی تکذیب برسر عام علانیہ کرتے تھے مگر آپ سے مناظرہ میں کوئی عہدہ برآ نہیں ہو سکتا تھا

عید نوروز اور بت شکنی نمرود کی آبادی کے لوگ عید کے روز شہر سے باہر جا کر وہاں دن بھر مصروف عیش و نشاط رہا کرتے تھے جب لوگ بتکدہ سے پھول وغیرہ چڑھا کر عید کی رنگ رلیاں منانے بیرون شہر چلے گئے آپ نے جس قدر بت تھے سب کو توڑا اور صرف بڑے بت کو ترب چھوڑ دیا واپسی کے وقت جب بتکدہ میں یہ عالم لوگوں کو نظر آیا سب میں برہمی پھیل گئی نمرود کو بھی یہ خبر ہوئی۔

مکالمہ نمرود و خلیل نمرود نے حضرت خلیل کو طلب کیا اور دریافت کیا تم نے ہمارے مروجہ قانون کے مطابق دربار میں سجدہ کیوں نہیں کیا فرمایا میں اپنے رب کے سوا کسی غیر کو سجدہ نہیں کرتا ہوں نمرود: تمہارا رب کون ہے خلیل: ربی الذی یحیی و یمیت (میرا رب وہ ہے جو لوگوں کو مارتا اور جلاتا ہے)

نمرود: انا احی و امیت میں بھی جلاتا اور مارتا ہوں نمرود نے تمثیلاً دو قیدیوں کو طلب کیا اور ایک کو ان میں سے قتل کر دیا اور ایک کو آزاد کر دیا اور کہا کہ تم نے دیکھا میں کس طرح موت و حیات پر اختیار رکھتا ہوں۔

خلیل: اس طرح ہر شخص کہہ سکتا ہے اگر تجھے خدا ہونے کا دعوی ہے تو فان اللہ یأتی بالشمس من المشرق فأت بها من المغرب اللہ سورج کو مشرق سے نکالتا ہے تو اس کو مغرب سے نکال۔ نمرود کوئی جواب نہ دے سکا اور ندامت سے خاموش ہو گیا پھر نمرود بولا ءانت فعلت هذا بآلهتنا يا ابراهيم (اے ابراہیم کیا تو نے ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ حرکت کی ہے) ابراہیم نے فرمایا بڑوں ہی سے کیوں نہ دریافت کی جائے نمرود نے کہا بت تو نہ خود کلام کرتے ہیں نہ کسی کے کلام کو سنتے ہیں حضرت ابراہیم نے فرمایا تو ایسے معبود جو نہ خود بولیں نہ کسی کی کوئی بات سنیں معبود ہونے کے قابل نہیں ہو سکتے اس تقریر کو سنکر نمرود غصہ سے آگ بگولا ہو گیا اور تمام حضرات خجالت سے سرنگوں۔

حضرت ابراہیم کا آگ میں ڈالا جانا نمرود نے یہ قانون بنایا تھا کہ جب کسی کو سزائے موت دینا ہو ایک دہکتے ہوئے تنور میں مجرم کو جھونک دیا جاتا چنانچہ نمرود نے اس نے حکم دیا ابراہیم کو تنور میں ڈالدیا جائے تعمیل کی گئی اور آپ کو دہکتے ہوئے تنور میں ڈال دیا گیا جلاد جو تنور پر نگراں تھے انہوں نے دیکھا کہ آگ نے مطلق کوئی اثر حضرت ابراہیم پر نہیں کیا نمرود کو جب خبر ہوئی تو اس نے آپ کو تنور سے باہر نکلوا کر قید خانہ میں قید کر دیا تجویز ہوئی کہ نواح یمن میں جو قریہ کوثی ہے اس میں عظیم الشان آتشکدہ بنایا جائے چنانچہ ایک وسیع احاطہ میں عرصہ دراز تک لکڑیاں جمع کی گئیں آگ بھڑکائی گئی آگ کی لپٹ میلوں تک پھیلتی تھی ایک تاریخ مقرر کی گئی جنگل میں تمام آبادی کو لیکر نمرود پہنچا آگ کے قریب جانا کسی کو جرات نہ ہوئی عام ہیجان تھا کہ کس طرح ابراہیم کو آگ میں ڈالا جائے شیطان نے تدبیر بتائی گوپھن کے ذریعہ آپ کو آگ میں پھینکا گیا کائنات عالم کا ہر ذرہ لرزہ براندام تھا کروبیان عرش مصروف مناجات تھے فرشتے بارگاہ الہی میں عرض کر رہے تھے کہ مالک اپنے خلیل کو اس سخت امتحان سے نجات دے ہمیں حکم عطا ہو کہ ہم خلیل کی مدد کو پہنچیں ارشاد باری ہوا کہ اچھا جاؤ ہمارے خلیل کی مدد کرو حضرت جبرائیل جماعت ملائکہ کے ساتھ پہنچے فرمایا اے خلیل اب حکم دیجئے کہ ایک جنبش سے آگ کو ختم کر دیں ارشاد کیا کہ تمہیں میرے رب نے حکم دیا ہے اس کی تعمیل کرو جبرئیل دوبارہ کہا جو کچھ آپ کو حاجت ہو بیان فرمایئے ارشاد فرمایا حاجتمند ہوں مگر تمہارا نہیں جبرئیل بولے تو پھر اپنے رب سے اپنی حاجت بیان کیجئے فرمایا میرے رب کو میری ہر حاجت کی خبر ہے اظہار کی ضرورت نہیں رب تعالی کا حکم ہوا کہ یا نار کونی بردا و سلاما علی ابراہیم (آگ ابراہیم پر ٹھنڈی ہو جا اور ان کو سلامت رکھ) آگ آپ پر گلزار بن گئی نمرود کی ساری خدائی پر پانی پھر گیا اس نے آسمان پر چڑھنے کی کوشش کی آسمان کی طرف تیر چلائے لشکر جمع کیا حضرت ابراہیم سے کہا اپنے خدا کے لشکر کو بلاؤ کہ مقابلہ کرے مچھروں کا بادل نمودار ہو گیا اور ہر لشکری کو چمٹ گیا ایک مچھر نمرود کی ناک میں دماغ تک پہنچ گیا اس عذاب سے نمرود اور اس کا لشکر سب ہلاک ہو گیا حضرت خلیل کے ایک صاحبزادے حضرت اسمعیل ۸۰ سال کی عمر میں بطن حضرت ہاجرہ سے پیدا ہوئے اور دوسرے حضرت اسحاق بطن حضرت سارہ سے پیدا ہوئے آپ نے حضرت اسمعیل کو عشق الہی میں قربان کیا کعبہ بنایا ۱۷۵ سال کی عمر میں وفات پائی۔

(بقیہ سلسلہ صفحہ ۲۵) اندازہ ہے پر اسلام کو اتنا زور حاصل تھا اور مسلمانوں کو اقتدار یورپ کے ساتھ قریبی روابط ہونگی وجہ سے ترکوں میں لا مرکزی پیدا ہوئی۔ دول یورپ کی ریشہ دوانیوں اور سلاطین کی بد انتظامی کی وجہ سے حکومت میں اختلال پیدا ہوا رعایا میں بے چینی اور اضطراب بڑھا ترکوں نے یورپین تصورات کے مطابق ہی انقلاب کے منصوبے قائم کئے وہ اس انقلاب میں کامیاب ہوئے یورپ ہی کے سیاسی اور اقتصادی تصورات کے مطابق انہوں نے اپنی تعمیر شروع کی اور وہ ہو گئی اب ترک نسلی وطنی اور لسانی بنیاد پر ایک قوم ہیں اور اسی پر نازاں ہیں۔ افغانی اور ایرانی بھی اسی راہ پر چل رہے ہیں اور انہوں نے ترکوں سے سبق لیا ہے۔ اسلامی نقطہ نظر سے لسانی نسلی اور وطنی قومیت قطعی گمراہی ہے جن ملکوں میں مسلمانوں نے اسی بنیاد پر اپنی قومیت کی تعمیر شروع کی ہے وہ ایک ہولناک فتنے کی پرورش کر رہے ہیں لہذا وہ ہرگز قابل اتباع نہیں ہیں یہ یقینی ہے کہ جس وقت ان کے دلوں میں اسلامیت بیدار ہو گی وہ ضرور اپنی روش بدلیں گے چنانچہ اس کے آثار ابھی سے نظر آرہے ہیں اور اسی قوم میں جس نے یورپ کے اتباع میں تقدیم کی۔

رات کے بارہ بجے

(از رازی)

میرے پڑوس میں دو میاں بیوی رہتے تھے۔ گھر میں اور کوئی نہیں تھا۔ جب مرد اپنی نوکری پر چلا جاتا تو بیچاری عورت یا تو پلنگ پر پڑی رہتی یا کبھی کبھی ہمارے ہاں آجاتی اور میری بیوی کے پاس اپنا وقت گذار لیا کرتی۔ میری بیوی کی گود میں کوئی ڈیڑھ سال عمر کی ایک لڑکی تھی۔ وہ عورت دن بھر اسے کھلایا کرتی۔ بچی بھی اس سے بہت مانوس ہوگئی تھی۔ دفعتاً لڑکی بیمار ہوئی اور چند گھنٹوں میں ختم ہوگئی۔ ڈاکٹروں نے کہا بیماری ہی ایسی تھی۔ لڑکی کا بچنا مشکل تھا بہرحال معاملہ رفع دفع ہوگیا۔ مگر میری بیوی کے لئے ایک مستقل روگ لگ گیا وہ دن بھر روتی رہتی۔ کھانا پینا بھی برائے نام رہ گیا تھا۔ رفتہ رفتہ اسی غم میں وہ بھی ماتا کا شکار ہوگئی اور اس طرح میری دنیا اندھیر ہوگئی۔ پڑوسی عورت کا آنا جانا بھی اب بند ہوچکا تھا۔

ایک دن رات کے بارہ بجے میرے پڑوس میں رونے چلانے کی آواز آئی۔ غور کرنے پر معلوم ہوا کہ پڑوس کی اسی عورت کو جو میری بیوی کے پاس آیا جایا کرتی تھی اس کا خاوند بری طرح مار رہا ہے۔ مجھ سے ضبط نہ ہوسکا اور میں اپنے پڑوسی دوست کو سمجھانے کیلئے اپنے مکان کی چھت پر گیا۔ جہاں سے برابر والے مکان کا سامنا ہوتا تھا۔ میں اپنے پڑوسی دوست سے کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ آواز آئی۔

"بے حیا عورت! تو نے اپنے ساتھ دوسرے کا گھر بھی برباد کیا رازی میرا دوست ہے۔ تجھے اس کا خیال تو کرنا تھا" اس فقرہ سے میں چونک اٹھا میرے متعلق گفتگو ہو رہی تھی۔ عورت بولی!

جب وہ بچی کو گود میں لیکر کھڑی ہوتی تھی تو میرے دل میں چھریاں چلتی تھیں۔

تو پھر تیرے باپ کا کیا تھا۔ اسکی بچی تھی۔
میں برداشت نہیں کرسکتی،
تو تجھے کنوئیں میں ڈوب مرنا تھا بے غیرت کہیں کی۔
اب ڈوب مروں گی۔

ہاں ڈوب مر پاپ کٹے۔ میں رازی کو کیا منہ دکھاؤں گا۔ تو نے اس کی جان لی اور پھر اس کی گھروالی کی موت کا سبب بھی تو ہے۔

عورت بولی میرا کیا قصور ہے۔ مجھ سے تو کسی نے یہ کہا تھا کہ اگر تو کسی اکلوتی بچی کے بال کاٹ لائے تو تیرے ہاں اولاد ہونے لگے گی۔ اس میں بچی کا کیا بگڑ گیا

اُف! اب میں سب کچھ سمجھ گیا تھا۔ میری پیاری بچی کی موت اور میری وفادار بیوی کی موت اسی ظالم عورت کے ہاتھ ہوئی ہے جی میں آیا قتل کردوں اس عورت کو لیکن کیا فائدہ ہوتا۔ میرا گھر تو اُجڑ ہی گیا تھا۔ میں نے سوچا اس عورت نے اولاد حاصل کرنے کیلئے کتنا بڑا خوفناک جرم کیا۔ اگر یہ کسی ڈاکٹر سے پوچھ لیتی اور اپنا علاج کرا لیتی تو کیا بچہ نہ ہوتا۔ میں صبح اپنے پڑوسی دوست سے ملا۔ اور اس سے کہا۔ مجھے سب کچھ معلوم ہوگیا ہے مگر میں معاف کرتا ہوں اور اس پر یہ احسان کرتا ہوں کہ جو مقصد وہ میری بچی کی موت سے حاصل نہ کرسکی وہ صرف چند پیسوں میں حاصل ہونے کی ترکیب بتائے دیتا ہوں۔ آپ آج ہی ایک خط

ماہوار جریدہ
مولوی
مدیر مسئول عبدالحمید خاں
چندہ سالانہ
فی پرچہ
دو آنہ
2
ONE RUPEE INDIA 1916
عہد رفتہ کی یاد
تازہ ہے کہ محرم کا مولوی ہر سال کا بہترین شہادت نامہ
ہوتا تھا۔ اب کاغذ کے نایاب ہونے نے یہ صورت بنا دی۔ اب بھی ہے تو یہ بھی
شہادت نامہ والے بقامت کہتر، سیرۃ امام حسین کے سچے سچے اور پورے پورے
حالات پڑھنا چاہتے ہیں تو مولوی کا پچھلا شہادت نامہ منگا کر پڑھئے ایمان
تازہ ہوگا۔ جوش حریت بڑھے گا اور حب آل رسولؐ کی تجدید ہوگی اس
میں ہزاروں سے زیادہ اشعار تو مراثی ہیں سب کے لئے مجلد ڈیڑھ روپیہ محصول
منیجر رسالہ مولوی عبدالحمید خان کوچہ چیلان دہلی

تاریخی کتب پڑھنے کا مہینہ

محرم ہی ہے کیونکہ یہ مہینہ تاریخی واقعات سے لبریز ہے۔ اور اسی موقع پر اسلامی تاریخی کتابیں بڑے ذوق سے پڑھی جاتی ہیں، سب کتابیں ختم ہو رہی ہیں اس لئے جلد منگائیے

سیرۃ النبی رسول کریم کی سب سے بہتر سوانح حیات اردو زبان میں اس کے برابر کوئی کتاب نہیں علامہ شبلی کی تمام عمر کا حاصل یہی کتاب ہے باوجود دس روپے قیمت ہونے کے تقریباً ایک لاکھ چھپ چکی ہے ہر مسلمان گھر میں ہونی چاہئے۔ مجلد جرمی ہر دو جلد دس روپے

عرب کا چاند سوامی لکشمن جی نے رسول کریم کی لائف جس والہانہ انداز میں لکھی ہے یہ بھی رسول کریم کا ایک معجزہ ہے ایسی دلکش کتاب ہے کہ مسلمان مصنف بھی رشک کرتے ہیں کہ ایک غیر مسلم نے ایسی کتاب کیسے لکھی۔ اعلیٰ کاغذ قیمت دو روپے

مسدس حالی مدوجزر اسلام۔ حالی کا زاد آخرت اور مسلمانوں کے لئے آئینہ عبرت اس میں مسلمانوں کے عروج و زوال کا نقشہ دلدوز نظم میں ایسا عبرت انگیز کھینچا ہے کہ پڑھ کر ایک مرتبہ تو ہر مسلم پر انقلابی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے ۶

اسوۃ النبی حضرت پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مبارک حالات زندگی اور اخلاق فاضلہ و اسوۂ حسنہ کے متعلق یورپ کے مقتدر مستندین اور مختلف ممالک کے غیر مسلم محققین کے اقوال سے سند و استدلال ہے۔ قیمت ۶

نبیوں کے قصے حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ تک ۲۶ انبیاء کرام کے مستند حالات جو صرف قرآن کریم سے ماخوذ ہیں۔ مولوی شریف احمد صاحب مراد نے لکھے، نئی زبان میں نئے انداز سے نئے حالات اور لفظ لفظ مستند۔ قیمت بارہ آنے

صد صحابہ از مولوی شریف احمد صاحب مراد تاریخ اسلام کے سو جگمگاتے صفحات رسول پاک کے سو جلیل القدر صحابہ یا شمع رسالت کے سو پروانوں کے روح پرور حالات انکی سیرۂ پاک ہر مسلمان کے لئے قابل تقلید و تبرک۔ ۵۶۰ صفحات مجلد دو روپے

خلفائے راشدین چار یار رسول کی چار کتابیں یکجا مجلد، از علامہ رفیق مورخ، یعنی حضرت ابوبکر صدیق حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی اور حضرت علی شیر خدا کے مکمل و مستند حالات مجلد ہر چہار حصہ صرف ڈیڑھ روپیہ

الفاروق علامہ شبلی کی پہلی معرکۃ الآرا تالیف جس نے انکو مورخ اعظم بنایا۔ جلد دوم حضرت عمر فاروق اعظم کے حالات دو حصوں میں حصہ اول میں ممدوح کے ذاتی حالات و صفات اور دوسرے حصہ میں حالات خلافت و اسلام قیمت سوا روپیہ

سیرۃ امام حسین سید الشہداء سردار جنان ابن رسول اللہ سیدنا امام حسین علیہ السلام کے حالات بابرکات از ولادت تا شہادت جتنا بڑا واقعہ شہادت امام علیہ السلام ہے اتنی ہی یہ دردناک اور بڑی کتاب ہے، مجلد ڈیڑھ روپیہ

مابعد حسین از مراد [illegible]۔ آل حسین پر بعد امام کیا بیتی اور قاتلان اہل بیت کا عبرتناک حشر جن کی آخرت کے ساتھ دنیا بھی برباد ہوئی اور ایک لمحہ اس دنیا کا کوئی سکھ نہ پایا جس کے لئے انھوں نے یہ سب کچھ کیا۔ مجلد ڈیڑھ روپیہ

امیر معاویہ از مولوی شریف احمد صاحب مراد بنی امیہ کے چشم و چراغ دولت اسلامی کے زبردست حامی امیر معاویہ کے کل حالات جن کے زمانہ میں سب سے زیادہ اسی خلافت میں اسلامی ترقی ہوئی۔ اس کی تفصیل ہے اردو زبان میں پہلی کتاب مجلد ڈیڑھ روپیہ

خالد بن ولید اسلام کے جلیل القدر کمانڈر جن کو رسول خدا نے سیف اللہ کا خطاب دیا۔ جنہوں نے اسلام کے ہر چھوٹے بڑے معرکہ میں اپنی جلادت کا ثبوت دیا جو کمانڈر اور سپاہی دونوں حیثیت میں یکساں فدائے اسلام تھے۔ قیمت ڈیڑھ روپیہ

عمرو بن العاص اسلام کا سب سے زیادہ سیاستدان کمانڈر فاتح مصر عمرو جن کے قوت بازو اور سیاست و ڈپلومیسی نے اموی خلافت قائم کی اور اسلام کو بہت پاک بنا دیا۔ مصر کی فتح کا مفصل حال اس کتاب میں ہے۔ قیمت ڈیڑھ روپیہ

سیدہ کا لال شہادت امام حسین علیہ السلام کا وہ دردناک مرقع جو علامہ راشد الخیری نے لکھا ہے اردو زبان ہی میں کیا دنیا کی کسی زبان میں اتنا پُر درد اور دردناک مرثیہ اور وہ بھی نثر میں کسی کتاب میں نہیں ہے، پڑھنے ہی سے اندازہ ہوگا قیمت

کربلا کے بعد اموی خلافت کی پوری تاریخ، یزید کا حشر قاتلان حسین کا دردناک اور عبرت افزا انجام۔ بنی فاطمہ کا خروج امویوں کے خلاف مسلمانوں کے دل اہلبیت کے ساتھ اور تلواریں مخالفین کی طرفدار بڑی معرکۃ الآرا کتاب دو روپے

خدیجۃ الکبریٰ از علامہ رفیق حضرت رسول پاک کی پہلی محترم بیوی جو عورتوں میں پہلی مسلمہ ہیں اور جن کے اوصاف ہمیشہ رسول کریم فرماتے تھے رسول کریم کے عقد سے لے کر بی بی خدیجہ کی وفات تک کے حالات قیمت بارہ آنے

عائشہ صدیقہ از مورخ رفیق سیدنا ابوبکر کی بیٹی اور رسول خدا کی فاضلہ اور جادو بیاں مفسر بیوی جن کی عصمت کے لئے قرآن کی آیات تک نازل ہوئیں کے شاندار حالات عورتوں کے لئے منبع ہدایت۔ قیمت بارہ آنے

فاطمۃ الزہرا اچھے باپ کی اچھی بیٹی اچھے خاوند کی بہترین بیوی اچھے بچوں کی خوش نصیب ماں بنت رسول حضرت فاطمہ کے قابل تقلید حالات از علامہ رفیق، عورتوں کے لئے منبع ہدایت ہر عورت کو پڑھنی چاہئے۔ مجلد دس آنے

صلاح الدین اعظم دنیائے اسلام کا وہ پرجوش مجاہد جس نے یورپ کی متفقہ یورش کو روک کر ارض عرب کو بچایا۔ اور مٹھی بھر فوج سے عیسائیوں کے چھکے چھڑوا دیئے۔ بڑی پرجوش کتاب ہے جس سے مسلمانوں کے جوش اسلامی کا اندازہ ہوتا ہے ۱۲

طارق بن زیاد جن کے نام سے جبل الطارق آجتک موجود ہے اسلام کا وہ جرنیل جس نے پہاڑوں پر کشتیاں چلائیں اور سمندر میں گھوڑوں پر تیر کر اندلس کے ساحل پر قبضہ کیا، جس نے سارے یورپ والوں کو حیرت میں ڈالدیا قیمت ۱۰

عصمت پاشا ترکی کا موجودہ صدر جس نے اپنی سیاست سے آجتک ترکی کو لڑائی کی آگ سے بچائے رکھا۔ اور جس کی خداداد قابلیت نے ترکی کو پھر اس درجہ پر پہنچا دیا کہ بڑی بڑی سلطنتوں کا ہم پلہ ہے اسکے حالات مجلد ۱۲

ابوذر غفاری محبوب رسول صحابی کے حالات جو عاشق رسول حضرت مناظر احسن گیلانی نے لکھے آپ نے جس والہانہ انداز میں یہ کتاب لکھی ہے ایک وجد آجاتا ہے۔ یہ تاریخ اسلام کا ایک زرین صفحہ ہی ہے، قیمت آٹھ آنے

حضرت بلال غلام صورت آقا سیرت محبوب ختم المرسلین حضرت بلال حبشی کے دردناک حالات آپ کی غلامی کے اسلام میں جو دردناک ابتلاء و مصائب آئے اس سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور ان کے جوش ایمانی کا اندازہ ہوتا ہے قیمت

تاریخ اسلام بعثت رسول سے ایک صدی قبل شروع ہوتی ہے، حصہ اول تا وفات رسول حصہ دوم خلافت راشدہ حصہ سوم خلافت بنی امیہ حصہ چہارم خلافت عباسیہ حصہ پنجم خلافت ترکی تا عصمت پاشا مستند اور دلچسپ کتاب کاغذ اعلیٰ مجلد فی حصہ روپے

تاریخ مدینہ عاشقان رسول کے لئے اور کتاب رسول کریم کے مسکن خاص کی تاریخ ہجرت کے بعد سے سلطان ابن سعود تک جن حالات سے اس شہر کا واسطہ پڑا ان کے مفصل حالات اور باشندگان مدینۃ الرسول کے اخلاق و اوصاف قیمت

تاریخ فلسطین حضرت سلیمان سے آجتک کی تاریخ فلسطین اور ہیکل سلیمانی سے لیکر آج تک جو انقلابات بیت المقدس میں آئے سب کی تاریخ اور بڑے عبرت خیز مستند حالات گو مختصر ہیں مگر بڑے جامع ہیں۔ مجلد بارہ آنے

خوبان جہان تاریخ عالم کی تقریباً سو عورتوں کے حالات جن میں زیادہ تر عجیب خواتین ہیں۔ جنھوں نے حکومتیں تبدیل کر دیں مجلد ۱۲

پرنٹر و پبلشر عبدالحمید خان نے میرزا محبوب بیگ صاحب کے محبوب المطابع اردو بازار دہلی میں چھپوا کر دفتر رسالہ مولوی کوچہ چیلان ماجد منزل سے شائع کیا

ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون

شاہ است حسین
بادشاہ است حسین
دین است حسین
دین پناہ است حسین

رسالہ مولوی دہلی کا
شہید نمبر ۱۳۶۳ھ

سر داد نہ داد
دست در دست یزید
حقا کہ بنائے
لا الہ است حسین

جلد ۳۹ | بابت ماہ محرم الحرام ۱۳۶۳ھ | نمبر ۱

مجلس اوّل

بنی ہاشم اور بنی امیہ کے تعلقات سال ہجری کا آغاز محرم کے مہینے سے شروع ہوتا ہے یہ مہینہ حرمت و عزت سے جس طرح لبریز ہے اسی طرح اس مبارک مہینہ کو ایک خصوصی مرتبہ یہ حاصل ہے کہ اسلام کے ہادی دنیا کے رہبر اعظم رحمۃ اللعالمین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لخت جگر حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو سنہ ہجری کے آغاز میں ہی اس سال کے محرم کے پہلے عشرہ میں سرزمین کربلا میں ان لوگوں نے جو خود کو مسلمان کہتے تھے امت رسول ظاہر کرتے تھے نہایت بے دردانہ سفاکیوں کے ساتھ شہید کیا۔ یہ شہادت کا معرکہ روحانیت کے بیشمار رازوں کا حامل ہے۔ ایک طرف عشق و محبت کا دربار آلہی میں امتحان دوسری جانب ملت حقہ اسلام کی حفاظت مع جان و مال اولاد غرض دنیا کی ہر شے کی قربانی کی اس کے علاوہ شجاعت و بسالت کی نمائش استقلال و عزم صادق کا مظاہرہ صبر و رضا کی تعلیم سکون و اطمینان کی تلقین مستقبل کے لئے درس ہدایت اسی واقعہ شہادت کے ابدی آثار و نشانات ہیں۔ آج ہم اور آپ ۱۳۶۳ھ کے آغاز میں محرم الحرام کے مہینے میں اسلام کی ان عظیم الشان روایات کو پھر ایک مرتبہ دہرا رہے ہیں جن کے باعث اسلام کے سدابہار باغ کی سرسبزی و تازگی قائم ہے محرم کے عشرہ اول کا ہر دن عامہ طور پر مسلمانان ہند کے لئے ایک تاریخی دن ہے اس لئے ہم ناظرین رسالہ مولوی کے سامنے یکم سے دس محرم تک ہر دن کے لئے ایک تاریخی مشغلہ جس میں صحت روایات اور تحقیق واقعات کے ساتھ تازگی ایمان کا سامان بھی ہے پیش کرتے ہیں۔ اور ہر دن کے لئے آپ کی مجالس دینی و مذہبی کی تنظیم کرنی چاہتے ہیں اس غرض کے پورا کرنے کے لئے ہم نے واقعات شہادت کی مکمل و مفصل تاریخ کو دس مجلسوں پر تقسیم کیا ہے جس کی تفصیل یہ ہے۔ مجلس اول بنی ہاشم اور بنی امیہ کے تعلقات۔ مجلس دوم بعثت رسول اور بنی امیہ کی مخالفت۔ مجلس سوم عہد خلافت راشدہ۔ مجلس چہارم حضرت علی کی خلافت جنگ جمل و جنگ صفین۔ مجلس پنجم حضرت معاویہ کی خلافت اسلام میں ملوکیت کا آغاز۔ مجلس ششم یزید کی بادشاہی۔ مجلس ہفتم حضرت امام حسینؓ کا بیعت یزید سے انکار مکہ کو روانگی۔ مجلس ہشتم حضرت مسلم کی کوفہ کو روانگی۔ مجلس نہم حضرت امام کا سفر کربلا معرکہ کربلا۔ مجلس دہم شہادت امام علیہ السلام۔

مجلس اول کے آغاز کے لئے سب سے پیشتر خدائے قدوس کی بارگاہ میں جبین نیاز جھکا کر شکر و سپاس اور حمد و ثنا کا تحفہ نذر کرنا عین عبودیت سمجھتے ہوئے ہماری عرض ہے کہ تمام ناظرین محبوب رب العالمین حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار عرش اقتدار میں درود و سلام ادب و احترام کے ساتھ پیش کریں تو اہل بیت اطہار و اصحاب کبار کے فضائل جلیلہ کا اعتراف فرائض اسلامیہ کی تصدیق اور اپنے ایمان کو عترت اطہار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اذکار سے تازہ کریں۔ ایمان جس کی تجدید کے لئے قرآن پاک میں واضح الفاظ کے ساتھ یا ایھا الذین امنوا امنوا فرمایا گیا یعنی اے ایمان والو ایمان لاؤ تجدید ایمان کرو۔ ایمان حقیقی جذبہ ہے جس میں محبت کی روح کارفرما ہے محبت کی شناخت من احب شیئا اکثر ذکرہ بتائی گئی ہے جسکو جس کی محبت ہوتی ہے اکثر وہ اسی کا تذکرہ کرتا رہتا ہے۔ ایمان کامل حضور نبی اکرم کی زبان میں یہ ہے کہ حضور کو جان و مال والدین و اولاد سے زیادہ محبوب رکھیں اس لئے حضور کا ذکر محبت کی علامت اور ایمان ہے حضور کو رب العزت نے افضل الخلائق اور خیر البشر بنا کر دنیا میں بھیجا آپ کے خاندان آپ کے انساب کو مکرم و محترم بنایا۔ آپ کے اجداد کو فضائل و محامد سے سرفراز کیا جملہ انساب حضور سید البشر آپ کے پردادا کا نام ہاشم تھا جن کی اولاد بنی ہاشم کہلاتی جاتی ہے یہ عبد مناف کے بیٹے تھے۔ ہاشم اور عبد الشمس توام پیدا ہوئے دونوں کو قدرت نے اس شان سے پیدا کیا کہ ماں کے پیٹ سے ان دونوں بچوں کی پیشانیاں جڑی ہوئی تھیں پیدا ہونے کے بعد ہر چند کوشش کی گئی کہ ان دونوں کی پیشانیاں علیحدہ علیحدہ ہو جائیں مگر ممکن نہ ہوا آخر تلوار سے دونوں کے ماتھے جدا کئے گئے بڑے گھرانے کے دو فرزندوں کا توام پیدا ہونا اور پھر دونوں کو اس طرح عمل جراحی سے جدا کیا جانا ان دونوں بھائیوں کی اولاد اپنے مافی الضمیر کو ہمیشہ تلوار سے تسلیم کرائیگی عبد الشمس کی اولاد بنو امیہ کے لقب سے مشہور ہوئی اور وہ فطری اثر رونما ہو کر رہا بنو ہاشم اور بنو امیہ میں ہمیشہ رقابت رہی ہاشم نہایت صاحب اقتدار اور سخی تھے عرب کی سرداری اس زمانہ اس شخص کو حاصل ہوتی تھی جو کعبہ کا متولی ہوتا تھا۔ ہاشم نہایت سیر چشمی اور عالی ہمتی کے ساتھ کعبہ کی خدمات انجام دیتے تھے۔ ایام حج میں چرمی حوضوں میں پانی کی سبیلیں بنا کر زمزم کے گرد لگاتے تھے سخاوت یہ تھی کہ جب مکہ میں قحط پڑا تو آپ قحط زدگان کو

شوربے میں روٹیاں چور کر کے کھاتے تھے اسی باعث آپ کا نام ہاشم مشہور ہو گیا آپ سے اور عبدالشمس سے ہمیشہ عداوت رہی اسی طرح عبدالمطلب اور حرب کے درمیان مناقشت رہی اور حضور سرور عالم کے ساتھ بنو امیہ کا اختلاف برابر اس وقت تک قائم رہا جب تک کہ ابو سفیان مشرف باسلام نہ ہوئے۔ مکہ میں حضور کی بعثت کے بعد بنو ہاشم کا مقاطعہ کیا گیا اور دانہ و نفقہ بند کیا گیا اس میں زیادہ ہاتھ بنو امیہ کا تھا اور حرب فجار جو مشہور معرکہ جنگ ہے جس میں قریش اور قیس کے دو قبیلے مبتلائے جنگ عظیم تھے اس جنگ میں بنو ہاشم کے علمبردار زبیر بن عبدالمطلب تھے حضور رسول پاک بھی اسی لشکر میں شامل تھے قریش کا علمبردار اور سپہ سالار اعظم حرب بن امیہ تھا جو ابو سفیان کا والد اور امیر معاویہ کا دادا تھا اس معرکہ میں اول قیس پر قریش غالب آئے بعد کو صلح پر لڑائی ختم ہو گئی۔

ابو سفیان کے اسلام قبول کرنے کے بعد حضور کے فیض صحبت کا یہ اثر ہوا کہ دونوں قبیلے شیر و شکر ہو گئے اور تمام قبائلی رقابت ختم ہو گئی یہ سلسلہ حضرت فاروق اعظم کے عہد خلافت تک رہا مگر حضرت عثمان غنی کے زمانہ میں پھر بنو امیہ اور بنو ہاشم کا سوال پیدا ہو گیا واقعہ شہادت اسی رقابت خاندانی کی ایک سرخی ہے۔

مجلس دوم

بعثت رسول ؐ پاک۔ ناظرین و سامعین عشرہ محرم میں واقعات شہادت حضرت سید نا امام حسین علیہ السلام سمجھنے اور ان سے صحیح نتیجہ نکالنے کے لئے ہم نے مجلس گذشتہ میں مختصر الفاظ میں بنی ہاشم اور بنی امیہ کے باہمی مناقشات پر اظہار خیال کیا تھا آج کی محفل میں حضرات حسنین علیہم السلام کے نانا جان کونین کے مالک و مختار حضور پر نور شافع یوم النشور حضرت سید الانبیا احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مقدسہ کا ضمنی تذکرہ ضروری معلوم ہوتا ہے حضور کی ولادت باسعادت سنہ عیسوی ۵۷۱ء کے بعد بزمانہ سلطنت نوشیرواں بادشاہ ایران ۱۲ ربیع الاول قبل طلوع آفتاب بروز دوشنبہ ہوئی دنیا میں رحمتوں کا نزول سعادتوں کا ظہور ہوا۔ آپ کے والد کا انتقال آپ کی ولادت سے بیشتر ہو چکا تھا حضرت آمنہ آپ کی والدہ ماجدہ نے آپ کو دودھ پلانے کے لئے دائی حلیمہ کے سپرد فرمایا کچھ دنوں بعد والدہ کا بھی انتقال ہو گیا حضرت عبدالمطلب آپکے دادا نے آپ کی کفالت فرمائی آپ کی عمر آٹھ سال تھی کہ عبدالمطلب بھی فوت ہو گئے اور آپ کی کفالت کا بار ابو طالب نے جو آپ کے چچا اور حضرت علی کے والد تھے اٹھایا۔ آپ کی عمر مبارک جتنی جتنی زیادہ ہوتی جاتی تھی آپ کی عزت اہل قریش اور باشندگان مکہ میں بڑھتی جاتی تھی۔ بارہ برس کی عمر میں آپنے ابو طالب کے ہمراہ شام کا سفر کیا۔ اس سفر میں بحیرا راہب نے جو عیسائیوں کا نامی گرامی مقتدا تھا آپ کو دیکھکر آپ کے سید الانبیا ہونے کی شہادت دی۔ اس سفر اور اس کے بعد ابو طالب کی کاروباری زندگی میں شرکت کے باعث آپ کی تجارتی معلومات اور حسن تدبر کی عام شہرت ہو گئی تھی۔ آپ کی صداقت دیانت و امانت کے بڑے بڑے قبیلے والے معترف تھے۔ جب آپ جوان ہو گئے تو خدیجہ بی بی نے جو اس وقت مکہ میں نہایت مالدار خاتون تھیں آپ کو اپنی تجارت کا مال لیکر شام کو روانہ کیا اس تجارت میں کافی منافع ہوا یہ سفر آپ کا پچیس سال کی عمر میں ہوا۔ آپکے واپسی سفر کے تین ماہ بعد حضرت خدیجہؓ کی شادی آپکے ساتھ ہوئی عمر شریف چالیس سال کی ہوئی تو آپ کو خدائے قدوس نے شرف نبوت و رسالت سے سرفراز فرمایا۔ آپ غار حرا میں عبادت میں مشغول تھے جبریل امین آیات رب جلیل لیکر پہلی مرتبہ آپکے پاس تشریف لائے اور اقرا باسم ربک کی تعلیم کی۔ آپ پر ہیبت حق غالب تھی آپ مکان پر تشریف لے آئے اور بی بی خدیجہ کبریٰ سے سارا واقعہ کہا انھوں نے آپ کو چادر اڑھا دی اور تسکین کی جب آپ کو سکون حاصل ہوا تو بی بی خدیجہ آپ کو ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں جو توریت اور انجیل کے زبردست عالم تھے۔ ورقہ نے آپ کو نبوت کی بشارت دی اور رسول ہونے کی تصدیق کی۔ حضرت خدیجہؓ حضرت زیدؓ حضرت علیؓ اور حضرت ابوبکر سب سے پہلے ایمان لائے۔ جب آپ کی نبوت کا تذکرہ عام ہوا تو کفار مکہ میں ہلچل مچ گئی اور کعبہ کے تین سو ساٹھ بتوں کے پجاری آپ کے دشمن ہو گئے آپ کو ہر قسم کی تکلیفیں پہنچائی گئیں مگر اسلام کی اشاعت برابر ہوتی رہی۔ حضرت ابوبکر مکہ کے صاحب اقتدار اور مالدار شرفا میں تھے آپ کے اثر سے اکابر صحابہ مثل حضرت عثمان حضرت زبیرؓ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف حضرت طلحہؓ حضرت سعد بن وقاص وغیرہ مشرف باسلام ہوئے اور نہایت خاموشی کیساتھ دین برحق کی تبلیغ ہوتی رہی جب حضرت عمر ابن خطاب مسلمان ہوئے تو اسلام کی قوت میں اضافہ ہوا اور علانیہ ملت حق کی اشاعت شروع ہو گئی اور رسول پاک جماعت صحابہ کے ساتھ خانہ کعبہ میں عبادت کے لئے آنے جانے لگے۔ مکہ کے کفار و مشرکین میں اسلام کی روزانہ ترقی سے آگ لگی ہوئی تھی۔ اور ہر قسم کے جور و ستم ترغیب و تحریص تخویف و طمع سے مسلمانوں کو مرتد کرنے کی سخت سے سخت کوششیں کی جا رہی تھیں۔ کبھی آپ نے کوہ صفا سے قریش کو دعوت اسلام دی کبھی دعوتوں میں کبھی تقریبات میں اسلام کی طرف لوگوں کو بلایا۔ ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مکان پر دعوت طعام میں تمام بنو ہاشم کو بلایا گیا وہاں آپ نے سبکے سامنے اسلام پیش کیا۔ ان تمام ذرائع تبلیغ سے لوگ مشتعل ہوتے تھے اور ہر روز آپکو نت نئی تکلیفیں پہنچائی جاتی تھیں راستوں میں کانٹے اور غلاظت ڈالی جاتی تھی حرم کعبہ کے اندر آپ کے گلے میں رسیاں ڈالی جاتی تھیں عبادت کے وقت شور و شغف کیا جاتا تھا کوئی ذلیل سے ذلیل حرکت نہ تھی کہ نہ کیجاتی ہو بنو امیہ کے سرآوردہ افراد ابو سفیان وغیرہ اسلام ہی کے دشمن نہ تھے بلکہ رسول پاک اور صحابہ کے جان کے دشمن تھے۔ بنو امیہ اور بنو ہاشم میں خاندانی رقابت و عداوت تھی عبدالمطلب کی زندگی تک بنو ہاشم کی دھاک قائم تھی مگر ان کی وفات کے بعد چونکہ امارت میں زوال آگیا اور ابو طالب امیر نہ تھے عباس سخی نہ تھے ابولہب بدچلنی کے باعث باوقعت نہ تھا اسلئے اس لئے بنو امیہ کو ترقی اقتدار کا موقعہ مل گیا حضور بنو ہاشم کے معزز ترین فرزند تھے اس لئے آپ کی ہر تحریک کو بنو امیہ کا قبیلہ ضروری سمجھتا تھا تحریک جوت تھا اسلام تو عالمگیر تھی اس کی مخالفت تو نصب العین قرار دیگئی۔ عقبہ بن ابی معیط جو حضورؐ کا سب سے بڑا دشمن تھا اور جس نے دوش مبارک پر اونٹ کی لاش ڈالی تھی بنو امیہ کا فرد تھا اور ابو سفیان بنو امیہ کا سردار تھا اس کے اشارہ پر ہی تمام مخالفتیں ہوتی تھیں جب اذیت رسانی حد سے گذر گئی تو حضورؐ نے پہلی بار طائف سے مکہ کو ہجرت فرمائی۔ وہاں مکہ سے زیادہ تکلیفیں پہنچائی گئیں دوبارہ مدینہ کو ہجرت فرمائی حضرت علیؓ کو اپنے بستر پر لٹاکر اور اہل مکہ کی تمام امانتیں ان کے سپرد کر کے آپ حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ مدینہ کو روانہ ہوئے مدینہ طیبہ پہنچکر اسلام کی ترقی کا دور دورہ شروع ہوا کفار قریش و مشرکین مکہ اس ترقی کو نہ دیکھ سکے اور مدینہ پر لشکر کشی کر دی غزوہ بدر واقع ہوا اور اس کے بعد سلسلہ جہاد کا آغاز ہو گیا۔ فتح مکہ تک جس قدر لڑائیاں اسلام کے

خلاف اہل حجاز نے کبھی سب میں زیادہ سے زیادہ بنو امیہ کی امداد شامل تھی اور ابو سفیان کی حمایت قدیم کار فرما تھی۔ آخر باطل کو شکست ہوئی اور اسلام کو فتح مبین حاصل ہوئی فتح مکہ کے بعد حضور نے امان عام کا اعلان فرمایا ابو سفیان اور تمام قریش وابستگان مذہب اسلام ہوئے اور حضور کی تعلیم و فیض صحبت سے تمام خاندانی رقابتیں قدیم کاوشیں ختم ہو گئیں امتیاز نسل و رنگ اخوت و مساوات حقیقی نے ختم کر دیا شاہان روم و ایران و مصر و یمن وغیرہ کو فرمان رسالت کے ذریعہ دعوت اسلام دی گئی حضور کے آخر لمحات زندگی تک اسلام کی ہر سے مکمل ہو گئی آفتاب رسالت کی شعاعیں جہاں تک دنیا کے حصول پر پڑیں اسلام ہی اسلام نظر آیا آخر وہ وقت آیا کہ حضور ختم رسل نے دنیائے ظاہری نگاہوں سے پردہ فرمایا اور دور خلافت کا آغاز ہوا۔

مجلس سوم

زمانہ خلافت عشرہ ماہ محرم میں فضائل حضرت امام عالیمقام حسین علیہ السلام جس طرح تازگی ایمان کا سامان ہیں اسی طرح معاً خلفائے راشدین بھی عین ایمان ہیں آج کی مجلس میں بعض کے ساتھ ہم نہایت مختصر اشارات میں برکات خلافت راشدہ پر روشنی ڈالنا چاہتے ہیں حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اسلام کا آفتاب نصف النہار تک پہنچ چکا تھا اور اسلامی عظمت معراج کمال تک پہنچ چکی تھی اس لئے حضور کے وصال کے بعد ہی اسلام میں انقلاب عظیم کے آثار نمودار ہو گئے صحابہ کرام کے قلوب داغ مفارقت حضور سے پاش پاش تھے ہر قبیلہ ہر طبقہ ہر فرد اپنے اپنے جوش عقیدت کے موافق مختلف خیالات میں مبتلا تھا حجرہ اطہر میں تمام جلیل القدر صحابہ جمع تھے انصار کی جماعت سقیفہ بنی ساعدہ میں اپنے رسول کا خلیفہ بنانے کی فکر کر رہی تھی کسی شخص نے حجرہ کے دروازہ سے حضرت صدیق اکبر اور حضرت فاروق اعظم کو آواز دی کہ تم کس غفلت میں مبتلا ہو آج ہی اسلام کی جڑ کٹنے والی ہے امت رسول میں تفرقہ پیدا ہو رہا ہے مدینہ کے انصار یہ قائم کر چکے ہیں کہ مہاجرین اب اپنا جدا گانہ کوئی خلیفہ تجویز کر لیں ہم مدینہ والوں کے لئے انصار ہی میں سے خلیفہ مقرر کریں گے جس وقت یہ آواز حضرت صدیق اکبر نے سنی عمر اور ابو عبیدہ کو ہمراہ لیا اور فوراً انصار کے اژدہام میں پہنچے لوگوں کے خیالات بدلے ہوئے تھے حضرت صدیق اکبر نے وہیں مجمع عام میں ایک مفصل اور پر اثر تقریر فرمائی ارشاد فرمایا اے جماعت انصار آپ نے جو احسانات مہاجرین پر کئے ہیں آپ نے جو خدمات اسلام کی کی ہیں وہ احاطہ شمار سے باہر ہیں آپ ہی کے ہاتھوں سے اسلام کی بنیادیں مضبوط ہوئی ہیں لیکن یاد رہے کہ اس وقت تمہاری ذرا سی لغزش سے اسلام میں انتشار پیدا ہو جائے گا خلیفہ کا تقرر تمام عرب اور تمام اہل اسلام سے ہے عرب قریش کے سوا کسی دوسرے کی سیادت منظور نہیں کریں گے اور محض ذرا سے اختلاف سے اعلائے کلمۂ توحید اور تبلیغ اسلام کو نقصان عظیم پہنچ جائیگا جس کی تلافی غیر ممکن ہو جائیگی دیکھو تمہارے سامنے عمر اور ابو عبیدہ موجود ہیں ان میں سے کسی کو خلیفہ نامزد کر دو جماعت انصار میں اس تقریر کے بعد ایک بیدار روح پیدا ہو گئی اور سب نے کہا کہ اے صدیق اکبر آپ کو حضور نے اپنی زندگی میں نماز کیلئے امام منتخب فرمایا اس لئے ہم آپ ہی کو اپنا خلیفہ بناتے ہیں اس کے بعد سب نے آپ سے بیعت کی آپ یہاں سے واپس آ کر حضور کی تجہیز و تکفین میں مشغول ہو گئے آپ کے اس مدبرانہ عمل کی آواز تمام صحابہ میں پہنچ چکی تھی بعد فراغت تدفین آپ نے منبر رسول پر کھڑے ہو کر تمام جماعت صحابہ کو مخاطب فرمایا اور بیان کیا کہ خدا کا شکر ہے نا اتفاقی اور اختلاف کا وقت ختم ہو گیا اب تمام مہاجرین و انصار مطمئن ہیں اور اس وقت سب موجود ہیں حضور دنیا سے تشریف لے گئے اسلام کی عظیم ذمہ داری ہم سب پر عائد ہوتی ہے اسلئے ضرورت ہے کہ تمام مسلمان جسکو مناسب سمجھیں خلیفہ مقرر کر لیں لوگوں نے متفقہ طور پر کہا کہ آپ سے بہتر کون ہے جسکو خلیفہ بنایا جائے آپ خلیفۂ رسول ہیں حضرت علی نے ارشاد کیا کہ اے ابوبکر میرا سکوت اسلئے نہ تھا کہ ہم میں آپ سے زیادہ کوئی خلافت کیلئے بہتر موجود ہے بلکہ میں اسلئے خاموش تھا کہ سقیفہ بنی ساعدہ میں جو کچھ ہوا وہ بغیر ہماری موجودگی کے ہوا آپ نے فرمایا لوگ اپنے آقا کی خدمت میں موجود تھے جب وہ آواز آئی آپ حضرات اپنے آقا کی جدائی گوارا نہ کر سکے میں نے بہتر سمجھا کہ لوگوں میں اختلاف پیدا نہ ہو جائے میں اور چند اصحاب وہاں پہنچے اور یہ فائدہ ہوا کہ وہ فساد رفع ہو گیا اب سب کو سوچنے سمجھنے کا موقع حاصل ہے پہلی کارروائی وقتی تھی اب اطمینان کے ساتھ خلیفہ مقرر کر لینا چاہیئے حضرت علی نے ارشاد کیا کہ قسم خدا کی جو بات سقیفہ میں خدائے پاک نے طے فرما دی اس سے بہتر ہم کوئی انتخاب نہیں کر سکتے یہ کہکر آپ نے بیعت کر لی آپ کے خلیفہ ہونے کے بعد بغاوتیں رونما ہوئیں کچھ لوگوں نے زکوٰۃ اور عشر دینے سے انکار کیا آپ نے منکرین زکوٰۃ کا سختی سے استیصال کیا حضرت اسامہ بن زید کی سیادت میں جو لشکر حضور نے اپنی حیات میں مرتب کیا تھا اس کو شام کی طرف روانہ کیا مسیلمہ کذاب۔ اسود عنسی سجاح وغیرہ نے نبوت کے دعوے کئے ان سب کے مقابلہ میں آپ نے فوجیں روانہ کیں اور ہر جگہ مسلمانوں کو فتوحات عظیم حاصل ہوئیں اسلام کا شیرازہ جو منتشر ہو چلا تھا از سر نو منظم ہو گیا تقریباً ڈھائی سال آپ نے خلافت فرما کر ۲۲ جمادی الآخر ۱۳ھ بروز دو شنبہ یا جمعہ انتقال فرمایا اور حضور رحمۃ اللعالمین کے آغوش میں مدفون ہوئے۔

خلافت فاروقی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنی آخری عمر میں اکابر صحابہ سے رائے لیکر حضرت عمرؓ کو خلافت کے لئے نامزد فرمایا اور ایک تحریر لکھدی آپ کی خلافت پر تمام امت نے اتفاق کیا آپ کا زمانہ اسلام کے معراج کمال کا زمانہ تھا دنیا کی بڑی بڑی سلطنتیں روم و ایران مصر وغیرہ آپ کے عہد خلافت میں فتح ہوئیں آج تک دنیا کی ہر قوم پر آپ کے تدبر و جبروت کی دھاک بیٹھی ہوئی ہے آپ نے عدل و بذل اخوت و مساوات کی دنیا میں مثال قائم فرمائی آپ کی سیرت مقدسہ آپ کے فضائل جلیلہ پر اگر صرف دو دو چار سطریں لکھی جائیں تو ضخیم کتاب مرتب ہو جائے۔ دس سال آٹھ ماہ تک مسند خلافت پر آپ جلوہ آرا رہے ابو لؤلؤ مجوسی مغیرہ کے غلام نے جو ایرانی النسل تھا اور ایران کی فتح کے بعد عناد رکھتا تھا نماز فجر کے وقت آپ پر دو دھاری تلوار سے حملہ کیا بعمر ۶۳ سال بتاریخ ۲ ذی الحجہ ۲۳ھ آپ شہید ہوئے اور حجرہ مبارک حضور سید المرسلین صلعم میں حضرت صدیق اکبر کے پہلو میں مدفون ہوئے۔

خلافت عثمانؓ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے وفات سے قبل حضرت عثمان رضی حضرت علی و حضرت سعد بن ابی وقاص حضرت طلحہ رضی ابن عبد اللہ حضرت عبد الرحمن ابن عوف حضرت زبیرؓ بن العوام کو منتخب فرمایا کہ خود ان کے مشورہ سے انھیں میں سے ایک شخص خلیفہ مقرر کیا جائے حضرت عبد الرحمن شروع ہی میں اپنے حق خلافت سے دست بردار ہو گئے حضرت زبیرؓ نے حضرت علی کو حضرت طلحہ نے حضرت عثمانؓ کو حضرت سعدؓ نے حضرت عبد الرحمن کو اپنا اپنا نمائندہ بنایا جس کے باعث صرف ان تینوں حضرات کی رائے پر خلافت کا مدار تھا حضرت عثمان کا تقدس و اقتدار سب سے زیادہ اہل مدینہ پر تھا۔ حضرت عبد الرحمن نے انتخاب خلیفہ کے لئے تین روز کی مہلت مانگی اور ان لوگوں کو خفیہ مدینہ پاک کے ہر گلی کوچہ میں جا کر لوگوں کے خیالات معلوم کئے اور عام رجحان حضرت عثمان کی طرف پایا گیا آخر حضرت عثمانؓ خلیفہ منتخب ہوئے آپ کے فضائل بیشمار ہیں حضرت رقیہ اور حضرت کلثوم حضور سید الرسل کی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے آپ کے نکاح میں آئیں ذو النورین آپ کا

لقب تھا۔ آپ کی ولادت واقعہ اصحاب فیل سے ۶ سال بعد ہوئی غرہ محرم ۲۴ھ کو خلیفہ ہوئے بارہ سال بارہ دن تک خلافت کی قرآن پاک کی جمع تقلین کرا کر بلاد اسلامیہ میں روانہ فرمائیں ابتدائی دور خلافت کئی سال تک نہایت برکت و سعادت سے گزرا کہا جاتا ہے کہ جب آپ کے ہاتھ سے انگشتری مبارک حضور نبی کریم چاہ اریس میں گر گئی اور نہ ملی اس کے بعد سے خلافت اسلامیہ میں اختلاط شروع ہو گیا عبد اللہ ابن سبا یہودی نے فتنہ عظیم برپا کیا مختلف شہروں سے دشمنان خلافت مدینہ میں جمع ہوئے مکان کا محاصرہ کر لیا بروز جمعہ ۱۸ ذی الحجہ ۳۵ھ کو آپ مکان کے اندر شہید کر دیئے گئے جنت البقیع میں مدفون

مجالس چہارم

سیدنا امیر المومنین مولی المسلمین حضرت شیر خدا علی ابن ابی طالب

رضی اللہ عنہ کی پاکیزہ زندگی کے حالات - عشرہ محرم میں مسلمانوں کے جذبات جن واقعات سے ایمانی تازگی پاتے ہیں وہ شہادت کے واقعات ہیں ان واقعات کے ضمن میں ہم چاہتے ہیں کہ اپنے ناظرین کو حضرات حسنین کے والد ماجد حضرت اسد اللہ الغالب سیدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی مقدس زندگی کا جستہ جستہ حال بھی سنائیں آپ کی پیدائش بعثت نبوی سے آٹھ نو سال پیشتر ہوئی آپ کے والد ابو طالب اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے والد عبد اللہ دونوں حقیقی بھائی تھے ایک ماں کے بطن سے پیدا ہوئے تھے اور دونوں عبد المطلب کے فرزند تھے ابو طالب کا اصلی نام عبد مناف تھا ان کی شادی ان کی چچا زاد بہن فاطمہ بنت اسد سے ہوئی تھی فاطمہ بنت اسد ایام حمل میں کسی دینی ضرورت سے کعبہ میں گئی تھیں وہیں درد زہ شروع ہوا اور کعبہ ہی میں حضرت علی پیدا ہوئے کعبہ کے اندر پیدا ہونا آپ کی برتری کی دلیل ہے جس طرح حضرت عبد المطلب کے انتقال کے بعد حضور سرور عالم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نگہداشت و کفالت ابو طالب نے فرمائی بالکل اسی طرح حضرت علی کی پرورش حضور سرور عالم نے فرمائی اور یہ کفالت ابو طالب کی زندگی میں ان کی اجازت سے کی۔ گویا جس طرح حضرت علی رضی حضور کے چچا زاد بھائی تھے اسی طرح آپ کے فرزند بھی تھے اور یہ رشتہ فرزندی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ شادی ہونے سے اور بھی مستحکم و مضبوط ہو گیا۔ حضرت علی رضی نے نو سال کی عمر میں جب حضور کو شرف نبوت عطا ہوا اسلام قبول کیا گھر کے اندر حضرت ام المومنین خدیجہ کبریٰ اور حضرت زید بن حارثہ کے بعد آپ ہی داخل اسلام ہوئے۔ جب حضور نے مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کو ہجرت فرمائی تو اپنے بستر پر آپ کو سونے کا حکم دیا جس قدر امانتیں اہل مکہ کی حضور کے پاس تھیں وہ سب آپ کے سپرد فرمائیں اور ان کے ادا کر دینے کی ہدایت کی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مقام قبا میں اس وقت تک تشریف فرما رہے جب تک حضرت علی مکہ سے حضرت سیدہ کو لے کر نہ پہنچ گئے آپ نے پاپیادہ سفر کیا پاؤں زخمی ہو گئے ہجرت کے دوسرے سال آپ کی شادی حضرت سیدہ فاطمہ زہرا بنت رسول خدا سے ہوئی۔ اسی ذی الحجہ کے مہینے میں حضرت سیدہ کاشانہ نبوت سے رخصت ہو کر آپ کے گھر میں تشریف لائیں رخصت کے بعد کچھ ہی وقفہ سے حضور سرور عالم صلعم آپ کے اس نو آباد گھر میں جلوہ افروز ہوئے اپنی بیٹی اور داماد کو دیکھ کر مسرور ہوئے حضرت سیدہ سے پانی طلب فرمایا آپ کٹورہ میں پانی لائیں حضور نے دست رحمت سے وہ پانی سیدہ کے شکم اور سینہ مبارک پر اور حضرت علی کی پشت مبارک پر چھڑکا اور خدائے پاک سے دعا کی کہ رب العزت دونوں کو طیب و طاہر اولاد عطا فرمائے

ہجرت کے تیسرے سال حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تو حضرت علی رضی نے اپنی کنیت ابو الحسن اختیار فرمائی۔ اس کے بعد حضور نے آپ کی کنیت ابو تراب مقرر کی حسن اتفاق سے کسی روز آپ حضرت سیدہ فاطمہ رضی سے کچھ آزردہ خاطر ہو کر مسجد نبوی کے فرش پر آ کر لیٹ رہے حضور کو جب اس واقعہ کی اطلاع ہوئی آپ مسجد نبوی میں تشریف لائے دیکھا حضرت علی خاک پر لیٹے ہوئے ہیں کرتا بدن خاک آلود ہے حضور رحمت سے علی کے جسم اطہر کی خاک اپنے دامن رحمت سے جھاڑتے جاتے تھے اور زبان مبارک سے یا ابو تراب فرماتے جاتے تھے۔ یہ پاکیزہ الفاظ دراصل دربار نبوت کا ایک معزز خطاب تھا جو آپ کو عطا ہوا اور صحابہ میں آپ اس روز سے ابو تراب کے مبارک لقب کے ساتھ پکارے جاتے تھے آپ ان دس محترم اصحاب میں شامل ہیں جو عشرہ مبشرہ کے لقب سے مشہور ہیں جن کو زمانہ حیات میں قطعی جنتی ہونے کی بشارت ہے آپ پنجتن پاک میں کے ایک ہیں جو وقت مباہلہ ردائے رحمت حضور سرور عالم موجود تھے آپ ان چار یار میں کے ایک ہیں جن کی محبت دنیائے اسلام کا جزو ایمان ہے۔ مدینہ طیبہ میں جب بھائی چارہ حضور نے مہاجرین اور انصار میں قائم کیا تو آپ کو اپنا بھائی بنایا آپ دست اسلام میں منجملہ شہ زور اور پہلوان میدان جہاد میں علمبردار اسلام مجاہد اور غازی بہترین سالار افواج معرکہ کارزار میں اعلیٰ ترین نبرد آزما تھے تمام غزوات میں شرکت کی بدر، احد، خندق، خیبر میں نمایاں فتوحات حاصل کیں۔ خیبر کا قلعہ جو کسی کی جد و جہد سے فتح نہ ہوا تھا آپ کے ہاتھ سے اس طرح فتح ہوا کہ حضور نے ارشاد فرمایا کہ میں کل ایسے شخص کو علم اسلام دوں گا جو خدا و رسول کو دوست رکھتا ہے اور خدا و رسول اس کو دوست رکھتے ہیں اس ارشاد کو سن کر اکابر صحابہ رات بھر متمنی رہے کہ کاش جھنڈا صبح ہمیں عطا ہو دوسرے روز جب صبح ہوئی حضور سرور عالم نے حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو یاد فرمایا لوگوں نے عرض کیا آنکھیں دکھتی ہیں ارشاد ہوا بلاؤ۔ حضور نے اپنا لعاب دہن آنکھوں میں لگایا فوراً آپ اچھے ہو گئے دست اقدس سے پرچم اسلام آپ کو مرحمت فرمایا دعا دی فتح و نصرت اللہ سے مانگی آپ نے فتح پائی دروازہ قلعہ اپنی قوت اسد اللہی سے اکھیڑ کر پھینک دیا غزوہ تبوک میں جب حضور ہمراہ لشکر اسلام جانے لگے تو آپ کو اہل و عیال کی حفاظت کے لئے مدینہ پاک میں بھیج دیا۔ آپ کی فطری شجاعت نے آپ کو ابھارا حضور سے عرض کی کہ بجائے اس خدمت کے مجھے غزوہ تبوک میں شرکت کی اجازت دی جائے ارشاد ہوا کہ کیا تم کو یہ پسند نہیں کہ میرے ساتھ تم کو وہی نسبت ہو جو ہارون کو موسیٰ کے ساتھ تھی آپ مطمئن ہو گئے آپ کے فضائل کی بکثرت احادیث ہیں جن سے آپ کی شان و منزلت کا اظہار ہوتا ہے آپ علم و فضل میں ممتاز تھے حضور نے ارشاد فرمایا کہ میں علم کا شہر ہوں اور علی علم کا دروازہ ہیں ایک موقعہ پر جب حضور نے آپ کو یمن کی طرف بطور والی بنا کر روانہ کیا تو آپ نے اپنی نو عمری اور ناتجربہ کاری کا عذر کیا حضور نے آپ کے سینہ پر ہاتھ رکھ کر خداتعالیٰ سے دعا کی کہ علی کے دل کو ہدایت کر اور زبان میں استقامت دے چنانچہ آپ کا قلب [illegible] اور آپ کی زبان ترجمان حقیقت بن گئی اور آپ مصحف پاک [illegible] بہترین قاضی تھے۔ اسلام میں سنہ ہجری کا آغاز آپ ہی کے مشورہ سے ہوا۔ فن نحو آپ ہی نے ایجاد کیا شعر بے مثل کہتے تھے اور آپ کا دیوان بھی ہے فصیح و بلیغ قادر الکلام خطیب تھے حضرت سیدنا ذو النورین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی

شہادت کے بعد آپ خلیفۂ اسلام مقرر ہوئے اسلام میں یہ زمانہ نہایت انقلاب آگین زمانہ تھا قبائل کے قبائل شورش اور فتنہ انگیزی میں مبتلا تھے اور جب آپ مسند خلافت پر متمکن ہوئے اور خلیفۂ ثالث عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے خون ناحق کے قصاص کا چاروں طرف سے اعلان ہوا آپ نے چاہا کہ امت میں ذرا سکون پیدا ہو تو قتل عثمان کی تحقیقات کی جائے دوسری طرف انقلاب خلافت جن عمال حکومت کی سخت گیریوں کے باعث ہوا تھا ان کو معزول کر کے دوسرے والیان ممالک مقرر کئے جانے کا آپ کو خیال پیدا ہوا۔ عثمان بن حنیف کو بصرہ کا عمارہ بن شہاب کو کوفہ کا عبید اللہ بن عباس کو یمن کا قیس بن سعد کو مصر کا سہل بن حنیف کو شام کا عامل و حاکم مقرر کیا مگر بجز عثمان بن حنیف کے جو بصرہ کے والی بغیر کسی شر کے ہو گئے کوئی عامل کامیاب نہ ہوا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے معزولی کا خط لکھا تو آپ نے اس کے جواب میں سادہ کاغذ سر بمہر لفافہ میں بھیجدیا اور ایک شخص کو حضرت امیر کے قاصد کیساتھ روانہ کر دیا جس نے زبانی حضرت امیر سے عرض کیا کہ دمشق میں ساٹھ ہزار شامی لشکر حضرت عثمان ذو النورین کے خون ناحق کا قصاص چاہتا ہے حضرت ممدوح کا خون آلود کرتہ اور حضرت نائلہ زوجہ ذو النورین کی کٹی ہوئی انگلیاں جامع دمشق کے منبر پر رکھی ہوئی ہیں۔ ہر شخص مشتعل ہے قبیصہ سفیر حضرت معاویہؓ نے اس ہیبت خیز خبر کو تمام مدینہ میں عام کر دیا چونکہ فضا پہلے ہی سے مکدر تھی اب فسادات کی چنگاریاں چاروں طرف بھڑکنے لگیں شیعان علی اور طرفداران معاویہؓ دو گروہ ہو گئے جنگ کے نقشے مرتب ہونے لگے حضرت طلحہؓ حضرت زبیرؓ حضرت عبد اللہ ابن عمر مدینہ سے مکہ کو روانہ ہو گئے حضرت امیر نے شام پر لشکر کشی کا عزم فرمایا سپاہ مرتب ہوئی روانگی نہ ہونے پائی تھی کہ خبر آئی حضرت ام المومنین سیدہ صدیقہ کبریٰ رضی اللہ عنہا بھی خون عثمانؓ کے قصاص کی مدعی ہیں اور طلحہؓ و زبیرؓ ان کے شریک ہیں تمام ازواج مطہرات حج کو تشریف لے گئی تھیں بعد حج مقام سرف تک واپس آچکی تھیں کہ حضرت عثمان ذو النورین کی شہادت کی خبر پہنچی اس خبر کو سنکر حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ مکہ معظمہ واپس ہوئیں حرم محترم کعبہ کے اندر آپ نے پس پردہ تقریر فرمائی جس کے اثر سے مکہ میں بھی وہی انقلابی صورت پیدا ہو گئی جو مدینہ میں تھی یہاں بنی ہاشم اور بنی امیہ کی جماعتیں قائم ہو گئیں اور حضرت صدیقہ کے ساتھ لشکر کثیر ہو گیا طلحہؓ و زبیرؓ اور بیشتر صحابی بزرگانؓ و ولید فرزندان عثمانؓ سب آپ کے لشکر میں شامل تھے بصرہ کے قریب مقام حفیر میں یہ لشکر مقیم ہوا عثمان بن حنیف والی بصرہ حضرت امیر کا مقرر کیا ہوا اور آپ کا فدائی تھا مگر بصرہ کے عمائد حضرت صدیقہ کے طرفدار تھے ان میں بھی دو گروہ ہو گئے اور جھڑپیں ہونے لگیں نتیجہ یہ ہوا حضرات طلحہ و زبیر کا قبضہ بصرہ پر ہو گیا۔ عثمان بن حنیف کو حضرت صدیقہ نے چھوڑ دیا اور تمام قاتلین عثمانؓ کو جو بصرے میں موجود تھے قتل کر دیا گیا عثمان بن حنیف مدینہ میں حضرت امیر کے پاس آگئے اب حضرت امیر نے لشکر کو بصرہ کی طرف کوچ کا حکم دیا صحابہ کی اکثریت اس جنگ باہمی کی موید نہیں تھی سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ حضرت مولیٰ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں برابر رفق معروض کرتے اور اقدام جنگ سے روکنے کی کوشش فرماتے رہے مگر تقدیر الٰہی پوری ہو کر رہی جس وقت لشکر حوالی مدینہ سے گذر رہا تھا حضرت عبد اللہ ابن سلامؓ نے حضرت امیر کی رکاب تھام لی اور عرض کی کہ امیر المومنین اگر آپ نے مدینے سے اس بار قدم باہر نکالا تو پھر مدینہ میں کبھی خلافت نہیں آئیگی مگر حضرت امیر کے ہمراہیان نے اس جلیل القدر صحابی کی بے حرمتی کی لشکر روانہ ہو گیا پہلی منزل مقام ربذہ میں ہوئی یہاں پر حضرت امام حسنؓ نے والد بزرگوار کو اقدام جنگ سے روکنے اور التوائے سفر کے لئے کہا مگر کامیاب نہ ہوئے اسی منزل سے حضرت امیرؓ نے محمد بن ابی بکر اور محمد بن جعفر طیار کو کوفہ روانہ کیا کہ وہاں سے امداد حاصل کریں۔ کوفہ کے عامل حضرت ابو موسیٰ اشعری تھے انہوں نے اس جنگ سے ہر مسلمان کو بچنے کی ترغیب دی چنانچہ یہ وفد ناکام رہا اس کے بعد دوسرا وفد مالک اشتر اور ابن عباس کا اور آیا وہ بھی ناکام رہا تیسرا وفد حضرت امام حسن اور عمار بن یاسر کا حضرت امیر کا فرستادہ آیا اس وفد کی موجودگی میں حضرت صدیقہؓ کا قاصد بھی دو خط ام المومنین کے ایک ابو موسیٰ کے نام اور دوسرا اہل کوفہ کے نام لیکر پہنچا۔ خطوط سننے کے بعد کوفہ میں بھی ہنگامہ آرائی اور فرقہ بندی شروع ہو گئی اور فریقین کی جانب سے تقریر و وعظ کے ذریعہ سے اثر اندازی ہونے لگی۔ آخر حضرت امام حسن کی خطابت نے اہل کوفہ کو حضرت امیر کی امداد پر آمادہ کر دیا۔ مالک اشتر کی سیاسی تدابیر سے ابو موسیٰ اشعری کو قصر امارت کوفہ سے جدا کر دیا گیا۔ کوفہ سے نو ہزار کا لشکر حضرت امیر کی کمک کے لئے روانہ ہو گیا حضرت امیر نے قعقاع کو سفیر بنا کر حضرت ام المومنین اور حضرت طلحہؓ و زبیرؓ کے پاس روانہ کیا قعقاع نے ان حضرات کو صلح پر آمادہ کر لیا اور واپس آکر حضرت امیر کو اطلاع دی آپ نے لشکر میں اعلان کر دیا کہ میں کل بصرہ کی طرف کوچ کرنے والا ہوں وہ لوگ جو فتنہ قتل حضرت عثمان میں شریک رہے ہوں وہ علیحدہ ہو جائیں اور ساتھ نہ جائیں فتنہ پسندوں نے اس اعلان کو سنکر اپنی مجلس مشورہ شب کو منعقد کی مالک اشتر کی تجویز تھی کہ حضرات علیؓ طلحہؓ و زبیرؓ کو بھی ہلاک کر دیا جائے مگر یہ قرارداد منظور نہ ہوئی اور یہ طے ہوا کہ کسی صورت سے صلح نہ ہونے دی جائے آخر وسط جمادی الاولیٰ ۳۶ھ میں حضرت امیر کا لشکر بصرے کے قریب پہنچ گیا اب دونوں لشکر بالمقابل موجود تھے ایک طرف حضرات طلحہؓ حضرت زبیرؓ اور حضرت صدیقہؓ اقدام جنگ کو ناپسند کرتی تھیں دوسری طرف حضرت علیؓ کو لڑائی جاری کرنے سے اجتناب تھا دونوں فریق صلح و آشتی کی طرف مائل تھے جنگجو طبائع دونوں جانب برہمی پیدا کر رہی تھیں بحث شرعی بھی جاری تھی مگر چاہتے تھے جن عشرہ مبشرہ کی صف کے جلیل القدر صحابی تھے ہر ہر فقرہ پر حق و دیانت سے غور ہو رہا تھا حضرت علیؓ کے زیر قیادت بیس ہزار کا لشکر اور حضرت صدیقہؓ کے ہمراہیان کی تعداد تقریباً تیس ہزار تھی، ہر لمحہ صلح پر غور ہو رہا تھا آخر ایک دن حضرت علیؓ و حضرت طلحہؓ و حضرت زبیرؓ میں بالمواجہ گفتگو ہوئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ صلح کا اعلان ہو گیا دونوں جانب کے لشکر اس شب آرام کی نیند سوئے مگر پیروان ابن سبا اور قاتلان عثمانؓ جو حضرت امیرؓ کے لشکر میں بہ تعداد کثیر تھے ان کو یہ صلح سخت گراں گذری انہوں نے راتوں رات اپنی کمیٹی کی اور صبح ہونے سے پیشتر حضرت صدیقہ کے لشکر پر حملہ کی تجویز منظور کر لی حضرت امیر کے خیمہ پر پہرہ لگا دیا اور طلوع صبح سے پہلے سبائی سپاہی لشکر حضرت صدیقہ پر ٹوٹ پڑے لشکر غافل تھا ایک ہنگامہ برپا ہو گیا اس شور و غل سے حضرت امیر جب بیدار ہوئے دریافت کیا کہ یہ غوغا کیسا ہے سبائیوں نے ہر چیز پہلے ہی سے

کرلی تھی کہا کہ فریق مخالف نے ہمارے لشکر پر اچانک شبخون مارا ہم ان کو مار کر ہٹا رہے ہیں۔ حضرت علیؓ نے آوازیں دیں کہ لڑائی ختم کرو خونریزی نہ کرو مگر آپ کے حکم کی تعمیل نہیں کی گئی۔ ادھر حضرت زبیرؓ و طلحہؓ کو جب اس شبخون کا علم ہوا تو سخت متعجب تھے کہ صلح کے معاہدہ کے بعد جنگ کیسی۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ ہنوز بصرے ہی میں رونق افروز تھیں آپ کو کعب بن سور نے جاکر واقعہ کی اطلاع دی اور عرض کیا کہ ام المومنین تشریف لے چلئے شاید حضور کے محمل کو دیکھکر اشرار لڑائی سے باز آجائیں چنانچہ آپ ناقہ مبارک پر تشریف لائیں دیکھا انتہائی شدت کے ساتھ لڑائی ہو رہی ہے تیر باری ختم ہو چکی تھی نیزہ بازی کا وقت بھی گذر چکا تھا شمشیر آزمائی پر فتح و شکست کا دارومدار تھا یہ لڑنے والے وہ بہادر تھے جنہوں نے روم و مصر و فارس کی نہضت اپنی شمشیر بے پناہ سے الٹ دی تھیں اور آج ایسی خنجر آزما تھے عمار بن یاسر سالار بستہ حضرت امیرؓ حضرت زبیرؓ پر بڑھ بڑھ کر تلوار سے حملہ کر رہے تھے مگر حضرت زبیرؓ زتقریر صلح میں حضرت علیؓ سے یہ حدیث سن کر کہ عمار کا قاتل باغی ہوگا اور حضرت امیر کے مقابل میں اگر زبیرؓ آئے تو ظالم ہوں گے دعدہ جنگ نہ کرنیکا کر چکے تھے جنگ سے خود کو بچانا چاہتے تھے چنانچہ جب ذرا موقع ملا آپ نے وادی سباع کی طرف اپنی سواری کا رخ کر دیا آپ کے میدان سے ہٹتے ہی آپ کے ہمراہیان کے قدم اکھڑ گئے۔ حضرت صدیقہ اس حالت سے باخبر ہوئیں کعب بن سور کو قرآن کریم دیا اور کہا لوگوں کو اس کی طرف بلاؤ آپ کا محمل مبارک میدان کی طرف جھکا تھا اور آپ خدائے پاک کے احکام مسلمانوں کو سنا رہی تھیں کہ ناگہاں بدنصیب حضرت ام المومنین کے محمل پاک پر ٹوٹ پڑے اور تیروں کا مینہ برسا دیا مگر حضرت سیدہ صدیقہ پورے ضبط و تحمل کے ساتھ مسلمانوں کو خونریزی سے ممانعت فرما رہی تھیں اور قاتلین حضرت عثمان پر لعنت کی تلقین کر رہی تھیں آپ کے ارشادات نے لشکر منتشرہ کو ناقہ کے گرد جمع کر دیا۔ اب لڑائی عرب کی شہزوری و شجاعت کا خونچکاں مظاہرہ بن گئی بصرہ کے بہادر بنی بکر، بنی ازد اور بنی ناجیہ کے سرفروش ام محترمہ کے ناقہ پر جانیں فدا کر رہے تھے۔ حضرت حیدر کرار کا لشکر جرار بھی آخری بسالت کے جوہر دکھا رہا تھا بعض صفیں لشکر حضرت امیر کی ٹوٹ چکیں تھیں لڑائی کسی طرح کم نہ ہوتی تھی ستر سے زیادہ جلیل القدر بہادر ناقہ اقدس کی مہار لے لیکر شہید ہوئے۔ حضرت علیؓ نے جب مسلمانوں کا جذبہ فدائیت دیکھا تو حکم دیا کہ جس طرح ممکن ہو ناقہ صدیقہ کی کونچیں کاٹ دی جائیں مگر محمل تک پہنچنا گویا قیامت کا سا سماں تھا ایک شخص بجیر بن دلجہ نامی نے بنی ضبہ کے سردار عمر سے جو اس وقت ناقہ کی مہار تھامے ہوئے تھے دور سے عرض کیا کہ میں امان چاہتا ہوں اور آپ کی خدمت میں حاضر ہونیکی اجازت چاہتا ہوں عمر نے امان دیدی اس شخص نے خود کو ناقہ تک پہنچا دیا اور نہایت ذہن سے کام لیکر ناقہ کی کونچیں کاٹ دیں ناقہ مبارک نے چیخ ماری اور ایک طرف کو جھک گیا محمل مبارک اس جھٹکے سے زمین پر آرہا۔ حضرت علیؓ نے فوراً اعلان امان کر دیا کہ جو لوگ ناقہ کے گرد ہیں ان کو امان ہے قعقاع اور زفر نے ناقہ کا تنگ کاٹا اور محمل اقدس کو جس پر ہزاروں تیر پیوست تھے ایک طرف رکھ دیا ستر حفاظ و قاری ناقے کے گرد شہید ہوئے دس ہزار مسلمان دونوں جانب سے مساوی تعداد میں شہید ہوئے حضرت زبیرؓ جب بغیر لڑے وادی سباع کی طرف جا رہے تھے عمرو بن جرموز ایک شخص لشکر حضرت امیرؓ کا آپ کے پیچھے ہو لیا جب ایک مقام پر آپ نے نماز پڑھی اور سجدہ میں گئے تو عمرو بن جرموز نے آپ کو شہید کر دیا اور آپ

کے اسلحہ و انگشتری لیکر حضرت امیر کے پاس آیا مگر ملعون کو حضرت امیر نے دوزخی بتایا اور اس تلوار کو دیکھکر جس نے مدت العمر اسلام کی خدمت کی تھی آہ سرد بھری حضرت طلحہؓ میدان میں تیر سے زخمی ہوئے آپ کو بصرے پہنچایا گیا لانے والے قعقاع اور عمار تھے ایک خالی مکان میں آپ کو اتارا گیا وہیں آپ جام شہادت کو سیراب ہو کر واصل بحق ہوئے۔ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہؓ کے محمل کے قریب حضرت امیر المومنین نے آکر مزاج پرسی کی معلوم ہوا کلائی میں خراش آگئی ہے۔ دریافت کیا والدہ محترمہ کیا مزاج ہے فرمایا اچھی ہوں حضرت امیرؓ نے کہا خدا آپ کے گناہ معاف فرمائے فرمایا تمہارے گناہ بھی خدا معاف فرمائے۔ بعض افراد نے فتح کے جوش میں کچھ گستاخانہ الفاظ بھی کہے۔ ارشاد فرمایا کاش ان الفاظ کے سننے سے پیشتر ہی مجھے موت آگئی ہوتی حضرت امیرؓ نے بھی یہی الفاظ دہرائے۔ ایک جہنمی نے حضور رسیدہ حمیرا کے لقب سے یاد کیا یہ وہ لقب تھا جس کو صرف حضور رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم ہی ارشاد فرمایا کرتے تھے جس وقت اس ملعون کی زبان سے یہ فقرہ نکلا ارشاد فرمایا خدا تیری رسوائی کو عام کرے تیرا ہاتھ ٹوٹے تیرا ستر فاش ہو چند روز کے بعد ہی لوگوں نے دیکھا کہ یہ شخص بصرہ میں ننگا کیا گیا اس کے بعد ہاتھ کاٹا گیا پھر قتل کر دیا گیا اور لاش اس کی بنی ازد کے گھوڑے پر برہنہ ڈالدی گئی۔ دن ختم ہوا شب کو محمد بن ابوبکرؓ حضرت امیرؓ کے ایما سے حضرت ام المومنینؓ کو بصرے میں لائے اور آپ کو ایک وسیع ایوان میں سواری سے اتارا۔ حضرت امیر نے تین دن تک میدان میں قیام فرمایا اور مقتولین کے جنازہ کی نماز پڑھی اور سب کو دفن کیا کٹے ہوئے اعضاء جو میدان میں دستیاب ہوئے ان کو ایک جگہ اکٹھا دفن کیا گیا ناقہ صدیقہ کی نسبت سے اس جنگ کو جنگ جمل کہتے ہیں۔ اس معرکہ عظیمہ کے بعد لوگ تین گروہوں میں منقسم نظر آتے تھے ایک گروہ شیعان علیؓ کا دوسرا مدعیان خون عثمانؓ کا یہ گروہ حضرت امیر معاویہؓ کی امارت کا قائل تھا پہلا گروہ خون ناحق پر پردہ ڈالنے کا ساعی تھا۔ دوسرا قاتلین عثمان کی ہلاکت چاہتا تھا تیسرا گروہ وہ تھا جو گھر میں خاموش بیٹھ رہنے کو مناسب سمجھتے تھے اور جنگجو گروہوں کی رفاقت حرام جانتے تھے۔

حضرت صدیقہ محترمہ رضی اللہ عنہا یکم رجب ۳۶ھ کو بصرے سے مدینہ طیبہ کو برفاقت محمد بن ابی بکر نہایت احترام و عزت کے ساتھ روانہ ہوئیں ایک میل تک رخصت کرنے والوں نے مشایعت کی آپ حج کے بعد مدینہ پہنچ گئیں۔

جنگ صفین۔ حضرت امیرؓ نے اولاً قیس بن سعد بن عبادہ کو مصر کا عامل مقرر کیا بعدہ ان سے کچھ مشکوک ہو کر محمد بن ابوبکر کو والی مصر بنایا حکومت مصر میں صرف خرتبا کے لوگ حضرت عثمانؓ کے قصاص کے خواہاں تھے سابق والی مصر قیس نے ان لوگوں سے صلح کر لی تھی مگر محمد بن ابوبکر سے ان لوگوں کی ان بن تھی حضرت علیؓ نے جریر بن عبداللہ بجلی ہمدانی کو بطور سفیر حضرت معاویہ کے پاس روانہ کیا حضرت عمرو بن عاص سابق والی مصر جو حضرت عثمانؓ کے حکم سے معزول ہو کر بیت المقدس میں گوشہ نشین ہو گئے تھے ان انقلابات کے بعد پھر حضرت معاویہؓ کے پاس آگئے اور مجلس شوریٰ میں شرکت کی جس میں حضرت عثمانؓ خلیفہ رسول اللہ کے خون ناحق کا انتقام لئے جانیکی تجویز پاس ہوئی جریر نے واپس آکر شام کی متفقہ رائے کا اظہار حضرت امیر المومنین سے کیا اور بتایا کہ وہاں کے لوگ آپ کو قتل عثمانؓ کا الزام دیتے ہیں اور جب تک آپ کو قتل نہ کریں گے لا

سے دست کش نہ ہوں گے۔ اس گفتگو میں مالک اشتر نے جریر کو جھڑکا جس کو جریر برداشت نہ کر سکے اور حضرت معاویہؓ کے پاس چلے گئے۔ ادھر سے حضرت امیرؓ اور شام سے حضرت معاویہؓ لشکر لیکر بڑھے مقام صفین پر دونوں لشکر خیمہ زن ہوئے فرات کے پانی کے روکے جانے پر جھڑپیں ہوتی رہیں ذی الحجہ کا مہینہ تھا اس کے بعد محرم ۳۷ ہجری پورے مہینے لڑائی نہ رہی فریقین کے ناغنا و خطیب اپنے اپنے والیوں کی مدح اور دوسرے کی تنقید کرتے رہتے تھے جس کے باعث لشکروں میں برہمی اشتعال ترقی پر تھا مگر دونوں سردار صلح کی کوشش میں لگے ہوئے تھے اکثریت کا اثر غالب آیا اور صلح نہ ہوئی ایک ہفتہ تک عرب قدیم طرز جنگ پر انفرادی سرداروں کی لڑائی کا سلسلہ جاری رہا مگر فیصلہ نہ ہوا تو اجتماعی قوت سے مقابلہ ہوا۔ یہ لڑائی انتہائی سخت تھی دونوں طرف اعلیٰ ترین افراد شہید ہوئے جمعرات کے پورے دن اور ساری رات پھر دوسرے دن دوپہر تک شدید جنگ ہوئی کسی طرف فتح و شکست کا اثر نہ تھا لڑائی کا یہ رنگ دیکھ کر عمرو بن عاص نے لشکر کو حکم دیا کہ قرآن پاک کو نیزوں پر بلند کیا جائے اور لڑائی روکنے کی تدبیر کی جائے ورنہ تمام مسلمان قتل ہو جائیں گے حضرت امیر کے لشکر میں قاریان قرآن نے فوراً لڑائی بند کر دی حضرت علیؓ نے اشعث بن قیس کو حضرت معاویہؓ کے پاس روانہ کیا کہ اس فریب جنگ سے کیا مقصد ہے جواب ملا فیصلہ قرآن پر موقوف رکھا جائے فریقین اپنا اپنا ایک ثالث شرائط صلح طے کرنے کے لئے منتخب کر دیں۔ اشعث ابن قیس کے اعلان پر حضرت امیر کے ہمراہیوں نے رضامندی کا اظہار کر دیا اور اپنی طرف سے ابوموسیٰ اشعری کو ثالث منتخب کر دیا۔ امیر معاویہ کی طرف سے عمرو بن عاص ثالث نامزد کئے گئے حضرت ابوموسیٰ اشعری کے نام پر اعتراض کیا گیا مگر اکثریت کی رائے کے خلاف کچھ نہ ہوا ابوموسیٰ کسی دوسرے موضع سے بلائے گئے ۱۳ صفر ۳۷ھ کو یہ معاہدہ قلمبند ہوا۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم یہ وہ معاہدہ ہے جس پر فیصلہ کیا علی ابن ابی طالب اور معاویہ بن ابوسفیان نے علی نے اہل کوفہ اور ان کے ساتھ والوں کی طرف سے اور معاویہؓ نے اہل شام اور ان کے ہمنواؤں کی طرف سے یہ کہ کتاب اللہ اول سے آخر تک ہمارے درمیان ہے جس بات کو وہ زندہ کرے ہم زندہ کریں گے اور جس بات کو وہ مٹائے ہم مٹائیں گے۔ لہٰذا دونوں پنچ جو ابوموسیٰ عبداللہ بن قیس اور عمرو بن عاص ہیں جس بات کو کلام اللہ میں پائیں اس پر عمل کریں اور کتاب اللہ میں نہ پائیں تو ایسی سنت پر عمل کریں جو عدل کے ساتھ اتفاق کرنے والی ہو نہ تفرقہ ڈالنے والی اس تصفیہ پر فریقین کے تمام عمائد و اکابر کی شہادت تحریر ہوئی مہریں ثبت ہوئیں یہ قرار پایا کہ دونوں نمائندے آیندہ ماہ رمضان میں اذرح پر جو شام و عراق کے وسط میں واقع ہے جمع ہو کر اپنے فیصلہ کا اعلان کر دیں اگر ضرورت ہو تو تاریخ میں توسیع ہو سکتی ہے دونوں ثالثوں اور ان کے اہل و عیال کے لئے امان کا اعلان کیا گیا دونوں نمائندوں نے یہی عہد شرعی صحیح فیصلہ کرنے کا اقرار کیا تکمیل معاہدہ کے بعد حضرت امیر کے رفقاء میں شرپسند عنصر غالب تھا پھر فتنہ آرائی پر مائل ہوئے اشعث بن قیس نے سارے لشکر میں چل پھر کر معاہدہ کا اعلان کیا اس پر ایک جماعت جس کا سرغنہ عروہ بن اذینہ تھا بگڑ گئی اور کہا کہ تم نے خدا کے معاملے میں انسانوں کو پنچ بنایا یہ کارروائی بالکل غلط ہوئی ان الحکم الا للہ کے نعرے بلند ہونا شروع ہو گئے۔ یہاں تک کہ خوارج کی مستقل جماعت بن گئی اور لشکر حضرت امیر سے علیحدہ ہو گئی اور مقام حروراء میں بارہ ہزار اس جماعت نے شبث بن ربعی کو امیر جماعت مقرر کیا اس جماعت نے حضرت عبداللہ ابن عباسؓ اور خود حضرت امیرؓ سے بحث مباحثہ بھی کیا مقام اذرح میں وقت مقررہ پر دونوں ثالث اور فریقین کے بکثرت معزز و عمائد اصحاب جمع ہوئے حضرت ابوموسیٰ اشعری اور عمرو بن العاص نے خلوت میں یہ رائے طے کی کہ دونوں امیروں کو خلافت سے معزول کر دیا جائے مجمع نہایت بے چینی کے ساتھ فیصلہ سننے کا متمنی تھا جب دونوں پنچ خیمہ سے باہر ہوئے مجمع نے اضطراب آمیز لہجہ میں فیصلہ سننے کا شور کیا ابوموسیٰ اشعری پیشتر تقریر کو کھڑے ہوئے اور فیصلہ کا اعلان کیا کہ مسلمانوں میں آئندہ خونریزی ختم کرنے کے لئے میں طے کرتا ہوں کہ علیؓ اور معاویہؓ دونوں خلافت سے معزول کر دیئے جائیں اس کے بعد عمرو بن العاص نے مجمع کو مخاطب کیا اور کہا کہ آپ نے ابوموسیٰ کا فیصلہ سن لیا جو اپنی جماعت کے امیر علیؓ کو خلافت سے معزول کر چکے مگر میں اپنے موکل معاویہؓ کو مسند خلافت پر برقرار رکھتا ہوں کیونکہ وہ شہید مظلوم حضرت عثمانؓ کے ولی اور ان کے خون کے طالب اور ان کی جانشینی کے اہل ہیں تمام مجمع پر سناٹا چھا گیا اور ابوموسیٰ اشعری پر ہر طرف سے طعن شروع ہو گئی وہ جان بچا کر مکہ چلے گئے حضرت امیر معاویہؓ اگرچہ اس فیصلے کی بنا پر تنہا خلیفہ بن گئے مگر حضرت علیؓ نے اس فیصلہ کو قبول نہ کیا اور معاویہ کی سیاست پر لعن و طعن شروع کر دی یہی طرز حضرت معاویہؓ نے اختیار کیا اور مسلمانوں میں تبرہ اور سب و شتم کی بنیاد قائم ہو گئی خوارج نے اس فیصلہ کے بعد آسمان سر پر اٹھا لیا تمام کوفہ ان الحکم الا للہ کی آوازوں سے گونج اٹھا حضرت امیر نے ہر چند ہدایت کی مگر فتنہ خوارج ترقی کرتا رہا ۲ شوال ۳۷ھ کو خوارج نے کوفہ میں مشورہ کیا اور کوفہ چھوڑ کر جماعتوں کی تنظیم شروع کر دی اب حضرت امیر کو بادگونہ جنگ پر مائل ہونا پڑا مقام نہروان میں خوارج کی ساری قوت کو کچل دیا گیا فتح خوارج کے بعد آپ نے وہیں سے فوج کو شام لیجانا چاہا مگر ساتھیوں نے عذر کیا آپ کوفہ واپس آ گئے اس کے بعد کوفیوں نے بیوفائی کا اور بزدلی کا اظہار شروع کر دیا شام پر حملہ کرنے کے نام سے گریز کرنے لگے خارجیوں کی شورشیں ہر سال کہیں نہ کہیں ہوتی رہیں مگر برابر فرو ہوتی رہیں ۳۹ھ کے حج میں خارجیوں کے تین شخصوں نے کعبہ کے اندر عہد و پیمان کیا کہ حضرت علیؓ و معاویہؓ و عمرو بن العاص کو بیک وقت قتل کر دیا جائے تاکہ مذہب کی جدید تنظیم ہو سکے عبدالرحمن ابن ملجم نے حضرت علی کو اور برک بن عبداللہ تمیمی نے حضرت معاویہؓ کو عمرو بن بکر تمیمی نے عمرو بن العاصؓ کو قتل کرنے کا حلف اٹھایا ۴۰ھ ۱۷ رمضان کو نماز صبح کے لئے جب حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ دارالامارت سے مسجد جانے کے لئے نکلے ابن ملجم نے زہر آلود تلوار سے وار کیا تلوار پیشانی پر پڑی اور دماغ تک اتر گئی زہر کا اثر جسم مبارک پر پھیل گیا ۲۱ رمضان کی شب کو آپ واصل بحق ہو گئے انا للہ و انا الیہ راجعون

پانچویں مجلس

خلافت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

اسلام میں ملوکیت کا آغاز عشرہ محرم کی مجالس میں اہل بیت نبوت کے ذکر جلیل کے ساتھ صحابہ بارگاہ رسالت کا تذکرہ باعث برکت ہے اسی خیال کو پیش نظر رکھتے ہوئے آج ہم حضرت سیدنا امام حسن علیہ السلام کے ساتھ حضرت امیر معاویہؓ کا مختصر سا ذکر کرنا چاہتے ہیں تاکہ ابہام میں تاریکی پیدا ہو حضرت امیر المومنین علی ابن ابی

يُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيبُ بِهَا مَنْ يَّشَاءُ

وہی بجلیاں بھیجکر جس پر چاہتا ہے اُن کو گراتا ہے

وَهُمْ يُجَادِلُونَ فِي اللّٰهِ وَهُوَ شَدِيدُ الْمِحَالِ

یہ کافر اللہ کے بارہ میں جھگڑتے ہیں حالانکہ وہ سخت قوت والا ہے

لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ ۖ وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ

اُسی کی عبادت ٹھیک ہے اور جو لوگ اُس کے سوا کہ غیر کو پکارتے

دُونِهٖ لَا يَسْتَجِيبُونَ لَهُمْ بِشَيْءٍ إِلَّا كَبَاسِطِ

ہیں وہ ان کی دعا بالکل قبول نہیں کرتے ہاں اُنکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی

كَفَّيْهِ إِلَى الْمَاءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ

اپنی دونوں ہتھیلیاں پانی کی طرف پھیلائے تاکہ پانی اُسکے مُنہ میں آپہنچے حالانکہ پانی

وَمَا دُعَاءُ الْكٰفِرِينَ إِلَّا فِي ضَلٰلٍ

اُسکے مُنہ تک نہیں پہنچ سکتا اور کافروں کی جتنی پکار ہے سب گمراہی میں ہے

تفسیر اوپر کی آیات میں علم الٰہی کی ہمہ گیری اور قدرت الٰہی کا کلی احاطہ بیان فرمایا تھا لیکن طرز بیان بلیغانہ تھا جس سے دانشمندوں کو تو فائدہ ضرور ہوتا تھا مگر کور بصیرت محسوس پرست طبقہ کے فہم کی وہاں تک رسائی نہ تھی۔ اس لئے ان آیات میں طریقہ تبلیغ بدل دیا اور وہ طرز اختیار کیا جس پر غور کرنے کے بعد عام سطحی نظر رکھنے والے بھی توحید الوہیت و ربوبیت کے قائل ہو جائیں۔ یہ تو ظاہر ہے کہ الوہیت کا استحقاق اُسی کو ہو سکتا ہے جس کی طاقت اور قدرت سب سے بڑی ہو جس میں نفع نقصان پہنچانے کی قوت ہو جو مربی بھی ہو۔ مصیبت کے وقت کام بھی آسکے اور چونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ مندرجہ ذیل چار افعال کا بلاشرکت غیرے فاعل مختار ہے اور اسی کے دست قدرت میں ذیل کے امور اربعہ ہیں۔ اس لئے وہی معبود برحق اور الٰہ مطلق ہے (۱) اللہ کے حکم سے بجلی چمکتی ہے جس سے بارش کی امید اور ہلاکت کا اندیشہ ہوتا ہے (بیضاوی) (۲) اللہ بادلوں کو اٹھاتا ہے جو پانی سے بوجھل ہوتے ہیں۔ وزنی چیز کی خاصیت ہے کہ نیچے کو گرے۔ مگر بادل باوجود پر آب ہونے اور بھاری ہونے کے اوپر کو اُٹھتا ہے۔ یہ بھی قدرت کی ہمہ گیری ہے (۳) بادل میں گرج ہوتی ہے۔ ابر نام ہے آبی اور ہوائی اجزاء کے مجموعہ کا۔ پانی اور ہوا کا مزاج مرطوب ہے اور رطوبت گرج کے منافی ہے مگر بادل میں گرج ہوتی ہے۔ یہ بھی احاطۂ قدرت کی نشانی ہے۔ اکثر مفسرین نے صراحت کی ہے کہ رعد ایک فرشتہ کا نام ہے جو ابر پر مامور ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ رعد ایک فرشتہ ہے جو بجلی کے کوڑے سے بادلوں کو ہانکتا ہے۔ اہل تحقیقات کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ جس طرح انسانی نفوس ہوتے ہیں اسی طرح نفوس فلکی اور نفوس اجرام علوی ہیں۔ نفوس انسانیہ انسانی ابدان کا تحفظ تربیت اور تدبیر کرنے میں مشغول رہتے ہیں اور اجرام علوی کے نفوس اُن اجرام کا تحفظ اور تدبیر کرتے رہتے ہیں۔ ہر ستارہ کا نفس علیحدہ ہے۔ ہر آسمان کا نفس جدا ہے۔ ان نفوس کو اہل فلسفہ طبائع کہتے ہیں اور شرع میں ان نفوس کی تعبیر کبھی ملائکہ کے لفظ سے کی جاتی ہے۔ گویا رعد کو حدیث میں جو فرشتہ کہا گیا ہے اُس سے مراد ہے بادل کی طبیعت ... اور بجلی کو کوڑا ... کا مطلب ہے جرم سحابی کی ... رعد اور دوسرے فرشتے اللہ کے ڈر سے اُس کی تسبیح میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ رعد کی تسبیح اگرچہ آدمی اور دیگر حیوانات نہیں سمجھتے۔ مگر ہیبت ناک آواز سب سنتے ہیں بادل کی گرج اللہ کی قدرت و یکتائی کو بزبان حال بیان کرتی ہے (۴) اللہ جہاں چاہتا ہے بجلیاں گراتا ہے۔ بلند پہاڑ مضبوط مکان اور سرسبز درخت کوئی چیز بھی اگر اس پر بجلی گر جائے تو سالم نہیں رہتی۔ یہ تو اللہ کی جبروتی طاقت ہے۔ اسکے برعکس معبود ہائے باطلہ جن کی پرستش کی دعوت اہل کفر دیتے ہیں اُن کے اندر ہمہ گیر قدرت اور پر جبروت طاقت ہونا تو درکنار۔ اتنی بھی اُن کو توفیق نہیں کہ اپنے پرستاروں اور پکارنے والوں کی دعا ہی قبول کر سکیں اور کسی قسم کا نفع پہنچا سکیں یا نقصان دفع کر سکیں۔ اُن کو پکارنے والے کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی پیاسا پانی پینے کے لئے اُسکی طرف ہاتھ بڑھائے مگر پانی خود بخود اُس کے ہاتھ میں نہیں آسکتا اور نہ منہ تک پہنچ سکتا ہے۔ جب تک پانی کو اٹھا کر منہ تک نہ لیجائیگا پی نہ سکیگا۔ یہی حال کافروں کا ہے۔ بے عقل بتوں کو پکارتے ہیں۔ بتوں میں کوئی حس نہیں، کچھ طاقت و اختیار نہیں۔ پھر کس طرح کسی کی حاجت روائی کر سکتے ہیں۔

مقصود بیان: بلیغ اور آسان طرز بیان میں توحید کی تبلیغ۔ تمام کائنات عنصری کے تابع حکم الٰہی ہونے کا اظہار۔ غیر اللہ سے مدد مانگنے والوں کی حماقت کا اظہار۔

وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ

اور جو کوئی آسمان و زمین میں ہے نیز اُن کے سائے صبح و شام

طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ

اللہ ہی کو سجدہ کرتے ہیں خواہ خوشی سے یا ناخوشی سے

قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۖ قُلِ اللّٰهُ

(اے محمد) پوچھو آسمانوں اور زمین کا رب کون ہے (پھر خود ہی) کہدو اللہ

قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ لَا يَمْلِكُوْنَ لِ

کہدو کیا تم نے اُس کے سوا [illegible] حمایتی بنا لئے [illegible]

اَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا ؕ قُلْ هَلْ يَسْتَوِی

بھی اختیار نہیں رکھتے — کہدو کیا نابینا اور بینا

الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۙ اَمْ هَلْ تَسْتَوِی الظُّلُمٰتُ

برابر ہو سکتا ہے — یا [illegible] اور اُجالا

وَالنُّوْرُ ۚ اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ خَلَقُوْا

برابر ہو سکتا ہے — یا انہوں نے اللہ کے لیے شریک بنا رکھے ہیں [illegible]

كَخَلْقِهٖ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ ؕ قُلِ اللّٰهُ

اللہ کی ایسی مخلوق بنائی ہو جس کی وجہ سے پیدائش اُنکی نظروں میں یکساں ہوگئی کہدو

خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝

کہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا اللہ ہے — [illegible]

اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتْ اَوْدِيَةٌۢ بِقَدَرِهَا

اس نے ابر سے پانی برسایا [illegible]

فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَّابِيًا ؕ وَمِمَّا يُوْقِدُوْنَ

اور پھولے ہوئے جھاگ کو رلے کے پانی نے اٹھا لیا اور جس چیز کو یہ [illegible]

عَلَيْهِ فِی النَّارِ ابْتِغَآءَ حِلْيَةٍ اَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ

سامان بنانے کے لئے آگ میں تپاتے ہیں — اُس میں بھی ویسا ہی جھاگ

مِّثْلُهٗ ؕ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ ؕ

ہے — اسی طرح اللہ حق و باطل کی مثال ظاہر فرماتا ہے

فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَآءً ۚ وَاَمَّا مَا يَنْفَعُ

چنانچہ جھاگ تو رائگاں چلے جاتے ہیں — اور جو چیز لوگوں کے کار آمد

النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِی الْاَرْضِ ؕ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ ؕ

ہوتی ہے وہ زمین میں ٹھہری رہتی ہے — [illegible] اللہ مثالیں بیان فرماتا ہے

تفسیر ان آیات میں بھی الوہیت کا استحقاق چار خصوصی اوصاف ثابت کیا ہے اور غیر اللہ سے ان اوصاف کی نفی کر کے اُن کی الوہیت کو باطل کیا ہے۔

حاصل ارشاد یہ ہے کہ خدا تعالیٰ چار مخصوص صفات کا حامل ہے:—

(۱) ہر چیز اللہ کے حکم کی مسخر اور مطیع فرمان ہے۔ چار و ناچار اُس کے حکم سے سرتابی نہیں کر سکتی۔ شعور رکھنے والی مخلوق ہو یا بے شعور سب قانونِ قدرت کے زیرِ حکم ہیں۔ اصول ہوں یا فروع۔ کسی چیز کی ذات ہو یا اُس کا سایہ ہر ایک ضابطۂ الٰہی سے خارج نہیں۔ یا یوں کہو کہ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ الخ سے ارواح و نفوس کی طرف اشارہ ہے جو شوق میں آکر انوارِ ذات کی تجلی سے اُس کی طرف جھکتے ہیں۔ اور سایہ سے مراد اُن کے اجسام ہیں جو طبعاً آفتاب ہستی کے طلوع و غروب کے وقت سجدہ کرتے ہیں۔ بہرحال سجدہ سے مراد اطاعت فرمان پذیری اور انقیاد ہے۔ (کما قال محی الدین ابن العربی) طَوْعًا سے مراد ہے بالارادہ فرمان پذیر ہونا اور كَرْهًا سے مراد ہے بلا ارادہ طبعاً مطیع حکم ہونا (۲) انتظام عالم کو برقرار رکھنے والا بالائی اور زیرین مخلوق کی تربیت کرنے والا، آبا برعلویہ اور امہات سفلیہ کی نگرانی کرنے والا آسمانوں اور زمینوں کے سلسلۂ نظم کو درست رکھنے والا سوائے اللہ کے کوئی نہیں (۳) ہر چیز کو عدم سے وجود میں لانے والا نیست سے ہست کرنے والا بھی خدا ہی ہے۔ عالم میں کوئی ایسی چیز نہیں جسکو خدا نے نہ پیدا کیا ہو (۴) [illegible] ہے اُس کی [illegible] ہے۔ عالم کی کوئی چیز اُس سے [illegible] نہیں کر سکتی۔ [illegible] جب یہ چاروں اوصاف خدا ہی کے ہیں [illegible] تو ظاہر ہے کہ اُس کے سوا کسی کو الوہیت کا استحقاق نہیں ہو سکتا۔ اگر اُس کے علاوہ کسی اور کو معبود و مسجود فرض کیا جائے تو نفع ضرر پہنچانے کی طاقت اُس میں ہونی چاہئے اُس کو قدرت تخلیق کا حامل بھی ہونا لازم ہے۔ کوئی ایسی چیز بھی ہونی ضروری ہے جس کو اُس نے پیدا کیا ہو۔ جب ان امور میں سے کوئی بات نہیں تو پھر الوہیت یا ربوبیت میں کسی غیر کو اللہ کا شریک قرار دینا فطرت عقل اور بداہت کے خلاف ہے۔

اس سے آگے خدا تعالیٰ نے حق و باطل کی دو مثالیں بیان کی ہیں آبی اور آتشی۔ پہلی مثال یہ ہے کہ ابر رحمت سے پانی برستا ہے اور ندی نالے بھر جاتے ہیں، کوئی نالہ چھوٹا ہوتا ہے کوئی بڑا۔ ہر ایک میں جتنی وسعت ہوتی ہے پانی اُس میں اُتنا ہی سماتا ہے۔ جب نالے بھر کر بہنے لگتے ہیں تو کف اوپر آجاتا ہے۔ مگر کف بیکار چیز ہے اور پانی سود بخش ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد کف پھٹ جاتا ہے نیچے بیٹھ جاتا ہے اور پانی خالص رہ جاتا ہے جو باغوں اور کھیتوں کو سرسبز کرتا ہے۔ اسی طرح جب مبدء فیاض سے فیض جاری ہوتا ہے۔ رسول پاک کے وسیلہ سے نور ایمان ابر رحمت سے

برستا ہے تو اہلِ بصیرت کے قلوب اُس سے بھر جاتے ہیں جتنا جس کا حوصلہ ہوتا ہے اور جس قدر ظرف ہوتا ہے اُتنا ہی نور ایمان اُس میں سما تا ہے۔ جب قلوب حسب تفاوت مرتبہ ایمان سے لبریز ہو جاتے ہیں تو ظلمت ظرف میں نور کا بہاؤ ہوتا ہے لیکن باطل اور ناحق کا کف حق کے پانی پر چند روز کے لئے غلبہ کرتا دکھائی دیتا ہے۔ اہل باطل اپنے تمام [illegible] دنیاوی بیکروں پر چڑھ دوڑتے ہیں۔ حکومت، عزت، دولت، صحت وغیرہ سب کچھ اُن کے ہاتھ میں نظر آتا ہے لیکن یہ غلبہ اور تسلط عارضی اور چند روزہ ہوتا ہے انجام کار اہل حق کو فتح اور باطل کوش طبقہ کو شکست ہوتی ہے۔ اللہ کا بول بالا ہوتا ہے اور پھر اہل ایمان کے دلوں کا نور [illegible] اور اہل [illegible] کرتا ہے۔ تو آئین عدل جاری ہوتے ہیں [illegible] ظلم و جور کی بیخ کنی ہو جاتی ہے۔

دوسری مثال کا حاصل بھی اسی کے قریب ہے۔ جب کوئی چیز آگ میں پگھلائی جاتی ہے تو کف اوپر آجاتا ہے۔ جھاگوں کے نیچے اصل جوہر چاندی سونا پیتل وغیرہ ہوتا ہے لیکن جھاگوں کا یہ عروج اور بلندی دیرپا نہیں ہوتی۔ تھوڑی دیر میں کف غائب ہو جاتا ہے اور اصل جوہر نظروں کے سامنے آجاتا ہے حق و باطل کی بھی یہی صورت ہوتی ہے۔ چند روز کے لئے باطل کو عروج ہوتا دکھائی دیتا ہے لیکن انجام کار اسکی ہستی مٹ جاتی ہے اور حق کو دوامی غلبہ حاصل ہو جاتا ہے۔

شیخ امام نے ان آیات کی تفسیر میں لکھا ہے کہ اہل باطل و منافقوں کی حالت بیان کرنے کے لئے سورۃ البقرہ کے آغاز میں خدا تعالیٰ نے دو مثالیں بیان فرمائی تھیں ایک آبی دوسری آتشی۔ فرمایا تھا مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا الخ پھر اس سے آگے فرمایا تھا اَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَاءِ الخ۔ اسی طرح کافروں کی حالت کی وضاحت کے لئے سورۃ نور میں دو مثالیں بیان کی تھیں آتشی و آبی۔ فرمایا تھا وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍ بِقِيعَةٍ الخ اور پھر فرمایا تھا اَوْ كَظُلُمَاتٍ فِي بَحْرٍ لُّجِّيٍّ يَغْشَاهُ مَوْجٌ الخ سورۃ رعد کی مذکورہ بالا آیات میں بھی اللہ تعالیٰ نے حق و باطل کی توضیح کے لئے دو مثالیں بیان فرمائیں۔ ایک آبی اور دوسری آتشی۔ یہ قرآن کی عجیب بلاغت ہے کہ باوجود اختلاف مواقع کے اسلوب و طرز ادا کی نیرنگی کے اثباتِ مدعا میں یک رنگی قائم رہتی ہے۔

مقصودِ بیان: نہایت بلند آہنگی اور یقینی محسوس دلائل سے توحید اور الوہیت کا اثبات۔ اس امر کی صراحت کہ کل دنیا اللہ کے زیر حکم ہے کوئی بالارادہ اطاعت کرتا ہے کوئی بلا ارادہ اپنی فطرت کے لحاظ سے۔ کیونکہ مخلوق اپنے ارادہ کو بدل سکتی ہے اپنی فطرت کو نہیں بدل سکتی۔ پس عقل مند ہیں وہ لوگ جو اپنے ارادہ کو فرمان پذیر بنائیں ورنہ تکوینی اطاعت تو تمام مخلوق ہی کرتی ہے۔ استحقاقِ الوہیت کے عام ضابطہ کا بیان کہ جو خالق مربی اور نفع نقصان پہنچانے کی طاقت رکھتا ہو وہی معبود و اِلٰہ ہونے کا مستحق ہے۔ اَعمیٰ اور بَصیر کے لفظ سے اس طرف اشارہ ہے کہ مؤمن بصیر ہے اسکی بصارت عقل فطرت کے رخ کو دیکھتی ہے اور کافر نابینا ہے اس کو فطرت کا رخ دکھائی نہیں دیتا وہ حکم الٰہی کی فطری اطاعت تو کرتا ہے کارخانۂ قدرت میں دخل نہیں دے سکتا۔ اپنی مادی عقل اور جسمانی قوتوں سے آگے نہیں بڑھ سکتا۔ مگر یہ فطری اطاعت اُس کی سمجھ میں نہیں آتی۔ اسی لئے وہ اپنے ارادہ اور اختیار سے اللہ کے حکم کا متبع نہیں بنتا۔ تاریکی اور نور کے لفظ سے بھی اس جانب اشارہ ہے کہ اللہ کا انکار کرنا اور اُس کے حکم سے سرتابی کرنی تاریکی ہے [illegible] کافر کا دل فطرت [illegible] ہو جاتا ہے اور اہل ایمان اطاعت شعار بندہ کی طرح روشن دل منور ہوتا ہے۔ حق کی روشنی اور فطرت کی چمک اُس کو چمکتا رکھتی ہے۔ [illegible] مثالوں میں اس مضمون کی طرف اشارہ ہے کہ ناحق اور کفر کا [illegible] ہو جائے تو اہل ایمان کو اُس سے شکستہ دل [illegible] جھاگوں کی طرح بیٹھ جائیگا اور حق نمایاں ہوگا [illegible] وغیرہ

لِلَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمُ الْحُسْنَىٰ ۚ وَالَّذِينَ

جن لوگوں نے اپنے رب کا حکم مانا اُن کے لئے بہتری ہے اور جن لوگوں نے

لَمْ يَسْتَجِيبُوا لَهُ لَوْ أَنَّ لَهُم مَّا فِي الْأَرْضِ

حکم نہ مانا اُن کے پاس اگر روئے زمین کی تمام چیزیں بلکہ اتنی ہی اور بھی

جَمِيعًا وَمِثْلَهُ مَعَهُ لَافْتَدَوْا بِهِ ۚ أُولَٰئِكَ

ہوں تو سب کی سب [illegible] چھوٹنا چاہیں گے انہی لوگوں

لَهُمْ سُوءُ الْحِسَابِ وَمَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ ۖ

کے لئے حساب کی سختی ہے اور اُن کا ٹھکانا دوزخ ہے

وَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝ ع

اور وہ بری جگہ ہے

تفسیر ان آیات میں قرآن نے پیامِ ہدایت کو ماننے اور نہ ماننے والوں کے نتائج بیان فرماتے ہیں۔ حاصل ارشاد یہ ہے کہ جن لوگوں نے دعوتِ رب کو برغبت و شوق قبول کیا یعنی غیر اللہ سے منہ موڑ کر اللہ کے ہو رہے اُن کے لئے بہتری ہی بہتری ہے۔ (حسنیٰ کی تفسیر ابن عباس نے جنت سے کی ہے، یہی قول جمہور مفسرین کا ہے) اور جن لوگوں نے دعوتِ حق کو قبول نہ کیا یعنی رسول پاک کو نہ مانا اور قرآن کی صداقت سے انکار کیا اور عقائد اسلامیہ کی تکذیب کی تو ان لوگوں کا نتیجہ بہت برا ہوگا۔ موت کے بعد یا علامات موت ظاہر ہونے کے وقت جب اُن کو عذابِ آخرت نظر آئیگا تو اُس وقت وہ دل سے خواستگار ہونگے کہ اگر روئے زمین کی کل دولت سے۔ گنج و دولت اُن کے پاس ہو اور کل

سزا پا دینے کے بعد ان کی جان عذاب سے چھوٹ سکے تو وہ اس میں دریغ نہ کریں۔ اس کے بعد جب حساب کا وقت آئیگا تو ان سے اعمال کی بازپرس بھی بہت سخت ہوگی کسی چھوٹے بڑے عمل سے بھی درگذر نہ کی جائیگی۔ اس کے بعد عذاب جہنم میں ان کو گرفتار کیا جائے گا۔ اور ان کے اعمال کی سزا ان کو پوری پوری دی جائے گی۔

أَفَمَنْ يَعْلَمُ أَنَّمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ

بھلا جو شخص یقین رکھتا ہے کہ جو کچھ تمہارے اوپر تمہارے رب کی طرف سے اتارا گیا

الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ أَعْمَىٰ ۚ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُو الْأَلْبَابِ

وہ حق ہے کیا اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو نابینا ہے بس نصیحت تو عقل والے ہی قبول کرتے

الَّذِينَ يُوفُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَلَا يَنْقُضُونَ

ہیں کہ اللہ کے عہد کو پورا کرتے ہیں اور قول و قرار کو

الْمِيثَاقَ ۝ وَالَّذِينَ يَصِلُونَ مَا أَمَرَ

نہیں توڑتے اور جس چیز کے جوڑنے کا اللہ نے حکم دیا ہے

اللَّهُ بِهِ أَنْ يُوصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَ

اس کو جوڑتے ہیں اور اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور

يَخَافُونَ سُوءَ الْحِسَابِ ۝ وَالَّذِينَ

حساب کی سختی کا خوف رکھتے ہیں اور اپنے

صَبَرُوا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَأَقَامُوا

رب کی خوشنودی کے لئے صبر کرتے ہیں اور باقاعدہ

الصَّلَاةَ وَأَنْفَقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَ

نماز پڑھتے ہیں اور ہمارے دیئے ہوئے کو پوشیدہ اور علانیہ

عَلَانِيَةً وَيَدْرَءُونَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ

خرچ کرتے ہیں اور بھلائی سے برائی کو دفع کرتے ہیں

أُولَٰئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ۝ جَنَّاتُ عَدْنٍ

انہی لوگوں کا انجام بخیر ہے ان کے لئے دوامی جنتیں ہیں

يَدْخُلُونَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ آبَائِهِمْ وَ

جن کے اندر وہ اور ان کے باپ دادوں بیویوں اور اولاد میں سے

أَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيَّاتِهِمْ ۖ وَالْمَلَائِكَةُ يَدْخُلُونَ

جو لائق ہوں گے وہ بھی داخل ہوں گے اور ہر دروازہ سے فرشتے ان کے پاس

عَلَيْهِمْ مِنْ كُلِّ بَابٍ ۝ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا

آکر کہیں گے تمہارے صبر کے صلہ میں تم پر

صَبَرْتُمْ ۚ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ۝ وَالَّذِينَ

سلامتی ہو پس یہ پچھلا گھر خوب ہے اور جو لوگ

يَنْقُضُونَ عَهْدَ اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مِيثَاقِهِ وَ

قول و قرار پختہ کرنے کے بعد عہد شکنی کرتے ہیں اور

يَقْطَعُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَنْ يُوصَلَ

جس چیز کو جوڑنے کا اللہ نے حکم دیا ہے اس کو توڑتے ہیں

وَيُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ ۙ أُولَٰئِكَ لَهُمُ

اور ملک میں فساد پھیلاتے ہیں ان ہی پر

اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوءُ الدَّارِ ۝

پھٹکار ہوگی اور ان کے لئے برا گھر ہے

تفسیر ان آیات میں نیکوں اور بدوں کی تفصیل فرما کر ہر ایک کا مآل کار ظاہر فرمایا ہے۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ اَفَمَنْ یَّعْلَمُ سے اَعْمٰی تک یعنی یہ پوری آیت حضرت حمزہ اور ابوجہل کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ حمزہ بن عبدالمطلب کو بینا اہل علم اور صاحب یقین فرمایا اور ابوجہل کو نابینا کور بصیرت قرار دیا۔ مفسر خازن نے کہا کہ سبب نزول اگرچہ خاص ہو مگر آیت کے معنی عام ہیں مذکورہ آیات میں اہل بصیرت کے چند اوصاف ذکر فرمائے ہیں۔ ہم ہر ایک کی جدا جدا تفصیل کرتے ہیں۔

(۱) اللہ کے عہد کو پورا کرنا یعنی اللہ کی الوہیت و ربوبیت کا جو اقرار کیا۔ انبیا اور کتب سماوی کی جو تصدیق کی اور قانون الٰہی کی پابندی کا جو معاہدہ کیا اس کی خلاف ورزی نہ کرنا (۲) پیمان کو نہ توڑنا یعنی اطاعت و فرمان پذیری کا جو پیمان بندہ سے کیا یا کوئی نذر مانی یا کسی کار خیر کرنے کی قسم کھائی یا مخلوق میں سے کسی کے

کوئی غیر ممنوع وعدہ کیا اُس کو پورا کرنا (عہد و میثاق کی پابندی کا تذکرہ قرآن میں بیس مقام پر آیا ہے۔ قتادہ) (۳) جس چیز کو جوڑنے کا اللہ نے حکم دیا ہے اُسکو جوڑنا۔ اکثر مفسرین کے نزدیک اس سے مراد کنبہ پروری اور قرابتداری کی نگہداشت ہے۔ صلۂ رحم کی شریعت اسلامیہ میں انتہائی تاکید کی گئی ہے۔ بعض مفسرین نے عام میل مراد لیا۔ یعنی جن لوگوں سے اللہ نے میل رکھنے کا حکم دیا ہے میل رکھنا۔ امن عام، اصلاح خلق، حسن سلوک سب چیزیں اس میں داخل ہیں (۴) اللہ سے ڈرنا۔ اعمال اچھے ہوں یا بُرے ہرحال خوف خدا کرنا۔ یعنی اپنے کل اقوال و اعمال کو احسانہائے آلہی کے مقابلہ میں ہیچ سمجھنا اور اس بات کا ہروقت خیال رکھنا کہ کہیں ہماری کوئی کوشش رائگاں نہ جائے۔ اور ہم غضب آلہی میں گرفتار نہ ہوجائیں (جب اللہ کا خوف ہروقت پیش نظر رہتا ہے گناہ کی جرأت ہی نہیں ہوتی) (۵) حساب کی سختی کا اندیشہ رکھنا یعنی اپنے نفس سے ہروقت محاسبہ کرنا کہ کتنی نیکیاں کیں اور کتنی بدیاں سرزد ہوئیں۔ حساب اگرچہ ذرہ ذرہ کا ہوگا اور کوئی شخص بلا محاسبہ نہیں بچ سکتا لیکن بعض کے حساب میں آسانی کی جائیگی زیادہ موشگافی نہ کی جائیگی۔ اور بعض کے حساب میں سختی ہوگی۔ ادنیٰ فعل سے بھی چشم پوشی نہ کی جائیگی۔ سُوءِ الحِسَاب کی آخری شق سے ہے۔ (۶) اللہ کی رضاجوئی کے لئے ہر تکلیف و مصیبت پر صبر کرنا۔ اُن ممنوعات سے نفس کو روکنا جن کی خواہش ہوتی ہو۔ اوامر کی پابندی رکھنی۔ حکم آلہی کی تعمیل میں کتنی ہی کوفت ہوتی ہو اسکو برداشت کرنا۔ لیکن یہ سب کچھ اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے کرنا۔ مال، دولت، عزت، حکومت اور شہرت کے خیال کو تحمل مصائب کے وقت دل سے نکال دینا (۷) ٹھیک وقت پر پابندی کے ساتھ نماز ادا کرنا۔ سستی ریاکاری کو دخل نہ دینا (۸) صدقات، خیرات، زکوٰۃ، غرض حقوق مالی ادا کرنا خواہ علی الاعلان ہو یا درپردہ چھپکر خفیہ ہو یا علانیہ (۹) بدی کے عوض نیکی کرنی اور دشمنوں کی ایذا پر صبر کرنا

اہل دانش کے یہ خصوصی اوصاف ہیں جو علمی و عملی تمام خوبیوں کو جامع ہیں ان کے خلاف جو لوگ بے وقوف اور کوردانش ہیں اُن کے اندر مندرجہ ذیل خصوصیات ہوتی ہیں:۔ عہد آلہی کو توڑنا، قرابت، رشتہ داری، دوستی کا لحاظ نہ کرنا۔ اور ہر قسم کے قول قرار کو توڑنا اور امن عام کو تباہ کرنا۔ ملک میں فساد مچانا مخلوق پر ظلم کرنا۔ اللہ اور بندوں کے حقوق ادا نہ کرنا۔

اول الذکر طبقہ کا نتیجہ اخروی عیش و آرام ہے۔ اور مؤخر الذکر گروہ رحمت آلہی سے دور رہیگا اور مآل کار عذاب میں گرفتار ہوگا۔

مقصود بیان:۔ اہلِ ایمان بینا اور کافر نابینا ہیں۔ عقلمند وہی ہے جس کے اندر مذکورہ اوصاف ہوں۔ آیات میں وفاءِ عہد، کنبہ پروری، شدائد و مصائب پر صبر اور مالی صدقات و خیرات کی بلیغ ترین تعلیم دی گئی ہے اس بات کی بھی صراحت کردی گئی ہے کہ مصائب کی برداشت اور تکالیف پر صبر اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے کیا جائے۔ دنیوی غرض شامل ہو

سِرًّا وَّعَلَانِيَةً کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ صدقہ، خیرات، زکوٰۃ غرض ہر مالی صرف جو راہ خدا میں کیا جائے کسی طرح کیا جائے خواہ کھلم کھلا علی الاعلان یا خفیہ اور درپردہ بہرحال قابل مدح ہے۔ بدی کے عوض نیکی کرنے کی بھی بہترین الفاظ میں ہدایت کی گئی ہے حسنہ اور سیئۃ کے الفاظ ہر نیکی، بدی کو شامل ہیں۔ اس میں ہر قسم کی معافی احسان اور ترک انتقام داخل ہے مَنْ صَلَحَ الخ کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ اہل جنت کے اصول و فروع اور بیویاں بھی اُن کے ساتھ جنت میں جائینگی بشرطیکہ اُن میں جنت کے اندر جانے کی قابلیت ہوئی۔ یعنی ایماندار ہوئے اور اُن کی حالت دخول جنت کے مناسب ہوئی۔ بِمَا صَبَرْتُمْ کی قید دلالت کررہی ہے کہ نفس پر جائز دباؤ ڈالنا اور مادی قوتوں کو شریعت کی اجازت کے مطابق مغلوب رکھنا اور خواہشات کو تعلیم اسلامی کے موافق ترک کرنا دخول جنت کا سبب اور جنت کے اندر اعزاز و احترام کا باعث ہے۔ وغیرہ

اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ

اللہ جس کی روزی میں چاہتا ہے فراخی اور تنگی کرتا ہے

وَفَرِحُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا

اور لوگ دنیوی زندگی پر ریجھے ہوئے ہیں حالانکہ آخرت کے مقابلہ میں

فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا مَتَاعٌ ۝

دنیوی زندگی بے حقیقت چیز ہے

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ

کافر کہتے ہیں اس پیغمبر پر کوئی کھلا معجزہ اس کے رب

اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ

کی طرف سے کیوں نازل نہ کیا گیا؟ کہہ دو کہ اللہ جسکو چاہتا ہے گمراہ چھوڑ دیتا ہے

وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ اَنَابَ ۝ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

اور جو اسکی طرف رجوع ہوتا ہے اسکو اپنی طرف آنے کا راستہ بتا دیتا ہے یہ لوگ وہی ہیں جو

وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ

ایمان لائے ہیں اور یاد آلہی سے اُن کے دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے خوب سمجھ لو کہ اللہ کی یاد

تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ۝ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

سے دلوں کو چین حاصل ہوتا ہے　جو لوگ مومن　اور

الصّٰلِحٰتِ طُوْبٰى لَهُمْ وَحُسْنُ مَاٰبٍ○

نیکوکار ہیں ان کے لئے خوش حالی اور اچھا ٹھکانا ہے

تفسیر ابتدائے اسلام سے ابتک جب مسلمانوں اور کافروں کی حالت کا عمومی تجزیہ کیا جاتا ہے تو میزان میں کفار عموماً دولتمند اور مرفہ الحال نظر آتے ہیں اور مسلمان ہمیشہ تنگدست نادار اور دنیوی مصائب کا شکار دکھائی دیتے ہیں۔ مسلمانوں اور کافروں کی ظاہری حالت دیکھ کر عموماً غیر مسلم اور بعض مسلم بھی اس شبہ میں پڑ جاتے ہیں کہ مسلمانوں پر بحیثیت مذہب خدا کی طرف سے ادبار ہے۔ خدا ان کے مذہب کو پسند نہیں کرتا۔ اگر خدا ان سے راضی ہوتا تو دنیا میں سب سے زیادہ مالدار یہی قوم ہوتی۔ اس کے علاوہ عموماً کفار علمبرداران اسلام کو نسل اور اپنے جیسے بندوں کو مالدار دیکھ کر پھولے نہیں سماتے اور غریب مسلمانوں کے سامنے اکڑتے ہیں۔ خداتعالیٰ ان آیات میں اس شبہہ کا ازالہ فرماتا ہے کہ رزق کی کمی بیشی اور تنگی فراخی تو اللہ کے ہاتھ میں ہے خدا جسکو چاہتا ہے فراخدست کر دیتا ہے اور جسکو چاہتا ہے تنگدست بنا دیتا ہے۔ مگر (عاقبت نااندیش) لوگ دنیوی زندگی (کے آرام و آسائش) پر اکڑتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ آخرت کی زندگی کے مقابلہ میں اس دنیوی زندگی کی کوئی وقعت نہیں۔ یہ ایک حقیر اور ناقابل ترجیح متاع سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی یہی وجہ ہے کہ خدا نے اسکو معیار فضیلت نہیں قرار دیا لہذا اس پر اکڑنا بے جا ہے۔ حضرت مستورد کی روایت ہے کہ حضور اقدس نے ارشاد فرمایا آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی اتنی حیثیت ہے جتنی سمندر کے مقابلہ میں اس انگلی کی تری کی ہوتی ہے جو ڈبو کر نکال لی گئی ہو (رواہ احمد و المسلم) دنیا اور متاع دنیا کے بے قدر ہونے کے متعلق بکثرت صحیح احادیث وارد ہیں۔ جن کا ذکر موجب طوالت ہے۔

مکہ کے معاند کافر عموماً یہ کہا کرتے تھے کہ آخر ایسی کوئی خصوصی نمایاں نشانی کیوں ظاہر نہیں ہوتی جس سے ہمارے تمام شبہات زائل ہوں اور ہم مسلمان ہو جائیں (انکی تفصیل اسی سورت میں اوپر گذر چکی ہے) گویا کافروں کی نظر میں رسول پاک کی ہدایات، معجزات خصوصاً زندہ قرآن جو بلاغت، طرز بیان، عمرانی تمدن اور رسول اللہ کی جامعیت، الٰہیات کے نفیس مباحث کی تفصیل گذشتہ اقوام کی تاریخ اور آئندہ واقعات کے اظہار کے اعتبار سے مجسم معجزہ تھا کافی نہ تھا۔ وہ ایسے نمایاں معجزات کے باوجود جاہلانہ معجزہ کے طالب تھے۔ اور طرح طرح کی فرمائشیں کرتے رہتے تھے لیکن یہ تمام فرمائشیں نمائشی اور معاندانہ ہوتی تھیں، طلب حق مقصود نہ تھی۔ اس لئے ایسی خواہشات قبول نہ کی جاتی تھیں۔ کفار کے مذکورہ بالا سوال کے جواب میں خداتعالیٰ فرماتا ہے کہ اطمینان اور ایمان کے لئے تو قرآن کافی ہے جن لوگوں کو ایمان کی خواہش ہوتی ہے اور طلب حق جن کا شعار ہوتا ہے اُن کی ہدایت تو اس سے ہو جاتی ہے لیکن جس کو اللہ گمراہ چھوڑ دیتا ہے اُسکو کون ہدایت کرے یعنی جو لوگ ازلاً توفیق ایمان سے محروم ہیں اور معاندانہ رنگ میں آیات الٰہی سے سرکشی کرتے ہیں اُن کی ہدایت نہیں ہو سکتی۔ اس سے آگے نیکوکار اہل ایمان کا نیک انجام بیان فرمایا ہے۔

مقصود بیان:۔ دنیا کی کوئی چیز قابل تفاخر اور معیار فضیلت نہیں۔ نہ دولت نہ حکومت نہ طاقت۔ ہدایت و گمراہی خدا کے اختیار میں ہے۔ لیکن قابلیت کے اختلاف کی وجہ سے خدا نے کسی کو گمراہ اور کسی کو راہ یاب کر دیا ہے جو لوگ اللہ کی طرف خلوص کے ساتھ رجوع کرتے ہیں اور اللہ کی یاد سے اطمینان قلب حاصل کرنا چاہتے ہیں اُن کو خدا ہدایت کر ہی دیتا ہے۔ گویا ان آیات میں اس طرف اشارہ ہے کہ تقدیر اور حکم الٰہی پر الزام لگانا بیجا ہے۔ سب سے پہلے طلب صادق کی ضرورت ہے جو ڈھونڈھتا ہے وہ پاتا ہے۔ جو خدا کی طرف دوڑتا ہے خدا اُس کی دستگیری کرتا ہے اور گم کردہ راہ نہیں چھوڑتا۔ ذکر الٰہی سے دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ وغیرہ۔

ایک خاص نکتہ امام غزالی نے احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ قلب کی غذا یاد الٰہی ہے ورنہ دل تاریک اور مردہ ہو جاتا ہے۔ اللہ کو یاد کرنے سے اطمینان قلب حاصل ہوتا ہے۔ آدمی جب اللہ کو خلوص قلب کے ساتھ یاد کرتا ہے اور اُس کے تمام جمالی و کمالی اوصاف پر غور کرتا ہے اور صفات توحید کا یقین کرتا ہے تو لامحالہ سکون خاطر ہوتا ہے۔ مفسر سراج نے لکھا ہے کہ یہاں ارشاد فرمایا کہ یاد خدا سے دلوں میں اطمینان پیدا ہوتا ہے اور سورۂ انفال میں فرمایا کہ مومن وہ لوگ ہیں جن کے دل یاد الٰہی کے وقت خوفزدہ ہو جاتے ہیں۔ گویا یاد الٰہی اطمینان اور خوف دونوں کا سبب ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب آدمی اللہ کے عذاب اور قہر کو یاد کرتا ہے تو اُس کا دل خوف زدہ ہو جاتا ہے اور جب اُس کی رحمت و شفقت کو یاد کرتا ہے تو دل میں سکون حاصل ہوتا ہے میرے نزدیک کسی تاویل کی ضرورت ہی نہیں کیونکہ رحمت کی امید قہر کے خوف سے زائل ہی نہیں ہوتی۔ یاد الٰہی سے بہرحال اطمینان قلبی حاصل ہوتا ہے، لیکن اس اطمینان و یقین کی دو صورتیں ہوتی ہیں۔ رحمت کی امید اور قہر کا خوف۔ اسی بناء پر کہا گیا ہے

اَلْاِیْمَانُ بَیْنَ الْخَوْفِ وَالرَّجَاءِ۔

یہ امر سمجھ لینا ضروری ہے کہ ذکر الٰہی کی دو قسمیں ہیں ظاہری اور باطنی ظاہری ذکر زبان سے بھی ہوتا ہے اور کانوں سے بھی۔ یعنی دوسرے سے سنکر بھی زبان و گوش کے ذکر سے دل کو طمانیت ضرور حاصل ہوتی ہے مگر بطریق تربیت و توحید۔ رہا باطنی ذکر تو اس کی دو قسمیں ہیں۔ اول یہ کہ اللہ کے انعامات پر غور کیا جائے۔ مصنوعات اور مخلوقات پر نظر فکر ڈالی جائے اور دماغ کے اس فعل سے دل کے اندر اللہ کی عظمت و جلالت سما جائے۔ دوم یہ کہ قلب کا اپنا کوئی فعل نہ ہو۔ بلکہ محض عالم غیب سے مخصوص تجلیات کا ظہور بطور کشف ہو جائے۔ یہی خالص طمانیت ہے۔

كَذٰلِكَ اَرْسَلْنٰكَ فِيْٓ اُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ

اسی طرح ہم نے تم کو ایسی امت میں بھیجا ہے جن سے پہلے بہت سی امتیں

مِنْ قَبْلِهَآ اُمَمٌ لِّتَتْلُوَا۟ عَلَيْهِمُ الَّذِيْٓ

گذر چکی ہیں تاکہ تم اُن کو وہ قرآن پڑھ کر سناؤ جو

اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَهُمْ يَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ ۭ

بذریعۂ وحی ہم نے تمہارے پاس بھیجا ہے مگر وہ رحمٰن کا انکار کرتے ہیں

قُلْ هُوَ رَبِّيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ

کہدو کہ وہ میرا رب ہے اُس کے سوا کوئی معبود نہیں اُسی پر میرا بھروسہ ہے

وَاِلَيْهِ مَتَابِ ○

اور اُسی کی طرف میرا رجوع ہے

تفسیر ابو جہل نے سنا کہ رسول اللہ ﷺ ان الفاظ میں دعا کرتے ہیں:- یَا اَللّٰهُ یَا رَحْمٰنُ۔ تو اپنے ہم خیال لوگوں سے جا کر اُس نے کہا کہ محمد اللہ کو پکارتا ہے مگر اللہ کے ساتھ ایک اور معبود کا بھی نام لیتا ہے۔ ہمیں تو رحمٰن الیمامہ کے علاوہ کوئی اور رحمٰن معلوم نہیں۔ یعنی رحمٰن الیمامہ جو مسیلمہ (کذاب) کا خطاب ہے مگر وہ معبود نہیں۔ پھر یہ رحمٰن جس کو محمد پکارتے ہیں کون ہے؟ (معالم) ابن عباسؓ کا قول ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے اللہ کی نعمتیں اور رحمتیں قریش کے سامنے بیان فرمائیں اور حکم دیا کہ رحمٰن کو سجدہ کرو تو انہوں نے انکار اور اظہار نفرت کیا اور بولے رحمٰن کیا چیز ہے؟ قتادہ نے بیان کیا کہ معاہدۂ حدیبیہ کے لئے قریش کی طرف سے سہیل بن عمرو نمائندہ بن کر آیا اور صلح کی مجلس منعقد ہوئی۔ حضور اقدس ﷺ نے حضرت علی رضؓ کو صلحنامہ لکھنے پر مامور فرمایا۔ آپ نے لکھنا شروع کیا:- بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ سہیل نے کہا ہم تو سوائے یمامہ والے کے دوسرے رحمٰن کو جانتے نہیں۔ تم ہمارے دستور کے مطابق بِاسْمِكَ اَللّٰهُمَّ لکھو (بخاری) اسی طرح کے چند واقعات ان آیات کے اسباب نزول ہیں۔ اگرچہ قتادہ نے مؤخر الذکر قصہ کو ہی شان نزول قرار دیا ہے۔

گذشتہ آیات میں کفار کے طلب معجزہ کا ذکر کر کے جواب دیا تھا کہ معجزہ دیکھنے کے بعد بھی ازلی گمراہ ہدایت نہیں پا سکتے۔ جو لوگ خدا کی طرف رجوع کرتے ہیں اُن کو ظاہری معجزہ کی ضرورت بھی نہیں ہوتی۔ اُن کے لئے باطنی معجزات ہر وقت موجود ہیں۔ طلب معجزہ کا دوسرا جواب ان آیات میں دیا ہے۔

حاصل ارشاد یہ ہے کہ کچھ محمد رسول اللہ ﷺ ہی دنیا میں نئے نبی نہیں آئے جو بات بات پر ظاہری معجزات کی طلب کی جاتی ہے سلسلۂ انبیاء پہلے سے جاری ہے تو کیا منکروں کے کہنے سے وہ ہر وقت معجزات دکھایا کرتے تھے۔ معجزہ کا ظہور بھی کبھی بوقت ضرورت ہو جاتا ہے ورنہ اصل مقصود تو پیغام الٰہی کا پہنچا دینا ہے اللہ کی طرف سے ہدایت کا پیغام آنا ہی عظیم الشان نعمت ہے۔ مگر یہ کفار رحمٰن کا انکار کرتے ہیں یعنی اللہ کو رحمٰن نہیں مانتے۔ حالانکہ رحمٰن ہی درحقیقت پروردگار عالم ہے۔ کل جہان کی تربیت اُسی کے دست قدرت میں ہے۔ تم کو کے کل کاروبار میں اُسی پر بھروسہ رکھنا لازم ہے اور یہ بھی یقین رکھنا ضروری ہے کہ آخر کار سب کی بازگشت اور واپسی بھی اُسی کے پاس ہوگی۔ خلاصۂ بیان یہ نکلا کہ اللہ نے گذشتہ اقوام کی ہدایت اور انجام کی سعادت اور رب کی معرفت اور تزکیۂ نفوس کے قواعد سکھانے کے لئے پہلے بھی انبیاء بھیجے اسی طرح اُن لوگوں کے نفوس کی تکمیل کے لئے تم کو مامور کیا اور قرآن نازل فرمایا مگر ان کی کور باطنی کی یہ حالت ہے کہ وہ رسول کی بعثت اور قرآن کے نزول کو اللہ کی رحمت نہیں جانتے بلکہ اللہ کو رحمٰن ہی نہیں مانتے بہرحال وہ مانیں یا نہ مانیں تم کو کہدینا چاہئے کہ زندگی اور مابعد زندگی کے کل امور اسی ذات کے ہاتھ میں ہیں جسکو میں رحمٰن کہتا ہوں۔

نوٹ:- بیضاوی ہمراج، معالم اور جلالین میں كَذٰلِكَ الخ کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ جس طرح ہم نے تم سے پہلے تمہاری پیدائش کی بشارت دینے والے اور تمہارے احوال کی اطلاع دینے والے پیغمبروں کو بھیجا تھا اُسی بشارت اور اطلاع احوال کے موافق تم کو نبی بنا کر بھیجدیا۔ میرے نزدیک یہ مطلب ظاہر آیت کے خلاف ہے۔

مقصود بیان:- رسول پاک ﷺ کی بعثت کوئی نئی نہ تھی۔ گذشتہ اقوام کی ہدایت کے لئے خدا نے اور انبیاء بھی مبعوث فرمائے تھے۔ بعثت رسول کی غرض تبلیغ قرآن ہے بلکہ وہ تمام احکام جو وحی جلی یا خفی کے ذریعہ سے رسول پاک ﷺ کے پاس پہنچے ہوں اُن سب کو پڑھ کر سنانا اور قوم تک پہنچانا نبی کا فرض ہے۔ خدا تعالیٰ کے اسماء صفات میں لفظ رحمٰن کا اطلاق شرعی اسلامی ایجاد ہے۔ اہل عرب اللہ کو رحمٰن نہیں کہا کرتے تھے۔ آخری آیت رمز کے طور پر ایک مخصوص تعلیم یہ دے رہی ہے کہ اقرار الوہیت سے اقرار ربوبیت مقدم ہے۔ اللہ کی ربوبیت سے اُسکی الوہیت کی طرف ترقی ہوتی ہے۔ گویا پہلے نظام عالم کی درستگی، احتیاج، حدوث، باضابطہ تغیرات اور کون و فساد کے سلسلہ پر نظر ڈالنی چاہیئے اور جب تمام کائنات کی علۃ العلل ذات واجب الوجود قرار پا جائے اور یہ یقین ہو جائے کہ تمام عالم کے ایجاد و بقاء کی لگام ایک ذات کے ہاتھ میں ہے تو پھر اُس کی الوہیت و توحید کا اقرار کیا جائے۔ ایک لطیف اشارہ اس طرف بھی ہے کہ صفات کا درجہ ذات سے ہمارے لئے مقدم ہے۔ اللہ کے صفات کو تو ہم فی الجملہ سمجھ سکتے ہیں۔ مگر حقیقت اور ذات ہمارے احاطۂ ادراک سے خارج ہے۔ پھر صفات

میں بھی صفات فعلیہ کا رتبہ صفات ذاتیہ کی بہ نسبت ہمارے لئے مقدم ہے اللہ کی صفات فعلیہ کا جو علم ہم کو ہو سکتا ہے وہ صفات ذاتیہ کا نہیں ہو سکتا پھر صفات فعلیہ میں سے بھی اُن صفات فعلیہ کا علم زیادہ ہو سکتا ہے جو اضافیہ ہیں یعنی جو منفعل متاثر اور مفعول کو چاہتی ہیں مثلاً صفت خلق کے لئے کوئی مخلوق اور صفت ربوبیت کے لئے کوئی مربوب ہونا چاہئے اس تقریر کا نتیجہ یہ نکلا کہ اہل بصیرت پر لازم ہے کہ پہلے اللہ کی صفات اضافیہ پر غور کریں، صنعت خلق، تربیت اور کائنات میں اللہ جو تغیر کرتا رہتا ہے اُس کو گہری نظر سے دیکھیں۔ ان اضافی صفات پر غور کرنے کے بعد غیر اضافی صفات کا علم ہو جائیگا۔ پھر ان صفات کو جاننے سے ذاتی صفات مثلاً وجود، علم اور حیات، توحید کا انکشاف ہوگا پھر درجات علم کا یہاں اختتام ہو جائیگا اور لامحالہ اعتراف کرنا پڑیگا کہ انجام کار سب کو اپنے مرکز کی طرف لوٹنا ہے۔

وَلَوْ أَنَّ قُرْآنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ أَوْ قُطِّعَتْ

اگر کوئی قرآن ایسا ہوتا کہ اس سے پہاڑوں میں رفتار پیدا ہو جاتی یا اس سے زمین

بِهِ الْأَرْضُ أَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتَىٰ ۗ بَلْ لِلَّهِ

کاٹ دی جاتی یا اس کے ذریعے مردوں سے بات چیت کرادی جاتی (تب بھی یہ ایمان نہ لاتے)

الْأَمْرُ جَمِيعًا ۗ أَفَلَمْ يَيْأَسِ الَّذِينَ آمَنُوا

بات یہ ہے کہ سب کام اللہ کے ہاتھ ہے کیا پھر بھی مسلمانوں کی اس بات میں تسلی نہوئی

أَنْ لَوْ يَشَاءُ اللَّهُ لَهَدَى النَّاسَ جَمِيعًا ۗ

کہ اگر خدا چاہتا تو سب لوگوں کو ہدایت کر دیتا

وَلَا يَزَالُ الَّذِينَ كَفَرُوا تُصِيبُهُمْ بِمَا

اور کافروں کو اُن کے کئے پر ہمیشہ مصیبت

صَنَعُوا قَارِعَةٌ أَوْ تَحُلُّ قَرِيبًا مِنْ دَارِهِمْ

پہونچتی رہے گی یا وہ مصیبت اُن کے گھر کے قریب ہی نازل ہوگی

حَتَّىٰ يَأْتِيَ وَعْدُ اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُخْلِفُ

یہانتک کہ اللہ کا وعدہ آپہنچے گا بلاشبہ اللہ وعدہ خلافی

الْمِيعَادَ ۝ ع ۴

نہیں کرتا

تفسیر

طلب معجزات کا یہ تیسرا جواب ہے۔ کفار مکہ نے حضور اقدس سے عرض کیا تھا کہ اگر تم ہم کو مسلمان بنانا چاہتے ہو تو اپنے قرآن کے ذریعہ سے مکہ کے پہاڑوں کو اُن کی جگہ سے ہٹا کر دور کر دو تاکہ ہماری کھیتی باڑی اور باغ پھلواری کے لئے زمین کشادہ نکل آئے۔ یا ہوا کو مسخر کر دو کہ ہم بآسانی زمین کی مسافت طے کر کے ملک شام میں تجارت کر سکیں یا ہمارے بزرگوں یعنی قصی بن کلاب کو زندہ کر دو کہ ہم ان سے بات چیت کر کے تمہارا نبی ہونا معلوم کر سکیں۔ ان تمام مہمل سوالات کا جواب ان آیات میں ہے۔

ابن کثیر کے نزدیک قرآن سے مراد دوسری آسمانی کتابیں ہیں لیکن عام مفسرین کے نزدیک یہی قرآن مراد ہے۔ اول قول پر مطلب یہ ہوگا کہ اگر گذشتہ آسمانی کتابوں میں سے کسی کتاب کے ذریعہ پہاڑوں کو اُن کی جگہ سے ہٹا یا گیا ہوتا یا زمین چیر کر نہریں نکالی گئی ہوتیں یا مسافت طے کرائی گئی ہوتی یا مُردوں کو زندہ کرایا گیا ہوتا تو اس قرآن سے بدرجۂ اولیٰ یہ کام سر انجام دئے جاتے۔ خدا عاجز نہیں سب کچھ کر سکتا ہے۔ دوسرے قول کے بموجب مطلب یہ ہوگا کہ اگر کفار کی عرضداشت کے موجب ایسے مخصوص معجزات ظاہر بھی کر دیے جاتیں تب بھی کیا فائدہ۔ نفس کی تاریکی دور ہونے، عقل کی آنکھیں روشن ہوجانے اور روح میں نور معرفت پیدا ہونے کے لئے تو ہر معجزہ سے بڑھ کر قرآن موجود ہے۔ جب قرآن سے ان کے دلوں پر کوئی اثر نہ ہوا تو دوسرے معجزوں سے کیا ہو سکتا ہے۔ بات یہ ہے کہ ہدایت و گمراہی سب کچھ اللہ کے دست قدرت میں ہے۔ وہ اگر چاہتا تو سب لوگوں کو راہ راست پر لے آتا لیکن اُسکی حکمت اسکی مقتضی نہیں ہے۔ ابن کثیر کے قول کی تائید قتادہ کے قول سے ہوتی ہے اور عام مفسرین کے قول کے ثبوت میں ابو سعید خدری رض، ابن عباس رض، اور شعبی وغیرہم کے اقوال ہیں۔

اس کے بعد کافروں کو ذلت، نکبت، مصیبت، غلامی اور عذاب قیامت کی دھمکی دی گئی ہے۔ آیت لَا يَزَالُ الَّذِينَ كَفَرُوا الخ کی تفسیر میں علماء کا کسی قدر اختلاف ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ کافروں پر آئندہ کوئی نہ کوئی بلاء اور مصیبت پڑتی رہیگی جو ان کے لئے باعث عبرت ہو اور بالآخر وعدۂ الٰہی آجائیگا یعنی مکہ فتح ہوجائیگا۔ وعدۂ الٰہی سے مراد اکثر صحابہ و تابعین کے نزدیک فتح مکہ ہے اور حسن بصری کے نزدیک قیامت مراد ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برابر مسلمانوں کے کچھ دستے اطراف مکہ میں جہاد کے لئے روانہ فرماتے رہتے تھے جو چاروں طرف [illegible] کرتے تھے اور اہل مکہ کی عبرت کا سبب بنتے تھے۔ بالآخر ایک دن پر چڑھائی کا آیا اور مکہ فتح ہوگیا۔

مقصود بیان:۔ آیت وَلَوْ أَنَّ قُرْآنًا الخ پر لطف دلالت کر رہی۔ اس مقصود پر کہ قرآن کا کام راہ راست بتانا، ظلم و جور کی بیخ کنی کرنا، کے قوانین پیش کرنا، روحوں کو روشن کرنا، دلوں کی تاریکی دور کرنا، اللہ

ابی طالب کی شہادت کے بعد ہوا خواہان امیر نے حضرت امام حسنؓ کے ہاتھ پر خلافت کے لئے بیعت کی سب سے پہلے کوفہ کے ایک باوقار رئیس قیس بن سعد نے بیعت کے لئے ہاتھ بڑھایا حضرت امام مجمع میں تشریف فرماتے آپ کی شکل مبارک ہوبہو طلعت جمال مصطفوی تھی چہرے سے معصومیت کی شعاعیں نکل کر قلوب میں اتر جاتی تھیں جو شخص بیعت کے لئے آتا تھا آپ اس سے فرماتے جاتے تھے آپ لوگ میری بیعت تو کر رہے ہیں میری اطاعت بھی کرنا میرا حکم بھی ماننا جس سے میں جنگ کروں اس سے لڑنا جس سے میں صلح کر دوں اس سے صلح کرنا۔ کوئی ارباب سیاست ان فقرات کو شبہ کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ ابھی چند ماہ گذرے تھے کہ معلوم ہوا شام کا لشکر کوفہ کی طرف آرہا ہے حضرت امیر نے اپنے زمانہ حیات میں چالیس ہزار فوج شام پر چڑھائی کے لئے مرتب کی تھی وہ کم ہوتے ہوتے صرف بارہ ہزار رہ گئی حضرت امام اس کو لیکر کوفہ سے روانہ ہوئے مدائن میں قیام کیا قیس بن سعد لشکر کے مقدمۃ الجیش تھے پہلی شب ہی میں مشہور ہوا کہ قیس بن سعد مارے گئے اس خبر کے مشتہر ہوتے ہی لشکر میں ابتری اور خانہ جنگی شروع ہو گئی چند اشرار امام کے خیمہ میں گھس گئے خیمہ کا فرش کھینچ لیا آپ کے دوش مبارک سے چادر اتار لی یہاں تک کہ آپ کی ساق مبارک پر نیزہ مارا گیا اور آپ کو بلا وجہ مجروح کر دیا گیا بعض فدائیوں نے آپ کو حفاظت میں لیکر قصر ابیض میں داخل کر دیا کوفیوں کے مجرمانہ افعال کے مشاہدہ کے بعد آپ نے امیر معاویہؓ سے صلح کر لی آپ کی خلافت کا زمانہ صرف چھ ماہ ہے آپ کو تنے سے خلع خلافت کے بعد مدینہ طیبہ چلے گئے آپ ۱۵ رمضان المبارک ۳ھ ہجری کو حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے بطن مبارک سے پیدا ہوئے آغوش نبوت میں آٹھ سال کے قریب ناز و نعم سے پرورش پائی آپ کے فضائل آئندہ کسی مجلس میں بیان کئے جائینگے آپ کو یزید کے خفیہ سازباز نے آرام سے نہ رہنے دیا اس ظالم نے امام کی منکوحہ جعدہ بنت بنت اشعث کے ذریعہ سے آپ کو زہر دلوایا جس سے آپ کا جگر پارہ پارہ ہو کر منھ کی راہ باہر نکل آیا اور آپ شب جمعہ ۲۸ صفر ۵۰ھ ہجری کو شہید ہوئے مدینہ طیبہ میں مزار مبارک ہے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ خاندان بنو امیہ کے ذی مرتبہ فرد ابو سفیان بن حرب کے فرزند ہیں جو امیہ بن عبدالشمس بن عبد مناف کا بیٹا تھا جس سے بنو امیہ منسوب ہیں ماں کا نام ہند بنت عتبہ تھا۔ امیر معاویہؓ فتح مکہ سے چند ماہ پہلے مشرف باسلام ہوئے جنگ حنین میں شریک ہوئے کتابت وحی کی خدمت دربار رسالت سے تفویض ہوئی حضرت صدیق اکبر نے جو اسلامی لشکر شام کو زیر سیادت یزید بن ابوسفیان روانہ کیا اس کے ساتھ امیر معاویہ بھی تھے جب یزید کا انتقال ہوا تو دمشق کی حکومت امیر معاویہؓ کے سپرد کی گئی حضرت فاروق اعظم کے عہد خلافت میں بھی آپ دمشق کے امیر و عامل رہے حضرت عثمان ذوالنورین کے زمانہ میں تمام شام کی مملکت آپ کے سپرد کی گئی حضرت سیدنا امیر علی رضی اللہ عنہ کی خلافت پر آپ نے بیعت نہیں کی شہادت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بعد آپ نے خون عثمان کا بدلہ لینے کے لئے حضرت علیؓ سے محاربہ کیا جنگ صفین واقع ہوئی جس کا اختتام صلح پر ہوا بعد شہادت حضرت امیر ۴۱ھ میں آپ مستقل خلیفہ اسلام ہوئے اس وقت آپ کی عمر ۶۲ سال کی تھی بیس سال تک آپ مستقل خلیفہ رہے یہ بیس سال کا زمانہ اسلامی فتوحات کا زمانہ تھا صدہا شہر فتح ہوئے اسلامی خلافت کا پرچم یورپ ایشیا افریقہ کے دور دراز ممالک پر لہرایا اور عالم اسلامی کی دھاک تمام دنیا پر بیٹھ گئی۔ آپ کے عہد سلطنت کو بعض مؤرخین نے خلافت اور بعض نے ملوکیت سے یاد کیا ہے احادیث نبوی میں خلافت راشدہ کی میعاد تیس سال کے قریب بعد زمانہ نبوت ظاہر کی گئی ہے لاریب کہ وہ زمانہ خیر القرون حضرت علیؓ کی خلافت کے بعد ختم ہو گیا اور بالفاظ حدیث زمانہ ملوکیت کا آغاز ہو گیا لیکن خلافت راشدہ کے بعد آثار خلافت راشدہ جس زمانہ تک آئینہ نگاہ عالم رہے وہ زمانہ محض صحابی رسولؐ حضرت امیر معاویہؓ کا زمانہ تھا جس میں اسلامی شان و شکوہ کا آفتاب دنیا پر شعاع بار تھا۔ آپ کے ایوان خلافت میں جلیل القدر صحابہ کی صورتیں نظر آتی تھیں بذل و جود اور عطا و سخا کا یہ عالم تھا کہ جسکو جو دیا مالدار کر دیا۔ بعمر ۷۸ سال نصف ماہ رجب ۶۰ھ ہجری میں آپ کا انتقال دمشق میں ہوا اور دمشق میں مابین الجابیہ و باب الصغیر مدفون ہوئے۔ آپ کی چار بیبیاں تھیں میسون بنت بحدل کے بطن سے یزید پیدا ہوا دوسری بی بی فاختہ بنت عمرو سے عبدالرحمن و عبداللہ دو پسر پیدا ہوئے ان دونوں لڑکوں کی اولاد ذکور باقی نہ رہی اسلام میں خلیفہ کا انتخاب جس اہتمام بالشان طریقہ سے ابتک ہوا وہ دنیائے انسانیت کے لئے جمہوریت و سیاست جہانبانی کا درس تھا مگر اسلام میں سب سے پہلے امیر معاویہؓ نے اپنی حیات میں اپنا ولیعہد اپنے بیٹے یزید کو مقرر کر کے ملوک ایران کا اتباع کیا اور خلافت و ملوکیت میں وراثت کا اجرا کیا۔ امیر معاویہؓ اپنے لڑکے یزید کے لئے جبراً بذریعہ عاملین دآمرین تمام بلاد مملوکہ میں بیعت لی مغیرہ بن شعبہ والی کوفہ جب معزول ہو کر دمشق میں پہنچا تو اس نے امیر معاویہؓ کو ترغیب دیکر اس بات پر راضی کر لیا کہ وہ اپنے سامنے یزید کے مستقبل کا فیصلہ کر دے اور اس کو ولیعہد بنا دے۔ مغیرہ نے خود کوفہ جا کر باشندگان کوفہ کا ایک وفد مع درخواست کے باب خلافت روانہ کیا اس وفد نے حاضر دربار ہو کر درخواست پیش کی اور زبانی گذارش کی کہ ہم یزید کی بیعت کے لئے حاضر ہوئے ہیں امیر معاویہؓ نے اس درخواست پر غور کرنے کا وعدہ فرمایا اور اس درخواست کو حجت قرار دیکر تمام عاملین حکومت کو خطوط لکھے اور قاصدین بانفوذ کے ذریعہ عاملین کو یزید کے متعلق بیعت لئے جانیکی ہدایات زبانی دیگئیں۔ چنانچہ بجز اجلہ اصحاب نبی حضرت سیدنا امام حسینؓ و حضرت عبداللہ ابن عمرؓ و حضرت عبدالرحمن ابن ابوبکرؓ و حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ و حضرت عبداللہ ابن عباسؓ وغیرہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بادل ناخواستہ یزید کی ولیعہدی کی بیعت کر لی یہی ایک چیز تھی جس نے اسلام میں ملوکیت کا سنگ بنیاد رکھا اور یہی وہ ہاں باقی کی آگ مسلمانوں میں بھڑکا دی امیر معاویہؓ نے بیعت ولیعہدی کا قیام ۵۶ھ ہجری میں قائم کیا اور چار سال تک یعنی ۶۰ھ تک اس جد و جہد کو جاری رکھا جامع دمشق میں اور ایوان خلافت میں انہوں نے تقریریں کیں مدینہ پاک میں اور اس کے بعد مکہ مکرمہ میں پہنچکر کمال استبداد سے یزید کی بیعت لی۔ تکمیل بیعت ولیعہدی کے بعد عام خاموشی کا اثر حکومت اسلامیہ میں چار سال تک قائم رہا یہاں تک کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے۔

چھٹی مجلس

یزید کی بادشاہی۔ آج کی مجلس میں ہم صرف یزید کی زندگی کے متعلق مختصر

الفاظ میں کچھ کہنا چاہتے ہیں کہ ہم نے آپ کو واضح طور پر یہ بتا دیا تھا کہ حضرت امیر معاویہؓ نے اپنی زندگی میں یزید کو اپنا ولیعہد نامزد کر دیا تھا اور یزید امور ات ملکی پر حاوی ہو چکا تھا۔ وسط رجب ۶۰ھ میں امیر معاویہ کے انتقال کے بعد یزید بلا کسی اختلاف کے بادشاہ بن گیا اور تمام احاطہ حکومت اسلامیہ میں اس کی بادشاہی پر بیعت کر لی گئی اور اس کے نام کا خطبہ منبروں پر پڑھا گیا۔ امارت و خلافت کے لئے کسی کا نامزد کیا جانا مصالح ملکی کے عین مطابق ہے لیکن خلافت راشدہ کا انتخاب مستقبل کے لئے ایک درس مشعل تھا حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات طیبہ کے آخر لمحات میں جب مرض نے ترقی کی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو خلافت امامت پر مامور فرما کر عملاً اظہار فرما دیا کہ منصب خلافت رسول کے صحیح اہل حضرت صدیق اکبر ہیں چنانچہ اہل مدینہ نے متفقہ طور پر آپ کو خلیفہ تسلیم کر لیا حضرت صدیق اکبر نے باوجودیکہ صاحبزادے آپ کے صحابی بھی تھے صاحب عظمت و اقتدار بھی تھے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ نامزد فرمایا۔ حضرت فاروق اعظم نے جماعت شوریٰ قائم فرما دی اور چھ اصحاب جلیل کو نامزد کر دیا کہ ان ہی میں سے ان ہی کے مشورے سے ایک صحابی کو خلیفہ منتخب کیا جائے حضرت عبد اللہ ابن عمر جماعت صحابہ میں باعتبار علم و فضل مرجع خلائق تھے مگر حضرت فاروق اعظم نے بیٹے کو مجلس شوریٰ کا بھی رکن نہیں بنایا حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو معاندین کی کشاکش کے باعث خلافت کے متعلق اظہار کا موقعہ نہ ملا۔ طریقہ انتخاب خلافت جن پاکیزہ اصول کے تحت میں ہوا تھا امیر معاویہؓ کو یہ حق تو تھا کہ وہ اپنے بعد خلافت اسلامیہ کا انتظام فرماتے اور بہترین فرد امت کا انتخاب کرتے خواہ جمہور مسلمین کی رائے سے خواہ صائب الرائے اصحاب کے مشورہ سے لیکن ایسا نہیں کیا گیا۔ یزید کے نامزد کرنے میں انہوں نے طریقہ انتخاب سابقہ کو نظر انداز کر دیا اور یہ جانتے ہوئے کہ یزید کے حالات زندگی میں کوئی چیز ایسی نہ تھی جو اسلامی معیار کے مطابق اس کو مستحق خلافت قرار دیں اس کے اعمال و افعال پر نہایت نفرت و حقارت سے لوگ اعتراض کرتے تھے یزید کی ولیعہدی کی بابت جب امیر معاویہؓ نے زیاد عامل کوفہ سے جو تدبر و سیاست میں اس عہد کا کامیاب اور فائق تر گورنر تھا مشورہ لیا اور اس کی تحریری رائے دریافت کی تو زیاد نے عبید بن کعب کو جس کی سیاسی بصیرت کوفہ میں ممتاز تھی خلوت میں بلایا اور کہا کہ ہر مشورہ کرنے والے کا ایک معتمد ہوتا ہے اور ہر راز کا ایک امانت دار لوگوں میں دو مصلحتیں رکھی گئی ہیں ایک راز کا افشا کر دینا دوسرے غیر اہل کو نصیحت کرنا اور ہمراز ہونے کے دو ہی شخص اہل ہو سکتے ہیں ایک وہ شخص جس کی مطمح نظر آخرت ہو دوسرے جس کے سامنے دنیاوی شرف ظاہری وجاہت اور عقل سلیم ہو۔ اے عبید چونکہ تم میں یہ سب باتیں موجود ہیں اس لئے میں نے تم کو ایک راز سربستہ میں غور کرنے کے لئے بلایا ہے۔ امیر المومنین نے ولیعہدی یزید کے متعلق مجھ سے مشورہ طلب کیا ہے وہ اس امر میں لوگوں کے تنفر سے خائف ہیں اور چاہتے ہیں کہ لوگ اس امر میں بھی ان کی اطاعت کریں۔ میں سمجھتا ہوں اس امر پر جمہور مسلمین کا راضی ہونا ایک امر اہم ہے کیونکہ یزید میں آوارگی بیہودگی بد دیانتی اور نااہلی ہے میری رائے تو یہ ہے کہ تم میری طرف سے جا کر امیر المومنین سے ملو اور یزید

کے افعال سے ان کو مطلع کرو اور صاف صاف کہدو کہ یہ کام ہونا دشوار ہے اگر وہ اس کام کو کرنا ہی چاہتے ہیں تو عجلت نہ کریں۔ عبید بن کعب نے زیاد کو جواب دیا کیا تم بجز اس کے اور کوئی رائے نہیں دے سکتے زیاد نے کہا بجز اس کے اور میں کیا رائے دوں یہ وہ الفاظ ہیں جو زیاد جیسے خیر خواہ اعوان خلافت کے کہے ہوئے ہیں۔ اسی طرح حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ صاف صاف الفاظ میں یزید کی ولیعہدی کی بیعت سے انکار کیا۔ غرض یہ مسئلہ سیاسی نوعیت سے ابتک زیر بحث ہے کہ یزید خلافت اسلامیہ کے لئے موزوں نہیں تھا یزید نے تخت حکومت پر بیٹھتے ہی پہلی کوشش یہ کی کہ وہ تمام افراد جنہوں نے اس کے باپ کے سامنے اس کی بیعت سے انکار کر دیا تھا۔ اب اس کی حکومت پر بیعت کر لیں چنانچہ اس نے فوراً ولید بن ابوسفیان عامل مدینہ عمر بن سعید بن العاص عامل مکہ عبید اللہ بن زیاد عامل بصرہ نعمان بن بشیر عامل کوفہ کو فرمان جاری کئے جس میں حضرت امیر معاویہؓ کے انتقال اور اپنے جانشین ہونے کی اطلاعات تحریر کیں اور ہر ایک کو لکھا کہ اس کی خلافت پر عام بیعت لیجائے ولید بن عتبہ کو خاص طور پر لکھا کہ مدینہ میں بلا توقف حسین بن علیؓ و عبد اللہ ابن عمرؓ و عبد اللہ ابن زبیرؓ سے ہر امکانی تدبیر کے ساتھ بیعت لیجائے جس وقت ولید عامل مدینہ کو یہ خط قاصد نے دیا مروان بن حکم موجود تھا ولید نے اس سے بیعت کے متعلق رائے طلب کی مروان نے کہا اسی وقت ان اشخاص کو بلا کر یزید کی بیعت ان سے لیجائے اگر وہ رضامندی سے بیعت کر لیں تو خیر ورنہ قبل اس کے کہ امیر معاویہؓ کی وفات کا علم لوگوں کو ہو ان اشخاص کو قتل کر دیا جائے اگر یہ تینوں اصحاب اس سے واقف ہو گئے کہ امیر معاویہ کا انتقال ہو گیا تو ان میں کا ہر شخص خلافت کا مدعی بنجائے گا یہ حالات بیعت وغیرہ ہم اگلی مجلس میں بیان کریں گے یہاں صرف یہ ظاہر کرنا ہے کہ یزید نے اپنی حکومت منوانے کے لئے جبر و تعدی کے تمام وسائل اختیار کئے اور مسلمانوں کو سوچنے سمجھنے کا یا کسی مشورہ کا موقعہ نہ دیا اور رائے عامہ کو تلوار کے سایہ میں اپنے مطابق و موافق بنایا اس طرح یزید کی حکومت قائم ہو گئی اور وہ خلافت اسلامیہ کو اپنے زیر اقتدار لانے میں کامیاب ہو گیا اس کا زمانہ حکومت خونریزی خاندان نبوت سے شروع ہوا اور بربادی حرمت کعبہ پر ختم ہوا یزید نے تین سال آٹھ ماہ تک بادشاہی کی اور یہ سارا زمانہ جبر و استبداد کا دور تھا یزید کی شراب خواری عیاشی اور تمام فسق و فجور کی شہرت افسانہ خلق بنی ہوئی تھی جو افراد جو جماعت اس کے خلاف جہاں بھی کچھ لب کشائی کرتے تھے قید یا قتل کر دیئے جاتے تھے واقعہ کربلا کے بعد بھی اس کے مظالم کی روداد طویل ہے۔ واقعہ حرہ یعنی مدینہ طیبہ میں قتل و خونریزی روضہ اقدس نبوی کی بے حرمتی اس کے عہد کا ذلیل ترین ہنگامہ ہے۔ ۶۲ھ ہجری میں عثمان بن محمد بن ابی سفیان عامل مدینہ مقرر ہو کر آیا تو شرفائے مدینہ کا ایک وفد بھی دمشق سے واپس ہو کر مدینہ آیا اگرچہ یزید نے اس وفد کی بہت کچھ شاہانہ مدارات کی تھی مگر اپنے اعمال و کردار کی حقیقت کو نہ چھپا سکا جب یہ وفد جس میں عبد اللہ بن حنظلہ رئیس وفد تھے زر و جواہرات کے ساتھ واپس آیا باشندگان مدینہ نے یزید کے حالات ارکان وفد سے دریافت کئے اور صحیح اطلاعات کے بعد عام بیزاری و نفرت یزید کے خلاف پھیل

گئی یہانتک کہ عثمان بن محمد اور مروان بن حکم اور اکثر بنو امیہ کو اہل مدینہ نے مدینہ سے نکلوا دیا۔ یزید نے مسلم بن عقبہ مری کی سیادت میں بارہ ہزار فوج مدینہ پاک پر حملہ کے لئے روانہ کی تین دن تک مدینہ پاک میں قتل عام روا رکھا گیا تمام شرفا و شیوخ مدینہ خاندان کے خاندان قتل کر دیئے گئے یہ واقعہ آخر ماہ ذی الحجہ ۶۳ھ ہجری کا ہے اس کے بعد کا دوسرا خونریز سیاہ نامہ یزید کی حکومت کا مکہ معظمہ پر چڑھائی اور بیت اللہ کی تباہی اور آتش زدگی ہے مسلم بن عقبہ نے مدینہ شریفہ کی قتل و غارتگری کے بعد عبد اللہ ابن زبیرؓ کے مقابلہ کے لئے مکہ مکرمہ پر لشکر کشی کی ۲۷ محرم ۶۴ھ ہجری کو حوالی مکہ میں پہنچگیا عبد اللہ ابن زبیرؓ جن کے ہاتھ پر تمام مکہ اور حجاز کے باشندے بیعت کر چکے تھے مقابلہ کے لیے مکہ سے باہر آئے شدید معرکہ آرائی ہوئی حصین بن نمیر یزیدی افواج کا سپہ سالار تھا اس نے کوہ ابوقبیس قیعقان پر منجنیقیں نصب کرادی تھیں جو شبانہ روز کعبہ پر سنگباری کرتی رہتی تھیں ماہ صفر پورا سنگباری اور محاصرہ میں صرف ہوا ۳ ربیع الاول ۶۴ھ کو انھیں منجنیقوں کے ذریعہ خانہ کعبہ پر آتشباری کی گئی اور کئی روز تک برابر آتشباری کا سلسلہ جاری رہا کعبہ اللہ کی چھت غلاف کعبہ اور تمام سامان جل گیا یہ تمام مظالم یزیدی لشکر کے مسلمانوں نے کئے۔ ادھر کعبہ مقدس کی آگ ٹھنڈی نہ ہونے پائی تھی کہ ادھر موت نے یزید کو جہنم کے دہکتے ہوئے انگاروں کی طرف دھکیل دیا اور ۱۴ ربیع الثانی ۶۴ھ ہجری کو مقام حوران سرزمین شام میں بعمر ۳۸ سال یزید مر گیا یزید کے مرنے کی خبر پاتے ہی لڑنے والا لشکر تتر بتر ہو گیا اور عبد اللہ ابن زبیر حجاز کے خلیفہ تسلیم کر لئے گئے

مجلس ہفتم

حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا یزید کی بیعت سے انکار و دیگر احوال

خاندان نبوت کے چشم و چراغ۔ گلشن زہرا کے سدا بہار پھول علی کے باغ و بہار کے شگفت و نزہت کے سامان حضرت حسین عالی مقام جن کے مقام عظمت و جلال کا یہ عالم تھا کہ آپ مدینہ منورہ میں ۵ شعبان ۴ھ میں پیدا ہوئے صرف چھ ماہ تک والدہ ماجدہ حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے بطن مبارک میں بحالت حمل رہے تاریخی مشاہدات یہ ہیں کہ بجز حضرت یحییٰ علیہ السلام پیغمبر کے کوئی فرزند ماں کے پیٹ سے چھ ماہ کے بعد پیدا نہیں ہوا۔ آپ کے حسن جمال کا یہ عالم تھا کہ اندھیری رات میں آپ کے عارض چمکتے دمکتے معلوم ہوتے تھے سینہ سے قدم تک بالکل محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھے سیدہ کے دونوں شہزادے حسن و حسین کائنات حسن و جمال کی زیب و زینت تھے رسول پاک دونوں کو جس ناز و نعم کے ساتھ آغوش رحمت میں کھلاتے دوش مبارک پر بٹھاتے شب کو ردائے یمانی میں سینہ سے لگا کر لٹاتے حسن کا سینہ حسین کا گلا چومتے محبت و شفقت کے مختلف انداز سے پیار فرماتے یہ ادائیں جان محبت کان محبت تھیں فرماتے اے اللہ میں ان کو محبوب رکھتا ہوں تو بھی محبوب رکھ پیغمبر کی دعا فرمودہ الٰہی ہوتی ہے خالق محبت محبوب کے انداز محبت کو دیکھتا فرشتے جنت سے آ کر فاطمہ کی چکی پیستے حسنین کے گہوارے ہلاتے رسول منبر سے کسن نواسا کا ڈگ مگ ڈگ مگ آتا دیکھتے منبر سے اتر کر آغوش میں لے لیتے اصحاب نبوت سے ارشاد کرتے ہیں میں ان کو دوست رکھتا ہوں تم بھی دوست رکھو صدیق و فاروق بلائیں لیتے زلفیں سنوارتے عثمان و حیدر انگلیاں پکڑے پکڑے چلتے تمام صحابی جان فدا کرتے۔ حضور سید الرسل ایک روز ایک زانو پر اپنے فرزند ابراہیم کو دوسرے پر فاطمہؓ کے لال حسین کو بٹھاتے پیار فرما رہے تھے کہ جبریل امین بارگاہ رب جلیل سے تشریف لائے فرمایا آپ کے رب کا ارشاد ہے کہ دونوں میں سے کسی ایک کو پسند فرما لیجئے۔ نواز خلیل نے اسمٰعیل کی اگر قربانی کی تھی تو مصطفےٰ نے بھی ابراہیم جانسے بیٹے کو رب کے ارشاد پر قربان کر دیا اور حسین کو فاطمہ و علی کی دلجوئی کرتے ہوئے دامن محبت میں چھپا لیا مگر دوسری مرتبہ جبریلؑ نے حسین کی قربانی کا ہی تذکرہ کر دیا حضور حجرہ مبارک حضرت ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا میں جلوہ آرا ہیں روح الامین تشریف لے آئے ام سلمہ کو ارشاد ہوا در حجرہ پر تشریف رکھیں مقام خلوت میں کسی دوسرے کو باریاب ہونے کی اجازت نہ دیں حسین کھیلتے ہوئے آجاتے ہیں نانی سے پوچھتے ہیں نانا ابا کہاں ہیں یہ حسینؓ کو گود میں لیکر منھ چومتی ہیں فرماتی ہیں وہ ہیں تو اسی حجرہ میں مگر بیٹا تم ابھی حجرہ میں نہ جانا تمہارے نانا نے منع فرما دیا ہے کہ کوئی حجرہ میں داخل نہ ہو اتنا سنکر حسین مچل جاتے ہیں کہتے ہیں کیا اماں جانؓ بھی نانا نے منع فرما دیا ہے کہ حسین حجرہ میں داخل نہ ہو سرکار حسین کی آواز سن لیتے ہیں خود باہر آ کر فرماتے ہیں آؤ میرے لخت جگر میں نے تمہیں منع نہیں فرمایا ہے گود میں اٹھا کر حجرہ میں لیجاتے ہیں۔ جبریل عرض کرتے ہیں کہ حسینؓ کے ساتھ حضور کو کس قدر محبت ہے مگر رب تعالیٰ تو حسینؓ کی قربانی حضور سے مانگتا ہے مگر اس طرح کہ حضور کے بعد کربلا کے تپتے ہوئے ریتے میں فرات کے کنارے حسین کو مع تمام فرزندان و رفقا و اعزا کے تین دن تک بھوکا پیاسا رکھکر آپ کے امتی مسلمان کہلانے والوں کے ہاتھ سے قتل کرایا جائے جبریل یہ کہکر ایک شیشی اپنے ہاتھ سے حضور کو دیتے ہیں جس میں کچھ خاک ہوتی ہے حضور سونگھتے ہیں تو اس میں حسینؓ کے خون کی بو معلوم ہوتی ہے جبریل تمام واقعات کربلا حضور کے سامنے بیان کرتے ہیں حسین اسی نانا کے ہاتھوں کے پالے ہوئے نواسے ہیں جو جبریلؑ کے کلام کو سنتے ہیں یہ اللہ کو علم ہے کہ حسین نے اپنے قتل کی روداد سنی یا نہیں حضور شکستہ خاطر حجرہ سے باہر آجاتے ہیں ام سلمہؓ کو ہدایت فرمائی جاتی ہے کہ اس شیشی کو باحتیاط رکھیں عرض کرتی ہیں میرے ماں باپ آپ پر قربان اس میں کیا ہے سرکار آبدیدہ ہو کر فرماتے ہیں کہ اس میں اس میرے لخت جگر حسینؓ کا خون ہے ام سلمہ جس دن یہ مٹی شیشی میں خون ہو جائے تم سمجھ لینا کہ حسین کربلا میں شہید کر دیئے گئے غرض حسین نے سات برس تک نانا کے آغوش محبت میں پرورش پائی خلفائے راشدین اسلام کے مقبول و مقصود ہو کر رہے امیر معاویہ نے لاکھوں درہم و دینار کی نذریں پیش کر کے آپ کی خوشنودی کو دین و دنیا سے مقدم رکھا مرتے مرتے یزید کو وصیت کی کہ مجھے معلوم ہے کہ حسین تیری بیعت نہیں کریں گے عبد اللہ ابن عمر تیری خلافت کو نہیں مانیں گے عبد اللہ ابن زبیر تو تجھے امیر نہ دیکھ سکیں گے لیکن اے یزید حسین رسول خدا کی گود کے پالے ہیں ان سے تعارض نہ کرنا عبد اللہ ابن عمر نمازی مسند نشین ہیں ان کو سیاسی مخمصات میں الجھنے کا وقت کہاں ان کی رعایت کرنا عبد اللہ ابن زبیرؓ صاحب

تدبیر و سیاست نہیں ان سے ہر قسم کا خطرہ ہے جو بزور قوت ہی فیصل ہو سکتا ہے غرض امام حسین ہر دور میں واجب الاحترام ہی سمجھے گئے یزید نے حاکم مدینہ کو ان مقدس حضرات کی اپنے حق میں بیعت کے لئے جس تاکید کے ساتھ لکھا اس کا اثر یہ ہوا کہ ولید بن عتبہ والی مدینہ نے ان تین افراد کو اپنے ملازم عبداللہ بن عمرو کے ذریعہ بلا یا اتفاق سے عبداللہ بن عمر تو ملے نہیں عبداللہ ابن زبیرؓ اور امام حسینؑ مسجد نبوی میں ملازم کو مل گئے دونوں نے ولید کا پیام سنکر ملازم سے کہا تم چلو ہم آتے ہیں۔ دونوں بزرگوں نے مشورہ کیا امام حسینؑ نے اپنے کچھ اعزہ و رفقا کو بعض اشارات بتائے اور ان کو ہمراہ لیکر ولید کے ایوان حکومت میں آئے ہمراہی دروازے پر بٹھا دیئے گئے امام تنہا ولید کے سامنے گئے مروان موجود تھا ولید امام کا احترام کرتا تھا اس نے یزید کا خط امام کو دیدیا آپ نے حضرت امیر معاویہؓ کے انتقال پر انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور دعائے مغفرت کی اور بیعت کے متعلق کہا کہ میں تنہا کیسے اپنی رائے کا اظہار کر سکتا ہوں تم اس کا باشندگان مدینہ کے مجمع عام میں اعلان کرو مجمع غالباً مجھے اپنا نمائندہ بنائے اس وقت میں تقریر کرونگا ولید نے اس کو پسند کیا امام کا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ آپ تشریف لیجائیں مروان نے کہا کہ ولید اسی وقت امام سے بیعت لیلے ورنہ اگر یہ باہر پہنچگئے اور امیر معاویہؓ کے انتقال کی خبر عام ہوگئی تو خون خرابے ہو جائینگے اگر تو اس وقت بیعت نہیں لے لیتا ہے تو مجھے حکم دے کہ میں حسین کو ابھی قتل کر دوں۔ امام نے ان فقرات کو سنا چہرے پر جلال نمودار ہوا نہایت سخت لہجہ میں کہا کہ مروان تو یا ولید مجھے قتل کر سکتا ہے دونوں آپ کی پرشکوہ ڈانٹ سے مرعوب ہو گئے اور آپ ایوان حکومت سے مکان کو واپس گئے مروان نے ولید پر ملامت کی اور کہا تو نے موقع نکال دیا ولید نے جواب دیا کہ مجھے یہ گوارا نہ تھا کہ میں حسین کو قتل کروں امام نے مکان آتے ہی تمام اعزہ کو جمع کیا اور سامان سفر کی بعجلت تکمیل کی اور تمام بیٹوں بھائیوں بھتیجوں بچوں عورتوں کو ساتھ لیکر راتوں رات سفر کر دیا اس وقت کا منظر کچھ عجب الم انگیز اور دردناک تھا جب آپ تنہا روضہ رسول پر حاضر ہوئے اور قبر مبارک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سینہ سے لگا کر دربار رسول سے ہمیشہ کے لئے جدائی کی اجازت چاہی مراقبہ کیا صبر و رضا کی تعلیم پائی اور نانا جان کو آخری سلام کیا ماں کی تربت پر فاتحہ پڑھی بھائی حسن کو رخصتی سلام کیا اور تمام کاروان اہل بیت کے قافلہ سالار بنکر مدینہ طیبہ سے مکہ معظمہ کو روانہ ہوئے۔ عبداللہ ابن زبیر بھی آپ سے پیشتر مکہ کو روانہ ہو چکے تھے مکہ میں جب حضرت امام پہنچے ہیں تو اس وقت مکہ کا عامل عمرو تھا جو سعید کا تھا آپ نے نہایت خوشی کے ساتھ مکہ میں رہائش اختیار کی لیکن آپ کے پاس مسلمانان مکہ آپ کی زیارت کے لئے روزانہ آتے تھے عبداللہ ابن زبیرؓ نے بھی خانہ کعبہ کے ایک گوشہ میں شبانہ روز عبادت اختیار فرمائی آپ کو حضرت امام کا ہر لمحہ احترام منظور رہتا اور امام کی موجودگی میں اپنے اثر و اقتدار کو معطل رکھنے کی سعی کرتے تھے کوفہ میں جب امیر معاویہ کے انتقال یزید کی تخت نشینی امام کی ترک سکونت کی اطلاعات پہنچیں تو شیعان علی نے سلیمان بن صرد کے مکان پر جلسہ کیا جسمیں سرداران و شرفاء کوفہ مثل حبیب بن مظاہر، رفاعہ بن شداد، قیس بن محمد، سلیمان وغیرہ شریک تھا

سب نے باتفاق رائے یہ تجویز منظور کی کہ امام حسین کو کوفہ بلایا جائے عام جذبات اہل کوفہ کے اس تجویز کے بعد امام کی عقیدت سے لبریز ہوتے جاتے تھے ایک مفصل خط امام کو لکھا گیا جس میں تمام حالات کو واضح کرتے ہوئے امام کو کوفہ کی دعوت دی گئی تھی یہ خط عبداللہ بن سبع ہمدانی اور عبداللہ بن والی کے ہاتھ امام کو روانہ کیا تھا دوسرے روز ایک محضر ڈیڑھ سو آدمیوں کے دستخطوں کے ساتھ روانہ کیا اور خطوط بھی انفرادی طور پر مختلف قبائل کے سرداروں نے لکھے اور قاصدوں کے ہاتھ مکہ روانہ کئے امام عالی مقام ان خطوط کو پڑھتے قاصدوں کی زبان سے کوفیوں کی والہانہ عقیدت کے حالات سنتے آپ بہت زیادہ متاثر ہوئے رفقاء و احباب سے مشورہ کیا اور یہ قرار داد طے پائی کہ کوفہ کے تمام حالات کا صحیح علم کسی معتمد خاص کو وہاں بھیجکر حاصل کیا جائے

مجلس ہشتم

حضرت مسلمؑ کی کوفہ کو روانگی آج کی مجلس میں ہم واقعات کربلا کا آغاز کرا اور ان دردناک حالات کا آپ کو سنانا چاہتے ہیں جس میں مصائب کی روح موج خیز ہے انسانی فطرت کا تقاضا ہے کہ وہ اپنی جان کی حفاظت اور مذہب کی حفاظت کو مقدم سمجھتا ہے اور ان میں سے ہر شے کی حفاظت پر دوسری شے کو قربان کر دیتا ہے لیکن جان کی حفاظت میں دوسری چیزیں قربان کر دیتا ہے کبھی اولاد کی حفاظت میں اپنی جان و مال کی قربانی کی جاتی ہے کبھی مال کی حفاظت میں آدمی جان گنوا دیتا ہے کبھی ناموس کی حفاظت میں ہر چیز بیچ دیتا ہے کبھی ناموس کی حفاظت کے لئے ہر شے کو فنا کر دیتا ہے۔ امام عالی مقام کے سامنے بیعت یزید کا سوال تھا اگر آپ کو عظمت مذہب کا سرفروشانہ جذبہ نہ ہوتا اور عنان امارت مذہب آپ کسی فاسق و فاجر کے ہاتھ میں گوارا فرما لیتے تو کوئی اثر آپ کی ذاتی سیادت و عبادت یا خدمات مذہبی پر پڑتا نہ آپ کو کسی ابتلا میں پڑنے کی نوبت آتی دوسری بات یہ ہے کہ آپ کو اپنے مستقبل کا علم اپنی شہادت کے سندنی واقعات کی من و عن خبر تھی اپنے نانا جان کی زبان سے بچپن میں نہ صرف کلمات شہادت سنے تھے بلکہ حضور کے انداز محبت میں آپ کو اپنی آخری ہلاکت انگیز زندگی کی تصویر نظر آتی تھی آپ نے اپنے بابا جان علی مرتضیٰ کی زبان مبارک سے جب وہ صفین کی جنگ کے بعد کوفہ کو واپس آرہے تھے اور سرزمین نینوا میں قیام فرما تھے۔ الفاظ سنے ہی نہیں تھے بلکہ مقدس باپ کا دست شفقت آپ کے کاندھے پر تھا اور وہ فرما رہے تھے دیکھو نور نظر حسن اسی ذات کے اسی گلستان میں یہاں تمہارے بھائی حسینؑ کا خیمہ نصب ہو گیا یہاں مخدرات طاہرات کا خیمہ کھڑا ہوگا ہاں ہاں میرے پیارے بیٹوں یہ وہ مقام ہے جہاں قاسم کی لاش تڑپتی ہوگی علی اکبر اس خیمے میں دم توڑ رہے ہوں گے عباس یہاں دست بریدہ گھوڑوں کی ٹاپوں سے روندے جائینگے غرض کوئی دردناک نظارہ باقی نہ تھا جسکی تفصیل حضرت مولیٰ نے صاحبزادوں کو نہ بتا دی ہو خود حضرت حسینؑ کا سینہ نیر نبوت و نور ولایت کا گنجینہ تھا مصائب مستقبل ہر وقت آئینہ نظر تھے اگر امام کے بجائے کوئی دوسرا ہوتا تو صرف اپنے متعلق ایسے ہیبتناک امانت کی اطلاع پاکر دہشت و خوف سے لرز کر مر جاتا کلیجہ

پھوٹ جانا دماغ الٹ جاتا مگر آپ کو جو ثبات عزم جو ذوق جہاد جو شجاعت ہاشمی جو صبر و رضا جو بلندی ہمت قدرت نے بخشی تھی اس کا یہ اثر تھا کہ کبھی آپ کی تیوری پر بل نہیں آیا نہ کبھی آپ کے عزائم میں یاس و ہراس کا اثر رونما ہوا آپ جب مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ تشریف لا رہے تھے حضرت عبد اللہ ابن عمرؓ اور حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ سے ملاقات ہوئی دونوں حضرات نے ہجرت مدینہ کا سبب پوچھا حضرت امیر معاویہؓ کے فوت ہونے کا حال اور یزید کی تخت نشینی کا ماجرا معلوم ہوا دونوں نے حضرت امام کو سمجھایا کہ اے حسینؓ جماعت مسلمین میں افتراق پیدا نہ کرو۔ عبد اللہ بن مطیع سے کسی مقام پر اسی سفر میں ملاقات ہوئی دریافت کیا کہ آپ کہاں جا رہے ہیں فرمایا اس وقت تو مکہ جا رہا ہوں بعد کو جہاں میرے رب کی مرضی ہو گی وہاں جاؤنگا عبد اللہ ابن مطیع نے بطور نصیحت عرض کی کہ آپ ہرگز ہرگز مکہ سے کوفہ کا قصد نہ فرمائیں وہاں کے لوگ بڑے بدعہد اور پیمان شکن ہیں آپ کے والد کو ہمیشہ تکلیفیں پہنچائیں حتیٰ کہ شہید کر دیا آپ کے بھائی کو ذلیل کیا آپ مکہ ہی میں قیام فرمائیں۔ یہ تمام تر معاملات آپ کے پیش نظر تھے علم صحیح کے بعد مکہ میں آپ گوشہ نشین ہو جاتے خدمت خلق سے کنارہ کشی کر لیتے۔ اصلاً آپ پر کسی قسم کی آنچ نہ آتی مگر آپ نے ذاتی عزم و وقار کو مرضی الٰہی کے نذر کر دیا تھا جب مکہ میں کوفیوں کے خطوط و وفود پہنچے اور خدا و رسول کے واسطے دلا دلا کر اہل رشد و ہدایت یابی کی درخواست آپ سے کی آپ نے چچا زاد بھائی مسلم بن عقیل کو مامور فرمایا کہ وہ کوفہ جائیں اور وہاں کے باشندگان کے جذبات ملی و مذہبی کا جائزہ لیں اگر حقیقتاً کوفہ کے لوگ مجھ سے رشد و ہدایت کے طالب ہیں اور ان کو اعانت و حفاظت دین مطلوب ہے تو مسلم کوفہ سے مجھ کو خط لکھیں اور اگر اس کے خلاف ہو تو بھی حالات سے باخبر کریں۔ مسلم نے تعمیل ارشاد امام عالی مقام کی اور امام کا خط لیکر کوفہ کو روانہ ہوئے مدینہ پاک میں داخل ہوئے مسجد نبوی میں نماز پڑھی یہاں سے دو راہبر بالمعاوضہ ساتھ لئے راستہ میں ایک مقام پر جہاں سخت تپش اور تمازت کا اثر تھا سخت پیاس محسوس ہوئی دونوں اجیر ہمراہی مسلم بن عقیل کو پانی کے چشمہ کا پتہ بتا کر شدت تشنگی سے فوت ہو گئے حضرت مسلم اس واقعہ کو اپنے لئے فال بد سمجھے اور امام کو بعینہ لکھا کہ مجھے کوفہ جانے سے معاف فرمایا جائے امام نے جواب میں کہلا بھیجا کہ اے مسلم تم خائف ہو گئے ہو اور بزدلی کا اظہار کرتے ہو جوان ہمت بنکر کوفہ جاؤ مسلم ۵ ذی الحجہ کو کوفہ میں داخل ہوئے۔ کوفہ والے بظاہر آپ کے کوفہ آنے سے بہت خوش تھے اور مسلم کے گرد و پیش جمع رہتے تھے جب مجمع زیادہ ہو جاتا مسلم حضرت امام کا خط سناتے لوگ فرط عقیدت سے روتے اور جان و مال سے امام کی اعانت کا وعدہ کرتے چند روز میں کوفیوں کے اندر ہیجان پیدا ہو گیا اس رجحان عام کی اطلاع نعمان بن بشیر آمر کوفہ کو ہوئی تو اس نے فضا کو ساز گار و پر سکون رکھنے کی کوشش کی آبادی کوفہ کو ایوان حکومت میں طلب کر کے خطبہ دیا اور لوگوں کو فتنہ و فساد برپا کرنے کی ممانعت کی یہ بھی کہا کہ میں اس وقت تک جب تک انقلاب پسند جنگ پر نہ اتر آئیں کوئی فوجی تعزیر نہ دوں گا اور نہ کسی کو محض شبہ کی بنا پر قید کروں گا ہاں اگر علانیہ نقض بیعت یزید کی گئی تو میری تلوار تم پر تیر قضا بنکر برسیگی۔ نعمان چونکہ نیک طبیعت اور دل دادہ اہلبیت تھا اس کے خطبہ کے الفاظ نرم تھے۔ بنو امیہ کے بعض عمائد نے اس خطبہ کو شبہ کی نظر سے دیکھا اور نعمان پر اعتراض کئے۔ یزید کو بھی پورے ماحول کی خبر شکایت کے طور پر دیگئی مسلم کی موجودگی کوفیوں کی مسلم کے ہاتھ پر بیعت کا حال نعمان کی ملاطفت اور ناقابلیت کا حال لکھا۔ یزید نے نعمان کو برطرف کر کے عبید اللہ ابن زیاد کو جو بصرہ کا عامل تھا والی کوفہ مقرر کیا عبید اللہ بن زیادہ نہایت سخت دل اور باپ سے زیادہ آل علیؓ کا دشمن تھا بصرے والوں کے جذبات اور ان تحریرات کا اس کو علم تھا جو مابین اہل بصرہ و امام حسین ہو رہی تھیں یہ نہایت تیزی سے بصرہ کا انتظام کر کے کوفہ پہنچا کوفہ میں جاں نثاران اہل بیت نبوی کا یہ عالم تھا کہ وہ روزانہ حضرت مسلم کے مواعظ سنکر بیقرار تھے خطوط و وفود کے لحاظ ان کو یقین تھا کہ امام حسین ضرور تشریف لاتے ہوں گے چنانچہ راتوں کو گروہ کے گروہ کوفہ کی آبادی کے باہر پیشوائی کو اور امام کی زیارت کو چلے جاتے تھے ابن زیاد جس رات کو حوالی کوفہ میں داخل ہوا جماعت استقبالی یہی سمجھی کہ امام آ گئے اور ساری جماعت والہانہ انداز میں امام کے نام کے نعرہ لگاتے ہوئے ابن زیاد کے ناقہ کے پیچھے پیچھے باب حکومت تک آئے جب یہ معلوم ہوا کہ جس کا خیر مقدم ہم کر رہے ہیں وہ امام نہیں بلکہ عبید اللہ ابن زیاد ہے تو ساری جماعت خوف و ہراس کے عالم میں منتشر ہو گئی مگر ابن زیاد کو اہل کوفہ کے جذبات کا اس جماعت ہی کے تاثرات سے صحیح علم ہو گیا اور اس نے آتے آتے فوراً انتہائی سختی سے مسلم بن عقیل کی گرفتاری کے احکام اور جماعت مسلم کی نگرانی شروع کر دی پہلے روز تمام اعیان و اہالیان کوفہ کو اپنے دار الحکومت میں جمع کرنیکا حکم دیا اور ان کے سامنے یہ تقریر کی کہ اے اہل کوفہ امیر المومنین نے مجھے کوفہ کا والی مقرر کیا ہے اور مجھے تمہارے مظلوموں کی داد رسی اور تمہارے وفاداروں کی حسن سلوک کے ساتھ سرپرستی کرنے اور جو نافرمان ہیں اور باغی ہیں ان کو قید کرنیکا حکم دیا ہے میں ان احکام کی تعمیل ضرور کروں گا لیکن تمہیں سمجھائے دیتا ہوں کہ میں اطاعت شعاروں پر ان کے والدین سے زیادہ شفقت کروں گا جو حکومت کی جاں نثاری کریں گے میں ان کے شفیق بھائی سے زیادہ ان کی اطاعت کروں گا لیکن جو شخص میری مخالفت کریگا اور امیر المومنین کی حکومت کے خلاف سازش یا بغاوت کریگا اس کی گردن پر میری تلوار اور پیٹھ پر میرا درہ ہو گا۔ اس خطبہ کے بعد اس نے رؤسائے کوفہ کو حکم دیا کہ آپ لوگ آج ہی اپنے اپنے حلقہ اثر کے تمام افراد اور باشندگان کی فہرستیں بنا کر پیش کریں وفاداروں اور باغیوں کی جدا جدا فہرستیں بنائی جائیں اگر فہرستیں غلط یا مشکوک ثابت ہوئیں تو فہرست مرتب کرنے والے کی سزا بھی وہی ہو گی جو باغی اور مجرم کی ہو گی اگر کسی شخص نے اپنے حلقے کے کسی مجرم یا باغی کا نام درج فہرست نہ کیا یا اس کو وفاداروں میں قصداً لکھ دیا تو اس کی جائیداد ضبط کر لی جائیگی اور سزا اس کی سولی ہو گی یہ خبر چشم زدن میں سارے شہر میں پھیل گئی حضرت مسلم بن عقیل جو ابھی تک مختار کے مکان میں مقیم تھے اس خبر کو سنکر پریشان ہوئے فوراً ہانی کے یہاں جو بڑا صاحب اثر کمر دار تھا پہنچے اس نے مسلم کو دروازہ پر دیکھکر کہا کہ تم میرے یہاں مجھے مصیبت میں پھنسانے کیوں آ رہے ہو فرمایا تمہاری پناہ میں اور تمہارا مہمان بنکر آیا ہوں ہانی نے مجبوراً مسلم کو اپنی پناہ میں لے لیا

ہانی بڑا مضبوط ارادہ و قوی حوصلہ سردار تھا ابن زیاد نے اپنے ایک مخصوص غلام کو تین ہزار درہم دیکر مسلم کی سراغ رسانی پر تعینات کیا یہ شخص بلا کے بے وہاں تھا اس نے خود کو مسلم کا فدائی ظاہر کرکے مسلم کے تمام طرفداروں کا پتہ چلا لیا وہ اس مسجد میں بھی گیا جس میں مسلم بن عوسجہ امام تھے اور جو حضرت امام حسینؓ کے لئے لوگوں سے بیعت لیا کرتے تھے غلام جاسوس کی چکنی چپڑی باتوں میں مسلم بن عوسجہ آ گئے اور اس سے رازداری کا عہد لیکر مسلم بن عقیل کی موجودگی اور جماعت کا حال بتا دیا ہانی بن عروہ بیمار ہو گیا تو ابن زیاد اس کے مکان پر عیادت کو گیا عمارہ ہانی کے دوست نے اشارہ کیا کہ اس کو یہیں ختم کر دیا جائے مگر ہانی نے پسند نہیں کیا دوسری مرتبہ شریک بن اعور جو ہانی کا مہمان تھا بیمار ہو گیا تو بھی ابن زیاد نے آنکی اطلاع دی شریک نے بھی ہانی کو سمجھایا کہ اس سے بہتر کوئی موقعہ نہیں عبد اللہ ابن زیاد کو جب وہ پھر عیادت کو یہاں آئے تو اسے قتل کر دیا جائے مگر ہانی نے پسند نہیں کیا جاسوس جاں نثاری اہلبیت کے بھیس میں برابر مسلم بن عقیل کے پاس جاتا رہتا تھا اور روزانہ کی کیفیات کا ابن زیاد سے شب کو تذکرہ کرتا تھا جب ہانی نے قصر حکومت کی حاضری ترک کر دی تو ابن زیاد نے بذریعہ اسماء بن خارجہ و عمر بن حجاج قصر امارت پر ہانی کو بلوایا اور دریافت کیا کہ اے ہانی تم نے مسلم بن عقیل کو اپنے مکان پر بٹھلا رکھا ہے اور روزانہ تمہارے مکان پر مجمع باغیوں کا ہوتا ہے ہانی نے انکار کیا ابن زیاد نے مخبر کو جو روزانہ ہانی کے یہاں حاضر ہوتا تھا بلوایا ہانی کو ندامت ہوئی اور صحیح واقعہ بیان کر دیا ابن زیاد نے کہا کہ مسلم کو میرے سامنے پیش کرو ہانی نے کہا جو شخص میری پناہ میں ہے میں اس کو ایسی حالت میں کہ قوت بازو رکھتا ہوں جماعت رکھتا ہوں ... ... جب تک زندہ موجود ہوں ہرگز قتل کرنے کے لئے تجھے نہیں دے سکتا ابن زیاد نے ہانی کو قید کر دیا اس پر اسماء ابن خارجہ نے اعتراض کیا تو اس کو بھی ابن زیاد نے پٹوایا۔ اب تمام کوفہ میں شہرت ہو گئی کہ ہانی کو قتل کرا دیا گیا عمر بن حجاج نے اپنی پوری جماعت سواران جمع کی اور ساتھ لیکر قصر حکومت کا محاصرہ کر لیا مسلم بن عقیل کے ہاتھ پر اس وقت تک اٹھارہ ہزار کوفی بیعت کر چکے تھے اور اس شہرت کے بعد چار ہزار کی جماعت ان کے پاس موجود تھی مسلم بھی جماعت کو لیکر دار الحکومت چڑھ گئے ابن زیاد نہایت مدبر تھا اس نے فوراً دنیا داران حکومت شمر بن ذی الجوشن محمد بن اشعث وغیرہ کو حکم دیا جو اس کے پاس موجود تھے کہ قصر حکومت کی چھت پر کھڑے ہو کر لوگوں کو سمجھائیں کہ جو شخص مسلم کا ساتھ چھوڑ کر حکومت کی امان میں آ جائیگا اس کو منصب و اعزاز عطا ہوگا۔ اور جو بغاوت سے باز نہ آئیگا اس کو سخت سے سخت سزا دی جائیگی اور اس کا گھر بار ضبط کر لیا جائیگا لوگ فوراً بالاخانے سے محاصرین کو وعظ و پند کرنے لگے جوش ٹھنڈا ہوتے ہی لوگ دس دس پانچ پانچ کرکے منتشر ہو گئے اور صرف پچیس تیس آدمی مسلم کے ساتھ رہ گئے آپ یہ رنگ دیکھکر باب کندہ کی طرف روانہ ہوئے یہ ہمراہی بھی ساتھ چھوڑ گئے اب بالکل مسلم تنہا رہ گئے گلیوں کوچوں میں سے گذرتے ہوئے ایک دروازہ پر پہنچے یہ گھر طوعہ نامی ایک معزز خاتون کا تھا

مسلم نے اس سے پانی طلب کیا طوعہ نے پانی پلایا آپ پریشانی کے عالم میں پانی پیکر وہیں بیٹھ گئے۔ طوعہ نے کہا کہ اے نیک مرد پانی پیکے تو اپنے مکان کو جاؤ اس وقت کی بیکسی اللہ اللہ حضرت مسلم جن کے ساتھ اس سے پیشتر ہزاروں افراد لڑنے کے لئے موجود تھے اب بیکس و تنہا ہیں نہ کوئی یار و مددگار ہے نہ کوئی بات کرنیوالا ہزاروں خیالات قلب و دماغ میں چکر کاٹ رہے ہیں قضا سامنے کھڑی ہے عورت نے تین بار اپنے الفاظ کو دہرایا مگر آپ غرق حیرت بالکل ساکت تھے طوعہ نے کہا کہ میں بار بار عرض کر رہی ہوں کہ آپ اپنے مکان تشریف لیجائیے مگر آپ کچھ جواب نہیں دیتے حضرت مسلم نے آہ سرد کھینچی کہ اے خاتون محترمہ مجھ خانماں برباد کا پردیس میں نہ کوئی مکان ہے نہ میزبان ہے آہ میں کہاں جاؤں کون ہے جو مجھے اپنے گھر پناہ دے۔ کاش تم اپنے مکان میں مجھے پناہ دیدیتیں طوعہ نے جس وقت یہ درد بھری گفتگو سنی بے قرار ہو گئی دریافت کیا یہ تو بتائیے آپ کون بزرگ ہیں کیوں پریشان ہیں فرمایا میں مسلم بن عقیل ہوں کوفہ والوں کی فرمائش سے امام حسین کے پاس سے آیا ہوں ان کا بھائی ہوں کل تک ہزاروں اہل کوفہ میرا دم بھرتے تھے آج کوئی بات پوچھنے والا نہیں ہے طوعہ نے فوراً آپ کو اپنے مکان کے دوسرے حصے میں ٹھیرایا کھانا پیش کیا مگر آپ نے نہ کھایا۔ بلال طوعہ کا لڑکا جب مکان میں آیا تو اس کو مسلم کے قیام کا حال معلوم ہوا۔ ابن زیاد نے مجمع فرو ہونے کے بعد اعلان کر دیا کہ عام معافی دیدی گئی کسی پر کوئی الزام نہیں تمام لوگ جامع مسجد کوفہ میں نماز عشا پڑھنے آئیں چنانچہ اس اعلان سے کوفی بالکل مطمئن ہو گئے عشا کی نماز کے بعد ابن زیاد نے تقریر کی اور تالیف قلوب کے لئے کوفہ کے لوگوں کی تعریف کی اور کہا مجھے یقین ہے کہ تم سب لوگ امیر المومنین کے ایسے ہی فدائی ہو جیسا کہ میں ہوں یہ تمام تفرقہ اندازی مسلم بن عقیل کی ہے جو تمہیں برباد کرنا چاہتا ہے جو شخص مسلم کو گرفتار کرکے لائیگا اس کو انعام و اکرام سے سرفراز کیا جائیگا صبح کو ابن زیاد نے جلسہ عام کیا بلال کو انعام حاصل کرنے کا لالچ تھا اس نے مخبری کی ابن زیاد نے ستر سپاہی بسر کردگی محمد بن اشعث مسلم کی گرفتاری کے لئے روانہ کئے جس وقت یہ لوگ طوعہ کے مکان پر پہنچے شور و غل سنکر حضرت مسلم تلوار لیکر باہر نکل آئے اور نہایت بہادری سے لڑکر سپاہیوں کو گھر سے باہر نکال دیا آپ جس قدر بہادری سے لڑتے تھے اتنی ہی شدت کیساتھ دشمن یورش کرکے آپ پر ٹوٹ پڑتے تھے بکر بن حمران نے آپ پر تلوار کا وار کیا جس سے آپ کے دو دانت شہید ہو گئے اور اوپر کا ہونٹ کٹ گیا آپ نے بھی اس کو زخمی کر دیا کچھ سپاہی مکان کی چھت پر چڑھ گئے اور اینٹ پتھر برسانے لگے مسلم بھی جست لگا کر چھت پر پہنچ گئے اور قتل و خونریزی کا بازار گرم کر دیا سپاہی زخم خوردہ ہو ہو کر جی چھوڑنے لگے محمد بن اشعث نے چال چلی اور کہا اے مسلم آپ لڑائی سے باز رہیں آپ کو امان دی جاتی ہے سپاہیوں کو بھی منع کیا ہاشمی بزرگ کی تلوار میان سے باہر ہو چکی تھی مگر لڑنے والے حریف سامنے سے گریزاں تھے حضرت مسلم نے چند اشعار پڑھے جس میں ظاہر کر دیا کہ دشمن مجھے فریب دے رہا ہے اور جو عہد و پیمان کا یقین دلا رہا ہے محمد بن اشعث نے قسمیں دلا دلا کر آپ کو یقین دلایا آپ کا تمام جسم تلوار و نیزوں کے زخموں اینٹوں پتھروں کی چوٹوں سے لہولہان تھا خون نکل جانے سے نقاہت بڑھ رہی تھی آپ ایک دیوار سے تکیہ لگا کر بیٹھ گئے اور غشی طاری ہو گئی بیہوشی کی حالت میں آپ کی تلوار

محمد بن اشعث نے لیلی اور آپ کو خچر پر سوار کرکے ابن زیاد کے پاس بھیجنے اثنا راہ میں جب آپ کو ہوش آیا معلوم ہوا تلوار قبضہ میں نہیں ہے اس کس مپرسی اور بے دست و پائی پر آپ کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں فرمایا مجھے امان دیکر فریب دیا گیا۔ بد عہدی کی گئی میری تلوار لیلی گئی اے ابن اشعث تو مجھے کہاں لئے جاتا ہے تجھے امان دینے میں بالکل بے اختیار ہے آپ کی آزردہ خاطری دیکھ کر ابن اشعث نے کہا کہ آپ لے یہ مصائب خود اپنے سر لئے اب اس قدر رنج و غم کیوں ہے فرمایا اپنے مرنے جینے کا غم نہیں الم یہ ہے کہ میں نے حسین ابن علی کو تمہاری غلط اطاعت شعاری کے جل میں آکر کوفہ آنے کو لکھدیا ہے اس پر مجھے رونا آتا ہے اے ابن اشعث تم سے میں اتنی ہمدردی کا خواستگار ہوں کہ تم میری حالت اور میری طرف سے امام حسین کو کسی قاصد کے ہاتھ کہلا بھیجو کہ وہ ہرگز کوفہ نہ آئیں محمد بن اشعث نے اس کا اقرار کر لیا۔ جب مسلم کو ابن زیاد کے سامنے پیش کیا گیا تو حضرت مسلم نے ابن زیاد کو سلام علیک نہیں کی درباریوں نے اعتراض کیا آپ نے کہا جو مسلم کو قتل کرنے پر آمادہ ہو اس کو سلام ہی کیا۔ ابن زیاد نے کہا میں ضرور قتل کروں گا آپ نے کہا کہ میں بھی ایسا ہی یقین رکھتا ہوں کیا مجھے اتنا موقع دیا جائیگا کہ میں تنہائی میں کسی کو کچھ وصیت کرسکوں اجازت دیدی گئی آپ نے آپ نے عمرو بن سعد سے کہا بوجہ قرابت میں تم سے کچھ وصیت کرنا چاہتا ہوں تخلیہ کر دیا گیا آپ نے تین وصیتیں کیں ایک یہ کہ میں نے کوفہ میں فلاں شخص سے کچھ قرض لیا ہے وہ تم ادا کردینا حسین کے پاس کسی کو بھیجدینا اور کہلانا کہ وہ کوفہ نہ آئیں میری نعش کو دفن کرادینا عمرو بن سعد نے تینوں وصیتیں قبول کرلیں اس کے بعد ابن زیاد نے آپ سے کچھ گفتگو کی اور حکم دیا کہ بالائے قصر لیجا کر مسلم کو قتل کردیا جائے اور لاشہ بے گور و کفن پھینکدیا جائے آپ کا قاتل بکر بن حمران تھا آپ بالائے قصر لیجائے گئے آپ نے تسبیح و استغفار شروع فرمائی اور مستغرق العبادت الٰہی ہو گئے جلاد نابکار نے اپنا کام کیا اور کو مظلوم و بے گناہ حضرت مسلم بن عقیل غربت و بیکسی کے عالم میں ظالم و جابر بدنصیب ابن زیاد کے حکم سے مقام جا ان کے مقابل شہید کئے گئے اور آپ کی نعش مبارک کو بھی چھت سے نیچے پھینکدیا گیا آپ کے ساتھ ہی ہانی مختار بن ابی عبید عبداللہ بن حرث کو بھی قتل کر دیا گیا اس طرح امام حسینؑ کے بھائی اور قاصد کو کوفیوں کی فریب دہی نے حیات ابدی کے آغوش تک پہنچا دیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

مجلس نہم

حضرت امام عالی مقام کا سفر اور واقعات شہادت

حضرت مسلم مکہ سے نویں ذی الحجہ کو روانہ ہوئے تھے ان کے تشریف لیجانے کے چند روز بعد سے جگر گوشۂ رسول نور دیدہ بتول حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالےٰ برابر ان کے خط کے انتظار میں رہتے تھے اور قلب مبارک پر تشویش کا اثر رہتا تھا یہانتک کہ حضرت مسلم کا خط پہنچا جسمیں تحریر تھا میں جس روز سے کوفہ آیا ہوں محبان اہل بیت روزانہ جوش عقیدت میں میرے پاس آتے ہیں اور داخل سلسلہ بیعت ہوتے ہیں عام طور سے تمام کوفہ کی آبادی امام عالیمقام کے نام پر فریفتہ ہے اس وقت تک اٹھارہ ہزار جاں نثاران حسین کی تعداد ہو چکی جو اپنی جانیں آپ پر قربان کرنے کو تیار ہیں اہل کوفہ نہایت بیچینی کے ساتھ آپ کا انتظار کر رہے ہیں اب جلد سے جلد ضرورت ہے کہ آپ کوفہ تشریف لاکر زمام خلافت ہاتھ میں لیجئے اور لوگوں کی خواہشات کو پورا کیجئے اس خط کو پاکر حضرت امام عالی مقام نے فوراً عزم سفر فرما دیا جس وقت آپ کے ارادۂ سفر کا حال معلوم ہوا تو آپ کی خدمت میں عبداللہ ابن عمر حضرت عبداللہ ابن عباس حضرت عبداللہ ابن زبیر تشریف لائے اور آپ کو اس سفر سے باز رکھنے کی کوشش کی حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا اے چشم و چراغ کاشانۂ مصطفےٰ آپ کے نانا نے جب ان کے سامنے دین و دنیا کی سلطنت پیش کی گئی تو دنیا کو قبول نہ فرمایا اور دین کو مقدم رکھا آپ بھی دنیا اور اس کی عارضی خلافت اور حکومت کی طرف التفات نہ فرمایئے اور عراق کے سفر سے باز آیئے حضرت عبداللہ ابن عباس نے کہا کہ اے فرزند ابو تراب آپ کوفہ ایسی جگہ جا رہے ہیں جہاں کے لوگ بیوفا ہیں آپ کے والد کے ساتھ بیوفائی کی آپ کے بھائی کی تحقیر کی جب تک وہ اپنے موجودہ امیر کو قتل نہ کردیں اور اس کے مال و متاع کو اپنے قبضہ میں نہ کرلیں آپ ہرگز کوفہ نہ جائیں۔ حضرت ابن زبیرؓ نے التجا کی کہ اے جان زہرا جس مقصد کے لئے آپ حجاز سے ترک سکونت کرکے عراق جا رہے ہیں اس کو یہیں مکہ میں پورا انجام دیجئے یہاں ہم سب آپ کی خدمت میں موجود ہیں۔ حضرت امام نے ارشاد فرمایا کہ میرے نانا جان نے فرمایا ہے کہ ایک مینڈھے کے سبب کعبہ کی بیحرمتی ہوگی مجھے یہ منظور نہیں کہ وہ مینڈھا میں ہی ہوں غرضکہ مکہ کے تمام اشراف اور تمام اصحاب فرداً فرداً حاضر خدمت ہوتے اور آپ سے کوفہ نہ جانے کے لئے عرض کرتے مشیت ایزدی اور بشارات نبوی ایک طرف محبت و عشق کی چنگاریاں دوسری طرف شوق شہادت کو تیز سے تیز تر کر رہی تھیں۔ نوشتۂ تقدیر پیش نگاہ تھا مکہ میں حج و طواف کے مناسک ادا ہو رہے ہیں منیٰ و عرفات و صفا و مروہ میں عشاق الٰہی تہلیل و تسبیح میں مشغول ہیں دسویں ذی الحجہ ۶۰ھ ہجری کو آسمان نبوت کا چاند ستارۂ سحری کے طلوع سے پہلے یوسف کاروان بنکر تمام نونہالان چمن فاطمہ زہرا اور نو دمیدان گلشن علی مرتضیٰ کو ہمراہ لئے ہوئے مکہ سے عراق کی طرف روانہ ہو چکا ہے کعبۃ الطاہرین صبح کی نماز کے وقت سب ہیں مگر خلیل کعبہ کا فرزند نظر نہیں آتا ایک صدائے بازگشت ہے جس نے زمین و آسمان میں ندا کردی ہے کہ حسین سر کٹا لے کے لئے راہ عشق و محبت سے خانماں بربادی کی معراج شرف بخش چلے۔ ہر طرف مسلمان تھام کلیجہ ہوسے ہوسے پریشان عشاق رسول غلاف تھامے ہوئے رو رو کر دعا کر رہے ہیں کہ الٰہی نبی زادے کی خیر۔ مخدرات حرم عترت اطہر نبوی کی جدائی میں زار و قطار ہیں ہر طرف گھروں میں رنج کے آثار ہیں عام طور پر مسلمان بیقرار ہیں قافلہ اہل بیت منزل بمنزل رواں ہو کر مقام ثعلبیہ میں مقیم ہوا یہاں کوفہ کے آنے والوں سے حضرت امام کو حضرت مسلم کی شہادت کی اطلاع پہنچی آپ نے فرزندان مسلم کو بلا کر شفقت و محبت سے ان کے سر پر ہاتھ پھیرا جب لوگوں کو مسلم کی شہادت کا علم ہوا بعض خیر خواہان امام نے رائے دی کہ اب سفر ختم کر دیا جائے اور کوفہ کا ارادہ ملتوی کیا جائے مگر فرزندان مسلم نے عرض کیا کہ سرکار باپ کے بعد ہماری زندگی بیکار ہے ہم جب تک پدر بزرگوار کا بدلہ نہ لے لیں گے چین سے نہ بیٹھیں گے۔ اگر حضور فسخ عزیمت فرمائیں تو ہمیں اجازت دیں کہ ہم ہی کوفہ جاکر شہید ہو جائیں ارشاد فرمایا تمہارے بعد ہماری زندگی کا کیا لطف ہے قافلہ آگے کو روانہ ہوا مقام زبالہ میں عبداللہ بن یقطر (برادر رضاعی امام) کی

جو اثنائے سفر ہی میں سے امام کا خط لیکر مسلم کے پاس بھیجے گئے تھے خبر شہادت پہنچی فرزدق شاعر سے بھی ایک منزل میں ملاقات ہوئی امام نے کوفیوں کی حالت دریافت کی عرض کیا یا ابن رسول اللہ کوفیوں کے دل آپ کے ساتھ ہیں مگر تلوار ان کی بنی امیہ کے ساتھ ہیں۔ حضرت امام نے ایک مقام پر تمام ہمراہیوں کو جمع کر کے فرمایا لوگوں مسلسل کوفیوں کی بیوفائیاں اور ہمارے اعزہ کی شہادت کی خبریں مل رہی ہیں میں آپ حضرات کو بخوشی اجازت دیتا ہوں کہ اگر آپ واپس جانا چاہتے ہیں تو شوق سے واپس ہو جائیں میری طرف سے کسی سے کوئی مواخذہ نہ ہوگا۔ چنانچہ بعض وہ لوگ جو درمیان راہ شریک ہو گئے تھے واپس ہو گئے۔ منزل شراف میں حر بن یزید تمیمی مع ایک ہزار سوار کے حضرت امام کو ملا حر نے ظہر کی نماز اس منزل میں امام کی اقتدا میں پڑھی۔ امام نے حر سے ارشاد کیا کہ میں کوفہ کے عمائد و اشراف کے خطوط پر کوفہ بلایا گیا ہوں حر کو وہ خطوط بھی دکھلائے جو دو تھیلوں میں بھرے ہوئے امام کے ساتھ تھے۔ یہ بھی فرمایا کہ مجھے اہل کوفہ کی بیوفائیاں اور ان کے غلط عزائم کی اطلاع مل چکی ہے میں اب کسی دوسری جگہ جانا چاہتا ہوں۔ حر نے عرض کیا کہ مجھے حصین ابن نمیر نے اس لشکر کے ساتھ اس لئے یہاں تعینات کیا ہے کہ میں آپ کو ابن زیاد کے سامنے پہنچا دوں۔ حر نے اگرچہ امام کا احترام کیا مگر قافلہ کو حراست میں لے لیا اور منزل عذیب تک لے آیا یہاں آپ کو اپنے دوسرے قاصد قیس بن مسہر کی شہادت کا علم ہوا آپ اس خبر سے مغموم ہوئے آپ کا قافلہ شام کو قصر بن مقاتل پہنچ گیا شب کو قیام کیا حر نے عرض کیا آپ جس طرح ہو سکے رات ہی رات کسی دوسری طرف تشریف لیجائیے۔ میرے ساتھ لشکر ہے جاسوس ہیں مجبور ہوں علانیہ اجازت نہیں دے سکتا ہوں امام نے شب کو موقع پا کر کوچ کر دیا مگر جب صبح ہوئی تو قضا و قدر نے دامن پکڑ کر آپ کو منزل نینوا میں جس کو کربلا کہتے ہیں پہنچا دیا یہاں حر کو ابن زیاد کا خط ملا کہ حسینؑ کو نینوا کے کسی بے آب و گیاہ میدان میں ٹھہرا دو۔ حر نے امام کو یہ خط دکھلایا اور عرض کیا کہ آپ خود اپنے لئے کوئی مقام تجویز کر لیجئے زہیر بن القین ہمراہی امام نے عرض کی کہ یا ابن رسول حر کے ساتھ زیادہ لشکر نہیں ہے اور یہ نرم دل بھی ہے اس سے لڑ کر پیچھا چھڑائیے ورنہ کل دوسرا لشکر سخت اور لشکر آ جائیگا اور اس سے مقابلہ دشوار ہوگا ارشاد فرمایا کہ میں جنگ میں سبقت نہ کروں گا۔ زہیر بن القین نے کہا تو اچھا ہے یہاں سے قریب ہی ایک مقام ہے وہاں دریائے فرات کے کنارے چل کر قیام کیجئے چنانچہ پنجشنبہ دو محرم کو حضرت امام کربلا میں پہنچ گئے مقام کا نام دریافت کیا تو فرمایا یہی زمین کرب و بلا کی ہماری آخری منزل ہے۔ ۳ محرم کو عمر بن سعد بن ابی وقاص چار ہزار فوج جرار لیکر کربلا میں آ گیا ابن زیاد نے عمر بن سعد کو رے کی حکومت کا پروانہ عطا کیا تھا اور یہ مع اپنی فوج کے رے کو کوچ کرنے والا تھا کہ دوسرا حکم امام کے مقابلہ کا اس کو پہنچا حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ وہ جلیل القدر صحابی عشرہ مبشرہ میں ہیں جنکے جنتی ہونے کی بشارت ہے اور جو ایران کے فاتح اعظم تھے۔ عمر ناخلف ان کا بیٹا تھا اول تو اس نے امام کے مقابلہ سے ابن زیاد کے سامنے انکار کیا مگر رے کی حکومت کے لالچ نے ابن رسولؐ کے قتل پر آمادہ کرا دیا۔ ابن سعد نے ایک رات امام سے خفیہ گفتگو کی اور ابن زیاد کو لکھا کہ میں نے امام کو مصالحت پر آمادہ کر لیا ہے بہتر ہے کہ ان کو یزید کے پاس روانہ کر دیا جائے اور آپ خاندان نبوت کے خون ناحق کے الزام سے سبکدوش ہو جائیں

ابن زیاد نے بھی اس تجویز کو پسند کیا مگر شمر ذی الجوشن اور دیگر اشقیا نے ابن زیاد کو مشتعل کیا اور ابن سعد کی شکایت کی کہ وہ حضرت امام سے مل گیا ہے۔ ابن زیاد نے شمر کی زیر سرکردگی ایک دوسری فوج روانہ کی اور ابن سعد کو نہایت سخت لکھا کہ فوراً امام کو مع ان کے ہمراہیوں کے قتل کر دیا جائے کسی قسم کی کوئی گفتگو ان سے مصالحت کی نہ کی جائے اے عمر بن سعد اگر تم نے میرا یہ حکم پا کر ذرا بھی کوتاہی کی تو تم خود کو معزول سمجھو اور لشکر کی سپہ سالاری شمر کے سپرد کر دو اس خط کو پا کر ابن سعد بدحواس ہوا اس نے عمرو بن حجاج کو پانچسو سوار پر مامور کر کے نہر فرات کا محاصرہ کرا لیا شمر نو محرم کو حضرت امام کے خیمہ گاہ کے قریب پہنچا حضرت عباسؑ اور ان کے بھائیوں کو بلایا اور کہا تم میرے ہمشیرہ زادے ہو میں تم کو امان دیتا ہوں عباسؑ نے شمر پر ملامت کی اور فرمایا تو ہمشیرزادوں کو امان دیتا ہے اور نبی زادے کے قتل کو آیا ہے شمر لعین اپنا سا منہ لیکر رہ گیا عمرو بن سعد ظہر کے وقت سوار ہو کر امام عالی مقام کے خیمہ کے قریب آیا حضرت عباس طلایہ پر تھے ان کو بلایا اور ابن زیاد کا خط پڑھ کر سنایا اور کہا مضمون خط سے امام کو خبردار کر دو عباس نے فوراً امام تشنہ کام کی خدمت حاضر ہو کر خط کا مفہوم عرض کیا فرمایا ابن سعد سے کہو کہ ہمیں آج شب بھر کی مہلت دے تاکہ ہم اپنے رب سے توبہ و استغفار کر لیں۔ آخری عبادت کر لیں صبح کو جو کچھ ہوگا وہ ہوگا۔ ابن سعد نے عباسؑ کے الفاظ سنکر اپنے ہمراہیان شمر و عمرو بن حجاج قیس بن اشعث سے مشورہ لیا سب نے کہا کہ مہلت دیجائے۔ یہ ہے وہ بربریت و ظلم و نار کہ امام مظلوم اپنے اہل و عیال کے ساتھ بہتر ہمراہی عورت مرد بچے کمزور و ناتوان ہیں نہ لڑائی کا ساز و سامان ہے اور نہ فوج و لشکر ہے تین دن ہو چکے ہیں کربلا کی تپتی ہوئی ریتی میں جہاں تمازت آفتاب سے بھیجے کھولے جا رہے ہیں ریگ فرات کا ہر ذرہ شعلہ جہنم بنا ہوا۔ خاندان اہل بیت کو ایک قطرہ میسر نہیں ہوا ہے معصوم بیدانیاں روزہ دار ہیں مگر افطار کے سامان سے محروم چھوٹے چھوٹے بچے پیاسے بلک رہے ہیں مگر بیرحم و سنگدل دشمن فرات کے راستے روکے ہوئے آب تیغ و آب پیکان سے ظلم و ہلاکت کی بارش پر آمادہ ہیں غیرت الٰہی پکار پکار کر فضائے عالم ہو سے صدائیں دے رہی ہے ولنبلونکم بشئ من الخوف والجوع ونقص من الاموال والثمرات وبشر الصابرین الذین اذا اصابتھم مصیبۃ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون اے فرزندان دین حق اور جان نثاران راہ محبت بیشک تمہاری جانچ کیجائیگی تمہارے عشق کا جائزہ لیا جائے خوف سے بھوک سے مال کے نقصان سے جان کے زیان سے ثمرات یعنی اولاد کی ہلاکت سے لاریب ان صبر کرنیوالوں کیلئے جو مصیبتوں اور بلاؤں میں گرفتار ہونے کے بعد مستقل مزاج رہتے ہیں رضائے الٰہی کی خوشخبری ہے۔ کہدو کہ ہم اللہ کے ہیں اور اللہ ہی کی طرف ہم کو جانا ہے

دسویں مجلس

شہادت حضرت سیدنا امام حسین علیہ السلام

اے سوز گداز سے لبریز مسلمانو اے محبوب کبریا محمد رسول اللہ کے نام پر جان فدا کرنے والے مسلم اے کشتگان خنجر جفا شہیدان کربلا کی یاد میں خون بہانے والے سوگوارو آج کی مجلس عاشورہ کے دن کی مجلس ہے۔ یہ وہ دن ہے جس دن حضرت نوحؑ کی کشتی کنار عافیت تک پہنچی حضرت ابراہیم پر آتش نمرود گلزار بنی حضرت موسیٰ کو دریائے نیل نے راستہ دیا آج کشتی اہل بیت کا ناخدا سید الشہدا حسین علیہ السلام عالی مقام آتشکدہ کربلا میں دریائے فرات کے کنارے سفینہ اہل بیت کیلئے ساحل امن و امان کی تلاش میں ہے دریائے فرات تک اس کو یا آسکے کنارے جانے ...

تین دن سے تھے بچے ایک ایک قطرہ آب کو ترس رہے ہیں صحرا کے وحوش و طیور درندہ چرند اسی فرات سے پانی پیتے ہیں مگر حضرت اطہار ساقی کوثر کو یزیدی سپاہ کوفی لشکر شامی فوج طلب آب پر آب تیغ و آب پیکان کے زہر آمیز جام پیش کرتی ہے ابھی کچھ دیر ہوئی تھی اہل شام کے جفا و جور سے سورج دل دگیر جلا کر مغرب میں منھ لپیٹ کر غائب ہو گیا تھا چاند کا چہرہ خوف و ہراس سے زرد ہے خیمۂ اطہر امام سے عشا کی اذان فضائے کربلا میں گونجی مختصر سی جماعت نے فرات کے ریتے پر ہاتھ مار کر تیمم کیا جماعت سے نماز ہوئی امام الانبیا کا فرزند امام نماز فرض ادا جب سنن و نوافل کے ختم تمام بر ملم نمازی مناجات میں مصروف ہوئے ہر پیشانی وقف تسلیم و رضا ہر سر سربسجدہ ہے گریہ پیہم کے ساتھ خشوع و خضوع کا اظہار توبہ و استغفار کی تکرار ہے امام عرش مقام مصلی پر رو بقبلہ مراقب ہیں بند آنکھوں میں یکایک عرش الٰہی کی تجلیاں نور بار ہوئیں دیکھا کہ جانشین عرش محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم مع جماعت ملائکہ میدان کربلا میں جلوہ افروز ہیں تو نظر حسین کو آغوش رحمت میں لیکر ارشاد فرما رہے ہیں فرزند اعدا تیرے خون کے پیاسے ہیں دشمن تجھکو شہید کرنے پر آمادہ ہیں جنت تیرے لئے آراستہ کیجا رہی ہے رضائے الٰہی تیرے صبر و استقامت کو پرکھ رہی ہے کوثر و تسنیم تیرے تشنگان وفا کے لئے اپنی موجوں کو ندرت سے موجزن کر رہی ہیں علی و فاطمہ دروازہ بہشت پر تیرے منتظر ہیں اے فرزند آج کا دن امتحان کا دن ہے صبر و سکون شکر و رضا کو ہاتھ سے نہ دینا تمام مدارج شہادت کی تکمیل محض محض تمہارے ثبات و استقلال پر موقوف ہے یہ فرما کر قلب امام پر حضور نے دست شفقت رکھا اور بارگاہ ایزدی میں دعا مانگی اللھم اعط الحسین صبرا و اجرا اے خدا حسین کو صبر عطا فرما اور مصائب کا اجر رحمت کر آپ کی چشمان مبارک وا ہوئیں صبح تک یہ مناظر بار بار سامنے آئے تمام ہمراہی تمام خواتین محترم کے لئے یہ رات خدائی رات اور لیلۃ البرات تھی ہر طرف تضرع و زاری و عبادت و مناجات تھی دوسری طرف لشکر جرار اشقیائے نابکار مشغول شراب نوشی و بدمستی میں مصروف تھا تیغوں پر باڑھ دھری جا رہی تھی نیزہ و خنجر تیر و ترکش درست ہو رہے تھے مظلوم حرم پر آوازے کسے جا رہے تھے بانید کے نعروں سے بھیانک رات کی خموشی کو توڑا جا رہا تھا یکایک سپیدۂ سحری کے طلوع پر طبل جنگ کی آوازیں میدان میں گونجیں۔ امام عالی مقام اور ہمراہیان تشنہ کام نماز سے فارغ ہوئے فرزند رسول نے عمامہ رسول پاک سر پر باندھا حسن مجتبیٰ کا پٹکہ زیب کمر کیا ذوالفقار حیدر کرار ہاتھ میں نیزہ جعفر طیار دوش پر آراستہ کیا خیمہ اطہر سے میدان میں تشریف لائے سرداران سپاہ اور لشکر بد سیاہ کو مخاطب کیا اور اتمام حجت کے لئے نہایت فصیح و بلیغ خطبہ پورے سکون و اطمینان سے ارشاد فرمایا پورے خطبہ کا ترجمہ یہ ہے اے لوگوں تم میری بات سنو جلدی نا کرو تاکہ میرا فرض ہے تم کو سمجھا نہ دوں اور میں اپنے آنیکا عذر تم سے نہ بیان کر دوں اگر تم میرے عذر کو مان لوگے اور تصدیق کے بعد حق پسندی کرو گے تو تمہاری سعادتمندی ہوگی اور تمہارا کوئی حرج نہیں ہوگا اور اگر تم میرا عذر قبول کرنا نہیں چاہتے ہو تو تم لوگ جمع ہو اور اپنے تمام شرکا کو جمع کرو تاکہ کوئی بات مشتبہ نہ رہے بعد اس کے میرے سامنے آؤ اور بے عذر رعایت کرو کیونکہ میرا ولی اللہ ہے جس نے کتاب اتاری ہے اور صالحین کا ولی ہے اس کے بعد پھر آپ نے فرمایا لوگو میرا نسب بیان کرو دیکھو میں کون ہوں۔ کیا میرا قتل کرنا کیا میری آبروریزی کرنا جائز ہے کیا میں تمہارے نبی کا نواسہ نہیں ہوں کیا رسول اللہ نے میرے اور میرے بھائی حسن کے لئے یہ نہیں فرمایا کہ یہ دونوں جوانان جنت کے سردار ہیں اے مسلمانوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک بخدا میں کبھی جھوٹ نہیں بولا کیا میں نے تم میں سے کسی کو مار ڈالا ہے جس کا عوض مجھ سے طلب کرتے ہو یا کسی کا مال میں نے تلف کر دیا ہے جس کا معاوضہ مانگتے یا کسی مجروح کا قصاص چاہتے ہو۔ اس کے بعد آپ نے شبث بن ربعی قیس بن اشعث وغیرہ کو نام بنام مخاطب کیا اور فرمایا کہ کیا تم نے مجھکو ڈیڑھ سو خطوط لکھکر نہیں بلایا ہے اے لوگو اگر تم کو مجھ سے بیزاری ہے تو مجھکو چھوڑ دو کہ میں کسی محفوظ سرزمین کی طرف چلا جاؤں یہ الفاظ جس وقت آپ نے ادا کئے قیس بن اشعث بولا تو پھر آپ ابن زیاد کی اطاعت کیوں نہیں کرتے ارشاد فرمایا میں ہرگز فاسق و فاجر کی غلاموں کی طرح مجبور ہو کر اطاعت نہیں کر سکتا اے بندگان خدا میں اپنے اور تمہارے رب سے اس کا خواستگار ہوں ہر متکبر اور اس شخص سے جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتا پناہ مانگتا ہوں اس خطبہ کے بعد آپ ناقہ سے اتر آئے زہیر بن القین آپ کی تائید میں چند کلمات کہے تھے کہ شمر لعین نے زہیر پر تیر چلایا اور اس طرح گویا جنگ کی ابتدا گروہ اشقیا کی طرف سے کر دی گئی۔ حضرت امام کی تقریر سے حر بن یزید ریاحی کے قلب پر خاص اثر کیا اور لشکر ابن سعد سے نکل کر امام کی خدمت میں آئے عرض کیا اے فرزند رسول اللہ میں ہی گنہگار ہوں جس نے آپ کو روکا تھا اور یہاں تک تکلیف دی میرے ماں باپ آپ پر قربان مجھے معافی عطا ہو۔ حضرت امام نے حر کے حق میں دعائے خیر کی حر میدان جنگ میں آئے اور لوگوں کو بہت کچھ سمجھایا مگر آپ پر چاروں طرف سے تیر برسائے گئے اب لڑائی باقاعدہ شروع ہو گئی کچھ دیر تک عرب کے قاعدہ کے مطابق ایک ایک بہادر تنہا کا میدان میں آتا اور جان دیتا رہا یزید کی فوج کے بہت سے آدمی مارے گئے اور ہمراہیان امام بھی یکے بعد دیگرے شہید ہونا شروع ہوئے - حر با حبیب مسلم بن عوسجہ نافع بن ہلال نے چشم زدن میں میدان کا نقشہ بدل دیا کثرت شامی مارے گئے لشکر میں سراسیمگی کے آثار دیکھکر شمر لعین نے پہلو سے نکل کر اپنی پوری فوج کے ساتھ حملہ کر دیا حضرت امام کیساتھ اب صرف ۳۲ جوانان شہسوار باقی تھے جس طرف سے حملہ کرتے صفیں الٹ دیتے فوج شام کے پیر اکھڑنے لگے عزرہ بن قیس کوفی فوج کا سردار تھا اس نے عمرو بن سعد سے کہا فوراً تمام لشکر کے تیر اندازوں اور پیادوں کو حکم دیجئے کہ یکبارگی حملہ کریں ورنہ شکست ہو جائیگی ابن سعد نے حصین بن نمیر کو تیر بارانی کا حکم دیا ایک طرف سے ہزاروں اشقیائے تیروں کی بارش شروع دوسری طرف سے شمر ذی الجوشن نے خیمہ اطہر پر آگ برسانا آغاز کی یہ ملعون خیمہ عترت اطہار تک آتش اندازی کرتا ہوا پہنچ گیا۔ حضرت امام نے دور سے جب یہ حالت دیکھی وہیں سے شمر کو للکارا کہ اے ظالم خیمہ میں بجز عورتوں اور بچوں کے کوئی نہیں ہے تو کیوں بہادری کو بٹہ لگاتا ہے مردوں کے مقابلے سے گریز کرتا ہے اور عورتوں پر حملہ کرتا ہے اس نامرد ملعون نے چند بار خیمہ پر حملہ کیا اور ہر بار شکست کھائی لڑائی کی شدت برابر بڑھ رہی تھی سرفروشان امام میدان کارزار میں دشمنوں کو موت کے گھاٹ اتارتے کشتوں کے پشتے لگاتے العطش العطش کہتے ہوئے امام کی خدمت میں حاضر ہوتے آپ ہر ایک کی تسلی و تشفی فرماتے دو دو چار چار یہ شیران خدا حملے کرتے اور آخر کار عازم فردوس بریں ہو جاتے یہاں تک کہ عون محمد، قاسم و اکبر، جعفر و عبدالرحمن، ابوبکر و عثمان، عبداللہ و عباس تمام شاہزادگان اہل بیت یکے بعد دیگرے شہید ہو گئے امام تشنہ کام بیٹے بھتیجوں بھانجوں بھائیوں کی زخم خوردہ لاشیں میدان جنگ سے اپنے دست حق پرست پر اٹھا کر لاتے اور مشیت الٰہی پر آہ سرد بھر کر صبر و شکر کے ساتھ خاموش ہو جاتے اس دوران میں خیمہ اطہر سے علی اصغر کے رونے کی آواز آئی منہ پھیر کر دیکھا سکینہ سر و سینہ چلا رہی ہے بابا جان دیکھو تو ننھے بھائی علی اصغر کا کیا حال ہے آپ در خیمہ پر

پر تشریف لائے حضرت زینب نے علی اصغر کو آپ کی گود میں دیدیا یہ شیر خوار زنہار پیاس کی شدت سے کملائے ہوئے پھول کی طرح زرد ہو چلا تھا ماں کا دودھ خشک تھا آپ علی اصغر کو گود میں لئے ہوئے آگے بڑھے اور فرمایا کہ ظالمو یہ شیر خوار بچہ شدت تشنگی سے دم توڑ رہا ہے یہ معصوم بے گناہ ہے بچوں پر کوئی مسلمان کوئی قوم ظلم نہیں کرتی اس کو دو قطرہ آب اگر دیدو تو اس کی جان بچ جائے ابھی یہ الفاظ ختم نہ ہونے پائے تھے کہ حرملہ کاہلی نے تیر چلایا جو علی اصغر کے گلوئے مبارک کو توڑ کر پار ہو گیا اس طرح یہ ساقی کوثر کا نور دیدہ آب پیکان سے پیاس بجھا کر جنت کو سدھارا۔ اب عرصۂ کارزار میں کوئی یار و مددگار امام غریب الدیار کا نہیں ہے آپ یکہ و تنہا ہیں یاس و آلام کا ہجوم ہے جو خیمہ عفیفات عالیات کی پاسبانی کر رہا ہے شعلہ ہائے آتش ہیں جو دشمنوں کی برق پاشیوں سے بلند ہو ہو کر اس مقدس ڈیرہ کو جلا چاہتے ہیں۔ امام عرش مقام اسی عالم میں ایک مرتبہ پھر خیمہ کے اندر تشریف فرما ہوئے اور مخدرات عالیات کو صبر و ضبط کی تلقین فرمائی بین و بکا نوحہ و فریاد کی ممانعت فرمائی آلات حرب کو قامت اطہر پر از سر نو درست کیا در خیمہ تک نہ پہنچے تھے کہ سید الساجدین امام زین العابدین نے جو بستر بیماری پر صاحب فراش تھے بستر سے اٹھ کر قدم مبارک تھام لئے عرض کیا بابا جان ابھی آپ میدان جانیکا ارادہ نہ فرمائیں یہ آپ کا بیمار و ناتوان بیٹا علالت و نقاہت کے باعث سر کٹانے میں سبقت نہ کر سکا اب خدارا مجھکو میدان جانیکی اجازت دیجئے تاکہ میں بھی اپنے جد امجد کے پاس اپنے بھائیوں کے ساتھ پہنچ جاؤں حضرت امام نے بیمار بیٹے کا سر اٹھا کر اپنے سینے سے بیٹے کو لگا لیا ارشاد فرمایا نور نظر تم خاندان رسالت کی یادگار ہو تمہارے لئے تمہارے رب نے شہادت کے نام اجر و ثواب یہ فرمائیے ہیں تمہیں شہدائے کربلا کی یاد میں عمر بھر رونا ہے تم شجرہ آل زہرا کی سدا بہار شاخ ہو تم بقائے نسل حسین کا راز ہو تم قافلہ مستورات نبوی کے محرم ہو تم ان بہنوں کے سر پر چادر ڈالنے والے اور ان کی مصیبت میں کام آنے والے ہو تمہیں دنیا میں رہنا ہے یہ کہکر آپ کو تمام علوم معرفت اور اسرار ولایت جو سینہ بسینہ آپ کو سلطان رسالت شاہ ولایت سے ملے تھے تفویض فرمائے اور خدا حافظ کہکر قدم اٹھایا اس مرتبہ حضرت بی بی شہربانو نے دامن پکڑا عرض کیا مجھکو کس پر چھوڑے جاتے ہو اب کون ہے جو اس غربت میں جبکہ ہم بے عزتی کے ساتھ سر و پا برہنہ کئے جائینگے ہمارے خیمہ کو آگ لگائی جائے گی ہمیں لوٹا جائیگا ہمیں عریاں کر کے اونٹوں پر سوار کیا جائے گا اے میرے سرتاج بتا اس وقت کون ہمارا ہمدرد ہوگا

ارشاد فرمایا اے خاتون محترم اے دختر نوشیرواں بیشک تم شاہزادی ہو ناز و نعم کے ساتھ پرورش پائی ہے مگر تم تو اس سے پیشتر بھی یہ مصیبت قید و بند جھیل چکی ہو فارس سے گرفتار ہو کر عرب تک لائی گئی ہو۔ عرض کیا میرے سردار اس وقت میں نوشیرواں کی پوتی تھی اور اب محمد رسول اللہ کے پوتے کی بی بی ہوں اس وقت میں مسلمانوں کی قیدی حضرت سعد ابن وقاص کی حراست میں تھی جو ہر ہر قدم پر میری دلجوئی اور مزاج اپنی اولاد سے زیادہ کرتے چلتے تھے لیکن آج میں ابن سعد کے ہاتھ میں ہونگی جس کے نجس ہاتھوں سے عترت اطہار عترت اطہار نبوت کا خون سیلاب حشر تک بہتا رہے۔ غرض حضرت شہربانو کا اضطراب و اضطرار ناقابل بیان تھا حضرت امام نے ارشاد فرمایا اے شہربانو تم کو اللہ کی امان میں دیتا ہوں تمہارا سب کا خدا حافظ ہے یہ کہکر آپ میدان کارزار میں تشریف لائے۔ ملکان ملاء اعلیٰ نے نصر من اللہ و فتح قریب کہکر تکبیر کہی فرشتوں نے پروں کا سایہ کیا زمین کو زلزلہ آسمان کو ارتعاش پیدا ہوا اولاً آپ نے پھر رشد و ہدایت کی اور اتمام حجت کے بعد جلادت کے وہ جوہر دکھائے کہ سپاہ شام کے قدم میدان سے اکھڑنے لگے میدان پر غضنفر خاندان نے جنگی صفوں کو الٹ دیا یمین و یسار پر گھوڑا ڈالا کشتوں کے پشتے لگا دئے قلب لشکر میں در آئے عمرو بن سعد ہیبت و جبروت سے گھبرایا جگر کانپ بھاگا۔ نہر فرات پر اسپ برق رفتار کو ڈالا پانی لینے کا ارادہ کیا شہیدوں کی پیاس یاد آئی شمر لعین چلایا کہ اے فوج شام تم پیاسے ہو تو ہزاروں کو کاٹے ڈالتے ہیں اگر پانی پی لیا تو روح تازہ پا جائینگے پھر ان پر فتح محال ہے۔ ابن سعد نے فوج میں انعام و عطا کا اعلان کیا افسروں کو حکم دیا کہ چاروں طرف سے گھیر کر تیروں کی بارش کرو۔ نیزہ و تلوار کی زد پر رکھو تم ہزاروں کی تعداد میں ہو یہ تنہا ہیں قوت سلب ہو چکی ہے یہی وقت ہے بہادری دکھلاؤ ان کو قتل کرنے میں سبقت کرو سارا لشکر ایک دم ٹوٹ پڑا جمعہ کا وقت ہے جسم مبارک پر نیزوں سے ۳۳ زخم اور تلواروں سے ۳۴ زخم پہنچ چکے ہیں خون کے فوارے جسد پر نور سے جاری ہیں تیروں کی بارش ہو رہی ہے کہ زرعہ بن شریک تمیمی نے تیزی سے لپک کر پہلے بازو برابر کندھے پر تلوار چلائی حضور صدمہ زخم سے نہ سنبھلے تھے کہ سنان بن انس نخعی نے نیزہ مارا آپ نے تکبیر کہی خون تازہ سے وضو تازہ کیا گھوڑے سے رکوع کی صورت جبکہ زمین پر سر اقدس سجدہ کو جھکایا راز نیاز استغراق کامل کے ساتھ ادا کی خولی بن یزید اصبحی سر کاٹنے کو بڑھا جسم میں رعشہ پیدا ہو گیا سنان بن انس نے سینہ مبارک پر سوار ہو کر سر اتارنا چاہا آنکھ کھولی فرمایا تو کون ہے عرض کیا سنان ارشاد ہوا اپنا سینہ کھول دے اس ناری کے جسم پر برص کے داغ تھے فرمایا سچ کہا میرے نانا جان نے کہ ایک ابرص کتا میرے خون میں ہاتھ ڈال رہا ہے۔ سنان مجسم شیطان نے سر مبارک کو تن اطہر سے جدا کیا دنیا تاریک ہو گئی آفتاب نبوت غروب ہوا۔ اعدا میں لہرام و جوش و فیروزی داد بلا بلند ہوا طاغوتی طاقتوں کا مظاہرہ ہوا ستمرانی نظام کامیاب ہوا مگر ظلم و استبداد کو ابدی ذلت و رسوائی حاصل ہوئی تاریخ عالم میں تنہا یہی واقعہ ہے جس کی مثال نہ دور گذشتہ میں ملتی ہے نہ اس وقت اور کوئی دوسری مثال قائم ہوئی حق و صداقت کو امام کے خون ناحق نے سرمدی سربلندی عطا کی ابد تک دنیا یزید اور عمرو بن سعد عبید اللہ ابن زیاد خولی و شمر و سنان پر لعنت کریگی اور ہر سال حسین کی یاد اسلام کی عظمت کو زیادہ سے زیادہ کریگی آج دنیا میں حسنی حسینی شجرہ کی شاخیں پھلتی نظر آتی ہیں اور قیامت قائم نہیں ہوتی جب تک سادات کا وجود قائم رہے گا۔ خدائے پاک اہل بیت کی محبت ہر مسلمان کو عطا فرمائے۔

جوانی دوبارہ واپس

جوانی کو واپس لانے کا علاج جب سے معلوم ہوا ہے ہندوستان میں لاکھوں انسان دوبارہ مرد بلکہ جوان ہو گئے ہیں مگر اس علاج کی ترکیب یہ ہے کہ سات دن تک عورت سے دور رہنا پڑتا ہے۔ اگر آپ میں سے کسی کو مردانہ طاقت کی کمزوری کی شکایت کسی وجہ سے ہو گئی ہے تو اس اقرار کے ساتھ کہ سات دن تک پرہیز کرینگے ہم سے **ری جوُوین** کورس منگا لیجئے اور اس دوا کے استعمال کرتے ہی آپ دیکھ لیجئے کہ کس طرح طاقت آنی شروع ہو جاتی ہے۔ اور حیرت ہونے لگتی ہے کہ کس طرح اتنی جلدی طاقت آگئی۔ پورے پندرہ دن میں ناکارہ سے ناکارہ مرد بھی جوانی کو اپنے بس میں کر لیتا ہے۔ اس کورس میں دو دوائیں ہیں ایک کھانے کی اور ایک لگانے کی، دونوں دوائیں اپنا اثر پہلے دن سے شروع کر دیتی ہیں اور پندرہ دن میں اُن لوگوں کو جو شادی سے انکار کر دینے کے عادی ہو گئے تھے طاقت کا بادشاہ بنا دیتی ہے۔

عمدۃ الحکماء ڈاکٹر محمد علی انصاری فرماتے ہیں

کہ آپ کی ایجاد کردہ دوا "ری جوُوین" ——— نہایت ہی مفید ثابت ہوئی ہے

اگر آپ کو بھی ایک بڑے ڈاکٹر کی رائے سے اتفاق ہے تو اپنی کمزوری کو دور کرنے کیلئے "ری جوُوین" کورس ضرور استعمال کریں۔ اور آپ اس کورس کو استعمال کر کے جوانی کا پورا لطف دیکھ لیجئے۔ قیمت مکمل کورس کی پانچ روپے ہے۔ محصول ڈاک گیارہ آنے (۱۱) الگ ہے۔

(یہ کورس صرف انہی لوگوں کو بھیجا جائیگا جو عورت سے سات دن تک پرہیز کرنیکا اقرار کریں گے)

اکسیری دواخانہ کلاں محل، پوسٹ بکس نمبر ۱۲۱ (ایم، ڈی) **دہلی**

مُفت
گولڈن گولڈ کی چوڑیاں

آپ ان چوڑیوں کو مفت حاصل کر سکتے ہیں، یہ اس سونے کی بنی ہوئی ہیں جسکو سنار اور صراف بھی نہیں پہچان سکے کہ یہ اصلی سونے کی ہیں یا نقلی، چمک دمک میں اصلی سونے کے برابر ہیں۔ عرصے تک استعمال کے بعد بھی خراب نہیں ہوتیں۔ بیاہ شادی اور تحفوں میں دینے کے لئے ان چوڑیوں کو منگا کر دیکھئے۔ اس وقت صرف شہرت کی غرض سے ان چوڑیوں کو بہت ہی کم قیمت میں دیا جا رہا ہے یعنی چار تولہ وزن کی آٹھ چوڑیوں کی قیمت تین روپے ہے۔ دو سیٹ کی قیمت چھ روپے ہے محصول ڈاک فری۔ تین سیٹ منگانے والوں کو ایک سیٹ مفت اور محصول ڈاک بھی معاف ہوگا۔

سول ایجنٹ
گولڈ کمپنی دریا گنج بازار (ایم، ڈی) دہلی

سوزاک کا صرف ایک ہی علاج

یہ بیماری جتنی تکلیف دہ ہے اسکا مزہ مریض ہی سمجھتا ہے تجربے نے یہ بات ثابت کر دی ہے کہ جسکو یہ بیماری لگ جائے اسکو رفتہ رفتہ یہ مرض بڑھکر گٹھیا اور آتشک کی صورت اختیار کر لیتا ہے اور مریض آہ و بکا کے ساتھ دم دیدیتا ہے اس مرض کی تاریخ بہت پرانی ہے اور اکثر خاندانوں میں یہ مرض وراثت کے طور پر بھی ہوتا ہے اور بیشتر مریض آوارہ پن کی وجہ سے اس مرض کا شکار رہتے ہیں۔

اگر آپ کو سوزاک کا مرض لگ گیا ہے اور سینکڑوں روپیہ برباد کرنے کے بعد بھی آرام نہیں ہوا ہے تو چاہیئے کہ ہم سے ایک شیشی "گونو" دوا کی منگا کر استعمال کریں اور اسکے اثرات دیکھیں کہ کس طرح سوزاک کی جڑ کو اکھاڑ کر پھینک دیتی ہے۔ خون، پیپ، جلن، سوزش پہلے دن بند ہو جاتی ہے اور اندرونی زخم کو مکمل آرام ہو جاتا ہے۔ قیمت ایک شیشی تین روپے محصول ڈاک گیارہ آنے (۱۱)

اکسیری دواخانہ کلاں محل، پوسٹ بکس نمبر ۱۲۱ (ایم، ڈی) **دہلی**

محرم الحرام

مولوی دہلی — رجسٹرڈ ایل نمبر — خریداری

ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا او اخطانا
ماہوار جریدہ
مولوی
عبدالحمید خان
سالانہ
فی پرچہ
دو آنہ
2
ANNAS
ONE
RUPEE
INDIA
1916
بڑا قرآن شریف
ضعیف العمر اور کمزور نگاہ والوں کے لیے بہت جلی اور خوب قلم
آسان و مفید تفسیر والا مترجم قرآن ترجمہ حضرت شاہ دایم جلالی خفی تفسیر بیان السبحان
ہمراہ مولوی میں چھپ رہی ہے ۸۴۰ صفحات جس کا وزن چار سیر مجلد اور حاشیہ
پر تفسیر بیان السبحان کا خلاصہ بھی ہے۔ عورتوں اور کمزور نگاہ والوں کے لیے سب سے
بہتر قرآن شریف ہے بہت کشادہ سرخی کے برابر جلی حروف ترجمہ بہت ہی عام فہم اور
مربوط۔ کاغذ مولوی جیسا۔ مجلد چرمی پشتہ ہدیہ فور دے محصول عا کل
منیجر رسالہ مولوی عبدالحمید خان کوچہ چیلان دہلی

میری جوانی
کس طرح برباد ہوئی
جب میں جوانی کو اپنے ہاتھوں برباد کر چکا اور اپنی طاقت کو ختم ہوتے دیکھا تو اپنی صورت کو آئینہ میں دیکھی۔ بڑا تعجب ہوا کہ ..... میں
میں جوانی ہی میں بوڑھا ہو گیا اور شادی کے قابل بھی نہ رہا۔ اسی طرح لاکھوں نوجوان اپنی نوجوانی کو برباد کر کے وقت سے پہلے بوڑھے ہو جاتے ہیں اور اُن کی نوجوان تمنائیں خاک میں مل کر رہ جاتی ہیں۔ مگر تعجب تو اس بات کا ہے کہ جوانی کی غلطیوں کا علاج بھی ہندوستان کے ماہرین نے دریافت کر لیا ہے۔
اگر کسی نوجوان کو دھات گرنے کی، جسم کمزور ہو جانے کی، اور دماغی کمزوری کی شکایت ہو جائے اور وہ شادی کر کے پچھتانے لگے تو اس کو چاہئے کہ وہ آج ہی "ری جووین" کورس منگا کر استعمال کرنے لگے۔ زبردست طاقت اور جسمانی قوت آپ کے اندر پیدا ہونے لگے گی۔ کیسی ہی کمزوری بدن میں پیدا ہو گئی ہو اس دوا کے سولہ روز کے استعمال سے جاتی رہتی ہے۔ اور مُردہ انسان بھی ساٹھا پاٹھا بن جاتا ہے۔ مردانہ کمزوری دُور کرنے کے لئے ڈاکٹر اور حکیم لوگ یہی مشورہ دیتے ہیں کہ "ری جووین" کورس استعمال کیجئے۔ مکمل کورس کی قیمت پانچ روپے ہے، محصول ڈاک گیارہ آنے (۱۱) الگ ہے۔
اکسیری دواخانہ کلاں محل، پوسٹ بکس نمبر ۴۱ (ایم، ڈی) دہلی

لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم بالمؤمنین رءوف الرحیم فان تولوا فقل حسبی اللہ

بلغ العلیٰ بکمالہ — مولوی دہلی کا — حسنت جمیع خصالہ

کشف الدجیٰ بجمالہ — رسول نمبر حصہ اول ۱۳۶۳ ہجری — صلوا علیہ وآلہ

جلد ۲۹ | بابت ماہ صفر ۱۳۶۳ ہجری | نمبر ۲

آفرینش نور محمدی

محمد مصطفےٰ بتلا ہے تو نور مجرد کا
ہوا خورشید اقلیم عدم سایہ ترے قد کا

ربیع الاول کا مبارک مہینہ ہزاروں برکتیں ہزاروں سعادتیں لیکر عالم اسلام میں آیا ہے۔ چمن چمن بہاروں کا ہجوم گلشن گلشن تجلیات الٰہی کے پھولوں کی بچھاور جنت کی جانفزا ہوائیں روح ایمان کے تازہ کرنے کا سامان رحمت باری جان ہر مسلمان مسلمانان عالم شاد و مسرور رحمۃ للعالمین کا ذکر ہر گھر میں فردوس نما بنا ہوا ہے حضور جان رحمت کا ذکر بھی وہ ذکر ہے جس کے متعلق خلاق عالم کا ارشاد ہے ورفعنا لک ذکرک ہم نے بلند فرمایا تمہارے ذکر کو۔ اس مبارک ذکر کی رفعتیں ابد قرار ہے

ورفعنا لک ذکرک کا ہے سایہ تجھ پر ذکر اونچا ہے ترا بول ہے بالا تیرا

ناظرین جریدہ مولوی کے سامنے ہم ذکر حبیب کے سلسلہ میں مبسوط سیرۃ پاک حضور صاحب لولاک ایک اچھوتے انداز میں پیش کرنی چاہتے ہیں۔ اس سلسلہ میں ہم نے حضرت محسن کاکوروی حضرت امیر مینائی لکھنوی حضرت شہیدی حضرت اسیر بدایونی کے ہر طرح قصائد سے بعض اشعار کا انتخاب کیا ہے اور سیرۃ پاک کے مختلف عنوانات انہیں حضرات کے مقبول و متبرک کلام سے آغاز کرنا طے کیا ہے ہمیں امید ہے کہ ناظرین اس طرز جدید سے کیف اور معانی حاصل کریں گے۔ سیرۃ حضور جان نور کے نور پاک کی تخلیق سے شروع کرتے ہیں شاعر نے حضورؐ کو نور مجرد قرار دیکر حضور کے سایہ قد کو آفتاب اقلیم عدم سے تعبیر کیا ہے۔ نظر غائر کے لئے اس میں ایک باطنی بصارت و بصیرت مخفی ہے یعنی جب عالم و عالیاں سرا سر پردۂ عدم میں تھے اس وقت آفتاب نبوت نور مجرد کی صورت میں جلوہ آرائے عدم تھا۔

احادیث پاک میں حضرت سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ جو مشہور صحابی ہیں مروی ہے ارشاد کرتے ہیں میں نے عرض کی یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان مجھے بتا دیجئے کہ سب سے پہلے اللہ پاک نے کیا چیز بنائی فرمایا اے جابر بیشک بالیقین اللہ پاک نے تمام مخلوقات سے پیشتر تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا کیا۔ وہ نور قدرت الٰہی سے جہاں خدا نے چاہا دورہ کرتا رہا اس وقت لوح و قلم جنت و دوزخ و آسمان زمین سورج چاند جن و بشر کچھ نہ تھے۔ اس حدیث پر نور کا تجزیہ محل اعتراض تھا اس کی تاویل علماء نے یہ کی ہے کہ ایک چراغ سے صدہا چراغ روشن ہوتے ہیں ایک آفتاب کی کرنیں صدہا آئینوں، آبگینوں، بیشمار ذرات صحرا اور ریگستان کو جگمگا دیتی ہیں اسی طرح نور الٰہی میں تموج پیدا ہوا اور اس تموج سے تخلیق نور نبوی ہوئی اس طرح تخیل یہ واہمہ باطل ہے۔ اعتقادیات محبت میں چون و چرا کی گنجائش نہیں۔

تخلیق عالم

خدا نے زیب و زینت کی جو بزم آفرینش کی
لگایا قد آدم آئینہ اس میں ترے قد کا

حدیث متذکرہ بالا کا دوسرا حصہ یہ ہے۔ پھر جب اللہ تعالےٰ نے مخلوق کو پیدا کرنا چاہا اس نور کے چار حصے کئے پہلے سے قلم دوسرے سے لوح تیسرے سے عرش بنایا۔ پھر چوتھے کے چار حصے کئے پہلے سے فرشتگان حامل عرش دوسرے سے حاملان کرسی تیسرے سے باقی ملائکہ پیدا کئے۔ پھر چوتھے کے چار حصے کئے پہلے سے آسمان دوسرے سے زمین تیسرے سے بہشت و دوزخ بنائے۔ پھر چوتھے کے چار حصے فرمائے۔ مضمون حدیث طویل ہے اسلئے اپنے مفہوم کو اتنے ہی اجمال پر کافی سمجھئے بزم آفرینش کی آرائش کے لئے نور محمدی کو قد آدم آئینہ قرار دیکر اس کے مقابل آفتاب الوہیت کی نورانی چمک دمک کو شاعر نے عالم تخیل میں کر دیا ہے جس طرح آفتاب کی شعاعیں برسات میں نکلے بادلوں سے پھوٹ کر قوس قزح کی حسین رنگینیاں پیش نگاہ کر دیتی ہیں۔ بلاشبہ یونہی نور محمدی کے آئینہ میں تجلی ذات کی ضوپاشی ہوئی ہے تو تمام اشیائے موجودات کا ظہور ہوا محسن نے اسی مضمون کو دوسرے شعر میں ادا فرمایا ہے

جلائے کن مکاں روشن کر آئینہ عالم
سعادت ہے شرف ہے نیر نور مجرد کا

حدیث میں ارشاد ہوتا ہے تجلی ذات الٰہی عالم ہو میں خزانہ مخفی کی صورت میں مستور تھی جب عزم الٰہی میں ایک محبت کی لہر پیدا ہوئی اور اپنی شان ارفع تر کے تعارف کا خیال آیا تو مخلوق کو پیدا کیا نقطہ کن کی جنبش نے کون و مکان پیدا کر دیئے تخیل شاعرانہ میں یہی مضمون آئینہ نگاہ کیا گیا ہے آفتاب نبوت نور ازلی کی صفا و تقدیس تو دیکھئے کہ آئینہ خانہ ہستی کو بھی روشنی پہنچا رہا ہے اور انجمن کن مکاں کو بھی نور بخشتا ہے۔

تخلیق آدم

احد کو سمجھئے یا احمد بے میم کو سجدہ
عجب مشکل ہے مضمون مرے مفہوم مردد کا

قرآن میں ارشاد ہوتا ہے کہ رب تعالےٰ نے فرشتوں سے ارشاد فرمایا کہ ہم زمین پر اپنا خلیفہ متعین کرنا چاہتے ہیں فرشتوں نے عرض کیا کیا ایسی مخلوق پیدا کی جائے گی جو زمین پر فساد اور کشت و خون کا آغاز کرے گی کیا ہم تسبیح و تہلیل کو کافی نہیں ہیں ارشاد ہوا تم ہماری حکمتوں کو نہیں جانتے فرشتے دم بخود ہو جاتے ہیں اپنی جرأت پر توبہ کا اظہار کرتے ہیں تب لہ خاکی آدم علیہ السلام کا تیار کیا جاتا ہے

روح کو حکم دیا جاتا ہے کہ جسد آدم میں داخل ہو تیرگی و کثافت کے باعث روح حیران کرتی ہے نور محمدی بحکم ایزدی پیشانی آدم میں جلوہ افروز ہو جاتا ہے روح کمرہ داخل جسم آدم ہو جاتی ہو فرشتوں کو حکم دیا جاتا ہے آدم کو سجدہ کریں بجز ابلیس تمام ملائکہ عالم ملکوت سجدہ کو سر نیاز جھکاتے ہیں ابلیس اپنے غرور و نخوت کے باعث تعمیل حکم الٰہی نہیں کرتا اور کہہ اٹھتا ہو کہ میں آگ سے پیدا کیا گیا ہوں اور یہ آدم خاک سے بنائے گئے ہیں اس کبر و ابا کی سزا میں رانده درگاہ الٰہی کر دیا جاتا ہو اور ابدی لعنت کا مستحق ہو جاتا ہو آدم کو جنت میں رہنے کا حکم دیا جاتا ہے ایک شجر کے قریب جانے اس کے پھل کھانے کی ممانعت کر دی جاتی ہو اس قدر ترجمہ قرآن و حدیث کا اقتباس ہے اس سجدہ کو ارباب لطائف و سیر نے وضاحت کے ساتھ ان الفاظ میں بیان کیا ہے کہ در پردہ یہ سجدہ آدم کو نہ تھا بلکہ نور محمدی کو سجدہ تھا جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہو ؎

آدم میں اگر جلوۂ جانانہ نہ ہوتا　　　مسجود ملائک کوئی بیگانہ نہ ہوتا

شعر مندرجہ عنوان میں بھی شاعر اپنے مفہوم کو فرشتوں کی طرف پلٹا کر کہتا ہو کہ یہ سجدہ خدا کے لئے تصور کیا جائے یا احمد مجتبیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے۔ باطن نگاہ بصیرت رکھتی ہیں کہ حجاب میم درمیان سے اٹھانے کے بعد احد و احمد کی غیبت عیاں ہو جاتی ہے

آدم اور ذلت اضطراری

خلف ہی دہ خلف مشکلکشا ہوا جو وجد وسیلہ بن گیا آدم کو اسم پاک احمد کا

ارشاد باری تو یہ تھا کہ اے آدم تم جنت میں ہو جنت کی تمام نعمتیں تمہارے لئے ہیں مگر فلاں درخت کے قریب نہ جانا آدم نے تعمیل حکم کی عرصہ دراز تک جنت میں رہے جب تنہائی سے گھبرائے دربار الٰہی میں عرض کی کہ بار الٰہا کاش میری جنس کا کوئی دوسرا اور بھی جنت میں ہوتا اگرچہ ملائکہ حور و غلمان سب کچھ ہیں مگر خاکی وجود کوئی نہیں ہو اس لئے بعض وقت جی گھبرا جاتا ہے التجا مقبول ہوئی حالت سکر میں آپ ہی کی بائیں پسلی سے حوا کو پیدا کیا گیا جب سکر سے آپ کو افاقہ ہوا سامنے حضرت حوا کو جنت نگاہ پایا فطرت معصوم میں محبت کی لہر پیدا ہوئی نظر الفت اٹھ حوا کی طرف اٹھی جبروت ایزدی مانع ہوا۔ ایما ہوا کہ جب تک نکاح نہ ہو اظہار محبت جائز نہیں نکاح بھی ہوا دوبارہ پھر پیار آیا نگاہوں نے حوا کے حسن معصوم کی سعیٔ طواف کی ارشاد ہوا کہ جب تک مہر ادا نہ ہو جذبات الفت کو ضبط و سکون کی حد میں رہنا چاہئے حضرت آدم علیہ السلام نے گذارش کی رب العزت مہر میں کیا ادا کروں حکم ہوا اسم پاک محمد پر درود پڑھو یہ پہلی مشکل کشائی ہے کہ جو بحکم الٰہی بوسیلہ نام محمد صلعم سے آدم کی گئی دونوں مبارک روحیں متعدس وجود مکین جنت رہے ابلیس اپنی سعی فریب سے غافل نہ تھا اس نے حوا کو شجر ممنوعہ کی طرف راغب کر دیا اور حوا کی ترغیب پر آدم نے بھی اس پھل کو چکھ لیا یہ ذلت یہ لغزش دونوں پاک وجودوں سے حالت اضطرار میں سرزد ہوئی دونوں جنت سے دو جدا جدا مقامات پر پہنچا دیئے گئے مدت ہائے دراز تک گریہ و بکا تضرع و زاری مناجات و دعا کا سلسلہ جاری رہا رحمت الٰہی آدم و حوا کی طرف منعطف نہیں ہوئی تا آنکہ جبریل امین نے حضرت آدم کی حالت دیکھ کر دربار ایزدی میں عرض کیا تلازم رحمت باری میں تموج پیدا ہوا فتلقی آدم من ربہ کلمات فتاب علیہ کچھ کلمات قلب آدم میں القا فرمائے گئے جب آدم نے نظر اوپر اٹھائی تھی تو ساق عرش پر کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ بخط نور لکھا دیکھا تھا اس القائے کلمات کے بعد ہی حضرت آدم کو بھولا ہوا جواب یاد آیا دربار رب العزت میں مناجات کی کہ اے مالک الملک اس عظمت والے نام محمد کا صدقہ میری لغزشوں سے درگذر فرما بخشش و رحمت کی تجلیہ عرش عظیم سے ہوئی نور محمدی نے دامن رحمت سر پہ ڈالا دونوں صدیوں کے بچھڑے ہوئے وجود ملا دیئے گئے سلسلہ اولاد آدم جاری ہوا دنیا میں بنی آدم کی بستیاں آباد ہوئیں عفو خطا کے بعد ہی سابقہ نوازشیں ظاہر ہونے لگیں۔

نور ظہور اسلاف حضور

سلف کی قسمتیں چمکیں ہوا روشن جہاں سارا رہا حامل جو انبیا نور محمد کا

حضرت آدم علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد نور محمدی کا ظہور حضرت شیث میں ہوا ان کے بعد نسلاً بعد نسل منتقل ہوتا ہوا حضرت نوح سے حضرت ابراہیم تک پہنچا نوح کی کشتی اسی نور کی معجزنمائی طوفان سے ترائی نمرود کے آتشکدے کی آگ خلیل رب جلیل پر گلزار بنا اسمٰعیل کی جان نے ذبح عظیم سے نجات پائی ذبیح اللہ سے یہ نور درجہ بدرجہ منتقل ہوتا ہوا پاک پیٹوں پاک پیٹھوں کو منور کرتا ہوا حضرت عبد المطلب تک پہنچا آپ کے زمانہ میں ابرہا شاہ یمن نے دار السلطنت صنعا میں ایک عظیم الشان صومعہ کی بنیاد قائم کر کے سالانہ اجتماعات کی سعی بلیغ شروع کر دی اس کا مطمح نظر یہ تھا کہ حج کعبہ کو جس طرح دنیا ہر سال اطراف عالم سے سمٹ کر آجاتی ہو اسی طرح یمن میں بت پرستی کے لئے سالانہ مخلوق جمع ہوا کرے۔ ابرہا جس قدر کوشش اور حکمرانی کا اثر کامیاب اجتماعات کے لئے صرف کرتا تھا۔ صنعا میں قابل ذکر ہجوم نہ ہوتا تھا البتہ اس کی ضد میں کعبہ کی جانب پہلے سے زیادہ رونق ہونے لگی ابرہا کو جب یہ علم ہوا تو اس نے غیظ و غضب میں یہ رائے قائم کی کہ کعبہ کو بالکل تباہ کر دیا جائے اور مکہ کی عظمت کا نشان مٹا دیا جائے چنانچہ اس تخیل کی بنا پر اس نے ہاتھیوں کے لشکر کے ساتھ کعبہ پر یورش کر دی اور تمام مکہ کا محاصرہ کر لیا عرب کے شجاع قبیلے عبد المطلب کے پاس جمع ہوئے اور مشورت کی مجلس منعقد ہوئی عبد المطلب نے خطبہ دیا کہ ہم تمام اہل کعبہ کے صرف محافظ و نگہبان ہیں ہماری جماعت آلات جنگ سے خالی ہے دشمن کے پاس کثیر سامان جنگ بھی ہے اور لشکر عظیم بھی ہم لڑائی میں اس سے جیت نہیں سکیں گے اسلئے کعبہ کو رب کعبہ کے سپرد کر دیا جائے البتہ ہمارے جو نقصانات لشکریوں نے کئے ہیں ہمارے اونٹ اور مویشی جو فوجی سپاہیوں نے قبضہ میں کر لئے ہیں اس کے متعلق ابرہا سے گفت و شنید کیجائے اس رائے پر اہل حجاز متفق ہوئے دوسرے روز عبد المطلب تنہا لشکرگاہ ابرہا میں پہنچے جب بادشاہ کو آپ کے آنے کی اطلاع ہوئی خیمہ کے دروازے پر آپ کے استقبال کو آیا مسند پر اپنے پاس بٹھایا باتیں کیں عبد المطلب نے بادشاہ سے کہا کہ آپ کے سپاہی باشندگان مکہ پر ظلم کر رہے ہیں ہمارے مویشی جن کے دودھ پر ہماری زندگی کا انحصار ہے ہمارے اونٹ جو ہماری تمام ضروریات میں کام آتے ہیں ضبط کر لئے گئے آپ بادشاہ ہیں اس تکلیف سے ہمیں بچایئے۔ ابرہا نے بڑے تعجب سے آپ کے یہ فقرات سنے اور فوراً حکم دیدیا گیا کہ جس قدر بکریاں اور دیگر مویشی یا اونٹ پکڑے گئے ہیں سب چھوڑ دیئے جائیں۔ اس کے بعد بادشاہ یمن نے کہا کہ اے فصیح العرب آپ کی فراست آپ کی بزرگی کی شہرت دور دور ہے مگر آپ نے آج جس سادگی کا اظہار کیا ہے اس سے مجھے ہنسی آتی ہے آپ نے صرف مویشی وغیرہ کی مجھ سے سفارش کی اور کعبہ کی عزت اور تقابت عظمت کے لئے مجھ سے کچھ نہ کہا حالانکہ آپ کو خبر ہے کہ میں نے یہ محاصرہ اور مکہ پر لشکر کشی صرف کعبہ کے وجود کو مٹانے

(خدا، یوحنا، مسیح) کو تثلیث کی اساس سمجھے ہوئے تھے اکثریت نے (خدا، روح القدس اور مسیح) کو عین تثلیث قبول کیا روح القدس کی شخصیت بھی زیر بحث تھی دنیائے عیسائیت زیادہ تر چار کلیساؤں یعنی روما، قسطنطنیہ، مصر اور یروشلم کے زیر اقتدار تھی یہ چاروں کلیسا اپنی بزرگی اور برتری کی کشاکش میں ایک دوسرے کو کفر و گمراہی میں اور مشورے دیتے تھے چرچ کے معتقد بیچ میں باہمدگر عام منافرت روز بروز ترقی تھی یہی وہ زمانہ ہے کہ جب گرجوں میں تعیش کا جوش پھیلا مریم و مسیح کی تمثیلات کا شوق عورتوں کو مردوں میں پیدا ہوا ہزاروں کنواری لڑکیاں ننیں (راہبات) اور جوان لڑکے (رہبان) بننا شروع ہوئے اور گرجے عام طور پر بداعمالی کے مرکز بن گئے کفارہ کے مسئلہ پر بھی اختلافات بڑھے عام جذبات یہ تھے کہ جب لوٹ اور کفارہ مسیح کے تخیل سے لبریز تھے سمجھتے تھے کہ تمام دنیا بھر کی بداعمالیاں کئے جائیے سب کا کفارہ تو مسیح کی سولی ہو چکی کذب و دروغ مقدس جھوٹ کی آڑ میں ہر فرقہ کے لئے اپنے خود تراشیدہ عقائد کی اشاعت کے ذرائع بن گئے غرض مسیحیت کی ترویج ایک بھیانک شکل اختیار کر چکی تھی حکومت بھی جبر و استبداد کے سانچے میں ڈھلی ہوئی پرسیپلز، ارڈین و کیتر، بشپ وغیرہ کی جہاں سوز سزائیں ہیروڈیس اور نیرو کے مظالم سے بڑھ گئی تھیں یہ سب کچھ تغیرات حضرت مسیح کے عہد سے لیکر پورے چھ سو سال کے اندر اندر دنیا میں پیدا ہو چکے تھے۔

ہندو اور ہندوستان۔ سیرت سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ میں مسلمانان ہند کے سامنے اگر اپنے ملک کی اصلی حالت کا کوئی خاکہ نہ ہو تو وہ عام واقفیت کی حدود سے کسی قدر دور جا پڑتے ہیں اور بہت کم توجہ سیرت نگار اہل قلم نے اس طرف کی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ہندوستان کی کوئی قدیم تاریخ ہی مدون نہ ہوئی جس سے یہاں کے تاریخی شواہد پر کچھ روشنی پڑتی ہمارا یہ نظریہ تو مسلم ہے کہ رب تعالےٰ نے ہر قوم و ملک میں نبی و رسول مبعوث فرمائے اور افراد عالم کی ہدایت ابنائے آدم کی اصلاح کے لئے انبیاء و مرسلین کو مامور کیا لیکن اس عقیدہ کے اتباع میں ہی مسلمان مجبور نہیں کہ وہ بجز ان انبیاء و رسل کے جن کا نام نامی قرآن و حدیث میں بتایا گیا ہم دوسرے مذاہب و ملل کے مفروضہ اوتاروں دیوتاؤں کو بھی نبی و رسول مان لیں اس معاملہ میں مسلم قیاسات عام طور پر یہ ہیں کہ ہندوستان ایک وسیع براعظم ہے اور یہاں بہت سے فرقے اور مسلک جاری ہیں ضرور اتنے وسیع ملک کے باشندوں کی ہدایت پیغمبران کرام کے ذریعہ سے کی گئی ہوگی یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہندوستان کے مروجہ مذاہب کسی وقت میں کسی آسمانی شریعت کے متبع رہے ہوں بایں ہمہ ہم یہاں کے رشیوں منیوں دیوتاؤں وغیرہ کو جن کے حالات زندگی یا تو بالکل تاریکی میں ہیں یا اہل ہنود کی روایات کے متعلق قطعاً غیر ثقہ ہیں مسلمان کبھی بھی رسولوں کے زمرہ میں شامل کرنے پر آمادہ ہو جائیں۔ ہندوستان کی تہذیب قدیم تہذیب ہے ڈیڑھ ہزار سال قبل زمانہ مسیح کہا جاتا ہے کہ مہابھارت کی جنگ ہندوستان میں ہوئی جس نے ہندوستان کی قدیم تہذیب کو مٹا دیا اس لڑائی کے متعلق ہندو اہل قلم مثلاً سوامی دیانند سرسوتی و پنڈت ہندو دت وغیرہ کا تبصرہ ہے کہ ہندوستان کی آبادی میں کوئی فرد ایسا نہ تھا جو محارب فریقین کورو پانڈوؤں میں سے کسی ایک کا اس وقت جانبدار نہ ہو۔ لڑائی کا نتیجہ یہ بتایا جاتا ہے کہ تمام کی تمام آبادی ہندوستان بھر کی لڑائی میں بھسم ہو گئی اور صرف بارہ آدمی باقی بچے جو خود ہی بعد کو اپنے ہاتھوں آپ فنا ہو گئے اس فنائیت مطلقہ کے بعد بصورت صحت افسانہ خدا معلوم ہندوستان کی آبادی کے کیا اسباب ظہور پذیر ہوئے ممکن ہے تناسخ نے زور مارا ہو اور حشرات الارض نے انسانی روپ دھارن کر لیا ہو۔ زمانہ مسیح سے چھ سو سال پیشتر بدھ مذہب کا آغاز ہندوستان میں ہوا۔ بدھ تعلیمی لقب و خطاب کے طور پر استعمال ہوتا ہے اصلی نام بدھ کا سدھارتھ تھا اور خاندانی نام گوتم ہے مایا مادر اور سدھودن پدر کا نام ہے کپل وستو میں پیدا ہوا مسماۃ یشودا سے شادی ہوئی راہولا نام فرزند پیدا ہوا زمانہ ولادت قبل مسیح ۶۲۳ء۔ ۲۹ سال کی عمر میں جو عین شباب کا زمانہ تھا ترک دنیا کر کے فقیری اختیار کی اسی سال کی عمر ہوئی دنیائے ہند نے بدھ مذہب کی پیروی اختیار کر لی۔ پالی زبان بدھ مت کی زبان تھی جس کے رواج عام نے سنسکرت زبان کو مٹایا اور ویدمت کے ذخائر کتب کو برباد کر دیا یہاں تک کہ سنسکرت اور وید کا کوئی جاننے والا نہ رہا۔ کچھ عرصہ بعد شنکراچاریہ جی کا ظہور ہوا اور انہوں نے اپنی علمی قابلیت سے بدھ مذہب کی تکذیب اور ہندومت کی از سر نو تائید کی سنسکرت کے قالب مردہ میں جان ڈالی مگر عمر نے وفا نہ کی چھتیس ۳۶ سال کی عمر میں شنکراچاریہ جی فوت ہو گئے انہوں نے شاعرانہ تخیلات کو عام رواج دیا تھا چنانچہ مذہبیت پر شاعری کے گوناگوں تاثرات کے حجاب پڑ گئے اور گیت بازی نے حقیقی علمی روشنی کا چراغ گل کر دیا۔ بدھ مت کی بدھ مت کی ترقی نے راجہ اشوک کے زمانہ تک عالمگیر اہمیت حاصل کی اور اس کے بعد زوال شروع ہو گیا بدھ کی تعلیمات ترک لذات و نفس کشی نے تمدن ملکی کا ساتھ نہ دیا اور سارا ملک جوگیوں اور گداگروں کا اکھاڑہ بن گیا سیاسی تعلیم تہذیب نے اس بے عمل تعلیم کو آگے نہ چلنے دیا اسی زمانہ میں پران مت کا آغاز ہوا اس مذہب کے داعیان اور حکمرانوں نے بھی بدھ مذہب کا استیصال کرنا شروع کر دیا۔ مذہبی جنگ نے تمام ہندوستان میں نئے نئے مت اور نئے نئے فرقے قائم کر دیے اور بداعمالی و بدکاری کا بازار گرم ہو گیا۔ وام مارگی، چکرانکت، ہنسر، بھگت رام اپاسک، ڈنڈی، شاکت وغیرہ وغیرہ سینکڑوں عیاشی آمیز دھرم اور فرقے پیدا ہو گئے تمام ہندوستان میں یہی فرقے حاوی تھے۔ جوا، شراب، زناء یہی مذہبی پوتر قانون تھے مندروں بتخانوں کی عریاں مورتیں ابھی تک قدیم حالات کا نقشہ دکھاتی ہیں مسلمانوں کی فاتحانہ آمد اسی ماحول میں ہندوستان کے اندر ہوئی۔

مجوس دنیا میں ایران کی سلطنت قدیم تمدن کی علمبردار تھی یہاں کا مذہب یزدان اور اہرمن دو خداؤں کی ماتحتی میں تھا آتش پرستی شعار مذہبی تھا مذہبی کتب سکندر کی ہمہ ختم تاراج کے بعد فنا ہو چکی تھیں فرضی و خیالی افسانے قانون شریعت بن گئے تھے مدتوں کی حکومت نے ان کی بنیاد ڈالی ان کی ترقی نے عیش استراحت کی اساس قائم کی۔ عیش و عشرت کی فراوانی نے عیاشی کے جراثیم دماغوں میں پیدا کئے۔ مانی کے دہریت آمیز

مذہب نے تمام مذہبی قیود کو ملک سے اٹھادیا جس کی وجہ سے عام آوارگی اور شہوانیت چھا گئی مائیں بیٹوں کے عشق میں بھائی بہنوں کی محبت میں غلام آقاؤں کی بیگمات سے ملوث شہزادیاں ملازموں کے فریب عشق میں تباہ و برباد نظر آنے لگیں عصمت و عفت گناہ و معصیت سمجھی جانے لگی زہاد کی ننگ حرامی کا افسانہ کسکو معلوم نہیں غلام ہوکر اپنے بادشاہ کی محبوبہ شیریں کی محبت کا اعلان کر بیٹھا۔ شیرویہ جیسے بدکار بیٹے نے بادشاہ باپ کے بیٹ کو چیر کر اپنی ماں شیریں کو اپنی زوجہ بنایا جب بادشاہوں شہزادوں کا یہ عالم تھا تو عوام کا لاانعام کس قطار و شمار میں ہیں غرض حرام کاری و نفس پرستی ہر طرف عام تھی۔ آتشکدہ ہواں و تاریکی پھیلا رہے تھے اسی ماحول میں فاران کا آفتاب چمکا اور ایمان کے جلت سیاہ کو اپنی نورانی شعاعوں سے روشن کرنے پر مائل ہوا۔ حضورؐ کی تشریف آوری سے پہلے دنیا کی متمدن قوموں کا حال ہم نے اختصار کے ساتھ سنا دیا اس ماحول میں جبکہ اطراف عالم کے ہر گوشہ میں تاریکی ہی تاریکی چھائی تھی ایسے ہی آفتاب کی جلوہ نمائی کی ضرورت تھی جس کی منور کرنیں ظاہر و باطن کی تمام ظلمتیں مٹا کر دنیا کو جگمگا دیں

ظہور قدسی
ازل کا چاند ہے فاران سے ضو پاش ہونے کو
جہان حسن میں جلوہ ہی جلوہ ہے محمد کا

فطرت الٰہی ازل سے کچھ یوں ہی واقع ہوئی ہے کہ جب اختتام ماہ پر پوری پوری راتیں تاریکی میں کٹ جاتی ہیں تو ماہ نو سے ظلمت کی تقدیر چمکائی جاتی ہے صدیوں سے شبستان عالم تیرہ و تار ہو چکی تھی ہر طرف کفر والحاد کی گھٹائیں منڈلا رہی تھیں ہر قوم تاریکی شرک میں ادہر ادہر ڈانواں ڈول تھی غیرت الٰہی کو جوش آیا اور وہ نور مجسم جس کی تخلیق سب سے اول کیگئی تھی جس کی تابانیوں کے ظہور کے لئے دنیائے آب و گل کی تعمیر کی گئی تھی اب وقت آگیا کہ اس کی جلوہ تابی سے کائنات عالم کے ہر ظلمتکدہ کو منور کیا جائے خزاں کے بعد جب بہار کی آمد شروع ہوتی ہے تو روش روش برگ و بار میں رنگ آمیزی پر آمادہ ہو جاتا ہے جب کوئی بادشاہ جلیل القدر کسی جگہ کا عزم کرتا ہے تو وہاں خیر مقدم کی تیاریاں اور آرائش کے ساز و سامان مرتب کئے جاتے ہیں آفتاب طلوع ہونے سے پہلے سپیدہ سحری نمودار ہو جاتا ہے حضور کی تشریف آوری سے پہلے قدرت نے فضائے عالم کی اصلاح کی طرف بھی توجہ فرمائی کفر و ضلالت کی دلدلوں سے کچھ قطرات آبدار آب گہر کی صورت خود بخود ظہور میں آئے جن کا اجمالی بیان آگے آئیگا اس سے پیشتر حضورؐ کے نسب پاک کے بعض افراد سے ناظرین کو روشناس کرانیکی ضرورت ہے یہ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ نور فیض گنجور حضور جان نور نے ہمیشہ ارحام طیبہ و اصلاب طاہرہ ہی کو سرفراز فرمایا اس لئے آپ کے نسب مبارک کے تمام افراد طیب و طاہر ہی تسلیم کئے گئے ہیں آپ کا سلسلہ نسب اس طرح ہے **محمد** بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لؤی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان الخ اس کے بعد سلسلہ انساب حضرت سیدنا اسمٰعیل ذبیح اللہ تک پہنچتا ہے حضرت اسمٰعیلؑ کے بارہ فرزند تھے جن میں سے قیدار کی اولاد حجاز میں آباد ہوئی قیدار کی ہی اولاد میں عدنان تھے جن کی نسل سے حضور کا خاندان ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے صحیح بخاری کی حدیث ہے ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے مجھے قبائل کی شاخ در شاخ بہتر سے بہتر شاخ سے مبعوث فرمایا حتیٰ کہ میں اس قرن میں پیدا ہوا جو میرا ہے دوسری صحیح مسلم کی حدیث ہے ارشاد ہوتا ہے اللہ تعالےٰ نے نسل اسمٰعیل میں سے کنانہ کو برگزیدہ کیا اور بنو کنانہ میں سے قریش کو برگزیدہ فرمایا اور قریش میں سے بنو ہاشم کو برگزیدہ کیا اور مجھے بنو ہاشم میں سے برگزیدہ کیا خود حضور کے ارشادات گرامی سے حضور کے سلسلہ نسب کی برتری و تقدیس ثابت ہے نضر بن کنانہ کے عہد سے عرب کا یہ معزز خاندان قریش کے لقب سے ممتاز ہوا۔ پھر اور قصی اس خاندان کے مشہور افراد ہوئے حلیل خزاعی جو کعبہ کے متولی تھے ان کی لڑکی مسماۃ حبی سے قصی کا عقد ہوا حلیل نے مرتے وقت تولیت کعبہ اپنے داماد قصی کے سپرد کر دی اس وقت سے یہ منصب جلیل بھی حضور کے خاندان میں آگیا قصی نے خلافت حرم میں رفاہ عام کو ملحوظ رکھتے ہوئے سقایہ اور رفادہ دو عہدے اور قائم کئے اور تمام بنو قریش کو اس امر پر راضی کر لیا کہ طواف حرم کے لئے جو سالانہ اجتماع ہوتا ہے اور ہزاروں حجاج آتے ہیں ان کی میزبانی قریش ہی کیا کریں چنانچہ آپ کے زمانہ حیات تک بڑے اعلیٰ پیمانہ پر منا اور مکہ میں ایام حج میں تمام زائرین کعبہ کی دعوتیں ہوتی تھیں کھانا تقسیم ہوتا تھا چرمی حوض جابجا کعبہ کے گرد و پیش پانی سے بھر دیے جاتے تھے جس سے لوگ سیراب ہوتے تھے مشعر حرام بھی آپ ہی نے قائم کیا جس پر ایام حج میں چراغاں ہوتا تھا قصی کی شہرت عام تمام بلاد میں اور خصوصاً گرد و نواح میں تھی قصی کے چھ فرزند ان میں سے عبدمناف کو وہ تمام پدری شان و شوکت حاصل عبد مناف کے بھی چھ لڑکے ہوئے جن میں سب سے زیادہ محترم ہاشم تھے آپ نے اپنے چچا عبدالدار کی اولاد سے سقایہ اور رفادہ کے مناصب واپس لے لئے آپ بھی نہایت سخی و سیر چشم تھے حجاج کو ایام حج میں کھانا کھلاتے تھے زمزم اور منا کے قریب چرمی حوضوں میں پانی کی سبیلیں رکھتے تھے۔ تجارت کو سب سے زیادہ آپ نے فروغ دیا شاہان روم و حبش و یمن وغیرہ سے مراسلت کر کے تجارت کے لئے مراعات حاصل کیں عرب میں جب قحط شدید پڑا آپ نے نہایت عالی ہمتی کا اظہار فرمایا شوربے میں روٹیاں چور کر کر کے قحط زدہ افراد کو روزانہ کھلاتے رہے اسی زمانہ سے آپ کا نام ہاشم پڑ گیا۔ ہشم یعنی چورہ کرنا۔ ہاشم بسلسلہ تجارت سفر بھی کرتے تھے اثنائے سفر میں مدینہ قیام کیا وہاں سلمیٰ نامی ایک معزز خاتون سے شادی کی شیبہ اسی بی بی سے پیدا ہوئے ہاشم کا سفر ہی کے عالم میں بمقام غزہ انتقال ہو گیا شیبہ نے اپنی والدہ کے آغوش شفقت میں آٹھ سال تک مدینہ ہی میں پرورش پائی ہاشم کے دوسرے بھائی مطلب تھے جب ان کو علم ہوا کہ مدینہ میں ہاشم نے شادی کی تھی اور ایک فرزند بھی ان کا وہاں موجود ہے تو مطلب مکہ سے مدینہ گئے اور بھتیجے اور بھاوج کو ہمراہ لے آئے۔ شیبہ کا نام بوجہ اس کے کہ مطلب ان کے کفیل تھے مدینہ سے مکہ لائے تھے مکہ میں عبدالمطلب مشہور ہوا۔ آپ حضور کے جد محترم ہیں روئے زمین کے نامی اور نام آور بزرگ ہیں۔ آپ کے زمانہ میں ابرہہ

مخلوق کے فرائض کی تفصیل کے ساتھ بیان سوشل اور تمدنی اور نفسانی اصلاح کرتا ہے۔ پہاڑوں کو ٹکڑے ٹکڑے کردینا اُن کی جگہ سے ہٹاکر زمین کشادہ کردینا یا قبروں سے مُردوں کو اکھاڑنا اس کا کام نہیں۔ قرآن خزانۂ علوم ہے۔ کنز معارف ہے۔ مجموعۂ قوانین ہے۔ سرچشمۂ ہدایت ہے۔ مسمریزم کی کتاب یا جادو کا دفتر نہیں۔ جب کور بصیرت طبقہ کو قرآنی غرض کا ہی علم نہیں اور مقصدِ رسالت ہی کی طرف توجہ نہیں تو پھر ایسے بیہودہ سوالات پورے کرنے کے بعد ان کی ہدایت ناممکن ہے۔ آخری آیات میں آیندہ کے واقعات کی خبر بھی دیدی گئی کہ عنقریب مکہ اور اطراف مکہ فتح ہوگا۔ اس پیشین گوئی میں ایک خاص رمز اس طرف بھی ہے کہ دنیا میں دو قسم کے آدمی ہوتے ہیں عقلمند اور بے وقوف۔ سمجھدار۔ اور بصیرت کوش اور متعصب جاہل۔ اہلِ بصیرت کے لئے تو قرآن سرچشمۂ صد ہدایت ہے۔ رسولِ پاکؐ کی شخصیت اُن کے لئے صداقت مجسم ہے لیکن کوتاہ فہم متعصب جاہل روحانی طاقت اور عقل کی روشنی اور قواعد و ضوابط کی راستی کے قائل نہیں ہوتے۔ اُن کے لئے تو مادی طاقت کا تسلط۔ ظاہری شوکت و سطوت اور غلبۂ و حکومت کی ضرورت ہوتی ہے وہ حقانیت و صداقت کو دلائل کی روشنی میں نہیں دیکھتے بلکہ ظاہری جلال و شکوہ اور دنیوی عروج و غلبہ کو باعث صداقت جانتے ہیں۔ ایسے بدفہموں کے لئے تلوار کی ضرورت ہوتی ہے۔ چنانچہ عنقریب مسلمانوں کی تلوار بھی ان کے سروں پر آنیوالی ہے

وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَأَمْلَيْتُ

بہتیرے پیغمبروں کی تم سے پہلے بھی ہنسی اڑائی جاچکی ہے چنانچہ کافروں

لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ كَانَ

کو ہم نے مہلت دی مگر پھر اُن کو دھر پکڑا تو دیکھو میرا عذاب

عِقَابِ ○ اَفَمَنْ هُوَ قَآئِمٌ عَلٰى كُلِّ نَفْسٍ

کیسا تھا بھلا جو ہر شخص کے اعمال پر مطلع ہو (اُن کو بے سزا

بِمَا كَسَبَتْ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ قُلْ سَمُّوْهُمْ

دیئے چھوڑ دے گا) انہوں نے اللہ کے شریک بنا رکھے ہیں تم پوچھو ان کے نام تو لو

اَمْ تُنَبِّئُوْنَهٗ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِى الْاَرْضِ اَمْ

یا تم اللہ کو وہ بات جتاتے ہو جس کو زمین میں (کہیں) وہ نہیں جانتا یا

بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ بَلْ زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا

او پری باتیں بناتے ہو نہیں۔ بلکہ بات یہ ہے کہ کافروں کی فریب کاریاں

مَكْرُهُمْ وَصُدُّوْا عَنِ السَّبِيْلِ ۭ وَمَنْ

اُن کے لئے آراستہ کردی گئیں ہیں اور اُن کو راہ راست سے روک دیا گیا ہے اور جس

يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ○ لَهُمْ عَذَابٌ

شخص کو اللہ گمراہ چھوڑ دے تو اُس کا کوئی ہادی نہیں اُن کے لئے عذاب ہے

فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَقُّ

دنیوی زندگانی میں بھی اور آخرت کا عذاب تو بہت ہی سخت ہے

وَمَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ○ مَثَلُ الْجَنَّةِ

اور اُن کو اللہ سے کوئی بچانے والا نہیں جس جنت کا پرہیزگاروں سے

الَّتِىْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

وعدہ کیا گیا ہے اُسکی صفت یہ ہے کہ اُس کے اندر نہریں بہتی ہونگی

اُكُلُهَا دَآئِمٌ وَّظِلُّهَا ۭ تِلْكَ عُقْبَى الَّذِيْنَ

اُسکے پھل اور سایہ لازوال ہوگا یہ پرہیزگاروں کا انجام

اتَّقَوْا ۖ وَّعُقْبَى الْكٰفِرِيْنَ النَّارُ ○

ہوگا اور کافروں کا انجام آگ ہے

تفسیر

جب آدمی کی عقل تاریک ہوجاتی ہے اور خالی حواس رہ جاتے ہیں تو وہ سمجھنے لگتا ہے کہ فہم و دانش نام فقط حواس کے احساس کا ہے۔ لہٰذا جن چیزوں کو وہ حواس سے سمجھ سکتا ہے اُن کا تو اقرار کرلیتا ہے اور جہاں تک حواس کی رسائی نہیں ہوتی اور اُن کو سمجھنے کے لئے عقل کی ضرورت پڑتی ہے اُن کا وہ انکار کردیتا ہے۔ کافروں کی عقل چونکہ تاریکی کے پردوں میں ہوتی ہے اور صرف حواس روشن ہوتے ہیں اس لئے وہ امر آخرت رسالت وحی اور دیگر غیبی امور کا انکار کرتے ہیں۔ کیونکہ ان امور کو سمجھنا عقل کی روشنی پر موقوف ہے اور چونکہ اللہ کی صنعتِ تخلیق اور ایجاد کی صفتیں مصنوعات و مخلوقات کے مطالعہ سے ظاہر ہوجاتی ہیں اور مصنوعات کا مطالعہ حواس کے ذریعہ سے ہوتا ہے اور کافروں کے حواس درست ہیں اسلئے وہ ان اوصاف کا انکار نہیں کرتے مگر اس میں بھی فی الجملہ خرابی واقع ہوجاتی ہے کیونکہ اُن کے پیش نظر دنیوی حکومت و انتظام کا سلسلہ ہوتا ہے۔ اسی ظاہری سلسلہ پر وہ کارخانۂ قدرت کے انتظام کو بھی قیاس کرتے ہیں اور جس طرح دنیوی بادشاہوں کے لئے وزراء عمال حکومت اور کارکن ہوتے ہیں اور سب ملکر

حکومت میں بادشاہ کے شریک ہوتے ہیں اسی طرح وہ اللہ کو بھی ایک بادشاہ کی حیثیت سے زیادہ وقیع نہیں سمجھتے اسباب ظاہری کو مؤثر جانتے اور مختلف اولیاء انبیاء ملائک اور دیوتاؤں کو اللہ کا شریک حکومت اور عمال و کارکن سمجھتے ہیں۔ خدا تعالیٰ ان آیات میں کفار کے اس قیاس اور شرک آفریں رائے کی تردید کرتا اور رسول پاکؐ کو تسلی دیتے ہوئے فرماتا ہے کہ:۔

اے رسول! تم سے پہلے بھی پیغمبروں کا مذاق اڑایا گیا ہے۔ یعنی کافروں نے عقل کی تاریکی کی وجہ سے غیبی امور کا انکار کیا اور وحی و رسالت کا مذاق اڑایا ہے ان کی نظر میں رسالت ایک مضحکہ انگیز چیز تھی۔ ان کے حواس کی رسائی وحی خداوندی تک نہ تھی اور اللہ بھی ان کو ڈھیل دیتا رہا خوب ناز و نعمت اور عیش و نشاط کے دروازے ان پر کھول دیے مگر انجام کار انکی گرفت ہوئی اور سخت گرفت ہوئی۔ اس کے بعد مخلوق پر خالق کو قیاس کرنے کی تردید کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ (۱) جو خدا ہر شخص کے اندرونی و بیرونی اعمال سے واقف ہو اس کو ناواقف محتاج مطلق مخلوق پر قیاس کرنا کس طرح صحیح ہے۔ (۲) اللہ کی حکومت والوہیت میں ایسے افراد کو شریک سمجھنا جن کے نام بھی نہیں معلوم حقیقت و واقعیت تو درکنار۔ کس قدر غلط عقیدہ ہے۔ نام لینے سے خود واضح ہو جائیگا کہ یہ نام یا تو بتوں کے ہیں اور محض فرضی ہیں یا اللہ کی مخلوق میں سے آدمیوں یا جنوں یا فرشتوں کے تھے۔ اور ظاہر ہے کہ مخلوق خالق کے ساتھ الوہیت میں شریک نہیں ہو سکتی۔ (۳) خدا کے ساتھ کسی کو شریک سمجھنے کا مطلب تو یہ ہے کہ ان مشرکوں کا علم اللہ کے علم سے بھی زائد ہے کیونکہ اللہ کو اپنا کوئی شریک معلوم نہیں اور یہ لوگ شریک کا وجود ثابت کرتے ہیں تو گویا علم الٰہی سے بڑھ کر اپنی واقفیت ثابت کرتے ہیں۔ اور یہ بات بالکل احمقانہ ہے۔ کوئی سمجھدار آدمی اس کو مان نہیں سکتا (۴) یا یوں کہنا چاہئے کہ اللہ کا کوئی شریک تو ان کو بھی معلوم نہیں مگر (رسوم کی پچ کرتے ہوئے) یہ اوپری باتیں بناتے ہیں تو اوپری باتیں بنانے سے شریک کا وجود ثابت نہیں ہو سکتا۔ اس سے آگے مشرکوں کے شرک کی اصل وجہ بیان فرماتا ہے کہ بس بات صرف اتنی ہے کہ ان کی فریب کاری ان کی نظروں میں کھب گئی یعنی غیر اللہ کی پرستش اور شرک اگرچہ ان کے لئے مفید اور نتیجہ خیز نہیں اور نہ اس کا کوئی عقلی ثبوت ہے مگر آباؤ اجداد کی رسم ہے اور چونکہ اس کی ناشائستہ حرکات اور فاسد خیالات موروثی ہیں پشت در پشت سے چلے آتے ہیں اور تمام برادری والے ان میں مبتلا ہیں۔ اس لئے یہ لوگ ان کو چھوڑنا نہیں چاہتے بلکہ دوسروں کو بھی راہ حق سے روکتے ہیں۔ گویا ہدایت خداوندی ان کی قسمت میں ہی نہیں ہے اور جو چیز قسمت میں نہیں وہ کس طرح ان کو مل سکتی ہے اس لئے گمراہ ہیں اور گمراہ رہینگے۔ اس کا نتیجہ آخرت میں بھی ان کے لئے برا ہوگا اور دنیا میں بھی خراب ہوگا۔ آخرت کی سزا تو بہت ہی سخت ہے دنیوی سزا بھی ان کو طرح طرح سے ملیگی مثلاً قحط، وبا، گرانی، گرفتاری، اہل بچوں کی تباہی، شکستہ حالی، پریشانی شیرازۂ قوم کی پراگندگی وغیرہ۔ اس سے آگے مطلب صاف ہے۔

مقصود بیان:۔ رسول پاکؐ کو تسلی اور اس امر کی فی الجملہ صراحت کہ تاریک عقل والے چونکہ رسالت و وحی کی حقیقت نہیں سمجھ سکتے اسلئے ہمیشہ سے پیغمبروں کا مذاق اڑاتے آئے ہیں۔ شرک فی الالوہیت کی مدلل بیخ کنی۔ رسوم قبیحہ سے باز رہنے کی دریردہ مخصوص ہدایت اور اس امر کی طرف ایما کہ آدمی کو حق سے روکنے والی چیز درحقیقت آباؤ اجداد کی کورانہ تقلید ہے۔ اس بدترین فعل کو آدمی قابل استحسان سمجھتا ہے اور گمراہ ہوتا ہے۔ بلکہ دوسروں کو بھی تقلید کے پُرفریب جال میں پھنسا کر عقل و بصیرت کی روشنی سے محروم کر دیتا ہے۔ اس بات کی صراحت کہ جسکو اللہ گمراہ چھوڑ دیتا ہے اس کو کوئی راہ راست پر نہیں لا سکتا خواہ نبی ہو یا ولی یا کوئی اور۔ آیت میں کافروں کو دنیوی عذاب کی بھی دھمکی دی گئی ہے کہ اگر رسول پاکؐ سے یونہی سرکشی کرتے رہے تو دنیا میں بھی خراب خستہ ہونگے۔ چنانچہ یہ پیشین گوئی بدرجۂ اکمل پوری ہوئی۔ حضورؐ کی زندگی ہی میں بڑے بڑے سرداران کفر قتل خوار اور ذلیل ہوئے اور کچھ مدت کے بعد تو سرزمین عرب کفر کے نام سے بھی پاک ہو گئی۔ آیت میں اس امر کی بھی صراحت ہے کہ جنت کے پھل اور وہاں کا سایہ ناقابل زوال اور لافانی ہے۔ یعنی جنت کا جب کوئی پھل توڑا جائے گا فوراً اس کی جگہ اسی قسم کا دوسرا پھل نمودار ہو جائے گا اور اس پھل کا نوعی سلسلہ قائم رہیگا۔ سایہ بھی ہمیشہ رہے گا یعنی وہاں دھوپ نہ ہوگی۔ کیونکہ دھوپ ہی تکلیف کی چیز ہے۔ البتہ روشنی ہوگی اور جملہ راحت کے سامان مہیا ہوں گے۔ وغیرہ

وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ

جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس قرآن سے خوش ہوتے ہیں

اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمِنَ الْاَحْزَابِ مَنْ يُّنْكِرُ

جو تم پر نازل کیا گیا ہے اور بعض گروہ بعض کا انکار کرتے ہیں

بَعْضَهٗ ط قُلْ اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ

تم کہدو کہ مجھے یہی حکم ہوا ہے کہ اللہ کی عبادت کروں

وَلَآ اُشْرِكَ بِهٖ ط اِلَيْهِ اَدْعُوْا وَاِلَيْهِ مَاٰبِ ۝

اور اس کا شریک نہ بناؤں اسی کی طرف میں بلاتا ہوں اور اسی کی جانب میرا رجوع ہے

وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ حُكْمًا عَرَبِيًّا ؕ وَلَئِنِ

اسی طرح ہم نے قرآن کو عربی میں خاص حکم (لیکر) اُتارا   اب اگر

اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ مَا جَآءَكَ مِنَ

علم آچکنے کے بعد بھی   تم اُن کی   خواہشات پر

الْعِلْمِ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا وَاقٍ ۟ ع

چلو گے تو اللہ سے نہ تمہارا کوئی حمایتی ہوگا نہ بچانے والا

تفسیر گذشتہ آیات میں شرک کی تردید اور توحید کا اثبات کیا تھا۔ چونکہ اہل کتاب توحید کے مدعی تھے اور آسمانی مذہب کا اپنے فرقہ کو حامل سمجھتے تھے اور بظاہر قیامت اور حشر و نشر وغیرہ کا بھی اقرار کرتے تھے اس لئے ان آیات میں اہلِ کتاب کے احوال ہی کا بیان کیا گیا۔

یہودیوں اور عیسائیوں میں کچھ لوگ ایسے تھے جن کا ایمان واقعی طور پر اپنی مذہبی کتابوں پر بھی تھا اور قرآن کو بھی وہ سچی آسمانی کتاب جانتے تھے اور اُس کے کل احکام کو مانتے تھے۔ ان کی صحیح تعداد تو معلوم نہیں۔ یہودی گروہ میں سے حضرت عبداللہ بن سلام وغیرہ کا نام لیا جاتا ہے اور عیسائیوں میں سے چالیس نجران کے۔ آٹھ یمن کے اور بتیس ۳۲ حبش کے بیان کئے جاتے ہیں۔ یہ گروہ اہلِ ایمان کا تھا جسکو دوگنا ثواب ملنے کی حدیث میں صراحت موجود ہے۔ لیکن کتابی اہل ایمان کے خلاف اکثر لوگ ایسے تھے کہ رسالت و وحی کے طریقہ سے تو انکار نہ کرتے تھے اپنی مذہبی کتابوں کو بھی مانتے تھے مگر حضور ؐ کی رسالت کے قائل نہ تھے اور اُن کی مذہبی کتابوں میں حضور اقدس ؐ کے جو احوال مذکور تھے اُن میں طرح طرح کی تحریفیں اور تبدیلیاں کرتے تھے اور قرآن نے جن احکام میں کتب سابقہ سے اختلاف کیا ہے اُن کو بھی تسلیم نہ کرتے تھے۔ اس قسم کے مختلف گروہ تھے۔ ایک پارٹی کعب بن اشرف کی تھی۔ دوسری سید کی تیسری عاقب کی وغیرہ۔ ان دونوں گروہوں کے متعلق خدا تعالیٰ نے ان آیات میں تصریح فرمائی ہے۔

حاصل ارشاد یہ ہے کہ اہل کتاب میں سے جو لوگ فی الحقیقت اپنی آسمانی کتاب کو مانتے ہیں وہ تو نزول قرآن سے مسرور ہیں۔ قرآن کے ہر حکم پر اُن کا ایمان ہے اور وہ ہر آیت کو سبب ہدایت جان کر خوش ہوتے ہیں لیکن انہی اہل کتاب میں سے کچھ لوگ قرآن کے بعض حصوں کو نہیں مانتے اور اُن احکام کا انکار کرتے ہیں جو اُن کی خواہش کے خلاف ہیں۔ تم اُن کو سمجھا دو کہ توحید و عدم شرک میں تو میں تم سے متفق ہوں۔ جس توحید کا تمہاری کتابوں میں حکم ہے اُسی کا مجھے حکم دیا گیا ہے۔ رہے احکام تو زمانہ کے اختلاف سے احوال مختلف ہوتے ہیں اور اختلاف احوال احکام کے اختلاف کا مقتضی ہے۔ اختلاف احوال ہی کا اقتضاء ہے کہ جہاں پہلی کتابیں سریانی اور عبرانی زبانوں میں اُتاری گئیں اُن کی بجائے قرآن خالص عربی میں نازل کیا گیا اور خاص احکام اُتارے گئے۔ اسکے انکار کی عقلاً کوئی وجہ نہیں۔

مقصود بیان:۔ تمام آسمانی الہامی مذاہب توحید و عدم شرک کی تعلیم میں برابر ہیں۔ یہ بنیادی عقیدہ ہے جسکی ہدایت ہر آسمانی کتاب میں کی گئی ہے۔ مگر احکام جزئیہ ہر کتاب کے مختلف ہیں اور زبانیں بھی جدا جدا ہیں۔ اور اس اختلاف کی وجہ محض اختلاف احوال ہے۔ مذہب الٰہی انسانی خواہش کا تابع نہیں ہوتا۔ نہ انسانی میلانِ خاطر سے اُس میں تغیر کیا جا سکتا ہے۔ ان الفاظ سے عبرت حاصل کرنی چاہئے اُن جاہل علماء اور ناواقف مشائخ کو جنہوں نے دین کو لہو و لعب اور بازیچۂ اطفال قرار دے رکھا ہے جس طرح دل چاہتا ہے آیات و احادیث کو توڑ مروڑ کر اپنے مقصد کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں اور دین میں طرح طرح کی بدعتیں پیدا کرتے ہیں۔ کہیں رقص و سرود کے جلسے ہیں اور ان کو ذریعہ معرفت خیال کیا جاتا ہے کہیں حرام کو حلال اور حلال کو حرام قرار دیا جاتا ہے۔ اور اس کو کمال علمی کا مظاہرہ سمجھا جاتا ہے۔ (اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ)

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا

ہم نے تم سے پہلے بھی بہتیرے رسول بھیجے تھے   اور اُن کو

لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً ؕ وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ

بیویاں اور اولاد بھی   دی تھی   اور کسی رسول کی طاقت نہ تھی

اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ لِكُلِّ اَجَلٍ

کہ بغیر خدا کے حکم کے کوئی معجزہ پیش کر سکتا   ہر وعدے کی

كِتَابٌ ۝ يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ ۚ ج

لکھت ہے   اللہ جو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے (اور جو چاہتا ہے) برقرار رکھتا ہے

وَعِنْدَهٗۤ اُمُّ الْكِتٰبِ ۝

اُسی کے پاس اصل کتاب ہے

تفسیر عرب کے مشرک اور مکہ کے کافر حضور اقدس ؐ کی نبوت پر طرح طرح کے شبہات کیا کرتے تھے جن میں سے ایک یہ تھا کہ جس کو اللہ تعالیٰ دنیا میں رسول بنا کر بھیجے اس کو فرشتوں کی مانند

دنیاکی باتوں سے پاک ہونا چاہئے (حقانی) بلکہ وہ تو یہاں تک کہتے تھے کہ کہ انسان کو پیغمبر ہونا ہی نہ چاہئے۔ فرشتہ کو رسول بناکر بھیجنا چاہئے (ابن کثیر) یہ کیسے نبی ہیں جن کے بیوی بچے ہیں۔ کھاتے پیتے، دنیا کے کاروبار کرتے اور بازار سے خرید فروخت کرتے ہیں۔ پھر ایک بیوی پر قناعت نہیں۔ بلکہ متعدد بیویاں ہیں (رسول پاکؐ کے تعدد ازواج پر آج کل کے آریہ بھی اعتراض کرتے ہیں) کافروں کا ایک شبہہ یہ بھی تھا کہ آپ ہمارے کہنے کے مطابق معجزات کیوں نہیں دکھاتے۔ آپ کیسے پیغمبر ہیں کہ اتنا اختیار بھی آپ کو نہیں ہے۔ ایک شبہہ یہ بھی تھا کہ جس عذاب اخروی اور مصیبت دنیوی کی آپ ہم کو دھمکی دیتے ہیں اُن کو ابھی کیوں نہیں لاتے تاخیر کیوں ہے؟ ایک شبہہ یہ بھی تھا کہ تم جو کچھ تعلیم دے رہے ہو اگر یہ حکم خدا کا ہے تو پھر کچھ زمانہ کے بعد اس کو منسوخ کیوں کر دیتے ہو؟ پھر جب سب کچھ اللہ کی طرف سے ہے تو تم کو کوئی اختیار ہی نہیں۔ جو کچھ ہونا تھا ہو گیا۔ ان تمام شبہات کا ترتیب وار جواب ان آیات میں دیا ہے۔

حاصل ارشاد یہ ہے کہ ابراہیم کے وقت سے اس وقت تک مختلف انبیاء آدمی تھے۔ سب عورت ہی کے پیٹ سے پیدا ہوئے۔ کھاتے پیتے بازاروں میں چلتے پھرتے اور خرید فروخت کرتے تھے۔ کیا اُن کے بیوی بچے نہ تھے۔ کیا اُن کو عورتوں اور بچوں سے رغبت نہ تھی۔ آدمی کا جوڑا تو مقتضائے بشریت میں سے ہے (اور انبیاء بھی بشر ہونے کے لحاظ سے مقتضائے بشریت سے پاک نہیں ہوتے۔ رہا فرمائشی معجزہ کا ظہور تو معجزات اور انبیاء کھیلنے اور مذاق اُڑانے کے لئے نہیں ہوتے پیغمبروں کو اظہارِ معجزات کا کوئی ذاتی اختیار نہیں بلکہ درخواست معجزہ بھی اُن کے اختیار سے خارج ہے۔ ہاں اللہ جب چاہتا ہے اپنے رسول کے ہاتھ پر معجزہ کا ظہور کرتا ہے۔ اور جب اُس کی مصلحت نہیں ہوتی معجزہ کا ظہور نہیں ہوتا۔ تمام واقعات لوح محفوظ میں درج ہیں اور ہر بات کا ایک مقرر وقت لکھا ہوا ہے۔ جلدی کرنے سے کوئی کام وقت سے پہلے نہیں ہوتا۔ کیونکہ دنیا میں ہر چیز کے لئے سبب مقرر ہے۔ کوئی سبب خفی ہے۔ کوئی ظاہر۔ پھر سبب کی تاثیر کا بھی ایک اندازہ ہے جس کو اثر کہتے ہیں۔ مگر سبب پیدا کرنے اور اُس میں خاص اثر رکھنے سے خدا معطل نہیں ہوا۔ بلکہ مختار ہے۔ جب چاہے کسی کی دعا وغیرہ سے اُس کی تاثیر اندازہ سے کم یا زیادہ کردے۔ اور جب چاہے اُسکی تاثیر ویسی ہی رکھے۔ دیکھو آدمی کبھی کنکری کے مارے مرجاتا ہے اور کبھی گولی کھا کر بھی بچ رہتا ہے اور ہر چیز کا اندازہ اللہ کے علم میں ہے وہ ہرگز بدل نہیں سکتا۔ جو حکم خدا کی مرضی سے بدلتا رہتا ہے اُس کو تقدیر معلق کہتے ہیں۔ اور جس حکم کے ناقابلِ تغیر ہونے کی صراحت ہو وہ تقدیر مبرم ہے۔ لہذا عذاب و سزا کا بھی ایک وقت مقرر ہے وقت سے پہلے نہیں آسکتا اور شریعت

اور ہر حکم کا بھی ایک وقت مقرر ہے۔ وقت ہی کے موافق شرائع اور احکام نازل ہوتے ہیں۔ خدا تعالےٰ مالک ہے۔ مصلحت وقت کے مناسب جس شریعت اور جس حکم کو چاہے منسوخ فرمادے اور جس کو چاہے برقرار رکھے مدت، وقت، ترمیم و تنسیخ سب کچھ لوح محفوظ میں موجود ہے۔ اس سے علم الٰہی کا تغیر لازم نہیں آتا۔ بلکہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ زمانہ کے تغیرات اور ان تغیرات کے مطابق شرائع و احکام کا تغیر علم الٰہی میں ہے۔

بعض صحابہ و تابعین سے مروی ہے کہ محو و اثبات میں ہر شئے کے مٹانے اور باقی رکھنے کی طرف اشارہ ہے یہاں تک کہ قبول دعا کے بعد عمر میں کمی بیشی اور رزق میں زیادتی کمی اور سعادت و شقاوت کا تبادل بھی ہو جاتا ہے۔ مثلاً کسی کی عمر مقدر دس برس کی تھی خدا تعالےٰ اُس کو بیس برس کی بھی کر دیتا ہے۔ کسی کی تقدیر میں رزق کم تھا اُس کا رزق بڑھا دیتا ہے۔ کسی شخص کے مقدر میں شقی ہونا لکھا تھا مگر وہ مؤمن صالح ہونے کے بعد سعید ہو جاتا ہے۔ لیکن یاد رہے کہ یہ تمام تبدیلیاں قضاء معلق میں ہو سکتی ہیں قضاء مبرم میں نہیں ہو سکتیں۔ یعنی اُنہی چیزوں میں اس وقت ہو سکتی ہے جن کی تبدیلی کے متعلق لوح محفوظ یا علم الٰہی میں صراحت کر دی گئی ہو اور یہ لکھدیا گیا ہو کہ فلاں شخص کی عمر و رزق اس قدر ہے اور پھر وہ فلاں عمل کریگا تو اُسکی عمر رزق میں اس قدر اضافہ یا کمی کر دی جائے گی۔ یا فلاں شخص شقی ہوگا لیکن آخر وقت ایمان و عمل صالح کی وجہ سے سعید ہو جائے گا۔ گویا چیزوں کا محو و اثبات بھی لوح محفوظ میں لکھا ہے۔ قضاء مبرم نہیں ٹلتی۔

میرے نزدیک اگرچہ آیت یَمْحُوا اللّٰہُ الخ عام ہے کسی خاص چیز کے محو و اثبات کی اس میں صراحت نہیں مگر سیاق آیت بتا رہا ہے کہ شرائع اور احکام کی ترمیم تبدیل اور نسخ کی طرف اس سے خصوصی اشارہ ہے۔ واللہ اعلم۔

مقصود بیان: سلسلۂ انبیاء آغاز آفرینش آدم سے چلا آ رہا ہے۔ بہت سے انبیاء کے بیوی بچے تھے۔ لفظ ازواج دلالت کر رہا ہے کہ اقتضاء زوجیت علائق بشری میں سے ہے شان نبوت کے منافی نہیں۔ آیت مَا کَانَ بتا رہی ہے کہ اظہار معجزہ کسی نبی کی اختیاری چیز نہیں بغیر حکم الٰہی صدور معجزہ ناممکن ہے۔ اس سے یہ بات بھی ثابت کی جا سکتی ہے کہ جب اظہار معجزہ انبیاء کے اختیار میں نہیں تو اظہار کرامت بھی اولیاء کے اختیار سے خارج ہے۔ جب تک اذن الٰہی نہ ہو کسی ولی سے کرامت سرزد نہیں ہو سکتی۔ اسی آیت سے فرمائشی معجزات کے عدم صدور کی وجہ بھی ظاہر ہوتی ہے (ایک بات یہ بھی) واضح ہوتی ہے کہ خلاف وقت کسی چیز کا ظہور نہیں ہوتا۔ ہر تقدیری حکم کا ایک وقت مقرر ہے۔ تقدیر معلق میں ترمیم تنسیخ

ہوسکتی ہے مگر یہ ترمیم و تنسیخ بھی لوح محفوظ میں موجود ہے۔ نسخ شرائع کی اصل وجہ پر بھی اس سے روشنی پڑتی ہے۔

اہل بصیرت کیلئے چند نکات

انبیاء کو ازواج و اولاد عطا کرنے میں اس طرف اشارہ ہے کہ جو لوگ عارف باللہ ہوتے ہیں اُن کو دنیا کا کوئی شغل ادائے فرض سے مانع نہیں ہوسکتا باوجود معاملات دنیوی میں مشغول ہونے کے ایک ہی ذات سے ان لوگوں کی لَو لگی رہتی ہے۔ مَا كَانَ لِرَسُولٍ سے یہ مقصود ہے کہ اہلِ باطن اور مخلص مؤمن کوئی مجاہدہ وریاضت کشف وکرامت کے لئے نہ کریں۔ بغیر حکم الٰہی کسی ریاضت سے کرامت کا ظہور نہیں ہوتا۔ تمام امور مقدر ہیں۔ لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ میں اس طرف اشارہ ہے کہ برگزیدہ بندے مراتب درجات کو وقت سے پہلے نہیں پا سکتے۔ لہذا استقامت لازم ہے اور مایوسی کفر ہے۔

وَاِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِي نَعِدُهُمْ اَوْ

جو وعدہ ہم ان سے کرتے ہیں اگر اُس کا کچھ حصہ تم کو دکھا دیں یا (بغیر دکھائے)

نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ وَعَلَيْنَا

تمہاری روح قبض کرلیں بہرحال تمہارے ذمہ پیام پہنچا دینا ہے اور ہمارے ذمہ

الْحِسَابُ ۝ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ

حساب ہے کیا یہ دیکھتے نہیں کہ ہم سب طرف سے

نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ؕ وَاللّٰهُ يَحْكُمُ

زمین کو گھٹاتے چلے آتے ہیں اور اللہ حکم دیتا ہے

لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ ؕ وَهُوَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝

اُسکے حکم کو کوئی پیچھے ڈال نہیں سکتا وہ جلد حساب لینے والا ہے

وَقَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلِلّٰهِ الْمَكْرُ

ان سے پہلے لوگ بھی فریب کرچکے ہیں مگر سب تدبیریں اللہ ہی کے ہاتھ

جَمِيْعًا ؕ يَعْلَمُ مَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ ؕ وَ

میں ہیں ہر شخص جو کچھ کرتا ہے اللہ اُس سے واقف ہے اور

سَيَعْلَمُ الْكُفّٰرُ لِمَنْ عُقْبَى الدَّارِ ۝ وَيَقُوْلُ

کافروں کو عنقریب علم ہوجائیگا کہ انجام بخیر کس کا ہے کافر

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا ؕ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ

کہتے ہیں کہ تم پیغمبر نہیں ہو تم کہدو کہ اللہ

شَهِيْدًا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۙ وَمَنْ عِنْدَهٗ

اور وہ لوگ جن کو کتاب کا علم ہے میرے تمہارے درمیان شہادت

عِلْمُ الْكِتٰبِ ۝ ع

دینے کو کافی ہیں

تفسیر

یہ آیات سابقہ کا تتمہ ہے۔ گذشتہ آیت میں فرمایا تھا کہ کسی رسول کو اظہار معجزہ اور نزول عذاب کا کوئی ذاتی اختیار نہیں اللہ کی مشیت و اذن پر موقوف ہے۔ اسی مضمون کی تائید میں ان آیات کا نزول ہوا۔

حاصل ارشاد یہ ہے کہ جس سزا اور عذاب اور بربادی کفار کا وعدہ کیا گیا ہے وہ رسول کی زندگی میں ہوجائے یا اُن کی وفات کے بعد بہرحال رسول کے مراتب میں نہ اول الذکر کی وجہ سے کوئی اضافہ ہوتا ہے نہ مؤخر الذکر کی وجہ سے کوئی کمی۔ رسول کا کام تو پیام الٰہی کو پہنچا دینا ہے۔ ہدایت وعدہ وعید جو کچھ ہو اللہ کی طرف سے وہ پہنچانے والے ہیں۔ وعدہ وعید کو پورا کرنا اُن کا کام نہیں۔ نہ لوگوں کے ماننے نہ ماننے سے اُن کا تعلق ہے۔ حساب کرنا اور سرکشی کی صورت میں گرفت کرنا تو اللہ کا کام ہے۔ اس کے بعد کافروں کی طرف روئے سخن فرماتا ہے کہ کیا اب بھی کافروں کو اپنی بربادی میں کچھ شک ہے؟ کیا اُن کو نہیں دکھتا کہ سرزمین کفر ہر طرف سے کم ہوتی چلی آرہی ہے۔ چاروں طرف سے اسلام کو غلبہ ہو رہا ہے۔ کفر کی طاقت ٹوٹ رہی ہے۔ اللہ کا قطعی فیصلہ ہوچکا کہ کفر بلیا میٹ ہوکر رہیگا اور اسلام کو غلبہ حاصل ہوگا۔ اللہ کے حکم کو کوئی پلٹ نہیں سکتا۔ رہی یہ بات کہ پھر تاخیر کیوں ہے؟ تو یہ اللہ کی مخصوص مصلحت ہے۔ کفر کی تباہی کی تاخیر سے اہل کفر اللہ کے وعدہ کی تکذیب پر استدلال کرتے ہیں اور کرتے چلے آئے ہیں مگر ہر حکمت وتدبیر کو اللہ خوب جانتا ہے۔ اس تاخیر کے اندر بھی اسکی مصلحت مضمر ہے۔ نتیجۂ کفر عنقریب معلوم ہوجائے گا۔

صحیح حدیث میں آیا ہے کہ جنگ بدر میں جب کافروں کو شکست ہوئی اور بہت سے مشرکوں کی لاشیں قتل کئے جانے کے بعد کنوئیں میں پھینکی گئیں تو اختتام جنگ پر حضور گرامی ﷺ نے لاشوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم سے جو ہمارے رب نے وعدہ کیا تھا وہ تو ہم نے پالیا اور تم کو جو وعید دی تھی کیا تم نے بھی اُس کو درحقیقت پالیا؟ اس حدیث کی بناء پر عُقْبَى الدَّار سے فتح وکامرانی بھی مراد ہوسکتی ہے۔ اگرچہ اکثر مفسرین نے نتیجۂ آخرت

مراد لیا ہے مگر عموم اولیٰ ہے - اس سے آگے کفار کے انکار رسالت کو نقل کرکے فرماتا ہے کہ ثبوتِ رسالت کے لئے دو شہادتیں کافی ہیں - اول تو اللہ کی شہادت - قرآن پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ محمدؐ اللہ کے سچے رسول ہیں دوئم اہلِ کتاب کی شہادت - اہل کتاب سے کون اشخاص مراد ہیں؟ اسکے متعلق علمار کا اختلاف ہے - حضرت جندب کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ ابن سلام کے حق میں اس آیت کا نزول ہوا - لیکن اس صورت میں یا تو اس آیت کو مدنی ماننا ہوگا یا یہ کہنا ہوگا کہ حضرت عبداللہ ہجرت سے قبل مسلمان ہو گئے تھے - حدیث الاحبار میں صراحت ہے کہ ہجرت سے قبل حضرت عبداللہ ایمان لا چکے تھے - نیز دلائل النبوۃ میں امام ابونعیم اصفہانی نے یوسف بن عبداللہ بن سلام کی روایت بیان کی ہے کہ ایک روز میرے باپ نے علمارِ یہود سے کہا میرا دل چاہتا ہے کہ اب کی مرتبہ اپنے دادا ابراہیم و اسمٰعیل کی مسجد یعنی کعبے میں جاکر عید کروں - چنانچہ حضرت عبداللہ مدینہ سے روانہ ہو کر مکہ پہونچے - وہاں دیکھا کہ لوگ حج کرکے واپس ہو رہے ہیں اور جناب رسول اللہؐ کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہیں - حضورؐ نے عبداللہ کو دیکھ کر فرمایا کیا تم عبداللہ بن سلام ہو؟ عبداللہ نے جواب دیا جی ہاں - حضورؐ نے قسم دیکر فرمایا عبداللہ سچ بتا کیا تو میرا تذکرہ تورات میں نہیں پاتا؟ عبداللہ نے کہا آپ پروردگار کے کچھ اوصاف بیان فرمائیے - حضورؐ نے سورۂ اخلاص پڑھ دی - عبداللہ نے فوراً کلمۂ توحید و رسالت پڑھا اور مدینہ واپس آئے - لیکن اپنے اسلام کو مخفی رکھا یہاں تک کہ حضور اقدسؐ ہجرت کرکے مدینہ تشریف لائے - اس وقت عبداللہ کھجور کے درخت پر چڑھے ہوئے تھے خوشی میں اوپر سے کود پڑے الخ - اس حدیث سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ ہجرت سے قبل مسلمان ہو گئے تھے -

اکثر مفسرین نے عام علمائے اہل کتاب مراد لئے ہیں جن میں سے حضرت عبداللہ بن سلام بھی تھے - ابن عباس کا بھی یہی قول ہے - قتادہ نے فرمایا علمائے اہلِ کتاب میں سے عبداللہ بن سلام، سلمان فارسی اور تمیم داری ہیں گویا خدا تعالیٰ نے مشرکین مکہ سے فرمایا کہ اگر تم کو محمدؐ کی رسالت کی تصدیق نہیں ہے تو تورات و انجیل کے عالموں سے دریافت کرلو - وہ انبیائے سابقین کی نبوت اور محمدؐ کے حالات، صفات حلیہ اور دیگر امتیازی علامات کے متعلق شہادت دینگے - تم اگر ناواقف ہو تو واقف کاروں کی شہادت کو مانو -

الغرض رسالت محمدی کو ثابت کرنے کے لئے خدا تعالیٰ نے عقل و نقل دونوں کی شہادت پیش کی - عقلی شہادت تو یہ کہ قرآن خود رسالت کو ثابت کر رہا ہے اسی پر غور کرو، عقل و دانش سے کام لو اور سمجھو کہ رسول کے علاوہ کیا کوئی اور بھی ایسی جامع بلیغ کتاب پیش کر سکتا ہے؟ (اللہ کی شہادت سے یہی مراد ہے) اور نقلی شہادت حاصل کرنے کے لئے اہل کتاب سے دریافت کرنے کا حکم دیا - سورۂ رعد اس آیت پر ختم ہو گئی - پوری سورت کا خلاصہ یہ ہے اللہ کی ذات و صفات کا بیان - مکارمِ اخلاق کی تعلیم، دنیا و آخرت کے متعلق مختلف نصائح - سعید وہ ہے جس نے تعلیم رسول پر عمل کیا - شقی وہ ہے جس نے اُس سے روگردانی کی - استقامت اصل ہے - موت تک حد ہے - دنیا امتحان گاہ ہے - جہالت دوامی موت ہے اور علم ہی زندگی ہے -

مقصود بیان: - رسول پاکؐ کا کام صرف تبلیغ ہے - اندرونی اعمال کا محاسبہ خدا تعالیٰ کرنے والا ہے - یہ ضروری نہیں کہ حضورؐ نے مسلمانوں سے جو وعدے فرمائے تھے یا کافروں کو جو دھمکیاں دی تھیں وہ حضورؐ کی زندگی ہی میں پوری ہو جائیں - مسلمانوں کی فتح اور کافروں کی شکست کی تکمیل حضور اقدسؐ کی وفات کے بعد بھی ہوئی - آیت اَوَلَمۡ يَرَوۡا بتا رہی ہے کہ کسی قسم کی فتح ہو یک دم انقلابی شکل میں اُسکی تکمیل نہیں ہوتی بلکہ آہستہ آہستہ تدریجی ہوتی ہے - اسلام کو کفر پر غلبہ ہوا مگر رفتہ رفتہ ممالک کفر میں کمی آتی گئی اور تسلطِ اسلام بڑھتا گیا - یہی آیت دلالت کر رہی ہے کہ خدا تعالیٰ کو جو کچھ کرنا مقصود ہوتا ہے اور جو بات ہونے والی ہوتی ہے اُسکے آثار ویسے ہی ظہور پذیر ہوتے جاتے ہیں - اہل عقل اُن آثار و علامات کو دیکھ کر اصل نتیجہ پر پہونچ جاتے ہیں اور بے وقوف اپنی جہالت میں گمن رہتا ہے - آیت فَلِلّٰهِ الۡمَكۡرُ بتا رہی ہے کہ انسانی تدبیر کے نتیجہ کو اُلٹ دینا اللہ کے قبضہ میں ہے - اُس کے مصالح اور حکمتوں کی طاقت غیر محدود ہے - سَيَعۡلَمُ الۡكُفّٰرُ الخ کے الفاظ میں کافروں کو دھمکی ہے کہ انجام کار تم کو شکست ذلت رسوائی اور عذاب آخرت سے دوچار ہونا پڑے گا اور مسلمانوں کو غلبہ حکومت سطوت اور دوامی نجات حاصل ہوگی - آخری آیت میں سبق دیا ہے کہ کسی مدعا کو ثابت کرنے کے دو ہی طریقے ہوتے ہیں یا تو شہادت فطرت اور عقلی تدبر و تفکر یا علمار کے قول کی تقلید - رسولِ پاکؐ مظہر حق اور جلوہ گاہِ حقیقت ہیں - اُن کی ذات و صفات پر غور کرنے کے بعد خود انکی صداقت واضح ہو جاتی ہے - اور اگر کسی کور باطن کو اُن کے چہرہ پر جلوۂ حق نظر نہ آئے تو وہ دیگر علمار سے دریافت کرکے تصدیق کرلے - وغیرہ -

سورۃ ابراہیم مکیۃ وھی اثنتان وخمسون آیۃ وسبع رکوعات

سورۂ ابراہیم مکہ میں نازل ہوئی - اس میں باون آیتیں ہیں اور سات رکوع ہیں

حضرت زبیر، جابر بن زید، قتادہ، عکرمہ، حسن بصری، ابن کثیر، معشر سراج اور بیضاوی وغیرہم کے نزدیک یہ پوری سورت مکی ہے - سیوطی کے نزدیک دو آیات یعنی اَلَمۡ تَرَ اِلَى الَّذِيۡنَ بَدَّلُوۡا نِعۡمَتَ اللّٰهِ الخ کو مستثنیٰ کیا ہے - بعض نے بجائے دو کے اُن تین آیات کا استثنار کیا ہے جن میں مقتولین بدر کا ذکر ہے - ابن عباس نے صرف اُن دو آیات کا

استثنار کیا ہے جن میں جنگ بدر کے مشرک مقتولوں کا بیان کیا گیا ہے۔
حسب صراحت بیضاوی کل آیات ۵۱ ہیں بعض کے نزدیک ۵۰ یا ۵۲ یا ۵۴ یا ۵۵ ہیں۔ کلمات کی تعداد ۸۳۱ ۔ اور حروف کا شمار تین ہزار چار سو چونتیس ہے۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ○
میں اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان اور بڑا رحم کرنے والا ہے

الٓرٰ كِتٰبٌ اَنۡزَلۡنٰهُ اِلَيۡكَ لِتُخۡرِجَ النَّاسَ
یہ قرآن ایک کتاب ہے جس کو ہم نے تم پر اتارا ہے تاکہ تم لوگوں کو تاریکیوں

مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوۡرِ ۙ بِاِذۡنِ رَبِّهِمۡ اِلٰى
سے نکال کر روشنی کی طرف اُن کے رب کے حکم سے لاؤ یعنی اُس زبردست

صِرَاطِ الۡعَزِيۡزِ الۡحَمِيۡدِ ۙ○ اللّٰهِ الَّذِىۡ لَهٗ
قابل حمد اللہ کے راستے کی طرف لاؤ جو کائنات

مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الۡاَرۡضِ‌ ؕ وَوَيۡلٌ
سماوی وارضی کا مالک ہے اور اُن

لِّـلۡكٰفِرِيۡنَ مِنۡ عَذَابٍ شَدِيۡدِ ۙ○ الَّذِيۡنَ
کافروں کے لئے سخت عذاب سے تباہی ہے جو

يَسۡتَحِبُّوۡنَ الۡحَيٰوةَ الدُّنۡيَا عَلَى الۡاٰخِرَةِ
دنیوی زندگانی کو آخرت کے مقابلہ میں محبوب سمجھتے ہیں

وَيَصُدُّوۡنَ عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ وَيَبۡغُوۡنَهَا
اور اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور اُس میں کجی

عِوَجًا ؕ اُولٰٓـئِكَ فِىۡ ضَلٰلٍۢ بَعِيۡدٍ ○
ڈھونڈھتے ہیں۔ یہی لوگ ایک طویل گمراہی میں ہیں

تفسیر اگرچہ عالم انسانی کی ہدایت کے لئے سطح زمین پر ہزاروں انبیاء بھیجے گئے لیکن موجودہ تینوں آسمانی مذاہب کا مرجع حضرت ابراہیمؑ کی ذات ہے۔ یہودی اور عیسائی اور مسلمان سب کے سب اپنے گروہ کو ملت (ابراہیمی) کا پیرو بتاتے ہیں۔ حضرت ابراہیم خالص موحد اور صالح مؤمن اور حق پرست اصحاب یقین میں سے تھے۔ ایمان والقان کی آخری چوٹی پر آپ پہونچ چکے تھے۔ آپ کے دو صاحبزادے اولوالعزم تھے اسمٰعیل و اسحاق۔ حضرت اسمٰعیل کی نسل میں عدنانی عرب ہیں اور حضرت اسحاق کی نسل سے تمام اولادِ اسرائیل ہے۔ جب امتدادِ زمانہ کی وجہ سے بنی اسرائیل گمراہ ہوئے تو مختلف انبیاء اُن کی ہدایت کے لئے آتے رہے مگر عرب کی ہدایت کے لئے حضرت اسمٰعیل کے بعد کوئی نبی نہیں پیدا ہوا۔ لیکن یاد رہے کہ اولادِ اسمٰعیل ہو یا اولادِ اسحاق سب اصل کے اعتبار سے سامی ہیں۔ رہی آرین اور تورانی نسل تو ان کو شریعت اسلامیہ نے اہل کتاب قرار نہیں دیا تاہم اتنا یقینی ہے کہ اُن کی ہدایت کے لئے بھی مختلف اوقات میں مختلف پیغمبر مبعوث ہوتے ہونگے اور اُن پیغمبروں پر پیام الٰہی بصورت صحیفہ نازل ہوا ہوگا۔ رسولِ پاکؐ کی بعثت سے قبل تمام عالم کفر وضلالت کی تاریکی میں گھر چکا تھا۔ اولادِ اسمٰعیل میں سے بیشتر افراد بت پرست ستارہ پرست اور شیطان پرست تھے۔ اسرائیلیوں کے دو فرقے تھے یہودی اور عیسائی۔ یہودیوں نے حضرت موسٰیؑ اور حضرت داؤدؑ کی تعلیم کو فراموش کر دیا تھا۔ توحید کی بجائے شرک، حق پرستی کی جگہ ہوا پرستی، اور اصلاح عالم کے عوض افساد عالم کا بیڑہ اُنہوں نے اٹھا لیا تھا، مدعی توحید تھے مگر اُن کی توحید شرک آمیز تھی۔ اُن میں کا ایک فرقہ حضرت عزیرؑ کو خدا کا بیٹا کہنے لگا تھا۔ تورات میں جابجا حسبِ خواہش تغیرات کر لئے تھے۔ کہیں عبارت بدل ڈالی تھی اور اکثر جگہ معانی میں تحریف کرنے لگے تھے۔ اُن کے علماء حرام وحلال کے مالک اور خود شارع بن بیٹھے تھے۔ مختلف انبیاء اُن کی ہدایت کے لئے بھیجے گئے۔ مگر اُنہوں نے بہتوں کو قتل کر ڈالا۔ بالآخر حضرت عیسٰیؑ بھیجے گئے۔ کچھ لوگوں نے آپ کی تعلیم کو مانا اور اکثر نے مخالفت کی۔ عیسائی فرقہ کچھ زمانہ تک توصیح توحید پر رہا۔ لیکن پھر ایسا راہ راست سے ہٹا کہ اصل مسلک کو بھی بھول گیا۔ حقانی علماء کو چن چن کر قتل کیا گیا اور تین سو برس کے بعد تو تثلیث، الوہیت مسیح، اور صلیب پرستی نے ایسا رواج پایا کہ بت پرست اقوام بھی اُن سے پیچھے رہ گئیں۔ رہیں آرین اور تورانی نسلیں تو ان کی سکونت ایران، چین، ہندوستان، سیام اور مغربی ممالک میں تھی۔ ان کی حالت بھی ناقابلِ ذکر ہوگئی تھی۔ کفر والحاد کی کوئی شاخ ایسی نہ تھی جس نے ان کے اندر پرورش نہ پائی ہو اور پھر پرورش پاکر بارآور نہ ہوئی ہو اور پھر بارآور ہو کر عظیم الشان درخت کی شکل نہ اختیار کر لی ہو۔ بت پرستی، عناصر پرستی، کواکب پرستی، ملائکہ پرستی۔ غرض ہر طرح کی غیر اللہ پرستی ان میں متمکن اور شائع ہوگئی تھی۔ یہ وقت تھا اور یہ ہمہ گیر تاریکی تھی جس نے دلوں کی روشنی، روحوں کا نور اور فطرت کی شعاعوں کو بجھا دیا تھا۔ آفتابِ حق کی کرنیں، باطل کی گھٹائیں روپوش ہوگئی تھیں کہ خدا تعالیٰ نے نافِ زمین یعنی معمورہ ہستی کے وسط سے محمد رسول اللہ

کو مبعوث فرما کر کتابِ ہدایت دیکر مامور فرمایا کہ اس آفتاب عالمتاب (یعنی قرآن پاک) کی روشنی سے دنیا کو منور کردو۔ لوگوں کو کفر و الحاد، ظلم، استبداد، عدم مساوات اور افراط و تفریط کی تاریکی سے نکال کر توحید، عدل، مساوات اور ایمان و صلاح کی روشنی کی طرف لاؤ۔ سب کو راہِ حق دکھاؤ۔ اللہ کی طرف بلاؤ۔ کیونکہ وہی آسمان و زمین کا موجد، مربی، اور قائم رکھنے والا ہے۔ اُسی کے دستِ قدرت میں ان کا وجود ہے۔ کسی غیر کو اُس کے مقابلہ میں الوہیت و ربوبیت کا استحقاق نہیں ہو سکتا۔ یہی راہِ نور اور صراطِ مستقیم ہے۔ اب جو لوگ اس کا انکار کرینگے، راہِ نور پر پردہ ڈالنا چاہینگے راہِ تاریک سے نور کے راستے کی طرف نہ آئینگے۔ جن کے آثار و علامات یہ ہونگے کہ (۱) آخرت کی حقیقی زندگی پر وہ دنیوی عارضی زندگی کو ترجیح دینگے اُن کے پیشِ نظر محض دنیوی عیش و طرب اور نعمت و راحت ہوگی۔ آخرت کی راحت و تکلیف کا اُن کو عقیدۃً یا عملاً انکار ہوگا۔ غرض یہ کہ وہ دنیا پر شیفتہ و فریفتہ ہونگے (۲) اور خود ہی گمراہ نہ ہونگے بلکہ دوسروں کو بھی راہِ حق سے روکینگے۔ کبھی دنیوی لالچ دیکر، کبھی تقلیدِ آباء کی تعلیم دے کر کبھی کوئی شیطانی کرشمہ دکھا کر، کبھی اپنی جھوٹی کرامت اور غلط کشف دکھا کر اور کبھی اپنی نابالغ رائے اور انتہاءِ عقل کی جھوٹی روشنی نمودار کرکے لوگوں کو سیدھے راستہ سے بھٹکائینگے (۳) اور راہِ حق کو اپنی نفسانی خواہش سے ٹیڑھا کرنا چاہینگے۔ اپنی اغراض و خیالات و خواہشات کے مطابق احکامِ شریعت کو کرنا چاہینگے۔ اپنے مقصد کے موافق قرآن میں تاویل، تحریف اور تبدیل و تغیر کرینگے۔ ایسے لوگ کج فطرت، کور بصیرت اور تاریک روح والے ہیں۔ ان کی گمراہی بہت لمبی ہے۔ ان کی سزا بس دوزخ ہے۔

مقصودِ بیان:۔ تمام مخلوق تاریکی کے تہ بر تہ پردوں میں ہے اور اللہ کا نور بالکل ظاہر ہے (انتہاءِ ظہور کی وجہ سے آنکھوں میں مادی نور رکھنے والے اُس کو نہیں دیکھ سکتے) لِتُخْرِجَ کا لفظ دلالت کر رہا ہے کہ راہِ حق ہی روشن راہ ہے اور تمام راستے تاریک ہیں۔ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ سے اس طرف اشارہ ہے کہ رسول پاکؐ اور دیگر ہادی سب کے سب رہنما ہیں۔ کسی کو منزلِ مقصود پر پہنچانے کی طاقت نہیں جب تک اللہ کا اذن نہ ہو کوئی رہنما ہدایت نہیں کر سکتا۔ قلوب میں تر و تازگی اور فہم و درایت سب اللہ کی مشیت و اجازت سے ہوتی ہے۔ کسی کو اس کا اختیار نہیں۔ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ الخ اس جانب ایماء ہے کہ اللہ کو استحقاقِ الوہیت بے وجہ اور بلا سبب نہیں۔ جب تمام مخلوق اُسی کے دستِ قدرت میں ہے تو بلا شبہ وہی مستحق الوہیت ہے پھر وہی غالب بھی ہے۔ اُس سے زیادہ کوئی صاحب قوت بھی نہیں۔ اس کے علاوہ اُس کی ذات و صفات تمام عیوب و نقائص سے پاک اور ہر قسم کی ستائش کے قابل ہیں۔ لہذا وہی ربوبیت کا مستحق ہے آیات میں کافروں کے تین اوصاف بیان کرنے سے اس مضمون کی طرف

اشارہ ہے کہ مسلمان کے پیشِ نظر محض حیاتِ اخروی ہونی چاہیئے۔ دنیوی زندگانی اُس کا اصل مطمحِ نظر نہ بننی چاہیئے۔ پھر اُس کو نہ صرف خود راہِ راست پر مستقیم ہونا چاہیئے بلکہ دوسروں کا رہنما بھی ہونا چاہیئے۔ جہاں تک ممکن ہو حق کی تبلیغ کرے۔ پھر راہ پیمائی اور راہ نمائی میں خواہش نفس کو دخیل نہ بنانا چاہیئے۔ اللہ کے احکام کو اپنی مرضی کے مطابق بنانے کی کوشش نہ کرنی چاہیئے وغیرہ

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ

اور ہم نے ہر رسول کو اسکی قومی زبان ہی میں (پیام پہنچانے کے لئے) بھیجا

لِيُبَيِّنَ لَهُمْ ۭ فَيُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَاۗءُ

تاکہ لوگوں سے کھول کر (احکام) بیان کرے اسکے بعد اللہ جسکو چاہے گمراہ چھوڑ دے

وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ

اور جسکو چاہے ہدایت کرے وہی غالب اور مصلحت بین ہے

تفسیر | اوپر کی آیات میں بیان کیا تھا کہ قرآن پاک کا نزول اسلئے ہوا ہے کہ لوگ تاریکی سے نکل کر روشنی میں آجائیں۔ لیکن یہ غرض اُسی وقت پوری ہو سکتی تھی کہ قرآن براہِ راست جس قوم میں نازل ہوا ہے وہ اُس کے مطالب و معانی سمجھ سکے۔ اگر اُس کی زبان کو چھوڑ کر دوسری زبان میں نازل ہوتا تو اُس قوم کو مطلب کے سمجھنے میں بڑی دشواری ہوتی۔ چنانچہ اسی مصلحت کو پیشِ نظر رکھ کر قرآن کو عربی میں نازل فرمایا بلکہ اس آیت میں بطریقِ عموم فرما دیا کہ ہر نبی کو ہم نے اُسکی قومی زبان میں پیامِ ہدایت دیکر بھیجا تاکہ واضح طور پر کھلم کھلا قوم والوں کو پیامِ الٰہی سمجھا سکے اور اُن کو ہدایت حاصل ہو سکے۔ لیکن جو لوگ کور باطن اور ازلی بدبخت ہیں اُن کی تاریکی کو کوئی مشعلِ ہدایت دور نہیں کر سکتی۔ آفتاب سے اُن کی آنکھوں میں چکاچوند پیدا ہوتی ہے۔ ابرِ رحمت کے برسنے سے اُن کے گھورے سے مزید تعفن پیدا ہوتا ہے اس لئے آگے ارشاد فرماتا ہے کہ ہدایت و گمراہی تو اللہ کے قبضہ میں ہے یعنی رسول اور کتاب فقط ذریعۂ ہدایت اور ابرِ رحمت ہیں۔ گمراہ چھوڑنا یا راہ یاب کرنا اللہ کا کام ہے۔ اللہ جسکو چاہتا ہے گمراہ چھوڑ دیتا ہے۔ فیضِ قدسی سے اُسکو فائدہ نہیں پہنچتا اور جسکو چاہتا ہے ہدایت کر دیتا ہے۔

ایک شبہہ | جب قرآن کی زبان عربی بلکہ قریشی ہے اور یہ زبان اس لئے اختیار کی گئی ہے کہ عرب والوں کی سمجھ میں خوب آسکے اور حضور اقدسؐ کھول کھول کر اُن کے سامنے بیان کر سکیں تو ظاہر ہے کہ آپ کی بعثت بھی صرف عرب کے لئے تھی عمومی بعثت نہ تھی۔ ورنہ قومی زبان میں نازل ہونے کی یہ حکمت و مصلحت کس طرح پوری ہو سکتی ہے۔

علالت کے بعد وہیں وفات پائی مقام ابوا میں مدفون ہوئے دنیا میں جب
کوئی انقلاب عظیم رونما ہونے کو ہوتا ہے تو اس کے آثار پیشتر سے نمایاں ہونے
شروع ہو جاتے ہیں جب نور محمدی کی امانت نوری عبداللہ کو ملی تو نبوت و رسالت
کی زمزمہ سنجیاں قدرتی ساز و سامان سے پیدا ہونے لگیں حضرت عبداللہ اگر
تمازت آفتاب میں مصروف آمد و رفت ہوتے تو آپ کے سر پر بادل کے ٹکڑے
سایہ کر لیتے اگر سوکھے درختوں کی طرف ہو کر گذر جاتے تو درخت سرسبز و شاداب
ہو جاتے صنم خانوں کی جانب کبھی قدم اٹھ جاتے تو اصنام گر پڑا کرتے کہ
اے عبداللہ آپ کا ہماری طرف آنا ہماری بربادی کا باعث ہے آپ اس طرف
نہ آئیں آپ کی پیشانی میں نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ گر ہے درخت اور درختوں
کی شاخیں جھک جھک کر آپ کو سجدے کرتی تھیں یہ عام علامات تھیں جن سے
حضرت عبداللہ کی عظمت مکہ کے تمام مرد و زن کرتے تھے جب نور مبارک حضور
رحمت عالم صلعم حضرت بی بی آمنہ کے بطن مبارک میں آیا تو برکات و سعادات کا
ظہور شبانہ روز ہونے لگا آپ فرماتی ہیں کہ ایام حمل میں مطلق آثار حمل معلوم ہوتے
تھے۔ دیگر حاملہ مستورات کی طرح نہ کوئی ثقل تھا نہ گرانی شب کو جب نظر آسمان کی طرف
اٹھتی یہ معلوم ہوتا کہ آسمان کے تارے زمین کی طرف جھکے آ رہے ہیں بعض اوقات
خطرہ گذرتا کہ کہیں یہ نجوم و کواکب ٹوٹ کر بستر پر نہ آ پڑیں درحقیقت یہ ثوابت و
سیارگان فلکی نہ تھے بلکہ یہ اجسام نوریہ ملائکۃ السموات تھے جو تعظیم نور محمدی پر مامور
تھے اور وہ شب و روز حضرت بی بی آمنہ کا طواف کرتے اور زمین بوسی کی طرف مائل
رہتے تھے۔ آپ کے ارشادات میں یہ بھی ہے کہ میں نے پہلے مہینے حمل میں حضرت
آدمؑ کو دوسرے میں حضرت ادریسؑ کو تیسرے میں حضرت نوحؑ کو چوتھے میں حضرت
خلیلؑ کو پانچویں میں حضرت ذبیحؑ کو چھٹے میں حضرت کلیم اللہ کو ساتویں میں حضرت
داؤدؑ کو آٹھویں میں حضرت سلیمانؑ اور نویں مہینے میں حضرت عیسیٰ روح اللہ کو عالم
مثال میں دیکھا کہ ان میں سے ہر نبی و رسول مجھے بشارت و نوید دیتا ہے اور کہتا
ہے کہ اے آمنہ تمہیں مبارک ہو کہ تمہارے بطن سے ختم الانبیاء پیدا ہونے والے
ہیں حضرت مسیح نے تو یہ فرمایا کہ جب یہ نور مجسم نور الٰہی عالم ظہور میں جلوہ فرمائیں تو
ان کا نام محمدؐ رکھنا صلی اللہ علیہ وسلم۔ ایک مرتبہ خواب میں دیکھا کہ کہنے والا
فرماتا ہے کہ اے آمنہ تمہارے شکم میں مخلوق الٰہی کا سردار ہے مدت حمل کا جس قدر
زمانہ گذرتا تھا انوار و تجلیات کی نمائش زیادہ سے زیادہ تر ہونے لگی مرحبا کی آوازیں
فضاؤں میں گونجتی معلوم ہوتیں چمن چمن صحرا صحرا شگفتگی و شادابی خلد بداماں
عالم در عالم عیش و انبساط کے سامان نمایاں ہونے لگے عرب کی قحط سالی خوشحالی
سے تبدیل ہوئی حسرت و ناداری نے عشرت و زرباری کا خلعت پہنا نو ماہ گذرے
یمن و سعادت کی آغوش میں لیل و نہار نے جلد جلد کروٹیں بدلیں آخر وہ مبارک
و مسعود مہینہ آیا جس کو اہل عرب کی زبان میں ربیع کا مہینہ کہا جاتا ہے یہ بہار
بردوش مہینہ ہزاروں زینتیں نکہتیں لیکر آیا فضائے رنگ و بو بشارت کے
ترانوں سے گونج اٹھی ابر بہار نے سورہ نور کی تلاوت کے ساتھ وادی فاران میں
بجلی کی روشنی کی سولب فصل گل نے تسنیم و کوثر کی بارشوں سے حوالی مکہ کو سرسبز و
شاداب کیا سقف کعبہ کے کبوتروں نے جھوم جھوم کر رب رب کہنا شروع کیا طائران
سحر نے صلوٰۃ اللہ و سلام علیک کے ترانے گائے قدسیان ملاء اعلیٰ نے
اللھم صل علی ھذا النبی الکریم کے نعرے لگائے۔ جنت نعیم کے اشجار شاخیں
جھکا جھکا کر سجدہ شکرانہ بجا لائے فردوس بریں کے در و دیوار گل کاریوں
سے مرصع نظر آئے فرشتوں کو حکم ہوا کہ رادیہ اطاعت سے باہر آئیں خوشیاں
بجا لائیں۔ جبریل امین تین علم سبز لیکر جائیں ایک مشرق ایک مغرب ایک بام
کعبہ پر لہرائیں۔ حور و غلمان بہشت عنبر کو نئی نئی آرائشوں سے سجائیں حبیب
داور کی ولادت کے گیت گائیں ملائکہ عرش و فرش ہجوم در ہجوم گروہ در گروہ خیر
مقدم کے لئے شعب ابو طالب کے گرداگرد پرے جمائیں ارواح انبیاء و مرسلین
امام الانبیاء کی تعظیم بجا لائیں آخر وہ مبارک شب وہ صبح ولادت آ ہی گئی جس
کی منتظر کون و مکان کی ہر شئے عالم انسانیت کی ہر آنکھ عالم ملکوت کی ہر نظر تھی
شب کا آخر سہانا وقت ہے نور کا تڑکا ہے بیت معمور الٰہی سے اذان صبحگاہی
کی آواز آئی فرشتگان روئے زمین نے کعبہ کے طواف کے ساتھ فجر کے طلوع
کے ساتھ تکبیر کہی افق نور سے عرش عظیم تک تجلیات کی نورانی چادریں آمنہ کی ڈیوڑھی
پر تنا تنی بیٹھیں مریم و آسیہ و ہاجرہ کے ہمراہ خلد و جنان کی حوریں لیکر آئیں
فرشتوں کی نگاہیں فرش پا انداز ہوئیں جبریل امین نے باندازِ التجا اظہر یا سید
المرسلین اظہر یا خاتم النبیین۔ اظہر یا رسول اللہ۔ اظہر یا حبیب اللہ کا ورد شروع
کیا یہ مبارک صبح بارہویں ربیع الاول کی صبح ہے دوشنبہ کا یوم سعید ہے تسبیح و
تہلیل کی مبارک ساعتوں میں وہ نور ازل وہ سراج منیر وہ قندیل عرش الٰہی پردۂ
تقدیس سے ہزاروں جاہ و جلال ہزاروں عظمتوں و احترام کے ساتھ صورت بشری
میں جلوہ افروز ہوا۔ بام و در شجر و حجر وحوش و طیور جن و ملک درود و صلوٰۃ و سلام میں
مصروف ہوئے کائنات عالم کا ہر ذرہ صرف وجود ہوا۔ ایوان کسریٰ کے
فلک بوس کنگرے اپنی نخوت و رعونت کو ساتھ لئے زمین پر لوٹ کر آ رہے۔ آتشکدہ
ایران کی دہکتی چنگاریوں پر اس بڑی دریائے ساوہ کی طلاطم خیز پانی
سب خشک ریتی میں جذب ہو گئیں نظام عالم بدلا آثار خیر و برکت نمودار ہوئے
نصرانیت و مجوسیت یہودیت و ضلالت کے چہرے فق ہوئے۔ محبوب خدا
سید المرسلین احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے
الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ۔ الصلوٰۃ والسلام علیک یا نبی اللہ الصلوٰۃ
والسلام علیک یا حبیب اللہ جس وقت حضور بطن مادر سے عالم ظاہر میں آئے
پیدا ہوتے ہی سجدہ عبودیت بجا لانے شکرانہ میں سر اقدس زمین پر رکھدیا۔
لا الٰہ الا اللہ انی رسول اللہ لب معجز نما کی جنبش سے برآمد ہوا اقرار توحید و
تصدیق رسالت کے بعد دوبارہ پھر لبہائے مبارک کو جنبش ہوئی سننے والوں نے
سنا کہ ارشاد فرما رہے ہیں اے میرے رب میری امت کے گنہگار مجھے دیدے
اللہ اللہ یا شان رحمت ابھی ابھی پیدا ہوئے ہیں مگر امت پر رافت و
رحمت کی نچھاور ہے گنہگاروں کی یاد معصیت کیشوں کے خیال سے قلب اطہر
لبریز ہے یہ الفاظ معصوم زبان پر آتے ہی رحمت باری متوجہ ہوئی رب تعالیٰ
نے فرشتوں کو مخاطب فرمایا فرشتوں گواہ رہو دیکھو میرے محبوب کی شان کریمی
کہ پیدا ہوتے ہی سب سے پہلے میری الوہیت کا اقرار اپنی رسالت کا اظہار
کیا اور پھر میرے بندوں کی اپنی امت کی مغفرت چاہی ارشاد باری ہوا
وھب لک امتک باعلی ھمتک ہم نے بخشدی تمہاری امت تمہاری ہمت
بلند کے باعث ملائکہ سے ارشاد باری ہوا۔ اے میرے فرشتو گواہ رہو میرا حبیب
ولادت کے وقت جب اپنی امت کو نہ بھولا تو قیامت کے دن کس طرح امت

کو بھولینگے سبحان اللہ کیا راز و نیاز ہیں محبوب کی جانب سے اور پیدائش ہی میں امت کی بخشش کا معروضہ دربار عزت میں پیش ہوتا ہے ادھر سے قیامت کے الفاظ شامل کرکے ظاہر کر دیا جاتا ہے کہ میرے حبیب خاطر جمع رکھو قیامت تک جو لوگ تمہاری امت میں داخل ہوں گے ان کی بخشش کی جائیگی جس وقت آپ کی ولادت کی خبر پہنچی شکر الٰہی بجا لاتے ہوئے چاند سے بہتر چہرہ کی زیارت کی لمعات نور پیشانی سے فرزند ال دیکھے باشارہ محمد نام رکھا صلی اللہ علیہ وسلم۔

عہد طفولیت

حلیمہ سعدیہ دائی بنیں عہد رضاعت میں
شرف پایا خوش قسمت رضائے رب ایزد کا

حضور جب پیدا ہوئے تو سب سے اول آپ کی والدہ ماجدہ نے آپ کو دودھ پلایا دو تین روز کے بعد ابو لہب کی لونڈی ثویبہ نے دودھ پلایا مکہ کے رسم رواج میں یہ بات داخل تھی کہ بدوی قبائل کی عورتیں سال میں دو مرتبہ گرد و نواح کے قریات اور کوہستان سے فصل ربیع اور خزاں میں آتی تھیں شرفاء و امراء اپنے نوزائیدہ شیر خوار بچوں کو دودھ پلانے اور پرورش کے لئے شہر سے باہر بھیجدیتے تھے اس سلسلہ میں چند باتیں ان کے پیش نظر ہوتی تھیں پہلی چیز تو یہ تھی کہ اصل جوہر بہادری اور جفاکشی بچوں میں محفوظ رہتا تھا فصاحت و بلاغت عرب جو اصل زبان عرب تھی بدوی قبائل ہی میں ہوتی تھی بچوں کی گھٹی میں پڑ جاتی تھی تیر اندازی اور نشانہ بازی بدوؤں کا خاص فن تھا وہ بچوں میں آجاتا تھا۔ یہ موسم ربیع وہ زمانہ تھا کہ قبیلہ بنی سعد کی عورتیں جو قحط سالی کی ماری تھیں اور پہاڑوں کے درے میں رہتی تھیں مکہ میں آئی ہوئی تھیں تمام مستورات نے اونچے اونچے رئیسوں کے بچے حاصل کر لئے۔ حضور کے والد ماجد حضور کی پیدائش سے پہلے ہی انتقال فرما چکے تھے اس لئے دودھ پلانے والی بے بیان یتیم عبد اللہ کی طرف متوجہ نہیں ہوئیں۔ بنی قحطان کی عورتوں میں صرف حلیمہ سعدیہ باقی رہ گئی تھیں حضرت عبد المطلب نے حلیمہ سعدیہ کو طلب فرمایا اور حضور کی رضاعت پر مامور فرمایا حلیمہ سعدیہ دل میں آزردہ تھیں کہ ایک یتیم بچہ میرے مقسوم میں آیا ہے مگر جب حضور کی صورت دیکھی قلب میں جوش محبت پیدا ہوا اور بے اختیار ہو کر سینہ سے لگا لیا نہایت شادمانی و مسرت سے لیکر اپنے مکان پر پہنچیں راستہ بھر خیر و برکت کا مشاہدہ کیا۔ مکان پر آتے آتے عسرت و تنگدستی کا وجود مٹا قریہ کے آب و چاہات خوب پانی دینے لگے حلیمہ کی بکریوں میں دودھ کی فراوانی اور نسل کی ترقی ہونے لگی جہاں بکریاں چرا کرتی تھیں وہ چراگاہیں سرسبز و شاداب ہو گئیں زراعت میں معمول سے زیادہ کھیتی ہوئی حلیمہ ہی کا قبیلہ حضور کے زمانہ قیام ہی میں خاصہ آسودہ ہو گیا تھا حضور کی پرورش اس ظاہری حیلہ کے قطع نظر آغوش قدرت میں ہو رہی تھی قوت نمو کا روزانہ ظہور تھا اور بچے جتنے ایک ماہ میں بڑھتے ہیں آپ ایک روز میں اتنے بڑھتے تھے ابھی عمر مبارک ابھی صرف تین ماہ کی تھی کہ آپ خود کھڑے ہو جاتے تھے سات ماہ کی عمر میں پاؤں پاؤں چلنے لگے آٹھویں مہینے میں قوت گویائی آپکو دیدی گئی اور آپ خوب بولنے لگے دسویں ماہ میں سن مبارک پہنچا تو دوسرے بچوں کے ہمراہ تیر و کمان لئے چلتے پھرتے تھے قبیلے کے لوگ حضور کو دیکھتے اور تعجب کرتے تھے۔ مگر سمجھتے تھے کہ یہ مسعود و مبارک فرزند موجودہ نسل کے تمام بچوں سے بالاتر اعزاز والا ہو گا۔ آپ کی گفتگو میں فصاحت و لطافت حلاوت و بلاغت کے آثار پائے جاتے تھے، حضور کی حدیث میں یہ الفاظ بھی پائے جاتے ہیں کہ میں اس وجہ سے فصیح ہوں کہ قبیلہ بنی سعد میں پلا ہوں حلیمہ سعدیہ کی ایک صاحبزادی شیما تھیں وہی حضور کو گود میں کھلایا کرتی تھیں اور بہت زیادہ محبت کرتی تھیں۔ شیما کا اصل نام حذافہ ہے دوسری دختر حلیمہ کی انیسہ تھیں ایک بیٹے عبد اللہ اور دوسرے حذیفہ تھے حلیمہ کے شوہر حارث بن عبد العزیٰ تھے بی بی حلیمہ اور ان کے شوہر عبد اللہ اور شیما کا مسلمان ہونا کتب تاریخ میں مذکور ہے دوسری بیٹی اور بیٹے کا اسلام لانا متحقق نہیں ہو سکا جب سن مبارک دو برس کا ہوا تو حضرت حلیمہ سعدیہ حضور کو لیکر مکہ میں آپ کی والدہ ماجدہ کے پاس آئیں اس زمانہ میں مکہ میں وبائی امراض کی شکایت تھی اس لئے آپ کی والدہ ماجدہ نے فرمایا کہ ابھی واپس لیجاؤ چنانچہ حلیمہ آپ کو دوبارہ واپس گھر لے آئیں عمر مبارک تقریباً چوتھی سال میں تھی کہ آپ کا شق صدر کیا گیا احادیث نبویہ سے ثابت ہے کہ دو مرتبہ آپ کا شق صدر کیا پہلی مرتبہ جب آپ کمسنی میں آغوش حلیمہ میں تربیت پا رہے تھے آپ صحرا میں اپنے رضاعی بھائی کے ساتھ بکریاں چرانے میں مصروف تھے کہ دو نوری فرشتے آئے اور حضور کو آغوش میں اٹھایا یہ دونوں فرشتے جبرئیل و میکائیل تھے آپ کو زمین پر لٹایا اور جبرئیل امین نے آپ کا سینہ مبارک چاک کیا دل کو پہلو سے نکال کر آب طہور سے زرین طشت میں دھویا اور انوار نبوت اور عصمت ربانی سے بھر دیا دل سے ان قطرات خون کو باہر نکال دیا جن سے ارتکاب معاصی کا خطرہ رہتا ہے چند ساعت میں یہ کام ہو گیا حضور کو کسی قسم کی کوئی تکلیف معلوم نہیں ہوئی چہرہ مبارک پر پیشتر سے زیادہ تجلیات کا ظہور تھا حضرت انس ابن مالک کی روایت میں ہے کہ انہوں نے شق صدر کا نشان دیکھا تھا دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت تھی جو بیضہ کبوتر کی برابر پشت مبارک پر ابھری ہوئی معلوم ہوتی۔ آپ کی رفتار و گفتار میں اب ایک خصوصی شان پیدا ہو چکی تھی عمر شریف تقریباً چھ سال کی ہو چکی تھی حلیمہ سعدیہ حضور کو لیکر مکہ میں تشریف لائیں اہل بیت کی بھری آغوش نور نظر کی تجلیات سے گنجینہ انوار بنی۔ عبد المطلب کی آنکھوں میں ٹھنڈک آئی برکتوں کا نزول شروع ہوا اہل خاندان نے فرزند آمنہ کی زیارت کی چند دن کے بعد آپ کی والدہ ماجدہ آپ کو ساتھ لیکر آپ کے دادا عبد المطلب کی ننہال یعنی مدینہ طیبہ روانہ ہوئیں بنی نجار میں جہاں ننہال تھی قیام فرمایا دوسرا سبب سفر کا نظر محبت کا وہ جذبہ تھا جو حضرت آمنہ کو اپنے مبارک شوہر حضرت عبد اللہ کے ساتھ تھا۔ آپ حمل کی حالت میں تھیں کہ حضرت عبد اللہ مدینے میں انتقال کر چکے تھے۔ بہرحال آمنہ بی بی مدینہ میں ایک ماہ تک مدینہ میں قیام فرما رہیں واپسی میں مقام ابواء میں جو جحفہ سے تخمیناً ۲۳ میل کے فاصلہ پر ایک موضع ہے انتقال فرمایا یہیں آپ دفن کی گئیں۔ ام ایمن جو ہمراہ گئی تھیں اور برابر ساتھ رہیں تھیں حضور کو لیکر مکہ واپس آئیں۔

عبدالمطلب اور کفالت حضور

یتیم آمنہ آغوش عبدالمطلب میں ہے | باپ کا سایہ عالم وجود میں سایہ
جلوہ خانہ ہے کعبہ لمعۂ نور محمود کا | افگن ہونے سے پیشتر ہی نور

میں مستور ہو چکا تہا چہہ سال کی عمر میں والدہ کی آغوش شفقت بہی نذر اجل ہو گئی بے مادر و پدر فرزند جب بہ دیس سے وطن میں آیا دادا نے دست محبت بڑہایا اور پوتے کو کمال شفقت سے گود میں اٹہایا عبدالمطلب کی محبت اپنے لخت جگر عبداللہ سے جو کچھ تہی وہ گذشتہ سطور میں آپ کی نظر سے گذر چکی ہے کہ کس طرح پے در پے آپ نے قربانی کے قرعہ اونٹوں کی بیشی کر کے فرزند کی جان بچانے کی کوشش کی محبوب بیٹے کی پیاری نشانی تہا اب حضور سے اور ہر چیز سے زیادہ عبدالمطلب کو پیار تہے ہر وقت دادا پوتے کو نگاہوں میں رکہتے ہر لمحہ ہر جگہ ساتھ لئے پہرتے آپ کے انوار رخ کو دیکہ دیکہ کر خوش ہوتے اور رب کعبہ سے آپ کے حفظ مراتب کی دعا فرماتے غرض دو سال تک یعنی اپنی زندگی کی آخری سانس تک حضور کی پرداخت ونگہداشت میں کوئی دقیقہ اٹہا نہ رکہا ۸۲ سال کی عمر میں حضرت عبدالمطلب نے وفات پائی آپ کے جنازہ کے ساتھ تمام اہل قریش اور بنو ہاشم کا مجمع تہا حضور بہی ہمراہ تہے اور رخسار مبارک پر آنسوؤں کے قطرات آنکہوں سے ٹپک ٹپک کر فرط غم میں آرہے تہے حجون میں عبدالمطلب کو دفن کیا گیا آپ نے حالت بیماری میں ابو طالب کو اپنے پاس بلایا اور حضور کی کفالت ونگہداشت کی ہدایت کی ابو طالب نے بزرگ باپ کی ہدایت وصیت پر عمل پیرا ہونے کا اطمینان بخش جواب دیا اور نہایت اچہی طرح وصیت کو پورا کیا عبدالمطلب کے زمانہ حیات تک بنو ہاشم کی دہاک تمام ارض حجاز میں بیٹہی ہوئی تہی لیکن آپ کے انتقال کے بعد اس اقتدار میں زوال شروع ہو گیا اور مسند کعبہ بجائے بنو ہاشم کے بنو امیہ کے تصرف میں آگئی حرب بن امیہ قائم مقام عبدالمطلب مقرر کیا گیا خانہ کعبہ کی تمام خدمات قریب قریب حرب کے ہاتہ آگئیں عبدالمطلب کے خاندان میں سے صرف عباس کو منصب سقایہ یعنی حجاج کو پانی پلانے کا عہدہ ملا۔ عبدالمطلب کے دس بیٹوں میں عباس سب سے چہوٹے بیٹے تہے یہ دسوں بیٹے مختلف بیبیوں کے بطن سے تہے لیکن ابو طالب حضرت عبداللہ کے ماں جائے بہائی تہے یہی وجہ تہی کہ باپ نے اپنے اس بیٹے کو جو رشتہ کے لحاظ سے سگا چچا بہی اپنے بہتیجے کا تہا حضور کی کفالت کے لئے منتخب کیا

کفالت ابو طالب

کفیل رحمت عالم ابو طالب نہ کیوں ہوتے | یتیم عبداللہ پر جو
کہ تہا یہ انتخاب روح پر در جد امجد کا | حادثات گذرے یعنی

قبل ولادت والد کا انتقال چہہ سال کی عمر میں والدہ کی موت سن شعور تک پہنچتے پہنچتے دادا کی وفات ان کی المیت ان کی اہمیت بڑہ جاتی اگر حضور کی طبع لطیف عام انسانی خصائل سے بالاتر نہ ہوتی قدرت نے حضور کو ان حادثات کی طرف قطعاً متوجہ ہی نہ ہونے دیا نہ کوئی حزن وملال حضور کے قلب پر وارد ہوا

کی موت کا ہوا اتنا ضرور تہا کہ اب حضور سن شعور کو پہنچ چکے تہے اور خصائص فطری متانت وسنجیدگی میں ڈوبے ہوئے معلوم ہوتے تہے ابو طالب کو حضور کے ساتھ بیحد محبت تہی بسا اوقات اپنی اولاد کی پروا حضور کے مقابل نہیں کرتے تہے رات کو اپنے بستر پر سلاتے دن میں جہاں خود جاتے حضور کو اپنے ہمراہ لیکر جاتے جب سن مبارک دس سال کا ہوا تو آپ نے چچا کی ہمراہی میں گہر کی بکریاں چرانا شروع کیں عرب کے تمام شرفاء کے بچے اوائل عمر میں جہاں اور فنون کی مشق کرتے وہاں بکریوں کی گلہ بانی کو بہی سرمایہ شرافت اور طرۂ امتیاز جانتے تہے اور حقیقت میں یہ مشق دو عالم کے گلہ بانی کی تعلیم الٰہی تہی۔ خدائے پاک کو اپنے حبیب لبیب کو کائنات عالم کا گلہ بان بنانا تہا اس لئے ابتدائے عمر میں آپکو چرواہا اور نگہبان بنایا گیا حضور نبوت سے سرفراز ہونے کے بعد اپنے اس عمل خیر پر اظہار تفاخر فرماتے۔ ایک مرتبہ صحابہ کرام کے ہمراہ ہیں جنگل کیطرف کوچ ہو رہا ہے جہر بیریاں گرد وپیش موجود ہیں صحابی اپنی سادگی کی دہن میں جہر بیریوں سے بیر توڑ توڑ کر کہانے لگے حضور نے ارشاد فرمایا کہ یہ بیر جب خوب سیاہ ہو جاتے ہیں تو زیادہ لذیذ ہو جاتے ہیں یہ میرا اس وقت کا تجربہ ہے جب میں جنگل میں بکریاں چرایا کرتا تہا جتنی جتنی عمر حضور کی زیادہ ہوتی جاتی تہی اتنی اتنی فراست ودیانت ذہانت وصداقت ترقی کرتی جاتی تہی

سفر شام

حضور کی عمر تقریباً بارہ سال کی ہو گی کہ ابو طالب کو سفر شام درپیش آیا حضور کی کمسنی کا خیال سفر کی تکلیف کے اندیشہ سے ابو طالب نے تنہا سفر کا قصد کیا حضور کو جب چچا کی روانگی کا علم ہوا فرط محبت سے ابو طالب کو چمٹ گئے اور ہمراہ چلنے پر اصرار فرمایا یہ محبت آفریں جذبہ ابو طالب کے دل میں جاگزیں ہو گیا پیارے بہتیجے کی آزردگی برداشت نہ کر سکے اور آپ کو اپنے ہمراہ شام تک لے گئے یہ پہلا سفر تہا جو بارہ سال کی عمر میں حضور نے فرمایا۔ اس سفر میں حضور نے وہ مقامات نظر سے ملاحظہ فرمائے جہاں قوم ہود اور قوم ہود پر ان کی جہالت ونافرمانی کے باعث عذاب الٰہی نازل ہوا تہا۔ اس سفر میں قدرت نے آپ کی حفاظت ہی نہیں بلکہ استراحت رسانی کے سامان بہی مہیا فرمائے آپ دوپہر کے وقت سفر کرتے ہوتے تو آپ کے سر پر ایک ابر کا ٹکڑا سایہ فگن ہوتا دوپہر کو جب تمازت آفتاب میں تیزی ہو گئی تو دو فرشتوں نے اپنے پروں کا سایہ حضور پر کر لیا ایک مقام پر ایک درخت کے نیچے قیام ہوا وہ درخت خشک تہا سرسبز ہو گیا اور اس کا سایہ آپ پر چہا گیا جب ابو طالب کا قافلہ نواح بصرہ میں اس آبادی میں پہنچا جہاں قوم متاسخ آباد تہی نصرانی مذہب رکہتی تہی یہ جگہ چونکہ تجارتی منڈی تہی اس لئے یہاں ایک صومعہ کے قریب قافلہ نے قیام کیا رات کو آپ پر تجلیات الٰہی محیط رہیں صبح کو بحیرہ راہب جو صومعہ نصاریٰ کا سب سے بڑا راہب تہا دیر سے راہبوں کو ہمراہ لیکر قافلہ میں آیا اور تمام قافلہ کی دعوت کی بحیرہ راہب نے حضور کو بغور دیکہا اور نہایت تعظیم وتکریم کی آپ کی پشت مبارک کی زیارت کی اور ابو طالب سے دریافت کیا کہ یہ صاحبزادے کون ہیں فرمایا میرے بہتیجے عبداللہ میرے بہائی کے فرزند ہیں آمنہ ماں کا نام ہے بحیرہ راہب نے کہا اے ابو طالب آپ کو مبارک ہو آپ کے بہتیجے ہی آخر الزماں ہونے

نہ اسلئے ہیں ان کی زیادہ سے زیادہ حفاظت کیجئے تو تم یہود ان کی دشمن ہے شام میں تمام یہودی آباد ہیں اس لئے میرا مشورہ یہ ہے کہ آپ شام کا سفر نہ کریں مبادا یہود کو خبر ہو جائے اور وہ دشمنی پر آمادہ ہو جائیں۔ ابو طالب کا تجارتی مال کا تمام سامان کافی نفع کے ساتھ اسی مقام پر فروخت ہو گیا اس لئے شام کے سفر کی حاجت نہ رہی۔ اور بصرہ سے مکہ واپس تشریف لے آئے۔

حرب فجار

عرب کا زمانہ جاہلیت باہدگر جنگ و جدال کے لئے مشہور ہے ذرا ذرا سی بات پر مدتوں لڑائی کا سلسلہ جاری رہتا تھا حضور کی عمر مبارک چودہ پندرہ سال کی تھی کہ مکہ کے دو سربرآوردہ قبائل قریش قیس میں پچھلے مناقشات کی بنا پر لڑائی شروع ہوگئی یہ لڑائی تاریخ میں اس لئے زیادہ مشہور ہوئی کہ حضور کے زمانہ میں ہوئی تھی اس لڑائی میں قریش کے تمام خانوادہ جدا جدا فوجیں بنا کر شریک ہوئے بنو ہاشم کے لشکر کی سیادت اور علمبرداری زبیر بن عبد المطلب کے ہاتھ میں تھی حضور بھی شامل جنگ تھے معرکہ بہت سخت تھا۔ پہلے حملے میں بنو قیس غالب لئے اور دوسرے حملے میں بنو قریش مظفر و منصور ہوئے بہت سے آدمی طرفین کے مارے گئے انجام کار صلح پر لڑائی کا اختتام ہوا قریش کے تمام قبائل کا سپہ سالار بنو امیہ کا نامور سردار حرب بن امیہ تھا۔ حضور کی شرکت جنگ محض بنو ہاشم کے ننگ و ناموس کی حفاظت کے خیال سے تھی مورخین کا اس پر اتفاق ہے کہ حضور صرف شریک رہے مگر نہ کسی پر حملہ آور ہوئے نہ عملی طور پر لڑائی میں کوئی حصہ لیا۔

تعمیر کعبہ

دم تعمیر کعبہ جنگ رد کی ذات اقدس نے مقدر آپ کے ہاتھوں سے حجر کا سنگ اسود کا

حرب فجار کے بعد ذی فہم افراد نے باہمی جنگ و جدال اور کشت و خون کے انسداد کی اصلاحی کوششیں شروع کر دیں تاکہ اہل عرب کے دامن سے سفاکی اور بربریت کا دھبہ دور ہو۔ اس تحریک میں زبیر بن عبد المطلب پیش پیش تھے۔ آپ کی کوشش سے عبد اللہ بن جدعان کے مکان پر ایک مجلس شوریٰ منعقد ہوئی جس میں بنو ہاشم بنو زہرہ بنو تیم کے سربرآوردہ لوگ سرتاپا ہوئے حضور نے بھی اس مجلس میں شرکت فرمائی اور یہ معاہدہ منظور ہوا کہ ہم میں سے ہر شخص مظلوم کی حمایت کریگا اور کسی ظالم کو مکہ میں نہ رہنے دیا جائیگا۔ اس معاہدہ کا نام حلف الفضول تھا۔ یہ معاہدہ دیرپا ثابت نہ ہوا اور چند روز کے بعد بھلا دیا گیا حضور کے زمانہ شباب تک کعبہ کی عمارت صرف قد آدم بنی ہوئی تھی اور دیوار پر چھت بھی نہ تھی۔ عمارت نشیبی حصے میں تھی جس کے سبب سے برساتی پانی سے ہمیشہ عمارت کو نقصان پہنچتا تھا اگرچہ بارش کے زمانہ میں عارضی انتظام بالائی حصوں پر بند باندھ کر دیا جاتا تھا مگر اکثر بند کثرت بارش سے ٹوٹ جاتا تھا بعض افراد کے دماغوں میں کعبہ کی جدید تعمیر کا خاکہ تھا مگر کبھی اس پر اتفاق نہ ہوتا حضور کے یمن و سعادت کی برکت نے تمام افراد کو متفق کر دیا کہ کہنہ عمارت کی جگہ جدید عمارت بنائی جائے۔ حسن اتفاق سے بندرگاہ جدہ پر ایک تجارتی جہاز اسی زمانہ میں کنارہ سے ٹکرا کر ٹوٹ گیا تھا اور اس کے تختے وغیرہ سب وہیں موجود تھے ولید بن مغیرہ کو جب یہ خبر ہوئی تو فوراً جدہ پہنچ گیا اور جہاز کا سارا سامان خرید کر لیا جہاز میں جو لوگ موجود تھے ان میں روم کا ایک مشہور معمار باقوم نامی تھا اس کو بھی ولید اپنے ہمراہ مکہ لے آیا اور کعبہ کی تعمیر کا کام تمام قبائل مکہ نے اپنے اپنے ذمہ لیا۔ مختلف خاندانوں نے مختلف حصوں کی تعمیر آپس میں طے کر لی اور تمام باشندگان مکہ کو اس طرح شرکت تعمیر کعبہ کی سعادت حاصل ہوئی سب کی متفقہ محنت و کوشش سے بہت جلد تعمیر کا کام ختم ہو گیا۔ مگر حجر اسود کے نصب کرنے پر تنازعہ شروع ہو گیا۔ ہر قبیلہ یہ چاہتا تھا کہ اس کو ہی سنگ اسود نصب کرنے کی عزت حاصل ہو۔ بات بڑھ گئی جنگ چھڑ گئی تلواریں کھنچ گئیں یہاں تک کہ قدیم دستور کے مطابق قسمیں کھائی گئیں۔ عرب کے رسم و رواج میں یہ بات داخل تھی کہ جب کسی بات پر جان دینے کا قسم کھایا جاتا تھا تو پیالے میں خون بھر کر اس میں قسم کھانے والا اپنی انگلیاں ڈبو دیتا تھا اس موقع پر بھی بعض خاندان کے نوجوان نے خون میں انگلیاں ڈبو ڈبو کر معاہدہ کیا چار دن تک لڑائی جاری رہی پانچویں روز مکہ کا معمر و مسن شخص ابو امیہ بن مغیرہ نے جو عمر میں سب سے زیادہ تھا قبائل کے درمیان آیا اور جنگ ملتوی کرنے کی سب کو نصیحت کی۔ اس رائے پر فیصلہ ہوا کہ کل یعنی دوسرے دن صبح کو جو شخص سب سے پہلے کعبہ میں داخل ہو اسی کو حجر اسود نصب کرانیکا حکم بنایا جائے لڑائی رک گئی تمام لوگوں نے ابو امیہ کی رائے کو منظور کر لیا رات گزر چکی ہے نور کا تڑکا ہے صبح کا ستارہ طلوع ہو چکا ہے کہ آمنہ کی آنکھ کا تارہ عبد اللہ کا سپارہ عادت کریمہ کے مطابق عبادت الٰہی کے لئے کعبہ میں جلوہ افروز ہو جاتا ہے باشندگان کعبہ نے بے چینی کے ساتھ رات کاٹی ہے ہر شخص کو یہ ارمان ہے کہ آج کعبہ میں سب سے پہلے میں پہنچوں لوگ علی الصباح گھروں سے نکل کر کعبہ کی طرف چل کھڑے ہوئے ہیں سب کی نگاہیں کعبہ میں داخل ہونے کے بعد حضور پر نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور کے طواف میں مشغول ہو جاتی ہیں۔ لوگوں میں مسرت کی لہر دوڑ جاتی ہے کہ قدرت نے ثالث اس پاکیزہ سرشت شخص کو بنایا جو کردار و گفتار میں مکہ کا بہترین فرد ہے جب تمام سربرآوردہ قبائل جمع ہو جاتے ہیں اور حضور کو حجر اسود نصب کرنے کی اجازت دیتے ہیں حضور کی عادت کریمہ تو یہ واقع ہوئی تھی کہ ہر عمل خیر میں حضور کے ساتھ دوسرے افراد بھی اجر و ثواب حاصل کریں یہ منظور نہ ہوا کہ تنہا اس شرف سے اپنی ذات گرامی کو مشرف کیا جائے بلکہ آپ نے مجمع کو مخاطب فرمایا اور ارشاد کیا کہ ہر قبیلہ اپنے اپنے بزرگ ترا فراد میں سے ایک ایک شخص کو منتخب کر دے تعمیل کی گئی آپ نے ردائے اطہر کو دوش مبارک سے اتار کر زمین پر بچھایا اور اپنے دست مبارک سے حجر اسود کو چادر میں رکھ دیا اور اس کے بعد منتخب شدہ افراد کو حکم دیا کہ وہ چادر کے کنارے پکڑ کر ذرا اوپر اٹھائیں چادر اٹھائی گئی اور حضور انور نے اپنے محل مقررہ پر اپنے دست رحمت سے حجر اسود کو نصب فرما دیا جس عمارت مقدس کا سنگ بنیاد حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے پاک ہاتھوں نے رکھا تھا آج اس کا آخری پتھر سنگ اسود حضور کے ہاتھوں سے رکھا جاتا ہے کتنا مسعود آغاز تھا کتنا مبارک انجام ہے حضور کے اس حسن تدبر نے اگر ایک طرف فتنہ جنگ کا سد باب فرمایا تو دوسری طرف تمام اہل عرب آپ کے مداح و معترف ہو گئے حضور کا یہ عظیم ترین شرف ہے جو نبوت سے پیشتر تمام اہل وطن کی جانب سے مسلمہ طور پر حضور کو حاصل تھا۔

دوبارہ سفر شام

نبوت کا ستارہ دونوں جانب چمکتا پایا
خدیجہ عرب سے قریب تر یہ شام کی حد کا

مشغلہ تجارت عرب کا قدیم پیشہ تھا ناظرین نے ہاشم کی تجارتی معاہدات و مشاغل کا تذکرہ سطور سابقہ میں دیکھا ہوگا اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ حضور کے خاندان کا محبوب ترین شغل تجارت تھا ابو طالب حضور کے چچا بھی تجارت کرتے تھے اور حضور بھی ان کا ہاتھ اس کاروبار میں بٹاتے تھے اس لئے حضور کو بھی طرز زندگی پسند تھا آپ کے حسن تدبر حسن معاملت کمال دیانت روشن صداقت علو امانت کی عام شہرت تھی اہل معاملہ حضور سے ہر معاملہ میں مشورہ کرتے تصفیہ مقدمات میں حضور کو ثالث بناتے امانتیں حضور کی تحویل میں رکھتے کاروبار تجارت میں حضور کی رائے پر عمل فرماتے حضور کی زندگی کا جو حصہ بطور تاجر گذرا اس میں حضور کی راست بازی ایفائے عہد اور تکمیل وعدہ وہ خصوصی صفات تھیں جن پر لوگ گرویدہ تھے عام طور پر آپ امین مکہ کہے جاتے تھے آپ کے اخلاق کا زرین نمونہ آپ کے ایفائے عہد میں پایا جاتا ہے ایک واقعہ قبل نبوت کا یہ ہے کہ عبداللہ بن ابی الحمار صحابی بیان کرتے ہیں میں حضور کے ساتھ خرید و فروخت رکھتا تھا ایک معاملہ میں کچھ گفت و شنید ہو چکی تھی کچھ باقی تھی میں نے حضور سے کہا کہ کچھ دیر بعد آ کر بقیہ معاملہ کے متعلق گفتگو کروں گا اتفاق سے میں حضور سے رخصت ہو کر دوسرے کاموں میں ایسا مصروف ہو گیا کہ اپنا وعدہ بھول گیا تین روز کے بعد جب مجھے یاد آیا کہ میں حضور سے کہہ آیا تھا کہ بقیہ معاملہ کچھ دیر کے بعد طے کروں گا میں فوراً اس مقام پر جہاں حضور سے بات چیت ہوئی تھی پہنچا معلوم ہوا کہ حضور تین روز سے اسی مقام پر میرا انتظار فرما رہے ہیں میں خائف و شرمندہ تھا کہ حضور ناراض ہو نگے مگر حضور کی پیشانی پر بل نہ آیا صرف اس قدر ارشاد فرمایا کہ تم نے بڑی زحمت دی میں تین روز سے تمہارا یہیں انتظار کر رہا ہوں۔ اسی طرح سے اکثر وہ لوگ جو حضور کے ساتھ کاروبار تجارت میں شریک تھے حضور کے اخلاق کریمہ کی تعریف کرتے ہیں۔ سائب نامی صحابی اور قیس بن صحابی بعثت سے پہلے حضور کے شریک تجارت تھے۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ

رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ ایک اعلیٰ نسب اعلیٰ خاندان کی دولتمند خاتون مکہ کے ممتاز افراد میں شمار کی جاتی تھیں آپ کا سلسلہ نسب پانچویں پشت میں حضور کے سلسلہ نسب میں مل جاتا ہے آپ کی دو شادیاں ہو چکی تھیں۔ اس زمانہ میں آپ بیوگی کی زندگی بسر فرما رہی تھیں اور آپ کا مشغلہ حیات تجارت تھا تجارت بھی اتنی وسیع کہ جب تجارت کے لئے مکہ سے شام کو قافلہ روانہ ہوتا تھا آپ کا تنہا سامان تمام قافلہ والوں کے سامان کی برابر ہوتا تھا آپ کے پاکیزہ اخلاق کے باعث عوام میں آپ طاہرہ کے لقب سے یاد کیجاتی تھیں آپ کو اپنا سامان تجارت شام روانہ کرنا تھا اس لئے آپ کو ضرورت تھی کہ سامان کی نگرانی کسی بہترین شخص کے سپرد کی جائے حضور کے اخلاق و عادات کی شہرت حضرت خدیجہ تک پہنچ چکی تھی اور آپ روزانہ حضور کے محامد بھی سنتی تھیں آپ نے حضور کی خدمت میں پیغام بھیجا کہ میں اپنا سامان تجارت شام روانہ کرنا چاہتی ہوں آپ امین مکہ مشہور ہیں دوسروں کو جو معاوضہ میں دیتی رہی ہوں اس سے آپ کو دونا معاوضہ پیش کروں گی حضور نے یہ استدعا قبول فرما لی اور تجارت کا مال لیکر آپ شام کو روانہ ہو گئے خدیجہ کے غلام میسرہ اور ایک عزیز خزیمہ ابن حکیم اس سفر میں حضور کے ساتھ گئے۔ قافلہ مکہ سے روانہ ہو کر حدود شام میں داخل ہوا اور اس مقام پر فروکش ہوا جہاں نسطورا راہب کا کلیسا تھا یہ راہب بھی بحیرہ راہب کی طرح نصاریٰ کا برگزیدہ ترین فرد تھا نسطورا قافلہ کے آمد کی خبر پا کر اپنے صومعہ سے نکل کر قافلہ میں آیا اور اہل قافلہ سے ملاقات کی جب حضور کے جمال خدانما کو دیکھا اور فوراً کلیسا کو واپس چلا گیا اور بعجلت معہ چند اوراق کتب لوٹ آیا اب راہب کی یہ حالت ہے کہ کبھی حضور کے رخ جبین کو دیکھتا ہے کبھی اوراق پر نظر ڈالتا ہے کبھی حضور کی چپ و راست کی حالت پر نگاہ کرتا ہے اور کبھی مطالعہ کتاب میں مصروف ہو جاتا ہے خزیمہ نے جب نسطورا کی خلاف معمول یہ حرکات و سکنات دیکھیں تو اس کو شبہ ہوا اور یا آل غالب کی صدا بلند کی اس آواز پر قافلے کے تمام اہل قریش شمشیر بکف چاروں طرف سے دوڑ پڑے نسطورا خوفزدہ بھاگ کر اپنے گرجے میں چلا گیا اور چھت پر چڑھ کر اہل قافلہ کو مخاطب کیا اور بلند آواز سے کہا کہ اے قافلے والو تم میں فلاں بزرگ جن کو میں غور سے دیکھ رہا تھا بڑی شخصیت والے ہیں یہ عنقریب خلعت نبوت سے سرفراز ہونے والے ہیں بیشک یہ نبی آخر الزماں ہیں یہی وہ ہیں جن کی بشارات صحائف آسمانی میں دیگئی ہیں۔ یہی محمد ابن عبداللہ خاتم الانبیاء ہیں ان کی تعظیم و تکریم بجالاؤ اور ان کی حفاظت کرو نسطورا کے الفاظ سے قافلہ والوں کو اطمینان ہوا اور ہر شخص حضور کی پہلے سے زیادہ عزت کرنے لگا سامان تجارت بصرہ ہی میں کافی سے زیادہ نفع کے ساتھ فروخت ہو گیا حضور مع الخیر مکہ واپس تشریف لائے قافلہ کی آمد آمد کی خبریں سنکر بی بی خدیجہ اپنے مکان کی چھت پر آگئیں اور قافلہ کی جانب نگاہیں ڈالنا شروع کیں جب گرد چھٹی تو دیکھا کہ حضور جس سواری پر بیٹھے ہوئے ہیں اس پر ایک ابر کا ٹکڑا تمازت آفتاب کو روکے ہوئے بطور سائبان فضا میں ساتھ ساتھ آ رہا ہے بی بی خدیجہ کو یہ قدرتی نظارہ دیکھ کر حضور کے ساتھ عقیدت ہو گئی آپ نے تمام حساب اور آمدنی و منافع حضرت خدیجہ طاہرہ کو سمجھا دیا میسرہ اور خزیمہ نے سفر کے واقعات وقتاً فوقتاً خاتون محترمہ سے بیان کئے یہ بھی کہا کہ راہ میں ہمارے قافلہ کے دو اونٹ ایک مقام پر بالکل تھک کر بیٹھ گئے جس کے باعث روانگی قافلے میں تاخیر ہوئی جب حضور کو اطلاع ہوئی تو تیکھے ہوئے اونٹوں کے قریب حضور تشریف لائے اور اپنا دست شفقت دونوں اونٹوں پر پھیرا فوراً دونوں اونٹ اٹھ کھڑے ہوئے اور پھر کبھی راہ میں نہ بیٹھے۔

پیام شادی

نشاط صد تمنا حاصل صد آرزو یہ ہے
نظر آئے جمال عارض زیبا محمد کا

حضرت خدیجہ طاہرہ کی عمر چالیس سال کی تھی دو شادیاں آپ کی ہو چکی تھیں اور دونوں شوہر آپ کے فوت ہو چکے تھے دو صاحبزادے اور ایک صاحبزادی بھی دونوں شوہروں سے آپ کی موجود تھیں آپ کے آخر شوہر مکہ کے بہت بڑے تاجر تھے اور کافی سرمایہ چھوڑا تھا مشاغل تجارت

میں حضرت خدیجہ کا حسن تدبر اور فراست ایک نمایاں سبب ترقی تھا جس طرح آپ حسن سیرت میں طیبہ و طاہرہ و ممتاز تھیں اسی طرح حسن صورت بھی آپ کو قدرت نے عطا فرمایا تھا عرب کے بعض سرداران قبائل آپ سے شادی کے خواہاں تھے مگر کسی کی جانب آپ کی نگاہ التفات نہ تھی آپ نے حضور کے لاثانی و پاکیزہ حالات زندگی کو بغور مطالعہ کرنے کے بعد حضور سے مناکحت کا عزم قائم کیا اس سے قبل آپ نے یہ خواب بھی دیکھا تھا کہ آسمان کا چاند میری گود میں آگیا اور اس کا نور میری گود سے نکل کر تمام جہان میں پھیل گیا آپ نے اس خواب کی تعبیر دریافت کی بتایا گیا کہ نبی آخر الزماں کی تم زوجہ ہوگی اور تمہارے گھر ان پر آسمان سے وحی نازل ہوگی جس کے انوار سے تمام دنیا روشن و فیض یاب ہوگی غرض بی بی خدیجہ کے دل میں حضور کے ساتھ مناکحت کا خیال راسخ ہوتا گیا یہاں تک کہ آپ نے اپنی ایک سہیلی نفیسہ نامی کے ذریعہ حضور کو پیام شادی دیا حضور نے غور و فکر کے بعد بالقائے الٰہی پیام منظور فرما لیا خدیجہ نے اپنے چچا عمرو بن اسد اور ورقہ بن نوفل چچا زاد بھائی کو اپنے ارادے کی اطلاع کی حضور نے اپنے چچا ابو طالب اور حمزہ کو اطلاع دی تاریخ و وقت مقررہ پر آل ہاشم کے ساتھ حضور خدیجہ کے مکان پر تشریف لائے خطبہ نکاح ابو طالب نے پڑھایا۔ بعض روایات میں یہ بھی آیا کہ جب شادی کی قرارداد منظور ہوگئی تو ابو طالب کو عدہ پیرہن) شادی کی فکر لاحق ہوئی اور کسی قدر آثار حزن و ملال چہرہ سے نمایاں ہونے لگے حضور چچا کو افسردہ خاطر پاکر کسی قدر آزردہ خاطر تھے اتفاق سے حضرت ابوبکر صدیق آگئے حضور کو مضمحل پاکر عرض کیا کہ اس وقت آپ ملول کیوں ہیں فرمایا شادی کے جوڑے کی عم گرامی کو فکر ہے مجھے بھی یہی خیال ہے حضرت ابوبکر صدیق نے مسکرا کر عرض کیا کہ آپ کے دادا عبد المطلب نے ہزار اشرفیاں اور چند قیمتی کپڑے میرے سپرد کئے تھے اور یہ وصیت کی تھی کہ جب میرے پوتے محمد ابن عبد اللہ کو حاجت ہو اس وقت یہ سامان ان کو دیدینا غالباً قدرت نے یہ سامان اسی دن کے لئے پیشتر سے کر دیا تھا چنانچہ حضرت صدیق اکبر نے تمام نقد و لباس لاکر پیش کر دیا مہر نکاح پانچسو درہم طلائی مقرر ہوا۔ ابو طالب نے نکاح کے بعد ولیمہ کیا اور حضرت خدیجہ طاہرہ نے بھی چند لونڈیاں آزاد کیں اور بہت سا مال خیرات کیا حضور کی تمام تر اولاد بجز صاحبزادے سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ حضرت سیدنا خدیجہ سے ہی پیدا ہوئی حضرت سیدنا خدیجہ کا فضل و شرف اس سے ظاہر ہے کہ آپ کائنات عالم کی چار مقدس ترخواتین یعنی حضرت مریم اور حضرت آسیہ کے ساتھ شامل ہیں اور آپ کی صاحبزادی حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا بھی انھیں میں شامل ہیں آپ کے بطن سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دو صاحبزادے حضرت سیدنا طاہر اور حضرت سیدنا قاسم اور چار صاحبزادیاں حضرت بی بی رقیہ بی بی ام کلثوم بی بی زینب اور سیدہ فاطمہ زہرا پیدا ہوئیں دونوں صاحبزادے ایام طفولیت میں واصل بحق ہوئے (حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے مفصل حالات سیرۃ

نبوت سے پہلے کی زندگی

نبوت تھی نمایاں آپ کی پہلے نبوت سے
شرف ظاہر جہاں پر تھا رسول رب ایزد کا

خصائص و شمائل حضور میں یہ بات خاص طور پر قابل تذکرہ ہے کہ حضور معصوم مطلق پیدا ہوئے طفلی اور ایام رضاعت میں یہ عالم رہا کہ آپ نے حضرت حلیمہ سعدیہ کے صرف پستان راست کا دودھ پیا پستان چپ کی طرف کبھی توجہ نہ فرمائی اپنے رضاعی و ہمسن بھائی کے لئے دوسری طرف کا دودھ چھوڑ دیا۔ لہو و لعب کی طرف کبھی متوجہ نہ ہوئے ہر قسم کے افعال شنیعہ اور اعمال قبیحہ سے باذن الٰہی محفوظ رہے حرام اشیا کی طرف نظر اعجاز اثر کبھی نہ اٹھی منہیات کو ہمیشہ نفرت کی نظر سے دیکھا مراسم شرک اور رسومات کفر سے محترز رہے بت پرستی بر ملا مذمت کی اگر احیاناً اہل قرابت کے یہاں کسی تقریب میں شرکت بھی کی تو صرف اتنی دیر جب تک کہ وہاں منہیات کا اظہار نہ ہوا ایک مرتبہ قریش میں حضور کی دعوت ہوئی کھانا جب سامنے لایا گیا حضور نے کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا معلوم ہوا کہ یہ کھانا بتوں کے چڑھاوے کا تھا۔ گوشت کا ذبیحہ کسی بت کے نام کا تھا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نور نبوت حضور کی رہبری نبوت سے پہلے ہی کرتا تھا حضور بت پرستی سے اپنے مخصوص احباب کو برابر روکتے تھے ہم نے پیشتر بھی تحریر کیا ہے کہ آثار نبوت عرب میں حضور کی بعثت سے پہلے ظاہر ہونے لگے تھے اکثر شرفائے عرب رسومات کفر و شرک سے بیزار ہو چکے تھے چنانچہ قس بن ساعدہ عرب کے بہترین خطیب و ادیب تھے آپ کا انداز زندگی بالکل موحدانہ تھا حضور سے اکثر ملتے رہتے تھے انہوں نے جو خطبہ عکاظ میں اپنے توحید آمیز خیالات کے مطابق دیا اس میں حضور بھی شریک تھے اسی طرح ورقہ بن نوفل جو حضرت خدیجہ طاہرہ کے برادر عم زاد تھے بت پرستی سے تائب ہو کر عیسائی عقائد کی طرف مائل ہوگئے تھے۔ عبد اللہ بن جحش۔ زید بن عمرو بن نفیل عثمان بن الحوارث یہ نامور افراد رسوم باطل کو نفرت سے دیکھتے اور حقائق کی طرف مائل تھے اور پیام حق کے متلاشی تھے حضور کے احباب قبل نبوت جس قدر تھے ان میں حضور کے فیض صحبت نے کافی اثر کیا تھا اور وہ تمام کے تمام پاکیزہ خصال اور مراسم کفر و شرک سے مجتنب تھے احباب حضور میں مقدم تر عبد اللہ ابن ابو قحافہ یعنی حضرت ابوبکر صدیق تھے۔ جو سن شعور سے حضور کی صحبت میں حاضر رہے۔ حکیم بن حزام جو قریش کے سربر آوردہ رئیس اور ام المومنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ کے چچا زاد بھائی تھے جو حرم شریف کے منصب افادہ پر فائز تھے اور ان کے مکان کا نام ہی دار الندوہ تھا یہ بھی حضور کے احباب میں تھے۔ ضماد بن ثعلبہ بھی حضور کے رفقا میں تھے یہ جراحی اور طبابت کرتے تھے بعد نبوت مکہ میں حضور کو اس حالت میں دیکھا کہ حضور تشریف لیجا رہے ہیں اور کفار قریش کے اوباش چھوکرے حضور کے پیچھے طنزیہ فقرے مجنون و دیوانہ کہتے ہوئے جا رہے ہیں۔ ضماد نے اپنی سادگی سے ان فقرات کو صحیح سمجھا اور حضور سے بڑھکر ملے اور عرض کیا کہ میں جنون کا علاج کرسکتا ہوں حضور نے چند آیات تلاوت فرمائیں جن کو سنکر ضماد مسلمان ہوگئے۔ قیس بن سائب مخزومی اکثر کاروبار تجارت میں حضور کے ہمراہ رہتے

تھے اور حضور کے حسن معاملت کی ہمیشہ تعریف کیا کرتے تھے۔ یہ تمام افراد شاغل شرک وکفر اور منہیات ومنشیات سے نفرت کرنے والے تھے۔

نبوت ورسالت

فراز عرش سے قرآں لئے روح الامین آئے
بنا غار حرا خلوت کدہ انوار سرمد کا

سابقہ سطور میں آپ نے ملاحظہ کیا ہوگا کہ عرب کے رسم ورواج حجاز کے اوضاع واطوار میں کہاں تک بت پرستی کو دخل تھا خاص امرا وشرفا قریش نے اپنی خصوصیات کو بالاتر رکھنے کے لئے یہ اصول بنائے تھے کہ جب ایام حج میں کعبہ کے گرد پیشی دنیا جمع ہوتی اور معمولات مقررہ بجا لاتی تو سواران قریش عرفات تک جانے کی زحمت گوارا نہ کرتے اور اس پر طرہ یہ کہ بیرونی دنیا کے جو لوگ مناسک حج ادا کرنے کے لئے آتے تھے ان کو قریش کے لباس میں حج کرنے پر مجبور کیا جاتا ورنہ بحالت برہنگی حج کرتے وقت کے وقت قریش کا ملبوس بنا غربت میں دشوار تھا اس لئے عریاں حج عرصہ دراز تک جاری رہا۔ حضور کی زندگی میں بعثت سے پہلے بارہا حج کا زمانہ آیا اور یہ خاندانی وجاہت منظر عام پر آئی لیکن کبھی حضور نے ان رسوم میں خاندان کے ساتھ شرکت نہ فرمائی۔ رات کو فسانہ گوئی عرب کا مشغلہ حیات تھی اور بہترین داستان گو مقررات رات بھر اپنی لسانی ذہنیت کے جوہر دکھاتے بڑے بڑے مجمعے اور جمگھٹ ہو جاتے مگر حضور نے کبھی اس طرف توجہ نہ کی کسی میں ایک مرتبہ ارادہ شرکت کیا بھی تو راستہ ہی میں قدرت نے نیند غالب کر دی آنکھ کھلی تو صبح ہو چکی تھی اس چالیس سال کی عمر میں لے دیکے مورخین نے دو واقعہ وہ بھی محض عزم شرکت داستان گوئی تلاش کئے ہیں مگر دونوں مرتبہ قدرت باری نے آپ کو اپنی آغوش کرم میں لیکر سلا سلا دیا رجحان حقیقی کہئے یا فیضان الٰہی کہ فطرت سلیم اگر منہیات سے متنفر تھی تو مذاق روحانی مائل بہ حق تلاشی ومعبود شناسی تھا ایک طرف علائق دنیوی کے ساتھ طبع اقدس کو منسلک کرکے قدرت ایزدی ان تمام مشاہدات اور تجربات کا حضور کو ماہر بنا رہی تھی جن کی ضرورت ایک مقتدائے عالم انسانیت کو بدرجہ اتم ہوتی ہے دوسری جانب اسرار حق کے انکشاف کے لئے شرح صدر کیا جاتا ہے اور عالم ارواح اور عالم ملکوت کے رموز فردوس نظر کر دیئے جاتے ہیں پہلی چیز عارضی وآتش بازی دوسری چیز حقیقی وہ یہی تھی حضور جب علائق دنیا زی سے فارغ ہوتے حوالی مکہ سے باہر نکل جاتے تین میل کے فاصلہ پر ایک پہاڑی درہ تھا جسکو حضور نے اپنا عبادت خانہ بنا لیا تھا اس درہ کو عرف عام میں غار حرا کہا جاتا ہے۔

غار حرا

حضور کے نفس قدسی نے غار حرا کو مہبط تجلیات ایزدی اور مرکز انوار سرمدی بنا دیا تھا آپ اس غار میں تنہا ریاضت وعبادت میں مشغول ہو جاتے مشغولی کا یہ عالم تھا کہ مہینوں یاد الٰہی میں مصروف رہتے سجود وقیام رکوع وقعود میں زائد سے زائد وقت صرف ہوتا پائے مبارک پر کبھی ورم آجاتا کبھی دوران خون کے باعث جسم اقدس پر خراشیں پڑ جاتیں اور خون رواں ہو جاتا ہے جتنا ذوق وجدانی ترقی کرتا گیا حضور کی توجہ الی اللہ میں اضافہ ہوتا رہا کئی کئی روز کا سامان انشاء اللہ کھانا آپ غار میں گھر سے ہمراہ لیجاتے اور وہیں مجاہدہ نفس اور تزکیہ روح میں اوقات بسر فرماتے۔ صحابہ کرام نے دریافت کیا نبوت سے پہلے حضور کی عبادت کیا تھی۔ فرمایا غور وفکر اور حصول اعتماد نفس۔ طریقہ عبادت حضور کا وہی تھا جو آپ کے جد کریم حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا تھا۔ صفائی باطن نے آپ کے ہر تصور کو تصدیق بنانا شروع کیا رویائے صادقہ آپ کے خیالات کی شاہدات کی صورت میں پیش کیا جب عمر شریف چالیس سال تک پہنچی۔ اسی غار حرا میں چھ ماہ سے آپ تشریف فرما تھے یکایک تجلیات کا نزول ہوا تمام غار دفعتاً انوار بن گیا۔ رمضان المبارک کا مہینہ تھا لیلۃ القدر کی تجلی کے ساتھ ایک نورانی وجود کی آمد بھی شامل تھی آیات ربانیہ کا ظہور تھا قلب مبارک پر ہیبت الٰہی طاری ہوئی استغراق کامل میں حیرت اثر انداز ہوئی اس وقت کا عالم اللہ جانے یا اللہ کا رسول حضور اطہر نے اسی عالم تحیر میں ایک آواز سنی۔

اقرء باسم ربك الذی خلق خلق الانسان من علق اقرء وربك الاكرم الذی علم بالقلم علم الانسان مالم یعلم	پڑھ اس خدا کے نام سے جس نے کائنات کو پیدا کیا جس نے انسان کو گوشت کے لوتھڑے سے پیدا کیا۔ پڑھ تیرا خدا اکرم فرمانے والا ہے۔ وہ جس نے قلم کے ذریعہ انسان کو علم سکھایا۔ وہ جس نے انسان کو وہ سکھایا جس کا اس کو علم نہ تھا“

آیات الٰہیہ میں تکلم وجلال کی شان ہی ہے اور غیبی نداہیں انا جبروت ہی ہے آپ نے اسی تحیر وسکر کے عالم میں آنکھیں کھولیں دیکھا ایک نورانی صورت سامنے ہے اس کی زبان سے پڑھو پڑھو ہوئی آواز برآمد ہو رہی ہے حضور نے ارشاد کیا میں تو پڑھا ہوا ہی نہیں ہوں کیسے پڑھوں۔ یہ نوری پتلہ وہی روح القدس وہی روح الامین تھے یعنی جبرئیل معظم تھا جو اس سے پہلے ابراہیم وداؤد وموسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام پر وحی لیکر تشریف فرما ہو چکا تھا۔ حضور مبارک کی زبان سے جب یہ الفاظ ادا ہوئے کہ میں پڑھنا نہیں جانتا تو حضرت جبرئیل امین نے آپ کو اپنی آغوش میں لیا اور اسرار الوہیت سے تعلق وزبان میں ایک خصوصی طاقت لسانی کا القا فرمایا آپ نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھکر جبرئیل کے بتائے ہوئے الفاظ کا اعادہ کیا روح الامین کی صورت نظر سے غائب ہو گئی اور آپ پر ایک ہلکی سی جھلک لرزہ کی طاری ہوئی جب قلب مطہر کو کسی قدر سکون حاصل ہوا تو غار حرا سے دولت سرا کو واپس تشریف لائے سیدہ خدیجہ نے چہرہ مبارک پر جلال الٰہی کے آثار چشمان روشن میں تجلیات کا غیر معمولی مشاہدہ کیا۔ مزاج پرسی کی فرمایا زملونی زملونی مجھے چادر اڑھاؤ۔ مجھے چادر اڑھاؤ۔ بی بی صاحبہ نے ردائے شریف اڑھا دی کچھ دیر کے لئے آپ لیٹ گئے۔ حضرت سیدہ برابر بالیں پر کھڑی ہوئی تسلی تشفی کے الفاظ دہراتی رہیں اور واقعات دریافت فرماتی رہیں۔ حضور نے ناموس اکبر کی آمد نزول وحی کی کیفیت بیان فرمائی خدیجہ کبریٰ آپ کو ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں یہ توریت وانجیل کے عالم تھے عبرانی زبان جانتے تھے حضور سے جب واقعات سنے تو کہنے لگے کہ یقیناً یہ وہی ناموس اعظم وہی روح

القدس تھے جو اس سے پیشتر حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کے پاس وحی الٰہی لیکر آئے تھے اے خدیجہ بیشک آج محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت عطا فرمائی گئی۔ اور حضور کی پیشانی نورانی کو بوسہ دیا۔

اعلان بعثت حضور

ورقہ بن نوفل کی زبان سے یہ الفاظ نکلتے ہی غار ان کی فضاؤں میں

سرافراز نبوت ہو چکے جب سرور عالم
علی الاعلان عالم نے پڑھا کلمہ محمدؐ کا

گونج گئے اور حضور کے مکان واپس آنے تک ایک سننے والے نے دوسرے کو دوسرے نے تیسرے کو یہ خبر سنائی کہ آج فرزند عبداللہ پر عرش کا فرشتہ نازل ہوا اور ان کو پیغمبری عطا کی گئی جب حضور پر نور مکان پر تشریف لے آئے تو سینہ فیض گنجینہ مختلف خیالات کا مرکز بنا تحمل بار نبوت سے جبین مبین عرق آلود ہو ہو جاتی تھی حضرت خدیجۃ الکبریٰ نے سب سے پہلے تصدیق رسالت فرمائی۔ حضرت سیدنا ابن ابی طالب جو آغوش رحمت میں تربیت پا رہے تھے اس راز سے واقف ہوئے تو فوراً کلمہ پڑھا حضور کے یار غار حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ جو برسوں کے رفیق صحبت تھے مطلع ہوتے ہی ایمان لائے۔ حضرت زید جو حضورؐ کے آزاد کردہ غلام تھے واقف ہوتے ہی داخل اسلام ہوئے جو سنتا جاتا تھا مسلمان ہوتا جاتا تھا حضرت ابوبکر صدیق جس وقت مسلمان ہوئے آپ مکہ کے نہایت با اقتدار، صائب الرائے ماہر انساب، دولتمند اور سخی افراد میں شمار ہوتے تھے ایمان لاتے وقت چالیس ہزار درہم آپ کے پاس موجود تھے۔ آپ کے زہد و اتقا اور ثروت و کمال کا عام اثر تھا اور بیشتر لوگ مکہ میں آپ کے مرہون منت تھے آپ کی صحبت میں جو لوگ آمد و رفت رکھتے تھے۔ آپ نے تبلیغ اسلام ان میں کرنی شروع کی لیکن نہایت خاموشی اور تدبر کے ساتھ۔ چنانچہ حضرت عثمان بن یاسر خباب ابن الارت۔ عثمان ابن عفان۔ عبدالرحمٰن ابن عوف۔ سعد ابن وقاص سعد بن زید۔ طلحہ بن عبید اللہ، زبیر بن العوام عبد اللہ ابن مسعود۔ عثمان بن مظعون۔ عبیدہ بن الجراح۔ ارقم بن ابی الارقم۔ ابوسلمہ بن عبد الاسد رضوان اللہ علیہم اجمعین اصحاب جلیل القدر سابقین اولین میں ہیں ان میں زیادہ تر حضرات سیدنا ابوبکر رضؓ کی ترغیب سے مشرف بہ اسلام ہوتے۔ ان اولین اسلام کے حالات زندگی میں کیوں تغیر پیدا ہوا یہ بھی تاریخ کا ایک زریں باب ہے۔ بعض حضرات کا مختصر تذکرہ عرض کرنا یقیناً تازگی ایمان کا سبب ہوگا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے علیعت پارسا، متدین اور پاکباز ہونے کا تذکرہ تو پیشتر ہی بیان ہو چکا ہے حضرت عثمان بن مظعون صوفی منش تھے مسلمان ہونے سے بہت پہلے منشیات و منہیات کو چھوڑ چکے تھے حضورؐ کے سامنے حاضر ہوتے ہی مسلمان ہو گئے اور مسلمان ہوتے ہی چاہا کہ راہبانہ زندگی بسر کریں مگر حضورؐ نے مخالفت فرمادی۔ حضرت سعد بن زید جو عشرہ مبشرہ میں شامل ہیں ان کے والد زید بھی عارف اور متقی تھے رہبر صادق کی تلاش میں تھے ان کو مختلف ذرائع سے معلوم ہو چکا تھا کہ مکہ میں عنقریب آفتاب رسالت طلوع ہونے کو ہے وہ اسی تمنا میں تھے کہ بعثت نبوی سے پانچ سال پہلے پیغام اجل آگیا آپ نے اپنے صاحبزادے حضرت سعید کو وصیت فرمائی تھی کہ جب یہ مبارک موقع آئے تو تم دولت اسلام و ایمان حاصل کرنے میں سبقت کرنا چنانچہ حضرت سعد ان زریں ارشادات کے اثر سے جب علم ہوا کہ حضور کو نبوت عطا فرمائی گئی ہے حاضر خدمت ہوئے اور مسلمان ہو گئے۔

حضرت ابوذر رضؓ اسلام سے پہلے ہی بت پرستی ترک کر چکے تھے اور توحید الٰہی کے قائل تھے ضمیر کی رہبری پر خدا کا نام لیتے تھے طریق ابراہیم پر نماز بھی پڑھتے تھے جب حضور کی نبوت کا علم ہوا اپنے بھائی کو مکہ میں تفتیش حالات کے لئے بھیجا یہ حاضر ہوئے اور حضور کی زبان مبارک سے چند سورتیں قرآن پاک کی سنیں واپس گئے ابوذر سے کہا کہ میں ایسے بزرگ کو دیکھ کر آیا ہوں جسکو مکہ کے لوگ تو مرتد اور مجنون کہتے ہیں مگر وہ دنیا کو مکارم اخلاق سکھاتا ہے اور جو کلام سناتا ہے وہ شعر نہیں بلکہ کوئی خاص چیز ہے۔ اے ابوذر تمہارا طریقہ اس سے بہت ملتا جلتا ہے ابوذر بیتابانہ مکہ میں گئے اور حاضر خدمت ہو کر اسلام قبول کیا آپ کی شان توکل علی اللہ کا یہ عالم تھا کہ تمام عمر علائق دنیوی سے علیحدہ رہے آپ کا عقیدہ تھا کہ مال و زر سے محبت رکھنے والا مسلمان نہیں۔

حضرت صہیب رومی عبداللہ بن جدعان کے تربیت یافتہ تھے جن کا ذکر گذر چکا ہے جو تارک شراب تھے اور موحدانہ زندگی بسر کرتے تھے اور اسلام سے پیشتر فوت ہو چکے تھے۔ حضرت عمار، ابو فکیہ۔ خباب صہیب رضی اللہ عنہم دنیا اور دنیا کی ہر چیز سے بے نیاز تھے۔ بڑی سے بڑی قوت سے مرعوب نہیں ہو سکتے تھے دولت و اقتدار کو بالکل ہیچ سمجھتے تھے ان کا ایمان خالص تھا فدائے اسلام تھے۔ ان کے اخلاص پر قریش ان کا مضحکہ اڑاتے تھے اور حضور پر حرم میں جب یہ لوگ حضور کے ساتھ داخل ہوتے تھے آوازے کستے تھے غرض حضور نہایت سکوت و سکون کے ساتھ اشاعت اسلام فرما رہے تھے شروع شروع تو کفار قریش نے دعویٰ نبوت کو محض ایک معمولی چیز سمجھا ہنسی مذاق کرتے رہے جب انہوں نے یہ دیکھا کہ عمائد قریش برابر اسلام قبول کرتے جاتے ہیں تو ان کی چند رس تدابیر نے انسداد اسلام کی طرف پلٹا کھایا اور باہم بڑے مختلف سازشوں کی بنیاد ڈالنا شروع کی اسلام کے مقابل ایک زبردست محاذ قائم کر کے آمادہ فساد ہو گئے۔

جوان عورتوں کے تیس ۳۰ دِن

۳۰ دن

ہر جوان عورت کے لئے ہر مہینہ کچھ دِن ایسے آتے ہیں جن میں اُسے سخت تکلیف اور درد کے ساتھ زندہ رہنا پڑتا ہے۔ یہ پانچ چھ دن ماہواری ایام یعنی حیض کے دِن ہوتے ہیں۔ اور ان دنوں میں بعض عورتوں کو سخت درد اور بے حد تکلیف ہوکر ماہواری آتی ہے۔ کسی کو کم اور کسی کو زیادہ ماہواری آتی ہے کسی کی ماہواری رک رک کر اور تکلیف دے دیکر ہوتی ہے اور کسی کو مہینہ میں دو دفعہ اور کسی کو کئی کئی مہینے بند رہ کر ماہواری آتی ہے۔ کسی کو ایک آدھ دِن آکر ہی ماہواری بند ہوجاتی ہے اور کسی کو دس دس پندرہ پندرہ دن بلکہ اس سے بھی زیادہ دنوں تک جاری رہتی ہے۔ اور ماہواری کی ان بیقاعدگیوں کے باعث عورت کو طرح طرح کی نئی تکلیفوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

اگر کوئی عورت مندرجہ بالا کسی بھی تکلیف میں مبتلا ہو اور وہ چاہے کہ اُسے بغیر کسی درد کے اور بغیر کسی کمی بیشی کے ماہواری ٹھیک وقت پر اور اصلی مقدار میں ہونے لگے تو

اُس عورت کیلئے ایک ہی راستہ ہے

کہ وہ دَوا کورس کی صرف ایک شیشی استعمال کرے۔ یہ دَوا عورت کے ماہواری ایام کی بیقاعدگی کا اصلی علاج ہے اور اسکے استعمال کے بعد عورت ہر مہینہ بغیر درد اور بغیر تکلیف کے بالکل صحیح حالت میں ماہواری ایام (یعنی حیض) سے ہنستے کھیلتے فارغ ہوجایا کریگی۔ اور پھر منتقل کورس مناسب دنوں میں آسانی سے ہوجایا کریگا۔ ایک شیشی دَوا کورس کی قیمت دو روپے آٹھ آنے ہے۔

لیڈی ڈاکٹر زنانہ دَواخانہ پی بی ۳۴ دہلی

کے پتہ پر خط لکھکر دَوا کورس کی شیشی بذریعہ وی پی پارسل منگا لیجئے۔ پارسل پر نو آنے محصول خرچ ہوگا۔ اور اس طرح آپکو گھر بیٹھے دَوا کورس کی شیشی پہونچ جائیگی۔ بے زبان عورت کو ہر مہینہ کی سخت تکلیف سے نجات دلانے والی کامیاب دوا کورس کا نام یاد رکھیے۔

مولوی دہلی
رجسٹرڈ ایل نمبر
۳۲
عورتوں کے لیکوریا کی بہترین دوا
روک
اگر کسی جوان عورت کو پانی گرنے کی بیماری ہو جائے یعنی وقت بیوقت ..... سفید پانی جانے لگے تو یہ عورت کی جوانی کیلئے زہر ہے۔ اس بیماری کو سیلان الرحم اور لیکوریا بھی کہتے ہیں یہ خطرناک بیماری عورت کی جوانی کو چند ہی روز میں تباہ کر ڈالتی ہے۔ اسکی کمر اور ناف نلوں اور پیٹ بلکہ تمام جسم میں بکلی اور بے چینی کا درد ہونے لگتا ہے۔ ماہواری بھی بیقاعدہ ہو جاتی ہے۔
پانی بند کرنے کا طریقہ
اس مرض کا سب سے آسان علاج یہ ہے کہ ایسی بیمار عورت کو ایک شیشی دوا روک استعمال کرا دینی چاہیئے۔ اس دوا کے مسلسل استعمال سے تیسرے دن سفید پانی آنا بند ہو جائیگا۔ اور پوری شیشی استعمال کر لینے سے سیلان الرحم یعنی لیکوریا بالکل ختم ہو کر مریضہ پوری تندرست ہو جائیگی۔ اور پھر سفید رطوبت خارج نہ ہوگی۔ صرف ایک ہی شیشی عورت کو تندرست کر دیتی ہے۔ لہذا جو عورتیں لیکوریا کی بیمار ہیں۔ وہ
لیڈی ڈاکٹر زنانہ دواخانہ پی بی ۳۴ دہلی
کے پتہ پر خط لکھکر دوا روک کی شیشی بذریعہ وی پی پارسل منگالیں۔ اور استعمال کریں۔ تیسرے دن ہی سفید پانی آنا بند ہو جائیگا۔ ایک شیشی دوا روک کی قیمت تین روپے ہے۔
پارسل پر نو آنے محصول لگے گا۔
ٹیلیفون نمبر

جھوٹ بولنا حرام ہے یا دولت اور محبت مفت

ناظرین دنیا میں جھوٹ اور سچ کی تمیز نہیں مگر آپکو خدا کی قسم کھا کر یقین دلانا چاہتا ہوں کہ میں نے ان چیزوں کے حاصل کرنے میں بڑی محنت کی ہے اور ہزاروں روپیہ برباد کیا ہے جب کامیابی ہوئی ہے اب میں اپنی محنت سے حاصل کئے ہوئے ان عملیات کو عام فائدہ کی غرض سے پیش کر رہا ہوں اور یقین دلاتا ہوں کہ آپ مسلمان ہیں تو ایک مسلمان کی قسم کا اعتبار کرنے میں تامل نہ کیجئے، چند پیسوں کے لئے روپیہ کیا کوئی مسلمان ہے جو اپنے ایمان کو برباد کریگا اور مسلمان بھائیوں کو دھوکہ دیگا۔ اگر آپکا دل چاہے تو ذیل کے تعویذات منگا لیجئے۔ تمام نقش اور تعویذ بذریعہ وی، پی پارسل روانہ کئے جاتے ہیں۔

قسمت کا موتی رات کو سوتے وقت اپنے سرہانے رکھنے سے خواب میں بشارت ہو جاتی ہے کہ اس کام میں کامیابی ہوگی یا نہیں اور یہ کہ اس کا طریقہ کیا ہے اور کیونکر کامیابی ہوگی۔ بالکل سچا جواب مل جاتا ہے اس کے عامل نے برسوں میں اس عمل کو پایا ہے۔ ہدیہ ایک روپیہ دس آنے (عہ) محصول الگ۔

دولت کی کنجی یہ ایک تعویذ ہے جس کو روپے پیسے میں رکھ لینے سے اسقدر ترقی ہوتی ہے کہ خدا کی شان دکھائی دیتی ہے اور غریب مفلسی دور ہو جاتی ہے اور تجربہ ہے کہ کیونکر اتنی جلدی دولت مل گئی، نوکری کی صورت میں اسکو افسر کے سامنے رکھکر جائے تو وہ اسقدر مہربان ہو جاتا ہے کہ قدرت کا کرشمہ دکھائی دیتا ہے اور اسکے ترقی کا خیال رہتا ہے۔ ہدیہ (عہ)

محبت کی ڈوری فقیر نے بڑی بڑی محنت کرکے ایسی چیزیں حاصل کی ہیں یہ بھی عامل کامل صاحب کا عطیہ ہے۔ اگر کسی سے محبت ہو یا کسی کو اپنے دام میں پھنسانا ہو اور اس سے شادی کی تمنا ہو تو محبت کی ڈوری کو اپنے بازو پر باندھ لیجئے اور جس جگہ آپ کا مطلوب ہو وہاں سے گذر جایئے اور اگر وہاں تک رسائی نہ ہو سکے تو محبوب کے دروازے یا مکان تک پہنچا کر گھر بیٹھے اسی تڑپ کا تماشہ دیکھئے، وہ ماہی بے آب کی طرح بے چین ہو کر آپ تک پہنچیگا۔ ہدیہ ڈھائی روپے (عہ) نوٹ۔ مندرجہ بالا تعویذ بیچے ہیں اگر ناکامی کی صورت ہو تو ہم قیمت واپس کر دینگے محصول ڈاک بذمہ خریدار

پتہ: سید نواب میاں شاہ صاحب عامل کالا بازار (م، د) دہلی

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوت ہادی

عرب کی زمین جس نے ساری ہلا دی

یہ بعثت رسول کریم تھی جس نے دنیا کی ... میں ہلچل پیدا کر دی رسول کریم کے پورے حالات اور اسلامی اخلاق، سیاست کے کل واقعات علامہ شبلی کی تالیف

سلسلہ سیرت النبی صلے اللہ علیہ وسلم میں پڑھیے یہ اسلامی معلومات کی سب سے بڑی اور سب سے مستند تاریخ ہے اس سے بہتر تو کیا اس کے برابر بھی اردو زبان میں کوئی اور کتاب نہیں یہ سلسلہ قیمتی ضرور ہے لیکن کاغذ اور چھپائی کے لحاظ سے اتنا اچھا ہے جتنا کہ آپ کے ذہن میں ہو سکتا ہے ۶ حصوں میں ہے **حصہ اول** اس میں آنحضرت صلعم کی ولادت سے لے کر فتح مکہ تک کے حالات مبارکہ اور غزوات کا ذکر ہے بلا جلد للعہ ساڑھے چار روپے **حصہ دوم** اس میں اقامت امن و اسیس خلافت تکمیل شریعت حضور کی وفات اور اخلاق و عادات کا مفصل بیان ہے قیمت بلا جلد پانچ روپے **حصہ سوم** اس کے مقدمہ میں نفس معجزہ کی حقیقت اور اس کے امکان و وقوع پر فلسفہ قدیمہ فلسفہ جدیدہ، علم کلام اور قرآن مجید کی روشنی میں مفصل بحث و تبصرہ ہے اس کے بعد خصائص نبوت یعنی مکالمہ الٰہی وحی نزول ملائکہ عالم رویا، معراج اور شق صدر کا بیان ہے قیمت بلا جلد چھ روپے **حصہ چہارم** منصب نبوت کی تشریح قبل اسلام عرب کے اخلاقی حالات، تبلیغ نبوی کے اصول رسول کا پیغام اور کام اسلام اور اس کے عقائد پر مفصل او حکیمانہ مباحث قیمت چھ روپے آٹھ آنے **حصہ پنجم** اس جلد کا موضوع عبادات ہے اور اس میں پہلے عبادت کی حقیقت اور اس کے اقسام کا بیان ہے اس کے بعد فرائض خمسہ، زکوٰۃ روزہ نماز حج جہاد پر علیحدہ علیحدہ سیر حاصل بحث ہے قیمت چار روپے آٹھ آنے بلا جلد **حصہ ششم** یہ اخلاقی تعلیمات پر مشتمل ہے اس میں پہلے اسلام میں اخلاق کی اہمیت بتائی گئی ہے، پھر اسلامی و اخلاقی تعلیمات اور فضائل و رذائل اور اسلامی آداب کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اور دکھایا گیا ہے کہ اخلاقی معلم کی حیثیت سے بھی رسول اسلام علیہ السلام کا پایہ کتنا اونچا ہے بلا جلد ساڑھے چھ روپے سب حصوں کی قیمت بلا جلد ۳۳ روپے مجلد چرمی لیں تو فی حصہ عہ زائد یعنی ۳۹ روپے، حصہ اول او حصہ دوم تو ساتھ ملتا ہے اور باقی علیحدہ علیحدہ بھی لے سکتے ہیں مجلد لینا چاہیں تو قیمت پیشگی روانہ فرمائیے

صد صحابہ ۴۰۰ صفحات از مولوی شریف احمد صاحب مراد رسول کریم کے سو صحابہ کے حالات ہیں صحابی کی زندگی ہمارے لئے درس ہدایت ہے اس لئے مسلمانوں کی دینوی اور اخروی کامیابیوں کے لئے تو سبق ہیں اس لئے ہر مسلمان اس سے فائدہ اٹھائے۔ قیمت دو روپے

خلافت راشدہ چار یار رسول کی چار کتابیں یکجا مجلد از علامہ رفیق مورخ اعظم حضرت ابوبکر حضرت عمر فاروق حضرت عثمان غنی اور حضرت علی شیر خدا کے کل اور مستند حالات مجلد ہر چہار حصہ۔ قیمت صرف ڈیڑھ روپیہ

الفاروق علامہ شبلی کی بے مثل معرکۃ الآرا کتاب جس نے ان کو مورخ اعظم بنایا خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق کے حالات دو حصوں میں حصہ اول میں ذاتی حالات دوسرے حصہ میں حالات خلافت اور ترقی اسلام کے مشاہدات قیمت سوا روپیہ

خالد بن ولید اسلام کے جلیل القدر کمانڈر جن کو رسول خدا نے سیف الاسلام کا خطاب دیا تھا جنہوں نے اسلام کے ہر چھوٹے بڑے معرکہ میں اپنی جلادت کا ثبوت دیا جو کمانڈر اور سپاہی دونوں حیثیتوں میں یکساں فدائے اسلام رہے قیمت ڈیڑھ روپیہ

خلفائے اسلام نبی کریم کے زمانہ سے خلفائے اسلام اور امرائے کرام اسلام کے حالات یعنی مستند بعض قبل عرب کی تاریخ، رسول کریم کے حالات تا وفات خلافت راشدہ، خلافت بنو امیہ عباسیہ خلافت اسپین، خلافت ترکی سلجوقی مصری، ایرانی سلاطین ہند کے حالات ... ۲۰ صفحات مجلد چار روپے

تاریخ مکہ معظمہ ابتدائے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر سلطان ابن سعود تک مکہ کے حالات مع انقلابات، اور مکہ معظمہ کی تعمیرات اس کی خصوصیات اور دنیا کی تاریخ سے جو اس کو تعلق ہے بڑی تشریح کے ساتھ بیان ہوا ہے۔ قیمت ڈیڑھ روپیہ

تاریخ مدینہ منورہ عاشقان رسول شوق سے پڑھتے ہیں ہادی اعظم کے خدائی اخلاق کا نور اسی شہر نے قبول کیا اور عرب میں آج تک اس کے مکینوں کے اعلیٰ اخلاق کی شہرت ہے تاریخ اسی مقدس شہر کا تیرہ سو برس کا آئینہ ہے ضرور پڑھیے قیمت سوا روپیہ

فتوح الشام سرور کائنات کی وفات کے بعد سے شروع ہوتی ہے اور دوسری جنگوں کے جستہ جستہ بیان کے بیت المقدس و فلسطین کا تاریخوار بیان نہایت شرح و بسط سے دیا ہے بڑی تقطیع کے ۶۰۰ صفحات کاغذ اعلیٰ قیمت ساڑھے چار روپے

تراجم احادیث بخاری شریف ۲ جلدیں نو روپے مسلم شریف دو جلدیں چھ روپے ترمذی شریف ۲ جلدیں ساڑھے چھ روپے ابوداود ۲ جلدیں چھ روپے۔ ابن ماجہ ایک جلد پونے چار روپے سب مجلد چرمی کاغذ اعلیٰ کل سوا اکتیس روپے

مشکوٰۃ شریف حدیث شریف کی دس معتبر کتابوں کا عطر دو جلدوں میں پہلی جلد پانسو صفحات بڑی ... دوسری جلد ... صفحات ۲۲ سو احادیث اور ایک ہزار راویوں کے حالات اعلیٰ کاغذ مجلد چرمی چھ روپے مجلد پارچہ کی پانچ روپے محصول عہ

تجرید بخاری بخاری شریف کا خلاصہ ۵۰۰ صفحات کاغذ سرولی سے بہتر ۱۲۱۲ حدیثیں ابتدا میں امام بخاری کے حالات اور حدیث پڑھنے اور یاد رکھنے کا اجر ظاہر ہے معروف مسلمان یہ کتاب ضرور منگا لیں مجلد قیمت ڈھائی روپے محصول ۸

بارہ مجالس وعظ کی بے نظیر کتاب اس میں یہ ۱۲ وعظ ہیں، ہستی باری تعالیٰ ۲ توحید کے پردے ۳۔ توحید الٰہی ۴۔ نبوت و رسالت ۵ ختم رسالت ۶۔ فضائل رسول ۷۔ فضائل اخلاق ۸ ... ۹ اسلامی ... ۱۰ اسلام اور عورت ۱۲ واقعات کربلا مجلد ۱۲

قرآن و حدیث کی دعائیں ۲۰۰ صفحات از علامہ مولوی نذیر الحق ۲۴ مضمون میں دعاؤں کے طریقہ آداب و اثرات اور بزرگان و اولیا کی حکایات اور ۲۰۰ صفحات میں ہر ضرورت کی قرآنی اور حدیثی دعائیں مع تراجم و اثرات قیمت دس آنے

نمازیں اور دعائیں ۲۰۰ صفحات پہ اعجاز نوشتی ہے اس میں پنجگانہ فرائض نماز کے بعد دیگر تمام نوافل اشراق چاشت وغیرہ، نماز جمعہ ہفتہ بھر کی دعاؤں کی نمازیں اور دعائیں، ورد اوراد ہر ضرورت کے لئے مجرب اور درود شریف کا بیان قیمت ۱۲

خزینہ اعمال و اوراد یا کنز الیقین، عملیات اوراد اور رمل و جفر کا گنجینہ بے خطا نسخہ جات اور کیمیا کا خزینہ موثر کتاب ہے لاکھوں لوگ جس پاس ہوگی جو اس سے فائدہ اٹھا رہے ہیں اور ہزاروں کے لئے یہ استاد روزگار ہے قیمت ڈیڑھ روپیہ

سلسلہ تعلیم الاسلام از حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب صدر جمعیۃ علمائے ہند چار حصے یکجا مجلد بچوں کو اسلامی عقائد اور عبادات کی تفصیل ذہن نشین کرنے میں لاجواب کتاب ہے ہر بچہ کو یہ کتاب ضرور پڑھائی جائے مجلد یکجا قیمت سوا روپیہ

شرح کریما حضرت سعدی کی مشہور کتاب کریما جو فلسفہ اخلاق اور ترجمات زندگی کا بڑا اچھا خاکہ ہے اسکا ترجمہ اور شرح گویا احادیث خلق نبوی کی تفسیر اور اچھی خاصی وعظ کی کتاب معہ مسنہ پند لقمان ۲۰۰ صفحات اعلیٰ کاغذ قیمت دس آنے

زیارت رسول از حضرت مولانا احمد سعید صاحب ناظم جمعیۃ علمائے ہند فضائل درود میں ایک وعظ کی کتاب جس میں درود شریف کی برکات کے علاوہ یہ بھی افراد بتلائے ہیں چنانچہ درود شریف کے ذریعہ زیارت رسول کے اعمال بھی اس میں ہیں قیمت ۸

دلائل الخیرات مترجم ... صفحات خانہ ترجمہ اردو متن عربی، حاشیہ پر فوائد خواص درود شریف کے موثر اعمال و اوراد کا گنجینہ مجلد سوا روپیہ

... پرنٹر و پبلشر نے مرزا محبوب بیگ صاحب کے محبوب المطابع ... دہلی میں چھپوا کر دفتر رسالہ مولوی کوچہ چیلان ... دہلی سے شائع کی

ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی یا ایہا الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما۔ القرآن

یا نبی سلام علیک   یا حبیب سلام علیک
یا رسول سلام علیک   صلوٰۃ اللہ علیک

رسالہ
مولوی دہلی کا
رسول نمبر حصہ ۲ سنہ ۱۳۶۳ ہجری

جلد ۳۹ | بابت ماہ ربیع الاول سنہ ۱۳۶۳ھ | نمبر ۳

مظالم کفار

اڑ رہینگے جنگلوں میں تیر ترکش سے جدا ہو کر
ہمارے بعد ہے اللہ تیرے ظلم بیجا کا

ظلم و ستم انسانی خصلت کا وہ بدنما داغ ہے جو کسی صورت مٹائے نہیں مٹتا جب طبیعت میں کسی وجہ سے کسی کے خلاف کسی کی فطرت میں عناد و عداوت کے جراثیم پیدا ہو جاتے ہیں تو انسان میں جنون بربریت پیدا ہو جاتا ہے۔ عقل سلیم کی رہبری سے وہ محروم ہو جاتا ہے مکہ کے کفار قریش جنکو حضور رحمت عالم کی ذات پر پوری طرح اطمینان و اعتماد تھا جنھوں نے حضور کی چہل سالہ زندگی کا پورے طور پر مطالعہ کیا تھا۔ جو حضور کو امین و صادق کہتے تھے فیصل خصومات کے لئے ثالث و حکم بناتے تھے اب صرف اتنی سی بات پر حضور کے دشمن ہیں کہ حضور نے کیوں یہ اعلان فرمایا ہے کہ معبود حقیقی ایک ہے اور محمد اللہ کے پیغمبر ہیں۔ کفار کو صرف یہ اندیشہ ہے کہ ہمارے سینکڑوں ہزاروں معبودان باطل کی توہین اللہ کو ایک تسلیم کر لینے میں ہوتی ہے اور جب ہمارے بت توحید الٰہی کے اقرار کے بعد قابل پرستش نہ رہے تو ہمارے باپ دادا کی اور ہماری ناک کٹ جائیگی آبرو خاک میں مل جائیگی اس ایک خیال نے تمام قریش میں آگ لگا دی اور وہ ہر قسم کے ظلم و جور پر اتر آئے حضور کی نظر لطف الٰہی پر ہے اور حضور مظالم برداشت کرتے ہیں دل سے دعا مانگتے ہیں کہ خداوندا قوم کو ہدایت عطا فرما یہ لوگ نیک و بد کو جانتے نہیں ہیں اور خاموشی کے ساتھ رازدارانہ طور پر کسی کی دل آزاری نہ ہو تبلیغ اسلام فرماتے ہیں۔ تین سال تک اسی حالت میں سلسلۂ اشاعت اسلام جاری رہا تا آنکہ وحی الٰہی میں حضور کو حکم دیا گیا فاصدع بما تؤمر جو کچھ تم کو حکم دیا گیا ہے اس کو علی الاعلان کہدو یہ بھی ارشاد فرمایا گیا وانذر عشیرتک الاقربین اور اپنے قریب کے قبائل کو خدا سے ڈراؤ احکام خداوندی کی بجاآوری کے لیے حضور نے بغیر خیال لومۃ لائم تبلیغ اسلام کا عزم مصمم فرمایا اور کوہ صفا کی بلند چوٹی سے نہایت بلند آہنگی کے ساتھ ندا کی یا معشر قریش! آواز فضاؤں میں گونجی قریش کے قبائل کے لوگ گرد و پیش سے آکر حضور کے چاروں طرف جمع ہو گئے۔ ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! اگر میں تم سے یہ کہوں کہ پہاڑ کے پیچھے ایک لشکر آرہا ہے تو کیا تم باور کرو گے

لوگ پکار اٹھے کہ ہاں ہم کو یقین آجائیگا اسلئے کہ تم نے ہمارے سامنے ہمیشہ سچ ہی بولا ہے تو آپ نے کہا کہ اے لوگو! اگر تم توحید و رسالت کا اقرار نہ کروگے اور ایمان نہ لاؤ گے تو تم پر خدا کا عذاب شدید نازل ہوگا۔ ان الفاظ کے سنتے ہی قریش میں برہمی شدید پیدا ہوئی ابو لہب جو حضور کا چچا تھا غضبناک ہو کر سب کو ساتھ لے واپس ہو گیا اس کی زبان پر غصہ کی حالت میں یہ الفاظ تھے تبالک سائر الیوم ھذا جمیعًا تمہارے اوقات خراب ہوں کیا آج اسی لئے ہمیں بلایا تھا۔ ابولہب کو اس روز سے خاص عداوت حضور کے ساتھ ہو گئی اس عداوت کو اس کی اہلیہ ام جمیل ہمشیرہ ابو سفیان نے اور ہوا دی ابولہب کے دو بیٹوں عتبہ اور عتیبہ کو حضور کی دو صاحبزادیاں ام کلثوم اور رقیہ بیاہی گئی تھیں۔ یہ شادیاں نبوت سے پہلے کمسنی میں ہوئی تھیں۔ ابولہب نے دونوں لڑکوں سے دونوں صاحبزادیوں کو طلاق دلادی حضور کو بھی اس نسبت سے تردد تھا جو لب کو جاتا رہا یہ دونوں صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے حضرت سیدنا عثمان ذو النورین رضی اللہ عنہ کو بیاہی گئیں حضور کو اشاعت اسلام میں اب خاص یہ دقت پیش آئی کہ لوگ حضور کے پاس نہیں آتے تھے اور آوازے کستے ہوئے دور سے کترا کر چلتے تھے حضور جب بازاروں اور مجمعوں میں جاکر وعظ فرماتے تو مخالفین اسلام انتہائی سفاکی سے تمسخر کرتے تالیاں بجاتے اپنے ناپاک الفاظ میں حضور کو مجنون اور دیوانہ بتاتے حضور کو رہ رہ کر خیال آتا کہ کاش اہل قریش کان لگا کر میری باتیں سنیں فرط رحمت سے قلب مبارک یہی چاہتا تھا کہ میرے قبیلے والے مسلمان ہو جائیں چنانچہ حضرت علی سے فرمایا کہ دعوت کا سامان کرو۔

پہلی دعوت تبلیغ

پہلی بار حضور کے ارشاد کے مطابق شعب ابو طالب میں تمام خاندان اور بیگانگان عبد المطلب کی ضیافت کی گئی۔ اس دعوت میں ابو طالب حمزہ۔ عباس اور دیگر تمام افراد خاندان شریک ہوئے کھانے سے فارغ ہونے کے بعد حضور حلقہ اہل قرابت میں کھڑے ہوئے اور توحید الٰہی اور اپنی رسالت کے متعلق خطبہ ارشاد فرمایا جسمیں تمام اسلام ظاہر کرتے ہوئے لوگوں کو مخاطب کیا کہ اے میرے خاندان والو! میں اپنے

رب کی طرف سے وہ چیز لیکر آیا ہوں جس میں تمہارے لئے دین و دنیا کی فلاح ہے یہ خدا کی ایک امانت ہے اس بار گراں کو میرے ساتھ تم میں سے جو اٹھانے کے لئے تیار ہو وہ سبقت کرلے اور میرے سامنے اقرار کرے آپ کے الفاظ دلوں کی گہرائی تک پہنچے حاضرین میں ایک سناٹا اور حیرت نما خاموشی تھی ایک دوسرے کا مونہہ تک رہا تھا مگر کسی کو جرات جواب نہ تھی تھوڑے سے وقفہ کے بعد اسی مجمع میں سے حضرت علی ابن ابی طالب جن کی عمر صرف ۱۷ سال کے قریب تھی آنکھوں میں آشوب کی شکایت بھی تھی اٹھے اور کہا کہ اے محمد رسول اللہ اگرچہ میں عمر میں سب سے چھوٹا ہوں۔ دبلا پتلا لاغر ہوں آنکھوں کا مریض ہوں لیکن میں آپ کا ساتھ دونگا۔ بزرگوں نے ایک نوجوان کی تقریر سنی اور بیساختہ ہنستے ہوئے سب اٹھ کھڑے ہوئے باہم یہ اشارے کنائے ہو رہے تھے کہ عبد اللہ اور ابو طالب کے بیٹوں کو کیا ہو گیا ہے یہ دونوں چچیرے بھائی مل کر خدائی کی ہدایت کرنی چاہتے ہیں ابھی تک مسلمانوں کی تعداد کم تھی تمام صحابہ الگ الگ مکانوں میں یا صحرا میں نماز پڑھتے تھے حضور جن راہوں سے گذرنے کے عادی تھے ام جمیل اور اس کے زیر اثر لڑکیاں ان راستوں پر گوکھرو اور کانٹے بچھا دیتی تھیں اس نے نہایت منظم طریق پر اذیت رسانی کی ایک مہم بنالی تھی اور دھیان دیتی جہاں مل جاتا اس کو ہر امکانی تکلیف پہنچانے کی کوشش کی جاتی تھی قریش کے جوانوں لڑکوں عورتوں میں یہ جذبہ علم طور پر موجود تھا۔

بیداد مسلسل

ادہر تبلیغ دین کا ذوق صادق سر ور دیں کو ادہر کفار میں جذبہ جفا و جور بیجد کا

مسلمانوں کی تعداد جب چالیس ہو گئی تو حضور نے کعبہ شریف میں نماز پڑھنی شروع فرمادی اور نماز کے ساتھ ساتھ تبلیغ دین متین پر وعظ کا آغاز بھی فرمایا ادہر حضور نے اعلان توحید کیا اور ادہر دشمنوں کا جگھٹ یورش کر کے حضور پر لوٹ پڑا مار دھاڑ شروع ہو گئی۔ حارث بن ابی ہالہ جو حضور کے ربیب تھے شور و غل سنکر حرم میں دوڑے ہوئے آئے جہاں حضور نرغہ اعداء میں تھے وہاں جھپٹ کر حضور کو بچانے کے لئے پہنچے چاروں طرف سے ان پر تلواریں پڑنا شروع شروع ہو گئیں چنانچہ آپ شہید ہو گئے یہ پہلی قربانی ہے جو اسلام کی خدمت اور توحید کی اشاعت میں خاص حرم شریف کے اندر ہوئی۔ قریش نے بڑے بڑے سردار جو کعبہ کے محافظ تھے اور جلیل القدر مناصب پر فائز تھے ان کی آبائی عظمت اور مذہبی وقار تمام تر کعبہ شریف کی خدمات کے باعث تھا عمائد قریش کی دور رس نگاہوں نے صحیح اندازہ کر لیا تھا کہ اگر حضور کا اقتدار کعبہ شریف پر قائم ہو گیا جس کے آثار حضور کی شان تبلیغ میں روز بہ ترقی معلوم ہوتے تھے، تو ان کی کوئی وقعت باقی نہ رہے گی اس لئے ہر سردار مثلاً ابوسفیان بن حرب۔ ابولہب بن عبد المطلب جو زیادہ معمر اور حضور کا چچا تھا عاص بن وائل قبیلہ سلیم کا سب سے زیادہ مالدار اور عیالدار شخص تھا۔ ولید بن مغیرہ جو قریش کا سرتاج اور نہایت دولتمند صاحب اثر و اقتدار تھا ابوجہل جو اپنے قبیلہ کا سردار تھا اور ولید بن مغیرہ کا بھتیجا تھا عتبہ بن ربیعہ اپنے قبیلہ کا معمر اور صاحب ریاست شخص تھا۔ ابی بن خلف امیہ بن خلف عقبہ بن معیط اموی غرضکہ جس قدر بھی سرداران قبائل کفار تھے سب اپنی بساط بھر ہی کے خوف سے ہر امکانی کوشش حضور کے خلاف کر رہے تھے۔ جب کفار کی سختیاں بھی حضور کے لئے سنگ راہ نہ بن سکیں تو قریش کی ایک جماعت جس میں تمام رؤسا

و عمائد۔ عتبہ، شیبہ۔ ابوجہل۔ ولید۔ ابوسفیان، عاص بن وائل۔ عاص بن ہشام وغیرہ شامل تھے ابو طالب کے پاس آئے اور یہ مطالبہ کیا کہ تمہارا بھتیجا ہمارے معبودوں کی توہین کرتا ہے۔ ہمیں اور ہمارے آباؤ اجداد کو گمراہ بتاتا ہے ہمارے عمائد کو بیوقوف کہتا ہے بارہا سمجھایا گیا مگر کچھ اثر نہیں ہوا۔ اس لئے اب قوت برداشت ختم ہو چکی یا تو تم کفالت سے دستبردار ہو کر درمیان سے ہٹ جاؤ یا پھر کھلے بندوں میدان مقابلہ میں آجاؤ ابو طالب کے لئے یہ موقع نہایت ہمت شکن تھا آپ نے حضور سے کہا کہ اے لخت جگر مجھپر اس قدر بار نہ ڈالو جسے میں برداشت نہ کر سکوں حضور نے دیکھا کہ واقعی چچا کے پائے ثبات میں لغزش ہے ارشاد فرمایا کہ چچا جان اگر قریش میرے ایک ہاتھ پر چاند اور ایک ہاتھ میں سورج لاکر رکھدیں تب بھی میں اپنے رب کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں اپنے کام سے اعراض نہ کرونگا اور یا تو خدا میرے ہاتھ سے اس کام کو پورا کریگا یا میں خود اس کام پر قربان ہو جاؤنگا۔ حضور کے پر اثر ارشادات نے ابو طالب پر کافی اثر کیا اور کہا کہ اچھا اپنا کام جاری رکھئے میرے سامنے آپ کا کوئی کچھ بگاڑ نہیں سکتا وفد ناکام واپس جا چکا تھا کفار نے منصوبے حضور کے قتل کے باندھے تھے عمل میں نہ لاسکے سختیاں اور ایذا رسانیاں پیشتر سے کہیں زیادہ ہونے لگیں ایک دن آپ حرم شریف میں نماز میں مشغول تھے عقبہ بن معیط نے اپنی چادر حضور کی گردن میں ڈال کر کھینچنا شروع کر دی اور اتنی طاقت کے ساتھ کھینچا کہ حضور کی آنکھیں ابل آئیں اور آپ گھٹنوں کے بل گر پڑے۔ حضرت صدیق اکبر کو خبر ہوئی آپ دوڑے ہوئے حرم میں آئے اور عقبہ کو دھکیل کر چادر حضور کے گلوئے مبارک سے نکالی اور لوگوں پر ملامت کی کہ اے لوگو! صرف اس جرم پر رسول اللہ کو تم ستاتے ہو کہ وہ کہتے ہیں اللہ ایک ہے جب علمائے قریش نے دیکھا کہ حضور اس قدر جانگسل اور جانگداز صدمات کے بعد بھی اپنے کام میں پہلے سے زیادہ منہمک ہیں تو انہوں نے دوسرا حربہ ترغیب و طمع کا استعمال کیا اور عتبہ بن ربیعہ جو اپنی فراست اور خوش تدبیری اور طلاقت لسانی کے لئے ممتاز تھا قریش کا نمایندہ ہو کر حضور کے پاس آیا اور اس نے اپنے انداز خطابت کے ساتھ حضور سے عرض کیا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اگر تم مکہ کی ریاست کی خواہش رکھتے ہو اگر کسی بڑے اونچے گھرانے میں شادی کے متمنی ہو۔ اگر دولتمند بننے کی آرزو ہو تو تمام قریش متفق ہیں کہ یہ تمام چیزیں تمہارے لئے مہیا کر دی جائیں ہم اس پر بھی آمادہ ہیں کہ تمام مکہ تمہارے زیر حکومت دیدیا جائے مگر تم اپنے آباؤ اجداد کے دین و مذہب کے خلاف اس جدید طرز سے باز آجاؤ۔ حضور نے عتبہ کی تمام تقریر بغور سنی اور اس کے بعد سورہ حم سجدہ کی چند آیات تلاوت فرمائیں عتبہ کو کامل یقین تھا کہ میں اس مہم میں کامیاب ہوں گا مگر جب اس نے حضور کی زبان مبارک سے کلام الٰہی سنا تو وہ مبہوت تھا محو حیرت تھا اس کے قلب میں گویا ایک نئی دنیا تھی وہ واپس گیا اور قریش کو جمع کر کے کہا کہ لوگو محمد صلعم کو ان کے حال پر چھوڑ دو اگر وہ اپنے عزائم میں کامیاب ہو گئے اور تمام عرب ان کا مطیع ہو گیا تو یہ ہم اہل قریش کی عزت ہے اور اگر وہ اپنی کوششوں میں ناکام ہوئے تو ان کو اہل عرب فنا کر دینگے وہ جو کلام پیش کر رہے ہیں ہرگز شاعرانہ کلام نہیں ہے یہ ضرور طاقت بشری سے باہر کلام ہے قریش نے عتبہ کی تجویز کو نامنظور کر دیا اب قریش نے فرداً فرداً حضور کے اصحاب پر مظالم توڑنا شروع کر دیئے اگر حضرت بلال حبشی حضرت صہیب رومی حضرت خباب بن الارت حضرت عمار ابن یاسر وغیرہ رضوان اللہ علیہم اجمعین پر جو انتہائی

سختیاں کی گئی ہیں تحریر کی جائیں اور آپ کی صحابیات طاہرات سمیہ۔ لبینہ۔ زنیرہ۔ نہدیہ اور ام عبیس وغیرہ پر مظالم روا رکھے گئے قلمبند کئے جائیں تو سخت دل سے سخت دل کا کلیجہ منہ کو آ جائے ان کمزور دلوں پر محض اسلئے جور و جفا کے پہاڑ توڑے جاتے تھے کہ بعض ان میں سرداران قریش کے غلام تھے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے بلال۔ عامر بن فہیرہ لبینہ۔ زنیرہ۔ نہدیہ۔ ام عبیس کو زیادہ سے زیادہ قیمت میں خرید کر آزاد فرمایا۔ مظالم قریش کی آخری خطرناک تدبیر اور بھی جو انتہائی سفاکی پر محمول تھی اب زمانہ نبوت کو چھ سال گذر چکے ہیں اصحاب نبی کی تعداد روز بروز ترقی کر رہی ہے حضرت حمزہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما اور دیگر جلیل القدر افراد ہر قبیلے کے داخل اسلام ہو چکے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم علانیہ تبلیغ ملت حق میں مصروف ہیں کفار نے پھر مشورت کی اور طے کیا کہ حضورؐ کے خاندان کو ایک مخصوص مقام پر نظر بند کر دیا جائے اور نان نفقہ قطعاً بند کیا جائے تاکہ بھوک پیاس اور تمام ضروریات زندگی کے بند ہو جانے کے بعد خود بخود نصیب دشمناں حضور مع اپنے دوستوں اور اہل خاندان کے تباہ ہو جائیںگے یہ تجویز منظور ہونے کے بعد تمام عمائد اہل قبائل نے مل کر ایک معاہدہ مرتب کیا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ آج کی تاریخ سے یعنی جس دن سے اس اقرار نامہ پر سرداران قریش اور دیگر رؤسا قبائل نے دستخط کئے ہیں کوئی شخص خاندان بنی ہاشم سے قرابت نہیں کریگا کسی قبیلے کا کوئی شخص ان کے ہاتھ کسی قسم کی کوئی چیز خرید و فروخت نہیں کریگا۔ تمام اہل قبائل کسی وقت کسی حال میں کھانے پینے کا کوئی سامان بنو ہاشم کے پاس نہیں جانے دیں گے۔ کوئی فرد کسی خاندان کا بنو ہاشم کے کسی شخص سے کبھی نہ ملیگا نہ میل جول رکھیگا تمام شرائط معاہدہ پوری احتیاط کے ساتھ پوری کی جائیں گی جب تک کہ بنو ہاشم خود محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کئے جانے کے لئے حوالہ نہ کردیں اس معاہدہ کو منصور بن عکرمہ نے تحریر کیا اور تمام سربرآوردگان مکہ کے دستخطوں کے بعد اس کو باب کعبہ پر لٹکا دیا گیا ابو طالب نے پوری پامردی کے ساتھ اپنے قدیم مسکن شعب ابو طالب میں اقامت اختیار کی اور تمام خاندان بنو ہاشم کو ساتھ لیکر حضورؐ کے ہمراہ رہنا اور حضورؐ کی محافظت شروع کی۔ یہ نظربندی یہ محاصرہ اس قدر سخت اور روح فرسا تھا کہ اگر ہفتہ دو ہفتہ کا ہوتا یا مہینے دو مہینے کا تو بھی برداشت دشوار ہو جاتی مگر ہاشمی صبر و استقلال پر ہزار آفرین کہ تین سال تک اس قید و بند کی نہیں بلکہ جبری بھوک پیاس کی تکلیف کو صبر و سکون کے ساتھ برداشت کیا درختوں کی چھال طلح کے پتے کھا کھا کر لوگ بسر کرتے تھے بچے بھوک کے باعث روتے تھے تو درہ کوہ (شعب ابو طالب) سے باہر ان کے رونے کی آواز آتی تھیں کفار اس چیخ و پکار کو سنکر خوش ہوتے اور تالیاں بجاتے تھے۔

حضرت سعد ابن وقاص کا بیان ہے کہ زمانہ نظربندی میں ایک شب مجھے بھوک سے بے چینی تھی تلاش میں نکلا کہ کہیں سے کچھ لاؤں اتفاق سے ایک کھال کا ٹکڑا کہیں مل گیا میں اس کو لایا پانی سے خوب دھویا پھر اس کو آگ پر بھونا اور پانی میں مسل کر کھایا حضرت سیدہ طاہرہ ام المومنین خدیجہؓ اس حصار سخت میں حضورؐ کے ساتھ بھوک کی تکلیف اٹھاتی تھیں ایک روز حکیم بن حزام نے جو ام المومنین کا بھتیجا تھا اپنے غلام کے ہاتھ چھپ کر تھوڑے گیہوں بھیجے راستہ میں ابوجہل نے غلام کو پکڑ لیا اور اناج چھین لیا اتفاق سے ابو البختری کا گزر آگیا اس نے ابوجہل سے دریافت کیا کیا واقعہ ہے حالات سنکر اس کو رحم آگیا اور ابوجہل سے سفارش کی کہ بھتیجے نے اپنی پھوپھی کو تھوڑا سا غلہ بھیجا ہے اس کو روکنے سے کیا ہوگا غلام کو غلہ لیجانے دو جب حالات حد سے زیادہ نازک ہو گئے اور بنو ہاشم کے نو عمر و سال خوردہ نونہال بھوک پیاس کی تکلیف سے انتہائی نڈھال ہو گئے جوان ضعیف افراد کمزور و لاغر نظر آنے لگے تو ان کی مصیبتوں کا گھر گھر چرچا ہونے لگا عورتیں اپنے رشتہ داروں کا حال سنکر اپنے مردوں کو لعنتیں دیتیں کہ تمہارے بچے کھاتے ہیں اور بنو ہاشم کے معصوم بچے بھوکے مریں غیور مرد اپنے دل میں شرماتے کہ ہم نے جو ظلم کیا ہے اس کا شہروں شہروں شہرہ ہو گیا۔ آخر ایک روز ہشام مخزومی نے جو عمرو بن حارث کا بیٹا تھا اور نہایت با اثر اور دولتمند تھا بنو ہاشم کا قریبی رشتہ دار بھی تھا زہیر بن ابی امیہ اور مطعم بن عدی ابو البختری بن ہشام زمعہ بن الاسود وغیرہ سے بنو ہاشم کے مصائب پر گفتگو کی اور کہا کہ کس قدر افسوس ہے کہ ہم سب آرام و آسائش کے ساتھ بہتر سے بہتر کھانے کھاتے ہیں ہمارے بچے جو چیز چاہتے ہیں ہم ان کو فراہم کرتے ہیں لیکن ہمارے رشتہ دار بنو ہاشم اور ان کے معصوم بچے بھوکے مرتے ہیں دنیا میں ہماری بیرحمی اور سفاکی کے افسانے مرتب ہوں گے ذرا دل میں انصاف کرو کہ ہم کیا کر رہے ہیں ہشام بن عمرو کی گفتگو سے یہ تمام لوگ متاثر ہوئے ہر ایک نے کہا کہ ہم تو پیشتر ہی اس معاہدے سے راضی نہ تھے غرض دوسرے روز یہ لوگ قریش کے ہاں پہنچے اور ان کو جمع کیا ابو جہل بن ہشام بھی تھا اور سب سے مخاطب ہو کر زہیر نے کہا کہ اے اہل قریش یہ ہرگز انصاف نہیں ہے کہ ہم لوگ مزے اڑائیں اور ہمارے اہل و عیال آرام سے کھائیں اور پہنیں چین کریں اور ہمارے رشتہ دار بنو ہاشم بھوکوں مریں۔ ابوجہل نے کہا کہ یارو یہ مذاق کی باتیں ہیں ان باتوں سے کیا فائدہ اور گفتگو کرو مطعم اور ہشام اور ابو البختری وغیرہ نے ملکر کہا کہ نہیں آج ہم محض اس غرض سے آئے ہیں کہ معاہدہ کو ختم کر دیا جاوے ابوجہل نے جواب دیا کہ نہیں ایسا نہیں ہو سکتا حسن اتفاق سے ابو طالب بھی اس مجمع میں آگئے معاہدہ کا تذکرہ سنکر فرمایا لوگو تم جس معاہدہ کی تحریر پر گفتگو کر رہے ہو نہ تحریر اب ہے کہاں مجھے کل ہی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے خبر دی ہے کہ تحریر معدوم ہو گئی کیڑے نے تمام تحریر کو چاٹ لیا اس میں سوائے اللہ کے نام کے کچھ باقی نہیں ہے لوگوں نے کہا تو اچھا بس اس پر فیصلہ ہے اگر عہد نامہ بدستور ہے تو ہم معاہدہ کی پابندی کرینگے ورنہ معاہدہ ہی کالعدم ہے اور وہ کاغذ کعبہ کے دروازہ سے لایا گیا جب کھول کر دیکھا تو اس میں بجز اللہ کے نام کے دوسرا لفظ موجود نہ تھا اسی وقت مطعم نے اقرار نامہ کا کاغذ چاک کر دیا اور سب یہ کہکر اٹھ گئے کہ ایسے ظالمانہ معاہدہ کی اب کوئی پابندی کسی پر عائد نہیں رہتی یہ معاہدہ یکم محرم ۷ نبوی کو تحریر کیا گیا تھا اور پورے تین سال کے بعد یہ معاہدہ فسخ ہوا۔ صحابہ رسول خدا نے جس قدر ظاہری تکالیف اس معاہدہ کے باعث اٹھائیں اسی قدر روحانی مدارج میں ترقیاں حاصل کیں تزکیہ نفس اور ترک لذت و ذوق تیار تمام بنو ہاشم اور اصحاب کرام کی طبیعت ثانیہ بن گیا سنہ ۱۰ نبوی شعب ابو طالب سے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام بنو ہاشم کے افراد باہر نکلے اور اپنے اپنے مکانات میں

رہائش اختیار فرمائی۔

معراج

بچھا کر فرش اطلس کو جما کر عرش و کرسی کو
ازل سے انتظار اللہ کو تھا آپ کی آمد کا

سبحان الذی اسریٰ بعبدہ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی الذی بارکنا حولہ

(ترجمہ) پاک ہے وہ ذات جو لیگئی اپنے بندہ کو رات کے ایک حصہ میں حرم کعبہ سے بیت اقصیٰ کو جس کے اطراف میں برکات ہیں۔ خدائے پاک نے معراج کی نعمت عظیمہ حضور کو عطا فرما کر حضور کے شرف و اعزاز میں جو لاثانی اضافہ فرمایا یہ محض ذات والاہی کے لئے مخصوص تھا کسی نبی کسی رسول کو حضور سے پیشتر یہ رتبہ مرحمت نہیں ہوا۔ قرآن عظیم میں معراج کا تذکرہ آیات مندرجہ بالا اور آیات سورہ نجم میں کیا گیا ہے اس واقعہ کو معراج اس لئے کہا گیا ہے وہاں لفظ عروج ہی مستعمل ہوا ہے۔ معراج کے معنے زینہ کے ہی ہیں چونکہ حضور کو فرش خاک سے اعلیٰ منزل عروج یعنے عرش اعظم پر بلایا گیا لہذا اس عروج مرتبت کو لفظ معراج کے ساتھ فصحائے عرب نے استعمال کیا۔ محققین نے چند بار حضور کو معراج ہونا تحریر کیا ہے مگر ہمیں صرف اس معراج جسمانی کا تذکرہ کرنا ہے جس پر تواتر کے ساتھ دنیائے اسلام متفق ہے۔ معراج کے متعلق مفسرین و متکلمین محدثین و محققین کی اندازہ خیال سے زیادہ بحثیں اس امر کے متعلق موجود ہیں کہ معراج جسمانی ہوئی یا روحانی ان مباحث پر تبصرہ کرنا محض تضیع اوقات ہے اسلئے کہ دلائل و براہین کی کوئی منزل ایسی نہیں ہے جس پر فلاسفہ اسلام نے عبور حاصل نہ کر لیا ہو زمانہ موجودہ میں رجب شریف کا مہینہ عید معراج النبی کا مہینہ قرار پا چکا ہے اس مہینے کی ستائیسویں شب کو ہندوستان کا کوئی ایسا شہر نہ ملیگا جہاں مسلمان آباد ہوں اور رجبی شریف یا معراج شریف کے جلسے نہ ہوتے ہوں۔ رجبی شریف کا آغاز ہندوستان میں حضرت مولانا شاہ محمد حسین محب اللٰہی الہ آبادی رحمتہ اللہ علیہ کے مقدس ہاتھوں سے ۱۳۰۰ھ میں ہوا۔ اور بہت جلد تمام ہندوستان بالخصوص یو۔ پی میں مسلمانوں کا ایک مذہبی شعار بن گیا۔ الہ آباد۔ جونپور۔ کانپور بدایوں رجبی شریف کے مرکز ہیں۔ ان مقامات کے عظیم الشان جلسوں میں علمائے کرام کا موضوع نظر صرف معراج ہوتا ہے اور جدید تعلیم یافتہ طبقہ نیز دیگر معترضین کے شکوک و شبہات کا پورا ازالہ کیا جاتا ہے۔ غرض معراج شریف حضور کا وہ منصب خاص ہے جس سے اسلام کی عظمت وابستہ ہے گذشتہ ابواب میں آپ نے ملاحظہ کیا کہ آغاز نبوت سے ۱۰ سنہ نبوی تک کفار نے کس قدر طاقت کے ساتھ اسلام کے مٹانے کی مسلسل کوششیں کیں لیکن باوجود ان انسانیت سوز مظالم کے بجز انفرادی یا اجتماعی ایذا رسانی کے اسلام کے اعتقادیات پر کوئی حربہ کفار کا مفید ثابت نہ ہو سکا کوئی ایک مثال اس دوران میں کفار قریش قائم نہیں کر سکے کہ غریب سے غریب شکستہ حال سے شکستہ حال صحابی نے اسلام سے انحراف کیا ہو اسلام ترقی کر رہا تھا مگر بتدریج آہستہ آہستہ یہاں تک کہ حضور کی عمر مبارک باون سال کی ہوئی اور نبوت کو گیارہ سال سے کچھ زیادہ مدت ہوئی کہ دربار الٰہی سے جبریل امین مامور کئے گئے کہ وہ بارگاہ نبوت میں حاضر ہو کر مژدہ معراج پہنچائیں اور عرش عظیم تک حضور کو اپنے ہمراہ لائیں معراج شریف کے متعلق تمام کتب احادیث میں بکثرت احادیث مختلف صحابہ سے مروی ہیں تمام احادیث کا ملخص یہ ہے کہ حضور کو ماہ رجب کی ستائیسویں شب میں بعمر باون سال معراج کی عزت عطا فرمائی گئی بعض نے صبح معراج کا دن جمعہ بعض نے چہارشنبہ قرار دیا ہے واقعات معراج کو اختصار کے ساتھ بطور ترجمہ احادیث یہاں پیش کیا جاتا ہے۔ صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ راوی حضور ارشاد فرماتے ہیں۔ میں براق پر سوار ہوا اور بیت المقدس پہنچا سواری کو اس حلقہ سے باندھ دیا جس سے انبیا اپنی سواریاں باندھا کرتے تھے مسجد میں جا کر میں نے دو رکعت نماز ادا کی وہاں سے آسمان کیطرف عروج ہوا۔ دوسری حدیث میں نماز کی صراحت یوں کی گئی ہے۔ بیت المقدس میرے پہنچ جانے کے بعد بہت سے لوگ جمع ہو گئے اذان دیگئی اور اقامت کہی گئی صفیں درست ہو گئیں ہم انتظار میں تھے کہ کون نماز پڑھائیگا جبریل نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے آگے کھڑا کر دیا۔ بعد نماز جبریل ؑ نے مجھ سے دریافت کیا کہ آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ آپ کے پیچھے کن لوگوں نے نماز پڑھی ہے میں نے نفی میں جواب دیا جبرائیل ؑ نے جواب بتایا کہ یہ تمام وہ انبیاء کرام ہیں جو منجانب اللہ مبعوث ہو چکے ہیں۔ ایک اور حدیث مالک بن صعصعہ کی نہایت مکمل ہے جو انھوں نے حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کی ہے حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میں حطیم میں لیٹا ہوا تھا جب آنیوالے جبرئیل میرے پاس آئے انہوں نے اپنے ساتھی میکائیل سے کہا کہ ان تین میں سے درمیان والے نبی صلعم ہیں پھر وہ میرے پاس آئے سینہ سے لیکر زیر ناف تک میرے جسم کو شق کیا۔ پھر سونے کا طشت لایا گیا جو ایمان و حکمت سے پر تھا میرے قلب کو دھویا اور ایمان و حکمت سے بھر دیا پھر زخم درست کر دیا گیا پھر میری سواری لائی گئی جس کا قد خچر سے کم اور حمار سے اونچا تھا اس کا قدم اس کی حد نظر تک پڑتا تھا پھر مجھے اس پر سوار کیا گیا جبریل میرے ہمراہ چلے آسمان دنیا تک (براق) مجھکو لیکر آیا دروازہ کھلوایا گیا اندر سے دریافت کیا گیا کون ہے جواب دیا گیا جبریل۔ پوچھا گیا تمہارے ساتھ کون ہے کہا گیا محمد صلعم دریافت کیا گیا ان کو بلایا گیا ہے جبریل نے کہا ہاں۔ فرشتوں نے مرحبا کہا اور کہا کہ خوب تشریف لائے۔ دروازہ کھلا میں اندر داخل ہوا وہاں آدم تھے جبریل نے مجھ سے کہا یہ تمہارے دادا آدم علیہ السلام ہیں سلام کیجئے میں نے السلام علیکم کہا اور جواب میں انہوں نے وعلیکم السلام کہا اور ابن صالح اور نبی صالح فرمایا اور مرحبا کہا یہاں سے دوسرے آسمان کے دروازے تک پہنچے جبریل نے وہی کلام کیا جو پہلے آسمان پر کیا تھا دروازہ کھلا میں اندر پہنچا وہاں یحیٰی و عیسےٰ تھے یہ دونوں خالہ زاد بھائی ہیں جبرئیل ؑ نے بتایا کہ یہ دونوں پیمبر یحییٰ و عیسےٰ ہیں سلام کیجئے میں نے سلام کیا انھوں نے جواب دیا اور اخ صالح و نبی صالح (؟) مرحبا کہا پھر تیسرے آسمان پر پہنچے وہی گفتگو جبریل ؑ سے ہوئی جو پہلے پر ہوتی تھی دروازہ کھلا یہاں یوسف ؑ تھے سلام و جواب ہوا انہوں نے بھی اخ صالح و نبی صالح کہکر مرحبا کہا یہاں سے بلند ہو کر چوتھے پر جبرئیل مجھے لائے جبرئیل نے بدستور دروازہ وا کرایا

کیا گیا تمہارے ساتھ کون ہے کہا گیا محمد پوچھا گیا کیا یہ بلائے گئے ہیں کہا ہاں فرشتوں نے اظہار مسرت سے مرحبا کہا میں اندر پہنچا یہاں ادریس تھے میں نے سلام کیا انہوں نے جواب سلام دیا اور اخ صالح اور نبی صالح کہکر مرحبا کہا یہاں سے پانچویں آسمان تک عروج ہوا اور گفتگوئے سابقہ کے بعد دروازہ کھلا یہاں ہارون تھے انھوں نے بھی اخ صالح و نبی صالح کہا اور مرحبا کہا جب میں یہاں سے آگے کو بڑھا تو موسیٰ علیہ السلام رونے لگے دریافت پر کہا کہ یہ نوجوان میرے بعد نبی ہوا اس کی امت کے لوگ میری امت سے بہت زیادہ تعداد میں جنت میں داخل ہوں گے۔ اس کے بعد ساتویں آسمان پر پہنچے بدستور جبرئیل سے اور فرشتوں سے سوال و جواب ہوئے دروازہ وا ہوا یہاں ابراہیم علیہ السلام موجود تھے میں نے سلام کیا انھوں نے جواب دیا اور ابن صالح و نبی صالح کہکر مرحبا کہا۔ یہاں سے اور مقام رفیع تک مجھے بلند کیا گیا یہ مقام سدرۃ المنتہیٰ تھا جو درخت کے مشابہ تھا اس کے پھل بڑی چٹائی کے برابر اور پتے ہاتھی کے کان کے برابر بڑے بڑے تھے۔ جبرئیل نے کہا یہی مقام سدرۃ المنتہیٰ ہے وہاں چار نہریں جاری تھیں دو اندر کی طرف اور دو باہر کی طرف ظاہر۔ جبرئیل نے بتایا جو نہریں اندر ہیں یہ بہشت کی نہریں ہیں اور باہر والی نہریں نیل و فرات ہیں پھر سامنے کی طرف بیت المعمور نمایاں ہوا۔ یہاں ایک حدیث حضرت قتادہ سے روایت کیگئی ہے ارشاد نبوی ہے کہ بیت المعمور میں ستر ہزار فرشتے روزانہ داخل ہوتے ہیں اور پھر لوٹکر نہیں آتے اصل حدیث حضور فرماتے ہیں پھر میرے سامنے شراب دودھ اور شہد کے برتن پیش کئے گئے۔ میں نے دودھ لے لیا جبرئیلؑ نے کہا یہی وہ فطرت ہے جس پر آپ کی امت ہے پھر پچاس نمازیں فرض کی گئیں یعنی روزانہ پچاس نمازیں پھر میں نیچے آیا موسیٰ علیہ السلام تک پہنچا انھوں نے دریافت کیا کہ اللہ تعالےٰ نے آپ کی امت پر کیا فرض کیا میں نے کہا پچاس نمازیں روزانہ موسیٰؑ نے کہا آپ کی امت میں اس کی استطاعت نہ ہوگی میں قبل ازیں لوگوں کا امتحان کرچکا ہوں اور بنی اسرائیل کی تدبیر کرتا رہا ہوں آپ اپنے رب کی طرف واپس جائیں اور امت کے لیے نماز میں تخفیف کی گذارش کیجئے میں واپس گیا دس نمازیں کم کی گئیں۔ میں نے لوٹ کر موسیٰؑ سے کہدیا وہ بولے پھر واپس جایئے اور تخفیف نماز کا سوال کیجئے۔ میں پھر گیا اور پھر دس نمازیں کم کر دی گئیں میں نے پلٹ کر موسیٰؑ کو پھر بتایا انہوں نے کہا اور تخفیف کرائیے میں واپس ہوا پھر دس نمازیں کم کر دی گئیں غرض میں بار بار جاتا رہا یہاں تک کہ پانچ نمازوں کا حکم ہو گیا میں واپسی میں پھر موسیٰ علیہ السلام سے ملا انہوں نے کہا آپ کی امت کمزور ہے متحمل نہ ہوسکیگی مجھے لوگوں کا بڑا تجربہ ہے میں نے بنی اسرائیل کے لئے بڑی بڑی تدبیریں کیں لہذا پھر واپس جایئے تخفیف کا سوال کیجئے حضورؐ نے فرمایا کہ میں اللہ تعالےٰ سے سوال کرتے کرتے شرمسار بھی ہو گیا ہوں۔ اب میں اپنے رب کے اسی فریضہ پر خوش ہوں اور اپنی امت کے لئے نماز پنجگانہ کو قبول کرتا ہوں اسی وقت حضورؐ نے غیبی ندا سنی کہ میں نے اپنے فریضہ کو جاری کر دیا اور

اپنے بندوں سے تخفیف بھی کر دی حضورؐ کے قلب مبارک میں یہ ارمان تھا کہ اگر پروردگار کے احکام کے مطابق پچاس وقت کی نمازیں فرض ہو جاتیں تو ثواب میں کس قدر بیشی ہوتی اب جبکہ نمازیں صرف پانچ وقت کی باقی رہ گئیں تو ثواب میں بھی اسی قدر تخفیف ہوگی یہ آواز ایک مژدہ سکون تھی کہ نہیں ہم نے تخفیف تو کر دی مگر پانچ نمازوں کا ثواب بدستور پچاس نمازوں کی برابر ہی رکھا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد اور ایک حدیث میں ہے۔ کہ مجھے بلندی پر لیجایا گیا۔ میں کلک قدرت کی آواز سنتا تھا نمازوں کے تعین کے بعد موسیٰ علیہ السلام بھی میرے ساتھ ساتھ چلے میں سدرۃ المنتہیٰ پر واپس آیا وہاں ایسی رنگین چلمنیں پڑی تھیں جن کی تعریف نہیں کیجا سکتی پھر مجھے جنت میں لیجایا گیا جس کے سنگریزے آبدار موتیوں کے مانند تھے جس کی زمین مشک خالص تھی حضورؐ ایک اور حدیث میں ارشاد فرماتے ہیں (جنت میں میں نے دیکھا) آدم علیہ السلام جب سیدھی جانب دیکھتے تو ہنستے اور جب الٹی طرف دیکھتے تو روتے میں نے جبرئیل سے دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ دائیں بائیں دونوں طرف حضرت آدم کی اولاد ہے جانب راست سب جنتی ہیں اور جانب چپ تمام اہل نار ہیں جب آدم سیدھی طرف دیکھتے ہیں خوش ہوکر ہنستے ہیں جب بائیں طرف دیکھتے ہیں دوزخ کے منظر سے غمزدہ ہوکر رونے لگتے ہیں۔

یہ تمام تر اقتباس ان احادیث صحیحہ کا ہے جن کو متکلمین نے تسلیم کیا ہے ان احادیث کی شروح و تفاسیر کے تحت میں واقعات معراج شریف کی جس قدر وضاحت کی گئی ہے اگر اس مضمون میں ان کو بھی شامل کیا جائے تو ایک مکمل رسالہ ہو جائے۔ حضور پرنور کی اس عظیم الشان مرتبت کا جو اہتمام خلاق کون و مکاں نے فرمایا ہے اگر اس پر غور کیا جائے تو ہزاروں مدارج خصوصی کا انکشاف ہوتا ہے۔ حضورؐ خانہ کعبہ میں مصروف استراحت ہیں فرشتگان حضرت جبرئیل و میکائیل حاضر ہوتے ہیں پیام دعوت دیا جاتا ہے۔ اس طرح حضورؐ کا خیر مقدم دنیا ہی میں گروہ انبیا سے کرایا جاتا ہے آسمانوں پر شاہانہ سطوت و جلال کے ساتھ داخلہ ہوتا ہے ہفت افلاک کے دروازوں پر انبیائے جلیل القدر اور ملائکہ ذی رتبہ نوبت بنوبت استقبال کرتے ہیں سواری کا تجمل ملوکانہ شان و شکوہ کا پتہ دیتا ہے مقام دنیٰ فتدلیٰ تک رسائی ہوتی ہے عرش عظیم پر خلوت قوسین سجائی جاتی ہے حجابات راز و نیاز اٹھائے جاتے ہیں مازاغ البصر و ماطغیٰ کے مخصوص ارشاد کے ساتھ دیدار الٰہی سے شرف یاب ہوتے ہیں مشاہدات و مظاہرات قدرت آئینہ نگاہ کر دیئے جاتے ہیں تحیات و صلوات کی ادائیگی کرتے ہیں بخشش و عطایا کی بوچھار ہوتی ہے امت کی مغفرت کی بشارت نمازوں کی فرضیت کی دولت ساتھ لیکر شاداں و فرحاں واپس آتے ہیں۔ صحیحین کی حدیث میں حضرت جابر بن عبداللہ راوی ہیں کہ حضورؐ فرماتے ہیں جب کفار نے واقعہ معراج کی تکذیب کی اور بیت المقدس کے نشانات دریافت کئے تو میں حطیم میں کھڑا ہو گیا خدا نے بیت المقدس کو میرے سامنے کر دیا میں عمارت کو دیکھتا جاتا تھا اور کفار جو نشانیاں پوچھتے تھے میں دیکھ دیکھ کر بتاتا جاتا تھا۔

ہجرت

اٹھا دے آنکھ سے پردہ دوئی کا حسن یکتائی
جدھر دیکھوں اُدھر آئے نظر جلوہ محمد ﷺ کا

مکہ ناف روئے زمین کہا جاتا ہے اقلیدس کا اصول موضوعہ ہے کہ دائرہ
کے مرکز سے ہر خط کا فاصلہ برابر ہوتا ہے اس لئے مکہ سے آفتاب نبوت کا طلوع
ہوا کہ مرکز تجلی سے تمام کرہ ارض کو یکساں توحید کی روشنی پہنچے اگر حضور پر نور
مکہ میں جہاں باون سال تک سکونت پذیر ہے اور بقیہ عمر تک جلوہ افروز رہتے
تو کعبہ ہی مہبط تجلیات رہتا لیکن جب زمین سے آسمان تک اور فرش سے
عرش تک ان کی جلوہ نمائی کی گئی تو پھر حجاز مقدس سے دوسرے شائقان
جمال بے پردہ تابش جمال سے کیوں محروم رکھے جاتے قدرت کو تو یہ منظور
تھا کہ اس آفتاب حسن وجمال کا جلوہ جدھر اہل نظر کی نگاہ اٹھے ادھر فردوس
نگاہ ہو جائے اسلئے کفار کے مظالم کے پردہ میں اسلام کی ترقی کے راز کو مستور
فرمایا گیا۔

پچھلی سطور میں کفار کے جور واستبداد کے حالات آپ نے مطالعہ کئے جب اصحاب
نبی پر ہر قسم کی سختیاں اور ناقابل برداشت زیادتیاں کی گئیں تو حضور پر نور نے
اصحاب کرام کی ایک جماعت کو سنہ نبوی حبشہ کی طرف ہجرت کا حکم دیدیا۔ چونکہ حبش
قریش کا قدیم سے مرکز تجارت تھا اور وہاں کے حالات سے مکہ کے لوگ باخبر تھے
حبش کا بادشاہ نجاشی اپنی انصاف شعاری اور معدلت گستری کے باعث مشہور تھا
اس لئے حضور نے مکہ سے حبشہ ترک وطن کی اجازت دیدی مسلمان فرائض مذہبی
کسی طرح آزادی کے ساتھ حرم شریف میں علانیہ یا اپنے مکانات پر خفیہ ادا نہیں
کرسکتے تھے وہ یہی دل سے یہ چاہتے تھے کہ ہمیں طمانیت قلب کے ساتھ کہیں عبادات
وادائے فرائض کا موقع ملے۔ جب حضرت عبداللہ ابن مسعود اور حضرت ابوبکر صدیق
رضی اللہ عنہما کو حرم شریف اور مکان پر بلند آواز سے قرآن شریف پڑھنے پر زدوکوب
اور سب وشتم کیا گیا اور تمام صحابہ کا پیمانہ صبر لبریز ہوگیا تو بیک وقت اصحاب میں
جذبہ ہجرت پیدا ہوگیا چنانچہ حضرت عثمان معہ اپنی زوجہ محترمہ حضرت بی بی رقیہ
بنت رسول اور حضرت عبدالرحمن بن عوف حضرت عبداللہ ابن مسعود حضرت ابو حذیفہ
حضرت زبیر بن العوام حضرت مصعب بن عمیر حضرت عامر بن ربیعہ وغیرہ
رضوان اللہ علیہم اجمعین کل مرد وعورت گیارہ افراد کی جماعت نے ماہ رجب ۵ھ
نبوی میں مکہ سے حبشہ کو ہجرت فرمائی اور بندرگاہ جدہ سے جہاں اتفاق سے دو تجارتی
جہاز ساحل افریقہ تک جانیکو تیار تھے یہ قافلہ روانہ ہوا۔ ۵ درہم فی کس کرایہ دیکر
سب لوگ جہاز میں روانہ ہوگئے۔ جب کفار قریش کو اصحاب نبی کے ترک وطن کرنے
کی خبر ہوئی تو فوراً بندرگاہ تعاقب میں آئے مگر کامیاب نہ ہوئے جب یہ لوگ حبشہ
میں پہنچے تو نجاشی بادشاہ حبشہ نے ان کو بآرام رہائش کی اجازت دیدی اور بخاطر جمع
آسائش کے ساتھ اپنے فرائض مذہبی انجام دینے لگے جب مکہ کے کفار کو یہ اطلاعات
ملیں تو ان کو نہ صرف حسد بلکہ یہ فکر پیدا ہوئی کہ ان اصحاب نبی کے سبب توحید و
رسالت کی تبلیغ ہوگی لہذا کسی صورت سے مہاجرین کو حبش سے خارج کرایا جائے
باہم مشورہ کر کے ایک وفد کفار مکہ نے نجاشی کے دربار میں زیر سیادت عمرو
بن عاص و عبداللہ بن ربیعہ روانہ کیا۔ حضرت عمرو بن العاص فاتح مصر
اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ شرکاء وفد نے اہل حبش کے درباریوں
کو ہموار کیا ان کو تحائف ونذرانے دیکر اپنے موافق ہونے دینے پر آمادہ کر لیا

اس کے بعد دربار نجاشی میں باریاب ہوئے اور بادشاہ کے سامنے یہ معروضہ
پیش کیا کہ ہمارے ہم وطن نادانوں نے ایک نیا مذہب ایجاد کیا ہے یہ لوگ مکہ
میں بدستور کو درغلاتے تھے اور ہمارے معبودوں کی تحقیر کرتے تھے جب ہم نے
گرفت کی تو بھاگ کر آپ کے ملک میں آئے ہیں یہ لوگ ہمارے مجرم ہیں ان کو
ہمارے حوالہ کر دیا جائے اور یہاں سے نکل جانیکا حکم دیدیا جائے پادریوں
نے جو پہلے ہی سے اس سازش میں شریک تھے سفرائے مذکور کے خیالات کی
تائید کی۔ بادشاہ نے کہا کہ ہم مہاجرین مکہ کو دربار میں طلب کریں گے اور
ان سے واقعات معلوم کرنے کے بعد کوئی حکم دیں گے۔ مسلمانوں کو جب اطلاع
ہوئی تو انھوں نے جعفر طیار کو اپنا نمائندہ بنایا اور دربار میں پہنچے نجاشی نے
سوال کیا تم نے کونسا دین ایجاد کیا ہے جو نصرانیت اور بت پرستی کے
خلاف ہے۔ حضرت جعفر طیار نے فرمایا کہ اے بادشاہ ہم مکہ کی ایک جاہل
قوم کے افراد ہیں ہماری قوم بتوں کی پرستار، مردار خور، زنا وشراب میں
مشغول بدکاری وبداعمالی میں مصروف تھی ہمسایوں اور کمزوروں پر مظالم
ہمارا شیوہ تھا بھائی سے بھائی کی عداوت ہماری عادت اور ہمارا معمول تھا
کمزوروں کو زبردست کے جور وظلم برداشت کرنے پر مجبور کیا جاتا تھا
ہم میں ایک شخص پیدا ہوا جس کی شرافت نسبی صدق مقالی امانت و دیانت
کا ہمیں کافی علم تھا اس نے ہم کو اسلام کی تلقین کی اور یہ سکھایا کہ ہم
پتھروں کو نہ پوجیں۔ سچ بولیں۔ خونریزی نہ کریں یتیموں اور مسکینوں کا
مال نہ کھائیں ہمسایوں کے ساتھ ملاطفت کریں۔ بداعمالیوں سے بچیں
پارسا باعفت مستورات کو بری نظر سے نہ دیکھیں ایک خدا کی پرستش کریں
نمازیں پڑھیں روزے رکھیں۔ ہم نے یہ تمام اقوال سننے کے بعد عملاً ان کو
مطابق فطرت پایا اور ہم نے اسلام قبول کر لیا شرک اور بت پرستی کو
چھوڑ دیا بداعمالیوں سے توبہ کی جب کفار قریش نے ہمیں اس راہ پر آتے
دیکھا انھوں نے ہم پر انسانیت سوز مظالم کرنے شروع کئے اور طرح طرح
کے ایسے ظلم کئے کہ ہم اپنے عزیز وطن کو چھوڑنے اور اپنی جان وآبرو بچانے کیلئے
آپ کے ملک میں آگئے اب یہ لوگ یہاں اس لئے آئے ہیں کہ ہمیں یہاں سے
پکڑ کر لیجائیں اور اسی گمراہی میں پھر مبتلا کر دیں یا ہمیں ہلاک کر دیں۔

نجاشی نے تمام تقریر پورے غور سے سنا اس کے بعد جعفرؓ سے کہا کہ اچھا
تمہارے صاحب پر جو کلام خدا کی طرف سے نازل ہوا ہے نہیں وہ کچھ
یاد ہو تو سناؤ۔ حضرت جعفر طیارؓ نے سورہ مریم کی چند آیات تلاوت کیں
نجاشی آیات سنتا جا رہا تھا اور اس کی آنکھوں سے اشکوں کی لڑیاں بندھی
ہوئی تھیں اس پر رقت طاری ہوگئی جب سکون ہوا تو اس نے کہا کہ خدا
کی قسم یہ کلام اور انجیل دونوں ایک ہی قندیل کی روشنی معلوم ہوتے ہیں۔
وفد قریش کو حکم دیا کہ اے لوگو تم واپس چلے جاؤ میں ان مظلوموں کو
ہرگز نہیں دے سکتا۔ نجاشی کا کورا جواب سنکر بھی وفد مکہ اپنے
جذبات کینہ پروری کو دبا نہ سکا اور دوسرے روز پھر بادشاہ کو ان
سے مشتعل کیا کہ آپ نے صرف مسلمانوں کی سطحی باتیں دریافت فرمائی
ہے یہ تو دریافت کیجئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ان کا
نجاشی نے پھر مسلمانوں کو بلوایا اور دریافت کیا کہ تمہارا اعتقاد

کے متعلق کیا ہے حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ہمارے نبی نے ہمکو بتلایا ہے کہ عیسیٰ ابن مریم اللہ کے بندے ہیں اللہ کے رسول ہیں اور کلمۃ اللہ ہیں اس جواب کو سنکر نجاشی نے ایک تنکا زمین سے اٹھایا اور کہا کہ خدا کی قسم عیسیٰ اس سے زیادہ اس تنکے کی برابر نہیں ہیں جو مسلمانوں نے بتایا نجاشی کے اس قول سے تمام قسیسین اور رہبان جو دربار میں موجود تھے بہت غضبناک ہوئے مگر نجاشی نے کوئی پرواہ نہ کی۔ جعفر طیار نے نجاشی سے کہا کہ بیشک میں نے جو کچھ انجیل میں دیکھا تھا محمد رسول اللہ کے اوصاف ویسے ہی ہیں اگر میرے ذمہ امور سلطنت کی انجام دہی نہ ہوتی تو اے جعفر میں تمہارے ساتھ جاکر اس رسول کی کفش برداری کرتا اور افتابہ لیکر وضو کراتا۔ نجاشی کے انہیں خیالات کے باعث مورخین نے اس کا مسلمان ہوجانا تسلیم کیا ہے۔ حبش میں ہجرت کرکے جانے والے مسلمانوں کی تعداد تقریباً ۸۳ بتائی جاتی ہے جو باوقات مختلف ہوتی رہی اس ہجرت میں اصحاب نبی ہی شامل تھے معراج شریف کے بعد حضور پر نور کا ہر قدم ایک طرف تو مکہ والوں کو کامل بعروج نظر آتا تھا بکثرت اہل حجاز مسلمان ہوتے جاتے تھے دوسری جانب کفار کی تمام تدابیر بے اثر ثابت ہو رہی تھیں جس قدر کفار کی بے اثری اور مایوسی بڑھتی جاتی تھی اسی قدر ان کی آتش غیض و غضب میں اشتعال پیدا ہوتا تھا اور مخالفت وعناد میں روز بروز شدید ہوتے جاتے تھے اور حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک پر ابو طالب کے انتقال اور حضرت ام المومنین سیدہ طاہرہ خدیجۃ الکبریٰ کی وفات کا بیحد اثر تھا اور آپ مغموم رہتے تھے۔ ابو طالب کا اثر و اقتدار ہی تمام مکہ میں حضور کے لئے حصار امن و امان تھا کفار قریش کو کبھی جرأت نہ ہوئی کہ باہم متحد ہوکر بھی حضور پر قاتلانہ حملہ کرسکیں ابو طالب کی عمر انتقال کے وقت تقریباً ۸۰ سال کی تھی وہ حضور سے عمر میں ۳۵ سال بڑے تھے اور سنہ ۱۰ نبوی ہجری میں انتقال فرمایا اس سال ابو طالب کے چند ماہ کے بعد حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے رمضان سنہ ۱۰ نبوی میں داعی اجل کو لبیک کہا حضرت ام المومنین کی دولت و ثروت ہی خدمات اسلام میں ہر لمحہ صرف ہوتی رہتی تھی اب بظاہری طمانیت کے سامان بھی نہ رہے حضور مکہ کی اقامت سے برداشتہ خاطر رہتے تھے کفار قریش کھلے بندوں حضور کی توہین پر آمادہ رہتے تھے۔ ایک دن حضور سر راہ کہیں تشریف لیجا رہے تھے ایک شقی القلب نے سر اقدس پر خاک ڈالدی آپ مکان کو واپس تشریف لے آئے۔ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے سر مبارک کو پانی سے دھویا آپ سر دھلائے جارہی ہیں اور زار زار روتی تھیں۔ حضور نے ارشاد فرمایا جان پدر کیوں روتی ہو میری جان کا محافظ میرا اللہ ہے وہ مجھکو کفار سے محفوظ رکھیگا۔ حضور اقدس کو جب مکہ میں سلسل تبلیغ اسلام میں رکاوٹیں نظر آئیں تو آپ نے طائف میں اشاعت اسلام کا خیال قائم کیا اور مکہ سے طائف کو روانہ ہوئے سب سے پہلے عمیر کے خاندان کے سربرآوردہ تین بھائیوں سے ملے ان پر حضور نے اسلام پیش کیا۔ بدترین خلائق افراد انتہائی کمینہ طبیعت و طینت تھے تینوں نے نہایت تلخ جواب حضور کو دیئے اور اپنی خباثت نفس کا مظاہرہ اس طرح کیا کہ طائف کے اوباش اور رذیل کو حضور کی ایذا رسانی پر مامور کیا یہ ذلیل الطبع لوگ حضور پر چاروں

طرف سے ٹوٹ پڑے بازاروں اور راہگذاروں میں بدمعاشوں کی دو رویہ ٹولیاں صفیں بناکر کھڑی ہوگئیں جب حضور ان راہوں سے گذرے تو ان لوگوں نے حضور کے پائے مبارک پر پتھر مارنا شروع کئے یہانتک کہ پاؤں لہولہان ہوئے کہ نعلین مبارک خون سے بھر گئیں اور آپ زخموں سے چور ہوکر بیٹھ گئے ان ذلیل افراد نے بازو پکڑ کر حضور کو پھر کھڑا کیا جب پھر آپ چلے تو پھر پتھر مارے برابر یہ سلسلہ جاری رکھا اس کے علاوہ کچھ بدبخت زبان طرازی اور دشنام دہی میں مصروف ہوگئے کچھ کنارہ نا تماش تالیاں بجاتے تھے حضور بدشوار تمام ایک انگوروں کے باغیچہ میں پناہ لینے کے لئے گھس گئے اس باغ کا مالک عتبہ بن ربیعہ تھا جو باوجود کافر ہونے کے شریف الطبع تھا اور قریش کا سربرآوردہ شخص تھا اس سے پہلے ہی حضور کے ساتھ چند بار مکالمت کرچکا تھا اس وقت باغ میں موجود تھا۔ اس نے جب حضور کو دیکھا تو اپنے غلام عداس کے ساتھ ایک کشتی میں انگور کے خوشے لگا کر آپ کی خدمت میں بھیجے۔ حضور کے ہمراہ اس سفر میں زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ ہی تھے جو حضور کے فدائی اور آزاد کردہ غلام تھے حضور کا عزم اگرچہ تبلیغ ہی تھا تاہم اگر طائف میں یہ خطرناک صورت حال نہ ہوتی تو ممکن تھا یہاں کچھ دن اقامت فرماتے طائف سے واپس ہوکر حضور نخلہ میں تشریف لے آئے یہاں سے آپ مطعم بن عدی کی پناہ میں داخل حرم ہوئے اس کے بعد حضور نے بغرض تبلیغ قبائل کیں دورہ شروع فرمایا اور قبائل بنو عامر محارب فزارہ بنو غسان بنو نضر بنو کنانہ وغیرہ جس قدر مشہور قبائل تھے سب میں حضور تشریف لے گئے بلکہ بازار عکاظ میں جہاں بہت بڑا میلہ لگتا تھا حضور نے چند بار وعظ فرمایا۔ بنو عامر بنو ذہل میں حضرت ابو بکر بھی حضور کے ہمراہ تھے۔ حضور جس قدر زیادہ سرگرم اشاعت اسلام ہوئے اسی قدر زیادہ سے زیادہ کفار نے سختیاں کیں لیکن کبھی آپ تبلیغ دین متین سے بددل نہیں ہوئے ایک بار حضرت خباب بن الارت رضی اللہ عنہ کو جب کفار نے بہت زیادہ زدوکوب کیا تو انھوں نے حضور سے عرض کیا کہ سرکار ان دشمنان دین کے حق میں بددعا کیوں نہیں فرماتے چہرہ غصہ سے تمتما اٹھا۔ ارشاد فرمایا ہم سے پہلے انبیاء کرام کے سروں پر آرے چلائے گئے ہیں وہ چیر ڈالے گئے ہیں مگر وہ اپنے فرض سے باز نہیں آئے خدا اس کام کو پورا کریگا یہانتک کہ شتر سوار صنعا سے حضر موت تک سفر کریگا اس کو خدا کے سوا کسی کا ڈر نہ ہوگا

مدینہ منورہ کے لوگ بھی ایام حج میں مکہ آتے تھے حضور اپنی عادت کریمہ کے مطابق قبائل میں ہدایت کے لئے تشریف لیجایا کرتے تھے۔ سنہ ۱۱ نبوی ماہ رجب میں جب مدینہ کے لوگ مکہ میں آئے تو حضور ان کے پاس تشریف لے گئے مقام عقبہ کے قریب قبیلہ خزرج کے چند اشخاص سے حضور نے ملاقات کی ان کے نام و نسب دریافت کئے چند آیات قرآن پاک ان کے سامنے تلاوت کیں یہ چھ نیک طبع افراد ابو الہیثم بن تیہان۔ اسعد بن زرارہ عوف بن حارث رافع بن مالک۔ قطبہ بن عامر جابر بن عبد اللہ تھے سب داخل اسلام ہوئے اور مدینہ واپس گئے دوسرے سال اور کچھ لوگ آئے یہاں تک کہ گیارہ شخص مسلمان ہوئے جب یہ لوگ واپس ہونے لگے جب یہ لوگ واپس ہونے لگے تو گذارش کی کہ حضور کسی صحابی کو بطور معلم ہمارے ساتھ کردیا جائے تاکہ وہ پہنچکر احکام الٰہی کی تعلیم کرے حضور نے مصعب بن عمیر کو جو حبشہ سے واپس

ہم اس شبہ کا حل کرنے سے پہلے مناسب سمجھتے ہیں کہ آیات واحادیث سے ثابت کردیں کہ حضور اقدس ؐ کی عمومی بعثت تھی - آپ تمام دنیا کیلئے نبی بنا کر بھیجے گئے تھے - نہ فقط انسان بلکہ جنات کی ہدایت کا کام بھی آپ کے سپرد تھا۔

ایک آیت میں آیا ہے قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا۔ لفظ جَمِيعًا صاف بتا رہا ہے کہ کل آدمیوں کے لئے حضور ؐ کو پیغمبر بنا کر بھیجا گیا تھا۔

دوسری آیت میں آیا ہے وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ لفظ کَافَّةً بھی ہمارے مدعا پر صریح دلالت کر رہا ہے۔

تیسری آیت میں قرآن کے متعلق وارد ہے إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعَالَمِينَ یعنی قرآن تمام عالم کے لئے موجب نصیحت ہے - جب قرآن کی ہدایت عمومی ہے تو رسول پاک کی بعثت بھی عمومی ہوئی - صحیح حدیث میں آیا ہے حضور ؐ نے فرمایا بُعِثْتُ إِلَى الْأَحْمَرِ وَالْأَسْوَدِ مجھے کالوں اور گوروں (یعنی مشرق و مغرب سب کے لئے نبی بنا کر بھیجا گیا ہے۔

صحیحین میں حضرت جابر ؓ کی روایت ہے کہ حضور ؐ نے اپنی پانچ خصوصیات کا اظہار فرمایا جن میں سے آخری بات یہ تھی کہ مجھے تمام لوگوں (کی ہدایت) کے لئے بھیجا گیا ہے۔

یہ بھی صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ حضور ؐ نے شاہِ روم و والئ مصر، شاہِ حبش اور بعض دیگر حکام کو خطوط ہدایت بھیجے تھے - اگر بعثت عام نہ ہوتی تو بیرونِ عرب کیوں تبلیغ کرتے۔

اب ہم اصل شبہہ کی حل کی طرف متوجہ ہوتے ہیں - قوم و امت میں فرق ہے - قوم کا اطلاق دو معنی پر ہوتا ہے خاص اور عام - خاص قوم تو کسی شخص کے قرابتدار یا تلامذہ سے تلامذہ کے ہم وطن کہلاتے ہیں اور عام قوم میں تمام وہ لوگ داخل ہیں جو اُس کے ہم ملک یا ہم زمانہ ہیں - آیت مذکورہ میں اول معنی ہی مراد ہیں - لیکن اس سے عمومی بعثت کا انکار کرنا غلطی ہے - کیونکہ اکثر انبیاء اگرچہ جس زبان میں پیام الٰہی لیکر آتے اُسی زبان کے جاننے والوں تک اُن کی تبلیغ و بعثت محدود رہی ہے - مگر یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے - بعض انبیاء ایسے بھی گذرے ہیں جن کی کتاب یا قوم کی زبان اگرچہ مخصوص تھی مگر اُن کی بعثت بعض دوسری قوموں کے لئے بھی تھی - مثلاً حضرت یوسف ؑ کی زبان عبرانی تھی - مگر آپ نے جیل خانہ والوں کو بھی تبلیغ توحید کی تھی بلکہ شاہ مصر اور بعض دیگر قبطی آپ کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے تھے - حضرت موسیٰ ؑ کی کتاب اور قوم بنی اسرائیل کی زبان بھی عبرانی تھی - مگر فرعون اور اصحاب فرعون کو بھی تبلیغ توحید کا حکم آپ کو دیا گیا تھا - یہی صورت ہمارے رسول کی تھی اگرچہ نسب کی - آپ کی قوم کی اور قرآن کی زبان عربی تھی - مگر آپ کی تبلیغ صرف عرب پر محدود نہ تھی - تمام کالے گورے توحید و رسالت پر مکلف تھے - رہی یہ بات کہ پھر بیان مسائل اور فہم شریعت تفصیلی طور پر دوسری قوموں کے لئے کس طرح ممکن تھا اور قومی زبان میں کتاب نازل کرنے کا کیا فائدہ؟ تو ظاہر ہے کہ پیام الٰہی براہ راست کسی ایک مخصوص زبان میں نبی کے پاس آنا لازم تھا - کیونکہ اگرچہ خدا تعالیٰ قادر تھا کہ دنیا کی ہزاروں اقوام کے پاس ہزاروں زبانوں میں جدا جدا ایک ہی پیام دے کر ایک ہی نبی کو بھیجدیتا اور وہ نبی تمام زبانوں سے واقف ہوتا اور بذات خود دنیا کے ہر حصہ میں ہر قوم کے پاس پہونچ کر اُن ہی کی زبان میں اللہ کا پیام اُن کو پہونچاتا - مگر عادۃً ایسا ناممکن تھا - قدرت اور ہے اور عادت اور چیز ہے - لامحالہ کسی مخصوص زبان کو اختیار کرنا پڑا - اور چونکہ سب سے پہلے اُنہی لوگوں کی اصلاح ضروری تھی جن میں نبی پیدا ہوا، پرورش پائی اور نبی کی خوبو سے اُن کو کامل واقفیت تھی اس لئے اُنہی کی زبان کو ذریعۂ تبلیغ قرار دینا لازم ہوا - لہٰذا قرآن پاک بزبان عربی نازل ہوا جس پر عمل کرنے کا حکم سب سے پہلے رسولِ پاک ؐ کے اقارب کو ہوا - پھر عمومی عرب کو اور پھر تراجم و تفاسیر ذریعہ سے تمام عالم کو - قرآن پاک کی زبان بھی اگرچہ آسمانی اور الہامی ہے - مگر بعثت اور زبان میں فرق ہے - زبان صرف تنزولی ہے - جس قوم میں نزول ہوا اُسی کی زبان اختیار کی گئی مگر بعثت عمومی ہے جو ترجمہ کے ذریعہ سے بھی ہو سکتی ہے - بعثت کو کتابی زبان پر محدود سمجھ لینا خلاف دانش ہے۔

مقصود بیان :- آیت دلالت کر رہی ہے اس مضمون پر کہ آدمیوں کی ہدایت کے لئے خدا تعالیٰ نے کسی جن یا فرشتہ کو نبی بنا کر نہیں بھیجا - ہمیشہ آدمی ہی رسول رہا - ہر پیغمبر احکام الٰہی کو اپنی قومی زبان میں لایا یعنی جو پیغمبر اللہ کی وحی اور اُس کا تنزولی کلام لایا وہ قومی زبان میں لایا تاکہ قوم والوں کو سمجھنے میں سہولت ہو - کتاب الٰہی سرچشمۂ ہدایت اور ابر رحمت ہے - اس کے ذریعہ سے روشن دل والے ہدایت پاتے ہیں اور کور بنش مزید گمراہی میں پڑے رہتے ہیں - ہدایت دینا اور گمراہ چھوڑنا اللہ کا فعل ہے جو حکمت و مصلحت پر مبنی ہے - آیت کا آخری حصہ بتا رہا ہے کہ خدا تعالیٰ عالم صاحب ارادہ اور مختار ہے۔

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا أَنْ

اور ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیاں دے کر بھیجا کہ

أَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ

اپنی قوم کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی کی طرف لاؤ

وَذَكِّرْهُمْ بِأَيَّامِ اللّٰهِ ۚ إِنَّ فِي ذٰلِكَ
اور اُن کو اللہ کے دن یاد دلاؤ — اس میں ہر صابر شکر گذار

لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ○ وَإِذْ قَالَ مُوْسٰى
کے لئے بلاشبہ نشانہائے قدرت ہیں — جب موسیٰ نے اپنی قوم سے

لِقَوْمِهِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ إِذْ
کہا — کہ اُس احسان کو یاد کرو جو اللہ نے تم پر کیا — جبکہ

اَنْجٰىكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ
تم کو فرعون والوں سے نجات دی — وہ تم کو بری طرح سے

سُوْٓءَ الْعَذَابِ وَيُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ
تکلیف دیا کرتے تھے — اور تمہارے بیٹوں کو مار ڈالتے تھے

وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ۚ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ
اور لڑکیوں کو زندہ چھوڑ دیتے تھے — اور اس میں تمہارے رب کی

مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ○ ع
طرف سے بڑی آزمائش تھی

وَإِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ
اور جب تمہارے رب نے جتا دیا تھا کہ اگر شکر کرو گے تو میں تم کو اور زیادہ دوں گا

وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ ○ وَ
اور ناشکری کرو گے — تو میری مار سخت ہے — اور

قَالَ مُوْسٰٓى إِنْ تَكْفُرُوْٓا اَنْتُمْ وَمَنْ فِي
موسیٰ نے کہا — کہ اگر تم اور زمین کے سب لوگ کافر

الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۙ فَإِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ حَمِيْدٌ ○
ہو جائیں — تب بھی اللہ بے پرواہ اور قابل ستائش ہے

تفسیر ان آیات کا حاصل یہ ہے کہ محمدؐ کوئی نئے نبی بن کر نہیں آئے نہ کوئی جدید انوکھا پیام خدا لائے بلکہ ہمیشہ سے ایسا ہوتا چلا آیا ہے۔ دیکھو خدا نے موسیٰ کو بھی مختلف معجزات و آیات دیکر نبی بنا کر بھیجا تھا اور حکم دیا تھا کہ مخلوقات کے دلوں پر جو جہالت کفر معصیت اور شرک جلی و خفی کے تاریک پردے پڑے ہوتے ہیں ان کو ہدایت کی روشنی سے آہستہ آہستہ دور کردو۔ تاریکی کے پردوں سے نکال کر نور کے پردوں میں لے آؤ یعنی مادی کثافت اور شہوانی و غضبی قوتوں کے تسلط سے آزاد کرکے روحانیت اور علم کی طرف لے آؤ اور ان کے دلوں سے غفلت کا زنگ دور کرنے کے لئے اللہ کے انعامات و احسانات یاد دلاؤ۔ مثلاً معجزات کے ذریعہ سے فرعون کو مغلوب کرنا، ساحروں کا ایمان لانا، طوفان، ٹڈی، جوں اور خون وغیرہ کا عذاب اہل مصر پر نازل کرنا، بحیرۂ قلزم میں فرعون اور اُس کے لشکر کو غرق کر دینا اور بنی اسرائیل کو بچا لینا، جنگل بیابان میں ابر کو خیمہ کی طرح سایہ فگن کرنا اور بے آب و گیاہ میدان میں غیب سے بصورتِ من و سلویٰ رزق پہونچانا، غالب قوموں کو مغلوب کرکے بنی اسرائیل کو اُن پر حکمراں بنانا۔ وغیرہ (مجاہد و قتادہ وغیرہ کا قول ہے کہ اَیّامُ اللہ سے مراد ہیں انعامِ الٰہی کے ایام۔ حضرت اُبی بن کعب نے فرمایا اَیّامُ اللہ سے مراد ہیں اُس کی نعمتیں۔ ابن کثیر نے کہا کہ مرفوع حدیث میں بھی یہی تفسیر آئی ہے۔ کما رواہ ابن جریر وغیرہ) غرض اللہ کے احسانات اُن کو یاد دلاؤ۔ اہل بصیرت کو فائدہ پہونچے گا۔ جو لوگ مصائب پر صبر کرنے والے اور ہر دُکھ میں ایمان و عمل صالح پر قائم رہنے والے ہیں اور جو لوگ راحت و عیش میں شکر کرنے والے اور خدا کو نہ بھولنے والے ہیں اُن کو گذشتہ مصائب اور پھر مصائب سے نجات کے واقعات سُن کر ہدایت و نصیحت ہوگی۔

ایک صحیح حدیث میں حضور اقدسؐ کا فرمان مروی ہے کہ مومن کا ہر معاملہ بھی کیسا اچھا ہے اللہ اُس کے لئے جو کچھ جاری فرماتا ہے وہ اُس کے حق میں بہتر ہی ہوتا ہے۔ اگر اُسکو کوئی مضرت پہونچی اور اُس نے صبر کیا تو اُس کے لئے بہبودی ہوگئی۔ اور اگر اُسکو کوئی راحت و مسرت حاصل ہوئی اور اُس نے شکر کیا تب بھی اُس کے لئے بہبودی ہوگئی۔ حضرت قتادہ نے فرمایا بہت اچھا ہے وہ بندہ کہ دُکھ پہونچا تو صبر کیا اور سُکھ پایا تو شکر کیا۔

حضرت موسیٰ نے حکم الٰہی کی تعمیل کی اور اپنی قوم کو گذشتہ مصائب و انعامات کی یاد دہانی کی۔ اُن کو بتایا کہ دیکھو تم میری پیدائش سے قبل کس قدر ذلت و مصیبت میں تھے۔ اگر تمہارے ہاں کوئی نرینہ اولاد ہوتی تھی تو قبطی اُس کو قتل کر دیا کرتے تھے اور اگر لڑکی پیدا ہوتی تھی تو اُسکو چھوڑ دیتے تھے تم کو طرح طرح کی تکلیفیں دیتے تھے (حقوق شہریت سے تم کو محروم کر رکھا تھا۔ حکومت میں تمہارا کوئی حصہ نہ تھا مزدوری سمجھی

کے ساتھ کراتے تھے۔ اُجرت کم دیتے تھے۔ تمہاری عورتوں سے ناقابلِ برداشت مشقت لیتے تھے) اور یہ تمام مصائب پروردگار کی طرف سے آزمائشی تھے۔ کچھ زمانہ کے بعد خدا نے دور کر دیے۔ حکومت تم کو عطا کی۔ راحت وعیش سے تم کو ہمکنار کیا۔ دشمنوں پر تم کو غالب کیا۔ یاد رکھو کہ اگر اللہ کی نعمتوں کا شکر کرو گے اُس کے حکم پر چلو گے تو اُس نے وعدہ کر لیا ہے کہ تم کو زوال نہ ہوگا بلکہ مزید عیش وراحت اور عزت وحکومت اور نجاتِ آخرت حاصل ہوگی۔ اور اگر کفرانِ نعمت کیا احکام الٰہی کو پس پشت ڈالا کتابِ الٰہی کی پرواہ نہ کی اور شریعت کی خلاف ورزی کی تو موجودہ نعمت حکومت عزت وغیرہ بھی چھین لی جائے گی۔ اللہ کا عذاب سخت ہے۔ وہ تم کو تباہ کر دیگا اور انجام کار دائمی عذاب سے دوچار ہونا پڑے گا۔

حضرت موسیٰ نے اپنی قوم سے یہ بھی فرمایا تھا کہ لوگو خوب سمجھ لو طاعت ومعصیت سے تمہارا ہی نفع نقصان وابستہ ہے۔ اللہ کی کوئی غرض اس میں شامل نہیں ہے۔ اگر سطح زمین کے تمام جن وانس بھی کفر کرنے لگیں اور کوئی خدا کو نہ مانے اور اس کے حکم پر نہ چلے تو کوئی اُس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا وہ بہرحال محمود ہے اور تمام عالم کی طاعت ومعصیت سے لاپرواہ ہے۔ حضرت ابوذرؓ نے فرمانِ اقدس نقل کیا ہے کہ اللہ فرماتا ہے میرے بندو! اگر تمہارے اگلے پچھلے تمام جن وانس متقی ہو جائیں اور یک دل بن جائیں تب بھی میری بادشاہت میں کوئی اضافہ نہ ہوگا۔ اور اگر تمہارے سب اگلے پچھلے تمام جن وانس ایک میدان میں جمع ہو کر کھڑے ہوں اور ہر آدمی اپنی آرزو طلب کرے اور میں اُسکی آرزو پوری کر دوں تب بھی میرے خزانۂ غیب میں کوئی کمی نہ ہوگی مگر اتنی جتنی سمندر میں سوئی ڈبونے سے پانی میں کمی ہو جاتی ہے۔ الحدیث۔

حضرت انسؓ کی مرفوع حدیث میں ہے کہ جس کو شکر کی توفیق دی گئی وہ زیادتی سے محروم نہ ہوگا (رواہ البخاری فی تاریخہ والضیاء فی مختارہ) ترمذی نے نوادر میں بھی ابوہریرہؓ کی روایت سے اسی مضمون کی ایک حدیث نقل کی ہے۔

مقصود بیان:۔ اقرارِ توحید اور عمل صالح نور ہے اور کفر ومعصیت تاریکی ہے۔ ظلمات کو جمع اور نور کو واحد لانے میں اس طرف اشارہ ہے کہ انسان کے اندر مادی قوتیں چند در چند ہیں اور خواہش نفس کی نوعیت گوناگون ہے جن میں سے ہر ایک مستقل تاریکی ہے اور نورانی قوت ایک ہے اُس کا تسلط بھی ایک ہی طرح کا ہے۔ گویا افراط وتفریط کو چھوڑ کر راہِ عدل صرف ایک ہی ہے۔ درحقیقت صراطِ مستقیم عقلاً بھی ایک ہی ہونی چاہیے۔ مختلف گمراہ کن پگڈنڈیاں غیر محدود ہوتی ہیں مگر مقصود تک پہنچانے والا آسان ترین سیدھا راستہ ایک ہی ہوا کرتا ہے۔ یہی راہ نور ہے۔ ذَکِّرۡهُمۡ الخ کا لفظ بتا رہا ہے کہ ترہیب ترغیب

کے لئے گذشتہ مصائب وانعامات کا تذکرہ ضروری ہے۔ اس سے دلوں کا زنگ دور ہو جاتا ہے۔ وعظ ونصیحت بے سود نہیں لیکن صَبَّارٍ شَكُورٍ کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ مؤمن کے لئے صبر وشکر کا التزام ضروری ہے استقامت اور ثباتِ قلب لازمی چیز ہے۔ مصیبت سے نہ گھبرانا اور عیش پر نہ اترانا ایمان کی خصوصیت ہے۔ حضرت موسیٰ کے پُرمغز نصائح نقل کرنے سے اس طرف اشارہ ہے کہ ہر انسان کو اپنی گذشتہ قومی تاریخ پر گہری نظر ڈالنی چاہیئے اور سوچنا چاہیئے کہ ہماری ابتدائی حالت کیسی پست تھی۔ پھر خدا نے ہم کو کس قدر عروج پر پہونچایا اور اب ہماری کیا حالت ہے پستی وبلندی اور عروج وزوال کے اصل اسباب کیا ہیں۔ ہمارا قومی اور شخصی تنزل وترقی کن امور سے وابستہ ہے۔ آیات کے آخری فقرے پیام سنا رہے ہیں کہ اللہ تمام عالم کی طاعت ومعصیت سے غنی ہے۔ اُس کو کسی کی اطاعت سے فائدہ نہیں پہونچتا نہ کسی کی نافرمانی سے نقصان۔ شکر وکفرانِ نعمت کا نفع نقصان خود انسان ہی کو پہنچتا ہے نعمت کا شکر کریگا یعنی اللہ کے احکام پر چلے گا تو نعمت میں مزید اضافہ ہوگا کفرانِ نعمت کریگا تو اگرچہ فوری عذاب نازل نہ ہو مگر بالآخر نعمت چھین لی جائے گی اور دائمی خسران حاصل ہوگا۔ پوری آیات میں جہاں مسلمانوں کو شکر، صبر، اطاعت اور صبر اندوزی کا سبق دینا مقصود ہے وہاں یہودیوں کو بھی تنبیہ کرنا غرض ہے کہ حکومت عزت اور قوت وجلال کا زوال، تمہارا خود آوردہ ہے۔ اور تمہاری سرکشی ہی اس بربادی کی اصل وجہ ہے وغیرہ۔

اَلَمۡ يَاۡتِكُمۡ نَبَؤُا الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِكُمۡ

کیا تم کو ان لوگوں کی خبر نہیں پہونچی جو تم سے پہلے ہو چکے ہیں

قَوۡمِ نُوۡحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوۡدَ ۬ وَالَّذِيۡنَ

یعنی قوم نوح اور عاد اور ثمود اور وہ لوگ

مِنۡۢ بَعۡدِهِمۡ ۛؕ لَا يَعۡلَمُهُمۡ اِلَّا اللّٰهُ ؕ جَآءَتۡهُمۡ

جو ان کے بعد ہوئے جن کا علم بس اللہ ہی کو ہے اُن کے پیغمبر

رُسُلُهُمۡ بِالۡبَيِّنٰتِ فَرَدُّوۡۤا اَيۡدِيَهُمۡ فِىۡۤ

ان کے پاس دلائل لے کر پہونچے مگر انہوں نے اپنے ہاتھ (تعجب سے) اپنے

اَفۡوَاهِهِمۡ وَقَالُوۡۤا اِنَّا كَفَرۡنَا بِمَاۤ اُرۡسِلۡتُمۡ

مُنہ میں رکھ کر کہا ہم اُس حکم کو نہیں مانتے جو تمہارے ذریعہ سے

بِهٖ وَاِنَّا لَفِيْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَنَآ

بھیجا گیا ہے جس بات کی طرف تم ہم کو بلاتے ہو ہم اُس کی طرف سے

اِلَيْهِ مُرِيْبٍ ۝ قَالَتْ رُسُلُهُمْ اَفِي اللّٰهِ

اضطراب آمیز شک میں پڑے ہیں پیغمبر بولے کیا اُس خدا کے وجود میں

شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يَدْعُوْكُمْ

شک ہے جو آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کرنے والا ہے وہ تم کو بلاتا ہے

لِيَغْفِرَ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُؤَخِّرَكُمْ

تاکہ تمہارے قصور معاف کرے اور ایک وقت مقرر تک تم کو

اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ

رہنے دے

تفسیر ابن جریر کا ظاہر قول ہے کہ یہ حضرت موسٰی کے کلام کا تتمہ ہے گویا حضرت موسٰی کو جو حکم دیا گیا تھا کہ ایام الٰہی کی یاد دلاؤ اُس کی تعمیل حضرت موسٰی نے اس طرح کی کہ سب سے پہلے اُنہی کے گذشتہ واقعات کی یاد دلائی۔ قوم فرعون کے مصائب میں مبتلا ہونا اور پھر اُن سے نجات پانا بیان کیا اور آخر میں گذشتہ اقوام کے قصص عبرت حاصل کرنے کے لئے بیان فرمائے۔ ابن کثیر نے ابن جریر کے اس قول کو محل تامل قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ مجاہد نے ایام اللہ کی تفسیر احسانات الٰہیہ سے کی ہے۔ گذشتہ اقوام کے تذکرہ سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ اسکے علاوہ توریت میں عاد و ثمود کا کہیں تذکرہ نہیں۔ میں کہتا ہوں اگر توریت میں عاد و ثمود وغیرہ اقوام کا تذکرہ نہیں تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضرت موسٰی نے قوم کو وعظ کرتے وقت بھی ان ہلاک شدہ اقوام کا تذکرہ نہ کیا ہوگا۔ تاہم میرے نزدیک بھی حضرت موسٰی کے کلام کا تتمہ یہ آیات نہیں ہیں۔ بلکہ جب سابق آیات میں بیان کر دیا گیا کہ محمدؐ کوئی نئے نبی بن کر نہیں آئے بلکہ آپ تو مثیل موسٰی ہیں آپ سے بہت پہلے موسٰی بھی آ چکے ہیں اور یہی کام کر چکے ہیں جو آپ اب کرنا چاہتے ہیں تو اب روئے سخن اہل عرب کی طرف کیا جاتا ہے اور ان آیات میں اُن عرب والوں کو ہی براہِ راست خطاب کیا جاتا ہے جو حضور اقدسؐ کے مخالف تھے اور حضورؐ کی نبوت میں گوناگون شک کیا کرتے تھے اور اپنے اسلاف کے مذہب کو چھوڑنا نہ چاہتے تھے۔

حاصل ارشاد یہ ہے کہ فقط موسٰی اور بنی اسرائیل پر ہی منحصر نہیں بلکہ تم سے پہلے دنیا میں اور قومیں بھی گذری ہیں۔ نوح کی قوم اور ہود کی قوم (عاد) اور صالح کی قوم (ثمود) چونکہ ان تینوں قوموں کا مسکن سرزمین عرب ہی تھی اور اکثر لوگوں نے اُن کے ویران مکان اور اُجاڑ کھنڈر اور تباہ شدہ آثار دیکھے تھے اس لئے ان تینوں کا تو صراحۃً نام لیا اور دوسری قوموں کے متعلق فرمایا کہ یہی تین نہیں بلکہ ان کے بعد اور قومیں بھی گذری ہیں جن کے نسب، سوانح حیات اور مسکن و ماوی کو یقینی طور پر سوائے خدا کے کوئی بھی نہیں جانتا۔ اللہ کے پیغمبر اُن کی ہدایت کے لئے اُن کے پاس گئے تو اُنہوں نے پیغمبروں کی ہدایت کو نہ مانا اور اُن کی تکذیب کی (مُنہ میں ہاتھ لے جانے کا مطلب یا تو نہ ماننا اور انکار کرنا ہے جیسا کہ ابو عبیدہ نے بیان کیا ہے اور مجاہد، قتادہ، محمد بن کعب وغیرہ کا بھی یہی قول ہے یا غصہ سے انگلیاں کاٹنا مراد ہے (یہ ابن مسعود کا قول ہے) یا یہ مطلب ہے کہ انبیاء کے قول کو نہایت تعجب سے سُنا اور اتنا کھِل کھلا کر ہنسے کہ اپنے مُنہ پر ہاتھ رکھ لئے۔ (یہ قول ابن عباس کا ہے) اور بولے ہم کو تمہاری باتوں کا اعتبار نہیں۔ ہم تمہاری رسالت کو نہیں مانتے اور اللہ کے متعلق جو کچھ اوصاف تم بیان کرتے ہو اُس میں بھی ہم کو قوی شک ہے۔ پیغمبروں نے نہایت تعجب کے لہجہ میں دریافت کیا ہائیں کیا تم بداہت کے منکر ہو۔ کیا اللہ کی ہستی، توحید اور صفتِ تخلیق میں تم کو شک ہے۔ یہ تو بدیہی چیز ہے کہ اللہ تمام عالم کا موجد اور نیست سے ہست کرنے والا ہے اُس کا انکار کس طرح ممکن ہے۔ رہی ہماری رسالت تو ظاہر ہے کہ کسی ذریعہ سے وہ اپنا پیام ہدایت تم کو پہونچائے گا۔ چنانچہ ہمارے ذریعہ سے اُس نے تم کو دعوت حق دی مگر اس سے اُس کی اپنی کوئی ذاتی غرض وابستہ نہیں بلکہ تمہارا ہی دنیا و آخرت میں نفع ہے۔ اگر اللہ کی دعوت کو قبول کرو گے تو وہ تمہارے تمام قصوروں کو معاف فرما دیگا اور دنیوی زندگی میں بھی تم عذاب سے بےخوف ہو کر مقررہ میعاد تک زندہ رہو گے

قَالُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ؕ تُرِيْدُوْنَ

وہ بولے تم تو ہم ہی جیسے بشر ہو تم ہم کو

اَنْ تَصُدُّوْنَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا

اُن چیزوں سے روکنا چاہتے ہو جن کو ہمارے باپ دادا پوجتے رہے ہیں

فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ۝ قَالَتْ لَهُمْ

لہٰذا کوئی صریح معجزہ لاؤ پیغمبروں نے اُن سے کہا

رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ

بے شک ہم تمہاری طرح انسان ہیں

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ

مگر اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے احسان کرتا ہے

وَمَا كَانَ لَنَآ اَنْ نَّاْتِيَكُمْ بِسُلْطٰنٍ اِلَّا

اور ہم کو طاقت نہیں کہ بغیر حکم خدا کے کوئی معجزہ تمہارے سامنے

بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ

پیش کریں اور اللہ ہی پر ایمانداروں کو بھروسہ کرنا چاہئے

وَمَا لَنَآ اَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنَا

اور کیا وجہ کہ ہم اللہ پر بھروسہ نہ کریں حالانکہ وہ ہم کو ہماری راہیں

سُبُلَنَا ۭ وَلَنَصْبِرَنَّ عَلٰى مَآ اٰذَيْتُمُوْنَا ۭ

دکھا چکا جو ایذا تم ہم کو پہنچاؤ گے ہم اُس پر ضرور صبر کریں گے

وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ۝ ع

اور اللہ ہی پر بھروسہ کرنے والوں کو بھروسہ کرنا چاہئے

تفسیر | کفار قوم پیغمبروں کے گذشتہ جواب سے مطمئن نہوئے اور چونکہ پیغمبروں نے اللہ کی ہستی، توحید اور صفت تخلیق کو بداہت کے دعوے کے ساتھ بیان کیا تھا اس لئے اللہ کے متعلق گفتگو چھوڑ کر پیغمبروں کی رسالت پر تین شبہات کئے۔ اول تو یہ کہ تم ہماری طرح آدمی ہو۔ نہ فرشتے ہو نہ جن نہ کوئی اور غیبی مخلوق۔ معمولی انسان کا نبی ہونا کس طرح ممکن ہے۔ دوئم یہ کہ تم نئی باتیں بتا کر اور نئی تعلیم دے کر ہم کو اپنے آباؤ اجداد کے طریقہ سے پھیرنا چاہتے ہو۔ جن دیوتاؤں کی پرستش ہمارے اسلاف کرتے چلے آئے ہیں ہم اُن کو کس طرح ترک کر سکتے ہیں۔ سوئم یہ کہ اگر تم کو پیغمبری کا دعویٰ ہے تو کوئی ایسا معجزہ پیش کرو جس سے تمہارے دعوے کا ثبوت واضح ہو جائے۔ پیغمبروں نے تینوں شبہات کا جواب ترتیب وار دیا۔ اول شبہ تھا کہ نبوت و بشریت میں منافات ہے۔ دوسرا شبہ تھا کہ تمہارے کہنے سے ہم اسلاف کے رسم کو ترک نہیں کر سکتے۔ اس کا جواب تو اس طرح دیا کہ ہاں بظاہر ہم تمہاری طرح آدمی ہوں لیکن نبوت اللہ کا باطنی فضل ہے بشر کو نبوت نہ ملنے کی کیا دلیل ہے۔ حق تعالیٰ اپنے فضل سے جس کو چاہے عطا فرمائے۔ اور جب نبوت خداداد عطیہ ہے تو پھر نبی کے قول سے آباء کے رسم و رواج کو ترک نہ کرنا کیسا۔ فضل خداوندی کے سامنے رسم و رواج کی کیا حقیقت ہے۔ تیسرا شبہ طلب معجزہ کے متعلق تھا اُس کا جواب دیا کہ یہ نبی کے اختیار میں نہیں اللہ کے اختیار میں ہے جب چاہے اور جو چاہے معجزہ ظاہر فرمائے۔ پھر معجزہ ایمان کے لئے مؤثر حقیقی بھی نہیں۔ ایمان تو احسان خداوندی ہے لہذا اُسی پر نظر رکھنی چاہئے کہ وہی توفیق دے اور ایمان نصیب ہو۔ اور چونکہ سیاق کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ کفار نے پیغمبروں کو مارنے اور تکلیف دینے کی دھمکی بھی دی تھی اس لئے انبیا نے فرمایا ہم تم سے ڈرتے نہیں۔ ہمارا بھروسہ تو اللہ پر ہے اُسی نے ہم کو راہ حق پر گامزن کیا ہے۔ اُس کے حکم کی تعمیل میں ہم کو کیا ڈر ہو سکتا ہے۔ تم جو کچھ ہم کو تکلیف دو گے ہم اُس پر مضبوطی کے ساتھ صبر کرینگے۔

مقصود بیان: اقوام و انبیاء کی تعداد صحیح طور پر کوئی نہیں جانتا۔ آبائی مالوفات اور سلف کے رسم و رواج کے خلاف سُن کر انسان کو اچنبا بھی ہوتا ہے اور غصہ بھی آتا ہے۔ اللہ کی ہستی اور توحید اتنی بدیہی ہے کہ کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔ آسمان و زمین کی ایجاد۔ الوہیت و ربوبیت کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ اسی بناء پر امام الموحدین حضرت امام ابوحنیفہ نے فرمایا ہے کہ توحید کو نہ ماننے پر کوئی شخص معذور نہیں سمجھا جا سکتا۔ بندہ کو ہدایت کرنے میں اللہ کی کوئی ذاتی غرض شامل نہیں۔ بلکہ انسان ہی کا دنیوی اور اخروی فائدہ ہے۔ ظاہر پرست طبقہ والے پاک باطن آدمیوں کو انسانیت سے اوپر کوئی اور درجہ دینا چاہتے ہیں۔ اُن کا عقیدہ ہوتا ہے کہ مقربان الٰہی کا طبقہ نوع انسانی سے جدا کوئی اور گروہ ہونا چاہئے۔ انبیاء صورت جسمانیت مقتضاء بشریت اور دیگر انسانی خصوصیات میں دوسرے آدمیوں کی طرح ہوتے ہیں۔ نبوت و رسالت محض اللہ کا فضل ہے۔ کوشش و ریاضت سے یہ چیز حاصل نہیں ہو سکتی۔ اسی لئے اہل سنت کا اجماع ہے کہ جو کوئی نبوت کو کسبی چیز اور نتیجہ کوشش سمجھے وہ کافر ہے۔

معجزہ لوازم نبوت میں سے نہیں ہے نہ نبی کی اختیاری چیز ہے جب اللہ کی طرف سے اجازت ہوتی ہے۔ معجزہ کا ظہور ہوتا ہے۔ اہل ایمان وہی ہیں جن کا بھروسہ اللہ ہی پر ہو۔ غیر اللہ کی مدد قوت دولت حکومت اور طاقت کا اعتماد و لالچ نہ ہو۔ آیات کا آخری حصہ تعلیم دے رہا ہے کہ اہل حق کو تبلیغ حق میں جو مصائب اٹھانی پڑیں اور صداقت کی اشاعت میں جو تکلیفیں برداشت کرنی ہوں اُن کو انتہائی جواں مردی و استقامت سے برداشت کریں۔ اور اللہ پر بھروسہ رکھیں۔ آیات میں انبیاء کی تبلیغ اور اشاعت حق کی جس کوشش کا تذکرہ کیا ہے وہ بتا رہا ہے کہ توکل تام ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ رہنے کا نہیں ہے بلکہ امکانی کوشش کرتے ہوئے اللہ پر

بھروسہ رکھنے کا نام توکل ہے وغیرہ

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ

کافر اپنے پیغمبروں سے بولے ہم تم کو اپنی زمین سے

مِّنْ اَرْضِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا فَاَوْحٰٓى

نکال دیں گے ورنہ ہمارے مذہب میں لوٹ آؤ تب اُن کے

اِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ الظّٰلِمِيْنَ ۝ۙ وَ

رب نے اُن کے پاس وحی بھیجی کہ ہم ان ظالموں کو ضرور غارت کرینگے اور

لَنُسْكِنَنَّكُمُ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ذٰلِكَ

ان کے بعد ضرور اس زمین میں تم کو بسائیں گے یہ

لِمَنْ خَافَ مَقَامِيْ وَخَافَ وَعِيْدِ ۝ وَ

وعدہ ہر اُس شخص کے لئے ہے جو میرے حضور میں کھڑے ہونے سے ڈرے اور میری وعید کا

اسْتَفْتَحُوْا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ ۝ۙ

خوف کرے اور پیغمبروں نے فتح کی دعا مانگی اور ہر سرکش ضدی ناکام ہو گیا

مِّنْ وَّرَآئِهٖ جَهَنَّمُ وَيُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ صَدِيْدٍ ۝ۙ

(پھر) اُس کے پیچھے دوزخ بھی ہے اور اس کو زرد آب پلایا جائے گا

يَّتَجَرَّعُهٗ وَلَا يَكَادُ يُسِيْغُهٗ وَيَاْتِيْهِ

جسکو گھونٹ گھونٹ کر کے پئے گا اور گلے سے اُتار نہ سکے گا اور

الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّمَا هُوَ بِمَيِّتٍ ؕ

ہر جگہ سے اُس پر موت آئے گی مگر وہ مرے گا نہیں

وَمِنْ وَّرَآئِهٖ عَذَابٌ غَلِيْظٌ ۝

اور اُس کے پیچھے سخت عذاب ہوگا

تفسیر ظالم کافروں نے انبیاء کی تکذیب اور ایذا رسانی پر ہی صبر نہ کیا بلکہ اس سے بہت آگے بڑھ گئے۔ پیغمبروں نے اُن کو غیر اللہ کی پرستش سے منع کیا تھا اور اللہ کی طرف آنے کی دعوت دی تھی۔ باطل پرستوں کو حق پرستوں سے ضد ہوتی ہے۔ کافروں کو بھی اہل حق سے ضد پڑ گئی علاوہ انکار اور ایذا رسانی کے کہنے لگے ہم کو تو تم کیا نصیحت کرتے ہو اپنی خیر مناؤ یا تو ہمارے مذہب میں لوٹ آؤ ورنہ جلاوطن کر دینگے (اگرچہ پیغمبر کبھی مذہب کفر پر نہ تھے مگر چونکہ خاندان کفر میں پرورش پائی تھی اور اُن کی توحید پرستی کافروں سے مخفی تھی کافر یہی خیال کرتے تھے کہ یہ لوگ بھی ہمارے دین پر ہیں۔ جب انبیاء نے درس توحید دیا تو سمجھے کہ یہ لوگ ہمارے مذہب سے پھر گئے ہیں اسی لئے مذکورہ بالا قول کہا) خداتعالیٰ نے پیغمبروں کی تسکین کے لئے وحی بھیجی کہ جس سرزمین سے یہ تم کو نکالنے کی دھمکی دیتے ہیں ہم ان ظالموں کو برباد کر کے تم کو اور تمہارے ساتھیوں کو اسی سرزمین کا مالک بنا دینگے۔ لیکن یہ جانشینی اور کامیابی اور امدادِ خداوندی اسی شخص کو حاصل ہوگی جو حدودِ الٰہی سے آگے نہ بڑھے بلکہ حد شرع سے تجاوز کرتا ہوا ڈرے اور حدودِ مقررہ سے تجاوز کرنے والے کے لئے جو وعید ہے اُس کا خوف کرتا ہے۔ غرض پیغمبروں نے جب دلائل و براہین تمام کر دیں اور حجت ختم ہو گئی اور کفار اس پر بھی نہ مانے تو بددعا کی اور حق تعالیٰ سے کفار کے مقابلہ میں فتح و نصرت کے طلبگار ہوئے۔ حسب دعا عذاب الٰہی آیا سارے شریر و معاند کفار ہلاک کر دیئے گئے۔ یا اِسْتَفْتَحُوْا کی ضمیر کافروں کی طرف راجع ہے۔ اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ جب پیغمبروں نے کافروں کو خوف دلایا کہ اگر ایمان نہ لاؤ گے تو عذاب الٰہی نازل ہو جائیگا اور سب کے سب تباہ کر دیئے جاؤ گے اور کفار مجسم شرارت و عناد تھے وہ اس دھمکی سے متاثر نہ ہوئے بلکہ انہوں نے فیصلہ کی درخواست کی کہ اچھا عذاب نازل کراؤ اسی پر فیصلہ ہے۔ انجام کار عذاب آگیا اور کفار کی حقانیت کا دعوے باطل ہو گیا (خازن)۔ اس سے آگے اُس سزا اور عذاب کا بیان ہے جس سے ہر کافر کو مرنے کے بعد دوچار ہونا پڑا اور پڑتا ہے۔

آیات کے آخری فقرہ کا یہ مطلب ہے کہ یوں تو دوزخ کا عذاب سب ہی سخت ہوگا لیکن سخت ترین عذاب ایک اور ہوگا۔ وہ کونسا عذاب ہوگا؟ علماء تفسیر نے اسکی تشریح اس طرح کی ہے کہ جن اعمال کو اہل کفر اپنے لئے آخرت میں سودمند سمجھا کرتے تھے اور مصائب برداشت کر کے اُن اعمال کی پابندی رکھتے تھے جب وہی اعمال اُن کے لئے مفید نہ ہونگے بلکہ بجائے فائدہ کے وبال جان ہو جائینگے جن کی شفاعت حاصل کرنے کے لئے اُن کی پرستش کیا کرتے تھے اُن میں سے کوئی شفاعت نہ کریگا بلکہ بیزاری کا اظہار کرے گا۔ نہ کسی پیر فقیر کی نذر نیاز کام آئے گی نہ عشاءِ ربانی کا کھانا نہ اشنان کرنا۔ نہ صلیب کی پرستش۔ نہ بتوں کی پوجا۔ نہ مسیح کی الوہیت کا اقرار۔ غرض جن جن پر تکیہ تھا اور جس جس پر بھروسہ تھا سب رائگاں جائیگا اُس وقت اُنکی آتش حسرت برافروختہ ہوگی جس میں ہمیشہ جلتے رہیں گے۔ اسی کی تشریح آئندہ آیت میں کی گئی ہے۔

مقصود بیان :۔ آیات میں نظائر گذشتہ اقوام کی سرکشی اور طغیان کا

بیان ہے۔ مگر درحقیقت رسول پاکؐ کو آگاہ کرنا مقصود ہے کہ آپ کی قوم بھی گذشتہ کافروں سے کم نہیں۔ یہ بھی اُن کے نقش قدم پر چلے گی۔ طرح طرح سے تکلیفیں دیگی فقط تکذیب رسالت اور لعن طعن پر اکتفا نہ کریگی بلکہ جلا وطن بھی کریگی آپ کو ہجرت کرنی ہوگی مگر انجام کار آپ ہی کو غلبہ ہوگا۔ ہم اِن بدبختوں کو برباد کردینگے۔ ان کی پوری سرزمین پر آپ کا تسلط کردینگے۔ لہذا ان کی ایذا رسانی پر آپ کو صبر کرنا اور اللہ کی ذات پر بھروسہ رکھنا چاہئے اور اہل ایمان کو استقامت کی تلقین کے ساتھ نصیحت کرنی چاہئے کہ وہ احکام شریعت کی خلاف ورزی اور حدود الٰہیہ سے تجاوز نہ کریں اور اللہ سے فتح و نصرت کی دعا کرتے رہیں وغیرہ۔

یہاں ایک شبہہ پیدا ہوتا ہے کہ گذشتہ کفار نے اپنے پیغمبروں کو جلا وطن کرنے کی صرف دھمکی دی تھی مگر جلا وطن کر نہیں سکتے تھے اُن کو خدا تعالیٰ نے یہ طاقت و توفیق نہ دی کہ پیغمبر کو وطن سے نکال دیں لیکن قریش اور مکہ کے دوسرے کافروں کو یہ قوت عطا فرمادی کہ وہ حضورؐ کو جلا وطن ہوجانے پر مجبور کرسکے اور سرکار عالیؐ کو محبوب وطن چھوڑ دینا پڑا۔ باوجودیکہ دیگر انبیاء کے مقابلہ میں حضورؐ کا فضل شرف اور کرامت زیادہ تھی۔

اس شبہہ کا حل یہ ہے کہ آیت لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ اور آیت كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ سے ثابت ہے کہ انجام کار انبیاء اور اہل ایمان ہی کو غلبہ حاصل ہوتا ہے۔ گذشتہ انبیاء کی بعثت اور تبلیغ مقامی اور قومی تھی۔ اگر وہ جلا وطن ہوجاتے تو پھر تبلیغ کس کو کرتے اور پیام ہدایت کون قبول کرتا۔ اس لئے کافروں کو ایسی طاقت و توفیق نہ دی کہ وہ جلا وطن کرسکیں لیکن حضورؐ والا کی بعثت و تبلیغ عمومی تھی۔ اگرچہ تبلیغ کا آغاز قوم والوں سے کرنے کا حکم تھا مگر امت دعوت کل جہان کے رہنے والے تھے۔ ترکِ وطن کے بعد بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ کے لئے میدان تھا۔ پیام ہدایت پر عمل کرنے کا ہر شخص مکلف تھا اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کی اور دوسری قوموں کو پیام ہدایت پہونچایا۔ وغیرہ

مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ

جن لوگوں نے اپنے رب کا انکار کیا مثالاً اُن کے اعمال

كَرَمَادِ ِۨاشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ يَوْمٍ

اُس راکھ کی طرح ہیں جس پر آندھی کے دن تیز ہوا

عَاصِفٍ ۭ لَا يَقْدِرُوْنَ مِمَّا كَسَبُوْا عَلٰي شَيْءٍ ۭ

چلی ہو کافروں کو اپنے کئے ہوئے میں سے کچھ ہاتھ نہ آئے گا

ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ۝ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ

یہی دور کی گمراہی ہے (اے مخاطب) کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۭ اِنْ يَّشَاْ

آسمانوں کو اور زمین کو تدبیر سے پیدا کیا ہے اگر وہ چاہے

يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ ۝ وَّمَا

تو تم کو فنا کردے اور دوسری نئی مخلوق لے آئے اور

ذٰلِكَ عَلَي اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ۝

اللہ پر یہ کچھ مشکل نہیں ہے

تفسیر آیاتِ سابقہ کے مضمون کی تائید اس آیت سے ہوتی ہے۔ بعض اہل کفر بھی اپنی نظر میں نیک کام کرتے ہیں۔ عبادت بھی کرتے ہیں اور معاملات میں بھی حُسن سلوک کو کام میں لاتے ہیں۔ لیکن عبادت غیر اللہ کی کرتے ہیں۔ رات بھر دیوتاؤں کا نام جپتے ہیں۔ بتوں کو، ستاروں کو، صلیب کو اور عناصر عالم کو سجدے کرتے ہیں۔ مخلوق کے ساتھ کبھی اچھا سلوک بھی کرتے ہیں۔ دان دیتے ہیں۔ خدمتِ خلق کرتے ہیں۔ مہمان نوازی کرتے ہیں۔ مسافر خانے بناتے ہیں۔ پیاسوں کے لئے کنوئیں کھدواتے ہیں۔ لیکن ان سب کے اندر رضاءِ مولا کے حصول کا خیال نہیں ہوتا۔ حُسن نیت کو دخل نہیں ہوتا۔ آخرت کی زندگی پر ایمان نہیں ہوتا۔ اللہ کے سامنے جانے کا عقیدہ نہیں ہوتا۔ اس لئے آخرت میں سب کچھ رائگاں جائے گا۔ کوئی اچھا عمل بغیر ایمان اور اقرار رسالت کے کام نہ آئیگا۔ ہر نیک عمل کی جڑ ایمان اور توحید ہے۔ جب اللہ کی وحدانیت پر ایمان نہیں احکام الٰہی کا اقرار نہیں۔ رسالت کا اعتراف نہیں تو ہر نیکی عبث ہے۔ دنیا میں ضرور اُس کا عوض ملتا ہے اور اللہ پاک روزی رزق میں برکت دیتا اور صحت قوت عزت حکومت عطا کرتا ہے۔ مگر آخرت میں ان تمام اعمال صالحہ کا کوئی اجر نہ ملے گا۔ تمام نیکیاں برباد جائیں گی۔ اس مضمون کو ایک مثال دے کر سمجھایا ہے۔ مثال کے طور پر یوں سمجھو کہ ایک سرسبز درخت ہے، بار آور ہے، تنومند ہے، سایہ دار ہے مگر جب خشک ہوکر آگ سے جل گیا اور خاک کا ڈھیر بن گیا تو آندھی اُس خاک کو چاروں طرف اڑا کرلے جاتی ہے۔ کہیں اُسکو بقا و ثبات نصیب نہیں ہوتا۔ جبتک درخت زندہ تھا شاداب اور سرسبز تھا۔ سایہ دار اور بارآور تھا۔ اُسوقت تک آندھی کے جھونکوں کا مقابلہ کررہا تھا۔ اپنی جگہ پر قائم تھا۔ مخلوق کو اُس سے فائدہ پہنچ رہا تھا اور اُسکو بھی لوگوں سے نفع تھا۔ کوئی پانی اور کھاد دیتا تھا

کوئی تھا تو لہ درست کرتا لیکن خشک ہو جانے اور جل کر خاک کا ڈھیر ہو جانے کے بعد اُس میں طاقت نہیں رہی کہ آندھی کا مقابلہ کر سکے۔ اُسکی خاک اِدھر اُدھر اُڑتی پھرتی ہے۔ یہی حالت کافر کے نیک اعمال کی ہے۔ جب تک دنیا میں تھا ثمر دار تھا، سایہ فگن اور فیض رساں تھا۔ مخلوقِ خدا بھی اسکی عزت اور خدمت کرتی تھی۔ مہاجن اور ساہوکار جانتی تھی۔ ہر نیکی کا صلہ دنیا میں ہی مل رہا تھا۔ عذابِ الٰہی بھی اُس کی فیض رسانی کی وجہ سے رُکا ہوا تھا جب آنکھیں بند ہوئیں اور مٹی کا ڈھیر بنا تو گذشتہ شادابی، بارآوری اور فیض رسانی بیکار رہی۔ عذابِ الٰہی کی آندھی اُس کی خاک کو جدھر چاہے گی اُڑا کر لے جائیگی۔ تمام نیکیاں برباد جائینگی۔ نیکی برباد گناہ لازم یہی بہت پرلے درجہ کی گمراہی ہے کہ کیا تھے کہ ہو گیا بڑا۔

اس سے آگے کافروں کو تہدید و وعید کرتا ہے اور باطل پرستوں کو لطیف تنبیہ فرماتا ہے کہ اللہ نے آسمان و زمین کو حکمت اور کمالِ صنعت کے ساتھ پیدا کیا۔ یعنی یہ نظر بندی نہیں جادو نہیں بلکہ حقیقت ہے کہ خالق ارض و سماء اللہ ہے پھر تم آغاز و انجام سے لاپرواہ ہو کر کیوں شرک کرتے ہو اور کیوں دنیوی زندگانی کے لہو و لعب پر غرہ ہو۔ کیا تم نہیں جانتے کہ اگر خدا چاہے تو سب کو فنا کر کے ایک نئی مخلوق پیدا کر دے جو موحد اور اُسی کی عبادت گذار ہو۔ خدا کے نزدیک یہ فعل کرنا کچھ دشوار نہیں ہے۔ جب خدا ایسا کرنے پر قادر ہے تو پھر تم کیوں اُس سے نہیں ڈرتے اور کیوں اُس کے پیامِ ہدایت کو نہیں مانتے۔

مقصود بیان: بغیر ایمان کے کوئی عبادت اور نیک عمل آخرت میں کام نہ آئیگا بلکہ برباد جائیگا۔ اللہ نے عالم کا کوئی ذرہ بغیر حکمت و حقانیت کے نہیں پیدا کیا۔ یہ اللہ کا فضل ہے کہ اُس نے ہم کو باوجود ہماری نافرمانی کے چھوڑ رکھا ورنہ اگر وہ چاہے تو ہم سب کو فنا کر کے اس زمین پر کوئی نئی مخلوق بسا دے۔ آخری آیت بتا رہی ہے کہ اللہ کے تصرفات تمام عالم میں جاری اور ساری ہیں۔ کسی طرح کا انقلاب تغیر اور تجدید اُس کے لئے دشوار نہیں۔ آیات کا روئے سخن اگرچہ کافروں کی طرف ہے مگر اہلِ بصیرت نے بتایا ہے کہ اَلَمْ تَرَ سے خطاب ہر صاحبِ عقل کو ہے کہ دیکھو جب اللہ نے کل عالم کی تخلیق حق کے ساتھ کی تو پھر تم کیوں حق سے روگردانی کرتے ہو۔ حق کو دیکھتے ہو پہچانتے کیوں نہیں۔ رویت و نظر سے معرفت کی طرف انتقال کیوں نہیں کرتے۔ اللہ کے فعل کا تو دیکھتے ہو لیکن یہ فعلِ الٰہی جس صفتِ الٰہیہ سے پیدا ہوا ہے اُس صفت کا نور کیوں نہیں دیکھتے اور پھر نورِ صفت سے نورِ ذات تک انتقال کیوں نہیں کرتے۔ تمہاری عقل کی آنکھیں روشن ہیں۔ ان آنکھوں سے اللہ کے فعلِ تخلیق کو دیکھ رہے ہو اب ذرا دل کی آنکھوں سے فعلِ تخلیق کے مرکز کو بھی دیکھو اور اللہ کی صفتِ تخلیق کا بھی مشاہدہ کرو اور پھر اس سے آگے بڑھ کر روح کی آنکھوں سے نورِ ذات کو بھی دیکھو اور پھر اُس سے اطمینان و سرورِ قلبی حاصل کرو۔ وغیرہ

وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ جَمِيْعًا فَقَالَ الضُّعَفٰٓؤُا
اور سب لوگ اللہ کے سامنے پیش ہونگے　پھر کمزور لوگ

لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا
بڑائی والوں سے کہیں گے　کہ ہم تو تمہارے تابع تھے

فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ
تو کیا اب تم　اللہ کے عذاب کو　ہم سے کچھ

مِنْ شَيْءٍ ۭ قَالُوْا لَوْ هَدٰىنَا اللّٰهُ لَهَدَيْنٰكُمْ ۭ
ہٹا سکتے ہو؟　وہ کہیں گے اگر اللہ ہم کو ہدایت دیتا تو ہم تم کو ہدایت کرتے

سَوَاۗءٌ عَلَيْنَآ اَجَزِعْنَآ اَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا
اب ہمارے لئے برابر ہے خواہ بے قرار ہوں یا صبر کریں ہم کو کسی طرح کا

مِنْ مَّحِيْصٍ ۝ۧ
چھٹکارا نہیں۔

وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ
جب کام کا فیصلہ ہو چکے گا تو شیطان کہیگا　کہ اللہ نے

وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ ۭ
تم سے سچا وعدہ کیا تھا اور میں نے تم سے جو وعدہ کیا تھا اسکے خلاف کیا

وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّآ اَنْ
اور میری تم پر کچھ زبردستی تو　تھی نہیں　ہاں میں نے

دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ ۚ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ
تم کو بلایا تھا　تم نے میرا کہا مان لیا　اب مجھے ملامت نہ کرو

وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ مَآ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ
بلکہ اپنے آپ کو برا کہو　میں تمہاری فریادرسی نہیں کر سکتا

آ گئے تھے اور ہاشم بن عبدمناف کے پوتے اور سابق الایمان تھے ہمراہ کر دیا
یہ مدینہ آکر اسعد بن زرارہ کے مکان پر ٹھہرے۔ اسلام کی عظیم الشان خدمات
انجام دیں انصار کے ہر گھر پر روزانہ جانا اور قرآن کے احکام بتانا تبلیغ اسلام
کی آپ کا معمول تھا روزانہ دو ایک انصار اسلام قبول کرتے تھے اور چند دن
میں مدینہ اور قبا میں بکثرت لوگ مسلمان ہو گئے تیسری سال حج کے لئے مدینہ
سے تقریباً ۷۲ آدمیوں کا قافلہ جس میں مسلم و نامسلم سب تھے گیا اس قافلہ
کے مسلمانوں نے مقام عقبہ میں حضور کے ہاتھ پر بیعت کی زیادہ تر افراد
قبیلہ خزرج کے تھے حضور کے ہمراہ حضرت عباس حضور کے چچا بھی تھے
جو ہنوز اسلام میں داخل نہیں ہوئے تھے اس قافلہ کے دل کی تمنا یہ تھی کہ
حضور مدینہ تشریف لیجائیں حضرت عباس نے فرمایا کہ اے بنو خزرج محمد صلعم
ہمارے خاندان کے محترم اور معزز فرد ہیں ہم نے اب تک دشمنوں کے مقابلہ
میں ان کی حفاظت کی ہے اب یہ تمہارے پاس جانا چاہتے ہیں اگر تم آخر
وقت تک ان کا ساتھ دے سکو تو عہد مستحکم کرو ورنہ ابھی صاف جواب دیدو حضرت
براء نے عرض کی کہ ہم تلواروں کے سایہ میں پلے ہیں حضرت ابو الہیثم نے
عرض کی کہ حضور ہمارے اور یہود مدینہ کے تعلقات ہیں آپ کی بیعت
کے بعد ہمارے تعلقات یہود سے ختم ہو جائینگے اگر حضور کو قوت و اقتدار
ہو جائے اور حضور مکہ واپس تشریف لے آئیں تو ہم کمزور ہو جائینگے حضور نے
تبسم فرمایا اور ارشاد کیا کہ نہیں تمہارا خون میرا خون ہے تم میرے اور میں تمہارا
ہوں اس کے بعد انصار نے حضور کے دست رحمت پر بیعت کی بیعت حقیقتاً
معاہدہ تھا کہ مسلمان شرک چوری زنا قتل اولاد۔ افترا کذب سے محترز رہینگے
اور جس عمل خیر کی طرف حضور ان کو متوجہ و منظم فرمائیں گے اس کو قبول کرینگے
سعد بن زرارہ نے ہمراہیان سے بیعت کے وقت کہا کہ برادران اسلام آج
آپ جس چیز پر بیعت کر رہے ہو اس کو معمولی بات آپ تصور نہ کریں یہ بیعت
عرب و عجم جن و انس سے معاہدہ جنگ آزمائی ہے آج سے ہم اپنی قسمتوں
کو دامن حضور رحمت عالم کے ساتھ وابستہ کر رہے ہیں۔ تمام جماعت نے
متفق ہو کر اعلان کیا کہ ہاں ہاں ہم اسی پر بیعت کر رہے ہیں۔ ہم نے اپنی
جانوں کو آج سے محمد رسول اللہ کے قدموں پر قربان کر دینے کا عہد محکم کر لیا ہے
ان بیعت کنندگان میں سے حضور نے بارہ انصار کو نقیب الاسلام اور
قائد انصار مقرر فرمایا۔ حقیقت یہی تھی کہ یہ تمام بزرگ اشخاص تمام قبائل انصار
مدینہ کے روح رواں اور مشہور سردار تھے قبیلہ اوس کے سرداروں
میں حضرت سیدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے جو اسلام
میں خصوصی عظمت کے حامل ہیں حضور صلعم کے بعد آپ ہی نے خلافت کا انصار
کی طرف سے دعویٰ فرمایا تھا ان تمام اشراف مدینہ کا اسلام پر حضور سے بیعت
کرنا گویا تمام باشندگان مدینہ کا اسلام میں داخل ہو جانا تھا کفار قریش نے
جب اس خبر کو سنا تو ان کے چیدہ اشخاص انصار کے پاس آئے نامسلم انصار
نے اس خبر اور بیعت سے انکار کیا حضور کو انصار مدینہ کی طرف سے طمانیت
قلب حاصل ہو چکی تھی کفار قریش کو اپنی ناکامی پر اب حضور کی طرف سے جو غیظ و
غضب تھا جس کا ہر لمحہ اظہار ہوتا رہتا تھا۔ حضور نے اب اپنے صحابہ کو اجازت
دیدی تھی کہ جو جانا چاہے مدینہ کو ہجرت کر جائے لوگ آہستہ آہستہ خفیہ طور سے
مکہ سے مدینہ کو جاتے رہتے تھے اور کفار بھی ہر قسم کی رکاوٹ ڈال رہے تھے یہاں تک
کہ مکہ پاک اصحاب حضور صاحب لولاک سے تقریباً تقریباً خالی ہو گیا صرف حضرت صدیق
اکبر کا گھرانا اور حضرت مولا علی ہی حضور کی رفاقت میں مکہ کے اندر ہر وقت نظر آتے
تھے حضور ہر وقت وحی الٰہی کے منتظر تھے آخر وہ وقت آگیا کہ عرش عظیم سے الک بے
نیاز کا حکم جبرئیل امین لیکر تشریف لائے اور حضور کو ہجرت مدینہ کا پیام پہنچایا دوپہر کا
وقت تھا حضور تنہا حضرت صدیق اکبر کے مکان پر تشریف لائے دروازہ پر دستک
دی اجازت پر مکان میں داخل ہوئے یہ وہ زمانہ ہے کہ حضرت صدیقہ کبریٰ عائشہ کے
ساتھ آپ کی شادی ہو چکی ہے حضور نے صدیق اکبر سے ارشاد فرمایا سب کو مکان
سے ہٹا دو مشورہ کرنا ہے عرض کیا سوائے آپ کی اہلیہ صدیقہ کے اور کوئی مکان
میں موجود نہیں ہے ارشاد فرمایا مجھکو میرے رب سے ہجرت کا اذن دیدیا ہے حضرت
صدیق اکبر نے نہایت بے چینی سے والہانہ انداز سے دریافت کیا میرے ماں
باپ آپ پر قربان کیا میرے لئے بھی فرمایا ہاں تمہیں بھی پروردگار کا حکم ہجرت کے
لئے آگیا۔ صدیق اکبر تو پرتو رسالت کے آئینہ تھے ان کو قرائن سے پہلے ہی علم ہو چکا
تھا کہ عنقریب حضور ہجرت پر مامور کئے جائینگے انھوں نے اب سے تین چار ماہ پہلے
دو اونٹنیاں خرید کر لی تھیں اور ان کو خوب اچھی طرح پرورش فرما رہے تھے عرض
کیا سرکار میں نے اسی دن کے لئے دو سواریاں بہم کر لی ہیں ایک حضور کے لئے
ہے دوسری اس خادم کے لئے پہلے حضور دونوں میں سے ایک اپنے لئے پسند فرمائیں
ارشاد فرمایا کہ کیا قیمت لو گے عرض کیا کہ میرے ماں باپ قربان ابوبکر بھی آپ کا زر
خرید غلام اور اونٹنیاں بھی حضور ہی کی ہیں پھر قیمت کیسی ارشاد فرمایا مشیت ایزدی
ایسی ہی ہے عرض کیا جو حضور کی مرضی۔ صدیق اکبر نے جلدی جلدی سامان سفر
درست کیا حضرت بی بی اسماء بنت ابوبکر نے کھانا پکایا دو تین دن کے لائق
جب کھانا تیار ہو گیا فوراً خود رفتگی میں اپنے نطاق کو پھاڑ کر ناشتہ دان کے منہ
کو باندھا نطاق اس کمربند یا کمر سے باندھنے والی پٹی کو کہتے ہیں جو عرب کی عورتیں
کمر سے باندھتی ہیں حضور اکرم نے اسی خلوص کو دیکھکر بی بی اسماء کو ذات النطاقین
کے الفاظ سے یاد فرمایا کفار قریش نے جب دیکھا کہ اصحاب محمد صلعم ایک ایک دو
دو کر کے مکہ سے ہجرت کئے جا رہے ہیں اور عنقریب حضور بھی چلے جائینگے تو انھوں نے
دار الندوہ میں تمام سرداران قریش کو جمع کیا عتبہ بن ربیعہ ابو سفیان بن حرب
ابوجہل بن ہشام۔ ابولہب بن عبدالمطلب عقبہ بن ابی معیط حکیم بن حزام۔ نضر
بن حارث۔ ابو البختری بن ہشام۔ ابی بن خلف۔ جبیر بن مطعم۔ طلحہ بن عدی زمعہ
بن اسود مجمع عام میں کوئی ایسا با اثر کافر موجود نہ ہو۔ پھر اجلاس سے حضور
کے خلاف رائے طلب کی گئی ایک شخص نے رائے دی آپ کے ہاتھ پیر زنجیر ڈال کر
باندھ کر مکان میں قید کر دیا جائے ایک نے کہا کہ بیک وقت نصیب دشمناں
آپ کا قصہ پاک کر دیا جائے کسی نے کہا کہ ان کو جلاوطن کر دیا جائے۔ بہت
سے لوگ جب اپنی اپنی تجویزیں پیش کر چکے تو ابوجہل کھڑا ہوا اور اس نے
کہا ہم لوگ آل ہاشم سے خائف ہیں اسلئے تنہا ہم میں کا کوئی قبیلہ جرات نہیں
کرتا کہ حضور کے قتل پر آمادہ ہو اس لئے میری تجویز یہ ہے کہ تمام قبائل میں سے
ایک ایک نوجوان بہادر منتخب کیا جائے اور سب نوجوان ننگی تلواریں لیکر
بیک وقت محمد صلعم پر حملہ کر کے ان کے ٹکڑے اڑا دیں اس صورت میں تمام قبیلوں
پر ان کا خون تقسیم ہو جائیگا پھر آل ہاشم سب قبیلوں کا بدلہ نہیں کر سکینگے

یہ تجویز دارالندوہ کے اجلاس میں متفقہ طور پر منظور ہو گئی ایک طرف یہ عزم تھا دوسری طرف حضور پر یہ اعتماد تھا کہ قریش اپنی امانتیں ابتک حضور کی تحویل میں رکھتے تھے اور بہت سے لوگوں کی امانتیں حضور کے پاس موجود تھیں حضور کو کفار کے عزائم کی خبر ہو گئی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلا کر آپ نے تمام امانتیں قریش کی سپرد فرمائیں اور حکم دیا کہ کل صبح کو فلاں فلاں افراد کو جن جن کی جس جس قدر امانت ہے پہنچا دینا مجھے میرے رب نے مکہ سے ہجرت کا حکم دیدیا ہے تم آج رات کو میرے بستر پر سونا میں رات کو کوچ کر جاؤں گا اہل عرب اپنے اصول کے سختی سے پابند تھے انھیں عورتوں پر ہاتھ اٹھانا یا زنانہ گھروں میں گھس جانا سب سے بدفعل خیال کیا جاتا تھا۔ کفار قریش کو معلوم ہوا کہ آج شب کو حضور جانے والے ہیں تو انھوں نے رات ہوتے ہی گھر کا محاصرہ کر لیا تلواریں کھینچ لیں یہ طے ہوا کہ جس وقت حضور دروازہ پر برآمد ہوں فوراً مجمع تلواروں سے حملہ کر دے حضور کو جس وقت گھر سے باہر جانے کا حکم ہو چکا تھا جب وہ وقت آیا آپ نے حضرت سیدنا علی ابن ابی طالب کو اپنے بستر پر لٹایا ان پر اپنی سبز چادر ڈال دی خود دروازہ پر تشریف لائے ایک مٹھی خاک زمین سے اٹھا کر یا شاھت الوجوہ زبان مبارک سے فرمایا اور خاک دشمنوں کی طرف پھینک دی وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی کے اعجاز ظاہر ہونے سارے مجمع کی آنکھوں میں خاک پڑ گئی اور آپ باطمینان دروازہ سے باہر تشریف لے گئے حضرت صدیق کے مکان پر پہنچے ان کو ساتھ لیا غار ثور جو حوالی مکہ سے ۳ میل باہر جانب راست ایک پہاڑی درہ تھا اور تنگ و تاریک تھا وہاں دونوں پہنچے حضور نے ارشاد فرمایا بقیہ حصہ شب اسی غار کے اندر بسر کرنا ہے کفار ہمارا تعاقب کریں گے جب ان کا ذوق جستجو ختم ہو چکے تو غار سے باہر نکلیں گے صدیق اکبر نے فرمایا حضور ذرا توقف فرمائیں پہلے میں ذرا غار کو صاف کر لوں تو سرکار تشریف لائیں چنانچہ آپ غار میں گئے اس کو جلد جلد جھاڑا اجا بجا جو سوراخ تھے ان کو ردائے مبارک پھاڑ پھاڑ کر بند کیا صرف ایک سوراخ رہ گیا اس کو اپنی پیر کی ایڑی سے بند کر کے وہیں بیٹھ گئے اور حضور کو آواز دی کہ تشریف لے آئیے حضور غار میں داخل ہوئے صدیق اکبر کے زانوئے مبارک پر سر رکھ کر آرام فرمایا یہاں مکان پر محاصرہ جاری تھا رات گذرتی جا رہی تھی کفار تاک لگائے کھڑے تھے کہ کسی نے آواز دی لوگو تم کس خیال میں ہو تمہاری آنکھوں پر خاک پڑی وہ تو نکل ہی گئے اور تم کھڑے کے کھڑے رہ گئے لوگوں نے ایک دوسرے سے کہا یہ کیسے ہو سکتا ہے ہرگز کوئی دروازہ سے باہر نہیں نکلا ہے صبح کے آثار ظاہر ہو چکے تھے کچھ لوگ دروازے پر چلائے کہ محمد صلعم گھر سے نکلو وہ دم گھر میں آتے ہیں جب مطالبہ پورا نہ ہوا محاصرین گھر میں داخل ہو گئے حضرت مولا علی رضی اللہ تعالے عنہ نے چادر چہرہ سے ہٹا دی اور بستر سے اللہ کھڑے ہوئے کفار نے حضور کا پتہ پوچھا کہاں گئے فرمایا ان کو بہت دیر ہوئی کہ مکان سے تشریف لے گئے کفار حضرت علی کو پکڑ کر کعبہ میں لائے تھوڑی دیر کے بعد چھوڑ دیا اور چند لوگ معہ ایک سراغ رساں کے جو عرب کا نقش قدم پہچاننے والا مشہور شخص تھا حضور کے تعاقب میں چل کھڑے ہوئے نقش قدم دیکھتے ہوئے سب لوگ غار ثور کے دروازہ تک آ گئے

آدمیوں کی آہٹ پاتے ہی غار ثور کے دروازہ پر جو جھاڑی تھی اس میں سے کبوتر کا ایک جوڑا اڑا دیکھنے والوں نے دروازہ کو دیکھا تو اس پر مکڑی کا جالا پورا ہوا تھا نقش کہہ رہا ہے کہ اس دروازہ سے آگے کوئی نقش کف پا موجود نہیں ہے وہ لات و منات کی قسم کھا کر کہتا ہے کہ ہو نہو محمد مع اپنے ہمراہی کے یہیں ہو سکتے ہیں۔ ذی ہوش کفار کہتے ہیں کہ یہ نہیں سکتا وہ دیکھو جھاڑی سے کبوتر اڑ کر گئے دوسرے نے کہا ارے کبوتر کے گھونسلے میں انڈے بھی رکھے ہوئے ہیں۔ تیسرے نے کہا یار غار پر مکڑی کا جالا پڑا ہے یہاں محمد کہاں سے آئے ادھر کفار یہ باتیں غار ثور کے پاس کھڑے ہوئے کر رہے ہیں اندر صدیق اکبر عرض کر رہے ہیں ادرکنا عدونا یا رسول اللہ آقا دشمنوں نے ہم کو دریافت کر لیا۔ حضور ارشاد فرماتے ہیں لاتحزن ان اللہ معنا صدیق گھبراؤ نہیں اللہ ہمارے ساتھ ہے دشمنوں کی آنکھوں پر تو پہلے ہی سے دھول پڑی ہوئی تھی ان کو حضور کیا نظر آتے یہاں ہنجلہ عقل کی آنکھوں پر پردے پڑ گئے اور آپس میں یہ کہتے ہوئے کہ شاید کسی دوسری راہ سے حضور نکل گئے سب کے سب لوگ واپس لوٹ گئے۔ دو تین دن تک کفار کی آمد و رفت کا سلسلہ غار ثور تک رہا۔ جب رات ہوتی عبد اللہ ابن ابوبکر غار پر حاضر ہوتے اور کفار کے مشورہ سے حضور کو آگاہ کرتے رات بھر غار کے دروازہ پر حفاظت کرتے۔ بی بی اسماء شب کو کھانا لا کر کھلا جاتیں حضرت صدیق کا غلام بکریاں چرا کر رات کو آتا اور دودھ پلا تا تین شبانہ روز اسی طرح حضور نے غار ثور میں اقامت کی چوتھے روز غار سے باہر نکلے حضرت صدیق نے عبد اللہ ابن اریقط کو جو اگرچہ کافر تھا مگر صدیق کا رہین منت اور معتمد تھا اجرت پر رہنمائی کے لئے ہمراہ لیا اور آگے کو روانہ ہوئے یہاں اتنی روایت اور ہے کہ سیدنا صدیق اکبر نے جس سوراخ میں اپنی ایڑی رکھدی تھی اس میں ایک سانپ تھا جس نے آپ کے پیر میں ڈس لیا۔ زہر کے اثر سے صدیق اکبر کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے جو حضور کے رخسار مبارک پر گرے دریافت فرمایا کیا ہے عرض کیا کسی کیڑے نے کاٹ لیا زہر چڑھتا ہوا معلوم ہوتا ہے حضور نے اپنا لعاب دہن آپ کی ایڑی پر لگا دیا۔ جب سوراخ سے حضرت صدیق اکبر نے پاؤں ہٹایا تو سانپ نکل کر ایک طرف کو چلا گیا۔ حضرت عبد الرحمن بن ابوبکر وقت مقررہ پر دونوں اونٹ لیکر آ گئے، حضرت عامر بن فہیرہ بھی آ گئے یہاں سے حضور اور صدیق اکبر اور عامر بن فہیرہ رہنمائی عبد اللہ ابن اریقط مدینہ کو روانہ ہوئے کفار مکہ نے سو اونٹ کے انعام پر حضور کے قتل کا اعلان کیا۔ سراقہ بن معشم انعام کے لالچ میں حضور کے قتل کے لئے عقب میں روانہ ہوئے راستہ میں حضور کو پا لیا دور سے گھوڑے کی ٹاپوں کی آواز سنکر حضرت صدیق اکبر نے موبنھ موڑ کر دیکھا آپ حضور کے ہمراہ ایک ہی اونٹنی پر پیچھے کی طرف بیٹھے ہوئے تھے عرض کیا دشمن ہماری تلاش میں آرہا ہے گردن پھیر دیکھا سراقہ نیزہ تانے ہوئے گھوڑا ریپٹا چلا آرہا ہے عرض کیا یا رسول اللہ دشمن بالکل قریب آ گیا حضور نے گردن پھیر کر سراقہ کی طرف نگاہ گرم سے دیکھا گھوڑے نے ٹھوکر کھائی گر پڑا۔ ترکش سے تیر نکالا شگن میں تیر سے حملہ کی اجازت معلوم نہ ہوئی لالچ سو اونٹوں کا دل میں بسا ہوا تھا سنبھلا اور پھر گھوڑے کو ایڑ دیکر آگے دوڑا یا صدیق اکبر نے دوبارہ عرض کیا یا رسول اللہ

سراقہ کی نیت بد معلوم ہوتی ہے وہ پھر بار بار اور فاسد بڑھتا چلا آرہا ہے۔ حضور نے پھر نگاہ ڈالی اس مرتبہ سراقہ کا گھوڑا گھٹنوں تک زمین میں دھنس گیا اس نے پھر فال لی تو پھر حملہ کی ممانعت نکلی ایک طرف سراقہ کو اپنی مفلسی کا رونا تھا دوسری طرف انعام کا لالچ تھا۔ تیسری طرف حوصلہ پست ہو چکا تھا حیا لات میں کشمکش تھی آخر طمع غالب آئی پھر جی کڑا کر کے آگے بڑھا اور ایک دم گھوڑا تیز کر دیا صدیق اکبر نے پھر گزارش کی یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان سراقہ اس مرتبہ بے تحاشہ تیزی سے آرہا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ نوٹا وتہید حملہ کرے گا رحمت عالم وعالمیان نے رخ مبارک سراقہ کی طرف پھیرا تبسم فرمایا ناقہ مبارک کو روک دیا۔ سراقہ کے گھوڑے نے پھر ایک ٹھوکر کھائی پاؤں زمین میں دھنس گئے۔ سراقہ بمشکل تمام گرتے گرتے سنبھلا عقل وہوش نے رہبری کی سمجھا کہ قابو پانا ممکن نہیں ہے محسن اعظم نے دونوں مرتبہ جان بخشی فرمائی اگر چاہتے تو حضور کے ہمراہ تین ساتھی اور تھے مجھے میری گستاخی کی سزا دیتے انہیں خیالات میں گھوڑے سے اترا اور حضور کی رکاب سعادت انتساب کو بوسہ دیا عرض کیا مفلس ہوں محتاج ہوں انعام کے لالچ میں اس گستاخی کا مرتکب ہوا۔ ارشاد فرمایا سراقہ تم اپنے آپ کو نادار کہتے ہو حالانکہ میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہارے ہاتھوں میں کسریٰ کے سونے کے کنگن پڑے ہوئے ہیں۔ اللہ اللہ یہ ہے شفقت دشمنی جانی کے ساتھ سراقہ مسلمان ہو گئے تاریخ داں حضرات جانتے ہیں کہ عہد فاروقی میں فتح ایران کا مال غنیمت جب مسجد نبوی میں تقسیم ہوا تو حضرت فاروق اعظم نے کسریٰ کے سونے کے کنگن سراقہ کو پہنائے یہاں سے سواری آگے کو روانہ ہوئی تمازت آفتاب بڑھی حضرت صدیق اکبر نے راہ پر نظر ڈالی کچھ فاصلہ پر ایک چٹان کے قریب کچھ سایہ معلوم ہوا اسی طرف ناقہ اقدس کو بڑھایا یہ مقام عاتکہ بنت خالد بن خویلد خزاعیہ کا جن کو ام معبد کہتے ہیں ڈیرہ تھا حضرت صدیق اکبر نے اپنی چادر بچھائی حضور کو بٹھایا ام معبد کے پاس پہنچے اس کے خیمہ پر ایک بہت دبلی بکری بندھی تھی ام معبد کا معمول تھا کہ ڈیرہ کے دروازہ پر کھجوریں رکھ لیتیں آئندہ روند کی خدمت کرتیں عمر رسیدہ تھیں ان کے بھائی جنگل میں بکریاں چراتے تھے جن کا نام حبیش بن خالد تھا۔ حضرت صدیق اکبر نے ام معبد سے دریافت کیا تمہارے پاس کوئی چیز کھانے پینے کی ہے عرض کیا اس وقت کچھ موجود نہیں اگر ہوتی تو میں خود پیش کرتی صدیق اکبر نے حضور سے عرض کیا کہ کوئی چیز ضعیفہ کے یہاں کھانے کی موجود نہیں ہے ارشاد فرمایا یہ بکری تو موجود ہے حضرت صدیق نے ام معبد سے بکری کی بابت دریافت کیا کہا کہ دبلی اور لاغر بہت ہے ریوڑ کے ساتھ نہیں چل سکتی اسلئے خیمہ پر رہ گئی ہو۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم اجازت دو تو ہم اس کا دودھ دوہ لیں عرض کیا کہ اگر آپکو دودھ بکری کے تھنوں میں معلوم ہوتا ہو تو دوہ لیجئے۔ ارشاد ہوا کہ اچھا ایک بڑا برتن لاؤ برتن حاضر کیا گیا حضور نے بسم اللہ کہکر دودھ دوہنا شروع کیا برتن دودھ سے پر ہو گیا تو حضور نے سب کو دودھ پینے کا حکم دیا دوبارہ پھر دودھ دوہا پھر برتن بھر گیا دوسری مرتبہ پھر سب کو دودھ پلایا تیسری بار دودھ نکالا حضور نے نوش کیا اور بھرا ہوا برتن دودھ کا ام معبد اور اس

بن العوام رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی وہ شام کی طرف سے سامان تجارت لئے ہوئے آرہے تھے انھوں نے حضور اکرم اور صدیق اکبر کی خدمت میں چند بیش قیمت کپڑے نذر کئے اور سعادت رکاب بوسی سے مفتخر ہو کر مکہ کو روانہ ہوئے

انصار مدینہ اور خیر مقدم حضور

مدینہ طیبہ میں حضور کے سفر کی خبر آچکی تھی باشندگان مدینہ فرط بہجت وسرور سے عین بستہ براہ تھے۔ کمسن بچے گلی کوچوں میں شادمانی کے ساتھ حضور کی تشریف آوری کے ترانے گاتے تھے۔ معصوم بچیاں جوش مسرت میں "حضور آرہے ہیں، حضور آرہے ہیں" گنگناتی تھیں مشتاقان جمال روزانہ صبح سویرے بستروں سے اٹھ کے میلوں آگے چلے جاتے اور درختوں کے جھرمٹ میں دوپہر تک بیٹھے حضور کی سواری کا انتظار کرتے جب قافلہ کی آمد ورفت کا وقت گذر جاتا اپنی بیتاب تمناؤں کو دوسرے روز خیر مقدم کی دعوت دیتے ہوئے واپس آجاتے۔ ایک روز اسی طرح بہت سے پیاسان جمال واپس آکر مدینہ طیبہ میں داخل ہو چکے تھے ایک یہودی نے قلعہ کی دیوار سے گرد اڑتی ہوئی دیکھی جب ناقہ اقدس رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نمایاں ہوا یہودی نے قیاس سے سمجھ لیا کہ یہی اللہ کے رسول میں دین سے اس نے بلند آواز کے ساتھ اعلان کیا کہ اے اہل یثرب تمہیں مبارک ہو تم روز جن کا انتظار کیا کرتے تھے وہ تشریف لا رہے ہیں یہودی کی ندا برقی لہر تھی جو سارے شہر میں ادھر سے ادھر پھیل گئی تکبیروں کی صدائیں فضائے ارض وسما میں گونجنے لگیں مسلمانان مدینہ مستانہ بیخودی کے عالم میں اھلاً وسہلاً مرحبا کہتے ہوئے جلد جلد کپڑے بدل کر ہتھیار بدن پر سجا کر شوق استقبال میں گھروں سے قبا کی طرف دوڑے۔ مقام عالیہ جو مدینہ پاک سے تین میل پہلے بلند حصہ آبادی ہے جس کو قبا کہتے ہیں یہاں مدینہ کے معزز واشراف قبائل کے خاندان سکونت پذیر تھے۔ خانوادۂ عوف کے محترم سردار حضرت کلثوم بن الہدم رضی اللہ عنہ سارے خاندان کو ہمراہ لے جوش مسرت میں اللہ اکبر کے نعرے لگاتے آگے بڑھے یہ افتخار یہ سعادت خدائے پاک نے آپ کو مرحمت فرمائی کہ عالم کون ومکان کا میزبان پہلی بار آپ کا مہمان ہوا۔

سکان مدینہ وجانانہ بہجت وسرور کے ساتھ پروانہ وار گروہ در گروہ آتے اور سلام عرض کرتے معزز صحابہ کا ایک گروہ جس میں ابو عبیدہ خباب عمیر، معمر، عیاض صفوان وغیرہ مہاجرین مکہ شامل تھے سب ایک اسی خاندان کے مہمان تھے انصار ومہاجرین کی مسرت کا یہ دن دنیا کی تاریخ کا ایک یادگار دن تھا قبا میں حضور نے چودہ روز قیام فرمایا قبا میں حضور کے داخلہ کی تاریخ بروز جمعہ یا دوشنبہ ہوئی یہیں حضرت امیر مولیٰ علی مشکلکشا بھی آکر حاضر خدمت ہوئے آپ حضور کے تین دن کے بعد مکہ سے چلے تھے اور پورا سفر پاپیادہ طے کیا تھا حضور پرنور نے قبا میں مسجد تعمیر فرمائی جو دنیائے اسلام کی سب سے پہلی مسجد اور حضور انور کی تعمیر کردہ مسجد ہے حضور نے کلثوم کی خالی زمین جہاں کھجوریں پھیلا کر خشک کیجاتی تھیں خرید کر اس پر مسجد کی داغ بیل ڈالی خود بنفس نفیس مزدوروں کے ساتھ کام کرتے دوش مبارک پر بھاری بھاری پتھر اٹھا کر لاتے اور انصار ومہاجرین جو شریک کار تھے جلد جلد دوڑ کر آتے

حضور ان بچوں کے جذبۂ عمل کو دیکھتے اور تبسم فرماتے ان کی دلجوئی کے لئے پتھر ان کو دیتے تھے خود فوراً جا کر دوسرا پتھر اٹھا لیتے حضور کو مصروف کار دیکھکر تمام مرد و زن پیر و جوان مسجد کی تعمیر میں اور اجر و ثواب میں بڑھ بڑھ کر حصہ لے رہے تھے مدینہ کے لوگ روزانہ حاضر خدمت ہوتے اور حضور سے مدینہ تشریف لیچلنے کی درخواست کرتے ارشاد فرمایا جمعہ کو مدینہ میں پہنچوں گا۔ تمام انصار و اخیار مہاجرین و اغیار ساکنان مدینہ میں دھوم مچ گئی۔ ہر گلی کوچہ میں شادی رچ گئی بنی نجار کی معصوم بچیاں جو حضور کی ننہال کی رشتہ دار ہوتی تھیں جوش تہنیت کے ساتھ گلیوں میں دف بجا بجا کر والہانہ جذبات میں یہ شعر گاتی تھیں اور اپنی معصوم محبت کا اظہار کرتی تھیں۔

نحن جوار من بنی النجار یا حبذا محمد من جار ہم خاندان نبی نجار کی بیٹیاں ہیں محمد کیا اچھے ہمسایہ ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔ جس وقت حضور مدینہ طیبہ میں جلوہ افروز ہوئے قبا سے لیکر مدینہ تک سر راہ دونوں جانب مشتاقان جمال کی صفیں ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑتی تھیں چھتوں دروازوں دریچوں دیوار و در پر خواتین پردہ نشین حضور کی زیارت کی تمنا میں وارفتہ حال اپنے قلبی تاثرات کو ان الفاظ میں گنگنا رہی تھیں۔

طلع البدر علینا. من ثنیات الوداع. وجب الشکر علینا ما دعا للہ داعی چاند طلوع ہو گیا جبل وداع کی گھاٹیوں سے۔ ہم پر شکر خدا واجب ہے جب تک دعا مانگنے والے دعا مانگیں۔

حضور ناقہ مبارک پر سوار آہستہ آہستہ تشریف لا رہے تھے جس وقت بنی سالم کے محلہ میں کوکبہ رحمت کا نزول ہوا جمعہ کی نماز کا وقت تھا وہیں پر حضور اتر پڑے کشادہ زمین پر صفیں جماعت کے لئے بیٹھ گئیں حضور نے اول خطبہ ارشاد فرمایا اس کے بعد نماز جمعہ ادا فرمائی تاریخ اسلام میں یہی نماز جمعہ یہی خطبہ جمعہ سب سے اول ہے جو حضور نے ادا کیا نماز سے فارغ ہو کر حضور پھر سوار ہو کر چلے حضور گلیوں سے گذر رہے تھے انصار و مالکان مکان بیتاب ہو ہو کر رکاب مبارک چومتے تھے اور بڑے خلوص ادا کے ساتھ عرض کرتے تھے حضور میرے جان و مال آپ پر قربان یہ میرا دروازہ ہے یہ میرا مکان ہے حضور یہاں تشریف فرما ہوں حضور یہاں نزول اجلال فرمائیں ہر شخص کی تمنا ہر فرد کی آرزو یہی تھی کہ اس کے محل سرا کو اقامت گاہ رحمتہ للعالمین ہونیکا شرف حاصل ہو۔ جب حضور والا نے مضطرب الحال انصار کے اشتیاق کا یہ منظر دیکھا تو ارشاد فرمایا کہ میں کہاں قیام کروں اس کا تصفیہ آپ تمام احباب میرے مرکب پر چھوڑ دیں جہاں میری اونٹنی بیٹھ جائے وہاں جس کا مکان ہوگا اسی کے مکان میں باذن الٰہی میں قیام کرونگا یہ میرا ناقہ منجانب اللہ مامور ہو چکا ہے ارشاد کے بعد ہر شخص جس کے مکان کی طرف سواری آتی خدا سے دعا مانگتا اور جب سواری گذر جاتی حسرت سے دل تھام لیتا یہ سعادت قسام ازل نے حضرت ابو ایوب انصاری کو دی کہ ان کے مکان کے سامنے پہنچکر بیٹھ گیا۔ ابو ایوب اپنی تقدیر پر فخر و ناز کرتے بقول شاعر گرد پھرتے کبھی ناقہ کے کبھی محمل کے۔ ساربان کے کبھی ہاتھوں کی بلائیں لیتے۔ رکاب سعادت انتساب سے چمٹ گئے عرض کیا حضور یہ غلام کا گھر ہے حضور اس گھر کو چار چاند لگا دیں یہ دو منزلہ مکان ہے حضور بالائی منزل میں قیام فرمائیں تاکہ آداب و احترام صحیح طور پر ہم حضور کا بجا لا سکیں۔ مگر حضور نے ملاقاتیوں کی آمد و رفت کو پیش نظر رکھکر نیچے کے حصے میں اقامت اختیار فرمائی جس سطح اراضی پر حضور کی اونٹنی بیٹھی تھی اس کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دس دینار میں خرید کر لیا کیا خوش قسمت تھا وہ مکین جس میں محبوب عرش مکین مہمان ہوا اور کیا بہشت آفرین تھا وہ حصہ زمین اور مکان خوش آئین جہاں مسجد نبوی اور حجرہ ہائے امہات المومنین کی تعمیر ہوئی جب ام ابو ایوب اپنے ہاتھ سے کھانا پکاتیں اور دونوں وقت حضرت ابو ایوب حضور کے سامنے کا بچا ہوا کھانا کھاتے۔ ابو ایوب کے پاس ایک قدیم نوشتہ تھا جو تبع بادشاہ یمن کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا جس میں بطور پیشین گوئی حضور کی ہجرت و تشریف آوری مدینہ طیبہ کا حال درج تھا یہ نوشتہ بھی حضور کے سامنے پیش کیا گیا تھا۔ حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ ۵۵ ہجری میں بعہد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ قسطنطنیہ میں شہید ہوئے مزار شریف آپ کا قسطنطنیہ میں سلاطین اسلام کا مرکز عقیدت ہے اس بابرکت مکان میں حضور سات ماہ تک جلوہ افروز رہے۔

تعمیر مسجد نبوی

حضور پرنور کو اسلام کی تبلیغ و تنظیم کا جس قدر خیال تھا اسی قدر ہر وقت یہ خیال تھا کہ رب تعالیٰ کے فرمان وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون کے مطابق بندگی کا حق عبودیت ادا کرنے اور عبادت الٰہی بجا لانے کے لئے پہلی ساعت میں آمادہ کیا جائے مکہ میں کفار کی مسلسل عداوت نے حضور کو موقع نہ دیا کہ مساجد کا سنگ بنیاد رکھتے مگر ہجرت کے بعد صاحب معراج کی ہر ادا میں شان معراج رونما تھی قبا میں آتے آتے مسجد تعمیر کی مدینہ پاک میں تو حضور کو اسلام کا معراج ارتقا پر پہنچانا ہر وقت مدنظر تھا چنانچہ قیام کے بعد ہی تعمیر مسجد کا خیال پیدا ہوا۔ ایک مقام جہاں بیشتر انصار کے مواشی بندھا کرتے تھے صاف کیا گیا وہاں حضور نے نماز جماعت شروع فرمائی مکان کے متصل فرزندان بنی نجار کی کچھ افتادہ زمین جس میں کچھ قبریں کچھ کھجور کے درخت تھے موجود تھی آپ نے مالکان اراضی سے قیمت دیکر زمین خریدنا چاہی انہوں نے کہا کہ یہ زمین دو یتیم بچوں کی ہے ہم یہ زمین قیمتاً نہیں بلکہ خدا کے نام پر دیں گے بچوں نے بھی زمین نذر کرنا چاہی مگر حضور نے اس کو گوارا نہیں کیا حضرت ابو ایوب انصاری نے قیمت دیکر زمین خریدی مسجد کی تعمیر نہایت سادگی سے ہوئی حضور نے اصحاب کے ساتھ تعمیر میں شرکت کی چبوترہ دیواریں مٹی اور کچی اینٹوں سے تیار ہوئیں کھجور کی لکڑیوں سے ستون اور کھجور کے پتوں سے چھت بنائی گئی تھی مسجد کے قریب ہی ازواج مطہرات کے حجرے بنائے گئے اور ایک طرف کو ایک چبوترہ اصحاب صفہ کی نشست کے لئے بنایا گیا بارش جب ہو جاتی تھی تو مسجد میں کیچڑ ہو جاتی تھی بعض صحابی بارش کے زمانہ میں کنکریاں ہمراہ لے آتے تھے اور جہاں بیٹھتے تھے وہ کنکریاں کیچڑ سے محفوظ رہنے کے لئے ڈال لیتے تھے حضور نے اس تدبیر کو پسند فرمایا اور تمام صحن میں پتھر کی بجری کا فرش کرا دیا کچھ عرصہ تک حضور نے بیت المقدس کی طرف نماز پڑھی بسا اوقات مدینہ کے یہودی مسلمانوں پر طعن کرتے تھے کہ ہمارے قبلہ کی طرف تمہارے پیغمبر نماز پڑھتے ہیں حضور کو بھی ارمان آتا تھا کہ کاش رب تعالیٰ مجھے کعبہ کی طرف نماز پڑھنے کا حکم دیدے۔ ایک مرتبہ حضور نماز پڑھ رہے تھے جبرئیل [illegible] سے ظاہر

یہ ظاہر ہو رہا تھا کہ حضور مالکِ عرشِ عظیم سے گردن اٹھا کر مصروفِ راز و نیاز ہیں وحی نازل ہوتی اے محبوب تم جو گردن اٹھا اٹھا کر ہماری طرف دیکھتے ہو ہم تمہاری اس اداۓ گردن کو دیکھ رہے ہیں۔ ہاں ہاں اگر تمہاری مرضی یہی ہے تو مسجد حرام کی طرف رخ کر کے نماز پڑھا کرو چنانچہ آیتِ الٰہی کے نزول کے بعد سے مسلمانوں کا قبلہ کعبہ قرار دیا گیا مسجد نبوی میں نماز با جماعت ہونے لگی لیکن ابھی تک اذان کا حکم نہیں ہوا تھا اس لئے بعض اصحاب کو جماعت نہیں ملتی تھی اور جدا جدا نماز پڑھ لیتے تھے حضور کو صحابہ کی عدم شرکت جماعت پر تاسف ہوتا تھا۔ آپ نے اصحاب کرام سے مشورہ کیا کہ ایسی تجویز اختیار کی جائے جس سے تمام مسلمان بیک وقت جماعت کے ساتھ نماز پڑھ لیا کریں۔ شہنا و ناقوس بجانے کی رائیں پیش کی گئیں حضور کو پسند نہ آئیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اذان کہے جانے کی رائے دی حضور نے اس کو منظور فرما لیا اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو خدمت اذان پر مامور فرمایا گیا جب حضور کو مدینہ طیبہ میں سکون قلب حاصل ہوا تو حضرت زید بن حارثہ اور حضرت ابو رافع کو مکہ معظمہ اس غرض سے روانہ کیا کہ وہ حضور کی عترت اطہار کو مدینہ لے آئیں اور سفر خرچ کے لئے پانسو درہم اور دو اونٹ بھی دیئے حضرت عبد اللہ ابن ابوبکر بھی ان کے ہمراہ روانہ ہوئے جب یہ حضرات مکہ پہنچے تو اس وقت آنحضرت کی صاحبزادی حضرت سیدہ رقیہ اپنے شوہر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ساتھ حبش میں تشریف فرما تھیں حضرت سیدہ زینب کو ان کے خاوند نے روک لیا۔ حضرت سیدہ فاطمہ زہرا حضرت ام المومنین سودہ بنت زمعہ زوجہ محترمہ حضور ام ایمن اسامہ بن زید بہمراہی حضرت زید اور حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ بہمراہی اپنے برادر عبد اللہ ابن ابوبکر عازم مدینہ ہوئیں حضرت طلحہ اور دیگر اصحاب بھی اس قافلہ کے ساتھ مکہ سے مدینہ چلے آئے۔ ان تمام افراد کے پہنچنے کے بعد حضور نے ابو ایوب انصاری کے مکان سے نقل مکان فرمائی اور ان حجرہ ہائے شریفہ میں جو حضرت سودہؓ اور حضرت عائشہ کے لئے بنائے گئے تھے سکونت اختیار فرمائی۔

مواخاۃ

مواخاۃ اسلئے کی قائم انصار و مہاجرین میں
رہے باہم گر احساس اس عہد موکد کا

حضور جب تک مکہ میں مقیم رہے وہاں بھی باہم گر اصحاب کرام میں اخوت و یگانگت کا رشتہ قائم کیا چنانچہ حضور نے اپنی اخوت حضرت علیؓ سے اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کی حضرت عمر فاروقؓ سے اور حضرت عثمانؓ کی حضرت عبد الرحمن بن عوف سے حضرت حمزہ کی حضرت زید بن حارثہ سے حضرت زبیر بن العوام کی حضرت عبد اللہ بن مسعود سے (رضی اللہ تعالےٰ عنہم اجمعین) قائم کی یہ اخوت حقیقتاً ایک وہ رشتہ محبت ہے جس کا استحکام حقیقی اخوت سے کہیں زیادہ ہوتا ہے دو حقیقی بھائیوں میں اگرچہ فطرتاً زیادہ سے زیادہ جذبات محبت رونما ہونا چاہئیں لیکن بعض اوقات حقیقی بھائیوں میں عداوت کا ارتقا بھی اس درجہ تک پہنچ جاتا ہے کہ باہم گر جانی دشمنی ہو جاتی ہے چنانچہ ہابیل و قابیل کی دشمنی قرآن و انجیل میں مذکور برادران یوسف کا ذکر ضرب المثل ہے صرف وہی اخوت و مواخاۃ جو حضورؐ نے قائم کی دنیا میں روشن مثال ہے جس پر عمل دینی و دنیوی فلاح کا راز ہے۔ ہجرت ایک ایسا مجاہدہ نفس ہے اگر اس پر غور کیا جائے تو معلوم ہو کہ ہجرت سے زیادہ ایثار و قربانی دوسرے مجاہدات میں کم پائی جائیگی۔ گھر بار جائیداد املاک ذرائع بود و باش وسائل رہائش و معاش کا بیک وقت چھوڑ دینا اولاد والدین۔ عزیز و اقارب احباب و رفقا سے آن کی آن میں منہ موڑ لینا انتہائی سختی ہے جو ہر طرح ناقابل برداشت ہے مگر یہ تمام باتیں اصحاب رسول نے رسول پاک کی محبت اور اسلام کی عزت کی خاطر برداشت کیں مکہ سے جو صحابی دفعتاً فوقتاً ہجرت کر کے مدینہ پہنچے وہ سب اس حالت میں گئے کہ کفار نے ان کو جب اس قدر ستایا کہ جان پر بن گئی تو حضور کے حکم سے خفیہ خفیہ ہر چیز کو تج کر گھر سے نکل کھڑے ہوئے بعض مالدار تھے زیادہ تر نادار تھے مالدار بھی تمام و کمال دولت لیکر مدینہ تک نہ جا سکے بلکہ جو کچھ حکمت عملی سے ساتھ لیجا سکے وہ ساتھ لے لیا مدینہ پہنچنے کے بعد مالدار مہاجرین نے اپنے نادار رفقا کی معاونت کی اور انصار کے سامنے اپنی عزت نفس کو محفوظ رکھا دوسرے شہر دوسرے وطن میں پہنچکر ذرائع آمدنی پیدا کرنا کاروبار کا جاری کرنا۔ تجارت یا صناعی وغیرہ کا قائم کرنا اقتصادی و معاشی زندگی میں قدم ڈالنا فوراً کا فوراً ممکن نہیں ہوتا جب تک یکسوئی اور اطمینان نہ ہو یہ تمام دشوارتر ہوتی ہیں نتیجہ یہ ہوا کہ مہاجرین کی معاشی زندگی میں انحطاط شروع ہو گیا حضور کی نگاہ فطرت شناس نے فوراً اس چیز کو محسوس کر لیا اور مہاجرین و انصار کو محبت و مودت کا درس دیا مسجد نبوی کی تعمیر کے ساتھ قلوب صحابہ میں محبت کی تعمیر کا سلسلہ بھی قائم کیا مسجد کی تعمیر میں جس جذبہ صادق کے ساتھ والہانہ انداز میں انصار و مہاجرین بطور مزدور کام کر رہے تھے حضور نے اس مبارک کام میں یہ تنظیم قائم کی کہ ایک ایک جوڑ قائم کیا ایک مکی مہاجر اور مدنی انصار کا بھائی چارہ کرا دیا دونوں کو ایک دوسرے کی زندگی کا شریک کر دیا ایک کو دوسرے کا بھائی بنا دیا حضور کے فیضان صحبت سے یہ محبت ان دونوں بھائیوں میں قائم ہو گئی کہ اگر مدنی انصار کے پاس دو مکان ہیں تو اس نے بنا بنایا ایک مکان اپنے منہ بولے بھائی کو ہبہ کر دیا آدھا اثاثہ زندگی اپنے لئے رکھا اور آدھا اثاثہ اپنے مہاجر بھائی کو ہبہ کر دیا جذبات مواخات نے یہانتک ترقی کی کہ اگر کسی انصاری کے دو بیبیاں تھیں تو اس نے اپنی ایک بی بی کو طلاق محض اس لئے دیدی کہ بعد گذرنے ایام عدۃ کے وہ اس کے برادر مواخاتی نکاح میں آجائے اسلام سے پہلے دنیا کی تاریخ یہ مساوات یہ اخوت کسی نبی کسی رسول کی تعلیم میں پیش نہیں کر سکتی ایک مرتبہ حضور نے تعمیر مسجد نبوی کے وقت پچاس مہاجرین اور پچاس انصار میں عہد مواخاۃ کو مستحکم فرمایا۔ دوسری مرتبہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے مکان میں ان الفاظ کے ساتھ کہ راہ خدا میں دو دو کس بھائی بھائی بنجاؤ اس سلسلہ مواخاۃ کو مضبوط فرما لیا اور اس کے بعد فتح مکہ تک برابر یہ سلسلہ جاری رہا اگرچہ کتب حدیث و سیر میں بکثرت صحابہ کے نام بسلسلہ مواخاۃ درج ہیں تاہم چند جوڑ حضور کے مقرر فرمائے ہوئے ناظرین کی آگاہی کے لئے ہم یہاں درج کرتے ہیں۔ مدینہ پاک میں بھی حضور نے اپنی مواخاۃ میں حضرت مولا علی ابن ابی طالب کو شامل کیا۔ حضرت صدیق اکبر کے ساتھ حضرت خارجہ بن زید انصاری کو حضرت فاروق

اعظم کے ساتھ حضرت عتبان بن مالک کو حضرت عثمان ذوالنورین کے ساتھ حضرت اوس بن ثابت کو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے ساتھ حضرت سعد بن ربیع کو حضرت طلحہ بن عبداللہ القرشی کے ساتھ کعب بن مالک کو جو دربار نبوت کے شاعر تھے حضرت زبیر بن العوام کے ساتھ حضرت سلمہ بن سلامہ کو حضرت ابوعبیدہ بن الجراح کے ساتھ سعد بن معاذ کو حضرت سعد بن زید کے ساتھ حضرت ابی بن کعب کو حضرت جعفر بن ابی طالب کے ساتھ معاذ بن جبل کو رضی اللہ عنہم مواخاۃ کا اثر یہ تھا کہ ہر انصاری اپنے مہاجر کو اپنے مکان پر لیجاتا اور اپنے گھر کا سارا سامان سامنے رکھتا کھجوروں کے باغ میں ہمراہ لیجاتا کہیت پر ساتھ جاتا اور کہتا کہ بھائی جان اس میں ہر چیز نصف آپ کی اور نصف ہماری ہے حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کو اپنے مکان پر لے گئے ان کے دو بیبیاں تھیں آپ نے دونوں بیبیاں حضرت عبدالرحمن کے سامنے پیش کیں اور فرمایا کہ بھائی ان میں سے ایک آپ پسند فرمالیں تاکہ میں اسے طلاق دیدوں غرض یہ بھیا چارہ محبت و مودت کی دنیا میں پہلی مثال تھا جو حضور نے قائم کیا قرآن عظیم میں اس مواخاۃ کو کئی مقام پر سراہا گیا ہے اس مواخاۃ نے مکہ و مدینہ سے وہ تمام قدیمی کاوشیں قومی عداوتیں قبائلی جنگ وجدال جن سے عرب کی تاریخ ایام جاہلیت بھری پڑی ہوئی ہے یک لخت مٹادی اور آج بھی اگر حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مبارک اسوہ حسنہ پر عمل کیا جائے تو کینہ بغض دعناد و منافقت کا بیج دنیا سے نابید ہو جائے۔ غرض اس بھیا چارہ کے بعد مہاجرین وانصار شیر و شکر بنکر رہنے لگے اس ضمن میں یہ واقعہ ابدی یادگار کے طور پر واقع تھا کہ جو نازش و افتخار کے ساتھ بیان کرنا چاہیئے غزوۂ احد کے اس منظر کو ذرا چشم نگاہ بنا دو کہ جس میں حضور کا دامان مبارک شہید ہو چکا ہے حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی نعش اقدس مثلہ کی جاچکی بیشمار صحابہ میدان جنگ میں مقتول و مجروح آخری سسکیاں لے رہے ہیں لیکن اخوت و مساوات کا یہ عالم ہی عالم مثال بے بیمثال ہے کہ حضرت محبوبہ محبوب رب العالمین ام المومنین سیدہ طاہرہ صدیقہ کبریٰ رضی اللہ عنہا جن کی عزت و عظمت پر ہزاروں جانیں نثار لاکھوں دلیں قربان خود نفس نفیس مشکیزہ دوش اطہر پہ لئے ہوئے عرصہ گاہ جنگ میں زخمیوں کو ڈھونڈھ ڈھونڈھکر پانی پلا رہی ہیں مقتولوں کی لاشوں سے گذرتی ہیں دعائے مغفرت پڑھتی ہیں مجروحوں کو تسکین و تشفی دیتی ہیں پانی پلاتی ہیں۔

اسی طرح جنگ یرموک میں ایک صحابی اپنے بھائی کی تلاش میں میدان قتال میں مشک کاندھے پر رکھکر کٹورہ ہاتھ میں لیکر آتے ہیں لاشوں سے گذرتے ہوئے اپنے مجروح بھائی تک پہنچ جاتے ہیں دیکھا بھائی زخموں سے چور دم توڑ رہے ہیں یہ سلام عرض کرتے ہیں وہ اشارہ سے جواب سلام دیتے ہوئے اپنے خشک لب کھول دیتے ہیں یہ کٹورہ بھرکر منہ تک لیجاتے ہیں چاہتے ہیں کہ بھائی کو پانی پلادیں برابر سے آواز آتی ہے آہ، نیم جان نیم بسمل بھائی کٹورہ سے منہ ہٹا لیتے ہیں گردش چشم سے اشارہ کرتے ہیں صحابی اس کو پانی پلانے پہنچ جاتے ہیں دیکھتے ہیں کہ یہ حضرت ہشام بن العاص رضی اللہ عنہ ہیں صحابی جلدی سے پانی پیش کرتے ہیں کہ قریب سے تیسرے مجروح ... [illegible]

پلاؤ یہ صحابی فوراً تیسرے زخمی کی طرف پیالہ لیکر بڑھتے ہیں اور یہ پیالہ پیش کرتے ہیں اور یہ قتیل خنجر محبت راہ خدا میں جام شہادت نوش فرماتے ہیں اور ان صحابی کے دیکھتے دیکھتے دم توڑ دیتے ہیں یہ ہشام کی طرف پیالہ لئے ہوئے واپس آتے ہیں معلوم ہوا کہ آپ بھی واصل بحق ہوچکے بھائی کی نعش کے پاس پہنچتے ہیں پتہ چلتا ہے کہ وہ جنت کو سدھار گئے اللہ اکبر یہ مواخاۃ یہ اخوت یہ مساوات ہے کہ میدان جنگ ہے آفتاب کی حدت میں نزع کا عالم ہے زبانیں خشک ہیں موت سامنے ہے پانی پیش کیا جاتا ہے مگر ایک بھائی دوسرے کی طرف اور دوسرا تیسرے کی طرف اشارہ کرتا ہے خود پانی پینا گوارہ نہیں کرتا یہانتک کہ سب جان دیتے ہیں یہ تھا اس مواخاۃ کا اثر جو حضور نے اصحاب کے درمیان قائم کی تھی۔

جنگ بدر اور غزوات

حضور پرنور کا مکہ سے مدینہ آجانا کفار قریش

ہوئی شام آفتاب بت پرستی پر زوال آیا
سحر تو خوب چمکا بدر میں تیغ محمد کا

پر بڑا شاق تھا ان کو ہر لمحہ یہ خطرہ تھا کہ اسلام ترقی کریگا اور کسی نہ کسی وقت وہ ہماری ہلاکت کا باعث ہوگا اس لئے جب کفار مکہ اپنے منصوبوں میں کامیاب نہ ہوئے یعنی نہ تو ہجرت سے پہلے حضور پر قابو پاسکے نہ ہجرت کے ایام میں انعام وغیرہ کے اعلان کے بعد کوئی مفید مطلب حل تلاش کرسکے تو پھر مشورہ کے بعد قریش نے ایک خط عبداللہ بن ابی رئیس الانصار مدینہ کو لکھا جس کا مضمون یہ تھا کہ:۔

تم نے ہمارے آدمی کو اپنے ہاں پناہ دی ہے یا تو تم ان کو قتل کرڈالو یا ان کو مدینہ سے نکال دو ورنہ ہم قسم کھاتے ہیں کہ ہم ملکر تم پر حملہ کریں گے اور تم کو مٹاکر تمہاری عورتوں پر قبضہ کرلیں گے۔"

اس کے علاوہ کفار قریش نے مدینہ کے گردونواح میں جو یہود و نصرانی قبائل آباد تھے ان کو بھی ورغلاکر اپنا موافق بنانا شروع کیا دیگر قبیلوں کو بھی جو مکہ سے مدینہ تک جابجا آباد تھے اپنے اثر و رسوخ سے اسلام کے خلاف مشتعل کیا چونکہ قریش کا اثر متولی کعبہ ہونے کے باعث تمام حجاز میں تھا اس لئے دوسری تمام قومیں قریش کی توقیر کرتی اور ان کی بات مانتی تھیں حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ رئیس اعظم قبیلہ اوس ایک مرتبہ عمرہ کے لئے مدینہ سے مکہ گئے اور اپنے قدیم دوست امیہ بن خلف کے یہاں مقیم ہوئے اور اس کو ہمراہ لیکر طواف حرم کے لئے چلے راستہ میں ابوجہل سے ملاقات ہوئی امیہ سے ابوجہل نے دریافت کیا کہ تمہارے ساتھ یہ کون شخص ہے اس نے جواب دیا سعد بن معاذ رئیس مدینہ ابوجہل کے تیور پر بل پڑگیا اور غصہ سے کہا کہ تم لوگوں نے ہمارے یہاں کے بد دینوں (مرتدین) کو پناہ دے رکھی ہے اور تم کعبہ کے طواف کو آئے ہو میں ہرگز یہ پسند نہیں کرتا۔ اگر تم امیہ کے ہمراہ نہ ہوتے تو قسم ہے لات وعزیٰ کی زندہ نہ چھوڑتا حضرت سعد پر ابوجہل کی اس تہدید کا مطلق اثر نہ ہوا اور فرمایا اگر تم ہم پر حج بند کردو گے تو ہم بھی تمہارا شام کی تجارت کا راستہ مدینہ سے بند کردیں گے غرض قریش کہ ہر وقت کچھ نہ کچھ عملی کارروائی اسلام کے خلاف کرتے رہے اور خفیہ طور پر منظم حملے کی تیاری ... [illegible]

کفار کے منصوبوں اور ان کے ارادوں سے بےخبر نہ تھے، اور حفاظت خود اختیاری کی طرف مائل تھے حضور نے اس سلسلہ میں تبلیغ اسلام کے فرائض انجام دیتے ہوئے اکثر قبائل حجاز سے معاہدے کئے حضرت سعد بن معاذ کی تجویز کے مطابق مکہ کے شامی قافلوں کی نگہداشت بھی کی جانے لگی ابھی تک آیات جہاد کا نزول نہیں ہوا تھا بغیر حکم الٰہی حضور کوئی اقدام کرنا پسند نہ فرماتے تھے یہاں تک کہ ماہ صفر ۲ہجری میں آیات جہاد

اذن للذین یقاتلون بانھم ظلموا وان اللہ علی نصرھم لقدیر	یعنی مسلمان جن سے لڑائی کی جاتی ہے اب ان کو بھی لڑنے کی اجازت ہے اور بیشک اللہ ان کی نصرت پر قادر ہے

مسلمان جو عرصہ سے کفار کے مظالم برداشت کر رہے تھے اور صبر و سکون کو مرضی الٰہی پر شاکر تھے آخر انسان تھے جرأت و استقلال کے پیکر تھے آیات جہاد سنتے ہی بشاش ہو گئے اور اشاعت اسلام کا جذبہ جو ہنوز مرہون سکون و عجز و نیاز تھا اب اولوالعزمی و آزادی کی نوید دل میں ابھرا حضور نے حفظ ماتقدم کے پیش نظر چند سرایا کا حکم دیا، یا غزوہ بدر سے بیشتر تین سریہ ہوئے جو ارباب سیر کی اصطلاح میں سریہ حمزہ سریہ عبیدہ بن حارث سریہ سعد بن وقاص کے نام سے موسوم ہیں کفار قریش کے مظالم بھی مسلمانوں پر بدستور جاری تھے جہاں موقع مل جاتا وہ مسلمانوں کی کمزوری سے فائدہ اٹھاتے اور ان پر چھاپہ مار جاتے چنانچہ ۲ھ ہجری میں کرز ابن جابر فہری نے جو مکہ کے عمائد میں تھا موقعہ پر مدینہ کی اس چراگاہ پر جس میں حضور کے مواشی چرا کرتے تھے چھاپہ مارا اور حضور کے مویشی پکڑ کر لے گیا مسلمانوں کو جب علم ہوا تو انہوں نے تعاقب کیا مگر کفار دور پہنچ چکے تھے یہ پہلا حملہ تھا جو کفار مکہ کی طرف سے مدینہ پر ہوا۔ رجب کے مہینے ۲ھ میں حضور نے عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ صحابی کو معہ بارہ افراد کے بمقام نخلہ روانہ فرمایا اور ایک خط عبداللہ کو دیا ارشاد فرمایا کہ دو روز سفر طے کرنے کے بعد اس خط کو پڑھنا اور اس پر عمل کرنا چنانچہ جب خط پڑھا گیا تو اس میں تحریر تھا کہ تم مقام نخلہ قیام کر کے قریش کا پتہ چلاؤ اور اس کی صحیح اطلاع ہمیں دو۔ نخلہ وہ مقام ہے جو طائف اور مکہ کے درمیان ہے اور حضور نے طائف سے واپس ہوتے ہوئے جہاں قیام فرمایا تھا۔ عبداللہ بن جحش یہاں مقیم تھے کہ شام سے ایک قافلہ مکہ کے تاجروں کا واپس آتے ہوئے ادھر سے گذرا عبداللہ بن جحش نے قافلہ پر حملہ کر دیا عمرو بن حضرمی مارا گیا اور دو شخص گرفتار ہوئے اور قافلہ کا مال تجارت عبداللہ نے اپنے قبضہ میں کر لیا اور وہاں سے مدینہ واپس لوٹ آئے حضور کے سامنے سارا واقعہ بیان کیا اور مال غنیمت پیش کیا حضور کو اس واقعہ کا بےحد صدمہ ہوا اور عبداللہ بن جحش سے فرمایا کہ میں نے تم کو جس لئے مامور کیا تھا اس کے خلاف تم نے بغیر میری اجازت ایسا غلط اقدام کیوں کیا مال غنیمت بھی حضور نے منظور نہیں فرمایا اور صحابہ نے بھی اظہار برہمی اور ملامت عبداللہ بن جحش پر کیا ابن حضرمی جو مارا گیا تھا وہ بھی مکہ کا بڑا نامی شخص تھا اور نوفل و عثمان جن کو عبداللہ نے گرفتار کیا تھا یہ دونوں مغیرہ سردار مکہ کے پوتے تھے مغیرہ حضرت خالد ابن ولید کا دادا تھا جب اس واقعہ قتل کی خبر مکہ پہنچی تو تمام کفار مکہ میں آتش غیظ و غضب مشتعل ہو گئی اور عام طور پر چاروں طرف جنگ کے چرچے اور مدینہ پر یورش کے تذکرے ہونے لگے اور فوراً ایک وفد شام کو مکہ سے بغرض فراہمی آلات جنگ روانہ ہو گیا اور خفیہ ساز باز ہونے لگی۔

حضور سرور عالم کو جب کفار قریش کی آمادگی کا علم ہوا تو حضور نے تمام صحابہ کو جن میں مہاجرین اور انصار سب شامل تھے جمع فرمایا اور کفار کے عزائم کا اظہار فرمایا۔ سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سرفروشانہ تقریر فرمائی اور مہاجرین نے بھی اپنی جانبازانہ ہمتوں کا اظہار کیا مگر حضور بار بار انصار کی جماعت کو دیکھ رہے تھے کہ خزرج قبیلہ کے سردار حضرت سعد بن عبادہ انصار میں سے کھڑے ہوئے عرض کیا یا رسول اللہ کیا آپ ہمارے جواب کے منتظر ہیں قسم خدا کی اگر آپ حکم دیں گے تو ہم سمندر میں کود پڑیں گے۔ دوسری طرف سے حضرت مقداد نے کھڑے ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ ہم بنی اسرائیل کی طرح ہرگز یہ نہیں کریں گے جیسا کہ انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کو جواب دیدیا تھا کہ آپ اور آپ کا خدا دشمن سے جا کر لڑ لیجئے ہم خادم آپ کی دہنی جانب سے لڑیں گے آپ کی بائیں طرف سے لڑیں گے آگے پیچھے سے جب تک ہماری رگوں میں خون ہمارے جسم میں جان باقی ہے لڑیں گے۔ حضور پر نور نے جب یہ تقریریں انصار و مہاجرین کی سنیں چہرہ فرط مسرت سے چمکنے لگا حضور نے جماعت کی تنظیم فرمائی اور ماہ رمضان المبارک ۲ہجری مدینہ سے معہ جماعت صحابہ بعزم جہاد نکلے اور جب مدینہ طیبہ سے ایک میل مقام بقعہ تک سب آ گئے تو حضور نے اس مجاہدانہ فوج کا جائزہ لیا اور کمسن بچوں کو واپس جانیکا حکم دیا مگر یہ کمسن بچے بھی جذبہ جہاد اور جوش محبت حضور میں غرق تھے ایک صاحبزادے عمیر بن ابی وقاص باوجود اس کے کہ اور بچے چلے گئے تھے اپنے مقام پر کھڑے رہے حضور نے جب دوبارہ ان سے شفقت آمیز لہجہ میں واپس ہونے کے لئے کہا تو یہ بیساختہ رو پڑے عرض کیا میرے آقا میرے ماں باپ آپ پر قربان کیا میں بچہ ہونے کے جرم میں اس سعادت سے محروم رہوں جو حضور کی ہمرکابی میں سب کو حاصل ہوگی حضور نے کمال شفقت سے ان کو اجازت دیدی حضرت سعد ابن وقاص نے اپنے چھوٹے سے مجاہد سپاہی کی کمر میں تلوار سجائی جائزہ سے معلوم ہوا کہ تمام سرفروش مجاہدین کی تعداد ۳۱۳ ہے ان میں ساٹھ اصحاب مہاجرین اور دوسرے تمام انصار تھے چونکہ حضور کو منافقین مدینہ اور یہود کی طرف سے اطمینان نہیں تھا اس لئے ابو لبابہ بن عبدالمنذر کو مدینہ کا عامل مقرر کر کے واپس جانیکا حکم دیا اور عاصم بن عدی کو مقام عالیہ قبا کی حفاظت پر مامور فرمایا مدینہ پاک کا انتظام کرنے کے بعد آپ نے بدر کی طرف روانگی کا حکم دیا اور پانچ روز تک منزل بمنزل سفر کرتے ہوئے ۱۲ رمضان المبارک ۲ھ کو قریب بدر پہنچے قریش مکہ پوری تیاری کے ساتھ اور مکمل ساز و سامان کے ساتھ اس لڑائی کو سر کرنے کے لئے مکہ سے چلے تھے فوج میں ایک ہزار جرار جنگ آزمودہ سپاہی تھے سو سواروں کا ایک پورا رسالہ تھا تمام سرداران قریش بجز ابولہب کے جو کسی عذر کی وجہ سے نہیں آیا تھا شریک فوج تھے عتبہ بن ربیعہ سپہ سالار لشکر تھا ابو جہل امیہ عباس حرث بن عامر نضر بن حارث وغیرہ رؤسا قریش کی جانب سے باری باری دس دس اونٹ روزانہ فوج کی غذا کے ذبح ہوتے تھے لشکر وادی بدر کی دوسری جانب خیمہ زن ہو گیا اور تمام اچھے مقاموں پر پیشتر سے قبضہ کر لیا حضور اکرم چونکہ بعد کو پہنچے اس لئے مجبوراً

ایسے مقام پر فروکش ہونا پڑا جہاں بالکل ریتی تھی اور اونٹوں کے پیر ریتی
میں دھنس جاتے تھے قریب لشکر کوئی چشمہ یا کنواں بھی نہ تھا حباب بن منذر رضی اللہ
عنہ نے حضور سے گذارش کی کہ اگر اس جگہ پر قیام باحکام وحی ہے تو خیر ورنہ
آگے بڑھ کر چشمہ کی طرف ڈیرہ ڈالے اور چشمہ کو اپنے قبضہ میں کر لیجئے حضور
نے اس رائے کو پسند فرمایا۔ اس تپتی زمین پر حضور کی برکت قدم سے اس روز
بارش ہو گئی اور تمام ریت دب گئی صحابہ نے ریتی کا صاف ستھرا پانی چھوٹے
چھوٹے حوض نما گڑھے بنا کر ان میں بھر لیا تا کہ وضو اور دیگر ضروریات میں کام
آئے اگرچہ چشمہ پر بھی قبضہ کر لیا گیا تھا اور قدرتی پانی بھی بکثرت جمع ہو گیا
تھا لیکن حضور کی یہ شان رحمت تھی کہ دشمنوں کو بھی پانی سے محروم نہیں
رکھا گیا۔ رات ہو چکی تھی سفر کی تکان دور کرنے کے لئے صحابہ کرام نے کمریں
کھولدیں اور راحت باستراحت ہو گئے حضور رحمۃ اللعالمین نے تمام رات عبادت
الٰہی میں اور مسلمانوں کی فتح و نصرت کی مناجات میں بسر فرمائی دوسری طرف کفار
قریش دنیاوی لڑائی کی تیاریوں میں مصروف تھے ہر ایک کو یہ غرہ تھا کہ مسلمان تھوڑے
ہیں ساز و سامان نہیں رکھتے مقابلہ کی تاب نہ لا سکیں گے اسلام کا استیصال
پہلے ہی حملے میں ہو جائیگا۔ ابوجہل اور اس کے ہمراہی لڑائی کے لئے سخت بے تاب
تھے۔ بعض قریش ایسے بھی تھے جو لڑائی اور خونریزی کو برا سمجھتے تھے۔ حکیم بن حزام
نے جو ابھی صف کفار میں شامل تھے سپہ سالار لشکر عتبہ بن ربیعہ سے کہا کہ لڑائی
صرف اس نقطہ پر جائز قرار دی جا سکتی ہے کہ ہمیں حضرمی کے قتل کا قصاص لینا
ہے حضرمی آپ کا حلیف تھا اگر آپ حضرمی کا خونبہا ادا کر دیں تو عرب کی یہ باہمی
جنگ ختم ہو جاتی ہے۔ عتبہ نہایت صاحب فہم و فراست تھا اس نے حکیم
کے مشورہ کو پسند کیا اور کہا کہ اس معاملہ میں ابوجہل سے اور مشورہ کر دیکھو حکیم
نے ابوجہل سے اپنی رائے اور عتبہ کی تائید کا اظہار کیا ابوجہل لال پیلا ہو گیا
اور عتبہ پر طعنہ زنی کرنے لگا اس نے کہا کہ عتبہ مٹھی بھر مسلمانوں کے خوف
سے جی چھوڑ گیا اس کا بیٹا ابوحذیفہ مسلمان ہو چکا ہے اور وہ باپ کے
سامنے مسلمانوں کی طرف سے لڑنے آئیگا عتبہ کو ابھی سے بیٹے کی محبت
آگئی۔ عتبہ کو جب ابوجہل کی ہذیان سرائی کا علم ہوا تو اس نے کہا کل ابوجہل
کو میدان جنگ بتا دیگا کہ کون بزدل اور کون بہادر ہے۔ حضور نے شب بھر اپنے
رب کی عبادت کی اور نصرت الٰہی کا وعدہ فرشتوں کی امداد غیبی اعانت کی نوید
دربار عزت سے حاصل کر لیں تاہم فوجی ترتیب میں اپنے ہاشمی جاہ و جلال کا
اعجاز دکھا دیا۔ حضرت سعد بن عبادہ کو قبیلہ بنی اوس کا علمبردار اور حضرت
حباب بن منذر کو خزرج کی سالاری کا پرچم اور حضرت مصعب بن عمیر کو مہاجرین
کا علمبردار مقرر فرمایا حضور کے لئے ایک چھوٹا سا سائبان وسط میں بنا دیا گیا اس
میں جلوہ افروز تھے اور حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ تیغ بکف دروازہ پر
محافظت کے لئے مامور تھے حضور اس شان کے ساتھ کہ دست مبارک میں ایک
تیر تھا صفوں کی درستی میں مصروف تھے اگر کسی مجاہد کا سینہ ذرا آگے کو ہو جاتا تو
حضور تیر سے اس کو صف کی برابر کر دیتے تھے قریش کی فوجیں نشہ شجاعت
میں چور مقابلہ میں آ ڈٹیں عرب کی لڑائی کا اصول تھا کہ صرف ایک بہادر خصوصی
نشان سجائے ہوئے میدان میں صف سے نکل کر آتا اور فریق مخالف سے مبارز
طلب کرتا اور انفرادی جنگ میں جو غالب آتا وہ مغلوب کے اسلحہ اور سامان کا
مالک ہوتا جب دونوں لشکر مقابل آ گئے تو کفار کی طرف سے عامر حضرمی اپنے بھائی
عمر حضرمی کے خون کا دعویدار بنکر میدان میں آیا اس کے بعد عتبہ سپہ سالار خود
میدان میں آیا اس کے ساتھ ولید بن عتبہ اور شیبہ بن ربیعہ اس کا بیٹا اور بھائی
بھی میدان میں آئے حضور کے حکم سے حضرت عوفؓ۔ معاذؓ اور عبداللہ بن
رواحہ انصار مقابلہ کو نکلے عتبہ نے مقابل آنے والوں کے نام و نسب دریافت کئے
جب اس کو معلوم ہوا کہ مدینہ کے انصار ہمارے مقابلہ میں آئے ہیں تو اس نے
وہیں میدان میں کہا کہ آپ لوگ واپس جائیں آپ ہمارے جوڑ کے نہیں ہم مقابلے کیلئے
بنو ہاشم یا قریش چاہتے ہیں یہ کہکر اس نے وہیں سے نعرہ لگایا کہ محمدؐ ہمارے مقابلہ
کے لئے کیا اہل مکہ میں سے کسی کو ہمت مقابلہ نہیں ہے جو مدینہ کے لوگ بھیجے گئے ہیں
حضور نے حضرت حمزہؓ حضرت علیؓ حضرت عبیدہؓ کو مقابلے کے لئے روانہ کیا اور انصار
کو واپس بلا لیا مقابلہ شروع ہو گیا عتبہ حضرت حمزہؓ کے ہاتھ سے اور ولید حضرت
علیؓ کے ہاتھ سے مارا گیا شیبہ نے حضرت عبیدہ کو زخمی کر دیا مگر حضرت علیؓ نے فوراً بڑھ
کر شیبہ کو بھی قتل کر دیا۔ صف کفار سے عبیدہ بن سعید بن العاص سر سے پاؤں تک
لوہے میں ڈوبا ہوا میدان میں آیا حضرت زبیرؓ بن العوام مقابل میں آئے دیکھا
دشمن کا سارا جسم آہنی آلات حرب سے ڈھکا ہوا ہے صرف آنکھیں چمک رہی ہیں
آپ نے نیزہ کی انی تاک کر آنکھ میں ماری دشمن چیخ کر گھوڑے سے زمین پر آ گرا اور
تڑپ کر مر گیا انی کھوپڑی میں پیوست ہو چکی تھی حضرت زبیرؓ نے مقتول کی چھاتی پر
چڑھ کر پوری قوت سے کھینچی تو نکلی مگر خمیدہ ہو گئی یہ برچھی بطور یادگار خلفائے عظام
کے زمانہ میں شامل آثار رہی سرداران قریش کے مسلسل مارے جانے سے کفار میں کھلبلی
مچ گئی ابوجہل نے فوج کو یکبارگی حملہ کا حکم دیا حضور پر نور عریشہ مبارک سے یہ
دیکھ کر سربسجدہ ہو گئے خضوع و خشوع کے عالم میں آنکھوں سے اشک رواں ہیں
زبان مبارک سے ارشاد فرما رہے ہیں کہ یہی چند ضعیف و زار تیرے جاں نثار بندے
ہیں جو تیری راہ میں سر کٹانے حاضر ہوئے ہیں اگر یہ قتل ہو گئے تو پھر کوئی تیرا نام
لینے والا نہیں رہے گا۔ بار الٰہا اپنا وعدہ پورا فرما ان کمزور مسلمانوں کو نصرت عطا
فرما محویت و استغراق کا یہ عالم ہے کہ ردائے مبارک دوش اطہر سے سرک کر گر گئی تھی
اس تضرع و زاری کی کیفیات دیکھ کر اور صحابہ جو حضور کی محافظت فرما رہے تھے
زار زار رونے لگے حضرت صدیق اکبر پر رقت طاری ہو گئی فرط محبت میں عرض کرنے
لگے حضور ضرور رب تعالیٰ اپنا وعدہ پورا فرمائیگا ہم غلاموں کو ضرور آپ کا رب
فتح و نصرت سے شادکام کریگا لڑائی پورے شباب پر ہے حضرت عبدالرحمن بن عوف
جو عرصہ گاہ جنگ میں مصروف پیکار ہیں دیکھتے ہیں کہ ایک نوعمر صاحبزادہ دہنی جانب
سے ایک نوجوان بائیں جانب سے آ کر کانوں میں دریافت کرنے لگے کہ چچا جان چچا
جان ابوجہل کون ہے اور لڑنے والوں میں کہاں ہے یہ دونوں نوجوان لڑکے معوذ
اور معاذ انصار کے دو لڑکے تھے حضرت عبدالرحمن نے فرمایا پیارے بچو تم ابوجہل
کو کیوں دریافت کرتے ہو بولے چچا جان ہم نے اپنے اللہ سے عہد کیا ہے کہ یا تو ہم
ابوجہل کو مار ڈالینگے یا خود مارے جائیں گے وہ فرماتے ہیں کہ ادھر میں نے دونوں کو
ابوجہل کا نشان بتایا اور ادھر میں نے دیکھا کہ یہ بچے شہباز کی طرح اس تیزی سے
ابوجہل پر جا ٹوٹے کہ اس کو سنبھلنا دشوار ہو گیا اور دیکھتے دیکھتے ابوجہل کو فی النار
کر دیا عکرمہ پسر ابوجہل نے پیچھے سے آ کر معاذؓ کے شانہ پر تلوار کا وار کیا جس سے بازو
کٹ گیا اور ہاتھ جھول کر لٹک گیا معاذ جب تک مڑیں عکرمہ بھاگ پڑا معاذؓ نے

عکرمہ کا تعاقب کیا اور کٹے ہوئے ہاتھ کو پاؤں تلے دبا کر بوٹے سے علیحدہ کر دیا غرض جب کفار کے سردار ایک ایک کر کے مارے گئے تو لشکر میں ابتری اور ہزیمت پھیل گئی قریش نے ہتھیار ڈال دیئے بڑے بڑے لوگ مثلاً عباس عقیل نوفل اسود وغیرہ گرفتار کر لئے گئے جب ذرا اطمینان ہوا تو حضورؐ نے دریافت کیا ابوجہل کا کیا حشر ہوا۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود مقتولوں میں تلاش کرتے ہوئے پہنچے معلوم ہوا کہ دم توڑ رہا ہے سانس باقی ہے۔ دریافت کیا کیا تو ہی ابوجہل ہے اس نے کہا کہ میری قوم کے ایک شخص نے مجھے قتل کیا ہے تو بجز اس کے کیا تعجب کرتا ہے عبداللہ بن مسعود نے ابوجہل کا سر کاٹ لیا اور حضورؐ کے سامنے لا کر پیش کیا۔ قیدیان بدر کو فدیہ لیکر رہا کر دیا گیا۔ یہ پہلی معرکہ آرائی تھی جس میں کفار مکہ کے عظیم الشان لشکر نے مسلمانوں کے مختصر سے لشکر سے شکست فاش کھائی اور بڑے بڑے نامور سردار قتل ہوئے سیرۃ نبوی کے تمام گوشوں پر اگر اجمالی طور پر ہی کچھ لکھا جائے تو بھی چند مجلدات کی ضرورت پیش آئے ہمیں صرف یہ دکھانا ہے کہ معراج کے بعد حضورؐ کا ہر قدم معراج کمال پر اٹھتا تھا مدنی زندگی کا ہر لمحہ حضورؐ کی حیات مقدسہ کا محفوظ ہے اور کتب سیر میں تفصیل کے ساتھ ہر واقعہ کا اندراج موجود ہے غزوات کا سلسلہ برابر جاری رہا ۳ھ ہجری میں غزوہ احد ہوا جس میں حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے حضورؐ کا دندان مبارک شہید ہوا اسی طرح غزوہ خندق غزوہ خیبر باوقات مختلف ہوئے ۸ھ ہجری میں مکہ فتح ہوا تمام حجاز مکہ فتح ہونے کے بعد داخل اسلام ہوا ابوسفیان بھی فتح مکہ کے بعد مشرف باسلام ہوگئے عکرمہ بن ابوجہل بھی مسلمان ہوئے غرض اب ہر طرف امن وامان کا کوئی ذریعہ بجز قبول اسلام نہ تھا ۹ھ میں اطراف وجوانب سے تمام قبائل کے وفود مدینہ پاک میں حضورؐ کے سامنے آئے اور اپنے اپنے شہروں آبادیوں کی طرف سے اسلام قبول کرنے کا اعتراف کیا ۱۰ھ ہجری میں حضورؐ نے حجۃ الوداع فرمایا یہ حضورؐ کا آخری حج تھا جس میں تمام ازواج مطہرات شامل تھیں بروز شنبہ ۲۵ ذیقعدہ ۱۰ھ ہجری کو حضور نے مدینہ منورہ سے حج کیلئے سفر فرمایا اس سال حج میں حضور کیساتھ تقریباً ایک لاکھ مسلمانوں نے حج کیا اسی سال عرفہ کے روز جبکہ آپ مکہ معظمہ تھے آیۂ شریفہ الیوم اکملت لکم دینکم نازل ہوئی ۱۰ھ ہجری کے اختتام اور ۱۱ھ ہجری کے آغاز میں حضورؐ نے شاہان عالم کے نام فرمان روانہ فرمائے اور اسلام کی دعوت دی ۱۱ھ ہجری اسلام کا وہ یادگار سال تھا جس سال رحمت باری کا پر نور آئینہ حجابات انوار ذات میں گم ہو کر ظاہر بین نگاہوں سے ہمیشہ کے لئے روپوش و مستور ہو گیا

وفات شریف

جب تمام مدارج نبوت کی تکمیل اور ملت بیضا اسلام کے ہر جزو کو ید قدرت نے مکمل فرما دیا اور آیت تکملہ دین نازل ہو چکی تو وہ دن بھی آیا جس کیلئے ہر ذی روح پیدا کیا گیا ہے وہ وقت محبوب خدا محمد رسول اللہ پر بھی عالم اسباب میں آنا ضروری تھا حجۃ الوداع سے واپس آ کر حضور علیل ہو گئے علالت کا سلسلہ آخر ہفتہ ماہ صفر ۱۱ھ سے شروع ہو گیا اور ابھی مزاج مبارک کچھ سنبھلا تو حضورؐ نے ایک لشکر جو روم کی فتح کے لئے تیار تھا روانہ فرمایا لشکر کا سپہ سالار حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو بنایا [illegible] ۲۶ صفر ۱۱ھ ہجری کا ہے

حضرت اسامہ کی سیادت میں تمام جلیل القدر صحابہ مثلاً حضرات ابوبکر صدیق عمر فاروق عثمان غنی علی سعد بن وقاص ابو عبیدہ بن جراح سعید بن زید قتادہ بن نعمان وغیرہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو حکم روانگی دیا گیا اگرچہ اس سیادت پر بعض صحابہ کو خلش پیدا ہوا لیکن حضور پر نور نے تقریر فرما کر آخر پیغمبر تمام مسلمانوں کو آگاہ کر دیا کہ اسلام میں جو اخوت جو مساوات قائم کی گئی ہے اس میں غلام آقا اکابر و اصاغر رنگ و نسل کا کوئی اعتبار نہیں ہے اس خطبہ شریفہ کے سننے کے بعد تمام اصحاب کرام نے سر تسلیم خم کر دیئے ابھی لشکر کوچ نہ کر پایا تھا کہ ۲۹ صفر ۱۱ھ کو طبع اقدس بہت زیادہ ناساز ہو گئی حضرت اسامہ اور دیگر صحابی جو مزاج پرسی اور سلام رخصتی کے لئے حاضر ہوئے تھے یہ دیکھ کر واپس مدینہ سے متصل جہاں لشکر کا پڑاؤ تھا رک گئے حضور اکرم کی طبیعت مبارک روز بروز مرض میں شدت و ترقی ہونے لگی یہاں تک کہ مسجد نبوی میں حجرہ اقدس سے آنا دشوار ہو گیا حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو حضور نے امامت کا حکم دیا یہ حضورؐ کے پیچھے فدائی جوش رقت کے باعث مصلے پر جب تشریف لائے اور حضورؐ کی جگہ کو خالی دیکھا ضبط گریہ نہ کر سکے رونے کی آواز حضورؐ کے گوش مبارک تک پہنچی آپ بستر علالت سے اٹھ کر مسجد میں تشریف لائے اور صدیق اکبر کو تسکین دی نماز کا حکم دیا خود بنفس نفیس اقتدا فرمائی ایک مرتبہ بیماری میں حضرت عائشہ صدیقہ سے ارشاد فرمایا کہ لاؤ قلم دوات میں تمہارے والد کیلئے خلافت نامہ لکھ دوں پھر خود ہی ارشاد فرمایا کہ اس کی ضرورت نہیں ہے مومنین ان ہی کو خلیفہ بنائیں گے ایک روز شدت مرض میں حضرت عمرؓ کی موجودگی میں قلم دوات طلب فرمایا فاروق اعظم نے عرض کیا کہ حضور کو لکھنے میں تکلیف ہوگی۔ اسی واقعہ کو ایک گروہ حدیث قرطاس سے منسوب کر کے حضرت سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت کا قرینہ قائم کرتا ہے حالانکہ عزم مبارک میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت بستر ہی سے موجود تھی اور امامت و اقتدا سے خود حضور نے اس چیز کو مضبوط کر دیا حضور ایام علالت میں حجرہ مقدسہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا میں تشریف فرما رہے تیمارداری میں ہر وقت حضرت سیدہ فاطمہ زہراؓ حضرت علیؓ حضرت عباسؓ حضرت فضل بن عباسؓ حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ رضوان اللہ علیہم اجمعین حاضر رہتے تھے ایک مرتبہ جب مجمع مصروف عیادت تھا فرمایا جس شخص کا قرضہ میرے ذمہ ہو مجھ سے میری حیات میں طلب کرے ایسا نہ ہو کہ قیامت میں اس کا مجھ سے مواخذہ ہو۔ ایک صحابی نے عرض کیا قربان جاؤں تعمیل حکم نہ ہو اگر خاموشی اختیار کر دوں حضور نے اپنے اس غلام سے ایک مرتبہ تین درہم ایک فقیر کیلئے لئے تھے وہ باقی تھے اسی وقت ادا کر دیئے گئے۔ کچھ اشرفیاں حضرت عائشہ صدیقہ کی تحویل میں تھیں ان کو خیرات کرا دیا حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کا ہاتھ اپنے سینے پر رکھا حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کو پیار کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا الصلوٰۃ وما ملکت ایمانکم یعنی نماز اور اپنے متعلقین سے بے خبر نہ رہنا آخر ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ دو شنبہ حجرہ مقدسہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا میں حضور اقدس [illegible] جان جان آفریں کو سپرد فرمائی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اسی حجرہ مقدسہ میں آفتاب رسالت نے ابد الآباد تک محو تجلیات الٰہی رہنے کا عزم فرمایا رب تعالیٰ حضورؐ کے طفیل ہمارے صدقہ میں تمام عالم اسلام کو اسلام کی نعمت عطا فرمائے [illegible]

میری جوانی
کس طرح برباد ہوئی
جب میں جوانی کو اپنے ہاتھوں برباد کر چکا اور اپنی طاقت کو ختم ہوتے دیکھا تو اپنی صورت کو آئینہ میں دیکھا۔ بڑا تعجب ہوا کہ میں جوانی ہی میں بوڑھا ہو گیا
اور شادی کے قابل بھی نہ رہا۔ اسی طرح لاکھوں نوجوان اپنی جوانی کو برباد کر کے وقت سے پہلے بوڑھے ہو جاتے ہیں اور انکی نوجوان تمنائیں خاک میں مل کر رہ جاتی ہیں
مگر تعجب یہ ہے کہ جوانی کی غلطیوں کا علاج بھی ہندوستان کے ماہرین نے دریافت کر لیا ہے۔
اگر کسی نوجوان کو دھات گرنے کی، جسم کے کمزور ہو جانے کی اور دماغی کمزوری کی شکایت ہو جائے اور وہ شادی کر کے پچھتانے لگے تو اسکو چاہیئے کہ ہمارے اکسیری دواخانہ کی ایجاد کردہ دوا "ری جووین" کورس منگا کر استعمال کیجئے۔ اس سے زبردست طاقت اور جسمانی قوت پیدا ہوتی ہے کیسی ہی کمزوری ہو گئی ہو اس دوا کے استعمال سے سولہ دن میں جاتی رہتی ہے اور مردہ انسان بھی ساٹھا پاٹھا بن جاتا ہے۔ مردانہ کمزوری دور کرنے کیلئے تمام حکیم اور ڈاکٹر لوگ اس کا مشورہ دیتے ہیں کہ "ری جووین" کورس استعمال کیجئے۔ قیمت مکمل کورس پانچ روپے، محصول ڈاک گیارہ آنے (۱۱)
اکسیری دواخانہ کلاں محل، پوسٹ بکس ۲۱ (ایم، ڈی) دہلی

خنگ کی بیاباں گھٹائیں ویسی ہی جھوم جھوم کر امڈ رہی ہیں۔ تو ہی ہے اے خدا جو گمزوں کا سہارا ہے۔ ورنہ جہان کاغذ جیسی نایاب ہو اور پھر جنگ کی تہذیب چڑھ رہی ہو۔ وہاں ایک روپیہ سالانہ میں مولوی جیسا پرچہ شائع ہوتا۔ بس کارساز حقیقی کی کارسازی ہے اور کچھ نہیں ظاہری اسباب میں کتابوں کی فروخت بڑی مدد ہے جب آپ کتابیں خرید رہے ہیں خدا اس ذریعہ سے کام چلا رہا ہے لیکن آپ اپیل کرتے ہیں نہیں بڑی کہ وہی پرانی کتابیں ہیں نئی کتاب کوئی چھپے تو زور دینے کو جی چاہے۔ ان کتابوں میں سے کوئی کتاب آپ کے پاس نہ ہو تو منگا لیجے۔

سیرۃ احمدی ۳۰۰ صفحات از خان احسین خان۔ رحمۃ للعالمین کی سوانح حیات بہت بلیغ حسین پیرایہ میں۔ جغرافیہ حسب نسب ولادت سن بن شعور لیح۔ ہجرت، غزوات طبعی عادات وحالات حضور کی تعلیم کی فلاسفی معجزات خانگی حیات اور متفرق واقعات مجلد دو روپے

نبیوں کے قصے حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ تک ۲۲ انبیاء کرام کے مستند حالات جو صرف قرآن کریم سے ماخوذ ہیں مولوی شریف احمد صاحب مرادآبادی نے نئی زبان میں نئے انداز سے نئے حالات اور لفظ لفظ مستند قیمت بارہ آنے

ہفتاد اولیا ۲۴۴ صفحات از مولانا شریف احمد صاحب مرادآبادی اس میں ہندوستان بیرون ہند کے ستر اکابر اولیاء کرام کے حالات کرامات ریاضات اور علوم سے ان کے ملفوظات بڑی وضاحت واستناد کے ساتھ درج ہیں۔ قیمت مجلد پونے دو روپے

سوانح مولینا روم ۱۹۶ صفحات از علامہ شبلی نعمانی مثنوی مولانا روم کے مصنف تصوف کے بادشاہ مولوی معنوی کے حالات اور انکی مشہور عرفانی مثنوی کے اقتباسات اور اثر اور مولانا کی پرمعارف حکایات۔ قیمت آٹھ آنے

الغزالی ۱۱۲ صفحات از علامہ شبلی نعمانی محبوب العارفین اور اکرم الاصفیا حضرت امام محمد غزالی کے حالات تصوف کے کیسے طریقت کی راہیں اور درویشی کے اذکار اس کتاب کا اقتباس ہے تصوف کے شیدائی اس کو پڑھیں اور قلوب تجلی ہوں قیمت ۸

تصوف کے تین شاعر (۱) حضرت شیخ سعدی (۲) حافظ شیرازی (۳) امیر خسرو یہ تینوں روشن ضمیر شاعر ہیں انکی لائف اور انکی تصانیف کا اقتباس اور تصوف کے شاہکار ہر ایک کتاب ۴ تینوں ساتھ لیں تو دس آنے

سیرۃ نظامی ۱۱۳ صفحات کاغذ فرسودہ مگر عبارت منور از پیرزادہ محمد یامین شاہ نظامی خواجہ نظامی محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کی سب سے بہتر سوانح حیات سوانح کیا ملفوظات و معارفات کا بھرپور خزانہ۔ سب سے بہتر سوانح سلطان جی یہی ہے اور بڑی مستند۔ قیمت مجلد سوا روپیہ

گلستان کے تین ولی ۱۱۲ صفحات از حضرت شاہ مراد ہاشم رودی اب اہل تصوف اور صوفیائے کرام کی زندگی پر ایک زبردست مقالہ یعنی حضرت خواجہ معین الدین اور حضرت خواجہ گنج شکر اور خواجہ صابر کلیری کے مفصل حالات قیمت بارہ آنے

شاہ جیلاں ۸ صفحات از مولانا نذیر الحق صاحب قادری شاہ جیلاں پیران پیر دستگیر کی مختصر سوانح حیات چونکہ اس کے علاوہ اور کوئی سوانح عمری بڑے پیر کی بازار میں نہیں ہے اس لئے یہی بکتی جاتی ہے۔ قیمت آٹھ آنے

ملفوظات غریب نواز از مولانا امر علالی حضرت مذنب صاحب کا مرتبہ روزنامچہ انہوں نے مجالس حضرت غریب نواز کی صورت میں مرتب کیا یہ گویا ہند ولی خواجہ غریب نواز اجمیری کی سیرۃ مبارک کا پرمعارف خاکہ ہے قیمت ۸

اللہ والوں کے وعظ یا اخلاق سلف قدوۃ الاصفیا حضرت امام شعرانی کے مدہ وعظوں کا اردو ترجمہ جو دل کا زنگ دور کرنے کا روحانی تیزابیہ ہے تصوف اخلاق، ریاضت، مجاہدات اور دنیا سے بے رغبتی۔ اعلیٰ اخلاق خدمت خلق اللہ داعت نفس سیکھنا اس سے آتا ہے۔ مجلد قیمت ڈیڑھ روپیہ

تراجم الحادیث (۱) بخاری شریف ۳ جلدوں میں ۱۵ روپے (۲) مسلم شریف ۲ جلدوں میں چھ روپے (۳) ترمذی شریف ۲ جلدوں میں ساڑھے چھ روپے (۴) ابوداود شریف ۲ جلدوں میں چھ روپے ابن ماجہ ایک جلد میں تین روپے بارہ آنے کل ۸ کتابیں

نماز کی پانچ کتابیں (۱) نماز کی حقیقت (۲) ترغیب نماز (۳) نمازوں کا بیان (۴) نماز کے علمی فائدے (۵) مکمل نماز ومسائل جمعہ (۵) نماز پڑھانے کی ترغیب کے لئے بڑی ہی مفید کتابیں ہیں۔ سب ساتھ منگائیں تو سوا روپیہ

آداب عبادت حضرت علامہ محی الدین ابن عربی کی کتاب ہدایت الہدایۃ کا اردو ترجمہ اس میں ہر عبادت اسلامی کے آداب اور اثرات مرتب کئے ہیں۔ گویا وہی عبادت جو عام تھی ذرا سی توجہ سے مقام محمود پر پہنچا دیتی ہے قیمت ۵

قرآن وحدیث کی دعائیں ۲۰۰ صفحات از علامہ نذیر الحق ۴ مضمون ہیں دعاؤں کے طریقے آداب واثرات اور بزرگان دین واولیاء کے حالات نکات اور ۳۰ صفحات میں ہر ضرورت کی قرآنی وحدیثی دعائیں مع تراجم وخواص واثرات قیمت دس آنے

نمازیں اور دعائیں ۲۴۴ صفحات یہ عجائب نوٹی ہے اس میں پنجگانہ فرائض نماز کے بعد دوسری تمام نوافل، اشراق چاشت وغیرہ ۸ نمازیں ہفتہ بھر کی راتوں کی نمازیں اور دعائیں اور ہر ضرورت کے لئے مجرب اوراد اور درود شریف کا بیان قیمت ۱۲

اوراد وظائف ۱۲۰ صفحات از حضرت عرشی شاہ مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے اوراد وظائف کا سینہ بسینہ گنجینہ سوفیصد کی کامیاب نمونہ ہے کہ یہ کتاب مسات مرتبہ چھپ چکی ہے عدد یہ کہ اسکے وظیفہ اور تعویذ لوگ بازاروں میں فروخت کرتے ہیں ۱۲

تفسیر ست سورہ نماز میں عام طور سے جو سورتیں پارہ عم کے آخر کی پڑھی جاتی ہیں انکی تفسیر یہ بھی گویا ایک وعظ کی کتاب [illegible] سورتیں بعد فاتحہ پڑھی جاتی ہیں اگر ان کے معانی اور معارف معلوم [illegible] لطف ہو جائے ۸

اتالیق انگریزی کامل چھ روپے کے ٹیوٹر کے برابر آپ گھر میں [illegible] پڑھ لینی چاہیے تو یہ بارہ حصوں کی کتاب [illegible] اگر غور سے پڑھیے تو آپ کی انگریزی درست ہو جائے [illegible] ۲ ہزار صفحات قیمت چھ روپے

سلسلہ تعلیم الاسلام از حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب صدر جمعیۃ علمائے ہند چار حصے بچوں کے لئے مجلد بچوں کو اسلامی عقائد اور عبادات کی تفصیل ذہن نشین کرنے میں لاجواب کتاب ہر مسلمان بچے کو یہ کتاب ضرور پڑھائی جائے۔ مجلد سوا روپیہ

شرح کریما حضرت شیخ سعدی کی مشہور کتاب کریما جو فلسفہ اخلاق اور تجربات زندگی کا بڑا اچھا خاکہ ہے اس کا ترجمہ اور شرح گویا احادیث خلق نبوی کی تفسیر اور اچھی خاصی وعظ کی کتاب مع حدیث لقمان ۱۲۰ صفحات کاغذ اعلیٰ قیمت دس آنے ۱۰

قاعدہ اسہل القرآن عربی اور اردو دونوں ایک ہی وقت میں سکھانے والا طلسمی اور با تصویر ہزاروں چھپا اور مدارس میں رائج ہوا گیا یہ عربی اردو کا بچہ ہندوستان بھر میں انوکھا قاعدہ ہے اور بہت مقبول قیمت ۵

بچوں کی عقل کی کتاب ۸۰ صفحات از ایم اے فاروقی بی ایچ ڈی اردو قاعدہ کے بعد یہ کتاب بچوں کو پڑھائیے اس سے عقل تیز اور ذہن رسا ہو جاتا ہے کیونکہ اس میں ۴۷ بالتصویر سبق ہیں اور وہ سب ایسے ہیں جن سے بچہ دوچار ہوتا رہتا ہے قیمت ۵

بچوں کا علاج بچوں کی تعلیم کے ساتھ بچوں کا علاج اور انکی صحت کا خیال بھی بہت ضروری ہے ضرورت اس کی ہے کہ بچو ہر بیماری سے بچایا جائے۔ بچوں کی حفظ ما تقدم کے لئے کتاب محافظ الصبیان ضرور اپنے پاس رکھیے کہ اول تو بیمار ہی نہ ہوں اور ہو تو فوراً اچھا ہو مجلد ۱۲

عورت کی صحت مرد کی صحت عورت کی صحت سے وابستہ ہے اس لئے عورت کی صحت برقرار رکھنے کے لئے صحت النساء کتاب ہر گھر میں رہے مجلد ایک روپیہ

پرنٹر و پبلشر حبیب الحمید خان ایڈیٹر رسالہ مولوی دہلی نے مرزا مجیب بیگ صاحب کے خوب المطابع اردو بازار میں چھپوا کر دفتر رسالہ مولوی کوچہ چیلان دہلی سے شائع کیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

چاند کی بیس تاریخ تک بھی اگر اتفاق سے کوئی پرچہ نہ ملے تو دوسرا پرچہ دفتر سے خط بھیجکر منگا لیجیے

ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا او اخطانا

مولوی دہلی

نمبر خریداری آپ کا اسی جگہ لکھا ہوا ہے چاہیے آپکا پتہ ہو اگر پہلے سے درج نہیں ہے تو آپ ہمکو لکھیے اس کے حوالہ کے بغیر آپ کی کسی شکایت خصوصاً تبدیل پتہ کی تعمیل ممکن نہیں

جو ہر اسلامی مہینے کی بارہ تاریخ کو حمیدیہ پریس دہلی سے شایع ہوتا ہے

جلد ۲۹ ۔ بابت ماہ ربیع الثانی ۱۳۶۳ھ ۔ نمبر ۴

شذرات

سوویٹ روس کا انقلاب انگیز اقدام

۲۶ر فروری کے روز سوویٹ روس کے اعلیٰ ترین ادارے (سپریم سوویٹ) نے اپنے آئین اساسی میں ایک بہت انقلاب انگیز ترمیم کی ہے۔ اس کو ترمیم ہم نے کہا۔ موسیو مالوٹاف سوویٹ روس کے لیڈر نے اس کو تجویز کے طور پر پیش کیا اور اسی حیثیت سے سپریم سوویٹ نے اس کو باتفاق رائے منظور کر لیا۔ ہم نے اس کو آئین اساسی میں ترمیم اس لئے کہا کہ یہ سوویٹ یونین کے بنیادی آئین میں واقعی ترمیم ہے۔ پہلے یونین کی کسی جمہوریت کو اپنی جداگانہ فوج رکھنے اور خارجی امور میں براہ راست دوسری حکومتوں سے معاملات کرنے کی اجازت نہ تھی یہ دونوں اہم امور مرکزی شعبے تھے۔ دوسری جمہوریتوں کو صرف داخلی امور کے انصرام کا اختیار تھا اس طرح سوویٹ یونین کی جملہ جمہوریتیں اتحاد میں شریک تھیں وہ منفرداً نیم آزاد تھیں۔ موسیو مالوٹاف کی اس تجویز کے منظور ہو لے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ عملاً سوویٹ یونین کی جمہوریتیں مستقل اور خود مختار ہو گئیں اب ان تمام جمہوریتوں کے درمیان جو تعلقات ہوں گے وہ مساویانہ ہوں گے اور معاہدات پر مبنی۔

سوویٹ روس کا اقتصادی نظام دنیا میں ایک نیا تجربہ تھا گذشتہ پچیس سال کے اندر اس پر عمل ہوا اور یقیناً اس میں وقتاً فوقتاً تبدیلیاں بھی ہوئیں اس وقت روس کا اقتصادی نظام کیا ہے۔ ہمیں اندیشہ ہے کہ مفصل کوئی نہیں جانتا البتہ اس قدر معلوم ہے کہ ابتدا یہاں سے ہوئی تھی کہ ہر چیز کی مالک حکومت اور وہی انفرادی ضروریات کی کفیل، فرد کی کوئی ملکیت نہیں۔ اب تدریجاً انفرادی ملکیت کی طرف رجعت ہے کس نوعیت سے ہے اور کس حد تک یہ نہیں معلوم لیکن یہ واقعہ ہے کہ سوویٹ روس نے اجتماعی حیثیت سے اتنی اقتصادی ترقی کی کہ تمام دنیا کے مخالفانہ معاندانہ کے باوجود اس نے اپنی قسم کا معاشرہ قائم کیا اسے بڑھایا اسے قائم رکھا اس کی حفاظت کے لئے وہ یہ عظیم جنگ کر رہا ہے اور اس نے کامیابی کے ساتھ۔ آئندہ بھی اس معاملے میں روس کے لئے ناکامی کا اندیشہ اس لئے نہیں ہے کہ اس کے لیڈر حسب ضرورت اور باقتضائے مصلحت اصولوں اور طرز عمل میں تبدیلی کرنے کیلئے تیار رہتے ہیں انھوں نے اس دوران میں کئی مرتبہ اہم اور بنیادی ترمیمات کی ہیں۔

مذہب کے معاملے میں حکومت روس کا طرز عمل نہایت قابل نفرت تھا حکومت صرف مذہب کی طرف سے لاپرواہ نہ تھی بلکہ عملاً مخالف تھی اس جنگ کے زمانہ میں دنیا کی رائے عامہ کی تائید حاصل کرنے کیلئے روس نے عبادات اور مذہبی مراسم کی ادائیگی کی اجازت دیدی پچھلے دنوں گرجوں کے کھلنے کی خبریں شایع ہو چکی ہیں۔ مانا کہ یہ ضرورت اور مصلحت کے لئے کیا گیا مگر یہ بھی تو ایک خوبی ہے کہ ضرورت اور مصلحت کو کوئی سبب لے اور ان کے لئے اپنے پچھلے طرز عمل کے خلاف معقول بات تسلیم کرے۔ ہمیں اب بھی نہیں معلوم کہ جو ترکی اقوام سوویٹ روس کے ماتحت ہیں واقعی ان کی دینی حالت کیا ہے ان ترکی جمہوریتوں میں اسلام کی تبلیغ و اشاعت اور اسلامی عقائد و نظریوں کے احیا کی اجازت ہے یا بندش مسجدیں نمازیوں سے آباد ہیں یا عجائب خانے بنی ہوئی ہیں اسلامیات کی تعلیم کا کوئی انتظام ہے یا نہیں۔ شاید کمیونزم کی وہ انجمنیں جو ہندوستان میں اس مشرب کی رضاکارانہ تبلیغ کر رہی ہیں ان امور میں ہمارے جہل کو رفع کرنے کی کوشش کریں۔ مگر ہمیں اندیشہ ہے کہ ان امور میں ان کا علم بھی ہم سے کچھ زیادہ نہیں ہے ابھی پچھلی عید پر انہوں نے کمیونزم کو مسلمانوں میں مقبول کرنے کے لئے سوویٹ روس میں عید کی نماز کا ذکر کیا مگر وہ ایسا عجیب و غریب ذکر تھا کہ اس سے ان مبلغوں کے جہل کا ثبوت ملا۔ یہ بیان کیا گیا کہ اذان ہوئی اور نماز سے قبل خطبہ پڑھا گیا۔ عید کی نماز سے قبل نہ اذان ہوتی ہے نہ خطبہ صحیح اور قابل اطمینان بات وہی ہوگی جس کا حکومت سوویٹ اعلان کرے اور اس سے زیادہ وہ ہندوستان کے نمایندے بچشم خود روس کی مسلم جمہوریتوں میں دیکھ کر آئیں اور بیان کریں اس معاملے میں سوویٹ روس کی طرف سے سخت بدگمانیاں ہیں۔

لیکن اس صورت میں کہ سوویٹ یونین کی رکن جمہوریتوں کو آزادی دی گئی ہے کہ وہ فوج رکھیں اور غیر حکومتوں سے تعلقات قائم کریں اور معاہدات کریں سوویٹ یونین کے ماتحت سے یہ اختیار تعلیم کا ...

ہے کہ وہ ان کے کلچر عقائد اور نصاب تعلیم پر کوئی پابندی عائد کر دے اور جبراً اسے ہٹائے۔

ٹھیک اسی زمانہ میں جبکہ لارڈ ہیلی فیکس نے ٹورنٹو میں یہ کہا کہ ان اقوام اور ممالک کے درمیان جو دولت مشترکہ برطانیہ میں شریک ہیں خیال اور عمل میں ایسا اتحاد ہو کہ وہ ایک بات کہیں یعنی حقاً اور عملاً حکومت برطانیہ کی پالیسی کے پابند رہیں مشتر اور رہیلی منطقہ بحر ہند اور بحر الکاہل کے ممالک کو اس علاقے میں تحفظ اور امن کے بہانے سے دنیا برطانیہ اور امریکہ کے ماتحت رکھنا چاہتے ہیں۔ سوویٹ روس نے اپنی ماتحت جمہوریتوں کو اس طرح مستقل اور خود مختار کر کے دنیا کے لئے ایک نئی اور بڑی روشن مثال پیش کر دی ہے اٹلانٹک چارٹر اور پریذیڈنٹ روزویلٹ کی چہارگانہ آزادیوں کا اعلان اس اعلان کے سامنے نہیں بلکہ اس حقیقت اور واقعہ کے سامنے گرد ہو گئے ہیں سوویٹ روس اور برطانیہ اور امریکہ سے اس معاملہ میں بہت آگے بڑھ گیا کہ وہاں ابھی زعد ہائے زبانی ہیں یہاں مالوٹوف نے تجویز پیش کی اور سپریم سوویٹ نے اس کو ایک حقیقت اور واقعہ بنا دیا۔

مسلمانان ہند نے ہندوستانی اقوام کے درمیان انصاف قائم کرنے اور ہندو قوم کے استبداد سے اس برکو جاک کو آزاد کرنے کے لئے پاکستان اسکیم پیش کی۔ پاکستان اسکیم کی عملی صورت اور منشا اس کے سوا اور کیا ہے کہ وہ علاقے جن میں مسلمان بکثرت آباد ہیں اور وہ علاقے جن میں ہندوؤں کی اکثریت ہے اپنی اپنی جگہ خود مختار مستقل اور آزاد ہوں ان میں سے ہر ایک اسٹیٹ اپنی اپنی فوج رکھے اپنی خارجی پالیسی میں مختار ہو جس غیر حکومت سے چاہے معاملات کرے۔ مگر کانگریس اس کی مخالف ہے اور انگریز بھی۔ یہ کہا جا رہا ہے کہ ہندوستان بلقان بن جائے گا یہ کہا جا رہا ہے کہ ہندوستان میں خانہ جنگی اور اختلال پیدا ہو گا۔ یہ کہا جا رہا ہے کہ ہندوستان کی دفاعی طاقت کمزور ہو جائے گی۔ یہ کہا جا رہا ہے کہ پاکستان اقتصادی حیثیت سے محتاج رہے گا۔

سوویٹ روس میں بہت سی اقوام ہیں ان کے مذہب مختلف ہیں اور ان کے درمیان روایتی دشمنیاں اور عداوتیں بھی ہیں سوویٹ روس نے یہ جرأت کی کہ ان تمام جمہوریتوں کو جو روس کا اتحاد کی رکن ہیں یہ اجازت دی کہ اپنی اپنی فوج رکھیں اور جس ملک سے چاہیں معاہدات کریں روس کو یہ اندیشہ کیوں نہیں ہوا کہ روسی اتحاد کی رکن حکومتیں آپس میں لڑیں گی اور روس میں بلقان واقع ہو جائے گا؟ روس میں کم از کم ... جمہوریتیں مسلمانوں کی ہیں اور وہ مسلمان جو عسکریت کی تاریخ ... مشہور رکھتے ہیں کہ دنیا کی کوئی قوم ان کے پاس میں بھی بیٹھنے کی ہمت نہیں کر سکتی۔ اسلاف ان انھیں میں پیدا ہوا چنگیز انھیں میں پیدا ہوا ہلاکو انھیں کا لیڈر تھا تیمور انھیں کا سردار تھا کتنی مرتبہ انھوں نے یورپ کو تاراج کیا کتنے عرصہ انھوں نے روس پر حکومت

کی سوویٹ روس ان مسلمانوں کو اپنی جمہوریتیں قائم کرنے کی اجازت دیتا ہے اور پھر ان کے سروں پر استقلال کا تاج رکھتا ہے کہ اپنی خارجی پالیسی میں آزاد رہیں اور اپنی فوج رکھیں۔

ہندوستان میں گاندھی جی خوف سے لرز رہے ہیں کہ پنجاب کے مسلمان ہند ہندوستان کو لوٹ لیں گے اور تاراج کریں گے حکومت برطانیہ اپنی اس غیر طبیعی احمقانہ اور غیر منصفانہ پالیسی کی نصیب خوانی سے نہیں تھکتی کہ اس نے اس پورے براعظم کو ایک ایک واحد ملک بنا دیا جو آغاز تاریخ سے لیکر حکومت برطانیہ کے تسلط تک کبھی ایک نہیں ہوا تھا اس قابل مذمت اور قابل ملامت فعل پر ناز کئے چلی جا رہی ہے کہ اس نے شیروں گیدڑوں اور خرگوشوں کو ملا کر ایک جنس قرار دیا جن کے درمیان کسی اعتبار سے کوئی مناسبت نہیں ہے۔ یعنی ہندوؤں کو مسلمانوں کو سرحدی پٹھانوں کو اور مدراس کے دراوڑیوں کو۔ دنیا کی کون طاقت ہے جو اس غیر طبیعی اور غیر فطری خلط ملط کو قائم رکھ سکے اور مسٹر گاندھی جیسے ڈریوک لیڈر کی قوم کی ہوس حکمرانی اور تسلط کے شوق کو پورا کرنے کے لئے دوامًا پنجاب سرحد بلوچستان اور سندھ کے مسلمانوں کو دست و پابستہ رکھے۔ اختلال بدامنی خانہ جنگی اور بلقانیت کا خطرہ برطانیہ کی اس زبردستی جبرہ دستی اور ناانصافی کی پالیسی میں ہے اس آزادی انصاف اور عقلمندی کی روش میں نہیں جو سوویٹ روس نے اختیار کی ہے۔

نازی جرمنی کا صحیح حریف اور دشمن روس ہے جو صرف میدان جنگ ہی میں ہٹلر سے نہیں لڑتا بلکہ اس کے تصورات عالمگیر تسلط کی نیت اور نسلی برتری کے خبط کی مخالفت کر رہا ہے برطانیہ اور امریکہ میدان جنگ میں بیشک ہٹلر سے سخت محاربہ کرنے کا انتظام کر رہے ہیں مگر ہٹلر کے تصورات کے پیرو ہیں بڑی بڑی نیند ... قائم کر کے امن و حفاظت کے بہانے سے دنیا کی اقوام کو اپنی ولایت منوانے کے درپے ہیں انھیں روس کی اس مثال سے سبق لینا چاہیئے امن و سلامتی کی شاہراہ یہ ہے کہ جس طرف روس نے اپنے اس تازہ اقدام سے رہنمائی کی۔ مہ نہیں ہے جدھر چرچل روزویلٹ، ہیلی فیکس لیجانا چاہتے ہیں دنیا کی اقوام کسی بہانہ سے دوامًا امریکہ اور برطانیہ کے دامن سے بندھا رہنا گوارا نہیں کر سکتیں تمام اقوام کو آزادی اور استقلال ملنا چاہیئے جس سے اور جس کی بدولت ان کو آزادی اور استقلال ملیگا اسی کے ساتھ وہ مضبوط اور مستقل اتحاد قائم کرلے گا۔

فلسطین اور برطانی حکومت

مسلم یونیورسٹی یونین علی گڑھ میں تقریر کرتے ہوئے مسٹر جناح نے فرمایا کہ لارڈ ویول اگر جنگ میں فتح حاصل کرنا چاہتے ہیں تو امن کا یقینی اور سب سے پہلا طریقہ یہ ہو سکتا ہے کہ وہ پاکستان کے متعلق ہماری ابتدا کر لیں جس سے ہندوؤں اور مسلمانوں دونوں کو آزادی مل جائے اور اس سے بہ ...

مولوی دہلی

زندہ کتاب

قرآنی صحت وصداقت

قرآن ایک ایسی جامع کتاب ہے جس میں تمام علوم وفنون جملہ رموز واسرار اور تمام نکات، حقائق کے سوا ان تمام شبہات کی تسکین وارتفاع کا سامان بھی موجود ہے جو یگانہ وبیگانہ قلوب میں کسی وقت بھی اس کے متعلق پیدا ہو سکتے ہیں قرآن خود ہی بتاتا ہے کہ وہ کب اور کس زبان میں نازل ہوا ہے مقصد نزول کیا ہے اس سے کیا ہدایت ہے کب نازل ہوا ہے اس سے کس طرح ہدایت حاصل ہو سکتی ہے کن لوگوں کے لئے یہ موجب برکات وحسنات ہے اس کو کس طرح پڑھنا چاہئے۔ اس پر غور وخوض کی کس حد تک ضرورت ہے اور اس کی تعلیمات کن فوائد وعوائد کی سرمایہ دار ہیں اور اس قسم کے جتنے سوالات ہیں اور نفوس بشریت میں پیدا ہو سکتے ہیں سب کا جواب قرآن ہی میں مل جاتا ہے۔ دنیا میں قرآن اور صرف قرآن ہی ایسی کتاب ہے جس کے لئے نہ کسی تمہید و دیباچہ کی ضرورت ہے اور نہ یہ بتانے کی کہ اس میں کیا ہے اور اسے کس طرح پڑھنا چاہئے یہ ہر چیز کے علاوہ اپنی ماہیت پر خود روشنی ڈالتا ہے اپنے اوامر واحکام کا فلسفہ خود ہی بتاتا چلا جاتا ہے۔

وہ ہرگز اپنے پڑھنے اور ماننے والوں سے یہ نہیں کہتا کہ اس کے احکام واوامر کی تعلیم بے سوچے سمجھے اندھا دھند کی جائے بلکہ وہ جابجا سمجھنے بوجھنے سوچنے اور عقل وخرد سے کام لینے کا حکم دیتا ہے قرآن ایک برہان ربی ایک نور مبین ہے اور ایک سرچشمہ ہدایت ہے جس سے ہر شخص کسب ضیاء وہدایت کر سکتا ہے یا ایھا الناس قد جاءکم برھان من ربکم وانزلنا الیکم نورا مبینا

اللہ تعالیٰ آیت مذکورہ میں مسلمانوں ہی پر نہیں فرزندان توحید پر ہی نہیں تمام بنی نوع انسان پر احسان جتا رہا ہے کہ تمہارے پالنے والے نے ایک برہان بھیجی ہے جس سے تم ضلالت وگمراہی کی گھاٹیوں سے بچ کر منزل مقصود تک پہنچ سکتے ہو اور تمہارے لئے ایک نور مبین نازل کیا ہے جس کی روشنی میں تم حق وباطل کی تمیز کرکے فائز المرام ہو سکتے ہو "برہان ربانی" اور "نور مبین" کے الفاظ کتنے جامع اور کس قدر معنی خیز ہیں پھر دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے وانہ لتنزیل رب العالمین فی الحقیقت یہ قرآن اسی نے نازل کیا ہے جو تمام عالموں اور دنیاؤں کا کفیل ہے ان سب کا پرورش کرنے والا ہے تری خشکی کے تمام جانداروں مشارق ومغارب کے مکینوں سیاروں اور ستاروں میں بسنے والوں اور دنیا وآخرت میں رہنے والوں کو پالتا ہے اس مختصر آیت میں واضح کیا ہے کہ قرآن نازل ہوا ہے اور اتنی بڑی اور بے مثل ہستی کی طرف سے نازل ہوا ہے جس سے عظیم جلیل اور مشفق وکریم ہستی تصور میں آسکتی ہے اور نہ ہے اس کے ساتھ ہی فرما دیا ہے کہ یہ وہ کتاب ہے جس کی صحت وصداقت میں کسی شک وریب کی گنجائش نہیں واقعی یہ آسمانی کتاب ہے یہ اس لئے فرمایا گیا کہ کفار ومشرکین ضد ومخالفت میں اسے کبھی شاعر کہتے تھے

ذالک الکتاب لا ریب فیہ اس کے نزول کے وقت نہیں بلکہ آج بھی لاکھوں ایسے انسان وافراد موجود ہیں جو قرآن کریم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصنیف قرار دیتے اسے آسمانی کتاب نہیں تسلیم کرتے گویا اس ایک مختصر آیت میں اللہ تعالیٰ نے ہر زمانہ اور ہر عہد کے منکرین کے اشتباہ کو رفع کرنے کی کوشش کی ہے اور صاف طور پر واضح کر دیا ہے کہ یہ سچی کتاب ہے ریب واشتباہ سے بری ہے اور اللہ تعالیٰ ہی نے اسے نازل کیا ہے۔

نزول قرآنی کی صورت

اچھا اللہ تعالیٰ نے اسے نازل تو کیا مگر کس طرح وبالحق انزلناہ وبالحق نزل سچائی کے ساتھ اتارا اور سچائی کے اترا یعنی اس کے نزول کا مقصد یہ ہے کہ گمراہ بندوں کو راہ نجات دکھائی جائے اور انھیں ضلالت کے غار سے نکال کر صراط مستقیم پر ڈالا جائے نزول کا طریقہ کیا ہے سنئے وقرآنا فرقناہ لتقراہ علی الناس علی مکث ونزلناہ تنزیلا قرآن مختلف اوقات میں تھوڑا تھوڑا اس لئے اترا کہ تم اس پر تدریج کے ساتھ عمل کر سکو اور پڑھ سکو ہم نے اسے رفتہ رفتہ ہی اتارا ہے آج حالت اور ہے اور اس عہد کی حالت اور تھی لوگ ظلم ومعاصی میں سرتا پا غرق تھے شرک وبت پرستی میں گرفتار تھے جہالت میں ڈوبے ہوئے تھے تعلیمی حالت یہ تھی کہ بعثت رسول کریم کے وقت بمشکل صرف سترہ افراد مکہ کے اندر ایسے تھے جو معمولی نوشت وخواند کر لیتے تھے اگر تمام قرآن ایک ساتھ نازل ہو جاتا تو اس پر عمل کرنا تو ایک طرف اس کا پڑھنا ہی انھیں دوبھر ہو جاتا جیسے جیسے طبائع خوگر ہوتی گئیں دل بدلتے گئے حالات میں انقلاب ہوتا گیا ضروریات پیدا ہوئیں ویسے ویسے قرآن نازل ہوا۔ وجہ یہ کہ جیسا کہ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ نے فرمایا کہ قرآن میں سب سے پہلے عقائد کی تعلیم دی گئی اور جتنی سورتیں ابتدا میں نازل کی گئیں وہ صرف عقائد اور ایمان ہی پر مشتمل تھیں طبائع کے خوگر ہو جانے کے بعد پھر احکام نازل ہونے شروع ہوئے۔

مکہ معظمہ میں چونکہ فرزندان توحید پر ظلم وستم کا ایک سیلاب امنڈ رہا تھا اس لئے تیرہ برس تک موقع ہی نہ تھا کہ تفصیل کے اوامر ونواہی نازل کئے جاتے اور مسلمان ان پر عمل کرتے مکی سورتوں اور آیتوں میں زیادہ تر زور عقائد پر دیا گیا ہے اور ان میں توحید دلائل توحید نعائم جنت اور عذاب دوزخ کے ذکر بتوں اور بت پرستیوں کی بہت اللہ کے خوف اور اقرار توحید ورسالت پر دیا گیا ہے اسل اول تو محض اقرار توحید ورسالت ہی اسلام تھا ارکان عظیم بھی جاتی رہیں نمازیں بھی فجر وعشاہی کی فرض رہیں شراب جائز تھی شراب پیکر نماز پڑھی جا سکتی تھی پھر حکم آیا کہ شراب پیکر نماز نہ پڑھو بہت بعد کو اہلیت وقوت پیدا ہو چکی کے بعد شراب حرام ہوئی یہی صورت سود ومال غنیمت کی رہی جو احکام نازل ہوئے وہ بھی بہت مختصر اور سادہ تھے اقرار توحید ورسالت کیا چوری نہ کرنے اور زنا سے بچنے کا عہد لیا جاتا تھا پھر نماز کے اوقات اور رکعت میں اضافہ ہوتا چلا گیا یہانتک کہ حجۃ الوداع میں تکمیل دین کا

اعلان ہوا اور واقعی یہ صورت تدریج بہت بہتر تھی یوں تو وہ ہر چیز پر قادر ہے اور سب کچھ کر سکتا ہے لیکن بہتر صورت یہی تھی جو اختیار کی گئی اور اسی طرف اس آیت میں اشارہ کیا گیا ہے کہ وہ بندوں پر حد سے زیادہ مہربان ہے اور نہیں چاہتا تھا کہ ان پر ایک ساتھ زور ڈال دے کیونکہ وہ ان کے خلقی ضعف سے واقف تھا ظاہر ہے کہ جو کام تدریجی طور پر کیا جاتا ہے وہ خوبی کے ساتھ انجام پذیر ہوتا ہے۔

قرآن کی جامعیت

قرآن کس پر نازل ہوا یہ بھی قرآن ہی سے سنئے الحمد لله الذی انزل علی عبدہ الکتب ولم یجعل له عوجا قیما تمام تعریفیں اور ستائش اللہ کے لئے ہے جس نے اپنے بندے پر قرآن نازل کیا اور اس میں کوئی کجی اور پیچیدگی باقی نہ رکھی بلکہ ہر چیز صاف صاف بیان کر دی۔ لوگ کہتے تھے کہ اللہ تعالےٰ کو قرآن نازل کرنا ہی تھا تو اسے مکہ یا طائف کے رؤسا پر نازل کیا ہوتا یا کسی فرشتہ کو بنا کر بھیجا ہوتا اس کے جواب میں فرمایا جا رہا ہے کہ پروردگار عالم امیروں اور رئیسوں ہی کا پروردگار نہیں بلکہ صد تعریف و توصیف کے قابل ہے اس کی یہ بندہ نوازی کہ وہ تمام عالموں کا پروردگار ہے امیر و غریب سب کو دیتا اور سب کو نوازتا ہے اور یہ بھی اس کی بندہ نوازی ہے اور بندہ نوازی ہی کا کرشمہ ہے کہ اس نے اپنی رسالت کے لئے ایک بہترین خلائق ہستی کو جو بظاہر جو اس وقت غیر مستطیع نظر آ رہی ہے رسالت کے لئے منتخب کیا اور ہدایت خلق کا اسے سرچشمہ بنایا۔

سورہ نساء میں مزید وضاحت کے ساتھ فرمایا گیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے تم پر یہ کتاب نازل کی اور اسلئے نازل کی کہ تم اسی کی ہدایتوں کے مطابق لوگوں کے فیصلے کرو انا انزلنا الیک الکتاب بالحق لتحکم بین الناس قرآن میں کیا ہے سب کچھ ہے تمام ضروریات انسانی کا کفیل ہے سیاسیات معاشیات طبعیات وغیرہ سب ہی کچھ موجود ہے کوئی ایسی چیز نہیں جو اس کے اندر موجود نہ ہو کل فی کتاب مبین قرآن کوئی معمولی کتاب نہیں معمولی چیز نہیں خود اس کے اندر کھلی ہوئی نشانیاں موجود ہیں اور اس کے پڑھنے پر خود بخود تمام شبہات کا ازالہ ہوتا چلا جاتا ہے ہر عقیدے کے دلائل اور ہر امر و نہی کے اسرار و حکم اس میں موجود ہیں جن سے توحید کا جوش خدا ترسی اور حقیقت شناسی کا مادہ پیدا ہوتا ہے ولقد انزلنا الیک آیات بینت ہم نے یہ قرآن کھلی ہوئی نشانیوں کے ساتھ اتارا اس میں کوئی پیچیدگی نہیں عبارت صاف اور آسان ہے ہر شخص اسے آسانی سمجھ سکتا ہے اس سے نصیحت و تنبیہ حاصل کر سکتا ہے ولقد یسرنا القرآن فھل من مدکر ہم نے قرآن کو سہل اور آسان کیا ہے تاکہ ہر شخص اس سے نصیحت حاصل کر سکے ہم آئندہ بتائیں گے انشاءاللہ کہ نصیحت کرنے والوں اور اسے سمجھ کر پڑھنے والوں نے اس سے کتنے انقلاب انگیز فائدے حاصل کئے۔

ہدایت فلاح اور مومن

قرآن کریم "برہان ربانی" ایزدی ہے رحمت خداوندی ہے گمراہی کے لئے جو صاحب ہیں کہا جا سکتا ہے کہ موثریت تو اسی کو کہا جا سکتا ہے جو ایماندار اور غیر ایماندار دونوں پر یکساں عمل کرے بادی النظر میں تو یہ دلیل مضبوط نظر آتی ہے ورنہ حقیقت میں ایسا نہیں آپ دوا ہی کے متعلق دیکھ لیجئے بے اعتقادی سے کتنی ہی موثر اور حکمی دوا استعمال کیجائے ہرگز اثر نہ کرے گی قرآن ایک مقدس شے اور کلام ربانی ہے اس سے وہی افراد فائدہ اٹھا سکتے ہیں جن کے قلوب میں نیکی اور صفائی اور کلام الٰہی کی تقدیس ہو قرآن کریم کو توجہ اور غور سے وہی پڑھیں گے جن کے دلوں میں نور ایمان کی شمع روشن ہوگی قرآن انسان کو ہدایت دیکر انتہائی ترقیوں سے روشناس کرتا ہے اور دینی اور دنیوی فائز المرامیاں عطا کرتا ہے ظاہر ہے کہ باغیوں کی ترقی کوئی حکمران بھی گوارا نہیں کر سکتا جو افراد خدا کو خدا تسلیم نہ کریں اس کا کہنا نہ مانیں ان کا فلاح نہ پانا کوئی ناانصافی ہے یہ اصول عدالت کے بالکل خلاف ہے کہ کافر اور مسلمان نتائج میں برابر کر دئے جائیں۔ ولقد جئناھم بکتب فصلنه علی علم ھدی ورحمة لقوم یومنون ہم نے ان تک کتاب پہنچا دی جس میں سب کچھ موجود ہے یہ کتاب ایمانداروں کے لئے رحمت و ہدایت ہے فرمایا ہے ھدی للمتقین ان الله لا یظلم الظلمون اور ان الله لا یھدی الظلمین یہی اسی لئے فرمایا ہے جو افراد ایمان نہ لائیں اللہ سے نہ ڈریں فسق و ظلم میں مبتلا رہیں انہیں فلاح و ہدایت ہرگز نہیں مل سکتی اور اس وقت تک نہیں مل سکتی جب تک کہ وہ سب سے کٹ کر اور منقطع ہو کر اسی کے نہ ہو رہیں جہاں قرآن نازل ہوا تھا اور جو لوگ اس کے اولین مخاطب تھے ان کی حالتیں اور ان کا انقلاب ان آیات کی صحت و صداقت کا زندہ ثبوت ہیں طائف و مکہ کے امراء و رؤسا کو جن کے متعلق بار بار کہا جا رہا تھا کہ قرآن نازل ہوتا تو ان پر نازل ہوتا کونسی آندھی اڑا لے گئی عاص بن وائل ولید بن مغیرہ عتبہ بن ربیعہ عقبہ بن معیط صفوان بن امیہ ابوجہل جن کی دولت و حشمت مسلم تھی کس زمین میں گھس گئے ان کی شوکتیں کہاں فنا ہو گئیں ساتھ ہی رومی و ایرانی امراء کا کیا انجام ہوا۔

بخلاف حضرات صدیق اکبر عمر فاروق عثمان غنی علی کرم اللہ وجہہ عبدالرحمٰن بن عوف سعد بن وقاص زبیر طلحہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہا وغیرہ جن کی اس وقت کوئی اہمیت اور حیثیت نہ تھی اور جن میں سے اکثر کی یہ حالت تھی کہ غریبانہ اور مظلومانہ زندگی بسر کرتے تھے وہ ایمان لا کر اور ہدایت پا کر حکومت و اقتدار کی بلندیوں پر فائز ہوئے اور دارین کی سعادتیں حاصل کیں ان مختصر آیات میں عروج و زوال قومی کا فلسفہ اللہ تعالےٰ نے بیان کر دیا ہے اور قانون و اصول مقرر کر دیا ہے کہ ہدایت عظمت اور کامرانی کے مستحق ایماندار ہی افراد ہیں اور فاسقوں اور ظالموں اور مشرکوں کو سربلندی نصیب نہیں ہو سکتی اور جو ایسے لوگ سربلند نظر آ بھی رہے ہیں تو اول تو یہ سربلندی عارضی ہے اور جو ہے بھی وہ قرآنی اصول و معانی ہی پر ان کا نتیجہ گامزنی کا ثمرہ ہے کہ وہ قرآنی اصولوں پر گامزن ہیں۔

زندہ مذہب
کلمۂ طیبہ کے معنے

از سیدنا مولانا سید ابو الاعلیٰ صاحب مودودی

برادران اسلام۔ آپ کو معلوم ہے کہ انسان دائرہ اسلام میں ایک کلمہ پڑھکر داخل ہوتا ہے اور وہ کلمہ کچھ بہت لمبا چوڑا نہیں ہے صرف چند لفظ ہیں لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ان الفاظ کو زبان سے ادا کرتے ہی آدمی کچھ سے کچھ ہو جاتا ہے پہلے کافر تھا اب مسلمان ہو گیا پہلے ناپاک تھا اب پاک ہو گیا پہلے خدا کے غضب کا مستحق تھا اب اس کا پیارا ہو گیا پہلے دوزخ میں جانے والا تھا اب جنت کا دروازہ اس کے لئے کھل گیا اور بات صرف اتنے ہی پر نہیں رہتی اسی کلمہ کی وجہ سے آدمی اور آدمی میں بڑا زبردست فرق ہو جاتا ہے جو اس کلمے کے پڑھنے والے ہیں وہ ایک امت ہوتے ہیں اور جو اس سے انکار کرتے ہیں وہ دوسری امت ہو جاتے ہیں باپ اگر کلمہ پڑھنے والا ہے اور بیٹا اس سے انکار کرتا ہے تو گویا باپ' باپ نہ رہا اور بیٹا' بیٹا نہ رہا، باپ کی جائداد سے اس بیٹے کو ورثہ نہ ملے گا۔ ماں اور بہنیں اس سے پردہ کریں گی۔ غیر شخص اگر کلمہ پڑھنے والا ہے اور اس گھر کی بیٹی بیاہتا ہے تو وہ اور اس کی اولاد اس گھر سے ورثہ پائیگی مگر اپنے صلب کا بیٹا صرف اس وجہ سے کہ کلمہ کو نہیں مانتا غیروں کا غیر بنجائیگا۔ گویا یہ کلمہ ایسی چیز ہے کہ غیروں کو ایک دوسرے سے ملا دیتی ہے حتیٰ کہ اس کلمہ کا زور اتنا ہے کہ خون اور رحم کے رشتے بھی اس کے مقابلے میں کچھ نہیں۔

اب ذرا غور کرو کہ یہ اتنا بڑا فرق جو آدمی میں ہو جاتا ہے یہ آخر کیوں ہوتا ہے کلمہ میں ہے کیا؟ صرف چند حرف ہی تو ہیں لام۔ الف۔ ہ۔ م۔ د۔ س۔ اور ایسے ہی دو چار حرف اور۔ ان حرفوں کو ملا کر اگر منہ سے نکال دیا تو کیا کوئی جادو ہو جاتا ہے کہ آدمی کی کایا پلٹ جائے؟ آدمی اور آدمی میں بس اتنی سی بات سے زمین و آسمان کا فرق ہو جائے؟ میرے بھائیو! تم ذرا سمجھ سے کام لوگے تو تمہاری عقل خود کہہ دیگی کہ فقط منہ کھولنے اور زبان ہلا کر چند حرف بول دینے کی اتنی بڑی تاثیر نہیں ہو سکتی بت پرست اور مشرک لوگ تو یہ ضرور سمجھتے ہیں کہ بس ایک منتر پڑھ دینے سے پہاڑ ہل جائیگا اور زمین شق ہو جائیگی اور چشمے ابلنے لگیں گے چاہے منتر کے معنے کی کسی کو خبر نہ ہو کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ ساری تاثیر بس حرفوں میں ہے۔ وہ زبان سے نکلے اور طلسمات کے دروازے کھل گئے۔ مگر اسلام میں یہ بات نہیں ہے یہاں اصل چیز معنی ہیں الفاظ کی تاثیر معنوں سے ہے معنے اگر نہ ہوں اور وہ دل میں نہ اتریں اور ان کے زور سے تمہارے خیالات اور تمہارے اعمال نہ بدلیں تو نرے الفاظ بول دینے سے کچھ بھی اثر نہ ہو گا۔

اس بات کو میں ایک موٹی سی مثال سے تمہیں سمجھاؤں۔ فرض کرو تمہیں سردی لگتی ہے اگر تم زبان سے روئی لحاف روئی لحاف پکارنا شروع کر دو تو سردی لگنی بند نہ ہو گی چاہے تم رات بھر میں ایک لاکھ تسبیحیں روئی لحاف کی پڑھ ڈالو۔ ہاں اگر لحاف میں روئی بھروا کر اوڑھ لوگے تو سردی لگنی بند ہو جائیگی۔ فرض کرو کہ تمہیں پیاس لگ رہی ہے، اگر تم صبح سے شام تک پانی پانی پکارتے رہو تو پیاس نہ بجھیگی اس پانی کا ایک گھونٹ لیکر پی لوگے تو کلیجے کی ساری آگ فوراً ٹھنڈی ہو جائیگی۔ فرض کرو کہ تم کو نزلہ بخار ہو جاتا ہے اس حال میں اگر بنفشہ گاؤزبان بنفشہ گاؤزبان کی تسبیحیں تم پڑھنی شروع کر دو گے تو نزلہ بخار میں کچھ بھی کمی نہ ہو گی ان دواؤں کا جوشاندہ بنا کر پی لوگے تو نزلہ بخار خود بھاگ جائیگا۔ بس یہی حال کلمہ طیبہ کا بھی ہے فقط چھ سات لفظ بول دینے سے اتنا بڑا فرق نہیں ہوتا کہ آدمی کافر سے مسلمان ہو جائے ناپاک سے پاک ہو جائے مردود سے محبوب بنجائے دوزخی سے جنتی بنجائے یہ فرق صرف اس طرح ہو گا کہ پہلے ان الفاظ کا مطلب سمجھو اور وہ مطلب تمہارے دل میں اتر جائے پھر مطلب کو جان بوجھکر جب تم ان الفاظ کو زبان سے نکالو تو تمہیں اچھی طرح یہ احساس ہو کہ تم اپنے خدا کے سامنے اور ساری دنیا کے سامنے کتنی بڑی بات کا اقرار کر رہے ہو اور اس اقرار سے تمہارے اوپر کتنی بڑی ذمہ داری آگئی ہے پھر یہ سمجھتے ہوئے جب تم نے اقرار کر لیا تو اس کے بعد تمہارے خیالات پر اور تمہاری ساری زندگی پر اس کلمہ کا قبضہ ہونا چاہیئے پھر تم کو اپنے دل و دماغ میں کسی ایسی بات کو جگہ نہ دینی چاہیئے جو اس کلمہ کے خلاف ہو پھر تم کو ہمیشہ کے لئے بالکل فیصلہ کر لینا چاہیئے کہ جو بات اس کلمہ کے خلاف ہے وہ جھوٹی ہے اور یہ کلمہ سچا ہے پھر زندگی کے سارے معاملات میں یہ کلمہ تمہارا حاکم ہونا چاہیئے۔ اس کلمہ کا اقرار کرنے کے بعد تم کافروں کی طرح آزاد نہیں رہے کہ جو چاہو کرو بلکہ اب تم اس کلمہ کے پابند ہو جو وہ کہے اس کو کرنا پڑیگا اور جس سے وہ منع کرے اس کو چھوڑنا پڑیگا۔ اس طرح کلمہ پڑھنے سے آدمی مسلمان ہوتا ہے اور اس طرح کلمہ پڑھنے کی وجہ سے آدمی اور آدمی میں اتنا بڑا فرق ہوتا ہے جس کا ذکر میں نے ابھی تم سے کیا۔

آؤ اب میں تمہیں بتاؤں کہ کلمہ کا مطلب کیا ہے اور اس کو پڑھکر آدمی کس چیز کا اقرار کرتا ہے اور اس اقرار کرتے ہی آدمی کس چیز کا پابند ہو جاتا ہے۔

کلمہ کے معنے یہ ہیں کہ اللہ کے سوا اور کوئی خدا نہیں ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ کلمہ میں اِلٰہ کا جو لفظ آیا ہے اس کے معنے خدا کے ہیں خدا اس کو کہتے ہیں جو مالک ہو حاکم ہو خالق ہو پالنے اور پوسنے والا ہو، رزق دینے والا ہو دعاؤں کا سننے اور قبول کرنے والا ہو اور اس کا مستحق ہو کہ اس کی عبادت کی جائے۔ اب جو تم نے لا الٰہ الا اللہ کہا تو اس کے معنے یہ ہوئے کہ اول تو تم نے یہ اقرار کیا کہ یہ دنیا نہ تو بے خدا کے بنی ہے' اور نہ ایسا ہی ہے کہ اس کے بہت سے خدا ہوں بلکہ دراصل اس کا خدا ہے اور وہ خدا ایک ہی ہے اور اس ایک ذات کے سوا خدائی کسی کی نہیں ہے۔ دوسری بات جس کا تم نے کلمہ پڑھتے ہی اقرار کیا وہ یہ ہے کہ وہی ایک خدا تمہارا اور سارے جہان کا مالک ہے تم اور تمہاری ہر چیز اور دنیا کی ہر شے اسی کی ہے خالق وہ ہے رازق وہ ہے، موت اور زندگی اسی کی طرف سے ہے مصیبت اور راحت اسی کی طرف سے ہے جو کچھ کسی کو ملتا ہے اس کا دینے والا حقیقت میں وہ ہے جو کچھ کسی سے چھینا جاتا ہے اس کا چھیننے والا حقیقت میں وہی ہے

پڑنا چاہیئے تو اس سے مانگنا چاہیئے تو اس سے۔ سر جھکانا چاہیئے تو اس کے سامنے عبادت اور بندگی کی جائے تو اس کی اس کے سوا ہم کسی کے بندے اور غلام نہیں اور اس کے سوا کوئی ہمارا آقا اور حاکم نہیں ہمارا اصلی غرض یہ ہے کہ اسی کا حکم مانیں اور اسی کے قانون کی پیروی کریں۔

یہ عہد و بیان ہے جو لا الہ الا اللہ پڑھتے ہی تم اپنے خدا سے کرتے ہو اور ساری دنیا کو گواہ بنا کر کرتے ہو۔ اس کی خلاف ورزی کرو گے تو تمہاری زبان تمہارے ہاتھ پاؤں تمہارا رونگٹا رونگٹا، زمین اور آسمان کا ایک ایک ذرہ جس کے سامنے تم نے جھوٹا اقرار کیا تمہارے خلاف خدا کی عدالت میں گواہی دیگا اور تم ایسے بے بسی کے عالم میں وہاں کھڑے ہو گے کہ ایک ہی گواہ تم کو صفائی پیش کرنے کے لئے نہ ملیگا اور نہ کوئی وکیل یا بیرسٹر تمہاری طرف سے پیروی کرنیوالا نہ ہو گا بلکہ خود وکیل صاحب اور بیرسٹر صاحب جو دنیا کی عدالتوں میں قانون کی الٹ پھیر کرتے پھرتے ہیں یہ بھی وہاں تمہاری ہی طرح بے بسی کے عالم میں کھڑے ہوں گے۔ وہ عدالت ایسی نہیں ہو جہاں تم جھوٹی گواہیاں دیکر اور جعلی دستاویزیں بنا کر اور غلط پیروی کر کے بچ جاؤ گے دنیا کی پولیس سے تم اپنا جرم چھپا سکتے ہو خدا کی پولیس سے نہیں چھپا سکتے۔ دنیا کی پولیس رشوت کھا سکتی ہے خدا کی پولیس رشوت کھانے والی نہیں۔ دنیا کے گواہ جھوٹ بول سکتے ہیں خدا کے گواہ بالکل سچے ہیں۔ دنیا کے حاکم بے انصافی کر سکتے ہیں خدا ایسا حاکم نہیں جو بے انصافی کرے۔ پھر خدا جس جیل میں ڈالیگا اس سے بچکر بھاگنے کی بھی کوئی صورت نہیں ہیں، خدا کے ساتھ جھوٹا اقرار کرنا بہت بڑی بے وقوفی، سب سے بڑی بیوقوفی ہے جب اقرار کرتے ہو تو خوب سوچ سمجھکر کرو اور اسکو پورا کرو ورنہ تم پر کوئی زبردستی نہیں ہے کہ خواہ مخواہ زبانی ہی اقرار کر لو کیونکہ زبانی اقرار محض بیکار ہے۔

لا الہ الا اللہ کہنے کے بعد تم محمد رسول اللہ کہتے ہو اس کے معنے یہ ہیں کہ تم نے یہ تسلیم کر لیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی وہ ایلچی ہیں جن کے ذریعہ سے خدا نے اپنا قانون تمہارے پاس بھیجا ہے خدا کو آقا اور شہنشاہ مان لینے کے بعد یہ معلوم ہونا بھی تو ضروری ہے کہ اس شہنشاہ کے احکام کیا ہیں ہم کون سے کام کریں جن سے وہ خوش ہوتا ہے اور کون سے کام نہ کریں جن سے وہ ناراض ہوتا ہے۔ کس قانون پر چلنے سے وہ ہم کو بخشے گا اور اس کی خلاف ورزی کرنے پر وہ ہم کو سزا دیگا یہ سب باتیں بتانے کے لئے خدا نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا ایلچی مقرر کیا آپ کے ذریعہ سے اپنی کتاب ہمارے پاس بھیجی اور آپ نے خدا کے حکم کے مطابق زندگی بسر کر کے ہم کو بتا دیا کہ مسلمان کو اس طرح زندگی بسر کرنی چاہیئے پس جب تم نے محمد رسول اللہ کہا تو گویا اقرار کر لیا کہ جو قانون اور جو طریقہ حضور نے بتایا ہے تم اس کی پیروی کرو گے اور جو قانون اس کے خلاف ہے اس پر لعنت بھیجو گے یہ اقرار کرنے کے بعد اگر تم حضور کے لائے ہوئے قانون کو چھوڑ دو گے اور دنیا کے قانون کو مانو گے تو تم سے بڑھکر جھوٹا اور بے ایمان کوئی نہ ہو گا کیونکہ تم یہ اقرار کر کے اسلام میں داخل ہوئے مسلمانوں کے بھائی بنے، اسی اقرار کی بدولت باپ کے ورثہ پایا اسی کی بدولت ایک مسلمان عورت سے تمہارا نکاح ہوا۔ اسی کی بدولت تمہاری اولاد تمہاری جائز اولاد بنی، اسی کی بدولت تمھیں یہ حق ملا کہ تمام مسلمان تمہارے مددگار بنیں، تمھیں زکوٰۃ دیں تمہاری جان مال اور عزت و آبرو کی حفاظت کا ذمہ لیں، ان سب کے باوجود تم نے اپنا اقرار توڑ دیا۔ اس سے بڑھکر دنیا میں اور کونسی بے ایمانی ہو سکتی ہے اگر تم لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے معنے جانتے ہو اور جان بوجھکر اس کلمہ کا اقرار کرتے ہو تو تم کو ہر حال میں خدا کے قانون کی پیروی کرنی چاہیئے خواہ اس کی پیروی پر مجبور کرنیوالی کوئی پولیس اور عدالت اس دنیا میں نظر نہ آتی ہو۔ جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ خدا کی پولیس اور فوج اور عدالت اور جیل کہیں موجود نہیں ہے اسلئے اس کے قانون کو توڑنا آسان ہے اور گورنمنٹ برطانیہ کی پولیس، فوج عدالت اور جیل موجود ہے اسلئے اس کا قانون توڑنا مشکل ہے ایسے شخص کے متعلق میں صاف کہتا ہوں کہ وہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا جھوٹا اقرار کرتا ہے اپنے خدا کو ساری دنیا کو تمام مسلمانوں کو اور خود اپنے نفس کو دھوکہ دیتا ہے۔

بھائیو اور دوستو! ابھی میں نے تمہارے سامنے کلمہ طیبہ کے معنے بیان کئے ہیں اب اسی سلسلہ میں ایک اور پہلو کی طرف تم کو توجہ دلاتا ہوں۔

تم اقرار کرتے ہو کہ اللہ تمہارا اور ہر چیز کا مالک ہے۔ اس کے کیا معنے ہیں؟ اس کے معنے یہ ہیں کہ تمہاری جان تمہاری اپنی نہیں خدا کی ملک ہے۔ تمہارے ہاتھ پاؤں تمہارے اپنے نہیں، تمہاری آنکھیں تمہارے کان اور تمہارے جسم کا کوئی عضو تمہارا اپنا نہیں، یہ زمین جس کو تم جوتتے ہو، یہ جانور جن سے تم خدمت لیتے ہو، یہ مال و اسباب جن سے تم فائدہ اٹھاتے ہو، ان میں سے بھی کوئی چیز تمہاری نہیں سب کچھ خدا کی ملک ہے اور خدا کی طرف سے عطیہ کے طور پر تمہیں ملی ہے اس بات کا اقرار کرنے کے بعد تمہیں یہ کہنے کا کیا حق ہے کہ جان میری ہے جسم میرا ہے، مال میرا ہے اور فلاں چیز میری ہے اور فلاں چیز میری ہے دوسرے کو مالک کہنا اور پھر اس کی چیز کو اپنی قرار دینا بالکل ایک لغو بات ہے اگر درحقیقت یہ بات سچے دل سے مانتے ہو کہ ان سب چیزوں کا مالک خدا ہی ہے تو اس سے دو باتیں خودبخود تم پر لازم ہو جاتی ہیں۔ ایک یہ کہ جب مالک خدا ہے اور اس نے اپنی ملکیت اور امانت کے طور پر تمہارے حوالہ کی ہے تو جس طرح مالک کہتا ہے اسی طرح تمہیں ان چیزوں سے کام لینا چاہیئے اس کی مرضی کے خلاف تم اگر ان سے کام لیتے ہو تو دھوکہ بازی کرتے ہو تم اپنے ان ہاتھوں اور پاؤں کو بھی اس کی پسند کے خلاف ہلانے کا حق نہیں رکھتے۔ تم

ان آنکھوں سے بھی اس کی مرضی کے خلاف دیکھنے کا کام نہیں لے سکتے تم کو اس پیٹ میں بھی کوئی ایسی چیز ڈالنے کا حق نہیں ہے جو اس کی مرضی کے خلاف ہو تمہیں ان زمینوں اور جائدادوں پر بھی مالک کے منشا کے خلاف کوئی حق حاصل نہیں ہے تمہاری بیوی اور جن کو تم اپنی کہتے ہو اور تمہاری اولاد جس کو تم اپنی کہتے ہو یہ بھی صرف اسی لئے تمہاری ہیں کہ تمہارے مالک کی دی ہوئی ہیں لہذا تم کو ان سے بھی اپنی خواہش کے مطابق نہیں بلکہ مالک کے حکم کے مطابق برتاؤ کرنا چاہیئے اگر اس کے خلاف کرو گے تو تمہاری حیثیت غاصب کی ہوگی جس طرح دوسرے کی زمین پر قبضہ کرنے والے کو تم کہتے ہو کہ وہ بے ایمان ہے اگر تم ان چیزوں کو جو تم اپنی سمجھتے ہو اپنی مرضی کے مطابق استعمال کرو گے یا مالک کے سوا کسی اور کی مرضی کے مطابق ان سے کام لوگے تو وہی بے ایمانی کا الزام تم پر بھی آئیگا۔ اگر مالک کی مرضی کے مطابق کام کرنے میں کوئی نقصان ہوتا ہے تو ہوا کرے جان جاتی ہے تو جائے ہاتھ پاؤں ٹوٹتے ہیں تو ٹوٹیں اولاد کا نقصان ہوتا ہے تو ہو، مال جائداد برباد ہو تو ہوا کرے تمہیں کیوں غم ہو؟ جس کی چیز ہے اگر وہی نقصان پسند کرتا ہے تو اس کو حق ہے۔ ہاں اگر مالک کی مرضی کے خلاف تم کام کرو اور اس میں کسی چیز کا نقصان ہو تو بلاشبہ تم مجرم ہوگے۔ کیونکہ دوسرے کے مال کو تم نے خراب کیا ہے۔ تم خود اپنی جان کے بھی مختار نہیں ہو۔ مالک کی مرضی کے مطابق جان دو گے تو مالک کا حق ادا کرو گے اس کے خلاف کام کرنے میں جان دوگے تو یہ بے ایمانی ہوگی۔

دوسری بات یہ ہے کہ مالک نے جو چیز تمہیں دی ہے اس کو اگر تم مالک ہی کے کام میں صرف کرتے ہو تو کسی پر احسان نہیں کرتے نہ مالک پر احسان ہے نہ کسی اور پر۔ تم نے اگر اس کی راہ میں کچھ دیا یا کچھ خدمت کی یا جان دیدی جو تمہارے نزدیک بہت بڑی چیز ہے تب بھی کوئی احسان کسی پر نہیں کیا۔ زیادہ سے زیادہ جو کام تم نے کیا وہ بس اتنا ہی تو ہے کہ مالک کا حق جو تم پر تھا وہ تم نے ادا کردیا یہ کونسی ایسی بات ہے جس پر کوئی پھولے اور فخر کرے اور یہ چاہے کہ اس کی تعریفیں کی جائیں اور یہ سمجھے کہ اس نے بہت بڑا کام کیا ہے جس پر اس کی بڑائی تسلیم کیجائے یاد رکھو کہ سچا مسلمان مالک کی راہ میں کچھ صرف کرنے یا کچھ خدمت کرنے کے بعد پھولتا نہیں ہے بلکہ خاکساری اختیار کرتا ہے فخر کرنا کار خیر کو برباد کردیتا ہے تعریف کی خواہش جس نے کی اور اسی کی خاطر کوئی کار خیر کیا وہ خدا کے ہاں کسی اجر کا مستحق نہ رہا کیونکہ اس نے تو اپنے کام کا معاوضہ دنیا ہی میں مانگا اور یہیں اس کو مل بھی گیا۔

بھائیو! اپنے مالک کا احسان دیکھو کہ وہ اپنی چیز تم سے لیتا ہے اور پھر کہتا ہے کہ یہ چیزیں میں نے تم سے خریدی اور اس کا معاوضہ میں تمہیں دونگا۔ اللہ اکبر اس شان جود و کرم کا بھی کوئی ٹھکانا ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے ان اللہ اشتری من المومنین انفسہم واموالہم بان لہم الجنۃ یعنی اللہ نے ایمانداروں سے ان کی جانیں اور ان کے مال خرید لئے ہیں اس معاوضہ میں کہ ان کے لئے جنت ہے) یہ تو مالک کا برتاؤ تمہارے ساتھ ہے اب ذرا اپنا برتاؤ بھی دیکھو جو چیز مالک نے تم کو دی تھی اور جس کو مالک نے پھر تم سے معاوضہ دیکر خرید بھی لیا اس کو تم غیروں کے ہاتھ بیچتے ہو، نہایت ذلیل معاوضے لیکر بیچتے ہو، وہ مالک کی مرضی کے خلاف تم سے کام لیتے ہیں اور تم یہ سمجھ کر ان کی خدمت کرتے ہو کہ گویا رازق وہ ہیں۔ تم اپنے دماغ بیچتے ہو، اپنے ہاتھ پاؤں بیچتے ہو اپنے جسم کی طاقتیں بیچتے ہو اور وہ سب کچھ بیچتے ہو جس کو خدا نے بالکل خرید لیا ہے۔

اس سے بڑھکر بد اخلاقی اور کیا ہوسکتی ہے؟ بیچی ہوئی چیز کو پھر بیچنا قانونی اور اخلاقی جرم ہے۔ دنیا میں اس پر دغا بازی اور فریب دہی کا مقدمہ چلایا جاتا ہے۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ خدا کی عدالت میں اس پر مقدمہ نہیں چلایا جائے گا؟ نہیں ضرور چلایا جائے گا۔

بقیہ صفحہ بھی پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ برطانیہ درحقیقت سچے دل سے اس وسیع براعظم کو سوراج دینا چاہتا ہے لیکن بجائے اس کے کانگرسیوں کی بعض ٹولی جاری ہیں اور ان سے آیندہ نیک چلنی کی ضمانت مانگی جارہی ہے تاکہ وہ اپنے سیاسی مطالبات کو ایک لامحدود عرصہ تک کے لیے طاق نسیان میں رکھ دیں۔ لیکن جناب وائسرائے کو یہ یاد رکھنا چاہئے کہ ہندوستان کی تقسیم اور پاکستان کا قیام ایک یقینی بات ہے اور ہندو مسلم اتحاد ہوکر دونوں کا گھل مل کر ایک قوم بن جانا قطعاً ناممکن ہے اس لئے اس بارے میں اور دیر کرنا یا رکاوٹ ڈالنا دانشمندی اور دور اندیشی سے بعید ہے وائسرائے کی تقریر کو مسٹر جناح نے مسلمانوں کے لئے کوتہ اندیشانہ طور پر اشتعال انگیز ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ اس سے صرف یہی ظاہر ہوتا ہے کہ لارڈ ویول بھی اپنے پیش روؤں کی مانند ہندوستان پر برطانوی قبضہ برقرار رکھنا چاہتے ہیں اس لئے انہوں نے مسلم ہند کی کچھ پرواہ نہ کرکے مسلم لیگ کی اس پالیسی سے کہ وہ حکومت کو پریشان کرنا نہیں چاہتی ناجائز فائدہ اٹھانا چاہا ہے مسلمانوں کا پہلا فرض یہ ہے کہ وہ پاکستان قائم کرکے پہلے اپنے گھر میں قدم جمالیں اس وقت سب سے ضروری پارٹی اپنی طاقت و اختیارات کے لحاظ سے حکومت برطانیہ ہے جب تک اس کے دل میں کوئی حقیقی تبدیلی نہ ہو ہندوستانی مسائل کا التوا میں پڑا رہنا لازمی ہے

فلسطین کے یہودیوں کے متعلق کہا کہ صدر روزولٹ تو اپنی طاقت کے زعم میں فلسطین میں یہودستان قایم کرنے کا دعوے کر چکے ہیں لیکن انہوں نے برطانیہ کو بھی ایسی غلطی کرنے کے لئے مجبور کیا۔ تو اسلامی دنیا میں ایک سرے سے لیکر دوسرے سرے تک آگ لگ جائیگی اس لئے برطانیہ کو لارڈ ولنگٹن کے ان وعدوں کا خیال رکھنا چاہئے جو انہوں نے تاج برطانیہ کی طرف سے مسلمانان ہند کے ساتھ کئے ہیں۔

مسلمانان ہند کو چاہئے کہ وہ فلسطین کے معاملہ میں برابر حکومت برطانیہ کو جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر چوکنا کرتے رہیں کیونکہ وقت احتجاج کے لئے موزوں ہے۔

وَمَآ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ ۭ اِنِّىْ كَفَرْتُ بِمَآ

نہ تم میری فریاد کو پہنچ سکتے ہو اس سے پہلے جو تم نے مجھے

اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ ۭ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ

شریک بنایا تھا میں اسکو نہیں مانتا کیونکہ ظالموں کے لئے

لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ وَاُدْخِلَ الَّذِيْنَ

دردناک عذاب ہے اور جو لوگ مؤمن

اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ

اور نیکوکار ہوں گے اُن کو جنتوں میں داخل کیا جائے گا

مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا بِاِذْنِ

جن کے اندر نہریں بہتی ہوں گی اُن میں وہ بحکم پروردگار ہمیشہ

رَبِّهِمْ ۭ تَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ۝

رہیں گے اُن کی دعائے خیر وہاں سلام ہوگی

تفسیر ان آیات میں کفار کی اُس حسرت و یاس کا تذکرہ کیا ہے جو میدان حشر میں جمع ہونے یا دوزخ میں داخل ہونے کے بعد پیدا ہوگی۔

حاصل ارشاد یہ ہے کہ دنیا میں دو طبقوں کے کافر ہیں پیشوا اور پیرو۔ رہنما اور متبع۔ امام اور مقلد۔ دولتمند حاکم قوی اور کمزور مفلس۔ مؤخر الذکر طبقہ اول طبقہ کا تابع ہے۔ پہلے گروہ نے دوسرے گروہ کو بھی گمراہ کر رکھا ہے اور ان دونوں کو گمراہ کرنے والا شیطان ہے۔ طرح طرح سے وسوسے پیدا کرتا اور قسم قسم سے لبھاتا ہے۔ وہمی دلائل دماغ میں ٹھونس کر توحید رسالت اور قیامت کا انکار کراتا ہے۔ جب قیامت ہوگی اور حق و باطل کا فیصلہ ہوگا اور کافروں کو مایوسی ہوگی تو کمزور طبقہ اپنے پیشواؤں سے کہیگا ہم دنیا میں تمہارے تابع تھے جیسا تم کہتے تھے ہم کرتے تھے جس راہ پر تم ہم کو چلنے کا حکم دیتے تھے اُسی پر ہم چلتے تھے۔ اب اگر تم ہماری مدد کر سکتے ہو تو کرو۔ عذاب الہٰی میں کچھ تخفیف ہی کرادو بڑے طبقے والے جواب دینگے ہمارا کچھ قصور نہیں ہم نے دانستہ تم کو گمراہ نہیں کیا جس راہ پر ہم خود چلتے تھے اُسی راہ پر تم کو چلایا تھا مگر ہم خود گم کردہ راہ تھے۔ اللہ اگر ہم کو راہ راست پر چلنے کی توفیق دیتا تو ہم تم کو اُسی راہ پر چلنے کا حکم دیتے۔ مگر اب کیا کیا جائے ہر کوشش بے سود ہے۔ ہم صبر کریں یا نہ کریں عذاب الہٰی سے چھٹکارا ناممکن ہے۔ جب بڑا طبقہ کورا جواب دیگا تو ڈھلی بگڑی شیطان پر آئیگی اور ہر ایک اس کو نکوہش و سرزنش کرے گا کہ تو نے ہم سب کو تباہ کیا اُس وقت یہ پیر مغاں جواب دیگا سنو اللہ نے تم سے سچا وعدہ کیا تھا اور میں نے جھوٹا وعدہ کیا تھا۔ لیکن میرا کام تھا فقط کہنا میں نے زبردستی تو کچھ کی نہ تھی۔ میں نے فقط تم کو ایک راستے پر چلنے کی دعوت دی تھی۔ تم نے اپنی مرضی سے میرا کہا مانا لہٰذا مجھے لعن طعن کرنا بیجا ہے۔ خود اپنے کو ملامت کرو کہ کیوں تم نے میرا کہا مانا اور کیوں دعوت حق کو قبول نہ کیا۔ اب نہ میں تمہاری فریاد رسی کر سکتا ہوں اور نہ تم میری کچھ مدد کر سکتے ہو۔ تم نے دنیا میں مجھے اللہ کا شریک قرار دیا تھا۔ اور میری پرستش کرتے تھے میں اس سے منکر ہوں۔ یہ حال تو کافروں کا ہوگا ان کے مقابلے میں اہل ایمان جنات عیش و آرام میں ہوں گے۔ اور دوامی عزت و راحت ان کو بحکم الہٰی نصیب ہوگی۔

ایک شبہ جو آیات میں جو واقعہ بیان کیا گیا ہے وہ قیامت کے دن ہوگا پھر ماضی کا صیغہ کیوں استعمال کیا گیا (بجز? وہ ماضی کا صیغہ ہے)

حل اس شبہ کے دو جواب ہیں (۱) مخلوق کے علم میں زمانہ کی تقسیم اور ماضی مضارع کا امتیاز ہے۔ مگر اللہ کا علم مقید بزمانہ نہیں اُس کا علم اس وقت ازل و ابد دونوں کو محیط ہے۔ نہ وہاں ماضی ہے نہ مستقبل۔ جو چیز ہمارے علم کے لحاظ سے آئندہ ہونے والی ہے وہ اللہ کے علم میں ابھی موجود ہے بلکہ وہاں آئندہ اور ابھی کا کوئی امتیاز ہی نہیں۔ لہٰذا وقعات قیامت جو ہمارے علم کے اعتبار سے ہونے والے ہیں اللہ کے علم میں بالفعل موجود ہیں۔ یہ حال تو اللہ کے عام علم کا ہے۔ ہاں اللہ کے علم کی ایک مخصوص قسم ہے جو مستقبل کے واقعات ظہور پذیر ہونے پر اُسی وقت ہوتی ہے۔ مگر یہ قسم چونکہ صدور واقعات پر مبنی ہے اس لئے حادث ہے اور علم عام جو محیط کل ہے جس میں ماضی و مستقبل کا کوئی امتیاز نہیں ہے جو حاضر و غائب سب کو گھیرے ہوئے ہے۔ وہ قدیم ہے ازل و ابد دونوں سے خارج ہے۔ (۲) چونکہ قیامت کے مذکورہ واقعات علم الٰہی میں موجود تھے اس لئے ناقابل تغیر ہیں اُن کا ظہور قیامت کے دن ضرور ہوگا اور عربی زبان کا یہ قاعدہ ہے کہ مستقبل کی جس چیز کا وقوع قطعی اور یقینی ہو اُس کو بلفظ ماضی بیان کر دیتے ہیں۔ اس لئے آیت میں ماضی کا لفظ استعمال کیا گیا۔

مقصود بیان:۔ کافروں کی اُس حسرت و یاس کی تصویر کشی

جو ... [illegible] ... آیا۔ مثلاً لوگ کہہ دیتے ہیں کہ گویا تقاضہ ... [illegible] ... جاہل یا کسی شیطان کے کہنے سے غلط راہ پر چلنے لگتے ہیں جو مرے ہوئے ہی نہیں ہو سکتے۔ جیسے قرآن کے بینیوا ... [illegible] ... اس لئے آدمی کو خود حق ناحق اور صحیح و غلط کا ... [illegible] ... کرنا چاہئے خدا نے ہاتھ میں ہاتھ دینے سے کام نہیں چل سکتا ... [illegible] ... جس طرح ملائکہ سے انسان کلام کرتا اسی طرح شیطان سے ... [illegible] ... شیطان کو بذات خود کوئی اختیار نہیں نہ کسی کو ... [illegible] ... اسکا کام صرف اغوا کرنا اور بہکانا ہے وغیرہ

أَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا كَلِمَةً

(اے محمد) کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے کیسی مثال بیان کی کہ پاکیزہ

طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ

کلمہ اُس پاکیزہ درخت کی طرح ہے جس کی جڑ مضبوط ہو

وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ ۝ تُؤْتِي أُكُلَهَا

اور شاخیں آسمان میں پھیلی ہوئی ہوں بحکم خدا ہر وقت

كُلَّ حِينٍ بِإِذْنِ رَبِّهَا ۗ وَيَضْرِبُ اللَّهُ

پھل دیتا ہو اور اللہ لوگوں کے سامنے

الْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ۝

مثالیں بیان کرتا ہے تاکہ وہ سوچیں

وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيثَةٍ

اور ناپاک بات کی مثال اُس گندے درخت کی طرح ہے

اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْأَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ

کہ جس کو زمین کے اوپر ہی سے اکھاڑ کر پھینک دیا گیا ہو اور اُس کو ٹھہراؤ نہ ہو

تفسیر گذشتہ آیات میں خدا تعالیٰ نے نیکوں اور بدوں کے احوال اور قیامت کے دن ہر فرقہ کی جو کیفیت ہوگی اسکو مفصل بیان فرمایا تھا۔ ان آیات میں دونوں کے احوال کی مزید تشریح کے لئے محسوسات میں دو مثالیں بیان فرماتا ہے:۔

کلمہ طیبہ سے مراد بحکم حدیث لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے ایک حدیث میں کلمۂ توحید و تکبیر کلمۂ تسبیح اور کلمۂ تحمید کو کلمۂ طیبہ قرار دیا گیا ہے

طیبہ درخت سے مراد کیا ہے؟ اس میں اختلاف ہے بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کھجور کا درخت ہے بعض احادیث سے انگور کا درخت ظاہر ہوتا ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ دنیا کے درختوں میں کوئی درخت ایسا موجود ہو یا نہ ہو بہرحال شجرۂ طیبہ وہ ہے جس میں مذکورہ چاروں اوصاف موجود ہوں اسی طرح کلمہ خبیثہ سے کلمۂ شرک مراد ہے اور شجرۂ خبیثہ سے تھوہر کا درخت یا کوئی اور درخت جس کے اندر مذکورہ صفت ہو مراد ہے۔

حاصل تمثیل یہ ہے کہ کلمۂ طیبہ اُس درخت کی طرح ہے جس میں چار اوصاف ہوں (۱) شکل صورت، لذت، خوشبو، نفع، سایہ اور پھل پھول کے لحاظ سے عمدہ ہو (۲) اسکی جڑ زمین کے اندر خوب جمی ہوئی ہو۔ سوتے اور مواد یا ندار ہوں کہ آندھیوں کا بھی مقابلہ کر سکے (۳) اس کی شاخیں انتہا خوب بلند اور پھیلی ہوئی ہوں (۴) اس میں پھل ہمیشہ آتے ہوں اور ہر وقت رہتے ہوں کسی وقت خالی نہ رہتا ہو۔ ایسا درخت بہترین درخت ہوتا ہے ایسے ہی درخت کی طرح کلمۂ طیبہ بھی ہوتا ہے۔ اس کے اندر بھی چاروں اوصاف موجود ہیں (۱) اس کے اندر جو لذت و کیف ہے وہ اصحاب ذوق سے پوچھو دنیا کی بہترین مادی غذا میں وہ کیف نہیں ہو سکتا جو اس میں ہے۔ کیونکہ ہر مادی لذت چند منٹ کی ہوتی ہے۔ حلق سے اترتے ہی لذت معدوم ہو جاتی ہے مگر مطالعہ توحید و تحمید کرنے والوں کی روح کو جو لذت حاصل ہوتی ہے وہ لامحدود اور ناقابل زوال ہوتی ہے۔ وہ استغراقی کیفیت اور صفات باری تعالیٰ میں کھو جانے کا مزہ جو کلمۂ طیبہ پر غور کرنے والوں کو میسر ہوتا ہے دنیا کے ... [illegible] ... کو نصیب نہیں ہوتا (۲) کلمۂ طیبہ کلمہ ... [illegible] ... ہے اور حق کی جڑیں مضبوط ہیں۔ یہ کلمہ صداقت ہے اور صداقت ناقابل زوال۔ یہ کلمۂ نور ہے اور نور کی بنیاد نفوس قدسیہ میں ثبت ہوتی ہے جسکو ہوا و ہوس کا کوئی جھونکا اور شیطانی وسوسوں کی کوئی آندھی اپنی جگہ سے ہلا نہیں سکتی۔

(۳) کلمۂ طیبہ کی شاخیں بہت بلند ہیں۔ عالم قدس تک اس کی شاخوں کی رسائی ہے اعمال صالحہ اور اقوال صادقہ اسکی شاخیں ہیں اور ان شاخوں کو روزانہ صبح شام آسمانوں کے فرشتے اٹھا کر دربار الٰہی تک لے جاتے ہیں۔ ایمان و یقین اور حقیقت و معرفت تک پہنچا اسکی شاخیں ہیں جو عبودیت الٰہی میں پھیلی ہوئی ہیں۔ الغرض کل جہان اسی پاک کلمہ کی شاخوں کے زیر سایہ ہے (۴) اس میں ہر وقت پھل آتے رہتے ہیں۔ کلمۂ طیبہ کا پھل ہر وقت دنیا میں بھی اچھا ملتا ہے اور آخرت میں بھی اچھا ملے گا۔ رزق میں برکت، عزت، دولت، حکومت اور عروج و ترقی اس کے مادی پھل ہیں۔ الہامات نفسانیہ، مختلف مکاشفات، حقائق عالم کا علم، اسرار سربستہ کی معرفت اور انوار تجلی کا وقتاً فوقتاً ظہور اس کے روحانی پھل ہیں۔ اور انوار تجلی کا وقتاً فوقتاً ظہور اس کے روحانی پھل پھر آخرت میں جنت میں داخل ہونا، وہاں کی لذتیں حاصل ہونا

نور الٰہی میں ڈوب جانا اور دیدار باری تعالیٰ کی روشنی میں گم ہوجانا یہ اسکے اخروی پھل ہیں۔ نہ دنیا میں کسی وقت یہ ثمر آوری سے خالی رہتا ہے نہ آخرت میں کبھی اس کے پھل ختم ہوں گے۔ یہ تو کلمۂ طیبہ کی مثال تھی رہا کلمۂ خبیثہ یعنی کلمۂ شرک تو اُس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی بدشکل درخت ہو جس میں نہ زیادہ سرسبزی ہو نہ اچھے پھل ہوں نہ خوشبو ہو نہ اچھا مزہ ہو نہ اُس کا سایہ ہو نہ کوئی اور فائدہ۔ پھر اُس کی جڑ بھی اوپر ہی رکھی ہو جمی ہوئی نہ ہو۔ ہوا کے کمزور جھونکے سے جڑ سے گر پڑے یہی حالت کلمۂ شرک کی ہے نہ اس سے دُنیا میں کوئی فائدہ نہ دین میں نہ اس کے پھلوں میں کوئی لذت نہ پتوں میں سایہ۔ کمزور اتنا ہے کہ جب کافر پر ذرا مصیبت پڑی بس اُس نے ہر باطل معبود کو چھوڑ کر اللہ کی طرف رُخ کیا اور شرک کا پورا درخت جڑ سے زمین پر آرہا۔ اور چونکہ اس کی جڑ ہی کو ثبات نہیں تو شاخیں کہاں سے آئینگی۔ اس کی شاخوں کی کوئی حقیقت نہیں نہ مشرک کے اعمال کی بارگاہ الٰہی تک پہونچ ہے کیونکہ تمام اعمال بغیر اصل کے ہوتے ہیں۔

مقصود بیان: کلمۂ توحید اپنے ثمرات ونتائج کے لحاظ سے پاک عمدہ بارآور درخت کی طرح ہے۔ جو شخص صحیح طور پر کلمۂ توحید پڑھتا اُس کا اقرار کرتا اور دل سے تصدیق کرتا ہے اُس پر ہر خیر کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ سربستہ اسرار اور حقائق معرفت کے پوشیدہ راز اُس پر منکشف ہوجاتے ہیں۔ اسی بنا پر حدیث میں آیا ہے کہ جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا وہ جنت میں داخل ہو۔ کلمۂ شرک تمام معاصی و خبائث کی جڑ ہے۔ شرک کا عقیدہ رکھتے ہوئے کوئی نیکی مقبول نہیں ہوسکتی۔ ہر نیکی کی جڑ اقرار توحید ہے۔ بغیر بیج کے شاخیں نہیں پیدا ہوسکتیں۔ شرک ومعصیت کو پائیداری نہیں۔ توحید و عمل صالح ہی پائیدار رہے۔ قرآن پاک میں بیان مثل صرف سمجھانے اور غور کرنے کی تعلیم دینے کے لئے کیا گیا ہے تاکہ آدمی غیر محسوس کو محسوس کی شکل میں دیکھ کر صحیح طور پر سمجھ سکے وغیرہ۔

يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ

ایمانداروں کو دنیوی زندگانی میں بھی اور آخرت میں بھی

الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ

اللہ پکی بات پر قائم رکھتا ہے

وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ۝

اور ظالموں کو گمراہ چھوڑ دیتا ہے اور جو چاہتا ہے کرتا ہے

تفسیر ان آیات کا حاصل مطلب یہ ہے کہ جب مومن پر دنیوی مصائب و آلام آتے ہیں اور ایسی تکالیف سے دوچار ہونا پڑتا ہے جو ایمان کو ہلا دینے والی ہیں تو خدا تعالیٰ ہی اپنے فضل وکرم سے اُسکو ایمان واقرار توحید پر قائم رکھتا ہے اور قبر میں بھی منکر نکیر کے سوال کے وقت ایمان پر قائم رکھیگا بشرطیکہ بندہ مومن ہو اور دنیا سے باایمان گیا ہو۔ رہے کافر ناحق شناس سو اُن کو گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے انکی مدد نہیں فرماتا۔ خدا تعالیٰ ایسا کیوں کرتا ہے؟ اس ترجیحی سلوک کی کیا وجہ باوجودیکہ مخلوق ہونے کے اعتبار سے کافر ومومن سب برابر ہیں تو اسکی وجہ سوائے اسکے اور کچھ نہیں کہ وہ مختار ہے جیسی اسکی مشیت ہوتی ہے ویسا کرتا ہے اپنی مصلحت کو وہی خوب جانتا ہے۔

آخرت سے مراد بعض مفسرین کے نزدیک وقت حساب ہے مگر یہ غلط ہے کیونکہ صحیح حدیث میں آیا ہے کہ جس شخص سے حساب میں مواخذہ کیا گیا وہ ہلاک ہوا۔ اکثر مفسرین کے نزدیک قبر کے اندر منکر نکیر کے سوالات کے صحیح جوابات دینا مراد ہے۔ یہی صحیح ہے۔ حضرت ابوسعید خدری رض نے یہی تفسیر کی ہے۔ حضرت عائشہ رض نے فرمایا کہ حضور ص نے بھی آخرت سے مراد قبر ہی قرار دی تھی (ابن مردویہ) ام المومنین حضرت عائشہ رض فرماتی ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اُس امت کا امتحان قبروں میں ہوگا۔ میں ضعیف عورت ہوں میرا کیا حال ہوگا حضور ص نے آیت يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ الخ تلاوت فرمائی (رواہ البزار) حضرت عثمان رض بن عفان کی روایت ہے کہ حضور والا ص جب میت کو دفن کرنے سے فارغ ہوتے تو وہاں ٹھیر جاتے اور فرماتے اپنے بھائی کے لئے استغفار کرو اور اُس کے لئے دُعا ثبات کرو کیونکہ اس وقت اس سے سوال کیا جائیگا (رواہ ابوداود) حضرت براء بن عازب کی روایت ہے حضور اقدس ص نے ارشاد فرمایا جب مومن سے قبر میں سوال کیا جاتا ہے تو وہ شہادت دیتا ہے لا الٰہ الا اللہ ومحمد رسول اللہ۔ یہی مضمون ہے آیت يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا الخ کا (رواہ البخاری والمسلم وغیر واحد من الائمۃ) ان تمام احادیث سے ثابت ہے کہ آخرت سے قبر مراد ہے

مقصود بیان: جو لوگ دنیا میں اہل ایمان ہیں اُن کے ثبات ایمان کے لئے اللہ بھی مدد فرماتا ہے۔ دنیوی مصائب اور قبر کی ہیبت ناک تکلیف کے وقت اللہ ہی اہل ایمان کو ایمان پر قائم رکھنے والا ہے۔ آیت وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ سے اس طرف اشارہ ہے کہ چونکہ کافر حق ناشناس ہوتا ہے اسلئے خدا بھی اُس کو گم کردہ راہ چھوڑ دیتا ہے آیات میں اس جانب بھی اشارہ ہے کہ ایماندار اپنے ایمان پر غرہ نہ ہونا چاہئے۔ معلوم نہیں امتحان دینا اور احوال

کے وقت کیا پیش آئے۔ بلکہ اللہ سے ایمان پر ثابت رہنے کی دعا کرنی چاہئے۔ وغیرہ۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ بَدَّلُوا نِعْمَتَ اللَّهِ

کیا تم نے اُن لوگوں کو نہیں دیکھا جنہوں نے اللہ کی نعمت کے عوض

كُفْرًا وَأَحَلُّوا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ ۝

ناشکری کی اور اپنی قوم کو تباہی خانہ یعنی جہنم میں اُتار دیا

جَهَنَّمَ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۖ وَبِئْسَ الْقَرَارُ ۝

جس کے اندر وہ سب داخل ہوں گے اور وہ بُرا ٹھکانا ہے

وَجَعَلُوا لِلَّهِ أَندَادًا لِّيُضِلُّوا عَن

اُنہوں نے اللہ کے شریک قرار دیئے تاکہ لوگوں کو راہ خدا سے

سَبِيلِهِ ۗ قُلْ تَمَتَّعُوا فَإِنَّ مَصِيرَكُمْ

گمراہ کردیں تم کہدو کہ مزے اڑالو آخرکار تو جہنم کی طرف تم کو

إِلَى النَّارِ ۝ قُل لِّعِبَادِيَ الَّذِينَ آمَنُوا

جانا ہی ہے میرے ایماندار بندوں سے کہدو

يُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُنفِقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ

کہ پابندی سے نماز پڑھیں اور جو کچھ ہم نے اُن کو دیا ہے اُس میں سے

سِرًّا وَعَلَانِيَةً مِّن قَبْلِ أَن يَأْتِيَ

کچھ پوشیدہ اور ظاہر راہ خدا میں خرچ کریں قبل اسکے کہ وہ دن آجائے

يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيهِ وَلَا خِلَالٌ ۝

جس میں نہ خرید و فروخت ہوگی نہ دوستی

تفسیر ان آیات کے دو حصے ہیں۔ پہلے حصہ میں [illegible] اور اُن کی گمراہ کنی اور ضلالت انگیزی کا بیان ہے۔ اور دوسرے حصہ میں مسلمانوں کو نماز کی پابندی رکھنے اور راہ خدا میں خیرات کرنے کی ہدایت ہے۔ پہلے حصہ کی شان نزول کے [illegible] مختلف مضامین کی مختلف روایات آئی ہیں۔ ہم خلاصہ کے [illegible] چند روایات درج ذیل کرتے ہیں۔

عوفی نے ابن عباسؓ کا قول نقل کیا ہے کہ یہ آیات جبلہ بن ایہم غسانی اور اُس کے ساتھ والے عربوں کے متعلق نازل ہوئی تھیں جو بھاگ کر روم کو چلے گئے تھے اور عیسائی ہو گئے تھے۔ بخاری اور نسائی نے ابن عباسؓ کا جو قول نقل کیا ہے اُس سے ثابت ہوتا ہے کہ کفار قریش کے حق میں اِن آیات کا نزول ہوا۔ ابن کثیر نے مؤخر الذکر روایت کو ترجیح دی ہے۔ ابن ابی حاتم نے حضرت علیؓ کا قول نقل کیا ہے کہ ان آیات کا نزول اُن کفار قریش کے حق میں ہوا جو بدر کے دن لشکر چڑھا کر لائے تھے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ منافقین قریش مراد ہیں۔ تیسری روایت میں ہے کہ عبداللہ بن الکوا نے کھڑے ہوکر آیت أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ بَدَّلُوا نِعْمَتَ اللَّهِ كُفْرًا الخ کے متعلق حضرت علیؓ سے دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا یہ لوگ مشرکین قریش تھے جن کے پاس اللہ کی طرف سے نعمت ایمان آئی تھی مگر اُنہوں نے اُس نعمت کو کفر سے بدل لیا اور اپنی قوم کو خانہ ہلاکت و بربادی میں ڈالا۔

مسلم مستوفی نے حضرت علیؓ کا قول نقل کیا ہے کہ الَّذِينَ بَدَّلُوا نِعْمَتَ اللَّهِ كُفْرًا سے قریش کے سب سے زیادہ سرکش دو گروہ مراد ہیں بنو مغیرہ اور بنو امیہ۔ بنی مغیرہ نے تو بدر کے دن اپنی قوم کو مقام ہلاکت یعنی جہنم میں داخل کردیا اور بنی امیہ نے احد کے روز اپنی قوم کو جہنم رسید کیا۔ بدر کے روز (قریش کا سردار اعظم) ابو جہل تھا اور احد کے دن ابو سفیان (سدی) ابن ابی حاتم کی روایت میں ہے کہ بنی مغیرہ تو بدر کے روز ہلاک کردیے گئے۔ رہے بنی امیہ تو ان کو ایک خاص وقت تک باقی رکھا گیا سفیان ثوری نے حضرت عمرؓ کا قول نقل کیا ہے کہ الَّذِينَ بَدَّلُوا سے قریش کے دو بدترین گروہ مراد ہیں۔ ایک بنی مغیرہ۔ دوسرا بنی امیہ۔ بنی مغیرہ کے لئے تو بدر کے دن ہی کافی ثابت ہوا۔ رہے بنی امیہ تو ان کو چند روزہ زندگانی عطا کی گئی۔ بہرحال سبب نزول کوئی خاص گروہ ہو [illegible] حکم عام ہے۔ معانی قرآن عموماً (بااستثنا بعض) کسی وقت اور کسی [illegible] نہیں۔ اگر وقت نزول مصداق موجود تھا تو اُس کو بیان کردیا جاتا ہے مگر حکم کو عام رکھا جاتا ہے۔ اور اگر اُس وقت مصداق موجود نہ تھا تو آیندہ کے لئے عمومی حکم باقی رہتا ہے۔

مقصود بیان:۔ ایمان بھی اللہ [illegible] الشان نعمت ہے یعنی [illegible] خدا پر کوئی واجب حق نہیں کہ اُس کے عوض خدا اُن کو ایمان عطا کرے اور نہ کسی کے ایمان لانے کا خدا پر احسان ہو سکتا ہے۔ بلکہ آدمی کو توفیق ایمان دینا محض اللہ کا کرم ہے۔ جو لوگ ایمان [illegible] کی طرف مائل ہوتے ہیں وہ احسان فراموش ہیں۔ کفران نعمت [illegible] اللہ کے راستہ سے بھٹکانا بڑا جرم ہے۔ صفات الٰہیہ کے ساتھ [illegible] دوسرے کو متصف جاننا شرک ہے۔ اہل ایمان پر لازم ہے کہ

اعتدال ارکان کے ساتھ صحیح طور پر نماز پڑھیں اور راہ خدا میں زکوٰۃ و صدقات دیتے رہیں۔ زکوٰۃ و صدقات علانیہ بھی دیے جا سکتے ہیں اور پوشیدہ طور پر بھی۔ علمائے حنفیہ کے نزدیک زکوٰۃ کو علانیہ ادا کرنا افضل ہے۔ اہل تحقیق کہتے ہیں کہ اگر نیت خالص ہو اور ریاکاری کا اندیشہ نہ ہو تو خفیہ اور علانیہ دونوں طرح سے دینا برابر ہے۔ نماز و زکوٰۃ کا حکم دینے سے اس طرف اشارہ ہے کہ فقط اعتقاد کی درستگی اور قلبی اعتقاد ہی کافی نہیں ہے۔ بلکہ بدنی عبادت و ریاضت اور برادران ملت کی پرورش و ہمدردی بھی مؤمن کے لئے لازم ہے۔ پس گمراہ ہیں وہ لوگ جو فرائض دینیہ سے اپنے کو مستثنےٰ سمجھتے اور کہتے ہیں کہ اب ہم ایمان و یقین کے اُس درجہ پر پہنچ گئے ہیں کہ نماز روزہ کی ہم کو ضرورت نہیں رہی ہے۔ سِرًّا وَّ عَلَانِيَةً کے الفاظ بتلا رہے ہیں کہ برادران ملت کی خبر گیری اصحاب استطاعت پر ہر حالت میں فرض ہے۔

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ

اللہ ہے جس نے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کیا

وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ

اور اوپر سے پانی برسایا پھر اُس سے تمہارے کھانے کے لئے

مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ

پھل پیدا کئے اور کشتیوں کو تمہارا تابع

الْفُلْكَ لِتَجْرِیَ فِی الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ۚ وَ

بنایا تاکہ بحکم خدا دریا میں چلیں اور

سَخَّرَ لَكُمُ الْاَنْهٰرَ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ

نہروں کو تمہارے تابع کر دیا اور سورج اور چاند کو تمہارے کام

وَالْقَمَرَ دَآئِبَیْنِ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّیْلَ

پر لگا دیا جو چلتے رہتے ہیں اور رات و دن کو تمہارے

وَالنَّهَارَ ۚ وَاٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا

کام پر لگا دیا اور جو کچھ تم نے اس سے مانگا کچھ نہ کچھ

سَاَلْتُمُوْهُ ۚ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ

اُس نے دیا اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرو گے

لَا تُحْصُوْهَا ۭ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ ع

تو گن نہ سکو گے بلا شبہ انسان بڑا بے انصاف اور ناشکرا ہے

تفسیر اوپر کی آیات میں بیان کیا تھا کہ بعض حق ناشناس کافروں نے اللہ کی دی ہوئی نعمت کو ٹھکرا دیا اور اُس کے عوض کفر کو اختیار کیا۔ ان آیات میں بتانا چاہتا ہے کہ اللہ کی نعمت فقط ایمان ہی نہیں بلکہ اتنی تعداد میں ہے کہ کتنا ہی شمار کرو مگر گن نہ سکو۔ ایمان و توحید تو ایک روحانی نعمت ہے جو محسوس پرستوں کو بمشکل دکھائی دیتی ہے۔ خدا کی تو محسوس نعمتیں لامتناہی ہیں۔ مثلاً اُس نے آسمانوں اور زمینوں کو تمہارے فائدہ کے لئے بنایا۔ بادلوں سے مینہ برسایا۔ پھر بارش کے پانی سے تمہارے لئے طرح طرح کی چیزیں پیدا کیں جن میں سے کوئی کھانے اور پینے کے کام میں آتی ہے۔ کوئی پہننے اوڑھنے اور بچھانے کے اور کوئی دیگر ضروریات و لوازم زندگی کے سرانجام دہی اور اسباب آرائش کی فراہمی کے لئے۔ پھر پانی پر سفر کرنے کے لئے کشتی جہاز وغیرہ بنانا سکھایا۔ ایسی تدبیریں بتائیں کہ کشتیاں پانی میں غرق نہ ہوں۔ پھر نہروں کو تمہارے بس میں کر دیا۔ جدھر چاہتے ہو لے جاتے ہو۔ اُن سے طرح طرح کے کام لیتے ہو۔ آب پاشی کرتے ہو۔ چکیاں چلاتے ہو۔ بجلی بنا کر اُس سے بکثرت سامانِ ضرورت و عیش فراہم کرتے ہو۔ پھر چاند و سورج کو تمہارے فوائد کے لئے ایک خاص چال سے چلایا۔ اگر اُن کی چال بگڑ جائے تو انتظامِ عالم بگڑ جائے نہ پھلوں میں پختگی آئے نہ کھیتیاں پکیں۔ نہ سمندروں میں مد و جزر ہو۔ نہ عالم کو گرمی و خنکی میسر آئے۔ نہ زمین کی رطوبتیں خشک ہوں۔ بکثرت بیماریاں پھیل جائیں۔ بارش بالکل نہ ہو۔ وغیرہ۔ پھر رات اور دن کو تمہارے کام میں لگا رکھا ہے۔ رات اپنے وقت پر آتی ہے اور دن اپنے وقت پر۔ رات میں بھی تمہارے سامانِ زندگی کی فراہمی ہوتی ہے اور دن میں بھی سامانِ حیات کی تکمیل۔ پھر یہ تو کھلی ہوئی نعمتیں ہیں۔ انہی پر کیا حصر ہے تم نے جو کچھ اپنی زبان یا حال سے مانگا اور جن چیزوں کی تمہاری بقاءِ زندگی کی ضرورت ہوئی وہ سب خدا نے تم کو عطا کیں۔ ہر اڑے وقت پر تمہاری مدد کی۔ پھر محسوس نعمتوں کے علاوہ نیم محسوس اور غیر محسوس انعامات اس قدر ہیں کہ شمار کرو تو گن نہ سکو۔ لیکن آدمی بڑا ظالم۔ حق ناشناس اور ناشکرا ہے۔ اول تو نعمت دینے والے کو پہچانتا ہی نہیں غافل ہے۔ دوسرے منعم حقیقی کو چھوڑ کر دوسروں کی طرف جھکتا ہے اُنہی کو نعمت دینے والا خیال کرتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ اللہ نے عقل علم استعداد اور جمال و کمال عطا کیا۔ مگر کافروں نے عقل کو غباوت سے علم کو جہالت سے، استعداد ایمان کو قبول شرک سے اور جمال روح کو

گناہوں کی بدصورتی سے بدل لیا اس سے بڑھ کر ناشکرا اور حق ناشناسی اور اپنے نفس پر ظلم اور کیا ہو سکتا ہے

مقصود بیان:۔ اللہ کی بعض محسوس نعمتوں کی صراحت اور غیر محسوس نعمتوں کی طرف بالاجمال اشارہ۔ اس بات کی تصریح کہ کافر انسان کافر نعمت اور حق ناشناس ہوتا ہے۔ دینے والے کو چھوڑ کر نہ دینے والے کی طرف جھکتا ہے۔ اہل باطن نے آیات کے ظاہری معنی کی حقانیت کے اعتراف کے باوجود بطور اشارہ کچھ باطنی معنی کا بھی استنباط کیا ہے جن کو اہل بصیرت کی دعوت ذوق کے لئے ہم مجمل طور پر لکھتے ہیں۔

آسمانوں سے اشارہ ارواح کی طرف اور زمین سے اشارہ جسام کی طرف ہے۔ بادل سے پانی برسانے کا یہ مطلب ہے کہ فیاض عالم نے اپنے فیض قدسی کے چھینٹے اس کائنات کو بھی عطا کئے ہیں جن سے انسان کی روحانی وعقلی پرورش کے لئے طرح طرح کی معرفت انگیز اور علم آفرین غذائیں پیدا ہوتی ہیں۔ کشتیاں یعنی آدمی کی شہوانی اور غضبی قوتیں جو قوت عقلیہ کی سواریاں ہیں اس بحر ہستی میں بحکم الٰہی چل رہی ہیں قوت عقلیہ ان پر سوار ہے اور اس بحر ہستی کو طے کر رہی ہے۔ اسی بنا پر اہل اخلاق کہتے ہیں کہ عقل راکب اور یہ دونوں قوتیں مرکب ہیں مرکب کو اتنا مطلق العنان کبھی نہ چھوڑ دو کہ کہیں غار میں گر پڑے یا درخت سے ٹکرا جائے یا کھائی خندق میں پھنس جائے اور نہ ان کو اتنا تنگ کرو کہ مارتے مارتے راستہ میں ہی فنا کر دو اور پھر شہسوار عقل راستہ میں سواری کے مرنے کی وجہ سے منزل مقصود پر نہ پہنچ سکے نہروں سے مراد فکر و ذکر کی نہریں۔ انہی نہروں سے معرفت ومحبت کے چشمے ابلتے ہیں اور پھر ان چشموں کے پانی سے حکمت، وشوق اور صدق واخلاص کی شادابی حاصل ہوتی ہے۔ شمس وقمر سے اشارہ ہے نور ایمان، نور معرفت، نور یقین، نور توحید، نور محبت، وشوق، اور نور ہدایت وتوفیق کی طرف۔ یہ ایسے آفتاب وماہتاب ہیں جن سے عالم انسانی کا ذرہ ذرہ جگمگانے لگتا ہے۔ مشاہدۂ ذات و صفات ان کی شعاعیں ہیں اور ارواح وعقول کے افق سے ان کا طلوع ہوتا ہے۔ رات و دن سے اشارہ ہے تاریکی نفس اور روشنی قلب کی طرف۔ اول محل امتحان ہے اور دوسرا مقام عرفان ٹھہرائی رات ہے جو جہالت کے پردہ میں انسان کو پوشیدہ کر دیتی ہے اور لطف الٰہی دن ہے جس سے ظہور معرفت ہوتا ہے۔ شب عتاب پردۂ حجاب ہے اور کشف نقاب روز روشن ہے جس سے روز پر جمال الٰہی کا پرتو پڑتا ہے۔ انسان ظالم اور کافر نعمت ہے یعنی اللہ [illegible] کو بحر توحید میں غرق کیا لیکن [illegible] پھر اتنا خودی کا [illegible] کرنے لگا۔ انتہائی حق ناشناسی ہے کہ قدم سے حدوث کو نسبت دیتا ہے۔ قدم کو نہ پایا تو ظالم نے اپنی نادانی سے خودی کا جال بنایا۔ اس سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا کہ محل عبودیت میں ربوبیت کا دعویٰ کرتا ہے

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا

اور جب ابراہیم نے کہا اے میرے رب اس شہر کو

الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ

امن کی جگہ بنا اور مجھے اور میری اولاد کو

نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ۝ رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ

بت پرستی سے بچانا اے میرے رب ان بتوں نے

كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ ۚ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ

بہتیرے آدمیوں کو گمراہ کر دیا ہے جو شخص میری پیروی کریگا وہ تو

مِنِّيْ ۚ وَمَنْ عَصَانِيْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ

میرا ہے اور جو میرا کہنا نہ مانے گا تو تو غفور

رَّحِيْمٌ ۝ رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ

رحیم ہے اے میرے رب میں نے اپنی اولاد تیرے معزز گھر کے

بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ

پاس بسائی ہے جہاں کھیتی نہیں ہے

رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً

تاکہ وہ پابندی سے نماز پڑھیں لہٰذا تو لوگوں کے دل

مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ

ان کی طرف مائل کر دے اور ان کو میوے

مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ ۝

کھانے کو دے تاکہ یہ شکر کریں

رَبَّنَآ اِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِيْ وَمَا نُعْلِنُ ۭ

اے ہمارے رب ہم جو کچھ چھپاتے ہیں اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں تو اس سے واقف ہے

وَمَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ فِی الْاَرْضِ
اور کوئی چیز زمین میں نہ آسمان میں اللہ سے چھپی
وَلَا فِی السَّمَآءِ ۝ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ
نہیں ہے اُس اللہ کا شکر ہے جس نے
وَهَبَ لِیْ عَلَى الْكِبَرِ اِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ
بڑھاپے میں مجھے اسمٰعیل و اسحاق عطا فرمائے
اِنَّ رَبِّیْ لَسَمِیْعُ الدُّعَآءِ ۝ رَبِّ اجْعَلْنِیْ
بلاشک میرا رب دعا کو سننے والا ہے اے میرے رب مجھے
مُقِیْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ ۖ رَبَّنَا
اور میری کچھ اولاد کو نماز کا پابند رکھ اے ہمارے رب
وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ ۝ رَبَّنَا اغْفِرْ لِیْ وَ
میری دعا قبول فرما اے ہمارے رب جس روز حساب
لِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ
بپا ہوگا مجھے اور میرے والدین کو اور ایمان داروں کو
الْحِسَابُ ۝ ع
تو بخش دے

تفسیر مشرکین مکہ مدعی [illegible] کہ ہم اپنے دادا ابراہیمؑ کے دین پر ہیں اور محمد اپنے آباؤ اجداد کے مذہب سے پھر گئے ہیں ہم ان کا کہا کیوں مانیں اور کیوں ان کے بہکانے سے ملتِ ابراہیمی کو ترک کریں۔ خداوند تعالیٰ ان آیات میں حضرت ابراہیمؑ کی چند دعائیں نقل فرماتا ہے تاکہ مشرکوں کو معلوم ہو جائے کہ صرف ملتِ ابراہیمی پر چلنے کا مدعی ہونا کافی نہیں۔ حضرت ابراہیمؑ کا پیرو درحقیقت وہی شخص ہے جو اُن کی تعلیم پر عمل کرے اور اُن کے نقشِ قدم پر چلے اور چونکہ محمدؐ اصولِ ابراہیمی کے پیرو ہیں اس لئے وہی ملتِ ابراہیمی پر ہیں اور مشرکین اُن کے دین سے پھرے ہوئے ہیں۔

حضرت ابراہیمؑ جب حضرت اسمٰعیلؑ اور اُن کی والدہ ہاجرہ کو مکہ کے بیابان میں چھوڑ کر چلے اور دل میں اہل و عیال کی مفارقت کا رنج تھا اُس وقت خانہ کعبہ کے فرسودہ نشانات کے سامنے کھڑے ہو کر بارگاہِ الٰہی میں یہ دعا کی (ابن کثیر) بعض مفسرین کا قول ہے کہ جب حضرت ابراہیمؑ نے حضرت اسمٰعیلؑ کی مدد سے کعبہ کی تعمیر کی اور آدمؑ کی قائم کردہ بنیادوں پر اُس کی دیواروں کو اٹھایا اُس وقت یہ دعا کی تھی سب سے پہلے آپ نے التجا کی (۱) پروردگارا اس شہر کو مقامِ امن بنا دے۔ یعنی اس زمین کو آباد کر دے اور یہاں قتل و غارت کو حرام کر دے۔ چنانچہ مکہ آباد ہوا اور قتل و غارت یہاں تک کہ وحوش و طیور کا شکار اور موذی جانوروں کا قتل اور سبزہ و درخت کا قطع کرنا بھی حرم کے اندر ممنوع قرار پایا۔ حضرت ابراہیمؑ کے وقت سے لیکر اب تک یہی ناقابلِ شکست قانون جاری ہے۔ دورِ جاہلیت میں بھی کسی نے اس قانون کو منسوخ نہیں کیا۔ بعض مفسرین نے مقامِ امن سے محفوظ مقام مراد لیا ہے یعنی ایسا مقام جسکو کوئی ظالم جابر منہدم نہ کر سکے چنانچہ عمارتِ کعبہ ایسی ہی محترم ہے کہ کوئی شخص آج تک اُس کو منہدم نہ کر سکا۔ رسول اللہؐ سے پہلے ابرہہ شاہِ یمن نے مکہ پر لشکر کشی کی۔ ہاتھیوں کی ایک جماعت بھی ساتھ لایا۔ تاکہ کعبہ کو ڈھا دے مگر غیبی طاقت نے اسکو برباد کر دیا اور کعبہ محفوظ رہا (۱) حضرت ابراہیمؑ کو قانونِ قدرت معلوم تھا کہ پھول کے ساتھ کانٹا اور خیر کے ساتھ شر کا وجود لازم ہے ہدایت کے بعد گمراہی کا دور ضرور آتا ہے کبھی صداقت کی روشنی باطل کے اندھیرے میں عارضی طور پر چھپ جاتی ہے اس لئے دعا کی پروردگارا مجھے اور میری اولاد کو شرک سے محفوظ رکھنا یعنی اولاد تو کل نسل ہوتی ہے اس لئے آگے فرمایا میری آل اور میرا آدمی وہی ہے جو میرا پیرو ہو۔ جو میرا پیرو نہ ہو وہ میرا نہیں۔ چونکہ حضرت ابراہیمؑ انتہائی رحیم تھے اسلئے نافرمانوں کے متعلق بھی اظہارِ بیزاری صراحۃً نہیں کیا بلکہ فرمایا پروردگارا جو میرا نافرمان ہے تو اُس کو معاف کرنے والا ہے (اہلِ سنت کا عقیدہ ہے کہ اللہ کو اپنی مخلوق کا کامل اختیار ہے چاہے کافروں اور مشرکوں کو بخش دے لیکن اُس نے فرما دیا ہے کہ میں مشرک کافر اور منافق نہیں بخشوں گا۔ اس لئے ہم جانتے ہیں کہ وہ ان کو نہیں بخشے گا۔ مگر اُس کی قدرت و اختیار ویسا ہی ہے۔ اسی بنا پر خلیل اللہؑ نے خدا تعالیٰ کے اصلی اوصاف یعنی غفور رحیم ہونے کا ذکر کیا اور یہ نہ فرمایا کہ تو نافرمان کو سزا دینا (۳) سرزمین مکہ کے چاروں طرف دُور دور تک چٹیل ریگستان خشک پہاڑیاں اور بے آب و گیاہ میدان تھا۔ خلیل اللہؑ نے بحکمِ الٰہی وہاں حضرت اسمٰعیلؑ اور اُن کی والدہ ہاجرہ کو چھوڑا تو باقتضائے بشری دو خیال پیدا ہوئے۔ اول تو یہ کہ یہاں دور تک کوئی آدمی نہیں ان کا دل گھبرائے گا وحشت ہوگی۔ ان کے انس، خاطر

کا کیا سامان ہے۔۔۔ ہے کہ اس لق ودق بیابان میں۔ کھانے پینے کیا
اسلئے دعا کی پروردگار! میں نے تیری عبادت اور کعبہ کو آباد رکھنے کیلئے
اپنے بعض اہل وعیال کو یہاں بسا دیا ہے مگر تو ہی ان کی سرپرستی
کرنا۔ کچھ لوگوں کے دل ان کی طرف مائل کر دے اور کھانے کے لئے ان کو
پھل اور غلہ وغیرہ عطا فرما۔ چنانچہ یہ دعا بھی قبول ہوئی سرزمین عرب
کے تمام آدمی کھچ کھچ کر حج کرنے کے لئے کعبہ کو آنے لگے اور مکہ سے
کچھ فاصلہ پر خدا تعالیٰ نے طائف کی زمین ایسی کر دی کہ وہاں ہر طرح
کے پھل پیدا ہونے لگے اور مکہ میں آنے لگے۔

ابن عباس مجاہد اور سعید بن جبیر وغیرہ کا قول ہے کہ حضرت ابراہیم
نے کچھ آدمیوں کے دلوں کو مائل کرنے کی دعا کی تھی۔ اگر کچھ کا لفظ نہ کہتے
تو مشرق مغرب کے تمام انسان یہاں تک کہ یہودی اور عیسائی بھی
کعبہ کی طرف جھک پڑتے۔

اس کے بعد حضرت ابراہیمؑ نے علم الٰہی کی ہمہ گیری کا بیان کر کے
اُن انعاماتِ الٰہی کا تذکرہ کیا جو خاص طور پر بغیر ظاہری اسباب کے
خدا تعالیٰ نے اُن کو عطا کئے تھے اور آخر میں اپنی ذات اور اولاد کے
لئے نماز کی پابندی کی دعا کی اور پھر اپنے اور اپنے والدین کے لئے
مغفرت کی استدعا کی۔

ایک وہم | حضرت ابراہیمؑ جلیل القدر پیغمبر اور رازدار شریعت
تھے اور آپ کا باپ آذر کافر تھا پھر کیوں کافر کے لئے
دعا مغفرت کی اور کیوں رشتۂ نسبی کو رشتۂ الٰہی پر ترجیح دی؟

وہم کا ازالہ | (۱) طلب مغفرت کا مطلب یہ ہے کہ پروردگار! میرے
والدین کو اس قابل بنا دے کہ وہ تیری مغفرت کے
اہل ہو سکیں یعنی اُن کو مسلمان کر دے (۲) اُس وقت تک حضرت ابراہیمؑ
کو قطعی طور پر معلوم نہ ہوا تھا کہ باپ ازلی کافر ہے کبھی راہ راست پر نہیں
آسکتا۔ اسی لئے شفقت پدری کے پیش نظر دعائے مغفرت کی لیکن جب
معلوم ہو گیا کہ وہ اللہ کا دشمن اور ازلی کافر ہے تو پھر اظہار بیزاری کیا اور کبھی دم نہ مارا

مقصود بیان:۔ حضرت ابراہیمؑ ہی کی دعا کا اثر ہے کہ آج تک کہیں
حرم کے اندر قتل و غارت اور ہر قسم کا شکار یہاں تک کہ درختوں کو کاٹنا چھانٹنا
بھی ممنوع ہے۔ بت پرستی انسان کی گمراہی کا ظاہری سبب ہے۔ درحقیقت
کسی نبی یا ولی کی اولاد اور آل وہی شخص ہے جو اُس کا پیرو ہو۔ رشتہ نسبی
کوئی چیز نہیں۔ مکہ کے اندر حضرت ابراہیمؑ کے وقت میں کھیتی نہ ہوتی تھی۔
لِيُقِيمُوا الصَّلٰوةَ سے اس طرف اشارہ ہے کہ نماز کی پابندی سے کوئی
مدعیٔ ایمان مستثنیٰ نہیں ہو سکتا خواہ وہ ایمان کی انتہائی چوٹی پر پہنچ گیا ہو
اس سے عبرت پکڑنا چاہئے اُن جاہل صوفیوں کو اور اُن ضعیف الاعتقاد عوام
کو جو بعض بے دین رندوں کو ولی اللہ یقین کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ نماز

ایمان کو پختہ کرنے اور یقین کو حاصل کرنے کے لئے پڑھی جاتی ہے فلاں شخص
کمال یقین کے درجہ پر پہنچ گیا ہے اس لئے اُس کو نماز روزہ کی ضرورت
نہیں۔ حضرت ابراہیم کے دونوں صاحبزادے اسمٰعیل و اسحاق پیرانہ سالی
میں بغیر ظاہری اسباب کے پیدا ہوئے تھے۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ
خدا تعالیٰ بغیر ظاہری اسباب کے بھی ہر طرح قادر ہے اور رحمت الٰہی سے
کسی کو مایوس نہ ہونا چاہئے۔ خواہ اسباب پیش نظر ہوں یا نہ ہوں امیدوار
رہنا لازم ہے۔ ہاں نیکی صلاح اور تقوٰی ضروری چیزیں ہیں۔ نیکوں کو
اللہ ضرور نوازتا ہے۔ آیت رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ الخ دلالت
کر رہی ہے کہ نیکی کی توفیق اور اُس پر استقامت بھی محض اللہ کے حکم
سے ہوتی ہے۔ بھلائی اور اُس کی توفیق دونوں چیزیں انسانی اختیار
سے خارج ہیں۔ اسی آیت میں حضرت ابراہیمؑ نے وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ
فرمایا یعنی میری بعض اولاد کو بھی نماز کا پابند بنا دے۔ چونکہ آپ واقف تھے
کہ کل نسل کا پابند نماز ہونا اور اللہ کا فرماں پذیر بننا قانون قدرت کے
خلاف ہے۔ مشیتِ الٰہی یونہی ہے کہ دنیا میں کل آدمی نہ نیک ہوں نہ بد
بلکہ کچھ فرماں بردار اور کچھ اصحابِ معصیت ہونے لازم ہیں اس لئے آپ نے
بھی دعا میں اس قانون الٰہی کو پیش نظر رکھا اور بعض اولاد کے عبادت گزار
ہونے کی دعا کی۔ آخری آیت بتا رہی ہے کہ دعا میں ایک خاص ترتیب
ملحوظ رکھنی ضروری ہے۔ سب سے پہلے انسان اپنی ذات کے لئے دعا
کرے پھر قریب ترین تعلق رکھنے والوں کے لئے پھر عام اہل ایمان کیلئے
حضرت ابراہیمؑ معصوم نبی تھے اور نبی لامحالہ مغفور ہوتا ہے۔ پھر بھی آپ نے
اپنے لئے دعائے مغفرت کی۔ اس سے دو باتوں کی طرف اشارہ ہے۔ اول
تو یہ کہ آدمی کتنا ہی کامل الایمان اور مقرب بارگاہ ہو۔ کیسا ہی عظیم
الشان مرسل ہو مگر اُس کو قہر الٰہی کا خوف رکھنا چاہئے اپنے ایمان اور
صلاح پر بھروسہ نہ رکھنا چاہئے۔ معلوم نہیں پل بھر میں کیا ہو جائے
دوسرے اس طرف بھی ایما ہے کہ کسی شخص کی مغفرت اُس کے اعمال کی
وجہ سے نہ ہوگی۔ اسی مضمون کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے
ایک بار صحابہ سے فرمایا تھا کہ کوئی شخص اپنے اعمال کی بنا پر نہ بخشا
جائے گا یعنی کسی شخص کی نیکیاں جنت میں داخل ہونے کے لئے سبب
اصلی اور علتِ موجبہ نہ ہوں گی۔ صحابہ نے عرض کیا حضور کیا آپ کا بھی
یہی حال ہے؟ فرمایا ہاں میرا بھی یہی حال ہے۔ مگر اُس وقت میں مغفور
ہوں گا جب اللہ کی رحمت مجھے ڈھانک لے گی۔ گویا اللہ کی رحمت مغفرت
کا اصل سبب ہے۔ اعمال اور ایمان آدمی کو فقط مغفرت کا اہل بنانے
میں دخل رکھتے ہیں یعنی ان سے اللہ کی خوشنودی حاصل ہو جاتی ہے
اور اللہ کی خوشنودی انسان کو دوامی نجات اور فائز المرامی
عطا کرتی ہے وغیرہ۔

زندہ معاشرت

(۱۳) خفیہ مشورے بعض مصلحتوں کی بنا پر یہ ضروری ہوتا ہے کہ کسی تجویز کو ایک خاص وقت کے لئے صیغۂ راز میں رکھا جائے اور اس کے لئے خفیہ طور پر مشورے کئے جائیں ان کے متعلق فرمایا:-

یا ایہا الذین آمنوا اذا تناجیتم فلا تتناجوا بالاثم والعدوان ومعصیت الرسول وتناجوا بالبر والتقوٰی	اے مسلمانو! جب تمہیں خفیہ مشورں کی ضرورت ہو تو یہ خفیہ تدبیریں یہ خفیہ سرگوشیاں گناہ اور سرکشی اور رسول کی نافرمانی کی باتوں

کے لئے نہ ہوں بلکہ تمہاری خفیہ تدبیریں بھی نیکی اور پرہیزگاری کیلئے ہی ہونی چاہئیں بات ظاہر ہو یا خفیہ کبھی برائی اور سرکشی کے لئے نہ ہو بلکہ ہمیشہ نیکی اور خداترسی کے لئے ہو۔ گویا مسلمانوں کی سازشیں بھی نیکی اور بھلائی کے لئے ہوں گی کسی کو نقصان پہنچانے کے لئے نہیں ہوں گی۔

(۱۴) امانت اعتماد اور بھروسہ کی کسوٹی امانت ہے۔ امانت کا شاہد خدا ہوتا ہے اس واسطے اس کے سمیع و بصیر ہونے پر ایمان امانتداری کا بڑا معیار ہے فرمایا:-

ان اللہ یامرکم ان تؤدوا الامانات الی اہلہا	اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتوں کو ان کے مالکوں تک پہنچا دو ان میں خیانت نہ کرو۔

امانت میں مال و دولت کے علاوہ ہر وہ راز جو آپ کو بتایا جائے اور ہر وہ ذمہ داری جس کو اٹھانے کا آپ وعدہ کریں داخل ہے۔

(۱۵) گواہی قرآن کریم چھوٹی چھوٹی باتوں میں بھی سچ کو چھپانے کی اجازت نہیں دیتا۔ گواہی کے متعلق جس پر عدل و انصاف کے ترازو کا جھکنا موقوف ہوتا ہے بڑی تاکید سے فرمایا:-

یا ایہا الذین آمنوا کونوا قوامین بالقسط	اے ایمان والو! انصاف پر مضبوطی سے قائم رہو۔"

خوف اور لالچ کی پھسلنی گھاٹیاں تمہارے قدموں میں لغزش نہ پیدا کریں یعنی گواہی دینے میں حق اور صرف حق کا دھیان رکھو۔

شہداء للہ تم اللہ کے گواہ بنو کسی پارٹی کے گواہ مت بنو۔

ولو علی انفسکم او الوالدین والاقربین خواہ یہ گواہی خود تمہاری اپنی ذات ماں باپ اور عزیز رشتہ داروں کے خلاف ہی کیوں نہ ہو

ان یکن غنیا او فقیرا فاللہ اولیٰ بہما خواہ گواہی کی زد میں آنے والا کوئی دولتمند ہو یا بھیک مانگنے والا فقیر۔ نہ امیر کی دولت تمہیں سچ کہنے سے مانع ہو نہ فقیر کی بےکسی اس لئے کہ اللہ کا تو ان دونوں سے یکساں تعلق ہے وہ دونوں سے یکساں قریب ہے دونوں اسی کے بندے ہیں اور تم اللہ کی طرف سے گواہ بنکر آئے ہو۔

فلا تتبعوا الھوٰی ان تعدلوا تم کبھی خواہشات کے فریب میں نہ آنا ایسا نہ ہو کہ نیت بدل جائے اور تم انصاف کی راہ سے ہٹ جاؤ۔

وان تلوٗا او تعرضوا فان اللہ کان بما تعملون خبیرا۔ اور اگر تم کج بیانی کرو گے یا بات گول کر کے ٹالنے کی کوشش کرو گے تاکہ تمہیں کھل کر سامنے آنے کا موقع نہ پڑے تو یاد رکھو اللہ تمہارے سب کاموں سے واقف ہے۔"

اللہ اکبر کتنی شاندار تعلیم ہے کیا اس کے بعد کسی بڑے محکمۂ عدالت کی ضرورت رہجاتی ہے؟ ان احکام کا یہ مطلب نہیں ہے کہ محض عدالت کے کٹہرے ہی میں سچی گواہی دو بلکہ دنیا کے ہر معاملہ میں جہاں حق و باطل جھوٹ اور سچ کو ملایا جا رہا ہو اور سچی بات کی پردہ پوشی کیجارہی ہو وہاں تم اللہ کی طرف سے گواہ بنکر سامنے آجاؤ اور تلواروں کی جھنکار میں بھی سچ کہدو۔

(۱۶) ناپ تول۔ لین دین واوفوا الکیل اذا کلتم وزنوا بالقسطاس المستقیم۔ اور جب کوئی شئے ناپ کر دو تو پورا ناپو اور تول کر دو تو سیدھی ترازو سے تولو۔"

یہ حکم محض دوکانداری ہی کے لئے نہیں ہے بلکہ زندگی کے ہر شعبہ اور ہر شاخ میں کارفرما ہے دنیا کا تمام کاروبار مبادلہ و معاوضہ ہی سے چلتا ہے سورہ تطفیف کی پہلی تین آیتوں میں تفصیلاً فرمایا کہ ان لوگوں کی سخت خستہ پردازی ہے جو ناپ تول میں کمی کرتے ہیں یعنی جب لوگوں سے اپنا حق لیتے ہیں تو ٹھیک ناپ تول کر لیتے ہیں اور جب انہیں بدلہ اور معاوضہ دیتے ہیں تو گھٹا کر دیتے ہیں۔ اس کے اندر آپ کے وہ تمام فرائض آگئے جن کے لئے آپ کو معاوضہ ملتا ہے اور دوسروں کی وہ تمام خدمات آگئیں جن کا معاوضہ آپ دیتے ہیں یعنی جن کا کام آپ کرتے ہیں سب اس کی ذیل میں آگئے اپنا حق لیتے ہوئے اور دوسروں کا حق دیتے ہوئے دیکھئے کہ ترازو سیدھی ہے یا جھک رہی ہے اس کے بعد نہ دفتر میں آپ کا کیرکٹر رول خراب ہوگا نہ آپ کے ملازم کو آپ سے شکایت ہوگی۔

باقی رہے دوکاندار حضرات سو مسلمانوں کی تجارت میں برکت نہ ہونے کا راز بھی اسی میں پوشیدہ ہے کہ گاہک اور دوکاندار دونوں خدا کے اس حکم کو بھلا چلے ہیں۔

(۱۷) مال حرام۔ رشوت ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل وتدلوا بہا الی الحکام لتاکلوا فریقا من اموال الناس بالاثم وانتم تعلمون اور آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق مت کھاؤ اور نہ اسے (بطور رشوت) حکام تک اس غرض سے پہنچاؤ کہ تم لوگوں کے مال کا کچھ حصہ ظلم سے کھا جاؤ اور تم جانتے ہو کہ ایسا کرنا کتنا بڑا ظلم ہے۔

(۱۸) سود۔ قرض سود حرام ہے۔ احل اللہ البیع وحرم الربوا۔ اللہ نے تجارت کو حلال کیا ہے اور سود کو

حرام۔ لہٰذا قرض بلا سود دینا ہوگا لیکن قرض کی مدت ہر مدت ضرور کر لینی چاہیئے اور ہم روز دیکھتے ہیں کہ برسوں کے گہرے تعلقات محض اس بے تکلفی کی وجہ سے خراب ہو جاتے ہیں کہ قرض کے معاملہ میں تحریر نہیں لی گئی تھی۔ تحریر کا لینا فرض ہے۔ سورہ بقر رکوع ۳۹۔ آیات ۲۸۳-۲۸۲ میں ان معاملات کا تفصیلی بیان ہے جہاں یہ بھی مذکور ہے کہ اگر تم بحالت سفر ہو اور لکھنے والا نہ ملے تو کوئی چیز بطور امانت و ضمانت رہن رکھ لیا کرو نیز یہ کہ وان کان ذو عسرۃ فنظرۃ الی میسرۃ وان تصدقوا خیر لکم ان کنتم تعلمون (البقرہ ۳۸ ۲۸۰/۲) اگر قرضدار تنگدست ہو تو اسے اس کے فارغ البال ہونے تک مہلت دو اور اگر معاف کردو تو یہ بہت ہی اچھا ہے۔

(۱۹) احسان (رعایت)

قرض کے چھوڑ دینے کا نام احسان ہے۔ ارشاد ہے:۔

ان اللہ یامر بالعدل والاحسان	بیشک اللہ عدل اور احسان کا حکم دیتا ہے۔

عدل یہ ہے کہ پورے کا پورا لے لو زیادتی نہ کرو اور احسان یہ ہے کہ غریب و محتاج کے ساتھ رعایت اور نیکی کا سلوک کرو۔ احسان اس نیت سے نہ کرو کہ اس کے بدلے میں زیادہ وصول کر سکو گے ولا تمنن تستکثر زیادہ معاوضہ لینے کی نیت سے احسان مت کرو۔

احسان جتانا نہیں چاہیئے اس کا معاملہ تو یہ ہونا چاہیئے کہ نیکی کر دریا میں ڈال۔

یا ایھا الذین امنوا لا تبطلوا صدقٰتکم بالمن والاذیٰ اے ایمان والو اپنی خیرات کو احسان جتا کر یا دکھ دیکر (قلبی ہو یا جسمانی) برباد مت کرو۔

کسی کو کچھ دیکر جتانا یا اسے "زرخرید" غلام سمجھ کر بیجا خیال کرنا تو یکسر منافقت ہے اس کی تفصیل آیت مندرجہ بالا کے باقیماندہ حصے میں بڑے بیش طریقے سے درج ہے قرآن کریم میں ملاحظہ فرمایئے۔

(۲۰) بدی کا بدلہ عفو

ادفع بالتی ھی احسن السیئۃ برائی کو بھلائی کے ذریعہ سے بدی کو نیکی کے ذریعے مٹاؤ۔

لیکن جب برائی کے جواب میں بھلائی کرنے سے شریر النفس لوگوں کی جرائتیں بڑھتی ہوں اور فتنہ پردازیوں اور فساد انگیزیوں کا دروازہ کھلتا ہو وجزاء سیئۃ سیئۃ مثلھا۔ اور برائی کی سزا اسی کی مثل ہے جتنی کوئی برائی کرے اتنی ہی اسے سزا دیجائے۔

لیکن اگر سزا دیتے وقت محسوس کرو کہ مجرم پر افسوس و ندامت کے اثرات ظاہر ہیں اور اس میں اصلاح پذیر ہونے کی صلاحیت ہے تو فمن عفا واصلح فاجرہ علی اللہ جو کوئی معاف کر دے اور اصلاح کر دے تو اس کا اجر اللہ کے پاس ہے۔

لیکن یہ اصول ہمیشہ سامنے رکھیئے کہ:۔

ان اللہ لا یحب الظٰلمین۔ اللہ کسی صورت میں بھی زیادتی کو پسند نہیں کرتا۔

(۲۱) غصہ

قرآن کریم کے نزدیک نیکی یہ ہے کہ جو قوتیں اللہ نے انسان کو دی ہیں ان کا جائز برمحل اور اعتدال سے استعمال کیا جائے انہیں قوتوں کا ناجائز بے محل اور افراط و تفریط یعنی کمی اور زیادتی کے ساتھ استعمال گناہ ہے۔ دولت خود اچھی چیز ہے نہ بری۔ استعمال کے طریقے سے اچھی اور بری بنجاتی ہے اسراف یا بخل کرو یا عیش و عشرت میں اڑاؤ تو بری چیز ہے لیکن حسب حیثیت کھاؤ پیو اور اچھی حالت میں رہو اور نیک کاموں اور جائز ضروریات پر خرچ کرو تو اچھی چیز ہے۔ انسانی جذبات کا بھی یہی حال ہے ظالم کے ساتھ رحم کرو تو دنیا کا نظام درہم برہم ہوجائے مظلوم کے ساتھ کرو تو یہ دنیا جنت بنجائے۔

غصہ بھی انسانی جذبات میں سے ایک جذبہ ہے بذات خود نہ اچھا نہ برا۔ بے گناہ کمزور پر غصہ آئے تو ظلم ہے لیکن ظالم کا ظلم روکنے کے لئے آئے تو شجاعت اور غیرت ہے۔ اسلام ان جذبات کو برا کہتا ہے اور نہ ان سے نفرت دلاتا ہے انہیں فنا کرنے کی تعلیم نہیں دیتا بلکہ ان کا جائز درست برمحل اعتدال کے ساتھ استعمال کرنے سکھاتا ہے مومنین کی صفات میں فرمایا:۔

والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس	غصہ کو دبانے اور اس پر قابو پانے والے کسی وقت اجب لوگوں کو معاف کر دینے کا دقت ہو۔

اور معاف کرنے کے قابل کون ہوتا ہے:۔

انہ من عمل منکم سوءً بجہالۃ ثم تاب من بعدہ واصلح فانہ غفور الرحیم	اگر تم میں سے کوئی بے سمجھے بوجھے جہالت اور نادانی سے کوئی برا کام کر بیٹھے اور اس کے

بعد شرمندہ اور نادم ہوکر توبہ کرلے اور اپنی اصلاح کرلے تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

معافی کی تین شرطیں ہیں:۔

(۱) قصور جان بوجھکر دیدہ دانستہ نہ ہو۔ (۲) دل سے توبہ کرے (۳) اپنی روش سے ثابت کرے کہ اصلاح کرلی گئی ہے۔ ورنہ ہر مجرم کو معاف کر دینا اور ہر ظالم پر رحم کر دینا تو مظلوموں پر ظلم کرنا ہے۔

زندہ سیاست
پاکستان کا زاویہ نگاہ

دعوت جدید ہندوستان پر انگریز اپنے آئین اور اپنے نظام کے ماتحت حکومت کر رہا ہے ہندوستانی اس نظام سے مطمئن نہیں یہاں کی قوموں کے ذہنی ارتقا سیاسی بیداری اور بین الاقوامی حالات کی بنا پر انگریز اس بات کا بار بار اعلان کرتا ہے کہ وہ ہندوستان کو رفتہ رفتہ آزادی دیدیگا بشرطیکہ کوئی ذمہ دار جماعت حکومت کا چارج لینے کو تیار ہو جائے یہاں کی قوموں اور جماعتوں میں ایسا بنیادی اختلاف ہے کہ جب تک ان کے سیاسی رہنما حقائق سے منہ موڑتے رہیں گے اور سچے دل سے معاملہ فہمی کے لئے تیار نہ ہوں گے غالبًا انگریزی پرچم کچھ عرصہ تک اور لہراتا رہیگا۔

ہندوستان میں تین بڑی قومیں ہیں جو کروڑوں کی تعداد میں ہیں ان کے اپنے اپنے قومی وطن ہیں۔ اپنے اپنے نظریات ہیں اور اپنی اپنی تاریخ ہے سب سے پست حالت تو اس قوم کی ہے جنہیں اچھوت کہا جاتا ہے اور پست اقوام کے عام عنوان میں شمار کیا جاتا ہے ہزاروں برس سے یہ قوم چار درجہ کی پستی لیں تھی۔ اب ان میں سیاسی شعور پیدا ہو چلا ہے اور احساس قومیت ابھر رہا ہے یہ لوگ اپنے آپ کو ہندوستان کی بقیہ قوموں سے بالکل جدا قوم سمجھتے ہیں اور خود کو ہندوستان کی قدیم حکمران جماعت تصور کرتے ہیں حال ہی میں انہوں نے آزاد ہندوستان میں اپنی آزاد سلطنت کا مطالبہ کیا ہے۔

دوسری بڑی قوم ہندوؤں کی ہے جن کی بڑی درخشاں تاریخ ہے لیکن غالبًا اجتماعی حیثیت سے ان کا کوئی مشترک نظام نہیں۔ اور اگر ہے تو مرور ایام سے بالکل مسخ ہو گیا ہے۔ ایک ہی نام سے پکارے جانے والی جماعتیں مقامی اور نسلی رسم و رواج کی بنا پر عقائد و اعمال میں اتنا اختلاف رکھتی ہیں کہ جس سے اندازہ یہ ہوتا ہے کہ غالبًا ان کا دین انفرادی ہے۔ خود پنڈت جواہر لال نہرو حیران ہیں کہ ہندومت کی کیا تعریف کریں لفظ ہندو مذہب ہندو قومیت اور ہندو وطنیت مترادف الفاظ ہیں اور ہر قسم کے متضاد عقائد و اعمال پر حاوی ہیں۔ کوئی شخص کسی خیال اور کسی رسم و رواج کا پابند ہو اگر وہ ہندی الاصل ہے تو اطمینان قلب کے ساتھ ہندو کہا اور سمجھا جاتا ہے حتیٰ کہ گاندھی جی تو اتنے بڑھے کہ اپنی ہندویت میں وہ اسلام کو بھی شامل سمجھتے ہیں۔

تیسری بڑی قوم مسلمانوں کی ہے جن کا دعویٰ یہ ہے کہ ان کے پاس انفرادی اور اجتماعی تمام مسائل کا صحیح حل موجود ہے انسان کا اتنا مکمل اور مستقل نظام ہے کہ ایک فرد ذاتی حیثیت سے کتنے ہی کمالات کیوں نہ رکھتا ہو جب تک وہ جماعت میں شامل نہیں رہے گا اور اجتماعی مسائل میں اپنی قوم کا ہم نوا نہ ہو گا اس کی شخصیت اسلامی نقطۂ نگاہ سے ہیچ محض ہو گی یعنی اسلام سراسر اجتماعی دین ہے "فرد قائم ربط ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں۔ موج ہے دریا میں اور بیرون دریا کچھ نہیں" مسلمانوں پر یہ فرض عین ہے کہ وہ اپنے نظام کی تکمیل کے لئے ہر ممکن کوشش کریں اور ہر پہلو سے اپنے ہی نظام کے تحت زندگی بسر کریں۔

ان تین بڑی بڑی قوموں کے علاوہ ہندوستان میں اور بھی چھوٹی اور بڑی جماعتیں ہیں جن میں بعض مؤثر جماعتیں ہیں جیسے سکھ اور بعض غیر مؤثر۔ آزادی کی تڑپ ان تمام قوموں میں ہے۔ لیکن ہندوستان کے بقیہ باشندوں اور مسلمانوں کے جذبۂ آزادی میں ایک بنیادی فرق ہے جس کا سمجھ لینا نہایت ضروری ہے۔ مسلم قوم انگریزوں سے اس لئے گلوخلاصی نہیں چاہتی کہ یہ باہر کے لوگ ان پر حاکم ہیں اور "ملک" کی دولت کو لوٹے لئے جا رہے ہیں بلکہ اس کا اصل سبب یہ ہے کہ جس طرح اور تمام دنیا پر مغربی دستور چھایا ہوا ہے اسی طرح ہندوستان میں بھی انگریزی تلوار اور انگریزی نظام نے مسلمانوں کی حیات اجتماعیہ کو معطل کر رکھا ہے مسلمانوں کو کسی قوم سے دشمنی ہے نہ کسی ملک سے ان کی دوستی اور دشمنی سب اللہ کے لئے ہے اور اللہ کے بتائے ہوئے نظام قائم کرنے کے لئے اگر فرض کیجئے کہ مغلوں کی طرح انگریز بھی ہندوستان کو وطن بنا لیں [illegible] ملک کی دولت ملک ہی میں رہے تو غالبًا کانگریس اپنے [illegible] پر اس حکومت کو ہندوستانی سمجھنے لگے گی اور ملک کو آزاد [illegible] گی لیکن مسلمان اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھ سکتے جب تک انکی امارت کی تشکیل نہ ہو جائے اور ان کا نظام قائم نہ ہو جائے مسلمانوں کو اس کی پرواہ نہیں کہ اس نظام کو خود ہندوستانی مسلمان قائم کرتے ہیں یا انگلستان میں بیٹھے ہوئے مسلم انگریز یا حبش میں بیٹھے ہوئے مسلم حبشی۔ انگریزی نظام مسلمانوں پر زبردستی مسلط کیا گیا ہے انہوں نے برضا و رغبت اس کو قبول نہیں کیا ہے۔ زوال سلطنت مغلیہ کے بعد بہت تھوڑے دن تو صدمہ اور غم و غصہ کی وجہ سے ہندوستانی مسلمانوں پر ایک قسم کی زندگی سے بیزاری اور ناامیدی طاری رہی لیکن پھر وہ سنبھلنے اور حالات درست کرنے کے لئے جد و جہد شروع کردی چونکہ ملت کا شیرازہ بکھر چکا تھا اور عام ادبار چھایا ہوا تھا نوجی انقلاب کی کوشش کی ناکامی نے ناممکن بنا دیا تھا لہذا ازسرنو تعمیر ملت کے لئے بقیۃ السیف مفکرین نے دو مرکز قرار دیئے علیگڈھ اور دیوبند۔ دونوں جگہ شعوری یا غیر شعوری طور پر ایک ہی روح کام کر رہی ہے اور ایک ہی مقصد پیش نظر ہے تقسیم کار کے اصول پر دونوں درسگاہوں کا دائرۂ عمل مختلف نظر آتا ہے مگر ہے سب ولی اللہی فیض۔

یہ دونوں درسگاہیں اپنے مقصد میں کس حد تک کامیاب ہوئیں اس سے بحث نہیں لیکن دونوں مرکزوں سے ایسے عظیم الشان افراد نکلے جنہوں نے تعمیر ملت میں پورا حصہ لیا اور قوم کی صحیح رہبری کی۔

مسلمان ٹھوس بنیادوں پر اور صحیح تربیت کے ساتھ چل رہے تھے اور ہندو بھی سرعت کے ساتھ ترقی کر رہے تھے کہ آج سے پچیس برس پہلے کچھ "بین الاقوامی" اور کچھ "مقامی" حالات ایسے پیدا ہوئے کہ برطانیہ

کے خلاف سب "ہندوستانیوں" کے جذبات بھڑک اٹھے ایک طرف
مسلمانوں نے استقلال خلافت کی تحریک شروع کی اور دوسری طرف
رولٹ ایکٹ کی وجہ سے ایک آل انڈیا مسئلہ ہی سامنے آگیا۔ اس طرح
کانگریس نے خلافت کمیٹی سے تعاون کرلیا اور قبل از وقت ہندو اور
مسلمان ایک پلیٹ فارم پر جمع ہوگئے مسلمانوں نے جذبۂ تشکر و امتنان
کی بنا پر تحریک کی قیادت گاندھی جی کے ہاتھ میں دیدی اور مختلف منازل
اور ہنگاموں میں سے گذرتے ہوئے مسلمان رہنماؤں کے زور دینے پر
دونوں قوموں نے "مکمل آزادی" کا متحدہ مطالبہ برطانیہ کے سامنے رکھ
دیا۔ لیکن آزادی کا مفہوم دونوں قوموں کے دل ہی دل میں رہا جذبات
کی روانی ہنگامہ آرائی نے اس کی فرصت ہی نہ دی کہ یہ مسئلہ صاف ہو۔
ہندوؤں کی تنظیم مسلمانوں سے بدرجہا زیادہ بہتر تھی حکومت کے
ساتھ تعاون کرکے وہ علوم جدیدہ سے بہرہ ور ہوچکے تھے سلطنت مغلیہ
کے ابتدائی دور سے ہی اقتصادی نظام ان کے ہاتھ میں تھا پھر اچھوتوں
کی بحث سے انھوں نے فائدہ اٹھا کر اپنی بڑی اکثریت بنا رکھی تھی اسلئے
قدرتاً انھیں توقع تھا کہ وہ آل انڈیا کانگریس پر چھا جائیں چنانچہ بہت
جلد انھوں نے اس کمیٹی کو جو تمام ہندوستانیوں کی مشاورتی کمیٹی تھی تقریباً
بالکل ہندو جماعت بنالیا اور یہ سمجھنے لگے کہ جب آزادی ملیگی تو ہندوستان
پر "اکثریت" کی حکومت ہوگی دوسری قوموں کو انھوں نے قوم نہ سمجھا بلکہ
اپنی اکثریت کے مقابلہ میں انھیں "اقلیت" کی حیثیت دی یہ بنیادی پیچیدگی
محض جذباتی طور پر اتحاد کرنے اور جذباتی طور پر ہی جنگ میں کود پڑنے
کی وجہ سے پیدا ہوئی اگر شروع ہی سے کانگریس کو صحیح معنے میں تمام
قوموں کے نمایندوں کی مشاورتی کمیٹی رکھا جاتا اور باہمی سمجھوتے سے
کم از کم بنیادی امور کا تصفیہ کرلیا جاتا اور سب نمایندوں کی حیثیت
وہ ہوتی جو حلیف قوموں کے نمایندوں کی ہونا چاہیئے تو آیندہ کانگریس
میں جو انتشار ہوا وہ نہ ہوتا جدوجہد کا دستور مرتب ہوتا رہا ہے اور
قربانیوں کا سلسلہ بھی جاری رہا مگر ایک مبہم نتیجہ کے لئے۔

ابتداءً مسلمانوں نے اعتماد کی بنا پر ضروری نہ سمجھا اور گاندھی جی نے
قصداً ٹال کر کے مسئلہ کو سامنے نہیں آنے دیا حتی کہ دوسری گول میز کانفرنس
میں بھی ان کا سارا زور اس امر پر تھا کہ اول پروانۂ آزادی ان کے ہاتھ میں
دیدیا جائے قوموں کے حقوق کے متعلق وہ خود تصفیہ کرلیں گے جس پر وزیر
اعظم برطانیہ کو بھی کہنا پڑا کہ گاندھی جی ایمانداری کی بات کیجئے۔ دوسری گول
میز کانفرنس تک تحریک کو شروع ہوئے گیارہ برس کے قریب ہوچکے تھے
اس عرصہ میں بعض افراد اور جماعتوں نے ایسی ایسی فتنہ پردازیاں اور ریشہ
دوانیاں کیں کہ کانگریس کا وقار بالکل ختم ہوگیا یہ فتنہ پرداز لوگ سب کانگریس
میں اونچا مقام رکھنے والے افراد تھے اور گاندھی جی نے کبھی ایک لفظ بھی ان
کے خلاف نہیں کہا اور نہ کہتے ہی کیوں ان کا تو مقصد پورا ہو رہا تھا تعجب
ہوتا ہے کہ ابتداءً کسی نے اس امر پر کیوں غور نہیں کیا کہ وہ مختلف قومیں
اور جماعتیں جن کے نظریات مختلف ہیں اور جن کی روزمرہ کی زندگی میں اصولی
اختلاف ہو کس طرح بنیادی امور کے متعلق تصفیہ کئے بغیر [illegible]

(باقی صفحہ [illegible])

پلیٹ فارم بنا سکتے ہیں جس کے ذریعہ تمام اقوام کی صحیح نمایندگی کیجا سکے
ذاتی معاملات میں رواداری اور اعتماد تو ایک حد تک قابل معافی ہو لیکن
ملکی اور قومی معاملات میں یہ پالیسی کسی طرح سودمند نہیں ہوسکتی
چنانچہ پچیس سالہ تاریخ نہایت افسوسناک اور حد درجہ پست قسم کے
فتنوں سے پُر ہے جو کبھی برطانیہ کے ایما سے پیدا کئے گئے اور کبھی تعصب
اور تنگ نظری کی بنا پر مسلمان رہنما جن کا نصب العین "تمام ہندوستانیوں
کی مکمل آزادی" کے سوا اور کچھ نہ تھا یہ صورت حالات دیکھ رہے تھے
اور پریشان ہو رہے تھے "اکثریت" اور "اقلیت" اور "اور" اور "وطن" کی
اصطلاحات اس درجہ دماغوں پر چھائی ہوئی تھیں کہ دونوں قوموں کے
برگزیدہ اور محترم لیڈر ان گتھیوں کو سلجھاتے سلجھاتے ایک ایک کرکے وفات
پا گئے لیکن یہ پیچیدگیاں روز بروز بڑھتی چلی گئیں حتی کہ مسلمانوں کو اپنا
مستقبل تاریک نظر آنے لگا۔

اللہ تعالیٰ حکیم الامت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کی تربت کو نور
سے بھرے اور ان کو اعلیٰ سے اعلیٰ مقام عطا فرمائے کہ ان کی فراست
ایمانی اور روحانی بلندی کی بنا پر ان کو تمام مسائل کا حل مل گیا
اور واضح مفہوم القا ہوگیا انہوں نے ہمیں بتایا کہ جب ہم ایک قوم ہیں
اور ہمارا مکمل نظام حیوۃ ہے اور خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہمارے
اپنے "قومی علاقے" بھی ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ آزاد ہندوستان
میں ہم بحیثیت ایک حکمران قوم کے زندگی بسر نہ کریں آج ایسا سیاسی
دستور العمل مرتب ہونا چاہیئے کہ ہندوستان سے جب انگریز کا
اقتدار اٹھے تو نہ محض ہم اپنے علاقوں پر حکمرانی کر رہے ہوں بلکہ دوسری
قومیں بھی اپنے اپنے نظام حیوۃ کے تحت مکمل آزادی کے ساتھ زندگی
بسر کر رہی ہوں ہمارے نقطۂ نگاہ سے احکام اسلامی پر صحیح معنے میں
عمل ہو ہی نہیں سکتا جب تک ہماری آزاد اور خود مختار سلطنت نہ ہو
یہ ہے قومی خود اختیاری کے مطالبے کی حقیقت اور یہ ہے پاکستان
کا نصب العین۔ مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ نے جام شہادت نوش
کرنے سے پہلے جو آخری خط وزیر اعظم برطانیہ کے نام لکھا ہے اس کے
مطالعہ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے بھی اسی قسم کے
جذبات تھے اور وہ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے نظریے کو قبول کرچکے
تھے جس کے ذریعہ اکثریت اور اقلیت کا یہ مصنوعی گورکھ دھندا تار تار
ہو جاتا ہے اور آزادی کا صحیح مفہوم پیش نظر ہو جاتا ہے۔

اکھنڈ ہندوستان اور مسلمان

علامہ اقبال رحؒ نے ایک عرصہ تک اپنی فکر
صحیح کے ذریعہ حقائق اسلامیہ کو بے نقاب کرنے اور امت کے دماغوں
اور دلوں کو منور کر دینے کے بعد "قومی خود اختیاری" کے مطالبے
اور پاکستان کے نصب العین کی طرف عملی حیثیت سے دعوت دینے
کے لئے جس مبارک ہستی کا انتخاب کیا وہ ہستی ہے قائد اعظم محمد علی جناح
کی اللہ تعالیٰ عرصہ دراز تک ملت کی رہنمائی کے لئے ان کو سلامت
رکھے۔

چھ سات برس ہوتے ہیں کہ قائد اعظم اس مطالبے اور اس نصب العین کو لیکر کھڑے ہوئے سب طرف سے عموماً (جس میں بد قسمتی سے مسلمان بھی شامل ہیں) اور کانگرس کی طرف سے خصوصاً مخالفتیں ہوئیں مذاق اڑائے گئے کسی قسم کے طعن اور کسی قسم کی تشنیع سے پرہیز نہیں کیا گیا۔ لیکن تیرہ سو برس پہلے کی طرح مسلم لیگ کی قوت دن بدن بڑھتی گئی تا آنکہ حکمران قوم نے بھی اسکی حیثیت کو تسلیم کر لیا اور کانگریس کو بھی باوجود انکار کے عملی طور پر ماننا پڑا کہ مسلمانوں کی واحد نمایندہ جماعت مسلم لیگ ہے۔

بین الاقوامی حالات سے مجبور ہو کر اور موجودہ جنگ میں ہندوستان کی بی مدد حاصل کرنے کے لئے حکومت نے کرپس مشن بھیجا جس نے تقسیم ہند کے اصول کو تسلیم کرتے ہوئے ایک جدید خاکہ پیش کیا چونکہ یہ خاکہ مسلم لیگ کے نصب العین سے مختلف تھا اس لئے مسلم لیگ نے اسے نامنظور کر دیا اور کانگریس کا تو کام ہی یہ تھا کہ اس کو مسترد کر دے لیکن چونکہ پاکستان کے "خطرناک" مطالبہ پر ایک حد تک حکومت برطانیہ بھی غور کرنے پر آمادہ ہو گئی تھی اسلئے کانگریس نے ہندو مہاسبھا کی اصطلاح میں "اکھنڈ ہندوستان" کا ریزولیشن پاس کیا اور "مادر وطن" کے ٹکڑے کرنے کو گناہ قرار دیا اور افسوس ہے کہ خود مسلمانوں کے بعض مقتدر اور محترم رہنماؤں نے اس ریزولیشن پاس کرنے میں حصہ لیا خدا تعالے انھیں ہدایت دے کہ سب کی مکمل آزادی کے بجائے وہ صرف ہندوؤں کی مکمل آزادی پر راضی ہو گئے۔

اکھنڈ ہندوستان کے معنے یہ ہیں کہ آزاد ہو نیکے باوجود مسلمان ایک ماتحت اقلیت کی زندگی بسر کریں اور زیادہ سے زیادہ جو ان کو مل سکے وہ یہ ہو کہ بالفرض کسی حصہ زمین کو مسلم علاقہ قرار دیا گیا تو اندرونی نظم و نسق کا محدود اختیار تو جنتا کے صوبوں کی طرح اس مسلم علاقہ کو بھی حاصل ہو لیکن آل انڈیا سلطنت کے تمام محکمے ریل۔ ڈاکخانہ۔ فوج۔ مالیات عدالت وغیرہ وغیرہ سب مرکزی حکومت کے ہاتھ میں ہوں اور اسی مرکز کے اختیار میں خارجی پالیسی بھی ہو ایسی مرکزی حکومت میں تین غیر مسلم ارکان کے مقابلہ میں اسلامی مفاد کی "حفاظت" کرنے والا صرف ایک نمایندہ ہوگا چونکہ آئین حکومت جمہوری ہوگا اور وہ بھی مغربی طرز پر لہذا اقتدار و اختیار بھی سب اکثریت کے ہاتھ میں ہوگا اور جس طرح ابتک قدم قدم پر مسلمانوں کو مشکلات پیش آتی ہیں اسی طرح اس وقت بھی روز جھگڑے پیدا ہوتے رہا کرینگے اور مسلمانوں کو فرقہ پرستی تنگ نظری اور فرسودہ خیالی کے طعنے سننا پڑینگے اور جو احساس کمتری کانگریس نے مسلمانوں کے دل میں ہمیشہ پیدا کرنے کی انتہائی کوشش کی ہے وہ روز بروز بڑھتا جائیگا اور جس طرح آج ترقی پسند مسلمان خود مسلم لیگ کو "رجعت پسند" اس وقت چونکہ آزاد ہونگے زیادہ دلیری سے اس قسم کے خطابات سے نوازا کرینگے تا آنکہ خاکم بدہن وہ وقت آجائیگا جب مسلم قوم تمام خصوصیات کو ختم کر کے امریکہ یوں کی طرح بجبل من الناس اس بدبخت قوم

کی زندگی بسر ہو۔

اسلام کے دستور اساسی میں شرط اول امارت صحیح ہے ہماری عبادات ہمارے معاملات اور ہمارے حدود کے قیام میں سب سے پہلے ضروری ہے کہ ہمارا اپنا امیر ہو اور تمام نظام اس کی سرکردگی میں قائم ہو سینکڑوں ہزاروں ایسے مسائل ہیں جن کو ہمارا امیر یا اس کا نمایندہ ہی فیصل کر سکتا ہے مثلاً ایک خلع ہی کا مسئلہ ہے جو آج پاس کرایا گیا ہے اور جس کے لئے یہ مضحکہ انگیز شرط بھی رکھی گئی ہے کہ فیصلہ کرنے والا جج مسلمان ہو گویا ایک جج کے مسلمان ہونے سے پورا نظام بھی اسلامی ہو جائے گا حالانکہ یہاں جج کا اسلام اتنا ضروری نہیں جتنی ضرورت امیر کے اسلام کی ہے مسلم امیر کا اگر بالفرض غیر مسلم نمایندہ ہو تو وہ حکماً مسلم ہوگا اور غیر مسلم امیر کا مسلم نمایندہ باوجود مسلمان ہونے کے رکھا جائیگا غیر مسلم ہی کے حکم میں لہذا جب تک پورا نظام سلطنت مسلمانوں کے ہاتھ میں نہ ہوگا اس وقت تک مسلمان اپنے آپکو آزاد نہیں سمجھ سکتے اگرچہ بلوئی عام کی بنا پر علماء کچھ ہی فتوی دیں۔

اب اگر فرض کیجئے کہ آزاد ہندوستان میں مسلمانوں کو برابر کی حلیف قوم درجہ دیا گیا اور مرکزی حکومت میں برابری کا تناسب بھی رکھا گیا جس کے لئے نہ کوئی ہندو تیار ہے اور نہ ہو سکتا ہے نہ ہونا چاہیئے تو پھر بھی وہی سوال ہے کہ امارت کس طرح قائم ہوگی؟ کیا آل انڈیا یا بیاہ نے پر دو متوازی حکومتیں بنائی جائیں گی جیسا کہ کسی زمانے میں خود بعض کانگریسی رہنماؤں نے سوچا تھا کہ انگریزی حکومت کی موجودگی میں ایک دیسی حکومت بھی قائم کر دی جائے۔ اگر بالفرض ایسی ہیچ در ہیچ حکومت قائم بھی ہوئی تو کس طرح اور کتنے دن چلے گی تیسری صورت یہ ہے اور غالباً مغرب پرستوں کے نزدیک یہی معیار ہے کہ حکومت تو تقریباً تھوڑے سے ردوبدل کے ساتھ ایسی ہی رہے جیسے برطانیہ کی ہے صرف لیبل بدل جائے نظام سلطنت یونہی باقی رہے اور قوموں کا "پرسنل لا" بھی اسی طرح محفوظ رہے گویا سب تگ و دو صرف "انگریزی" کی بجائے ہندوستانی لیبل چسپاں کرنے کے لئے ہے۔

اگر اس سے بھی کچھ آگے بڑھے تو ہمارے اشتراکی دستور کے نظریات کے تحت یہاں اشتراکی نظام قائم کیا جائے گا جس کے اندر روس کی طرح "آزاد اسلامی جمہوریتیں" بنائی جائینگی ہماری سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ جب ایک قوم کا اپنا نظام موجود ہے تو کسی دوسرے نظام کے تحت کیسے آزاد کہی جا سکتی ہے؟ یہ ہے اکھنڈ ہندوستان میں مسلمانوں کا مستقبل!

(باقی آیندہ)

ستیارتھ پرکاش، جو آریوں کی مذہبی کتاب کہلاتی ہے جسکی خصوصیت امتیازی یہ ہے کہ اس میں دوسرے مذاہب کا بری گندہ دہنی سے ذکر کیا ہے اس کتاب کا ایک ہلکا سا جواب دو کتابوں میں پڑھیے، خالدہ خانم اور ساوتری یہ دو کتابیں اپنی ہیروئن کے نام پر ہیں اس میں اسلام کی حقانیت، اور آریہ ازم کا بطلان

زندہ قوم قومیت کا احساس اب کیوں؟

(نوشتہ حضرت سید حسن ریاض مدیر منشور)

عزیز دوستو!

ہندوستان میں مسلمانوں کو تقریباً نو صدیاں گذری ہیں ان میں سے سات حکومت و اقتدار کی ہیں۔ کچھ زمانہ تغیر و انحطاط کا۔ آخری ۸۸ برس محکومیت کے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس منعقدہ لاہور مارچ ۱۹۴۰ء سے قبل مسلمانوں نے یہ دعویٰ کیوں نہیں کیا کہ وہ ایک جداگانہ اور الگ قوم ہیں۔

یہ صحیح نہیں ہے کہ مسلمانوں نے آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس لاہور ہی میں سب سے پہلے یہ دعویٰ کیا ہے کہ وہ ہندوؤں سے الگ ایک قوم ہیں انہوں نے یہ دعویٰ اس سے بہت قبل کیا ٹھیک اس وقت جب ہندوؤں کی طرف سے انتخابی طریقۂ حکومت کا مطالبہ کیا گیا اور اس کا امکان پیدا ہوا کہ ملک کی حکومت میں عوام شریک ہوں سر سید احمد خاں مرحوم اس زمانہ میں مسلمانوں کے سیاسی لیڈر تھے۔ ان کی تحریروں اور تقریروں میں یہ دعویٰ موجود ہے کہ مسلمان اور ہندو دو جداگانہ قومیں ہیں اور یہ بھی کہ ہندوستان ایک ملک نہیں بلکہ چھوٹا بر اعظم ہے صرف یہی نہیں بلکہ تقسیم بنگالہ کے زمانہ میں خود مدبرین برطانیہ نے بھی اس حقیقت کا متواتر اعتراف کیا۔

پس منظر

مگر پھر بھی سوال پیدا ہوتا ہے کہ مسلمان بادشاہوں کے زمانہ میں اس مسئلہ پر کیوں سکوت رہا اور تقسیم بنگالہ کے بعد ۱۹۴۰ء تک کیوں؟ اس کے اسباب و وجوہ سمجھنے کے لئے مسلمانوں کے ساڑھے تیرہ سو سالہ تاریخی پس منظر پر نظر ڈالنے کی ضرورت ہے۔

یہ واقعہ ہے کہ اسلام کا آغاز محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے ہوا اور ملت اسلامیہ کی تعمیر اس سلسلہ وحی آسمانی سے شروع ہوئی جس کا نام قرآن ہے لہٰذا اسلامی تحریک کلیتہً اسلامی تحریک ہے۔ لیکن مذہبی ہی قرآن ہی کے تصیر ہیں۔ دوسرے مسلمہ مذاہب کے کتابی تصورات کیا تھے اس سے مجھے یہاں بحث نہیں ہے لیکن عملاً یہ ہوا کہ لوگوں نے امور دین اور دنیا کے درمیان تفریق قائم کر دی مذہب کو صرف عبادات تک محدود کر دیا اور پھر مذہب کے معنے ہی محض عبادت ہو گئے بالآخر ان معنوں کو اس قدر کسا اور تنگ کیا گیا کہ مذہبی لوگوں کے لئے عبادت کے علاوہ تمام انسانی سرگرمیاں حرام ہو گئیں رہبانیت کا رواج عام ہو گیا اس تصور کے ماتحت بنی نوع انسان کی تقسیم یوں ہو گئی ایک مذہبی گروہ جیسے برہمن اور رہبان اور دوسرے دنیادار۔ مذہبی لوگ خانقاہوں میں گرجاؤں اور کنیسوں میں عبادتیں کیا کریں اور دنیادار معیشت معاشرت اور سیاسی امور میں مصروف رہیں اللہ اور بندے کے اس تعلق میں جو زبانی حمد شکرانہ نعمت اور دعاؤں کے ذریعہ قائم رکھا جاتا ہے لوگ مذہبی پیشواؤں کی پیروی میں مذہبی روایات پر قائل ہو گئے سیاست میں انہوں نے رومی یونانی فلسفیوں اور مفکروں کی پیروی کی معیشت میں حرص و ہوس کی اور معاشرت میں تھوڑے مذہبی دخل کے ساتھ دور جاہلیت کے رسم و رواج کی۔

قرآن نازل ہوا اور اس میں بنی نوع انسان کی تمام پچھلی کوتاہیوں کا لحاظ رکھا گیا مذہب کا یہ صحیح مفہوم پیش کیا گیا کہ وہ بنی نوع انسان کی معاشرتی معاشی اقتصادی اور سیاسی سرگرمیوں پر حاوی ہے ہر شعبۂ حیات میں صاف صاف رہنمائی کی گئی، طاعت اور عبادت کا مفہوم واضح کر دیا گیا کہ وہ اسی دنیا میں حسن عمل ہے اور حسن عمل زندگی کی تمام سرگرمیوں میں۔

اسلامی تحریک کا ابتدائی دور دور رسالت تھا پیغمبر اسلام کی پوری زندگی قرآن کی عملی صورت تھی آپ نے معاشی زندگی بسر کی اور معاشی زندگی میں حسن عمل کا نمونہ پیش کیا۔ آپ بڑے کامیاب تاجر تھے آپ نے معاشرتی زندگی بسر کی آپ کی بیبیاں تھیں آپ کے اولاد تھی آپ نے اولاد کی شادیاں کیں آپ کے اعزہ تھے آپ کے دوست تھے ان سب کے ساتھ جو آپ کا طرز عمل رہا وہ معاشرتی حسن عمل کا بہترین نمونہ ہے اور قرآنی تعلیم کے مطابق آپ نے سیاسی امور کا انصرام کیا جنگیں کیں معاہدے کئے طاقت و اقتدار حاصل ہونے کے بعد حکومت قائم کی اس کو چلایا۔ ایک نئی قسم کی سیاست، ان کی بنیاد ڈالی جس کے مقاصد یہ ہیں۔ بنی نوع انسان کی اخلاقی اصلاح و ترقی و معاشرتی پاکیزگی معاشی خوشحالی آزادی اور مساوات تمام تفریقوں کو مٹانا نسل کی طبقوں کی وطن کی رنگ اور زبان کی اس طرح اولاد آدم میں اتحاد و موالفت پیدا کر کے باہمی جنگ و جدال کا سد باب کرنا۔

اسلامی نظام حکومت

تکمیل مقاصد قرآن کی جد و جہد میں از خود ایک معاشرہ پیدا ہو گیا اور ایک نظام حکومت اس نظام حکومت میں مسند اختیار سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی نظر آتے ہیں یہ نظام طرز حکومت کے اعتبار سے کیا تھا کوئی نام معین کرنا سخت دشوار ہے وہ تاسیس و تعمیر کا بالکل ابتدائی دور تھا روح موجود تھی مادہ موجود تھا مگر تشکیل مکمل نہیں ہوئی تھی امور عامہ اور امور سیاسیہ میں مشورے کا دستور دور رسالت ہی میں قائم ہو گیا تھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد خلیفہ کے تقرر کے لئے انتخاب کا طریقہ بھی مقرر کیا گیا اور مشورہ ترقی کے ساتھ جاری رہا خلفائے راشدین برابر لوگوں کی حوصلہ افزائی کرتے رہے کہ وہ بیباکی کے ساتھ اظہار رائے کریں مگر اس اظہار و اعلان کے ساتھ کوئی حق رائے دہی نہ تھا کوئی پارلیمنٹ یا مجلس وضع قانون نہ تھی قانون وضع کئے ہی نہیں جاتے تھے بظاہر وہ کچھ ایسا نظام تھا کہ اس میں ہر مسلمان کو رائے دینے کا حق تھا انتخاب صرف خلیفہ کا ہوتا تھا خلیفہ قوم کا سب سے بڑا عامل تھا اور اس پر لازم کہ شریعت کے مطابق حکمرانی کرے عام مسلمان خلیفہ کے نگران تھے کہ وہ شریعت کے خلاف نہ جائے چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق نے اپنے پہلے خطبہ میں فرمایا " اگر میں شریعت کے مطابق عمل کروں تو میری مدد کرو اور میرا ہاتھ بٹاؤ اگر شریعت کے خلاف جاؤں تو مجھے روکو اور میری اصلاح کرو" تاریخ شاہد ہے کہ مسلمانوں نے اپنی ذمہ داری کو اس زمانے میں تکمیل کے ساتھ پورا کیا اور خلفائے راشدین عام مسلمانوں

کے اس منصب کو تسلیم کرتے رہے قانون وضع کرنے کی ضرورت یوں پیش نہیں آئی کہ مسلمانوں کے پاس قانون الٰہی موجود تھا۔ قرآن۔ جو ضرورتیں پیش آتی جا رہی تھیں ان کو پورا کرنے کے لئے صاحب علم و بصیرت لوگ قرآن سے مسائل اخذ کرتے تھے اور جب ان پر اتفاق رائے ہو جاتا تھا ان کے مطابق عمل کیا جاتا تھا جملہ انتظامی امور میں اور جنگ و صلح کے متعلق فیصلے کرنے میں خلیفہ وقت مشورے کرتا تھا مشورہ وہ انہیں سے کرتا تھا جو اہل الرائے تھے اور باسانی نمازوں کے اوقات میں جمع ہو جاتے تھے اپنی تجاویز پیش کرنے اور موافق و مخالف رائے دینے کی ممانعت کسی کو نہ تھی مشورہ کے بعد فیصلہ کرنے کا کامل اختیار خلیفہ کو تھا۔

اس طرز حکومت کا کیا نام ہو سکتا ہے ترقی کرکے یہ کیا صورت اختیار کرتا اور وہ کیا سیاسی نظریے اور اصول ہیں جن پر ان کی بنیاد رکھی گئی؟ یہ ایک بہت ہی وسیع مسئلہ ہے جس پر کتابیں لکھی جانی چاہئیں اس طرز حکومت کے تیس سالہ عمل سے یہ صاف ظاہر ہے کہ یہ کچھ ایسا تھا کہ اس کو قائم کرنے قائم رکھنے اور اس طرح چلانے کی ذمہ دار مسلمانوں کی پوری جماعت تھی جس سے قرآن کے مقاصد پورے ہوں تنہا خلیفہ نہیں تھا۔ بلاشبہ جمہور مسلمین کی حکومت تھی اسمیں اخوت مساوات اور آزادی تکمیل کے ساتھ موجود تھی آزادی اجتماعی بھی اور انفرادی بھی۔

حضرت امیر معاویہ کے دور میں اہتمام کے ساتھ مشورہ کرنے کا دستور قائم نہ رہا یزید کی ولیعہدی پر بیعت کے واقعہ کے بعد خلافت نے بالکل شخصی سلطنت کی صورت اختیار کرلی اور پھر کبھی خلیفہ کا انتخاب نہیں ہوا۔ بنی امیہ کے دور میں عربیت کو بڑا فروغ ہوا بڑی حد تک اسلامیت بھی قائم رہی جہاد برابر ہوتے رہے ایشیا اور افریقہ کے بڑے حصے پر مسلمانوں کی حکومت ہو گئی اسلام کی اشاعت ہوئی مگر طرز حکومت اسلامی نہ رہا اس میں ایرانی اور رومی مطلق العنانی کا انداز پیدا ہو گیا اور یہ روز افزوں ترقی کرتا رہا یقیناً رومی اور ایرانی بادشاہوں میں اور ان مسلمان بادشاہوں میں یہ فرق ضرور تھا کہ ان کا معیار عدل و انصاف قرآن تھا اور ایرانیوں اور رومیوں کا کچھ اور اس لئے شخصی میلانات کے دخل کے باوجود ان مسلمان بادشاہوں کی حکومت جنہوں نے خلیفہ کا لقب قائم رکھا تھا رومی اور ایرانی بادشاہوں سے بہت بہتر تھی مگر شخصی طرز حکومت کے جو لازمی نتائج تھے تو وہ پیدا ہو کر رہے جب خلیفہ طاقت کے زور سے یا وراثت کے حق سے ہونے لگا اور عام مسلمان رائے کے حق سے اور امور حکومت میں دخل کے حق سے محروم کر دیئے گئے تو حکومت اور سیاست صرف خلیفہ اس کے مقرر کئے ہوئے مشیروں اور عمال کا کام رہ گیا۔ عام مسلمان اس سے الگ ہو گئے۔

بنی عباس کے زمانے میں شخصی مطلق العنانی کو اور زیادہ فروغ ہوا مسلم سوسائٹی میں اور نظام حکومت میں کثرت سے عجمی لوگ داخل ہو گئے یقیناً اس زمانے میں بڑی علمی ترقیاں ہوتی رہیں مگر ان ہی علمی ترقیوں کے سلسلے میں یونانی فلسفیوں کے افکار کی بھی مسلمانوں میں اشاعت ہوئی عجمی رسم و رواج اور یونانی افکار و خیالات کے اثر سے اسلامی جوش و عصبیت اور سادگی پر بڑا اثر پڑا بنی امیہ کے زمانہ میں شخصی مطلق العنانی کو مسلمانوں نے جبراً برداشت کیا تھا اور جی میں اس سے بیزار تھے بنی عباس کے زمانے میں اس کے عادی ہو گئے اور اسی کو پسند کرنے لگے۔

سلطنت اور اسک[illegible]

[illegible] لگے ابتدائے خلافت کے [illegible] حکومت کی اور پھر مطلق [illegible] دینے کے لئے یا ان کے جذب[illegible] نے اپنے تئیں ظل اللہ کہلایا [illegible]۔

خلفائے اور پھر سلاطین نے شخصی مطلق العنانی [illegible] پر ہنگامہ کیا کہ مسلمان اپنی پوری اجتماعی زندگی کی ضروریات [illegible] خلیفہ یا سلطان یا بادشاہ کو کفیل سمجھنے لگے۔ اپنی ذمہ داریوں کا انہیں کچھ احساس باقی نہیں رہا دور خلافت راشدہ کے اس نظام اجتماعی کا تصور ہی مٹ گیا جس میں ملت کا ہر فرد ملت کی سیاسی، اقتصادی معاشرتی اور اخلاقی فلاح کا ذمہ دار اور نگران تھا اور اسلام کے مقاصد کو ترقی اور فروغ دینے پر مامور۔ حیرت انگیز یہ ہے کہ شخصی تسلط کی ابتدائی مخالفت کے بعد جن میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کی مخالفت خاص طور پر قابل ذکر ہے اس انتخابی اور شورائی طرز حکومت کے قائم کرنے کے لئے جو خلافت راشدہ کے دور میں قائم تھا ملت اسلامیہ میں عام تائید کے ساتھ کوئی تحریک ہی پیدا نہیں ہوئی حقیقت یہ ہے کہ اس شخصی تسلط اور شخصی طرز حکومت نے جس کی ابتدا اموی دور میں اور تکمیل عباسی دور میں ہوئی مسلمانوں سے اسلامی ملیت کی فکر اور عمل دونوں کو چھین لیا مسلمان ملت صرف کچھ اس مفہوم میں رہ گئے کہ وہ سب اہل قبلہ ہیں موحد ہیں اور رسالت محمد رسول اللہ کے قائل ہیں فرائض اور ذمہ داریاں اور سرگرمیاں ان کی یہ رہ گئیں۔

حاکم وقت کی اطاعت کرنا روزے رکھنا باجماعت نمازیں پڑھنا حج کرنا زکوٰۃ دینا اور اپنی معیشت کی فکر کرنا اسلامی حکومت کا تصور ان کے ذہن میں صرف یہ رہ گیا کہ قاضی ہوں اور وہ اسلامی فقہ کے مطابق ان کے معاملات کا فیصلہ کر دیں۔

تصور خلافت کے جو مٹے مٹے نقوش مسلمانوں کے ذہن میں باقی رہ گئے تھے وہ کچھ روحانی سے تھے چنانچہ آخری خلفائے بنی عباس کے زمانہ میں یہ بھی ہوا کہ انتظام مملکت کلی طور پر کسی سلطان کے ہاتھ میں اور روحانی پیشوا کی حیثیت سے خلیفہ علیحدہ موجود۔ وہ ان سلاطین کو جو اپنی طاقت سے تسلط اور اقتدار حاصل کرتے تھے یا وراثتاً سند سلطانی دیتا تھا محکمہ قضا اور دوسرے مذہبی شعبے اس کی نگرانی میں کام کرتے تھے اس طرح مسلمانوں میں بھی عملاً مذہب اور سیاست میں تفریق واقع ہو گئی اور مذہب کی ہمہ گیری کا وہ تصور جو قرآن نے دنیا کے سامنے پیش کیا ہے خود اس دور کے مسلمانوں کی نظروں میں ایسا صاف نہ رہا جیسا کہ خلافت راشدہ کے زمانہ میں تھا اب دین و دنیا کے متعلق یورپ کے خیالات کی اشاعت نے اس کو اور بھی مکدر کر دیا۔

عجمی سلاطین کا طرز عمل

خلافت عباسیہ کے زوال کے بعد سلاطین پیدا ہوئے آن

زندقہ

میں انہوں نے ترقیاں کیں اور ان کی فتوحات کا سلسلہ عزیز دوست تک پہنچا جہاں پر شخصی بادشاہتیں تھیں ان میں اسلامیت کا عنصر ہند تک کوئی نہیں تھا کہ سلاطین مسلمان تھے ان کے میلانات ان تاریخ میں۔ لیکن۔ بالعموم وہ عجمی تھے جنہوں نے اسلام قبول میں سے خلافت راشدہ کے ختم ہونے کے بعد نومسلموں کو قرآنی کلچر قرآنی تہذیب قرآنی طرز فکر اور صحیح اسلامی روایات کے مطابق تربیت دینے کا کوئی اہتمام باقی نہیں رہا تھا لہٰذا لوگ توحید و رسالت کا اقرار کر کے اپنی نسلی اور ملکی رسم و رواج اور روایات کے ساتھ اسلام میں داخل ہوتے تھے۔ انہی مختلف نسلوں کے لوگوں میں سے مختلف اسلامی ملکوں کے سلاطین اور بادشاہ بھی ہوئے مسلمان ہونے کے باوجود اور اسلام کی نصرت اور ترقی کے انتہائی جوش کے باوجود ان کا طرز جہانبانی اور جہانگیری وہی تھا جو انھوں نے اپنی نسلی اور وطنی تاریخ اور روایات سے اخذ کیا تھا ان امور کے انصرام کے لئے جنہیں یہ مذہبی سمجھتے تھے وہ قاضی القضاۃ یا شیخ الاسلام مقرر کر دیتے تھے اور فقہ اسلامی نافذ العمل ہوتا تھا سلطنت کا تمام کاروبار شاہی مصالح کی بنا پر انجام پاتا تھا پالیسیاں انتظامات میں اور سلطنت کے مقاصد میں اسلامیت کا کوئی دخل نہ تھا ان مسلمان بادشاہوں اور سلاطین کی حکومت اور سلطنت میں مسلمان محض رعایا کی حیثیت سے رہتے تھے فروغ اور ترقی کا تو ذکر ہی کیا ہے مسلمانوں کے لئے اپنے اجتماعی اور ملی وجود کے احساس تک کا موقع نہ تھا تمام نہاد اموی اور عباسی خلفا کے ماتحت اور پھر اور زیادہ شدت سے سلاطین اور بادشاہوں کے ماتحت دنیا میں ہر جگہ مسلمانوں کی زندگی محض انفرادی رہ گئی

مسلمان ہندوستان میں

ہندوستان میں مسلمان سب سے پہلے محمد بن قاسم کے ساتھ آئے یہ اموی دور میں ہوا جب خلیفہ کے لقب کے ساتھ پوری قوت سے مسلمانوں پر شخصی حکومت قائم ہو چکی تھی پھر محمود غزنوی نے حملے شروع کئے محمد غوری کی نوبت آئی اور بالآخر ہندوستان میں مسلمانوں کے قدم جم گئے باقاعدہ حکومت شروع ہو گئی۔ ترکی النسل خاندان غلامان کی حکومت رہی تغلقوں کی خلجیوں کی لودیوں کی اور بالآخر مغلوں کی رہی یہ سب شخصی سلطنتیں اور سب ان ملکوں اور نسلوں کی سیاسی روایات کے مطابق تھیں جن سے ان بادشاہوں کا وطنی اور نسلی تعلق تھا۔ یقیناً ان بادشاہوں نے اسلام کی بڑی خدمات انجام دیں جن ہندوستان میں کوئی مسلمان نہ تھا وہاں کروڑوں مسلمان ہو گئے جہاں الوہیت کے صحیح تصور کے ساتھ کوئی اللہ کا نام لینے والا نہ تھا وہاں قدم قدم پر مسجدیں تعمیر ہوئیں ان سے بالاعلان توحید کا اعلان ہوا اور آج تک ہو رہا ہے مدرسے قائم ہوئے ان سے بڑے بڑے علماء پیدا ہوئے جنہوں نے اسلامی علوم و افکار میں قابل قدر اضافے کئے بڑے بڑے عارف پیدا ہوئے جنہوں نے قرآنی معیار کے مطابق انسانی اخلاق کو ترقی دینے میں ہندوستان کی طرف سے پورا حق ادا کیا لیکن ان مسلمان بادشاہوں کے ماتحت کسی زمانے میں ہندوستان کی حکومت نہ مسلمانوں کی تھی، نہ مسلمانوں کے اختیار میں تھی اور نہ مسلمانوں کے فائدے کے لئے تھی وہ کسی کسی بادشاہ کی حکومت تھی بادشاہ اور اس کے خاندان کے فائدے کے لئے عمل کرتی تھی اور بادشاہ اور اس کے ملازموں کے ہاتھوں میں اس کا اختیار تھا ان بادشاہوں سے جس طرح ہندوستان کے دوسرے گروہوں کو رعایا کی حیثیت سے فائدے پہنچے مسلمانوں کو بھی ہوئے البتہ بادشاہ کا ہم مذہب ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کی حیثیت اوروں کے مقابلے میں ذرا ممتاز تھی حکومت کی ملازمتوں میں ان کو اچھا حصہ ملتا تھا اور وہ اس لئے کہ اپنا ہم مذہب ہونے کی وجہ سے بادشاہ ان پر بآسانی اعتماد کر سکتا تھا مسلمانوں کی بعض اجتماعی ضروریات کا بادشاہ کو بھی اسی وجہ سے خیال رہتا تھا کہ وہ خود مسلمان ہوتا تھا۔ ہم مذہب ہونے کی بنا پر عام مسلمانوں کو تاج و تخت کے ساتھ وابستگی تھی اور وہ ہندوستان میں اپنے قیام و بقا اور خوش حالی کے لئے مسلمان بادشاہ کا وجود ضروری سمجھتے تھے اسی لئے ضرورت کے وقت بادشاہ کو بآسانی مسلمانوں کی امداد حاصل ہو جاتی تھی لیکن چونکہ عام مسلمانوں کو ذمہ دارانہ حیثیت سے اختیار حکومت میں کوئی دخل نہ تھا اس لئے نہ تعمیر و ترقی اور استحکام کا ان میں شوق پیدا ہوا اور خطرات کے وقت دفاع اور تحفظ کا ان سب ضروریات کا وہ بادشاہ کو کفیل سمجھتے رہے مسلمان بادشاہوں کی سات سو برس کی حکومت کے دوران میں کسی وقت مسلمانوں میں سیاسی بیداری اور سیاسی ذوق پیدا نہیں ہوا اور اسی وجہ سے سیاسی مفہوم میں اپنے اجتماعی وجود کا احساس ہی نہیں۔

زندہ ماضی
پیر پیران شاہ جیلان

آفتاب غوثیت کی عالم آرا شعاعیں

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اولیاء امتی

کالانبیاء بنی اسرائیل میری امت کے اولیا کی امت میں وہی حیثیت ہو گی جو انبیائے بنی اسرائیل کی حیثیت ان کی قوم میں تھی بالفاظ دیگر مسلمانوں کے اولیائے عظام کا رتبہ و منزلت وہی ہو گی جو بنی اسرائیل کے انبیا کی تھی ان کے معجزات کی طرح ان سے بھی کرامات سرزد ہوں گی ان کی طرح وہ بھی مستجاب الدعوات اور مقبول بارگاہ ہوں گے ان کے سپرد بھی وہی خدمات ہوں گی ان کی تخلیق کا مقصد بھی وہی ہو گا اور وہ بھی دنیا میں اپنی قدوسیت و پاکیزگی کا مظاہرہ کر کے اشاعت و حفاظت دین کی خدمات انجام دیں گے۔ بنی اسرائیل کی قوم اس عہد کی نہایت جلیل القدر مقتدر پر شکوہ ذی شان اور باجبروت قوم تھی اللہ تعالےٰ نے اسے اپنی رحمتوں کے لئے مخصوص کر لیا تھا۔

دنیوی و اخروی نعمتوں کی بارشیں اس پر تواتر کے ساتھ ہوتی رہتی تھیں دنیا والے اس کی شان و شکوہ کے سامنے سر جھکانا اپنا شرف خیال کرتے تھے دور دور تک اس کی حکومت پھیلی ہوئی تھی جب تک یہ قوم احکام الٰہی کی پابند رہی دنیا کی مالک بنی رہی لیکن جب اس کے اندر افتراق کے جراثیم پیدا ہو گئے اور یہ آپس میں لڑنے بھڑنے لگی تو اس کا آفتاب اقبال زوال پذیر ہو گیا خدائے قدوس ہر قوم کو سنبھلنے کا موقعہ دیتا ہے اس کی اصلاح اور ڈرانے کے لیے تسلسل کے ساتھ انبیا مبعوث ہونے لگے یہ اس قوم کی خوش قسمتی تھی کہ جتنے انبیا اسکی اصلاح کیلئے مبعوث ہوئے اتنے اور کسی قوم کو نصیب نہیں ہوئے یہ ایک بڑا انعام الٰہی تھا لیکن اس قوم نے پھر بھی خدا کا شکر نہ کیا اپنے طور طریقوں کو نہ بدلا اور انتہا یہ کی کہ انہوں نے انبیا علیہم السلام کو قتل کرنا شروع کر دیا حجت تمام ہو چکی اور یہ قوم نہ سمجھی تو پھر اس کی قسمت پر مہر لگا دی گئی اور ہمیشہ کے لئے اسے ذلیل و خوار کر دیا گیا ضربت علیہم الذلة والمسکنة وباؤ بغضب من اللہ یہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰة والتسلیم کی پاسداری ہے کہ یہودیت کے عذاب سے اسلامیت بری ہے۔

یہودی تو سمٹ کر ایک مختصر اور قلیل التعداد قوم کی صورت میں متشکل ہو گئی اور قیامت تک کے لئے اس سے فرمانروایانہ منصب چھین لیا گیا آج دنیا میں زمین کا کوئی چھوٹے سے چھوٹا خطہ بھی ایسا نہیں جہاں اس کی حکومت ہو یا جسے یہ اپنا وطن کہہ سکے جس ملک میں گئی ٹھکرائی گئی۔ مسلمان بھی جب اپنے کردار عمل کی وجہ سے گرداب زوال میں آئے ہیں تو وہی لکدکوب حوادث بنے جابجا ان پر تباہیاں اور بربادیاں مسلط ہوئیں لیکن تقریباً چودہ صدیاں گذر چکی ہیں یہ کبھی نہیں ہوا اور نہ انشاء اللہ قیامت تک ہو گا کہ دنیا کے کسی خطہ پر ان کی حکومت نہ رہی ہو نبوت کا سلسلہ تو ختم ہو چکا تھا امت مسلمہ کی اصلاح کے لئے اولیا پیدا ہوتے رہے جب انکی حالت خراب ہوئی ہے جب ان پر مصائب کا نزول ہوا ہے جب وہ گمراہیوں اور برائیوں میں مبتلا ہوئے ہیں خدائے قدوس کی رحمت کاملہ نے ان کی اصلاح و درستی احوال کے لئے کسی جلیل القدر ہستی کو مبعوث فرما دیا ہے۔

یہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰة والتسلیم ... علویوں اور سبائیوں کی طرح تباہ ... کی زبونی اس حد تک پہنچ چکی ہے ... سزا اس کے اعمال کے ہموزن نہ ... جو پہلے تھی آج سے چالیس سال ... بدایوں میں مرزا محمد صدیق شیخ عبد ... میاں مارہرہ میں شاہ آل رسول صاحب میاں ... حضرت بیادم گنج مراد آباد میں شاہ فضل الرحمٰن صاحب بریلی میں صاحب آنولہ میں ملا عبد الکریم صاحب اور پیلی بھیت میں شاہ محمد شیر صاحب جیسے برگزیدہ صاحب کمال اور مستجاب الدعوات اولیائے کرام جلوہ افروز تھے۔

ایک مخلوق تھی کہ ان بزرگوں کی دعاؤں اور صحبتوں سے فیضیاب ہوتی تھی ازمنہ سابقہ میں ہر خانقاہ کے ساتھ وسیع لنگر خانے بھی تھے کہ ہزارہا انسان شکم سیر ہوتے تھے آج آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتے ہیں کوئی بزرگ دکھائی نہیں دیتا اولیائے کرام کی روپوشی بھی فیض ربانی کے بند ہونے ہی کے مترادف ہے کاش مسلمان اپنے اعمال پر نظر ڈالیں توبہ کریں تاکہ وہ سرچشمہ فیوض ربانی جو بند ہو چکا ہے پھر کھل جائے۔

پانچویں صدی میں دنیا کی حالت

تاہم یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ مسلمانوں میں جہاں پہلے بڑے پیمانہ پر اصلاح عالم کا کام ہوتا تھا وہاں اب چھوٹے پیمانہ پر سہی مگر کام جاری ضرور ہے ترکی، ایران، افغانستان، مصر، ٹیونس الجزائر مراکش اور ہندوستان کے مختلف حصوں میں جو تھوڑا بہت اصلاحی کام ہو رہا ہے ممکن ہے کہ وہ باطناً اس نظام کے ماتحت ہو رہا ہو جو آج مسلمانوں پر گذر رہا ہے وہ کوئی نیا دور نہیں مسلمانوں پر ان کے اعمال کی بدولت یہ قیامتیں پہلے بھی گذر چکی ہیں۔ تاریخ شاہد ہے کہ فرزندان توحید کی وہ فرمانروایانہ جبروت و جلالت جو انہوں نے عہد خلفائے راشدین میں حاصل کر لی تھی تیسری صدی ہجری تک قائم رہی اس کے بعد ایک عام اضمحلال شروع ہو گیا وہ خلافت عباسیہ جس کی سطوت کی دھوم چار دانگ عالم میں مچی ہوئی تھی اس عظمت دیرینہ ایک افسانہ کہن بن چکی تھی اس کی سیاسی حیثیت صرف اتنی باقی رہ گئی تھی کہ مختلف اقوام کے جو صلہ مند افراد انکی آڑ میں حکمرانی کا کھیل شروع کر دیتے تھے نام خلفا کا ہوتا تھا لیکن فرمانروائی دوسرے کرتے تھے۔

ہندوستان سے اسلامی حکومت کا تقریباً خاتمہ ہو چکا تھا منصورہ و ملتان کی جو دو اسلامی ریاستیں باقی رہ گئیں تھیں وہ بھی اپنا تمام جاہ و جلال کھو کر اپنی زندگی کے دن پورے کر رہی تھیں ہسپانیہ کی اموی حکومت میں بھی کمزوری آچلی تھی یوں ہونے کو مراکش سے لیکر بخارا تک مسلمان ہی مسلمان بھرے پڑے تھے اور ابھی تک حکومت بھی باقی تھی لیکن اس کا ہونا نہ ہونا برابر تھا اسلئے کہ ہر طرف کشت و افتراق کے شعلے بھڑک رہے تھے باہم جنگ جدال کا ایک ناختتم سلسلہ قائم تھا فرزندان توحید میں مرکزی قوت کی کمزوری اور ملک کے مختلف حصوں میں منتشر ہو جانے سے غضب کا نفاق پیدا ہو گیا

مالک میں تھا جو میری اجازت کے بغیر تمھیں کسی طرح بھی حلال نہیں ہو سکتا اگر تمہاری خواہش یہی ہے کہ میں تمھیں معاف کردوں تو میں جو شرائط اس کے لئے پیش کروں وہ تمھیں منظور کرنی ہوں گی۔

سیدابوصالح کی شان اتقا

آپ پر تو معافی کے لئے بیتابی کا عالم طاری تھا باز پرس محشر کے خیال سے لرز رہے تھے بولے میں آپ کی تمام شرائط منظور کرنے کیلئے تیار ہوں حضرت عبداللہ بن صومعی نے فرمایا تو پھر تم مسلسل بارہ سال تک میری خدمت میں رہو اس کے بعد تمھیں معاف کردوں گا آپ نے اسے بخوشی منظور کرلیا اور وہیں خدمت میں رہنے لگے۔ آج یہ باتیں ایک افسانہ معلوم ہوتی ہیں اس لئے کہ وہ مذہبی جوش باقی نہیں رہا دینی ضعف عام ہوگیا اور خوف خدا برابر اٹھتا چلا جارہا ہے لیکن متقیوں اور خوف خدا سے لرزنے والوں کے لئے یہ معمولی بات ہے چونکہ آپ کا اتقا بہت بڑھا ہوا تھا اس لئے آپ نے سب کچھ منظور کرلیا۔

مدت مشروط کے انقضا کے بعد حضرت عبداللہ صومعی نے فرمایا ابھی ایک خدمت اور باقی ہے وہ یہ کہ تم میری لڑکی کو اپنے حبالۂ عقد میں لیکر دو برس اور یہیں رہو آپ کو یہ مسلک خیال بھی نہ آیا کہ مجھ سے عہد شکنی کی جارہی ہے اور خلاف معاہدہ دو برس کی نہ صرف مزید خدمت پر مجبور کیا جارہا ہے بلکہ خلاف منشا نکاح پر زور دیا جارہا ہے کیونکہ مقدسین اور متقین کے سامنے دوسروں کی نہیں اپنی کوتاہیاں ہوتی ہیں آپ تو اس وقت یہ خیال تھا کہ گناہ مجھ سے سرزد ہوا ہے اور مجھے ہی اس کی تلافی کرنی ہے اور وہ اس وقت تک نہیں ہوسکتی جب تک یہ معاف نہ کردیں آپ کے لئے حضرت عبداللہ کو ٹوکنے کا نتیجہ کچھ بھی نہ تھا معاف کرنے کا اختیار تو انہی کو تھا اس لئے آپ نے عفو تقصیر کے جوش میں سب کچھ بے تکلف منظور کرلیا کہ آپ کے پیش نظر معافی اور صرف معافی تھی۔

اس سے بھی بڑھکر یہ کہ حضرت عبداللہ نے کہا میں نکاح سے پیشتر یہ بھی بتائے دیتا ہوں کہ جس لڑکی سے میں تمہارا عقد کرنے والا ہوں وہ پاؤں سے لنگڑی ہاتھوں سے لنجی کانوں سے بہری اور آنکھوں سے اندھی ہے آپ کو خوشنودی رب ذوالجلال کے لئے سیب بخشوانے کا اتنا اضطراب تھا کہ برجستہ عرض کی مجھے ایک معافی کی خاطر سب کچھ منظور ہے ہم نفس پرستوں کے سامنے تو نفسانی فائدہ المرامیاں اور مسرتیں ہوتی ہیں اس لئے ہم ہر امر میں دنیوی فوائد میں اور نفسانی خواہشوں کا خیال کرتے ہیں حضرت ابوصالح کے سامنے اخروی منافع اور خوشنودی خدا تھی جس کے مقابلہ میں آپ کے یہاں یہاں کے کسی نقصان کی ذرہ برابر پرواہ نہ ہوئی اور بڑی خوشی سے ایک اپاہج لڑکی سے اپنا عقد کرنے اور بظاہر اپنی زندگی اور اس کی مسرتیں تباہ کرنے پر تیار ہوگئے یہ معمولی بات نہیں بڑی بات ہے جس کا آج تصور بھی نہیں کیا جاسکتا لعانیوں پر لعانیاں دیکھتے جائیے اور اپنی حیرت میں اضافہ کرتے جائیے حجلۂ عروسی میں جو گئے تو آپ یہ دیکھکر انگشت بدندان اور متحیر رہ گئے کہ حضرت عبداللہ نے جس لڑکی کو بالکل اپاہج بتایا تھا وہ حسن و جمال میں یکتا و لاثانی ہے اتنی کہ اس کی شعاع حسن سے سارا کمرہ روشن ہے اور کوئی ہوتا تو یارائے ضبط نہ رہتا اور دامن صبر و قرار ہاتھ سے چھوٹ جاتا لیکن آپ نے یہ عالم دیکھکر خیال کیا کہ جب تک یہ تحقیق نہ ہو کہ یہ وہی لڑکی ہے جس کے ساتھ میرا عقد ہوا ہے اس وقت تک اس کے قریب جانا حرام ہے ممکن ہے کہ غلطی سے اس کی بجائے کوئی دوسری لڑکی آگئی ہو اور میں مقاربت کا مرتکب ہوکر ایک اور خوفناک گناہ میں دھر لیا جاؤں چنانچہ آپ نے وہ تمام رات ایک گوشہ کے اندر عبادت میں گذار دی اور اپنی منکوحہ کی طرف نظر اٹھاکر بھی نہ دیکھا۔

حضرت فاطمہؓ کا زہد و ورع

حضرت عبداللہ صومعی تاڑ گئے پہچان گئے اور آپ کو بلاکر فرمایا "میاں صاحبزادے سنو میں نے جو تم سے کہا تھا وہ غلط نہ تھا میں نے اندھی اس لئے بتایا تھا کہ آجتک کسی نامحرم پر اس کی نظر نہیں پڑی لنجی اس لئے کہا کہ اس کا ہاتھ آجتک کسی نامحرم سے مس نہیں ہوا۔ لنگڑی بتانے کی وجہ یہ تھی کہ اس کا آجتک کوئی قدم غیر حق کی طرف نہیں بڑھا اور نہ تمہارے حکم کے بغیر بڑھے اور الہیہ گا بہری اسلئے بتایا کہ اس کے کانوں میں آجتک کوئی غیر مانوس اور غیر حق آواز نہیں پہنچی جاؤ اور تم شوق کے ساتھ اسکے پاس رہو"

سیدابوصالح شادی نہ کرنا چاہتے تھے اس لئے کہ انھیں طاعت و عبادت میں بڑا انہماک حاصل تھا لیکن اب جو آپ نے سید عبداللہ صومعی کی زبان سے بیوی کے متعلق جو یہ کلمات سنے تو مسرت و شادمانی کی کوئی انتہا نہ رہی انشراح صدر ہوگیا نئی دنیا نگاہوں کے سامنے آگئی بیوی کی قدر و منزلت کا طرہ فلک الافلاک کے کنگرے کو چھونے لگا بیوی اور پھر ایسی بیوی وہ جو ظاہری و باطنی محاسن و محامد سے آراستہ حسن و جمال میں یکتا زہد و اتقا میں محلوں کی رہنے والی رئیس کی بیٹی حکم کی فرمانبردار جتنی بھی مسرت ہوتی کم تھی خدائے تعالیٰ نے تمام محاسن و محامد بحیثیت مجموعی آپ کی ذات کے اندر جمع کردیئے تھے ظاہر ہے کہ ولایت و انوار کے آغوش میں پلی بڑھی بیٹی آگے بڑھکر جو کچھ بھی ہوتی کم تھا اور اس کی آغوش تربیت میں پرورش پاکر اگر اس کا بچہ غوث وقت بن گیا تو اتنا تعجب نہیں جتنا نہ بننے پر ہوتا اس محترم ماں اور بچہ دونوں کی یہ خوش قسمتی تھی کہ بچہ کو ایک یگانۂ روزگار ماں نصیب ہوگئی اور ماں کو وہ بچہ ملا جس نے چار دانگ عالم میں غلغلہ نور رحمت ڈال دیا اسی مضمون کے سلسلہ میں یہ واضح ہوگا کہ آپ نے بچہ کی تربیت کس شان و اہتمام کے ساتھ کی کس عنوان کے ساتھ اٹھایا بیوگی کے زمانہ میں کس ہمت و استقلال کے ساتھ بڑھایا کس طرح ماتا بھرے سینے پر پتھر رکھکر بچہ کو بلے یار و مددگار سینکڑوں کوس کے فاصلہ پر بغداد بھیجا چلتے وقت کیا نصیحت کی اسے غوث وقت بنادیا اور شوہر کی طاعت و فرمانبرداری کے لئے اپنی زندگی کے بہترین اوقات وقف کردیئے

سید عبداللہ صومعی کے کمالات

اب سید عبداللہ صومعی کے متعلق سنئے جہاں اللہ نے آپکو دولت دنیوی سے مالا مال کیا تھا اور آپ جیلان کے ایک رئیس اعظم سمجھے جاتے تھے وہاں آپ کا شمار اس قصبہ کے مشہور مشائخ میں تھا زندگی بھر یہ عالم رہا کہ دن کو روزہ دار رہتے اور رات کا بڑا حصہ نوافل میں گذرتا مرتبہ ولایت پر فائز تھے مستجاب الدعوات

تھے اتنے کہ جو زبان سے نکلا وہ ہو گیا جو کہا یا وہ پورا ہوا۔ دور دور تک آپ کی کرامات کا شہرہ تھا بکثرت مرید تھے۔ شیخ محمد عبد اللہ قرشی کا بیان ہے کہ ایک دفعہ ہم لوگ ایک قافلہ کے ساتھ عازم سمرقند ہوئے ہمارے متعدد دوست ایسے تھے جن کے پاس بہت سا مال تجارت بھی تھا سب سید عبد اللہ کے مرید عقیدت کیش ہی تھے جونہی قافلہ ایک صحرا میں پہنچا ایک طرف سے ڈاکو نکل کر قافلہ پر آ پڑے اور سارے قافلہ کو لوٹ مار شروع کر دیا چونکہ مریدوں ہی کے پاس مال زیادہ تھا وہ حواس باختہ ہو گئے انھیں کچھ نہ سوجھا اور خوف زدہ آواز کے عالم میں پکارا یا شیخ عبد اللہ اس عالم اضطراب میں آپ ہماری امداد کیجئے ابھی یہ الفاظ ختم بھی نہ ہوئے تھے کہ ہم نے بچشم خود دیکھا کہ سید عبد اللہ ہمارے پاس کھڑے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ ہمارا پروردگار ہے غیرت پاک ہو ہٹ جاؤ اور ہم سے دور ہو جاؤ خدا ہی جانتا ہے کہ اس آواز اور اس تخاطب میں کس بلا کا اثر تھا کہ ڈاکوؤں پر یکایک ہیبت طاری ہو گئی اور وہ سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ کھڑے ہوئے اور قافلہ والوں نے سکون کا سانس لیا اس وقت تک تو کسی کو ہوش نہ تھا پھر جو دیکھا اور آپ کی تلاش کی تو کہیں پتہ نہ تھا جب قافلہ لوٹ کر جیلان پہنچا اور وہاں کے لوگوں سے اس کا سال دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ جس روز اور وقت کا تم لوگ حوالہ دے رہے ہو اس وقت ہم لوگ سید صاحب ہی کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور ہم نے تو ایک لمحہ کے لئے بھی انہیں اپنی جگہ سے غائب نہ پایا۔

اس قسم کی کرامات آپ سے برابر صادر ہوتی رہتی تھیں اور دنیا والے آپ کے فیوض و برکات سے برابر فیض اندوز ہوتے رہتے تھے بہت خوش اخلاق اور منکسر طبع بزرگ تھے۔

حضرت عائشہ رض کی جلالت شان

آپ کی پھوپھی اُم سید ابو صالح کی بہن ہی تھیں جتنی ہی باکمال ہوتیں کم تھا یہ بھی صاحب ولایت و کرامت تھیں ایک دفعہ جیلان میں قحط پڑا اور قحط بھی اتنا سخت کہ لوگ بد حواس اور سراسیمہ ہو گئے نماز استسقا پڑھی گئی لیکن کوئی اثر نہ ہوا لوگ پریشان ہو کر حضور غوث اعظم کی پھوپھی کے پاس پہنچے اور عرض کی دعا کیجئے مخلوق پریشان ہے۔ یہ سنکر آپ کو بھی رحم آ گیا آپ صحن میں آئیں اور صرف اتنا کیا کہ آنگن میں جھاڑو دی صفائی کر دی اور دعا کی کہ الٰہی اس میں چھڑکاؤ تو کر دے تیری لونڈی نے صحن میں جھاڑو دیدی۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندگان خاص کی سنتا ہے ان کی کوئی دعا رد نہیں کرتا ابھی یہ الفاظ پورے بھی نہ ہوئے تھے کہ افق سے ایک تیرہ و تار گھٹا اٹھی اور دیکھتے دیکھتے تمام آسمان پر پھیلا ہو گئی اور اتنی بارش ہوئی کہ جل تھل بھر گئے حضرت عائشہ بہت ہی بزرگ خاتون گذری ہیں مرقد مبارک جیلان میں ہے اور آج تک مرجع خلائق بنا ہوا ہے۔

ولادت و تعلیم

آپ کے والدین کی زندگی بہت خوشگوار اور بزرگانہ زندگی تھی کچھ مدت تو دونوں کا نہال آرزو بے ثمر ہی رہا مگر جب اس میں پھل لگا ہے تو وہ اتنا نکہت بیز اور اتنا خوشگوار پھل تھا جس کی خوشبو سے ایک جہان معطر ہو گیا اور فضائے بسیط میں نور و ضیا کی لطیف لہریں دوڑنے لگیں آپ سنہ میں پردہ شہود پر جلوہ افروز ہوئے اور اس جلوہ افروزی کے ساتھ ہی رحمتوں اور برکتوں کے آسمان کے دروازے کھل گئے اور زیب تاج اولیا آپکی تاریخ ولادت قرار پائی جس شب میں آپ عالم امکانی میں تشریف لائے اسی شب کو سید ابو صالح نے خواب میں دیکھا کہ حضور تشریف لائے ہیں تمام صحابہ کرام اور اولیا عظام آپ کے ساتھ ہیں جن کے انوار سے تمام مکان بقعہ نور بنا ہوا ہے حضور نے فرمایا ابو صالح آج اللہ تعالیٰ نے تمھیں وہ فرزند جلیل عطا کیا ہے جو غوث وقت اور شیخ

العہد ہوگا وہ میرا جگر گوشہ اور اللہ کا محبوب ہے اور اس کا مرتبہ بہت بلند اور بہت بالا ہے آپ کی آنکھ کھلی تو آپ پر مسرت و ابتہاج کا ایک عجیب عالم طاری تھا اسی وقت اٹھے اور سجدہ شکر میں گر پڑے آپکی خوشی کا کوئی ٹھکانا نہ تھا لیکن ابھی بچہ ہوش بھی نہ سنبھالنے پایا تھا اور سن تمیز کو بھی نہ پہنچا تھا کہ پیام اجل آ پہنچا اور آپ عہد طفولیت ہی میں آغوش پدری سے محروم ہو گئے اور یتیمی کا داغ قلب نازک پر اٹھانا پڑا اس کے بعد آپ کے نانا نے آپ کو اپنے کنار عاطفت میں لے لیا اور بڑی شفقت اور توجہ سے آپ کی پرورش کی آپ کی محترم ماں نے بھی اپنی تمام تر توجہات آپ کی تربیت ہی پر مرکوز کر دیں پانچویں سال میں قدم رکھتے ہی آپ کو مکتب میں بٹھا دیا دس سال کی عمر میں آپ کو ابتدائی تعلیم میں بہت اچھا درجہ حاصل ہو گیا سترہ برس کی عمر تک آپ جیلان ہی میں تعلیم حاصل کرتے رہے اور فارغ التحصیل ہو گئے علم کی تشنگی آپ کے اندر پوری شدت کے ساتھ پیدا ہو چلی تھی ترقی اور حصول کمال کی امنگ زوروں پر تھی اس عہد میں بغداد جلوہ گاہ تمدن بنا ہوا تھا اور وہاں اعلیٰ درجہ کے کالج تھے آپ نے وہاں پہنچکر اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کا عزم کر لیا اپنی والدہ گرامی سے اجازت طلب کی اور کوئی عورت ہوتی تو کبھی اپنی نور دیدہ بچہ کو تن تنہا بھیجنے پر راضی نہ ہوتی دل تو ضرور ان کا بھی دُکھا مگر سمجھتی تھیں کہ بچہ کا فائدہ اسی میں ہے اس لئے انہوں نے بخوشی اجازت دیدی۔

بیٹے کو ماں کی شاندار نصیحت

نادر الوقت لیاقت کا یہ کتنا شاندار مظاہرہ تھا کہ آپکی والدہ محترمہ نے ان اسی دینار میں سے جو سید ابو صالح نے ترکہ میں چھوڑے تھے چالیس دینار تو آپ کے بھائی کے لئے علیحدہ رکھ لئے اور باقی چالیس دینار آپ کے بغل کے استر میں سیکر نصیحت کی کہ:-

"بیٹا! آج میں تمہارے باپ کے ترکہ سے تمہارا حصہ تمہارے حوالہ کرتی ہوں اور میں نے اس طرح اسے پوشیدہ کر دیا ہے کہ کسی کو ان کا پتہ ہی نہیں چل سکتا یہ تمہارے خرچ کے لئے ہیں اس کے بعد میں تمہیں خدا کے سپرد کرتی ہوں اور یہ آخری نصیحت کرتی ہوں کہ خواہ تمہیں زندگی میں کیسے ہی نازک حالات و حوادث سے مقابلہ کرنا پڑے مگر جھوٹ کسی حالت میں نہ بولنا اور صدق مقالی کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑنا۔"

آپ نے عہد کر لیا انسان کتنا ہی بزرگ ہو مگر بشریت بہر صورت قائم رہتی ہے دل مامتا اور محبت سے لبریز تھا بیٹا چلا ہے تو ہزار ضبط پر بھی آنکھوں میں آنسو تھے دور تک دیکھتی رہیں آپ قافلہ کے ساتھ روانہ ہو گئے جو ہمدان تک سلامتی و خیریت کے ساتھ چلا گیا لیکن یہاں سے آگے بڑھتے ہی قزاقوں نے اس پر دھاوا بول دیا اور سلب و نہب کا سلسلہ شروع ہو گیا قزاق بڑی بیرحمی کے ساتھ لوٹ رہے تھے اسی دوران میں یکے بعد دیگرے تین چار ڈاکو آپ کے قریب سے گذرے اور آپ سے بھی یہ پوچھتے رہے کہ لڑکے تیرے پاس بھی کچھ ہے وقت بہت نازک تھا جانتے تھے کہ اس وقت سچ بولنے میں مال لٹ جاتا ہے ماں کی نصیحت ابھی اُسے نہ بھولے تھے اس لئے جس قزاق نے آپ سے پوچھا آپ نے سادگی اور سچائی کے ساتھ کہدیا کہ ہاں میرے پاس ہے وہ سمجھے لڑکا ہے پاس کچھ ہے نہیں سمجھتا ہے کہ میرے پاس جب کچھ ہے نہیں تو مجھ سے کیا

لئے اسلئے مذاق کرتا ہے اس زمانہ میں جیسا کہ ہم اس سے پہلے واضح کر چکے ہیں کہ مسلمانوں کی دینی حالت بہت کمزور ہو چکی تھی صدق مقالی کا اسلامی اہتمام اور مذہبی جوش باقی نہ رہا تھا لہٰذا ان کا خیال ہی ٹھیک تھا۔

قزاقوں کا حملہ اور آپکی صدق مقالی

جب ڈاکو مال لوٹ کر اطمینان کے ساتھ بیٹھے اور مال غنیمت کی تقسیم شروع ہوئی تو ایک ڈاکو نے برسبیل تذکرہ ایک لڑکے سے پوچھنے اور بصورت اقرار استہزاء کا بھی ذکر کیا تو سردار کی توجہ بھی اس طرف ہوئی اور اس نے حکم دیا کہ اچھا جا اور اس لڑکے کو ابھی میرے پاس لے آؤ چنانچہ ڈاکو گئے اور آن کی آن میں پکڑ کر سردار کے سامنے کھڑا کر دیا سردار نے بھی آپ سے وہی سوال کیا اور وہی جواب پایا تلاشی لی گئی تو کچھ بھی برآمد نہ ہوا سردار نے پوچھا تو آخر کہاں ہیں فرمایا میرے زغل کے استر میں چالیس دینار سلے ہوئے ہیں فوراً استر ادھیڑا گیا جس پر چالیس کے چالیس دینار برآمد ہو گئے۔

سردار آپ کی اس صداقت بیانی پر متحیر ہو گیا اور کہنے لگا کہ تجھے یہ علم تھا کہ ہم ڈاکو ہیں تیرے سامنے ہم نے قافلہ والوں کو لوٹا ہے پھر جو رقم تیرے پاس تھی وہ اس پوشیدگی کے ساتھ سلی ہوئی تھی کہ اگر تو خود نہ بتاتا تو اس کا کسی کو پتہ بھی چلتا کیا تجھے اتنی بڑی رقم کے ضایع ہونے کا کچھ بھی ملال نہیں ہوا فرمایا ہوا کرے مگر مجھے ہر چیز سے زیادہ اپنی والدہ کی نصیحت عزیز تھی سب کچھ کر سکتا تھا مگر یہ نہ ہو سکتا تھا کہ میں اپنی پیاری ماں کی نصیحت کو بھول جاؤں جو انہوں نے رخصت کرتے وقت بطور خاص کی تھی اسلئے جس نے بھی مجھ سے پوچھا میں نے اقرار کیا اور اب آپ کے سامنے بھی اقرار کر رہا ہوں۔

قزاقوں کی توبہ

ان الفاظ نے قزاقوں کے سردار کے قلب پر نشتر کا اثر کیا اس کی حالت یک بیک متغیر ہو گئی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے بولا کہ تو ابھی کمسن ہے اسکے باوجود تو اس عہد کو نہیں بھولا جو اپنی ماں سے کر کے گھر سے رخصت ہوا ہے لیکن میں اتنی عمر کو پہنچ گیا اور ابھی تک وہ عہد بھولے ہوئے ہوں جو اپنے آقائے حقیقی سے کر کے آیا ہوں یہ کہا اور آپ کے پائے بزرگ کے قدم مبارک کو اپنے آنسوؤں سے تر کر دیا اور توبہ کرنے لگا اس کے آنسو تھمنے ہی میں نہ آتے تھے اور بے اختیار روتا چلا آتا تھا واقعہ اپنی نوعیت میں اتنا تاثر آفرین تھا کہ ظلم و تشدد کی پیر جانہ فضا یک بیک متغیر ہو کر رہ گئی اور دوسرے قزاقوں پر بھی رقت کا عالم طاری ہو گیا ان کے دلوں کی دنیا ہی بدل گئی انھوں نے بھی توبہ کی آپ کے ہاتھ پر کی اور بولے جس طرح آپ سلب و نہب اور ڈاکہ زنی میں ہمارے سردار رہے ہیں اسی طرح اب آپ توبہ اور نیک کام میں بھی ہماری سرداری کریں ہم بھی آیندہ سے پختہ کار اور سچے مسلمانوں کی طرح پاکبازانہ زندگی بسر کرینگے چنانچہ تمام ڈاکوؤں نے اسی وقت آپ کے ہاتھ پر توبہ کی آپ سے معافی مانگی۔

فلک نیلی فام چند لمحے پیشتر جس گروہ کی دہشت خیزیوں مردم آزاریوں اور قصابانہ بیدردیوں سے تنگ اور اس کا ہول انگیز منظر دیکھ چکا تھا اور جن کے ہاتھوں ہونے والے ظلم و ستم کی بنا پر وہ قافلہ والوں کی چیخیں اور شیون و فریاد کی آوازیں سن چکا تھا اب وہ انہی کے حلق سے نکلی ہوئی توبہ و استغفار کی نرم آوازیں سن رہا تھا ظالم مظلوم کی صورت اختیار کر چکے تھے دوسروں کی گڑگڑاہٹ پر رحم نہ کرنے والے اب دربار غوثیت

میں مظلومانہ کھڑے ہوئے خود ایک بیکر فریاد بنے ہوئے تھے اٹھتا اور قافلہ والوں کے پاس پہنچکر ان سے اپنے کی معافی چاہتا آپ کے قدموں پر گرتا۔ ان کے سرنا را حمد کی بہت ہی زار ہو چکی تھی اس کی آنکھ کا آنسو تو رکنے ہی میں نہ آتا تھا حالانکہ یہ ایک نامور اور خوفناک ڈاکو تھا لوگ اس کا نام سنکر خوف اور دہشت سے لرزا ٹھتے تھے اللہ تعالیٰ کی ذرہ نوازیاں ہیں کہ ان کے تمام گناہ بخشے گئے بلکہ یہ سب کے سب مقرب بارگاہ بنے اور ولایت کے منصب پر فائز ہوئے۔

یہ آپ کی زندگی میں سب سے پہلا واقعہ تھا کہ نادانستہ اور غیر ارادی طور پر دنیا کو آپ کے ہاتھ سے ہدایت ملی اور ایک گروہ کا گروہ آپ کے ہاتھوں مسلمان ہو گیا۔

علوم شریعت کی حوصلہ مندانہ تکمیل

بغداد پہنچکر آپ پورے انہماک کے ساتھ تعلیم میں مصروف ہو گئے اور ۴۸۸ھ سے لیکر ۴۹۶ھ کے درمیانی زمانہ میں آپ نے تمام علوم متداولہ میں سند فضیلت حاصل کر لی قرآن تفسیر حدیث فقہ بلاغت بیان ادب والنشاریاضی منطق تاریخ وغیرہ غرض کوئی علم ایسا نہیں رہا جس میں آپ کو درجہ تبحر حاصل نہ رہا ہو اس آٹھ سال کی مدت میں آپ نے بہ سلسلہ تحصیل علوم جو مصائب ولیا ابتہر داشت کئے ان کے محض تصور ہی سے جسم پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے طبیعت فیاض واقع ہوئی تھی اس لئے جو چالیس دینار آپ ساتھ لے گئے تھے وہ بہت جلد خرچ ہو کر آپ فقر و فاقہ کی اذیت میں مبتلا ہو گئے ایک دو مرتبہ درمیان میں بہ شفیق ماں نے آپ کو خرچ بھیجا لیکن وہ آپ کے فطری جود و سخا کی بدولت چند ہی روز میں ختم ہو گیا یہ حالت تھی کہ آپ پر تین تین روز کامل ایسے گذرے ہیں کہ منہ میں ایک دانہ اڑ کر نہیں گیا ہے بیحال اور نڈھال ہو ہو گئے ہیں مگر کسی کے سامنے دست سوال دراز نہیں کیا جنگلوں اور ویرانوں میں چلے جاتے اور جو گھاس پات ملتا اسی پر گذارا کرتے آخر ایک نانبائی نے آپ کی حد سے بڑھی ہوئی تکلیفوں سے متاثر ہو کر اس شرط پر آپ کو ڈیڑھ روٹی دینی شروع کی کہ اس کی قیمت جب ممکن ہو سکے دیدینا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

علوم طریقت میں انہماک

علوم شریعت کی تکمیل کے بعد آپ علوم طریقت میں حصول کمال کی طرف متوجہ ہوئے حضرت شیخ حماد کی خدمت میں حاضر ہونے لگے کہ رہنمائی عالم کے لئے اس کی بھی ضرورت تھی آپ کو غوث وقت بننا تھا اس مجاہدات و ریاضات میں مشغول ہو جذبہ طاری ہوا اور آپ جنگلوں اور بیابانوں میں مستانہ روز عبادتوں اور مجاہدہ میں مصروف رہنے لگے یہ مجاہدات جتنے سخت اور جتنے ہولناک تھے یہ ایک جداگانہ داستان ہے مختصر یہ کہ پچیس برس کامل اسی حالت میں گذر گئے اس کے بعد کہیں جا کر آپ بغداد میں آئے اور حضرت شیخ ابو سعید مخزومی کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت کر لی ظاہر ہے کہ بزرگ نانا اور والدہ کی تربیت اور اسکے بعد ان لبست و پنج سالہ مجاہدوں نے آپ کو کیا سے کیا بنا دیا ہوگا۔

درس تدریس کا آغاز

کثرت مجاہدات اور فراوانی ریاضات نے آپ کو دنیا سے بالکل بیزار و برداشتہ خاطر بنا دیا تھا طبیعت

پارسائی و یگانگی پیدا ہو چکی تھی لیکن قدرت کو آپ سے بڑے بڑے کام لینے تھے اس لئے آپ حضور نبی کریم کے اس حکم پر کہ انہوں اور مخلوق خدا کو ضلالت و گمراہی کے غار سے نکالو مجبوراً دوسری طرف متوجہ ہوئے پہلے آپ اپنے مرشد گرامی کے ایک چھوٹے سے مدرسہ کو لیکر بیٹھے اور مصروف درس و تدریس ہو گئے لیکن ابھی زیادہ مدت نہ گذری تھی کہ یہی چھوٹا سا مدرسہ آپکی سعی و توجہ سے ایک عظیم الشان عمارت کی صورت میں منتقل ہو گیا اور اس کے مختلف شعبے بھی قائم ہو گئے جو عبادتگاہ سے خانقاہ، مدرسہ اور مکان مسکونہ وغیرہ پر مشتمل تھے اور جس میں بیشمار طلبا بیک وقت تعلیم حاصل کرتے تھے۔

غرض رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری ہو گیا اور بڑھتے بڑھتے شہرت اتنی بڑھی کہ گنبد افلاک آپ کی لیاقت و فضیلت کے چرچوں سے گونجنے لگا اقصائے عالم سے تشنگان علوم شریعت و طریقت کھنچے اور آپ سے فیض حاصل کرنے لگے اور یہ حالت ہو گئی کہ آپ کے درس و تدریس تبحر علمی فتاویٰ نویسی کرامت و خوارق عادات اور مواعظ و تقاریر کی دھوم مچ گئی اور دنیائے اسلام میں یہ معلوم ہوتا تھا کہ ایک انقلاب برپا ہو گیا۔

تبلیغ و ہدایت خلق

چنگاری شعلہ جوالہ بن چکی تھی اور وہ غریب یتیم ایک یکتائے روزگار اور مشہور و مقتدر رہنما و معلم و مصلح کی صورت اختیار کر کے بہت بڑی چیز اور بہت بڑی قوت بن چکا تھا یہ نوبت پہنچ چکی تھی کہ آپ کے مواعظ و تقاریر میں بیک وقت ستر ستر ہزار نفوس شریک ہونے لگے تھے دریا سمندر کی صورت اختیار کر چکا تھا عوام و خواص سب کی نگاہیں آپ کی طرف اٹھ چکی تھیں اور آپ نے اتنی بڑی قوت اختیار کر لی تھی کہ کوئی بڑے سے بڑا خاندان اور کوئی خلیفہ آپ کے خلاف قدم اٹھانا تو ایک طرف آپ کے حکم سے سرتابی کی جرأت نہ کر سکتا تھا۔

ہر جلسہ میں غیر مسلم بھی بکثرت شریک ہوتے تھے اور بکثرت اسلام میں داخل ہوتے تھے۔ یا تو خدا کی طرف توجہ ہی نہ تھی دین و مذہب کو سب بھلا بیٹھے تھے یا یہ حالت ہو گئی کہ ہر طرف قال اللہ و قال الرسول کی صدائیں بلند ہونے لگیں اور مسلمانوں میں پختگی ایمان ہی پیدا نہیں ہوئی بلکہ وہ شیفتہ اسلام بن گئے عظیم الشان لنگر خانہ جاری تھا جس سے دونوں وقت ہزارہا آدمی پیٹ بھر کر کھاتے اور اطمینان کی نیند سوتے تھے عراق اور اس کے نواحی ممالک میں تو یہ سمندر موجزن تھا لیکن دوسرے اسلامی خطوں میں ابھی تک تاریکی پھیلی ہوئی تھی ایک مصلح اکبر اور ایک غوث وقت کو جس کے سپرد تمام اسلامی دنیا کی اصلاح کا کام تھا وہ ان خطوں سے بے پرواہ رہ سکتا تھا اور نہ خود ہر جگہ جا سکتا تھا۔

اس کا انتظام آپ نے یہ کیا کہ اپنے بیشمار خلفا اور شاگردوں کو اقصائے عالم میں پھیلا دیا ہندوستان میں بہت سے خلفاء مامور ہوئے چراغ سے چراغ روشن ہوتے چلے گئے ہر مامور اپنے کام میں اپنی جگہ مصروف ہو گیا اور اسلام کی روشنی پھیلانے لگا۔ یہ مبلغین اسلام تھے جو علوم شریعت و طریقت میں کامل تھے جنہیں زاد راہ کی ضرورت تھی نہ کسی ساز و سامان کی فقیرانہ سج دھج سے رہتے اور اپنے لئے آپ جگہ پیدا کر لیتے فرش زمین ان کا بستر تھی اور درختوں کے پتے اور صحرائی بوٹیاں ان کی غذا تھیں نور یزدانی کے حامل تھے اس لئے مخلوق پر ان کی ہیبت طاری رہتی تھی کوئی انہیں مرعوب نہ کر سکتا تھا غرضیکہ یہ جہاں جاتے تھے وہاں خانقاہیں مسجدیں مدرسے بھی جاری ہو جاتے تھے غرض یہ فقیرانہ تبلیغ اسلام پورے زور و شور پر تھی۔

وفات

جب اصلاح کا کام پورا ہو گیا ایک عالم میں روشنی اور پیدا ہو گئی دنیائے اسلام میں بیداری ہو چکی اور خلفاء و امراء میں مذہبی جوش نمایاں ہو گیا تو پیام اجل آ پہنچا اور آپ نے نوے سال کی عمر میں گیارہ ربیع الثانی ۵۶۱ھ کو داعی اجل کو لبیک کہا وفات کی خبر [illegible] بغداد بلکہ طول و عرض عالم اسلامی میں کہرام مچ گیا گو آپ دنیا میں نہیں رہے مگر آپ کا سلسلہ پوری قوت و شکوہ کے ساتھ صدیوں سے مصروف کار رہا گو اب وہ جوش باقی نہیں رہا مگر آپ کا سلسلہ قائم ہے اور انشاء اللہ قیامت تک قائم رہے گا آپ کی روحانیت اب بھی ہر جگہ کارفرما ہے اور صاحب دل اولیاء اس سے استفاضہ کرتے ہیں۔

تعلیمات غوثیہ

یوں تو آپ کی گہربار اور بصیرت افروز تعلیمات سے دفتر کے دفتر بھرے اور چھپے ہوئے ہیں لیکن یہاں ہم صرف چند اقتباس پیش کرنے پر اکتفا کرتے ہیں اگر مسلمان انہیں ہی پیش نظر رکھیں تو وہ ان سے بہت کچھ حاصل کر سکتے ہیں۔ فرماتے ہیں:۔

مسلمانوں کو تین باتیں ہمیشہ ذہن نشین رکھنی چاہئیں اوّلاً یہ کہ نفع و ضرر کا مالک صرف خدائے قدوس ہے انسان کے لئے جو کچھ اس نے ازل میں مقرر کر دیا ہے وہ ضرور پیش آکر رہیگا ثانیاً تو اللہ کا بندہ ہے وہی تیرے اوپر متصرف ہے جیسی حالت وہ چاہتا ہے بنا دیتا ہے جب وہ تجھ سے اور تیرے ماں باپ سے بھی زیادہ تجھ پر مہربان ہے تو وہ جو کچھ تیرے ساتھ کرے تجھے اس پر رضامند رہنا چاہیے۔ ثالثاً یہ کہ دنیا فانی ہے اور بقا آخرت ہی کو حاصل ہے دنیا میں تیری حقیقت ایک مسافر سے زیادہ نہیں ایک نہ ایک روز تیرا یہ سفر ختم ہو جائیگا اور اپنے اصلی قیامگاہ پر جا کر دم لیگا اس لئے ضروری ہے کہ سفر کی صعوبتوں سے نہ گھبرا اور اپنے اصلی گھر کو آباد کرنے کی سعی میں مصروف رہ اور اس میں سرشار رہ [illegible] وہ کام کر جس سے تو ہمیشہ نفع اٹھاتا رہے دنیا کے متعلق فرماتے ہیں [illegible] دل سے نکال کر [illegible]۔ ارشاد ہوتا ہے کہ یاد رکھو کہ خدا کی راہ میں جو کچھ تلف ہوتا ہے اللہ تعالیٰ ضرور اس کا نعم البدل عطا فرماتا ہے۔ علم حاصل کرنا نہایت ضروری ہے کیونکہ جاہل اور بے علم عابد کے تمام کام سنورتے کم اور بگڑتے زیادہ ہیں۔ خلقت پر اپنا بار ہرگز نہ ڈال اور کمائی پر [illegible] کی سعی کر تمام احوال میں نیتوں کو درست رکھنا چاہیے جب تک فرائض سے فراغت نہ پا لو اس وقت تک سنن و نوافل میں مشغول ہونا نادانی ہے ماں باپ کی نافرمانی کرنا [illegible] بیوی کے حقوق پامال کرنا جاندار کو آگ میں جلانا عزیز و اقارب سے [illegible] ترک کرنا عورتوں کو بری نظر سے دیکھنا مظلوم کی مدد نہ کرنا سچی بات چھپانا [illegible] چوری شراب خواری مسلمانوں کو ایذا دہی رشوت خیانت ریاکاری [illegible] خود پسندی غیبت زنا و حسد خدا سے خوف نہ رکھنا اور اس کی رحمت سے مایوس ہونا خوفناک گناہ ہیں۔ آپ نے فرمایا مجھے صرف دو خصلتیں بہت پسند ہیں ایک حسن خلق دوسرے بھوکوں کو کھانا کھلانا اگر مجھے ساری دنیا کی بھی دولت حاصل ہو جائے تو میں یہی کام کرتا رہوں۔

آپ کی کرامات اور خوارق عادات کا کوئی حصر نہیں ہر روز نئی نئی کرامتیں آپ سے سرزد ہوتی تھیں جن کی تفصیل کی گنجائش نہیں۔

ایک نے خریدی
دو نے خریدی
تین نے خریدی
یہاں تک کہ
ایک ہزار عورتوں نے خریدی
ان سب عورتوں کو سیلان الرحم لیکوریا کی بیماری تھی
ان میں سے آٹھ سو عورتوں کا مرض لیکوریا قطعی طور پر ختم ہو گیا
ایک سو عورتوں کا مرض آدھا رہ گیا
پچاس عورتوں کو معمولی فائدہ ہوا
اور
پچاس عورتوں پر دوا نے اثر ہی نہیں کیا
یہ ہیں دوا روک کی بے پناہ کامیابی کے اعداد و شمار۔ اسی لئے تو ہر ڈاکٹر وید حکیم لیکوریا کی مریضہ کو دوا روک تجویز کرتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ اسے نیکنامی ملتی ہے۔ روک کی ایک ہی شیشی سے عورت کو سفید پانی آنا بند ہو جاتا ہے۔ یاد رکھیے جوان عورت کے لئے لیکوریا یعنی سیلان الرحم کا مرض اچھا نہیں۔ دیر نہ کیجئے اور مریضہ کو دوا روک کی صرف ایک شیشی کھلا دیجئے۔ کافی ہے وہ تندرست ہو جائیگی۔ ایک شیشی دوا روک کی قیمت تین روپے ہے۔ جن عورتوں کو ضرورت ہو
لیڈی ڈاکٹر زنانہ دواخانہ پ۔ بی دہلی کے پتہ پر خط لکھکر ایک شیشی بذریعہ وی۔ پی پارسل منگا لیجئے۔ پارسل پہرت تر آنے محصول لگے گا۔
ٹیلیفون نمبر ۹۲۹۶

مولوی
ONE RUPEE INDIA 1918
2
غریبوں کا ترجمہ قرآن
ترجمہ والے قرآن پاک میں سب سے سستا۔ اور اس ہدیہ میں سب سے اچھا قرآن پاک
صفحات حاشیہ شدہ متن جس میں صفحات ابتدائی ہیں معلومات قرآنی کا
بہترین ذخیرہ ترجمہ حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلوی قلم واضح کاغذ مولوی جیسا
چمڑے جیسی مضبوط کپڑے کی اعلیٰ جلد۔ غریبوں کے پڑھنے کا ریسے موزوں قرآن شریف
ڈیڑھ پونڈ سے زیادہ وزن گویا کاغذ بھی دو روپے سے زیادہ کا ہے ہدیہ مجلد
حاشیہ شدہ سوا دو روپے محصول ۱۰ کل دو روپے چودہ آنے جلد منگا لیجے
منیجر رسالہ مولوی عبدالحمید خان کوچہ چیلان دہلی

جھوٹ بولنا حرام ہے "دولت اور محبت مفت"

ناظرین! دنیا میں جھوٹ اور سچ کی تمیز نہیں ہے مگر میں آپکو خدا کی قسم کھا کر یقین دلاتا ہوں کہ آپ مسلمان ہیں تو میری قسم کا اعتبار کیجئے۔ میں نے ان چیزوں کے حاصل کرنے میں بڑی ہی محنت کی ہے اور ہزاروں روپیہ برباد کیا ہے۔ تب کہیں جا کر کامیابی نصیب ہوئی ہے۔ اب میں ان عملیات کو عام فائدے کی غرض سے پیش کر رہا ہوں۔ اگر آپ کا دل چاہے تو منگا لیجئے۔ اور چند روپوں پیسوں کی خاطر میں … برباد نہیں کرونگا اور نہ ہی مسلم بھائیوں کو دھوکہ دونگا۔ مندرجہ ذیل نقش و تعویذ بذریعہ وی پارسل روانہ کئے جاتے ہیں۔

قسمت کا موتی رات کو سوتے ہوئے اپنے سرہانے رکھنے سے خواب میں بشارت ہو جاتی ہے کہ اس کام میں کامیابی ہوگی یا نہیں اور یہ کہ اس کا طریقہ کیا ہے اور کیونکر کامیابی ہوگی بالکل سچا جواب مل جاتا ہے۔ اسکے عامل نے برسوں میں اس عمل کو یاد کیا ہے۔ ہدیہ ایک روپیہ دس آنے (۱/۱۰) محصول الگ۔

دولت کی کنجی یہ ایک تعویذ ہے جسکو روپے پیسے میں رکھنے سے اسقدر ترقی ہوتی ہے کہ خدا کی شان دکھائی دیتی ہے اور غریبی مفلسی دور ہو جاتی ہے اور تعجب ہوتا ہے کہ اتنی جلدی دولت کہاں سے مل گئی، نوکری کی صورت میں اسکو جیب میں رکھ کر افسر کے سامنے جائیے تو وہ بھی مہربان ہو جاتا ہے۔ ہدیہ ایک روپیہ چار آنے (۱/۴) محصول الگ۔

محبت کی ڈوری فقیروں نے بڑی بڑی محنت کر کے ایک جڑی حاصل کی ہے یہ بھی حال کا ملا ہوا تحفہ ہے جس کسی سے محبت ہو یا کسی کو اپنے دام میں پھنسانا ہو، اور پھر غلام بنا کر اس سے شادی کی تمنا ہو تو محبت کی ڈوری کام کیجئے اور جس جگہ آپکا مطلوب ہو، وہاں سے گزر جائیے، یا ڈوری کو اپنے محبوب کے ہاتھوں یا دروازے تک پہنچا دیجئے بس گھر بیٹھے اسکی تڑپ کا تماشہ دیکھئے۔ وہ ماہی بے آب کی طرح تڑپ کر آپ تک حاضر ہو جائیگا۔ ہدیہ ڈھائی روپے (۲/۸)

سید نواب میاں شاہ صاحب عامل کالا محل (ایم، ڈی) دہلی

مولوی کے خریدار بڑھائیے

کتابوں کا ذخیرہ ختم ہوگیا۔ نئی کتاب چھپنے کا جنگ تک امکان نہیں۔ اس لئے کہ کنٹرول کا کاغذ صرف صاحب رسوخ لوگوں کو ملتا ہے جن میں کراری گالی دینے کی طاقت ہو۔ جنگ کے ختم کی خبر تو خدا ہی کو ہے اس لئے اب سوائے اس کے کوئی چارہ نہیں۔ کہ مولوی میں اشتہار بڑھا کر اس کا خرچ پورا کیا جائے جتنے خریدار بڑھیں گے اتنا ہی اشتہار آسانی سے ملے گا۔ اس لئے آپ خاص توجہ فرما کر مولوی کے خریدار بڑھائیے۔

بازار سے کتابیں خرید کر فروخت کرنا مشکل ہے کیونکہ بازار میں پوری چوگنی قیمت کتب کی ہوگئی ہے۔ اس قیمت پر فروخت کرتے مجھے خود تکلیف ہوتی ہے

ذیل کی کتابوں میں سے کوئی کتاب آپ کے پاس نہ ہو تو منگا لیجئے

شریعت نامہ منظوم مسلمات شریعت کو بڑی خوبی سے دل آویز نظم میں بیان کیا ہے اور پھر بھی بیانات نثر حاشیہ پر بہت مفصل بیان کئے ہیں اصطلاحات شریعت اور نماز روزہ حج زکوٰۃ وغیرہ کا بالتفصیل بیان ہے بڑی تقطیع دو روپے

اسلام اور عبادت ۸۰ صفحات نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ یہ چار عبادات اسلامی کے اہم رکن ہیں اس کتاب میں بہت ہی دل آویز اور عام فہم طریقہ پر یہ بتلایا ہے کہ یہ عبادات انسانی فلاح و کامرانی کے لئے کتنی ضروری ہیں۔ قیمت ۸ آنے

اسلام اور عورت دنیا کے اہم نصف آبادی کے حقوق اسلام سے قبل جس قدر پامال ہوئے اس کا واضح بیان اور پھر اسلام نے جو عورت کے حقوق مقرر کئے ان کی تفصیل اور اپنے اسلام دنیا کی زندگی میں عورت کا کیا حصہ کیا ہے اور وہ کیسی ہونی چاہئے قیمت ۶ آنے

اسلام اور مدنیت مسلمان جہاں خدا کا فرمانبردار بندہ ہے وہاں عالم انسانی میں خدا کا نائب اور خلیفہ ہے دنیا والوں کے سامنے اس کا رتبہ کیا ہے کہ دیگر اقوام کے لوگوں سے بلند نظر آئے یہ اس کتاب کا مابہ الامتیاز درس ہے ضرور پڑھئے ایک روپیہ

بیان القرآن از جناب مولوی محمد عبدالباری صاحب فرنگی محلی جس میں قرآن مجید کی تلاوت کے آداب نزول آیات، قرات، کتابت و جمع قرآن کے مستند حالات آیات سے نکلے ہوئے احکام اور علیات قرآنی کے بیش بہا اوراد و وظائف۔ قیمت چھ آنے

تاریخ القرآن معلومات قرآنی کی سب سے بڑی اور بہتر کتاب از مولوی نذیر الحق صاحب بڑی مستند اس میں نزول قرآن، تلاوت کی آداب و فضائل۔ اللہ والوں کا قرآن پڑھنا قرآن کے برکات لفظی۔ اور سورہ ہائے قرآنی کے خواص و وظائف۔ قیمت ۱۲

کتاب توبہ موجودہ عالمگیر جنگ خدا کا عذاب ہے اور جب دنیا پر عذاب خداوندی نازل ہو جاتا ہے تو توبہ کا دروازہ بند ہو جاتا ہے ہندوستان ابھی اس عذاب سے محفوظ ہے توبہ کا وقت ہے لیکن پہلے سمجھ لیجئے کہ توبہ کیا ہے توبہ کے اثرات کیا ہوتے ہیں۔ قیمت ۱۲ کا

اسلامی مسائل ۹ صفحات امام الفقہا امام محمد یوسف کی تالیف اسلامی مسائل کی پوری کتاب جس میں عبادات، معاملات، اعمال غرض کہ زندگی کے ہر شعبہ کے متعلق اسلامی حکم اس کتاب میں ہے۔ مستند ہونا تو اسی سے ظاہر ہے کہ کنز الدقائق کا ترجمہ ہے مجلد ۱۲

قرآن و حدیث کی دعائیں ۲۰۸ صفحات از علامہ نذیر الحق۔ ان مضمون میں دعاؤں کے طریقے آداب اثرات اور بزرگان دین و اولیاء کے حالات و کلام اور ہر ۲۰۰ صفحات میں ہر ضرورت کی قرآنی اور حدیثی دعائیں مع تراجم وخواص و اثرات۔ قیمت ۱۰ ا

تفسیر بست سورہ نماز میں عام طور سے جو سورتیں پارہ عم کے آخر کی پڑھی جاتی ہیں اصلی تفسیر یہی گویا ایک حوالے کی کتاب ہے نماز میں جو سورتیں بعد فاتحہ پڑھی جاتی ہیں اگر ان کے معنی اور معارف معلوم ہو جائیں تو نماز بڑی پرکیف ہو جائے ۸

مشکوٰۃ شریف حدیث کی دس کتابوں بخاری، مسلم، ترمذی، ابو داؤد، ابن ماجہ، نسائی، سنن امام شافعی، احمد بن حنبل، امام مالک اور بیہقی کا عطر ہر حدیث بڑی کام کی۔ دو جلدوں میں ایک ہزار صفحات مجلد چرمی چھ روپے

پانچ برگزیدہ صوفی (۱) حضرت امام غزالی (۲) حضرت مولانا روم۔ اپنی مثنوی کے شہرت یاب مصنف (۳) حضرت شیخ سعدی (۴) حضرت حافظ شیرازی (۵) حضرت امیر خسرو یہ پانچوں الگ الگ کتابیں ہیں مذکورہ برگزیدگان کے حالات کے ساتھ ساتھ ان کی تصانیف کے اقتباس بھی ہیں از علامہ شبلی نعمانی۔ قیمت ہر پانچ یکجا ڈیڑھ روپیہ

کفرستان کے تین ولی ۱۱۲ صفحات از حضرت شاہ مراد آبادی ابتدا میں تصوف اور صوفیائے کرام کی زندگی پر ایک زبردست مقالہ بعدہ حضرت خواجہ غریب نواز اجمیری حضرت خواجہ صابر کلیری اور حضرت خواجہ گنج شکر کے حالات ۱۲

مبلغ اسلام دو عورتیں ستیارتھ پرکاش کا ایک ملکا سا جواب ایک خاتون نے ایک مناظرے میں آریہ دو داتوں کے چھکے چھڑا دے دوسری خاتون نے قبول اسلام کے بعد جنم کے مسلمانوں سے زیادہ خدمت کی ہر دو کی قیمت ۵

اتالیق انگریزی کامل ڈھائی ہزار صفحات از ڈاکٹر رحمن صاحب تیرہ حصوں میں اگر پوری کتاب سمجھ کے پڑھ لی جائے تو بغیر استاد کی مدد دسویں سے زیادہ انگریزی کی قابلیت ہو جائے۔ لاکھوں چھپ چکی ہے کامل کی قیمت چھ روپے

استاد فارسی پاکستان کی زبان ہوگی تو اردو لیکن فارسی کے بغیر اچھی اردو بھلا آتی ہے ابھی سے اپنے بچوں کو یہ کتاب پڑھوا دیجئے تاکہ آپ کے بچے مستند صاحب زبان اور پاکستان کے فاضل اردو داں بن جائیں۔ قیمت ایک روپیہ

عربی اردو ڈکشنری شائع کردہ پنجاب یونیورسٹی ابتدا میں ۴۴ صفحات کا مقدمہ جس میں علم لغت اور علم صرف کے ضروری مسائل بڑے سائز کے ۱۳۶۰ صفحات عمدہ سفید چکنا کاغذ مقصد کتاب کی تشریح یہ ہے کہ اس سے بہتر عربی اردو کی کوئی لغت نہیں آٹھ روپے

ساجن موہنی ۲۰۰ صفحات از حضرت خاموش ایرانی خاوند کو قبضہ میں کرنے کے لئے عورت کے بہ سلیقہ سنگار ہے وہ تنہا حسن صورت اس کتاب سے یہ دونوں خوبیاں بدرجہ اتم کامل ہو جاتی ہیں۔ کتاب نہیں جادو ہے اپنی بیوی اور بچیوں کو ضرور پڑھائیے قیمت ۸

بیگمات و رانیاں ۴۴ صفحات از جناب مولوی شریف احمد صاحب مراد آبادی بیگمات خاندان تیموریہ کے حالات جن میں ۴ بیگمات کے علاوہ ۱۳ رانیوں کے حالات بڑے دلکش اور سبق آموز ہیں۔ قیمت ایک روپیہ

اودھ کی رانیاں ۹۶ صفحات از حضرت عشرت لکھنوی شاہان اودھ کی چند محبوب بیگموں کے حالات جنہوں نے اپنے خاص خاص اوصاف کی بنا پر معمولی درجے سے ترقی کرکے آغوش سلطانی میں جگہ پائی، بہت بلند کیرکٹر قیمت آٹھ آنے

دل کی رانی ۲۲۴ صفحات باغ عالم کے رنگے خوبصورت پھول عورت کی زندگی جب وہ بیوی ہوتی ہے یا ہونا چاہتی ہے اور اس کے تاثرات زندگی کے مختلف حصوں میں جدا گانہ ہوتے ہیں نیز ایک اچھی بیوی کیونکر بنتی ہے یہ سب اس میں ہے ۸

شبانہ عروسی ۴۰ صفحات تبسم بیگم کا نب ناموں جس میں سہاگ کی چند ابتدائی راتوں کا دلچسپ حال ہے۔ اور بتلایا ہے کہ یہ ابتدائی چند مہینے ہی عورت کو اپنا آئندہ پروگرام بنانے میں بڑے ہی اچھے مددگار ہوتے ہیں۔ اور دولہا دلہن دونوں کو سمجھ لینی ہیں بڑی ضرورت ہے

سوانح حضرت صدیق ۳۰۰ صفحات از حضرت مولوی عبدالحفیظ صاحب بیش بہا اعلیٰ کاغذ حضرت ابو بکر صدیق کی اتنی بڑی اور بہتر اور مستند سوانح حیات آج تک نہیں چھپی۔ اس لئے ضرور پڑھئے۔ قیمت دو روپے

خلفائے عرب اور اسلام حضرت ابو بکر صدیق سے لے کر تقریباً ڈھائی سو خلفاء اور ہر شاہ ہند عالمگیر ثانی اور سلطان ترکی عبدالمجید ثانی تک شاہان اسلام کے حالات کوئی مفصل کوئی مجمل۔ اس کتاب سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان کہاں سے کہاں تک پہنچا اور جہاں بھی پہنچا وہاں انہیں کا علم تھا۔ مجلد

پرنٹر و پبلشر عبدالحمید خان نے میرزا محبوب بیگ صاحب کے محبوب المطابع میں چھپوا کر دفتر رسالہ مولوی کوچہ چیلان ماجد اودس۔ سے شائع کیا

ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا او اخطانا

بسم اللہ الرحمن الرحیم
جاری کی ہیں تاریخ تک بھی اگر اتفاق سے کوئی پرچہ نہ ملے تو دوسرا پرچہ دفتر سے ڈاک خانہ بھیجا جائیگا۔

نمبر خریداری آپکا اسی جگہ لکھا ہوا ہے جہاں آپکا پتہ ہو اگر پہلے سے درج نہیں ہے تو براہ کرم اس کے حوالہ کے نمبر آپ کی کسی شکایت خصوصاً تبدیل پتہ کی تعمیل ہو سکی

مولوی دہلی

جو ہر اسلامی مہینے کی بارہ تاریخ کو حمیدیہ پریس دہلی سے شائع ہوتا ہے

جلد ۲۹ | بابت ماہ جمادی الاولیٰ سنہ ۱۳۶۳ھ | نمبر ۵

شذرات

ستیارتھ پرکاش

سوامی دیانند جو ہندوؤں اور خصوصاً آریہ سماجیوں میں ایک اہم پوزیشن رکھتے ہیں یہ کتاب ان کی تالیف ہے اس میں ہندو دھرم کی بڑائی کے ساتھ ہی دوسرے مذاہب پر غلط تنقید بھی ہے جس کے لئے عرصہ سے مسلمان اور دیگر اقوام غصہ کا اظہار کر رہے ہیں اور حکومت سے مطالبہ کر رہے ہیں کہ وہ اس کے ... یا ضبط کرے

جذبات کے لحاظ سے یہ مطالبہ بالکل صحیح ہو لیکن حکومت بجائے اس پر عمل کرنے کے اس سے فائدہ اٹھانیکی کوشش کریگی کتاب تو ضبط نہ ہو گی لیکن ہندو مسلم منافرت بڑھ جائیگی اس طرح وہ سناتنی ہندو جو اس کتاب سے پہلے بیزار تھے اب اس کے طرفدار ہو جائینگے

سوامی دیانند جیسی بڑی شخصیت کے متعلق ہم یہ کیوں نہ تصور کر لیں کہ انہوں نے دوسرے مذاہب کو جو برا بھلا کہا ہے وہ بجائے بد دیانتی کے غلط فہمی پر اور اسلام کے متعلق جہاں تک ان کی تنقید کا تعلق ہے وہ تو صریحاً یہی معلوم ہوتی ہے کیونکہ وہ عربی داں نہیں تھے نہ فن قرآن فہمی سے واقف انھوں نے تراجم کے الفاظ سے اکثر جگہ بحث کی ہے یہی وجہ ہے کہ وہ اس پر معترض ہوئے اگر اس غلط فہمی کو دور کر دیا جائے تو میرے خیال میں ضبط کرانے سے بہت بہتر ہے۔

اس کتاب کا چودہواں باب اسلام و قران کے لئے مخصوص ہے اور وہ خاصہ طویل ہے مولوی نے ایک سلسلہ اس ماہ سے شروع کیا ہے جو اسی ... اس باب کی تردید یا غلط فہمی دور کرنے کے لئے ہے چونکہ یہ سلسلہ لمبا چلے گا اس لئے امید ہے کہ ناظرین اس سے اکتائینگے نہیں بلکہ ہر ماہ پڑھتے رہیں گے

منکرین کا اعتراف

سوامی دیانند کا درجہ ہندوؤں میں رشیوں اور منیوں سے بھی چاہے اونچا ہو جائے لیکن جدید تہذیب کے علمبرداروں میں ان کو کوئی بہت امتیاز نہیں ہے قرآن ... اسلام کی عظمت ان کی غلطیوں سے کم نہیں ہو سکتی اب جبکہ دنیا بہت آگے بڑھ چکی ہے قرآن اپنی عظمت اس زمانہ میں بھی اسی شدت سے منوا رہا ہے حتیٰ کہ اب سے تیرہ سو سال پہلے اس نے دنیا کو حیرت میں ڈال دیا تھا۔

چند یورپ اور امریکہ کے نامور رسائل کے اقتباس دیکھئے جو سنہ ۱۹۴۳ء میں شائع ہوئے ہیں اور اسلام پر تعصب سے اعتراض کرنے والے غور کریں کہ اس دنیا کے بڑے سے بڑے مہذب اور سائنٹسٹ ان کی گردن اب بھی اسلام کے آگے جھک جاتی ہے

مسٹر آرتھر مائکل گرنیک نیویارک ۲۰ اگست سنہ ۴۳ء میں لکھتے ہیں:

"مجھے یورپ کے بعض تنگ نظر اصحاب پر افسوس ہے کہ وہ ہمیشہ مسلمانوں کے مقابلہ میں ایک پست خیال دشمن کی حیثیت سے آئے ہیں ان اصحاب نے آجتک یہ اعتراف نہیں کیا کہ دین عظیم اسلام کا یورپ پر زبردست احسان ہے یورپ میں آجکل ملکی سی مساوات پسندی اور عورتوں کے حقوق کی حفاظت کی جو صدا سنائی دے رہی ہے بلاشک وشبہ یہ سبق اسلامی تعلیم وروایت سے حاصل کیا گیا ہے۔

یہ سبق اس رہبر اعظم (رسول عربی) نے پیش کیا ہے جو کسی یونیورسٹی کسی درسگاہ اور کسی ٹریننگ کالج کا سند یافتہ نہ تھا بلکہ اس نے ہدایت کا نور اپنے مالک سے حاصل کیا تھا۔

یقیناً اسلام نے عدل و انصاف اور مساوات کی تباہ شدہ کھیتی کو شاداب اور تازہ کر دیا۔ ہمیں خطرناک گمراہی سے بچا لیا ہمارے لئے یہ مناسب نہیں کہ اعلیٰ تہذیب کا دعویٰ کرنے کے باوجود اسلام کے احسانات سے انکار کریں اور اس کے قیمتی کارناموں کی طرف سے منہ پھیر لیں۔

اگر مسلمانوں نے تہذیب و تمدن اور علوم و معارف کا گرانقدر سرمایہ ہمارے حوالہ نہ کیا ہوتا تو آج یقیناً ہم فرسودگی اور زوال کی حالت میں ہوتے اور سارا یورپ جہالت کی تاریک رات میں سرگرداں بھٹکتا پھرتا۔ ہم ان حقائق کا ذکر کرتے ہیں تو دکھ ہوتا ہے جن کی صحت میں شبہ نہیں اور یقین کرنا چاہیئے کہ ہمارے اکثر مذہبی رہنماؤں نے اسلام کی تصویر غلط انداز میں پیش کی ہے"

امریکن ادیب مسٹر آراے جوزف اپنی تازہ تالیف دی رئیل اسلام میں تحریر فرماتے ہیں:-

"اسلام میں مساوات کی جو تیز جھلک پائی جاتی ہے وہ کسی مذہب میں نظر نہیں آتی اسلامی پیغمبر (حضور سرور عالم) نے خود یہ اعلان کر دیا تھا کہ "مجھ میں اور دوسرے انسانوں میں کوئی فرق نہیں" اس لئے آپ نے کبھی اپنے آپ کو دوسرے انسان سے ممتاز و بالا بنانے کی کوشش نہیں کی۔ انصاف پسند دنیا کو تسلیم کر لینا چاہیئے کہ اسلام نے ملک و قوم

وطن رنگ اور زبان کے جملہ امتیازات کو مٹا دیا جس کی بدولت اسلامی سوسائٹی میں ایک حیرت انگیز مساوات قائم ہو گئی۔

امریکہ اور یورپ کی سوسائٹیاں آج بھی خواص اور عوام امرا اور غربا میں منقسم ہیں ان سوسائٹیوں میں آج بھی عدم مساوات کا عقیدہ وسیع طور پر پایا جاتا ہے۔

ہم اس سے انکار نہیں کر سکتے کہ رنگ کا امتیاز جس قدر عیسائیوں میں پایا جاتا ہے وہ دنیا کے کسی مذہب کے پیروؤں میں نہیں۔ اکثر حصوں میں کالے رنگ کے عیسائی سفید رنگ کے عیسائیوں میں یا ان کے گرجوں میں شامل نہیں ہو سکتے اسی لئے یہ لوگ جداگانہ طور پر عبادت کرتے ہیں۔

اسلام کا دامن اس انسانی فرقے سے داغدار نہیں دنیا کے تمام مذاہب میں اسلام ہی کو یہ تفوق حاصل ہے کہ اس نے تمام انسانوں میں مساوات کا نہایت ہی شاندار صورت سے اعلان کیا ہے۔

اسلام نے ایک عالمگیر پیغام سنایا کہ تمام انسان ایک ہی خاندان کے افراد ہیں اور ایک ہی نسل سے تعلق رکھتے ہیں کالے اور گورے میں کوئی فرق نہیں۔"

مسٹر براؤن اپنے مضمون دی لائف آف اسلام جو ایشیاٹک ریویو میں شایع ہوا ہے لکھتے ہیں :-

"میں نے جس حد تک اسلامی تعلیمات کا مطالعہ کیا ہے میرا یہ پختہ خیال ہے کہ اسلام ہمارے عصر حاضر کے بالکل مطابق ہے۔

آجکل یورپ و امریکہ میں بہت سے لوگ ہیں جو مسیحیت پر کامل اعتقاد نہیں رکھتے میں یہ سمجھتا ہوں کہ اگر ان کے سامنے اسلام کو صحیح طور پر پیش کیا جائے تو وہ بہت جلد اسلام قبول کر لیں گے۔

آج ہمارے بہت سے مذہبی رہنما حیران ہیں کہ اسلام اس قدر تیزی کے ساتھ دنیا کے ہر گوشہ میں کیوں پھیل رہا ہے۔

یہ حیرت زدہ طبقہ اگر اعتراض کے بدلے اسلام کی تعلیمات پر غور کرے تو اس کو یہ معلوم ہو گا کہ اسلام کی ترقی کا راز اس کی ہدایات میں ہے اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اسلام میں امیر و غریب اور ادنیٰ و اعلیٰ کا کوئی سوال نہیں کسی کو دوسرے پر کوئی برتری اور فضیلت نہیں اگر کوئی فضیلت ہے تو صرف پرہیزگاری کے ساتھ۔

جب کوئی شخص اسلام قبول کر لیتا ہے تو اس کے اور دوسرے مسلمانوں کے درمیان کوئی فرق باقی نہیں رہتا اس لئے کہ اسلام میں سب برابر ہیں۔

تم نے اکثر مسلمانوں کو دیکھا ہو گا کہ وہ مسجدوں میں نماز پڑھتے ہوں تو ادنیٰ و اعلیٰ کا کوئی سوال نہیں۔"

روس

جون ۱۹۴۱ء سے قبل دنیا کو کچھ معلوم نہ تھا کہ انقلاب کے بعد روس کن حالات میں زندگی بسر کر رہا ہے اگر کچھ معلوم تھا تو صرف اتنا کہ وہاں ایک نئی قسم کی طرز حکومت کا تجربہ کیا جا رہا ہے لیکن ہٹلر کے حملے نے روس کو یکایک دنیا کے سامنے پیش کر دیا ہٹلر کو جو فتوحات حاصل ہو چکی تھیں وہ اور مغربی جمہوریتوں نے روس کے متعلق جو شرمناک پروپگنڈا کیا تھا اس کا اثر یہ تھا کہ روس کی شکست یقینی اور ہٹلر کی کامیابی یقینی سمجھی جاتی تھی لیکن دو سال کے جنگی واقعات نے اس رائے کو کمزور اور تیسرے سال کے واقعات نے ہٹلر کے بجائے روس کی کامیابی یقینی بنادی چنانچہ آج روس کی فوجیں رومانیہ میں داخل ہیں اور بھاگتے ہوئے دشمن کا پیچھا کر رہی ہیں آئندہ کیا حالات رونما ہوں گے اس سلسلہ میں ابھی کچھ نہیں کہا جا سکتا روس نے جہاں میدان جنگ میں دنیا کو انگشت بدنداں کر دیا ہے وہاں سیاسی میدان میں بھی عجیب و غریب راہیں اختیار کی ہیں آج برطانیہ و امریکہ کے مدبرین روس کو سمجھنے کی کوشش کر رہے ہیں لیکن ان کی حیرانیاں بڑھتی جا رہی ہیں ان کی سمجھ میں نہیں آتا کہ روس نے یوگوسلاویہ کی حکومت کو تسلیم کیوں نہیں کیا جبکہ برطانیہ اس حکومت سے وعدے کر چکا ہے اسی طرح یہ امر بھی ان کی سمجھ سے باہر ہے کہ روس نے اتحادیوں کے مشورہ کے بغیر باڈوگلیو کی حکومت کو کیوں تسلیم کر لیا چنانچہ آج انگلستان اور امریکہ میں روس کے متعلق مختلف قسم کے خیالات کا اظہار کیا جا رہا ہے لیکن روس کے نیم سرکاری اخبار ازوستیا نے اس سلسلہ میں صاف صاف کہدیا ہے کہ اگر روس کے مغربی اتحادی فن لینڈ ریاستہائے بالٹک اور ریاستہائے بلقان کے معاملات میں دخیل ہونا چاہتے ہیں تو پھر اٹلی اور فرانس کے معاملات میں روس کو بھی شریک کرنا پڑیگا۔ گویا امریکہ اور برطانیہ ہی کو دنیا کے معاملات طے کرنے کا اختیار نہیں ہے بلکہ روس کی شرکت بھی ضروری ہے۔ اگر یہ حقیقت ہے کہ امریکہ اور برطانیہ قیام عالم کے لئے برسر جنگ ہیں تو پھر ازوستیا کے مطالبہ کے سامنے سر تسلیم خم کر دینا چاہئے آئندہ امن عالم کی بنیاد سابقہ جنگ عظیم کے معاہدوں اور [illegible] پر نہیں رکھی جا سکتی۔ بین الاقوامی امور میں جب تک کسی ایک یا دو ملکوں کو احکام جاری کرنے کا موقعہ حاصل رہے گا دنیا کو امن نصیب نہیں ہو سکتا بلکہ موجودہ جنگ کے حالات تو اس قسم کے ہیں کہ نہ صرف آئندہ امن کی خاطر بلکہ موجودہ جنگ کے کامیاب خاتمہ کی خاطر امریکہ برطانیہ اور روس تینوں کا اتحاد جنگی میدان کے علاوہ سیاسی میدان میں بھی ازبس ضروری ہے یقیناً وہ بھی زمانہ تھا جب چرچل اور روزولیٹ کی گفتگو میں اسٹالین کی عدم موجودگی ممکن تھی لیکن اب اسٹالین کی رائے کے بغیر کم از کم یورپ میں کوئی قدم نہیں اٹھنا چاہیے۔

شیش محل میں بیٹھ کر پتھر پھینکنے والے

پتھر پھینکنے والے ہمارے رانچی و باتنی جیسے راجے ہی تھے جنہوں نے ہمیشہ رہنمائی کا نقش ہیں اسلام پر نکتہ چینی کی ہے حالانکہ آریہ ازم کا حال یہ ہے کہ یا ستکن گڑھ کے سالانہ جلسہ کے مناظرہ میں صرف ایک مسلمان خاتون نے برجستہ اعتراض کئے تو پورے سماج پر اعتراض اور وہ دوان لاجواب ہو گیا۔ یہ پورا حال کتاب خالدہ خانم میں ہے اور دوسری خاتون ساوتری نے جب قبول اسلام کیا۔ تو اسلام کی حیرت انگیز دلکشی نے اس کو مجبور کیا کہ وہ اپنے عزیزوں اور رفیقوں کو آریہ دھرم کے جنگل سے چھڑا کر لے آئے کی جو کیفیت پر لا ڈالے میں تو کہتا ہوں کہ یہ دونوں کتابیں ہی خاصا اچھا جواب ہیں بہت ہندو کتب ایک رتبہ مہ مجھ[illegible]

صحیح بخاری شریف اردو

(بسلسلہ گذشتہ)

۱۹۲۴۔ حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے تجارتی مال بازار میں رکھا اور اللہ کی قسم کھائی کہ مجھے اتنی قیمت اس کی ملتی ہے حالانکہ اس قدر قیمت نہ ملتی تھی یہ اس نے اس واسطے کیا تاکہ کسی مسلمان کو پھانس لے اس پر یہ آیت نازل ہوئی ان الذین یشترون بعہد اللہ وایمانھم ثمنا قلیلا۔

باب سنار کے پیشہ کی بابت کیا کہا گیا ہے اور طاؤس نے حضرت ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حرم کی گھاس نہ اکھیڑی جائے تو حضرت عباس نے عرض کیا کہ اذخر کو یہاں کے لوہاروں اور مکانات کے لئے مستثنیٰ کر دیجئے آپ نے فرمایا اذخر مستثنیٰ ہے۔

۱۹۲۵۔ حضرت علی بن حسین یعنی امام زین العابدین حضرت حسین بن علی سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی کہتے تھے کہ مجھے مال غنیمت کے حصہ میں ایک اونٹنی ملی تھی اور ایک اونٹنی خمس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دی تھی پھر جب میں نے فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحبت کا ارادہ کیا تو میں نے بنی قینقاع کے ایک سنار کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ میرے ہمراہ چلے اور ہم دونوں اذخر لائیں میں نے یہ ارادہ کیا تھا کہ اس کو سناروں کے ہاتھ بیچ ڈالوں گا اور اس کو اپنی شادی کے ولیمہ میں کام میں لاؤں گا۔

۱۹۲۶۔ حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے مکہ کو حرام کیا ہے اور نہ وہ مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال تھا اور نہ میرے بعد کسی کے لئے حلال ہوگا اور میرے لئے بھی ایک دن تھوڑی دیر کے لئے حلال کر دیا گیا تھا یہاں کا کانٹا نہ توڑا جائے اور یہاں کا درخت نہ کاٹا جائے اور یہاں کا شکار نہ بھگایا جائے اور یہاں کی پڑی ہوئی چیز نہ اٹھائی جائے مگر وہ شخص اٹھائے جو اعلان کرے تو عباس بن عبدالمطلب نے عرض کیا کہ ہمارے سناروں اور ہمارے مکانات کی چھتوں کے لئے اذخر کو مستثنیٰ کر دیجئے آپ نے فرمایا اذخر مستثنیٰ ہے عکرمہ کہتے ہیں کہ تم اس کا مطلب سمجھے کہ شکار بھگانے کا کیا مطلب ہے یہ مطلب ہے کہ سایہ سے تم اس کو ہٹا کر اس کی جگہ خود بیٹھ جاؤ۔

باب لوہار کے پیشہ کا ذکر۔

۱۹۲۷۔ حضرت خباب کہتے ہیں کہ میں زمانہ جاہلیت میں لوہار تھا عاص بن وائل پر میرا کچھ قرض تھا میں اس کے تقاضے کے لئے اس کے پاس آیا کرتا تھا اس نے (مجھ سے ایک مرتبہ) کہا کہ میں تجھے قرضہ نہ دوں گا جب تک تو محمد (کی نبوت) کا انکار نہ کرے گا میں نے کہا کہ اگر اللہ تجھ کو مار دے اور بعد مرنے کے پھر زندہ کرے تب بھی میں محمد (کی نبوت) کا انکار نہ کروں گا۔ عاص نے کہا تو تم مجھے چھوڑ دو تاکہ میں مر جاؤں اور دوبارہ زندہ کیا جاؤں کیونکہ اس وقت مجھے مال بھی ملیگا اور اولاد بھی ملیگی میں تمہارا قرض ادا کر دوں گا اس پر یہ آیت نازل ہوئی افرءیت الذی کفر بایاتنا وقال لاوتین مالا وولدا

باب درزی کے پیشہ کا بیان

۱۹۲۸۔ حضرت انس بن مالک کہتے ہیں کہ ایک درزی نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو کھانا کھلانے کے لئے بلایا جو اس نے آپ کے لئے تیار کیا تھا تو میں بھی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ اس کھانے پر گیا تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے روٹی اور شوربا جس میں کدو اور سوکھا ہوا گوشت تھا رکھ دیا گیا پس میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ پیالہ کے ادھر ادھر سے کدو ڈھونڈتے تھے لہذا میں اس دن سے کدو کو دوست رکھتا ہوں

باب جولاہے (کے پیشہ) کا بیان۔

۱۹۲۹۔ حضرت سہل بن سعد کہتے ہیں کہ ایک عورت ایک بردہ لائی (حضرت سہل نے کہا کہ تم جانتے ہو کہ بردہ کیا چیز ہے ان سے کہا کہ ہاں بردہ اس چادر کو کہتے ہیں جس کا حاشیہ بنا ہوا ہو) اور اس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ چادر میں نے اپنے ہاتھ سے بنی ہے میں یہ آپ کو اڑھاؤں گی چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو لے لیا اس وقت آپ کو اس کی ضرورت بھی تھی پھر آپ اس کا تہبند باندھ کر ہمارے پاس تشریف لائے پھر ہم لوگوں میں سے ایک شخص نے کہا کہ یا رسول اللہ یہ چادر مجھے دیدیجئے آپ نے فرمایا اچھا پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم مجلس میں بیٹھ گئے بعد اس کے جب اٹھ کے گئے تو اس کو لپیٹ کر اس شخص کے پاس بھیج دیا لوگوں نے اس شخص سے کہا تو نے اچھا کام نہیں کیا تو نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ چادر مانگ لی حالانکہ تو جانتا تھا کہ آپ سائل کو واپس نہیں کرتے اس شخص نے کہا کہ میں نے خدا کی قسم یہ چادر اس لئے مانگی ہے کہ جب میں مر جاؤں تو میرا کفن ہو حضرت سہل کہتے ہیں کہ بالآخر اس کی آرزو کے موافق، وہ چادر اس کا کفن بنی۔

باب بڑھئی (کے پیشہ کا بیان)

۱۹۳۰۔ ابو حازم کہتے ہیں کہ کچھ لوگ حضرت سہل کے پاس منبر (شریف) کی کیفیت پوچھنے گئے تو انہوں نے کہا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فلاں عورت (اس عورت کا نام بھی حضرت سہل نے بتایا تھا) کے پاس کہلا بھیجا کہ تو اپنے اس غلام کو جو بڑھئی ہے حکم دے کہ وہ میرے لئے چند لکڑیاں بنا دے جن پر میں بیٹھ کر لوگوں سے بات کروں چنانچہ اس نے اپنے غلام کو حکم دیا کہ (مقام) غابہ کے جھاؤ کا منبر بنا دے پھر وہ بنا کے لے آیا تو اس نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم

زندہ کتاب

قرآن اور خداترسی

یاایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ۔ رسول کریم آپ پر جو کچھ نازل کیا گیا ہے آپ اسے میرے بندوں تک پہنچادیں اگر آپ ایسا نہ کریں گے تو سمجھ لیا جائیگا کہ آپ نے اللہ کا پیام نہیں پہنچایا اور اپنا فرض انجام نہیں دیا۔ یہ حکم کیوں دیا جا رہا ہے اسلئے کہ یہ سرمایۂ ہدایت رحمت کا منبع ہے برہان ربانی ہے نور مبین ہے اور اس کے پڑھنے سے بندوں کے قلوب میں اللہ کا خوف پیدا ہوگا اور یہ خوف ہی تمام کامرانیوں اور آسائشوں کا سرچشمہ بن جائیگا تبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعالمین نذیرا بڑی بابرکت ہے وہ ذات گرامی جس نے اپنے بندہ پر قرآن نازل کیا اور اسلئے نازل کیا کہ تمام جہان کے افراد سے ڈرکر اللہ سے ڈرنے لگیں خوب سمجھ لیجئے کہ ڈر عام الفاظ میں تو اچھی چیز نہیں معلوم ہوتا لیکن اصلاً تمام نظام عالم اسی پر قائم ہے اگر دنیا میں سب کچھ رہ جائے اور ایک ڈر اٹھ جائے تو تمام نظام عالم درہم برہم ہوجائے اولاد اسی وقت سعادتمند کہلا سکتی ہے جبکہ اس کے دل میں والدین کا خوف ہو بیوی وہی نیک اور وفا شعار رہ سکتی ہے جو شوہر سے ڈرتی ہو۔ امن اسی رعایا میں قائم رہ سکتا ہے جو اپنے بادشاہ سے ڈرتی ہو جس طرح بادشاہ کا ڈر بغاوت سے اور کوتوال کا ڈر جرائم سے روکتا ہے اسی طرح اللہ کا خوف گناہوں سے روکتا ہے۔ گناہوں سے ذات باری تعالےٰ کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا بندوں ہی کی زندگی تباہ ہوتی ہے گناہ جرائم کا دوسرا نام ہے۔ چوری ڈکیتی خیانت بددیانتی جھوٹ فریب زنا اتہام اور ظلم و بغاوت سب جرم ہیں اور لوگ ان پر حریص بھی ہوتے ہیں ان کے ارتکاب سے کوتوال یا مجسٹریٹ کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا نقصان اٹھاتے ہیں تو مجرم ہی اٹھاتے ہیں

یہی حالت گناہ کی ہے اللہ سے بندے ڈریں گے تو بندوں ہی کو فائدہ پہنچے گا اور نہ ڈریں گے تو بندوں ہی کو نقصان ہوگا قرآن کے ڈرانے کے الفاظ کے دوسرے معنے یہ ہیں کہ قرآن فلاح انسانی کا ضامن اور بندوں کے اندر ایک ایسا انقلاب پیدا کرتا ہے جو ان کے اندر ڈر پیدا کر کے انھیں انسان بنائے اسی لئے آیت کے ابتدا میں تبارک الذی کا لفظ رکھا گیا ہے واقعی یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے بندوں کے لئے ایسی اعلیٰ کتاب اتاری جو ان کے اندر ڈر پیدا کر کے انھیں انسان بنائے۔

قرآن اور ہدایت و رحمت

یاایہا الناس قد جاءتکم موعظۃ من ربکم وشفاء لما فی الصدور وھدی ورحمۃ للمومنین لوگو تمہارے پروردگار نے تمہارے لئے یہ کتاب کیا بھیجی ہے موعظت و نصیحت کا ایک صحیفہ نازل کیا ہے جس سے دل کی تمام بیماریوں کو شفا ہوتی ہے اور ایمان والوں کو اس سے ہدایت و رحمت ایزدی ملتی ہے۔ جن خوش نصیب افراد کی نظر قرآن پر ہے وہ خوب سمجھتے ہیں کہ امراض قلبی کے ازالہ کیلئے یہ کتنا موثر نسخہ ہے دل کی بیماریاں اور امراض قلب کیا ہیں گناہ بدنیتی بددیانتی بدکاری حسد و کینہ بغض و عداوت کبر و نخوت قرآن پڑھنے سے دل کی صفائی ہوتی ہے اور یہ تمام امراض یکسر دور ہوجاتے ہیں گناہ بدنیتی بددیانتی بدکاری حسد و کینہ بغض و عداوت کبر و نخوت دور ہوکر دل کو شفا حاصل ہوجاتی ہے اور جب دل کو شفا حاصل ہوجاتی ہے تو گویا ہدایت مل جاتی ہے اور ہدایت ملتی ہے تو رحمت الٰہی کی بارشیں شروع ہوجاتی ہیں یہ الفاظ دیگر یوں سمجھئے کہ قرآن سے امراض و تاریکی قلب دور ہوتی ہے دل کی صفائی ہوتی ہے اللہ کی طرف سے ہدایت شروع ہوجاتی ہے اور اس کے بعد رحمتیں نازل ہونے لگتی ہیں پھر جس پر اللہ کی رحمتیں نازل ہوں اس کی کامرانیوں اور فائز المرامیوں کا کوئی استقصا نہیں کیا جاسکتا جو بزرگ قرن اولیٰ میں اللہ پر ایمان لائے اور انھوں نے قرآن پڑھنا شروع کیا ان کے قلب آئینہ کیطرح صاف ہوگئے۔

ان کے قلب آئینہ کی طرح صاف ہونے اور امراض قلب دور ہونے سے کیا انھیں غیب سے ہدایات ملنے لگیں ان کے قدم صراط مستقیم پر پڑنے لگے ان میں وہ خوبیاں پیدا ہونے لگیں جو انسانی ترقیوں کی ضامن ہیں یعنی ان میں جہاد بالنفس و مال کا انتہائی جذبہ پیدا ہوگیا اتفاق و اخوت کی بے پناہ خوبیاں پیدا ہوگئیں اطاعت و انقیاد کا جذبہ پیدا ہوگیا صبر و استقلال کے جوہر پیدا ہوگئے اور اللہ پر بھروسہ کرنے لگے محنت و عقل سے کام کرنا سیکھ گئے یہ سب کیا تھا امراض قلبی دور ہونے کے بعد ان کے اندر گناہ کی قوتیں نہ رہیں اس سے اللہ تعالیٰ کو محبت پیدا ہوئی اور اس کی ہدایت و توفیق ان کے شامل حال ہوگئی جس سے وہ صراط مستقیم اور راہ ترقی پر پڑ لئے تمام انسانی خوبیاں ان کے اندر پیدا ہوگئیں اس کے بعد انعامات الٰہی کا دور شروع ہوگیا تو وہ حکومت و اقتدار کی بلندیوں پر پہنچ گئے یہ رحمت الٰہی نہ تھی تو اور کیا تھا کہ جس شخص کی گذر اتھلا میں درختوں کے پتوں پر تھی وہ فاتح ایران و روم بن گئے۔

قرآن اور رحمت ربانی

قرآن کے اندر کوئی پیچ و خم نہیں ہر چیز صاف کردیگئی ہے ہر اصطلاحی اور غیر اصطلاحی لفظ کے معانی صاف اور لیسر الفہم کردیئے گئے ہیں اگر کسی کو ہدایت اور رحمت کے ان معانی و مطالب کے متعلق کچھ اشتباہ ہو جو ہم نے ابھی ابھی بیان کئے ہیں تو دوسری جگہ ان کی تصریح بھی موجود ہے ہمیں دعا سکھائی گئی اھدنا الصراط المستقیم ہمیں راہ راست کی طرف ہدایت کردی یہی خود ہدایت کے معنے ہی صراط مستقیم کے ہیں مگر دوسری جگہ توضیح مطالب کے لئے ہدایت کے ساتھ صراط مستقیم کا لفظ ہی رکھدیا گیا ہے اور پھر صراط مستقیم کی تشریح یوں بیان کی گئی صراط الذین انعمت علیہم ہمیں صراط مستقیم کی طرف ہدایت کر صراط مستقیم کونسی جگہ ہے جس پر منزل مقصود کے بعد گامزن کرنے والوں پر تو نے اپنے انعامات کی بارش کی۔ یہی دوسری جگہ بتادیا گیا واضح کردیا گیا کہ انعام یافتہ افراد کون ہیں؟ انبیا صلحا صدیقین اور شہدا اور خیال ہوسکتا تھا کہ یہ سب باتیں تو آخرت و معاد کے متعلق ہیں مگر نہیں اس کی بھی ایک جگہ موجود ہے اور ان سے اللہ تعالےٰ نے لیستخلفنہم فی الارض کا وعدہ پہلے ہی کرلیا ہے یہ الفاظ دیگر انھیں دنیا کی انتہائی نعمتیں حاصل ہونگی۔

یہ کتاب اللہ ہی کا اعجاز ہے کہ ہر چیز صاف اور ہر مطلب واضح کر دیا گیا ہے اور ہر اشتباہ و اشکال کا جواب قرآن ہی سے اور تفسیر قرآن ہی کے [illegible] حرمت کی اہمیت بھی واضح کر دی گئی ہے ارشاد ربانی ہے۔

وهذا كتاب انزلناه مبارك فاتبعوه واتقوا لعلكم ترحمون۔ یہ کتاب بڑی خیر و برکت والی کتاب ہے تم اس کی پیروی کرو، اتباع کرو اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ صاف مطلب ہے جس میں کوئی اشکال نہیں ہے اگر تم اس خیر و برکت والی کتاب کا اتباع کرو گے اللہ سے ڈرو گے تو تم پر یقیناً رحم کیا جائے گا پھر اللہ جس پر رحم کرے اس کی نائرۃ الرحمۃ میں کسی کو اس تباہی کی گنجائش نہیں رہ سکتی۔ اس کا رحم انسان کو فرش سے اٹھا کر عرش پر اور رذائل سے نکال کر عروج پر پہنچا سکتا ہے اور صحابہ کرام کے ساتھ یہی ہوا۔

قرآن اور تہذیب

قرآن اپنی زبان اور اس زبان میں نازل ہونے کی وجہ بھی خود ہی بتاتا ہے انا انزلناه قرآنا عربيا لعلكم تعقلون ہم نے قرآن کو عربی میں نازل کیا اور اسلئے نازل کیا کہ تم اسے بآسانی سمجھ سکو یہاں کوئی معترض کہہ سکتا ہے اور کہنے والے کہتے ہیں کہ اس کے سمجھنے کے لئے عربوں ہی کی ضرورت تھی اور ان کے سوا اور کسی کو اس کے سمجھنے کی ضرورت نہیں لیکن کوئی صحیح الدماغ شخص ایسا نہیں کہہ سکتا۔

نزول قرآن کے وقت عرب میں عربی زبان ہی بولی جاتی تھی اور عرب ہی اس کے اولین مخاطب تھے اگر قرآن عربی میں نازل نہ ہوتا تو کیا فرانسیسی یا چینی زبان میں نازل ہوتا عربی زبان میں نازل نہ ہوتا تو پھر اسے سمجھتا کون؟ رہا یہ امر کہ غیر زبان والی اقوام اس سے کس طرح استفادہ کریں اول تو فضل ربانی ہے اسے اختیار ہے کہ وہ جسے چاہے نوازے اور جسے چاہے عطا کرے ہم یہ شکایت کرنے والے کون ہیں کہ فلاں شخص کو تو امیر بنا دیا اور ہمیں غلام کر دیا یہ قرآنی مصلحتیں ہیں دوسرے اسکے علم میں یہ بات تھی کہ وقت آنے والا ہے جبکہ زمین کی طنابیں کھینچ جائیں گی ذرائع نقل و حمل اور وسائل آمد و رفت میں سہولتیں پیدا ہو جائیں گی علوم و فنون کی ترقی دوسری زبانوں میں تراجم بھی شروع ہو جائیں گے اور دوسری قوموں کے لئے عربی پڑھنی دشوار نہ رہے گی تیسرے عربی زبان نہایت فصیح فصیح اور وسیع ہے اس میں بلاغت کے ساتھ تھوڑے الفاظ میں بہت سا مفہوم ادا کیا جا سکتا ہے۔

نزول قرآن کا مقصد وحید بھی سن لیجئے کتب انزلناه الیک لتخرج الناس من الظلمات الی النور۔ یہ قرآن اس لئے نازل کیا ہے تاکہ تم اس کے ذریعہ لوگوں کو تاریکیوں اور ظلمتوں سے نکال کر روشنی میں لاؤ۔ دور حاضر کی زبان میں اس مفہوم کو یوں ادا کیا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو اسلئے نازل کیا ہے کہ اس کے ذریعہ وحشیوں اور نیم وحشیوں کو مہذب بنایا جائے کہ تہذیب آموزی کے لئے اس سے بہتر اور کوئی کتاب نہیں عربوں کی تاریخ دنیا کے سامنے ہے کہ وہ کونسی اخلاقی برائی تھی جو ان میں نہ تھی تعلیم و تہذیب کے نام سے وہ لوگ ناآشنا تھے قرآن نے ایک چوتھائی صدی کے اندر اندر انھیں دنیا کی بہترین اور مہذب قوم بنا کر اپنے دعوی کو حقیقت ثابت کر دیا پہلی صدی ہجری تک عربوں کے پاس علم و تہذیب اور عمل و اخلاق کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے صرف ایک کتاب تھی اور وہ کتاب اس قرآن کے سوا اور کچھ نہ تھی کیا یہ ایک زندہ معجزہ نہیں۔

قرآن اور بین الناس فیصلے

نزول قرآن کا ایک مقصد فیصلہ بین الناس بھی ہے انا انزلنا الیک الکتاب بالحق لتحکم بین الناس دنیا ایک عالمگیر ناانصافی میں مبتلا تھی طاقت ضعف کو پامال کر رہی تھی قوی ضعیف کو کچل رہے تھے جس کے ہاتھ میں لاٹھی ہوتی تھی وہی "بھینس" کا مالک سمجھا جاتا تھا امیروں اور غریبوں کے فیصلوں میں بین تفاوت ہوتا تھا ایک ہی نوعیت کا جرم ہوتا تھا غریب دار پر لٹکا دیا جاتا امیر کے ساتھ علانیہ رعایت کی جاتی تھی رؤسا اپنی اپنی جگہ خدا بنے بیٹھے تھے اپنی رعیت کے جان و مال کے مالک سمجھے جاتے تھے امیر و غلام آقا و حاکم شوہروں اور عورتوں کے مابین تنازعات میں فریق ضعیف کو ہمیشہ نقصان اٹھانا پڑتا تھا۔ کمزوروں کے کوئی حقوق ہی نہ تھے اور تمام دنیا ہی ظلم و ناانصافی کے جنگل میں گرفتار تھی۔

قرآن نے دنیا میں سب سے پہلے نظام عدل کو منظم کیا اور لتحکم بین الناس کے مطابق کمزوروں کے بھی حقوق قائم کر کے فیصلے اور انصاف کے آئین بتائے ورنہ تو یہ حالت تھی کہ ایک عرب اٹھتا تھا اپنی ایک پکارتی ہوئی لڑکی کو زندہ دفن کر دیتا تھا ہنٹر ہاتھ میں لیکر غلام کی کھال ادھیڑ کر رکھ دیتا تھا اس سے انتہائی محنت لینے کے باوجود اسے جو چاہے کھلائے یا نہ کھلائے عورت پر مرد کے تمام حقوق تھے عورت کو کوئی حق نہ تھا جتنی بیبیاں چاہے کرے جسے چاہے قتل کر دے جسکے پاس آدمی اور دولت تھی وہ اپنے وقت کا فرعون تھا۔ زنا عام تھا غریب عورتوں کی عصمت کا کوئی نگہبان نہ تھا

نزول قرآن کے بعد یہ حالت ہو گئی کہ بنی مخزوم کے ایک شریف اور معزز گھرانے کی عورت فاطمہ چوری کرتی ہے رسول کریم قرآن کے حکم کے مطابق قطع ید کا حکم دیتے ہیں سفارش ہوتی ہے تو جلال میں آکر فرماتے ہیں یہ فاطمہ تو کیا چیز ہے فاطمہ بنت محمد بھی چوری کرے گی تو ہاتھ کٹوا دوں گا۔ جبلہ بن ایہم شاہ غسان مسلمان ہو کر مدینہ منورہ آتا ہے بہت قدر و منزلت ہوتی ہے طواف کعبہ کے وقت اس کی چادر پر ایک غریب بدو کا پاؤں پڑ جاتا ہے غضبناک ہو کر طمانچہ کھینچ مارتا ہے بدو امیر المومنین حضرت فاروق اعظم کے دربار میں استغاثہ دائر کر دیتا ہے حکم ہوتا ہے اسے راضی کرو ورنہ اس کے ہاتھ سے اپنے رخسار پر طمانچہ کھانے کے لئے تیار ہو جاؤ۔

جبلہ بادشاہی کر چکا تھا وہ حکمران تھا وہ بھلا اس ذلت کو کہاں گوارا کر سکتا تھا تعجب سے بولا میرے اور ایک بدو طمانچہ مارے میں بادشاہ اور وہ ایک غریب بدو ہمارے یہاں تو معمولی امیر بھی غریب کو سزا دیتا ہے فرمایا اللہ کے نزدیک امیر غریب اور شاہ و گدا میں کوئی امتیاز نہیں سب اس کے بندے ہیں عام حقوق انسانی میں کوئی امتیاز روا نہیں رکھا جا سکتا حکم قرآن ہی ہے مجبور ہو کر جبلہ راتوں رات مدینہ سے نکل گیا۔ حضرت عمرؓ نے اتنے بڑے بادشاہ کا ارتداد گوارا کر لیا مگر غریب بدو کے مقابلے میں شاہ وقت کی رعایت نہیں کی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ زمانہ خلافت میں ایک معمولی یہودی آپ کے خلاف قاضی کی عدالت میں دعوی کرتا ہے آپ مدعا علیہ کی حیثیت سے نہ صرف اس کے برابر جا کھڑے ہوتے ہیں بلکہ آپکی موافقت میں نبیرہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسن کی شہادت مسترد کر دی جاتی ہے اور آپ کے خلاف ڈگری دے دی جاتی ہے قرآن نے تمام انسانی امتیازات کو مٹا کر ایک سطح پر لا کھڑا کر دیا اس نے غلام پر ظلم تو کیا غلام کو غلام کے نام سے پکارنے کی بھی ممانعت کر دی۔

زندہ مذہب

کلمۂ طیبہ اور کلمۂ خبیثہ

(از سیدنا سید ابو الاعلیٰ صاحب مودودی)

برادران اسلام! پچھلی مرتبہ کلمۂ طیبہ کے متعلق میں نے آپ سے کچھ کہا تھا آج پھر اسی کلمہ کی کچھ تشریح میں آپ کے سامنے بیان کرونگا اسلئے کہ یہ کلمہ ہی اسلام کی بنیاد ہے اسی کے ذریعہ سے آدمی اسلام میں داخل ہوتا ہے اور مسلمان حقیقت میں بن نہیں سکتا جب تک کہ وہ اس کلمہ کو پوری طرح سمجھ نہ لے اور اپنی زندگی کو اس کے مطابق نہ بنا لے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب مجید میں اس کلمہ کی تعریف اس طرح فرمائی ہے۔

الم تر کیف ضرب اللہ مثلا کلمۃ طیبۃ کشجرۃ طیبۃ اصلھا ثابت وفرعھا فی السماء توتی اکلھا کل حین باذن ربھا ویضرب اللہ الامثال للناس لعلھم یتذکرون ومثل کلمۃ خبیثۃ کشجرۃ خبیثۃ ن اجتثت من فوق الارض مالھا من قرار یثبت اللہ الذین امنوا بالقول الثابت فی الحیوۃ الدنیا وفی الاخرۃ ویضل اللہ الظالمین ویفعل اللہ ما یشاء	یعنی کلمۂ طیبہ کی شکل ایسی ہے جیسے کوئی اچھی ذات کا درخت ہو جس کی جڑیں زمین میں خوب جمی ہوئی ہوں اور جس کی شاخیں آسمان تک پھیلی ہوئی ہوں اور جو ہر وقت اپنے پروردگار کے حکم سے پھل پر پھل لائے چلا جاتا ہو۔ اس کے برعکس کلمۂ خبیثہ یعنی برا اعتقاد اور جھوٹا قول ایسا ہے جیسا ایک بدذات خود رو پودا کہ وہ بس زمین کے اوپر ہی اوپر ہوتا ہے اور اشارہ میں جڑ چھوڑ دیتا ہے کیونکہ اس کی جڑ گہری جمی ہوئی نہیں ہوتی۔

یہ ایسی بے نظیر مثال اللہ تعالیٰ نے دی ہے کہ اگر تم اس پر غور کرو تو بڑا سبق اس میں تمہیں ملیگا۔ دیکھو تمہارے سامنے ہی دونوں قسم کے درختوں کی مثالیں موجود ہیں۔ ایک تو یہ آم کا درخت ہے کتنا گہرا جما ہوا ہے کتنی بلندی تک اٹھا ہوا ہے کتنی اس کی شاخیں پھیلی ہوئی ہیں کتنے اچھے پھل اس میں لگتے ہیں۔ یہ بات اسے کیوں حاصل ہوئی؟ اس لئے کہ اس کی گٹھلی زوردار تھی اس کو درخت بننے کا حق حاصل تھا، وہ اتنا سچا تھا کہ جب اس نے اپنے حق کا دعویٰ کیا تو زمین نے پانی نے ہوا نے دن کی گرمی نے اور رات کی ٹھنڈک نے غرض ہر چیز نے اس کے حق کو تسلیم کیا اور اس نے جس سے جو کچھ مانگا ہر ایک نے وہ اس کو دیا اس طرح وہ اپنے حق کے زور سے اتنا بڑا درخت بن گیا اور اپنے میٹھے پھل دیکر اس نے ثابت بھی کر دیا کہ حقیقت میں وہ اسی قابل تھا کہ ایسا درخت بنے اور زمین و آسمان کی ساری قوتوں نے مل کر اگر اس کا ساتھ دیا تو کچھ بیجا نہیں کیا بلکہ ان کو ایسا کرنا ہی چاہیے تھا اس لئے کہ درختوں کو غذا دینے اور بڑھانے اور پکانے کی جو طاقت زمین اور پانی اور ہوا اور دوسری چیزوں کے پاس ہے وہ اسی کام کے لئے تو ہے کہ اچھی ذات والے درختوں کے کام آئے۔

اس کے مقابلہ میں یہ جھاڑ جھنکاڑ اور خود رو بوٹے ہیں۔ ان کی بساط کیا ہے؟ ذرا اسی جڑ کہ ایک بچہ اکھاڑ لے نرم اور بودا اتنا کہ ہوا کے ایک جھونکے سے مڑ جائیں ہاتھ لگاؤ تو کانٹے ٹے تمہاری خبر لیں۔ چکھو تو منہ کا مزا خراب کر دیں۔ روز خدا جانے کتنے پیدا ہوتے ہیں اور کتنے اکھاڑے جاتے ہیں۔ ان کا یہ حال کیوں ہے؟ اس لئے کہ ان کے پاس حق کا وہ زور نہیں جو آم کے پاس ہے جب اعلیٰ ذات کے درخت نہیں لگتے تو زمین بے کار پڑے پڑے اکتا جاتی ہے اور ان پودوں کو اپنے اندر جگہ دیتی ہے کچھ مدد پانی کر دیتا ہے کچھ ہوا اپنے پاس سے سامان دیتی ہے۔ مگر زمین و آسمان کی کوئی چیز بھی ایسے پودوں کا حق ماننے کے لئے تیار نہیں ہوتی اس لئے نہ زمین اپنے اندر ان کی جڑیں پھیلنے دیتی ہے نہ پانی ان کو دل کھول کر غذا دیتا ہے اور نہ ہوا کچھ کھلے دل سے ان کو پروان چڑھاتی ہے پھر جب اتنی سی بساط پر یہ خبیث پودے بدمزہ خار دار اور زہریلے بنکر اٹھتے ہیں تو واقع میں ثابت ہو جاتا ہے کہ زمین و آسمان کی طاقتیں ایسے پودے اگانے کے لئے نہیں تھیں ان کو اتنی زندگی بھی ملی تو بہت ملی

ان دونوں مثالوں کو سامنے رکھو اور پھر کلمۂ طیبہ اور کلمۂ خبیثہ کے فرق پر غور کرو۔ کلمۂ طیبہ کیا ہے ایک سچی بات ہے ایسی سچی بات کہ دنیا میں اس سے زیادہ سچی بات ہو نہیں سکتی سارے جہان کا خدا ایک اللہ ہے اس چیز پر زمین و آسمان کی ہر چیز گواہی دے رہی ہے یہ انسان یہ جانور یہ درخت یہ پتھر یہ ریت کے ذرے یہ بہتی ہوئی نہر یہ جگمگاتا ہوا سورج یہ ساری چیزیں جو ہر طرف پھیلی ہوئی ہیں ان میں سے کونسی چیز ہے جسکو اللہ کے سوا کسی اور نے پیدا کیا ہو جو اللہ کے سوا کسی اور کی مہربانی سے قائم رہ سکے جس کو اللہ کے سوا کوئی اور فنا کر سکتا ہو؟ پس جب یہ سارا جہان اللہ کا پیدا کیا ہوا ہے اور اللہ ہی کی عنایت سے قائم ہے اور اللہ ہی اس کا مالک اور حاکم ہے تو جس وقت تم کہو گے کہ "اس جہان میں ایک اللہ کے سوا کسی اور کی خدائی نہیں ہے" تو زمین و آسمان کی ایک ایک چیز پکاریگی کہ تو نے بالکل سچی بات کہی ہم سب تیرے اس قول کی صداقت پر گواہ ہیں جب تم اس کے آگے سر جھکاؤ گے تو کائنات کی ہر چیز تمہارے ساتھ جھک جائیگی کیونکہ یہ ساری چیزیں بھی تو اسی کی عبادت گذار ہیں جب تم اس کے فرمان کی پیروی کرو گے تو زمین و آسمان کی ہر چیز تمہارا ساتھ دیگی کیونکہ یہ سب بھی تو اسی خدا کے فرمانبردار ہیں جب تم اس کی راہ میں چلو گے تو تم اکیلے نہ ہو گے بلکہ کائنات کا بیشمار لشکر تمہارے ساتھ چلیگا کیونکہ آسمان کے سورج سے لیکر زمین کے ایک حقیر ذرہ تک ہر چیز ہر آن اسی کی راہ میں تو چل رہی ہے جب تم اس پر بھروسہ کرو گے تو کسی چھوٹی طاقت پر بھروسہ نہ کرو گے بلکہ اس عظیم الشان طاقت پر بھروسہ کرو گے جو زمین و آسمان کے سارے خزانوں کی مالک ہے غرض اس حقیقت پر جب تم نظر رکھو گے تو تم کو معلوم ہوگا کہ کلمۂ طیبہ پر ایمان لاکر جو انسان اپنی زندگی کو اسی کے مطابق بنائیگا زمین و آسمان کی ساری طاقتیں اس کا ساتھ دینگی دنیا سے لیکر آخرت تک وہ پھلتا اور بڑھتا چلا جائیگا اور کبھی ایک لمحہ کیلئے بھی ناکامی و نامرادی اس کے پاس نہ آئیگی۔ یہی چیز اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہے کہ یہ کلمہ ایسا درخت ہے جس کی جڑیں زمین میں جمی ہوئی ہیں اور شاخیں آسمان پر پھیلی ہوئی

کے حکم سے پھل لاتا رہتا ہے۔

اس کلمہ کے مقابلہ میں کلمہ خبیث کو دیکھو۔ کلمہ خبیث کیا چیز ہے؟ یہ کہ اس جہان کا کوئی خدا نہیں یا یہ کہ اس اللہ کے سوا کسی اور کی خدائی بھی ہے غور کرو اس سے بڑھکر جھوٹی اور بے اصل بات اور کیا ہوسکتی ہے؟ زمین و آسمان کی کونسی چیز اس پر گواہی دیتی ہے؟ دہریہ کہتا ہے کہ خدا نہیں ہے زمین و آسمان کی ہر چیز کہتی ہے کہ تو جھوٹا ہے ہم کو اور تجھ کو خدا ہی نے پیدا کیا ہے اور اسی خدا نے رزق کا وعدہ کیا ہے اور ہم کو اور تجھ کو وہ زبان دی ہے جس سے ہم تم کہاتے ہیں اور تو اسی زبان سے جھوٹ بکتا ہے مشرک کہتا ہے کہ خدائی میں دوسرے بھی اللہ کے شریک ہیں۔ دوسرے بھی رازق ہیں دوسرے بھی مالک ہیں دوسرے بھی فائدہ اور نقصان پہنچانے کی طاقت رکھتے ہیں دوسرے بھی دعائیں سنتے ہیں دوسرے بھی ڈرنے کے لائق ہیں دوسرے بھی بھروسہ کرنے کے قابل ہیں اس خدائی میں دوسروں کا بھی حکم چلتا ہے ان کا فرمان اور ان کا قانون بھی پیروی کے لائق ہے اس کے جواب میں زمین و آسمان کی ہر چیز کہتی ہے کہ تو بالکل جھوٹا ہے ہر ہر بات جو تو کہہ رہا ہے یہ حقیقت کے خلاف ہے اب غور کرو یہ کلمہ جو شخص اختیار کریگا اور اس کے مطابق جو شخص زندگی بسر کریگا دنیا اور آخرت میں وہ کیسے پھل پھول سکتا ہے؟ اللہ نے اپنی مہربانی سے ایسے لوگوں کو مہلت دے رکھی ہے اور رزق کا وعدہ اس لئے کیا ہے اس لئے زمین و آسمان کی طاقتیں کسی نہ کسی طرح اس کو بھی پرورش کر رہی گی جس طرح وہ جھاڑ جھنکار اور خودرو پودوں کو بھی آخر پرورش کرتی ہی ہیں لیکن کائنات کی کوئی چیز بھی اس کا حق سمجھکر اس کا ساتھ نہ دیگی اور نہ پوری طاقت کے ساتھ اس کی مدد کریگی وہ انہی خودرو درختوں کی طرح ہوگا جن کی مثال ابھی آپ کے سامنے بیان ہوئی ہے۔

یہی فرق دونوں کے پھلوں میں ہے کلمہ طیبہ جب کبھی پھلے گا اس سے میٹھے اور مفید پھل ہی پیدا ہوں گے دنیا میں اس سے امن قائم ہوگا نیکی سچائی اور ایمان کا بول بالا ہوگا اور خلق خدا اس سے فائدہ ہی اٹھائے گی مگر کلمہ خبیث کی جتنی پرورش ہوگی اس سے خار دار شاخیں ہی نکلیں گی اس میں کڑوے کسیلے ہی پھل آئینگے اس کی رگ رگ میں زہر ہی زہر بھرا ہوا ہوگا دنیا میں اپنی آنکھوں سے دیکھ لو جہاں کفر اور دہریت کا زور ہے وہاں کیا ہورہا ہے آدمی کو آدمی پھاڑ کھانے کی تیاریاں کر رہا ہے آبادیاں کی آبادیاں تباہ کرنے کے سامان ہورہے ہیں زہریلی گیسیں بن رہی ہیں ایک قوم دوسری قوم کو برباد کردینے پر تلی ہوئی ہے جو طاقتور ہے وہ کمزور کو غلام بناتا ہے صرف اس لئے کہ اس کے حصے کی روٹی خود چھین کر کھا جائے اور جو کمزور ہے وہ فوج اور پولیس اور جیل اور پھانسی کے زور سے دب کر رہنے اور طاقتور کا ظلم سہنے پر مجبور کیا جاتا ہے پھر ان قوموں کی اندرونی حالت کیا ہے؟ اخلاق بد سے بدتر ہیں جن پر شیطان بھی شرمائے انسان وہ کام کر رہا ہے جو جانور بھی نہیں کرتے۔ مائیں اپنے بچوں کو اپنے ہاتھ سے ہلاک کرتی ہیں کہ کہیں یہ بچے ان کے عیش میں خلل نہ ڈال دیں شوہر اپنی بیویوں کو خود غیروں کی بغل میں دیتے ہیں تاکہ ان کی بیویاں خود ان کی بغل میں آئیں ننگوں کے کلب بنائے جاتے ہیں جن میں مرد اور عورت جانوروں کی طرح برہنہ ایک دوسرے کے سامنے پھرتے ہیں امیر سود کے ذریعہ سے غریبوں کا خون چوس لیتے ہیں اور زمیندار کاشتکاروں سے اس طرح خدمت لیتے ہیں کہ گویا وہ ان کے غلام ہیں اور صرف ان کی خدمت ہی کے لئے پیدا ہوئے ہیں غرض اس کلمہ خبیث سے جو پودا بھی جہاں پیدا ہوا ہے کانٹوں سے بھرا ہوا ہے اور جو پھل بھی اس میں لگتا ہے کڑوا اور زہریلا ہی ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان دونوں مثالوں کو بیان فرمانے کے بعد آخر میں فرمایا ہے کہ یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیوۃ الدنیا وفی الآخرۃ ویضل اللہ الظالمین۔ یعنی کلمہ طیبہ پر جو لوگ ایمان لائیںگے اللہ ان کو ایک مضبوط قول کے ساتھ دنیا اور آخرت دونوں میں ثبات اور جماؤ بخشیگا اور ان کے مقابلہ میں وہ ظالم لوگ جو کلمہ خبیث کو مانیں گے اللہ ان کی ساری کوششوں کو بھٹکا دیگا وہ کبھی کوئی سیدھا کام نہ کریں گے جس سے دنیا اور آخرت میں کوئی اچھا پھل پیدا ہو۔

بھائیو کلمہ طیبہ اور کلمہ خبیثہ کا فرق اور دونوں کے نتیجے تم نے سن لئے اب تم یہ سوال ضرور کروگے کہ ہم تو کلمہ طیبہ کے ماننے والے ہیں پھر کیا بات ہے کہ ہم نہ پھلتے ہیں اور نہ پھولتے ہیں اور کفار جو کلمہ خبیثہ کے ماننے والے ہیں یہ کیوں پھل پھول رہے ہیں؟

اس کا جواب میرے ذمے ہے اور میں جواب دوں گا بشرطیکہ آپ میں سے کوئی میرے جواب پر برا نہ مانے بلکہ اپنے دل سے پوچھے کہ میرا جواب واقعی صحیح ہے یا نہیں۔

اول تو آپ کا یہی کہنا غلط ہے کہ آپ کلمہ طیبہ کو مانتے ہیں اور پھر بھی نہ پھلتے ہیں نہ پھولتے ہیں۔ کلمہ طیبہ کو ماننے کے معنی زبان سے کلمہ طیبہ پڑھ دینے کے نہیں ہیں اس کے معنے دل سے ماننے کے ہیں اور اس طرح ماننے کے ہیں کہ اس کے خلاف کوئی عقیدہ آپ کے دل میں نہ رہے اور اس کے خلاف کوئی کام آپ سے نہ ہوسکے میرے بھائیو! خدارا مجھے بتاؤ کہ کیا تمہارا حقیقت میں یہی حال ہے؟ کیا سینکڑوں ایسے مشرکانہ اور کافرانہ خیالات تم میں نہیں پھیلے ہوئے ہیں جو کلمہ طیبہ کے بالکل خلاف ہیں؟ کیا مسلمان کا سر خدا کے سوا دوسروں کے آگے نہیں جھک رہا ہے؟ کیا مسلمان دوسروں سے خوف نہیں کرتا؟ کیا وہ دوسروں کی مدد پر بھروسہ نہیں کرتا؟ کیا دوسروں کو رازق نہیں سمجھتا؟ کیا وہ خدا کے قانون کو چھوڑ کر دوسروں کے قانون کی خوشی خوشی پیروی نہیں کرتا؟ کیا اپنے آپ کو مسلمان کہلانے والے عدالتوں میں جاکر یہ صاف نہیں کہتے کہ ہم شرع کو نہیں مانتے بلکہ رسم و رواج کو مانتے ہیں؟ کیا تم میں ایسے لوگ موجود نہیں ہیں جن کو دنیوی فائدوں کے لئے خدا کے قانون کی کسی دفعہ کو توڑنے میں ذرا تامل نہیں ہوتا؟ کیا تم میں ایسے لوگ موجود نہیں ہیں جن کو کفار کے غضب کا ڈر ہے مگر خدا کے غضب کا ڈر نہیں؟ جو کفار کی نظر عنایت حاصل کرنے کے لئے سب کچھ کرنے پر مہیا رہو جاتے ہیں مگر خدا کی نظر عنایت حاصل کرنے کے لئے کچھ نہیں کرسکتے؟ جو کفار کی حکومت کو حکومت سمجھتے ہیں اور خدا کی حکومت کے متعلق انہیں کبھی یاد نہیں آتا کہ وہ بھی کہیں موجود ہے؟ خدارا سچ بتاؤ کیا یہ واقعہ نہیں ہے؟ اگر یہ واقعہ ہے تو پھر کس منہ سے تم کہتے ہو کہ ہم کلمہ طیبہ کو ماننے والے ہیں اور اس کے

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ

(اے مخاطب) ظالم لوگ جو کچھ کر رہے ہیں اُن سے تو اللہ کو بے خبر نہ خیال کرنا

اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ

بات صرف اتنی ہے کہ اللہ اُس دن تک اُن کو مہلت دیے ہوئے ہے جس میں آنکھیں پھٹی رہ جائیں گی

مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ

اور سر جھکائے دوڑتے ہوں گے — ان کی طرف پھر

اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ وَاَفْئِدَتُهُمْ هَوَآءٌ ۝

اُن کی نظر نہ لوٹے گی — اور حواس باختہ ہوں گے

وَاَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَاْتِيْهِمُ الْعَذَابُ

(اے محمدؐ) لوگوں کو اُس دن سے ڈراؤ جس میں ان پر عذاب آپہنچے گا

فَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رَبَّنَآ اَخِّرْنَآ اِلٰٓى

تب ظالم کہیں گے — اے ہمارے رب ہم کو تھوڑی سی مدت کی

اَجَلٍ قَرِيْبٍ نُّجِبْ دَعْوَتَكَ وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ

مہلت دیدے تاکہ ہم تیرا حکم مان لیں اور پیغمبروں کا اتباع کرلیں

اَوَلَمْ تَكُوْنُوْٓا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ

(اُن کو جواب ملیگا) کیا تم قسمیں نہ کھایا کرتے تھے کہ ہم کو کسی طرح

مِّنْ زَوَالٍ ۝ وَّسَكَنْتُمْ فِيْ مَسٰكِنِ الَّذِيْنَ

زوال نہیں — حالانکہ تمہاری سکونت اُن لوگوں کے مکانوں میں تھی

ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَتَبَيَّنَ لَكُمْ كَيْفَ فَعَلْنَا

جنہوں نے خود اپنے اوپر ظلم کیا تھا اور تم پر کھل چکا تھا کہ ہم نے اُن کے ساتھ کیا

بِهِمْ وَضَرَبْنَا لَكُمُ الْاَمْثَالَ ۝ وَقَدْ مَكَرُوْا

معاملہ کیا اور ہم نے تمہارے سامنے مثالیں بیان کردی تھیں اُن لوگوں نے

مَكْرَهُمْ وَعِنْدَ اللّٰهِ مَكْرُهُمْ وَاِنْ كَانَ

اپنا داؤں کیا — مگر اُن کا داؤں خدا کے پاس موجود ہے — اگرچہ

مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ ۝

اُن کی تدبیر ایسی تھی جس سے پہاڑ بھی ٹل جاتے

تفسیر

یہ خطاب رسول پاک صلعم کو ہے اور عجیب لرزہ انگیز خطاب ہے ان آیات کا اصلی رُخ اُن لوگوں کی طرف ہے جو اگرچہ بالفعل کافر و نافرمان ہیں مگر اُن کا نورِ فطرت بالکل بجھا نہیں ہے اُن کے لئے سعادت ازلی جاری ہوچکی ہے تاکہ ان آیات کو سُن کر وہ ہوشیار ہوجائیں۔ اُن کے رونگٹے کھڑے ہوجائیں اور دل پگھل جائیں، اور جس طرح بھاگا ہوا غلام شام کو پھر آقا کی طرف ندامت کے ساتھ لوٹتا ہے اسی طرح وہ بھی اللہ کی طرف رجوع کریں۔

آدمی کی آنکھوں پر ایک امتحانی پردہ پڑا ہوا ہے۔ دنیا کی نعمتوں کے علاوہ اُس کو آخرت کی کوئی بہبودی آنکھوں سے نہیں دکھتی۔ کافروں کی فراخ دستی اور ناز و نعمت کو دیکھ کر اہلِ نفاق گمان کرتے ہیں کہ اگر یہ لوگ حق پر نہ ہوتے اور مردودِ بارگاہ ہوتے تو یہ نعمتیں اُن کو کیوں عطا کی جاتیں کیوں ان کو مرفہ الحال فارغ البال عیش و عشرت سے ہمکنار اور جاہ و جلال پر دوش چھوڑا جاتا۔ اس شبہہ کو زائل فرماتا ہے کہ اے نورِ ازلی سے حصہ پانے والو یہ ہرگز گمان نہ کرو کہ ان بے دین حق ناشناس کافروں کی بداعمالیوں سے خدا واقف نہیں ہے۔ وہ خوب جانتا ہے اُنکی ہر حرکت سے واقف ہے۔ مگر اُس نے خود ان کو ڈھیل دے رکھی ہے جیتے دم تک ان کو مہلت ہے۔ مرنے کے بعد جب قبروں سے اٹھیں گے تو اُس وقت یکا یک آنکھیں پھاڑے تکتے رہ جائیں گے۔ دل دھڑکانے سے نہونگے۔ کلیجے مُنہ کو آئینگے۔ جب عذابِ الٰہی قیامت کے دن یا مرنے کے وقت سامنے آئے گا تو اُس وقت انتہائی حسرت سے دنیا میں واپس جانے اور پیغمبروں کی ہدایت پر چلنے کی آرزو کرینگے۔ لیکن اُس وقت کوئی آرزو سود مند نہ ہوگی، وہ صاف جواب دیدیا جائیگا کہ دنیا میں تم تو قسمیں کھا کر کہتے تھے کہ ہمارا یہ دنیوی عیش و نشاط ناقابلِ زوال ہے۔ ہم کو آخرت میں کبھی جانا ہی نہ ہوگا۔ پھر تم جن لوگوں کی بستیوں میں رہتے تھے وہ قوت و تدبیر میں تم سے کہیں بڑھ چڑھ کر تھے جب اُن پر تم سے پہلے تباہی آگئی اور وہ نہ رہے تو تم نے کیوں نہ سمجھا کہ ہم بھی نہ رہینگے اس کے علاوہ طرح طرح کی نظیریں اور مثالیں دیکر ہم نے تمہیں سمجھایا مگر پھر بھی تم نہ سمجھے۔

آیت وَاِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ کی تفسیر میں علماء کا اختلاف ہے۔ علی بن طلحہ نے ابن عباس کا قول نیز ... ضحاک نے بیان کیا ہے کہ زوالِ جبال سے مراد ہے پہاڑوں ... یعنی کلمۂ شرک ایسا سخت تھا کہ اُس سے پہاڑ پھٹ ...

گویا اُن کا مکر اس قدر سخت تھا اور شرک ایسی قدر نا سزا حرکت ہے کہ اُس کو پہاڑ بھی برداشت نہیں کر سکتے۔
حسن بصری نے کہا کہ اُن کا مکر بے حقیقت تھا۔ اُس میں ایسی طاقت نہ تھی جس سے پہاڑ اپنی جگہ سے ہل جائیں یعنی صداقت و حقانیت مثل پہاڑوں کے تھی جن پر اُن کی مکاری سے کوئی اثر نہ پڑ سکتا تھا۔
حضرت علیؓ حضرت عمرؓ حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت ابی بن کعبؓ نے کمان کی بجائے کاد پڑھا ہے یعنی اُن کی مکاری اتنی قوی تھی کہ اُس کی وجہ سے پہاڑ اپنی جگہ سے ہل جاتے تو تعجب نہ تھا۔ شیخ ابن جریر نے کاد نہیں پڑھا بلکہ کان ہی پڑھا اور مطلب وہی بیان کیا جو حضرت علیؓ نے فرمایا ہے۔

مقصود بیان: میمون بن مہران نے کہا کہ آیت وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰہَ الخ میں وعید ہے ظالم کے لئے اور تسکین ہے مظلوم کے لئے۔ آخری آیات سے یہ مضمون مستنبط ہوتا ہے کہ سائنس اور طبعیات کی مہارت سے کارخانۂ قدرت میں تبدیل ناممکن ہے خواہ پہاڑ اپنی جگہ سے ہلا دیے جائیں مگر احاطۂ قدرت سے خارج ہونا محال ہے۔ اس طرف بھی اشارہ ہے کہ حق کے مقابلہ میں کوئی تدبیر مکر خواہ کتنا ہی بڑا ہو مفید نہیں ہو سکتا یہ بھی اشارہ ہے کہ صداقت مثل پہاڑ کے ہے جو کسی باطل تدبیر سے اپنی جگہ سے ہٹ نہیں سکتی۔

فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰہَ مُخْلِفَ وَعْدِہٖ رُسُلَہٗ ط

(اے مخاطب) تو یہ نہ سمجھنا کہ اللہ اپنے رسولوں سے وعدہ خلافی کرنے والا ہے

اِنَّ اللّٰہَ عَزِیْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ○ یَوْمَ تُبَدَّلُ

بلاشبہ اللہ زبردست اور انتقام لینے والا ہے جس روز کہ اس

الْاَرْضُ غَیْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا

زمین کے بدلے دوسری زمین اور آسمانوں کے بدلے (دوسرے آسمان) ہونگے اور

لِلّٰہِ الْوَاحِدِ الْقَھَّارِ ○ وَتَرَی الْمُجْرِمِیْنَ

خدائے واحد با جبروت کے سامنے لوگ پیش ہونگے اور اُس روز مجرموں کو تم

یَوْمَئِذٍ مُّقَرَّنِیْنَ فِی الْاَصْفَادِ ○

زنجیروں میں جکڑا ہوا پاؤ گے

سَرَابِیْلُھُمْ مِّنْ قَطِرَانٍ وَّتَغْشٰی

اُن کے کرتے روغن چیڑ کے ہوں گے اور اُن کے

وُجُوْھَھُمُ النَّارُ ○ لِیَجْزِیَ اللّٰہُ کُلَّ نَفْسٍ

چہروں کو آگ چھپائے ہوئے ہوگی (یہ بات اس لئے ہوگی کہ) ہر شخص کو اُس کے کئے کا بدلہ

مَّا کَسَبَتْ ط اِنَّ اللّٰہَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ ○

اللہ دے گا بلاشبہ اللہ جلد حساب لینے والا ہے

ھٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَلِیُنْذَرُوْا بِہٖ وَ

لوگوں کو یہ صرف خبر کر دینی ہے اور (یہ مقصد بھی ہے کہ) اس سے انکو ڈرایا جائے اور

لِیَعْلَمُوْٓا اَنَّمَا ھُوَ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ وَّلِیَذَّکَّرَ

اُن کو معلوم ہو جائے کہ اللہ ایک ہی ہے اور عقل والے

اُولُوا الْاَلْبَابِ ○ ع

نصیحت پکڑیں

تفسیر وجود قیامت پر چار شبہات کئے جا سکتے ہیں (۱) اللہ نے جو قیامت کے متعلق مختلف مقامات پر صراحت کی ہے کیا اس کے خلاف ہونا ممکن نہیں کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ نیکی کی ترغیب دینے کے لئے خدا نے قیامت کی دھمکیاں دی ہوں اور واقع میں قیامت نہ ہو۔ اس کا جواب خدا تعالیٰ نے اس طرح دیا کہ اللہ نے اپنے پیغمبروں سے جو وعدہ فرما لیا اُس کا خلاف ناممکن ہے۔ اللہ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کریگا اہل ایمان کو جنت میں داخل کرنے کا اور کافروں کو دوزخ میں جھونکنے کا جو وعدہ وہ کر چکا ہے اُس کی خلاف ورزی ناممکن ہے (۲) کیا اللہ ایسا کر بھی سکتا ہے کیا نیست سے ہست اور عدم سے موجود کرنا ممکن ہے؟ اس کے جواب میں فرمایا اللہ غالب ہے وہ زبردست اور قاہر ہے ہر طرح سے انتقام لے سکتا ہے۔ نیست سے ہست کرنا اُس کے لئے دشوار نہیں۔ وہ اس زمین اور اس آسمان کو قطعًا تبدیل کر دے گا۔ ان کے حالات کیفیات اور تمام اوصاف بدل دیگا بلکہ ان کی ذات بھی باقی نہ رہے گی۔ جس مادّہ کے یہ اب بنے ہوئے ہیں وہ مادّہ بھی بدل جائیگا۔ صرف اللہ یکتا قہار باقی رہ جائے گا۔ اُسی کے سامنے سب لوگ اپنی قبروں سے نکل کر آئینگے اور ایک صاف ہموار میدان میں جمع ہوں گے۔ اُس روز کافر مشرک اور منافق اپنی بداعمالیوں کی بیڑیوں میں جکڑے ہوئے اور گناہوں کا لباس پہنے حاضر ہونگے۔ اُن کے چہروں پر کفر و شرک کی آگ چھائی ہوئی ہوگی۔
اہلِ تفسیر نے کہا ہے کہ انسان کے ملکات رذیلہ اور بُری خصلتیں

قیامت کے دن اُس کے ہاتھ پاؤں کی زنجیریں بن جائینگی اور جس طرح انسان کے بدن کو لباس ڈھانکے رہتا ہے اسی طرح اُس کی بداعمالیاں قیامت کے دن بدترین لباس کی شکل اختیار کرلینگی اور وہ لباس بھی ایسا ہوگا جس میں آتشی شعلہ قبول کرنے کی زیادہ قابلیت ہوگی۔

قطران ایک قسم کا سیاہ تیل بدبودار ہوتا ہے جو مٹی کے تیل کی طرح چشمہ سے نکلتا ہے۔ بعض لوگ اسکو رال کہتے ہیں۔ قتادہ نے کہا قطران میں آگ بہت جلد لگ جاتی ہے۔ ابن عباس رضؓ نے فرمایا پگھلائے ہوئے سخت ترین گرم تانبے کو قطران کہا جاتا ہے۔ عکرمہ سعید اور حسن بصری کا بھی یہی قول ہے۔ ایک روایت میں قتادہ سے بھی یہی منقول ہے۔

تبدیل ارض وسماء کی تحقیق

صحیحین میں آیا ہے کہ قیامت کے دن ایک سفید ستھری زمین پر لوگوں کو جمع کیا جائیگا۔ سہل بن سعد کی روایت میں ہے کہ جس زمین پر لوگوں کو جمع کیا جائے گا وہ میدہ کی روٹی کی طرح صاف ہوگی۔ اُس میں (ٹیلہ وغیرہ کا) کوئی نشان نہ ہوگا۔ ابن مسعودؓ کی روایت ہے کہ اس زمین کے عوض دوسری زمین ہوگی جو چاندی کی طرح صاف سفید ہوگی نہ اُس پر خون بہایا گیا ہوگا نہ کوئی گناہ کیا گیا ہوگا۔ اتنی شفاف ہوگی کہ نظر اُس کے پار جائیگی اور پکارنے والے کی آواز سنائی دے گی (رواہ ابن جریر) حضرت زید کی روایت میں ہے کہ حضور اقدسؐ نے تبدیل ارض کے متعلق صحابہ سے فرمایا وہ زمین چاندی کی طرح صاف سفید ہوگی اس کے بعد حضورؐ نے یہودی علماء کو طلب فرمایا اور اُن سے تبدیل ارض کی کیفیت دریافت فرمائی۔ علماء یہود نے کہا اُس روز زمین میدہ کی روٹی کی طرح سفید ہوگی (ابن جریر) حضرت علی ابن عباس انس بن مالک اور مجاہد سے بھی زمین کا چاندی کی طرح ہونا مروی ہے۔ ایک روایت میں تانبے کی زمین ہونا بھی مروی ہے۔ ابن مسعودؓ کی ایک روایت میں آیا ہے کہ زمین وسمندر سب آگ کے ہونگے۔ صحیحین میں حضرت ابوسعید کی مرفوع روایت ہے کہ زمین اُس دن ایک روٹی ہوگی جس کو پروردگار اپنی قدرت سے لوٹ پوٹ کریگا اور جنت میں داخل ہونے سے قبل اہل جنت کی مہمانی میں عطا فرمائیگا۔

حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ آسمان سونے کے ہوں گے۔ ابن مسعود وغیرہ کی روایت ہے کہ آسمان باغوں کی طرح ہوں گے۔

صحیح یہ ہے کہ محشر کے اوقات وحالات مختلف ہیں واقعی کیفیات بالکل مخفی ہیں۔ زمین کی ذاتی وصفاتی تبدیلیاں اُس روز کئی بار ہوں گی نفخ صور اور قیام محشر کے اوقات میں زمین صاف سفید ہوگی نہ اُس میں کوئی بلندی پستی ہوگی نہ خون ریزی اور گناہ کا کوئی اثر ہوگا۔ پھر جب مخلوق جہنم کے پل پر ہوگی تو کفار کے لئے زمین آگ اور تانبے کی ہوجائے گی۔

اور مومنوں کے لئے مثل روٹی کے۔ واللہ اعلم۔

(۳) تیسرا شبہہ یہ ہوسکتا تھا کہ آخر قیامت ہونے کی ضرورت ہی کیا ہے؟ اس کا جواب دیا کہ قیامت کا ہونا ضروری ہے تاکہ لوگوں کو اُن کے اعمال کی جزا سزا مل سکے یعنی اللہ کی عدالت کا تقاضا یہ ہے کہ انسان کو اُس کے اچھے بُرے اعمال کا بدلہ ملے اور دنیا اس کے لئے کافی نہیں ہے۔ اول تو یہ دار عمل ہے دار جزا کوئی دوسرا ہونا چاہئے دوسرے یہ کہ یہاں نہ سزا کامل ہے نہ جزا کامل کیونکہ دنیا کی ہر راحت میں کچھ نہ کچھ تلخی ضرور ملی ہوتی ہے اور ہر تکلیف میں راحت کا بھی کچھ نہ کچھ حصّہ ضرور آمیختہ ہے۔ خالص راحت اور محض تکلیف کا یہاں نام نہیں اس لئے کوئی اور جگہ فیصلہ کی مقرر ہونی چاہئے وہی روز قیامت اور میدان حشر ہے

(۴) اس روز بیشمار مخلوق ہوگی حضرت آدمؑ سے لیکر آخری دم تک کے تمام انسان جمع ہونگے۔ سب کے حساب کتاب کے لئے غیر تناہی وقت اور زائد سے زائد مدت کی ضرورت ہے۔ قیامت کے ایک دن کے اندر سب کا حساب کتاب ہوکر فیصلہ کیسے ہوجائے گا؟ اس کے جواب میں فرمایا اللہ حساب بہت جلد لے لیگا۔ ایک وقت میں ہر شخص کا حساب ہوجائیگا۔

اس سے آگے عقائد واعمال کی اصلاح کے متعلق چند تبلیغی کلمات فرماکر سورت کو تمام کردیا۔

مقصود بیان:۔ اللہ کے وعدہ کا دروغ ہونا محال ہے۔ خدا اپنے وعدہ کی خلاف ورزی نہیں کرتا اس آیت سے امکانِ کذب کا مسئلہ جو ہندوستان میں جاہل علماء کا ذریعۂ معاش بنا ہوا ہے اور جس نے ہندوستان کے اندر شیرازۂ اسلام کو پارہ پارہ کردیا ہے حل ہوگیا۔ اللہ ہر طرح قادر اور صاحب انتقام ہے مگر اُس کے اندر جذبۂ انتقام نہیں۔ یہ نفس ونفسانیت کے خواص میں سے ہے بلکہ اُس کا انتقام عدالت پر مبنی ہے۔ انتقام کی غرض اور صورت یہ ہے کہ ہر شخص کو اُس کے کئے کا اچھا بُرا پھل مل جائے اور کسی کی حق تلفی نہ ہو۔ قیامت کے دن یہ زمین وآسمان نہ ہونگے نہ قیامت میں زمین وآسمان کے یہ حالات وکیفیات ہونگے۔ ھٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ کہنے سے اس طرف اشارہ ہے کہ قرآن پاک صرف عرب ہی کے لئے مخصوص نہیں بلکہ عام انسان خواہ کہیں کے رہنے والے ہوں۔ اس کی ہدایات پر عمل کرنے کے مکلف ہیں۔ وغیرہ۔

سُوْرَةُ الْحِجْرِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ تِسْعٌ وَتِسْعُوْنَ اٰيَةً وَسِتُّ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ حجر مکہ میں نازل ہوئی اس میں ننانوے آیتیں ہیں اور چھ رکوع ہیں

یہ سورت بالاتفاق مکی ہے۔ ابن عباسؓ اور ابن زبیر کا یہی قول ہے قرطبی نے نقل کیا ہے اس سورت میں ننانوے آیات ۶۵۴ کلمات ۲۹۰۷ حروف ہیں۔ مدینہ منورہ اور ملک شام کے درمیان

ہے جس کا نام حجر ہے۔ تبوک کو جاتے ہوئے حضور اقدس مع لشکر کے ادھر سے گذرے تھے۔ یہاں عہد قدیم میں ایک قوم آباد تھی جس کا نام حجر ہے تبوک کو جاتے ہوئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مع لشکر کے ادھر سے گذرے تھے۔ یہاں عہد قدیم میں ایک قوم آباد تھی جس کا نام ثمود تھا۔ اس قوم کے آدمی بہت قدآور ہوتے تھے اور پہاڑوں کے اندر پتھروں کو تراش کر سکونت کے لئے مکان بناتے تھے۔ حضرت صالح علیہ السلام ان کی ہدایت کے لئے بھیجے گئے تھے۔ چونکہ اس سورت میں حجر والوں کا تذکرہ ہے۔ اس لئے سورت کا نام ہی حجر ہو گیا۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان اور بڑا رحم کرنے والا ہے

الٓرٰ تِلۡکَ اٰیٰتُ الۡکِتٰبِ وَ قُرۡاٰنٍ مُّبِیۡنٍ ۝

یہ آیتیں کتاب اور روشن قرآن کی ہیں

تفسیر حضرت قتادہ اور بعض دیگر علماء کے نزدیک کتاب سے مراد گذشتہ آسمانی کتابیں ہیں۔ چونکہ قرآن مجید میں وہ تمام اصول و ضوابط موجود ہیں جو گذشتہ آسمانی کتابوں میں بیان کئے گئے تھے اس لئے قرآن پاک کی آیات درحقیقت گذشتہ کتابوں کی آیات ہیں۔ کوئی جدید ضوابط نہیں۔ بعض اہل علم کا قول ہے کہ کتاب سے مراد بھی قرآن پاک ہی ہے اور قرآن مبین کا عطف تفسیری ہے لیکن اکثر مفسرین قائل ہیں کہ کتاب سے ام الکتاب یعنی لوح محفوظ مراد ہے۔ قرآن کی آیات اور ترتیب لوح محفوظ کے مطابق ہے اسلئے یہ آیات لوح محفوظ کی بھی آیات ہیں اور قرآن کی بھی۔ قرآن کے مبین ہونے کے دو معنی ہیں (۱) قرآن حق و باطل میں امتیاز کرنے والا، معاش و معاد اور اعمال و عقائد کے تمام ضروری قواعد و احکام واضح طور پہ بیان کرنے والا ہے۔ سیدھا اور ہموار راستہ اس کے پڑھنے سے کھل جاتا ہے اس لئے یہ مبین ہے (۲) قرآن میں انہی قواعد و ضوابط کا بیان ہے جو گذشتہ الہامی کتابوں میں بیان کئے گئے تھے قوانین فطرت کا بیان جو شریعت الٰہیہ کا اصل محور ہے اس میں کیا گیا ہے۔ مقصود آیت بالکل واضح ہے۔ آغاز سورت میں صراحت کر دی کہ یہ آیات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصنیف کردہ نہیں بلکہ اللہ کی طرف سے نازل کردہ ہیں۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ جن اصول کا ان میں اظہار کیا گیا ہے وہ وہی اصول ہیں جو گذشتہ آسمانی کتابوں میں بیان کئے گئے تھے۔ اگر یہ آیات زائیدہ دماغ ہوتیں تو گذشتہ کتابوں کے مطابق کیونکر ہو سکتیں۔

رُبَمَا یَوَدُّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا لَوۡ کَانُوۡا مُسۡلِمِیۡنَ ۝ ذَرۡہُمۡ یَاۡکُلُوۡا وَ یَتَمَتَّعُوۡا وَ یُلۡہِہِمُ الۡاَمَلُ فَسَوۡفَ یَعۡلَمُوۡنَ ۝ وَ مَاۤ اَہۡلَکۡنَا مِنۡ قَرۡیَۃٍ اِلَّا وَ لَہَا کِتَابٌ مَّعۡلُوۡمٌ ۝ مَا تَسۡبِقُ مِنۡ اُمَّۃٍ اَجَلَہَا وَ مَا یَسۡتَاۡخِرُوۡنَ ۝

کسی وقت کافر بہتیری آرزو کریں گے کہ کاش وہ مسلمان ہوتے (اب تو) ان کو رہنے دو کہ کھالیں مزے اُڑا لیں اور امید ان کو غافل بنائے رکھے عنقریب ان کو معلوم ہو جائیگا اور ہم نے جو بستی بھی غارت کی تو اُس کا لکھا ضرور مقرر تھا کوئی قوم اپنے مقررہ وقت سے نہ آگے بڑھ سکتی ہے نہ پیچھے ہٹ سکتی ہے

تفسیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے خلاف کفار برسر پیکار تھے۔ ہر وقت دین توحید کی مخالفت پر کمربستہ رہتے تھے اور چونکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی فوری مواخذہ نہ کیا جاتا تھا اس لئے اس مہلت پر وہ اور زیادہ مست ہو کر کہتے تھے کہ اگر تم لوگ حق پر ہو اور ہم ناحق پر ہیں تو ہم پر عذاب کیوں نہیں آتا ان آیات میں کفار کے اس قول کا جواب دیا ہے اور جواب کے تین حصے کر دیے ہیں۔ اول کافروں کے اُس حسرت و اندوہ کا ذکر فرمایا جو عموماً مرنے کے وقت یا مرنے کے بعد وہ کیا کرتے ہیں۔ دوئم وہ عیش و عشرت جس پہ کور باطن گروہ پھولا نہیں سماتا اُس کی بے ثباتی دکھا کر نتیجہ بد سے وعید و تہدید کی۔ سوئم عذاب نازل نہ ہونے کی اصل وجہ آخر میں بیان فرما دی۔

حاصل ارشاد یہ ہے کہ کفار کو عیش و عشرت پر غرہ ہو کر اطمینان سے نہ بیٹھ رہنا چاہئے۔ یہ تمام آرام و آسائش اور کھانے پینے کے مزے چند روزہ ہیں۔ کچھ ہی مدت کے بعد نتیجہ سامنے آجائیگا۔ اور جب عذاب کے علامات سامنے آجائینگی۔ خواہ مرنے کے وقت یا مرنے کے بعد۔ اُس وقت حسرت ہوگی کہ کاش ہم مسلمان ہو گئے ہوتے لیکن اُس وقت کوئی حسرت مفید نہ ہوگی۔ رہی یہ بات کہ عذاب فوراً کیوں نازل

نہیں ہوتا - تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر قوم پر جب اللہ کی طرف سے بربادی آتی ہے - ہر تباہی کا ایک مقرر وقت لکھا ہوا پہلے سے موجود ہے اُس سے آگے پیچھے ہونا ناممکن ہے - تاخیر والتوا سے عدم عذاب پر استدلال کرنا غلط ہے -

ایک ضروری تحقیق کافروں کی خواہش ہوتی ہے کہ کاش وہ مسلمان ہوتے - یہ خواہش بقول ابن کثیر مرنے کے وقت جب علامات عذاب سامنے آجاتی ہیں تب بھی ہر کافر کرتا ہے اور قیامت کے دن بھی جبکہ ادنیٰ ایمان رکھنے والے مسلمانوں کو دوزخ سے نجات دی جائیگی اور کافروں کو رہائی نہ ملے گی - اس وقت بھی کفار کو یہی حسرت ہوگی - بیہقی نے بعث میں اور ابن مبارک نے زہد میں اور بعض دیگر اہل حدیث نے اسی مضمون کے مختلف اقوال اور مختلف احادیث نقل کی ہیں - حضرت ابوموسیٰؓ کی روایت ہے حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کلمہ توحید پڑھنے والے لوگوں میں سے کچھ لوگ اپنے گناہوں کی سزا میں دوزخ میں داخل کئے جائینگے - اہل شرک اُن سے کہیں گے تم کو لا الٰہ الا اللہ نے بھی کچھ فائدہ نہ دیا ؟ اُس وقت اللہ پاک مشرکوں پر غضب فرمائے گا - اہل توحید کو نکال کر نہرِ حیات میں ڈالیگا - اُس وقت اہل کفر اسلام کی تمنا کرینگے (رواہ الطبرانی) اسی روایت کی تائید میں ابن عباسؓ اور انس بن مالک وغیرہ کی روایات بھی ہیں -

پھر یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ کفار کی طرف سے اسلام کی جو تمنا کی جائیگی اُس کا انحصار کسی ایک حالت یا ایک وقت پر نہیں ہے بلکہ قیامت کے مختلف احوال ہوں گے - جب کافروں پر عذاب کی سختی ہوگی - کوئی صورت رہائی کی نظر نہ آئے گی - اور وہ مسلمانوں کو آرام میں دیکھیں گے اُس وقت اُن کی یہی آرزو ہوگی اسی لئے آیت کے آغاز میں لفظ رُبَمَا جو کثرت کے معنی پر دلالت کرتا ہے استعمال کیا گیا -

مقصود بیان: - کفار کی حسرتناک آرزو کا بیان - اس امر کی صراحت کہ دنیوی عیش و آرام اور ہر قسم کی ہوا بندی بے سود ہے - اس بات کی طرف اشارہ کہ عذاب کی تاخیر سے عدم عذاب پر استدلال نہ کرنا چاہئے - اس امر کی طرف لطیف ایما کہ بے وقت حسرت و آرزو ہیچ ہے - علامات عذاب ظاہر ہونے کے بعد ایمان لانا قابل قبول نہیں - وغیرہ

وَقَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْ نُزِّلَ عَلَيْهِ

کافر کہتے ہیں کہ اے وہ شخص جس پر قرآن اُتارا گیا

الذِّكْرُ اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ ۝ لَوْ مَا تَاْتِيْنَا

ہے   تو بلاشک دیوانہ ہے   اگر تو سچا ہے تو

بِالْمَلٰٓئِكَةِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝

ہمارے پاس فرشتوں کو کیوں نہیں لے آتا

مَا نُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ اِلَّا بِالْحَقِّ وَمَا

حالانکہ ہمارا دستور نہیں کہ بغیر کام ٹھہرائے فرشتوں کو نازل کریں

كَانُوْٓا اِذًا مُّنْظَرِيْنَ ۝ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا

اُس وقت پھر اُن کو مہلت نہ دی جائیگی   بلاشبہ ہم ہی نے قرآن کو

الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝

نازل کیا   اور ہم ہی یقیناً اُس کے نگہبان ہیں

تفسیر کفار مکہ معاند اور جاہل معاند تھے - اُن کو رسول پاک ﷺ سے نہ فقط عناد تھا بلکہ عناد کے ساتھ وہ اپنی جہالت کا مظاہرہ بھی کرتے تھے - جو لوگ کسی قدر فہم رکھتے تھے وہ قرآن کی معجز عبارت کو سُن کر رسول پاک کو شاعر کاہن یا ساحر کہتے تھے - کیونکہ اُن کی کوتاہ نظر میں بشریت سے مافوق صرف تین طاقتیں تھیں سحر یا کہانت یا شاعری لیکن جو لوگ بالکل ہی کورذہن تھے اُن کو جب بلاغت قرآنی کا کوئی جواب بن نہ پڑتا تو وہ حضور ﷺ کو دیوانہ جن رسیدہ کہنے لگتے تھے اور پھر صرف اس جاہلانہ بیہودگی پر ہی اکتفا نہ کرتے تھے بلکہ اپنی جہالت کو عالمانہ طرز مناظرہ سمجھتے ہوئے کہتے تھے کہ اگر سچے ہو تو اپنی تصدیق کے لئے یا ہم پر عذاب نازل کرنے کے لئے فرشتوں کو ہمارے سامنے لاؤ - اس وقت ہم تمہارے قول کو سچ مانینگے - اس بیہودگی کے جواب میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ فرشتوں کو تو ہم آخری فیصلہ کے لئے اُتارا کرتے ہیں (یعنی شہادت و تصدیق کے لئے فرشتے نہیں اترا کرتے - کیونکہ اگر وہ کسی نبی کے قول کی تصدیق کرینگے اور شہادت دینگے تو انسانی شکل میں رونما ہو کر اور انسانی شکل میں ظہور کرنے کے بعد معلوم نہیں ہوسکتا کہ وہ فرشتہ ہے یا انسان - لہٰذا تصدیق نبی کے لئے فرشتوں کا نزول بے کار ہے - رہا نزول عذاب کے لئے فرشتوں کا آنا تو ایسا ہوتا ہے مرنے کے وقت یا عذاب نازل کرنے کے لئے فرشتے اترتے ہیں) مگر پھر راہ راست پر آنے اور ایمان لانے کا وقت ختم ہوجاتا ہے - فرشتۂ عذاب یا ملک الموت کے نزول کے بعد کسی قول و فعل کی مہلت نہیں ہوسکتی -

چونکہ کفار نے حضور ﷺ کو دیوانہ بھی کہا تھا جس کا مطلب یہ تھا کہ قرآن گویا دیوانہ کی بڑ ہے - اس کے جواب میں فرماتا ہے قرآن دیوانہ کی بڑ

شِهَابٌ مُّبِينٌ ○ وَالْأَرْضَ مَدَدْنٰهَا
چمکتا ہوا انگارا لگتا ہے — اور زمین کو ہم نے پھیلایا

وَأَلْقَيْنَا فِيهَا رَوَاسِيَ وَأَنۢبَتْنَا فِيهَا
اور اس میں پہاڑوں کے لنگر ڈالے — اور اس میں ہر چیز

مِن كُلِّ شَيْءٍ مَّوْزُونٍ ○ وَجَعَلْنَا لَكُمْ
مناسب اگائی — اور تمہارے لئے

فِيهَا مَعَايِشَ وَمَن لَّسْتُمْ لَهُ بِرَازِقِينَ ○
نیز ان کے لئے جن کو تم روزی نہیں دیتے انھیں روزی کے سامان بنادئیے

وَإِن مِّن شَيْءٍ إِلَّا عِندَنَا خَزَائِنُهُ
اور جتنی چیزیں ہیں ہمارے پاس سب کے خزانے ہیں

وَمَا نُنَزِّلُهُ إِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُومٍ ○ وَأَرْسَلْنَا
اور ہم اُس کو مقررہ اندازہ پر اتارتے ہیں اور ہم نے (ابر کو)

الرِّيَاحَ لَوَاقِحَ فَأَنزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً
بھر دینے والی ہوائیں بھیجیں پھر اوپر سے پانی اتارا

فَأَسْقَيْنَاكُمُوهُ وَمَا أَنتُمْ لَهُ بِخَازِنِينَ ○
اور وہ پانی تم کو پلایا — حالانکہ تم پانی کے خزانچی نہیں ہو

وَإِنَّا لَنَحْنُ نُحْيِي وَنُمِيتُ وَنَحْنُ الْوَارِثُونَ ○
ہم ہی جلاتے اور مارتے ہیں — اور ہم ہی وارث ہیں

وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِينَ مِنكُمْ وَ
اور بیشک ہم تمہارے اگلوں کو بھی جانتے ہیں اور

لَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَأْخِرِينَ ○ وَإِنَّ رَبَّكَ
پچھلوں کو بھی جانتے ہیں — تمہارا پروردگار بلاشبہ

هُوَ يَحْشُرُهُمْ ۚ إِنَّهُ حَكِيمٌ عَلِيمٌ ○ ع
اُن کو جمع کرے گا وہ یقیناً مصلحت ہنر و واقف کار ہے

تفسیر

گذشتہ آیات میں مسئلہ نبوت کا اثبات فرمایا تھا یہاں دلائل توحید کا بیان ہے۔ چونکہ نبوت کا ثبوت ما بعد ثبوت توحید کے نہیں ہوسکتا اور توحید کے ثبوت کے لئے علاوہ دلائل عقلی کے مشاہدۂ فطرت بھی شاہد ہے اس لئے ان آیات میں نقلی دلائل کو چھوڑ کر ان واضح براہین کی طرف رجوع کیا ہے جن کا اقرار کرنے پر ہر محسوس پرست بھی مجبور ہے۔ کوتاہ نظر انسان اپنے کو بعض چیزوں کا خالق اور فاعل مختار سمجھتا ہے کیونکہ حقیقت و مجاز اور ملکیت و عاریت میں اُس کو امتیاز نہیں ہوتا۔ لیکن کائنات الٰہیہ کی اکثر چیزیں ایسی ہیں جہاں پر معاند بھی خاموش رہنے پر مجبور ہو جاتا ہے اور اس کا دعوی انانیت جڑ سے اکھڑ جاتا ہے۔ آیات مذکورہ میں دلائل توحید کا بیان ترتیب وار کیا ہے۔ اول کائنات سماوی کا بیان پھر زمین کی حالت کا اظہار۔ اس کے بعد زمین میں نباتات کا پیدا کرنا اور اسباب معیشت قائم کرنا۔ پھر نباتات کے پیدا ہونے کا اصل سبب یعنی پانی برسانا اور پانی برسنے کی تدبیر کرنا پھر دنیا کے فنا ہونے کی صراحت اور اپنی قدرت کی ہمہ گیری کی وضاحت اور سب سے آخر میں حشر انسانی کا تذکرہ۔ یہ سب کچھ ایسی حکیمانہ عبارت اور معجزانہ طرز ادا کے ساتھ بیان کیا ہے کہ ایک طرف بڑے بڑے پُر مغز علماء انگشت بدنداں رہ جاتے ہیں اور دوسری طرف جاہل اور معاند مخاطب کو بھی سوائے تسلیم کے کوئی چارہ نہیں رہتا۔ ہم ذیل میں ہر دلیل کو جدا جدا بیان کرتے ہیں:-

۱ (الف) اللہ نے آسمان پر برج بنائے۔ برج سے مراد اینٹ پتھر اور مٹی چونہ کے برج نہیں ہیں بلکہ سبعہ سیارہ کے منازل سیر مراد ہیں۔ سیوطی نے لکھا ہے کہ آسمان میں بارہ برج ہیں۔ حمل ثور جوزاء سرطان اسد سنبلہ میزان عقرب قوس جدی دلو حوت۔ ماہرین علوم فلکیہ کا قول ہے کہ حمل قوس اور اسد کی طبیعت آتشی ہے ثور سنبلہ اور جدی کی طبیعت خاکی ہے۔ جوزاء دلو اور میزان کی طبیعت ہوائی ہے۔ سرطان عقرب اور حوت کی طبیعت آبی ہے۔ پھر مجموعہ بروج کو اٹھائیس منازل پر تقسیم کیا گیا ہے۔ ہر برج میں ۲⅓ منزل ہے۔ حمل و عقرب مریخ کا سیرگاہ ہے۔ ثور و میزان زہرہ کا۔ جوزاء و سنبلہ عطارد کا۔ سرطان قمر کا۔ اسد شمس کا۔ قوس و حوت مشتری کا اور جدی و دلو زحل کا۔ پھر ہر برج کے تیس حصے ہیں ہر حصہ کو درجہ کہتے ہیں۔ گویا بارہ بروج کے ۳۶۰ درجات ہوئے۔ آفتاب سال بھر میں ایک بار ان کا دورہ کرتا ہے اور قمر اٹھائیس دن میں دورہ پورا کرتا ہے۔ اب ذرا غور کرنے کا مقام ہے کہ آسمان کی طبیعت ایک ہے۔ صورت نوعیہ ایک ہے اور طبیعت بھی بسیط ہے۔ اُس کے اندر ایسے مختلف الطبائع بروج کا پایا جانا اور جدا جدا تاثیرات کے سیاروں کا سیر کرنا اگر قدرت الٰہی نہیں

تو وہ کس طرح ہے۔

(ب) اللہ نے آسمان کو ستاروں سے مزین کیا۔ یہ اقوال قتادہ و مجاہد ہے چونکہ آسمان کی طبیعت بسیط ہے اس لئے اس کی اصل شکل اور رنگ سادہ ہے۔ اللہ نے اس کی سادگی دور کرنے اور زینت پیدا کرنے کے لئے مختلف الاشکال اور مختلف الالوان ستاروں سے اس کو سجایا کسی ستارہ کی روشنی سرد، کسی کی گرم، کسی کی شفاف پانی کی مانند اور کسی کی سرخی و سبزی مائل بتائی جاتی ہے۔ بے انتہا اوضاع و اشکال کے قمقمے پیدا کئے۔ سادہ اور بسیط آسمان پر اس کی طبعی اقتضا کے خلاف اس طرح ستاروں سے مزین کرنا قدرت کی آیات باہرات میں سے ہے۔

(ج) اللہ نے آسمانوں کے اسرار کی حفاظت کے لئے بھی انتظام فرمایا۔ حضرت ابو ہریرہؓ کی صحیح روایت ہے حضور اقدسؐ نے ارشاد فرمایا کہ جب آسمان پر بارگاہ الٰہی سے کوئی حکم فرشتوں کو صادر ہوتا ہے تو کلام الٰہی کی ہیبت سے فرشتے اپنے پر ان کو عاجزی سے پھڑپھڑاتے ہیں کچھ دیر کے بعد جب اُن کے دلوں سے گھبراہٹ دور ہو جاتی ہے تو ایک دوسرے سے پوچھتا ہے پروردگار نے کیا فرمایا؟ وہ جواب دیتا ہے جو کچھ فرمایا حق فرمایا۔ اسی حالت میں زنجیر کی کڑیوں کی طرح شیطانوں کی مسلسل قطار زمین سے آسمان تک لگی ہوتی ہے اور فرشتوں کے قول کی طرف کان لگائے ہوتے ہیں۔ سب سے اوپر والا شیطان اگر کچھ سن پاتا ہے تو اپنے سے نیچے والے کو بتا دیتا ہے اور وہ اپنے ماتحت کو یہاں تک کہ وہ خبر زمین تک آجاتی ہے اور آخری شیطان وہ بات کسی کاہن یا ساحر کو بتا دیتا ہے۔ کاہن اُس ایک بات میں سو جھوٹ ملا کر لوگوں سے بیان کرتا ہے۔ جب کاہن کی بتائی ہوئی بات ہو جاتی ہے تو اُس کے مرید و معتقد کہتے ہیں دیکھو فلاں روز استاد نے یہ بات کہی تھی چنانچہ وہ ہو گئی۔ حالانکہ یہ بات وہی ہوتی ہے جو شیطان سن بھاگا تھا اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بات اُڑانے سے پہلے چوری سے سننے والے شیطان پر دہکتا انگارہ پڑتا ہے اور وہ کچھ سننے سے قبل ہی بھاگتا ہے یا کچھ سن کر بھاگتا ہے مگر اپنے ماتحت ساتھی کو بتانے سے قبل جل جاتا ہے (رواہ البخاری)

خاص ہدایت فلاسفہ کہتے ہیں کہ کائنات فضائی میں سے بعض کی پیدائش اجزائے بخاریہ سے ہوتی ہے اور بعض کی اجزائے دخانیہ سے۔ پھر ان میں سے بعض کے اندر اشتعال، شدت حرکت اور رگڑ سے پیدا ہوتا ہے اور بعض کے اندر کرۂ نار کی لپٹ سے سوختہ ہو جانے کے سبب سے۔ شریعت الٰہیہ چونکہ حقائق عالم نہیں بیان کرتی۔ اس لئے اُس نے کائنات فضائی کی ماہیت سے کوئی بحث نہیں کی نہ ترکیبی اجزاء بتائے نہ تحلیلی۔ اس لئے ممکن ہے ماہرین طبیعیات کی تحقیقات صحیح ہوں۔ قرآن کے پیش نظر صرف موجودات کے فوائد اور مصالح کا بیان ہے۔ چنانچہ اس آیت میں بھی شہاب کے ٹوٹ کر گرنے کا اندرونی سبب اور فائدہ اور علت غائی بیان فرمائی حقیقت و ماہیت کا کچھ اظہار نہ کیا بلکہ اہل علم کی تحقیقات کے لئے اسکو چھوڑ دیا اس لئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ تحقیقات فلاسفہ اور بیان قرآن میں کچھ اختلاف و تناقض نہیں بلکہ شرع اور عقل میں سے ہر ایک کا مسلک جدا اور مقصد تحقیق جدا ہے۔

بعض اہل علم کا خیال ہے کہ شہاب اُس ستارہ کو کہتے ہیں جو ٹوٹ کر گرتا ہے مگر یہ صرف عامیانہ تخیل ہے۔ شہاب ستارہ نہیں بلکہ انگارہ ہے جو اجزائے دخانیہ کے اشتعال سے پیدا ہوتا ہے۔ اردو میں کوتاہ دامنی کی وجہ سے اس کے ترجمہ کے لئے کوئی ایک لفظ اب تک نہیں وضع کیا گیا اس لئے مجبوراً شہاب کا ترجمہ ٹوٹنے والا ستارہ کر لیا جاتا ہے۔

۳ (الف) زمین کی اصل شکل گول ہے لیکن خدا تعالیٰ نے اسکو پھیلایا اور اس قابل بنایا کہ اُس پر مخلوق بس سکے۔ یہ بھی محض اللہ کی کارسازی ہے کسی کی صنعت و دخل کو اس میں دخل نہیں۔

(ب) ابتدائے پیدائش میں زمین غیر متمکن تھی ثابت اور غیر متزلزل نہ تھی۔ خدا تعالیٰ نے اُس پر پہاڑ کی میخیں قائم کیں یا یوں کہا جائے کہ پیدائش زمین کے بعد کثرت بارش کی وجہ سے اونچے نیچے ٹیلے پیدا ہو کر جم گئے اور انہی کو پہاڑ کہا جاتا ہے۔ بہرحال زمین کے ثقل میں توازن پیدا ہوا اور تزلزل جاتا رہا۔

(ج) زمین یا پہاڑوں میں خدا تعالیٰ نے ہر چیز متناسب اور صحیح اندازہ کے ساتھ پیدا کی۔ ہزاروں اقسام کی جڑی بوٹیاں ہیں۔ معدنیات ہیں قیمتی پتھر ہیں۔ مختلف سبزیاں ہیں۔ بکثرت دوائیں ہیں لیکن ان میں سے کوئی چیز غیر مفید اور اللہ کے علمی وزن سے خارج نہیں۔

(د) آدمیوں اور دیگر جانوروں کی زندگی بسر کرنے کا سامان خدا تعالیٰ نے زمین پر پیدا کیا۔ غلہ، پھل، پھول، روئی، اون، گوشت، سبزی اور دیگر اسباب حیات مہیا فرمائے۔

۴ جب انسان اور دیگر حیوانات کو خدا تعالیٰ نے اس زمین پر پیدا کیا تو ان کو باقی رکھنے کے ذرائع بھی مہیا کرنے کی ضرورت تھی کیونکہ طبعی رطوبت و حرارت جس پر جاندار کی زندگی موقوف ہے ہر وقت تحلیل ہوتی رہتی ہے تو جب تک تحلیل شدہ اجزاء کا بدل نہ فراہم ہوگا زندگی کا باقی رہنا محال ہے۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے ہر جاندار کی بقائے حیات کے لئے روزی کے سامان پیدا کئے اور جتنا حصہ جس جاندار کی بقا کے لئے ضروری تھا وہ اُس کو عطا کیا۔ اگرچہ اُس کے

زندہ معاشرت

(۲۲) اتحاد یہ وہ عنوان ہے جس پر لکھتے وقت دل دھڑکتا ہے اور انگلیاں تھرتھراتی ہیں، دماغ چکراتا ہے، آنکھوں کے سامنے اندھیرا آتا ہے کہ یا اللہ تیرے قرآن کے احکام کیا ہیں اور اس قرآن کی حامل امت کا کیا حال ہے یہ کہنے کو بہتر لیکن حقیقت میں بہتر سو فرقوں میں بٹنے والی امت کیا وہی امت ہے جو روزانہ قرآن کریم میں پڑھتی ہے کہ **ان ھذہ امتکم امۃ واحدۃ** یقیناً تمہاری یہ امت ایک امت ہے تمام انبیائے کرام کے سلسلہ تعلیم کے لحاظ سے اور رہبر نبی اکرم کی اتباع کے اعتبار سے اس میں سب باتیں آجاتی ہیں۔

وہی امت جس سے کہا گیا تھا کہ دیکھنا ایمان لانے کے بعد **ولا تکونوا من المشرکین** کہیں پھر مشرکین میں سے نہ ہو جانا (یہ آیت مسلسل لکھی گئی ہے) آپ حیران ہوں گے کہ ایمان کے بعد ملت اسلامیہ مشرکین کی جماعت کیسے ہو جائیگی آیت کے اگلے حصے نے اسے واضح کر دیا ہے۔

من الذین فرقوا دینھم یعنی ان لوگوں میں سے جنہوں نے اپنے دین میں فرقہ بازی شروع کر دی جماعت بندی کر ڈالی گروہ بنا ان کی بنیاد ڈال دی۔ **وکانوا شیعا** اور خود بھی گروہ در گروہ ہو گئے مختلف فرقے بن بیٹھے پھر ان کی حالت یہ ہو گئی کہ **کل حزب بما لدیھم فرحون** ہر فرقہ خوش ہے کہ ہم حق پر ہیں اور دوسرے سب باطل پر ہم سچے ہیں اور سب جھوٹے۔

حالانکہ اس فرقہ بندی کی بدولت ان کا واسطہ نہ خدا سے رہا نہ رسول سے **ان الذین فرقوا دینھم وکانوا شیعا لست منھم فی شئی**۔ جن لوگوں نے دین کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے مختلف فرقے بن بیٹھے اے رسول تمہارا ان سے کوئی واسطہ نہیں (اس پر مزید تبصرہ بیکار ہے)

دور حاضر کے نوجوان خوش ہیں کہ وہ فرقہ پرستی کی لعنت میں گرفتار نہیں ان میں شیعہ سنی، وہابی حنفی کے جھگڑے نہیں لیکن اگر یہ درست ہے کہ وہ وہابی حنفی کے جھمیلوں میں نہیں پھنستے (اس لئے کہ انھیں عام طور سے مذہب سے لگاؤ باقی نہیں رہا) تو کیا ان میں دوسری قسم کی فرقہ بندی نہیں ہے! مذہب کی دنیا والے جسے فرقہ بندی کہتے ہیں ان کے یہاں وہ پارٹی بازی ہے حقیقت ایک ہی ہے نام بدل دینے سے حقیقت نہیں بدل جاتی

نہ ستیزہ گاہ جہاں نئی نہ حریف پنجہ فگن نئے
وہی فطرت اسد اللہی وہی مرحبی وہی عنتری

مذہب والوں نے تو خیر کسی مقدس جذبے کے ماتحت کسی مقدس انسان کے نام پر فرقے بنائے تھے ہماری حالت تو یہ ہے ادنیٰ جذبات کے ماتحت بے اصل لوگوں کے کہنے سے جن کا کوئی کیریکٹر نہیں ہوتا قوم میں پارٹی بازی شروع کر دیتے ہیں اور یہ سب کچھ ملت کی خیر خواہی، مذہب کی خدمت مسلمانوں سے ہمدردی قوم کی اصلاح کی آڑ میں ہوتا ہے بعض مرتبہ ایسا ہی ہوتا ہے کہ ان فرقے باز نقاب پوشوں کے دلی ارادے اور ان کا خبث باطن ظاہر ہو جاتا ہے تو پھر وہ ایک اور نئی نقاب اوڑھ لیتے ہیں اور قوم کو جہنم کے گڑھوں کی طرف ہانکے چلے جاتے ہیں اگر آپ اپنے ماحول اور اپنی سوسائٹی پر نگاہ ڈالیں گے تو مذکورہ حقیقت آپ کو عریاں طور پر نظر آجائیگی یاد رکھیئے کہ مسلمانوں میں تفریق ڈالنا اور جماعت میں پارٹی بازی کیسے ہی مقدس نام سے کیوں نہ کی جائے وہ خدا کا عذاب اور اس کی لعنت ہے۔ کیا آپ کو مسجد ضرار کا واقعہ یاد نہیں چونکہ وہ مسجد مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے کی نیت سے بنائی گئی تھی اس لئے قرآن کریم میں اتنی سخت تہدید اور دھمکی آئی کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بنیادوں تک کو اکھڑوا دیا۔ مسجد کا گرا دینا کوئی معمولی بات نہ تھی لیکن جس مسجد کے بننے سے ملت میں پارٹی بازی پیدا ہو اس کا گرا دینا افضل ہی نہیں فرض ہے تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو سورہ توبہ۔

آپ پوچھیں گے کہ جب دو پارٹیاں آپس میں برسر پیکار ہوں لڑ جھگڑ رہی ہوں، تو ہم کیا کریں۔ قرآن کریم نے راہ عمل یہ بتائی ہے۔

وان طائفتان من المومنین اقتتلوا فاصلحوا بینھما (آیت مسلسل ہے) "اگر مسلمانوں کی دو پارٹیاں آپس میں لڑ رہی ہوں تو تمہارا اولین فریضہ یہ ہے کہ ان میں صلح کرا دو"

فان بغت احداھما علی الاخری فقاتلوا التی تبغی حتی تفیٔ الی امر اللہ اگر ان میں سے ایک پارٹی صلح پر قائم نہ رہے اور دوسری پر پھر زیادتی کرے تو اس زیادتی کرنے والی پارٹی سے لڑو یہاں تک کہ وہ خدا کے فیصلے کی طرف رجوع کرنے پر مجبور ہو جائے"

مومن کا قتل کرنا سنگین جرم ہے قرآن کے قانون میں اس کی سزا جہنم ہے لیکن اتحاد کی اہمیت اس قدر ہے کہ اس کی خاطر ایسے "سنگین جرم" کے ارتکاب کی اجازت ہی نہیں بلکہ حکم دیا گیا ہے کیونکہ **الفتنۃ اشد من القتل** فتنہ و فساد قتل سے بھی زیادہ خطرناک ہوتا ہے لہٰذا اس زیادتی کرنے والی جماعت کو نکیل ڈالو اور سرکشی کا بھوت اس کے سر سے نکال دو **ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان** ان سے تعاون قطعاً مت کرو۔ یہاں تک کہ وہ راہ راست پر آجائیں۔ **فان فاءت فاصلحوا بینھما بالعدل واقسطوا** پس اگر وہ پھر رجوع کریں اور صلح پر آمادہ ہو جائیں تو ان میں عدل و انصاف سے صلح کرا دو۔"

لیکن یہاں تو مشکل یہ ہے کہ ہر شخص یہی سمجھتا ہے کہ ہماری پارٹی کچھ نہیں کرتی اور زیادتی ہمیشہ فریق ثانی کی طرف سے ہوتی ہے اس بات کا فیصلہ کہ زیادتی کون کرتا ہے۔ یا تو دلوں کا تقویٰ بہ بہتر گا ی اور خدا کا خوف کر سکتا ہے یا عصائے کلیمی یعنی امیر قوم (اس کی تفصیل آگے ہم بیان کریں گے۔

(۲۳) بحث و جدل۔ اختلافات کی ابتدا بحث و مباحثہ سے ہوتی ہے اس میں بڑی احتیاط درکار ہے۔ حکم ہے۔

ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ، بالتی

فانتشروا ولا مستانسین لحدیث اے ایمان والو نبی کے گھروں میں بن بلائے مت جایا کرو اور جب کھانے کے لئے بلائے جاؤ تو اتنی جلدی آ بیٹھو کہ کھانا پکنے تک انتظار کرتے رہو بلکہ جب تمہیں بلایا جائے تو جو وقت دیا گیا ہے ٹھیک اسی وقت نہ پہلے نہ پیچھے اندر آیا کرو اور جب کھانے سے فارغ ہو چکو تو چلے جاؤ باتوں میں جی لگا کر بیٹھے مت رہو۔

(۶) کس طرح اور کن گھروں سے کھانا چاہیئے

لیس علی الاعمی حرج ولا علی الاعرج حرج ولا علی المریض حرج ولا علی انفسکم ان تاکلوا من بیوتکم او بیوت آبائکم او بیوت امہٰتکم او بیوت اخوانکم او بیوت اخواتکم او بیوت اعمامکم او بیوت عمّٰتکم او بیوت اخوالکم او بیوت خٰلٰتکم او ما ملکتم مفاتحہ او صدیقکم لیس علیکم جناح ان تاکلوا جمیعا او اشتاتا۔ اس بات میں کوئی مضائقہ نہیں کہ تم اندھے یا لنگڑے یا مریض کے ساتھ کھانا کھاؤ یعنی اندھے یا لنگڑے وغیرہ کو حقیر سمجھکر ان کو الگ بٹھا دینا اچھا نہیں اسی طرح مریض کہ جس کے مرض میں چھوت کا ڈر نہو اس سے نفرت کرکے اسے الگ کر دینا مناسب نہیں نہ اس میں مضائقہ ہے کہ تم اپنے گھروں سے کھاؤ یا اپنے ماں باپ کے گھر سے یا اپنے بھائیوں کے گھر سے یا اپنی بہنوں کے گھر سے یا اپنے چچاؤں کے گھر سے یا اپنی پھوپھیوں کے گھر سے یا اپنے ماموؤں کے گھر سے یا اپنی خالاؤں کے گھر سے یا ان گھروں سے جن کی کنجیاں تمہارے اختیار میں ہوں یعنی جہاں کے مختار تم ہو یا اپنے عزیز دوست کے گھر سے پھر اس میں بھی کوئی گناہ نہیں کہ تم اکیلے اکیلے کھاؤ یا سب مل کر کھاؤ

ان گھروں کی تفصیل اس لئے دیدی کہ بعض قوموں میں لڑکیوں اور اسی قسم کے رشتہ داروں کے گھر سے کھانا معیوب سمجھا جاتا ہے۔ اپنا یت کے علاقوں میں کھانے سے حجاب اور دریغ نہیں ہونا چاہیئے نیز اس سے یہ بھی نہیں سمجھ لینا چاہیئے کہ ان کے علاوہ اور تمام گھروں سے کھانا ممنوع ہے۔ حلال دعوت اور پاک کھانے کی کہیں ممانعت نہیں۔

(۷) اپنے گھر میں آنا۔ فاذا دخلتم بیوتا فسلموا علی انفسکم تحیۃ

من عند الله مبارکة طيبة اور جب تم گھروں میں آؤ تو اپنے گھر والوں کو ریا ایک دوسرے کی سلام کیا کرو ایسی دعا کے انداز میں جو خدا کی طرف سے بطور پاکیزہ و مبارک دعا کے مقرر ہے۔

باب چہارم

خانگی زندگی

(۱) **والدین:** بچوں کی پرورش کرنا فطرت کا ایک ضروری تقاضا ہے حیوانات اپنے بچوں کی پرورش اسی جذبہ کے ماتحت کرتے ہیں لیکن کوئی حیوان ایسا نہیں جو ماں باپ کی خدمت بھی کرتا ہو۔ بڑا ہو کر حیوان تو اپنے ماں باپ کو پہچانتا بھی نہیں لہذا قرآن کریم نے بچوں کی پرورش کے متعلق زیادہ تاکید نہیں کی صرف یہ کیا کہ اس بارے میں جو بری رسمیں پیدا ہو گئی تھیں ان کی اصلاح کر دی ہاں ماں باپ کی خدمت کے لئے جو انسان کی فطرت کا ضروری تقاضا نہ تھا بلکہ حیوان کے مقابلے میں انسان کی امتیازی خصوصیت تھی بڑی تاکید فرمائی۔

ووصینا الانسان بوالدیه احسانا۔ | اور ہم نے انسان پر فرض عائد کر دیا ہے کہ ماں باپ سے احسان یعنی نیک سلوک کرے۔

بڑھاپے میں بچوں کی سی عادات پیدا ہو جاتی ہیں لیکن جہاں بچوں کی باتوں سے لوگ خوش ہوتے ہیں بوڑھوں کی باتوں سے تنگ آجاتے ہیں بچہ اگر دس بار ایک بات پوچھے تو آپ ناراض نہ ہوں گے لیکن اگر بوڑھا کسی بات کو ایک مرتبہ بھی دہرائے تو آپ ترشرو ہو جائیں گے۔ ولا تقل لهما اف ولا تنهرهما وقل لهما قولا کریما اور ماں باپ سے سخت کلامی مت کرو نہیں ڈانٹو نہیں۔ جھڑکو نہیں۔ بلکہ ان سے ادب اور تعظیم و نرمی سے بات کرو۔

واخفض لهما جناح الذل | اور ان کے سامنے انکساری شفقت اور محبت سے جھکے رہو۔

(بقیہ سلسلہ مضمون صفحہ ۱۰) باوجود ہم نہیں پھولتے پھلتے! پہلے سچے دل سے ایمان لاؤ اور کلمہ طیبہ کے مطابق زندگی بسر کرو پھر اگر وہ درخت نہ پیدا ہو جو زمین کی گہری جڑوں کے ساتھ پھیلنے والا اور آسمان تک چھا جانے والا ہے تو معاذ اللہ معاذ اللہ اپنے خدا کو جھوٹا سمجھ لینا کہ اس نے تمہیں غلط بات کا اطمینان دلایا۔

پھر آپ کا یہ کتنا بڑا مغالطہ ہے کہ جو کلمہ خبیثہ کو مانتے ہیں وہ واقعی دنیا میں پھل پھول رہے ہیں۔ کلمہ خبیثہ کو ماننے والے نہ کبھی پھولے پھلے ہیں نہ آج پھل پھول رہے ہیں۔ تم دولت کی کثرت عیش و عشرت کے اسباب اور ظاہری شان و شوکت کو دیکھکر سمجھتے ہو کہ وہ پھل پھول رہے ہیں مگر ان کے دلوں سے پوچھو کہ کتنے ہیں جن کو اطمینان قلب نصیب ہو؟ ان کے اوپر عیش کے سامان لدے ہوئے ہیں مگر ان کے دلوں میں آگ کی بھٹیاں سلگ رہی ہیں جو ان کو کسی وقت چین نہیں لینے دیتیں۔ خدا کے قانون کی خلاف ورزی نے ان کے ظاہر کو جو زینت بنا رکھا ہے اخباروں میں دیکھو کہ یورپ اور امریکہ میں خودکشی کا کتنا زور ہے طلاق کی کثرت سے نسلیں کس طرح گھٹ رہی ہیں۔ دل شکستگی جاری ہیں امراض خبیثہ نے کس طرح لاکھوں انسانوں کی زندگیاں تباہ کر دی ہیں مختلف طبقوں کے درمیان روٹی کے لئے کیسی سخت کشمکش برپا ہے حسد اور بغض اور دشمنی نے کس طرح ایک ہی جنس کے آدمیوں کو آپس میں لڑا رکھا ہے عیش پسندی نے لوگوں کیلئے زندگی کو کس قدر تلخ بنا دیا ہے اور بڑے بڑے عظیم الشان شہر جن کو دور سے دیکھکر آدمی رشک جنت سمجھتا ہے ان کے اندر لاکھوں انسان کس مصیبت کی زندگی بسر کر رہے ہیں کیا اسی کو پھلنا اور پھولنا کہتے ہیں! کیا یہی وہ جنت ہے جس پر تم رشک کی نگاہیں ڈالتے ہو!

میرے بھائیو! یاد رکھو کہ خدا کا قول کبھی جھوٹا نہیں ہو سکتا۔ حقیقت میں کلمہ طیبہ کے سوا اور کوئی کلمہ ایسا نہیں جس کی پیروی کر کے انسان کو دنیا میں راحت اور آخرت میں سرخروئی حاصل ہو سکے۔ تم جس طرف چاہو نظر دوڑا کر دیکھ لو۔ اس کے خلاف تم کو کہیں کوئی چیز نہ مل سکے گی۔

زندہ سیاست پاکستان کا زاویہ نگاہ

(از مولوی علی احمد صاحب عباسی ایم۔ اے، ایس۔ سی۔ علیگ)

(بقیہ سلسلہ گذشتہ)

دوسرا سوال یہ ہے کہ "اکھنڈ ہندوستان" عبارت کس خطۂ زمین سے ہے؟ کیا اس کا مدار کسی حکومت کے عرض و طول پر ہے؟ افغانستان جو ایک آزاد و خود مختار سلطنت ہے ایک وقت میں سلطنت ہند کا ایک صوبہ تھا اور اس کے گورنر یہاں سے مقرر ہوئے جاتے تھے۔ اس اکھنڈ ہندوستان کا ذکر ہے جو کانگریس اور انگریز کے نزدیک ایک تاریخی اور معیاری حیثیت رکھتا ہے اور جس کا وجود شہنشاہ اکبر کے عہد میں تھا یا مستقبل کے اکھنڈ ہندوستان میں سلطنت خداداد افغانستان بھی شامل ہے۔ پھر کل تک برما کی حیثیت مادر وطن کی ٹانگ کی سی تھی جو آج کٹ گئی اگر انگریزی مدبروں کو پھر ہندوستانی بنا دے تو اور بات ہے لیکن مادر وطن کے سپوت کیا اس ٹانگ کے جوڑنے میں کامیاب ہو سکتے ہیں جبکہ خود برمی قوم اپنے آپ کو کسی حیثیت سے بھی ہندوستانی نہیں سمجھتی بلکہ ہندوستانیوں کو مار کر نکال دینا اپنا قومی فرض سمجھتی ہے؟

حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں کو بھی انگریزی تلوار نے ہندوستانی بنا رکھا ہے ورنہ ان کو ہندوستانیت سے کیا تعلق ہے۔ ہندو نقطۂ خیال سے قومیت کی بنیاد وطن اور نسل پر ہے۔ پنڈت جواہر لال نہرو موحد ہوں یا مشرک، مذہب کے مقر ہوں یا منکر ہر حال میں ہندو پنڈت رہیں گے اور ہر ہندو ان کی نسل کی بنا پر ان کے احترام کے لئے مجبور ہے اور ہر حال میں ان کی سیوا سے اپنے گناہوں کا کفارہ کر سکتا ہے لیکن اسلامی نقطۂ خیال سے قومیت کی بنیاد اسلام ہے یہی وجہ ہے کہ کافر باپ کا مسلم بیٹا اس کا وارث نہیں اور مسلم کے چچا کی کافرہ بیٹی سے کوئی مسلم نکاح نہیں کر سکتا اور عزیز ترین بھائی سے ارتداد کے بعد کوئی مسلمان کسی قسم کا تعلق نہیں رکھ سکتا۔ ایک مسلمان کو اگر کسی ملک میں صحیح اسلامی زندگی بسر کرنے میں دشواری ہو تو اس پر ہجرت فرض ہے یا حالات کے درست کرنے کے لئے جہاد لازمی ہے [illegible] وطن صرف اسلام ہوتا ہے اور اس کا وطن دار الاسلام ہے جتنے رشتے ہیں سب تعلقات صرف اسلام کے ساتھ وابستہ ہیں اور اسلام چھوڑ کے ہی ختم ہو جاتے ہیں [illegible]

متحدہ قومیت اور مسلمان

گاندھی جی کی قومیت کا مفہوم ہمیں اور ہر قسم کی تمام جماعتوں پر حاوی ہے اور اسی طرح دو فرقوں کی ہندویت میں اسلام بھی شامل ہے یہ ان کا اپنا نظریہ ہے لیکن بہت [illegible] ہے کہ اسلام کے نزدیک اس قسم کا اتحاد اور اس قسم کی ذہنیت کا ممکن ہی نہیں [illegible] جتنی جماعتوں کے [illegible] اور اپنے اپنے عقائد و عبادات ہیں ان کا اپنا [illegible] لیکن سیاسی حیثیت سے [illegible] اگر ایک ہی لباس ہے ایک ہی جھنڈا ہے ایک [illegible] ایک نصب العین ہے [illegible] عملی سیاست میں [illegible]

نہیں ہندو اور مسلمانوں میں یہی متحدہ قومیت اور سیاسی یکجہتی تو شہنشاہ اکبر کے دین الٰہی سے بھی حاصل نہیں ہو سکی حالانکہ دستور سازی مسلمانوں کے ہاتھ میں تھی جب ہم اس وقت راضی نہیں ہوئے جبکہ طاقت ہمارے ہاتھ میں تھی تو آج کیسے راضی ہو سکتے ہیں جبکہ "قلم در کف دشمن است"۔

اسلامی نقطۂ خیال سے ایک بھی مسئلہ ایسا نہیں جس میں شریعت اسلامیہ کے فیصلے سے تجاوز کیا جا سکے اور ایک بات بھی ایسی نہیں جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلق نہ سمجھا جا سکے۔ ہماری انفرادی زندگی ہو یا اجتماعی زندگی اگر سنت نبوی پورا کرنے کے لئے ہماری جد و جہد ہے تو سر آنکھوں پر اور اگر نہیں تو خاک بر سر ایسے۔ گو کوئی صاحب کچھ ہی کہیں لیکن متحدہ قومیت کا جو نقشہ ہمیں غلام ہندوستان میں نظر آ رہا ہے اس سے آزاد ہندوستان کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے:

(۱) ہندوستان کی متحدہ قومیت کا جھنڈا ترنگا جس پر چرخا بنا ہوا ہے اور جس پر اکبری اکھنڈ ہندوستان کی طرح بھی اللہ اکبر نہیں لکھا جا سکتا (۲) ہندوستان کی متحدہ قومیت کا گیت ہے بندے ماترم جس میں زمین کی پرستش کی دعوت اس قوم کو دی جاتی ہے جو شمس و قمر سے بھی بلند ہو کر خالق الشمس والقمر کو سجدہ کرتی ہے (۳) ہندوستان کی متحدہ قوم کی زبان ہے "ہندوستانی" جس کا نمونہ متحدہ قومی حکومت کے نمائندے یوپی کے وزیر تعلیمات نے دکھا دیا اور جس کا رسم الخط اردو اسلئے فرقہ وارانہ ہے کہ گاندھی جی کے نقطۂ نظر سے وہ قرآنی رسم الخط کے مشابہ ہے حالانکہ یہ وہی قرآن ہے جو بقول ان کے ان کی ہندویت میں سما سکتا ہے (۴) ہندوستان کی متحدہ قومیت کا نصاب تعلیم ہے وہ رسوائے عالم دستور جسے واردھا اسکیم کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے (۵) ہندوستان کی متحدہ قوم کا نعرہ ہے "مہاتما گاندھی کی جے" اور بندے ماترم اور بالکل اسی طرح جس طرح کفار قریش کا نعرہ تھا "اعل ھبل" اور جس کے جواب میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا "اللہ اعلیٰ واجل"۔ متحدہ قومیت کے ان مظاہر کو قبول کر کے محض احساس کمتری کی بنا پر مسلمان نوجوانوں کا وہی حشر ہوا ہے جو انگریزی تعلیم پانے والے اور انگریزی دفتروں میں ملازمت کرنے والے نوجوانوں کا ہوا اور جو حال سرکاری لوڈی علماء و مشائخ کا ہے وہی حال کانگریسی علماء و مشائخ کا ہے الا ماشاء اللہ فرق صرف انگریزی اور ہندو وطنیت کا ہے یہاں خدمت سرکار ہے اور وہاں متحدہ قومیت اور آزادی وطن کا جذبہ ہے۔ یا ایھا الذین آمنوا علیکم انفسکم کو سب نے بھلا دیا اور ولیجدوا فیکم غلظۃ کو سب نے فراموش کر دیا۔ جب غلام ہندوستان میں آزادی کی جنگ لڑتے وقت یہ عالم ہے تو فتح کرنے کے بعد یا مفتوح رہنے پر کیا آئندہ نسل کے نوجوانوں سے یہ توقع رکھی جا سکتی ہے کہ وہ روایات اسلامیہ کو قائم رکھ سکیں گے اور منشائے رسالت کو پورا کر سکیں گے۔ ایک قوم کا جھنڈا اس کے نصب العین کا آئینہ دار ہوتا ہے ایک قوم کا نعرہ اس کی جدوجہد کے مقصد کا مظہر ہوتا ہے ایک قوم کا ترانہ اس کے تمام تصورات اور امیانات [illegible] کا خلاصہ ہوتا ہے ایک قوم کا نصاب تعلیم اس کی تمام روایات کو برقرار رکھنے کا ذریعہ ہوتا ہے۔ ایک قوم کی زبان اس کی معلومات اس کی تمام ترقیوں اور تمام تاریخ اور تمام قومی اور انفرادی جذبات کی ترجمان ہوتی ہے بعض اصطلاحات تو ایسی ہوتی ہیں کہ ان کے بار بار استعمال سے پوری قوم کا کردار بدلا جا سکتا ہے۔ اب ہم معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ جو لوگ ترنگے جھنڈے کو لہراتے ہیں اور بندے ماترم کا گیت خشوع و خضوع یا جوش و امنگ کے ساتھ سنتے ہیں وہ اسلام کی کوئی خدمت انجام دے رہے ہیں یا اس کی [illegible]

کو دوسرا آئین بنا ہے کا انتظام کر رہے ہیں جہاں بغیر تلوار کے سب کام ہو جائیں گے یہ حالات ہیں جن کی بنا پر مسلم لیگ متحدہ قومیت کے تخیل کو مسلمانوں کی خودکشی سے تعبیر کرتی ہے۔

قوم کا اسلامی مفہوم اور قومی خود اختیاری کا مطالبہ

مسلم لیگ مسلمانوں کو قوم قرار دیتی ہے اور آج روئے زمین پر قوم کی جو بھی قابل قبول تعریف کی جا سکتی ہے گویا پاکستانی مسلمان اس حیثیت سے بھی ایک قوم اور بہت بڑی قوم ہیں لیکن ہم یہاں اسلامی مفہوم سے بحث کرنا چاہتے ہیں۔ کانگریس ہائی کمانڈ کی چونکہ ہندو ذہنیت ہے نیز مغربی تعلیم کا اثر ہے لہذا اس کے نزدیک وطنیت اور قومیت تقریباً مترادف الفاظ ہیں۔ اسی لئے کانگریسی لوگ جب نیشن کہتے ہیں تو اسی معنے میں کہتے ہیں اور ساتھ ہی ان کے ذہن میں مادر وطن کا تخیل ہوتا ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ جب ہم ایک ملک میں رہتے ہیں تو ملکی ضرورریات کا جہاں تک تعلق ہے وہ امر مشترک ہے لہذا جتنے لوگ اس ملک میں رہیں گے وہ ان کا وطن ہوگا اور وہی ان کی قومیت ہوگی چنانچہ ہندو ہو یا مسلمان برہمن ہو یا سید ایرانی النسل ہو یا ترکی الاصل جو ہندوستان میں رہتا ہے وہ ہندوستانی ہے لہذا اس کو ان تمام امور میں ملکی حیثیت سے حصہ لینا چاہیئے جو اس ملک کو خوش حال بنا سکیں مذہب ہر ایک کا اس کے ساتھ ہے۔ اگر ہمارا مذہب کوئی انفرادی چیز ہوتی تو ہم اس نظریہ کو قبول کر لیتے لیکن یہاں معاملہ برعکس ہے ہمارا مذہب اتنا انفرادی نہیں جتنا اجتماعی ہے اور ہمارے اجتماعی نظام کے اتنے صاف اور واضح احکام ہیں کہ ہم کسی حال میں ان کی خلاف ورزی نہیں کر سکتے۔

بیشک ہم ہندوستان میں لاکھ ہزار برس سے رہتے ہیں ہماری اکثریت کی رگوں میں ہندوستانی خون ہے ہماری صورتیں ہندوستانی ہیں اور جغرافیائی ماحول کے تقاضے جذبات و خیالات کے بعض رخ بھی ہندوستانی ہیں اگر یہاں خوش حالی ہوگی تو ہم بھی متمتع ہوں گے اگر یہاں قحط پڑے گا تو ہم بھی بھوکے مریں گے اگر خدانخواستہ اس ملک کو تاراج کیا جائیگا تو ہم بھی اس کی لپیٹ میں آ جائیں گے ہم اسی ملک میں پیدا ہوئے ہیں اور غالباً اسی زمین میں دفن بھی ہوں گے لیکن افسوس ہے کہ ان سب باتوں کے باوجود یہ ملک مغربی نقطۂ خیال سے ہم ہندوستانیوں کا وطن ہو تو ہو ہم مسلمانوں کا وطن نہیں اور یہ ہم مسلمانوں کا وطن ہو بھی کیسے سکتا ہے جبکہ ہم نے اس جگہ کو بھی اپنا وطن نہیں کہا جہاں ہم چار ہزار برس سے رہتے تھے اور جہاں سے ہم اتنے وابستہ تھے کہ ہندوستان سے اس کے عشر عشیر بھی وابستہ نہیں ہو سکتے اس جگہ سے زیادہ مقدس، محترم، محبوب نہ پہلے کوئی خطۂ زمین ہماری نگاہوں میں تھا اور نہ کبھی ہوگا۔ ہم اس محبوب ترین دیار کو چھوڑ کر چلے گئے محض اسلئے کہ وہاں ہم اپنے طریقہ پر اپنی حیاۃ اجتماعیہ کے نظام کو قائم نہ کر سکتے تھے دین کے مقابلے میں ہم نے نسل اور وطن کو خیرباد کہدیا۔

ہماری قومیت کی صرف ایک ہی بنیاد ہے اور وہ ہمارا دین ہے جو نہ مشرقی ہے نہ مغربی نہ عربی نہ عجمی نہ کسی نسل میں محدود ہے نہ کسی وطن میں اور نہ کسی زمانے میں یہ فطرۃ اللّٰہ التی فطر الناس علیہا ہے اس لئے ازلی ہے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے بعد اس کو جو شکل عطا ہوئی ہے اس شکل میں ابدی بھی ہے۔ جغرافیائی حدود یا رنگ و زبان کے تعلقات کو ہم صرف دین کی بنیاد پر دیکھتے ہیں۔ اگر دین نہ ہو تو ہم کسی چیز کو بھی نہیں دیکھتے اور امر سے ہی دلچسپی نہیں لیتے اور دین کے معاملے میں بھی ہم ایک فرد کے ذاتی کردار کو اتنا نہیں دیکھتے جتنا اجتماعی نظام کو افراد کتنے ہی پاکباز ہوں اور صفت موصوف ہوں لیکن اگر امارت صحیحہ نہیں ہے تو ہمارا دین چوتھائی سے زیادہ مفلوج ہے۔

ہماری تجارت ہو یا صنعت ہماری تعلیم ہو یا "دیوانی" اور فوجداری معاملات ہمارے مدنی مسائل ہوں یا عسکری امور ہمارے معاملات ہوں یا عقائد و عبادات ہمارے پاس ہر چیز کے متعلق واضح احکام و اصول ہیں جن سے ہم سرمو تجاوز نہیں کر سکتے۔ ہم مکلف ہیں کہ حدود اللہ کو قائم کریں اور ان حدود اللہ کو ہمارے اوپر کوئی بھی قائم نہیں کر سکتا سوائے ہمارے اپنے امیر کے اور ہمارے امیر کے لئے اسلام کے بعد شرط اول یہ ہے کہ وہ خود مختار سلطنت کا امیر ہو اگر ہم کسی ایسے دستور سیاسی سے راضی ہو گئے جس کے تحت ہماری امارت صحیحہ قائم نہ ہو تو ہم عند اللہ عند الرسول صلعم و عند المومنین غدار ٹھہریں گے اور اپنے ان بزرگوں کی ناخلف اولاد ثابت ہوں گے جنہوں نے جان و مال کی بازی لگا کر اس نظام کو قائم کیا تھا۔

عالم اسلام کی ہم سب سے بڑی اکثریت ہیں اور اپنی تعداد میں بعض کئی آزاد قوموں کی برابر ہیں پھر ہم میں کثیر تعداد ان لوگوں کی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان سے ہیں اور مہاجرین و انصار رضوان اللہ علیہم اجمعین کی اولاد ہیں جنہوں نے پہلی صدی ہجری میں ہی اس دیار میں اسلام کو پھیلا دیا تھا لہذا سب سے زیادہ ہم پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ ہم پاکستان کے قیام کے لئے جد و جہد کریں۔

کوئی قوم جب تک اپنا مستقل نظام حیات نہ ہو وہ کسی دوسری قوم کے نظام میں اپنی حیاۃ اجتماعیہ کے فرائض پورے نہیں کر سکتی۔ آج انگریزی نظام میں جو مشکلات ہیں کل اکھنڈ ہندوستان میں اس سے کم مشکلات نہ ہونگی مکمل آزادی کے معنے یہی ہیں کہ ہر وہ قوم جو اپنی تعداد اپنے تمدن اپنی تاریخ اپنے دستور یا قوم کی کسی بھی مسلم تعریف کی بنا پر قوم کہلائی جا سکتی ہے اس کا حق ہے کہ وہ بالکل آزاد ہو اور اس کا فرض ہے کہ اس آزادی کے لئے اپنی تمام قوتیں صرف کر دے۔ کوئی قوم آزاد نہیں کہی جا سکتی جب تک اندرونی اختیارات کے ساتھ خارجی پالیسی بھی اس کے ہاتھ میں نہ ہو۔ اگر ہم ہندوستان میں چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں میں بکھرے ہوئے ہیں اور ہمارے اندر سیاسی حیثیت سے اسلامی نظام قائم کرنے کی سرے سے صلاحیت و قدرت ہی نہ ہوتی جب تو شاید ہم کو کانگریسی خیال کے مطابق ہندوستانی قوم کی مسلم اقلیت کہا جا سکتا تھا لیکن اس وقت بھی قومیت کے اسلامی نظریہ کی بنا پر ہم پر یہی واجب ہوتا کہ ہم ہجرت کر جائیں یا اسلام کا نظام قائم کرنے کی قوت پیدا کریں پاکستانی علاقہ میں ہماری بہت بڑی اکثریت ہونے کے باوجود اگر کوئی ہمیں اقلیت کہتا ہے تو اس کا جہل محض ہے اور ہماری سخت ترین توہین ہے۔ "قومی خود اختیاری" کے مطالبے کا یہی منشا ہے اور اس مطالبے کے صرف ایک ہی معنے ہیں پاکستان! اور ہرگز کوئی دوسرے معنے نہیں ہو سکتے۔

———(۵)———

صاحب نے بنگال میں شروع کی، دینی مفہوم میں تبلیغی اور اصلاحی تھی دوسری طرف سید احمد بریلوی کی تحریک اس سے شریعت و طریقت کے امتزاج کے ساتھ لوگوں کے عقائد و کردار کی اصلاح مقصود تھی اور یہ کہ قرونِ اولیٰ کے نمونے کے مسلمان پیدا ہوں واقعی سید احمد صاحب اور ان کے خلفاء کی تربیت سے اس زمانہ کے مخلص، مرتاض، جفاکش اور سادہ مزاج مسلمانوں کی ایک معقول جماعت پیدا ہوئی ان کی تبلیغ اور اچھے نمونے سے اس زمانے کی مسلم سوسائٹی کے طور طریق کی بڑی اصلاح ہوئی مگر جیسا کہ واقعات سے ثابت ہوتا ہے اسلام کا ہمہ گیر مقصد ان کے ذہن میں بھی نہ تھا جو واقعی ہے اور قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کے پیشِ نظر تھا۔

پنجاب میں سکھوں کو اقتدار حاصل ہوا تو انہوں نے مسلمانوں پر مذہبی تعصب کے ساتھ زیادتیاں کیں اذانیں بند کیں مسجدوں کو اصطبل بنایا مسلمانوں کے دوسرے مذہبی شعائر بند کر کے ان مسلمانوں کو طرح طرح پریشان کیا اس حالت سے متاثر ہو کر سید احمد بریلوی نے سکھوں پر جہاد کرنے کا فیصلہ کیا انہوں نے کہا اور پھر واقعی کامیابی کے ساتھ جہاد کیے پہلی مرتبہ جب جہاد کے لیے جا رہے تھے تو کسی شخص نے ان سے کہا کہ آپ اتنی دور دراز سکھوں پر جہاد کرنے کے لیے تشریف لیجا رہے ہیں یہیں انگریز موجود ہیں جو منکر اسلام ہیں اور اس ملک پر حکمران ہیں انہی پر کیوں جہاد نہیں فرماتے یہاں آپ کی مدد کے لیے لاکھوں مسلمان شریک ہو جائیں گے اس کے جواب میں سید احمد بریلوی نے فرمایا کہ ہمارا مقصد کسی ملک چھیننا یا بادشاہت کرنا نہیں ہے ہم سکھوں پر جہاد اس وجہ سے کرتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کو فرائض مذہبی انجام دینے سے روکتے ہیں انگریزی حکومت اگرچہ منکرِ اسلام ہے مگر وہ مسلمانوں پر ظلم و تعدی نہیں کرتی اور نہ فرائضِ مذہبی اور عبادات لازمی سے روکتی ہے اگر سکھ اب یا ہمارے غلبہ کے بعد ان حرکات سے باز آ جائیں تو ہمیں ان سے لڑنے کی ضرورت نہ رہے گی۔"

یہ تو صرف ایک اصولی گفتگو تھی جس سے اس کا اندازہ ہوتا ہے کہ جناب سید احمد بریلوی سیاست کی طرف بالکل متوجہ نہ تھے۔ ایک دوسرا واقعہ اور موجود ہے جس سے اس حقیقت پر بہت تیز روشنی پڑتی ہے کہ اس دور کے مسلمانوں میں بالکل سیاسی فکر باقی نہ رہی تھی حضرت سید احمد بریلوی معرکہ کارزار میں شہید ہوئے اس کے نو برس کے بعد مولوی ولایت علی خلیفہ حضرت مولوی سید احمد بریلوی رو گلاب سنگھ کے کشمیر پر جہاد کرنے کے لئے پٹنہ سے سرحد تشریف لے گئے چند سال قیام کیا اور گلاب سنگھ کا بہت سا علاقہ چھین لیا۔ اس غلبے کے بعد مولوی ولایت علی اس شرط پر گلاب سنگھ کا چھینا ہوا علاقہ واپس کرنے کو تیار تھے کہ وہ مسلمانوں کو مذہبی آزادی دے اور ان پر ظلم نہ کرے ان بزرگوں نے واقعی یہ خواہش ظاہر کی۔

زیرِ بحث مسئلہ یہ نہیں ہے کہ شریعت اسلامیہ کی رو سے جہاد کب فرض ہو جاتا ہے! دارالاسلام کسے کہتے ہیں اور دارالحرب کسے اس معاملے میں میری کوئی رائے نہیں۔ مگر سوال یہ ہے کہ مذہبی نقطہ نظر سے یہ حالت بہتر ہے کہ مسلمانوں کو مذہبی آزادی دینا اور نہ دینا کسی غیر مسلم حکومت کے اختیار میں ہو یا یہ کہ حکومت مسلمانوں کی ہو جس میں وہ اپنی مذہبی اور ہر قسم کی آزادی کے خود محافظ ہوں حکومت مسلط بہر حال اس پر قادر ہو گی کہ وہ مسلمانوں کو جہاد کرنے کے قابل ہی نہ رکھے اب تو دنیا کے ہر گوشہ میں مسلمانوں کو تجربہ ہو چکا ہے۔ فرانس نے جنگِ عظیم سے قبل مراکش، الجزائر اور طیونس کے مسلمانوں کو بے دین کرنے کی کوشش کی اور طرابلس الغرب میں مسولینی نے۔ مسلمان دونوں حکومتوں کے مقابلے میں اس قدر بے دست و پا تھے کہ جہاد کا خیال بھی نہ کر سکے خود جناب سید احمد بریلوی نے جب جہاد کا قصد کیا تو پہلے لفٹنٹ گورنر صوبہ متحدہ کی اس شرط کا اجازت کے بعد کر سکے کہ انگریزی حدود سے اندر جانا نہ ہوا اور پھر انگریزی حکومت نے ہی ان کو سہولتیں بہم پہنچائیں وہ خود یہ چاہتی تھی کہ سکھوں کا زور توڑا جائے اگر لفٹنٹ گورنر نے تیاری کی منزل میں سید صاحب کو روک دیا ہوتا تو انھیں مجبوراً سکوت اختیار کرنا پڑتا۔ اموی اور عباسی خلفاء کے زمانے میں پھر ان مسلمان سلاطین اور بادشاہوں کے عہد میں جنھیں ظل اللہ کہا اور سمجھا جاتا تھا اہتمام اور بلا اہتمام حصول اور رواج کے ذریعہ سے تدریجاً مسلمانوں کے یہ دہن نشین ہو گیا کہ عام مسلمانوں کو سیاست اور حکومت سے کوئی تعلق نہیں ہے حتیٰ کہ سیاست علماء کی بحث و فکر تک سے خارج ہو گئی۔

محرکاتِ اصلاح

ایسٹ انڈیا کمپنی نے اپنے سیاسی تسلط کے بعد بہت طریقہ پر یہ پالیسی اختیار کی کہ سابق بادشاہوں کی ہم قوم مسلمانوں کو زندگی کے ہر شعبے میں پست کیا جائے تاکہ ان کے اثرات زائل ہوں مسلمانوں کو سرکاری ملازمتوں سے خارج کرنے کے لئے اس نے سب سے پہلے بنگال میں بجائے فارسی کے دفتری زبان بنگالی قرار دی پھر کمپنی کی مرکزی حکومت نے تمام صوبوں کی حکومتوں کو یہ اجازت دی کہ بجائے فارسی کے صوبجاتی زبانیں دفاتر میں جاری کریں۔ بالآخر لارڈ ہارڈنگ گورنر جنرل نے ایک ریزولیوشن پاس کیا جس کا منشا یہ تھا کہ سرکاری ملازمتوں میں ان لوگوں کو ترجیح دی جائے جنہوں نے انگریزی تعلیم پائی ہے۔ کمپنی کا یہ مقصد پورا ہوا سرکاری ملازمتوں میں ایسے استحکام کے ساتھ ہندوؤں کا غلبہ ہوا کہ پچاس برس انگریزی تعلیم حاصل کرنے کے بعد بھی مسلمان اب تک اپنا واجبی حق لینے میں کامیاب نہیں ہوئے ہیں۔

ابتداءً ایسٹ انڈیا کمپنی نے تعلیم کی طرف سے قطعی لاپروائی برتی اس کا یہ اثر ہوا کہ مسلمانوں کا اپنا تعلیمی نظام بالکل درہم برہم ہو گیا۔ پھر مسلمانوں کے تعلیمی اوقاف ضبط کئے اور بعض کی آمدنیاں اوقاف کے مقاصد کے خلاف صرف کیں۔ تعلیمی پروگرام ایسا بنایا جو مسلمانوں کے مذہب کلچر اور روایات کے ساتھ سازگار نہ تھا جنہوں نے تعلیم نہ پائی وہ جاہل رہ گئے اور جنہوں نے انگریزی تعلیم اختیار کی ان کا رشتہ اپنے ماضی سے منقطع ہو گیا۔ اسلامیت اور ان کے درمیان مغائرت پیدا ہو گئی۔

بنگال میں ایسٹ انڈیا کمپنی نے قانون بازگشت پاس کیا بنگال میں پہلے ۷۵ فی صدی مسلمان زمیندار تھے دس سال کے اندر اس کے اثر سے مسلمانوں کی تمام زمینداریاں نکل گئیں مسلمان زمیندار پانچ فیصدی رہ گئے

ہنگامہ ۱۸۵۷ء

۱۸۵۷ء میں بالکل اتفاقی طور پر وہ ہنگامہ ہوا جو غدر کے نام سے مشہور ہے کوئی یہ ثابت نہیں کر سکا کہ کسی پروگرام کے ماتحت یا انتظام و اہتمام کے ساتھ مسلمانوں نے اس ہنگامے کی ابتدا کی یا من حیث القوم مسلمان اس میں شریک ہو گئے

(بقیہ صفحہ [illegible] پر ملاحظہ فرمائیں)

زندہ ماضی
حضرت امیر المومنین سیدنا علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ

زندہ روحانیت

مخلوق، وخالق کے درمیان میں اتصال حقیقی قائم رکھنے کا نام روحانیت ہے تمام ادیان ومذاہب جن میں مذہبی احساسات زندہ ہیں روحانیت کے دعویدار ہیں عام اس سے کہ ان میں روحانیت کا وجود ہے یا نہیں ہر مذہب اپنے اپنے مسلک کے مطابق ایک باطنی علاقہ اپنے اپنے معبود کے ساتھ رکھتا ہے اسلام نے جو دنیا کی ظاہری و باطنی مادی و اقتصادی ملکی و مالی تمدنی و معاشرتی غرض ہمہ اقسام کی اصلاح کی تعلیم پیش کی وہاں روحانیت کی اساس اس قدر مضبوط و مستحکم قائم کی جس کے سامنے کسی مذہب کسی ملت کو لب کشائی کی گنجائش نہیں، یہی حقائق اسلام نے منشاء تخلیق عالم ارواح کھلے الفاظ میں ظاہر فرمایا۔ قرآن پاک کے الفاظ و آیات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون یعنی جن و انسان کو خالق جن و بشر نے اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔ مفسرین نے لیعبدون کی تفسیر لیعرفون کی ہے یعنی یہ عالم اجنہ وانسان معرفت الٰہی حاصل کرنے کے لئے پیدا کیا گیا ہے معرفت الٰہی ہی حقیقی روحانیت ہے عبادت کی تقسیم دو جزو پر کی گئی ہے ظاہری و باطنی۔ ظاہری عبادت وہ ہے جس کی بجاآوری کے لئے شریعت حقہ نے احکام نازل فرمائے اور جن پر عمارت ایمان و اسلام قائم ہے۔ نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ منجملہ فرائض عبادات ہیں اگر ان فرائض کی ادائیگی میں ذرہ بھر تغافل و کوتاہی کیگئی تو ایمان ہی متزلزل اور اسلام ہی مضمحل ہو گیا اگر خدانخواستہ ان کا ترک دیدہ و دانستہ اور عمداً کیا گیا تو پھر وہ انسان جس نے اسلام قبول کر لیا ہے جو خود کو مسلم کہتا ہے۔ خسر الدنیا والآخرہ ہو گیا اور کفر و ضلالت کی دلدل میں پھنس گیا۔ ان عبادات ظاہری سے بے پرواہ ہونے کے بعد روحانیت کا شائبہ ہی قائم نہیں رہ سکتا اسی لئے عبادات ظاہری کی بجاآوری پر جزا و ثواب اور اعراض پر سزا و عذاب مقرر کئے گئے شریعت حقہ نے عبادات ظاہری کی تعمیل و تکمیل کے لئے شدید ترین احکام نافذ کئے۔ باطنی عبادت دوسری قسم عبادت کی ہے مگر عبادت ظاہری کے تحت میں ہے اس سے مطلق جدا نہیں ہے عبادت باطنی کو اصطلاح صوفیہ میں ریاضت کہتے ہیں جس کا نام مجاہدہ نفس ہے اسی کو حقیقی روحانیت کہتے ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے بانی اسلام حضور سید الرسل فخر موجودات رحمۃ للعالمین احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بظاہر امی اور بباطن عالم لدنی بنایا اور بمصداق اتممت علیکم نعمتی اپنی تمام نعمتوں کو حضور پر نور کی ذات مطہر پر ختم کر دیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادات ظاہری تو یہ تھی کہ کعبہ مطہرہ میں یا مسجد نبوی میں یا سفر و غزوات میں صحابہ کرام کی جماعت کے ساتھ نماز ادا فرماتے ہیں خود امامت فرماتے ہیں مگر مقتدیان میں سے کسی صحابی سے کوئی بے احتیاطی جماعت میں ہو گئی تو سلام کے بعد فوراً اس کو تنبیہ فرماتے ہیں کہ فلاں شخص کا قدم آگے ہو گیا تھا فلاں صحابی سے یہ خامی نماز میں سرزد ہوئی یہی طریقہ بسلسلہ ظاہر تعلیم ہے جو ہر وقت جاری رہی ہے۔

عبادت باطنی یہ ہے کہ راتوں کو مکی زندگی میں گھر سے نکل جاتے ہیں غار حرا میں ساری ساری رات ہی نہیں کئی کئی دن گذر جاتے ہیں اپنے رب کے ساتھ اس قدر استغراق ہے کہ وقت کا احساس دن رات کی تمیز ہی خاطر اقدس سے محو ہو جاتی ہے مدنی زندگی میں جب اسلام دن دونی رات چوگنی ترقی کر رہا ہے مسلمانوں کی اصلاح کی جانب مصروفی زیادہ سے زیادہ تر ہوتی جا رہی ہے یاد الٰہی اور ریاضت کا یہ عالم ہے کہ رات بھر عبادت میں بسر فرماتے ہیں پائے مبارک پر ورم آ جاتا ہے مشغولی کی یہ کیفیت ہے کہ حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حجرہ مبارک میں داخل ہو جاتی ہیں حضور کو خبر ہی نہیں ہوتی آپ پیر کی آہٹ کرتی ہیں حضور اقدس دریافت فرماتے ہیں کون عرض کرتی ہیں عائشہ ارشاد ہوتا ہے کون عائشہ گذارش کرتی ہیں بنت ابوبکر پوچھا جاتا ہے کون ابوبکر؟ حضرت صدیقہ کبریٰ رضی اللہ عنہا پر ہیبت طاری ہو جاتی ہے جبین اطہر پر جلال الٰہی سے پسینہ آ جاتا ہے۔ دوسرے موقع پر جب حضرت صدیقہ اس واقعہ کی یاد دلاتی ہیں ارشاد ہوتا ہے کہ ایک وقت ایسا ہوتا ہے کہ اپنے رب کے ساتھ خلوت راز و نیاز میں ہوتا ہوں جہاں نہ کسی ملک مقرب کی رسائی ہوتی ہے نہ کسی نبی مرسل کا گذر ہوتا ہے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بحیثیت نبی اپنی ذات اطہر کی ہی خبر نہیں رہتی۔ یہ روحانیت کاملہ تھی جس کے لمعات فیوض ولطف سے کل اصحاب کرام بدرجہ اتم سیراب ہوئے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو فضیلت کامل حاصل ہوئی اور آپ افضل البشر بعد الانبیاء کی خصوصی عزت سے سرافراز کئے گئے آپ کے بعد سیدنا حضرت فاروق اعظم پھر حضرت سیدنا عثمان ذو النورین اور پھر حضرت سیدنا مولا علی حیدر کرار رضی اللہ عنہ۔

حضرت امیر المومنین اسد اللہ الغالب سیدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو حقیقی روحانیت کی نعمت خاص طور پر دربار نبوت سے مرحمت فرمائی گئی جمہور اہل سنت کا مسلک افضلیت مطلقہ کے متعلق یہی ہے جو اوپر مندرجہ بالا سطور میں مسلمہ ہے فضائل کی احادیث جو مخصوص طور پر خلفائے راشدین کے متعلق محدثین نے جمع کی ہیں وہ اس بیان کی شاہد و عادل ہیں ان پر زیادہ تفصیل فضول ہے حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کے خصائص کبریٰ پر اگر غور کیا جائے تو ان کی روحانیت کاملہ کا پتہ چلتا ہے جس طرح حضور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی کفالت بعد وفات حضرت سیدنا عبد المطلب حضرت ابی طالب نے فرمائی اسی طرح حضرت علی ابن ابی طالب کی پرورش و کفالت خود حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی آغوش نبوت میں آپ نے تربیت پائی حضرت مولیٰ علی کی عمر دس سال کی تھی جب حضور خلعت نبوت سے سرفراز فرمائے گئے جس دن حضور کو نبوت عطا ہوئی اسی روز بچوں میں سب سے پہلے حضرت دولت اسلام و ایمان سے مشرف ہوئے دس سال کی عمر میں آپ کو روحانیت کی تعلیم گھر کے اندر ملنا شروع ہوئی آثار وحی کے انوار جبرئیل امین کی گفتگو آپ کے طور رنگ اور فرد وش گوش نما نازول میں آپ نے حضور کی اقتداء حیات مقدسہ کے ہر دن و رات میں پانچ بار کی حضور نے علوم الٰہی کا خود کو شہر اور مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو دروازہ بتایا حضور سے طریق عبادت و ریاضت بچپن ہی سے آپ نے سیکھا نماز میں آپ کے استغراق اور مشغولی حق کی یہ کیفیت تھی کہ ایک بار کسی طرح آپ کے پیر کے تلوے میں ایک بڑا کانٹا چبھ کر ٹوٹ گیا آپ کو سخت تکلیف ہو گئی جس قدر کانٹا نکالنے کی سعی کی جاتی تھی اسی قدر تکلیف زیادہ ہوتی تھی حضور نبی اکرم کو جب خبر ہوئی ارشاد فرمایا کہ جس وقت علی نماز پڑھتے

ہوں اور سجدے میں جائیں اس وقت کا نکال لیا جائے چنانچہ یہی ہوا آپ جب سجدے میں تھے جراح نے پیر کے تلوے میں شگاف دیکر کا نکال لیا مگر آپ کو مطلق خبر نہ ہوئی۔ یہ استغراق یہ مشغولی بیلو حق اسی روحانیت کامل کا اثر تھا۔ حضرت مولی رض کو لمانے عشق تھا۔ ایک بار نزول صبا حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر آثار وحی طاری ہوتے۔ حضور نے سر مبارک حضرت علی کے زانوئے اقدس پر رکھا یا عصر کا وقت تھا ہمراہیان سفر نے عصر کی نماز پڑھی مگر آپ بمقتضائے احترام نبوی نماز عصر ادا نہ کر سکے یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو گیا جب حضور وحی سے فارغ ہوئے دیکھا کہ غروب آفتاب کا وقت ہے اور حضرت علی کے چہرہ پر اداسی چھائی ہے سبب اضمحلال دریافت فرمایا عرض کیا حضور کا ادب مانع تھا نماز عصر ادا نہ کر سکا۔ حضور سید الانبیا علیہ التحیۃ والثنا نے دعا فرمائی آفتاب کی شعاعیں درختوں پر پڑنے لگیں اور آپ نے نماز ادا فرمائی۔

جب نبی محبوب خدا محمد رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو روحانیت کی تعلیم دے رہے ان کی نماز ... پر تار اٹھائیں تو کیونکر عالم موجودات ان کی روحانی تجلیات سے ابد آثار فیوض حاصل نہ کرے۔ آج بھی دنیا سے اسلام میں روحانیت کا مدار معرفت الٰہیہ کے جہاں جہاں چراغ روشن ہیں سب کے سب انوار مرتضوی سے اکتساب نور کرتے ہیں جس قدر خانوادے فقر و عرفان اور تصوف و طریقت کے روئے زمین پر موجود ہیں سب ای خاتم تگین خلافت ای خاتح باب امامت شیر یزدان شاہ ولایت امیر دیگر سید علی مشکل کشا رضی اللہ عنہ پر ختم ہوتے ہیں۔

اسرار الاولیا شواہد النبوت وغیرہ کتب سیر و تصوف میں بیان کیا گیا ہے کہ شب معراج حضور صاحب قوسین مالک دنیٰ فتدلیٰ تاجدار عرش کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کو جہاں بیحد و بیشمار نعمتیں دربار عزت سے عطا ہوئیں وہاں روحانیت و معرفت کا نوری خلعت بھی حضور کو عطا ہوا اور وہ خلعت مبارک حضور نے حضرت سیدنا مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کو مرحمت فرمایا۔ حضرت مولیٰ علی نے روحانیت کی تقسیم شہزادگان کونین حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کمیل بن زیاد و اویس قرنی و قاضی ابو المقدام شریح بن ہانی اور حضرت خواجہ حسن بصری رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو فرمائی اور یہی آپ کے بعد آپ کے خلیفہ ہے اور روحانیت ... عالم میں تبلیغ و اشاعت فرمائی حضرات حسنین رضی اللہ عنہما ... نیت کا آفتاب ... اطہار و فدیات طیبات حیدر کرار میں ... اور تمام تجلیات روحانی نے سمٹ سمٹا کر ذات قدسی صفات حضرت غوث الثقلین ... الدین محبوب سبحانی محی الدین ابو محمد عبد اللہ ... جیلانی حسنی حسینی رضی اللہ عنہ کو مرکز انوار و مدار روحانیت قرار دیا جس کے سلسلہ عالیہ قادریہ نے ربع مسکوں کے ہر گوشہ کو سیراب فرمایا اور قیامت تک یہ سلسلہ یونہی روحانی تاثیرات سے تقرب الٰہی اور معرفت یزدانی کو منظر کائنات پر لاتا رہے گا۔

حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ کو جو خرقہ خلافت و روحانیت حضرت مولائے کائنات سے مرحمت ہوا وہ سلسلہ بسلسلہ حضرت خواجہ خواجگان سلطان الہند غریب نواز سلطان رسول خواجہ معین الدین سنجری چشتی اجمیری رضی اللہ عنہ تک پہنچا۔ سرزمین ہندوستان آپ کے وجود باجود کے باعث قیامت تک کے لئے مرکز روحانیت بنی۔

خواجگان چشت اہل بہشت نے اپنے روحانی فیض سے ظلمت کفر و شرک کو ہندوستان سے مٹایا اور نور اسلام سے کروڑوں قلوب کو منور کیا۔ بقیہ حضرات کے انوار روحانی سے بلاد اسلامیہ عرب شام مصر مراکش افریقہ الجزائر چین ملایا وغیرہ نے روحانیت و معرفت حاصل کی غرض روحانیت کے مدار اعظم حضرت سیدنا مولیٰ مشکل کشا حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں آپ نے خصائص کبریٰ میں یہ عظمتیں عزتیں بڑی دستر مدی ہیں۔ آپ ... حال ... پنجتن میں شریک ہیں۔ ان چھ افراد میں ... افضل ہیں جن کو حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے خلافت کے لئے موزوں قرار دیا۔ ان دس اصحاب صحابہ میں ہیں جن کو عشرہ مبشرہ کہا جاتا ہے جن کو جنت کی بشارت ان کی زندگی میں دیدی گئی۔ حضور نبوی کے روحانی فرزند اور حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا جگر گوشہ نبوی رضی اللہ عنہا کے زوج ہیں حضرت حسنین رضی اللہ عنہما کے والد جن کی الفت پر ایمان کا انحصار ہے والدین تمام مشاہدات و غزوات میں بجز تبوک شریک رفاقت نبوی رہے۔ آپ کے والد ابو طالب اور حضور کے والد ماجد حضرت عبد اللہ باہم برادر شفیق ایک ماں باپ کے بیٹے تھے۔ بدر و حنین و خیبر میں آپ کی محیر العقول قوت و بسالت روحانیت کاملہ کی نمایاں کرامت تھی آپ کا علم و عرفان آپ کے ارشادات و کلمات سے ظاہر ہوتا ہے آپ کے فضائل کی احادیث آپ کی عظمت کی شاہد ہیں آپ بعثت نبوت سے دس سال پیشتر پیدا ہوئے فاطمہ بنت اسد آپ کی والدہ کا نام تھا۔ ۳۵ھ ہجری میں آپ خلیفہ ہوئے خوارج کا گروہ آپ کا دشمن جان ہو گیا چنانچہ ابن ملجم شقی ازلی خارجی نے ۱۷ رمضان المبارک ۴۰ھ کو نماز صبح کے وقت آپ پر زہر آلود خنجر سے حملہ کیا۔ زخمہائے شدید کے اثر سے آپ ۲۱ رمضان المبارک کو شہید ہو گئے آپ کی اولاد امجاد میں علاوہ حضرات حسن حسین و زینب و ام کلثوم رضی اللہ عنہم کے آٹھ ازواج سے ۱۸ لڑکے اور چھ لڑکیاں تھیں عمر مبارک ۶۳ سال کی ہوئی نعش مبارک خوارج کے فتنہ کی وجہ سے روپوش کر دی گئی جس کا انکشاف خلیفہ ہارون رشید کے زمانہ خلافت میں ہوا آپ کا مرقد مبارک ... نجف ... مرکز روحانیت ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آریہ سماج اور اسلام

ابتدائی گذارشات

اپنے مذہب کی تبلیغ و اشاعت کرنا اور اس کی مخالفت کو رفع کرنا مجتمعاً و منفرداً مسلمانوں کا مذہبی فریضہ ہے مگر یہ کام جتنا آسان نظر آتا ہے اتنا ہی مشکل، اہم، نازک اور ذمہ دارانہ بھی ہے مشکل اور اہم تو اسلئے کہ اس کے لئے وسعت معلومات دلائل و براہین عقلیہ و نقلیہ سے واقفیت اور مجتہدانہ غور و فکر کی ضرورت ہے۔ نازک اس لئے کہ مذاہب کے اختلاف و تعصب نے اس کو ایک دوسرے کی دل آزاری، جنگ و جدل نفرت و دشمنی اور حصول عز و جاہ کا رنگ دیدیا ہے اور ذمہ دارانہ اسلئے کہ اپنے مذہب کی خدمت و اشاعت اس شرط سے مشروط ہے کہ اس میں ذاتی یا قومی رنجش عناد و نفس تعصب اور سیاسی اغراض و مفاد کی دخل نہ ہو محض حصول رضائے الٰہی اور خدمت خلق کا جذبہ کارفرما ہو۔

یہ اس ملک کی انتہائی ذلت و خواری اور ہندوستانیوں کی حماقت و نادانی ہے کہ یہاں کے باشندوں نے مذہب اور خدا کو حصول زر، باہمی جنگ و جدل، دل آزاری و بدنظمی اور فساد و بدامنی کا ذریعہ بنا لیا ہے ہر مذہب کا داعی، مبلغ، پرچارک اور مناظر دوسرے مذاہب اور پیروان مذاہب کو دغا و فریب ظلم و بے ایمانی اور چرب زبانی و بے اصولی سے بدنام کرنے نقصان پہنچانے اور مٹا دینے کو اپنے مذہب کی خدمت و اشاعت اور سب سے بڑا جہاد سمجھے بیٹھا ہے۔

اپنے مذہب کی خدمت و اشاعت اور دوسرے مذہب کی تردید و تنقید کے لئے شرط اولین یہ ہے کہ اپنے مذہب سے کما حقہ واقفیت اور دوسرے مذہب سے بھی بقدر ضرورت آگاہی ہو اور جس کسی مخالفت یا حمایت کی جائے تو راست بازی کے ساتھ اور اپنے مذہب کا پابند ہو مگر یہاں یہ حال ہے کہ ہمارے مولانا اور پنڈت پادری رہنما اور گرو نہ ہی اپنے مذہب سے واقف ہوں تو ہوں مگر دوسرے مذہب سے واقف نہیں ہوتے یعنی اس مذہب کی زبان مستند کتابوں اور اصول مقاصد سے آگاہ نہیں ہوتے مگر ثابت کرتے ہیں اپنے آپ کو مخالف مذہب کا عالم و فاضل دعوے کرتے ہیں حق پرستی اور بے تعصبی کا اور کام لیتے ہیں کذب بیانی اور حق پوشی سے ان کا مبلغ تمام تر مذہبی کتب کے تراجم پر ہوتا ہے انہی بے سوچے سمجھے تمام اعتراضات کی بنیاد رکھی جاتی ہے حوالوں کو غلط سلط اور توڑ مروڑ کر پیش کیا جاتا ہے ان کے مقامیم کو خود ساختہ معنی میں ڈھالا جاتا ہے اور مذہب کی حمایت میں جھوٹ بولنے کو کار ثواب سمجھا جاتا ہے

ہماری مذہبی تبلیغ و تنقیت کا طریقہ

ہمارے ملک میں جو تبلیغی کتابیں لکھی جاتی ہیں اور جو مذہبی مناظرے اور مباحثے ہوتے ہیں ان کے بے نتیجہ، غیر مفید، دل آزار اور فتنہ انگیز ہونے کا تمام تعلیم یافتہ حضرات کو اعتراف ہے علمبرداران مذہب جب کبھی اپنے مذہب کی اشاعت کرتے اور دوسرے مذہب سے اظہار اختلاف کرتے ہیں تو سارے ملک میں ایک ہنگامہ جدال برپا ہو جاتا ہے جگہ جگہ فساد و بدامنی کے جراثیم پیدا ہو جاتے اور عوام و خواص لڑنے مرنے پر تیار ہو جاتے ہیں اس صورت حال کی تمام تر ذمہ داری علمبرداران و پیشوایان مذہب پر عائد ہوتی ہے اور اسلئے کہ وہ ذمہ داری اور معقولیت و سنجیدگی کا ثبوت نہیں دیتے دلائل و براہین سے گذر کر تمسخر و استہزا ہنگامہ آرائی اور دل آزاری سے کام لیتے ہیں اپنے سے اختلاف رکھنے والوں کے ساتھ نرمی و محبت سے بحث کرنی تو رہی ایک طرف انتہائی سختی و درشتی برتتے ہیں نفس مسئلہ کو ذاتیات کی بحث میں الجھا دیتے ہیں اس کے حسن و قبح سے سروکار نہیں رکھتے بلکہ غیر متعلقہ بحثیں چھیڑ دیتے ہیں تہمتیں تراشی جاتی ہیں الزامات لگائے جاتے ہیں مذموم و بدنام کرنے کی مذموم جد و جہد کی جاتی ہے اور سفید جھوٹ بولے جاتے ہیں اور یہ سب کچھ مذہب کا نام لیکر اور مذہبی تقدیس کا جامہ پہنا کر کیا جاتا ہے اپنے مذہب کی حمایت و موافقت اور دوسرے مذہب کی تردید و مخالفت میں گفتگو کرنے اور اظہار رائے کا ہر شخص کو حق ہے بشرطیکہ وہ جو کچھ کہے سوچ سمجھ کر اور مدلل کہے اور ثبوت میں وہ دلائل پیش کرے جو جذبات کو اپیل کرنے والے نہ ہوں بلکہ عقل و فہم کو دعوت غور و فکر دینے والے ہوں ہی ایک طریقہ ہے جس سے ہم اختلافات و نزاعات کی صورت میں صحیح راستہ تلاش کر سکتے ہیں اس کے برعکس ہمارے مذہبی رہنما محض اپنے متبعین کے جذبات کو ابھار کر اور دوسروں میں کیڑے ڈال کر اپنا اہم مذہب بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔

افسوس صد ہزار افسوس کہ مذہب جیسے اہم مسئلہ میں بھی اس کے حامیوں نے عقل و دانش اور حق پرستی سے قطع کرکے صرف مذہبی جذبات کو برانگیختہ کرکے اس کے خلاف اور موافق رائے حاصل کرنے کو اپنا طریقہ بحث و نظر بنا رکھا ہے اور اسی کو کامیابی کا ذریعہ سمجھ لیا گیا ہے اس طرح سومنات مذہبیت کے ہندو مسلمان برہمنوں عالموں نے ساری قومی زندگی کو زہر آلود کر رکھا ہے اور ہماری ٹھنڈے دل و دماغ اور نیک نیتی کے ساتھ بھی یہ رائے ہے کہ ہندوستان میں اس غلط و اشتعال انگیز طریقہ بحث و نظر کا آغاز سب سے پہلے سوامی دیانند نے کیا جیسا کہ آگے چل کر ہم بدلائل ثابت کریں گے انشاء اللہ و باللہ التوفیق۔

غلط طریق بحث و نظر کا نتیجہ

یہ تو آپ نے سن ہی لیا کہ ہندوستان میں مذہبی اشتعال انگیزی کا آغاز مہرشی سوامی دیانند جی سے ہوا۔ اس کے بعد تمام مذاہب کے علمبردار جوش

جوشِ انتقام میں اسی راستے پر ہولئے اور ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر غیر ذمہ داریوں اور اشتعال انگیزیوں کا ثبوت دیا غیظ و غضب میں تمام علمبرداران مذہب بھول گئے کہ جو اپنے مذہب کا پابند یا مذہب کا پیشوا ہو کر حق گوئی اور ذمہ داری اختیار نہیں کرتا اس کو مذہب کے ماننے سے کچھ فائدہ نہیں بلکہ وہ مذہب کو بدنام کرتا ہے اور درحقیقت وہ اس مذہب کا منکر اور انسانیت کا دشمن ہے ہم نے تو اپنے مقدس مذہب اسلام سے یہی بات سیکھی ہے کہ سچ بولو سچ بلواؤ حق و انصاف کو ہاتھ سے نہ جانے دو اللہ کے بندوں کو اللہ کے رستہ کی طرف حکمت و موعظت نرمی لینت اور معقولیت و سنجیدگی کے ساتھ بلاؤ اور کسی انسان کا دل نہ دکھاؤ اسی میں ہمارے پیارے مذہب کی جیت اور انسانیت کا بھلا ہے

بدقسمتی سے ہمارا وہ طبقہ جو مذہب کا سب سے زیادہ دلدادہ محافظ اور مبلغ و مناظر کہلاتا ہے وہی اکثر حالات میں سب سے زیادہ مذہب سے دور ہے ان کی زندگیاں مذہبی اصولوں کے مطابق نہیں اور جب کبھی دوسرے مذاہب والوں سے بحث و گفتگو کا موقع ملتا ہے تو گویا وہ مذہب کی اخلاقی تعلیم کے بالکل ہی باغی ہو جاتے ہیں اور اپنے مذہب کی اشاعت کے لئے ہر قسم کی بداخلاقیاں زیادتیاں اور سفاکیاں روا رکھتے ہیں اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خود مذہب کے باقی مذہب کے تحفظ کا ذریعہ تو کیا بنتے اور الٹا نادانستہ طور پر لامذہبی اور الحاد و دہریت کا باعث بن گئے مذہب کے حامیوں اور مبلغوں کو کان کھول کر ایک آزاد خیال معقول انسان کی رائے سننی چاہیے اور عبرت حاصل کرنی چاہیے۔

جو لوگ بظاہر فرائض مذہبی کے پابند نظر آتے ہیں اخلاق و معاملات کے لحاظ سے ان کی حالتیں بھی ایسی ہی افسوسناک ہیں جو کسی مذہب کے پیرو کے لئے باعث فخر نہیں ہو سکتیں یہانتک کہ وہ زعمائے قوم جو ممبروں اور سٹیجوں پر سے یا اخباروں اور کتابوں کے ذریعہ سے اپنی اپنی قوم کو پابندی مذہب اور سچے مسلمان ہندو عیسائی اور سکھ بننے کی بلند آہنگی سے دعوت دیتے ہیں خود ان کے عقائد و اعمال کو اگر مذہبی معیار سے دیکھا جائے تو وہ نمائش اور ریاکاری کا ایک لفافہ معلوم ہوتے ہیں۔

یہ اور اسی قسم کے ہزاروں مشاہدات ہیں جو مجھکو اس نتیجہ پر پہنچنے پر مجبور کرتے ہیں کہ موجودہ زمانہ کے لوگوں میں مذہب کی ہدایت سے مستفید ہونے کی صلاحیت نہیں رہی اور مذہب بجائے مفید ہونے کے مضر ثابت ہو رہا ہے

یہ تو ان محقق صاحب کی مذہب کی حقیقت سے بیخبری اور سطحی النظری ہے انھیں مذہب کی بے اثری کے اسباب و بواعث کا علم ہی نہیں۔ اسے چھوڑیئے صرف دیکھنے کی چیز یہ ہے کہ ہمارے پیشوایان مذہب کی غیر ذمہداری غلط طریق بحث و نظر اور اخلاق و معاملت سے اگر دنیا میں لامذہبی پیدا ہو رہی ہے تو اس میں علمبرداران مذہب کا زیادہ قصور و فتور ہے اگر وہ آج حقیقت کی پیاسی اور عمل کی طالب دنیا کو عملاً اچھی اور پاکیزہ زندگی دکھا دیں تو کل ہی لامذہبی اپنی موت آپ مر جائے۔

سچا مذہب ہی معلم اخلاق اور انسانیت پرور ہے

جو لوگ مذہب کو مان کر اس کی پابندی نہیں کرتے اور جو لوگ مذہب والوں کی لامذہبی سے غلط نتیجہ نکالتے ہیں دونوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ دنیا میں سچی انسانیت اور حقیقی امن و راحت صرف مذہب ہی کے ذریعہ میسر آسکتی ہے اس لئے کہ انسان کو واقعی انسان بنانے والا مذہب ہے وہی سب سے پہلا معلم اخلاق ہے مذہب نے ہمیشہ انسانوں کو آداب و اخلاق انسانی کی تعلیم دی ہے مگر دنیا میں ہر وقت ایک ایسی جماعت بھی موجود رہی ہے جس نے مذہب کی تضحیک کی بلکہ مذہب کو دنیاوی زندگی کے مقاصد کی بجا آوری کا آلہ کار بنایا اور ہر ناجائز فعل مذہب کے نام سے جائز روا رکھا اور صرف اسلئے روا رکھا کہ ان کے نزدیک خواہشات اور رواج کی تکمیل کا کوئی ذریعہ ہی نہ تھا لیکن اب جبکہ دنیا کسی قدر علم و فضل کی روشنی سے منور ہو گئی ہے اور حقیقی و غیر حقیقی مذاہب کی صداقت و بطالت نیمروز کی طرح آشکارا ہو گئی ہے پھر بھی ایسے چالاک انسان موجود ہیں جو سادہ لوح انسانوں کو مذہب کے نام سے دھوکہ دیکر اپنی مطلب برآری کرتے ہیں اور ان کو سیاسی اغراض کے حصول کا ذریعہ تو مذہب ہی بن گیا ہے۔

یاد رکھو مذہب عین محبت و الفت کا نام ہے جس کا اصول دلین محبت خداوندی اور خدمت خلق ہے اگر ہم واقعی مذہب کو عزیز رکھتے ہیں اور ہمارے دل میں اللہ اور اس کے نبی کی محبت ہے تو ایک محبت والے قلب سے کبھی بغض و عداوت کے جذبات پیدا نہیں ہو سکتے

مذہبی تعصب

مذہب اور انسانیت کو جتنا زیادہ نقصان مذہب کے متعصب نادان دوستوں سے پہنچا ہے اتنا نقصان لامذہبوں نے نہیں پہنچایا کاش ہندوستان میں بسنے والی قوموں کو معلوم ہو کہ سب سے زیادہ مذہب کا دم بھرنے والے مذہب کی آڑ اسلئے پکڑتے ہیں کہ لوگ ہماری مذہبی زندگی پر فریفتہ ہو کر ہمیں اپنا لیڈر بنالیں قومیت کے پرستار اور ملک کے بہی خواہ لوگ مذہب سے ملکی و سیاسی اغراض و مفاد پورا کرتے ہیں۔ مذہب کے ایسے متعصب و نادان دوست اپنی نادانی و خودغرضی سے سراسر اپنے مذہب کو نقصان پہنچاتے ہیں مذہبی متعصب شخص دوسروں کے اعتراضات کو جو اس کے مذہب پر ہوں سننا باشعور ہونا پسند نہیں کرتا۔ اس کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ مخالفوں کے اعتراضات بلا تحقیقات کئے لاجواب رہ جائیں۔ اس طرح گویا وہ ظاہر کرتا ہے کہ اس کو مخالفوں سے اندیشہ ہے۔ تعصب ایسی بری خصلت ہے جس سے نفاق، کذب و دغا بازی اور فریب مکاری جیسے خبیث امراض پیدا ہوتے ہیں اور مذہب و انسانیت کے پاک مقدس دامن پر کوڑھ کا داغ بنکر ثبت ہو جاتے ہیں۔ متعصب آدمی بداخلاق مغرور اور تنگ دل ہوتا ہے مگر اس ملک کی بدقسمتی دیکھیے کہ متعصب اشخاص ہی یہاں کی قوموں نے اپنا رہبر قائد اور ہما تما بنا رکھا ہے جو جتنا بڑا متعصب ہے اتنا ہی بڑا مذہب کا عاشق اور مرنے کے بعد شہید اکبر۔

متعصب کی سب سے بڑی پہچان یہ ہوتی ہے کہ وہ بلند آہنگ ہوتے ہیں

آپ کو سچائی کا پرستار ظاہر کرتا ہے اور سچائی کے نام پر دوسرے مذاہب سے نفرت و دشمنی کر کے ان کی توہین اور تذلیل کرتا ہے اس کا مذہبی جوش [illegible] زینت و شان کی [illegible] ہوتی [illegible] مغرور و متکبر ہوتا اور اپنے ہم مذہبوں کے [illegible] متعصب [illegible] خاصہ ہے ہندوستانیوں کی سب سے بڑی [illegible] یہ ہے کہ [illegible] اپنے مذہب کے سوا تمام مذاہب کو بالکل [illegible] ہستیوں اور [illegible] پیغمبروں اور ریفارمروں کو [illegible] پیروان مذہب کو نفرت و حقارت سے دیکھتا ہے اسی کو قومی رہبر بناتے اور وہ قابل تعریف و توصیف اور اپنے مذہب میں پختہ [illegible] سمجھتے ہیں اسی چیز نے مسلمانوں [illegible] سکھوں اور عیسائیوں کو برباد کیا ہے اور اسی حماقت نے ان کو غلامی و محکومی ذلت و خواری اور بے علمی و بے ہنری کی لعنت و مصیبت میں گرفتار کر رکھا ہے

یہاں یہ بات سمجھ لینی چاہیئے کہ اپنے مذہب میں پختہ ہونا اور بات ہے اور متعصب ہونا جدا۔ اپنے مذہب میں پختہ ہونا ایک عمدہ صفت اور ملت کا جوہر ہے ہم اسی عمدہ صفت اور جوہر سے محروم ہیں اس لئے کہ مذہبی قیادت و رہنمائی پر متعصب ذہن نے قبضہ کر رکھا ہے اپنے مذہب میں پختہ اور اس کے سچا [illegible] ہونے کی پہچان یہ ہے کہ وہ اپنے عقائد و اعمال میں حتی الامکان اپنے مذہب کی پابندی [illegible]

کو پھیلاتا ہے اس کی دعوت دیکر اور اصول و مقاصد کو دلائل و براہین سے ثابت کرتا ہے۔ مخالفوں، معترضوں اور برا کہنے والوں کی باتوں کو ٹھنڈے دل سے سنتا ہے۔ اپنے مذہب پر سے الزامات و اعتراضات کو اٹھاتا ہے۔ اس بات کا متمنی ہوتا ہے کہ تمام دنیا میں اسی کے مذہب کا غلغلہ اور غلبہ ہو اور تمام انسان اسی کے مذہب کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو جائیں۔ لیکن محض اختلاف مذہب کی بنا پر کسی کو نفرت و حقارت سے نہیں دیکھتا کسی کا برا نہیں چاہتا کسی کا دل نہیں دکھاتا اور کسی کو ستانے اور مٹانے کے درپے نہیں ہوتا۔ اگر اپنے مذہب کی حمایت و حفاظت اور اشاعت کرتا ہے تو دلائل و براہین سے اور تردید کرتا ہے تو معقولیت و سنجیدگی سے، تہذیب و شائستگی کو کسی حال میں بھی ہاتھ سے نہیں جانے دیتا۔ ان شرائط و پابندیوں کے ساتھ کسی کا دل دکھتا ہے تو دکھے اور کسی کے جذبات کو ٹھیس لگتی ہے تو لگے کہ حق کی حمایت اور باطل کی تردید کے لئے یہ چیز ناگزیر ہے۔

(باقی آئندہ)

بقیہ مضمون صفحہ ۲۵ [illegible] کی تھی مسلمانوں کے مقابلے میں [illegible] ہندوؤں کے لئے ہر شعبہ [illegible]

ہندوستان پر براہ راست [illegible] حکومت قائم ہونے کے بعد [illegible] بعد مسلمانوں کا وہ محکمہ قضا توڑ دیا [illegible] کمپنی کے راج تک مسلمانوں کے معاملات قانون شریعت کی [illegible] طرح [illegible] تھے اسی بنا پر مسلمان علماء نے انگریزوں کی غیر مسلم حکومت [illegible] ہندوستان کو دارالاسلام قرار دیا تھا۔

سکھوں کے خلاف اسی تحریک جہاد کو جس میں خود ایسٹ انڈیا کمپنی نے سید صاحب بریلوی کی ایک طرح پر مدد کی تھی ہنگامہ ۱۸۵۷ء کے بعد وہابیوں کی بغاوت قرار دیکر سختی کے ساتھ دبایا۔ ان مسلمانوں کی بھی جائدادیں اور جاگیریں ضبط کیں جو ان مجاہدین کی درپردہ مالی مدد کرتے تھے اس سے مسلمانوں کے بڑے بڑے خوشحال خاندان برباد ہو گئے۔

دو حریفوں کا مقابلہ

بالآخر ۱۸۷۰ء میں حکومت برطانیہ نے یہ محسوس کیا کہ مسلمانوں کے خلاف اس کی منتقمانہ پالیسی کامیاب نہیں ہوئی۔ لہٰذا اس بات کی طرف توجہ شروع ہوئی کہ مسلمانوں کے لئے تعلیم میں سہولتیں بہم پہنچائی جائیں اور سرکاری ملازمتوں کے دروازے ان کے لئے کھول دیئے جائیں یہ تبدیلی یقیناً مسلمانوں پر بڑی عنایت [illegible] مسلمانوں کے وہ مدرسے جن میں اسلامی طریقے پر تعلیم ہو رہی تھی حکومت کے اختیارات سے باہر تھے اور حکومت انہیں بغاوت کے مرکز سمجھتی تھی عام مسلمانوں [illegible] تمام علوم کا اثر تھا جو مدرسوں میں تعلیم دے رہے تھے یا ان مدرسوں سے تعلیم پاکر نکلے تھے ان مدرسوں [illegible] تمام [illegible] نگرانی [illegible] کرنے کے لئے تعلیمی پالیسی میں تبدیلی کی گئی [illegible] مسلمانوں کو [illegible] کالج وغیرہ سرکاری تعلیم [illegible] حکومت کی مراعات اور عنایات سے [illegible] ترقی کر رہے تھے پالیسی کی اس تبدیلی پر برہم ہوئے اور ان کے اخبارات نے حکومت کو وہ الزامات یاد دلائے جو ہنگامہ ۱۸۵۷ء کے سلسلے میں [illegible] بالکل غلط مسلمانوں پر عائد کئے تھے یہ باغی ہیں یہ مذہبی مجنون ہیں۔

[illegible] مسلمانوں کو اس ملک میں اپنے ہر طرف نظر آئے ایک انگریزی حکومت جو ان کی صدیوں کی شاہی کا رعب اور اثر دور کرنے کے لئے فکر و اہتمام کے ساتھ تدبیر کر رہی تھی تعلیم میں دشواریاں پیدا کرکے مسلمانوں کو جہالت میں مبتلا کر رہی تھی اور ملازمت سے محروم [illegible] جائدادیں اور اوقاف ضبط اور سود کو غیر محدود کرکے اقتصادی حیثیت سے ان کو تباہ کر رہی تھی۔

دوسری طرف ہندو تھے جو ہر وہ چیز جو مسلمانوں سے چھن رہی تھی وصول کرنے کے لئے ہاتھ پھیلائے ہوئے کھڑے تھے قدرت و اختیار حاصل کر رہے تھے۔ امیر ہو رہے تھے اور سب سے بدتر یہ کہ ہندوستان کی محکومیت مستقل اور مضبوط کرنے کے لئے حکومت کی ہر پالیسی کی کامیابی کے لئے آلہ کار بنے ہوئے تھے۔ سرسید احمد خاں نے جب یہ تجویز پیش کی کہ تعلیم مادری زبان میں ہو تو انہوں نے اردو ہندی کا جھگڑا چھیڑ دیا۔ جب مسلمانوں کو ملازمتیں ملنے کا امکان پیدا ہوا تو مسلمانوں کی تعلیمی پسماندگی کو دیکھ کر امتحان مقابلہ کا مطالبہ شروع کیا۔ ذبیحہ گاؤ پر ہنگامے اور فسادات بپا کئے۔

پیشاب کیا تو .... سُفید قطرہ

پیشاب سے پہلے .... سُفید قطرہ

.....کا خیال آیا تو .... سُفید قطرہ

رات کو سوتے میں .... سُفید قطرہ

یہ جریان ہے

اگر کسی مرد کو پیشاب کرنیکے بعد یا پیشاب سے پہلے سُفید رنگ کا پانی خارج ہو تو یہ بہت خطرناک بات ہے اسے جریان کی بیماری کہتے ہیں رفتہ رفتہ یہ مرض بڑھ جاتا ہے تو پھر آدمی شادی کے مطلب کا نہیں رہتا۔ اس کی قوتِ مردمی ختم ہوجاتی ہے اس واسطے جس مرد کو یہ شکایت ہو یعنی پیشاب کرنے سے پہلے یا پیشاب کے بعد یا........ سے پیشتر ہی سفید رطوبت خارج ہوجائے یا رات کو سوتے میں احتلام ہوجائے تو اس خطرناک مرض سے غفلت نہ کرنی چاہیئے۔ ورنہ ایک دن زندگی کا خاتمہ ہوجائے گا۔

اگرچہ بعض ڈاکٹر اور حکیم اس مرض کو بہت مشکل بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس کے علاج میں کافی روپیہ خرچ ہوگا لیکن یہ انکی بھول ہے

جریان کا مرض صرف ایک ہفتہ میں ختم کیا جا سکتا ہے

اور صرف ساڑھے تین روپے خرچ ہوں گے۔ دوا "جوہر اعظم" اس مرض کے لئے اکسیر کا کام کرتی ہے۔ صرف ایک شیشی دوا "جوہر اعظم" سے بڑے بڑے پرانے مریضوں کو تندرستی ہوگئی۔ اور پھر پیشاب کے بعد یا پہلے رطوبت نکلنی بند ہوگئی۔ جریان کا بہترین علاج یہی دوا ہے۔ ۱۹۲۹ء کے انعامی مقابلہ میں بھی یہ دوا سرتاج رہی اور یقین کیا گیا کہ "جوہر اعظم" جریان کے مرض کا بہترین علاج ہے۔ چنانچہ اس وقت سے آج تک اس دوا پر محصول ڈاک معاف ہے۔ جن لوگوں کو ضرورت ہو وہ

مینجر زنانہ دواخانہ پی۔ بی دہلی

کے پتہ پر خط لکھکر "جوہر اعظم" کی ایک شیشی بذریعہ وی۔ پی پارسل۔ ایک شیشی کی قیمت تین روپے آٹھ آنے ہے۔ پارسل کا محصول معاف ہے

ایک نیا خریدار

آپ روزمرہ ایک نئے ڈاکٹر کے پاس جائیں

ایک سال تک آپ ۳۶۵ ڈاکٹروں سے مشورہ کیجیے

اُن سے لیکوریا کی بیماری کی دوا دریافت کیجیے

اُن سے کہیے کہ کسی ایسی دوا کا نام بتائیں جو خود اُن کے تجربے میں بھی اوّل نمبر رہی ہو

جو عورت کی بیماری لیکوریا کو تین دن میں آرام کردے

آپ یقین کیجیے کہ ان ۳۶۵ ڈاکٹروں میں سے شاید تین سو ڈاکٹر آپ کو ایک ہی دوا کا نام بتائیں گے

دوا "روک"

کیونکہ یہ دوا لیکوریا (یعنی سیلان الرحم) کا ایک ایسا طے شدہ علاج ہے جس کے اثر کو دیکھ کر سب کو تسلیم کرنا پڑا ہے۔ اور جسے لیکوریا کا بہترین علاج مانا جا چکا ہے۔ پھر بھی اگر کوئی عورت لیکوریا کے مرض میں مبتلا رہے تو یہ اس کا قصور،

"روک" کی ایک شیشی کی قیمت صرف تین روپے ہے۔ پتہ ذیل پر خط لکھ کر بذریعہ وی پی منگوائیے پارسل پر نو آنے محصول لگے گا۔ اور آپ کو گھر بیٹھے دوا پہونچ جائیگی۔

مینیجر زنانہ دواخانہ ۳۴ پی بی دہلی

نوٹ :- دوا روک کا استعمال شروع کرنے کے ٹھیک تیسرے دن رطوبت آنا بند ہو جاتا ہے اور پوری شیشی استعمال کرنے کے بعد عورت بالکل تندرست ہو جاتی ہے۔

اپنی وزارت قائم کرنے اور اسے تقویت دینے کے لئے مسلمانوں کے بنیادی مفاد اور مقاصد کے خلاف ان سے سودا کر لیا اور مسلم لیگ کے بنیادی اصول سے انحراف کیا۔

چنانچہ اب ملک خضر حیات خاں کے بیان کی اشاعت کے بعد جب معلوم ہو گیا کہ وہ لیگ کے بنیادی اصولوں سے منحرف ہیں تو مسٹر جناح نے ان کا معاملہ مجلس عمل کے حوالہ کر دیا ان کے اس بیان کی بنا پر کہ وہ مجلس اتحاد قانون پنجاب میں فرقہ وارانہ پارٹیاں قائم کرنے کے خلاف ہیں اور مسلم لیگ کی یہ غرض اور مقصد ہے کہ مسلمانوں کی بحیثیت ایک جداگانہ قوم تنظیم کی جائے اور انہیں مستحکم کیا جائے۔ گویا ملک خضر حیات خاں مسلم لیگ کے اعلیٰ اغراض و مقاصد ہی کے مخالف ہیں۔ لہذا مجلس عمل نے ان کو نوٹس دیا ہے کہ وہ اس کا جواب دیں کہ کیوں نہ ان کے خلاف تعزیری کارروائی کی جائے۔

مسلم لیگ کے اغراض و مقاصد ہندوستان کے دس کروڑ مسلمانوں کے مستقبل کی بنیاد ہیں۔ یہ کسی کو اجازت نہیں دی جا سکتی کہ وہ ان کو اپنے اغراض کا آلۂ کار بنائے اور اس کے ساتھ تمسخر پن کرے۔ جماعت کی تنظیم و تعمیر میں یہ مرحلہ سخت ہوتا ہے کہ غیر مخلصوں اور منافقوں کو جماعت سے نکال کر الگ کھڑا کر دیا جائے تاکہ لوگ انہیں پہچان لیں اور ان کے ضرر سے بچیں۔

یقیناً ملک خضر حیات خاں صاحب کے ساتھ حکومت کی طاقت ہے اور گورنر پنجاب نے ایک غیر متعلق بہانے سے کیپٹن شوکت حیات خاں کو برخاست کر کے یہ بھی ثابت کر دیا ہے کہ وہ اس معاملہ میں دخل دے رہے ہیں لہذا یہ اندیشہ ہو سکتا ہے کہ پنجاب میں مسلم لیگ کی تنظیم کو روکنے کے لئے حکومت کی قوتوں سے کام لیا جائیگا۔ جب مسلمانوں نے یہ عزم کیا ہے کہ وہ اس ملک میں ایک جداگانہ قوم ہیں اور اس حیثیت سے آزاد ہو کر رہیں گے تو وہ سب مصائب سہیں گے جو اس راہ میں انہیں پیش آئیں گے جو مسلمان لیگ سے متصادم ہونے کی جرأت کریں گے وہ کتنے ہی صاحب اقتدار اور صاحب قوت ہوں بالآخر سرنگوں ہوں گے ذلیل ہوں گے اور عنقریب اس قابل نہ رہیں گے کہ مسلمانوں کی طرف سے دعوت نیابت کریں اور مسند اقتدار کی طرف نظر اٹھا کر دیکھ بھی سکیں برطانوی حکومت اور اس کے عمال کی عنایتیں کس قدر ناقابل اعتبار ہیں اس کا اندازہ اس برتاؤ سے ہو رہا ہے جو گورنر پنجاب نے کیپٹن شوکت حیات خاں کے ساتھ کیا۔ سر سکندر کی خدمات ان کے باپ دادا کی خدمات اور پھر خود سردار شوکت حیات خاں کی خدمات چشم زدن میں بھلا دی گئیں یہی برتاؤ کے ساتھ ہو سکتا ہے ملک خضر حیات خاں عبرت حاصل کریں یہ چھوٹی چھوٹی رکاوٹیں جیسی پنجاب میں در پیش آئی ہے مسلم لیگ کی عظیم تحریک کو نہیں روک سکتیں ان کی رکاوٹوں سے اس کی رفتار میں قوت اور زور پیدا ہوگا اور بالآخر مسلم لیگ ہی فتحمند اور سربلند ہوگی خضر حیات خاں صاحب اور ان کے مؤیدوں کے علی الرغم پنجاب کے مسلمانوں کی تنظیم ہوگی پنجاب کی مجلس وضع قانون میں مسلم لیگ کی قائم ہوگی اور پنجاب میں مسلم لیگ کی مخلوط وزارت قائم ہوگی۔ قریب کہ بظاہر بگڑی ہیں اور دل میں یونینسٹ رفیع ہی اس لئے ہوا ہے کہ پنجاب داخلی پاکستان کی اساس بننے والا ہے۔

اب کیا عذر ہے؟

مسٹر جناح پر یہ الزام لگایا جاتا تھا کہ وہ کانگریس تو کانگریس مسلمانوں کی دوسری جماعتوں سے بھی بات کرنا نہیں چاہتے وہ ڈکٹیٹر ہیں سیالکوٹ کی مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن کے سپاسنامے کے جواب میں مسٹر جناح نے تقریر فرمائی اس میں ایک جگہ انہوں نے کہا:-

میں تسلیم کرتا ہوں کہ خود ہم میں بعض نقص ہیں ہم اب بھی دعوی نہیں کر سکتے کہ ہماری انجمن بے عیب ہے کیونکہ کسی قوم کی دوبارہ تنظیم آسان کام نہیں ہے مگر میں احرار جمعیۃ العلماء شیعہ سنی جاٹ راجپوت افغان مومن اور سب مسلمانوں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ خدا کے لئے اپنے چھوٹے چھوٹے اختلافات غرق کر دیں مسلم لیگ کے پلیٹ فارم پر ایک جھنڈے کے نیچے جمع ہو جائیں ہم ایک جگہ بیٹھیں باہم دگر سمجھنے کی کوشش کریں اگر ہم غلطی پر ہیں تو ہمیں نصیحت کیجئے اور ہماری رہنمائی کیجئے مجھے یقین ہے کہ ہم ایسے نتیجے پر پہنچیں گے جو قطعی مسلمانوں کے لئے مفید ہوگا اور مسلمانوں کے مفاد کے لئے نفع بخش۔

مسٹر جناح کی طرف سے تمام مسلمان فریقوں اور جماعتوں کے لئے خواہ وہ مذہبی ہوں یا پارٹی مسلم لیگ کی شرکت کے لئے یہ ایک دعوت عام ہے۔ مگر یقیناً اس دعوت کا مفہوم یہ نہیں ہے کہ یہ پارٹیاں قائم رہیں اور دوسرے مسلم لیگ کے ساتھ مشترک مل کر کام کریں۔ مسلم لیگ پارٹی نہیں ہے وسیع پیمانہ پر مسلمانوں کی ایک ایسی انجمن ہے جس میں ہر مسلمان کو انفرادی طور پر شریک ہونا چاہئے۔ بنیادی اصول پر اتفاق رائے بیشک ضروری ہے تفصیلات میں ہر شخص کی رائے آزاد ہے اور اس کو یہ حق ہے کہ وہ دوسروں کو اپنا ہم خیال بنائے۔

ہمیں یہ دیکھ کر مسرت ہوئی کہ بعض پارٹیاں مسٹر جناح کی اس اپیل پر سنجیدگی کی طرف متوجہ ہو رہی ہیں اور اتحاد بین المسلمین کی ضرورت محسوس کر رہی ہیں مگر یہاں ہم یہ بتا دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ یہ اتحاد شرائط اور معاہدات سے نہیں ہو سکتا بین المسلمین اس کی کوئی گنجائش نہیں ہے مسلم لیگ کے دروازے کھلے ہوئے ہیں اور دعوت عام ہے کہ اس میں ہر مسلمان شریک ہو مسلم لیگ میں ہر مسلمان اپنے قدموں سے آ سکتا ہے کوئی مسلمان اس کا محتاج نہیں ہے کہ اس کا ہاتھ پکڑ کر لایا جائے ایک مرتبہ مسلم لیگ کا ممبر ہونے کے بعد ہر ادنیٰ و اعلیٰ ممبر کے مسلمان کو یہ حق پیدا ہو جاتا ہے کہ لیگ کی پالیسی اور پروگرام پر گفتگو کرے اور اس کے خیال میں مسلمانوں کے مفاد کے لئے جو مناسب ہے دوسروں کو بھی اس پر لائے لہذا اس کی کوئی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی کہ شرائط کی جائیں اور معاہدات کئے جائیں۔

مسٹر جناح نے کہا کہ اپنے چھوٹے چھوٹے اختلافات غرق کر دو مسلم لیگ کے پلیٹ فارم پر اور ایک جھنڈے کے نیچے جمع ہو جاؤ ہم ایک جگہ بیٹھیں باہم دگر سمجھنے کی کوشش کریں اگر ہم غلطی پر ہیں تو ہمیں نصیحت کرو اور ہماری رہنمائی کرو مگر اس سے غیروں کی طرح گفت و شنید معاہدات اور شرائط مقصود نہیں بلکہ یہ لیگ کے پلیٹ فارم پر یکجا ہونے کے بعد قومی بہبود پر غور و فکر نصیحت اور رہنمائی ہے مسلمان جب تک فریقوں کی حیثیت سے سمجھوتے کی جستجو کریں گے اور شرائط طے کرنے کے خیال میں رہیں گے وہ کسی نتیجہ پر نہ پہنچیں گے لیکن لیگ میں شریک ہونے کے بعد ان کو یہ حق بھی پیدا ہو جاتا ہے اور یہ طاقت بھی حاصل ہو جاتی ہے کہ لیگ کی پالیسی پروگرام حتیٰ کہ اس کے بنیادی مقاصد میں انہیں جو غلطی نظر آئے اس کی اصلاح کرائیں جو مسلمان فریق اب تک لیگ میں شریک نہیں ہوئے ہیں ان کے لئے اس طرح لیگ میں شریک ہو جانا ہی بہتر طریقہ موثر ہے اور صف بھی لیگ میں کسی کا اجارہ نہیں ہے یہ عام مسلمانوں کی انجمن ہے۔

گاندھی جی رہا ہو گئے

مسٹر گاندھی کی علالت اور ضعف نے ایسی شدت اختیار کی کہ ڈاکٹروں کی رپورٹ پر گورنمنٹ آف انڈیا نے ہفتہ کی صبح کو رہا کر دیا۔ اگرچہ مسٹر گاندھی کی رہائی علالت کی وجہ سے عمل میں آئی ہے اور سب سے پہلی فکر یہی ہے کہ وہ تندرست ہو جائیں لیکن اس رہائی کے سیاسی نتائج پر بھی لوگوں نے غور و خوض شروع کر دیا ہے یقیناً مسٹر گاندھی کی رہائی کے سیاسی نتائج بڑے اہم ہو سکتے ہیں ممکن ہے کہ خدا انہیں یہ توفیق عطا فرمائے کہ وہ موجودہ سیاسی جمود کو رفع کرنے کے لئے کوئی حرکت کریں اور وہ حرکت ایسی ہو کہ اس سے ہندوؤں اور مسلمانوں کے اختلافات رفع ہوں اور ہندوستان کی متحد اور متفق ایک جماعت ہو اور حکومت دوسری طرف اس طرح ہندوستان کی آزادی کے متعلق گفتگو شروع ہو جائے اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ اگر مسٹر گاندھی مسلم لیگ اور کانگریس کے سمجھوتے کا مقدم قرار دے کے ہندوستان کی سیاست میں عمل شروع کریں تو ہندوستان کی آزادی

صحیح بخاری مع تفسیر اردو

(بسلسلہ گذشتہ)

۱۹۳۱- حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ ایک انصاری عورت نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا میں آپ کے لئے کوئی ایسی چیز بنوادوں جس پر آپ بیٹھا کریں کیونکہ میرا ایک غلام بڑھئی ہے آپ نے فرمایا جیسا تمہاری چاہے حضرت جابر کہتے ہیں کہ اس عورت نے حضرت کے لئے منبر بنوادیا پھر جب جمعہ کا دن ہوا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس منبر پر جو بنایا گیا تھا بیٹھے پس وہ ستون جس کے پاس آپ خطبہ پڑھتے تھے چیخنے لگا یہاں تک کہ قریب تھا کہ وہ پھٹ جائے پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم اترے یہاں تک کہ آپ نے اسے پکڑ لیا پھر اسے لپٹا لیا تو وہ مثل اس بچہ کے رونے لگا جو چپ کیا جاتا ہے پھر وہ چپ ہوگیا آنحضرت نے فرمایا کہ یہ اس وجہ سے رویا کہ ذکر الٰہی سنا کرتا تھا اب وہ بات جاتی رہی۔

باب- امام کا ضرورت کی چیزوں کو خود مول لینا درست ہے اور حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ سے ایک اونٹ مول لیا تھا اور حضرت ابن عمر نے خود چیزیں خریدی ہیں اور حضرت عبد الرحمٰن بن ابی بکر کہتے ہیں کہ ایک مشرک کچھ بکریاں لایا تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے ایک بکری مول لی اور حضرت جابر سے آپ نے ایک اونٹ مول لیا تھا۔

۱۹۳۲- حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی سے کچھ غلہ ادھار مول لیا تھا اور اپنی زرہ اس کے پاس رہن کر دی تھی۔

باب- جانوروں اور گدھوں وغیرہ کا مول لینا درست ہے اگر کوئی شخص کسی جانور یا اونٹ کو مول لے اور وہ بیچنے والا اس پر سوار ہو تو کیا یہ اترنے سے پہلے قبضہ ہو جائیگا۔ اور حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ سے فرمایا تھا کہ تم یہ تند مزاج اونٹ میرے ہاتھ بیچڈالو۔

۱۹۳۳- حضرت جابر بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ میں کسی جہاد میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا تو میرے اونٹ نے میرے لے چلنے میں سستی کی اور تھک گیا پھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور مجھے پکارا کہ جابر میں نے عرض کیا جی فرمایا تمہارا کیا حال ہے میں نے کہا کہ میرا اونٹ چلنے میں سستی کرتا ہے اور تھک گیا ہے اس سبب سے میں پیچھے رہ گیا ہوں پس آپ اترے اور اسے اپنی لاٹھی سے مارا بعد اس کے (مجھ سے) فرمایا کہ (اب) سوار ہو جاؤ چنانچہ میں سوار ہوگیا (وہ اونٹ اس وقت سے ایسا تیز ہوگیا کہ) بیشک میں اس کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر ہو جانے سے روکتا تھا پھر حضرت نے پوچھا کیا تم نے نکاح کیا ہے میں نے عرض کیا کہ ہاں فرمایا کنواری عورت سے نکاح کیا ہے یا بیاہی سے میں نے عرض کیا کہ بیاہی سے آپ نے فرمایا کسی نوعمر سے نکاح کیوں نہ کیا کہ تم اس سے کھیلتے وہ تم سے کھیلتی میں نے عرض کیا کہ میری کچھ کمسن بہنیں ہیں لہٰذا میں نے یہ چاہا کہ ایک ایسی عورت سے نکاح کروں جو سب کو سمیٹ لے اور ان کے کنگھی کر دیا کرے اور ان کی خبر گیری کرے آپ نے فرمایا اچھا تم اب جانے ہو جب مدینہ پہنچ جانا تو عقل سے کام لینا پھر آپ نے فرمایا کہ تم اپنا اونٹ بیچو گے میں نے عرض کیا کہ ہاں پس آپ نے وہ اونٹ مجھ سے بعوض ایک اوقیہ (سونے) کے مول لے لیا بعد اس کے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے پہلے پہنچ گئے اور میں صبح کو پہنچا پھر ہم لوگ مسجد کی طرف گئے تو ہم نے حضرت کو مسجد کے دروازے پر پایا آپ نے فرمایا کیا تم ابھی چلے آرہے ہو میں نے عرض کیا کہ ہاں آپ نے فرمایا تم اپنا اونٹ چھوڑ دو اور مسجد میں جاؤ اور دو رکعت نماز پڑھو چنانچہ میں نے نماز پڑھی پھر اس کے آپ نے بلال کو حکم دیا کہ مجھے ایک اوقیہ (سونا) تول دے چنانچہ بلال نے مجھے تول دیا پس میں چلا یہاں تک کہ جب پیٹھ پھیر لی تو حضرت نے فرمایا کہ جابر کو میرے پاس بلا لاؤ میں نے اپنے دل میں کہا کہ اب میرا اونٹ مجھے واپس مل جائیگا حالانکہ مجھے یہ بات بہت ہی ناپسند معلوم ہوتی تھی (آخر) لیا ہی بلا آپ نے فرمایا تم اپنا اونٹ بھی لیلو اور اس کی قیمت بھی لیلو۔

باب- ان بازاروں کا بیان جو زمانہ جاہلیت میں تھے اور لوگوں نے اسلام کے زمانہ) میں ان کی خرید و فروخت کی۔

۱۹۳۴- حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ عکاظ اور مجنہ اور ذوالمجاز جاہلیت کے بازار تھے پھر جب اسلام (کا زمانہ) آیا تو لوگوں نے ان بازاروں میں تجارت کرنا گناہ سمجھا پس اللہ تعالے نے یہ آیت نازل فرمائی لیس علیکم جناح فی مواسم الحج حضرت ابن عباس نے اس آیت کو اسی طرح پڑھا ہے۔

باب- مستقی[1] اونٹوں کا یا خارشتی اونٹوں کو خریدنا درست ہے) ہائم کے معنے ہر بات میں خلاف مقصد کام کرنے والا۔

۱۹۳۵- عمرو ابن دینار کہتے ہیں کہ یہاں ایک شخص تھا اس کا نام نواس تھا اس کے پاس کچھ مستقی اونٹ تھے تو حضرت ابن عمر گئے اور انہوں نے وہ اونٹ اس کے شریک سے خرید لئے پھر اس کا شریک اس کے پاس گیا اور کہا کہ ہم نے وہ اونٹ بیچ ڈالے تو اس نے پوچھا کس کے ہاتھ بیچڈالے اس نے کہا فلاں فلاں بڈھے کے ہاتھ تو اس نے کہا تیری خرابی ہو وہ اللہ کی قسم حضرت ابن عمر تھے (ان کے ہاتھ تو نے عیب دار چیز کیوں بیچی) بعد اس کے نواس حضرت ابن عمرؓ کے پاس آیا اور (بطور معذرت کے) کہا کہ میرے شریک نے مستقی اونٹ آپ کے ہاتھ بیچڈالے ہیں اس نے آپ کو پہچانا نہیں حضرت ابن عمرؓ نے کہا اچھا تو تم ان کو واپس لیجاؤ بعد اس کے کہنے لگے کہ انھیں چھوڑ جاؤ ہم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ پر راضی ہیں آپ نے فرمایا ہے لا عدوی[2]

---

[1] مستقی اس کو کہتے ہیں جو پانی کثرت سے پیتا ہو مگر اس کی پیاس نہ کم ہوتی ہو۔

[2] ایک کا مرض دوسرے کو نہیں لگتا ۱۲

زندہ کتاب قرآن اور اس سے اعراض کے نتائج

اللہ تعالیٰ نے سب کچھ بتا کر سمجھا کر اور ہدایت دیکر قرآنی احکام کے اتباع کا حکم دیا اور واضح کر دیا کہ دیکھو قرآن کا اتباع کرو ہر حکم مانو اور اس معاملہ میں اس سے ڈرتے رہو تاکہ تم پر رحم و کرم کی بارش ہو ھذا کتاب انزلناہ مبارک فاتبعوہ واتقوا لعلکم ترحمون فاتبعوہ کے بعد واتقوا کا لفظ بتا رہا ہے کہ اتباع قرآنی کے معاملے میں خدا سے ڈرتے رہو کہ اتباع نہ کرو گے تو اس کا غضب تم پہ نازل ہوگا اور اتباع کرو گے تو تم پر اس کا فضل و کرم رہے گا کہ واتقوا کے بعد لعلکم ترحمون کا جملہ یہی بتا رہا ہے۔

ممکن ہے کسی کو ربط عبارت سے اس مفہوم کے پیدا ہونے میں شک ہو تو قرآن حکیم میں دوسری جگہ اسی مضمون کی وضاحت موجود ہے ومن اظلم ممن ذکر بآیات ربہ فاعرض عنہا جس نے قرآنی آیات و احکام سے انحراف اختیار کیا اس سے زیادہ ظالم کون ہوگا یعنی قرآن بنی نوع انسان کے فائدے اور نصیحت کے لئے نازل کیا گیا ہے پھر بھی کوئی اس کے احکام نہ مانے گا وہ ظالم نہیں اظلم ہے ان معنوں میں کہ وہ دنیا میں بھی ان فائز المرامیوں اور اللہ کے رحم و کرم سے محروم رہے گا جو اس پر اتباع قرآنی کی صورت میں مبذول ہوتا اور آخرت میں بھی مبتلائے عذاب و عقاب ہوگا۔ اس سے اور زیادہ صاف الفاظ میں سنئے من اعرض عن ذکری فان لہ معیشۃ ضنکا ونحشرہ یوم القیامۃ اعمیٰ جس نے ہماری یاد سے اعراض کیا قرآنی احکام نوازی سے بے پروائی برتی اس کی تمام زندگی اور تمام عمر بے چینیوں اور بے قراریوں میں گزرے گی تنگی اور بدحالی میں مبتلا رہے گا معاشی ازکار اس کا حصار کئے رہیں گے اور قیامت کے روز ہم اسے اندھا اٹھائیں گے دیکھئے قرآنی اعجاز کہ کس طرح مفہوم واضح سے واضح تر کیا جاتا چلا جا رہا ہے۔

دیکھ لیجئے کہ دنیا کی تمام اقوام میں فروتر اور پسماندہ قوم اگر کوئی ہے تو وہ محض مسلمانوں کی قوم ہے آپ کہیں گے یہود و ہنود اور عیسائی اقوام احکام قرآنی پر کونسا عمل کر رہے ہیں جو یہ جاعتہائے مشرکین عیش و سرور کے ترنم میں سرشار ہے حقیقت یہ ہے کہ نظام تمدن و منزلی کے لئے قرآن ایک بہترین لائحہ عمل ہے اس میں ارتقائے انسانی کے متعلق تمام اصول واضح کر دیے گئے ہیں اور دونوں راہیں انسان کے لئے کھول دی گئی ہیں جو ایک راہ پر چلیگا وہ ترقی حاصل کریگا اور جو دوسری راہ پر چلیگا وہ زوال و انحطاط کی پستیوں میں گرتا چلا جائیگا مسلمانوں نے جانی و مالی جہاد اور انفاق و اخوت سے محیر العقول ترقیاں کیں لیکن بعد کو مسلمانوں سے تو یہ جوہر فنا ہو گئے اور دوسری اقوام نے ان پر عمل کر کے ترقی حاصل کر لی میراث ترکہ شفعہ طلاق خلع مساوات و اخوت یتامیٰ کی پرورش اور بیواؤں کے عقد وغیرہ خالص اسلامی اصول ہیں جو ان پر عمل کر رہے ہیں عروج و ارتقا کی بلندیوں پر فائز ہیں پھر اپنوں کی بے پروائی غیروں کی بے پروائی سے زیادہ خاق گذرتی ہے مسلمان اپنے ہو کر بے پروائی برت رہے ہیں اس لئے ان پر زیادہ وبال پڑا ہوا ہے۔

قرآن اور محبان قرآن کی علامات

یہ تو ذکر تھا قرآن سے اعراض برتنے والوں کا ذکر اب ان لوگوں کے حالات مشاہدہ فرمایئے اور سنئے کہ جو قرآن پر عمل کرنے والوں اور اس کے ساتھ محبت رکھنے والوں کے متعلق کیا فرماتا ہے الذین امنوا وکانوا یتقون لھم البشریٰ فی الحیوۃ الدنیا وفی الاخرۃ جو لوگ اللہ پر ایمان لائے اس سے ڈرتے اور پرہیزگاری کرتے رہے ان کے لئے دنیا میں بھی بشارتیں ہیں اور آخرت میں بھی مرنے کے بعد انہیں فائز المرامیاں اور کامرانیاں نصیب ہوں گی اور دونوں جہان میں وہ انبساط و آسائش کی زندگی اس کی رحمت و برکت سے بسر کریں گے یہ نہیں محض زبانی دعویٰ چل جائے اور لوگ یہ کہنے ہی پر اکتفا کر لیں کہ ہمیں قرآن سے محبت و شغف ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن سے محبت کرنے والوں کی علامات اور نشانیاں بھی بتادی ہیں واذا تلیت علیھم ایاتہ زادتھم ایمانا وعلیٰ ربھم یتوکلون جب ان لوگوں کے سامنے قرآنی آیات پڑھی جاتی ہیں تو اس سے ان کے ایمانوں میں اضافہ ہو جاتا ہے اور وہ اللہ پر بھروسہ رکھتے ہیں اذا ذکر اللہ وجلت قلوبھم جب ان کے سامنے اللہ کا نام لیا جاتا ہے تو ان کے قلب میں رقت و گداز کی پیدا ہو جاتی ہے تقشعر منہ جلود الذین یخشون ربھم ثم تلین جلودھم وقلوبھم الیٰ ذکر اللہ قرآن کے سننے سے ان کے جسم کے رونگٹے کھڑے کھڑے ہو جاتے ہیں جو خدا سے ڈرتے ہیں پھر ان میں نرمی پیدا ہو جاتی ہے اور ان کے دل ذکر الٰہی میں مصروف رہتے ہیں دیکھا آپ نے یہ ہیں وہ علامات جو قرآن سے محبت کرنے والوں پر استماع آیات قرآنی سے رونما ہوتی ہیں اس کے ساتھ پھر دنیا اور آخرت کی بشارتیں ہیں فائز المرامیاں ہیں۔

قرآن اور اسکی عدیم المثال نوعیت

دنیا میں صد ہزار کتب ہر شعبہ اور ہر دائرہ میں موجود ہیں اور ان میں بہت سی کتابیں ایسی ہیں جو واقعی بے مثل کہی جا سکتی ہیں لیکن بے مثل کہا جانا اور بات ہے اور بے مثل ہونا اور بات ہے۔ سعدی کی گلستان اور مثنوی مولانا روم بے مثل کتابیں ہیں۔ انوار سہیلی کو بھی بے مثل کہا جاتا ہے مسدس حالی اور علامہ اقبال کی کتابوں کے متعلق بھی یہی خیال ہے تاج گنج کو بھی دنیا کی بے مثل عمارت کہا جاتا ہے اہرام مصری کے متعلق بھی یہی مشہور ہے لیکن یہ چیزیں بے مثل کہلائے جانے سے کوئی یہ نہیں سمجھتا کہ ان جیسی چیزیں دنیا میں پیدا ہو ہی نہیں سکتیں بلکہ یہ خیال کرتا ہے کہ ایسی اور چیزیں دنیا میں اور موجود نہیں۔

دنیا میں سب سے پہلے قرآن نے اپنے بے مثل ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور اس طرح سے دعویٰ کیا کہ آجتک کوئی اس کا جواب نہ دے سکا اور نہ انشاء اللہ تعالیٰ قیامت تک دے سکیگا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وان کنتم فی ریب مما نزلنا علیٰ عبدنا فاتوا بسورۃ من مثلہ وادعوا شھداءکم من دون اللہ ان کنتم صادقین فان لم تفعلوا ولن تفعلوا اگر تمہیں یہ شک ہے کہ قرآن ہماری نازل کی ہوئی کتاب نہیں تو تم پورا قرآن تو ایک طرف تم اس جیسی کوئی ایک سورۃ ہی بنا لاؤ اور اگر تم میں سے کوئی ایک ادیب یہ کام نہ کر سکے تو اپنے ساتھ اور لوگوں کو بھی اپنی حمایت و اعانت کے لئے ساتھ لیلو اور اگر تمہارا واقعی یہ خیال

ہے کہ قرآن آسمانی کتاب نہیں تو ایسا کر دکھاؤ لیکن تم ایسا ہرگز نہ کر سکو گے اور تم سب مل کر بھی اس جیسی ایک سورۃ نہ بنا سکو گے۔

یہ دعویٰ کن کے مقابلے میں کیا گیا ہے یہ چیلنج کسے دیا گیا ہے ان عربوں کو جو اپنے سوا تمام دنیا کو گونگا سمجھتے تھے اور جنھیں اپنی زباندانی پر اتنا ناز تھا کہ علانیہ اور توہین کو عجمی کہا کرتے تھے عرب میں تعلیم ترقی عام نہ تھی لیکن صحت زبان اور فصاحت و بلاغت میں انھیں وہ ملکہ تھا جس کی نظیر پوری دنیا میں ایک بھی نہیں مل سکتی۔

بچوں کو ابتدا ہی سے زبان و ادب کی عملی تعلیم دی جانی شروع ہو جاتی تھی انھیں اپنے شعرا و ادبا پر ناز تھا جس وقت قرآن نازل ہوا ہے تو اس وقت عربوں نے اس کے آسمانی کتاب ہونے سے ضد و معاندت کی بنا پر انکار کر دیا تھا اور علانیہ کہتے تھے کہ یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بنا لی ہے۔ اگر آسمانی کتاب ہوتی تو یہ طائف اور مکہ کے رؤسا پر نازل ہوتی۔

قرآن اور اس کا مثل پیدا کرنے کی سعی

جب عربوں کے مذکورہ اعتراضوں کے جواب میں مذکورہ بالا آیت نازل ہوئی تو عربوں میں قدرتاً ایک کھلبلی پیدا ہو گئی چیلنج اور وہ بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے چیلنج عربوں کو اور وہ بھی ان عربوں کو جو "ہمچو ما دیگرے نیست" کا کوس لمن الملک بجا رہے تھے وہ بھلا اس چیلنج کو کب ٹھنڈے دل سے گوارا کر سکتے تھے انہوں نے بہتیری سعی کی اور بہتیری کوشش کی مگر کچھ نہ کر سکے قرآنی فصاحت و بلاغت نے انھیں مسحور کر لیا اس عہد میں یہ ایک قاعدہ تھا کہ جو قصائد بے مثل سمجھے جاتے تھے وہ در کعبہ پر آویزاں کر دیئے جاتے تھے دوسرے نو آموز افراد اشعار لکھ کر اس کے برابر دوسری طرف آویزاں کر آتے تھے اور اساتذہ صبح کے وقت آ کر اصلاح کر جاتے تھے اس زمانہ میں ایک مسلم الثبوت ادیب و خطیب اور شاعر تھا اس سے اصلاح کرایا جانے والا کلام ایک جداگانہ موقع پر آویزاں کیا جاتا تھا۔

ایک مسلمان بزرگ کو ظرافت جو سوجھی تو وہ قرآن کریم کی سب سے مختصر سورۃ انا اعطینا اسی جگہ جا کر خاموشانہ آویزاں کر آئے صبح کو وہ مشہور استاد آیا اور دیکھا تو سمجھ گیا کہ میرے ساتھ یہ مذاق کیا گیا ہے کہ اسے قرآنی فصاحت و بلاغت اور صحت زبان کا اعتراف تھا اور ہونا چاہیئے تھا مگر بوجہ معاندت بس وہ اس کا اعتراف نہ کرتا تھا مگر عربی غیرت نے یہ بھی گوارا نہ کیا کہ اسے ہاتھ نہ لگائے اور اپنا عجز تسلیم کرے صرف تین مختصر آیتوں کی اصلاح میں اس نے بڑا وقت صرف کیا بڑی محنت اور دماغ سوزی سے کام لیا ایک لفظ کاٹ کر اس کی جگہ دوسرا لفظ لکھتا پھر اس پر صاد کر دیتا پھر کاٹتا اور صحیح کرتا مگر کاٹنے کے بعد محسوس کرتا کہ کلام معیار سے گر جاتا ہے مجبور ہو کر وہ اس پر یہ لکھ کر چلا گیا ما ہذا الکلام البشر "یہ کسی انسان کا کلام نہیں" انسانی کلام ہوتا تو میں ضرور اس کی اصلاح کر سکتا اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ قرآنی آیات اور سورتیں فصاحت و بلاغت کس پایہ کی تھیں عربوں کو جس چیز اور جس ہنرمندی پر فخر و ناز تھا اسی پر اللہ تعالیٰ نے زور دیا اور دکھا دیا جتلا دیا کہ تم ضد و عناد اور قوموں کے مقابلہ میں بسلسلہ زباندانی اپنی فوقیت کا دعویٰ کر سکتے ہو مگر خدا کے کلام کے مقابلہ میں تمہارا کوئی دعویٰ ہرگز نہیں چل سکتا تم اپنے تمام ادعائے زباندانی کے باوجود اس جیسی ایک آیت بنا کر نہیں لا سکے اور نہ لا سکتے ہو نہ تنہا نہ سب مل کر گویا اس قرآنی معجزہ کو وہ اس کی صحت کی دلیل بتا رہا تھا اور فرما رہا تھا کہ تمہیں شک ہے تو اس کی مثل کوئی ایک ہی اس جیسی سورۃ پیش کر کے اپنا شک نکال لو تم واقعی انسانوں میں بہترین زباں داں انسان ہو لیکن اگر تم سے بہتر کوئی زبان پیش کی جا رہی ہے اور تمہارے سامنے ہے تو تم اسے اللہ کی زبان تسلیم کر کے اس پر ایمان لاؤ اور کفر و شرک سے توبہ کرو۔

قرآن کا چیلنج اور دنیا کے عجز

خدائے قدوس تو عالم الغیب ہے وہ ان کے عجز کو سمجھ گیا اور انھیں دوسرا چیلنج دیا قل لئن اجتمعت الانس والجن علی ان یاتوا بمثل ... ولو کان بعضھم لبعض ظہیرا اے پیغمبر ان مشرکین سے کہو کہ تم تو تم اگر تمام انس و جن مل کر اس جیسی کتاب پیش کرنے کی سعی کریں تو بھی نہ کر سکیں گے اور کس طرح کر سکتے ہیں خدا خدا ہے اور بندہ بندہ جو خدا کر سکتا ہے وہ بندہ کیونکر کر سکتا ہے۔

اس چیلنج کے جواب میں کفار کے پاس ایذا رسانی ضد اور مخالفت کے سوا اور کیا تھا ان پر قرآنی فصاحت و بلاغت نقش ہو گئی تھی وہ اپنا عجز تسلیم کر چکے تھے اور اب اس پہلو پر اعتراض کرنے کا یارا ان کے اندر باقی نہ رہا تھا جنھیں توفیق ایزدی نصیب ہو گئی وہ تو ایمان لے آئے اور باقی کفر پر قائم رہے پھر اس وقت ہی پر کچھ منحصر نہیں ساڑھے تیرہ سو برس سے یہ چیلنج دنیا کے سامنے موجود ہے [illegible] سے اجتناب کی ایک انسان بھی ایسا پیدا ہوا جو اس چیلنج کو قبول کرتا اگر قرآن کریم انسانی کلام ہوتا اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے مصنف ہوتے تو اول تو وہ خود ہی ایسی حالت میں کہ اس وقت عرب بڑے بڑے مایہ ناز شاعروں اور خطیبوں سے بھرا ہوا تھا [illegible] دعوؤں کی جرأت نہ کر سکتے اور کر بیٹھتے تو ظاہر ہے کہ عرب قوم فوراً اس کا جواب دے دیتی۔

پھر یہ کوئی بھی تسلیم نہیں کر سکتا کہ [illegible] میں کوئی ایک انسان بے مثل دماغ کا مالک ہو سکتا ہے ایسے دماغ کا کہ اس کا کوئی ثانی پیدا ہی نہ ہوا ہو ہو سکتا ہے کہ اس زمانہ میں دوسرا نظر نہ آیا ہو اس صدی میں نہ ہو مگر یہ تو سمجھ ہی میں نہیں آ سکتا کہ چودہ صدیوں میں بھی کوئی اس دماغ کا انسان پیدا ہی نہ ہو۔ یونان نے اپنے عہد میں بے مثل فلاسفر پیدا کئے لیکن کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ ایک عرصہ کے بعد اسلام نے ان سے بہتر دماغ اور ان سے بہتر فلاسفر پیدا نہ کر دیئے ضرور افلاطون اور جالینوس بے مثل فلاسفر تھے مگر فارابی ابن رشد ابن طفیل اور بو علی سینا کس سے کم تھے اس کے بعد یورپ کی نوبت آئی تو اس نے بھی کانٹ شوپنہار اور ڈیل وغیرہ پیدا کر دیئے اس سے صاف واضح ہوتا ہے کہ اگر قرآن کوئی انسانی تصنیف ہوتی تو اس کے اس چیلنج کا جواب دینے والے اس زمانہ میں بالخصوص اور زمانہ مابعد میں بالعموم ضرور ہی پیدا ہو جاتے۔

زندہ مذہب

کلمہ طیبہ پر ایمان لانیکا مقصد

برادران اسلام! اس سے پہلے دو مضمونوں میں آپ کے سامنے کلمہ طیبہ کا مطلب بیان کر چکا ہوں۔ آج میں اس سوال پر بحث کرنا چاہتا ہوں کہ اس کلمہ پر ایمان لانے کا فائدہ اور اس کی ضرورت کیا ہے۔

یہ تو آپ جانتے ہیں کہ آدمی دنیا میں جو کام بھی کرتا ہے کسی نہ کسی غرض اور کسی نہ کسی فائدے کے لئے کرتا ہے۔ بے غرض بے مقصد بے فائدہ کوئی کام نہیں کیا کرتا۔ آپ پانی کیوں پیتے ہیں؟ اسلئے کہ پیاس بجھے اگر پانی پینے کے بعد بھی آپ کا وہی حال رہے جو پینے سے پہلے ہوتا ہے تو آپ ہرگز پانی نہ پئیں کیونکہ یہ ایک بے نتیجہ کام ہوگا۔ آپ کھانا کیوں کھاتے ہیں؟ اس لئے کہ بھوک رفع ہو اور آپ میں زندہ رہنے کی طاقت پیدا ہو۔ اگر کھانا کھانے اور نہ کھانے کا نتیجہ ایک ہی ہو تو آپ یہی کہیں گے کہ یہ بالکل ایک فضول کام ہے۔ بیماری میں آپ دوا کیوں پیتے ہیں؟ اس لئے کہ بیماری دور ہو جائے اور تندرستی حاصل ہو اگر دوا پینے پر بھی بیمار کا وہی حال ہو جو دوا پینے سے پہلے تھا تو آپ یہی کہیں گے کہ ایسی دوا پینا بیکار ہے۔ آپ زراعت میں اتنی محنت کیوں کرتے ہیں؟ اس لئے کہ زمین سے غلہ اور پھل اور ترکاریاں پیدا ہوں۔ اگر بیج بونے پر بھی زمین سے کوئی چیز نہ اگتی تو آپ ہل چلانے تخم ریزی کرنے اور پانی دینے میں اتنی محنت ہرگز نہ کرتے۔ غرض آپ دنیا میں جو کام بھی کرتے ہیں اس میں ضرور کوئی نہ کوئی مقصد ہوتا ہے اگر مقصد حاصل ہو تو آپ کہتے کہ کام ٹھیک ہوا اگر مقصد حاصل نہ ہو تو آپ کہتے ہیں کہ کام ٹھیک نہیں ہوا۔

اس بات کو ذہن میں رکھئے اور [illegible] پاس ایک سوال کا جواب دیتے جائیے۔ سب سے پہلا سوال یہ ہے کہ کلمہ طیبہ کیوں پڑھا جاتا ہے؟ اس کا جواب آپ اس کے سوا اور کچھ نہیں دے سکتے کہ [illegible] پڑھنے کا مقصد یہ ہے کہ کافر اور مسلمان میں فرق ہو جائے۔ اب میں پوچھتا ہوں کہ فرق ہونے کا کیا مطلب ہے؟ کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ کافر کی دو آنکھیں ہوتی ہیں تو مسلمان کی چار آنکھیں ہو جائیں؟ یا کافر ایک سر ہوتا ہے تو مسلمان کے دو سر ہو جائیں؟ آپ کہیں گے اس کا یہ مطلب نہیں ہے۔ فرق ہونے کا مطلب یہ ہے کہ کافر کے انجام اور مسلمان کے انجام میں فرق ہو۔ کافر کا انجام یہ ہے کہ آخرت میں وہ خدا کی رحمت سے محروم ہو جائے اور ناکام و نامراد رہے اور مسلمان کا انجام یہ ہے کہ خدا کی خوشنودی اسے حاصل ہو اور آخرت میں وہ کامیاب اور بامراد رہے۔

میں کہتا ہوں کہ یہ جواب آپ نے بالکل ٹھیک دیا مگر مجھے یہ بتائیے کہ آخرت کیا چیز ہے؟ آخرت کی ناکامی و نامرادی سے کیا مطلب ہے؟ اور وہاں کامیاب اور بامراد ہونے کا مطلب کیا ہے؟ جب تک میں اس بات کو نہ سمجھ لوں اس وقت تک آگے نہیں بڑھ سکتا۔

اس سوال کا جواب آپ کو دینے کی ضرورت نہیں اس کا جواب پہلے ہی دیا جا چکا ہے کہ الدنیا مزرعۃ الآخرۃ یعنی دنیا اور آخرت دو الگ الگ چیزیں نہیں ہیں بلکہ ایک ہی سلسلہ ہے جس کی ابتدا دنیا ہے اور انتہا آخرت ہے ان دونوں میں وہی تعلق ہے جو کھیتی اور فصل میں ہوتا ہے آپ زمین میں ہل جوتتے ہیں پھر بیج بوتے ہیں پھر پانی دیتے ہیں پھر کھیتی کی دیکھ بھال کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ فصل تیار ہو جاتی ہے اور اس کو کاٹ کر آپ سال بھر تک مزے سے کھاتے رہتے ہیں آپ زمین میں جس چیز کی کاشت کریں گے اسی کی فصل تیار ہوگی گیہوں بوئیں گے تو گیہوں پیدا ہوگا کانٹے بوئیں گے تو کانٹے ہی پیدا ہوں گے کچھ نہ بوئیں گے تو کچھ پیدا نہ ہوگا ہل چلانے اور بیج بونے اور پانی دینے اور کھیتی کی رکھوالی کرنے میں جو غلطیاں اور کوتاہیاں آپ نے کی ہوں گی ان سب کا برا اثر آپ کو فصل کاٹنے کے موقع پر معلوم ہوگا اور اگر آپ نے یہ سب کام اچھے کئے ہیں تو ان کا فائدہ بھی آپ فصل ہی کاٹنے کے وقت دیکھیں گے۔

بالکل یہی حال دنیا اور آخرت کا ہے دنیا ایک کھیتی ہے اس کھیتی میں آدمی کو اس لئے بھیجا گیا ہے کہ اپنی محنت اور اپنی کوشش سے اپنے لئے فصل تیار کرے پیدائش سے لیکر موت تک کے لئے آدمی کو اس کام کی مہلت دی گئی ہے اس مدت میں جیسی فصل آدمی نے تیار کی ہے ویسی ہی فصل وہ موت کے بعد دوسری زندگی میں کاٹیگا اور پھر جو فصل وہ کاٹیگا اسی پر آخرت کی زندگی میں اس کا گذر بسر ہوگا اگر کسی نے عمر بھر دنیا کی کھیتی میں اچھے پھل بوئے ہیں اور ان کو خوب پانی دیا ہے اور ان کی خوب رکھوالی کی ہے تو آخرت کی زندگی میں جب وہ قدم رکھیگا تو اپنی محنت کی کمائی ایک سرسبز و شاداب باغ کی صورت میں وہ پائیگا اور اسے اپنی اس دوسری زندگی میں پھر کوئی محنت نہ کرنی پڑے گی بلکہ دنیا میں عمر بھر محنت کر کے جو باغ لگایا تھا اسی باغ کے پھلوں پر وہ آرام سے زندگی بسر کریگا اسی چیز کا نام جنت ہے اور آخرت میں بامراد ہونے کا یہی مطلب ہے اس کے مقابلے میں جو شخص اپنی دنیا کی زندگی میں کانٹے اور کڑوے کسیلے زہریلے پھل بوتا رہا ہے آخرت کی زندگی میں اسی کی فصل اسے تیار ملیگی وہاں پھر اس کو دوبارہ اتنا موقع نہیں ملیگا کہ اپنی اس حماقت کی تلافی کر سکے اور اس خراب فصل کو جلا کر دوسری اچھی فصل تیار کر سکے پھر تو اس کو آخرت کی ساری زندگی اسی فصل پر بسر کرنی ہوگی جسے وہ دنیا میں تیار کر چکا ہے جو کانٹے اس نے بوئے تھے انہی کے بستر پر اسے لیٹنا ہوگا اور جو کڑوے کسیلے زہریلے پھل اس نے لگائے تھے وہی اسے کھانے پڑیں گے یہی مطلب ہے آخرت میں ناکام و نامراد ہونے کا۔

آخرت کی یہ شرح جو میں نے بیان کی ہے حدیث و قرآن سے یہی شرح ثابت ہے اس سے یہ معلوم ہوا کہ آخرت کی زندگی میں انسان کا نامراد یا بامراد ہونا اور اس کے انجام کا اچھا یا برا ہونا دراصل نتیجہ ہے دنیا کی زندگی میں اس کے علم اور عمل کے صحیح یا غلط ہونے کا۔

یہ بات جب آپ نے سمجھ لی تو ساتھ ہی ساتھ یہ بات بھی خود بخود سمجھ میں آجاتی ہے کہ مسلمان اور کافر کے انجام کا فرق یونہی بلا وجہ نہیں ہو جاتا۔ دراصل انجام کا فرق آغاز ہی کے فرق کا نتیجہ ہے جب تک دنیا میں مسلمان اور کافر کے علم و عمل میں فرق نہ ہوگا آخرت میں بھی ان دونوں کے انجام میں فرق نہیں ہو سکتا۔ کسی طرح ممکن نہیں ہے کہ دنیا میں ایک

شخص کا علم و عمل وہی ہو جو کافر کا علم و عمل ہے اور پھر آخرت میں وہ اس انجام سے بچ جائے جو کافر کا انجام ہوتا ہے۔

اب پھر وہی سوال پیدا ہوتا ہے کہ کلمہ پڑھنے کا مقصد کیا ہے!

پہلے آپ نے اس کا جواب یہ دیا تھا کہ کلمہ پڑھنے کا مقصد یہ ہے کہ کافر کے انجام اور مسلمان کے انجام میں فرق ہو۔ اب انجام اور آخرت کی جو تشریح آپ نے سنی ہے، اس کے بعد آپ کو اپنے جواب پر پھر غور کرنا ہوگا۔ اب آپ کو یہ کہنا پڑیگا کہ کلمہ پڑھنے کا مقصد دنیا میں انسان کے علم و عمل کو درست کرنا ہے تاکہ آخرت میں اس کا انجام درست ہو۔ یہ کلمہ انسان کو دنیا میں وہ باغ لگانا سکھاتا ہے جس کے پھل آخرت میں اس کو توڑنے ہیں۔ اگر آدمی اس کلمہ کو نہیں مانتا تو اس کو باغ لگانے کا طریقہ ہی نہیں معلوم ہو سکتا۔ پھر وہ باغ لگائے گا کس طرح اور آخرت میں پھل کس چیز کے توڑیگا۔ اور اگر آدمی اس کلمہ کو زبان سے پڑھ لیتا ہے مگر اس کا علم بھی وہی رہتا ہے جو نہ پڑھنے والے کا علم تھا اور اس کا عمل بھی ویسا ہی رہتا ہے جیسا کہ کافر کا عمل تھا تو آپ کی عقل خود کہہ دیگی کہ ایسا کلمہ پڑھنے سے کچھ حاصل نہیں۔ کوئی وجہ نہیں کہ ایسے شخص کا انجام کافر کے انجام سے مختلف ہو۔ زبان سے کلمہ پڑھ کر اس نے خدا پر کوئی احسان نہیں کیا ہے کہ باغ لگانے کا وہ طریقہ ہی نہ سیکھے، باغ لگائے ہی نہیں، ساری عمر کانٹے ہی بوتا رہے اور پھر بھی آخرت میں اس کو پھلوں سے لدا ہوا لہلہاتا باغ مل جائے۔ جیسا کہ میں پہلے کئی مثالیں دیکر بیان کر چکا ہوں جس کام کے کرنے اور نہ کرنے کا نتیجہ ایک ہو وہ کام فضول اور بے معنی ہے۔ جس دوا کو پینے کے بعد بھی بیمار کا وہی حال رہے جو پینے سے پہلے تھا وہ دوا حقیقت میں دوا ہی نہیں ہے۔ بالکل اسی طرح اگر کلمہ پڑھنے والے آدمی کا علم اور عمل بھی وہی کا وہی ہے جو کلمہ نہ پڑھنے والے کا ہوتا ہے تو ایسا کلمہ پڑھنا محض بے معنی ہے۔ جب دنیا ہی میں کافر اور مسلم کی زندگی میں فرق نہ ہوا تو آخرت میں ان کے انجام میں فرق کیسے ہو سکتا ہے؟

اب سوال سامنے آتا ہے کہ وہ کونسا علم ہے جو کلمہ طیبہ انسان کو سکھاتا ہے اور اس علم کے سیکھنے کے بعد مسلمان کے عمل اور کافر کے عمل میں کیا فرق ہو جاتا ہے؟ دیکھئے! پہلی بات جو اس کلمہ سے آپ کو معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ آپ اللہ کے بندے ہیں اور کسی کے بندے نہیں ہیں۔ یہ بات جب آپ کو معلوم ہوگئی تو خود بخود ہی آپ کو یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ آپ جس کے بندے ہیں دنیا میں آپ کو اسی کی مرضی کے مطابق عمل کرنا چاہئے کیونکہ اس کی مرضی کے خلاف آپ چلیں گے تو یہ اپنے مالک سے بغاوت ہوگی۔ اس علم کے بعد دوسرا علم آپ کو کلمہ سے یہ حاصل ہوتا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ یہ بات جب آپ کو معلوم ہوگئی تو اس کے ساتھ ہی یہ بات بھی آپ کو خود بخود معلوم ہوگئی کہ اللہ کے رسول نے دنیا کی کھیتی میں کانٹوں اور زہریلے پھلوں کے بجائے میووں اور میٹھے پھلوں کا باغ لگانا جس طرح سکھایا ہے اسی طرح آپ کو باغ لگانا چاہئے۔ اگر آپ اسی طریقہ کی پیروی کرینگے تو آخرت میں آپ کو اچھی فصل ملیگی اور اگر اس کے خلاف عمل کریں گے تو دنیا میں کانٹے بوئینگے اور آخرت میں کانٹے ہی پائینگے۔

یہ علم حاصل ہونے کے بعد لازم ہے کہ آپ کا عمل بھی اس علم کے مطابق ہو۔ اگر آپ کو یقین ہے کہ ایک دن مرنا ہے اور مرنے کے بعد پھر ایک دوسری زندگی میں آپ کو اسی فصل پر گذر کرنا ہوگا جسے آپ زندگی میں تیار کرینگے تو پھر یہ ناممکن ہے کہ پھر آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقے کو چھوڑ کر کوئی دوسرا طریقہ اختیار کر سکیں۔ دنیا میں آپ کھیتی باڑی کیوں کرتے ہیں؟ اسی لئے کہ آپ کو یقین ہے کہ اگر کھیتی باڑی نہ کی تو غلہ پیدا نہ ہوگا اور غلہ پیدا نہ ہو تو بھوکے مر جائینگے۔ اگر آپ کو اس بات کا یقین نہ ہوتا اور آپ یہ سمجھتے کہ کھیتی باڑی کے بغیر ہی غلہ پیدا ہو جائے گا یا غلہ کے بغیر ہی آپ بھوک سے بچ جائینگے، تو ہرگز آپ کھیتی باڑی میں یہ محنت نہ کرتے۔ بس اسی پر اپنے حال کو بھی قیاس کر لیجئے۔ جو شخص زبان سے کہتا ہے کہ خدا کو میں اپنا مالک اور رسول پاک کو خدا کا رسول مانتا ہوں اور آخرت کی زندگی کو بھی مانتا ہوں مگر عمل اس کا قرآن کی تعلیم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے خلاف ہے اس کے متعلق یہ سمجھ لیجئے کہ در حقیقت اس کا ایمان کمزور ہے۔ اس کو جیسا یقین اپنی کھیتی میں کاشت نہ کرنے کے برے انجام کا ہے اگر ویسا ہی یقین آخرت کی فصل تیار نہ کرنے کے برے انجام کا بھی ہو تو وہ کبھی اس کام میں غفلت نہ کرے۔ کوئی شخص جان بوجھ کر اپنے کھیت میں کانٹے نہیں بوتا۔ کانٹے وہی بوتا ہے جسے یہ یقین نہیں ہوتا کہ جو چیز بو رہا ہے اس سے کانٹے پیدا ہوں گے اور وہ کانٹے اس کو تکلیف دیں گے اور وہ ایسے کانٹے ہوں گے جن کے دور کرنے یا ان سے الگ رہنے کی قدرت اس میں نہ ہوگی اور اس کی تکلیف اس کے لئے لابدی ہو جائیگی۔ آپ جان بوجھ کر اپنے ہاتھ میں آگ کا انگارہ نہیں اٹھاتے کیونکہ آپ کو یقین ہے کہ یہ جلا دیگا۔ مگر ایک بچہ آگ میں ہاتھ ڈال دیتا ہے کیونکہ اسے اچھی طرح معلوم نہیں ہے کہ اس کا انجام کیا ہوگا۔

(بقیہ سلسلہ مضمون صفحہ ۵) جتنی اس وقت قریب ہے اتنی کبھی نہ تھی۔ یہ بہت اچھا ہوا کہ مسٹر گاندھی رہا ہوگئے۔ اب یہ عذر ختم ہوا کہ کانگریس کی طرف سے کوئی پیشقدمی کیسے ہو، مسٹر گاندھی گرفتار ہیں ان سے کسی کو ملنے کی اجازت نہیں ہے۔ دیکھئے اب گاندھی جی کونسی راہ اختیار کرتے ہیں۔ اب بھی ان کی سمجھ میں یہ بات آئی ہے یا نہیں کہ ہندوستان کی نجات ہندوؤں اور مسلمانوں کے اتحاد پر منحصر ہے یا وہ پھر بھی نہیں سمجھے کہ ہندوستان کا استقلال پہلے اور ہندو مسلم اتحاد بعد میں۔ اب پیشکش کار کی سعی یعنی تقدیم کار کا اختیار مسٹر گاندھی کے ہاتھ میں آگیا ہے۔ وہ بڑی آسانی سے ایسے حالات پیدا کر سکتے ہیں کہ ہندوستان کو آزادی دینے کے خلاف حکومت کوئی معقول عذر نہ کر سکے خصوصاً اس وجہ سے کہ مسٹر جناح صدر مسلم لیگ اور ہندوستان کی آزادی کے لئے ہر ممکن کوشش کرنے کے لئے آمادہ ہیں۔

غیب کے خزانے لامحدود ہیں مگر بقدر ضرورت اور باندازۂ حنا سب اُس نے ہر چیز کی زندگی قائم رکھنے کے لئے اپنے غیبی خزانہ کا ایک حصہ نازل فرمایا۔ مَنْ لَّسْتُمْ لَهٗ بِرٰزِقِيْنَ کے دو مطلب ہو سکتے ہیں ایک تو یہ کہ اللہ نے صرف تمہاری ہی نہیں بلکہ تمام جانوروں کی روزی کے سامان مہیا کر دیئے۔ دوسرا یہ کہ تمہاری روزی پیدا کی اور تمہارے ہی نفع کے لئے وہ جانور پیدا کئے جن کو تم روزی نہیں دیتے بلکہ روزی تو خدا ہی دیتا ہے اور کام تمہارے آتے ہیں۔

مجاہد کا قول ہے کہ اس سے مراد چوپائے ہیں۔ ابن جریر نے فرمایا اس میں باندیاں اور غلام بھی داخل ہیں۔ میرے نزدیک انسانوں کے علاوہ تمام جانور اس میں شامل ہیں، خواہ چوپائے ہوں یا دو پائے یا ہزار پائے۔ کیڑے مکوڑے۔ پتنگے۔ تمام حشرات الارض آیت کے عموم میں داخل ہیں۔

(۴) اللہ ایسی ہوائیں چلاتا ہے جو سمندروں سے بخارات اٹھا کر اوپر لے جاتی اور سرد طبقہ میں پہنچاتی ہیں وہاں اُن میں سردی لگتی ہے تو وہی بخارات پانی کی شکل اختیار کر کے نیچے ٹپکتے ہیں جس کو بارش کہا جاتا ہے۔ پس گویا ہوا ہی بادلوں کو پانی سے باربردار اور بوجھل کر دیتی ہے یا پانی برسا کر درختوں کو پھل پھول سے باربردار بنا دیتی ہے۔ بارش کا یہ غیبی خزانہ انسان کی طاقت میں نہیں نہ اس سرچشمۂ قدرت پر انسان قبضہ کر سکتا ہے۔ بارش کا کیا نتیجہ ہے تو علاوہ ہر چیز کی روئیدگی اور سرسبزی کے بالکل کھلا ہوا فائدہ یہ ہے کہ اگر بارش نہ ہو تو پینے کے لئے پانی کہاں سے آئے۔ کنوئیں تالاب اور نہریں خشک ہو جائیں اور انسان پیاسا مر جائے۔ پھر بارش بھی ہو مگر پانی شور ہو پینے کے قابل نہ ہو تب بھی بقاءِ زندگی محال ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہوا کو بھیجتا ہے وہ آسمان سے پانی اٹھاتی اور باربردار ہوتی ہے اور سحاب کی چال چلتی ہے۔ یہاں تک کہ جیسے دودھیاری اونٹنی کے دودھ کا سیلان ہوتا ہے اسی طرح مینھ برساتی ہے۔ ابن عباس۔ ابراہیم نخعی اور قتادہ وغیرہ سے یہی قول مروی ہے۔ بظاہر اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ پانی آسمان سے نازل ہوتا ہے۔ مگر یہ مفہوم خلاف واقعہ ہے۔ بات یہ ہے کہ دنیا میں جو چیز پیدا ہوتی ہے اُس کا حکم آسمان سے فرشتوں کی معرفت یا اُس غیبی مخلوق کے ذریعہ سے اس دنیا میں جاری ہوتا ہے جو اس حکم پر خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور ہے بارش کا نازل ہونا۔ ابر کا آنا۔ ہواؤں کا چلنا۔ سمندروں سے بخارات کا اٹھنا ہر ایک بامر الٰہی ہے اور ہر چیز کا حکم فرشتوں کی معرفت آسمان سے جاری ہوتا ہے شریعت اسلامیہ اسباب ظاہری کا انکار نہیں کرتی۔ مگر اسباب کا مؤثر حکم الٰہی کو قرار دیتی ہے۔ اسی بناء پر ابن عباس و ابن مسعود وغیرہما نے فرمایا کہ ہوا آسمان سے پانی اٹھاتی ہے۔

(۵) ہر چیز کا مادہ خدا تعالیٰ نے پیدا کیا پھر اُس کو صورت عطا کی صورت اور مادہ کے ملنے سے اُس چیز کو زندگی ملی۔ کچھ زمانہ تک زندگی قائم رہی پھر صورت کو مادہ سے جدا کیا اور بالآخر مادہ کو بھی فنا کر دیا۔ یہ سب اللہ کی کارسازی ہے۔ انسانی تصرف اور صنعت کو اس میں دخل نہیں۔ کوئی عقلمند آج تک ایسا نہ کر سکا کہ کسی چیز کے مادہ کو بناتا یا موجودہ مادہ کو اسکی صورت پہناتا۔ ...... یا کسی مادہ کی اصلی صورت کو زائل کر سکتا پھر جس طرح ہستی سے پہلے خدا مالک تھا ہستی کے بعد بھی خدا ہی مالک ہے گو چند روز کے لئے بظاہر عارضیۃً دوسرے نظر آتے ہیں مگر حقیقی مالک متصرف خدا ہی ہے

(۶) انسان مر جاتا ہے فنا ہو جاتا ہے اس کے اجزاءِ اصلیہ پراگندہ ہو جاتے ہیں۔ کچھ ذرات خاک میں کچھ ہوا میں اور کچھ پانی میں مل جاتے ہیں۔ لیکن چونکہ خدا تعالیٰ کو گذشتہ آئندہ سب کا علم ہے اسکو ہر ایک کے اجزاءِ اصلیہ اور انکے مقامات معلوم ہیں اور ان کو جمع کرنے کی اس کو قدرت بھی ہے اس لئے قیامت کے دن سب کو اکٹھا کرے گا۔ اور پھر از سر نو ترکیب دیکر زندہ انسان بنادے گا کیوں زندہ کریگا اس کی حکمت وہی خوب جانتا ہے۔

سبحان اللہ کس ترتیب سے دلائل توحید و الوہیت کو بیان فرمایا جس سے مبدء و معاد کے بڑے بڑے عظیم الشان مسائل حل ہوگئے بیان توحید کے ضمن میں کائنات ارضی و سماوی کے تغیرات۔ تغیرات کی حقیقت و حکمت موت و حیات کی کشمکش کی کیفیت اور آخر میں ضرورت معاد کی وضاحت ہوگئی

مقصود بیان :- بالائی اور زیرین اور درمیانی کائنات کی تخلیق کیفیت تخلیق اور مصلحت تخلیق پر غور کرنے کی دعوت عامہ۔ آسمان، زمین، ہوا، پانی، پہاڑ، ابر، درخت، سبزہ، چرند پرند درند اور انسانوں کی پیدائش، بقاء، فناء اور اعادہ کی مفصل کیفیت بیان فرمانے کے بعد اللہ کی قدرت و کارسازی کی ہمہ گیری، اُسکی الوہیت کاملہ اور ربوبیت عامہ کا اظہار اور آخر میں حشر جسمانی کا عقلی اثبات، پھر لفظ حَكِيْمٌ سے غرض معاد کی طرف لطیف اشارہ وغیرہ۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ

اور ہم نے — انسان کو — خمیر کی ہوئی خشک

مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ۝ وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ

مٹی سے — بنایا — اور اس سے پہلے جنات کو

مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ ۝ وَاِذْ قَالَ

آگ کی لو سے بنایا اور (یاد کرو) جب تمہارے

رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ

رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں ایک بشر کو

صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ۝ فَاِذَا

خمیر کی ہوئی خشک مٹی سے پیدا کرنے والا ہوں جب

سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ

میں اسکو پورا بنا چکوں اور اس میں اپنی روح پھونکدوں

فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ ۝ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ

تو تم اسکے سامنے سجدہ میں گر پڑنا چنانچہ سب کے سب

كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ۝ اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ

فرشتوں نے سجدہ کیا ابلیس نے

اَبٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِيْنَ ۝ قَالَ

سجدہ کرنے والوں کے ساتھ شامل ہونے سے انکار کردیا اللہ نے فرمایا

يٰٓاِبْلِيْسُ مَا لَكَ اَلَّا تَكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِيْنَ

ابلیس تجھے کیا ہوا کہ سجدہ کرنے والوں میں شامل نہ ہوا

قَالَ لَمْ اَكُنْ لِّاَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهٗ

بولا میں ایسا نہیں کہ اس بشر کو سجدہ کروں جس کو تو نے

مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ۝

خمیر کی ہوئی خشک مٹی سے بنایا ہے۔

قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ ۝

اللہ نے فرمایا تو یہاں سے نکل جا تو قطعی مردود ہے

وَّاِنَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ۝

اور تجھ پر روز جزا تک لعنت

قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ

بولا پروردگار مجھے اس دن تک کی مہلت دے جسدن کہ مردوں کو جلا کر اٹھایا جائے

قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ۝ اِلٰى يَوْمِ

فرمایا اچھا تجھے وقت مقرر کے دن تک مہلت دیدی گئی (یعنے

الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ۝ قَالَ رَبِّ بِمَآ

قیامت کے دن تک) بولا پروردگار چونکہ تو نے

اَغْوَيْتَنِيْ لَاُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ

مجھے گمراہ کر ہی دیا ہے اب میں ان سب کو زمین میں بہاریں دکھاؤں گا

وَلَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ اِلَّا عِبَادَكَ

اور سب کو بہکاؤں گا ہاں جو تیرے

مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ۝ قَالَ هٰذَا صِرَاطٌ

چنے ہوئے بندے ہیں (وہ نہ بہکینگے) اللہ نے فرمایا یہ مجھ تک

عَلَيَّ مُسْتَقِيْمٌ ۝ اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ

پہنچنے کا سیدھا راستہ ہے واقعی جو میرے بندے ہیں

لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ

ان پر تیرا کچھ زور نہیں ہاں جو گمراہ تیرے پیچھے

مِنَ الْغٰوِيْنَ ۝ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ

ہولئے (ان کو تو بہکا سکتا ہے) اور ان سب کا ٹھکانا

اَجْمَعِيْنَ ۝ لَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍ ؕ لِكُلِّ

دوزخ ہے جس کے سات دروازے ہیں اور ہر

بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ ۝ ع

دروازہ (سے داخل ہونے) کے لئے ان کافروں کا الگ الگ ایک حصہ مقرر ہے

تفسیر حضرت آدمؑ کی تخلیق کا قصہ اور فرشتوں کو سجدۂ آدم کا حکم اور شیطان کا انکار ان تمام واقعات کا بیان

کامل طور پر سورۂ بقرہ میں گذر چکا ہے۔ اس لئے ان آیات کے مطلب کا اعادہ ہم موجب طوالت سمجھتے ہیں۔ ہاں بعض آیات کے ذیل میں تحقیقی نکات بیان کرنے ضروری ہیں:۔

(۱) حضرت آدمؑ کی ساخت میں اگرچہ ہوا آگ اور پانی کے اجزاء بھی شامل تھے مگر چونکہ خاک کا حصہ زیادہ تھا اس لئے تعمیر آدم کا اصل مادہ خاک کو قرار دیا۔ قرآن پاک میں مختلف مواقع پر مختلف الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ کہیں تُرَاب (خاک) کہیں طِیْن (کیچڑ) کہیں طِیْنٍ لَازِبٍ (چپکنے والی کیچڑ) کہیں حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ (سڑی ہوئی کیچڑ) اور کہیں صَلْصَال (کھنکھناتی ہوئی پختہ مٹی) اور ایک جگہ صلصال کو فخّار یعنی ٹھیکرے سے بھی تشبیہ دی گئی ہے۔ ان تمام تصریحات میں مابہ الاتحاد یہ بات ہے کہ حضرت آدمؑ کو مٹی سے بنایا گیا۔ لیکن مٹی پر مختلف دور گذرنے سے مختلف حالات طاری ہوتے رہے۔ شروع میں معمولی خاک تھی پھر پانی ملایا گیا تو کیچڑ بن گئی۔ پھر کچھ مدت پڑی رہی تو چیپ پیدا ہوگیا۔ پھر زیادہ مدت گذرنے پر وہ سڑ گئی اور آخر میں بالکل خشک صلصال بن گئی۔ پھر صلصال میں مزید پختگی پیدا ہوئی تو وہ ٹھیکرے کی طرح ہوگئی۔

(۲) جنات کی پیدائش کس چیز سے ہوئی؟ قرآن پاک میں اس کے لئے دو لفظ استعمال کئے گئے ہیں۔ نارِ سموم یعنی وہ آگ جو دھواں نہ ہونے کی وجہ سے گرم ہوا اور لُو کی طرح تھی۔ دوسرا لفظ مَارِجٍ آیا ہے یعنی آگ کا بھڑکتا شعلہ۔ حاصل دونوں کا ایک ہی ہے کہ جنات کی تخلیق شفاف آگ سے ہوئی ہے۔ گویا فرشتے اور انسان کے درمیان جن کا درجہ ہے جن کی خلقت نہ انسان کی طرح کثیف مادہ سے ہوئی ہے نہ فرشتہ کی طرح نور مجرد سے۔ بلکہ بغیر دھویں کی آگ سے ہوئی ہے۔ چونکہ ہر چیز اپنی لطافت کی وجہ سے مختلف اشکال کو بآسانی قبول کرسکتی اور بسہولت ترک کرسکتی ہے۔ مثلاً پانی مٹی سے لطیف ہے۔ اس لئے جس برتن میں ڈالا جائے اسی کی شکل قبول کرلیتا ہے۔ پانی سے زیادہ لطیف ہوا ہے اور ہوا سے زیادہ لطیف آگ ہے۔ اس لئے جس مخلوق کی تخلیق صاف شفاف آگ سے ہوئی اس میں تغیر اشکال کی زیادہ قابلیت ہے اور چونکہ جنات کو قوت ارادہ بھی عطا کی گئی ہے اس لئے وہ ہر شکل کو آسانی کے ساتھ اختیار کرلیتے ہیں اور پھر آسانی کے ساتھ اس کو چھوڑ بھی دیتے ہیں۔ بیضاوی نے صراحت کی ہے کہ بظاہر جنات کی تخلیق فقط آگ سے نہیں ہے بلکہ آگ کا جز ان کی پیدائش میں غالب ہے جس طرح آدمی کے تخلیقی مادہ میں خاک کا عنصر غالب ہے اور چونکہ آگ کو آدمی نہیں دیکھ سکتا کیونکہ آگ ہر رنگ سے خالی ہے۔ اسی لئے جنات بھی نظر نہیں آتے۔ البتہ اس وقت دکھائی دے سکتے ہیں جب اپنی اصل شکل چھوڑ کر کسی دوسری کثیف شکل میں رونما ہوں۔

جَانّ سے کیا مراد ہے؟ اس کے متعلق جمہور مفسرین کا قول ہے کہ تمام جنات کے باپ کا نام جَانّ ہے۔ جَانّ کے معنی لغت میں چھپانے والے کے ہیں۔ چونکہ جنات نظر سے مخفی ہیں اسلئے ان کو جَانّ کہا جاتا ہے۔ قتادہ اور حسن بصری وغیرہما کے نزدیک جان اور ابلیس ایک ہی ہیں۔ جمہور کے قول کی بناپر اولاد جانّ میں جو کافر سرکش ہیں ان کو شیاطین کہا جاتا ہے جن کا سرچشمہ ابلیس ہے۔ بہرحال آیت سے اتنا ثابت ہے کہ نوع جن انسانوں کے علاوہ ایک متعین خارجی مخلوق ہے جس کی تخلیق حضرت آدمؑ کی پیدائش سے قبل ہوئی ہے اور جس کا قوام خلقت آدمی کے تخلیقی مادہ سے جدا ہے۔ رہے دیگر حیوانات تو ظاہر ہے کہ ہر ایک کی نوع جدا جدا ہے اور ہر نوع کا کوئی خاص مبدأ ہوگا۔ لیکن ان کی پیدائش انسان سے پہلے ہوئی یا بعد کو؟ اس کی صراحت کسی عبارت قرآنی یا احادیث نبوی میں نہیں ہے۔

(۳) اللہ نے اپنی روح آدم میں پھونکی۔ شیخ ابوالسعود نے بیان کیا کہ نفخ روح ایک تمثیل ہے۔ یعنی یہاں نہ پھونک تھی اور نہ کوئی ایسی چیز جس میں پھونکا جائے اور نہ روح پھونکنے کی چیز ہے۔ بلکہ خدا تعالیٰ نے ایک قابل حیات جسم میں زندگی پیدا کرنے کی تعبیر نفخ روح سے کی۔ نیشاپوری نے لکھا ہے کہ مِنْ رُّوْحِیْ میں روح کی نسبت اپنی طرف کرنا باجماع امت آدم کی عزت و بزرگی کے لئے ہے یعنی یہ بتانا مقصود ہے کہ میں نے آدم کو علاوہ اس خاکی پتلے کے ایک اور چیز بھی عطا کی ہے جو خصوصیت کے ساتھ میری ہے اور مجھسے تعلق رکھتی ہے۔ اور گروہ ملائکہ یا است جن کو وہ چیز نہیں عطا کی گئی۔ فرشتوں نے حضرت آدم کو سجدہ کیا۔ یہ سجدہ صرف رکوع کی حد تک تھا یا عرفی سجدہ۔ پھر تعظیمی سجدہ تھا یا سجدۂ عبادت؟ یا سجدۂ تحیت؟ اور آدم میں شانِ الٰہی کا پرتو جھلک رہا تھا اس وجہ سے فرشتوں نے سجدہ کیا یا آدم قبلۂ سجود تھے اور مسجود لہٗ ذاتِ باری تعالیٰ؟ ان تمام مباحث کی تفصیل ہم سورۂ بقرہ میں کرچکے ہیں۔

(۴) جب ابلیس حقیقت امر کو نہ سمجھ سکا اور امر الٰہی کے مقابلہ میں اپنی رائے کے گھوڑے دوڑانے شروع کئے اور حکم کو خلاف عقل سمجھکر آدم کو سجدہ کرنے سے انکار کردیا باوجودیکہ جو فضیلت باعتبار خلقت خدا تعالیٰ نے آدم کو دی تھی وہ نہ ابلیس کو میسر تھی نہ فرشتوں کو اور یہی نفخ روح کی فضیلت باعث امر الٰہی تھی مگر مادہ پرست ناواقف ابلیس حقیقت امر کے سمجھنے سے قاصر رہا اور باطل کو

چھوڑ کر ظاہری قوام تخلیق کو وجہ ترجیح قرار دینے لگا تو خدا تعالیٰ نے حکم دیا یہاں سے نکلجا تو مردود بارگاہ ہوگیا۔ کہاں سے نکلنے کا حکم ہوا؟ اس میں اختلاف ہے۔ بعض کا قول ہے کہ جنت سے نکلنے کا حکم ہوا۔ بعض کے نزدیک گروہ ملائکہ سے۔ لیکن اکثر مفسرین کے نزدیک آسمان سے نکل جانے کا حکم ہوا۔ ابلیس چونکہ بڑا مکار تھا اس لئے روز حشر تک زندہ رہنے کی استدعا کی۔ مطلب یہ تھا کہ اگر وقت حشر تک زندہ رکھنے کا خدا تعالیٰ نے وعدہ فرمالیا تو پھر موت کبھی نہ آئے گی کیونکہ حشر کے بعد تو موت آہی نہیں سکتی خدا تعالیٰ اعلم العالمین ہے اس نے حشر تک تو مہلت نہ دی۔ البتہ ابتدا لرقیامت یعنی نفخۂ اوّل تک مہلت عطا فرمادی اور فرمادیا اچھا تجھے وقت معلوم یعنی فناء عالم کے دن تک مہلت ہے۔ شیطان کو چونکہ علم تھا کہ آدم کو مٹی سے بنایا گیا ہے لامحالہ اس کو زمین پر آباد کیا جائیگا۔ اس لئے قسم کھا کر بولا پروردگار! چونکہ تو نے مجھے آدم کی وجہ سے گمراہ کرکے مردود بارگاہ کردیا ہے اسلئے میں بھی اولاد آدم کی نظر فریبی دلکشی اور گمراہی کے سامان فراہم کرنے میں کمی نہ کرونگا اور سب کو بہکاؤں گا۔ ہاں تیرے مخلص بندے میری دسترس سے باہر ہونگے۔ آثار میں آیا ہے کہ جب صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم کا زمانہ تھا تو گروہ شیاطین پریشان اور ناکام ہوکر ابلیس کے پاس واپس جاکر کہتے تھے کہ وہ لوگ تو عجیب حالت رکھتے ہیں۔ ہم ہرچند ان کو بہکانے کی کوشش کرتے ہیں مگر ہم کو کچھ نہیں ملتا بلکہ اللہ کی طرف سے ان کو مزید خیر حاصل ہوجاتی ہے۔ ابلیس ان سے کہتا صبر کرو آیندہ ان کی مہار تمہارے قبضہ میں ہوگی۔ جب تابعین کا دور آیا تو ذریات شیطانی نے ابلیس سے جاکر کہا یہ بھی عجیب آدمی ہیں ہم انتہائی کوشش کے بعد ان سے کچھ پاتے ہیں۔ مگر وہ فوراً توبہ و استغفار کرکے گذشتہ کی تلافی کرلیتے ہیں۔ ابلیس نے جواب دیا صبر کرو۔ عنقریب ایسے لوگ ہوں گے جن سے تم راضی ہوگے۔

(۴) شیطان کو جب راندۂ درگاہ بنادیا گیا اور نفخۂ اولیٰ کے وقت تک اس کو زندگی دیدی گئی اور اس نے آدمیوں کو گمراہ کرنے کا بیڑا اٹھایا تو خدا تعالیٰ نے فرمایا تو گمراہ کسی کو نہیں کرسکتا بات یہ ہے کہ جو راہ مستقیم ہے وہ بالکل ظاہر ہے۔ میرے مخلص بندوں پر تو تیرا کچھ قابو نہ چلیگا۔ ہاں جو لوگ خود ہی تیری پیروی کرینگے وہ ضرور گمراہ ہوں گے۔ شیخ ابوالسعود نے کہا کہ شیطان نے راہ مستقیم پر بیٹھ کر لوگوں کو ہر طرف سے بہکانے کا دعویٰ کیا تھا۔ پس ظاہر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو رد فرمادیا کہ جو راہ میں نے لوگوں کے لئے مقرر فرمادی ہے وہ مستقیم ہے جو اس پر چلیگا وہ تیرے خطرہ سے بے خوف رہیگا۔ حدیث میں آیا ہے کہ راہ مستقیم کے دائیں بائیں کثرت شیطان کی راہیں ہیں۔

(۵) جہنم کے سات دروازے ہیں اور ہر دروازہ میں داخل ہونے کے لئے آدمیوں کا ایک حصہ مقرر ہے۔ ابن عباس، عکرمہ، ضحاک اور حضرت علیؓ کے نزدیک سات دروازوں سے مراد سات طبقات اور درکات ہیں۔ ابن جریر نے سات طبقات کو بترتیب ذیل بیان کیا۔ جہنم۔ لظیٰ۔ حطمہ۔ سعیر۔ سقر۔ جحیم۔ ہاویہ۔ قتادہ نے قسم کھا کر کہا کہ کفر و شرک و معاصی کے مراتب مختلف ہیں۔ اسی بنا پر دوزخ میں ان کے منازل مختلف ہیں۔ بعض مفسرین نے بیان کیا کہ انسانی بدن کے اعضاء عاملہ سات ہیں۔ آنکھ کان زبان پیٹ فرج ہاتھ پاؤں انہی سے انسان گناہ کرتا ہے۔ رہا دل۔ تو دل سے اگر گناہ کی نیت کی جائے مگر عمل اس کے مطابق نہ کیا جائے تو کوئی مؤاخذہ نہیں۔ اس لئے کیفیت قلبی قابل اعتبار نہیں۔ ہر عضو سے گناہ کرنے کی سزا علیحدہ ہے۔ لہٰذا سات اعضاء سے گناہ کرنے کی پاداش میں سات قسم کی سزائیں ہوئیں اور ہر سزا کا گھر جدا ہے۔ لہٰذا سات قیدخانے ہوئے البتہ اگر کسی کار خیر کی نیت کی اور اسکو عملی صورت میں نہ لایا تو از روئے حدیث اس کا بھی کسی قدر ثواب ملے گا۔ اس لئے جنت کے آٹھ دروازے ہونے ضروری ہیں۔

مقصود بیان: - جن کی تخلیق صاف شفاف آگ سے ہوئی ہے اور انسان کی تخلیق مٹی سے۔ پس وہ لوگ غلطی پر ہیں جو انسان کی شہوانی و غضبی قوتوں کو ہی شیطان اور جن قرار دیتے ہیں اور انسان کے علاوہ جن کو مستقل نوع نہیں یقین کرتے۔ ملائکہ کی پیدائش باجماع امت نور مجرد سے ہوئی اور جن کی تخلیق شفاف آگ سے اسی بنا پر یہ دونوں اپنی اصلی شکل میں عام آدمیوں کو دکھائی نہیں دے سکتے۔ اللہ نے ایسی مخلوق پیدا کرنی چاہی جو عام طور پر دکھائی دیں اس کا نام بشر رکھا۔ یعنی وہ لوگ جو باہم مباشر ملاقی اور ظاہر ہوں۔ لفظ رُوحِیْ انسان کی عظمت پر دلالت کررہا ہے۔ شیطان کا سجدہ سے انکار کرنا اور مردود ہونا بتا رہا ہے کہ امر الٰہی کی تعمیل لازم ہے۔ چون و چرا کرنا اور وجہ امر دریافت کرنا خلاف دانش ہے ہرچند کہ غیر اللہ کو سجدہ کرنا بظاہر خلاف عقل تھا مگر چونکہ امر الٰہی تھا اس لئے اسکی تعمیل واجب تھی۔ لیکن یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ امر الٰہی خلاف عقل نہیں ہوا کرتا گو بظاہر سمجھ میں نہ آئے۔ آدم میں پرتو الٰہی منور نگن تھا اور روح ابدی جلوہ نما تھی۔ لہٰذا حکم کی تعمیل ضروری تھی

اس واقعہ سے اُن خوش دماغ لوگوں کو عبرت حاصل کرنی چاہیئے جو احکام الٰہیہ کو خلافِ عقل سمجھکر بلند آہنگی سے اُن کا انکار کرتے ہیں اور ہر جگہ اپنی ناقص عقل کو جولاں دیتے ہیں اُن کو سمجھ لینا چاہیئے کہ کوئی حکم الٰہی عقل کے خلاف نہیں ہوتا مگر یہ ضروری نہیں کہ اُس کی مصلحت ہر کس و ناکس سمجھ جائے۔ واقفانِ دین اور عالمانِ شرع ہی کسی قدر حکم الٰہی کی مصلحت بتا سکتے ہیں۔ وہی رازدار حکمت ہیں اسلیئے جو حکم شرع اپنی عقل کے خلاف معلوم ہو اُس کو ترک کر دینا خلافِ عقل ہے۔

آیات کا آخری حصہ دلالت کر رہا ہے کہ اللہ کا راستہ سیدھا ہے یعنی جو قانون اپنے انبیاء کے معرفت خدا تعالیٰ نے نازل فرمائے ہیں وہی شاہراہِ مستقیم ہیں۔ اُن کے علاوہ جو راستہ بھی اختیار کیا جائیگا وہ شیطان کا راستہ ہے۔ اس سے جاہل صوفیہ کو نصیحت حاصل کرنی چاہیئے جو احکام شریعت سے اپنے آپ کو مستثنیٰ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ شریعت جدا ہے اور طریقت جدا۔ اگر ان کے قول پر طریقت کو شریعت سے جدا تسلیم کر لیا جائے اور دونوں کو متناقض قرار دیدیا جائے تو طریقت یقیناً قابلِ ترک ہے۔ کیونکہ شریعت تو راہِ مستقیم ہے اور راہِ مستقیم صرف ایک ہوتی ہے۔ لہٰذا طریقت ٹیڑھا راستہ ہے جو یقیناً شیطانی راستہ ہے۔ وغیرہ۔

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ۝

پرہیزگار لوگ بلاشبہ باغوں اور چشموں میں ہوں گے

ادْخُلُوهَا بِسَلَامٍ آمِنِينَ ۝ وَنَزَعْنَا

(اُن سے کہا جائیگا) کہ امن و سلامتی کے ساتھ اندر داخل ہو اور اُن کے

مَا فِي صُدُورِهِمْ مِنْ غِلٍّ إِخْوَانًا

سینوں میں باہم جو کشیدگیاں ہوں گی ہم اُن کو دور کرکے بھائی بھائی بنا دینگے

عَلَىٰ سُرُرٍ مُتَقَابِلِينَ ۝ لَا يَمَسُّهُمْ فِيهَا

اور وہ ایک دوسرے کے سامنے تختوں پر بیٹھے ہونگے اُن کو وہاں کوئی تکلیف

نَصَبٌ وَمَا هُمْ مِنْهَا بِمُخْرَجِينَ ۝

نہ پہونچے گی اور نہ وہ وہاں سے نکالے جائیں گے

نَبِّئْ عِبَادِي أَنِّي أَنَا الْغَفُورُ الرَّحِيمُ

میرے بندوں کو اطلاع دیدو کہ میں غفور رحیم ہوں

وَأَنَّ عَذَابِي هُوَ الْعَذَابُ الْأَلِيمُ

اور میرا عذاب دردناک ہے

تفسیر گذشتہ دو رکوع میں ثبوت توحید کے مختلف براہین بیان کیئے تھے اور اثبات توحید کے ضمن میں انسانوں کی ہدایت کے لیئے آدمؑ کی تخلیق اور شیطان کی سرکشی کا قصہ بیان فرما کر دارِ آخرت کی کیفیت ظاہر کرکے شیطان کی پیروی کرنے والوں کی پاداش کی صراحت کی تھی سرکش اور نافرمانوں کی سزا کی صراحت کے بعد مناسب تھا کہ نیک اور فرماں بردار بندوں کی جزاء خیر کو بیان کر دیا جائے اس لیئے یہاں سے اہل تقویٰ کے حسن عمل کے ثواب کی تصریح فرمائی۔

آیت وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِمْ مِنْ غِلٍّ الخ کے شانِ نزول میں اختلاف ہے۔ سعید بن منصور نے اپنی تفسیر میں حضرت ابو امامہ باہلی کی روایت کردہ حدیث نقل کی ہے کہ جنت میں داخل ہونے سے قبل ہر مؤمن کے دل سے خدا تعالیٰ کینہ کو نکال ڈالیگا الخ اس مضمون کی تائید حضرت ابو سعید خدریؓ کی روایت سے ہوتی ہے کہ حضور گرامی نے فرمایا دوزخ سے رہائی پاکر اہلِ ایمان ایک پُل پر روکے جائینگے جو جنت و دوزخ کے درمیان ہوگا وہاں اُن کے آپس کے اُن حقوق کا انصاف کیا جائیگا جو دنیا میں اُن کے درمیان تھے۔ پھر جب وہ پاک ہو جائینگے تو جنت میں داخل ہونے کا حکم ہوگا۔ ان دونوں روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ موردِ نزول خاص نہیں ہے۔

سفیان ثوری نے ابو صالح تابعی سے روایت کی کہ آیت مذکورہ میں جن لوگوں کو اِخْوَانًا کہا گیا ہے وہ گیارہ ہیں۔ دس عشرہ مبشرہ اور گیارہویں عبد اللہ بن مسعودؓ۔ سفیان بن عیینہ نے باسناد خود حضرت علی کا قول نقل کیا ہے کہ یہ آیت اہل بدر کے حق میں نازل ہوئی ہو سکتا ہے کہ آیت کا نزول اہلِ بدر کے حق میں ہو مگر حکم بہر حال عام ہے۔ کوئی مؤمن آپس کا حق چکائے بغیر اور دلوں کا کینہ زائل ہونے سے قبل جنت میں نہ جائے گا۔ حضرت طلحہؓ حضرت زبیرؓ اور حضرت عثمانؓ کے متعلق حضرت علیؓ کے مختلف اقوال مروی ہیں۔ جن میں آپ نے فرمایا کہ مجھے امید ہے کہ ہم اُن بندوں میں داخل ہونگے جن کے متعلق خدا تعالیٰ نے فرمایا وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِمْ مِنْ غِلٍّ الخ۔ گویا ان اقوال میں آپ نے موردِ نزول کی تعیین نہیں فرمائی۔ اور اگر تعیین تسلیم بھی کر لی جائے تو [illegible]
[illegible]

بھی ہو تب بھی عموم علت کے پیش نظر حکم میں عموم ہوتا ہے۔

اب ہم تفسیری مطلب بیان کرتے ہیں۔ جب حقوق اللہ و حقوق العباد کا فیصلہ ہو چکے گا تو وہ لوگ جو دنیا میں متقی تھے یعنی جو کفر و شرک سے بچتے رہے تھے اُن کو جنت میں داخل ہونے کا حکم ہو گا۔ لیکن ہر عظیم ترین لذت کو دو چیزیں مکدر کر دیتی ہیں۔ ایک تو لذت و راحت کے ساتھ کسی اذیت تکلیف مرض یا کسی ناگوار خاطر بات کا ظاہر ہونا۔ دوسرے زوال اور فنا نعمت کا اندیشہ۔ خدا تعالیٰ نے پہلے اندیشہ کا ازالہ آیت لَا يَمَسُّهُمْ فِيهَا نَصَبٌ سے فرما دیا اور دوسرے خوف کو آیت وَمَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِينَ سے دور کر دیا۔ آخری آیت میں اللہ نے اپنی صفت رحمت و غضب کو ظاہر فرما کر گویا یہ بتا دیا کہ عذاب کی بھی مجھ میں کامل قدرت ہے مگر میں غفور رحیم بھی ہوں۔ بندوں سے علاوہ شرک کے جو چھوٹے بڑے گناہ ہو جاتے ہیں اُن کو سزا دینے سے پہلے یا ناقص سزا دینے کے بعد معاف کر دوں گا۔

مقصود بیان:۔ دخول جنت کے لئے شرک سے بچنا ضروری ہے۔ لفظ متقین میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔ اہل ایمان کے دلوں میں سے وہ رنجشیں دور کر دی جائیں گی جو دنیاوی معاملات میں اُن میں ہوئی ہونگی۔ جنت اور جنتیوں کی ہمیشگی۔ اللہ کی صفت غضب بھی کامل ہے اور صفت رحمت بھی۔ مگر رحمت کا پہلو قوی ہے کیونکہ عذاب تو بغیر جرم کے نہ ہو گا اور رحمت باوجود خطا کے بھی ہو گی یعنی گناہ معاف کر کے تو رحمت میں چھپا لیا جائیگا مگر ایمان کو مٹا کر دوزخ میں ڈالا جائیگا۔

وَنَبِّئْهُمْ عَنْ ضَيْفِ إِبْرَاهِيمَ ○
اُن کو ابراہیم کے مہمانوں کا حال سناؤ

إِذْ دَخَلُوا عَلَيْهِ فَقَالُوا سَلَامًا قَالَ
کہ جب وہ ابراہیم کے گھر میں گئے تو سلام کیا ابراہیم نے کہا

إِنَّا مِنْكُمْ وَجِلُونَ ○ قَالُوا لَا تَوْجَلْ
ہم تم سے خائف ہیں بولے تم خوف نہ کرو

إِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ عَلِيمٍ ○ قَالَ أَبَشَّرْتُمُونِي
ہم تم کو ایک عالم فرزند کی بشارت دیتے ہیں ابراہیم نے کہا بڑھاپا

عَلَىٰ أَنْ مَسَّنِيَ الْكِبَرُ فَبِمَ تُبَشِّرُونَ ○
آنے کے بعد بھی کیا تم مجھے بشارت دیتے ہو اب کاہے کی بشارت دیتے ہو

قَالُوا بَشَّرْنَاكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُنْ مِنَ
مہمان بولے ہم نے تمہیں سچی بشارت دی ہے تم نا امید

الْقَانِطِينَ ○ قَالَ وَمَنْ يَقْنَطُ مِنْ
نہ ہو ابراہیم نے کہا پروردگار کی رحمت سے

رَحْمَةِ رَبِّهِ إِلَّا الضَّالُّونَ ○ قَالَ
گمراہ ہی نا امید ہوتے ہیں ابراہیم نے کہا

فَمَا خَطْبُكُمْ أَيُّهَا الْمُرْسَلُونَ ○ قَالُوا
فرشتو! تم کو کیا مہم درپیش ہے؟ بولے

إِنَّا أُرْسِلْنَا إِلَىٰ قَوْمٍ مُجْرِمِينَ ○
ہم کو ایک مجرم قوم کی طرف بھیجا گیا ہے

إِلَّا آلَ لُوطٍ إِنَّا لَمُنَجُّوهُمْ أَجْمَعِينَ ○
باستثنا خاندان لوط کے۔ لوط کے سارے گھر والوں کو سوائے اُس کی بیوی

إِلَّا امْرَأَتَهُ قَدَّرْنَا إِنَّهَا لَمِنَ الْغَابِرِينَ ○ ع
کے ہم ضرور بچا لینگے ہم نے لوط کی بیوی کو ضرور رہ جانے والوں میں سے مقرر کر دیا

فَلَمَّا جَاءَ آلَ لُوطٍ الْمُرْسَلُونَ ○ قَالَ
غرض جب خاندان والوں کے پاس فرشتے پہنچے تو لوط نے کہا

إِنَّكُمْ قَوْمٌ مُنْكَرُونَ ○ قَالُوا بَلْ جِئْنَاكَ
تم لوگ اجنبی ہو فرشتے بولے ہم تمہارے پاس وہ

بِمَا كَانُوا فِيهِ يَمْتَرُونَ ○ وَأَتَيْنَاكَ
عذاب لیکر آئے ہیں جس میں یہ لوگ شک کرتے تھے اور تمہارے پاس

بِالْحَقِّ وَإِنَّا لَصَادِقُونَ ○ فَأَسْرِ بِأَهْلِكَ
سچا وعدہ لیکر آئے ہیں اور ہم یقینی سچے ہیں لہذا تم کچھ رات رہے سے

بِقِطْعٍ مِنَ اللَّيْلِ وَاتَّبِعْ أَدْبَارَهُمْ وَ
اپنے لوگوں کو لیکر نکل جاؤ اور تم (خود) اُن کے پیچھے چلو اور

وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ وَّامْضُوْا حَيْثُ

تم میں سے کوئی مڑ کر نہ دیکھے اور جہاں تم کو حکم ملا ہے

تُؤْمَرُوْنَ ۝ وَقَضَيْنَآ اِلَيْهِ ذٰلِكَ الْاَمْرَ

وہاں چلے جاؤ اور ہم نے لوط کے پاس وحی بھیجی

اَنَّ دَابِرَ هٰٓؤُلَآءِ مَقْطُوْعٌ مُّصْبِحِيْنَ ۝

کہ صبح ہوتے ہوتے اُن کی جڑ کاٹ دی جائے گی

وَجَآءَ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ يَسْتَبْشِرُوْنَ ۝

اور شہر کے لوگ خوشیاں کرتے آئے

قَالَ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ ضَيْفِيْ فَلَا تَفْضَحُوْنِ ۝

لوط نے کہا یہ میرے مہمان ہیں تم مجھے فضیحت نہ کرو

وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ ۝ قَالُوْٓا

اور اللہ سے ڈرتے رہو مجھے رسوا نہ کرو وہ بولے

اَوَلَمْ نَنْهَكَ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ۝ قَالَ

کیا ہم نے تم کو دنیا بھر کی حمایت سے منع نہیں کر دیا ہے لوط نے کہا

هٰٓؤُلَآءِ بَنٰتِيْٓ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ۝ لَعَمْرُكَ

یہ میری بیٹیاں موجود ہیں اگر تم کرنا ہی (تو ان سے نکاح کر لو) (اے محمدؐ) قسم ہے

اِنَّهُمْ لَفِيْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ۝ فَاَخَذَتْهُمُ

تمہاری جان کی وہ لوگ اپنی مستی میں مدہوش تھے پھر ان کو ایک ہولناک

الصَّيْحَةُ مُشْرِقِيْنَ ۝ فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا

آواز نے روشنی ہوتے ہوتے پکڑ لیا اور ہم نے اُس بستی کو زیر و زبر

سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ حِجَارَةً

کر ڈالا اور اُن پر کنکر پتھر

مِّنْ سِجِّيْلٍ ۝ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ

برسائے اس میں تاڑ جانے والوں کے لئے

لِّلْمُتَوَسِّمِيْنَ ۝ وَاِنَّهَا لَبِسَبِيْلٍ مُّقِيْمٍ ۝

نشانیاں ہیں اور وہ بستی شارع کے کنارے پر واقع ہے

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝

یقیناً اس میں ایمان داروں کے لئے عبرت کی نشانی ہے

تفسیر

اوپر کی آیات کے آخر حصّوں میں بیان کیا گیا تھا کہ اللہ کی رحمت کا امیدوار اور اُس کے غضب سے ترساں رہنا چاہئے۔ یہ بھی یقین رکھنا چاہئے کہ اللہ رحیم ہے اور اس پر بھی ایمان لازم ہے کہ اُس کا عذاب سخت ہے۔ ان آیات میں حضرت ابراہیم اور حضرت لوط کا قصّہ بیان فرمایا ہے۔ فرشتے حضرت ابراہیم کے پاس آئے اُن کو پیرانہ سالی میں اولاد کی بشارت دی۔ ظاہری اسباب تولید منقطع ہو چکے تھے۔ مگر رحمت الٰہی کا دروازہ بند نہوا تھا اسلئے فیضان غیب ہوا اور حضرت اسحاق پیدا ہوئے۔ لیکن یہی فرشتے حضرت لوطؑ کے پاس پہنچے اور اُن کی قوم پر عذاب الٰہی نازل کیا۔ رحمت اور عذاب کے نازل ہونے کا ذریعہ ایک ہے۔ مگر محل مختلف ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ کی نیکی اور پرہیزگاری جاذب رحمت ثابت ہوئی اور قوم لوط کی سرکشی و نافرمانی موجب تباہی بنی۔ یہ دونوں قصّے پہلے بھی گذر چکے مگر یہاں مکرر بیان کرنے سے مسلمانوں کو درس عبرت دینا مقصود ہے کہ دیکھو متقی بندوں کو خدا تعالیٰ کس طرح اپنے فضل سے نوازتا ہے۔ اہل تقویٰ کو بھی خوف ہوتا ہے۔ مگر اس خوف کا انجام فضل و بشارت ہے۔ اور جو لوگ محض نڈر ہوتے ہیں اُن کا انجام تباہی و بربادی ہے۔ ان آیات میں دونوں قصّے مجمل بیان کئے گئے ہیں۔ دوسری آیات میں ان کی تفصیل آئی ہے۔ ہم قصّہ کی تکرار غیر مفید سمجھکر قلم انداز کرتے ہیں صرف آیات کی تفسیر و توضیح اور ربط کے لئے ترتیب کی تشریح کرنی چاہتے ہیں۔

(۱) حضرت ابراہیمؑ بہت زیادہ مہمان نواز تھے۔ جنگل سے تلاش کر کے مہمانوں کو لاتے تھے۔ ایک روز خیمہ کے اندر فروکش تھے کہ بارہ نوخیز حسین لڑکے آئے۔ حضرتؑ نے اُن کو ٹھہرایا۔ حسب دستور بچھڑا ذبح کیا اور اُس کا گوشت تل کر مہمانوں کے لئے لائے۔ فرشتوں نے کھانے سے دست کشی کی۔ حضرت ابراہیمؑ کو اُن سے خوف معلوم ہوا۔ مفسرین نے خوف کے دو سبب بیان کئے ہیں۔ اول یہ کہ اُس زمانہ میں دستور تھا کہ کوئی شخص اگر کسی سے دل میں دشمنی رکھتا تھا تو اُس کے گھر کا کھانا نہ کھاتا تھا۔ لڑکوں نے جب حضرت ابراہیمؑ کا پیش کردہ کھانا نہ کھایا تو آپ کو اندیشہ ہوا کہ شاید یہ دشمن ہیں

ضرر پہنچانا چاہتے ہیں اس لئے میرے گھر کا کھانا نہیں کھاتے۔ مگر یہ وجہ کچھ کمزور ہے کیونکہ حضرت ابراہیمؑ جلیل القدر پیغمبر تھے آپ ایقان و ایمان کے اُس درجہ پر پہنچے ہوئے تھے کہ بہت سے پیغمبروں کی رسائی وہاں تک نہیں ہوئی اور مومن کامل سوائے خدا کے کسی سے نہیں ڈرتا۔ پھر حضرت ابراہیمؑ کو کیوں خوف ہوا جو مرد کامل نمرود ایسے سفاک اور طاقتور بادشاہ سے نہ ڈرا ہو وہ معمولی لڑکوں کی ضرر رسانی سے ترساں ہو جائے یہ امر ناقابل فہم ہے۔ دوسرا سبب یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب لڑکوں نے کھانے کی طرف ہاتھ نہ بڑھایا تو حضرت ابراہیمؑ نے غور سے دیکھا اور غور کرنے کے بعد بنور فراست سمجھ گئے کہ یہ فرشتے ہیں عذاب نازل کرنے آئے ہیں۔ اس تخیل کے پیدا ہوتے ہی عذاب الٰہی سے ڈر گئے اور فرمایا ہم کو تم سے ڈر معلوم ہوتا ہے۔ فرشتوں نے تسلی کی اور کہا ڈرنے کی کوئی وجہ نہیں آپ اندیشہ نہ کریں۔ ہم آپ کو لڑکا پیدا ہونے کی خوش خبری دینے آئے ہیں۔ اُس وقت آپ کو اطمینان حاصل ہوا۔ مگر اُن لڑکوں نے چونکہ خود اپنی زبان سے بیان نہ کیا تھا کہ ہم فرشتے ہیں اس لئے اُنکی ظاہری شکل دیکھ کر مزید اطمینان حاصل کرنے کے لئے آپ نے فرمایا میں تو بوڑھا ہو چکا۔ اب اولاد کی بشارت کا کون موقعہ ہے؟ فرشتوں نے جواب دیا ہم نے آپ کو بشارت تو سچی اور واقعی دی ہے اسباب ظاہری اور پیرانہ سالی کو دیکھ کر آپ رحمت الٰہی سے ناامید نہ ہوں۔ اُس وقت حضرت ابراہیمؑ کو یقین ہوا کہ یہ فرشتے ہیں۔ فوراً بولے۔ نہیں۔ میں ناامید تو ہو نہیں سکتا۔ ناامیدی تو اُن لوگوں کا شیوہ ہے جو حقیقت سے ناواقف ہوں۔ یہ فرمانے کے بعد بھی آپ نے غور کیا کہ اگر فقط مجھے بشارت ہی دینی تھی تو خواب الہام وحی وغیرہ اور ذرائع بھی ہو سکتے تھے۔ اور اگر فرشتہ ہی کی معرفت خبر پہنچانی ضروری تھی تو ایک فرشتہ کافی تھا یہ جماعت کیوں بھیجی گئی۔ جماعت کے آنے کا مقصد تو کچھ اور ہی ہے۔ تصورات کا یہ پورا سلسلہ قائم کرلنے کے بعد فرمایا یہ سب کچھ صحیح لیکن اے پیغمبران الٰہی آخر اپنے آنے کی وجہ تو بتاؤ؟ اس سوال پر فرشتوں نے اپنے آنے کی مفصل وجہ بیان کی۔

(۲) حضرت لوطؑ سدوم میں مقیم تھے۔ سدوم کے چاروں طرف اور قصبات و بلاد بھی تھے۔ سدوم میں ہی عذاب کے فرشتے حضرت لوطؑ اور آپ کی دو صاحبزادیاں محفوظ رہیں اور ممکن ہے کہ چند افراد اور بھی بچ گئے ہوں جو ایمان لے آئے ہوں اور جن کو آل لوط میں داخل فرمایا گیا ہو۔ کیونکہ آل لوط سے فقط لوط کا گھر ہی مراد نہیں بلکہ وہ تمام اشخاص آل لوط کے ذیل میں داخل ہیں جو حضرت لوطؑ کے پیرو تھے۔ یہاں سے حضرت لوطؑ اپنے ساتھیوں کو لیکر شبا شب چل کر حضرت ابراہیمؑ کے پاس پہنچ گئے یا مصر چلے گئے۔

(۳) اس جگہ قرآن پاک میں قصۂ لوط کو ترتیب واقعات کے ساتھ نہیں بیان کیا۔ واقعات کے بیان میں تقدیم تاخیر کردی گئی ہے۔ خوبصورت نوعمر لڑکوں کو مہمان دیکھ کر حضرت لوطؑ کو اپنی اور اپنے مہمانوں کی رسوائی کا اندیشہ ہونا ابتدائی واقعہ ہے۔ اس کے بعد قوم والوں کا شاداں اور فرحاں آنا اور مہمانوں پر دست درازی کی خواہش کرنا اور حضرت لوطؑ کا اُن کو سمجھانا اور اُن کا ترش جواب دینا اور پھر لوطؑ کا استمالت کرنا دوسرا واقعہ ہے پھر حضرت لوطؑ کو تسلی دینا اور فرشتوں کی زبانی کل کیفیات کا ظاہر ہونا تیسرا واقعہ ہے۔ ان آیات میں تیسرے واقعہ کو دوسرے واقعہ سے مقدم کر دیا گیا ہے۔ مگر دوسرے مقامات پر اسکی تفصیل آئی ہے۔

(۴) حضرت لوطؑ نے اپنی لڑکیاں پیش کیں یہ قوم کی لڑکیوں کو اپنی لڑکیاں قرار دیکر اُن سے نکاح کر لینے کی ترغیب دی۔ یہ بات مفصل ہم دوسرے مقامات پر بیان کرچکے ہیں۔ مزید اعادہ کی ضرورت نہیں۔

(۵) لَعَمْرُكَ إِنَّهُمْ لَفِي سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُونَ - یعنی اے محمدؐ! تجھے تیری عمر یا تیری زندگی کی قسم قوم لوط بہت زیادہ اپنے جوش شہوت اور بدمستی و سرشاری میں اندھی تھی۔ قاضی عیاض نے صراحت کی ہے کہ صحابہ تابعین سلف صالحین اور ائمہ و علماء کا اجماع ہے کہ اس آیت میں خدا تعالیٰ نے حیات محمدؐ کی قسم کھائی ہے۔ ابن الجوزی نے ابن عباسؓ کا قول نقل کیا ہے کہ ذات محمدی سے زیادہ اشرف و اکرم خدا تعالیٰ نے کسی اور کو نہیں پیدا کیا۔ میں نے نہیں سنا کہ سوا محمدؐ کے اللہ نے کسی اور کی زندگی کی قسم کھائی بقولہ لَعَمْرُكَ الآیۃ (رواہ ابن جریر) ابن مردویہ نے ابن عباسؓ کا قول مرفوعاً روایت کیا کہ سوا محمد کے اللہ نے کسی کی حیات کی قسم نہیں کھائی فی قولہ لَعَمْرُكَ الآیۃ شیخ سیوطی نے درمنثور میں بھی اس روایت کو نقل کیا ہے شیخ ابو بکر ابن العربی نے لکھا ہے مفسرین کا اجماع ہے کہ محمد کی حیات کی قسم خدا تعالیٰ نے اپنے حبیب کی تشریف و تکریم اور اعزاز و مرتبت کے اظہار کے لئے کھائی ہے۔

ایک شبہ اور اُس کا ازالہ
ابن کثیر ابن عربی اور دیگر علماء کے اقوال سے

معلوم ہوتا ہے کہ آیت مذکورہ میں حیات محمد کی قسم خدا تعالیٰ

... مومن ... کو ... ہیں

منہ پھیرتا ہے وہ مومن سے رہا نشہ والا اور جو اس کا منہ نہیں پھیرتا وہ ان جیسے ہے بزرہا نشہ والا۔

(۲) غیر مسلموں کے معبودوں کو برا کہنا

ولا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ فیسبوا اللہ عدوا بغیر علم۔ یہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر جن دوسری چیزوں یا دوسرے لوگوں کی پرستش کرتے ہیں ان کو برا مت کہو ورنہ یہ لوگ نادانی کی وجہ سے اللہ کو برا کہنے لگیں گے

غیر مسلموں کے معبودوں میں پتھر کے بت اور انسان سب شامل ہیں وہ ان کی تعظیم اور پرستش کرتے ہیں اگر آپ ان معبودان باطل کو پرستش کے قابل نہیں سمجھتے تو انھیں برا بھلا کہنے کی کیا ضرورت ہے۔

(۳) غیر مسلموں کے بزرگوں کی تعظیم

قرآن کریم کی تعلیم یہ ہے کہ اسلام دنیا میں کوئی نیا مذہب نہیں ہے بلکہ اسلام دنیا میں وہ پیغام ہے جو دنیا کی ابتداء پیدائش سے خدا نے مختلف زمانوں اور ملکوں میں مختلف قوموں کو اپنے رسولوں کی معرفت بھیجا ہے

ولقد بعثنا فی کل امۃ رسولا۔ اور ہم نے ہر ایک قوم میں رسول بھیجے ہیں

لیکن جو پیغام رسول لاتے رہے وہ محفوظ نہ رہ سکا۔ کہیں وہ آسمانی بازیچۂ حادثات سے محو ہوا۔ کہیں انسانی دستبرد سے بگڑا اور کہیں امتداد زمانہ سے بھلا دیا گیا۔ بالآخر خدا کا وہی پیغام ایک آخری اور مکمل ایڈیشن یعنی قرآن کریم کی شکل میں انسان کو دیا گیا اور اس کی حفاظت کا ایسا انتظام کر دیا گیا کہ وہ قیامت تک نہ مٹ سکتا ہے نہ بھلایا جا سکتا ہے اور نہ اس میں کوئی ملاوٹ ہو سکتی ہے جہاں تاریخ یہ گواہی دیتی ہے کہ کوئی قوم یہ دعویٰ نہیں کر سکتی کہ اس کے پاس وہی کتاب موجود ہے جو اس کے رسول نے دی تھی وہاں تاریخ ہی اس بات پر شاہد ہے کہ قرآن کریم یقینی طور پر حرف بحرف وہی ہے جو رسول اکرم نے مسلمانوں کو دیا تھا۔ لیکن قرآن کریم پر ایمان لانے والے کا فرض ہے کہ وہ اس بات کا بھی اقرار کرے کہ محمد رسول اللہ صلعم سے پیشتر جس قدر رسول گزرے وہ سب خدا کی طرف سے سچے رسول تھے ان رسولوں کی صداقت اور منجانب اللہ ہونے کا اعتراف کئے بغیر ایمان لانا مسلمان ہونے کی پہلی شرط ہے۔

لا نفرق بین احد منہم ونحن لہ مسلمون۔ ہم ان تمام رسولوں میں امتیاز نہیں کرتے کہ ان میں سے فلاں خدا کا سچا رسول تھا اور فلاں نہیں تھا۔ نہیں بلکہ ہمارا ایمان ہے کہ وہ سب خدا کے سچے رسول تھے اور ایسا ماننے کے بعد ہم خدا کے سچے مسلمان بندے بنتے ہیں"

ان میں سے ان رسولوں کے نام تو قرآن کریم میں درج ہیں جن کی قوموں کے حالات و واقعات سے قرآن کریم کے پہلے مخاطب لوگ عبرت حاصل کر سکتے تھے۔ لیکن باقیوں کے متعلق یہ فرما دیا کہ

ورسلا قد قصصناہم علیک من قبل ورسلا لم نقصص علیک۔ ایسے رسول بھی جن کا ذکر اس سے پیشتر کیا جا چکا ہے اور ایسے بھی کہ جن کا ذکر نہیں کیا گیا۔

جب یہ معلوم ہو گیا کہ ہر قوم میں خدا کے رسول آتے رہے ہیں اور تمام رسولوں پر ایمان لانا فرض ہے تو اگر کوئی قوم اپنے کسی بزرگ کے متعلق یہ کہے کہ وہ خدا کا رسول اور ایشور کا بھگت تھا تو ہمیں اس کی عزت کرنی چاہیے کیونکہ ممکن ہے کہ وہ انھیں رسولوں میں سے ہو جن کی صداقت پر ایمان لانے کے لئے قرآن کریم نے حکم دیا ہے اگر ان کی تعلیم یا حالات قرآن کریم کی تعلیم یا معیار پر پورے نہ اتریں تو دو شکلوں کا احتمال ہو سکتا ہے یا تو وہ بانئے مذہب اپنے دعوے نبوت میں جھوٹا تھا یا ان کے متعلق بعد میں آنے والوں نے رنگ آمیزی سے کام لیا ہے چونکہ آج ہم حتمی طور پر نہیں کہہ سکتے کہ دونوں میں سے کونسی صورت درست ہے اس لئے بنا بر احتیاط یہی اچھا ہے کہ ان سب بانیان مذاہب کی عزت ہی کی جائے البتہ ان کی غلط تعلیم کو سچا نہ سمجھا جائے لیکن نبی اکرم کے بعد مدعی نبوت خواہ مسلم ہو خواہ غیر مسلم یقینی طور پر کاذب ہے اس لئے اس کے سچا ہونے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

(۴) دشمن سے عدل

پرانی ضرب المثل ہے کہ "محبت اور جنگ میں سب کچھ جائز ہوتا ہے"۔ یہ جذبات کے تابع انسان کا قانون ہے لیکن قرآن کے نزدیک جو خدا کا قانون ہے محبت اور دشمنی کے جذبات اصول پر اثر انداز نہیں ہو سکتے۔ فرمایا

لا یجرمنکم شنآن قوم علی الا تعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقوی	اگر کسی قوم سے تمہاری دشمنی ہو اور وہ ہر وقت تمہاری مخالفت کے درپے ہے تو بھی ایسا نہ کرنا

کہ ان کی اس دشمنی کی وجہ سے تم ان سے عدل نہ کرو ہمیشہ انصاف کرو کہ عدل و انصاف پرہیزگاری کے بہت قریب ہے"

اس قانون کا اثر تھا کہ سینکڑوں مرتبہ مسلمان قاضی نے مسلمان اور غیر مسلم کے مقدمہ میں غیر مسلم کے حق میں فیصلہ دیا ہے کیونکہ عدل کا تقاضا یہی تھا۔

(۵) فریب کی ممانعت

مکر و فریب کسی صورت میں کسی پر جائز نہیں کیونکہ:—

ولا یحیق المکر السیئ الا باھلہ۔ مکر و فریب کی تدابیر کا وبال خود انھیں پر ہوتا ہے جو ایسی تدابیر کرتے ہیں۔

زندہ قوم

جداگانہ قومیت کا اعلان اب کیوں؟

(از مولانا سید حسن ریاض صاحب مدیر منشور)

کوئی چارہ نہ تھا ۱۸۵۷ء کے ہنگامی مصائب نے مسلمانوں کو بدحواس کر دیا۔ اور ہموطنوں کی خود غرضانہ بے مروتی نے ان کی ہمت توڑ دی ان کو اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نظر نہ آیا کہ حکومت کو اپنی وفاداری کا یقین دلائیں اور اس پر مائل کریں کہ اس کے ساتھ انصاف کرے۔ سر سید اس پالیسی کے لیڈر تھے۔

۱۸۷۵ء میں ایم۔ اے۔ او کالج علی گڑھ قائم ہوا اس سے اعلیٰ تعلیم یافتہ مسلمانوں کی تعداد کچھ اضافہ ہونے کی توقع پیدا ہوئی اور نیز یہ امید کہ ان کی وساطت سے حکومت کی ملازمتوں میں نیابت حاصل ہو جائے گی۔ ہندوؤں میں جو تعلیم سے حکومت اور اچھا [illegible] بڑھ رہا تھا ۱۸۸۳ء میں نیشنل لیگ قائم ہوئی اس نے پمفلٹ شائع کئے جن سے ہوا کا رخ معلوم ہوا۔ ان میں مادر وطن کی اس کے بچوں کی مسخوریت کی اور نئے دن کے طلوع کی گفتگو تھی۔ انگریز جمہوری قوم ہیں وہ جانتے ہیں کہ محکومین کے جذبات اگر گھٹتے ہیں تو ان سے بغاوت پیدا ہوتی ہے لہذا وہ پسند کرتے ہیں کہ ان کے دل کے بخارات نکلنے کا کوئی سامان رہے۔ سول سروس کے ایک انگریز مسٹر ہیوم نے خیال پیش کیا اور لارڈ ڈفرن وائسرائے نے اس کی حوصلہ افزائی کی ۱۸۸۵ء میں اس سے کانگریس پیدا ہوئی۔

ہندوستان کی آبادی جن مختلف اور متصادم عناصر سے مرکب ہے ان سب کو متحد اور متفق کر کے ایک قوم بنانا کانگریس کا مقصد اول قرار پایا مگر ان مختلف اور متصادم عناصر کی ایک قوم بننے کی اس وقت تک کوئی توقع نہیں ہو سکتی تھی جب تک وہ وجوہ اختلاف و تصادم رفع نہ ہو جائیں جن کی وجہ سے کانگریس کے بانیوں کے نزدیک بھی ہندوستان میں کوئی ایک قوم موجود نہ تھی۔ اور کانگریس کے بانیوں نے اپنے استاد انگریزوں سے اس ضمن کے اندر جو سبق لیا اس کی مشق کے لئے اپنے ہی ہموطن مسلمانوں کو پسند کیا۔ ملکی حقوق میں شرکت کی شرائط معین کئے بغیر اتحاد و اتفاق کا ذکر بہت ہی خطرناک حملہ تھا اور وہ بھی اس غیر طبعی مقصد کے لئے کہ بالکل غیر اور قومیت کے تمام لوازم میں متخاصم اور متضاد عناصر کو ایک قوم بنایا جائے۔ یہ ہندوؤں کا منصوبہ تھا اور یہ سب ہی ہے کہ اتحاد کے نام سے ایک ایسی ظاہری صورت پیدا ہو جائے کہ کانگریس کو مجاز قرار دے کر حکومت سے جو اختیارات حاصل ہوں وہ یکجائی ہوں۔ جو اختیارات یکجائی ملیں گے وہ لازماً ہندوؤں کے ہاتھ میں آئیں گے کیونکہ ہندو اکثریت میں ہیں پھر وہ ان اختیارات کی قوت سے مسلمانوں کی ان خصوصیات کو مٹا کر جو ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان بنائے اختلاف ہیں مسلمانوں کو ہندو قوم میں ضم کر لیں۔

مسلمانوں کی پالیسی

کانگریس نے حکومت میں دخل اور اختیار حاصل کرنے کے لئے ترقی کے ساتھ مطالبات کرنے شروع کئے اور روز بروز اس کے لہجے میں درشتی پیدا ہونے لگی اپنے ابتدائی اور بنیادی منصوبے کے مطابق یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ کانگریس ہندوستانی آبادی کے تمام عناصر کی نمائندگی کرتی ہے اور اس کے مطالبات تمام ہندوستانی گروہوں کی طرف سے متفقہ ہیں اس نے مسلمانوں کو بھی اپنے پلیٹ فارم پر آنے کی دعوت دی۔ غدر کی اسباب کی طرف سے بلا وجہ مسلمانوں کو بھگتنا پڑی تھی اقتصادی حیثیت سے ان کو بالکل برباد کر دیا گیا تھا۔ وہ حکومت کے انتقام سے اس درجہ خوف زدہ تھے کہ کسی سیاسی تحریک اور ایجی ٹیشن کا خیال تک کرنے کی ان میں ہمت نہ تھی نیز یہ صورت حال درپیش تھی کہ جو ہندو انھیں کانگریس کے پلیٹ فارم پر دعوت دیتے تھے جب حکومت کی طرف سے مسلمانوں کے لئے تعلیمی سہولتیں پیدا کی جاتی تھیں یا انھیں سرکاری ملازمتوں میں داخل ہونے کے مواقع بہم پہنچائے جاتے تھے تو وہی سخت مخالفت کرتے تھے لہذا مسلمانوں کی پالیسی یہ بن گئی کہ حکومت کو اپنی وفاداری کا یقین دلائیں اور جس طرح ہندوؤں نے انگریزوں سے فوائد حاصل کئے ہیں اسی طرح مسلمان کم از کم اپنے حق میں انصاف ہی کرا لیں مسلمانوں کی ساری توجہ اس طرف مبذول ہو گئی کہ تعلیم جدید حاصل کریں بڑے بڑے عہدے لیں مغربی رسم و راہ اختیار کریں انگریزوں سے معاشرتی روابط پیدا کریں یہ پالیسی مسلمانوں کے طبقۂ امراء کے لئے بڑی سازگار تھی۔ خود سر سید احمد خاں مرحوم کو جو اس وقت مسلمانوں کے لیڈر تھے اور کالج بنا رہے تھے امراء کے مالی تعاون کی ضرورت تھی نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں کی قیادت امراء کے ہاتھ میں آگئی۔

کانگریس نے جب اس مطالبے پر زور دینا شروع کیا کہ سول سروس کے امتحانات مقابلہ ہندوستان میں ہوں اور مجالس وضع قوانین میں ہندوستانیوں کا عنصر بڑھایا جائے تو سول سروس کے انگریزوں کو اس سے وحشت ہوئی انھوں نے ہندوستان کی سیاست میں بہت درانداز یاں شروع کیں علی گڑھ کالج کے انگریز پرنسپلوں کے ذریعہ انھوں نے اسی طرح سیاست میں مسلمانوں کی حوصلہ افزائی کی جس طرح اس سے قبل لارڈ ڈفرن کے ایماء اور مسٹر ہیوم کی وساطت سے ہندوؤں کی کی گئی تھی۔

یقیناً اس وقت مسلمانوں کے لئے اپنی تعلیمی پسماندگی کی وجہ سے اس کے سوا کوئی چارہ کار نہ تھا کہ حکومت کو خوش کر کے بڑی ملازمتیں حاصل کریں۔ وہ اس قابل نہ تھے کہ مقابلے کے امتحانوں میں ان ہندوؤں پر سبقت لے جائیں جو مغربی تعلیم میں خود انگریزوں کی ہمسری کر رہے تھے۔

مسلمانوں کو نیابتی طرز حکومت ناپسند تھا خود سر سید نے بارہا اس کی تعریف کی مگر مسلمانوں میں ایک خوف تھا۔ ان [illegible] تعلیم کی وجہ سے [illegible] دیتی تھی کہ انتخاب کے وقت ووٹ کا صحیح استعمال کریں [illegible] اضعاف

قانون کے رکن کی حیثیت سے اپنی قوم کی نمائندگی کر سکیں اور دوسرے نیابتی مجالس کے قیام کے ساتھ ہی یہ محسوس ہوا کہ ہندوستان میں ہندوؤں اور مسلمانوں کی تعداد کی بہت بڑی تفاوت ہے یہی فرق انتخابی مجالس میں منعکس ہوگا ہندوؤں کی بڑی اکثریت ہوگی اور ہمیشہ ہندوستان کے مشترکہ امور کا فیصلہ تنہا ہندوؤں کی رائے سے ہوتا رہے گا مسلمانوں کی نیابت بے معنی ہو جائیگی سرسید نے مرکزی مجلس واضعان قانون میں جس کا اس وقت نام گورنر جنرل کی کونسل تھا ان مسائل پر بارہا تقریریں کیں اور ہر مرتبہ انہوں نے اسی بات پر زور دیا کہ ہندوستان ایک براعظم ہے اور اس میں ایسی کئی اقوام آباد ہیں جو اپنے کلچر تمدن اور مذہب کے اعتبار سے مختلف اور صدیوں یکجا رہنے کے باوجود اب تک باہم بیگانہ ہیں اپنی ذاتی مبنی سیاسیات اور پسند کے خلاف سرسید کو سادہ الیکشن کے طریقے کی مخالفت اور تمام نیابتی اداروں میں ایک تہائی ارکان کے تقرر کی تائید کرنی پڑی یہ صورت مسلمانوں کا طرز عمل رجعت پسندانہ تھا مگر یہ ان ہی کی نظر میں جو ہندوستان کے خاص حالات سے واقف نہیں ہیں۔ انگریزوں کی حکومت ایک طرف اور ہندوؤں کی اکثریت کے ساتھ نیابتی طرز حکومت کی ترقی دوسری طرف مسلمانوں کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں رہا کہ وہ دو مخلوقیتوں میں سے ایک کو پسند کریں اس راستہ اس وقت یہی تھا مسلمانوں نے حکومت کے سہارے اپنی تباہ شدہ حالت کی اصلاح کرنے کو ترجیح دی

امراء کی قیادت

سرسید نے یہ طرز عمل مصلحت وقت کو ملحوظ رکھ کر اختیار کیا تھا مگر اسی پالیسی کی وجہ سے مسلمان امراء کے ہاتھ میں مسلمانوں کی قیادت آگئی اور پھر یہ کوئی پالیسی نہ رہی بلکہ ان کا طبعی میلان ہو گیا اور پوری طرح رجعت پسندی کی اسپرٹ میں۔

مسلمانوں میں رفتہ رفتہ ان مغربی تعلیم یافتہ نوجوانوں کی تعداد بڑھ رہی تھی جن کے دلوں میں ہندوؤں کی طرح انگریزی ادب سے حب الوطنی اور جمہوریت کے جذبات و خیالات پیدا ہو رہے تھے امراء کی رجعت پسندانہ قیادت سے ان کو وحشت ہوئی اور وہ کانگریس کی طرف مائل ہونے لگے یہی آزادی کا جذبہ اور جمہوری اداروں میں اپنے جذبات کے اظہار کا شوق تھا جس کی وجہ سے یہ ہوا کہ ہندوؤں سے بھری ہوئی کانگریس کے اجلاسوں میں ہمیشہ دو چار مسلمان بھی نظر آتے کانگریس کے لیڈر اس فریب کو قائم رکھنے کے لئے کہ ہندوستانی ایک قوم ہیں اور کانگریس اسی قوم کی انجمن ہے ان چند مسلمانوں کو ہاتھوں ہاتھ لیتے تھے کبھی کبھی یہاں تک ہوا کہ کانگریس کا صدر بھی مسلمان ہوا۔

بدقسمتی یہ ہوئی کہ نہ مسلمانوں کو طبقہ امراء کی قیادت راس آئی اور نہ ان دو چار آزادی خواہوں اور جمہوریت پسندوں کی جو کانگریس کے پلیٹ فارم پر غلط فہمی میں ہندو مقاصد کی نمائندگی کرتے تھے طبقہ امراء کے لیڈروں میں نہ اتنی سمجھ اور نہ جرأت تھی کہ حکومت برطانیہ کی اس پالیسی کو بدل سکتے جو ہندوستان پر ہندوؤں کے تسلط کی طرف ترقی کر رہی تھی اور نہ ہندو لیڈروں کے دل میں اتنی گنجائش تھی کہ وہ ملک کی آزادی کے لئے ہندوستان پر ہندو غلبے کا خیال ترک کر کے کسی ایسے طرز حکومت کی داغ بیل ڈالتے جس میں مسلمانوں کو اپنی آزادی کا یقین ہو جاتا اور وہ اجنبی حکومت کا سہارا ڈھونڈنے کی جگہ اپنے ہم وطن ہندوؤں سے اتحاد کر لیتے نتیجہ یہ رہا کہ کانگریس کے مطالبات سے متاثر ہو کر حکومت برطانیہ ہندوستان میں اس قسم کے دستور حکومت نافذ کرتی رہی جن میں بربنائے آبادی تناسب نیابت ہوتا تھا اور یہ ہندوؤں کے لئے مفید تھا مسلمانوں کی حفاظت کا انتظام اس نے ہمیشہ اس نظر سے اپنے ہاتھ میں رکھا کہ ان کو ضرورت کے وقت استعمال کر سکے کانگریس کے لیڈروں کی طرف سے یہ ہوتا رہا کہ وہ ایک طرف مسلمانوں کو اپنے پلیٹ فارم پر آنے کی دعوت بھی دیتے تھے ترقی اختیارات کے مطالبے میں ان کا اشتراک بھی چاہتے تھے اور نوکریوں میں مجالس واضعان قانون میں امدادی رقوم میں حریصانہ طریقے پر مسلمانوں کے حقوق غصب بھی کرتے تھے۔

لوکل سیلف گورنمنٹ کا تجربہ

۱۸۸۲ء میں ہندوستان کو لوکل سیلف گورنمنٹ دی گئی یہ نیابتی طرز حکومت کی ابتدا تھی اس کے بعد مرکز اور صوبوں کی مجالس واضعان قانون میں ارکان کی ایک معینہ تعداد منتخب کرنے کا حق ملا اس وقت تک مخلوط رائے انتخاب کا طریقہ رائج تھا حکومت برطانیہ نے اس کی پرواہ نہ کی کہ ہندوؤں اور مسلمانوں میں توازن قائم کئے بغیر ملک میں حقیقی مقاصد جمہوریت فوت ہو جائیں گے اور نہ اس کا خیال رکھا کہ مسلمان جو اب حکومت برطانیہ کے سہارے سے جینا چاہتے ہیں ان کی بقا ہندو اکثریت کے رحم پر منحصر ہو جائیگی۔ ہندوؤں سے اتنا تدبر نہ ہو سکا کہ انتخابات میں فیاضی کا اظہار کر کے مسلمانوں کا اعتماد حاصل کر لیتے مخلوط طریقہ انتخاب کی وجہ سے مسلمان ان نیابتی اداروں میں اتنے بھی منتخب نہ ہو سکے جتنے تناسب آبادی کی بنا پر ہونے چاہئیں تھے۔ لوکل بورڈ کے تجربے کے بعد مسلمانوں نے نیابتی طرز حکومت کی مخالفت کی اس مخالفت کے پس پردہ دو طاقتیں تھیں ایک سول سروس کی اور دوسرے امراء کی جن کے پیش نظر اپنے اپنے اغراض تھے مگر ان مخالفت کرنیوالوں میں سرسید بھی تھے جو نہ طبقہ امراء سے تھے نہ سول سروس میں تھے اور نہ ان پر کسی خودغرضی کا شبہ کیا جا سکتا ہے یہ اتفاق کی بات ہے کہ نیابتی طرز حکومت کی مخالفت سول سروس کے حامی انگریزوں کے لئے بھی مفید تھی امراء کے لئے بھی مگر یہ سچ تھا کہ ہندوستان میں جہاں اس قدر مختلف اقوام آباد ہیں اس قسم کا نیابتی طرز حکومت موزوں نہیں تھا اس زمانہ کے مسلمانوں کا اگر کوئی قصور تھا تو صرف یہ کہ وہ اس نیابتی طرز حکومت کا کوئی ایسا بدل نہیں پیش کر سکے کہ ہندوستان کے سیاسی ادارے بھی ترقی کرتے رہے اور ہندوستان کی مختلف اقوام کی حق تلفی بھی نہ ہو ان میں سے کوئی ایک قوم اتنی طاقت ہی نہ پیدا کر سکے کہ پورے ملک پر ظالمانہ تسلط قائم کرے اور کم تعداد اقوام اپنی ہی ہم وطن قوم کی غلامی سے بچنے پر مجبور ہوں مسلمانوں کو مدتوں سے اجتماعی طور پر سر جوڑنے اور غور کرنے کی عادت نہیں رہی تھی دستوری طرز حکومت کا نہ انہیں کتابی علم تھا اور نہ عملی تجربہ تھا ۱۸۵۷ء کی مصیبت نے ان کی ہمتیں پست کر دی تھیں اور دل بیٹھ

زندہ ماضی
حضرت خواجہ غریب نواز خواجہ معین الدین اجمیری

خاندان و معاشرت ابتدائی حضور خواجہ غریب نواز ارض عالم کے نہایت نامور اور اکابر اولیا میں سے تھے اور اس اعتبار سے آپ کو استثنائی شہرت حاصل ہے کہ کفرکدۂ ہند میں اسلامی روشنی آپ ہی کی سعی جمیلہ سے پھیلی اسلامی فرمانروائی کا سنگ بنیاد آپ ہی کے ہاتھوں یہاں نصب کیا گیا تھا اور تبلیغ کا نظام بھی سب سے پہلے آپ ہی نے ارض ہند میں قائم کیا آج ہندوستان میں جتنے مسلمان نظر آرہے ہیں یہ سب آپ ہی کے قدوم کی برکت ہے تاریخ بتاتی ہے کہ ہندوستان میں اسلامی سلطنت کا موسس و بانی اول سلطان شہاب الدین غوری اور اس کا لائق و شجاع اور رکا میابا گورنر سلطان قطب الدین ایبک ہے لیکن یہ جو کچھ تھا صرف ظاہری کرشمہ تھا ورنہ حقیقت میں جو کچھ ہوا وہ حضور خواجہ غریب نواز کی سعی کا زیر بار منت ہے آپ ہی نے سلطان شہاب الدین غوری کو حملہ ہندکی دعوت دی آپ ہی کی دعا سے اسے ہندوستان میں کامیابی نصیب ہوئی اور آپ ہی نے کفر و شرک کے اس جنگل میں مسلمانوں کی حکومت کے استحکام و دوام کا بند و بست کیا۔ آپ سلطان شہاب الدین غوری سے بیشتر ہندوستان پہنچ چکے تھے اس وقت جبکہ یہاں دیکھنے کو بھی کوئی اسلامی صورت موجود نہ تھی۔ آپ نجیب الطرفین سید ہیں سلسلہ نسب براہ راست حضور نبی کریم تک پہنچتا ہے ۵۳۷ھ میں پیدا ہوئے۔

آپ کے والد گرامی حضرت غیاث الدین حسن سنجری بہت دولتمند اور فارغ البال آدمی تھے اور انہوں نے بڑے ناز و نعم سے آپ کو پرورش کیا تھا ابھی آپ کی عمر صرف چودہ ہی برس کی تھی اچھی طرح ہوش بھی نہ سنبھالا تھا کہ باپ کا سایہ شفقت آپ کے سر سے اٹھ گیا باپ نے بہت کچھ چھوڑا تھا صرف دو بیٹے تھے آپ کے حصے میں ایک پرفضا وسیع باغ اور ایک پن چکی آئی تھی جس کی آمدنی بہت وافر تھی اتنی کہ آپ عیش و عشرت سے ساتھ زندگی بسر کر رہے تھے شہر میں بھی خاص عزت تھی خاندان بھی بہت موقر و محترم تھا لوگ آپ کو بہت قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

امیرانہ طبیعت میں انقلاب اللہ تعالیٰ کو آپ سے ایک بڑا کام لینا تھا نظر انتخاب آپ پر پڑ چکی تھی ایک روز اپنے باغ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک کامل وقت مجذوب حضرت ابراہیم قلندر بے بدھ باغ میں چلے آئے آپ نے ان کی بڑی عزت کی ادب سے ایک جگہ بٹھا کر بٹھایا اور انگور کے چند خوشے باغ سے توڑ کر آپ کے سامنے پیش کئے جنہیں انہوں نے شوق کے ساتھ کھایا اور بعد کو چند انگور اپنے منہ میں لیکر اور چبا کر آپ کو دیے جنہیں آپ نے بے تکلف کھا لیا لہٰذا یہی جانتا ہے کہ اس زبردست اور صاحب کمال مجذوب کے لعاب میں کیا چیز ملی تھی کہ حلق سے اترتے ہی آپ کا سینہ الہامی کا گنجینہ بن گیا اور ساتھ ہی طبیعت دنیا اور دنیا کی سرگرمیوں سے یکسر سیر ہوگئی اور آن کی آن میں کچھ سے کچھ بن گئے۔

وہ مجذوب تو جدھر سے آئے تھے ادھر چلے گئے آپ وہاں سے اٹھ کر گھر آئے اور باغ و کارخانہ فروخت کر کے جو کچھ ہاتھ آیا کھڑے کھڑے لٹا دیا

مرشد گرامی کی بست سالہ خدمت حالت متغیر ہو چکی تھی سنجر سے نکل کھڑے ہوئے پہلے تو سمرقند پہنچکر علوم ظاہری کی تکمیل کی پھر جوش اٹھا تو سمرقند سے ہی بغرض حج چل کھڑے ہوئے اثنائے راہ میں صوبہ نیشاپور کے مشہور قصبہ ہارون میں آپ کو حضرت خواجہ عثمان ہارونی کی خدمت میں باریابی کا شرف حاصل ہوا آپ کا حصہ یہیں تھا وہیں سے آپ کو دارین کی نعمتیں ملنے والی تھیں طبیعت پر کچھ ایک اثر ہوا اور انہی کی سلک بیعت میں منسلک ہوگئے خواجہ عثمان شیخ وقت اور بہت بلند پایہ بزرگ تھے ان کی صحبت میں آپ کو کچھ ایسا لطف آیا اور وہ لذات حاصل ہوئیں کہ پیر قدم چھوڑنے کو دل ہی نہ چاہا۔

پانچ سات سال نہیں پورے بیس سال خدمت ہی میں بسر کر دیئے یہ ہوش ہی نہ تھا کہ کہاں وطن ہے اور کدھر عزیز ہیں ہمہ وقت ان کی خدمت میں رہتے جہاں وہ جاتے آپ بھی جاتے اور ان کا سامان سر پر لئے پھرتے اسی دوران میں ان کے ساتھ متعدد حج بھی کئے اس صحبت و خدمت میں آپ باطنی فیوض سے مالا مال ہوگئے آپ کی استعداد اور لیاقت باطنی کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ حضرت ہارونی نے آپ کو خرقہ خلافت ڈھائی سال ہی میں عطا کر دیا تھا اور آپ اس وقت ہی سے اپنے مرشد گرامی کی جانشینی کے بہترین اہل ثابت ہو چکے تھے۔

سیاحت و گلچینی اس کے بعد جب آپ مطلع انوار یعنی مرشد گرامی کے کاشانہ قدس سے نکلے ہیں تو آپ کی کلاہ عظمت کا گوشہ آفتاب پر چشمک زنی کر رہا تھا اس کے بعد آپ کو سیاحی اور اس عہد کے مشائخ سے ملاقات کا شوق پیدا ہوا کوہ جودی میں پہنچکر حضرت نجم الدین کبریٰ کی زیارت کی اور ڈھائی ماہ ان کی خدمت میں رہے اس کے بعد بغداد تشریف لے گئے اور کچھ عرصہ حضور غوث پاک سے فیض حاصل کیا اور انہی کے ساتھ چند سفر بھی کئے وہیں شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین سہروردی سے ملے ہمدان میں حضرت اوحد الدین سے ملاقات کی۔ تبریز میں حضرت یوسف ہمدانی کی صحبت میں رہے۔ حضرت ابو سعید تبریزی سے استفاضہ کیا پھر اصفہان گئے اور حضرت خواجہ محمود اصفہانی سے ملے وہاں سے مہنہ آئے اور خواجہ ابو سعید مہنوی سے ملاقات کی۔ معلوم ہوا کہ حضرت بایزید بسطامی کی اولاد میں سے ایک بزرگ خواجہ ناصر الدین ہیں جو استرآباد میں رہتے ہیں صاحب ولایت ہیں عمر ایک سو ستائیس سال کی ہو چکی ہے ان کے پاس پہنچکر فیض حاصل کیا اور کچھ دن وہیں قیام پذیر رہے۔

وہاں سے غزنی آکر حضرت شمس العارفین شیخ عبد الواحد غزنوی سے ملاقات کی غرض راستے کے صدہا اولیا و صوفیا سے ملاقات کرتے اور بلخ و بخارا اور ہرات ہوتے ہوئے عازم ہندوستان ہوئے ہر چمن سے پھول چنے ہر گلزار سے کلیاں لیں اور خود کو گلستان بنا لیا

ظاہر ہے کہ جس بزرگ ابراہیم قلندر جیسے سرآمد روزگار مجذوب حضور عبدالقادر جیسے غوث وقت حضرت شہاب الدین جیسے شیخ الشیوخ اور دیگر بزرگوں کی صحبت میں رہے اور ان سے استفادہ کرنے اور سب سے زیادہ یہ کہ حضرت شیخ عثمان ہارونی جیسے بزرگ جلیل کی خدمت میں آپ جو کچھ بھی نہ بن گئے ہوں کم ہے۔

باکمال صوفیا سے محرومیت

اسلامی دنیا کے ہر شہر میں الحمد للہ ایک وہ زمانہ تھا کہ باکمال صوفیا اولیا جلوہ افروز تھے اور ایک ہمارا زمانہ ہے کہ ڈھونڈے بھی کسی بزرگ کی ویسی صورت نظر نہیں آتی اور ہر طرف ظلمت و تاریکی پھیلی ہوئی ہے۔

ہونے کو تو آج بھی ہر جگہ سجادے موجود ہیں اور ان بزرگوں کے نام لیوا موجود ہیں لیکن وہ کمال مفقود ہے وہ خوارق عادات نہیں دیکھنے میں نہیں آتے جیسے ہم اپنی بدبختی اور ثمرہ بداعمالی کے سوا اور کسی بات سے منسوب نہیں کر سکتے دنیا باکمالوں سے خالی نہیں رہ سکتی اور اولیا قیامت تک موجود رہیں گے اور اب بھی ہوں گے لیکن وہ ہماری آنکھوں سے اوجھل کر دیئے گئے ہیں کہ ہمارے اعمال ہی ایسے نہیں رہے کہ ہمیں ان کے استفاضے کے قابل سمجھا جائے مزارات سے جو فیوض و برکات کا سلسلہ جاری تھا وہ بھی روز بروز کم ہوتا جاتا ہے اور یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ مسلمانوں سے روز بروز مذہبی شیفتگی معدوم ہوتی چلی جا رہی ہے اور مسلمان دینی افلاس و نکبت میں مبتلا ہوتے جا رہے ہیں۔

عظمت روحانی کا علو و عروج

بتایا جا چکا ہے کہ آپ اپنے مرشد گرامی کے ساتھ متعدد مرتبہ حج کو بھی گئے غالباً آخری سفر میں حضرت خواجہ عثمان ہارونی نے کعبہ شریف کے سامنے کھڑے ہو کر آپ کا ہاتھ پکڑا اور جناب باری میں عرض کی کہ خداوندا میں اپنا یہ مرید معین الدین کو تیرے سپرد کرتا ہوں اسی وقت غیب سے آواز آئی کہ ہم نے قبول کیا۔ اس کے بعد آپ مدینہ منورہ پہنچے روضۂ اطہر کی جالیاں پکڑ کر پہلے سلام عرض کیا تو اندر سے آواز آئی وعلیکم السلام یا قطب المشائخ ہم نے ہندوستان کی ولایت تمہارے سپرد کی آپ کے مرشد گرامی ساتھ ہی تھے انھوں نے آپ کو حکم دیا جاؤ اور ہندوستان میں جا کر دین اسلام کی اشاعت کرو۔ یہ حکم دینے کے ساتھ ہی آپ سے آنکھیں بند کرا کے "دلیل العارفین" کی تحریر کے مطابق آپ کو سارا ہندوستان دکھا دیا گیا اسی کتاب میں یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت عثمان ہارونی نے اسی وقت جبکہ آپ کو خرقہ خلافت عطا کیا ہے اور آپ کو خدمت میں حاضر ہوئے صرف ڈھائی سال ہی کی مدت گذری تو اپنی دونوں انگلیاں آسمان کی طرف کیں اور فرمایا کہ ان کے درمیان نظر کرو۔

آپ نے نظر جو اٹھائی ہے تو فضائے ملکوت و جبروت و لاہوت و ناسوت سب آپ کے سامنے تھی اس ہستی گرامی کی عظمت و معرفت کا کیا تصور کیا جا سکتا ہے جس نے شیخ کی صرف ڈھائی سال ہی کی خدمت میں اس قدر باطنی کمال پیدا کر لیا تھا آئندہ اس سے بیس کتنی مدت میں تو خدا ہی جانتا ہے کہ آپ کی تابانیوں اور درخشانیوں کا کیا عالم ہو گا اور آپ کے گلشن قلب میں کتنی نورانی بہاریں کھیلنے لگی ہوں گی۔

ارض ہند میں ورود

سلطنت ہند آپ کے حوالے کی جا چکی تھی اس لئے آپ عازم ہندوستان ہوئے دربار رسالت سے حکم مل چکا تھا۔ بخارا کرتا در ہوتے ہوئے لاہور پہنچے اور یہاں حضرت داتا گنج بخش کے روضۂ مطہر میں کچھ روز معتکف رہ کر دہلی کا ارادہ کیا۔ دہلی اس وقت مرکز کفر تھا کوئی ایک مسلمان بھی دیکھنے کو نہیں ملتا تھا اور فرزندان توحید کے خلاف سخت تعصب پھیلا ہوا تھا چالیس درویش آپ کے ساتھ تھے آپ جا کر ایک میدان میں فروکش ہو گئے اور پنج وقتہ اذانیں دیکر نمازیں پڑھنی شروع کر دیں۔ نئی اور بالکل نئی بات تھی ہر طرف ایک شور مخالفت برپا ہو گیا دھمکایا گیا راجہ کا حکم اخراج سنایا گیا اذیتیں اور تکالیف پہنچانے کی ساعی کی گئیں جب کوئی پیش نہ گئی آخر ایک شخص خنجر چھپائے ہوئے آپ کے سامنے گیا۔ لیکن صورت دیکھتے ہی اس پر لرزہ طاری ہو گیا اور مسلمان ہو گئے

راجہ سامانہ سے مقابلہ

کہا جاتا ہے کہ مہاراجہ کی والدہ نے بارہ برس پیشتر ہی راجہ پرتھی راج کو بتا دیا تھا کہ تیری قوت و طاقت کو نقصان پہنچانے کی کسی میں ہمت نہیں البتہ فلاں حلیہ کا ایک مرد بزرگ آ کر تیری تباہی حکومت کو پارہ پارہ کر کے رکھ دے گا۔ یہ نجوم و کہانت کی بہت بڑی ماہر تھی اس لئے اس نے اپنے گورنروں اور ماتحت راجاؤں کے نام حکم صادر کر رکھے تھے کہ اگر اس حلیہ کا کوئی شخص تمہاری حدود میں داخل ہو تو گرفتار کر کے ہمارے حضور میں پیش کیا جائے حیران بڑی بڑی ہستیوں کے متعلق ابتداء ہی سے یہی صورتیں اختیار کر لی گئی ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ جب کوئی انقلاب انگیز ہستی دنیا میں پیدا ہونے والی ہوتی ہے تو عموماً پیشتر آسمان پر ایک ستارہ نمودار ہو جاتا ہے جسے ماہرین نجوم پہچان لیتے ہیں چنانچہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ حضرت موسیٰ کلیم اللہ اور حضرت عیسیٰ روح اللہ کے متعلق بھی اس عہد کے نجومیوں نے اور کاہنوں نے پہلے سے ایسی پیشگوئیاں کیں وقت اور ساعت بھی بتا دی اور نمرود فرعون اور آگسٹس نے متوقع تباہی کو روکنے کے لئے بچوں کے قتل عام کی مہم بھی تدبروں کے ساتھ شروع کی لیکن واللہ غالب علی امرہ اس حکم کے سامنے کسی کی نہ چلی اور اس لئے جو چاہا وہ ہو کر رہا۔ آپ بھی بڑی چیز تھے نبی تو نہ تھے مگر درجہ و منصب لحاظ سے اولیاء اللہ انبیاء بنی اسرائیل وہی رکھتے تھے اس لئے آپ کے متعلق تدبرے ترمیم کے ساتھ یہی سب کچھ ہوا۔

چنانچہ سامانہ میں آپ کو روکا گیا گرفتاری کی تو ہمت نہ ہوئی کہا گیا چلئے آپ کو کسی معقول و مناسب جگہ فروکش کر دیں عین اسی وقت بارگاہ نبوت سے ہدایت ہوئی ان کے فریب میں نہ آؤ کر ان کا ارادہ اور ہے چنانچہ آپ تمام رجوارطول اور دہلی کے حکمرانوں اور کارکنان حکومت کے بیچ سے بچ کر اجمیر پہنچ گئے

اجمیر میں ورود اور مہنت کا اسلام

اجمیر اس عہد میں ایک عظیم الشان شہر اور دہلی کی راجدھانی تھی جہاں اتنے مندر تھے کہ ناقوس کی صداؤں سے کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی قلعے مورچے اسلحہ سب کچھ موجود تھے اور کافروں اور دشمنوں سے شہر پٹا پڑا تھا آپ نے چند ہمراہیوں کے ساتھ ایک درخت کے سایہ میں جاکر پناہ گزیں ہوئے جہاں سرکاری اونٹ بٹھایا کرتے تھے لوگوں کے منع کرنے پر آپ اٹھے اور اتنا کہہ کر یہ جا بیٹھے جہاں بکثرت بتخانے تھے اونٹ جو اپنی جگہ آکر بیٹھے تو پھر اٹھائے نہ اٹھ سکے سمجھ گئے کہ یہ ان فقراء کی کرامات ہے معافی مانگ لی اور ساتھ ہی راجہ سے جا شکایت کی یہ سنتے ہی راجہ کے تن بدن میں آگ لگ اٹھی اور حکم دیا کہ انہیں پکڑ کر فوراً اس جگہ سے دور کر دو کہ وہ ہماری پرستش گاہ ہے۔

ذرا غور ہو اسے ہند کا حکم کوئی معمولی بات نہ تھی فوج کی فوج پہنچ گئی آپ نے مٹی کی ایک چٹکی پر کچھ پڑھ کر ان کی طرف جو پھونکا تو جو جہاں تھا وہ وہیں بے حس و حرکت کھڑا کا کھڑا رہ گیا اور بڑی منت و سماجت کے بعد اس مصیبت سے رہائی پا سکا تیسرے روز راجہ ایک ہجوم کو ساتھ لیکر آپ کو ہٹانے کے لئے چڑھا مہنت رام دیو نے آپ کو جبراً اٹھانا چاہا آپ نے اس کی طرف نظر ہی اٹھائی تھی کہ اس کے تمام جسم پر لرزہ طاری ہو گیا فوراً پاؤں پر گرا اور اسلام لے آیا۔ کفرستان ہند میں رام دیو پہلا شخص تھا جس نے آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا

جیپال جوگی سے دہشت خیز مقابلہ

اس کے بعد آپ اناساگر تالاب پر آئے اور ایک لوٹا پانی کا بھر لیا جس کے ساتھ ہی تالاب کا سارا پانی خشک ہو گیا تالاب نہایت مقدس اور عظیم الشان تھا راجہ سراسیمہ ہو گیا سمجھ گیا کہ فقیر کامل ہے اور اس قوت سے مقابلہ غیر ممکن ہے اس لئے اس نے ایک صبا رفتار سانڈنی سوار بھیج کر جے پال جوگی کو بلایا جو راجہ کا استاد اور ہندوستان کا ایک نہایت مشہور اور باکمال جوگی تھا جے پال آیا ہے تو اس شان سے کہ ہرن کی کھال پر سوار تھا ڈیڑھ سو چیلے ساتھ تھے اور ہوا پر جادو کے زور سے اڑا چلا آ رہا تھا وہ غیظ میں بھرا مقابلہ کے لئے بڑھا کہ زمین دہل اٹھی آگے آگے اپنے چیلوں کو لئے ہوئے خود پیچھے پیچھے ایک جم غفیر تھا اس نے قدم اٹھاتے ہی جادو کے اژدہے اور آگ کے چکر چھوڑنے شروع کر دیئے جن کی پھنکاروں اور سنسناہٹ سے آسمان گرد آلود ہو گیا شدت کے ساتھ آگ برسنی شروع ہو گئی اور دنیا میں دھواں ہی دھواں پھیل گیا منظر اتنا دہشت انگیز اور خوفناک تھا کہ خود حضور کے رفقاء بھی گھبرا اٹھے اور انہیں اور راجہ پرتھی راج اور شہر کی تمام مخلوق کو یقین ہو گیا کہ اب اس جہنم سے بچنا کسی طرح ممکن نہیں حضور نے یہ صورت دیکھ کر اپنے اور اپنے رفقاء کے گرد ایک حصار کھینچ دیا آپ خود تو حصار کھینچ کر نماز میں مصروف ہو گئے جیپال اور اس کے چیلے آنکھوں سے شعلے برساتے قریب پہنچے اور آگ پھینکنے اور اژدہا ان پر بڑھاتے مگر مقابل نہ گئے انگار اس شدت کے ساتھ برسنے شروع ہوئے اور اتنا شور برپا ہوا کہ اجمیر کی زمین دہل اٹھی نماز سے فراغت پاکر آپ نے صرف اتنا کیا کہ صرف ایک مٹھی بھر خاک اٹھا کر اور اس پر کچھ دم کر کے اس کی طرف پھینک دی جس سے یہ سارا طلسم آن کی آن میں باطل ہو کر رہ گیا راجہ گھبرا گیا مخلوق حیرت زدہ رہ گئی اور جے پال سر تفاخر جھکا گیا اس نے علانیہ اپنے عجز کا اعتراف کر کے اپنا سر آپ کے قدموں پر رکھ دیا عاجزانہ معافی مانگی اور اسی وقت مسلمان ہو گیا۔

وارثان نبوت کے کرشمہ ہائے کار

دیکھا آپ نے یہ تھے حقیقی اولیاء اللہ اور وارث انبیاء! علماء ظواہر خود کو سمجھتے وراثت انبیاء کا مدعی ظاہر کر کے صوفیا اور اولیاء پر زبان طعن دراز کرتے رہے ہیں اور یہ کہتے رہے ہیں کہ وارث انبیاء ہم ہیں انبیاء کا فریضہ اولین تبلیغ دین ہوتا ہے اور اس سلسلہ میں ہمیشہ انہیں کفار کی مادی وغیر مادی بے پناہ طاقتوں سے مقابلے کرنے پڑتے ہیں اس لئے انہیں بطور خاص طاقتیں اور معجزے عطا کر دیئے جاتے ہیں یہ طاقتیں روحانی اور باطنی طاقتیں ہوتی ہیں جن سے علماء ظواہر کورے اور تہی دامن ہوتے ہیں غور کیجئے اگر اس وقت خواجہ غریب نواز کے بجائے علامہ ابن جوزی یا علامہ ابن قیم ہوتے تو مہنت رام دیو اور جے پال جوگی کی ان ہول انگیز طاقتوں کا مقابلہ وہ کس قوت سے کرتے کیا ان کے کسی ظاہری عالم کے اندر کوئی قوت ہے کہ جو وہ ان کورو شیطانی قوتوں کا حریف بن سکے یہ کام اولیاء اور صرف اولیاء ہی کا ہے جانے دیجئے اسے بھی یہ ایک ولی کے سوا اور کس کا زہرہ تھا کہ دشمنوں کے ملک میں اس طرح درانہ اور دلیرانہ داخل ہو سکتا ملک بھی وہ ملک جس کا طول و عرض مسلم افراد سے یکسر خالی اور جہاں مسلمانوں کے خلاف جذبات دنیا شدت کے ساتھ بھڑکے ہوئے تھے اس وقت ہندوستان کی مادی اور شیطانی قوتیں بڑی ہی اور بہت بڑھی ہوئی تھیں حقیقت یہ ہے کہ دنیا میں اسلام فقراء و صوفیائے اسلام ہی کی بدولت پھیلا اور بڑا ہر صحابہ کرام سب بزرگ تھے ان کے بعد جہاں جہاں اسلام پھیلا انہیں علمائے ربانی کی بدولت پھیلا۔

فتنۂ تاتار اسلام کے لئے کتنا تباہ کن اور حوصلہ سوز فتنہ تھا تاتاری بالکل وحشی تھے اور تہذیب سے ناآشنا انہیں دائرہ اسلام کے زیر سایہ لے آنا بھی اولیائے کرام ہی کی مساعی کا زیر بار منت ہے حضرت شیخ سعدی کی جد و جہد کو بھی اس میں بڑا دخل ہے حضرت مصعب بن عمیر تنہا مدینہ منورہ پہنچے اور وہاں کی در و دیوار سے اسلام کی صدائیں بلند ہونے لگیں ہندوستان میں یہی خواجہ غریب نواز نے کیا آگے چل کر آپ کو معلوم ہوگا کہ بنگال دکن گجرات پنجاب سندھ وغیرہ میں ان اولیائے ربانی نے کیا کارنامے دکھائے جب سے یہ نورانی صورتیں آنکھوں سے اوجھل ہوئیں ہر طرف تاریکی چھا گئی اور غیر مسلمین کو مسلمان بنانا تو ایک طرف جو مسلمان تھے وہ بھی نام ہی کے مسلمان رہ گئے پھر ان کی تبلیغ کا یہ کمال تھا کہ اس میں ایک پیسہ خرچ نہ ہوتا تھا ایک بزرگ اٹھتا اور دلیرانہ کفر کے کسی مرکز میں جا پہنچتا جہاں اسے خدا کے سوا اور کسی دوسرے کا خوف نہ ہوتا تھا جنگل کے پھلوں اور درختوں کے پتے چبا کر گذر کرتا فرش زمین پر بے تکلفانہ سو جاتا اپنے اخلاق جوش ایمان اور روحانی قوتوں سے وہ نہ صرف وہ میدان فتح کر لیتا بلکہ اسے دار الاسلام بنا کر اٹھتا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام بڑے جلیل القدر پیغمبر تھے یا تو آپ مصر سے تن تنہا جان بچا کر بھاگے تھے یا جب حضرت شعیب علیہ السلام نے ان کے باطن کو منور کر کے اپنی روحانی تربیت سے انہیں مطلع انوار بنا دیا ان کے اندر روحانی طاقتیں پیدا ہو گئیں معجزات مل گئے پھر تو یہ حالت تھی کہ تنہا صرف اپنے ایک بھائی کو لئے ہوئے فرعون کے محل کے سامنے جا بیٹھے اسکے جادوگروں کے ہولناک طلسم کو توڑا اس کے دربار میں کلیلے جا دھمکے اور اس عہد کی مہیب سلطنت بھی اپنی تمام سطوتوں اور قوتوں کے باوجود آپ کا کچھ نہ بگاڑ سکی جو مقابلہ پر آیا تباہ ہوا۔ خود فرعون بھی اسی مخالفت کی نذر ہو گیا چونکہ اولیا وقت انہی کے وارث حقیقی ہوتے ہیں اسی لئے خواجہ گرامی کے ساتھ بھی یہی سب کچھ ہوا اور آپ اس مقابلہ میں کامیاب ہوئے آپ کے بعد متعدد دوسرے صوفیا کو بھی اسی قسم کے مقابلے پیش آئے اسی سادگی کے ساتھ رہے اور نہایت شاندار کامیابیاں حاصل کیں۔

پرتھی راج پر عتاب

راجہ پرتھی راج کو اپنی اس ناکامی کا سخت صدمہ تھا فوج اور اسلحہ سب کچھ اس کے پاس تھے وہ بڑی سے بڑی فوج سے مقابلہ کا داعیہ رکھتا تھا مگر آپ کی روحانی قوتوں کے سامنے وہ عاجز ہو کر رہ گیا تھا اس شکست اور پیہم گرما در اس شکست نے نہایت ملتفت ہو گئی کہ اسلام نے اسے بالکل درماندہ کر دیا تھا اگر وہ ہوشمندی سے کام لیتا تو بے تکلف ایمان لے آتا لیکن اس کی قسمت میں یہ سعادت نہیں تھی اس کے قلب میں آپ کا وجود کانٹے کی طرح کھٹکنے لگا اس کی ماں ابھی زندہ تھی اور اس نے بہت سمجھایا کہ اس کے مقابلہ و مخالفت سے باز آ ورنہ تو اور تیری حکومت دونوں تباہ ہو کر رہ جائیں گی لیکن اس نے ایک نہ سنی اور وہ سلطان شہاب الدین غوری کی اتفاقی شکست سے بہت مغرور ہو چکا تھا۔ سوچتا تھا کہ کم از کم میدان جنگ میں تو کوئی میرا مقابلہ نہیں کر سکتا علانیہ کہتا تھا کہ خواجہ معین محض اپنی کرامت اور روحانی قوت سے غالب ہوئے ہیں میدان جنگ میں میرا مقابلہ نہیں کر سکتے۔

وہ مسلمانوں کو ایذا بھی کچھ نہ کچھ برابر پہنچاتا رہتا تھا جن کی تعداد اب روز بروز بڑھ رہی تھی ایک روز کسی نے راجہ کے اس قول کا بھی اعادہ کیا اور مسلمانوں پر اس کے ظلم و ستم کی بھی وضاحت کی خواجہ صاحب کو غصہ آ گیا اور ایک پرچہ کاغذ پر یہ لکھ کر اس کے پاس بھیجا کہ من ترا زندہ بدست لشکر اسلام سپردم۔

سلطان شہاب الدین کو حملہ کا حکم

اسی روز آپ نے سلطان شہاب الدین کو خواب میں حکم دیا کہ ہندوستان پر فوراً حملہ کر دو اللہ تعالیٰ فتح عطا کریگا راجہ کے سر میں غرور بھرا ہوا تھا وہ حضور کی تحریر دیکھ کر ہنسا خیال بھی نہ تھا کہ اس کو لشکر اسلام سے شکست ہو سکتی ہے لیکن کچھ ہی دن کے بعد سلطان نے حملہ کیا جس کے مقابلہ کے لئے وہ ایک بے پناہ لشکر لیکر میدان میں گیا اور زندہ گرفتار ہو کر موت کے گھاٹ اتر گیا۔

سلطان سمجھتا تھا کہ یہ فتح خواجہ غریب نواز کی دعا کا ثمرہ ہے اس لئے وہ فتح کے بعد اپنی پہلی فرصت میں اجمیر شریف آیا اور باریاب خدمت ہو کر آپ کے قدم چومے وہیں جمعہ کی نماز ادا کی اور تین روز کے قیام کے بعد وہاں سے چلا گیا اسلامی رواداری کا یہ کتنا شاندار مظاہرہ تھا کہ سلطان نے خواجہ کے ایما سے راجہ کے بیٹے ہی کو اطاعت اور باجگذاری کا عہد لیکر تخت پر بٹھایا اس وقت اگر کوئی اور قوم ہوتی تو قتل عام کے علاوہ اس شاہی خاندان کا بھی خاتمہ کر دیتی۔

تبلیغ اسلام کا شاندار نظام

یا تو یہ عالم تھا کہ ہندوستان میں کہیں اسلامی شکل دیکھنے کو نہ تھی یا اب یہ حالت ہوئی کہ مسلمان روز بروز بڑھنے لگے اور ان کی تعداد میں بھی سرعت کے ساتھ ترقی ہونے لگی دہلی اور اجمیر جیسے عظیم گہوارہ ہائے کفر میں اذانوں کی صدائیں بلند ہونے لگیں اور اسلامی حکومت بھی آپ کی مساعی کے صدقہ میں پورے جاہ و جلال کے ساتھ ہندوستان میں قائم ہو گئی۔

خواجہ غریب نواز کے سپرد کوئی ایک صوبہ نہیں پورا ہندوستان ہوا اس لئے آپ صرف اسی پر قناعت نہ کر سکتے تھے آپ نے اس کے فوری بعد ایک زبردست تبلیغی اسکیم مرتب کی اور آپ یہ سنکر متحیر ہوں گے کہ خواجہ غریب نواز نے مردوں ہی میں نہیں بلکہ عورتوں میں بھی تبلیغ و اشاعت اسلام کا اہتمام کیا اور اپنی صاحبزادی حافظہ جمال صاحبہ کو جو خود باپ کی تربیت و تعلیم سے بلند روحانی منصب پر فائز ہو چکی تھیں یہ فریضہ تفویض کیا چنانچہ وہ جب تک زندہ رہیں ہندو عورتوں میں تبلیغ کرتی رہیں اور بکثرت عورتوں نے آپ کی تبلیغ و لیاقت سے متاثر ہو کر اسلام قبول کیا۔

اس کے بعد آپ نے اپنے کامل اور قوی العزم خلفاء کو مختلف اطراف میں تبلیغ اسلام کے لئے مامور کرنا اور دور دور بھیجنا شروع کیا اجمیر شریف میں آپ نے ایک عظیم الشان خانقاہ ایک رفیع المنزلت مسجد اور عظیم الشان مدرسہ تعمیر کیا جہاں سے بکثرت افراد اولیا بنکر نکلے اور ہندوستان کے مختلف گوشوں میں بیٹھ کر تبلیغی کام شروع کر دیا آج ہندوستان میں جتنے مسلمان نظر آرہے ہیں وہ اجمیر کے چشتی اور ملتان کے سہروردی خاندان کی برکات ہیں اپنے خلیفہ خاص حضرت قطب الاقطاب صاحب کو آپ نے دہلی جیسے مرکزی مقام میں مقرر و متعین کر دیا تھا ان بزرگوں کے پیش نظر صرف تبلیغ دین اور اصلاح مسلمین تھی اور یہ اپنے اخلاق و قوت ایمان سے بڑے بڑے کام انجام دیتے تھے۔

انتقال و وصال

جب بتکدۂ ہند میں اسلام کو بھی پورا فروغ حاصل ہو گیا اور اسلامی حکومت بھی قائم ہو گئی اس شان کے ساتھ کہ فرمانروایان وقت بھی آپ کی غلامی پر فخر کرنے لگے تو بعہد سلطان شمس الدین التمش جو آپ کے خلیفہ حضرت قطب الاقطاب کے مرید و خلیفہ تھے ۶۳۳ھ میں واصل بحق ہوئے اس وقت آپ کی عمر کم و بیش اٹھانوے سال کی تھی جس شب کو آپ کا انتقال ہوا ہے چند بزرگوں نے خواب میں دیکھا کہ حضور نبی کریم فرما رہے ہیں کہ میں اپنے جگر گوشہ معین الدین کی پیشوائی کو آتا ہوں۔ اجمیر شریف میں

آج بھی آپ کا مزارِ اقدس مرجع خلائق بنا ہوا ہے۔

بزرگی و عظمت طاعت و عبادت اور محویت اور استغراق کا یہ عالم تھا کہ مسلسل ستر برس تک رات کو نہ سوئے آخر عمر میں استغراق بہت بڑھ گیا تھا اور محویت کا یہ عالم تھا کہ ہر وقت مدہوش و مراقب رہتے تھے جب نماز کا وقت ہوتا تو حضرت قطب الاقطاب صاحب دوش مبارک پکڑ کر جنبش دیتے اور بلند آواز سے گوش مبارک پر صلوٰۃ کہتے جب کہیں جا کر آنکھیں کھلتیں اور یہ فرما کر اللہ کھڑے ہوتے کہ شریعت مصطفوی کی تعمیل سے چارہ نہیں حجرہ میں پہنچتے ہی سراپا محو ہو جاتے تن بدن اور دنیا و مافیہا کا ہوش نہیں رہتا جب اٹھتے تو یہ عالم ہوتا تھا کہ اول نظر جس پر پڑتی وہ خاکستر ہو جاتا اسی لئے محرمان خاص نے یہ اہتمام کیا تھا کہ حجرے کے سامنے پتھر رکھ دیتے تھے کہ پہلی نظر انہی پر پڑے کیوں نہ ہو آخر سلطان الہند اور وادیٔ روحانیت کے شتر غزال تھے منصب نہایت رفیع اور رتبہ نہایت بلند تھا جو تصور میں بھی نہیں آسکتا۔

مرآۃ الاسرار میں لکھا ہے کہ آپ مقامات عرفی و قلبی سے بھی گذر کر وحدت و محبوبیت کے درجہ پر فائز ہو چکے تھے ہم مادی دنیا کی الجھنوں میں پھنسے ہوئے لوگ روحانی دنیا کی لذتوں کا کیا اندازہ کر سکتے ہیں مادی النظر میں ستر برس کامل بستر سے پشت نہ لگانا یا انتہائی محویت و استغراق کے عالم میں رہنا محال اور غیر ممکن نظر آتا ہے۔ لیکن لذات وصال سے تو کچھ عشاق ہی کے قلوب آشنا ہو سکتے ہیں۔ مجنوں کو کچھ تو لذت ہی حاصل تھی کہ غلاف پکڑ کر دعا بھی مانگی تو یہی کہ الٰہ العالمین لیلیٰ کی محبت کو میرے پردہ ہائے قلوب میں اور راسخ کر دے کچھ دار فتگی محبت ہی تو تھی کہ ساربان کو لیلیٰ کے لئے پیغام دینے گیا ہے تو نجد میں پہنچ گیا منزلوں کا فاصلہ طے کر لیا اور یہ احساس بھی نہ ہوا کہ میں کتنی دور چلا آیا ہوں۔

ہمارے اندر کوئی محبت کی چنگاری روشن نہیں ہے اس لئے یہ چیزیں دشوار و محال نظر آتی ہیں لیکن وہاں محبت اور محبت بھی خدا کی تھی اور آنکھیں بند کرتے ہی دیدار شروع ہو جاتا تھا جب جلوہ یار سامنے ہو تو پھر کیسے ہوش رہتا ہے اور اسے دیکھنے کے بعد اور کس چیز کو دیکھنے کی آرزو باقی رہ جاتی ہے اور اسی لذت کے بعد انسان پھر کس دوسری لذت کی آرزو کر سکتا ہے آپ کو اور تمام اولیاء کو زن و فرزند اور نمائش و نقرہ میں کوئی کشش باقی نہیں رہتی جب وہی مل گیا جس سے زیادہ حسین جس سے زیادہ خوبصورت اور جس سے زیادہ محبوب و شفیق ذات نہ کوئی ہے اور نہ ہو سکتی ہے تو پھر اور کسی طرف کیا نظر اٹھائی جائے برقی روشنی میں رہنے والے ایک ٹمٹماتے ہوئے مٹی کے دیے کی طرف نگاہ بھر کر دیکھنا گوارا کریں تو استعجاب ہے یہی حالت آپ کی تھی تاہم چونکہ ہر شخص اس درجہ اور رتبہ کو نہیں پہنچ سکتا اور شریعت عوام ہی کے لئے ہوتی ہے جس کی اصلاح و بہبودی غلط خواص کو بھی اس پر عمل کرنا پڑتا ہے اس لئے آپ ذہنی سرشاریوں اور محویتوں کے باوجود بحکم شریعت شادیاں کرنے پر مجبور ہوئے اور ایک نہیں چار بیویاں کیں جن سے اولاد بھی ہوئی۔

لنگر خانہ کا قیام اللہ کے نزدیک سب سے محبوب و مقبول کام خدمت خلق ہے جس کی بہترین صورت یہ ہے کہ اس کے بندوں کو ان کی حقیقی و سادہ ضروریات سے بے نیاز کر دیا جائے اور انہیں فاقہ کشی کی اذیتوں سے بچایا جائے چنانچہ آپ نے اجمیر شریف ہی میں ایک عظیم لنگر خانہ بھی قائم کیا جو ہندوستان میں سب سے پہلے لنگر خانہ تھا جس کی فراوانی کے ساتھ کھانا پکتا تھا اور جس سے شہر کے نادار، پردیسی مسافر، طلباء، مہمان اور فقراء دونوں وقت شکم سیر ہو کر کھانا کھاتے تھے آج یہ چیز مفت خوری اور کاہلی کی ترغیب پر مشتمل سمجھی جاتی ہے لیکن نہیں اور ہرگز نہیں ایسا نہیں تھا اس سے فیض پانے اور فائدہ اٹھانے والوں میں ہندوستان کی بڑی بڑی جلیل القدر ہستیاں بھی شامل تھیں۔ جو اسی کی ابتدائی امداد سے آگے چل کر بڑی چیز بن گئیں نہیں زیادہ سے زیادہ بھی تو ہو گا کہ لوگ لنگر خانے سے پیٹ بھر لیں گے اور کیا اس کے خرچ کے ہوتے خواجہ غریب نواز کسی سے ایک پائی بھی نہ لیتے تھے جب خرچ ختم ہو جاتا تو آپ اپنے مصلے کا ایک گوشہ اٹھاتے اور خادم کو حسب ضرورت خرچ عطا فرما دیتے۔

سیر الاقطاب میں لکھا ہے کہ اس لنگر خانہ میں دو وقت اتنا کھانا ہوتا تھا کہ ہزار ہا آدمی کھاتے تھے اور پھر بچ رہتا تھا اور اتنی برکت ہوتی تھی کہ اگر اتفاق سے دگنے اور چوگنے آدمی بھی آجاتے تھے تو یہ کھانا سب کو کافی ہو جاتا تھا اور اس میں کسی قسم کی کمی واقع نہ ہوتی تھی۔

تعلیمات اور ارشادات خواجہ غریب نواز کی تعلیمات بھی بہت ہی بصیرت افروز ہیں فرماتے ہیں :-

"جو خدا کا دوست ہو گا اس میں یہ چار صفات ضرور ہوں گی :- اختیار صحبت صالحین۔ سخاوت۔ شفقت اور تواضع۔ تین چیزیں گوہر نفس ہیں۔ دشمن سے دوستی کرنا۔ اپنے افلاس کو چھپانا۔ اللہ نا دکھ درد کسی سے ظاہر نہ کرنا۔ خدا پر توکل کئے رہو اور کسی سے کوئی توقع نہ رکھو۔ ارشاد ہے کہ ثابت قدم مرید وہ ہے جس سے بیس سال تک کوئی گناہ سرزد بھی نہ ہو۔ عاشق وہ ہے کہ آج صبح کی نماز ادا کرے اور دوسری صبح اسی کی لذت و خیال میں محو رہے۔ عارف وہ ہے جس کا دل کونین سے بیزار ہو۔ عارف جب ہوتا ہے کہ جب دل سے غیر حق اللہ جاتا ہے۔ بلائے سخت اور بیماری میں مبتلا ہونا صحت ایمان کی دلیل ہے۔ جس دل میں محبت ہے اس میں جو کچھ آئیگا وہ جل جائیگا۔ غریبوں سے محبت رکھو اور جھوٹ اور غیبت سے بچتے رہو جو فقر و فاقہ اور بیماری کو دوست رکھتا ہے خدائے تعالیٰ اسے دوست رکھتا ہے۔"

اسلام اور آریہ سماج

ہندوؤں اور مسلمانوں کی غلط ذہنیت و توہم پرستی

قوموں کی ترقی کا بنیادی پتھر اور پہلا قدم صحیح خیالات و احساسات کی نشو و نما اخلاق کی درستی اور حسن عمل ہے چنانچہ مسلمانوں کی بے مثال ترقی کا راز اسی میں مضمر ہے کہ ان میں اسلام نے غلط، ناسد اور توہمانہ تخیلات کے شجر باطل کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دیا تھا اور ان کے بجائے صحیح عقائد و خیالات کا بیج بو کر ان میں اخلاق فاضلہ اور اعمال صالحہ کی روح پھونک دی تھی لیکن جب سے انہوں نے ہندوؤں کی دیکھا دیکھی فاسد تخیلات گمراہ کن عقائد اور غلط و مضحکہ خیز رسم و رواج کی پرستش کو اپنا شعار بنایا ہے، اسی وقت سے مبتلائے ذلت و رسوائی ہیں یعنی انہوں نے بے اصل اور غیر معتبر امور کو جزو مذہب بنا رکھا ہے اور ان کے لئے جان و مال کی قربانی سے بھی دریغ نہیں کرتے جس طرح ہندو گائے پرستی بت پرستی اور لیڈر پرستی وغیرہ میں مبتلا ہیں اسی طرح مسلمان بھی اپنے لئے نئے نئے بت تراشتے جاتے ہیں، مثلاً ہندوؤں نے اگر گائے کو اپنا معبود بنا رکھا ہے اسکے لئے اپنی جانیں تک قربان کر دیتے ہیں اور ایک جانور کے لئے انسانوں کی عزیز و قیمتی جانیں لے لیتے ہیں تو اس کے مقابلہ میں مسلمانوں نے بھی اس جانور صنفی شکل میں ایک بت بنا لیا ہے اور اس کو ذبح کرنے پر اس طرح اصرار کرتے ہیں کہ گویا سارا مذہب سمٹ کر ایک گائے میں آگیا ہے اور ہندو اس کو بچانے کے لئے دیوانگی کی حد تک پہنچ جاتے ہیں۔ اسی طرح اگر ہندو پیپل کی پرستش کے توہم میں مبتلا ہیں تو ان کے مقابلہ میں مسلمانوں نے بھی یہ صورت اختیار کر لی ہے کہ تعزیے کے راستے میں کوئی پیپل آجاتا ہے تو بجائے اس کے کہ اس بانس کی کھپچیوں اور کاغذ کے پرزوں کے مجموعہ کو جھکا کر نکال لیجائیں پیپل کی شاخ کو کاٹنا ضروری خیال کرتے ہیں اور بڑے زور کے ساتھ مذہبی جذبات کے تحفظ اور تعزیہ کی توہین کا سوال پیدا ہو جاتا ہے اور اس کو براہ راست مذہب سے متعلق کر دیا جاتا ہے۔ مذہبی رہبری اس جاہلانہ ضد کی تائید و حمایت کرتے ہیں۔ حق و باطل کا فرضی افسانہ غلط منطقی شکل میں چھیڑ کر جاہل اقوام کو اشتعال دیتے اور ان کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں یہ غلط خیال غلط طرز عمل غلط مذہبی عقیدہ اور غلط رہبری و رہنمائی نتیجہ ہے اس تحریک کا جو آریہ سماج کے نام سے اسلام کے مقابلہ میں اٹھائی گئی۔

ہندو مسلمانوں میں مذہبی اختلاف کی بنا پر کشمکش، بدگمانی اور منافرت تصدیقی طور پر اسی وقت سے ہے جب سے مسلمان ہندوستان میں آئے لیکن مسلمان حکمرانوں کی سرچشمی، فیاضی، دریا دلی اور مسالمت اور رواداری نے اس کو محبت و یگانگت سے بدل دیا تھا اور اس منافرت و بدگمانی کو فساد اور قتل و خونریزی تک پہنچنے سے روک رکھا تھا دونوں قومیں بھائی بھائی کی طرح رہتی تھیں مگر پھر سیاسی مصلحتوں کا اور مغربی مذہب کی نظری بت ذہنی تعصب اور نسلی عصبیت کا جس نے دونوں قوموں کو پہلے مذہبی سطح سے گرا یا پھر انسانیت کو چھینا اور ان کو بھیڑیا بنا دیا چنانچہ دیکھ لیجئے آج دونوں قومیں کیونکر ایک دوسرے کی خون کی پیاسی بنی ہوئی ہیں۔

ہندوستان میں اسلام کا داخلہ

اس ملک میں علمبردار ان توحید کا آنا کس قدر باعث فیض رساں اور نعمت غیر مترقبہ ثابت ہوا اس کو اگر ہم خود بیان کریں تو خود ستائی اور جنبہ داری ہوگی اس چیز کو خود ہندو علما و فضلا کی زبان قلم سے بیان کرتے ہیں۔

مسٹر جونی لال آنند ایم اے مسلمانوں کی رواداری اور بشر جہتی کے متعلق لکھتے ہیں:-

"عربی جرنیل قاسم نے ملک گیری کے لئے صوبہ سندھ پر حملہ کیا اور اسے فتح کر لیا ...... وہ ہندوؤں کی سوشل اور مذہبی رسوم و اعتقادات کی عزت کرتا تھا۔ ہندوؤں کو قانون کی ویسی ہی پناہ حاصل تھی جیسی کہ مسلمانوں کو تھی۔ ہندوؤں کی سوشل اور مذہبی رسوم میں کوئی مداخلت نہیں کیجاتی تھی۔ وہ اپنے بتوں کی پرستش کرتے تھے اور ان کے ایمار پر ذات پات کے قواعد کو بھی قواعد کا درجہ دیا گیا تھا۔ قاسم بت شکن نہ تھا۔ نہ اسکے بعد آنیوالے امیروں میں کوئی تھا۔" (روزنامہ خیاسوسکل ۲۶ جنوری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱)

مشہور ہندو سائنسداں سر سی پی رائے فرماتے ہیں کہ:-

"ہندو مسلم صدیوں سے اس ملک میں بھائی کی طرح رہتے چلے آئے ہیں ان کی زندگی ان کے مفاد اور ان کی خواہشات باہم اس طرح مل جل گئی ہیں کہ ان کا علیحدہ کرنا دشوار ہے اور اب یہ کہنا بے سود ہے کہ ہندوستان مسلمانوں کی سوتیلی ماں ہے اور ان کے حقیقی مفاد و تعلقات کسی اور ملک سے وابستہ ہیں مجھ نہیں کہ مسلمان ہندوستان میں آکر بس گئے اور کچھ نہیں کیا۔ بلکہ انہوں نے یہاں کی فن تعمیر موسیقی، ادب اور سیاسیات میں بیش بہا اضافہ کیا ہے۔ ہندو کی تربیت و تہذیب میں اسلام کی ذہانت و ذکاوت نے بہت کچھ حصہ لیا ہے۔"

شہنشاہ اورنگزیب کی تنگ نظری اور مذہبی تعصب پر دفتر کے دفتر سیاہ کر ڈالے ہیں لیکن اس کے عہد حکومت میں بقول الفنسٹن:-

"ایسا کہیں نہیں معلوم ہوتا کہ کسی نے ہندو مذہب کی خاطر سزائے جان و مال اور قید برداشت کی ہو۔ یا کسی سے اس کی آبائی پرستش پر باز پرس کی گئی ہو۔" (اخبار نجات بجنور ۱۵ فروری ۱۹۲۶ء صفحہ ۱۲)

مسٹر لکندی لال بی اے بیرسٹر ایٹ لا نے ایک مضمون رسالہ سرسوتی الہ آباد میں شائع کیا تھا اس مضمون میں آپ فرماتے ہیں:-

"اس مختصر سے مضمون میں ان تمام امور کے ذکر کی گنجائش نہیں جو کہ ترقی یا آغاز مسلمانوں کے آنے سے لیکر پندرھویں صدی کے آخر تک ہوئی۔ بس وہ زمانہ بھارت کی پستی اور تنزل کا زمانہ تھا۔ بلکہ اپنے دور ترقی کر چکا تھا ہندو تہذیب بوسیدہ طاقت اور زندگی سے خالی ہو چکی تھی اور اسے بیرونی رگڑ کی سخت ضرورت تھی اور وہ ضروری دوائی جو ہندوستان کو کمزور سے مضبوط بنائے وہ مسلمانوں کے حملوں اور یہاں حکومت کرنے سے حاصل ہوگئی۔"

اسلام توحید و مساوات کا پیغام لیکر آیا

اگر ہم یہ بیان کریں کہ ہندوستان میں

توحید و مساوات کے فقدان کی جگہ تو ہندو دھرم اور ہندو بھائیوں کو ناگوار ہو۔ اس لئے کہ اب وہ بھی توحید و مساوات کے حامی و مدعی ہیں۔ یہاں ان کا یہ دعویٰ خارج از بحث ہے۔ ہندو قوم کے ایک فاضل ہی کا بیان درج کیا جاتا ہے جس میں مذکورہ بالا عنوان کی حقیقت کو انہوں نے قبول کیا ہے یعنی مہاشہ سنت رام جی بی اے آپ فرماتے ہیں:-

"شمال مغرب کی طرف سے اسلام کا حملہ ہوا۔ ہندو لوگ جات پات اور اونچے نیچے کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں پہلے پڑے تھے ان کو اتحاد میں باندھنے والا ایک بھی سوتر و دیا گیا نہ تھا پس وہ اس حملے کی تاب نہ لا سکے۔ اسلام ان کروڑوں اچھوتوں اور شودروں کے لیے رحمت ربانی تھا وہ ان کو مساوات انسانی کا حق دیتا تھا پس یہ لوگ جوق در جوق مسلمان ہو گئے۔" (اخبار پرتاپ ۱۱ر نومبر ۱۹۲۸ء)

پروفیسر ٹی آرنلڈ بی۔ اے فرماتے ہیں:-

"داعیان اسلام جب بنگالہ میں پہنچے تو نیچ ذات کے ہندو اور وہاں کے اصلی باشندے ہندوؤں کے مذہب سے قریب قریب خارج سمجھے جاتے تھے اور اپنے آرین سرداروں کے ہاتھوں طرح طرح کی ذلتیں اور مصائب اٹھاتے تھے مسلمانوں کی طرف ہاتھ پھیلا کر بڑھے۔ ان لوگوں کے نزدیک جن میں مفلس مچھلی پکڑنے والے، شکاری، قزاق اور ادنیٰ قوم کے کاشتکار تھے اسلام ایک اوتار تھا جو ان کے لئے آکاش سے اترا تھا۔ وہ حکمران قوم کا مذہب تھا اور اس کے پھیلانے والے وہ باخدا لوگ تھے جو توحید اور سب انسانوں کے برابر ہونے کا مژدہ ایسی قوم کے پاس لائے تھے جس کو سب لوگ ذلیل و خوار سمجھتے تھے۔"

(پریچنگ آف اسلام صفحہ ۹۸)

محمود غزنوی کی مندر شکنی کی حقیقت اور ایک ہندو مؤرخ

شری جے چندر جی پرنسپل نارسس ودیا پیٹھ ہندوستان کے ان علماء میں سے ہیں جن پر جتنا ناز کیا جائے اتنا ہی کم ہے آپ مشہور تاریخ دانوں میں سے ہیں۔ آپ بھارتی تاریخ کانفرنس کے سکرٹری ہیں جس کے صدر پروفیسر جادو ناتھ سرکار اور سرپرست بابو راجندر پرشاد ہیں۔ ۱۰۔ اگست ۱۹۳۶ء کو شملہ میں ہندی ساہتیہ سمیلن کا اجلاس ہوا تھا آپ نے جو وہاں ایڈریس پڑھا تھا اس کا ضروری حصہ یہاں نقل کیا جاتا ہے۔

"محمود غزنوی تاریخ کی وہ ہستی ہے جس کی یاد آج بھی اشتعال انگیز سمجھی جاتی ہے..... جب ہم سیاسی نقطہ پر اس کی تاریخ کے واقعات لکھتے ہیں تو وہ محض ایک لٹیرا ہی نظر نہیں آتا۔ اس کے حملوں میں انصاف کا عنصر بھی موجود ہے وہ اپنی حکومت کو مسلسل چلاتا ہے اس کے جاری شدہ کلمہ کے سنسکرت ترجمہ والے سکے ملتے ہیں جن کا ترجمہ استقبالیہ کمیٹی کے قابل صدر رائے بہادر کاشی ناتھ جی نے کیا ہے۔ ان پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا ترجمہ اس طرح ہے اور حکیم اکبر محمد اوتار۔ اسلام کے السد اور ویدانت کے اگو جر کی شاہت پہچان لی گئی تھی یہ بھی سمجھ لیا گیا تھا کہ رسول اور اوتار کی بناوٹ ایک ہی ہے۔

مندر شکنی کا معاملہ زیر غور ہے کچھ درمیان میں اگر اہل ہند کی ذہنی ترقی رک گئی ہے۔ وہ علم و تمدن اور سیاسیات غرضیکہ ہر ایک پہلو سے بڑھنا چھوڑ دیتے ہیں نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ انہیں اپنی فالتو پونجی کسی نئی جگہ استعمال کرنے کے لئے کچھ نہیں سوجھتا۔ ملک امیر تھا اس کا فالتو سرمایہ مندروں کی تعمیر پر صرف ہو رہا تھا۔ وہ آرٹ بھی ادھورا ہی تھا۔ خوبصورت سجاوٹ کی جگہ گہنے سے لگ رہے تھے۔ مندر ملک میں ضرورت سے زیادہ بن رہے تھے ان میں ملک کی دولت جمع ہو رہی تھی اور ان کے مالکان میں ان کی حفاظت کی رکھوالی ضائع ہو رہی تھی ان حالات کے ہوتے ہوئے کسی نہ کسی انقلاب کے وقت ان کا لٹ جانا لازمی تھا۔ محمود سے سو سال پیشتر یا بعد دو راجہ ہوئے جن میں سے ایک نے مندروں کی جائدادیں ضبط کیں اور دوسرے نے ایک "دیو تپاتن نائک" (مندر گرانے والا افسر) مقرر کیا۔ اس افسر کا کام اچانک مندروں کو ناپاک کر دینا اور بعد میں ضبط کر لینا تھا اس طرح سے مندروں کی زیادہ تعمیر اور ٹوٹنا اقتصادی اور مجلسی تاریخ کے دو پہلو ہیں اسی اقتصادی اور مجلسی تحریک کی امداد سے محمود نے فالتو سرمایہ کے ساتھ محلات اور مساجد تعمیر کیں اور گویا قوم کے ہاتھوں ان کی بھی وہی حالت ہوئی جو محمود نے سومنات کی کی تھی۔

اور اگر محمود نہ آتا اور کوئی مجلسی بغاوت بھی نہ ہوتی تو پھر کیا مندر محفوظ رہ جاتے ہندوؤں کی گہری نیند کے باعث جب وہ سرحدی لیٹروں سے محفوظ نہ رہ سکے تو کیا ان کی موجودگی میں گھاس اور چراغ کے ذریعہ سے بچ سکتے تھے کیا عوام انہیں محفوظ رکھنے کے قابل رہتے تھے! ہم یہ بھول جاتے ہیں کہ قدیم مندروں کے برباد ہونے کا سب سے بڑا سبب یہی ہے آج چتوڑ میں جا کر دیکھو راجہ بھوج کے مندر سے وہ رنگ چمگادڑوں کی بدبو آتی ہے۔ حیدرآباد میں جہاں اجنتا کی تصاویر کی حفاظت کے لئے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں ہوتا جہاں بھوپال دربار سانچی کے ستوپ کو اپنے محلات کی طرح روشن رکھتا ہے وہاں چتوڑ میں خوبصورت آرٹ کے الو کیے نو سنگ بنیادوں کے نیچے دبے ہوئے برباد ہو رہے ہیں اور اودے پور کے عجائب گھر میں دیواروں کے سہارے پڑی شلا میکھوں پر دیواروں کے ساتھ ہی سفیدی کر دی جاتی ہے۔ آج بہار کے کسانوں نے دریافت کر دکھایا وہ مندروں کی اور مسجدوں کی زمینداری کا بوجھ آرام سے اٹھا رہے ہیں۔

نیم حکیم خطرہ جان اکثر لوگ یہی کہا کرتے ہیں کہ مسلمانوں نے مندر توڑ کر ہندو آرٹ کو تباہ کر دیا ہے وہ یہ نہیں جانتے کہ جب بیرونی سجاوٹ کی باریکیوں و اعلیٰ تعمیر کی عدم موجودگی اور ان کھٹے رواجات کی بیہودگی کی وجہ سے ہندو آرٹ کا دم گھٹ رہا تھا تب اسلام نے نئی تعمیر جاری کر کے اس کی روح کو بچایا۔"

(رسالہ پریت لڑی۔ سالنامہ جنوری ۱۹۳۹ء صفحہ ۳۲۲ و ۳۲۳)

ان حوالجات سے روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ مسلمان کا وجود مسعود ہندوستان میں نہ صرف اعلیٰ درجہ کے ہندوؤں کے لئے ہی مفید ثابت ہو

بلکہ وہ کروڑوں انسان بھی انسانیت کی لذت سے آشنا اور اس کے حقوق سے بہرہ ور ہوئے جن کو ہندوستان کی اعلیٰ ذاتوں نے اچھوت سمجھ کر ہمیشہ کے لئے ٹھکرا دیا تھا۔ ان پامال اور راندہ اور حقوق زندگی سے محروم اچھوتوں نے دل و جان سے اسلام کا خیر مقدم کیا اور صدیوں کی ٹھوکروں ٹھوکروں اور ننگوں ساریوں کے بعد انسانیت کا مرتبہ حاصل کیا۔

اس میں کس کو کلام ہو سکتا ہے کہ اسلام کے زیر ہدایت مسلمانوں نے اپنی ہمدردیوں، نوازشوں، محبتوں اور ملکا پول کے ثمرات سے بلا تفریق مذہب و ملت سبھی کو فیضیاب اور لذت آشنا کیا، ہر ایک مذہب، فرقہ، قوم اور جماعت کو مذہب اور ضمیر کی آزادی بخشی۔ ہر ایک کو ایک نظر سے دیکھا اس ملک کو مکیت داد بار سے نکال اوج کمال تک پہنچا دیا۔ یہاں کی زبان تمدن اور تہذیب میں جان ڈالی۔ ہندوستانیوں کو زیور علم سے آراستہ کیا ان کی عقول کو صیقل اور دماغوں کو منور کیا، حریت و مساوات کے تصورات دے کر ان کو صحیح معنوں میں انسان بنایا اور اس ملک کو دنیا کی بہت بڑی طاقت بنایا۔

برادران وطن کی احسان فراموشی

کیا فرزندان توحید ان مسلمہ تاریخی حقائق کی موجودگی میں اس قابل نہ تھے کہ اس ملک کے باشندے ان کا احسان مانتے؟ کیا اخلاق و انسانیت کا تقاضا نہ تھا کہ ایسے جلیل القدر محسنوں سے رشتہ اتحاد و یگانگت قائم رکھا جاتا؟ ان سے مخلصانہ عہد وفا باندھا جاتا احسان سے وغا نہ کی جاتی۔ مگر آہ یہ دیکھ کر انسانیت ماتم کرتی اور تاریخ سر پیٹتی ہے کہ ان محسنوں مربیوں اور خیر خواہوں سے ہمارے ملکی بھائیوں نے نمک حرامیاں غداریاں اور ظاہر و باطن دشمنیاں کیں۔ ان کے خلاف سازشیں کیں اور ان کی پیٹھ میں خنجر گھونپا۔

چونکہ اس چیز کو یہاں مدلل اور تفصیل کے ساتھ لکھنے کا موقع نہیں اور نہ اس کی ضرورت اس لئے میں اس کے ثبوت میں صرف خسرو، ہیمو بقال، پرتھوی راج، مان سنگھ، جے سنگھ، جسونت سنگھ، جوہر مل اور شاہ جی کے نام لکھ دینے پر ہی اکتفا کرتا ہوں۔ ان لوگوں نے مسلمانوں اور مسلمان بادشاہوں کے ساتھ جو کچھ کیا اس کو تاریخ جاننے والے اچھے برے سب جانتے اور مانتے ہیں۔

یہاں بالطبع یہ سوال پیدا ہوتا ہے اور ہونا چاہئے کہ آخر ہمارے ہندو بھائی انسان تھے، انسانی جذبات و احساسات رکھتے تھے انہوں نے شاہان اسلام کے احسانات بیکراں کے بدلہ میں تمرد و سرکشی احسان فراموشی و بیوفائی اور دشمنی و نفرت کا کیوں ثبوت دیا؟ اس کا مختصر جواب تو صرف اتنا ہی کافی ہے کہ یہ کوئی انوکھی اور عجیب بات نہیں حاکم و محکوم قوموں کے درمیان طبعی طور پر نفرت ہوتی ہے اور اس بنا پر کسی قوم کو ملعون نہیں کیا جا سکتا کہ اس نے اپنے حکمران محسنوں کے ساتھ بیوفائی کی۔ آزادی کی تڑپ اور غلامی سے نفرت نہ احسانوں سے دب سکتی ہے اور نہ طاقت و جبر سے ہاں یہ ضرور ہے کہ حاکموں سے نفرت و دشمنی کی بھی ایک حد ہوتی ہے۔ ہر قوم کے یہاں کچھ اخلاقی و انسانی حدود و قیود ہوتی ہیں ان کا لحاظ رکھنا ہر قوم کا اخلاقی فرض ہوتا ہے۔ افسوس صرف اس بات کا ہے کہ ہمارے ملکی بھائیوں نے اس فرض کو ادا نہیں کیا یعنی شاہان اسلام نے جو ان کی تحقیق و خیال کے مطابق دست درازیاں اور مظالم کئے تھے وہ تو تھے ہی مگر جنہوں نے عدل و انصاف کے ساتھ دادِ حکومت دی تھی ان پر بھی فرضی مظالم کا طومار باندھ دیا۔

دشمنی و نفرت کا اصل سبب

مذکورہ بالا بیان سے یہ نہ سمجھ لیجئے کہ اس ملک کے تمام باشندوں نے مسلمانوں کے ساتھ نفرت و دشمنی کا برتاؤ اور شاہان اسلام کے خلاف سازشیں، نمک حرامیاں اور غداریاں کیں۔ ہرگز نہیں ایسا صرف چند ہستیوں نے کیا۔ ہندوستان میں مسلمانوں کی سلطنت کے آغاز ہی سے ایک ایسا گروہ اور طبقہ تھا جو خفیہ خفیہ انارکی و بغاوت کے جراثیم پھیلاتا تھا اور آریہ حکومت قائم کرنے کو اپنا نصب العین بنائے ہوئے تھا اور دل سے اس امر کا متمنی تھا کہ جیسے بھی ہو مسلمانوں کی سلطنت کا تختہ الٹ جائے اور یہ ڈمنٹ اس ملک سے نکل جائیں اور وہ طبقہ برہمن اور بھاٹ تھا۔ یہ ہمیشہ ہندوؤں کے مختلف طبقوں اور قوموں کو مسلمانوں کے خلاف ابھارتے رہے۔ حالانکہ شاہان اسلام نے ان کو بھی مورد الطاف بنا کر ہر طرح نوازا تھا۔ لیکن چونکہ اسلام جمہوریت ... و مساوات کا علمبردار تھا اور شاہان اسلام بھی بالطبع اسی کے حامی تھے اس لئے مسلمانوں سے ان کی نفرت و دشمنی ایک طبعی بات تھی۔

جو لوگ ہمیشہ اپنے آپ کو ایشور کا مکھ اور قانون سے بالاتر کہتے رہے جو برابر تقدس و احترام، طاقت و اقتدار اور علم و نیکی کے واحد اجارہ دار رہے، اور جن کے نزدیک مساوات ایک مکروہ گھنونی اور قابل نفرت چیز رہی اس کو وہ بھلا کیسے گوارا کر سکتے تھے اور یہ کیسے دیکھ سکتے تھے کہ تمام انسانوں کے ساتھ عادلانہ و مساویانہ سلوک ہو اور ان کا مذہبی تقدس اور اثر و اقتدار خاک میں مل جائے۔

برہمنوں کو شودروں اور دوسری چھوٹی اقوام سے انتہائی نفرت تھی اور شاہان اسلام ان گرے ہوؤں کو اٹھاتے اور برابر کا سلوک کرتے تھے اور یہ چیز ان کے لئے ناقابل برداشت تھی۔ اور یہ نفرت کچھ اس وقت کی بات نہیں بلکہ آج بھی موجود اور دنیا میں مشہور ہے۔

غضب یہ ہوا کہ شودر حکومت کے اعلیٰ سے اعلیٰ عہدوں پر فائز ہوئے اور شاہان وقت کے مقرب ترین لوگوں میں شمار ہوئے۔ اس غضب پر غضب یہ ہوا کہ حریت و مساوات کے اس اثر سے ہزاروں لاکھوں اچھوت ویش اور شودر حاکم قوم کے ہم مذہب بن گئے اس طرح ان کے دان اور دکھشنا میں کمی آگئی پہلا سا اقتدار و احترام باقی نہ رہا یہ سب چیزیں ان کے جذبہ نفرت کو بھڑکانے والی اور بغاوت پر آمادہ کرنے والی تھیں انہوں نے گلے اور ستی کی بندش کا سہارا لے کر مسلمانوں کے خلاف اتنا زہر بھر دیا کہ ہندو قوم انکو اپنا دشمن تصور کرنے لگی ادھر ہندو دیاسین نے اچھوتوں کا اسلام میں فوج در فوج داخلہ دیکھ کر اور اس آگ کو ہوا دی اور مستقل جنگ قائم کر دی

اگر کسی مرد کو جریان کی بیماری ہے تو

اُس کیلئے ایک ہی عِلاج ہے

جِس سے ہزاروں مریض تندرست ہو چکے ہیں

اِس بیماری کی دوا کا نام ہے

"جوہر اعظم"

جِریان کا مشہور عِلاج ۔ لاتعداد ڈاکٹروں حکیموں اور ویدوں کا اپنا آزمایا ہوا ۔ جنہوں نے محض اس ایک دوا سے جِریان کے بے شمار مریضوں کو تندرست کردیا ۔ مرد بنا دیا ۔ کون نہیں جانتا کہ دوا "جوہر اعظم"

جِریان کا اصلی عِلاج ہے

جس کی ایک شیشی سے جِریان کی بیماری ختم ہو جاتی ہے ۔ پیشاب کے پہلے یا بعد سُفید رطوبت کا گرنا ، خواب ہونا (احتلام ہونا) وغیرہ سب تکالیف دوا "جوہر اعظم" کی ایک شیشی سے ٹھیک ہو جاتی ہیں ۔ اگر کوئی بھائی جِریان کے مریض ہوں تو انہیں چاہیئے کہ

مینجر زمانہ دواخانہ پی۔بی ۳۲ دہلی کے پتہ پر خط لکھکر دوا "جوہر اعظم" کی شیشی بذریعہ وی پی پارسل منگالیں ۔ ایک شیشی کی قیمت تین روپے آٹھ آنے ہے ۔ پارسل کا محصول ہندوستانی خریداروں سے نہیں لیا جاتا ۔

ٹیلیفون نمبر ۶۲۶

خون اور پیپ کا آنا فوراً بند

ہندوستان میں یہ بیماری لاکھوں انسانوں کو دُکھ دے رہی ہے اور وہ اس دُکھ سے مجبور ہو کر مرجانا اچھا سمجھتے ہیں۔ وہ ہر طرح کی دوائیں استعمال کرنے پر بھی تندرست نہیں ہوتے اور تکلیف سے رویا کرتے ہیں۔

پراچین بھارت کے ویدک طریقوں نے اس بات کو اچھی طرح بتا دیا کہ ہندوستان میں سوزاک کی بیماری کا علاج ہے تو صرف **گونو** ہے کہ جس سے نیا اور پرانا سوزاک پندرہ دن میں بالکل ختم ہو جاتا ہے مگر تعجب کی بات یہ ہے کہ گونو دوا کی پہلی ہی خوراک اپنا اثر دکھاتی ہے، درد، پیپ، جلن کا آنا بالکل بند ہو جاتا ہے اور پندرہ دن میں مریض بالکل اچھا ہو جاتا ہے۔

اگر آپ میں سے کسی کو سوزاک کی بیماری ہے اور ہر طرح کا علاج کرتے کرتے تھک گئے ہوں تو آخری علاج **گونو** دوا کی ایک شیشی منگا کر استعمال کر لیں اور تندرست ہو جائیں۔ شرطیہ علاج ہے۔ قیمت ایک شیشی تین روپے ہے، محصول ڈاک گیارہ آنے (۱۱) علاوہ ہے۔

اکسیری دواخانہ کلاں محل، پوسٹ بکس ۴۱ (ایم ڈی) دہلی

اگر آپکی عورت بچہ نہ چاہے

اگر عورت یہ چاہے کہ اسکے ہاں اولاد نہ ہو۔ اور اس میں اتنی قوت بھی نہ ہو کہ وہ اپنے بچوں کی پرورش اچھی طرح کر سکے اور یہ بات بھی ضروری ہو کہ اولاد پر کنٹرول کیا جائے اور عورت اپنی صحت کو برقرار رکھے تو **کنٹرولین** دوا کے استعمال سے اولاد کا ہونا جبتک چاہو بند ہو سکتا ہے۔ اور سائنسداں نے اس دوا کے اندر یہ کمال رکھا ہے کہ عورت کو کسی طرح کی تکلیف نہیں ہوتی اور ماہواری باقاعدہ ہوتی رہتی ہے یہ دوا ضرورت کے وقت ہی استعمال کیجاتی ہے۔ ایک شیشی کافی عرصہ کام دیتی ہے۔

قیمت ایک شیشی تین روپے ہے، محصول ڈاک گیارہ آنے ۔/۱۱

اکسیری دواخانہ کلاں محل پوسٹ بکس ۴۱ (ایم ڈی) دہلی

سونے کی چوڑیاں مفت

آپ ان چوڑیوں کو بالکل مفت حاصل کر سکتے ہیں یہ اس سونے کی بنی ہوئی ہیں کہ جسکو سنار اور صراف نے آجتک نہیں پہچانا کہ یہ اصلی ہیں یا نقلی، چمک دمک، رنگ روپ میں اصلی سونے کے برابر ہیں۔ بیاہ شادی اور تحفوں میں دینے کے لئے ان چوڑیوں کو منگا کر دیکھئے، دہلی کے کاریگروں نے انکو بہت خوبصورت بنایا ہے۔ صرف شہرت کی غرض سے ان کو بہت ہی کم قیمت میں دیا جا رہا ہے یعنی چار تولے وزن کی چوڑیوں کی قیمت صرف تین روپے ہے دو سیٹ کی قیمت چھ روپے، محصول ڈاک فری۔ اور تین سیٹ منگانے والوں کو ایک سیٹ مفت اور محصول ڈاک بھی معاف ہے۔

گولڈ لک ٹریڈ ایجنسی دریا گنج بازار (ایم ڈی) دہلی

عورت کے لیکوریا کی بہترین دوا
جب عورت سیلان الرحم کے مرض میں مبتلا ہو جاتی ہے
تو اسکے خفیہ جسم سے ہر وقت یا کبھی کبھی سفید پانی (لیسدار سفید رطوبت)
خارج ہونے لگتی ہے یہ مرض عورت کی جوانی کیلئے زہر ہے اور اس کا فوراً علاج
کرنا ضروری ہے ورنہ رفتہ رفتہ عورت کی جوانی ختم ہو جاتی ہے وہ سفید پانی
دراصل جوانی کا جوہر ہوتا ہے۔ پس اگر عورت کے خفیہ جسم سے سفید رطوبت خارج ہوتی
ہو اور وہ تمام جسم میں ایک تکلیف اور بے چینی محسوس کرتی ہو تو اسے
سب کام چھوڑ کر اس کا فوراً علاج کرے۔ اس کی ترکیب یہ ہے کہ
لیڈی ڈاکٹر زنانہ دواخانہ۔ پی بی دہلی
کے پتہ پر خط لکھکر ایک شیشی دوا "روک" منگالے۔ اس دوا کے استعمال شروع کرنے کے
تیسرے ہی دن رطوبت نکلنی بند نہ ہو جائے تو ہمارا ذمہ۔ پوری شیشی کرنے کے بعد
کا اندرونی جسم (رحم) بالکل تندرست ہو جاتا ہے۔ سفید رطوبت کا اخراج بند ہو جاتا ہے
اور عورت اپنے اندر پھر جان اور جوانی کی امنگ محسوس کرتی ہے۔ آزمودہ مجرب دوا
ہے ہزاروں مستورات کو تندرست کر چکی ہے۔ ایک شیشی دوا "روک" کی قیمت
ہے۔ پارسل پر ۲۵ آنے محصول لگتا ہے۔

ماہوار جریدہ
DELHI.
مولوی
مدیر مسئول عبدالحمید خاں
چندہ سالانہ
فی پرچہ
2 ANNAS
ONE RUPEE INDIA 1916
صرف ایک کتاب ہی
مولوی نے ایسی چھاپی ہے جو اس کی خدمات کا ماحصل ہوسکتا ہے اور یہ معلومات اسلامی
کی اردو میں سب سے بڑی کتاب ہے جو چار جید عالموں نے پانچ سال میں پوری کی اور پانچ مرتبہ
چھپ چکی ہے بارہ سو صفحے اعلیٰ کاغذ کی مجلد چرمی کتاب ہے جس کے ابتدائی تین سو صفحات
میں تو فقط اسلام کی برتری اور دوسرے مذاہب کا مقابلہ ہے پھر عقائد، نماز، زکوٰۃ، روزہ
حج اور معاملات، معاشرت، اخلاق، ریاضات، مجاہدات، اعمال سب کی بڑی بڑی
معلومات ہیں۔ گویا پورا کتب خانہ ہے۔ اس کا نام "کتاب الاسلام" ہے قیمت چھ روپے محصول ۱۲
منیجر رسالہ مولوی عبدالحمید خان کوچہ چیلان دہلی

جب میں جوان تھا

اسوقت کی بات ہے جب میں اسکول سے کالج میں داخل ہوا یہی زمانہ میری زندگی کی بربادی کا سبب تھا۔ یہیں سے بُری صحبتیں میری جان کی دشمن بنیں اور اسی آغاز نے مجھے انجام سے بےخبر بنا دیا۔ بس تھوڑے ہی عرصہ میں اپنی جوانی کو برباد کر بیٹھا۔ چہرہ اور جسم کا خون خشک ہو گیا جوانی کی لذتیں تنہائی کی راتوں کی نذر ہو گئیں یعنی وقت سے پہلے شباب ختم ہوا۔ شادی کا وقت آیا اپنے کو ناکارہ پایا۔ سوائے انکار کے کیا کر سکتا تھا۔ والدین کو اس انکار سے تشویش ہوئی۔ سمجھ گئے کچھ بات ہے۔ انہوں نے دُنیا دیکھی تھی۔ ملال و پژمردگی چھپا نہیں کرتی۔ تاڑ گئے کہنے لگے ابھی وقت ہے کہ تم اپنے کو سنبھال لو جوانی کا زمانہ زندگی کا دشمن بن کر آتا ہے اور اس کا مقابلہ کرنا ہی انسانی زندگی کی کامیابی ہے تم اس دشمن سے مات کھا گئے اس نے تمہیں زیر کر دیا گھبرانے اور فکر کرنے کی ضرورت نہیں ابھی وقت ہے کہ تم اس دشمن کا اپنے ہاتھوں سے گلا گھونٹ دوگے۔ جانتے ہو کیا ترکیب ہے ؟۔

ری جووین کورس! اس علاج نے تم جیسے حرمانِ نصیبوں کو جوانی کا جام پلا کر مست و سرشار بنا دیا ہے۔ جو کچھ خرابیاں بُری صحبتوں سے انسانی جسم کے اندر پیدا ہو جاتی ہیں وہ تمام سولہ (۱۶) روز کے اندر دور ہو جاتی ہیں۔ حقیقتاً یہ اس علاج کا کمال ہے اور بہت بڑا کمال کہ ناکارہ انسان سولہ روز کے اندر پھر جوانی کی بےپناہ خوشیوں سے کھیلنے لگتا ہے اور اسکو ناکامی نہیں ہوتی۔ اس سولہ روز کے علاج کا نام **ری جووین کورس** ہے جسکی قیمت پانچ روپے ہے محصولڈاک کا خرچ ۱۱ آنہ الگ ہے

اس کی ایجاد کا سہرا

اکسیری دواخانہ کلاں محل پوسٹ بکس نمبر ۱۴۹ (ایم ڈی) دہلی

کے سر ہے۔ جس نے بڑی مدت کے بعد ویدوں اور مشہور طبیبوں کے مشورہ سے ایک دوا کھانے اور ایک لگانے کی تیار کر کے ملک کے نوجوانوں اور جوانوں کو شباب و جوانی کی نعمت سے مالا مال کر دیا ہے۔

دولت
اور
محبت مفت

ناظرین! دنیا میں دُنیا میں جھوٹ اور سچ کی تمیز نہیں ہے مگر میں آپکو خدا کی قسم کھا کر یقین دلاتا ہوں کہ آپ مسلمان ہیں تو میری قسم کا اعتبار کیجئے میں نے ان چیزوں کے حاصل کرنے میں بڑی ہی محنت کی ہے اور ہزاروں روپیہ برباد کیا ہے تب کہیں جا کر کامیابی نصیب ہوئی ہے اب میں ان عملیات کو عام فائدے کی غرض سے پیش کر رہا ہوں اگر آپکا دل چاہے تو منگا لیجئے اور چند روپوں پیسوں کی خاطر میں اپنے ایمان کو برباد نہیں کروں گا اور نہ ہندو مسلم بھائیوں کو دھوکا دونگا۔ مندرجہ ذیل نقش و تعویذ بذریعہ وی پی پارسل روانہ کئے جاتے ہیں

قسمت کا موتی اسکو سوتے ہوئے اپنے سرہانے رکھنے سے خواب میں بشارت ہو جاتی ہے کہ اس کام میں کامیابی ہوگی یا نہیں اور یہ کہ اسکا طریقہ کیا ہے اور کیونکر کامیابی ہوگی بالکل سچا جواب ملتا ہے اسکے عامل نے برسوں میں اس عمل کو یاد کیا ہے۔

ہدیہ ایک روپیہ دس آنے (۱۰؍ ۱) محصول الگ ہے

دولت کی کنجی یہ ایک تعویذ ہے جسکو روپے پیسے میں رکھنے سے اسقدر ترقی ہوتی ہے کہ خدا کی شان دکھائی دیتی ہے اور غریبی مفلسی دور ہو جاتی ہے تعجب ہوتا ہے کہ اتنی جلدی دولت کہاں سے آگئی نوکری کی صورت میں جیب میں رکھ کر جاؤ افسر مہربان ہو جاتا ہے۔ ہدیہ عہ

محبت کی ڈوری فقیروں نے بڑی بڑی محنتیں کر کے ایسی چیزیں حاصل کی ہیں یہ بھی عامل کامل صاحب کا عطیہ ہے جس کسی سے محبت ہو یا کسی کو اپنے دام میں پھنسانا ہو اور بغیر دام غلام بنانا ہے شادی کی تمنا ہو تو محبت کی ڈوری سے کام لیجئے اور جس جگہ آپکا مطلوب ہو وہاں سے گذر جایئے یا ڈوری کو اپنے محبوب کے پلنگ یا دروازے تک پہنچا دیجئے پھر اسکی تڑپ کا تماشا دیکھئے وہ ماہی بےآب کیطرح تڑپ کر آپ تک ضرور پہنچیگا۔ ہدیہ (عہ)

سید نواب شاہ عالم کالا محل (ایم ڈی) دہلی

ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا او اخطانا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
چاند کی بیس تاریخ تک بھی اگر اتفاق سے کوئی پرچہ نہ ملے تو دوسرا پرچہ دفتر سے خود بھیج منگا لیجئے

نمبر خریداری آپ کا اسی جگہ لکھا ہوا ہے جہاں آپ کا پتہ جا کر پہلے سے درج نہیں ہو جواب لکھ بھیجئے اسکے حوالہ کے بغیر آپ کی کسی شکایت خصوصاً تبادلۂ پتہ کی تعمیل ناممکن ہے۔

مولوی دہلی

جو ہر اسلامی مہینے کی بارہ تاریخ کو حمیدیہ پریس دہلی سے شایع ہوتا ہے

جلد ۴۰ | بابت ماہ رجب المرجب سنہ ۱۳۶۳ھ | نمبر ۲

شذرات

سکندر جناح پیکٹ

پیکٹ وہ قانونی معاہدہ ہے جو جائز امور کیلئے منصفانہ شرائط پر ہا ہمی برابر کے شرکا میں انجام پائے جو قانون کی نگاہ میں معزز ہوں پھر اس معاہدہ پر گواہ بھی ہوں کوئی خفیہ کارروائی۔ کوئی غیر آئینی فیصلہ کوئی غیر منصفانہ عہد ہرگز قابل پذیرائی نہیں۔ ایک پیکٹ کے آئینی ہونے کیلئے یہ بھی ضروری ہے کہ عملی اقدام سے پہلے اس کی نوعیت اور عادل گواہوں کی شہادت مرتب ہو جائے۔ اقدام کے بعد کی حیثیت عرفی کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔ اور دنیا کی کسی عدالت میں ایسے واہی تباہی زبانی پیکٹ کو تسلیم نہیں کیا جاتا۔ یہ پیکٹ ازدواجی زندگی شروع کرنے کا ہو یا تجارتی ہو یا سیاسی۔ اگر خفیہ ہے یا غیر آئینی ہے تو کالعدم ہے پھر یہ کہ کوئی پیکٹ ازلی ابدی نہیں ہوتا بلکہ مدت گذر جانے پر یا حالات تبدیل ہو جانے پر ہر پیکٹ کو فسخ کیا جا سکتا ہے۔ البتہ عقد کی طرح تبدیل و تنسیخ کے لئے بھی شہادت و اعلان ضروری ہے تنسیخ کا اعلان نہ کرنے کے باوجود جو عہد کو توڑتا ہے وہ غدار اور کھلا ہوا منافق ہے۔ سمجھوتہ البتہ ایسی چیز ہے جو چور اور ڈاکو بھی کر لیتے ہیں اور پھر اس کو نباہتے ہیں لیکن قانونی حیثیت سے اس کی کوئی اہمیت نہیں۔

پھر یہ پیکٹ ہوتا ہے دو آئینی جماعتوں میں اور آئینی جماعت وہ کہلاتی جاتی ہے جس کے ارکان کی فہرست معلوم ہو۔ جسکے قواعد و ضوابط متعین ہوں اور قانون کے دائرہ میں ہوں اور ان میں رد و بدل کے شرائط واضح کئے گئے ہوں۔ اس کے اجلاس متعینہ اوقات میں منعقد ہوتے ہوں۔ اس کے متعلق حتمی اور یقینی طور پر معلوم ہو کہ اس جماعت کی رکنیت کے کیا شرائط ہیں اس کا نصب العین کیا ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ سکندر جناح پیکٹ کی کیا نوعیت تھی اور سر سکندر مرحوم کی یہ پیکٹ کرتے وقت کیا حیثیت تھی؟ انہوں نے یہ پیکٹ ذاتی حیثیت سے کیا تھا یا اپنی جماعت کی طرف سے اور وہ جماعت تھی بھی یا نہیں اگر سر سکندر کا یہ پیکٹ ذاتی حیثیت سے تھا تو ان کے ساتھ ہی ختم ہو گیا اور اگر وہ کوئی دوامی پٹہ کی شکل رکھتا تھا تو پھر سر سکندر کے حقیقی وارث اور فرزند ارجمند سردار شوکت حیات خاں نے اس کو ختم کر دیا۔ اب جو لوگ اپنے آپ کو سر سکندر مرحوم کے متوسلین اور عقیدتمندوں میں سمجھتے ہیں ان پر واجب ہے کہ سردار شوکت حیات خاں کے ساتھ اپنے جذبات وفاداری کی تجدید و توثیق کریں ورنہ بیوفا اور غدار کہلائینگے۔

اگر کہا جائے کہ سر سکندر مرحوم کو اتحاد پارٹی نے باقاعدہ طریقہ پر پیکٹ کرنے کا مجاز کیا تھا اور انہوں نے جو کچھ کیا اپنی پارٹی کی طرف سے کیا تو اتحاد پارٹی کا وہ اجلاس کب ہوا تھا جس میں سر سکندر کو یہ پیکٹ کرنے کا حق دیا گیا نیز یہ بھی معلوم ہونا ضروری ہے کہ اس اجلاس میں مسلم اور غیر مسلم تمام ارکان شریک تھے یا یہ کارروائی صرف مسلمانوں کی تھی؟

اگر اتحاد پارٹی کا ایسا کوئی اجلاس نہیں ہوا اور سر سکندر نے بحیثیت لیڈر کے یہ اقدام کیا اور بعد میں اپنی پارٹی کو ہموار کر لیا تو بھی یہ امر دریافت طلب ہے کہ سر سکندر نے اپنی پارٹی کو ہموار کرنے کے لئے یہ جلسہ کب طلب کیا۔ نیز یہ کہ پارٹی کے مسلم و غیر مسلم ارکان نے اپنی مرضی ریکارڈ کرائی یا نہیں۔

اگر ان تمام امور کا باقاعدہ ریکارڈ ہے تو پھر دریافت طلب امر ہے کہ جب پورے قواعد و ضوابط کی پابندی کرتے ہوئے پارٹی لیڈر نے پیکٹ کر لیا تھا اور اپنے دستخط ثبت کر دیئے تھے تو اتحاد پارٹی کے مسلم ارکان کو اس کی کیا ضرورت تھی کہ وہ انفرادی طور پر مسلم لیگ کے قرطاس رکنیت پر دستخط کریں

پھر یہ کہ جب ان حضرات نے دستخط کئے تھے تو شرائط رکنیت میں اس دفعہ کو دیکھا تھا یا نہیں کہ مسلم لیگ کا رکن کسی دوسرے سیاسی ادارہ میں داخل نہیں ہو سکتا۔ پھر جس طرح انفرادی طور پر انہوں نے رکنیت قبول کی تھی اسی طرح انفرادی طور پر اس دفعہ کے متعلق بھی کوئی تحریری شرط لگائی تھی یا نہیں؟ ہر شخص نے بلا استثنا قرطاس رکنیت پر دستخط کیسے کر دیئے۔

اگر عقل اور آئین کا دنیا میں کہیں وجود ہے تو ہر ذی عقل شخص یہی کہیگا کہ جس نے مسلم لیگ کے قرطاس رکنیت پر دستخط کر دیئے اس نے اعلان کر دیا کہ اس کا تعلق کسی اور سیاسی ادارہ سے نہیں ہے۔ اور صرف مسلم لیگ سے ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ سکندر جناح پیکٹ اول دن سے کچھ بھی نہ تھا سوائے اس کے کہ سر سکندر جو مسلم لیگ کے مخالف تھے اور اب لیگ کے موافق اور تبع ہو گئے انھوں نے اپنی وفاداری کا عملی ثبوت دینے کے لئے لیگ کو پنجاب میں مضبوط کرنے کا ایک پروگرام بنایا تھا اور اس وقت کے سیاسی حالات کو دیکھتے ہوئے قائد اعظم نے اس کی اجازت دیدی تھی اس کو لغوی معنے میں پیکٹ کہنا اور پڑھے لکھے لوگوں کو بیوقوف بنانے کی کوشش کرنا ٹوانہ صاحب ہی کی ذہانت ہے۔ اگر بفرض محال یہ کوئی پیکٹ تھا بھی تو اتحاد پارٹی کے کتنے آدمیوں نے اس کی تحریری طور پر توثیق کی اور کتنے آدمیوں نے مسلم لیگ کے قرطاس پر دستخط کرتے ہوئے اس استثنا کو ظاہر کیا سر سکندر نے اس پیکٹ کی ذمہ داری کو انفرادی بنا کر خود بخود اس کو کالعدم کر دیا ہے جس نے مسلم لیگ کے قرطاس رکنیت کی دفعات پڑھکر اس پر دستخط کئے ہیں اس نے بنا ہیں سوائے اس پیکٹ کے ہر پیکٹ سے تبرا کر لیا اور کسی

وقت بھی اس کا مجاز نہیں کہ "اگر مگر" کرے اور اگر اس نے غیر منتہ ارادہ طور پر بغیر دیکھے دستخط کئے ہیں اور پھر اس نے دیکھا کہ اس کا مقصد اصلی فوت ہو رہا ہے تو اس کو مسلم لیگ سے استعفا دے دینا چاہئیے۔ استعفا دیئے بغیر مسلم لیگ کے مقاصد کی راہ میں روڑا اٹکانے والے کو سوائے غدار اور منافق کے اور کیا کہا جا سکتا ہے۔

بات صرف اتنی ہے کہ مسلم لیگ باقاعدہ آل انڈیا ادارہ ہے اور مسلمانوں کی واحد نمایندہ جماعت ہے اگر سر سکندر مرحوم کے اخلاص پر شبہ نہ کیا جائے تو معاملہ یہ نظر آتا ہے کہ مرحوم دیکھ رہے تھے کہ اتحاد پارٹی ایک مقامی اور غیر آئینی ٹولی ہے جس نے پنجاب کی سیاست پر قبضہ جما رکھا ہے۔ لہٰذا انہوں نے یہ سیاسی اقدام اس لئے کیا کہ اس ٹولی کے اقتدار کو آل انڈیا مسلم لیگ ختم کر کے حصول پاکستان کو آسان کر دے اور اسی لئے انہوں نے مسلم اتحادیوں کو حکم دیا کہ مسلم لیگ جیسی آئینی اور ملی جماعت کی باقاعدہ رکنیت کا شرف حاصل کر کے اپنی حیثیت آئینی بنائیں اور وقت آنے پر اتحاد پارٹی کے اس غیر آئینی اور غیر فطری تسلط کو ختم کر دیں۔ سر سکندر سے سینکڑوں کاش غلطیاں ہوئیں اللہ ان کو معاف کرے لیکن انہوں نے اس جرم کا ارتکاب کبھی نہیں کیا کہ وہ مسلمانوں کے قائداعظم کے حکم سے سرتابی کریں یا مسلم لیگ کی جماعتی اور سیاسی حیثیت کو کم کرنے کی کوشش کریں۔ وہ آخر وقت تک اپنی بیعت پر قائم رہے اور حتی المقدور مسلم لیگ کو مضبوط بنانے کی کوشش کرتے رہے۔ بیشک جیسا کام ہونا چاہیئے تھا نہیں ہوا لیکن وہ انہی غداروں کی وجہ سے نہیں ہوا جنھوں نے اپنے آپ کو ملت اسلامیہ کے مسلم لیگی ظاہر کرتے ہوئے اس کی راہ میں کانٹے بوئے اور انہی لوگوں کی ریشہ دوانیوں کی وجہ سے جو آج بھی اپنے آپ کو سر سکندر کا مخلص پیرو ظاہر کرتے ہیں سردار شوکت حیات خاں ہر قسم کے مظالم اور بیوفائیوں کو استقامت کے ساتھ برداشت کر رہے ہیں۔ سردار شوکت حیات خاں اتحاد پارٹی کا ساتھ کیسے دے سکتے تھے جبکہ یہ پارٹی نہ آج عوام کی نمایندہ ہے اور نہ پہلے کبھی تھی۔ چند سیاسی مصالح کی بنا پر سر فضل حسین مرحوم نے ایک غیر معمولی اور مخصوص طریقہ کار اختیار کر کے پنجاب کی مسلم اکثریت پر جو مظالم ہو رہے تھے اس کا سد باب کرنے کی کوشش کی تھی اس وقت مسلمانوں کی کسی سیاسی نمایندہ جماعت میں جان نہیں تھی اور نہ مسلمانوں کے سامنے کوئی ایسا سیاسی نصب العین تھا جو تعلیمات قرآنی کے مطابق ہو عموماً مسلمانوں کا شیرازہ بکھرا ہوا تھا اور پنجاب کی حالت تو سب سے زیادہ ناگفتہ بہ تھی مسلمان زندہ درگور تھے اور ان کی اکثریت فاقہ مر رہی تھی اور سود در سود کی لعنت میں گرفتار تھی یہ حالات تھے کہ سر فضل حسین نے اتحاد پارٹی بنائی ان کے سیاسی دماغ کی داد دینا چاہیئے کہ انہوں نے اتحاد پارٹی کو ایک ٹولی کی حیثیت سے زیادہ نہیں بڑھنے دیا۔

ملک خضر حیات خاں پنجاب کے مسئلہ کو مقامی بتاتے ہیں اور ان کی کیفیت آل انڈیا مسلم لیگ کے محترم صدر کے مطالبہ کو بیرونی لوگوں کی مداخلت سے تعبیر کرتے ہیں حالانکہ یہ سب سے بڑا مغالطہ اور نہایت بھونڈی سفسطہ بازی ہے قائداعظم کا مطالبہ بالکل آل انڈیا حیثیت سے ہے اور اس کا اثر پوری ملت اسلامیہ کے مستقبل پر پڑتا ہے۔ یہ سوال پنجاب و بنگال کا نہیں ہے بلکہ مسلم اور غیر مسلم کا ہے اس فیصلہ کا اثر مسلمانوں کی پوری سیاست پڑتا ہے۔ مسلمان پاکستان پر کامل تسلط چاہتے ہیں اور اپنے قومی علاقوں میں مکمل آزادی کے لئے کوشاں ہیں۔ پنجاب پاکستان کا سب سے اہم علاقہ ہے اور یہاں کے مسلمانوں کی دینی سیاسی اور معاشی تنظیم سب سے زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔

ملک صاحب نے وزیر اعظم ہونے کے بعد آل انڈیا مسلم لیگ کی کونسل میں یہ اعتراف کیا کہ مسلم لیگ کا کام جس طرح پنجاب میں ہو رہا تھا وہ ہر طرح ناقابل اطمینان تھا اور یہ کہ وہ پوری کوشش کر کے مسلم لیگ کی تنظیم جلد کریں گے اور اس کے سیاسی حقوق کا پورا انتظام کریں گے۔ قائداعظم نے دہلی کے تاریخی اجلاس میں اور ملک صاحب کی موجودگی میں ان کے اس عہد و میثاق کا اعلان کیا اور پھر ملک صاحب نے بھی اس اعلان کی توثیق کی لیکن نتیجہ کیا ہوا؟ ۲۰ مارچ ۱۹۴۴ء کو گورنمنٹ پنجاب نے جس کے وزیر اعظم میجر ملک خضر حیات خاں صاحب بالقابہم ہیں لیجسلیٹو اسمبلی کی پارٹیوں کی جو فہرست دی ہے ان میں صرف ایک رکن سردار شوکت حیات خاں کو لیڈر بتایا گیا ہے گویا ملک صاحب نے تمام ملت اسلامیہ کو یہ صریح دھوکہ دیا کہ مسلم لیگ کی تنظیم جدید کرنے کی بجائے اتحاد پارٹی کو مضبوط بناتے رہے۔

خدارا کوئی ہمیں بتائے کہ یہ رسول اکرم جیسے اصدق الصادقین کی پیروی ہے یا عبد اللہ بن ابی جیسے رئیس المنافقین کی۔

ملک صاحب اب بھی اپنے ایمان و اخلاص کے راگ الاپے جاتے ہیں مسلم لیگ کے ساتھ انہوں نے جو منافقت کا برتاؤ کیا وہ تو کیا لیکن اپنے اسلام کا ثبوت انھوں نے یہ دیا ہے کہ مسلم لیگ سے نکالے جانے کے بعد بھی نہ تو انھوں نے مسلمانوں کی کسی دوسری سیاسی جماعت سے رشتہ جوڑا اور نہ خود کوئی اسلامی جماعت کی تشکیل کی جس سے ہم سمجھتے کہ ایمان تو ہے صرف اختلاف رائے کی وجہ سے یہ شخص مسلم لیگ کی موافقت نہ کر سکا۔ انھوں نے کیا تو یہ کہ اسلام اور مسلمانوں کے کھلے ہوئے دشمنوں کی پناہ میں چلے گئے۔ بعض اخبارات کو خرید لیا۔ مسلم لیگ کے خلاف مستقل پروپیگنڈا شروع کر دیا۔ اور اب بعض کمزور طبع مسلم ارکان کو بھی اپنے روپے اور اپنے اثر سے خریدنے کے درپے ہیں اور طرہ یہ کہ کسی اسلامی جماعت کے رکن نہ ہونے کے باوجود وہ ان چھوٹی چھوٹی مسلم جماعتوں کو جو ابھی تک مسلم لیگ میں شامل نہیں ہیں یہ دعوت دیتے ہیں کہ وہ جماعتیں متحد ہو کر مسلم لیگ کے خلاف مورچہ بنائیں۔ اپنے سیاسی رہنما سر سکندر مرحوم کے ساتھ اخلاص و وفاداری کا بار بار اعلان کرنے کے باوجود مرحوم کے لخت جگر کو ہر قسم کی مشکلات میں پھنسانے کی کوشش کرتے ہیں اور ان پر صریح ظلم کرنے پر گورنر پنجاب کی مدد کرتے ہیں محض اس بنا پر کہ سردار شوکت حیات خاں اپنے اس عہد و پیمان کو جو انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کیلئے مسلم لیگ سے کیا تھا قائم کئے ہوئے ہیں۔ اور یہ سب کارروائی کس لئے کی جاتی ہے محض اس لئے کہ گورنر پنجاب اور سر چھوٹو رام کی خوشنودی پروانہ لیکر دنیا سے جائیں کہ سند رہے اور بوقت ضرورت کام آئے۔

بن مغیرہ سب سے بڑا سردار تھا ان کے بعد دیکھئے کہ ایک خود مختار اور مطلق العنان فرمانروا پر قرآن نے کیا اثر کیا جب مسلمان کفار کے مظالم سے تنگ آ کر حبش چلے گئے تو ان کے تعاقب میں قریش کا ایک وفد بھی نجاشی فرمانروائے حبش کے دربار میں باریاب ہوا جس نے استدعا کی کہ ہمارے کچھ آدمی بھاگ کر آپ کے ہاں چلے آئے ہیں آپ انہیں ہمارے حوالے کر دیں اور اپنے ملک سے نکل جانے کا حکم صادر کریں اس لئے بھی نہیں کہ یہ ہمارے دین کی مذمت کرتے ہیں اور ہمارے بتوں کو برا کہتے ہیں بلکہ آپ کے عیسوی مذہب کی بھی توہین کرتے ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی خدا کا بیٹا نہیں مانتے اور حضرت مریم کی شان میں بھی نا ملائم الفاظ استعمال کرتے ہیں۔

قریش کے وفد نے نہ صرف نجاشی کو مسلمانوں کے خلاف خوب بھڑکایا اور تمام ارکان دربار اور پادریوں کو ہموار کر لیا بلکہ نجاشی اور اس کے امراء کی خدمت میں گراں بہا تحائف بھی پیش کئے لیکن جس کا خدا حامی ہو اس کو کون مٹا سکتا ہے۔ نجاشی کو واقعی اپنے دین کی مذمت اور مسلمانوں کی شرکت سن کر غصہ آیا تھا اور اس نے حکم دے دیا تھا کہ یہ لوگ کل دربار میں ہمارے سامنے پیش کئے جائیں کفار خوش تھے کہ اب یہ لوگ ہمارے حوالے کر دیئے جائیں گے اور ہم دل کھول کر ان کو ستائیں گے اور اذیت پہنچانے کا موقع ملے گا جب فرزندان توحید نجاشی کے دربار میں پیش ہوئے تو اس نے پوچھا کہ تمہارا کیا مذہب ہے اور میں نے سنا ہے کہ تم حضرت عیسیٰ کی مذمت کرتے ہو تو حضرت جعفر طیار نے فرمایا یہ قطعاً غلط ہے کہ ہم حضرت عیسیٰ کی برائی کرتے ہیں ہم انہیں ابن اللہ تسلیم نہیں کرتے مگر اللہ تعالیٰ کا رسول مانتے ہیں اس کے بعد آپ نے عین دربار میں سورہ مریم کی تلاوت شروع کر دی جس کے سنتے ہی نجاشی پر رقت طاری ہو گئی اور اس نے بے ساختہ کہا:

"خدا کی قسم کہ یہ کلام اور انجیل کا کلام دونوں ایک ہی چراغ کے پرتو ہیں"

پھر اس نے حکم دیا کہ آپ میرے ملک میں آرام و آسائش کے ساتھ رہیں نجاشی پر کلام الٰہی کا اتنا گہرا اور عمیق اثر پڑا تھا کہ وہ آخر وقت تک قائم رہا اس نے بعد کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تحائف عقیدت بھیجے حضرت ام حبیبہ کا عقد وہیں سے آپ کے ساتھ کر کے خود ہی مہر ادا کر دیا اور آخر میں اسلام لے آیا کیا قرآنی تاثیرات کا یہ ایک زندہ کرشمہ نہیں کہ ایک قلب فرمانروائے ملک کا مسحور ہو کر رہ گیا۔

مشہور کاہن ساحر اور قرآنی اثر

یہ تو شاہان تھے بلند ترین اور مقتدر ترین انسانوں کے تاثرات کی جو بالعموم دولت و اقتدار کے نشے میں سرشار ہوتے ہیں غرور و نخوت کے پیکر سمجھے جاتے ہیں جن کے قلب واقعی گو نہ سخت ہوتے ہیں لیکن قرآنی معجزہ کاری ان پر بھی اثر انداز ہو کر ہی رہی اب ہم اس جماعت کے ایک ممتاز اور نامور شخص کو منتخب کر کے اس کے تاثرات آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں جو اس زمانہ میں گویا تقدس کا درجہ رکھتی تھی اور جس کے پاس ہزار ہا اشخاص کیا امراء اور سردار بھی پہنچتے رہتے تھے اور وہ سحر و ساحری اور جہاں بینی اور کہانت میں کامل ہونے کی وجہ سے ملک میں ایک خاص اثر و اقتدار رکھتی تھی یہ ہستی ضماد ازدی تھے کہ سحر و کہانت اور طب و حکمت میں کمال رکھتے تھے۔ انہیں حضور رسول کریم سے بھی عقیدت تھی انہیں خبر لگتی ہے کہ آپ دیوانے ہو گئے ہیں بغرض علاج بڑے دعوے کے ساتھ آتے ہیں ان کے آنے کی خبر سن کر مکہ میں بھی ایک شور مچ جاتا ہے بکثرت تماشائی جمع ہو جاتے ہیں۔ ضماد جو آپ کے سامنے پہنچتے ہیں تو آپ ان کے سامنے قرآن کریم سے مختصر سی حمد اور کلمہ ماثور پڑھ دیتے ہیں یہ سنتے ہی حیرت سے آپ کا منہ تکتے ہیں اور علاج و منتر سب کچھ بھول جاتے ہیں اور منت کر کے بار بار پڑھواتے ہیں اور پھر بے ساختہ کہہ اٹھتے ہیں "میں نے شعراء کے قصائد جادوگروں کے منتر اور کاہنوں کی باتیں سنی ہیں دیکھی ہیں لیکن تمہارا کلام تو چیز ہی دوسری ہے یہ تو سمندر کی گہرائی تک اتر گیا" کہا اور اسی وقت کلمہ شہادت پڑھ کر مسلمان ہو گئے اور کفار دیکھتے رہ گئے۔

اسی طرح قبیلہ غفار کا نامور اور ممتاز شاعر آپ کے دعوۂ رسالت کا شہرہ سن کر خفیہ طور پر مکہ آتا ہے اور آپ سے ملتا ہے آپ اس کے سامنے چند آیات قرآنی پڑھ دیتے ہیں وہ خاموش چلا جاتا ہے اور اپنے بھائی سے جا کر کہتا ہے کہ لوگوں نے آپ کو کاہن اور شاعر مشہور کر رکھا ہے میں نے آپ کے کلام کو شاعرانہ معیار اور پھر کاہنوں کے کلام سے ملا کر دیکھا لیکن مجھے یہ دونوں سے جداگانہ چیز نظر آیا اور میں سمجھ گیا کہ آپ نہ شاعر ہیں نہ کاہن خدا کی قسم لوگ جھوٹے ہیں اور آپ سچے ہیں" یہ تھے شاعروں اور کاہنوں طبیبوں کے تاثرات قرآن کے متعلق۔

حضرت عثمان بن مظعون اور قرآنی اثر

قبیلہ بنو ذہل بن شیبان کا سردار آپ کے سامنے آتا ہے بہت ہوشیار اور بہت نامور شخص ہے آپ اس کے سامنے سورہ انعام کی یہ مشہور آیت پڑھتے ہیں ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربی وینہی عن الفحشاء والمنکر والبغی یعظکم لعلکم تذکرون اللہ تعالیٰ تمہیں انصاف احسان اور رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنے کا حکم دیتا ہے اور فواحش معاصی اور مظالم سے منع کرتا ہے اور تمہیں سمجھاتا ہے تاکہ تمہیں نصیحت ملے اور تم اچھی زندگی بسر کر سکو

اس نامور سردار کی حالت صرف ایک ہی مرتبہ اسے سن کر متغیر ہو گئی اور اس کے اسلوب بیان اور ندرت انداز نے اس نامور سردار کو مسحور کر لیا اور اسلام لے آیا وہ کافر تھے کچھ لکھے غور سے سنتے تھے ان کی زبان تھی فوراً متاثر ہو جاتے تھے اول تو ہم عربی زبان کی فصیح و بلیغ ندرتوں سے واقف نہیں اور پھر غور بھی نہیں کرتے اثر ہو تو کس طرح اس کے علاوہ ہمارے قلب بھی معاصی کی تاریکیوں سے ظلمت کدہ غفلت بنے ہوئے ہیں ہمیں متنبہ کرنے والی اور حقیقت کی طرف مائل کرنے والی ہستیاں خود حقیقت یابی کی تہی داماں ہیں۔ مغرب کی نماز ہو رہی تھی سورہ الحمد شریف کے بعد آپ نے قرآن شروع کیا حضرت عثمان بن مظعون اس وقت مشرک تھے ایک طرف بیٹھے ہوئے فرزندان توحید کی اس موثر ترین عبادت کا تماشہ دیکھ رہے تھے اتنے میں آپ نے یہ آیت پڑھی ام خلقوا من غیر شیء ام ہم الخالقون ام خلقوا السموات والارض بل لا یوقنون ام عندہم خزائن ربک ام ہم المصیطرون کیا یہ لوگ آپ ہی آپ پیدا ہو گئے یا اپنے آپ کو پیدا کرنے والے بھی خود ہیں کیا یہ زمین و آسمان انہوں نے ہی بنائے ہیں انہوں نے تو نہیں بنائے بات اتنی ہے کہ یہ یقین نہیں کرتے کیا تیرے پروردگار کے خزانے انہیں کے قبضہ میں ہیں یا انہی کی حکومت چل رہی ہے تمام [illegible] سنتے ہی آن کی آن میں حضرت عثمان کی حالت اور سے اور ہو گئی پہلو میں قلب پھڑکنے لگا اور اسی وقت ایمان لے آئے

زندہ مذہب مسلمان کسے کہتے ہیں؟

(از سیدنا حضرت مولانا ابو الاعلیٰ صاحب مودودی مدظلہ العالی)

برادرانِ اسلام! آج میں آپ کے سامنے مسلمان کی صفات بیان کروں گا یعنی یہ بتاؤں گا کہ مسلمان ہونے کے لئے کم سے کم شرطیں کیا ہیں۔ آدمی کو کم از کم کیا ہونا چاہئے کہ وہ مسلمان کہلائے جانے کے قابل ہو۔

اس بات کو سمجھنے کے لئے سب سے پہلے آپ کو یہ جاننا چاہئے کہ کفر کیا ہے اور اسلام کیا ہے۔ کفر یہ ہے کہ آدمی خدا کی فرمانبرداری سے انکار کردے جو خدا کی بھیجی ہوئی ہدایت کے خلاف ہو۔ اسلام اور کفر کا یہ فرق قرآن مجید میں صاف صاف بیان کر دیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

ومن لم یحکم بما انزل الله فاولئك هم الکافرون

یعنی جو شخص خدا کی اتاری ہوئی ہدایت کے مطابق فیصلہ نہ کرے ایسے ہی لوگ دراصل کافر ہیں۔

فیصلہ کرنے سے یہ مراد نہیں ہے کہ عدالت میں جو مقدمہ جائے بس اسی کا فیصلہ خدا کی کتاب کے مطابق ہو بلکہ فیصلہ سے مراد وہ فیصلہ ہے جو ہر شخص اپنی زندگی میں ہر وقت کیا کرتا ہے ہر موقع پر تمہارے سامنے یہ سوال آتا ہے کہ فلاں کام کیا جائے یا نہ کیا جائے؟ فلاں بات اس طرح کی جائے یا اس طرح کی جائے؟ فلاں معاملہ میں یہ طریقہ اختیار کیا جائے یا وہ؟ ایسے تمام موقعوں پر ایک طریقہ خدا کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت بتاتی ہے اور دوسرا طریقہ انسان کے اپنے نفس کی خواہشات یا باپ دادا کی رسمیں یا انسانوں کے بنائے ہوئے قانون بتاتے ہیں اب جو شخص خدا کے بتائے ہوئے طریقہ کو چھوڑ کر کسی دوسرے طریقہ کے مطابق کام کرنے کا فیصلہ کرتا ہے وہ دراصل کفر کا طریقہ اختیار کرتا ہے اگر اس نے اپنی ساری زندگی کے لئے یہی طریقہ اختیار کیا ہو تو وہ پورا کافر ہے اور اگر وہ بعض معاملات میں تو خدا کی ہدایت کو مانتا ہو اور بعض میں اپنے نفس کی خواہشات کو یا رسم و رواج کو یا انسانوں کے قانون کو خدا کے قانون پر ترجیح دیتا ہو تو جس قدر بھی وہ خدا کے قانون سے بغاوت کرتا ہے اسی قدر کفر میں مبتلا ہے۔ کوئی آدھا کافر ہے کوئی چوتھائی کافر ہے کسی میں دسویں حصہ کا کفر ہے اور کسی میں بیسواں حصہ غرض جتنی خدا کے قانون سے بغاوت ہے اتنا ہی کفر بھی ہے۔

اسلام اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ آدمی صرف خدا کا بندہ ہو نہ نفس کا بندہ، نہ باپ دادا کا بندہ، نہ خاندان اور قبیلہ کا بندہ، نہ مولوی صاحب اور پیر صاحب کا بندہ نہ زمیندار صاحب اور تحصیلدار صاحب اور مجسٹریٹ صاحب کا بندہ۔ نہ خدا کے سوا کسی اور صاحب کا بندہ۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے

قل یا اهل الکتاب تعالوا الی کلمة سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا الله ولا نشرك به شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون الله فان تولوا فقولوا اشهدوا بانا مسلمون (آل عمران ع ٧)

یعنی اے نبی! اہل کتاب سے کہو کہ آؤ، ہم تم ایک ایسی بات پر اتفاق کرلیں جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے یعنی جو تمہارے نبی بھی بتا گئے ہیں اور خدا کا نبی ہونے کی حیثیت سے میں بھی وہی بات کہتا ہوں۔ وہ بات یہ ہے کہ ایک تو ہم اللہ کے سوا کسی کے بندے بن کر نہ رہیں۔ دوسرے یہ کہ خدائی میں کسی کو شریک نہ کریں۔ اور تیسری بات یہ ہے کہ ہم میں سے کوئی انسان کسی انسان کو اللہ کے بجائے اپنا مالک اور اپنا آقا نہ بنائے۔ یہ تینوں باتیں اگر وہ نہیں مانتے تو ان سے کہدو کہ گواہ رہو، ہم تو مسلمان ہیں، یعنی ہم ان تینوں باتوں کو مانتے ہیں۔"

افغیر دین الله یبغون وله اسلم من فی السموات والارض طوعا وکرها والیه یرجعون

یعنی "کیا وہ خدا کی اطاعت کے سوا کسی اور کی اطاعت چاہتے ہیں حالانکہ خدا وہ ہے کہ زمین اور آسمان کی ہر چیز چار و ناچار اسی کی اطاعت کر رہی ہے اور سب کو اسی کی طرف پلٹنا ہے۔

ان دونوں آیتوں میں ایک ہی بات بیان کی گئی ہے۔ یعنی یہ کہ اصلی دین خدا کی اطاعت اور فرمانبرداری ہے۔ خدا کی اطاعت کے یہ معنے نہیں ہیں کہ بس پانچ وقت اس کے آگے سجدہ کرلو۔ بلکہ اس کی عبادت کے معنے یہ ہیں کہ رات دن میں ہر وقت اس کے احکام کی اطاعت کرو۔ جس چیز سے اس نے منع کیا ہے اس سے رک جاؤ۔ جس چیز کا اس نے حکم دیا ہے اس پر عمل کرو۔ ہر معاملہ میں یہ دیکھو کہ خدا کا کیا حکم ہے۔ یہ نہ دیکھو کہ تمہارا اپنا دل کیا کہتا ہے تمہاری عقل کیا کہتی ہے۔ باپ دادا کیا کر گئے ہیں۔ خاندان اور قبیلہ والوں کی کیا مرضی ہے۔ جناب مولوی صاحب قبلہ اور جناب پیر صاحب قبلہ کیا فرماتے ہیں۔ اور فلاں صاحب کا کیا حکم ہے اور فلاں صاحب کی کیا مرضی ہے۔ اگر تم نے خدا کے حکم کو چھوڑ کر کسی کی بات بھی مانی تو گویا خدائی میں اس کو شریک کیا اس کو وہ درجہ دیا جو صرف خدا کا درجہ ہے حکم دینے والا تو صرف خدا ہے ان الحکم الا لله بندگی کے لائق تو صرف وہ ہے جس نے تمہیں پیدا کیا اور جس کے بل بوتے پر تم زندہ ہو۔ زمین اور آسمان کی ہر چیز اسی کی اطاعت کر رہی ہے۔ کوئی پتھر کسی پتھر کی اطاعت نہیں کرتا۔ کوئی درخت کسی درخت کی اطاعت نہیں کرتا۔ کوئی جانور کسی جانور کی اطاعت نہیں کرتا پھر کیا تم جانوروں اور درختوں اور پتھروں سے بھی گئے گذرے ہو گئے کہ وہ تو صرف خدا کی اطاعت کریں اور تم خدا کو چھوڑ کر انسانوں کی اطاعت کرو۔ یہ ہے وہ بات جو قرآن کی ان دونوں آیتوں میں بیان فرمائی گئی ہے۔

اب میں آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ کفر اور گمراہی دراصل نکلتی کہاں سے ہے۔ قرآن مجید ہم کو بتاتا ہے کہ اس کمبخت بلا کے آنے کے تین راستے ہیں۔

پہلا راستہ انسان کے اپنے نفس کی خواہشات ہیں۔

ومن اضل ممن اتبع هواه بغیر هدی من الله ان الله لا یهدی القوم الظلمین

یعنی اس سے بڑھ کر گمراہ کون ہوگا جس نے خدا کی ہدایت کے بجائے اپنے نفس کی خواہش کی پیروی

کہ ایسے ظالم لوگوں کو خدا ہدایت نہیں دیتا۔"

مطلب یہ ہے کہ سب سے بڑھ کر انسان کو گمراہ کرنے والی چیز انسان کا اپنے نفس کی خواہشات ہیں۔ جو شخص خواہشات کا بندہ بن گیا اس کے لئے خدا کا بندہ بننا ممکن ہی نہیں۔ وہ تو ہر وقت یہ دیکھیگا کہ مجھے روپیہ کس کام میں ملتا ہے، میری عزت اور شہرت کس کام میں ہوتی ہے، مجھے لذت و لطف کس کام میں حاصل ہوتا ہے، مجھے آرام و آسائش کس کام میں ملتی ہے۔ بس یہ چیزیں جس کام میں ہونگی اسی کو وہ اختیار کریگا چاہے خدا اس سے منع کرے۔ اور یہ چیزیں جس کام میں نہ ہوں اس کو وہ ہرگز نہ کریگا چاہے خدا اس کا حکم دے۔ تو ایسے شخص کا خدا اللہ تبارک و تعالیٰ نہ ہوا اس کا اپنا نفس ہی اس کا خدا ہو گیا۔ اس کو ہدایت کیسے مل سکتی ہے؟ اس بات کو دوسری جگہ قرآن میں یوں بیان کیا گیا ہے۔

ارایت من اتخذ الٰھه ھواہ افانت تکون علیه وکیلا ام تحسب ان اکثرھم یسمعون او یعقلون ان ھم الا کالانعام بل ھم اضل سبیلا۔

یعنی اے نبی تم نے اس شخص کے حال پر غور بھی کیا جس نے اپنے نفس کی خواہش کو اپنا خدا بنا لیا ہے؟ تم کیا ایسے شخص کی نگرانی کر سکتے ہو؟ کیا تم سمجھتے ہو کہ ان میں بہت سے لوگ سنتے اور سمجھتے ہیں؟ ہرگز نہیں، یہ تو جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی گئے گذرے۔"

نفس کے بندے کا جانوروں سے بدتر ہونا ایسی بات ہے جس میں کسی شک کی گنجائش ہی نہیں ہے۔ کوئی جانور آپ کو ایسا نہ ملیگا جو خدا کی مقرر کی ہوئی حد سے آگے بڑھتا ہو۔ ہر جانور وہی چیز کھاتا ہے جو خدا نے اس کے لئے مقرر کی ہے، اسی قدر کھاتا ہے جس قدر اس کے لئے مقرر کی ہے اور جتنے کام جس جانور کے لئے مقرر ہیں بس وہ اتنے ہی کرتا ہے۔ مگر یہ انسان ایسا جانور ہے کہ جب یہ اپنی خواہش کا بندہ بنتا ہے تو وہ حرکتیں کر گزرتا ہے جن سے شیطان بھی پناہ مانگے۔

یہ تو گمراہی کے آنے کا پہلا راستہ ہے۔ دوسرا راستہ یہ ہے کہ باپ دادا سے جو رسم و رواج جو عقیدے اور خیالات جو رنگ ڈھنگ چلے آ رہے ہوں آدمی ان کا غلام بن جائے اور خدا کے حکم سے بڑھ کر ان کو سمجھے اور اگر ان کے خلاف خدا کا حکم اس کے سامنے پیش کیا جائے تو کہے کہ میں تو وہی کرونگا جو میرے باپ دادا کرتے تھے اور جو میرے خاندان اور قبیلہ کا رواج ہے۔ جو شخص اس مرض میں مبتلا ہے وہ خدا کا بندہ کب ہوا؟ اس کے باپ دادا اور اس کے خاندان اور قبیلے کے لوگ ہیں۔ اس کو یہ جھوٹا دعویٰ کرنے کا کیا حق ہے کہ میں مسلمان ہوں؟ قرآن کریم میں اس پر بڑی سختی کے ساتھ تنبیہ کی گئی ہے۔

واذا قیل لھم اتبعوا ما انزل اللہ قالوا بل نتبع ما الفینا علیه اباءنا اولو کان اباؤھم لا یعقلون شیئا ولا یھتدون

اور جب کبھی ان سے کہا گیا کہ جو حکم خدا نے بھیجا ہے اس کی پیروی کرو تو انہوں نے یہی کہا کہ ہم تو اس بات کی پیروی کرینگے جو ہمیں باپ دادا سے ملی ہے۔ اگر ان کے باپ دادا کسی بات کو نہ سمجھتے ہوں اور راہ راست پر نہ ہوں تو کیا یہ پھر بھی انہی کی پیروی کئے چلے جائینگے؟"

دوسری جگہ فرمایا ہے۔

واذا قیل لھم تعالوا الی ما انزل اللہ والی الرسول قالوا حسبنا ما وجدنا علیه اباءنا اولو کان اباؤھم لا یعلمون شیئا ولا یھتدون یا ایھا الذین امنوا علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل اذا اھتدیتم الی اللہ مرجعکم جمیعا فینبئکم بما کنتم تعملون

اور جب کبھی ان سے کہا گیا کہ آؤ اس فرمان کی طرف جو خدا نے بھیجا ہے اور رسول کے طریقے کی طرف تو انہوں نے کہا کہ ہمارے لئے تو بس وہی طریقہ کافی ہے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔ کیا یہ باپ دادا ہی کی پیروی کئے چلے جائینگے چاہے ان کو کسی بات کا علم نہ ہو اور وہ سیدھے راستے پر نہ ہوں؟ اے ایمان لانے والو تم کو تو اپنی فکر ہونی چاہیے۔ اگر تم سیدھے رستے پر لگ جاؤ تو کسی دوسرے کی گمراہی سے تمہیں کوئی نقصان نہ ہوگا۔ آخرکار تم سب کو خدا کی طرف واپس جانا ہے اس وقت خدا تم کو تمہارے اعمال کی نیک و بد سب دکھا دیگا۔"

یہ ایسی گمراہی ہے جس میں تقریباً ہر زمانے کے جاہل لوگ مبتلا رہے ہیں اور ہمیشہ خدا کے رسولوں کی ہدایت کو ماننے سے یہی چیز انسان کو روکتی رہی ہے۔ حضرت موسیٰ نے جب لوگوں کو خدا کی شریعت کی طرف بلایا تھا اس وقت بھی لوگوں نے یہی کہا تھا۔

اجئتنا لتلفتنا عما وجدنا علیه اباءنا

کیا تو ہمیں اس راستے سے ہٹانا چاہتا ہے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے؟

حضرت ابراہیم نے جب اپنے قبیلے والوں کو شرک سے روکا تو انہوں نے بھی یہی کہا تھا۔

وجدنا اباءنا لھا عابدین

ہم نے تو اپنے باپ دادا کو انہی خداؤں کی بندگی کرتے پایا ہے۔"

غرض اسی طرح ہر نبی کے مقابلے میں لوگوں نے یہی حجت پیش کی ہے کہ تم جو کہتے ہو یہ ہمارے باپ دادا کے طریقے کے خلاف ہے اسلئے ہم اسے نہیں مانتے۔ چنانچہ قرآن میں ارشاد ہے۔

وکذالک ما ارسلنا من قبلک فی قریة من نذیر الا قال مترفوھا انا وجدنا اباءنا علی امة وانا علی اثارھم مقتدون قال اولو جئتکم باھدی مما وجدتم علیه اباءکم قالوا انا بما ارسلتم به کافرون فانتقمنا منھم فانظر کیف کان عاقبة المکذبین

یعنی ایسا ہی ہوتا رہا ہے کہ جب کبھی ہم نے کسی بستی میں کوئی ڈرانے والا پیغمبر بھیجا تو اس بستی کے کھاتے پیتے لوگوں نے یہی کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک طریقہ پر پایا ہے اور ہم انہی کے نقش قدم پر چل رہے ہیں۔ پیغمبر نے ان سے کہا کہ اگر میں اس سے بہتر بات تمہیں بتاؤں جس پر تم نے باپ دادا کو پایا ہے تو کیا پھر بھی تم باپ دادا ہی کی

پیروی کئے چلے جاؤ گے؟ انہوں نے جواب دیا ہم اس بات کو نہیں مانتے جو تم کہتے ہو پس جب انہوں نے یہ جواب دیا تو ہم نے بھی ان کو خوب سزا دی اور اب دیکھ لو کہ ہمارے احکام جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا ہے"۔

یہ سب کچھ بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یا تو باپ دادا کی پیروی کر لو یا پھر ہمارے ہی حکم کی پیروی کرو۔ یہ دونوں باتیں ایک ساتھ نہیں ہو سکتیں مسلمان ہونا چاہتے ہو تو سب کچھ چھوڑ کر صرف اس بات کو مانو جو ہم نے بتائی ہے۔

واذا قیل لہم اتبعوا ما انزل اللہ قالوا بل نتبع ما وجدنا علیہ اباءنا اولو کان الشیطٰن یدعوھم الی عذاب السعیر ومن یسلم وجہہ الی اللہ وھو محسن فقد استمسک بالعروۃ الوثقیٰ والی اللہ عاقبۃ الامور ومن کفر فلا یحزنک کفرہ الینا مرجعھم فننبئھم بما عملوا

جب ان سے کہا گیا کہ اس حکم کی پیروی کرو جو خدا نے بھیجا ہے تو انہوں نے کہا کہ "نہیں ہم تو اس بات کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے" چاہے شیطان ان کو عذاب جہنم ہی کی طرف کیوں نہ بلا رہا ہو جو کوئی اپنے آپ کو بالکل خدا کے سپرد کر دے اور نیکوکار ہو اس نے تو مضبوط رسی تھام لی اور آخر کار تمام معاملات خدا کے ہاتھ میں ہیں اور جس نے اس سے انکار کیا تو اے نبی تم کو اس کے کفر سے رنجیدہ ہونے کی ضرورت نہیں وہ سب ہماری طرف واپس آنے والے ہیں پھر ہم انہیں ان کے اعمال کا نتیجہ دکھا دیں گے۔

یہ گمراہی کے آنے کا دوسرا راستہ تھا۔ تیسرا راستہ قرآن نے یہ بتایا ہے کہ انسان جب خدا کے حکم کو چھوڑ کر دوسرے لوگوں کا حکم ماننے لگتا ہے اور یہ خیال کرتا ہے کہ فلاں شخص بڑا آدمی ہے اس کی بات ٹھیک ہوگی، یا فلاں شخص بڑا صاحب اقتدار ہے اس لئے اس کی فرمانبرداری کرنی چاہیے یا فلاں صاحب اپنی بد دعا سے مجھے تباہ کر دیں گے یا اپنے ساتھ جنت میں لے جائیں گے اس لئے جو وہ کہیں وہی صحیح ہے یا فلاں قوم بڑی ترقی کر رہی ہے اس لئے اس کے طریقے اختیار کرنے چاہئیں تو ایسے شخص پر خدا کی ہدایت کا راستہ بند ہو جاتا ہے۔

وان تطع اکثر من فی الارض یضلوک عن سبیل اللہ

اور اگر تو نے ان بہت سے لوگوں کی اطاعت کی جو زمین میں رہتے ہیں تو وہ تجھ کو خدا کے راستہ سے بھٹکا دیں گے"

یعنی آدمی سیدھے راستہ پر اس وقت ہو سکتا ہے جب اس کا ایک خدا ہو۔ سینکڑوں ہزاروں خدا جس نے بنا لئے ہوں اور جو کبھی اس خدا کے کہے پر اور کبھی اس خدا کے کہے پر چلتا ہو وہ سیدھا راستہ کہاں پا سکتا ہے۔

اب آپ کو معلوم ہو گیا کہ گمراہی کے تین بڑے بڑے سبب ہیں۔

ایک نفس کی بندگی۔

دوسرے باپ دادا اور خاندان اور قبیلے کے رواجوں کی بندگی۔

تیسرے عام طور پر دنیا کے لوگوں کی بندگی جن میں دولتمند لوگ اور حکام وقت اور نام نہاد دینی پیشوا اور گمراہ قومیں سب ہی شامل ہیں۔

یہ تین بڑے بڑے بت ہیں جو خدائی کے دعویدار بنے ہوئے ہیں جو شخص مسلمان بننا چاہتا ہو اس کو سب سے پہلے ان تینوں بتوں کو توڑنا چاہیئے پھر وہ حقیقت میں مسلمان ہو جائیگا ورنہ جس نے یہ تینوں بت اپنے دل میں بٹھا رکھے ہوں اس کا بندۂ خدا ہونا مشکل ہے۔ وہ دن میں پچاس وقت کی نمازیں پڑھ کر اور دکھاوے کے روزے رکھ کر اور مسلمانوں کی سی شکل بنا کر انسانوں کو دھوکہ دے سکتا ہے کہ میں پکا مسلمان ہوں مگر خدا کو دھوکہ نہیں دے سکتا۔

بھائیو! آج میں نے آپ کے سامنے جن تین بتوں کا ذکر کیا ہے ان کی بندگی اصلی شرک ہے آپ نے پتھر کے بت توڑ دیئے تو کیا ہوا اینٹ اور چونے سے بنے ہوئے بتخانے ڈھا دیئے مگر سینوں میں جو بتخانے بنے ہوئے ہیں ان کی طرف کم توجہ کی سب سے زیادہ ضروری بلکہ مسلمان ہونے کے لئے اولین شرط ان بتوں کو توڑنا ہے اگرچہ میرا خطاب تمام مسلمانوں سے ہے اور مجھے یقین ہے کہ ساری دنیا اور تمام ہندوستان میں مسلمان جس قدر نقصان اٹھا رہے ہیں وہ انہی تین بتوں کی پوجا کا نتیجہ ہے مگر چونکہ اس وقت میرے سامنے میرے ہندوستانی بھائی ہیں اس لئے میں خاص طور پر ان کو کہتا ہوں کہ آپ کی تباہی اور آپ کی ذلت اور مصیبت کی جڑ یہ تین چیزیں ہیں جو آپ نے ابھی مجھ سے سنی ہیں۔ آپ اس سرزمین میں کروڑ سے زیادہ ہیں اس ملک کی آبادی میں چوتھائی سے زائد آپ ہیں مگر اتنی بڑی قوم ہونے کے باوجود یہاں آپ کا کوئی وزن نہیں بعض نہایت قلیل التعداد قوموں کا وزن آپ سے بڑھ کر ہے اس کی وجہ پر بھی آپ نے کبھی غور کیا! اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ نفس کی بندگی، خاندانی رواجوں کی بندگی اور خدا کے سوا دوسرے انسانوں کی بندگی نے آپ کی طاقت کو اندر سے کھوکھلا کر دیا ہے۔

آپ میں راجپوت ہیں، گکھڑ ہیں، مغل ہیں، جاٹ ہیں اور بہت سی قومیں ہیں۔ اسلام نے ان سب قوموں کو ایک قوم، ایک دوسرے کا بھائی، ایک ہمہ دیوار بننے کے لئے کہا تھا جس کی اینٹ سے اینٹ جڑی ہوئی ہو۔ مگر آپ اب بھی وہی پرانے خیالات لئے ہوئے بیٹھے ہیں جس طرح ہندوؤں میں الگ الگ گوتریں ہیں اسی طرح آپ میں بھی اب تک قبیلے قبیلے الگ ہیں۔ آپس میں مسلمانوں کی طرح شادی بیاہ نہیں۔ ایک دوسرے سے برادری اور بھائی چارہ نہیں زبان سے آپ ایک دوسرے کو مسلمان بھائی کہتے ہیں۔ مگر حقیقت میں آپ کے درمیان وہی سب امتیازات ہیں جو اسلام سے پہلے تھے ان امتیازات نے آپ کو ایک مضبوط دیوار نہیں بننے دیا۔ آپ کی ایک ایک اینٹ الگ ہے۔ آپ نہ مل کر اٹھ سکتے ہیں اور نہ مل کر کسی مصیبت کا مقابلہ کر سکتے ہیں اگر اسلام کی تعلیمات کے مطابق آپ سے کہا جائے کہ توڑ دو ان امتیازات کو اور آپس میں مل کر ایک ہو جاؤ تو آپ کیا کہیں گے؟ بس وہی ایک بات یعنی ہمارے باپ دادا سے جو رواج چلے آ رہے ہیں ان کو ہم نہیں توڑ سکتے اس کا جواب خدا کی طرف سے کیا ملتا ہے بس یہی کہ تم نہ توڑو ان رواجوں کو تم دو چھوڑو ہندوانہ رسموں کی تقلید کرو ہم بھی تم کو ٹکڑے ٹکڑے کر دینگے

نے صرف اعزاز و تکریم کے لئے کھائی ہے لیکن یہ قول بے ثبوت ہے کیونکہ یہ ضروری نہیں کہ جس کی قسم کھائی جائے وہ معزز و مشرف ہی ہو دیکھو قرآن میں انجیر، زیتون، عصر، چاشت، رات اور آفتاب وغیرہ کی قسمیں کھائی ہیں تو کیا ان سب کی عزت افزائی مقصود ہے یا یہ چیزیں اشرف الکائنات ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جن چیزوں کی قسم کھائی جائے اُن کا مشرف و معزز ہونا ضروری ہے۔ جب تک قسم کھانے والے کی نظر میں کوئی چیز قابلِ عزت و کرامت نہ ہو کسی زبان میں اُسکی قسم کوئی نہیں کھاتا (صورت استہزاء اس سے مستثنیٰ ہے) لیکن معزز و مکرم ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ اشرف الکائنات ہو بلکہ مطلب یہ ہو کہ اپنی نوع میں اشرف ہو۔ انجیر اور زیتون پھلوں میں عظمت کی نظروں سے دیکھے جاتے ہیں۔ عصر و چاشت اوقات میں ممتاز ہیں۔ سورج ہر قسم کی روشنی پیدا کرنے والی چیزوں سے زیادہ روشن ہے۔ اس طرح رسول پاک محمدؐ تمام فرشتوں اور انسانوں میں بزرگ و برتر ہیں۔ حضورؐ سے زیادہ بارگاہِ الٰہی کا تقرب کسی کو حاصل نہیں ہوا۔

(۷) اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّلۡمُتَوَسِّمِیۡنَ۔ متوسمین سے مراد مجاہد کے نزدیک وہ اہلِ فراست ہیں جن کے دلوں کے اندر نورِ الٰہی چمکتا ہے اور اس نور کی روشنی میں وہ پوشیدہ واقعات کو دیکھتے ہیں۔ حضرت ابو سعید خدریؓ کی روایت ہے حضور اقدسؐ نے فرمایا مومن کی فراست سے ڈرو۔ وہ اللہ کے نور (کی روشنی میں) دیکھتا ہے۔ پھر حضورؐ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ اخرجہ البخاری فی التاریخ والترمذی وابن مردویہ وغیرہم۔ قتادہ نے متوسمین کا ترجمہ اہلِ عبرت کیا ہے۔ بعض علماء نے غور و خوض کرنے والا وہ طبقہ مراد لیا ہے جو واقعات میں نظر و فکر کر کے صحیح استدلال قائم کر کے صحیح نتیجہ پر پہنچتا ہے۔ حضرت انسؓ بن مالک کی مرفوع روایت ہے کہ اللہ کے کچھ بندے ایسے ہیں جو لوگوں کو توسم (علامات) سے پہچان لیتے ہیں۔ یہاں یہ نکتہ سمجھ لینا چاہئے کہ خدا تعالیٰ نے متوسمین کے ساتھ آیات کا لفظ استعمال کیا اور مومنین کے ساتھ فقط لفظ آیت۔ بات یہ ہے کہ عام مومنین اگرچہ عبرت اندوز نظر اور ہدایت آگین نورِ بصیرت رکھتے ہیں لیکن خاص اہلِ ایمان کو جو نور باطن عطا کیا گیا ہے وہاں تک عوام کی رسائی نہیں۔ اسلئے واقعاتِ عبرت اور نیز گنجہائے قدرت کے اندر اسرارِ الٰہیہ کا انکشاف اور رموزِ سربستہ کا ظہور متوسمین کے قلب پر جتنا ہوتا ہے اتنا عام مومنوں پر نہیں ہوتا۔ اسی غرض کو پیش نظر رکھ کر فرمایا کہ واقعہ لوط و ابراہیمؑ میں عام مومنین کے لئے اگرچہ نشانِ قدرت موجود ہے لیکن اہلِ توسم کے لئے گوناگوں آیاتِ حکمت و علاماتِ یقین مضمر ہیں۔

(۸) لَبِسَبِیۡلٍ مُّقِیۡمٍ قتادہ کے نزدیک مقیم کے معنی ہیں۔ کشادہ اور واضح۔ مجاہد کے قول پر وہ راستہ مراد ہے جس پر علامات و نشانات قائم کر دیئے گئے ہوں۔ حافظ ابن کثیر نے فرمایا کہ مدینہ سے شام کو جانے والے لوگوں کو راستہ کے دائیں طرف کچھ اُلٹی ہوئی بستیاں ملتی ہیں۔ یہی قوم لوط کی بستیاں تھیں۔ میں کہتا ہوں کہ عرب کے شمال اور شام کے جنوب میں ایک جھیل ہے جس کا پانی شور ہے۔ اس جھیل کو بحیرۂ مردار کہا جاتا ہے۔ اس کے کنارے سدوم اور عمورہ وغیرہ قوم لوط کی بستیاں تھیں۔ انہی آبادیوں پر عذابِ الٰہی نازل ہوا تھا۔

مقصود بیان:۔ انبیاء کے پاس کبھی فرشتے بشری شکل میں بھی آتے ہیں اور پیامِ الٰہی پہونچاتے ہیں لیکن بشری شکل میں نمودار ہونے کے بعد بھی خصوصیاتِ بشری سے پاک ہوتے ہیں۔ انبیاء کو ہر وقت مکاشفہ نہیں ہوتا بعض اوقات جب انبیاء مادی تعلقات کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو اُس وقت انکشافِ اسرار نہیں ہوتا چنانچہ فرشتے جب حضرت ابراہیم اور حضرت لوط کے پاس بصورتِ انسانی پہونچے تو ابتدا میں دونوں بزرگ اصلی حقیقت کو نہ پہچان سکے لیکن اس کے باوجود ہر حالت میں اہلِ باطن کا نورِ فراست بہت روشن ہوتا ہے چنانچہ حضرت ابراہیمؑ نے نورِ فراست سے اس قدر ضرور پہچان لیا کہ فرشتوں کے آنے کی غرض ضرور عذابِ الٰہی کا نزول ہے اس لیئے آپ نے فرمایا ہم کو تم سے ڈر لگتا ہے اور بشارتِ اولاد کے بعد بھی فرمایا اصلی بات بتاؤ آنے کی وجہ حقیقی کیا ہے اہلِ نظر اگرچہ تمام واقعاتِ عالم کو حقیقۃً واحد حقیقی کی قدرت ہی سے وابستہ سمجھتے ہیں اور کارسازِ حقیقی کو ہر تغیر، تصرف اور عمل کا مختار و قادر جانتے ہیں مگر عالمِ اسباب میں رہنے کی وجہ سے وہ کل واقعاتِ قدرت کو اسباب کی زنجیروں سے جکڑا ہوا یقین رکھتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ اگرچہ خدا سب کچھ کر سکتا ہے مگر ہر چیز کا اسی نے ایک سبب بھی بنایا ہے اور ہر نتیجہ کو اسباب سے وابستہ کیا ہے۔ اسی بناء پر جب فرشتوں نے حضرت ابراہیمؑ کو اولاد کی بشارت دی تو آپ نے ازراہِ تعجب (نہ ازراہِ انکار) اپنی پیرانہ سالی کو پیش کیا اور فرمایا میں بوڑھا ہو چکا۔ اب تم کیا مجھے اولاد کی خوشخبری دیتے ہو لیکن اہلِ باطن کو چونکہ یہ بات دکھنی ہے کہ اسباب میں تاثیر پیدا کرنے والا اور مبادی سے نتائج کو وابستہ کرنے والا اس بات پر بھی قادر ہے کہ بغیر سبب نتیجہ پیدا کر دے خصوصاً مقبولان بارگاہ اور برگزیدوں کے لئے وہ اپنے عمومی ضابطہ کو کبھی توڑ دیتا ہے اس لئے حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا میں اللہ کی رحمت سے ناامید نہیں ہوں۔ ناامید تو وہی لوگ

ہوتے ہیں جو حقیقت سے ناآشنا ہوں یعنی ناواقف رموز ہوں۔ رحمت بلا کا انکار نہیں کرسکتا۔ آیت فَأَسْرِ بِأَهْلِكَ الخ بتا رہی ہے کہ اہل کا اطلاق بیوی، بچوں پر تو ہوتا ہی ہے مگر دیگر پیروی کرنے والوں پر بھی کبھی ہوجاتا ہے چنانچہ جب حضرت لوطؑ کو حکم ہوا کہ اس بستی سے نکل جاؤ اور آگے آگے اپنے اہل کو کرلو اُن کے پیچھے خود چلو اور منہ پھیر کر پیچھے نہ دیکھو تو اس جگہ لفظ أَدْبَارَهُمْ میں جمع کی ضمیر استعمال کی۔ حالانکہ حضرت لوطؑ کی صرف دو لڑکیاں تھیں لڑکا کوئی نہ تھا بیوی ساتھ نہ تھی۔ دو لڑکیوں کی طرف جمع کی ضمیر راجع نہیں ہوسکتی معلوم ہوا کہ کچھ لوگ اور بھی تھے خواہ وہ خادم ہوں یا قوم کے بعض افراد جو حضرت لوطؑ پر ایمان لے آئے تھے لفظ وَاتَّبِعْ دلالت کر رہا ہے کہ امام قوم کے لئے لازم ہے کہ سب کو سمیٹ کر چلے تاکہ کوئی کمزور اپاہج بوڑھا بچہ بیمار وغیرہ رہ نہ جائے۔ حضور اقدسؐ بھی جب لشکر کے ساتھ تشریف لیجاتے تو قلب لشکر میں نہ چلتے بلکہ دائیں بائیں کنارہ پر چلتے تاکہ سب کی حالت کا معائنہ کرتے جائیں۔ اس آیت کی ضمنی مفہوم سے ضرب پڑ رہی ہے شاہان عجم کے دستور پر جو قلب میں خود رہتے ہیں اور تمام ہمراہیوں کو اپنے جلو میں چلاتے ہیں۔

آیت وَلَا يَلْتَفِتْ الخ سے ظاہر ہوتا ہے کہ حکم الٰہی کی تعمیل میں انسان کو ہمہ تن غرق ہوجانا چاہئے۔ چون و چرا اور حیلہ گری کرنا خلاف بندگی ہے۔ جدھر کو جانے کا حکم ہوا اور جو کچھ کرنے کا امر ہو اس کی تعمیل بلا تاخیر و تامل واجب ہے۔ اس آیت سے ایک اشارہ اس طرف بھی ہے کہ نزول عذاب کی کیفیت دیکھنا اور منزل عذاب میں ٹھہرنا جائز ہے۔ نزول عذاب کو دیکھنے سے یا طبیعت میں رقت پیدا ہوگی اور بعض اقارب کی ہلاکت پر رحم آئیگا یا طبیعت خوش ہوگی۔ بہرحال اعدائے الٰہی کی تباہی پر رحم کھانا یا نزول عذاب کو اپنے لئے باعث تفریح سمجھنا دونوں جائز نہیں۔ آیت لَعَمْرُكَ الخ دو باتوں پر دلالت کر رہی ہے۔ رسول پاکؐ کی عظمت شان اور اعزاز و تکریم بھی اس سے معلوم ہوتی ہے اور اس بات پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ جسمانی طاقت عیش و طرب، دولت و مرتبت، عزت و حکومت وغیرہ کا نشہ آدمی کو اندھا کردیتا ہے۔ اس کو بدمستی کے وقت نتیجہ کی اچھائی برائی کچھ نہیں سوجھتی۔

ہدایت خاص بعض اہل ظاہر کہتے ہیں کہ عذاب الٰہی سلسلۂ اسباب سے خارج ہے یعنی اقوام پارینہ پر عذاب آیا وہ بغیر اسباب کے آیا۔ مگر اُن کا یہ قول محض دعویٰ ہے اس پر کوئی دلیل نہیں۔ اسباب دو قسم کے ہوتے ہیں ظاہر اور پوشیدہ۔ پوشیدہ اسباب ہلاکت تو کفر و معصیت اور تمرد و سرکشی ہیں اور ظاہری اسباب مختلف ذرائع مثلاً زلزلہ طوفان آب و باد کسی ظالم حکومت کی سفاکی، امراض عامہ وغیرہ ہر قوم کا پوشیدہ اسباب کے تحت ہلاک و برباد ہونا تو ظاہر ہی ہے۔ مگر ظاہری اسباب بھی اُن کی تباہی کا ذریعہ ضرور بنے۔ مثلاً قوم لوط کے کفر و معصیت کی وجہ سے خدا تعالیٰ نے اُن پر مادی عذاب مسلط کیا اُن فرشتوں کو مامور کیا گیا جو کائنات ارضی پر مؤکل تھے۔ مؤکل فرشتوں نے نزول عذاب کا انتظام کیا بحکم زمین کے اندر جو آتش گیر اور زہریلے مواد پیدا کرنے والی چیزیں تھیں اُن کو بروئے کار لائے۔ زلزلہ آیا، زمین پھٹی، گڑگڑاہٹ پیدا ہوئی۔ پہاڑوں کے ٹکڑے اٹھ گئے کل طبقہ الٹ گیا۔ پتھر جل جل کر کھنگر بن گئے۔ پارہ پارہ ہوکر اُڑے۔ اُڑ کر گرے اور کل بستیاں تباہ ہوگئیں۔ لیکن جن لوگوں کی نجات مقصود تھی اُن کو پہلے سے اطلاع دیدی گئی وہ بچکر نکل گئے

وَإِنْ كَانَ أَصْحَابُ الْأَيْكَةِ لَظَالِمِينَ ۝

اور بیشک ایکہ کے رہنے والے بھی ظالم تھے

فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ وَإِنَّهُمَا لَبِإِمَامٍ مُبِينٍ ۝

تو ہم نے اُن سے بھی انتقام لیا یہ دونوں بستیاں کھلے شارع عام پر واقع ہیں

وَلَقَدْ كَذَّبَ أَصْحَابُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِينَ ۝

اور حجر والوں نے بھی پیغمبروں کو جھٹلایا تھا

وَآتَيْنَاهُمْ آيَاتِنَا فَكَانُوا عَنْهَا مُعْرِضِينَ ۝

اور اُن کو ہم نے نشانیاں دی تھیں مگر وہ اُن سے روگرداں رہے

وَكَانُوا يَنْحِتُونَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا آمِنِينَ ۝

اور وہ دلجمعی سے پہاڑوں کو تراش کر گھر بناتے تھے

فَأَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُصْبِحِينَ ۝

اُن کو بھی صبح ہوتے ہوتے ایک چنگھاڑ نے پکڑ لیا

فَمَا أَغْنَىٰ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ۝

اور جو کچھ وہ کماتے تھے اُن کے بالکل کام نہ آیا

تفسیر گذشتہ آیات میں حضرت ابراہیم و حضرت لوطؑ کا قصہ بیان فرمایا تھا تاکہ بصیرت اندوز نظر رکھنے والے غور کریں کہ اللہ اپنے نیک بندوں کو بغیر ظاہری اسباب کے بھی نوازتا ہے اور

تباہ کار سرکش کافر باوجود ظاہری اسباب نہ ہونے کے بھی تباہ کر دیئے جاتے ہیں - ان آیات میں حضرت شعیب اور حضرت صالح کی اقوام کا تذکرہ کر کے گذشتہ مقصود کی در پردہ تبلیغ فرمائی۔

ضحاک و قتادہ کہتے ہیں کہ اَلْاَیْکَۃ کے معنی ہیں گنجان گھنے درخت باجماع مفسرین یہ حضرت شعیب کی قوم تھی - ابن مردویہ اور ابن عساکر نے بروایت ابن عمرو مرفوعاً بیان کیا کہ اہل مدین اور اصحاب الایکہ جدا جدا قومیں تھیں۔ دونوں کی ہدایت کے لئے حضرت شعیب کو نبی بنا کر بھیجا گیا تھا۔

اصحاب الایکہ اور اہلِ مدین دونوں ظالم تھے۔ مشرک بھی تھے - رہزنی بھی کرتے تھے اور ناپ تول میں بے ایمانی بھی کرتے تھے۔ حضرت شعیبؑ نے اُن کو سمجھایا نہ مانا۔ سرکشی اور تکذیب کی تو عذاب نازل ہوا۔ سات روز سخت گرمی پڑی دم گھٹنے لگے۔ جانیں لبوں پر آگئیں - آٹھویں روز ابر کا ایک ٹکڑا اٹھا۔ لوگوں کو بارش کی امید ہوئی - بامید بارش جنگل کو چل دیئے لیکن مینہ کی بجائے ابر سے آگ کے شعلے برسے۔ سب جلکر خاکستر ہوگئے - مدینہ سے شام کو جانے والے سڑک کے دائیں جانب تباہ کار قوم کے آثار دیکھتے ہیں اللہ نے یہ سزا اُن کی بدکاری کی پاداش میں دی - اگرچہ خدا تعالیٰ جذبۂ انتقام سے پاک ہے۔ نفس و نفسانیات اور نفسانی قوتوں کا وہاں دخل نہیں لیکن نزول عذاب چونکہ ظاہر میں بصورت انتقام ہوا تھا اسلئے مجازاً سمجھنے کے لئے اِنْتَقَمْنَا کا لفظ استعمال کیا گیا۔

اَصْحَابِ حِجْر سے مراد قوم ثمود ہے۔ عرب کو بحیثیت تاریخ و زمانہ تین دوروں میں تقسیم کیا گیا ہے - اول دور عرب عادیہ، عرب بائدہ کا کہلاتا ہے - عرب بائدہ کے مختلف قبائل تھے - عاد، ثمود، طسم، جدیس، جرہم اولیٰ وغیرہ - اس دور کے مفصل احوال نہ توریت میں ملتے ہیں نہ تاریخ میں - صرف عاد و ثمود کے مختصر احوال کہیں کہیں نظر آتے ہیں تو وہ بھی غیر مربوط - دوسرا دور قحطانی عربوں کا تھا - قحطان کو توریت میں یقطان کہا گیا ہے۔ سام بن نوح کی اولاد میں ایک شخص عابر تھا - عابر کا بیٹا قحطان تھا۔ قحطان کی سکونت یمن میں تھی - یمن سے اسکی نسل پھیلی اور حجاز تہامہ شام عراق وغیرہ میں منتشر ہوئی - قحطان ہی کی آخری شاخ میں جرہم ثانی کا قبیلہ تھا جو معاش کی جستجو میں وادی مکہ میں پہنچے تھے - اسی خاندان کی لڑکی سے حضرت اسمٰعیل کی شادی ہوئی تھی۔ تیسرا دور بنی اسمٰعیل کا ہے - اس دور کو عرب مستعربہ کا دور کہا جاتا ہے۔ عرب مستعربہ کی ہی نسل میں، سے قریش تھے۔ اب ہم اصل مدعا پر آتے ہیں - قوم ثمود جو عرب بائدہ کی ایک شاخ تھی غیر متمدن اور غیر ترقی یافتہ ہونے کی وجہ سے اس زمانہ کی طرح اینٹ مٹی پتھر کے مکان بنا کر نہیں رہتی تھی بلکہ پہاڑوں میں غار کھود کر اور چھت بنا کر رہتی تھی - قد بھی اُن کے بہت دراز تھے بقول ابن جزیرہ مدینہ اور شام کے درمیان وادی حجر اور وادی قریٰ میں ان کی سکونت رہتی تھی - خدا تعالیٰ نے ان کی ہدایت کے لئے حضرت صالح کو نبی بنا کر بھیجا - انہوں نے تکذیب کی اور معجزہ طلب کیا - اونٹنی بطور معجزہ پہاڑ سے پیدا ہوئی - مفصل قصہ ہم سورۂ اعراف میں لکھ چکے ہیں - مکرر لکھنا موجب طوالت ہے بالآخر عذاب الٰہی آیا - اول ایک زلزلہ پیدا ہوا جسکو قرآن پاک میں ایک جگہ رَجْفَہ کہا گیا ہے - پھر سخت ترین چیخ اور دھماکہ ہوا سب مر گئے - قوم ثمود کے کچھ افراد مسلمان ہو گئے تھے انہوں نے اپنی بستی الگ بنالی تھی اُن کا کنواں بھی علیحدہ تھا - غزوۂ تبوک کو جاتے وقت جب حضور اقدسؐ کا گذر وادی حجر کی طرف سے ہوا تو حضورؐ نے سر نیچا کر لیا اور سواری کو تیز کر دیا اور صحابہ سے فرمایا جو بستی عذاب الٰہی سے ہلاک کر دی گئی ہے اُسکی طرف مت جاؤ اور اُدھر سے گذرو تو روتے ہوئے - اگر رونا نہ آئے تو خوف الٰہی سے روتی شکل بنالو تاکہ وہ عذاب جو اُن پر آیا تھا کہیں تم پر نہ آجائے - قوم ثمود کے کنوئیں سے بعض صحابہ نے پانی بھر کر اس سے آٹا گوندھا اور ہانڈیاں پکائی تھیں - حضورؐ نے ہانڈیاں اُلٹ وادیں اور آٹا اونٹوں کو کھلوا دیا اور آگے بڑھ کر وہاں قیام کیا جہاں حضرت صالح اور اُن کے مؤمن ساتھی رہتے تھے - وہیں سے پانی بھرا اور استعمال کیا۔

مقصود بیان:- حق اللہ اور حق العباد دونوں کا تلف کرنا ظلم کہلاتا ہے - قوم شعیب مشرک بھی تھی - رہزن بھی تھی اور ناپ تول میں بے ایمانی بھی کرتی تھی - انہی تینوں وجوہ سے اسکو ظالم فرمایا عذاب الٰہی کو انتقام کہا جا سکتا ہے - فَانْتَقَمْنَا کے لفظ میں اس طرف اشارہ ہے کہ اللہ کا عذاب بلا وجہ نہیں آتا بلکہ اعمال کی پاداش ہوتی ہے - ایک پیغمبر کی تکذیب درحقیقت کل پیغمبروں کی تکذیب ہے اس لئے قوم صالح کے متعلق فرمایا کہ اُس نے پیغمبروں کی تکذیب کی - باوجودیکہ اُس نے صرف حضرت صالح کی تکذیب کی تھی - اللہ کی نشانیوں سے عبرت حاصل نہ کرنا اور آیات قدرت پر غور و خوض نہ کرنا اور اُن سے صحیح نتیجہ اخذ نہ کرنا ہی اعراض و روگردانی ہے۔ نشانہائے قدرت کو آنکھوں سے دیکھنا کافی نہیں بلکہ نور بصیرت سے دیکھنا لازم ہے - قوم ثمود نے آیات قدرت کو آنکھوں سے دیکھا مگر نور بصیرت سے نہ دیکھا - گویا روگردانی کی - اس میں مسلمانوں کے لئے

در پردہ پیام ہدایت ہے کہ تم کو بھی اقوام کے عروج و زوال اور واقعاتِ عالم کو نظرِ عبرت کوش اور بصیرت افروز نگاہ سے دیکھنا چاہیے۔

وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَ

ہم نے آسمان و زمین اور اُن کی درمیانی چیزیں

مَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ ۭ وَاِنَّ السَّاعَةَ

مصلحت ہی سے پیدا کی ہیں اور کچھ شک نہیں کہ قیامت

لَاٰتِيَةٌ فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِيْلَ ○

آنے والی ہے لہذا تم ان سے بحسن اسلوب درگذر کرو

اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ○

بلاشبہ تمہارا پروردگار پیدا کرنے والا واقف کار ہے

تفسیر گذشتہ انبیاء اور اُن کی اقوام کے احوال سنکر منکران حق کے دماغوں میں تین طرح کے اوہام پیدا ہو سکتے تھے اور ہوتے ہی ہیں۔

(۱) یہ تو آسمان و زمین کے حوادث ہیں اتفاقات ہیں اقوام کا عروج و زوال زمانہ کا تابع ہے۔ ترقی کے بعد تنزل، شادابی کے بعد خشکی اور آبادی کے بعد بربادی اضطراری چیز ہے اسمیں نافرمانی اور فرماں برداری کو کچھ دخل نہیں۔ اس وہم کا ازالہ فرماتا ہے کہ حوادث و تغیرات کو اتفاق کہنا غلط ہے۔ زمین و آسمان کی تخلیق خلاف مصلحت نہیں۔ اللہ نے ان کو بیکار نہیں پیدا کیا ہر ایک کی پیدایش کے نتائج و مصالح ہیں۔ دنیا میں ہلاکت و بقاء عروج و زوال آبادی و بربادی مصلحت و حکمت کے تحت ہوتی ہے قانون قدرت کے ذیل میں یہ سب کچھ ہوتا ہے۔ ہر فعل کا ایک نتیجہ ہوتا ہے اچھے فعل کا اچھا نتیجہ اور برے عمل کا برا نتیجہ۔

(۲) دوسرا شبہ یہ پیدا ہو سکتا تھا کہ اچھا اگر یہ سب کچھ افعال و اعمال کا ہی نتیجہ ہے۔ دنیا کی تعمیر و تخریب اتفاقی نہیں بلکہ نیکی و بدی اور نافرمانی و فرمان پذیری ہی کے تحت ہوتی ہے تو بس نتیجہ حاصل ہو چکا جو کچھ ہونا تھا ہو گیا۔ ہر کام کا نتیجہ اسی زندگی میں مل گیا آئندہ زندگی کی ضرورت نہیں۔ اور اگر آئندہ زندگی تسلیم بھی کی جائے تو وہ اسی دنیا میں ہو گی۔ مرنے کے بعد انسان اپنے اعمال کے مطابق دوسرا جنم لیگا اور یونہی تناسخ و آواگون کا سلسلہ جاری رہیگا۔ اس کا جواب دیتا ہے کہ دنیا تو کامل طور پر محل ثواب و عذاب ہے نہ فقط دار العمل۔ نافرمانوں کی بربادی تو صرف عبرت حاصل کرانے کے لئے ہوتی ہے ورنہ جزا سزا کا تو ایک اور وقت معین ہے۔ اس لئے کہ عمل کا زمانہ ختم ہونے کے بعد نتیجہ کا دور آنا چاہئے۔ دنیا کے اوقات، عمل کے اوقات ہیں۔ ان میں کل اعمال کی جزا سزا خلاف دانش ہے اسکے لئے تو ایک اور وقت ہونا چاہئے اور وہ وقت ضرور آئیگا۔

(۳) کفار چونکہ عجلت پسند تھے جزا سزا اور عذاب ثواب فوراً چاہتے تھے اور جب فوری پاداش نہ ملتی تھی اور قیامت پر ہر غرض کو موقوف رکھا جاتا تھا تو قیامت کا مذاق اڑاتے تھے کیسی قیامت کیسا دار آخرت۔ یہ سب ڈھکوسلے ہیں توہمات ہیں بھلا یہ کس طرح ممکن ہے کہ آدمی کی خاک ہو جائے۔ خاک کے ذرات منتشر ہو جائیں اور پھر تمام ذرات کو جمع کرکے دوبارہ انسان کو بنا لیا جائے۔ ذرات کہاں کہاں گئے۔ پانی میں ملے۔ ہوا میں اڑے۔ مٹی میں شامل ہوئے۔ کس کو معلوم کس کے پاس اس کا حساب ہے۔ کون اُن کو جمع کر سکتا ہے؟ اس کے جواب میں اولاً رسول پاکؐ کو تسلی دیتا ہے کہ ان کی بیہودہ گوئی سے آپ چشم پوشی اور درگذر کریں۔ ایسے نادان احمقوں کی کسی بات کا اثر نہ لیں خوش خلقی اور تحمل سے کام لیں۔ اس کے بعد اصل شبہ کو دفع فرماتا ہے کہ اللہ یقیناً خالق ہے وہ ہر طرح کی تخلیق کر سکتا ہے اُسی کو ہر چیز کا علم ہے وہ خوب واقف ہے کہ ذرات خاکی کہاں کہاں ہیں۔ کس طرح اُن کو جمع کیا جا سکتا ہے۔ وہی سب کو جمع کریگا وہی دوبارہ پیدا کریگا

نوٹ:- آیت فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِيْلَ کی تفسیر میں مجاہد و عکرمہ وغیرہما نے کہا کہ یہ حکم اُس وقت تک کے لئے تھا جبکہ جہاد کا وجوب نہ ہوا تھا۔ عام علماء کہتے ہیں کہ آیت جہاد میں اور اس آیت میں کوئی تعارض ہی نہیں۔ کیونکہ اس آیت میں رضاءِ الٰہی کے موافق خوش خلقی برتنے کا حکم دیا گیا ہے اور جہاد بھی رضاءِ الٰہی کی ایک شاخ ہے۔

مقصود بیان:- آیات قدرت اور تغیرات ارضی و سماوی پر غور کرنے کی در پردہ دعوت اُن لوگوں کو جو عبرت کوش نظر اور نصیحت آگین بصیرت رکھتے ہیں۔ قیامت کی حقانیت کی صراحت اور حروف تاکیدی سے ضرورت قیامت کی طرف اشارہ۔ مناسب چشم پوشی اور موقعہ کے مطابق درگذر کرنے کا حکم وغیرہ۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ

ہم نے تم کو سبع مثانی (سورۂ حمد) اور قرآن عظیم

وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ ۝ لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ

عطا کیا ہے اور جن چیزوں سے ان لوگوں کو

اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ وَ

بہرہ مند کیا ہے تم اُن پر اپنی نظر نہ ڈوراؤ اور

لَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ

ان کا غم نہ کرو اور اپنے بازو مسلمانوں کے لئے

لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَقُلْ اِنِّيْٓ اَنَا

جھکا دو اور کہدو کہ میں

النَّذِيْرُ الْمُبِيْنُ ۝

کھلے طور پر ڈرانے والا ہوں

تفسیر

سبع مثانی اور قرآن عظیم سے کیا مراد ہے؟ علماء وصحابہ کا اس میں اختلاف ہے۔ ابن مسعود، ابن عمر، ابن عباس، مجاہد، سعید بن جبیر، ضحاک وغیرہم کا خیال ہے کہ سبع مثانی سے مراد ہیں سات طویل سورتیں۔ یعنی سورۂ بقرہ آل عمران، نساء، مائدہ، انعام، اعراف، یونس۔ اور قرآن عظیم سے مراد ہے باقی قرآن۔ یا قرآن سے پورا قرآن مراد ہے اور سبع مثانی سے سبع طوال۔ اور یہ ساتوں سورتیں بھی قرآن عظیم کا جز ہیں شعبہ نے کہا چونکہ ان سورتوں میں فرائض، حدود، قصص اور احکام مکرر بیان فرمائے ہیں اس لئے ان کو مثانی (مکرر) فرمایا۔ ابن عباس نے فرمایا ان سورتوں میں امثال، اخبار اور مضامین عبرت کو مکرر بیان فرمایا ہے۔ سفیان بن عیینہ کا قول ہے کہ بجائے یونس کے انفال و براءۃ ملاکر ایک سورت ہے۔ اس قول پر بقرہ، آل عمران نساء، مائدہ، انعام، اعراف اور انفال و برارت یہ سات سورتیں ہوگئیں۔ ابن عباس رضؓ نے فرمایا حضرت موسٰی کو ان میں سے دو یا چھ سورتیں دی گئی تھیں مگر ساتوں کا مجموعہ سوائے حضور کے کسی اور پیغمبر کو نہیں عطا کیا گیا۔ بعض علماء کا قول ہے کہ سبع مثانی سے مراد مذکورۂ بالا سات طویل سورتیں ہیں اور قرآن عظیم سے مراد بھی یہی سورتیں ہیں۔

حضرت علی، حضرت عمر، نخعی، عبداللہ بن عبید ابن ابی ملیکہ شہر بن حوشب، حسن بصری، قتادہ وغیرہم کا قول ہے اور ابن مسعود وابن عباس رضؓ سے بھی ایک روایت ہے کہ سبع مثانی سے مراد سورۂ فاتحہ ہے جسکی سات آیات ہیں پہلی آیت بسم اللہ ہے اور قرآن عظیم سے مراد بھی یہی سورت ہے۔ حضرت ابوسعید بن معلّٰی کی روایت ہے کہ میں نماز پڑھ رہا تھا حضور اقدس تشریف فرما ہوئے مجھے آواز دی میں نماز ختم کرکے خدمت میں حاضر ہوا۔ ارشاد فرمایا تو میرے پاس کیوں نہ آیا؟ میں نے نماز میں مشغول ہونا ظاہر کیا۔ فرمایا کیا خدا تعالٰی نے نہیں فرما دیا ہے يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ۔ پھر فرمایا مسجد میں جانے سے قبل میں تجھے ایک عظیم الشان سورت بتاؤں گا۔ بالآخر جب حضور مسجد سے تشریف لیجانے لگے تو میں نے یاد دہانی کی۔ فرمایا (ہاں) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ یہی سبع مثانی اور قرآن عظیم ہے جو مجھے دیا گیا ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے حضور اقدس ؐ نے ارشاد فرمایا ام القرآن ہی سبع مثانی اور قرآن عظیم ہے (رواہا البخاری فی صحیحہ) ان دونوں روایتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ سبع مثانی اور قرآن عظیم دونوں ایک ہی سورت کے نام ہیں اور وہ سورۂ فاتحہ ہے میرے نزدیک تحقیق یہ ہے کہ سبع مثانی سے مراد سورۂ فاتحہ ہے اور قرآن عظیم سے مراد باقی قرآن لیکن چونکہ بقول حسن بصری و حسب تصریحات علمائے تفسیر سورۂ حمد پورے قرآن کا نچوڑ ہے اور خلاصہ ہے اس قول پر تمام علماء کے اقوال میں مطابقت ہوجائے گی۔

ایک شبہ اور اُس کا ازالہ

ایک شبہ کیا جاتا ہے کہ یہ سورت (یعنی حجر) مکی ہے اور سبع مثانی سے اگر سات طویل سورتیں مراد لی جائیں تو اُن میں سے اکثر مدنی ہیں۔ اور سورۂ فاتحہ مراد لی جائے تو وہ بھی قوی روایت کے بموجب مدنی ہے۔ پھر یہ کہاں تک صحیح ہے کہ جو سورتیں آئندہ نازل ہونے والی تھیں اُن کے متعلق پیشتر سے ہی کہدیا گیا کہ ہم نے تمکو عطا کردیں۔ اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ ترتیب نزول قابل اعتبار نہیں جیسا موقعہ ہوا اور جو ضرورت پیش آئی اُسی کے مطابق آیات و احکام کا نزول ہوا۔ اصل میں قابل اعتبار لوح محفوظ یا علم الٰہی کی ترتیب ہے اور علم الٰہی میں سورۂ الحمد یا سبع طوال اس سورت سے مقدم تھیں۔ اسی لئے ماضی کا صیغہ استعمال کیا گیا حاصل ارشاد یہ ہے کہ اے مسلمانو! (خطاب اگرچہ رسول اللہ کو ہے مگر روئے خطاب ہر مؤمن کی طرف ہے) تم کافروں کے جنت درجنت مال کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھو ان کے ایسے مال کی تمنا نہ کرو۔ کیونکہ ہم نے تم کو سرچشمۂ ہدایت اور مخزن تونگری دیدیا ہے۔ قرآن پاک اور خصوصًا قرآن کی وہ مخصوص سورتیں جن کو سبع مثانی کہا جاتا ہے تم کو عطا کی ہیں۔ کافروں کے تمام مال و منال سے

قرآن کی ہدایات کہیں بڑھ چڑھ کر ہیں۔

ابن عباسؓ نے فرمایا اس آیت میں دوسرے کے مال پر نظر ڈالنے سے منع کیا گیا ہے ۔ اس آیت کی وجہ نزول حضرت ابورافع نے اس طرح بیان کی ہے ایک روز حضور اقدسؐ کے پاس کچھ مہمان آئے حضورؐ کے پاس اُن کی میزبانی کے لئے کچھ نہ تھا مجھے حکم دیا کہ فلاں یہودی سے جاکر کہو کہ محمد رسول اللہ ؐ تم سے آٹا قرض طلب کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ رجب کا چاند دیکھنے پر (قیمت) ادا کر دوں گا. میں نے یہودی سے جاکر کہا۔ اُس نے جواب دیا جب تک کوئی چیز گرو نہ رکھو میں نہیں دے سکتا۔ میں نے واپس آکر خدمت گرامی میں جواب عرض کر دیا۔ ارشاد فرمایا ہاں یہ تو قطعی بات ہے کہ وہ (خدا) جو آسمان وزمین میں ہے میں اُس کا امین ہوں۔ اگر وہ قرض دیدیتا تو میں (مقررہ وقت پر) ضرور ادا کرتا۔ اسی وقت یہ آیت نازل ہوئی۔
(رواہ ابن ابی حاتم باسنادہ)

اس کے بعد فرماتا ہے کہ ان کافروں کی تباہی کا غم نہ کرو بلکہ مسلمانوں سے ہمدردی شفقت اور نرمی کرو یعنی اے نبی آپ کا کام سنانا سمجھانا اور برے بھلے کی خبر دیدینا ہے۔ جو لوگ راہ راست پر آجائیں اُن سے آپ ہمدردی کریں اور جو سرکشی کریں اُن کا غم نہ کریں تباہ ہوتے ہیں ہو جائیں۔ آپ کو اسکی فکر نہ کرنی چاہئے

مقصود بیان :- دنیاداروں کی کثرت مال کی کوئی پروانہ کرنا چاہئے اُن کی دولتمندی کو دیکھ کر لالچ اور آرزو کو دل میں بھی نہ آنے دینا چاہئے۔ روحانی سعادت اور قرآنی ہدایت مادی دولت سے کہیں وزنی ہے ۔ ہمدردی اور شفقت کا انحصار محض مسلمانوں سے ہونا چاہئے جو لوگ دشمن دین ہیں اُن کی ہمدردی خلاف شرع ہے ۔ وغیرہ ۔

كَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَى الْمُقْتَسِمِيْنَ ۙ الَّذِيْنَ
جسطرح ہم نے اُن لوگوں پر (عذاب) نازل کیا تھا جنھوں نے (کتاب الٰہی کے)

جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِيْنَ ۙ فَوَرَبِّكَ
ٹکڑے ٹکڑے کر دیے ۔ تو قسم ہے تمہارے رب کی

لَنَسْئَلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۙ عَمَّا كَانُوْا
ہم ضرور ان سب سے ان کے اعمال کی باز پرس

يَعْمَلُوْنَ ۙ فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ
کریں گے ۔ پس جو کچھ تم کو حکم دیا جا رہا ہے اسکو کھول کر سنا دو

وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ۙ اِنَّا كَفَيْنٰكَ
اور مشرکوں سے اعراض کرلو تمہاری طرف سے ہم

الْمُسْتَهْزِءِيْنَ ۙ الَّذِيْنَ يَجْعَلُوْنَ
ان ہنسی اُڑانے والوں کو کافی ہیں جو اللہ کے ساتھ دوسرا معبود

مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۚ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ۙ
قرار دیتے ہیں اُن کو آگے معلوم ہو جائے گا

وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيْقُ صَدْرُكَ
ہم کو معلوم ہے کہ ان کی باتوں سے تمہارے دل میں کبیدگی

بِمَا يَقُوْلُوْنَ ۙ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ
پیدا ہوتی ہے سو تم اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرو

وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ۙ وَاعْبُدْ رَبَّكَ
اور سجدہ کرنے والوں میں شامل ہو جاؤ اور وقت مرگ

حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ۙ ع
آنے تک اپنے رب کی عبادت کرو

تفسیر مُقْتَسِمِيْنَ سے کون لوگ مراد ہیں؟ اس کے متعلق مختلف روایات اور متعدد اقوال ہیں:

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دستور تھا کہ جب کوئی بیرونی قافلہ مکہ میں آتا تو آپ شہر کے باہر تشریف لے جاکر اہل قافلہ سے ملتے اُن کو تبلیغ اسلام کرتے اور احکام الٰہی سناتے ایک مرتبہ موسم حج میں مکہ کے بارہ کفار (ولید بن مغیرہ۔ عاص بن وائل، حارث بن قیس، اسود بن عبدیغوث، اسود بن عبدالمطلب وغیرہ) نے باہم مشورہ کیا کہ مکہ کے بارہ راستے جدا جدا روک کر کھڑے ہو جاؤ ۔ جو شخص بیرونی آئے اُسکو اسلام کی طرف سے متنفر کرو۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ مختلف اشخاص راستوں کے دہانوں پر کھڑے ہوگئے۔ جو شخص بیرونی اُدھر سے گذرتا اُسکو روکتے۔ رسول اللہ کے پاس جانے سے منع کرتے ۔ کوئی حضورؐ کو کاہن کہتا کوئی کذّاب کوئی شاعر اور کوئی جادوگر۔ ولید بن مغیرہ سب کا سردار تھا۔ یہ کعبہ کے دروازہ پر جاکر بیٹھ گیا اور جو شخص آکر راستہ والے

شیطان کی گفتگو اس کے سامنے نقل کرتا تو یہ اسکی تصدیق کرتا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اجنبی لوگ حضور کے پاس جانے سے رک گئے اور مکے کے کافروں نے سرکار رسالت کا مذاق اڑایا اور استہزاء کے طور پر قرآن کو بانٹنے لگے۔ کوئی کہتا مائدہ میں لونگا عنکبوت تجھے دونگا۔ کوئی کہتا آل عمران میری ہے بقرہ تیری ہے۔ انہی لوگوں کے حق میں ان آیات کا نزول ہوا۔

(۲) ابن عباس، مجاہد، حسن، ضحاک، عکرمہ، سعید بن جبیر اور بعض دیگر اکابر سے مروی ہے کہ مقتسمین سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں جنہوں نے قرآن کے بعض حصوں کو مانا تھا اور بعض کو نہ مانا تھا۔ گویا قرآن کے حصے بخرے کر لئے تھے۔ یا قرآن سے انجیل و توراۃ مراد ہیں۔ علماء اہل کتاب نے توراۃ و انجیل کے وہ احکام جو ان کے مطلب کے موافق تھے تسلیم کئے تھے۔ انہی کو لوگوں پر ظاہر بھی کرتے تھے اور جو آیات خواہش کے خلاف تھیں اُن کو چھپا لیتے یا بدل ڈالتے تھے یا مطلب اُلٹا بیان کرتے تھے۔ بہرحال کتب الٰہیہ کو انہوں نے پارہ پارہ کر دیا۔

اب ہم آیات کا تفسیری مطلب بیان کرتے ہیں:۔ ارشاد ہوتا ہے کہ ہم نے ان کافروں کے لئے ایسا ہی عذاب مقرر کیا ہے جیسا اُن مقتسمین پر نازل کیا جنہوں نے قرآن کو پارہ پارہ کر رکھا تھا۔ یعنی جن مقتسمین نے قرآن کی سورتوں کو بطور استہزاء ٹکڑے ٹکڑے کیا تھا اور عنکبوت، مائدہ، آل عمران، بقرہ وغیرہ کا مذاق اڑاتے تھے۔ یا جن اہل کتاب نے اپنی مذہبی کتابوں کے بعض حصوں کو مانا اور بعض کو نہ مانا اور اس طرح اُن کتابوں کا شیرازہ منتشر کیا ان لوگوں کے لئے ہم نے عذاب نازل کیا۔ اسی طرح موجودہ کافروں میں سے اُن لوگوں کو ہم دُکھ کی مار دینگے جو تمہارا مذاق اُڑاتے ہیں۔ اس سے آگے ارشاد ہوتا ہے کہ ہم ان کے اعمال کی ان سے ضرور باز پرس کرینگے۔ انس بن مالکؓ کی روایت ہے حضورؐ نے آیت لَنَسْـَٔلَنَّهُمْ الخ کے متعلق فرمایا کہ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰه کے متعلق باز پرس ہوگی یعنی اعمال سے آیت میں توحید مراد ہے (رواہ الترمذی وابن جریر وابن ابی حاتم وابن المنذر مرفوعًا وموقوفًا) ابن عمرؓ نے فرمایا کلمۂ توحید کی باز پرس سب سے ہوگی ابن عباسؓ نے فرمایا ولید بن مغیرہ اور اس کے ساتھی جن کے حرکات و سکنات توحید کے منکر تھے اور دوسروں کو بھی انہوں نے لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰه کہنے سے روکا تھا اُن سے توحید کی باز پرس ہوگی اگر آیت کو عمومی اقوال و احوال پر محمول کیا جائے تب بھی مطلب میں کوئی خرابی نہیں ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ اب حکم الٰہی کو علی الاعلان ظاہر کرو یعنی کسی سے ڈرنے اور جھجکنے کی ضرورت نہیں۔ وقت آگیا ہے کہ احکام الٰہی کی تبلیغ برسرعام کرو مشرکوں کا کچھ خیال مت کرو۔ ان کے استہزاء وغیرہ سے دلتنگ مت ہو۔ ابن عباسؓ کے قول سے ثابت ہے کہ اس آیت کے نزول سے قبل حضور اقدسؐ (موقع اور وقت کو دیکھ کر) چپکے چپکے تبلیغ فرمایا کرتے تھے۔ (مصالح وقتی کے پیش نظر تبلیغ میں کمی بیشی فرماتے تھے) لیکن اس آیت کے نزول کے بعد حضورؐ اور حضور کے صحابہ رضی علی الاعلان احکام الٰہی کا اظہار کرنے لگے۔ چونکہ ابتداء میں مسلمانوں کی حالت بہت ہی کمزور تھی اور تعداد بھی کالعدم تھی اسلئے حضورؐ کو اندیشہ تھا کہ اگر علی الاعلان توحید کا اظہار کیا گیا تو کفار میں سے عام لوگ مذاق اڑائینگے اور مجموعی طاقت کے ساتھ کمزور مسلمانوں کو دُکھ پہنچائیں گے اور بعض بیچاروں میں اذیت کفار کو برداشت کرنے کی طاقت نہیں ہے اسلئے حضورؐ چپکے چپکے تبلیغ کو ہی مناسب خیال فرماتے تھے اور علی الاعلان اظہار کے لئے وقت خاص اور حکم خاص کے منتظر تھے۔ چنانچہ جب حکم اظہار مل گیا تو آپ نے علی رؤس الاشہاد تبلیغ شروع کر دی۔

اس سے آگے رسول پاک صلعم کو تسلی دیتے ہوئے ارشاد ہوتا ہے کہ تمہاری طرف سے ان ہنسی مذاق کرنے والوں کے لئے ہم کافی ہیں۔ عنقریب ان کو اپنی حرکات کے نتائج معلوم ہوجائینگے یہ دنیوی و اخروی عذاب کی دھمکی ہے چنانچہ یہ وعید پوری بھی ہوئی۔ اسود بن عبد یغوث استسقاء سے مرا۔ ولید بن مغیرہ کے ٹخنے کے پاس زخم کا نشان تھا وہ اچھا ہوکر پھر پھول گیا اور بہ نکلا اور اسی تکلیف سے یہ مر گیا۔ عاص بن وائل کے تلوے میں کانٹا چبھ گیا اور اسی سے اُس کا انتقال ہوگیا۔ حارث بن قیس کے سر میں پیپ پڑ گئی اور وہ مر گیا (عروہ کی روایت میں حارث بن طلاطلہ ہے اور سعید بن جبیر کی روایت میں حارث بن غیطلہ اور عکرمہ کی روایت میں حارث بن قیس۔ درحقیقت حارث کے باپ کا نام قیس اور ماں کا نام غیطلہ یا طلاطلہ تھا) اسود بن عبد المطلب یعنی ابو زمعہ اندھا ہوکر مرا۔ عام اہل تفسیر کا قول ہے کہ آیت مذکورہ میں یہی پانچوں سرداران کفر مراد ہیں مگر شعبی نے سات کا تذکرہ کیا ہے چونکہ کفار کے استہزاء اور پیام حق کا مذاق اُڑانے سے حضور اقدسؐ دلگیر ہوجاتے تھے اس لئے آگے بطور تسلی فرماتا ہے:

ہم واقف ہیں کہ ان کے (استہزائیہ) اقوال سے تم دلگیر ہوجاتے ہو مگر آپ کو کچھ فکر نہ کرنی چاہیئے۔ بلکہ ان کے خیالات کو چھوڑ کر اللہ کی طرف رجوع کرنا چاہیئے وہ پاک پروردگار ہے

اُن کی پاکی پر نظر کرو گے تو یہ انکار دور ہو جائیں گے۔

یقین سے مراد باجماع مفسرین موت ہے۔ بخاری نے بروایت سالم بن عبداللہ بن عمر بیان کیا کہ یقین موت ہے۔ مجاہد، حسن قتادہ، عبدالرحمٰن بن زید وغیرہم کا بھی یہی قول ہے۔ بعض جاہل صوفیہ نے یقین سے مراد معرفت لی ہے۔ یعنی جب تک معرفت حاصل نہ ہو عبادت کرو۔ معرفت کے حصول کے بعد عبادت کی ضرورت نہیں۔ گویا عارف باللہ فرائض عبادت سے مستثنیٰ ہو جاتا ہے اور حصول معرفت کے بعد وجوب عبادت ساقط ہو جاتا ہے۔ مگر یہ انتہائی بے دینی اور جہالت ہے۔ اجماع مفسرین کے خلاف ہے حصولِ عرفان کے بعد تو فیوض میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔ فرائض کا سقوط ہونا تو بجائے خود رہا۔

مقصود بیان: کل احکام الٰہی کو سچا ماننا فرض ہے بعض کو ماننا اور بعض کو نہ ماننا کفر ہے۔ رسول پاک کی توہین کرنی اور ہنسی اڑانی موجب عذاب ہے۔ آدمی کی افتاد طبع ہی اس طور پر ہے کہ کلمۂ حق کو سننا گوارا نہیں کرتا بلکہ اپنے تخیلات، عقائد، رسم و رواج اور عادات و اطوار کو حق سمجھتا ہے۔ نیک اور سنجیدہ اقوال کی ہنسی اڑاتا ہے عظیم الشان نبی بھی ان کی زبان درازیوں سے محفوظ نہ رہ سکے۔ لہذا موجودہ دور کے اُن مسلمانوں پر بھی لازم ہے جو علم اصلاح بلند کرتے ہیں اور قوم کی حالت درست کرنی چاہتے ہیں کہ جاہلوں کی طعن و تشنیع نکوہش و خورده گیری کی پرواہ نہ کریں بلکہ اصلاح کی کوشش کئے جائیں۔ آخری آیات سے واضح ہے کہ ہجوم انکار کے وقت عبادت کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔ اس سے سکون روح حاصل ہو جاتا ہے اور غموم و ہموم کی گھٹا چھٹ جاتی ہے۔ انسان جب تک زندہ ہے عبادت الٰہی واجب ہے اور اسی طریقہ سے واجب ہے جس طریقہ سے شریعت نے تعلیم دی ہے۔

سورۃ النحل وھی مکیۃ مائۃ وثمان وعشرون آیۃ وست عشر رکوعًا

سورۂ نحل مکہ میں نازل ہوئی اس میں ۱۲۸ آیتیں اور ۱۶ رکوع ہیں

اس سورت کا نام سورۂ نِعَم بھی ہے کیونکہ اللہ کی نعمتوں کا تذکرہ اس میں بکثرت ہے۔ آغاز میں ہی گوناگوں نعمتوں کا بیان کیا گیا ہے اس میں سولہ رکوع۔ ۱۲۸ آیات ۱۸۷۱ کلمات اور ۷۹۰۷ حروف ہیں۔

حسن بصری، عطاء، عکرمہ اور جابر کے قول کے موافق یہ پوری سورت مکی ہے۔ ابو زبیر اور ابن عباسؓ نے آخر کی تین آیات یعنی وَلَا تَشْتَرُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ سے تَعْمَلُوْنَ تک مستثنیٰ کی ہیں اور صراحت کی ہے کہ یہ آیات کوہ احد سے واپسی کے وقت نازل ہوئیں۔ قتادہ نے پانچ آیات کا استثنا کیا ہے۔ یعنی آیت وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا اور ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ هَاجَرُوْا مِنْ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا اور اِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا سے آخر سورت تک۔ مقاتل نے ان پانچ کے ساتھ آیت مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ اِيْمَانِهٖ الخ اور ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً الخ کو بھی مکی ہونے سے خارج کیا ہے۔ بعض لوگ پوری سورت کو مدنی کہتے ہیں مگر یہ ضعیف قول ہے چونکہ شہد کی مکھی کا تذکرہ کر کے اللہ کی عظمت و کبریائی کو ثابت فرمایا ہے اسلئے اس سورت کا نام ہی سورۂ نحل ہو گیا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان بڑا رحم والا ہے

اَتٰۤى اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ ؕ سُبْحٰنَهٗ

اللہ کا حکم آپہنچا تم اس کی جلدی مت مچاؤ وہ پاک ہے

وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ يُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ

اور اُن کی شرک انگیزیوں سے بالاتر ہے وہ اپنے بندوں میں سے

بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ

جس پر چاہتا ہے اپنے حکم سے فرشتوں کو وحی دے کر

مِنْ عِبَادِهٖۤ اَنْ اَنْذِرُوْۤا اَنَّهٗ

بھیجتا ہے کہ (لوگوں کو) آگاہ کردو کہ سوائے میرے

لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاتَّقُوْنِ ۝

کوئی معبود نہیں لہذا تم مجھ سے ڈرو

تفسیر

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کفار مکہ کو بار بار عذاب الٰہی اور روز قیامت سے ڈراتے تھے۔ یہ بھی فرماتے تھے کہ عنقریب دنیا میں ہی تم پر عذاب آنے والا ہے۔ علمبرداران کفر کو بھلا یقین کیوں آنے لگا تھا وہ کہتے محمدؐ تم جس عذاب دنیا اور روز قیامت سے ہم کو ڈراتے ہو وہ کہاں ہے؟ ابھی تو نہیں آیا اگر سچے ہو تو جلد سے جلد لاؤ ہم بھی دیکھیں کیا ہوتا ہے کافروں کا دوسرا قول یہ بھی تھا کہ اگر عذاب قیامت آ بھی گیا تو ہمارا کیا بگڑے گا

زندہ معاشرت

مذہبی آزادی اگر مسلمانوں کے ہاتھ میں طاقت اور حکومت ہو تو مذہب کے معاملہ میں ہر قسم کی زبردستی سے ہمیں روکا گیا ہے۔ مذہب دل کی چیز ہے اور دل سچائی اور عمدگی اخلاق سے بدل سکتے ہیں زبردستی نہیں بدلے جاتے۔

لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی	دین کے معاملہ میں کسی قسم کی زبردستی نہیں اس لئے کہ ہدایت

وگمراہی سب واضح ہو چکی ہیں۔

اس رواداری وآزادی کا یہ عالم ہے کہ لڑائی کے دوران میں بھی اگر دشمن قوم کا کوئی شخص تمہارے قابو میں آجائے تو اس کے ساتھ یہ سلوک ہوگا کہ

وان احد من المشرکین استجارک فاجرہ حتی یسمع کلام اللہ ثم ابلغہ	اگر مشرکین میں سے کوئی شخص تمہارے پاس آکر پناہ لے تو اسے پناہ دو اسے قرآن سناؤ اس کے بعد اگر وہ اپنے

ہاں جانا چاہے تو اپنی حفاظت میں اسے اس کی امن کی جگہ پہنچا دو۔

کیا رواداری اور مذہبی آزادی کا عمل اس سے آگے بڑھ سکتا ہے لیکن رواداری اور بے حمیتی میں بڑا فرق ہے۔

فمن اعتدی علیکم فاعتدوا علیہ بمثل ما اعتدی علیکم	پھر اگر تم پر کوئی زیادتی کرے تو تم بدلے لے سکتے ہو لیکن اسی حد تک

جس حد تک اس نے تم پر زیادتی کی ہے۔ اس سے زیادہ نہیں"

اس کی وجہ یہ ہے کہ

ولکم فی القصاص حیوۃ یا اولی الالباب	عقل ودانش والوں کے نزدیک قصاص میں زندگی کا راز پوشیدہ ہے۔

دنیا کا نظام اسی قانون سے قائم ہے ورنہ قوموں کی زندگی ناممکن ہو جائے۔ بدلہ ظلم نہیں عدل ہوتا ہے بدلے سے ظالم کا ظلم دور ہوتا ہے اور مظلوم کا حق ملتا ہے۔

باب ششم

اجتماعی زندگی

برادران محترم! اسلامی معاشرتی زندگی کے احکام مختصراً آپ کے سامنے آچکے ہیں ان سے آپ کو کچھ اندازہ ہوگا کہ قرآن کریم دنیا میں کس قسم کے انسان پیدا کرنا چاہتا ہے۔ قرآن کریم ایمانیات اخلاقیات اور عملی قوانین کا مکمل ضابطہ اور جامع نظام ہے۔ اس نظام کا مقصد دنیا میں ایسی جماعت تیار کرنا ہے جسے صحیح معنوں میں حزب اللہ (اللہ کی جماعت) کہا جاسکے قرآن کریم صرف الگ الگ افراد کی اصلاح ہی کو اپنا مقصد اور نصب العین قرار نہیں دیتا وہ الگ الگ افراد کی اصلاح صرف اس لئے چاہتا ہے کہ ان افراد کے مجموعے سے جو قوم تیار ہو وہ خود اصلاح یافتہ ہو قرآن کریم جماعت کو مخاطب کرتا ہے افراد کو مخاطب نہیں کرتا وہ ہر جگہ یا ایہا الذین آمنو (اے ایمان والو) کی جماعت سے خطاب کرتا ہے اور کسی جگہ اکیلے شخص کو حکم نہیں دیتا اسی طرح جہاں ایمان اعمال صالحہ اور نیک کاموں کے نتائج بتلائے ہیں وہاں بھی جماعت ہی کا ذکر ہے اولئک ھم المفلحون (یہ وہ لوگ ہیں جو کامیاب ہیں) قد افلح المومنون مومنوں کی یہ جماعت کامیاب ہوگی افراد کا ذکر نہیں ہے جماعت کی مثال گھڑی کی سی ہے جس میں ہر پرزہ اپنا کام خوش اسلوبی اور سرگرمی سے سرانجام دے رہا ہے اور اپنے فرائض کی ادائیگی میں ہمہ تن مصروف اور منہمک ہے۔ لیکن اس کا سرگرم عمل ہونا اسی وقت مفید ہے جبکہ اس کی حرکت دوسرے پرزوں کی جنبش کے ساتھ ساتھ ہو۔ پرزوں کے باہمی تعاون سے گھڑی چلتی ہے ایمان کے اعمال صالحہ وایسے عمل جن میں عمدہ نتائج پیدا کرنے کی صلاحیت ہو کا جیتا جاگتا نتیجہ گھڑی کے ڈائل پر نظر آتا ہے۔ مسلمانوں کی جماعت کے متعلق قرآن کریم نے فرمایا ہے کنتم خیر امۃ (تم ایک بہترین جماعت ہو) ان ھذہ امتکم امۃ واحدۃ (یہ تمہاری ملت ایک ملت واحدہ ہے) فرد کا اپنے آپ کو ملت میں جذب کر دینا مسلمانوں کی زندگی کا نصب العین اور مقصد ہے جب قطرہ سمندر میں جا ملتا ہے تو اس کی الگ ہستی فنا اور معدوم ہو جاتی ہے اور اس کا وجود اور تشخص عین سمندر کا وجود اور تشخص ہو جاتا ہے اب قطرہ اور سمندر کا عروج اور زوال ساتھ ساتھ ہوگا، یہ نہیں ہو سکتا کہ سمندر کی موج اوپر کو ابھرے اور قطرہ نیچے کو جائے یا سمندر کی سطح نیچے کو جائے اور قطرہ ابھر کر اوپر کو آجائے۔ اسی طرح اقوام کی سربلندی افراد کی سربلندی ہوگی اور قوم کا انحطاط اور زوال افراد کا انحطاط اور زوال ہوگا۔ لیکن اگر یہ جماعت واقعی حزب اللہ ہے اور یہ امت واقعی امت مسلمہ ہے تو اس کے لئے انحطاط اور زوال کے الفاظ کا استعمال خدا کے قانون کو جھٹلانا ہے ایمان وعمل صالح کا قدرتی نتیجہ عزت ووقار شان اور امتیاز کی زندگی ہے۔

یا ایہا الذین امنوا ان تتقوا اللہ یجعل لکم فرقانا ویکفر عنکم سیاتکم	اے ایمان والو اگر تم خدا ترسی کی راہ اختیار کرو اور متقی ہو جاؤ تو اللہ تمہیں ایک امتیازی زندگی

عطا فرمائے گا۔ تمہاری چھوٹی چھوٹی لغزشوں کا اثر دور کر دیگا اور اپنے فضل ورحمت سے نوازے گا"

ملت اسلامیہ کے قیام کے لئے تین چیزوں کی ضرورت ہے:۔

(۱) خدا کے اٹل نہ بدلنے والے قوانین جو بمنزلہ اصول کے ہیں اور قرآن کریم میں محفوظ ہیں۔

(۲) ان قوانین کی عملی شکل یعنی اسوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی آپ کی زندگی کا نمونہ۔

(۳) وقتی ضروریات کے لئے فرعی ضوابط جن کے بنانے کا اختیار اشخاص کو نہیں بلکہ مرکزی قوت کو حاصل ہوتا ہے جسے امام یعنی مرکز ملت کہتے ہیں۔ مرکز خدا ورسول کی نیابت اور قائم مقامی کا فریضہ مجلس مشاورت کی مدد سے سرانجام دیتا ہے وامرھم شوری بینھم۔ ملت کا ہر فرد مرکز

کی اطاعت کو اپنے اوپر فرض کہنا ہے اور اپنی تمام کوششیں ملت واحد کی خاطر بروئے کار لاتا ہے اس سے ظاہر ہے کہ:-

(۱) ملت اسلامیہ افراد کی قیمت جماعت سے ہے الگ کچھ نہیں۔

(۲) ملت اسلامیہ ملت واحدہ ہے اس میں الگ الگ پارٹیاں نہیں ہو سکتیں۔

(۳) ملت اسلامیہ کا تصور امام کے بغیر ناممکن ہے۔

لیکن سوال یہ ہے کہ ملت کے بکھرے ہوئے شیرازے کو کس طرح مجتمع کیا جائے۔ یہ مشکل سوال ہے لیکن کچھ مشکل بھی نہیں جیسا کہ شروع میں کہا گیا ہے۔ آج اس فکر کو چھوڑ دینا چاہیے کہ آپ کے سامنے کوئی عظیم الشان لائحہ عمل یا عالمگیر تحریک ہو۔ اگر یہ ہو جائے تو سبحان اللہ لیکن اس کے انتظار میں وقت کو برباد کرنا کہاں کی عقلمندی ہے ایک ایک دو دو کر کے خدا کی راہ میں کھڑے ہو جاؤ۔ دو آدمیوں سے یہ سلسلہ شروع کیجئے۔ جو قرآن زیادہ جانتا ہو اسے امام بنا لیجئے۔ ارشاد نبوی ہے کہ اگر تین آدمی سفر میں بھی جائیں تو ایک کو امام بنا لیں یہ دونوں اپنے آپ پر لازم کریں کہ ہم قرآن کے احکام کے مطابق زندگی گزاریں گے اس طریقہ سے ہم میں اطاعت کا مادہ پیدا ہوگا میں کیا عرض کروں اطاعت کتنی بڑی چیز ہے اطاعت ہی دراصل حکومت ہے اسی پابندی میں دراصل آزادی کی روح پوشیدہ ہے مسلمانوں میں اطاعت مفقود بلکہ ختم ہو چکی ہے اس لئے اطاعت کا جذبہ پیدا کیجئے اور اس جذبہ کی پرورش کے لئے اپنے مسلمان کو امیر بنائیے جس پر آپ کو بھروسہ ہو کہ وہ آپ کو غلط راہ نہیں بتائیگا۔ اس مختصر جماعت کو وسیع کرتے جائیے اور نام و نمود کا خیال نہ کیجئے رفتہ رفتہ آپ کے شہر میں ایک ایسی وسیع جماعت پیدا ہو جائے گی جس کے ہاتھ میں مسلمانوں کی زندگی کا راز ہوگا۔ ایک شہر میں صرف ایک جماعت ہو گی اور زندگی کے تمام شعبے اس کے متعلق ہوں گے اس جماعت کا امیر شہر کے مسلمانوں کا امیر یا امام ہو جائے گا اس اسکیم کو عمل میں لائیے اور دیکھئے کہ کیا انقلاب ہو جاتا ہے توحید پرستی کا واقعی ایک خدا ایک رسول ایک کتاب ایک جماعت ایک امیر اور ایک نصب العین ہو جائیگا۔

اس جماعت سے مسلم و غیر مسلم کسی انسان کو ڈرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے کیونکہ اس جماعت کا مقصد قوت و طاقت حاصل کر کے دنیا میں فتنہ و فساد پھیلانا نہیں ہوگا بلکہ

الذین ان مکناھم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ وامروا بالمعروف ونھوا عن المنکر وللہ عاقبۃ الامور	نماز کی پابندی کریں گے ایسی نماز جو تمام قسم کی بے حیائیوں سے روکتی ہے اور اللہ ہی کے لئے ہے انجام کار تمام امور کے لئے

یہ وہ جماعت ہو گی کہ جب ان کو اللہ قوت و غلبہ عطا کریگا تو ان کا فریضہ زندگی یہ ہوگا کہ

(۱) اندرونی تنظیم و اصلاح و اخلاق کے لئے نمازوں کی حفاظت اور ان کی ادائیگی اوقات و جماعت کی پابندی کرینگے کیونکہ ایسی ہی نماز جملہ قسم کی بے حیائیوں اور برائیوں سے روکنے والی ہوتی ہے اور ضبط و تنظیم کا بہترین ذریعہ ہے نماز کے ذریعہ سے پاکیزگی پابندی اوقات اتحاد عمل مساوات اور اطاعت امیر کے مستحسن اور پاکیزہ جذبات پیدا ہوتے ہیں اور

(ب) زکوٰۃ کی ادائیگی کا انتظام کرینگے جو مالی مشکلات اور اقتصادی دشواریوں کا حل ہوگا۔

(۲) باقی دنیا کی اصلاح کے لئے

(ا) برائی ظلم و تعدی و جور و استبداد کو روکیں گے اور

(ب) اور اس کی جگہ بھلائی اور عدل و انصاف کو جاری کریں گے اور ان خدمات کے عوض نہ کسی سے کچھ اجرت لیں گے اور نہ کسی پر احسان دھریں گے بلکہ اپنے معاملات خدا کے سپرد کر دیں گے کیونکہ سب معاملات انجام کار اسی کی طرف جانے والے ہیں۔ یہ وہ جماعت ہے جس کے متعلق فرمایا کہ:-

رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ	وہ اپنے اللہ سے راضی ہو گئے اور اللہ ان سے راضی ہو گیا۔

اور یہی انسانی زندگی کا انتہائی مقصد ہے۔

بقیہ سلسلہ صفحہ۔ اور تمہاری کثرت تعداد کے باوجود تم کو ذلیل و خوار کر کے دکھائیگی۔

اللہ نے تم کو حکم دیا تھا کہ تمہاری وراثت میں لڑکے اور لڑکیاں سب شریک ہیں۔ آپ اس کا جواب کیا دیتے ہیں؟ یہ کہ ہمارے باپ دادا کے قانون میں لڑکے اور لڑکیاں شریک نہیں ہیں اور یہ کہ ہم خدا کے قانون کے بجائے باپ دادا کا قانون مانتے ہیں۔ خدارا مجھے بتائیے کیا اسلام اسی کا نام ہے؟ آپ سے کہا جاتا ہے کہ اس خاندانی قانون کو توڑیئے۔ آپ میں سے ہر شخص کہتا ہے کہ جب سب توڑیں گے تب میں بھی توڑوں گا۔ ورنہ اگر دوسروں نے لڑکی کو حصہ نہ دیا۔ اور میں نے دیا تو میرے گھر کی دولت میرے گھر کی دولت تو دوسروں کے پاس چلی جائے گی مگر دوسرے کے گھر کی دولت میرے گھر میں نہ آئیگی۔ غور کیجئے کہ اس جواب کے کیا معنی ہیں کیا خدا کے قانون کی اطاعت اسی شرط سے کیجائے گی کہ دوسرے اطاعت کریں تو آپ بھی کریں گے کل آپ کہیں گے کہ دوسرے زنا کریں تو میں بھی کروں گا۔ دوسرے چوری کریں گے تو میں بھی کروں گا غرض دوسرے جب تک سب گناہ نہ چھوڑ دیں گے میں بھی اس وقت تک سب گناہ کرتا رہوں گا بات یہ ہے کہ اس معاملہ میں تینوں بتوں کی پرستش ہو رہی ہے نفس کی بندگی بھی ہے باپ دادا کی بندگی بھی ہے اور مشرک قوموں کی بندگی بھی ہے اور ان تینوں کے ساتھ اسلام کا دعویٰ بھی ہے۔

یہ صرف دو مثالیں ہیں ورنہ اگر دیکھا جائے تو بہت سی اسی قسم کے امراض آپ کے اندر پھیلے ہوئے نظر آئینگے جب یہ بت پوجے جا رہے ہوں اور ان کے ساتھ اسلام کا دعویٰ بھی ہو تو آپ کیسے امید کر سکتے ہیں کہ آپ پر ان رحمتوں کی بارش ہو گی جن کا وعدہ سچے مسلمانوں سے کیا گیا ہے۔

زندہ قوم

جداگانہ قومیت کا اعلان

(از مولانا سید حسن ریاض صاحب مرحوم)

مسلمانوں کی مجبوری

حکومت کی نظر میں مسلمان اس قدر مقہور و معتاب تھے کہ انیسویں صدی کے آخری سال میں جب ہندی کی ترویج کے متعلق صوبہ متحدہ کی گورنمنٹ کے فیصلے کے خلاف انہوں نے احتجاج کیا تو اس پر حکومت کی طرف سے سخت عتاب ہوا۔ اس تحریک کو جو مسلمانوں کے لئے لسانی اور ثقافتی تھی اس درجہ خطرناک سمجھا گیا کہ نواب وقار الملک سے جو اس تحریک کے محرک تھے کہا گیا کہ یا سیاسیات سے دست بردار ہوں یا علی گڑھ کے عہدہ آنریری سکریٹری شپ چھوڑ دیں۔ ان حالات میں مسلمانوں کی سیاسی اور پبلک زندگی کیا فروغ پاتی ان کو صرف اتنی اجازت تھی کہ جس حد تک حکومت کے لئے مفید ہو سیاسیات میں دخل دیں۔

دوسری طرف ہندوؤں کا یہ رنگ تھا کہ پانچ ہی سال بعد انتظامی مصلحتوں کی بنا پر جب لارڈ کرزن نے بنگال کی تقسیم کا اعلان کیا تو یہاں تک نوبت پہنچی کہ شربسندی انتہا کو پہنچ گئی اور بنگال کو لرزہ خیز تقریروں اور اخباری مضامین سے نہیں بنگالیوں نے بم سے احتجاج کیا۔

اب حکومت کو ضرورت پیش آئی کہ مسلمانوں سے مدد لی جائے یقیناً تقسیم بنگال میں مسلمانوں کا نفع تھا۔ اس کا امکان پیدا ہو گیا کہ ایسٹ انڈیا کمپنی نے بنگال میں مسلمانوں کو جس مرتبے اقتدار سے محروم کیا تھا وہ پھر انہیں واپس مل جائے حکومت کی حوصلہ افزائی سے مسلمانوں نے تقسیم بنگال کی حمایت کی اور ہندوؤں کی منصوبانہ سازشوں اور شورشوں سے الگ رہے۔ سلطنت کے اقتضا سے اب یہ بھی ہوا کہ برطانوی مدبروں کو یہ حقیقت صاف نظر آنے لگی کہ مسلمان باعتبار اپنے تمدن کلچر اور مذہب کے ہندوؤں سے بالکل مختلف ہیں اور ایک جداگانہ قوم ہیں، انہوں نے اپنی تقریروں اور تحریروں میں اس کا اقرار و اعلان کیا۔

اسی شور و غل میں منٹو مارلے اسکیم کی گفتگو شروع ہو گئی۔ اور دو کے معاملے میں مسلمانوں کو اپنی بیکسی اور بے بسی کا احساس ہو چکا تھا وہ اسی وقت سے سیاسی انجمن کی ضرورت محسوس کر رہے تھے نئی دستوری اصلاحات کی آمد کے امکان سے اس کی اہمیت اور بڑھ گئی۔ جولائی ۱۹۰۶ء کو مسلمانوں نے زیر قیادت ہز ہائینس آغا خاں وائسرائے کی خدمت میں میموریل پیش کر کے آنے والے دستور حکومت کے متعلق اپنا نقطہ نظر پیش کیا اور ۳۰ دسمبر ۱۹۰۶ء میں اس نقطہ نظر کو زور دینے کے لئے آل انڈیا مسلم لیگ قائم ہوئی۔

مخصوص تدابیر

مسلمانوں نے اپنے میمورنڈم میں جو مطالبات کئے ان سے صاف یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ یا تو اس سے بالکل مایوس ہو گئے کہ ہندوستان کے نظام حکومت میں کوئی ایسا بنیادی تغیر ممکن ہے کہ ہندو اور مسلمان دو مختلف قومیں اپنے اپنے طریقے پر ترقی کریں فروغ پائیں اور بالآخر آزادی کی منزل تک پہنچیں یا انہیں حکومت کی اسکیم کا کوئی بدل نظر نہیں آیا انہوں نے حکومت برطانیہ کے وجود کو مستقل اور حکومت برطانیہ کے مجوزہ طرز حکومت کو جو ہر طرح اور انتہا تک ہندوؤں کے لئے مفید تھا بہر حال قبول کرنا لازم قرار دیکر اس میں کچھ اس طرح ترمیم کرنے کی کوشش کی کہ مسلمانوں کو بجائے تناسب آبادی کے سیاسی اور تاریخی اہمیت کے اعتبار سے مجالس واضعان قانون میں نشستیں ملیں اور طریقہ انتخاب جداگانہ ہو۔

۱۹۰۶ء سے ۱۹۱۰ء تک وزیر ہند نے اور دوسرے مدبرین برطانیہ نے اپنی تقریروں اور بیانات میں مسلمانوں کی خوب تائید کی ان کے حقوق کا بڑے شد و مد سے اعتراف کیا، ان کی امیدیں خوب بڑھائیں صاف صاف کہا کہ مسلمان ہندوؤں سے الگ ایک قوم ہیں لیکن بالآخر جب منٹو مارلے اسکیم قانون کی صورت میں پاس ہوئی تو نہ مرکز میں مسلمانوں کو ان کی سیاسی اہمیت کے اعتبار سے نیابت ملی اور نہ صوبوں میں البتہ جداگانہ حلقہائے انتخاب سے اپنے نائندے منتخب کرانے کا حق مل گیا اور بالآخر وہ تقسیم بنگال بھی منسوخ کر دی گئی جس کو مسلمانان بنگال پر حکومت برطانیہ کا احسان عظیم تصور کیا گیا تھا یا غیور اور بے ہنگامہ آرائیوں کو خوش کرنے کے لئے پھر وفادار مسلمانوں ہی کو قربان کیا گیا مسلمانوں کو حکومت برطانیہ کے اس طرز عمل سے سخت مایوسی ہوئی

مسلمانوں کی مایوسی

مگر وہ کون مسلمان تھے جنہیں سخت مایوسی ہوئی یقیناً عوام نہیں۔ عوام کو کچھ خبر نہ تھی کہ کیا ہو رہا ہے۔ اس خوف سے کہ حکومت بدگمان نہ ہو جائے عام جلسے نہیں کئے جاتے تھے اور یہ خوف بے بنیاد نہ تھا عوام کی سیاسی تربیت اور معلومات کا دوسرا ذریعہ اخبارات تھے مگر مسلم اخبارات موجود نہ تھے وہی خواص کا طبقہ مایوس ہوا جس کے ہاتھ میں مسلمانوں کی قیادت تھی ان میں جو تعلیم یافتہ تھے وہ مایوس ہو کر کانگریس کی طرف ڈھل پڑے اور امرا اپنی سرکار کے دباؤ سے پھر بھی حکومت کے ساتھ رہے عوام کسی شمار میں نہ تھے جس کا جی چاہتا ان کا وارث اور بے زبان بھیڑوں کی نیابت کا دعویٰ کرتا تھا عوام کی طرف سے اس کی کوئی تردید نہ ہوتی تھی وہ واقعی کچھ بہت اور حیران سے تھے مگر یہ واقعہ ہے کہ مسلمان عوام نہ کسی شعور کے ساتھ حکومت کا آلہ کار بنے اور نہ انہوں نے کانگریس پر اعتماد کیا۔

تبدیلی

۱۹۱۱ء میں اٹلی نے بلا کسی اشتعال کے طرابلس پر حملہ کیا اس زمانے میں کم از کم دو اخبار ایسے موجود تھے جن کا احساس اسلامی تھا اردو میں روزنامہ زمیندار لاہور اور انگریزی میں ہفتہ وار کامریڈ ان دونوں اخبارات نے اخوت اسلامی کی بنیاد پر ترکوں کی اور طرابلس کے عربوں کی تائید شروع کی نواب وقار الملک نے ایک سلسلہ مضامین میں یہ ہدایت کی کہ اپنے پیروں پر کھڑے ہو جاؤ اس کا ایسا اچھا اثر ہوا کہ مسلمانوں میں پبلک زندگی پیدا ہو گئی بے خوف و خطر جلسے منعقد ہونے لگے لوگ تقریریں کرنے لگے اخبارات میں مضامین لکھنے لگے مجاہدین طرابلس کے لئے چندہ کیا گیا۔

یہ جنگ ختم نہ ہوئی تھی کہ یورپ کی بڑی طاقتوں کی ترغیب سے بلقان کی عیسائی ریاستوں نے ٹرکی پر حملہ کر دیا۔ اس واقعہ سے ہندوستان کے مسلمانوں میں بڑا جوش پیدا ہوا تمام ملک میں زبردست ایجی ٹیشن ہوا اور علی گڑھ کالج اس ایجی ٹیشن کا مرکز بن گیا۔ اگر دوسری بدگمانیوں کی بھی تردید کر دیجائے تو اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ بلقانی ریاستوں کے مقابلے میں حکومت برطانیہ نے مسلمانان ہندوستان کے نقطۂ نظر کی تائید نہیں کی مسلمانوں میں قوت کے ساتھ یہ احساس پیدا ہو گیا کہ وہ اپنی واحد آزاد اسلامی سلطنت کی جس کا سلطان اس وقت تک مسلمانوں کا خلیفہ بھی تھا، اس وجہ سے اپنی خواہش کے مطابق مدد نہیں کر سکے کہ وہ برطانیہ کی محکومیت میں مبتلا ہیں لہٰذا محکومیت کے خلاف ان کے دل میں تنفر پیدا ہوا اور برطانیہ سے شکوہ۔

ادھر بلقان کی جنگ ختم ہوئی ادھر جنگ عظیم شروع ہو گئی اس جنگ میں ٹرکی بھی شریک ہوا اور جرمنی کے حلیف کی حیثیت سے برطانیہ نے ٹرکی کے خلاف مہمات بھیجیں مسلمانوں میں سخت اضطراب پیدا ہوا اس سے قبل کہ واقعی مسلمان کوئی ایجی ٹیشن کریں قانون تحفظ ہند کے ماتحت مسلمان لیڈر نظر بند کر دیئے گئے حکومت برطانیہ کی طرف سے متواتر اعلانات ہوئے کہ اماکن مقدسہ کا احترام کیا جائے گا اسلامی علاقوں پر تسلط نہیں ہو گا۔ لیکن عملاً مسلمانوں کو اس کے خلاف ہوتا ہوا نظر آیا مسلمان سپاہی ترکوں کے خلاف لڑائے گئے۔ دوران جنگ میں لب کشائی کی اجازت نہ تھی مسلمان خاموشی کے ساتھ درد و کرب کی تکلیف برداشت کرتے رہے۔ بالآخر ہنگامی صلح ہوئی صلح کانفرنسیں منعقد ہوئیں۔ قانون تحفظ ہند کا دور ختم ہوا ہندوستان کے مسلمانوں نے اماکن مقدسہ اسلامیہ اور خلافت کے تحفظ کے لئے خلافت کمیٹی قائم کی اور ملک میں سخت ایجی ٹیشن بپا ہو گیا دوسری طرف رولٹ بل کا جھگڑا چل رہا تھا جلیانوالہ باغ کا حادثہ پیش آ چکا تھا مسٹر گاندھی مع پوری کانگریس خلافت ایجی ٹیشن میں شریک ہو گئے۔ عدم تعاون کی تحریک چلی حکومت برطانیہ نے خلافت سلطنت ٹرکی اور اماکن مقدسہ کے متعلق تمام وعدوں کی خلاف ورزی کی، ہندوؤں اور مسلمانوں نے ساتھ ساتھ سزائیں بھگتیں اور ساتھ ساتھ گولیاں کھائیں۔ بظاہر ایک اتحاد کی سی صورت پیدا ہو گئی اب مسلمان عوام واقعی کانگریس کا دم بھرتے تھے اور حکومت سے قطعی مایوس۔

بھول دوران جنگ ہی میں ہندوستان کو آئینی اصلاحات کی ایک اور قسط دینے کی گفتگو شروع ہوئی مسٹر محمد علی جناح کی سخت کوشش سے ۱۹۱۶ء میں ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان ایک معاہدہ ہوا جو میثاق لیگ اور کانگریس کے نام سے مشہور رہے اس معاہدہ کی رو سے مسلمانوں کو انتخاب جداگانہ حاصل رہا، اور تمام مجالس واضعان قانون میں بطریق پاسنگ اتنی نیابت کہ وہ ہندو یا گورنمنٹ کسی ایک فریق کے ساتھ مل کر دوسرے فریق کو شکست دیدیں۔ گویا موثر نیابت۔

ملاحظہ فرمائیے یہ معاہدہ بھی اسی خیال کے ماتحت تھا کہ اس کے سوا چارۂ کار نہیں ہے کہ جو آئین حکومت برطانیہ مسلط کرے اسے منظور کر لیا جائے زیادہ سے زیادہ بعض تحفظات کے ساتھ کوئی نیا خیال مسلمانوں کے ذہن میں نہیں آیا البتہ یہ پھر بھی محسوس رہا کہ ہندو اور وہ کچھ مختلف ہیں اور اپنی ہستی کی بقا کے لئے مسلمانوں کو جداگانہ حلقہائے انتخاب اور موثر نیابت کی ضرورت ہے۔

میثاق لکھنؤ کے بعد جب مانٹیگو چیمسفورڈ اصلاحات پارلیمنٹ سے منظور ہو کر نافذ العمل ہوئیں تو مسلمان عدم تعاون کے جوش میں تھے انتخابات ہوئے کونسلیں بنیں تمام صوبوں میں دو عملی حکومتیں قائم ہوئیں ان کونسلوں میں مسلمانوں کی طرف سے زیادہ تر زمیندار طبقے کے لوگ گئے جو اپنے ذاتی مفاد کی وجہ سے ہمیشہ ہی حکومت کے ساتھ رہتے ہیں ہندوؤں کے لئے لبرل اور مہاسبھائی موجود تھے کانگریسی ہندوؤں کی عدم تعاون سے ہندوؤں کی آئینی نیابت اور جدوجہد پر کوئی اثر نہیں پڑا بالآخر سوراجسٹ آئے تو وہ ہندو تھے یا مسلمان عدم تعاون سے ہٹا تھا۔

منٹو مارلے آئین سے لیکر مانٹیگو چیمسفورڈ آئین تک کونسلوں میں سرکاری ممبر موجود رہے اور مسلمانوں کی حیثیت یہ رہی کہ اگر انہوں نے سرکاری ممبروں کے ساتھ ہو کر رائے دیدی تو گورنمنٹ جیت گئی اور ہندوؤں کے ساتھ تو ہندو جیت گئے مسلمان دونوں صورتوں میں باعث فتح اپنے آپ کو دیکھتے تھے۔

طرابلس بلقان اور خلافت کی وجہ سے حکومت کے خلاف جذبات میں تلخی خلافت کمیٹی اور کانگریس کا تعاون منٹو مارلے اور مانٹیگو چیمسفورڈ آئینوں کے ماتحت جو کونسلیں قائم ہوئیں ان میں سرکاری عنصر کی موجودگی، یہ تین عناصر تھے جنہوں نے مسلمانوں کو پھر تھپک کر سلا دیا اور وہ احساس قومیت جو منٹو مارلے اسکیم سے قبل بہت ہی اضمحلال کے ساتھ پیدا ہوا تھا ہنگامی جذبات کے نیچے دب گیا۔

بازگشت تحریک عدم تعاون کے زمانے میں مسلمان بڑے شوق سے کانگریس میں شریک ہوئے تھے کانگریس کے نظام میں ان کا بڑا اثر تھا۔ اس کی کمیٹیوں میں ان کی تعداد روز بروز بڑھ رہی تھی یہ حالت پیدا ہونے ہی کو تھی کہ کانگریس کی پالیسی اور پروگرام پر مسلمانوں کی مرضی مخصوص طور پر عمل کرنے لگے کہ مسٹر گاندھی نے یکایک باردولی میں تحریک عدم تعاون بند کر دی۔ ادھر موپلوں کی شورش کو جو صرف حکومت کے خلاف تھی ہندوؤں نے اپنے خلاف حملہ قرار دیکر فرقہ وارانہ رنگ دیا اور شدت سے پروپیگنڈا شروع کر دیا پھر شدھی اور سنگھٹن کی تحریکیں جاری کی گئیں۔ ان میں وہی شریک تھے جو کچھ عرصہ قبل مسلمانوں کے ساتھ تحریک خلافت میں رفیق کی حیثیت سے کام کر رہے تھے سنگھٹن کی تحریک کا مقصد ہی یہ تھا کہ مسلمانوں کے مقابلہ میں ہندوؤں کو دلیر کیا جائے۔ انھیں لڑا تا

سکھایا جائے اور مسلمانوں کو مرعوب کیا جائے چنانچہ تمام ملک میں بلوے شروع ہو گئے۔ ان میں بیشتر ہمیشہ ہندوؤں کی طرف سے ہوتی تھی ان بلوؤں کا سلسلہ ۱۹۲۸ء تک جاری رہا وہ ظاہری ہندو مسلم اتحاد بالکل ختم ہو گیا جو تحریک خلافت اور عدم تعاون میں پیدا ہو گیا تھا۔

ہندوستان کے مستقبل کے متعلق مسٹر گاندھی کی نیت اور کانگریس کی روش کا اسی وقت اندازہ ہو گیا تھا جب احمد آباد کے اجلاس کانگریس منعقدہ دسمبر ۱۹۲۱ء میں مسٹر گاندھی نے مولانا حسرت موہانی کی تحریک استقلال کی مخالفت کی اور بالآخر اسے پیش نہ ہونے دیا سنگٹھن کی تحریک شروع ہونے کے بعد کانگریس نے سکوت اختیار کیا ہندو مہاسبھائیوں اور لبرلوں کی وساطت سے آئینی ترقی کی گفتگو شروع ہو گئی ہندوؤں اور مسلمانوں کو جھگڑتے دیکھ کر حکومت کے تیور بدل گئے مسٹر لائیڈ جارج نے صاف صاف کہہ دیا کہ ہندوستان کو انگریز افسروں کی ضرورت ہمیشہ رہے گی لارڈ برکن ہیڈ نے اصلاحات دینے کے اعلان کے ساتھ یہ کہا کہ ہندوستانی اس قابل ہی نہیں ہیں کہ باہم سر جوڑ کر بیٹھیں اور کوئی متفقہ دستور وضع کر لیں۔ بس ہندوستان میں آئینی گفتگو شروع ہو گئی اور اب اس میں کانگریسی بھی شریک تھے۔ ہندوؤں کی فکر بستہ ہو کر اصلاحات پر آ گئی اور مسلمانوں کی تحفظات پر لیکن ابھی بڑے مسلمان لیڈروں

گو کانگریس سے مایوس نہیں ہوئی تھی سنگھٹن بلوے جن کی قیادت کانگریسی کر رہے تھے مولانا محمد علی وغیرہ کے لئے بڑے صبر آزما تھے تاہم ان کا صبر اس آزمائش میں کامیاب رہا کانگریس نے اور ہندوؤں کی دوسری پارٹی نے لارڈ برکن ہیڈ کے طعن کو چیلنج قرار دیکر منظور کرالیا اور تمام ہندوستانیوں سے یہ اپیلیں کیں کہ اس چیلنج کا جواب دیں مسلم لیگ نے بھی اس خیال کی تائید کی ہندوستان کا دستور وضع کرنے کے لئے ایک کمیٹی مقرر کی گئی جو بعد میں نہرو کمیٹی کے نام سے مشہور ہوئی دوسری طرف مسلمان لیڈر ہندوستان کی آئینی ترقی اور کانگریس کے ساتھ سمجھوتہ کرنے کے شوق میں اس حد تک آگے بڑھے کہ بلوچستان کو جداگانہ صوبہ قرار دیا جائے بلوچستان اور صوبہ سرحد میں دوسرے صوبوں کی طرح اصلاحات جاری کی جائیں۔ پنجاب اور بنگال میں تمام اقوام کی تناسب آبادی کے مطابق ہو۔ مرکزی اسمبلی میں مسلمانوں کی ایک تہائی نیابت ہو۔ مسلمانوں کو پوری مذہبی آزادی حاصل ہو اور ایسے امور میں جس کا تعلق کسی خاص فرقے سے ہو اس فرقے کے تین چوتھائی ممبروں کی رائے سے اس نوعیت کی تجاویز یا مسودات قانون مسترد کر دیئے جائیں۔ مسلمان انتخاب جداگانہ سے بھی دستبردار ہونے کے لئے تیار ہو گئے۔

(سلسلہ مضمون صفحہ ۲۷) کے جواب کا آٹھ دن انتظار کیا لیکن مسلمانوں کی رائے دریافت کرنے کی انہوں نے ضرورت ہی محسوس نہیں کی وہ سمجھتے تھے کہ مسلمانوں کی مدد کے بغیر ہی وہ برطانیہ کی سلطنت کا تختہ الٹ سکتے ہیں لیکن اللہ جو موھن کید الکافرین ہے اس نے اس تحریک کو اس طرح ختم کیا کہ غالباً نمک سازی کی تحریک سے زیادہ بے نکلی کے ساتھ کوئی منظم تحریک ختم نہ ہوئی ہوگی۔ اس تحریک سے ملک کی فضا اتنی خراب ہو گئی اور ہندو مسلم سوال اتنا خطرناک ہو گیا کہ برطانیہ کے مدبرین نے سوچا کہ پھر ایک بار دنیا کی آنکھوں میں خاک ڈالیں اور پھر پہلی راؤنڈ ٹیبل کانفرنس کی تشکیل کی گئی مولانا محمد علی برطانی ڈپلومیسی پر ایک اور قربانی دینے کے لئے" لندن تشریف لے گئے۔ مولانا کا یہ اقدام کانگریس کے نزدیک غداری اور ٹوڈیت سمجھا گیا۔ لیکن چونکہ وہاں ایک ایسا منظر پیش آیا کہ جس سے زیادہ "خطرناک" اور "مہلک" کوئی دوسرا منظر نہ ہو سکتا تھا۔ یعنی مولانا محمد علی رحمہ اور سر شفیع جیسے متضاد قسم کے مسلمان گلے ملنے لگے اور عام خطرہ یہ ہو گیا کہ کہیں پراگندہ جماعت پھر منظم نہ ہو جائے اس خطرہ کا سدباب ضروری تھا چنانچہ اگلے ہی سال دوسری گول میز کانفرنس کے انعقاد کے وقت "مہاتما" کو "خدا کی انگلی" نظر آ گئی اور سدھی اقدام جو مولانا نے "غداری" کی بنا پر کیا تھا "مہاتما" نے "عشق وطن" میں اختیار کیا اور جس طرح ارعدلی ریزولیوشن اچانک ملتوی کر دیا تھا اسی بجلی کی سی سرعت کے ساتھ مہاتما ولایت کو سدھارے۔ وہاں جو حرکات مذبوحی ہوئیں وہ تو ہوئیں لیکن پہلی کانفرنس سے بھی زیادہ خطرناک ایک منظر اور پیش آیا یعنی "اچھوت" جو ہزاروں

برس سے غلامی کی زنجیریں پہنے ہوئے تھے اور اس غلامی پر صابر بھی تھے اب وہ جھکنے لگے اور ہاتھ پاؤں مارنے لگے۔ خطرہ یہ پیدا ہو گیا کہ کہیں مسلمانوں کے ساتھ تعاون کر کے یہ اچھوت قوم ہندو اکثریت کو اقلیت میں تبدیل نہ کر دے اور اس طرح کہیں اکثریت راج کا دائمی خواب پریشاں نہ ہو جائے چنانچہ وہاں سے تشریف لا کر اچھوت ادھار تحریک شروع کر دی گئی۔ یہ تحریک اب تک صرف کتاب اندر تھی لیکن اب سپرعمل اگزیر ہو گیا۔ مہاتما کو اچھوتوں کی محبت نے اتنا ستایا کہ آپ نے مرن برت رکھا۔ گاندھی جی واقعی داد کے مستحق ہیں اس مرن برت کے ذریعہ وہ پونا پیکٹ کرنے میں کامیاب ہو گئے اور اچھوت واقعی ایسے سادہ لوح ہیں کہ پھر خود انہوں نے اپنے پاؤں میں بیڑی ڈال لی حقیقت کھلنے پر اب اس دام فریب میں پھڑپھڑا رہے ہیں اور اس سے نکل بھاگنا چاہتے ہیں محض مندروں کے داخلہ کے دانہ سے کب تک انہیں مطمئن رکھ سکتے تھے اور مخلوط انتخاب کی عزت دیکر ان کے احساس کمتری کے مٹنے کا کیا سامان کر سکتے تھے چنانچہ اب ڈاکٹر امبیڈکر اور رستان کے بغیر اچھوت چین نہ لیں گے یہ حالات تھے جو خود گاندھی جی اور ان کے رفقاء کے پیدا کئے ہوئے تھے جن سے ملک ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ آج گاندھی جی ملک کے ٹکڑے کرنے کو گناہ قرار دیتے ہیں لیکن اس گناہ کا حقیقی ارتکاب خود انہوں نے کیا ہے

زندہ سیاست

پاکستان کا زاویہ نگاہ

ازقلم علی احمد صاحب عباسی ایم۔ ایس سی (علیگ) فیاض گنج۔ دہلی

پاکستان

شہداء اللہ علی الناس ہونے کی حیثیت سے سب سے پہلے یہ فرض ہم پر عائد ہوتا ہے کہ ہم اپنی حیات اجتماعیہ کو درست کریں اس لئے مسلم لیگ کے نزدیک ہندوستان کی موجودہ غیر فطری تقسیم کو مٹا کر جو برطانیہ کی سنگینوں اور برطانیہ کے ہی مفاد کے لئے کی گئی ہے صحیح تقسیم کرنا لازمی ہے اور وہ تقسیم ہوگی انصاف کی بنا پر جن علاقوں میں مسلمان زبردست اکثریت میں ہیں وہ علاقے ان کو مل جائیں تاکہ وہاں اسلام کے نظام کو قائم کیا جا سکے۔

برطانوی حکومت نے ۱۹۳۵ء کے ایکٹ کے مطابق "صوبوں" کی تشکیل جدید کے اصول کو ایک حد تک تسلیم کر لیا ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ نہ تو صوبوں کی تقسیم میں کوئی عملی دشواری ہے اور نہ اختیارات رفتہ رفتہ سپرد کر دینے میں کوئی مشکل ہے۔ سندھ، سرحد اور دہلی کے صوبوں کی تشکیل میں کیا دقت ہوئی اور لنکا اور سابق برما کو آئین حکومت خود مرتب کرنے کے حق دینے میں کیا رکاوٹیں پیدا ہوئیں مسلم لیگ کا مطمح نظر گو اس قسم کی تقسیم نہیں اور نہ اس وضع کے اختیارات مل جانا ہی اس کا نصب العین ہے لیکن جو چیز اس پیمانے پر ممکن ہے وہ اس سے بڑے پیمانہ پر بھی ہو سکتی ہے مسلمانوں کو اس کی بالکل پرواہ نہیں ہے کہ جدید تقسیم کی رو سے کتنی زمین ان کے حصہ میں آتی ہے وہ زمین کے لئے نہیں لڑ رہے ہیں بلکہ ان کی آرزو یہ ہے کہ وہ اپنے نظام کے تحت عزت کی زندگی بسر کریں۔ صوبوں کی تشکیل جدید سے ہی تمام مناقشات کا خاتمہ ہو سکتا ہے اس لئے کہ جو چیز ایک قوم کے نزدیک حرام مطلق ہے وہی دوسرے کے لئے جائز ہے اگر قوموں کی خالص آبادی ہو تو سب اپنے اپنے طریقے پر آسانی سے رہ سکتے ہیں اور اگر خالص آبادی ممکن نہ ہو تو اکثریت کو حق حکومت حاصل ہونا ضروری ہے۔

مرکزی حکومت اور پاکستان

آزاد ہندوستان میں مسلمان تو صرف پاکستان کی مرکزی حکومت کے تحت ہی رہ سکتے ہیں ان کے ذہن میں ہرگز کوئی ایسا مرکز نہیں جو متحدہ قومیت کی بنیاد پر آل انڈیا حیثیت رکھتا ہو اور جس میں ان کی ۳۳ فی صدی نمائندگی ہو ایسی مرکزی حکومت میں امارت صحیحہ قائم نہیں ہو سکتی اور اگر امارت صحیحہ قائم نہ ہو سکی تو اسلامی نقطۂ خیال سے تمام جد و جہد لغو اور فضول ہوگی۔

پاکستان میں غیر مسلم جماعتیں

شمال مغربی پاکستان میں غیر مسلموں کی دو مؤثر جماعتیں ہیں سکھ اور ہندو۔ سکھوں کو پاکستان سے دلچسپی ہو چلی ہے اور ہونا بھی چاہیئے۔ کسی آل انڈیا حکومت میں ان کی کیا نمائندگی ہو سکتی ہے؟ البتہ پاکستان میں ان کی اچھی نمائندگی ہوگی۔ ہندوؤں کا بھی دین چونکہ زیادہ تر انفرادی ہے لہذا ان کو بھی دینی حیثیت سے پاکستان سے کوئی مخالفت نہ ہونا چاہیئے پاکستان میں ان کی وہ حیثیت نہیں ہوگی جو حکومت برطانیہ کے زیر سایہ ہے۔

اسلام ذمیوں کو وہ تمام شہری حقوق دیتا ہے جو خود مسلمانوں کے ہیں اور جو آج تک کسی حکومت نے نہیں دیئے گئے اسلامی حکومت میں غیر مسلم بالکل ایسے ہی رہتے ہیں جیسے اپنی حکومت میں یہ وہ حقوق ہیں جن کو اسلام اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم دیتے ہیں لہذا غیر مسلموں کو بھی اتنا ہی خوش ہونا چاہیئے جتنا خود مسلمان خوش ہیں کہ ان کی آزادی کے دن قریب آگئے ہیں۔

ہندوستان میں مسلم اقلیتیں

پاکستان ہندوستان اور ہندوستان تین ہندو کی حلیف سلطنتیں ہونگی جن کے آپس میں سیاسی اور اقتصادی معاہدات ہوں گے جو حقوق پاکستانی سلطنت غیر مسلموں کو دیگی وہی حقوق ان مسلموں کے لئے طلب کرے گی جو غیر مسلم ریاستوں میں رہنا پسند کریں گے اور بوجہ ایک بیدار اور مضبوط سلطنت ہونے کے ان کے حقوق کی پوری حفاظت بھی کرے گی۔

پاکستان کی سلطنت

ہم دیکھتے ہیں کہ پاکستان کو ایک مضبوط اور مستحکم سلطنت بنانے کے لئے جن وسائل کی ضرورت ہے وہ تقریباً سب پاکستانی حکومت کو حاصل ہیں اور جو موجود نہیں ہیں وہ سب حاصل کئے جا سکتے ہیں۔

سب سے پہلے تو پاکستان کی عسکری قوت ہے پھر دنیا کی دو بڑی بندرگاہیں اسلامی علاقوں میں ہیں قدرتی ذرائع آمدنی اور خام پیداوار میں پاکستان کسی علاقہ سے کم نہیں ہر قسم کی صنعت و حرفت کے مواقع پیدا کئے جا سکتے ہیں مسلمان بیچارگی کی زندگی آج بسر کر رہے ہیں پاکستان میں یہ صورت حالات نہیں ہوگی اور اگر فرض کیجئے کہ پاکستان کی سلطنت ایک غریب سلطنت ہی ہوئی پھر بھی افغانستان سے تو زیادہ غریب نہیں ہوگی۔

پاکستان کا دستور سیاسی

مسلم لیگ قطعی اور حتمی طور پر اعلان کر چکی ہے کہ پاکستان کا دستور سیاسی کتاب و سنت کے مطابق جمہور مسلمانوں کی مرضی سے مرتب ہوگا اس دستور کے مرتب ہونے کا وقت آ گیا ہے اور اس کے بندوبست نے یہ کام شروع کر دیا ہے جب تک انگریزی اقتدار موجود ہے پاکستانی علاقوں میں صرف محدود قسم کی سیاسی اور معاشی تبدیلیاں کی جا سکتی ہیں مسلم لیگ کی جتنی قوت بڑھتی جائیگی اور وزارتوں کے اختیارات وسیع ہوتے جائیں گے رفتہ رفتہ تمام آئین اسلامی سانچہ میں ڈھلتے جائیں گے۔ بہر حال سود کی لعنت سے ایک بڑی حد تک نجات حاصل کی جا چکی ہے پاکستانی علاقوں میں بہت بڑی اکثریت کاشتکاروں کی ہے جن کو اتنی مراعات دی جا چکی ہیں کہ ان کی اقتصادی حالت بدرجہا بہتر ہو گئی ہے کروڑوں روپے کا قرضہ ان کو معاف کر دیا گیا ہے اور سندھ میں بھی پنجاب کے زرعی قوانین نافذ کر دیئے گئے ہیں۔

پہلے سندھ میں کوئی کالج نہیں تھا ابھی کھلا ہے اور یونیورسٹی کی اسکیم زیر غور ہے بلوچستان میں بھی مدرسے کھل رہے ہیں۔ یہ مسلم لیگ کی

ہی کا روح ہے کہ عام طور پر مسلمانوں کی زندگی کے ہر شعبہ میں جان پڑتی جا رہی ہے اور سیاسی شعور بیدار ہو رہا ہے گو یہ سب ابتدائی چیزیں ہیں اور ان کو بطور قدم اول کے کچھ نہ کچھ اچھی علامت کہا جا سکتا ہے لیکن ایک معیاری اسلامی سلطنت کے قیام کے لئے جس چیز کی اصل ضرورت ہے وہ رائے عامہ کی تربیت اور ان کی روحانی تعلیم ہے اب وقت ہے اور آج سے زیادہ یہ وقت کبھی نہ تھا کہ اہل ذکر و اہل فکر میدان میں آئیں سیاسی اور مذہبی اختلافات کو مٹا کر ہمہ تن تنظیم ملت کی طرف متوجہ ہوں کوئی مسلمان ہی مسلم لیگ کے مطالبے اور اس کے نصب العین سے اختلاف نہیں رکھ سکتا ایک آزاد اسلامی سلطنت کا قیام اتنا ہی ضروری ہے جتنا لا الٰہ الا اللہ کہنا آج ظہر الفساد فی البر والبحر کا مضمون ہے اسلام کی نشاۃ ثانیہ بالکل اسی طرح کرنے کا وقت ہے جیسے تیرہ سو برس پہلے ہوئی تھی۔ آج تمام علمائے کرام اور صوفیا اور ربانیین کا صرف ایک کام ہونا چاہیئے۔ سادہ دین کی تبلیغ کریں۔ اصول و حقائق قرآنی کی اشاعت کریں ٹھوس تنظیم اور تربیت میں مشغول ہوں جو جہاں ہو وہ اس فرض کو اپنے ذمے عائد سمجھے آج اصلاح نظریات کی ہر دن سے زیادہ ضرورت ہے۔ مغربی اور غیر اسلامی تمام تاثرات کو یکسر مٹانے کی ضرورت ہے اور اس امر کی ضرورت ہے کہ شعائر اسلام کی تجدید کی جائے۔ وزارتوں کو رائے عامہ کی جتنی حمایت حاصل ہوگی اتنی ہی جلد احکام اسلام کا نفاذ ہو سکیگا۔

جن حضرات کو مسلم لیگ سے کچھ اختلاف ہو اور اس کے اندر کچھ خامیاں دیکھتے ہوں اس کے رفع کرنے کی ایک ہی جائز صورت ہے کہ وہ مسلم لیگ میں شامل ہو کر اندرونی طور پر اس کی اصلاح کریں آج مسلم لیگ کو مسلمانوں کی سب سے بڑی جماعت تو ہر کس و ناکس تسلیم کرتا ہے پھر سواد اعظم سے الگ رہنا کس طرح جائز ہے مسلم لیگ کو دعویٰ ہے اور بالکل سچا دعویٰ ہے کہ وہ مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت ہے یہی صرف ایک جماعت ہے جس نے سب سے پہلے ایک آزاد اسلامی حکومت تشکیل کرنے کی دعوت دی ہے۔ ہندوستانی مسلمانوں کی کسی بھی سیاسی جماعت نے یہ نصب العین پیش نہیں کیا حالانکہ یہ اسلام کا اصل اصول ہے جس جماعت نے قوم کے سامنے ایسا صحیح نصب العین پیش کیا ہے جو ہر قسم کے ابہام سے پاک ہے اس جماعت کا حق ہے کہ ہر کلمہ گو اس کی اعانت پر کمر بستہ ہو اگر اس وقت علمائے کرام عملی سیاست میں پڑنے سے زیادہ اسلامی نظام کی تدوین اور نظریات اسلامی کی اشاعت میں مشغول ہو جائے اور تقسیم کار کے اصول کے مطابق دوسرے کام دوسرے لوگوں کو کرنے دیں تو وہ ایک سال کے اندر ہی انقلاب پیدا کیا جا سکتا ہے۔

مسلم لیگ کی قیادت

مسلمانوں کے نزدیک دین کے مختلف شعبے ہیں، ہر شعبہ کی تنظیم کے مستحق وہی افراد ہیں جو اس کے اہل ہوں جس طرح نظام عسکری دین کا ایک شعبہ ہے اور اس کی تنظیم کے لئے کسی ایسے شخص کو منتخب نہیں کیا جا سکتا جو عابد و زاہد اور عالم و فاضل تو ہو لیکن فن حرب سے ناواقف ہو۔ اسی طرح اقتصادی نظام ہے اور تعلیمی نظام ہے وغیرہ وغیرہ ان امور میں تقدس کی اتنی ضرورت نہیں جتنی ان مسائل کو سمجھنے اور ان کو عملی جامہ پہنانے کی قابلیت کی ضرورت ہے۔ پھر ہر فن کے کچھ علمی پہلو ہوتے ہیں اور کچھ عملی۔ پاکستان کی تحریک علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ کی ہے لیکن چونکہ آپ خالص علمی آدمی تھے اور ذکر و فکر میں مستغرق تھے اس لئے آپ نے خود فرما دیا کہ اس تحریک کو عملی حیثیت سے لیکر چلنا میرا کام نہیں اگر میں ایسا کروں گا تو اپنے دائرے سے باہر قدم رکھوں گا۔ امام ابن خلدون بھی یہی فرماتے ہیں کہ عملی سیاست میں حصہ لینا علماء کا کام نہیں سب سے بڑھکر یہ ہے کہ خود اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ ہر شخص کا کام عملی سیاسی جدوجہد نہیں کچھ لوگ ایسے بھی رہنا ضروری ہیں جو علمی اور نظری حیثیت سے عمل کی بنیاد درست کریں اور ان عالموں کی روحانی اور دماغی تربیت کریں جو عملی حیثیت سے تعمیر ملت کر رہے ہیں۔ ہم نے کتنے ایسے بڑے افراد دیکھے ہیں جو بڑے اچھے نقاد ہوتے ہیں اور ان کی تنقید سے ملت کو بڑا پورا فائدہ ہوتا ہے۔ لیکن اگر انہی لوگوں کو عملی میدان میں آنا پڑتا ہے تو سراسر ناکام رہتے ہیں چونکہ سیاست بھی دین کا ایک شعبہ ہے اور سب سے اہم شعبہ ہے اس لئے مسلم لیگ نے اپنے سب سے بڑے سیاست داں کو اپنا صدر منتخب کیا ہے جس کی سیاسی بصیرت اور حالات حاضرہ پر مکمل عبور ہر طریقے سے مسلم ہے اس کی سیاسی بصیرت کا سکہ ہر دل پر بیٹھا ہوا ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ مسلم لیگ کا قائد امور سیاسی میں سب سے بڑا ماہر ہونے کے علاوہ قرآن و سنت سے بھی اتنا واقف ہے جتنا ایک سیاسی قائد کے لئے ہونا ضروری تھا اور روح اسلام سے طبعی طور پر اتنا قریب ہے کہ تین سو برس کے تنزل کے بعد بالکل مبادی حقائق کو لئے ہوئے اپنی قوم کی کامیاب قیادت کر رہا ہے قائد اعظم کی قیادت میں مسلمانوں کو وہ سیاسی تفوق حاصل ہوا ہے جو زوال سلطنت مغلیہ کے بعد سے آج تک حاصل نہیں ہوا تھا۔ پچھلی تحریک خلافت ہماری تحریک تھی سب سے زیادہ قربانیاں بھی ہم ہی کر رہے تھے ہمارے ہی جوش اور ہمارے ہی ولولے نے تحریک میں جان ڈال دی تھی پھر بھی کانگریس کے ساتھ تعاون کی بنا پر ہماری حیثیت ثانوی تھی بلکہ ہم کو اقلیت قرار دے کر اپنا ماتحت کر لیا گیا تھا۔ آج ہماری حیثیت برابر کی ہے۔ کل ہم جذبات میں بہتے تھے آج ہم میں سیاسی شعور پیدا ہو گیا ہے۔ کل ہم احساس کمتری کے شکار تھے آج اس مرض سے نجات پا چکے ہیں بلکہ ہم میں احساس برتری پیدا ہو چلا ہے اس لئے کہ آج ہم لوائے محمدی کے نیچے جمع ہیں ولن یجعل اللہ للکافرین علی المومنین سبیلا۔ لیکن باوجود اس تمام ترقی کے جو قائد اعظم کی قیادت میں مسلم لیگ کو حاصل ہوئی ہے اور باوجود اس تمام محبت و احترام کے جو قائد اعظم کے لئے مخصوص ہے مسلم لیگ ایک اسلامی جمہوری جماعت ہے قائد اعظم کی حیثیت نہ تو گاندھی جی کی سی ہے کہ چار آنے کے ممبر نہ ہونے کے باوجود کانگریس کے سیاہ و سفید کے مالک ہیں اور نہ صدر کانگریس

کی ان کے سامنے کوئی حقیقت ہے اور نہ کوئی کانگریسی ان کی مخالفت کی جرأت کر سکتا ہے بلکہ سب آنکھ بند کر کے ان کی اتباع کرتے اور نہ قائد اعظم کی حیثیت مشرقی صاحب کی سی ہے جو امیر المومنین کی طرح بیعت لیتے ہیں اور جن کا جماعتی نظام ایسا ہے کہ نہ آئینی طور پر ان کی جماعت ان کو الگ کر سکتی ہے اور نہ کوئی شخص ان کی بیعت توڑے بغیر کسی دوسری جماعت میں شامل ہو سکتا ہے قائد اعظم کا سالانہ انتخاب ہوتا ہے اگر خدانخواستہ وہ کبھی کوئی ایسی راہ اختیار کریں جو اسلامی مفاد کے خلاف ہو تو ہم جس سال چاہیں ان کی صدارت کو ختم کر سکتے ہیں خدا اس دن کو ہم سے دور رکھے کہ وہ کوئی غلط راہ اختیار کریں۔

تعلیمات قرآنی کا تقاضا یہ ہے کہ مسلمانوں کی صرف ایک جماعت ہو اور ایک ہی مرکز ہو۔ خدا کا شکر ہے کہ اس کی سب سے بڑی نعمت آج ہم کو حاصل ہو گئی ہے اب ہر چھوٹی جماعت اور ہر فرد کا صرف ایک ہی فرض ہے کہ امت کے کلمے کو متحد رکھے اور مسلم لیگ کی ہدایات کے تحت تقسیم کار کے اصول پر اپنے فرائض کو بجا لائے لن تجمع امتی علی الضلالۃ اور ید اللہ علی الجماعۃ ارشاد نبوی ہے۔ بقول اسد و بقوتہ آج مسلمانوں کا ایک پلیٹ فارم ہے ایک جھنڈا ہے ایک نصب العین ہے اور نعرہ ہے اور ایک ہی جذبہ ہے تعمیر ملت میں جب یہ مرکزیت حاصل ہو جائے تو حصول مقصد کو قریب جاننا چاہیئے

آزادی کی جنگ اور جد و جہد

ہمارے نقطہ خیال سے ہندوستان کی سیاسی جد و جہد کا حقیقی دور پہلی تحریک ترک موالات سے شروع ہوتا ہے اس لئے کہ وہ دور ہمارے سامنے گذرا ہے اور ہم نے خود اس میں حصہ لیا ہے لہذا ہم سے زیادہ کون ہے جو صحیح معنے میں اس پر تبصرہ کر سکے موجودہ نسل نے جب ہوش سنبھالا تو اپنے آپ کو ایک قومی ادبار اور غلامی کے پنجے میں گرفتار پایا جو دنیا کی ایک بہت بڑی سلطنت کو شکست دے کر دیگر اور مسلمانوں کے مرکز ملی کو اپنی دانست میں نیست و نابود کر کے فاتحانہ غرور اور تمکنت میں سرشار تھی۔ ہندوستان نے یہ جنگ جیتنے میں برطانیہ کی اتنی مدد کی تھی کہ اس سے زیادہ ممکن نہیں مسلمانوں نے جنگ عظیم کو ملکی لڑائی قرار دیکر اور برطانیہ کے وعدوں پر بھروسہ کر کے غیر شعوری طور پر ملت فروشی اور دین کشی سے بھی دریغ نہیں کیا۔ اس مدد کا تقاضہ تھا کہ کم از کم کچھ تو ان کے "حق خدمت" اور "وفاداری" کا اعتراف کیا جائے۔ لیکن یہ اعتراف کیا گیا رولٹ ایکٹ کی شکل میں اور یہ اعتراف کیا گیا مسلمانوں کے جذبۂ دینی کے ساتھ استہزاء کی صورت میں۔ فرعون نے سیدنا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہا تھا لئن اتخذت الٰھا غیری لاجعلنک من المسجونین اگر تو نے میرے سوا کسی کو معبود بنایا تو میں تجھے قید و بند کی مصیبت میں مبتلا کر دوں گا یہی سرکار برطانیہ کے ایجنٹوں نے ہم سے کہا کہ اپنی ریاست میں سے کسی کو خلیفہ بنا کر اپنی دینی پیاس بجھا لو باہر کی طرف نہیں دیکھنے کی کیا ضرورت ہے۔

یہ حالات تھے کہ لازماً ہندو اور مسلمانوں کے دل برطانیہ کے خلاف نفرت و حقارت سے بھر گئے اور قدرتی طور پر ان میں یہ جذبہ پیدا ہوا کہ باوجود نہتا ہونے کے دونوں مل کر اس سب سے بڑی بے وفا طاقت کے غرور کو خاک میں ملا دیں لیکن وائے حسرت و ناکامی اور وائے نامرادی کہ اس عظیم الشان تحریک کی قیادت ہم نے گاندھی جی کے ہاتھ میں دی گو یہ تحریک ایک حد تک انہی کی تھی لیکن ان حضرت پر چونکہ دماغ سے زیادہ دل کی حکومت تھی لہذا انہوں نے ملک کی کشتی کو ایسے ہچکولے دیے کہ اہل کشتی چیخ اٹھے اور اہل دنیا نے دیکھ لیا کہ گاندھی جی کے ہاتھ چرخہ تو کات سکتے ہیں لیکن ناخدائی کے لئے یہ بازو نہیں بنے۔

ہم کہ آزادی ہماری سرشت میں ہے اور ہم کہ پیدا ہی حکمرانی کے لئے کئے گئے ہیں بیباکانہ میدان میں کود پڑے اور ہر قیمت پر اپنے پیدائشی حق آزادی کو حاصل کرنے کے لئے جان و مال اور عزت و آبرو سب کی بازی لگا دی جنگ ہندوستان کی اور قومیں بھی قربانیاں کر رہی تھیں اور قید و بند کی مصیبتیں جھیل رہی تھیں بلکہ بعض افراد تو ابتک اسی زمانہ کی قید بھگت رہے ہیں لیکن ہماری قربانیوں میں اور ہندوؤں کی قربانیوں میں ایک بنیادی فرق تھا ہماری قربانیاں اپنے دین کی حرمت قائم رکھنے کے لئے تھیں اور تمام ہندوستانیوں کی آزادی کے لئے تھیں لیکن وہ محض اپنی قوم "اکثریت" کی حکومت یعنی ہندو راج کے لئے لڑ رہے تھے اور یہی وہ جذبہ ہے جس نے تحریک کو کامیاب نہیں ہونے دیا اور جس نے ملک کی فضا کو کبھی سدھرنے نہیں دیا اور یہی وہ جذبہ ہے جس کے تحت گاندھی جی نے اہم مواقع پر ایسی غیر ذمہ دارانہ حرکتیں کیں اور ایسی طفلانہ سیاسی غلطیاں کیں کہ آئندہ کا مورخ ان کو دنیا کا سب سے زیادہ ناکام سیاستدان قرار دیگا ہر کہ ومہ کو اتفاق ہے کہ باردولی کانفرنس کے وقت ملک انقلاب کے لئے بالکل تیار تھا لیکن گاندھی جی نے سول نافرمانی کی تحریک کو یہ کہکر ملتوی کر دیا کہ ملک ابھی صحیح معنی میں ستیہ گرہی نہیں بنا ہے ایک وقت آیا جب انہوں نے خود اعتراف کیا کہ باردولی کانفرنس میں ان سے ہمالیہ برابر عظیم الشان غلطی ہوئی آئندہ مورخ اس غلطی کو سمجھا سکے یا نہ سمجھا سکے لیکن ہم جانتے ہیں کہ اصل بھید کیا ہے۔ گاندھی جی جانتے تھے اور دیکھ رہے تھے کہ میدان کارزار میں مسلمان پیش پیش ہیں تحریک میں جو جان ہے وہ انہی کی بدولت ہے۔ اگر میدان ہاتھ آیا تو اپنی خصوصیت کی بناء پر یہ قوم ملک پر چھا جائیگی اور ہمارا اقلیت اور اکثریت کا جال ٹوٹ جائے گا اگر انگریز کی بدخواہی ایسی ہی جاری رہی تو انقلاب یقینی ہے اور انقلاب کے بعد سوال وار ہی قطعی ہے اور جب دو بدو لڑائی کا وقت ہو اور برطانیہ کی تلوار فرقہ وارانہ تصادم سے حفاظت کے لئے بھی موجود نہ ہو تو جس نے ملک پر ہماری اقتصادی حکومت قائم رکھی ہے تو اس قوم سے نبرد آزما ہونا از بس مشکل ہے لہذا رہنے دو خم کے سر پہ ابھی تم خشت کلیسا ابھی۔ گاندھی جی کو یہ خطرہ کیوں لاحق ہوا اس لئے کہ ان کے دل میں چور تھا وہ ہندو راج کے منصوبے سوچ رہے تھے اور ان کی نیت صاف نہیں تھی وہ آج بھی تو یہی کہتے ہیں کہ اگر انگریز چلے گئے تو پنجاب

سرحد کے پٹھان اور گورکھے ملک کو تاراج کر دیں گے۔ گورکھوں نے جموں
کو توسعت میں لپیٹ لیا۔ یہ تیر تو پنجاب و سرحد کے پٹھانوں کی "محبانہ
ذہنیت" ظاہر کرنے کے لئے چھوڑا تھا، جس نے دل کو چھلنی کر دیا اور جگر کے
ٹکڑے ٹکڑے کر دیے۔ وجہ یہ ہے کہ وہ مسلمانوں کو بھی ایسا ہی سمجھتے ہیں جیسے
وہ خود ہیں اس لئے مسلمانوں کا کام ان کے لئے نکال دینا ضرور تھا وہ
جانتے تھے کہ مسلمانوں کے ہاتھ ملک کا اقتصادی نظام تو ہے نہیں
جس کے فنا ہونے کا انہیں خطرہ ہو ان کے پاس سوائے بازو کی قوت اور خون
کی گرمی کے اور کیا دھرا ہے لہٰذا یہ قوم بغیر انقلاب پیدا کئے ہوئے دم
نہیں لیگی اور ایسا انقلاب یا ہوگا نہ ہی جی چاہتے ہی نہیں یا کم از کم اس
زمانہ میں قبل از وقت ضرور سمجھتے تھے چنانچہ انہوں نے باردولی رزدلیوشن
اس لئے واپس لے لیا کہ ہندو اقتصادی نظام زیادہ مضبوط ہو جائے اور
ان میں سیاسی یکجہتی بھی پیدا ہو جائے اور آزادی کی روح بڑھے اور یہ
مسلمان عرصہ دراز کے لئے پیچھے جا پڑیں چنانچہ یہی ہوا کہ مسلمان سو برس پیچھے
جا پڑے اور ان پر وہی حالت طاری ہوگئی جو ۱۸۵۷ء کی شکست کے بعد ہوئی تھی
ہم نے سیاسی غلطی یہ کی تھی کہ ہندو مسلم تعاون کی ٹھوس بنیاد تلاش نہیں
کی تھی اور قوموں کے حقوق کا اول روز تصفیہ نہیں کیا تھا۔ مکمل آزادی
کے معنے جغرافیائی حدود کی آزادی نہیں بلکہ ان تمام قوموں کی آزادی مراد لی جا سکتی
ہے جو اس ملک میں رہتی ہیں اور جن کو بے دست و پا کر کے ایک زبردست
طاقت نے ایک قفس میں بند کر دیا ہے اور ایک ہی حالت میں رہنے پر
مجبور کر دیا ہے مختلف قسم کے پرندے اگر ایک ہی قفس میں ہوں تو وہ
مل کر اس قفس کو توڑ سکتے ہیں لیکن ہٹ جانے کے جب بنا چینگے الگ بنائیں گے
قدرت نے جو ان میں ظاہری اور باطنی تفاوت رکھا ہے وہ مصنوعی جکڑ بندیوں
سے فنا نہیں کیا جا سکتا بہرحال ان امور کو ہمیں پہلے دن طے کرنا تھا لیکن
ہم چونکہ انقلاب کی روح سے سرشار تھے اور اپنی مذہبی قربانی اور جذبہ
آزادی سے مجبور تھے کبھی اپنی یونیورسٹی توڑنے چلے اور کبھی ہجرت کی ٹھانی
ہم نے جائدادیں بیچ ڈالیں نوکریاں چھوڑ دیں مدارس کا بائیکاٹ کیا اور
ہزارہا طالبعلموں کو علم سے محروم کر دیا۔ لاکھوں روپے کا کپڑا جلا دیا جو ہم
جیسی بے مایہ قوم نے اپنی گاڑھی کمائی سے خریدا تھا اور جس کا روپیہ
ولایت جا چکا تھا اور ان سب پر طرہ یہ کہ ہم نے جیلوں کو بھر دیا بلکہ دار و
رسن کے واسطے سر بکف ہو کر سامنے آ گئے اتنی زبردست قربانیاں کرنے کے
بعد ہم نے دیکھا کہ تحریک ملتوی کر دی گئی پھر ہمارے دل سرد اور بازو
شل کیوں نہ ہو جاتے لیکن گاندھی جی کی قوم نے ان کے اشاروں پر کام کیا
مسلمانوں کی جائدادیں کوڑیوں کے مول خریدیں ان کی چھوڑی ہوئی ملازمتوں
پر قبضہ کیا اپنی یونیورسٹی پر آنچ نہ آنے دی۔ سنگٹھن قائم کی شدھی کی منظم
تحریک شروع کی ہندی اسمہا سامیلین کی تشکیل کی وغیرہ وغیرہ
یہ سب الزامات گاندھی جی کے سر ہیں اور یقیناً ان الزامات کو جھٹلایا نہیں
جا سکتا سب جانتے ہیں کہ گاندھی جی نے ایک لفظ ان ناشائستہ اور
غدارانہ اقدامات کے خلاف منہ سے نہیں نکالا انہوں نے سامیلین کی صدارت
کی بنارس پہنچ کر باؤ جی کے قدم بہ قدم شدھی کے بانی کو سوامی سے مہاتما بنا دیا
وہ خود معترف ہیں کہ سنگٹھن کے خلاف انہوں نے کبھی کچھ نہیں کہا۔ وہ آل
انڈیا لیڈر جس کو ہندو اور مسلمان سب مہاتما کہتے تھے اگر وہ شدھی اور سنگٹھن کے
بانیوں کے ساتھ دوستی اور آشتی کا تعلق رکھ سکتا تھا تو اس کو یہ حق ہی نہیں تھا
کہ غلط رو موپلوں کے خلاف کچھ لکھے لیکن مہاتما نے دل کھول کر موپلوں کو
ملعون کیا اور جب یہ جانثار لوگ بھیڑوں اور بکریوں کی طرح ریل کے
ڈبوں میں ٹھونس کر جلا وطن کئے گئے اور ان کے گھر برباد ہو گئے تو مہاتما
نے اطمینان کا سانس لیا اگر موپلوں کی مصیبت سے مہاتما کا دل کچھ پگھلتا تو کبھی
اس کا اظہار ہوتا چونکہ مہاتما پر پٹھانوں کا خوف ہر وقت طاری رہتا ہے لہٰذا!
اہنسا کی تعلیم کے لئے وہاں اپنے ناطق بھیجے اور گاندھی آشرم کھولے گئے۔
بعض جاہل اور بے علم پٹھان اس دام میں پھنس گئے لیکن جب انہی پٹھانوں
پر برطانیہ نے بمباری کی اور گاؤں کے گاؤں جلا کر راکھ کر دیئے تو وہ آنکھیں
جو لندن کی بمباری کے تصور سے اشکبار ہو جاتی ہیں پٹھانوں کی خانہ بربادی
پر نمناک بھی نہیں ہوئیں۔ گاندھی جی اور ان کے رفقاء کے کارنامے یہیں ختم
نہیں ہو جاتے ملت اسلامیہ کے کچلنے اور اپنی دانست میں ہمیشہ کے لئے ختم
کر دینے کی ایک اور منظم سازش کی گئی۔ نہرو رپورٹ تیار ہوئی اور مسلمانوں کے
معاف کرے متحدہ قومیت کے ان علمبرداروں کو جنہوں نے اپنی
وسعت نظر اور فراخ دلی اور بے تعصبی اور گاندھی جی پر اعتماد کا مظاہرہ
یہ کیا کہ اس رپورٹ پر بغیر دیکھے ہوئے دستخط کر دیئے۔ "دامن از بیگانگاں ہرگز
نہ نالم و کر با ما ہر چہ کرد آں آشنا کرد" مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ ولایت سے
واپس آئے اور یہ عالم دیکھا تو پوری قوت صرف کر کے کذب و زور کے اس ملفوف
دفتر کو انہوں نے غرق دریا کر دیا۔ غرض یہ ہے کہ وہ مسلمان جو باردولی رزدلیوشن
کے التوا کے بعد شکستہ دل تھے افسردہ خاطر تھے اور ہمت ہار چکے تھے اب
اس قسم کے تمام اندرونی فتنوں کے مقابلے میں الجھ گئے آٹھ دس برس
تک یہ نئے نئے انداز میں اٹھتے رہے۔ اب ۱۹۳۰ء میں گاندھی جی نے
پھر کروٹ لی وہی سول نافرمانی جو معمولی فساد کی بنا پر ملتوی کر دی گئی
تھی اب شروع کی گئی اور ہندو مسلم سخت کشاکش کے باوجود ملک کو انقلاب
کے لئے تیار سمجھ لیا گیا۔ گاندھی جی نے گورنمنٹ کو الٹی میٹم دیدیا اور نمک
سازی کی تحریک شروع ہو گئی جناب نے مقدس ہاتھوں سے خود
اس کار عظیم کی ابتدا فرمائی پھر کیا تھا دھڑا دھڑ نمک سازی کے کارخانے
اور پبلک انڈسٹری کھل گئی۔

مسلمان اس تحریک سے من حیث القوم الگ رہے گاندھی جی
کی دانست میں اب ان کو شکست خوردہ قوم کی مدد کی ضرورت نہ
تھی۔ ان کی اپنی قوم ملک پر چھا چکی تھی اور تنہا تحریک چلانے
کے قابل ہو گئی تھی۔

لیکن مورخ حیرت و تعجب سے یہ دیکھے گا کہ وہ مسلمان جو انفرادی
حیثیت سے یا کسی چھوٹی جماعت کے تحت اس تحریک میں شریک ہو
تھے انہوں نے اپنے ہی جیلوں کو ایسے ہی پاٹ دیا تھا جیسے پہلی تحریک میں
پھر بھی کہا جاتا ہے کہ مسلمان تنگ نظری کی بنا پر آزادی کی راہ میں روڑے
اٹکاتے ہیں گاندھی جی کی خود اعتقادی کا یہ عالم تھا کہ انہوں نے وائسرائے

آریہ سماج اور اسلام

(از مولانا سید نذیر الحق صاحب لائل پور)

(بسلسلہ گذشتہ)

بدھ اور جین حکومت کے زوال کا باعث

طبقہ برہمن کی یہ ذہنیت و نفرت ایک عالم آشکار چیز ہے جوں جوں آپ ہندوستان کے ماضی پر نظر ڈالیں گے یہ چیز روشن اور واضح ہوتی جائے گی مسلمانوں کے آنے کے بعد ظاہرا تو یہ چیز دب گئی مگر دلوں میں جذبۂ نفرت و حقارت بدستور شعلہ زن رہا اور اب جبکہ دنیا میں حریت و مساوات کا غلغلہ ہے اب بھی ان کے دلوں کی کیفیت وہی ہے موجودہ زمانہ سے ذرا نظر ہٹا کر ماضی کی سیر کیجئے تو آپ اونچ ذات کے بھیانک مناظر دیکھکر چیخ اٹھیں گے اور آپ کو صاف طور پر یہ نظر آجائیگا کہ "گونڈ" "بھیل" "دراوڑ" بدھ اور جین سب کی تباہی و بربادی کا اصلی سبب یہی برہمن اور بھاٹ ہیں جو اپنے آپ کو ایشور کا مکھ سمجھتے تھے۔ اگر انہوں نے مسلمانوں کی حکومت کو بھی تباہ کرنا چاہا تو جائے شکایت نہیں چنانچہ انہی کے ایک ہم قوم مگر منصف مزاج پنڈت رتم دیا تس جی کہتے ہیں:۔

"ایک زمانہ ایسا آیا تھا جب عام کے ٹھیکیدار برہمنوں کے دماغ میں برتری اور عدم مساوات کا بھوت سما گیا تھا سوسائٹی میں سب سے بلند مرتبہ حاصل ہونے کے باعث ان کے دماغ آسمان سے باتیں کرنے لگے تھے انہوں نے ہندو سوسائٹی میں یہ اصول رائج کر کے دنیا کے اندر عدم مساوات پیدا کر دی تھی کہ سو جرم کرنے پر بھی برہمن قابل سزا نہیں۔۔۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔ وید اور شاستر سب پر پانی پھیر کر برہمن کا قول ہی ایشور کا قول ہو گیا تھا۔ اس بھیانک ورن دشمنا (عدم مساوات) کے باعث دنیا کو تنزل ہونے لگا کشتری اور ویش ذات کے لوگ ان باتوں سے بیحد دکھی اور پریشان ہوئے" (ہندو راج کے منصوبے صـ۱۷)

ودیام سنگھ وائس پرنسپل ایڈیٹر دربار خالصہ کالج امرتسر۔ عدم مرم کے آغاز کے حالات لکھتے ہوئے بیان کرتے ہیں:۔

"ذات پات اور چھوت چھات نے ہر ایک دل میں گھر کر لیا تھا اور مساوات کا نام و نشان نہ تھا برہمن لوگ فرعون کی بات کر رہے تھے اور شودر غلامی کی زنجیروں میں ہمیشہ کے لئے جکڑ دیئے گئے تھے۔ تاریخ ہند حصہ اول صـ۶۵) شودر لوگوں کے لئے نجات کا کوئی ذریعہ نہیں تھا ظلم درجہ انتہا تک پہنچ چکا تھا برہمنوں کے یکطرفہ نامنصفانہ اور جابرانہ احکام کے خلاف انسانی کورٹ تو کیا اندر سبھا کی عدالت میں بھی کوئی شنوائی نہ تھی صـ۶۔ چونکہ بدھ کا طریق رد کیا ہوا تھا اور خلاف رواج تھا اور اس میں عام لوگوں کو خوش رکھنے کی کوئی بات نہیں پائی جاتی تھی اس لئے برہمنوں نے جن کی بزرگی میں اس کے سبب سے خلل آگیا تھا موقع پاکر عوام کو بھڑکایا اور ان کی مدد سے اس عالمگیر مذہب کو ہندوستان سے معدوم کر دیا اور برہمن غالب آگئے" (صـ۹)

پنڈت لال صاحب ایم لے فرماتے ہیں:۔

"میں بحیثیت ہندو شرم کے ساتھ اقرار کرتا ہوں کہ ہندوؤں نے جین دھرم ماننے والوں کے ساتھ ایسا کمینہ اور ذلیل برتاؤ کیا ہے جو شاید کسی وحشی سے وحشی انسان نے دوسرے وحشی انسان کے ساتھ کبھی نہ کیا ہوگا اور کس بات پر! ظاہرا صرف دو ہی باتیں ہیں۔ اول یہ کہ یگیہ میں جانوروں کی قربانی نہ کی جائے بلکہ رحم کے اصول کی پابندی ہو۔ دوسرے ایشور کو سمجھ بوجھکر مانا جائے وہ جوان کے خون کا پیاسا نہیں ہے۔ مخالف فریق (برہمن) انہی دو باتوں کی وجہ سے ناراض ہو گیا۔"

(ہندو راج کے منصوبے بحوالہ جین دھرم صـ۲۵)

غور فرمائیے جن براہمنوں نے بدھ اور جین حکومتوں کو محض اپنے اقتدار کے لئے تباہ کیا انہوں نے اگر مسلمان حکومتوں کے خلاف بھی کچھ کیا تو اسمیں تعجب کیا ہے۔

براہمنوں کی حریت و مساوات دشمنی

براہمنوں نے جو مذہبی تقدس۔ قانون سے بالاتر مقام اور اثر و اقتدار حاصل کر لیا تھا اس کا بہر حال انہوں نے ہمیشہ تحفظ کیا اور مذہب و اخلاق اور انسانیت کو اپنی زر خرید لونڈی بنا کر ہندوستان میں ہولناک مظالم کئے جس مذہب اور قوم سے بھی ان کو خطرہ ہوا اسی کا تیا پانچہ کیا اور دھوکہ مکر و فریب اور طاقت سے کام لیکر جو جاہا کیا۔ ان کے ہاتھوں خود ہندو طرح طرح کے ظلم سہتے رہے اور ہمیشہ نالاں رہے ان کے ظالمانہ برتاؤ کا قلع قمع نہ بدھ حکومتیں کر سکیں اور نہ جین حکومتیں یہ زبردست اور محکوم ہو ہو کر ابھرتے اور غالب آتے رہے اور ان کے لئے سب سے زیادہ خطرناک چیز جس سے ان کی نیندیں حرام تھیں حریت و مساوات تھی اس ملک میں جس نے بھی قدم جمائے اور ذرا حریت اور مساوات کا نام لیا اور یہ مقابلہ پر کمر بستہ ہو گئے چنانچہ انہوں نے سندھ اور پنجاب کی بدھ سلطنتوں کا تختہ الٹا ان کی سلطنت چھین لینے کے بعد ان پر ظلم و ستم ڈھائے اور بڑے بڑے اتیاچار کئے مسلمانوں کے یہاں آنے پر بھی انہوں نے اپنی قدیم عادت کے مطابق ہی کیا

جب ان حریت اور مساوات کے دشمنوں نے دیکھا کہ اسلام کی وحدانیت اور مساوات کے مقابلہ میں ان کی بت پرستی اور برہمنیت ایک منٹ بھی نہیں ٹھہر سکتی اور مسلمانوں کا مقابلہ ان کے حیطۂ قدرت سے باہر ہے تو انہوں نے کیشتری راجاؤں کو ان کے مقابلہ پر ابھارا مگر یہ بھی ان کی خام خیالی تھی اسلام کی تعلیم بہار پھیلتی گئی اسلام کی تعلیم اپنے اندر کس قدر کس بل اور طاقت رکھتی تھی اس کو لالہ لاجپت رائے کی اپنی زبان سے سنئے۔

اسلام کی فتح اور ہندو دھرم کی شکست

اسلام کی وحدانیت کیا تھی - ایک آتش خیز پہاڑ تھا جس کی ابلتی ہوئی لہر کے سامنے نہ بت پرستی ٹھہر سکی نہ آتش پرستی ٹھہری اور نہ عیسٰی پرستی

ٹھیری جہاں جہاں تک یہ لہر پہنچی راستے میں صفائی کرتی چلی گئی خونخوار جفاکش سخت دل سخت زبان اہل عرب نئی وحدانیت کے جوش میں بھرے ہوئے دین کے نعروں سے ملک گیری کے لئے نکلے آگ برساتے برساتے زرخیز میدانوں کو اپنے گھوڑوں کے پاؤں سے روندتے ہوئے ادھر سپانیہ میں جا پہنچے اور ادھر سندھ کے کنارے پر راجپوتوں سے آٹکرائے کس کی مجال تھی جو ان کے شعلۂ وحدانیت کے سامنے ٹھیرتا۔ کس کی مجال تھی جو ان کی آتش فشاں دلیری کے سامنے قدم جماتا اللہ اکبر کے نعرے لگاتے ہوئے گھروں سے نکلے کہ یا تو دشمن کو پامال کر دیں گے یا میدان میں درجہ شہادت حاصل کر کے سیدھے جنت میں داخل ہو گئے۔ اس قسم کے حملہ آوروں کا مقابلہ کرنا ناجی کا گھر نہ تھا۔ عرب سے ہندوستان تک کوئی قوم ان کے آگے نہ ٹھیری مسلمانوں کے اقبال کے سامنے جو ان کی توحید کے ہمرکاب تھا کچھ پیش نہ گئی اور پورانک دھرم اور پورانک راج اسلام سے مغلوب ہوئے۔

(ہندو سماج کے سنصوبے بحوالہ سوانحمری سوامی دیانند صفحہ)

یہ تھی وہ اسلام اور مسلمانوں کی شاندار فتح جس نے یہاں کے باشندوں کو بالعموم اور برہمنوں کو بالخصوص مسلمانوں سے انتقام لینے پر ابھار اٹھایا۔ انہوں نے پنجاب میں سکھوں کو سنٹرل ہندوستان میں رجواڑوں کو بیرناگی سادھوؤں کو اور مرہٹوں کو ابھارا اور برانگیختہ کیا۔ لالہ لاجپت رائے جی کے قول کے مطابق برہمنوں نے سیواجی کو بار بار اسلام کے خلاف جنگ کرنے کا اپدیش کیا سیواجی نے راجہ جے سنگھ کو خود ایک خط میں تحریر کیا تھا کہ "میری تلوار مسلمانوں کے خون کی پیاسی ہے"۔ مسٹر ایلکسوریہ بی لے فرماتے ہیں کہ "وہ (یعنی سیواجی) اسلام کو مٹا کر اس ملک کا عام مذہب ہندو دھرم بنانا چاہتا تھا اس کی زندگی کا سب سے بڑا مقصد یہی تھا کہ مسلمانوں کو حوالۂ شمشیر و آتش کر کے ہندوستان سے ان کا نام و نشان مٹا دے" باجی راؤ پیشوا کا نصب العین بھی یہی تھا لیکن یہ سب کوششیں رائیگاں گئیں

دو براہمن شخصیتوں کا ظہور اسلام کے مقابلہ میں براہمنوں کی مخالفانہ کوششیں

اور سازشیں برابر ناکام و نامراد ہوتی رہیں اور مسلمانوں سے شدید نفرت و حسد کا مادہ دلوں میں بدستور موجود رہا۔ جوں جوں ہندوستان میں مسلمانوں کی تعداد بڑھتی تھی تیوں تیوں ان کے کلیجے پر سانپ لوٹتے تھے مگر بنتا کچھ نہیں تھا۔ چنانچہ ابتدائے عملداری انگریزی میں مسلمانوں کی آبادی ڈھائی کروڑ تھی ان کو یہ بڑھتی ہوئی تعداد بہت کھٹکی اور انہوں نے محسوس کیا کہ اگر حقانیت اسلام کا سیلاب اسی طرح امڈا چلا آیا اور مسلمانوں کی ترقی کی رفتار یہی رہی تو ایک دن ہندوستان میں مسلمان ہی مسلمان دکھائی دیں گے اس خطرہ کی روک تھام اور سمر تھ رامداس اور سیواجی کا مشن پورا کرنے کے لئے ایک ہی وقت میں دو خاص شخصیتیں نمودار ہوئیں جن کا مشن ایک ہی تھا دونوں نے غیر ملکیوں کی مخالفت اور ویدک تہذیب ویدک دھرم اور ویدک تحفظ و احیاء کو اپنا مقصد حیات بنایا اور ساری عمر اسی میں صرف کر دی۔ یہ دونوں شخصیتیں جنم سے براہمن تھیں۔ یعنی پنڈت بال گنگا دھر تلک اور سوامی دیانند سرسوتی۔

ادھر مدبرین انگلستان نے ہندوستان میں اپنی حکومت کے استحکام و بقا کے لئے ضروری سمجھا کہ شاہان اسلام کی حکومت کی تاریخ اور اسلام کی تعلیمات کو ایسے بھیانک اور نفرت انگیز رنگ میں پیش کیا جائے کہ ہندوؤں کو یقین ہو جائے کہ شاہان اسلام نے ہندوؤں پر ہولناک مظالم کئے اس طرح ان کے دلوں میں اسلام اور مسلمانوں کی عداوت و نفرت بیٹھ جائیگی۔ چنانچہ انگریز مورخوں نے اسی رنگ کی تاریخیں لکھیں اور ان کو مدرسوں اسکولوں اور کالجوں کے نصاب میں داخل کر دیا اس سے انگریزوں کو اپنے مقصد میں پوری کامیابی ہوئی اور ہندوؤں کے دلوں میں مسلمانوں کی نفرت پختہ طور سے جاگزیں ہو گئی اور ان کے سینے جوش انتقام سے آگ کی بھٹی بن گئے۔

ہندوؤں کی ان دو مایہ ناز شخصیتوں نے اندازہ لگایا کہ اگر ہندو تہذیب و تمدن میں اصلاح نہ کیگئی تو ہندو قوم کا نام و نشان بھی نہ رہے گا۔ ہندو قوم کے افراد یا تو حکمرانوں کا مذہب عیسائیت قبول کریں گے اور یا اپنے ہمسایہ مسلمانوں کا تمدن اختیار کر کے مسلمان ہو جائیں گے اس خطرہ کے پیش نظر پنڈت بال گنگا دھر تلک نے سیاسی پلیٹ فارم کو اپنا آلہ کار بنایا اور سوامی دیانند جی نے مذہب ہی کے دائرہ میں رہ کر ہندو قوم کو محفوظ کیا۔

آریہ سماج کا مقصد اور اسکی بنیاد

سوامی دیانند سرسوتی

سوامی جی ۱۸۲۵ء میں خطۂ گجرات میں پیدا ہوئے۔ آپ کا کس ذات سے تعلق تھا یہ بات ہنوز کسی کو معلوم نہیں خود سوامی جی نے ۱۸۷۵ء میں ایک انگریزی اخبار میں اپنی زندگی کے حالات شائع کرائے تھے اس میں اپنے والد کا نام اور اپنے خاندان کا مسکن بتانے سے عذر کیا تھا۔ اس خود نوشت سوانح عمری میں کہتے ہیں مجکو ایک برہمچاری ملا جس نے مجھے صلاح دی کہ تم ہمارے فرقہ یا تھوک میں شریک ہو جاؤ چنانچہ میں داخل ہو گیا اور اس نے میرا نام شدھ چیتن رکھ دیا (صفحہ ۲) ایک جگہ کہتے ہیں کہ برہمانند وغیرہ ست پرشوں نے مجھے پورا پورا یقین دلایا کہ برہم یعنی ایشور میرے وجود سے علیحدہ کوئی چیز نہیں جیو اور برہم کی ایکتا کا یقین مجھے اچھی طرح کرا دیا اور مجھے یقین ہو گیا کہ برہم میں ہی ہوں (صفحہ ۲) ان سنیاسیوں نے ان کا نام دیانند سرسوتی رکھ دیا۔ بعد ازاں آپ کو شرنگری اچاریہ مت کے ایک سنیاسی نے اپنا چیلا بنایا۔

پھر لکھتے ہیں کہ میں مشہور و معروف مقامات و متبرک تیرتھوں

یاترا کے لئے اور ان کے درشن کے واسطے روانہ ہوا اسی دوران میں آپ نے متھرا میں رہ کر برجانند اندھے سے ویاکرن (علم صرف ونحو) پڑھی اور ان کو اپنا پرم گورو اور پرم ودوان سمجھنے لگے پرنت مورتی پوجا پر مت کو ایک ستیہ پرش کے سمجھانے سے ترک کر دیا

ان مختلف حالات اور تجربات ومشاہدات حاصل کرنے کے بعد بالآخر آپ نے اپنی زندگی کو ہندو قومیت کے تحفظ کے لئے وقف کر دیا۔ ہندو قوم کو ہندو نام سے دنیا میں باقی رکھنے کے لئے آپ نے یہ ضروری سمجھا کہ موجودہ روشنی کے مطابق ہندو تمدن میں ترمیم کی جائے۔ اگر آپ اپنی اصلاحی کوشش کو صرف اسی حد تک محدود رکھتے تو آپ کا عقل وانصاف اخلاق انسانیت اور ہندوستان کے دیگر مذاہب و اقوام پر بہت بڑا احسان وکرم ہوتا مگر آپ نے غضب یہ کیا کہ ہندوؤں کو مسلمانوں اور عیسائیوں سے الگ کرنے اور نفرت دلانے کے لئے عیسائیوں اور مسلمانوں کی دل آزاری کو بھی اپنے مشن میں شامل کر لیا گویا آپ نے ہندو قوم کے تحفظ کے لئے دو کام کئے ایک تو اپنے گھر کی اصلاح شروع کی اور دوسرے باہر کے حملے کی حفاظت کی۔ ہر قوم کے ریفارمر کو یہی دو کام کرنے پڑتے ہیں اس کا ہر ایک ریفارمر کو حق حاصل ہے اور اگر سچ پوچھو تو ایسی باعزم کمال ہستیاں ہر قوم کے افراد کے لئے قابل قدر ہستیاں ہیں بشرطیکہ باہر کے حملوں کی مدافعت میں سیاسی مصلحتوں، مروجہ مذہب کی فطری محبت، مذہبی تعصب اور نسلی عصبیت کو رہنمائے عمل نہ بنایا جائے اور حق و باطل کی تمیز اور اخلاق و دیانت کو بالائے طاق نہ رکھ دیا جائے۔ افسوس کہ سوامی جی نے اس شرط کو پورا نہیں کیا۔ اور یہی چیز آج تک ہندوستان کی تمام قوموں کو نشتر کی طرح کھٹک رہی ہے یعنی مسلمان اور عیسائی تو ان سے نالاں تھے ہی مگر خود سناتن دھرمی وغیرہ ہندو بھی سخت نالاں اور ماتم کناں ہیں۔

سوامی جی کے کارنامے

اس میں کوئی شک نہیں کہ علوم سنسکرت میں آپ کا پایہ بہت بلند تھا اور اسی سنسکرت دانی نے آپ کو ہندو قوم کا سب سے بڑا ریفارمر بنایا آپ نے چاروں ویدوں کو ہندو دھرم کا اصل سرچشمہ و ماخذ قرار دیتے ہوئے پورانوں کو مسترد کر دیا دوسری طرف ویدوں کی تعلیم کو نیا رنگ و روپ دیا ان کی تفسیر کے نئے اصول وضع کئے اور ان کو تاویلات کے شکنجہ میں اس بری طرح کسا کہ سناتن دھرمی ودوان آج تک رو رہے ہیں اس میں آپ کا سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ ویدوں کے شرک صریح اور تعدد الٰہہ کے باوجود آپ نے ان سے توحید کو ثابت کر دکھایا ان کی یہ محنت حقانیت اسلام کا زندہ معجزہ ہے یعنی آپ نے اسلام کو تو نہ مانا مگر اس کے جوہر توحید کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا اور یہ بات ہزار چھپائے نہ چھپ سکی اس طرح کہ آپ نے توحید کو ویدوں سے تو نکال کر دکھایا لیکن یہ نہ بتلا سکے کہ توحید ہے کیا چیز اس لئے کہ وہ خود ہی نہ سمجھے اور نہ دوسروں کو سمجھا سکے چنانچہ آپ کی توحید "آدھا تیتر اور آدھا بٹیر" ہو کر رہ گئی اور خدا مادہ اور روح کی تثلیث کے جال میں ایسے پھنسے کہ اس سے نہ آپ نکل سکے اور نہ آپ کے پیرو۔ یہ سزا ہے اسلامی توحید کو پورے طور پر تسلیم نہ کرنے کی۔

"نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم نہ ادھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے"

علاوہ ازیں آپ نے ہندو قوم کے مختلف فرقوں میں جو جو باتیں قابل اعتراض اور ناقابل فہم وعمل پائیں ان سب کی ترمیم واصلاح کی بہت سی باتوں کو رد کر دیا یا ان کی صورت بدل دی اور نئے ہندو تمدن کا نام آریہ رکھکر ہندوؤں میں ایک نئی روح پھونک دی۔

یہ تحقیق اور ترمیم و اصلاح آپ کی ذاتی قابلیت اور دماغ سوزی کا نتیجہ تھا یا آپ نے مسلمانوں کے تمدن اور عیسائی قوم کی تہذیب سے بھی کچھ لیا ہے اس سے کچھ بحث نہیں اور نہ اس بحث سے کچھ مطلب کہ انہوں نے اسلام سے کیا اخذ کیا اور عیسائیت سے کیا کچھ سیکھا یہ ان کے اپنے گھر کی اصلاح و ترمیم تھی وہ جانیں اور ہندو بھائی جانیں ہمیں اس سے کیا سروکار مگر ہاں ایک چیز ہر وقت ہمارے دل میں کھٹکتی ہے کہ ہندو قوم صدیوں سے وید مقدس کو پڑھتی سمجھتی اور اس پر عمل کرتی تھی مگر کبھی کسی کو نہ سوجھا کہ وید میں مورتی پوجن نہیں کیا اس قوم کے بڑے بڑے ودوان اور مصلح بھی ویدوں کی اصل تعلیم نہ سمجھ سکے کسی میں سوامی جی جیسی عقل و سمجھ نہ تھی ہماری سمجھ میں تو یہ بات نہیں آتی کہ ویدوں کی اصلی تعلیم پر پردہ پڑا رہا اور جب حقیقت کھلی تو اسلام سے ٹکر لینے کے بعد اس سے پہلے کیوں کسی محقق نے ثابت نہیں کر دیا کہ ویدوں میں چھوت اچھوت کا ورن نہیں اور اس میں بیواؤں کی شادی بھی ہے وغیرہ وغیرہ

جہانتک ہماری معلومات ساتھ دیتی ہیں نظر آتا ہے کہ اگلے ہندوؤں کا مذہب محض دو باتوں پر مبنی تھا (۱) دیوتا پرستی (۲) قربانی یعنی اگلے ہندو اپنے دیوتاؤں کو خوش کرنے کے لئے قربانیاں کیا کرتے تھے اور یہی اگلے ہندوؤں کا حقیقی مذہب تھا تمام فضلاء سنسکرت اور ماہرین وید کی نگاہوں میں سائنا چارج مہی دھر اور پنڈت جوالا پرشاد کے وید بھاشیہ صحیح اور معتبر ہیں مگر اب آریہ سماج کے نزدیک اگر کوئی وید بھاشیہ صحیح اور معتبر ہے تو صرف سوامی جی کا اس کے علاوہ تمام کے تمام اگلے ہندوؤں کے ترجمے غلط، لغو مہمل اور لچر تھے بڑی عجیب بات ہے بہرحال ہمیں ہندو قوم کی اصلاح سے بحث نہیں ہم سوامی جی کی اس بلند ہمتی اور کارناموں کا دل سے اعتراف کرتے ہیں۔

خون اور پیپ کا آنا فوراً بند

ہندوستان میں یہ بیماری لاکھوں انسانوں کو دُکھ دے رہی ہے اور وہ اس دُکھ سے مجبور ہو کر مرجانا اچھا سمجھتے ہیں۔ وہ ہر طرح کی دوائیں استعمال کرنے پر بھی تندرست نہیں ہوتے اور تکلیف سے رویا کرتے ہیں۔

پراچین بھارت کے ویدک طریقوں نے اس بات کو اچھی طرح بتایا کہ ہندوستان میں سوزاک کی بیماری کا علاج ہے تو صرف "گونو" ہے کہ جس سے نیا اور پرانا سوزاک پندرہ دن میں بالکل ختم ہو جاتا ہے مگر تعجب کی بات یہ ہے کہ "گونو" دوا کی پہلی ہی خوراک اپنا اثر دکھاتی ہے۔ درد، پیپ، جلن کا آنا بالکل بند ہو جاتا ہے اور پندرہ دن میں مریض بالکل اچھا ہو جاتا ہے۔

اگر آپ میں سے کسی کو سوزاک کی بیماری ہے اور ہر طرح کا علاج کرتے کرتے تھک گئے ہوں تو آخری علاج "گونو" دوا کی ایک شیشی منگا کر استعمال کر لیں اور تندرست ہو جائیں۔ شرطیہ علاج ہے۔ **قیمت** ایک شیشی تین روپے ہے (محصولڈاک گیارہ آنے (۱۱؍) علاوہ ہے۔

اکسیری دواخانہ کلاں محل، پوسٹ بکس ۱۴ (ایم ڈی) دھلی

اگر آپکی عورت بچہ نہ چاہے

اگر عورت یہ چاہے کہ اسکے ہاں اولاد نہ ہو۔ اور اس میں اتنی قوت بھی نہ ہو کہ وہ اپنے بچوں کی پرورش اچھی طرح کر سکے اور یہ بات بھی ضروری ہو کہ اولاد پر کنٹرول کیا جائے اور عورت اپنی صحت کو برقرار رکھے تو کنٹرولین دوا کے استعمال سے اولاد کا ہونا جتنک چاہو بند ہو سکتا ہے اور سائنسدان نے اس دوا کے اندر یہ کمال رکھا ہے کہ عورت کو کسی طرح کی تکلیف نہیں ہوتی اور ماہواری باقاعدہ ہوتی رہتی ہے۔ یہ دوا ضرورت کیوقت ہی استعمال کیجاتی ہے۔ ایک شیشی کافی عرصہ کام دیتی ہے۔

قیمت ایک شیشی تین روپے ہے، محصولڈاک گیارہ آنے (۱۱؍)

اکسیری دواخانہ کلاں محل بکس ۱۴ (ایم ڈی) دہلی

مفت سونے کی چوڑیاں

آپ ان چوڑیوں کو بالکل مفت حاصل کر سکتے ہیں یہ اس سونے کی بنی ہوئی ہیں کہ جسکو سنار اور صراف نے آجتک نہیں پہچانا کہ یہ اصلی ہیں یا نقلی، چمک، دمک، رنگ، روپ میں اصلی سونے کے برابر ہیں۔ بیاہ شادی اور تحفوں میں دینے کیلئے ان چوڑیوں کو منگا کر دیجئے۔ دہلی کے کاریگروں نے انکو بہت خوبصورت بنایا ہے صرف شہرت کی غرض سے ان کو بہت ہی کم قیمت میں دیا جارہا ہے یعنی چار چوڑیوں کی قیمت صرف تین روپے ہے دو سیٹ کی قیمت چھ روپے محصولڈاک فری اور تین سیٹ منگانیوالوں کو ایک سیٹ مفت اور محصولڈاک بھی معاف ہوگا

گڈلک ٹریڈ ایجنسی دریا گنج بازار (ایم ڈی) دھلی

عورت کے مرض لیکوریا کیلئے
بہترین دوا
روک
ROKE
جوان عورت کو لیکوریا (سیلان الرحم) کی بیماری بہت خطرناک ہے
اس بیماری کو پردر بھی کہتے ہیں۔ اس بیماری میں عورت کے خفیہ بدن سے ہر وقت سفید پانی یا لیسدار سفید رطوبت
گرنے لگتی ہے۔ یہ مرض عورت کے لئے بہت خطرناک ہے اس کا سب سے آسان علاج یہ ہے کہ ایسی بیمار عورت کو صرف ایک
شیشی دوا روک کھلا دیجئے۔ استعمال شروع کرنے کے ٹھیک تیسرے دن پانی آنا بند ہو جائیگا اور پوری شیشی ختم
ہونے تک بیماری ٹھیک ہو جائیگی۔ ایک شیشی روک کی قیمت تین روپے ہے۔ جن عورتوں کو ضرورت ہو
لیڈی ڈاکٹرز زنانہ دواخانہ پی۔ بی ۳۴ دہلی کے پتہ پر خط لکھ کر
بذریعہ وی پی پارسل منگالیں

جب میں جوان تھا

اس وقت کی بات ہے جب میں اسکول سے کالج میں داخل ہوا۔ یہی زمانہ میری زندگی کی بربادی کا سبب تھا۔ یہیں بری صحبتیں میری جان کی دشمن بنیں اور اسی آغاز نے مجھے انجام سے بےخبر بنا دیا۔ میں تھوڑے ہی عرصہ میں جوانی برباد کر بیٹھا۔ چہرے اور جسم کا خون خشک ہو گیا۔ جوانی کی لذتیں تنہائی کی راتوں کی نذر ہو گئیں یعنی وقت سے پہلے شباب ختم ہو گیا۔ شادی کا وقت آیا اپنے کو ناکارہ پایا۔ سوائے انکار کے اور کیا کر سکتا تھا۔ والدین کو اس انکار سے تشویش ہوئی سمجھ گئے کچھ بات ہے۔ انھوں نے دنیا دیکھی تھی۔ ملال و نامردگی چھپا نہیں کرتی، تاڑ گئے۔ کہنے لگے ابھی وقت ہے کہ تم اپنے کو سنبھال لو۔ جوانی کا زمانہ زندگی کا دشمن بن کر آتا ہے اور اس کا سب سے مقابلہ کرنا ہی انسانی زندگی کی کامیابی ہے۔ تم اس دشمن سے مات کھا گئے اس نے تمہیں زیر کر دیا۔ گھبرانے اور فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ ابھی وقت ہے کہ تم اس دشمن کا اپنے ہاتھوں سے گلا گھونٹ دوگے۔ جانتے ہو کیا ترکیب ہے؟

ری جوویَن کورس جیسے علاج نے تم جیسے حرماں نصیبوں کو جوانی کا جام پلا کر مست و سرشار بنا دیا ہے۔ جو کچھ خرابیاں بری صحبتوں سے انسانی جسم کے اندر پیدا ہو جاتی ہیں وہ تمام سولہ دن کے اندر دور ہو جاتی ہیں۔

درحقیقت یہ علاج کا کمال ہے بلکہ بہت بڑا کمال! کہ ناکارہ سے ناکارہ انسان سولہ ہی دن کے اندر پھر جوانی کی بےپناہ خوشیوں سے کھیلنے لگتا ہے اور اس کو وقت پر ناکامی نہیں ہوتی۔

اسی سولہ دن کے علاج کا نام **ری جوویَن** کورس ہے جسکی قیمت پانچ روپے ہے۔ اور محصول ڈاک گیارہ آنے (۱۱/) الگ ہے۔

اس کی ایجاد کا سہرا

اکسیری دواخانہ کلاں محل ہمبر ۲۱/ (ایم، ڈی) دہلی

کے سر ہے جس نے بڑی مدت کے بعد دیس اور مشہور طبیبوں کے مشورے سے کمانے اور لگانے کی دوا تیار کر کے ملک کے نوجوانوں اور جوانوں کو شباب جوانی کی نعمت سے مالا مال کر دیا ہے۔

دولت اور محبت مفت

ناظرین: دنیا میں جھوٹ اور سچ کی تمیز نہیں ہے۔ مگر میں آپ کو خدا کی قسم کھا کر یقین دلاتا ہوں کہ آپ مسلمان ہیں تو میری قسم کا اعتبار کرنے میں تامل نہ کیجئے۔ میں نے ان چیزوں کے حاصل کرنے میں بڑی محنت کی ہے علاوہ ہزاروں روپیہ برباد کیا ہے جب کامیابی نصیب ہوئی ہے۔ اب میں ان عملیات کو عام فائدے کی غرض سے پیش کر رہا ہوں اگر آپ کا دل چاہے تو منگا لیجئے۔ اور چند روپے پیسے کی خاطر نہ اپنے ایمان کو برباد نہیں کروں گا۔ اور ہندو مسلم بھائیوں کو دھوکہ نہیں دونگا۔ مندرجہ ذیل نقش و تعویذ بذریعہ وی پی روانہ کئے جاتے ہیں۔

قسمت کا موتی ۔ رات کو سوتے وقت اپنے سرہانے رکھنے سے خواب میں بشارت ہو جاتی ہے کہ اس کام میں کامیابی ہوگی یا نہیں۔ اور اس کا طریقہ کیا ہے اور کیونکر کامیابی ہوگی۔ بالکل سچا جواب مل جاتا ہے اس کے عامل نے برسوں میں اس عمل کو یاد کیا ہے۔ ہدیہ ایک روپیہ دس آنے (۱۰/۱)

دولت کی کنجی ۔ یہ ایسا تعویذ ہے جس کے پیسے میں رکھنے سے اسقدر ترقی ہوتی ہے کہ خدا کی شان کہاں تھا۔ ہے۔ اور غیب سے مفلسی دور ہو جاتی ہے اور تعجب ہوتا ہے کہ اتنی جلدی دولت کہاں سے مل گئی۔ نوکری کی حسرت میں اس کو افسر کے سامنے جیب میں رکھ کر جائے تو وہ مہربان ہو جاتا ہے۔ ہدیہ (۱۲/)

محبت کی ڈوری ۔ نہایت بڑی بڑی محنت کے بعد یہ چیز حاصل کی ہے یہی عامل کا کہنا ہے جس کسی سے محبت ہو یا کسی کو اپنے دام میں پھنسانا ہو۔ اور خود غلام بنا کر اس سے شادی کی تمنا ہو تو محبت کی ڈوری سے کام لیجئے۔ اور جس جگہ آپ کا مطلوب ہو وہاں سے گذر جائیے۔ یا ڈوری کو اپنے محبوب کے بدن سے یا ہاتھوں تک پہنچا دیجئے۔ اور پھر گھر بیٹھے اس کی محبت کا تماشہ دیکھیے ماہی بےآب کی طرح تڑپ کر آپ تک پہنچے گا۔ ہدیہ [illegible]

سید نواب میاں شاہ [illegible] عامل [illegible]

ربنا لا تواخذنا ان نسینا او اخطانا

بسم اللہ الرحمن الرحیم
چاند کی ۲۵ تاریخ تک اگر اطلاع نہ آئے تو کوئی پرچہ ... دوسرا پرچہ دفتر سے خط بھیج کر منگا لیجیے

نمبر خریداری آپکا اسی جگہ درج ہے جہاں آپکا پتہ ہے اگر پہلے سے درج نہیں ہے تو اب لکھ لیجئے اسکے حوالہ کے بغیر آپ کی کسی شکایت خصوصاً تبدیل پتہ کی تعمیل ناممکن ہے

مولوی دہلی

جو ہر اسلامی مہینے کی بارہ تاریخ کو حمیدیہ پریس کوچہ چیلان دہلی سے شایع ہوتا ہے

جلد ۴۰ | بابت ماہ شعبان المعظم ۱۳۶۳ ہجری | نمبر ۲

شذرات

ایک نیا کھیل

مسٹر راجگوپال اچاریہ اور قائد اعظم محمد علی جناح کے درمیان جو مختصر خط و کتابت ہوئی ہے وہ شایع کر دی گئی اور اس الزام کے ساتھ کہ مسلمانوں کے قائد اعظم نے معاملہ کو سلجھانے کی کوشش نہیں کی کانگریس ہائی کمانڈ نے سیاسیات ہند کے ہوں کا کھیل یا گاندھی جی اور جناح صاحب کا گھر کا معاملہ تصور کر رکھا ہے لیکن یہ لوگ کبھی بھی سنجیدگی اختیار نہیں کر سکتے،

آج آپ کو پاکستان کا نظریہ قبول ہے۔ آپ تقسیم ہند کے بھی قائل ہو گئے ہیں آپ بعض تفصیلات بھی طے کرنا چاہتے ہیں لیکن آپ کا جو طریقہ کار ہے وہ انتہا غیر آئینی اور بے اصول ہے کہ بات عزت اور استہزاء کی حد تک پہنچتا ہے یعنی ... باور کرانے کی کوشش کی ہے کہ مسلم لیگ آزادی وطن کی راہ میں حائل ہے ورنہ ہم برآو

تو حال یہ ہے کہ دو صاحب جن میں سے دونوں کانگریس ورکنگ کمیٹی سے تعلق نہیں رکھتے اور اپنے منہ سے خود کہتے ہیں کہ وہ کسی کی نمایندگی نہیں کر رہے مسلمانوں کے قائد اعظم کے پاس ایک مسودہ بھیجتے ہیں جس میں ترمیم کی اجازت نہیں کہ اس پر دستخط کر دیجئے اور یہ جانتے ہوئے بھیجتے ہیں کہ مسلمان کرپس فارمولے کو رد کر چکے ہیں۔ پھر لطف یہ ہے کہ بھیجتے تو گاندھی جی ہیں لیکن وساطت ہے مسٹر راجگوپال اچاریہ کی قائد اعظم نے جواب دیدیا کہ میں اس مسئلہ کے بطور خود فیصلہ کرنیکا حق نہیں رکھتا البتہ مسلم لیگ کی مجلس عاملہ کے سامنے یہ مسئلہ رکھ سکتا ہوں اور مشورہ کے بعد جواب دے سکتا ہوں: یہ جواب تسلی بخش نہیں سمجھا جاتا اور فوراً خط و کتابت اخبارات میں شایع کر کے اعلان کر دیا جاتا ہے کہ جناح صاحب نے ہماری پیشکش کو رد کر کے ثابت کر دیا کہ وہ ہندوستان کے سیاسی مسایل کو سلجھانے کے لئے تیار نہیں ارباب لغت، معانی تو ہے گریں کہ جب میں کہوں کہ میں فلاں مسئلہ کو آئینی طریقہ پر اہل الرائے سے مشورہ کر کے طے کرنا چاہتا ہوں تو اس کے معنے یہ ہیں کہ میں نے اس مسئلہ کو رد کر دیا اور میں اسے سلجھانا نہیں چاہتا۔

یہ دونوں حضرات یعنی گاندھی جی اور اچاریہ جی غالباً یہ سمجھتے ہیں کہ مسلمانان ہند میں نہ کوئی انگریزی زبان جانتا ہے جو ان کے الفاظ اور ان کے جملوں کی ترکیب کو سمجھ سکے اور نہ کسی کو آئینی طریقہ معلوم ہے اور نہ کوئی سیاست سے واقف ہے ہم جس طرح چاہیں گے پبلک کو بیوقوف بنالیں گے اور جس کے متعلق جو چاہیں پروپگنڈا کریںگے

گاندھی جی جب ... تھے تو قائد اعظم سے ملاقات کے متمنی تھے حالانکہ جانتے تھے کہ جب تک ... تبدیلی کا اعلان نہیں کرینگے نہ ان کا خط قائد اعظم کو پہنچایا جائیگا اور نہ وہ قائد اعظم سے ملاقات کر سکیں گے مقصد ہنگامہ آرائی تھا جو "مقصد" ہے ... ہوئی اب جبکہ آپ آزاد ہیں تو وہ سارا ذوق شوق ختم ہو گیا۔ ملاقاتیں تو اب بھی ہو رہی ہیں مشورے ہو رہے ہیں۔ امام اسیری کی روئداد بھی ٹائپ کرا کے یاروں اور غمگساروں میں تقسیم کی جا رہی ہے اور آیندہ کے لئے دستور العمل بھی مرتب ہو رہا ہے لیکن ان مشوروں میں کون لوگ ہیں: وہی جو گاندھی جی کے ہم قوم اور ہم مذہب ہیں۔ اس طرح خود ہی ثابت کیا جا رہا ہے کہ کانگریس محض "اور بالذات" ہندو جماعت ہے۔

جو مسلمان اب بھی مصر ہیں کہ کانگریس آل انڈیا جماعت ہے کیا ان میں سے کسی صاحب کو شرف ملاقات بخشا گیا یا اس بارگاہ میں باریابی نصیب ہوئی؟ کیا گاندھی جی عملاً یہ اعلان نہیں کر رہے کہ مسلمانوں میں کوئی صائب الرائے یا سیاسی بصیرت رکھنے والا نہیں اگر ہیں تو وہی ... چار حضرات ہیں جو نظر بند ہیں کیا کوئی بھی مسلمان عالم یا عامی مشورہ کے قابل نہیں؟ کیا خدا کے اس فرمان میں اب بھی شک ہے کہ ہا انتم اولاء تحبونہم ولا یحبونکم (تم ان سے محبت کرتے ہو وہ تم سے محبت نہیں کرتے)

کیف وان یظہروا علیکم لا یرقبوا فیکم الا ولا ذمۃ یرضونکم بافواہہم وتابی قلوبہم واکثرہم فاسقون	بھلا وہ تم سے کیا محبت اور کیا معاہدہ کر سکتے ہیں جبکہ ان کا حال یہ ہے کہ اگر تم پر غالب آجائیں تو نہ رشتہ داری کا خیال کریں نہ معاہدہ کا اپنی باتوں سے تم کو خوش کرنا چاہتے ہیں لیکن ان کے دل

بیگانہ ہیں ان کی اکثریت صلاحیت سے دور ہے۔

خیر اسوالیہ ہے کہ کیا گاندھی جی خط لکھنا نہیں جانتے جو ایک لکھنے والا بلایا گیا اور کاتب صاحب بھی وہ تلاش کئے گئے کہ جن کی کانگریس میں کوئی آئینی حیثیت نہیں اور جو خود گاندھی جی کے نزدیک بھی معتبر نہیں پھر یہ کہ اگر معاملہ نجی تھا تو شایع کیوں کیا گیا اور اگر نجی نہ تھا بلکہ حقیقتاً ایک پارٹی دوسری پارٹی سے طے کرنا چاہتی تھی تو اس کے لئے آئینی طریقہ کیوں نہ اختیار کیا گیا کہ وہ ایسا غلط اور غیر آئینی قدم اٹھائیں کہ جس سے ملت اسلامیہ کے سامنے ان کی سیاسی حیثیت مجروح ہو جائے ایسا اقدام تو گاندھی جی ہی کو زیب دیتا ہے کہ کوئی آئینی حیثیت نہ رکھتے ہوئے بھی اول بگل بجا کر کوچ کا اعلان کریں اور پھر چپ ہو کر رہ جائیں

گاندھی جی کو کانگریس نے کلی اختیارات سپرد کر رکھے ہیں لیکن آپ حکومت ہند سے معاملہ کرتے وقت فرماتے ہیں کہ آپ کے جیل جاتے ہی سارے اختیارات سلب ہو گئے اور ایسے سلب ہو گئے کہ آزاد ہو جانے پر بھی بحال نہیں ہوئے

لہذا ہر معاملہ میں ورکنگ کمیٹی سے مشورہ ضروری ہو۔ اب یہ معمہ کیسے حل ہو کہ میل جانے سے ورکنگ کمیٹی کے اختیارات کہاں تک بحال رہے ا نیز یہ کہ اپنے اختیارات کے بل پر آپ مسلم لیگ سے کس طرح گفت و شنید کرسکتے ہیں پھر منطق اور استدلال کا یہ طریقہ و اصول سمجھنے کے لئے ہمارے پاس عقل نہیں کہ گاندھی جی تو بغیر ورکنگ کمیٹی کے کوئی بات معاملہ طے نہ کرسکیں لیکن قائد اعظم کے لئے یہ ضروری ہو کہ وہ اپنی ورکنگ کمیٹی سے بات نہ کریں۔

سیدھی بات جو ہر شخص کے عقل میں آسکتی ہے یہ ہے کہ آپ اپنی جماعت کی آئینی حیثیت بتائیے اور پھر اپنی حیثیت کے متعلق اس جماعت سے تشریح کرائیے اور گفت و شنید کا حق لیجئے پھر مسلم لیگ جیسی آئینی جماعت کے آئینی صدر سے بات کیجئے۔

مسلم لیگ مسلمانوں کی جماعت ہے جن کی ہزار سالہ تاریخ شاہد ہے کہ ان کا امیر مجلس شوری کے سامنے معاملے کو رکھے بغیر کوئی اہم اقدام نہیں کرسکتا۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایسا کبھی نہیں کیا حالانکہ آپ آمر مطلق تھا اور ہر معاملہ میں آپ کا حکم آخری ہے پھر قائد اعظم دس کروڑ مسلمانوں کی قسمت کے فیصلے کھڑے کھڑے کیسے کرسکتے ہیں۔

پاکستان کا نصب العین مسلمانوں کی زندگی اور موت کا سوال ہے اس کی تفصیلات کا فیصلہ پوری ملت اسلامیہ سے مشورہ کے بعد کیا جاسکتا ہے اور اس کو صرف مجلس عاملہ ہی طے کرسکتی ہے جس کو ملت اسلامیہ نے باقاعدہ اور پورے اعتماد کے ساتھ منتخب کیا ہے قائد اعظم اسی جماعت کے صدر ہیں

بہر حال اس خط و کتابت سے چند امور بالکل فیصل ہو گئے اور خدا کی شان ہے کہ مسٹر راجگوپال آچاریہ اور مسٹر گاندھی نے یہ مسئلہ صاف کردیا کہ مسلمانان ہند کی واحد نمایندہ جماعت مسلم لیگ ہے جس کا پاکستان کا مطالبہ حق ہے اور بغیر اس کو منظور کئے ہوئے گاڑی نہیں چلیگی نیز یہ کہ کانگریس خالص اور خالص ہندو جماعت ہے اور اس کی نیابی جماعت ہرگز نہیں ہے اور اس کو کسی طرح بھی سب ہندوستانیوں کی طرف سے بولنے کا حق نہیں اس کے آگے یہ کہ ہندو ایک مستقل قوم اور مسلمان بالکل جدا ایک مستقل قوم ہیں جن کے اپنے قومی علاقے ہیں اور ان علاقوں میں آزادی و خود مختاری ان کا پورا حق ہے سب سے بڑی بات یہ ثابت ہوئی کہ اگست ریزولیوشن مہاتما جی کی جان کے ساتھ ہو تو ہو لیکن وہ کافی لچکدار ہے اور اسکے جو معنے چاہیں بنائے جاسکتے ہیں نیز یہ کہ پاکستان کا قیام گناہ نہیں ہے اور نہ مادر وطن کے ٹکڑے کرنا پاپ ہے اور یہ سب کچھ اس حقیقت کبری کے اعتراف کی بنا پر ہے کہ کانگریس میں مسلمانوں کی نمایندگی نہیں ہے اور نہ کسی اور جماعت میں ہے بلکہ مسلمانوں کی زبردست اور عظیم الشان اکثریت کے جذبات کی ترجمانی صرف مسلم لیگ کرتی ہے یہ وہ امور ہیں جن کا بڑے شد و مد سے کل تک انکار کیا جاتا تھا فقطع دابر القوم الذین ظلموا والحمد للہ رب العالمین۔

تازہ تبارہ

مسلم لیگ کے ساتھ ساتھ برطانیہ کے ساتھ بھی معاملہ بازی کی کوشش کی گئی ہے جس میں لجاجت بھی ہے اور دوستی کا دم بھی ہے حتی کہ "دل چیر کے" رکھدیا گیا ہے لیکن وہ بھی ایک طرف تو مہاتما گاندھی ہوتے ہوئے جن کے ہاتھ میں کانگریس کی باگ ڈور ہے اور دوسری طرف بالکل ذاتی حیثیت سے جس کی پاسداری اور

ذمہ داری کسی پر عائد نہیں۔ اب بتائیے کہ ان کی تفصیلات میں پڑنے کی زحمت کیوں اٹھائی جائے اور ان پر کیا رائے زنی کی جائے صرف اتنا کہا جاسکتا ہے اور وہ بھی ملت ... کی طرف سے ان کا ن لکم کیدا ن فکیدا ون۔ تمہارا جو داؤں رہ گیا ہوا سے بھی چل لو۔

گھر کی باتیں

یو پی مسلم لیگ میں جو افسوسناک واقعات پیش آئے ہیں اور کارکنوں میں اختلاف پیدا ہو گیا ہے اور عامۃ المسلمین نے سابق عہدہ داروں کے خلاف عدم اعتماد کا مظاہرہ کیا اگرچہ سب باتیں معمولی پارٹی فیلنگ کے تحت ہوتیں تو بھی کوئی حرج نہ ہوتا اسلئے کہ مسلم لیگ جمہوری جماعت ہے اور بغیر مقصد اصلی کو نظر انداز کئے ہوئے اگر اس قسم کی تبدیلیاں ہو جائیں تو کسی وقت بھی قابل اعتراض نہیں سابق کارکنوں کے لئے بھی مناسب ہے کہ سیدنا خالد رضی اللہ عنہ کو اپنے لئے نمونہ بنائیں اور ملت کی خدمت میں مشغول رہیں کوئی عہدہ نہیں ہے تو نہ سہی۔

لیکن سید اعزاز رسول اور ان کی بیگم جن کی یوپی مسلم لیگ میں نہایت ذمہ دارانہ حیثیت ہے انھوں نے گورنر یوپی کو شراب خواری کی دعوت دی اور اس کا نہایت شاندار اہتمام کیا۔ غالبا اسی کے صلہ میں نواب بنا دیئے گئے۔ مسلم لیگ کو ایسے نوابوں اور خان بہادروں کی ضرورت نہیں بغیر ضمیر فروشی اور ایمان سوزی کے زندگی بسر کرسکیں یہ روپیہ جو اس ذلیل اور لغو کام میں صرف کیا گیا اگر قومی فنڈ میں دیدیا جاتا تو ایک بات بھی تھی افسوس ہے کہ سید صاحب نے اپنے مذہب اور نسب کی علانیہ بے حرمتی کی ایسے لوگوں کے وجود کو مسلم لیگ میں کسی ذمہ دارانہ حیثیت سے کیسے برداشت کیا جاسکتا ہے مسلم لیگ جس پاکستان کے قیام کے لئے جد و جہد کر رہی ہے اس میں تو شراب ہوٹل کے درسے لگائے جائینگے اور وہ بھی چوراہے پر کھڑا کر کے۔ اس میں تو زانیوں کو سنگسار کیا جائیگا۔ وہاں عورتوں کو غیر مردوں کے ساتھ تخلیہ کا موقعہ نہیں ملیگا۔ وہاں عورتیں عریاں لباس میں باہر نہیں جاسکیں گی بلکہ گھر میں بھی اس طرح نہیں رہ سکیں گی۔ وہاں تو ہر شخص مجبور ہوگا کہ سوائے عذر شرعی کے ہر حال میں نماز با جماعت مسجد میں ادا کرے۔ سید صاحب کو اگر یہ کڑوی حکومت منظور ہے تو اپنے ناشائستہ کردار سے علانیہ توبہ کریں ورنہ مسلمان تلے ہوئے ہیں کہ اس قسم کے غلط عنصر کو اپنی سیاسی جماعت میں حتما اور یقینا نہیں رہنے دیں گے گورنر اپنے عہدے سے جب ریٹائر ہوتے تو اس وقت سید صاحب ان کو بحیثیت دوست کے الوداعی پارٹی دیتے اور اسلامی طریقے پر دیتے تو ہم معترض نہ ہوتے لیکن موجودہ صورت میں ہم یہ سمجھنے پر مجبور ہیں کہ سید صاحب نے اپنے ذاتی مفاد کے لئے یہ روپیہ ضایع کیا اور مسلم لیگ کے نام سے ناجائز فائدہ اٹھایا اور اس طرح ملت اسلامیہ کی سخت ترین توہین کی۔

اس کے برخلاف جہانتک ہمیں معلوم ہوا ہے مولوی رضوان اللہ صاحب جو ایک بڑے باپ کے بڑے بیٹے ہیں اپنے علاقہ میں اپنی قوم کی تنظیم کر رہے ہیں اور نہایت تندہی اور خلوص سے معاشرتی و معاشی خرابیوں کو جڑ سے اکھاڑ دینے میں ایک حد تک کامیاب ہو گئے ہیں اور عملا انہوں نے

اپنے معاملات میں سیاسی بیداری اور دینی ماحول پیدا کردیا ہے۔ ہم کو مولوی صاحب موصوف پر پورا اعتماد ہے اور یہ اعتماد ہزاروں گنا زیادہ ہو جاتا ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ رئیس الاحرار مولانا حسرت۔ ظلہ العالی بھی مولوی رضوان اللہ صاحب، کے ساتھ ہیں

نواب محمد اسمٰعیل صاحب بالقابہم سے گذارش ہے کہ وہ بحیثیت صدر کے بالکل غیر جانبدار رہیں اور قائد اعظم سے بھی یہی درخواست ہے کہ اس مقامی معاملہ میں دخل انداز نہ ہوں جبکہ قانوناً اور اخلاقاً حق مولوی رضوان اللہ صاحب کے ساتھ ہے۔ ویسے ہم یقین رکھتے ہیں کہ مولوی صاحب اور ان کے ساتھی کبھی بھی اپنے قائد اعظم کے حکم سے سرتابی نہیں کریں گے۔

پچھلے عہدہ داروں نے سوائے تقریروں کے اور کیا کیا ہے! مسلمانان اودھ اور روہیلکھنڈ میں کوئی تنظیم نہیں کی گئی۔ کتنے ضلع ہیں جہاں مسلم لیگ کی کوئی شاخ نہیں ایک شخص جو کام کررہا ہے اور پورے جوش سے اپنی قوم کی برتری کے لئے کوشاں ہے ہماری تمام ہمدردیاں اسکے ساتھ ہیں اور ہمارا تمام اعتماد اس کے اوپر ہے۔ بلکہ مسلمان من حیث القوم ناکارہ کرسی نشینوں سے بیزار ہیں اور اس وقت کے منتظر ہیں جب مسلم لیگ اس خس و خاشاک سے پاک ہوکر اچھے سمجھدار، مخلص و بیدار مسلمانوں کی جماعت ہو جائیگی اور وہ وقت کچھ دور نہیں۔

ملت اسلامیہ جس دور سے گذر رہی ہے غالباً تاریخ کا سب سے زیادہ نازک دور ہے۔ اس وقت زندگی کے ہر شعبہ میں مسلمانوں کو پیچھے دھکیلا جارہا ہے اسوقت ضرورت ایسے کارکنوں کی ہے جو اللہ کے راستہ میں جان مال و عزت و آبرو سب کو خیرباد کہکر میدان میں آئیں جو لوگ طبقہ امراء سے تعلق رکھتے ہیں وہ اگر بہادر خاں اور شوکت حیات بنکر آنا چاہتے ہیں تو آئیں ورنہ وقت ان کو خود بتادیگا کہ قوم میں عزت حاصل کرنا اس سے بدرجہا بہتر ہے کہ گورنر کے دربار میں کرسی ملے۔

قل ان کان اٰباؤکم وابناؤکم واخوانکم وازواجکم وعشیرتکم واموال اقترفتموھا وتجارۃ تخشون کسادھا ومسٰکن ترضونھا احب الیکم من اللہ ورسولہ وجہاد فی سبیلہ فتربصوا حتی یاتی اللہ بامرہ واللہ لا یھدی القوم الفٰسقین

فرمادیجیے کہ اگر تمہارے باپ اور بیٹے اور بھائی اور بیوی و کنبہ اور وہ مال جو تم نے حاصل کیا ہے اور وہ تجارت جس کے مندا پڑنے کا تم کو خطرہ ہے اور وہ کوٹھیاں جو تمہیں پسند ہیں تم کو اللہ اور اسکے رسول سے اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ عزیز ہیں تو بیٹھے رہو یہانتک اللہ اپنی بات پوری کردے اور خدا تعالیٰ یقیناً ان لوگوں کی رہنمائی نہیں کرتا جو صلاح اور تقویٰ کی راہ سے ہٹے ہوئے ہیں۔

مسلم لیگ کونسل کا اجلاس

لیگ کونسل کا اجلاس ۳۰ جولائی ۱۹۴۲ء کو لاہور میں منعقد ہو رہا ہے اس میں جو تجویزیں پیش ہو رہی ہیں ہم بعض سے پوری طرح متفق ہیں خصوصاً جناب ضیاء الاسلام صاحب کے اس ریزولیوشن سے کہ مسلم لیگ کی رکنیت کی ان لوگوں کو اجازت نہیں ہونا چاہیئے جن کا تعلق گورنمنٹ سے سرکاری یا نیم سرکاری ہے مسلم لیگ کو جو دھکا پنجاب میں لگا ہے اور جس کا خطرہ دوسرے مقامات پر محسوس ہو رہا ہے اس کے سد باب کی یہی ایک صورت ہے کہ ناکارہ اور خود غرض طبقہ بالکل پیچھے دھکیل دیا جائے۔

مصرف زکوٰۃ

سید ذاکر علی صاحب کی تجویز کہ صوبجاتی مسلم لیگیں شہری لیگوں کے ذریعہ اصحاب نصاب کی فہرست مرتب کریں اور ان لوگوں کے نام بھی خاص طور پر نوٹ کریں جو باقاعدہ زکوٰۃ دیتے ہیں اور جو یہ رقم مسلم لیگ کی تولیت میں خرچ کرنا چاہتے ہیں نہایت مناسب ہے اس فنڈ کی تنظیم نہایت ضروری ہے۔ مسلمان عام طور پر اس فریضہ کی ادائیگی میں کوتاہیاں کرتے ہیں۔ جو لوگ ادا کرتے ہیں وہ بھی بہت سے اس کو مفید طریقہ پر ادا نہیں کرتے اگر محض زکوٰۃ فنڈ منظم ہو جائے تو مسلمانوں کو بیت المال کی تشکیل میں جو دقتیں ہیں وہ کافی حد تک رفع ہو جائیں ہم امید رکھتے ہیں کہ یہ تجاویز مسلم لیگ کونسل میں باقاعدہ اور پرجوش طریقہ پر منظور کی جائینگی اور ان پر فوراً عمل شروع ہو جائے گا۔ واللہ ولی المومنین۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن

محمد بہادر خاں علیہ الرحمۃ بحیثیت نواب بہادر یار جنگ بہادر کے تو اسی دن ختم ہو چکے تھے جس دن انھوں نے اپنا خطاب اور اپنی جاگیر واپس کردی تھی۔ اب وہ صرف ایک خادم ملت تھے اور ایسے خادم تھے کہ ملت ان کو اپنا قائد سمجھتی تھی جس خلوص و ایثار اور مجاہدانہ عزم کے ساتھ وہ میدان میں کودے تھے اللہ کو ان کی یہ ادا پسند آگئی اور اچانک اپنی حضوری میں یاد فرمالیا ایسی خدمت کا یہی صلہ دے سکتا ہے اور یہی دیگا۔ مسلمان اپنے قائد ملت کو کبھی نہیں بھول سکتے۔ خدا کرے کہ محمد بہادر خاں مرحوم کے جانشین ان کے حقیقی جانشین ثابت ہوں۔ بہادر خاں عزیز تھے لیکن ان کا کام ان سے زیادہ عزیز ہے اور یہ کام اجازت نہیں دیتا کہ ہم ان کا سوگ منائیں میدان کارزار میں سوگ نہیں منایا جاتا۔ خدا ان کے پسماندگان کو اور ملت اسلامیہ کو صبر عطا فرمائے نیز عزائم کو اور زیادہ بیدار و بیباک کرے۔ قائد ملت کی شہادت کے متعلق جو شبہات پیدا ہوگئے ہیں ان کے متعلق انکشافات کا بےچینی سے انتظار کیا جارہا ہے۔

حضرت مولانا محمد الیاس

صاحب قدس سرہ بھی وفات پا گئے تمام عمر تبلیغ دین میں بسر کی آپ کی تبلیغ فرقہ وارانہ اختلاف سے اونچی تھی مناظرہ بازی کی قطعاً مخالفت تھی۔ اکرام المسلمین آپ کی جماعت کا خاص اصول ہے یعنی ایک مسلمان کی محض اس لئے عزت کرنا کہ وہ مسلمان ہے۔ الحمدللہ آپ کی زندگی ہی میں یہ سلسلہ دور دور پھیل گیا۔ عرصہ دراز سے علیل تھے۔ نہایت صبر و ضبط سے مرض کے شدائد برداشت کیے اور آخر وقت تک کام میں مشغول رہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں پوری طرح نوازا۔ سلسلہ کی کامیابی کی بشارتیں ہوئیں۔ وصال سے پہلے بعض کرامات کا ظہور ہوا۔ نہایت متواضع تھے اور ساری عمر اپنی خوبیوں کو چھپایا لیکن اللہ نے آپکا مقام سب پر ظاہر کردیا سب سے بڑی کرامت تو یہ ہے کہ وہ ہزاروں گاؤں جہاں اللہ کا نام نہیں لیا جاتا تھا وہاں اب قال اللہ اور قال الرسول کا چرچا ہے۔ وفات سے پہلے باوجود اس کے کہ زبان یاری نہیں دیتی تھی تلاوت و دعا و ذکر میں مشغول تھے آخر وقت تک ہوش و حواس درست رہے اور نہایت ہی قابل رشک طریقہ پر جان جان آفریں کے سپرد کی۔ انما اشکو بثی وحزنی الی اللہ

صحیح بخاری شریف اردو

(بسلسلۂ گذشتہ)

باب فتنہ وفساد وغیرہ کے زمانہ میں ہتھیاروں کا فروخت کرنا کیسا ہے؟ اور حضرت عمران بن حصین نے زمانہ فتنہ میں ہتھیاروں کا فروخت کرنا مکروہ سمجھا ہے۔

۱۹۳۶ - حضرت ابو قتادہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حنین کے سال چلے تو آپ نے مجھے زرہ عنایت فرمائی میں نے وہ زرہ بیچکر (قبیلہ) بنی سلمہ میں ایک باغ مول لیا اور وہ پہلا مال تھا جو میں نے اسلام میں جمع کیا۔

باب عطار کے پیشہ کی بابت کیا کہا گیا ہے اور مشک کی تجارت کے متعلق کیا قول ہے۔

۱۹۳۷ - حضرت ابو موسیٰ (اشعری) کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نیک ہمنشیں اور برے ہمنشین کی مثال مثل مشک والے کے اور لوہار کی بھٹی کی ہے مشک والے سے تم کو ان دونوں باتوں میں سے ایک بات ضرور حاصل ہوگی یا تو تم مشک خریدو گے یا اس کی خوشبو ہی پاؤ گے اور لوہار کی بھٹی یا تمہارا گھر جلا دیگی یا تم اس کی بپٹ پاؤ گے۔

باب پچھنے لگانے والے (کے پیشہ) کا بیان

۱۹۳۸ - حضرت انس بن مالک کہتے ہیں کہ ابو طیبہ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پچھنے لگائے تھے تو آپ نے ان کو ایک صاع چھوہارے دیوائے اور ان کے مالکوں کو حکم دیا تاکہ ان کے خراج میں تخفیف کردیں۔

۱۹۳۹ - حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک مرتبہ) پچھنے لگوائے اور جس نے آپ کے پچھنے لگائے تھے اس کو اجرت دی اگر یہ اجرت حرام ہوتی تو آپ اُسے ہرگز نہ دیتے۔

باب ان کپڑوں کی تجارت جن کا پہننا مردوں اور عورتوں سب کو ناجائز ہے۔

۱۹۴۰ - حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر کو ایک ریشمی یا سیتر حلہ بھیجا پھر آپ نے حضرت عمر کے جسم پر وہ حلہ دیکھا تو فرمایا کہ میں نے اسے اسلئے نہیں بھیجا کہ تم پہنو اس کو تو وہی شخص پہنے گا جسے آخرت میں کچھ حصہ نہ ملیگا میں نے اُسے صرف اسلئے بھیجا تھا کہ تم اس سے فائدہ اٹھالو یعنی اسکو بیچ ڈالو۔

۱۹۴۱ - حضرت عائشہ ام المومنین سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک مسند مول لی جس میں تصویریں تھیں پھر جب اسے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو دروازے پر کھڑے ہوگئے گھر کے اندر نہ گئے (حضرت عائشہ کہتی ہیں) جب میں نے آپ کے چہرۂ مبارک پر ناخوشی کے آثار دیکھے تو میں نے کہا کہ یا رسول اللہ میں اللہ اور رسول کے سامنے توبہ کرتی ہوں میں نے کیا گناہ کیا (آپ مجھ سے کیوں ناخوش ہیں) تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ مسند کیسی ہے حضرت عائشہ کہتی ہیں میں نے عرض کیا کہ یہ میں نے آپ کے لئے مول لی ہے تاکہ آپ اس پر بیٹھیں اور اس سے تکیہ لگائیں تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان تصویروں کے بنانے والوں پر قیامت کے دن عذاب کیا جائے گا اور ان سے کہا جائیگا کہ جو صورتیں تم نے بنائی ہیں ان کو زندہ کرو اور آپ نے فرمایا کہ جس گھر میں تصویریں ہوتی ہیں وہاں فرشتے نہیں جاتے

باب صاحب مال قیمت بیان کرنے کا زیادہ حقدار ہے

۱۹۴۲ - حضرت انس بن مالک کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے (قبیلہ) بنی نجار کے لوگو! مجھے اپنے اس باغ کی قیمت بتاؤ اور اس باغ میں کچھ ویرانہ تھا اور کچھ درخت تھے

باب (بائع اور مشتری کو بیع کے فسخ کر دینے کا) اختیار کب تک ہے۔

۱۹۴۳ - حضرت ابن عمر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا بائع اور مشتری کو اپنی بیع میں فسخ کر دینے کا اختیار ہے جب تک وہ جدا نہ ہوں یا یہ فرمایا کہ یہ بیع اختیار پر رہے گی نافع کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر جب کسی ایسی چیز کو مول لیتے جو انہیں اچھی معلوم ہوتی تو اس کے مالک سے (فوراً) جدا ہو جاتے۔

۱۹۴۴ - حضرت حکیم بن حزام نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا بائع اور مشتری کو اختیار ہے جب تک وہ جدا نہ ہوں۔

باب اگر خیار کی تصریح نہ کرے تو کیا بیع درست ہو جائیگی۔

۱۹۴۵ - حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بائع اور مشتری دونوں کو اختیار ہے جب تک وہ جدا نہ ہوں یا ایک ان میں سے ایک دوسرے سے کہے تجھے اختیار ہے اور اکثر آپ یوں فرماتے تھے کہ یا بیع خیار[1] ہو۔

باب بائع اور مشتری دونوں کو فسخ بیع کا اختیار ہے جب تک وہ دونوں جدا نہ ہوں اور حضرت ابن عمر اور شریح اور شعبی اور طاؤس اور عطاء اور ابن ابی ملیکہ اسی کے قائل ہیں۔

۱۹۴۶ - حضرت حکیم بن حزام نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا بائع اور مشتری دونوں کو اختیار ہے جب تک وہ ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں پھر اگر وہ سچ بولیں گے اور اپنی چیز کا عیب و ہنر بیان کردیں گے تو ان کی بیع میں برکت دی جائیگی اور اگر وہ جھوٹ بولیں گے اور عیب پوشی کریں گے تو ان کی بیع کی برکت مٹا دی جائیگی۔

۱۹۴۷ - حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بائع اور مشتری دونوں کو ایک دوسرے پر اختیار ہے جب تک کہ وہ جدا نہ ہوں مگر بیع خیار کہ اس میں بعد جدا ہونے کے بھی اختیار رہتا ہے۔

---

[1] بیع خیار اس بیع کو کہتے ہیں جس میں یہ شرط کر لی گئی ہو کہ اگر یہ چیز پسند نہ ہوئی تو واپس کر دی جائیگی۔

زندہ کتاب حضرت فاروق اعظم اور قرآنی اثر

حضرت عمر فاروق قریش کے ایک جری و ممتاز سردار تھے اور اسلام کے شدید ترین دشمن اتنے کہ جب آپ نے سنا کہ آپ کی کنیز لبینہ زیر لوائے اسلام آگئی تو اسے آپ نے اس بیدردی کے ساتھ مارنا شروع کیا کہ مارتے مارتے تھک جاتے تو بیٹھ جاتے تھے اور کہتے تھے کہ میں نے تجھے رحم کھا کے نہیں چھوڑا ہے بلکہ اس لئے چھوڑا ہے کہ میں تھک گیا ہوں ذرا دم لے لوں پھر تجھے ماروں گا۔ چنانچہ پھر اٹھتے اور پھر مارتے۔ لبینہ کہتی دیکھو عمر! مار لو اگر تم اسلام نہ لائے تو اللہ تعالےٰ تمہیں اس سے کہیں زیادہ عذاب دیگا

خود ہی فرماتے ہیں کہ ایک دن شب کے وقت میں گھر سے اسلئے نکل کر آپ کی طرف چلا کہ آج میں انھیں ضرور تنگ کروں گا تھوڑی ہی دور گیا ہوں گا کہ آپ راستے ہی میں سامنے سے آتے ہوئے مل گئے میں بہت خوش ہوا مگر قبل اس کے کہ دونوں آمنے سامنے ہوں اور مجھے موقع ملے آپ قدم بڑھا کر بیت اللہ شریف چلے گئے اور نیت باندھ کر نماز شروع کر دی سورہ الحاقہ کی ابتدائی آیات کا اسلوب بیان اور نظم عبارت دیکھ کر میں نے دل میں کہا کہ واللہ قریش کا کہنا صحیح ہے یہ ضرور شاعر ہیں کہ شاعر ہی کے کلام میں یہ ترتیب و ندرت ہو سکتی ہے۔

میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ یہ آیت سنی انہ لقول رسول کریم وماھو بقول شاعر قلیلا ما تؤمنون یعنی یہ کلام ایک رسول کریم محترم ایلچی کا لایا ہوا کلام ہے جو شاعر ہرگز نہیں اور نہ شاعر کا کلام ہے لیکن مصیبت تو یہ ہے کہ ان لوگوں کو یقین نہیں آتا ہے۔ فوراً خیال کیا کہ آپ کاہن ہیں کہ آپ کو فوراً میرے دل کی بات کا علم ہو گیا اس کے بعد یہ آیت سنی ولا بقول کاھن قلیلا ما تذکرون تنزیل من رب العلمین ولو تقول علینا بعض الاقاویل لاخذنا منہ بالیمین ثم لقطعنا منہ الوتین اور نہ یہ کسی کاہن کا کلام ہے تم نصیحت بہت ہی کم حاصل کرتے ہو حقیقت میں یہ پروردگار عالمیان کا نازل کیا ہوا کلام ہے اگر ہمارا رسول اپنی طرف سے کوئی بات بنا کر کہہ دیتا تو اس کے ہاتھ پکڑ کر اس کی رگ گردن کاٹ دی جاتی"

حضرت عمر فاروق کا بیان ہے کہ میں پوری حیرت اور خاموشی کے ساتھ کھڑا ہوا سنتا رہا اور آخر سورہ تک پہنچنے سے پہلے اسلام پوری طرح میرے قلب پر مسلط ہو گیا۔ بغض و عداوت بہت بری چیز ہے ضد اور مخالفت میں انسان اندھا ہو جاتا ہے اتنا کہ سب کچھ سمجھتے اور دیکھتے ہوئے بھی وہ کچھ نہیں دیکھتا دنیا میں آپ کو ایک دو نہیں صدہزار مثالیں مل سکتی ہیں کہ دل سے دشمن کی فضیلت عظمت کا اعتراف رکھتے ہوئے بھی جوش معاندت نے تسلیم حقیقت پر آمادہ نہ ہونے دیا اور یہی نہ ہوئے

ہمشیرہ حضرت عمر اور قرآنی اثر

حضرت عمر کے قلب میں کلام الٰہی کی شعاعیں انتہائی گہرائیوں تک اتر گئیں آپ کو باور ہو گیا کہ اسلام سچا مذہب ہے آپ سچے نبی ہیں اور یہ کلام خدا کے کلام کے سوا اور کسی کا کلام نہیں ہو سکتا دل میں صداقت و حقانیت کا ایک شعلہ پیدا ہوا لیکن معاندت اور ضد کی آندھیوں نے اسے آناً فاناً بجھا دیا ایسے شعلے ابتدائے اسلام میں صدہزار قلوب کے اندر پیدا ہوئے اور اب بھی پیدا ہوتے ہیں لیکن تقویت حاصل کرنے سے پہلے ضد و معاندت یا طمع و غرض کی ہوائیں ان شعلوں کو بجھا دیتی ہیں وہ تو اصول ہے کہ دل میں حقیقت کا نور پیدا ہوتا ہے اگر اس کی پرورش کی جائے اس کی طرف توجہ کی جائے تو پھر اسے اتنی تقویت حاصل ہو جاتی ہے کہ بجھائے نہیں بجھتا اور اگر اس کی طرف سے بے پروائی برتی جائے اور اسے ڈھیلا چھوڑ دیا جائے تو پھر یہ بہت جلد بجھ جاتا ہے

شہنشاہ روم ہرقل کے قلب میں بھی نامہ نبوی دیکھ کر شعلۂ ایمان بھڑکا تھا لیکن بقائے سلطنت کی آرزوؤں کی آندھیوں نے اسے آناً فاناً بجھا دیا۔ حضرت عمر کچھ تو تیز طبیعت کے سخت اور دل کے مضبوط اس پر جوش معاندت قلب میں کینہ بھرا ہوا تھا اس لئے شعلۂ ایمان دل میں بھڑک کر بہت جلد بجھ گیا اور یہ حالت ہو گئی کہ ایک روز جوش معاندت میں برہنہ شمشیر ہاتھ میں لئے بارگاہ نبوت کی طرف خاکم بدہن آپ کو شہید کرنے چلے راستے میں ایک مسلمان مل گئے پوچھا یہ سرخ سرخ آنکھیں اور برہنہ تلوار لئے کدھر جا رہے ہو خیر تو ہے بولے کچھ نہیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بہت شور مچا رکھا ہے میں آج جا کر خاتمہ ہی کئے دیتا ہوں انہوں نے کہا کہ پہلے گھر کی تو خبر لو کہ وہاں تمہارے بہن بہنوئی دونوں آغوش اسلام میں کھیل رہے ہیں بھلا حضرت عمر کی آتش مزاجی اس خبر کی کہاں متحمل ہو سکتی تھی وہیں سے لوٹ پڑے دروازہ اندر سے بند تھا کان لگا کر سنا تو واقعی قرآن شریف پڑھنے کی آواز آ رہی تھی غضبناک ہو کر آواز دی دونوں نے سہم کر اوراق قرآنی چھپا دیئے اندر آ کر پوچھا کیا پڑھ رہے تھے جواب نفی میں پا کر آپ نے بہنوئی کی زدوکوب شروع کر دی۔

بہن جو شوہر کو بچانے دوڑیں تو انھیں بھی اتنا مارا کہ لہو لہان ہو گئیں یہ صورت دیکھ کر بہن بولیں بھائی کتنا مارو گے اور کب تک مارو گے؟ اب تو اسلام سے خالی تو دل ہو چکا تھا خواہ ذبح ہی کر ڈالو مگر اب اسلام کی محبت دل سے نہیں نکل سکتی جانتے تھے کہ بہن بہت فرمانبردار تھی کبھی جواب نہ دیا تھا یہ استقامت دیکھ کر گونہ حیرت ہوئی نظر اٹھائی محبت بھی بہت تھی خون میں تر پایا ہوا دیکھا تو غیرت نے اور جوش مارا۔ نرم پڑ گئے اور بولے اچھا لاؤ تو تم کیا پڑھ رہی تھیں اب کیا رکھا تھا اندر سے مسودات قرآنی اٹھا لائیں اور سورہ طٰہٰ سنانی شروع کر دی۔

حضرت عمر غور سے سنتے رہے جب اس آیت پر پہنچیں انی انا اللہ لا الٰہ الا انا فاعبدنی واقم الصلوٰۃ لذکری یعنی میں ہی خدا ہوں میرے سوا اور کوئی نہ معبود نہ عبادت کے قابل ہو بس میری ہی عبادت کرو میرے ہی سامنے جھکو مجھ ہی کو یاد کرو اور میرے ہی لئے نماز پڑھو تو سنتے سنتے دل تڑپنے لگا بیقرار ہو گئے آنکھوں سے بے ساختہ آنسو جاری ہو گئے زبان پر کلمہ شہادت جاری ہو گیا دربار رسالت میں والہانہ پہنچے قدموں پر گر کے اسلام قبول کیا اور جو تلوار استیصال اسلام کے لئے برہنہ ہوئی تھی وہ حمایت اسلام کے لئے تڑپنے لگی۔

عامہ اہل مکہ اور قرآنی اثر

ہم نے اسی باب میں سورہ طٰہٰ کی آیۃ ام خلقوا من غیر شیٔ ام ھم الخالقون الخ جو نقل کی ہے اور اس کے متعلق نماز میں پڑھے جانے اور حضرت عثمان بن مظعون کے بیقرار ہوکر اسلام لانے کا ذکر کیا ہے اسی آیت اور اسی موقعہ کا ایک اور ذکر سنئے حضرت جبیر بن مطعم غزوہ بدر کے قیدیوں کو رہا کرانے کے لئے مکہ سے مدینہ منورہ آئے تھے اس وقت پہنچے جبکہ مغرب کی نماز ہو رہی تھی اور خود سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم امامت فرما رہے تھے جس وقت مذکورہ آیت ان کے کان میں پڑی مبہوت ہوکر رہ گئے خود انہی کا بیان ہے کہ مجھے یہ آیت سنکر یہ معلوم ہوا کہ میرا دل اڑ رہا ہے اور اسلام لے آئے۔

یہ نہ سمجھئے کہ یہ اثر خاص تھا نہیں بلکہ عام تھا ایک تو ادب اور زبان کے اعتبار سے نہایت بلند پایہ ندرت بیان اور انداز دلائل کے لحاظ سے عدیم النظیر پھر کلام اور خدا کا کلام ایک ایک لفظ میں بلا کا اثر اور قیامت کی تاثیر تھی تو عربوں کے تاثرات کی صرف چند مثالوں ہی پر اکتفا کی ہے ورنہ عام حالت یہ تھی کہ خواہ کوئی اسلام لائے یا نہ لائے مگر جس کے کان میں قرآنی الفاظ پڑ جاتے تھے ایک دفعہ تو بیتاب ہوکر رہ ہی جاتا تھا اور اس کا دل اس کے قابو میں نہیں رہتا تھا کفار مکہ آپ کے خوفناک دشمن اور خون کے پیاسے تھے لیکن قرآن کی بے پناہ تاثیر وکشش سے بچہ بچہ واقف تھا اور مشرکین کی یہ کوشش رہتی تھی کہ ان میں سے کسی کے کان میں قرآنی الفاظ نہ پڑیں وہ اس کی فصاحت وبلاغت اور اس کی قوت تاثیر کے نام سے لرزتے تھے اور اس کے بآواز بلند پڑھے جانے کی مخالفت شدت کے ساتھ کرتے تھے۔

حضرت ابوبکر صدیق کی ہجرت حبش پر قبیلہ قارہ کے نامور سردار ابن الدغنہ نے قریش کو ملامت کی ہے کہ تم اپنے شہر سے ایسے شریف شخص کو نکلنے پر مجبور کر رہے ہو یہ ہرگز نہیں ہو سکتا میں انہیں اپنی پناہ میں لیتا ہوں تو انہوں نے جواب دیا ہے کہ ہمیں ان کی ذات سے کوئی پرخاش نہیں ہے عبادت کریں جو چاہیں وہ کریں مگر قرآن آہستہ آہستہ پڑھیں اور دبی آواز میں پڑھیں یہ قرآن بلند آواز سے پڑھتے ہیں جس کا اثر ہمارے اہل وعیال اور عورتوں اور بچوں پر بڑا پڑتا ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ ہر شخص قرآنی اثرات سے متاثر تھا اور اتنا متاثر تھا کہ وہ ڈرتا رہتا تھا کہ اگر چند آیتیں اس کی ماؤں بہنوں، بیویوں بچوں اور بھائیوں کے کانوں میں پڑ گئیں تو سنبھالنا دوبھر ہو جائیگا۔ حضرت صدیق اکبر نے کچھ روز بآہستگی قرآن پڑھنے کے بعد جب پھر اسے بآواز بلند پڑھنا شروع کیا ہے تو قریش کے خدشے اور اندیشے مجسم شکل میں ان کے سامنے آگئے اور قریشی عورتیں اور بچے آپ پر پروانہ وار نثار ہونے لگے جب آپ خشوع وخضوع سے نماز قرأت کے ساتھ پڑھتے یا ویسے ہی بلند آواز سے تلاوت قرآن کرتے تو آپ کے اردگرد عورتوں اور بچوں کا ہجوم ہو جاتا۔ ایک زندہ سحر تھا جو سن لیتا تھا اس پر ایک عالم از خود رفتگی پیدا ہو جاتا تھا۔

قرآن سے مشرکین مکہ کے متاثر ہونیکے بواعث

سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ قرآن کی تاثیر وکشش اس حد بے پناہ تھی کہ جس نے ایک دفعہ سن لیا بیقرار ہو گیا پھر قریش کو اسلام لانے میں اتنی دیر کیوں لگی اور مسلمانوں پر اتنے مظالم اور وہ بھی مسلسل تیرہ برس تک کیوں روا رکھے گئے جب کوئی ستانے کو آتا مارنے کو بڑھتا حملہ کرتا چار آیتیں پڑھ دی جاتیں مسحور ہوکر رہ جاتا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو تمام انسانوں کے قلوب کی حالت یکساں نہیں ہوتی کچھ بالکل پتھر ہوتے ہیں کچھ بہت مضبوط ہوتے ہیں کچھ متوسط درجے کے بعض انتہائی معاندت وشیطنت پر آمادہ ہو جاتے ہیں اور ستانے لگتے ہیں بعض محض دشمنی ہی پر اکتفا کرتے ہیں اور کوئی عملی قدم نہیں اٹھاتے اور بعض کی یہ حالت ہوتی ہے کہ وہ تحریک کو برا تو سمجھتے ہیں مگر اس سے چنداں تعرض نہیں ہوتا۔

بلاشبہ قرآن نے سخت سے سخت دل کو بھی متاثر کیا ابوجہل ولید عتبہ اور ابولہب انتہائی سنگی القلب انسان تھے مگر انھیں بھی قرآن کی تاثیر کا اعتراف تھا متاثر ہوتے تھے مگر جوش معاندت میں سنی ان سنی کر دیتے تھے سب سے بڑھکر یہ کہ وہ جانتے تھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بت پرستی کے شدید ترین مخالف ہیں آپ کی دعوت قبول کر لینے اور قرآنی اثرات کو دل میں جگہ دینے یعنی اسلام لے آنے کی دعوت قبول کر لینے کے معنے یہ تھے کہ بت پرستی کا جو وسیع اور ہمہ گیر نظام انہوں نے بیت اللہ میں قائم کر رکھا تھا اس کا سارا تار وپود بکھر کر رہ جائے اور اس تار وپود کا بکھرنا ہم معنی تھا ان کے اقتدار عالم کے مٹ جانے کے قریش کی ساری عزت اسی بناء پر تھی کہ وہ حرم کے متولی تھے اور حرم تمام عرب قبائل کے نزدیک انتہائی محترم چیز تھی ہر سال ہزارہا عرب ہر قسم کے نکلے لبیک حج کے لئے آتے تھے قریش ہی ان کی میزبانی کرتے تھے بت پرستی کے اس نظام کی وسعت سے مختلف اور مختلف شعبے قائم ہو گئے تھے مثلاً آب رسانی حجاج انتظام قیام حجاج مہمانداری حجاج روشنی حرم وغیرہ۔

ہر محکمہ قریش کے مختلف خاندان کے سرداروں پر بٹا ہوا تھا کوئی خزانہ حرم کا متولی تھا کوئی غلاف کعبہ لاتا تھا کوئی کچھ کرتا تھا اور کوئی کچھ اس سے آمدنی بھی وسیع تھی مکہ کی عزت بھی قائم تھی قریش کی عزت بھی تھی اور اقتدار بھی گویا یوں سمجھئے کہ قریش کی ساری عظمت وسربلندی اسی تماشائے عرب بت پرستی پر مبنی تھی جس کا جتنا مفاد اس نظام بت پرستی سے وابستہ تھا وہ اتنا ہی آپ کا معاند تھا اگر یہ صورت نہ ہوتی اور مکہ والوں کے شرف واقتدار کے مٹنے اور اس طلسم کے ٹوٹنے پر سارے مفاد خطرے میں پڑ جانے کے قوی اندیشے نہ ہوتے تو مکے والے بہت پہلے مسلمان ہو چکے ہوتے انہی قریش کے اثر سے اور قبائل بھی اسلام لانے میں متامل تھے مگر جب قریش کا سر آستانۂ اسلام پر جھک گیا تو راہ صاف تھی ہر طرف سے فوجوں کی فوجیں آنے اور اسلام لانے لگیں اور مدینہ منورہ میں اسلام قبول کرنے کے لئے وفود کا تانتا بندھ گیا۔

زندہ مذہب ایمان کی کسوٹی

از حضرت مولانا ابوالاعلیٰ صاحب مودودی

برادران اسلام! پچھلے مضمون کے خطبہ میں میں نے آپ کو بتایا تھا کہ قرآن کی رو سے انسان کی گمراہی کے تین سبب ہیں۔ ایک یہ کہ وہ خدا کے قانون کو چھوڑ کر اپنے نفس کی خواہشات کا غلام بنجائے۔ دوسرے یہ کہ وہ خدائی قانون کے مقابلہ میں اپنے خاندان کے رسم و رواج اور باپ دادا کے طریقے کو ترجیح دے۔ تیسرے یہ کہ خدا اور رسول نے جو طریقہ بتایا ہے اس کو بالائے طاق رکھ کر انسانوں کی پیروی کرنے لگے چاہے وہ انسان خود اس کی اپنی قوم کے بڑے لوگ ہوں یا غیر قوموں کے لوگ۔

مسلمان کی اصلی تعریف یہ ہے کہ وہ ان تینوں بیماریوں سے پاک ہو۔ مسلمان کہتے ہی اس کو ہیں جو خدا کے سوا کسی کا بندہ اور رسول کے سوا کسی کا پیرو نہ ہو۔ مسلمان وہ ہے جو سچے دل سے اس بات پر یقین رکھتا ہو کہ خدا اور اس کے رسول کی تعلیم سراسر حق ہے اس کے خلاف جو کچھ ہے وہ باطل ہے اور انسان کے لئے دین و دنیا کی بھلائی جو کچھ بھی ہے صرف خدا اور اس کے رسول کی تعلیم میں ہے اس بات پر کامل یقین جس شخص کو ہوگا وہ اپنی زندگی کے ہر معاملہ میں صرف یہ دیکھیگا کہ اللہ اور اس کے رسول کا کیا حکم ہے اور جب اسے حکم معلوم ہو جائیگا تو وہ سیدھی طرح سے اس کے آگے سر جھکا دیگا۔ پھر چاہے اس کا دل کتنا ہی ملائے اور خاندان کے لوگ کتنی ہی باتیں بنائیں اور دنیا والے کتنی ہی مخالفت کریں وہ ان میں سے کسی کی پروا نہ کریگا کیونکہ ہر ایک کو اس کا صاف جواب یہی ہوگا کہ میں خدا کا بندہ ہوں تمہارا بندہ نہیں ہوں اور میں رسول پر ایمان لایا ہوں تم پر ایمان نہیں لایا ہوں۔

اس کے برخلاف اگر کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ خدا اور رسول کا ارشاد یہ ہے تو ہوا کرے میرا دل تو اس کو نہیں مانتا، یا مجھے تو اس میں نقصان نظر آتا ہے اس لئے میں خدا اور رسول کی بات کو چھوڑ کر اپنی رائے پر چلوں گا تو ایسے شخص کا دل ایمان سے خالی ہوگا وہ مومن نہیں بلکہ منافق ہے کہ زبان سے تو کہتا ہے میں خدا کا بندہ اور رسول کا پیرو ہوں مگر حقیقت میں اپنے نفس کا بندہ اور اپنی رائے کا پیرو بنا ہوا ہے۔

اسی طرح اگر کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ خدا ورسول کا حکم کچھ ہی ہو مگر فلاں بات تو باپ دادا سے ہوتی چلی آرہی ہے اس کو کیسے چھوڑا جا سکتا ہے؟ یا فلاں قاعدہ تو میرے خاندان میں مقرر ہے اسے کیونکر توڑا جا سکتا ہے؟ تو ایسے شخص کا شمار بھی منافقوں میں ہوگا خواہ نمازیں پڑھتے پڑھتے اس کی پیشانی میں کتنا ہی بڑا گٹھا پڑ گیا ہو۔ اور ظاہر میں اس نے کتنی ہی متشرع صورت بنا رکھی ہو۔ اس لئے کہ دین کی حقیقت اس کے دل میں اتری ہی نہیں۔ دین رکوع اور سجدے اور روزے اور حج کا نام نہیں، اور نہ دین انسان کی صورت اور اس کے لباس میں ہوتا ہے بلکہ اصل میں دین نام ہے خدا اور رسول کی اطاعت کا۔ جو شخص اپنے معاملات میں خدا اور رسول کی اطاعت سے انکار کرتا ہے اس کا دل حقیقت میں دین سے خالی ہے اس کی نماز اور اس کا روزہ اور اس کی متشرع صورت ایک دھوکہ کے سوا کچھ نہیں۔

اسی طرح اگر کوئی شخص خدا کی کتاب اور اس کے رسول کی ہدایت سے بے پرواہ ہو کر کہتا ہے کہ فلاں بات اس لئے اختیار کیجائے کہ وہ انگریزوں میں رائج ہے اور فلاں بات اس لئے قبول کی جائے کہ فلاں قوم اس کی وجہ سے ترقی کر رہی ہے اور فلاں بات اس لئے مانی جائے کہ فلاں بڑا آدمی ایسا کہتا ہے تو ایسے شخص کو بھی اپنے ایمان کی خیر منانی چاہیئے یہ باتیں ایمان کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتیں۔ مسلمان ہو اور مسلمان رہنا چاہتے ہو تو ہر اس بات کو اٹھا کر دیوار پر دے مارو جو خدا اور رسول کی بات کے خلاف ہو اگر تم ایسا نہیں کر سکتے تو اسلام کا دعویٰ تمہیں زیب نہیں دیتا۔ زبان سے کہنا کہ ہم خدا اور رسول کو مانتے ہیں مگر اپنی زندگی کے معاملات میں ہر وقت دوسروں کی بات کے مقابلہ میں خدا اور رسول کی بات کو رد کرتے رہنا نہ ایمان ہے نہ اسلام بلکہ اس کا نام منافقت ہے۔

قرآن مجید کے اٹھارہویں پارہ میں اللہ تعالیٰ نے صاف صاف الفاظ میں فرمادیا ہے۔

ولقد انزلنا ایت مبینت واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم۔ ویقولون امنا باللہ وبالرسول واطعنا ثم یتولی فریق منھم من بعد ذلک وما اولئک بالمؤمنین۔ واذا دعوا الی اللہ ورسولہ لیحکم بینھم اذا فریق منھم معرضون۔ وان یکن لھم الحق یاتوا الیہ مذعنین۔ افی قلوبھم مرض ام ارتابوا ام یخافون ان یحیف اللہ علیھم ورسولہ بل اولئک ھم الظلمون۔ انما کان قول المؤمنین اذا دعوا الی اللہ ورسولہ لیحکم بینھم ان یقولوا سمعنا واطعنا واولئک ھم المفلحون۔ ومن یطع اللہ ورسولہ ویخش اللہ ویتقہ فاولئک ھم الفائزون۔ (النور ۶-۷)

"یعنی ہم نے کھول کھول کر حق اور باطل بتانے والی آیتیں اتار دی ہیں اللہ جس کو چاہتا ہے ان آیتوں کے ذریعے سیدھا راستہ دکھا دیتا ہے لوگ کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور ہم نے اطاعت قبول کی پھر اس کے بعد ان میں سے بعض لوگ اطاعت سے منہ موڑ جاتے ہیں ایسے لوگ ایمان دار نہیں ہیں۔ اور جب ان کو اللہ اور رسول کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ ان کے معاملات میں قانون خداوندی کے مطابق فیصلہ کیا جائے تو ان میں سے کچھ لوگ منہ موڑ جاتے ہیں البتہ جب بات ان کے مطلب کی ہو تو اسے مان لیتے ہیں۔ کیا ان لوگوں کے دل میں بیماری ہے؟ کیا یہ شک میں پڑے ہوئے ہیں؟ یا ان کو یہ ڈر ہے کہ اللہ اور اس کا رسول ان کی حق تلفی کریگا؟ بہرحال وجہ کچھ بھی ہو یہ لوگ خود ہی اپنے اوپر ظلم کرنے والے ہیں۔ حقیقت میں جو ایماندار ہیں ان کا تو طریقہ یہ ہے کہ جب انہیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جائے تاکہ قانون خداوندی کے مطابق ان کے معاملات کا فیصلہ کیا جائے۔ تو وہ کہیں کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کریگا اور اللہ سے ڈرتا رہیگا

ہمارے ہزاروں سفارشی ہیں بکثرت دیوتاؤں کی ہم پرستش کرتے ہیں۔ بھینٹ چڑھاتے ہیں نذریں دیتے ہیں وہ ہم کو عذاب سے بچا لینگے۔ ان کا تیسرا قول یہ بھی تھا کہ اگر بالفرض تم کو ہم سچا بھی مان لیں تو اس کی وجہ بتاؤ کہ فرشتے ہمارے پاس کیوں نہیں آتے؟ ہم کو براہ راست عذاب کی اطلاع کیوں نہیں دی جاتی۔ تم کو ہم پر کیا ترجیح ہے کہ تمہارے پاس فرشتے اللہ کا پیام لیکر آتے ہیں اور ہمارے پاس نہیں آتے؟ ان تینوں باتوں کا جواب مذکورہ آیات میں دیا گیا ہے۔

حاصل ارشاد یہ ہے کہ عذاب الٰہی تم پر عالم غیب میں آچکا۔ خدا کا قطعی فیصلہ ہو چکا کہ تم پر عذاب آئیگا۔ یعنی قیامت کا آنا اور تم پر عذاب ہونا اتنا یقینی اور قطعی ہے کہ اسکو آیا ہوا ہی سمجھو۔ یہ پہلے قول کا جواب ہو گیا رہا دیوتاؤں کا سفارشی ہونا اور باطل معبودوں کا عذاب الٰہی سے بچا لینا تو یہ ناممکن ہے کیونکہ اللہ اپنی الوہیت ربوبیت کمال قدرت اور ہمہ گیر طاقت میں ہر طرح کے شرک سے پاک ہے۔ اس کی ذات اور صفات کمالیہ میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ وہ مختار کل ہے۔ اس کے کام میں کوئی دخل نہیں دے سکتا۔ یہ دوسری بات کا جواب ہو گیا۔ اب رہی تیسری بات تو اس کا جواب یہ ہے کہ خدا ہر کس وناکس کے پاس اپنے فرشتے نہیں بھیجا کرتا۔ جن میں تبلیغ اور دعوت توحید کی قابلیت ہوتی ہے انہی کے پاس فرشتے کلام الٰہی لیکر بحکم خدا آتے ہیں اور انہی کو نبی بنایا جاتا ہے۔

تحقیق اجزاء — اَتٰی ماضی کا صیغہ ہے۔ اَمْرُ اللہِ سے مراد ابن کثیر کے نزدیک روز قیامت ہے اور عام مفسرین کے نزدیک عذاب خواہ دنیا میں ہو یا آخرت میں۔ بہرحال روز قیامت مراد ہو یا مطلقاً عذاب کوئی بھی نزول آیت کے وقت تک کا نزول نہ آیا تھا۔ پھر ماضی کا صیغہ کیوں استعمال کیا گیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ روز قیامت یا عذاب الٰہی عالم غیب میں آچکا تھا اور اللہ کا قطعی فیصلہ ہو چکا تھا [illegible] واقع ہونے والے امر کو بلفظ ماضی بلاغت آمیز طرز بیان کے ساتھ [illegible] [illegible] کتب صحاح میں مروی ہے کہ جب [illegible] حضور نے کلمہ کی انگلی اور بیچ کی انگلی کو ملا کر فرمایا قیامت میرے ساتھ جڑی ہوئی ہے۔

مَلٰٓئِکَہ — سے مراد صرف [illegible] عظمت جبرئیل کا فی ذکر [illegible] صیغہ جمع [illegible] کیا گیا ہے (ابن عباس)۔

روح سے مراد وحی ہے۔ وجہ [illegible] روح [illegible] جس طرح جسمانی تعمیر بغیر روح کے نہیں ہو سکتی اسی طرح عقلی روحانی [illegible] بھی بغیر وحی الٰہی اور قانون خداوندی کے ناممکن ہے عقل انسانی اور دماغی حواس انسان کو راہ اعتدال صحیح طور پر نہیں بتا سکتے ہمیشہ علوم عقلیہ میں غلطیاں ہوتی ہیں۔ آراء و مشاہدات [illegible] ہدایت اور [illegible]

اعتدال کا حامل نہیں ہوتا اس لئے قانون الٰہی اور وحی خداوندی کی ضرورت پڑی۔ خدا چونکہ گذشتہ موجودہ اور آئندہ کے تمام احوال سے واقف ہے وہ ہر قوم ہر ملک اور ہر طبقہ وزمانہ کی ضروریات کو جانتا ہے اس کو کامل علم ہے کہ کون عقیدہ وعمل نوع بشر کو تباہ کرنے والا ہے اور کون نجات دلانے والا ہے اس لئے بغیر وحی الٰہی اور کتب سماوی کے دماغی تراشیدہ قوانین اور خود ساختہ ضوابط نجات کافی نہیں ہو سکتے۔ وحی اور آسمانی کتاب ہی نجات وفلاح کی واحد کفیل ہے۔ اسی سے ابدی زندگی حاصل ہوتی ہے۔ وہی اس مادی کائنات کی جان اور نظام عالم کی روح ہے۔ وہی سرچشمۂ حیات اور آب حیوان ہے۔ جو لوگ وحی ربانی سے مستفید نہیں ہوتے وہ نہ صرف اندھیرے میں ہیں بلکہ مردہ ہیں۔

مقصود بیان :- آغاز آیت میں لطیف اشارہ ہے اس طرف کہ قیامت اتنی قریب ہے کہ اس کو آیا ہوا سمجھو۔ یہ یقین رکھو کہ عنقریب وقت عمل فوت ہوا جاتا ہے اس لئے جو کچھ کرنا ہے کر لو۔ پیام الٰہی اور آسمانی کتابیں عالم بشری کے لئے روح حیات اور سرچشمۂ زندگی ہیں۔ اس کائنات کی بقا بغیر قوانین الٰہیہ کے ناممکن ہے۔ لفظ یُنَزِّلُ سے اس طرف اشارہ ہے کہ پیام الٰہی کا دفعۃً اور ایک دم نازل ہو جانا کافی نہیں بلکہ ضروریات زمانہ اور حوائج طبقات کی چگونگی کا لحاظ کرتے ہوئے وقتاً فوقتاً تدریجاً احکام خداوندی کا نازل ہونا ضروری ہے۔ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ نبوت کسبی نہیں جو زہد وعبادت اور تقویٰ وریاضت سے حاصل ہو جائے۔ بلکہ محض عطیۂ الٰہیہ ہے۔ اللہ جس کو چاہتا ہے دیتا ہے۔ مگر نبی میں عبودیت [illegible] کا ہونا ضروری ہے [illegible] ضرور [illegible] کو نبوت نہیں ملا کرتی۔ اَنْ اَنْذِرُوْٓا سے غرض [illegible] [illegible] نبی کو بھیجنے [illegible] احکام وقوانین کا نازل کرنا صرف دو مقاصد [illegible] عقیدہ کی اصلاح ہو جائے اور عمل درست ہو جائیں۔ اللہ کی توحید کا عقیدہ لوگوں کے دلوں میں جم جائے اور وہ بداعمالی چھوڑ کر خدا سے ڈرنے لگیں۔ گویا [illegible] عملی قوتوں کی اصلاح مقصود ہوتی ہے۔ [illegible] مقصد [illegible] اللہ ایک ہے۔ ہر طرح کے شرک سے پاک ہے۔ [illegible] ہے۔ جسکو چاہتا ہے نبی بناتا ہے۔ مگر نبی میں عبودیت شرط ہے۔ وہ اپنے بندوں پر اس قدر مہربان ہے کہ ان کے عقیدہ وعمل کی اصلاح کے لئے اس نے قوانین بھیجے۔ کتابیں نازل کیں۔ فرشتوں کے ذریعہ سے منذر نافذ کئے اس پر بھی اگر کوئی گمراہ نہ مانے تو تنبیہ ودانست کرنے کے لئے قیامت کا دن مقرر ہے جو بہت قریب ہے۔

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ تَعٰلٰی

اللہ نے آسمانوں اور زمین کو مصلحت سے پیدا کیا۔ [illegible]

عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ○ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ

اُن کی شرک انگیزیوں سے بالاتر ہے۔ اُس نے آدمی کو نطفہ سے

نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ○ وَالْاَنْعَامَ

پیدا کیا مگر وہ یکایک کھلم کھلا جھگڑنے لگا اور اسی نے چوپایوں کو

خَلَقَهَا لَكُمْ فِيْهَا دِفْءٌ وَّمَنَافِعُ وَمِنْهَا

پیدا کیا تمہارے لئے اُن میں جاڑوں کا سامان اور بہتیرے فائدے ہیں اور بعض کو

تَاْكُلُوْنَ ○ وَلَكُمْ فِيْهَا جَمَالٌ حِيْنَ تُرِيْحُوْنَ

تم کھاتے ہو اور جب شام کو جنگل سے اُن کو لاتے ہو اور چرانے کو

وَحِيْنَ تَسْرَحُوْنَ ○ وَتَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ اِلٰى

لیجاتے ہو تو تمہارے لئے اُن سے رونق ہوتی ہے، اور وہ ایسی بستیوں تک تمہارا اسباب

بَلَدٍ لَّمْ تَكُوْنُوْا بٰلِغِيْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ

اٹھا کرلے جاتے ہیں کہ جہاں تک تم بغیر جان کاہی کے نہیں پہنچ سکتے ہو

اِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ○ وَالْخَيْلَ وَ

واقعی تمہارا رب بڑا شفیق و مہربان ہے اور گھوڑے اور

الْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً

خچر اور گدھے بھی اُس نے تمہاری سواری اور زیبائش کے لئے پیدا کئے

وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ○ وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ

اور وہ اُن چیزوں کو پیدا کرتا ہے جن سے تم ناواقف ہو اور راستہ تک سیدھی راہ

السَّبِيْلِ وَمِنْهَا جَآئِرٌ ؕ وَلَوْ شَآءَ

سیدھی پہنچتی ہے اور کوئی راستہ ٹیڑھا بھی ہے اور اگر وہ چاہتا

لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ ○ ع

تو تم سب کو ہدایت کر دیتا

تفسیر اوپر کی آیت میں بیان کیا تھا کہ اللہ ہی اکیلا ہے وہی اپنی وحی اپنے انبیاء کے پاس بھیجتا ہے اور ...

نبوت دو چیزیں ہیں اعلان توحید اور اصلاح اعمال۔ ان آیات سے آخیر رکوع تک توحید کا اثبات فرماتا ہے جس کے ذیل میں ضرورت نبوت پر بھی روشنی پڑجاتی ہے۔ توحید کے دلائل کا بیان چند طور پر کیا گیا ہے اور ہر نوع ایک طرز خاص کی حامل ہے۔

(۱) اللہ نے آسمانوں اور زمین کو ٹھیک اندازہ پر پوری حکمت و قوت کے ساتھ بنایا۔ اُن کی ہیئت صورت کیفیت کمیت مزاج خواص سب کچھ ویسے ہی رکھے جیسے ہونے چاہئے تھے۔ پھر ان کو رائگاں نہیں بنایا۔ ان کی تخلیق کسی خاص مقصد کی مظہر ہے۔ طبقات سماوی و ارضی کا تعدد اور ہر طبقہ کی جدا جدا کیفیت و خاصیت اپنے اندر مخصوص فوائد رکھتی ہے۔ کیا کوئی اور بھی ایسا ہے جس نے اس طرح کی کوئی چیز بنائی ہو یا اس کے بنانے میں دخل دیا ہو۔ جب اللہ کے سوا کوئی اور خالق نہیں تو لازمی نتیجہ نکلتا ہے کہ وہ وحدہٗ لاشریک اور بے ہمتا ہے۔

(۲) اللہ نے انسان کو ایک بے مقدار ذلیل بوند سے بنایا۔ نطفہ تھا اُس کا خون بنا۔ خون کا لوتھڑا اور لوتھڑے کا جسم تیار ہوا۔ پھر جسم کے اندرونی و بیرونی اعضاء کی تشکیل ہوئی۔ ہر عضو کو اُس کے مقام پر رکھا ظاہری اور باطنی حواس پیدا کئے۔ عقل کی روشنی سے اُس کے دماغ کو منور کیا اور روح حیات پھونک کر جیتا جاگتا انسان بنا ڈالا۔ پھر بھی لایعقل جامد بے حس اور بے جان مادہ سے بنا ہوا انسان اپنی تخلیق اور کیفیت تخلیق کو بھول کر اسی کارساز وحدانیت ربوبیت یہاں تک کہ اُس کی ہستی میں جھگڑنے لگا۔ کسی نے خدا کو مجبور محض مانا۔ کسی نے ایک کی بجائے متعدد خدا بنالئے اور کسی نے یہاں تک رسائی کی کہ اللہ کے وجود ہی کا انکار کر دیا۔ کیا انسان کی مادی اور علمی تخلیق۔ ایجاد اور ترقی بزبان فطرت سے اللہ کی وحدانیت ہمہ گیر طاقت اور بے ہمتا ولاشریک ذات پر شہادت نہیں دے رہی ہے۔ کیا انسان کو بنانے والا علم عطا کرنے والا اور علم میں ترقی دینے والا کوئی اور بھی ہے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو جھگڑا کیوں ہے۔

مفسر معالم وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ اس آیت کا نزول ابی بن خلف کے حق میں ہوا جو قریش کا ایک بڑا سردار تھا اور جنگ احد میں حضور اقدس کے دست مبارک کا ایک برچھا خفیف طور پر اس کے لگا تھا لیکن اسی خفیف زخم کی تکلیف سے بطن رابغ میں پہنچکر اس کا انتقال ہوگیا یہ کہا کرتا تھا کہ جب ہڈیاں بوسیدہ فرسودہ اور ریزہ ریزہ ہوگئیں تو پھر ان کو کون زندہ کر سکتا ہے۔ کرخی نے اس سبب نزول کا انکار کیا ہے۔ بعض اہل تفسیر نے دوسرے کفار کے متعلق آیت مذکورہ کا نزول بیان کیا ہے۔ میرے نزدیک صحیح یہ ہے کہ اگر روایتاً کسی خاص شخص کے حق میں نزول صحیح ہو جائے تب بھی آیت کے عموم کی

حکم میں کوئی خرابی پیدا نہیں ہوتی۔ جو شخص قدرتِ الٰہی کا انکار، وحدانیت وربوبیت میں شبہہ اور تخلیقِ ثانی کے متعلق شک کریگا وہ عمومِ حکم میں داخل ہوگا

(۳) اللہ نے بھیڑیں بکریاں گائیں اور اونٹ وغیرہ مویشی بنائے اور انسان کے فائدے کے لئے بنائے۔ موٹے موٹے چار فوائد تو ہر شخص جانتا ہے مثلاً بھیڑ اور اونٹ وغیرہ کے اُون سے سردی سے بچنے کے لئے لباس تیار کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت منافع ہیں۔ ان کا دودھ پیا جاتا ہے گوشت کھایا جاتا ہے۔ چربی علاوہ کھانے کے دوسرے کاموں میں آتی ہے۔ پھر ایک نمایاں فائدہ یہ ہے کہ جس شخص کے پاس مویشی بکثرت ہوتے ہیں تو اُس کو ایک خاص امتیاز اور عزت حاصل ہوتی ہے صبح کو اُس کے جانور جنگل کو چرنے جاتے ہیں شام کو واپس آتے ہیں۔ چرواہے اُن کو لاتے اور لے جاتے ہیں۔ مالک سربراہ اپنی چوپال میں بیٹھا دیکھتا ہوتا ہے اور خاص شان رکھتا ہے (ہندوستان کے دیہات اور عرب کے پورے ملک میں مذکورہ منظر دیکھا جاتا ہے۔ البتہ شہروں کے اندر رہنے والے کثرتِ آبادی اور جگہ کی کمی کی وجہ سے بکثرت مویشی نہیں پال سکتے اور نہ مویشیوں کی کثرت اُن کے نزدیک کوئی قابلِ امتیاز خصوصیت ہے نہ اس کو وہ دولتمندی اور سرمایہ داری کا مظاہرہ خیال کرتے ہیں۔ مگر دیہاتی اور غیر متمدن آبادیوں کے رہنے والوں سے پوچھو جن کے رہنے کے لئے نہ فلک بوس کوٹھیاں ہیں نہ سفر کرنے کے لئے موٹر اور ہوائی جہاز نہ کاغذی نوٹوں کے بند کرنے کے لئے لوہے کی الماریاں اور صندوق۔ لیکن اس کے باوجود چوپایوں کا گوشت کھانے دودھ پینے اور اُن کے اُون سے گرم لباس بنائے جانے کا مہذب دنیا والے بھی انکار نہیں کرسکتے) چوتھا فائدہ یہ ہے کہ مویشی باربرداری کے کام آتے ہیں اونٹ وغیرہ کے ذریعہ سے آدمی اپنا اسبابِ تجارت یا سامانِ ضرورت لاد کر ایسے ایسے مقامات پر پہنچ جاتا ہے جہاں پیادہ چلنے اور سر پر بوجھ اٹھا کر لے جانے یا کسی اور ترکیب سے پہنچنے میں سخت تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے (اس زمانہ میں اگرچہ موٹریں، بسیں اور لوڈنگ کاریں نکل آئی ہیں مگر نرم اور ریتلی زمینوں میں اب بھی یہ زیادہ سودمند ثابت نہیں ہوتیں۔ وہاں اونٹ اور اس جیسے دوسرے جانوروں ہی کی ضرورت پڑتی ہے۔)

(۴) اللہ نے گھوڑے گدھے خچر بھی تمہارے فائدہ کے لئے پیدا کئے۔ اُن کے نمایاں فائدے دو ہیں۔ تمہاری سواری کے کام آتے ہیں اور ان سے تمہاری شان شوکت کا مظاہرہ ہوتا ہے۔ گھوڑوں اور خچروں سے تو اس زمانہ میں بھی دونوں فوائد وابستہ ہیں مگر گدھے پر سوار ہونے کا رواج متروک ہو چکا ہے۔ حضورِ اقدس کے زمانہ میں ملکِ عرب میں شرفا گدھوں کو بھی سواری کے کام میں لاتے تھے اور اس کو عار نہ سمجھتے تھے۔ ممکن ہے بعض ممالک میں اب بھی گدھے کی سواری کا رواج ہو۔ اگر اللہ ان جانوروں کو پیدا نہ کرتا یا پیدا کرتا اور سواری کے قابل جسمانی ساخت اُن کو نہ دیتا تو ظاہر ہے کہ یہ فوائد انسان کو حاصل نہ ہوتے۔ اس کے بعد اجمالاً اشارہ اُن جانوروں اور سواریوں کی طرف بھی کر دیا جن پر سوار ہونے کا اُس زمانے میں عرب میں رواج نہ تھا یا نزولِ قرآن کے وقت تک اُن کی ایجاد ہی نہ ہوئی تھی۔ مثلاً ہاتھی، ریل، موٹر، ہوائی جہاز وغیرہ۔

مذکورۂ بالا چاروں دلائل توحید کو ثابت کرنے کے لئے بیان کئے گئے لیکن فی الجملہ نبوت کا ثبوت بھی ہو جاتا ہے۔ کیونکہ جب خلاقِ عالم سوا خدا کے اور کوئی نہیں اور بقاءِ جسمانی میں بھی انسان اللہ ہی کا محتاج ہے بلکہ معمولی جسمانی آسائش کا سامان بھی اُس کو اللہ ہی دیتا ہے اور اللہ ہی نے دیا ہے تو کس قدر بعید از عقل و عدل ہوتی یہ بات کہ خدا تعالیٰ انسانی عقلوں کو مطلق العنان، حواس کو بے مہار اور عملی قوتوں کو آزاد چھوڑ دیتا انسان کی علمی و عملی اصلاح کے لئے قوانین نہ بتاتا اور ضوابط نہ بھیجتا۔ اسی مطلب کی صراحت آیندہ آیت میں فرمائی کہ اللہ تک پہنچنے کے راستے مختلف ہو سکتے ہیں۔ کوئی سیدھا کوئی ٹیڑھا۔ سیدھا راستہ اللہ تک بسہولت پہنچا دیگا۔ ٹیڑھا راستہ یا تو کبھی نہ پہنچائے گا یا پہنچائیگا تو بہت پیچ کے بعد۔ جہاں خدا تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا پرورش کیا۔ اُسکی بدنی بقاء و آسائش کے سامان بنائے وہاں یہ بھی لازم تھا کہ اصل مقصد یعنی اپنی بارگاہِ قدس تک پہنچنے کا سیدھا راستہ بھی بتا دیتا اور یہ ہدایت بغیر انبیاء کے ناممکن تھی۔ اس لئے نبوت وحی اور احکام الٰہیہ کا نزول لازم قرار پایا۔ اب رہی یہ بات کہ اللہ کو احکام نازل کرنے اور انبیاء کو مبعوث فرمانے ہی کی کیا ضرورت تھی۔ وہ سب کو بلاواسطہ ہدایت کر دیتا کوئی گمراہ ہی نہ رہتا۔ اس کے جواب میں فرماتا ہے کہ ہاں بیشک وہ قادر ہے۔ اُس کی مشیت ہوتی تو کوئی گمراہ ہی نہ رہتا لیکن انسانی اختیار کا مقتضا یہ تھا کہ صرف رہنمائی کر دی جائے۔ راستے پر چلنا نہ چلنا انسانی اختیار پر چھوڑ دیا۔)

چند مسائل

اللہ نے گھوڑے کو سواری کے لئے پیدا کیا ہے علماء نے کہا ہے کہ گھوڑوں کی دوڑ جائز ہے اگر اُس میں جُوا نہ ہو۔ اگر تیسرا آدمی دو سواروں سے بطور انعام کہے کہ جو شخص آگے نکل جائے گا اُس کو فلاں چیز انعام دونگا تو یہ جائز ہے گھوڑے باعث تجمل بھی ہیں مگر فخر و غرور نہیں نہ ان سے تفاخر جائز ہے۔ نام و نمود اور نمائش کے لئے تو ہر قسم کی دولت اور اسباب دولت ناجائز ہے۔ اسی بنا پر صحیح حدیث میں آیا ہے کہ جس نے فخر و نمائش کے لئے گھوڑے پالے تو وہ اُس کے لئے وبال ہوں گے۔ زینت بھی

یہ مطلب ہرگز نہیں کہ خدا نے ان کو آدمیوں کے باہم تفاخر کے لئے پیدا کیا ہے۔ اسی لئے فرمایا گھوڑے گدھے خچر ہم نے اس لئے پیدا کئے کہ تم اُن پر سوار ہو اور اُن کو ہم نے زینت بنایا۔ یوں نہیں فرمایا کہ ان جانوروں کو ہم نے اس لئے پیدا کیا کہ تم باہم ان کو زینت کا سبب بناؤ۔ نظرتاً زینت ہونے اور زینت بنانے میں بڑا فرق ہے۔ ستھرائی صفائی پاکیزگی جائز ہے مگر آرائش زیبائش عزو و تمکنت کے اظہار کے لئے حرام ہے۔ چونکہ گدھوں اور خچروں کے ساتھ خدا تعالیٰ نے گھوڑوں کا بھی تذکرہ فرمایا ہے اور خچر و گدھے کا گوشت بالاتفاق حرام ہے اس لئے ابوحنیفہؒ، مالکؒ، اوزاعیؒ، مجاہدؒ اور ابوعبیدہ وغیرہ نے گھوڑے کے گوشت کو حرام قرار دیا ہے۔

ابن عباسؓ نے بھی فرمایا کہ مذکورۃ الصدر انعام تو کھانے کے لئے ہیں اور مؤخر الذکر جانور سواری کے لئے۔

ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے خالد بن ولیدؓ کی روایت بیان کی ہے کہ حضورؐ نے خیل، بغال اور حمیر کا گوشت کھانے سے منع فرمایا ہے۔

مقصود بیان :- توحید کا صراحۃً اور نبوت و رسالت کا ضمناً ثبوت عمومی اور خصوصی دلائل کی تفصیل، انعامات الٰہیہ کا تذکرہ اور اس بات کی طرف لطیف اشارہ کہ تخلیق عالم کی غرض محض ذات انسانی ہے اس ضابطۂ قرآنی کی جانب بھی فی الجملہ اشارہ کہ مقصد قرآن یہ نہیں کہ عالم کی تحلیلی و ترکیبی حقیقت اور کیمیاوی اجزاء بیان کرے بلکہ اصل مقصد فزیکل ہے۔ قرآن لم اور ماہیت نہیں بیان کرتا بلکہ اس سے دلائل مرتبہ ہوتے ہیں یعنی کائنات کے فوائد اور مصالح بیان کرتا ہے۔ اس بات کی طرف اشارہ کہ کائنات کے لئے بہت سی چیزیں پیدا کی ہیں اور آئندہ ایسی چیزیں پیدا کرے گا جو اس کے علم میں ہیں۔ وغیرہ۔

هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً

اُسی نے آسمان سے پانی اُتارا

لَکُمْ مِّنْهُ شَرَابٌ وَّمِنْهُ شَجَرٌ فِیْهِ

جس میں سے کچھ تو تم پیتے ہو اور کچھ حصہ سے درخت پیدا ہوتے ہیں جن کو

تُسِیْمُوْنَ ○ یُنْۢبِتُ لَکُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَ

تم چراتے ہو وہ اگاتا ہے تمہارے لئے کھیتی اور

الزَّیْتُوْنَ وَالنَّخِیْلَ وَالْاَعْنَابَ وَمِنْ

زیتون اور کھجوروں کے درخت اور انگور اور

کُلِّ الثَّمَرٰتِ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ

ہر قسم کے پھل پیدا کرتا ہے اس میں غور کرنے والی قوم کے لئے واقعی

یَّتَفَکَّرُوْنَ ○ وَسَخَّرَ لَکُمُ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ

نشان قدرت ہے اُس نے رات کو اور دن کو سورج کو اور چاند کو

وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمُ مُسَخَّرٰتٌۢ

تمہارے کام پر چلایا اور ستارے بھی اس کے حکم کے

بِاَمْرِهٖ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ

تابع ہیں واقعی سمجھدار قوم کے لئے اس میں نشانیاں

یَّعْقِلُوْنَ ○ وَمَا ذَرَاَ لَکُمْ فِی الْاَرْضِ

قدرت ہیں اور جو کچھ تمہارے لئے زمین میں پیدا کیا

مُخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَةً

اُس کی رنگتیں مختلف ہیں اس میں بھی واقعی سوچنے والی قوم

لِّقَوْمٍ یَّذَّکَّرُوْنَ ○

کے لئے نشان قدرت ہے

تفسیر (۵) تخلیق انسانی و حیوانی سے الوہیت پر استدلال کرنے کے بعد نباتات سے استدلال فرماتا ہے۔ نباتات اور سبزہ کی پیدائش پانی سے ہوتی ہے اور پانی کے لئے برسات ہونی ضروری ہے کیونکہ برسات نہ ہو تو کنویں نہریں تالاب اور چشمے بھی خشک ہو جاتے ہیں۔ پانی آسمان سے آتا ہے یا ابر سے برستا ہے طبعیات کے ماہر تو شق ثانی ہی کے قائل ہیں۔ ان کا قول ہے کہ دریاؤں سے بخارات اُٹھ کر جب ہوا کے سرد طبقہ میں پہنچتے ہیں اور وہاں پہنچ کر سرد ہو جاتے ہیں تو پانی کی شکل اختیار کر کے نیچے ٹپکنے ہیں۔ اسی کو مینہ کہا جاتا ہے۔ لیکن قرآن مجید کی نظر مادی اسباب سے بلند ہے۔ اس لئے وہ مادی اسباب کا تو منکر نہیں مگر ساتھ ہی اصل سبب حکم الٰہی کو قرار دیتا ہے اور حکم الٰہی آسمان سے نازل ہوتا ہے۔ اس سے شق اول کو مفسرین نے اختیار کیا ہے۔ پانی سے چند فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ اول تو انسان، حیوان، پرند، چرند وغیرہ کے پینے کے کام آتا ہے۔ دوم جانوروں کا چارہ بھی اسی سے

پیدا ہوتا ہے - عام اہل لغت کے نزدیک شجر اُس پودہ کو کہتے ہیں جو بیلدار نہ ہو جس کی ڈنڈی ہو - اور نجم اُس پودہ کو کہتے ہیں جس کی بیل زمین پر پھیلی ہو ڈنڈی پر اُس کا قیام نہ ہو - لیکن زجاج کا قول ہے کہ جو چیز زمین سے اُگے وہ سب شجر کہلاتی ہے - سوئم کھیتیاں بھی پانی ہی سے پیدا ہوتی ہیں - چہارم ہر قسم کے پھل مثلاً زیتون کھجور اور انگور وغیرہ کی پیدائش بھی پانی ہی پر موقوف ہے - نظر و فکر اور غور و خوض کرنے والوں کے لئے اس سلسلہ تنظیم میں قدرت و الوہیت کے قوی ترین دلائل موجود ہیں - تمام بعیت ہے کہ انسان و حیوان کے بدن کی اصلی رطوبت چونکہ نقل و حرکت کی وجہ سے ہر وقت تحلیل ہوتی رہتی ہے اس لئے اگر تحلیل شدہ رطوبت کا عوض اسکو نہ پہنچتا رہے تو چند روز میں فنا ہو جانا یقینی ہے - خدا تعالیٰ نے اس کی بقا کے لئے سمندروں سے بخارات اٹھائے - اُن کا پانی بنایا اور پانی ہر جگہ برسایا تاکہ جاندار مخلوق اُس کو پئے پلائے اور زندہ رہ سکے - اگر خدا سمندروں سے بخارات نہ اٹھاتا تو ہر جگہ پانی کیسے پہنچتا پھر فقط رطوبت طبیعیہ کی امداد ہی کافی نہ تھی بلکہ انسان کی طبعی حرارت چونکہ ہر وقت صرف ہو رہی ہے اگر اسکو مدد گار اور عوض نہ ملے تو چند ہی دن میں انسان مر جائے اس لئے ہر شخص کے لئے غذا کی فراہمی بھی ضروری تھی - غذا دو قسم کی ہے نباتی یا حیوانی - نباتی غذا میں ہر قسم کا غلہ، مختلف پھل، ہر طرح کی سبزی وغیرہ داخل ہے - اور حیوانی غذا گوشت دودھ، دہی مکھن وغیرہ ہے - اللہ نے مینہ برسا کر ہر طرح کی سبزی پھل پھول غلہ وغیرہ پیدا کیا جسکو براہِ راست انسان نے اپنی غذا بنایا اور اسی سے حیوان کی بھی پرورش ہوئی اور پھر حیوان سے انسان کی غذا بنی - یہ تمام اسباب انسان کی پرورش اور بقا کے لئے فراہم کئے - لیکن اس کو سمجھنے کے لئے بصیرت کوش دماغ کی ضرورت ہے -

(۶) انسانی پرورش و بقا کے لئے فقط پانی ہی کافی نہ تھا کیونکہ پانی سے اگرچہ سبزہ پیدا ہوتا اور سبزہ سے حیوانی و انسانی پرورش ہوتی ہے مگر دل تو فقط پانی سبزہ کی پرورش کے لئے کافی نہیں - کیونکہ پانی محض مرطوب عنصر ہے اور فقط رطوبت بغیر حرارت کے نشو و نما نہیں کر سکتی - لامحالہ تخلیق، تربیت اور نشو و نما کے لئے حرارت کی بھی ضرورت ہوئی اور حرارت پیدا ہوتی ہے آفتاب ماہتاب اور دیگر ستاروں کی روشنی سے - گویا نباتی پرورش کے لئے جس طرح پانی ضروری ہے اُسی طرح چاند سورج اور دوسرے ستاروں کا وجود بھی لازم ہے - اس کے علاوہ اگر مان بھی لیا جائے کہ سبزہ کی پیدائش صرف پانی سے ہو جاتی ہے اور چاند سورج وغیرہ کی اس کے لئے ضرورت نہیں تب بھی انسان محض نباتی و حیوانی غذا سے زندہ نہیں رہ سکتا اس کے لئے کاروبار کی تکمیل، حرکت و سکون کی تنظیم، سردی و گرمی کا حصول تاریکی و روشنی کا تبادل، فصلوں کا انقلاب اور دیگر اسباب معیشت کی فراہمی ضروری ہے - اس کے لئے خدا تعالیٰ نے بلا ذی مخلوق کو پیدا کیا مانند سورج بنائے - تمام ستاروں کو انسان کے کام پر لگایا - یہ تمام دلائل قدرت ہیں علامات الوہیت ہیں، آثار ربوبیت ہیں اور علامات توحید ہیں مگر انہی لوگوں کے لئے جن کو فہم و دانش کا کوئی حصہ ملا ہے - جو عقل و بصیرت رکھتے ہیں، جو سمجھتے سوچتے اور غور و خوض کرتے ہیں -

(۷) نباتات سے استدلال کرنے کے بعد اب معدنیات سے ثبوت الوہیت فرماتا ہے - اللہ نے انسان کے فائدہ کے لئے زمین میں طرح طرح اور رنگ رنگ کی چیزیں پیدا کیں - ہر قسم کے پتھر، جواہر، سونا چاندی، تانبا، لوہا، کوئلہ، گندک اور گوناگون دواتیاں زمین ہی سے نکالیں جن سے انسانی زندگی وابستہ ہے - اور ہر چیز براہ راست یا بالواسطہ آدمی کے کام آتی ہے - کوئی دوا ہے کوئی غذا کوئی سامان زینت کوئی سبب تمول - مگر اس کو سمجھنے کے لئے روشن دماغ کی ضرورت ہے

وَهُوَ الَّذِي سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَأْكُلُوا مِنْهُ

اُس نے سمندر کو تابع حکم بنایا تاکہ تم اُس میں سے

لَحْمًا طَرِيًّا وَتَسْتَخْرِجُوا مِنْهُ حِلْيَةً

تازہ گوشت کھاؤ اور زیور نکالو

تَلْبَسُونَهَا وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِيهِ

جس کو تم پہنتے ہو تم کشتیوں کو دیکھتے ہو کہ پانی کو پھاڑتی دریا میں

وَلِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝

چلی جاتی ہیں مناسب ہے کہ تم اللہ کا فضل تلاش کرو اور شکر ادا کرو

وَأَلْقَى فِي الْأَرْضِ رَوَاسِيَ أَنْ تَمِيدَ بِكُمْ

اُس نے زمین میں پہاڑوں کو جما دیا تاکہ زمین تم کو لیکر نہ جھکے

وَأَنْهَارًا وَسُبُلًا لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ۝ وَ

اور نہریں اور راستے بنائے تاکہ تم کو راہ مل جائے اور

عَلَامَاتٍ ۚ وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُونَ ۝ أَفَمَنْ

بہتیری نشانیاں بنائیں اور ستاروں سے بھی لوگ راستہ معلوم کر لیتے ہیں جو

يَخْلُقُ كَمَنْ لَا يَخْلُقُ ۗ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ۝

پیدا کرتا ہے کیا اُسکی طرح ہو جائیگا جو پیدا نہیں کر سکتا کیا [illegible]

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ اِنَّ

اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کروگے تو گن نہ سکوگے بلاشبہ

اللّٰهَ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

اللہ غفور رحیم ہے

تفسیر (۸) اللہ کی الوہیت کاملہ اور وحدانیت بے ہمتا کے دلائل میں سے ایک بات یہ بھی ہے کہ اُس نے انسانوں کے کام پر سمندر کو لگا دیا۔ سمندر کس مادّہ سے بنا؟ کیسے بنا؟ کب بنا؟ کسی کو اس کا علم نہیں۔ ہاں اتنا معلوم ہے کہ بنا اور زمین کے تین حصوں کو چھپائے ہوئے ہے۔ زمین کا چوتھائی حصہ پانی سے اُبھرا ہوا ہے جس پر پہاڑ، ریگستان بیابان، جنگل اور انسان وحیوان کی بستی ہے۔ سمندر کا پانی کہیں آلات پیمائش سے ناپا جا سکتا ہے اور کہیں بے انتہا ہے۔ عظیم الشان سمندروں کے اندر خدا تعالیٰ نے بکثرت جانور پیدا کئے۔ جن میں قابل خصوصیت مچھلی ہے۔ مچھلی کا تازہ گوشت انسان کو تا ہے۔ پھر سمندر ہی سے موتی، مونگا اور سیپ برآمد ہوتی ہے جسکو غیر مسلم مرد اور مسلمان عورتیں بطور زیور استعمال کرتی ہیں۔ مزید براں سمندر میں کشتیاں اور جہاز چلتے ہیں ایسے جلیل الشان پانی کو چیرتے چلے جاتے ہیں۔ جہاز پر سفر کرنے والے طلب معاش اور دیگر کاروبار کے لئے جدھر چاہتے ہیں جاتے ہیں۔ ہزاروں میل لمبے اور بیسیوں میل گہرے سمندر کو طے کر لیتے ہیں۔ ہزاروں ٹن وزنی جہازوں کا بوجھ پانی اٹھاتا ہے اور انسان صحیح سلامت منزل مقصود پر پہنچ جاتا ہے۔ اگر اللہ کا وجود نہیں یا اُس کا کوئی اور شریک ہے تو اُس کا بھی ایسا ہی عمل اور اسی طرح کی تخلیق ہونی چاہیئے۔

چند مسائل

لَحْمًا طَرِيًّا سے مراد مچھلی ہے۔ اسی بنا پر امام مالکؒ نے فرمایا کہ اگر کسی نے گوشت کھانے کی قسم کھائی اور پھر مچھلی کھالی تو اُس کی قسم ٹوٹ گئی۔ لیکن علماء حنفیہ وشافعیہ کے اقوال کے بموجب قسم نہ ٹوٹے گی۔ کیونکہ قسم کا مدار قسم کھانے والے کی نیت پر ہوتا ہے اور عموماً اہل عرف گوشت اُسی کو سمجھتے ہیں جس کی پیدائش خون سے ہوتی ہے۔ لہذا مچھلی گوشت نہیں۔

موتی، مونگا وغیرہ زیور میں داخل ہیں۔ لہذا ان کی زکوٰۃ بھی لازم ہے اور مردوں کے لئے ان کو پہننا حرام ہے۔

لفظ تَلْبَسُوْنَهَا میں خطاب مردوں کو ہے کیونکہ جمع مذکر کا صیغہ ہے۔ اس سے شبہہ ہوتا ہے کہ شاید موتی کا زیور پہننا مردوں کے لئے جائز ہے۔ لیکن یہ شبہہ بے اصل ہے۔ کیونکہ تَلْبَسُوْنَهَا میں افرادِ انسانی کو خطاب ہے جن میں عورتیں بھی داخل ہیں۔ یا یہ مراد ہے کہ عورتیں پہنتی ہیں اور تمہارے لئے پہنتی ہیں۔

(۹) اللہ کی کیسی قدرت باہرہ ہے کہ زمین کو وزنی اور سخت بنانے کے لئے اُس نے پہاڑوں کی میخیں قائم کیں۔ جابجا دریا جاری فرمائے۔ ہر حصہ میں راستے بنائے۔ مسافروں کی آمد ورفت کے لئے راستوں کی شناخت کی علامات مقرر فرمائیں۔ پھر راستے اور سمت معلوم کرنے کے لئے ستاروں کا طلوع غروب اور مطلع ومغرب معین فرمایا۔ بیابان جنگلوں میں نہ سمت کا پتہ چلتا ہے نہ راستہ کا۔ بادیہ گرد ستاروں سے سمت کی شناخت کرتے ہیں یہ تمام کی تمام اللہ کی نعمتیں ہیں۔

آخر میں فرماتا ہے کہ دیکھو اور غور کرو کہ جو خالق کل ہے کیا اُس کی طرح کوئی چیز ہو سکتی ہے؟ قوت تخلیق نہ رکھنے والے خلاق بے ہمتا کے ساتھ الوہیت وربوبیت میں شریک ہو سکتے ہیں۔ اس کے بعد فرماتا ہے کہ مذکورۂ بالا نعمتیں ہی خدا تعالیٰ کی دی ہوئی نہیں ہیں بلکہ اُس کی نعمتیں تو حدِ حساب اور احاطۂ فہم سے بھی خارج ہیں۔

ایک شبہہ اور اُس کا ازالہ

زمین پر پہاڑوں کی میخیں اللہ نے قائم کیں تاکہ پہاڑوں کے دباؤ سے نہ ہل سکے کیونکہ جس طرح خالی کشتی ادھر اُدھر ہلا کرتی ہے اور جب اُس میں کچھ بوجھ پتھر وغیرہ ڈال دیئے جاتے ہیں تو اُس کا اضطراب جاتا رہتا ہے۔ یہی حال زمین کا تھا۔ پھر جب خدا نے پہاڑوں کا بوجھ ڈال دیا تو ہلنے سے رُک گئی۔

اس ظاہری مطلب پر چند اعتراض کئے جاتے ہیں (۱) جس طرح پانی اپنی جگہ پر میل طبعی کی وجہ سے ٹھیرا ہوا ہے تو زمین کو بدرجۂ اولیٰ اپنے طبعی حیّز پر ٹھہرنا چاہئے۔ کیونکہ زمین پانی سے زیادہ وزنی ہے کشتی سے تشبیہ دینا غلط ہے۔ کشتی پانی پر ہوتی ہے۔ مگر زمین پانی پر نہیں بلکہ پانی کے وسط میں ہے۔ (۲) اگر باوجود اس جسامت اور ثقل کے زمین کی طبیعت میں سکون نہ تھا تو پہاڑ بھی تو زمین ہی کے اجزا ہیں۔ پہاڑوں کی طبیعت میں سکون کہاں سے آگیا۔ (۳) پھر یہ بھی ثابت کرنا ضروری ہے کہ پہاڑوں کی تخلیق زمین کے بعد ہوئی ہے پہلے زمین لرزاں تھی۔ پہاڑوں کے قائم ہونے سے اُس کا اضطراب دور ہو گیا۔ (۴) طبقات الارض کے ماہرین اور حقائق کائنات کا اس زمانہ میں اس امر پر اجماع ہے کہ زمین حرکت کرتی ہے اور سرعت وتیزی کی وجہ سے اُس کی حرکت محسوس نہیں ہوتی۔ پھر یہ قرآنی صراحت کس طرح پر صحیح تسلیم کی جا سکتی ہے؟

ان سب اعتراضات کا جواب بالکل صاف ہے۔ درحقیقت آیت کی غلط تشریح کرنے سے یہ اعتراضات پیدا ہوئے ہیں۔ قرآن کا مطلب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ اگر زمین کو ہلکا بناتا تو اُس کو دائرہ اور حیّز میں قرار نہ ہوتا بلکہ اِدھر اُدھر ہلتی جُھلتی اور اضطراب ہوتا۔ اس لئے خدا تعالیٰ

لئے اُس کے اندر بعض اجزاء ایسے رکھے جن کے وزن اور ثقل کی وجہ سے زمین میں اضطراب نہیں ہوسکتا۔ انہی وزنی اجزاء کا نام پہاڑ ہے۔ گویا زمین کی ساخت ہوا کی ساخت کی طرح نہیں کہ اِدھر اُدھر حرکت کرتی رہے بلکہ پانی سے بھی زیادہ ثقل اس میں پیدا کیا۔ اس تقریر سے علاوہ مذکورۃ الصدر تینوں اعتراضات کے حل ہونے کے چوتھا اعتراض بھی رفع ہوگیا۔ کیونکہ دَورِ حاضر کے ماہرین زمین کے اندرایّنی اور مکانی حرکت کے تو قائل ہی نہیں نہ وہ زمین میں اضطراب تسلیم کرتے ہیں۔ اُن کا یہ نظریہ ہرگز نہیں کہ زمین اپنا دائرہ اور حیّز چھوڑ کر انتقالِ مکانی کرتی ہے بلکہ وہ زمین میں دَوری حرکت مانتے ہیں اور دَوری حرکت اضطرابی حرکت نہیں کہلاتی اور نہ اس سے سطح پر رہنے والے مضطرب تحرکات ہوسکتے ہیں۔

مقصود بیان:- پانی کے مختلف فوائد کا بیان۔ ایک قسم کے پانی سے مختلف اقسام کے پھل پھول اور رنگا رنگ کی سبزیاں پیدا ہونے کا تذکرہ فرما کر اپنی الوہیت اور قدرت کاملہ پر واضح استدلال اور غور و خوض کی دعوت۔ کائنات سماوی کو انسانی فائدہ کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ بِاَمْرِہٖ کے لفظ سے اس طرف لطیف ایما ہے کہ آثارِ علویہ اور مخلوقات سماویہ میں از خود کوئی تاثیر نہیں نہ ان کی تنظیم رفتار طبعی اور اتفاقی ہے بلکہ سب کے سب حکم الٰہی کے تابع ہیں۔ معدنیات وغیرہ کا اگرچہ مادہ ایک ہے۔ مگر نوعیت اور رنگ میں اختلاف ہے۔ اس کے اندر عقلاء کے لئے درسِ بصیرت ہے۔ سمندر بھی انسان کے فائدے کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ بحری سفر کی صراحۃً اجازت بلکہ ضمناً تبلیغ۔ تجارت اور کسب معاش کی فی الجملہ ہدایت۔ آخر میں مدارِ الوہیت کے ثبوت کی وضاحت اور معیارِ الوہیت کا تذکرہ یعنی جو خالق و موجد ہے اُسی کو معبود و اِلٰہ بھی ہونا چاہئے۔ جو خالق نہیں نہ قابلِ الوہیت نہیں۔ سب سے آخر میں اس بات کی تصریح کہ اللہ کی نعمتیں ناقابلِ حصر اور خارج از حساب ہیں اور چونکہ ہر نعمت کا شکریہ عقلاً واجب ہے۔ اس لئے غیر متناہی اور نامحدود شکریہ ضروری ہے۔ مگر اللہ غفور رحیم ہے۔ اُس لئے ناقابلِ برداشت امر کی ادائیگی کا حکم نہیں دیا۔ بلکہ خارج از وسعت امور سے درگذر فرماتا ہے۔

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ○

اللہ واقف ہے تمہارے ظاہر و باطن سے

وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

اور اللہ کو چھوڑ کر کافر جن کی عبادت کرتے ہیں

لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ○

وہ کچھ بھی پیدا نہیں کرسکتے بلکہ خود مخلوق ہیں

اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ ۚ وَمَا يَشْعُرُوْنَ

بے جان مُردے ہیں اُن کو خبر نہیں

اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ○

کہ کب اُن کو اٹھایا جائے گا

اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَالَّذِيْنَ لَا

تمہارا معبود ایک معبود ہے اور جن لوگوں کو

يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ قُلُوْبُهُمْ مُّنْكِرَةٌ

آخرت کا یقین نہیں اُن کے دل انکاری ہیں

وَّهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ○ لَا جَرَمَ اَنَّ اللّٰهَ

اور وہ مغرور ہیں کوئی شک نہیں کہ اللہ

يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ○

اُن کے باطن و ظاہر سے واقف ہے

اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ ○

وہ مغروروں کو پسند نہیں کرتا

تفسیر گذشتہ آیات میں اللہ کی الوہیت و توحید پر آثارِ قدرت کو پیش کرکے استدلال کرنے کے بعد تخلیق و عدم تخلیق کو معیارِ الوہیت قرار دیا تھا۔ ان آیات میں گذشتہ معیار کی کسی قدر تصریح کرنے کے ساتھ ساتھ غیر اللہ کے مستحق عبادت نہ ہونے کی مزید دو دلیلیں بیان فرماتا ہے۔ گذشتہ معیار کی تشریح تو اس طرح ہوئی کہ معبود کو خالق اشیاء ہونا چاہئے اور ظاہر ہے کہ غیر اللہ خود مخلوق ہے خالق ہونا تو درکنار۔ وہ خود دائرۂ مخلوقیت سے نہیں نکل سکتا۔ اسی لئے سوا اُس ذاتِ مقدس کے جس نے سب کو پیدا کیا کوئی مستحق عبادت نہیں ہوسکتا۔ استحقاق الوہیت کی مزید دو دلیلوں میں سے پہلی دلیل یہ بیان فرمائی کہ جن باطل اور غیر مستحق معبودوں کی کافروں نے پرستش شروع کر دی ہے وہ سب بے جان ہیں خواہ وہ اٹھائے جائیں جب پھر

کی مورتیاں، درخت، پانی وغیرہ یا بالفعل بے جان ہیں جیسے گذشتہ سرزدانِ قوم، اولیا، بزرگان سلف وغیرہم، یا آئندہ مرکر بے جان ہونے والے ہیں جیسے جنات اور فرشتے۔ بہرحال جو چیز موت و فنا سے کسی وقت متصف ہو وہ معبود کس طرح ہوسکتا ہے۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ معبود وہی ہوسکتا ہے جو عالم ہو اور اس کے علم سے کوئی کلی یا جزئی خارج نہ ہو۔ اور ان تمام فرضی معبودوں کو یہ بھی معلوم نہیں کہ دوبارہ حشر کب ہوگا۔ [illegible] ہر ظاہر و باطن سے واقفیت ہیں ان کا محشور ہونا اور مکرر دوبارہ پیدا ہونا ان کے قادر نہ ہونے کی دلیل ہے۔ اور قیامت سے ناواقف ہونا جہالت پر دلالت کر رہا ہے۔ لہذا عاجز اور جاہل کسی طرح معبودیت اور الوہیت کی صلاحیت ہی نہیں رکھتا۔ اس مکمل بیان کا نتیجہ یہ نکلا کہ الٰہ ایک ہی ہے۔

عموماً کفار مکہ ان دلائل صادقہ کو سن کر لاجواب ہو جاتے اور دل میں صحیح سمجھتے تھے۔ مگر قومی رسم و رواج، آباء و اجداد کی تقلید، فطری جہالت اور خاندانی تعصب حضور علیہ السلام کا حکم ماننے سے روکتا تھا خصوصاً قریش کے دلوں میں تو سخت ترین تکبر بیٹھا ہوا تھا۔ بنی ہاشم اور بنی امیہ کی خاندانی کدورتیں شرف و فضل میں قدیم مقابلہ، ہر ایک کا بجائے خود فوقیت و سرداری کا دعویٰ اور پھر اس پر کورانہ تعصب اور ہوا پرستی، ان تمام اسباب نے ان کے سر غرور کو جھکنے نہ دیا۔ محض نفسانیت اور ہٹ دھرمی کی بنا پر کہتے تھے ارے اس رسول نے تو تمام دیوتاؤں کی بجائے ایک الٰہ کو ٹھہرا کر ذلیل کیسے ہوسکتا ہے کہ ہماری ہڈیاں مرنے کے بعد ریزہ ریزہ ہو جائیں اور پھر از سر نو مکمل ہو کر ہم پیدا کر دیئے جائیں۔ اسی کے متعلق خدا تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ منکرین قیامت کے دل منکر ہیں۔ اور اس انکار کی وجہ کوئی عقلی یا نقلی نہیں ہے نہ ان کے پاس کوئی دلیل اور ثبوت ہے۔ صرف نفسانیت اور تکبر اس کا باعث ہے۔

تفسیری اختلاف

وَمَا يَشْعُرُونَ اَيَّانَ يُبْعَثُونَ کی تفسیر مختلف طور پر کی گئی ہے۔ عام مفسرین کے نزدیک یہ [illegible] ان بتوں کو معلوم نہیں قیامت کب ہوگی [illegible] بتوں کو علاوہ نہیں ہے [illegible] کب ہوگا اس قول [illegible] مَا تَعْبُدُوْنَ [illegible] اس مطلب کا مؤید ہے۔ احادیث [illegible] ثبوت ملتا ہے۔

[illegible] بتوں کو معلوم نہیں کہ [illegible] کرنے والے کا حشر [illegible] ہوگا۔

[illegible] یہ ہے کہ هم يُبْعَثُونَ [illegible] اور [illegible] بتوں کو تصرف [illegible] پرستوں کی حالت یا

انما مقصود یہ کہ بتوں کی پوجا کرنے والے اگرچہ ظاہر میں زندہ دکھائی دیتے ہیں مگر جسمانی زندگی کے علاوہ روحانی زندگی ان کو نصیب نہیں۔ ان کی روحیں اور دل اور عقلیں مردہ ہیں۔ ان کو حشر و بعثت کا یقین نہیں۔

مقصود بیان - تخلیق، علم کامل اور حیات حقیقی معیار الوہیت ہے جو خالق نہ ہو یا جاہل ہو یا حقیقی زندگی اس کو حاصل نہ ہو وہ معبود ہونے کا استحقاق نہیں رکھتا۔ فَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ سے اس امر کی صراحت کرنی مقصود ہے کہ غرور نفس اور ہوا پرستی انکار کا اصل باعث ہے۔ آخر میں اللہ کے تمام کل ہونے کی وضاحت فرما دی جس سے فلاسفۂ یونان اور بعض اہل فرقہائے اسلام کی تردید ہوتی ہے جو قائل ہیں کہ اللہ کو کلیات کا تو علم کامل ہے اور جزئیات مادیہ کا علم تفصیلی نہیں بلکہ من حیث الکل ہے۔ آخری آیت سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ غرور کسی طرح کا ہو مذہبی عقائد و اعمال میں ہو یا دنیوی مشاغل و معاملات میں۔ بہرحال اللہ کو پسند نہیں۔ وغیرہ۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ مَّاذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ ۙ

جب ان سے پوچھا جاتا ہے کہ تمہارے رب نے کیا نازل کیا؟

قَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۙ لِيَحْمِلُوْٓا

تو کہتے ہیں اگلوں کی کہانیاں ہیں اس کا نتیجہ یہ ہے

اَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۙ وَمِنْ

کہ قیامت کے دن یہ اپنے گناہوں کا پورا بوجھ اور کچھ بار

اَوْزَارِ الَّذِيْنَ يُضِلُّوْنَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۭ

ان لوگوں کا بھی اٹھائیں گے جن کو بلا تحقیق گمراہ کرتے رہے

اَلَا سَاۗءَ مَا يَزِرُوْنَ ۝ ع

یاد رکھو جس بوجھ کو یہ اٹھا رہے ہیں وہ بہت برا ہے

تفسیر جب ناواقف انجان مسافر موسم حج میں مکہ آکر کفار مکہ سے بغرض تحقیق دریافت کرتے کہ محمد جو مدعی نبوت ہیں اور قرآن کو کلام الٰہی بتاتے ہیں اس کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟ تو ولید بن مغیرہ یا نضر بن حارث یا ان کا کوئی چیلہ جواب دیا کرتا کہ اس میں تو گذشتہ اقوام و اشخاص کی داستانیں ہیں اس میں اور رکھا کیا ہے کہ ہم اس کو خدا کا کلام [illegible] تسلیم کریں ایسے قصے تو اور بھی بہتر موجود ہیں۔ [illegible] نضر بن حارث بغرض تجارت ایران اور بابل وغیرہ کو جایا کرتا تھا اور وہاں سے رستم و اسفندیار کی داستانیں لاکر

اور اس کی نافرمانی سے پرہیز کریگا بس وہی کامیاب ہوگا"

ان آیات میں ایمان کی جو تعریف بیان کی گئی ہے اس پر غور کیجئے اصل ایمان یہ ہے کہ اپنے آپ کو خدا کی کتاب اور اس کے رسول کی ہدایت کے سپرد کر دو۔ جو حکم وہاں سے ملے اس کے آگے سر جھکا دو اور اس کے مقابلہ میں کسی کی نہ سنو نہ اپنے دل کی نہ خاندان والوں کی اور نہ دنیا والوں کی یہ کیفیت جس میں پیدا ہو جائے وہی مومن اور مسلم ہے اور جو اس سے خالی ہو اس کی حیثیت منافق سے زیادہ نہیں ہے؟۔

آپ نے سنا ہوگا کہ عرب میں شراب خوری کا کتنا زور تھا۔ عورت مرد جوان اور بوڑھے سب شراب کے متوالے تھے۔ ان کو دراصل اس چیز سے عشق تھا اس کی تعریفوں کے گیت گاتے تھے اور اس پر جان دیتے تھے یہ بھی آپ کو معلوم ہوگا کہ شراب کی لت لگ جانے کے بعد اس کا چھوٹنا کتنا مشکل ہوتا ہے آدمی جان دینا قبول کر لیتا ہے مگر شراب چھوڑنا قبول نہیں کر سکتا۔ اگر شرابی کو شراب نہ ملے تو اس کی کیفیت بیمار سے بدتر ہو جاتی ہے لیکن آپ نے کبھی سنا ہو کہ جب قرآن شریف میں شراب کی حرمت کا حکم آیا تو کیا ہوا؟ وہی عرب جو شراب پر جان دیتے تھے، اس حکم کو سنتے ہی انہوں نے اپنے ہاتھ سے شراب کے مٹکے توڑ ڈالے۔ مدینہ کی گلیوں میں شراب اس طرح بہ رہی تھی جیسے بارش کا پانی بہتا ہے ایک مجلس میں کچھ لوگ بیٹھے شراب پی رہے تھے جس وقت انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی کی آواز سنی کہ شراب حرام کر دی گئی ہے تو جس شخص کا ہاتھ جہاں تھا وہیں کا وہیں رہ گیا جس کے منہ سے پیالہ لگا ہوا تھا اس نے فوراً اس کو ہٹا لیا اور پھر ایک قطرہ حلق میں نہ جانے دیا۔ یہ ہے ایمان کی شان۔ اس کو کہتے ہیں خدا اور رسول کی اطاعت۔

آپ کو معلوم ہے کہ اسلام میں زنا کی سزا کتنی سخت رکھی گئی ہے؟ ننگی پیٹھ پر سو کوڑے جن کا خیال کرنے سے آدمی کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور اگر شادی شدہ شخص ہو تو اس کے لئے سنگساری کی سزا ہے، یعنی اس کو پتھروں سے اتنا مارنا کہ وہ مر جائے۔ ایسی سزا کا نام ہی سنکر آدمی کانپ اٹھتا ہے۔ مگر آپ نے یہ بھی سنا کہ جن کے دل میں ایمان تھا ان کی کیا کیفیت تھی؟ ایک شخص سے زنا کا فعل سرزد ہو گیا۔ کوئی گواہ نہ تھا۔ کوئی عدالت تک پکڑ کر لیجانے والا نہ تھا کوئی پولیس کو اطلاع دینے والا نہ تھا صرف دل میں ایمان تھا جس نے اس شخص سے کہا کہ جب تو نے خدا کے قانون کے خلاف اپنے نفس کی خواہش پوری کی ہے تو اب جو سزا خدا نے اس کے لئے مقرر کی ہے اس کو بھگتنے کے لئے بھی تیار ہو جا۔ چنانچہ وہ شخص خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے اور عرض کرتا ہے کہ یا رسول اللہ میں نے زنا کیا ہے مجھے سزا دیجئے آپ منہ پھیر لیتے ہیں، وہ پھر دوسری طرف آکر یہی بات کہتا ہے آپ پھر منہ پھیر لیتے ہیں تو وہ پھر سامنے آکر سزا کی درخواست کرتا ہے۔ غرض اس طرح وہ چار مرتبہ اصرار کے ساتھ عرض کرتا ہے کہ جو گناہ میں نے کیا ہے اس کی سزا دیجئے ـــ یہ ہے ایمان۔ جس کے دل میں ایمان موجود ہے اس کے لئے ننگی پیٹھ پر سو کوڑے کھانا بلکہ سنگسار تک کر دیا جانا آسان ہے مگر نافرمان بنکر خدا کے سامنے حاضر ہونا مشکل ہے۔

آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ انسان کے لئے دنیا میں اپنے رشتہ داروں سے بڑھ کر کوئی عزیز نہیں ہوتا خصوصاً بھائی باپ بیٹے تو اتنے پیارے ہوتے ہیں کہ ان پر سے سب کچھ قربان کر دینا آدمی گوارا کر لیتا ہے۔ مگر آپ ذرا بدر اور احد کی لڑائیوں پر غور کیجئے کہ اس میں کون کس کے خلاف لڑنے گیا تھا؟ باپ مسلمانوں کی فوج میں ہے تو بیٹا کافروں کی فوج میں، یا بیٹا اس طرف ہے تو باپ اس طرف ایک بھائی ادھر ہے تو دوسرا ادھر۔ قریب سے قریب رشتہ دار ایک دوسرے کے مقابلہ میں آئے ہیں اور اس طرح لڑے ہیں کہ گویا یہ ایک دوسرے کو پہچانتے ہی نہیں اور یہ جوش ان میں کچھ روپے پیسے یا زمین کے لئے نہیں بھڑکا تھا نہ کوئی ذاتی عداوت تھی بلکہ صرف اس وجہ سے وہ اپنے خون اور گوشت پوست کے خلاف لڑ گئے کہ وہ خدا اور رسول پر باپ بیٹے اور بھائی اور سارے خاندان کو قربان کر دینے کی طاقت رکھتے تھے۔

آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ عرب میں جتنے پرانے رسم و رواج تھے اسلام نے قریب قریب ان سب ہی کو توڑ ڈالا تھا۔ سب سے بڑی چیز تو بت پرستی تھی جس کا رواج سینکڑوں ہزاروں برس سے چلا آتا تھا اسلام نے کہا کہ ان بتوں کو چھوڑ دو شراب زنا جوا چوری اور رہزنی عرب میں عام طور پر رائج تھی۔ اسلام نے کہا کہ ان سب کو ترک کرو۔ عورتیں عرب میں کھلی پھرتی تھیں حتیٰ کہ کعبہ کے گرد ننگی ہو کر طواف کرتی تھیں اسلام نے حکم دیا کہ پردہ کرو۔ عورتوں کو وراثت میں کوئی حصہ نہ دیا جاتا تھا اسلام نے کہا کہ ان کا بھی وراثت میں حصہ ہے۔ متبنیٰ کو بالکل وہی حیثیت دیجاتی تھی جو صلبی اولاد کی ہوتی ہے۔ اسلام نے کہا کہ وہ صلبی اولاد کی طرح نہیں ہے بلکہ متبنیٰ اگر اپنی بیوی کو چھوڑ دے تو اس سے نکاح کیا جا سکتا ہے۔ غرض کونسی ایسی پرانی رسم تھی جس کو توڑنے کا حکم اسلام نے نہ دیا ہو۔ مگر آپ کو معلوم ہے کہ جو لوگ خدا اور رسول پر ایمان لائے تھے ان کا کیا طرز عمل تھا؟ صدیوں سے جن بتوں کو وہ اور ان کے باپ دادا سجدہ کرتے نذریں چڑھاتے تھے، ان کو ان ایمانداروں نے اپنے ہاتھ سے توڑا اور سینکڑوں برس سے جو خاندانی رسمیں چلی آتی تھیں ان سب کو مٹا کر انہوں نے رکھدیا۔ جن چیزوں کو وہ مقدس سمجھتے تھے خدا کا حکم پاکر انہیں پاؤں تلے روند ڈالا۔ جن چیزوں کو وہ مکروہ سمجھتے تھے خدا کا حکم آتے ہی ان کو اچھا سمجھنے لگے۔ جو چیزیں صدیوں سے پاک سمجھی جاتی تھیں وہ ایک دم ناپاک ہو گئیں اور جو صدیوں سے ناپاک خیال کی جاتی تھیں وہ یکایک پاک ہو گئیں۔ کفر کے جن طریقوں میں لذت اور فائدے کے سامان تھے خدا کا حکم ملتے ہی ان کو چھوڑ دیا گیا اور اسلام کے جن احکاموں کی پابندی نفس پر شاق گذرتی تھی ان سب کو خوشی خوشی قبول کر لیا گیا۔ اس کا نام ہے ایمان اور اس کو کہتے ہیں اسلام۔ اگر عرب کے لوگ اس وقت کہتے کہ فلاں بات ہم اس لئے نہیں مانتے کہ ہمارا اس میں نقصان ہے، اور فلاں بات کو ہم اس لئے نہیں چھوڑتے کہ اس میں ہمارا فائدہ ہے اور فلاں کام کو تو ہم ضرور کرینگے کیونکہ باپ دادا سے یہی ہوتا چلا آیا ہے اور فلاں باتیں رومیوں کی ہمیں پسند ہیں اور فلاں ایرانیوں کی رسم کو مرغوب ہیں، غرض اگر عرب کے لوگ اسی طرح اسلام کی ایک ایک بات کو رد کر دیتے تو آپ سمجھ سکتے ہیں کہ آج دنیا میں کوئی بھی مسلمان نہ ہوتا

زندہ معاشرت حقوق و فرائض

حقوق کے معنی

حقوق کے متعلق قرآن پاک میں اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے کہ:-

خلق لکم مافی الارض جمیعاً "خدا نے تمہارے کام کے لئے زمین کی ساری چیزیں پیدا کیں" اس لئے انسان کو دنیا کی ہر اس چیز سے جس سے اس کے نفع کا تعلق ہے ایک گونہ لگاؤ ہے۔ اس لگاؤ کا تقاضا یہ ہے کہ اس کی ترقی و حفاظت میں کوشش کی جائے اس شے سے وہ نفع اٹھایا جائے جس کے لئے خدا نے اسے پیدا کیا ہے اور ان موقعوں پر اس کو صرف کیا جائے جن میں خدا نے اسکے صرف کرنے کا حکم دیا ہے اور اس کو ہر اس پہلو سے بچایا جائے جس سے اس کی نفع رسانی کو نقصان پہنچے اسی ذمہ داری کا نام حق ہے جس کو از خود ادا کرنا ضروری ہے ارشاد ہوا:-

وفی اموالھم حق للسائل والمحروم (ذاریات-۱)	اور ان کے مالوں میں سائل کا اور اس کا حق ہے جس پر مالی افتاد پڑی ہو
والذین فی اموالھم حق معلوم للسائل والمحروم (معارج)	اور ان کے مالوں میں سائل کا اور اسکا مقرر حق ہے جس پر مالی افتاد پڑی ہو
وآت ذا القربی حقہ والمسکین وابن السبیل (بنی اسرائیل)	اور قرابت والے کو اس کا حق دے اور مسکین کو اور مسافر کو
فات ذی القربی حقہ والمسکین وابن السبیل (روم)	تو قرابت والے کو اس کا حق دے اور مسکین کو اور مسافر کو

اللہ تعالیٰ نے جب کسی انسان کو دولت عطا فرمائی ہے تو اس کا تقاضا یہ ہے کہ جن کو یہ چیز نہیں ملی ہے ان کو اس میں سے تھوڑا تھوڑا دیا جائے یہ ان کا حق ہے اور اس میں سب سے مقدم رشتہ دار ہیں پھر غریب پھر مسافر ایک اور موقع پر اللہ تعالےٰ نے اس کی نسبت مال کی طرف کی ہے

وآتوا حقہ یوم حصادہ ولا تسرفوا (انعام-۱۷)	اور پیداوار کا حق اس کے کاٹنے کے دن ادا کرو اور فضول خرچی نہ کرو

یعنی جب کسی کو اللہ تعالےٰ نے زمین کا کوئی حصہ عنایت کیا اور اس نے اس میں کچھ بویا اور اللہ نے اس میں برکت دی اور پھل پھول نکلے اور ہری بھری کھیتی تیار ہوئی تو انسان کا فرض ہوا کہ اس کا حق ادا کرے اور اس میں ان کو بھی کچھ دے جن کو یہ نعمت نہیں ملی اور اس نعمت کو بموقع خرچ کر کے ضایع نہ کرے کہ یہ بھی اس کے حق کے منافی ہے اس کی نفع رسانی کے ضروری موقع ومحل کو نقصان پہنچانا ہے۔ حدیث میں آتا ہے۔

ان لزوجک علیک حقا و	تیری بیوی کا بھی تجھ پر حق ہے اور
لزورک علیک حقا (بخاری)	تیرے ملاقاتی کا بھی تم پر حق ہے
ولولدک علیک حقا (...)	تیرے بیوی بچوں کا تجھ پر حق ہے

ایک اور حدیث میں آتا ہے ... بیوی کا حق شوہر پر ... ہے کہ وہ اس کو کھانا کھلائے کپڑے پہنائے اور اس کے چہرہ پر تھپڑ نہ مارے" (ابو داؤد نکاح) ان احکام سے معلوم ہوا کہ ہر انسان پر دوسرے انسان کے کچھ حقوق ہیں بلکہ ہر انسان کا خود اپنے اوپر بھی حق ہے اس کے ایک ایک عضو کا اس کے اوپر حق ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے

وان لنفسک علیک حقا	بیشک تیری جان کا تجھ پر حق ہے
فان لجسدک علیک حقا	تیرے بدن کا بھی تجھ پر حق ہے اور
ولعینیک علیک حقا	تیری آنکھوں کا بھی تجھ پر حق ہے

اس تفصیل سے معلوم ہوگا کہ اسلام میں حقوق کی وسعت اس سے بہت زیادہ ہے جتنی عام طور سے سمجھی جاتی ہے

حقوق کی وسعت

جب انسان کا تعلق کائنات ارضی کی ایک ایک چیز سے ہے تو ظاہر ہے کہ اس کی ذمہ داری بھی اس کی ہر چیز سے متعلق ہے جمادات سے بھی کہ ان کو بے موقع نہ صرف کیا جائے نباتات سے بھی کہ ان کو نشو ونما اور تربیت کا موقع دیا جائے حیوانات سے بھی کہ ان کو بے سبب تکلیف نہ پہنچائی جائے اور ان کے آرام و آسائش کا خیال کیا جائے اور انسانوں سے بھی کہ ان کی ہر ضرورت میں مدد کی جائے اور ان کے فرائض محبت کو ادا کیا جائے اور خود انسان کا بھی اپنے اوپر یہی حق ہے کہ اس کا ہر عضو جس غرض کے لئے پیدا کیا گیا ہے اس سے مناسب طور سے وہ کام لے۔

غرض اسلام نے ان حقوق کو تمام کائنات میں اس طرح تقسیم کیا ہے کہ اس کا دائرہ محیط اعظم بنکر آہستہ آہستہ سمٹتا ہوا بتدریج کم ہوتا ہوا مرکز پر آکر ختم ہو جاتا ہے۔

انسانیت کے باہمی حقوق تو بہت کچھ ظاہر ہیں لیکن انسان کے علاوہ اس کائنات ارضی کی دوسری بیجان اور جاندار چیزوں کے حقوق کی طرف تھوڑا سا مزید اشارہ توضیح مقصد کے لئے مفید ہے۔

انسان کے علاوہ دوسری جاندار اور بیجان چیزوں کے دو حق انسان پر ہیں، ایک یہ کہ جس غرض اور منفعت کے لئے وہ پیدا کی گئی ہیں ان سے وہی کام لیا جائے، دوسرا یہ کہ ان کے قدرتی نشوونما پرورش اور ترقی میں وہ رکاوٹ نہ پیدا کرے بلکہ اس کے مناسب اسباب فراہم کرے اور اس کے مناسب غذا سیرابی اور آرام کی نگار رکھے یہ دونوں حقوق اصل میں قرآن پاک کی اسی حقیقت کے کہ

خلق لکم مافی الارض جمیعاً "زمین میں جو کچھ ہے وہ خدا نے تمہارے یعنی انسانوں کے لئے پیدا کیا"

کے صریح نتیجے ہیں کہ جب انسان کے لئے یہ سب چیزیں پیدا ہوئیں تو انسان کا فرض ہے کہ ان سے وہی کام لے جس کے لئے وہ بنائی گئی ہیں اور اسلئے تاکہ وہ وقت مقررہ تک انسانوں کو اپنا نفع پہنچا سکیں ان کی پرورش و ترقی کے قدرتی اسباب کو مہیا کرنا ان پر ضروری قرار دیا گیا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کے مجمع میں ایک تمثیلی حکایت میں اس نکتہ کو واضح کیا ہے فرمایا کہ ایک دفعہ ایک آدمی بیل پر سوار جا رہا تھا کہ دفعۃً اس نے منہ پھیر کر سوار سے کہا کہ میں تو اس کے لئے نہیں پیدا کیا گیا میں تو کھیتی کے لئے پیدا کیا گیا ہوں" اور اسی لئے درخت کا لگانا ثواب کا کام کہا گیا اور فرمایا گیا کہ جو مسلمان کوئی درخت لگاتا ہے تو جو پرندے یا جانور

یا انسان اس کا پھل کھاتے ہیں اس کا ثواب درخت لگانے والے کو ملتا ہے۔ اسی سبب سے پھلدار درخت کو بے سبب کاٹنا ناپسندیدہ ہے۔ ایک اور تمثیلی حکایت میں آپ نے فرمایا کہ ایک شخص صرف اس لئے بخشا گیا کہ اس نے ایک پیاسے کتے کو پانی پلاکر اس کی جان بچائی تھی۔ اور ایک اور شخص پر صرف اس لئے عذاب ہوا کہ اس نے ایک بلی کو باندھا اور اس کو کھانے پینے کو نہیں دیا یہاں تک کہ وہ اسی طرح سسک سسک کر مرگئی۔ ایک اور شخص نے چیونٹی کو جلا دیا تھا اس پر اس سے باز پرس ہوئی۔

یہ چند اشارات اس موقع پر اس لئے ہی کئے گئے ہیں تاکہ معلوم ہو کہ اسلام کی اخلاقی تعلیمات کا دائرہ کتنا وسیع ہے وہ صرف انسانوں تک نہیں بلکہ تمام جاندار اور بیجان چیزوں تک پھیلا ہوا ہے جس کی تفصیل اپنے موقع پر آئیگی۔

حقوق کی ترتیب

مگر ان تمام حقوق کی ادائیگی اسلام نے ایک خاص ترتیب ملحوظ رکھی ہے جس کی تفصیل ذیل میں ہے۔ اگر ہم اسلام کے تمام اخلاقی فرائض اور تعلیمات کو صرف ایک لفظ سے ادا کرنا چاہیں تو توراۃ اور انجیل کی طرح مختصر یوں کہہ سکتے ہیں کہ دوسروں سے محبت کرنا لیکن صرف محبت کرنا کہہ دینا کافی نہیں بلکہ ان چیزوں کی تفصیل کرنی چاہیئے جو اس محبت کا تقاضا اور اس کے مظاہر ہیں یہی تفصیل وتکمیل اسلام کی اخلاقی تعلیم کا کارنامہ ہے آپ نے فرمایا کہ ایمان کا کمال یہ ہے کہ تم اپنے بھائی کے لئے بھی وہی محبوب رکھو جو اپنے لئے رکھتے ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ جسم و جان اور مال وملکیت کے وہ تمام معاملات جو انسان اپنے جسم وجان اور مال وملکیت کے لئے چاہتا اور پسند کرتا ہے وہی دوسروں کے لئے چاہنا اور پسند کرنا توراۃ اور انجیل کی طرح اسلام کی اخلاقی تعلیم کا بھی سرعنوان ہے لیکن اسلام میں یہ سرعنوان تشریح کا محتاج ہے اور اس تشریح کے ضمن میں انسانی تعلقات کی تدریجی ترتیب کی بحث آجاتی ہے جس کو اسلام نے ہمیشہ پیش نظر رکھا ہے اور ان فرائض کو ہر انسان کے تعلقات کی کمی بیشی اور دوری ونزدیکی کی تدریج اور ترتیب کے ساتھ متعین اور ہر ایک کا درجہ الگ الگ مقرر کر دیا ہے مثلاً ایک حیوان کے مقابلہ میں ایک انسان کی مدد ایک اجنبی شخص کے مقابلہ میں ایک دوست کی غیروں اور بیگانوں کے مقابلہ میں ایک عزیز کی اور ان عزیزوں میں بھی قرابت کی دوری ونزدیکی کی ترتیب اسی طرح رکھی گئی ہے مگر یہ ترتیبی امداد حق کے ساتھ ہے اگر کوئی عزیز سے عزیز بھی باطل پر ہو تو اس کے مقابلہ میں اس غیر و بیگانہ کی امداد جو حق پر ہے فرض ہے کہ جو مدد محض قرابت اور عزیزداری کی بنا پر باطل پر کیجاتی ہے اس کا نام اسلام کی اصطلاح میں عصبیت (تعصب) ہے جس سے بچنے کی ہر مسلمان کو تاکید کیگئی ہے

اسلام کے سوا دوسرے مذاہب میں انسانی حقوق کی درجہ وار کوئی تفصیل نہیں ہے انسان اور حیوان کے درمیان ہی خط فاصل نہیں قائم کیا گیا ہے مثلاً بودھ کی اخلاقی تعلیمات میں انسان اور حیوان کے اور پھر انسانوں میں اہل ملک قوم قبیلہ اور خاندان کی کوئی تمیز نہیں بلکہ سرے سے رشتہ اور قرابت کی اس میں کوئی دفعہ نظر نہیں آتی اسی طرح ہندو شاستروں میں ایک جانور اور ایک انسان کا قتل برابر درجہ رکھتا ہے اور ایک جانور بھی اپنی کسی منفعت رسانی کے باعث انسان کی ماں کا درجہ پاسکتا ہے یہودیت اور عیسائیت میں تمام قرابتداروں کو چھوڑکر صرف ماں باپ کا ذکر کیا گیا ہے اور ان کے ہی حق اطاعت کو تسلیم کیا گیا ہے لیکن دوسرے قرابت مند دل اور رشتہ داروں کو ان میں کوئی مرتبہ نہیں دیا گیا لیکن اسلام نے اس مسئلہ میں پوری تفصیل سے کام لیا ہے۔

اس ترتیب کا فلسفہ یہ ہے کہ ترتیب میں جس کا درجہ بڑھ کر ہے اس کے ساتھ تعلقات کی وابستگی دوہری تہری ہوتی ہے۔ مثلاً ایک شخص جو ایک وقت میں ایک ہی کی مدد کر سکتا ہے اس کی ایک غریب ماں ہے ایک غریب اور بیمار باپ ہے ایک غریب اور بیمار بھائی ہے، ایک اسی طرح کا اس کا پڑوسی ہے پھر اسی حالت میں اس کا ایک ہم محلہ بھی ہے اور اسی حالت میں اس کا کوئی ہموطن بھی ہے تو اس کو کس کی امداد کرنی چاہئیے یہی وہ موقع ہے جس میں تدریجی تعلقات کی ترتیب کا سوال پیش آتا ہے، ظاہر ہے کہ تعلقات نے دوہرے تہرے حقوق پہلے ماں کے ہیں پھر باپ کے ہیں پھر بھائی کے ہیں پھر پڑوسی کے ہیں پھر ہموطن کے ہیں اور اسی ترتیب سے ان کا ادا کرنا بھی ضرور ہے یہ نیکی نہ ہوگی کہ اپنی غریب اور بیمار ماں کو چھوڑکر کوئی اپنے غریب اور بیمار پڑوسی کی خدمت کے لئے آمادہ ہو جائے یہ ایثار نہیں بلکہ ظلم ہے ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ اپنے اوپر مزید زحمت گوارا کرکے دونوں کے حقوق سے عہدہ برآ ہو اگر ایسا وہ نہ کر سکے تو اخلاقاً اس کو معذور سمجھا جائیگا۔ شریعت محمدی نے اسی فطری ترتیب کو ان آیتوں میں پیش کیا ہے۔

وبالوالدین احسانا وبذی القربیٰ والیتمیٰ والمساکین والجار ذی القربیٰ والجار الجنب والصاحب بالجنب وابن السبیل وماملکت ایمانکم (نساء ۔ ۶)	اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو اور رشتہ دار کے ساتھ اور یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ اور رشتہ دار پڑوسی کے ساتھ اور بیگانہ پڑوسی کے ساتھ اور ساتھی کے ساتھ اور مسافر کے ساتھ اور لونڈی غلام کے ساتھ۔
قل ما انفقتم من خیر فللوالدین والاقربین والیتمیٰ والمسٰکین وابن السبیل وما تفعلوا من خیر فان اللہ بہ علیم (بقرہ ۔ ۲۶)	اے پیغمبر ان سے کہہ کہ تم جو خرچ کرو وہ اپنے ماں باپ اور عزیزوں اور یتیموں اور غریبوں اور مسافر کے لئے اور جو بھی نیکی کا کام تم کرو اللہ اس سے آگاہ ہے
وآت ذا القربیٰ حقہ والمسکین وابن السبیل ولا تبذر تبذیرا (بنی اسرائیل ۔ ۳)	اور رشتہ دار کا حق ادا کرو اور مسکین کا اور مسافر کا، اور فضول خرچی نہ کرو۔

عام طور پر اکثر مذہبوں نے سب سے زیادہ اہمیت ماں باپ کو دی ہے اور اسلام میں بھی یہ اہمیت یہی درجہ رکھتی ہے۔ مگر اس کی تکمیلی شان اسلام میں ہی اسی طرح نمایاں ہے جس طرح تعلیمات کے دوسرے ابواب میں۔

زندہ سیاست پاکستان کا زاویہ نگاہ

از جناب احمد علی صاحب عباسی ایم ایس سی (علیگ) فیاض گنج - دہلی

(گذشتہ سے پیوستہ)

جو ملک اس درجہ ٹکڑے تھا تو ترک موالات کیونکر باقی رہ سکتی تھی لہذا گاندھی جی نے پھر رخ بدلا اور موالات پر اتر آئے۔ چنانچہ اسمبلی میں جانے کی اور وہاں کانگریس پارٹی بنانے کی اجازت ہوگئی اور بالآخر انڈیا ایکٹ کے تحت وزارتیں بھی قبول کرلیں۔ اب کیا تھا "گونر ہی نے بتا کی روش ظلم و ستم اور" ہندو یہ سمجھنے لگے کہ وزارتوں پر فائز ہو جانے سے انھیں وہی سوراج مل گیا جس کی خاطر چرخہ کاتا تھا اور کھدر پہنی تھی چونکہ وزرا اس طبقہ سے تعلق رکھتے جو آداب جہانبانی سے قطعاً معرا ہے اس لئے انھوں نے ایسی ایسی رکیک اور ضعیف حرکتیں کیں کہ تمام غیر ہندو ہندوستانی جو کانگریس پر سے اعتماد اٹھا چکے تھے اب متنفر بھی ہوگئے اور اس طرح اکثریت نے تالیف قلوب کا آخری موقعہ ہاتھ سے کھو دیا۔ واقعی جو قوم صدیوں سے غلامی کی زندگی بسر کر رہی ہو وہ حکومت کرنا کیا جان سکتی ہے؟ وزراء کا پہلا کام یہ تھا کہ اپنے علاقوں کی غیر ہندو اقلیتوں کو اپنے موافق بنائیں اور اس طرح رائے عامہ کو بالکل اپنے حق میں کرلیں۔ گاندھی جی جو اہنسا کے پرچاری ہیں انھوں نے تشدد کی اجازت دیدی۔ پھر ان وزراء کی راہ میں کیا رکاوٹ تھی۔ بیس برس کا سب "بدلہ" نکال لیا تمام غیر ہندو چیخ اٹھے اور جب اللہ نے ان وزارتوں سے نجات دی تو مسلمانوں نے چراغاں کیا اور خدا کا شکر بجا لائے تمام ہندوستان میں یوم نجات منایا گیا اگر کانگریسی وزرا میں کچھ بھی سیاسی تدبر ہوتا تو ان کو وزارتوں سے مستعفی ہونے کا ڈھونگ نہ رچانا پڑتا اور وہ ہر حال میں وزارتیں قائم رکھ سکتے تھے لیکن جب حالات ان کے قابو سے باہر ہوگئے اور وہ دیکھنے لگے کہ اندرونی نظم کا قائم رکھنا ان کے لئے ناممکن ہے تو انگریز پر الزام رکھ کر انھوں نے وزارتوں سے استعفےٰ دیدیا۔ اب پچھتا رہے ہیں کہ ان سے کیسی غلطی ہوئی۔ یہ ان کا قصور نہیں ہے کبھی حکومت کی ہوتی تو جانتے کہ آداب جہانبانی کیا ہیں مسلم وزراء کے علاقوں میں غیر مسلموں کے ساتھ ہرگز کوئی ایسا واقعہ پیش نہیں آیا جو ہندو وزارتوں نے غیر ہندو پبلک کے ساتھ کیا۔

یہ غلطیاں کیوں ہوئیں اور کس کے ایما سے ہوئیں! ان تمام غلطیوں کے ذمہ دار گاندھی جی ہیں جو کبھی غلطی نہیں کر سکتے اور جن کا آنکھ بند کر کے اتباع کیا جاتا ہے۔

یوں تو بار دولی کانفرنس کے بعد کے فتنے مسلمانوں کو جگانے کے لئے کافی تھے لیکن نہرو رپورٹ نے تو ان کی آنکھیں بالکل کھول دیں۔ پھر بھی انتشار رہا۔ پراگندگی کی بنا پر ان کے خیالات ایک عرصہ تک مجتمع نہ ہو سکے کبھی مسلم کانفرنس بنی کبھی آل پارٹیز کانفرنس کی تشکیل ہوئی کبھی احرار نے سر بلند کیا کبھی جوائنٹ پارلیمنٹری بورڈ کی ہنگامہ آرائی رہی غرض چلتے رہے تھوڑی دور ہر ایک تیز رو کے ساتھ پہچانتے نہیں تھے ابھی راہبر کو ہم

اکثریت اور اقلیت کا جو جال بنایا گیا تھا جس کا تانا مغربی سفید فام نوابوں نے مہیا کیا تھا اور بانا گاندھی جی کے چرخے نے اس جال میں طائر اسلام پھڑ پھڑاتا تو رہا لیکن نہ اس کو جال سے نکلنے کی کوئی صورت پیدا ہوتی تھی اور نہ اس کے ٹوٹنے کی کوئی امید بندھتی تھی کہ یکایک موتی غیرت حق کو حرکت" اور اللہ کے اسی بندے نے جس کے چودہ نکات نے دنیائے سیاست میں ہلچل ڈالدی تھی نہایت حزم اور کامل عزم کے ساتھ لوائے محمدی کو بلند کیا اور باوجود پیرانہ سالی کے پورے جوش اور پورے ولولہ کے ساتھ ندا دی یاایھا الذین امنوا استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم لما یحییکم (اے ایمان والو اس دعوت پر لبیک کہو جو اللہ اور اس کے رسول کی دعوت ہے تاکہ تم میں جان پڑ جائے) مسلمان اس دعوت پر اس طرح لبیک کہتے ہوئے بڑھے کہ جیسے بھیڑیں اپنے چرواہے کی آواز پر دوڑتی ہیں۔

۱۹۳۶ء سے مسلمانوں کی زندگی کا دور شروع ہوتا ہے۔ اب نہ حقوق طلبی ہے نہ صوبوں میں پاسنگ کا سوال ہے نہ تہذیب و تمدن کی حفاظت کی استدعا ہے نہ زبان کا مسئلہ درپیش ہے۔ نہ تعلیمی پروگرام پر نظر ثانی کرنے کی اپیل ہے یہ سب نظریات اساطیر الاولین سے تعلق رکھتی ہیں۔ اب مدافعت کی اجازت ہے اذن للذین یقاتلون بانھم ظلموا وان اللہ علےٰ نصرھم لقدیر (آج انہیں بھی لڑائی کی اجازت ہے جنھیں کہلا جاتا ہے کہ اس لئے کہ ان پر ظلم ہوا ہے اور اللہ ان کی مدد کی پوری قدرت رکھتا ہے)

آج آواز یہ ہے کہ مسلمان ایک عظیم الشان قوم ہیں اور دس کروڑ بندگان خدا کو کوئی اقلیت نہیں کہہ سکتا کسی اکثریت کی اقلیت تو اس جماعت کو کہا جاتا ہے جس میں کوئی ایک وجہ تو اشتراک و مماثلت کی ہو۔ مسلم اور غیر مسلم میں کیا مشابہت اور کیسی مماثلت ہمارا تمدن جدا۔ زبان جدا۔ زندگی کے نظریات جدا۔ قومیت کے اصول جدا۔ ہمارا اپنا مستقل نظام۔ ہمارے اپنے مستقل علاحدہ قدم قدم پر ہماری ہستی ہے عیاں اور ادنیٰ ادنیٰ امور میں ہمارا اختلاف نمایاں پھر تم کون ہو جو ہمارے مقابلہ میں اپنی اکثریت جتاؤ۔ اور تم کون ہو جو اپنی اکثریت کے مقابلے میں ہمیں اقلیت گرداننو۔ چنانچہ انڈیا ایکٹ کے فیڈرل حصے کو مسلمانوں نے یکجہتی اور ہم آہنگی کے ساتھ مسترد کر دیا اور وائسرائے کو اعلان کرنا پڑا کہ کم از کم تا اختتام جنگ اس کو ملتوی کر دیا گیا اور آئندہ کے لئے یہ بھی طے کر دیا گیا کہ کوئی نظام مسلمانوں کی اور دوسری قوموں کی جنھیں اقلیت کہا جاتا ہے مرضی دریافت کئے بغیر نافذ نہیں کیا جائے گا۔ یہ ہے قائد اعظم کی قیادت کا پہلا ثمرہ اور یہ ہے متحدہ پلیٹ فارم سے مسلمانوں کی بلند ہونے والی آواز کا پہلا اثر۔ اور یہ ہے اتفاق و اتحاد کی برکت۔

گاندھی جی اور ان کے رفقا اب بھی اپنی شکست خوردہ ذہنیت کا مظاہرہ کرنے پر تلے ہوئے تھے اور پنڈت جواہر لال نہرو جگہ جگہ کہتے پھرتے تھے کہ ہندوستان میں صرف دو قوتیں ہیں برطانوی حکومت اور کانگریس سب ہندوستانی کانگریس کے ساتھ ہیں سب کا ایک ہی نصب العین ہے سب کی ایک ہی زبان ہے سب کی ایک ہی تہذیب ہے مسلمانوں کی تہذیب ہے ہی کیا سوائے ایک ٹرکی ٹوپی کے اور چند لے وارثوں کے ساری

دنیا میں وطن کی پرستش ہے۔ ترکی نے بھی دیکھو خلافت کے فرسودہ نظام کو خیرباد کہہ دیا وغیرہ وغیرہ۔ لیکن یہ سب کیا تھا؟ اعتراف شکست کی ایک بہت بھونڈی اور بھدی صورت۔ جیسے کوئی شخص دشمن کے سامنے آتے ہی آنکھ بند کر لے اور اس طرح اپنی دانست میں اس کے وجود کا ہی منکر ہو جائے مسلم لیگ کی عظمت بلکہ اس کے وجود سے ہی انکار کر کے گاندھی جی نے اور ان کے رفقاء نے سیاسی تدبر کی بدترین شان پیش کی ہے اگر وہ سیاست کے ابجد سے بھی واقف ہوتے تو جانتے کہ مسلم لیگ کو جتنی ترقی ہوئی ہے وہ کانگریس کی پچیس سالہ بے عنوانیوں کا رد عمل ہے "عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد" کانگریس اگر چاہتی تو مسلمانوں کی سادہ دلی سے فائدہ اٹھاتی تملق اور چاپلوسی اور مراعات کے ذریعہ اس قوم کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے میٹھی نیند سلا دیتی موجودہ سیاست کا اصول ہے کہ اگر اپنے حریف کو تم کچل نہ سکو تو تمہیں چاہیئے کہ اس کا ہاتھ چوم لو۔ کانگریس نے انگریزوں سے سب کچھ سیکھا مگر یہ نہ سیکھا خیر خدا خود میر سامان است کا مضمون ہے کانگریس کی بے عقلی نے مسلمانوں میں تنازع للبقا کا جذبہ پیدا کر دیا اور انہوں نے معلوم کر لیا کہ "بہر دستے نباید داد دست" ان پر یہ حقیقت بھی کھل گئی کہ ان کے تمام مسائل کا حل ان کے اپنے جھنڈے کے نیچے ہے اور انہی کے اپنے پلیٹ فارم سے ان کی آواز سنی جا سکتی ہے۔ چنانچہ وحدت ہندیہ اور متحدہ قومیت کا راگ الاپنے والے اور مسولینی کی طرح اپنے آپ کو "محافظ اسلام" سمجھنے والے سٹپٹا گئے اور حواس باختہ ہو گئے جب کرپس مشن آیا اور اس نے پاکستان کو اصولی طور پر تسلیم کرتے ہوئے دستور سیاسی کا ایک نیا خاکہ پیش کیا گاندھی جی پھر میدان میں آئے ایک طرف تو دھمکانے اٹھے، ہندوستان ریزولیوشن پاس کیا اور سارا وطن کے ٹکڑے کرنے کو گناہ قرار دیا اور دوسری طرف بڑی مسکینی سے فرمانے لگے کہ اگر مسلمان من حیث القوم جدا ہونا چاہیں گے تو انہیں کوئی نہیں روک سکتا کسی میں یہ طاقت نہیں آپ سے کوئی پوچھے کہ جب آپ سمجھتے ہیں کہ عاقبۃ الامر آپ آزاد ہندوستان میں مسلمانوں کو اپنی مرکزی اسلامی حکومت قائم کرنے سے آپ باز نہیں رکھ سکتے تو پھر پاکستان پر مسلمانوں سے آج ہی معاہدہ کیوں نہیں کر لیتے۔ کانگریس کے نزدیک ہندوستانی لڑائی میں شریک نہیں دلی شرکت اس وقت ممکن ہے جب انگریز عملاً یہ ثابت کر دے کہ ہندوستان ہندوستانیوں کا ہے لیکن یہی کانگریس جب باغی حکومت سے نجات حاصل کرنے کے لئے مسلمانوں کو شرکت جنگ کی دعوت دیتی ہے تو عملاً کیوں تسلیم نہیں کرتی کہ پاکستان پاکستانیوں کا ہے خصوصاً جب وہ یہ بھی جانتی ہے کہ معاملہ اس کے قبضہ سے نکل چکا ہے۔ اور دست و پا بستہ قیدی اکثریت اور اقلیت کے بندھن کو توڑ کر آزاد ہو چکا ہے اگر گاندھی جی پر خصوصاً بھی دل کی بجائے دماغ کی حکومت ہوتی تو مسلم لیگ سے اول روز پاکستان پر معاہدہ کر لیتے اور دیکھتے کہ جو قوم ۱۸۵۷ء میں برطانیہ کو ناک چنے چبوا سکتی ہے وہی قوم اب بھی موجود ہے اور پہلے سے کہیں زیادہ منظم اور قوی ہے اگر بین الاقوامی حالات سے گاندھی جی نے آنکھ بند کر رکھی تھی تو کم از کم "ما اندرون خانہ" تو دیکھتی اور ہم آہنگی پیدا کر لیتے لیکن گاندھی جی یہ چاہتے ہی نہیں کہ برطانوی سنگین اس طرح دیکھے کہ سرحد پنجاب کے

مسلمان بھی دنیا میں موجود رہیں وہ تو صرف ایک ہی قسم کی آزادی چاہتے ہیں کہ انگریز جب جائے تو یہاں ہندو راج قائم کر کے جائے اور ان کی فرقہ اکثریت کے مقابلہ میں بقیہ قوموں کو اقلیت بنا کر ان کو طوق و سلاسل پہنا کر جائے۔

اب ہم گاندھی جی کا صرف آخری کارنامہ بیان کرنا چاہتے ہیں جو دنیائے سیاست میں یادگار رہے گا اور جس سے بڑھ کر سیاسی عقل و خرد کی خواری اور کوئی نہیں ہو سکتی جب موجودہ لڑائی چھڑی تو جناب نے فرمایا کہ ہم برطانیہ کی مشکلات سے فائدہ اٹھانا نہیں چاہتے۔ ہم ہر طرح کی مدد کو بھی تیار ہیں اور باوجود اہنسا کے مبلغ ہونے کے اس پر بھی آمادہ ہیں کہ ہندوستانی نوجوانوں کو فوج میں بھرتی ہونے کی اجازت دیدیں بشرطیکہ زمام حکومت کم از کم ہنگامی طور پر ہمارے ہاتھ میں دیدی جائے۔ اس مطالبہ کا جو جواب ہو سکتا ہے وہ برطانیہ نے دیدیا۔ مسلم لیگ نے بھی یہی مطالبہ کیا تھا اور گورنمنٹ نے اس کو بھی یہی جواب دیا۔ لیکن مسلم لیگ نے یہ فیصلہ کیا کہ ہم اگر لڑائی میں شریک نہیں ہیں تو کم از کم برطانیہ کی راہ میں رکاوٹیں بھی نہیں ڈالیں گے اس لئے کہ برطانیہ کی فتح میں اور اتحادیوں کی کامیابی میں تمام مشرق کا فائدہ ہے۔ مگر گاندھی جی نے اپنے تمام اعلانات کو خیرباد کہا اور عین اس وقت جبکہ افق مشرق پر لڑائی کی گھنگھور گھٹائیں چھائی ہوئی تھیں برطانیہ کو الٹی میٹم دیدیا کہ ہندوستان فوراً خالی کر دو بعد کے نتائج کے ہم خود ذمہ دار ہیں اس الٹی میٹم کا جو لازمی نتیجہ ہونا تھا وہ بھی ظہور پذیر ہو گیا اور کانگریس ورکنگ کمیٹی جیل میں ڈالدی گئی۔ آئندہ کا مورخ حیران و متعجب ہوگا کہ بارڈولی کانفرنس پر معمولی فساد کی بنا پر جس نے سول نافرمانی ملتوی کر دی حالانکہ اس وقت ہندو اور مسلمان من حیث القوم ایک تھے اس نے ہندو مسلم سخت کشمکش کے وقت ۱۹۴۲ء میں کس طرح سول نافرمانی کو جائز قرار دیا۔ پھر جب ملک میں ظاہراً اور باطناً ہر قسم کے فتنے موجود تھے اور بین الاقوامی حالات بھی نہایت خطرناک تھے اس وقت اہنسا کا یہ پرچاری کوئٹ انڈیا (ہندوستان چھوڑ دو) کہنے پر کس طرح تیار ہو گیا۔ اب نہ گورکھوں کا خوف رہا نہ پٹھانوں کا نہ جاپان کا نہ جرمنی کا۔ بلکہ اب تو وہ سول وار کے شراروں سے بھی دامن چھلنی کرنے کو تیار ہو گیا۔ یہ کس نوع کی وطن دوستی ہے اور سیاست کی کونسی قسم ہے! چین و روس برطانیہ کے حلیف ہیں ترکی اتحادیوں کا ہمدرد ہے گو غیر جانبدار ہے عالم اسلام کی ہمدردیاں اتحادیوں کے ساتھ ہیں جاپان ملک برما کی تیاریاں کر رہا ہے والیان ریاست برطانیہ کی کمک پر ہیں ہندوستانی غیر تربیت یافتہ نوجوان جن میں کانگریس نے ذرہ برابر سیاسی شعور نہیں پیدا کیا ہے جوق در جوق بھرتی ہو رہے ہیں پھر سب سے بڑھکر یہ ہے کہ اتحادیوں کی فتح میں ہندوستان کی بھلائی بھی تسلیم کی جا رہی ہے اب بتائیے کہ ایسے وقت میں کون سیاسی مدبر یہ اقدام کریگا جو گاندھی جی نے کیا؟ جبکہ وہ جانتے تھے کہ کانگریس اپنا وقار ختم کر چکی۔ یہ تو نہیں کہا جا سکتا کہ وہ اس کے نتیجے سے بیخبر تھے اور نہ یہ کہنے کی ہم جرأت کر سکتے ہیں کہ اپنے فیصلہ میں وہ کسی بیرونی طاقت

دین اور ان کا بیان ہوا اسلئے اسے ترک نہیں کیا جا سکتا۔ خلافت کے مسئلہ کے ساتھ کیا ہوا تھا یہی کہ اسے سمجھائیں اور اس کی اہمیت ذہن نشین کریں اس کے متعلقات کی بابت گفت و شنید کریں لیکن اس کے ترک کا خیال بھی نہیں کیا جا سکتا۔ یہی وہی مسئلہ ہے [illegible] ہمیں یقین ہے کہ گاندھی جی ساری عمر جیل میں رہنا پسند کریں گے لیکن پاکستان پر مسلمانوں سے صلح نہیں کریں گے اور واقعی صلح ہو بھی کیسے سکتی ہے جو چیز مسلمانوں کے دین کی اصل ہو وہی چیز گاندھی جی کے نزدیک گناہ ہے ہندو کیمپ کے نزدیک پاکستان اس درجہ ناقابل قبول ہو کہ بقول مسٹر راجگوپال اچاریہ کے وہ اس کے مقابلہ میں برطانوی راج کو پسند کرتے ہیں گاندھی جی پاکستان کی اہمیت کو خوب سمجھتے ہیں انہوں نے ۲۰؍ جولائی ۱۹۴۴ء اچاریہ جی کے نام جو خط بھیجا ہے اس میں اس امر کی طرف صریح کنایہ ہے کہ پاکستان کو وہ جاپانیوں کے حملہ سے بھی زیادہ خطرناک سمجھتے ہیں اب جو مسلمان کانگریس کیمپ میں ہیں وہ گریبان میں منہ ڈالے اور سوچے کہ کب تک وہ گاندھی جی کا آنکھ بند کر کے اتباع کریگا۔ اسلام کو کانگریسی مسلم علماء سے شکوہ ہے کہ ان کا تسامح حد سے بڑھ گیا ہے اور مسلمان ان حضرات کی سادہ دلی پر ماتم کرتے ہیں کہ ان کی سمجھ میں "مطلب گاندھی" کیوں نہیں آتا۔ ان حضرات کی حالت بالکل اس بادشاہ کی سی ہے جس نے خواب میں دیکھا تھا کہ اس کے سارے دانت جھڑ گئے اور جس کی تعبیر ایک مہاسبھائی قسم کے معبر نے یہ دی کہ اس بادشاہ کے سارے اعزا اس کے سامنے ہی مر جائیں گے تو غیض و غضب میں آکر اس نے اس معبر کو قتل کرا دیا لیکن جب گاندھی جی کی قسم کے معبر نے یہ کہا کہ حضور کی عمر حضور کے سارے اعزا سے زیادہ ہے تو اس بادشاہ نے اس کو خلعت انعام و اکرام سے نوازا حالانکہ بات دونوں نے ایک ہی کہی تھی۔ یہی حال مہاسبھا و کانگریس کا ہے دونوں بالکل ایک ہی بات کہتے ہیں اور دونوں کا ایک ہی نصب العین ہے جب کانگریسی مسلمانوں کے سامنے مہاسبھا کا ذکر کیا جاتا ہے تو ناراض ہو جاتے ہیں اور ان سے تبرا کرتے ہیں اور اس جماعت کو دشمن دین اور سخت مہلک قسم کی فرقہ وارانہ سمجھتے ہیں لیکن یہی مسلمان کانگریس کے ہر ریزولیوشن کی تائید کرتے ہیں اگرچہ دونوں جماعتیں بالکل یک جان دو قالب ہیں مہاسبھا کہتی ہے اکھنڈ ہندوستان! کانگریس کہتی ہے متحدہ ہندوستان جس کی مرکزی حکومت میں آبادی کے حساب سے نمائندگی ہوگی اور نظام جمہوری ہوگا۔ مہاسبھا کہتی ہے ہندو راج! کانگریس کہتی ہے اکثریت کا راج اور اقلیتوں کے حقوق کی حفاظت۔ مہاسبھا کہتی ہے ہندوستان ہندوؤں کا ہے کانگریس کہتی ہے نہیں بلکہ ہندوستانیوں کا ہے جن کا نصب العین ایک ہے اور جن کا مذہب انفرادی حیثیت رکھتا ہے۔ پالیٹکس میں مذہب کا نام لینا فرقہ وارانہ ذہنیت ہے۔ مہاسبھا کہتی ہے کہ ہندوستانیوں کی زبان ہندی ہے جو سنسکرت کی شاخ ہے۔ کانگریس کہتی ہے نہیں بلکہ ہندوستانی ہے جس میں ملکی مادری زبان سنسکرت کے الفاظ شامل کر کے بدیشی عربی اور فارسی کے الفاظ نکال دیئے گئے ہیں۔ مہاسبھا کہتی ہے کہ ہندوؤں کو فن حرب کی تعلیم دو حتی کہ عورتیں بھی ہتھیار چلانا سیکھیں۔ کانگریس کہتی ہے نہیں بلکہ پٹھانوں کو اہنسا کی تعلیم دو اور ان کے ہاں گاندھی آشرم کھولو۔ مہاسبھا کہتی ہے کہ ہم پاکستان کی مخالفت کریں گے اور آزاد اسلامی حکومت ہرگز قائم نہ ہونے دیں گے۔ کانگریس کہتی ہے کہ یہ بات نہیں بلکہ پاکستان کا قیام گناہ ہے اور جاپانیت سے زیادہ انسانیت سوز ہے بلکہ آزاد اسلامی سلطنت کے قیام کا خیال ہندوستان کی عظمت رفتہ کو بٹہ لگاتا ہے اور روح اسلامی کے خلاف ہے۔

حیرت ہے کہ کانگریسی مسلمانوں کی سمجھ میں اتنی سی بات کیوں نہیں آتی کہ مہاسبھا ہو یا کانگریس مسلمانوں کو کوئی نہیں آزاد دیکھنا چاہتا اور کسی کا یہ منشا نہیں ہے کہ انگریز ہندوستان کو بغیر ہندوؤں کی حکومت قائم کئے ہوئے چھوڑ دے۔

پس چہ باید کرد

مسلم لیگ جو بات کہتی ہے دینیات سیاست میں اس سے زیادہ صاف اور انصاف پر مبنی کوئی بات نہیں کہی جا سکتی کہ جن قوموں کو ہندوستانی کہا جاتا ہے اور انگریز نے ہندوستانی بنا رکھا ہے وہ سب آزاد ہوں اور بالکل آزاد ہوں۔ خوش قسمتی سے سب کے اپنے اپنے علاقے ہیں اور اپنے اپنے قومی وطن ہیں لہذا تقسیم ہند میں کوئی عملی دشواری نہیں اب تمام ہندوستانیوں کا واحد فرض یہ ہے کہ بجائے فضول و لاحاصل تعلیاں بگھارنے کے حقائق کا اعتراف کریں اور سلجھاؤ کی عملی صورت پر غور کریں اور تمام قومیں منظم ہو کر اور متحد ہو کر آزادی کے لئے جد و جہد کریں۔ مسلم لیگ ہر آن اور ہر وقت ہر قوم اور ہر جماعت کے ساتھ تعاون کرنے کو تیار ہے لیکن اس تعاون سے اگر کوئی بے نیاز ہو تو مسلم لیگ کو اس کی پروا نہیں مسلمان ہر وقت صرف اپنے پروردگار پر بھروسہ کرتے ہیں اور اسی کے فضل کے ہر وقت امیدوار ہیں۔

مسلم لیگ کیا کر رہی ہے

مسلم لیگ کے پاس کچھ زیادہ فنڈ نہیں۔ پروپیگنڈے کا کوئی موثر ذریعہ نہیں صرف ایک روزانہ انگریزی اخبار ہے اور صرف ایک ہفتہ وار اخبار ہے اور بھی جتنے لیگی کہے جاتے ہیں اور سمجھے جاتے ہیں وہ مسلم لیگ کے شعبہ اشاعت کے تحت نہیں نکل رہے لیکن اس بے سروسامانی کے باوجود مسلم لیگ کے پاس حق و صداقت و انصاف کا سب سے بڑا ہتھیار ہے جس سے اس نے اپنی قوم کے لئے وہ چیز حاصل کر لی جو کسی قوم کے ارتقا کے لئے بنیادی چیز ہے اور جس کے بغیر شاہراہ ترقی پر کوئی قوم گامزن نہیں ہو سکتی وہ چیز ہے صحیح نصب العین اور اس نصب العین کے حصول کے لئے ہم نوائی اور ہم آہنگی۔ خدا کا شکر ہے کہ آج مسلمانوں کو یہ سب سے بڑی نعمت میسر آگئی ہے ان کا ایک پلیٹ فارم ہے ایک علم ہے ایک نعرہ ہے ایک نصب العین ہے بالکل اسی طرح جس طرح ان کا ایک دین ہے ایک کتاب ہے ایک رسول ہے اور ایک خدا ہے۔

اسلامی علاقوں میں مسلم لیگی وزارتیں قائم ہو گئی ہیں۔ اب تک گورنمنٹ نے اسلامی نظام کو قانونی طور پر تسلیم کیا تھا اور نہ ہندوؤں نے بلکہ خود مسلمانوں پر بھی یہ امر واضح نہ تھا اب مسلم لیگ نے عملی طور پر اس نظام کو

قانونی شکل ویدی اور پاکستانی علاقوں میں وزارتوں پر قبضہ کرکے اسلامی نظام کے قیام کی طرح ڈال دی پانچ سالہ نظام مرتب ہو رہا ہے جس میں اس امر کی کوشش کی جائیگی کہ پاکستان کی اقتصادی اور تعلیمی ترقی کی کوشش کی جائیگی اور عملی حیثیت سے پاکستان کو ایک مستحکم سلطنت بننے کے لئے تیار کیا ایک عملی کمیٹی بنا دی گئی ہے تاکہ مسلمانوں میں مرکزیت پیدا ہو اور ایک مرکز سے ہدایات لینے اور ان پر عمل کرنے کی صلاحیت پیدا ہو جائے اس عملی کمیٹی کا عنقریب لاہور میں اجلاس ہو رہا ہے معلوم ہوا ہے کہ دہلی میں ایک ایسی مجلس ملیہ قائم ہو رہی ہے جو مرکزی حیثیت رکھیگی اور جس کے تحت غالباً چھ بڑے بڑے شعبے ہوں گے اور ہر شعبہ کے تحت مناسب محکمے ہوں گے تاکہ تعمیر ملت کے فرائض بحسن و خوبی انجام دئے جا سکیں اور قوم کی جلد از جلد ایسی تربیت کی جا سکے کہ وہ مستقبل قریب میں اپنے مقصد اصلی حاصل کر لینے میں کامیاب ہو سکے۔

(۱) **محکمہ ارتقائے عمومی** اس محکمہ کی پانچ شاخیں ہونگی جن کے ذریعہ رابطہ عامہ اور تشکیل بیت المال اور صوبجاتی مسلم لیگوں کی کارکردگی کی نگرانی کیجا سکے گی۔

(۲) **محکمہ اطلاعات** یہ محکمہ پریس اور پلیٹ فارم کے ذریعہ ہندو بیرون ہند میں لیگ کے مقاصد کی نشر و اشاعت کریگا اس مقصد کے حصول کیلئے مصنفین کی ایک کمیٹی بھی بنائی جائیگی۔

(۳) **محکمہ دفاع** یہ محکمہ طول و عرض ہند میں مسلم نیشنل گارڈ کی تنظیم کریگا جو عام مسلم آبادی کے تحفظ، دفاع اور ان کی خدمت کے فرائض انجام دیگا۔

(۴) **محکمہ صنعت و تجارت** اس محکمہ کا مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کی جتنی بڑی بڑی صنعتیں یا تجارتیں ہیں ان کی حفاظت کرے اور ترقی کے وسائل معلوم کرے گھریلو صنعتوں کو بہر درست کیا جائے اور بیمہ و بنک وغیرہ قسم کے امور کی تشکیل کرے اور ان کی نگرانی کرے۔

(۵) **محکمہ تسویہ عامہ** اس محکمہ کا یہ مقصد ہوگا کہ لیگی وزراء کے لئے ایسا ماحول پیدا کرے کہ تربیت یافتہ رائے عامہ کا ان کو زیادہ سے زیادہ تعاون حاصل ہو اور اس طرح وزارتیں روز بروز رائے عامہ کی پابند اور مستحکم ہوتی چلی جائیں۔

(۶) **محکمہ اوقاف** یہ محکمہ مساجد کی تنظیم کریگا اور جمعہ کے خطبات میں یکسانیت پیدا کرنے کی کوشش کریگا نیز زکوٰۃ و اوقاف وغیرہ کے صحیح مصارف متعین کریگا یہ محکمے جتنے قوی ہوں گے اتنی ہی رائے عامہ کی صحیح تربیت ہوگی۔ اگر لڑائی کے بعد ہندوستان میں کوئی نیا نظام نافذ ہوگا تو مسلم لیگ اپنے آپ کو ان ذرائع سے تیار کر رہی ہے کہ ہرگز کوئی ایسا دستور نافذ نہ ہو سکے جو مسلمانوں کی حیات اجتماعیہ پر اور ان کی وحدت دینیہ پر کوئی مضر اثر ڈالے۔ اور اگر لڑائی کے بعد ہندوستان کی حکومت کی یہی صورت رہی جو اب ہے تو بھی اس مجلس ملیہ کے ذریعہ قوم کی ایسی تربیت ہو سکے گی کہ مسلمان حسب منشا پاکستان میں احکام اسلامی کے مطابق حکومت کے اختیارات حاصل کر سکیں گے۔

خاکسار راقم الحروف کی عملی کمیٹی سے ایک درخواست ہے اور یہ درخواست بالکل مسلمانوں کی ذہنیت کے مطابق ہے نیز علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کی اسکیم کے موافق ہے کہ مجلس ملیہ کے تحت ایک محکمہ شرعیہ بھی کھولا جائے جس محکمہ کا ایک نمائندہ مجلس ملیہ کا رکن بھی ہو اس محکمہ کا کام یہ ہوگا کہ تمام وہ مسائل اور لائحہ عمل جو مجلس ملیہ کے مختلف محکموں کے لئے تجویز کریگی اس پر محکمہ شرعیہ کا فیصلہ ضرور لیا جائے اس محکمہ شرعیہ کے تمام ارکان روشن خیال ہوں اور متبحر علماء ہوں جو مسائل حاضرہ کو اچھی طرح سمجھتے ہوں کاش علامہ سید سلیمان ندوی مدظلہ اس محکمہ صدارت کے لئے منتخب کئے جائیں اور اسی طرح مسلمانوں کی مختلف اسلامی جماعتوں کے علمائے کرام کی اس محکمہ میں نمائندگی ہو تاکہ پاکستان بالکل صحیح معنوں میں ایک آزاد اسلامی سلطنت بن سکے اس محکمہ کا قیام اس طرح ہو کہ مسلم لیگ میں دو عملی نہ پیدا ہو اگر محکمہ نہ قائم ہو سکے تو کم از کم اتنا ضرور ہو کہ ہر محکمہ کے ارکان میں علوم دینیہ سے واقف لوگ لئے جائیں تاکہ کوئی غلط اور غیر اسلامی قدم نہ اٹھ سکے۔

اب مسلمانوں کا صرف ایک ہی فرض ہے اور اس سے بڑا کوئی فرض نہیں کہ مسلم لیگ کو روز بروز قوی کرتے جائیں اور اس کے پروگرام پر تندہی اور مستعدی سے عمل پیرا ہوں۔

قائد اعظم کی کوئی تحریک تخریبی نہیں ان کا ہر قدم استحکامی ہے جتنا زیادہ تعلیمی اور اقتصادی نظام مستحکم ہوگا اور جتنا زیادہ ہمارا تعلق اپنے مرکز سے مضبوط ہوگا اتنے ہی جلد شاہد مقصود سے ہمکنار ہونا قطعی اور یقینی ہوگا۔

وعد اللہ الذین امنوا منکم وعملوا الصلحت لیستخلفنہم فی الارض کما استخلف الذین من قبلہم ولیمکنن لہم دینہم الذی ارتضی لہم ولیبدلنہم من بعد خوفہم امنا یعبدوننی لا یشرکون بی شیئا ومن کفر بعد ذلک فاولئک ہم الفاسقون واقیموا الصلوۃ واتوا الزکوۃ واطیعوا الرسول لعلکم ترحمون

خدا کا وعدہ ہے ان لوگوں سے جو ایمان لائے اور مناسب وقت وموزوں کام کئے کہ وہ زمین میں ان کو حکومت عطا فرمائیگا جیسے ان کے بزرگوں کو دی تھی اور یقیناً وہ ان کے اسی نظام دینی کو قائم کریگا جو ان کی نگاہوں میں پسندیدہ ہے اور یقیناً وہ خوف کے بدلے ان کو امن سے نوازیگا وہ صرف میری ہی عبادت کریں اور میرے حکم کے سامنے کسی اور کی بھی حقیقت نہ سمجھیں اس کے بعد بھی اگر کوئی نافرمانی کرے تو بڑا ہی کج رو ہے اور نماز کو قائم کرنے اور قائم رکھنے کا انتظام کرو اور زکوٰۃ دو اور ہر معاملہ میں رسول صلعم کی اطاعت کرو تاکہ تم رحم و کرم کے سزاوار گردانے جاؤ۔

(سلسلہ مضمون کے لئے دیکھئے صفحہ ۳۰ کالم ۲ زیر لائن)

آریہ سماج اور اسلام

(از جناب مولانا سید نذیر الحق صاحب)

(بسلسلہ گذشتہ)

سب سے پہلی آریہ سماج

سوامی جی نے اپنے اصول و مسلک کی تبلیغ ۱۸۶۶ء کے قریب شروع کی اور ۱۸۷۵ء میں بمبئی میں سب سے پہلی آریہ سماج قائم ہوئی۔ پھر جابجا آریہ سماجیں قائم ہوتی گئیں ان سماجوں نے عیسائی مشنریوں کی تقلید کرتے ہوئے اپنے کام کو زیادہ تر سکولوں اور درسگاہوں کے ذریعہ شروع کیا۔ آریہ سماج نے ہندوؤں میں تازہ روح پھونکی اور ایسی قوم پرستی کی بنیاد ڈالی جس کا مقصد نہ صرف ہندو مذہب کی حفاظت کرنا اور تقویت دینا تھا بلکہ ہندو راج قائم کرنا تھا بلکہ ہندو راج قائم کرنا تھا چنانچہ لالہ دھنپت رائے بی۔ اے ایل۔ ٹی کہتے ہیں۔

"ہندوستان میں سوائے ہندو راج کے دوسرا راج ہمیشہ قائم نہیں رہ سکتا۔ ایک دن آئیگا کہ ہندوستان کے سب مسلمان شدھی آدمی اندولن کی وجہ سے آریہ سماجی ہو جائینگے یہ بھی ہندو بھائی ہیں آخر صرف ہندو ہی رہ جائیں گے۔ یہ ہمارا آدرش (نصب العین) ہے۔ یہ ہماری آشا (تمنا) ہے۔ سوامی مہاراج نے آریہ سماج کی بنیاد اسی اصول کو لیکر ڈالی تھی۔"

(ہندو راج کے منصوبے بحوالہ اخبار پرکاش لاہور ۲۶۔ اپریل ۲۵ء صفحہ ۱۱)

سوامی جی کو جو بغض حکومت وقت سے تھا۔ اسی طرح اسلام اور اہل اسلام سے بھی تھا۔ جس نفرت کی نگاہ سے وہ عیسائیوں کو دیکھتے تھے اسی نفرت سے مسلمانوں کو بھی دیکھتے تھے مسلمان اور عیسائی دونوں ان کی نظروں میں خار کی طرح کھٹکتے تھے۔ بدیشی زبان اور تہذیب و حکمرانی سے آپ کو خار لگتا پیر تھا اس لئے وہ مسلمانوں کو یا تو اپنے اندر ہضم کرلینا چاہتے تھے یا ملک سے نکالدینے کے متمنی تھے یہ دونوں باتیں تو ان کی طاقت و استطاعت سے باہر تھیں یہ ضرور تھا آخر آپ یہی کرسکتے تھے کہ ہندو سکھوں میں مسلمانوں کے خلاف نفرت و عداوت کا ایسا بس بھر دیں جو قیامت تک نہ نکلے اس میں یقیناً آپ کامیاب ہو گئے۔

سوامی جی سے مسلمانوں کا حسن سلوک

ناظرین بلکہ حیران ہونگے کہ آخر سوامی جی کو مسلمانوں سے اتنا بیر کیوں تھا؟ کیا ان سے سوامی جی کو کوئی نقصان پہنچا تھا انہوں نے ان کی توہین و تذلیل کی تھی یا ان کی قوم سے برا سلوک کیا تھا ان میں سے کوئی بات بھی نہ تھی مسلمان اسلامی سیرت و کردار سے خواہ کتنے ہی عاری ہوں لیکن یہ حقیقت ہے کہ انہوں نے ہمیشہ اور ہرجگہ دوسری قوموں سے شریفانہ برتاؤ رکھا ہے اور کبھی کسی کو ناحق اور بلاوجہ دکھ نہیں دیا نہ کسی کے مذہب اور مذہبی پیشواؤں کی توہین و تذلیل کی۔ مگر اس کے باوجود تم نے ان سے محض اس وجہ سے نفرت و عداوت کی کہ وہ توحید و مساوات کے علمبردار ہیں اور ان کے مذہب کے مقابلہ میں کوئی دوسرا مذہب نہیں ٹھہر سکتا اس لئے کوئی قوم نہ اسلام کو گوارا کرسکتی ہے اور نہ مسلمانوں کو۔

کرلے سے کٹر آریہ بھی ثابت نہیں کرسکتا کہ مسلمانوں نے سوامی جی صاحب کی زندگی بھر میں کبھی کوئی ایسی بات کی جس سے آپ کو وجہ شکایت پیدا ہو ہمیشہ ہمارے اہل علم نے ان کی عزت کی اور مسلمان ہر آڑے وقت میں ان کی مدد ہی کرتے رہے خود ہندوؤں کی ایذا رسانیوں اور چیرہ دستیوں سے ان کو بچایا چنانچہ خود آریہ سماجی بھی اس امر کو تسلیم کرتے ہیں مسٹر چونی لال صاحب ایم اے بیرسٹر ایٹ لا فرماتے ہیں:۔

"جن جماعتوں اور ہمدردوں دوستوں نے مہرشی دیانند کو پرچار میں مدد دی انکی نسبت عام آریہ سماجوں کو واقفیت بہت کم ہے کون نہیں جانتا کہ ویدک دھرم کے پرچار میں پرانکو (ہندوؤں) کی طرف سے آریہ سماج تک بانی کا اینٹ پتھر سے ستکار (خیر مقدم) کیا جاتا تھا اور جن لوگوں کی انتی (ترقی) کے لئے انہوں نے ہر طرح کے کشٹ (مصائب) سہے انہی لوگوں نے مہرشی پر کئی بار سنشیر (ہتھیار) سے حملے کئے اور زہر دی مگر بہت تھوڑے آدمی جانتے ہیں کہ اسلام کا کھنڈن (رد) کرنے کے باوجود اہل اسلام رشی دیانند کو ایک خاص عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے سوائے آریوں کے جو سوامی جی کے پیرو بن گئے تھے اگر کسی فیض والے نے ان کے پرچار (تبلیغ) میں کوئی سہولت پیدا کی تو وہ اہل اسلام تھے .... مہرشی کا سب سے پہلا مباحثہ انوپ شہر میں ہوا۔ اس وقت انوپ شہر کے تحصیلدار سید محمد نامی ایک مسلمان تھے جنہوں نے سوامی جی کی حسب خواہش جلسہ کا انتظام کیا اور جب رشی دیانند کو اس جگہ زہر دیگئی تو اس وقت یہی شخص تھے جنہوں نے پریرنا (تحریک) کی کہ اگر اجازت ہو تو (ہندو) پاپی کو قید کرا یا جائے جب مہرشی ۱۸۷۳ء میں بنارس پرچار کرنے گئے سید احمد خاں وہاں کے سب جج تھے اور سوامی جی کے لیکچروں کا پربندھ (اہتمام) سید صاحب کے مکان ہی پر کیا گیا اور یہ انہی کی کوششوں کا نتیجہ تھا کہ باوجود اس کے کہ رشی نے اپنی کھنڈن کی پالیسی کو بدستور جاری رکھا تھا اس شہر میں پرچار میں ان کو کسی قسم کی دقت پیش نہ آئی جب اس کے چار سال بعد ۱۸۷۷ء میں مہرشی دیانند علی گڑھ گئے اس وقت سر سید احمد خاں بھی وہاں موجود تھے اور انہوں نے سوامی جی کی تشریف آوری پر ایک بھاری جلسہ کیا جس میں ہر مذہب کے لائق آدمیوں کو مدعو کیا جب رشی لاہور میں تشریف لائے تو ان کے پہلے چند لیکچر برہمو سماج میں کرائے گئے لیکن جب برہم دھرم کے انویائیوں (پیرؤوں) نے دیکھا کہ وہ یا تو ویدوں کی تعریف کرتے ہیں اور ویدوں کی ایشور کرت (الہامی) مانتے ہیں ان کو برہم سماج میں اپدیش دینے سے روک دیا گیا۔ سوامی جی رتن چند کے باغ میں ٹھہرے ہوئے تھے اور یہاں برہمو پنڈتوں نے کوشش کر کے انہیں اٹھا دیا اس حالت میں کہ مہرشی کے پاس کوئی ٹھیرنے کا مکان نہ تھا اور نہ کوئی پرچار کے لئے جگہ تھی ڈاکٹر رحیم خاں صاحب نے اپنی کوٹھی جو انارکلی میں واقع تھی باوجود اس علم کے کہ سوامی اسلام کا کھنڈن کرتے ہیں ان کے حوالہ کردی اس کوٹھی میں آریہ سماج لاہور کی بنیاد رکھی گئی۔"

کئی دفعہ اپدیش دیتے ہوئے مہرشی کھنڈن شبد (سخت الفاظ) بھی استعمال

کر دیا کرتے تھے مگر جہاں ہندو پنڈت اس کا جواب اینٹ پتھر سے دیا کرتے تھے وہاں اہل اسلام پھر بھی کمال علم و حلم کے ساتھ ان کو خوب دکھوس کرتے ہوئے کبھی برا نہیں مناتے تھے۔ کبھی ایسا بھی ہوا کہ سوامی جی مسلمان دوستوں کے مکان پر ٹھہرے ہوئے بھی اسلام کی تردید کرتے تھے مگر کبھی کسی مسلمان نے ان کی ہتک نہیں کی۔ (اخبار ریفارمر گروکل نمبر ۲ نومبر ۱۹۲۷ء صفحہ ۲۲-۲۳)

دیکھا آپ نے مسلمانوں کا حوصلہ ان کی فراست ان کے بلند اخلاق اور ان کا حسن سلوک یہی تو ہے کہ رحمۃ للعالمین کے مسلمان قوم کا مخصوص حصہ ہے وہ دیگر اقوام کے ساتھ بفضلہ تعالیٰ پیش آتے ہیں اور دوسری قومیں ان کے سیوں میں خنجر گھونپتی ہیں۔ اہل اسلام کی فطرت ہی ایسی ہے کہ جس کے ساتھ سلوک کریں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ ہمیشہ کشادہ دلی اور خندہ پیشانی سے اور ان سے ملتے ہیں۔ اگر سچ پوچھیں تو سوامی جی سے کوئی شکایت نہیں کہ انہوں نے ہمارے حسن سلوک کا یہ صلہ دیا کہ ہندوؤں کے دلوں میں ہماری دشمنی و عداوت کوٹ کوٹ کر بھر دی ہماری تو قسمت ہی ایسی ہے کہ غیروں سے سلوک کریں اور اپنے کئے کی سزا پائیں شکایت صرف یہ ہے کہ انہوں نے مسلمانوں کے ساتھ مقدس مذہب اسلام کی تحقیر بھی کہ ٹھان لی اور اس کو بغیر پڑھے ہی پس پشت ڈال دیا۔

نئی نئی تحریکوں سے اسلام کا مقابلہ

آپ نے اسلام کا مقابلہ کرنے اور اس سے ہندوؤں کو نفرت دلانے کے لئے شدھی کا ڈھونگ رچایا، گؤ رکشا کی بنیاد رکھی اچھوت ادھار کی بنیاد ڈالی ہندی کا پرچار کیا اور گؤ رکشا کے مسئلہ کو ایسے رنگ میں پیش کیا کہ ایک گائے کے لئے ہندوؤں نے کتنی جانیں ضائع ہو چکیں اور ابھی معلوم نہیں کہ اور کتنی ... جانیں ضائع ہوں گی۔

اپنی قدیم روایات کو ... شدھی کا دروازہ اس لئے کھولا کہ مسلمانوں کو مقصد ... اور یا کم از کم اچھوت کہیں اسلامی ... مسلمانوں میں شامل نہ ہو جائیں۔

اردو کی جگہ ہندی رائج کرنے کی تحریک اسلئے اٹھائی کہ اسلامی تہذیب کا گلا گھونٹ دیا جائے اور گائے کا سوال اسلئے پیدا کیا کہ ہندو مسلمانوں سے ایسے بیزار و متنفر ہوں کہ ان کی عافیت تنگ کر دیں۔

آپ نے ہندو ریاستوں میں بھی مسلمانوں کے خلاف زہر پھیلایا والیان ریاست کو اردو سے نفرت دلائی مسلمان اہل کاران ریاست کے خلاف کان بھرے ان کو وہاں سے خارج کرنے کی پوری پوری کوشش کی الغرض آپ نے اپنی تمام زندگی اسی ... کے لئے وقف کر دی تھی کہ ہندوؤں کو اسلام کے خلاف من گھڑت اور غلط سلط باتیں سنا سنا کر اسلام اور اہل اسلام سے متنفر کر دیں۔

سوامی جی کی مذکورہ بالا مساعی کو ... سناتن دھرمی ہندوؤں اور مسلمانوں کے دل میں ایک خیال پیدا ہوتا ہے کہ گائے اور باجے کا سوال، شدھی اور اچھوت ادھار کا مسئلہ ... پرچار اور سنگٹھن کی تحریک ویدوں اور شاستروں کی بنا پر نہیں؟ کیا ان ... کی تعلیم ... رشیوں نے دی تھی اس کا جواب سناتن دھرمی پنڈت ... ثابت

کرتے ہیں کہ وید شاستروں نے ... ان باتوں کی تعلیم نہیں دی یہ سب باتیں تھا تا تلک سوامی دیانند جی اور ان کے شیر کاروں کے دماغ کی اپج تھیں اور زمانہ حال میں سب سے پہلے یہی ان کے محرک تھے۔

اگر عقلاً دیکھا جائے تو ان باتوں کا قطعاً ثبوت مل جاتا ہے۔ اگر گؤ رکشا ہی پرآریہ بزرگوں کا اصول ہوتی تو ویدک لٹریچر میں جا بجا گاؤ کشی کی نظیریں نہ ملتیں اور ... اس کا جواز نظر نہ آتا اگر شدھی کی اجازت ویدوں سے ثابت ہوتی تو ضرور تھا کہ قدیم رشی منی دوسروں کو آریہ بناتے اور دوسرے ملکوں میں جا کر ویدوں کا پرچار کرتے مگر تاریخوں سے یہ ثابت نہیں ہوتا اور اگر اچھوت ادھار بھی ویدک تعلیم کا جزو ہوتا تو رشی منی شودروں کو ضرور شدھ کرتے مگر یہ بھی مستند تاریخوں سے ثابت نہیں اسی طرح دیگر مسائل کو بھی سمجھ لیجئے بس اگر ان تحریکوں سے یہ نتیجہ نکال لیا جائے کہ یہ سب اسلام اور مسلمانوں سے مقابلہ کی باتیں تھیں تو بعید از صداقت نہیں۔

انصاف پسند ہندو محقق اس امر کے معترف ہیں کہ گؤ رکشا کا سوال سوامی دیانند کا پیدا کردہ ہے اور شدھی کے بھی وہی بانی ہیں

سوامی دیانند پہلا ... شخص ہے جس نے ہندوؤں کو شدھی کی طرف مائل کیا

(سوانح عمری سوامی دیانند صفحہ ۱۳۱)

جس طرح گؤ رکشا سیاسی وجوہات پر مبنی تھی اسی طرح شدھی بھی سیاسی اغراض ہی کے ماتحت شروع کی گئی جس طرح گائے کو مذہبی سوال کا رنگ دیا گیا اسی طرح شدھی کو بھی مذہبی تحریک بنایا گیا دراصل آریہ سماج اور اسکے بانی کا تمام کاروبار سیاسی اغراض و مقاصد پر مبنی ہے جن کو مذہبی رنگ دیکر دل نشین بنایا جاتا ہے۔

ستیارتھ پرکاش اور اس کا پس منظر

اول سے لیکر یہاں تک ہم نے جو کچھ آریہ سماج اور اس کے بانی کے متعلق لکھا ہے اس کا زندہ ثبوت ستیارتھ پرکاش ہے یہ کتاب ہندوستان کی مذہبی دنیا پر فتنہ و فساد کی ایک بلائے بے درمان بنکر نازل ہوئی اس نے قوموں میں ایسی مذہبی آگ بھڑکائی جو کسی طرح بجھنے میں نہیں آتی اس کتاب کا وہ حصہ جو ہندو قوم کی ترمیم و اصلاح سے متعلق ہے اس کو تو ہندو جانیں اور ان کا مصلح اعظم۔ ہندو قوم کے مختلف فرقوں کے متعلق جو باتیں اس کتاب میں سوامی جی نے لکھی ہیں وہ صحیح ہیں یا غلط اور ان سے ان کی دل آزاری ہوتی ہے یا نہیں؟ اس کو وہی جانیں ہمیں اس سے کوئی سروکار نہیں ہاں اتنی بات یقینی ہے کہ اس کتاب نے تمام قوموں میں ایک آگ لگا دی اور مسلمانوں سے زیادہ خود ہندوؤں نے اس کی شدید مذمت کی۔

ہندوستان میں مباحثوں اور مناظروں کی آندھیاں

ستیارتھ پرکاش اور آریہ سماج کے وجود میں آنے سے پہلے بھی مباحثے و مناظرے ہوتے تھے مگر ان میں اشتعال انگیزی اور دل آزاری کا عنصر نہ ہوتا تھا اور نہ فریقین کے دلوں میں وہ آگ مشتعل ہوتی تھی جو بعد میں بھڑکی ... اسلام اور مسلمانوں کے خلاف معاندانہ انداز

اختیار کئے ہوئے تھے اور ... ہرک وجل وافترا سے کام لیتے تھے تاہم انھوں نے یہ کام عربی زبان کی مہارت حاصل کرنے کے بعد کیا۔ مگر ستیارتھ پرکاش اور اس کے مصنف کا معاملہ تو بالکل ہی جداگانہ نوعیت رکھتا ہے ہر معمولی عقل رکھنے والا منصف مزاج اس کے تیرھویں اور چودھویں باب کا مطالعہ کرکے خود رائے قائم کرسکتا ہے۔

جب مسلم علماء نے اسلام کے متعلق چودھویں باب کا مطالعہ کیا تو انھوں نے نہایت سنجیدگی سے اس کا جواب لکھا اور معقولیت کے ساتھ ذمہ دارانہ حیثیت سے لکھا۔ مگر مسلم عوام کو ان باتوں کو سنکر جوش آیا وہ غصہ سے بھڑک گئے اور جوش وہیجان کی ایک عام ہوا چل پڑی سوامی جی اور ان کے پیروؤں نے اسی صورت حال میں اپنی کامیابی سمجھی اور مباحثوں ومناظروں کا بازار گرم کردیا نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں طرف کے عوام کا جوش متانت وسنجیدگی کی حد سے گزر گیا مباحثوں اور مناظروں کی آندھیاں چلنے لگیں فتنہ وفساد کی گھنگھور گھٹائیں اٹھیں بغض وعناد کی کڑک سے کان پھٹنے لگے اور امن سوز بجلیاں چمکنے لگیں۔

ان مجلسوں میں بجائے اس کے کہ شائستگی تہذیب اور معقولیت کے ساتھ مبادلہ خیالات کیا جاتا ہمارے آریہ بھائیوں نے سخت کلامی اور دل آزار رویہ اختیار کیا تقریباً چالیس سال تک یہی ہوتا رہا جہاں کہیں آریہ مناظر مسلمانوں سے مناظرے کرتے تو اپنی تقریروں میں دل آزاری کرتے اخباروں رسالوں میں مضامین لکھتے تو اشتعال انگیزی سے کام لیتے کتابیں لکھتے تو دجل وافترا کے ساتھ۔ ہمیں اس امر کا اعتراف ہے کہ مسلمان علماء اور عوام میں بھی بعض ایسے ازخود رفتہ اور مغلوب الغضب افراد ہوئے جو اپنا اشتعال کم ضبط نہ کرسکے ان کی زبان وقلم سے ایسی باتیں نکلیں جو گرفت میں آسکتی ہیں بعض ایسی حرکتیں بھی کیں جو ناگوار شکن اور امن سوز تھیں مگر مقدس مذہب اسلام اور مسلمان قوم اس کی ذمہ دار نہیں اسلامی اخلاق ایسی حرکتوں سے بے تعلق ہے یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ ابتداءً کسی مسلمان سے قابل گرفت حرکتیں سرزد نہیں ہوئیں جس کا جی چاہے ہندوستان کی ستر سالہ تاریخ اٹھاکر دیکھ لے۔

ستیارتھ پرکاش کا جداگانہ معاملہ

ہم نے لکھا ہے کہ ہندوستان میں سوامی جی اور ستیارتھ پرکاش سے پہلے بھی مناظرے اور مباحثے ہوئے تھے مگر ستیارتھ پرکاش کا تو معاملہ ہی جداگانہ ہے ہر فرقہ کے علماء وفضلاء دوسرے مذاہب پر جرح وتنقید کرتے ہیں اور انھیں ایسا کرنیکا حق حاصل ہے اسی پر تو احقاق حق اور ابطال باطل کا دارومدار ہے اسی سے انسانی عقول وافہام راہ صداقت پاتی ہیں اور اسی پر سچی انسانیت کی ترقی کا انحصار ہے بشرطیکہ اس کام میں ضبط نفس احتیاط اور عدالت سے کام لیا جائے اور زیر تنقید مذہب کی اصلی حقیقت حاصل کرنے کے بعد ایسا کیا جائے سوامی جی نے دوسرے مذاہب کا کھنڈن کرنے میں اس شرط کو ملحوظ نہیں رکھا۔

سوامی جی نے ستیارتھ پرکاش کا انداز تحریر مذاق ... اور فتنہ انگیز رکھا جو کسی شریف ومعقول انسان کو زیب نہیں دیتا اس کتاب میں تمام دوسرے مذاہب کی تعلیمات کتابوں اور رہبروں پر جرح وقدح کی گئی ہے اور اشتعال انگیز دل آزار رویہ اختیار کیا گیا ہے اسلام اور قرآن مجید کے متعلق تو ان کا رویہ اور طرز بیان اتنا عجیب اور معاندانہ ہے کہ اس کی مذمت کے لئے کسی ہمدرد اسلام اور ذمہ دار مسلمان کو مناسب الفاظ نہیں ملتے۔

ایک انصاف پسند انسان یہ دیکھکر حیران رہجاتا ہے کہ سوامی جی نے اسلام اور قرآن مجید سے قطعی ناواقف ہونے کے باوجود اسلام کی تردید کی۔ مذہبی تصانیف کی دنیا میں اس سے زیادہ غیر ذمہ دارانہ حرکت کی مثال نہیں ملتی اسلام اور قرآن پر مغربی مصنفین نے بھی مخالفانہ بلکہ معاندانہ کتابیں لکھیں ان میں اور ستیارتھ پرکاش میں بنیادی فرق یہ ہے کہ مستشرقین نے عربی زبان کی مہارت اور ضروری معلومات حاصل کرنے کے بعد اور کسی حد تک اصول تنقید کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ کام کیا اور سوامی جی تو خود اعتراف کرتے ہیں کہ میں عربی فارسی کچھ نہیں جانتا۔ بلکہ فلاں صاحب قرآن مجید کا ترجمہ پڑھکر سناتے اور مفہوم بتاتے جاتے ہیں اور میں اعتراض کرتا جاتا ہوں۔ سبحان اللہ کیا اصول تنقید اور کتنی ذمہ دارانہ حرکت ہے۔

اگر سوامی جی عربی زبان سے واقف ہوکر اور اسلام اور قرآن پر عالمانہ اور سنجیدہ تنقید کرتے تو مسلمان اس کو گوارا کرلیتے مگر ایک خالص جاہلانہ اور عامیانہ تنقید کو کیسے گوارا کرلیں اور کون سا قانون طاقت اور عقل ہے جو ان کو اس پر مجبور کرے اگر ہمارے آریہ بھائیوں میں ذرا بھی انصاف و معقولیت کا شائبہ ہو تو وہ اس کتاب کو شائع کرنے کے بجائے گھروں کے اندر چھپاکر رکھتے یہ تو اس قابل ہی نہیں کہ کسی پڑھے لکھے کے ہاتھ میں دیجائے کیونکہ اس میں نہ علمی وعقلی باتیں ہیں اور نہ اسلوبی سطح ہی بلند ہے زبان دانی کی تو اس میں وہ مٹی پلید کی گئی ہے کہ ہماری زبان سر پیٹ کر رہجاتی ہے

مرتا کیا نہ کرتا

مسلمان، عیسائی اور سکھ بالآخر ستیارتھ پرکاش کی معاندانہ باتیں سن سنکر تنگ آچکے ہیں ان کے صبر کا پیمانہ لبریز ہوچکا ہے وہ کہاں تک اپنے مذہبی پیشواؤں کی توہین گوارا کریں۔ آخر انسان ہیں ہم باضطرار کہتے ہیں اور اس آواز پر مجبور ہوئے ہیں کہ ستیارتھ پرکاش کا وہ حصہ جو مذاہب کی تردید سے تعلق رکھتا ہے الگ کردیا جانا چاہیئے تو یہ ہوا کہ مظلوموں کی اس آواز کو سنکر آریہ بھائی اس معقول اور منصفانہ مطالبہ کو پورا کردیتے مگر انھوں نے تمام ہندوستان میں ایک شور وہنگامہ سا برپا کردیا ہے ہم ... اخبارات جلتی پر تیل ڈال رہے ہیں اور ستیارتھ پرکاش کو بھی ضد میں آکر ایسی بلند ومقدس سطح پر کھڑا کردیا ہے جہاں قرآن مجید انجیل توراۃ اور وید مقدس ہیں یعنی انھوں نے ایک انسانی تصنیف کو الہامی حیثیت دیکر درحقیقت تمام مذاہب واقوام کو گویا چیلنج دیدیا ہے کہ تمھیں تمھارے مذاہب اور پیشواؤں کی توہین سننی پڑے گی، اب ہماری عقل وحکومت انصاف اور امن سیاست خود ہیں کسی کی کچھ پیش نہیں جاتی۔

ہندوستانی اقوام سے التماس

ہندوستان میں

بعض والی قومیں جو ستیارتھ پرکاش سے اپنی توہین و دل آزاری محسوس کرتی ہیں وہ حیران ہیں کہ اب ہم کیا کریں ان کی خدمت میں ہمارا مخلصانہ مشورہ یہ ہے کہ ابھی وہ اور صبر کریں ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ حکومت سے ہم اس کی ضبطی کا مطالبہ کریں موجودہ سیاسی اور ... حالات اقوام ملک میں باہمی سگالی اور یک دلی کے جذبات پیدا کرنے کے متقاضی ہیں یہ مذہبی ہنگامہ آرائی کے دن نہیں، آج انسان امن و سکون کے پیاسے ہیں ان کے دلوں کی بستی میں آگ نہ لگائی جانی چاہیئے بس باشندگان ہند کے اس طبقہ کو جو ستیارتھ پرکاش کو اپنی مذہبی کتاب تصور کرتا ہے اس کے حال پر چھوڑ دینا چاہیئے اور یہ ہندوستانی

بقیہ سلسلہ صفحہ ۱۹

بھائیو! قرآن میں ارشاد ہوا ہے کہ لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون۔ یعنی نیکی کا مرتبہ تم کو نہیں مل سکتا جب تک کہ تم وہ سب چیزیں خدا کے لئے قربان نہ کردو جو تم کو عزیز ہیں۔ بس یہی آیت اسلام اور ایمان کی جان ہے اسلام کی اصلی شان یہی ہو کہ جو چیزیں تم کو عزیز ہیں ان کو خدا کی خاطر قربان کرنا۔ زندگی کے سارے معاملات میں تم دیکھئے کہ خدا کا حکم ایک طرف بلاتا ہے اور نفس کی خواہشات دوسری طرف بلاتی ہیں۔ خدا ایک کام کا حکم دیتا ہے نفس کہتا ہے کہ اس میں تو تکلیف ہے یا نقصان ہے۔ خدا ایک بات سے منع کرتا ہے نفس کہتا ہے کہ یہ تو بڑی مزیدار چیز ہے یا بڑے فائدہ کی چیز ہے۔ ایک طرف خدا کی خوشنودی ہوتی ہے اور دوسری طرف ایک دنیا کی دنیا کھڑی ہوتی ہے غرض زندگی میں ہر ہر قدم پر انسان کو دو راستے ملتے ہیں ایک راستہ اسلام کا ہے اور دوسرا کفر و نفاق کا۔ جس نے دنیا کی ہر چیز کو ٹھکرا کر خدا کے حکم کے آگے سر جھکا دیا اس نے اسلام کا راستہ اختیار کیا اور جس نے خدا کے حکم چھوڑ کر اپنے دل کی یا دنیا کی خوشی پوری کی اس نے کفر یا نفاق کا راستہ اختیار کیا

آج لوگوں کا حال یہ ہے کہ اسلام کی جو بات آسان ہوا سے تو بڑی خوشی کے ساتھ قبول کرتے ہیں، مگر جہاں کفر اور اسلام کا اصلی مقابلہ ہوتا ہے وہیں سے رخ بدل دیتے ہیں بڑے بڑے مدعی اسلام لوگوں میں بھی یہ کمزوری موجود ہے وہ اسلام اسلام بہت پکاریں گے اس کی تعریف کرتے کرتے ان کی زبان خشک ہو جائیگی اس کے لئے کچھ نمائشی کام بھی کردینگے مگر ان سے کہئے کہ یہ اسلام جس کی آپ اس قدر تعریفیں فرما رہے ہیں، آیئے ذرا اس کے قانون کو ہم آپ خود اپنے اوپر جاری کریں، تو وہ فوراً کہیں گے کہ اس میں فلاں مشکل ہے اور فلاں دقت ہے اور فی الحال تو اس کو بس رہنے ہی دیجئے۔ مطلب یہ ہے کہ اسلام ایک خوبصورت کھلونا ہے اس کو بس طاق پر رکھئے اور دور سے بیٹھ کر اسکی تعریفیں کئے جائیے مگر اسے خود اپنی ذات پر اور اپنے گھر والوں اور عزیزوں پر اور اپنے کاروبار اور معاملات پر ایک قانون کی حیثیت سے جاری کرنیکا نام نہ لیجئے یہ ہمارے آجکل کے دینداروں کا حال ہے اب دنیاداروں کا تو ذکر ہی فضول ہے اسی کا نتیجہ ہے کہ اب نماز و نفع و اشرہے جو کبھی ... روزہ نہیں ہے نہ قرآن خوانی میں اور نہ شریعت کی ظاہری پابندیوں میں اس لئے کہ جب روح ہی موجود نہیں تو نرا بیجان جسم کیا کرامت دکھائیگا۔

اقوام کی آریوں پر وہ عظیم الشان اخلاقی فتح ثابت ہوگی جس سے ان کی دل آزاری اپنی موت آپ مرجائیگی۔

سر دست کرنے کی بات یہ ہے کہ انصاف پسند انسانوں کو ستیارتھ پرکاش کے متعلق یقین دلا دیا جائے کہ علم و عقل اور انصاف کی بارگاہ میں اس کا کیا مقام ہے اور اس کی دل آزاری و جاہلانہ تنقیدات خود آریہ بھائیوں کو بھی یقین دلا دیا جائے وہ کہتے ہیں کہ سوامی جی نے جو کچھ مذاہب کی بابت لکھا ہے صحیح لکھا ہے اسلئے ہم ستیارتھ پرکاش جیسی مقدس مذہبی کتاب میں کسی قسم کا تغیر و تبدل نہیں کر سکتے بس ہماری یہ کوشش ہونی چاہیئے کہ ہم ان کو یقین دلا دیں کہ سوامی نے دوسرے مذاہب کے متعلق جو کچھ لکھا ہے اسکے دو حصے کئے جا سکتے ہیں

(الف) ایک ان کے خیال و عقیدہ کا رد

(ب) دوسرا ان کا دل آزار طریق کار

جہاں تک آپ کے دوسرے مذاہب کے عقائد اور تعلیمات کا رد کیا ہے اس سے تو کوئی سمجھدار ناخوش نہیں کیونکہ جو بات کسی کی سمجھ میں نہ آئے اس کے رد کرنے کا اسے حق ہے لیکن دل آزار لفظوں سے رد کرنے کا کسی کو حق نہیں ہندوستان کی اقوام کو آریہ دوستوں سے اسی دل آزار طریقہ کار کی شکایت ہے۔ ذیل میں ہم سوامی جی کی دل آزاریوں کی ایک مختصر فہرست پیش کرتے ہیں

گرو نانک جی ہمارے سکھ بھائیوں کے مقدس و محترم مذہبی پیشوا ہیں ان کے متعلق سوامی جی لکھتے ہیں "نانک جی۔ وید آدی شاستر اور سنسکرت کچھ بھی نہیں جانتے تھے چاہتے تھے کہ میں سنسکرت میں بھی قدم رکھوں ...... یہ بات اپنی بڑائی عزت اور شہرت کی خواہش سے بغیر کرتے ان کو بھی شہرت کی خواہش ضرور تھی ... جب عزت بندی تھی تو عزت و شہرت کے لئے کچھ وسہم مکر و فریب بھی کیا ہو گا ...... اگر نانک جی ویدوں ہی کی تعظیم کرتے تو ان کا فرقہ نہ چلتا نہ وہ گرو بن سکتے تھے کیونکہ علم سنسکرت تو پڑھے ہی نہیں تھے پھر دوسروں کو پڑھا کر شاگرد کیسے بنا سکتے تھے۔"

(ستیارتھ پرکاش طبع اول صفحہ ۲۶۴)

بقیہ سلسلہ صفحہ ۲۶

ولقد کتبنا فی الزبور من بعد الذکر ان الارض یرثھا عبادی الصلحون ان فی ھذا لبلٰغا لقوم عابدین وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعلمین

زبور میں ہم نصیحت کے بعد پہلے ہی لکھ چکے ہیں کہ زمین تو ہمارے مستحق بندوں کو ہی وراثت میں ملیگی اس نوشتہ میں ان لوگوں کے لئے پیغام ہے جو احکام خداوندی پر عمل پیرا ہوتے ہیں اور اے محمد صلعم آپ کو بھی تو ہم نے تمام طبقات انسانی کے لئے رحمت ہی بنا کر بھیجا ہے۔"

غرض یہ ہے کہ اگر تم نیک رہو تو زمین کے اور آسمانوں کے خزانے سب تمہارے لئے کھل جائینگے لا یصلح ھذہ الامۃ الا بما صلح اولہا یہ امت ان ہی اصول پر گامزن ہو کر کامیاب ہو سکتی ہے جن اصول پر محمد رسول اللہ والذین معہ کامیاب ہوئے صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ وعلیہم اجمعین۔ ھذا والسلام علی من اتبع الھدیٰ

جس طرح دہکتی ہوئی آگ ٹھنڈے پانی بجھ جاتی ہے.

بالکل اسی طرح

جریان کی بیماری دوا جوہر اعظم سے ختم ہو جاتی ہے

اور یہ بات

ہندوستان کا ہر ڈاکٹر تسلیم کرتا ہے

کہ مرد کے لئے جریان کی بیماری بہت خطرناک ہے. مرد کے پیشاب سے پہلے یا پیشاب کے بعد سفید قطرہ کا گرنا حد درجہ برے نتائج پیدا کرتا ہے. مرد کو کمزور اور ناکارہ" کردیتا ہے. اس کی آنکھوں کے نیچے حلقے پڑ جاتے ہیں. چہرہ کا رنگ زرد پڑ جاتا ہے. گال رخسار اندر کو دھنس جاتے ہیں. ذرا سا کام کرنے سے دماغ تھک جاتا ہے. بھول بڑھ جاتی ہے. بوقتِ خاص...... قبل از وقت ہی معاملہ ختم ہو جاتا ہے. رات کو سوتے میں مادہ منویہ بے ضرورت نکل کر کپڑے خراب کرتا ہے. یعنی احتلام ہو جاتا ہے غرضیکہ

جریان کی بیماری بہت بری ہے

اس مرض کا نہایت آسان اور آزمودہ شدہ علاج یہ ہے کہ ایسے مریض کو ایک شیشی مشہور دوا" **جوہر اعظم**" کھا لینی چاہیئے مندرجہ بالا سب خرابیاں ٹھیک ہو جائینگی. پیشاب کے وقت قطرہ کا گرنا بند ہو جائیگا. بے ضرورت سوتے وقت خواب (یعنی احتلام) ہونا بند ہو جائیگا. اور مرد پر پھر جوانی اپنی پوری بہار کے ساتھ چھا جائیگی. ایک شیشی جوہر اعظم کی قیمت تین روپے آٹھ آنے ہے. بذریعہ وی پی پارسل پتہ ذیل پر خط لکھکر منگا لیجئے. پارسل کا محصول ہندوستانی خریداروں سے نہیں لیا جاتا.

پتہ:- **منیجر زنانہ دواخانہ پی بی ۲۴ دہلی**

ٹیلیفون نمبر ۹۲۶۸

خون اور پیپ کا آنا فوراً بند

ہندوستان میں یہ بیماری لاکھوں انسانوں کو دکھ دے رہی ہے اور وہ اس دکھ سے مجبور ہو کر مر جانا اچھا سمجھتے ہیں وہ ہر طرح کی دوائیں استعمال کرنے پر بھی تندرست نہیں ہوتے اور تکلیف سے رویا کرتے ہیں۔

بھارت ورش کے ویدک طریقوں نے اس بات کو اچھی طرح بتا دیا کہ ہندوستان میں سوزاک کی بیماری کا علاج ہے تو صرف گو نو ہے کہ جس سے نیا اور پرانا سوزاک پندرہ دن میں بالکل ختم ہو جاتا ہے۔ مگر تعجب کی بات یہ ہے کہ گو نو دوا کی پہلی ہی خوراک اپنا اثر دکھاتی ہے۔ درد، پیپ، جلن اور خون کا آنا بالکل بند ہو جاتا ہے اور پندرہ دن میں بالکل آرام ہو جاتا ہے۔

اگر آپ میں سے کسی کو سوزاک کی بیماری ہے۔ اور ہر طرح کا علاج کرتے کرتے تھک گئے ہوں تو آخری علاج گو نو دوا کی ایک شیشی استعمال کر کے تندرست ہو جائیں شرطیہ علاج ہے۔ قیمت ایک شیشی تین روپے، محصول ڈاک گیارہ آنے (۱۱)

اکسیری دواخانہ کلاں محل، بکس نمبر ۴۱ (ایم، ڈی) دہلی

اگر عورت بچہ نہ چاہے

اگر عورت چاہے کہ اسکے ہاں اولاد نہ ہو۔ اور اس میں اتنی قوت بھی نہ ہو کہ اپنے بچوں کی پرورش اچھی طرح کر سکے اور یہ بات بھی ضروری ہو کہ اولاد پر کنٹرول کیا جائے اور عورت اپنی صحت کو برقرار رکھے تو **کنٹرولین** دوا کے استعمال سے اولاد کا پیدا ہونا جبتک چاہو بند ہو سکتا ہے۔ اور سائنسدان نے اس دوا کے اندر یہ کمال رکھا ہے کہ عورت کو کسی طرح کی تکلیف نہیں ہوتی۔ اور ماہواری باقاعدہ ہوتی رہتی ہے۔

یہ دوا ضرورت کے وقت استعمال کی جاتی ہے۔ اور ایک شیشی کافی عرصہ تک کام دیتی ہے۔

قیمت ایک شیشی کی تین روپے ہے محصول ڈاک (۱۱)

اکسیری دواخانہ کلاں محل، بکس ۴۱ (ایم ڈی) دہلی

سونے کی چوڑیاں مفت

آپ ان چوڑیوں کو مفت حاصل کر سکتے ہیں، یہ اس سونے کی بنی ہوئی ہیں کہ جس کو سنار اور صراف نے آج تک نہیں پہچانا! کہ اصلی ہیں یا نقلی۔ چمک دمک، رنگ روپ میں اصلی سونے کے برابر ہیں۔ بیاہ شادی اور تحفوں میں دینے کے لئے آپ ان چوڑیوں کو ضرور منگا کر دیکھئے۔ دہلی کے مشہور و معروف کاریگروں نے ان کو بے حد خوبصورت بنایا ہے۔ اور برسوں تک استعمال کیجئے کبھی خراب نہیں ہو سکتی۔ شہرت کی وجہ سے چار تولہ وزن کی آٹھ چوڑیوں کے سیٹ کی قیمت تین روپے ہے۔ دو سیٹ کی قیمت چھ روپے ہے، محصول ڈاک ذمہ خریدار۔ تین سیٹ منگانے والوں کو ایک سیٹ مفت اور محصول ڈاک معاف

گولڈ ٹریڈ ایجنسی دریا گنج بازار (ایم) نئی دہلی

ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا او اخطانا
ماہوار جریدہ
مولوی
مدیر مسئول عبدالحمید خاں
چندہ سالانہ
فی پرچہ
ONE RUPEE INDIA 1916
2 ANNAS
اپنی عید کیلئے
مجھے صرف یہ کہنا ہے کہ فقط اورنگ زیبی قرآن کے ہدیہ پر انحصار نہیں ہے تیس دن کے روزوں
کے بعد مجھے بھی تو یہ حق پہنچنا چاہیے کہ عید کی مسرتوں میں شریک ہوں آیئے رمضان کی
تہنیت میں ہدایہ پیش کریں آپ مجھے ایک روپیہ گیارہ آنے بھیج دیجیے میں آپ کو
اورنگ زیبی حمائل بھیجوں گا یہ تاریخی یادگار حمائل اورنگ زیب شہنشاہ ہند کے دست خاص
کی لکھی ہوئی ہے مولوی نصف تقطیع ۲۰۸ صفحات مضبوط مجلد ہدیہ عہ محصول ۱۱/۵
مینجر رسالہ مولوی عبدالحمید خان کوچہ چیلان دہلی

یہ ہندوستان کی ایسی ایجاد ہے

کہ

جس سے کمزور انسان طاقتور ہو جاتا ہے

آپ نے یا آپکے کسی دوست نے "ری جووین" کورس کا نام سنا ہے جس کو تمام کمزوریاں دور کرنے کا دسواں عجوبہ کہا جا رہا ہے۔ اگر نہیں سنا تو آج ہی منگا کر تجربہ کریں جس کے استعمال سے آپ کے اندر ایک عجیب و غریب زندگی پیدا ہو جائے گی۔ اگر آپ اپنی طاقت کا ناسمجھی کی وجہ سے برباد کر چکے ہیں اور اسکی وجہ سے تمام جسم کمزور ہو گیا ہے۔ دل اور دماغ بھی بیکار ہو گئے ہیں۔ طاقت رفتہ رفتہ کم ہو رہی ہو، نقاہت اور اعصابی کمزوری سے زندگی سے بیزاری ہونے لگی ہو۔ اور شادی کر کے پچھتانا پڑ رہا ہو تو

اپنی مایوسی کو فوراً ختم کر دیجئے

اور اکسیری دواخانہ دہلی کی مشہور دوا "ری جووین" کورس منگا کر اپنے اندر طاقت اور انرجی پیدا کیجئے۔ طاقت جیسی دولت کو برباد کر کے انسان چین سے زندگی بسر نہیں کر سکتا۔ اسکو اپنی کمزوری کا غم ہر وقت پریشان کرتا رہتا ہے۔ وہ مٹی کا ایک کھلونا بن جاتا اور اسکی خوشی مایوسی سے بدل کر رہ جاتی ہے۔

ری جووین کورس ہندوستان کے ہر انسان کو طاقتور بنانے کیلئے برسوں سے بہترین کام کر رہا ہے یعنی کمزور انسان کو بہت ہی جلد دوبارہ جوانی دے کر اپنی شہرت کا سکہ بٹھا چکی ہے۔ اس کو دوا نہیں بلکہ جادو کہنا چاہیئے۔

آپ بوڑھے ہوں یا جوان! آپکی کمزوری کو دور کر دینا اس کا عجیب کرشمہ ثابت ہو گا۔ اس علاج میں دو دوائیں ہوتی ہیں۔ ایک کھانے اور دوسری لگانے کی، دونوں دواؤں کے کورس کا نام "ری جووین" ہے۔ دونوں دواؤں کا استعمال ایک ساتھ شروع ہوتا ہے سولہ دن تک جاری رہتا ہے۔ پرہیز پرہیز صرف سات روز کا ہے۔ اگرچہ دوا کا اثر تیسرے دن سے شروع ہو جاتا ہے مگر مکمل سولہ ہی دن کا ہے۔ کمزور جسم کے اندر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بجلی سی دوڑ رہی ہے اور مردہ انسان کو دوبارہ زندگی دی جا رہی ہے۔ انسانی زندگی کو دوبارہ جلانے کیلئے یہ کمال نہیں ہے۔ تجربہ کرنے سے آپ کو معلوم ہو جائے گا۔

قیمت مکمل کورس کی پانچ روپے ہے۔ محصول ڈاک گیارہ آنے (۱۱) علاوہ ہے۔

اکسیری دواخانہ کلاں محل بکس ۲۱ (ایم۔ ڈی) دہلی

قل لئن اجتمعت الانس والجن علیٰ ان یاتوا بمثل ھذا القرآن لا یاتون بمثلہ ولو کان بعضھم لبعض ظھیرا

مولوی دہلی کا قرآن نمبر ۱۳۶۳ھ

جو ہر اسلامی مہینے کی بارہ تاریخ کو حمیدیہ پریس کوچہ چیلان دہلی شایع ہوتا ہے

جلد ۴ | بابت ماہ رمضان المبارک ۱۳۶۳ھ | نمبر ۳

درس قرآں نہ اگر ہمنے بھلایا ہوتا
یہ زمانہ نہ زمانے نے دکھایا ہوتا

آج دنیا میں عظیم الشان، ہولناک اور تحیر خیز تبدیلیاں ہو رہی ہیں کائنات انسانی پر مصائب و آلام حزن و اضطراب، خوف وہراس اور شدائد و تکالیف کا ہجوم ہے۔ دنیا ایک بحران عظیم میں مبتلا ہے۔ قوموں کی قسمتیں بن اور بگڑ رہی ہیں آئے دن نئے نئے حوادث دنیا کے نقشے میں غیر معمولی تبدیلیاں کر رہے ہیں زمانے کے رہوار کو مہمیز کر کے اس کو اور بھی تیز گام بنا رہے ہیں ان حوادث و اثرات کے زیر اثر دنیا کا کوئی حصہ بنتا اور کوئی بگڑتا ہے کہیں تعمیری قوتیں کام کر رہی ہیں اور کہیں تخریبی عناصر کارفرما ہیں۔ کوئی اپنی غلامی، بے بسی کمزوری اور بربادی پر رو رہا ہے اور کوئی اپنی آقائی کارفرمائی ترقی خوش حالی پر ہنستا ہے خلاصہ یہ ہے کہ آج دنیا کے ملک اور کارفرما عناصر خواہ کچھ ہی سمجھیں کچھ ہی کہیں لیکن ہیں کیا مومن و کیا فرنگی چھوٹے بڑے اور کمزور و طاقتور سب کے سب مذہب و اخلاق اور حق و باطل سے منہ موڑ کر مادی پرستی اور سرمایہ داری کے حصول و جنون کے سیلاب عظیم میں بہے چلے جا رہے ہیں اور مصائب و آلام اور تباہی و بربادی کو خود ہی دعوت دے رہے ہیں۔

یہ سب کچھ اس لئے ہے کہ خالق کائنات مالک ارض و سما، رب دو جہان ارحم الراحمین خدائے عزوجل نے محض اپنے فضل کریم و لطف عمیم سے انسانوں کی ہدایت و دستگیری، عروج ارتقا اور نجات و کامرانی کے لئے آخری نبی محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور آخری کتاب قرآن مقدس کو بھیجا مگر بدبخت اور نامراد انسانوں نے نہ نبی کو مانا اور نہ قرآن پاک کو اپنی زندگی کا دستور العمل بنایا اور سعید انسانوں و مسلمانوں نے اعتقاداً نبی اور قرآن کو مانا مگر عملاً نبی کی ہدایتوں اور قرآن کے اصولوں پر چلنا اور اللہ کی ہدایت و رسول کی سنت کو اپنی زندگی کا قانون بنانا چھوڑ دیا نتیجہ یہ کہ کفار و مشرکین کے کفر و شرک اور مسلمانوں کے نفاق و بے عملی دونوں نے مل کر دنیا کا حلیہ بگاڑ کر رکھ دیا اور تمام تباہیاں و بربادیاں خرید لیں۔

آج دنیا کے مسلمان کس حال میں ہیں

دنیا کی دوسری مردہ و زندہ اور غلام و آزاد قوموں کو چھوڑیئے وہ جانیں اور ان کے اعمال و افکار۔ ہمیں ان سے کیا آیئے اپنی قوم اور اس امت مسلمہ کو دیکھیں جو بہترین امت کے لقب سے ملقب ہے اور جسکو اقوام عالم کی قیادت و رہنمائی سونپی گئی ہے یعنی مسلمان کس حال میں ہیں اور وہ کیا کر رہے ہیں مختصراً کہا جا سکتا ہے کہ صدیوں کی غفلتوں، کوتاہیوں، ذلتوں اور نامرادیوں کے بعد وہ جاگے تو ضرور ہیں اپنے تحفظ اور فوز و فلاح کے لئے بقدر فہم و استعداد ہاتھ پیر بھی مار رہے ہیں چیخ و پکار اور بھاگ دوڑ بھی بہت کچھ ہے مگر ابھی تک انہوں نے قرآن حکیم کی روشنی میں اقوام عالم کے عروج و زوال کے حقیقی اسباب و علل کو نہیں سمجھا اپنے افکار و اعمال کو اسلام کے سانچوں میں نہیں ڈھالا اسلام کے مطالبات کو پورا نہیں کیا اور عصر حاضر کے تقاضوں کو نہیں سمجھا۔

کاش وہ اب بھی سمجھیں کہ قرآن کی دعوت و پکار کیا ہے اور وہ کیا کر رہے ہیں! ابھی تو ان کا حال یہ ہے ؎

بہ بند صوفی و ملا اسیری	حیات از حکمت قرآں نہ گیری
بآیاتش ترا کارے جز ایں نیست	کہ از یاسین او آساں بمیری

وہ قرآن کو چھوڑ کر ہر طرح ذلیل و خوار اور ناکام و نامراد ہو چکے ہیں اور صاحب فہم و بصیرت عرصہ سے قرآن کی طرف بلا بھی رہے ہیں مگر قرآن کی طرف آنے میں نہیں آتے ٹھوکر ٹھوکر پر ٹھوکریں کھاتے ہیں مگر پھر بھی نہیں سنبھلتے۔ قرآن تیرہ سو سال سے پکار رہا ہے الم یان للذین امنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ الخ کیا ابھی ایمان والوں کے لئے وقت نہیں آیا کہ اللہ کے ذکر کے لئے ان کے دل لرز جائیں اور وہ خدا کے سامنے جھک جائیں مگر خواب غفلت سے بیدار نہیں ہوتے خدا کی نافرمانی سے باز نہیں آتے اور خدا کے سامنے نہیں جھکتے۔ قومیت کے جنون، وطنیت کے عشق، جمہوریت کی دلدادگی، نفس پرستی اور ہوا و ہوس زر طلبی اور اعراض قرآن سے باز نہیں آتے یہ اپنی کہے جاتے ہیں مگر قرآن کی نہیں سنتے، اعتقاد قرآن پر رکھتے ہیں مگر افکار و نظریات کی بھیک چرچل، ہٹلر، سٹالن اور گاندھی سے مانگتے ہیں نام اسلام کا لیتے ہیں مگر کام غیر اسلامی کرتے ہیں، دوسروں کو قرآن کی طرف بلاتے اور بلند بانگ دعوے کرتے ہیں کہ دنیا کے تمام پیچیدہ مسائل کا حل قرآن میں موجود ہے مگر خود قرآن سے فکر و عمل نہیں لیتے یہ کیسی حماقت و منافقت ہے جس میں وہ مبتلا ہیں ؎

دل میں وہم بھر کے لئے سوچو تو ذرا — حق نے تم سے کیا کیا اور تم نے حق کو کیا کیا
حق نے جیسے اٹھا زمیں پر نغمۂ ام الکتاب — تم نے برپا کر دیا ہنگامۂ جنگ و رباب
حق نے بخشا تھا تمہیں جوش و خروش جواب — بن گئے تم رفتہ رفتہ صرف اک نقش سراب
حق نے تمکو نوع انساں کا بنایا تھا امام — بن گئے تم لعنت کوتاہ بینی سے غلام
حق نے چاہا تھا تمہیں دنیا کی شاہی کیلئے — تم نے پیہم کر دیئے بدلے تباہی کے لئے

مسلمانو قرآن کی طرف آؤ

صدیوں سے مسلمان قرآن پاک کے صحیح علم و عمل سے محروم ہیں اور بے شمار اعتقادی گمراہیوں اور عملی خرابیوں میں مبتلا ہیں۔ اسلام کے عروج اور مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لئے بہت کچھ سوچا سمجھا اور کیا جا رہا ہے مگر ان میں حیات نو کے آثار نمایاں نہیں ہوتے اس کا سبب ہمارے مفکر و رہنما خواہ کچھ ہی سمجھیں مگر حقیقت یہ ہے کہ مسلمان قیامت تک بھی انجمن سازی پروگرام بازی اور کانفرنسوں کی ہماہمی سے زندہ اور کامیاب و بامراد نہیں ہو سکتے اس لئے کہ یہ چیز ان کے اسلامی مزاج کے مطابق نہیں۔ وہ دنیا کی ایک ایسی قوم نہیں جیسی دوسری قومیں ہیں۔ دوسری قوموں کے پاس کوئی ایسا کامل و مکمل مذہب نہیں جو زندگی کے ہر شعبہ میں ان کی رہنمائی کرے اس کے برخلاف مسلمان اپنے پاس ایک مکمل ضابطہ حیات رکھتے ہیں۔ دوسری قومیں بساط سیاست کے جن جن گوشوں کو خالص دنیاوی اور ملکی مسائل سمجھتی ہیں وہ مسلمانوں کے نزدیک عین دینی اور مذہبی معاملات ہیں مسلمان ازروئے قرآن اس امر پر مامور و مجبور ہیں کہ سیاسی منافع، ملکی مصالح قومی رجحانات وطنی جاذبیتوں اور دین و دنیا کے ہر معاملہ کو خالصۃً مذہبی میزان میں تولیں چنانچہ ارشاد ہے

ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک هم الکافرون...
.... هم الفاسقون...... هم الظالمون۔ جو شخص اپنے معاملات کے فیصلے اللہ کی کتاب کے مطابق نہیں کرتے وہ کافر ہیں فاسق ہیں اور ظالم ہیں۔

مسلمان اگر اپنی زندگی کے معاملات و مسائل کا حل اگر قرآنی احکام کے مطابق نہ کریں تو اس حالت کا نام کفر دوسری کا نام فسق اور تیسری کا ظلم ہے۔ آج بدقسمتی سے مسلمانوں میں یہ تینوں حالتیں پائی جاتی ہیں اور وہ بیدریغ کفر، فسق اور ظلم کا ارتکاب کر رہے ہیں۔

مسلمانوں کے مصالح، ان کی اصلاح، تعمیر، تنظیم و احیاء، ان کی پرورش، ان کا مسلک، ان کے فیصلے اور ان کے ارادے سب کے سب قرآن کریم کے فیصلوں کے تابع رہنے چاہئیں وہ اس بنیادی اصول سے ایک انچ بھی ادھر ادھر نہیں ہٹ سکتے پس مسلمانوں کی ہر وہ تنظیم ہر جماعت ہر عمل اور پالیسی جو قرآنی تعلیم پر مبنی نہ ہو موجب فوز و فلاح نہیں ہو سکتی۔ غدر کے بعد مسلمانوں کی تاریخ اٹھا کر دیکھ لیجئے کہ باوجود امکانی جد و جہد کے وہ آجتک کیونکر ذلیل و ناکام اور بے نیل و مرام ہیں حیرانی و تعجب ہے کہ وہ کیوں قرآن کی طرف نہیں آتے اور وہ قومی و ملکی فلاح کا سبق ہدایت آئین سے کیوں نہیں لیتے؟ مسلمانوں کو یاد رکھنا چاہیئے کہ اگر وہ زندگی حاصل کر سکتے ہیں تو صرف مسلمان بنکر اور قرآن کو اپنا رہنما بنا کر۔ پس مسلمانو! قرآن کی طرف آؤ کہ یہی اور صرف یہی راہ فلاح ہے۔

مسلمانوں کی مذہبی موت

مسلمانوں کو خوب سمجھ لینا چاہیئے کہ ان کے لئے "قوم" اور "وطن" کے نام میں کوئی تاثیر نہیں، وہ صرف قومیت اور سیاست کی روح پیدا کر کے زندگی کی حرارت نہیں لے سکتے۔ ان کے لئے ہر شئے ان کے مذہب میں ہے۔ ان کی زندگی صرف قرآن اسلام اور خدا کے لفظ میں ہے۔ اگر آوارہ و پریشان مسلمان اس حقیقت پر ایمان لے آئیں اور قرآنی احکام و ہدایات پر عمل پیرا ہو جائیں تو یقیناً از سر نو اپنا کھویا ہوا عز و وقار حاصل کر سکتے ہیں۔ مولانا ابوالکلام آزاد فرماتے ہیں:-

لیکن پیروان "امام مبین" کے لئے اس سے بڑھکر کوئی مذہبی موت نہیں ہو سکتی کہ اعمال زندگی کے ایک ضروری شعبہ میں ان کو اسلام تعلیم دینے سے مجبور و لاچار ہو گیا ہو اور اس کی طرف سے مایوس ہو کر انھیں ایک دوسری قوم کے دستر خوان کی گری ہوئی ہڈیوں پر للچانا پڑے۔ اگر ایسا ہی ہے تو پھر سے اسلام ہی کو خیرباد کہدیا جائے۔ دنیا کو ایسے مذہب کی کیا ضرورت ہے جو صرف خطبۂ نکاح میں چند آیتیں پڑھ دینے یا بستر نزع پر سورۂ یاسین کو دہرا دینے کے لئے کارآمد ہو سکتا ہے! ہمارے نزدیک اسلام کے دامن تقدیس پر اس سے بڑھ کر اور کوئی بدنما دھبہ نہیں ہو سکتا کہ انسانی حریت اور ملکی فلاح کا سبق مسلمان دوسری قوموں سے لیں۔ بس آپ کے محبوب مبلغ و خادم اسلام "مولوی" کی کاوش و سعی یہ ہے کہ آپ اس مذہبی موت سے نجات پائیں دنیا میں مسلمان بن کر زندگی و ترقی حاصل کریں۔ وقت کی نزاکت کا احساس کریں اور اپنی اصلاح و تعمیر کے لئے اللہ کا نام لیکر آمادہ کمربستہ ہوں اس لئے ہم توفیق ایزدی حسب فہم و استعداد قارئین کرام کو ان کی زندگی کے اہم مسائل اور دنیا کے حالات کو قرآن کریم کی روشنی میں دکھانے کی کوشش کرتے ہیں۔

باب اوّل

قرآن اور مسلمان

نزول قرآن کے وقت دنیا کی حالت

انسان کی دنیوی و اخروی فلاح و نجاح اور عروج و ارتقا کا دار و مدار صحیح عقیدت صحیح علم اور صحیح عمل پر ہے۔ نزول قرآن سے پہلے دنیا میں یہی چیز عنقا تھی یعنی دنیا کے تمام انسان صحیح عقل اور صحیح علم و عمل سے محروم تھے ہمارے سید و مولیٰ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے انبیاء علیہم السلام ہر ملک اور ہر قوم میں بتعداد کثیر آئے انسانوں کو خدا کی طرف بلایا ان کو صحیح علم و عقل سے نوازا اور ہر وہ چیز دی جس کی ان کو روحانی و جسمانی طور پر ضرورت تھی مگر بدبخت انسان سب چیزیں کھو بیٹھے تھے وہ دنیا میں رہتے تھے مگر نہیں جانتے تھے کہ خدا کیا ہے! یہ دنیا جس میں ہم رہتے ہیں کیا ہے! اور ہم خود کیا ہیں! ان سوالوں کو آبائی تقلید اور اپنے علم و تجربہ کی روشنی میں سمجھنا اور حل کرنا چاہتے تھے مگر چونکہ عقل کی رہنمائی کرنے والا نور نبوت ان کے پاس موجود نہ تھا اس لئے فکر و نظر کی گمراہیوں، دلدلوں میں ڈوب کر رہ گئے تھے عقلائے زمانہ آنکھ کھولتے ہی اپنے گرد و پیش بت پرستی اور جہل و حماقت کے سوا اور کچھ نہ دیکھتے تھے۔ الہیات میں من گھڑت ڈھکوسلوں اور اوہام و خرافات

سوا کچھ نہ رکھتے تھے اصول معاشرت اور قانون تمدن کے متعلق بیشک ان کے پاس کچھ قیمتی اور قابل قدر چیزیں تھیں مگر وہ صرف ذہنوں کی زینت تھیں علوم و معارف کا جو مہذب و متمدن قوموں کے پاس کچھ ذخیرہ تھا مگر گردش روزگار کے ہاتھوں محفوظ نہ تھا اور اخلاق میں کچھ حقائق و نکات جو اسلاف دہر کے یہاں پائے جاتے تھے مگر عملی دنیا میں ان کا وجود نہ تھا۔

اقوام عالم خواہ کسی مذہب اور کسی فلسفہ کی معتقد نہیں مگر یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ وہ احساس، ادراک، تعقل اور ارادہ کی صحیح قوتوں کی مالک نہ تھیں۔

ہندو اور مصری سینکڑوں فرضی و وہمی خداؤں اور اوتاروں کو مانتے تھے اور خدا و اوتار میں کوئی فرق و امتیاز نہ تھا۔ عیسائی تثلیث کے جال میں پھنسے ہوئے اپنی سفاہت و بے عقلی کا ثبوت دے رہے تھے مجوسی اہرمن و یزدان دو خداؤں کی پرستش میں نجات ڈھونڈھ رہے تھے۔ یونانی اپنے علوم و فنون میں مگن تھے اور یہود و نصاریٰ توحید و نبوت اور کتاب و شریعت کو مانتے تھے مگر جانتے کچھ نہ تھے تمام الٰہی سچائیوں اور صداقتوں کو محرف کر کے اپنے خیالات و اوہام کی پیروی کر رہے تھے الغرض اس وقت پوری دنیا سفاہت و بے عقلی اور ضلالتوں و گمراہیوں میں ڈوبی ہوئی تھی۔

عرب کی حالت

عرب جن کی زبان میں قرآن پاک نازل ہوا جن میں خاتم النبیین سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور جہاں سے ہدایت کا سرچشمہ پھوٹا، ان کی حالت تو سب سے زیادہ پست و ذلیل تھی الہیات، اخلاق، اصول معاشرت اور قانون تمدن کے متعلق اہل عرب نہ کچھ جانتے تھے اور نہ کسی سے کچھ سنا تھا۔ یا تو وہ سرے سے خدا کے قائل ہی نہ تھے یا مانتے تھے تو انسانوں جیسا۔ ملائکہ کو خدا کی لڑکیاں تصور کرتے تھے۔ ہر قریہ، ہر زن اور ہر حاجت کا خدا الگ الگ تھا حتیٰ کہ خانہ خدا میں تین سو ساٹھ خداؤں کی حکمرانی تھی۔

عبادات کا کوئی ضابطہ نہ تھا جس کی جس طرح چاہتے عبادت کرتے تھے خود تراشیدہ بتوں کو خدا کے تقرب کا ذریعہ و وسیلہ سمجھتے تھے۔ اخلاق کا یہ حال تھا کہ مے نوشی، قمار بازی اور عشق بازی ان کی زندگی کا بہترین اور محبوب مشغلہ تھا لڑکیوں کا زندہ درگور کر دینا ان کی قومی غیرت و حمیت تھی، بات بات پر لڑ مرنا، قبیلوں کا آپس میں ٹکراتے رہنا، باہمی رشک و حسد کی آگ میں جلتے رہنا اور موقعہ آنے پر قتل و غارت گری کا بازار گرم کر دینا ان کی زندگی کا نصب العین تھا۔ پاکیزہ اخلاق اور سچائی کی روح کا ان میں نشان تک نہ تھا الغرض اہل عرب ہر قسم کی تہذیب و شائستگی سے محروم، جہالت و وحشت، جور و ظلم، فسق و فجور اور سفاکی و خونریزی میں سر سے پیر تک ڈوبے ہوئے تھے عرب کے زمانہ جاہلیت کا نقشہ حفیظ جالندھری نے اپنے مخصوص انداز میں یوں کھینچا ہے ؎

الگ تھے ساری دنیا سے مگر یہ لوگ خوشدل تھے
انھیں آزادیوں کی زندگی کے عیش حاصل تھے

انہی آزادیوں نے ان کو کھویا دین و دنیا سے
ہوئے گمراہ یہ رشتہ توڑلیں تقاضے سے

کیا اخلاف نے اسلاف کے اوصاف کو زائل
رہ حق چھوڑ کر بت پرستی پر ہوئے مائل

شجاعت تھی مگر اس کا مصرف اپنے ہی بھائی تھے
یہ سب ایک دوسرے کو ذبح کرنے میں قصائی تھے

فصاحت کا تھا استعمال ہجو اور خود ستائی میں
نظر میں کوئی جچتا ہی نہ تھا ساری خدائی میں

بیاں کرتے تھے اپنے شرمناک اور فحش کاموں کو
سر بازار کہہ دیتے تھے ایسے کارناموں کو

رعونت نے دماغوں میں ہوائے خود سری بھر دی
خشونت ایک عادت دوسری عادت تھی بے دردی

جو صحرائی تھے قتل و رہزنی میں خوب ماہر تھے
نشان بربریت ان کے چہروں ہی سے ظاہر تھے

بہادر تھے مگر یہ سب کے سب آپس میں لڑتے تھے
قبیلوں میں ہزاروں معرکے ہر سال پڑتے تھے

نہ کوئی کام کرتے تھے نہ کوئی کام آتا تھا
انھیں بیکار و کاہل بیٹھ رہنا دل سے بھاتا تھا

یہ جائز جانتے تھے مال کھا جانا یتیموں کا
لٹانا دعوتوں میں مال شیوہ تھا کریموں کا

پدر فرزند کی بیواؤں کا حق چھین لیتے تھے
پسر اپنی حقیقی ماؤں کا حق چھین لیتے تھے

کوئی معیار ہی باقی نہ تھا شرم و شرافت کا
کہ رتبہ بھیڑ بکری سے بھی کم تھا ایک عورت کا

فواحش اور زناکاری یہ من بھاتی عبادت تھی
شرابیں پی کے ننگے ناچنا یہ عام عادت تھی

زناکاری کی ترغیبیں سر بازار دیتے تھے
یہ اپنی بیویوں تک کو جوئے میں ہار دیتے تھے

ترقی اور تمدن کی ہوا ان تک نہ آئی تھی
کوئی مرکز نہ تھا خانہ بدوشی ان کو بھائی تھی

یہ تھی عرب کی جہالت، سفاہت اور پست و ذلیل حالت خالق کائنات نے اسی ملک اور اسی قوم کو آخری کتاب قرآن اور آخری نبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے منتخب فرمایا تاکہ دنیا والوں کو یہ دکھائے کہ قرآن اور صاحب قرآن نے کتنی جلدی اور کس طرح ان کی کایا پلٹ کی چنانچہ ارشاد ہے

ھو الذی بعث فی الامیین رسولا منھم یتلوا علیھم آیاتہ ویزکیھم

"اور اللہ وہ ہے جس نے ان پڑھوں میں انہی میں سے ایک عظیم الشان رسول بھیجا کہ ان کو قرآنی احکام کے ذریعہ پاک کرے" رسول اللہ پیغام خدا لیکر مبعوث ہوئے ہر ایک گمراہ انسان کے لئے شمع ہدایت ثابت ہوئے اور دیکھتے ہی دیکھتے نہ صرف عرب کی بلکہ عملاً کل عالم کی کایا پلٹ دی ؎

وہ آئے ناخدائے کشتیِ اہل زمین ہو کر ٭ وہ آئے اس جہاں میں رحمۃ للعالمین ہو کر

قرآن کے انقلابی کارنامے

دنیا کی تاریخ میں ہزاروں لاکھوں

اشخاص نمایاں ہوئے اور صنف انسانی کی سعادت، فلاح، ہدایت اور ترقی میں اپنا اپنا فرض ادا کیا۔ انبیاء علیہم السلام میں سے ہر ایک نے اپنے اپنے وقت میں اپنی اپنی قوموں کے سامنے ہدایت نامے اور صحیفے پیش کئے اس زمانہ کے مناسب حال اخلاق عالیہ اور صفات کاملہ کا ایک نہ ایک بلند ترین نمونہ پیش کیا صراط مستقیم کو اپنی ہدایات اور عملی نمونوں سے روشن کیا سب کو ایک ہی پیغام سنایا اور اپنی ہدایت و رہنمائی سے انسانوں کو آگے ہی آگے لے گئے۔

دوسری طرف حکماء اور فلاسفروں نے بارہا اپنی عقل رسا سے نظام عالم کے نقشے بدلے عجائبات عالم کی طلسم کشائی کے حیرت انگیز نظریئے پیش کئے اور فلاح انسانی و تکمیل انسانیت میں مدد دی یہ سب کے سب شکریہ کے مستحق ہیں اور قابل تعظیم ہیں مختلف انسانی طبقے ان کے بار احسان سے سر نہیں اٹھا سکتے آج جہاں کہیں بھی نیکی کی روشنی، اچھائی کا نور، دل کی صفائی کا اجالا، رحم، انصاف غریبوں کی مدد، یتیموں کی پرورش انسانیت کا احترام اور علم و عقل کا چرچا ہے انہی برگزیدہ افراد کی دعوت و پکار کا دائمی اثر ہے۔ چنانچہ قرآن پاک کا ارشاد ہے

ان من امة الا خلا فیھا نذیر | کوئی قوم نہیں جس میں کوئی انسانوں کو بیدار کرنیوالا نہیں گذرا اور ہر قوم
ولکل قوم ھاد

کے لئے ایک رہنما ہے۔"

دنیا کے تمام آسمانی صحیفے، تمام مذہبی کتابیں، تمام اخلاقی قصے انسانوں کے بننے اور بگڑنے کی داستانیں اور ظلم و جہل، حق و باطل اور کفر و ایمان کی معرکہ آرائیوں کی حکایتوں سے پر ہیں، ہر قوم کے سامنے ان کے اکابر رجال کی زندگیاں اور ان کے کارنامے ہیں اور فلاح و کامیابی کی نظیریں ہیں یہ سب کچھ صحیح ہے مگر یہ بھی ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ باوجود ان سب باتوں کے قرآن سے پہلے دنیا کے سامنے عالمگیر پیمانہ پر انسانیت کی فلاح و ہدایت کے لئے کوئی دائمی اور کامل نمونہ نہ تھا۔ انسانی اوہام اور خیالات فاسدہ کی جڑ نہ کٹی تھی انسانوں کے باہمی تعلقات و معاملات کی گتھی الجھی پڑی تھی انسانی معاشرت کا کوئی خاکہ نہ تھا، روحانی مایوسیوں اور ناامیدیوں کا کوئی علاج نہ تھا دلوں کی ناپاکی باقی تھی، اخلاق و اعمال کا کوئی نقشہ نہ تھا، انسانی قوی میں اعتدال اور میانہ روی نہ تھی اور پاکیزہ خصائل اور مسرت افزا تمدن کا پتہ نہ تھا۔

اس عظیم الشان کام کو سرانجام دینے کے لئے قرآن حکیم دنیا میں آیا اور سب ہادیوں کے آخر میں آنحضرت صلعم کو رحمت عالم بنا کر بھیجا گیا تاکہ وہ تمام عالم کے لئے اور قیامت کے لئے اپنی زندگی کا نمونہ ہمیشہ کے لئے چھوڑ جائیں تفصیل کا موقع نہیں مختصراً اور اجمالاً سنئے کہ قرآن کریم نے کون کون سے انقلابی کارنامے سرانجام دیئے

عقائد اور انسانی فکر و اجتہاد

قرآن سے پہلے اقوام عالم کے عقائد عقل و فطرت کے مطابق نہ تھے ان کا تمام تر انحصار فرضی و وہمی باتوں اور تقلید و پیروی پر تھا اور مذہب کا یہی وہ پہلا مرحلہ تھا جس میں قومیں ٹھوکریں کھا رہی تھیں قرآن نے عقائد میں عقل و فطرت کے مطابق تعلیم دی عقل و نقل کو ہم آہنگ کیا، غور و تحقیق کی انسانوں کو آزادی دی اور اس بارے میں اندھی تقلید و پیروی اور باپ دادا کی پیروی کو حرام ٹھیرایا بلکہ شرک قرار دیا اور یہود و نصاریٰ پر ٹوکا۔

اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابا من دون اللہ | عیسائیوں اور یہودیوں نے خدا کو چھوڑ کر اپنے احبار و رہبان کو خدا بنا لیا ہے

یعنی انہوں نے اپنے دین و مذہب کے معاملہ کو کلیتہً اپنے مذہبی پیشواؤں پر چھوڑ کر اپنی عقل و فکری قوتوں کو معطل و ناکارہ بنا لیا ہے، بطور خود دین کا فہم اور عقائد کی سمجھ بوجھ اللہ کی کتاب سے حاصل نہیں کرتے اندھا دھند ان کے اقوال و آراء کی تقلید و پیروی کرتے ہیں ان کے حرام کئے ہوئے کو حرام اور ان کے حلال کئے ہوئے کو حلال سمجھتے ہیں۔

پس ایمان والوں کو چاہئے کہ وہ اس طرح اپنے علماء و صوفیا کو اپنا رب نہ بنائیں اور عقائد قائم کرنے میں اپنی فکر و اجتہاد سے کام لیں چنانچہ قرآن پاک میں جگہ جگہ غور و فکر نے اور عقل سے کام لینے کی تاکید و ہدایت ہے اور بار بار افلا یتدبرون، افلا تعقلون کی تکرار ہے یعنی ایمان والے کیوں غور و فکر نہیں کرتے اور کیوں عقل و سمجھ سے کام نہیں لیتے۔

آزادی کا اعلان

آج دنیا میں آزادی آزادی کی پکار ہے ہر قوم اور ہر فرد آزادی چاہتا ہے اور جگہ جگہ غلامی و آزادی کی جنگ برپا ہے۔ مگر یہ کوئی نہیں جانتا کہ انسانوں میں یہ آزادی کی تڑپ اور حریت کی لگن آئی کہاں سے دنیا کا کوئی مذہب اور کوئی مذہبی کتاب صحیح معنوں میں آزادی کی حامی نہیں اگر قوموں میں ولولہ آزادی ہے تو فطرتاً اور غلامی کے تلخ تجربات کی وجہ سے یہی وجہ ہے کہ اقوام عالم آزادی کی طلبگار اور غلامی سے بیزار تو ہیں لیکن غلامی و آزادی کا صحیح مفہوم و تعریف ان کے ذہن نشین نہیں۔ زیادہ سے زیادہ لوگوں کے نزدیک آزادی یہ ہے کہ وہ اجنبی و غیر ملکی قوموں کے تسلط و اقتدار سے نجات حاصل کر کے ملکی قانون سازوں اور حکمرانوں کی غلامی کے جوئے کے نیچے اپنی گردنیں رکھ دیں اور نچلے طبقوں کو طاقتور پنجوں کو اپنے اوپر مسلط کرلیں۔ ظاہر ہے کہ یہ آزادی نہیں بلکہ غلامی ہی ہے اور اس بات کا زبردست ثبوت کہ غیر مسلم علمبرداران حریت آزادی و غلامی کا صحیح مفہوم جانتے ہی نہیں، دنیا میں اسلام ہی ایک ایسا مذہب اور قرآن ہی ایسی مذہبی کتاب ہے جس نے انسانوں کو حقیقی آزادی و غلامی سے روشناس کیا حصول آزادی کو فریضہ حیات اور غلامی سے نفرت و بیزاری کو انسانیت کا جوہر قرار دیا چنانچہ قرآن حکیم نے دنیا میں آکر اعلان کیا

ویضع عنھم اصرھم والاغلال التی کانت علیھم | اور اللہ کا آخری نبی قرآن لیکر دنیا میں اسلئے آتا ہے کہ انسانوں کو خلاف فطرت بوجھوں، مشقتوں اور غلامیوں سے آزاد کردے"

اس آیت کریمہ میں غلامی کی تعبیر اصر اور غل سے کی گئی ہے یعنی غلامی کی دو قسمیں ہیں سیاسی غلامی و مذہبی غلامی یا روحانی غلامی و جسمانی غلامی، اسلام ان دونوں قسم کی غلامیوں کو ختم کر کے انسانوں کو آزاد کرنا چاہتا ہے سیاسی رنگ میں بادشاہوں حکمرانوں اور قانون سازوں، مذہبی رنگ میں مولویوں پیروں پنڈتوں پادریوں اور پجاریوں اور اقتصادی رنگ میں سود خوار مہاجنوں، مکار دولتمندوں اور عیاش مقتدر امیروں کی غلامی کو مٹا دیتا ہے کسی کی غلامی کسی بھی رنگ میں گوارہ نہیں کرتا اور انسانوں سے کہتا ہے یا ایھا الناس اعبدوا ربکم اے لوگو صرف اپنے رب کی

عبادت و غلامی کرو۔ انسان انسانوں کی غلامی کے لئے نہیں بلکہ صرف اپنے رب کی غلامی کے لئے ہے۔

ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ (آل عمران)	اور ہم میں سے ایک ایک کو اپنا رب نہ بنائے خدا کو چھوڑ کر

اور چھوٹے بڑے انسان تو کس گنتی میں ہیں قرآن نے تو انبیا علیہم السلام تک کو یہ حق نہیں دیا کہ وہ لوگوں سے اپنی غلامی و اطاعت کرائیں۔

کونوا عبادا لی من دون اللہ	خدا کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ اور
ولا یامرکم ان تتخذوا الملٰئکۃ	وہ (خدا) یہ حکم نہیں دیتا کہ فرشتوں
والنبیین اربابا	اور نبیوں کو رب بناؤ۔

الغرض قرآن نبیوں، ولیوں، عالموں، درویشوں، بادشاہوں اور جابر کسی کی بھی غلامی کا روادار نہیں اس کا کہنا یہ ہے کہ سب انسانوں کی غلامی کا طوق اپنی گردنوں سے اتار کر صرف اللہ واحد کی غلامی و عبدیت میں آجاؤ وہ نبیوں کی غیر مشروط عبادت ضرور کراتا ہے مگر ساتھ ہی یہ بھی کہتا ہے ومن یطع الرسول فقد اطاع اللہ جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے درحقیقت اللہ کی اطاعت کی کیونکہ وما ینطق عن الھوٰی وہ اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتا صرف اللہ کا حکم سناتا اور اسی کی اطاعت کراتا ہے۔

اب یہ انسانوں کی سفاہت و بے عقلی اور خود فراموشی و نادانی ہے کہ وہ مختلف حیلوں بہانوں، تاویلوں، اور مجبوریوں سے اپنے جیسے انسانوں کی غلامی و اطاعت کرتے ہیں ؎

آدم از بے بصری بندگیٔ آدم کرد گوہرے داشت ولے نذر قباد و جم کرد
یعنی از خوئے غلامی ز سگاں خوار تر است من ندیدم کہ سگے پیش سگے سر خم کرد

آزادی و غلامی کے متعلق قرآنی نظریہ

قرآن پاک اپنے نفس کی غلامی اور رسم و رواج کی پابندی کو بھی مٹانا چاہتا ہے وہ اس ترقی اور آزادی کا حامی نہیں جو حکمران عطا کریں بلکہ آزادی وہ ہے جو خالق کائنات کی طرف سے عطا ہو۔ اسی طرح قرآن کے نزدیک غلامی یہ نہیں کہ ایک ملک یا ایک قوم پر کوئی دوسری قوم یا دوسرا ملک مسلط ہو جائے بلکہ غلامی یہ ہے کہ انسان خود اپنے نفس اپنے اہل و عیال اپنے خاندان، اپنی قوم اور اپنی دولت کا غلام ہو جائے ؎

خرید سے نہ جس کو وہ اپنے لہو سے مسلماں کو ہے ننگ وہ بادشاہی

دنیا کی تمام قوموں نے صرف سیاسی و اقتصادی غلامی کو غلامی سمجھ رکھا ہے مگر قرآن مبین کے نزدیک ہر غیر اللہ کی غلامی انسانیت کی تحقیر اور بدترین غلامی ہے خواہ وہ غیر اللہ اپنا نفس ہی کیوں نہ ہو۔ قرآن اس آزادی کو آزادی ہی نہیں سمجھتا جو ہر فرد و بشر کو شتر بے مہار بنا دے اور جس کے لئے انسان آج مر جا رہے ہیں ؎

اس قوم کی ہو شوخئی اندیشہ خطرناک جس قوم کے افراد ہوں ہر بند سے آزاد

قرآن کو محض وہ ترقی اور آزادی مطلوب ہے جو اسلام کے ذریعہ حاصل کی جائے اور جس کی بنیاد اس اعتقاد پر ہو کہ مسلم خدا کے سوا کسی کا محکوم نہیں ؎ پیش فرعونے سرش افگندہ نیست تا سوی اللہ را مسلماں بندہ نیست

قرآن اور توحید و شرک

تاریخ انسانی بتاتی ہے کہ تمام نوع انسانی کے اندر ایک بلند و بالا ہستی کا اقرار و اعتراف تو موجود رہا ہے کہ اس کا احساس وجدانی طور پر فطرت انسانی کے اندر موجود ہے لیکن گوناگوں اسباب و اثرات فطرت انسانی پر قسم قسم کے پردے ڈالتے اور اسے کچھ سے کچھ بنا دیتے رہے اور یہ فطری تصور اقوام و مذاہب نے قسم قسم کے پردوں اور لباسوں میں گم کر کے رکھ دیا اور خود ساختہ و خیالی معبودوں کے پجاری بن گئے۔

چونکہ خدا کی ہستی کا اقرار تمام قوموں میں ہے اسلئے قرآن نے اس پر چنداں زور نہیں دیا جس چیز پر تمام زور بیان صرف کیا گیا ہے وہ توحید ہے۔ یہ اسلام کے مختصات میں سے ہے دوسرے مذاہب میں یا تو سرے سے توحید ہے ہی نہیں یا ہے تو ناقص اور کامل نہیں مطلق توحید درحقیقت تمام مذاہب میں پائی جاتی ہے مشرک قومیں بھی قادر مطلق ایک ہی ذات کو مانتی ہیں ان کی گمراہی اور غلطی اور غلط فہمی یہ ہے کہ وہ مظاہر اور صفات کو متعدد کہتی اور مانتی ہیں یعنی وہ شرک فی الصفات کی مرتکب ہیں مثلاً عیسائیوں کی تثلیث اور آریوں کی پرماتما جیو اور پرکرتی کی قدامت۔ اس باب میں قرآن اور اسلام کی جو خصوصیت ہے وہ یہ ہے کہ اس نے توحید کو کامل اور ہر قسم کے شائبوں سے پاک کر دیا۔ توحید کامل کے یہ معنے ہیں کہ جس طرح خدا کی ذات میں کوئی شریک نہیں اسی طرح اس کی صفات میں بھی کوئی شریک نہیں عبد و معبود اور خدا اور بندہ کی عبادت اور راز و نیاز میں کسی کو دخل نہیں۔ خدا اور بندے کے درمیان وسیلے، واسطے اور ذریعے قائم کرنا حماقت ہے۔ ہماری تمام حاجتوں، تمام ضرورتوں، تمام امیدوں، تمام اغراض اور تمام خواہشوں کا مرکز ایک اسی کی ہے۔

ایاک نعبد وایاک نستعین ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں" ادعونی استجب لکم اے لوگو (بلا واسطہ) مجھے پکارو میں تم کو جواب دوں گا۔

دنیا میں جتنے بھی نبی اور رسول آئے ہیں ان کی پکار یہی ہے۔

فارسلنا فیھم رسولا منھم ان اعبدوا اللہ ما لکم من الٰہ غیرہ افلا تتقون	پس ہم نے انسانوں میں ہی سے رسول کو بھیجا کہ صرف اللہ کی عبادت کرو تمہارے لئے اس کے سوا کوئی معبود نہیں تو پھر تم کیوں نہیں (شرک سے) بچتے۔

اسلامی اعتقادات و احکام کا مرکز

اس سلسلہ میں قرآن کریم نے جو اولین پیغام نوع انسانی کو دیا وہ لا الٰہ الا اللہ ہے اس کلمے کے دو حصے ہیں ایک سلبی یعنی اس کا یقین کہ دنیا میں کوئی طاقت بھی ایسی نہیں جسے آقا، مالک، حکمران اور مربی تسلیم کیا جائے جس کی غلامی اختیار کی جائے اور جسے حاجات کا قبلہ مقصود بنایا جائے۔ یہ نفی کا پہلو ہے یعنی پہلے سے ذہن میں جو کچھ ہو اسے مٹا دینا جب ذہن یوں صاف ہو جائے تو پھر اس میں اللہ کا تصور بٹھایا جائے اور اعمال کی ایک نئی عمارت کھڑی کی جائے یہ ایجابی پہلو ہے کہ تمام قوموں کے انکار کے بعد صرف معبود حقیقی کی غلامی اختیار کی جائے تمام ذہنی فرضی وہمی اور خیالی معبودوں اور توتوں کو راستے سے ہٹا کر خدا اور بندہ کا براہ

راست تعلق پیدا ہو جائے یہ "لا" اور "الا" ہی اسلامی اعتقادات و احکام کا محور و مرکز ہے ؎

ملت بیضا تن و جاں لا الہ — ساز ما را پردہ گرداں لا الہ
لا الہ سرمایۂ اسرار ما — پردہ بند از شعلۂ اذکار ما

انسانی زندگی پر توحید کا اثر

لا الہ الا اللہ کا اقرار مسلم کی جرأت اور قوت کا منبع ہے تمام اعمال و افکار کو اسی مرکز سے قوت پہنچتی ہے۔ یہ کلمہ انسان کو اس کے اصلی مقام و مرتبہ سے واقف و آگاہ کرتا ہے اس میں انتہا درجے کی خودداری اور عزت نفس پیدا کرتا ہے اس لئے کہ اس پر اعتقاد رکھنے والا جانتا ہے کہ انسان تمام مخلوقات کا آقا ہے تمام مخلوقات سے اشرف ہے کائنات میں کوئی چیز ایسی نہیں جس کو انسان اپنا معبود بنائے کسی کے آگے جھکے کسی سے اپنی حاجت برآری کی امید رکھے اور کسی سے نفع و نقصان کی امید رکھے۔ صرف ایک خدا ہی حاجت روا مشکل کشا اور تمام طاقتوں کا مالک ہے اس کے سوا کوئی نفع و نقصان پہنچانے والا نہیں، موت و حیات، عزت و ذلت سب کچھ اسی کے ہاتھ ہے بس اس کی گردن کسی مخلوق کے سامنے نہیں جھک سکتی۔

آنکہ ذاتش واحد است و لا شریک — بندۂ اش ہم در نسازد با شریک
مومن بالائے ہر بالا تری — غیرت او بر نتابد ہمسرے

دنیا کی ہر چیز مومن و موحد کے لئے ہے مگر خود وہ سوائے اللہ کے اور کسی کے لئے نہیں۔ قل ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین اے نبی فرما دیجئے کہ میری نماز میری قربانی اور میری زندگی و موت (سب کچھ) اللہ پروردگار عالم کے لئے ہے: وسخر لکم ما فی الارض جمیعا اور مسخر کر دیا تمہارے لئے زمین میں جو کچھ ہے۔ پس مومن کو یاد رکھنا چاہئے ؎

نہ تو زمیں کے لئے ہے نہ آسماں کیلئے ؛ جہاں ہے تیرے لئے تو نہیں جہاں کیلئے

لا الہ الا اللہ کے اعتقاد کی رو سے کسی ایک انسان یا مجموعہ افراد کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ بذات خود یا کسی کے بنانے سے انسانوں کے حکمران اور قانون ساز بن جائیں

الا لہ الخلق والامر	ہاں اسی کے لئے ہے پیدا کرنا اور حکم دینا
ان الحکم الا للہ	حکومت صرف خدا کی ہے۔
ولم یکن لہ شریک فی الملک	اس کی سلطنت میں کوئی شریک نہیں ؎

سروری زیبا فقط اس ذات بے ہمتا کو ہے ؛ حکمراں ہے اک وہی باقی بتان آذری

ذرا غور فرمائیے قرآن عزیز نے کیونکر انسان کو کائنات کا سرتاج بنایا ہے اس کے درجے کو کہاں تک بلند کیا ہے شرک کی کیسی بیخکنی کی ہے اور توحید کی حقیقت کو کس جامعیت اور کاملیت کے ساتھ واضح کیا ہے۔

منصب نبوت

انسانوں کی ہدایت اور رہبری کے لئے جو مقدس اور برگزیدہ ہستیاں ابتدا سے تمام ملکوں اور قوموں میں آتی رہیں ان کے متعلق ہمیشہ قومیں افراط و تفریط میں مبتلا رہی ہیں یا تو ان کا انکار کیا اور مخالفت و دشمنی پر کمربستہ رہے یا خدا بنا کر رہے اگر ذرا کچھ عقل و سمجھ سے کام لیا تو خدا کا مثل اور مثیل ٹھیرایا آج بھی دنیا کی قومیں اسی افراط و تفریط میں مبتلا ہیں قرآن عظیم نے اس منصب عظیم کی صحیح حیثیت و عقیدت تمام ان کے متعلق تمام گمراہ کن خیالات و عقائد کو مٹایا اور بتلایا۔

نبوت خدا کا عطا کیا ہوا ایک منصب ہے وہ جس کو چاہتا ہے دیتا ہے انبیا نہ خدا ہیں نہ خدا کے قبیل ہیں نہ اوتار نہ خدا کے بیٹے اور نہ رشتہ دار بلکہ وہ بشر ہیں۔ جب عرب والوں نے تعجب کیا اور کہا ابشرا رسولا یعنی کیا بشر رسول؟ کیا بشر بھی رسول ہو سکتا ہے۔ ان کے نزدیک بشریت اور رسالت دو متضاد چیزیں تھیں۔ قرآن نے ان کے جواب میں کہا ہاں ہاں!! بشر رسول اس میں اچنبھے کی کیا بات ہے۔

قل انما انا بشر مثلکم۔ کہہ دے اے پیغمبر میں بھی تمہاری طرح بشر ہوں
ھل کنت الا بشرا رسولا۔ میں نہیں ہوں مگر بشر رسول۔

جن نام نہاد مسلمانوں کی سمجھ میں ابتک نبوت کی حقیقت نہیں آئی وہ اتنی سی بات پہ لڑتے ہیں اور مشرکین مکہ کی طرح آستینیں چڑھا کر کہتے ہیں۔ ہیں رسول اور ہمارے جیسا بشر ناممکن ہے، کفر ہے اور یہ ہے اور وہ ہے ایسے عالم نما جاہل اس سے آگے کی بات نہیں سنتے اور الٹی کہے جاتے ہیں۔

نبی ہوتے تو بشر ہی ہیں مگر اپنے کمالات اور اوصاف و خصائص کے اعتبار سے تمام انسانوں سے مافوق ہوتے ہیں تمام مراتب علمی و عملی ان پر ختم ہو جاتے ہیں ان سے آگے انسانی کمال کا کوئی درجہ و مرتبہ ہی نہیں صرف خدا کی ذات ہے وہ خدا سے ہم کلام ہوتے ہیں ان پر خدا کی طرف سے وحی نازل ہوتی ہے وہ بیگناہ اور معصوم ہوتے ہیں، ان کے ہاتھوں خدا تعالےٰ کے اذن و اشارہ سے معجزات ظاہر ہوتے ہیں وہ لوگوں کے لئے نیکی و عبدیت الٰہی کا نمونہ ہوتے ہیں۔ ان کی عزت و تعظیم اور اطاعت و فرمانبرداری تمام انسانوں پر فرض ہوتی ہے ان کی اطاعت خدا کی اطاعت ان کی توہین خدا کی توہین اور ان کی دشمنی خدا کی دشمنی ہوتی ہے باوجود ان سب باتوں کے وہ خدا کے کارخانے میں بالذات کسی چیز کے مالک و مختار نہیں ہوتے نیز قرآن پاک نہایت بلند آہنگی، نہایت صفائی، نہایت وضاحت اور نہایت قطعیت کے ساتھ ثابت کرتا ہے کہ جو چیزیں بشریت سے بالاتر ہیں وہ پیغمبر میں نہیں ہوتیں۔

قل لا اقول لکم عندی خزائن اللہ ولا اعلم الغیب ولا اقول لکم انی ملک ان اتبع الا ما یوحی الی (انعام)	اے پیغمبر ان لوگوں سے کہہ دیجئے کہ میں یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس خدا کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب جانتا ہوں اور نہ میں یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں، میں تو اس حکم پر چلتا ہوں جو میری طرف وحی کیا جاتا ہے۔
قل لا املک لنفسی نفعا ولا ضرا الا ما شاء اللہ ولو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر وما مسنی السوء ان انا الا نذیر و بشیر لقوم یومنون (اعراف)	اے پیغمبر ان لوگوں سے کہہ دیجئے کہ میرا ذاتی نفع و نقصان بھی میرے اختیار میں نہیں ہاں خدا جو کچھ چاہتا ہے وہ ہوتا ہے اور اگر میں غیب کی بات جانتا تو اپنا بہت سا فائدہ کر لیتا اور مجھ کو گزند نہ پہنچتا میں تو خوشخبری دینے والا اور خوف دلانے والا ہوں ان لوگوں کے لئے جو ایمان لائے ہیں۔

یہ ہے انبیا علیہم السلام کے متعلق اعتدال و توسط کی راہ جسے قرآن حکیم نے بتلایا اور سمجھایا ہے۔ دوسرے مذاہب نے الوہیت و نبوت کو گڈمڈ کر دیا تھا، خدا اور بندہ میں کوئی فرق و امتیاز معنوی اعتبار سے نہ رکھا تھا۔ خدا اور خلق کی صفتوں اور خدا و بندہ کے باہمی تعلق کو واضح کرنے کے لئے جو مادی اور خیالی تشبیہیں

تمثیلیں مذاہب نے دی تھیں ان مذاہب کے معتقدوں نے خدا کو چھوڑ کر ان تشبیہوں اور تمثیلوں ہی کو خدا سمجھ کر پرستش شروع کر رکھی تھی قرآن نے دنیا میں آ کر اس فریب ضلالت و گمراہی سے انسانوں کو نجات دلائی۔

عذاب و ثواب توحید و نبوت کے بعد تیسرے درجہ پر عذاب و ثواب کا مسئلہ ہے اس کو صحیح طور پر سمجھے اور دل نشین کئے بغیر ایک انسان کی زندگی نیکی و پاکیزگی کے سانچہ میں ڈھل ہی نہیں سکتی۔ اس کے بغیر احساس ذمہ داری ہی پیدا نہیں ہوتا۔ یہ احساس ہی سیرت و کردار کی تعمیر و تشکیل کرتا ہے۔ اس کی اصل حقیقت علامہ شبلی نعمانی یوں بیان فرماتے ہیں:-

جس طرح عالم جسمانیات میں اسباب و علل اور اثر و مؤثر کا سلسلہ ہے اسی طرح یہی سلسلہ روحانیات میں بھی قائم ہے۔ نیک و بد جس قدر افعال ہیں ان کا نیک یا بد اثر روح پر مترتب ہوتا ہے اچھے کاموں سے روح کو انبساط ہوتا ہے برے افعال سے انقباض، آلودگی اور نجاست کی کیفیت پیدا ہوتی ہے اور یہ وہ نتائج ہیں جو اس سے جدا نہیں ہو سکتے۔

غرض اچھے افعال سے جو روح میں سعادت کا اثر ہوتا ہے اور برے کاموں سے جو شقاوت حاصل ہوتی ہے اسی کا نام عذاب و ثواب ہے۔

اسلام نے عذاب و ثواب کے متعلق عام طور پر اگرچہ بیان کا وہی پیرایہ اختیار کیا ہے جو تمام اہل مذاہب کا تھا اور عام طبائع کے لئے وہی طریقہ ناگزیر بھی تھا۔ لیکن اس باب میں اسلام کو جو ترجیح ہے وہ یہ ہے کہ اسلام نے اصل حقیقت بھی صراحتہً اور کنایتہً ظاہر کی اور یہی خصوصیت ہے جو ہر موقع پر اسلام کو تمام مذاہب سے ممتاز کرتی ہے۔ (الکلام)

مثلاً ارشاد ہوتا ہے۔

کلا لو تعلمون علم الیقین لترون الجحیم	ہاں اگر تم کو علم الیقین ہوتا تو تم دوزخ کو دیکھ لیتے۔

حضرت امام غزالی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:-

ای ان الجحیم فی باطنکم	یعنی دوزخ خود تمہارے اندر موجود ہے۔

عبادت عبادت کے متعلق بھی بہت سی غلط فہمیاں نزول قرآن سے پہلے پھیلی ہوئی تھیں اور اب بھی پھیل رہی ہیں عبادت کا صحیح مفہوم و مدعا لوگوں کے ذہن میں نہ تھا۔ ہدایت الٰہی کی روشنی سے محروم بھٹکے ہوئے انسان اس کو کوئی مقصود بالذات چیز سمجھ بیٹھے تھے، اس کو ایک مشینی عمل بنا لیا تھا اس کی کوئی معقول و سنجیدہ صورت نہ تھی اور نہ اس میں اجتماعی شان پیدا ہوئی تھی اللہ کے عاشق بڑی بڑی تکلیفیں اٹھاتے نفس کشی اور ریاضتیں کرتے تھے۔ مگر لا حاصل۔ یہ گوشہ نشین اور چلہ کش عابد و زاہد تہذیب و تمدن اور عروج و ارتقا کے راستے میں پتھر بنے ہوئے ترقی کی راہیں روکے ہوئے تھے اور تمام مذاہب کی عبادتیں رائیگاں جا رہی تھیں۔

قرآن پاک نے ان غلط فہمیوں اور غلطیوں کو مٹایا انسان کو عبادت کا صحیح تصور دیا۔ ان کو بتلا دیا کہ عبادت تہذیب نفس اقامت دین اور خدمت خلق کے حصول کا ذریعہ ہے اس کی غرض یہ ہے کہ اس پر اخلاقی نتیجہ مترتب ہو اور عابد دنیا میں اللہ کا قانون جاری کرنے اور حکومت الٰہی کو قائم کرنے کے لئے سپاہی و مجاہد بنیں۔

نماز کی نسبت فرمایا:-

ان الصلوٰۃ تنھٰی عن الفحشاء والمنکر۔ نماز فحش اور لغویات سے روکتی ہے نمازی کو بلند اخلاق پاکیزہ سیرت، خوش معاملہ دنیادار، اچھا دیندار، محافظ امن عالم اور اللہ کا سپاہی و مجاہد بناتی ہے۔ ایک نام کے مسلمان کو کام کا مسلمان بنانے کی عملی مشق اور ٹریننگ ہے اور دل و دماغ اور جسم و لباس کی طہارت و پاکیزگی حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔

روزہ کی نسبت فرمایا:-

لعلکم تتقون	تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔

جہاد کے موقع پر بھوک پیاس کو برداشت کر کے دشمنوں کے مقابلہ میں پہاڑ کی طرح ڈٹے رہنا بھوکے ننگوں سے ہمدردی کرنا اور نفس پر غالب آنا سیکھ جاؤ۔

حج کی نسبت فرمایا:-

لیشھدوا منافع لھم	تاکہ اپنے فائدے کی جگہ آئیں۔

مسلمانان عالم میں مذہبی و سیاسی ربط و اتحاد قائم رہے۔ امت مسلمہ کی اجتماعیت روز افزوں ترقی پائے اقطاع عالم کے مسلمان ایک دوسرے سے وقت ضرورت مصیبت کے وقت کام آئیں، تجارتی مفاد حاصل کریں۔ علم و تجربہ میں ترقی ہو اور حاجی اللہ کے گھر کو اپنی آنکھوں سے دیکھ کر روحانی تر و تازگی و شگفتگی حاصل کریں۔ اسی طرح زکوٰۃ کے فوائد بھی بیان کئے۔

قرآن کے نزدیک ضروریات زندگی عبادت میں داخل ہیں

مذکورہ بالا تمام باتوں سے بڑھ چڑھ کر یہ بات ہے کہ قرآن پاک نے ضروریات زندگی کو عبادت میں داخل کیا ہے۔ سیاسی و اقتصادی پروگرام عابدوں اور زاہدوں کو دیکر کسب معاش کو ان پر فرض قرار دیا ہے اور سستی کاہلی اور تمام قلبی بے عملی بے کاری گداگری چلہ بازی اور غلط قسم کے مسئلہ تقدیر و توکل پر ایک کاری ضرب لگائی ہے فکر تعمیر و ایجادی ذوق سے کام لینے اور کائنات عالم پر غور و فکر کرنے کو مومنوں کی پہچان بتلائی ہے:

(اللہ والے نیک اور پاکباز بندے) وہ ہیں جو اٹھتے بیٹھتے اللہ کو یاد کرتے ہیں اور کروٹوں کے بل اور زمین و آسمان کی پیدائش میں غور و فکر کرتے ہیں۔ (آل عمران)

قرآن نے مال و دولت اور تجارت و صنعت کو فضل سے تعبیر کیا ہے۔

ان تبتغوا فضلا من ربکم (جمعہ) دولت کا نام خیر اور بھلائی بھی رکھا ہے وما تنفقوا من خیر (البقرہ) اس کو قیام بھی فرمایا ہے التی جعل اللہ لکم قیاما (النساء) یعنی دولت ہی کے ذریعہ انسان کو قیام و بقاء حاصل ہوتا ہے۔ جو لوگ جائز طریقوں سے تجارتی کاموں وغیرہ کے ذریعہ دولت کماتے ہیں قرآن ان کی تعریف کرتا ہے۔

"اللہ کے بندے وہ ہیں جن کو تجارتی کاروبار اللہ کی یاد سے غافل نہیں کرتے"

وہ اولاد و ازدواج کی خواہش کو صلحاء و مقربین کے خصائص میں شمار کرتا ہے

"اور وہ لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ اے خدا ہماری بیویوں سے اور ہماری اولاد سے ہماری آنکھیں ٹھنڈی کر (فرقان)

اسی تعلیم و ہدایت کی بناء پر صحابہ نے اسلام کی اصل تصویر تھے زندگی کی

عرب کو سُناتا تھا اور خیال کرتا تھا کہ میری داستان قرآن سے زیادہ دلچسپ ہے۔ اسی سوال و جواب کو آیت میں بیان کیا ہے۔

بعض مفسرین نے قَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ قرآن درحقیقت گذشتہ مذاہب کی نقل ہے۔ پچھلے زمانے کے لوگوں نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ محمدؐ نے بھی اُن کی دیکھا دیکھی نقل شروع کردی۔ ہم افسانۂ ماضی کی نقل کو کلام اللہ کس طرح مان سکتے ہیں۔

آیت لِيَحْمِلُوْٓا الخ میں اُس سزا کا بیان ہے جو قیامت کے دن کفار کو برداشت کرنی ہوگی۔ چونکہ کفارِ مکہ خود بھی گمراہ تھے اور آنے والے مسافروں کو بھی اسلام سے روکتے تھے اس لئے ضلال و اضلال گمراہی اور گمراہ کرنے دونوں جرموں کے مرتکب تھے اور دونوں کا وبال ان کو برداشت کرنا ہوگا۔ لیکن اس سے یہ ہرگز نہ سمجھنا چاہئے کہ جب کفارِ مکہ یا کوئی گمراہ کرنے والا گمراہ ہونے والے کا وبال برداشت کرلیگا تو اصل گمراہ ہونے والا بری ہو جائے گا یہ مطلب ہرگز نہیں۔ بلکہ گمراہ کرنے والوں کی دوہری سزا کا اظہار مقصود ہے کہ ایک تو خود گمراہ ہونے کا وبال ان پر ہوگا دوسرا گمراہ کرنے کا۔ رہا اُن لوگوں کے فعل کا نتیجہ جو بہکانے سے گمراہ ہوتے وہ اپنی سزا خود برداشت کرینگے۔ اُن کا بار کوئی دور نہیں کرسکتا۔ دوسری آیت میں صاف صراحت ہے لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى۔ یعنی کوئی شخص کسی کا بار اپنے اوپر اٹھا کر اُس کو بری نہیں کرسکتا۔ صحیح حدیث میں آیا ہے حضور نبی اللہؐ نے ارشاد فرمایا۔ جس شخص نے دعوت ہدایت دی اُس کو پیروی کرنے والوں کا بھی اجر ملے گا۔ مگر پیروی کرنے والوں کے اجر میں کوئی کمی نہ ہوگی۔ اور جس نے دعوت گمراہی دی تو اُس پر اپنا عذاب ہوگا اور اُن لوگوں کا بھی عذاب ہوگا جنھوں نے اس کی پیروی کی۔ مگر پیروی کرنے والوں کے عذاب میں کچھ تخفیف نہ ہوگی۔ دوسری حدیث میں ہے جس نے گمراہی کا طریقہ نکالا اُس پر اپنا وبال بھی ہوگا اور اُن لوگوں کے گناہ کا بھی وبال ہوگا جو اُس طریقہ پر چلنے والے ہیں۔ لیکن اُس راہ پر چلنے والوں کے مقررہ عذاب میں بھی اس سے کچھ کمی نہ ہوگی۔

يُضِلُّوْنَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ کا مطلب صاحب کشاف و بیضاوی نے اس طرح بیان کیا ہے کہ جو لوگ ناواقف اور انجان ہیں اور اپنے گمراہ ہونے کا بھی اُن کو علم نہیں اُن کو یہ گمراہ کرتے ہیں۔ اس تقریر پر بِغَيْرِ عِلْمٍ کا تعلق ضمیر مفعول یعنی هُمْ سے ہے۔ میرے نزدیک مناسب مطلب یہ ہے کہ بِغَيْرِ عِلْمٍ کو فاعل کی ضمیر سے حال قرار دیا جائے یعنی گمراہ کرنے والے کافر انجان مسافروں کو بلا دلیل اور بغیر کسی عقلی نقلی ثبوت کے گمراہ کرتے ہیں۔ اسلام سے روکنے اور رسول اللہؐ کی تکذیب کرنے کی کوئی عقلی یا شرعی دلیل اُن کے پاس نہیں۔ خواہ مخواہ اپنی جہالت و نادانی سے مسافروں کو بہکاتے ہیں۔

مقصود بیان: اُن کافروں کی کور باطنی کا بیان جن کا نورِ فطرت بُجھ چکا تھا اور قرآن کے بیان کردہ قصص میں جو خزائن ہدایت پوشیدہ ہیں اُن کو وہ نظر نہ آتے تھے۔ اُن کے نزدیک پارینہ غلط حکایات اور قرآنی تصریحات میں کوئی فرق نہ تھا۔ اس آیت سے درپردہ اُن مسلمانوں کو تنبیہ ملنی چاہئے جو قرآن پاک کے اندر موسیٰ علیہ ابراہیم اور دیگر انبیاء کے قصے مکرر پڑھ کر نہایت آسانی سے کہدیا کرتے ہیں کہ کیا بار بار ایک ہی قصہ بیان کیا جاتا ہے۔ قرآن کیا کوئی داستان کی کتاب ہے۔ درحقیقت یہ اُن کی کوتاہ فہمی ہے۔ قرآن داستان نہیں پیام ہدایت ہے۔ ہر جگہ جو قصہ بیان کیا گیا ہے اور جتنا بیان کیا گیا ہے اُتنا بیان کرنا ضروری تھا۔ بیان قصہ سے ترہیب و ترغیب، نیکوں اور بدوں کے نتائج کا اظہار، قانون قدرت کی تصریح، مطالعۂ تاریخ سے اخذِ نتیجہ کا حکم اور بعض دوسرے اسباقِ ہدایت کا درس مقصود ہوتا ہے۔ آیات کے آخر حصہ میں یہ بھی ظاہر کردیا گیا ہے کہ جس طرح گمراہی بُری چیز ہے۔ اسی طرح گمراہ کرنا بھی بُرا فعل ہے۔ گمراہ کرنے والوں پر گمراہ ہونے والوں کے جرم کا وبال بھی ہوتا ہے۔ اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ سے اس طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ گمراہ کرنے والوں کو گمراہ ہونے والوں سے کہیں زیادہ سزا اٹھانی اور عذاب بھگتنا ہوگا۔ کیونکہ ان کے گمراہ کرنے سے جتنے لوگ گمراہ ہوں گے اُن سب کا وبال ان کو بھگتنا پڑے گا۔

قَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتَى اللّٰهُ

ان سے پہلے لوگ بھی دغابازی کر چکے ہیں مگر اللہ کے حکم نے

بُنْيَانَهُمْ مِّنَ الْقَوَاعِدِ فَخَرَّ عَلَيْهِمُ

اُن کی عمارتوں کو جڑوں سے آلیا اور اوپر سے اُن پر

السَّقْفُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ

چھت گر پڑی اور ایسی طرف سے اُن پر عذاب آیا

مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝ ثُمَّ يَوْمَ

کہ اُن کو خبر بھی نہ تھی پھر قیامت کے

الْقِيٰمَةِ يُخْزِيْهِمْ وَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ

دن وہ اُن کو رسوا کرے گا اور فرمائیگا اب میرے وہ شریک کہاں ہیں

الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تُشَاقُّوْنَ فِيْهِمْ ؕ قَالَ الَّذِيْنَ

جن کے بارے میں تم (انبیاء) سے جھگڑا کرتے تھے جن لوگوں کو علم

اُوْتُوا الْعِلْمَ اِنَّ الْخِزْيَ الْيَوْمَ وَ

دیا گیا تھا وہ کہیں گے آج رسوائی اور

السُّوْٓءَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۙ

خرابی کافروں پر ہے

تفسیر کفار مکہ کو اپنی خاندانی وجاہت، قومی عزت، جسمانی طاقت، قبائلی قوت، اور مالی کثرت پر غرور تھا۔ اللہ کے رسول کے احکام کو وہ پائے استحقار سے ٹھکرا دیتے تھے اور اپنی جہالت میں مست تھے اور چونکہ بمصلحت عذاب میں تاخیر تھی اس لئے اُن کی سرکشی و طغیان میں مزید اضافہ ہوتا چلا جاتا تھا اور عذاب الٰہی کی گرفت سے وہ اپنے کو خارج سمجھنے لگے تھے۔ ان آیات میں کافروں کے غرور کا ازالہ اور تاخیر عذاب کی وجہ سے نڈر ہو کر بیٹھ رہنے پر تنبیہ کرنی مقصود ہے۔

ابن کثیر نے بروایت عوفی از ابن عباس اور ابن ابی حاتم نے بروایت مجاہد از ابن عباسؓ بیان کیا ہے اور اکثر مفسرین نے اسکی تائید بھی کی ہے کہ اس آیت میں نمرود اور اس کے ساتھیوں کا ذکر ہے جنہوں نے دو ہزار گز اونچا منارا بنایا تھا تاکہ رب السموات سے جنگ کر سکیں اور منارہ پر چڑھ کر آسمان کی طرف تیر بھی پھینکے تھے مگر انجام کیا ہوا بنا یا بنایا گھر بنیاد سے زمین پر آرہا۔ تمام فوج والے وہیں دب کر مر گئے۔ جس جگہ کو امن و امان کا مقام سمجھا تھا وہی اُن کی ہلاکت و بربادی کا ذریعہ بنا۔ بعض مفسرین کا قول ہے کہ منارہ طوفان نوح کے بہت بعد شہر بابل میں بحکم نمرود بنایا گیا تھا مگر وہ منارہ بخت نصر کی فوج پر گرا اور فوج دب گئی۔ یہ قول خلاف سیاق قرآنی ہے۔

اہلِ تحقیق کا قول ہے کہ آیت کا ظاہری ترجمہ مراد نہیں ہے بلکہ یہ محاورہ کی بات ہے کسی شخص کا منصوبہ اگر پورا نہ ہو سکے اور اُس کی اسکیم برباد ہو جائے تو عام طور پر کہا جاتا ہے کہ اس کا چنا چنایا گھر گر گیا۔ مراد اور قوم نمرود نے بھی حضرت ابراہیمؑ کے مقابلہ کی کافی تیاریاں کیں لیکن کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی۔ جو اسکیم بناتا وہ الٹی اُن کو نقصان پہنچاتی۔ بالآخر اُن کی کوئی مکاری پیش نہ گئی عظیم الشان سلطنت، جلیل المرتبہ تمدن اور رفیع الدرجہ تہذیب تباہ ہو گئی۔ گویا بنا بنایا گھر گر گیا۔ کشاف و بیضاوی نے اسی مطلب کو پسند کیا ہے۔

ایک نکتہ اللہ تعالیٰ نے لفظ لَا يَشْعُرُوْنَ سے عجیب نکتہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ شعور نام ہے حواس سے ادراک کرنے کا۔ احساس اور شعور ایک ہی چیز ہے اسکو علم کا درجہ بلند ہے۔ شرعی اصطلاح میں علم و یقین مترادف الفاظ ہیں۔ گویا جہاں شعور کی حد ختم ہوتی ہے وہاں علم کی حد شروع ہوتی ہے۔ جہاں حواس باطنہ کی رسائی نہیں ہوتی وہاں عقل سے کام لیا جاتا ہے۔ دیکھنے سننے سونگھنے چکھنے اور چھونے کی چیزوں کا ادراک حواس کے ذریعہ سے ہوتا ہے۔ ان کے احساس کو شعور کہا جاتا ہے لیکن جو چیز ان پانچوں اقسام سے خارج ہو وہاں حواس کام نہیں دیتے عقل کام دیتی ہے۔ قوم نمرود کی علمی قوت اور نظری طاقت تو یقیناً آفت رسیدہ تھی اس لئے اُن کو اپنے عقائد و اعمال کی خرابی کا ادراک ہو نہیں سکتا تھا اور اُس عذاب کو وہ جان بھی نہ سکتے تھے جو حواس کی رسائی سے باہر تھا۔ مگر جہاں اُن کے حواس کی رسائی تھی اُس کو بھی وہ نہیں سمجھتے تھے۔ گویا غفلت کا پردہ نہ فقط اُن کی عقل پر پڑا ہوا تھا بلکہ حواس بھی ماؤف تھے۔ محسوس عذاب بھی اُن کو نہ سوجھتا تھا۔ یا یہ مطلب ہے کہ عذاب الٰہی ایسے طریقہ سے اُن پر آیا جو محسوسات سے خارج تھا۔ صرف نظری اور عقلی قوت سے سمجھا جا سکتا تھا اور چونکہ وہ کور باطن تھے محض مادی حواس رکھتے تھے اس لئے وہ طریقۂ عذاب کو نہ سمجھ سکتے تھے۔

حاصل ارشاد یہ ہے کہ گذشتہ مغرور کافروں کو باوجود اُنکی انتہائی طاقت اور بیش از بیش مکاری کے خدا تعالیٰ نے دنیا میں بھی برباد کیا اور قیامت کے دن بھی اُن کو رسوائی سے دوچار ہونا پڑے گا۔ بطور توبیخ و تذلیل خدا تعالیٰ اُن سے فرمائیگا آج وہ کہاں ہیں جن کو دنیا میں تم نے میری الوہیت و ربوبیت کا شریک سمجھ رکھا تھا اور جن کی وجہ سے تم اُن کے معاملہ میں مناظرات اور جھگڑے کیا کرتے تھے۔ آج اُن کو اپنی مدد کے لئے بلاؤ۔ ایک تو خدا کی طرف سے ان کی یہ تذلیل ہوگی۔ اس پر مزید یہ کہ بطور طعن و تشنیع کے اہل علم یعنی انبیاء اولیا علماء عام مومنین اور ملائکہ اُن سے کہیں گے آج عذاب اور رسوائی اُن کافروں کے لئے مخصوص ہے۔ گویا ایک تو واقعی عذاب اور ذلت ہوگی اور اس پر طرہ یہ کہ جن مومنوں کو دنیا میں وہ ذلیل سمجھتے تھے اس روز وہی اہل ایمان اُن پر طعن کرینگے عذاب کی تکلیف اور طعن کی ذلت و رسوائی اُن کو برداشت کرنی پڑیگی۔

مقصود بیان :- تمرد و سرکشی باعث تباہی ہے۔ تاخیر عذاب سے بیباک بنانا نہ چاہیئے طاقت میں بدمست ہو کر انسان اپنے حواس بھی کھو بیٹھتا ہے۔ پھر محسوس نتیجہ بد بھی اسکو سوجھائی نہیں دیتا۔ قیامت کے دن اہل ایمان کافروں کی خلاف شہادت دینگے

الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۪

جن کی روحیں فرشتوں نے ایسی حالت میں قبض کی تھیں کہ وہ خود اپنے حق میں ستم کر رہے تھے

فَأَلْقَوُا السَّلَمَ مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوٓءٍ ۚ

اُس وقت وہ صلح کا پیغام ڈالینگے کہ ہم تو کچھ بُرائی نہ کرتے تھے

بَلَىٰٓ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌۢ بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ○

ہاں ہاں اللہ تمہارے کرتوت سے خوب واقف ہے

فَادْخُلُوٓا أَبْوَابَ جَهَنَّمَ خَٰلِدِينَ فِيهَا ۖ

اب جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جن کے اندر ہمیشہ ہمیشہ رہوگے

فَلَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِينَ ○

وہ غرور کرنے والوں کا بُرا ٹھکانا ہے

تفسیر یہ آیات سابق سے مربوط ہیں یعنی قیامت کے دن رسوائی اور ذلت اُن مغرور کافروں کی ہوگی جو مرتے دم تک غرور پہ جمے رہے۔ آثار موت ظاہر ہونے سے پہلے تمنا ۔ تب لذا اشرک وکفر پر اڑا رہا لیکن مرنے کے بعد اُن کو کچھ بن نہ پڑے گا۔ جس شرک کا دنیا میں جوش وخروش سے اقرار کرتے تھے اُس سے صاف مکر جائینگے اور نہ فقط شرک سے انکار کر جائینگے بلکہ ہر بدی کے اعتراف سے گریز کر گئے۔ مگر یہ انکار فضول ہوگا ملائکہ شہادت دینگے کہ تم جھوٹے ہو۔ اللہ تمہاری بداعمالی سے خوب واقف ہے۔ پھر جہنم کے اندر مختلف دروازوں سے داخل ہونے کا حکم ہوگا اور ہر ایک چھوٹا بڑا مغرور کافر اپنے اپنے کفر وتکبر کی حیثیت کے موافق دوزخ کے جدا جدا طبقوں میں ہمیشہ کے لئے داخل ہو جائے گا۔

نوٹ:۔ بعض علماء کا قول ہے کہ قیامت کے دن کوئی شخص جھوٹ نہ بول سکیگا خواہ کافر ہو یا مومن۔ بدکار یا نیکوکار۔ اس قول پر آیت میں تاویل کرنی ہوگی اور کفار کے انکار کو صحیح قرار دیتے ہوئے اس طرح کہا جائیگا کہ کافروں کا کفر اگرچہ واقعی ہے مگر اُن کو اپنی بداعمالی کا یقین نہیں اور نہ وہ اپنے مسلک کو خلاف حق سمجھتے ہیں اس لئے قیامت کے دن بھی اُن کا انکار اُن کے خیال واعتقاد کے بموجب صحیح ہوگا۔

مقصود بیان :۔ قبض روح کے وقت تک شرک وکفر پر قائم رہنا نجات سے محروم کر دیتا ہے۔ در پردہ اس سے یہ امر مترشح ہوتا ہے کہ جو لوگ مرنے یا آثار موت ظاہر ہونے سے پہلے توبہ کرلیں تو اُن کی توبہ قابل قبول ہے۔ وغیرہ۔

وَقِيلَ لِلَّذِينَ اتَّقَوْا مَاذَآ أَنزَلَ رَبُّكُمْ ۚ

اور (جب) پرہیزگاروں سے پوچھا جاتا ہے کہ تمہارے پروردگار نے کیا نازل کیا

قَالُوا خَيْرًا ۗ لِّلَّذِينَ أَحْسَنُوا فِي هَٰذِهِ

تو وہ کہتے ہیں اچھی چیز نازل کی۔ جن لوگوں نے دنیا میں بھلائی کی اُن

الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ۚ وَلَدَارُ الْآخِرَةِ خَيْرٌ ۚ

کے لئے بھلائی ہے اور دارِ آخرت تو بہت ہی بہتر ہے

وَلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِينَ ○ جَنَّٰتُ عَدْنٍ

اور پرہیزگاروں کا واقعی اچھا گھر ہے یعنی دوامی جنتیں ہیں

يَدْخُلُونَهَا تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَٰرُ

جن کے اندر وہ داخل ہوں گے اُن میں نہریں جاری ہیں

لَهُمْ فِيهَا مَا يَشَآءُونَ ۚ كَذَٰلِكَ يَجْزِي

جو کچھ وہ چاہیں گے اُن کو وہاں ملے گا اللہ اُن پرہیزگاروں کو

اللَّهُ الْمُتَّقِينَ ○ الَّذِينَ تَتَوَفَّىٰهُمُ الْمَلَٰٓئِكَةُ

ایسا ہی صلہ دیتا ہے جن کی روحیں فرشتے ایسی حالت میں قبض کرتے ہیں

طَيِّبِينَ ۙ يَقُولُونَ سَلَٰمٌ عَلَيْكُمُ ۙ ادْخُلُوا

کہ وہ پاک وصاف ہوتے ہیں فرشتے اُن سے کہتے ہیں السلام علیکم اپنے (نیک)

الْجَنَّةَ بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ○

اعمال کے صلہ میں جنت میں داخل ہو

تفسیر گذشتہ آیات میں کافروں کا احمقانہ قول، جاہلانہ عقائد اور بداعمالی کا تذکرہ کرکے اُن کے نتائج بد کو بیان فرمایا تھا چونکہ ہدایت وتبلیغ کی تکمیل صرف تنبیہ اور ترہیب سے ہی نہیں ہوتی بلکہ ترغیب وتبشیر بھی لازم ہے۔ اس لئے ان آیات میں اُن باایمان نیکوکار صالحین کے اجر کو بیان فرماتا ہے جو مرتے دم تک مومن رہتے ہیں۔ قبض روح کے وقت تک اُن کے دل کفر وشرک کی آلائشوں سے پاک صاف دنیوی میل کچیل سے ستھرے اور شوق دیدار الٰہی سے مخمور ہوتے ہیں۔ ان کے ثواب کے تین درجات ہیں۔ اول تو دنیا میں ہی ان کو عوض ملتا ہے۔ عزت حکومت، تسلط، فراخ دستی، خوش حالی، دشمنوں پر فتحیابی وغیرہ۔ غرض ہر قسم کی بھلائی اُن کو نصیب ہوتی ہے۔ دویم قبض روح کے وقت اللہ کے مقرب فرشتے ان کو خوش آمدید کہتے ہیں۔ خوش خلقی اور تہذیب کے ساتھ ان کی

مؤانست کرتے اور دعا و سلامتی دیتے ہیں۔ سوئم دوامی جنت حاصل ہوتی ہے جس کے اندر اُن کی تمام خواہشات کی تکمیل کی جاتی ہے۔ لباس طعام، سکونت جنتی لوازم اور دیگر محسوس خواہشات تو پوری ہی کیجاتی ہیں۔ ان کے علاوہ بھی وہ جو کچھ چاہتے ہیں اُن کو دیا جاتا ہے لیکن اجر الٰہی حاصل کرنے کے لئے تقویٰ کی ضرورت ہے۔ متقیوں کو یہ نعمتیں نصیب ہوتی ہیں۔ جس قدر تقویٰ ہوگا اُسی قدر اجر ملے گا۔ شرک و کفر سے تقویٰ کبیرہ گناہوں سے تقویٰ، تمام معاصی سے تقویٰ، ہر اُس چیز سے تقویٰ جو یادِ الٰہی سے غافل کرنے والی ہے۔ پھر اس سے بھی آگے بڑھ کر غیر اللہ کے خیال سے تقویٰ اور آخر میں ذات الٰہی یا صفات خداوندی میں کامل استغراق اور اپنی ہستی کو بھی فراموش کر دینا۔ یہ تمام مراتب تقویٰ ہیں۔ آدمی جس مرتبہ میں ہوگا ویسا ہی اُس کو اجر ملے گا۔ مُتَّقِيْنَ کا لفظ عام ہے تمام مراتب کو شامل ہے

تشریح اجزاء

اَحْسَنُوْا۔ قتادہ نے اسکی تفسیر میں فرمایا مُحْسِنْ وہ لوگ ہیں جو اللہ کو، اللہ کی کتابوں کو اور اُس کے رسولوں کو مانتے ہیں۔ خود اطاعت کرتے ہیں اور دوسروں کو اطاعتِ الٰہی پر آمادہ کرتے ہیں۔ ایک صحیح حدیث میں احسان کی تفسیر حضور ؐ نے خود فرمائی ہے۔ ارشاد فرمایا احسان (کا درجہ) یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اُس کو دیکھ رہے ہو۔ اگر یہ مرتبہ حاصل نہ ہو تو کم از کم اتنا ہونا چاہیئے کہ تم کو یہ یقین ہو کہ اللہ ہم کو دیکھ رہا ہے سَلٰمٌ عَلَيْكُمُ اس کی تفسیر میں کرخی نے فرمایا کہ متقی مؤمنوں کو فرشتے بشارت دیتے ہیں کہ اس کے بعد کوئی ناگوار خاطر امر تمہارے سامنے نہ آئیگا۔ سیوطی نے درمنثور میں امام مالک، ابن جریر اور بیہقی وغیرہم کی روایت کردہ ایک حدیث بیان کی ہے کہ جب کوئی مؤمن بندہ مرنے لگتا ہے تو فرشتہ اُس سے کہتا ہے اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا وَلِيَّ اللّٰهِ تجھ پر اللہ سلام بھیجتا ہے۔

مقصود بیان:- اہلِ ایمان پر لازم ہے کہ اللہ کے بھیجے ہوئے احکام کو اچھا اور مفید ہی کہیں۔ اس آیت سے عبرت حاصل کرنی چاہیئے اُس تعلیم یافتہ کور باطن طبقہ کو جو داعی روشنی کا مدعی ہے اور شریعت کے بعض منصوص احکام کو عملاً منسوخ مانتا ہے اور کہتا ہے ہاں یہ رسول اللہ ؐ کے دور میں ضرور مناسب اور اچھے تھے۔ مگر اس روشنی کے زمانہ میں اس قسم کے قوانین وحشیانہ ہیں۔ زنا کی شرعی سزا، قتل عمد کا قصاص، قوانین سود اور بعض دیگر احکام اُس کی نظر میں قابل استہزاء اور ضرر رساں ہیں۔ لفظ حَسَنَةٌ دلالت کر رہا ہے کہ جو لوگ خدا سے رشتہ جوڑ لیتے ہیں اُن کو خدا تعالیٰ دنیا میں بھی ہر قسم کی خوبی اور بھلائی عطا فرماتا ہے۔ حکومت، عیش، خوشحالی کامرانی، فتحیابی اور عمومی عزت نصیب ہوتی ہے۔ مَا يَشَآءُوْنَ کے لفظ سے ثابت ہوتا ہے کہ جنت میں ہر خواہش پوری کی جائیگی۔ بات یہ ہے کہ انسانی تخیل میں عموماً جو نعمتیں آسکتی تھیں وہ تو قرآن نے مجمل طور پر بیان کر دیں۔ اچھا کھانا، اچھا لباس، اعلیٰ مسکن، بہترین خدام جنسی اقتضائیت کو پورا کرنے کے اعلیٰ ذرائع۔ لیکن خواہشات کا تنوع اور مرغوبات کی رنگا رنگی کچھ تفصیلی حصر سے مانع تھی۔ ہر شخص اور ہر قوم کا مرغوب طبع جدا ہے ہر ایک کی تفصیل ناممکن ہے۔ اس لئے مجمل طور پر فرما دیا کہ جو خواہش ہوگی پوری کی جائے گی۔ كَذٰلِكَ يَجْزِي اللّٰهُ الخ سے ضابطہ الٰہیہ کا بیان مقصود ہے کہ قانون قدرت اور عادت الٰہیہ ہی اس طور پر جاری ہے کہ اہل تقویٰ کو نوازا جاتا ہے۔ اگرچہ نیک اعمال موجب مغفرت نہیں مغفرت محض مشیت الٰہیہ پر موقوف ہے۔ لیکن اُسکی مشیت کا قانون یہی ہے کہ نیک بندوں ہی کی مغفرت کی جاتی ہے اور بدکار کافر نجات سے محروم رہتے ہیں۔ اَلَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الخ سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ گذشتہ زندگی کیسی ہی گذری ہو مرنے کے وقت کا اعتبار ہے۔ خاتمہ کی حالت قابل توجہ ہے۔ آثار موت ظاہر ہونے سے پہلے جو شخص مؤمن رہا وہ مؤمن ہے۔ وغیرہ۔

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ

کیا یہ کافر اسی بات کے منتظر ہیں کہ اُن پر فرشتے آ موجود ہوں

اَوْ يَاْتِيَ اَمْرُ رَبِّكَ ۭ كَذٰلِكَ فَعَلَ

یا تمہارے رب کا عذاب آپہنچے — اسی طرح — ان کے

الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ

اگلوں نے بھی کیا تھا — اُن پر اللہ نے ظلم نہیں کیا

وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝ فَاَصَابَهُمْ

بلکہ وہ خود اپنے اوپر ظلم کرتے تھے — اس کے بعد اُن کے

سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا

اعمال کی بُرائیاں اُن کو پہنچ گئیں — اور جس عذاب کی وہ

كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ ع

ہنسی اُڑاتے تھے وہی اُن پر اُلٹ پڑا

تفسیر

مکہ کے کافر ہٹ کرتے تھے۔ حضور اقدس ؐ نے اپنی صداقت کے ثبوت میں جو معجزات ظاہر فرمائے اُن کی تصدیق نہ کی۔ توحید اور نفی غیر کا جو حکم دیا اُسکو نہ مانا اور یا آخر

تین شبہات وارد کئے۔ پہلا شبہ تو یہ تھا کہ فرشتے تمہارے پاس کیوں آتے ہیں؟ ہمیں کیا معلوم کہ تم سچے ہو یا جھوٹے۔ جو فرشتے تمہارے پاس آتے ہیں ہمارے پاس کیوں نہیں آتے اور ہم سے تمہاری سچائی نہیں بیان کرتے؟ اس شبہ کا جواب ان آیات میں دیا گیا ہے باقی دونوں شبہات کی تفصیل اور اُن کے جواب آیندہ آیات میں آتے ہیں۔

حاصل ارشاد یہ ہے کہ کافروں کو دو باتوں میں سے ایک بات کا انتظار ہے یا تو اللہ کے فرشتے ان کے پاس پہنچیں یا عذاب الٰہی آجائے۔ مگر یہ بات کوئی نئی نہیں ہے۔ اس سے پہلے بھی کفار و مشرکین کا یہی خیال تھا۔ آخرکار اپنی بداعمالی کا نتیجہ بداُن کو بھگتنا پڑا۔

بعض مفسرین کا خیال ہے کہ ملائکہ سے موت کے فرشتے مراد ہیں یعنی کافروں کی طبیعتیں حیلہ جو اور بہانہ طلب واقع ہوئی ہیں جب تک ظاہری طور پر کھلم کھلا کوئی مجبورکن امر ان پر مسلط نہ ہو جائے اُس وقت تک یہ ایمان نہیں لائینگے۔ تاخیر عذاب اور زندگی کی مہلت کی ان کو قدر نہیں بلکہ موت کے فرشتے اگر ان کے پاس پہونچ جائیں اور ان کی جانیں قبض کرنے لگیں یا کسی اور طرح سے عذاب الٰہی ان پر آجائے تو مانیں گے۔ بس ایسے وقت کا انکو انتظار ہے۔ لیکن ایسے وقت کا انتظار لاحاصل ہے۔

ایک شبہہ اور اُس کا ازالہ

آیت کی مؤخرالذکر تشریح پر ایک شبہ یہ وارد ہوتا ہے کہ کافروں کو نہ تو اپنے مرنے کا انتظار تھا نہ عذاب الٰہی کے نزول کا۔ انتظار کسی قابل شوق چیز کا ہوتا ہے۔ اُن کو اپنی ہلاکت کا شوق نہ تھا۔ پھر هَلْ يَنظُرُونَ کے ظاہری معنی کس طرح صحیح ہو سکتے ہیں۔ رہی یہ بات کہ وہ نزول عذاب کا تقاضا کرتے تھے تو یہ استہزا تھا اُن کو عذاب کا یقین ہی نہ تھا۔

اس شبہہ کا ازالہ قواعد بلاغت کے پیش نظر کیا گیا ہے۔ اہل زبان کا قاعدہ ہے کہ اگر کسی اقرار یا انکار کے آثار ظاہر ہوں اور وہ تمام علامات مخاطب میں پائی جائیں جن کی بنا پر اقرار یا انکار ہو سکتا ہے تو باوجودیکہ مخاطب مقر یا منکر نہیں ہوتا مگر آثار و علامات کے اقتضار کے ماتحت اُسکو مقر یا منکر قرار دیتے ہوئے اس طرح اُس سے کلام کیا جاتا ہے جیسے کسی مقر یا منکر سے ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر یوں سمجھو کہ قرآن پاک کی صداقت میں تمام کافروں کو گوناگوں شبہات اور شکوک ہوتے ہیں۔ لیکن کافروں ہی کی فطرت میں ایسے دلائل و براہین موجود ہیں کہ اگر وہ ذرا غور سے کام لیں تو تمام شکوک زائل ہو جائیں اسلئے کافروں کے شکوک کو ہیچ سمجھتے ہوئے سورۃ بقرہ کے آغاز میں فرمایا لَا رَيْبَ فِيهِ یعنی قرآن میں کوئی شک نہیں۔ یا مثلاً کوئی شخص اپنے دشمنوں میں بغیر ہتھیار کے خالی ہاتھ جائے تو کوئی شخص اُس سے کہے بھائی وہاں تمہارے بہت دشمن ہیں دیکھو اُس شخص نے دشمنوں کی موجودگی سے انکار نہ کیا تھا مگر خالی ہاتھ دشمنوں میں جانا دلالت کر رہا تھا کہ اُس کو وجود اعداء سے انکار ہے اس لئے اُس کو تنبیہ کی گئی یہی صورت یہاں ہے۔ کافروں کو موت اور نزول عذاب کا انتظار تو نہ تھا لیکن باوجود کثرت معجزات اور وضوح دلائل کے ایمان نہ لانا اور ٹال مٹول کرنا دلالت کر رہا تھا کہ اُن کو کسی مجبورکن طاقت کی زبردستی کا فرمائی کا انتظار ہے۔ موت کا وقت، آنے کے منتظر ہیں یا نزول عذاب کے طلبگار۔ اُن کے حالات بتا رہے ہیں کہ ابھی اُن کو ایمان اور عمل خیر کی ضرورت نہیں۔ ان کی نظر میں ضرورت کا وقت اگر ہو سکتا ہے تو یا موت کا یا نزول عذاب کا۔

مقصود بیان:- قانونِ قدرت اور ضابطۂ الٰہیہ ہے کہ عذاب آخرت کے علاوہ دنیوی بربادی و تباہی بھی انسانی اعمال کا نتیجہ ہوتی ہے۔ بدکاری کا وبال دنیا میں ہی برداشت کرنا ہوتا ہے۔ خدا ظالم نہیں۔ کسی کی حق تلفی نہیں کرتا۔ بلکہ آدمی کی بداعمالیاں عذاب کی صورت میں اُسکو خود گھیر لیتی ہیں۔ وغیرہ

وَقَالَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا

مشرک کہتے ہیں کہ اللہ چاہتا تو ہم اور ہمارے باپ دادا

عَبَدْنَا مِنْ دُونِهِ مِنْ شَيْءٍ نَحْنُ وَلَا

اُس کے سوا کسی چیز کی پرستش

آبَاؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ دُونِهِ مِنْ

نہ کرتے اور نہ اُس کے بدون حکم ہم کسی چیز کو

شَيْءٍ ۚ كَذَٰلِكَ فَعَلَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ

حرام کہتے ان سے پہلے لوگوں نے بھی ایسا ہی کیا تھا

فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ ۝

پس رسولوں پر سوا کھول کر پیام پہنچا دینے کے اور کوئی ذمہ داری نہیں

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا أَنِ

ہم ہر قوم میں ایک رسول بھیج کر (یہ کہلا چکے ہیں) کہ اللہ کی

اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ ۖ

عبادت کرو اور بتوں سے بچو

فَمِنْهُمْ مَنْ هَدَى اللَّهُ وَمِنْهُمْ مَنْ حَقَّتْ

تو اُن میں سے بعض کو اللہ نے ہدایت دیدی اور بعض پر گمراہی

عَلَيْهِ الضَّلٰلَةُ ؕ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا

ثابت ہو گئی ذرا چل پھر کر ملک میں دیکھو

كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ○ اِنْ تَحْرِصْ

کہ جھٹلانے والوں کا انجام کیا ہوا (اے محمد) اگر اُن کو ہدایت

عَلٰى هُدٰىهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ يُّضِلُّ

پر لانے کی حرص بھی کرو تب بھی اللہ جس کو گمراہ چھوڑ دیتا ہے اُسکو ہدایت نہیں دیتا

وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ○

اور نہ اُن کا کوئی مددگار رہے

تفسیر اہل شرک دینی حقانیت اور رسول پاک کی نبوت کے ابطال کے لئے مذکورہ بالا شبہہ کے علاوہ دو شبہات اور بھی وارد کرتے تھے۔ لیکن دونوں شبہات کا استنباط ایک ہی دلیل سے تھا نہایت پُر زور طریقہ سے بطور استہزاء (بہ قول امام رازی) کہا کرتے تھے کہ یہ امر تو مسلّمہ ہے کہ خدا کی مشیت کے بغیر کوئی کام نہیں ہوتا۔ اس لئے ظاہر ہے کہ ہم حق پر ہیں۔ کیونکہ اگر خدا چاہتا تو ہم اور ہمارے اسلاف کبھی بت پرستی نہ کرتے اور نہ اُن اُمور کو حلال قرار دیتے جن کو تم اور تم جیسے دیگر اشخاص حرام قرار دیتے ہیں۔ اگر ہمارا مسلک حق اور خدا کی مرضی کے موافق نہ ہوتا تو چونکہ وہ مختار کل اور مالک ہے اس لئے یہ افعال ہم سے صادر ہی نہ ہونے دیتا۔ پس جب ہم اُس کی اختیار و ارادہ سے ایک کام کر رہے ہیں تو اُس کو خدا کی ناراضگی کا سبب بتانا غلط ہے۔ اس کے علاوہ اگر خدا چاہتا تو بغیر رسولوں کے بھیجے ہوئے ہم کو راہ یاب کر دیتا اور ہم نیکوکار ہو جاتے۔ پیغمبر کی ضرورت ہی کیا ہے؟ ان دونوں شبہات کا جواب ظاہر ہے۔ پہلی صورت میں بندۂ عاجز و کم عقل کا اپنے مربی و قادر خدا کے افعال پر اعتراض لازم آتا ہے۔ پھر ارادہ خداوندی اور رضائے خداوندی میں فرق نہ کرنا اس شبہہ کا اصل منشاء ہے۔ ظاہر ہے کہ دنیا میں اعمال و افعال گوناگوں ہو رہے ہیں۔ پس یہ تو ممکن ہے کہ وہ مختلف کام ایک ارادہ سے ہوں، مگر یہ نہیں ہو سکتا کہ دو متضاد کاموں پر رضا بھی ہو جائے۔ مزید براں اگر خدا اپنی مرضی پر لوگوں کو مجبور کرتا۔ خلاف مرضی کوئی فعل نہ ہونے دیتا تو انسانی اختیار سلب ہو جاتا۔ یعنی ختم ہو جاتا۔ نیک بد، خیر شر اور حق و باطل کی تمیز اٹھ جاتی اور چونکہ کفار کا مقصود اس کلام سے حق تعالیٰ کی مشیت کا عموم ثابت کرنا نہ تھا بلکہ نبوت کا انکار اور پیغمبروں کا استہزاء کر کے اُن کی دل آزاری اور

اپنی آزادروی پر کٹ حجتی کے ساتھ قائم رہنا تھا۔ اس لئے اس شبہہ کے جواب سے بحث نہیں فرمائی۔ البتہ دوسرے شبہہ کے جواب کی طرف اشارہ کر دیا اور ضرورت نبوت کی صراحت فرما دی۔ حاصل جواب یہ ہے کہ انسان مجبور نہیں مختار ہے اور اس کو غرض تکلیف پر قائم رکھتا ہے۔ اس لئے پیغمبروں کا ہونا ضروری ہے تاکہ اللہ کے احکام اُن کی معرفت بندوں تک پہنچ سکیں۔ انبیاء کا کام یہ ہے کہ جو حکم خدا کی طرف سے اُن کے پاس آتے، عام لوگوں تک اُن کو پہنچا دیں چنانچہ ہر قوم میں خدا نے پیغمبر بھیجا اور حکم دیدیا کہ توحید پر قائم رہو بت پرستی چھوڑ دو۔ اب جس کی قسمت میں ہدایت تھی وہ راہ یاب ہو گیا اور جس پر گمراہی کی مہر لگ چکی تھی وہ گمراہ رہا۔ خلاصہ یہ کہ اگر مشرکوں کی مراد یہ ہے کہ خدا نے شرک کو مشروع کر دیا ہے تو یہ غلط ہے۔ بالاجماع انبیاء و رسل اُس نے شرک کی سخت ممانعت فرما دی ہے۔ اور اگر مراد یہ ہے کہ اللہ نے اپنی مشیت سے ہر چیز کو پیدا کیا ہے تو یہ صحیح ہے۔ لیکن اس سے کافروں کا مطلب نہیں نکلتا کیونکہ شرک اور بد اعمالی جو بھی کبھی اللہ ہی نے پیدا کیا ہے۔ دوزخ بھی اسی نے بنائی ہے۔ تخلیق اور رضا میں فرق ہے۔ تخلیق سے شرعی ممانعت نہ ہونے پر استدلال کرنا غلط ہے۔ تکذیب انبیاء کرنے والوں کا نتیجہ سب کے سامنے ہے۔ ملک شام اور اطراف عالم میں چل پھر کر دیکھ لو۔

آخر میں اپنے نبی کو خطاب کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ آپ کتنی ہی کوشش اور رغبت خاطر سے ان کو راہ پر لانا چاہیں مگر بے سود ہے اللہ کے علم میں جن کی گمراہی موجود ہے وہ راہ پر نہیں آ سکتا۔ ازلی گمراہوں کی کوئی مدد نہیں کر سکتا۔

مقصود بیان: مشرکین کے شبہات کا ازالہ۔ ضرورت نبوت پر استدلال۔ غرض رسالت کی صراحت۔ مشیت و رضا کے فرق کی طرف ایماء۔ اس امر کی تصریح کہ ہر قوم میں ایک نبی آ چکا ہے۔ ضابطۂ رسالت کوئی جدید نہیں۔ اس بات کی وضاحت کہ تمام انبیاء ایک ہی مقصد کے حامل تھے۔ ہدایت و گمراہی اللہ کے اختیار میں ہے۔ نبی کا کام صرف تبلیغ ہے۔ نبی مختار کل نہیں ہوتا اور نہ کافر کو زبردستی مؤمن بنانا نبی کی قدرت میں ہے۔

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ ۙ لَا

اور وہ اللہ کی بہت سخت قسمیں کھاتے ہیں کہ جو

يَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ يَّمُوْتُ ؕ بَلٰى وَعْدًا

مر جائے گا اللہ اُس کو نہیں اٹھائے گا ضرور اٹھائے گا اُس پر وعدہ

عَلَيْهِ حَقًّا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ

لازم ہے مگر بہتیرے آدمی نہیں جانتے ہیں

لِيُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِيْ يَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ وَلِيَعْلَمَ

(اٹھانے کی غرض یہ ہے) لوگوں پر وہ بات ظاہر کرے جس میں وہ اختلاف

الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰذِبِيْنَ

کرتے تھے اور کافروں کو معلوم ہو جائے کہ واقعی وہ جھوٹے تھے

اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ اِذَآ اَرَدْنٰهُ اَنْ نَّقُوْلَ

جب ہم کسی چیز (کو پیدا کرنے) کا ارادہ کرتے ہیں تو یوں کہہ دیتے ہیں

لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ؏

ہو جا وہ ہو جاتی ہے

تفسیر قریش کا قاعدہ تھا کہ اکثر باتوں پر اپنے آباؤ اجداد یا اولاد یا بتوں کی قسمیں کھایا کرتے تھے لیکن اگر کوئی سخت قسم کھانی ہوتی تو اللہ کی قسم کھاتے اور اللہ کو شاہد بنا کر کہتے کہ مردے دوبارہ زندہ نہ ہوں گے۔ انکار حشر کی کوئی وجہ سوا گمان و قیاس کے اُن کے پاس نہ تھی۔ اُن کو بوسیدہ اور فرسودہ ہڈیوں کا زندہ ہو کر اُٹھنا تعجب انگیز معلوم ہوتا تھا۔ ابو العالیہ کی روایت میں ہے کہ کسی مسلمان کا کسی کافر پر کچھ روپیہ قرض تھا مسلمان نے مطالبہ کیا۔ کافر نے انکار کیا۔ گفتگو کا رد و بدل ہوا مسلمان نے دوران گفتگو میں کہا مجھے روزِ قیامت خدا سے ایسی ایسی امیدیں ہیں۔ کافر نے کہا کیا تجھے خیال ہے کہ گل سڑ جانے کے بعد تو پھر زندہ ہو گا۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں ایسا ہرگز نہ ہو گا۔ مسلمان نے کہا ہاں۔ کافر نے کہا اچھا جب میں دوبارہ زندہ کیا جاؤں (اور لامحالہ میرے پاس وہاں میرا مال تو ہو گا) تو تیرا قرضہ ادا کر دوں گا۔ اسی پر ان آیات کا نزول ہوا۔

حاصل ارشاد یہ ہے کہ انکار قیامت بے بنیاد ہے۔ وجود قیامت کا مقتضی موجود ہے اور کوئی عقلی استحالہ بھی نہیں۔ ہم نے اپنے اوپر لازم کر لیا ہے کہ ریزہ ریزہ ہڈیوں کو جمع کر کے دوبارہ زندہ کریں گے۔ وجود قیامت کا فائدہ یہ ہے کہ دنیا میں اکثر باتوں کا اکثر لوگوں کو شبہ رہتا ہے بکثرت آدمی کسی قابل وثوق نتیجہ پر نہیں پہنچتے اور باہم اختلاف کرتے ہیں۔ کوئی اللہ کو مانتا ہے کوئی نہیں مانتا۔ اگرچہ دلائل معجزات اور عقل سلیم کی سہولت سے سب کچھ فیصلہ ہو گیا۔ مگر پھر بھی بہت لوگ عناداً نہیں مانتے اور نخوت و تکبر سے اپنا عقیدہ و خیال نہیں چھوڑتے اس لئے دوسرے جہان کا ہونا ضروری ہے تاکہ جھگڑے چکا کر سچ اور جھوٹ جدا کر دکھایا جائے اور سزا جزا دے کر حق و باطل یقینی بنا دیا جائے۔ رہا یہ شبہ کہ ریزہ ریزہ ہڈیاں کس طرح جمع کی جائیں گی؟ اور کس طرح اُن کو دوبارہ زندہ کیا جائیگا؟ تو اللہ کے لئے یہ بات کچھ مشکل نہیں۔ اُسکو کسی چیز کے پیدا کرنے کے لئے مادہ کی بھی ضرورت نہیں اور جب مادہ موجود ہو تو اُس کی پراگندگی دور کر کے جمع کر لینا اور اُس میں جان ڈال دینا کچھ بھی مشکل نہیں۔ تخلیق اشیاء کے لئے محض اُس کا ارادہ اور مشیت کافی ہے۔ جہاں کسی چیز کے پیدا کرنے کا ارادہ کیا وہ چیز پیدا ہو گئی۔ لہٰذا قیامت کے وقوع سے جب کوئی مانع نہیں اور مقتضی موجود ہے تو پھر اُس کا وقوع کیوں نہ ہو۔

مقصود بیان:۔ وعدۂ الٰہی میں تکذیب نہیں ہو سکتی۔ حشر جسمانی حق ہے۔ حشر جسمانی کے مقتضی کا بیان۔ اللہ کو تخلیق اشیاء کے لئے کسی مادہ اور مدت کی ضرورت نہیں۔ اُس کے حکم کی تاثیر بغیر مادہ کے ہوتی ہے اور زمانی نہیں بلکہ آنی ہوتی ہے۔ فقط اُس کا ارادہ اور فعلی مشیت ہی تخلیق کے لئے کافی ہے۔

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا

جن لوگوں نے مظلوم ہونے کے بعد گھر چھوڑے

ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً

ہم ضرور اُن کو دنیا میں اچھا ٹھکانا دیں گے

وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ

اور آخرت کا ثواب تو بہت ہی بڑا ہے کاش وہ جانتے ہوتے

الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ

(یہ وہی لوگ ہیں) جنہوں نے صبر کیا اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں

تفسیر ان آیات کے سبب نزول میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں۔ ابن عباسؓ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن چھ راسخ الایمان صحابہ کے حق میں نازل ہوئی ہے جن کو کفار قریش غلام سمجھ کر سخت ترین تکالیف دیا کرتے تھے۔ اُن میں خبابؓ، بلالؓ، صہیبؓ اور عمارؓ بھی تھے۔ ان لوگوں نے تنگ آ کر مدینہ کو ہجرت کی تھی۔

بعض کا قول ہے کہ ابو جندل بن سہیلؓ وغیرہ کے حق میں آیت کا نزول ہوا جن کے باپ اور خاندان والے کافر تھے اور مرتد بنانے کے لئے طرح طرح سے ان کو تکلیفیں دیتے تھے۔ مگر انھوں نے تمام مصائب

برداشت کئے - قوی قول یہ ہے کہ آیت کا نزول اُن اشخاص کے حق میں ہوا جنھوں نے ملک حبش کو ہجرت کی تھی۔ اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے وطن چھوڑا اہل وعیال کو خیرباد کہا، مال وجائداد سے دست بردار ہوئے، سفر کی صعوبت اٹھائی اور حق سے منہ موڑا - یہ کل اسّی یا بیاسی آدمی تھے جن میں حضرت عثمانؓ آپ کی بیوی یعنی صاحبزادی حضرت رقیہ اور حضرت جعفر بن ابی طالب وغیرہ بھی تھے - توضیح مقام یہ ہے کہ ہجرت کے معنی ہیں چھوڑ دینا - شریعت میں اس سے مراد ہوتی ہے اپنے اہل وعیال مال ومنال اور گھر بار کو چھوڑ کر ایسے مقام پر چلا جانا جہاں اسلام کے احکام بخوبی آسانی کے ساتھ بلا روک ٹوک انجام دیے جا سکیں حضور اقدس صلعم کے ابتدائی زمانہ میں مکہ کفرستان تھا - احکام اسلامیہ پر عمل کرنے کی آزادی نہ تھی - طرح طرح سے مسلمان ستائے جاتے تھے اسلئے حضور اقدس صلعم نے کچھ مسلمانوں کو حکم دیا کہ حبش کو چلے جاؤ - وہاں کا بادشاہ نجاشی تم کو پناہ دیگا - چنانچہ مسلمانوں کی ایک جماعت مکہ چھوڑ کر چلی گئی - پھر روز بروز مصائب وتکالیف اور کافروں کی طرف سے ایذا رسانی میں اضافہ ہوتا گیا تو حضور صلعم نے مدینہ کو ہجرت کر جانے کی اجازت دی اور خود بھی ایک روز حضرت ابوبکرؓ کو ساتھ لے کر راتوں رات اٹھ کھڑے ہوئے اور تمام مال ومتاع اور گھر بار چھوڑ کر مدینہ کو تشریف لے گئے اور مدینہ پہنچکر اعلان عام فرمادیا کہ جہاں کہیں جو مسلمان ہو اور اُس کے بس میں ہو تو مدینہ کو چلا آئے - فتح مکہ سے پہلے پہلے یہ حکم جاری رہا - لیکن جب مکہ فتح ہوگیا اور مسلمانوں کی حکومت وہاں ہوگئی اور اسلامی قوانین پر عمل کرنے میں مزاحمت کا خطرہ نہ رہا تو حضور صلعم نے فرمادیا - لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ یعنی فتح مکہ کے بعد اب ہجرت کا وجوب نہ رہا البتہ جہاد کا حکم باقی رہا - لیکن اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ ہجرت کا حکم منسوخ ہوگیا - ہاں صرف مدینہ کو ہجرت کرنے کا وجوب جاتا رہا - باقی حکم ہجرت بدستور باقی ہے - جہاں فرائض وواجبات میں مزاحمت ہوتی ہو، حکومت وقت یا برادران وطن اسلامی قوانین پر عمل کرنے سے روکتے ہوں اور مسلمانوں کا جان ومال محفوظ نہ ہو اور دفع کی طاقت بھی نہ ہو وہاں سے ہجرت کر جانا اور کہیں پاکستان میں امن کی جگہ جا کر رہنا ضروری ہے آیت میں بھی کوئی تخصیص نہیں مورد اگرچہ مخصوص ہے - سبب نزول بھی خاص ہے - مگر حکم عام ہے -

آیت میں ہجرت کی دو شرطیں بیان فرمائیں (۱) راہ خدا میں ہجرت ہو - ہجرت سے مقصود محض رضائے الٰہی کا حصول ہو - کوئی دنیوی طمع دامن گیر نہ ہو - صحیحین کی صریح حدیث ہے اَلْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ الخ یعنی اعمال کا مدار نیتوں پر ہے - جو شخص اللہ ورسول کے لئے ہجرت کرتا ہے تو اُس کی ہجرت اللہ اور رسول کی طرف ہوگی - اور جو شخص مال کے حصول یا کسی عورت سے نکاح کرنے کے لئے کرتا ہے تو اُس کی جو نیت ہوگی اُسی کی طرف اُس کی ہجرت ہوگی -

(۲) دوسری شرط یہ ہے کہ مظلوم ہونے کے بعد اُس کی ہجرت ہو - ظلم کا لفظ عام ہے جسمانی ہو یا مالی ہو - مذہبی ہو یا اور کسی طرح کا ہو بہرحال کافروں کی طرف سے جس پر ظلم ہوتا ہو - انہی دونوں شرطوں کی طرف لفظ صَبَرُوْا اور یَتَوَكَّلُوْنَ سے اشارہ فرمایا - مراد یہ ہے کہ جب کفار کا ظلم انتہا کو پہنچ جائے اور صبر کرتے کرتے آدمی تنگ آجائے تو ہجرت کرنے کا ارادہ کرے - پھر ہجرت کرنے کے وقت خالص دل سے اللہ پر بھروسہ ہو - اُسی کی خوشنودی پیش نظر ہو - گویا اَلَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ تشریح ہے وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا کی -

مہاجرین مخلصین کے لئے دو طرح کا اجر بیان فرمایا دنیوی اور اخروی ظاہر ہے کہ جب انسان عیش وآرام سکون وچین گھر بار اور اہل وعیال کو ترک کر کے وادی صعوبت میں قدم رکھتا ہے تو اُس کے دل میں فطری طور پر باقتضاء بشری خطرہ ہونا چاہیئے کہ خدا جانے اب میں جہاں جا رہا ہوں وہاں مجھے ٹھکانا ملیگا یا نہیں - کن کن مصائب سے دوچار ہونا پڑے گا - پھر یہ بھی خیال ہوتا ہے کہ کہیں میری یہ محنت برباد نہ جائے - دنیوی آسائش کو چھوڑ رہا ہوں کہیں خدا اس عمل کو مردود نہ فرمادے اس لئے دونوں خطرات کا دفع کرنا ضروری تھا - پہلے خطرہ کو دور کرنے کے لئے فرمایا ہم دنیا میں اُن کو حیران وسرگردان نہ رہنے دینگے بلکہ اچھی طرح اُن کو ٹھکانا دینگے - ہر طرح کی عافیت وبھلائی عطا کرینگے دوسرے توہم کے ازالہ کے لئے فرمایا - آخرت کا اجر بہترین ہے - حیات جاودانی سرور ابدی اور نعمت غیر فانی ان کو ملے گی -

میں کہتا ہوں کہ ہجرت تین قسم کی ہوتی ہے (۱) ہجرت متعارف جس کا بیان سطور بالا میں ہوگیا (۲) اُن باتوں کو ترک کر دینا جو شرعاً ممنوع ہیں - حدیث صحیح میں وارد ہے صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ مہاجر کون شخص ہوتا ہے ؟ فرمایا جو شخص ہر اُس بات کو چھوڑ دے جسکی ممانعت اللہ نے فرمائی ہے وہ مہاجر ہے - یہ ہجرت پہلی قسم سے زیادہ عام ہے دارالاسلام میں اپنے گھر بیٹھ کر بھی اس ہجرت کا ثواب پا سکتا ہے بشرطیکہ ممنوعات کو ترک کردے - (۳) آدمی اللہ کے سوا کسی غیر کا طالب نہ ہو اور سوا اللہ کے ارادہ کے کسی دوسرے کی مشیت پر نہ چلے یہاں تک کہ اپنے نفس کی خواہش بلکہ اُس کی اُلفت بھی ترک کردے - یہ قسم بلند مرتبہ رکھنے والے اہل تقوٰی کے لئے مخصوص ہے جو آخرت کی لذت وعیش کی آرزو میں دنیا کی تمام مرغوبات کو چھوڑ دیتے ہیں - خواہ وہ مرغوبات شرعاً حرام ہوں یا حلال - شریعت نے

ضروریات کو احکام الٰہی کے مطابق سچائی دیانت داری اور سرگرمی و خوش اسلوبی سے سرانجام دے کو عبادت سمجھتے تھے یعنی قرآنی تعلیم کی رو سے ہر وہ کام جو دین سے متعلق ہو اور دنیا سے، سیاسی ہو یا مذہبی انفرادی ہو یا قومی حکم الٰہی کے مطابق کیا جائے اس کا نام عبادت ہے۔ یہ تمام زندگی پر حاوی ہے۔

عبادت سے خود انسان ہی کو فائدہ پہنچتا ہے

پھر قرآن عزیز نے یہ بھی بتلایا کہ خدا کو بندوں کی عبادت کی کچھ پرواہ نہیں۔ فرمایا جو شخص محنت اٹھاتا ہے تو اپنے ہی لئے اٹھاتا ہے خدا تمام عالم سے بے نیاز ہے نیز فرمایا "جو شخص اچھا عمل کرتا ہے اپنے لئے کرتا ہے اور جو برا کرتا ہے تو اپنے لئے خدا یہ نہیں چاہتا کہ دین میں تمہارے اوپر کچھ دقت پیدا کرے بلکہ وہ یہ چاہتا ہے کہ تم کو پاک کرے اور تم پر اپنی اپنی نعمت کو تمام کرے۔

یاد رکھیے کہ قرآن پاک کی ہدایت کے مطابق انسان کا مقصد حیات عبادت ہے مسلمان کسی وقت کسی حال اور کسی مقام میں بھی اس کی بندگی سے آزاد نہیں ہو سکتے عبادت و بندگی کا مطلب یہ ہے کہ مسلمان دنیا میں جو کچھ بھی کریں خدا کے قانون کے مطابق کریں۔ دنیا کی کاروبار چھوڑ کر شیطان کو شکست کھا کر ماحول سے دب کر حجروں اور خانقاہوں میں بیٹھ کر اللہ اللہ ہی اللہ کرتے رہنا عبادت نہیں ہے بلکہ دنیا کے جھگڑوں بکھیڑوں میں پھنس کر قوانین شریعت کی پابندی کرنا عبادت ہے۔ ذکر الٰہی کا بھی یہ مطلب نہیں کہ آپ ہزار دانہ تسبیح لیکر ہر وقت الحمد اللہ یا اللہ کرتے رہیں بلکہ قرآن کی رو سے اصل ذکر یہ ہے کہ دنیا کے سمندر میں کود پڑو تجارت زراعت صنعت حرفت اور حکومت و سیاست سب کچھ کرو مگر اس ہنگامے میں قدم قدم پر خدا کے حکم کو ملحوظ رکھو تمہاری سازو سامان پر نہ ہو بلکہ اللہ پر ہو۔

حقوق انسانی

حقوق انسانی علم الاخلاق اور اصول تمدن کی جان ہیں اور دنیا کے تمام مذاہب میں کم و بیش پائے جاتے ہیں بلکہ یہ مسائل نازک اور دقیق ہیں اور فطرت شناسی پر مبنی اس لئے ان کو سمجھنے متعین کرنے میں ٹھوکریں کھائیں اور کھا رہے ہیں غلطیاں کیں اور کر رہے ہیں اور آج دنیا جہاں سے غلو کی جڑ ہے قرآنی شریعت نے اس باب میں ایسی نکتہ سنجی اور فطرت شناسی کے ساتھ انسانوں کو ہدایت و رہبری فرمائی ہے جس کی نظیر لانے سے تمام مذاہب قاصر ہیں۔

اس سلسلہ میں سب سے پہلے قرآن نے اپنی ذات کے حقوق بتلائے ہیں ان کی ادائیگی پر زور دیا ہے اور خودکشی اور خلاف فطرت نفس کشی کو حرام قرار دیا ہے ولا تقتلوا انفسکم قتل اولاد (نسل کشی) کو حرام ٹھہرایا ہے ولا تقتلوا اولادکم عورتوں کو آزادی و حقوق دیئے ہیں ان سے حسن سلوک کی تاکید کی ہے نہ ان کو زر خرید لونڈی قرار دیا ہے نہ مردوں پر حاکم بنایا ہے۔ فرمایا ہے

"اور تمہارے لئے خود تمہاری ہی جنس سے جوڑے پیدا کئے تاکہ تم ان کے پاس آرام پاؤ اور تم دونوں میں محبت و پیار پیدا کیا" (روم)

عورت و مرد معاہدہ کے درجے کے رفیق و ہمدم اور شریک زندگی ہیں۔

عورتیں تمہارا لباس ہیں اور تم ان کا (بقرہ) عورتوں پر مردوں کے جو حقوق ہیں اسی قسم کے ان کے حقوق مردوں پر ہیں (بقرہ) مرد جو کمائیں وہ ان کا ہے اور عورتیں جو کمائیں وہ ان کا (نساء)

عورت جاہلیت میں میراث سے بالکل محروم تھی قرآن نے اس کو میراث دلائی۔

باپ ماں اور رشتہ داروں کی وراثت میں عورتوں کا حصہ ہے (نساء) تم کو یہ جائز نہیں کہ زبردستی عورتوں کو وراثت میں لیا اور نہ یہ کہ ان کو روکے رکھو تاکہ جو کچھ ان کو مل چکا ہے اس میں سے کچھ لیلو (بقرہ) اور عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے دو (نساء) اور ان سے معقول طریقے سے معاشرت کرو۔

اسی طرح ازدواج کے فوائد و مقاصد حدود و قیود اور احکام و ہدایات کو قرآن حکیم نے مختلف پیرایوں میں تلقین فرما کر معاشرتی زندگی میں چار چاند لگا دیے ہیں۔ ماں باپ کی خدمت و اطاعت اور حسن و سلوک کی تاکید و ہدایت میں تو قرآن عزیز نے کمال ہی کر دیا ہے :۔

"اور ماں باپ سے نیکی کرنا اور جو کوئی ان دونوں میں سے بوڑھا ہو جائے تو نہ جھڑک ان کو اور نہ ڈانٹ بتا اور ان سے ادب کی بات کر اور ان کے آگے پیار اور عاجزی سے کندھے جھکا اور کہہ کہ اے خدا ان پر رحمت کر جس طرح دونوں نے مجھ کو بچپن میں پالا (بنی اسرائیل)

ماں کے حقوق کو تو قرآن نے بہت ہی زور دیکر بیان کیا ہے :۔ ماں نے اس کو پیٹ میں تکلیف کے ساتھ رکھا اور تکلیف سے جنا (احقاف)

قرآن پاک نے بہن بھائی کو ایک حیثیت دی ہے چچا اور پھوپھی کا ایک مرتبہ رکھا ہے۔ ان کے بعد تمام رشتہ داروں کے فرق مراتب کا لحاظ رکھا ہے اور نہایت دقت و نزاکت کے ساتھ بیواؤں و بیٹیوں کو تو رشتہ داروں سے بھی زیادہ حقوق دیئے ہیں۔ پھر عام جماعت انسانی نیکوکاری خوش خلقی انصاف و رحم دلی اور فیاضی کے ساتھ پیش آنے کا نہایت اصرار و تاکید کے ساتھ حکم دیا ہے۔

قرآن کے قواعد وراثت تمام تر اصول عقلیہ پر مبنی ہیں۔ قرآن کے قانون کے مطابق میت کے تمام رشتہ دار درجہ بدرجہ وراثت سے متمتع ہوتے ہیں اور دولت کی مقدار زیادہ سے زیادہ افراد میں تقسیم ہو کر پھیلتی پھولتی اور الفت و محبت کا باعث بنتی ہے۔

الغرض قرآن مبین نے عقائد۔ جذبات و احساسات عبادات و اخلاق اور معاشرت کے متعلق جو اصول و مسائل تلقین فرمائے ہیں وہ اس قدر عقلی فطری کامل حسین اور اعلیٰ درجہ کے ہیں کہ دنیا کے کسی فلاسفر حکیم اور مقنن کے خیال میں بھی نہیں آ سکتے

دنیا اور انسان کے متعلق قرآنی نظریہ

یہ عالم مادی جو انسان کے گرد و پیش پھیلا ہوا ہے اور یہ دنیا جس میں وہ رہتا ہے اس کے متعلق قرآن کہتا ہے کہ یہ کائنات خود بخود اتفاقی طور پر عالم وجود میں نہیں آگئی اور نہ ہی یہ کارخانہ عالم آپ ہی آپ چل رہا ہے جیسا سمجھتے ہیں سمجھتے رہیں عالم کی حقیقت اور ان کے فہم کو کیا تعلق یہ دنیا خالق ارض و سماء کی ایک منظم اور باضابطہ سلطنت ہے جس نے اس کو بنایا وہی اس کا مالک ہے وہی اس کا اکیلا حاکم۔ لہ الخلق و [illegible]

اسی کی خلق اور اسی کا امر ہے۔

لہ ملک السموات والارض — آسمان و زمین کی بادشاہی اسی کی ہے۔

ولہ ما فی السموات وما فی الارض — زمین و آسمان میں جو کچھ ہے اسی کے لیے مسخر ہے۔

دنیا کا کل نظام اللہ کے ہاتھ ہے وہی تمام امور کی تدبیر کرتا ہے۔ زمین و آسمان کی تدبیر اور ملکیت میں کوئی اس کا شریک و سہیم نہیں۔

لم یکن لہ شریک فی الملک — اس کی سلطنت میں کوئی شریک نہیں

وھو اللہ فی السماء الہ وفی الارض الہ (زخرف) — اور وہی آسمان میں خدا ہے اور وہی زمین میں خدا ہے۔

یہ پوری کائنات اسی کے زیر حکم ہے، کسی کی مجال نہیں کہ اس کے حکم سے سرتابی کر سکے۔ اس دنیا میں انسان فطرتاً خدا کا بندہ اور پیدائشی رعیت ہے بندہ ہونا یا نہ ہونا فطری اعتبار سے اس کی مرضی پر موقوف نہیں چونکہ یہ پیدائشی طور پر خدا کا بندہ ہے اس لئے اسے اپنے علم و عقل اور تجربہ سے کام لیکر اپنے لئے طریق زندگی وضع کرنے کا بھی کوئی حق نہیں یہ کسی چیز کا مالک ہی نہیں اس لئے اسے تصرف کرنے کا بھی حق نہیں اس کا جسم اور اس کی تمام قوتیں اللہ کا عطیہ ہیں اور سب چیزیں امانت ہیں لہذا یہ ان کو اپنی مرضی کے مطابق استعمال کرنے کا حق دار نہیں۔ پس اس کو خود سری خود رائی اور انانیت کو چھوڑ کر صرف اسی علم کا اتباع کرنا چاہئیے جو خدا کی طرف سے آیا اور معاملات زندگی میں انہی حدود کا پابند بنا رہنا چاہیئے جو اس علم نے قائم کیں اسی طریقہ کا نام اسلامی طریقہ ہے اور یہی بندگی و عبدیت ہے اور قرآن انسان سے اسی کا مطالبہ کرتا ہے۔

یا ایھا الناس اعبدوا ربکم الذی خلقکم — اے لوگو اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں پیدا کیا۔

اس سلسلہ میں قرآن مجید کا دوسرا پیغام یہ ہے کہ اے انسانو! تم اپنی پہلی زندگی اور کرم کے ہاتھوں مجبور، ناپاک ہو اور نہ اپنے باپ آدم کے گناہ کے باعث فطری گناہگار۔ بلکہ فطرۃً پاک و صاف اور بے عیب ہو اس کے بعد اگر تم خود اپنی سفاہت و بے عقلی سے اور شرک اور ظلم و معصیت سے اپنے آپ کو نجس و ناپاک اور مستحق عذاب بنا لو تو تمہاری مرضی۔

قسم ہے انجیر کی اور زیتون کی اور طور سینا کی اور اس امن والے شہر مکہ کی کہ البتہ ہم نے انسان کو بہترین اعتدال پر پیدا کیا پھر ہم اس کو نیچے سے نیچے پہنچا دیتے ہیں لیکن وہ جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کئے۔ (سورہ تین)

انسان اپنے عمل کی بنا پر نیک و بد ہوتا ہے

قسم ہے نفس کی اور اس کے ٹھیک بنائے جانے کی پھر ہم نے سمجھ دی اس کو نیکی اور بدی کی تو کامیاب ہے وہ جس نے اس نفس کو پاک رکھا اور ناکام ہوا وہ جس نے اس کو ہلاک کر دیا (شمس)

قرآن کے نزدیک ذات پات کی تقسیم اونچ نیچ چھوت چھات اور قوم و نسل کی بنا پر بزرگی و بڑائی کوئی چیز نہیں بلکہ فساد کی جڑ اور شرارت و تباہی کا پیش خیمہ ہے شعوب و قبائل کو صرف تعارف کا ذریعہ ہیں اس سے زیادہ کچھ نہیں رہی بزرگی و شرافت وہ علم و تقویٰ سے ملتی ہے (الحجرات)

نظریۂ نیابت و خلافت

انسانوں کو قرآن مجید تیسری خوشخبری یہ دیتا ہے کہ اے انسانو تم ساری کائنات میں خدا کے نائب اور خلیفہ ہو اور یہ ساری کائنات تمہارے زیر فرمان کر دی گئی ہے اگر تم اس منصب جلیلہ کو صحیح طور پر حاصل کرنا چاہتے ہو تو اپنی طاقتوں دنیا اور اس کی کسی چیز کو اپنی مالک سمجھ کر خود مختارانہ استعمال نہ کرو بلکہ خدا کی ملک سمجھ کر صرف اس کے قانون کی پابندی میں استعمال کرو ہر چیز کو جو تمہیں حاصل ہے اسے خدا کی امانت سمجھو اور یہ سمجھ کر اس میں تصرف کرو کہ تم کو اس کا پورا حساب آخرت میں اپنے مالک کو دینا ہے۔ ہر حال میں اپنے مالک کے بھیجے ہوئے ضابطہ کے پابند رہو خواہشات کی بندگی میں کبھی شتر بے مہار نہ ہو ظالم اور خائن نہ ہو دنیاوی طاقت کے مقابلے میں راستی اور حق پر قائم رہو خود غرضی نفس پرستی اور قوم پرستی وغیرہ پرستیوں کے بجائے حق پرستی اور بلند تر اخلاقی مقاصد کو اپنے سامنے رکھو اور اپنے نفس پر زبردست اخلاقی انضباط قائم رکھو

اذ قال ربک للملئکۃ انی جاعل فی الارض خلیفۃ — جب تیرے پروردگار نے فرشتوں سے کہا تھا کہ میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں

وھو الذی جعلکم خلائف فی الارض (انعام) — اور اسی نے تم کو زمین میں اپنا خلیفہ بنایا ہے۔

الم تروا ان اللہ سخر لکم ما فی الارض (حج) — کیا تم نے نہیں دیکھا کہ خدا نے جو کچھ زمین میں ہے سب تمہارے لئے مسخر کر دیا ہے۔

والانعام خلقھا لکم (نحل) — اور جانوروں کو تمہارے لئے پیدا کیا۔

وسخر لکم اللیل والنھار والشمس والقمر والنجوم مسخرات بامرہ — اور اس نے رات و دن اور چاند و سورج کو تمہارے لئے کام میں لگایا اور ستارے اس کے حکم سے کام میں لگے ہیں

اسی رکوع میں فرمایا بارش اور اس سے اگنے والی سبزیاں اور درخت تمہارے لئے ہیں اسی نیابت و خلافت کے سبب اللہ تعالیٰ نے آدم اور اولاد آدم کو سب مخلوقات پر عزت و بزرگی بخشی۔ ارشاد ہے "اور تحقیق بلاشک و شبہ آدم کی اولاد کو معزز بنایا۔

انسانوں میں سب سے افضل کون ہے

مذکورہ بالا نظریہ کی رو سے تمام کائنات خدا کا ملک ہے تمام انسان آدم کی اولاد اور خدا کے بندے۔ فضیلت و بزرگی کی بنیاد نسل و نسب مال و دولت اور رنگ و زبان پر نہیں بلکہ اخلاقی پاکیزگی ضابطہ الٰہی کی پابندی اور خدا کے خوف پر ہے جو سب سے زیادہ صلاح و تقویٰ اور عمل والا اور خدا سے ڈرنے والا ہے وہی سب سے افضل ہے اور اسی کو قرآن پر ایمان والی قوم امت مسلمہ کو اپنا امیر بنانا چاہیے تاکہ خدا اور اس کے رسول کے احکام کی صحیح تعمیل ہو نظریۂ خلافت عمل آئے امت واحدہ میں تفرق و انتشار نہ پھیلے اور دنیا میں قرآن اسلام، نیکی رحم انصاف اور علم کی حکومت قائم ہو جائے اور مومنوں کے لئے یہ فتبارک پیدا ہو۔

لھم البشریٰ فی الحیوۃ الدنیا وفی الاخرۃ | ان کے لئے اس دنیا کی زندگی میں بھی بشارتیں ہیں اور آخرت میں بھی۔

مرکزیت و اجتماعیت

قرآن عظیم اپنے متبعین سے وعدہ کرتا ہے کہ اگر تم ایمان و عمل صالح کی حقیقی روح اپنے اندر پیدا کرو تو ہم تمہیں زمین کی خلافت اسی طرح عطا فرمائیں گے جس طرح تم سے پہلے لوگوں کو عطا کرتے رہے ہیں۔“ ایک جگہ ارشاد ہوا۔ ”تم میں سے جو ایمان لائے اور عمل صالح کرتے ہیں ان کو وہ زمین کا بادشاہ بنائے گا۔“ ایک جگہ اس کی تشریح یوں ہے۔ ”جو کوئی عمل صالح کرے گا وہ مرد ہو یا عورت شرط یہ ہے کہ مومن ہو تو ہم اس کو پاکیزہ زندگی بسر کرائیں گے اور جو اچھے کام ان سے عمل میں آتے ہیں ان کا اجر دیں گے۔“

مسلمانوں کا کام اس دنیا میں کیا ہے؟ قرآن کہتا ہے یہ کہ تم دنیا میں لوگوں کو نیکی کی طرف بلاؤ اور برائی سے روکو، قوت و تمکنت حاصل کرو تاکہ اقامت دین کا فرض ادا کر سکو۔ ایک جگہ ارشاد ہے اقیموا الدین ولا تتفرقوا فیہ دین کو قائم کرو اور اس میں اختلاف نہ کرو، مسلمانوں کا نصب العین قرآن یہ بتاتا ہے کہ وہ دنیا سے تمام ظالمانہ و مفسدانہ نظامات کو مٹا کر اسلام کا عادلانہ، امن پرورانہ اور مصلحانہ پروگرام نافذ کرنے کی کوشش کریں۔ اس لائحہ عمل کی رو سے قرآن نے تجویز کیا ہے کہ مسلمانوں کی تمام زندگی مسلسل جد و جہد غیر منقطع سعی و عمل ان تھک کوشش پیہم جہاد اور یکسر سپاہیانہ ہو تاکہ انہیں عزت و وقار کی زندگی حاصل ہو۔

اس نصب العین اور تجویز کی بنا پر قرآن ان کو اجتماعیت و مرکزیت کی تاکید کرتا ہے واعتصموا بحبل اللہ جمیعا سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑ لو۔ اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی رسول کی اور اولوالامر کی“ ایمان اور بے مرکزی و انتشار و افتراق دونوں چیزیں ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتیں مسلمان مرکزیت اور جماعت پیدا کرنے پر اور اس سے وابستہ رہنے پر مکلف ہیں۔ خدا مجبور نہیں اللہ تعالیٰ کو ہجوم مومنین کی ضرورت نہیں اور نہ ایسے عابدوں اور زاہدوں کی ضرورت ہے جو عبادتوں پر عبادتیں کئے چلے جائیں اور دنیا پر کافر و مشرک قابض و متصرف رہیں۔ کافروں کا قانون چلے اور اللہ کا قانون الماریوں میں بند رہے۔ ان کو تو دین کے صف بستہ کربستہ کفن بردوش اور طوفان سے ٹکرا جانے والے منظم و متحد مجاہدوں کی ضرورت ہے

مومن کون ہے؟ جو صرف اللہ سے ڈرے (حق تعالیٰ) اس کا پورا پورا اطاعت گذار ہو۔ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رہے گروہوں میں نہ بٹے ادھر ادھر کرنے نہ بٹے۔ مومن کی زندگی تین چیزوں سے مل کر بنتی ہے خوف خدا اس کی مکمل اطاعت اور متحد ہو کر رہنا تینوں چیزوں کا انحصار اعتصام بحبل اللہ پر ہے۔

یہ ہیں قرآن کے انقلابی و اصلاحی کارنامے جو اس نے دنیا میں سرانجام دیئے اور یہ ہے قرآن کی بنیادی ہدایات و احکام کا خلاصہ۔ ہر شخص اندازہ لگا سکتا ہے کہ قرآن کی تعلیم کتنی شاندار کتنی پاکیزہ کتنی بہترین اور کتنی انقلاب انگیز ہے۔

آج زمانہ ان مسلمانوں کو ڈھونڈ رہا ہے جو قرآنی تعلیم کا عملی نمونہ ہوں مگر وہ نہیں ملتے عہد حاضر کی بھٹکی ہوئی عقل اور سائنس و مادیت کی ماری ہوئی انسانیت قرآن کی دعوت دیکھا اور اس کی ہدایت و رہنمائی اور اس کے آب حیات کے لیے تڑپ رہی ہے مگر قرآن پر ایمان رکھنے والے مسلمان انسانیت کی دستگیری کے لئے نہیں اٹھتے اس امت مسلمہ اس مرکز اس جماعت اور ان مجاہدوں کا کہیں پتہ نہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے خیر الامم کا اعزاز عطا فرما کر اقوام عالم کی قیادت و رہنمائی سونپی تھی۔

دنیا ان مومنوں کو دیکھنا چاہتی ہے جو قرآن کی تعلیمات کا عملی نمونہ ہوں اور تاریخ ان کی منتظر ہے جو قرآن کا دستور حیات لیکر دنیا میں ابھریں اور چمکیں ؎

مشرق ہمہ افسانہ مغرب ز تو بیگانہ ۔ تو وقت است کہ در عالم نقش دگر انگیزی

دنیا کے دو زبردست اور حقیقی انقلاب

یہ دنیا انقلابات و تغیرات کا حیرت انگیز گہوارہ ہے اس کا نام ہی عالم کون و فساد ہے یہاں تعمیری و تخریبی قوتیں اپنا اپنا کام کرتی رہتی ہیں، اقوام و افراد بنتے اور بگڑتے رہتے ہیں آج دنیا میں ہر طرف انقلاب انقلاب کا شور ہے مگر دنیا والے انقلاب کی حقیقت نہیں جانتے اگر جانتے ہیں تو ناقص اور ادھوری ان کے نزدیک قوموں کے غلام و آزاد ہونے کا نام انقلاب ہے یہ انقلاب تو ہے مگر انقلاب کی پوری حقیقت نہیں ان کہنا یہ ہے کہ دنیا والے انقلابات دیکھتے رہے اور دیکھتے رہیں گے مگر انقلابات کی تاریخ میں درحقیقت دنیا میں انقلاب صرف دو ہی ہوئے ہیں جن کی محیر العقول حیرت انگیزی اور اعجوبگی سے دنیا کے تمام حکماء و فلاسفروں کی عقلیں دنگ ہیں۔

ایک انقلاب وہ جو نزول قرآن کے بعد ۲۳ سال میں سرزمین مکہ میں رونما ہوا اور دنیا والوں کو ورطۂ حیرت میں غرق کر گیا۔ یعنی یہ کہ ایک قوم جو دنیا میں سب سے زیادہ جاہل، وحشی اکھڑ ناکارہ مردہ اور ناقابل اصلاح تھی اس کو قرآن نے سب سے زیادہ عالم عاقل مہذب نرم دل، پاکیزہ خو مجسمہ اخلاق اور زندہ و پائندہ بنا دیا۔ جو کچھ نہ تھے ان کو سب کچھ بنا دیا۔ ان کو نیا دل نیا دماغ نئی عقل، نئی زندگی نیا ولولہ نیا عزم نئی قوت نیا نظام اور نئی حکومت بخشی۔

جس وقت تک مسلمانوں میں اسلام کا صحیح نصب العین عبادات کا صحیح مفہوم ایمان و عمل صالح کی حقیقی روح، دنیا اور آخرت کا مومنانہ توازن قرآن کا فہم و عمل اسوہ رسول اللہ کی روشنی و ہدایت صحابہ کا طرز عمل طرز زندگی اور اسلامی مرکزیت و اجتماعیت باقی رہی اس وقت تک وہ زندہ و بیدار اور کامران و حکمران رہے اور جب یہ چیزیں جاتی رہیں خاصۂ بقا سے ناکام نامراد و ذلیل و خوار اور غلام و محکوم ہو گئے

اس کے بعد دوسرا انقلاب یہ ہے کہ قرآن تو موجود ہے مگر مسلمان وہ نہیں رہے جو پہلے تھے، آفتاب ہدایت تو درخشاں و تاباں ہے مگر اس سے مستنیر ہونے والے دل و دماغ نہیں رہے خلافت کی جگہ ملوکیت نے لیکر بادشاہت کی تمام خرابیاں اور گمراہیاں اسلامی کلچر میں داخل کر دیں۔ اسلامی تعلیم کا قالب تو اسلامی ہے مگر روح یکسر عجمی ہو چکی ہے۔ غیر الٰہی نظام ہائے حکومت میں صدیوں رہنے اور سامان تعیش کی فراوانی کی وجہ سے طبائع کا تمام طلب

حافیت کوشی اور مصلحت اندیشی ہو چکی ہیں۔ قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی زندگی
اب عہد کہن کا افسانہ بن چکی ہے علماء دنیا کے حالات اور قوم کی تعمیری و
اسلامی ضرورتوں سے بےخبر درس و تدریس فتویٰ نویسی خطابت کی نمائش
اور لفظی تاویلات کی جنگ میں مصروف ہیں۔ ارباب طریقت و صاحب وجود
اور رہبانیت کے تباہ کن نظریہ کے ماتحت قوت عملیہ کو مفلوج و ناکارہ
کر چکے ہیں اور قوم کے لئے سامان ہلاکت جمع کر رہے ہیں۔ عقلائے و سرائے
رہنمایان ملت یہ رائے دے رہے ہیں کہ زمانہ جدھر چلے تم بھی ادھر
چلو دنیا کی خوشی اور رنج میں شرکت کرو۔ چنانچہ زمانہ مسلمانوں کو تنکے
کی طرح اڑائے لئے پھر رہا ہے جہاں اس کا جی چاہتا ہے پھینک دیتا ہے
جو بات چاہتا ہے ان سے ٹھوکر لگا کر منوا لیتا ہے اسلامی نصب العین اسلامی
پروگرام اسلامی جماعت اسلامی عقائد اسلامی عبادات اسلامی اخلاق
اسلامی معاملات اسلامی فکر و نظر اور اسلامی زندگی سب کچھ کھو بیٹھے
ہیں۔ انفرادی حیثیت سے مسلمانوں کے اندر نہ روح خودی باقی ہے اور
نہ اجتماعی حیثیت سے جذبہ خودی۔ اپنا سرمایہ حیات لٹا کر ان کی نظر سرود
دوسروں پر رہتی ہے۔ افکار و خیالات کی بھیک مانگتے ہیں تو ان سے تعمیر
تنظیم کے طریقے لیتے ہیں تو دوسروں سے اور سوچتے سمجھتے ہیں تو دوسروں
کے دل و دماغ سے۔

دنیا کا یہ دوسرا انقلاب بھی اتنا ہی محیر العقول حیرت انگیز اور عبرتناک
ہے جتنا یہ پہلا تھا۔ معلوم وہ وقت کب آئیگا جب مسلمان پھر لوٹ کر قرآن
اور اسلام کی طرف آئینگے یہ دنیا کا تیسرا انقلاب ہوگا اور اس وقت جاہلیت
حماقت ظلم اور کفر و شرک پورے طور پر شکست کھا جائیگا دنیا اسی کی منتظر ہے۔

باب دوم

قرآن اور دوسرے مذاہب و اقوام

اس باب کا مقصد اپنوں اور غیروں کو یہ بتلانا اور دکھلانا ہے کہ
قرآن حکیم نے غیر مذاہب اور اقوام کے بارے میں کیا روش اختیار کی
ہے! ان کی نسبت کیا کہتا ہے؟ ان کے سامنے کیا چیز پیش کرتا ہے! اس
کا کن کن چیزوں میں دوسروں سے اختلاف ہے۔ قرآنی تعلیمات کے متعلق
غیروں میں کیا کیا غلط فہمیاں پھیلی ہوئی ہیں! غیروں سے اشتراک و تعاون
کی کیا کیا شروط و حدود بیان کرتا ہے اور کس قسم کے معاہدے کرنے کی اجازت
دیتا ہے۔

ان تمام سوالات و مسائل کو بالتفصیل بیان کرنے کی توان محدود صفحات
میں گنجائش نہیں ہم ان میں سے صرف اہمات امور کو بالاختصار پیش کریں گے
اس سلسلہ میں پہلی چیز یہ ذہن نشین کر لیجئے کہ دنیا میں دو قسم کے مذہب
پائے جاتے ہیں ایک الہامی مذاہب اور دوسرے غیر الہامی مذاہب یعنی
وہ جو مختلف زمانوں میں عقلائے زمانہ نے نیک نیتی کے ساتھ بنی نوع انسان
کی خدمت و رہبری کے لئے اپنے علم و عقل اور تجربہ و مشاہدہ سے بنائے
اور اب تک موجود ہیں۔ ہم اس بحث میں نہیں پڑیں گے کہ ایسے خود ساختہ
مذہب کب بنے؟ کس نے بنائے؟ اور کیوں بنائے؟ ہم بالعموم دونوں قسم کے
مذاہب کو اپنے سامنے رکھیں گے۔

اتنی بات اور جان لیجئے کہ تمام مذاہب میں کم و بیش اخلاقی تعلیم یکساں
ہے۔ بری باتیں تمام مذاہب میں بری ہیں اور اچھی باتیں تمام مذاہب میں
اچھی ہیں صرف تفصیلات میں فرق ہے۔ حقوق و فرائض انسانی کی تعیین
میں فکر و نظر کی کوتاہیاں اور عقل کی گمراہیاں ہیں سب مذاہب انسانوں
کو سنوارنا اور درست کرنا چاہتے ہیں۔ بد اخلاقی ظلم و ناانصافی اور شرارت
بدکاری کی تعلیم کوئی مذہب نہیں دیتا۔ ہاں ایسے مذاہب بھی دنیا میں پائے
ضرور جاتے ہیں جن میں بداخلاقی اور بدکاری کی تعلیم ہے مگر ہم ایسے مذاہب
کو مذاہب ہی نہیں سمجھتے اسلئے ان کو دائرہ بحث سے خارج کرتے ہیں۔

قرآن الہامی مذاہب کے متعلق اجمالی طور پر کیا کہتا ہے؟

ظہور محمدی اور نزول قرآن سے پہلے دنیا الگ الگ ملکوں قوموں ذاتوں نسلوں
قبیلوں اور خاندانوں میں بٹی ہوئی تھی۔ لوگ ایک دوسرے سے ناآشنا تھے
ہندو سمجھتے تھے کہ دنیا میں بس ہم ہی ہم ہیں ہندوستان سے باہر نہ خدا کی طرف
سے کوئی کتاب آئی اور نہ کوئی ہادی ان کے نزدیک پرمیشور صرف آریہ
ورت ہی کا تھا پرمیشور کا ہندوستان سے باہر کسی سے ہدایت و رہنمائی کا تعلق
ہی نہ تھا دیکھ لیجئے وہ آج بھی یہی کہہ رہے ہیں۔

زردشت کا کہنا بھی یہی تھا بنی اسرائیل بھی اپنے خاندان سے باہر کسی نبی و
رسول کو نہیں مانتے تھے اور کہتے تھے دیکھو دنیا والو ہم اپنے خاندانی
نبیوں کے علاوہ کسی کی نبوت نہیں مانتے علیٰ ہذا القیاس اسی تنگ نظری اور
گمراہی میں مبتلا تھے دنیا کی تمام قوموں نے اللہ رب العالمین کو اپنا اپنا گھریلو
خدا اور نبی کو اپنا اپنا خاندانی نبی بنا لیا تھا ہدایت و رسالت کو اپنے لئے
مخصوص کر لیا تھا ان کی نظریں اور عقلیں اپنے اپنے ملک اور قوم سے باہر
جاتی ہی نہ تھیں اور نہ باہر سے خبر یہی اپنوں اپنوں کو دے سکتا ل
تمام قوموں پر صادق آرہی تھی۔

ربوبیت عامہ کا اعلان قرآن نے دنیا میں آتے ہی اپنے پہلے صفحہ پر اعلان کر دیا کہ انسانوں
کی یہ بہت بڑی گمراہی فساد کی جڑ اور فتنہ انگیزی ہے کہ لوگ خدا کو اپنا بنا
بیٹھے ہیں بس انسانوں کو کان کھول کر سن لینا چاہئے الحمد للہ رب
العالمین ہر قسم کی تعریفیں خدا کے لئے ہیں جو سب جہانوں کا پالنے والا
ہے خدا صرف مسلمانوں یا ہندوؤں یا یہودیوں اور عیسائیوں ہی کا نہیں
بلکہ کافروں مومنوں عابدوں بدکاروں اطاعت گذاروں باغیوں اور
حیوانوں سب کا خدا ہے تمام کائنات کو اسی نے وجود بخشا ہے اور وہی سب
کی روحانی و جسمانی ضروریات کا کفیل و خبرگیراں اور نگران ہے اور کائنات کا
مدبر اعلیٰ وہی اکیلا ہے۔

قرآن نے دوسرا اعلان کیا۔ میں ھدی للناس بن کر آیا ہوں صرف
ھدی للعرب یا ھدی للمسلمین نہیں میری آواز جہاں تک پہنچے سب
میرے دائرہ ہدایت و رہنمائی میں ہیں

وا وحی الی ھذا القرآن لانذرکم | اور میری طرف یہ قرآن وحی کیا گیا

ان ھو الا ذکری للعالمین ۔ (انعام) وہ ومن بلغ

تاکہ میں اس سے تم کو ہوشیار کر دوں اور جس تک پہنچے نہیں ہے مگر نصیحت تمام دنیا کے لئے

عالمگیر و دائمی نبوت کا پیغام

اس کے بعد قرآن پاک نے دوسرا پیغام دنیا والوں کے سامنے یہ پیش کیا کہ وہ پیغام ربانی جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ دنیا میں آیا ہے خدا کا عالمگیر اور آخری پیغام ہے۔ یہ آخری نبی کالے گورے عرب و عجم ترک و تاتار ہندی و چینی اور زناک و فرنگ سب کے لئے عام ہے یہ تمام دنیا کا رسول اور رحمۃ للعالمین یعنی تمام دنیا کے لئے رحمت بنکر آیا ہے۔

وما ارسلناك الا كافة للناس بشيرا ونذيرا (سبا)

اور ہم نے نہیں بھیجا تم کو اے محمدؐ لیکن تمام انسانوں کے لئے خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بناکر۔

قل یا ایها الناس انی رسول الله الیکم جمیعا ن الذی له ملك السموات والارض (اعراف)

کہدے اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں جس کی آسمانوں اور زمین میں سلطنت ہے

گذشتہ صداقتوں کا اعتراف اور اُن کو ماننے کا حکم

ربوبیت عامہ کے اعلان اور عالمگیر نبوت کے پیغام کے بعد قرآن مبین لوگوں کو بتلاتا ہے کہ خدا کی ہدایت و رہنمائی کے لئے کسی قوم اور زبان کی تخصیص نہیں، ان کی نگاہ میں تمام ملک اور قومیں یکساں ہیں اور وہ سب کی برتری اور بہتری چاہتا ہے چنانچہ وہ آغاز عالم سے لیکر ظہور محمدیؐ تک دنیا میں انسانوں کی ہدایت و رہنمائی کے لئے ہمیشہ ہر ملک اور ہر قوم میں ایسے پاک نفوس بھیجتا رہا ہے جنہوں نے لوگوں کو ایک ہی پیغام دیا، توحید و نبوت کی طرف بلایا اور اپنی زبان اور اپنے عمل سے حق و صداقت کا سیدھا راستہ دکھایا۔ خدا کی اس دستگیری و رہنمائی اور انبیا علیہم السلام کی فیض رسانی سے کوئی خطہ زمین خالی نہیں رہا۔

وان من امة الا خلا فیها نذیر (فاطر)

اور نہیں ہے کوئی قوم مگر یہ کہ اس میں گذر چکا ایک ڈرانے والا (اس کی بغاوت سے)

ولکل قوم هاد (رعد)

ہر قوم کے لئے ایک ہادی و رہنما ہے

ولقد ارسلنا من قبلك رسلا الی قومهم (روم)

اور ہم نے تجھ سے پہلے کتنے رسول ان کی اپنی اپنی قوم کے پاس بھیجے

اس اصول اور صداقت کو منوانے کے لئے قرآن حکیم نے اتنا زور دیا ہے کہ کوئی مسلمان اس وقت تک مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک وہ پہلے گذشتہ پیغمبروں، پہلی آسمانی کتابوں اور ربانی صداقتوں پر ایمان نہ لائے۔

الذین یومنون بما انزل الیك وما انزل من قبلك (بقرہ)

جو ایمان رکھتے ہیں اس پر جو اے محمدؐ آپ پر نازل ہوا اور اس پر جو آپ سے پہلے نازل ہوا

کل امن بالله وملئکته وکتبه ورسله لا نفرق بین احد من رسله (بقرہ)

سب ایمان لائے خدا پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اسکے رسولوں پر ہم اس کے رسولوں میں باہم فرق نہیں کرتے۔

قرآن اپنے آپ کو گذشتہ صداقتوں، سچائیوں، کتابوں اور پیغمبروں کا مکذب نہیں بلکہ مصدق کی حیثیت سے پیش کرتا ہے وہ دنیا میں پہلے سے مذاہب کی تردید و تکذیب کرنے کے لئے نہیں آیا بلکہ ان کی سچائیوں کی تصدیق و محافظت کرنے کے لئے آیا ہے۔ وہ اپنے آپ کو کتب سابقہ کا مہیمن یعنی محافظ کہتا ہے اور کہتا ہے فیها کتب قیمه اس میں تمام قدیم الہامی کتابوں کی اصولی و بنیادی سچائیاں ہیں۔

مگر یاد رکھئے وہ الہامی کتابوں کی صرف انہی تعلیمات کی تصدیق و محافظت کرتا ہے جو قرآنی تعلیمات کے مطابق ہوں جن ہدایات و تعلیمات کو اہل کتاب نے مسخ و محرف بنا لیا ہے ان اوہام و خرافات کی قرآن تصدیق نہیں کرتا وہ ایک ایسا نکھرا میٹر ہے جو حق و باطل میں تمیز کرکے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ الگ کرکے رکھدیتا ہے۔

تبارك الذی نزل الفرقان علی عبده (فرقان)

بابرکت ہے وہ ذات جس نے اپنے بندہ پر حق و باطل میں فیصلہ کردینے والی کتاب نازل کی۔

انبیائے سابقین پر ایمان لانے کا مطلب

جن جن پیغمبروں کے قرآن میں نام ہیں ان کو نام بنام ماننا لازم ایمان ہے اور جن کے نام قرآن نے نہیں بتلائے وہ کہیں بھی گذرے ہوں اور ان کے جو نام بھی ہوں ان سب کو اجمالاً اور عقیدۃً سچا اور راست باز ماننا ضروری ہے۔ قرآن کریم کا ارشاد ہے کہ کچھ رسولوں کے نام تم کو بتلا دیئے ہیں اور بہت نبیوں کے نہیں بتلائے۔ اس کے مطابق یہ صحیح ہے کہ اللہ تعالے نے ہر امت میں نبی بھیجے اور ہر مسلمان کو ہر قوم کے مذہبی پیشواؤں کی عزت کرنی چاہئے لیکن ہمیں یہ اختیار حاصل نہیں کہ جس چیز کی تفصیل قرآن نے نہیں کی اس کی تفصیل ہم اپنے قیاس سے کرنے لگیں اور کنفیوشس، زردشت، مہاتما بدھ، شری رام چندر جی اور سری کرشن جی مہاراج کو انبیا علیہم السلام کے زمرہ میں داخل کرنے لگیں اور اس پر دلیل من نحن نقصص علیك پیش کردیں۔ مظنونات علم یقین کا درجہ حاصل نہیں کیا کرتے ان بزرگوں کا نبی ہونا مظنونات میں سے ہے یقین کے ساتھ ہرگز نہیں کہا جا سکتا کہ وہ ضرور نبی ہی تھے۔ ظن کو ظن ہی رہنے دینا چاہئے اس کو یقین کا درجہ دینا غلطی ہے۔

اس بارے میں مامون و مصئون راہ یہی ہے کہ ہم ان تمام بانیان مذاہب کے بارے میں کامل سکوت اور توقف اختیار کریں نہ ان کی نبوت کا اقرار کریں نہ انکار صرف اجمالی عقیدہ رکھیں کہ ہر قوم میں نبی آئے بس اس سے زیادہ یقین کے ساتھ ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔ ممکن ہے کہ مذکورہ بالا حضرات محض مصلح اور ریفارمر ہوں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ صرف مجدد شریعت کی حیثیت رکھتے ہوں اس کا فیصلہ کرنے کے لئے ہمارے پاس کوئی ذریعہ نہیں۔

تمام سابقہ پیغام وقتی تھے

جہاں قرآن مبین نے یہ بتلایا ہے کہ ہر قوم میں نبی گئے وہاں اس بات کی بھی تصریح کرتا ہے کہ وہ تمام پیغام جو کسی خاص زمانہ قوم کے لئے آیا گئے وہ وقتی تھے جب تک اللہ کو منظور تھا وہ انسانوں کی ہدایت و رہنمائی کرتے رہے اور اللہ کی حفاظت میں رہے لیکن جب ان کا وقت ختم ہو گیا تو ان کی اصل بھی ختم ہو گئی نہ کچھ سے کچھ بن گئے، مدتوں کے بعد مرتب و مدون کئے گئے اور ان میں

تحریفیں کردی گئیں۔

بدبخت اور نفس پرست انسانوں نے انبیاء علیہم السلام کے احسان کا بدلہ ظلم ہی کی شکل میں دیا ہے یا تو ان کے پیغام سے اعراض کیا ان کی صداقت کو جھٹلایا ان کی دعوت کو رد کیا اور ان کو طرح طرح کی تکلیفیں دیں یا ان کو مانا تو اس طرح کہ ان کے بعد ان کی تعلیمات کو مسخ کیا ان کی ہدایتوں کو بدلا ان کی کتابوں کی تحریف کی اور ان کی شخصیتوں کو الوہیت اور خدائی کا رنگ دیا۔

قوموں کی اصل گمراہیاں

دنیا میں انبیاء علیہم السلام آئے اسلئے تھے کہ انسان کی فطرت صحیحہ کو جگائیں اور ان پردوں سے بے نقاب کریں جو انسانوں نے اس پر ڈال رکھے تھے چنانچہ انہوں نے ان لباسوں اور پردوں کو چاک کیا اپنی تمام زندگیاں جھوٹے اور فرضی خداؤں کی خدائی ختم کرنے میں صرف کیں اور بتلایا کہ وہ "الٰہ" جس کا احساس فطری طور پر انسانوں کے اندر موجود ہے وہ کون ہے؟ کیسا ہے اور اس سے ملنے اور تعلق پیدا کرنے کی کیا کیا صورتیں ہیں؟ لیکن محسوسات کا خوگر انسان انکی دعوت و پکار اور ان کے پیش کردہ حقائق و معارف کو بھلاتا، بدلتا اور خیالی و فرضی معبود گھڑتا رہا جس سے خوف پیدا ہوا اسی کے سامنے جھک گیا جس سے ہی کچھ امیدیں وابستہ ہوئیں اسی کے حضور سرنگوں ہوگیا اور جس کی بزرگی کا بھی اس کے دل و دماغ پر سکہ جما اسی کو خدا یا خدائی میں شریک بنا کر چھوڑا۔

انسان کے اعجوبہ پسندی کا بھی مادہ ہے جب یہ مادہ جوش میں آتا ہے تو کمزور عقلوں کے مالک انسان انبیاء اور بزرگ ہستیوں میں اعجوبگی ڈھونڈھ نکالتے ہیں اور یہ بات ان کے دل و دماغ میں کسی طرح نہیں آتی کہ ایک بشر بشری صفات سے متصف ہونے کے باوجود ملائکہ مقربین سے بلند درجہ کیونکر پاسکتا ہے چنانچہ مشرکین مکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کیا کرتے تھے کہ یہ کیسا رسول ہے جو کھاتا پیتا اور بازاروں میں پھرتا ہے (فرقان)، اگر کسی طرح انسانوں کی سمجھ میں یہ بات آبھی گئی تو پھر رسولوں میں غیر معمولی محاسن فوق العادت خوبیاں، خدائی اوصاف اور عجیب چیزیں ڈھونڈھنا شروع کردیا اسی جاہلانہ عقیدت کی بنا پر کسی قوم نے ان کو خدا بنایا کسی گروہ نے حلول کا عقیدہ ایجاد کیا اور کسی نے حکم لگا دیا کہ وہ خدا کا بیٹا ہے دنیا کا کوئی پیشوائے دین ایسا نہیں جسکو اس کے ماننے والوں نے عبدیت سے نہ نکالا ہو جس کی تعلیمات پر اوہام کے پردے نہ ڈالے ہوں اس کی شکل و صورت کو نہ بگاڑا ہو اور اس کی پیدائش سے لیکر موت تک زندگی کی ہر ہر بات میں اعجوبگی نہ ڈھونڈھ نکالی ہو۔ اب قوموں کی محرف کتابوں سے یہ معلوم کرنا کہ ان کی اصل تعلیم کیا تھی اور ان کتابوں کو لانے والے نبی اپنے بعد کیا عمل نمونہ چھوڑ گئے ہیں مشکل ہی نہیں بلکہ محال ہوگیا ہے

مثال کے طور پر دیکھئے کہ مہاتما بدھ نے بہت سی عقلی اور فکری گمراہیوں کی اصلاح کی تھی اور جھوٹے خداؤں کی خدائی کا بطلان کیا تھا مگر ان کے انتقال پر ایک صدی بھی نہ گذری تھی کہ ان کے پیرووں نے ان کی تعلیمات کو بدل ڈالا اپنی طرف سے نئے عقائد نیا فلسفہ اور نئی طرز زندگی پیدا کرلی پھر تین چار صدیوں کے بعد ان میں الوہیت کا رنگ بھر دیا اب ہندوستان کے مندروں پہلو...

اور پرانے مقامات پر جاکر دیکھ لیجئے کہ مہاتما بدھ کی مورتیں کیونکر بدھوں کے دل و دماغ پر خدائی کر رہی ہیں۔

یہی سلوک شری رامچندر جی اور شری کرشن جی کے ساتھ ہوا یہ دونوں اولوالعزم ہستیاں موحد تھیں اپنے اعلیٰ صفات و کمالات اور اپنی ظاہری و باطنی خوبیوں کے اعتبار سے انسانوں کے لئے نمونہ تھے۔ مگر رامچندر جی کے متعلق یہ عقیدہ گھڑ لیا گیا کہ ان کے اندر وشنو نے حلول کیا تھا اور شری کرشن جی کو خود گیتا اس طرح پیش کرتی ہے کہ وہ ہی وشنو کے جسمانی مظہر اور خالق موجودات نظر آتے ہیں۔

"اس دنیا کا ماں باپ سہارا اور بابا میں ہی ہوں جو کچھ پاکیزہ یا جو کچھ جاننے کے قابل ہے وہ سب اور اکار (...) رگ وید سام وید یجر وید بھی میں ہی ہوں سب کا پالنے والا مالک گواہ جائے قیام جائے پناہ دوست باعث پیدائش باعث خاتمہ باعث قیام خزانہ اور پیدائش کا لازوال بیج میں ہی ہوں (گیتا ۹: ۱۷-۱۹)

صدیاں گذر گئیں مگر ہمارے ہندو بھائی ابھی تک ان موحدوں کی اصلی تعلیم سے محروم اور محرف تعلیم کو لئے بیٹھے ہیں اوتاریت کی لغویت سے ابھی تک انہوں نے نجات نہیں پائی بلکہ اوتاریت و حلولیت کے جواز میں تاویلات باطلہ کا طومار لگا رہے ہیں چنانچہ گاندھی جی گیتا کی تفہیم میں فرماتے ہیں:

"اوتار سے مطلب ہے جسم والا خاص شخص۔ ہم جیو ایشور کے اوتار ہیں لیکن دنیاوی زبان میں ہم سب کو اوتار نہیں کہتے۔ جو شخص اپنے زمانہ میں سب سے اعلیٰ دھرم والا ہوتا ہے اسی کو مستقبل میں ہونے والے لوگ اوتار مان کر پوجتے ہیں۔ اس میں مجھے کوئی برائی نظر نہیں آتی۔ اس سے نہ تو ایشور کی بزرگی میں فرق پڑتا ہے نہ صداقت کو نقصان پہنچتا ہے (صفحہ ۱۳)

ایک طرف تو یہ کہنا کہ سب سے اعلیٰ دھرم والا اوتار ہوتا ہے دوسری طرف بھاگوت پران ہی کرشن جی کو اس شکل میں پیش کرتی ہے کہ وہ نہاتے وقت گوپیوں کے کپڑے چھپا لیتے ہیں اور ان سے لطف اندوز ہونے کے لئے اتنے ہی جسم پیدا کر لیتے ہیں جتنی گوپیاں تھیں۔

یہ ظلم تو لوگوں نے ان پاک ہستیوں پر کیا جنکی نبوت معلوم و مسلم نہیں اور جن کی نبوت معلوم و مسلم ہے ان پر بھی ان کے متبعین نے ظلم کیا دنیا میں گمراہی پھیلائی اور آجتک پھیلا رہے ہیں۔

اہل کتاب اور انکی گمراہیاں

یہودی توریت پر ایمان رکھتے تھے مگر ان کی گمراہی قرآن کے الفاظ میں یہ تھی یحرفون الکلم عن مواضعہ یعنی احکام توراۃ میں تحریف لفظی و معنوی کر دیتے تھے بعض آیات کو چھپا لیتے تھے۔ قرآن نے ان کی اس چوری کا یوں بھانڈا پھوڑا وتکتمون الحق وانتم تعلمون (اور تم حق کو جان بوجھکر چھپاتے ہو۔ بقرہ) اور یہ افترا پردازی کرتے کہ جو احکام اس میں نہ تھے اپنی طرف سے لا دیتے قرآن نے ان کو ٹوکا ولا تلبسوا الحق بالباطل حق اور باطل کو نہ ملاؤ علاوہ ازیں احکام کی پابندی و اجراء میں تساہل جنبہ داری اور تعصب مذہبی سے کام لیتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت میں تردد و تامل بے ادبی گستاخی رسول اللہ اور خدا تعالیٰ کی شان میں طعنہ زنی کرنا اور حرص و بخل میں مبتلا ہونا وغیرہ وغیرہ یہود کی گمراہیاں تھیں۔

یہودی توریت کے ترجمے میں تحریف کیا کرتے تھے نہ کہ اصل توریت میں۔ تحریف معنوی تاویل فاسد کا نام ہے یعنی سینہ زوری نفس پرستی اور جانبداری سے راہ مستقیم سے انحراف کرنا۔ کتمان آیات کی یہ صورت تھی کہ بعض احکام و آیات کو کسی ذی عزت اور شریف کے اعزاز کی حفاظت یا کسی ریاست کے حاصل کرنے کی غرض سے پوشیدہ کر دیتے تھے تاکہ عوام کی عقیدت ان سے زائل نہ ہو جائے۔ سب سے بڑی گمراہی ان کی یہ تھی کہ انہوں نے حضرت عزیر کو خدا کا بیٹا بنا لیا تھا وقالت الیھود عزیر ابن اللہ اور یہود نے کہا کہ عزیر ابن اللہ ہیں۔

نصاریٰ بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان رکھتے تھے ان کی گمراہی یہ تھی کہ انہوں نے خدا تعالیٰ کو تین ایسے حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا جو بعض وجوہ سے متغائر اور بعض وجوہ سے متحد ہوں یعنی تثلیث کا عقیدہ رکھتے تھے۔ وقالوا ان اللہ ثالث ثلثہ۔ ان حصوں کو وہ اقانیم ثلثہ کہتے تھے یعنی ایک اقنوم باپ جو مبدء عالم تھا دوسرا اقنوم بیٹا جو صادر اول تھا اور تیسرا اقنوم روح القدس جو عقول مجرد؟ کے ہم معنی تھا۔ ان کا عقیدہ تھا کہ اقنوم ابن نے حضرت مسیح کی روح کا لباس اختیار کر لیا تھا اس لئے عیسیٰ علیہ السلام خدا بھی ہیں ابن اللہ بھی اور بشر بھی ان کی نسبت احکام بشری بھی جاری ہوتے ہیں اور احکام خداوندی بھی اس عقیدہ کی بنیاد انجیل کا لفظ ابن ہے جو بعض آیتوں میں مذکور ہوا ہے۔ وقالت النصاریٰ المسیح ابن اللہ۔ ذرا ملاحظہ فرمائیے اس قوم کی ظلم و سفاہت و بے عقلی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا تعالیٰ کی طرف سے حکمت و نبوت اور اعجاز کی قوتیں لیکر ایک بگڑی اور بھٹکی ہوئی قوم کی اصلاح کے لئے مامور ہوئے اور توحید کا پیغام لیکر آئے لیکن اول تو ان کی قوم نے ان کو جھٹلایا تکلیفیں دیں ستم ڈھایا کیا اور عین عالم شباب میں آپ کے قتل کا ارادہ کیا اور جب ان کی عزت کی قائل ہوئی تو اس بری طرح کہ ان کو خدا کا بیٹا بنا کر انسان کے گناہوں کے کفارہ میں بزعم خود صلیب پر چڑھا دیا۔ پھر جوش عقیدت میں آپ کی تعلیمات اپنی اہواء نفس کے مطابق اتنی تحریف کی کہ آج دنیا کی کسی کتاب سے اس کی نظیر نہیں ملتی چنانچہ آج مسیح کی اصلی تعلیم اور خود ان کی حقیقت کا نشان تک نہیں ملتا۔

قرآن مجید کا علم مباحثہ

قرآن مجید میں چار گمراہ فرقوں مشرکین یہود نصاریٰ اور منافقین سے مباحثات ہوئے ہیں یہ مباحثے دو طریقے پر واقع ہوئے ہیں ایک تو یہ کہ نقطہ باطل عقیدہ کو بیان کرکے اس کی قباحت ظاہر فرما کر اس سے نفرت ظاہر کی ہے دوسرے یہ کہ گمراہوں کے شبہات و اعتراضات کو بیان کرکے ان کو دلائل قطعیہ سے حل کیا ہے۔ مشرکین اپنے آپ کو حنیف کہتے تھے اور حنیف اس کو کہتے ہیں جو ملت ابراہیمی کا پابند ہو۔ مگر وہ ملت ابراہیمی سے قطعی نابلد تھے ان کی اصل گمراہی یہ تھی کہ وہ شرک تشبیہ اور تحریف کے قائل اور معاد کے منکر تھے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے نہ صرف منکر بلکہ شدید مخالف اور دشمن تھے۔ قرآن مبین نے جھلا رعونت کے ساتھ مباحثہ کیا اور ان کے مسلمات سے جو ملت حنیف کے بقایا تھے استدلال کیا تاکہ ان پر الزام پوری طرح ثابت ہو جائے شرک کا خوب خوب جواب دیا اور توحید کو ان کے سامنے عقلی اور فطری دلائل کے ساتھ واشگاف طور پر پیش کیا اور تقلید آباء کی زنجیروں کو توڑ کر بندگان

مقرب کا خدا کے برابر نہ ہونا سمجھایا۔ (الفوز الکبیر صفحہ ۴-۸)

الغرض قرآن مجید دنیا کی تمام گمراہ قوموں پر ان کی گمراہیاں بے عقلیاں اور نا سمجھیاں واضح کرتا ہے ان کے شبہات و اعتراضات کے علمی عقلی اور فطری تسلی بخش جوابات دیتا ہے اور ان کے سامنے توحید و نبوت کو پیش کرتا ہے۔

خلاصہ معانی الباب

یہ کہ خدا تعالیٰ کا کوئی کام حکمت و مصلحت سے خالی نہیں ہوتا قرآن اور صاحب قرآن سے پہلے کسی کتاب کی اصل اور صحیح تعلیم دنیا میں باقی نہیں رہی اور ان کا باقی نہ رہنا ہی ان کا عارضی و وقتی ہونا ثابت کرتا ہے ان کا گم ہو جانا ان کے عارضی ہونے کی دلیل ہے۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ قرآن کے علاوہ کوئی الہامی کتاب یہ دعویٰ نہیں کرتی کہ میں کامل اور آخری ہوں صرف قرآن ہی بڑے زور کے ساتھ یہ دعویٰ کرتا ہے الیوم اکملت لکم دینکم۔ یہ آخری پیغام جو محمد رسول اللہ کے ذریعہ ہمارے پاس آیا ہے عالمگیر اور دائمی ہو کر آیا ہے جب سے آیا ہے اب تک اسی طرح محفوظ ہے اور قیامت تک محفوظ رہے گا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے صرف اسی کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون

اسی طرح دنیا کے تمام ہادیوں میں یہ خصوصیت صرف محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو حاصل ہے کہ آپ کی گرامی قدر شخصیت ۱۳ صدیوں سے بالکل محفوظ اور اپنے حقیقی رنگ میں نمایاں ہے اس لئے کہ آپ کی ذات انسانوں کے لئے دائمی نمونہ اور عالمگیر سرچشمہ ہدایت ہے۔

قرآن کی دعوت

قرآن پاک اپنے آپ اور اپنے لانے والے کو اس شان و اہتمام کے ساتھ پیش کرنے کے بعد دنیا کے تمام انسانوں کو دعوت دیتا ہے:۔

یا ایھا الناس اعبدوا ربکم الذی خلقکم	اے لوگو اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں پیدا کیا۔

اس کے بعد کہتا ہے کہ اللہ قرآن اور رسالت محمدی پر ایمان لے آؤ تم دنیا و آخرت میں کامیابی و نجات حاصل کرو گے۔ قرآن کے نزدیک ایمان باللہ کے معنی صرف یہ نہیں کہ بس خدا کے وجود اور اس کی وحدانیت کا اقرار کرلو بلکہ اس کی وضاحت کرتا ہے کہ ایمان باللہ سے مراد اسلام ہے یعنی اپنے آپ کو اللہ کی رضا کا مطیع و پابند بنا دینا۔

جس نے اپنے آپ کو خدا کے سپرد کر دیا اور نیکو کاری اختیار کی اس کے لئے اپنے رب کے ہاں اجر ہے اور ایسے لوگوں کے لئے خوف و رنج نہیں (البقرہ)

ایسا ایمان یعنی اسلام، انسانوں کو صرف انبیاء اور کتب آسمانی کی وساطت سے مل سکتا ہے یہ قطعاً ناممکن ہے کہ کوئی شخص یا دنیا بھر کے عقلاء اپنے غور و فکر اور ظن و تخمین سے خدا اور آخرت کے متعلق ایک عقیدہ اور اخلاق و عمل کا ایک پروگرام بنالیں اور قرآن کی دعوت پر عمل کرنے کا دعویٰ کرنے لگیں ایسے لوگ قرآن کی نظر میں مومن نہیں۔

کہو کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور اس کتاب پر جو ہماری طرف آئی ہے اور اس کتاب پر جو ابراہیم، اسمٰعیل، اسحاق، یعقوب اور اولاد یعقوب کی طرف اتاری گئی تھیں اور ان کتابوں پر جو موسیٰ اور عیسیٰ کو دی گئیں اور ان سب کتابوں پر جو تمام انبیاء کو ان کے پروردگار کی طرف سے دی گئیں ہم ان

پیغمبروں میں سے کسی کو الگ نہیں کرتے اور ہم اسی خدا کے فرمان بردار (مسلم) ہیں پس اگر وہ اس طرح ایمان لائیں جس طرح تم ایمان لائے ہو تو ہدایت پالی، اور اگر وہ ایسے ایمان سے انکار کریں تو وہ ضد پر ہیں (البقرہ)

پس قرآن انسانوں سے اس ایمان کا مطالبہ کرتا ہے جو قرآن (ضمناً تمام الہامی کتابوں) اور رسالت محمدی (ضمناً تمام انبیا علیہم السلام) کے ذریعہ سے۔ انبیا علیہم السلام اور کتب سماوی کی تعلیم کے مطابق ایمان باللہ کا نام ہی اسلام ہے اس کے منہ موڑنے والوں کے متعلق قرآن اعلان کرتا ہے۔

"جو شخص اس دین اسلام کو چھوڑ کر کوئی اور دین پسند کرے وہ ہرگز قبول نہ کیا جائیگا اور آخرت میں وہ نامراد رہے گا۔ (آل عمران۔ ۹)

قرآن کا یہ مطالبہ مشرق قوموں سے ہے اور اہل کتاب سے یہ مطالبہ ہے کہ توراۃ اور انجیل کا اتباع کرو یعنی توراۃ اور انجیل میں قرآن اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور ان کی شریعت پر عمل پیرا ہونے کی ہدایات اور خوشخبریاں دی گئی ہیں۔ اگر تم واقعی توراۃ اور انجیل پر ایمان رکھتے ہو تو ان ہدایات کا اتباع کرو اور اب توراۃ اور انجیل کا حقیقی اتباع قرآن اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع ہے۔

اے اہل کتاب تمہارا دعویٰ حق پرستی ہیچ ہے جب تک تم توراۃ اور انجیل اور اس کتاب کی پیروی پر قائم نہ ہو جو تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس بھیجی گئی ہے۔ (المائدہ)

قرآن اور دعوت اسلام کا طریقہ

اس کے ساتھ ہی قرآن عزیز اپنے مومنوں کو دعوت اسلام کا طریقہ بھی سکھاتا ہے ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ وجادلھم بالتی ھی احسن یعنی لوگوں کو اپنے رب کے راستہ کی طرف حکمت و دانائی اور اچھے نصیحت کے طریقے سے بلاؤ اور اگر جھگڑے کی نوبت آپہنچے تو بھی اچھے طریق سے جھگڑو۔ یہ نہ ہو کہ تم مخالف کی دیکھا دیکھی آپے سے باہر ہو جاؤ طیش میں آجاؤ سخت کلامی پر اتر آؤ اور ان کے مذہب اور پیشوایان دین کی توہین و تذلیل کرنے لگو۔ دیکھا آپ نے قرآن کا طریق دعوت چند لفظوں میں اخلاقی ہدایات کا دفتر سمیٹ کر رکھ دیا۔

اس سلسلہ میں یہاں تک ہدایت و تاکید کی کہ مذاہب اور پیشوایان دین تو رہے الگ پتھر کے بتوں کو بھی برا نہ کہو اس لئے وہ غصے میں آکر اپنی بے علمی و ناسمجھی سے تمہارے اللہ کو برا بتلانے لگیں گے (نساء) اگر کسی مذہب کی قباحت اور گمراہی و ضلالت بیان کرنی ہے تو بغیر جوش میں آئے اور کسی کا دل دکھائے علمی و عقلی طور پر اس کی قباحت و ضلالت بیان کر دو۔ اب اہل کو اختیار ہے چاہے حق مانے یا نہ مانے اللہ تعالےٰ نے بظاہر اپنے نبی کو مخاطب کیا ہے لست علیھم بمصیطر آپ ان پر داروغہ بنا کر نہیں بھیجے گئے ہیں لیکن درحقیقت کہا ہم سے گیا ہے کہ تم لوگ ان پر داروغہ بنا کر نہیں قائم کئے گئے ہو کہ ان کو زبردستی اسلام میں داخل کرو۔

قرآن اور آزادی مذاہب

تاریخ عالم شاہد ہے کہ نزول قرآن سے پہلے حریت فکر و آزادی مذاہب کا دنیا میں نشان بھی نہ تھا اور یہ اعلان دنیا کے کسی مذہب نے بھی نہیں کیا اس کے برخلاف جب بھی کسی قوم کو طاقت و اقتدار حاصل ہوا اس کے استبداد کا آہنی پنجہ سب سے پہلے حریت فکر و آزادی مذاہب کے گلے پر ہی پڑا۔ دنیا کی تاریخ مذہب کے نام پر قتل و خونریزی کے شرمناک و ظالمانہ واقعات سے لبریز ہے قرآن کریم کا انسانیت پر یہ احسان عظیم ہے کہ اس نے مذہب کے نام پر لڑنا مرنا فتنہ و فساد کرنا اور قتل و غارت کرنا قطعی ممنوع قرار دیا۔ فرمایا ان اللہ لا یحب المعتدین اللہ حد سے گزرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا اس کے علاوہ پر زور طریقہ سے حریت فکر و آزادی مذاہب کا اعلان کیا۔

لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی (البقرہ)	دین کے معاملہ میں کسی قسم کا جبر نہیں ہدایت و گمراہی واضح ہو چکی ہے۔
فمن شاء فلیومن و من شاء فلیکفر	جس کا جی چاہے ایمان لے آئے جس کا جی چاہے اس سے انکار کر دے۔

قرآن اور پرستش گاہوں کی حفاظت

مذہبی جنون و تعصب کے ہاتھوں صرف اہل مذاہب کی جانوں ہی کو خطرہ نہیں ہوتا بلکہ ان کی پرستش گاہیں بھی خطرہ میں ہوتی ہیں چنانچہ ایک قوم کے ہاتھوں دوسری قوم کی عبادتگاہوں کے ویران و برباد کر دینے کی داستانیں بھی اقوام عالم کی تاریخ میں موجود ہیں قرآن نے مسلمانوں پر اس چیز کو فرض کر دیا ہے کہ اگر وہ صاحب قوت ہوں اور کوئی قوم دوسری قوم کی عبادت گاہیں منہدم کر دینے پر آمادہ ہو تو وہ پرستش گاہوں کی حفاظت کریں۔

ولولا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض لھدمت صوامع	اگر اللہ بعض انسانوں (کی قوت) کے ذریعہ دوسرے انسانوں (کی سرکشی) کی
وبیع وصلوات ومساجد	روک تھام نہ کرے تو خلوتخانے گرجے
یذکر فیھا اسم اللہ کثیرا	معبد سب منہدم ہو جائیں اور مسجدیں جن میں کثرت کے ساتھ اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے۔

دوسری قوموں سے عدل و انصاف

آج دنیا میں جذبہ قومیت و وطنیت نے انسانوں کو خونخوار بھیڑیا بنا دیا ہے دنیا کی قومیں دشمنوں سے عدل و انصاف کرنا جانتی ہی نہیں دشمنوں کو برباد کئے بغیر ان کی دشمنی کی آگ ٹھنڈی ہی نہیں ہوتی یہ چیز قرآن ہی کے ساتھ مخصوص ہے کہ اس نے دشمنوں کے ساتھ بھی عدل و انصاف سے کام لینے اور جنگ میں حد اعتدال سے نہ بڑھنے کی تاکید و ہدایت کی ہے۔

ولا یجرمنکم شنآن قوم علی الا تعدلوا	کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم ان سے بے انصافی کرو۔

لیجئے اب یہ بھی سن لیجئے کہ عہد اول کے مسلمانوں نے جو اسلام کا کامل اور قرآن کی عملی تفسیر تھے انہوں نے ان ہدایات پر کس طرح عمل کیا غیر اقوام کے ساتھ ربط و ضبط عہد رسالت ہی سے شروع ہو گیا تھا اور فتح خیبر یہود مدینہ اور فتح مکہ کے موقع پر رواداری کی بے مثال نظیریں ملتی ہیں مگر ہم عہد فاروقی سے نمونۃً ایک واقعہ پیش کرتے ہیں اس لئے کہ اس کے متعلق معاندوں نے بڑی غلط فہمیاں پھیلا رکھی ہیں جب یروشلم فتح ہوا تو مسلمانوں نے بحیثیت فاتح مفتوح قوم سے جو معاہدہ کیا تھا وہ یہ تھا۔

"یروشلم کی غیر مسلم رعایا کو ان کی جان و مال اور عبادت گاہوں صلیبوں اور ہر اس چیز کی جو ان کی ملکیت میں ہے حفاظت کی ضمانت دی جاتی ہے۔ ان کی

زمینوں اور ان کے مذہب میں کسی قسم کا تعرض نہ کیا جائیگا۔ ان کے کلیسا و گرجا نہ تو منہدم کیا جائیگا اور نہ کسی قسم کا اور نقصان پہنچایا جائیگا۔ ان کے اوقاف اور ان کے وقار کو بحال رکھا جائیگا۔ اہل بیت المقدس کو اپنے مذہب کی پابندی میں ہر قسم کی آزادی ہوگی اور ان پر کسی قسم کا ظلم و ستم روا نہ رکھا جائیگا۔

(اسلام اور مذہبی رواداری)

اس مذہبی رواداری کی تعریف و تصدیق عیسائیوں کے ایک فرقہ یعقوبی کے بطریق کی زبان سے سنیئے۔

"ہرقل نے اپنی مملکت میں اعلان کر رکھا تھا کہ جو عیسائی اس کے مشرب و مسلک سے متعلق نہ ہو اس کا ناک اور کان کاٹ دیئے جائیں اور اس کا گھر بار لوٹ لیا جائے۔ یعقوبی فرقہ کے عیسائیوں کو ہرقل اپنے سامنے نہیں آنے دیتا تھا لہذا ان کی کہیں شنوائی نہ ہوتی یہی وجہ ہے کہ خدائے جبار نے بنی اسمٰعیل کے گھرانے سے ایک ایسی ہستی کو مبعوث کر دیا جس نے ہمیں ظالم رومیوں کے پنجۂ استبداد سے نجات دلائی۔ چونکہ ان علاقوں کو فتح کرنے کے بعد مسلمانوں نے کسی عیسائی سے اس کے مذہبی معاملہ میں تعرض نہ کیا جو معبد کسی کے قبضے میں تھا وہ اسی کے پاس رہنے دیا۔" (اسلام اور مذہبی رواداری مصنفہ جناب چودھری غلام احمد صاحب)

قرآنی جہاد

یہاں قدرتی طور پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب قرآن دوسرے مذاہب سے اس قدر رواداری برتتا ہے اور انسانوں کو فکر و عمل کی آزادی دیتا ہے تو پھر وہ جہاد کی تعلیم کس غرض کے لئے دیتا ہے اور دوسری قوموں سے عدل و انصاف کرنے کے کیا معنے ہیں؟ یہ سوال اس لئے پیدا ہوتا ہے کہ اقوام یورپ نے اسلام کی حد سے زیادہ بڑھی ہوئی دشمنی اور تعصب و عناد کی وجہ سے جہاد کی ایسی ہولناک و لرزہ خیز تصویر کھینچی ہے کہ جہاد کا نام سنتے ہی قتل و خونریزی اور تباہی و بربادی کے خونی منظر آنکھوں کے سامنے آجاتے ہیں اور دنیا کی قومیں سہم کر رہ جاتی ہیں۔ پس ہم مختصراً جہاد کی حقیقت اور اس کی غرض و غایت بیان کرتے ہیں تاکہ اپنے اور پرائے سب اس کا مفہوم صحیح طور پر سمجھ لیں۔

جہاد عربی زبان کا لفظ ہے۔ اس کے معنے کوشش و سعی بلیغ کے ہیں بشرطیکہ وہ کوشش خلوص دل کے ساتھ کسی امر دینی کے لئے ہو۔ مثلاً ایک شخص اپنے نفس پر جبر کر کے سردی کے دنوں میں صبح کی نماز پڑھتا ہے یا گرمی کے دنوں میں روزہ رکھ کر بھوک پیاس کی تکلیف برداشت کرتا ہے اور یا اپنے مرغوبات نفس برادری کے دباؤ اور مستبد حاکم کے مقابلہ میں احکام شریعت کی پابندی کرتا ہے نہ کسی کا خوف کرتا ہے اور نہ کسی کی ملامت کی تو یہ جہاد ہے۔ مگر جہاد بالنفس یہی معنے اس آیت کے ہیں یجاهدون فی سبیل الله ولا یخافون لومة لائم یعنی وہ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خوف نہیں کرتے۔

اگر کوئی شخص مال کی محبت اور ذاتی ضرورت کو دبا کر خدا کی راہ میں اپنا مال خرچ کرتا ہے تو یہ جہاد بالمال ہے چنانچہ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے جاهدوا فی سبیل الله باموالکم و انفسکم اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرو۔

اگر کوئی شخص بدکاروں کو نیکوکار رہنے کی ہدایت کرتا اور برائی کو زبان سے روکنے کی کوشش کرتا ہے تو یہ جہاد باللسان ہے۔ الغرض اپنی خواہشات پر قابو پانے منہیات سے باز رہنے احکام شرعیہ کی پابندی کرنے غصہ حسد بغض کینہ غیبت چغلی اور نفاق وغیرہ روحانی بیماریوں سے اپنے سینے کو پاک کرنے حرام سے بچنے اور نیکی کی راہ پر گامزن ہونے کا نام جہاد ہے۔

رہا جہاد بالسیف جو دشمنوں کی نگاہ میں کھٹکتا ہے اور جس سے وہ لوگوں کو ڈراتے ہیں اس کے متعلق قرآن نے چند لفظوں میں کہہ دیا ہے اذن للذین یقاتلون الخ یعنی قرآن صرف ان سے قتال کی اجازت دیتا ہے جو تم سے لڑیں جو قوم یا جو شخص اسلام کو مٹانا اور مسلمانوں کو پامال کرنا چاہتا ہے قرآن اجازت دیتا ہے کہ اس کے مقابلے میں تلوار لیکر میدان جہاد میں نکل آؤ باقی رہے وہ لوگ جو مسلمانوں سے برسر جنگ ہونا نہیں چاہتے ان کے لئے ارشاد ہے لا ینھٰکم الله عن الذین لم یقاتلوکم الخ یعنی اللہ تعالےٰ تم کو ان سے صلح کرنے اور امن و سلوک کے ساتھ رہنے سے نہیں روکتے پھر فرمایا و ان جنحوا للسلم فاجنح لها اے نبی اگر وہ صلح کے لئے جھکیں تو آپ بھی اس کے لئے جھک جائیں۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ اسلام صرف مدافعانہ جنگ کی اجازت دیتا ہے مگر یہ غلط ہے اسلام فتنہ و فساد کو دور کرنے کی غرض سے بھی جنگ کا حکم دیتا ہے حتی لا تکون فتنة قرآن کے نزدیک شرک اور غیر الٰہی نظام حکومت فتنہ ہے وہ دنیا سے ظالمانہ و مفسدانہ نظامات کو مٹا کر اسلام کا مصلحانہ امن پسند اور عادلانہ نظام قائم کرنے کے لئے ظالموں اور مفسدوں کی قوت و شوکت توڑ دینا چاہتا ہے یاد رکھیئے قرآن کا مقصد محض تسخیر ممالک جوع الارض کی تسکین اور مسلمانوں کی حکومت نہیں یہ جنگ سلطنت کی جنگ ہے وہ صرف فی سبیل اللہ جنگ کراتا ہے یعنی ایسی جنگ جس میں کوئی ذاتی یا قومی یا ملکی غرض نہ ہو یا یوں سمجھیئے کہ حکومت الٰہی کے قیام کے لئے جنگ کی اجازت دیتا ہے جس میں دنیا کے انسانوں کو امن و سکون اور حریت فکر و آزادی رائے و مذاہب حاصل ہوتی ہے۔

غیر اقوام سے اشتراک و تعاون

قرآن مسلمانوں کو دوسری قوموں کے ساتھ محبت و رواداری اور اتحاد و مفاہمت کے ساتھ رہنا سکھاتا ہے اور رفاہ عام، خدمت انسانیت کے کاموں میں ان سے بڑھ چڑھ کر حصہ لینے اور ان کی طرف دست تعاون بڑھانے کی تاکید کرتا ہے تعاونوا علی البر والتقوی الخ نیکی اور تقوی کے کاموں میں تعاون کرو۔ اس کے یہ معنے نہیں کہ اب ہر فرد کو قرآن نے اجازت دیدی ہے کہ وہ اپنی مرضی اور خیال سے جس کام کو چاہیں نیکی کا کام قرار دے لیں اور یہ آیت پڑھ پڑھ کر دوسروں کے جال میں پھنسنا اور جذب ہونا شروع کر دیں اگر کوئی ٹوکے تو کہیں جناب ہم تو آزادی کی جنگ میں حصہ لے رہے ہیں ان میں جذب تھوڑا ہی ہو رہے ہیں اس پر کوئی بیچارہ یہ پوچھ بیٹھے کہ میاں مجاہد صاحب وہ جنگ ہو کہاں رہی ہے جس میں آپ حصہ لینے جا رہے ہیں تو پھر بغلیں جھانکنے لگیں۔

اللہ رحم کرے ان کی حالت پر جنہوں نے غیر ملکی مردودوں کو ہٹا کر وطنی فرنگیوں کو لا بٹھایا اور مسلط کر لیا اور ایک اسلامی نظام کو توڑ کر غیر اسلامی نظام کو قائم کر لینے کا نام آزادی اور رجسٹروں میں نام لکھا لینے کا نام آزادی رکھا ہے

کتنا بڑا ہے۔ فریب جس میں مسلمانوں کو مبتلا کیا جا رہا ہے اور پھر قرآن کتب حدیث اور تاریخ اسلام کو بھی مجبور کیا جاتا ہے کہ یہ سب ان کی بات مانیں پس یاد رکھئے نیکی کے کاموں کا فیصلہ کرنا اور ان میں دوسری قوموں کے ساتھ حصہ لینا یہ کام افراد کا نہیں بلکہ مسلمانوں کی اس جماعت کا ہے جو بحکم قرآن ولتکن منکم امة یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر یعنی ایسی امت جو خیر کی دعوت دے لوگوں کو نیک کاموں کی طرف لائے اور برے کاموں سے روکے اب ہم کھکر کہتے ہیں کہ قرآن کریم کی روشنی میں اس جماعت کو حق ہے کہ پہلے ملکی معاملات کو کتاب و سنت کی ترازو میں تولے صلح و دشمنی ملاپ، بگاڑ اور اپنوں وغیروں کا فیصلہ قرآنی احکام کے مطابق کرے اور آزادی و غلامی کا وہی تصور اپنے سامنے رکھے جو قرآن حکیم نے حکم دیا ہے پھر برادران وطن سے سمجھوتہ و معاہدہ جماعتی حیثیت سے کرے۔

سیاسی و ملکی معاملات و مسائل کو مذہب سے الگ کر کے محض قومی نقطہ نظر سے حل کرے کسی کو دشمن سمجھنے اور کسی کو اپنا قرار دینے قرآن علاء کو ہرگز ہرگز اجازت نہیں دیتا۔

مسلم وغیر مسلم کی مخلوط جماعت کا تصور یکسر غیر قرآنی ہے

قرآن مبین دنیا کے انسانوں کی تقسیم ملک و وطن کے اعتبار سے نہیں کرتا بلکہ صرف کفر و اسلام کے اصول پر کرتا ہے اس کے نزدیک انسان صرف دو جماعتوں میں منقسم ہو سکتے ہیں مسلم و غیر مسلم تیسری قسم کا قرآن میں ذکر نہیں۔ اگر ہے تو مسلموں کا نہیں بلکہ منافقوں کا ہے یعنی وہ جماعتوں سے بھی ملے رہیں اور غیروں سے بھی ان کی سزا قرآن نے دوزخ کا سب سے نچلا حصہ بتلائی ہے گویا قرآن کے نزدیک جماعتیں صرف دو ہی ہیں، مسلم اور غیر مسلم تیسری جماعت کا قرآن میں وجود نہیں۔

قرآن مسلمانوں کی خالص الگ جماعت قائم کرتا ہے ان کو حکم دیتا ہے واعتصموا بحبل اللہ جمیعا یعنی اللہ کی رسی یعنی قرآن کو مضبوط پکڑ لو اور ہر قسم کے معاملات خواہ وہ اپنی اندرونی اصلاح و تنظیم سے متعلق ہوں یا سب کو باہمی مشورہ سے طے کرو (وامرھم شوریٰ بینھم)

نیز قرآن اولی الامر منکم کی اطاعت کی تاکید و ہدایت کرتا ہے مگر کسی غیر مسلم کی قیادت میں چلنے کی اجازت نہیں دیتا پس مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ قرآنی اصولوں کے مطابق خالص اسلامی جماعت قائم کریں اور اپنی انفرادی زندگیاں اطاعت امیر کے لئے وقف کر دیں کہ ان کی نشاۃ ثانیہ اصلاح و تنظیم اور فوز و فلاح کی واحد صورت یہی ہے اور قرآن کی دعوت دیکھا رہی ہے کیا صدیوں کے بچھڑے بھٹکے بکھرے مارے اور مرے ہوئے مسلمان قرآن کی اس دعوت کو سنیں گے

اے اللہ ہم تیرے گناہگار نافرمان اور سرکش بندے ہیں اچھے ہیں یا برے بہر حال تیرے ہیں تیرے پیارے نبی کی امت میں اور تیرے قرآن کے ماننے والے ہیں ہمیں اس کے صحیح فہم و عمل کی توفیق عطا فرما اور ہماری بگڑی بنا دے۔ آمین۔ وما علینا الا البلاغ

مسائل رمضان المبارک

(از جناب مولانا حافظ احمد سعید صاحب صدر جمعیۃ علمائے ہند)

رمضان المبارک کا مہینہ اسلامی برکات میں سے ایک عظیم الشان برکت کا مہینہ ہے اس مبارک مہینے میں حق جل مجدہ کی خاص رحمتوں کا بند در نزول ہوتا ہے بہت خوش قسمت ہیں وہ مسلمان جو اس مہینے سے فائدہ اٹھانے میں کامیاب ہوئے اور جنہوں نے اس مقدس مہمان کی میزبانی کا حق ادا کر دیا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ رمضان کی چاند رات کو دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔

خدا کی طرف سے اعلان کیا جاتا ہے یا باغی الخیر اقبل ویا باغی الشر اقصر اے بھلائی کے طالب تیرے لئے بہترین موقع ہے اگر کچھ حاصل کر سکتا ہے تو کر لے اور اے برائی کے طالب اس مہینے کا احترام کر اور کم از کم اس مہینے بھر تو اپنی برائیوں سے باز آ۔

ایک حدیث قدسی میں آیا ہے کہ ہر نیکی کا ثواب دس سے لیکر سات سو گنے تک ہو جاتا ہے بندے کے اخلاص کی قدر اس کے ثواب میں زیادہ ہوتی رہتی ہے لیکن روزے کو میرے ساتھ ایک خاص تعلق ہے اور اس کا ثواب میں خود ہی بندے کو عنایت کروں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ روزہ عذاب دوزخ سے بچانے کی ایک ڈھال ہے اور فرمایا کہ روزہ دار کے منہ کی بھبک خدا کے نزدیک مشک سے زیادہ محبوب و مقبول ہے اور فرمایا کہ جو شخص رمضان کے دنوں میں روزہ رکھے اور رات کو عبادت اور تراویح وغیرہ کرے اس کے پہلے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اور فرمایا کہ روزہ دار سے اگر کوئی جاہل لڑنے جھگڑنے لگے تو کہہ دے کہ بھائی میں تو روزہ دار ہوں یعنی مجھے لڑائی جھگڑے سے معاف رکھو اور فرمایا جس شخص نے بغیر عذر شرعی رمضان کا ایک روزہ بھی چھوڑ دیا تو پھر ساری عمر کے روزے بھی اس کے قائم مقام نہیں ہو سکیں گے یعنی ثواب و فضیلت میں ایک روزہ کے برابر نہ ہوں گے روزہ دار کے لئے دو موقع خاص طور پر مسرت و شادمانی کے ہیں ایک جس وقت روزہ افطار کرتا ہے تو اس کو اپنی عبادت کے پورا ہو جانے پر خوشی ہوتی ہے اور ایک جس دن یہ روزہ دار اپنے پروردگار سے ملاقات کریگا تو اس دن اس کی خوشی اور مسرت کا کوئی ٹھکانا نہ ہوگا۔

روزہ کے ضروری مسائل

مسلمان عاقل بالغ مقیم تندرست پر روزہ فرض ہے بشرطیکہ کوئی شرعی عذر نہو۔ شرعی عذروں کا ذکر آگے آتا ہے۔ روزہ کے لئے نیت کرنا ضروری ہے۔ نیت یعنی دل سے روزہ کا قصد کرنا اور زبان سے بصوم غد نویت کہنا مستحب ہے اگر روزہ کی نیت نہ کرے اور تمام دن نہ کھائے نہ پیئے تو روزہ صحیح نہ ہوگا۔ روزہ کی نیت سحری کھانے کے بعد کر لی لیکن ابھی صبح صادق نہیں ہوئی تو نیت کے بعد بھی صبح صادق سے پہلے کھانا پینا درست ہے۔ رمضان کے ہر روزہ کی نیت ہر روز کرنی چاہیے سحری کھانا نیت کے قائم مقام ہے۔

سحری اور افطار کے مسائل

سحری کھانے کی حدیث شریف میں بہت فضیلت آئی ہے اور اس کو انبیا علیہم السلام کی سنت فرمایا گیا ہے۔
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سحری کھایا کرو اس میں بہت برکت ہے ضروری نہیں کہ پیٹ بھر کر ہی کھائے بلکہ جس قدر رغبت ہو کھا پی لے۔ ایک دو لقمے کھا لینے یا پانی کے ایک دو گھونٹ پی لینے سے ہی سنت ادا ہو جاتی ہے سحری آخری وقت میں کھانی مستحب ہے بشرطیکہ طلوع صبح صادق سے پہلے ختم کر دی جائے اگر صبح صادق ہو جانے کا شبہ ہو جائے تو پھر نہ کھائے۔ سحری کھانے کی اجازت صبح صادق سے پہلے پہلے ہے کسی ناواقف مؤذن کی اذان سے سحری کھانا ممنوع نہیں ہو جاتا۔
آفتاب غروب ہوتے ہی افطار کرنا مستحب ہے۔ دیر نہ کرنی چاہیے۔ ہاں ابر کے دن تھوڑی تاخیر بہتر ہے کھجور سے افطار مستحب ہے کھجور نہ ہو تو پانی افضل ہے اگر کسی اور چیز سے افطار کیا تب بھی مضائقہ نہیں افطار کے وقت یہ دعا پڑھنا بہتر ہے اللھم لک صمت وعلی رزقک افطرت ذهب الظما وابتلت العروق وثبت الاجر ان شاء اللہ تعالیٰ

روزہ کے مستحبات و مکروہات

روزہ میں لغو اور فضول باتوں سے پرہیز کرنا۔ کثرت سے عبادت کرنا۔ شب بیداری کرنا۔ عشرہ اخیرہ کا اعتکاف کرنا مستحب ہے۔
روزہ میں یہ چار چیزیں مکروہ ہیں۔ ان میں سے کسی بات کے کرنے سے روزہ کا ثواب کم ہو جاتا ہے۔ غیبت کرنا۔ جھوٹ بولنا چغلی کھانا۔ کسی کو برا کہنا۔ گالی دینا بلا ضرورت کسی چیز کو چبا کر تھوک دینا۔ روزہ کی حالت میں بلا ضرورت ناپاک رہنا منہ میں قصداً تھوک جمع کر کے نگل جانا۔

روزہ کے فاسد ہونے اور نہ ہونے کا بیان

قصداً کھا پی لینا قصداً منہ بھر کے قے کرنا۔ کان یا ناک میں دوا ڈالنا۔ قصداً جماع کرنا۔ حلق کے راستے یا حقنے کے ذریعہ پیٹ میں دوا پہنچانا۔ روزہ یاد ہونے کی حالت میں کلی کرتے ہوئے بلا قصد حلق میں پانی چلا جانا۔ صبح صادق کے بعد رات سمجھ کر سحری کھا لینا۔ دن ہی میں یہ سمجھ کر کہ شام ہو گئی افطار کر لینا ان سب چیزوں سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور قضا واجب ہوتا ہے اور صرف اس صورت میں کہ کوئی دوا یا غذا قصداً کھا پی لے یا قصداً جماع کرے کفارہ بھی واجب ہوتا ہے
جن چیزوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا اور مکروہ بھی نہیں ہوتا ہے بھولے سے کھانے پینے یا جماع کرنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ کان میں پانی چلا جائے یا خود بخود قے ہو جائے یا خواب میں احتلام ہو جائے یا قے خود بخود آ کر حلق میں لوٹ جائے یا حلق میں مکھی مچھر چلے جانے سے یا آنکھ میں دوا ڈال جانے ان باتوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا روزہ میں مسواک کرنا خوشبو سونگھنا سرمہ لگانا۔ سر میں تیل ڈالنا جائز ہے۔

روزہ نہ رکھنے کے عذر

اگر مرض پیدا ہو جانے یا مرض بڑھ جانے کا اندیشہ ہو۔ دودھ پلانے والی کو اپنی یا اپنے بچے کی جان کا خوف ہو یا مسافر ہو یا عورت حاملہ ہو اور روزہ سے نقصان کا خوف ہو یا مسافر ہو یا عورت کو حیض و نفاس آتا ہو یا اس قدر کمزوری ہو کہ روزہ رکھنے کی برداشت نہ ہو یا جہاد میں ہو یا شدت بھوک و پیاس سے جان کا خوف ہو ان تمام حالتوں میں جائز ہے کہ روزہ نہ رکھے البتہ عذر زائل ہونے کی حالت میں قضا کرے سوائے حیض و نفاس کے باقی عذروں کے ہوتے ہوئے روزہ رکھ لے تو روزہ ہو جائیگا۔
جو شخص اتنا بڈھا ہو کہ نہ اس میں روزہ کی طاقت ہے اور نہ آئندہ امید اسے جائز ہے کہ روزہ نہ رکھے اور ہر روزہ کے بدلے ایک صدقہ فطر کی مقدار مسکین کو دے۔

نماز تراویح

نماز تراویح رمضان شریف میں مرد و عورت کے لئے سنت مؤکدہ ہے (درمختار)
نماز تراویح روزہ کے تابع نہیں ہے جو لوگ کسی وجہ سے روزہ نہ رکھ سکیں ان کو بھی تراویح پڑھنا سنت ہے اگر نہ پڑھیں گے تو ترک سنت کا گناہ ان پر ہوگا۔ مسافر، مریض جو روزہ نہ رکھتا ہو اسی طرح حیض و نفاس والی عورت اگر تراویح کے وقت طاہر ہو جائے اور اسی طرح وہ کافر جو اسلام لائے ان سب کو تراویح پڑھنی سنت ہے۔ اگرچہ لوگوں نے روزہ نہیں رکھا۔ (مراقی الفلاح)
تراویح کا وقت بعد نماز عشا شروع ہوتا ہے اور صبح کی نماز تک رہتا ہے نماز عشا سے پہلے اگر تراویح پڑھی جائے تو اس کا شمار تراویح میں نہ ہوگا وتر کے بعد تراویح پڑھنا بہتر ہے اگر پہلے پڑھ لے تب بھی درست ہے۔

اعتکاف

رمضان شریف کے آخر عشرہ میں مسجد میں اعتکاف کرنا سنت مؤکدہ ہے۔ عورتوں کو اپنے گھروں میں اعتکاف کرنا چاہیے بلا ضرورت باہر نہ جائیں اعتکاف میں نفلیں نمازیں تلاوت قرآن شریف کرنی چاہیے۔
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عبادت کا اہتمام خصوصاً آخر عشرہ میں زیادہ فرماتے تھے اور اعتکاف بھی آخر عشرہ میں فرماتے تھے تخصیص کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ لیلۃ القدر غالباً اسی عشرہ میں ہوتی ہے جس کی نسبت قرآن شریف میں وارد ہے کہ وہ ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔

عید سعید

از جناب مولوی سید عبدالرؤف صاحب ناظم کتبخانہ نذیریہ

برادران اسلام! خدا نے ماہ مقدس رمضان کو بہر دو نوی گذار دیا ہے جس کو روزہ رکھنے تراویح پڑھنے اور دوسری قسم کی عبادات الٰہی میں مشغول رہنے کی توفیق ملی ہے ان کا فرض ہے کہ وہ اپنی خوش نصیبی پر اللہ تبارک و تعالیٰ کا شکر ادا کریں کیونکہ بغیر خداوند قدوس کی توفیق بخشی کے کسی بندے سے بھی کوئی نیک کام انجام نہیں پا سکتا اگر خدا نخواستہ اس ماہ مقدس رمضان میں بھی ہم مشغول لہو و لعب رہتے اور اس کی رحمت و مغفرت سے اپنا دامن بھرنے کی طرف سے غافل رہتے تو اس سے زیادہ ہماری بدبختی اور کیا ہو سکتی تھی اس لئے اللہ کے شکر میں ہمیں سر بسجود ہونا چاہیے کہ اس نے رمضان کے برکات و فضائل سے سعادت اندوز ہونے کی ہمیں توفیق دی اس کے ساتھ دعا کرنی چاہیے کہ خدائے بزرگ و برتر [illegible]

عبادتیں جوں کی ملت۔

فرزندان اسلام! رمضان المبارک کے دن اور راتیں عبادت الٰہی کیلئے ماری گئی ہیں اور اس کے بعد جن بندگان مومن نے رمضان کا احترام کیا ان کے لئے عید کا یوم مبارک و مسعود مقرر کیا گیا ہے تاکہ وہ صلہ عبادت کے لئے اس میں خوب خوش ہوں اور اللہ کے مقرر کردہ یوم مسرت میں دل کھول کر مسرور و شادمان ہوں اور پوری ملت اسلامیہ اس مبارک و مسرت آگیں دن میں اللہ کی نعمتوں کا شکر عملاً ادا کرے۔

انسان کی انفرادی زندگی پر اگر تامل کی نظر ڈالی جائے تو وہ ایک بے معنی اور مہمل سی چیز معلوم ہوگی اسی لئے انفرادی زندگی کو کوئی خاص اہمیت حاصل نہیں ہے کوئی مذہب بھی انفرادی زندگی کو غیر معمولی اہمیت نہیں دیتا لیکن اسلام نے تو سرے سے انفرادی زندگی کی بیخ کنی کردی ہے وہ اپنے کسی فرد کو اجازت نہیں دیتا کہ حیات اجتماعی سے کٹ کر اپنے آپ کو الگ کرے قانون الٰہی اور احکام شرعی کے مطابق ہر ایک فرد امت مجبور ہے کہ وہ ہر وقت اور ہر لحظہ مفاد اجتماعی کا خیال رکھے یعنی کوئی ایسا کام کرے جو مفاد اجتماعی کے منافی ہو اور نہ کسی ایسے کام سے بچ جائے جو اس کے لئے مفید اور ممد و معاون ہو ان دونوں امور کو پیش نظر رکھکر آپ اسلامی تعلیمات کا بغور مطالعہ کیجئے تو معلوم ہو جائے گا کہ فی الواقع اسلام حیات اجتماعی کی نشو و نما کے لئے نازل ہوا ہے گو وہ حیات انفرادی کو نظر انداز نہیں کرتا مگر اس نیلگون آسمان کے نیچے اور اس وسیع زمین کے اوپر وہ اپنے کسی فرزند کو رشتہ اخوت و اجتماع سے الگ دیکھنا پسند نہیں کرتا۔ اعتصموا بحبل اللہ جمیعا میں اسی قانون اخوت و اجتماع کی طرف اشارہ ہے مسرت و خوشی جس طرح انفرادی زندگی پر اثر ڈالتی ہے اسی طرح حیات اجتماعی پر بھی وہ اثر انداز ہوتی ہے جو قومیں مسرت و خوشی سے نا آشنا ہیں سمجھ لینا چاہیئے کہ ان کی زندگی بہت مختصر ہے لیکن اسی کے ساتھ جن قوموں کو عیش و نشاط کے سوا کوئی دوسرا کام نہیں وہ تو صرف برباد اور ہلاک ہونے کے لئے ہوتی ہیں خدائے اسلام نے فرزندان اسلام کو بین بین اور متوسط طریقے پر زندگی بسر کرنے کی ہدایت کی ہے وہ نہ تو یہ حکم دیتا ہے کہ شب و روز مغموم و متفکر رہو اور نہ اس کی اجازت دیتا ہے کہ رات دن مصروف عیش و نشاط رہو بلکہ اس کا فرمان یہ ہے کہ اعتدال کے ساتھ رہو اور ہر حال میں انفرادی زندگی پر قومی و ملی یعنی اجتماعی زندگی کو مقدم رکھو اس لئے عید کا دن ہمیں ایک ملی خوشی اور جشن کے دن کے طور پر منانا چاہیئے اور کوشش کرنی چاہیئے کہ ہماری ملت اور قوم کا ایک ایک بچہ عید کے دن شاداں اور فرحاں نظر آئے سب کو مل کر رنج و فکر کو اپنے شہروں اور آبادیوں سے باہر نکال دینا چاہیئے کم از کم سال میں ایک دن تو امت محمدی کو ایسا نصیب ہو جائے جو رنگ سے خالی اور غم و الم سے آزاد ہو یعنی اگر ہم اپنی زندگی کے ہر ایک دن کو عید نہیں بنا سکتے جیسا کہ زندہ قوموں کی زندگی کا ایک ایک دن روز عید اور رات شب برات ہوا کرتی ہے اور کبھی امت مسلمہ اور ابراہیم و محمد کے نام لیواؤں کی زندگی کا ایک ایک دن اور ایک ایک رات بھی یوم عید اور شب برات کا حکم رکھتے تھے تو کم از کم تین سو ساٹھ دنوں میں تو ایک دن ایسا نکل جائے جو گذشتہ زندگی کی یاد کو تازہ کرے اور ہمیں بتادے کہ ہمیں اسے بنا کس طرح رہنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

برادران اسلام! تنہا ایک فرد واحد کی خوشی یا ایک خاندان کی خوشی کی حقیقی مسرت و خوشی نہیں بخش سکتی جب تک کہ کل قوم اور ساری ملت خوش اور مسرور نہ ہو یا کم از کم قوم کی اکثریت خوش و خرم ہو تب کہیں حقیقی مسرت و خوشی اپنا روئے زیبا دکھلاتی ہے اس حقیقت کو تم اپنے خاندان اور شہر پر قیاس کر سکتے ہو فرض کرو کہ خدانخواستہ ایک خاندان میں کوئی اہم اور عزیز کی موت ہو جائے تو ایک نہیں لاکھ عید آئیں مگر اس خاندان میں خوشی کا نام و نشان بھی نظر نہ آئیگا۔ اسی طرح اگر کسی شہر پر کوئی وبائی آفت نازل ہو جائے اور اس شہر کے ہر ایک گھرانے میں موتیں ہو چکی ہوں اور صرف ایک خاندان یا گھر موت کی دستبرد سے بچا ہو تو جشن مسرت میں اس ایک گھر میں بھی قدم نہیں رکھ سکتیں کیونکہ جب سارا شہر وقف ماتم ہے گھر گھر سے نوحہ و فغاں کی صدائیں اٹھ رہی ہیں اور پاس پڑوس کے مکانوں میں صف ماتم بچھی ہوئی ہو تو ایسے پر اندوہ و غم آگیں ماحول میں عید کی خوشی کس طرح اس ایک گھر میں قدم رکھ سکتی ہے جو موت کے دار و گیر سے بچ رہا ہے یہی حال پورے ملک اور پوری قوم کا ہوتا ہے اور اسی پر اپنی پوری ملت کے معاملہ کو قیاس کرنا چاہیئے اگر کروڑوں نفوس میں سے چند سو یا چند ہزار افراد اسباب شادی و مسرت رکھتے ہیں اور باقی ملت و قوم سامان عیش و نشاط سے محروم ہے تو ظاہر ہے کہ ان چند سو یا چند ہزار کو بھی وہ خوشی حاصل نہیں ہو سکتی جو ہونی چاہیئے کیونکہ جب گرد و پیش اور ماحول اسباب غم سے گھرا ہوا ہو گا تو مخصوص طبقہ بھی مسرتوں سے محروم رہے گا گو بظاہر وہ طبقہ کتنے ہی اسباب فرحت و انبساط اپنے لئے فراہم کرے گردوں کی بستی اور روح کی آبادی محروم نشاط ہی رہے گی اس لئے اسلام کا خدا تمام دنیا کے مسلمانوں کو ایک ہی رشتہ اخوت و اجتماع میں بندھا ہوا دیکھنا پسند کرتا ہے کہ سب یکساں حالت میں رہیں اور یہ جب ہی ہو سکتا ہے کہ ہر ایک فرد اسلام اپنے ہر ایک اعمال و افعال میں ہر وقت اپنی ملت اور اپنی قوم کا خیال رکھے خود خوش رہے تو پوری ملت کو خوش دیکھنے کی آرزو کرے غم دیدہ ہو تو ساری قوم کی غم نصیبی و الم انگیزی کا نقشہ ان کے سامنے پھر جائے۔ عید کا یوم مبارک بھی اس قاعدہ سے مستثنیٰ نہیں ہے خدا نے مسرت و خوشی کا یہ دن افراد و اشخاص یا خاندانوں اور گھرانوں کی خوشی و خوش پوشی کے لئے مقرر نہیں فرمایا بلکہ پوری ملت اسلامیہ اور ساری امت محمدیہ کی مسرت و شادمانی کے لئے مقرر فرمایا ہے تاکہ مسلمانوں کی حیات اجتماعی میں افسردگی اور اداسی کا گھن نہ لگنے پائے اور ملت اسلامیہ کے قوائے اجتماعیہ میں اضمحلال پیدا نہ ہو سکے۔

برادران اسلام! مذکورہ نقطہ نظر کو سامنے رکھکر عید کی خوشیوں اور مسرتوں سے آپ کو شادکام ہونا چاہیئے عیش و مسرت و شادمانی و فرحت کے سامان خوب خوب جی کھول کر فراہم کیجئے مگر اپنے ان بھائیوں کو نہ بھولئے جو بدقسمتی کا شکار اور افلاس و درماندگی کا ہدف بنے ہوئے ہیں اگر آپ کے پڑوسی مسلمان عید کے دن مغموم رہیں گے تو ان کے دلوں کا غم باہر نکل کر آپ کی شادکامیوں کے راستے میں دیوار کی طرح حائل ہو جائیگا اور مسرت و شادمانی اپنی حقیقی کیفیت کے ساتھ آپ تک بھی نہ پہنچ سکے گی اس لئے ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اپنے ہمسایہ اور پڑوسی مسلمانوں کا خیال رکھے اور ان میں جو نادار و مفلس اور غریب مسلمان ہیں ان کی امداد کر کے اس قابل بنا دے کہ وہ بھی عید کی خوشی میں شریک ہو سکیں اور عید کی عالمگیر مسرتوں سے وہ بھی مستفید ہو کر تمہاری خوشیوں میں اضافہ کا باعث بنیں۔

وہاں سے ایک پوسٹ کارڈ منگائیے۔ اور لیڈی ڈاکٹر زنانہ دواخانہ دہلی کے پتہ پر خط لکھکر ایک شیشی دوا روک منگا لیجئے۔ یہ دوا لیکوریا کا اوّل نمبر علاج ہے۔ تیسرے دن ہی رطوبت کا آنا بند کردیگی۔ اور پوری شیشی استعمال کرلینے سے لیکوریا یعنی سیلان الرحم کی بیماری کا صحیح طور پر خاتمہ ہوجائے گا۔

تقریباً بیس سال سے دوا روک تمام ملک میں مشہور ہے

اور ہزارہا ڈاکٹر و حکیم اس دوا کے استعمال کی خاص طور پر سفارش کرتے ہیں ایک شیشی کی قیمت تین روپئے آج ہی پتہ ذیل پر خط لکھکر ایک شیشی بذریعہ وی۔ پی پارسل منگا لیجئے۔ پارسل پر صرف نو آنے محصول لگے گا۔ اور یہ پارسل آپ کو آپ کے گھر بیٹھے مل جائیگا۔ ایک عورت کو تندرست کردینے کے لئے دوا روک کی صرف ایک شیشی کافی ہوتی ہے۔

پتہ: لیڈی ڈاکٹر زنانہ دواخانہ ۳۴ بی۔ بی دہلی

ٹیلیفون نمبر ۶۲۶۸

سُفید بال سیاہ

ہندوستان کے متعدد ڈاکٹر حیران ہیں کہ ایک ہندوستانی نے عجیب غریب خضاب ایجاد کر دیا ہے جس سے سفید بال ایک ہفتہ میں سیاہ ہو جاتے ہیں یہ خضاب لگایا نہیں جاتا بلکہ کھایا جاتا ہے یعنی کھانے کی دوا ہے اس دوا کے استعمال سے سر اور ڈاڑھی کے سفید بال بھی رفتہ رفتہ کالے ہو جاتے ہیں، جن لوگوں نے ابھی اس حیرت انگیز دوا سے فائدہ نہیں اٹھایا وہ فوراً منگا کر دیکھیں صرف ایک ہفتہ کے استعمال کے بعد اس دوا کا زندہ ثبوت وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے یعنی جو بال ابتک سفید ہو گئے ہیں ان کی جڑیں بھی سیاہ ہو جائیں گی اور آئندہ سے سیاہ بال پیدا ہوں گے۔ اس دوا کا نام "کیشول" ہے ایک شیشی میں پورا کورس دوا ہوتی ہے قیمت فی شیشی چار روپے دو آنہ محصول ڈاک تیرہ آنے لگتا ہے۔ جن لوگوں کو ضرورت ہو وہ ایک خط لکھکر کیشول کی ایک شیشی بذریعہ وی پی پارسل منگائیں۔

پتہ:- منیجر زنانہ دواخانہ پی بی ۳۴ دہلی

عورت کا سینہ

بچوں کو زیادہ دودھ پلانے سے یا اور کسی بیماری یا بے احتیاطی سے بعض اوقات عورت کا سینہ (یعنی پستان) بہت نرم اور ڈھیلے پڑ کر نیچے کو ڈھلک جاتے ہیں اور اس طرح عورت کی ظاہری جوانی ختم ہو جاتی ہے۔ عورت کے ظاہری حسن کے لئے اس کے سینہ کو بھی جوان ہونا ضروری ہے۔ اگر نرم اور نیچے کو گرے ہوئے پستان پر مشہور دوا "برسٹین" کا استعمال کیا جائے تو یہ ثمر شباب (یعنی پستان) پھر از سرِ نو گول اور سخت ہو جاتے ہیں اور عورت پھر نوجوان لڑکی معلوم ہونے لگتی ہے اگر گود میں بچہ ہو اور وہ دودھ پیتا ہو۔ تب بھی کوئی حرج نہیں۔ دوا نقصان نہیں کرتی اس زمانہ میں بھی دوا "برسٹین" استعمال ہو سکتی ہے پستان کو دوبارہ سخت اور گول کرنے کے لئے یہ دوا سالہا سال سے مشہور ہے۔ ایک شیشی کی قیمت چار روپے پندرہ آنے۔ محصول ڈاک نو آنے لگتا ہے۔

دوا منگانے کا پتہ

لیڈی ڈاکٹر زنانہ دواخانہ۔ پی۔ بی ۳۴ دہلی

جِس عورت کو بچہ نہ ہوتا ہو

جب کسی عورت مرد کی شادی کو کئی برس گذر جائیں اور پھر بھی اُن کے ہاں اولاد نہ ہوتی ہو یا کسی اندرونی اور نامعلوم خرابی کے باعث عورت کو اُمید نہ ہوتی ہو یا وہ لوگ جو بچہ کے لئے ترستے ہوں اور ان کے ہاں بچہ پیدا نہ ہوتا ہو تو ایسی حالت میں صرف ایک ہی ترکیب ہے جسکے بعد عورت کو بچہ ہو جائیگا برسوں کی تمنا پوری ہو جائیگی۔ یعنی اس ترکیب پر عمل کرنے کے بعد اولاد پیدا ہونے لگے گی۔

عورت کو بچہ ہونے کی ترکیب

موجودہ زمانہ کی تحقیقات اور کئی سال کی مسلسل کوشش کے بعد ایک ایسی عجیب غریب دوا تیار ہوئی ہے جسے اگر روزانہ سات دن تک مسلسل ایک ایک خوراک عورت کو کھلائی جائے اور ان سات دن میں وہ خاص پرہیز کرے اور علیحدہ رہے اور ٹھیک آٹھویں رات یہ پرہیز توڑ دیا جائے تو اسی آٹھویں رات عورت کو "اُمید" ہو جائے گی اس دوا کا نام "محافظِ اولاد" ہے اور تجربہ سے یہ ثابت ہوا ہے کہ مسلسل سات دن تک اس دوا کے استعمال سے عورت کا اندرونی جسم ۔ ۔ ۔ بالکل قدرتی اور نیچرل حالت میں آجاتا ہے اور جب آٹھویں رات ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ تو اس کو اسی رات "اُمید" ہو جاتی ہے اور پھر نو مہینے بعد وہ اپنی گود میں بچہ دیکھ لیتی ہے ایک شیشی دوا "محافظِ اولاد" میں ایک عورت کیلئے پوری سات خوراک دوا ہوتی ہے۔ اس کی قیمت دو روپے آٹھ آنے ہے۔ جس کو ضرورت ہو

لیڈی ڈاکٹر زنانہ دواخانہ۔ پی۔ بی ۳۴ دہلی

کے پتہ پر خط لکھکر یہ دوا بذریعہ وی۔ پی پارسل منگائیں۔ پارسل پر صرف نو آنے محصول لگے گا۔

اولاد بند کرو
بعض اوقات یہ بھی ہوتا ہے کہ بچوں کی کثرت سے مرد پریشان ہوجاتا ہے یا
عورت کی تندرستی زیادہ بچے پیدا کرنے سے خراب ہوجاتی ہے تو ایسی حالت
میں عورت کو چاہیئے کہ کچھ عرصہ کے لئے اولاد کا پیدا کرنا بند کردے تاکہ اس کی
تندرستی پھر ٹھیک ہوجائے۔ اسکی ترکیب یہ ہے کہ ایک شیشی دوا "رد حمل" منگاکر
عورت اپنے پاس رکھے۔ اور خاص وقت سے پہلے اس دوا کی ایک خوراک کھالے
حمل نہ ٹھہرے گا۔ چنانچہ جبتک یہ عمل رہیگا عورت کو حمل نہیں ٹھہر سکتا۔ اور جب
اس دوا کا استعمال ترک کردیگی تو حمل ٹھہر جانا ممکن ہے۔ ایک شیشی "رد حمل" میں
لیڈی ڈاکٹر زنانہ دواخانہ دہلی
آپکی نگاہ بہت کمزور ہے
اور پڑھنے لکھنے میں دقت ہوتی ہے
تو آپ کو ہندوستان کے بیشمار بڑے بڑے ڈاکٹروں اور حکیموں کے تجربہ کئے ہوئے
سرمہ کا استعمال چند روز میں ٹھیک کرسکتا ہے۔ اس سرمہ کا نام "بصری سرمہ"
ہے۔ یہ چند روز میں نگاہ کو بہتر کردے گا۔ نظر خواہ کسی باعث کمزور
ہوئی ہو "بصری سرمہ" پھر اسے روشن کردیتا ہے۔ سینکڑوں مریضوں نے استعمال
کرکے خاطر خواہ فائدہ اٹھایا ہے۔ ایک شیشی "بصری سرمہ" کی قیمت صرف
دو روپے بارہ آنے ہے اور اس پر نو آنے محصول لگتا ہے۔
پتہ: منیجر زنانہ دواخانہ پ۔ بی دہلی
عورت کو ہر مہینہ ماہواری کا درد
تیرہ چودہ سال کی نوجوان لڑکی سے لیکر چالیس سال عمر تک کی عورت کے لئے ہر مہینہ ماہواری ایام کا بغیر کسی درد اور تکلیف کے باقاعدہ آنا بہت
ضروری ہے۔ لیکن اگر کسی عورت کو ماہواری آنے میں تکلیف اور درد ہوتا ہے یا ماہواری خون باقاعدہ نہیں آتا یا مہینہ میں دوبار یا دو تین مہینے میں ایکبار
آتا ہے یا زیادہ دن تک آتا رہتا ہے یا ماہواری کے دنوں میں اس کی کمر اور ناف نلوں میں یا بدن میں سخت درد ہوجاتا ہے یا کسی عورت کو ماہواری رک رک
کر آتی ہے یا عرصے سے بند ہے یا ماہواری کی اور کوئی خرابی ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسی عورت بہت جلد کسی خطرناک مرض کا شکار ہوجائیگی
اور پھر اس کا علاج بے حد دشوار ہوجائیگا۔ لہذا ماہواری کی خرابی اور اس زمانہ کے درد وغیرہ کو ہرگز معمولی بات نہ سمجھیے۔ بلکہ جلد سے جلد ماہواری
کی ان خرابیوں کا علاج کرلینا چاہیئے۔
ماہواری کو باقاعدہ کرنیکی ترکیب
یہ ہے کہ ایسی بیمار عورت جو مندرجہ بالا خرابیوں میں یا ماہواری کی کسی تکلیف
میں مبتلا ہو اس کو ایک شیشی "دوا کورس" استعمال کرادیجئے۔
استعمال کرنے کے بعد عورت کو ہر مہینہ بغیر کسی تکلیف کے ماہواری باقاعدہ ٹھیک وقت پر اور صحیح مقدار میں آنے لگتی ہے اور اس
کی خرابی اور بے قاعدگی کا خاتمہ ہوجاتا ہے۔ نہایت کارگر دوا ہے اور تقریباً بارہ تیرہ سال سے ہندوستانی عورتوں میں مشہور
ہے۔ ایک شیشی دوا کورس کی قیمت دو روپے آٹھ آنے ہے۔
لیڈی ڈاکٹر زنانہ دواخانہ پ۔ بی دہلی کے پتہ پر خط لکھکر بذریعہ وی۔ پی پارسل
طلب فرمائیں۔ محصول معاف ہے۔

ماہوار جریدہ
مولوی
ONE RUPEE INDIA 1916
عجائب القصص
سب سے بڑی تاریخ اسلام اور سب سے بڑی قصص الانبیاء، دو حصوں میں پہلے
میں حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ تک و اصحاب کہف و اصحاب اخدود و ذوالقرنین
۳۰۰ صفحات حصہ دوم میں سیدنا حضور رسول کریم کی بڑی مفصل سوانح حیات ۴۴۳ صفحات
اور خلافت راشدہ، حضرت امام حسین۔ اور خلفائے بنی امیہ کے حالات کل
۸۰۰ صفحات تک مولوی سے دوگنی تقطیع کے ۳۰ صفحات کی مجلد کتاب اور قیمت
اس زمانہ میں بھی صرف پانچ روپے محصول ڈاک عہ کل سوا چھ روپے
مینجر رسالہ مولوی عبدالحمید خان کوچہ چیلان دہلی

ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا او اخطانا

بسم اللہ الرحمن الرحیم
چاند کی بیس تاریخ تک بھی اگر اتفاق سے کوئی پرچہ نہ ملے تو دوسرا پرچہ دفتر سے خط بھیج کر منگا لیجئے

مولوی دہلی

نمبر خریداری آپ کے پتہ کی جگہ لکھا ہوا ہے جہاں آپ کا پتہ ہے اگر پہلے سے درج نہیں ہے تو اب لکھ لیجئے اس کے حوالے کے بغیر آپ کی کوئی درخواست خصوصاً تبدیل پتہ کی تعمیل ناممکن ہے۔

جو ہر اسلامی مہینے کی بارہ تاریخ کو حمیدیہ پریس کوچہ چیلاں دہلی سے شائع ہوتا ہے۔

جلد ۴ | بابت ماہ شوال المکرم ۱۳۶۳ھ | نمبر ۴

شذرات

صبح امید

کیا خدا کی شان ہے اور اس کا کیسا انعام ہے کہ وہی دل جو کل تک ایک دوسرے کی مخالفت پر تلے ہوئے تھے آج ایک دوسرے کی طرف مائل ہیں اور معاملات سلجھانے پر تلے ہوئے ہیں۔ قائد اعظم محمد علی جناح جن نظریات کے تحت مسلم لیگ کی تنظیم فرما رہے تھے الحمد للہ کہ وہ اپنے مقصد میں بالکل کامیاب ہو گئے تمام ارباب سیاست کی سمجھ میں یہ آگیا کہ ہندوستان ایک وحدت نہیں ہے اور ہندوستانی ایک قوم نہیں ہیں۔ بلکہ مسلمان ایک بالکل جدا اور مستقل قوم ہیں اور اپنے قومی علاقوں میں ان کو آزادی اور خود مختاری کے ساتھ حکومت کا حق ہے۔

خدا کا شکر ہے کہ مہاتما گاندھی جی کی سمجھ میں بھی یہ بات آگئی اور ان پر یہ انکشاف ہو گیا کہ پاکستان کا قیام گناہ نہیں اور مسلمانوں کو اپنی قومی آزادی کے لئے کوشاں ہونا ہندوستان کے ساتھ غداری نہیں ہے بلکہ اصل آزادی کی راہ کو اور زیادہ ہموار کرنا ہے اس لئے کہ آزادی کے معنے ہی یہ ہیں کہ سب اپنے اپنے گھر خوش رہیں اور کسی کا کسی پر دباؤ نہ ہو۔ ویسے محبت و مشاورت و تجارت و باہمی لین دین سے کون کس کو روکتا ہے بہر حال ہم دست بدعا ہیں کہ خدائے عزوجل جناح گاندھی ملاقات کو کامیاب بنائے اور یہ دونوں بزرگ کسی ایسے متفق علیہ پروگرام کے بنانے میں کامیاب ہوں جو ہندوستان کے مستقبل کو روشن کر دے اور موجودہ تعطل کو دور کر دے۔

قائد اعظم نے مہاتما جی سے فرمایا کہ اگر ہم اس وقت کسی اچھے فیصلے پر نہ پہنچ سکے تو ہمیں اعتراف کر لینا چاہئے کہ ہماری عقل کا دیوالہ نکل گیا۔ یہ روح ہے جس کے تحت مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت کے محبوب صدر اس مسئلہ کے سلجھانے کی کوشش فرما رہے ہیں۔ یہ دونوں بزرگ اپنی ذمہ داریوں کو اتنا محسوس کر رہے ہیں کہ اس کے بوجھ سے دبے جاتے ہیں۔ نہایت درجہ صیغہ راز میں تمام کارروائی ہو رہی ہے جس کے لفظ لفظ پر طرفین مہر تصدیق ثبت کر دیتے ہیں۔ قائد اعظم کو کبھی لکھ کر بولنے کی ضرورت نہیں ہوئی لیکن جب سے اچاریہ فارمولا آپ کی خدمت میں بھیجا گیا ہے اس وقت سے آپ نے لکھ کر بولنا شروع کیا ہے۔

اس ذمہ داری کے احساس کا بدلہ اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائیگا اور وہی ملت اسلامیہ کے اس مبارک قائد کی قیادت میں فتح و کامرانی سے سرفراز فرمائیگا جو کبھی جذبات میں نہیں بہا اور جس کا دل اس کے دماغ کا تابع ہے ہماری دعا ہے اور غالباً ہر ہندوستانی اس دعا میں ہمارا ساتھ دیگا۔

اے آنکہ بملک نیش پائندہ توئی … در پردۂ شب صبح نمائندہ توئی
کار امم ہند لبے سخت به بست … بکشائے خدایا کہ کشائندہ توئی

دل کی موت

برٹش اسلام کے بانی مرزا غلام احمد قادیانی عجب چیز تھے۔ چونکہ مسلمانان ہند سیاسی زوال کی وجہ سے بہت مایوسی چھائی ہوئی تھی اس لئے وہ ہر تنکہ کا سہارا ڈھونڈتے تھے۔ ایسے وقت میں برٹش ڈپلومیسی کی پیداوار مرزا صاحب کا ظہور ہوا اور اس شان سے ہوا کہ یا ہر دو شانہ چونکہ آپ مسلمانوں کے ہاں پیدا ہوئے تھے اس لئے اس امت کا آپ پر دو گنا حق تھا چنانچہ اس امت کی مشکلکشائی کے لئے آپ مجدد و مہدی بنے۔ نصاریٰ کے لئے مسیح اور ہندوؤں کے لئے کرشن بنے۔ یہودیوں اور پارسیوں کے لئے آپ معلوم نہیں کیا تھے لیکن بہرحال آپ کا فیض عام تھا اور حلال خوروں کے علاوہ آپ تمام اقوام کے لئے "نبی وقت" تھے۔ حلال خوروں کی ہدایت کا بار آپ کے برادر بزرگوار پر ڈالا گیا تھا جو اس پسماندہ قوم کے لال گرو کی حیثیت سے ظاہر ہوئے چونکہ مہر ذات فرقہ "مولویان" اور ان کے "گمراہ کردہ" مسلمانوں نے مرزا صاحب کو دجال اور کذاب کہہ کر ان کی چلنے نہیں دی اس لئے آپ کا پارہ ہر وقت چڑھا رہتا تھا اور آپ ہر وقت مجبور تھے کہ مسلمانوں کے مقتداؤں کو گالیاں دیں۔ مسلمان اسلئے بھی مرزا صاحب سے بہت ناراض ہیں۔

خیر سے ان دونوں بھائیوں کی وراثت و خلافت مرزا بشیر الدین صاحب کو ملی ہے جو اس سلسلہ کی بڑی مضبوط کڑی ہیں اور تمام "برکات" کے مظہر ہیں۔ آپ کی اولوالعزمی قابل ستائش ہے کہ آپ اپنے والد سے بھی بڑھنا چاہتے ہیں۔ مرزا صاحب کا دعویٰ تھا کہ وہ تمام انبیاء و رسل سے افضل ہیں لیکن احمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے آپ کو غلام کہتے تھے اور اس غلامی پر آپ نے کبھی فخر بھی کیا ہے خصوصاً جبکہ کسی نبی اولوالعزم کی ہتک کرنا مقصود ہو مثلاً

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو … اس سے بڑھکر غلام احمد ہے

لیکن مرزا کے فرزند اپنے والد کی اس خاکساری سے مطمئن نہیں ہیں …

آپ کا ارشاد ہے کہ آدمی اگر چاہے تو رسول اللہ سے بھی بڑھ سکتا ہے۔ معلوم نہیں یہ اپنے والد کا مقام بلند کرنے کی کوشش ہے یا اپنے آپ کو سپوت ثابت کر کے باپ سے بھی بڑھ جانے کے ڈول ڈالے گئے ہیں چونکہ بقول ان کے مدینہ کی چھاتیاں تو خشک ہو گئیں اب دودھ اور شہد کی نہریں قادیان میں بہتی ہیں اس لئے کوئی تعجب نہیں کہ مجدد و مهدی و مسیح و کرشن کا بیٹا اور لال گرو کا بھتیجا اب سب سے بڑھ جائے بہرحال ہم منتظر ہیں کہ کبھی کبھی ریڈیو سروس سے آئندہ کیا خبریں آتی ہیں۔

نعوذ باللہ من شرور انفسہم ولعنۃ اللہ علی شرہم یہ ہے دل کی موت اور یہ ہے شیطان کے ہاتھ میں کھلونا بننے کا منظر۔

ہمارے معاصر "حریت" نے اپنے جذبہ دینی سے مجبور ہو کر ایک بڑا پر جوش آرٹیکل مرزا کے خود کی اس کو رباطنی کے خلاف لکھا ہے۔ اس جذبہ کی جتنی قدر کی جائے کم ہے لیکن یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آئی کہ کفر تو کرے خلیفہ قادیان اور ایڈیٹر حریت دھر رگڑیں مسلم لیگ کو۔!

مسلم لیگ پر کیا آفت آئی ہے جو ایک ایک مرتد کی دریدہ دہنی کے خلاف کفا کی عدالت میں چارہ جوئی کرے مسلم لیگ کے سامنے بڑا نصب العین ہے قادیانی قسم کی تحریکوں کی وجہ یہ ہے کہ مسلمان آزاد نہیں اور کوئی وقار سیاسی نہیں رکھتے اس لئے مسلم لیگ کی تمام تر توجہ اس طرف ہے کہ مسلمان اپنے اپنے علاقوں میں حق حکومت حاصل کریں اور اپنا ایسا وقار قائم کریں کہ قادیانی قسم کے فتنے سر ہی نہ اٹھا سکیں۔

اتحاد عرب

یورپ کی جنگ جس قدر اختتام کے قریب پہنچ رہی ہے مشرق کے محکوم ممالک کو اپنے اپنے مستقبل کی فکر اتنی ہی زیادہ بڑھتی جا رہی ہے۔ مصر میں تمام عرب ممالک کی کانفرنس ہونے والی ہے اور اسی تمہید۔ اور اس کانفرنس کا مقصد یہ ہے کہ عرب ممالک کا وفاق قائم کرنے کی تدابیر پر غور کیا جائے۔

تمام عرب ممالک کا وفاق اس وجہ سے سخت دشوار ہے کہ تمام عرب ممالک کا سیاسی مرتبہ ایک نہیں ہے اگر تمام عرب حکومتیں ایک وفاق میں شریک ہو جائیں تو حجاز و نجد اور یمن جیسی حکومتیں جو ابھی تک آزاد ہیں اور آزاد ہیں اپنے اختیار اور حالات کی بنا پر وہ عراق شام اور مصر جیسی حکومتوں کے ساتھ شریک ہو کر اپنی یہ آزادی اور استقلال کھو دیں گی یہ وفاق کامل طور پر آزاد اور خود مختار ہو اس کا کوئی امکان نہیں عراق پھر شام لبنان سب کہنے کے لئے خود مختار ہیں لیکن ان کو جو کچھ ملا ہے وہ برطانیہ اور فرانس سے ملا ہے اور آئندہ بھی وہ اپنے سیاسی اختیار اور مرتبے میں ترقی کے لئے انہی طاقتوں کے محتاج ہیں یہ طاقتیں ان عرب حکومتوں کو اس کی اجازت کیوں دینے لگیں کہ ان سے ٹوٹ کر ایک خود مختار وفاق قائم کر لیں برطانیہ اتحاد یا وفاق کی حامی ہے ضرور مسٹر ایڈن وزیر خارجہ برطانیہ نے اپنی حکومت کی پالیسی کی جو تشریح کی ہے اس سے یہی معلوم ہوتا ہے لیکن ان ممالک سے وہ اس طرح دست بردار ہونے کے لئے تیار ہو کہ ان کے اقتصادی سیاسی خارجی اور فوجی معاملات میں اسے کوئی دخل نہ رہے یہ شبہ بھی نہیں کیا جا سکتا۔ یقیناً مصر عراق شام اور لبنان کی یہ تمنا ہے کہ ان پر کوئی خارجی اثر نہ رہے اور وہ حقیقی معنے میں خود مختار ہو جائیں مگر یہ ابھی صرف تمنا ہے۔ نجد اور یمن ان کی اس تمنا کو حقیقت مان لیں اور ان کے ساتھ ایک فیڈریشن میں شریک ہو کر اپنے گلے میں ان کے آقاؤں کی غلامی کا طوق ڈال لیں عقل کے خلاف ہے۔

پھر کسی ایسی مغربی دولت نے جو اتحاد عرب کو اپنے حق میں مفید نہیں سمجھتی حکومت شام کی اس طرح توسیع کا شوشہ چھوڑ کر کہ اس میں شام و لبنان اور شرق اردن اور فلسطین شامل ہو جائیں ان ممالک کو خصوصیت سے عراق کے خلاف بدگمان کر دیا ہے لہذا قاہرہ کی اس کانفرنس سے اب کسی کو یہ توقع نہیں کہ یہ عرب حکومتوں کے سیاسی اتحاد پر منتج ہو گی بس زیادہ سے زیادہ یہ ہو سکتا ہے کہ اس کانفرنس میں عرب حکومتیں اپنے ثقافتی اقتصادی اور مالی روابط کو تقویت دینے کی کوشش کریں۔

فلسطین

عرب اقوام کے لئے فلسطین کا مسئلہ اب زیادہ اہم ہو گیا فلسطین کو وطن الیہود بنانے کے لئے پریزیڈنٹ روزویلٹ کی تائید اور امریکہ کی ڈیموکریٹک اور ریپبلکن پارٹیوں کا فلسطین کے مسئلہ کو یہودیوں کی حمایت میں انتخاب کا مقصد قرار دینا اس قدر وحشتناک ہے کہ تمام عرب ممالک اور تمام دنیائے اسلام فلسطین کے مستقبل کی طرف سے خائف ہو گئے ہیں چنانچہ نوری السعید سابق وزیر اعظم عراق نے یہ تجویز پیش کی ہے کہ صرف فلسطین ہی کے مسئلہ پر اتفاق رائے حاصل کرنے کے لئے تمام عرب اقوام کی ایک کانفرنس منعقد کی جائے۔ یقیناً یہ کانفرنس اس زمانہ میں اشد ضروری ہے وفاق عرب فوری مسئلہ نہیں ہے اس کے لئے اس وقت تک انتظار کیا جا سکتا ہے کہ تمام عرب حکومتیں خود مختاری اور آزادی میں ہم مرتبہ ہوں اور خارجی تحریک سے نہیں بلکہ خود اپنے میلان سے اور اپنی مصالح کو ملحوظ رکھ کر عرب حکومتوں کے درمیان کسی قسم کا سیاسی اتحاد قائم کریں اشد ضروری اور اہم مسئلہ فلسطین کا ہے فلسطین میں یہودیوں کی آمد بند ہونی چاہئیے اور فلسطین میں آزاد عرب حکومت قائم ہونی چاہئیے صرف عرب ممالک ہی میں نہیں بلکہ ان تمام ممالک میں جہاں مسلمان آباد ہیں فلسطین کے عربوں کے دعوے کی تائید میں رائے عامہ کی تنظیم کی جائے اور امریکہ کے طرز عمل کے خلاف ایجی ٹیشن۔ اتحادیوں پر اور ان بین الاقوامی نظام پر جو دنیا کے آئندہ انتظام کے لئے یہ اتحادی قائم کر رہے ہیں اتنا دباؤ ڈالنے کی ضرورت ہے کہ وہ ۱۹۱۹ء کی صلح کانفرنس کی طرح یہودیوں کو رضامند کرنے کے لئے فلسطین کے عربوں کو قربان کرنے کی ہمت نہ کریں فلسطین صرف عربوں کا وطن ہے اور فلسطین میں صرف عرب حکومت قائم ہونی چاہئے فلسطین میں یہودیوں کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے یہ طے کرنا اس عرب حکومت کا کام ہے۔

مصر

مصر اب اپنے معاملات کی طرف ہی متوجہ ہے مصر کی تمام پارٹیاں اس پر اتفاق کر رہی ہیں کہ نحاس پاشا انگلستان جا کر برطانوی ماہرین سیاست اور با اختیار مدبروں سے مصر کے حقیقی استقلال کے مطالبے پر گفتگو کریں۔ مصر نام کے لئے خود مختار ہے لیکن اس کی سیاسی اور فوجی نگرانی اب بھی انگریزوں کے ہاتھ میں ہے وہ نام بندشیں اور قیود جو برطانوی اور مصری معاہدے میں مصر کے استقلال کے منافی ہیں مصر کی

اس وقت رفع کرنا چاہتے ہیں۔ مصری اس کے بھی دعویدار ہیں کہ سوڈان کا مصر کے ساتھ الحاق کر دیا جائے یہ بات بھی نئی نہیں ہے جس وقت سے مصر میں آزادی کی تحریک شروع ہوئی ہے مصری سوڈان اور مصر کے الحاق کا مطالبہ کر رہے ہیں۔

مصریوں کا یہ مطالبہ کسی طرح حق بجانب ہے مسئلہ سوڈان مصر [illegible] نقل و حرکت اور زندگی کا مسئلہ ہے اور جغرافیائی حیثیت سے ان [illegible] ملکوں کے درمیان [illegible] اور دونوں ملکوں کی [illegible] مصر کا [illegible] اسی وقت [illegible] پھر مصر کا [illegible] جائیگا تو وہ بھی اس آزادی سے بہرہ اندوز ہو سکیگا جو اس وقت مصریوں کو حاصل ہے اور آئندہ ہوگی [illegible] کا مستحکم رشتہ مصر کے ساتھ ایک سیاسی نظام میں شریک ہو [illegible] سوڈان کو سیاسی اقتصادی تجارتی ثقافتی ہر قسم کے فوائد میسر ہوں گے مصر کی بہت سی دشواریاں حل ہو جائیں گی مصر میں آبادی کثرت سے ہے اور زمین کی کمی ہے مصری ترک وطن کر کے سوڈان میں آباد ہو سکیں گے اور سوڈان کے اشتراک سے مصر کو اس قدر رقبہ آبادی اور وسائل مہیا ہو جائیں گے جس قدر ایک آزاد اور خود مختار ملک کے لئے ضروری ہیں۔

اس کے باوجود کہ اس جنگ میں حکومت مصر غیر جانبدار رہی لیکن یہ واقعہ ہے کہ اتحادیوں کو اس جنگ کی فتح میں اور بالخصوص شمالی افریقہ کی جنگ میں مصر سے [illegible] مدد ملی اس مدد کا بدل صرف یہی ہو سکتا ہے کہ فتح کے نتائج میں مصریوں کو پورا حصہ ملے مصر کامل طور پر خود مختار ہو اور مصر کے ساتھ سوڈان کا الحاق کر دیا جائے۔

اے وائے بر حال ما

کمیونزم کا فلسفہ اچھا ہے یا برا اور روسی اشتراکیت دنیا کے لئے قابل تقلید نمونہ ہے یا قابل ترمیم اس سوال پر دو رائیں ہو سکتی ہیں لیکن ہندوستان کے وہ کمیونسٹ جو خود کو مسلمان کہتے ہیں ان کے نامعقول طرز عمل کے بارے میں دو رائیں نہیں ہو سکتیں۔ ہمارے یہ کمیونسٹ دوست دو عملی کو چھوڑ کر کمیونزم کو اس نادان دوست کی طرح پیش کر رہے ہیں جو دانا دشمن سے ہزار درجہ زیادہ نقصان رساں ہوتا ہے۔ انہوں نے یہ سمجھ لیا ہے یا کم از کم اپنے طرز عمل سے دنیا کو یہی سمجھنے کا موقعہ دیا ہے کہ کمیونزم نام ہے اس کا کہ اخلاق کی تمام گرفتیں ڈھیلی کر دی جائیں عیاشی و بوالہوسی کے دونوں دروازے پاٹ کھول دیئے جائیں اور سرمایہ داروں کو گالیاں دی جائیں [illegible] جتنا سرمایہ بھی ہو سکتا ہے اکٹھا کیا جاتا رہے لیکن بدقسمتی سے ان کی سب سے بڑی خصوصیت منافقت ہے جسے بہت محبوب صفت سمجھ کر اختیار کیا جاتا ہے۔

کسی کی ذات کے خلاف کچھ کہنا مقصود نہیں لیکن گذشتہ کئی دنوں سے مسلسل خطوط آ رہے ہیں جن میں ہمارے ایک کمیونسٹ دوست محمد اشرف کے اس طرز عمل پر ہماری رائے دریافت کی جا رہی ہے کہ پچھلے دنوں جب ان کے لڑکے کا انتقال ہوا تو انھوں نے اس کے کفن پر اشتراکی جھنڈے کا نشان (درانتی اور ہتھوڑا) بنوایا اور کفن اس طرح لپیٹا کہ یہ نشان سینے پر رہے اسی طرح ایک دوسرے نشان والا کپڑا سر کے نیچے رکھا گیا۔ گویا میت کے مردہ جسد یا دل و دماغ دونوں پر اشتراکیت کا سایہ رہے تاکہ جب منکر نکیر سوال کے لئے آئیں تو مرحوم اشتراکیت کے گلے میں [illegible] باہر نکلے۔ لاحول ولا قوۃ۔

کفن پر کسی قسم کے نشان کے ہونے یا نہ ہونے کو اسلام و ایمان سے کوئی تعلق نہیں لیکن اصل چیز وہ عقیدہ ہے جو اعمال کے پیچھے کام کرتا ہے اور یہاں عقیدے کی نوعیت کچھ بہت ہی مضحکہ خیز ہے لیکن ہماری سمجھ میں یہ بات نہ آئی کہ جب کمیونزم میں حیات بعد ممات یا روح کا کوئی تصور ہی نہیں ہے اور ان کے نزدیک موت کے بعد انسانی جسم کی وقعت مٹی کے ایک ڈھیر سے زیادہ نہیں رہتی تو پھر میت کے کفن کے ساتھ اس قسم کا مذاق کرنے سے کیا مقصد ہو سکتا ہے۔ ایک کمیونسٹ کی حیثیت سے ڈاکٹر اشرف صاحب مسلمان کہلانے کو ترقی پسندی کے منافی سمجھتے ہوں گے اس لئے اسلام کے فلسفے کے پیش نظر تو یہ سب کچھ کتنا رجعت پسندانہ اور بورژوائی خیالات ہیں مگر کمیونزم ہی کے نقطہ نظر سے ہم ان سے دریافت کرتے ہیں کہ اس عمل کی مصلحت کیا ہے۔

ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ مسلمان کمیونسٹ جن میں یہ جرأت نہیں ہے کہ کھل کر مذہب سے اپنی بے تعلقی کا اظہار کر دیں اور صاف صاف یہ کہہ سکیں کہ انھیں اسلام و ایمان سے کوئی سروکار نہیں وہ دنیا میں انقلاب کے داعی بننے کی جرأت کس طرح کر سکتے ہیں۔ بہرحال ہم اپنے مستفسرین سے اس مسئلے میں صرف اتنا ہی کہیں گے کہ نہ تو ڈاکٹر اشرف پر برہم ہونے کی کوئی ضرورت ہے اور نہ روسی نشان والے کفن کے مسئلے میں کسی استفتا کی حاجت جو لوگ اسلام کو کوئی حجت ہی نہیں سمجھتے ان سے اسلامی اصولوں پر بحث کرنا فضول ہے۔ البتہ ہمیں یہ سمجھ لینا چاہیے کہ یہ لوگ اگر کھل کر مذہب سے اپنی بیزاری کا اعلان نہیں کرتے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ ان کے دل کے کسی گوشے میں اسلام یا داعی اسلام کی محبت کی کوئی چنگاری باقی ہے بلکہ صرف اس لئے کہ ان میں اتنی جرأت نہیں کہ اپنے ماحول کا مقابلہ کریں حتیٰ کہ وقت آنے پر یہ لوگ نماز بھی پڑھتے نظر آتے ہیں اور قرآنی آیات کی تلاوت بھی کرنے لگتے ہیں — اور لطف یہ ہے کہ وہ جن کی بزدلی اپنے ماحول کا مقابلہ کرنے سے کترانی ہے ان کا دعویٰ یہ ہے کہ ساری دنیا میں انقلاب لائینگے۔ سبحان اللہ صورت نہ بیں حالش مپرس۔

لیکے در چارا بنے یاروں کو نینا کی بھی چلی داروں کو (مدینہ)

انسانیت کا خون

دنیا میں آئے دن ہوتا رہتا ہے کہ کسی مرد نے کسی عورت کی خاطر اپنا دین چھوڑ دیا یا کسی عورت نے کسی مرد کی خاطر۔ اور ایسے مواقع پر غیرت و حمیت دینی کا بھی مظاہرہ ہو جایا کرتا ہے لیکن فرخ نگر کا سانحہ اپنی نوعیت کا عجیب ہے اس ذہنیت کا آئینہ دار ہے جس کا مظاہرہ صرف ایسے ہی لوگ کر سکتے ہیں جو روحانی اور دماغی افلاس کے شکار ہو رہے ہوں۔ ہم منتظر ہیں کہ حکام وقت اس ہیبت ناک قتل و غارت کے مرتکب مجرموں کو کیا قرار واقعی سزا دیتے ہیں یا یہ خون شہیداں یونہی ضائع جائیگا یہ کوئی آسان کام نہیں کہ بے یار و مددگار مسلمانوں کا بے وجہ اس طرح خون بہا دیا جائے۔

یہ تمام مسائل پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ ہندوستانی مسلمانوں کی تمام مشکلات کا واحد حل پاکستان ہے۔

صحیح بخاری شریف اردو

(بسلسلہ گذشتہ)

باب۔ جب بائع اور مشتری دونوں میں سے ایک نے دوسرے کو اختیار دیا تو بیع پوری ہوجاتی ہے۔

۱۹۴۸۔ حضرت ابن عمر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جب دو آدمی باہم معاملہ بیع کا کریں تو ان میں سے ہر ایک کو اختیار ہے تاوقتیکہ وہ دونوں جدا نہ ہوں یکجا رہیں یا ایک ان میں سے دوسرے کو اختیار دے اور اسی شرط پر وہ دونوں معاملہ کریں تو بیع پوری ہوجائیگی اگر وہ دونوں بعد معاملہ کرنے کے جدا ہوجائیں پھر ان میں سے کوئی شخص اس بیع سے انکار نہ کرے تب بھی بیع پوری ہوجائے گی۔

۱۹۴۹۔ حضرت ابن عمر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ بائع و مشتری کے درمیان میں بیع کامل نہیں ہوتی یہاں تک کہ وہ دونوں جدا ہوجائیں مگر بیع خیار کہ وہ بعد جدا ہونے کے بھی کامل نہیں ہوتی۔

۱۹۵۰۔ حضرت حکیم بن حزام سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بائع و مشتری کو اختیار ہے جب تک وہ جدا نہ ہوں۔

ہمام (راوی حدیث) کہتے ہیں میری کتاب میں (یہ حدیث) اس طرح ہے کہ بائع و مشتری کو چاہئے کہ تین مرتبہ اختیار کی شرطیں کرلیں پھر اگر وہ دونوں سچ بولیں گے اور اپنی اپنی چیز کا عیب دونوں ظاہر کردیں گے تو ان کی بیع میں برکت دیجائے گی اور اگر جھوٹ بولیں گے اور عیب پوشی کرینگے تو شاید کچھ فائدہ (ظاہری طور) حاصل کرلیں مگر ان کی بیع کی برکت مٹ جائیگی۔

باب۔ جب کوئی شخص کسی چیز کو مول لے اور اسی وقت (کسی کو وہ چیز) ہبہ کردے قبل اس کے کہ بائع و مشتری کو اختیار ہے جب تک وہ جدا نہ ہوں اور بائع مشتری کو منع نہ کرے یا کوئی شخص کسی چیز کو مول لے اور اسے آزاد کردے تو یہ بیع کامل ہوجائیگی یا نہیں) اور طاؤس نے اس شخص کے بارے میں جو کسی مال کو رضامندی سے مول لے پھر اسے بیچ ڈالے یہ کہا ہے کہ وہ چیز اسی کی ہوگئی اور نفع بھی اس کو ملیگا۔ اور ہم سے حمیدی نے کہا کہ مجھ سے سفیان نے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ ہم سے عمرو نے حضرت ابن عمر سے روایت کی وہ کہتے تھے ہم کسی سفر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے میں حضرت عمر کے ایک تند مزاج اونٹ پر سوار تھا وہ اونٹ میرے قابو میں نہ تھا اور سب لوگوں سے آگے بڑھا جاتا تو حضرت عمر اسے ڈانٹتے تھے اور پیچھے کردیتے تھے پھر وہ آگے بڑھ جاتا تھا اور حضرت عمر پھر اسے ڈانٹ کر پیچھے کردیتے تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر سے فرمایا کہ تم یہ اونٹ میرے ہاتھ بیچ ڈالو تو انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ وہ آپ ہی کا ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (یہ نہیں) تم اسے میرے ہاتھ بیچ ڈالو چنانچہ انھوں نے وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ بیچ ڈالا پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عبداللہ بن عمر وہ اونٹ تمہارا ہی ہے تم اس کے ساتھ جو چاہو سو کرو۔

اور لیث کہتے تھے مجھ سے عبدالرحمن بن خالد نے زہری سے انہوں نے سالم بن عبداللہ سے انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت کی کہ وہ کہتے تھے میں نے امیر المومنین عثمان بن عفان کے ہاتھ کچھ مال جو وادی میں تھا بعوض ان کے اس مال کے جو خیبر میں تھا بیچا پھر جب ہم دونوں معاملہ کرچکے تو میں لوٹ آیا یہاں تک کہ ان کے مکان سے باہر نکل گیا اس خوف سے کہ وہ بیع کو واپس نہ کردیں اور سنت یہی تھی کہ بائع اور مشتری کو اختیار رہتا تھا جب تک وہ دونوں جدا نہ ہوجائیں پھر جب میری اور ان کی بیع کامل ہوچکی تو مجھے معلوم ہوا کہ میں نے ان کو نقصان دیا کیونکہ میں نے انھیں قوم ثمود کی سرزمین کی طرف بمسافت تین روز کے کھینچا اور انہوں نے مجھے مدینہ تک بفاصلہ تین روز کے کھینچا۔

باب۔ مکر و فریب کا بیع میں مکروہ ہونا ثابت ہے۔

۱۹۵۱۔ حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے خرید و فروخت میں اکثر نقصان رہتا ہے آپ نے فرمایا جب تم خرید و فروخت کیا کرو تو کہہ دیا کرو کہ لاخلابہ

باب۔ بازاروں کی نسبت کیا کہا گیا ہے اور عبدالرحمن بن عوف کہتے ہیں کہ جب ہم لوگ مدینہ میں آئے تو میں نے پوچھا کہ کیا یہاں کوئی بازار ہے جس میں تجارت ہوتی ہے لوگوں نے کہا کہ ہاں قینقاع نامی بازار ہے اور حضرت انس کہتے ہیں عبدالرحمن بن عوف نے کہا تھا کہ مجھے بازار بتا دو اور حضرت عمر نے کہا تھا کہ مجھے بازاروں میں خرید و فروخت کرنے میں مشغولی رہی۔

۱۹۵۲۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک لشکر کعبہ سے لڑنے کو آئیگا پھر جب وہ مقام بیدا میں پہنچے گا تو سب لوگ زمین میں دھنس جائینگے حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ سب لوگ کیونکر دھنس جائینگے حالانکہ ان میں ان کے بازاری بھی ہونگے اور بعض وہ ایسے بھی ہوں گے جو ان میں سے نہ ہوں گے آپ نے فرمایا سب لوگ دھنس جائینگے مگر ان کا حشر ان کی نیت کے موافق ہوگا۔

۱۹۵۳۔ حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں ہر ایک کی نماز جماعت کے ساتھ اس کی اس نماز پر جو اس کے بازار اور اس کے گھر میں ہو کچھ اوپر بیس درجہ زیادہ ہے اور یہ اسلئے کہ جب وہ وضو کرتا ہے بعد اس کے وہ مسجد میں صرف نماز کے ارادہ سے آتا ہے تو جو قدم وہ رکھتا ہے اس کے عوض میں ایک درجہ اس کا بلند ہوتا ہے اور ایک گناہ معاف ہوتا ہے اور تم میں سے ہر ایک کے اوپر فرشتے رحمت کرتے رہتے ہیں جب تک اپنی نماز کی جگہ پر رہے جہاں وہ نماز پڑھتا ہے (فرشتے اس طرح کہتے ہیں کہ) اے اللہ اس پر رحم کر اے اللہ اس پر رحمت نازل کر تاوقتیکہ وہ شخص وہاں کسی بات سے فرشتوں کو ایذا نہ دے اور آپ نے فرمایا تم میں سے ہر ایک نماز میں رہتا ہے جب تک نماز اسے روکے

اسلامی تمدن اور اسلامی آثار اور اسلامی حشمت و سلطنت کو مٹانے اور تباہ کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا تھا ایک ایک شہر اور ایک ایک قصبہ میں ہزار ہا نہیں تیس تیس ہزار مسلمان قتل کئے اور عراق کی طرف بڑھ کر خلافت عباسیہ کا چراغ گل کر دیا اس وقت کے مسلمانوں کے لئے فتنہ تاتار ایک قہر الٰہی تھا جس سے ان کے ملک اور شہر کے شہر تباہ و برباد ہو کر رہ گئے لیکن آخر قرآن نے ان وحشی قاتلوں کو بھی مسحور و متاثر کر لیا اور پوری طرح کر لیا

چودھویں صدی میں تاتاری خاندانوں کے فرمانروا یکے بعد دیگرے مسلمان ہونے اور قرآن اور تعلیم قرآن کے سامنے سر جھکانے لگے ان میں سے برکہ خان نے قرآنی تعلیمات کو فروغ دینے کی طرف خاص توجہات مبذول کیں اس نے قرآنی تعلیمات کے لئے جا بجا مکاتب قائم کر دیئے تھے اور معلموں اور متعلموں کی بہت حوصلہ افزائی کرتا اس کے بعد سلطان غازان نے مسلمان ہو کر اشاعت اسلام و قرآن کی طرف اپنی بہترین توجہات مرکوز و مبذول کیں اس نے قرآنی تعلیمات کو زندہ کیا اور عام کرایا پھر کچھ عرصہ کے بعد تغلق تیمور خان نے اس وقت جب اس کے شیخ جمال الدین ایلانی نے قرآن کا ایک نسخہ پیش کیا ہے اسلام قبول کر کے قرآن کی اشاعت کی طرف توجہ کی اور اسے طول و عرض ملک میں پھیلا دیا اذبک خان کے مسلمان ہونے کے بعد تو اس کی قوم کی قوم مسلمان ہو گئی اور اس میں قرآنی تعلیم نے نیا جوش اور نیا ولولہ پیدا کر دیا اور ازبک بڑے پرجوش مسلمان ثابت ہوئے وہ دن تھے اور اندر قرآن اور تعلیمات قرآنی نے پوری وسط ایشیا اور چین پر اپنا قبضہ کر لیا آج یہ حالت ہے کہ تنہا ایک چین میں ایک کروڑ مسلمان موجود ہیں اور وسط ایشیا اور اس کے گرد و پیش کے تمام ممالک فرزندان توحید سے بھرے پڑے ہیں۔

اقوام افریقہ اور قرآن

افریقہ کے افراد نیم وحشی اقوام پر مشتمل تھے اور انھیں تہذیب و تمدن کی ہوا تک نہ لگی تھی لیکن یہ قرآنی معجزہ کاری تھی کہ قرآن اور قرآنی تعلیمات نے انھیں تسخیر مغلوب کر لیا عبدالملک اور ولید بن عبدالملک نے اپنے عہد میں صرف یہ کیا کہ ان اقوام میں چند اسلامی مبلغین مامور کئے جو قرآن اور تعلیمات قرآن کو ہاتھوں میں لئے ہوئے ان میں پھیل گئے پھر یہ اقوام فوج در فوج سلک اسلام میں منسلک ہوتی چلی گئیں یہ اور کوئی نہیں افریقی ہی تھے جن کی امداد و اعانت سے شہرہ آفاق و نامور اسلامی جنرل طارق نے جبرالٹر پار کر کے اسپانیہ پر قبضہ کر لیا اور بعد کو موحدین اور مرابطین جیسی جان نثار اور سرفروش فرمانروا قومیں منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوئیں جنہوں نے یوسف بن تاشفین جیسے بطل جلیل پیدا کئے ملکہ کاہنہ کی مغلوبیت سے پیشتر ہی بربر دل سے ہوتا ہوا قرآن سوڈان پہنچا۔

سوڈان سے آگے بڑھ کر صدہا دیگر حبشی اقوام پر اس کی روشنی پڑتی اور ایک قلیل و مختصر مدت ہی میں دریائے نائیجر کے بالائی جانب حبشی آبادیاں اور بستیاں تھیں سب اشعۂ اسلام کے پرتو سے جگمگا اٹھیں اور بڑے بڑے شہر اور قصبے قرآن علوم و فنون کے مرکز بن گئے اور در و دیوار سے علمی صدائیں پیدا ہونے لگیں ٹمبکٹو ارض افریقہ کا وہ شہر ہے جو کم بیش ۹۵۰ھ میں معرض وجود میں آیا اور بہت جلد مرکزی حیثیت اختیار کر لی یہاں قرآن نے پہنچ کر وہ صورت پیدا کر دی تھی کہ یہ عالم تھا کہ جا بجا قرآنی تعلیم کے مدرسے قائم تھے اور مسلمان بڑی محبت و عقیدت کے ساتھ فرائض اسلامی کی بجا آوری کرتے تھے انتہائے سوڈان سے قرآن شریف اور آگے بڑھا بعد کو پہنچ گیا اور سرحد نوبہ تک اپنی نورانی شعاعیں جھلکانے لگا۔

وسطی مرکز افریقہ تک یہ روشنی پہنچ ہی چکی تھی افریقی شمع قرآن پر پروانہ وار نثار ہو رہے تھے اس کا اثر یہ ہوا کہ رفتہ رفتہ تمام افریقہ کی فضا قرآنی ترنم سے لبریز ہو گئی پروفیسر آرنلڈ صاحب نے بھی اس کا اعتراف کیا ہے اگر اسلامی سرگرمیوں کا وہی عالم رہتا تو آج افریقہ میں مسلمانوں کے سوا کوئی قوم ڈھونڈنے کو بھی نہ ملتی۔

اقوام مغرب اور قرآن

یورپ میں لوتھر کو جو شہرت عامہ حاصل ہے اس سے ہر پڑھا لکھا انسان واقف ہے یہ حقیقت ہے کہ یورپ کے مشاہیر میں لوتھر کو استثنائی اور امتیازی حیثیت کا شرف حاصل ہے اور اس کی تمام تر شہرت اس کی مساعی جمیلہ کی رہین منت ہیں سب سے بڑا یورپی مصلح اعظم لوتھر ہی ہے اور اس کے نام کو بقائے دوام حاصل ہے اس نے مذہب میں اصلاح کا علم سب سے پہلے اسی نے بلند کیا اور اس شان کے ساتھ کہ خداوندان استبداد کے کاخ ہائے عظیم میں ایک تہلکہ برپا ہو گیا۔ بڑی بڑی با جبروت فرمانروائیاں اس کے استقلال و عزیمت کی چٹان سے ٹکرا کر پاش پاش ہو گئیں جانتے ہو لوتھر نے یورپ میں جو روشنی پھیلائی وہ کہاں سے آئی تھی ہسپانی اسلامی مرکز سے اس نے جامع ہسپانیہ میں تعلیم حاصل کی اور وہ یہیں سے اصلاح و عمل کا بے پناہ جذبہ لیکر جرمنی پہنچا ہے تو قرآن کریم کی ایک جلد اس کے ہاتھ میں تھی جرمنی پہنچتے ہی اس نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ لاطینی ترجمہ کی مدد سے جرمنی زبان میں اس نے قرآن کا ترجمہ کیا اس کا یہ ترجمہ جرمنی زبان میں قرآن کا سب سے پہلا ترجمہ تھا یہ اسی ترجمہ کی اشاعت اور اسی پر مبنی لوتھر کی اصلاحی سعی و جہد تھی کہ نہ صرف فرمانروائے وقت پاپائے روم بلکہ اس کے دلی دوست بھی اس کے دشمن نہیں بلکہ اس کے خون کے پیاسے بن گئے اور انہوں نے نہ صرف یہ کہ اس کو "حرمان کرم" کی بادشاہت شاہ سے عیسائیت سے خارج کیا اس پر کفر کے فتوے عائد کئے بلکہ اسے ستانے اور ایذا پہنچانے کی مہم بھی شروع ہو گئی اسے عیسائی عام طور پر نعوذ باللہ منہا محمدی کتے کے نام سے پکارتے تھے اسے بہت تکالیف پہنچائی گئیں اور سلطنتیں اس کی تباہی پر آمادہ ہو گئیں مگر یہ کامیاب ہو کر رہا دنیا کے ایک مشہور متعصب عیسائی عالم اتو رنے اپنی ایک تحریر میں اس امر کا اعتراف کیا ہے کہ قرآن کو عیسائی پڑھتے ہیں اور اسے پڑھ کر اور اس کی تعریف کئے بغیر رہ ہی نہیں سکتے گویا عربوں ہی کے قلب کو قرآن نے مسحور نہ کیا تھا بلکہ یورپ میں پہنچ کر عیسائیوں کو بھی اس نے متاثر کیا ہے قرآن پڑھ کر لوگ اطراف یورپ میں پھیلے اور پھر ملتا رہ یہ روشنی فرانس اور اٹلی ہر جگہ پہنچا اور اس سے کتنے اہم ہوئے۔

بلا مبالغہ دنیا کی کوئی ایک زبان بھی غالباً ایسی نہ ملے گی جس میں قرآن کے تراجم خود اسی زبان کے غیر مسلم مشاہیر کے کئے ہوئے نہ ملتے ہوں یورپ و امریکہ میں تو بکثرت تراجم موجود ہیں دنیا کی اور کسی آسمانی کتاب کی طرف اس کا عشر عشیر بھی توجہ نہ کی گئی کیا یہ قرآن عظمت کا ایک اور زندہ معجزہ نہیں۔

زندہ مذہب — خدا کی اطاعت کس لئے

سیدنا حضرت مولانا ابو الاعلیٰ صاحب مودودی مدظلہٗ

برادران اسلام! پچھلے کئی ہفتوں سے میں آپ کے سامنے بار بار ایک ہی بات بیان کر رہا ہوں کہ اسلام اللہ اور رسول کی اطاعت کا نام ہے اور آدمی مسلمان بن ہی نہیں سکتا جب تک کہ وہ اپنی خواہشات کی رسم و رواج کی، دنیا کے لوگوں کی غرض ہر ایک کی اطاعت چھوڑ کر اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت نہ کرے۔

آج میں آپ کے سامنے یہ بیان کرنا چاہتا ہوں کہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت پر اس قدر زور آخر کیوں دیا جاتا ہے۔ ایک شخص پوچھ سکتا ہے کہ کیا خدا ہماری اطاعت کا بھوکا ہے۔ نعوذ باللہ کہ وہ ہم سے اس طرح اپنی اور اپنے رسول کی اطاعت کا مطالبہ کرتا ہے؟ کیا نعوذ باللہ خدا بھی دنیا کے حاکموں کی طرح اپنی حکومت چلانے کی ہوس رکھتا ہے کہ جیسے دنیا کے حاکم کہتے ہیں کہ ہماری اطاعت کرو اسی طرح خدا بھی کہتا ہے کہ میری اطاعت کرو؟ آج میں اسی کا جواب دینا چاہتا ہوں۔

اصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جو انسان سے اطاعت کا مطالبہ کرتا ہے، وہ انسان ہی کی فلاح اور بہتری کے لئے کرتا ہے۔ وہ دنیا کے حاکموں کی طرح نہیں ہے۔ دنیا کے حاکم اپنے فائدے کے لئے لوگوں کو اپنی مرضی کا غلام بنانا چاہتے ہیں۔ مگر اللہ تمام فائدوں سے بے نیاز ہے اس کو آپ سے ٹیکس لینے کی حاجت نہیں ہے اسے کوٹھیاں بنانے اور موٹریں خریدنے اور آپ کی کمائی سے اپنے عیش کے سامان جمع کرنے کی حاجت نہیں ہے وہ پاک ہے کسی کا محتاج نہیں۔ دنیا میں سب کچھ اسی کا ہے اور سارے خزانوں کا وہی مالک ہے وہ آپ سے صرف اس لئے اطاعت کا مطالبہ کرتا ہے کہ اسے آپ ہی کی بھلائی منظور ہے وہ نہیں چاہتا کہ جس مخلوق کو اس نے اشرف المخلوقات بنایا ہے وہ شیطان کی غلام بن کر رہے یا کسی انسان کی غلام ہو یا دنیا کی ذلیل ہستیوں کے سامنے سر جھکاتی رہے وہ نہیں چاہتا کہ جس مخلوق کو اس نے زمین پر اپنی خلافت دی ہے وہ جہالت کی تاریکیوں میں بھٹکتی پھرے اور جانوروں کی طرح اپنی خواہشات کی بندگی کر کے اسفل السافلین میں جا گرے اس لئے وہ فرماتا ہے کہ تم ہماری اطاعت کرو ہم نے اپنے رسول کے ذریعہ سے جو روشنی بھیجی ہے اس کو لیکر چلو پھر تم کو سیدھا راستہ مل جائیگا اور تم اس راستے پر چل کر دنیا میں بھی عزت اور آخرت میں بھی عزت حاصل کر سکو گے۔

لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی فمن یکفر بالطاغوت ویؤمن باللہ فقد استمسک بالعروۃ الوثقیٰ لا انفصام لہا واللہ سمیع علیم۔ اللہ ولی الذین آمنوا یخرجہم من الظلمات الی النور والذین کفروا اولیاؤہم الطاغوت یخرجونہم من النور الی الظلمات اولٰئک اصحاب النار ہم فیہا خالدون

جو کوئی جھوٹے خداؤں اور گمراہ کرنے والے آقاؤں کو چھوڑ کر ایک اللہ پر ایمان لے آیا اس نے ایسی مضبوط رسی تھام لی جو ٹوٹنے والی نہیں ہے اور اللہ سب کچھ سننے اور جاننے والا ہے جو لوگ ایمان لائیں ان کا نگہبان اللہ ہے وہ ان کو اندھیریوں سے نکال کر روشنی میں لیجاتا ہے اور جو لوگ کفر کا طریقہ اختیار کریں ان کے نگہبان ان کے جھوٹے خدا اور گمراہ کرنے والے آقا ہیں وہ ان کو روشنی سے نکال کر اندھیریوں میں لیجاتے ہیں اور وہ دوزخ میں جانے والے ہیں جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔"

اب یہ دیکھئے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کی اطاعت سے آدمی اندھیرے میں کیوں چلا جاتا ہے اور اس کی کیا وجہ ہے کہ روشنی صرف اللہ ہی کی اطاعت سے مل سکتی ہے۔

آپ دیکھتے ہیں کہ اس دنیا میں آپ کی زندگی بیشمار تعلقات سے جکڑی ہوئی ہے سب سے پہلا تعلق تو آپ کا آپ کے جسم کے ساتھ ہے۔ یہ ہاتھ یہ پاؤں یہ آنکھیں یہ کان یہ زبان یہ دل یہ دماغ یہ پیٹ سب آپ کی خدمت کے لئے اللہ نے آپ کو دیئے ہیں آپ کو یہ فیصلہ کرنا ہے کہ ان سے کس طرح خدمت لیں۔ پیٹ کو کیا کھلائیں اور کیا نہ کھلائیں؟ ہاتھوں سے کیا کام لیں اور کیا نہ لیں؟ پاؤں کو کس راستے پر چلائیں اور کس راستے پر نہ چلائیں؟ آنکھ اور کان سے کس قسم کے کام لیں اور کس قسم کے نہ لیں؟ زبان کو کن باتوں کے لئے استعمال کریں؟ دل میں کیسے خیالات رکھیں؟ دماغ سے کیسی باتیں سوچیں؟ ان سب خادموں سے آپ اچھے کام بھی لے سکتے ہیں اور برے بھی یہ آپ کو بلند درجے کا انسان بھی بنا سکتے ہیں اور جانوروں سے بھی بدتر درجے میں پہنچا سکتے ہیں۔

پھر آپ کے تعلقات اپنے گھر کے لوگوں سے بھی ہیں باپ ماں بہن بھائی بیوی اولاد اور دوسرے رشتہ دار ہیں جن سے آپ کا رات دن کا تعلق ہے یہاں آپ کو یہ فیصلہ کرنا ہے کہ ان سے آپ کس طرح برتاؤ کریں۔ ان پر آپ کے کیا حق ہیں ان کے ساتھ ٹھیک ٹھیک برتاؤ کرنے ہی پر دنیا اور آخرت میں آپ کی راحت خوشی اور کامیابی کا انحصار ہے اگر آپ غلط برتاؤ کریں گے تو دنیا کو اپنے لئے جہنم بنا لیں گے اور دنیا ہی میں نہیں بلکہ آخرت میں خدا کے سامنے بھی سخت جوابدہی آپ کو کرنی ہوگی۔

پھر آپ کے تعلقات دنیا کے بیشمار لوگوں سے ہیں کچھ لوگ آپ کے ہمسائے ہیں۔ کچھ آپ کے دوست ہیں کچھ آپ کے دشمن ہیں۔ بہت سے لوگ ایسے ہیں جو آپ کی خدمت کرتے ہیں کسی سے آپ کو کچھ لینا ہے اور کسی کو کچھ دینا کوئی آپ پر بھروسہ کر کے اپنے کام آپ کے سپرد کرتا ہے اور کسی پر آپ خود بھروسہ کر کے اپنے کام اس کے سپرد کرتے ہیں۔ کوئی آپ کا حاکم ہے اور کسی کے آپ حاکم ہیں غرض اتنے آدمیوں کے ساتھ آپ کو رات دن کسی نہ کسی قسم کا معاملہ پیش آتا ہے جن کو آپ شمار نہیں کر سکتے۔ دنیا میں آپ کی مسرت، آپ کی کامیابی، آپ کی عزت اور نیک نامی کا سارا انحصار اس پر ہے کہ یہ سارے تعلقات جو میں نے آپ کے سامنے بیان کئے ہیں صحیح اور درست ہوں اسی طرح آخرت میں خدا کے ہاں بھی آپ صرف اسی وقت سرخرو ہو سکتے ہیں کہ جب اپنے مالک کے سامنے آپ حاضر ہوں تو اس حال میں نہ جائیں کہ کسی کا حق آپ نے مار رکھا ہو کسی پر ظلم کیا ہو کوئی آپ کے خلاف وہاں نالش کرے کسی کی زندگی خراب کرنے کا وبال آپ کے سر پر ہو کسی کی عزت یا جان یا مال کو آپ نے

اگرچہ جائز لذت کے حصول کی اجازت دیدی ہے مگر وہ نفسانی خواہشات سے صرف آخرت کی تمنا میں کنارہ کش ہوجاتے ہیں۔ حدیث اَلْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ الخ میں اسی قسم کی طرف اشارہ ہے۔ لفظ ھَاجَرُوْا فِی سَبِیْلِ اللّٰہِ تمام اقسام کو شامل ہے خواہ ہجرت فی سبیل اللہ ہو یا فی حب اللہ یا فی دین اللہ یا فی صفات اللہ یا فی ذات اللہ یا فی امر اللہ۔

مقصود بیان:- ترک ممنوعات کی طرف لطیف ایماء۔ لفظ فی اللہ سے ہجرت کی نیت محض اللہ کے واسطے کرنے کی ہدایت۔ لفظ صبروا سے اس امر کی طرف اشارہ کہ دین پر استقامت اور تمام مصائب کی برداشت اجر جزیل کے حصول کا موجب ہے۔ نیز اس سے یہ امر بھی مترشح ہوتا ہے کہ ممنوعات سے نفس کو روکنا اور اوامر پر پابند رکھنا مؤمنین مخلصین کا شعار ہونا چاہئے۔ عَلٰی رَبِّهِمْ الخ کے الفاظ ہدایت کر رہے ہیں کہ اللہ سے بدگمانی نہ کرنی چاہئے اور کسی تکلیف کا اندیشہ نہ پیدا کرنا چاہئے بلا تامل کار اللہ کے سپرد کر کے اُسی پر بھروسہ رکھنا چاہئے۔ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ سے یہ بتانا مقصود ہے کہ جو لوگ اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے صعوبتیں برداشت کرتے ہیں خدا تعالیٰ دنیا میں بھی اُن کو عافیت، سکون، راحت، عزت وغیرہ عطا فرماتا ہے اور ہر طرح کی بھلائی عنایت کرتا ہے۔ وغیرہ

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْٓ

تم سے پہلے بھی ہم نے آدمی بھیجے تھے جن کے پاس ہم وحی بھیجا

اِلَيْهِمْ فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ

کرتے تھے اگر تم نہیں جانتے تو اہل کتاب سے

لَا تَعْلَمُوْنَ ۙ بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ ۭ وَ

پوچھ دیکھو (ہم نے اُن کو) دلیلیں اور کتابیں دیکر بھیجا اور

اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ

ہم نے تم پر قرآن اُتارا تاکہ لوگوں سے وہ احکام بیان کرو

مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ○

جو اُن پر نازل کئے گئے ہیں شاید وہ دھیان کریں

تفسیر ابن کثیر نے بروایت ضحاک از ابن عباس بیان کیا ہے کہ جب حضورؐ کی نبوت کا اعلان ہوا تو کفار عرب نے انکار کیا۔ اُن کو اپنی جہالت کے سبب نبوت اور بشریت میں منافات نظر آتی تھی۔ اسی بنا پر قریش نے کہا تھا کہ اللہ کی شان اس سے برتر و اعلیٰ ہے کہ کسی آدمی کو اپنا پیغمبر بنا کر بھیجے۔ اگر اُسکو رسول بھیجنا ہوتا تو کم از کم کسی فرشتے کو رسول بناتا۔ گویا حضور اقدس کی نبوت ہی کا انکار انہوں نے نہ کیا بلکہ انسان کے نبی ہونے کو ہی خلاف درایت سمجھا۔ چونکہ یہ بات کفار کی کج فہمی پر مبنی تھی اس لئے اُن کے خیال کی تردید میں اس آیت کا نزول ہوا۔

حاصل ارشاد یہ ہے کہ:- آدمیوں کے واسطے پیغمبر بھی آدمی ہی ہونے چاہئیں۔ زائد سے زائد یہ کہ کامل عقل والے ہونے ضرور ہیں تو خدا تعالیٰ نے ابتک کسی فرشتہ وغیرہ کو نبی بنا کر آدمی کی ہدایت کے لئے نہیں بھیجا آدمیوں کو ہی نبی بنایا اور آدمیوں میں سے بھی صرف مردوں کو (یعنی عورتیں چونکہ مردوں کی بہ نسبت کم عقل ہوتی ہیں اسلئے عورتوں کو بھی نبی نہیں بنایا) اس کا ثبوت یہ ہے کہ اگر قرآن اور قول رسول کا تم کو یقین نہیں تو دوسرے اہل کتاب سے دریافت کرلو۔ سب کے سب تو جھوٹ نہیں بولینگے آدمی کا نبی ہونا تو اُن کو بھی مسلم ہے جب تمام اہل مذاہب کا اس پر اتفاق ہے تو پھر تم کیوں رسول خدا کی تکذیب کرتے ہو۔ جس طرح ہم نے دوسرے انبیاء کو اپنی کتابیں اور معجزات دیکر بھیجا تھا اسی طرح محمدؐ پر قرآن نازل فرمایا۔ کیونکہ احکام کا بیان اور قوانین آلہیہ کی تشریح و تفصیل تو ضروری تھی اور یہ ممکن نہ تھا کہ ہر شخص کے پاس علیحدہ علیحدہ پیام بھیجا جاتا لا محالہ نبی کے پاس ایک یادداشت یعنی قرآن بھیجا تاکہ وہ یادداشت عام لوگوں کے سامنے کھول کر بیان کردی جائے۔ ممکن ہے کہ جو لوگ خود راہ راست پر نہیں چل سکتے ہیں وہ قرآن کے احکام، قوانین، طرز ادا اور بلاغت پر غور کریں اور ہدایت یاب ہوجائیں۔

نوٹ:- اہل ذکر سے کون لوگ مراد ہیں؟ اس میں علماء کا اختلاف ہے ابن عباسؓ کے نزدیک اہل تورات یعنی یہودی مراد ہیں۔ زجاج کا قول ہے کہ عام اہل کتاب مراد ہیں۔ مجاہد و اعمش کی روایت میں ابن عباس کا بھی یہی قول منقول ہے۔ بعض مفسرین کا خیال ہے کہ اہل ذکر سے اہل قرآن یعنی علماء اسلام مراد ہیں۔ امام باقرؒ نے فرمایا اہل ذکر ہم لوگ ہیں یعنے علمائے قرآن۔

آیت سے دو مسئلے مستنبط ہوتے ہیں (۱) آیت میں حضور اقدسؐ کو حکم دیا ہے کہ تم کھول کر صاف صاف قرآنی احکام کو لوگوں کے سامنے بیان کرو۔ اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہؐ کا قول و فعل حجت شرعیہ ہے اوقات نماز اور تعداد رکعات وغیرہ گویا قرآنی حکم ہے۔ اس کے علاوہ یہ بھی معلوم ہوا کہ قرآن اکثر جگہ مجمل احکام بیان کرتا ہے لہذا اُسکے بیان کے لئے حدیث کی ضرورت ہے۔ اسی بنا پر علماء کا اتفاق ہے کہ آیۂ مجمل پر حدیث مبین مقدم ہے (۲) یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ اگر کسی کو کوئی بات خصوصاً شرعی مسئلہ معلوم نہ ہو تو جاننے والے سے اُس کو دریافت

کرلینا چاہئے اور دریافت کرنے میں کسی کی خصوصیت نہیں۔ ہر جاننے والے سے دریافت کرسکتا ہے۔ خواہ وہ آیات قرآنی، احادیث رسولؐ، آثار صحابہؓ اور اقوالِ تابعین کا عالم ہو اور اُن کو سامنے رکھکر جواب دے یا قرآن وحدیث اور اقوال سلف میں مسئلہ صاف نہ ملنے کی وجہ سے قرآن وحدیث سے استنباط کرکے جواب دے۔ اصولِ فقہ میں علماء نے اس بات کو طے کردیا ہے کہ اول قرآن سے پھر احادیث سے پھر اجماع صحابہ سے مسائل شرعیہ میں حجت پکڑنی چاہئے۔ لیکن اگر کوئی مسئلہ صراحۃً قرآن وحدیث میں نہ ملے اور نہ اجماع سے ثابت ہو تو پھر استنباط کی ضرورت ہے۔ استنباط خود حضور اقدسؐ اور صحابۂ کرامؓ اور ائمۂ سلف نے کیا ہے۔ استنباط ایک ضروری چیز ہے ورنہ قرآن تَفۡصِيۡلًا لِّكُلِّ شَيۡءٍ نہیں ہوسکتا۔ ہاں استنباط کے اُن شرائط کو پیش نظر رکھنا ضرور ہے جو اصولِ فقہ میں مفصل مذکور ہیں۔ اسی استنباط کو قیاس کیا جاتا ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص استنباط نہ کرسکتا ہو اور شروط قیاس متحقق نہوں تو کسی مستنبط یعنی مجتہد سے پوچھ کر یا اُس کا قول کسی عالم سے دریافت کرکے عمل کرنا چاہئے اسی کو تقلید شرعی کہتے ہیں۔

مقصود بیان:۔ رسول پاکؐ کی نبوت کوئی انوکھی اور نئی نہ تھی بلکہ جسطرح اور انبیاء ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے خدا نے حضورؐ کو بھیجا۔ کوئی فرشتہ یا عورت یا جن انسانوں کی ہدایت کے لئے نبی بناکر نہیں بھیجا گیا۔ [illegible] یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ دیگر اہل کتاب کا قول قابلِ حجت ہے یا اُن کی مذہبی کتابیں بلاتحریف موجود ہیں۔ بلکہ اس سے مقصود یہ نکلتا ہے کہ جن مسائل میں اہل کتاب اہل اسلام سے مختلف نہوں اُن مسائل میں اہل کتاب کا قول قابلِ حجت ہے۔ آیت سے تقلید عام کا وجوب بھی ظاہر ہوتا ہے۔ رسول پاکؐ کا قول اور فعل قابلِ حجت بلکہ واجب العمل ہے۔ حضورؐ کا مفصل فرمان درحقیقت مجمل قرآن کی شرح ہے اس لئے مجمل آیت پر بحیثیت اجمال جس طرح عمل کرنا واجب ہے اسی طرح حضور اقدسؐ کے متواتر مفصل فرمان پر عمل ضروری ہے لِتُبَيِّنَ کا لفظ صاف بتارہا ہے کہ حضور اقدسؐ کے اعمال واقوال مُبَيِّن قرآن تھے۔ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَيۡكَ الذِّكۡرَ سے ابن عباسؓ نے یہ مسئلہ مستنبط کیا ہے کہ جو معجزات اور ہدایات دیگر انبیاء کو عطا ہوئے تھے وہ سب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو عنایت کئے گئے۔ آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری۔ يَتَفَكَّرُوۡنَ کے لفظ میں دعوت غور ہے کہ قرآن کے قوانین، احکام اور طرز ادا پر غور وخوض کرنا ضروری ہے۔ صحیح غور کے بعد توحید ورسالت کے اقرار اور احکام قرآن کے برحق ہونے پر ہر صحیح الفہم انسان پہنچ سکتا ہے۔

اَفَاَمِنَ الَّذِيۡنَ مَكَرُوا السَّيِّاٰتِ اَنۡ

جو لوگ بُری تدبیریں کرتے ہیں کیا وہ اس بات سے نڈر ہوگئے ہیں کہ

يَّخۡسِفَ اللّٰهُ بِهِمُ الۡاَرۡضَ اَوۡ يَاۡتِيَهُمُ

اللہ اُن کو زمین میں دھنسا دے گا یا ایسی طرف سے اُن پر

الۡعَذَابُ مِنۡ حَيۡثُ لَا يَشۡعُرُوۡنَ ۙ اَوۡ

عذاب آجائیگا جس کی اُن کو خبر بھی نہ ہو یا

يَاۡخُذَهُمۡ فِىۡ تَقَلُّبِهِمۡ فَمَا هُمۡ

چلتے پھرتے اُن کی گرفت کرے گا پھر اُن کا قابو

بِمُعۡجِزِيۡنَ ۙ اَوۡ يَاۡخُذَهُمۡ عَلٰى تَخَوُّفٍ

نہ چل سکے گا یا ڈرا کر اُن کو دھر پکڑے گا

فَاِنَّ رَبَّكُمۡ لَرَءُوۡفٌ رَّحِيۡمٌ ۞ اَوَلَمۡ يَرَوۡا

تمہارا رب واقعی بڑا شفیق و مہربان ہے کیا انہوں نے اللہ کی

اِلٰى مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنۡ شَىۡءٍ يَّتَفَيَّؤُا

پیدا کی ہوئی چیزوں کی طرف نہیں دیکھا کہ اُس کے سائے

ظِلٰلُهٗ عَنِ الۡيَمِيۡنِ وَالشَّمَآئِلِ سُجَّدًا

دائیں بائیں سے اللہ کو سجدہ کرتے ہوئے ڈھلتے ہیں

لِّلّٰهِ وَهُمۡ دٰخِرُوۡنَ ۞ وَلِلّٰهِ يَسۡجُدُ مَا

اور وہ عاجزی کرنے والے ہوتے ہیں جو چاند ار آسمانوں میں

فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الۡاَرۡضِ مِنۡ دَآبَّةٍ وَّ

اور زمین میں ہے وہ نیز فرشتے اللہ ہی کو سجدہ کرتے

الۡمَلٰۤئِكَةُ وَهُمۡ لَا يَسۡتَكۡبِرُوۡنَ ۞ يَخَافُوۡنَ

ہیں اور سرکشی نہیں کرتے اپنے اُس رب سے

رَبَّهُمۡ مِّنۡ فَوۡقِهِمۡ وَيَفۡعَلُوۡنَ مَا يُؤۡمَرُوۡنَ ۞

ڈرتے ہیں جو اُن کے اوپر غالب ہے اور جو حکم اُن کو دیا جاتا ہے اسکی تعمیل کرتے ہیں

تفسیر اسلام کے خلاف مکر و فریب کرنے والے اپنی تدبیروں کو کارگر سمجھنے والے اور اسلام کو مٹانے کے لئے ان تھک

کوشش کرنے والے ہر وقت اپنی طاغوتی مجلسا زیوں میں منہمک رہتے تھے اور نتائج کی طرف سے غافل ہو کر اپنی دماغ آرائیوں کو الٰہی طاقت کے مقابلہ میں برسرِ کار لاتے تھے۔ ایسے گمراہ مغرور افراد کو تنبیہ کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ کیا ان کو چار باتوں میں سے کسی کا خطرہ نہ رہا۔ کیا ان کے پاس ان چاروں خطرات و مہلکات سے بچنے کی طاقت ہے:- (۱) ہو سکتا ہے کہ اللہ اُن کو زمین میں دھنسا دے زمین پھٹ جائے اُلٹ جائے اور وہ نیچے دب جائیں اندر گھس جائیں۔ گذشتہ تاریخ دیکھنے سے ثابت ہوتا ہے کہ بکثرت افراد خدا کے اس عذاب میں ماخوذ ہوئے ہیں۔ (۲) یا کوئی ناگہانی عذاب غیر محسوس طور پر آجائے اور ایسی جگہ سے آجائے جسکی خبر بھی نہ ہو مثلاً آسمان سے انگارے اور چنگاریاں برسنے لگیں یا اولے اور بڑے بڑے گولے اوپر سے گریں یا تند آندھی یا طوفانی بارش آجائے جس سے یہ سرکش تباہ و برباد ہو جائیں۔ مختلف اقوام ان غیبی عذابوں سے برباد ہو چکی ہیں۔ پھر یہ کیوں مطمئن اور بے باک ہیں (۳) یا حالتِ سفر میں خدا تعالیٰ ان کو ہلاک اور مبتلائے عذاب کر دے۔ کیونکہ جو وطن میں ہلاک ہو سکتا ہے وہ سفر میں بھی ہلاک ہو سکتا ہے۔ وطن میں دوست احباب اعزہ اقارب اور تمام ہمدرد جمع ہوتے ہیں دیکھ بھال اور خدمت کر سکتے ہیں۔ مگر پردیس میں عموماً کوئی غمگسار یار نہیں ہوتا سفر کی موت سخت ہوتی ہے۔ تَقَلُّب کے معنی ہیں انقلاب تبدیل تغیر۔ وضع حالت اور شکل کا بدلنا۔ آمد و رفت کرنا۔ تدبیروں کا مختلف ہونا کروٹ بدلنا۔ وغیرہ۔ اہل تفسیر نے آیت کے معنی میں اختلاف کیا ہے شیخ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ حصول معاش کے لئے جو سفر کیا جاتا تھا اور کیا جاتا ہے۔ تقلب سے یہی مراد ہے۔ سدی وغیرہ نے مطلق سفر مراد لیا ہے۔ مجاہد ضحاک اور قتادہ وغیرہم نے فرمایا کہ رات دن کا انقلاب مراد ہے بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ اسباب عیش و سامان راحت کی تبدیل مراد ہے۔ بعض کا قول ہے کہ سوتے میں کروٹیں لینی مراد ہیں جبکہ آدمی نہایت چین و سکون کی حالت میں ہوتا ہے۔ آیت کا خلاصہ مطلب یہ نکلا کہ رات دن کا انقلاب ہو یا حصول معاش کے لئے ملک ملک کا سفر اور معیشت کی دنیا میں آمد و رفت ہو یا سکون کی حالت میں خواب راحت ہو۔ اطمینان چین کے ساتھ طرح طرح کی تدبیریں سوچتے ہیں [illegible] ہو۔ بہر حال خدا تعالیٰ ہر وقت غیبی گرفت کر سکتا ہے۔ اس کے قابو سے کوئی بھی کسی وقت باہر نہیں ہو سکتا۔ پھر یہ بے باکی کیوں ہے۔ وہ کونسی طاقت ہے جو اللہ کی گرفت سے بچا سکتی ہے۔ (۴) یہ بھی ہو سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ ناگہانی بلا نازل نہ کرے بلکہ پہلے علامات و آثار نمایاں ہوں۔ مرنے سے پہلے لوگوں میں بے چینی، خوف اور ہراس پیدا ہو پھر رفتہ رفتہ سب کو ہلاک کرنے مثلاً قحط پڑ جائے وبا پھیل جائے دشمنوں کا تسلط آہستہ آہستہ قائم ہو جائے اور اس طرح تدریجاً سب قوم ہلاک ہو جائے۔ ابن کثیر کے نزدیک تَخَوُّف کے معنی ہیں

ڈرانا یعنی خدا یہ بھی کر سکتا ہے کہ مختلف اسباب ہلاکت طاری فرما کر اول خوف اور ڈرانے کے بعد سب کو ہلاک کر دے۔ چنانچہ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے اگر میں چاہوں تو ایسی گرفت کروں کہ ایک کی موت سے دوسرا خائف ہو جائے۔ مجاہد، ضحاک، قتادہ وغیرہم سے بھی اسی طرح مروی ہے عام مفسرین نے تَخَوُّف کے معنی تَنَقُّص کے بیان کئے ہیں یعنی رفتہ رفتہ جان و مال کی کمی کرنا اور آہستہ آہستہ سب کو ہلاک کر دینا۔ بغدادی نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے کہ ایک مرتبہ برسرِ منبر حضرت عمرؓ نے یہ آیت تلاوت فرمائی اور حاضرین سے تفسیر دریافت کی۔ سب خاموش رہے مگر بنو ہذیل کا ایک بوڑھا آدمی بولا کہ ہماری زبان میں تخوّف کے معنی تنقّص کے ہیں۔ الغرض خدا تعالیٰ ارضی و سماوی اور فضائی آفتوں میں مبتلا کر کے ناگہاں ہلاک کر سکتا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ آثار و علامات نمودار کرنے کے بعد آہستہ آہستہ ہلاک و برباد کر دے مگر اپنی مہربانی اور کرم سے ایسا نہیں کرتا ورنہ قدرت اُس کو ہر طرح حاصل ہے۔ اس سے آگے اپنی قدرت کاملہ اور جبروت باہرہ کے آثار بیان فرما کر تمام موجودات و کائنات کا فرمان پذیر اور مطیع حکم ہونا بیان فرماتا ہے کہ دیکھو مخلوق میں دو طرح کی چیزیں ہیں اصل اور سایہ پھر اصل اشیاء میں دو نوعیت رکھنے والی مخلوق ہے کچھ انسان سے نیچے درجہ کی کچھ اوپر کے درجہ کی۔ تمام وہ حیوانات جو جان رکھتے ہیں اور زمین پر متحرک ہیں اور تمام وہ فرشتے جو انسان سے بالاتر ہیں سب کے سب اللہ کے حکم کے مسخر ہیں کوئی سرکشی نہیں کر سکتا۔ سب ہی خدا کے سامنے سربسجود ہیں۔

تحقیق | زہری کا قول ہے کہ تَفَيُّؤُ الظِّلَال آخر دن کے سایہ کے ڈھلنے کو کہتے ہیں۔ لیکن یہاں عام مفہوم مراد ہے۔ موسم گرمی سردی آفتاب و ماہتاب کے عروج و زوال، خطِ استواء کے قرب و بعد، اختلاف مطلع و مغرب کی وجہ سے صبح و شام کے تفاوت کے سبب سایہ کبھی دائیں اور کبھی بائیں جانب پڑتا ہے اور گھٹتا بڑھتا رہتا ہے۔

سجدہ سے کیا مراد ہے؟ فرشتوں کا سجدہ کرنا تو بالکل بدیہی بات ہے حقیقی سجدہ فرمان پذیر مسخر حکم ہونا اور اطاعت امر سب کچھ فرشتوں میں موجود ہے۔ رہا دیگر اشیاء کا سجدہ کرنا تو ظاہر ہے کہ حقیقی معنی مراد نہیں زجاج نے کہا کہ ہر چیز کی پیدائش اطاعت الٰہی پر ہے یہی اُس کا سجدہ ہے مجاہد نے کہا جب سورج جھکتا ہے تو ہر چیز اللہ کو سجدہ کرتی ہے (یعنی اُس کا سایہ پڑتا ہے اور سایہ پڑنا ہی ہر چیز کا سجدہ ہے) قتادہ ضحاک وغیرہ سے بھی یہی مروی ہے۔ مجاہد نے تو دوسری روایت میں صراحت کر دی ہے کہ ہر چیز کا سجدہ اُس کا سایہ ہے۔ ابو غالب شیبانی نے کہا کہ سمندر کی موجیں اسکی تسبیح و صلوۃ ہے۔ میرے نزدیک زجاج کا قول قوی ہے۔ ہر چیز اللہ کے حکم کی مطیع ہے۔ ہر شئی اپنی پیدائش اور نظم خاص پر چلنے کے لحاظ سے قانون الٰہی سے سرتابی نہیں کر سکتی سرتابی نہ کرنا قانون الٰہی پر چلنا - اور

نظام قدرت کا تابع ہونا اسی کو سجدہ سے تعبیر فرمایا

مقصود بیان:۔ سرکش کافروں اور نافرمان مسلمانوں کو اپنی ہمہ گیر طاقت اور محیط کل قدرت سے ڈرا کر راہ راست پر چلنے کی ضمنی تبلیغ۔ اس امر کی صراحت کہ خدا تعالیٰ کی گرفت سے کوئی چیز خارج نہیں گو اس نے اپنی مہربانی کی وجہ سے آزاد چھوڑ دیا ہے۔ تمام مخلوق کا سجدہ ریز اور مطیع حکم ہونا بیان فرما کر در پردہ اس امر پر تنبیہ کہ غافل انسان اپنے کو طاقتور اور ذی فہم سمجھتا ہے اور خدا سے سرکشی کرتا ہے حالانکہ اس کی سرشت بھی عام قانون قدرت کے لحاظ سے خدا تعالیٰ کے حکم کی مسخر اور فرمان پذیر ہے۔ گویا انسان کی خدا سے سرکشی اپنی فطرت سے سرکشی ہے۔

وَقَالَ اللّٰهُ لَا تَتَّخِذُوْٓا اِلٰهَيْنِ اثْنَيْنِ

اللہ نے فرمایا کہ دو معبود قرار نہ دو

اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ

معبود تو وہی ایک معبود ہے مجھ ہی سے ڈرو

وَلَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَهُ

جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں ہے اسی کا ہے اور ہمیشہ

الدِّيْنُ وَاصِبًا اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَتَّقُوْنَ ۝

عبادت اسی کو سزاوار ہے کیا اللہ کے سوا کسی اور سے ڈرتے ہو

وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ثُمَّ اِذَا

حالانکہ تمہارے پاس جو بھی نعمت ہے وہ اللہ کی طرف سے ہے پھر تم کو جب

مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَاِلَيْهِ تَجْـَٔرُوْنَ ۝ ثُمَّ اِذَا

کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اسی سے فریاد کرتے ہو اور جب وہ

كَشَفَ الضُّرَّ عَنْكُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْكُمْ بِرَبِّهِمْ

تمہاری تکلیف دور کر دیتا ہے تو تم میں سے ایک گروہ اپنے رب کا شریک

يُشْرِكُوْنَ ۝ لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ فَتَمَتَّعُوْا

قرار دینے لگتا ہے تاکہ ہماری دی ہوئی نعمت کی ناشکری کرے تو ایسے مزے اڑا لو

فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝

آئندہ معلوم ہو جائے گا

تفسیر

مذکورۂ بالا آیات میں خدا تعالیٰ نے اپنی توحید الوہیت و ربوبیت کو دلائل فطرت سے ثابت کیا تھا اور فرمایا تھا کہ ہر چیز اپنی فطرت کے لحاظ سے مطیع حکم الٰہی ہے۔ دلائل فطرت کو سمجھنا نظر و فکر اور غور و خوض پر موقوف ہے۔ جو لوگ اصحاب مشاہدہ ہیں اور جن میں اللہ نے فطری طاقت امانت رکھی ہے وہ لوگ سوچ سمجھ کر حقیقت تک پہنچ سکتے ہیں اور مصنوعات سے صانع پر استدلال کر سکتے ہیں۔ لیکن جو نور عقل سے کورے ہیں جن کو خود راہ مستقیم تلاش کر کے حقیقت تک رسائی کرنے کی قوت نہیں ان کی ہدایت کے لئے انبیاء و مرسلین مبلغین واعظین اور مختلف پیامبر دنیا میں آئے۔ اللہ کی کتابیں اور فرمان لائے۔ طرح طرح سے سمجھایا اور حق و باطل میں فرق کر دکھایا۔ گذشتہ آیات میں چونکہ دلائل فطرت پر غور کرنے کی ہدایت فرمائی تھی ان آیات میں اپنا وہ حکم نقل فرماتا ہے جو مختلف انبیاء کی زبانی بندوں تک اس نے بھیجا تھا تاکہ عاقل و بیوقوف ارباب بصیرت اور کوتاہ فہم کوئی فرقہ بھی راہ یاب ہونے سے محروم نہ رہ جائے، اصحاب دانش مطالعہ فطرت کرنے کے بعد حقیقت پر پہنچ جائیں اور کم سمجھ آدمی نقلی احکام و ہدایات سے فائدہ اٹھا کر توحید کے قائل ہو جائیں۔

حاصل ارشاد یہ ہے کہ ہم نے پیغمبروں کی معرفت اور اپنی کتابوں کی وساطت سے خالص توحید کا پیام دنیا والوں تک بھیج دیا۔ خفیف شرک کرنے کی بھی ممانعت کر دی اور توحید الوہیت و ربوبیت کا حصر اپنی ذات کے لئے قرار دیا لہٰذا اعتقاداً اعمال اور اقوال میں شرک سے پرہیز کرنا اور بصورت خلاف ورزی عذاب سے ڈرنا اور اللہ کی ناراضی سے خوف کرنا ہر شخص پر فرض ہے۔

اس کے بعد توحید الوہیت کی کھلی ہوئی دو دلیلیں بیان فرماتا ہے جن سے غیر اللہ کی الوہیت کی نفی اور وحدانیت الٰہیہ کا ثبوت ہوتا ہے۔ پہلی دلیل تو یہ ہے کہ اللہ وہی ہو سکتا ہے جو دنیا کی ہر چیز کا خالق مالک اور مطلق حکمراں ہو۔ اس کے قبضہ و تصرف سے کوئی شے باہر نہ ہو، ہر چیز دوامی طور پر اس کی فرماں پذیر اور مطیع حکم ہو۔ اور جو چیز مخلوق ہو خالق نہ ہو مملوک ہو مالک نہ ہو، محکوم ہو حاکم نہ ہو، مطیع حکم ہو مطاع نہ ہو، وہ کسی طرح الوہیت کا استحقاق نہیں رکھتی۔ چونکہ زمین آسمان کی ہر چیز کا مالک خالق حاکم اور متصرف خدا ہی ہے۔ ہر چیز اسی کی مخلوق مملوک محکوم اور مطیع امر ہے لہٰذا اس کے سوا کوئی بھی الوہیت کا مستحق نہیں۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ الوہیت و معبودیت کا حق اسی کو پہنچتا ہے جس کے ہاتھ میں نفع یا نقصان پہنچانے کی طاقت ہو، عابد کو کچھ دے سکے، اس کی مصیبت دفع کر سکے اور ضرر پہنچا سکے۔ اور چونکہ ہر چیز خدا دیتا ہے وہی تکلیف دفع کرتا ہے سخت مصائب میں بے ساختہ تم اسی کی طرف رجوع کرتے ہو۔ پھر شرک کرنا اور دوسروں کو معبود بنانا سراسر حماقت اور موجب وبال ہے چند روزہ مزے اڑا کر مرنے کے بعد اس کا عذاب بھگتو گے۔

مقصود بیان:- کوتاہ فہم اور بے بصیرت طبقہ کے لئے توحید کی نقلی دلیل کا اظہار - پھر توحید کا بدیہی اور واضح ثبوت اور ضمنی طور پر اس امر کی ہدایت کہ نفع نقصان پہنچانے کی طاقت صرف خدا ہی کو ہے - اس لئے ہر مسلمان کا فرض ہے کہ غیر اللہ سے نہ طمع رکھے نہ خوف بلکہ مرکز بیم ورجا ذاتِ الٰہی کو ہی قرار دے -

وَيَجْعَلُوْنَ لِمَا لَا يَعْلَمُوْنَ نَصِيْبًا مِّمَّا

وہ ہماری دی ہوئی روزی میں جاہل معبودوں کا ایک حصہ مقرر

رَزَقْنٰهُمْ ۭ تَاللّٰهِ لَتُسْــَٔـلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ

کرتے ہیں خدا کی قسم تم سے اس افترا بندی کی ضرور

تَفْتَرُوْنَ ۝ وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنٰتِ سُبْحٰنَهٗ

باز پرس ہوگی یہ اللہ کے لئے بیٹیاں قرار دیتے ہیں اور اپنے لئے

وَلَهُمْ مَّا يَشْتَهُوْنَ ۝ وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ

وہ چیز قرار دیتے ہیں جسکی اُن کو رغبت ہے حالانکہ اللہ پاک ہے جب انہیں سے کسی کو

بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ

بیٹی کی خوشخبری سُنائی جاتی ہے تو اُس کا منہ کالا پڑ جاتا ہے اور وہ

كَظِيْمٌ ۝ يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْۗءِ

غم سے گھٹنے لگتا ہے بُری بشارت کی عار سے لوگوں سے چھپتا

مَا بُشِّرَ بِهٖ ۭ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰي هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ

پھرتا ہے (سوچتا ہے) کہ ذلت قبول کرکے اُسکو رہنے دے یا مٹی میں

فِي التُّرَابِ ۭ اَلَا سَاۗءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ۝ لِلَّذِيْنَ

دبا دے سُن لو یہ بہت بُرا حکم کرتے ہیں جو لوگ

لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ مَثَلُ السَّوْءِ ۚ وَلِلّٰهِ

آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اُن کی بُری حالت ہے اور اللہ کے لئے

الْمَثَلُ الْاَعْلٰى ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ ع ۱۳

صفت اعلیٰ ہے وہی غالب مصلحت بین ہے

وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَّا تَرَكَ

اگر اللہ لوگوں کے ظلم پر اُن کی پکڑ کرے تو زمین پر

عَلَيْهَا مِنْ دَاۗبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى

کسی جاندار کو نہ چھوڑے لیکن ایک وقت مقرر تک اُن کو

اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا جَاۗءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ

مہلت دیتا ہے جب اُن کا وقت مقرر آپہنچیگا تو گھڑی بھر نہ پیچھے

سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ۝ وَيَجْعَلُوْنَ

ہٹ سکینگے نہ آگے بڑھ سکیں گے اللہ کے لئے وہ چیز تجویز

لِلّٰهِ مَا يَكْرَهُوْنَ وَتَصِفُ اَلْسِنَتُهُمُ

کرتے ہیں جسکو خود پسند نہیں کرتے اور اُن کی زبانیں دروغ بیانی

الْكَذِبَ اَنَّ لَهُمُ الْحُسْنٰى ۭ لَا جَرَمَ اَنَّ

کرتی ہیں کہ ہمارے لئے بھلائی ہے بلا شک ان کے

لَهُمُ النَّارَ وَاَنَّهُمْ مُّفْرَطُوْنَ ۝

لئے آگ ہے اور وہ پیش رو ہیں

تفسیر مشرکین عرب مختلف دیوتاؤں اور دیویوں کی پرستش کرتے تھے - انہوں نے ہر ایک کا فرضی نام بھی رکھ چھوڑا تھا اور کارخانۂ قدرت میں دخل دینے کی ایک مخصوص نوعیت بھی ہر ایک کے لئے جدا جدا مقرر کر رکھی تھی - کسی کو بارش کی دیوی کہتے، کسی کو کھیتی کا دیوتا، کسی کو روشنی کا مالک اور کسی کو حسن وجمال کی مالکہ - لیکن ان فرضی معبودوں کی اصل حقیقت سے وہ قطعًا ناواقف تھے اُن کو یہ بھی معلوم نہ تھا کہ وہ فرضی نام جن کو باپ دادا سے سنتے چلے آئے ہیں کیا ان کی کچھ حقیقت بھی تھی اور ان کا واقعی اقتدار بھی کچھ ہے یا نہیں اور ہے تو کس طرح ہے انہی فرضی معبودوں کے نام پر بھینٹ چڑھاتے، نذر نیاز ان کے سامنے پیش کرتے، مال واولاد اور کھیتیوں میں ان کے حصے مقرر کرتے، کوئی جانور یا کوئی بیٹا اُن کے نام سے نامزد کر دیتے، اُن کے نام پر سانڈھ چھوڑ دیتے بنو خزاعہ اور بنو کنانہ کا دوسرا عقیدہ یہ تھا کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں جو مختلف کاموں پر مقرر ہیں، ان غیر مرئی دیویوں کو کارخانۂ قدرت میں دخل ہے جو کچھ چاہتی ہیں کرتی ہیں - یونان کا علم الاصنام بھی اسی

خرافات سے بھرا ہوا ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ وہ مختلف ستاروں کو مختلف تصرفات و انتظامات کی دیویاں قرار دیتے تھے اور عرب کے مشرک وہی اقتدار فرشتوں کا تسلیم کرتے تھے اور فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں قرار دیتے تھے۔ ہندوستان کی کالی دیوی، موہنی دیوی اور سنرپری کا عقیدہ بھی اسی طرح کی خرافات پر مبنی ہے۔ کافروں کا تیسرا قول یہ بھی تھا کہ اول تو مرنے کے بعد دوبارہ زندگی نہ ہوگی اور ہوئی بھی تو ہم کو اللہ کے ہاں بڑا رتبہ ملے گا۔ ہمارے ہزاروں معبود ہمارے سفارشی ہونگے ان تینوں بیہودہ اقوال کی تردید میں یہ آیات نازل ہوئیں۔

پہلے قول کا ابطال دو طرح فرمایا۔ برہانی اور تنبیہی۔ برہانی ابطال تو یہ ہے کہ جن چیزوں کی حقیقت کا علم نہیں اُن کے اقتدار سے واقفیت نہیں یہ بھی نہیں معلوم کہ آیا اُن کا وجود واقعی تھا یا فرضی نام ہیں نہ اس کا علم کہ یہ معبود ہیں کس نوع کے۔ مزید براں روزی رزق یا اور کسی قسم کی چیز ان کی دی ہوئی نہیں ہر چیز خدا نے دی پرانی مجہول الحقیقت مجہول الکیفیت اور غیر شناختہ وجود والے فرضی ناموں کے لئے کھیتی مویشی اور مال و اولاد میں حصہ مقرر کرنا اور ان کے ناموں کی بھینٹ چڑھانا سراسر حماقت ہے تنبیہی بازداشت اس طرح فرمائی کہ غیر اللہ کا حصہ مال و اولاد میں مقرر کرنا اور اس کا عقیدہ رکھنا محض افترا [illegible] ہے جس کی بازپرس یقینی ہے۔

وَيَجْعَلُونَ لِلّٰهِ سے دوسرے عقیدہ کی تردید فرمائی۔ حاصل ارشاد یہ ہے کہ ملائکہ کو خدا کی بیٹیاں قرار دینے والے مشرکوں کی عجب حالت ہے اگر اپنی بیٹی پیدا ہونے کی خبر سن پاتے ہیں تو رنج کے مارے چہرہ کا رنگ بدل جاتا ہے اور دل ہی دل میں گھٹتے ہیں۔ عار اور ناخوشی کے سبب لوگوں سے چھپے چھپے پھرتے ہیں، دل میں پیچ و تاب کھا کر منصوبے باندھتے ہیں کہ اب کیا کریں یا تو عار و ذلت برداشت کریں یعنی آئندہ دوسروں کو اپنا داماد بنائیں اور دوسروں کے سامنے نگاہ نیچی کرنی پڑے یا بیٹی کو زندہ دفن کردیں۔ غرض اپنے لئے تو بیٹی ہونے کے نام سے اتنی ذلت کا احساس اور دل تنگی کا اظہار کرتے ہیں اور اللہ کے لئے ایسے فراخ دل واقع ہوئے ہیں کہ فرشتوں کو اس کی بیٹیاں قرار دیتے ہیں۔ سبحان اللہ کیسی حماقت در حماقت ہے۔ اول تو پاک پروردگار کے لئے اولاد کی تجویز انتہائی بے عقلی گستاخی اور کفر ہے۔ اولاد کی ضرورت اسکو ہوتی ہے جو اپنی ذات سے ناقص اور حادث و محتاج ہوتا ہے۔ اللہ تمام عیوب ونقائص سے پاک ہے پھر اُسکو اولاد کی کیا ضرورت۔ پھر فرشتوں کو مؤنث اعتقاد کرنا مزید جہل عظیم ہے۔ پھر ان کو بیٹیاں قرار دینا اجہل در اجہال ہے کیا خدا تعالیٰ ان مجہول ذلیل ترین کافروں سے بھی گیا گزرا ہے۔

اس سے آگے تیسرے قول کی تردید سے پہلے فرماتا ہے کہ جن لوگوں کا آخرت پر ایمان نہیں اُن کی حالت بہت ہی بُری ہے۔ اِن کو اگر تشبیہ دی جائے تو مشبہ بہ کا بدترین ہونا ضروری ہے اور وجہ تشبیہ بھی بدترین ہونی لازم ہے نتیجہ یہ کہ کافرین قیامت کے عقائد اقوال و اعمال خبیث ترین ہیں۔ البتہ خدا تعالیٰ کے اوصاف جمیلہ اور صفات کمالیہ ہیں۔ ابن عباس نے وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى کی تفسیر میں فرمایا کہ کوئی چیز اُسکی مثل نہیں۔ ابن عباس کی مراد یہ ہے کہ عدیم المثال ہونا ہی اللہ کی اعلیٰ مثل اور اکمل صفت ہے۔ یہ شبہہ ہرگز نہ کرنا چاہئے کہ کوئی چیز اللہ کی مثال ہوسکتی ہے۔ وہ ہر بُری اچھی مثال سے پاک ہے۔

یہاں ایک شبہہ یہ پیدا ہوسکتا تھا کہ جب شرک و کفر ایسی مکروہ چیزیں ہیں اور مشرکوں سے خدا کو انتہائی نفرت و بغض ہے تو پھر ان کے وجود سے صفحۂ ہستی کو کیوں پاک نہیں کردیتا۔ کیوں کافروں کو فنا کرکے اُن کی جگہ نیکوں کو آباد نہیں فرماتا۔ اس شبہہ کے ازالہ کے لئے فرماتا ہے کہ اگر کفار و مشرکین کے کفر و شرک پر حق تعالیٰ فوراً دنیا ہی میں گرفت فرمالے تو ساری دنیا ہلاک ہو جائے کوئی جاندار باقی نہ رہے کیونکہ ظالم و نافرمان تو اپنی معصیت و بدکاری کی وجہ سے ہلاک ہو جائیں اور نیک بندے اس وجہ سے مرجائیں کہ دنیا دار امتحان ہے۔ شر نہ ہو تو خیر کی شناخت کیسے ہو۔ تاریکی معدوم ہو جائے تو نور سے کیا فائدہ۔ دنیا کو پیدا کرنے سے مقصود تو مجموعہ کی آبادی ہے۔ کفر و اسلام اور معصیت و فرماں برداری کا جوڑ ہے اور چونکہ دوسری مخلوق انسان کے فائدہ کے لئے بنائی گئی ہے اسلئے انسان کو فنا کرنے کی صورت میں باقی کا وجود بیکار ہے۔ لامحالہ اگر کافروں اور بدکاروں کی گرفت فوراً کرلی جائے تو عالم تہ و بالا اور درہم برہم ہو جائے۔ مگر اللہ کا فضل ہے کہ وہ فوراً گرفت نہیں کرتا وقت موت تک مہلت دیتا رہتا ہے تاکہ توبہ کی گنجائش باقی رہے۔ ہاں جب وقت مقرر آجائیگا تو پھر تقدیم تاخیر نہ ہوگی۔

ایک شبہ اور اُس کا ازالہ

خدا تعالیٰ عادل ہے ظالم نہیں اور یہ بھی یقینی ہے کہ کچھ لوگ نیک ہیں اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ایک کے کرتوت کا وبال دوسرے پر نہیں پڑسکتا پھر اس قول کے کیا معنی ہو سکتے ہیں کہ اگر خدا تعالیٰ لوگوں کی گرفت اُن کے ظلم کی وجہ سے فوراً فرماتا تو روئے زمین پر کسی جاندار کو باقی نہ چھوڑتا کیا غیر مجرموں کو بھی مجرموں کے ساتھ ہلاک کردیتا۔ کیا یہ انصاف کے خلاف نہیں ہے؟

اس شبہ کا ازالہ تین طرح کیا گیا ہے۔ اول شق وہی ہے جو ہم اوپر بیان کرچکے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ کسی بندہ سے کما حقہ عبادت ہوہی نہیں سکتی۔ تمام عمر ذکر فکر اور شکر و عبادت میں صرف کردی جائے، مگر اللہ کی نعمتیں اس قدر ہیں کہ اُن کا شکر بھی کافی طور پر ادا نہیں ہوسکتا۔ ہر منٹ میں تندرست جوان آدمی پچھتر مرتبہ سانس لیتا ہے۔ ہر سانس اللہ کی دی ہوئی

ایک نعمت ہے اور ہر نعمت کا شکر ادا کرنا ضروری ہے۔ لہٰذا ہر منٹ میں بہتر مرتبہ شکر ادا کرنا لازم ہے لیکن کوئی انسان ایسا نہیں کرسکتا نتیجہ بالکل صاف ہے کہ کسی بندہ سے کما حقہٗ عبادت ہو ہی نہیں سکتی اسلئے سب مجرم ہوتے کوئی معصوم نہ ہوا۔ زائد سے زائد یہ کہ بالارادہ مرتکب معصیت بعض آدمی نہیں ہوتے لیکن اس سے واقعی جرم کی تلافی نہیں ہوسکتی۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ اگر مجرموں کے جرموں کا مواخذہ فوری ہو جائے تو کثرت اشرار کے ساتھ بعض نیک آدمی بھی ہلاک ہو جائینگے۔ مگر دونوں گروہوں کی ہلاکت میں مآل کے اعتبار سے فرق ہے۔ ظالم گروہ کے لئے تو عذاب و نکال ہے اور نیک طبقہ کے لئے رحمت و ثواب کا سبب ہے۔ اول گروہ کو ہلاک کرنے کے بعد دوزخ میں بھیجا جائیگا اور دوسرے گروہ کو جنت میں مزید اجر عطا ہوگا۔ مختلف صحیح احادیث میں بھی اسی مضمون کی تائید وارد ہوئی ہے۔ تیسرے قول کی تردید خدا تعالیٰ نے آیت لَاجَرَمَ الخ سے فرمادی۔

حاصل ارشاد یہ ہے کہ کفار باوجود شرک کرنے کے اپنی ہٹ دھرمی کے سبب زبان سے یہ دعویٰ بھی کرتے ہیں کہ اگر آخرت کوئی چیز ہے تو ہمارے لیے وہاں بھی ہر طرح کی خوش حالی ہوگی۔ یہ اُن کی خام خیالی ہے۔ یہ لوگ دوزخیوں کے پیش رو بن کر آگے چلیں گے اور سب سے پہلے دوزخ میں پڑینگے اور نہ فقط داخل ہونگے بلکہ وہاں چھوڑ دیے جائیں گے۔

مقصود بیان:۔ کفار عرب کے عقائد ثلثہ کی پُرزور تردید۔ اول آیۃ سے یہ مسئلہ مستنبط ہوتا ہے کہ اللہ کے سوا اور کسی کے نام کی نذر نیاز بھینٹ قربانی، کوئی جانور چھوڑنا وغیرہ وغیرہ سب کچھ حرام ہے۔ اس سے عبرت حاصل کرنی چاہیئے اُس کمزور عقیدہ کے مسلم طبقہ کو جو شیخ سدو کا بکرا میرانجی کے کونڈے، کالو پہلوان کے گلگلے اور بعض دوسری شرک آمیز حرکتیں کرتا ہے۔ کسی شئی کو غیر اللہ کے نام پر نامزد کرنا حرام اور شرک ہے بلکہ اُس شئی کو بھی حرام بنا دیتا ہے۔ ہاں اگر کوئی چیز اللہ کے نام کی، دعائے فاتحہ نذر نیاز خدا کے واسطے کی جائے تو اُس کا ثواب خواہ اپنے لئے منتخب کرلے یا کسی دوسرے زندہ مُردے کو بخش دے یہ فعل جائز ہے۔ لفظ سُبْحٰنَهٗ سے اس طرف اشارہ ہے کہ اولاد ہونا احتیاج و حدوث پر دلالت کرتا ہے اور خدا تعالیٰ ہر احتیاج و حدوث سے پاک ہے۔ اَمْ يَدُسُّهٗ فِي التُّرَابِ سے عرب کے اُس جاہلانہ دستور کی طرف اشارہ ہے جس کا رواج اسلام سے قبل بعض جاہل قبائل میں تھا کہ اگر لڑکی پیدا ہوتی تو اُس کو زندہ دفن کر دیتے اور یہ خیال کرتے کہ اگر یہ جوان ہوگئی تو اسکی کہیں شادی کرنی ہوگی اور دوسرا شخص ہمارا داماد بنے گا اور ہم کو عار و ذلت اٹھانی پڑے گی۔ آیت وَلَوْ يُؤَاخِذُ الخ عمات دلالت کر رہا ہے کہ انسان ضعیف البنیان کی حالت پر خدا تعالیٰ بہت مہربان ہے۔

اس کے افعال کا تقاضا تو یہی تھا کہ اسکو تباہ کر دیا جاتا اور اس کے ناپاک وجود سے زمین کو صاف کر دیا جاتا۔ مگر مصلحت الٰہی اور حکمت ربانی نے وقت موت تک مہلت دے رکھی ہے۔ آیت فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ الخ سے ثابت ہوتا ہے کہ اقوام و افراد کی موت کا وقت کسی طرح ٹالے نہیں ٹل سکتا کوئی طاقت زوال و ہلاکت کو روک نہیں سکتی۔

تَاللّٰهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ

(اے محمد) خدا کی قسم ہم تم سے پہلے بھی ہم نے امتوں کے پاس پیغمبر بھیجے

فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَهُوَ

مگر شیطان نے اُن کے اعمال اُن کو آراستہ کر دکھائے سو وہی

وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○

آج اُن کا رفیق ہے اور اُن کے لئے دردناک عذاب ہے

وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ

ہم نے تم پر کتاب صرف اس لئے اُتاری ہے کہ ان کے سامنے وہ باتیں

لَهُمُ الَّذِى اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ۙ وَهُدًى

بیان کردو جن میں یہ اختلاف کر رہے ہیں اور ایماندار

وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ○

قوم کے لئے وہ (کتاب) ہدایت اور رحمت ہے

تفسیر اثبات توحید سے قبل بیان فرمایا تھا کہ ہم نے گذشتہ زمانہ میں بھی آدمیوں کو پیغمبر بناکر بھیجا تھا فرشتوں کو نبی نہیں بنایا تھا پیغمبروں کا کیا کام تھا تبلیغ توحید، اشاعت عدل اور اصلاح خلق۔ گویا قانون نبوت قدیم سے چلا آیا ہے نبوت کوئی نئی چیز نہیں۔ اسی مضمون کی تائید ان آیات میں فرمائی ہے۔

حاصل ارشاد یہ ہے کہ اے محمد آپ سے پہلے بھی اقوام و امم کی ہدایت کے لئے ہم نے انبیاء بھیجے۔ خیر و شر، نیک و بد اور حق و باطل کی انھوں نے تفریق کی۔ مگر جو لوگ شیطانی پھندوں میں گرفتار تھے وہ باغوائے شیطانی اپنے (غلط اور باطل) اعمال کو حق سمجھتے رہے اور ہدایت یاب نہ ہوئے۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ گمراہ کرنے والا اور گمراہ ہونے والے دونوں سخت عذاب میں مبتلا ہونگے۔ بعثت محمدی کے زمانہ میں بھی شیطان نے لوگوں کو گمراہ کیا، اُن کی بد اعمالیاں اُن کی نظر میں قابل استحسان قرار دیں کفار مکہ

اپنے ہر عمل وفعل کو اچھا سمجھنے لگے۔ انجام کار شیطان کی زیر سرپرستی آگئے اور مآل میں دونوں عذاب میں مبتلا ہوں گے۔ اس کے بعد فرماتا ہے کہ قرآن پاک کو نازل کرنے کے دو مقصد ہیں۔ ایک مقصد عام ہے اور دوسرے مقصد سے بہرہ ور صرف اہل ایمان ہی ہیں۔ دنیا میں عام طور پر طبائع افکار خیالات اور دماغ جدا جدا ہیں۔ ایک شخص ایک بات کو حق کہتا ہے دوسرا اسی بات کو ناحق بتاتا ہے، ایک فعل یا ایک عقیدہ ایک کی نظر میں صحیح ہے۔ دوسرے کی نظر میں وہی فعل وعقیدہ غلط ہے۔ اسطرح کا اختلاف اور تضاد ہر زمانہ میں ہوتا رہا ہے۔ اسلئے حق وباطل، خیر وشر، حسن وقبح اور صحیح وغلط کا فیصلہ کرنے کے لئے بیانِ الٰہی اور قانونِ خداوندی کی ضرورت ہوئی۔ جب عقل انسانی بالاتفاق صحیح نتیجہ پر پہنچنے سے قاصر ہے تو کتابِ الٰہی کا فیصلہ لازم ہے۔ لیکن کتاب الٰہی جزدی اور انفرادی واقعات کو تفصیلاً تو بیان نہیں کر سکتی۔ واقعات غیر محدود ہیں تفصیلی مسائل غیر متناہی ہیں اس لئے اجمالاً قانون کی شکل میں اس نے صراحت کردی۔ اس قانون کا انطباق اجمال کی تشریح اور ابہام کی توضیح رسول کا کام ہے۔ رسول نے کتابِ الٰہی کے ذریعہ حق کو باطل سے خیر کو شر سے اور صحیح کو غلط سے جدا کردیا اور دوامی طور پر عقول وافکار کے اختلافات کی بیخ کنی کردی۔ یہ مقصد تو عمومی تھا رہا خصوصی مقصد تو ظاہر ہے کہ جو کور باطن بدطینت اور تیرہ درون ہیں وہ کیوں قرآنی فیصلہ کو صحیح سمجھیں گے اُن کی عقل سلیم نہیں۔ دانش وفہم میں روشنی نہیں پھر کس طرح اُن کو آفتابِ ہدایت کی روشنی نظر آسکتی ہے، فائدہ اٹھانے والا گروہ صرف اہلِ ایمان کا ہے۔ راہ راست پر آنے والے قوانین الٰہیہ پر کاربند رہنے والے اور ضوابط شریعت پر چلنے والے مؤمنین ہیں اسلئے کتاب الٰہی انہی کے لئے مجسم ہدایت اور پیکر رحمت ثابت ہوگی۔

مقصود بیان :- عمومی نبوت کا اظہار اور ضابطۂ الٰہیہ کی توضیح شیطان کی طرف تزیین کی نسبت، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ شیطان سبب گمراہی ہے اغواء کرنا شیطان کا کام ہے اگرچہ خالق سب کا خدا ہی ہے۔ اس بات کی طرف اشارہ کہ جو لوگ شیطان کے جال میں پھنس جاتے ہیں وہ باغواء شیطانی اپنی بداعمالیوں کو بھی اچھا سمجھنے لگتے ہیں۔ خیر وشر کا امتیاز کرنے والی قوت اُن کی مفقود ہو جاتی ہے اور نورِ فطرت بجھ جاتا ہے۔ آخر میں اس امر کی صراحت کہ کتابِ الٰہی کا نزول ضروری تھا مگر کتاب کی توضیح تشریح اور تفصیل کرنے کے لئے رسول کا ہونا بھی ضروری ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ فرمانِ رسول کتابِ الٰہی کے مخالف نہیں ہو سکتا یہ ہماری عقل کا قصور ہے کہ ہم بعض احادیث کو قرآن کے خلاف سمجھتے ہیں ورنہ صراحت قرآنی اور فرمانِ رسول دونوں ایک ہی ہیں صرف اجمال و تفصیل اور ابہام وتوضیح کا فرق ہے۔ آخر میں یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ کتابِ الٰہی

سے فائدہ اٹھانے والے صرف اہل ایمان ہی ہیں کیونکہ وہی قوانین شرع پر چلنے والے ہیں لامحالہ اُنہی کو رحمت آلٰہی اپنی آغوش میں لے لیگی۔ وغیرہ۔

وَاللّٰهُ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ

اللہ ہی اوپر سے پانی برساتا ہے اور زمین کے خشک ہونے کے بعد

الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ

اُس کو پانی سے تروتازہ کرتا ہے سُننے والے لوگوں کے لئے

لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ۝ۧ

اس میں یقیناً نشان قدرت ہے

وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ۭ نُسْقِيْكُمْ

اور چوپایوں میں بھی تم کو غور درکار ہے اُن کے

مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهٖ مِنْۢ بَيْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ

پیٹوں کے اندر سے گوبر اور خون کے درمیان سے نکال کر ہم تم کو

لَّبَنًا خَالِصًا سَاۗىِٕغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ ۝ وَمِنْ

خالص دودھ پلاتے ہیں جو پینے والوں کے لئے خوشگوار ہوتا ہے اور

ثَمَرٰتِ النَّخِيْلِ وَالْاَعْنَابِ تَتَّخِذُوْنَ

کھجوروں اور انگوروں سے شراب

مِنْهُ سَكَرًا وَّرِزْقًا حَسَنًا ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ

بناتے ہو اور نیز وہ عمدہ روزی ہے اس میں بھی

لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝ وَاَوْحٰى رَبُّكَ

سمجھدار قوم کے لئے نشان قدرت ہے تمہارے رب نے شہد کی

اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِيْ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا

مکھیوں کے دل میں ڈالا کہ پہاڑوں میں اور درختوں میں اور ان

وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُوْنَ ۝ ثُمَّ كُلِيْ

عمارتوں میں جو لوگ اونچی اونچی بناتے ہیں گھر بنالو پھر ہر طرح کے

ناجائز طور پر نقصان پہنچایا ہو۔ لہذا آپ کو یہ فیصلہ کرنے کی بھی ضرورت ہے کہ ان بیشمار تعلقات کو درست کس طرح رکھا جاتا ہے اور ان کو خراب کرنے والے طریقے کون سے ہیں، جن سے پرہیز کیا جائے۔

اب آپ غور کیجیے کہ اپنے جسم سے اپنے گھر والوں سے اور دوسرے تمام لوگوں سے صحیح تعلق رکھنے کے لئے آپ کو ہر ہر قدم پر علم کی روشنی درکار ہے قدم قدم پر آپ کو یہ معلوم ہونے کی ضرورت ہے کہ صحیح کیا ہے اور غلط کیا، حق کیا ہے اور باطل کیا، انصاف کیا ہے اور ظلم کیا۔ کس کا حق آپ پر کتنا ہے اور کس پر آپ کا حق کتنا ہے۔ کس چیز میں حقیقی فائدہ ہے اور کس چیز میں حقیقی نقصان ہے۔ یہ علم اگر آپ خود اپنے نفس کے پاس تلاش کریں گے تو وہاں یہ نہ ملیگا اس لئے کہ نفس تو خود جاہل ہے اس کے پاس خواہشات کے سوا دھرا کیا ہے؟ وہ تو کہیگا کہ شراب پیو، زنا کرو، حرام کھاؤ کیونکہ اس میں بڑا مزہ ہے وہ تو کہیگا سب کا حق مار کھاؤ اور کسی کا حق ادا نہ کرو کیونکہ اس میں فائدہ ہی فائدہ ہے لینا سب کچھ اور دینا کچھ نہیں۔ وہ تو کہیگا کہ سب سے اپنا مطلب نکالو اور کسی کے کچھ کام نہ آؤ کیونکہ اس میں نفع بھی ہے اور آسانی بھی۔ ایسے جاہل کے ہاتھ میں جب آپ اپنے آپ کو دیں گے تو وہ آپ کو نیچے کی طرف ہی لیجائیگا یہاں تک کہ آپ انتہا درجے کے خود غرض بد نفس اور بدکار ہو جائینگے اور آپ کی دنیا اور دین دونوں چیزیں خراب ہو جائینگی۔

دوسری صورت یہ ہے کہ آپ اپنے نفس کے بجائے اپنے ہی جیسے دوسرے انسانوں پر بھروسہ کریں اور اپنی باگ ان کے ہاتھ میں دیدیں کہ جدھر وہ چاہیں ادھر لیجائیں اس صورت میں یہ خطرہ ہے کہ ایک خود غرض آدمی آپ کو خود اپنی خواہشات کا غلام نہ بنالے یا ایک جاہل آدمی خود بھی گمراہ ہو اور آپ کو بھی گمراہ کردے یا ایک ظالم آپ کو اپنا ہتھیار بنائے اور دوسروں پر ظلم کرنے کے لئے آپ سے کام لے غرض یہاں بھی آپ کو علم کی وہ روشنی نہیں مل سکتی جو آپ کو صحیح اور غلط کی تمیز بتا سکتی ہو اور دنیا کی اس زندگی میں ٹھیک ٹھیک راستہ پر چلا سکے۔

اس کے بعد صرف ایک خدائے پاک کی ذات رہ جاتی ہے جہاں سے یہ روشنی آپ کو مل سکتی ہے۔ خدا علیم و بصیر ہے وہ ہر چیز کی حقیقت کو جانتا ہے وہی ٹھیک ٹھیک بتا سکتا ہے کہ آپ کا حقیقی نفع کس چیز میں ہے اور حقیقی نقصان کس چیز میں آپ کے لئے کونسا کام حقیقت میں صحیح ہے اور کونسا غلط پھر خداوند تعالے بے نیاز بھی ہے اس کی اپنی کوئی غرض ہی نہیں ہے اسے اس کی ضرورت ہی نہیں ہے کہ معاذ اللہ آپ کو دھوکہ دیکر کچھ نفع حاصل کرے، اس لئے وہ پاک بے نیاز مالک جو کچھ بھی ہدایت دیگا بے غرض دیگا اور صرف آپ کے فائدہ کے لئے دیگا۔ پھر خداوند تعالے عادل بھی ہے ظلم کا اس کی ذات پاک میں شائبہ بھی نہیں ہے اس لئے وہ سراسر حق کی بنا پر حکم دیگا اس کے حکم پر چلنے میں اس بات کا کوئی خطرہ نہیں ہے کہ آپ خود اپنے اوپر یا دوسرے لوگوں پر کسی قسم کا ظلم کر جائیں۔

یہ روشنی جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملتی ہے اس سے فائدہ اٹھانے کے لئے دو باتوں کی ضرورت ہے ایک یہ کہ آپ اللہ پر اور اس کے رسول پر جس کے واسطے سے یہ روشنی آ رہی ہے سچے دل سے ایمان لائیں یعنی آپ کو پورا یقین ہو کہ خدا کی طرف سے اس کے رسول پاک نے جو کچھ ہدایت دی ہے وہ بالکل برحق ہے خواہ اس کی مصلحت آپ کی سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔ دوسرے یہ کہ ایمان لانے کے بعد آپ اس کی اطاعت کریں اس لئے کہ اطاعت کے بغیر کوئی نتیجہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ فرض کیجیے کہ ایک شخص آپ سے کہتا ہے کہ فلاں چیز زہر ہے مار ڈالنے والی چیز ہے اسے نہ کھاؤ آپ کہتے ہیں کہ بیشک تم نے سچ کہا یہ زہر ہی ہے، مار ڈالنے والی چیز ہے مگر یہ جاننے اور ماننے کے باوجود آپ اس چیز کو کھا جاتے ہیں ظاہر ہے اس کا نتیجہ وہی ہوگا جو نہ جانتے ہوئے کھانے کا ہوتا ہے ایسے جاننے اور ماننے سے کیا حاصل؟ اصلی فائدہ تو اسی وقت حاصل ہو سکتا ہے جب آپ ایمان لانے کے ساتھ اطاعت بھی کریں جس بات کا حکم دیا گیا ہے اس پر فقط زبان ہی سے آمنا و صدقنا نہ کہیں بلکہ اس پر عمل بھی کریں اور جس بات سے روکا گیا ہے اس سے پرہیز کرنے کا زبانی اقرار ہی نہ کریں بلکہ اپنے اعمال میں اس سے پرہیز کریں اسی لئے حق تعالیٰ بار بار فرماتا ہے کہ اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول میری اطاعت کرو اور میرے رسول کی و ان تطیعوہ تہتدوا اگر میرے رسول کی اطاعت کرو گے تب ہی تم کو ہدایت ملیگی فلیحذر الذین یخالفون عن امرہ ان تصیبہم فتنۃ وہ لوگ جو ہمارے رسول کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں ان کو ڈرنا چاہیے کہ کہیں وہ کسی آفت میں نہ پڑ جائیں۔

برادران اسلام! یہ جو بار بار میں آپ سے کہتا ہوں کہ صرف اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرنی چاہیے اس کا مطلب آپ یہ نہ سمجھ لیں کہ آپ کو کسی آدمی کی بات ماننی ہی نہیں چاہیے۔ نہیں دراصل اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ آنکھیں بند کر کے کسی کے پیچھے نہ چلیں بلکہ ہمیشہ یہ دیکھتے رہیں کہ جو شخص آپ سے کسی کام کو کہتا ہے وہ خدا اور رسول کے حکم کے مطابق کہتا ہے یا اس کے خلاف اگر مطابق کہتا ہے تو اس کی بات ضرور ماننی چاہیے کیونکہ اس صورت میں آپ اس کی اطاعت کب کر رہے ہیں یہ تو دراصل اللہ اور اس کے رسول ہی کی اطاعت ہے۔ اور اگر وہ حکم خدا اور رسول کے خلاف کہتا ہے تو اس کی بات اس کے منہ پر دے ماریے خواہ وہ کوئی ہو کیونکہ آپ کے لئے سوائے خدا اور رسول کے کسی کے حکم کی اطاعت جائز نہیں۔

یہ بات آپ سمجھ سکتے ہیں کہ اللہ تعالے خود تو آپ کے سامنے آکر حکم دینے سے رہا اس کو جو کچھ احکام دینے تھے وہ اس نے اپنے رسول کے ذریعہ سے بھیج دیے اب رہے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو آپ بھی ساڑھے تیرہ سو برس پہلے وفات پا چکے ہیں آپ کے ذریعہ جو احکام خدا نے دیے تھے وہ قرآن اور حدیث میں ہیں۔ لیکن قرآن و حدیث تو وہی چلتے پھرتے اور بولنے اور حکم دینے والی چیزیں نہیں ہیں کہ وہ آپ کے سامنے آئیں اور آپ کو کسی بات کا حکم دیں اور کسی بات سے روکیں قرآن اور حدیث کے احکام کے مطابق آپ کو چلانے والے بہرحال انسان ہی ہوں گے اسلئے انسانوں کی اطاعت کے بغیر تو چارہ نہیں البتہ ضرورت جس بات کی ہے وہ یہ ہے کہ آپ انسانوں کے پیچھے آنکھیں بند کر کے نہ چلیں بلکہ جیسا کہ میں نے ابھی آپ سے کہا یہ دیکھتے رہیں کہ وہ قرآن اور حدیث کے مطابق چلا رہے ہیں یا نہیں۔ اگر قرآن و حدیث کے مطابق چلائیں تو ان کی اطاعت آپ پر فرض ہے اور اگر اس کے خلاف چلائیں تو ان کی اطاعت حرام ہے

زندہ معاشرت

والدین کا حق

والدین یعنی ماں باپ کی عزت، خدمت اور اطاعت حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں یکساں ضروری قرار دی گئی ہے بلکہ تینوں میں ان کا درجہ خدا کے بعد انسانی رشتوں میں سب سے بڑا بتایا گیا ہے اور خدا کی اطاعت کے ساتھ ساتھ ان کی اطاعت کی تاکید کی گئی ہے توریت میں توحید کی تعلیم کے بعد ہے:۔

"تو اپنے ماں باپ کو عزت دے تاکہ تیری عمر اس زمین پر جو خداوند تیرا خدا تجھے دیتا ہے دراز ہو" (خروج ۲۰۔۱۲)

پھر دوسری جگہ ہے:۔

"تم میں سے ہر ایک اپنی ماں اور اپنے باپ سے ڈرتا رہے" (احبار ۱۹۔۳)

انتہا یہ ہے کہ توریت نے قانوناً یہ حکم نافذ کیا کہ:۔

"اور جو کوئی اپنے باپ یا اپنی ماں پر لعن کرے مار ڈالا جائے گا اس نے اپنے باپ یا اپنی ماں پر لعنت کی ہے اس کا خون اسی پر ہے" (احبار ۲۰۔۹)

"اور وہ جو اپنی ماں پر لعنت کرے مار ڈالا جائے" (خروج ۲۱۔۱۷)

حضرت عیسیٰ نے انجیل میں انہی احکام کو دہرایا اور اس بات پر زور دیا کہ ان احکام کی صرف لفظی تعمیل نہ کی جائے بلکہ ان کے روح و معنی کا خیال کیا جائے فرمایا:۔

"کیونکہ خدا نے فرمایا ہے کہ اپنے ماں باپ کی عزت کر اور جو ماں یا باپ پر لعنت کرے جان سے مارا جائے پر تم کہتے ہو کہ جو کوئی اپنے باپ یا ماں کو کہے کہ جو کچھ تجھے مجھ سے فائدہ پہنچ سکتا تھا وہ خدا کی نذر ہو چکا تو وہ اپنے باپ یا ماں کی عزت نہ کرے تو کچھ مضائقہ نہیں پس تم نے اپنی روایت سے خدا کے حکم کو باطل کر دیا" (متی ۱۵۔۴)

نبوت محمدی جس کی بعثت ہی اخلاق کی تکمیل کے لئے ہوئی ہے اس نے توراۃ و انجیل کی طرح نہ صرف والدین کی عزت اور ان سے ڈرتے رہنے کی بلکہ اس مسئلہ کے ہر گوشہ کی تفصیل کی اور ہر ممکن سوال کا تشفی بخش جواب دیا۔

اس نے سب سے پہلے ماں اور باپ کی مشترکہ حیثیت کی ہی تفصیل کی اور بتایا کہ ماں اور باپ میں بھی سب سے بڑا درجہ ماں کا ہے عورت کی فطری کمزوری بیماری اور حمل و وضع حمل اور تربیت اولاد کی تکلیفوں کو ہنسی خوشی برداشت کرنا ماں کی بڑائی اس کی سب سے پہلے دلجوئی کرنے اور اس کی فرمانبرداری کرنے کی سب سے ... دلیل ہے۔

ووصینا الانسان بوالدیہ حملتہ امہ وھنا علی وھن وفصالہ فی عامین (لقمان ۲)	اور ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے واسطے تاکید کی اس کی ماں نے اس کو تھک تھک کر اپنے پیٹ میں رکھا اور دو برس تک دودھ پلایا۔
ووصینا الانسان بوالدیہ احسانا حملتہ امہ کرھا ووضعتہ کرھا وحملہ وفصالہ ثلثون شھرا (احقاف ۲)	اور ہم نے انسان کو تاکید کی ... ماں باپ کے ساتھ نیکی کرے اس کی ماں نے اس کو تکلیف کے ساتھ پیٹ میں رکھا اور تکلیف کے ساتھ جنا پیٹ میں رکھنا اور دودھ پلا کر چھڑانا تیس مہینے میں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارشادات میں اس کی مزید تاکید کی ایک شخص نے خدمت اقدس میں آ کر دریافت کیا کہ یا رسول اللہ سب سے زیادہ میرے حسن سلوک کا مستحق کون ہے؟ فرمایا تیری ماں پوچھا پھر کون؟ فرمایا تیری ماں اس نے عرض کی پھر کون فرمایا تیری ماں! تین دفعہ آپ نے جواب دیا چوتھی دفعہ پوچھنے پر ارشاد ہوا تیرا باپ۔ ایک دن آنحضرت نے وار بڑے گناہ ذکر کیا اور سر فہرست ماں کی نافرمانی کو قرار دیا اور فرمایا کہ تمہارے خدا نے ماں کی نافرمانی تم پر حرام کی ہے۔ ایک دفعہ ایک شخص نے آ کر عرض کی کہ یا رسول اللہ میں نے ایک بہت بڑا گناہ کیا ہے کیا میرے لئے کوئی توبہ ہے؟ فرمایا کیا تیری ماں زندہ ہے؟ جواب دیا نہیں دریافت کیا خالہ ہے؟ گذارش کی ہے فرمایا تو اس کے ساتھ نیکی کر یہی اس کی توبہ بتائی ایک اور صحابی نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ میں نے جہاد میں شرکت کا ارادہ کیا ہے اور آپ سے مشورہ چاہتا ہوں فرمایا کیا تمہاری ماں ہے؟ جواب اثبات میں دیا فرمایا تو اسی سے چمٹے رہو کہ جنت اس کے پاؤں کے پاس ہے۔"

ان تعلیمات سے اندازہ ہوگا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم میں مخلوقات انسانی میں جنس لطیف ہی کی ایک صنف کو سب سے بڑی برتری حاصل ہے اور یہ برتری بالکل فطری ہے انسان سب سے زیادہ اپنے وجود میں جن کا ممنون ہے اور جو اس کی تخلیق کی مادی علت ہیں وہ خالق اکبر کی علت فاعلہ ذات کے بعد ماں اور باپ ہیں لیکن باپ کی مادی علیت چند لمحوں اور چند قطروں سے زیادہ نہیں مگر ماں وہ ہستی ہے جس نے اس ہستی کو اپنا خون پلا پلا کر بڑھایا اور نو مہینے تک اس کی مشکل سہکار رکھی اٹھا کر اپنے پیٹ میں رکھا پھر اس کے جننے کی ناقابل برداشت تکلیف کو اٹھا کر ہنسی خوشی برداشت کیا پھر اس تو پیدا مضغۂ گوشت کو اپنی چھاتیوں سے لگا کر اپنا خون پانی کر کے پلایا اور اس کی پرورش اور غور و پرداخت میں اپنی ہر راحت قربان اپنا ہر آرام ترک اور اپنی ہر خوشی نثار کر دی ایسی حالت میں کیا ماں سے بڑھ کر انسان اپنے وجود میں مخلوقات میں کسی اور کا محتاج ہے! اس لئے شریعت محمدی نے اپنی تعلیم میں جو بلند سے بلند مرتبہ اس کو عنایت کیا ہے وہ اس کی سزاوار ہے۔

۲۔ ماں کے ساتھ جو دوسری ہستی بچہ کی تولید و تکوین میں شریک ہے وہ باپ ہے اور شک نہیں کہ اس کی نشو و نما اور تربیت میں ماں کے بعد باپ ہی کی جسمانی و مالی کوششیں شامل ہیں اس لئے جب بچہ ان کی محنتوں اور کوششوں سے قوت کو پہنچے تو اس پر فرض ہے کہ اپنی اس ماں باپ کی کوششوں سے حاصل کی ہوئی قوت کا شکرانہ ماں باپ کی خدمت کی صورت میں ادا کرے چنانچہ اسلام نے نہ صرف پہلے صحیفوں کی طرح ان کی عزت کرنے اور ان سے ڈرتے رہنے کے وعظ پر اکتفا کی بلکہ ان کی خدمت ان کی اطاعت ان کی امداد اور ان کی دلجوئی ہر چیز فرض قرار دی بلکہ یہاں تک تاکید کی کہ ان کی کسی بات پر اف تک نہ کرو ان کے سامنے ادب سے جھکے رہو ان کی

دعاؤں کو اپنے حق میں قبول سمجھو انہی کی خدمت انسان کا سب سے بڑا جہاد ہے بلکہ انہی کی خوشنودی سے خدا کی خوشنودی ہے قرآن پاک میں والدین کے ساتھ حسن سلوک نیکی اور خدمت کی تاکید ۱۲ مختلف آیتوں میں نازل ہوئی ہے اور اکثر موقعوں پر یہ تعلیم توحید اور خدا پرستی کی تعلیم کے بعد ہی آئی ہے کہ پہلی تخلیق انسانی کی علت فاعلی اور دوسری علت مادی ہے سب سے پہلی آیت سورۂ بقر میں ہے جس میں توراۃ کے حکم کی طرف بھی اشارہ ہے فرمایا:

واذ اخذنا میثاق بنی اسرائیل لا تعبدون الا اللہ وبالوالدین احسانا (بقرہ ۱۰)

اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا کہ تم نہ پوجو گے مگر اللہ کو اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو۔

یہ آیت پاک گو اس حکم کا اعادہ ہے جو توراۃ کی آیتوں میں ہے لیکن یہاں توراۃ کی طرح صرف ماں باپ کی عزت اور بڑے کے محدود لفظ نہیں بلکہ نیکی کرنے کا وسیع المعنی لفظ رکھا گیا ہے جس سے تعلیم کے مفہوم میں بڑی وسعت آگئی ہے اور ہر قسم کی خدمت اطاعت اور عزت کا مفہوم اس کے اندر پیدا ہے۔

اسی سورہ میں دوسری جگہ والدین کی مالی خدمت اور امداد کی نصیحت ہے

قل ما انفقتم من خیر فللوالدین والاقربین الآیہ (البقرہ ۲۶)

کہہ دو کہ جو چیز تم خرچ کرو وہ ماں باپ اور رشتہ داروں وغیرہ کے لئے

سورہ نساء میں توحید کے حکم اور شرک کی مخالفت کے بعد ہی والدین کے ساتھ بھلائی کی تاکید کی جاتی ہے:

واعبدوا اللہ ولا تشرکوا بہ شیئا وبالوالدین احسانا

اور اللہ کو پوجو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو۔

کفار کو جنہوں نے اپنے وہم و خیال اور رسم و رواج سے حرام و حلال کی ہزاروں رسمی و خیالی باتیں پیدا کر لی تھیں اللہ تعالے خطاب کرکے فرماتا ہے کہ یہ کھانے پینے کی چیزیں حرام نہیں آؤ ہم بتائیں کہ حقیقت میں حرام چیزیں کیا ہیں خدا کے ساتھ شرک کرنا اور ماں باپ کے ساتھ نیکی سے پیش نہ آنا۔

قل تعالوا اتل ما حرم ربکم علیکم الا تشرکوا بہ شیئا وبالوالدین احسانا

کہہ دو اے پیغمبر! آؤ میں تمہیں پڑھ کر سناؤں کہ تمہارے پروردگار نے تم پر کیا حرام کیا ہے یہ کہ اس کے کسی کو شریک نہ بناؤ اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنا۔

معراج کے احکام دوازدہ گانہ میں خدا کی توحید کے بعد والدین کے ساتھ حسن سلوک کی تعلیم اس اہتمام کے ساتھ دی جاتی ہے کہ ان کے ساتھ اُف بھی نہ کرو عاجزی سے پیش آؤ اور ان کے حق میں دعائے خیر کرو اور بڑھاپے میں ان کی خدمت کرو۔

وقضی ربک الا تعبدوا الا ایاہ وبالوالدین احسانا اما یبلغن عندک الکبر احدھما او کلاھما

اور تیرے رب نے یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ تم اس کے سوا کسی کو نہ پوجو اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرنا اگر ان میں سے ایک یا دونوں تمہارے سامنے بڑھاپے

فلا تقل لھما اف ولا تنھرھما وقل لھما قولا کریما واخفض لھما جناح الذل من الرحمۃ وقل رب ارحمھما کما ربیانی صغیرا (بنی اسرائیل ۳)

کو پہنچ جائیں تو ان کو اُف بھی نہ کہو اور نہ ان پر خفا ہو اور ان سے ادب سے بولو اور ان کے لئے اطاعت کا بازو محبت سے جھکا دو اور کہو کہ اے میرے پروردگار تو ان پر رحمت فرما جس طرح انہوں نے بچپن میں مجھے پالا۔

اللہ اللہ کس ادب اور محبت کی تعلیم ہے۔

خدا کی دائمی اور غیر متبدل شریعت میں شرک سے زیادہ ہلکی چیز کوئی قرار نہیں دی گئی اس پر بھی اگر کسی کے ماں باپ مشرک ہوں تو اس حالت میں بھی ان کی خدمت سے ہاتھ اٹھانا روا نہیں بجز اس کے کہ اگر وہ اس شرک کی دعوت دیں تو ان کی اس بات کو قبول نہ کیا جائے۔ ارشاد ہوا۔

ووصینا الانسان بوالدیہ حسنا وان جاھداک لتشرک بی ما لیس لک بہ علم فلا تطعھما الی مرجعکم فانبئکم بما کنتم تعملون

اور ہم نے انسان کو حکم دیا کہ ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو اور اگر وہ تجھ کو مجبور کریں کہ تو خدا کے ساتھ اس کو شریک کرے جس کا تجھ کو علم نہیں تو ان کا کہا نہ مان تم سب کو میرے پاس لوٹ کر آنا ہے تو میں تم کو تمہارے کرتوت سے آگاہ کروں گا۔

اتنا ہی نہیں بلکہ اگر تمہارے بت پرست ماں باپ تم کو بت پرستی کی دعوت دیں تو صرف ان کی اس دعوت کو قبول نہ کرو لیکن ان کی دنیاوی خدمت اور حسن سلوک میں کوئی فرق نہ آنے پائے بلکہ وہ اس حالت میں بھی اپنی جگہ پر قائم رہے، فرمایا:

ووصینا الانسان بوالدیہ حملتہ امہ وھنا علی وھن وفصالہ فی عامین ان اشکر لی ولوالدیک الی المصیر وان جاھداک علی ان تشرک بی ما لیس لک بہ علم فلا تطعھما وصاحبھما فی الدنیا معروفا (لقمان ۲)

اور ہم نے انسان کو حکم دیا کہ اپنے ماں باپ کے ساتھ نیکی کر اس کی ماں نے اس کو تھک تھک کر پیٹ میں رکھا اور دو سال میں اس کا دودھ چھڑایا کہ میرا اور اپنے ماں باپ کا احسان مان میرے ہی پاس پھر آنا ہے اور اگر وہ دونوں تجھ کو اس پر مجبور کریں کہ میرے ساتھ اس کو شریک کر جس کو تو نہیں جانتا تو ان کا یہ کہنا نہ مان اور دنیا میں ان کے ساتھ بھلائی سے گذران کر۔

اس اہتمام کو دیکھئے کہ اللہ تعالیٰ نے ماں باپ کی احسانمندی کا ذکر خود اپنی احسان پذیری کے ساتھ کیا ہے اور اس شرک پرستی شرک پرستی کی دعوت اور اس دعوت کے قبول پر اولاد کو مجبور کرنے کے باوجود صرف اسی قدر کہا جاتا ہے کہ مذہب کے باب میں ان کی بات اولاد نہ مانیں مگر دوسری دنیاوی باتوں میں ان کا ادب ان کی اطاعت اور ان کی خدمت کا وہی عالم رہے۔

حضرت ابراہیم کو دیکھئے کہ باوجود اس کے کہ ان کا باپ مسلمان نہ تھا مگر اپنے وعدہ کی بنا پر خدا سے دعا مانگی جس سے غالباً ان کی مراد یہ تھی

کہ وہ ایمان لاکر حسنِ خاتمہ پر مرے۔

ربنا اغفر لی ولوالدی (ابراہیم)	اے میرے پروردگار مجھے اور میرے ماں باپ کو بخش دے۔

حضرت نوح نے بھی یوں دعا کی

رب اغفر لی ولوالدی (نوح)	میرے پروردگار مجھے اور میرے ماں باپ کو بخش دے۔

اس لئے والدین کے حسنِ خاتمہ اور مغفرت کی دعا مانگنا انبیاء علیہم السلام کی پیروی ہے۔ آخری بات یہ ہے کہ وہ لوگ جو والدین کے ساتھ حسن سلوک کرتے ہیں ان کی خدمت بجا لاتے ہیں اور ان کے لئے خدا سے دعائے خیر کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان ہی کے بارے میں ان کے سارے گناہ معاف کر دیئے اور اپنی خوشنودی کی لازوال دولت ان کو عطا فرمائی۔

ووصینا الانسان بوالدیہ احسانا حملتہ امہ کرھا ووضعتہ کرھا وحملہ وفصالہ ثلثون شھرا حتی اذا بلغ اشدہ وبلغ اربعین سنۃ قال رب اوزعنی ان اشکر نعمتک التی انعمت علی وعلی والدی وان اعمل صالحا ترضہ واصلح لی فی ذریتی انی تبت الیک وانی من المسلمین اولئک الذین نتقبل عنھم احسن ما عملوا ونتجاوز عن سیاتھم فی اصحب الجنۃ وعد الصدق الذی کانوا یوعدون	اور ہم نے انسان کو تاکید کر کے کہہ دیا کہ اپنے ماں باپ کے ساتھ نیکی کر، اس کی ماں نے اس کو تکلیف کر کے پیٹ میں اٹھایا اور تکلیف کر کے جنی اور تیس مہینوں تک اس کو پیٹ میں رکھنا اور دودھ چھڑانا یہاں تک کہ وہ بچے سے بڑھ کر جوان ہوا اور چالیس برس کا ہوا اس نے کہا کہ میرے پروردگار مجھ کو توفیق دے کہ تیرے اس احسان کا شکر ادا کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کیا اور اس کی کہ میں وہ کام کروں جس کو تو پسند کرے اور میری اولاد نیک کر میں تیری طرف لوٹ کر آیا ہوں میں تیرے فرمانبرداروں میں ہوں یہی ہیں وہ جن کے اچھے کام

ہم قبول اور ان کے برے کاموں سے درگذر کرتے ہیں یہ جنت والوں میں ہوں گے یہ سچائی کا وہ عہد ہے جس کا ان سے وعدہ کیا گیا

ان آیتوں نے والدین اور خصوصاً ماں باپ کی خدمت واطاعت کو وہ پانی بتایا ہے جس سے گناہوں کے دھبے دھل کر صاف ہو جاتے ہیں احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی مضمون کو مختلف عبارتوں اور طریقوں میں ادا فرمایا ہے کبھی فرمایا ہے کہ ”ماں کے پاؤں کے نیچے جنت ہے“ کبھی ارشاد ہوا رب کی خوشنودی باپ کی خوشنودی میں ہے کسی نے پوچھا یا رسول اللہ! میرے حسنِ معاشرت کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟ فرمایا تیری ماں دریافت کیا پھر کون؟ فرمایا تیری ماں عرض کی پھر کون فرمایا تیری ماں گذارش کی پھر کون چوتھی بار فرمایا تیرا باپ اس کے بعد جو اس سے قریب ہے پھر جو اس سے قریب ہے ایک دفعہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم مجلس اقدس میں تشریف فرما تھے جاں نثار حاضر تھے فرمایا وہ خوار ہوا، وہ خوار ہوا، وہ خوار ہوا۔ صحابہ نے پوچھا کون یا رسول اللہ ارشاد ہوا وہ جس نے اپنے ماں باپ کو یا ان میں سے کسی ایک کو بڑھاپے کی حالت میں پایا اور پھر ان کی خدمت کر کے جنت نہ حاصل کر لی۔ ایک اور مجلس میں صحابہ نے دریافت کیا کہ تمام کاموں میں خدا کو سب سے زیادہ کون سا کام پسند آتا ہے، فرمایا وقت پر نماز پڑھنا۔ عرض کی پھر کون؟ ارشاد ہوا ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنا، دریافت کیا پھر کون فرمایا خدا کی راہ میں محنت اٹھانا (جہاد)

ایک دفعہ آپ نے والدین کی اطاعت کے ثواب کو ایک نہایت موثر حکایت میں بیان فرمایا ارشاد ہوا تین مسافر راہ چل رہے تھے کہ اتنے میں موسلادھار پانی برسنے لگا تینوں نے بھاگ کر ایک پہاڑ کے غار میں پناہ لی قضارا ایک چٹان اوپر سے ایسا گرا کہ اس سے اس غار کا منہ بند ہو گیا اب ان کی بیکسی و بیچارگی اور اضطراب کا کون اندازہ کر سکتا ہے ان کو موت سامنے کھڑی نظر آتی تھی، اس وقت انھوں نے پورے خضوع و خشوع کے ساتھ دربار الٰہی میں دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے ہر ایک نے کہا کہ اس وقت ہر ایک کو اپنی خالص نیکی کا واسطہ خدا کو دینا چاہیے ایک نے کہا کہ بار الٰہا تو جانتا ہے کہ میرے والدین بوڑھے تھے اور میرے چھوٹے چھوٹے بچے تھے، میں بکریاں چراتا تھا اور انہی پر ان کی روزی کا سہارا تھا میں شام کو جب بکریاں لیکر آتا تھا تو دودھ دوہ کر پہلے اپنے والدین کی خدمت میں لاتا تھا جب وہ پی چکتے تب اپنے بچوں کو پلاتا تھا، ایک دن کا واقعہ ہے کہ میں بکریاں چرانے کو دور نکل گیا لوٹا تو میرے والدین سو چکے تھے دودھ لیکر ان کے سرہانے کھڑا ہوا نہ ان کو جگاتا تھا کہ ان کی راحت میں خلل آجاتا اور نہ ہٹتا تھا کہ خدا جانے کس وقت ان کی آنکھیں کھلیں اور دودھ مانگیں بچے بھوک سے بلک رہے تھے مگر مجھے گوارا نہ تھا کہ میرے والدین سے پہلے میرے بچے سیر ہوں میں اسی طرح پیالہ میں دودھ لئے رات بھر سرہانے کھڑا رہا اور وہ آرام کرتے رہے۔ خداوندا! اگر تجھے معلوم ہے کہ میں نے یہ کام تیری خوشنودی کے لئے کیا تو اس غار کے منہ سے چٹان کو ہٹا دے یہ کہنا تھا کہ چٹان کو خود بخود جنبش ہوئی اور غار کے منہ سے تھوڑا سرک گئی اس کے بعد باقی دو مسافروں کی باری آئی اور انھوں نے بھی اپنے نیک کاموں کا وسیلہ بنا کر دعا کی اور غار کا منہ کھل گیا۔

اسلام میں جہاد کی اہمیت جو کچھ ہے وہ ظاہر ہے مگر والدین کی خدمتگذاری کا درجہ اس سے بھی بڑھ کر ہے ان کی اجازت کے بغیر جہاد بھی جائز نہیں کہ جہاد کے میدان میں سر ہتھیلی پر رکھکر جانا ہوتا ہے اور ہر وقت جان جانے کا کھٹکا رہتا ہے اس لئے والدین کی اجازت کے بغیر ان کو اپنے جسم و جان کے کھونے کا حق نہیں جس کو ان کی خدمتگذاری کے لئے وقف ہونا چاہیے تھا اس لئے ابھی اوپر گذر چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نیک کاموں میں جہاد کا درجہ والدین کی خدمتگذاری کے بعد رکھا، ایک دفعہ ایک صحابی نے آکر خدمت اقدس میں شرکت جہاد کی اجازت طلب کی فرمایا تمہارے ماں باپ ہیں عرض کی جی ہاں ارشاد ہوا تو پھر انہی کی خدمت کا فریضہ جہاد ادا کرو

قرآن پاک کی صریح آیتوں میں خدا کی اطاعت کے ساتھ ساتھ جس طرح والدین کی اطاعت کا ذکر ہے احادیث میں بھی اس کا یہی درجہ رکھا گیا ہے صحابہ

زندہ سیاست

مذہب اور سیاست کی علیحدگی

ایک بزرگ نے جو لیگ کے حامی اور مذہب کے گہرے پرستار ہیں اونچے لیڈروں سے تبادلۂ خیالات کیا مگر اس نے ان کی حیرت میں اور اضافہ کر دیا وہ دریافت کرتے ہیں کہ سیاست کا رخ کیا ہے اور کیا لیڈروں کا یہ خیال واقعی صحیح ہے کہ "مذہب ہماری سیاست میں ایک قسم کی روح تو ضرور پیدا کرتا ہے لیکن بذات خود مذہب کو سیاست سے علیحدہ ہی رکھنا چاہیے۔ ہمارا کلچر مذہب کے پس منظر میں ضرور تیار ہوتا ہے لیکن وہ مذہب کا تابع نہیں اس لئے لیڈر یہ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کو من حیث القوم آزاد کر دیا جائے تاکہ ان کے مخصوص مادی مفاد کو گزند نہ پہنچے لیکن مذہب ہر شخص کا انفرادی معاملہ ہے اس لئے نہ تو یہ اعتراض صحیح ہو سکتا ہے کہ اس کے لیڈر نماز روزے کے پابند نہیں نہ عقائد کا کوئی سوال یہاں اٹھایا جا سکتا ہے نہ پردے کا نہ شریعت کا۔ دنیا کے مسائل بالکل بدل گئے ہیں نئے حالات نے پرانے عقائد کی عمارتیں ڈھا دی ہیں جو لوگ حکومت الٰہیہ کی قسم کے نعرے لگاتے ہیں آجکل ان پر صرف ہنسی ہی اڑائی جا سکتی ہے ہر ایک کا تصور خدا کے بارے میں الگ ہے اور سیاست کا یہ کام نہیں کہ وہ ان تصورات کی جانچ پڑتال کرتی پھرے سیاست تو صرف اس دنیا کو تسلیم کرتی ہے اور اسی دنیا کے مادی مفاد کو محفوظ کرتی ہے وہ یہ چاہتی ہے کہ ایک قوم کی تہذیب و معاشرت کا جو سلسلہ ہے اور جس میں اس کو مادی راحت و منفعت حاصل ہوتی ہے اسے آنچ نہ آنے پائے اور دوسری قوموں کی زبان اور ان کے ایسے نامانوس مراسم بود و باش اس پر عائد نہ کئے جائیں جو تکلیف دہ ہوں ....."

قرب قیامت سیاست کے یہ معنے معلوم کر کے بڑی تشویش ہوئی ہے وہ یہ جاننا چاہتے ہیں کہ کیا دنیا اب یہی واقعی انہی خیالات کی طرف جا رہی ہے کیا اب خدا اور رسول کے احکام کی پابندی کا تصور کوئی قومی اہمیت نہیں رکھتا اور کیا اب مادہ روح کے تابع نہیں بلکہ روح یا تو مادے کے تابع ہو کر آتی ہے یا سرے سے آتی ہی نہیں۔ ؟

اس قسم کے استفسارات کے بعد وہ لکھتے ہیں کہ "اگر یہ صحیح ہے تو پھر اس کا مطلب "قرب قیامت" کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔"

حقیقت کیا ہو سکتی ہے؟ چونکہ ان باتوں کا گہرا تعلق وقت کی سیاست سے ہو گیا ہے اس لئے چند چیزوں کی طرف کچھ اشارات کر دینا ضروری ہے۔

آجکل سیاست کا جو نقطۂ نظر اوپر پیش کیا گیا ہے وہ بلاشبہ صحیح ہے اور یہ بھی صحیح ہے کہ مغربی سیاست کی بنیاد اسی قسم کے تصورات پر قائم ہے البتہ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ موجودہ سیاست کی جو تعبیر لیڈروں کے عمل سے ظاہر ہوتی ہے وہ کہاں تک صحیح ہے تو اس چیز کو اصولی طور پر تو سمجھا جا سکتا ہے لیکن جن دماغوں کی پرورش یورپ کے مصنفوں اور شاعروں کی رہین منت ہے اور جن کا رخ قطب نما کی سوئی کی طرح ہمیشہ انہی کی طرف پھرا رہتا ہے ان سے نقطۂ نظر کی تبدیلی کی توقع کرنا فعل عبث ہے جب تک ہماری یہ یونیورسٹیاں موجود ہیں اور جب تک انگریزی زبان بلکہ پیلا کرنا اور ہر بات میں سراپا انگریز بنجانا ہماری تعلیم کا جزو لاینفک ہے اس وقت تک علی گڑھ اور دیوبند کے تصورات میں کوئی پیوند لگانا گوشت کو ناخن سے جدا کرنے کے برابر ہے۔

رہا یہ سوال کہ آیا واقعی مذہب کو سیاست سے کوئی تعلق رکھنا چاہیے یا نہیں اور آیا یہ قول اصولاً صحیح ہے یا نہیں کہ اسلامی احکام و شعائر کی پابندی و عدم پابندی کو مسلمانوں کی سیاست سے کوئی واسطہ نہیں، سو یہ چیز بھی ہماری دماغی تربیت پر منحصر ہے۔ انگریزی تعلیم کے نتیجے میں الحاد و دہریت یا تشکیک و تذبذب کا جو سیلاب پھیل رہا ہے اس سے انکار نہیں ہو سکتا البتہ اس صورت حالات سے ہمیں مایوس ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہمیں یقین رکھنا چاہئے کہ وہ وقت بہت جلد آنے والا ہے جب اس قسم کے برخود غلط انسانوں کو اپنی نادانی کا اعتراف کرنا پڑے گا۔ اس لئے خود یورپ جو ہمارے ان "روشن خیالوں" کا قبلہ و کعبہ ہے وہ بھی اب اپنے خیالات کی غلطی کو محسوس کرتا جا رہا ہے انیسویں صدی کے زمانہ میں جب سائنس کی ایجادات جا بجا کھمبی کی طرح پھوٹ پڑی تھیں اور یورپ نے پہلی بار عناصر کو تسخیر کر کے ان کی طاقت کا اندازہ کیا تھا تو قدرتاً اس کے خیالات میں بے اعتدالی پیدا ہو گئی تھی اور وہ یہ سمجھنے لگا تھا کہ جس طرح اس نے ریل موٹر بجلی وائرلیس بنا لیا ہے ویسے ہی اب آسمان و زمین شجر و حجر اور انسان و حیوان بھی بنا لیگا لیکن گذشتہ سو سال کے تجربہ نے انسان کی بے بسی کا نقشہ خوب اچھی طرح کھول کر رکھدیا ہے اور اب یہ حقیقت واضح ہو کر سامنے آ گئی ہے کہ انسانی عقل و خرد کی پرواز ایک حد سے آگے نہیں جا سکتی۔

خدا اور مذہب کے معاملہ پر سب سے زیادہ اثر تصور خدا کا ہے اگر خدا کو محض مشین کی قسم کی ایک "[illegible]" ہی مانا جائے جو محض چند اصولوں اور ضابطوں کے مطابق کام کرتی ہے اور کرتی رہے گی تو بلاشبہ مذہب کی بنیاد ہی ختم ہو جاتی ہے لیکن اگر خدا کا تصور یہ ہو کہ وہ ایک ایسی قادر مطلق ہستی ہے جو شعور و فہم اور علم و ارادہ رکھتی ہے اور جو چاہتی ہے کرتی ہے اور جو چاہتی ہے کر سکتی ہے سمیع و بصیر ہے خالق و صانع ہے مربی اور محافظ ہے اور جزا و سزا پر قدرت رکھتی ہے تو پھر مذہب اس تصور کا نام ہے دنیا کا کوئی گوشہ خواہ وہ سیاست ہو یا کچھ اور اس کے دائرے سے باہر نہیں جا سکتا۔

اس لئے اب سوال صرف یہ ہے کہ خدا کا تصور ہمارے دماغوں میں کیا ہے لیکن یہ چیز اب اتنی صاف ہو گئی ہے کہ جو لوگ یورپ کے علوم کی محض ابتدائی اور سطحی معلومات رکھتے ہیں وہ تو لامذہب رہ سکتے ہیں مگر جو لوگ ذرا بھی گہری نظر سے چیزوں کا مطالعہ کر سکتے ہیں ان کے لئے خدا کو تمام اعلیٰ صفات کا مظہر اتم سمجھنا کچھ بھی مشکل نہیں رہا۔

کسی لامذہب سے آپ یہ پوچھیں کہ اگر یہ تمام کائنات صرف مادے ہی کے عمل اور رد عمل کا نام ہے تو پھر یہ بتاؤ کہ انسان میں عزم و ارادے یا بنانے بگاڑنے کی جو صلاحیت تم دیکھتے ہو وہ کہاں سے آئی؟ کیا یہ صلاحیت ایتھر کے اس ذرے میں پائی جاتی ہے جو کائنات کا بنیادی نقطہ سمجھا جاتا ہے؟ کیا

پرتیاستے کے نام سے تم جس چیز کو پکارتے ہو اس میں یہ صلاحیت ہوتی ہے یا خاک پانی آگ ہوا دھات کسی چیز میں بھی اس کا وجود ملتا ہے؟ انسان کے جسم کی جو کیمیاوی تحلیل کی گئی ہے اور اس میں جو اجزا ملتے ہیں کیا اس میں سے کوئی جزو ارادے کی قوت کا مالک ہے سننے اور دیکھنے پر قادر ہے اور اپنی مرضی پر کوئی قدرت رکھتا ہے!

بدیہی نتیجہ ظاہر ہے کہ ان تمام سوالوں کا جواب نفی میں ہے۔ لیکن پھر یہ بتاؤ یہ کہ یہ تمام صلاحیتیں انسان نے کہاں سے اخذ کیں! مٹی اور پانی وغیرہ سے جو چیز بنے گی اس میں بھی وہ اجزا پائے جائیں گے کوئی تیسرا جزو شامل نہ ہو سکیگا اس لئے اگر انسان صرف چند مادی اجزا ہی کے ملاپ کا نام ہے تو پھر اس میں علم ارادے کا جوہر کہاں سے آیا — اصل یہی وہ نکتہ ہے جہاں سے کسی ایسی کامل و مکمل ہستی کا اعتراف کرنا پڑتا ہے جو انسان کی ان صفات کا ماخذ ہے اور اسی کو دنیا خدا کے نام سے پکارتی ہے۔ انسانی علم و عقل اور غور و فکر کا یہ ایک ایسا بدیہی نتیجہ ہے جس سے انکار ممکن نہیں ہو سکتا۔

اسی بنا پر نفسیات میں جس چیز کو "دماغ" (مائنڈ) سے تعبیر کیا جاتا ہے اس کی نسبت فاضلوں کی اکثریت کا فیصلہ یہ ہے کہ وہ ماورائے مادہ کوئی چیز ہے، ایک روشنی ہے نور کا ایک ہالہ ہے جس کے وجود کو مادی ذرات کے عمل ردعمل سے کوئی واسطہ نہیں اور جو انسان کی موت کے بعد فنا نہیں ہوتا بلکہ تار کی بجلی کی طرح کہیں غائب ہو جاتا ہے۔

مسمریزم ہپناٹزم کے عجائبات کو بھی اسی طاقت کا کرشمہ قرار دیا جاتا ہے۔

غرض آج یہ چیز جدید محققین کی صف میں بھی اکثریت کے ساتھ تسلیم کی جا چکی ہے کہ خود عناصر کے تنہا کوئی مشین نہیں ہے جو علم و ارادے کے بغیر کام کرتی ہے بلکہ جس طرح ایک انسان سوچتا سمجھتا ہے اور جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جو چاہتا ہے نہیں کرتا ایسی ہی خدا کی ہستی بھی ہے البتہ اس ہستی کے مقابلے میں انسان کی حیثیت آفتاب کے مقابلے میں ذرے کی سی ہے لیکن ہے بہرحال نسبت انسان کے عقل و شعور کی صلاحیتوں کو اسی ذات سے سمجھا ہے۔

پس مذہب کے متعلق اس بنیادی نقطے کو مان لینے کے بعد یہ سوال بالکل صاف ہو جاتا ہے کہ آیا مذہب اور سیاست ایک ہیں یا نہیں اگر انسان کا مطمح نظر صرف اس دنیا کی مادی لذتوں ہی کے حصول تک محدود ہے اور وہ لامحدود تک اپنا سلسلہ جوڑنا نہیں چاہتا تب تو بلاشبہ سیاست کو مذہب سے کوئی واسطہ نہیں رہتا۔ لیکن اگر واقعہ یہ نہیں اگر انسان کا مطمح نظر جسمانی آرام و آسائش اور مادی لذت اندوزی و عافیت پسندی سے اونچا، اس سے بلند و برتر اور ارفع و اعلیٰ کوئی چیز ہے تو پھر ہماری کامیابی صرف اسی وقت ہے جب سیاست کو مذہب کا تابع بنا کر رکھا جائے۔

مذہب اور فسادات اس موقعہ پر یورپ کے قرون وسطیٰ کے مذہب کی تاریخ یاد دلانے یا مذہب کے نام پر جو فتنہ و فساد ہوتے ہیں انھیں گنوانے کی ضرورت نہیں، یورپ ہو یا کوئی اور مقام مذہب کے نام پر یہاں جتنے فسادات ہوئے دراصل ان میں مذہب کا نام بالکل غلط طریقے پر استعمال کیا گیا مذہب میں اصلی اور بنیادی چیز ظاہری اعمال نہیں ہیں بلکہ وہ اسپرٹ اور وہ روح مذہب کا بنیادی نقطہ ہے جو ان اعمال و افعال کے پیچھے کارفرما ہوتی ہے اسی لئے نبی کریم نے اعمال کو نیت کے ساتھ وابستہ کیا ہے بنابریں اگر کسی عبادتگاہ کے سلسلہ میں ذاتی وجاہت و وقار کا سوال سامنے آ جائے جیسا عموماً اس قسم کے جھگڑوں میں ہوتا ہے تو پھر اس قضیے کو مذہب سے کوئی واسطہ نہیں رہتا اسی بنا پر نبی کریم نے "مسجد ضرار" کو مسجد تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا اور خدا کا یہ فرمان صادر ہوا تھا کہ مسجد وہ ہے جس کی بنیاد خدا ترسی اور پاکبازی پر رکھی گئی ہو نہ کہ باہمی جنگ و رقابت پر

دراصل یہی مذہب دنیا کی امن کی ضامن ہے اور اسی روح کا یہ تقاضا تھا کہ جنگ بدر کے ان قیدیوں کے ساتھ جنھوں نے نبی کریم کو گھر سے بے گھر کر کے پردیس میں لا ڈالا تھا اچھا سلوک کیا گیا اور جب ہجرت سے دس سال بعد اسلامی فوجیں مکہ معظمہ میں داخل ہوئی ہیں تو انتقام و اشتعال کے بجائے عام معافی کا اعلان کیا گیا اور اسی عمل کا نتیجہ تھا کہ چند سال کے اندر عرب کی سرزمین میں غیر مسلم کا نام و نشان بھی نہ رہا۔

ہندوستان میں بھی مذہب کی یہی اسپرٹ تھی جس کے طفیل کشمیر بنگال پنجاب اور سندھ میں مسلمانوں کی اکثریت نظر آتی ہے ورنہ اگر اسلام نام سلاطین و امراء کا ہوتا تو سب سے زیادہ مسلمان یوپی بہار مالوے اور دکن میں نظر آنے چاہئے تھے جو ہزاروں سال مسلمانوں کے فرمانرواؤں کے رعب و جلال کے مرکز رہے ہیں۔ لیکن مذہب کو عالیشان محل اونچی اونچی عمارتیں کوٹھی اور بنگلے کی ان مادی حشمتوں سے کوئی تعلق نہیں ہے جن کے تحفظ کی خاطر مذہب کو آڑ بنا کر فساد برپا کئے گئے ہیں اور کئے جاتے ہیں اس کے برعکس مذہب تو خواجہ معین الدین اجمیری کے اس کردار کا نام ہے جو آج ہندو مسلم منافقت کے اس فتنہ انگیز دور میں بھی ہندوؤں کی بھیڑ کی بھیڑ کو ہر سال اجمیر کی درگاہ پر لا کھڑا کر دیتا ہے۔

غرض یہ ہیں اس فرق و امتیاز کے بنیادی اسباب جن کی بنا پر ہمارے لیڈر اسلام کے شعائر کی پابندی کو سیاست کا جز قرار دینے سے کتراتے ہیں ہمارے لیڈروں کی سیاست تیمور و محمود کی سیاست ہے جو افراد کا مادی غلبہ چاہتی ہے لیکن مسلمانوں کی سیاست ان ہستیوں کی سیاست ہے جو اسلام کا روحانی غلبہ چاہتی ہے مسلمانوں کی سیاست ان ہستیوں کی سیاست ہے جو سرہند و اجمیر کی خاک میں آج بھی غیر مسلموں کی عقیدت و محبت کا مرکز بنے ہوئے ہیں اور جن کی یادگاریں لال قلعہ یا تاج محل کی شکل میں نہیں بلکہ ہیں ہندوستان کے کروڑوں مسلمانوں کی شکل میں چلتی پھرتی نظر آ رہی ہیں۔

اب یہ فیصلہ آپ کے اختیار میں ہے کہ آپ کونسی سیاست کا رخ پسند کرتے ہیں اور مذہب کو اپنے مادی اغراض کا آلہ کار بنانا چاہتے ہیں یا دنیا کے ہر بسنے والے کے لئے رحمت و برکت کا وسیلہ؟

تسلیم پاکستان کا سوال اور گاندھی جی

(از سید سجاد ظہیر)

آج گاندھی جی لیگ کی طرف یہ جان لینے کے بعد جھک رہے ہیں کہ کانگریس مسلم لیگ سے ملے بغیر جنگ آزادی کی موجودہ منزل سے آگے نہیں بڑھ سکتی آج مسٹر جناح یہ جان لینے کے بعد کانگریس کی طرف جھک رہے ہیں کہ پاکستان صرف آزاد ہندوستان ہی میں ممکن ہے۔ برطانوی حکمران انھیں پاکستان تحفہ کے طور پر دینے والے نہیں دونوں رہنما ایک دوسرے سے اس وقت مل رہے ہیں جب برطانوی حکومت نے ان کے مطالبات ٹھکرا دیئے ہیں دونوں مجبوراً اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ کانگریس لیگ اتحاد کے بغیر ان کے خوابوں کی تعبیر ناممکن ہے۔ موجودہ صورت حال کی سب سے بڑی کمزوری اور سب سے بڑی خامی یہی ہے کہ ہمارے دونوں عظیم المرتبت رہنما جن کے ہاتھ میں اس وقت ملک کی باگ ہے ضرورت سے مجبور ہو کر ایک دوسرے کے قریب آتے ہیں نہ کہ ارادی طور پر سوچ سمجھ کر۔ لیکن اس کا مقصد دونوں رہنماؤں کے اس انقلابی اقدام کو گھٹانا نہیں ہے یہی کیا کم ہے کہ دونوں نے ایک دوسرے سے ملنے اور سمجھوتہ کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ گاندھی جی نے تو حق پاکستان کو اصولی طور پر مان لیا ہے اور اس طرح بات چیت کے لئے ایک بنیاد بھی مل گئی ہے لیکن اس انقلابی اقدام کی اہمیت میں مبالغہ سے کام نہ لینا چاہیئے ورنہ ہم ان [illegible] دشواریوں اور رکاوٹوں کا صحیح اندازہ نہ لگا سکیں گے جو سمجھوتہ کی راہ میں حائل ہیں اور ہوائی قلعے بنانے لگیں گے۔

گاندھی جی ابھی تک ہندوستانی وحدت ہی کے تصور پر قائم ہیں انھوں نے لیگ کے مطالبہ کو مسلمانوں کا جائز مطالبہ سمجھ کر تسلیم کیا بلکہ ان کا خیال ہے کہ مسلم لیگ کو ساتھ لے چلنے اور سیاسی جمود کو توڑنے کا واحد ذریعہ یہی ہے اس کے بغیر مفر نہیں۔ پاکستان لعنت تو ہے لیکن برطانوی غلامی سے کم درجہ کی لعنت۔

اگر پاکستان کو مسلمانوں کا جائز حق نہ مانا گیا بلکہ کم درجہ کی لعنت سمجھا گیا تو گفت و شنید کے وقت اس بات کی کوشش کی جائے گی کہ اس لعنت کی شدت جتنی کم ہو اتنا ہی بہتر ہے ایسی صورت میں سمجھوتے کے امکانات ظاہر ہیں۔

اگر پاکستان کو جائز حق کے بجائے ایک رعایت سمجھا گیا تو پاکستان کی تفصیلات پر غور کرتے وقت پاکستان کی تشکیل و تعمیر میں مسلمانوں کا ہاتھ بٹانے کی فکر نہ ہوگی بلکہ یہ فکر ہوگی کہ مسلمانوں کی دلجوئی کے سلسلہ میں دوسروں کا مفاد متاثر نہ ہونے پائے۔

کانگریس ملک کی سب سے بڑی قومی جماعت ہے لہٰذا گاندھی جی کا فرض ہے کہ وہ لیگ کے مطالبہ کو قومی مطالبہ کا جزو تصور کریں۔ پاکستان کو مسلمانوں کا جائز حق کہیں اور اس بنیاد پر کانگریس لیگ اتحاد کی عمارت کھڑی کریں انھیں ہندوستان کی قومی تحریک کی سطح کو اور بلند کرنا ہے اور وسیع کرنا ہے تاکہ لیگ بھی اس میں شریک ہو سکے۔

انھوں نے راجہ جی کا فارمولا مان کر بہت بڑا قدم اٹھایا ہے۔ راجہ جی کہتے ہیں کہ اس فارمولے سے مسلمانوں کے حق خود اختیاری کا مطالبہ پورا ہوتا ہے لیکن جناح صاحب ان کے ہم خیال نہیں ہیں۔ البتہ وہ اسے گفت و شنید کی بنیاد ضرور سمجھتے ہیں۔

راجہ جی کا فارمولا کیا کہتا ہے کیا دیتا ہے؟ راجہ جی اپنے فارمولے میں مسلمانوں کا حق پاکستان تو ضرور مانتے ہیں لیکن پاکستان کو نہیں مانتے۔ چنانچہ وہ پاکستان کے لئے ووٹ لینے کی بات کرتے ہیں اور ووٹ کا طریقہ بھی بتاتے ہیں تاکہ پاکستان کے بارے میں لوگوں کی مرضی معلوم ہو جائے لیکن ووٹ کا حق خود ارادیت کا حق تو نہیں ہوا کرتا۔ اگر آج انگریزی حکومت کانگریس سے کہے کہ اچھا ہم ہندوستان کی آزادی کے بارے میں ہندوستانیوں کا ووٹ لیں گے تو اس کے جواب میں کانگریس کیا کہے گی؟ کہ تم اور تمہارا ووٹ جائے بھاڑ میں آزادی تو ہمارا پیدائشی حق ہے اس میں ووٹ کا کیا سوال ہے اگر ہم ہندوستان کی آزادی کے سوال کو ووٹ سے طے کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں تو پھر ہم مسلمانوں سے یہ مطالبہ کیونکر کر سکتے ہیں کہ وہ اپنے آبائی وطن کی آزادی کو ووٹ سے طے کریں کیا وہ اسے اپنی توہین نہیں کہیں گے جس طرح سوراج ہم سب کا پیدائشی حق ہے اسی طرح پاکستان مسلمانوں کا پیدائشی حق ہے حق خود اختیاری ووٹ دینے کا حق نہیں ہے بلکہ کسی قوم کے سیاسی اقتدار کا حق ہے جو جمہوری طریقے پر ظاہر کیا جائے۔

کانگریس کو اکھنڈ ہندوستان کے روایتی تصور سے نکل کر ہندوستان کی آزاد جمہوری ریاستوں کے نئے تصور کو قبول کرنا ہے اس سے مفر نہیں ہے کانگریس نے برطانوی حکومت کے خلاف حق خود اختیاری کا جھنڈا بلند کیا تھا اب اسے سوچنا ہے کہ اپنے اس مسلک پر قائم رہتے ہوئے آزاد ہندوستان کا ایک نیا ڈھانچہ کیسے بنایا جائے؟

کانگریس لیگ اتحاد صرف اسی وقت ممکن ہے جب کانگریس حق خود ارادیت کو رسمی طور پر ماننے کے بجائے اس کو عملی جامہ پہنانے پر بھی آمادہ ہو جائے مسلمان ہندی انصاف پسندی پر بھروسہ نہیں کرتے وہ تو اس بات کی ضمانت چاہتے ہیں کہ انھیں اپنے آبائی وطن میں اپنی تقدیر بنانے کا آزاد حق ہوگا پاکستان کے مطالبہ کی بنیاد یہی ہے ہندو غلبہ کا خوف اور حق آزادی کا اصرار کانگریس کی ساری زندگی عبارت ہے حق خود ارادیت کی جنگ سے وہ رسمی طور سے مسلمانوں کا یہ حق تو تسلیم کرتی ہے لیکن حق خود ارادیت سے مراد اقتدار اعلیٰ کے ہیں جو ایک آزاد اور جمہوری ریاست مجلس دستور ساز کے ذریعہ ظاہر کرے۔

ہم مسلم لیگ کو آزادی کے ان اصولوں سے محروم کرنے کے مجاز نہیں ہیں جن پر خود ہماری سیاست کی بنیاد قائم ہے۔ البتہ ہم مسلم لیگ کو یہ حق دیں تو پھر ہمیں اس کا حق پہنچتا ہے کہ ہم اس سے مطالبہ کریں کہ وہ حق خود ارادیت کو جمہوری طریقہ پر استعمال کرے اور پاکستان ایک جمہوری ریاست ہو۔ اگر ہم آزاد ریاست بنانے میں مسلم بھائیوں کی مدد کرتے ہیں تو پھر ہمیں یہ ضمانت بھی ملنی چاہیئے کہ وہ ہمارے اچھے ہمسایہ ہوں گے جس طرح پاکستان کا حق ہندوستانی آزادی کا جزو ہے اسی طرح جمہوریت کا حق پاکستان کا جزو ہونا چاہیئے کانگریس لیگ اتحاد کی کوشش کرنے والوں

آریہ سماج اور اسلام

(بسلسلہ گذشتہ)

کیا ان الفاظ میں گرو نانک جی کی ذات اور مت پر حملہ نہیں کیا گیا ہر سمجھدار اس کا فیصلہ کر سکتا ہے۔ ستیارتھ پرکاش میں جہاں جہاں بھی گرو نانک جی کا سوامی جی نے ذکر کیا ہے وہاں وہاں "نانک جی" ہی لکھا ہے گویا آپ کو گورو کے لفظ سے نفرت اور چڑ تھی۔

سکھوں کی پوری قوم کے متعلق کہتے ہیں:۔

جیسے مورتی والوں نے اپنی دوکان نکال کھول کر روزی کی صورت نکال لی ہے۔ ویسے ان لوگوں نے کیا جس طرح پجاری لوگ مورتی کا درشن کرواتے نذریں لیتے ہیں۔ (ستیارتھ پرکاش۔ بار پنجم۔ صفحہ ۴۰۴)

گوسائیوں کے مت کے متعلق کہتے ہیں:۔

اب دیکھئے گوسائیوں کا مت سب متوں سے زیادہ خود غرض ہے (صفحہ ۴۰۹)

سوامی نارائن کے مت کے متعلق کہتے ہیں:۔

"جیسی سیتلا دیوی دیا اس کا گدھا۔ جیسے گوسائین جی کی مال لوٹنے وغیرہ کی عجیب کارروائی ہے ویسے ہی سوامی نارائن کی (صفحہ ۴۰۹)

برہم سماج اور پرارتھنا سماج کے متعلق لکھتے ہیں:۔

"اصول کلی طور پر اچھے نہیں کیونکہ وید ودیا سے محروم لوگوں کی فرضی باتیں بالکل سچ کیونکر ہو سکتی ہیں صفحہ ۵۰۱

برہم سماج کے مقاصد کی کتاب میں سادھوؤں (خدا پرستوں) کی فہرست میں عیسیٰ، موسیٰ، نانک، محمد اور چیتن کے نام لکھے ہیں (صفحہ ۵۰۲)

پہلے تو یہ دیکھئے۔ دنیا کے چار بڑے بڑے مذاہب کے پیغمبروں کے نام کس حقارت سے لکھے ہیں۔ پھر اس امر پر غور کیجئے کہ سوامی جی کے نزدیک برہم سماجیوں کا ایک قصور یہ بھی تھا کہ انہوں نے خدا پرستوں کی فہرست میں ان مقدس اولوالعزم انبیاء علیہم السلام کا نام بھی لے دیا۔ گویا سوامی جی ان پیغمبروں کو خدا پرست ماننے کے لئے بھی تیار نہیں۔

ہندوستان میں جتنے بھی مت ہیں ان کے متعلق کہتے ہیں:۔

یہ سب مت جہالت پر مبنی اور علم کے مخالف ہیں بے وقوف پاجی اور جنگلی آدمیوں کو بہکا کر اپنے نام میں لاکر اپنی مطلب براری کرتے ہیں (صفحہ ۵۱۲)

خط کشیدہ الفاظ قابل غور ہیں۔ یعنی جتنے مذہب اور مذہبی پیشوا دنیا میں گذرے ہیں اور اب موجود ہیں سوامی جی کے نزدیک وہ سب جاہل بے وقوف پاجی اور جنگلی لوگ ہیں۔ بتلائیے اس سے زیادہ دل آزاری اور اشتعال انگیزی اور کیا ہو سکتی ہے!

جینیوں کے پیشواؤں کے متعلق لکھتے ہیں:۔

جینیوں کے اچاریہ اور چیلوں نے علم جغرافیہ علم ہیئت اور علم حساب نہیں پڑھا اگر پڑھا ہوتا تو ناممکن گپ ہڑپے کیوں ہانکتے (صفحہ ۶۲۴)

جینیوں کے اچاریہ خود غرض تھے۔ عالم فاضل نہ تھے (صفحہ ۶۲۶)

جینیوں کے اچاریہ جانتے تھے کہ ان کا مذہب ڈھول کا پول ہے (صفحہ ۵۵۵)

اب یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی کہ بت پرستی کے تمام جھگڑے کی بنا جینی ہی ہیں اور تمام پاکھنڈوں (ریاکاری) کی بنا بھی جین مت ہے (صفحہ ۵۹۵)

دانشمند غور کریں کہ جینیوں کے سادھو گرہستی اور تیرتھنکر جن میں بہت سے رنڈی باز۔ غیر عورتوں کے پاس جانے والے چور وغیرہ تھے۔ (صفحہ ۵۹۷)

اسی طرح آپ نے بدھ مت والوں اور دیگر ہندو فرقوں کی خبر لی ہے اور دل کھول کر ان کے پیشواؤں کو گالیاں دی ہیں۔ میں نے اس سلسلہ میں نمونۃً صرف چند حوالے پیش کئے ہیں ورنہ اس قسم کی دل آزاریوں سے تمام ستیارتھ پرکاش بھری پڑی ہے۔ اب عیسائیوں اور مسلمانوں کا نمبر آتا ہے ان کی دل آزاری تو آپ کا سب سے بڑا نصب العین تھا چند اقوال ملاحظہ ہوں۔

سب جانتے ہیں کہ ابوالبشر آدم علیہ السلام اور حضرت حوا پہلے اولوالعزم نبی و رسول ہیں اور انسانوں کی ابتدا انہیں دو مقدس وجودوں سے ہوئی ان کے متعلق سوامی جی کی دل آزاری اور بازاری زبان ملاحظہ ہو۔

"تو اس کے پھل میں سے لیا اور کھایا اور اپنے خصم کو بھی دیا۔ . . . .
اس واسطے کہ تو نے اپنی جورو کی بات سنی صفحہ ۶۳۰"

خصم اور جورو کے الفاظ قابل غور ہیں

"خدا نے آدم اور حوا سے جھوٹ بولا . . . . اور یہ لعنت خدا پر ہونی چاہیے تھی کہ وہ جھوٹ بولا (صفحہ ۶۳۱)

جیسا موسیٰ آپ تھا ویسا اس کا مذہب تھا۔ عیسائیوں کے سب بادیان مذہب موسیٰ سے لیکر آخر تک جنگلی حالت میں تھے ان میں علم مطلق نہ تھا صفحہ ۶۴۸)

بتلائیے تمام انبیاء علیہم السلام کو جنگلی حالت میں بتلانا دنیا میں سب سے بڑی فتنہ انگیزی نہیں؟ کونسا یہودی عیسائی اور مسلمان ہے جو اس توہین کو گوارا کرے۔

"عیسائیوں کا خدا ایک پہاڑی آدمی تھا (صفحہ ۶۵۹)

"اس لئے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ موسیٰ شہوت پرست تھا (صفحہ ۶۵۵)

عیسیٰ جنگلی آدمیوں کو یقین دلانے کے لئے بہشت کا چیف جسٹس بننا چاہتا تھا (صفحہ ۶۷۲)

اور جس نفاق لڑائی اور فساد کی بنیاد عیسیٰ نے ڈالی وہی آج تک لوگوں میں قائم ہے (صفحہ ۶۷۲)

اس لئے عیسیٰ بھی بڑھئی تھا کئی ایک برس تک بڑھئی کا کام کرتا رہا بعدہ پیغمبر بنتا بنتا خدا کا بیٹا بن بیٹھا اور جنگلی لوگ اسے ایسا ماننے لگ گئے۔ صفحہ ۶۶۹

واہ کیسے معنوی پیغمبر ہیں کہ خدا سے دوسروں کو دگنا دکھ دینے کی دعا مانگتے ہیں۔ (صفحہ ۶۷۸)

اگر پیغمبر محمد صاحب سب پر غالب ہوتے تو سب سے زیادہ عالم اور نیک چلن ہوتے (صفحہ مذکور)

دیکھا آپ نے سوامی جی نے اولوالعزم پیغمبروں کو کیسی کیسی مغلظ گالیاں دی ہیں اور کس طرح یہودیوں عیسائیوں اور مسلمانوں کے جذبات کو بھڑکایا ہے۔ آفریں ہے یہودیوں عیسائیوں اور مسلمانوں کے صبر و ضبط پر اور لعنت ہے اس اندھی دنیا پر کہ لوگ انسانوں میں فتنہ و فساد کی آگ مشتعل کرنے میں

اور پیر حامی امن بنکر مذہبی تقدس کا جامہ پہن لیتے ہیں اور ساری دنیا کے انسان ایسے مفسدوں کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔

آمدم بر سر مطلب

الغرض ہم اپنے مخلصانہ مشورہ کے مطابق پہلے خود مسلمانوں کی طرف سے دنیا کے سامنے اپنا ضبط و تحمل اور سوامی جی کی دل آزاری و جاہلانہ تنقید کو پیش کر کے دعوت انصاف دیتے ہیں کہ حق آریہ دوستوں کے اذہان و افکار پر سوامی جی نے قبضہ جما رکھا ہے ان کی کچھ تو آنکھیں کھلیں۔ اگر کسی مسئلہ میں لوگ مختلف الرائے ہوں اور آزادانہ اپنے اپنے اختلافات بیان کردیں تو مسئلہ کی اچھی طرح چھان بین ہو جاتی ہے آخری فیصلہ نہایت صحیح اور درست ہوتا ہے مگر بدقسمت ہندوستان میں یہی چیز جو موجب برکت تھی باعث لعنت بن گئی ہے اس لئے کہ مذہب کے نام پر لڑنے والوں نے اور دوسروں کی توہین کرنے والوں نے حق و صداقت اور عدل و انصاف کو طلاق دیدی ہے اور اپنے ظلم و زیادتی پر اڑے بیٹھے ہیں۔

"کچھ تو سمجھے خدا کرے کوئی"

اصل مضمون شروع کرنے سے پہلے ہم ہندو اور مسلمانوں کی ایک غلط فہمی نا سمجھی دور کرنا چاہتے ہیں

ایک بنیادی غلط فہمی کا ازالہ

اسلام کوئی قومی یا ملکی مذہب نہیں بلکہ وہ ایک عالمگیر کلیہ اور ضابطہ حیات ہے اس کا مقصود تمام نوع انسانی کی فلاح و بہبود ہے اس کو کسی ایک قوم سے دلچسپی اور کسی دوسری قوم سے عداوت نہیں وہ قومیت اور وطنیت کا دشمن ہے وہ کسی خاص ملک یا کسی خاص گروہ انسانی کو نہیں دیکھتا بلکہ وسیع نظر سے تمام روئے زمین کو اور اس کے باشندوں کو دیکھتا ہے وہ تمام نسل انسانی کا بھلا چاہتا ہے جو لوگ اسلام کے اصولوں اور ہدایتوں کے مطابق زندگی گزاریں وہ صرف انہی لوگوں کو "مسلمان" کا خطاب دیتا ہے جو لوگ اسلامی نظریہ، اسلامی مقصد اسلامی طریق کار اور اسلامی زندگی اختیار نہ کریں اسلام ان کا ذمہ دار نہیں وہ وقتی حوادث اور مقامی حالات و معاملات کا پابند نہیں بلکہ مسلمانوں کو بہرحال اسلامی نظریہ اور اسلامی پالیسی اختیار کرنے کی ہدایت و تاکید کرتا ہے۔

مسلمانوں کا خدا رب العالمین، نبی رحمۃ للعالمین اور قرآن ہدًی للناس ہے لیکن دنیا اس فیضان عام کے چشمے سے اس وقت محروم ہوئی جب مسلمانوں نے اسلام کو اپنا مذہب اور نبی کو اپنا نبی قرار دے لیا اور غیر مسلموں نے بھی اسلام قرآن اور نبی کو مسلمانوں کی خاص چیز سمجھ لیا۔ جب مسلمان اس ملک ہندوستان میں آئے اپنے خاندان اور قبیلہ کی حکومت قائم کی اور اپنے اخلاق و عادات سیاست و معاشرت، وطرز بود و ماند میں غیر اسلامی روش اختیار کی تو یہاں کے باشندوں نے اسلام ہی کو اپنا حریف سمجھ لیا اور اس کی بیخ کنی پر آمادہ ہو گئے یہی غلط فہمی ہے جس نے غیر مسلموں کو موقع دیا کہ وہ اسلام کا ستہ جڑا ئیں ضد و تعصب میں آکر اس پر الزامات لگائیں نا سمجھی و جہالت کے اندھیرے میں تیر چلائیں اور طرح طرح کے دجل و فریب کام لیں پس ہندو اور مسلمان دونوں کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے اسلام کسی کا حریف نہیں وہ سب کا دوست اور ہمدرد ہے۔

مذہب اور پیروان مذہب دو علیحدہ چیزیں ہیں مگر ہندو مسلمانوں کے بڑے بڑے مبلغ و مصلح تک اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ پیروان مذہب کی بے اصولیوں اور بیجا حرکتوں کو مذہب کی طرف منسوب کر دیتے ہیں اور پیروان مذہب کے علوم و افکار کو اصل مذہب سمجھ بیٹھے ہیں۔ اسلام پر اجتک جتنے بھی عیسائیوں اور ہندوؤں نے اعتراضات کئے سب اسی بنیادی غلط فہمی پر مبنی ہیں درحقیقت اصل اسلام پر نہ آجتک کوئی اعتراض ہوا اور نہ ہو سکتا ہے چنانچہ آپ سوامی جی کے اعتراضات پر جگہ جگہ دیکھیں گے کہ انہوں نے اسلام کو اپنی نا سمجھی و غلط فہمی سے ہدف مطاعن بنایا اور کہیں بھی علمی تحقیق سے کام نہیں لیا۔ سوامی جی کو اسلام سے جس قدر دوری نفرت ضد اور عداوت ہوئی صرف غلط فہمی سے ہوئی اور ہمیشہ غلط فہمی ہی قبول حق سے مانع ہوا کرتی ہے۔

آگے بڑھکر سوامی جی کی غلط فہمیوں کو بے نقاب کرنے کو ہمارا جی نہیں چاہتا کہ اس سے ہمارے آریہ بھائیوں کا خواہ مخواہ دل دکھیگا مگر اس کے سوا چارہ بھی کوئی نہیں با دل ناخواستہ اس تلخ فرض کو سرانجام دینا پڑ رہا ہے اگر ہمارے آریہ دوست ستیارتھ پرکاش کے چودھویں سمولاس کے متعلق غازی محمود دھرم پال کی تحقیق مان لیتے تو کیا اچھا ہوتا۔ سوامی جی کی گرامی قدر شخصیت اور آپ کا علم و فہم معرض بحث میں نہ آتا۔ غازی صاحب کی تحقیق اینق یہ ہے کہ یہ سوامی جی کے قلم سے نہیں بلکہ ان کی وفات کے بعد آریہ سماج نے ستیارتھ پرکاش میں شامل کر دیا۔ اس دعوے کے ثبوت میں وہ بڑی زبردست دلیل پیش کرتے ہیں جس سے سوامی جی کی بریت ہو جاتی ہے مگر تعجب ہے کہ آریہ دوست سوامی جی کی بریت نہیں چاہتے اس سے تو بہتر یہ تھا کہ وہ سوامی جی کو بری کر کے تمام الزام اپنے سر لے لیتے جب وہ خود ہی سوامی جی کی بریت نہیں چاہتے تو ہم کیا کریں چلو یونہی سہی

"اے بسا آرزو کہ خاک شدہ"

ان امور کا صحیح علم صرف اللہ کو ہے اس لئے ان کے بارہ میں زیادہ جستجو محض ایک لاحاصل دماغ سوزی ہے ہمارا کام صرف یہ ہے کہ صحیح مقصد کے لئے صحیح سمت سفر معلوم کریں اور زیادہ سے زیادہ بہتر تیاری کے ساتھ راہ راست کے پہلے مرحلے میں قدم رکھدیں وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب۔

اعتراضات و جوابات

سوامی جی نے ستیارتھ پرکاش کا چودہواں سمولاس اسلام اور قرآن مجید پر تنقید کے لئے وقف فرمایا ہے اور طریقہ یہ رکھا ہے کہ قرآن شریف کا اردو ترجمہ ناگری میں کر کے اعتراضات کی بھرمار شروع کردی۔ مگر آپ نے ترجمہ کا نام نہیں بتلایا آپ نے سوالوں پر نمبر لگا دیئے ہیں کل نمبر ۱۵۹ ہیں۔ آپ پہلے قرآن مجید کا لفظی ترجمہ نقل کرتے ہیں پھر اپنا نام محقق لکھکر اس پر اعتراضات کرتے ہیں۔ دیکھنے میں تو آپ نے قرآن کی تعلیمات ۱۵۹ سوالات کئے ہیں گویا اپنے خیال سے سارا قرآن مجید ہی مجروح کر ڈالا مگر درحقیقت سوالات کی تعداد چند سے آگے نہیں بڑھی اگر مکررات اور خلط ملط کو ملحوظ رکھا جائے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو سوالات کی تعداد زیادہ دکھانے کا شوق تھا اور بتا دیا ہے

نے اسی میں اپنی جیت اور بہتری سمجھی ہوگی۔ کاش سوالات آپ وہی کرتے جو کرنے ہوتے محققانہ اور عالمانہ تو تنقید اور مافعت کا لطف تو تھا ان کی دست کی بھرمار نے سارا مزہ کرکرا کر دیا۔

سوامی جی اکثر ایسے سوالات کرتے ہیں جن سے ان کا دید ک دھرم اور آریہ سماج ہی مجروح ہو جاتا ہے ہمیں حق حاصل تھا کہ الزامی جوابات میں آپ کی جاہلانہ تعصب اور تعصب و عناد کی خوب قلعی کھول لیتے مگر چونکہ ہم آریہ بھائیوں کو چڑانا اور جوش میں لانا نہیں چاہتے اس لئے الزامی جوابات کو نظر انداز کر کے صرف تحقیقی جوابات پر اکتفا کریں گے اور ان میں بھی امکانی اختصار سے کام لیں گے اور اپنی حیثیت جارحانہ نہیں بلکہ مدافعانہ ہی رکھیں گے

پہلے ہم بجنسہ حرف بحرف اسی کی عبارت پوری کی پوری نقل کریں گے پھر محقق صاحب کے اعتراض کی عبارت اور اس کے بعد لفظ "مسلمان" کہہ کر جواب شروع ہوگا ہمارے جوابوں میں ستیارتھ پرکاش سے مراد اس کا مستند ترجمہ ہے جو آریہ پرادیشک پرتی ندھی سبھا پنجاب سندھ بلوچستان کی طرف سے شائع ہوا ہے۔ یہ ترجمہ پانچویں بار چھپا ہے۔ ہم درشت گوئی اور دل آزاری سے انشاء اللہ اجتناب کریں گے و باللہ التوفیق

(۱) بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یعنی شروع ساتھ نام اللہ کے جو رحیم یعنی معاف کرنے والا بخشنے والا ہے۔

محقق۔ مسلمان کہتے ہیں کہ قرآن کلام اللہ ہے لیکن اس قول سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا مصنف کوئی اور ہے کیونکہ اگر قرآن کلام اللہ ہوتا تو بجائے بسم اللہ الرحمن الرحیم کے شروع واسطے ہدایت آدمیوں کے لکھا ہوتا۔ اگر کہا جائے کہ خدا آدمیوں کو ایسا کہنے کی تعلیم دیتا ہے تو یہ بھی ٹھیک نہیں ہے کیونکہ اس سے گناہ کا آغاز بھی خدا کے نام سے صادق آئے گا اس طرح تو اس کا نام بھی خراب ہو جائیگا۔ اگر وہ معاف کرنے والا بخشنے والا ہے تو اس نے دنیا میں آدمیوں کے آرام کے لئے جانوروں کو مار اور بہت دکھ دلا کر انسان کے گوشت کھانے کی اجازت انسان کو دی! کیا وہ بے گناہ جانور خدا کی مخلوق نہیں ہیں۔ اگر خدا کے نام سے بری باتوں کا آغاز نہیں تو یہ کہدینا چاہیے تھا کہ خدا کے نام پر اچھی باتوں کا آغاز ہے۔ اور بری باتوں کا نہیں۔ موجودہ الفاظ مبہم ہیں کیا چوری، زنا کاری جھوٹ اور گناہوں کا بھی آغاز خدا کے نام پر کیا جائے ایسے مبہم کلام کے ہونے کی وجہ سے تو قصاب وغیرہ مسلمان گائے وغیرہ جانوروں کا گلا کاٹنے میں بسم اللہ پڑھتے ہیں۔ مسلمانوں کا خدا رحیم بھی ثابت نہیں ہوتا کیونکہ اس کی رحمت جانوروں پر نہیں ہے اور اگر مسلمان اس کا مطلب نہیں جانتے تو اس کلام کا نازل ہونا بے فائدہ ہے۔ اگر مسلمان اس کا مطلب اور کچھ نکالتے ہیں تو بتائیں کہ اصل مطلب کیا ہے!

مسلمان۔ لیجئے صاحب سوالات کی بسم اللہ شروع ہو گئی ہے اللہ خیر کرے عنوان تو بہت بھدا ہے آپ نے بسم اللہ کا مطلب سمجھا ہی نہیں اور اندھیرے میں تیر اندازی شروع کردی نشانہ ہو نہ ہو کسی کے تو لگے ہی گا معلوم ہوتا ہے کہ آپ بھرے بیٹھے تھے کہ قرآن کی آواز آئے اور میں اعتراضات کی بھرمار کردوں آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا۔

خشت اول چوں نہد معمار کج تا ثریا میرود دیوار کج

ابھی ناظرین کو پہلے سوال کا جواب لینے میں جلدی نہیں کرنی چاہیئے بلکہ یہیں رک جانا چاہیئے۔ ہم چاہتے ہیں کہ پہلے ابتداء میں سوامی جی کے اعتراضات نیچا اور ان کی قرآن فہمی کے متعلق بنیادی باتیں واضح کر دیں اور ناظرین کو بتلادیں کہ سوامی جی کی حیرانی و سرگشتگی کیوں پیدا ہوئی تاکہ آیندہ بار بار ہمیں آپ کی نادانی ناسمجھی اور کور ذوقی کی طرف توجہ دلانے کی ضرورت نہ پڑے۔

سوامی جی اور قرآن فہمی

جو طبقہ بھی مخالفین مخالفانہ نقطہ نظر سے قرآن کو دیکھتے ہیں ان کا ابتداہی سے مقصد یہ ہوتا ہے کہ اپنے شبہات و اعتراضات سے نور حق کو بجھایا جائے۔ ان کو ان بنیادی سوالات سے کوئی تعلق نہیں ہوتا کہ قرآن کس قسم کی کتاب ہے؟ اس کے نزول کی کیفیت اور اس کی ترتیب کی نوعیت کیا ہے اس کا موضوع گفتگو کیا ہے؟ اس کی ساری بحث کس مدعا کے لئے ہے؟ اور اس کا طرز استدلال و طرز بیان کیا ہے؟ حالانکہ جو لوگ اس کتاب پر ایمان رکھتے ہیں اور جو قرآن کے مخالف ہیں دونوں کے لئے یہ سوالات اولین توجہ کے مستحق ہیں۔ بالخصوص جو لوگ محقق ہوں اور کسی مذہب کے مدعی مصلح ہوں ان کے لئے تو لازمی ہے کہ پہلے وہ ان سوالات کو حل کریں اور پھر قرآن پر اعتراض کریں مگر افسوس ہے کہ ہمارے سوامی جی نے ان مبادی کو ذہن نشین کئے بغیر ہی اعتراضات شروع کر دیئے وہ قرآن کو مذہب کے موضوع پر ایک کتاب سمجھکر اس کی تردید پر کمربستہ ہوئے تھے حالانکہ "مذہب" اور "کتاب" دونوں کا تصور وہی سطحی اور بازاری تھا جو عام طور پر آجتک غیر مسلموں کے ذہنوں میں ہے۔ جب سوامی جی یہ سطحی تصور لئے ہوئے قرآن کو سننے بیٹھے تو ان کو ایک ایسی کتاب سے سابقہ پڑا جو تمام دنیا کے لٹریچر میں اپنے طرز کی ایک ہی کتاب ہے جس کا موضوع جس کا مضمون، جس کی ترتیب جس کی زبان اور جس کا طرز بیان سب چیزیں دنیا سے نرالی ہیں ان چیزوں میں سے وہ کچھ بھی نہیں جانتے تھے۔ یہ نئی اور انوکھی چیز دیکھ کر وہ حیران رہ گئے۔ ظاہر بینی، قیاس آرائی اور اسلام دشمنی کے گھنے جنگل اور تعصب و عناد کی تاریکیوں میں بھٹکنا شروع کر دیا۔

انہوں نے اپنے مذہبی اور کتابی تصور کے ساتھ قرآن سننا شروع کیا تھا جب اس کے اعتقادی مسائل اخلاقی ہدایات شرعی احکام دعوت نصیحت عبرت تنقید ملامت تخویف بشارت اور دلائل و شواہد کو اپنے اعتقادات و تصورات کے خلاف پایا تو پریشان ہو گئے اس لئے کہ ان میں سے کسی چیز کو بھی وہ صحیح طور پر سمجھنے کی صلاحیت و استعداد نہ رکھتے تھے اور نہ ان کی ضرورت تھی کہ فہم و تدبر کی راہیں اختیار کریں آپ کا مقصد صرف یہ تھا کہ آنکھیں بند کر کے شکوک و اعتراضات کا پل باندھ دیا۔ چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا۔

سب سے بڑی مشکل یہ تھی کہ قرآن کا طرز بیان تحریری نہیں بلکہ تقریری ہے تحریر کی زبان اور تقریر کی زبان میں فطری طور پر بہت فرق ہوتا ہے۔ اس فرق کو ملحوظ رکھنا آپ کے بس کی بات نہ تھی علاوہ ازیں قرآن کے بکثرت مقالات اپنے پس منظر سے نہایت گہرا تعلق رکھتے ہیں اگر پس منظر کو نظر انداز کر دیا جائے تو بات کچھ سے کچھ بنجاتی ہے اور مخالف جتنے بھی چاہے اعتراض کر سکتا ہے سوامی جی اس بات سے ہی ناواقف تھے اللہ ان کو واقفیت کی ضرورت تھی

ہر ایک زبان میں الفاظ کا اصلی اور لغوی ترجمہ ہی معتبر ہوتا ہے لیکن جہاں کوئی قرینہ ایسا ہو جو اصل معنے لینے سے مانع ہو تو پھر اس کے مناسب دوسرے معنے لئے جاتے ہیں۔ سوامی جی نے اس اصول کو کہیں بھی ملحوظ نہیں رکھا۔

ایک شرط فہم کلام یہ بھی ہے کہ ہر ایک کلام کے صحیح معنے وہی ہوتے ہیں جو متکلم خود بیان کرے یا اس کی منشا اور حیثیت کے مطابق ہوں۔ ہر کلام کے صحیح معنے متکلم ہی کے بیان سے سمجھنے چاہئیں اس میں اپنی سمجھ کو دخل نہیں دینا چاہئیے۔ مگر سوامی جی نے کہیں بھی متکلم کے بیان کو چراغ راہ نہیں بنایا ہر جگہ اپنی ہی سمجھ پر اعتراض کی بنا رکھی، اس غضب پر غضب یہ کیا کہ آپ نے بیان حالی و مقالی تک میں تمیز نہیں کی۔

اب اہل علم خود فیصلہ کر سکتے ہیں کہ سوامی جی کے شبہات و اعتراضات کی کیا وقعت و حیثیت ہے اگر ہم عرض کرینگے تو گستاخی ہوگی ہاں اتنا کہے بغیر نہیں رہا جاتا کہ سوامی جی قرآن کی تصدیق یا تکذیب میں ایک لفظ بھی کہنے کے قابل نہ تھے۔ اور درحقیقت آپ کے اعتراضات قرآن اور اسلام پر نہیں بلکہ خود اپنی ہی سمجھ پر ہیں چنانچہ ناظرین آگے چل کر خود دیکھ لیں گے کہ ہم نے سوامی جی کی علمی حیثیت اور قرآن فہمی کے متعلق جو کچھ کہا ہے وہ کہاں تک صحیح ہے

جواب۔ لیجئے اب پہلے سوال کی حقیقت اس کی لغویت اور اس کا الزامی و تحقیقی جواب سنئے:۔

مختصر الزامی جواب تو یہ ہے کہ اسی قسم کا کلام رگوید منترادل میں بھی ہے۔ اگر سوامی جی اس منتر کو سامنے رکھتے تو بسم اللہ اور سورہ فاتحہ پر اعتراض نہ کرتے ناظرین کو معلوم ہونا چاہئیے کہ الہامی کتابوں کا محاورہ اور کئی طریقوں میں سے ایک طریق کلام یہ بھی ہوتا ہے کہ خود خدائے تعالےٰ متکلم کے صیغے سے اپنے مطلب فرماتے ہیں اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جو مطلب بندوں کو بطور دعا والتماس سکھانا منظور ہو اس کو بندوں کی زبان پر بصیغہ متکلم جاری کراتے ہیں اور گویا بندوں کو ہدایت فرماتے ہیں کہ تم نادان و ناسمجھ ہو خدا کی عظمت و کبریائی کیا جانو تمہیں خدا کو مخاطب کرنے کا سلیقہ نہیں نہ معلوم اپنی نادانی سے کیا اور کس طرح انگنے لگو اس لئے تمہیں خدا کو یوں مخاطب کرنا اور یوں التماس کرنا چاہئیے۔ پس سورہ فاتحہ کا انداز دعائیہ ہے اللہ تعالےٰ اپنے پیغمبر اور پیغمبر کے واسطے سے تمام انسانوں کو جو قرآن سے ہدایت لینا چاہیں یہ سکھلایا ہے کہ تم کو میرے حضور میں یوں دعا کرنی چاہئیے۔ خلاصہ یہ کہ قرآن حکیم نے اس پیرایہ میں ضمناً انسانوں کو یہ ہدایت اور تعلیم دی ہے کہ بندوں کا صحیح طرز عمل یہ ہے۔ اب بتلائیے سوامی جی کے شکوک و شبہات اور اعتراضات کا اس تعلیم سے کیا تعلق ہے اس حقیقت کے سامنے سوامی جی کی تمام غلط فہمیاں اور اعتراضات اڑ جاتے ہیں۔

بسم اللہ قرآن کا عنوان ہے اور اس کے پڑھنے کا مطلب یہ ہے کہ میں خدا کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان اور ہمیشہ رحم کرنے والا ہے حکم ہے کہ جو کام نیک اور جائز ہو اس کو شروع کرتے وقت بسم اللہ پڑھا کرو اور یہ اعتقاد رکھو کہ اس کارخانہ عالم میں جو کچھ ہو رہا ہے یا ہو گا وہ درحقیقت خدا کے [illegible] اور حقیقت ہے وہ جس کام کو خدا کا نام لیکر شروع نہ کیا جائے وہ بے برکت ہو جاتا ہے

حرام اور ناجائز کام کو بسم اللہ سے شروع کرنا حرام ہے۔

اب رہی یہ بات کہ ذبح حیوانات رحم کا کام ہے یا بیرحمی کا اس کا جواب نظام عالم دے رہا ہے کہ یہ ساری مخلوقات انسان کے لئے ہے انسان حاکم ہے اور مخلوق محکوم انسان کا فرض ہے کہ وہ اپنے خالق کی ہدایت کے مطابق اشیاء عالم میں تصرف کرے۔ اگر وہ اپنی عقل اور مرضی سے دنیا کی چیزوں کا استعمال کرنے لگے تو بیشک وہ ظالم اور غاصب ہے۔ اشیاء عالم کو استعمال میں لانے کے متعلق رحم اور بیرحمی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ہاں اگر سوامی جی اور ان کا ویدک دھرم "اہنسا" کا ایک غیر معقول فرضی اور خیالی عقیدہ قائم کرلیں تو پھر ذبح حیوانات کیا آریوں کا چلنا پھرنا، دیا گھوڑوں پر سواری کرنا اور سانس تک لینا بھی بیرحمی ہے۔ اگر ہمارے آریہ بھائی ذرا ہمت کرکے یہ مانتا ہے کہ حشرات حیوانوں کو انسان کے برابر حقوق دلادیں اور نظام عالم بدلوادیں تو ان کی بڑی ہی کرپا ہوگی ورنہ جب تک انسان اشرف المخلوقات اور حیوان ان کا مسخر اور یہ نظام عالم قائم ہے اس وقت تک ان کا جاندار کی ایذا ہی کا لایعنی شور مچانا اور قانون قدرت سے آنکھیں بند کرلینا، عقل و فہم سے محرومی اور کائنات عالم سے بےخبری اور مذہب کے نام پر فساد انگیزی نہیں تو اور کیا ہے؟ کاش ہمارے سماجی دوست نظام عالم سے کچھ تو سبق لیں۔

(۲) سب تعریف اسی اللہ کے لئے جو پروردگار عالموں کا بخشش کرنے والا مہربان ہے (آیت ۲ و ۳)

محقق۔ اگر قرآن کا خدا دنیا کا پروردگار ہوتا اور سب پر رحم و بخشش کیا کرتا تو دوسرے مذہب والوں اور حیوانات وغیرہ کو بھی مسلمانوں کے ہاتھ سے قتل کرانے کا حکم نہ دیتا اگر معاف کرنے والا ہے تو کیا گناہگاروں پر بھی رحم کریگا۔ اور اگر کریگا تو آگے ذکر آئیگا کہ کافروں کو قتل کرو یعنی جو قرآن اور پیغمبر کو نہ مانیں وہ کافر ہیں، ایسا کیوں کہتا اس لئے قرآن خدا کا کلام ثابت نہیں ہوتا۔

مسلمان۔ اگر سوامی جی نے قرآن، پیغمبر اور اس کلام کو سمجھ لیا ہوتا تو مسلمانوں پر بلا رحم کرتے اور خود وہ بھی اپنے آپ پر رحم کرتے اس طرح کہ اعتراض کی دردسری سے بچ جاتے۔ سنئے قرآن کا خدا تو بیشک تمام کائنات کا رب ہے جس کی رحمت ہمہ گیر و عالمگیر ہے اور جس کی مستقل صفت ہی رحم کرنی کی ہے مگر اس کا کیا علاج کہ سوامی جی نے نہ صحیح مفہوم رحمت کا سمجھا اور نہ ربوبیت و بخشش کا انہیں کیا خبر کہ قرآن کا یہ فقرہ محض اللہ کی صفت و ثنا بیان کرنے کی غرض ہی سے ارشاد نہیں ہوا بلکہ قرآن مبین نے ساتھ ہی ایک بہت ہی بڑی حقیقت سے بھی پردہ اٹھا دیا ہے اور وہ حقیقت یہ ہے کہ اس کائنات میں جہاں جس چیز اور جس شکل میں بھی کوئی حسن خوبی اور کمال ہے اس کا سرچشمہ اللہ ہی کی ذات ہے اور وہی مستحق حمد ہے۔ قرآن نے اپنی اس پہلی ہی ضرب سے مظاہر پرستی اور مخلوق پرستی کی جڑ کاٹ کر رکھ دی اگر سوامی جی کو توحید سے ذرا بھی دلچسپی ہوتی تو قرآن کریم کی اس تلقین کی داد دیتے مگر ان کو تو اسلام کا ہر حسن و کمال نقص و عیب نظر آتا ہے اور وہ مجبور تھے کہ قرآن کی ہر بات پر اعتراضات کی بوچھاڑ کر دیں

سوامی جی نے "کافروں کو قتل کرو" کا اسلام پر ناحق اور زبردستی الزام لگایا ہے اور ان کے ہاتھ میں ہندوؤں کو اسلام سے بیزار کرنے اور نفرت دلانے کا یہی ایک چلتا اور کارگر ہتھیار تھا اس لئے آپ نے اس الزام کو بار بار مختلف پیرایوں میں دہرایا ہے اور جگہ جگہ اسلامی جہاد کا منہ چڑایا ہے۔ اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ یہیں اسلامی جہاد کی حقیقت بیان کر دی جائے اور ہمیں بار بار اس غلط فہمی کو دور کرنا نہ پڑے پس ہمیں پر اسلامی جہاد کی حقیقت ذہن نشین کر لیجئے۔

جہاد فی سبیل اللہ اور اس کی حقیقت

جہاں اسلام کے اور بہت سے حقائق و معارف بیگانوں اور پرایوں کی کوتاہ نظریوں، ناسمجھیوں اور غلط فہمیوں نے موٹے موٹے پردے ڈال دیئے ہیں وہاں بیچارا جہاد ان کے ہاتھوں کہاں محفوظ رہ سکتا تھا چنانچہ مدت ہائے دراز سے یار لوگوں نے اسے بھی ایک ہڑاونی اور خطرناک چیز بنا کر رکھدیا ہے۔ انہوں نے تو جہاد فقط زبان و قلم کی کوششوں کو قرار دیکر اپنی مذہبی موت کے پروانہ پر دستخط کر دیئے اور سوامی جی اور ان کے ہم مشربوں نے یہ سمجھ لیا کہ کافروں کے قتل کرنے کا نام جہاد ہے اس طرح اپنوں کی نظر سے اسلام کی صحیح حیثیت اوجھل ہو گئی اور غیروں کو پورے اسلام کو تختۂ مشق ستم بنا ڈالا اور یوں مسلمانوں کی پوزیشن پورے طور پر غلط ہو گئی۔

پس خوب سمجھ لو کہ اسلام ایک ایسا مذہب نہیں جس کا تصور سوامی جی کے ذہن میں تھا یعنی وہ چند عقائد اور چند عبادات کا مجموعہ نہیں کہ مسلمان دنیا بھر میں اپنے مذہب کی تبلیغ کرتے پھریں، دوسرے مذاہب والوں سے مناظرے کریں اور لوگوں کو تلوار سے مار مار کر اپنے مذہب میں داخل کریں اور نہ مسلمان ایک ایسی قوم کا نام ہے جیسی قومیں دنیا میں آباد ہیں کہ دولت و اقتدار کی ہوس میں ہر قسم کے اسلحہ لیکر دوسری قوموں پر ٹوٹ پڑیں اور اس کا نام جہاد رکھدیں درحقیقت اسلام ایک انقلابی نظریہ و مسلک ہے، وہ دنیا کی اصلاح اور انسانیت کی فلاح کے لئے دنیا کے تمام ظالمانہ و مفسدانہ نظامات کو بدل کر اپنے نظریہ و مسلک کے مطابق تعمیر کرنا چاہتا ہے۔ مسلمان بین الاقوامی انقلابی جماعت کا نام ہے اور جہاد اس انقلابی جد و جہد کا نام ہے جو اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے عمل میں لائی جائے اس کا صحیح مفہوم یوں ادا کیا جا سکتا ہے (باقی آئندہ)

(بقیہ سلسلہ صفحہ ۲۲) سے فرمایا "تم پر خدا نے ماؤں کی نافرمانی حرام کی ہے" ایک دفعہ صحابہؓ سے جو خدمت میں حاضر تھے، دریافت کیا کہ کیا تم کو بتاؤں کہ دنیا میں سب سے بڑے گناہ کیا ہیں انہوں نے عرض کی، ضرور یا رسول اللہ فرمایا خدا کے ساتھ شرک کرنا، ماں باپ کی نافرمانی کرنا، آپ تکیہ لگائے بیٹھے تھے سیدھے ہو کر برابر ہو گئے اور فرمانے لگے اور جھوٹی گواہی اور ہاں جھوٹی گواہی"

توراۃ میں حقوق والدین کے متعلق جو بعض ایسے احکام تھے جو بیحد سخت تھے وحی محمدی نے بعض حیثیتوں سے ان میں تخفیف کر دی ہے اور بعض حیثیتوں سے اور زیادہ سخت کر دیا ہے۔ مثلاً توراۃ میں یہ حکم تھا کہ جو کوئی اپنے ماں باپ پر لعنت کرے وہ قتل کر دیا جائے اسلام نے اس گناہ کو دنیا کی قانونی سزا کے بجائے آخروی سزا کا موجب قرار دیا جس کے معنے یہ ہیں کہ وہ توبہ اور استغفار سے معاف ہو سکتے ہیں اور مجرم کو اپنے فعل پر نظر ثانی کی تا زندگی مہلت ملتی ہے لیکن اگر اس نے اس مہلت سے فائدہ نہ اٹھایا تو پھر عذاب بھی ہے جو دنیا کی سزا سے زیادہ سخت ہے اسلام کے قانون میں ایک دفعہ یہ بھی ہے کہ اگر کوئی سنگدل باپ اپنی اولاد کے قتل کا مرتکب ہو تو بعض حالتوں میں وہ اس کے قصاص میں قتل نہ ہوگا، بلکہ کسی اور سزا کا مستحق ہوگا۔ کیونکہ باپ کو اپنی اولاد سے جو فطری محبت ہوتی ہے اس کا مقتضا یہی ہے کہ اس کے فعل کو قتل بالقصد کے بجائے اتفاقی سمجھا جائے تاآنکہ اس کے خلاف کوئی قوی شہادت موجود نہ ہو۔

اسی سلسلہ میں ایک اور نکتہ کی طرف اشارہ کرنا ہے توراۃ نے ایک طرف والدین کو یہ اہمیت دیکر دوسری طرف بیوی کے سامنے ان کو بالکل بے قدر کر دیا ہے، لکھا ہے۔

اس واسطے مرد اپنے ماں باپ کو چھوڑے گا اور اپنی جورو سے ملا رہیگا اور وہ ایک تن ہوں گے۔ (پیدائش ۲۴۰۲)

حضرت عیسیٰؑ نے بھی جو گو یا انجیل کے بیان کے، ماں باپ اور بیوی کی تینوں سے ناآشنا تھے، تاہم جیسا کہ انجیل کے موجودہ نسخے میں ہے، ماں باپ کے مقابلے میں بیوی کی طرفداری اور حمایت کی اور اسی لئے طلاق کو ناجائز قرار دیا۔ (مرقس ۱۰۔۷ و ۸) مگر سوال یہ ہے کہ اگر بیوی اور والدین کے درمیان ناقابل حل اختلاف ہو اور اس لئے ان دونوں میں سے کسی کو مجبوراً ترجیح دینی پڑے تو کیا صورت اختیار کی جائے اسلام کا حکم ہے کہ اس حال میں بھی والدین کی اطاعت کرو کہ بیوی کا تعلق ایسا ہے جس کو قانون اور عہد نے پیدا کیا ہے جو ٹوٹ کر جڑ سکتا اور پرٹ کر بدل سکتا ہے لیکن والدین کا فطری تعلق ناقابل شکست اور ناقابل تغیر ہے۔ حضرت عمرؓ کی ایک بیوی تھیں جن سے وہ راضی تھے مگر ان کے پدر بزرگوار حضرت عمرؓ کو ہو پسند نہ تھیں اس اختلاف نے خانگی جھگڑے کی صورت اختیار کی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرؓ کو مشورہ دیا کہ وہ اپنے باپ کی اطاعت کریں۔

(بسلسلہ صفحہ ۲۵) کا فرض ہے کہ وہ ان چیزوں کو واضح کر دیں۔ کیونکہ:۔

(۱) انہیں اعلان کرنا چاہیئے کہ جن متصل علاقوں میں مسلمانوں کی اکثریت ہے وہاں مسلمانوں کو اپنی آزاد اور خود مختار ریاستیں بنانے کا غیر مشروط حق ہو گا یعنی مسلم لیگ کے دستور اساسی میں لیگ کا جو مقصد متعین کیا گیا ہے وہ تسلیم کر لیا جائے۔

(۲) ایسی آزاد ریاست مجلس دستور ساز کے ذریعہ قائم کی جائیگی مسلم اکثریت کے علاقوں کی اپنی الگ مجلس دستور ساز ہو گی ان علاقوں کے ہر بالغ شخص کو رائے دینے کا حق ہوگا خواہ وہ مسلم ہو یا غیر مسلم۔

(۳) یہ مجلس دستور ساز اکثریت کی رائے سے یہ فیصلہ کریگی کہ باقی ہندوستان سے اس کے تعلقات کی نوعیت کیا ہو گی؟ آیا وہ معاہدات کی رو سے بھائی چارہ کے تعلقات رکھے گی اور آزاد و خود مختار رہے گی یا مشترکہ مسائل کی حد تک ہندوستانی ہم شعبہ یونین میں شامل ہو گی۔ بشرطیکہ اسکی خود مختاری محفوظ رہے۔ پاکستان کو ہندوستان کی آزادی کا جزو لاینفک بنانے کے لئے ضروری ہے کہ حق خود ارادیت کو مندرجہ بالا طریقہ پر عملی جامہ پہنایا جائے تاکہ پاکستان کی بنیاد جمہوریت پر قائم ہو، ابتک مسلم لیگ جمہوریت کو اکثریت کے غلبہ سے تعبیر کرتی رہی ہے لیکن اس کا آزادی اور علیحدگی کا حق ماننے کے بعد اس سے مطالبہ کیا جا سکتا ہے کہ وہ آبائی وطن کو جمہوریت کی بنیاد پر ترقی دے

سوزاک کا عجیب علاج
اس مرض میں پیشاب کے مقام پر زخم ہو جاتا ہے جس سے ہر وقت پیپ بہتی رہتی ہے
سوزش اور جلن مریض کو ہر وقت بے چین کرتی رہتی ہے۔ ٹھیک علاج نہ ہونے کی وجہ سے
جب مرض ترقی کر جاتا ہے تو اس مقام پر ورم ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے پیشاب
بالکل بند ہو جاتا ہے۔ اور سوزاک کا مریض ہلاک ہو جاتا ہے۔
اگر آپ اس موذی مرض میں مبتلا ہیں تو گھبرانے کی ضرورت نہیں ہم نے اس
مرض کی دوا تیار کر لی ہے۔ اس کا نام "گونو" ہے۔ اس کے استعمال سے چند ہی روز میں
سوزاک کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ اس دوا کی پہلی ہی خوراک آپ کو فائدہ پہنچائے گی
یہ دوا سوزاک کا آخری علاج ثابت ہو چکی ہے۔ رعایتی قیمت تین روپے، محصول ڈاک (۱۱)
اکسیری دواخانہ محل کلاں کمرہ (ایم، ٹی) دہلی
پیشاب سے پہلے یا بعد سفید قطرہ
جو لوگ اس مرض کو معمولی سمجھتے ہیں وہ سخت غلطی کرتے ہیں۔ اس کا نام جریان ہے۔ دراصل
یہ مرض نامردی کا پیش خیمہ ہے۔ اس مرض سے جسم میں سستی آجاتی ہے۔
دل دھڑکتا ہے۔ دماغ اور اعضائے رئیسہ کمزور ہو جاتے ہیں، بینائی اور حافظہ
کی قوت جواب دیتی ہے۔ پیشاب کے بعد اور پیشاب سے پہلے اگر سفید قطرہ آتا ہے تو
اس مرض کو جڑ سے کھونے کا علاج جریانین ہے۔ بیس دن میں نیا اور چالیس دن
میں پرانا جریان دور ہو جاتا ہے جسم میں طاقت اور چہرے پر رونق آجاتی ہے۔
جو مرد اگر اپنی جان کو موت کے پنجہ سے بچانا چاہتے ہیں تو
جریانین دوا منگا کر استعمال کریں۔ قیمت دو روپے محصول گیارہ آنے (۱۱)
اکسیری دواخانہ محل کلاں کمرہ (ایم، ٹی) دہلی
دل کی مراد پوری ہوگی
ناظرین دنیا میں جھوٹ اور سچ کی تمیز نہیں ہے مگر خدا کی قسم کھا کر آپ کو یقین
دلاتا ہوں کہ آپ مسلمان ہیں میری قسم کا اعتبار کیجئے میں نے ہزاروں روپیہ برباد
کرکے یہ چیزیں حاصل کی ہیں۔
کرتا ہوں۔ اگر آپ کا دل چاہے تو منگا لیجئے۔ چند روپوں پیسوں کی خاطر کون ایسا ہے جو اپنے ایمان کو خراب کریگا۔ مندرجہ ذیل نقش و تعویذ لفافہ میں بھیجے جاتے ہیں۔
قسمت کا موتی
رات کو سوتے وقت اپنے سرہانے رکھنے سے خواب میں بشارت ہو جاتی ہے کہ آپ کو کامیابی ہوگی یا نہیں۔ بالکل سچا
جواب مل جاتا ہے۔ ہدیہ ایک روپیہ دس آنے (۱۰/۱)
دولت کی کنجی
اس تعویذ کو روپے پیسے میں رکھنے سے اتنی ترقی ہوتی ہے کہ خدا کی شان دکھاتی دیتی ہے اور غربت مفلسی دور ہو جاتی ہے۔
اتنی جلدی دولت کہاں سے مل گئی۔ نوکری کی صورت میں اس کو افسر کے سامنے جیب میں رکھ کر جائیے تو وہ مہربان ہو جاتا ہے۔ ہدیہ
محبت کی ڈوری
اگر کسی سے محبت ہو اور اس سے شادی کی تمنا ہو، تو محبت کی ڈوری
سے کام لیجئے۔ اور ڈوری کو اپنے بازو پر باندھ لیجئے پھر گھر بیٹھے اس کی تڑپ کا تماشا دیکھئے وہ تڑپ کر آپ تک ضرور آویگا۔ ہدیہ
پتہ:- سید نواب میاں شاہ صاحب عامل۔ کالا محل (م، د) دہلی
مفت
سونے کی چوڑیاں
آپ ان چوڑیوں کو مفت حاصل کر سکتے ہیں، یہ ایسے سونے کی بنی ہوئی ہیں کہ جس کو سنار اور صراف بھی نہیں پہچان سکتے کہ
اصلی سونا ہے یا نقلی، چمک دمک، رنگ و روپ میں بالکل اصلی سونے سے ملتا ہے۔ برسوں تک استعمال کرنے کے بعد بھی خراب نہیں
ہوتیں، دہلی کے مشہور کاریگروں نے ان کے بنانے میں کمال دکھایا ہے، بیاہ شادی اور تحفہ کیلئے ضرور منگائیے۔ آٹھ چوڑیوں کے
ایک سیٹ کی قیمت تین روپے ہے۔ دو سیٹ کی قیمت چھ روپے محصول ڈاک فری۔ تین سیٹ منگانے والوں کو
ایک سیٹ بالکل مفت اور محصول ڈاک بھی معاف ہوگا۔
گولڈ لک ٹریڈ ایجنسی دریا گنج بازار (ایم، ڈی) دہلی

عورت کے لئے
ماہواری درد کی دوا
کورس
لیڈی ڈاکٹر زنانہ دواخانہ

مولوی
2
ONE RUPEE INDIA 1916
قرآن پاک

بسم اللہ الرحمن الرحیم
چاند کی بیس تاریخ تک بھی اگر اتفاق سے کوئی پرچہ نہ ملے تو نمبر خریداری لکھکر دوسرا پرچہ منگا لیں لیکن ۲ پرچے ۲ ماہ کے بعد کبھی نہیں مل سکیں گے

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِن نَّسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا

مولوی دہلی

جو ہر اسلامی مہینے کی بارہ تاریخ کو جمعیۃ پریس دہلی سے شائع ہوتا ہے

نمبر خریداری آپکا اسی جگہ لکھا ہوا ہے جہاں آپ کا پتہ ہے اگر پہلے سے نوٹ نہیں ہے تو اب لکھ لیجئے اس کے حوالہ کے بغیر آپ کی کوئی شکایت ضروری یا تبدیل پتہ ناممکن ہے

جلد ۴۰	بابت ماہ ذی قعدہ سنہ ۱۳۶۳ھ	نمبر ۵

شذرات

پاکستان کا نیا حل "مولوی فارمولا"

پاکستان کی تجویز سب سے پہلے علامہ اقبال مرحوم نے پیش کی تھی۔ اب جبکہ مسلمانان ہند کا متفقہ فارمولا بن چکا ہے تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ علامہ مرحوم کو القا ہوا تھا۔ اور خدائے پاک نے ہی یہ تجویز ان کے دماغ میں اتاری تھی جوں جوں اس پر تنقید ہوتی ہے اس کی خوبیاں واضح تر ہوتی جاتی ہیں۔ اور درحقیقت ہندوستان کی گتھی کا واحد حل یہی ہے۔

ابتدا سے اب تک اس تجویز نے بہت سے مراحل طے کئے۔ پہلے اس تجویز پر فرقہ داری کے فتوے دیئے گئے۔ پھر انگریز کا باہنہ مضبوط کرنے کا اتہام لگایا گیا پھر مذاق اڑایا گیا پھر اکھنڈ ہندوستان کا پاکھنڈ پھیلایا گیا۔ پھر کہیں کہیں یہ قابل اعتنا اور در خور غور و فکر ہوا لیکن ناقابل عمل قرار دیا۔ آخر خدا خدا کرکے اصولی طور پر تو مان لیا گیا لیکن اتنی الجھنیں پیدا کردی گئیں کہ یہ قابل عمل ہی نہ رہے۔

یہ سب اس لئے ہے کہ ہندو خالص اپنا راج چاہتا ہے اس کے نزدیک ہندوستان کے جس حصہ میں بھی مسلمان حکومت بن جائے وہ حصہ بے امنی اسفا کی۔ اور طوائف الملوکی کا گہوارہ بن جائے گا۔

یہ خدشہ اس وجہ سے ہے کہ انگریزی تاریخ بیانی نے سو برس سے مسلمانوں کی حکومت کو بدنام کرنے کا کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کیا۔ اور کئی نسلوں سے یہ زہر دونوں قوموں میں اثر کر رہا ہے ہندو مسلمان دونوں ایک دوسرے سے قائل ہیں۔

کچھ سلطنت مغلیہ کی غلطیوں اور اعتبار اعتمادی نے تاریخ میں ایسی باتیں پیدا کردیں جس سے اسکی ہزارہا خوبیوں پر سیاہ پردہ پڑ گیا۔ مثلاً سکھوں پر مظالم کی داستان حکومت مغلیہ کے سر تھوپی گئی۔ حالانکہ اس میں پورا پورا ہاتھ ہندوؤں کا تھا۔

دوسری خرابی یہ ہوئی کہ مغلوں کی حکومت کو اسلامی حکومت تصور کر لیا گیا۔ حالانکہ وہ مسلمانوں کی حکومت تھی۔ اگر وہ اسلامی حکومت ہوتی تو اکبر و عالمگیر میں اتنا بُعد نہ مانا جاتا۔ مغلیہ سلطنت یا دوسری مسلمان ریاستیں جو ہندوستان میں قائم ہوئیں وہ شخصی حکومتیں تھیں۔ ان کے ذاتی مفاد اسلامی مفاد سے ہمیشہ بالاتر رہے۔ شخصی حکومت میں ایسی غلطیاں بعید از امکان نہیں لیکن اس سے اسلام بدنام ہوا اور اسکی ساکھ غیر مسلموں میں کم ہوتی گئی۔ واقعہ یہ ہے کہ خلافت راشدہ کے بعد کوئی صحیح اسلامی ریاست بنی ہی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام کے جوہر ہمیشہ خاک آلود رہے

اب وقت آیا ہے کہ پاکستان میں اسلامی جمہوری حکومت قائم ہو اور اسلامی امن، راستبازی اور رواداری کے جوہر نمایاں ہوں

انگریزوں کے علاوہ اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کرنے میں ہمارے ملک میں اونچ جاتی کے ہندوؤں اور برہمنوں کا بھی بڑا ہاتھ رہا۔ انہوں نے ہزارہا سال سے اپنے جیسے کروڑوں انسانوں کو ایسا مکاریت غلام بنا رکھا تھا۔ کہ نہ انکی رستگاری کا کوئی راستہ تھا۔ اور تو یہ بے درد برہما کے منہ سے پیدا ہونے والے انکو ابھرنے نہ دیتے تھے اسلام ہی ان کے لئے ہندوستان میں پیام رستگاری لایا۔ اور اسکی مساوات نے ان اونچے خداؤں کی خدائی قلعہ کے مسمار کرنا شروع کردیا۔ انہوں نے مسلمانوں کو گئوؤں کا ناش کرنے والے قصابوں کے روپ میں دوسرے پچھے ہوئے پلپنے ہوئے اچھوتوں کو دکھایا۔ اور برابر مسلمانوں سے نفرت دلاتے رہے تاکہ انکی خدائی برقرار رہے

ورنہ اسلام تو وہ پاک اور امن پسند مذہب تھا جس کی سادگی اور مساوات نے ہی ہر ہر شخص کو اپنا گرویدہ بنا دیتی اور اسلام کتابی میں ہی نہیں عملاً دنیا کے لئے رحمت ثابت ہوتا۔

پاکستان کی تجویز ۱۹۴۰ء میں لاہور کے جلسہ لیگ نے پاس کی لیکن مولوی نے ۱۹۳۵ء سے اس کو اپنا نصب العین بنا لیا تھا۔ اور اس کے ثبوت اس کے صدہا رسائل اور مضامین ہیں۔ اور اس نے مسلمانان ہند کے لئے ایسی زمین تیار کردی تھی جس میں پاکستان کا بیج فوراً قبول ہی نہیں کر لیا گیا۔ بلکہ بار آور ہوا۔ اور خدا کے فضل سے تو سے فیصدی مسلمان اس کے قائل اور حامی ہوگئے

مولوی فارمولا

سب سے پہلے ہم کو یہ تصدیق کرنا پڑے گا کہ ہندوستان میں صرف دو قومیں آباد ہیں۔ ایک مسلم دوسرے غیر مسلم جیسا کہ جواہر لعل جی نے کہا تھا۔ کہ ہندوستان میں دو ہی قومیں ہیں۔ ایک کانگریس دوسرے انگریز۔

مسلمانوں کو ہر اعتبار سے اپنا علیحدہ قوم ہونے کا یقین ہے کہ غیر مسلم بھی اس کو ضرور سمجھتے ہیں لیکن سیاسی مصلحت ان کو یہ صحیح بات زبان سے نہیں ادا کرنے دیتی۔ اب ان کو کھلے دل سے یہ بات مان لینی چاہئے کہ یہی حقیقت ہے

غیر مسلم سے مراد ہندو سمجھ لینی چاہئے۔ کیونکہ اصلی ہندو۔ ادنی ہندو سناتنی، جین، سکھ۔ اچھوت اور انکی تمام شاخیں رواجاً معاشرتاً اور اسماً ہندو ہی ہیں۔ اور انکی سب باتیں ایک دوسرے سے بالکل مماثل ہیں۔ رہ گئے اینگلو انڈین عیسائی۔ اور پارسی انکی نسبت دو فیصدی سے زیادہ نہیں اس لئے یہ قابل اعتنا نہیں ہو سکتے۔ ان کا تحفظ تو بلا اکراہ سب پر لازم ہو جاتا ہے غرضکہ ۷۵ فیصدی غیر مسلم اور ۲۵ فیصدی مسلم آبادی ہندوستان میں ہے اس وقت اعشاریہ کا حساب نظر انداز فرما دیجے

مولوی کی تجویز یہ ہے کہ رقبہ کے اعتبار اور آبادی کے اعتبار سے ہندوستان کی سرزمین کا چوتھائی حصہ مسلسل مسلمانوں کی حکومت میں دیدیا جائے یعنی سرحد، بلوچستان، پنجاب، دہلی، سندھ اور یو پی۔ سی پی اور بہار مسلسل اور متصل اضلاع ہیں۔ وہ پیمائش کے لحاظ سے ¼ حد بند کر لئے جائیں۔ اکثریت اتنی رعایت کر دے کہ رقبہ کی حد بندی میں قدرتی حد بندی اگر کچھ زیادہ زمین کا حصہ مسلمانوں کو دلائے تو یہ ایثار کر دیں۔ اور اس حصہ میں دس کروڑ آبادی ضرور ہو۔ اور انکو اجازت دی جائے کہ وہ اپنی کوئی مضبوط لائن یہاں بنا لیں

پاکستان کی حکومت خالصاً مسلمانوں کی حکومت تسلیم کی جائے آبادی جوں کی توں رہے، اور ہندو مسلمان اپنے اپنے علاقوں پر اسی طرح حکومت کریں جس طرح دو بھائی اپنے اپنے مکان پر قابض و مالک ہیں۔ اور اہل خانہ مخلوط ہیں لیکن تعلقات دونوں کے بہت خوشگوار ہیں۔ اور ایک دوسرے کی دو شادی بیاہ بیماری دکھ تکلیف و راحت میں ساتھی ہیں۔ کیونکہ ان دونوں کے مکین آپس میں رشتہ دار ہیں۔ اور ایک دوسرے کی تکلیف سے متاثر ہونے والے۔

(۲) مسلمان ہندوں اور ہندو مسلمانوں کی تالیف قلب کے لحاظ سے تمام قوانین پر نظر ثانی کریں۔ اس کی صورت یہ ہو۔ کہ ہندو مسلمانوں کی ایک شاورتی کمیٹی قانون ساز بنائی جائے جس میں ۵۰ مسلمان اور ۵۰ ہندو ہوں کا تناسب ہو۔ اور یہ قوانین ایسے ہوں جو اسلامی احکام سے زیادہ سے زیادہ مطابقت کریں۔ اور ہندوں کے لئے بلا اکراہ قابل قبول ہوں ہمیں یقین ہے کہ اسلامی قانون کا شاید ہی کوئی پہلو ایسا ہو جو ہندوں کے لئے قابل قبول نہ ہو۔ کیونکہ اب دنیا غیر شعوری طور پر اسلامی قوانین کو اپنا رہی ہے اور جن اسلامی قوانین کا مذاق اڑایا جاتا تھا۔ وہ اب قابل عمل اور لائق تحسین بن رہے ہیں

یہ قوانین پاکستان اور ہندوستان کی مرکزی اسمبلیوں میں پاس کرانے کو بھیجے جائیں۔ اول تو قوانین ہی ایسے ہوں کہ دونوں کونسلیں قبول کر لیں۔ ورنہ وہ انکا بدل خود تجویز کر لیں۔ اس شاورتی کمیٹی کے ہاتھ میں کوئی طاقت نہیں ہوگی۔ صرف مشورہ دینا ہوگا۔

ترمیم یا رد ہونے والے قوانین میں اس کا لحاظ رکھا جائے کہ اگر وہ قانون خالص قومی یا مذہبی مفاد سے متعلق ہو تو مرکزی حکومت میں جو طاقت اس قوم کی ہے اسکا ¾ حصہ اس کو منظور قبول یا رد کرے۔ مشترکہ مفاد کے قوانین اکثریت کے اختیار میں ہونگے۔ لیکن ایمانداری ہو آن ان کا رویہ متعصبانہ یا منتقمانہ نہ ہونا چاہئے۔ بلکہ انسانی مفاد مقدم ہو اور اکثریت ہمیشہ ایمانداری اور انسانیت کو ملحوظ رکھے بلکہ حلف وفاداری میں یہ دونوں باتیں ضرور رکھی جائیں کہ ہر ممبر مذہباً اس کا پابند ہو جائے

مرکزی مجالس قانون ساز میں اکثریت کے ۷۵ اور اقلیت کے ۲۵ نمائندے ہوں۔ اپنے اپنے علاقہ میں اکثریت سے مراد مسلم اور غیر مسلم ہیں طبقہ وارانہ نمائندگی یہ خود طے کر لیں۔ مثلاً پاکستان میں ۷۵ اور فیصدی کی نسبت میں ۲۵ غیر مسلموں میں یہ طے کرنا انکا کام ہوگا۔ کہ اس میں سکھ ہندو اور اچھوت کی کیا نسبت رہے مسلمان اس معاملہ میں دخل نہ دیں اگر پھر بھی یہ مسئلہ متنازعہ رہے تو ہندوستان کے ہندو اس مسئلہ کو طے کر دیں۔ یہی صورت مسلمانوں کی ہونی چاہئے طریق انتخاب، جداگانہ یا مخلوط اقلیت کے فیصلہ پر چھوڑنا چاہئے۔

عہدہ داری۔ عہدوں اور ملازمتوں کا تقرر حتی الامکان قابلیت پر رکھا جائے۔ لیکن ۲۵ فیصدی ملازمت یا ملازمت کی تنخواہ اقلیت کے لئے ضرور مخصوص ہونی چاہئے اور طبقہ داری نسبت اسمبلی کے لحاظ سے ۲۵ غیر مسلم میں سے ۱۰ سکھ ۱۰ ہندو اور ۵ اچھوت ہیں تو ملازمت کا روپیہ ۵ حصوں میں تقسیم ہو ایک اچھوت کو ملے اور ۲ ہندو کو اور ۲ سکھوں کو مسلمانوں میں اول تو طبقہ داری و شوارتی آتی نہیں۔ اور اگر ہو بھی تو اس کا طریقہ یہی ہونا چاہئے۔

ڈیفنس اپنے اپنے علاقہ کے ڈیفنس کی ذمہ دار دونوں حکومتیں ہونگی لیکن چونکہ ہندوستان کی حفاظت کا بڑا راستہ پاکستان میں ہے۔ ہندو اس سے مطمئن نہ ہوں تو وہ اس کو اور اپنی فوج سے مضبوط کر دیں لیکن کمان پاکستان کے ہاتھ میں ہوگی اسی طرح مشرقی سرحد کے استحکام سے مسلمان مطمئن نہ ہوں تو وہ ملے

رسل و رسائل کی صورت یہ ہے فریقی معاہدات کی بنا پر ہو جس طرح یورپ میں ہے یا قریبی صورت جیسے برما اور ہندوستان میں جنگ سے قبل پہلے تھی۔ مگر اندرونی علاقوں کا اختیار کامل وہاں کی حکومت کو ہوگا تاکہ یہ اشتراک آئندہ کوئی سیاسی پیچیدگی پیدا نہ کرے

تجارت بالکل آزاد ہو تا وقتیکہ ایک قوم کا سرمایہ دوسری قوم کے لئے سیاسی الجھن پیدا نہ کر دے یا اقلیت قومی سرمایہ کے ¼ حصہ سے زیادہ مالک نہ ہو جائے

کسٹم میں کوئی ترجیحی سلوک نہ ہو تا وقتیکہ اندرونی صنعت کے تباہ ہونے یا کسی قوم کے کھلے نقصان کا اندیشہ نہ ہو

تعلیم دونوں ملکوں کی زبان سرکاری طور پر ہندوستانی قرار

دی جائے پاکستان میں رسم الخط اردو اور ہندوستان میں دیوناگری ہو لیکن دونوں ریاستوں میں اسکولوں کی تعلیم دونوں خطوں میں لازمی ہو۔ یعنی ایک ہندو اردو رسم الخط ایسا ہی بے تکان پڑھ سکے جیسا ایک مسلمان اور ایک مسلمان ہندی رسم الخط سے اتنا ہی آشنا ہو جیسا ہندو۔ بلکہ اگر سب پسند کرلیں تو رومن رسم الخط دونوں ریاستیں منظور کرلیں تاکہ دنیا میں اچھی پوزیشن ہو جائے

رواداری کے قوانین دونوں ریاستیں لازماً رواداری کے قوانین اپنے پاس کرائیں۔ مثلاً پاکستان میں گاؤکشی قانوناً ممنوع ہو اور باجہ پر کوئی پابندی نہ ہو اس کو اقلیت کی رواداری پر چھوڑ دیا جائے یا سور کے گوشت پر صرف اتنی پابندی ہو کہ مسلمان دکھوں سے نہ خرید سکیں اسی طرح ہندوستان میں قانوناً گاؤکشی پر کوئی پابندی نہ ہو لیکن ہر مسجد کے آگے باجہ قانوناً بند کیا جائے۔ یا اور اسی قسم کے مسائل درپیش ہوں تو ان کا اسی طرح فیصلہ کیا جائے

چھوت چھات چونکہ ہندو اکثریت میں بڑا سمجھ رہی ہے اس لئے دونوں ریاستیں بڑی سختی سے قانوناً اس کو ممنوع قرار دیدیں تاکہ انسانیت کا یہ بدنما داغ ہمارے ماتھے سے ہٹ جائے اس سے بڑی حد تک اچھوتوں کا مسئلہ بھی حل ہو جائے گا۔ اور بہرا سیاسی خرابیاں دور ہو جائیں گی۔

تبدیل مذہب رضاکارانہ ہو۔ دونوں حکومتیں اسکی نگران کار ہوں۔ اخبارات کو ایسی خبریں چھاپنے کی ممانعت ہونی چاہیئے تاکہ اس خبر سے کشیدگی ...

تبدیل آبادی خالص رضاکارانہ ہو۔ حتی الامکان ریاست ان کو نالیف قلب اور انصاف سے روکدے اور اگر ناگزیر ہو جائے تو اس کو اپنا اثاثہ لے جانے میں پوری پوری مدد دے۔ اگر یہ تبدیلی اس درجہ ہو جائے کہ اس سے توازن آبادی بدل جائے تو رقبہ ملک بھی خوشدلی سے ردوبدل کر لیا جائے

احترام معابد۔ دونوں ریاستیں دونوں قوموں کے معابد کا قانوناً احترام کرائیں بلکہ دونوں کے بزرگان کا احترام جبراً لازم قرار دیں اور مناظرات میں قانوناً مصالحانہ اور مخلصانہ رویہ رکھنے کی تحدید کریں

اگر تبدیل آبادی کی وجہ سے کسی کی کوئی قابل احترام جگہ اکیلی رہ جائے تو حکومت اسکی نگران کار اور اسکی حرمت کی ذمہ دار ہو اور حتی الامکان اسکی نگہداشت کے لئے اسی قوم کے افراد مقرر کرے

جائداد۔ کسی اقلیت یا اکثریت کے علاقہ میں ½ ایک تہائی سے زیادہ جائداد کا مالک نہ ہونا چاہئیے اس کا اطلاق پوری ریاست کے رقبہ پر ہوگا نہ کہ کسی ضلع یا صوبہ پر۔ ہندوستان کے مسلمان کو پاکستان میں اور پاکستان کے ہندو کو ہندوستان میں اپنا روپیہ لگانے کا کامل اختیار ہو جانا چاہیئے

ریاستیں بدستور خود مختار رہیں اور صرف سیادت ہندوستان یا پاکستان کی ہو۔ اگر یہ اپنا روپیہ اپنی مذہبی ریاست کو دینا چاہیں تو ممانعت نہ ہوگی تاوقتیکہ وہ روپیہ منزلی طور پر وہاں کے باشندوں کی تباہی کا باعث نہ ہو جائے۔ بلکہ زیادہ بہتر تو یہ ہے کہ یہ ریاستیں آہستہ آہستہ اپنے قومی وحدت میں منتقل ہو جائیں

اگر یہ سب طے ہو جائے تو پھر دوران لڑائی میں فوج اور ریل اور کسٹم انگریزوں کو دے کر نو آبادی جیسی حکومت قبول کرلی جائے یعنی دونوں ریاستوں میں حکومت کے جنگی مفاد کی حفاظت کے لئے دو گورنر جنرل مقرر کئے جائیں جو بادشاہ سلامت کو جوابدہ ہوں لیکن اندرونی معاملات میں وہ مشیر سے زیادہ نہ ہوں لڑائی کے بعد دس سال تک یہ گورنر جنرل باقی رہے تاکہ وہ اپنا سرمایہ باطمینان طریقہ سے یا تو یہاں سے لے جائے یا وہ ریاست کا باشندہ ہو جائے اور حکومت میں ۵ فیصدی نمایندگی اسے حاصل ہو۔ یعنی مجموعاً ۵ فیصدی ½ پاکستان میں اور ½۳ ہندوستان میں، یہ کوئی اکثریت کے حصہ میں سے ہوگی۔

مولوی کی تو ایک تجویز یہ بھی ہے گو یہ قابل قبول شاید نہ ہو۔ کہ مرکزی حکومت میں دونوں ریاستیں اپنا پریذیڈنٹ اقلیت سے چنیں یعنی ہندوستان کا پریذیڈنٹ مسلمان اور پاکستان کا صدر ہندو ہو۔ کاش ہم لوگ آپس میں ایسے معتبر ہو جائیں۔

یہ حقیر فارمولا ایک بالکل غیر معروف انسان کا ہے جو دوسروں کی نذر کنار خود اپنی بھی نمایندگی نہیں کر سکتا لیکن اتنی التجا ضرور ہے کہ اس حقیر تجویز پر ایک دفعہ غور ضرور کر لیا جائے اسی لڑائی میں ایسے بہت سے واقعات بھی گذرے ہیں کہ ایک ادنی سپاہی کی تجویز نے وہ کامیابی حاصل کی کہ کمانڈر حیرت زدہ ہو گیا۔

اس تجویز میں ہزاروں خامیاں ہونگی، صاحب بصیرت لیڈر انکو درست کرلیں۔ لیکن دونوں خوشدلی ایمانداری سے مفاہمت کریں بات کی ہیچ۔ ہندو یا سب کو خوش رکھنے کی کوشش نہ کی جائے

میرا خیال ہے کہ گاندھی جناح سمجھوتہ کی ناکامی اسوجہ سے ہی ہوئی کہ گاندھی جی سب کو خوش رکھنا چاہتے تھے اسی لئے وہ کسی کو بھی خوش نہ کرسکے۔

تمام اخبارات سے درخواست ہے کہ وہ اس فارمولا کی خامیوں پر ضرور بحث کریں لیکن خالی الذہن ہو کر نہ بایدخدا نخواستہ ایسا ہو۔ کہ ادنی تجاویز ہی بڑے لیڈروں کے سمجھوتہ کا باعث ہو جائیں۔

مولوی کے خدا کے فضل سے اسوقت سولہ ہزار خریدار ہیں ان میں بھی بہت سے صاحب بصیرت ہونگے وہ اسکی خامیوں کو دور کریں اور اپنے مقامی لیڈروں سے استصواب کریں۔ اگر ان کے نزدیک یہ تجاویز مفید ہوں تو یہ مسٹر جناح کو اس کے متعلق ضرور لکھیں۔ اور کسی ہندو خریدار کو یہ تجاویز پسند آئیں تو وہ گاندھی جی کو ضرور لکھیں۔

صحیح بخاری شریف اردو

(بسلسلہ گزشتہ)

۱۹۵۴ - حضرت انس بن مالک کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم (ایک دن) بازار میں تھے اتنے میں ایک شخص نے کہا کہ اے ابوالقاسم نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف دیکھنے لگے اس نے کہا کہ میں نے فلاں شخص کو پکارا ہے (حضور کو نہیں بلایا) تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا نام رکھو میری کنیت نہ رکھو۔

۱۹۵۵ - حضرت انس کہتے ہیں کہ ایک شخص نے (مقام) البقیع میں پکارا کہ اے ابوالقاسم تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف دیکھنے لگے اس نے عرض کیا کہ میں نے آپ کو نہیں پکارا پس آپ نے فرمایا میرا نام رکھو میری کنیت نہ رکھو۔

۱۹۵۶ - حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دن کے وقت نکلے نہ آپ مجھ سے باتیں کرتے تھے نہ میں آپ سے باتیں کرتا تھا یہاں تک کہ آپ بنی قینقاع کے بازار میں تشریف لے گئے پھر حضرت فاطمہ کے مکان کے صحن میں بیٹھ گئے پھر فرمایا کہ کیا یہاں چھوٹا بچہ ہے کیا یہاں چھوٹا بچہ ہے (حضرت امام حسن کو آپ پوچھتے تھے) تو حضرت فاطمہ رض نے انھیں تھوڑی دیر روک لیا میں سمجھا کہ وہ انھیں کچھ پہنا رہی ہیں یا نہلا رہی ہیں بعد اس کے وہ دوڑتے ہوئے آئے یہاں تک کہ حضرت نے انھیں لپٹا لیا اور پیار کیا اور فرمایا کہ اے اللہ تو اس سے محبت کر اور جو اس سے محبت کرے اس سے محبت کر۔

۱۹۵۷ - حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں لوگ قافلہ والوں سے غلہ مول لیتے تھے پھر حضرت انھیں منع کر بھیجتے تھے کہ جہاں انھوں نے غلہ مول لیا ہے وہاں اسے نہ بیچیں بلکہ اس کو وہاں بھیج دیں جہاں غلہ بکتا ہے اور حضرت ابن عمر نے یہ بھی کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع فرمایا تھا کہ غلہ جس وقت مول لیا جائے اسی وقت بیچ ڈالا جائے بغیر اس کے کہ اس پر قبضہ کرے

باب - بازار میں شور کرنے کی کراہت ثابت ہے۔

۱۹۵۸ - عطاء بن یسار کہتے ہیں میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص سے ملا اور میں نے کہا کہ مجھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف جو توراۃ میں ہے بتائیے انہوں نے کہا اچھا خدا کی قسم جو ان کی تعریف قرآن میں ہے اسی قسم کی بعض تعریفیں ان کی توراۃ میں بھی ہیں (توراۃ میں یہ مضمون ہے) اے نبی ہم نے تم کو دین حق کا گواہ اور مومنوں کو بشارت دینے والا اور کافروں کو ڈرانے والا اور امیوں کا نگہبان بنا کر بھیجا ہے تو میرا بندہ ہے اور میرا رسول ہے میں نے تیرا نام متوکل رکھا ہے نہ تو وہ بدخلق ہے اور نہ بازاروں میں شور کرنے والا اور نہ وہ برائی کے بدلے میں برائی کرتا ہے بلکہ بخشش اور مہربانی کرتا ہے اللہ اسے ہرگز موت نہ دیگا یہاں تک کہ اس کے ذریعہ سے ایک کج مذہب کو سیدھا کر دے اس طرح کہ وہ لا الہ الا اللہ کہنے لگیں اور اس کے ذریعہ سے اندھی آنکھیں روشن کی جائیں گی اور بہرے کان کھولے جائینگے اور غافل دل آگاہ کئے جائینگے۔

ابو عبداللہ کہتا ہے غلف وہ چیز ہے جو غلاف میں ہو اور اس (اغلف) بھی کہتے جبکہ اس کا ختنہ نہ ہوا ہو۔

باب بیچنے والے اور دینے والے پر ناپ کے دینا ضروری ہے اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد اس بات پر دلالت کرتا ہے یعنی جس وقت وہ لوگ خریداروں کے لئے ناپتے تھے یا تولتے تھے مثل قول اللہ تعالیٰ کے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پورا ناپ کر لو اور حضرت عثمان سے منقول ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ جب تم بیچو اور جب مول لو تو ناپ کر لو۔

۱۹۵۹ - حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کچھ غلہ مول لے تو جب تک اس پر قبضہ نہ کرے اس کو نہ بیچے۔

۱۹۶۰ - حضرت جابر کہتے ہیں کہ میرے والد حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام نے وفات پائی اور ان پر کچھ قرض تھا لہذا میں نے ان کے قرضخواہوں پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سفارش طلب کی تاکہ وہ کچھ قرض ان کا معاف کر دیں چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں سے اس بات کی خواہش کی مگر انھوں نے (منظور) نہ کیا تو مجھ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم جاؤ اور اپنے چھوہاروں کی قسمیں علیحدہ علیحدہ کر دو عجوہ علیحدہ اور عذق زید علیحدہ بعد اس کے مجھے بلا لینا چنانچہ میں نے (ایسا) کیا بعد اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بلوا بھیجا تو آپ تشریف لائے اور آپ چھوہاروں کے (ڈھیر کے) اوپر یا ان کے بیچ میں بیٹھ گئے بعد اس کے آپ نے فرمایا کہ اب تم لوگوں کو ناپ ناپ کر دو چنانچہ میں نے ناپ ناپ کے ان کو دینا شروع کیا یہاں تک کہ جس قدر قرض ان کا تھا وہ سب میں نے ان کو پورا ادا کر دیا اور میرے چھوہارے اسی طرح باقی تھے کہ گویا ان میں سے کچھ کم نہیں ہوا۔ اور فراس شعبی سے روایت کرتے ہیں کہ ہم سے حضرت جابر نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپ ان کو ناپ ناپ کر دیتے رہے یہاں تک کہ ان کا قرض ادا کر دیا۔ اور ہشام وہب سے وہ حضرت جابر سے راوی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرضخواہ کے لئے (چھوہارے) توڑ توڑ کر دو اور پورا قرض ادا کرو۔

باب۔ کیل کا مستحب ہونا ثابت ہے۔

۱۹۶۱ - حضرت مقدام بن معدی کرب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے کہ آپ نے فرمایا اپنے غلہ کو ناپ لو اس میں تمہیں برکت ہوگی۔

باب - نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صاع اور آپ کے مد کی برکت ثابت ہے اس کی روایت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عائشہ بھی ہیں

۱۹۶۲ - حضرت عبداللہ بن زید نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ابراہیم نے مکہ کی حرمت ظاہر کی اور اس کے لئے برکت کی دعا کی اور میں نے مدینے کی حرمت ظاہر کی اور میں نے مدینے کے مد اور صاع میں برکت کی دعا کی جس طرح ابراہیم نے مکہ کے لئے دعا کی۔

زندہ کتاب دیگر کتب الہامی اور قرآن
اسلامی جلال و عظمت

قرآن کے معجزانہ امتیازات

آج بھی دنیا میں متعدد آسمانی و الہامی کتب موجود ہیں ان کے ماننے اور ان کی تقدیس کرنے والوں کی تعداد بھی لاکھوں سے گذر کر کروڑوں تک پہنچ چکی ہے۔ توراۃ۔ زبور۔ انجیل وید ژند اوستھا اور قرآن کا احترام کرنے اور انھیں ماننے والے کروڑوں کی تعداد میں موجود ہیں اور دنیا کے ہر حصے میں پائے جاتے ہیں۔ بائبل الہامی کتب کا ایک بہت بڑا مجموعہ ہے جس میں عہد عتیق کے سینتالیس صحائف شامل ہیں یہ سب کی سب وقتاً فوقتاً مختلف انبیائے کرام پر مختلف زبانوں میں نازل ہوتے اور ہوتے رہے مگر یہ تمام صحف آسمانی وہ ہیں جو حضرت عیسےٰ سے پیشتر مبعوث ہونے والے انبیائے علیہم السلام پر نازل ہوئے اس کے علاوہ ستائیس کتب عہد جدید کی بتائی جاتی ہیں جن کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد مکاشفہ والہام کے ذریعہ سے لکھی گئیں۔

قرآن کریم ان کتب کی تنقیص نہیں کرتا انھیں موضوعہ و مفروضہ نہیں بتاتا بلکہ وہ تمام مذاہب اور ان کی مقدس کتب کی عزت کرتا ہے اور انھیں برا نہ کہنے کا حکم دیتا ہے البتہ اتنا ضرور بتاتا ہے کہ ان میں تحریف ہو چکی ہے۔ توراۃ زبور اور انجیل کو تو وہ خود "نور ہدایت" کے نام سے موسوم کرتا ہے۔ مسلمانوں کے نزدیک قرآنی روشنی میں تمام مذہبی کتب قابل احترام تو ضرور ہیں مگر قابل تعمیل نہیں اس لئے کہ مسلمانوں کو قرآنی صورت میں ایک "مکمل نظام حیات و عمل" مل چکا ہے اور مذکورہ کتب اب نافذ العمل نہیں رہی ہیں۔

قرآن کے سوا تمام مذکورہ کتب میں سے کوئی ایک کتاب بھی ایسی نہیں جو دنیا کے کسی ایک گوشہ ایک لائبریری اور ایک ملک میں بھی اپنی اصلی صورت اور اصلی زبان میں مل سکیں جتنی کچھ بھی ہیں سب تراجم ہیں۔ تراجم ہی رہ گئے اور اصلی کتابیں دنیا سے ناپید و معدوم ہو گئیں۔ چارلس ڈالمین نے خود لکھا ہے کہ وہ یہ کتابیں تغیر و تحریف سے نہ خالی و مبرا ہیں اور نہ اس وقت کے حالات کے پیش نظر یہ مبرا رہ سکتی تھیں۔"

کتب عہد عتیق کی اضاعت و اعدام

ڈاکٹر ملکر نے زیادہ صاف الفاظ میں لکھا ہے کہ عہد عتیق کے تمام نسخے یروشلم اور ہیکل کے ساتھ بخت نصر کے حملے سے تباہ ہو گئے اور حضرت عزیر علیہ السلام نے ان کی جو نقلیں کرائی تھیں وہ انیٹوکس کے حملے میں ضائع ہوئیں ان کتابوں کی صحت و صداقت کی اس وقت تک کوئی سند ہی نہ تھی جب تک کہ حضرت مسیح اور ان کے حواریوں نے ان کے متعلق شہادت نہ دی۔ بخت نصر کا حملہ بھی اس عہد کا ایک خوفناک ترین دہشت خیز حملہ تھا جس نے بیت المقدس پر حملہ کر کے نہ صرف یہ کہ اس کی اینٹ سے اینٹ بجا دی قتل عام کرایا لاکھوں قتل کئے اور ہزارہا یہود کو قتل کر کے بابل لے گیا بلکہ عہد عتیق کے تمام صحائف بھی اس نے معدوم کرا دیئے واقعی اگر صدی ڈیڑھ صدی بعد حضرت عزیر علیہ السلام دوبارہ زندہ ہو کر ایک محیر المعقول طریق پھر نہ آتے اور اپنے حافظے سے ان کی نقلیں نہ کراتے تو آج دنیا میں ان کا کیا ان کے تراجم کا بھی نام و نشان نہ ملتا مگر اس کے کچھ ہی عرصہ بعد غالباً سنہ ۱۶۷ء میں انیٹوکس نے حملہ کر دیا۔

اس نے بھی اپنے حملے میں وہی سب کچھ کیا جو بخت نصر نے کیا تھا اور مخصوص سعی و تلاش سے عہد عتیق کے تمام صحف آسمانی جلوانے کے بعد اعلان عام کر دیا کہ آج کے بعد جس کے پاس بھی کوئی ایک صحیفہ اور کوئی ایک کتاب بھی نکل آئی یا کوئی شرعی رسوم ادا کرتا ہوا دیکھا گیا فوراً قتل کر دیا جائے گا۔ بیت المقدس پر ایک نہیں ایسے متعدد حملے اور سانحے گذرے اور ان میں یہ تمام سماوی صحائف ضائع ہو گئیں پھر جو کچھ حافظے میں رہ گیا تھا اس کی مدد سے علمائے یہود نے لکھا اور اس میں موقع بموقع حسب منشا تحریف بھی کرتے چلے گئے کہ ان مصائب نے ان کے علما کی اخلاقی حالت بھی بہت زبوں و مکار بنا دی تھی۔

تحریف اور مزعومہ کتب الہامی

کچھ بہت مدت نہیں گزری کہ ایسا زمانہ آگیا تھا کہ عقلمند ہی کی جا سکتی تھی مگر انتہا یہ ہے کہ مسیح کی اصل انجیل ہی دنیا سے ناپید ہے البتہ اس کا صرف یونانی ترجمہ باقی رہ گیا ہے۔ رہے مرقس و لوقا تو یہ حقیقت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری ہی نہ تھے چنانچہ تیسری صدی عیسوی ہی میں ان کے حواری ہونے اور نہ ہونے کے متعلق خود عیسائیوں میں اختلافات کا آغاز ہو گیا تھا اور صاف طور پر کہا جانے لگا تھا کہ یہ دونوں غلطی سے حواریوں میں شمار ہونے لگے البتہ پاپائے روم کے کتب خانہ سے برنا حواری کی لکھی ہوئی ایک انجیل اتفاقیہ طور پر مل گئی تھی جسے خود عیسائیوں نے متروک قرار دے رکھا تھا کچھ ہی عرصہ ہوا کہ وہ اشاعت پذیر ہوئی ہے اسے پڑھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس کے اکثر مضامین قرآن کے عین مطابق ہیں اور یہ تحریف سے بڑی حد تک محفوظ ہے۔

قرآن کریم میں تحریف صحف آسمانی کے متعلق صاف اعلان موجود ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فویل للذین یکتبون الکتب بایدیہم ثم یقولون ھذا من عند اللہ (ان اہل کتاب پر افسوس ہے کہ خود کتابیں لکھتے ہیں اور پھر ڈھٹائی کے ساتھ کہتے ہیں کہ یہ کتابیں اللہ کی طرف سے نازل ہوئی ہیں) ایک اور جگہ صاف اور صریح الفاظ میں ان کی تحریف کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور فرمایا ہے یحرفون الکلم عن مواضعہ ان لوگوں کی یہ حالت ہے کہ انہوں نے موقعہ بموقعہ کتب سماوی کے الفاظ بدل دیئے ہیں صرف ایک ڈاکٹر مل نے چند اناجیل کا مقابلہ کر کے تیس ہزار اختلافات برآمد کئے ہیں جن لوگوں نے تحقیقات کی ہے ان سب نے ان اختلافات کی طرف صریح الفاظ میں اشارہ کیا ہے۔

اب ہنود کی چار ویدوں رگ وید، یجر وید، شام وید اور اتھرون کو لیجئے کیا ہندوؤں میں سے کوئی پنڈت صاحب حتمی طور پر بتا سکتے ہیں کہ یہ کن بزرگ پر نازل ہوئیں۔ اتھرون وید کے متعلق اکثر ہندو عالم یہی کہتے ہیں کہ یہ کسی برہمن کی مرتب کردہ ہے جو بعد کو ویدوں میں شامل کر لی گئی۔ [illegible] میں لکھا ہے کہ صرف اتھرون وید ہی کے دیر ہونے کے متعلق شبہ و بحث نہیں تمام ویدوں کا یہی حال ہے پھر تمام ویدوں میں شرک ہی شرک بھرا ہے اور توحید کا عنصر بہت کم ہے جا بجا قمار بازی اور حیوانی و جنسی جذبات گوناگوں فحش الفاظ میں موجود

ہیں اور بعض جگہ تو اس درجہ عریانی نظر آتی ہے کہ تہذیب کی آنکھیں بھی بند ہو جاتی ہیں خدا ہی جانتا ہے کہ ایسی کتابوں کو جن کی کوئی سند موجود نہیں کس طرح الہامی کتب کا درجہ دیدیا گیا ہے۔

تحریف و تغیر کے زندہ شواہد

بائبل اور اناجیل کھول کر پڑھیئے اور تو اور خود انبیا علیہم السلام کے متعلق ان میں لغو اور فحش اتہامات و الزامات نظر آتے ہیں جسے پڑھ کر ہر حساس شخص کو افسوس ہوتا ہے اور شرم سے گردن جھک جاتی ہے انتہا یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام جیسے جلیل القدر اور عابد و مرتاض نبی کے متعلق اس میں لکھا ہے کہ وہ شرک کرتے تھے اور آخر تک اسی شرک میں مبتلا رہے حضرت لوط علیہ السلام کے متعلق لکھا ہے کہ انہیں ان کی بیٹیوں نے شراب پلائی اور ان سے حمل لیا حالانکہ دنیا جانتی ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی ذات گرامی اس نوع کی لغویات و خرافات سے یکسر پاک رہی ہے اور ان کے متعلق اس قسم کا تصور بھی معصیت ہے۔

حضرت ہارون علیہ السلام کے متعلق لکھا ہے کہ انہوں نے گئو سالہ پرستی کی حضرت داؤد علیہ السلام کے متعلق لکھا ہے کہ انھوں نے اپنے ایک جرنیل اوریاہ حتی کو ایک مہم پر بھیجکر قتل کرادیا اور اس کی صاحب جمال بیوی سے خود شادی کرلی جسے وہ حوض پر نہاتے دیکھکر عاشق ہو گئے تھے متعدد انبیاء کے متعلق جھوٹ اور فریب سے کام لینے کے متعلق بھی لکھا ہے بھلا کسی الہامی کتاب میں مقربین بارگاہ ربانی کے متعلق ایسے الفاظ ہو سکتے ہیں ہرگز نہیں وید میں بھی ایسی عریانیاں جابجا موجود ہیں۔

اب اس کے مقابلہ میں قرآن کریم پر ایک نظر ڈالئے کہ اس کا ایک ایک لفظ اور ایک ایک حرف تک اپنی حقیقی صورت میں اب تک موجود ہے اور دنیا کے ختم ہونے تک موجود رہے گا جس زبان میں قرآن نازل ہوا اسی زبان میں لکھا اور پڑھا جاتا ہے اس کی پوری تاریخ انضباط کے ساتھ موجود ہے اس میں تمام انبیائے عظام اور مقربین بارگاہ ربانی کا پورا احترام کیا گیا ہے نہ صرف یہ کہ جابجا ان کی عظمت جتائی گئی ہے بلکہ بائبل کے ذریعہ سے ان کے متعلق جو غلط بیانیاں عام ہو گئی تھیں ان کی تردید کر کے ان کی پوزیشن صاف کی گئی ہے۔

مسلمانوں کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ تمام انبیائے کرام اور پیشوایان کا احترام کریں خدا نے قدوس کے پیغمبروں اور رسولوں میں بحیثیت رسالت کوئی امتیاز روا نہ رکھیں کہ اللہ کی طرف سے ہدایت کے لئے ہر قوم اور ہر زمانہ میں ہادی اور پیشوا مبعوث کئے جاتے رہے ہیں انتہا یہ ہے کہ فرزندان توحید کو بتوں کی مذمت بھی کرنے اور برا کہنے کی بھی ممانعت کی گئی ہے قرآن کے ابتدائی اور اولین نسخے بھی آجتک کتب خانوں میں محفوظ ہیں۔

قرآن کریم کی استثنائی خصوصیت

اور آگے چلئے یہی نہیں کہ قرآن مجید کے حروف و الفاظ اور آیات و سورتیں بجنسہ محفوظ ہیں اور ساتھ ہی اصلی زبان اور اصلی صورت میں محفوظ ہیں بلکہ ایک ایک آیت اور ایک ایک سورۃ کا محل نزول اور شان نزول بھی محفوظ ہے صرف و نحو قرأت تجوید معانی و بیان اور تفسیر و حدیث یہ تمام علوم بھی قرآن ہی سے پیدا ہوئے ہیں ہر ملک اور ہر خطہ میں اذان عربی ہی میں دی جاتی ہے وظائف و اعمال عربی ہی میں ہیں تلاوت بھی عربی ہی میں کی جاتی ہے۔

قرآنی زبان دنیا کی ایک زندہ زبان ہے جس کے کروڑوں بولنے والے ہر زمانے اور ہر عہد میں ہر جگہ موجود رہے ہیں علمی حیثیت سے یہی زبان مالامال ہے لسانی حیثیت سے عربی زبان دنیا کی کامل اور وسیع و شیریں زبانوں میں سمجھی جاتی ہے۔ وید ژند پاژند، انجیل زبور تورات جن زبانوں میں نازل ہوئیں یا مرتب کی گئیں وہ زبانیں آج دنیا سے معدوم ہو چکیں یا کہیں اور کسی جگہ نہ بولی جاتی ہیں اور نہ سمجھی جاتی ہیں اس لئے عامۃ الناس ان کے اصلی ماخذ سے کوئی استفادہ نہیں کر سکتے۔ لیکن قرآن کی حفاظت کی اللہ نے ایسی صورتیں پیدا کر دی ہیں جو قیامت تک اس کے تحفظ کی ضامن ہیں ایک جاہل سے جاہل اور کچھ نہ کریگا اذان تو دے گا نماز تو پڑھے گا اور کچھ پڑھ لکھ ہو جائے گا تو تلاوت تو کریگا اور وہ خواہ کوئی زبان بولتا ہو مگر یہ سب کچھ اسے عربی ہی میں کرنا ہوگا یہی وجہ ہے کہ ان ممالک میں بھی جہاں عربی نہیں بولی جاتی وہ تمام اسلامی گھروں پر چھائی ہوئی ہے اور چھائی رہے گی۔

اس سے صاف واضح ہو رہا ہے کہ جو کتابیں ایک وقت اور ایک زمانہ میں وقتی ضروریات کے لئے نازل ہوئی تھیں وہ ضرورت پوری ہو جانے اور وقت گزر لے اور حالات بدلنے کے بعد معدوم ہو گئیں اور جو کتاب قیامت تک کے لئے ضروریات انسانی کی تکمیل و ہدایت کو نازل ہوئی تھی وہ موجود ہے قیامت تک موجود رہے گی اور اس کی حفاظت کے جو سامان دنیا میں موجود نظر آرہے ہیں وہ اس کی بقا و صیانت کے ضامن ہیں اور قیامت تک ضامن رہینگے۔

بقیہ سلسلہ مضمون صفحہ ۲۴

بقیہ سلسلہ مضمون صفحہ ۲۴

اس سے بہتر کوئی عطیہ نہیں دے سکتا کہ وہ اس کو اچھی تعلیم دے۔

اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ وہ لڑکے کو لڑکی پر صرف جنس کے اختلاف کے سبب ترجیح نہ دے ارشاد ہوا کہ جس کے لڑکی ہو اور وہ اس کو زندہ باقی رہنے دے اور اس کی بے توقیری نہ کرے اور نہ اس پر لڑکے کو ترجیح دے تو خدا اسے جنت میں داخل فرمائیگا باہم لڑکوں میں بھی چھوٹے اور بڑے کے حقوق کا امتیاز شریعت محمدی میں قائم نہیں اسی لئے دنیا کی اکثر شریعتوں اور قانونوں کے برخلاف اسلام میں بڑے اور پہلے کے امتیازی حقوق نہیں کہ ہر ایک کو ان میں سے اپنے باپ کے ساتھ برابر کی نسبت ہے یہانتک کہ اگر لڑکوں میں سے کسی ایک کو بلا وجہ کوئی عطیہ دیا جائے جو دوسرے کو نہ ملا ہو تو آنحضرت نے اس کو ظلم سے تعبیر فرمایا۔ ایک دفعہ کا قصہ ہے کہ ایک صحابی نے اپنے لڑکوں میں سے کسی ایک کو غلام ہبہ کیا اور چاہا کہ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت ہو انہوں نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر اپنی خواہش ظاہر کی دریافت کیا کہ کیا تم نے اپنے سب بچوں کو ایک ایک غلام دیا ہے عرض کی نہیں فرمایا تو میں ایسے ظالمانہ عطیہ پر گواہ نہ ہونگا۔ اس سے اس قانون کی جو اسرائیلیوں رومیوں ہندوؤں اور یونانی قوموں میں رائج تھا اور اب بھی ہے کہ صرف بڑا لڑکا جائداد کا مالک بنے یا اس کا کوئی ترجیحی حق ہو اصلاح کردی گئی اور باپ کی نظر میں سب کے تمام لڑکوں کو برابر کا منصب حاصل ہوا اور چھوٹوں پر مسلسل قانونی طریقہ جاری تھا ابھی نافذ

زندہ مذہب دین اور شریعت

(از حضرت سیدنا ابو الاعلیٰ مودودی صاحب)

برادران اسلام! مذہب کی باتوں میں آپ اکثر دو لفظ سنا کرتے ہیں اور بولتے بھی ہیں۔ ایک دین۔ دوسرے شریعت۔ لیکن آپ میں سے بہت کم آدمی ہوں گے جن کو یہ معلوم ہوگا کہ دین کے کیا معنی ہیں اور شریعت کا کیا مطلب ہے۔ بے پڑھے لکھے تو خیر مجبور ہیں اچھے خاصے تعلیم یافتہ آدمی بلکہ بہت سے مولوی بھی یہ نہیں جانتے کہ ان دونوں لفظوں کا ٹھیک ٹھیک مطلب کیا ہے اور ان دونوں میں فرق کیا ہے۔ اس ناواقفیت کی وجہ سے اکثر دین کو شریعت سے اور شریعت سے دین کو گڈمڈ کر دیا جاتا ہے اور اس سے بڑی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ آج میں بہت سادہ الفاظ میں آپ کو ان کا مطلب سمجھاتا ہوں۔

دین کے کئی معنی ہیں۔ ایک معنی عزت، حکومت، سلطنت، بادشاہی اور فرمانروائی کے ہیں۔ دوسرے معنے اس کے بالکل برعکس ہیں۔ یعنی ذلت، اطاعت، غلامی، تابعداری اور بندگی۔ تیسرے معنی حساب کرنے اور فیصلہ کرنے اور اعمال کی جزا و سزا دینے کے ہیں۔ قرآن شریف میں لفظ دین انہی تین معنوں میں آیا ہے۔ فرمایا:-

ان الدین عند اللہ الاسلام۔ یعنی خدا کے نزدیک دین بس وہی ہے جس میں انسان صرف اللہ کو عزت والا مانے اور اس کے سوا کسی کے آگے اپنے آپ کو ذلیل نہ کرے۔ صرف اللہ کو آقا اور مالک اور سلطان سمجھے اور اس کے سوا کسی کا غلام فرمانبردار اور تابعدار بنکر نہ رہے۔ صرف اللہ کو حساب کرنے اور جزا و سزا دینے والا سمجھے اور اس کے سوا کسی کے حساب سے نہ ڈرے کسی کی جزا کا لالچ نہ کرے اور کسی کی سزا کا خوف نہ کھائے۔ اسی دین کا نام اسلام ہے۔ اگر اس کو چھوڑ کر آدمی نے کسی اور کو اصلی عزت والا، اصلی حاکم، اصلی بادشاہ اور مالک، اصلی جزا و سزا دینے والا سمجھا اور اس کے سامنے ذلت سے سر جھکایا اس کی بندگی اور غلامی کی، اس کا حکم مانا اور اس کی جزا کا لالچ اور سزا کا خوف کھایا تو یہ جھوٹا دین ہوگا۔ اللہ ایسے دین کو ہرگز تسلیم نہیں کرتا کیونکہ یہ حقیقت کے بالکل خلاف ہے۔ خدا کے سوا کوئی دوسری ہستی اس تمام کائنات میں اصلی عزت والی نہیں ہے نہ کسی اور کی سلطنت اور بادشاہی ہے نہ کسی اور کی غلامی اور بندگی کے لئے انسان پیدا کیا گیا ہے نہ اس مالک حقیقی کے سوا کوئی اور جزا و سزا دینے والا ہے۔ یہی بات دوسری آیتوں میں اس طرح بیان فرمائی گئی ہے۔

ومن یتبع غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ۔

یعنی جو شخص خدا کی سلطانی اور بادشاہی کو چھوڑ کر کسی اور کو مالک اور حاکم مانے گا اور اس کی بندگی اور غلامی اختیار کریگا اور اس کو جزا و سزا دینے والا سمجھے گا اس کے دین کو خدا ہرگز قبول کرنے والا نہیں ہے۔ اس لئے کہ

وما امروا الا لیعبدوا اللہ مخلصین لہ الدین حنفاء

[illegible] کو بندہ بنایا ہے اور اپنے سوا کسی اور کی بندگی کا حکم ہی نہیں دیا ہے ان کا تو فرض یہ ہے کہ سب طرف سے منہ موڑ کر صرف اللہ کے لئے اپنے دین یعنی اپنی اطاعت اور غلامی کو مخصوص کر دیں اور یکسو ہو کر صرف اسی کی بندگی کریں اور اسی کے حساب سے ڈریں۔

افغیر دین اللہ یبغون ولہ اسلم من فی السماوات والارض طوعا و کرھا والیہ یرجعون۔

کیا انسان خدا کے سوا کسی اور کی غلامی اور فرمانبرداری کرنا چاہتا ہے حالانکہ زمین اور آسمان کی ساری چیزیں صرف خدا کی غلام اور فرمانبردار ہیں اور ان ساری چیزوں کو اپنے حساب و کتاب کے لئے خدا کے سوا کسی اور کی طرف نہیں جانا ہے؟ کیا انسان زمین اور آسمان کی ساری کائنات کے خلاف ایک نرالا راستہ اپنے لئے نکالنا چاہتا ہے۔

ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون۔

اللہ نے اپنے رسول کو سچے دین کا علم دیکر اسی لئے بھیجا ہے کہ وہ سارے جھوٹے خداؤں کی خدائی ختم کر دے اور انسان کو ایسا آزاد کر دے کہ وہ خداوند عالم کے سوا کسی کا بندہ بنکر نہ رہے چاہے کفار و مشرکین اپنی جہالت سے کتنی ہی تلملائیں اور کتنی ہی ناک بھوں چڑھائیں۔

وقاتلوھم حتیٰ لا تکون فتنۃ ویکون الدین کلہ للہ

اور تم جنگ کرو اس لئے کہ دنیا سے غیر اللہ کی فرمانروائی کا فتنہ مٹ جائے اور دنیا میں بس خدا ہی کا قانون چلے خدا ہی کی بادشاہی تسلیم کی جائے اور انسان صرف اسی کی بندگی کرے۔

اس تشریح سے آپ کو معلوم ہو گیا کہ دین کے کیا معنی ہیں۔

خدا کو آقا اور مالک اور حاکم ماننا

خدا ہی کی غلامی، بندگی اور تابعداری کرنا۔

اور خدا کے حساب سے ڈرنا اس کی سزا کا خوف کھانا اور اسی کی جزا کا لالچ رکھنا۔

پھر چونکہ خدا کا حکم انسانوں کو اس کی کتاب اور اس کے رسول کے ذریعہ ہی سے پہنچتا ہے اس لئے رسول کو خدا کا رسول اور کتاب کو خدا کی کتاب ماننا اور اس کی اطاعت کرنا بھی دین ہی میں داخل ہے جیسا کہ فرمایا:-

یا بنی آدم اما یاتینکم رسل منکم یقصون علیکم آیاتی فمن اتقیٰ واصلح فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون۔

یعنی اے بنی آدم۔ جب میرے رسول تمہارے پاس میرے احکام لیکر آئیں تو جو شخص تم میں سے ان احکام کو مان کر پرہیزگاری اختیار کریگا اور ان کے مطابق اپنے عمل درست کر لیگا اس کے لئے ڈر اور رنج کی کوئی بات نہیں ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالےٰ براہ راست ہر انسان کے پاس اپنے احکام نہیں بھیجتا بلکہ اپنے رسولوں کے واسطے سے بھیجتا ہے اس لئے جو شخص اللہ کو حاکم مانتا ہو وہ اس کی فرمانبرداری صرف اسی طرح کر سکتا ہے کہ اس کے رسولوں کی فرمانبرداری کرے اور رسول کے ذریعہ سے جو احکام آئیں ان کی اطاعت کرے اسی کا نام دین ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالےٰ نے براہ راست ہر انسان کے پاس اپنے [illegible]

مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسْلُكِىْ سُبُلَ رَبِّكِ

پھلوں سے (عرق) پی کر اپنے رب کے صاف راستوں پر

ذُلُلًا ؕ يَخْرُجُ مِنْۢ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ

چلو شہد کی مکھیوں کے پیٹ سے مختلف رنگوں کی پینے کی چیز

اَلْوَانُهٗ فِيْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ ؕ اِنَّ فِىْ

نکلتی ہے جس میں لوگوں کے لیے شفاء ہے اس میں

ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝

غور کرنے والی قوم کے لئے نشان قدرت ہے

تفسیر قرآن پاک کا قاعدہ ہے کہ مصنوعات سے صانع پر، مخلوقات سے خالق پر اور آثار سے مؤثر پر استدلال کرتا ہے۔ نیرنگئ عالم دکھا کر تغیرات کے اصل سبب کا پتہ دیتا ہے۔ طبعیات کے حالات اور کیفیات کا اظہار کرکے یا تو الٰہیات کے دو اہم ترین مسائل یعنی معاد اور نبوت پر روشنی ڈالتا ہے یا اصلاح عقائد و اعمال کے قوانین کی تعلیم دیتا ہے۔ کتاب اللہ کے یہی پانچ اصول ہیں۔ توحید، رسالت، قیامت، اصلاح عقائد، درستگی اعمال و اقوال۔ قرآن میں گذشتہ اقوام اور اُن کے انبیاء کے تمام قصے، آئندہ واقعات کی تصریحات اور تمام مسائل طبعیہ کے بیان کی اصلی غرض۔ یہی اصول پنجگانہ ہیں۔ آیات مذکورہ میں بھی اپنی قدرت قاہرہ اور حشر جسمانی پر چار چیزوں کی تخلیق کو پیش کرکے استدلال کیا ہے۔

(۱) زمین خشک ہوتی ہے جسکو مُردہ کہا جاتا ہے۔ خدا تعالیٰ اوپر سے مینہ برساتا ہے، زمین فیضان سماوی کو قبول کرتی ہے، مُردہ سے زندہ ہوجاتی ہے، مختلف سبزیاں بوٹیاں درخت پھل پھول اُس پر نمودار ہوجاتے ہیں، گوش ہوش رکھنے والوں کے لئے زمین کی موت و زندگی کے اندر قدرت الٰہیہ اور حشر جسمانی کے نشانات مخفی ہیں۔ غور کرنے کا مقام ہے کہ ایک سال زمین برسات میں ہری بھری ہوتی ہے۔ سیکڑوں سبزیاں اور بوٹیاں لہلہاتی ہیں۔ درختوں میں پھل پھول آتے ہیں پھر موسم خزاں میں سب خشک ہوکر نیست نابود ہوجاتی ہیں۔ دوسرے سال برسات میں پھر وہی زندگی زمین کو عطا ہوتی ہے۔ یہی حال انسان کا ہے، یہ زمین انسان کا کھیت ہے۔ قدرت نے انسانی پودے اس کھیت میں بوئے ہیں ان پودوں کے نشوونما اور زندگی کا زمانہ بجائے ایک سال کے ایک مدت [illegible] تک ہے۔ کوئی شخص پیدا ہونے کے بعد تھوڑی دیر زندہ رہتا ہے، کوئی سیکڑوں برس جیتا ہے پھر موت کی خزاں آجاتی ہے ہر پودہ اپنے مقرر وقت پر سوکھ جاتا ہے۔ لیکن جب دوسری فصل آئیگی اور دوبارہ زندگی کا زمانہ آئے گا تو پھر از سر نو تمام پودے لہلہانے لگیں گے۔

آیت کے مضمون کی تقریر اس طرح بھی کی جاسکتی ہے کہ جس طرح آسمان سے بارش نازل ہوکر زمین کو زندگی عطا کرتی ہے اسی طرح قرآن پاک بھی فیض روحانی ہے جو مومنوں کے دلوں پر برستا ہے اُن کو زندگی عطا کرتا ہے ہدایت و رحمت کے گل بوٹے اور پھل اور درخت اُن میں پیدا ہوتے ہیں۔

(۲) خدا تعالیٰ نے چوپائے پیدا کئے۔ بھیڑ، بکری، گائے، بھینس، اونٹنی وغیرہ غذا کھاتی ہیں۔ غذا پیٹ کے اندر پہنچکر ہضم ہوتی ہے ہضم ہوکر عمدہ جوہر الگ اور فضلہ الگ ہوجاتا ہے۔ جو غذا کھاتے ہیں اُس میں اچھے اور بُرے دونوں حصے مخلوط ہوتے ہیں مگر پیٹ میں پہنچکر دونوں حصے جدا جدا ہوجاتے ہیں۔ عمدہ جوہر سے خون جو زندگی کا اصل سبب ہے، بنتا ہے اور خون رگوں میں دوڑکر تھنوں میں آتا ہے یہاں آکر اس کا رنگ سفید پڑجاتا ہے اسی کو دودھ کہا جاتا ہے جو نہایت خوش مزہ اور خوشگوار ہوتا ہے۔ اب ذرا غور کا مقام ہے کہ غذا کے اندر عمدہ جوہر یعنی خون اور بیکار حصہ یعنی فضلہ دونوں مخلوط تھے۔ خدا تعالیٰ نے اس مخلوط غذا سے پیٹ کے اندر کس طرح خالص خوشگوار دودھ کو علیحدہ کرکے پستانوں میں پہنچاکر انسانوں کو پلایا۔ انسانی حشر کی بھی یہی صورت ہے۔ آدمی مرکر مٹی میں مل جاتا ہے۔ اس کی خاک ہوا میں اُڑجاتی ہے یا دریا میں بہجاتی ہے مگر جو خدا گوبر اور غذائی جوہر کے مخلوط قوام سے خالص دودھ کو علیحدہ کرتا ہے وہی انسان کی خاک کو دریا، ہوا اور زمین سے چھانٹ کر علیحدہ کرکے دوبارہ زندگی عطا کریگا اور جس طرح وہ مختلف رنگ کی گھاس پات غلہ بھوسہ گوشت اور کھل سے دودھ بناتا اور اُسکو سفید شکل اور خوشگوار مزہ عنایت کرتا ہے، اسی طرح وہ انسانی خاک کو بشری شکل احساس کرنے کی قوت اور ادراک کرنے کی سمجھ بھی دوبارہ عطا کریگا۔

(۳) اللہ نے طرح طرح کے پھل اور میوے پیدا کئے جن میں سے نہایت لطیف خوش مزہ اور مرغوب طبائع انگور اور کھجور ہیں۔ یہ پھل زمین کھاد پانی اور ہوا سے پیدا ہوتے ہیں ان میں سے کچھ تو ویسے ہی کھائے جاتے ہیں اور کچھ شراب شربت اور دوسری چیزیں بنانے کے کام آتے ہیں۔ غور کرو کہ ان کا مادہ شکل رنگ خاصیت مزہ بُو قوام مقدار اور کیفیت اصل میں کیا تھی اور پھر خدا تعالیٰ نے اُس کو کیا بنادیا نہ اصلی شکل رہی نہ وہ رنگ و بو نہ وہ خاصیت و کیفیت نہ وہ ذائقہ اور قوام۔ ناپاک سے پاک بدمزہ سے خوش مزہ اور بدرنگ سے خوش رنگ بنایا۔ کھاد پانی ہوا سے خوشگوار شربت اور بہترین غذا تیار کی۔ سمجھدار انسان اس سے اصل نتیجہ تک پہنچ سکتے ہیں عقل والے ہی حقیقت دریافت کرسکتے ہیں۔

جب اسکنے اہم تغیرات اور نادر ترین انقلابات خدا تعالیٰ کرتا رہتا ہے تو کیا انسانی مادہ سے دوبارہ انسان کی تخلیق نہیں کرسکتا۔ کیا کھاد پانی اور ہوا کو انگور کی شکل مزہ اور رنگت و خاصیت عطا کرنے سے انسانی مادہ کو دوبارہ انسانی شکل عطا کرنا زیادہ دشوار ہے؟ کلا۔

عام مفسرین کے نزدیک سَکَرً بمعنے مسکر (نشہ آور) ہے۔ اور چونکہ نشہ آور چیز حرام ہے اور خدا تعالیٰ نے بطور انعام و احسان اس جگہ تذکرہ فرمایا ہے اور حرام چیز کو بطور احسان و انعام ذکر نہیں کیا جاسکتا اسلئے امام اعظم کے نزدیک آیت میں سَکَرً سے مراد نبیذ ہے نبیذ اُس عرق انگور یا شربت کھجور کو کہتے ہیں جس کو جوش دیکر دو حصے خشک کردیا جاتا ہے اور ایک حصہ باقی رہتا ہے۔ اس میں نشہ نہیں ہوتا۔ گویا یہ ایک طرح کا پرکیف شربت ہوتا ہے۔ عام مفسرین کہتے ہیں کہ سَکَرً سے مراد شراب ہی ہے۔ آیت مکی ہے اور خطاب قریش مکہ کو ہے اور مکہ میں شراب حرام نہ ہوئی تھی مدینہ میں پہنچکر حرام ہوئی۔ نزول آیت کے وقت تک بلکہ مدینہ پہنچنے اور شراب کے حرام ہونے کے وقت تک شراب کو دودھ کی طرح لطیف اور عمدہ غذا سمجھا جاتا تھا۔ اسلئے خدا تعالیٰ نے اس آیت میں دودھ کے تذکرہ کے بعد شراب کا تذکرہ بطور انعام و احسان فرمایا۔ ہاں جب مدینہ میں پہنچکر شراب حرام کردی گئی تو اُس وقت اس آیت کا جوازی حکم منسوخ ہوگیا۔

ابو عبیدہ جو امام لغت ہیں کہتے ہیں کہ سَکَرً کے معنی ہیں طعم یعنی کھانے کی چیز۔ ابن جریر نے اسی معنی کو ترجیح دی ہے اور لکھا ہے کہ سَکَرً سے مراد (نشہ آور چیز نہیں بلکہ) وہ چیز ہے جسکو بطور طعام استعمال کیا جاتا ہو اس تشریح کی بنا پر سَکَرً اور رِزْقًا حَسَنًا دونوں لفظوں سے ایک ہی معنی مراد ہوگا۔ فرق صرف عموم و خصوص کا ہوگا۔ سَکَرً عام ہوگا اور رزق حسن خاص

(۴) پینے کی چیزیں عموماً چار ہی ہیں پانی، دودھ، شربت اور شہد اول الذکر تینوں چیزوں کا تذکرہ ہوچکا۔ چوتھی چیز سے یہاں استدلال کیا جاتا ہے۔ شہد مہال کی مکھی سے پیدا ہوتا ہے۔ مہال کی مکھی مختلف پھولوں سے رس چوس کر ہضم کرتی ہے۔ اُس کے معدہ میں یہی رس ہضم ہوکر شہد کی شکل میں خارج ہوتا ہے۔ اب خدا اللہ کی قدرت پر غور کرنا چاہیئے سب سے پہلے اُس نے شہد کی مکھی کو فطری طور پر یہ بات تعلیم کی کہ وہ پہاڑوں میں درختوں میں اونچے مکانوں میں چھتوں میں اور دوسرے بلند مقاموں میں اپنا گھر بنائے تاکہ زمین سے جو بخارات اور دوسری قاذورات خارج ہوتے رہتے ہیں وہ شہد کو خراب نہ کرسکیں پھر لکھی جائے تو کیسے خوبصورت اور ہندسی پیمانہ کے موافق کہ کوئی بڑے سے بڑا انجنیئر بھی اُن کی پیمائش میں فرق ثابت نہیں کرسکتا۔ شہد کی مکھیوں کی تمام کھریاں مسدس شکل کی ہوتی ہیں۔ ہر ضلع دوسرے کے برابر ہوتا اگر مدور یا مربع ہوتا تو جگہ خالی رہ جاتی۔ پھر ہر قسم کے پھلوں اور پھولوں سے رس چوسنے کی تعلیم دی گئی۔ جائے غور ہے کہ پھل مختلف خاصیات اور مختلف رنگ اور مختلف مزہ کے ہوتے ہیں۔ خوشگوار، ناگوار، شیریں، تلخ، سرخ، سبز، زرد، سفید وغیرہ۔ لیکن شہد کی مکھی خوشگوار پھلوں کا شیریں عرق ہی چوستی ہے اور شہد کا رنگ جو مقرر ہے وہی ہوتا ہے اُس میں تفاوت نہیں ہوتا۔ اس کے بعد چھتے کے اندر آنے جانے کے جو راستے مقرر ہیں اُنہی سے داخل ہونے اور نکلنے کا الہام ہوا۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ جو راستہ اندر داخل ہونے کا ہے اُس سے مکھی باہر آئے یا نکلنے کے راستے سے اندر داخل ہو۔ بعض علماء نے ذُلُلًا کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ سوراخوں کے اندر داخل ہونا اور اُن سے نکلنا اللہ ہی نے بتایا یعنی سمٹ کر پر سمیٹ کر داخل اور خارج ہونا سکھایا۔ بعض نے یہ معنی بیان کئے کہ اللہ نے مکھیوں کو اپنے فرماں روا اور حاکم کا مطیع ہونا سکھایا۔ شہد کی مکھیوں کا ایک سردار ہوتا ہے جسکو عربی میں یعسوب کہتے ہیں۔ یہ قد اور دانش کے اعتبار سے سب میں بڑا ہوتا ہے۔ کچھ مکھیاں بطور خادم چھتہ کے دروازوں پر مقرر ہوتی ہیں جو داخل ہونے والی ہر مکھی کو سونگھ کر اندر گھسنے دیتی ہیں۔ اگر کسی گندی چیز پر بیٹھ کر مکھی رس چوس کر آتی ہے تو اُس کو مار کر نکال دیتی ہیں اندر داخل نہیں ہونے دیتیں۔ یہ سب کچھ القاءِ فطری اور الہام کے ماتحت ہوتا ہے۔ ان تمام تیاریوں کے بعد شہد بنتا ہے، شہد کا رنگ مختلف ہوتا ہے۔ بیضاوی نے لکھا ہے کہ اختلافِ سن اور اختلاف نسل سے شہد کے رنگ میں اختلاف ہوجاتا ہے۔ خفاجی کا قول ہے کہ نوجوان مکھی سے سفید اور کامل جوان سے زرد اور بوڑھی سے سرخ شہد پیدا ہوتا ہے۔ بعض لوگ اختلاف غذا کو بھی شہد کے رنگ کے اختلاف کا سبب خیال کرتے ہیں۔ نظر و فکر کے قابل ہے یہ امر کہ جس خدا نے لایعقل مکھیوں کو اس قدر تعلیم دیکر ہزاروں تغیرات و انقلابات کے بعد شہد تیار کرنا سکھایا اور پھلوں پھولوں کے عرق کو شہد کی مکھیوں کے معدہ میں پہنچا کر ایک شیریں اور لطیف جوہر بنایا کیا وہ انسان کی خاک کو دوبارہ انسانی شکل نہیں دے سکتا؟ بلی۔

آخری آیت یعنی فِيْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ کی تفسیر میں علماء نے اختلاف کیا ہے۔ مجاہد، فراء، اور ابن کیسان کے نزدیک قرآن پاک کی طرف ضمیر راجع ہے یعنی قرآن امراض روحانی کے لئے شفاء ہے۔ لیکن جمہور مفسرین کا قول ہے کہ اگرچہ قرآن شفاءِ کامل ہے مگر اس موقع پر ضمیر کو قرآن کی طرف راجع کرنا سیاقِ عبارت کے خلاف ہے لہذا شہد ہی کی طرف ضمیر راجع ہے۔ اسکی تائید میں بکثرت احادیث بھی وارد ہیں۔ بخاری نے بروایت ابن عباسؓ حضورؐ کا فرمان نقل کیا ہے جس میں شہد کو شفاء قرار دیا ہے۔ بخاری میں بروایت جابر بن عبداللہ جو حدیث شہد کے متعلق وارد ہوئی ہے اُس سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے۔ لیکن محل نزاع یہ امر

رہتا ہے کہ کیا شہد سے تمام امراض کو شفا حاصل ہوتی ہے۔ یا بعض کو قرآن و احادیث میں چونکہ کوئی قید وارد نہیں ہوئی اس لئے بعض علماء نے ہر قسم کے مرض کی دوا شہد کو قرار دیا۔ لیکن یہ بھی صراحت کر دی کہ ترکیب استعمال صحیح طور پر معلوم نہ ہونے کی وجہ سے فائدہ ظاہر نہیں ہوتا اور بعض امراض شہد سے ترقی کر جاتے ہیں اگر طریقۂ استعمال اور مقدار صحیح معلوم ہو تو ہر مرض شہد سے دور ہو جاتا ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ شہد صرف بلغمی امراض میں مفید ہے۔ صفراوی یا دموی امراض کا ازالہ اس سے نہیں ہوتا۔ احادیث میں کل امراض کے لئے شفا ہونے کا تذکرہ نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔

مقصود بیان: اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّسْمَعُوْنَ میں اس طرف اشارہ ہے کہ جس طرح پانی کو آسمان سے برسا کر زمین کی زندگی کا سبب بنایا اسی طرح قرآن پاک کو آسمان سے نازل فرما کر جاہل مردہ دلوں کی زندگی کا ذریعہ قرار دیا تاکہ دل کے کانوں سے سننے والے زندہ ہو جائیں لیکن جس طرح پتھریلی زمین پانی جذب ہی نہیں کرتی پانی کا ریلا ادھر سے آتا ہے ادھر بہہ جاتا ہے اسی طرح کور باطن غافل دل والے قرآن سے کوئی اثر نہیں لیتے اور جس طرح گندہ اور بودار زمینوں میں پانی برسنے سے مزید تعفن پھیلتا ہے اسی طرح بد باطن کج فہم اور عنادی طبیعت والوں کے دلوں میں قرآن کے سننے سے مزید گمراہی و بدکاری کی ضد بڑھتی ہے۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ میں اس طرف اشارہ ہے کہ انگور اور کھجور کا عرق لذیذ غذا اور مفید شربت ہے مگر جب اس میں سڑاند پیدا ہو جائے اور نشہ آور ہو جائے تو یہی عقل کو زائل بھی کر دیتا ہے۔ اسی طرح قرآنی ہدایات ہیں اگر صحیح طور پر عقل سلیم کے ساتھ ان پر عمل کیا جائے تاویلیں اور تحریفیں چھوڑ کر دماغ آرائی اور خوردہ ریزی ترک کر کے صاف صاف قوانین پر عمل کیا جائے تو دینی اور دنیوی سعادت حاصل ہوتی ہے لیکن اگر علمی زور میں آکر حرام کو حلال اور حلال کو حرام بنایا آیاتِ قرآنی میں لفظی یا معنوی تحریف کر دی تو اصل سے ہٹ کر کج راہی اختیار کی تو دنیا اور دین کی تباہی لازم ہے۔ لفظ یعقلون میں شاید اس طرف بھی خفی ترین اشارہ ہے کہ شراب عقل کو زائل کرنے والی چیز ہے۔ اور اہل اسلام کے لئے اس کا استعمال زیبا نہیں۔ لفظ اوحی بتا رہا ہے کہ شرعاً وحی کا استعمال صرف انبیاء کے لئے ہی مخصوص نہیں ہے۔ بلکہ دوسری مخلوق کے لئے بھی یہ لفظ مستعمل ہے۔ اگرچہ انبیاء کو چھوڑ کر دوسرے انسانوں یا جانوروں کو جو وحی ہوتی ہے وہ قولی نہیں ہوتی بلکہ الہامی فطری ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ انبیاء کے سوا اور انسانوں یا جانوروں کے پاس وحی فرشتے کے ذریعہ سے نہیں آتی براہِ راست الہام یا القاء ہوتا ہے۔ انبیاء کو الہام و القاء بھی ہوتا ہے اور فرشتہ کی وساطت سے پیام بھی آتا ہے۔ لِقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ سے غور و خوض کی دعوت ذہنی مقصود ہے اور یہ ہدایت کرتی ہے کہ خدا تعالیٰ بندوں کی پرورش و بقاء کے سامان کس قدر طویل اسباب کی فراہمی کے بعد مہیا فرماتا ہے عالم طبعیات میں غور کرنا اور اس سے نتائج اخذ کرنا اور پھر قدرت الٰہیہ پر استدلال کرنا اور حشر اجساد کو دنیوی تغیرات و انقلابات پر قیاس کرنا اہل ایمان کا شیوہ ہونا چاہئے۔ عالم متفکر کو بصیرت و نظر سے کام لیکر تخلیق کائنات کو اُخروی زندگی کے ثبوت میں پیش کرنا چاہئے تفکر، عقل اور سمع سے اس طرف اشارہ ہے کہ عقل کا کام غور کرنا ہے مگر خالی غور و فکر کافی نہیں بلکہ احکام الٰہی کو سننا اور اُن پر عمل کرنا بھی ضروری ہے

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ یَتَوَفّٰىكُمْ وَمِنْكُمْ

اللہ ہی نے تم کو پیدا کیا وہی تم کو موت دیتا ہے پھر تم میں سے

مَّنْ یُّرَدُّ اِلٰۤى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَیْ لَا

بعض آدمی نکمی عمر تک پہنچائے جاتے ہیں تاکہ جان بوجھ چکنے کے

یَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَیْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ قَدِیْرٌ ۠

بعد کچھ نہ جان سکے بلاشبہ اللہ جاننے والا قادر ہے

وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِی الرِّزْقِ

اور اللہ ہی نے تم میں سے ایک کو دوسرے پر روزی میں زیادتی عطا کی ہے

فَمَا الَّذِیْنَ فُضِّلُوْا بِرَآدِّیْ رِزْقِهِمْ

تو جن لوگوں کو روزی میں برتری عطا کی گئی ہے وہ اپنی روزی اپنے

عَلٰى مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُمْ فَهُمْ فِیْهِ

غلاموں کو دینے والے نہیں تاکہ وہ روزی میں اُن کے برابر

سَوَآءٌ ؕ اَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ یَجْحَدُوْنَ ۝ وَ

نہ ہو جائیں کیا یہ لوگ اللہ کی نعمت کے منکر ہیں

اللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا

اللہ نے تم ہی میں سے تمہارے لئے بیبیاں بنائیں

وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِیْنَ وَ

اور تمہاری بیبیوں سے تمہارے بیٹے اور پوتے

حَفَدَةً وَّرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ اَفَبِالْبَاطِلِ

پیدا کیے اور پاک چیزیں تمہیں کھانے کو دیں تو کیا یہ لوگ

يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَتِ اللّٰهِ هُمْ يَكْفُرُوْنَ ۝

باطل کو مانتے ہیں اور اللہ کی نعمت کا انکار کرتے ہیں

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ

اور اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کی پرستش کرتے ہیں جو

لَهُمْ رِزْقًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

آسمان و زمین میں سے کچھ بھی ان کو روزی دینے کا اختیار نہیں

شَيْـًٔا وَّلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ۝

رکھتی ہیں اور نہ اُن میں طاقت ہے

تفسیر ان آیات میں مندرجۂ ذیل مضامین کا بیان ہے۔ تخلیق انسانی، موت، تغیرات جسمانی و دماغی، تفاوت معاش اور اُس کی حکمت، اہل و عیال اور عمدہ روزی۔ ان مضامین کے بیان سے دو نتائج کا اظہار مقصود ہے۔ اول اللہ کے احسانات و انعامات کا تذکرہ کرکے توحید ربوبیت کی صراحت اور اُس کی قدرت قاہرہ کو بیان کرکے توحید الوہیت کا اثبات۔ دوم تصرفات کاملہ اور محیط کل علم و حکمت کی وضاحت کرکے حشر جسمانی کا مدلل ثبوت۔ ہم ترتیب وار مفصل تفسیر کرتے ہیں:۔

(۱) اللہ نے سب کو پیدا کیا۔ کس چیز سے پیدا کیا؟ کیسے پیدا کیا؟ کتنے تغیرات اور استحالات ہوئے؟ انسان کہاں سے آیا اور شکم مادر کے اندر کس قدر مدارج ترقی طے کرکے عالم شہود میں آیا۔ اس پر غور کرنے سے خدا کی عظیم الشان قدرت اور بے مثال حکمت کا ادنیٰ پرتو دکھائی دیتا ہے۔ طبیعت اور مادہ کا بے شعور ہونا اور پھر اُس پر شعوری کیفیات کا طاری ہونا اللہ کی ہمہ گیر طاقت کا اظہار ہے۔

(۲) جب انسان مدارج زندگی طے کر چکتا ہے اور طبعی قوتوں میں اضمحلال آجاتا ہے تو طبعی موت طاری ہو جاتی ہے اور کبھی اس کے خلاف بھی ہوتا ہے بچے، نوجوان، کامل جوان اور میانہ عمر کے آدمی بھی مرجاتے ہیں۔ کیسے مرتے ہیں، کیوں مرتے ہیں، موت کا کیا مفہوم ہے؟ کوئی آج تک اس کو حل نہ کرسکا۔ پھر موت سے بچنے کی کیا تدبیر ہے، موت کے فرشتے کو کیسے روکا جاسکتا ہے، کوئی دانشمند اور فلاسفر اس کو نہ بتا سکا۔ اس سے بھی اللہ کی محیط کل عظمت اور پرجبروت قدرت کا اظہار ہوتا ہے۔

(۳) بعض آدمی بہت بوڑھے ہو جاتے ہیں اور اس میں اختلال پیدا ہو جاتا ہے، وسواس بڑھ جاتا ہے، تندرستی اور جوانی کے زمانہ میں جو علمی ذخیرہ دماغ میں جمع کیا تھا سب فنا ہو جاتا ہے، اچھا خاصا انسان انتہائی عمر تک ترقی کرنے کے بعد پھر بچہ بن جاتا ہے۔ کس نے علمی ترقی دی؟ کیسے دی؟ پھر کیسے سلب کرلی؟ یہ سب مظاہر قدرت اور نیرنگیائے فطرت ہیں۔ لب کشائی اور دماغ کی رسائی کی گنجائش نہیں۔ نیشاپوری نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ اہل علم نے انسانی عمر کے چار حصے کئے ہیں۔ پہلا حصہ ۳۳ برس تک ہے۔ یہ سن نمو اور جسمانی ترقی کا ہوتا ہے۔ پھر ۳۳ سے ۴۰ تک وقوف کا سن ہے اس میں نہ ترقی ہوتی ہے نہ تنزل مگر عقل کامل ہو جاتی ہے ۴۰ سے ۶۰ تک کہولت کا زمانہ ہے۔ اس میں انحطاط اور قوت کا زوال ہونے لگتا ہے مگر آہستہ آہستہ۔ اضمحلال جسمانی و دماغی سے انسان مجبور نہیں ہوتا۔ چوتھا حصہ ساٹھ سے اوپر کا ہے۔

ابن کثیر اور مفسر معالم نے حضرت علی کا قول نقل کیا ہے کہ ارذل العمر سے مراد پچھتر سال کی عمر ہے۔ قتادہ سے نوّے برس مروی ہیں۔ میرے نزدیک سال اور مدت کی تعیین نہ کرنا اولیٰ ہے۔ کیونکہ صحت مرض، اعضاء کی ساخت اور جسم کی طاقت و کمزوری کے تفاوت سے بڑھاپا مقدم مؤخر ہوتا رہتا ہے۔ کوئی ساٹھ برس میں پیر فرتوت ہو جاتا ہے، کسی کی قوت نوّے برس تک قائم رہتی ہے۔ لہٰذا ارذل العمر سے عمر کا وہ آخر حصہ مراد ہے جس میں انسان کی جسمانی و دماغی قوتیں جواب دیدیتی ہیں، حواس میں اختلال، قوت حافظہ پر نسیان کا تسلط اور قوت واہمہ میں وسواس پیدا ہو جاتا ہے یہ انسانی عمر کا سب سے زیادہ ناکارہ حصہ ہے۔ مختلف احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور اقدس نے ہرم (انتہائی پیرانہ سالی) اور ارذل العمر سے اللہ کی پناہ مانگی ہے۔ صحیح بخاری وغیرہ کتب صحاح میں اس قسم کی احادیث مروی ہیں۔

(۴) وَاللّٰهُ فَضَّلَ الخ۔ اس آیت کی تفسیر مفسرین نے دو طرح کی ہے ابن عباس اور مجاہد وغیرہ سے اس طرح مروی ہے کہ اللہ نے دنیا کا انتظام اختلاف احوال پر مبنی کیا ہے کسی کو امیر بنایا، کسی کو غریب کسی کو آقا کسی کو غلام۔ اور عام طور پر اہل کفر اس بات کو گوارا نہیں کرتے کہ اپنے کھانے پینے میں اپنے غلاموں اور زیردستوں کو برابر کا شریک کرلیں اُن کو خود اپنے مرتبہ کا خیال اور اپنی بڑائی کا لحاظ رہتا ہے اس لئے خدا تعالیٰ بطور الزام مشرکوں سے فرماتا ہے کہ جب مالک و مملوک میں تمہارے نزدیک کبھی مساوات ممکن نہیں اور تم خود اسکو گوارا نہیں کرتے تو پھر بھلا اللہ کے زیردست بندوں کو اس کا شریک کس قاعدہ سے قرار دیتے ہو؟ یہ تو اللہ کے احسان کا صریحی انکار ہے کہ رزق دے تو خدا اور اس کے

ساتھ برابر کا حقدار سمجھو دوسروں کو۔ عام جمہور مفسرین نے آیت کا مطلب اس طرح بیان کیا ہے کہ اللہ نے دولت و مال میں کمی و بیشی رکھی ہے کسی کو مال زیادہ دیا کسی کو کم، مالک ہو یا مملوک ہر ایک اپنے مقدر کا بحکم الٰہی کھاتا ہے۔ یہ ممکن نہیں کہ جس کو زیادہ دیا گیا ہے وہ اپنے مقدر کا رزق دوسرے کو دیدے۔ مخلوق و مرزوق ہونے میں دونوں برابر ہیں لیکن اس کے باوجود اللہ کے احسان کا شکر نہیں کرتے۔ اس مطلب کی تائید حضرت عمر بن خطاب کے اُس خط سے ہوتی ہے جس میں آپ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری کو یہ الفاظ لکھے تھے تم اپنے رزق پر قناعت رکھنا۔ اللہ نے دنیا میں بعض کو بعض پر رزق میں زیادتی عطاء دی ہے کہ آزمائش ہو جائے جسکو رزق زائد دیا ہے اُس کا امتحان مقصود ہے کہ وہ اللہ کا شکر اور اللہ کے حقوق ادا کرتا ہے یا نہیں (رواہ ابن کثیر عن ابن ابی حاتم عن حسن البصری)

(۵) اللہ کے احسانات علاوہ تخلیق نشوونما اور ترقی جسمانی و روحانی کے اور بہت ہیں۔ اُن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اقتضاءِ جنسی کی تکمیل قلبی سکون کے حصول، خانہ داری کے انتظام، مال کی حفاظت اور بچوں کی نگہداشت، غرض یہ کہ تمہارے بہت سے فائدوں کے لئے خدا تعالیٰ نے تم کو بیویاں عطا کیں۔ اگر عورت نہ ہوتی تو مرد کا وجود کیسے ہوتا قلبی انس کیسے حاصل ہوتا اور دیگر اندرونی فوائد کیسے حاصل ہوتے۔ پھر غیر مانوس اور اجنبی نوع کی بیویاں نہیں دیں۔ بلکہ انسانی نوع کی تمہاری ہی شناسا جنس میں سے عطا کیں تاکہ موانست کامل طور پر حاصل ہو۔ پھر بیویاں دینے پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ بیٹے پوتے اور نواسے بھی دیئے تاکہ آڑے وقت میں وہ تمہارے کام آسکیں۔ حَفَدَۃ کے لغوی معنی ہیں خدام کیونکہ حفد کے معنی ہیں خدمت کرنا۔ ابن عباس، عکرمہ، حسن بصری، ضحاک ابن زید اور سعید بن جبیر کے نزدیک حفدہ سے مراد پوتے پوتیاں ہیں ابن عباس کا ایک قول یہ بھی ہے کہ حفدہ میں صلبی بیٹے بھی داخل ہیں بعض علماء کے نزدیک نواسے اور نواسیاں بھی اس میں داخل ہیں۔

ابن مسعود، مسروق، ابوالضحیٰ، ابراہیم نخعی، مجاہد اور قرطبی کے نزدیک حفدہ سے مراد ہیں داماد اور خسر۔ صحیح اور قوی قول یہ ہے کہ حفدہ سے لغوی معنی یعنی خدام مراد ہیں۔ خواہ بیٹے بیٹیاں ہوں یا پوتے پوتیاں یا نواسے نواسیاں یا داماد و خسر یا دیگر خدام و غلام۔

(۶) بقائے حیات کے لئے رزق ضروری تھا۔ رزق دو طرح کا ہو سکتا ہے پاک اور ناپاک۔ پاک رزق کی بھی دو قسمیں ہیں حرام اور حلال۔ مثلاً سنکھیا پاک ہے مگر حرام ہے مٹی پاک ہے مگر اس کا کھانا ناجائز ہے۔ خدا تعالیٰ نے بقاءِ حیات پاک رزق میں سے مخصوص قسم یعنی حلال چیزیں ہی عطا فرمائیں۔

اللہ کے یہ تمام احسانات ہیں کیا ان کے ہوتے ہوئے دوسروں کو اُس کی ربوبیت و الوہیت میں شریک کرنا جائز ہے۔ غلط بات کا یقین کرنا مثلاً یہ کہنا کہ فلاں بزرگ یا دیوتا نے ہم کو بیٹا بیٹی یا مال عطا کیا اور اللہ کی نعمت کی ناشکری کرنا یعنی اللہ کی دی ہوئی نعمت کو غیروں کی طرف منسوب کرنا ظلم اور ناحق شناسی نہیں تو اور کیا ہے۔ بھلا ایسی بے کس بے بس چیزوں کی قولی اور عملی پرستش کرنی جن میں نہ خود کچھ طاقت ہے نہ دوسرے کو وہ کچھ دے سکتے ہیں حماقت و باطل پرستی نہیں تو اسکو اور کیا کہا جا سکتا ہے۔

مقصود بیان: تخلیق، حیات اور ممات تینوں خدا کے قبضہ میں ہیں اس بات کو ظاہر کرنے سے یہ مقصود ہے کہ طاقت الٰہی محیط کل ہے اُس کے تصرف و اختیار سے کوئی چیز خارج نہیں۔ رزق کی کمی بیشی کی صراحت کرنے سے اس طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ انتظام عالم تفاوت معاش پر مبنی ہے رزق و مال کی مساوات سے نظام عالم درہم برہم ہو جائیگا نہ کوئی خادم رہیگا نہ مخدوم نہ آقا نہ نوکر نہ پیشوں کا اختلاف باقی رہیگا نہ کوئی محنت کریگا اسلئے تنظیم عالم کی بقاء کے لئے تفاوت رزق ضروری ہے۔ ہاں یہ بھی سمجھنا ضروری ہے کہ استحقاق رزق سب کو برابر ہے کسی کو اپنے خادم یا غلام سے اچھا پہننے اور اچھا کھانے کا حق نہیں ہے۔ املاک اور تصرفات میں اگرچہ تفاوت اور کمی بیشی ہے مگر فوائد حاصل کرنے کا سب کو برابر حق ہے۔ فَهُمْ فِيهِ سَوَاءٌ سے اسی مطلب کی طرف اشارہ ہے۔ مِنْ أَزْوَاجِكُمْ کے لفظ سے یہ بتانا مقصود ہے کہ بیوی کا سب سے بڑا فائدہ بقاءِ نسل ہے دیگر فوائد تابع ہیں اصل غرض اولاد ہے۔ مِنَ الطَّيِّبَاتِ میں لفظ مِنْ جو بعضیت پر دلالت کر رہا ہے یہ ظاہر کر رہا ہے کہ تمام پاکیزہ چیزیں حلال نہیں ہیں بلکہ بعض حلال ہیں اور بعض حرام۔ آخر آیت سے ظاہر ہے کہ خداداد نعمت کو غیر کی طرف منسوب کرنا کفر ہے۔

فَلَا تَضْرِبُوا لِلّٰهِ الْأَمْثَالَ ۚ إِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ

سو تم اللہ کی مثالیں نہ گھڑو بلاشبہ اللہ تو جانتا ہے

وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۝ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا

اور تم ناواقف ہو اللہ نے ایک مثال بیان کی ہے

عَبْدًا مَمْلُوكًا لَا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَ

ایک تو غلام ہے جو پرائے بس میں ہے کسی چیز کا اُسکو اختیار نہیں اور

مَنْ رَزَقْنٰهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ يُنْفِقُ

(دوسرا) وہ شخص ہے جسکو ہم نے اپنی طرف سے عمدہ روزی عطا کی ہے وہ اس میں

عَنْهُ سِرًّا وَّجَهْرًا ؕ هَلْ يَسْتَوٗنَ ؕ اَلْحَمْدُ

چھپے کھلے خرچ کرتا ہے کیا یہ برابر ہو سکتے ہیں۔ ہر تعریف

لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ وَضَرَبَ

اللہ کو زیبا ہے بات یہ ہے کہ ان میں سے اکثر بے علم ہیں اللہ نے

اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلَيْنِ اَحَدُهُمَاۤ اَبْكَمُ لَا يَقْدِرُ

ایک (اور) مثال بیان فرمائی ہے دو آدمی ہیں ایک تو گونگا ہے کچھ نہیں

عَلٰى شَیْءٍ وَّهُوَ كَلٌّ عَلٰى مَوْلٰىهُ ۙ اَيْنَمَا

کرسکتا اور اپنے آقا پر بار ہے آقا

يُوَجِّهْهُّ لَا يَاْتِ بِخَيْرٍ ؕ هَلْ يَسْتَوِیْ

جہاں اُسکو بھیجتا ہے کچھ بہتری کر کے نہیں لاتا کیا یہ

هُوَ ۙ وَمَنْ يَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ ۙ وَهُوَ

اور وہ شخص برابر ہو سکتا ہے جو انصاف کرنے کا حکم دیتا ہے اور وہ

عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ ع

خود بھی سیدھے راستہ پر ہے

تفسیر اہل شرک غیر اللہ کی پرستش اور دیوتاؤں سے منتیں اور مرادیں مانگنے کے ثبوت میں شیطانی قیاسی اور طاغوتی وسواس سے کام لیتے اور عوام کو اپنا ہم نوا بنانے کے لئے اپنے مطلب کی ایک مثال گھڑ کر کہا کرتے تھے کہ اللہ کی مثال ایسی ہے جیسے دنیوی بادشاہ۔ بادشاہ تک ہر کس و ناکس کی رسائی نہیں ہوتی اور نہ اس سے براہِ راست ہر شخص اپنی حاجت طلب کر سکتا ہے اسلئے بادشاہ اپنے نائب اور عمال حکومت مقرر کر دیتا ہے اور بہت کچھ اختیارات اُن کو دیدیتا ہے تاکہ عام رعایا اُن کی طرف اپنی حاجات و ضروریات کو پورا کرانے کے لئے رجوع کرے اور وہ عطا کردہ اختیارات سے یا تو خود رعایا کی حاجت پوری کر دیں یا بادشاہ تک عرض پہنچا دیں پھر حاکم کے بشکاروں کو حاکم کی مرضی میں اور وزیروں کو بادشاہ کے مزاج میں بڑا دخل ہوتا ہے وہ جسکی عرضی چاہتے ہیں منظور کرا دیتے ہیں اس لئے اُن کو راضی رکھنا بادشاہ کی رضا مندی سے بھی زیادہ ضروری ہے۔ خدا کی عظمت شان تو دنیا کے تمام بادشاہوں سے بڑھ چڑھ کر ہے پھر ہماری وہاں تک رسائی تو قطعًا ناممکن ہے۔ ہمارے بزرگ اور دیوتا تو قدرت کے اہل کار ہیں ان کو خدا تعالیٰ نے کافی اختیارات دے رکھے ہیں اور جن باتوں کا ان کو اختیار ہے اُس میں سفارش کر سکتے ہیں اور منظور بھی کرا سکتے ہیں کیونکہ بارگاہِ خداوندی میں اُن کی کامل رسائی ہے اسلئے ان کی خوشنودی حاصل کرنی اور عبادت کرنی اور ان سے مرادیں مانگنی بہت زیادہ اہم فرض ہے۔ یہ عقیدہ اور مثال چونکہ بالکل لغو تھا خالق کو مخلوق پر قادر کو مجبور پر اور عالم کل کو جاہل پر قیاس کرنا صراحۃً باطل ہے بادشاہ اپنی مجبوری اور کمزوری اور محیط کل علم نہ ہونے کی وجہ سے وزراء اور نوابوں کا دست نگر ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ قادر مطلق اور عالم کل ہے اُس کو اس سلسلۂ نیابت کی کیا ضرورت ہے اس لئے اس قول کی تردید میں یہ آیت نازل ہوئی۔

حاصل ارشاد حسب تفسیر قتادہ یہ ہے کہ اللہ صمد۔ لم یلد، لم یولد ہے اُس کی مثال ناممکن ہے۔ جس چیز سے تم اُسکو تشبیہ دیتے ہو وہ کامل طور پر تمہاری مثل بھی نہیں ہے بلکہ ایک تصویر خیالی ہے جو تمہارے دماغ کی پیداوار ہے وہ اللہ کی مثل کس طرح ہو سکتی ہے۔ لہذا اللہ کی مشابہت و مماثلت کا خیال بھی مت کرو۔ اس سے آگے فرماتا ہے کہ اللہ اپنی عظمت شان اور بے مثال ہونے کو جانتا ہے۔ تم اُسکی حقیقت، واقعی حالت اور حقیقی صفات سے ناواقف ہو۔ لہذا ناواقفیت و جہالت کے ہوتے ہوئے تشبیہ و تمثیل دینا قطعًا ناجائز ہے۔ اس کے بعد دو مثالیں بیان فرماتا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ اللہ کے آگے تمام مخلوق عاجز اور بے بس ہے اُس کے حکم بغیر کوئی ذرہ حرکت نہیں کر سکتا۔ مشرکین دو طرح کے تھے۔ ایک گروہ تو وہ تھا جو اپنے دیوتاؤں، غیبی شیطانوں، پوشیدہ روحوں اور گذشتہ خیالی بزرگوں کی پرستش کرتا تھا۔ دوسرا گروہ وہ تھا جو بے جان بتوں درختوں اور پتھروں کی پوجا کرتا تھا۔ اوّل گروہ کے معبودوں کی مثال اول تمثیل میں ظاہر فرمائی اور دوسرے گروہ کے معبودوں کی بیچارگی کی تصویر کشی دوسری تمثیل میں کی پہلی تمثیل کا حاصل یہ ہے کہ فرض کرو دو شخص ہیں ایک تو غلام ہے اور غلام بھی وہ جو مملوک ہے مختار ہے کاروبار تجارت کی آقا کی طرف سے اُسکو اجازت نہیں نہ مدبر ہے نہ مکاتب۔ مزید براں وہ کچھ کر بھی نہیں سکتا ہے خانہ داری لین دین یا تجارت کے کاروبار کا اُسکو ڈھب بھی نہیں ہے دوسرا شخص وہ ہے جو خود مختار صاحب قدرت مبصر تجربہ کار ہوشیار ہے مالدار بھی ہے اپنے مال میں ہر طرح تصرف بھی کر سکتا ہے جسکو جتنا چاہتا ہے اور جس طرح چاہتا ہے دیتا ہے کوئی اُس سے بازپرس کرنے والا نہیں یہ دونوں شخص قدرت و احتیاج میں برابر نہیں ہو سکتے اول محتاج ہے اور دوسرا قادر مختار۔ اول دوسرے کا دست نگر ہے اور دوسرا اول

کا سرپرست - یہ تو انسانوں میں نمایاں تفاوت نظر آرہا ہے - پھر بیکس بے بس مخلوق جو ذات و سرشت کے لحاظ سے محتاج و حادث ہے جس کے پاس خود کوئی چیز نہیں نہ اس کو موجودات عالم میں کسی قسم کے تصرف کرنے کا اختیار ہے نہ اپنی ذات و حالات پر اس کو کوئی قدرت ہے اُسکو اُس قادر مختار خدا کا ہم پلہ قرار دینا جو فاعل ذی اختیار ہے جس کے قبضہ میں سب کچھ ہے جسکو جتنا چاہے دے نہ چاہے نہ دے کس قدر حماقت ہے۔ غرض یہ کہ محسوسات میں اگر دیکھا جائے تو باہم تفاوت عظیم ہے باوجودیکہ دونوں مخلوق ہیں فرق اعتباری ہے تو پھر خالق و مخلوق کیسے برابر ہوسکتے ہیں جن کا تفاوت ذاتی اور حقیقی ہے - اس کے بعد فرماتا ہے الحمد للہ کہ یہ اتنی بدیہی اور کھلی ہوئی توضیح ہے جس کا کوئی انکار نہیں کرسکتا مگر اس وضاحت کے باوجود اکثر مشرکین اس قدر جاہل واقع ہوئے ہیں کہ اکثر کو اس نمایاں تفاوت کا بھی پتہ نہیں - دوسری تمثیل کا خلاصہ یہ ہے کہ دو شخص ہیں - ایک گونگا نکما ہے جس کام کو بھیجو بگاڑ کر آتا ہے کوئی کام ٹھیک کر ہی نہیں کرسکتا - دوسرا شخص وہ ہے جو دانشمند سمجھدار اور ہوشیار ہے خود بھی سیدھی چال چلتا ہے اور دوسروں کو بھی صحیح اعتدال پر چلنے کا مشورہ دیتا ہے - ان دونوں میں مساوات کس طرح ہوسکتی ہے۔ چنانچہ مورتیاں پتھر درخت اور تمام بے جان چیزیں جن کی پرستش کفار کرتے ہیں وہ گونگے شخص کی طرح ہیں جو کچھ کر ہی نہیں سکتے اور مؤخر الذکر شخص سے مراد خدائے قادر و حکیم ہے۔

ایک شبہہ اور اُس کا ازالہ

یہاں ایک شبہہ کیا جاتا ہے کہ ابھی آیت فَلَا تَضْرِبُوا لِلّٰهِ میں خدا تعالیٰ نے اللہ کی تمثیل و تشبیہ کی ممانعت فرمائی ہے اور پھر خود ہی اپنی تمثیل کے لئے دو مثالیں بیان فرما دیں۔ لہٰذا ہر دو نوں میں تناقض نظر آتا ہے - اس کے علاوہ دونوں تمثیلیں بھی ناقص معلوم ہوتی ہیں کافروں کے دیوتاؤں اور باطل معبودوں کو اگر بے کس بے بس غلام یا نکمے گونگے ناقابل عمل شخص سے تشبیہ دیدی جائے تو خیر شاید تاویل کے بعد تشبیہ کامل ہوجائے۔ لیکن خدائے قادر و قیوم کو جو واجب قدیم فاعل مختار اور خلاق کل ہے کسی انسان سے تشبیہ دینی خواہ وہ انسان کیسا ہی مالدار خود مختار اور مطلق العنان ہو باری تعالیٰ کی توہین ہے۔ کفار مکہ اللہ کو بادشاہ سے تشبیہ دیتے تھے تو اُس کی تردید میں آیت نازل ہوئی۔ یہاں معمولی خود مختار مالدار انسان سے تشبیہ دی گئی تو جائز سمجھی جاتی ہے۔ یہ کیا معمہ ہے۔

شبہہ کی اول شق کا ازالہ اس طرح ہوسکتا ہے کہ کفار مکہ کا مقصود تمثیل سے یہ تھا کہ خدا کو محتاج ثابت کریں جس طرح بادشاہ اپنے عمال اور کارندوں کا محتاج ہوتا ہے اسی طرح وہ اللہ کو بھی محتاج ثابت کرنا چاہتے تھے چونکہ وجہ شبہ (احتیاج) مشبہ میں موجود نہ تھی اسلئے تشبیہ و تمثیل ممکن ہی نہ تھی - اگر وہ عظمت الٰہی کو ثابت کرنے کے لئے تمثیل دیتے تو کوئی ہرج نہ تھا مگر اُن کا مقصود تو اظہار عظمت الٰہی سے یہ تھا کہ اپنے بزرگوں دیوتاؤں اور معبودوں کو کارخانۂ قدرت کے دخیل کار قرار دیں - اسی مقصد کو پیش نظر رکھ کر انہوں نے اللہ کو دنیوی بادشاہوں سے تشبیہ دی تھی دوسری شق کا جواب یہ ہے کہ قواعد بلاغت اور اصول عقل کی رو سے مشبہ اور مشبہ بہ میں فی الجملہ وجہ شبہ کا اشتراک کافی ہوتا ہے - یہ ضروری نہیں کہ تمام اوصاف و حالات و لوازم میں اشتراک ہو - مثلاً آدمی کو شیر سے تشبیہ دی جاتی ہے تو یہ ضروری نہیں کہ شیر کی مکمل شجاعت اُس آدمی میں موجود ہو یا شیر کا منہ گول، گردن پر بڑے بڑے بال، چار پنجے اور ٹیڑھی دُم ہوتی ہے تو اُس آدمی کی بھی بالکل یہی حالت ہو بلکہ اگر اُس میں شجاعت و دلیری کا نمایاں حصہ موجود ہے تو اُس کو شیر سے تشبیہ دی جاسکتی ہے - یہی حالت مذکورہ بالا دونوں مثالوں کی ہے یہ تو ظاہر ہے کہ خدا خالق ہے اور انسان مخلوق - جس اختیار اور تصرف کا خدا مالک ہے وہ بندوں میں نہیں پایا جاسکتا - پھر اُس کی قدرت بھی کامل ہے اور بندوں کی قدرت ناقص - لیکن اس فرق کے باوجود وجہ شبہ صرف قدرت و عجز ہے - دکھانا یہ مقصود ہے کہ بعض انسان صاحب اختیار متصرف مالک اور صاحب قدرت ہوتے ہیں، اُن کی رائے اور سمجھ درست ہوتی ہے خود بھی سیدھے راستہ پر چلتے ہیں دوسروں کو راہ حق پر چلنے کا مشورہ دیتے ہیں اور کچھ آدمی بالکل ان کے برعکس ہوتے ہیں - مؤخر الذکر طبقہ مجبور بیکس غیر مہتدی اور گمراہ ہوتا ہے اور اول گروہ ہادی مہتدی اور صاحب تصرف ہوتا ہے - بس یہی حالت فی الجملہ معبود حق اور باطل معبودوں کی سمجھ لینی چاہئے - معبود برحق فاعل مختار اور قادر مطلق العنان ہے - خود بھی راہ حق پر ہے اور دوسروں کو بھی سیدھے راستہ پر چلنے کی ہدایت فرماتا ہے - رہے باطل معبود تو وہ نہ خود مختار ہیں نہ قادر نہ خود سیدھے راستہ پر ہیں نہ دوسروں کو سیدھا راستہ بتا سکتے ہیں۔

آیات مذکورہ کی تشریح ہم نے مجاہد کی تفسیر کے مطابق کی ہے لیکن ابن کثیر نے بروایت عوفی از ابن عباس جو تفسیر نقل کی ہے اُس سے واضح ہوتا ہے کہ دونوں تمثیلیں حق و باطل معبودوں کی قدرت و کمزوری ظاہر کرنے کے لئے نہیں ہیں بلکہ ان میں کافر و مؤمن کی حالت کا بیان ہے قتادہ کا بھی یہی قول ہے - ابن جریر نے بھی اسی تفسیر کو پسند کیا ہے۔

عطاء خراسانی کا قول ہے کہ تمثیل اول میں ابو جہل اور حضرت ابوبکر صدیق کی حالت کا بیان ہے - ابو جہل کو مملوک غلام ممنوع التجارت سے تشبیہ دی ہے اور حضرت ابوبکرؓ کو خود مختار متصرف کل امیر سے - اور دوم تمثیل میں اسید بن ابی العیص اور حضرت عثمان کی حالت کا اظہار ہے۔ اسید حضرت عثمان کا غلام تھا اور گونگا تھا کوئی کام ٹھیک نہ کرتا تھا اور

حضرت عثمان رضؓ کو صدقات و خیرات سے روکتا تھا - ابن جریر نے بروایت ابن عباسؓ اس کی صراحت کی ہے -

مقصود بیان :- اللہ کی ذات و صفات کے ایسی تمثیل و تشبیہ دینے کی ممانعت جس سے ذات مقدس میں کوئی عیب یا نقصان لازم آتا ہو - اس امر کی صراحت کہ قادر و عاجز ، احمق و دانا برابر نہیں ہو سکتے - دریردہ اس بات کی طرف ایماء کہ کفار جن معبودوں کو پکارتے ہیں بھینٹ چڑھاتے ہیں نذر نیاز مانتے ہیں اور بعض چیزوں کا اُن کو مختار جانتے ہیں یہ بالکل لغو اور بے بنیاد عقیدہ ہے - غیر اللہ سے استمداد کسی طرح جائز نہیں - وغیرہ -

وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ

آسمانوں اور زمین کی چھپی باتوں کا اللہ ہی کو علم ہے اور

مَآ اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ

قیامت کا معاملہ تو پلک جھپکنے کی طرح بلکہ

هُوَ اَقْرَبُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

اس سے بھی زیادہ قریب ہے بلاشبہ اللہ سب کچھ کر سکتا ہے

تفسیر گذشتہ دونوں مثالوں میں کافروں کے معبودوں کی کمزوری اور عاجزی ظاہر فرما کر اپنی الوہیت و وحدانیت کو ثابت فرمایا تھا - ان آیات میں اپنی الوہیت کی ایک اور خصوصیت بیان کرتا ہے وہ یہ کہ اللہ ہی کو اُن تمام چیزوں کا علم ہے جن کی واقفیت مخلوق کو نہیں - منجملہ غیبی چیزوں کے روز قیامت بھی ہے - قیامت کب ہوگی کیسے ہوگی؟ اس کا علم خدا ہی کو ہے - ہاں اتنی بات اُس نے بتا دی کہ قیامت بہت جلد آئیگی - بس ایسا سمجھ لو جیسے پلک جھپکائی اور آ گئی یا اس سے بھی زیادہ قریب سمجھ لو - ایام و اوقات کی تعیین کا مدار آفتاب یا زمین کے دورہ پر ہے اور چونکہ حرکت شمس یا دورہ زمین کی ایک خاص حد مقرر ہے اختتام دنیا پر ان کا دورہ ختم ہو جائے گا - پھر حشر جسمانی کے بعد کتنا زمانہ ہوگا؟ ظاہر ہے کہ اُسکی کوئی حد نہیں - اُس کے مقابلہ میں انتہا پذیر چیز کا درجہ اور مقدار بہت ہی کمزور ہے - اسلئے ایام دنیا کے اختتام کو پلک جھپکنے سے تعبیر کیا - دراصل تعیین مقدار مقصود نہیں بلکہ اوقات دنیا کی اوقات مابعد القیامت کے مقابلہ میں قلت و کمزوری ظاہر کرنی مقصود ہے -

زجاج وغیرہ مفسرین نے یہ مطلب بیان کیا ہے کہ آیت میں کمال قدرت کا اظہار مقصود ہے - اختتام دنیا کا وہ ہولناک دن جسکی خطرناکی معمولی توہم پرستوں کے دماغوں کی رسائی سے بھی خارج ہے اللہ کے نزدیک کچھ مشکل نہیں - جب قیامت کا مقرر وقت آجائیگا تو پھر اتنی بھی دیر نہ لگیگی جتنی پلک جھپکنے میں لگتی ہے - خدا ہر طرح قادر ہے - وہ لمحہ بھر میں عالم کو درہم برہم کر دیگا - میرے نزدیک یہی مطلب صحیح ہے اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے - گویا آیات میں قیامت کے قرب و بعد کے بیان سے کوئی بحث نہیں بلکہ اللہ کی قدرت کاملہ کا اظہار مقصود ہے - علم غیب اور قدرت کا کمال دونوں اللہ کی خصوصیات ہیں - کافروں کے باطل معبود نہ تو علم رکھتے ہیں نہ قدرت اس لئے اُن کو استحقاق الوہیت نہیں -

غیب کا مفہوم کیا ہے؟

علم کے مراتب و درجات مختلف ہیں - بعض آدمی بقدر کور دانش ہوتے ہیں کہ اُن کو محسوس چیزوں کا بھی علم نہیں ہوتا - بعض کو محسوسات ظاہری کا علم ہوتا ہے مگر غور اور تدبر سے وہ کورے ہوتے ہیں - اس سے آگے بڑھ کر کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ احساس تخیل اور توہم تینوں مدارج طے کر کے تعقل کی حد میں داخل ہوتے ہیں اشیاء طبعیہ کی حقیقت خاصیت اور کیفیت پر غور کر کے طرح طرح کی تدبیروں سے مفید خلائق چیزیں ایجاد کرتے ہیں - طبعیاتی گتھیاں سلجھاتے ہیں، مادیات میں انقلاب رد و بدل اور تغیر پیدا کر کے ایسی چیزیں بروئے کار لاتے ہیں کہ دنیا محو حیرت رہ جاتی ہے لیکن ان کی نظر مادیات پر محصور رہتی ہے - فوق الطبعیات تک ان کے ادراک کی رسائی نہیں ہوتی - اس سے آگے بڑھ کر کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ اُن کی نظر مادیات سے اوپر پہنچتی ہے - مادیات کے تمام تغیرات کو وہ ایک زبردست قہار قوت کے تابع سمجھتے ہیں - اسباب کو مسبب کے زیر اثر جانتے ہیں - لیکن ان سے بھی اوپر کچھ لوگ ایسے ہیں جن کی عقل یا ملکہ انتہائی روشن ہوتی ہے - قوت قدسیہ اُن کی روحوں پر پرتو ڈالتی ہے - مادیات و سبعیات کے ماورائی تصرفات اُن کو آنکھوں سے دکھتے ہیں - حقائق غیب کی اُلجھی ہوئی گتھیاں اُن کی علمی قوت سے سلجھ جاتی ہیں - عالم قدس کی غیبی مخلوق سے اُن کی گفتگو ہوتی ہے - مادی حواس اور بدنی تعلقات سے تھوڑی دیر کے لئے علیحدہ ہو کر اُس روشنی کا مطالعہ کرتے ہیں جو مادیات و روحانیات کے ذرہ ذرہ پر پرتو فگن ہے لیکن ہر وقت اُن کی ایک حالت نہیں ہوتی کبھی معمولی انسانوں کی طرح وہ حواس کی دنیا میں رہتے ہیں اور کبھی ماوراء الحواس پہنچ جاتے ہیں ؎

گہے بر طارم اعلیٰ نشینم گہے بر پشت پائے خود نہ بینم

اس حد پر پہنچ کر مخلوق کے علم کی انتہا ہے - یہ آخری سرحد ہے جہاں تک انسانی ادراک کی رسائی ہوتی ہے - لیکن حقیقت ہنوز سربستہ رہتی ہے - اسرار حقیقیہ ابھی تک پردۂ خفا میں رہتے ہیں راز درون پردہ کی اطلاع اس طبقہ کو بھی نہیں ہوتی سوائے جزاقراری کے

احکام نہیں بھیجا بلکہ اپنے رسولوں کے واسطے سے بھیجا ہے۔ اس لئے جو شخص اللہ کو حاکم مانتا ہو اس کی فرمانبرداری کرے اور رسول کے ذریعہ سے جو احکام آئیں ان کی اطاعت کرے۔ اسی کا نام دین ہے۔

اب میں آپ کو بتاؤں گا کہ شریعت کسے کہتے ہیں۔ شریعت کے معنے طریقے اور راستے کے ہیں۔ جب تم نے خدا کو حاکم مان لیا، اور اس کی بندگی قبول کر لی اور یہ تسلیم کر لیا کہ رسول اسی کی طرف سے حاکم مجاز ہے اور کتاب اسی کی طرف سے ہے تو تم دین میں داخل ہو گئے۔ اس کے بعد تم کو جس طریقے سے خدا کی بندگی کرنی ہے اور اس کی فرمانبرداری میں جس راستے پر چلنا ہے اس کا نام شریعت ہے۔ یہ طریقہ اور راستہ بھی خدا اپنے رسول ہی کے ذریعہ بتاتا ہے۔ وہی یہ سکھاتا ہے کہ اپنے مالک کی عبادت اس طرح کرو، طہارت و پاکیزگی کا یہ طریقہ ہے، نیکی اور تقویٰ کا یہ راستہ ہے، حقوق اس طرح ادا کرنے چاہئیں، معاملات یوں انجام دینے چاہئیں اور زندگی اس طرح بسر کرنی چاہیئے۔ لیکن فرق یہ ہے کہ دین ہمیشہ سے ایک تھا ایک ہی رہا اور اب بھی ایک ہی ہے۔ مگر شریعتیں بہت سی آئیں بہت سی منسوخ ہوئیں بہت سی بدلی گئیں اور مگر ان کے بدلنے سے دین نہیں بدلا۔ حضرت نوح کا دین وہی تھا جو حضرت ابراہیم کا تھا حضرت موسیٰ کا تھا حضرت شعیب اور حضرت صالح اور حضرت ہود کا تھا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے مگر شریعتیں ان سب کی کچھ نہ کچھ مختلف رہی ہیں نماز اور روزے کے طریقے کسی میں کچھ تھے اور کسی میں کچھ۔ حرام و حلال کے احکام، طہارت کے قاعدے نکاح اور طلاق اور وراثت کے قانون ہر شریعت میں دوسری شریعت سے کچھ نہ کچھ مختلف رہے ہیں ان کے باوجود سب مسلمان تھے حضرت نوح کے پیرو بھی حضرت ابراہیم کے پیرو بھی اور ہم بھی اس لئے کہ دین سب کا ایک ہے اس سے معلوم ہوا کہ شریعت کے احکام میں فرق ہونے سے دین میں کوئی فرق نہیں آتا۔ دین ایک ہی رہتا ہے، چاہے اس پر عمل کرنے کے طریقے مختلف ہوں۔

اس فرق کو یوں سمجھو کہ ایک آقا کے بہت سے نوکر ہیں۔ جو شخص اس کو آقا ہی نہیں مانتا اور اس کے حکم کو اپنے لئے واجب التعمیل ہی نہیں سمجھتا وہ تو نافرمان ہے اور نوکری کے دائرے ہی سے خارج ہے اور جو لوگ اس کو آقا تسلیم کرتے ہیں، اس کے حکم کو ماننا اپنا فرض جانتے ہیں اور اس کی نافرمانی سے ڈرتے ہیں وہ سب نوکروں کے زمرے میں داخل ہیں۔ نوکری بجا لانے اور خدمت کرنے کے طریقے مختلف ہوں تو اس سے ان کے نوکر ہونے میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اگر آقا نے کسی کو نوکری کا ایک طریقہ بتایا ہے اور دوسرے کو دوسرا طریقہ، تو ایک نوکر کو یہ کہنے کا حق نہیں کہ میں نوکر ہوں اور وہ نوکر نہیں ہے اگر اسی طرح آقا کا ایک حکم سن کر ایک نوکر اس کا منشا کچھ سمجھتا ہے اور دوسرا کچھ، اور دونوں اپنی اپنی سمجھ کے مطابق اس حکم کی تعمیل کرتے ہیں تو نوکری میں دونوں برابر ہیں۔ یہ ہو سکتا ہے کہ ایک نے مطلب سمجھنے میں غلطی کی ہو اور دوسرے نے صحیح مطلب سمجھا ہو۔ لیکن جب اطاعت دونوں نے کی ہے تو ایک کو یہ کہنے کا حق نہیں کہ تو نافرمان ہے یا تجھے آقا کی نوکری سے خارج کر دیا گیا۔

اس مثال سے آپ دین اور شریعت کے فرق کو بڑی اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے اللہ تعالے نے مختلف رسولوں کے ذریعہ سے مختلف شریعتیں بھیجیں۔ کسی کو نوکری کا ایک طریقہ بتایا، اور کسی کو دوسرا طریقہ

ان سب طریقوں کے مطابق جن جن لوگوں نے مالک کی اطاعت کی وہ سب مسلمان تھے۔ اگرچہ ان کی نوکری کے طریقے مختلف تھے۔ پھر جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو آقا نے حکم دیا کہ اب پچھلے طریقوں کو ہم منسوخ کرتے ہیں آئندہ سے جس کو ہماری نوکری کرنی ہو وہ اس طریقہ پر نوکری کرے جو اب ہم اپنے آخری ملازم کے ذریعہ سے بتاتے ہیں۔ اس کے بعد کسی کو پچھلے طریقوں پر نوکری کرنے کا حق باقی نہیں رہا کیونکہ اب اگر وہ نئے طریقے کو نہیں مانتا بلکہ اپنے دل کا کہا مان رہا ہے تو وہ دراصل آقا کا حکم نہیں مانتا بلکہ اپنے دل کا کہا مان رہا ہے اس لئے وہ نوکری سے خارج ہے یعنی مذہب کی زبان میں کافر ہو گیا ہے

یہ تو پچھلے انبیاء کے ماننے والوں کے لئے ہے۔ رہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرو، تو ان پر اس مثال کا دوسرا حصہ صادق آتا ہے۔ اللہ نے جو شریعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے ہم کو بھیجی ہے اس کو خدا کی شریعت ماننے والے اور واجب التعمیل سمجھنے والے سب کے سب مسلمان ہیں۔ اب اگر اس شریعت کے احکام کو ایک شخص کسی طرح سمجھتا ہے اور دوسرا کسی اور طرح اور دونوں اپنی اپنی سمجھ کے مطابق اس پر عمل کرتے ہیں تو چاہے ان کے عمل میں کتنا ہی فرق ہو ان میں سے کوئی بھی نوکری سے خارج نہ ہوگا اس لئے کہ ان میں سے ہر ایک جس طریقہ پر چل رہا ہے یہی سمجھ کر تو چل رہا ہے کہ یہ آقا کا حکم ہے پھر ایک نوکر کو یہ کہنے کا کیا حق ہے کہ میں نوکر ہوں اور فلاں شخص نوکر نہیں ہے۔ زیادہ سے زیادہ بس یہی کہہ سکتا ہے کہ میں نے آقا کے حکم کا صحیح مطلب سمجھا اور اس نے صحیح نہیں سمجھا مگر وہ اس کو نوکری سے خارج کر دینے کا ہرگز مجاز نہیں ہے جو شخص ایسی جرات کرتا ہے وہ گویا خود آقا کا منصب اختیار کرتا ہے وہ گویا یہ کہتا ہے کہ تو جس طرح آقا کا حکم ماننے پر مجبور ہے اسی طرح میری سمجھ کو بھی ماننے پر مجبور ہے اگر تو میری سمجھ کو نہ مانیگا تو میں اپنے اختیار سے تجھ کو آقا کی نوکری سے خارج کر دونگا۔ غور کرو یہ کتنی بڑی بات ہے اسی لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "جو شخص کسی مسلمان کو ناحق کافر کہیگا اس کا قول خود اسی پر پلٹ جائیگا" کیونکہ مسلمان کو تو خدا نے اپنے حکم کا غلام بنایا ہے اور یہ شخص کہتا ہے کہ نہیں، تم میری سمجھ اور میری رائے کی بھی غلامی کرو۔ یعنی صرف خدا ہی تمہارا خدا نہیں ہے بلکہ میں بھی چھوٹا خدا ہوں اور میرا حکم نہ مانو گے تو میں اپنے اختیار سے تم کو خدا کی بندگی سے خارج کر دوں گا چاہے خدا خارج کرے یا نہ کرے۔ ایسی بڑی بات جو شخص کہتا ہے اس کے کہنے سے دوسرا مسلمان کافر ہو یا نہ ہو مگر وہ خود تو اپنے کو کفر کے خطرے میں ڈال ہی دیتا ہے۔

حاضرین! آپ نے دین اور شریعت کا فرق اچھی طرح سمجھ لیا اور یہ بھی آپ کو معلوم ہو گیا کہ بندگی کے طریقوں میں اختلاف ہو جانے سے دین میں اختلاف نہیں ہوتا بشرطیکہ آدمی جس طریقے پر عمل کرے نیک نیتی کے ساتھ یہ سمجھ کر عمل کرے کہ خدا اور اس کے رسول نے وہی طریقہ بتایا ہے جس پر وہ عامل ہے۔

اب میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ دین اور شریعت کے اس فرق کو نہ سمجھنے سے آپ کی جماعت میں کتنی خرابیاں واقع ہو رہی ہیں۔ مسلمانوں میں نماز پڑھنے کے مختلف طریقے ہیں۔ ایک شخص سینے پر ہاتھ

کو دی دی۔

باندھتا ہے دوسرا ناف پر باندھتا ہے، ایک شخص امام کے پیچھے فاتحہ پڑھتا ہے دوسرا نہیں پڑھتا ایک شخص آمین زور سے کہتا ہے دوسرا آہستہ کہتا ہے۔ ان میں سے ہر شخص جس طریقے پر چل رہا ہے یہی سمجھ کر چل رہا ہے کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہے اس لئے نماز کی صورتیں مختلف ہونے کے باوجود دونوں حضور ہی کے پیرو ہیں۔ مگر جن ظالموں نے شریعت کے ان مسائل کو دین سمجھ رکھا ہے انھوں نے محض انہی طریقوں کے اختلاف کو دین کا اختلاف سمجھ لیا اپنی جماعتیں الگ کرلیں اپنی مسجدیں الگ کرلیں۔ ایک نے دوسرے کو گالیاں دیں، مسجدوں سے مار مار کر نکالا، مقدمے بازیاں کیں پارٹی بندیاں کیں اور رسول اللہ کی امت کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے۔

اس سے بھی لڑنے لڑانے والوں کے دل ٹھنڈے نہ ہوئے تو چھوٹی چھوٹی باتوں پر ایک نے دوسرے کو کافر فاسق اور گمراہ کہنا شروع کردیا ایک شخص قرآن سے یا حدیث سے ایک بات اپنی سمجھ کے مطابق نکالتا ہے تو وہ اس کو کافی نہیں سمجھتا کہ جو کچھ اس نے سمجھا ہے اس پر عمل کرے بلکہ یہ بھی ضروری سمجھتا ہے کہ دوسروں سے بھی اپنی سمجھ زبردستی تسلیم کرائے اور اگر وہ ان کو تسلیم نہ کریں تو ان کو خدا کے دین سے خارج کردے۔

آپ مسلمانوں میں حنفی، شافعی، اہل حدیث وغیرہ جو مختلف مذہب دیکھ رہے ہیں یہ سب قرآن و حدیث کو آخری سند مانتے ہیں اور اپنی اپنی سمجھ کے مطابق انہیں سے احکام نکالتے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ ایک کی سمجھ صحیح ہو اور دوسرے کی سمجھ غلط ہو۔ میں بھی ایک طریقہ کا پیرو ہوں اور اس کو صحیح سمجھتا ہوں اور دوسروں کے خلاف۔ جو لوگ ہیں ان سے بحث بھی کرتا ہوں تاکہ جو بات میرے نزدیک صحیح ہے وہ ان کو سمجھاؤں اور جس بات کو میں غلط سمجھتا ہوں اسے غلط ثابت کردوں۔ لیکن کسی شخص کی سمجھ کا غلط ہونا اور بات ہے اور اس کا دین سے خارج ہونا دوسری بات۔ اپنی اپنی سمجھ کے مطابق شریعت پر عمل کرنے کا ہر مسلمان کو حق ہے۔ اگر دس مسلمان دس مختلف طریقوں پر عمل کریں تو جب تک وہ شریعت کو مانتے ہیں وہ سب مسلمان ہی ہیں۔ ایک ہی امت ہیں ان کی جماعتیں الگ ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ مگر جو لوگ اس چیز کو نہیں سمجھتے وہ انہی چھوٹی چھوٹی باتوں پر فرقے بناتے ہیں ایک دوسرے سے کٹ جاتے ہیں۔ اپنی نمازیں اور مسجدیں الگ کرلیتے ہیں۔ ایک دوسرے سے شادی بیاہ، میل جول اور ربط و ضبط بند کردیتے ہیں اور اپنے اپنے ہم مذہبوں کے جتھے اس طرح بنا لیتے ہیں کہ گویا ہر جتھہ ایک الگ امت ہے۔

آپ اندازہ نہیں کرسکتے کہ اس فرقہ بندی سے مسلمانوں کو کتنا نقصان پہنچا ہے کہنے کو مسلمان ایک امت ہیں ہندوستان میں ان کی آٹھ کروڑ تعداد ہے اتنی بڑی جماعت اگر واقعی ایک جماعت ہوتی اور پورے اتفاق کے ساتھ خدا کا کلمہ بلند کرنے کے لئے کام کرے تو دنیا میں کون اتنا دم رکھتا ہے جو اس کو نیچا دکھا سکے مگر حقیقت میں اس فرقہ بندی کی بدولت اس امت کے سینکڑوں ٹکڑے ہوگئے ہیں۔ ان کے دل ایک دوسرے سے پھٹے ہوئے ہیں۔ یہ سخت سے سخت مصیبت کے وقت میں بھی مل کر کھڑے نہیں ہوسکتے۔ ایک فرقے کا مسلمان دوسرے فرقے والوں سے اتنا ہی تعصب رکھتا ہے جتنا ایک یہودی ایک عیسائی سے رکھتا ہے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ایسے واقعات بھی دیکھنے میں آئے ہیں کہ ایک فرقے والے نے دوسرے فرقے والے کو نیچا دکھانے کے لئے کفار کا ساتھ دیا ہے۔ ایسی حالت میں اگر آپ ہندوستان میں مسلمانوں کو مغلوب دیکھ رہے ہیں تو تعجب نہ کیجئے یہ ان کے اپنے ہاتھوں کی کمائی ہے ان پر وہ عذاب نازل ہوا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب پاک میں اس طرح بیان کیا ہے کہ:۔

او یلبسکم شیعا و یذیق بعضکم بأس بعض یعنی اللہ کے عذاب کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ وہ تم کو مختلف فرقوں میں تقسیم کردے اور تم آپس ہی میں کٹ مرو۔

بھائیو یہ عذاب جس میں سارے ہندوستان کے لوگ مبتلا ہیں اس کے آثار سب سے زیادہ پنجاب میں نظر آرہے ہیں یہاں مسلمانوں کے فرقوں کی لڑائیاں ہندوستان کے ہر خطہ سے زیادہ ہیں اور اسی کا نتیجہ ہے کہ پنجاب کی آبادی میں کثیر التعداد ہونے کے باوجود آپ کی قوت بے اثر ہے اگر آپ اپنی خیر چاہتے ہیں تو ان جتھوں کو توڑ دیجئے ایک دوسرے کے بھائی بن کر رہئے اور ایک امت بن جائیے خدا کی شریعت میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس کی بنا پر اہل حدیث، حنفی، دیوبندی، بریلوی، شیعہ، سنی وغیرہ الگ الگ امتیں بن سکیں یہ امتیں جہالت کی پیدا کی ہوئی ہیں اللہ نے تو صرف ایک امت "مسلم" بنائی تھی۔

(بقیہ سلسلہ مضمون صفحہ ۲۶)

ان حصوں کو الگ کرکے جن میں غیر مسلم کسی قدر زیادہ ہیں برابر یا تھوڑے ہی کم ہیں پاکستان کو معاشی اور اقتصادی حیثیت سے مفلس اور محتاج کرنا چاہتے ہیں کیوں؟ اسی لئے تاکہ جتنے زیادہ سے زیادہ ہندوؤں کو مسلم حکومت کی ماتحتی سے نکال لیا جائے نکال لیں۔ ان کو یہ گوارا نہیں ہے کہ ہندو اس علاقہ میں رہیں جہاں مسلمان بااختیار ہوں۔ اس کے مقابلہ میں مسلمانوں کو دیکھئے وہ ہر جگہ جہاں ہندو حکومت ہوگی بخوشی رہنے کے لئے تیار ہیں اور مسلم لیگ بخوشی در حقیقت یہ صورت حال گوارا کررہی ہے۔ مسٹر گاندھی کے اس مطالبے کی روشنی میں ان کے اس قول کو دیکھئے کہ میں ایسی علیحدگی چاہتا ہوں جیسی دو بھائیوں کے درمیان ہوتی ہے۔ مسلمانوں کو فوجی اختیارات امور خارجیہ کسٹم، رسل و رسائل اور دوسرے اہم امور میں آزادی اور خود امدادیت سے محروم کرنے کے لئے تو وہ بھائیوں کی سی اندرون خانہ تقسیم چاہتے ہیں لیکن مسلم اکثریت میں کسی اس ضلع شہر یا قصبے کو چھوڑنا نہیں چاہتے جن میں ہندوؤں کی بڑی تعداد ہے یہ کیا بھائیوں کی سی اندرون خانہ تقسیم ہوتی محض دھوکہ!

مسٹر جناح مجبور تھے کہ مسٹر گاندھی کی تجاویز مسترد کردیں۔ انہوں نے نہایت جرأت، ذہانت تدبر اور وفاداری کے ساتھ اس گفتگو میں مسلم قوم کی نیابت و وکالت کی اور اپنے طرز عمل سے یہ ثابت کردیا کہ وہ اخلاص کے ساتھ ہندو مسلم اتحاد کے لئے کوشاں ہیں اور اس میں ان کا مطمع نظر تمام براعظم ہند کا استقلال ہے۔ مسٹر جناح مستحق مبارکباد ہیں اور تمام مسلم قوم پر واجب ہے کہ انھیں اپنی تائید اور وفاداری کا یقین دلائے۔

زندہ معاشرت — اولاد کا حق

اصولی تعلیم

جس طرح ماں باپ کے حقوق اولاد پر ہیں اسی طرح اولاد کے بھی کچھ حقوق ماں باپ پر ہیں اور یہ وہ عنوان ہے جس کا سراغ دوسری آسمانی کتابوں میں نہیں ملتا اور اس سے یہ سمجھنا چاہئیے کہ اسلام سے پہلے والدین کو تو اپنی اولاد پر غیر محدود اختیارات حاصل تھے۔ مگر اولاد کا باپ پر کوئی حق تسلیم نہیں کیا گیا تھا اور اس کو والدین کی بزرگی کے خلاف سمجھا گیا تھا۔ لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو مذہب لیکر تشریف لائے اس کی شریعت میں حقوق کے مسئلہ میں بڑوں اور چھوٹوں کی تفریق نہیں جس طرح چھوٹوں پر بڑوں کے جائز حقوق تسلیم کرتا ہے اسی طرح وہ چھوٹوں کے بڑوں پر مناسب حقوق قائم کرتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نہایت چھوٹے سے فقرہ میں وہ اصول بتا دیا ہے جو ان تمام حقوق کی نہایت جامع متن ہے ان حقوق کی جس قدر تشریح کی جائے یہ متن اس سب پر محیط ہے فرمایا:۔

لیس منا من لم یرحم صغیرنا ولم یوقر کبیرنا (ترمذی)
جو ہمارے چھوٹے پر شفقت نہ کرے اور ہمارے بڑے کا ادب نہ کرے وہ ہم میں نہیں۔

ہمارے چھوٹے کے ساتھ شفقت سے پیش آئیں اور چھوٹے بڑے کا ادب اور لحاظ کریں یہ وہ اصول ہے جس پر چھوٹوں اور بڑوں کے باہمی حقوق کی بنیاد اسلام میں قائم کی گئی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اگر یہ ترازو ٹھیک اور سیدھی رہے تو ہر انسانی جماعت میں چھوٹوں بڑوں افسروں ماتحتوں آقاؤں نوکروں اور بزرگوں اور عزیزوں کے درمیان کسی قسم کی ناگواری اور آزردگی پیدا نہ ہونے پائے۔ جب کبھی چھوٹوں اور بڑوں میں کسی قسم کی ناگواری پیش آتی ہے تو اس کا سبب یہی ہوا ہے کہ ترازو کے ان دونوں پلڑوں میں توازن قائم نہیں رہا ہے حکیموں اور مقننوں کے بنائے نظم و انتظام کے سارے مشرح و مفصل قانون اور قاعدوں کا بے پایاں دفتر جو کام نہیں کر سکتا وہ نبی امی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے یہ دو مختصر سادہ فقرے بڑی خوبی سے انجام دے سکتے ہیں اور دیتے ہیں۔ اگر واقعاً کسی جماعت میں یہ ترازو بے نظام ہو جائے تو بڑے بڑے قانونوں کا بار گراں بھی پھر اس کو برابر نہیں کر سکتا۔

اولاد کا سب سے پہلا حق اپنے والدین پر یہ ہے کہ جب خدا نے ان کی اولاد کی زندگی کا واسطہ ان کو بنایا ہے تو وہ بالقصد اس کے نقش زندگی کے مٹانے کا سبب نہ بنیں بلکہ اس کی حیات کی تکمیل اور اس کی نشو و نما کی ترقی میں تمام منہ بچے جیسا کہ ان جان کی قوت و استطاعت میں ہے یہی سبب ہے کہ اسلام نے حمل کو بالقصد ضائع کرنے (اسقاط) کو گناہ قرار دیا ہے اور بذریعہ حمل کے ضائع کرنے دعوں کو اچھا نہیں سمجھا ہے اور پیدا ہونے کے بعد اس کے مارنے کی جاہلانہ رسم کو جڑ پیڑ سے اکھاڑنے کی پوری کوشش کی ہے۔

اولاد کشی کا انسداد

عرب کے سفاکانہ مراسم میں سب سے زیادہ بیرحمی اور سنگدلی کا کام معصوم بچوں اور لڑکیوں کو زندہ گاڑ دینا تھا۔ یہ بیرحمی کا کام والدین خود اپنی خوشی اور مرضی سے انجام دیتے تھے اس رسم کے جاری ہونے کے کئی اسباب تھے ایک تو مذہبی تھا یعنی والدین اپنے بچوں کو اپنے دیوتاؤں کی خوشنودی کے لئے خود ذبح کر کے ان پر چڑھا دیتے تھے۔ منت مانتے تھے کہ اگر فلاں کام ہو گا تو اپنے بچے کی قربانی کرینگے۔ یہ قابل نفرت رسم نہ صرف عرب میں بلکہ بہت سی بت پرست قوموں میں جاری تھی۔ رومۃ الکبریٰ کے عظیم الشان متمدن قانون میں اولاد کو مار ڈالنے کا باپ کو بالکل اختیار تھا۔ اس قتل کی کوئی بازپرس نہیں تھی اور اولاد کشی کی کثرت سے رواج تھا۔ ہندوستان میں راجپوتوں میں یہ دردناک منظر لڑکیوں کی شادی کی شرم و عار سے بچنے اور بیواؤں کی ستی کی صورت میں اور لڑائیوں میں جوہر کی صورت میں رائج تھا اور سب سے زیادہ یہ کہ بتوں دیوتاؤں دیبیوں کی خوشی اور نذر انے کے لئے ان معصوموں کی جانیں بہت آسانی سے لیجاتی تھیں قرآن پاک کی اس آیت میں نہ صرف عرب بلکہ تمام دنیا کی قوموں کے اس عقیدے کو باطل کیا گیا ہے

وکذٰلک زین لکثیر من المشرکین قتل اولادھم شرکاؤھم لیردوھم ولیلبسوا علیھم دینھم ولو شاء اللہ ما فعلوہ فذرھم وما یفترون (انعام)
جس طرح کھیتوں اور جانوروں میں خدا کے حق کے ساتھ ان کے دیوتاؤں نے اپنا حصہ لگا لیا ہے اسی طرح بہت سے مشرکوں کو ان کے دیوتاؤں نے یہ بات خوبصورت کر کے دکھائی ہے کہ وہ اپنی اولاد کو قتل کر دیں تا کہ یہ دیوتا ان کو (ہمیشہ کے لئے) ہلاک کر دیں اور ان کے دین کو ان پر مشتبہ کر دیں اور اگر اللہ چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے تو ان مشرکوں کو اور جو کچھ وہ خدا پر افترا کرتے ہیں کہ خدا نے ان کو ایسا حکم دیا ہے اس کو چھوڑ دے۔

اسی سلسلہ میں آگے چل کر خدا فرماتا ہے:۔

قد خسر الذین قتلوا اولادھم سفھا بغیر علم (انعام)
گھاٹے میں ہیں وہ جنہوں نے اپنی اولاد کو نادانی سے بیجا قتل کیا۔

اس ہولناک گناہ کے ارتکاب کا دوسرا سبب عربوں کا عام فقر و فاقہ تھا۔ وہ سمجھتے تھے کہ اولاد ہو گی تو اس کے کھانے پینے کا سامان کرنا ہو گا اس لئے وہ اس کے خون سے اپنا ہاتھ رنگ کر اس فرض سے سبکدوش ہو لیتے تھے۔ نبوت محمدی نے ان کو یہ بتایا کہ ہر بچہ اپنا رزق اور اپنی قسمت ساتھ لیکر آتا ہے۔ ایک انسان دوسرے انسان کو نہیں کھلاتا بلکہ وہ خدا ہی ہے جو سب کو کھلاتا ہے اور وہی ہر جاندار کی روزی کا میر سامان ہے۔

وما من دابۃ فی الارض الا علی اللہ رزقھا (ہود)
اور زمین پر کوئی جاندار نہیں لیکن یہ کہ اس کی روزی کا فرض خدا ہی پر ہے۔

اس نے جاہل عربوں کو تعلیم دی گئی۔

ولا تقتلوا اولادکم خشیۃ املاق نحن نرزقھم وایاکم ان قتلھم کان خطأ کبیرا (اسراء)
اور اپنی اولاد کو فقر و فاقہ کے خوف سے مار نہ ڈالا کرو ہم ہی ہیں جو ان کو اور تم کو دونوں کو روزی دیتے ہیں ان کا مار ڈالنا بے شبہ بڑا گناہ ہے۔

قتل اولاد کے جرم کو اتنی اہمیت دی گئی ہے کہ اس کی ممانعت کو شرک کی ممانعت کے بعد یہ پہلی جگہ دی گئی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا

نوعون دین

کہ ان عربوں کو جنھوں نے اپنی طرف سے بہت سی چیزیں حرام خیالی ہیں بتاؤ کہ اصلی چیزیں انسان پر کیا حرام ہیں؟

قل تعالوا اتل ما حرم ربکم علیکم الا تشرکوا به شیئا وبالوالدین احسانا ج ولا تقتلوا اولادکم من املاق نحن نرزقکم وایاهم ج (الانعام)	کہدے اے پیغمبر! آؤ میں تم کو پڑھکر سناؤں کہ تمہارے پروردگار نے تمپر کیا حرام کیا ہے خدا کا کسی کو شریک نہ بناؤ اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرنا اور مفلسی کے ڈر سے اپنے بچوں کو نہ مار ڈالو ہم تم کو اور ان کو دونوں کو روزی

ایک دفعہ ایک صحابی نے دریافت کیا یا رسول اللہ! سب سے بڑا گناہ کیا ہے؟ فرمایا شرک۔ پوچھا اس کے بعد؟ فرمایا: والدین کی نافرمانی۔ پھر عرض کی اس کے بعد فرمایا یہ کہ تم اپنی اولاد کو اس ڈر سے مار ڈالو کہ وہ تمہارے ساتھ کھائیگی۔" یہ جواب حقیقت میں آیت بالا کی تفسیر ہے۔ انہی تعلیمات اور فیض کے اثر نے دلوں میں یہ یقین پیدا کر دیا کہ رازق خدا ہے اسی کے ہاتھ میں رزق کی کنجی ہے ہر بچہ اپنے رزق کا آپ سامان لیکر آتا ہے۔ اس ایمان ویقین نے اس رسم کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ کر دیا اور عرب کی زمین اس لعنت سے ہمیشہ کے لئے پاک ہو گئی۔

اولادکشی کی تیسری صورت جو سب سے زیادہ قابل افسوس تھی وہ لڑکیوں کا زندہ دفن کر دینا تھا کہ لڑکیاں شرم و عار کا باعث سمجھی جاتی تھیں جب گھر میں لڑکی پیدا ہوتی تو باپ کو سخت رنج ہوتا اور وہ لوگوں سے منہ چھپاتا پھرتا تھا۔ اہل عرب کا عقیدہ تھا کہ فرشتے خدا کی لڑکیاں ہیں کہ تم لڑکی کو شرم کا باعث ہو اور خدا کو لڑکیوں کا باپ کہو تو شرم نہ آئے۔

واذا بشر احدهم بما ضرب للرحمن مثلا ظل وجهه مسودا وهو کظیم (زخرف)	اور جب کسی کو ان میں سے اس کی خوشخبری دیجاتی ہے جس کی وہ رحمت والے خدا پر تہمت باندھتے ہیں تو اندر ہی اندر غصہ کے مارے اس کا منہ سیاہ پڑ جاتا ہے۔

رفتہ رفتہ یہ حالت پہنچی کہ اس شرم و عار کے مجسمہ کو پردہ خاک میں چھپا کر باپ اس مصیبت سے نجات پانے کی تدبیریں کرنے لگے قرآن مجید نے اہل عرب کی اس حالت کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا ہے۔

واذا بشر احدهم بالانثی ظل وجهه مسودا وهو کظیم یتواری من القوم من سوء ما بشر به ایمسکه علی هون ام یدسه فی التراب (نحل)	اور جب ان میں سے کسی کو لڑکی کی خوشخبری دی جاتی ہے تو اس کا منہ کالا پڑ جاتا ہے اور غصے کے گھونٹ پیکر رہ جاتا ہے اس خوشخبری کے رنج سے وہ لوگوں سے منہ چھپاتا پھرتا ہے کہ آیا ذلت اٹھا کر اس کو اپنے پاس رہنے دے یا اس کو

مٹی میں چھپا دے یعنی زندہ دفن کر دے۔

یوں تو اس رسم بد کا رواج تمام عرب میں تھا مگر اخبار عرب کے بعض ناقل کہتے ہیں کہ ایک خاص سبب سے بنو تمیم میں اس کا رواج سب سے زیادہ تھا بنو تمیم کے رئیس قیس بن عاصم نے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اقرار کیا کہ انھوں نے اپنے ہاتھ سے آٹھ دس لڑکیوں کو زندہ دفن کیا ہے۔ یہ رسم جس شقاوت اور سنگدلی کے ساتھ انجام دی جاتی تھی اس کا ایک حسرتناک نقشہ ایک صاحب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے خود اپنی آپ بیتی سنا کر اس طرح کھینچا کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم بے چین ہو گئے۔

دارمی میں وضین تبع تابعی سے ایک موقوف روایت ہے کہ ایک شخص نے آکر خدمت اقدس میں عرض کی کہ یا رسول اللہ ہم لوگ جاہلیت والے تھے بتوں کو پوجتے تھے اور اولاد کو مار ڈالتے تھے، میری ایک لڑکی تھی جب میں اس کو بلاتا تو دوڑ کر میرے پاس آتی ایک دن وہ میرے بلانے پر خوش خوش دوڑی آئی میں آگے بڑھا اور وہ میرے پیچھے پیچھے چلی آئی میں آگے بڑھتا چلا گیا جب ایک کنوئیں کے پاس پہنچا جو میرے گھر سے کچھ دور نہ تھا اور لڑکی اس کے قریب پہنچی تو میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کنوئیں میں ڈال دیا وہ ابا ابا کہکر پکارتی رہی اور یہی اس کی زندگی کی آخری آواز تھی۔ رحمت کونین صلی اللہ علیہ وسلم اس پردرد افسانہ کو سنکر آنسو ضبط نہ کر سکے ایک صحابی نے ان صاحب کو ملامت کی کہ تم نے حضور کو غمگین کر دیا فرمایا اس کو چھوڑ دو کہ جو مصیبت اس پر پڑی ہے تو اس کا علاج پوچھنے آیا ہے پھر ان صاحب سے فرمایا "ہاں میاں! تم اپنا قصہ پھر تو سناؤ" انھوں نے دوبارہ پھر بیان کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حالت ہوئی کہ روتے روتے ریش مبارک تر ہو گئی، پھر فرمایا "جاؤ کہ جاہلیت کے گناہ اسلام کے بعد معاف ہو گئے اب نئے سرے سے اپنا عمل شروع کرو۔"

قبیلہ بنی تمیم کے رئیس قیس بن عاصم جب اسلام لاتے تو انہوں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ میں نے اپنے ہاتھ سے آٹھ لڑکیاں زندہ دفن کی ہیں، فرمایا اے قیس! ہر لڑکی کے کفارہ میں ایک غلام آزاد کرو، عرض کی یا رسول اللہ میرے پاس اونٹ ہیں، فرمایا اے قیس! ہر لڑکی کے کفارہ میں ایک اونٹ قربانی کرو۔"

مردوں کے علاوہ یہ کس قدر تعجب انگیز ہے کہ خود عورتیں بھی اس جرم میں برابر کے شریک تھیں، مائیں خود اپنی لڑکیوں کو اپنے ہاتھ سے اس قربانی کے لئے حوالہ کرتی تھیں، ابن الاعرابی جاہلیت کے ایک شاعر کا ایک شعر نقل کرتا ہے۔

ما لقی الموؤد من ظلم امه ۔۔۔ کما لقیت ذهل جمیعا وعامر

زندہ دفن ہونے والے بچہ نے اپنی ماں کے ظلم سے بھی وہ تکلیف نہیں اٹھائی جو ذہل اور عامر نے اٹھائی۔

حضرت عبد اللہ بن عباس کی خدمت میں ایک عورت نے آکر کہا کہ میں نے نذر مانی تھی کہ اپنے لڑکے کی قربانی کروں گی فرمایا ایسا نہ کرو بلکہ کفارہ دیدو۔"

اسلام سے پہلے اس رسم کے انسداد کے لئے صرف اسی قدر ہوا کہ ایک دو نیک آدمیوں نے ایسی لڑکیوں کو قیمت دیکر ان کے والدین سے خرید لیا اور ان کی پرورش کی چنانچہ مشہور شاعر فرزدق کے دادا صعصعہ نے اس میں بڑا نام پیدا کیا تھا۔ اسلام کے بعد جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا تو عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے اسلام سے پہلے ۳۶۰ لڑکیوں کو خرید کر موت سے بچایا ہے کیا مجھ کو اس کا ثواب ہوگا، فرمایا ہاں تم کو اس کا ثواب ملیگا کہ خدا نے تم کو مسلمان بنا کر تم پر احسان کیا ہے۔ اسی طرح زید بن عمرو بن نفیل جو بعثت نبوی سے پہلے دین ابراہیمی کے پیرو تھے وہ بھی اس قسم کی لڑکیوں کو اپنی آغوش شفقت میں لے لیتے تھے اور ان کی پرورش کرتے تھے جب وہ بڑی ہو جاتی تھیں تو وہ ان کے باپ کو کہتے تھے کہ کہو تو تم کو واپس کر دوں، چاہے اسکو

میرے ہی پاس رہنے دو، یہ تمام کوششیں تھیں جو ملک میں بار آور نہ ہوئیں لیکن بعثت محمدیؐ کی رحمت عام کی جب بہار آئی تو ان شقاوتوں کے موسم پر ہمیشہ کے لئے خزاں چھا گئی۔

لوگ عموماً لڑکیوں کے وجود کو بلا اور مصیبت سمجھتے تھے نبوت محمدی نے اس بلا اور مصیبت کو ایسی رحمت بنا دیا کہ وہ نجات اخروی کا ذریعہ بن گئیں فرمایا جو کوئی ان لڑکیوں میں سے کسی لڑکی کی مصیبت میں مبتلا ہوا اور پھر اس کے ساتھ محبت و مہربانی کا سلوک کرے تو وہ دوزخ کی آگ سے اس کو بچائیگی وہ اس کے اور دوزخ کے درمیان پردہ بنکر حائل ہو جائیگی" نیز فرمایا جو دو لڑکیوں کی بھی پرورش کرے یہانتک کہ وہ جوان ہو جائیں تو قیامت میں میرا اور اس کا مرتبہ دو انگلیوں کو اٹھا کر فرمایا کہ یوں برابر ہوگا۔ غور کیجئے کہ وہی حقیر ہستی جو پہلے شرم و عار کا موجب تھی عہد محمدی میں آکر عزت اور سعادت کا وسیلہ بن گئی۔

ان اخلاقی نصیحتوں کے علاوہ اس رسم کے انسداد کے لئے آپ نے عورتوں اور مردوں سے بیعت لی صلح حدیبیہ کے بعد حکم ہوا کہ جو عورتیں اسلام لائیں ان سے توبہ کی جو بیعت لی جائے اس میں ایک دفعہ یہ بھی ہو کہ ولا یقتلن اولادھن کہ وہ اپنی اولاد کو قتل نہ کریں گی چنانچہ اس حکم کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں سے خصوصیت کے ساتھ اس کی بیعت لی۔ فتح مکہ کے دن جب عورت، مرد جوق در جوق اسلام کے لئے حاضر ہو رہے تھے تو آپ نے عورتوں سے خاص طور سے اس کا اقرار لیا اور انہوں نے اقرار کیا۔ عید کے اجتماع عام میں عورتوں کے مجمع میں آپ تشریف لاتے اور دوسری باتوں کے علاوہ اس کا بھی عہد لیا کہ وہ قتل اولاد کی مرتکب نہ ہوں گی دوسرے موقعوں پر بھی جو عورتیں دربار رسالت میں حاضر ہوتیں ان سے بھی اس کا عہد لیا جاتا تھا۔ بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت کے پیش نظر عرب کی جو ابتدائی اصلاحیں تھیں ان میں سے ایک چیز یہ بھی تھی چنانچہ بیعت عقبہ میں سب سے پہلے انصار سے جن باتوں پر عہد لیا گیا تھا ان میں ایک یہ بھی تھا کہ وہ اپنی اولاد کو قتل نہ کریں گے۔

حضرت عبادہ بن صامت کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم لوگ دربار رسالت میں حاضر تھے آپ نے فرمایا کہ "ہم سے اس بات پر بیعت کرو کہ تم کسی کو خدا کا شریک نہ ٹھیراؤ گے، چوری نہ کرو گے، بدکاری نہ کرو گے، اپنی اولاد کو قتل نہ کرو گے، جو اس عہد کو پورا کریگا تو اس کا معاوضہ خدا پر ہے اور اگر کسی نے ان میں سے کسی فعل کا ارتکاب کیا اور اس کو دنیا میں سزا ملگئی تو یہ اس کے گناہ کا کفارہ ہو جائیگا اور اگر اس کا یہ گناہ دنیا میں مخفی رہا تو خدا کا اختیار ہے چاہے بخش دے چاہے عذاب دے۔" صحابہ سے فرمایا کہ خدا نے تم پر ماؤں کی نافرمانی اور لڑکیوں کا زندہ دفن کرنا حرام کیا ہے۔

ان تمام تدبیروں کے علاوہ قرآن پاک کی ایک مختصر سی آیت نے عرب کی ان تمام قساوتوں، ان تمام سنگدلیوں اور ان تمام سفاکیوں کو مٹانے میں وہ کام کیا جو دنیا کی بڑی بڑی تصنیفات نہیں کر سکتی تھیں، قیامت کی عدالت گاہ قائم ہے مجرم اپنی اپنی جگہ کھڑے ہیں غضب الہی کا آفتاب اپنی پوری تمازت پر ہے مالک عیب قاضی اپنی عدالت کی کرسی پر ہے، تو اعمالنامے شہادت میں پیش ہیں کہ ایک طرف سے ننھی ننھی معصوم بیٹیاں ان ہتھیلیوں خون سے رنگین کپڑوں میں آکر کھڑی ہو جاتی ہیں شہنشاہ قہار کی طرف سے سوال ہوتا ہے، اے ننھی معصوم جانو! تم کس جرم میں ماری گئیں

واذا الموؤدۃ سئلت بای ذنب قتلت (تکویر) | یاد کرو جب (قیامت میں) زندہ دفن ہونے والی لڑکیوں سے پوچھا جائیگا کہ تو کس جرم میں ماری گئی

کس درجہ بلیغ اور موثر طرز ادا ہے اس کا یہ اثر تھا کہ یا تو لوگ لڑکیوں کو خود اپنے ہاتھوں سے دفن کر دیتے تھے یا یہ زمانہ آیا کہ ادائے عمرہ کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے روانہ ہونے کا قصد کرتے ہیں سید الشہداء حمزہ کی یتیم بچی امامہ جو مکہ میں رہ گئی تھی چچا چچا کہتی دوڑی آتی ہے حضرت علیؓ ہاتھوں میں اٹھا لیتے ہیں اور حضرت فاطمہ زہراؓ کے حوالہ کرتے ہیں کہ یہ لو تمہارے چچا کی بیٹی ہے۔ حضرت علیؓ کے بھائی حضرت جعفر طیار دعوی کرتے ہیں کہ یہ بچی مجھ کو ملنی چاہیئے کہ یہ میرے چچا کی لڑکی ہے اور اس کی خالہ میرے گھر میں ہے حضرت زیدؓ آگے بڑھکر کہتے ہیں کہ حضور! یہ لڑکی مجھ کو ملنی چاہیئے کہ حمزہ میرے مذہبی بھائی تھے حضرت علیؓ کا دعوی ہے کہ یہ میری بہن بھی ہے اور پہلے میری ہی گود میں آئی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس دلخوش کن منظر کو دیکھتے ہیں پھر سب کے جوش مساوی دیکھکر اس کو یہ کہکر اس کی خالہ کی گود میں دیدیتے ہیں کہ خالہ ماں کی برابر ہوتی ہے۔

کیا یہ وہی جنس ہے جس کی ہستی شرم و عار کا موجب تھی جس کی پیدائش کی خبر سنکر باپ کے چہرہ کا رنگ سیاہ پڑ جاتا تھا وہ لوگوں کے مجمع میں منہ دکھانے کے قابل نہ رہتا تھا، یا یہ حال ہے کہ ایک ایک لڑکی کی پرورش کے لئے دفعۃً چار چار گود خالی ہو جاتے ہیں اور فیصلہ مشکل ہوتا ہے اور وہی اولاد جو پہلے بلا و مصیبت تھی آنکھوں کی ٹھنڈک کا ذریعہ بنتی ہے۔

والذین یقولون ربنا ھب لنا من ازواجنا و ذریاتنا قرۃ اعین (فرقان ۶) | (رحمٰن کی رحمت ان کو بھی ملیگی جو ...) اور جو کہتے ہیں کہ ہمارے پروردگار ہماری بیویوں اور ہماری اولاد سے ہم کو آنکھوں کی ٹھنڈک عنایت فرما۔

اور آخر وہ زمانہ آیا کہ ایک بدوی شاعر کو طنزاً کہنا پڑا!

غد الناس مذ قام النبی الجواریا | پیغمبر کی بعثت کے بعد تو یہ کثرت ہے کہ سب لڑکیاں ہی لڑکیاں ہیں۔

رضاعت وحضانت

اولاد کے جینے کا حق تسلیم کرانے کے بعد پہلا فرض یہ ہے کہ اس کی نشو و نما اور دودھ پلانے کے حق کو تسلیم کیا جائے اور جبتک وہ خود سے کھانے پینے کے قابل نہ ہو جائے اس کی خبرگیری کی جائے اور اس کے بعد اس کی نابالغی کے زمانہ تک اس کی نگرانی اور اس کے خرچ کی کفالت کی جائے چنانچہ اسلام نے ان دونوں باتوں کا بوجھ والدین پر اور خاص طور سے جہانتک مصارف کا تعلق ہے تنہا باپ پر رکھا ہے، رضاعت اور حضانت کے عنوان سے اس کی تشریح فقہ کی کتابوں میں مل سکتی ہے۔ مختصر یہ ہے کہ بچہ کو شیرخوارگی کے عالم میں ماں دودھ پلائے اور اگر ماں نہ ہو یا ماں کسی قانون طلاق وغیرہ کے سبب سے شوہر سے علیحدہ ہو چکی ہو تو باپ پر اس کی رضاعت کا سامان کرنا

اور اس کی اجرت ادا کرنا فرض قرار دیا گیا اور اس شیر خوارگی کی پوری مدت بھی دو برس کی مقرر کر دی گئی ہے۔

والوالدات یرضعن اولادھن حولین کاملین لمن اراد ان یتم الرضاعة وعلی المولود لہ رزقھن وکسوتھن بالمعروف	اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دو برس دودھ پلائیں یہ مدت اس کے لئے ہے جو چاہے کہ رضاعت کی مدت پوری کرے اور لڑکے والے پر یعنی باپ پر ان دودھ پلانے والی ماؤں کا کھانا

اور کپڑا دستور کے مطابق واجب ہے۔

اور شیر خوارگی کے دنوں میں ماں کے علاوہ کوئی دوسری عورت بھی اگر اپنا دودھ پلا کر اس کی زندگی کا سہارا بنے تو اسلام ہی ایک مذہب ہے جس نے قانوناً اس کی اہمیت کو قبول کیا اور اس کا درجہ بھی ماں کے قریب قریب قائم کر کے اس کی اولاد کو بھی بھائی اور بہن کے رشتہ کا منصب عطا کیا ہے فرمایا

وامھاتکم التی ارضعنکم واخواتکم من الرضاعة (نساء ۲۳)	اور تمہاری وہ مائیں تم پر حرام ہیں جنہوں نے تم کو دودھ پلایا اور تمہاری دودھ شریک بہنیں

دکھانا یہ ہے کہ ان ننھے بچوں کی نشو و نما کی خدمت اسلام میں وہ عزت اور احترام رکھتی ہے کہ نسبی رشتہ داریوں کے قریب قریب پہنچ جاتی ہے۔

اوپر کی پہلی آیت میں جب دودھ پلانے والی کے کھانے اور کپڑے کی ذمہ داری باپ پر ڈالی گئی ہے تو ظاہر ہے کہ بچپن تک بچہ کے کھانے کپڑے کی ذمہ داری بھی باپ ہی پر ہے اور باپ نہ ہو تو دادا پر دادا [illegible] کے بعد درجہ بدرجہ ورثاء پر ہے۔

تعلیم و تربیت

ظاہری اور جسمانی نشو و نما کے بعد اولاد کی [illegible] روحانی تربیت کا درجہ ہے۔ قرآن پاک نے ایک مختصر فقرہ میں جو صرف چار لفظوں سے مرکب ہے اس حق کو ایسے جامع طریقہ سے ادا کر دیا ہے کہ اس کی تفصیل پر شریعت میں دفتر کے دفتر لکھے جا سکتے ہیں فرمایا

یایھا الذین امنوا قوا انفسکم واھلیکم نارا	اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو آگ سے بچاؤ

اپنے اہل و عیال کو آگ سے بچانا بزرگ خاندان کا فرض ہے یہ آگ جہنم کی آگ ہے مگر اس سے مقصود ان تمام برائیوں خرابیوں اور ہلاکتوں سے ان کی حفاظت ہے جو بالآخر انسان کو دوزخ کی آگ کا مستحق بنا دیتی ہیں اس طرح گھر کے سردار پر اولاد کی اخلاقی تربیت دینی تعلیم اور [illegible] کا فرض عاید کیا ہے۔

خدا نے ان لوگوں کی تعریف فرمائی جو اپنے بیوی بچوں کے حق میں دعائے خیر کیا کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بار الٰہا! تو ان کو ظاہر و باطن کا حسن صورت و سیرت کی خوبی اور دین و دنیا کی بھلائی دے کر میری آنکھوں کی ٹھنڈک بنا فرمایا

والذین یقولون ربنا ھب لنا من ازواجنا وذریتنا قرة اعین (فرقان-۷۴)	اور جنت کے مستحق وہ بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو ہماری بیویوں اور ہماری اولادوں کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عنایت فرما۔

مقصود یہ ہے کہ اولاد کو نیک اور سعادت مند بنانے کی کوشش کے ساتھ ساتھ اس کی نیکی و سعادت مندی کی دعا بھی مانگتے رہنا چاہیے ایک سورہ میں خدا ارشاد فرماتا ہے کہ نیک بندے جس طرح اپنے ماں باپ کے حق میں دعائے مغفرت مانگتے ہیں اور ان کی خدمت کی توفیق چاہتے ہیں اسی طرح وہ اپنی اولاد کے حق میں اپنی کوششوں کی کامیابی کی بھی دعا کرتے ہیں۔

واصلح لی فی ذریتی انی تبت الیک وانی من المسلمین (احقاف ۲۰)	اور اے خداوندا! میرے لئے میرے کاموں کو میری اولاد میں صالح بنا میں اپنے گناہوں سے تیری طرف باز آیا اور میں فرمانبرداروں میں ہوں

اس سے معلوم ہوا کہ اولاد کو ہر طرح صالح اور کارآمد بنانے کی تدبیر اور دعا بھی ایک اچھے باپ کا فرض ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس باب میں وحی الٰہی کے مقصود کی تعلیم ربانی کو مختلف طریقوں سے واضح فرمایا۔

ایک اعرابی اقرع بن حابس دربار نبوی میں آیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو پیار کر رہے تھے اس کو یہ بات ادب اور وقار کے خلاف معلوم ہوئی اس نے کہا کیا آپ بچوں کو پیار کرتے ہیں میرے دس بچے ہیں میں نے کسی کو پیار نہیں کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف نظر اٹھائی پھر فرمایا جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔ دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا۔ اگر اللہ تعالیٰ نے تیرے دل سے رحم و شفقت کو نکال لیا ہے تو میں کیا کر سکتا ہوں۔ ان دونوں کا منشا یہ ہے کہ بچوں کے ساتھ محبت و شفقت سے پیش آنا چاہیے کہ جو اپنے بچوں پر رحم نہیں کرتا خدا اس پر رحم نہیں کرتا۔

ایک دفعہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ کے پاس ایک غریب عورت سائل بن کر آئی اس کے ساتھ اس کی دو کمسن بچیاں بھی تھیں اس وقت کاشانہ نبوی میں ایک کھجور کے سوا کھانے کو کچھ اور نہ تھا ام المومنین نے وہی ایک کھجور اس کے ہاتھ پر رکھ دی۔

ماں کی مامتا نے گوارا نہ کیا کہ وہ کھجور آپ کھائے اور اس ننھی جانوں کو اس نعمت سے محروم رکھے اس نے اس کھجور کے دو ٹکڑے کر کے دونوں بچیوں کو ایک ایک ٹکڑا دے دیا۔ حضرت عائشہ کو غریب ماں کی محبت کے اس منظر کو دیکھ کر تعجب ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب تشریف لائے تو یہ واقعہ عرض کیا، حضور نے سن کر فرمایا جب کسی کو لڑکیوں کی کوئی مصیبت پیش آئے اور وہ ان کے ساتھ نیکی کرے تو وہ دوزخ کی آگ سے اس کے لئے آڑ بن جائیں گی۔ نیز یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جو شخص دو لڑکیوں کی پرورش کرے یہاں تک کہ وہ عمر تمیز کو پہنچ جائیں تو قیامت کے دن اس کا یہ رتبہ ہوگا کہ وہ اور میں (دو انگلیوں کو جوڑ کر فرمایا) اس طرح ملے ہوئے ہوں گے۔ اس رتبہ کی بلندی کا کوئی اندازہ ہو سکتا ہے۔ ایک اور موقعہ پر آپ نے فرمایا کہ باپ کا اپنے بچے کو کوئی ادب سکھانا ایک صاع صدقہ سے بہتر ہے۔ ایک دفعہ یہ فرمایا کہ کوئی باپ اپنے بچہ کو

زندہ سیاست
ہندو مسلم سمجھوتہ میں ناکامی کیوں ہوئی؟

(از جناب سید حسن ریاض صاحب ایڈیٹر منشور)

مسٹر جناح اور مسٹر گاندھی کے درمیان اس طرح گفتگو ختم ہونے کے بعد کہ وہ مسٹر گاندھی کے نزدیک غیر معین مدت کے لئے التوا ہے اور مسٹر جناح کے نزدیک یہ کہ "ہماری کوششوں کا یہ انجام نہیں ہے" مسٹر گاندھی نے حسب معمول اپنی شام کی دعا یا عبادت کے بعد تقریر میں فرمایا:۔

"اگر ہم دونوں میں سے کوئی کمزور ہوتا تو کسی نہ کسی قسم کا سمجھوتہ ہو جاتا لیکن ذمہ دار اشخاص کی حیثیت سے ہم میں اس کی استطاعت نہ تھی کہ کمزوری اختیار کریں۔ ناخدا کو مستقل اور مضبوط ہونا پڑتا ہے ورنہ اس کا جہاز پہاڑیوں سے ٹکرا جائے۔"

خود مسٹر گاندھی کے اپنے طرز عمل کے متعلق کچھ کہنے کی ضرورت نہیں لیکن اس قول سے یہ اچھی طرح ظاہر ہو گیا کہ اگر مسٹر جناح نے مسٹر راجگوپال اچاریہ یا گاندھی جی کی تجاویز کی بنا پر سمجھوتہ کر لیا ہوتا تو وہ مسٹر گاندھی کے نزدیک بھی مسٹر جناح کی کمزوری ہوتی اور ذمہ دار شخص کی حیثیت سے انہوں نے یہ کمزوری اختیار نہیں کی۔ فریق مخالف کی طرف سے مسٹر جناح کے طرز عمل کی یہ بہترین تعریف ہے۔

یقیناً مسٹر جناح اس وقت مسلمانان ہند کی کشتی کے ناخدا ہیں اور وہ اس گفت و شنید میں ایسے ہی ثابت قدم اور مستقل مزاج ثابت ہوئے جیسا کہ اس ناخدا کو ہونا چاہئے جو نہیں چاہتا کہ اس کا جہاز سمندر کی پانی سے چھپی ہوئی پہاڑیوں سے ٹکرائے۔

مسٹر گاندھی مسٹر جناح کے پاس کیا پیش کش لیکر گئے تھے جس پر سمجھوتہ ہوتا اور کس حیثیت سے گئے تھے؟ وہ ہندوؤں کے نمایندہ کی حیثیت سے نہیں گئے وہ کانگریس کے نمایندے کی حیثیت سے نہیں گئے۔ ذاتی حیثیت میں تشریف لے گئے۔ ذاتی حیثیت! جس پر کسی آئین اور قانون کی پابندی عائد نہیں۔ جو کسی کو جواب دہ نہیں۔ جس کے قول اور فعل سے کوئی پابند نہیں ہوتا۔ نہ کانگریس نہ ہندو۔ یہ کہ وہ بہت بڑے آدمی ہیں ہندو قوم میں اور کانگریس میں طاقت نہیں کہ ان کی مرضی کے خلاف قدم اٹھائیں صحیح ہے۔ مگر یہ اسی وقت تو جب مسٹر گاندھی چاہیں۔ جب نہ چاہیں تو یہ ہوتا ہے جو اعلان جنگ ہونے پر وائسرائے اور گاندھی جی کی ملاقات کے بعد ہوا۔ گاندھی جی ویسٹ منسٹر ایبے اور ایوانہائے پارلیمنٹ پر بمباری کے اندیشے سے روتے رہے اور یہ کہتے رہے کہ جب انگلستان اور فرانس ہی تباہ ہو گئے تو ہندوستان آزاد ہو کر کیا کریگا اور کانگریس کی ورکنگ کمیٹی نے سعی جنگ میں شرکت سے صاف انکار کر دیا۔

مسٹر گاندھی ذاتی حیثیت میں مسٹر جناح سے گفتگو کر رہے ہیں مگر راجگوپال آچاریہ کی تجویز پیش کرتے ہیں، جب وہ تجویز کامیاب نہیں ہوتی تو اپنی طرف سے دوسری تجویز پیش کر دیتے ہیں۔ مسٹر گاندھی جب یہ تجاویز پیش کرتے ہیں تو وہ سوائے ان کی ذات کے اور کسی کی طرف سے نہیں ہوتیں لیکن جب مسٹر جناح ان پر تنقید کرتے ہیں "ان میں سے کسی کو منظور کرتے ہیں یا مسترد کرتے ہیں تو ان کا ہر قول اور ہر فعل مسلم لیگ کی طرف سے ہوتا ہے اور مسلمانان ہند کی طرف سے ہوتا ہے وہ ہر طرح پابند ہیں اس ہکطرفہ پابندی اور ذمہ داری کے ساتھ گفتگو کرنا مسٹر جناح کے لئے کس قدر دشوار تھا بقول مسٹر جناح کے جس وقت مسٹر گاندھی کوئی تجویز پیش کرتے تھے تو فوراً ان کی نمایندہ حیثیت پردے کار آجاتی تھی کیونکہ وہ کامل طور پر کانگریس کے نقطہ نظر کے مطابق اور ہندوؤں کے مفاد کے تحفظ کے لئے ہوتی تھی لیکن تنہے کے لئے وہ پھر بھی کسی کے نمایندے نہ تھے اور یہ گفتگو مسلم لیگ اور ایک فرد کے درمیان ہو رہی تھی۔

حقیقت یہ ہے کہ جب تک مسٹر گاندھی کانگریس یا ہندوؤں کے نمایندہ بنکر نہ آتے اس وقت تک اس کا کوئی موقعہ نہ تھا کہ مسلم لیگ اور مسلمانوں کے نمایندے مسٹر جناح ان سے تجاویز لیں یا اپنی طرف سے تجاویز دیں۔ لیکن مسٹر جناح کو ہندو مسلم سمجھوتہ کی طلب اور تمنا اس قدر شدید ہے اور اس پر وثوق اس قدر ہے کہ ہندوستان بغیر ہندوؤں اور مسلمانوں کی مشترکہ جد و جہد کے آزاد نہیں ہو سکتا کہ انہوں نے اس عجیب صورت کو گوارا کر لیا۔

برخلاف اس کے مسٹر گاندھی نے اپنے اس پہلے ہی خط میں گفتگو شروع ہونے پر جیا انہوں نے مسٹر جناح کو جواباً لکھا یہ جتا دیا کہ وہ اس کے قائل ہیں کہ جب تک اجنبی طاقت رفع نہ ہو جائے ہندو مسلم اتحاد ہو ہی نہیں سکتا لہذا حق خود ارادیت کے حصول کی پہلی شرط یہ ہے کہ ہندوستان کی تمام پارٹیاں اور گروہ مل کر پہلے استقلال حاصل کریں۔ اگر سب کا یہ متحدہ عمل حاصل نہ ہو سکے تو مجھے انہیں عناصر کی مدد سے جنگ کرنی چاہئے جو یک جا مجتمع ہو سکیں مسٹر گاندھی کے اس فقرے سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ ہندو مسلم اتحاد کے مقصد سے بے نیاز ہو کر مسٹر جناح سے گفتگو کر رہے تھے۔

گویا ایک طرف مسٹر جناح کا عقیدہ یہ کہ بغیر ہندو مسلم اتحاد کے ہندوستان آزاد نہیں ہو سکتا۔ دوسری طرف مسٹر گاندھی کا یہ کہ جب تک ہندوستان سے برطانوی طاقت دفع نہ ہو ہندو مسلم اتحاد نہیں ہو سکتا اور آزادی کی جنگ میں مسلمان شریک نہ بھی ہوں تو کچھ مضائقہ نہیں ہندوستانی آبادی کے جو دوسرے عناصر انہیں مل جائینگے وہ انہیں کی مدد سے جنگ کرینگے ایسی صورت میں مسٹر گاندھی سے اس کی کیا توقع کہ وہ اخلاص کے ساتھ ہندو مسلم اتحاد اور کانگریس اور مسلم لیگ کے درمیان سمجھوتے کی کوشش کریں چنانچہ اس تمام خط و کتابت میں ابتدا سے انتہا تک مسٹر گاندھی کی طرف سے اخلاص کے ساتھ ہندو مسلم اتحاد کی کوشش کا کوئی شائبہ نظر نہیں آتا اور وہ اس مقصد کے لئے ایک قدم آگے نہیں بڑھے۔

مسٹر گاندھی نے پہلے ہی دن بالمشافہ گفتگو میں مسلم لیگ کی قرارداد لاہور ۱۹۴۰ء کے بنیادی اصول منظور کرنے سے انکار کر دیا۔ جب مسٹر جناح نے ان سے سوال کیا کہ آپ نے کس کا بدل کیا ہے تو انہوں نے مسٹر راجگوپال اچاریہ کی تجویز پیش کر دی۔ مسٹر جناح نے جب اس کے بعض نکات کی تشریح چاہی تو مسٹر گاندھی نے ان سے یہ خواہش کی کہ تشریح طلب نکات مجھے لکھکر بھیجئے میں تحریر میں جواب دونگا۔ مسٹر جناح نے وہ نکات لکھکر بھیجدیئے مسٹر گاندھی نے بعض نکات کی تشریح کی اور بعض کو گول کر گئے بالخصوص یہ انہوں نے کسی طرح نہ بتایا کہ عارضی حکومت کی تشکیل کس طرح عمل میں آئیگی — آخر کیسے۔

مسٹر جناح کے اس خط کے جواب میں مسٹر گاندھی نے مسٹر راجگوپال آچاریہ کی تجویز پر گفتگو کے سلسلہ میں یہی فرمایا کہ میں نے لاہور کے رزولیوشن کے متعلق یہ نہیں کہا تھا کہ میرے اور آپ کے خیال میں اختلاف کا ایک سمندر حائل ہے؟ لاہور کا رزولیوشن غیر معین ہے راجگوپال آچاریہ نے اس کا ماحصل نکال کے ایک صورت دیدی ہے۔ مسٹر گاندھی کے اس فقرے پر یہ نوبت آئی کہ مسٹر جناح نے مسٹر گاندھی سے یہ سوال کیا کہ لاہور کا رزولیوشن کس اعتبار سے غیر معین ہے اس کے کن پہلوؤں کی وہ تشریح چاہتے ہیں، اس پر آمادگی ظاہر کی کہ وہ اس کی تشریح کریں گے اور مسٹر راجگوپال آچاریہ کی تجویز کی تشریح میں مسٹر گاندھی نے جو نکات تشنہ تشریح چھوڑ دیئے تھے ان کی تشریح کا پھر مطالبہ کیا۔

مسٹر گاندھی نے راجگوپال آچاریہ کی تجویز کی تشریح طلب پہلوؤں پر مزید گفتگو سے یہ کہکر گریز کیا کہ میں نے سر دست اسے بحث سے خارج کر دیا ہے اور مسلم لیگ کے لاہور رزولیوشن پر گفتگو شروع کر دی۔ اس سلسلے میں انہوں نے صرف وہی نکات پیش نہیں کئے جو تشریح طلب تھے بلکہ اپنی رائے اور اپنے خیالات ایسے تحقیر آمیز طریقے پر پیش کئے کہ ان پر شائستہ گفتگو ہو سکتی تھی نہ خط وکتابت میں۔ مثلاً مسلمانان ہند جداگانہ قوم نہیں ہیں۔ پاکستان کی تحریک اتحاد اسلامی (پان اسلامزم) کے مرادف ہے؟ یہ رزولیوشن بنظر ترتیب مسلمانوں سے مخاطب ہے پورے ہندوستان سے اپیل ہے یا اجنبی حکمرانوں کے لئے الٹی میٹم ہے۔ تاہم مسٹر جناح نے ان کو شافی جوابات دیئے لیکن مسٹر گاندھی نے پاکستان کے بنیادی اصول منظور کرنے سے صاف انکار کر دیا اور مسلم لیگ کے مطمح نظر اور دو قوموں کے نظریئے پر سخت حیرت کا اظہار کیا اور اپنے ۱۴ ستمبر کے خط میں صرف کہا کہ میں یہ منظور نہیں کر سکتا کہ مسلمانان ہند ہندوستان کے دوسرے باشندوں سے الگ ایک قوم ہیں۔

مسلم اکثریت کے علاقوں کی عام آبادی سے ضرور استصواب رائے کیا جائیگا میں کوئی ایسی تقسیم منظور نہیں کر سکتا جس میں ایسے مشترکہ مفاد کا تحفظ نہ ہو جیسے فوج، امور خارجہ اور ایسے ہی دوسرے امور۔

اس خط کے اندر مسٹر گاندھی نے راجگوپال آچاریہ کی تجویز کو چھوڑ کر اور مسلم لیگ کے بنیادی اصولوں کو مسترد کر کے اپنی طرف سے یہ تجویز پیش کر دی کہ اگر ہندوستان کی تقسیم منظور ہی ہے تو وہ اس طرح ہو جس طرح دو بھائیوں کے درمیان ہو جایا کرتی ہے اور مسٹر جناح کی خواہش پر انہوں نے اپنے دوسرے خط میں اسے تجویز کی صورت میں لکھا

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مسٹر جناح نے مسٹر راجگوپال آچاریہ اور مسٹر گاندھی کی تجاویز کیوں منظور نہ کیں اور مسٹر گاندھی نے مسلم لیگ کا وہ رزولیوشن جو سالانہ اجلاس منعقدہ لاہور ۱۹۴۰ء میں پاس ہوا اور پاکستان اسکیم کے نام سے مشہور ہے کیوں منظور نہ کیا اور دونوں لیڈر سمجھوتہ کرنے میں کیوں ناکام رہے۔ مسلمانوں کا دعوی یہ ہے کہ ہندوستانی مسلمان ہندوستان میں ایک جداگانہ قوم ہیں۔ شمال مغربی اور شمال مشرقی علاقے جن میں مسلمانوں کی اکثریت ہے اور جو صوبہ سرحد، پنجاب، سندھ، بلوچستان، اور بنگال و آسام پر مشتمل ہیں مسلمانوں کی وطنی سرزمین ہیں۔ مسلمانوں کو بحیثیت ایک جداگانہ قوم کے کامل آزادی اور خود ارادیت ملنی چاہیئے اور اس قومی دعوی اور حق کی بنا پر ان کی وطنی سرزمینیں ہندوستان سے الگ کر کے مسلم قوم کی آزاد اور خودمختار اسٹیٹس قرار دی جائیں اس تصور کے ماتحت نہیں کہ کوئی فیڈریشن یا یونین پہلے سے موجود ہے اس سے یہ علاقے ملکی اعتبار سے الگ ہو رہے ہیں اور عملی اعتبار سے انہیں خود ارادیت مل رہی ہے۔ اپنی قومی کامل آزادی خود ارادیت اور حاکمیت کے متعلق مسلمانوں کا دعوی یہ ہے کہ ان کی قومی حکومتوں کا فوجی انتظام علیحدہ ہو امور خارجیہ کسٹمس رسل ورسائل اور اسی قسم کے دوسرے مسائل میں وہ جداگانہ با اختیار ہوں۔

اس کے برخلاف مسٹر راجگوپال آچاریہ اور مسٹر گاندھی کی تجاویز کا ماحصل یہ ہے کہ مسلمانان ہندوستان کوئی جداگانہ قوم نہیں بلکہ تمام ہندوستانی ایک قوم ہیں اور مسلمان مذہب کے اعتبار سے مختلف اس کا ایک عنصر ہیں ان علاقوں کو جن میں مسلمانوں کی اکثریت ہے ملکی حیثیت سے عام ہندوستانی یونین یا فیڈریشن سے اس شرط پر علیحدہ ہونے کا حق ہے کہ بذریعہ استصواب رائے عامہ ان علاقوں کی مسلم اور غیر مسلم آبادی اپنی اس خواہش کا اظہار کرے کہ وہ علیحدگی چاہتی ہے۔ فوج امور خارجہ رسل ورسائل اور اسی قسم کے دوسرے امور بہر حال ہندوستان اور پاکستان کے درمیان مشترک رہیں اور ان کا انتظام کوئی مشترک نظام کرے پنجاب بنگال اور آسام سے وہ اضلاع علیحدہ کر کے ہندوستان میں داخل کر دیئے جائیں جن میں غیر مسلموں کی مجموعی آبادی کے مقابلہ میں مسلمانوں کی بڑی اکثریت نہیں ہے۔ کانگریس اور مسلم لیگ کے درمیان علیحدگی کے متعلق جو معاہدہ ہوگا اس کا عملدرآمد ہندوستان کی آزادی کے بعد جلد سے جلد کیا جائے گا گویا ہندوستان کی آزادی اور اختیار پورے ہندوستان کی عارضی حکومت کو منتقل کیا جائیگا لیگ اور کانگریس کا جو معاہدہ ہوگا اس کا نفاذ بھی عارضی حکومت کرے گی جس کے متعلق مسٹر گاندھی نے کچھ نہیں بتایا کہ اس کی تشکیل کس طرح ہوگی اور جس کے متعلق یہ یقینی ہے کہ مسٹر گاندھی کو یہ اصرار ہوگا کہ اس میں ہندوؤں کی اکثریت ہو۔

مسٹر گاندھی نے اپنے خطوط میں بار بار یہ دعوی کیا ہے کہ ان کی اور راجگوپال آچاریہ کی تجاویز میں مسلم لیگ کی قرارداد لاہور کا ماحصل موجود ہے۔ کیا ماحصل موجود ہے ہمیں تو نظر نہیں آتا۔ ان دونوں تجاویز میں جو کچھ پیش کیا گیا ہے وہ زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ مرکزی حکومت کے ماتحت کامل داخلی و مقامی خود مختاری، جیسی قریب قریب اب بھی اس مرکز کے ماتحت حاصل ہے جس میں اختیارات حاکمیت برطانیہ کے پاس ہیں۔

فوج رسل ورسائل کسٹمس وغیرہ آزادی اور استقلال کی جان ہیں جس حکومت کو ان پر اختیار نہ ہو وہ آزاد ہے نہ خود مختار۔ مسٹر راجگوپال آچاریہ اور مسٹر گاندھی کی تجاویز میں یہی چیزیں نہیں جو مسلم لیگ کی قرارداد لاہور کی جان اور حقیقت ماحصل ہے، یہ کیسے منتقل کی جا سکتی ہیں۔

مسٹر گاندھی نے اپنی اور مسٹر راجگوپال آچاریہ کی تجویز میں مسلم لیگ کی قرارداد لاہور کا جو بدل پیش کیا ہے وہ اس سے کہیں زیادہ پست ہے جو سر اسٹیفورڈ کرپس کی تجاویز میں اب سے دو برس قبل مسلم لیگ مسترد کر چکی تھی۔ استصواب رائے عامہ کی شرط جو سر اسٹیفورڈ کرپس کی تجاویز میں تھی مسٹر گاندھی کی دونوں تجاویز میں موجود ہے اس پر یہ اور اضافہ ہے کہ مسلم اکثریت کے علاقوں

گاندھی جی کے بیانات پر قائداعظم محمد علی جناح کا باطل سوز تبصرہ

بمبئی۔ ۴۔ اکتوبر۔ آج سہ پہر ۴ بجے کے بعد قائداعظم محمد علی جناح نے ایک پریس کانفرنس میں حسب ذیل بیان دیا۔

ہمیں تیسری پارٹی کے باوجود سمجھوتہ کرنا ہے گاندھی

میری توجہ گاندھی جی کے اس بیان کی طرف منعطف کرائی گئی ہے جو ۲۹ ستمبر کو اخبارات میں شائع ہوا تھا۔ یہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ مسٹر گاندھی کے نزدیک تیسری پارٹی کی موجودگی ہندو مسلم مسئلہ کے حل میں رکاوٹ ڈال رہی ہے اور مسٹر گاندھی کے یہ الفاظ میرے لئے بہت دردناک ہیں کہ۔

"ایک ذہن و دماغ جو غلامی میں مبتلا ہو وہ اس طرح کام نہیں کر سکتا جس طرح آزادی کی حالت میں کام کر سکتا ہے۔"

میرا خیال یہ ہے کہ دنیا کی کوئی طاقت انسان کے دل دماغ اور روح کو غلام نہیں بنا سکتی اور مجھے یقین ہے کہ مسٹر گاندھی آخری شخص ہیں جو اپنے ذہن و دماغ کو غلامی میں مبتلا ہونے کا موقع دیں گے مجھے امید ہے کہ وہ اس افسردگی پر غالب آجائیں گے جس میں وہ ہمیشہ مبتلا رہتے ہیں ہمیں اس تیسری پارٹی کے باوجود خود اپنے طور پر سمجھوتہ کرنا ہے اور اپنے مسائل کا حل نکالنا ہے۔

مسٹر گاندھی نے پروپیگنڈا شروع کر دیا ہے

جہاں تک دوسرے معاملات کا تعلق ہے بدقسمتی سے مسٹر گاندھی نے ہم دونوں کے مشترک بیان کے برعکس بڑے زور شور سے پروپیگنڈا شروع کر دیا ہے قطع نظر اس سے کہ انہوں نے مسلم لیگ کی نمائندہ اور مستند حیثیت اور مرتبہ کو چیلنج کیا ہے وہ مسلمانوں کو بھی میرے خلاف بھڑکا رہے ہیں اور انھوں نے بار بار اپنے بیانات میں اس دعوے کو دہرایا ہے کہ انھوں نے راجہ جی فارمولے کے ذریعہ سے اور خود اپنی تجویزوں کے ذریعہ سے جو انہوں نے آخری وقت پیش کیں تحصیل لاہور یا مسلم لیگ کی خاص خاص شرطیں پوری کر دی ہیں اور مسٹر گاندھی اپنے اور راجہ جی کے فارمولا کو اور خود اپنی تجویزوں کو پیش کر کے ڈھیرے یاد کر رہے ہیں

مسٹر گاندھی کی پیشکش کی حقیقت

جس چیز کو مسٹر گاندھی خود اپنی پیشکش کہتے ہیں وہ اس وقت سامنے آئی جب اس سے قبل مسٹر گاندھی مسلم لیگ لاہور کی تمام بنیادی شرطوں کو مسترد کر چکے تھے اور اعلان کا راجہ جی کا مشترک فارمولا کو مسٹر گاندھی نے شروع ہی سے چلتا کر دیا تھا۔

اب جبکہ معاملہ پبلک میں زیر بحث آگیا ہے اور مسٹر گاندھی بیان پر بیان اور انٹرویو پر انٹرویو دے رہے ہیں جو نہایت گمراہ کن ہیں اس لئے میں ان کی حقیقت واضح کرنے پر مجبور ہو گیا ہوں۔

آئیے پیشکش کی بعض صورتوں پر تحقیقی نظر ڈالیں۔

[illegible] حیثیت سے فوراً خود مختاری دیدیگا

ایک بااختیار عارضی حکومت جو مسٹر گاندھی کے تصورات کے مطابق ہو فوری طور پر قائم ہو جائے۔

ایسی حکومت کے متعلق اپنے تصورات مسٹر گاندھی نے اپنے خط مورخہ ۱۵ ستمبر میں واضح کئے ہیں جو یہ ہیں کہ:۔

"ایک بااختیار عارضی حکومت جو موجودہ اسمبلی یا ایک نئی منتخب اسمبلی کے ارکان کے سامنے جوابدہ ہوگی زمانہ جنگ میں کمانڈر انچیف کے اختیارات کو چھوڑ کر وہ دوسرے تمام اختیارات کی مالک ہوگی اور لڑائی کے بعد پورے اختیارات کی مالک بن جائیگی کانگریس اور لیگ کے درمیان جو سمجھوتہ ہو اس کو نافذ کرنے کا اختیار اسی حکومت کو حاصل ہوگا۔"

یہاں چلتے چلاتے اتنی بات بتا دوں کہ اس میں مسٹر گاندھی نے نہ صرف یہ کہ تیسری پارٹی کے وجود کو تسلیم کیا ہے بلکہ تیسری پارٹی کو زمانہ جنگ میں کمانڈر انچیف اور محکمہ کے تمام اختیارات بھی دیدیے ہیں اور یہ وہ محکمہ ہے جو نہایت اہم ہوتا ہے اور سب پر چھا جاتا ہے۔

اس کے صاف معنی یہ ہیں کہ فوراً ایک مرکزی وحدتی یا وفاقی حکومت ایسی قائم ہو جائے جو کل سول انتظام پر قابض ہو جس کے ساتھ مجلس قانون ساز میں ہندوؤں کی ایک مناسب اکثریت ہو جہاں ۷۵ فی صدی سے کم نہ ہوگی کیبنٹ اسی مجلس قانون ساز کے سامنے جوابدہ ہوگی۔

(۳) یہ کہ جب ایسی حکومت قائم ہو جائے اس طرح قائم ہونے والی حکومت کا کام ہوگا کہ آزاد ہندوستان کا دستور مرتب کرے۔ یا پھر یہ حکومت ایک بااختیار جماعت کا قیام عمل میں لائیگی جو برطانوی اقتدار کے ہٹنے کے بعد دستور مرتب کریگی۔

(۴) یہ کہ یہ قومی حکومت مشترکہ دلچسپی کے معاملوں کے انتظام کے متعلق معاہدہ اور سمجھوتوں کا مسودہ مرتب کریگی۔ مسٹر گاندھی اب اپنی نام نہاد پیشکش میں مشترک دلچسپی کے ان معاملات کی بات بھی صاف کر چکے ہیں یعنی وہ معاملات مثلاً امور خارجہ دفاع۔ داخلی مواصلات۔ کسٹم۔ تجارت وغیرہ وغیرہ۔ مگر مسٹر گاندھی کہتے ہیں کہ یہ معاملات لازمی طور پر برابر ایک مرکزی اتھارٹی یا حکومت کے عمدہ اور تسلی بخش انتظام میں رہنے چاہئیں۔ اس کے بس ایک ہی معنے ہو سکتے ہیں کہ یہ تمام اہم معاملات جو کسی مملکت کی روح حیات کا حکم رکھتے ہیں ان کی بحیثیت قومی وفاقی حکومت کے قابو میں رہیں گے یعنی قوت کو ہندو کی حکومت کے پورے اختیارات اور ذمہ داری منتقل کی جائیگی لہذا یہ بات بالکل صاف ہو جاتی ہے کہ جو قومی حکومت ان شرطوں کے مطابق معرض وجود میں لائی جائیگی اور قائم کی جائیگی اور قابو حاصل کریگی اور جس کے ساتھ ہندوؤں کی ایک غالب اور ٹھوس اکثریت ہوگی وہ درحقیقت پوری ہندوؤں کی حکومت ہوگی۔

(۵) اس کے بعد یہ کہا جاتا ہے کہ ہم ان شرطوں پر جدا نہائی طور پر سمجھا ر اور تجویز یہ ہیں متفق ہو جائیں اور اس اصول کو قبول کرلیں جن کی بنا پر ان

پیشاب سے پہلے یا بعد سفید قطرہ

جو لوگ جریان کو معمولی مرض سمجھتے ہیں وہ سخت غلطی کرتے ہیں۔ اصل میں یہ مرض نامردی کا پیش خیمہ ہے۔ اس مرض میں لاپرواہی کرنا جسم کو اندر سے گھلا دیتی ہے جسم میں سستی آجاتی ہے۔ ہاتھ پیروں اور کمر میں درد رہتا ہے۔ دل دھڑکتا ہے دماغ اور تمام اعضائے رئیسہ کمزور ہو جاتے ہیں۔ بینائی اور حافظہ کی قوت جواب دے دیتی ہے پیشاب کے بعد اور پیشاب سے پہلے قطرہ آتا ہے۔ ان تمام بیماریوں کو جڑ سے کھونے کے لئے **جریان مین** ہے۔ جس کے استعمال سے ۲۰ دن میں نیا اور ۴۰ دن میں پرانا جریان دور ہو جاتا ہے۔ اور جسم میں طاقت، چہرے پر رونق آجاتی ہے۔ جو لوگ اپنی جان کو موت کے پنجہ سے بچانا چاہتے ہیں تو جریان مین دوا منگا کر استعمال کریں۔ قیمت ایک شیشی کی دو روپے، محصول ڈاک (۱۱)

اکسیری دواخانہ کلاں محل، نمبر ۲۱ (ایم، ڈی) دہلی

سوزاک کا عجیب علاج

اس مرض میں پیشاب کے مقام پر زخم ہو جاتا ہے جس کے ہر وقت پیپ بہتی رہتی ہے۔ اور صحیح علاج نہ ہونے کی وجہ سے جب مرض بعد ترقی کر جاتا ہے تو اس مقام پر ورم یعنی سوجن پیدا ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے پیشاب بالکل بند ہو جاتا ہے اور سوزاک کا مریض ہلاک ہو جاتا ہے۔

اگر آپ اس موذی مرض میں مبتلا ہیں تو گھبرانے کی ضرورت نہیں، ہم نے اس مرض کا علاج جس کا نام **گونو** ہے۔ تیار کر لیا ہے جس سے چند دنوں میں سوزاک کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ اس دوا کی پہلی خوراک آپ کو فائدہ پہنچائے گی۔ گونو دوا سوزاک کا بالکل آخری اور یقینی علاج ہے۔

قیمت تین روپے ہے، محصول ڈاک گیارہ آنے (۱۱) علاوہ ہے

اکسیری دواخانہ کلاں محل، نمبر ۲۱ (ایم، ڈی) دہلی

دل کی مراد پوری ہوگی

ناظرین؟ دنیا میں جھوٹ اور سچ کی تمیز نہیں مگر میں خدا کی قسم کھا کر آپ کو یقین دلاتا ہوں آپ مسلمان ہیں میری قسم کا اعتبار کیجئے۔ میں نے ان چیزوں کے حاصل کرنے میں بڑی محنت کی ہے اور ہزاروں روپیہ برباد کیا ہے جب کامیابی ہوئی ہے۔ اب ان عملیات کو عام فائدے کی غرض سے پیش کر رہا ہوں۔ اگر آپ کا دل چاہے تو منگا لیجئے چند روپوں پیسوں کے لحاظ میں اپنے ایمان کو خراب نہ کرونگا۔ نقش مندرجہ ذیل ہیں۔

قسمت کا موتی رات کو اپنے سرہانے رکھنے سے خواب میں بشارت ہو جاتی ہے کہ اسمیں کامیابی ہوگی یا نہیں۔ اور اسکا طریقہ کیا ہے۔ بالکل سچا جواب مل جاتا ہے اسکے عامل نے برسوں تک سوچ کے عکس میں رہ کر اس عمل کو یاد کیا ہے۔ ہدیہ ایک روپیہ دس آنے (۱۰/۱)

دولت کی کنجی یہ ایسا تعویذ ہے جس کو روپے پیسے میں رکھنے سے اسقدر ترقی ہوتی ہے کہ خدا کی شان دکھائی دیتی ہے اور غریب کی مفلسی دور ہو جاتی ہے۔ اور تعجب ہوتا ہے کہ اتنی جلدی دولت کہاں سے مل گئی نوکری کی صورت میں افسر کے سامنے لے جائے تو وہ بھی مہربان ہو جاتا ہے۔ ہدیہ (۴/۱)

محبت کی ڈوری فقیر نے بڑی محنت سے یہ چیزیں حاصل کی ہیں یہ بھی عامل صاحب کا عطیہ ہے جس کسی سے محبت ہو اور اس سے شادی کی تمنا ہو تو محبت کی ڈوری سے کام لیجئے اور ڈوری کو اپنے بازو پر باندھ لیجئے۔ پھر گھر بیٹھے اس کی تڑپ کا تماشہ دیکھئے وہ تڑپ کے آپ تک ضرور پہنچے گا۔ ہدیہ ڈھائی روپے۔

پتہ:۔ سید نواب میاں شاہ صاحب عامل کالا محل (م، ڈ) دہلی

مفت سونے کی چوڑیاں

آپ ان چوڑیوں کو مفت حاصل کر سکتے ہیں، یہ ایسے سونے کی بنی ہوئی ہیں جس کو سنار اور صراف نے بھی نہیں پہچانا کہ اصلی ہیں یا نقلی، رنگ و روپ میں اصلی سونے سے ملتا ہے۔ برسوں تک استعمال کرنے سے خراب نہیں ہوتیں۔ بیاہ شادی اور تحفوں میں دینے کیلئے ضرور منگائیے۔ صرف شہرت کی غرض سے آٹھ چوڑیوں کے ایک سیٹ کی قیمت تین روپے، دو سیٹ کی چھ روپے محصول ڈاک فری، تین سیٹ منگانے والوں کو ایک سیٹ مفت اور محصول ڈاک بھی معاف ہوگا۔

گلڈ کمپنی ٹریڈ ایجنسی دریا گنج بازار (ایم، ڈی) دہلی

جوانی کا بہترین علاج

سات دن میں ہوجاتا ہے

اکسیری دواخانہ دہلی کی مشہور دوا ری جووین کورس منگا کر اپنے اندر طاقت اور انرجی پیدا کیجئے۔ طاقت جیسی دولت کو برباد کرکے کوئی انسان چین سے زندگی بسر نہیں کرسکتا۔ اس کو اپنی کمزوری کا غم چوبیس گھنٹے پریشان کرتا رہتا ہے۔ وہ مٹی کا ایک کھلونا بن جاتا ہے۔ اور اس کی خوشی یاس میں بدل کر رہ جاتی ہے۔

ری جووین کورس ہندوستان کے ہر انسان کو طاقتور بنانے کیلئے برسوں سے بہترین کام کر رہا ہے یعنی کمزور انسان کو بہت جلد دوبارہ جوانی دے کر اپنی شہرت کا سکہ بٹھا چکی ہے۔ اس کو دوا نہیں بلکہ جادو کہنا چاہیئے۔

آپ بوڑھے ہوں یا جوان تو آپ کی کمزوری کو دور کردینا اس کا عجیب کرشمہ ثابت ہوگا۔ اس علاج میں دو دوائیں ہوتی ہیں ایک کھانے کی اور دوسری لگانے کی۔ دونوں دوائیوں کے کورس کا نام **ری جووین** ہے۔ ان دواؤں کا استعمال ایک ساتھ شروع ہوتا ہے اور سولہ دن تک جاری رہتا ہے۔ پرہیز کچھ بھی نہیں کام برابر کرتے رہئے۔ اگرچہ دوا کا اثر تیسرے ہی دن سے شروع ہوجاتا ہے مگر مکمل علاج سولہ دن کا ہے۔ کمزور جسم کے اندر تو ایسا معلوم ہوتا ہے بجلی سی دوڑ رہی ہے اور مردہ انسان کو دوبارہ زندگی مل رہی ہے۔ کیا انسانی زندگی کو دوبارہ جلانے کیلئے یہ کمال نہیں ہے۔ تجربہ کرنے سے آپ کو معلوم ہوجائے گا۔ قیمت مکمل کورس کی پانچ روپے۔ محصول ڈاک گیارہ آنے (۱۱)

اکسیری دواخانہ کلاں محل، بکس نمبر ۱۴ (ایم، ڈی) دہلی

پیشاب میں شکر

یہ اتنا خوفناک مرض ہے کہ مریض مرتے دم تک کھیلا کرتا ہے شکر کی مقدار اکثر مریضوں میں ایکدم بڑھ جانے سے ایک ہفتہ کے اندر ہی موت آجاتی ہے۔ ڈاکٹری علاج اس مرض کا کوئی نہیں ہے انسولین کے انجکشن آجتک بالکل بیکار ہے مگر آج یونانی طب اس دوا پر ناز ہے کہ خواہ کتنا ہی ذیابطیس کی شکایت کا مریض ہو، تین دن میں تندرست ہوجاتا ہے شکر آنی بند ہوجاتی ہے ہر چیز بلاخوف کھا سکتا ہے اور مرض دوبارہ نہیں آتا۔ پیشاب بار بار آتا ہو، پیشاب کے ساتھ ہی چربی آتی ہو جسم سوکھنے لگا ہو، قوت مردمی ختم ہوگئی ہو۔ غرضیکہ ذیابطیس کی تمام شکایات کو **نیو ڈایابٹول** ۳ دن میں ختم کردیگی۔ قیمت مکمل کورس کی پندرہ روپے (۱۵) محصول ڈاک گیارہ آنے (۱۱)

اکسیری دواخانہ کلاں محل بکس ۱۴ (ایم، ڈی) دہلی

جوان لڑکی کو بچاؤ

اگر کسی جوان لڑکی کو دورے پڑنے کی بیماری لگ جائے جس کو ہسٹیریا، باؤ گولہ اور اختناق الرحم کہتے ہیں، تو اسکی زندگی سارے خاندان کیلئے عذاب جان بن جاتی ہے۔ دورے کیوقت مریضہ کے پیٹ میں ایک گولہ سا اٹھکر دماغ تک پہونچتا ہے اور اسکے ہاتھ پاؤں میں اینٹھن ہوجاتی ہے۔ وہ چیخنے، چلانے اور کپڑے پھاڑنے لگتی ہے۔ اسکو ہسٹیریا کا مرض کہتے ہیں۔ اور اس مرض کو دفع کرنیکی دوا کا نام **ہسٹیرون** ہے۔ اس مرض کو فائدہ پہونچانے والی تمام ہندوستان میں اس سے بہتر دوا نہیں ہے اس سے بیشمار جوان لڑکیاں اور عورتیں تندرست ہوچکی ہیں۔

قیمت ایک شیشی کی چار روپے محصول ڈاک گیارہ آنے (۱۱) علاوہ رہے۔

اکسیری دواخانہ کلاں محل، بکس ۱۴ (ایم، ڈی) دہلی

(ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا او اخطانا)

بسم اللہ الرحمن الرحیم
چاندی مہینے کی ۱۵ تاریخ تک ہی اگر اتفاق سے کوئی پرچہ آپ کو نہ ملے تو نمبر خریداری لکھ کر دوسرا پرچہ منگا لیں لیکن دو پرچے ۲ ماہ کے کبھی نہ مل سکیں گے

مولوی دہلی

نمبر خریداری آپ کا اسی جگہ لکھا ہوا ہے جہاں آپ کا پتہ ہے اگر پہلے سے زائد نہیں ہے تو اب لکھ بھیجئے اس کے حوالے کے بغیر آپ کی کوئی شکایت خصوصاً تبدیلی پتہ ناممکن ہے۔

جو ہر اسلامی مہینے کی ۱۵ تاریخ کو حمیدیہ پریس دہلی سے شایع ہوتا ہے

جلد ۴۰ | بابت ماہ ذی الحجہ ۱۴۲۲ھ | نمبر ۶

شذرات

یہ چودہواں باب

۱۸۵۷ء میں جب ہندوستانیوں کو سیاسی شکست ہوگئی اور انگریزوں کے قدم یہاں جم گئے اور ان کی آئینی حیثیت یہاں مسلم ہوگئی تو مغربی ذہنیت جہانبانی کے مطابق ان کو اس امر کی ضرورت ہوئی کہ ہندوستانی اقوام کی نگاہ کو سیاست سے ہٹا کر جذباتی باتوں کی طرف منعطف کر دیا جائے تاکہ ان کو اپنی پستی سے ابھرنے کا احساس ہی نہ رہے اور کم از کم ایک نسل تک یہ لوگ لغو و بیکار امور میں پھنسے رہیں۔ چونکہ ہندوستانی لوگ قدرتاً مذہبی خیال کے ہیں لہذا سب سے زیادہ موثر اقدام یہی ہو سکتا تھا کہ ان کو مذہبی الجھنوں میں گرفتار کر دیا جائے چنانچہ ہندوستان میں دو تحریکیں جاری کی گئیں قادیانیت اور آریہ سماج ان تحریکوں کے بانیوں نے یہاں مناظرہ بازی کا وہ ہنگامہ برپا کیا کہ تاریخ ہند اس کی مثال پیش کرنے سے عاجز ہے۔ ان دونوں تحریکوں کے ذریعہ اگر ایک طرف آپس میں ایک دوسرے سے گتھ گئے اور دوسری طرف ہندوؤں کو آپس میں ٹکرا دیا گیا۔ ساتھ ساتھ ہندو اور مسلمان بھی آپس میں دست و گریباں ہو گئے مرزا غلام احمد قادیانی اور سوامی دیانند اس دو رخے محاذ کے پیدا کرنے میں کامیاب ہیں۔

ملکہ وکٹوریہ کے اعلان کے مطابق ہندوستانیوں کے تمام اہل مذاہب کے حقوق محفوظ تھے اور ان کے شعائر ملی کی نگہداشت حکومت پر لازمی تھی لیکن کیسی عجیب بات ہے کہ خود ملکہ کے دور حکومت میں ہندوستانیوں کے تمام پیشواؤں کو علانیہ گالیاں دی جاتی تھیں ان کا مضحکہ اڑایا جاتا تھا اور ان کے عقائد و اعمال کے ساتھ تمسخر کیا جاتا تھا لیکن حکومت نے نہ مرزا صاحب کی زبان بندی کی اور نہ دیانند کی پھر اگر ہم سمجھتے ہیں کہ دونوں تحریکیں برطانیہ کی ڈپلومیسی کی پیداوار ہیں تو کیا غلط سمجھتے ہیں۔ ہمارے پاس اپنے اس خیال پر مضبوطی سے جمے رہنے کی ٹھوس وجوہات ہیں جن کو غلط ثابت کرنا آسان نہیں ان دونوں مدعیان رہنمائی کی تحریریں موجود ہیں تقریریں چھپی ہوئی ہیں کتابیں بازار میں علانیہ فروخت ہو رہی ہیں کیا سب اس امر کی گواہی نہیں دیتیں کہ برطانوی حکومت کے اعلان اور اس کے استحکام کے باوجود یہ دونوں تحریکیں اپنے قدم جمانے میں کامیاب ہو گئیں۔ حالانکہ ملکہ وکٹوریہ کے اعلان کے مطابق غلام احمد اور دیانند دونوں سخت ترین فتنہ و فساد پھیلانے والی ہستیاں ہیں اور دونوں کے متبعین فضا کو مکدر کرنے میں پیش پیش ہیں لیکن چونکہ یہ دونوں شخصیتیں مسلمانوں کو سیاسی غفلت کی نیند سلانے میں کامیاب ہو گئیں اور تمام ہندوستانی اقوام کو ایک دوسرے کے خلاف ابھارنے میں بھی، جو ان کا نشانہ قرار دیا اس لئے حکومت نے کبھی ان کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھایا بلکہ ان دونوں جماعتوں کو حکومت کی پوری پوری سرپرستی حاصل رہی۔ برطانوی ڈپلومیسی اپنی انہی چالوں سے زندہ ہے

ستیارتھ پرکاش کا مصنف مرزا غلام احمد قادیانی سے بھی بازی لے گیا اس نے مذاہب عالم پر جس طرح تبصرہ کیا ہے اور تمام مذاہب کے اکابر کو جس طرح مطعون کیا ہے اور جس ناشائستہ طریقہ سے ان کا مضحکہ اڑایا ہے عقل انسانی ششدر ہے بہرحال اس کی دریدہ دہنی کیسی ہی ہو لیکن وہ اپنی کتاب کے چودھویں باب کو نہیں پہنچتی چودھویں باب کا مصنف اتنا ذلیل شخص تھا کہ اس کو اپنا نام ظاہر کرنے کی بھی جرأت نہیں ہوئی بلکہ دوسرے شخص کی تصنیف میں اس باب کا الحاق کر کے اس نے بد دیانتی کی ایسی مثال پیش کی ہے جس کا جواب مشکل ہے۔

حکومت سندھ نے برسر اقتدار آکر منجملہ اور تعمیری کاموں کے ایک یہ بھی کام کیا ہے کہ ستیارتھ پرکاش کے چودھویں باب کی اشاعت کو ممنوع قرار دیا ہے اس اقدام کو کوئی سنجیدہ شخص غلط نہیں قرار دے سکتا محض مسلمان ہی نہیں بلکہ ہر مذہب و ملت کے پیرو کار۔ غرض یہ کہ سندھ گورنمنٹ کے اس اقدام کو سراہے حتی کہ خود آریہ سماجیوں کا بھی۔

اگر ستیارتھ پرکاش جیسی کتابیں برابر چھپتی رہیں اور دنیا میں پھیلائی جاتی رہیں تو ہم کو وہ تمام فحش لٹریچر اور وہ تمام ذلیل کتابیں چھاپنے کی اجازت دینا ہوگی جو اخلاقی طور پر لوگوں کی ذہنیتوں کو غلط راستہ پر لگانے والی ہیں۔

دو ہی باتیں ہیں یا تو بقول آریہ سماجیوں کے ستیارتھ پرکاش الہامی کتاب ہے اور اس کا مصنف دینی مقتدا ہے یا پھر یہ کتاب منجملہ اور مناظرانہ کتابوں کے ایک کتاب ہے اور اس کا مصنف دینی مقتدا ہے۔ یا پھر یہ کتاب منجملہ دیگر مناظرانہ کتابوں کے ایک کتاب ہے اور سوامی دیانند کی حیثیت ایک مفکر سے زیادہ کچھ نہیں اگر دوسری صورت ہے تو محض چودھواں باب ہی نہیں اگر پوری کتاب

ہیں۔ اسی کے ساتھ اگر کوئی قوم اس امر کی مدعی ہو کہ اس کا مذہب اور زندگی کے متعلق اس کا تخیل سب سے برتر ہے۔ اور باقی تمام اقوام کو اپنی زندگی اسی تخیل کے مطابق ڈھالنا چاہیئے اور اس کی خاطر وہ قوم بغض و تنافر پھیلائے اور دوسروں کی ہتک عزت کرے اور ان پر پھبتیاں کسے اور ان کی جان و مال کی تلافی اور جماعت کی پراگندگی کے درپے ہو تو ایسا تخیل کبھی تعمیری فطری اور الہٰی نہیں کہلایا جا سکتا۔

آریہ سماجی تحریک خالص تخریبی تحریک ہے۔ اس میں ذرہ برابر بھی کوئی تعمیری بات نہیں۔ یہ انگریزی حکومت کے مفاد کے لئے جاری کی گئی اور اس کی بقا بھی انگریزی حکومت کے ساتھ وابستہ ہے اور اس کا فنا ہو جانا بھی قادیانی تحریک کی طرح قطعی اور یقینی ہے۔ شہری حقوق اپنی جگہ ہیں اور آزادئ خیال بھی باقی رکھنی ضروری ہے لیکن بے لگامی اور فتنہ جوئی کی اجازت تو نہیں دی جا سکتی۔ کوئی متمدن سلطنت اس بات کو گوارا نہیں کر سکتی کہ باعتبار ہر کوئی ایسی تحریک پھلے اور پھولے جس کا مطمح نظر سوائے دل آزاری اور ہتک کے اور کچھ نہ ہو اگر کوئی حکومت قادیانی یا آریہ سماجی جیسی تحریک کو پروان چڑھنے دیگی تو اس کے معنے یہ ہیں کہ وہ حکومت امن و عافیت کی دشمن ہے اور تاریخ انسانیت کو مسخ کرنا چاہتی ہے اور خدا کے ان برگزیدہ بندوں کی تمام کاوشوں اور کوششوں کو فنا کرنا چاہتی ہے جنہوں نے ابتدائے آفرینش سے ابتک بنی نوع انسان کی رہبری اور رہنمائی فرمائی ہے اور جنکی ذوات سے وابستگی کو لوگ سرمایہ حیات سمجھتے ہیں اور جنکی برکات کا یہ ثمرہ ہے کہ انسان اپنی زندگی کی ارتقائی منازل طے کرنے میں کامیاب ہو گیا ہے۔

اگر سیدنا ابراہیم، سیدنا موسیٰ، سیدنا عیسیٰ، سیدنا محمد صلی اللہ علیہم اجمعین، منو جی، سری رامچندر جی، سری کرشن جی، حضرت زرتشت، مہاتما بدھ جیسے اکابر عالم کی جناب میں گستاخیاں اور بے ادبیاں جاری رکھی جائیں یا گرو نانک جی جیسے مقدس رہبر کا مضحکہ اڑایا جائے تو اس کے معنے یہ ہیں کہ دنیا میں نہ کبھی سچائی پھیلی اور نہ پھیل سکتی ہے اور انسان نے آجتک نہ کوئی ترقی کی نہ کر سکتا ہے۔ نعوذ باللہ من شرور انفسنا و من سیات اعمالنا۔

عجیب ذہنیت

ستیارتھ پرکاش کا مصنف الہام کا مدعی نہیں اور نہ اس نے کبھی اپنی کتاب کو منزل من اللہ بتایا۔ ہندوؤں کی مسلم آزار ذہنیت نے اس کتاب کو بھی مذہبی کتابوں کی صف میں لا ٹھہرایا۔ اگر مناظرہ کی کتابیں بھی مذہبی بنا لی جائیں تو دنیا میں کبھی امن قائم نہیں ہو سکتا۔ ہندو مفکرین اگر آریہ سماجی تحریک کو دینی تحریک سمجھتے ہیں اور ستیارتھ پرکاش کو دین کی کتاب بتاتے ہیں تو ان پر یہ فرض سب سے زیادہ عائد ہوتا ہے کہ وہ اس تحریک کی تمام انسانیت سوز اور اخلاق کش تعلیمات سے نکال کر اس کو قابل قبول بنائیں نیز اس کتاب پر نظر ثانی کریں اور اس کے لہجہ کو ایسا کر دیں جو پڑھے لکھے آدمی اس کو پڑھ سکیں اور اس پر غور کر سکیں بالخصوص ان کے ساتھ انہیں متحد ہو کر اس چودھویں باب کو اس میں سے قطعاً نکال دینا چاہیئے ہم اس امر میں ان کی پوری تسلی کرنے کے لئے تیار ہیں کہ یہ باب اصل کتاب کا جزو نہیں ہے۔

مسلمانوں سے گذارش

ہندوستان میں مسلم قوم کو جن عظیم ترین مشکلات کا مقابلہ کرنا ہے اور اپنی حیثیت ملی کو جن سخت ترین قربانیوں کے ذریعہ برقرار رکھنا ہے وہ کوئی آسان کام نہیں یہ وقت اپنی توجہات کو بالکل یکسو رکھنے کا ہے۔

اس وقت ہندوؤں کا توازن بگڑ چکا ہے۔ ان کا مستقبل تاریک ہے ان کی تمام تحریکیں دم توڑ رہی ہیں جس کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ اپنی قوم کو بیدار کرنے اور منظم کرنے کے لئے اوچھے ہتھیاروں پر اتر آئے ہیں ان کے مفکرین محسوس کر رہے ہیں کہ معاملہ ان کے قابو سے باہر ہو گیا ہے اسی لئے آئے دن نئے نئے قصے اور نئے نئے پروگرام بنائے جا رہے ہیں۔ ڈر ہے کہ سندھ گورنمنٹ کے اس معقول اور مدلل سپنشنا اقدام پر ہندو کوئی منظم جدوجہد شروع کریں گے اور آریہ سماجیوں کی محض اس بنا پر مدد کریں گے کہ اس ذریعہ سندھ منسٹری کے خلاف کارروائی کر سکیں۔

ان کے ذہنی اور اخلاقی افلاس کی اس سے زیادہ اور کیا دلیل ہو سکتی ہے کہ وہ اپنے اکابر کی جناب میں دریدہ دہنی برداشت کر سکتے ہیں بلکہ اس کی اشاعت پر مصر ہیں مسلمانوں کو اس آنجہانی کی طرف سے بے اعتنائی برتنا چاہیئے اور ان چھوٹی چھوٹی باتوں میں الجھکر اپنی قوتوں کو ضائع نہیں کرنا چاہیئے ہر مسئلہ میں اتحاد و اتفاق ہمارا حصار ہے اور اس حصار کو مضبوط سے مضبوط تر بنانے کی ضرورت ہے خدا ہماری مدد کرے۔

سندھ منسٹری کے ارکان اپنی وزارت کو کس طرح قومی وزارت کہہ سکتے ہیں جبکہ ان کے حدود میں تمام خاصان خدا کو عموماً اور سرور عالم سیدنا صلی اللہ علیہ وسلم کو خصوصاً علانیہ گالیاں دی جائیں گی۔ سندھ گورنمنٹ نے چودھویں باب کی اشاعت کو روک کر ایسی مثال قائم کی ہے کہ ہر صوبہ کی گورنمنٹ کو اس کی تقلید کرنا چاہیئے بلکہ تمام سیاسی جماعتوں کو متحد ہو کر اس باب کو ستیارتھ پرکاش میں سے نکلوا دینا چاہیئے۔ تعجب ہے کہ سری کرشن جی کے اوتار مانے جانے والے مہاتما گاندھی اور پنڈت مدن موہن مالویہ ابتک خاموش ہیں۔ کم از کم یہ چیز تو ایسی ہے کہ کانگریس اس معاملہ میں مسلم لیگ سے تعاون کرے۔

مسلمان ہر چیز کو برداشت کر سکتا ہے لیکن نہیں کر سکتا تو بارگاہ رسالت میں بے جا گستاخی کو ہمارے ایمان کا معیار یہ ہے کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو اپنی جان و مال عزت و آبرو و اعزا و اقربا سب سے زیادہ عزیز رکھیں

النبی اولی بالمومنین من انفسہم ارشاد ربانی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے

لا یومن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ و ولدہ والناس اجمعین (متفق علیہ)	تم میں سے کوئی مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کو اس کے ماں باپ اور اولادوں اور تمام انسانوں سے زیادہ عزیز و محبوب نہ ہوں

شکایت

کرتے وقت آپ ہمارے انتہائی مسرور ایمان افروز بیان کو دیکھیں لیکن ہماری اتنی سی التجا کر تعاون از کر دیتے ہیں کہ خریداری بھی جاری رکھیں۔ آپ کو یہ شکایت خصوصی تو آپ کا کہ جب غلطیاں [illegible]

زندہ کتاب قرآن میں قربانی کی نوعیت

چونکہ مقدس دین اسلام بالکل مطابق قانون قدرت و موافق نوامیس فطرت ہے اسلئے پہلے کائنات عالم پر نگاہ ڈالئے آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ تمام چیزوں میں قربانی پائی جاتی ہے اور قربانی ہی سے تمام دنیا و مافیہا کی نشو و نما اور تربیت جسمانی و روحانی برقرار ہے گویا قربانی ہی پر تمام عالم کے کاروبار کا دارو مدار ہے آکسیجن ہر هفنفس میں انسانی آرام کے لئے قربان ہوتی ہے کروڑوں من لکڑی کوئلہ آگ کی نذر اور انجنوں ریلوں و کشتیوں پر قربان ہوتا ہے تب انسان کے لئے راحت و آسائش میسر ہوتا ہے۔

ہزاروں لاکھوں درختوں کی قربانی مکانوں کے لئے کیجاتی ہے ان گنت اور بیشمار جھاڑ اور پودے روزانہ حیوانات کی خاطر کاٹ دیجاتی ہیں اسی طرح باقی نباتاتی اور جماداتی چیزوں کا حال

اس سے آگے جب ہم ذرا نظر کو اور دوڑاتے ہیں تو ہم کو حیوانی قربانی کا سلسلہ بھی وسیع نظر آتا ہے۔ انسان کا جب کوئی عضو سڑ جاتا ہے تو ہزاروں جانیں ایک جان کی خاطر ہلاک کی جاتی ہیں جب کسی مریض کو راحت ہوتی ہے بڑے بڑے رحمان رحیم جب کسی ایسے مرض میں مبتلا ہوتے ہیں تو ان کی عملی حالت بتلا دیتی ہے کہ انسان اپنی ضرورت اور آرام کے لئے کتنی جانوں کو قربان کرنا ضروری سمجھتا ہے کسی بڑے رحیم و کریم آدمی کے کسی عضو میں جب کیڑے پڑ جاتے ہیں تو صرف اس عضو کو بچانے کی خاطر کتنی جانوں کا نقصان کرنا گوارا کیا جاتا ہے۔

جب ہم اور ضروریات انسانی پر غور کرتے ہیں تو قربانی کا سلسلہ اور بھی وسیع نظر آتا ہے سیاست مدن میں ادنیٰ آدمی اعلیٰ کے لئے ہمیشہ قربان ہوتا ہے سفر میں اور ادنیٰ سپاہی پہلے مارے جاتے ہیں اور پھر ادنیٰ افسر اور اسی طرح درجہ بدرجہ شہد کی خاطر کس قدر غریب مکھیوں کی خانہ ویرانی کی جاتی ہے مشک کے لئے کتنے کستوری کے ہرن قربان ہوتے ہیں اور دودھ اور گھی کے لئے جانوروں کے بچوں کو کیونکر دودھ سے روکا جاتا ہے اسی قانون قدرت کے مطابق اسلام پاک نے قربانی کی اجازت دی ہے اور خدا کی مقدس کتاب قرآن مجید نے حکم دیا فصل لربك وانحر اپنے پروردگار کی نماز پڑھو اور اسی کے نام کی قربانی دو۔ پہلے نماز کا حکم دیا گیا جس کا مطلب یہ ہے کہ رسول قربانی پر نماز کو مقدم کیا کرو اور اگر کوئی جانور ذبح کیا جائے جس کی نماز پڑھی جاتی ہے اور باقی وہ جانور جو دوسرے کے نام ذبح کئے جاتے ہیں مسلمانوں کے لئے جائز نہیں ہیں۔

حضرات قرآن کریم میں سوائے اس کے قربانی کے متعلق کچھ نہیں کہا گیا یہ ہرگز نہیں کہا گیا کہ قربانی چھوٹے بڑے تمام گناہوں کی معافی کی بشارت ہے۔ اس کا مقصد صرف یہ ہے کہ بندہ قربانی سے خدائے تعالیٰ سے خلوص کو جو اس کے دل میں ہوتا ہے ظاہر کرتا ہے اور بخیال سے ایک رقم صرف کر کے جانور کو ذبح کرتا ہے فقراء اور مساکین عزیز و اقارب کو گوشت کھلاتا ہے یہ ایک قابل اجر و ثواب عمل خیر ہے جس کی وجہ سے خدائے تعالیٰ اپنے بندے پر مہربان ہوتا ہے اور اس

یہی حالت اعمال حسنہ نماز روزہ وغیرہ ارکان اسلام کی ہے کہ ان سے بھی بندہ کے نامہ اعمال میں ثواب لکھا جاتا ہے اور ان کے گناہوں کی مغفرت کی جاتی ہے۔

قربانی کی تاکید کی وجہ

وجہ یہ ہے کہ ہر ایک وقت ایک عبادت کے لئے مخصوص ہوتا ہے ۱۰ ذی الحجہ سے ۱۲ ذی الحجہ تک وہ عبادت مقرر ہے جس کو حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے ادا کیا تھا ان ایام میں اگر کوئی اور عبادت اس سے افضل ہوتی تو آپ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو کیوں فدیہ دیتے اسی بنا پر اکثر علماء کی رائے ہے کہ اس دن خون گرانا ہی ضروری ہے قربانی کی قیمت کا صدقہ دینے سے وہ مقصود حاصل نہیں ہو سکتا۔

ذبح کرنا ہی افضل عبادت ہے

چنانچہ صاحب خلاصہ نے لکھا ہے کہ دس درہم کو قربانی خریدنا ہزار درہم کے تصدق کر دینے سے بہتر ہے کیونکہ جو قرب الٰہی خون بہانے سے حاصل ہوتا ہے وہ خیرات کرنے سے نہیں ہوتا۔

صاحبو! یہ خیال بالکل درست اور بجا ہے لیکن یاد رہے کہ اس دن خون بہانا اگرچہ سب عبادات سے افضل ہے مگر اللہ تعالیٰ کا مندرجہ عنوان ارشاد کہ اللہ تعالیٰ کو قربانی کا گوشت اور خون ہرگز نہیں پہنچتا لیکن اس کو تقویٰ تمہاری طرف سے پہنچتا ہے ضرور قابل لحاظ ہے جو صاف ظاہر کرتا ہے کہ صرف خون بہانا اور گوشت کھلانا معتبر نہیں ہے بلکہ اعتبار تقویٰ کا حاصل کرنا ہے جو تمام عبادات کے مقبول ہونے کی شرط ہے

چنانچہ خدائے پاک کی مقدس کتاب اس کی شہادت بدیں الفاظ دیتی ہے کہ انما یتقبل اللہ من المتقین اللہ صرف تقویٰ والوں ہی سے (قربانی) قبول کرتا ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ تقویٰ بدون منہیات سے باز رہنے اور تمام احکام کے بجا لانے کے حاصل نہیں ہوتا اور جب یہ حاصل نہ ہوا تو خون بہانا اور گوشت خیرات کرنا ان کے کچھ کام نہ آئیگا۔ صاحبو! اس آیت شریف نے قربانی کی حقیقت واضح کر دی اور بتا دیا کہ وہ صرف ایثار نفس و فدیت جان و روح کے اظہار کا ایک طریقہ ہے اس کا گوشت یا خون خدا تک نہیں پہنچتا خدا تو صرف خالص نیتوں اور پاک و صاف دلوں کو دیکھتا ہے۔

اسلامی قربانی کی حقیقت

حضرات انبیاء علیہم السلام قوموں کے مصلح ہو کر آتے ہیں وہ رسومات سابقہ کا استیصال کرنا نہیں چاہتے بلکہ ان میں جو رسم محض غلطی اور توہم پر مبنی ہو اس کو تو باطل کر دیتے ہیں اور جس رسم کی اصل صحیح ہو مگر جس کے ساتھ ہی کچھ غلطی مل گئی ہو اس میں صرف غلطی کی اصلاح فرما دیتے ہیں۔

انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا جلد ۱۰ صفحہ ۹۹۵ میں لکھا ہے کہ باستثناء اہل فلسطین قدیم کنعانیوں میں انسانی قربانیوں کا رواج تھا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے رویا کے مطابق بیٹے کی بجائے بکرے کو ذبح کیا اور اس طریق سے انسانی قربانی کو ازالہ فرما کر حیوانی قربانی اس کے قائم مقام کر دی

صاحبو! حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے اپنے جذبات و محبت ماسوائے اللہ کی اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے اپنے جان و نفس کی جو قربانی کی اس کا

اور ایک دوسرے مقام پر ارشاد الٰہی ان الفاظ میں موجود ہے و قاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا ان اللہ لا یحب المعتدین

اور جو لوگ تم سے لڑیں تم بھی اللہ کے رستے میں یعنی دین کی حمایت میں ان سے لڑو اور زیادتی نہ کرنا اللہ کسی زیادتی کرنے والے کو پسند نہیں کرتا۔

یہ بھی ارشاد باری ہے کہ وقاتلوھم حتی لا تکون فتنۃ ویکون الدین للہ اور یہاں تک ان سے لڑو کہ ملک میں فساد باقی نہ رہے۔ اور ایک خدا کا حکم چلے۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے جانشین اول نے اس اجازت الٰہی کے یہ معنے لئے ہیں کہ لڑکے عورتیں بوڑھے نیز اور تمام صلح جو نہ قتل کئے جائیں اور نہ دشمنوں کے کھیتوں کو تباہ کیا جائے

صاحبو! اسلام پاک تو دنیا میں صلح وامن کا پیغام تھا مگر دشمنوں نے جہالت اور تعصب مذہبی کی وجہ سے غریب مسلمانوں پر دین اسلام کے مٹانے کے لئے تلوار اٹھائی اور مسلمانوں کو تہ تیغ کرنا شروع کیا تو ابتدا اسلام پاک نے بڑی فراخ حوصلگی سے مسلمانوں کو بغاوت و مقابلہ سے روک دیا کہ غدر نہ کرو بلکہ اس ملک سے ہجرت کر جاؤ جہاں تکلیف ہے اسی وجہ سے مسلمانوں نے اپنے وطن مکہ کو چھوڑ دیا جب دشمنوں کو اس سے بھی تسکین نہ ہوئی اور انھوں نے تعاقب کر کے مدینہ منورہ پر چڑھائی کی اور مسلمانوں کے جان و مال خطرہ میں آ گئے تو اسلام نے تلوار اٹھائی اور دشمنوں کو کیفر کردار تک پہنچا کر اسلام کا بول بالا کر دکھایا غرض یہ قربانی بھی ملک و قوم کی حفاظت کے لئے ضروری ہے جیسا کہ اس موجودہ جنگ یورپ میں ہزاروں لاکھوں جوان اپنی اپنی قوم اور ملک پر جانیں قربان کر گئے اور کر رہے ہیں۔

تیسری قربانی

یہی جانوروں کی قربانی ہے جو حج کے ایام میں مسلمانوں پر واجب کی گئی ہے اس قربانی میں کئی مصلحتیں ہیں

پہلی مصلحت جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے یہ قربانی حضرت خلیل اللہ اور ان کے بیٹے ذبیح اللہ علیہ السلام کی اس محبت و فدویت کی سچی قربانی کی یادگار ہے جو ان دونوں نے شوق جاں نثاری میں کر دکھائی اور جس کا بیان خدا کی مقدس کتاب کی اس آیت میں ہے۔

قال یا بنی انی اری فی المنام انی اذبحک فانظر ماذا تری قال یا ابت افعل ما تؤمر ستجدنی ان شاء اللہ من الصابرین - تو ابراہیم نے کہا کہ بیٹا میں خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ جیسے تم کو ذبح کر رہا ہوں پس تم ہی تو اپنا جی میں سوچ کہ تمہاری کیا رائے ہے بیٹے نے کہا کہ ابا جان جو آپ کو حکم ہوا ہے بے تامل اس کی تعمیل کیجئے انشاء اللہ آپ مجھکو بھی صابر پائیںگے اس کے بعد جو ہوا وہ سب کو معلوم ہے اس کا کچھ تذکرہ پہلے ہو چکا ہے۔

دوسری مصلحت اس قربانی میں یہ بھی مصلحت ہے کہ اسلام مشرکوں اور بت پرستوں کو یہ بتانا چاہتا ہے کہ تمہارے معبودان باطل کی قربانیاں سب غلط ہیں ان کی ذرہ برابر ضرورت نہیں خدا کے پرستار اور اس کے سچے خالص بندے کا فرض ہے کہ اس کے سب کام الٰہی رضامندی کے لئے ہوں اور اس کا کوئی کام کوئی حرکت کوئی سکون ایسا نہ ہو جو محض اسی کے لئے نہ ہو نماز ہو تو اسی کی قربانی ہو تو اسی کے نام کی ذبح ہو تو اسی کے نام پر جیسا کہ اس آیت کریمہ میں ہے قل ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین لا شریک لہ وبذلک امرت وانا اول المسلمین۔

اے نبی کریم فرما دیجئے کہ میری نماز میری قربانی میرا جینا میرا مرنا سب اللہ کے لئے ہے جو سارے جہان کا پروردگار ہے کوئی اس کا شریک نہیں اور مجھکو ایسا ہی حکم دیا گیا ہے اور میں اس کے فرمانبرداروں میں اول درجہ کا فرمانبردار ہوں۔

حضرات گویا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فعل سے سب کو دکھا دیا کہ ایسے پروردگار کے مقابلہ میں کسی دوسرے دیوی دیوتا کی قربانیوں کی کیا ضرورت ہے اگرچہ ضرورت ہیں تو دیکھو میں جانوروں کو ذبح کرتا ہوں مگر یہ ان دیوی دیوتا کی نذر و نیاز نہیں چڑھاتا اور نہ ان کے نام سے ذبح کرتا ہوں اور نہ بھینٹ میں ان کو ڈالتا ہوں مگر میرا ذرا نقصان نہیں ہوتا اگر کوئی دیوی دیوتا خود کچھ ہے اس میں کسی کو نفع و ضرر پہنچانے کی قوت ہے تو چاہیئے کہ میرا کوئی بال بیکا کر کے تو دکھائے اور ان کو ضرور ایسا کرنا چاہیئے اور مجھے ضرر پہنچانا چاہیئے کیونکہ میں ان معبودان باطل کے نام کی قربانی نہیں کرتا جب وہ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے تو ان کی یہ قربانیاں بھی لغو و بیکار ہیں۔

تیسری مصلحت اس قربانی میں ایک مصلحت یہ ہے کہ آدمی میں بہادری اور جائز انتقام کا مادہ موجود رہے کیونکہ جو انسان کبھی کسی جانور کو ذبح ہوتے نہ دیکھے یا اپنے ہاتھ سے اس کو ذبح نہ کرے تو دشمن کے سامنے ضرورت کے موقع پر بھی اس سے کچھ نہیں بن سکتا اور یہ ظاہر ہے کہ انسان کو زندگی میں دشمنوں سے کئی طرح کے مقابلے پیش آتے رہتے ہیں۔ ہزار رحم مجسم آدمی دنیا میں امن و حفاظت سے نہ اپنی زندگی گذار سکتا ہے اور دوسروں کے لئے اس مصیبت میں کچھ کام دے سکتا ہے۔

چوتھی مصلحت اس قربانی میں ایک یہ بھی مصلحت ہے کہ آدمی ضرور اپنے دل میں خیال کرتا اور سمجھ لیتا ہے کہ اسی طرح جب ہمارا بھی حقیقی طور پر موت کا وقت آ جائے گا تو ہزار ہاتھ پاؤں ماریں گے مگر کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ قربانی کے اس نظارہ سے آدمی ضرور اس نتیجہ پر پہنچ جاتا ہے کہ دنیا روزے چند عاقبت کار با خداوند مجھے کامل فرمانبرداری اپنے مولا کی کرنی چاہیئے۔

پانچویں مصلحت۔ اس قربانی سے ایک سبق یہ بھی ملتا ہے کہ جب فوجیں اور ان کے متوسط افراد اعلیٰ انسانوں کے لئے کٹوائے جاتے ہیں تو ہم اگر بیماروں کے لئے فدیہ (ذبیح) کریں تو ضرور مفید ہوگا یہی وجہ ہے کہ بیماروں کی جان کے بدلے جانوروں کی قربانی کرنے سے اکثر بیماروں کو شفا ہو جاتی ہے اگر مریض کی موت مقررہ وقت پر نہ آ چکا ہو تو یہ علاج بہت مجرب ہے۔

حضرات اسی طرح کے اور بہت سے فائدے اور مصلحتیں قربانی میں موجود ہیں۔

(بقیہ سلسلہ صفحہ ۵۸) اور سکرہ کرنے اور بھوک پیاس کے ساتھ دن گذارنے اور حج کی رسمیں ادا کر دینے اور زکوٰۃ کی رقم ادا کرنے سے کچھ حاصل نہیں ان ظاہری طریقوں کی مثال ایسی ہے جیسے ایک جسم ہو اگر اس میں جان ہے اور وہ چلتا پھرتا اور کام کرتا ہے تو بلا شبہ ایک زندہ انسان ہے لیکن اگر اس میں جان ہی نہیں تو وہ ایک مردہ لاش ہے مروڑ کے ہاتھ پاؤں آنکھ ناک سب ہیں کچھ ہے مگر اس میں جان نہیں ہوتی اسلئے تم اسے مٹی میں دبا دیتے ہو اسی طرح اگر نماز کے ارکان ادا ہوں یا روزے کی شرطیں پوری ادا کر دی جائیں مگر وہ مقصد پورا نہ ہو جس کے لئے نماز یا روزہ فرض کیا گیا ہو تو وہ ایک بیجان چیز ہے آئندہ مضمون میں میں آپ کو بتاؤں گا کہ اگر ان عبادتوں کو آپ سمجھ کر ادا کریں تو اس سے آپ کی زندگی پر کیا اثر پڑ سکتا ہے۔

زندہ مذہب

عبادت

(از حضرت مولانا ابوالاعلیٰ مودودی صاحب)

برادرانِ اسلام! پچھلے مضمون میں میں نے آپ کو دین اور شریعت کا مطلب سمجھایا تھا آج میں آپ کے سامنے ایک اور لفظ کی تشریح کروں گا جسے مسلمان عام طور پر بولتے ہیں مگر بہت کم آدمی اس کا صحیح مطلب جانتے ہیں۔ یہ "عبادت" کا لفظ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب پاک میں بیان فرمایا ہے کہ ما خلقت الجن والانس الا لیعبدون یعنی "میں نے جن اور انسان کو اس کے سوا کسی غرض کے لئے نہیں پیدا کیا کہ وہ میری عبادت کریں۔" اس آیت سے معلوم ہوا کہ آپ کی پیدائش اور آپ کی زندگی کا مقصد اللہ کی عبادت کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ اب آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ عبادت کا مطلب جاننا آپ کے لئے کس قدر ضروری ہے۔ اگر آپ اس کے صحیح معنے سے ناواقف ہوں گے تو گویا اس مقصد ہی کو پورا نہ کر سکیں گے جس کے لئے آپ کو پیدا کیا گیا ہے اور جو چیز اپنے مقصد کو پورا نہیں کرتی وہ ناکام ہوتی ہے۔ ڈاکٹر اگر مریض کو اچھا نہ کر سکے تو کہتے ہیں کہ وہ علاج میں ناکام ہوا۔ کسان اگر فصل پیدا نہ کر سکے تو وہ کہتے ہیں کہ وہ زراعت میں ناکام ہوا۔ اسی طرح اگر آپ اپنی زندگی کے اصل مقصد یعنی عبادت کو پورا نہ کر سکے تو کہنا چاہئے کہ آپ کی ساری زندگی ہی ناکامیاب ہوئی۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ آپ لوگ پورے غور کے ساتھ عبادت کا مطلب سنیں اور سمجھیں اور اسے اپنے دل میں بٹھا دیں کیونکہ اسی پر آپ کی زندگی کے کامیاب یا ناکام ہونے کا انحصار ہے۔

عبادت کا لفظ عبد سے نکلا ہے۔ عبد کے معنے بندے اور غلام کے ہیں اس لئے عبادت کے معنی بندگی اور غلامی کے ہوئے۔ جو شخص کسی کا بندہ ہو اگر وہ اس کے مقابلے میں بندہ بن کر رہے اور اس کے ساتھ اس طرح پیش آئے جس طرح آقا کے ساتھ پیش آنا چاہئے تو یہ بندگی اور عبادت ہے۔ اس کے مقابلے میں جو شخص کسی کا بندہ ہو اور آقا سے تنخواہ بھی پوری پوری وصول کرتا ہو مگر آقا کے حضور میں بندوں کا سا کام نہ کرے تو اسے نافرمانی اور سرکشی کہا جاتا ہے بلکہ زیادہ صحیح الفاظ میں اسے نمک حرامی کہتے ہیں۔

اب غور کیجئے کہ آقا کے مقابلے میں بندوں کا سا طریقہ اختیار کرنے کی صورت کیا ہے۔

بندے کا پہلا کام یہ ہے کہ آقا ہی کو اپنا آقا سمجھے اور یہ خیال کرے کہ جو میرا مالک ہے جو مجھے رزق دیتا ہے جو میری حفاظت اور نگہبانی کرتا ہے اسی کی وفاداری مجھ پر فرض ہے اس کے سوا اور کوئی اس کا مستحق نہیں کہ میں اس کی وفاداری کروں۔

بندے کا دوسرا کام یہ ہے کہ ہر وقت آقا کی اطاعت کرے اس کے حکم کو بجا لائے کبھی اس کی خدمت سے منہ نہ موڑے اور آقا کی مرضی کے خلاف نہ خود اپنے دل سے کوئی بات کرے نہ کسی دوسرے شخص کی بات مانے۔ غلام ہر وقت ہر حال میں غلام ہے اسے یہ کہنے کا حق نہیں کہ آقا کی فلاں بات مانوں گا اور فلاں بات نہ مانوں گا۔ یا اتنی دیر کے لئے میں آقا کا غلام ہوں اور باقی وقت میں اس کی غلامی سے آزاد ہوں۔

بندے کا تیسرا کام یہ ہے کہ آقا کا ادب اور اس کی تعظیم کرے جو طریقہ ادب اور تعظیم کرنے کا آقا نے مقرر کیا ہو اس کی پیروی کرے جو وقت سلامی کے لئے حاضر ہونے کا آقا نے مقرر کیا ہو اس وقت ضرور حاضر ہو اور اس بات کا ثبوت دے کہ میں اس کی وفاداری اور اطاعت میں ثابت قدم ہوں۔

بس یہی تین چیزیں ہیں جن سے مل کر عبادت بنتی ہے۔ ایک آقا کی وفاداری دوسرے آقا کی اطاعت اور تیسرے اس کا ادب اور اس کی تعظیم۔ اللہ تعالیٰ نے جو یہ فرمایا کہ ما خلقت الجن والانس الا لیعبدون تو اس کا مطلب دراصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن اور انسان کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ صرف اللہ کے وفادار ہوں اس کے خلاف کسی اور کے وفادار نہ ہوں صرف اللہ کے احکام کی اطاعت کریں اس کے خلاف کسی اور کا حکم نہ مانیں اور صرف اسی کے آگے ادب اور تعظیم سے سر جھکائیں کسی دوسرے کے آگے سر نہ جھکائیں۔ انہی تین چیزوں کو اللہ نے "عبادت" کے جامع لفظ میں بیان کیا ہے۔ یہی مطلب ان تمام آیتوں کا ہے جن میں اللہ نے اپنی عبادت کا حکم دیا ہے اور ہمارے نبی کریم اور آپ سے پہلے جتنے نبی خدا کی طرف سے آئے ہیں ان سب کی تعلیم کا سارا لب لباب یہی ہے کہ الا تعبدوا الا اللہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو یعنی صرف ایک بادشاہ ہے جس کا تمہیں وفادار ہونا چاہئے اور وہ بادشاہ صرف اللہ ہے صرف ایک قانون ہے جس کی تمہیں پیروی کرنی چاہئے اور وہ قانون صرف اللہ کا قانون ہے اور صرف ایک ہی ہستی ایسی ہے جس کی تمہیں پرستش کرنی چاہئے اور وہ اللہ ہے۔

عبادت کا یہ مطلب اپنے ذہن میں رکھئے اور پھر میرے سوالات کا جواب دیتے جایئے۔ آپ اس نوکر کے متعلق کیا کہیں گے جو آقا کی مقرر کی ہوئی ڈیوٹی پر جانے کے بجائے ہر وقت بس اس کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑا رہے اور لاکھوں مرتبہ اس کا نام جپتا چلا جائے؟ آقا اس سے کہتا ہے کہ جا کر فلاں فلاں آدمیوں کا حق ادا کر۔ مگر یہ جاتا نہیں بلکہ وہیں کھڑے کھڑے آقا کو جھک جھک کر دس سلام کرتا ہے اور پھر ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو جاتا ہے۔ آقا اسے حکم دیتا ہے کہ جا اور فلاں فلاں خرابیوں کو مٹا دے۔ مگر یہ ایک انچ وہاں سے نہیں ہٹتا اور سجدے پر سجدے کئے چلا جاتا ہے۔ آقا حکم دیتا ہے کہ چور کا ہاتھ کاٹ دے۔ یہ حکم سن کر بس وہیں کھڑے کھڑے نہایت خوش الحانی کے ساتھ "چور کا ہاتھ کاٹ دے" "چور کا ہاتھ کاٹ دے" بیسیوں مرتبہ پڑھتا رہتا ہے مگر ایک دفعہ بھی اس نظام حکومت کے قیام کی کوشش نہیں کرتا جس میں شرعی حدود جاری ہوں۔ کیا آپ کہہ سکتے ہیں کہ یہ شخص حقیقت میں بندگی کر رہا ہے؟ اگر آپ کا کوئی ملازم یہ رویہ اختیار کرے تو میں جانتا ہوں آپ اسے کیا کہیں گے۔ مگر حیرت ہے آپ پر کہ خدا کا جو نوکر ایسا کرتا ہے آپ اسے بڑا [illegible] رکھتے ہیں۔ یہ ظالم صبح سے شام تک خدا جانے کتنی مرتبہ قرآن شریف میں خدا کے احکام پڑھتا ہے مگر ان احکام کو بجا لانے کے لئے اپنی جگہ سے جنبش تک نہیں کرتا بلکہ نفل پر نفل پڑھے جاتا ہے ہزار دانہ تسبیح پر خدا کا نام جپتا ہے اور خوش الحانی کے ساتھ قرآن کی تلاوت کرتا ہے۔ آپ اس کی یہ حرکتیں دیکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کیسا اللہ کا عابد بندہ ہے! یہ غلط فہمی صرف اس وجہ سے ہے کہ آپ عبادت کا صحیح مطلب نہیں جانتے۔

ایک اور نوکر ہے جو رات دن ڈیوٹی تو غیروں کی انجام دیتا ہے احکام غیروں کے سنتا اور مانتا ہے، قانون پر غیروں کے عمل کرتا ہے اور اپنے اصلی آقا کے فرامین کی ہر وقت خلاف ورزی کیا کرتا ہے مگر سلامی کے وقت آقا کے سامنے جا حاضر ہوتا

اور زبان سے آقا ہی کا نام جپتا رہتا ہے۔ اگر آپ میں سے کسی شخص کا نوکر یہ طریقہ اختیار کرے تو آپ کیا کریں گے؟ کیا آپ اس کی سلامی کو منہ پر نہ ماردیں گے؟ جب وہ زبان سے آپ کو آقا اور مالک کہے گا تو کیا آپ فوراً یہ جواب نہ دیں گے کہ تو پرلے درجہ کا جھوٹا اور بے ایمان ہے، تنخواہ مجھ سے لیتا ہے اور نوکری دوسروں کی کرتا ہے، زبان سے مجھے آقا کہتا ہے اور حقیقت میں میرے سوا ہر ایک کی خدمت کرتا پھرتا ہے! یہ تو ایک معمولی عقل کی بات ہے جسے آپ میں سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے مگر کس قدر حیرت کی بات ہے کہ جو لوگ رات دن خدا کے قانون کو توڑتے ہیں، کفار و مشرکین کے احکام پر عمل کرتے ہیں اور اپنی زندگی کے معاملات میں خدا کے احکام کی کوئی پروا نہیں کرتے ان کی نماز اور روزے اور تسبیح اور تلاوتِ قرآن اور حج و زکوٰۃ کو آپ خدا کی عبادت سمجھتے ہیں۔ یہ غلط فہمی بھی اسی وجہ سے ہے کہ آپ عبادت کے اصل مطلب سے ناواقف ہیں۔

ایک اور نوکر کی مثال لیجیے۔ آقا نے اپنے نوکروں کے لیے جو وردی مقرر کی ہے یہ ٹھیک ناپ تول کے ساتھ اس وردی کو پہنتا ہے، بڑے ادب اور تعظیم کے ساتھ آقا کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے، ہر حکم کو سن کر اس طرح جھک کر سر و چشم کہتا ہے کہ گویا اس سے بڑھ کر اطاعت گزار غلام کوئی نہیں، سلامی کے وقت سب سے آگے جا کر کھڑا ہوتا ہے اور آقا کا نام جپنے میں تمام نوکروں سے بازی لے جاتا ہے۔ مگر آقا کے دشمنوں اور باغیوں کی خدمت بجا لاتا ہے، آقا کے خلاف ان کی سازشوں میں حصہ لیتا ہے اور آقا کے نام کو دنیا سے مٹانے میں جو کوشش بھی وہ کرتے ہیں ان میں یہ کمبخت ان کا ساتھ دیتا ہے۔ رات کے اندھیرے میں تو آقا کے گھر میں نقب لگاتا ہے اور صبح بڑے وفادار ملازموں کی طرح ہاتھ باندھ کر آقا کی خدمت میں حاضر ہو جاتا ہے۔ ایسے نوکر کے متعلق آپ کیا کہیں گے؟ یہی نا کہ وہ منافق ہے، باغی ہے، نمک حرام ہے۔ مگر خدا کے جو نوکر ایسے ہیں ان کو آپ کیا کرتے ہیں؟ کسی کو پیر صاحب اور کسی کو حضرت مولانا اور کسی کو دیندار، متقی اور عبادت گزار۔ یہ صرف اس لیے کہ آپ ان کے منہ پر پورے ناپ کی ڈاڑھیاں دیکھ کر، ان کے ٹخنوں سے دو دو انچ اونچے پاجامے دیکھ کر، ان کی پیشانیوں پر نماز کے گٹے دیکھ کر اور ان کی لمبی لمبی نمازیں اور موٹے موٹے دانوں کی تسبیحیں دیکھ کر سمجھتے ہیں کہ بڑے دیندار اور عبادت گزار ہیں۔ یہ غلط فہمی بھی اسی وجہ سے ہے کہ آپ نے دینداری اور عبادت کا مطلب ہی غلط سمجھا ہے۔

آپ سمجھتے ہیں کہ ہاتھ باندھ کر قبلہ رو کھڑے ہونا، گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر جھکنا، زمین پر ہاتھ ٹیک کر سجدہ کرنا اور چند مقرر الفاظ زبان سے ادا کرنا، بس یہی چند افعال و حرکات بجائے خود عبادت ہیں۔ آپ سمجھتے ہیں کہ رمضان کی پہلی تاریخ سے شوال کا چاند نکلنے تک روزانہ صبح سے شام تک بھوکے پیاسے رہنے کا نام عبادت ہے۔ آپ سمجھتے ہیں کہ قرآن کے چند رکوع زبان سے پڑھ دینے کا نام عبادت ہے۔ آپ سمجھتے ہیں کہ مکہ معظمہ جا کر کعبے کے گرد طواف کرنے کا نام عبادت ہے۔ غرض آپ نے چند افعال کی ظاہری شکلوں کا نام عبادت رکھ چھوڑا ہے اور جب کوئی شخص ان شکلوں کے ساتھ ان افعال کو ادا کر دیتا ہے تو خیال کرتا ہے کہ اس نے خدا کی عبادت کر دی اور وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ کا مقصد پورا ہو گیا۔ اب وہ اپنی زندگی میں آزاد ہے کہ جو چاہے کرے۔ لیکن اصل حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے جس عبادت کے لیے آپ کو پیدا کیا ہے اور جس کا آپ کو حکم دیا ہے وہ کچھ اور ہی چیز ہے۔ وہ عبادت یہ ہے کہ آپ اپنی زندگی میں ہر وقت ہر حال میں خدا کے قانون کی اطاعت کریں اور ہر اس قانون کو توڑ دیں جو قانونِ الٰہی کے خلاف ہو۔ آپ کی ہر جنبش اس حد کے اندر ہو جو خدا نے آپ کے لیے مقرر کی ہے۔ آپ کا ہر فعل اس طریقے کے مطابق ہو جو خدا نے بتا دیا ہے۔ اس طرز پر جو زندگی آپ بسر کریں گے وہ پوری کی پوری عبادت ہوگی۔ ایسی زندگی میں آپ کا سونا بھی عبادت ہے اور جاگنا بھی، کھانا بھی عبادت ہے اور پینا بھی، چلنا پھرنا بھی عبادت ہے اور بات کرنا بھی، حتیٰ کہ اپنی بیوی کے پاس جانا اور اپنے بچے کو پیار کرنا بھی عبادت ہے۔ جن کاموں کو آپ بالکل دنیاداری کہتے ہیں وہ سب دینداری اور عبادت ہیں اگر آپ ان کو انجام دینے میں خدا کی مقرر کی ہوئی حدود کا لحاظ کریں اور زندگی میں ہر ہر قدم پر یہ دیکھ کر چلیں کہ خدا کے نزدیک جائز کیا ہے اور ناجائز کیا، حلال کیا ہے اور حرام کیا، کس چیز سے خدا خوش ہوتا ہے اور کس سے ناراض ہوتا ہے۔ مثلاً آپ روزی کمانے کے لیے نکلتے ہیں۔ اس کام میں بہت سے موقعے ایسے بھی آتے ہیں جن میں حرام کا مال آسانی کے ساتھ آپ کو مل سکتا ہے۔ اگر آپ نے خدا سے ڈر کر وہ مال نہ لیا اور صرف حلال کی روٹی کما کر لائے تو یہ جتنا وقت آپ نے روٹی کمانے میں صرف کیا یہ سب عبادت تھا اور یہ روٹی گھر لا کر جو آپ نے خود کھائی اور اپنی بیوی بچوں اور خدا کے مقرر کیے ہوئے دوسرے حقداروں کو کھلائی اس سب پر آپ اجر و ثواب کے مستحق ہو گئے۔ آپ نے اگر راستہ چلنے میں کوئی پتھر یا کانٹا ہٹا دیا اس خیال سے کہ خدا کے بندوں کو تکلیف نہ ہو تو یہ بھی عبادت ہے۔ آپ نے اگر بات چیت کرنے میں جھوٹ سے، غیبت سے، بدگوئی اور دل آزاری سے پرہیز کیا اور خدا سے ڈر کر صرف حق بات کی تو جتنا وقت آپ نے بات چیت میں صرف کیا وہ سب عبادت میں صرف ہوا۔

پس خدا کی اصلی عبادت یہ ہے کہ ہوش سنبھالنے کے بعد سے مرتے دم تک آپ خدا کے قانون پر چلیں اور اس کے احکام کے مطابق زندگی گزاریں۔ اس عبادت کے لیے کوئی وقت مقرر نہیں ہے۔ یہ عبادت ہر وقت ہونی چاہیے۔ اس عبادت کے لیے کوئی شکل نہیں ہے، ہر کام اور ہر شکل میں اسی کی عبادت ہونی چاہیے۔ جب آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ میں فلاں وقت خدا کا بندہ ہوں اور فلاں وقت اس کا بندہ نہیں ہوں تو آپ یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ فلاں وقت خدا کی بندگی و عبادت کے لیے ہے اور فلاں وقت اس کی بندگی و عبادت کے لیے نہیں ہے۔

بھائیو! آپ کو عبادت کا مطلب معلوم ہو گیا اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ زندگی میں ہر وقت ہر حال میں خدا کی بندگی و اطاعت کرنے کا نام ہی عبادت ہے۔ اب آپ پوچھیں گے کہ یہ نماز، روزہ اور حج وغیرہ کیا چیزیں ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ دراصل یہ عبادتیں جو اللہ نے آپ پر فرض کی ہیں ان کا مقصد آپ کو اس بڑی عبادت کے لیے تیار کرنا ہے جو آپ کو زندگی میں ہر وقت ہر حال میں ادا کرنی چاہیے۔ نماز آپ کو دن میں پانچ وقت یاد دلاتی ہے کہ تم اللہ کے بندے ہو، اسی کی بندگی تمہیں کرنی چاہیے۔ روزہ سال میں ایک مرتبہ پورے ایک مہینہ تک آپ کو اسی بندگی کے لیے تیار کرتا ہے۔ زکوٰۃ آپ کو بار بار توجہ دلاتی ہے کہ یہ مال جو تم نے کمایا ہے یہ خدا کا عطیہ ہے، اس کو صرف اپنے نفس کی خواہشات پر صرف نہ کرو بلکہ اپنے مالک کا حق ادا کرو۔ حج دل پر خدا کی محبت اور بزرگی کا ایسا نقش بٹھاتا ہے کہ ایک مرتبہ اگر وہ بیٹھ جائے تو تمام عمر اس کا اثر دل سے دور نہیں ہو سکتا۔ ان سب عبادتوں کو ادا کرنے کے بعد اگر آپ اس قابل ہو گئے کہ آپ کی ساری زندگی خدا کی عبادت بن جائے تو بلاشبہ آپ کی نماز نماز ہے، روزہ روزہ ہے، زکوٰۃ زکوٰۃ ہے اور حج حج ہے۔ لیکن اگر یہ مقصد پورا نہ ہوا تو محض رکوع

وتصلحوا بين الناس واللہ سميع عليم

(اور لوگوں کے درمیان صلح جوئی نہ اختیار کرو اور اللہ سنتا اور جانتا ہے)

اس آیت میں اس کے بعد عورتوں سے قسم کھا کر علیحدگی اختیار کر لینے اور طلاق دینے کا ذکر ہے اس سے معلوم ہوا کہ ان نصیحتوں کا زیادہ تر تعلق زن و شو کے معاملہ سے ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مرد و عورت کے ساتھ حسن و سلوک (مرؔ) پرہیزگاری کا برتاؤ (تقویٰ) اور صلح جوئی اور درستی کا طریقہ اختیار کرنا چاہیے۔

نیک بیویوں کے اوصاف قرآن پاک نے یہ بتاتے ہیں۔

فالصلحت قانتات حافظات للغيب (نساء)

(تو نیک بیویاں شوہروں کی فرمانبردار ہوتی ہیں اور شوہر کے پیٹھ پیچھے شوہر کے مال و دولت اور عزت و آبرو) کی حفاظت کرتی ہیں۔

گویا عورت کے فرائض یہ ہیں کہ وہ اپنے مردوں کی فرمانبردار رہیں ان کے مال و دولت اور ملکیت کی جن کی حفاظت ان کے سپرد ہے پوری نگرانی رکھیں اور ان کی عزت و آبرو کی جو خود ان کی اپنی عزت و آبرو ہے شوہر کی غیر حاضری میں بھی حفاظت کریں۔ مختصر لفظوں میں عورت کے سہ گانہ فرائض اطاعت سلیقہ مندی اور عصمت و عفت ہیں حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تقویٰ کے بعد صالح عورت سے بڑھکر کوئی چیز نہیں کہ شوہر اس کو جو کہے وہ مانے شوہر جب اس کی طرف دیکھے تو وہ اس کو خوش کرے اور اگر شوہر اس کو قسم دیکر کچھ کہے تو وہ اس کی قسم پوری کر دے اور شوہر اگر پردیس ہو تو اپنے آپ کی اور اس کے مال کی پوری حفاظت کرے۔ (ابن ماجہ نکاح)

زن و شو کے باہمی حقوق کی تشریح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے مشہور خطبہ میں ان الفاظ میں فرمائی :-

"لوگو! عورتوں کے حق میں میری نیکی کی وصیت کو مانو کہ یہ تمہارے ہاتھوں میں قید ہیں تم سوا اس کے اور کسی بات کا حق نہیں رکھتے۔ لیکن یہ کہ وہ کھلی بے حیائی کا کام کریں۔ اگر ایسا کریں تو ان کی خوابگاہیں علیحدہ کر دو اور ان کو ہلکی مار مارو تو اگر وہ تمہاری بات مان لیں تو پھر ان پر الزام لگانے کے پہلو نہ ڈھونڈو۔ بیشک تمہارا عورتوں پر اور عورتوں کا تم پر حق ہے۔ تمہارا حق تمہاری عورتوں پر یہ ہے کہ وہ تمہارے بستر کو دوسروں سے پامال نہ کرائیں جن کو تم پسند نہیں کرتے اور نہ تمہارے گھروں میں ان کو آنے کی اجازت دیں جن کا آنا تم کو پسند نہیں اور ہاں ان کا حق تم پر یہ ہے کہ ان کے پہنانے اور کھلانے میں نیکی کرو۔"

ایک اور موقع پر ایک شخص نے آکر دریافت کیا کہ یا رسول اللہ بیوی کا حق شوہر پر کیا ہے فرمایا جب تو خود کھائے تو اس کو کھلائے جب خود پہنے تو اس کو پہنائے نہ اس کے منہ پر تھپڑ مارے نہ اس کو برا بھلا کہے اور نہ گھر کے علاوہ اس کی سزا کے لئے اس کو علیحدہ کرے (ابن ماجہ)

دوسری طرف آپ نے عورتوں کو حکم دیا کہ وہ اپنے شوہروں کی پوری اطاعت کریں یہاں تک فرمایا کہ اگر خدا کے سوا کسی اور کو سجدہ کرنے کا میں حکم دیتا تو عورت کو دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔ آپ نے یہ طریقہ تعبیر شوہر کی اطاعت کی اہمیت کے لئے اختیار فرمایا ہے ورنہ ظاہر ہے کہ اسلام میں خدا کے سوا کسی اور کو سجدہ جائز نہیں۔

ایک مشہور حدیث میں آپ نے فرمایا :-

خيركم خيركم لاهله (دارمی و ابن ماجہ)

(تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنی بیویوں کے لئے سب سے بہتر ہے)

خياركم خياركم لنساءهم (ترمذی)

(تم میں سب سے بہتر وہ ہیں جو اپنی بیویوں کے لئے سب سے بہتر ہیں۔)

انسان کے بہتر اور خوب ہونے کی یہ ایک ایسی پہچان بتا دی گئی ہے کہ اس آئینہ میں ہر شخص اپنا چہرہ آپ دیکھ سکتا ہے جو اپنوں کے ساتھ انصاف اور احسان نہیں کر سکتا وہ دوسروں کے ساتھ کیا کر سکتا ہے کیونکہ نیکی گھر سے شروع ہونی چاہیے۔

ایک صحابی بڑے عابد و زاہد تھے لیکن وہ اپنی بیوی کی طرف توجہ نہیں کرتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان کا یہ حال سنا تو ان کو بلوا کر فرمایا :-

ولزوجك عليك حقا (بخاری کتاب النکاح)

(اور تیری بیوی کا بھی تجھ پر حق ہے)

اسلام سے پہلے جاہلیت کے زمانہ میں بیویوں کی کوئی قدر و منزلت نہ تھی وہ ہر وقت معمولی معمولی قصور دل پر ماری پیٹی جا سکتی تھی۔ حضرت عمر فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے اپنی بیوی کو ڈانٹا تو اس نے بھی برابر کا جواب دیا پھر وہ کہتے ہیں کہ "ہم لوگ اسلام سے پہلے عورتوں کو کسی شمار و قطار میں نہیں سمجھتے تھے اسلام آیا تو اس نے ان کے بارہ میں احکام اتارے اور ان کے حق مقرر کئے۔"

اسلام نے ان کی قدر و منزلت کو یہاں تک بڑھایا کہ ان کو قانوناً مردوں کے دوش بدوش کھڑا کر دیا اور آپس کے قانونی حقوق میں ان کو برابر کا درجہ عطا کیا البتہ انتظاماً رتبہ میں مردوں کو تھوڑی سی اعزازی برتری دیگئی۔ ارشاد ہوا۔

ولهن مثل الذي عليهن بالمعروف وللرجال عليهن درجة (بقرہ - ۲۸)

(اور عورتوں کا حق دستور کے مطابق مردوں پر ویسا ہی ہے جیسا مردوں کا عورتوں پر اور مردوں کو ان پر ایک فضیلت حاصل ہے۔)

لیکن یہ منزلت بھی ان کو بے وجہ نہیں دی گئی ہے یہ اس لئے ہے تاکہ وہ عورتوں کی نگرانی اور نگہبانی کا فرض انجام دے سکیں یعنی وہ گویا اپنی گھر یلو مملکت کے اعزازی صدر بنائے گئے ہیں یہ نکتہ اس سے سمجھ میں آتا ہے کہ یہ اوپر کی آیت میاں بیوی کے خانگی جھگڑوں کے دور کرنے کے سلسلہ میں ہے گھر کے روز مرہ مناقشوں کا فیصلہ اسی طرح ہو سکتا ہے کہ دونوں کے قانونی حقوق یکساں ماننے کے ساتھ شوہر کو اعزازی فوقیت کا مرتبہ دیا جائے تاکہ وہ اپنے گھر کے نظام کو اچھی طرح چلا سکے۔

اس اعزازی منصب کے لیے شوہر کا انتخاب بھی بے وجہ نہیں قرآن پاک نے اس کی مصلحتیں بھی بتا دی ہیں فرمایا

الرجال قوامون على النساء بما فضل الله بعضهم على بعض وبما انفقوا من اموالهم

(مرد عورتوں کے نگران ہیں اس سبب سے کہ اللہ نے ایک کو ایک پر بڑائی دی ہے اور اس لئے کہ انہوں نے اپنا مال خرچ کیا۔)

یعنی مردوں کی اس اعزازی ترجیح کا ایک سبب تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فطری طور سے مردوں کو عورتوں پر جسم و طاقت اور عقل و فراست وغیرہ میں جسمانی و ذہنی فوقیت اور بڑائی عطا کی ہے علمی تحقیقات انسانیت کی پوری تاریخ اور روزانہ کے مشاہدے دم بدم اس کی تائیدیں ہیں اسی لئے اسی کو اس صدارت کا حق فطرۃً ملنا چاہیے دوسرا سبب یہ ہے کہ اسلام نے دین مہر نان نفقہ اور پرورش اولاد

وغیرہ خانگی معاملات کی ہر قسم کی مالی ذمہ داری مرد پر عائد کی ہے اور وہی اس بوجھ کو اپنی گردن پر اٹھائے ہوتا ہے اس لئے انصاف کا تقاضا یہی ہے کہ اس کو اپنے گھر کا حاکم اور صدر نشین بنایا جائے تاکہ گھر کا نظام درست اور آپس میں تعلقات کی خوشگواری قائم رہے۔

اکثر عورتوں میں ضد اور ہٹ ہوتی ہے جو شاید ان کی فطری کمزوری یا عدم تربیت کا نتیجہ ہو بعض مرد یہ چاہتے ہیں کہ ان کی ضد اور ہٹ کے مقابلہ میں سختی اور درشتی سے کام لیکر ان کی یہ ٹیڑھ نکال دیں۔ آپ نے ان کو ایک نہایت عمدہ تشبیہ دیکر نصیحت فرمائی کہ عورتوں کے ساتھ نیکی کا برتاؤ کرو کہ ان کی پیدائش پسلی سے ہوئی جس سے اس کے اسی ٹیڑھا پن کے ساتھ تم کام لے سکو تو لے سکتے ہو اور اگر اس کو سیدھی کرنے کی فکر کرو گے تو تم اسے توڑ ڈالو گے۔ آپ نے مردوں کو بیویوں کے معاملہ میں خوش اور قانع و راضی رہنے کا ایک نہایت عمدہ نسخہ بتایا فرمایا: اپنی بیوی میں کوئی برائی دیکھ کر اس سے نفرت نہ کرو کہ غور کرو گے تو اس میں کوئی دوسری اچھی بات بھی نکل آئیگی۔ یہ نصیحت حقیقت میں قرآن پاک کی اس آیت کی تعمیل ہے:

وعاشروهن بالمعروف فان کرهتموهن فعسی ان تکرهوا شیئا ویجعل الله فیه خیرا کثیرا

اور بیویوں کے ساتھ معقول طریقہ سے گذران کرو، اگر تم کو وہ نہ بھائیں تو ممکن ہے کہ تم کو ایک چیز پسند نہ آئے اور خدا نے اس میں بہت خوبی رکھی ہو۔

اسلام نے انسانی زندگی کی مشغولیتوں کو دو حصوں میں بانٹ دیا ہے خانگی اور بیرونی خانگی مشغولیتوں کی ذمہ داری عورت پر اور مشغولیتوں کا بار گراں مرد کے کندھوں پر رکھا ہے اور اس طرح انسانی زندگی کے اندرونی اور بیرونی کاموں کی عظیم الشان عمارت کو ایک دوسرے کے تعاون معاملات اور تمدنی کے ستونوں پر قائم کیا ہے اپنے لئے خود روزی کمانا اور سرمایہ بہم پہنچانا عورت کا نہیں بلکہ مرد کا فرض قرار دیا ہے اور مرد پر یہ واجب کیا ہے کہ وہ عورت کے نان نفقہ اور ضروریات کا کفیل ہو اور اگر وہ ادا نہ کرے تو حکومت وقت کے ذریعہ عورت کو اس کی وصولی کا حق ہے اور اگر اس پر بھی مرد نہ دے تو بیوی کو اس سے علیحدگی کے دعوی کا اختیار حاصل ہے۔ انتہا یہ ہے کہ خاص خاص حالات میں عورت چاہے تو مرد سے اس کے بچہ کو دودھ پلانے کا معاوضہ بھی لے سکتی ہے جس کی تفصیلات قرآن میں مذکور ہیں۔

اگر کوئی مرد بخالت سے اپنی بیوی اور اولاد کی جائز ضرورتوں کے لئے اپنی حیثیت سے کم دے تو عورت کو حق ہے کہ وہ شوہر کی لاعلمی میں اس کی دولت سے اس کی حیثیت کے مطابق بقدر ضرورت لے لیا کرے فتح مکہ کے دن ابوسفیان کی بیوی ہند آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں آکر عرض پرداز ہوئی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوسفیان بخیل آدمی ہیں مجھ کو اور میرے بچوں کی ضرورت سے کم دیا کرتے ہیں لیکن یہ کہ میں ان کے مال میں سے ان کی لاعلمی کچھ لے لوں فرمایا تم قاعدہ کے مطابق اتنا لے سکتی ہو جو تم کو اور تمہارے بچوں کو کافی ہو۔

ایک مشہور حدیث ہے جس میں مرد اور عورت کے باہمی حقوق کی ذمہ داری چند ایسے مختصر لفظوں میں ظاہر کی گئی ہے جن کی تفصیل ایک دفتر میں سما سکتی ہے فرمایا تم میں سے ہر ایک اپنی رعایا کا نگہبان ہے اور تم میں سے ہر ایک سے

مرد اپنی بیوی بچوں کا رکھوالا ہے اس سے اس کی پوچھ ہوگی اور بیوی اپنے شوہر کے گھر کی نگران ہے اس سے اس کی پوچھ ہوگی" (بخاری اوّل صفحہ ۷۶) یا قوا انفسکم واهلیکم نبوت کے ان دو معجزانہ فقروں میں کیا کچھ نہیں کہہ دیا گیا۔

مرد کو کس عورت کے مارنے کا اختیار دیا گیا ہے

قرآن پاک میں ایک آیت ہے جس میں مرد کو اختیار دیا گیا ہے کہ بعض حالتوں میں وہ عورت کو تنبیہ بھی کر سکتا ہے وہ آیت یہ ہے:

والتی تخافون نشوزهن فعظوهن واهجروهن فی المضاجع واضربوهن فان اطعنکم فلا تبغوا علیهن سبیلا

اور جن بیویوں کے نشوز کا تم کو ڈر ہو تو ان کو سمجھاؤ اور خوابگاہوں میں ان سے علیحدگی برتو اور ان کو مارو تو اگر وہ تمہارا کہنا مان لیں تو پھر ان پر راہ مت تلاش کرو۔

لغت میں نشوز کے معنے اٹھ جانے کے ہیں اور عورت کے حق میں اس کے اصطلاحی معنی جو ہیں وہ مفسر ابن جریر طبری کے الفاظ میں حسب ذیل ہیں:۔

"اور اس کے معنے یہ ہیں کہ جب تم ان عورتوں کی وہ حالت دیکھو جس سے تم کو ان کے نشوز کا ڈر ہو یعنی ادھر دیکھنا جدھر ان کو دیکھنا نہیں چاہئے اور وہ آئیں اور نکل جائیں اور تم کو ان کی بابت شک ہو جائے"

محمد بن کعب قرظی سے ہے کہ جب مرد دیکھے کہ عورت گھر سے باہر آنے جانے میں اس کے حق میں تصور کر رہی ہے تو اس سے زبان سے کہے کہ میں نے تجھ سے یہ حرکت دیکھی، یہ دیکھی تو اب باز آجا

فقہ کی کتابوں میں ہے نشوز والی عورت وہ ہے جو اپنے شوہر کے گھر سے باہر نکل جائے اور اپنے آپ کو اس کے سپرد نہ ہونے دے۔

غرض یہ کہ ناشزہ عورت وہ ہے جس میں بداخلاقی کی بعض مشتبہ علامتیں پائی جائیں۔ کچھ مفسروں نے اس کو اور وسعت دی ہے اور بتایا ہے کہ ناشزہ وہ عورت ہے جو اپنے شوہر پر بلندی چاہے اس کا حکم نہ مانے اس سے بیرخی کرے اور اس سے بغض رکھے (تفسیر ابن کثیر)

میرے خیال میں یہ دونوں تفسیریں درست ہیں اور درحقیقت پوری آیت پڑھنے سے نشوز کے معنے آپ کھل جاتے ہیں۔ آیت مذکورہ پوری یہ ہے:۔

الرجال قوامون علی النساء بما فضل الله بعضهم علی بعض وبما انفقوا من اموالهم فالصلحت قنتت حفظت للغیب بما حفظ الله والتی تخافون نشوزهن فعظوهن واهجروهن فی المضاجع واضربوهن فان اطعنکم فلا تبغوا علیهن سبیلا

مرد عورتوں کے نگران ہیں (ایک) اس لئے کہ اللہ نے ایک کو ایک پر بڑائی دی ہے اور (دوسرے) اس لئے کہ مرد اپنا مال ان پر خرچ کرتے ہیں تو نیک بیویاں فرمانبردار ہوتی ہیں اور (شوہر کے) پیٹھ پیچھے (شوہر کے گھر بار اور عزت و آبرو کی) حفاظت کرتی ہیں کہ اللہ ان کی (یعنی عورتوں کی) حفاظت کی ہے اور جن کے نشوز کا تم کو ڈر ہو تو ان کو سمجھاؤ اور ان کو خوابگاہوں میں علیحدہ کر دو اور ان کو مارو تو اگر وہ تمہارا کہا مان لیں تو پھر ان پر راستہ تلاش نہ کرو"

اس آیت پاک میں مرد کی ترجیح کی جو دو باتیں بیان کی ہیں ان کے نتیجہ پر یہ

نے اس امر کی باضابطہ تجویزیں منظور کی ہیں جن میں بار بار کھلے الفاظ میں کہا گیا ہے کہ ہم بیرونی حملہ آور کے خلاف ہی نہیں بلکہ اپنے وطن کی حفاظت اور جنگی تدابیر کا جواب بنانے کے لئے اشتراک عمل کے لئے تیار ہیں البتہ برطانوی حکومت نے بار بار ہماری پیشکش کو ٹھکرا دیا ہے اور ہم محض اس وجہ سے امداد کرنے سے معذور رہے ہیں برطانوی حکومت نے ہمیں حکومت کے اختیارات میں شریک کرنے سے ہمیشہ گریز کیا ہے وہ محض تحفظ کی حیثیت سے ہمارے سر پر ذمہ داریوں کا بوجھ لادنا اور حکومت کے سارے اختیارات اپنے ہاتھوں میں رکھنا چاہتے ہیں البتہ جن صوبوں میں لیگی وزارتیں قائم ہیں وہاں صوبائی معاملات میں انھیں بعض اختیارات حاصل ہیں چنانچہ جہاں تک صوبوں کا تعلق ہے ہمارے وزیروں نے سرا مسکافی امداد دی ہے۔

کیا آپ کو اس سے اتفاق ہے کہ حکومت اختیارات سے دستبردار ہونے کے لئے تیار ہے نہ کانگریس سے۔

جواب۔ وہ حکومت کے اختیارات میں کانگریس یا لیگ کو شریک کرنا نہیں چاہتے جس سے ہم جنگی تدابیر و حفاظت وطن کی خاطر کمربستہ ہو کر میدان میں آئیں۔

سوال۔ برطانوی قوم کے نام آپ کا کیا پیام ہے؟

جواب۔ برطانوی قوم کے نام میرا یہ پیام ہے کہ اگر وہ ہندوستان کے دستوری سوال کو ٹھیک طریقے سے حل کرنا چاہتے ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ ان میں بہت سے مخلص لوگ ہیں تو ان کا فرض ہے کہ برطانوی حکومت سے پاکستان کا اصول منوائیں تاکہ مسلمانوں کے ساتھ ہندو اور دوسرے عناصر بھی ایک وقت آزاد ہو جائیں۔

نامہ نگار کے تاثرات

اگر آپ مجھ سے پوچھیں کہ میرے ذہن پر اس ملاقات کے تاثرات کیا ہیں تو میں یوں کہوں گا کہ جناح صاحب نے اس کی تسلی بخش تشریح کر دی کہ پاکستان مسلم جمہوری آزادی کا مطالبہ ہے جناب پاکستانی ریاست کے دستور بنانے میں پاکستان کے سب باشندے یعنی مسلم و غیر مسلم آبادی مساوی حیثیت سے شریک ہوگی اس کے علاوہ جناح صاحب نے ہندوستان پر روس یا سلامی کے حملہ آور ہونے کے خوف کا کلیتاً ازالہ کر دیا اور یہ بات بھی صاف کر دی کہ پاکستان اور ہندوستان کے باہمی ہمسائیگی کے تعلقات ہوں گے۔

موصوف نے مزید براں اس کی بھی وضاحت فرما دی کہ پاکستان برطانوی سامراج کے دینا کی صورت میں کبھی حاصل نہیں ہوگا بلکہ سمجھانے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی کہ جب تک لیگ اور کانگریس میں باہمی سمجھوتہ نہ ہو اور ہندوستان کا متحدہ مطالبہ برطانوی حکومت کو اختیارات سے دست بردار ہونے پر مجبور نہ کر دے اس کا خوف ہے کہ ہندو اور مسلمانوں دونوں کے سر پر برطانوی ساخت کا ایک نیا دستور منڈھ دیا جائے جس میں دونوں حقیقی آزادی اور خود مختاری سے محروم رہیں البتہ یہ آپ نے صاف صاف کہہ دیا کہ پاکستان کا منشا مسلمانوں کو آج کے برطانوی تسلط اور کل کے ہندو تسلط کے خوف سے آزاد کرا دینا ہے یہی سبب ہے کہ مسلمان کسی ایسی آل انڈیا مرکزی حکومت کے ماتحت جو ان کی وطنی زندگی پر اثر انداز ہو سکے انھیں اس کا ڈر ہے کہ ۷۵ فی صدی ہندو اکثریت رکھنے کے بعد مرکز پر لامحالہ ہندو تسلط کا مرادف بن جاتا ہے۔

جناح صاحب کی گفتگو کا لب لباب یہ ہے کہ پہلے پاکستان یعنی اپنے وطن میں مسلمانوں کے کلیتاً آزاد حکومت بنانے کا ناقابل تردید حق مانو اس کے بعد اس بنیاد پر کانگریس اور مسلم لیگ کا متحدہ محاذ بنا کر ہندو اور مسلمان دونوں قوموں کے لئے برطانوی حکومت سے مل کر اختیارات چھین لو۔ ہندوستان کو آزاد کرانے کے لئے جناح صاحب کا نظریہ یہی ہے۔

ہر تعریف کی رو سے ایک الگ قوم

(از حضرت مولانا سید حسن ریاض صاحب مدظلہ العالی)

مسٹر گاندھی نے اس فرق کو کہ مسلمان باعتبار مذہب ہندوؤں سے مختلف ہیں اپنے خطوط میں بہت ہی خفیف کر کے بیان کیا ہے۔ ان کے نزدیک اس بنا پر ہندو اور مسلمان دو مختلف قومیں نہیں ہو سکتے۔ اس اختلاف کی وجہ سے وہ ان ہندوؤں سے الگ نہیں ہو سکتے جو ان کے ہم نسل ہیں۔ وہ رشتہ نسل کو قومیت کی تعمیر میں اس قدر مضبوط سمجھتے ہیں کہ وہ کسی طرح ٹوٹ ہی نہیں سکتا۔

ہم بارہا ثابت کر چکے ہیں کہ مسلمانان ہند ہندوؤں سے الگ ایک قوم ہیں اور نسل کی بنا پر کہ وہ ہندو مذہب کا کوئی دوسرا فرقہ نہیں بلکہ ایک ایسے مذہب کے پیرو ہیں جس کے بنیادی اصول ہندو مذہب کے بنیادی اصولوں سے مختلف ہیں اور زندگی کے پورے عمل میں وہ اس مذہب کے تصورات اور قوانین کے تابع ہیں اسی مذہبی اختلاف کی بنا پر ہندو اور مسلمان زندگی کے تمام شعبوں میں ایسے متوازی خطوط پر چل رہے ہیں جو قیامت تک کہیں مل نہیں سکتے۔

صرف مسلمانوں ہی کو اس اختلاف کا احساس نہیں بلکہ ہندوؤں کو بھی ہے اور مسلمانوں سے کہیں زیادہ۔ اپنی مذہبی تعلیمات کے مطابق مسلمانوں کا یہ مزاج قائم ہو گیا ہے کہ وہ کسی سے تعصب اور عداوت نہیں رکھتے، امن کے ساتھ اپنی راہ چلتے ہیں اور انصاف کی حدود کو اچھی طرح ملحوظ رکھتے ہیں لیکن ہندو ان کے ساتھ جو دنیا مختلف ہیں تعصب بھی برتتے ہیں عداوت بھی رکھتے ہیں اور زندگی کے ہر شعبے میں ان سے جھگڑتے رہتے ہیں۔ روزمرہ کے سیاسی اور غیر سیاسی معاملات میں انھیں یہ کبھی محسوس نہیں ہوتا کہ ہندوستانی مسلمان اور ہندو ایک نسل سے ہیں لہٰذا ان کے ہم قوم ہیں۔ وہ ہم نسل ہونے کی حیثیت سے مسلمانان ہند کے ساتھ کوئی یگانگت نہیں برتتے۔ یہ بھی نہیں کہ عناد اور مخالفت کا یہ جذبہ صرف عوام ہی میں ہے، خواص میں سخت تر ہے اور مسٹر گاندھی میں سخت ترین۔

مسٹر گاندھی کو یہ کیوں گوارا نہیں کہ پنجاب اور بنگال کے وہ اضلاع جن میں ہندو یا غیر مسلموں کی تعداد زیادہ ہے پاکستان میں رہیں؟ اگر بقول مسٹر گاندھی مسلمان اور ہندو ایک ہی قوم ہیں تو پھر بھی پنجاب اور بنگال کے ہندو اپنے خیال کے مطابق رہیں گے تو اپنی ہی قومی حکومت کے ماتحت۔ اس اپنی قومی حکومت کے خلاف بے اعتمادی کیوں ہے؟ پاکستانی علاقوں کے محض مسلمانوں کا استصواب رائے مسٹر گاندھی کے اطمینان کے لئے کافی کیوں نہیں ہے؟ وہ اس پر مصر کیوں ہیں کہ تقسیم کے معاملے میں غیر مسلموں سے بھی

استصواب رائے کیا جائے! ہندوؤں اور مسلمانوں کے ہم نسل اور اس بنا پر ایک قوم ہونے کی وجہ سے وہ مسلمانوں کی مرضی کو غیر مسلموں کی مرضی کی ترجمان کیوں نہیں سمجھ لیتے! جس بنا پر مسٹر گاندھی اپنے تئیں اس کا مستحق سمجھتے ہیں کہ تمام مختلف المذاہب ہندوستانیوں کی نمائندگی کریں پاکستانی مسلمانوں کا یہ حق کیوں نہیں مانتے کہ وہ غیر مسلموں کی نمائندگی کریں! ہر غیر مسلم گروہ کی مرضی اور رائے کا الگ الگ اعلان کیوں چاہتے ہیں؟ مسلمانوں کا یہ دعویٰ ہے کہ مسلمان مذہب کی بنا پر ہندوؤں سے الگ ایک قوم ہیں۔ مسٹر گاندھی کا تو نہیں ہے وہ اپنے طرز عمل میں فرق نہ آنے دیں۔ وہ یگانگت برتے جائیں انہوں نے تقسیم ہند کے مطالبے کو پان اسلامزم (اتحاد اسلامی) کے ہم معنے وہم مقصد کیوں سمجھا؟ وہ اس کے مخالف کیوں ہیں کہ پاکستانی ریاستیں امور خارجہ فوج کسٹمس اور ذرائع رسل و رسائل کے معاملے میں علیحدہ با اختیار اور خود مختار ہوں؟ مسٹر گاندھی علیحدگی کا اصول منظور کر چکے ہیں اس کے متعلق کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔

مجالس واضعان قانون کی ایک ایک نشست اور سرکاری ملازمتوں میں ایک ایک آسامی پر مسٹر گاندھی کی دوسرے ہندو لیڈروں کی اور تمام ہندو قوم کی جان کیوں جاتی ہے؟ مسٹر جناح نے بار بار مسٹر گاندھی سے پوچھا کہ عارضی حکومت کی تشکیل کس طرح ہوگی انہوں نے کسی طرح نہ بتایا کوئی ان سکتا ہے کہ عارضی حکومت خود مسٹر گاندھی اور مسٹر راجگوپال آچاریہ کی تجویز اور انہی کے ذہن میں نہیں کہ اس کی تشکیل کیونکر ہوگی! اس لئے نہیں بتایا کہ دل میں چور ہے اور مسلمانوں کو اس سے زیادہ حصہ دینے کا ارادہ نہیں جتنی کہ مجموعی طور پر تمام ہندوستان میں ان کی تعداد ہے۔ مسٹر گاندھی جانتے ہیں کہ متناسب آبادی کی بنا پر عارضی حکومت میں مسلمانوں کی شرکت کی تجویز اس قدر نامعقول ہے کہ ساری دنیا مسٹر گاندھی کو قائل کر چکی لہٰذا وہ خود نہیں کہتے الٹا مسٹر جناح سے پوچھتے ہیں کہ پھر آپ ہی بتا دیجئے کہ کیونکر تشکیل ہو اور جب مسٹر جناح اپنی طرف سے تجویز پیش کریں تو کانگریس اور ہندوؤں کی طرف سے اس پر بحث شروع ہو جائے اور جہاں تک ممکن ہو اس سے کم دیں جو مسٹر جناح مطالبہ کریں اپنی ہی قوم کے ساتھ لین دین میں یہ کشمکش کیوں؟

بنیادی اداروں میں میونسپلٹی سے لیکر مرکزی مجلس واضعان قانون تک اور ملازمتوں میں پٹواری گری سے لیکر وائسرائے کی اگزیکیٹو کونسل تک مسلمانوں کو تو اس لئے اس پر اصرار ہے کہ ان کو موثر حصہ ملے کہ وہ ہندوؤں کو اپنے مقابلے میں ایک حریف قوم سمجھتے ہیں مگر ہندو تو مسلمانوں کو اپنی ہی قوم کا جزو سمجھتے ہیں وہ مسلمانوں کو محروم کرنے کے لئے کیوں کوشاں رہتے ہیں؟ ہمہ وقت ان کی طرف سے مسلمانوں کے خلاف کیوں جد و جہد رہتی ہے؟ اس معاملے میں ہندوؤں کا تعصب اس درجہ ترقی کر گیا ہے کہ وہ مسلمان بھی استثنا میں نہیں آتے جو کانگریسی ہیں اور اس حقیقت کے منکر ہیں کہ ہندو اور مسلمان دو مختلف قومیں ہیں۔ رفیع احمد قدوائی جیسے مشہور کانگریسی کے بھائی شفیق احمد بھی ہندوؤں کے مقابلے میں الہ آباد کی میونسپلٹی میں اگزیکٹو آفیسر نہ ہو سکے۔ رائے شماری کے وقت کانگریسی ہند و لیڈر جانبدار ہو گئے اور دوسرے ہندوؤں نے ایک ایسے ہندو کو منتخب کر لیا جو لیاقت اور تجربے کے اعتبار سے بھی شفیق احمد قدوائی سے کم تھا۔ یہ کیسی ایک قوم ہے جس کے افراد کے ساتھ ہندو معمولی انصاف بھی گوارا نہیں کر سکتے۔

ہندو تاجر اور سرمایہ دار سمجھ سمجھکر اسی نظر سے تجارتی اور حرفتی تحریکات جاری کئے ہوئے ہیں کہ مسلمانوں کے مقابلے میں تمام تجارتی اور حرفتی وسائل پر قابض ہو جائیں۔ اس کا بڑا اہتمام ہے کہ ان کے کارخانوں میں ملازم کی حیثیت سے بھی مسلمان نہ گھسنے پائیں۔ کم و بیش سو برس سے مسلمانوں کے خلاف یہ تحریک جاری ہے کہ شہر اور جنگل میں کہیں ان کے پاس زمین نہ رہے جب ہندو اور مسلمان فریق کی حیثیت سے عدالتوں میں جاتے ہیں تو ہندو حاکموں کے پیش نظر یہی مقصد رہتا ہے اور وہ اپنے اختیارات اسی مقصد کی تکمیل کے لئے صرف کرتے ہیں۔ عدالتوں میں دفتروں میں اور حکومت کے بڑے محکموں میں مسلمانوں پر غلبہ حاصل کرنے کی تحریک کس جگہ موجود نہیں ہے اور کہاں مسلمانوں کو اس سے نقصان نہیں پہنچ رہے ہیں! مسلمان ہر جگہ عاجز ہیں کانگریسی حکومتوں کے زمانے میں تو نوبت یہاں تک پہنچی کہ زمیندار اور کاشتکار دوکاندار اور خریدار نوکر اور آقا ایک گاؤں کے بسنے والے اور ایک محلے کے رہنے والے باہمی معاملات میں ہندو اور مسلمان کا کھلا ہوا امتیاز کرنے لگے ادنیٰ سے اعلیٰ تک سب ہندو اس ایک مقصد کے لئے عمل کر رہے تھے کہ مسلمانوں کو یہ محسوس کرائیں کہ وہ محکوم اور رعایا ہیں۔ کانگریسی حکومتوں نے قوانین اس انداز سے پاس کرائے کہ ہندوؤں کو زیادہ سے زیادہ نفع پہنچے اور مسلمان محروم ہوں۔ یوپی میں چونکہ اکثر زمیندار مسلمان باقی ہیں اور کاشتکار زیادہ تر ہندو ہیں اس لئے قانون لگان اس طرح بنایا گیا کہ کاشتکار کو زمین سے بیدخل نہ کرایا جا سکے۔ بنگال میں زمیندار سب ہندو اور کسان مسلمان ہیں وہاں کانگریس نے ایسے قانون کی مخالفت کی۔ ہندوؤں کا مسلمانوں کے ساتھ کیا یہ ایسا ہی برتاؤ ہے جو اپنے ہم قوموں کے ساتھ ہوتا ہے! اور یہ برتاؤ آخر کس اختلاف کی بنیاد پر ہے! کیا مذہبی اختلاف ہی کی بنیاد پر نہیں؟ اگر ہندو اور مسلمانوں کے درمیان مذہبی اختلاف ہندوؤں کو مسلمانوں کے خلاف اس قدر سخت رقابت پر ابھارتا ہے کہ وہ ہندوستان کے کسی حصے میں ان کو خود مختار اور با اختیار نہیں دیکھ سکتے وہ مجالس واضعان قانون اور ملازمتوں میں ان کا اثر گوارا نہیں کرتے وہ مسلمانوں کی مالی تجارتی اور اقتصادی ترقی کو اپنا نقصان تصور کرتے ہیں وہ ملک میں ایسا تعلیمی پروگرام نافذ کرنے کے درپے ہیں جس کے اثر سے مسلمانوں کے مذہبی تصورات اور احساس تشخص فنا ہو جائے وہ یہ برداشت نہیں کر سکتے کہ مسلمانوں کے تعلیمی اداروں کے لئے حکومت سے حسب ضرورت امداد ملے اور حکومت کے دوسرے تعلیمی شعبوں سے وہ اسی طرح متمتع ہوں جس طرح کہ ہندو ہو رہے ہیں تو دنیا میں اور کہیں ہو یا نہ ہو ہندوستان میں قومیت کی اصل بنیاد مذہب ہی ہے۔ انسانوں کے دو گروہ آخر دو الگ قوموں میں تقسیم کیوں ہوتے ہیں! صرف اسی لئے کہ ان کے مقاصد اور مفاد مختلف ہوتے ہیں اور ان کی تمناؤں اور منافع اور مفاد میں تضاد ہوتا ہے۔ ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان یہ حالت بدرجہ اتم موجود ہے چھوٹے چھوٹے اختلافات سے لیکر جنگ اور خونریزی تک بطرح مخالفت جو کچھ ہوتا ہے کیا اس کی وجہ یہی نہیں ہوتی کہ ہندو اور مسلمان دو مختلف مذاہب کے پیرو ہیں؟ اور ہم نسل ہونا بھی [illegible]

اس سے باز نہیں رکھا۔ ہندو مسلم یگانگت بے حقیقت ہے اور مذہبی اختلاف اتنا بڑا
اختلاف ہے کہ اس نے ہندوؤں اور مسلمانوں کو دو مستقل قوموں میں تقسیم کر دیا ہے
واقعات اور حقیقتوں سے انکار کر دیا جائے اور محض اس بنا پر ہندوؤں اور مسلمانوں
کو ایک قوم مان لیا جائے کہ وہ ہندوستان میں ہم نسل اور ہم وطن ہیں اور اس کے
باوجود کہ وطن اور نسل کے رشتے انہیں زندگی کے کسی شعبہ میں مخالفت سے نہیں
روکتے مسٹر گاندھی اس پر صرف اس لئے مصر ہیں کہ ملک کی حکومت کا پورا
اختیار ہندوؤں کے ہاتھ میں آنے کی صرف یہی ایک تدبیر ہے۔

اگر خالص علمی حیثیت ہی سے اس مسئلہ کو دیکھا جائے تو ہندوؤں اور مسلمانوں
کا معاملہ ایسا ہے کہ دنیا کے تمام سیاسی مفکروں اور فلسفیوں کو اسے سند قرار دیکر
یہ فیصلہ کر دینا چاہیے کہ صرف مذہبی اتحاد سے قوم بنتی ہے اور جتنی اور بھی اس کے
علاوہ تمام شرائط لغو ہیں یا زیادہ سے زیادہ ضمنی ہیں۔

یقیناً اگر مذہبی اتحاد کے ساتھ وطن اور زبان و نسل کا بھی اتحاد ہو تو رشتہ اتحاد
قوی تر ہو جاتا ہے اور ایسے انسانوں کا یہ گروہ قوم کی ہر تعریف کی رو سے قوم بن جاتا ہے
مسٹر جناح نے اسی بنا پر سب سے پہلے لاہور میں مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس منعقدہ
۱۹۴۰ء میں یہ کہا کہ مسلمانان ہند قوم کی ہر تعریف کی رو سے قوم ہیں اس کے بعد
یہ دعویٰ انہوں نے بار بار کیا اور بالآخر اس خط و کتابت میں لکھا جو مسٹر جناح اور
مسٹر گاندھی کے درمیان ہوئی

مسٹر گاندھی نے اپنے ۱۹ ستمبر کے خط میں بجملہ اور سوالات کے توضیح کے سلسلے
میں مسٹر جناح سے ایک سوال کیا ہے۔ یہ سوال اس خط میں جس ترتیب کے ساتھ
درج ہے وہی ترتیب ہم بھی قائم رکھتے ہیں۔

(۳) اگر مذہب نہیں تو وہ اور کیا چیز ہے جس کی وجہ سے مسلمان ہر دوسرے
ہندوستانی سے مختلف ہو؟ کیا وہ ترک یا عرب سے مختلف ہے؟!

ہمارا جواب یہ ہے کہ بیشک ہندوستانی مسلمان مذہب ہی کی وجہ سے
ہر دوسرے ہندوستانی سے مختلف ہے لیکن اسلام جیسا مذہب ہے وہ مسٹر گاندھی
سمجھے نہیں ورنہ وہ معترضانہ انداز میں ایسی سادگی سے سوال نہ کرتے۔ اسلامی
مفہوم میں مذہب کا اختلاف پوری زندگی کا اختلاف ہے۔ اسی وقت سے
کہ ہندو باپ کا بیٹا مسلمان ہوتا ہے وہ اپنے والدین بھائیوں رشتہ داروں
تمام نسل کے لوگوں اور تمام غیر مسلم ہندوستانیوں سے مختلف ہو جاتا ہے وہ کسی
ہندو عورت سے شادی نہیں کر سکتا اس کے ہندو عزیز اس کے ساتھ اور اس
کا چھوا ہوا نہیں کھا سکتے وہ اپنے ہندو باپ کی طرح دھوتی نہیں باندھ سکتا کہ وہ
ستر پوش نہیں ہوتی اور اس سے اس کی نماز نہیں ہو سکتی۔ وہ ہر اس جانور کو ذبح
کریگا اور کھائیگا جو قرآن نے حلال قرار دیئے ہیں۔ گائے بھی۔ وہ گائے کے گوبر اور
پیشاب کو اس درجہ میں ناپاک سمجھیگا جس درجہ میں حلال جانوروں کا فضلہ شریعت
اسلام میں نجس ہے اور ہندوؤں کے نزدیک وہ پاک ہی نہیں بلکہ متبرک ہے۔ وید اور
پران کے جتنے بڑے آدمی ہیں اور نیز سب جو ہندو تاریخ کے بڑے آدمی ہیں
ان سب سے اس کا رشتہ منقطع ہو جائے گا۔ اور بدر و احد کے غازیوں پر اور ان سب
پر جنھوں نے رب کعبہ کی راہ میں بڑے کام کئے ہیں وہ فخر کرنے لگیگا۔ حتیٰ کہ
ان پر بھی جنھوں نے ہندوستان پر اور خود اس کے اجداد کے خلاف جہاد
کیا غیر مسلم ہندوستان کی تاریخ اس کی تاریخ نہیں رہے گی اسلامی تاریخ

اس کی تاریخ ہو جائے گی۔ اقتصادیات میں وہ سود کو حرام سمجھیگا۔ دولت کے کنز
کرنا وہ برا سمجھیگا۔ وہ قرآنی قانون کے مطابق اپنا ترکہ تقسیم کریگا۔ سرمایہ داری
کا وہ مخالف ہوگا وہ سونا نہیں پہنے گا ریشم نہیں پہنے گا تجارت میں اجناس فروخت
نہیں کریگا اشیاء کے عیوب اور خامیاں بتا کر فروخت کریگا۔ مسکرات اس کے لئے حرام ہوگا
وہ تمام انسانوں کو مرتبے میں مساوی سمجھیگا اور صرف وہ اس کے نزدیک بڑے ہوں گے
جو قرآنی مفہوم میں صاحب تقویٰ ہوں گے۔ ہندو اور مسلمان زندگی کی پوری تفصیل
میں سوائے اس کے کہ دونوں آدم زاد ہیں کسی اعتبار سے ایک نہیں ہیں مسٹر گاندھی
ذرا غور کر کے بتائیں۔ مسٹر گاندھی کے پاس شاید اس وقت مذہب آتا ہے جب
وہ پوجا کرنے کے لئے بیٹھتے ہیں مسلمان کے ساتھ مذہب ہر وقت تیار رہتا ہے
اور ہر اس امر میں جسے مسٹر گاندھی دنیوی کام کہتے اور سمجھتے ہیں۔ مجلس واضعان
قانون کے اجلاس میں عدالت کی کرسی پر، دکان کے تختے پر، خطابت کے
ممبر پر، میدان کارزار میں مجلس عشرت میں اور اس وقت بھی جب وہ بالکل تنہا
مسٹر گاندھی مذہب کے صحیح مفہوم تک سے واقف نہیں انہوں نے جلدی سے کہہ دیا
کہ سوائے مذہب کے مسلمان دوسرے ہندوستانی سے کیونکر مختلف ہے جب
مذہب ہی مختلف ہو تو پھر یگانگت اور یکجہتی باقی کہاں رہ گئی۔

اب رہا اس سوال کا دوسرا جزو کہ کیا ہندوستانی مسلمان ایک ترک یا
عرب سے مختلف ہوتا ہے؟ ہاں مختلف ہے ملکی اور مقامی مفاد کے اعتبار سے۔
ہندوستان کے مسائل میں عرب یا ترک کا کوئی حصہ نہیں ہے ملکی سیاست میں
ہند کے اندر عرب اور ترک کا کوئی دخل نہیں ہو سکتا اور حدود عرب اور ترکی میں
ہندوستانی مسلمانوں کا کوئی دخل نہیں ہو سکتا۔ ہندوستانی مسلمان عرب یا
ترک ایک ملت ہیں اس میں کوئی شبہ نہیں لیکن سیاسی مفہوم میں ایک قوم
نہیں ہیں۔ اس لئے نہیں کہ نسل کے اعتبار سے یہ اور وہ ایک نہیں ہیں بلکہ اس وجہ
سے کہ ان کے درمیان مکانی بعد ہے اور ملکی مفاد ان کے درمیان مشترک نہیں
البتہ سیاسی اقتصادی تجارتی اور ملکی مفاد بھی ان کے اس جگہ جا کر مشترک ہو جاتے
ہیں جب ان کا ملت اسلامیہ کے مفاد و مقاصد پر اثر پڑنے لگے جب ملی مفاد
درمیان آجاتے ہیں تو وطنی لسانی نسلی سب حدود ٹوٹ جاتی ہیں اور ساری دنیا کے مسلمان
ایک ملت کی حیثیت سے منظر عام پر آتے ہیں۔ ملت قوم سے بھی زیادہ وابستہ اور مربوط
ہے مقامی دلچسپیوں کے علاوہ ہندی مسلمان ترک اور عرب میں کوئی فرق نہیں تمام
دنیا کے مسلمانوں کی کلچر کی بنیاد ایک ہے معاشرت معیشت اقتصادیات سیاست
اور جنگ و صلح کے اصول مقاصد ایک ہیں سب بلا تکلف باہم رشتہ داریاں کر سکتے ہیں
ایک جگہ کھا سکتے ہیں مقامی بعد اور لسانی و نسلی اختلاف کے باوجود ان کے مذاق
اور طور و طریق ایک ہیں مگر پھر بھی عرب ترک افغان کوئی یہ گوارہ نہیں کر سکتا کہ کوئی
اسلامی دولت شہنشاہی مقاصد کے لئے ان کے وطن پر دست درازی کرے
ہندوستانی مسلمان بھی گوارہ نہیں کرتے۔ ہندوستانی مسلمانوں کی سات سو
برس کی تاریخ اس کی شاہد ہے کہ جب کبھی کسی مسلمان فرمانروا نے ہندوستان
پر حملہ کیا ہندوستان کے مسلمان بادشاہوں نے اپنے ملک کی حفاظت
کی یہی اس وقت بھی ہوگا جب پنجاب صوبہ سرحد سندھ اور بلوچستان
میں ادھر اور بنگال و آسام میں ادھر پاکستانی حکومتیں قائم ہوں گی۔

آریہ سماج اور اسلام

(بسلسلہ گذشتہ)

اصل میں ان کو یہ دیکھ کر غصہ آگیا کہ وید وں میں تو جسمانی خواہشوں کے پورا ہونے کی دعائیں سکھائی ہیں۔ یہ قرآن نے کیسی انوکھی اور عجیب دعا سکھا دی۔

آپ پوچھتے ہیں کہ کیا سدھا راستہ صرف مسلمان ہی کا ہے۔ یہ پوچھنے سے پہلے ان کو یہ معلوم کرنا چاہئے تھا کہ راستہ سے مراد کیا ہے؟ سنئے سیدھے راستہ سے مراد دنیوی زندگی میں تمام اعمال و افکار اور اخلاق و برتاؤ میں وہ طریقہ اور روش ہے جو بالکل صحیح ہو جس پر چل کر انسان فلاح و سعادت حاصل کرسکے اور جس میں غلط بینی اور غلط کاری کا شائبہ اور خطرہ نہ ہو۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ ایسی راہ صرف اسلام ہی ہے۔ عقلاً بھی صراط مستقیم ایک ہی ہوسکتی ہے۔ اس میں تعدد کی مطلق گنجائش نہیں راستی کی راہ ہمیشہ ایک ہی ہوتی ہے۔ راستی کی اس راہ پر قائم رہنے کا نام تعصب نہیں۔ تعصب تو یہ ہے کہ ہم دوسروں کی اچھی باتوں کو بھی نہ مانیں دوسروں سے خار اور سخت کا بیر رکھیں اور ان کی اچھی باتوں میں بھی کیڑے ڈالنے لگیں۔ اسلام ایسے تعصب کا دشمن ہے اور وہ کہتا ہے کہ تمام مذاہب کی سچائیوں اور اچھی باتوں کو مانو۔ اسلام نے اس معیار اخذ و ترک کا معیار اور حدود و شرائط بھی بتا دی تھیں رہا اصل مذہب یعنی معرفت الٰہی۔ معرفت نفس طریقہ عبادت اور رضا لطۂ حیات یہ صرف اسلام میں محدود و منحصر ہے۔ ان میں سے کوئی چیز بھی دوسرے مذاہب کے پاس نہیں۔

(۴) راہ ان لوگوں کی کہ نعمت کی ہے تو نے اوپر ان کے سوائے ان کے جو غصہ کیا گیا ہے اوپر ان کے اور نہ گمراہوں کے راستہ ہم کو دکھا۔

محقق جب مسلمان لوگ تناسخ اور پہلے کئے ہوئے گناہ اور ثواب نہیں مانتے تو بعض لوگوں پر رحمت کرنے اور بعض لوگوں پر نہ کرنے سے خدا طرفدار ٹھیرتا ہے۔ کیونکہ گناہ و ثواب کے بغیر رنج و راحت کا دینا صرف بے انصافی کی بات ہے اور بلا سبب کسی پر رحم اور کسی پر غضب کی نظر کرنا بھی اس کی فطرت نہیں ہے بلا وجہ وہ رحم یا غضب نہیں کرسکتا۔ اور جب ان کے سابقہ "سنت" گناہ و ثواب ہی نہیں تو کسی پر رحم اور کسی پر غضب کرنا یہ بات ہی نہیں بن سکتی اور اس سورت کی شروع میں یہ الفاظ کہ "یہ سورت اللہ صاحب نے آدمیوں کے منہ سے کہلائی کہ ہمیشہ اس طرح سے کہا کریں" درج ہیں۔ اگر یہ بات درست ہے تو "الف۔ ب" حروف بھی خدا ہی نے پڑھائے ہوں گے۔ اگر کہو کہ بلا حروف جاننے کے اس صورت کو کیسے پڑھ سکتے تو سوال یہ ہے کہ کیا حلق ہی سے بلائے اور بولنے لگے۔ اگر یہ درست ہے تو یہ سب قرآن کی زبانی پڑھایا ہوگا۔ یہ سمجھنا چاہئے کہ جس کتاب میں طرفداری کی باتیں کی جائیں وہ کتاب خدا کی بنائی ہوئی نہیں ہوسکتی۔ مثلاً عربی زبان میں نازل کرنے سے عرب والوں کو اس کا پڑھنا سہل اور دوسری زبان والوں کو مشکل ہوجاتا ہے۔ اس سے خدا طرفدار ٹھیرتا ہے اور جس طرح کہ خدا نے کل دنیا کے رہنے والے آدمیوں پر نظر انصاف سے سب ملکوں کی زبانوں سے نرالی سنسکرت زبان میں جو کہ سب ملک والوں کے لئے یکساں محنت سے حاصل ہوتی ہے، ویدوں کو نازل کیا ہے، ایسی ہی زبان میں اگر نازل کرتا تو یہ نقص حاصل نہ ہوتا۔

مسلمان گناہ و ثواب کے بغیر رنج و راحت کا دینا محقق جی کے نزدیک بے انصافی کی بات ہے گویا خدا اور عقل دونوں کو سوامی جی کا محکوم ہونا چاہئے کہ جس چیز کو سوامی جی بے انصافی ٹھیرائیں دونوں کو اسی کی تصدیق کرنی چاہئے۔ ورنہ وہ خدا اور عقل دونوں پر بہت بری طرح برس پڑیں گے۔ عقل و دانش بباید گریست سوامی جی کو قرآن پر اعتراض کرنا تھا سو کر دیا۔ رہا فہم کلام اس کو ان کا جانے بلا۔ کاش انہیں معلوم ہوتا کہ تناسخ کا ڈھکوسلہ اس وقت گھڑا گیا تھا جب کہ علم انسانی ابھی ابتدائی حالت میں تھا۔ سائنس اور فلسفہ نے وہ ترقیاں نہ کی تھیں جو زمانہ حال نے کی ہیں۔ ابتدائً حقائق اشیاء پر انسان کی نظر گہری نہ تھی وہ بچارا اپنے آپ کو بھی نہ جانتا تھا۔ چہ جائے کہ کائنات کو جان لینا۔ اس نے اپنی لاعلمی، کوتاہ نظری اور سطح بینی کی وجہ سے اختلاف کائنات کو دیکھ کر اس کی تشریح یہ کی کہ یہ انسانی اعمال کے نتائج ہیں۔ یہ جاہل انسان کی تشریح اور اس کا دعویٰ تھا جس کی دلیل آج تک نادارد ہے اور آریہ ابھی تک اسی بھول بھلیوں میں پھنسے بیٹھے ہیں اسی مکھی پر سوامی جی نے بھی مکھی دے ماری۔ یہ فرض کر لیا کہ رنج و راحت کا وجود گناہ و ثواب کا سبب ہے۔ اور اسی کرم خوردہ ہتیار کو لیکر قرآن پر حملہ آور ہوگئے پس اس چیز کو تو چھوڑ دیئے کہ پہلے اعمال کی وجہ ہی سے رحم اور انعام ہوسکتا ہے کہ یہ آریوں کا فرضی اور وہمی جاہلانہ نظریہ ہے جس کا وہ آج تک کوئی ثبوت نہیں دے سکے صرف یہ دیکھیئے کہ آیت زیر بحث کا اصل مفہوم کیا ہے؟ یہ مفہوم خود قرآن ہی واضح کرتا ہے اسی جسم کے نیک اعمال موجب رحمت و انعام ہوتے ہیں سنئے:

اولئک الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین وحسن اولئک رفیقا۔ جن لوگوں پر اللہ نے انعام کیا وہ نبی، بڑے سچے، شہید اور نیک لوگ ہیں۔

سوامی جی کا یہ کہنا کہ خدا نے حروف پڑھائے ہوں گے بچوں کی سی بات ہے اور یہ سن کر ہنسی آتی ہے کہ ماشاء اللہ آپ کتنے بڑے فاضل اور عاقل و فرزانہ تھے کہ ہم جیسے نادان بھی ان کی باتوں پر ہنستے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ جس طرح پرماتما نے ویدیشلوک کو سکھائے اس طرح اللہ تعالےٰ نے قرآن شریف بھی مسلمانوں کو سکھا دیا۔ اس میں اعتراض کی کونسی بات ہے رہی اس کی کیفیت و حقیقت، یہ علیحدہ چیز ہے ہم تو جانتے ہیں اور آریہ بھائیوں کو سمجھا بھی سکتے ہیں مگر یہ معلوم نہیں کہ سوامی جی بھی جانتے تھے یا نہیں؟ اگر جانتے ہوتے تو کیا ایسی ہی باتیں کرتے؟ ناظرین

اپنی عقل سے جواب لیں۔

معلوم نہیں وہ طرفداری کی باتیں کونسی ہیں جن سے قرآن پر طرفداری کا الزام آگیا۔ صرف اتنی بات معلوم ہوتی ہے، عرب والوں کی زبان میں قرآن کا نازل ہونا طرفداری کی بات ہے۔ ذرا عالم تخیل میں آئیے اور ہماری ایک بات کا جواب دے لیجئے پھر آپکو اس کی حقیقت معلوم ہوگی۔ اللہ تعالےٰ نے اپنے بندوں کو ایک کامل و مکمل قانون حیات دینا چاہتے ہیں۔ بندوں کی زبانیں الگ الگ ہیں۔ خدا کی زبان کوئی نہیں۔ بتلائیے اللہ میاں کس زبان میں ہدایت بھیجیں جس زبان میں بھی ہدایت آئے گی یہی طرفداری کا الزام آئے گا اگر اللہ میاں نعوذ باللہ سوامی جی سے کوئی مشورہ کر لیتے تو شاید اس مشکل کا کوئی حل نکل آتا اور طرفداری کے الزام سے بچ جاتے۔ مگر افسوس دنیا میں سارے بیوقوف ہی آباد نہیں عقل انسانی کہتی ہے کہ کامل ہدایت ایسی زبان میں آنی چاہیئے جو خود کامل، زندہ اور قابل فہم ہو۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ دنیا میں ایسی زبان صرف عربی ہے اور ہمارے پاس اس کے دلائل قاہرہ موجود ہیں عربی زبان کے علاوہ تمام زبانیں جس میں کتابی مذاہب الہام ہونا مانتے ہیں، سب کی سب مردہ ہو چکی ہیں۔ یعنی ان کے بولنے اور سمجھنے والے دنیا میں موجود نہیں۔ جیسے سنسکرت زبان کہ اس کے بولنے اور سمجھنے والے خود ہندوؤں میں بھی عنقا ہیں۔ یہ جتنی زبان دنیا کے کسی خطہ میں بھی رائج نہیں ان کے برخلاف عربی زبان کامل اور زندہ زبان ہے۔ دنیا میں اب بھی اس کے بولنے اور سمجھنے والے لاکھوں کروڑوں انسان موجود ہیں۔ صرف مسلمان ہی نہیں بلکہ غیر مسلم بھی۔ اس بنا پر قرآن عربی زبان میں نازل ہوا۔ ان تمام باتوں کو قرآن صرف ایک جملہ میں بیان کر کے ساری دنیا کو مبہوت و گنگ بنا دیا ہے۔ ارشاد ہے **انا انزلنه قرآنا عربيا لعلكم تعقلون** ٹر (سورۂ یوسف) ہم نے قرآن کو عربی زبان میں اس لئے عربی زبان میں اس لئے نازل کیا ہے کہ تم سمجھ سکو۔

سوامی جی کے تمام اعتراضات دھواں بن کر اڑ گئے۔ اور آفتاب حقیقت افق عالم پر ضیا بار ہو گیا۔

سورۂ بقر (۵) یہ کتاب جس میں شک نہیں پرہیزگاری کی راہ دکھلاتی ہے جو کہ ایمان لاتے ہیں ساتھ غیب کے اور قائم رکھتے ہیں نماز کو اور اس چیز سے کہ جو ہم نے دی خرچ کرتے ہیں۔ وے لوگ جو اس کتاب پر ایمان لاتے ہیں جو رکھتے ہیں تیری طرف یا تجھ سے پہلے اتاری گئی اور یقین قیامت پر رکھتے ہیں۔ یہ لوگ اپنے پروردگار کی ہدایت پر ہیں اور وے ہی چھٹکارا پانے والے ہیں تحقیق جو لوگ کافر ہوئے اور ان پر تیرا ڈرانا نہ ڈرانا برابر ہے وے ایمان نہ لاویں گے۔ مہر کی اللہ نے اوپر دلوں ان کے اور اوپر کانوں ان کے اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے اور ان کے واسطے بڑا عذاب ہے۔

(آیت ۲-۳-۴-۵-۶-۷)

محقق کیا اپنے ہی منہ سے اپنی کتاب کی تعریف کرنا خدا کے وہمبہ کی بات نہیں جو پرہیزگار لوگ ہیں وے تو خود راہ راست پر ہیں اور جو جھوٹی راہ پر ہیں ان کو یہ قرآن راہ ہی نہیں دکھلا سکتا تو پھر کس کام کا رہا؟ کیا گناہ و ثواب اور محنت کے بغیر خدا اپنے ہی خزانے سے خرچ کرنے کو دیتا ہے؟ اگر دیتا ہے تو سب کو کیوں نہیں دیتا اور مسلمان لوگ محنت کیوں کرتے ہیں؟ اگر بائبل انجیل وغیرہ پر اعتقاد لانا لازم ہے تو مسلمان انجیل وغیرہ پر ایمان مثل قرآن کے کیوں نہیں لاتے؟ اور اگر لاتے ہیں تو قرآن کا نازل ہونا کس واسطے ہے؟ اگر کہیں قرآن میں زیادہ باتیں ہیں تو کیا پہلی کتاب میں خدا لکھنا بھول گیا تھا۔ اگر نہیں بھولا تو قرآن کا بنانا لاحاصل۔ ہم دیکھتے ہیں کہ بائبل اور قرآن کی چند باتیں آپس میں نہیں ملتیں اور بہت سی ملتی ہیں ایک ہی مکمل کتاب جیسی کہ وید ہے کیوں نازل نہ کی؟ کیا قیامت پر ہی یقین رکھنا چاہیے اور کسی چیز پر نہیں۔ کیا عیسائی اور مسلمان ہی خدا کی ہدایت پر چلنے والے ہیں اور نہیں اور ان میں کوئی گنہگار نہیں ہے؟ کیا وہ عیسائی اور مسلمان جو دیندار نہیں وے نجات پاویں گے اور دوسرے جو دیندار ہیں وے نہیں؟ کیا یہ سخت بے انصافی اور اندھیر کی بات نہیں ہے؟ کیا جو لوگ مسلمان مذہب کو نہیں مانتے ان کا کافر کہنا یکطرفہ ڈگری نہیں ہے۔ اگر خدا ہی نے ان کے کانوں اور دل پر مہر لگائی ہے اور اسی وجہ سے وے گناہ کرتے ہیں تو ان کا کچھ قصور نہیں۔ یہ قصور خدا ہی کا ہے ایسی صورت میں ان کو سکھ یا دکھ یا گناہ ثواب نہیں ہو سکتا۔ پھر خدا ان کو جزا و سزا کیوں دیتا ہے؟ کیونکہ انہوں نے گناہ یا ثواب خود مختاری سے نہیں کیا۔

مسلمان اس کو کہتے ہیں کہیں کی اینٹ کہیں کا روڑا بھان متی نے کنبہ جوڑا۔ یہ کنبہ ابھی تتر بتر ہوتا ہے۔ پہلے ان آیات بینات کا صحیح مفہوم اور ربط تعلق معلوم کر لیجئے تاکہ یہ تمام اعتراضات ان آیات سے بے تعلق ہو جائیں اور صرف سوامی جی کی غلط فہمیاں باقی رہ جائیں۔

سورہ فاتحہ جس کے اعتراضات و جوابات سے ہم فارغ ہو چکے ہیں قرآن کا دیباچہ ہے یعنی سات آیتوں میں ایک مختصر قرآن جس میں خدا، انسان اور کائنات کا انسانوں کو صحیح علم صحیح نظریہ اور صحیح مسلک دیا گیا ہے اس دیباچہ کے بعد اصل کتاب شروع ہوتی ہے۔

انسانوں کو پہلی ضرورت امن و سکون اور خوش حال و کامیاب زندگی کی ہے مگر خدا کے سنگ اور خدائی تعلیم سے ناآشنا انسان اس ضرورت کو اپنے ناقص و محدود علم عقل اور تجربہ سے پورا کرنا چاہتے ہیں اور اس کے لئے جو اصول اور راہ عمل انسان معلوم و متعین کرتے ہیں وہ یقینی اور جامع نہیں ہو سکتے۔ اختلاف فہم کی وجہ سے ساری عقلیں کسی ایک اصول اور راہ عمل پر جمع نہیں ہو سکتیں۔ اب قرآن اپنی پہلی آیت میں انسانوں کی اس غلط بینی و کجروی اور بنیادی ضلالت و گمراہی کو دور کر کے کہتا ہے کہ یہ قرآن ایک کتاب ہے جس کی ساری باتیں سچی پکی اور قطعی ہیں یعنی قرآن کی حیثیت یہ ہے کہ وہ ایک یقینی کتاب ہے۔ دوسری آیت میں یہ بتلایا کہ اس قرآن کے بھیجنے کا مقصد یہ ہے کہ یہ پرہیزگار لوگوں کو سیدھے راستے پر چلائے۔ قرآن پرہیزگار بنا

کے لئے سیدھی سٹرک ہی جو اس پر چلنا چاہیں گے وہی منزل پر پہنچیں گے لیکن جو لوگ اس پر نہ چلیں اور اپنی عقل کی آنکھیں پھوڑ لیں تو اب یہ سٹرک ان کو پکڑ کر اپنے اوپر نہیں چلائے گی چلنے والے اگر بے راہ روی اختیار کریں تو جائیں جہنم میں، قرآن کو کیا غرض پڑی ہے کہ ان کے پیچھے پیچھے بھاگا پھرے۔

قرآن دنیا میں جو جماعت تیار کرنا چاہتا ہے ان کی زندگی کا بنیادی اصول وہ یہ بتلاتا ہے کہ وہ ہر قسم کے ظلم، فساد، گناہ اور بدی سے الگ ہو کر پرہیزگارانہ زندگی بسر کریں بھلا اس بات کو سوامی جی کے اعتراضات سے کیا تعلق؟ اس پر سوامی جی نے جتنے اعتراضات وارد کئے ہیں سب بے تکے اور لایعنی ہیں جن کا کوئی سر پیر نہیں۔

اللہ تعالے نے سب کو اپنے خزانہ سے دیتا ہے مگر ساتھ ہی اس کلیہ ارشاد بھی ہے لیس للانسان الا ما سعیٰ انسان کے لئے سعی و کوشش لازمی ہو قرآن انسانوں کو یہ ہدایت کرتا ہے کہ تم یہ تسلیم کر لو کہ ہمیں جو کچھ بھی خدا نے دیا ہے ہم اس کا ایک حصہ لازمی طور پر خدا کے لئے خدا کے بندوں پر خرچ کریں گے خدا کے دیئے ہوئے میں جان و مال اولاد قوت علم عقل اور صحت سب ہی کچھ داخل ہے اور یہ خدا کی راہ میں ان سب کو خرچ کرنے کا زرین اصول اپنی تفصیلات کے ساتھ اسلام ہی کے ساتھ مخصوص ہے جس کو سوامی جی نے اپنی نادانی کا تختۂ مشق بنایا ہے۔

چوتھا اصول قرآن پاک نے پرہیزگاروں کا یہ بتلایا ہے کہ اللہ کے بندے دنیا میں بھائی بھائی بن کر رہیں اور یہ تسلیم کریں کہ رب العالمین نے ہر ایک قوم اور ہر ملک میں انسانوں کی صلاح و فلاح کے لئے نبی و رسول بھیجے اور اسی غرض سے آسمانی کتابیں نازل کیں سب انسانوں کا خدا ایک ہے۔ اگرچہ خدا کے نبی اور کتابیں مختلف وقتوں میں مختلف قوموں اور مختلف ملکوں کے لئے آئیں مگر ان کا اصول بنیاد اور دعوت ایک ہی تھی کیونکہ وہ سب ایک خدا کی طرف سے آئے تھے مگر ہر زمانہ میں لوگوں کے علم و عقل اور فہم و استعداد کے مطابق شریعتوں میں اختلاف ہوتا رہا قرآن نے تمام نبیوں اور تمام کتابوں پر ایمان لانے کا حکم اس لئے دیا ہے کہ مسلمان یہ سمجھ لیں کہ ہمارا خدا بھی ایک ہے خدا کی ہدایت بھی ایک ہے اور خدا کی طرف سے ایمان لانے والے بھی ایک ہیں لہذا سب کو خدا کے قانون پر چلنا چاہیئے، وہ ہی شاندار اصول ہی جس نے تمام قومی جھگڑوں اور فسادات کو مٹا کر رکھ دیا ہے سوامی جی نے یہ تو سمجھا نہیں بلکہ یہ سمجھ لیا کہ قرآن انجیل وغیرہ پر مثل قرآن کے ایمان لانے کا حکم دیتا ہے اور اسی بنا پر جو کچھ جی میں آیا لکھ گئے ان کے تمام اعتراضات کا جواب خود قرآن میں ان الفاظ میں دیتا ہے۔ (باقی)

ایک صحابیہ نے اپنے نکاح کے متعلق آپ سے مشورہ لیا اور ایک شخص کے پیغام کا ذکر کیا آپ نے فرمایا وہ اپنا ڈنڈا اپنے کندھے کے نیچے نہیں اتارتا یعنی وہ مار پیٹ کیا کرتا ہے اور وہ ذرا ذرا سی بات پر خفا ہوتا رہتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ آپ نے اس کے اس فعل کو ناپسند فرمایا۔ ایک صحابی نے آکر شکایت کی کہ یا رسول اللہ میری بیوی بد زبان ہے فرمایا طلاق دیدو عرض کی اس سے میری اولاد ہے اور مدت سے ساتھ ہے فرمایا تو اس کو سمجھاؤ کہ اگر اس میں صلاحیت ہوئی تو قبول کرے گی لیکن اپنی بیوی کو لونڈی کی طرح مارا نہ کرو۔ ایک دوسرے موقع پر فرمایا کوئی اپنی بیوی کو غلام کی طرح کیوں مارتا ہے یہ کوئی اچھی بات نہیں کہ ایک وقت تو اسے مارے اور دوسرے وقت ہمبستر ہو۔

(بقیہ سلسلہ صفحہ ۲۳) فرمایا ہو کہ نیک بیویاں وہ ہیں جو اپنے شوہروں کی فرمانبردار ہیں اور ان کے پیٹھ پیچھے ان کے گھر بار اور عزت و آبرو کی حفاظت کرتی ہیں اس کے بعد ہے کہ جس عورت سے تمہیں نشوز کا ڈر ہو تو اس کو پہلے سمجھاؤ نہ مانے تو خلوت میں اس سے کنارہ کر دو یا اس سے بات کرنا چھوڑ دو اس پر بھی نہ مانے تو اس کو ذرا مار دو اب بھی اگر کہا مان لے تو پھر اس کو ستانے یا طلاق وغیرہ دینے کے لئے حیلہ اور بہانہ مت ڈھونڈو۔

اب جب اوپر میں بتا چکا ہوں کہ مردوں کو عورتوں کی نگرانی اور دیکھ بھال کا حق حاصل ہے پھر یہ بھی کہا جا چکا ہے کہ نیک بیویاں وہ ہیں جو شوہروں کی فرمانبردار ہیں اور شوہر کے پیچھے ان کے گھر بار، مال و دولت اور عزت و آبرو کی حفاظت کرتی ہیں اور اس کے بعد ہے کہ اگر تمہیں عورت کے نشوز کا ڈر ہو تو یہ یہ کرو اس سے معلوم ہوا کہ عورت کا نشوز یہ ہے کہ اس کے جو دو فرض پہلے بتائے گئے ہیں یعنی شوہر کی فرمانبرداری اور شوہر کے پیچھے اس کے گھر بار اور عزت و آبرو کی حفاظت جو عورت ان دونوں کو یا ان دونوں میں سے کسی ایک فرض کو بھی ادا نہیں کرتی وہی ناشزہ ہے اور ایسی ہی عورت کی تنبیہ کی اجازت دی گئی ہو شوہر کی عزت و آبرو کی حفاظت کے الفاظ سے جس طرف اشارہ ہو اس کی تصریح احادیث میں موجود ہے آپ نے فرمایا ہے بہتر عورت وہ ہے کہ جب مرد اس کو دیکھے تو خوش ہو جائے اور جب کوئی حکم دے تو وہ مان لے اور جب شوہر گھر پر نہ ہو تو وہ اپنی جان اور اس کے مال کی حفاظت کرے اپنی جان کی حفاظت سے مقصد عفت و عصمت ہو۔ حجۃ الوداع کے خطبہ میں عورتوں کے حقوق کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جو فقرے ہیں ان میں نشوز کے اس معنی کی پوری تصریح ہے صحیح مسلم میں ہو۔

"عورتوں کے بارہ میں خدا سے ڈرو کہ وہ تمہارے بس میں ہیں تمہارا ان پر یہ حق ہو کہ وہ تمہارا بستر کسی سے نہ روندوائیں جس کو تم ناپسند کرتے ہو اگر وہ ایسا کریں تو ان کو اتنا مارو جو تکلیف دہ نہ ہو" (مسلم) ابن ماجہ میں یہ الفاظ ہیں۔

"عورتوں کے ساتھ نیک سلوک کرنے کے بارہ میں میری وصیت قبول کرو وہ تمہارے قبضہ میں ہیں تم کو اس کے سوا ان پر کوئی اختیار نہیں مگر یہ کہ وہ کوئی کھلی بیحیائی کا کام کریں تو اگر ایسا کریں تو ان کو خوابگاہوں میں علیحدہ کر دو اور ان کو اتنا مارو جو تکلیف دہ نہ ہو تو اگر وہ تمہارا کہا مان لیں تو ان پر کوئی راستہ نہ ڈھونڈو۔"

شوہر کے بستر کو روندوانے کا کنایہ اس طرف ہے کہ ایسے لوگ اس کے گھر میں آنے جانے نہ پائیں جن کا آنا جانا شوہر کو ناگوار یا مشکوک معلوم ہو اور "کھلی بیحیائی" سے جو ہر اشارہ ہے وہ چھپا نہیں لیکن بعض نے اس میں بھی توسیع کی ہے یعنی عورت کی نافرمانی اور بدزبانی اور بد چال چلن سب کو فاحشہ مبینہ کی تفسیر میں داخل کیا ہے۔ الغرض آخری درجہ پر عورت کی تنبیہ کی یہ اجازت خاص حالات میں ہوا۔ شرع کی تصریح ہے کہ یہ "ضرب غیر مبرح" یعنی ایسی مار ہو جس سے عورت کے کسی عضو کو نقصان نہ پہنچے بلکہ یہانتک تصریح ہے کہ اس سے مقصود مسواک وغیرہ سے مارنا ہے جس سے تنبیہ کے سوا کوئی چوٹ نہیں لگ سکتی ورنہ عورتوں کو عام طور سے یوں مارنا اسلامی تہذیب کے خلاف ہے یہ زمانہ جاہلیت کا دستور تھا جس کی اسلام نے اصلاح کی ہو ایاس بن عبداللہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ حکم دیا کہ خدا کی بندیوں (اپنی بیویوں) کو مارا نہ کرو تو حضرت عمرؓ نے آکر عرض کی کہ یا رسول اللہ بیویاں اپنے شوہروں پر دلیر ہو گئیں تو آپ نے ان کی رخصت عطا کی نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سی عورتیں اہلبیت نبوی کے سامنے اپنے شوہروں کی شکایتیں لیکر آئیں یہ دیکھ آپ نے فرمایا آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر بہت سی عورتیں چکر کاٹتی رہیں جو اپنے اپنے شوہروں کی شکایتیں لیکر آئی تھیں یہ (یعنی بیویوں سے ایسی بدسلوکی کرنے والے) تم میں سے اچھے لوگ نہیں۔" (ابوداؤد۔ ابن ماجہ و دارمی) ص

پڑتا ہے ما عرفناک حق معرفتک - حدیث صحیح میں آتا ہے کہ تمام مخلوق کے علم کی نسبت علم الٰہی سے ایسی ہے جیسے کوئی شخص سمندر میں سوئی ڈبو کر نکالے اور سوئی کے ناکہ پر کچھ نمی رہ جائے ظاہر ہے کہ سوئی کے ناکہ پر جو نمی ہوگی سمندر کے مقابلہ میں اس کی کوئی حقیقت نہیں۔ کہاں بحر ناپیدا کنار کہاں بے مقدار سوئی کے ناکہ کی غیر محسوس نمی - اسی طرح علم الٰہی کے مقابلہ میں تمام خلائق کا علم بے مقدار اور ناقابل توازن ہے۔

مذکورۂ بالا عبارت میں علم کے جتنے مراتب اور علماء کے جتنے درجات بیان کئے گئے ان پر غور کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہر اوپر والا طبقہ نیچے والے طبقہ سے زیادہ عالم ہوتا ہے اسکو وہ علم ہوتا ہے جو زیرین طبقہ والے کی نظر سے غائب اور مخفی ہوتا ہے - اسی بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہر شخص عالم الغیب ہے یعنی اسکو وہ علم ہے جو نیچے والے طبقہ کی دماغی رسائی سے خارج ہے - اور چونکہ مخلوقات اور کائنات ارضی و سماوی میں سب سے زیادہ روشن روح حضور اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی - اس لئے سب سے بڑھ کر آپ کو علم بھی تھا - دوزخ جنت ملائکہ ارواح غیب اور صفات الٰہی کے بعض خاص جلوے حضور نے اپنی آنکھوں سے دیکھے - اس لئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ حقائق و اسرار جو تمام مخلوق کی نظر سے غائب تھے حضور کی قدسی قوت پر ان کا انکشاف تھا اور آپ عالم الغیب تھے - مگر پھر بھی مخلوق کا علم انتہائی چوٹی پر پہنچنے کے بعد اسرار سربستہ کے انکشاف سے قاصر ہے - وہ سربستہ خزانے جو ذات الٰہی کے ساتھ مخصوص ہیں ان کا علم حضور کو بھی نہ تھا غیب کے اندر نامتناہی راز مخفی تھے - یہاں تک حضور کے ادراک کی رسائی بھی نہ ہوئی - اس بنا پر کہہ سکتے ہیں کہ آپ عالم الغیب نہ تھے بلکہ عالم الغیب محض ذات الٰہی ہے اس کے رازوں کو کوئی نہیں جان سکتا۔ نُؤْمِنُ بِهٖ وَنَكْفُرُ بِمَا وَرَآءَهٗ - اسی مرتبہ پر پہنچ کر بڑے سے بڑا عالم اپنے عجز کا اعتراف کرتا ہے اور اسی درجہ میں داخل ہو کر عارفین کاملین يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ کے قابل صد مدح وصف سے متصف ہوتے ہیں۔

روز قیامت کی تعیین اور اس کے مقرر وقت کا واقعی علم سوائے خدا کے کسی کو کچھ نہیں - حدیث جبرئیل میں (بروایت بخاری و مسلم) اس کی صراحت موجود ہے کہ جب جبرئیل نے بشکل بشری آکر حضور اقدس سے قیامت کا صحیح وقت اور مقررہ مدت دریافت کی تو حضور نے قیامت کے آثار علامات تو بتا دیے مگر معین وقت نہ بتا کر اپنی لاعلمی ظاہر کی اور فرمایا اس کا علم سائل سے زیادہ مجھے نہیں یعنی جس طرح تم کو قیامت کی تعیین کا علم نہیں اسی طرح میں بھی ناواقف ہوں۔

مقصود بیان :- اس بات کی صراحت کہ غیب کا علم اللہ ہی کو ہے یعنی مخلوق کا علم محدود ہے مخفی سربستہ اسرار تک اس کی رسائی نہیں - اس امر کی توضیح کہ مادر کو دوبارہ زندہ کرنا اور قیامت لے آنا اللہ کے نزدیک کچھ بھی مشکل نہیں پلک جھپکنے میں - بیشک کر سکتا

وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ

اللہ نے تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے ایسی حالت میں نکالا

لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْئًا ۙ وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ

کہ تم کچھ بھی نہیں جانتے تھے اور تمہارے کان آنکھیں

وَالْاَفْئِدَةَ ۙ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ○ اَلَمْ يَرَوْا

اور دل بنائے تاکہ تم شکر کرو کیا انھوں نے پرندوں

اِلَى الطَّيْرِ مُسَخَّرٰتٍ فِيْ جَوِّ السَّمَآءِ ط مَا

کو نہیں دیکھا جو فضا کی ہوا میں مسخر ہیں اُن کو

يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ ط اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ

اللہ ہی تو روکتا ہے بلاشبہ ایمانداروں کے لئے اس میں

لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ○ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ

نشان قدرت ہے اللہ نے تمہارے لئے

مِّنْۢ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ جُلُوْدِ

تمہارے گھروں میں رہنے کی جگہ بنائی اور چوپایوں کی کھالوں سے بھی

الْاَنْعَامِ بُيُوْتًا تَسْتَخِفُّوْنَهَا يَوْمَ ظَعْنِكُمْ

تمہارے لئے گھر بنائے جو سفر و حضر کے زمانے میں تم کو ہلکے

وَيَوْمَ اِقَامَتِكُمْ ۙ وَمِنْ اَصْوَافِهَا وَاَوْبَارِهَا

معلوم ہوتے ہیں اور چوپایوں کے اون اور روئیں

وَاَشْعَارِهَآ اَثَاثًا وَّمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ○

اور بالوں سے سامان رہائش و برتنے کی چیزیں (ایک وقت خاص تک کے لئے بنائیں)

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّمَّا خَلَقَ ظِلٰلًا وَّجَعَلَ لَكُمْ

اللہ نے تمہارے فائدے کے لئے اپنی مخلوقات کے سائے بنائے اور تمہارے لئے

مِّنَ الْجِبَالِ اَكْنَانًا وَّجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيْلَ

پہاڑوں میں چھپنے کی جگہ بنائی اور تمہارے لئے ایسے کرتے بھی بنائے

تَقِيْكُمُ الْحَرَّ وَسَرَابِيْلَ تَقِيْكُمْ بَاْسَكُمْ

جو گرمی سے تم کو بچاتے ہیں اور ایسے کرتے بھی بنائے جو لڑائی میں تم کو بچاتے ہیں

كَذَٰلِكَ يُتِمُّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُونَ

اسی طرح اللہ اپنی نعمت تم کو پوری پوری دیتا ہے تاکہ تم اطاعت کرو

فَإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلَاغُ الْمُبِينُ ○

(اے نبی) اب بھی اگر وہ روگردانی کریں تو (پرواہ نہ کرو) تمہارے ذمہ صرف پیغام پہنچا دینا ہے

يَعْرِفُونَ نِعْمَتَ اللَّهِ ثُمَّ يُنكِرُونَهَا

یہ لوگ اللہ کی نعمتوں کو پہچاننے کے بعد انکار کرتے ہیں

وَأَكْثَرُهُمُ الْكَافِرُونَ ○ ع

ان میں سے اکثر ناشکرے ہیں

تفسیر

اوپر کی آیات میں الوہیت و وحدانیت کے ثبوت میں اپنے دو خصوصی اوصاف کا تذکرہ فرمایا تھا۔ علم اور قدرت۔ ان آیات میں تیسری خصوصی صفت اور بیان فرماتا ہے جس سے حاطۂ قدرت اور ہمہ گیر تسخیر کا مظاہرہ تو ہوتا ہی ہے مگر ساتھ ساتھ انعام و احسان کے عموم کے ذیل میں یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ مخلوق میں سے کوئی بھی بذات خود بے نیاز نہیں ہے۔ ہر ایک اپنے وجود، بقاء وجود اور آرام و آسائش کے اسباب فراہم کرنے میں اللہ کا محتاج ہے۔ ہم نمبروار تفسیر کرتے ہیں۔

(۱) آدمی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتا ہے آنکھیں بند ہوتی ہیں، کانوں میں شنوائی کی قوت نہیں ہوتی، سمجھ اور دانش مفقود ہوتی ہے، نہ کچھ دیکھ سکتا ہے نہ سن سکتا ہے نہ سمجھ سکتا ہے۔ گویا علم کے تینوں ذرائع معدوم ہوتے ہیں۔ ہم اس بحث پر ذرا تفصیل سے روشنی ڈالنی چاہتے ہیں۔

بیکن ایک مشہور یورپین منطقی گذرا ہے اس نے علم کی تعریف میں ایک نظریہ پیش کیا ہے جس کا نام استقراء ہے۔ اس نظریہ کا ماحصل یہ ہے کہ جس چیز کا یقین دیکھنے سننے اور عقل کی شہادت دینے سے حاصل ہو وہی علم ہے۔ اس کے علاوہ سب جہل اور اوہام ہیں۔

قرآن نے بھی انہی تینوں چیزوں کو ذریعۂ علم قرار دیا۔ حضور اقدس کو خطاب کرتے ہوئے صاف طور پر فرمایا وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ ۚ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا۔ کان، آنکھ اور قلب سلیم سے کام نہ لینا ایسی بڑی غلطی اور گمراہی ہے جو مذہب کو اوہام و قیاسات اور فضول دیوبالاؤں کا مجموعہ بنا دیتی ہے۔ فواد کا عام مفہوم عربی زبان میں قلب ہے اور عرب کی اصطلاح میں دل ہی فہم و ادراک کا منبع ہے اور دماغ کے ذریعے سے سب تعقل ہوتا ہے۔ اس نقطۂ نظر سے فواد کا صحیح ترجمہ قلب سلیم ہی ہو سکتا ہے جس میں ذہن بھی داخل ہے۔ اب ہم اصل آیت کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

آیت کا حاصل مطلب یہ ہے کہ وقت پیدائش تم بالکل جاہل تھے۔ تمہارے پاس کوئی ذریعۂ علم صحیح طور پر نہ تھا۔ پھر خدا تعالیٰ نے تم کو علم کے ذرائع عطا کئے۔ کان سننے کے لئے آنکھیں دیکھنے کے لئے اور دل سمجھنے کے لئے دیئے تاکہ تم اس کی اس امتیازی بخشش کا شکر ادا کرو۔ کیونکہ یہ انعامات ایسے ہیں جو تم کو دیگر حیوانات سے ممتاز کر دیتے ہیں۔ اگر ان کے صحیح فرائض ادا نہ کروگے تو تمہارا شمار بھی اسفل طبقہ میں ہوگا۔ ابن کثیر نے اَفْئِدَۃ کا ترجمہ دماغ اور عقل کیا ہے۔

(۲) دیکھنے اور سمجھنے کی بات ہے کہ پرندے ایسے ہی گوشت پوست اور ہڈیوں سے بنے ہوئے ہیں جن سے آدمی اور دوسرے چرندے درندے بنے ہیں زمین ان سب کا مرکز ثقل ہے۔ ہونا تو یہ چاہیئے تھا کہ دیگر حیوانوں کی طرح یہ بھی زمین سے اوپر نہ اڑ سکتے اور ثقل کی وجہ سے نیچے گر پڑتے۔ مگر یہ خدا کی قدرت ہے کہ پرندے وسط ہوا میں معلق اڑتے پھرتے ہیں۔ اللہ نے ہوا کو ان کا مسخر بنا دیا ہے۔ اہل بصیرت کے لئے اس میں اللہ کی قدرت کاملہ کی نشانیاں موجود ہیں۔ یوں تو ہر شخص پرندوں کو اڑتا دیکھتا ہے مگر جن لوگوں کو نور فطرت نصیب ہوا ہے وہ مادیات سے بالاتر مسبب الاسباب کو دیکھ کر ذات و صفات میں اللہ کو واحد ہونے کا یقین کرتے ہیں۔

(۳) اللہ نے انسان کو فقط پیدا ہی نہیں کیا بلکہ ذرائع علم بھی عطا کئے اور نہ فقط علم و یقین کے ذرائع عطا کئے بلکہ مادی زندگی کو باقی رکھنے اور آسائش کے ساتھ گذارنے کے اسباب بھی فراہم کر دیئے۔ مثلاً مستقل رہنے کے لئے مکانات سفر حضر کے لئے ڈیرے خیمے جن کو ساتھ لیکر جانا سہل ہوتا ہے۔ بھیڑوں، اونٹوں اور بکریوں کے بالوں سے تیار کیا ہوا سامان، گرمی سے محفوظ رکھنے کے لئے لباس، لڑائی میں کام آنے والی زرہ، درخت پہاڑ اور دوسری سایہ دار چیزیں جن کے سائے میں آرام ملتا ہے، بڑے بڑے پہاڑ جن کے غاروں کے اندر چھپ کر دشمنوں سے بچاؤ ہوتا ہے۔ یہ تمام نعمتیں پوری پوری اللہ نے عطا کیں تاکہ سرکش انسان اللہ کے ان احسانات و انعامات کو دیکھ کر اس کے سامنے جھک جائے اور جس خدا نے اس کی حفاظت اور آسائش کے لئے ایسا سروسامان مہیا فرمایا ہے اس کے سامنے سر نیاز رکھے۔

اسلام کا مفہوم

اسلام کے لغوی معنی متعدد ہیں: کسی کو اپنا کام سپرد کر دینا، طالب صلح ہونا، کسی امر یا خصوصیت کو چھوڑ دینا۔ اِسْلَام لفظ سِلْم سے مشتق ہے۔ سِلْم کے معنی ہیں عافیت کی زندگی بسر کرنا، باہمی محبت اور صلح سے رہنا، عزت و تکریم اور محبت و اخلاق کے ساتھ ایک دوسرے کے ساتھ پیش آنا (لسان العرب)۔ اسلام کے معنی خاص اطاعت کے بھی ہیں۔ حکم حاکم پر کاربند ہونا، اس کی منع کردہ باتوں سے باز رہنا اور حاکم پر کوئی اعتراض نہ کرنا یہ بھی اسلام کا مفہوم ہے۔ (اقرب الموارد و مجمع البحار) اسلام کا اصطلاحی مفہوم یہ ہے کہ بندہ اپنے خدا کا ظاہری اور باطنی طور پر پوری طرح مطیع ہو جائے۔ اپنا رخ خالص خدا

کی طرف کرلے، تن من دھن کسی کی پرواہ نہ کرے اور سب کو خوشنودی خدا کے حصول کے لئے قربان کرنے کو تیار ہو جائے۔ یہی معنی آیت میں مراد ہیں۔

اس سے آگے خدا تعالیٰ اپنے رسول کو خطاب کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ اگر ان نعمتوں اور احسانوں کو دیکھتے ہوئے بھی یہ کافر نہ مانیں تو آپ کچھ پرواہ نہ کریں۔ آپ کا کام فقط یہ ہے کہ حکم الٰہی کو صاف صاف کھول کر پہنچا دیں۔ یہ لوگ جانتے ہیں کہ یہ تمام انعامات اللہ کی طرف سے ہیں مگر الوہیت و معبودیت میں دوسروں کو اللہ کا شریک قرار دیکر گویا اللہ کی ربوبیت کا بھی عملی انکار کر رہے ہیں۔ ابن ابی حاتم نے بروایت مجاہد بیان کیا ہے کہ ایک دیہاتی حضور اقدس کی خدمت میں حاضر ہوا۔ سرکار عالی نے اُس کو ایمان کی ترغیب دی اللہ کے احسان جتلائے اور وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ سے سَرَابِيلَ تَقِيكُمْ بَأْسَكُمْ تک ایک ایک آیت پڑھ کر سنائی۔ دیہاتی تمام احسانات کا اقرار کرتا گیا۔ لیکن جب حضور لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُونَ پہنچے تو وہ منہ موڑ کر چلتا بنا۔ اُس وقت يَعْرِفُونَ سے الْكٰفِرُوْنَ تک یہ آیت نازل ہوئی۔

مقصود بیان:۔ آغاز آیت میں اس طرف اشارہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے انسان کی فقط تخلیق ہی نہیں کی بلکہ اس کو روحانی زندگی بھی عطا کی کیونکہ روح کی زندگی علم پر موقوف ہے اور حصول علم کے صرف تین ذرائع ہیں آنکھ، کان اور دل۔ گویا در پردہ اس طرف اشارہ ہے کہ جو لوگ ان تینوں اعضاء کو صحیح طور پر کام میں نہیں لاتے وہ درحقیقت مُردہ ہیں۔ لفظ لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُونَ دلالت کر رہا ہے اس امر پر کہ دنیا کی ہر شے اس لئے پیدا کی گئی ہے کہ انسان اُس سے جائز فوائد اٹھا کر اپنی ہستی کو اللہ کے سپرد کر دے اپنی مرضی اور ارادہ کو اس کی مرضی میں اپنی خواہشات کو اسکی مشیت میں اور اپنی ذات کو اسکی صفات میں فنا کر دے وغیرہ

تنبیہ متمدن شہروں اور ترقی یافتہ بستیوں کے رہنے والے شاید ان آیات کو پڑھنے کے بعد خیال کریں کہ پہاڑوں اور غاروں میں چھپنے کے مقامات اور سفری ڈیرے خیمے کونسی عظیم الشان چیزیں تھیں جن کا تذکرہ خدا تعالیٰ نے ان آیات میں بطور احسان و انعام کیا ہے پھر اور بکری کے بالوں سے بنے ہوئے کپڑے اپنے اندر کونسی اہمیت رکھتے تھے جن کا بیان صراحتاً اس زور کے ساتھ کیا گیا۔ اگر احسانات کا تذکرہ ہی مقصود تھا تو فلک بوس مرمریں کوٹھیاں رہنے کے لئے، زربفت کمخواب اور خالص سلک کپڑے پہننے کے لئے یاد بیاہ موٹر سواری کے لئے ریلیں، بحری ہوائی جہاز سفر کرنے کے لئے زمین دوز خندقیں اور قلعے دشمن سے بچنے کے لئے وغیرہ وغیرہ کیا مذکورہ نعمتوں کے مقابلہ میں حقیر تھیں جن کا تذکرہ اصلاً نہ کیا گیا لیکن ان معترضوں کو غور کرنا چاہیئے کہ نزول قرآن کے زمانہ میں ان چیزوں کی ایجاد نہیں ہوئی تھی دنیا نے زیادہ منازل ترقی طے نہیں کی تھیں، اس کے علاوہ مخاطب عرب تھے اور عرب جاہل ترین وحشی قوم تھی، تمدن کی اُن کو ہوا بھی نہ لگی تھی خانہ بدوشی کی زندگی گذارتے تھے۔ قیام کے ساتھ مستقل سکونت سے واقف نہ تھے۔ شاندار کوٹھیاں قلعے موٹریں ہوائی جہاز، زربفت، اطلس کمخواب وغیرہ انہوں نے دیکھے نہ تھے۔ انہی کے مناسب حال جن نعمتوں کا تذکرہ موزوں تھا خدا تعالیٰ نے کر دیا کیونکہ اول درجہ کی چیزیں بقاء زندگی اور آرام و عیش کے اسباب فراہم کرنے میں جب کامل طور پر دخیل ہیں تو اعلیٰ درجہ کی نعمتیں بطریق افضل سکون بخش راحت رساں اور مفید عام ہونگی پھر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ خدا تعالیٰ نے ابتدائی اسباب تمدن کا تذکرہ کیا ہے بلند ترین ذرائع راحت کا تو حصر ہی نہیں کیا جا سکتا۔ ہر زمانہ میں سامانِ عیش بیش از بیش ہوتا چلا جا رہا ہے۔ قرآن صرف اصول ذکر کرتا ہے شاخوں سے بحث نہیں کرتا۔ لباس مکان سایہ دشمن سے حفاظت یہ چاروں چیزیں غذا کو چھوڑتے ہوئے اصول مدنیت ہیں۔ انہی پر ابتدائی سادہ زندگی موقوف ہے۔ لہذا انہی چیزوں کو عرب قوم کے سامنے بطور احسان و انعام پیش کیا گیا۔

وَيَوْمَ نَبْعَثُ مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا

جس دن ہر ایک امت میں سے ہم ایک گواہ لا کر کھڑا کر دیں گے

ثُمَّ لَا يُؤْذَنُ لِلَّذِينَ كَفَرُوا وَلَا هُمْ

اُس وقت کافروں کو عذرات کرنے کی اجازت دی جائیگی اور نہ اُن سے

يُسْتَعْتَبُونَ ۝ وَإِذَا رَأَى الَّذِينَ ظَلَمُوا

توبہ مانگی جائے گی اور جب ظالم عذاب کو

الْعَذَابَ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ وَلَا هُمْ

دیکھ لیں گے تو پھر نہ عذاب میں ان پر ہلکی ہوگی نہ ان کو

يُنْظَرُونَ ۝ وَإِذَا رَأَى الَّذِينَ أَشْرَكُوا

مہلت دی جائیگی جب مشرک اپنے (اختراعی) شریکوں کو

شُرَكَاءَهُمْ قَالُوا رَبَّنَا هٰؤُلَاءِ شُرَكَاؤُنَا

دیکھیں گے تو کہیں گے پروردگار یہی ہمارے وہ شریک ہیں

الَّذِينَ كُنَّا نَدْعُوا مِنْ دُونِكَ ۚ فَأَلْقَوْا

جن کی پرستش ہم تجھے چھوڑ کر کیا کرتے تھے تب وہ شریک اُن

إِلَيْهِمُ الْقَوْلَ إِنَّكُمْ لَكَاذِبُونَ ۝ وَأَلْقَوْا

کہیں گے کہ تم قطعی جھوٹے ہو اُس روز

إِلَى اللَّهِ يَوْمَئِذٍ السَّلَمَ وَضَلَّ عَنْهُم

اللہ کے سامنے اطاعت کو پیش کریں گے اور جو کچھ وہ افترا بندی

مَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ ۝ الَّذِينَ كَفَرُوا

کرتے تھے سب گئی گذری ہو جائیگی جن لوگوں نے کفر کیا

وَصَدُّوا عَن سَبِيلِ اللَّهِ زِدْنَاهُمْ

اور راہِ خدا سے روکا چونکہ وہ فساد کیا کرتے تھے

عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوا يُفْسِدُونَ ۝

اس پاداش میں ہم اُن کے لئے عذاب پر عذاب بڑھائینگے

تفسیر قرآن پاک کا دستور ہے کہ طریق خطاب میں تبلیغ و موعظت کا کوئی پہلو نظر انداز نہیں فرماتا ہر طریقہ سے توحید و رسالت کے اقرار کی طرف مائل کرنا کارِ خیر کا حکم دینا اور ارتکاب معصیت سے روکتا ہے ۔ چنانچہ اس مقام پر بھی اثباتِ توحید امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لئے تشریح میں ہر ایک طریقہ اختیار کیا عقلی اور نقلی دلائل کو بیان کیا پھر اقناعی طرز اختیار کیا ۔ مختلف احسانات و انعامات کا تذکرہ کر کے توحید کی طرف مائل اور قلبی عملی و زبانی شکر گذاری پر آمادہ کیا اب آخر میں تنبیہ و وعید ترہیب و توبیخ کا رنگ اختیار کر کے اتمام تبلیغ فرماتا ہے ۔

حاصل ارشاد یہ ہے کہ قیامت کے دن ہر امت دعوت کے مقابلہ میں شہادت دینے کے لئے اُسی امت کے نبی یا جانشین نبی کو پیش کیا جائیگا اگرچہ اللہ کو ضرورت نہیں کہ کوئی شہادت پیش کرے ۔ مگر چونکہ وہ ارحم الراحمین ہے ظالم نہیں ۔ تمام حجت کے لئے انبیاء اور خلفاء انبیاء کی شہادت پیش فرمائیگا ۔ انبیاء کہینگے کہ ہم نے ان کو تیرا حکم پہنچا دیا مگر انہوں نے نہ مانا شرک و معصیت میں مبتلا رہے اس وقت کافروں کو کسی بات کی اجازت نہ دی جائیگی ۔ خطیب وغیرہ نے تفسیر میں کہا ہے کہ کافروں کو زیادہ یاوہ گوئی کی یا دنیا میں واپس جا کر عمل نیک کرنے کی یا گواہوں سے جرح کرنے کی یا جھوٹا عذر پیش کرنے کی اجازت نہ دی جائیگی اور جب وہ دنیا میں واپس جانے کی درخواست کرینگے تو یہ درخواست بھی قبول نہ ہوگی اور جب میدان حشر میں پکار کر کھڑے کئے جائینگے اور عذاب الٰہی سامنے نمودار ہوگا اُس وقت مایوس ہو کر دو خواہشیں کرینگے کچھ مہلت کے طالب ہونگے تاکہ نیکی کر کے رہائی پا سکیں اور بدرجۂ مجبوری تخفیف عذاب کے آرزومند ہونگے مگر دونوں میں سے ایک خواہش بھی پوری نہ کی جائیگی ۔ جب کوئی چارہ کار نہ رہیگا تو جن معبودوں کی پرستش کرتے تھے اور جن کو اللہ کی الوہیت و ربوبیت میں شریک بنا رکھا تھا اُن کو سامنے دیکھ کر کہینگے پروردگار دراصل گمراہ کرنے والے یہ ہیں تجھے چھوڑ کر ہم ان کو پکارتے تھے ۔ بقول ابو مسلم اصفہانی مشرکین اس قول سے اپنے عذاب کو اُن معبودوں پر ڈالنا چاہینگے جن کو شریک الوہیت بنا رکھا تھا ۔ لیکن وہ لوگ مشرکوں کے قول کو رد کر دینگے اور اپنی برات کا اظہار کرینگے ۔ احادیث میں آتا ہے کہ حضرت عیسٰی وغیرہ انبیاء و اولیاء جن کو اہل شرک اللہ کی الوہیت کا شریک قرار دیتے ہیں قیامت کے دن وہ ان سے بیزار ہوں گے کوئی ساتھی نہ ہوگا ۔ بالآخر جب کوئی رہائی کی شکل نہ رہیگی تو بارگاہ خداوندی میں سر ڈال دینگے اور دوزخ میں بھیج دیے جائینگے ۔ یہ تو اُن لوگوں کی حالت کا تذکرہ تھا جو خود گمراہ اور مشرک تھے ۔ لیکن وہ لوگ جو گمراہ بھی تھے اور گمراہ کن بھی خود بھی کافر تھے اور دوسروں کو بھی راہِ حق سے روکتے اور کفر پر آمادہ کرتے تھے ۔ ایسے لوگوں کو دوگنی سزا ملیگی ایک تو گمراہ ہونے کی دوسرے گمراہ کرنے کی ۔

مقصود بیان :۔ کفر و شرک سے تنبیہی لہجہ میں باز داشت ۔ اس امر کی صراحت کہ قیامت کے دن کافروں کو کوئی سفارشی نہ ملیگا ۔ وہ انبیاء و اولیاء یا شیاطین و ارواح خبیثہ جن کی پرستش کفار دنیا میں کرتے ہیں قیامت کے دن ان سے بے تعلقی کا اظہار کرینگے ۔ دنیا میں واپس جانے کی مہلت بھی نہ ملے گی ۔ قیامت کے دن نیکی کرنے کی اجازت بھی نہ ہوگی اللہ کے گواہوں کی شہادت رد کرنے اور اُن پر جرح کرنے کا اذن بھی نہ ہوگا آیت زِدْنَاهُمْ الخ سے ابن کثیر نے استخراج کیا ہے کہ قیامت کے دن کافروں کے عذاب کے بھی درجات ہونگے ۔ سب کافروں کو ایک ہی طرح کا عذاب نہ ہوگا کسی کا عذاب سخت ترین ہوگا ۔ کسی کا اُس سے کم اور کسی کا اُس سے کم ۔ اس سے یہ بات مترشح ہوتی کہ کفار نقط ایمان ہی کے مکلف نہیں بلکہ عمل صالح کے بھی مکلف ہیں ۔ بدکار کافروں کا عذاب نیکوکار کافروں سے زیادہ ہوگا ۔ اگرچہ کافروں کی نیکیاں مستوجب ثواب نہ ہوں گی ۔ مگر یہ ضرور ہے کہ بدکار کافروں سے نیکوکار کافر پھر بھی کسی قدر کم سزایاب ہونگے آیت کا آخری حصہ بتا رہا ہے کہ خدا تعالےٰ عادل ہے ظالم نہیں ۔ کافروں کے حق میں بھی وہ ظلم نہیں کرے گا ۔ بلکہ انہی کو اعمال کا خمیازہ خود برداشت کرنا ہوگا ۔ ورنہ خدا جذبۂ انتقام سے پاک ہے ۔ وغیرہ ۔

وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا عَلَيْهِمْ

جس روز ہر گروہ میں سے ایک گواہ اُنہی میں کا اُن کے خلاف ہم لا کر

مِّنْ اَنْفُسِهِمْ وَجِئْنَا بِكَ شَهِيْدًا عَلٰى

کھڑا کر دیں گے اور (اے محمد) تم کو ان سب پر گواہ بنا کر پیش

هٰٓؤُلَآءِ ؕ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا

کرینگے (تو وہ وقت عجب ہولناک ہوگا) ہم نے تیرے کتاب نازل کی ہے جس میں

لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ؏

ہر چیز کی وضاحت ہے اور وہ مسلمانوں کے لئے ہدایت و رحمت و بشارت ہے

تفسیر جب ہر امت کا نبی اور جانشین اپنی امت کے کافروں کے کفر پر شہادت دیگا اور اپنے فریضۂ تبلیغ کو ادا کرنے کا اظہار کریگا تو کافر منکر ہو جائینگے اور کہینگے یہ غلط کہتے ہیں ہم کو انہوں نے تیرا حکم نہیں پہنچایا! اُس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء کی تصدیق اور کافروں کی تکذیب فرمائینگے۔ دوسری آیت میں اس طرح آیا ہے کہ انبیاء کی تصدیق امت محمدیہ کے نیک آدمی کرینگے کیونکہ قرآن پاک کی صراحت سے اُن کو معلوم ہو چکا ہے کہ مختلف انبیاء نے اپنی اپنی امتوں کو دعوتِ توحید دی تھی اور پھر امت محمدیہ کی تصدیق خود حضور اقدس بنفس نفیس فرمائینگے دونوں آیات میں کوئی تعارض نہیں صرف اتنی بات ہے کہ اس آیت میں امت محمدیہ کی تصدیق کا ذکر نہیں کیا اور چونکہ حضور اقدس کی تصدیق کا فائدہ انبیاء ہی کو پہنچتا ہے اسلئے امت محمدیہ کا درمیانی تذکرہ ساقط کر کے اس طرح فرما دیا کہ انبیاء کی تصدیق محمد کرینگے۔

اس سے آگے قرآن پاک کے چار خصوصی اوصاف بیان فرمائے۔ قرآن میں ہر ضروری چیز کا بیان ہے۔ قرآن مسلمانوں کے لئے ہدایت اور رحمت اور بشارت ہے۔ قرآن میں ہر ضروری چیز کا بیان ہے اس کا کیا مطلب ہے؟ بعض اہل تفسیر کہتے ہیں اس سے دنیوی مسائل مراد نہیں بلکہ دینی احکام مراد ہیں۔ قرآن میں تمام دینی احکام یا اُس کے ضوابط موجود ہیں۔ کچھ احکام تو قرآن نے بیان کر دیئے اور کچھ مسائل رسول پاک نے ضوابط قرآنی کو سامنے رکھ کر بیان فرما دیے اور جو اُن سے بھی باقی رہے وہ مجتہدین و ائمہ نے ظاہر کر دیا لیکن چونکہ سب مسائل کا استنباط قرآن کے بیان کردہ ضوابط و قوانین سے ہی ہے اس لئے یہ کہنا صحیح ہے کہ قرآن میں ہر مسئلہ کا بیان ہے۔ مجتہد کا قیاس بھی اختراعی نہیں ہوتا بلکہ اصول قرآن کے ماتحت ہوتا ہے۔ کرخی نے فرمایا ہر چیز کا بیان قرآن میں اس طرح ہے کہ یا تو خود قرآن میں مذکور ہے یا حدیث پر حوالہ ہے کیونکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا یعنی خود قرآن ہی نے فرما دیا کہ رسول جس بات کو کرنے کا تم کو حکم دیں اُس کو کرو اور جس کام سے منع کریں اُس کو مت کرو۔ اس بناء پر بنص قرآنی رسول کے قول و عمل سے استدلال بھی قرآن ہی کا حکم ہے۔ اور یا اجماع امت پر حوالہ ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ یعنی خود قرآن ہی نے فرما دیا کہ جو شخص جماعت اسلامیہ کے راستہ کو چھوڑ کر دوسرے راستہ پر چلے گا ہم اس کی اختیار کردہ راہ پر اُس کو لگا دیں گے اور دوزخ میں ڈالدینگے اس سے ثابت ہوا کہ بنص قرآنی اجماع امت سے استدلال بھی قرآن کا ہی حکم ہے اور یا قیاس پر حوالہ ہے لیکن قیاس وہی صحیح ہوگا جو اصول ثلاثہ سے مستنبط ہو یہ تفسیر تو اس صورت میں ہوگی جب تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ سے ہر دینی فروعی مسئلہ کی وضاحت مراد لی جائے۔ لیکن ابن مسعود فرماتے ہیں کہ قرآن میں ہر چیز کا صاف بیان موجود ہے۔ مگر ہمارا علم اس سے قاصر ہے۔ دوسری روایت میں فرمایا جو کوئی علم چاہے قرآن میں تلاش کرے اس میں گذشتہ اور آیندہ سب کا علم ہے ابن کثیر نے ابن مسعود کا قول نقل کیا ہے کہ قرآن میں ہر چیز اور ہر علم کا بیان کیا گیا ہے۔ ان اقوال سے صاف ظاہر ہے کہ ابن مسعود کے نزدیک ہر دنیوی اور دینی مسائل کی توضیح قرآن میں موجود ہے مگر یہ ہماری علمی استعداد کا قصور ہے کہ ہم دنیا کے بکثرت مسائل قرآن سے سمجھ نہیں سکتے۔ میرے نزدیک ابن مسعود کی تشریح ہی زیادہ قوی ہے۔

اس سے آگے کتاب اللہ کی تین صفات کا بیان ہے مسلمانوں کے لئے قرآن ہدایت نامہ ہے اگرچہ قرآنی ہدایات عام ہیں لیکن چونکہ اس سے فائدہ اُٹھانے والے صرف مسلمان ہی ہیں اس لئے انہیں کے لئے مخصوص ہدایت نامہ ہے اور یہ بالکل ظاہر بات ہے کہ جب مسلمان قرآنی ہدایات پر چلینگے تو رحمتِ الٰہی ان پر چھا جائیگی دُنیا اور دین کی سختیاں ان سے دور ہو جائینگی اور جب ہدایت قرآنی پر چلنے سے ہدایت الٰہی کا حصول ہوگا تو ظاہر ہے کہ قرآن دوامی نجات کی بشارت بھی ضرور ہی ہوگا۔

چند مسائل استنباطی

(۱) قاضی کا کمال عدل یہ ہے کہ اگر مدعا علیہ گواہ طلب کرے اور قاضی کو صحیح واقعہ معلوم بھی ہو یہاں تک کہ اس کے سامنے گذرا ہو تب بھی فریق ثانی سے گواہ طلب کرے (۲) گواہ کی تعدیل کرنے والا یعنی یہ ظاہر کرنے والا کہ گواہ ثقہ اور قابل اعتبار ہیں اگر ایک ہی ہو تو کافی ہے (۳) تعدیل بھی ایک طرح کی گواہی ہے (۴) گواہی بغیر معائنہ کے صحیح ہے بشرطیکہ ایسے ذرائع سے علم ہوا جو واقعہ کے یقین کو معائنہ کی حد تک پہونچا دیں (۵) شہادت علی الشہادت یعنی گواہ کی گواہی پر گواہی دینی صحیح ہے (۶) حاکم کو چاہیئے کہ فیصلہ کے وقت فریقین میں سے کسی کی رعایت نہ کرے اگرچہ ایک انتہائی عالی مرتبہ اور دوسرا بہت ہی

ذلیل پست درجہ کا ہو) قاضی محض اپنے علم پر فیصلہ نہ کرے۔

مقصود بیان:۔ تمام انبیاء بروز قیامت اپنی اپنی امت کے کافروں کے خلاف شہادت دینگے اور انبیاء کی تصدیق ہمارے سرور کائنات علیہ التحیات فرمائینگے۔ اس سے ثابت ہوا کہ حضور اقدس تنہا بلا شرکت غیرے جس شرف و فضل کے مالک ہیں وہ بارگاہ الٰہی میں کسی کو حاصل نہیں۔ آپ شفیع المذنبین ہونے کے علاوہ انبیاء کے لئے بھی رحمت ہیں۔ قیامت کے دن سخت آڑے وقت میں حضور ہی کی شہادت کی بنا پر انبیاء کو خلاصی ملیگی۔ قرآن پاک میں ہر چیز اور ہر ضروری مسئلہ کی وضاحت موجود ہے خواہ مسئلہ دینی ہو یا دنیوی۔ قرآن ایک دستور العمل اور ہدایت نامہ ہے جو اس پر چلے گا وہ دوامی نجات کا مستحق ہوگا۔ وغیرہ۔

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ

اللہ حکم دیتا ہے انصاف کرنے کا بھلائی کرنے کا

وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ

اور قرابت داروں کو دینے کا اور منع فرماتا ہے بےحیائی کی باتوں سے

وَالْمُنكَرِ وَالْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ۝

ناشائستہ حرکت سے اور زیادتی کرنے سے تم کو نصیحت کرتا ہے تاکہ تم نصیحت قبول کرو

تفسیر امام احمد نے بروایت ابن عباس آیت کی شان نزول اس طرح بیان کی ہے کہ ایک روز حضور اقدس کاشانۂ نبوت کے سایہ میں بیٹھے تھے ادھر سے عثمان بن مظعون کا گذر ہوا حضور نے فرمایا عثمان کیا یہاں نہ بیٹھو گے؟ عثمان نے جواب دیا بہت اچھا یہ کہکر عثمان آکر بیٹھ گئے اور باتیں کرنے لگے کچھ دیر کے بعد حضور والا نے آسمان کی طرف آہستہ آہستہ نظر اٹھائی اور برابر نظر جمائے رہے پھر نیچے کی طرف آہستہ آہستہ جھکاتے لائے اور دائیں جانب زمین پر لاکر نگاہ ٹھیرادی اور ایک خاص حالت طاری ہوگئی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا آپ کچھ سن رہے ہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ حالت جاتی رہی اور دوبارہ نظر اٹھانی شروع کی۔ آسمان تک ٹھیک پہنچانے کے بعد عثمان کی طرف توجہ فرمائی اور باتیں کرنے لگے۔ عثمان نے عرض کیا آج میں نے آپ کی ایسی حالت دیکھی جو اس سے پہلے کبھی نہ دیکھی تھی۔ فرمایا ہاں میرے پاس میرے رب کا فرستادہ آیا تھا۔ عثمان نے عرض کیا یعنی اللہ کا قاصد؟ فرمایا ہاں۔ عثمان نے پوچھا کیا پیغام لایا؟ حضور نے یہ پوری آیت تلاوت فرمائی۔ عثمان پر رقت طاری ہوئی۔ فوراً نور ایمان دل میں متمکن ہوگیا اور مسلمان ہوگئے (ابن کثیر نے اس روایت کو متصل الاسناد جید اور حسن کہا ہے)

ولید بن مغیرہ جو سخت ترین کافر تھا اس آیت کو سن کر متحیر ہوگیا اور بولا میرے بھتیجے محمد آہستہ پھر پڑھو اس میں تو ایسی لذت ہے کہ دل میں بیٹھی جارہی ہے اور یقین دلا رہی ہے کہ یہ بشر کا کلام نہیں۔ حافظ ابو یعلیٰ موصلی نے کتاب معرفۃ الصحابہ میں بیان کیا ہے کہ بعثت اقدس کی خبر جب اکثم بن صیفی کو پہنچی تو اس نے خدمت گرامی میں حاضر ہونے کا ارادہ کیا۔ یہ شخص مشہور سردار قوم دانشمند اور بڑا حکیم دانا تھا۔ قوم نے کہا آپ ہرگز ایسا نہ کریں یہ آپ کی توہین ہے آپ تمام اکابر کے سردار ہیں۔ اکثم نے کہا اچھا تو میری طرف سے کوئی شخص میرا پیام لیکر وہاں جائے۔ فوراً دو آدمی اٹھ کھڑے ہوئے اور خدمت والا میں حاضر ہوکر عرض کیا ہم اکثم کے ایلچی ہیں اکثم نے دریافت کیا ہے کہ آپ کون ہیں اور آپ کے پاس کیا ہے؟ حضور نے فرمایا میرے متعلق دریافت کرتے ہو تو میں محمد بن عبد اللہ ہوں۔ اور رہا یہ کہ میرے پاس کیا ہے تو میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں پھر حضور نے یہ پوری آیت تلاوت فرمادی۔ قاصدوں نے مکرر پڑھنے کی التجا کی تو آپ نے کئی بار پڑھ دی۔ قاصدوں نے یاد کرلی اور واپس جاکر اکثم سے کہا ہم نے ان کا نسب دریافت کیا تو انہوں نے کسی بڑائی کا اظہار نہیں کیا۔ مگر یہ واقعہ ہے کہ ان کا نسب قریش میں سب سے زیادہ شریف اور پاکیزہ ہے۔ پھر انہوں نے ہم کو چند کلمات سنائے جو ہم نے یاد کرلئے یہ کہہ کر آیت مذکورہ اکثم کو سنائی۔ اکثم نے کہا میں سمجھ گیا وہ مکارم اخلاق کا حکم دیتے ہیں اور برے خصائل سے منع کرتے ہیں لہذا تم اس کی پیروی میں پیش قدمی کرکے سر بن جاؤ مخالفت کرکے دُم نہ بنو۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں خیر و شر کے بیان میں یہ آیت سب سے زیادہ جامع ہے (کذا فی المعالم) ابن مسعود کا بھی یہی قول ہے (رواہ الحاکم فی المستدرک)

حاصل تفسیر یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے اس آیت میں تین کام کرنے اور تین کام نہ کرنے کا حکم دیا ہے۔ ہم ترتیب وار تفصیل کرتے ہیں۔

(۱) **عدل** - عدل کسے کہتے ہیں؟ عام طور پر عدل کا ترجمہ انصاف کیا جاتا ہے۔ تفسیر میں اختلاف ہے۔ ابن عباسؓ کا قول ہے عدل سے مراد ہے کلمہ توحید کا دل سے اعتراف اور زبان سے اقرار۔ بعض کا قول ہے کہ عدل نام ہے ادائے فرائض کا۔ سفیان ابن عیینہ کہتے ہیں اس مقام پر عدل سے مراد یہ ہے کہ جو کام اللہ کے واسطے کیا جائے اس میں ظاہر و باطن یکساں ہو۔ میں کہتا ہوں کہ اخلاق کی اعلیٰ ترین صنف کا نام عدل ہے۔ انسان کو خدا تعالیٰ نے تین قوتیں عطا فرمائی ہیں۔ ایک قوت شہوانیہ یا بہیمیہ جس کے ذریعہ سے انسان کھانے پینے پہننے تعلقات صنفی قائم کرنے مال جمع کرنے اور اسی قسم کے دوسرے مرغوبات کے حصول کی خواہش کرتا ہے۔ قوت شہوانیہ کے تین درجے ہیں مقصد سے زیادتی۔ مثلاً حرام حلال کا امتیاز اٹھ جانا ضرورت سے زائد مال کی ہوس کرنا، مطلق العنان شتر بے مہار ہوجانا۔ قوت کو بالکل

مُردہ کردینا بقائے بدنی کے لئے جتنے کھانے پینے اور پہننے کی شرعی ضرورت ہے اُسکو بھی ترک کردینا یا تعلق جنسی اگرچہ حلال ہو اور قدرت بھی ہو مگر منقطع کردینا ترک دنیا کرکے بن باسی اور سنیاسی بن جانا وغیرہ وغیرہ - یہ دونوں درجے مذموم ہیں - اگر منزل مقصود تک پہنچنا غرض ہو تو جس طرح گھوڑے کو بلا لگام سرپٹ چھوڑ دینا بُرا ہے کہ چاہے خندق میں گرے یا کسی درخت سے ٹکرائے یا دریا میں کود جائے یا پہاڑ سے لڑھک جائے، اسی طرح راستہ میں گھوڑے کو ذبح کردینا اور لق و دق بیابان یا دشوار گذار راستہ میں پیادہ پا ہوجانا بھی ممنوع ہے - نہ پہلی صورت میں منزل ہاتھ آسکتی ہے نہ دوسرے طریقہ سے فائز المرام ہونا نصیب ہوسکتا ہے - ہاں درمیانی درجہ صحیح ہے - گھوڑے کو قابو میں رکھنا مناسب دانہ گھاس دینا وقت پر چلنا وقت پر اُترنا باقاعدہ سواری لینا اس طریقہ سے منزل پر آدمی پہنچ سکتا ہے - قوت شہوانیہ کے درمیانی درجہ کا نام عفّت ہے - قربِ الٰہی تک پہنچنا اور نجات ابدی حاصل کرنا ہر انسان کا اصل مقصد ہونا چاہئے - اس مقصد کے حصول کے لئے بقائے نوعی و بقائے شخصی ضروری ہے - اگر قوت شہوانیہ کو اعتدال سے زائد خود مختار کردیا جائے اور حلال حرام کا فرق اٹھا دیا جائے چوری اور جائز کمائی میں کوئی امتیاز نہ سمجھا جائے، اپنی بیوی اور اجنبی عورت میں کوئی تفاوت نہ قائم رکھا جائے تو عقل مغلوب ہوجاتی ہے اور آدمی اچھا خاصہ چوپایہ بلکہ اس سے بدتر ہوجاتا ہے - اور اگر اس قوت کو بالکل مُردہ کردیا جائے جائز اور حلال چیزوں سے بھی ضروری فائدہ اٹھانا ترک کردیا جائے تو بدنی قوام کمزور ہوتے ہوتے فنا ہوجاتا ہے، حصول خیر اور اعمالِ صالحہ کی تمام قوت ضائع ہوجاتی ہے اور انجام کار خسران نصیب ہوتا ہے -

دوسری قوت غضبی یا سبعی ہے - اس کا کام ہے عزت کا حصول جاہ کی طلب، حکومت و تسلط کی خواہش، اپنے نفس اہل و عیال اقارب احباب اور قوم کی دشمنوں سے حفاظت میدان کارزار میں دلیرانہ مقابلہ کرکے دشمنوں کو مغلوب کرکے بہادری اور نیک نامی کا مظاہرہ وغیرہ وغیرہ - اس قوت کے بھی تین درجات ہیں - (۱) قوت کو بے باک بے روک ٹوک بغیر کسی بندش کے خود مختار چھوڑ دینا محل اور بے محل کا خیال نہ رکھنا موقع بے موقع غصہ آجانا، بات بات پر قتل کرنا، سفاک خون ریز بن جانا ناجائز حکومت و تسلط کی خواہش کرنا بے قصور بندگانِ خدا کو ستانا، بے دریغ ظلم کرنا وغیرہ یہ پہلو افراط کا ہے اور سخت مذموم ہے - اس سے آدمی آدمیت سے خارج ہوکر درندہ بن جاتا ہے، دنیا میں تباہی پھیلاتا ہے، امن عالم کو برباد کردیتا ہے، مخلوق کی عافیت کھو دیتا ہے اور نظام عالم کو درہم برہم کرڈالنے کی انتہائی کوشش کرتا ہے (۲) قوت کو بالکل ساقط کردینا جائز اور ضروری مواقع پر بھی حمیت سے کام نہ لینا، اتنا عافیت طلب ہوجانا کہ دشمن ملک کو برباد کردیں، قوم کو تباہ کردیں، اعزا احباب اور اہل و عیال کی آبروریزی کریں مگر دل میں حمیت نہ پیدا ہو - باوجود قوت مدافعت کے گوشہ گیر اور عزلت نشین ہوجائے - غارت گر مال و منال لوٹ لیں، گھر بار تباہ کردیں مگر بیٹھا دیکھتا ہے، باطل کے خلاف آواز نہ اٹھائے، ناحق کے سامنے سر تسلیم خم کردے - یہ درجہ انتہائی بزدلی بے غیرتی اور نامردی کا ہے - اس درجہ میں پہنچکر آدمی بالکل عضو معطل بن جاتا ہے - اس کا وجود اپنے اور اپنی قوم کے لئے بالکل ناکارہ ہوتا ہے، وہ کوئی کام فائدہ رساں نہیں کرسکتا ہے لیکن لیکن دونوں درجوں کے درمیان ایک اعتدالی درجہ بھی ہے جس میں رہ کر آدمی اپنے ملک وطن قوم اور اہل و عیال کو سفاک غارت گروں کے پنجہ سے محفوظ اور بے رحم اغیار کے دست برد سے مامون رکھتا ہے - حصول مرتبہ کی ضروری کوشش کرتا ہے، عزت و نیک نامی حاصل کرتا ہے، خلق خدا کی خدمت کرتا ہے، مظلوموں کا انصاف ظالموں سے دلاتا ہے، بیکسوں یتیموں ناداروں اور بے زبان پبلک کی حمایت کرتا ہے، بڑی بڑی ظالم حکومتوں سے ٹکرا کر اُن کو پاش پاش کردیتا ہے - اس درمیانی درجہ کا نام شجاعت ہے -

تیسری قوت عقلی یا ملکی ہے - اس کا کام ہے سوچنا سمجھنا علوم و معارف حاصل کرنا، حقائقِ عالم میں غور کرکے صحیح نتائج پر پہنچنا، طرح طرح کی ایجادیں کرکے خلقِ خدا کو فائدہ پہنچانا، طبعیات مابعد الطبعیات الٰہیات خصوصًا اللہ کی ذات صفات، انبیاء کی رسالت، حشر بعد الممات اور ملائکہ وغیرہ کے متعلق صحیح عقائد قائم کرنا وغیرہ وغیرہ - اس قوت کے بھی تین پہلو ہیں - اول پہلو افراط کا ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ انسان سب سے بڑا مکار دھوکہ باز فریبی جعلساز شعبدہ باز بن جاتا ہے، عقائد حقہ کا مذاق اُڑاتا ہے، اس کی نظر مادیات پر مقصور ہوتی ہے، مادیات سے اوپر کی چیزوں کو وہ دھوکہ اور جھوٹا توہم جانتا ہے، ایسی ایسی اسکیمیں بناتا ہے جس سے خلق خدا کو نقصان پہنچائے امن عالم کو تباہ کردے مستحقین کو اُن کے حق سے اپنے علمی زور کی بنا پر محروم کردے حلال کو حرام اور حرام کو حلال بنادے، یہ پہلو سخت مذموم ہے - دوسرا پہلو تفریط ہے - اس مرتبہ میں پہنچکر آدمی حصول معارف کی کوشش نہیں کرتا، اُس کی قوت علمیہ کا چراغ بجھ جاتا ہے، دل کی روشنی مٹ جاتی ہے، بصیرت معدوم ہوجاتی ہے گوش ہوش اور حواس کی آنکھوں پر پردے پڑجاتے ہیں، غفلت اور جہالت کی جہرند دماغ پر لگ جاتی ہے، کُند ذہن ہوجاتا ہے، مآل اور نتیجہ کی طرف ادنیٰ توجہ بھی نہیں کرتا، وہ کبھی اپنے ذہن کو اللہ کی ذات صفات اور حقائق عالم کے صحیح نتائج تک پہنچنے کی تکلیف ہی نہیں دیتا۔ اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ۔

ان دونوں درجوں کے درمیان تیسرا درجہ اعتدال کا ہے۔ اس مرتبے میں آدمی کے عقائد صحیح، بصیرت روشن اور دماغ پُر نور ہوتا ہے۔ مبدءِ فیاض سے غیبی تعلق ہوتا ہے، روح میں جلاء اور صفائی ہوتی ہے۔ مراقبہ اور نظر و فکر سے کام لیتا رہتا ہے۔ اس مرتبہ کا نام حکمت و دانش ہے۔

اب اگر مذکورہ بالا تینوں قوتوں میں اعتدال قائم رکھا جائے، قوت شہوانیہ عفت کے دائرہ کے اندر ہو، قوت غضبیہ شجاعت کی حامل ہو اور قوت عقلیہ کا شعار حکمت و دانش ہو تو تینوں کے مجموعہ سے ایک چوتھی صفت پیدا ہوتی ہے جسکو عدالت یا عدل کہا جاتا ہے۔ عدالت کا ترجمہ جن لوگوں نے انصاف کیا ہے وہ نہایت بلیغ ترجمہ ہے۔ ہر قوت کے افراط و تفریط کے درمیانی درجہ کا نام انصاف ہے۔ اسی لئے اللہ نے عدل کا حکم دیا تاکہ عدالت کے ذریعہ کمزور انسان قرب الٰہی تک پہنچ جائے اور سعادت ابدی حاصل کرلے۔ عدالت کے سب سے بڑے علمبردار حضور گرامی علیہ التحیات والتسلیم تھے۔ کتب صحاح میں مذکور ہے کہ مال غنیمت کی تقسیم کے وقت کسی منافق نے کہا محمد انصاف کرو حق تلفی نہ کرو۔ حضور ؐ نے فرمایا افسوس اگر میں عدل نہ کروں تو اور کون عدل کرسکتا ہے مجھ سے زیادہ عدل کا حقدار اور کون ہوسکتا ہے۔

(۲) اِحْسَان۔ احسان کے تفسیری معنی میں بھی اختلاف ہے ابن عباس کے نزدیک ادائے فرض و واجبات کا نام احسان ہے۔ بعض کے نزدیک صرف ادائے نوافل کا نام احسان ہے۔ بعض کے نزدیک احسان کی تفسیر اخلاص ہے لیکن ان سب سے زیادہ قوی تفسیر وہ ہے جو صحیح حدیث میں آئی ہے حضور ؐ نے فرمایا "احسان یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت (اس یقین اور ادب کے ساتھ) کرو کہ گویا اُس کو دیکھ رہے ہو اور اگر یہ مرتبہ نصیب نہ ہو تو کم از کم اتنا خیال رکھو کہ خدا تم کو دیکھ رہا ہے"۔ یہ تو عبادات میں احسان کرنے کے معنی ہیں اور معاملات میں احسان یہ ہے کہ اپنے حقوق اور انتقام سے دست کش ہوجائے۔ غیر کو استحقاق سے زائد نفع پہنچائے۔ حدیث میں آتا ہے جو تجھے گالی دے تو اُس کو دعا دے۔ جو تجھ سے رشتہ توڑے تو اُس سے محبت جوڑ۔

(۳) قرابتدار کو اُس کا حق دینا۔ یہ لفظ بہت عام ہے کیا چیز دی جائے؟ کب دی جائے؟ بطریق وجوب دی جائے یا بطریق استحباب؟ کس کس کو دی جائے؟ یہ مفہوم اس میں داخل ہے۔ جتنا رشتہ داری میں قرب ہو اُتنی ہی اُسکی پاسداری ضروری ہے۔ اگر کسی کو نفقہ کی ضرورت ہے تو اُس کی ضرورت پوری کی جائے۔ اگر وہ قرضدار ہے اور ادائے قرض سے مجبور تو اُس کا قرض ادا کیا جائے۔ اگر کچھ بھی مکن نہ ہو تو اسی ملت، خندہ پیشانی سے گفتگو، مساوات کا برتاؤ اور [illegible] ہی کی جائے۔ اقارب میں باہم ہدیے تحفے بھیجے

کی رسم بھی اسی ذیل میں داخل ہے۔ بہر حال ہر وہ چیز جو ازدیاد محبت کا باعث ہو سب کنبہ پروری کے دائرہ کے اندر داخل ہے۔

(۴) و (۵) فَحْشَاء اور مُنْكَر۔ فحشاء ہر اُس بدی اور معصیت کو کہتے ہیں جو پوشیدہ نہ رہے بالکل ظاہر ہوجائے۔ اور منکر وہ معصیت ہے جو پوشیدہ رہ جائے اُس کا اظہار نہ ہو۔ بعض کے نزدیک قوت شہوانیہ کے گناہوں اور خرابیوں کا نام فحش ہے اور قوت غضبیہ کے گناہوں کا نام منکر ہے۔

(۶) بَغْی بھی ممنوع ہے۔ یہ ایک عام لفظ ہے جو عدل کے مقابل ہے۔ کسی نے اس کا ترجمہ تکبر، کسی نے کینہ، کسی نے ظلم اور کسی نے تجاوز عن الحد کیا ہے۔ آخری ترجمہ مفہوم سے زیادہ قریب ہے۔ کیونکہ قوت شہوانیہ اور قوت غضبیہ کے درمیانی درجہ کو چھوڑ کر باقی افراط و تفریط کے دونوں کناروں کا نام بغی ہے۔ حد شرع سے بڑھ کر قوت شہوانیہ و غضبیہ کو مطلق العنان چھوڑ دینا بھی بغی ہے۔ اسی طرح شرعی جواز سے گھٹ کر شہوانیہ و غضبیہ قوتوں کو مردہ کردینا بھی بغی ہے۔ خلاصہ یہ کہ عدل جس طرح تمام نیکیوں کو شامل ہے اسی طرح بغی میں تمام بُرائیاں اور گناہ داخل ہیں۔

مقصود بیان :۔ اسلام نہایت پاکیزہ صاف ستھرا مذہب ہے۔ اس کے احکام فطرت کے مطابق امن عالم کے کفیل اور فساد و تباہی کی بیخ کنی کرنے والے ہیں۔ اہلِ نظر کے لئے یہ آیت خزانہ حکمت ہے۔ وغیرہ۔

وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عَاهَدْتُّمْ

اور جب باہم معاہدہ کرو تو اللہ کے عہد کو پورا کرو

وَلَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا

اور قسموں کو پختہ کرنے کے بعد نہ توڑو

وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَيْكُمْ كَفِيْلًا ۭ اِنَّ

کیونکہ تم اللہ کو اپنا ضامن مقرر کرچکے ہوتے ہو جو کچھ

اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ۝ وَلَا تَكُوْنُوْا

تم کرتے ہو اللہ بلاشبہ اُسکو جانتا ہے اور اُس عورت

كَالَّتِيْ نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ

کی طرح نہ ہو جو اپنا کاتا ہوا سوت مضبوط بٹنے کے بعد ٹکڑے کر ڈالے

اگر میں بول سکتی تو......؟
بلاخوف تردید یہ اعلان کردیتی کہ میں عورتوں کی دوست ہوں۔ اُن عورتوں کی جو لیکوریا کی بیمار
رہی ہیں یعنی جن کو سیلان الرحم کی بیماری ہے۔ جن کو وقت بے وقت پوشیدہ جسم سے سفید
طوبت جاری رہتی ہے اور جن کی کمر میں درد ٹھہر گیا ہے۔ جن کے چہرے زرد پڑگئے ہیں رخسا
نزکو دھنس گئے ہیں اور جو عورتیں ہر وقت اداس رہتی اور لیٹی رہتی ہیں جن کے چہروں کی رونق اڑگئی ہے
میں اُن کی دوست ہوں
اور اُن کی اس بیماری کا اصلی علاج۔ ایسا علاج جس کی بدولت سینکڑوں نہیں ہزاروں لیکوریا
کی بیمار عورتیں تندرست ہوچکی ہیں۔ تیسرے دن لیکوریا کی بیماری ٹھیک کردیتی ہوں اور کررہی
ہوں۔ ہزاروں عورتوں سے میرے اس دعوے کی سچی تصدیق ہوسکتی ہے۔ میرا نام جاننا چاہو تو لو
سنو میرا نام ہے۔ دوا "رفک" جن عورتوں کو لیکوریا کی بیماری ہے وہ اگر تین دن میں
تندرستی دیکھنا چاہیں تو دوا رفک کی صرف ایک شیشی استعمال کریں۔ لیکوریا کی بیماری ختم ہوجائیگی
بذریعہ خط لکھکر تعداد:
لیڈی ڈاکٹر